مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانے والا
ہر قسم کی اسلامی معلومات، ہزاروں عنوانات پر مشتمل



جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دینی دسترخوان

تالیف

حضرۃ مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی

تقاریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی دسترخوان

جلد اوّل

دینی دسترخوان کے بارے میں جذبات وتاثرات (منظوم)

(ازمولانا سعید علی ضیاء رحمہ اللہ)

دینی دسترخواں ہے کیا؟ الوان نعمت گوناگوں
اعتقاد حق کا مرشد عمل صالح کا دلیل
تذکرہ اصحاب کا اور سیرت و اخلاق کا
دینی دسترخواں ہے کیا؟ اصناف نعمت رنگ رنگ
سیر حاصل تذکرہ ہے مختلف ادوار کا
جو پڑھے اس کو میسر ہو اسے قلبی سکوں
حکمت ودانش کی پاکٹ، ڈائری خیر القروں
تبصرہ اہل باطل پر بانداز جنوں
علم و دانش کا مرقع جہل کا رنگیں فسوں
درج ہیں دینی مسائل مندرج علم الفنوں

مسلک علمائے حق کا ترجماں لاریب ہے
نغمہ حمد خدا ہے، زمزمہ نعت نبیؐ
لائق صد آفریں ہے کاوش عبد القیوم
معرفت کا ہے خزینہ کنز معلومات کا
ذکر ہے اس میں مفصّل ایسی شخصیات کا
جن کی ہیبت سے ہوا باطل سدا خوار وزبوں
جس سے حاصل روح مسلم کو غذائے اندروں
دینی دسترخواں سے ظاہر جن کا ہے سوز دروں
اطعمہ و اشربہ ہیں، اور فواکہ گوناگوں
جن کے علم وفن کے آگے زعم باطل سرنگوں

ھدیۂ مُحبّت

بخدمت جناب..

....

....

....

نوٹ:۔ دوست احباب کو ہدیہ کر کے اپنے لئے صدقہ جاریہ بنایئے

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا
مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانیوالا
ہر قسم کی اسلامی معلومات پر مشتمل
مستند مجموعہ

دینی دسترخوان

(اضافہ شدہ جدید ایڈیشن)

تالیف
حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی
مدظلہ العالی

جلد اوّل

تقاریظ
حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا قاری محمد طاہر مہاجر مدنی رحمہ اللہ
حضرت مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ العالی

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

دینی دسترخوان

تاریخ اشاعت..........ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ
ناشر..........ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..........سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان　اسلامی کتاب گھر....خیابان سرسید عظیم مارکیٹ....راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور　دارالاشاعت........اُردو بازار........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار........لاہور　ادارۃ الانور........نیوٹاؤن........کراچی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار........لاہور　مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار.....پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب نو

''دینی دسترخوان'' جواب الحمد للہ اپنے مؤلف اور ناشر کا تعارف بن چکا ہے۔ اس کا نیا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہماری توقعات سے کہیں زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والا یہ اسلامی انسائیکلوپیڈیا جسے ہمارے والد مکرم حضرت الشیخ المحترم عبدالقیوم مدظلہ العالی نے ترتیب دیا ہے۔ اس کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو شاید و باید ہی کسی کتاب کو حاصل ہوتی ہیں۔

سب سے پہلی خصوصیت یہ کہ اس کی ترتیب و تالیف کا کام مدینہ منورہ کی مبارک فضاؤں میں ہوا۔ دوسرے یہ کہ کتاب کی تکمیل پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و بشارت' تیسرے یہ کہ اپنے مواد کے لحاظ سے انتہائی جامع ہے ایک مسلمان کی زندگی سے متعلق کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر اس مجموعہ میں معلومات موجود نہ ہوں۔ چوتھے یہ کہ برصغیر پاک و ہند کے علماء وصوفیاء حضرات میں سے تقریباً اکثر بزرگوں کی تصنیفات' تالیفات اور خطبات وملفوظات اور تبرکات کا تذکرہ' حوالہ یا اقتباس اس مجموعہ میں موجود ہے اور اس کے علاوہ بھی اہل عرب میں سے تاریک اسلام کے عبقری علماء کے افادات بھی شامل ہیں۔ ان تمام اوصاف اور قبول عام کے حصول کے باوصف آخر انسانی ہاتھوں کی کاوش سے یہ مجموعہ ترتیب پایا ہے اس لئے بہر حال مختلف پہلوؤں سے ترمیم و تبدیل کی گنجائش موجود رہی تھی اب ہم نے اس کے مختلف ابواب کی ترتیب میں مزید ہم آہنگی نمایاں کرنے کی غرض سے کچھ تبدیلی کی ہے۔ اور کچھ اضافے بھی کئے ہیں۔ امید ہے کہ اس سے قارئین کرام کے ذوق علم کو تسکین ملے گی اور ہمیں اپنی نیک دعاؤں سے سرفراز کریں گے۔

قارئین سے دعاؤں کی التجا ہے۔ اللہ تعالیٰ والد مکرم مدظلہ کو صحت و عافیت کے ساتھ سلامت باکرامت رکھے آمین۔

احقر محمد اسحٰق

ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

عرض ناشر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ اما بعد

بندہ کے والد مکرم الحاج عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی عارف کامل حضرت مولانا عبدالغفور مدنی قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ہیں۔ اپنے مرشد و مربی اور دیگر علمائے حق سے محبانہ ومخلصانہ ارادت وخادمانہ تعلق کے باعث دین کا صحیح ذوق' علوم و معارف قرانیہ سے خاص ربط' طریق سنت نبوی سے محبت اور اس پر عمل اور اسلاف و اکابر امت کی تعبیرات پر کامل اعتماد رکھتے ہیں۔ آپ کو عرصہ بارہ سال سے مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) میں قیام کی سعادت حاصل ہے۔

محترمہ والد صاحب دامت برکاتہم نے آج سے تقریباً ۲۰ برس قبل بندہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ایک مسلمان کے جملہ دینی ضروریات کے تمام مضامین بقدر کفایت بیان کر دیئے جائیں۔ بحمداللہ ان کی یہ تمنا ''دینی دستر خوان'' کی اشاعت کی صورت میں تکمیل پذیر ہو رہی ہے۔ اس دستر خوان پر ان شاءاللہ اہل ذوق کی انواع واقسام کی شیریں روحانی غذائیں' دل و دماغ کی فرحت وتسکین کے لئے مقویات اور تفریح و لطافت کے لئے نمکینی کلام سے تواضع کی گئی ہے اور مہمان نوازی کا سلیقہ رکھنے والے ایک مخلص میزبان کی طرح جامع کتاب نے اپنی بساط کے مطابق ہر چیز اپنے مہمانوں کے سامنے لا رکھی ہے۔ کہ جس شخص کو جو لقمہ خوش ذائقہ لگے' نوش جان کرے اور جو نوالہ پسند آئے تناول کرے۔ غرضیکہ دینی' علمی' اخلاقی اور اسلامی معلومات کا یہ خزینہ اپنی طرز کا جدید ''اسلامی انسائکلو پیڈیا'' کہلانے کے قابل ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران محترم والد صاحب پر اس کی تکمیل و اشاعت کے جذبات وارفتگی کی حد تک غالب رہے۔ اس کے لئے انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا۔ بے شمار رسائل دیکھے' متعدد اصحاب علم سے مراجعت کی' کئی کئی راتیں مسلسل جاگ کر کاٹیں اور اس محنت شاقہ کے بعد یہ بیش بہا علمی ذخیرہ مرتب فرمایا۔

الحمدللہ ''دینی دستر خوان'' کے دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب نے مثالی مقبولیت حاصل کی ہے۔ اب تیسری طباعت بہت ساری مزید خوبیوں اور اضافوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ بارگاہ خداوندی میں التجا ہے کہ وہ اس کتاب کو حضرت مؤلف ممدوح' ناشر اور ان سطور کے راقم کے لئے وسیلہ مغفرت و ذریعہ نجات بنائیں اسے قبولیت و نافعیت عامہ عطا فرمائیں اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس سے نفع مند ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

والسلام

طالب دعاء

محمد اسحاق

ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

افتتاحیہ

راقم السطور کو جب رب کائنات نے رحمت کائنات کے جوار میں رہنے کی سعادت نصیب فرمائی تو احقر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ہمارے اسلاف کی کتب میں بے شمار ایسے در شہوار موجود ہیں۔ جن میں سے ہر ایک شاہکار کی حیثیت کا حامل ہے۔

دینی ذوق رکھنے والوں کو ایسے قیمتی جواہر کا یکجا ملنا مشکل تھا۔ اور اتنی کتب خرید کر سب کا مطالعہ کرنا بھی ہر ایک کی استطاعت میں نہیں۔

اس لئے بندہ نے اپنے ذوق اور حالات زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کتب سے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے یہ مجموعہ ''دینی دستر خوان'' کے نام سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اس میں معتمد کتب دینیہ سے اخذ کردہ مسائل کے علاوہ احسان وسلوک' شریعت وطریقت' لطافت وظرافت' تاریخ حرم مکہ مکرمہ' مع قدیم تصاویر' موعظت وحکمت کے علاوہ بالخصوص آنحضرت ﷺ کی وہ مبشرات بھی شامل ہیں جو صحابہ کرام تابعین عظام اور علماء کرام کو ہوئیں۔

ان موضوعات کے علاوہ بھی ناظرین کو اس میں بے شمار انتہائی مفید باتیں نظر آئیں گی۔ اس کتاب کی جمع وترتیب میں ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت خاصہ شامل حال رہی۔ ورنہ مجھ جیسا بے بضاعت اتنی بڑی دینی حدمت کی سعادت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ سب اس ذات والاصفات کی عنایت ہے اور اس کے حبیب' حبیب کائنات کے قرب ورحمۃ کا صدقہ ہے۔

اس کتاب کی ترتیب کے دوران موقعہ بموقعہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ جس کی برکت سے ترتیب وتکمیل کے انہماک میں اضافہ ہوتا رہا۔

بندہ کا خیال یہی تھا کہ سارا مواد ایک جلد میں تکمیل پا جائے گا مگر میری چھوٹی بچی سلمہا اللہ تعالیٰ کو زیارت نبوی ﷺ ہوئی تو اس نے آنحضرت ﷺ سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا۔

تو آپ ﷺ نے دو خط کھینچے

حسن اتفاق یہ ہے کہ کثرت مواد کی بناء پر مجبوراً کتاب کو دو جلدوں ہی میں شائع کرنا پڑا۔

اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ بارگاہ نبوی میں یہ کتاب مقبول ومنظور ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب ترتیب ہی اس لئے دی گئی کہ اسے بارگاہ نبوی میں ''ہدیہ'' کے طور پر پیش کیا جائے۔ اس رحمت کائنات سے پر وثوق امید ہے کہ وہ اسے قبول فرما کر خاکسار مرتب کو اپنے غلاموں میں شامل فرمالیں گے۔ ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

ناظرین کتاب سے بندہ کی عاجزانہ التماس ہے کہ جو اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں وہ اس خاکسار مرتب اور اس کے والدین نور اللہ مرقدھما کو اپنی مستجاب دعاؤں میں ضرور شامل فرمالیں۔

بندہ کی بھی مخلصانہ دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مرتب' اور اس کے والدین اور طابع وناشر اور معاونین وقارئین کو سعادت دارین سے نوازیں۔ آمین یاالہ العالمین۔

آخر میں قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی غلطی محسوس کریں تو مطلع فرمائیں۔ احسان ہوگا۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو جائے۔

عبدالقیوم
مسکین مدینہ

کلمات مبارکہ

اللہ تعالیٰ ہر دور میں ضرورت زمانہ کے مطابق اپنے بندوں سے کام لیتا رہا ہے

ہر کسے را کارے ساختند   میل اودر دلش انداختند

ہمارے مشفق ومہربان جناب الحاج عبدالقیوم صاحب زید مجدہم کے دل میں بڑی شدت سے یہ جذبہ پیدا ہوا کہ انسائیکلوپیڈیا دائرۃ المعارف کے طور ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے جس میں تمام اہم دینی موضوعات (عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت' اخلاقیات' پردہ' حقوق والدین' حقوق زوجین' علم دین' احسان وسلوک تصوف' رد بدعات' فرق باطلہ کی تردید' عشق رسول ﷺ عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم) کے بارے میں ضروری معلومات یکجا جمع کردی جائیں۔

چنانچہ موصوف نے اس سلسلہ میں محنت شاقہ اور عرصہ کی مسلسل تلاش وجستجو سے اسلامی کتابوں کے عظیم ذخیرہ کو کھنگالا۔ اور اس میں سے جو مواد بھی پسند آیا اور اسے مفید پایا۔ اپنے اس کشکول میں جمع کرتے چلے گئے۔ اور پھر اپنے ذوق خاص' اور اللہ جل جلالہٗ ورسول ﷺ (فداہ ابی وامی) کے عشق ومحبت کے خاص جذبہ کے تحت یہ تالیف وجود میں آئی ہے۔

دوران تالیف بارہا حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا (جیسا کہ حضرت مؤلف مسلمہٗ نے افتتاحیہ میں اس کا تذکرہ کیا) جو انشاء اللہ مؤلف اور تالیف دونوں کے لئے قبولیت کی بشارت ہے۔

مؤلف زید مجدہم کو اپنی اس تالیف کے ساتھ خصوصی شغف ومحبت ہے۔ اس کتاب بلکہ اس کے قارئین کے لئے بھی بکمال الحاح وزاری دعائیں کی ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

احقر کو اس کتاب کی ترتیب کے دوران بہت دفعہ عالم رؤیا میں زیارت نبوی ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح احقر کی بچی۔۔۔ سلمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر متعلقین کو بھی۔

بندہ نے اس سعادت میں ناظرین کو شامل کرنے کے لئے' صفا کی چوٹی پر بیٹھ کر بصد الحاح وزاری بارگاہ باری میں یہ التجا کی کہ یا اللہ اس کتاب کے قارئین کو بھی یہ شرف عطا فرما۔ جس جذبہ وکثرت سے یہ دُعاء کی ہے اس کی بناء پر ذات مجیب الدعوات سے پوری امید ہے کہ اس نے اس عاجزانہ درخواست کو ضرور شرف قبول بخشا ہوگا اور ان شاء اللہ اس کے قارئین ضرور زیارت نبویہ سے مشرف ہوں گے۔ **واللہ تعالیٰ علی کل شی قدیر وھو ارحم الراحمین۔**

کتاب واقعی مختلف ومتنوع قسم کے دینی موضوعات پر مشتمل ہے۔ زبان سلیس ہے۔ دلچسپی وجاذبیت کا یہ حال ہے کہ جس مقام سے شروع کریں۔ چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ ایک بات ختم ہوتی ہے تو دوسری نوع کی دوسری بات شروع ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سے بلا تکلف دینی معلومات کا ایک ذخیرہ قاری کے ذہن میں جمع ہوتا چلا جاتا ہے۔

دُعاء ہے کہ حضرت مؤلف زید مجدہم کو اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کی طرف سے بے پایاں جزائے خیر عنایت فرماویں اور اپنی رضائے عالی سے نوازیں۔ نیز کتاب ہذا کو مولیٰ تعالیٰ شانہٗ قبول عام نصیب فرمائیں اور کوئی مسلمان گھرانہ اس سے خالی نہ رہے۔

اللھم تقبل بحرمۃ سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

(حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ العالی مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان)

تاثرات

فضیلۃ الشیخ فخر القرأ حضرت مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حامداً مصلیاً ومسلما

امابعد!

حالاً تین ضخیم مجلدات میں گلہائے رنگارنگ اور گونا گوں سامان ضیافت سے آراستہ ''دینی دستر خوان'' نامی زیر نظر مبسوط ومطول کتاب میرے محترم پیارے بزرگ ابوعثمان حضرۃ الحاج عبدالقیوم زادمجدہ مہاجر مدنی کی لاجواب تالیف وکاوش ہے۔

ہمہ جہت جامع عجیب جاذب القلوب کشکول' مذہبی لٹریچر کی نرالی شاہکار دستاویز اپنے خاص انداز میں فی زمانہ قابل قدر دینی و علمی سوغات ہے جو اپنی افادیت میں وقت کی ضرورت اور عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ سرسری مطالعہ سے محسوس ہوا کہ ماشاء اللہ اہل ذوق ناظرین باصفا کی تفریح وضیافت طبع کیلئے دینی معلومات سے اذہان کو مالا مال کردینے کے جذبہ صادقہ کے ساتھ بہت سلیقے اور قرینے سے متنوع سامان ضیافت' رنگارنگ اصناف نعمت' گونا گوں روحانی اطعمہ واشربہ' علمی فواکہ وثمار انواع و اقسام کی شیریں روحانی اغذیہ اور دل ودماغ کیلئے فرحت وتسکین بخش مقویات ومفرحات کو اس دینی دستر خوان پر یکجائی شکل میں چن دیا گیا ہے جس سے ہر شخص اپنے ظرف وذوق طبع کے موافق لطف اندوز ہوسکتا ہے۔

ہر طرز فکر کے صاحب ذوق مسلمان کیلئے اس کتاب میں مختلف ومتنوع موضوعات سے متعلق گونا گوں قیمتی مضامین نادر مفید دینی معلومات بہت شگفتہ سلیس عام فہم اچھوتے انداز میں یکجا جمع کرنے کی پرسوز ودردمندانہ کامیاب سعی کی گئی ہے۔

ویسے تو کتاب ہذا عقائد وعبادات' معاشرت ومعاملات' اخلاقیات وسیاسیات' احسان وسلوک وتصوف' تردید بدعات و فرق باطلہ' مواعظ ونصائح' سیرت نبویہ' پردہ' حقوق الوالدین' حقوق الزوجین' مکتوبات نبوی' ختم نبوت' امثال عبرت' مذاہب عالم' بہترین نعتیں' مجرب طبی نسخے' زیارت نبوی سے مشرف ہونے والے ایک سودس حضرات کے خواب' عظمت صحابہ' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمت محبت' مسائل واحکام' خواتین کے مسائل ودینی جذبات' علامات قیامت' احوال آخرت' عجائبات عالم' جنات کے پراسرار حالات' شہداء کربلا پر مستند تحقیقی مضمون اور ان جیسے بیسیوں عنوانات کے گرد گھومتی ہوئی ایک نادر اچھوتی دلچسپ کتاب ہے مگر ناچیز کو بالخصوص حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' زیارت نبویہ کے خوابی مبشرات' مسجد نبوی شریف و لطائف ستہ کے نقشہ جات جات والے مضامین بہت پسند آئے۔ مزید برآں حسب ذیل حدیث نبویؐ کے ساتھ کتاب ہذا کے عنوان دینی دستر خوان کی لطیف مناسبت وموافقت دیکھ کر بھی میری مسرت کی حد نہ رہی۔

وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو عام دعوت دی جائے اس کو عربی زبان میں مادبہ کہتے ہیں جو ادب بمعنی بلانا سے ماخوذ ہے۔

حضرت ربیعہ جرشی کی ایک مرفوع حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بمنزلہ دار ایک بڑے گھر کے بنایا اور اس گھر میں جنت کو بمنزلہ مَاْدَبَہ یعنی عام دعوت کے دسترخوان کے تیار کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دسترخوان کا داعی بنا کر بھیجا اب جو شخص اس داعی کی پکار پر لبیک کہہ دے گا وہ اس گھر میں داخل ہو کر دعوت کھائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے۔ لیکن جو اس داعی کی دعوت پر لبیک نہ کہے گا وہ نہ تو اس گھر میں داخل ہوگا اور نہ ہی اس دعوت کو نوش جان کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جائینگے۔ (رواہ الدارمی مشکوۃ)

اس عنوان کے ساتھ کتاب ہذا کے عنوان کا توافق احقر کی نظر میں اس کتاب کی افادیت عامہ وقبولیت تامہ کی نیک نامی ہے۔ مؤلف مدظلہ کا مطالعہ و لگن کا خاص ذوق وشغف، دینی علوم ومعارف سے خصوصی ربط ووابستگی، مسلسل انتھک کاوش ومحنت وشاقہ کا عظیم ولولہ ایک خاص عطیہ خداوندی ہے جس پر وہ جتنا بھی شکر خداوندی بجالائیں کم ہی کم ہے۔

اللھم زدفزد، امید کرتا ہوں کہ آئندہ ایڈیشنوں میں املائی وکتابی اغلاط کا ازالہ کر کے ترتیب مضامین کو مزید بہترین شکل دینے کی اور ہر مضمون کے ساتھ حوالہ کتاب درج کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ بفضلہ تعالیٰ یہ چیز دینی دسترخوان کی مزید سجاوٹ اور اس کے مضامین ومندرجات کی صحت واستفادیت کی گارنٹی میں مزید عروج وکمال کا باعث ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مولف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور کشکول ہذا کو مزید بر مزید قبولیت ونافعیت تامہ نصیب فرما کر اہل اسلام کو اس سے بے حد مستفید ومتمتع فرمائیں اور اس نوع کی مزید دینی خدمات کی انجام دہی کیلئے مؤلف کو خوب ہمت وعافیت وقوت عطا فرما کر آخری سانس تک اپنی توفیق ورحمت خاصہ کو ان کے شامل حال کئے رکھیں۔ (آمین ثم آمین یارب العالمین)

فقط

وانا العبد الملتجی الی رحمۃ رب القادر ابوالشاکر وابوعبد القادر

محمد طاہر

المقیم بالمدینۃ المنورۃ زادہا اللہ نوراً وشرفاً وسکینۃً

لخامس شہر ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۹ھ

بیوم الاثنین

کتبہ فی حرم المسجد النبوی شریف

علی صاحبہ افضل صلوۃ وازکی تحیۃ

تقاریظ

حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری مدظلہ
خلف الرشید
حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

دینی دستر خوان کے کیا کہنے بہشتی زیور کے بعد اسی رنگ میں اس سے زیادہ جامع و مانع' مضامین کا تنوع' عنوانات کا تعدد' مضامین کی جامعیت ہر ایک دامن کش۔ پہلی جلد کا احقر نے مطالعہ کر لیا اور مستفید کی حیثیت میں اس وقت رواروی میں ہوں ورنہ اس تالیف انیق کے متعلق میرے تاثرات وسعت صحراء کے طالب ہیں۔

از حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ العالی مفتی مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا

سبحان ما اعظم شانہٗ

''دینی دستر خوان'' جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

(تالیف حضرت الحاج محترم عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی زاد اللہ قیامہ فی المدینۃ المنورہ) کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی ماشاء اللہ یہ کتاب اپنی جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے مجمع العلوم والفنون والتواریخ ہے۔

ہمارے بعض اکابر مدظلہم کی یہ رائے ہے کہ دینی دستر خوان علماء' طلباء' خطباء' اور عوام سب کے لئے یکساں مفید ہے تصنیف وتالیف اور طباعت واشاعت کی بھیڑ بھاڑ اور بہتات کے دور میں ان شاء اللہ یہ دینی دستر خوان مہمانوں کی ضیافت کے لئے نہایت مفید ونافع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس دستر خوان چننے والے میزبان کو دارین میں اجر جزیل سے نوازے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

کتبہ الاحقر مجد القدوس خبیب رومی عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس بمظاہر علوم قدیم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست عنوانات

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بیان نور محمدی

مکتوبات نبوی

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مشاہیرِ عالم اور اُن کا سفرِ آخرت

اجمالی فہرست

باب ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ کہتے ہیں دل میں کسی بات کا جمنا، دل کا کسی بات کو قبول کرنا لیکن شریعت میں عقیدہ کہتے ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو۔ ان کو اسی طرح ماننا اور قبول کرنا، دل میں جمانا جیسے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خبر، سوال و جواب قبر، حساب کتاب قیامت، جنت، دوزخ کی خبر، نماز روزہ، زکوٰۃ و حج کے فرض ہونے کی خبر، شراب و زنا اور جوا وغیرہ کے حرام ہونے کی خبر وغیرہ۔

سوال: کیا صرف زبان سے کلمہ کا پڑھ لینا ایمان لانے کے لئے کافی ہے یا اس کے معنی و مطلب کا سمجھنا بھی ضروری ہے؟

جواب: صرف زبان سے بدون مطلب کے سمجھے ہوئے پڑھ لینا کافی نہیں۔ معنی و مطلب کو سمجھے اور دل سے ان باتوں کو یقین جانے اور زبان سے اقرار کرے تب مومن کہا جائے گا البتہ اگر کوئی گونگا ہو تو معذوری ہے اس کا صرف اس طرح اشارہ کرنے سے کہ جو توحید پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر علامت و دلیل ہو سکے کافی ہے۔

وجود باری تعالیٰ پر دلائل

سوال: خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر کچھ آسان اور عام فہم دلائل بیان کیجئے؟

جواب: پہلی دلیل:...... موٹی سی بات کے لئے دلیل کی کیا ضرورت۔ ذرا سوچو جب ایک معمولی سا کام معمولی سی چیز بدون کاریگر اور بدون فاعل کے نہیں ہو سکتی تو بھلا اتنا بڑا کارخانہ اپنے آپ بدون صانع کے کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ وجود باری تعالیٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں ایک بات کی فکر میں فکر مند ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دریا میں ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی ہے۔ کوئی اس کی نگہبانی نہیں کرتا نہ اس کو کوئی چلاتا ہے مگر اس کے باوجود کشتی خود بخود آتی جاتی چلتی پھرتی ہے موجوں کو چیر پھاڑ کر نکل جاتی ہے لوگوں نے کہا یہ بات تو عقل کے خلاف ہے۔ کوئی عاقل تو ایسی بات نہ کہے گا امام صاحبؒ نے فرمایا افسوس تمہاری عقل پر کہ پھر یہ موجودات جس میں عالم علوی و سفلی ہے اور یہ اشیاء جس پر دو عالم مشتمل ہیں کیا ان کا کوئی بنانے والا نہیں۔ کوئی چلانے والا نہیں۔ اتنا بڑا کارخانہ خود بخود چل رہا ہے؟ کسی شے کا وجود بدون بنانے والے کے عقلاً ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ وجود کا ایک اثر ہے کہ جو بدون کسی اثر کرنے والے کے لئے نہیں ہو سکتا ہے پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ عالم جسمانی بدون کسی اثر کرنے والے کے موجود ہو جائے بلکہ یہ عالم مستلزم ہے اپنے اثر وجود میں اپنے موثر کے وجود کو۔ پس ثابت ہوا کہ وہ ذات موثر موجود ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ قوم یہ سن کر متحیر ہوئی اور حق کی طرف رجوع کیا اور امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔

دوسری دلیل:...... امام شافعی صاحبؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل قائم کی کہ شہتوت کے درخت کے پتے کو دیکھو کہ اس کا مزہ ایک ہے جب کیڑا اس کو کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور شہد کی مکھی اس کو کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے اور بکری اور چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ہرن چرتا ہے تو مشک ہو جاتا ہے حالانکہ چیز ایک ہی ہے آخر یہ کس کی کاریگری ہے۔ ضرور ذات موجود صانع قادر مطلق کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

تیسری دلیل:...... امام احمد بن حنبلؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بتائی کہ ایک قلعہ جو مضبوط اور چکنا ہے اس کا نہ کوئی دروازہ ہے نہ راستہ ہے۔ ظاہر میں ایسا جیسے سفید چاندی، باطن میں ایسا جیسے خالص سونا، اچانک اس قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اس میں سے ایک جاندار سنتا، دیکھتا، اچھی شکل نمکین آواز کا نکلا تم سمجھ گئے ہو گے کہ وہ کیا ہے؟ وہ انڈہ ہے جس سے پرندہ پیدا ہوتا ہے یہ ایک کھلی اور واضح دلیل ہے کہ یہ ذات موجود واحد قدیر کی قدرت کی کاریگری ہے۔

چوتھی دلیل:...... امام مالکؒ نے ہارون رشید کے پوچھنے پر کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے آپ نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ لغات و آواز، زبانوں اور نغموں کا اختلاف صانع حقیقی کے موجود ہونے پر کھلی دلیل ہے۔

پانچویں دلیل:...... عزیز من! جو شخص بھی آسمانوں میں ان کی بلندی بلا ستون، اور وسعت اور پھیلاؤ میں، اور بڑے چھوٹے ستاروں میں جو چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے ہیں غور و تامل کرے گا اور دیکھے گا کہ کس طرح آسمان عظیم الشان کے ساتھ چکر کھاتے ہیں اور پھر بھی اپنی خاص ڈھال علیحدہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان دریاؤں کی طرف جو شخص نظر کرے گا جو کہ زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ایک مرکز سے دوسرے مرکز کی طرف نفع کے لئے کس طرح بہتے ہیں اور ان پہاڑوں پر جو کوئی خیال کرے گا جو کہ زمین پر رکھے ہوئے ہیں تا کہ زمین والے قرار و سکون

سے رہیں اور ایسے ہی ان طرح طرح کے حیوانات اور قسم قسم کے نباتات اور بوٹیوں پر غور کرے گا جن کے مزے اور بو اور شکلیں جدا جدا ہیں۔حالانکہ مٹی ،پانی کی طبیعت ایک ہے تو ایسا شخص یقیناً خالق کے وجود اور اس کی قدرت عظیمہ، حکمت بالغہ اور رحم ولطف اور احسان کو ضرور تسلیم کرے گا۔یعنی یہ تمام مختلف عجائبات اور منافع اس بات پر دلیل تاباں، برہان درخشاں، اور حجت نمایاں ہیں کہ ان کا خالق صانع حکیم موجد وعلیم ہے۔

چھٹی دلیل فطری:......عورت مرد دونوں انسان ہیں مگر دونوں میں کس قدر فرق ہے کہ مرد کی خلقت و بناوٹ جدا۔مرد سے بچہ پیدا نہیں ہوسکتا عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔مرد سے مرد کو وہ راحت وسکون حاصل نہیں ہوسکتی جو عورت سے حاصل ہوتی ہے تو ایک ہی نوع کے افراد میں اس قدر تفاوت اور اس میں مصالح کی اس قدر رعایت بدون صانع حکیم کے نہیں ہوسکتی۔اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا صانع ہمارا بنانے والا ضرور ہے عرب کے ایک گاؤں کا رہنے والا کہتا ہے **البعرة تدل علی البعیر الاثر یدل علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج کیف لا یدلان علی اللطیف الخبیر**

"کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے اور نشان قدم دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

تو یہ بڑے بڑے ستاروں اور چاند وسورج والا آسمان اور یہ کشادہ اور فراخ سڑکوں والی زمین اپنے صانع حکیم کے وجود پر کس طرح دلالت نہ کرے گی۔ضرور کرے گی سبحان اللہ! ایک گاؤں کا ان پڑھ کیسی عجیب بات کہتا ہے کہ جب آثار موثر پر دلالت کرتے ہیں دھواں دیکھ کر ہم کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں آگ ہے ایک نفیس عمارت دیکھ کر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا بنانے والا ضرور ہے یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ نشان قدم خود ہی بن گیا ہوگا یہ مکان خود ہی تیار ہوگیا ہوگا پھر حیرت ہے کہ اتنا بڑا آسمان اور وہ بھی بے ستون اور پہاڑ اور زمین دیکھ کر اور اس کے نظام اکمل کا مشاہدہ کرکے تم کو ایسے صانع کا علم نہ ہو۔اور یوں کہو کہ یہ ضرور ہی اپنی طبیعت سے بن گئے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ مصنوعات سے صانع حقیقی پر استدلال فلسفی طریق پر ہے۔

ساتویں فلسفیانہ دلیل:......ہم کو بہت سی چیزوں کا حدوث مشاہد ہے اور جن بعض کا حدوث مشاہد نہیں تو ان کے احوال کا تغیر وانقلاب بتا رہا ہے کہ یہ حادث ہیں کیونکہ محل حادث کا حادث ہوتا ہے۔لہٰذا اشیاء عالم کا تغیر وانقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور حادث کے لئے ممکن ہونا لازم ہے اور ممکن کے لئے کسی مرجح کی ضرورت ہے کیونکہ ممکن وہ ہے جسکا وجود وعدم دونوں مساوی ہو یعنی نہ اس کے لئے موجود ہونا ضروری ہو اور نہ معدوم ہونا ضروری ہو اور جس کا وجود وعدم برابر ہو تو اس کے وجود کے لئے کوئی مرجح ہونا چاہیے۔ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔پھر اس مرجح میں گفتگو کی جائے گی کہ وہ ممکن ہے یا کچھ اور ہے۔اگر مرجح ممکن ہے تو اس کے لئے دوسرے مرجح کی ضرورت ہو گی اور چونکہ تسلسل محال ہے اس لئے کہیں نہ کہیں سلسلہ ختم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ مرجح ایسی ذات ہے جو ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود ہے۔پس اسی واجب الوجود کو ہم صانع وخلاق عالم کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ صانع عالم موجود ہے وہی ہر شے کا خالق اور بنانے والا ہے۔

آٹھویں عقلی دلیل:

سوال: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ خدا ایک ہے؟

جواب: عزیز من یہ تو ایک عقلی چیز ہے کہ بھلا ایک ملک میں دو بادشاہوں کی حکومت کہیں چل سکتی ہے۔حکومت کا خاصا ہے یکتائیت کہ اپنی حکومت میں دوسرے کی شرکت ہرگز گوارا نہیں ہوتی۔کیا نہیں دیکھتے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی بادشاہت کو نہیں دیکھ سکتا اور چاہتا ہے کہ اس کی بادشاہت پر بھی میں ہی قابض ہوجاؤں تو بھلا پھر سلطنت میں تو کیونکر شرکت گوارا ہوسکتی ہے۔یہی شرکت خدا تعالیٰ میں شرک کہلایا جاتا ہے۔اور پھر دوسرے کو ماننے کی ضرورت ہی کیا پڑی کیونکہ دوسرے کو ماننا بھی اگر ہوگا تو ضعف علم کی وجہ سے یا ضعف قدرت کی وجہ سے یا ضعف فہم کی وجہ سے۔یا قلت تجربہ کی وجہ سے جیسا کہ پارلیمنٹری صورت میں ہوتا ہے۔

سو یہ ضعف یا اور کسی قسم کا ضعف جو دوسرے کی طرف محتاج کرنے والا ہو خدا ہونے کے منافی ہے۔کیونکہ پھر خدا کی خدائیت وحکومت اور دوسرے دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت وحکومت میں فرق کیا ہوا۔حالانکہ خدا وہ ہے کہ خود اپنی ذات میں ہر اعتبار سے خود مختار و مستقل ہو۔کسی اعتبار و جہت سے کسی کی طرف ذرا احتیاج نہ ہو حتیٰ کہ ایجاد عالم میں مادہ کا محتاج نہ ہو ورنہ وہ خالق نہ ہوگا۔بلکہ صانع ہوگا یہی وجہ ہے کہ جس قدر حکماء گذرے ہیں جیسے بقراط وسقراط، ارسطو، افلاطون سب موحد تھے۔خدا کو ایک جانتے اور ایک مانتے تھے۔

عزیز من اگر کسی پر خارجی اثرات مسلط نہ ہوں تو فطری فہم کے مطابق ضرور بالضرور خدا کو ایک سمجھے گا بلکہ اس کے ساتھ صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گا بھلا ذات میں تو کسی کو کیا شریک ٹھہرا سکتا ہے میں خدا کی واحدانیت پر ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ شرکت کا معاملہ ہمیشہ برا ہی دیکھا ہوگا ایک نہ ایک دن نقص وفتور اس میں ضرور پیدا ہوتا ہے چنانچہ اس کی طرف اس ذات واحد نے اپنے کلام میں خود تصریح فرمائی ہے۔

فرمایا: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے نزدیک عہد پکڑا (یعنی ایمان لایا) اس کو آگ ہرگز مس نہ کرے گی۔ (المتناهیة)

کہ اگر آسمان و زمین میں بہت سے معبود ہوتے تو عالم کا انتظام بگڑ جاتا کیونکہ دو خدا ہوتے تو دونوں یا تو قدرت والے ہوتے اور یا ایک عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق کہاں۔ اور دونوں قدرت والے ہو نہیں سکتے کیونکہ ان کی آپس میں مخالفت ممکن ہوگی اگر چہ بالفعل آپس میں اتفاق ہو جیسے ایک نے زید کو مارنا چاہا تو دوسرے نے کسی وقت زید کے لیے زندگی چاہی تو ضروری ہے کہ اس کے لیے موت ہوگی یا زندگی کیونکہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں یہ محال ہے سو اگر اس کی موت ہوئی تو جس نے حیات چاہی تھی اس کا عجز ثابت ہوا اور اگر زندہ رہا تو جس نے زید کا مرنا چاہا تھا وہ عاجز ہوا بہر حال دونوں میں سے ایک کو عاجز ضرور ہونا پڑا اور جو عاجز ہو وہ عالم کا خالق اور واجب الوجود خدا نہیں ہو سکتا پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے شرک و شرکت محال و ناجائز ہے۔

سوال: اختلاف کا امکان ہی کیوں ہو۔ دونوں متفق ہو کر رہیں گے؟

جواب: اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں میں اختلافات ناممکن ہیں اتفاق ہی رہے گا تو ہم کہیں گے جب ایک کا فعل کافی ہو گیا تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت۔ جب احتیاج نہیں اور ایک کا وجود کافی ہے تو دوسرا زائد اور معطل ہوگا اور تعطل شان خدا سے محال ہے لہٰذا دوسرے خدا کا وجود محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

صفات کا بیان

سوال: صفات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: صفات دو قسم کے ہوتے ہیں ذاتی اور اضافی۔ ذاتی صفات جیسے وحدت، وجوب، علم، قدرت، ارادہ، حیات، کلام، سمع، بصر، اضافی جیسے احیاء (زندہ کرنا)، اماتت (مار ڈالنا)، رزق (رزق دینا) تخلیق (پیدا کرنا) ان صفات میں سے کسی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں۔ اس طرح جو افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان کو کسی کے لیے کرنا یہ بھی شرک ہے جیسے عبادت کے طور پر کسی کے سامنے کھڑے ہونا، جھکنا، مثلاً نماز کسی کے لیے پڑھنا یا روزہ کسی کے لیے رکھنا یا سجدہ یا رکوع کسی کیلئے کرنا۔

سوال: ذرا ان صفات کی وضاحت فرما دیجئے۔ کیونکہ علم و قدرت وغیرہ تو ہم مخلوق میں بھی پائے جاتے ہیں پھر شریک نہ ہونے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: سنیے اور غور سے سنیے!

وحدت:...... وحدت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو دل سے ایک جانے ایک مانے، کسی حیثیت سے بھی اس کو کسی کا محتاج نہ جانے۔ نہ باپ کی حیثیت سے نہ بیٹے کی حیثیت سے نہ بیوی کی حیثیت سے، نہ عالم کو پیدا کرنے میں مادہ کی حیثیت سے اور نہ مستشیر کے مشورہ لینے کی حیثیت سے، بس ہر حیثیت سے وہ یکتا ہے۔ دل سے ایک سمجھے اور زبان سے ایک ہونے کا اقرار کرے۔ لہٰذا اس طرح کسی اور کے لیے صفات یکتائی ماننا یہ شرک فی التوحید ہے۔

وجوب:...... وجوب کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات کا موجود ہونا خود اپنی ذات میں ضروری ہے اس کا معدوم ہونا محال ہے وہ ذات ازلی اور ابدی ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ خود بخود اپنی ذات میں موجود ہے اور اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اشیاء اس کی محتاج ہیں پس اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجب الوجود ہونے کے یہ معنی ہوئے لہٰذا اس طرح کسی اور کو ماننا یہ شرک فی الوجوب ہے۔

قِدَم:...... قدم کے معنی ہیں کہ جو شے ہمیشہ سے ہو ہمیشہ رہے ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ لہٰذا قدم اسی کی صفت کمالیہ ہے۔ اس طرح کسی اور کے لیے قدیم ہونا ماننا یہ شرک فی القدم ہے۔

علم:...... علم کے معنی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونے کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا جاننے والا ہے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، دریا کے اندر ہو یا پتھر کے اندر، پہاڑوں میں ہو یا میدان میں، سب کا اس کو علم ہے حتیٰ کہ کسی کے دل میں کوئی خیال بھی آئے خدا تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے بلکہ جو چیز موجود نہیں ہوتی اس کے موجود ہونے سے پہلے ہی اس ذات واحد کو اس کا علم ہے۔ علم غیب اسی ذات واجب الوجود کی خاص صفت ہے اس کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

قدرت:...... قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قسم کی طاقت خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ میں ہے کہ عالم کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے پھر فنا کرنے اور بعد کو موجود کرنے کی قدرت و طاقت اسی ذات واحد میں ہے۔

ارادہ:...... ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو چاہے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اختیار سے فنا کرتا ہے تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے کسی بات میں وہ مضطر و مجبور نہیں غرضیکہ خلق تکوین سب اس کے اختیار میں ہے۔

حیوٰۃ:...... حیوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گی۔ یہ صفت خاص اسی کی ہے۔

کلام:...... کلام کے معنی ہیں بولنا۔ خدا تعالیٰ بغیر زبان کے بولنے والا ہے اسے کلام میں زبان کی احتیاج نہیں کیونکہ احتیاج مخلوق کی صفت ہے۔ خالق اسباب و آلات کا محتاج نہیں۔ اچھا دیکھو تو موٹی بات ہے کہ زبان جو کلام کرتی ہے کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے اگر ہے تو کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے۔ علی ھذا القیاس اور ایسا ہے نہیں کہ زبان کے لیے زبان ہو تو معلوم ہوا کہ زبان بلا زبان کلام کرتی ہے تو کلام کے لیے زبان ہونا ضروری نہیں۔ جس ذات نے (زبان) گوشت کے لوتھڑے میں یہ طاقت رکھی ہو وہ خدا یہ طاقت جس عضو کی طرف چاہے منتقل کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت میں ہاتھ پاؤں وغیرہ بطور گواہ بندوں کے افعال کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ پر کوئی شخص ایمان لایا اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ (الجامع)

گواہی دیں گے ورنہ وہ واجب الوجود نہ ہوگا۔

سمع:...... سمع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر بات کو بلا کان سنتا ہے۔خواہ کتنی ہی آہستہ سے ہو یا کتنی ہی زور سے ہو۔

بصر:...... بصر کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کو بلا آنکھ دیکھتا ہے خواہ کہیں ہو کتنی ہی ذرا سی ہو۔اندھیرا ہو اجالا نزدیک و دور دیکھنے اور سننے کے لیے سب برابر ہیں۔

اِحیاء:...... احیا کے معنی زندہ کرنا ہیں۔خدا تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا ہے اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اِماتت:...... اماتت کے معنی ہیں مارڈالنا۔یہ مارڈالنا اسی کے اختیار میں ہے سوائے اس کے کوئی موت دینے والا نہیں۔اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو یہ دو باتیں احیاء اور اماتت مشہور ہیں یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو معجزہ کے طور پر عطا کی ہوئی چیز تھی۔جیسا کہ بہت سی باتیں بطور معجزہ انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائی تھیں۔

رزاق:...... یعنی رزق دینا۔رازق ہونا بھی خدا تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔سوائے اس کے کوئی رزاق نہیں۔

ان صفات کے علاوہ بہت سی صفات کمالیہ ہیں اور وہ سب ازلی و ابدی اور قدیم ہیں۔ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اس ذات کا نام تو ایک ہے یعنی اللہ اور باقی اسماء صفاتی ہیں۔جیسے رَحْمٰنٌ ، رَحِیْمٌ ، قَادِرٌ ، قَدِیْرٌ ، حَافِظٌ ، حَفِیْظٌ ، عَزِیْزٌ ، لَطِیْفٌ . وغیرہ اسماء بہت ہیں اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ایسی ذات واجب الوجود ہے جو تمام صفات کمالیہ کو جامع ہے۔

اسمائے حسنیٰ کا بیان

سوال: ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔پھر اسمائے کثیر غیر متناہی کہاں ہوئے؟

جواب: وہ اسماء جو ننانوے ہیں وہ بطور اصول کے ہیں اور جو اسماء ان کے علاوہ ہیں وہ صفاتی ہیں ورنہ یوں اسماء تو بہت ہیں۔اور وہ ننانوے اسماء تفصیل کے ساتھ دینی دسترخوان جلد ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

عقائد و اعمال کا ثبوت قرآن کریم سے

دلیل قرآن:

س: قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا اور توحید و رسالت اور وجود ملائکہ و قیامت کا ہونا، جنت دوزخ وغیرہ کا ہونا۔قرآن شریف سے ثابت کیجئے؟

ج: سنیئے اور ان آیات کو حفظ کر لیجئے۔

ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔(سورۃ القدر:۱)

یہ کتاب (قرآن پاک) ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔(البقرہ:۲)

یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔یہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔(الم السجدہ:۲)

ہم ہی نے نازل کیا ذکر کو (یعنی قرآن پاک کو) اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔(الحجر:۹)

ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔(یوسف:۲)

یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔(الاحقاف:۲)

دلیل توحید:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے۔؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔(الاخلاص:۱) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔نہیں ہے کوئی معبود سوائے رحمٰن و رحیم کے۔(البقرہ:۱۶۳) دو معبود مت بناؤ۔'' (النحل:۵۱)

دلیل اسماء الٰہی:

س...... اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں؟

ج...... اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''اور اللہ ہی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں ان کے ذریعے دُعاء مانگو۔'' (الاعراف:۱۸)

دلیل کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ عبادت اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے؟

ج:...... اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ''مت عبادت کرو مگر اللہ کی۔'' (البقرہ:۸۳)

دلیل رسالت:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔؟

ج:...... اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔(الفتح:۲۹)

نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول'' (آل عمران:۱۴۴)

''ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر کے بھیجا ہے۔'' (الاحزاب:۴۵)

دلیل کہ رسالت تمام دنیا کے لئے ہے:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دنیا کے لئے ہے؟

ج:...... اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت والا بنا کر کے بھیجا ہے'' (الانبیاء:۱۰۷)

دلیل ختم نبوت:

س:...... اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی؟

ج:...... دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔
لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں'' (الاحزاب:۴۰)

دلیل ملائکہ

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ فرشتے موجود ہیں؟

ج:......دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب (قرآن) پر اور نبیوں پر ایمان لایا''۔ (البقرہ:۱۷۷)

جو شخص خدا تعالیٰ کا اور فرشتوں کا اور نبیوں کا اور جبرئیل کا اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ (البقرہ:۹۸)

جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی بول نہ سکے گا'' (النباء:۳۸)

دلیل قیامت:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ قیامت آئے گی؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے (فاطر:۵) بے شک نہیں بے شک قیامت آنے والی ہے (اور) اس میں کوئی شک نہیں'' (المؤمن:۵۹)

دلیل حساب و کتاب:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ حساب و کتاب ہوگا؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' (المؤمن:۱۷) ''آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (الجاثیہ:۲۶)

''جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے'' (الجاثیہ:۲۷)

دلیل نامہ اعمال کا دائیں بائیں ہاتھ میں ہونا:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ نامہ اعمال دائیں بائیں ہاتھ میں ہوگا؟

ج:......دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''تو جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور جس شخص کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔'' (الانشقاق:۸۔۱۲)

دلیل وزن اعمال:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ اعمال تولے جائیں گے؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے''۔ (الانبیاء:۴۷)

اور اس روز (یعنی قیامت کے دن) وزن (اعمال) واقع ہونے والا ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔'' (الاعراف:۸،۹)

اور وہ جو قرآن شریف میں عدم وزن کے بارے میں:

''یعنی قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے'' (الکہف:۱۰۵)

فرمایا گیا ہے کہ وہ کفار کے بارے میں ہے (یعنی) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا یعنی کتب الٰہیہ کا اور اس سے ملنے کا یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

دلیل جنت:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے؟

ج: ...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔ اس کے لئے دو جنتیں ہوں گی (الرحمن:۴۶)

اور ان دونوں جنتوں (یعنی باغوں میں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں یعنی دو جنتیں اور ہیں۔ (الرحمن:۶۲)

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (البروج:۱۱)

بیشک پرہیزگار لوگ باغوں (جنتوں) اور چشموں میں ہوں گے) (الذاریات:۱۵)

دلیل وجود جنت فی الحال:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت فی الحال موجود ہے؟

ج:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ (یعنی ایسی جنتیں) تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ (التوبہ۱۰۰)

دلیل ہلاکت زمین و پہاڑ:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ زمین اور پہاڑ کو ختم کر دیا جائے گا؟

ج:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے۔ (الکہف:۴۷) اور زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے۔ پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ (الحاقہ:۱۴)

دلیل جہنم:

س:......جہنم کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج:......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ (یٰسٓ:۶۳)

دلیل وجود جہنم فی الحال:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ جہنم پیدا ہو چکی ہے؟
ج:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
ہم نے کافروں کی دعوت کے لئے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے۔ (الکہف:۱۰۲) بیشک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے (یعنی عذاب کے فرشتے انتظار اور تاک میں ہیں کہ کافر آویں تو ان کو پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں اور وہ سرکشوں کا ٹھکانہ ہے۔ (النباء:۲۱،۲۲) جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے۔ وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (البینۃ:۶)

دلیل دوام عذاب کفار:

س:......یہ کیسے معلوم ہوا کہ کفار کو ہمیشہ عذاب ہوگا اور کبھی نجات نہ ہوگی؟
ج:......قرآن پاک میں ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (الجن:۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ (الاحزاب:۶۴،۶۵) بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشیں گے۔ اور نہ ان کو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھائیں گے اس پر کہ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ معمولی بات ہے۔ (النساء:۱۶۸،۱۶۹)

دلیل علم غیب:

س:......یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہے؟
ج:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
اور آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ (النحل:۷۷) پوشیدہ باتوں کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور تمہارے رب کے لشکروں کو سوائے رب کے اور کوئی نہیں جانتا (النمل:۶۵) (یعنی فرشتوں کی تعداد اس کثرت سے ہے کہ اس کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا) (المدثر:۳۱)

دلیل نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

س:......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا یا نہیں اگر نہیں تو اسکی کیا دلیل ہے؟
ج:......اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ (الانعام:۵۰) اور اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

س:......اور وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ. کہ رسول غیب کی بات پر بخل نہیں کرتے اس کا کیا مطلب ہے؟
ج:......اس کا مطلب تو صاف ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے ان کے پہنچانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخل نہیں کرتے بعینہٖ پہنچا کر حق رسالت ادا کرتے ہیں دوسرے یہ کہ بضنین میں دوسری قراءت بظنین بھی ہے اس کے معنی ہیں۔ انکل و انداز و تخمین سے بات کرنے والا تو مطلب یہ ہوا کہ آپ غیب کی باتیں انکل و تخمین سے بیان کرنے والے نہیں بلکہ وحی کے ذریعہ سے ہم نے جو باتیں غیب کی بتائیں ہیں آپ ان کو بیان فرماتے ہیں پس اگر اس آیت سے علم غیب آپ کے لئے ثابت کیا جائے تو دوسری آیت سے غیب کی نفی ہوتی ہے تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہو گیا اور تعارض کلام الٰہی میں محال ہے لہٰذا علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محال ہے البتہ آپ کو علم کثیر واسع عطا فرمایا گیا۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ نماز فرض ہے؟
ج:......دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
نماز قائم کرو۔ (البقرہ:۴۳) نمازوں کی محافظت کیا کرو اور (خاص کر) بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز کی۔ (البقرہ:۲۳۸)

دلیل فرضیت صلوٰۃ پنجگانہ:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے؟
ج:......دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
آپ نماز کی پابندی رکھیے۔ دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔ (ہود:۱۱۴) پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے اور اوقات شب میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اول آخر میں تاکہ آپ خوش ہوں۔ (طٰہٰ:۱۳۰) نمازیں ادا کیا کریں آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے تک اور صبح کی نماز بھی۔ (بنی اسرائیل:۷۸)

دلیل فرضیت زکوٰۃ:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ زکوٰۃ بھی مثل نماز کے فرض ہے؟
ج:......اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''اور زکوٰۃ ادا کیجئے''۔ (البقرہ:۴۳)

دلیل فرضیت صوم:

س:......روزہ داروں کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟
ج:......قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
پس جو کوئی تم میں سے ماہ رمضان کو پاوے پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔ (البقرہ:۱۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے بھائی کو تیز نگاہ سے نہ دیکھے۔ (الدیلمی)

دلیل فرضیت حج:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ حج فرض ہے؟

ج:......اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ”اور اعلان کردو لوگوں میں حج کا“۔ (الحج:۲۷)

دلیل کتب سماوی:

س:......قرآن شریف کے علاوہ دوسری کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر قرآن شریف سے کیا دلیل ہے؟

ج:......توریت کے بارے میں قرآن شریف میں ہے۔

بیشک ۔اتاری ہے ہم نے توریت جس کے اندر نور اور ہدایت ہے۔ (مائدہ:۴۴) زبور کے بارے میں ہے۔ اور دی ہے ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔ (النساء:۱۶۳) اور انجیل کے بارے میں ہے۔ اور پیچھے بھیجا ہم نے (انکے) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اور دی ہم نے ان کو انجیل۔ (الحدید:۲۷)

دلیل تبلیغ:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مکلف ہے؟

ج:......دلیل یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ۔اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے یعنی ان کو نیک باتوں کی تعلیم دیتے رہو اور نگرانی رکھو۔ (التحریم:۶) اور فرمایا:

کہ تم بہترین امت میں سے ہو اس لئے تم کو بھیجا گیا ہے تاکہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کے لئے کہتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

س:......کیا بطور وعظ وتبلیغ احکام الٰہی کے لئے کسی خاص جماعت کے ہونے کی بھی کوئی دلیل ہے؟

ج:......جی ہاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو کہ جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتی رہے اور ناپسند کاموں میں سے منع کرتی رہے۔ (آل عمران:۱۰۴) اس سے علماء کی فضیلت بھی معلوم ہوگئی اور یہ بھی فضیلت میں آیا ہے کہ قیامت کے روز شہیدوں کا خون اور علماء کے قلموں کے تراش کا وزن کیا جائے گا اللہ اکبر۔ کس درجہ دین دار علماء کی فضیلت ہے۔

دلیل عبادت:

س:......قرآن شریف سے کس مخلوق کو عبادت کا حکم ہے؟

ج:......انسان اور جن کو عبادت کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ.

کہ میں نے جن وانسان کو اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے جن ایک مخلوق ہے جو ناریعنی آگ سے پیدا ہوئی ہے وہ ایک جسم لطیف ناری ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے ان کو مختلف شکلوں میں ہوجانے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ جب وہ کسی انسان یا جانور کی صورت میں ہوجاتے ہیں تو انسان کو نظر آنے لگ جاتے ہیں۔

س:......اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے وہ کیسا ہے؟

ج:......عبادت کا تعلق دو چیزوں سے ہے ایک ظاہر کے متعلق اور دوسرے باطن کے متعلق۔ باطن سے جو متعلق ہے۔ اسکی دو قسمیں ہیں ایک قلب کے متعلق دوسرے نفس کے متعلق۔ پھر جو نفس سے متعلق ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک عقیدہ سے متعلق دوسرے اخلاق سے متعلق اور جو نفس سے متعلق ہیں وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔ اس طرح باطن سے متعلق عبادت کی دو قسمیں ہوئیں۔ عقائد، اخلاق جو عبادات ظاہر سے متعلق ہے اس کی پانچ قسمیں ہیں عبادات، معاملات، معاشرت، سیاسیات، جو شخص ان باتوں کو جو عقائد کے متعلق ہیں نہ مانے وہ کافر ومشرک ہے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور عقائد کے علاوہ دوسری چیزوں میں کوتاہی کرنے والا فاسق اور مستحق ملامت ہے مگر ہے وہ مسلمان کہ خدانخواستہ جہنم میں جلایا جائے گا تو پھر اس سے نکل کر جنت میں آجائے گا۔

س:......عقائد کے اعتبار سے عبادت نہ کرنے کے کیا معنی؟

ج:......اس کے یہ معنی ہیں کہ ذات وصفات باری تعالیٰ کا انکار کرے یا ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے یا جن پوشیدہ باتوں کی خبر دی ہے ان کا انکار کرے جیسے ملائکہ، آسمانی کتابیں، سوال وجواب قبر، قیامت، حساب وکتاب، جنت ودوزخ، اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار، حلال کو حرام سمجھنا اور حرام کو حلال سمجھنا اور جو چیزیں فرض ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج ان کی فرضیت کا اعتقاد نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شرک کی وضاحت:

س:......ذات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

ج:......ذات میں شریک کرنے کا یہ معنی ہے کہ دو یا تین خدا مانے۔ جیسے عیسائی کہ تین خدا مانتے ہیں۔ آتش پرست دو خدا مانتے ہیں۔

س:......صفات میں شریک کرنے کے کیا معنی ہیں؟

ج:......اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا۔

س:......خدا تعالیٰ کی صفات دوسرے میں ثابت کرنے کی مثال دیجئے؟

ج:......سنیئے! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مخصوص ہے کوئی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کو مستحق عبادت سمجھنے لگے مثلاً کسی قبر یا پیر کو عبادت کے طور پر سجدہ کرنا، رکوع کرنا، کسی قبر پر چڑھاوا چڑھانا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی منت ماننا کسی کے نام پر بکرا چڑھانا یا کسی نبی ولی کے نام کا روزہ رکھنا یا کسی گھر کا طواف کرنا علاوہ بیت اللہ شریف کے۔ ان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ دعوت قبول کرے۔ (مسلم)

باتوں کوشرک فی العبادت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے قدرت کی صفات ثابت ہے۔اس کوکسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا مثلاً یہ سمجھنا کہ فلاں نبی یا ولی یا شہید وغیرہ کو یہ قدرت ہے کہ بیٹی بیٹا دے سکتے ہیں یا زندہ رکھ سکتے ہیں یا مار سکتے ہیں یا پانی برسا سکتے ہیں۔ یہ شرک فی القدرت ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے علم کی صفات ثابت کرنا کہ خدا تعالیٰ کی طرح فلاں پیغمبر یا ولی کو علم غیب تھا یا ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی طرح ان کو بھی علم ہے۔ ہمارے تمام حالات سے اسی طرح واقف ہیں دور اور پاس کی سب خبریں رکھتے ہیں اس کو شرک فی العلم کہا جاتا ہے۔خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے لئے سمع، بصر، ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ فلاں نبی یا ولی تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سنتے ہیں ہمارے تمام کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں یہ شرک فی السمع والبصر ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرح کسی دوسرے کے حکم کو ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ فلاں وظیفہ فلاں سنت اور فرض کے درمیان پورا کر لیا کرو۔اس حکم پر اسی طرح عمل ضروری سمجھ لیا مگر وظیفہ ختم کرنے کے لئے جماعت چھوڑ دی یا فرض نماز کا وقت مکروہ کر دیا کہ جب وظیفہ ختم ہو جائے گا تب فرض پڑھوں گا یہ شرک فی الحکم ہے۔

س:......اس کے علاوہ کیا اور بھی شرک کے مثل باتیں ہیں؟

ج:......جی ہاں۔اور بھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو شرک کی مانند ہیں جیسے نجومیوں سے غیب کی باتیں پوچھنا۔ پنڈت یا جوتشی کو ہاتھ دکھانا فال نکلوانا چیچک یا کسی اور بیماری کو چھوت چھات سمجھنا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے۔تعزیہ بنانا اور اس پر چڑھاوا چڑھانا، قبروں پر چڑھاوا چڑھانا۔کسی پیر شہید کی منت یا نذر ماننا، تصویریں بنانا، تصویر کی تعظیم کرنا کسی ولی شہید کو مشکل کشا و حاجت روا سمجھ کر پکارنا کسی پیر کے نام کی سر کی چوٹی رکھنا یہ باتیں مشابہ شرک کے ہیں۔

عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے توحید نایاب ہے اکثر دعویداران ایمان توحید وشرک کے معنی ہی نہیں سمجھتے مسلمان ہیں مگر شرک میں گرفتار ہیں لہٰذا پہلے توحید وشرک کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ قرآن اور حدیث سے ان کی برائی اور بھلائی معلوم ہو سکے عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارا کرتے ہیں انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں انہی کی منتیں مانتے ہیں۔مرادیں برلانے کے لیے انہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں کو انہی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کسی کا نام عبدالنبی، کسی کا نام علی بخش کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کس کا ردار بخش، کسی کا سالار بخش۔کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی یا کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے کوئی آڑے وقت کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاؤں سے کرتے ہیں وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیا، ائمہ، شہداء، ملائک اور پریوں سے کرتے ہیں ان کے باوجود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔اللہ پاک نے سچ فرمایا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَ هُمْ مُشْرِكُوْنَ

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لا کر شرک کرتے ہیں۔(سورۂ یوسف ۱۰۶)

یعنی اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو کیوں شرک اور ایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو۔تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں شرک تو جب ہوتا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے ہم انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآءُ نَا عِنْدَاللهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ. سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورۂ یونس)

اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوج رہے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں۔آپ فرمادیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان وزمین میں نہیں جانتا وہ ان کے شریکوں سے پاک وبرتر ہے

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللهِ زُلْفٰى اِنَّ اللهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (سورۂ زمر)

دیکھو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں یقیناً اللہ ان کے خلاف میں فیصلہ فرمائے گا۔یادرکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتا۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ. (سورۂ مومنون)

آپ فرمادیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف اختیار ہے۔اور وہ پناہ دینے والا بھی ہو اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے۔ بشرطیکہ تمہارے پاس علم ہو وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہے آپ فرمادیں کہ پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔

یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں کس کا تصرف واختیار ہے جس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ اللہ ہی کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کی اچھی طرح مہمان نوازی کرے (مسلم)

بتائیں گے پھر غیروں کا ماننا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے۔

اولاد کا نام عبدالنبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے۔ کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے۔ جب پھل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کا حصہ الگ کر دیا جائے پھر اسے استعمال میں لایا جائے۔ جانوروں میں اسکے نام کے جانور مقرر کر دیے جائیں۔ پھر ان کا ادب و احترام بجالایا جائے۔ پانی سے یا چارے سے انہیں نہ ہٹایا جائے۔

شرک کی برائی اور توحید کی خوبیاں

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا. (نساء ۱۱۶)

یاد رکھو اللہ پاک اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں فرماتا اور شرک کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ راہ سے بہت دور بھٹک گیا۔

یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال و حرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بے کاری میں مبتلا رہے نماز روزہ چھوڑ بیٹھے۔ بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے۔ ماں باپ کی نافرمانی پر تلا رہے لیکن جو شرک کی دلدل میں پھنس گیا وہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں مبتلا ہو گیا جس کو حق تعالیٰ بلا توبہ کبھی نہ معاف فرمائے گا۔ شاید اور تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ بلا توبہ معاف بھی فرمادے۔

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰهِ. اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ. (لقمان ۱۳)

جب لقمان نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا بیٹا اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان کو بصیرت عطا فرمائی تھی اور انہوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے۔ جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوگی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء ۲۵)

آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔

یعنی تمام پیغمبر خدا کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے اس لیے صرف یہی راہ نجات ہے باقی تمام راہیں غلط اور ٹیڑھی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَ شِرْکَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ. (مسلم مشکوٰۃ باب الریا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا میں ساجھیوں میں سب سے زیادہ ساجھے سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے ساجھے کو چھوڑ دیتا ہوں اور میں اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ والی آیت شریفہ کا ترجمہ:

اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ کہنے لگے کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لیے لیا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادوں نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

ابی بن کعب نے اس آیت (کہ جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تھا) کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے اولاد آدم کو جمع فرمایا پھر انہیں جوڑا جوڑا لگایا پھر ان کی صورتیں بنائیں پھر انہیں قوت گویائی بخشی آخر کار وہ بولنے لگے پھر ان سے عہد و پیمان لیا اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بنا کر فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا کہ بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔ فرمایا میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی کہ کبھی قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم بے خبر تھے۔ یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے۔ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے اور نہ آپ کے علاوہ ہمارا کوئی معبود ہے۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ باب الایمان بالقدر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کے بیٹے اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش تجھ سے لے کر ملوں گا۔ (ترمذی، مشکوۃ، باب الا استغفار)

شرک فی العلم کی تردید

اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ زمین، خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے۔ زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو روشن کتاب میں نہ ہو۔ (سورۂ انعام: ۵۹)

آپ فرمادیں کہ آسمان وزمین میں جتنے لوگ ہیں۔ اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے انہیں تو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (سورۂ نمل: ۶۵)

بلاشبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے وہی پیٹ میں بچے کو جانتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا۔ یادرکھو اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں ایک نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔ فرمایا یہ چھوڑ اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہ کہتی رہ (بخاری، مشکوۃ، باب اعلان النکاح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری، مشکوۃ، باب رویۃ اللہ (سورۂ جن ۱۸۔۱۹۔۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی مانند کھڑے رہیں تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ترمذی)

حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ حدیث تھی کہ جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ (مسلم)

بری عادتوں کی تردید

اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا۔

یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں ہی کو پکارتے ہیں بلکہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے پھٹکار ڈال دی ہے اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ الگ کر رکھوں گا میں انہیں گمراہ کیے بغیر آرزو دلائے بغیر اور حکم کیے بغیر نہ رہوں گا۔ وہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں گے اور میں انہیں حکم کروں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ زبردست گھاٹے میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور امیدیں بندھاتا ہے۔ شیطان ان سے وعدہ کر کے محض دھوکہ کر رہا ہے۔ انہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے جس سے وہ رہائی نہ پاسکیں گے۔ (نساء، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰)

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ

اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ اس سے چین پائے پھر جب اس نے اس سے ہمبستری کرلی تو اس کو حمل رہ گیا وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی پھر جب بھاری ہوگئی تو دونوں نے اللہ کو جو ان کا رب ہے پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اس نے ان کو نیک بچہ دیا تو اس بچہ میں اللہ کا شریک بنانے لگے۔ ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے۔ (سورۂ اعراف ۱۸۹، ۱۹۰)

وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِیۡبًا

اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں یعنی کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ مقرر کر چکے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کو مل جاتا ہے۔ یہ جو فیصلہ کر رہے ہیں برا ہے۔ (انعام: ۱۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتا ہے فرمایا کہ اس نے کہا کہ میرے بندوں نے صبح کی کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے۔ جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا۔ اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں تارے سے بارش ہوئی۔ اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور تاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری، مسلم)

نجومی سے قسمت پوچھنا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خبریں بتانے والے کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے بہت ہی پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم)

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان سے سنا کہ مجھے

میرے ساتھی ابوالحکم کہہ کر آواز دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ حکم اللہ کا ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں رکھی گئی ہے۔ (ابوداؤد ونسائی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں نہ کہو جو کچھ اللہ نے چاہا اور محمد نے چاہا۔ بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہٗ لاشریک نے چاہا۔ (شرح السنۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ، اور نہ باپوں کی قسمیں کھاؤ۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سبقت لسانی کے طور پر لات وعزیٰ کی قسم کھائی تو وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مسند احمد)

سنت کو اختیار کرنا اور بدعت سے بچنا

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کے احسان کو یاد رکھو جبکہ تم دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کی پھر تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ الاٰیۃ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ پاک تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ (سورۂ آل عمران)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی قسم جب تک مسلمان اپنے اختلافات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم نہ بنائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں سے دلوں میں تنگی نہ پائیں گے اور اسے خوشی سے تسلیم نہ کر لیں گے مومن نہیں ہو سکتے۔ (سورۂ نساء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا اگر تیرے بس کی یہ بات ہو کہ تو اس حال میں صبح وشام کرے کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو ایسا کر۔ پھر فرمایا بیٹا یہ میری سنت ہے۔ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے محبت ہے اور سنت کے مطابق عمل کرنے والا اعلیٰ درجہ والا جنتی ہے۔ کہ جنت میں پیغمبر اسلام کے ساتھ ساتھ ہوگا لہٰذا ہر مسلمان مشتاق جنت کا فرض ہے کہ سنت کا گرویدہ رہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ان مومنوں کا بیڑہ پار لگا جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع برابر کرتے رہتے ہیں جو فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کے علاوہ بیویوں اور لونڈیوں کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ اس میں ان پر کوئی الزام نہیں لیکن جو کوئی اس کے علاوہ راہ ڈھونڈیں وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ جو اپنی امانتوں کی اور اقرار کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ فردوس کے وارث ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ مومنون)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ.

مومن وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں جو پابندی سے وقت پر نمازیں ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ سچے مومن یہی ہیں ان کے رب کے پاس انہی کے لیے مرتبے، بخشش اور عزت والی روزی ہے۔ (سورۂ انفال)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز پابندی سے پڑھنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

یعنی ہر چیز کی ایک جڑ ہوتی ہے جس پر وہ چیز قائم ہوتی ہے مثلاً مکان کی جڑ زمین پر، چھت کی دیواروں پر یا ستونوں پر قائم ہے، اسی طرح اسلام کی بنیاد ان پانچ ارکان پر ہے یعنی اسلام انہی پر قائم ہے اور اس کے بڑے بڑے اجزاء یہی ہیں۔

جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ

حقدار عبادت اللہ ہی ہے۔ جب یہ بات ہے تو وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرے گا۔ عبادت انتہائی تعظیم کا نام ہے۔ جیسے سجدہ کرنا، رکوع کرنا، ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہونا۔ معبود کے مکان کا طواف کرنا اس کے گرد بار بار گھومنا، معبود کے نام پر مال خرچ کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا ،اس کی نذر ماننا، اس سے مرادیں مانگنا، اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے آڑے وقت یا سہولت کے وقت اس کا نام لینا۔ اس کے نام کا وظیفہ پڑھنا، اس کے نہ ماننے والوں سے جھگڑنا۔

محمد الرسول اللہ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل، عقلمند ہوشیار، متحمل، مہربان، عاقبت اندیش ، خوش خلق ، بے لوث، قانع، صاحب مروت، سخی اور بہادر تھے۔ انسانی اوصاف کمالیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلیٰ درجے کے پائے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے معصوم اور جوں کا توں خدا کا حکم پہنچانے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا خدا کا حکم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کام خدا کی مرضی کے موافق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو میں نے سچا جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی راہ میں نے اختیار کی اور دیگر تمام راہوں کو میں نے ٹھکرادیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہمارا کوئی اور رسول نہیں۔

احکام شریعت دو قسم کے ہیں۔ اوامر اور نواہی۔ جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے وہ اوامر کہلائے جاتے ہیں اور جن سے بچنے کا حکم ہے وہ نواہی کہلائے جاتے ہیں۔ اوامر میں پہلا امر یہ ہے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار۔ دوسرا امر نماز ادا کرنا ہے۔ دن رات میں نماز کی کل سترہ رکعتیں ہیں۔ پانچ اوقات مقررہ ہیں۔ کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں۔

نمازی آدمی بہترین لباس دربار کے دستور کے مطابق زیب بدن کر کے وہاں جا کر کھڑا ہو جائے اور کعبہ شریف کی طرف رخ کرے اور حق تعالیٰ کے علاوہ ساری دنیا سے منہ موڑ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر (اللہ بڑی شان والا ہے) کہہ کر نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے پھر یہ تصور کرے کہ میں خدا کے سامنے اس کے دربار میں دست بستہ کھڑا ہوں اور یہ دعا مانگے کہ اے اللہ تو ہی پاک ہے تیری ذات میں ساری خوبیاں جمع ہیں۔ تیرا نام نامی اور اسم گرامی بڑی برکت والا ہے۔ تیری شان بہت ہی بڑی ہے۔ اور تیرے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔ میں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ اے اللہ شیطان سے جو راندہ درگاہ ہے مجھے بچالے اور اس سے مجھے دور رکھ کہ وہ میری التجاؤں میں خلل نہ ڈالے اور میں اپنی درخواست کو تیرا ہی مقدس نام لے کر پیش کرتا ہوں اور اپنی درخواست اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ جو جزا کے دن کا مالک ہے۔ جسے چاہے بخشے جسے چاہے نہ بخشے۔ اے اللہ میں تیرا ہی پرستار ہوں اور تجھی سے مدد چاہتا ہوں تیرے در کے سوا کسی اور کے در کا رخ نہیں کرتا۔ تو ہی مجھے سیدھی راہ دکھا کہ میں تیری رضا کے عمل کرتا رہوں۔ مجھے نبیوں اور ولیوں کی راہ پر چلا جو لوگ ان کی راہ پر چلنے کا جھوٹا دعوی کرتے ہیں یعنی جن پر قہر وعتاب اتر چکا ہے جو تیرے غضب میں گرفتار اور مورد عتاب بن چکے ہیں اور راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ ان کی راہ سے مجھے بچا۔ خدایا یہ میری درخواست قبول فرما۔

پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور یہ تصور کرے کہ شہنشاہ جلال و جبروت کے سامنے میں نے اپنی پیٹھ جھکا دی۔ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ جو حکم دے اس کو میں اٹھانے کو تیار ہوں۔ اور زبان سے کہتا رہے کہ میرا رب بہت ہی پاک اور بڑی شان والا ہے۔ پھر سر اٹھا کر کھڑا ہو جائے کہ میں اپنے اقرار پر سیدھا اور جما ہوا ہوں۔ اور زبان سے کہے کہ اللہ سب کی سنتا ہے جو اس کی بڑائی بیان کرتا ہے۔ اے اللہ تو ہمارا رب ہے تیری ہی ذات کے لیے تمام خوبیاں ہیں۔ پھر سجدہ کرے اور سمجھ لے کہ میں خدا کے سامنے انتہائی ناچیز ہوں اور خاک کے برابر ہوں میں نے اپنی وہ پیشانی جو کسی مخلوق کے آگے نہیں جھک سکتی تھی خالق کے سامنے زمین پر رکھ دی۔ اپنا چہرہ خاک میں ملا دیا۔ وہی بہت بڑا ہے۔ جس کے لیے سجدہ لائق ہے اور زبان سے کہتا رہے کہ میرا رب بہت ہی پاک اور بڑی شان والا ہے پھر سر اٹھا کر بیٹھ جائے اسکا شکریہ بجالائے کہ اس نے اپنے دربار میں مجھے حاضر ہونے کی توفیق بخشی اور منت سماجت کرنے کے قابل بنایا۔ پھر دوسرا سجدہ کر کے بیٹھ جائے اور یہ گمان کرے کہ اس نے میری عبادت قبول فرمالی اور اپنے سامنے دربار میں بیٹھ جانے کا حکم دے دیا۔ تو چونکہ خالی بیٹھنا بھی بے ادبی میں داخل ہے لہٰذا بیٹھ کر یہی کہے کہ زبانی بدنی اور مالی ساری عبادتیں اللہ ہی کے واسطے ہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ ہم سب پر اللہ کی سلامتیاں ہوں اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر دربار سے رخصت ہوتے وقت کہے اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔

جب بندہ اس طرح سے آداب اور مجرا بجالائے تو اس کا مرتبہ ساری مخلوق میں بڑھ جائے گا۔ اور ہر وقت اس پر خدا کی مہربانیاں نازل ہوتی رہیں گی۔ تیسرا حکم زکوٰۃ ہے اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ بادشاہوں کی طرف رعایا پر کچھ حقوق شاہی مقرر ہوتے ہیں اگر یہ لوگ شاہی حقوق ادا نہ کریں تو سزا کے حقدار ٹھہریں۔

اللہ پاک نے جس کو حاجت ضروریہ سے زیادہ مال دیا ہے اس کے اوپر اپنا حق مقرر فرمایا ہے کہ وہ سالانہ چالیسواں حصہ اس کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور حق تعالیٰ نے وہ مال محتاجوں کو دینے کے لیے مقرر فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہو کہ میں اللہ پر ایمان لاچکا ہوں پھر اسی پر پکے ہو جاؤ“ (بیہقی)

پھر جو کوئی شخص اپنے مال میں سے ادا نہ کرے تو آخرت میں بھی سزا پائے گا اور دنیا میں بھی اس کے مال میں برکت نہ ہوگی۔

چوتھا حکم حج ہے۔ اللہ پاک باوجود یکہ وہ زمان و مکان سے بالاتر ہے، دنیا میں کعبہ اقدس کو گویا اپنا پایہ تخت ٹھہرایا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ جس کو ہم نے یہ منصب دیا کہ اس کے پاس سواری اور کھانے پینے کا بندوبست ہو گھر والوں کو جن کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے اتنا دے جائے کہ اس کے آنے تک ان کو کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے تو وہ شخص کعبہ شریف ایک مرتبہ ضرور حاضر ہو۔ حجر اسود کو بوسہ دے، اگر اس سے کوئی قصور ہو بھی گیا ہو تو معاف ہو جائے گا اور ہمارے خاص لوگوں میں شمار کیا جائے گا کتنی بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ انسان دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہونے کو فخر سمجھتا ہے اور خدا کے دربار سے قدرت کے باوجود دل چرائے۔

مومن کی صفات اور ایمان کے شعبے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔ جن میں افضل شاخ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ راہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔ اور شرم بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس طرح درخت میں شاخیں ہوتی ہیں جن میں سبز پتے طرح طرح کے پھول اور وضع وضع کے لذیذ میوے لگتے ہیں اس طرح ایمان ہے اس کی بھی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔ سب سے بڑی شاخ کلمہ شہادت ہے۔ جو بمنزلہ جڑ کے ہے۔ اور دوسری شاخیں بھی ہیں جن میں سب سے کم درجہ کی یہ ہے کہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز ہٹائی جائے اور ایمان کی ایک شاخ حیا ہے۔ یعنی کلمہ شہادت کا اقرار کرنا۔ راہ سے اینٹ، پتھر، کانٹے، گڑھے وغیرہ دور کرنا اور شرم کرنا ایمان کے تقاضوں میں سے چند تقاضے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک پکا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے ماں باپ بھائی بند اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جب تمام دنیا سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو تو ایمان پکا ہے۔ ان کی بات کو تمام لوگوں کی باتوں پر مقدم رکھا جائے۔ ان کی احادیث کی قدر و منزلت کی جائے اور ان پر عمل کیا جائے تب تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ محبت تو اسی چیز کا نام ہے کہ محب کو محبوب کی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہیے اگر زبان سے کہہ لیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت ہے اور محبوب کا کہنا نہ مانا یا محبوب کی مرضی کے خلاف کام کیا تو محبت نہیں۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس میں تین باتیں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی۔ تمام دنیا سے زیادہ اللہ کی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو۔ اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی جائے اور کفر سے رہائی پا جانے کے بعد کفر میں جانا اسطرح سمجھا جائے گویا آگ میں جھونکا جا رہا ہے۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جس میں یہ باتیں جمع ہو گئیں اس کے سامنے ایمان کی خوبیاں کھل گئیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ایمان کا مزہ آ گیا جو اللہ کو رب بنانے سے اسلام کو دین بنانے سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنانے سے راضی ہو گیا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبح کیا ہوا جانور کھایا تو وہ مسلمان ہے۔ اور خدا کی اور اس کے رسول کی امن میں ہے۔ خبردار اللہ کے امن میں عہد نہ توڑو۔ (بخاری)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ کے لیے محبت رکھی اللہ کے لیے دشمنی رکھی۔ اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے نہ دیا تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکا مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں اور پکا مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مالوں کی طرف سے بے خوف ہو جائیں۔ (ترمذی، نسائی، بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں یہ ضرور فرماتے کہ جو امانت دار نہیں وہ ایمان والا نہیں اور جو وعدہ خلاف ہے وہ دیندار نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں واجب کر دیتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ دو چیزیں کیا ہیں اور وہ کس چیز کو واجب کر دیتی ہیں۔ فرمایا جو شرک پر مر گیا وہ جہنم میں گیا اور جو توحید پر سدھایا وہ جنت میں گیا۔ (مسلم)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جب تجھے اپنی نیکیوں سے مسرت اور بدیوں سے ملال پیدا ہو تو ایمان والا ہے۔

حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ آپ کے دین پر آپ کے ساتھ کون کون ہیں۔ فرمایا آزاد بھی اور غلام بھی۔ میں نے کہا اسلام کیا ہے۔ فرمایا نرمی سے بات کرنا اور کھانا کھلانا۔

میں نے کہا ایمان کیا ہے۔ فرمایا صبر و جوانمردی۔ (مسند احمد)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی آدمی ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔'' (بیہقی)

اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر آپ نے بہت اچھا وعظ فرمایا اور خوب خوب نصیحت کی۔

جس سے آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور دل کانپ اٹھے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گویا یہ رخصت کرنے والے شخص جیسی نصیحت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ اور تاکیدی حکم فرمائیے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں تمہیں خدا کے خوف اور امیر کی بات کو سن کر ماننے کی وصیت کرتا ہوں۔ خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ میرے بعد تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ بڑا بھاری اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا تم میری سنت کو اور خوبیوں والے راہ یافتہ صحابیوں کی سنت کو چمٹ جانا اور اس کو کچلیوں سے مضبوط پکڑ لینا (کہ چھڑائے بھی نہ چھوٹ سکے) اور نئے نئے کاموں سے بچتے رہنا۔ ہر نیا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔ (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک سیدھا خط کھینچ کر بتایا کہ یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر اس کے دائیں اور خطوط کھینچ کر فرمایا کہ یہ بھی راہیں ہیں مگر ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان ہے جس کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ پڑھ کر سنائی۔ کہ یہ میری سیدھی راہ ہے۔ اس کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ جاؤ نا وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ تاکیدی حکم فرما رہا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (مسند احمد، نسائی و دارمی)

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے بعد میری مردہ سنت کو زندہ کیا تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثوابوں میں سے کچھ کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے کسی بدعت کی گمراہی نکالی۔ جس سے اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہیں تو اسے بدعت پر عمل کرنے والوں کے برابر عذاب ملے گا۔ اور عمل کرنے والوں کے عذابوں میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ (ترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا فرمایا اللہ ہی کے لیے دوستی اور دشمنی کرنا اور اللہ کے ذکر سے زبان کو تر رکھنا۔ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا ہے فرمایا جو کچھ تجھے اپنے لیے اچھا معلوم ہو وہی لوگوں کے لیے اچھا جان۔ اور جو اپنی جان کے لیے برا جانے وہی لوگوں کے لیے برا جان۔ (مسند احمد)

ایمان

ایمان کی تعریف:

س: ایمان کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ چند چیزیں ہیں جن کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے۔ اور ماننے والے کو "مومن" کہتے ہیں۔ جن کا ذکر ایمان مفصل اور ایمان مجمل میں ہے۔

ایمان مجمل:...... یہ ہے ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے اور قبول کرتا ہوں میں اس کے تمام احکام کو۔

ایمان مفصل:...... یہ ہے ایمان لاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور ہر خیر و شر کے اللہ کی جانب سے موجود ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔

پس معلوم ہوا کہ صرف توحید پر ہی ایمان لانا مومن کے لیے کافی نہیں۔ جب تک ان تمام چیزوں پر ایمان نہ لائے جسکا ذکر ایمان مفصل میں کیا گیا ہے۔

س:...... کون سی چیزیں ہیں کہ جن کو دل سے مان لیا جائے تو ایمان حاصل ہو جاتا ہے؟

ج:...... خدا کا ایک ہونا، فرشتوں کا موجود ہونا، جو کتابیں انبیاء پر نازل ہوئی ہیں ان کو ماننا، تمام نبیوں کو ماننا، آخرت کو ماننا، تقدیر کو ماننا، جنت و دوزخ کو ماننا، مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا، ہر خیر و شر کا خالق اللہ کو جاننا۔

توحید:

س:...... خدا کے ایک ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کو کسی نے پیدا نہیں کیا سب کو وہی پیدا کرتا ہے نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے تمام صفات کمالیہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلا زبان کے بولنے والا ہے۔ بے کان کے سننے والا ہے۔ بے جسم کا ہے۔ اس کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اس کی ذات واجب الوجود ہے۔

فرشتے:

س:...... فرشتہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو نور سے پیدا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کو جو حکم ہوتا ہے بجالاتا ہے نہ مرد ہیں نہ عورت نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

س:...... کیا فرشتوں کے نام بھی ہیں؟

ج:...... جی ہاں آدمیوں کی طرح ان کے نام بھی ہیں۔

س:...... بعض فرشتوں کے نام مع کام بتائیے؟

ج:...... حضرت جبرئیل جو نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک تمہارا ایمان کی حقیقت کو کامل نہیں کر سکتا یہاں تک کہ وہ اپنی زبان کی نگرانی کرے۔" (بیہقی)

4 حضرت میکائیلؑ جو بارش برسانے اور مخلوق کے پاس روزی پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔ حضرت عزرائیلؑ جو جان نکالتے ہیں۔ حضرت اسرافیلؑ جو صور پھونکیں گے۔

س:...... فرشتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:...... فرشتوں کی بہت قسمیں ہیں جن میں سے بعض اقسام کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔ بعض فرشتے بارش پر مقرر ہیں۔ بعض سمندر اور پہاڑوں پر مقرر ہیں بعض ہوا پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے متعین ہیں جن کو حفظہ کہتے ہیں۔ جب حکمت حق ہوتی ہے وہ حفاظت سے ہٹ جاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں کہ جو نیک و بد اعمال لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ اور وہ صبح و شام بدلتے رہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اس طرح کہ صبح کے وقت رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے آ جاتے ہیں۔ اور دن میں کام کرنے والے عصر کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں۔ رات کے کام کرنے والے آ جاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو نیک لوگوں کی مجالس میں شریک ہونے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جہاں نیک مجلس ہوتی ہے مثلاً تلاوت کلام پاک درود شریف، وعظ وہاں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جتنے لوگ ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان تمام مومنین کو بخش دیا۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو نیکوں اور بدوں کی جان نکالنے پر الگ الگ مقرر ہیں۔ جو کہ حضرت عزرائیلؑ کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کو ملک الموت کہتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو جہاد کے وقت حضرت انبیاءؑ اور مومنین کی مدد کے لیے آتے ہیں۔ جیسے جبرئیلؑ اور ان کے ہمراہ دیگر فرشتے۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا خدا تمہاری پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کرے گا جو پلے ہوئے گھوڑوں پر (سوار ہو کر) آ موجود ہونگے۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو جنت پر مقرر ہیں بعض وہ ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو عرش الٰہی اٹھائے ہوئے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو تسبیح و تقدیس رکوع و سجود و قیام میں مشغول ہیں۔

س:...... فرشتوں کے ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

ج:...... قرآن شریف سے ثبوت آگے آئے گا۔ پہلے عقلاً یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں طرح طرح اور بھانت بھانت کے انتظام اور تدابیر کر رکھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ عالم میں تاثرات قائم فرماتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاثرات کے موثر اور موثر میں کچھ مناسبت ہونی چاہیئے سو اس عالم ناسوت اور ذات ذوالجلال میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہٰذا ایک واسطہ ایسا ہونا چاہیئے کہ جس کو من وجہ یعنی کچھ اس ذات سے نورانی وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو۔ من وجہ اس عالم سے حادث وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو۔ تا کہ اس واسطے سے تاثیرات اس عالم میں جاری ہوں۔ اسی واسطان کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ پس فرشتوں کے وجود پر دلیل عقلی ہے۔

آسمانی کتابیں

کتابوں کے نام:

س:...... بعض ان کتابوں کے نام بتایئے جو نبیوں پر نازل ہوئیں؟

ج: (۱) تورات جو حضرت موسیٰؑ کو دی گئی۔

(۲) زبور جو حضرت داؤدؑ پر اتری

(۳) انجیل جو حضرت عیسیٰؑ کو ملی

(۴) قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت نازل ہوئیں۔ مثلاً دس صحیفے حضرت ادریسؑ پر اور دس یا تیس صحیفے حضرت ابرہیمؑ پر نازل ہوئے۔

رسالت و نبوت

رسول کی تعریف اور اس کی ضرورت:

س:...... رسالت کیا چیز ہے اور رسول و نبی کی کیا ضرورت تھی؟

ج:...... جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حق تعالیٰ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ بادشاہوں کی طرف سے قانون کا پہنچانا بھی ضروری ہے۔ تو ظاہر ہے کہ خود بادشاہ تو لوگوں کے پاس جائے گا نہیں۔ بلکہ ایک خاص الخاص عہدہ قانون پہنچانے کے لیے ہوگا۔ اب وہ عہدہ دار ایسا ہونا چاہیئے جو رعایا کے لوگوں اور خاص الخاص عہدہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھنے والا ہو۔ سو فرشتہ تو اس کام کو انجام دے نہیں سکتا تھا کیونکہ جذبات انسانی و ترکیب جسمانی سے کوئی تناسب نہیں۔ ہاں جنات کو کچھ مناسبت انسان کے ساتھ تھی۔ مگر وہ مزاج میں تیز اور متشدد ہیں اور انسان ایک درمیانی حالت پر ہے۔ جو جنات کی رعایت کر سکتا تھا اور جذبات پر بھی عبور رکھ سکتا تھا اور احکام انسانی جنات جیسی سخت ہیکل قوم بھی ادا کر سکتی تھی مگر احکام جنی کے انسانی قویٰ متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ایک جماعت خاص کو وقتاً فوقتاً زمانہ کے لحاظ سے مانند اطباء کے جو کہ مریضوں کی طبیعت اور مزاج کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں قانون دے دے کر بھیجتے رہے۔ اسی جماعت کو انبیاءؑ اور رسول کہتے ہیں اور عہدہ کا نام نبوت و رسالت ہے۔ یہ ہے حقیقت رسالت کی۔

اس لیے اس رسول و نبی کی کہ وہ خاص الخاص شاہی آدمی ہوتا ہے نہایت ہی توقیر و تعظیم اور غایت انقیاد و اطاعت اور تسلیم رسالت فرض ہوئی کہ اس کا انکار و توہین بغاوت و کفر ٹھہرا۔ کیونکہ شاہی آدمی کے ساتھ دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ امید ہے کہ آپ رسالت کی حقیقت ان مختصر

لفظوں میں سمجھ گئے ہوں گے۔

س:.....اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی اور کسی کتاب کا انکار درست نہیں؟

ج:.....جی ہاں جس قدر انبیاءؑ تشریف لائے ہیں سب کو ماننا فرض ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی ایک کتاب یا نبی کا انکار کیا تو بس کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ عہدہ نبوت پر اعتراض اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے جیسا کہ وائسرائے کی تنقیص اور اس کے شاہی آدمی ہونے پر انکار جرم اور بغاوت ہے اسی طرح نبی میں عیب ونقص نکالنا، انکار کرنا، جرم و بغاوت ہے۔ پس اسی بغاوت کا نام اصطلاح شرع میں کفر ہے۔ پس کسی نبی کا انکار درست نہیں۔ پس جیسے انکار نبی کفر ہے ایسے ہی تنقیص نبی بھی کفر ہے۔

نبی کی تعریف:

س:.....نبی کسے کہتے ہیں؟

ج:.....نبی اسے کہتے ہیں جو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہو اور بندوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہو۔ خواہ ان کو کوئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ بلکہ پہلی ہی کتاب کے موافق احکام کی تبلیغ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اور ان سے کوئی ایسی نئی بات بلا کسی ذریعے کے ظاہر ہو جو کسی انسان سے نہ ہو سکے۔ جس کو معجزہ کہتے ہیں۔

ثبوت نبوت پر چند دلائل:

س:.....ثبوت نبوت دلائل کے ساتھ بیان فرمایئے؟

ج:.....سنیئے اور غور سے سنیئے

پہلی دلیل:.....تو بیان رسالت میں گذری

دوسری دلیل:.....یہ ہے کہ اگر نبی کو نہ بھیجا جاتا تو انسان کو جس کو ہر وقت کلیات و جزئیات کی حیثیت سے حضرت ذات حق سے تحقیق کی ضرورت تھی کس طرح پوری ہوتی پس ایجاد انسان عبث و بے فائدہ لازم آتا۔ لہٰذا وجود انبیاءؑ ہر زمانہ میں ضروری ہوا۔

تیسری دلیل:.....نفس ناطقہ۔ انسانی شہوت نفسانی کے سبب مغلوب الحواس اور مغلوب العقل ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ انسان فتنہ و فساد اور قبیح باتوں کے دور کا مورث ہوتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام انسان کی فہمائش اور اس کے مضار و مفاد اور منافع و مصالح کی ہدایت کے لیے سفیر بن کر عہدہ نبوت پر نہ بھیجے جاتے تو عالم خراب ہو جاتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انبیاء بھیجے جائیں۔

چوتھی دلیل:.....انسان کے لیے جزاو سزا کاموں پر ہوتی ہے۔ اور ذات واحد کی طرف سے اطلاع جزاو سزا کے کاموں کی بلا واسطہ آتی نہیں اور اگر فرائض کے انجام دہی کی خبر بھی نہ دی جاتی تو یہ صریح ظلم ہوتا اور ظلم شان احدیت سے قبیح ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رسولوں کو بھیج کر احکام کو پہنچایا جائے۔ لہٰذا نبیوں کا بھیجنا ضروری ہوا امید ہے کہ ان دلائل کے ساتھ نبی کا مخلوق کی طرف آنا ضرور سمجھ میں آیا ہوگا۔

اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب وعہدہ ہے۔ جو انسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو۔ اسی لیے وہ علماً و عملاً (دلائل نقلیہ و دلائل عقلیہ) اور معجزاً سب پر غالب ہوتا ہے۔ اور اپنی ذات وصفات میں معصوم ہوتا ہے۔ عصمت انبیاء کا بیان آگے آئے گا۔

رام چندر جی وغیرہ کی حیثیت:

س:.....کیا مثل موسیٰؑ و داؤدؑ و عیسیٰؑ و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم۔ رام چندر جی وغیرہ بھی جو ہندوستان میں پیشوا کہے جاتے ہیں نبی تھے؟

ج:..... یوں تو ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آئے ہوں۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں صاحبزادہ ہند ''ہندوستان'' تشریف لائے جس سے اس مقام کا نام ہند ہوا۔ جو بعد میں ہندوستان کہلائے جانے لگا۔ اور دوسرے صاحبزادے جن کا نام سندھ تھا ''سندھ'' تشریف لائے اس مقام کا نام سندھ آپ کے نام پر ہوا۔

مگر ہندوستان میں رام چندر جی وغیرہ جو ہندوستان میں ہندوؤں کے پیشوا ہوئے ہیں ان کو نبی کہنے کے لیے ثبوت خاص کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت خاص الخاص عہدہ ہے جب تک کوئی خاص ثبوت نہ ہو اس وقت تک ان کو نبی کہنا ایسا ہوگا جیسا ایک شخص وائسرائے نہ ہو اور اسے وائسرائے مان کر وائسرائے جیسے معاملات اس کے ساتھ روا رکھے جائیں تو یہ جرم ہوگا۔ لہٰذا شریعت اسلامی نے ہندوؤں کے پیشوا رام چندر وغیرہ کا نبی ہونا کہیں ذکر نہیں کیا اس لیے ان کے نبی ہونے کا عقیدہ جائز نہیں ہوگا۔ البتہ اگر ان کے عقائد و خیالات آسمانی کتابوں کے خلاف نہ ہوں اور ان کی تعلیمات اور اصلاح اور ہدایت کا کرنا آسمانی کتابوں کے موافق ہو تو یوں کہنا ممکن ہے کہ شاید نبی ہوں اور یقیناً یہ کہنا کہ ''نبی تھے'' درست نہیں۔

سب سے پہلے اور آخری نبی

س:.....سب سے پہلے نبی کون تھے؟ اور سب سے آخری نبی کون ہیں؟

ج:.....سب سے پہلے نبی آدمؑ تھے اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا''۔

لہٰذا اب اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے ہرگز نہ مانا جائے گا خواہ کسی تاویل سے وہ اپنے آپ کو نبی کہے۔

ختم نبوت پر چند دلائل:

س:......اس کی کیا دلیل ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی اب آپ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آئے گا؟

ج: **پہلی دلیل:**......حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرمایا تھا۔ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ اور یہ ثابت ہے کہ احمد کے نام کا سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی نہیں آیا۔ پس آخر میں تمام نبیوں کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہوئے کیونکہ آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت نہیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔

دوسری دلیل:...... ولیم میور اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ عیسائی ہیں لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا۔ بلاشک وشبہ آپ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰؑ نے انجیل میں خبر دی ہے اسی طرح مقوقش شاہ مصر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا۔ نیز علماء و رہبان نصاریٰ اپنی اولاد کو تعلیم وتلقین کرتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور بعثت کا وقت بھی مقرر کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کا ظہور مکہ سے ہوگا اور ہجرت مدینہ کی طرف ہوگی۔ اسی لیے ان کے اسلاف مدینہ کے قریب قلعہ بناتے تھے۔ رسول آخر الزمان آئیں گے تو ہم ان کی مدد کریں گے۔ ان کے لیے حکم تھا کہ وہ اپنے ملک شام سے ہجرت کر کے ان قلعوں اور زمین میں جا بسیں اور جب وہ پیغمبر ظاہر ہو اور فاران میں حق کا اعلان ہو اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور یثرب میں نزول فرمائے تو اس کی نصرت واعانت کریں کیونکہ توراۃ کے پانچویں سفر میں نور الٰہی کو فاران سے ظاہر ہونے کی بشارت ہے اور فاران نام عبرانی ہے اور وہ تین پہاڑ ہیں مکہ معظمہ میں ایک ان میں سے غار ہے (یعنی غار حرا) جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا یاد الٰہی کرتے تھے اور ابتداء وحی کی اسی جگہ سے ہوئی پس عیسیٰؑ نے اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دی اور اس کا نام اور اس مقام پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی بھی نہ ہوا اور بعد میں تو ثابت ہی نہیں۔

تیسری دلیل:...... جب قرآن پاک کا دلائل عقلیہ سے من جانب اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو اس کی خبر بھی صادق ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ کا اخبار میں جھوٹا ہونا لازم آئے گا۔ اور وہ ذات کذب سے منزہ اور پاک صاف ہے۔ سو قرآن پاک میں آپ کی خاتمیت اور آپ کے دین کا ناسخ (ختم کرنے والا) ہونا تمام ادیان کے لیے صاف صاف فرمادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہ اس خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ خدا اس رسول کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ تب ہی تو سب ادیان پر ان کو غالب کیا گیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا اور رسول و نبی آئے تو وہ بعض فروع میں خلاف کرے گا اور یہ خلاف کرنا غلبہ کے خلاف ہے تو ضروری ہوا کہ کوئی دوسرا نبی من حیث النبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ ہی کے تجویز کردہ احکام پر تعمیل کرنے والے ہو کر تشریف لائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دین پر چلنا باعث نجات ہے۔

چوتھی دلیل:......انجیل میں ہے اِنِّیْ اُطْلُبُ الْحَقَّ حَتّٰی نُجَمِّعَکُمْ وَنُعْطِیْکُمْ فَارَقْلِیْطَا لِیَکُوْنَ مَعَکُمْ اِلَی الْاَبَدِ یعنی حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ میں طلب کرتا ہوں اپنے خداوند تعالیٰ سے تمہارے واسطے فارقلیط کو جو تمہارے ساتھ اخیر زمانہ تک رہے گا۔ فارقلیط لفظ سریانی ہے معنی میں پسندیدہ واحمد ومحمد کے ہیں۔ تو حاصل یہ ہوا کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا سے تمہارے لیے مانگتا ہوں جو کہ آخر زمانہ تک تمہارے لیے کافی ہے۔ پھر دوسرے احکام کی ضرورت نہیں ہوگی پس اس سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔

پانچویں دلیل:...... صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے جو مکمل تو ہوگیا ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی پھر اس کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ پر کی۔ میرے ساتھ دیوار مکمل ہوگئی اور میرے ساتھ رسول ختم کیے گئے اور فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزمان ہیں۔

چھٹی دلیل:......قرآن کریم میں جس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صاف صریح موجود ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے مہر کرنے والے ہیں۔ ان پر نبوت ختم ہوگئی۔ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ محمد سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کا نام نہیں۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخر الزمان ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں جب ایک چھن جائے تو دوسرا بھی اسکے ساتھ ہوتا ہے۔ (الجامع)

نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عقیدہ

س:......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے؟

ج:......آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے بندے اور ایک انسان ہیں خدا تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق حتی کہ تمام نبیوں اور فرشتوں سے افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں جیسا کہ دیگر تمام انبیاءؑ گناہوں سے پاک تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف آخری کتاب نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب بیداری میں اس جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بلانے پر آسمانوں پر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے جاتے ہوئے بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے اور جنت و دوزخ کی سیر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خدا تعالیٰ بہت سے معجزے دکھائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اخلاق کے متعلق فرمایا: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے گذشتہ و آئندہ باتوں کا کچھ علم عطا فرمایا تھا۔ حتی کہ تمام مخلوق کے علم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم تھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہ تھے۔ کیونکہ علم غیب کا ہونا صرف خدا تعالیٰ کی شان وصف ہے۔ جس کی دلیل آگے آئے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور عیسیٰؑ جو قرب قیامت میں تشریف لائیں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مذہب کی پیروی کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا یعنی جن وانس کے لیے نبی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز خدا تعالیٰ کی اجازت سے گناہ گاروں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین کہا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی اور کافر و مشرک کے سوا سب کی سفارش ہوگی۔ آپ کے علاوہ دیگر انبیاء اولیاء و شہداء وصلحا بھی سفارش کریں گے۔ مگر بلا اجازت کوئی سفارش نہ کرے گا آپ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کرنا اور جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا ہے اس سے باز رہنا اور جن باتوں کے ہونے کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہر امتی کا فرض ہے۔

کتب سماویہ اور قرآن کریم کی ضرورت

نزول کتب:

س:......خدا تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل ہونا کیسا ہے؟

ج:......عزیز من یہ دستور و قاعدہ ہے کہ ہر حکومت کے لیے کچھ شاہی آداب، سلامی و حاضری دربار وغیرہ ہوتے ہیں جو کہ خاص حقوق شاہی کہلاتے ہیں اور کچھ امن عامہ قائم رہنے کے لیے تعزیرات ہوتے ہیں۔ کچھ رعایا کے نفع و راحت رسائی کی صورتوں کا دستور العمل ہوتا ہے۔ کچھ بادشاہ کی طرف سے انعامات کے عطا ہونے اور کچھ خلاف دستور تعزیرات پر سزا کے دفعات ہوتے ہیں۔ یہ سب مجموعہ قانون کہلاتا ہے۔ اور جس کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ہے اس کو قانون کی کتاب کہتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ ہیں یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں ان کی طرف سے بھی تمام مخلوق کے لیے ایسے دستور سنانے اور بتانے کی ضرورت ہے اور وہ کتاب کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقتاً فوقتاً ایسے قانون کی کتاب کو اللہ تعالیٰ بھیجتے رہے جیسے حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت ابراہیمؑ تک مختلف صحائف نازل ہوئے۔ موسیٰؑ پر تورات، داؤدؑ پر زبور، عیسیٰؑ پر انجیل، یہاں تک کہ آخر میں ایک جامع کتاب جس کا نام قران شریف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ قرآن شریف قانونی کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ اور قیامت تک کے لیے ایک دستور العمل بھیج دیا گیا۔ جس میں آداب شاہی جس کو عبادت کہتے ہیں۔ بیان فرمائے گئے۔ اس عبادت کے سوا دوسری صورت عبادت مردود قرار دے دی گئی۔ اسی کتاب میں معاملات و معاشرت اور اخلاق کے ابواب بھی بیان کر دیے گئے۔ اور اس میں سیاسی طریق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ یہ ہے حقیقت کتابوں کے نازل کرنے کی اور آخر میں قرآن شریف کے نازل کرنے اور بھیجنے کی کہ یہ ایک قانون کی مکمل کتاب ہے اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب کو کسی کے ہاتھ میں پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے کلام کو کسی کو پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انعام فرماتے ہیں۔ جن کا اصل نفع ظاہری و باطنی قیامت میں ظاہر ہوگا۔

س:...... یہ کس طرح سمجھا گیا کہ قرآن پاک آخری کتاب ہے؟ اور دوسری کسی کتاب کا حکم باقی نہیں رہا؟

ج:...... یہ قاعدہ ہے جب کسی خاص ملکی حکومت کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے تو اس کے ختم تک کے لیے قانون میں کوئی رد و بدل نہیں ہوتا اسی پر حکومت کو چلا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک مستقل نظام جداگانہ خاص امتیازی نشان

کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے۔ تو چونکہ اس دنیا کی عمر ختم ہو رہی تھی اور اس نظام کو چند روز رکھ کر ختم کرنا تھا اور دوسرا طرز زندگی قائم کرنا تھا۔ اس لیے آخر میں یہی قانون قرآن شریف کی صورت میں نازل اور رائج فرمایا گیا اور دوسرے پہلے قانون کی پہلی کتابیں منسوخ کر دی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ نازل ہوئیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کیلیے نہ تھیں اور چونکہ قرآن شریف قیامت تک کے لیے ہے اس لیے تھوڑا تھوڑا تئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ کہ لوگوں کے قلوب میں جم جائے۔ یاد میں سہولت و آسانی ہو جائے اور چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے احکام معتدل ہر زمانہ ہر ملک ہر قوم اور ہر شخص کے لیے قائم کیے گئے۔

قرآن پاک کے سچے ہونے پر چند دلائل:

س:...... یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں؟

ج: پہلی دلیل:...... یہ قاعدہ ہے کہ نئی آواز، نئے دستور، پر جہاں کچھ لوگ موافق ہوتے ہیں وہاں مخالف بھی ہوتے ہیں اور اس کے مٹانے کی ان گنت انتھک کوشش کرتے ہیں۔ جس وقت یہ کتاب نازل ہونے لگی اور یہ جدید قسم کے قانون اترنے لگے تو سخت مخالفت شروع ہو گئی اور کہا گیا کہ یہ قانون الٰہی نہیں۔ ان کو تو یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا لیتے ہیں یا کوئی تعلیم کر جاتا ہے اس کے جواب میں کہا گیا کہ اگر یہ خود بنا لیتے ہیں تو تم تو پرانے ادیب صاحب لغت، فصیح و بلیغ اور صاحب تواریخ ہو تم نے ایسا کلام کیوں نہ بنا لیا یا کیوں نہ بنا لو۔ دو ایک ہی سطر ایسی لکھ لو اور اگر ایسا نہ کر سکے اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو دیانتداری کی بات یہی ہے کہ سمجھ لیا جائے کہ یہ انسانی کتاب نہیں ہو سکتی۔ اور ہو بھی کس طرح سکتی ہے؟ جب کہ کلام کرنے والا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ان پڑھ اور ایک امی شخص ہیں نہ کسی مکتب میں پڑھا نہ پڑھے لکھوں کے پاس اٹھے بیٹھے تو پھر ایسا کلام کس طرح کر لیا۔ اور وہ واقعات جن کو سینکڑوں ہزاروں برس ہو چکے ہیں کس طرح اس کلام پاک میں صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آخر کار لوگ مجبور ہوئے اور ماننا پڑا کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تعلیم کرنے والی ذات اور اس کلام کے نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اس نے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ تمام اہل عرب نے جو کہ اہل لسان تھے اس کلام کو کلام الٰہی تسلیم کر لیا جیسا کہ سب پر ظاہر ہے کہ تمام بلغاء عرب اور تمام شہروں کے فصحاء باوجود سلیقہ ادب، فہم، مستقیم اور فصاحت و بلاغت قرآن کریم کے معارضہ و مقابلہ کے وقت ایک آیت شریف کے برابر لانے سے عاجز ہو گئے۔ حالانکہ مخالف ہر ممکن طاقت انفرادی اور اجتماعی غلبہ کے لیے ختم کر دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کو اشتعال انگیز بات بھی کہہ دی جائے عار دلائی جائے۔ چنانچہ ببانگ دہل کہا گیا: کہہ دوا ے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرین سے کہ اگر تمام انسان و جن جمع ہو جائیں اس لیے کہ قرآن کے مانند لے آئیں تو نہیں لا سکتے۔ اگر چہ اس کے لانے میں ایک دوسرے کا مددگار بنیں۔ اور فرمایا کہ مانند قرآن کے تو کیا ایک سورت ہی کے مثل لے آؤ اور ارشاد فرمایا: "یہ کلام جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر تم کو کچھ شک و شبہ ہے تو ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ۔ اگر تم سچے ہو۔"

آخر کار وہ عاجز ہوئے اور باوجود انتہائی درجہ فصیح و بلیغ ہونے کے وہ ایک آیت بھی نہ لا سکے۔ پس یہ اعجاز صاف دلیل ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔

دوسری دلیل:...... انسانی کلام کو دو ایک بار پڑھنے سے جی اتر جاتا ہے۔ دلچسپی نہیں رہتی مگر قرآن شریف بلا سمجھے ہوئے بھی جس قدر بار بار پڑھا جاتا ہے ایک نیا لطف آتا ہے۔

تیسری دلیل:...... کلام انسانی اس طرح لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف حفظ نہیں ہوا کرتا اور نہ اس قدر حفظ کی کوشش ہوا کرتی ہے۔ آج لاکھوں کروڑوں مسلمان اس کلام الٰہی کے حافظ دنیا میں موجود ہیں۔

چوتھی دلیل:...... جس طرح یہ قرآن شریف نازل ہوا۔ بعینہ اسی طرح حرف بہ حرف موجود ہے۔ ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ زیر، زبر، حرکت، سکون، تشدید، مدوغیرہ اسی طرح باقی ہیں۔

پانچویں دلیل:...... تواتر کے ساتھ اس طرح نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جس طرح سے جن حروف و آیات کے ساتھ نازل ہوا تھا اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ایک مسلم دلیل قطعی ہے۔

چھٹی دلیل:...... عرب میں فصاحت کلام کی قدر صدیوں سے چلی آ رہی ہے۔ یہاں تک کہ جو قصیدہ یا اشعار مرغوب تر ہوتے وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر بحسب مراتب اوپر نیچے لگا دیے جاتے۔ زمانہ سعادت نبوت تک سات قصیدے اسی طرح آویزاں تھے۔ جن کو سبع معلقہ کہتے ہیں۔ ان میں امرءالقیس کا قصیدہ سب سے بالاتر تھا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:

قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

"حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ پس پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور"

تو اس وقت شاعر امرءالقیس وفات پا چکا تھا۔ اس کی بہن زندہ تھی اس نے اس کو سن کر کہا کہ اب کسی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہی اور میرے بھائی کے قصیدہ کا بھی افتخار جاتا رہا یہ کہہ کر اس نے کعبہ کی دیوار سے وہ قصیدہ نوچ ڈالا پس جب سب سے اونچا قصیدہ نہ رہا تو باقی بھی اتار دیئے گئے۔

تاریخ وسیر کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت جمیع فصحاء و بلغاء باوجود کثرت مہارت اور جوش و تعصب و مخالفت کے جو کہ مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے اس کے مقابلہ سے عاجز و قاصر ہو گئے۔ لہٰذا یہ بین (واضح) دلائل ہیں کہ یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

نزول قرآن کا آغاز:

س:......قرآن شریف ابتداءً کہاں نازل ہوا؟

ج:......مکہ معظمہ غار حرا میں نازل ہوا جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز وہاں رہتے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف کا نزول ابتداءً اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس غار میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اقرأ یعنی پڑھو آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں اس طرح تین بار فرمایا پھر چوتھی مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ.

''اے پیغمبر! آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب آیتیں پڑھیں۔

س:......اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے پہلے آیتیں نازل ہوئیں جو سورۂ علق کی ہیں۔ مگر قرآن شریف میں اس طرح سے ابتدا نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج:......عزیز من! قرآن شریف کا نزول تو موقع اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتا ہے مگر جب آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ بامر الٰہی بواسطہ جبرائیل علیہ السلام فرمادیا کرتے تھے کہ فلاں جگہ فلاں آیت اور فلاں جگہ فلاں سورت لکھ دی جائے لہٰذا ترتیب نزول موقع و ضرورت سے ہوئی اور قرآن کی موجودہ ترتیب دوسری ہے اور چونکہ ربط و جوڑ آیات و سورتوں کا جن آیات و سورتوں سے ہوتا تھا اس جگہ پر ان آیات اور سورتوں کو رکھنے کا حکم ہوتا تھا اس لئے ترتیب نزول اور ترتیب نظم میں اختلاف ہو گیا کہ ترتیب نزول اور ہے اور ترتیب نظم بحکم الٰہی دوسری ہے۔

ایک اعتراض کا جواب:

س:......ایک فرقہ کہتا ہے کہ دس پارے قرآن شریف میں سے سنیوں نے نکال دیئے اس کا کیا جواب ہے؟

ج:......عزیز من! اس کا جواب نہایت سہل ہے:

اول:......یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں بہت حافظ تھے کیونکہ دارومدار قرآن مجید کا حافظ پر تھا مثلاً ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ، زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ وغیرہم

دوم:......دوسرے تمام امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو قرآن مجید اس وقت موجود ہے یہ بعینہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ حضرات اہل سنت والجماعت کے علاوہ علمائے محققین شیعہ کا بھی یہی مذہب و قول ہے۔ چنانچہ محمد ابن علی ابن بابویہ شیعی اپنے رسالہ عقائد میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جو اب موجود ہے۔

سوم:......تیسرے یہ کہ تفسیر مجمع البیان جو اہل تشیع میں بہت معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں سید مرتضیٰ بھی یہی کہتے ہیں۔

چہارم:......چوتھے یہ کہ ملا صادق شرح کافی کلینی شیعوں کی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح امام مہدی تک صحیح سالم رہے گا۔ اس کے علاوہ تمام علماء شیعہ اسی خیال کی بڑی شدومد کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں لہٰذا کسی غیر محقق کا ایسا قول ہرگز قابل التفات نہیں۔

س:......آپ نے کہا کہ یہ قرآن شریف تئیس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا اور ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ رمضان میں اترا اور پھر یہ بھی سنا ہے کہ شب قدر میں نازل ہوا۔ یہ اختلاف کیسا؟

ج:......جی ہاں پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے بیانات کو اختلافات پر محمول کر بیٹھتے ہیں۔

سنیئے! ان تینوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ سب باتیں صحیح ہیں اسی طرح سے کہ اول قرآن شریف لوح محفوظ سے ایک ساتھ آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ جس کو: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں بیان کیا گیا ہے یعنی یہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن شریف کو اتارا گیا یہ نزول رمضان شریف کی شب قدر میں ہوا جیسا کہ: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں بیان فرمایا گیا پھر تھوڑا تھوڑا حسب موقع و ضرورت تئیس سال تک نازل ہوتا رہا لہٰذا تینوں باتوں میں کچھ اختلاف نہیں تینوں صحیح ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت

عصمت انبیاء کی پہلی دلیل:

س:......کیا نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے اور معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج:......جب یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب و عہدہ انسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لئے ہے تو لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو اسی لئے ہر اعتبار سے سب پر غالب ہوتا ہے اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے تو نبی کے معصوم ہونے کا مطلب

یہ ہوا کہ چونکہ نبوت کا وعدہ ایک منتخب عہدہ من جانب اللہ ہے لہٰذا نبی میں کسی قسم کا نقص نہ ہونا چاہیے جیسا کہ بادشاہ کسی کو خاص عہدہ وائسرائے کا دے کر بھیجے تو وہ دو باتوں پر نظر کرے گا ایک تو یہ کہ اس کو انتظام ملکی کا سلیقہ اعلیٰ درجہ کا ہو دوسرے یہ کہ اس میں گورنمنٹ کی پوری پوری اطاعت ہو۔ کامل وفادار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص وائسرائے میں قابلیت انتظام کے سلسلہ میں عیب نکالے اس کی وفاداری اور اطاعت پر اعتراض کرے تو وہ عیب نکالنا اور اعتراض کرنا درحقیقت بادشاہ پر اعتراض لگانا اور اس پر عیب لگانا ہوگا۔ اسی لئے وہ توہین شاہی کا مجرم قرار دے کر مستحق سزا ہوتا ہے حالانکہ شاہان دنیا کا علم محیط نہیں۔ انتخاب میں غلطی ہو جانا بعید نہیں اسی طرح عہدہ نبوت کو خیال کیا جائے کہ یہ انتخاب ایسی ذات کی طرف سے ہے جس کا علم محیط ہے اور غلطی کا ذرا احتمال نہیں۔ لازماً یہ عہدہ اسی شخص کو عطا ہوگا جس میں اس عہدہ کی پوری قابلیت ہوگی۔ خالق برتر کا پورا پورا تابع فرمان اور وفادار ہو۔ جو کچھ کرتا اور کہتا ہو اسی ذات واحد کی مرضی اور اشارہ پر کرتا اور کہتا ہو۔ مخالفت حق کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہ ہو یہ ہیں معنی نبی کی عصمت اور معصوم ہونے کے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری دلیل:...... اگر نبی کو معصوم نہ مانا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو نبی کے قول و فعل پر امتثال اور نبی کے قول و فعل کی متابعت کا کلیتہ کس طرح حکم کرنا درست ہو سکتا تھا کیونکہ جب نبی معصوم نہ ہوگا تو صدور فعل معصیت کا اس سے مانا جائے گا۔ اور جب فعل معصیت کا صدور ہوا اور ادھر اس کے فعل کی تابعداری کا امت کو حکم بھی ہے۔ حتیٰ کہ نبی کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت فرمایا چنانچہ ارشاد ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

یعنی جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا اور فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

یعنی کہہ دو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا: اور فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

کہ تمہارے لئے اے لوگو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھے نمونے ہیں ایسے بننا اور فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

کہ جو کوئی بھی رسول بھیجا گیا وہ اسی لئے بھیجا گیا کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جاوے تو جب نبی کا آنا اس کی اطاعت اور اس کی پیروی کے لئے ہے اور پھر اس کو معصوم نہ مانا جائے بلکہ اس سے العیاذ باللہ معصیت کا صدور بھی مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باتباع نبی معصیت کی بھی اجازت دے دی اور حالانکہ یہ ذات حق سے ممکن نہیں۔

پس ضروری ہوا کہ نبی معصیت و نافرمانی سے بالکلیہ پاک و صاف ہو۔ اس کا ہر قول و فعل ذات حق کی مرضی کے موافق ہو۔ یہی معنی ہیں عصمت کے پس اسی سے بھی ثابت ہوا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔

تیسری دلیل:...... اگر نبی معصوم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ نبی کو بھی ہدایت طلب کرنے میں مثل دیگر انسانوں کے دوسرے نبی کی طرف حاجت ہو اور اگر وہ بھی معصوم نہ ہو تو پھر اس کو کسی تیسرے نبی کی طرف احتیاج ہوگی اپنی ہدایت کاملہ میں اسی طرح اگر چہ سلسلہ چلتا رہے گا تسلسل تو لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ لامحالہ انسان کی ہدایت کے لئے ایک باکمال شخص ایسا ہونا چاہئے جو عمداً سہواً چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہو اور جو تمام صفات میں افضل ہو اور جلال و جمال اور مکارم اخلاق کا جامع ہو اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔ پس نبی کا ہر اعتبار سے معصوم ہونا ضروری ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ تمام خلائق حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا بدرجہ اتم ثابت ہوا۔

معجزات

حقیقت معجزہ:

س:...... معجزہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ بدوں کسی سبب مادی، روحی اور قوت خیالیہ کے نبی سے کسی ایسی عجیب بات کا ظہور ہو جو خلاف عادت ہو اور اگر کسی متشرع متبع نبی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو خلاف عادت ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور کرامت حق ہے۔ اور وفات کے بعد بھی کرامت کا امکان ہے۔

ثبوت معجزہ:

س:...... معجزہ کا ثبوت بہ دلائل عقلیہ بیان کیجئے؟

ج:...... عزیز من کسی چیز کے ثبوت کے لیے عقلی امکان کافی ہوتا ہے۔ اور خبر متواتر سے وقوع کی قطعیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے علم قطعی کے لیے تین ہی ذریعہ ہیں۔ ۱۔ عقل۔ ۲۔ حواس خمسہ ظاہرہ یعنی سننا، چھونا، سونگھنا، دیکھنا، چکھنا۔ ۳۔ خبر متواتر یعنی جہاں استحالہ عقلی نہ ہو وہاں عقلی امکان کے ساتھ ثبوت قطعی کے لیے نقلی دلیل جو کہ منصوص اور خبر متواتر کے طریقہ سے ہو وہ قطعی طور پر مدعا کے لیے مثبت ہوتی ہے۔

لہٰذا اب بغور سنیئے کہ کسی کام کا کرنا اس کے فاعل کی قوت پر موقوف ہے۔ جس قدر فاعل کی قوت ہوگی۔ اسی قدر اس سے فعل قوی صادر ہوگا۔ یہ بات بدیہی ہے۔ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا اور بیہودہ بکواس کرنا ظلم ہے اور ظلم جہنم میں لے جائے گا۔" (ترمذی)

دوسری بات یہ ہے کہ اجسام اور جواہر مجردہ میں اصل مبداء قوت کی لطافت وکثافت کے لحاظ سے قوی اور ضعیف ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگ کی قوت سے پانی کی قوت اور پانی کی قوت سے ہوا کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔اور آگ کی قوت اس کی لطافت کی وجہ سے سب سے زیادہ ہے۔

اس لیے جسکے قوام بدن میں لطیف اور ہلکا جزو جس قدر زیادہ ہوا اسی قدر ان کے افعال بہت قوی ہوں گے۔ چنانچہ فرشتوں کا مادہ نہایت لطیف ہوتا ہے تو ان کے افعال جنات سے بھی زیادہ قوی ہوں گے۔ یہی حال روح کا ہے کہ اپنی لطافت کی وجہ سے بشرطیکہ جسمانی کثافت اس پر غالب نہ ہو نہایت عجیب وغریب کام کر گزرتی ہے۔ روحانی قوت ہی کے تو یہ کرشمے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ کے ایسے واقعات ہیں کہ ابھی بیت اللہ شریف کے ہاں ہیں اور فوراً ہی اس کی بعد دوسری جگہ نظر آتے ہیں۔ مسافت بعیدہ کو چند سکینڈوں میں طے کر لیتے ہیں۔ یہ سب کس چیز کے کرشمے ہیں؟ یہ سب روحانیت ہی کے تو کرشمے ہیں جن کو کرامت کہا جاتا ہے۔اور انبیاء کرام علیہ السلام کی روحانیت کا کیا کہنا۔ وہ تو سب سے لطیف کیا بلکہ الطف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حجر وشجر آپ کو سلام کرتے۔ کنکریوں کی تسبیحات کو آپ سنتے۔ یہ سب معجزات کی قبیل سے ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جو کسی حکمت اور خواص اشیاء سے نہیں ہو سکتیں۔ چاند کا شق ہو جانا، دریا کا کھڑا ہو جانا، ایک دن کے بچہ کا باتیں کرنا، مردوں کا زندہ کرنا، پہاڑ کا سر پر آ جانا، لکڑی کا چیخ چیخ کر رونا، انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا، ایسی باتیں نہیں جو حکمت یا خواص اشیاء سے ظاہر ہو جائیں۔اور عقل جائز رکھتی ہے۔ کہ ایسی چیزیں کہ جن کا سبب نہ خواص اشیاء ہوں اور نہ حکمت ہو وہ کسی دوسری ہی قوت کا اثر ہے۔اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ پس دلیل مذکور سے معجزہ کا امکان ثابت ہو گیا۔خلاف عقل نہ ہوا لیکن معجزہ نبی ہی سے صادر ہوتا ہے۔ اگر نبی کے متبع سے کوئی ایسی بات ظہور میں آوے تو وہ کرامت کہلاتی ہے اور کافر سے ظاہر ہو تو وہ استدراج یعنی شیطانی دھندہ ہے۔

ضرورت معجزہ:

س:...... نبی کے لیے آیا معجزہ ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

ج:...... جی ہاں نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی ایک خاص منصب رکھتا ہے۔ شاہی آدمی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی دلیل اور علامت شاہی آدمی ہونے کی رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں جس فن میں لوگ مہارت اور کمال رکھتے تھے اسی قسم کا معجزہ شاہی آدمی یعنی نبی کو عطا کیا جاتا رہا تاکہ اہل فن بالخصوص جان سکیں کہ یہ چیزیں فن سے بالاتر ہیں۔ اور ان کی تصدیق سے دوسرے عامۃ الناس کو ہدایت میں سہولت ہو۔ کیونکہ اس قسم کے فن کے ماہرین کا بالاتفاق اقرار کرنا کہ یہ فن سے بالاتر ہے بہت بڑی تصدیق ہے اور یہی معجزہ ہے۔ تو ان اہل فن کے اقرار وتسلیم سے غیر اہل فن کو اس کا معجزہ ہونا معلوم ہو گا اس لیے کہ اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک جھوٹی بات پر اتفاق کرے۔ پس جب اسقدر اہل فن جن کا خطا پر متفق ہو جانے کا احتمال ہو متفق ہو کر جب ایک ہی بات کہیں اور اقرار کریں کہ یہ کام فن طب وغیرہ کا نہیں بلکہ معجزہ ہے تو اس صورت میں ناواقفوں کو ان خوارق عادت کے معجزہ ہونے کا علم ہو جائے گا اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ معجزہ کا فاعل نبی ہے۔ اور جو کام مدعی نبوت نے کیا ہے وہ معجزہ ہے۔ صنعت وحرفت یا شعبدہ سے نہیں ہے۔ اس طرح سے جب اس نبی کا زمانہ گذر جاتا ہے تو اس زمانہ کے آدمیوں میں سے جنھوں نے اپنی مہارت اور علم کے سبب اس معجزہ کا معجزہ ہونا جان لیا ہو تو پچھلوں کو ان اگلوں سے یہ علم اور تصدیق حاصل ہوتی ہے جس سے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے ہدایت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ایسا جاری رہا کہ ہر پیغمبر اور نبی کے زمانہ میں جس علم وفن کی وجہ سے امت کو ضلالت ہوتی تھی وہی معجزہ اس نبی کو خاص کر عطاء ہوا جیسے موسیٰؑ کی قوم میں سحر کا زور زیادہ تھا انہیں ابطال سحر کا معجزہ ملا۔ حضرت عیسیٰؑ کی قوم میں فن طب کا چرچا تھا تو انہیں شفائے امراض، لاعلاج مثل برص حقیقی اور اندھا مادرزاد کا معجزہ ملا۔ حضرت داؤدؑ کی قوم میں موسیقی کا کمال تھا تو انہیں ایسی خوش الحان آواز کا معجزہ دیا گیا کہ تلاوت زبور کے وقت وحوش وطیور، چوپائے، درندے ان کے پاس جمع ہو جاتے اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو فصاحت وبلاغت کا بڑا فخر تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ فصاحت وبلاغت ودیگر معجزات کے علاوہ خصوصیات سے عطا ہوا۔

پس ثابت ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے اور ہر زمانہ کے اعتبار سے ویسا ہی معجزہ نبی کو عطا کیا جاتا ہے۔ جس کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے۔

معجزہ اور غیر معجزہ میں فرق:

س:...... جب غیر نبی بلکہ کافر وغیرہ سے بھی ایسی باتیں خلاف عادت ظاہر ہو سکتی ہیں تو پھر معجزہ اور غیر معجزہ میں کیا فرق ہے؟

ج:...... روحانی قوت کے دو طریقے ہیں ایک بواسطہ اسباب، دوسرا بلاواسطہ اسباب۔ اسباب کے واسطے سے جیسے کھانا، پینا، چلنا، پھرنا طرح طرح کی صنعتیں ایجاد کرنا جو عالم اسباب میں انسان سے واقع ہوتی ہیں۔ پس یہ طریق تو کسی شرط وتجرد وغیرہ پر موقوف نہیں بلکہ بعض کام تو عالم کے جسمانی کثافت ہی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جسم ان کے لیے شرط ہوتا ہے مگر پھر بھی ایسے سب افعال روح کے واسطے سے ہوتے ہیں جب

روح جسم سے تعلق اٹھالیتی ہے۔ جس کو موت کہتے ہیں تب کوئی کام نہیں ہوتا۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ جب روح کو کثافت جسمانی اور ہیولانی ظلمت سے نجات ہوتی ہے اور آثار تجرد اس پر غالب آجاتے ہیں تو اس کی قوت نہایت گہری ہو جاتی ہے۔ پھر ان سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو ظاہراً اسباب اور قانون قدرت کے خلاف ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ریاضت ومجاہدات شدیدہ سے بدن کے مادی اور کثافت کے حالات مضمحل اور پژمردہ ہوگئے اور روح یعنی نفس ناطقہ کے تازہ ہوگئے اس میں مومن کافر سب شریک ہیں کہ کافر سے بھی ریاضت و مجاہدہ کے ایسے کارنامہ سرزد ہو جاتے ہیں جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ مگر ایسے خوارق نبی کے برابر تو کیا حضرت انبیاء کرامؑ کے متبعین جو ریاضات و مجاہدات کرنے والے ہیں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسے اجمیر شریف میں ایک جوگی (فقیر) کا ہوا میں اڑنا اور حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ کی کھڑاواں کا ہوا میں اڑ کر اس جوگی سے بلند پرواز کر جانا اور جوگی کے سر پر کھڑاواں کا لگنا اور جوگی کا نیچے اتر کر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ سے بیعت ہو جانا۔ اسی طریقہ سے قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں ایک جوگی کا اپنی کوٹھڑی میں پانی ہو جانا اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا بھی پانی ہو جانا پھر ہر ایک کے بھیگے ہوئے کپڑوں کا سونگھنا، جوگی کے کپڑے سے بدبو آنا اور حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے بھیگے ہوئے کپڑوں سے خوشبو آنا یہ دیکھ کر جوگی کا مسلمان ہو جانا۔ تو جو شخص متبع نبی اور صاحب ریاضت بھی ہو تو اس کے خوارق کے برابر یا مشابہ ہو سکیں بھلا اس کا تو ذکر ہی کیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ روح ہمہ تن عالم قدس یا ذات باری کی صرف متوجہ ہو جائے پھر اس پر وہاں کے انوار ایسے فائض ہوں کہ جس طرح آئینہ میں آفتاب کے انوار چمکتے ہیں۔ تب اس کو خالق برتر رب العزت سے ایسی خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے کہ جیسے آگ کی صحبت اور مقاربت سے لوہا سرخ ہو کر مثل انگارہ کے ہو جاتا ہے۔ اور پھول کی صحبت سے مٹی دماغ کو معطر کرنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ پھر ایسے نفس سے متعجب نہ ہونا چاہیے جو انوار الٰہی سے منور اور چمک گیا ہو۔ سو یہ مرتبہ حضرات انبیاء کرامؑ کو اور ان کے بعد ان کے متبعین اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پس پھر اس عارف کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، اس کی زبان خدا کی زبان، اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ عارف پر حق تعالیٰ کا ایسا پرتو پڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں اور فلاسفہ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب کسی آدمی کا بدن اس کا مطیع ہو جاتا ہے تو اس کی اطاعت پر تمام عناصر کا ہیولیٰ بھی اس کے تصرف میں آجاتا ہے۔ اور وہ جو چاہتا ہے اس سے کام لے سکتا ہے۔ بطور نظیر سمجھو کہ نفس انسانی بدن کا مطیع نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس جو کچھ نفس تصور کر رہا ہے اس کے مطابق بدن میں اثر ظاہر ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ خجالت وخوف اور غصہ کے وقت بدن فوراً سرخ زرد اور گرم ہو جاتا ہے اور دیکھو انسان دیوار پر چلنے سے گر پڑتا ہے کیونکہ اس کو خیال ہوتا ہے کہ میں اتنی سی پتلی اور بلند دیوار پر چلوں گا تو گر جاؤں گا۔ حالانکہ زمین پر اس سے بھی کم چوڑی جگہ پر چل سکتا ہے بلکہ دوڑ لیتا ہے۔ تو جبکہ نفس بدن کا مطیع نہیں ہے تو اس کے باوجود اس کے خیالات کے ساتھ بدن مؤثر ہو سکتا ہے تو کسی طرح بعید نہیں کہ نفس نبی کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ ہیولات عناصر عالم اس کے ارادہ کے تابع ہو جائیں اور اس سے معجزہ کا صدور ہو جائے۔ مگر چونکہ نبی کا ارادہ اور خیال ذات حق کی مرضی کے ساتھ ہے اس لیے ذات احدیت کی مرضی نہ پانے پر اپنے ارادہ کو کام میں نہیں لاتا اور معجزہ سے رک جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے ماتحت ہی معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات:

س:......کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معجزے بھی ظاہر ہوئے ہیں؟

ج:......ہر پیغمبر کو معجزے دیے جاتے ہیں تاکہ لوگوں پر ان کا پیغمبر ہونا ظاہر ہو جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بے شمار معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

اول: شق قمر:......جب آپ سے کفار مکہ نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اس کی شہادت تواریخ میں موجود ہے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے بالاخانہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے اور نجومیوں سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں نبی آخر الزمان پیدا ہو گئے ہیں۔ ان سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے۔ چنانچہ تصدیق کے لیے دن تاریخ لے کر ایک شخص مکہ معظمہ پہنچا۔ اور تصدیق کر کے واپس آیا۔

دوسرا معجزہ:......یہ ہے کہ ایک شکاری نے بچوں والی ہرنی کو پکڑ لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جال سے نکال دیجئے میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں۔ پھر لوٹ کر آجاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی اتنے میں شکاری آگیا دیکھا تو ہرنی نہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہرنی کہاں گئی۔ فرمایا ابھی آتی ہے۔ بچوں کو دودھ پلانے گئی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں ہرنی دودھ پلا کر آگئی۔

تیسرا معجزہ:......یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ آڑ کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر فرمایا:

باذن اللہ. اللہ تعالیٰ کے حکم سے میری اطاعت کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی نیت نہیں اسکا عمل نہیں جس میں طلب ثواب نہیں اس کیلئے اجر نہیں (الاتحاف)

چنانچہ وہ تابع ہو گیا۔اسی طرح دوسرے درخت سے فرمایا وہ بھی تابع ہو کر ساتھ ہولیا اور اس درخت سے مل گیا۔آپ نے اپنی حاجت پوری کی۔ پھر دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔

چوتھا معجزہ:...... یہ ہے کہ ایک مرتبہ زوراء میں تین سو آدمی تھے۔ وضو کے لیے پانی بالکل نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگا کر اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔بس پانی آپ کی انگلیوں سے جاری ہو گیا۔تمام حاضرین نے وضو کیا۔

پانچواں معجزہ:......ان واقعات کے متعلق جو آپ نے بے دیکھے بیان فرمائے۔جیسے بخاری نے ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ موتہ کے قصہ میں) زید رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر لوگوں کو سنا دی، قبل اس کے کہ خبر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم لیا زید رضی اللہ عنہ نے پس شہید ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور پھر فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار (یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ) نے علم لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)

چھٹا معجزہ:...... برکت کے متعلق ہے جسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے حبیب بن فدیک کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔

ساتواں معجزہ:...... ایک جنیہ کے متعلق ہے۔جس کو ترمذی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ان کی ایک بخاری میں خرمے بھرے تھے۔سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال لے جاتی۔انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور اب جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل۔سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آوے گی چھوڑ دیا تھا۔ (الی آخر الحدیث)

یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

آٹھواں معجزہ:...... خاک کے متعلق ہے۔جس کو صحیحین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ایک شخص نے پالیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔پھر آپ نے سراقہ کے لیے بددعا کی۔سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا۔اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنیوالوں کو میں پھیر دوں گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لیے دعا کی سو اس نے نجات پائی۔اور پھر گیا اور جو کوئی اس سے ملتا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا ادھر کوئی نہیں ہے۔

نواں معجزہ:......ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا۔السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دسواں معجزہ:...... امام بیہقی نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا۔جہاز ٹوٹ گیا۔میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا۔

بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا۔وہاں مجھے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا۔میں نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں۔ وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا۔پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر باریک باریک کچھ آواز کرتا رہا۔اور میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوا دی میں سمجھا کہ اب یہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

گیارھواں معجزہ

اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے۔

جس طرح نازل ہوا اسی طرح موجود ہے۔ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا اور نہ آئندہ آئے گا کیونکہ ہزاروں حافظ موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ.

کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بخلاف دوسری کتابوں کے جیسے توریت، انجیل، زبور کہ ان میں ہزاروں تغیر و تبدل کر دیے اور بہت سے معجزے ہیں۔

جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی کھلی تائید ہوتی ہے۔

قیامت

قیامت کی تعریف:

س:.....قیامت کیا چیز ہے؟

ج:...... جب دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا۔ گناہوں کی کثرت اور کفر وشرک پھیل جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ جن کا نام اسرافیلؑ ہے صور پھونکیں گے۔ جن کی ہیبت ناک اور سخت کڑی آواز سے تمام چرند و پرند وحوش وطیور انسان وجن مرجائیں گے۔ اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے۔ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ تارے تمام ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ غرض ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اور پھر دوبارہ صور پھونکیں گے سب زندہ ہو جائیں گے پس اسی کا نام قیامت ہے۔

س:.....قیامت کا ماننا کیوں ضروری ہے؟

ج:...... جناب قیامت یعنی حشر ونشر کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا۔ نفع حاصل کرنے کے لیے یا ضرر کے لیے؟ یا کسی کے لیے بھی نہیں۔ اگر ضرر کے لیے پیدا کیا تو یہ شان رحیمی کے خلاف ہے اور اگر کسی کے لیے بھی نہیں تو یہ فعل اس خالق کا عبث ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ بات تو انسان کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی تھی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نفع کے لیے پیدا کیا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں نفع کم اور نقصان وضرر زیادہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دنیا کا نفع تو مقصود ہے نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو تا کہ انسان کامل نفع حاصل کرلے۔ اسی کا نام قیامت، حشر ونشر ہے۔ اور اس کے قطعی ہونے پر قرآن کریم سے ثبوت ہے۔ جو کہ آگے آئے گا۔ رہا ریزہ ریزہ ہونے کے بعد روح کا جسم سے متعلق ہو جانا سو اس پر بے شمار دلائل ہیں۔ ہم یہاں پر صرف چھ دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:...... یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ جب اول معدوم محض ہونے کی حالت میں روح کا تعلق ہو گیا تو دوبارہ بھی روح کا تعلق بدن سے جائز ہوسکتا ہے۔ اور اجزائے بدن نے جب اول بار ایک خاص شکل اختیار کرلی تو دوبارہ شکل اختیار کرنے میں کیا استحالہ ہے۔ لہٰذا دوبارہ شکل اختیار کرلینا بھی ممکن ہے۔

دوسری دلیل:...... یہ ہے کہ خالق عالم قادر مطلق بھی ہے۔ اور یہ قدرت تمام ممکنات پر حاصل ہے۔ نیز اس خالق عالم کو تمام جزئیات کا بھی علم ہے۔ اور اشیاء کے تمام اجزاء کا بھی علم ہے۔ لہٰذا بالضرور زید کے اجزاء بدن کو خواہ وہ مٹی میں ملے ہوئے ہوں یا آگ میں جلے ہوئے یا پانی میں ملے ہوئے ہوں سب کو تمیز کرسکتا ہے۔ اور ترکیب دے کر مثل اول صورت کے قائم کرسکتا ہے۔ لہٰذا یقین کرلینا چاہیئے کہ حشر نشر ممکن ہے۔ اور ثبوت قطعی بلسان انبیاء و کتب سماویہ اور قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

تیسری دلیل:...... یہ ہے کہ جب روح نے بدن انسانی سے متعلق ہو کر اخلاق حسنہ، عبادات صادقہ معارف حقہ حاصل کرنے کے لیے اس کو آلہ بنایا تو پھر جس وقت اس بدن سے روح جدا ہوئی اور اسے اپنی خدمات کا ثمرہ جیسا چاہا ویسا نہ ملا اور جس غرض سے محنت کی تھی وہ غرض ومطلب نہ ہوا تو نہایت ہی حسرت کا موجب ہوگا۔ اور اگر روح نے آلہ بدن کے ذریعہ سے لذت دنیوی حاصل کیں۔ جاہ ومال حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ اپنے آقا اور مالک حقیقی کے حقوق کو بھلا دیا اور اپنے ہم جنسوں کے حقوق تلف کیے اور پھر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے تو کیا یہ کوئی عدل وانصاف ہوگا کہ دونوں برابر رہیں۔ یہ تو ظلم ہے اور ظلم سے اللہ تعالیٰ منزہ اور پاک وصاف ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے اس لیے قیامت حشر نشر کا قائم ہونا جزا اور سزا کے لیے ضروری ہوا۔

چوتھی دلیل:...... اس عالم ناسوت میں روح وجسم دونوں طاعت و معصیت میں شریک ہیں اور امر ونہی، وعدہ اور وعید دونوں کے حق میں ہیں۔ اس لیے دونوں کو ثواب وعذاب پہنچانا ضروری ہوا۔ پس جس جسم میں روح آئے گی وہ یہی جسم ہوگا۔ جو دنیا میں تھا۔ لہٰذا روح کا مع اس جسم عنصری حشر ونشر کے موجود ہونا ضروری ہوا اور رہا اس عالم ناسوت میں تقدم انسانی کا اس عالم آخرت پر سو وہ اس مصلحت کی وجہ سے ہے کہ کمالات نفسانی کی تحصیل کر کے اس عالم میں ثمرہ پاسکے۔ اور وہ اس عالم کے تقدم پر موقوف تھا۔ اس لیے اس عالم دنیا میں انسان کو بھیجا گیا۔ اور بعد حصول کمالات اس عالم میں رکھنا فساد کا سبب اور خوبیوں سے محرومی کا باعث تھا۔ اس لیے اول اس عالم میں بھیجا پھر اس عالم آخرت کی طرف جو اس عالم سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔ اٹھایا جائے گا۔

پانچویں دلیل:...... حشر ونشر اور قیامت نہ ہو تو مطیع و عاصی کا حال یکساں ہوتا بلکہ مطیع نقصان میں ہوتا اور یہ خلاف حکمت ہے۔ پس حشر ونشر قیامت کا انکار حکمت حق کا انکار ہے۔ اور حکمت حق کا انکار جائز نہیں۔ پس قیامت کا انکار بھی جائز نہیں۔ لہٰذا قیامت کا ماننا ضروری ہوا۔

چھٹی دلیل:...... حق تعالیٰ اپنے کمال علم وقدرت کے ساتھ حکیم مطلق بھی ہے اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کو جزا وسزا پہنچانے کے لیے قیامت کا انتظار کیا جائے وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہیں۔

پہلا حال دنیا کا ہے کہ اس دنیا میں طرح طرح کی حاجتوں میں گرفتار ہے اور قسم قسم کے علاقہ قرابت اور رشتہ داری اور دوستی وہمسائیگی کے تعلق سے رکھتا ہے اور مکلف اطاعت وبندگی کا ہے۔ اور آخرت کا توشہ حاصل کرنے اور اپنے اصل سرمایہ کو نفعوں سے بڑھانے میں مشغول ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر ثواب دیا جاتا ہے حتیٰ کہ کانٹا اور خستگی تک کا بھی (البر)

دوسرا حال برزخ کا ہے۔ کہ مرنے کے بعد وہاں رہتا ہے۔ اور اس قسم کے شغلوں سے فارغ ہوتا ہے لیکن جو کچھ رشتہ دار بھائی بند دوست اور مرید وشاگرد اپنی طرف سے یا اس کے کہہ جانے سے اس کے واسطے دنیا میں کرتے ہیں اس کا اثر یعنی ثواب اس کو وہاں ملتا ہے۔ اور اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے تو گویا وہ ابھی دار العمل یعنی دنیا میں ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ برزخ میں حقداروں کا جمع ہونا کہ دنیا میں ان سے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کیے تھے ممکن نہیں چونکہ ہر شخص کی موت اپنے وقت مقررہ پر ہے لہٰذا ان معاملات کا فیصلہ کرنا بغیر ان حقداروں کے حاضر ہوئے خلاف عدل وعدالت ہے۔

تیسرا حال آخرت کا ہے کہ ہرگز کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہاں نہ ہوگا اور بنی نوع انسان اور اس کے رشتہ دار، دوست وتابع دار اور اہل حقوق سب وہاں موجود وحاضر ہونگے اور جو کچھ اس نے خود کیا تھا یا دوسروں نے اس کے واسطے اس کے کہنے سے یا از خود کیا تھا وہ سب اس کو پہنچ چکا اور جمع ہوگیا اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنے کی امید نہ رہی کیونکہ نوع انسانی منقطع ہوچکی ہے۔ پس حکمت الٰہی ہرگز اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ اس کو دنیا کے حال میں سزا یا جزا دی جائے جیسا کہ ایک فرقے کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو وہی روح دوسرے جسم میں منتقل ہو کر یہاں آتی ہے۔ یہی عالم جزا وسزا کی جگہ ہے جیسا کہ مشرکین مکہ نے یہی کہا تھا: وَقَالُوْا مَاهِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے سے موت آجاتی ہے۔ اس پر جواباً کہا گیا قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَارَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے۔ پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا۔

اس فرقے کا یہ کہنا اور دنیا ہی میں جزا اور سزا کا قائم ہونا کیونکر جائز اور صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ وہ ابھی یہاں کام میں مشغول ہے اور اس کی عمر کی مدت جو کہ سرمایہ کے قائم مقام ہے ابھی بالکل پوری طرح اس کے ہاتھ میں نہیں آئی اور گزری ہوئی عمر کا جمع خرچ برابر نہیں کیا اگر اس حالت میں جزا وسزا کے اندر دنیا میں گرفتار کیا گیا تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ ابھی مجھ کو مہلت دینی چاہیئے کہ میں اپنی عمر کو پورا کرلوں اور جو جو کوتاہی وقصور مجھ سے ہوا ہے ناتجربہ کاری اور ابتدائے جوانی میں اس کا عوض وبدلہ آخر میں ادا کروں جیسا کہ تاجروں کا معمول ہے جب کسی گماشتے یا نیم کو تجارت کے لیے کہیں بھیجتے ہیں تو اس کو مہلت دیتے ہیں کہ اگر کسی معاملے میں اپنی رائے سے اور خودرائی کر کے کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا ہو تو ابھی کچھ نہیں کہتے کہ شاید وہ دوسرے سودے میں کما۔ ے گا اور تلافی اس پچھلے کی کر گزرے گا اسی طرح دنیا میں بھی جزا وسزا حقیقی دنیا میں خلاف حکمت ہے۔ کیونکہ سرمایہ عمر کا باقی ہے۔ بالکلیہ ختم نہیں ہوا تلافی ممکن ہے۔ اور اسی طرح عالم برزخ میں بھی جزا اور سزا دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ابھی نیکی اور نتیجے ہر آدمی کے عملوں کے بنی نوع انسان کے باقی رہنے کے سبب سے اس کے لیے چلے آتے ہیں پس گویا کہ ابھی جمع خرچ اس کا برابر نہیں ہوا۔ اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہیں ہوئے تا کہ معلوم ہو کہ اس کا حق کس پر ہے اور اس پر کس کا حق ہے۔ اور کونسا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے اور کون سا طلب کرتا ہے۔ پس اگرچہ حق تعالیٰ بندوں کے سب بھلے اور برے کاموں سے خبردار ہے اور جزا وسزا دینے پر قادر بھی ہے مگر چونکہ وہ علیم وخبیر قادر وقدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہے اس لیے اس حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بدلہ دینے کے واسطے آخرت کا قائم کرنا ضروری قرار دیا۔

تقدیر کی حقیقت

س......تقدیر کسے کہتے ہیں؟

ج:......اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے مخلوق کے تمام اچھے اور برے کام بندوں کے پیدا ہونے سے پہلے ایک جگہ لکھ دیئے ہیں اس کو تقدیر کہتے ہیں اس لکھے ہوئے کے موافق بندوں سے جو کام ہوتا ہے وہ تقدیر کے موافق ہوتا ہے اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

س:......کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو مہربانی کر کے شریعت سے اس کو ثابت کیجئے؟

ج:......جی ہاں تقدیر پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مؤمن اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

ا......"تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے اس کی بھلائی پر بھی اور اس کی برائی پر بھی۔ یہاں تک کہ یقین کر لے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی"۔

غرض خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے ایک تقدیر مقرر کردی ہے۔ رزق، عزت، دولت، راحت ومصیبت، موت وحیات سب اس تقدیر کے مطابق ہیں اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

تقدیر کے فوائد:

س:......تقدیر کے ماننے میں کیا کیا فوائد ہیں؟

ج:......یوں تو بہت فائدے ہیں۔ مگر ہم کچھ فوائد شمار کراتے ہیں۔

ا......کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے دل مضبوط ہوتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک حیا اور ایمان ایک کڑے میں جڑے ہیں جب ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا اس کے پیچھے چلا جاتا ہے۔" (بیہقی)

رہے گا یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اس کے خلاف ہو نہیں سکتا اور جب چاہے گا اس کو رفع کر دے گا۔

۲...... جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کو دور کرنے لگے گا تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا۔

۳...... نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اس مصیبت کے رفع کرنے کی ایسی نہ کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو بدون خدا تعالیٰ کے چاہے ہوئے رفع ہوگی نہیں پھر خدا کو کیوں ناراض کیا جائے۔

۴...... نیز اس سمجھنے کے بعد سب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں مشغول ہوگا۔ کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اسی کے چاہنے سے یہ مصیبت ٹل سکتی ہے تو اس سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ امید ہے پھر دعا میں لگ جانے سے اللہ تعالیٰ سے علاقہ بھی بڑھ جائے گا جو تمام راحتوں کی جڑ ہے۔

۵...... نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرنے سے ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اس کو ناز اور فخر اور دعویٰ نہ ہوگا۔

حاصل ان سب فائدوں کا یہ ہوا کہ ایسا شخص کامیابی میں شکر کرے گا۔ اور ناکامی میں صبر کرے گا۔

تقدیر پر ایمان لانا

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ. (سورہ قمر)

ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ پیدا کی۔

یعنی ہر چھپی کھلی چیز جیسے عرش، کرسی، لوح، قلم، فرشتے، جنت، دوزخ، آسمان، تارے، آسمانوں کی گردش، زمین اور جو کچھ ان سے مل کر بنے یا جو وہم وخیال میں آئے یا ہمیں معلوم ہو سب کو اللہ پاک نے پیدا کیا اور اس کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا اندازہ اور ایک تقدیر مقرر فرما دی کہ فلاں فلاں سے فلاں فلاں وقت فلاں فلاں فعل سرزد ہوگا۔ اللہ پاک علیم وحلیم ہے۔ اور علم وحکمت والا اس وقت کام کرتا ہے جب اس کا انجام سوچ کر اس کا ذہن میں ایک خاکہ مقرر کر لیتا ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے بھی پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا ایک اندازہ اور تقدیر مقرر فرما دی۔ اور اسی تقدیر کے موافق اس چیز سے کام ظہور پذیر ہوں گے۔ اس لیے انسان کو مناسب ہے کہ اگر اس کو کسی سے تکلیف پہنچے تو صبر کرے اور جان لے کہ تقدیر میں پہلے سے یونہی لکھا ہوا تھا اور اس میں کوئی حکمت تھی جو مجھے معلوم نہ ہو سکی۔ اور اگر کسی سے کوئی فائدہ پہنچے تو خدا کا شکر بجالائے کہ اللہ نے پیدا ہونے سے پہلے ہی یہ فائدہ لکھ رکھا تھا اور جس سے یہ فائدہ پہنچا ہے اس کا بھی اللہ پاک کی طرف سے ظاہری سبب سمجھ کر احسان مند ہو۔ اور طبعی شکر بجالائے۔ البتہ خالق ہر چیز کا اللہ ہی ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصّٰفّٰت)

اور اللہ نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا۔

یعنی جس خالق نے تمہیں بنایا اسی نے تمہارے کام پیدا کیے اگر وہ تمہارے کام پیدا نہ کرے تو تم سے کبھی کام نہ ہو سکیں۔ چنانچہ بعض لوگ کام کی ہر چند کوشش کرتے ہیں مگر کام نہیں ہوتے اور بعض کام کرنا بھی نہیں چاہتے اور غیر شعوری طور پر ہو جاتے ہیں معلوم ہوا کہ کاموں کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ اگر نیک کام ہو جائے یا کوئی تمہارے ساتھ حسن سلوک کر رہا ہو تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ باوجودیکہ وہی عمل پیدا کرنے والا ہے۔ مگر پھر بھی اس نے تم سے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ تو اس کا یہ نہایت احسان ہوا۔

دوسری بات ہے یہ بھی یاد رکھو کہ کام کا پیدا کرنا اور اس کے کسب کا اختیار دینا دو جدا جدا باتیں ہیں۔ اگر کام کے کسب کا اختیار نہ دیا جاتا تو امر و نہی بے سود تھے اور جنت وجہنم کا بنانا دنیا میں پیغمبروں کا بھیجنا اور بادشاہ اور حاکم مقرر کرنا بےکار تھے۔ لہٰذا کام کے کسب کا انسان کو اختیار ہے اور وہ بھی جزوی اختیار ہے کلی نہیں۔ ورنہ بندہ مختار ہو جائے اور حق تعالیٰ معاذ اللہ بے کار رہ جائے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (انفال)

یاد رکھو اللہ پاک انسان کے اور اس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔

یعنی انسان پہلے ہر کام کا ارادہ کرتا ہے۔ پھر وہ کام انسان کے کسی عضو سے سرزد ہو جاتا ہے۔ پھر جس کام کو حق تعالیٰ نہیں چاہتا اس کام سے انسان کے دل کو روک لیتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ انسان ہزارہا کام کرنا چاہتا ہے۔ مگر نہیں ہو سکتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی روک دیتا ہے اور کرنے نہیں دیتا مثلاً تم نے ایک جانور کے گلے میں رسی باندھ کر اس کو دو کھیتوں کے درمیان چھوڑ دیا اور اسی رسی کا سرا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ جانور کو سمجھا دیا کہ اس میں چرنا ہے اس میں نہ جانا۔ تو یہ جانور باوجودیکہ چھوٹا ہوا ہے مگر پھر بھی تمہارے اختیار میں ہے۔ جہاں سے چاہو کھانے دو اور جہاں سے چاہو رسی کھینچ کر اس کو روک دو۔ اسی طرح انسان کا دل اللہ کے ہاتھ میں ہے اس وجہ سے اللہ کے مقابلے پر انسان کا چاہا نہیں ہوتا۔

وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ تکویر)

اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔

یعنی تمہارے دلوں میں کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا بھی اللہ ہی کا کام ہے۔ اسی وجہ سے اسی پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو۔ کہ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے پھر غیر اللہ کی طرف جانا اور ان کی خوشامد کر کے ذلیل ہونا بے سود ہے۔ جب اللہ چاہے گا لوگوں کے دلوں میں ارادہ ڈال دے گا اس کے چاہے بغیر کچھ نہیں ہوتا اس

نے پہلے ہی ہر چیز کا اندازہ ٹھہرالیا ہے اور اسی اندازے کے مطابق پیدا کرتا ہے جو کام بندوں سے ہوتے ہیں ان کا خالق بھی وہی ہے جس کام سے روکنا چاہتا ہے روک دیتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان مؤمن نہیں ہوسکتا جبتک ان چار باتوں پر ایمان نہ لائے۔(۱) توحید و رسالت کے اقرار پر کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔(۲) موت پر (۳) زندگی بعد الموت پر۔(۴) تقدیر پر۔(ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری امت میں زمین کا دھنس جانا اور صورتوں کا بدل جانا بھی ہوگا۔اور یہ تقدیر کے جھٹلانے والوں میں ہوگا۔(ابوداؤد ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ شخصوں پر میں نے اور اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ہر نبی کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔(۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا (۲) اللہ کی تقدیر کو نہ ماننے والا۔(۳) زبردستی حاکم بن کر ذلیل کو عزیز اور عزیز کو ذلیل بنانیوالا (۴) حرام کو حلال کرنے والا۔(۵) میرے رشتہ داروں سے وہ چیز حلال کرنے والا جو اللہ تعالیٰ نے حرام کردی۔(۶) اور میری سنت کو چھوڑ دینے والا (رزین)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پاک آسمانوں اور زمین والوں سب کو سزا دے تو انہیں سزا دے سکتا ہے اور اسے ظالم نہیں کہا جاسکتا۔اور اگر ان سب پر مہربانی فرمائے تو اس کی مہربانی ان کے عملوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اگر تو احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا صرف کردے تو اللہ پاک تجھ سے اس کو قبول نہ فرمائے گا جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائے اور یہ بات یقین سے نہ جان لے کہ جو کچھ تجھے پہنچا تجھ سے چوک جانے والا نہ تھا اور جو چوک گیا تجھے پہنچنے والا نہ تھا۔اور اگر تو اس عقیدے کے علاوہ فوت ہوگیا تو جہنم میں جائے گا۔(مسند احمد ابوداؤد ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے ہم تقدیر کے مسئلے پر بحث کررہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہوگیا گویا اس پر انار نچوڑ دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اسی کا حکم ملا ہے یا اسی کے ساتھ مجھے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے تقدیر پر جھگڑا کیا میں تمہیں تاکید کرتا ہوں اور بار بار تاکید کرتا ہوں کہ اس میں نہ جھگڑو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس نے تقدیر کے کسی مسئلے میں کلام کیا۔تو وہ کلام اس سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا اور جس نے اس میں کلام نہیں کیا اس سے نہیں پوچھا جائے گا۔(ابن ماجہ)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ پاک نے قلم پیدا کیا۔پھر اس نے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا لکھوں۔فرمایا تقدیر لکھ۔چنانچہ اس نے جو ہوا اور جو ابد تک ہونے والا ہے سب لکھ دیا۔(ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ پاک نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیریں لکھ لی تھیں۔اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔(مسلم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے پیدا کیا جس کو تمام زمینوں سے لیا تھا۔ چنانچہ آدم کی اولاد زمین کے اندازے کے مطابق سرخ، سفید، سیاہ، اور اس کے درمیان ہیں۔اسی طرح کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت مزاج ہے۔ کوئی صاف ستھرا اور کوئی میلا کچیلا گندا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ پاک نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پھر جس پر اس نور کی کرنیں پڑگئیں وہ راہ پا گیا جس سے چوک گئیں وہ گمراہ ہوگیا۔اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہوگیا۔(مسند احمد و ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق قلم کو لکھنے کا حکم فرمایا قلم نے سب کچھ لکھ دیا۔پھر اس کی تحریر خشک ہوگئی اور وہ فیصلہ اٹل ہے۔روز ازل جس پر اللہ کا نور پڑ گیا اس نے دنیا میں آ کر اسلام قبول کرلیا اور جو اندھیرے میں رہ گیا گمراہ ہوگیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند قدوس اپنی مخلوق میں سے ہر بندے کی پانچ باتوں میں سے فارغ ہوچکا ہے۔عمر سے،عمل سے،رہنے کی جگہ سے،رنگ ڈھنگ سے،اور روزی سے۔

معلوم ہوا کہ انسان اللہ پر بھروسہ رکھے۔عزت والی روزی تلاش کرے اور معاش میں اتنا سرگرداں نہ رہے کہ اللہ کے فرائض ہی سے غافل ہوجائے جیسا کہ عوام رہتے ہیں کیونکہ ملتا اتنا ہی ہے جتنا مقدر میں لکھا جاچکا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان ایک قمیص کی طرح ہے کبھی تو اس کو پہنتا ہے اور کبھی اتار دیتا ہے۔(الدر)

فرمایا کہ اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر ان کے سیدھے کندھے کو جھاڑا اور اس سے ان کی سفید چیونٹیوں کی طرح اولاد نکالی۔ پھر بائیں کندھے کو جھاڑا اس سے کوئلوں کی طرح کالی اولاد نکالی۔ پھر سیدھے کندھے والوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنتی ہیں اور میں بے پرواہ ہوں۔ بائیں کندھے والوں کو کہا یہ جہنمی ہیں اور میں بے پرواہ ہوں۔ (مسند احمد)

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرتے ہی اللہ پاک نے مقرر فرما دیا کہ ان کی تمام اولاد میں کچھ لوگ بہشتی ہیں اور کچھ لوگ جہنم والے ہیں اور فرمایا مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔ میں جو چاہوں کروں مالک ومختار ہوں۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ہمیں ان پانچ باتوں کے بارے میں خطبہ دیا۔ فرمایا اللہ پاک سوتا نہیں۔ اور سونا اس کو لائق بھی نہیں، انصاف کے لیے پلڑا جھکا بھی دیتا ہے اور اٹھا بھی دیتا ہے۔ اس کے پاس رات کے عمل دن کے عملوں سے پہلے اور دن کے عمل رات کے عملوں سے پہلے چڑھائے جاتے ہیں۔ اس کا پردہ نور ہے۔ اگر اس کو اٹھائے تو اُس کے چہرہ اقدس کی کرنیں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے ساری مخلوق کو جلا ڈالیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے۔ آپ کو سچا جانا بھی جاتا تھا۔ کہ ماں کے پیٹ میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے۔ پھر دوسرے چالیسویں میں خون بن جاتا ہے۔ پھر تیسرے چالیسویں میں لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر اللہ پاک اس کے لیے اس کے پاس چار باتوں کے ساتھ فرشتہ بھیجتا ہے۔ وہ فرشتہ اس کا عمل عمر روزی سعادت یا شقاوت لکھ دیتا ہے۔ پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اس کی قسم جس کے سوا کوئی حقدار عبادت نہیں۔ تم میں سے کوئی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہی ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر تحریر تقدیر غالب آتی ہے۔ آخر میں جہنمیوں کے سے عمل کر بیٹھتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی جہنم والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہی ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر تحریر تقدیر غالب آ جاتی ہے اور وہ جنت والوں کے سے عمل کر لیتا ہے۔ آخر جنت میں چلا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائے ہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر اندیشہ ہے۔ فرمایا ہاں دل اللہ کی دو انگلیوں میں ہیں۔ وہ ان کو جس طرح چاہے پلٹ دے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

باب ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبادات کے فضائل واہمیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بندوں کو اللہ جل شانہ کی ناراضگی سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی ان پر لوٹا دیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی شہادت لے کر آئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری چیز نہ ملادے (یعنی اپنے اس کلام میں کھوٹ اور میل پیدا نہ کرے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی، مجمع چپ چاپ تھا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم غالباً اس کے منتظر تھے کہ کوئی پوچھے اور مجمع ادب اور رعب کی وجہ سے چپ تھا) دور سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان دوسری چیز ملانے کا کیا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت اور اس کو ترجیح دینا اور اس کے لیے مال جمع کر کے رکھنا اور ظالموں کا سا برتاؤ کرنا۔ایک اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت رکھتا ہے وہ دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس ایسی چیز کی (یعنی آخرت کی) محبت کو ترجیح دو جو باقی رہنے والی ہے اس چیز (یعنی دنیا) پر جو فنا ہو جانے والی ہیں، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں اور اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہیں۔اور اس کے لیے وہی شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں۔ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز دنیا سے زیادہ مبغوض نہیں ہے۔اور اس نے جب سے اس کو پیدا کیا ہے کبھی بھی اس کی طرف نظر التفات نہیں فرمائی ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دنیا کی محبت ہر خطاء کی جڑ ہے۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں بعض مرتبہ دوباری کو محض اس لیے دیکھنے جاتا ہوں کہ کہیں اس میں کوئی چیز پڑی نہ رہ جائے اور میری موت اس حال میں آجائے کہ وہ میرے پاس ہو۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں بڑے زاہد حضرات میں سے تھے۔ مال سے عداوت کے ان کے بہت سے عجیب واقعات ہیں ان سے بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا بن جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرے مگر وہ دینار جس کو میں قرض کے ادا کرنے کے لیے محفوظ رکھوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت زیادہ مال والے ہی اکثر کم ثواب والے ہیں مگر وہ شخص جو اس طرح اس طرح کرے، حدیث نقل کرنے والے نے اس طرح اس طرح کی صورت دونوں ہاتھ ملا کر دائیں بائیں جانب کر کے بتائی۔ یعنی دونوں ہاتھ بھر کر دائیں طرف والے کو دے دے اور بائیں طرف والے کو یعنی ہر شخص کو خوب تقسیم کرے۔ انہی حضرت کا ایک اور قصہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا اور انہوں نے ترکہ میں مال چھوڑا ہے تمہارا کیا خیال ہے کچھ نامناسب تو نہیں ہوا؟ کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ اس مال میں اللہ کے حقوق کو ادا کرتے رہے ہوں تو پھر کیا مضائقہ ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو مارنا شروع کر دیا کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اگر یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے اور میں اس سب کو خرچ کر دوں اور وہ قبول ہو جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس میں سے چھ اوقیہ اپنے بعد چھوڑوں اس کے بعد ابو ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے یہ حدیث تین مرتبہ سنی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک سنی ہے ان کا ایک اور قصہ بخاری شریف وغیرہ میں آیا ہے۔ احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے پاس بیٹھا تھا۔ایک صاحب تشریف لائے جن کے بال سخت تھے یعنی تیل وغیرہ لگا ہوا نہیں تھا۔ کپڑے بھی موٹے تھے، ہیئت بھی ایسی ہی تھی یعنی بہت معمولی سی۔ اس مجمع کے پاس کھڑے ہو کر اول سلام کیا۔ پھر فرمایا کہ خزانہ جمع کرنے والوں کو خوش خبری دو اس پتھر کی جو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر وہ اس کے پستان پر رکھ دیا جائے گا جس کی شدت سے اور گرمی سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کامل ترین ایمان والے مؤمنوں میں سے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور جو اپنے گھر والوں کے ساتھ زیادہ شفیق ہیں۔" (بیہقی)

گوشت وغیرہ پک کر مونڈھے کے اوپر سے ابلنے لگے گا اور پھر وہ پتھر مونڈھے پر رکھا جائے گا تو وہ سب کچھ پستان سے بہنے لگے گا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد کے ایک ستون کے پاس جا کر بیٹھ گئے احنف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں انکو جانتا نہ تھا کہ یہ کون بزرگ ہیں میں ان کی بات سن کر ان کے پیچھے پیچھے چل دیا اور اس ستون کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا کہ اس مجمع والوں نے آپ کی بات کی طرف کچھ توجہ نہیں کی بلکہ اس گفتگو کو نا پسند سمجھا۔ وہ فرمانے لگے یہ بیوقوف ہیں کچھ سمجھتے نہیں ہیں مجھ سے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ احنف رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کے محبوب کون؟ کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اے ابوذر رضی اللہ عنہ تم احد کا پہاڑ دیکھتے ہو میں یہ سمجھا کہ کسی جگہ کام کو بھیجنا مقصود ہے اس لئے یہ دکھلانا ہے کہ کتنا دن باقی ہے میں نے کہا جی ہاں دیکھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس کو سارے کو خرچ کر دوں مگر تین دینار (جن کا بیان اور روایت میں ہے) اس کے بعد ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن یہ لوگ سمجھتے نہیں دنیا کو جمع کرتے جاتے ہیں اور مجھے خدا کی قسم نہ تو ان سے دنیا کی طلب نہ دین کا استفتاء کرنا ہے۔ (پھر میں کیوں دبوں مجھے تو صاف صاف کہنا ہے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما دوسرا فرشتہ دعا کرتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔ (مشکوۃ)

ایک اور حدیث میں آیا ہے تیرا اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے کسی کو نیکی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے۔ راستے سے کسی کانٹے وغیرہ تکلیف دینے والی چیز کا ہٹانا بھی صدقہ ہے۔ اپنے ڈول سے کسی کے برتن میں پانی ڈال دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنمی آدمی ایک صف میں کھڑے کیے جائے گے ان پر ایک مسلم (کامل جنتی) گزرے گا اس صف میں سے ایک شخص اس سے کہے گا کہ تو میرے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارش کر دے وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا کہ تو مجھے نہیں پہچانتا تو نے دنیا میں ایک مرتبہ مجھ سے پانی مانگا تھا جس پر میں نے تجھے پانی پلایا تھا اس پر وہ سفارش کرے گا۔ اور وہ قبول ہو جائے گی اسی طرح دوسرا شخص کہے گا کہ تو نے مجھ سے دنیا میں فلاں چیز مانگی تھی وہ میں نے تجھ کو دی تھی ایک اور حدیث میں ہے جہنمیوں کی صف پر ایک جنتی کا گزر ہوگا تو ان میں ایک شخص اس کو آواز دے کر کہے گا کہ تم مجھے نہیں پہچانتے میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تمہیں پانی پلایا تھا۔ فلاں وقت تمہیں وضو کو پانی دیا تھا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جنتی اور جہنمی لوگوں کی جب صفیں لگ جائیں گی تو جہنمی صفوں میں سے ایک شخص کی نظر جنتی صفوں میں سے کسی شخص پر پڑے گی اور وہ اس کو یاد دلائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ فلاں احسان کیا تھا۔ اسپر وہ جنتی شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں عرض کرے گا کہ یا اللہ اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے اللہ پاک کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طفیل اس کو جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ فقراء کی جان پہچان کثرت سے رکھا کرو اور ان کے اوپر احسانات کیا کرو ان کے پاس بڑی دولت ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دولت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جس نے تمہیں کوئی ٹکڑا کھلایا ہو یا پانی پلایا ہو یا کپڑا دیا ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دو ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فقیر سے قیامت میں اس طرح معذرت کریں گے جیسا کہ آدمی آدمی سے کیا کرتا ہے اور فرمائیں گے میری عزت اور جلال کی قسم میں نے دنیا کو تجھ سے اس لئے نہیں ہٹایا تھا کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا۔ بلکہ اس لئے ہٹایا تھا کہ تیرے لئے آج بڑا اعزاز ہے۔ میرے بندے ان جہنمی لوگوں کی صفوں میں چلا جا جس نے تجھے میرے لیے کھانا کھلایا ہو یا کپڑا دیا ہو وہ تیرا ہے وہ اس حالت میں ان میں داخل ہوگا کہ یہ لوگ منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے وہ پہچان کر ان کو جنت میں داخل کرے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ایک اعلان ہوگا کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فقراء کہاں ہیں؟ اٹھو اور لوگوں کو میدان قیامت میں سے تلاش کر لو جس شخص نے تم میں سے کسی کو میرے لئے ایک لقمہ دیا ہو یا میرے لیے کوئی گھونٹ پانی کا دیا ہو یا میرے لیے کوئی نیا یا پرانا کپڑا دیا ہو ان کے ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دو۔ اسپر فقرائے امت اٹھیں گے اور کسی کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ یا اللہ اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اس نے مجھے پانی پلایا تھا کوئی بھی فقرائے امت میں سے چھوٹا یا بڑا شخص ایسا نہ ہوگا جو ان کو جنت میں داخل نہ کرائے ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص کسی جاندار کو جو بھوکا ہو کھانا کھلائے حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت کے بہترین کھانوں میں سے کھانا کھلائیں گے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر سے لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہو خیر اس گھر کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتی ہے جیسی تیزی سے چھری اونٹ کے کوہان میں چلتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ عمدہ کھجوریں دوسروں کو کھلاتے اور کہتے کہ جو شخص زیادہ کھائے گا اس کو فی کھجور ایک درہم دیا جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے فقیروں اور مسکینوں کا اکرام کیا آج تم جنت میں ایسی طرح داخل ہو جاؤ کہ نہ تم پر کسی قسم کا خوف

ہے نہ تم غمگین ہو اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بیمار، فقیروں اور غریبوں کی عیادت کی آج وہ نور کے منبروں پر بیٹھیں اور اللہ جل شانہٗ سے باتیں کریں اور دوسرے لوگ حساب کی سختی میں مبتلا ہوں گے ایک حدیث میں ہے کتنی حوریں ایسی ہیں جن کا مہر ایک مٹھی بھر کھجور یا اتنی ہی مقدار کوئی اور چیز دینا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلانے سے زیادہ افضل کوئی صدقہ نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مغفرت کے واجب کرنے والی چیزوں میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب اعمال سے زیادہ محبوب کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے یا اس پر سے غم کا ہٹانا ہے یا اس کا قرض ادا کر دینا ہے یا بھوک کی حالت میں اس کو کھانا کھلانا ہے یعنی یہ سب اعمال زیادہ پسندیدہ ہیں جو بھی ہو سکے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ مغفرت کی واجب کرنے والی چیزوں میں کسی مسلمان کو خوشی پہنچانا ہے۔ اس کی بھوک کو زائل کرنا ہے اس کی مصیبت کو ہٹانا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں کا روکنا جائز نہیں۔ پانی، نمک، آگ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو تو ہم سمجھ گئے کہ واقعی بہت مجبوری کی چیز ہے لیکن نمک اور آگ میں کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے حمیرا جب کوئی شخص کسی کو آگ دیتا ہے تو گویا اس نے وہ ساری چیز صدقہ کی جو آگ پر پکی اور جس نے نمک دیا اس نے گویا وہ ساری چیز صدقہ کی جو نمک کی وجہ سے لذیذ ہوگئی گویا اس دونوں میں معمولی خرچ سے دوسرے کا بہت زیادہ نفع ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہو گیا (انکے ایصال ثواب کے لیے) کونسا صدقہ زیادہ افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے ایک کنواں کھدوا دیا۔

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو زیادہ افضل اس لیے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں اس کی ضرورت زیادہ تھی۔ اول تو گرم ملکوں میں سب ہی جگہ پانی کی ضرورت خاص طور سے ہوتی ہے اور مدینہ منورہ میں اسوقت پانی کی قلت بھی تھی اسکے علاوہ پانی کا نفع بھی عام ہے اور ضرورت بھی عمومی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کا سلسلہ جاری کر جائے تو جو انسان یا جن یا پرندہ بھی اس سے پانی پیئے گا تو مرنے والے کو قیامت تک اس کا ثواب ہوتا رہے گا۔

زہد وقناعت اور سوال نہ کرنے کی ترغیب میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ مال سرسبز شاداب اور میٹھی چیز ہے اگر اس کو حق کے موافق (یعنی شرعی ضابطہ اور طریقہ کے موافق) حاصل کرے اور حق کے موافق خرچ کرے تو کام آنے والی مددگار چیز ہے۔ اور جو بغیر حق کے حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ آدمی کو جوع البقر ہو جائے۔ کہ آدمی کھاتا رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ (مشکوۃ)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مال میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے۔ اس کی مثال سانپ کی سی ہے۔ کہ جو شخص اس کا منتر جانتا ہے وہ سانپ کو پکڑ کر اس کے دانت نکال دیتا ہے اور پھر اس سے تریاق تیار کرتا ہے اور اس کو دیکھ کر کوئی ناواقف شخص اس کو پکڑ لے تو سانپ اس کو کاٹ لے گا اور وہ ہلاک ہوگا۔ اور اس کے زہر سے وہ شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو پانچ چیزوں کا اہتمام کرے۔

(۱) یہ غور کرے کہ مال کا مقصد کیا ہے کس غرض سے یہ پیدا کیا گیا ہے تاکہ صرف وہی غرض اس سے وابستہ رکھی جائے۔

(۲) مال کے آنے اور حاصل کرنے کے طریق کی سختی سے نگرانی کرے کہیں اس میں ناجائز طریقہ شامل نہ ہو جائے۔ مثلاً ایسا ہدیہ جس میں رشوت کا شائبہ ہو یا ایسا سوال جس میں ذلت کا اندیشہ ہو۔ حاجت کی مقدار سے زیادہ اپنے پاس نہ رہنے دے جتنی مقدار کی واقعی ضرورت ہے وہ تو مجبوری ہے اس سے زیادہ کو فوراً خرچ کر دے خرچ کے طریق کی نگرانی کرے کہیں بے محل خرچ نہ ہو جائے۔ ناجائز طریقے پر خرچ نہ ہو جائے مال کی آمد میں خرچ میں اور بقدر ضرورت روکنے میں، ہر چیز میں نیت خالص رہے محض اللہ کی رضا مقصود ہو جو رکھے یا استعمال میں لاوے وہ محض اس نیت سے کہ اس سے اللہ کی اطاعت میں قوت ہو جو ضرورت سے زائد ہو اس کو لغو بیکار سمجھ کر جلدی خرچ کر دے اس کو ذلیل سمجھ کر خرچ کرے دقیع نہ سمجھے ان شرائط کے ساتھ مال کا ہونا مضر نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص ساری دنیا کا مال محض اللہ تعالیٰ کے واسطے لیتا ہے (اپنی غرض سے نہیں) تو وہ زاہد ہے اور اگر بالکل ذرا سا بھی نہیں لیتا اور یہ نہ لینا اللہ کے واسطے نہیں ہے (بلکہ کسی دنیوی غرض حب جاہ وغیرہ کی وجہ سے ہے) تو وہ دنیا دار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ جس بندے سے محبت فرماتے ہیں دنیا سے اس کی ایسی حفاظت فرماتے ہیں اور اس کو اہتمام سے بچاتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔ حالانکہ پانی کیسی اہم اور ضروری چیز ہے کہ زندگی کا مدار ہی اس پر ہے بغیر اس کے زندگی رہ نہیں سکتی لیکن اس سب کے باوجود اگر حکیم کسی بیمار کے لیے پانی کو

معصر بتادے تو کتنی کتنی ترکیبیں اس کو پانی سے روکنے کی کی جاتی ہیں اور یہ کیوں؟ اس لیے کہ مال کی کثرت سے عموماً نقصانات زیادہ پہنچتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ہمارے قلوب ایسے صاف نہیں ہیں کہ وہ اس کے نشے سے متاثر نہ ہوں اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں پانی سے تر نہ ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال دنیا دار کا ہے۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعید میں

قرآن پاک میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جن میں سے متعدد آیات دوسری فصل میں یعنی مال خرچ نہ کرنے کی وعید میں گزر چکی ہیں۔ جن کے متعلق علماء نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے میں ہیں اور ظاہر ہے جتنی وعیدیں گزری ہیں وہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر جب کہ زکوٰۃ بالاجماع فرض ہے بطریق اولیٰ شامل ہوں گی۔

متعدد احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو عذاب اس آیت شریفہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے مال کو تپا کر اس شخص کی پیشانی کو اور پہلو وغیرہ کو اس سے داغ دیے جائیں گے۔ یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا عذاب ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ تپتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہوا تنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیے جائیں گے۔ چند روز ان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا جس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ قرآن پاک میں سورۂ قصص کا آٹھواں رکوع سارا کا سارا اسی کے قصہ میں ہے۔ جس کا ترجمہ مع توضیح یہ ہے کہ قارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے ان کا چچا زاد بھائی تھا سو وہ کثرت مال کی وجہ سے ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اس کو اسقدر خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں (یعنی ان سے بمشکل اٹھتی تھیں اور جب خزانوں کی کنجیاں اتنی تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے تو بہت ہی ہوں گے اور اس نے یہ تکبر اس وقت کیا تھا) جب اس کو اس کی برادری نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ نے سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال و دولت پر) اترا مت۔ واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھ کو خدا تعالیٰ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر۔ اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش نہ کر۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو بھی اس کے بندوں پر احسان کیا کر اور خدا کی نافرمانی اور حقوق واجبہ ضائع کر کے دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ قارون نے ان کی نصیحتیں سن کر یہ کہا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا میری حسن تدبیر سے یہ جمع ہوا۔ نہ اس میں کچھ غیبی احسان ہے نہ کسی دوسرے کا اس میں کوئی حق ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ اس کے قول پر عتاب فرماتے ہیں کہ کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے جو مالی قوت میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔ اور جماعتی حیثیت سے مجمع بھی ان کا زیادہ تھا یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں جہنم کا عذاب الگ رہا اور مجرموں سے ان کے گناہوں کا معلوم کرنے کی غرض سے سوال بھی نہ ہوگا۔ ہر شخص کا پورا حال اللہ تعالیٰ شانہٗ کو معلوم ہے (مطالبہ کی وجہ سے سوال علیحدہ رہا) پھر وہ قارون ایک مرتبہ اپنی آرائش و شان کے ساتھ اپنی برادری کے سامنے نکلا تو جو لوگ اس کی برادری میں دنیا کے طالب تھے وہ کہنے لگے کہ کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو بھی یہ ساز و سامان ملا ہوتا۔ جو قارون کو ملا ہے۔ واقعی یہ قارون بڑا صاحب نصیب ہے (یہ تمنا اور حرص مال کی تھی۔ اس سے ان لوگوں کا کافر ہونا لازم نہیں ہے۔ جیسا اب بھی بہت سے مسلمان دوسری قوموں کی دنیاوی ترقیاں دیکھ کر ہر وقت للچاتے ہیں اور اس کی فکر و سعی میں لگے رہتے ہیں کہ یہ دنیاوی فروغ ہمیں بھی نصیب ہو اور جن لوگوں کو علم دین اور اس کا فہم عطا کیا گیا تھا وہ ان حریصوں سے کہنے لگے ارے تمہارا ناس ہو۔ تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب اس چند روزہ مال و دولت سے لاکھ لاکھ درجے بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور ان میں سے بھی کامل درجے کا ثواب ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں اور پھر جب ہم نے قارون کی سرکشی اور فساد کی وجہ سے اس کو اور اسکی محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی کہ اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور نہ وہ خود ہی کسی تدبیر سے بچ سکا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔ اور کون بچ سکتا ہے؟ قارون پر عذاب کی یہ حالت دیکھ کر) کل جو لوگ اس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ (رزق کی فراخی کا اور تنگی کا مدار خوش نصیبی یا بدنصیبی پر نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے روزی کی فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی دیتا ہے۔) یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کی فراخی کو خوش نصیبی سمجھ رہے تھے۔ واقعی اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا (کہ گنہگار تو آخر ہم بھی ہیں ہی) بس جی معلوم ہو گیا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہے۔ (گو یہ چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ لیں)

ف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قارون حضرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی انتہا پرہیزگاری پر ہوتی ہے۔ (العلل المتناھیۃ)

موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا۔ان کا چچا زاد بھائی تھا (دنیاوی علوم میں بہت ترقی کی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کرتا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے۔اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام اس نام سے تمہارے مالوں کو کھانا چاہتا ہے۔ اس نے نماز کا حکم دیا تم نے برداشت کیا،اس نے اور احکام جاری کیے جن کو تم برداشت کرتے رہے اب وہ تمہیں زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے اس کو بھی برداشت کرو۔لوگوں نے کہا کہ یہ ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔تم ہی کوئی ترکیب بتاؤ۔اس نے کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ کسی فاحشہ عورت کو اس پر راضی کیا جائے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس کی تہمت لگائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں۔لوگوں نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ انعام کا وعدہ کر کے اس پر راضی کر لیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ الزام لگائے۔اس کے راضی ہونے پر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام آپ کو دیئے ہیں وہ بنی اسرائیل کو سب کو جمع کر کے سنا دیجئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا اور سارے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔اور جب جمع ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات بتانے شروع کئے کہ مجھے یہ احکام دیئے ہیں کہ اسکی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ کرو، صلہ رحمی کرو، اور دوسرے احکام گنوائے جن میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اسے سنگسار کیا جائے۔اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خود زنا کریں تو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے لوگوں نے کہا کہ آپ نے زنا کیا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا کہ میں نے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں آپ نے۔اور یہ کہہ کر اس عورت کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتی ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اسے قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھ سے اتنے اتنے انعام کا وعدہ کیا ہے کہ میں آپ پر الزام لگاؤں۔آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں روتے ہوئے گر گئے اللہ جل وشانہٗ کی طرف سے سجدے ہی میں وحی آئی کہ رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لئے ہم نے زمین پر تسلط دیدیا تم جو چاہو ان کے متعلق زمین کو حکم فرماؤ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین کو حکم فرمایا کہ ان کو نگل جا۔اس نے ایڑیوں تک نگلا تھا کہ وہ عاجزی سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنے لگے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم فرمایا کہ ان کو دھنسا دے حتی کہ وہ لوگ گردن تک دھنس گئے۔ پھر بہت زور سے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پکارتے رہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر زمین کو یہی فرمایا کہ ان کو لے لے۔وہ سب کو نگل گئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو سونے کا مالک ہو یا چاندی کا اور اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں پھر ان سے اس شخص کا پہلو اور پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی۔اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دیئے جاتے رہیں گے۔قیامت کے پورے دن میں جسکی مقدار دنیا کے حساب سے پچاس ہزار برس ہوگی۔اس کے بعد اس کو جہاں جانا ہوگا جنت میں یا جہنم میں چلا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں گھر نہیں اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہیں۔اور دنیا کے لئے وہ شخص مال جمع کرتا ہے۔جس کو بالکل عقل نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا خود ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب ملعون ہے بجز اس کے جو حق تعالیٰ شانہٗ کے لئے ہو۔

امام غزالی مذمت دنیا کی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمام تعریفیں اور حمد اسی ذات پاک کے لئے ہیں۔جس نے اپنے دوستوں کو دنیا کے مہلکات اور اسکی آفات سے واقف کر دیا اور دنیا کے عیوب اور اس کے رازوں کو اپنے دوستوں پر روشن کر دیا یہاں تک کہ ان حضرات نے دنیا کے احوال کو پہچان لیا اور اسکی بھلائی اور برائی کا موازنہ کر کے یہ جان لیا کہ اسکی برائیاں اس کی بھلائی پر غالب ہیں اور جو امیدیں دنیا سے وابستہ ہیں وہ ان اندیشہ ناک چیزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔جو اس پر مرتب ہیں۔دنیا ایک چٹپٹی عورت کی طرح سے لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے گرفتار کرتی ہے۔اور اپنی بدکرداری سے اپنے وصال کے خواہشمندوں کو ہلاک کرتی ہے۔یہ اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔انکی طرف توجہ کرنے میں بڑی بخیل ہے اور اگر متوجہ ہوتی بھی ہے اور اس کی توجہ میں بھی آفت اور مصیبت سے امن نہیں ہے اگر ایک دفعہ احسان کرتی ہے۔تو ایک سال تک برائیاں کرتی رہتی ہے۔جو اس کے دھوکہ میں آجاتا ہے۔اس کا انجام ذلت ہے۔جو اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہے۔وہ آخر کار حسرت و افسوس کی طرف چلتا ہے اس کی عادت اپنے عشاق سے بھاگنا ہے۔اور جو اس سے بھاگے اس کے پیچھے پڑنا ہے۔جو اسکی خدمت کرے اس سے علیحدہ رہتی ہے اور جو اس سے اعراض کرے اس کی ملاقات کی کوشش کرتی ہے۔اس کی صفائی میں بھی تکدر ہے اسکی خوشی میں بھی رنج وغم لازم ہیں اس کی نعمتوں کا پھل حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں یہ بڑی دھوکہ دینے والی مکار عورت ہے۔بڑی بھگوڑی اور ایک دم اڑ جانے والی ہے۔یہ اپنے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ ایمان باللہ کے بعد عقل و دانش کی سردار لوگوں کیساتھ نرم روش اختیار کرنا ہے۔'' (بیہقی)

چاہنے والوں کے لئے نہایت زیب و زینت اختیار کرتی ہے۔ اور جب وہ اچھی طرح اس میں پھنس جاتیہیں تو دانت دکھانے لگتی ہے۔ اور انکے منظم احوال کو پریشان کر دیتی ہے۔ اور اپنی نیرنگیاں انکو دکھاتی ہے پھر اپنا زہر قاتل انکو چکھاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دشمن ہے اس کے دوستوں کی دشمن ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ (صورت کے اعتبار سے) دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس جب یہ ضابطہ ہو تو جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے (یعنی آخرت) اسکو ترجیح دو اس چیز پر جو بہر حال فنا ہو جانے والی ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے ذمے اس کے بھائی کا کوئی حق ہو کہ اس پر آبرو کی یا مال کی کوئی زیادتی اور ظلم کر رکھا ہو اس کو آج معاف کرالو اس وقت سے پہلے پہلے نبٹ لو جس دن نہ دینار ہوگا نہ درہم نہ روپیہ نہ اشرفی اس دن سارا حساب نیک اعمال اور گناہوں سے ہوگا پس اگر اس ظلم کرنے والے کے پاس کچھ نیک عمل ہیں تو اس کے ظلم کے بقدر نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے اتنے ہی گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے (کہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے کے گناہوں کی سزا میں جہنم میں کچھ زیادہ زمانہ پڑے رہنا ہوگا)

ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن حق والوں کو ان کا حق ضرور دلوایا جائے گا حتی کہ بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ یعنی اگر دنیا میں ایک بکری کے سینگ تھے اس نے دوسری بکری کے مارا جس کے سینگ نہ تھے جس کی وجہ سے وہ بدلہ نہ لے سکی تو اس بکری کا بدلہ بھی وہاں دلوایا جائے گا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جانتے ہو مفلس کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہمارے نزدیک تو مفلس وہ شخص سمجھا جاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ مال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہت سی نماز روزہ زکوٰۃ لے کر آئے۔ لیکن کسی کو گالی دی تھی کسی کو تہمت لگائی تھی۔ کسی کا مال کھالیا تھا کسی کو مارا تھا پس کچھ نیکیاں اس نے لے لیں کچھ اس نے لے لیں اور جب اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں اور دوسروں کے مطالبے باقی رہ گئے تو ان کو مطالبوں کی بقدر ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کے بعد اس ظالم اور کثرت سے عبادت کے مالک کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ارشاد ہوگا اے جن وانس! میں نے دنیا میں تمہیں نصیحت کر دی تھی۔ آج تمہارے یہ اعمال تمہارے سامنے ہیں جو شخص اپنے اعمال میں بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کا شکر ادا کرے اور جو نیکی نہ پائے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے (کہ نصیحت کی بات نہ مانی) اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ جہنم کو حکم فرماویں گے اس کا عذاب سامنے آجائے گا جس کو دیکھ کر ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا جس کو (سورۂ جاثیہ ع ۴) میں ارشاد فرمایا ہے کہ تو ہر جماعت کو دیکھے گا گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہے اور ہر جماعت اپنے اعمال نامہ کی طرف بلائی جائے گی اس کے بعد لوگوں کے درمیان میں فیصلے شروع ہو جائینگے۔ حتی کہ جانوروں تک کے درمیان میں بھی انصاف کیا جائے گا اور بے سینگ والی بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا اس کے بعد جانوروں کو حکم ہو جائیگا کہ تم مٹی بن جاؤ (تمہارا معاملہ ختم ہوگیا) اس وقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے اور کافر کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (عم ع ۲) کاش میں مٹی ہو جاتا۔

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگ جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں ایسے ہی ننگے میدان حشر میں ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سامنے ننگے ہونے سے شرم آئے گی۔ ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت لوگ اپنی مصیبت میں اس قدر گرفتار ہوں گے کہ ایک کو دوسرے کے دیکھنے کی مہلت بھی نہ ہوگی۔ سب کی آنکھیں اوپر کی طرف لگی ہوئی ہوں گی۔ ہر شخص اپنے اعمال بد کی بقدر پسینے میں غرق ہوگا کسی کا پسینہ پاؤں تک چڑھا ہوا ہوگا کسی کا پنڈلی تک کسی کا پیٹ تک کسی کا منہ تک آیا ہوا ہوگا۔ فرشتے عرش کے چاروں طرف حلقہ بنائے ہوئے ہوں گے اس وقت ایک ایک شخص کا نام لے پکارا جائے گا۔ جس کو پکارا جائے گا وہ مجمع سے نکل کر وہاں حاضر ہوگا جب وہ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا تو اعلان کیا جائے گا کہ اس کے ذمے جس جس کا مطالبہ ہو وہ آئے اس کے ذمے جس کا کوئی حق ہوگا یا اس کی طرف سے اس پر کسی قسم کا ظلم ہوگا وہ ایک ایک کر کے پکارا جائے گا اور اس کی نیکیوں میں سے ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی یا نہیں رہیں گی تو ان لوگوں کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور جب وہ اپنے گناہوں کے ساتھ دوسرے گناہوں کو بھی سر لے لے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ جا اپنی جگہ ہاویہ میں چلا جا (القارعہ میں اس کا بیان ہے یعنی دہکتے ہوئے جہنم میں) حساب اور عذاب کی اس شدت کو دیکھتے ہوئے کوئی مقرب فرشتہ یا نبی ایسا نہ ہوگا جس کو اپنا خوف نہ ہو مگر وہ لوگ جن کو حق تعالیٰ شانہٗ محفوظ فرمادے اس وقت ہر شخص سے چار چیزوں کا سوال ہوگا۔ عمر کس کام میں ختم کی۔ بدن کس کام میں لایا گیا۔ اپنے علم پر کیا عمل کیا۔ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ عکرمہؒ کہتے ہیں کہ اس دن باپ اپنے بیٹے سے کہے گا کہ میں تیرا باپ تھا میں تیرا والد تھا۔ وہ بیٹا

اس کے احسانات کا اقرار کرے گا اس کے بعد باپ کہے گا کہ مجھ کو صرف ایک نیکی کی ضرورت ہے جو ایک ذرہ کے برابر ہو شاید اس کی وجہ سے میرا پلہ جھک جائے۔ بیٹا کہے گا کہ مجھے خود ہی مصیبت پیش آرہی ہے مجھے اپنا حال معلوم نہیں ہے کہ مجھ پر کیا گزرے گی میں تو کوئی نیکی نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی بیوی سے اسی طرح اپنے احسان اور تعلقات جتا کر مانگے گا۔ وہ بھی اسی طرح انکار کردے گی (غرض اس طرح سے ہر شخص سے مانگتا پھرے گا) یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى۔ (فاطر ع۳) میں ذکر فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور اس دن کوئی دوسرے کا بوجھ (یعنی گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور خود تو کوئی کسی کی کیا مدد کرتا اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا یعنی گناہگار کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلاوے گا تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جائے گا۔ یعنی کسی قسم کی اس کی مدد نہ کرے گا۔ اگرچہ وہ شخص قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درمنثور میں زیادہ واضح الفاظ میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ باپ بیٹے سے اول پوچھے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا۔ وہ بہت تعریف باپ کے برتاؤ کی کرے گا اس کے بعد باپ کہے گا کہ میں آج تجھ سے صرف ایک نیکی مانگتا ہوں شاید اسی سے میرا کام چل جائے۔ بیٹا کہے گا کہ ابا جان تم نے بہت ہی مختصر چیز کہی ہے لیکن اس کے باوجود میں سخت مجبور ہوں کہ مجھے خود بھی خوف ہے جو تمہیں ہے اس کے بعد بھی سارا سوال وجواب بیوی سے ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ اور ارشاد ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ الاية ان میں سے پہلی آیت شریفہ سورۂ لقمان کے آخری رکوع کی ہے۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ الاية. حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کرسکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا سا مطالبہ ادا کردے اور بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ یہ دن ضرور آنے والا ہے سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے کہ تم اس میں منہمک ہوکر اس دن کو بھول جاؤ اور نہ تم کو دھوکا دینے والا شیطان دھوکے میں ڈال دے کہ اس کے بہکانے میں آکر تم اس دن سے غافل ہوجاؤ۔

میں تبرکاً اللہ پاک کے بابرکت کلام سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ وامر بالمعروف کی تاکید وترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لیے بار بار مختلف عنوانوں سے اپنے کلام پاک میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لیے چند آیات ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ قال اللہ عزا سمہ: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ (بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت وتعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں اور علماء دلائل سے مجاہدین تلوار سے اور مؤذنین اذان سے غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے، خواہ اعمال ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمال باطنہ کی طرف جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ (خازن)

مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اس میں اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو، اس کو اپنے لیے باعث عزت بھی سمجھتا ہو اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ نصیحت، تبلیغ سے اپنے آپ کو بڑی ہستی نہ کہنے لگے بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔ وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے۔ کہ وہ نفع رساں ہے۔ مومنین کے لیے تو ظاہر ہے کفار کے لیے بھی اس لحاظ سے کہ وہ ان شاء اللہ اس کے ذریعے سے مومنین میں داخل ہوجائیں گے۔ اور آیت کے مصداق میں شامل ہونگے، ہمارے اس زمانہ میں وعظ ونصیحت کا راستہ تقریباً بند ہوگیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شستگی تقریر بن گیا ہے تاکہ سننے والے تعریف کردیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تقریر وبلاغت اسلیے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت قبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (وبرکت) نہیں ہوتی۔ مگر جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان شیریں اور پاکیزہ ہے تم اس کو پاکیزہ رکھو۔ (النہایۃ)

لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں اور اس تعلیم ترغیب کے لیے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں ان کے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کرے گا نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے اس کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز، روزہ اور صدقہ سب سے افضل ہو'' صحابہ رضی اللہ عنہمنے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں میں مصالحت کرانا'' کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اسطرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے۔ اور بھی بہت سے نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں، اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے اس کا ضرور اہتمام کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو تو اس کو ہاتھ سے بند کر دے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں وہ بھی بری الذمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔ تنہائی میں ذرا بیٹھ کر غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہیے اور کیا ہو رہا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً) جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (طبقہ) کے حصہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو جہاز کے اوپر کے حصے پر آ کر پانی لیتے ہیں اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لیے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اور اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانے اور ان کا کام۔ ہمیں اس سے کیا واسطہ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روک دیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں جبکہ ہم میں صلحا اور متقی لوگ موجود ہوں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت غالب ہو جائے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اہل جنت کے چند لوگ بعض اہل جہنم سے جا کر پوچھیں گے۔ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں۔ وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قراء (علماء) کی طرف عذاب جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر، مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود۔

بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اسکی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرض مسلم ایک عظیم الشان و دقیع شے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ. (رواہ مسلم وابوداؤد وغیرہما ترغیب)

ترجمہ: جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ کَشَفَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ کَشَفَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ حَتّٰی یَفْضَحَهٗ بِهَا فِیْ بَیْتِهٖ. (رواہ ابن ماجہ ترغیب)

ترجمہ:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کی پردہ دری فرماتا ہے حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔ الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ اس لیے مبلغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اس کی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو، ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ بدترین سود مسلمان کی آبروریزی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دیجیے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے؟ کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ یہ میں ہرگز نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ پھر فرمایا، کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے؟ عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے غرض اس طرح بہن، خالہ، پھوپھی کو پوچھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس شخص کے سینے پر رکھ کر دعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے دل کو پاک کر اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے زنا کے برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی۔ بالجملہ دعا سے دوا سے نصیحت سے نرمی سے یہ تصور کر کے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لیے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ (مشکوٰۃ عن مسلم)

ترجمہ:...... حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخلاص، صاحب ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمادیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو مقبول فرماتے ہیں جو خالص انہی کے لیے کیا گیا ہو۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔

ترجمہ:...... اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔ (بیان القرآن)

اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سوء میں سے ہو اس کی بات کو بلا تحقیق رد کردینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسقدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق وتکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لیے کہنے والے کی ذات پر حملے کیے جاتے ہیں۔ گو اس کا اہل حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم السلام کی شان ہے اس لیے ان کی لغزشوں ان کی کوتاہیوں ان کے قصوروں کی ذمہ داری انہی پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ہے کہ سزا دیں یا معاف فرمادیں۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں ان شاء اللہ تعالیٰ معاف ہی ہوجاویں گی اس لیے کہ کریم آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہوجائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگزر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جل وعلا کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن وہ بمقتضائے عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا نفرت دلانا، دور رکھنے کی کوشش کرنا، لوگوں کے لیے بددینی کا سبب ہوگا۔ اور ایسا کرنے والوں کے لیے وبال عظیم ہے۔

ناظرین کی خدمت عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری دینی امور میں تقویت اور خیر وبرکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی مِلَاکِ ھٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ یُصِیْبُ بِہٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ عَلَیْکَ بِمَجَالِسِ اَھْلِ الذِّکْرِ الحدیث۔ (مشکوٰۃ ۴۲۵)

ترجمہ:...... کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین ودنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے۔ جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رہا کر۔ اس کی تحقیق بہت ضروری ہے۔ کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں۔ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ (بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقتاً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباع سنت سے جسقدر دور ہو وہ قرب الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اسلیے کہ قاعدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے حتیٰ کہ اس کے کتے سے اس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے۔

اَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ لَيْلىٰ اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارَ وَذَاالْجِدَارَا وَمَا حُبُّ
الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِىْ وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

ترجمہ:...... کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر سے گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہر کے رہنے والے ہیں۔

نماز کی فضیلت کے بیان میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ سب سے اول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقایا چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں طرف کے کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی بھی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کرلینا چاہیئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے۔

یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا نماز میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے وہ نماز ہے۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ و سلمہ رضی اللہ عنہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ عبادہ رضی اللہ عنہ، پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ام فردہ رضی اللہ عنہا سے اول وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مقصد سب کا قریب قریب ہے۔

جماعت کے فضائل میں

’’حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے افضل ہے‘‘

فائدہ: جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت، اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے۔ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں اسکا نفع لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں، دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں آخرت کی تجارت جس میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لیے مصیبت ہے۔ جماعت کی نماز کے لیے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے۔ بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے۔ دکان کے بند کرنے کی بھی دقت کہی جاتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے ان کے ہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہٗ نے کلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ ایمان کی چاشنی اور مزہ پائے وہ کسی انسان سے بے لوث اللہ واسطے محبت کرے۔‘‘ (بیہقی)

پاک میں تعریف فرمائی۔ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ (الآیہ) تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گذر چکا ہے۔ سالم حداد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے۔ جب اذان سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا۔ بے قرار ہو جاتے۔ دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَا مَا دُعَا دَاعِيكُمْ قُمْتُ مُسْرِعاً
مُجِيباً لِمُوْلٰى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ

جب تمہارا منادی (یعنی مؤذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اس کا کوئی مثل نہیں۔

اجیب اذا نادی بسمع وطاعة
وبی نشوط لبیک یامن له الفضل

جب وہ منادی (مؤذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ فضل و بزرگی والے، لبیک یعنی حاضر ہوتا ہوں۔

ویصفرلونی خیفة ومهابة
ویرجع لی عن کل شغل به شغل

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس کی پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے

وحقکم مالذلی غیر ذکرکم
و ذکرسواکم فی فمی قط لا یحلوا

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز لذیذ نہیں معلوم ہوتی، اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

متی یجمع الایام بینی و بینکم
ویفرح مشتاق اذا جمع الشمل

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا، اور مشتاق تو جبھی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فمن شاهدت عینا ه نور جمالکم
یموت اشتیاقاًنحوکم قط لا یسلوا

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا تمہارے اشتیاق میں مر جائے گا۔ کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا۔ (نزہۃ المجالس)

حدیث میں آیا ہے کہ (جو لوگ کثرت سے مسجد میں رہتے ہوں وہ) مسجد کے کھونٹے ہیں۔ فرشتے ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں۔ (حاکم)

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو پچیس درجہ المضاعف ہوتی ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے۔ اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا رہتا ہے''

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر کے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

خشوع خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود ایسی بری طرح پڑھتے ہیں۔ کہ وہ نماز بجائے اس کے کہ ثواب و اجر کا سبب ہو ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ اگر چہ نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے۔ کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت

زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی۔ اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوئی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے مشقت اٹھائے تو اس امر کی کوشش کرنا چاہئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ سکے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں فرماتے ہیں۔

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآءُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ

"نہ حق تعالیٰ کے پاس اس کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے"۔

پس جس درجے کا اخلاص ہوگا اسی درجے کی مقبولیت ہوگی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا، کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اخلاص والوں کے لئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں۔ نیز ان کی دعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص سے۔

نماز کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ "بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں"۔ بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو۔ قضا کردے، دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر مشغول ہو، تیسرا یہ کہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔

فضائل قرآن

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینے میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنیکا ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لئے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا۔ اور روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل وشانہٗ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے۔ اور درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینے میں ہلکا کردے اپنے غلام (وخادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں۔ اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرلو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے۔ اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو، اور آگ سے پناہ مانگو، جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی"۔

شرح اقناع میں علامہ شعرانی سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لئے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں، بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے، اس لئے کہ افطار وسحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے اس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیاطین کے زور سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کے بعد عقل کی اصل سردار چیز لوگوں کیساتھ محبت کرنا ہے۔" (بیہقی)

لقمہ، البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے، حضرت جنید ہمیشہ روزہ رکھتے، لیکن (اللہ والے) دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسے دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت روزہ کی فضیلت سے کم نہیں۔

اور بھی سلف کے ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے۔ مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ.

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کو جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔"

فائدہ: علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے۔ کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا، دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے لیکن غیبت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں۔ یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی۔

اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی مگر تفریحاً تھوڑی سی غیبت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بے کار ہو گیا۔ مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کے لئے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ یَخْرِقْهَا،

(راوه النسائی و ابن ماجه وابن خزیمة و الحاکم وصححه علی شرط البخاری و الفاظهم مختلفة حکاها المنذری فی ترغیب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لئے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

فائدہ: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے۔

ابراہیم بن ادھمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے اور نہ رات کو امام شافعی رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے، اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں جنہوں نے بمطابق وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لئے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں۔ اب بھی کرنے والے موجود ہیں۔ اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانے کے موافق اپنی طاقت قدرت کے موافق نمونہ سلف اب بھی موجود ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتداء کرنے والے اس دور فساد میں بھی موجود ہیں۔ نہ راحت و آرام انہاک عبادت سے مانع ہوتا ہے۔ نہ دنیوی مشاغل سد راہ ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا۔ ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہوگا۔ روزمرہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

حفظ وتلاوت کے آداب وفضائل

(اول): کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے

(دوم): حق سبحانہ وتقدس کی علو شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔

(سوم): دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے

(چہارم): معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گذار دی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ.

ترجمہ: "اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر مغفرت فرما دے تو تو عزت وحکمت والا ہے۔" سعد بن جبیر ﷺ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ

ترجمہ: "او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ"

(پنجم): جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے مثلاً اگر آیت، رحمت زبان پر ہے دل سرور محض بن جائے۔ اور آیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(دفن کے بعد) ایمان دار میت کا پہلا اکرام یہ ہوتا ہے کہ اس کے رخصت کرنے والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔" (بیہقی)

عذاب اگر آ گئی ہے تو دل لرز جائے۔

(ششم): کانوں کو اس قدر متوجہ بنادے کہ گویا حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرمارہے ہیں۔ اور یہ سن رہا ہے حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر شخص پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو تمام مسلمان گنہگار ہیں۔ بلکہ زرکشی سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت و جہالت میں جہاں ہم مسلمانوں میں اور بہت سی دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آواز یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جارہا ہے اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضییع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بددینی کی یہی ایک وباء ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا۔ مگر یہاں ہر ادا مرض ہے۔ اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھنچتا ہے اس لئے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔

فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے"

ایضا لکن حکی. الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلما سکت عنه

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لیے جو کلام مجید سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے۔ لیکن بعض کتب میں یہ روایت او کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے، دونوں کے لیے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقاو اشاعت پر ہی دین کا مدار ہے اس لئے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں۔ البتہ اس کی انواع مختلف ہیں کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے اور ادنی درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے۔ جو سعید بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کیا گیا ہو اپنے سے افضل سمجھے تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلام الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اس کا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کرلیا۔

سہیل تستری فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش بریں کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

"ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اس کو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر"

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا میں دعا مانگنے والوں کے مانگنے سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرینی وغیرہ تقسیم کررہا ہو۔ اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آسکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں اسی موقع پر مذکور ہے کہ میں اس کو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهٗ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ كُلِّهِمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ..

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرماویں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی!

(رواہ احمد والترمذی وقال ہذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ہو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو! باہم ایک دوسرے کی سفارش کیا کرو۔ اسکا اجر خدا سے پاؤ گے (ابن عساکر)

دخول جنت ویسے تو ہر مومن کے لیے ان شاء اللہ ہے ہی، اگر چہ بد اعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو، لیکن حفاظ کے لیے یہ فضیلت ابتداء دخول کے اعتبار سے ہے وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق وفجار ہیں۔ جو مرتکب کبائر کے ہیں اس لئے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ

(مشرکین پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں) دوسری جگہ ارشاد ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ، الایہ۔

(نبی اور مسلمانوں کے لیے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے۔ اس لئے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا۔ جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار ہی کو حافظ بنا دیں۔ کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں، اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظ ہیں۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو پھر اس کو پڑھو اس لئے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اس کو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے یہ سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔''

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اس طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے۔ اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں جو کلام پاک ہے وہ بہر حال مشک ہی ہے۔ اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے۔ لیکن اس کا قلب تو بہر حال اس مشک کو اپنے اندر لیئے ہوئے ہے۔

''عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔''

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ ''خانہ خالی را دیومی گیرد'' اسی طرح جو قلب کلام پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کو ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلام پاک محفوظ نہیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلام مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر وبرکت بڑھ جاتی ہے، ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔

حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ غرض سات دفعہ یہی لفظ کہا یعنی سات مرتبہ اگر نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

''ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے۔ اور اگر باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو یہ ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے''

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے فضائل علم میں جس قدر روایات وارد ہوئیں ہیں۔ ان کا احاطہ بالخصوص اس مختصر میں دشوار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہو گا''

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جاتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی؟

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض نمازوں پر مداومت کرے۔ وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا۔ جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں قانتین میں سے لکھا جائے گا''

''حسن بصریؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبہ سے بچ جائے گا۔ اور جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچ سو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لیے ایک قنطار ہے صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا قنطار کیا ہوتا ہے؟ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)"

"ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف"

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانی کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ خشک ہی پھانک رہے ہو؟ کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے اس لیے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ستو پھانک کر گزر کر لیتا ہوں۔

منصور بن معمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں، دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں"

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی خرچ نہ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو۔ اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے"

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ.

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔"

فائدہ: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے پر کیا تردد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دعاء اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کسی رئیس امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمدللہ بھی پڑھنا چاہیے اس لیے کہ قرآن پاک میں

فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے۔ کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اس کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں۔ اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں۔ کہ تجربہ سے اسمیں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔ چنانچہ سید علی بن میمون مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حموی جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے، سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سید صاحب کی ان پر خصوصی توجہ ہوئی تو ان کو سارے مشاغل درس وتدریس وفتوی وغیرہ سے روک دیا، اور سارا وقت ذکر میں مشغول کردیا، عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کردیا اور شیخ کو ضائع کردیا وغیرہ وغیرہ، کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں سید صاحب نے اس کو بھی منع کردیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہوگیا دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہا تھا۔

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے۔ اسلیے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی۔ ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ نے اللہ جل جلالہ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپکو پکارا کروں ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری دنیا ہی کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو، عرض کی اے میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو

شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا اله الا الله اور استغفار سے ہلاک کیا جب میں نے دیکھا کہ (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے"

فائدہ: لا اله الا الله اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اول فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گزر چکا، اور یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ واپس ہونا پڑتا ہے اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے اسی طرح استغفار کے بارے میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ دلوں کے میل اور زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاق کہتے ہیں۔ کہ جب بندہ اخلاص سے لا اله الا الله کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے۔ (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جاوے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری کوشش بیکار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔

اَفَرَءَ يْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. (سورہ جاثیہ رکوع ۳)

کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی ہے جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے۔ اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے۔ اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا (کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اترتی ہے۔) پس اللہ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہدایت کر سکتا ہے۔ پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (سورہ قصص رکوع پانچ)

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اس کے پاس) ہو، اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے۔ اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے۔ اور اس پر ثواب کا امیدوار بنا رہے اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کرتا ہے تو اس پر توبہ کیونکر کر سکتا ہے اگر کوئی شخص زنا، چوری، وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی امید ہے۔ لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو وہ اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے۔ بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا، لیکن ذکر اذکار، توبہ و استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقے کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلاف سنت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

اعتکاف کے بیان میں

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو منت یا نذر کرنے کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا یا بغیر کسی کام کے موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عادت شریفہ ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔

تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت ہے نہ ایام کی مقدار، جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتّٰی کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کر لے تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں لیکن امام محمد کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے۔ کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔

اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے۔ معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقتاً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا پسیجتا ہے۔ اور اللہ جل شانہٗ کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد ایمان کو ایسے فاسد کرتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔ (کشف الغطاء)

کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں۔

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے
خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے کہ جو شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے اس لئے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ نامرد بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پہ فدا ہوں
یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آخیر عشرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے، لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے۔ اور بیبیوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْرِىْ لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. (مشکوۃ عن ابن ماجہ)

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کیلئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لئے۔“

فائدہ: دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن و سلامتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رکا رہا ان کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔

اللہ اکبر! کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک آدمی عبادت کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔

بہ بہانہ می دہد بہ بہا نمی دہد

مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

فضائل درود شریف

علامہ سخاوی نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہ اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔

ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے۔ وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا۔ جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے۔

ایک اور حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ........ میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے میری یہ درخواست قبول فرمالی۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔ اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ ایک جگہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کے شب میں درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک ایسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر میں متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوۃ وسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا رہے اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ جو فرشتہ قبر

اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک امت کا سلام پہنچاتا رہے۔ اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں آ کر اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کو ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس پر فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بار ہا دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لئے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا اُبْلِغْتُهٗ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ و بسط السخاوی فی تخریجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے۔ میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے''

فائدہ: علامہ سخاوی نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائے اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سنتے ہیں جو شخص دور سے درود بھیجے اس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گذر ہی چکا کہ فرشتے اس پر متعین ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص درود بھیجے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبر اطہر کے قریب درود پڑھے اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابل فخر، قابل عزت، قابل لذت چیز ہے

علامہ سخاوی نے قول بدیع میں سلیمان بن سُحیم سے نقل کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سمجھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔ سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ.

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ انتہی

ہمارے حضرت شیخ المشائخ قطب الارشاد شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب نوادر میں بہت سے مشائخ تصوف اور ابدال کے ذریعے سے حضرت خضر علیہ السلام سے متعدد اعمال نقل کیے ہیں۔ اگر چہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو۔ مبشرات اور منامات ہیں۔ منجملہ ان کے لکھا ہے کہ ابدال میں سے ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل بتا دیجئے جو میں رات میں کیا کروں انہوں نے فرمایا کہ مغرب سے عشاء تک نفلوں میں مشغول رہا کر، کسی شخص سے بات نہ کر، نفلوں کی دو رکعت پر سلام پھیرتا رہا کر، اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھتا رہا کر، عشاء کے بعد بھی بغیر بات کیے اپنے گھر چلا جا، اور وہاں جا کر دو رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور سات مرتبہ قل ھو اللہ نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کر جس میں سات دفعہ استغفار، سات مرتبہ درود شریف اور سات دفعہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.

پھر سجدے سے سر اٹھا کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا اور یہ دعا پڑھ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ يَا اللّٰهُ.

پھر اسی حال میں ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑا ہو اور کھڑے ہو کر پھر یہی دعا پڑھ، پھر دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جا۔ اور سونے تک درود شریف پڑھتا رہ۔ جو شخص یقین اور نیک نیتی کے ساتھ اس عمل پر مداومت کرے گا۔ مرنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور خواب میں دیکھے گا۔

بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت میں گئے، وہاں انبیائے کرام اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ان سے بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس عمل کے بہت سے فضائل ہیں جن کو ہم نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور بھی متعدد عمل اس نوع کے حضرت پیر پیران رحمہ اللہ سے نقل کیے ہیں۔ علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَحْمَدُ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پینتیس مرتبہ لکھے اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے اللہ جل شانہٗ اس کو اطاعت پر قوت فرماتا ہے۔ اور اس کی برکت میں مدد فرماتا ہے۔ اور شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتا ہے اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کثرت سے ہوا کرے۔

تنبیہ:...... خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک غیرت ایمان کا حصہ ہے اور بے غیرتی منافقت کا حصہ ہے اور بے غیرت دیوث (دلہ) ہوتا ہے۔'' (بیہقی)

جانا بڑی سعادت ہے۔لیکن دو امر قابل لحاظ ہیں اول وہ جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے۔حضرت تحریر فرماتے ہیں " جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف نصیب نہیں ہوا اس کے لئے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایہ تسلی اور فی نفسہ ایک نعمت عظمٰی دولت کبریٰ ہے۔اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے ونعم ما قیل

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(ترجمہ) ''کسی نے کیا ہی اچھا کہا کہ یہ سعادت قوت بازو سے حاصل نہیں ہوتی جبتک اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عطاء اور بخشش نہ ہو۔''

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہوگئیں۔البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف وکمال اتباع سنت وغلبہ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لئے اس کے نہ ہونے سے مغموم محزون نہ ہونا چاہیئے۔کہ بعض کے لئے اس میں حکمت ہے رحمت ہے عاشق کو رضائے محبوب سے کام خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب وللہ در من قال

اریدو صاله و یرید هجری
فاترک ما ارید لما یرید

''اور اللہ ہی کے لئے خوبی ہے اس کہنے والے کی کہ جس نے کہا کہ میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے میں اپنی خوشی کو اس کی خوشی کے مقابلے میں چھوڑتا ہوں۔'' (قال العارف شیرازی)

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

ترجمہ: (عارف شیرازی فرماتے ہیں " فراق ووصل کیا ہوتا ہے محبوب کی رضا ڈھونڈ کہ محبوب سے اس کی رضا کے سوا تمنا کرنا ظلم ہے)

یا رب صل و سلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عبادات

جس طرح بعض بنیادی عقائد کو دوسرے عقائد کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے اسی طرح شریعت کے دوسرے شعبوں کے مقابلے میں عبادات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ خدا اور بندے کا تعلق دوسری سب چیزوں کی بہ نسبت عبادات سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح اور درستی میں بھی عبادت کو خاص دخل ہے۔

عبادت سے کیا مراد ہے:

س:......عبادات سے کیا مراد ہے؟

ج:......عبادات سے مراد خاص وہ اعمال ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی ظاہر کرنے کے لیے کرتا ہے۔جس سے اس کا مقصد رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، ذکر وتلاوت اور قربانی جیسے اعمال جو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنی روحانی ترقی کے لیے کیے جاتے ہیں۔

عبادت کی قسمیں

س:......عبادت کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:......عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ایک وہ جن کا تعلق اعضائے ظاہرہ سے ہے۔جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی، تلاوت قرآن پاک، ذکر، درود شریف اور دعاء وغیرہ۔دوسرے وہ جن کا تعلق مال سے ہے جیسے زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی، عشر، وقف، تعمیر مسجد، مدرسہ، خانقاہ، مسافر خانہ، کنواں، پل وغیرہ۔تیسرے وہ جن کا تعلق جسم ومال دونوں سے ہے۔جیسے حج، جہاد۔ان تینوں قسموں کا نام عبادت ہے۔ہم اس حصے میں ان ہی تینوں قسموں کی عبادات کو بیان کریں گے اور چونکہ عبادت میں پاکیزگی کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لیے سب سے پہلے مسائل طہارت کے متعلق بیان کرتے ہیں۔پھر اس کے بعد نماز ودیگر عبادات روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور حج کو بیان کریں گے۔

طہارت

طہارت کی اہمیت:

س:......اسلام میں طہارت کا کیا درجہ ہے؟

ج:......طہارت کا دین اسلام میں بڑا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں توبہ کرنے والوں کو اور خوب پاک رہنے والوں کو۔نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ پاکیزگی و طہارت ایمان کا حصہ ہے۔غرض طہارت کو دین اسلام میں بہت ہی زیادہ اہتمام حاصل ہے۔خصوصاً نماز تو بغیر طہارت حاصل کیے ادا ہی نہیں ہوتی۔جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے کہ لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ یعنی کوئی نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اس لیے نماز سے پہلے اس بات کا پورا پورا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ کپڑوں پر یا بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو۔اگر لگی ہو تو اسے پانی سے دھو کر خوب صاف کر کے پاک کر لیا جائے تا کہ بدن ہر قسم کے میل کچیل بدبو اور گندگی سے پاک ہو۔پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے۔اور ان کے دلوں میں نفرت وحقارت کے جذبات پیدا نہ ہوں اور ساتھ ہی پاکی وصفائی کے اثرات جسم سے قلب تک پہنچیں۔اور انسان دلی طور پر انبساط وخوشی حاصل کر سکے۔دنیاوی

کاموں اور دینی کاموں اور دینی عبادات وامور کو پورے ذوق وشوق اور انہماک سے انجام دے سکے۔ کیونکہ کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے جسم میں جتنی پاکیزگی ہوگی طبیعت میں اتنا ہی سرور ونشاط ہوگا۔ پھر اگر انسان عبادات الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شوق وانہماک خاص طور پر بڑھ جاتا ہے اس لیے نماز کے احکام ومسائل سے قبل شرائط نماز کا بیان کرتے ہیں۔

شرائط نماز:

س:......نماز پڑھنے سے پہلے کن چیزوں کی ضرورت ہے ان کو بیان کیجیے؟

ج:......نماز پڑھنے سے پہلے سات چیزوں کی ضرورت ہے جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی ان چیزوں کو شرائط نماز اور فرض کہتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) بدن کا پاک ہونا۔ (۲) کپڑوں کا پاک ہونا۔

(۳) جگہ کا پاک ہونا۔ (۴) نماز کا وقت ہونا۔

(۵) نیت کرنا۔ (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) ستر چھپانا۔

پاک کرنے کا طریقہ:

س:......کپڑے یا بدن پر ناپاکی لگ جائے تو اسے کس طرح پاک کیا جائے؟

ج:......کپڑے یا بدن پر اگر گاڑھی نجاست لگ جائے۔ جیسے پاخانہ یا خون وغیرہ تو پہلے نجاست لگی ہوئی جگہ کو اسقدر دھوئیں کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے۔ جب تک نجاست دور نہ ہوگی کپڑا ہو یا بدن پاک نہ ہوگا۔ نجاست اگر پہلی بار دھونے سے دور ہو جائے تو اس کے بعد بھی دو مرتبہ دھولیں۔ اگر دو مرتبہ دھونے سے نجاست دور نہ ہو تو پھر ایک مرتبہ اور دھولیں۔ غرض ہر حالت میں تین مرتبہ دھونا بہتر ہے۔ کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی نجاست اگر گاڑھی نہیں بلکہ پتلی ہے جیسے پیشاب ناپاک پانی تو بس تین مرتبہ اچھی طرح دھولیں اور اگر کپڑا ہو تو ہر مرتبہ دھونے کے بعد اسے نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

نجاست کی قسمیں:

س:......نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:......نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نجاست غلیظہ دوسری نجاست خفیفہ۔ نجاست غلیظہ جیسے خون اور آدمی کا پیشاب، منی، شراب، کتے، بلی کا پاخانہ پیشاب، چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی چیز پتلی اور بہنے والی کپڑے یا بدن پر لگ جائے اگر پھیلاؤ میں روپے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے۔ بغیر دھوئے اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ لیکن اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر روپے سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ بغیر اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست غلیظہ گاڑھی چیز لگ جائے یا پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ ہو تو اگر وزن میں ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بے دھوئے جائز نہیں۔

دوسری قسم نجاست خفیفہ ہے۔ جیسے حرام پرندوں کی بیٹ اور جانوروں کا پیشاب۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصے میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے۔ اگر پوری چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ اگر کوئی جگہ گوبر سے لپی ہو یا کوئی جگہ ناپاک ہو۔ اور اس پر بھیگا ہوا ہاتھ پیر یا کپڑا لگ جائے یا وہ جگہ گیلی ہو اور اس ناپاک جگہ کی مٹی، چھوٹ کر ہاتھ یا کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا اور ہاتھ ناپاک ہو جائے گا اگر صرف تری سی معلوم ہو اور مٹی نہ لگے تو ناپاک نہ ہوگا اسی طرح کپڑا ناپاک بھیگا ہوا ہو اس پر دوسرا پاک کپڑا بچھا دیا یا لپیٹ دیا تو اگر اس نجاست کا اثر رنگ وبو کپڑے پر آ جائے یا اتنا تر ہو جائے کہ نچوڑنے سے دو ایک قطرے ٹپکے یا ہاتھ تر ہو جائے تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

س:......نجاست حکمیہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... جب جسم سے پاخانہ، پیشاب خون بہنے والا اور منہ بھر کر قے ہو تو اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اصغر کہتے ہیں اور اگر منی خارج ہوئی ہو یا حیض نفاس جاری ہو تو اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اکبر کہتے ہیں۔

س:......نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کس طرح پاک ہو سکتی ہے؟

ج:......نجاست غلیظہ کے ایک روپیہ کے برابر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی اور وزن میں ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

س:......نجاست خفیفہ کس قدر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی؟

ج:...... کسی عضو یا کسی جوڑ کے چوتھائی حصہ پر نجاست خفیفہ لگ جائے تو نماز نہیں ہوتی مثلاً آستین یا دامن یا کلی یا گریبان کے چوتھائی پر نجاست خفیفہ لگ جانے سے نماز نہ ہوگی یا ہاتھ وران اور پشت و پیٹ وغیرہ کے مربع پر نجاست لگ جائے نیز یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں رکھیے کہ نجاست گاڑھی ہو یا پتلی نچوڑے بغیر دھونے سے پاک کپڑا پاک نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی بار پانی میں ڈبو ڈبو کر کیوں نہ نکالا جائے۔ البتہ نجاست اگر کسی ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا جیسے لحاف، توشک یا چٹائی وغیرہ تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھو کر ٹھہر جائیں جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئیں اور پھر پانی ٹپکنے کے لئے چھوڑ دیں۔ جب پانی ٹپکنا پھر بند ہو جائے تب اسے پھر دھوئیں اس طرح تین بار دھوئیں۔ نماز سے پہلے اس بات کا پوری طرح اطمینان کر لینے کے علاوہ کہ کپڑے اور بدن پاک ہیں یہ بات بھی بہت ضروری ہے

کہ اگر پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو اس سے بھی نماز سے پہلے فراغت حاصل کر کے خوب اچھی طرح استنجا کر لینا چاہیے۔

استنجے کا بیان:

س:......استنجا کرنا سنت ہے یا واجب۔ اور کن کن چیزوں سے استنجا کرنا چاہیے اور کن کن چیزوں سے نہیں؟

ج:...... پانی یا مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرنا سنت ہے۔ اگر پاخانہ یا پیشاب اپنے مقام سے بڑھ کر ادھر ادھر نہ لگا ہو تو پانی سے بھی استنجا کرنا مستحب ہے اور اگر نجاست ادھر ادھر لگ گئی ہو تو استنجا کرنا سنت ہے۔

آج کل مثانے چونکہ کمزور ہو چکے ہیں پیشاب کرنے کے بعد قطرے کے آتے رہنے کا خطرہ رہتا ہے۔ اس لئے مٹی کے ڈھیلے، ٹائلٹ پیپر کے استعمال یا کسی اور صورت سے قطرے کا خطرہ دور کرنا واجب ہے۔ لیکن ہڈی، لید، گوبر، کوئلے، قیمتی کپڑے اور کاغذ وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا سنت ہے۔ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنے میں مرد سردیوں میں ڈھیلا پیچھے سے آگے لائے اور گرمی میں اس کے برعکس اور عورت ہر موسم میں آگے سے پیچھے لے جائے۔

س:......وہ کون کون سے مقامات ہیں جہاں پیشاب و پاخانہ کرنا منع ہے؟

ج:...... کنویں، نہر، حوض، چشمہ، سایہ دار درخت، پھل دار درخت کے نیچے اور عام راستوں میں، مسجد و عید گاہ کے ارد گرد، قبرستان اور جانوروں کے بل وسوراخ میں اور وضو کی جگہ اور غسل خانہ میں پیشاب، پاخانہ نہ کرنا چاہیے مکروہ تحریمی ہے۔

س:...... ننگے سر اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کیسا ہے؟

ج:...... ننگے سر استنجا ہو جاتا ہے مگر مکروہ ہے اور جس انگوٹھی پر آیت یا اسم الٰہی لکھا ہو لے جانا مکروہ ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا عذر نہ چاہئے البتہ بیٹھنے میں درد کمر وغیرہ کی تکلیف ہو تو جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر کے درد کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

س:...... اگر وضو کے بعد استنجا کرنا یاد آئے تو کیا پھر دوبارہ وضو کرنا ہے؟

ج:...... وضو کے بعد استنجا کیا تو اگر عضو کو ڈھیلا کر کے استنجا کیا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر یونہی پانی سے دھویا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

س:...... بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے؟

ج:...... یہ پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ.

اور جب استنجے سے فارغ ہو کر باہر آئے تو یہ پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ.

تنبیہ:...... اگر کوئی شخص کسی کے کپڑے میں اتنی نجاست دیکھے کہ جس سے نماز نہیں ہوتی تو اگر غالباً گمان یہ ہے کہ اس کو کہوں گا تو پانی سے دھولے گا نجاست دور کرے گا تو بتانا واجب ہے ورنہ بتانا واجب نہیں اسی طرح سے کسی کو نیک کام کہنا، اس وقت واجب ہے جب کہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص عمل کرے گا ورنہ فرض واجب نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ مختار یہ ہے کہ چاہے کہے چاہے نہ کہے اسی طرح گناہ کے کام سے منع کرنے میں بھی یہی تفصیل ہے کہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص رک جائے گا اور ضرر نہ پہنچائے گا اور یہ شخص اس سے بڑے گناہ میں خود مبتلا نہ ہو۔ اسی طرح جو شخص خود فاسق ہو مگر ظن غالب ہو کہ اس کے کہنے سے دوسرا آدمی اس کے کہنے پر عمل کرے گا اور گناہ کے کام سے بچے گا تو اس فاسق پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

وضو کا بیان:

س:......وضو کسے کہتے ہیں؟

ج:......وضو اسے کہتے ہیں کہ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پاک برتن میں پاک پانی لے کر پہلے گٹوں تک ہاتھ دھوئے، پھر مسواک کرے پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے پھر تین بار دھوے، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر سر اور کانوں کا مسح کرے پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

وضو کے فرائض

س:......وضو میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:......وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔

(۱) پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک منہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

س:......وضو میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج:......وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔ (۱) نیت کرنا۔ (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا۔ (۴) مسواک کرنا۔

(۵) تین بار کلی کرنا۔ (۶) تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔

(۷) ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ (۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

(۹) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔ (۱۰) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا۔

(۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان دونوں ساتھی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک نعمت جائے تو دوسری نعمت بھی سلب ہو جاتی ہے۔ (شعب الایمان للبیہقیؒ)

(۱۳) پے در پے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھولیا جائے

مستحبات وضو کا بیان

س:......وضو میں کتنی چیزیں مستحب ہیں؟

ج:......وضو میں پانچ چیزیں مستحب ہیں۔

(۱) دائیں طرف سے شروع کرنا بعض علما نے اسے سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی قوی ہے۔(۲) گردن کا مسح کرنا۔(۳) وضو کے کام کو خود کرنا۔(۴) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا۔(۵) پاک اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

آداب وضو کا بیان

س:......وضو کے کتنے آداب ہیں؟

ج:......وضو کے گیارہ آداب ہیں۔

(۱) چھنگلیاں کا سرا بھگو کر کانوں کے سوراخ میں ڈالنا۔(۲) نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔(۳) اعضاء کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا۔(۴) انگوٹھی یا چھلے کو ہلانا۔(۵) دنیا کی باتیں نہ کرنا۔(۶) زور سے پانی منہ پر نہ مارنا۔(۷) زیادہ پانی نہ بہانا۔(۸) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔(۹) وضو کے بعد درود شریف پڑھنا وضو کے بعد کلمہ شہادت اور یہ دعا پڑھنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ.

ترجمہ:...... اے اللہ تو مجھے زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے۔

(۱۱) وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا وغیرہ۔

وہ مواقع جن میں وضو مستحب ہے

س:......وضو کتنی جگہ مستحب ہے؟

ج:......تقریباً اٹھائیس مقامات میں مستحب ہے۔

(۱) جھوٹ۔(۲) غیبت کے بعد۔(۳) قہقہہ کے بعد۔

(۴) شعر خوانی جو حکمت ونعمت سے خالی ہو کے بعد۔

(۵) اونٹ کا گوشت کھا کر۔(۶) گناہ صغیرہ وکبیرہ کے بعد۔

(۷) اختلاف علماء کے نقض وضو کی صورت میں۔ مثلاً پیشاب گاہ کو چھونے اور عورت کو چھونے میں۔ امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا وضو کرلیا جائے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو۔(۸) باوضو رہنا۔

(۹) وضو پر وضو کرنا۔(۱۰) سونے کے بعد۔

(۱۱) میت کے غسل دینے کے وقت۔(۱۲) میت کو اٹھانے کے وقت۔

(۱۳) غسل جنابت سے قبل۔(۱۴) کھانے پینے۔(۱۵) سونے۔

(۱۶) جماع کے وقت۔(۱۷) غصہ کے وقت۔

(۱۸) قرآن پاک کی تلاوت کے وقت۔

(۱۹) حدیث شریف پڑھنے کے وقت۔(۲۰) علم کے درس کے وقت۔

(۲۱) اذان۔(۲۲) اقامت۔(۲۳) نکاح کا خطبہ۔

(۲۴) زیارت روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت۔

(۲۵) وقوف عرفہ کے وقت۔(۲۶) صفا ومروہ کے درمیان سعی کے وقت۔

(۲۷) تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو چھونے کے وقت۔

(۲۸) ذکر کے وقت۔

فضائل مسواک

س:......ذرا مسواک کے فضائل اور اس کا طریقہ بیان فرمادیجئے؟

ج:......بہتر ہے سنیئے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو اور نماز کے ساتھ اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی وہ ۷۰ درجے زائد ہے ثواب میں۔ اس نماز سے جو بغیر مسواک کئے ہوئے پڑھی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے مسواک فرماتے تھے کہ صحابہ فرماتے کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسوڑھے نہ چھل جائیں، سفر کے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، کلام کے وقت، کھانے کے بعد، کلام کے بعد، ہر نماز و وضو کے وقت، سونے کے وقت، سونے سے اٹھنے کے وقت، تلاوت قرآن پاک کے وقت یہ ایسی سنت ہے کہ تمام انبیاء نے اس کو کیا۔

مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے:

اول اوپر دائیں جانب پھر بائیں جانب کرے۔ اسی طرح نیچے کی جانب کرے اور تین تین بار کرے اور ہر بار دھوئے اور احسن یہ ہے کہ اس قدر کرے کہ دانتوں کی زردی اور بدبو ختم ہو جانے کا قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے۔ مسواک کا دائیں ہاتھ میں پکڑنا مستحب ہے اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اور مسواک دانتوں کے عرض میں کرے نہ طول میں۔ مسواک نرم سیدھی ہو بے گرہ ہو چھنگلی کے برابر موٹی ہو۔ ایک بالشت لمبی ہو۔ انار اور بانس کے علاوہ ہر لکڑی کی مسواک درست ہے البتہ افضل پیلو اور زیتون کی ہے۔ عورت کے لئے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا قائم مقام مسواک کے ہے مگر گاہے بگاہے مسواک بھی کرے۔ عورت کو متواتر مسواک کرتے رہنے سے دانتوں کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔

س:......مسواک کرنے میں کچھ فائدے بھی ہیں؟

ج:......مسواک کرنے میں بہت فائدے ہیں۔

(۱) ہر مرض سے شفا سوائے موت کے موت کے وقت کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے۔(۲) منہ کی بدبو دور کرنے والی ہے۔

(۳) مسوڑھوں کو مضبوط کرنے والی ہے۔
(۴) بصارت کو تیز کرنے والی ہے۔ (۵) عمر بڑھانے کا وسیلہ ہے۔
(۶) ہاضم طعام ہے۔ (۷) معدہ کو قوت دینے والی ہے۔
(۸) پل صراط پر چلنے میں آسانی بخشنے والی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔
(۹) دانتوں کو صاف کرتی ہے۔

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

س:......وضو اور تیمم کن چیزوں سے جاتا رہتا ہے؟

ج:...... پیشاب، پاخانہ یا کوئی اور چیز پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے نکلنا پیپ، خون بہنے والا، منہ بھر کر قے کہ روکے سے نہ رکے یا تھوڑی تھوڑی کہ منہ بھر کے برابر ہو۔ سجدہ ورکوع والی نماز میں عاقل بالغ کا قہقہہ لگا کر ہنسنا، نشہ میں بیہوش ودیوانہ ہو جانا، ٹیک لگا کر اس طرح سو جانا کہ اگر ٹیک ہٹادی جائے تو گر پڑے، سجدہ میں یا قعدہ میں بلا ایڑی پر بیٹھے سو جانا ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان ہی چیزوں سے اور پانی پر قادر ہونے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تھوک میں خون معلوم ہو اور تھوک سرخی مائل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ سفیدی یا زردی مائل ہو تو وضو اور تیمم نہ ٹوٹے گا۔ آنکھ دکھتی ہو یا پانی بہا اور آنسو نکلیں یا چھاتی میں درد ہو اور پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

س:...... اگر پیپ اور خون کسی پھنسی پھوڑے سے نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج:...... ہاں اگر پیپ اور خون نکل کر بہہ جائے ایسی جگہ کی طرف جس کا وضو اور غسل میں دھونا فرض ہے تب وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور اگر تھوڑا تھوڑا نکلے اور پونچھ پونچھ ڈالیں تو اگر وہ اس مقدار کو پہنچ جائے کہ نہ پونچھتے تو بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور جونک اتنا خون چوسے کہ اس کو کاٹ دیں تو بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

وہ چیزیں جو وضو میں مکروہ ہیں

س:...... جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں ان کو بیان فرمادیجئے؟

ج:...... بلاضرورت خاص دنیا کی باتیں کرنا، نجس جگہ بیٹھ کر وضو کرنا، مسجد کے اندر بدون برتن سلفچی وغیرہ کے وضو کرنا اور بعذر سلفچی وغیرہ کے مسجد کے اندر وضو درست ہے۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، پانی میں تھوکنا یا سنکنا اگرچہ ماء جاری سے وضو کیا جار ہا ہو چہرہ وغیرہ پر زور سے پانی مارنا، حاجت سے کم یا زیادہ پانی خرچ کرنا یعنی مثل تیل کے وضو کے اعضاء کو چپڑ لینا یا اعضاء وضو کو دو مرتبہ دھونا یا پانی کو زیادہ صرف کرنا کہ تین بار سے زیادہ استعمال کرنا بشرطیکہ عضو خشک نہ رہ گیا ہو۔ اس طرح دھونا کہ زیادہ مقدار پانی زمین پر گرے اور کم حصہ پانی کا اعضاء پر پڑے پانی صرف کرنے میں وضو وغسل کے اندر بعض لوگ سخت بے احتیاطی کرتے ہیں بلکہ وہم وہم میں بے انتہا پانی خرچ کر دیتے ہیں ایسے ہی زمانے اور لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو وضو میں زیادتی اور تجاوز کریں گے اور فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے اور اس کا نام ولہان ہے۔ اے لوگو! پانی کے وسواس سے پرہیز کیجئو۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد یعنی تین پاؤ پانی سے وضو فرماتے تھے اور صاع یعنی ساڑھے تین سیر پانی سے غسل فرماتے تھے یاد رکھو کہ یہ اسراف پانی میں مکروہ تحریمی ہے۔ قریب حرام کے ہے اور وہ پانی اپنے ہی ملک ہو یا سمندر رود نہر سے وضو کرتا ہو اور جو پانی وقف ہو جیسے کہ مدرسوں اور خانقاہوں میں ہوتا ہے اس کا زیادہ خرچ کرنا تو بالاتفاق حرام ہے۔

عزیز من پانی کے اسراف سے پرہیز کرو۔

معذور کے احکام

س:......معذور کسے کہتے ہیں؟

ج:......معذور وہ کہلایا جاتا ہے جس کی نجاست کے جاری رہنے کا عذر ہو مثلاً پیشاب کا قطرہ آتے رہنا۔ ریح کا خارج ہوتے رہنا، پیپ و خون بکثرت نکلتے رہنا، استحاضہ کا ہونا یعنی دس دن حیض یا چالیس دن گزر کر خون کا آتا رہنا۔ ان عذروں میں اتنا وقت نہ ملے کہ بدون ان عذروں کے وقتی نماز ادا کر سکے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اور فرض ونفل اور قضاء سب اس وقت کے رہنے تک پڑھ سکتا ہے جب وقت نکل گیا تو پھر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

موزوں پر مسح کا بیان

س:......پیروں میں پورے چمڑے کے موزے یا چمڑے کا تلا لگے موزے یا خوب موٹے موزے کہ بلا باندھے ایک میل چل سکتے ہوں پہن لیں کیا تب بھی پیروں کا دھونا فرض ہے؟

ج:...... غسل میں تو فرض ہے اور وضو میں ہر وقت فرض نہیں بلکہ حدث کے وقت کامل طہارت پر موزوں کو پہنے ہوئے ہو تب مقیم ایک رات دن تک موزوں پر مسح کرتا ہے اور مسافر تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے۔ جب مدت ختم ہو جائے یا کوئی ایک موزہ اتر جائے ٹخنوں کے نیچے تک یا چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹ جائے تب دونوں پیروں کا دھونا فرض ہوگا اور اگر وضو ہو تو وضو کرنا فرض نہیں صرف پانی دھو کر پہننا کافی ہے اور یہ مدت مقیم اور مسافر پر وضو ٹوٹنے کے وقت سے شروع ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی غصے کو پی جاتا ہے اور غصہ کرنے پر قادر بھی ہوتا ہے خدا اس کے دل کو ایمان سے بھر دیتا ہے۔ (سنن ابی داؤد)

غسل

غسل کی حقیقت:

س:.....غسل کسے کہتے ہیں؟

ج:.....لغت کے لحاظ سے تو غسل کے معنی نہانے کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں سر سے پاؤں تک جسم کے ان تمام حصوں کو دھونے کو غسل کہتے ہیں جن تک پانی پہنچانا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو

س:.....غسل کب فرض ہوتا ہے؟

ج:.....غسل کرنا یوں تو جسم کی صفائی کے لحاظ سے بہر حال ایک اچھا عمل ہے مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی بناء پر شریعت کے نزدیک غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اور جب تک۔ آدمی غسل نہ کرلے ناپاک رہتا ہے وہ صورتیں یہ ہیں۔

☆.....عورت سے صحبت کرنے کے بعد

☆.....سوتے ہوئے احتلام ہونے کے بعد

☆.....جاگتے ہوئے اگر منی شہوت کیساتھ کود کر نکل جائے تو اس کے بعد

☆.....عورت کے حیض بند ہونے کے بعد

☆.....نفاس کا خون بند ہونے کے بعد

غسل کا طریقہ

س:.....غسل کس طرح کیا جائے؟

ج:.....غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول دونوں گٹوں تک ہاتھ دھوئیں۔اس کے بعد استنجا کریں اور بدن پر جس جگہ ناپاکی لگی ہوئی ہو اس کو صاف کریں پھر جس طرح نماز کیلئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کریں اور وضو کرتے وقت خوب منہ بھر کر کلی کریں روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کریں اور ناک میں خوب خیال کے ساتھ پانی چڑھائیں۔ پتھر یا کوئی چوکی یا ایسی پکی زمین پر غسل کرے جہاں سے پانی فوراً بہہ جاتا ہے تو دونوں پاؤں بھی اس غسل کے ساتھ ہی دھولیں ورنہ پاؤں بالکل آخر میں دھوئیں پھر وضو کے بعد تمام بدن کو تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے خوب ملیں۔ صابن ہو تو صابن بھی استعمال کریں اس کے بعد تین مرتبہ سارے بدن پر پانی بہا دیں۔ یہ خیال رہے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔

فرائض غسل

س:.....غسل میں کتنے فرائض ہیں؟

ج:.....غسل میں تین فرائض ہیں۔(۱) منہ بھر کر کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا۔(۳) تمام بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

سنن غسل

س:.....غسل میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج:.....غسل میں پانچ سنتیں ہیں ان کے ادا کرنے سے جواب میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں۔(۱) دونوں ہاتھ ابتداء ہی سے گٹوں تک دھونا۔ (۲) استنجا کرنا، جس جگہ ناپاکی لگی ہو غسل سے پہلے اسے دھونا۔(۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا۔(۴) پہلے وضو کرنا (۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل کے آداب

س:.....غسل کے کچھ آداب بھی ہیں؟

ج:.....جی ہاں غسل کے آداب بھی ہیں وہ یہ کہ غسل کرنے والے کو چاہیے کہ کوئی کپڑا مثلاً لنگی یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر برہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی کی نظر نہ پہنچ سکے نیز برہنہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نہائے۔

۲۔عورت کو ہر حالت میں بیٹھ کر ہی نہانا چاہیے۔

۳۔برہنہ نہانے کی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نہانا درست نہیں۔

۴۔غسل کرتے وقت باتیں کرنا یا گنگنانا وغیرہ مکروہ ہے۔

۵۔اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ پانی نہ پہنچا تھا تو پھر سے پورا غسل کرنا ضروری نہیں صرف اسی جگہ کو دھو لینا کافی ہے اسی طرح اگر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تھا تو صرف اسی کمی کو پورا کر دے دوبارہ غسل کی حاجت نہیں۔

تنبیہ:.....ناپاکی کی حالت میں دل اور زبان سے خدا کا ذکر ہو سکتا ہے لیکن قرآن مجید پڑھنا پڑھانا اور اس کو بغیر جزدان کے ہاتھ لگانا ناجائز ہے اسی طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔

پانی کے احکام

س:.....وضو اور غسل ہر قسم کے پانی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

ج:.....وضو اور غسل صرف ایسے پانی سے درست ہے جس کو پانی کہتے ہیں اگر چہ اس میں کوئی پاک چیز گر کر رنگ و بو و مزہ بدل جائے۔ البتہ اگر کوئی پاک چیز پانی کو گاڑھا کر دے کہ بہہ نہ سکے یا کوئی پاک چیز ڈال کر پکایا گیا ہو اور اس سے مقصود پانی کا صاف کرنا نہ ہو یا کسی درخت یا پھل سے نچوڑ کر نکالا گیا ہو ان سب پانیوں سے وضو اور غسل درست نہیں اور نہ اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے جو وضو اور غسل میں استعمال ہو کر کسی برتن میں جمع ہو گیا ہو کہ ماء مستعمل کہتے ہیں۔

س:.....پانی کبھی ناپاک بھی ہو جاتا ہے اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے؟

ج:...... جو پانی لوٹے، گھڑے، مٹکے یا مشک وغیرہ ظرف میں ہو اس میں کسی ناپاکی کے گرنے اور کسی جاندار کے گر کر مر جانے سے پانی ناپاک ہو جائے گا وہ سب پانی گرا دیا جائے اور ظرف کو پاک کر لیا جائے اس طرح کہ ہر تین مرتبہ دھو کر چھوڑ دیں کہ ٹپکنا بند ہو جائے۔

س:...... برتن میں جاندار چیز گر کر مرے نہیں زندہ نکل آئے تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر برتن پر نجاست لگنے کا ظن غالب نہ ہو اور نہ ایسا جانور ہے جس کا لعاب ناپاک ہے تو اس کے زندہ نکل آنے سے پانی ناپاک رہے گا

جانوروں کا جھوٹا پانی

س:...... وہ حیوانات کون سے ہیں جن کا لعاب ناپاک ہے؟

ج:...... تمام درندے شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، لومڑی، کتے کا لعاب ناپاک ہے اور بلی سانپ، چوہا، چھپکلی اور پرند چیل، کوا، مرغی کا لعاب مکروہ ہے ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

س:...... گھوڑے خچر اور گدھے کا لعاب کیسا ہے؟

ج:...... گدھے اور خچر کا لعاب مشکوک ہے اور گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

س:...... خچر اور گدھے کا جھوٹا پانی ہو اور دوسرا پانی نہ ہو تو کیا اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اور اسی طرح اگر ان پر سوار ہوں اور پسینہ جسم اور کپڑوں کو لگ جائے تو کیا کپڑے اور جسم پاک کریں گے؟

ج:...... جب دوسرا پانی نہ ہو تو گدھے اور خچر کے پانی سے وضو کر لیا جائے اور تیمم بھی کیا جائے خواہ تیمم اول ہو اور وضو بعد میں یا اس کا بالعکس، مگر تیمم بعد میں کرنا بہتر ہے۔ اور ان کا پسینہ بدن یا کپڑوں میں لگ جائے تو نماز ہو جائے گی یہی حکم ہاتھی کے پسینہ کا ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

کنویں کے احکام

س:...... اگر کنویں میں ناپاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:...... کنواں ناپاک ہو جائے گا اگر سب پانی نکالنا ممکن ہو تو سب پانی نکالا جائے اور اگر اس کا سرچشمہ جاری ہے کہ پانی ٹوٹتا ہی نہیں جتنا نکالتے ہیں اتنا ہی آ جاتا ہے تو پانچ سو ڈول نکال دینا کافی ہے۔

س:...... کیا سب پانی نکالنا ہو تو ایک ساتھ نکالیں؟

ج:...... نہیں یہ ضروری نہیں بلکہ اندازہ کر لیا جائے کہ کتنے ڈول پانی ہو گا تھوڑا تھوڑا کر کے اتنے ڈول نکال دیں تب بھی پاک ہو جائے گا مثلاً ہزار ڈول نکالنا ہے تو دو سو ایک مرتبہ نکال دیں پھر شام چار سو نکال دیں کچھ دوسرے دن نکال دیں اس طرح پاک ہو جائے گا۔

س:...... کنویں میں حیوان گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:...... کتا خنزیر گر جائے یا ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے خواہ زندہ نکلے یا مردہ تمام پانی نکالنا ہو گا اور اگر انسان گرے اور اگر زندہ نکل آئے اور جسم پر ناپاکی نہ ہو تو پاک ہے اور ناپاکی لگی ہو تو کنواں ناپاک ہے سب پانی نکالا جائے گا اور اگر انسان کنویں میں مر گیا تو سب پانی نکالا جائے گا۔ ان کے علاوہ کوئی حیوان ایسا ہو کہ جس میں خون بہنے والا ہوتا ہے گر کر مر جائے تو اگر وہ کتے اور انسان کے برابر ہو تو تمام پانی نکالنا ہو گا جیسے بھینس بکری وغیرہ اور اگر اس سے چھوٹا ہو جیسے بلی، مرغی، کبوتر وغیرہ تو اگر پھٹ یا پھول جائے تو سارا پانی نکالنا ہو گا اور نہ پھٹے نہ پھولے تو ساٹھ ڈول نکال دیں اور اگر اس سے بھی چھوٹا جانور ہو جیسے چوہا، چڑیا، گلہری، گرگٹ اور پھٹے یا پھولے نہیں تو تیس ڈول نکال دیں چوہے یا گرگٹ کی دم کٹ کر گر جاوے تو تمام پانی نکالا جائے۔

س:...... جن جانوروں کے اندر خون بہنے والا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ج:...... ان کا پانی میں گر کر مر جانا اور ریزے ریزے ہو جانا پانی کو ناپاک نہیں کرتا۔ جیسے ٹڈی، مینڈک، چھپکلی، کچھوا، مکھی، مچھلی مچھر، کھٹمل البتہ پینے کھانے میں استعمال نہ کرنا چاہیے کہ مضر ہے گو پانی پاک ہے۔

س:...... اگر بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں گر جائے یا جس کا جھوٹا ناپاک ہے وہ تیل، گھی، دودھ میں منہ ڈال دے اس کا کیا حکم ہے؟

ج:...... بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں مر جاوے اسکا حکم یہ ہے کہ تیل، گھی میں اس کے برابر پانی ڈال دیں اور جوش دیں پھر اتار لیں اور ٹھنڈا ہونے کے بعد پانی میں سے تیل گھی کو نتھار لیں۔ پانی پھینک دیں۔ پھر اسی طرح کریں تین مرتبہ ایسا ہی کریں۔ گھی تیل پاک ہو جائے گا۔ البتہ دودھ میں کتا منہ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا۔ اسکے پاک کرنے کی کوئی صورت ممکن نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا مکھن گھی نکالا جائے اور اس کو مثل گھی، تیل کے تین بار پانی ڈال کر پاک کر لیا جائے۔

س:...... اگر جوتا، گیند کنویں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:...... کھال علاوہ خنزیر اور آدمی کی کھال کے دباغت یعنی نمک وغیرہ سے خشک کر لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔ اس کا جوتا بھی پاک ہے۔ لہٰذا اگر جوتا اور گیند پر نجاست لگنے کا گمان غالب نہ ہو تو اس کے گرنے سے پانی پاک رہے گا اور اگر اس پر نجاست کا گمان ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور تمام پانی نکالنا ہو گا۔

س:...... جو چیز کنویں میں گر جائے کیا اس کا نکالنا ضروری ہے؟

ج:...... جی ہاں پانی نکالنے سے پہلے اس چیز کو نکالا جائے۔ البتہ اگر کوشش کے باوجود نہ نکل سکے تو اگر وہ چیز ایسی ہے کہ ناپاک پانی لگنے سے ناپاک ہو گئی تھی جیسے ناپاک گیند، ناپاک جوتا، ناپاک کپڑا وغیرہ تب اس کا نکالنا معاف ہے بس پانی نکال دیں اور اگر وہ چیز خود ناپاک ہے جیسے

مردار جانور چوہا وغیرہ تو جب تک اس کے گل سڑ کر مٹی ہو جانے کا یقین نہ ہوا س وقت تک کنواں پاک نہ ہوگا جب یقین ہو جائے تب تمام پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا

س:......اگر کنویں سے پھٹا پھولا جانور نکلے اور اس کے پانی سے غسل بھی کرتے رہے ہوں تو نماز کب سے لوٹائی جائے۔

ج:......جب سے اس جانور کو دیکھا ہے اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے۔

تیمّم کا بیان

س:......تیمم کسے کہتے ہیں اور کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے؟

ج:...... جب ایک میل تک پانی نہ ملے یا ملے مگر نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو یا پانی موجود ہو مگر اسکو وضو میں خرچ کر دینے سے پیاسا بیقرار ہو جائے گا یا وضو غسل کرنے سے نقصان ہوگا بیمار ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جائے گی غرضیکہ پانی پر قدرت نہ ہو تو اس وقت حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونے کی نیت سے پاک مٹی پر یا مٹی کی بنی ہوئی چیز پر دونوں ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیا جائے۔ پھر دوبارہ ہاتھ مار کر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر پھیر لیا جاوے اسے تیمم کہتے ہیں۔ یہی تیمم وضو کا ہے اور یہی تیمم غسل کا ہے اور تیمم مٹی، ہڑتال، سرمہ ،چونا، قلعی، ریت پر درست ہے حاصل یہ کہ جو نہ آگ میں پگھلے نہ نرم ہو نہ جل کر خاک ہو اس سے تیمم درست ہے جیسے پاک بستروں پر غبار ہو تو اس پر ہاتھ زور سے مار کر تیمم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔

س:......زخم پھوڑا پھنسی ہو کہ پانی نقصان دیتا ہو تو کیا کرے؟

ج:......اتنی جگہ پر پٹی وغیرہ نہ ہو تو تر ہاتھ پھیر لے اگر پھاوا یا پٹی ہو اور کھولنے سے تکلیف ہو، زخم کو نقصان دے تو اس پٹی یا پھاہے پر مسح کر لیا جاوے اور اگر پٹی زخم سے زیادہ حصہ میں ہے اور پٹی کھولنے میں تکلیف یا نقصان نہیں تو پٹی کھول کر زخم یا پھاہے پر مسح کیا جائے اور باقی جگہ کو دھو دے اگر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو اتنی جگہ بلا مسح کئے ہوئے چھوڑ دے۔

س:......اگر ہاتھ میں زخم ہو کہ نہ کوئی برتن پکڑا جا سکتا ہے اور نہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے تو کیا کرے؟

ج:...... کسی دوسرے شخص سے مدد لے کر باقی اعضا کا وضو و غسل کرے اگر کوئی مدد کے لئے نہ ہو تو ہلکے ہلکے ہاتھوں سے تیمم کر کے اور استنجے کے لئے ڈھیلوں سے استنجا کر لینے پر کفایت کرے۔ وسوسے اور وہم میں نہ پڑے اور اگر پانی استنجے کے لئے یا نجاست جسم و کپڑا دھونے کے لائق ہو تو پانی سے استنجا اور کپڑا کا پاک کرے اور وضو کے لئے تیمم کر لیا جائے۔

حیض و نفاس کا بیان

س:......حیض و نفاس کسے کہتے ہیں؟

ج:......حیض اس خون کو کہتے ہیں جو کہ عورت بالغہ کو ہر مہینے آگے کی راہ سے بلا کسی مرض اور بلا کسی حمل کے کم از کم پورے تین دن اور تین راتیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات آئے اور نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو بچہ جننے کے بعد آوے کم دن کی کوئی مدت نہیں اور چالیس دن سے زائد نہیں آتا۔ زمانہ حیض و نفاس میں نمازوں کی قضا نہیں اور روزوں کی قضا ہے اور حیض و نفاس والی عورت اور غسل کی حاجت والا مرد و عورت نہ قرآن شریف چھوئے نہ پڑھے نہ کسی کو پڑھ کر بتا دے۔ البتہ دو دو حروف اور ایک ایک کلمہ الگ الگ ٹھہر ٹھہر کر بتا دے تو درست ہے جیسے الحمد کہہ کر رک جائے جب دوسرا کلمہ کہہ لے تو پھر کہے للہ اسی طرح کاٹ کاٹ کر درست ہے۔ البتہ درود شریف کلمہ شریف، استغفار، یا الحمد شریف بطور دعا کے یا جو دعائیں قرآن شریف میں آتیں ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھا جائے تو درست ہے۔

س:......حیض کس عمر میں آتا ہے؟

ج:......نو برس سے پہلے حیض نہیں آتا اور اکثر پچپن برس کے بعد نہیں آتا البتہ پچپن برس کے بعد آئے تو خون سرخ یا سیاہ ہو تو حیض سمجھا جاوے گا اور اگر زرد یا خاکی ہو تو حیض نہ سمجھا جاوے گا۔

س:......جوان عورت کے لیے کس رنگ کا حیض سمجھا جاوے گا؟

ج:......حیض کی مدت میں سرخ، سیاہ، زرد، خاکی، مٹیالہ کسی رنگ کا ہو سب حیض ہے صرف خالص سفید ہو تو حیض نہیں۔

س:......کیا حیض تین دن تین رات سے ذرا کم بھی ہو تو حیض نہیں؟

ج:......نہیں بلکہ پورے تین دن اور تین رات کا ہونا ضروری ہے مثلاً جمعہ کو سورج نکلنے کے وقت حیض آیا اور پیر کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو یہ حیض نہ کہلایا جائے گا کیونکہ تین دن اور تین رات کا پورا ہونا سورج نکلنے کے وقت ہوتا اور وہ اس سے قبل بند ہو گیا لہٰذا حیض شمار نہ ہوگا۔

س:......اگر دس دن سے زیادہ حیض آئے تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر پہلے ہی حیض آنا شروع ہوا تب تو دس دن حیض کے ہیں اور باقی استحاضہ ہے اور اگر پہلے حیض آ چکا تھا تو اس سے پہلے مہینہ میں جتنے دن آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں۔ باقی استحاضہ ہے۔

س:......اگر تین دن سے کم خون آوے اور پھر پاک رہے اور پھر خون آوے تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر پندرہ دن پاک رہے تو پندرہ دن سے پہلے جو خون تین دن سے کم کم آیا وہ حیض نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم پاک رہے تو اس کا اعتبار نہیں

بلکہ یوں سمجھا جائے کہ شروع سے آخر تک گویا خون آتا رہا۔لہٰذا جو عادت خون آنے کی ہو اتنی مدت حیض کے ہیں باقی استحاضہ ہے اور پہلے پہل تو ایسا ہو تو شروع سے دس دن سے یا پچھلے ماہ عادت کے دن حیض ہے باقی استحاضہ۔

س:......کسی کی عادت مقرر نہ ہو، کسی مہینہ میں چار دن، کسی میں چھ دن اس طرح آئے تب کیا حکم ہے؟

ج:......دس دن یا دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو ایسی عورت کے لیے وہی دن حیض کے ہیں اور دس دن سے زائد آئے تو اس سے پچھلے ماہ میں جتنے دن آیا ہو اتنے دن حیض کے باقی استحاضہ ہیں س: زمانہ حمل میں جو خون آئے وہ کیا حیض نہیں؟

ج:......وہ حیض نہیں اور نہ وہ حیض ہے جو بچہ پیدا ہونے سے قبل خون آئے بلکہ جب تک بچہ نصف ظاہر نہ ہو جاوے اس وقت تک خون کا نکلنا حیض نہیں ہے۔

س: کسی کا حمل گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر کوئی ایک آدھ عضو بن گیا ہو تب تو وہ خون نفاس ہے ورنہ نہیں البتہ تین دن تین رات آئے یا دس دن آئے تو وہ حیض ہے اور دس دن سے زیادہ ہو تو سابق عادت کے موافق حیض ہے۔

س:......نماز حیض کی وجہ سے کب معاف ہے؟

ج:......نماز میں آجائے یا نماز کے اخیر وقت میں آئے اور نماز بھی نہ پڑھی تھی تو نماز معاف ہوگی البتہ اس نفل یا سنت میں حیض آگیا تو قضاء پڑھنا ہوگی۔

س:......ایسے وقت خون بند ہو کہ نماز کا وقت تنگ ہو تو کیا حکم ہے؟

ج:......اگر اتنا وقت ہے کہ جلدی سے غسل کے فرائض ادا کر کے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی گئی تب تو اس وقت کی نماز واجب ہو گی قضاء پڑھنا ہوگی اور اگر وقت اتنا نہیں ہے تو نماز معاف ہو گی قضا نہیں۔مگر یہ اسوقت ہے جب خون دس دن سے کم میں بند ہو اور اگر دس دن دس رات پورے پورے ہو کر بند ہو اور صرف اتنا وقت باقی ہو کہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تب بھی نماز واجب ہو گی اگر چہ غسل کی گنجائش نہ ہو۔

س:......بچہ پیدا ہونے کے وقت کیا نماز معاف ہے؟

ج:......عزیز من یہ سوال بہت کام کا کیا۔مستورات ایسے موقع پر کچھ لحاظ نہیں رکھتیں ہیں سنیے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تب تو نہ پڑھے اور اگر یہ اندیشہ نہیں تو جب تک نصف بچہ نہ ظاہر ہو جاوے اس وقت بھی نماز نہ چھوڑے پڑھ لے خواہ سر کے اشارے سے ہی پڑھ لے اگر نہ پڑھے گی تو گنہگار ہو گی۔

س:......اگر دو بچے پیدا ہوئے تو نفاس کب سے شمار ہو گا؟

ج:......دو بچے پیدا ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچے سے شروع ہو گی۔

س:......کیا حیض کے زمانہ میں شوہر منتفع ہو سکتا ہے؟

ج:......استغفر اللہ ارے میاں منقطع ہونا تو در کنار حیض کے زمانہ میں ناف سے لے کر گھٹنوں تک دیکھنا بھی جائز نہیں ہاں جب دس دن رات تک حیض آئے تو بعد دس دن قبل غسل بھی منقطع ہو سکتا ہے اور اگر دس دن سے قبل خون بند ہو جائے تو بلا غسل کے یا جب تک ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے اس وقت تک منقطع ہونا درست نہیں۔

نماز کا بیان

اسلام کا پہلا ستون نماز ہے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد ہر مسلمان کے لیے سب سے پہلا اور اہم ترین فریضہ نماز کا قائم کرنا ہے۔قرآن کریم میں تقریباً سات سو جگہ نماز کی اہمیت اور تقریباً ننانوے آیتوں میں ترغیب و تاکید مذکور ہے۔ نیز احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی بہت کثرت سے نماز کا بیان آیا ہے مثلاً "میری یاد کے لیے نماز قائم کیجئے۔" (طٰہٰ:۱۴)

"اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہیں"۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

"نماز کو قائم کیجئے اور مشرک لوگوں میں سے نہ ہوئیے وغیرہ وغیرہ۔" (قرآن کریم)

نیز حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب ہو گا۔اگر وہ ٹھیک نکلی تو آئندہ بھی کامیاب و بامراد ہو گا اور اس کی نمازیں خراب نکلیں تو نامراد ہو گا اور خسارہ میں رہے گا۔غرضیکہ قرآن و حدیث نماز کی اہمیت اور تاکید سے بھرے ہوئے ہیں اب ذیل کے اندر نماز کے مسائل و احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ان کو خوب غور سے پڑھیے اور یاد رکھیے۔

اوقات نماز

س:......یہ نمازیں کون کون سے وقت پڑھی جاتی ہیں؟

ج:......(۱) فجر کی نماز صبح صادق یعنی صبح کو ذرا روشنی ہونے کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پہلے تک پڑھی جاتی ہے

(۲) ظہر کی نماز دن ڈھلنے سے دو مثل پہلے تک۔

(۳) عصر کی نماز دو مثل ہونے کے بعد سے سورج کے ڈوبنے کے پہلے تک۔

(۴) مغرب کی نماز سورج کے ڈوبنے کے بعد سے سورج ڈوبنے کی طرف سرخی کے غائب ہونے تک پڑھی جاتی ہے

(۵) عشاء کی نماز سورج ڈوبنے کی طرف سے سرخی غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق ہونے سے پہلے تک پڑھی جاتی ہے۔لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہوجاتا ہے۔

س:......دومثل کا کیا مطلب ہے؟

ج:......اس کا مطلب ہے کہ زوال کے وقت کسی چیز کا سایہ جتنا ہو اس کے علاوہ اس کا دوگنا سایہ جب ہوجائے اس کو دومثل کہتے ہیں۔

س:......صبح صادق کسے کہتے ہیں؟

ج:......سورج نکلنے کی طرف سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے چوڑان میں ایک سفیدی پیدا ہوتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔

مستحب وقتوں کا بیان

س:......کن وقتوں میں نماز پڑھنا بہتر و مستحب ہے؟

ج:......بادل کے دن فجر ظہر مغرب کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا بہتر ہے اور عصر کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور سردی میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے عصر کی نماز معمولی تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور سردی ہو یا گرمی مغرب کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور فجر کی نماز ذرا روشنی ہو جاوے اس وقت پڑھنا مستحب ہے۔

مکروہ وقتوں کا بیان

س:......وہ کون سے اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے؟

ج:......وہ پانچ وقت ہیں طلوع شمس، غروب شمس، بعد نماز فجر بعد نماز عصر مگر نماز فجر اور نماز عصر کے بعد قضاء نماز پڑھنا درست ہے اور جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے سجدہ تلاوت درست ہے البتہ نفل نماز ان وقتوں میں بھی درست نہیں۔لہٰذا بعد نماز فجر صبح کی سنتیں نہ پڑھے البتہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور یہ امید ہو کہ سنتیں پڑھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل جماعت میں شریک ہوجاؤں گا تو ایک طرف جماعت سے کچھ فاصلہ پر سنتیں پڑھ لی جائیں اگر صبح کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آئے تو وہ نماز نہ ہوگی قضاء پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج غروب ہوجاوے تو نماز ہوجائے گی۔

اذان اور تکبیر

س:......اذان کیا چیز ہے؟

ج:......جب نماز کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کو اطلاع کرنے کے لیے کچھ کلمات بلند آواز سے قبلہ رخ ہوکر کہے جاتے ہیں اسے اذان کہتے ہیں۔

س:......وہ کلمات کیا ہیں؟

ج:...... اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ. کہتے وقت دائیں جانب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرتے ہیں اور فجر کی اذان میں بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دوبار کہتے ہیں۔

س:......تکبیر کیا چیز ہے؟

ج:......جب نماز کھڑی ہوتی ہے اس وقت مسجد میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں ان کو جماعت کی اطلاع دینے کے لئے جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کا نام تکبیر ہے اور وہ کلمات وہی ہیں جو اذان کے ہیں۔حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے بعد دوبار قد قامت الصلوٰۃ کہا جاتا ہے۔

س:......کیا وضو کے بغیر تکبیر اذان کہنا درست ہے؟

ج:......اذان کہنا درست ہے مگر عادت کر لینا برا ہے اور بلا وضو کہنا مکروہ ہے اور جنابت کی حالت میں نہ اذان کہے نہ تکبیر کہے۔مکروہ تحریمی ہے اور اذان کا دوبارہ کہنا مستحب ہے مگر تکبیر کا اعادہ نہیں ہے۔اذان نا سمجھ بچہ ومجنوں ومست اور عورت دے تو معتبر نہیں اعادہ کیا جائے۔

س:......کیا اذان کا جواب دینا واجب ہے؟

ج:......بعض نے واجب فرمایا ہے مگر معتمد و ظاہر یہ ہے کہ مستحب ہے اور جواب کا طریقہ یہ ہے کہ جو لفظ موذن کہے وہی سننے والا کہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَحَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے اور صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہے اگر اذان کا جواب ساتھ ساتھ نہ دیا ہو اور زیادہ دیر نہ ہوئی ہو اذان کا جواب دے دے ورنہ نہیں۔مگر جمعہ کے خطبے کی اذان کا جواب نہ دیا جائے۔

س:......کیا اذان میں کوئی شخص موخر لفظ کو پہلے کہہ دے تو اذان کا اعادہ کیا جائے؟

ج:......اذان واقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے لہٰذا اگر موخر لفظ کو پہلے کہہ دیا جائے تو اس سے پہلے لفظ کو کہہ کر پھر اسی موخر لفظ کا اعادہ کافی ہے۔اذان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے۔

س:......اذان کہتے وقت بات یا ذکر تلاوت کر سکتے ہیں؟

ج:......اذان وتکبیر سننے والے کو اذان کے جواب میں مشغول ہونا چاہیے بات نہ کرے اور نہ ذکر وتلاوت میں مشغول ہو اگر تلاوت وذکر کر رہا ہو تو رک جائے اور جواب میں مشغول ہوجائے۔

س:......آپ نے کہا کہ تکبیر کا اعادہ نہیں ہے اور تکبیر مکمر کہہ دے

اور امام کو مصلے پر پہنچنے میں دیر ہو جائے تو کیا تب بھی اعادہ نہیں ہے؟
ج:...... اگر امام دنیوی کام یعنی کھانا پینا وغیرہ میں مشغول ہو پھر مصلے پر آئے تو تکبیر کا اعادہ ہے اور اگر یونہی تھوڑی سی دیر ہو گئی یا سنتیں پڑھ رہا ہو یا صبح کی سنتیں پڑھنے لگا پھر مصلے پر پہنچا تو تکبیر کا اعادہ نہیں ہے۔
س:...... کیا دو مسجدوں میں ایک شخص کو اذان کہنا درست ہے اور تکبیر کس کا حق ہے؟
ج:...... دو مسجدوں میں ایک شخص کا اذان کہنا مکروہ ہے اور جو شخص اذان کہے تکبیر اسی کا حق ہے۔ ہاں وہ باہر چلا جائے یا اس کی اجازت سے دوسرا شخص کہے تو کہہ سکتا ہے اور کئی موذن ایک مسجد میں ایک بار اذان کہہ سکتے ہیں جائز ہے۔
س:...... اذان وتکبیر کس طرح کہے؟
ج:...... اذان مسجد کے حصے سے باہر اونچی جگہ کھڑے ہو کر بلند آواز سے دونوں کانوں میں انگلیاں دے کر قبلہ کی طرف رخ کر کے کہی جائے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جمعہ کی دوسری اذان ممبر کے سامنے مسجد کے اندر مکروہ نہیں ہے۔ بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے پھر دوبارہ کہی جائے۔ اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہنے چاہئیں کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر جلدی جلدی کہی جائے۔
س:...... کیا قضا نمازوں کے لئے بھی اذان ہے؟
ج:...... جی ہاں اگر سب کی کسی وجہ سے قضا ہو جائے تو اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کی جائے اور ایک اذان سب قضا نمازوں کے لئے کافی ہے اگر ایک وقت میں ادا کی جائیں اور ہر نماز کے لئے الگ الگ تکبیر بھی کہی جائے ہاں یہ اولیٰ ہے کہ نماز قضا میں اذان بھی علیحدہ علیحدہ کہی جائے جہاں جمعہ کی نماز کی شرائط پائی جائیں اور وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو تو اس جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے تو اذان وتکبیر کہنا مکروہ ہے اور جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا درست نہیں۔
س:...... اگر اذان وقت آنے سے پہلے دے دی جائے تو کیا اعادہ کرنا چاہیے؟
ج:...... جی ہاں وہ اذان صحیح نہ ہو گی وقت آنے پر پھر کہنا چاہیے۔ خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور وقت کی اور مکبر جس جگہ تکبیر کہنا شروع کرے اسی جگہ ختم کرے۔
س:...... آپ نے اذان وتکبیر کے اس قدر مسائل بیان کئے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موذن قاعدہ کا آدمی سمجھدار ہونا چاہیے؟
ج:...... ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے کیا خوب سوال فرمایا ہے۔ واقعی یہی بات ہے کہ ہر صاحب منصب اپنے اپنے منصب وعہدہ کے مطابق احکام ومسائل اور قانون دین حاصل کرے خواہ بادشاہ وسلاطین ہوں یا امراء وحکام ہوں یا امام ہو یا موذن ہو یا باپ ہو یا شوہر وغیرہ وغیرہ لہٰذا موذن مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہو موذن پرہیز گار اور دیانت دار ہو۔ لوگوں کے حال سے خبردار ہو جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کو متنبہ کرے اگر یہ خوف نہ ہو کہ مجھ کو ایذا دے گا بلند آواز ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں لوگ حساب کتاب میں ہوں گے اور یہ موذنین نور کے ممبر پر خوش وخرم بیٹھے ہوں گے۔
س:...... اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کیا ہے؟
ج:...... وہ دعا یہ ہے:
اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَعَدتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ.

قراءت وغیرہ کا بیان

نماز میں ضروری:

س:...... ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورہ فاتحہ، تشہد، درود، دعائے قنوت کیا کیا ہیں اور کوئی چھوٹی سورت بھی بیان کر دی جائے؟
ثنا یہ ہے: **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ.**
ج:...... تعوذ یہ ہے: **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.**
تسمیہ یہ ہے: **بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.**
سورہ فاتحہ: **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ. اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ. اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ. صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ. غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ. اٰمِیْنَ.**
اور تشہد یہ ہے: **اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَا لطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَ کَا تُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ. اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.**
درود یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.**
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.
اور دعا یہ ہے: **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ.**
اور دعائے قنوت یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ**

نُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَ لَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ.

اور اگر کوئی سورت یاد نہ ہو تو سورۃ فاتحہ کے بعد یہی صورت کافی ہے قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ. اَللّٰہُ الصَّمَدُ. لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ. وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ.

سَتر کا بیان

س:......نماز میں جسم کا کتنا حصہ ڈھانکنا فرض ہے؟

ج:...... مرد کو ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کو بشرطیکہ وہ لونڈی نہ ہو دونوں ہتھیلیوں اور چہرے اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے۔ اور لونڈی کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک اور پیٹھ و پیٹ کا ڈھانکنا فرض ہے اور ان میں سے جسم کے کسی حصہ کا چوتھائی کھل جائے جیسے ران، پنڈلی، سر، پیٹ، پیٹھ، گلا، بال تو نماز نہ ہوگی بشرطیکہ اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار یا اس سے زیادہ سبحان اللہ کہہ سکے اس سے کم دیر کھلا رہا کہ فوراً ڈھک لیا تو نماز ہوگئی۔

س:......اگر کپڑا ناپاک ہو اور پاک کرنے کے لئے پانی نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:...... اگر چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ کپڑا پاک ہو تب تو اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر اس سے کم پاک ہو باقی سب ناپاک ہو تو چاہے اسی سے نماز پڑھے چاہے ننگے ہو کر مگر اسی سے پڑھنا بہتر ہے اور اگر بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے تو بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے۔

قبلہ کا بیان

س:......قبلہ کی طرف منہ کرنا کس طرح ہے؟

ج:...... مکہ معظمہ میں ایک مسجد ہے جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں۔ اس کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا پھر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کئی روز تک بہت زور کی بارش ہوئی کہ تمام مکانات اور پہاڑ غرق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھالیا اب تک چوتھے یا ساتویں آسمان پر اسی خانہ کعبہ کے مقابل موجود ہے۔ پھر اس خانہ کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے بنایا۔ اس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف منہ کرنا کہتے ہیں۔

س:...... جس طرح مشرکین پتھر کے بتوں کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اسی طرح خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہوا پھر اس میں اور اُس میں کیا فرق ہے؟

ج:......فرق یہ ہے کہ مسلمان اس کو پوجتے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے ایک جہت مقرر کرنے کے لیے وہ جانب مقرر کردی گئی ہے۔ اگر خدانخواستہ موجود نہ رہے یا کسی کو اس کا رخ نہ معلوم ہو اور کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ نماز میں خود ہی یا دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی کی حالت میں ادھر گھوم جائے اور باقی نماز پڑھ کر سلام پھیر دے۔ نماز ہوگئی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی پر نماز پڑھتا ہوا چلے تو جس طرف گھوڑی چلتی رہے اور یہ نماز پڑھتا ہے نماز ہو جائے گی۔ حالانکہ گھوڑی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف سے پھرا ہوا ہے۔ بخلاف مشرکوں کے کہ وہ بتوں کو معبود خیال کر کے پوجتے ہیں۔ تو یہ تو بتوں کو معبود بنانا ہوا۔ اس میں اور اُس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

نماز کی نیت کا بیان

س:......نیت کرنا کسے کہتے ہیں؟

ج:...... جس وقت کی نماز پڑھنی ہے اس وقت کا اور ان کا دل میں خیال کرنے کا نام نیت ہے۔ اور زبان سے نام لینا مستحب ہے۔ مثلاً ظہر کی نماز پڑھنا ہے تو یوں کہے۔ نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وقت ظہر کا پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کے پیچھے ہونے کی بھی نیت کرے۔ یعنی یوں کہے کہ پیچھے اس امام کے اور فرض میں وقت کا دل میں متعین کرنا ضروری ہے۔ یعنی یہ نیت دل میں ہو کہ فرض ظہر کے پڑھتا ہوں اگر چہ زبان سے عصر نکلا ہو اور سنت اور نفل میں صرف نماز کی نیت کرنا کافی ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

س:......نماز کیا ہے کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ نے مومن بندہ کو ایک خاص طریق سے پاک ہو کر پانچ وقتوں میں جس طرح اپنی عبادت کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس کو نماز کہتے ہیں۔ طریقہ اس کے پڑھنے کا یہ ہے کہ اول خاص طریق سے پاک ہو کر کھڑے ہو کر نیت کرتے ہیں۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں۔ مرد ناف کے نیچے عورتیں سینہ پر۔ پھر سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھتے ہیں پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پھر الحمد اور کوئی سورت پڑھتے ہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر جھک جاتے ہیں جس کو رکوع کہتے ہیں۔ رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے ہیں۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر ماتھا اور ناک زمین پر ٹیک دیتے ہیں۔ جس کو سجدہ کہتے ہیں۔ اور سجدہ میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ ایک رکعت ہوگئی

اسی طرح جتنی رکعتیں پڑھنی ہوں پڑھتے ہیں مگر بعد کی رکعتوں میں ثناء اور تعوذ نہیں پڑھتے۔ اگر صرف دو فرض رکعتیں پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت پوری کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس کو قعدہ کہتے ہیں۔ اس میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں۔ یعنی دائیں طرف منہ کر کے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں اور اسی طرح بائیں طرف منہ کر کے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور اگر تین یا چار رکعت پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت میں بیٹھ کر صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تین رکعت والی میں تیسری رکعت میں اور چار رکعت والی میں چوتھی رکعت میں بیٹھ کر تشہد ،درود شریف اور دعا پڑھ کر دائیں اور بائیں سلام پھیر دیتے ہیں۔ اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد پڑھنا سنت ہے اور سورت نہیں پڑھتے۔

نماز میں اعضاء کو کہاں کہاں رکھے

س:......نماز میں اعضاء کو کس وقت کہاں رکھنا چاہئے؟

ج:......تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں کی دونوں لو کے مقابل اس طرح رکھو کہ انگلیاں سیدھی ہوں۔ ہتھیلیاں قبلہ کی جانب پھر تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رہے۔ اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقے کے طور پر گٹے کو پکڑلو اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رہیں۔ اور نظر سجدہ کی جگہ رہے قراءت ختم کرنے کے بعد رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر انگلیوں کو خوب کھول کر جما کر رکھے اور سر اور پچھلا حصہ بالکل برابر رہے اور رکوع میں نگاہ قدم پر رہے۔ پھر قومہ میں سیدھا کھڑا ہو کر سجدہ میں جائے اس طرح کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ سجدہ کی جگہ پر دونوں کانوں کے مقابل رکھے دونوں کہنیوں کو پسلیوں اور رانوں سے جدا رکھے اور نہ زمین پر رکھی جائیں۔ نگاہ ناک پر رہے۔ ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہونی چاہئیں۔ سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی، پھر ناک اور ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتا ہوا اٹھے اور سیدھا بیٹھ جائے۔ پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے۔ پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھے دونوں سجدوں کے درمیان جلسے میں ’’رب اغفرلی‘‘ کہے پھر بقیہ نماز کو اسی طرح پوری کرے۔ پھر آخری رکعت قعدہ اخیر میں گود پر نگاہ رکھے اور سلام پھیرتے وقت منفرد (تنہا نماز پڑھ رہا ہو) سلام کے اندر فرشتوں کی نیت کرے اور امام کے مقابل مقتدی دونوں جانب سلام پھیرتے وقت امام کی نیت کرے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے اور قعدہ اور جلسہ میں انگلیاں قبلہ کی طرف اپنے حال پر چھوڑ دے نہ ملائے نہ کھولے۔

قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان تین انگلیوں کا فاصلہ رہے۔ اور جلسہ وقعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھ جائے اور داہنا پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں اور عورت عام باتوں میں مثل مرد کے ہے مگر تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور سجدہ میں اپنی دونوں رانیں پیٹ سے ملا دے اور کہنیوں کو زمین پر رکھے اور قعدہ میں بایاں پاؤں دائیں پاؤں کی طرف نکال دے اور سرین کے بل بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں بچھا دے، اور قیام کی حالت میں ہاتھ سینہ پر باندھے۔

خشوع وخضوع

س:......نماز میں خشوع وخضوع حاصل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟

ج:...... ہر ایک چیز کو نہایت ادب وسکون سے ادا کرے اور خود اپنی طرف سے نماز میں کوئی دوسرا خیال نہ لائے۔ جو معنی نہ جانتا ہو وہ حروف کو صاف صاف ادا کرے کہ اپنے کان میں آواز محسوس ہو۔ اور معنی جاننے والا اس کے ساتھ ساتھ معنی کا خیال رکھ کر قراءت کرے اور اگر خیال بندھ جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

تعداد رکعت

س:......فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھی جاتی ہیں؟

ج:......فجر میں پہلے دو سنت موکدہ پھر دو فرض پڑھے جاتے ہیں۔ ظہر میں پہلے چار سنت موکدہ پھر چار فرض پھر دو سنت موکدہ اور دو نفل پڑھی جاتی ہیں نفلوں کے پڑھنے کا اختیار ہے۔ پڑھنے سے ثواب ہوگا اور نہ پڑھنے سے کچھ عذاب نہ ہوگا۔ حتیٰ الامکان نہ چھوڑے۔ عصر میں پہلے چار سنتیں ہیں جو کہ غیر موکدہ ہیں پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں۔ مغرب میں تین فرض پہلے اور دو سنت موکدہ بعد کو پڑھی جاتی ہیں پھر دو نفل بھی ہیں۔ عشاء میں پہلے چار سنت ہیں مگر ضروری نہیں غیر موکدہ ہیں۔ پھر چار فرض، پھر دو سنت موکدہ پھر دو نفل پھر تین وتر جو کہ واجب ہیں پھر دو نفل پڑھتے ہیں وتر کی نماز میں التحیات کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سورۃ پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور پھر دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور پھر اللہ اکبر کہہ کر اور باقی باتوں کو پورا کر کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں۔

فرائض نماز

س:......نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:...... آٹھ ہیں۔ (۱) نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا۔ (۲) کھڑا ہونا۔ (۳) کوئی اور سورت یا بڑی آیت یا چھوٹی تین آیت پڑھنا۔ (۴) رکوع کرنا۔ (۵) سجدہ کرنا۔ (۶) اخیر رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے۔ (۷) سجدہ میں پیشانی رکھنا فرض ہے۔ اگر مجبوری ہو تو صرف ناک رکھنا کافی ہے۔ (۸) اپنے کسی فعل سے نماز سے باہر نکلنا۔

واجبات نماز

س:......نماز میں کتنی چیزیں واجب ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان ایک جیسے ہوں (الاتحاف)

ج:...... چودہ ہیں (۱) پوری الحمد شریف پڑھنا (۲) سورت ملانا۔ (۳) رکوع کے بعد کھڑا ہونا جس کو قومہ کہتے ہیں۔ (۴) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں۔ (۵) ہر فرض کو ترتیب سے ادا کرنا یعنی پہلے کھڑے ہو کر الحمد پڑھنا پھر سورت ملانا پھر رکوع کرنا پھر کھڑا ہونا پھر سجدہ کرنا۔ (۶) دوسری رکعت پر بیٹھنا۔ (۷) التحیات پڑھنا۔ (۸) دعائے قنوت پڑھنا۔ (۹) السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا۔ (۱۰) ہر چیز کو اطمینان سے ادا کرنا یعنی اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر رکوع سجدہ کرنا اور سجدہ سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ کر سجدہ میں جانا۔ اگر جان کر پورا کھڑا ہوئے بغیر یا پورا بیٹھے بغیر سجدہ کیا تو نماز لوٹانا پڑے گی۔ (۱۱) امام کا مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں اور فجر کی دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھنا اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں مغرب کی آخیر ایک رکعت میں اور عشاء کی آخیر دو رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (۱۲) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا (۱۳) نماز وتر میں قراءت کے لیے تکبیر کہنا۔ (۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

سُنَنِ نماز

س:...... نماز میں کتنی چیزیں سنت ہیں؟

ج:...... گیارہ ہیں۔ (۱) کانوں تک ہاتھ اٹھانا۔ (۲) مرد کا ناف سے نیچے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا۔ (۳) ثناء پڑھنا۔ (۴) الحمد سے پہلے تسمیہ پڑھنا۔ (۵) رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کہنا۔ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا۔ (۶) فرض کی آخیر رکعت میں الحمد پڑھنا۔ (۷) درود شریف پڑھنا۔ (۸) دعا پڑھنا۔ (۹) دوسرا سلام کہنا۔ (۱۰) سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا۔ (۱۱) سجدہ میں ناک رکھنا۔

مُفسِداتِ نماز

س:...... نماز کے اندر کن باتوں کے کرنے سے نماز نہیں ہوتی؟

ج:...... بارہ چیزیں ہیں۔ (۱) قصداً یا بھول کر نماز میں بولنا۔

(۲) نماز میں آہ، اف، ہائے کرنا۔ (۳) جنت دوزخ کو بلا یاد آئے آواز سے رونا۔ (۴) قرآن شریف میں دیکھ کر پڑھنا۔

(۵) کسی کے سلام کا جواب دینا۔ (۶) یا چھینکنے والے کے الحمد کہنے پر یرحمک اللہ کہنا۔ (۷) ذرا سی چیز کا بھی کھا لینا۔ (۸) کسی خوشی کی خبر سے الحمد للہ کہنا یا غم کی خبر سے انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا۔

(۹) اللہ اکبر میں اللہ کے الف کو یا اکبر کی با یا اکبر کے الف کو بڑھا دینا۔ (۱۰) اتنا مڑ جانا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ جاوے۔

(۱۱) عورت یا مرد کا جوڑا باندھنا۔ (۱۲) بچہ کا نماز میں چھاتی سے دودھ پینا۔

مکروہاتِ نماز

س:...... نماز کے اندر کن کن باتوں کے کرنے سے نماز کا ثواب کم ہو جاتا ہے؟

ج:...... کپڑوں یا بدن یا زیور سے کھیلنا۔ دائیں بائیں گردن موڑ کر دیکھنا۔ بلا مجبوری دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر بیٹھنا۔ سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا۔ جاندار تصویر کا سر کے اوپر یا دائیں بائیں ہونا۔ تصویر دار کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ کسی تسبیح کا یا آیت کا انگلیوں کے نشانوں پر گننا۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کر دینا۔ کسی سورت کا مقرر کر لینا۔ کندھے پر رومال یا کوئی اور چیز ڈال کر دونوں کنارے لٹکائے رکھنا۔ صاف کپڑے ہوتے ہوئے میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔ بہت زور کی بھوک یا پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ سجدہ کی جگہ کا ایک بالشت سے زیادہ اونچا ہونا۔ نماز میں کھٹمل مارنا ہاں اگر نماز میں سانپ بچھو آ جائے تو نماز کا توڑ دینا درست ہے۔ پھر سے پڑھ لے۔ اس طرح کوئی نقصان کی بات پیش آ جائے مثلاً نیچے نماز پڑھ رہے تھے ریل چل دی۔ مرغی وغیرہ پر بلی آ گئی۔ کوئی جوتا لے کر چلنے لگا۔ کسی عورت مرد اندھے کو کنویں وغیرہ سے بچانے کے لیے نماز کو توڑ دینا درست ہے۔ ماں یا باپ کسی تکلیف میں پکارے تو فرض نماز نہ توڑیں۔ نفل نماز توڑ دینا درست ہے۔ بشرطیکہ کسی اور طریقے سے ان کو معلوم نہ ہو جائے۔ ہانڈی کا جلنا بشرطیکہ اس کی لاگت ساڑھے چار آنہ ہو۔

قضاء نمازیں

س:...... نماز کو اگر نماز کے وقت نہ پڑھ سکے تو پھر کب پڑھے؟

ج:...... سورج نکلنے اور غروب ہونے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جس کو زوال کہتے ہیں نہ پڑھے۔ باقی جس وقت چاہے پڑھ سکتا ہے۔ البتہ صرف پانچ نمازیں قضاء ہو جائیں تو اگر وقتیہ نماز کا وقت تنگ ہو یا قضاء نماز بھول نہ گیا ہو تو پہلے ترتیب سے پانچوں قضاء نمازیں پڑھ لینا ضروری ہے پھر وقتیہ نماز پڑھے اگر چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضاء ہو گئی ہوں تو پھر جب چاہے پڑھ لے مگر جہاں تک ہو سکے جلدی پڑھ لے موت کی کیا خبر آ جائے اور قضاء صرف فرض اور وتر کی ہے سنت کی نہیں اور اگر صرف وتر کی نماز قضاء ہو گئی ہے اور اگر صبح کے فرض کے لیے وقت تنگ ہو اور وتر بھی نہ بھولا ہو تو پہلے وتر پڑھ لے اگر بلا وتر پڑھے صبح کی نماز پڑھ لی تو صبح کی نہ ہو گی اور اگر عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہا اور تہجد کے وقت وضو کر کے تہجد اور وتر پڑھ لے پھر یاد آیا کہ عشاء کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو صرف عشاء کی قضاء پڑھے وتر اور تہجد نہ پڑھے۔ اگر نمازیں قضاء ہو گئیں ہوں اور ادا نہ کر سکا تو ان نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے ورنہ سخت گناہ ہو گا اور فدیہ ہر نماز کا دو سیر گندم یا اس کی قیمت یا ہر نماز کے عوض دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ لہٰذا

مع وتر چھ نمازوں کا فدیہ بارہ سیر گندم ہے۔ خواہ اتنی گندم دے دے یا اتنے 7
کی قیمت دے دے۔ مگر ایک مسکین کو دو سیر گندم یا اسکی قیمت سے کم نہ دے اور نہ ایک دن میں ایک مسکین کو دوسرے سے زیادہ دے۔

س:...... اگر زیادہ نمازیں قضاء ہوں اور ادا کرنا شروع کر دیا اور پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اب بھی ترتیب سے ادا کرے۔

ج:...... جب تک وہ نمازیں سب ادا نہ ہو جائیں اس وقت تک ترتیب ضروری نہیں ہے۔

س:...... اگر صاحب ترتیب کے لیے وقتی نماز کے ساتھ سب قضاء نمازوں کے ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:...... جس قدر گنجائش ہو اتنی نمازیں ترتیب سے ادا کرے۔ مثلاً عشاء کے فرض و وتر قضاء ہو گئے اور فجر میں صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو وتر اور صبح کے فرض پڑھ لیے جائیں۔

س:...... نماز قضائے عمری کیا ہے؟

ج:...... قضائے عمری اسے کہتے ہیں کہ جو نماز زمانہ بلوغ سے نہیں پڑھی اور پھر خیال ہوا نفس کو ملامت ہوئی اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ مگر پچھلی نمازیں جو چھوٹ گئیں تھیں ان کا اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کیا ہو تو ان کو ادا کرنے کا نام قضائے عمری ہے۔ اور آسان طریقہ یہ ہے کہ بہت غور و سوچ سے معلوم کرے کہ میں نے کب سے نہیں پڑھیں۔ جتنے کو دل کہے کہ اتنے سال کی نہیں پڑھیں بس اتنی ہی لازم ہیں اور ہر نماز کو وقتی نماز کے ساتھ پڑھ لیا جائے۔ اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ جو اتنے سال کی نماز ہے ان میں سے پہلے سال کی صبح کی پہلی نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح دوسرے وقت کی نیت کرے اگر سال مہینہ دن یاد ہو تو اس کا نام لینا ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ فلاں فلاں مہینہ فلاں تاریخ کی صبح کی نماز پڑھتا ہوں۔ اگر بلا دن تاریخ سال متعین کیے ہوئے نماز پڑھ لی تو اگر لوٹانا آسان ہو تو لوٹا لے ورنہ خیر وہی کافی ہے۔ اگر قضاء نماز جماعت سے ادا کی جائے تو جہری نماز کو جہر سے اور سری نماز کو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

س:...... اگر سب نماز قضاء ادا نہیں کر سکا تھا کہ موت آ گئی۔ تو کیا بقیہ نمازوں کا سوال اور سزا کا مستحق ہوگا؟

ج:...... جب اس کی نیت سب نمازوں کو ادا کرنے کی تھی۔ اور موت درمیان میں آ گئی۔ جو کہ غیر اختیاری ہے۔ تو پھر اس کی نیت کی وجہ سے سب کا ادا ہونا ہی شمار ہوگا اور استحقاق عذاب نہ ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ،انما الاعمال بالنیات۔

س:...... کیا قضاء نماز فجر و عصر کے فرض کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں سنا ہے کہ فجر و عصر کے فرض کے بعد کوئی نماز درست نہیں؟

ج:...... فجر و عصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔ قضاء نماز سجدہ تلاوت جنازہ کی نماز یہ سب درست ہیں۔

نمازِ توبہ

س:...... نماز توبہ کیا چیز ہے؟

ج:...... نماز توبہ اسے کہتے ہیں کہ مسلمان سے اچانک اتفاقیہ یا خدانخواستہ قصداً کوئی گناہ ہو جائے تو دو رکعات نفل توبہ کی نیت سے پڑھے۔ اس طرح نیت کرے کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نفل توبہ واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر۔ پھر جس طرح نفل پڑھے جاتے ہیں اسی طرح نفل پڑھ کر ایک تسبیح استغفار کی پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر شرمندگی کے ساتھ معافی کی درخواست کرے۔ خوب گڑگڑائے۔ جب طبیعت میں سکون سا معلوم ہو بس سمجھے میری توبہ قبول ہو گئی۔

س:...... کیا اس طرح توبہ کرنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں چاہے حقوق اللہ نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے کا گناہ ہو یا حقوق العباد کسی کے مال زمین کے مار لینے، تلف کر دینے، چرانے، غصب کرنے کا گناہ ہو؟

ج:...... توبہ کرنے سے وہ گناہ جو حقوق اللہ میں سے ہیں اور ان کے کرنے سے روکا گیا ہے وہ تو بالکل ہی معاف ہو جاتے ہیں سوائے توبہ کے اور کچھ کرنا نہیں ہوتا۔ جیسے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، کسی کو بدنگاہ سے دیکھنا، لوگوں کے سامنے ران گھٹنا کھولنا، مرد کو لنگی پائجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننا، داڑھی مونڈھنا، انگریزی بال رکھنا، عورت کا لہنگا پہننا، جہاں ساڑھی کا عام رواج نہ ہو وہاں ساڑھی کا باندھنا۔ عورت کا ٹخنے کھولنا۔ سر کے بال کھولنا۔ غیر محرم کے سامنے کلائی بازو کھولنا۔ بے پردہ ہونا۔ اور جو حقوق اللہ ایسے ہیں جن کے کرنے کا حکم ہے اور ان کو نہ کیا جیسے نماز روزہ وغیرہ ان کے ترک پر جو گناہ ہوا وہ تو توبہ کرنے سے معاف ہو جائے گا مگر ان کو ادا کرنا پڑے گا۔ اور جو حقوق العباد میں سے ہیں انہیں بھی توبہ کے ساتھ یا ان کو ادا کرنا چاہیئے یا معاف کرایا جائے۔ جیسے امانت میں خیانت کرنا۔ چوری کرنا۔ زمین وغیرہ غصب کرنا۔ قرض ہونا۔

س:...... یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں وظیفہ پڑھنے سے یا فلاں تسبیح پڑھنے سے اسقدر گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... مہربان من بندہ بڑے بڑے گناہوں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے گناہوں میں ہر وقت ملوث ہے۔ اور نیز بندہ کی عبادت ہی کوتاہی سے خالی نہیں۔ تو جو شخص مستحبات نوافل پڑھتا ہے کوئی تسبیح پڑھتا ہے تو اس تسبیح و نفل اور وظیفہ سے جو گناہ صغیرہ ہیں وہ تو بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور عبادت کی کوتاہی کو درگزر کر کے اس عبادت کو کامل بنا دیا جاتا ہے۔ مگر گناہ کبیرہ بغیر توبہ و بلا ارادہ کے ہوئے اور بندوں سے بدون معاف کرائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی ہمارے ساتھ بے ایمانی سے پیش آئے وہ ہماری امت میں نہیں ہے۔ (الطبرانی)

معاف نہیں ہوتے البتہ یہ ممکن ہے کہ بعد توبہ کوئی بہت ہی عبادت گذار اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے خود صاحب حق کو جنت کی نعمتیں انعامات دے کر خوش کر دیں اور معاف کرادیں۔

نفل نماز

س:......نفل نماز کون کون وقت کی ہیں؟

ج:......علاوہ ان نفلوں کے جو پنجگانہ نماز میں بعض وقتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ نفلیں اور ہیں جن کو بزرگ لوگ اکثر پڑھتے ہیں۔ تحیۃ الوضو تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، زوال، اوابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح نفل نماز شروع کر کے توڑ دینے سے قضاء کرنا ہوتا ہے اور قضاء دو رکعت کی لازم ہوتی ہے۔

س:......ان نمازوں کے اوقات بیان کیجئے اور طریقہ بیان فرمائیے؟

ج:......تحیۃ الوضو اسے کہتے ہیں کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھے جائیں۔

تحیۃ المسجد اسے کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعت پڑھی جائیں۔

اشراق اسے کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد اسی جگہ قرآن شریف یا کوئی ذکر وظیفہ پڑھتے ہیں اور جب سورج سوا نیزے کی مقدار اونچا ہو جائے تب دو چار چھ رکعت اشراق کی نیت سے پڑھ لے۔

چاشت اس نماز کو کہتے ہیں کہ جب سورج کچھ زیادہ اونچا ہو جائے۔ تب چاشت کی نیت سے کم از کم دو چار رکعت پڑھ لے اور اگر فرصت نہ ہو تو اشراق کے ساتھ ہی چاشت پڑھ لے۔ تب بھی چاشت کی نماز ہو جائے گی۔ ان نمازوں کا بڑا ثواب ہے۔ ایک عمرہ اور حج کا ثواب ملتا ہے۔

زوال اس نماز کو کہتے ہیں کہ جو زوال سے کچھ قبل کم از کم دو چار رکعت پڑھی جائے۔

اوابین اس نماز کو کہتے ہیں جو مغرب کی سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل کم از کم پڑھی جاتی ہیں۔

تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو آخر شب میں کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ اگر آخر شب میں نہ اٹھ سکے تو عشاء کے بعد وتر سے قبل یا بعد پڑھ لی جائیں تب بھی ثواب قریب تہجد کا ملے گا۔ بہ نسبت دوسری نفلوں کے تہجد کی نفلوں کا بہت بڑا ثواب ہے۔ اور چونکہ بعض حضرات نے تہجد کو سنت موکدہ کہا ہے اس لیے آخر شب میں نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے وقت ہی کم از کم چار رکعت پڑھ لیا کریں۔

صلوٰۃ التسبیح اس نماز کو کہتے ہیں جو تمام عمر میں ایک بار یا ایک سال میں ایک بار یا ایک ہفتہ میں ایک بار پڑھی جاتی ہے اور جس کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء ،سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بعد پندرہ دفعہ یہ تسبیح پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ.

پھر رکوع میں جائے اور رکوع کی تسبیح کہہ کر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر سجدہ میں تسبیح سجدہ کی پڑھ کر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر دوسرے سجدہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے۔ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائے اور یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے پھر کھڑا ہو جائے یہ ایک رکعت ہو گئی۔ اس طرح باقی تینوں رکعتیں پڑھے قیام میں یہ تسبیح پندرہ دفعہ اور باقی جگہ دس دس دفعہ پڑھے۔ دوسری رکعت میں یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر التحیات پڑھی جائے۔ پھر کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں دعا کے بعد یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

س:......کیا نفل نماز میں کوئی خاص سورت پڑھی جائے؟

ج:......جی نہیں، جس طرح دوسری نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح نفل بھی ہیں۔ کسی سورت کا مقرر کرنا مکروہ ہے۔ بعض مشائخ نے کسی مرید کو خاص خاص سورتیں نفل میں بتلا دی تھیں وہ اس کے لیے خاص ضرورت سے خاص وقت تک کے لیے تجویز کر دی تھیں۔ دوسروں نے مخصوص سمجھ لیا۔ جیسا کہ بعض مشائخ نے اپنے بعض ایسے مریدوں کو جن کو ذکر وغیرہ کی فرصت نہ ہوتی تھی یہ تجویز کر دیا کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ **لا اله الا الله** کہہ لیا کرو۔ اب بعض پیروں نے اس کو رسم کر لیا ہے۔

مسافر کی نماز

س:......سفر میں کتنی رکعتیں فرض ہیں؟

ج:......اگر اڑتالیس میل یا چھتیس کوس کا سفر ہو تو راستہ میں چار رکعت والی نماز فرض میں دو رکعت پڑھی جائیں گی اور باقی نماز فرض اسی طرح پڑھی جائیں گی۔ اور سنتوں میں اختیار ہے اگر وقت کی گنجائش دیکھے پڑھ لے ورنہ نہیں اور جہاں جانا تھا وہاں پہنچ گیا تو اگر وہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو چار رکعت والے فرض دو رکعت پڑھے جائیں گے اور اگر سفر میں ظہر یا عصر کی یا عشاء کی نماز قضاء ہو گئی تو چونکہ سفر میں ان وقتوں میں دو فرض پڑھے جاتے ہیں لہٰذا اب سفر میں یا گھر پہنچ کر دو ہی پڑھے جائیں گے۔ اور اگر ٹھہرنے کی نیت نہ کی بلا نیت برسوں ٹھہرا رہا تو قصر ہی پڑھتا رہے۔ اور اگر پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی تو پوری پوری نماز پڑھے اور اڑتالیس میل کا اعتبار اس راستے کا ہے جس راستہ سے سفر کیا۔ خواہ وہ دوسرے راستہ سے قریب ہو۔ جیسے جلال آباد سے مظفر نگر بیس کوس ہے۔ قصر نہیں۔ مگر سہار نپور کے راستہ ریل یا پیدل سے اڑتالیس میل سے زیادہ ہے۔ لہٰذا قصر ہو گا۔

س:......کس وطن میں پوری نماز پڑھی جانی ضروری ہے؟

ج:......وطن تین قسم کے ہوتے ہیں۔ وطن اصلی، وطن اقامت اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان دار آدمی کی تعریف اگر اس کے سامنے کی جاتی ہے تو اس کے دل میں نور ایمان کو ترقی ہوتی ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

وطن سفر۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں جدی طور پر بود و باش رہنا سہنا اہل وعیال ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوں۔ یا کسی جگہ کو اس طرح مقرر کر لیا ہو۔ اور آبائی وطن کو بالکل ترک کر دیا ہو۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن اصلی مکہ معظمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو وطن قرار فرما لیا۔ اسی طرح مثلاً کوئی شخص جلال آباد جو کہ اپنا آبائی وطن ہے چھوڑ کر بھوپال چلا جائے وہاں سکونت اختیار کر لے اور جلال آباد بالکل ترک کر دے کہ مکان جائیداد سب فروخت کر دی یا بطور آمدنی رکھی۔ مگر سکونت ترک کر دی تو اب بھوپال وطن اصلی ہو گیا۔ اور وطن اقامت مقام اپنے وطن اصلی سے اڑتالیس میل یا چھتیس کوس ہو اور وطن سفر وہ ہے کہ جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو اور برسوں ٹھہرا رہے جب یہ سمجھ میں آ گیا تو سنو کہ وطن اصلی کو وطن اصلی باطل کر دیتا ہے۔ یعنی پہلے وطن اصلی میں واپس آئے تو نماز قصر پڑھنا ہو گی۔ جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور وطن اقامت وطن اصلی کو باطل نہیں کرتا۔ یعنی اگر کسی وطن اقامت سے وطن اصلی جائے خواہ تھوڑی دیر ہی کے لیے ہی تب بھی نماز کے وقت پوری نماز لازم ہو گی۔ غرض کہ وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ اور وطن اقامت اور وطن سفر دونوں سے باطل ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی جگہ پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت کی اور وہاں سے دوسری جگہ کا سفر کیا خواہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو یا نہ ہو وہ پہلا وطن اقامت باطل ہو گا۔ پھر اگر وہاں واپس ہو گا تو جب تک مستقل نیت پندرہ دن کی اقامت کی نہ ہو گی قصر کرے گا۔ اگر دو جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو گی کہ پندرہ دن فلاں فلاں جگہ ٹھہروں گا تب بھی قصر ہو گا۔

س:..... کیا اقامت کی نیت کے بعد وطن اقامت سے دوسری جگہ چلا جائے پھر رات کو اسی پہلی جگہ وطن اقامت میں آ جائے تو پوری نماز پڑھے؟

ج:..... اگر دونوں جگہ پندرہ روز گزارنے کی نیت کی ان میں سے ایک جگہ شب کو قیام کی نیت کی تو شب کے ٹھہرنے کی جگہ پوری نماز پڑھے اور اگر ایک جگہ ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور پھر دوسری جگہ چلا گیا تو وہ اب مقیم کے حکم میں نہ رہا مسافر بن گیا۔

س:..... دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے ان میں سے ایک شہر ہے دوسرا اس کے تابع فناء مصر تو کیا حکم ہے؟

ج:..... دونوں جگہ مقیم کا حکم ہے۔ دونوں جگہ پوری نماز پڑھے جیسے مظفر نگر اور سروٹ کہ دس دن مظفر نگر ٹھہرنے کا ارادہ اور پانچ روز سروٹ کا تو دونوں جگہ پوری نماز پڑھی جائے گی۔

س:..... مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا قصر کرے یا امام کی اتباع میں پوری نماز پڑھے۔

ج:..... مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے چاہے ابتداء سے شریک ہوا ہو یا کچھ رکعت چھوٹ جانے کے بعد شریک ہوا ہو۔

س:..... امام مسافر کے پیچھے مقیم مقتدی کیا پوری نماز پڑھیں؟

ج:..... جی ہاں پوری پڑھے۔ امام مسافر کہہ دے کہ میں مسافر ہوں۔ مقتدی اپنی نماز پوری کر لیں لہٰذا مقتدی کھڑے ہو کر بلا فاتحہ پڑھے ہوئے اتنی دیر کھڑے ہو کر جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ ختم ہوتی ہے رکوع میں چلا جائے اسی طرح دوسری رکعت میں کرے۔ اگر مقتدی مقیم مسبوق ہو تو اول گئی ہوئی رکعت دو ہوں یا ایک ہو قراءت کے ساتھ پڑھے۔ پھر باقی رکعت سکوت کے ساتھ ادا کرے۔ مثلاً امام مسافر نے ظہر کی نماز پڑھائی دو رکعت ہو چکی۔ قعدہ میں تھا کہ مقیم مقتدی بنا اب اس مقتدی مقیم کو چاہیئے کہ اول یہ ہو گئی رکعتیں قراءت سے ادا کرے پھر باقی آخری دو رکعت خاموش رہ کر قیام کی حالت میں رکوع کرتا رہے اور اس طرح چار رکعت پوری کر کے سلام پھیر لے۔

س:..... امام مسافر پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:..... نماز کا اعادہ چاہیئے مقتدیوں کو اور مسافر قصداً چار رکعت پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جائے تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہو گا۔ اعادہ کر لے اور اگر بھول کر چار پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جاوے تو سجدہ سہو کر لے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

جماعت کے احکام

س:..... امام کا ذکر بار بار آیا ہے۔ کیا امام کا ہونا اور جماعت سے فرض ادا کرنا ضروری ہے؟

ج:..... جی ہاں! نماز فرض شروع ہی جماعت کے ساتھ ہوئی تھی۔ جو شخص بلا عذر شرعی جماعت ترک کر دے اس کی نماز ناقص ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنا قریب واجب کے ہے۔

س:..... وہ کون سے عذر ہیں جن سے جماعت ترک کرنا جائز ہے؟

ج:..... ترک جماعت کے چودہ عذر ہیں۔ (۱) بقدر ستر کپڑا نہ ہونا۔ (۲) سخت کیچڑ ہونا۔ (۳) سخت بارش ہونا۔ (۴) سخت سردی کہ بیمار ہو جائے یا بیماری بڑھ جانے کا ظن غالب ہو۔ (۵) مال چوری ہونے کا خوف۔ (۶) دشمن کا خوف۔ (۷) قرض خواہ کے تکلیف پہنچانے کا خوف ہو۔ (۸) سخت اندھیرا ہو۔ (۹) رات کو سخت آندھی ہو۔ (۱۰) تیمار داری۔ (۱۱) سخت بھوک ہونا۔ (۱۲) زور سے پیشاب یا پاخانہ معلوم ہونا۔ (۱۳) سفر کا ارادہ اور قافلہ یا ریل کے نکل جانے سے پریشانی۔ (۱۴) ایسی بیماری ہو کہ چل نہ سکے۔

س:..... کیا دوبارہ جماعت کرنا مسجد میں درست ہے؟

ج:..... جس مسجد میں امام یا مؤذن مقرر نہ ہوں اور نہ وہ مسجد محلہ کی ہو تو دوسری مرتبہ جماعت کرنا درست ہے۔ اور جو مسجد محلہ کی ہو اور اس میں

مؤذن اور امام مقرر ہوں اور محلہ کے کچھ لوگ مقررہ طور پر جماعت سے نماز پڑھنے آتے ہوں۔ تو اس میں دوبارہ جماعت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

س:......امام کیسا ہونا چاہیئے اور نماز کس کے پیچھے نہیں ہوتی؟

ج:......سب سے زیادہ مستحق امامت کا وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل سے خوب واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو۔ اور اس قدر قرآن شریف حفظ ہو جتنا کہ مسنون طریقہ سے ہر نماز میں پڑھ سکے۔ پھر وہ شخص جو قراءت کے موافق پڑھتا ہے۔ پھر متقی۔ پھر زیادہ عمر والا۔ پھر خلیق، پھر خوبصورت، پھر شریف، پھر اچھی آواز والا، پھر وہ جو عمدہ لباس پہنتا ہو، پھر وہ جس کا سر سب سے بڑا ہو تناسب کے ساتھ، پھر وہ جس میں زیادہ وصف ہوں وہ اس سے مقدم ہے جس میں اس کی نسبت سے کم وصف ہوں۔ کسی کے گھر نماز پڑھنا ہو تو گھر والا زیادہ مستحق ہے۔ بشرطیکہ بالکل جاہل نہ ہو ورنہ جس کو وہ امام بنائے۔ وہ امام ہونے کا مستحق ہے۔ جس مسجد میں امام مقرر ہو دوسرے کا استحقاق نہیں کہ بدون اس کی اجازت امامت کرے۔ بعد اجازت مضائقہ نہیں۔ حاکم اسلام و سلطان اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو حق امامت کا نہیں۔ فاسق و بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں خدانخواستہ ایسے شخص کے علاوہ دوسرا شخص وہاں نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ مکروہ نہیں یا فاسق و بدعتی قوت والے ہوں کہ ان کو الگ کرنے پر قدرت نہیں۔ فتنہ برپا ہوگا تب بھی مکروہ نہیں مقتدیوں پر کچھ نہیں۔

غلام، گاؤں کا رہنے والا، نابینا، ولدالزنا، بالغ حسین بے داڑھی مونچھ، بے عقل ان کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ غلام، نابینا، ولدالزنا گاؤں کے رہنے والے صاحب علم وفضل اور پاکی کی احتیاط رکھنے والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا گوارا ہو تو پھر مکروہ تنزیہی نہیں۔

امام کو زیادہ بڑی بڑی سورتیں جو مقدار مسنون سے زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی ضروریات وحاجات اور بیماری وضعف و بڑھاپا وغیرہ کا خیال رکھ کر قراءت ورکوع سجدے کرے۔

مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ، رکوع، قومہ، سجدہ وغیرہ ہاں اگر قعدہ اول میں مقتدی کی التحیات باقی ہو تو پوری کر کے کھڑا ہو۔ اس طرح آخری رکعت میں امام سلام پھیر دے اور مقتدیوں کی التحیات ختم نہ ہوئی ہو تو ختم کر کے سلام پھیریں۔

اگر التحیات پڑھ کر مقتدی کھڑا ہوا اور امام رکوع میں چلا جائے تو قیام میں تین بار سبحان اللہ کی مقدار کھڑا ہو کر رکوع میں چلا جائے اور اسی طرح سب ارکان امام کے پیچھے ادا کرتا رہے۔ خواہ امام کو کہیں جا کر پائے۔ یہ بھی اقتداء ہی ہے۔ امام سے پہلے کام کرنا اقتداء کے خلاف ہے۔ اگر تنہا فرض پڑھ لیے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو فجر، مغرب اور عصر کی جماعت میں نہ شریک ہو۔ ظہر اور عشاء میں شریک ہو جائے تو بہتر ہے۔ اور یہ نماز نفل نماز ہوگی۔ اگر کچھ رکعت فرض کی پڑھ لی ہوں پھر جماعت کھڑی ہو تو اگر فجر کی نماز ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کرلیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر مغرب نماز ہے تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے۔ ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔ اور اگر فرض ظہر، عصر اور عشاء کے ہوں اور پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز قطع کر دے۔ اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دو رکعت پوری کر کے تشہد و درود شریف دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر دو رکعتیں پڑھ کر تیسری بھی شروع کر دی تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو سلام پھیر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو چاروں رکعت پوری کر لے اور فجر وعصر ومغرب کی نمازیں پوری کر کے دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہوں۔ ظہر وعشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز قطع کرنا ہو کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر دے اگر نفل نماز یا ظہر کی سنتیں یا قبل جمعہ کی سنتیں شروع کر دی ہوں اور پھر فرض ظہر یا خطبہ شروع ہو جائے تو نفل دو رکعت اور سنت پوری کر لے۔ اگر جماعت ہو رہی ہو تو سنت شروع نہ کرے۔ البتہ فجر کی سنتیں مسجد سے الگ یا ایسی جگہ نہ ہو تو صف سے الگ فرض کے وقت پڑھنا جائز ہیں۔ بشرطیکہ ایک رکعت یا جماعت مل جانے کی امید ہو یا جماعت کا قعدہ مل جائے اگر قدر رکعت نہ ملے تب بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ جس رکعت کا رکوع مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی۔

س:......جماعت کے صحیح ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج:...... بارہ شرطیں ہیں:۔(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) مقتدی کا امام کی اقتداء کی نیت کرنا۔ (۴) امام ومقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا۔ حقیقۃً یا حکماً حقیقۃً جیسے دونوں کا ایک مسجد یا ایک گھر میں کھڑے ہوں اور حکماً جیسے مقتدیوں کا مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا یا گھر کی چھت مسجد سے ملی ہوئی ہو۔ درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو اس پر مقتدی بن کر نماز پڑھنا اور بڑی مسجد میں مقتدی کا اس طرح کھڑا ہونا کہ امام و مقتدی کے درمیان دو صفوں کی جگہ خالی رہ جائے تو یہ مکان متحد نہ ہو جائے گا۔ نماز نہ ہوگی اس طرح پیادے کی اقتداء سوار کے پیچھے سوار کی اقتداء سوار کے پیچھے صحیح نہیں۔ (۵) مقتدی و امام کی نماز کا متحد ہونا مثلاً دونوں آج ہی کے ظہر کی نماز پڑھتے ہوں یا دونوں کل ہی کے ظہر کی قضاء پڑھتے ہوں۔ (۶) امام کی نماز کا صحیح ہونا۔ (۷) مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا۔ اس طرح کہ مقتدی کی ایڑی سے آگے نہ ہو چاہے پنجے آگے ہوں یا نہ

ہوں۔(۸) مقتدی کو امام کے انتقالات مثلاً رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، قعدۂ کا علم ہونا۔ خواہ وہ اپنے امام ومقتدی کی آواز سن کر یا امام ومقتدی کو دیکھ کر۔(۹) مقتدی کے تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کا شریک ہونا۔ خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا امام کے بعد یا امام سے پہلے ادا کرے بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کا شریک ہوجائے۔(۱۰) مقتدی کی حالت امام سے کم یا برابر ہو۔ مثلاً قائم کی نماز قائم اور قعد کے پیچھے درست ہے۔ متوضی کی نماز متیمم کے پیچھے اور موزوں و پٹی پھائے پر مسح کرنے والے کے پیچھے درست ہے۔ نفل پڑھنے والے کی اقتداء فرض واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ کفارہ کے قسم کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے۔ بشرطیکہ دونوں کا عذر ایک ہو۔ دونوں نے ایک ساتھ نذر کی تو ایک کی اقتداء دوسرے کے ساتھ درست ہے۔ عورت و نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔ عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے۔ نابالغ لڑکے کی اقتداء نابالغ لڑکے کے پیچھے درست ہے۔ بالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔ مرد کی اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں۔ اگرچہ مرد نابالغ ہو۔ خنثی کی اقتداء خنثی کے پیچھے درست نہیں۔ بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے کھڑے یا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ صاحب عقل کی اقتداء مجنوں، مست، بے ہوش، کے پیچھے درست نہیں۔ ظاہر غیر معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست نہیں۔ ایک عذر والے کی اقتداء دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں۔ جتنی قراءت سے نماز درست ہوجاتی ہے اس کی نماز اس کے پیچھے جس کو اتنا بھی قرآن شریف یاد نہیں درست نہیں۔ اُمی کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست نہیں۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نماز پڑھانے کی مقدار قرآن شریف یاد والا نہ ہو۔ اُمی کی نماز گونگے کے پیچھے درست نہیں۔ بقدر فرض جسم ڈھانپنے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہیں۔ رکوع وسجدہ کرنے والے کی اقتداء ان سے عاجز ہونے والے کے پیچھے درست نہیں۔ فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ نذر نماز پڑھنے والے اور کفارہ کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔ جس سے حروف صاف ادا نہ ہوسکیں۔ اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں۔ لیکن اگر ایک آدھ حروف میں غلطی ہوجائے کہ صحیح نہ پڑھا گیا تو درست ہے۔(۱۱) امام کا منفرد رہنا ضروری نہ ہونا مثلاً مقتدی مسبوق ہے اس کے پیچھے اقتداء درست نہیں۔ عورت مشتہاۃ بالغ مرد کے برابر آکر کھڑی ہوتو مرد کی نماز درست نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ امام نے اس عورت کی نماز کی نیت کی ہو۔ اور نماز مرد مقتدی اور عورت کی ایک ہی ہو۔ اور تحریمہ میں بھی ایک ہی ہو۔(۱۲) امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا۔ پس مقتدی مدرک اور لاحق کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔

س:......امام کا مقیم ومسافر ہونا معلوم نہ ہوسکے تو کیا کرے؟

ج:......امام شہر یا گاؤں میں نماز پڑھا رہا ہو اور کسی مقتدی کو اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اس نے نماز مسافر کی طرح پڑھائی ہو یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے متعلق سہو کا شبہ ہوا تو مقتدی چار رکعت پوری کرے اور پھر امام کی حالت کی تحقیق کرے۔ اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہوجائے تو نماز صحیح ہوگی اور اگر سہو کا ہونا معلوم ہوا یا کچھ تحقیق نہ کی تو نماز کا پھر پڑھنا واجب ہے۔

اور اگر امام جنگل میں نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اس نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا تو اس صورت میں بھی نماز پوری پڑھ لے اور پھر تحقیق کرنا واجب تو نہیں مگر اچھا ہے اور اگر نہ معلوم کرے تو نماز صحیح ہوگی۔

اور اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں یا جنگل میں پڑھائے اور کسی مقتدی کو اس کے مسافر ہونے کا خیال ہو لیکن امام نے چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو بعد میں تحقیق کرنا واجب نہیں۔ نماز ہوجائے گی اور فجر مغرب میں تو امام اور مقتدی سب برابر ہیں۔ تحقیق کی ضرورت نہیں۔

مریض کی نماز

س:......اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟

ج:......بیٹھ کر پڑھے اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اس طرح پڑھے کہ چت لیٹ جائے پاؤں قبلہ کی طرف کرلے اور رکوع کے لیے ذرا گردن اٹھا دے اور سجدہ کے لیے رکوع سے ذرا زیادہ گردن اٹھائے۔ غرض یہ کہ جب تک گردن سے رکوع، سجدہ کرنے کا اشارہ کرسکتا ہے۔ نماز پڑھنا فرض ہے۔ خواہ چت لیٹ کر جیسا کہ بتایا گیا ہے۔ اور خواہ کروٹ سے اس طرح کہ قبلہ کی طرف کروٹ لے کر منہ قبلہ کی طرف کرلے اور رکوع سجدہ کے لیے گردن سے اشارہ کرے اگر بیمار آدمی کا بستر نجس ہو اور بدلنے میں تکلیف ہو تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔ اگر ایک دن رات سے زیادہ ایسی حالت رہی۔ کہ سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہیں یا ایک دن رات سے زیادہ بے ہوشی رہی تو نماز معاف ہے۔ اچھے ہونے پر اس کی قضاء نہیں۔ اور اگر استنجا کپڑے یا ڈھیلے یا پانی سے نہ کرسکے اور نہ بیوی ہو کہ وہ کرا سکے تو کسی اور کو استنجا کرنا درست نہیں۔ بلا استنجا کیے ہوئے اپنی نماز پڑھ لے جب تک نزعی غرغرہ کی حالت نہ ہو۔ نماز معاف نہیں۔ اگر کھڑا ہوسکتا ہو مگر رکوع سجدہ نہیں ہوسکتا تو بیٹھ کر نماز

پڑھنا بہتر ہے۔ اگر چہ کھڑے ہو کر پڑھنا اور رکوع و سجدہ کے لیے اشارہ کرنا درست ہے۔ اور اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی اور پھر کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔ البتہ سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا ہو اور پھر رکوع سجدہ کرنے کی قوت نماز میں آ جاوے تو اب نماز پھر سے پڑھ لے۔

سجدۂ سہو

س:......اگر نماز میں کچھ غلطی ہو جائے تو کیا کیا جاوے؟

ج:......وہ چیزیں جو نماز میں فرض ہیں ان میں سے کوئی قصداً یا سہواً بالکل چھوٹ گئی تب تو نماز پھر سے پڑھے اور اگر وہ چیزیں جو نماز میں واجب ہیں ان کو قصداً چھوڑ دیا تب بھی نماز پھر سے پڑھنا پڑے گی اور اگر فرض واجب کی ادائیگی میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے یا فرض اور واجب کی باتوں کو چند بار کرنے یا واجب باتیں بھولے سے چھوٹ جائیں یا ایک واجب دوسرے فرض یا واجب کے بعد ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ یعنی آخری رکعت میں التحیات کے بعد سجدہ سہو کر لیا جائے یعنی ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرنے کے بعد التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے نماز ہو جائے گی اگر بھولے سے بلا سلام پھیرے سجدہ سہو کر لیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ اگر سجدہ سہو کے بعد کوئی غلطی قابل سجدہ سہو کے ہو جائے تو پھر سجدہ سہو نہیں۔

س:......اگر قبلہ سے سینہ پھر جائے بعد کو سجدہ سہو کرنا یاد آ جائے تو کیا سجدہ سہو کرنا درست ہے؟

ج:......اگر کوئی ایسی بات جو نماز میں کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بعد سلام پھیرنے کے کر لی جائے تو پھر سجدہ کرنا درست نہیں۔ اب نئے سرے سے نماز پڑھے۔

س:......اگر نماز میں شبہ ہو جائے کہ دو پڑھیں یا تین، تیسری رکعت ہے یا چوتھی، پہلی ہے یا دوسری تو کیا کرنا چاہیے؟

ج:......جس طرف غالب گمان ہو وہی سمجھے اور اسی کے موافق نماز پوری کر لے اور اگر دونوں طرف کا خیال ہو کہ شاید دوسری ہے یا تیسری تو کم سمجھے۔ مگر ہر رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھے۔ شاید یہ تیسری چوتھی رکعت ہو اور پھر کھڑا ہو جاوے اور اس رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے۔ پھر التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

س:......اگر امام پر سجدہ سہو واجب ہو اور کوئی شخص آ کر نماز میں شریک ہوا تو کیا مقتدی مسبوق کی نماز ہو جائے گی؟

ج:......اگر امام نے سجدہ سہو کر لیا تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی خواہ وہ مقتدی امام کے سجدہ سہو کرنے سے قبل شریک ہو یا امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد شریک ہو۔

مدرک، مسبوق، منفرد، اور لاحق کے احکام

س:......مدرک مسبوق لاحق کسے کہتے ہیں اور منفرد کس کو کہا جاتا ہے؟

ج:......مدرک وہ ہے کہ جو کچھ رکعت جانے کے بعد شریک ہو، لاحق وہ ہے جو ابتداء سے شریک تھا درمیان میں حدث پیش آیا۔ وضو کو چلا گیا اور کوئی رکعت چلی گئی۔ منفرد وہ ہے جو تنہا فرض نماز پڑھے۔

س:......مسبوق اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟

ج:......جو رکعت امام کے ساتھ نہ ملے اس کو امام کی نماز ختم کر دینے کے بعد اس طرح ادا کرے کہ جو رکعت امام کے ساتھ بھری پڑھی گئی ان کو پھر بھری پڑھے اور جو خالی گئی اس کو خالی پڑھے۔ اگر کوئی رکعت نہیں ملی آخر میں شریک ہوا تو اب جس طرح شروع سے نماز پڑھی جاتی ہے کھڑے ہو کر اس طرح کل رکعات پڑھ لے اور اگر کوئی رکعت ملی ہے تو قعدہ کے اعتبار سے اس آئندہ رکعت کو دوسری رکعت سمجھے اور قراءت کے اعتبار سے پہلی سمجھے۔ مثلاً ایک رکعت ملی تو اس کو قعدہ کے اعتبار سے ایک رکعت ہو جانا سمجھے اور دوسری رکعت کے لیے التحیات کے واسطے قراءت کر کے بیٹھ جائے۔ پھر کھڑا ہو کر قراءت کرے اور اس رکعت میں نہ بیٹھے یہ تیسری ہے قعدہ کے اعتبار سے اور دوسری ہے قراءت کے اعتبار سے پھر کھڑا ہو کر سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ تیسری رکعت ہے قراءت کے اعتبار سے اور چوتھی ہے قعدہ کے اعتبار سے۔ لہٰذا اب بیٹھ کر تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ نماز ختم ہو گئی خلاصہ یہ کہ جو رکعت امام کے ساتھ بھری پڑھی جائے وہ بھری پڑھے اور جو رکعت خالی پڑھی جائے وہ خالی پڑھے۔

س:......لاحق اپنی نماز کس طرح پڑھے؟

ج:......اول تو یہ بہتر ہے کہ نماز پھر سے شروع کرے چاہے امام فارغ ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو۔ اور اپنے کو مسبوق سمجھے اور مسبوق کی طرح نماز پڑھے ورنہ یہ بھی درست ہے کہ جب حدث ہو جائے تو وضو کرنے چلا جائے اور کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ وضو کر کے جہاں سے گیا تھا وہاں آ جائے یا جہاں موقع ہو وہاں کھڑا ہو جائے اور امام کے ساتھ نماز ادا کرے جب امام سلام پھیر دے تو یہ بھی سلام پھیر دے۔ بشرطیکہ کوئی رکعت امام کے ساتھ نہ گئی ہو اور اگر کوئی رکعت چلی گئی تھی تو گئی ہوئی رکعت کھڑے ہو کر ادا کرے مگر اس میں کچھ نہ پڑھے۔ بس اتنی دیر اندازے سے کھڑا رہے جتنی دیر قراءت ہو سکتی ہے۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے بس اسی طرح اپنی گئی ہوئی رکعت ادا کرے اور جو رکعت حدث سے پہلے امام کے ساتھ پڑھ لی تھی وہ ہو چکیں ان کو نہ پڑھے۔ یہ ہے طریقہ لاحق کی نماز کا۔

عورتوں کی نماز

س:......عورتیں نماز کس طرح ادا کریں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اس بندے کو پسند کرتا ہے جو ایمان دار ہو اور کسی ہنر سے روزی کماتا ہو۔ (الطبرانی)

ج:......عورتوں کے لیے بھی نماز پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو پیچھے بیان کیا گیا ہے۔لیکن چند چیزوں میں مرد وعورت کی نماز میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے۔

۱۔تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

۲۔مردوں کو قیام کے دوران ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں اور عورتوں کو سینہ پر وہ بھی اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر بچھ جائے۔مردوں کی طرح دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا حلقہ بنانا،اور بائیں کلائی کو پکڑنا عورتوں کے لیے ضروری نہیں۔

۳۔مردوں کو رکوع میں انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو پکڑنا چاہیئے۔

۴۔مرد حالت رکوع میں کہنیاں پہلوؤں سے علیحدہ رکھے۔لیکن عورتوں کو کہنیاں پہلو سے ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۵۔مردوں کو سجدے میں پیٹ رانوں سے،اور بازو بغل سے جدا رکھنے کا حکم ہے لیکن عورتوں کو ملائے رکھنا۔عورتوں کی کہنیاں بھی سجدہ کے دوران مردوں کی طرح زمین سے اٹھی ہوئی نہ ہوں بلکہ زمین پر بچھی ہوئی ہوں۔

۶۔مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے رکھتے ہیں مگر عورتوں کو دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں کے بل بیٹھنا چاہیئے۔مردوں کی طرح یہ نہ کریں کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھیں۔

نمازِ جنازہ

س:......نماز جنازہ فرض ہے یا سنت؟

ج:......مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس نماز میں رکوع سجدہ نہیں ہوتا۔چار تکبیریں ہوتی ہیں جو چار رکعت کے قائم مقام ہیں۔

س:......جنازہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار تکبیروں کی نیت کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں یعنی اس طرح نیت کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں چار تکبیروں کی اس جنازہ کی نماز کے لیے۔ثناء واسطے اللہ تعالیٰ اور دُعاء واسطے اس میت کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف پیچھے اس امام کے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لے اور نیت باندھ کر ثناء پڑھے۔ثناء یہ ہے۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاءُ کَ وَ لَااِلٰہَ غَیْرُکَ.

پھر دوسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہے اور درود شریف پڑھے۔درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ وَسَلَّمْتَ وَ بَارَکْتَ وَ رَحِمْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

یا درود ابراہیمی نماز والا پڑھ لے۔پھر تیسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور دعا پڑھے اور پھر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور سلام پھیر دے۔دعا بالغ کی ایک ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور نابالغ لڑکے کی دعا اور ہے اور نابالغ لڑکی کی دعا اور ہے۔

دعا بالغ کی یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَآئِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثٰنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.**

دعا نابالغ لڑکے کی یہ ہے۔**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًاوَاجْعَلْہُ لَنَااَجْراً وَ ذُخْراً وَاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَ مُشَفَّعاً.**

دعا نابالغ لڑکی کی یہ ہے۔**اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطاً وَاجْعَلْھَا لَنَااَجْراً وَ ذُخْراً وَاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَةً وَ مُشَفَّعَةً.**

س:......کیا نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض ہے؟

ج:......نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض نہیں بلکہ یہ فرض کفایہ ہے اگر بعض آدمی ہی پڑھ لیں تو سب گناہ سے بچ گئے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔

س:......اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعائیں وغیرہ یاد نہ ہوں تو کیا کرے؟

ج:...... کھڑے ہو کر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے سبحانک اللھم نماز میں جو پڑھتے ہیں وہ پڑھ لے اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو سبحان اللہ کہہ لے پھر اللہ اکبر کہہ کر درود شریف نماز والا پڑھ لے اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو تین بار سبحان اللہ کہہ لے پھر اللہ اکبر کہے اور دعا پڑھے اگر دعا یاد نہ ہو تو تین بار سبحان اللہ کہہ لے جنازہ کی نماز میں صرف تین چیزیں فرض ہیں۔اول جنازہ کا سامنے ہونا۔دوسرے قیام،تیسرے چار تکبیریں۔

س:......اگر میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیں تو پھر کیا حکم ہے؟

ج:......تین دن کے اندر اندر اس کی قبر پر جا کر نماز پڑھ لینا چاہیئے۔ اگر کسی نے نماز نہ پڑھی تو تمام بستی والے گناہ گار ہوں گے۔لہٰذا جو طریقہ نماز جنازہ کا لکھا گیا ہے اس طرح تین چار آدمی قبر پر نماز پڑھ لیں نہ یاد ہو تو جو دوسرا طریقہ بتا دیا گیا ہے۔اسطرح پڑھ لیں یا قریب کسی جاننے والے کو بلا کر پڑھوا دیں اور نماز یاد کرنا شروع کر دیں۔

س:......کیا جنازہ کی نماز تیمم کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

ج:......اگر یہ گمان غالب ہو کہ وضو کروں گا تو نماز ختم ہو جائے گی تب تیمم کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

س:......اگر کوئی بچہ ایسا پیدا ہو کہ نہ آواز کی نہ سانس دیکھا تو کیا حکم ہے؟

ج:......ایسے بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔البتہ اس کا نام رکھ دیا جاوے اور پاک صاف کر کے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

غسل دینے کا بیان

س:...... غسل دینے اور کفنانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی کو بیری کے پتے ڈال کر گرم کرلیا جائے۔ اور میت کو پاک تختے پر لٹادیں پھر میت کے کپڑے اتار کر ایک پاک کپڑا مرد کے ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ڈال دیں اور عورت کے سینے سے لے کر ٹخنوں تک ڈال دیں۔ پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑے کا ایک تھیلا سا باندھ لے اور دوسرا شخص پانی ڈالتا جائے اور غسل دینے والا موضع استنجا کو پاک کرے۔ اور دیکھ لے کہ نجاست تو نہیں لگی ہوئی ہے اگر ہو تو پہلے ڈھیلے سے استنجا کرائے پھر پانی سے اس کے بعد وضو کرائے اور بجائے کلی کے روئی کے پھوئے سے زبان، منہ کو صاف کردے۔ سر کو خطمی یا صابن سے دھوئے۔ پھر بائیں جانب کروٹ دلا کر سر سے پیر تک تین بار پانی ڈالے اور ہاتھ سے میل وغیرہ صاف کرتے رہیں۔ پھر میت کو بٹھا کر ہلکے سے پیٹ سونتیں۔ اور تھیلا ہاتھ میں باندھ کر استنجے کی جگہ دیکھیں۔ کچھ نجاست نکلے تو ڈھیلے سے صاف کرکے پانی سے دھودیں اور نہ پھر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ پھر کافور گلاب ملا ہوا سر، پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلی، دونوں کہنی، نیچے و گھٹنے پر لگادیا جائے اور داڑھی پر لگادیا جائے اور غسل کے تختے کو اول لوبان کی دھونی دے دی جاوے تو بہتر ہے۔

کفنانے کا طریقہ

س:...... کفنانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کے لیے تین کپڑے ہیں اور عورت کے لیے پانچ کپڑے ہیں۔ مرد کے تین کپڑے یہ ہیں۔ لفافہ، چادر، کرتہ۔ عورت کے پانچ یہ ہیں۔ لفافہ، چادر، کرتہ، سینہ بند، سر بند۔ لفافے کا طول پونے تین گز۔ عرض سوا گز۔ ڈیڑھ گز سر سے پاؤں تک مگر چار گرہ زیادہ۔ چادر اڑھائی گز طول وعرض مثل لفافہ۔ سر سے پاؤں تک لفافے سے چار گرہ کم۔ کرتہ اڑھائی گز یا پونے تین گز کا طول عرض ایک گز کندھے سے نصف پنڈلی تک۔ سینہ بند طول دو گز۔ عرض سوا گز۔ بغل کے نیچے سے پنڈلی تک۔ سر بند ڈیڑھ گز۔ طول عرض بارہ گرہ۔ جہاں تک آ جائے۔ طریقہ یہ ہے کہ جس چار پائی پر میت کو لے جانا ہے اس پر اول لفافہ بچھا دیا جائے اس کے اوپر چادر بچھادی جائے اس کے اوپر کرتہ اس طرح کہ کرتے کا ایک حصہ چادر پر بچھا دیا جائے دوسرا حصہ سمیٹ کر سرہانے رکھ دیا جائے۔ پھر مردے کو اس کرتے پر لٹا دیا جائے اور سرہانے رکھے ہوئے حصے کو سر میں سے نکال کر اس کے جسم پر ڈال دیا جائے۔ پھر چادر کا بایاں پلہ لوٹ کر اس پر دایاں پلہ لوٹ دیا جائے اسطرح پھر لفافہ کو کر دیا جائے اور کتر سے سرہانے و پاؤں کی جانب کو باندھ دیا جائے سینہ بند سے عورت کی چھاتی لپیٹ دی جاویں۔ سر بند سر کے بال دو حصہ کرکے سر بند میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینے پر رکھے جائیں۔

دفن کا طریقہ

س:...... دفن کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... قبر میں قبلہ رخ کروٹ سے رکھیں۔ سر اور پاؤں کی جانب کے بند کھول دیں پھر تختے یا کچی اینٹ سے بغلی کا منہ بند کردیں اگر صرف لحد ہو تو تختوں سے پاٹ دیا جائے اور کوہان نما مٹی ڈال کر قبر مکمل کردی جائے۔ اور اوپر کچھ پانی چھڑک دیا جائے۔ پھر حاضرین کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھیں۔ ہاتھ اٹھائے ہوئے اس طرح کہ دس گیارہ بار یا تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار سورۂ فلق اور تین بار سورۂ الناس تین بار سورۂ کوثر تین بار سورۂ کافرون۔ تین بار الحمد شریف تین بار درود شریف پھر اس کا ثواب اول حضور پر نور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر انبیاء علیہم السلام کو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر اس میت کو بخش دیں۔ اور بہتر ہے کہ ایک شخص سرہانے کھڑا ہو کر سورۂ بقرہ کے شروع الم سے مفلحون تک اور دوسرا شخص سورۂ بقرہ کے آخر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ تک پڑھ دے پھر چلے آئیں۔

دفن کے بعد کی دعا

س:...... آپ نے فرمایا کہ قبرستان میں فاتحہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں یہ نئی بات کیسی۔ ہم ہمیشہ اپنے بڑوں کو دیکھتے چلے آئے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے رہے؟

ج:...... جی ہاں جس بات کا علم نہیں ہوتا اور عمل میں ایک زمانہ سے صحیح طریقہ کے خلاف دیکھنا ہوتا ہے اور پھر جاننے والا اس عمل پر روک ٹوک کرتا ہے تو وہ بات نئی ہی معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ وہ بات عادت کے خلاف ہوتی ہے اور نیز چونکہ ایسی بات کو دین کی بات ہی سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے گرانی ہوتی ہے اور ترک کرنے کو دل گوارہ نہیں کرتا سو عزیز من یہ من مانی بات اور طبعی خال ہوا شرعی اور عقلی کام نہ ہوا۔ میں نظیر پیش کرتا ہوں غور سے سنیئے۔ جس وقت ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اہل مکہ کعبۃ اللہ شریف کا طواف مرد وعورت سب مل کر کرتے ہیں اور مرد ننگے ہوتے ہیں اور عورتیں ذرا سا کپڑا مثل لنگوٹی باندھے ہوتی ہیں اور جانور قربانی کرکے اس کے خون سے بیت اللہ شریف کی دیوار پر چھاپہ مار دیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسانیت سے گذری ہوئی حیا سوز حرکتیں کیسی اول تو خود ننگا ہونا ہی کیا کچھ بدترین فعل ہے اور عورتوں کے سامنے یہ حالت تو چوپایوں کے مانند ہے اور بیت اللہ شریف جو نہایت متبرک پاک چیز ہے اس کو اپنے ہاتھ سے خون کے چھاپے مار مار کر ناپاک کرتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے۔ (ابن ماجہ)

ہوتو اس پر مشرکین عرب کہنے لگے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس میں کوئی برائی کی بات ہوتی تو ہمارے پہلے بزرگ بڑے بوڑھے ایسا کیوں کرتے۔ ہمیشہ سے اسی طرح چلا آیا ہے آپ آج نئی بات بزرگوں باپ دادا کے خلاف کہتے ہیں۔ یہ نئی بات کیسی۔ تو ذرا غور کیجئے کہ ان اہل عرب کو عادت سابقہ باوجود خلاف عقل ہونے کے محض آبائی باپ دادا کی رواج دی ہوئی کا کتنا خیال ہوا بلکہ عمدہ ہونا معلوم ہوا۔ ایک پیغمبر کے بتانے پر بھی وہی اپنی رسمی بات پر جمے رہے اور اس کی برائی کے بجائے بھلائی گناہ کے بجائے ثواب ونیکی نظر آنے لگی۔ اسی طرح آج ہمارا حال ہے۔ ہم بہت سے کام نیکی بربادگناہ لازم کے کررہے ہیں۔ مگر چونکہ باپ دادا کے رسمی رواجی کام ہی طبیعتیں عادی ہوگئی ہیں اور ان کاموں کو نیکی کا کام بھی سمجھ بیٹھے ہیں اس لیے حضرات علماء نائبین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سمجھانے پر بھی یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ نئی بات کیسی؟ ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ کیا آپ ہی نئے مولوی پیدا ہوئے ہیں۔ پہلے مولوی نہ تھے اس کا جواب عزیز من وہی ہے جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کو دیا تھا۔ یہ بات ہمیشہ سے چلی آرہی ہے اور دین تو ثواب کی چیز ہے تو محض اس کہنے سے کیا ہوتا ہے کہ ہمیشہ سے باپ دادا سے چلی آرہی ہے اس کے لیے تو نبیوں کا ارشاد اور ان پر جو کتابیں نازل ہوئیں تھیں ان کا حوالہ دے کر ثابت کرو کہ یہ ننگا ہوکر طواف کرنا خون کا چھاپا مارنا نیکی کی بات ہے۔ ثواب ہے۔ دین میں داخل ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس کہنے سے کام نہیں چلتا کہ باپ دادا سے یہ بات چلی آرہی ہے یاد رکھیے کہ ہر دینی کام کے لیے دین کی کتاب سے ثابت کرنا ہوتا ہے۔ تو یہ طریقے دینی کتابوں سے کہیں ثابت نہیں اسی طرح فاتحہ پڑھنا بھی ہے کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر نہ پڑھنا چاہیے کہ اس طرح کفار کو یہ شبہ وہم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے دیوتاؤں سے مانگتے ہیں یہ مسلمان بھی ان قبر والوں سے ہاتھ پسار کر مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا اس سے منع کردیا گیا۔

نماز جمعہ کا بیان

س:...... جمعہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور کس بستی میں کس پر پڑھنا فرض ہے؟

ج:...... جمعہ کی نماز کا وقت تو وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں اور اس سے پہلے چار رکعت سنت ہیں پھر چھ رکعت سنت ہیں۔ جن میں دوسنتیں مؤکدہ نہیں ہیں۔ چار رکعت مؤکدہ ہیں۔ ان دوسنتوں کے بعد دو رکعت نفل ہیں۔ اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ نیز جمعہ کے فرض سے پہلے خطبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر بلا خطبہ کے نماز پڑھ لی گئی تو نماز نہ ہوگی اور مرد، آزاد، بالغ، عاقل، بینا، مقیم، تندرست پر جمعہ فرض ہے۔ شہر اور قصبہ اور اس جگہ کو جس سے شہر کی کچھ ضروریات متعلق ہوں مثلاً دفن ہونا، فوجی چھاؤنی ہونا، جس کو فناء شہر کہتے ہیں۔ ان تین جگہوں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ادا ہوتی ہے۔ پس اگر اس جگہ جس کو لوگ گاؤں سمجھتے ہوں وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی۔ اگر وہاں گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جائے گی تو ظہر کی نماز ان کے ذمہ باقی رہ جائے گی۔ رہی یہ بات کہ جمعہ کی بھی پڑھ لیں اور ظہر کی بھی پڑھ لیں جس کو بعض لوگ احتیاط الظہر کے نام سے پڑھ لیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جمعہ کی نماز ہوگئی تو پھر احتیاط الظہر کی کیا ضرورت اور اگر نہیں ہوئی تو پڑھنے سے کیا نفع ہوگا۔ اگر کہا جاوے کہ نفل میں شمار ہوکر ثواب مل جائے گا سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس نماز کے نفل ہوجانے کا خیال ہے تو نفل نماز میں چھ آدمیوں سے زیادہ جماعت مکروہ ہے۔ نیز نفل نماز کے لئے اتنا اہتمام اور جب خطبہ بھی پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ ہی کا قصد ہے اور جمعہ گاؤں میں درست نہیں۔ پھر جو کام کرنا درست نہیں اس کو کرنا کس ثواب میں داخل ہو سکتا ہے۔ جب جدہ اور بمبئی حتی کہ مدینہ منورہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر حج کرنے سے حج نہیں ہوتا حالانکہ نہ کرنے سے کرنا تو اچھا ہے تو گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنے سے پڑھنا کیوں اچھا ہوگیا۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کا رواج عام سا ہوجایا کرتا ہے اس کی برائی ذہن میں آتی نہیں۔ کوئی کیسا ہی سمجھائے بس یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو پہلے سے ہوتا آرہا ہے کیا پہلے علماء نہ تھے۔ حالانکہ پہلے علماء بھی آج کے علماء کی طرح کہتے تھے مگر جس طرح اب نہیں مانتے اسی طرح پہلے بھی نہ مانا نہ چھوڑا۔ اسی لئے اب تک وہی بات ہوتی چلی آرہی ہے گو ان پہلی پرانی رسموں میں بہت کمی ہوگئی ہے غرضیکہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں جنگل میں درست نہیں، شہر اور فناء شہر اور جس کو عرف عام میں قصبہ کہہ سکیں ان تین جگہوں میں جمعہ جائز ودرست ہے اگرچہ ان جگہوں میں امام کے علاوہ تین ہی مرد بالغ ہوں۔ خطبہ کے وقت سے پہلی رکعت کے سجدہ تک لہٰذا اگر سجدہ کرنے کے بعد سب مقتدی چلے جائیں صرف امام ہی رہ جائے اور وہ نماز پوری کرے تب بھی جمعہ کی نماز ہوجائے گی پس اگر جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھی جائے گی تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

نماز جمعہ کی شرائط

س:...... نماز جمعہ کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج:...... جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جہاں کہیں وہ تمام شرائط پائی جائیں گی وہاں جمعہ کی نماز درست ہوگی اگر کوئی ایک شرط بھی ان سے نہ پائی جائے تو جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ یہ شرائط تعداد میں پانچ ہیں۔

اول:...... شہر یا قصبہ یا گاؤں ہونا، چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں۔

دوم:......ظہر کا وقت ہونا۔ سوم:......نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا۔
چہارم:......امام کے علاوہ جماعت کے لیے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔
پنجم:......اذن عام ہونا یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی جائے اس جگہ ہر شخص کو آنے کی اجازت ہو۔

جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے۔ وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے لیکن فرض کی رکعتیں چار کی بجائے دو ہیں۔ جو شخص جمعہ کی نماز پڑھ لے گا اسے ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی کل رکعتیں چودہ ہیں جو اس ترتیب سے پڑھی جائیں گی اولاً جمعہ کی پہلی اذان کے بعد لیکن خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی جائے گی پھر جماعت کے ساتھ دو رکعت فرض، پھر چار رکعت سنت پھر دو رکعت سنت پھر دو نفل۔

دو رکعت فرض کے بعد چار رکعت سنت سب کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔ بعد کی دو رکعت امام ابی یوسفؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں۔

امام اعظمؒ کے نزدیک فرض جمعہ کے بعد صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک چھ رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (کبیری ص ۳۷۲)

نماز جمعہ سے پہلے خطبے کا عربی زبان میں پڑھنا ضروری ہے۔ جو خطبہ چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔

جمعہ کے آداب

س:...... جمعہ کے کچھ آداب بیان کیجئے؟

ج:...... جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد غسل کرنا سنت ہے اور بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

۲۔ جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہن لیں ممکن ہو تو خوشبو بھی لگائیں اور ناخن بھی کتروائیں۔

۳۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائیں جو شخص جتنے سویرے جامع مسجد میں داخل ہوگا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

س:......خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ج:......نماز سے پہلے امام منبر پر بیٹھے اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر مؤذن اذان کہے۔ جب اذان ہو چکے تو امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور بلند آواز سے پہلا خطبہ پڑھے۔ پھر ذرا دیر کے لیے بیٹھ جائے اور پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے۔ جب خطبہ ختم ہو جائے تو امام منبر سے اتر کر محراب کے سامنے آئے اور مؤذن تکبیر کہے اور پھر سب کھڑے ہو کر جماعت سے نماز پڑھیں۔ جب امام خطبہ پڑھے تو سب لوگوں کو بالکل خاموش ہو کر خطبہ سننا چاہیئے۔ خطبہ کے وقت بات کرنا، کسی کو ڈانٹنا یا اشارہ کرنا، نماز پڑھنا، درود شریف، تسبیح یا اور کچھ پڑھنا سب ناجائز ہے۔

خطبہ کا بیان

س:......خطبہ اردو نثر یا نظم میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:......سوائے عربی کے اردو نظم یا نثر میں خطبہ پڑھنا جائز نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے۔ سنت کے بالکل خلاف ہے گو نفس فرض ادا ہو جائے۔ اس پر ہم کچھ دلیلیں لکھتے ہیں۔ مہربانی فرما کر خالی الذہن ہو کر سنیئے۔ ہٹ اور ضد خلاف سنت کام کرنے میں نہ کیجئے۔ خلوص کو پیش نظر رکھیئے۔

پہلی دلیل:...... حق تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ.

اس مقام پر حق تعالیٰ نے جمعہ کے دن بعد اذان ذکر کی طرف سعی کرنے کا حکم فرمایا اور ذکر جمعہ میں خطبہ بھی اور صلوٰۃ جمعہ بھی ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک مقام پر تو ایک لفظ سے کچھ مراد ہو اور دوسرے مقام پر اسی لفظ سے کچھ اور مراد ہو کہ یہ اسلوب کلام اور فن بدیع و بلاغت کے خلاف ہے لہٰذا جب ذکر اس جگہ صلوٰۃ کی طرف بھی منسوب ہے اور خطبہ کی طرف بھی تو جو مراد ذکر سے صلوٰۃ میں ہوگی وہی مراد خطبہ سے لیا جائے گا۔ پس اگر ذکر سے مراد وعظ ونصیحت ہے جو کہ اردو زبان میں ہوتا ہے اور خطبہ اس معنی کے اعتبار سے اردو میں جائز ہے تو پھر نماز بھی اردو میں جائز ہونی چاہیئے۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ کوئی اس کو جائز کہتا ہے لہٰذا خطبہ بھی اردو میں ہونے کا قائل نہیں ہونا چاہیئے اور اردو میں جائز نہ رکھنا چاہیئے پس معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد وعظ ونصیحت نہیں۔ لہٰذا خطبہ جمعہ کا اردو میں پڑھنا جائز نہیں۔ مکروہ تحریمی ہے۔ گو نفس فرض ادا ہو جاتا ہے۔

دوسری دلیل:......ایک تذکیر ہے دوسرا تذکر ہے تیسرا ذکریٰ ہے اور چوتھا ذکر ہے۔ ہر ایک کے معنی میں فرق ہے۔ تذکیر کے معنی نصیحت کرنا اور تذکر کے معنی نصیحت قبول کرنا۔ ذکریٰ کے معنی نصیحت اور ذکر کے معنی لغت میں حقیقۃً یاد کے ہیں۔ اور جو اسماء الٰہی اور تلاوت کلام پاک وکلمہ شریف کا ورد کیا جاتا ہے اس کو بھی ذکر کہتے ہیں اور یہ سب عربی میں ہیں اور کلام پاک میں خطبہ کے لیے ذکر کا لفظ بولا گیا ہے۔ نہ تذکیر، تذکر و ذکریٰ کا۔ لہٰذا لفظ ذکر سے ثابت ہوا کہ خطبہ عربی میں درست ہوگا نہ کہ دوسری زبان اردو وغیرہ میں۔

تیسری دلیل:......حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ خطبہ عربی میں پڑھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعد فتوحات دوسرے ملکوں میں پہنچے۔ مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں دیا۔ حالانکہ جس قدر اہتمام تبلیغ کا ان حضرات کو تھا اس کا عشر عشیر اب کسی کو نہیں۔ نیز زمانہ صحابہ خلفاء راشدین نے دور دور تک غیر ممالک عربی فارس وغیرہ فتوحات کرتے ہوئے پہنچے مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں پڑھا۔ حالانکہ مخاطب عربی دان ہی نہ ہوتے تھے۔ اگر خطبہ وعظ ونصیحت کا نام ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نے حاضرین کی زبان میں کیوں نہ دیا۔ حالانکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسری زبان کے جاننے والے موجود تھے۔

لہٰذا فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہ ہمیشگی کے ساتھ رہا عربی ہی میں خطبہ پڑھنا ثابت ہوا اور فعل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ جنہوں نے باوجود دوسری زبان جاننے کے دوسرے ملکوں میں بھی خطبہ عربی زبان میں پڑھا۔ ثابت ہوا کہ خطبہ عربی ہی میں مسنون ہے۔ عربی ہی میں پڑھنا چاہیئے۔ دوسری زبان میں درست نہیں۔

چوتھی دلیل:...... امام شافعی صاحبؒ جو کہ اجلہ فقہاء میں سے ہیں ان کا تو یہ مذہب ہے کہ غیر عربی میں خطبہ پڑھنے سے جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ چنانچہ سید مرتضیٰ زیدی کی شرح جلد سوم صفحہ ۲۲۶ میں منقول ہے کہ: **هل يشترط كون الخطبة كلها بالعربية وجهان الصحيح اشتراطه فان لم يكن فيهم من يحسن العربيه خطب بغيرها و يجب عليهم التعلم ولا عصوا ولا جمعة لهم.**

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ تمام خطبہ کا عربی زبان میں ہونا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔ ہاں عربی زبان میں عمدہ طریقہ سے خطبہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو مجبوراً دوسری زبان میں درست ہے اور لوگوں پر عربی زبان کا سیکھنا واجب ہے اگر عربی نہ سیکھی اور اردو وغیرہ میں خطبہ پڑھتے رہے تو سب گنہگار ہوں گے۔ اور جمعہ کی نماز ان کی صحیح نہ ہوگی۔ تو اگر خطبہ عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں درست ہوتا تو امام شافعی صاحبؒ یوں نہ فرماتے کہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ ان کے یہاں عربی ہی میں ہونا شرط ہے اگر خطبہ وعظ ہوتا تو اسقدر تشدد کا حکم کہ غیر عربی میں خطبہ ہونے سے نماز جمعہ کی صحیح ہی نہ ہوگی۔ کیونکر ہوتا۔ لہٰذا جمعہ میں خطبہ عربی کے علاوہ اردو وغیرہ دیگر زبان میں نہ پڑھنا چاہیئے۔

پانچویں دلیل:...... ہر مذہب ملت میں اپنی زبان کی حفاظت اور قانونی زبان کی ترویج ورواج دنیا کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ کیونکہ اس مذہب وملت کی خصوصیت وامتیاز اور شان وشوکت وجلالت اسی زبان میں ہوتی ہے۔ چنانچہ حکومت انگریز میں زبان انگریزی اور حکومت جرمنی میں زبان جرمنی اور حکومت ترکی میں زبان ترکی اور حکومت عربی میں زبان عربی اور حکومت مرہٹہ میں زبان مرہٹی، گورملکی حکومت ہندو میں زبان ہندی کے رواج دینے اور دفاتر میں اپنی اپنی زبان کو قائم کرنے کو لازم قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ رعایا اور مملکت میں ہر قسم کی زبان کے افراد ہوتے ہیں تو پھر جب کہ قانون الٰہی کی زبان عربی ہو اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہو اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو تو اس زبان عربی کو رواج دینا، ترقی دینا کیونکر ضروری ولازم قرار نہ دیا جائے گا۔ اگر عموماً نہیں تو کم از کم اپنی عبادات کے موقعوں پر فعل دعا وتسبیح تکبیرات وقراءت اور خطبہ میں اس کا کیوں نہ التزام رکھا جائے۔ پس زبان عربی میں ہی خطبہ دینا ضروری ہوا۔ غیر زبان میں خطبہ دینا درست نہیں مکروہ تحریمی ہے۔

چھٹی دلیل:...... اگر خطبہ وعظ ہوتا تو وعظ میں طہارت شرط نہیں اور خطبہ میں طہارت شرط ہے۔ بلا طہارت خطبہ جائز نہیں اور نہ ہی مثل اذکار کے ہے کہ جن میں طہارت شرط نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جمعے کا خطبہ جز وصلوٰۃ ہے۔ لہٰذا مثل صلوٰۃ کے طہارت کا ہونا خطبہ میں شرط ٹھہرا اور جب خطبہ ایک گونہ جز وصلوٰۃ ہے تو اس کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے جیسا کہ علماء محققین کا ارشاد ہے کہ: **الخطبة تقوم مقام ركعتين وهذا لا تجوز الا بعد دخول الوقت.** کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ اسی لیے زوال سے پہلے خطبہ درست نہیں اور زوال کے آنے کے بعد خطبہ درست ہوگا۔ جیسا کہ علامہ سرخسی کی کتاب مبسوط میں ہے۔

س:...... اگر خطبہ صلوٰۃ کا جزو ہے تو پھر استقبال قبلہ کیوں نہیں۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ وعظ ہے؟

ج:...... چونکہ خطبہ عین صلوٰۃ نہیں ہے بلکہ مثل شرط صلوٰۃ ہے لہٰذا جس طرح وضو طہارت جو کہ شرط صلوٰۃ ہے مگر اس میں استقبال قبلہ شرط نہیں۔ اسی طرح خطبہ جو کہ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس میں بھی استقبال قبلہ شرط نہ ہوا۔

س:...... یہ تو خوب سمجھ میں آ گیا مگر یہ تو فرمایئے کہ خطبہ میں کچھ باتیں احکام ومسائل وفضائل کی بھی ہوتی ہیں۔ تو مخاطب عربی نہ جاننے والے کیونکر سمجھیں گے؟

ج:...... میں کہہ چکا ہوں کہ خطبہ وعظ ہے ہی نہیں ذکر ہے۔ رہا محض مسائل وغیرہ کا تو وہ وقتی طور پر خطبہ میں ذکر ہوتا ہے۔ سو خطبہ کے ترجمہ کو حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ ایک وقت اپنے کاموں سے نکال کر خطبہ کا ترجمہ سیکھ لیں اس طرح یہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبہ کا عربی میں ہونا بھی باقی رہ جائے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ نماز سے قبل یا نماز کے بعد ہی خطبہ کا ترجمہ سنا دیا جایا کرے۔ جس کو اس جمعہ میں پڑھا گیا۔ جیسا کہ متبع سنت ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز مقصود نہیں اس کو مقصود بنا لیا جائے اور جو مقصود ہے اس کو غیر مقصود قرار دے کر ترک سنت کیا جائے اور ارتکاب مکروہ تحریمی کا ہو خوب سمجھ لو۔

س:...... ہم نے کہیں کہیں بڑے بڑے علماء کو یہ دیکھا کہ جمعہ کے آخری دوسرے خطبے میں عباداللہ سے پہلے کچھ باتیں وقتی ضرورت کی کہتے ہیں۔ چار چھ منٹ اردو میں بیان فرما دیتے ہیں پھر عباداللہ سے آخیر تک خطبہ پڑھ کر ختم کر دیتے ہیں۔ کیا یہ خلاف سنت ہوگا؟

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کی صحبت اختیار مت کرو بجز ایمان والے کے۔ (ترمذی)

ج:...... اول تو وہ موقع ختم خطبہ کا ہے۔ پھر چار چھ منٹ کچھ کہنا اس کو عرف میں وعظ کوئی نہیں کہتا۔ مسلسل اردو میں پڑھتے رہنا یہ خلاف سنت ہے گو کہ آخر میں عربی کے کچھ کلمات پڑھ کر خطبہ کو ختم کر دیا جائے۔ بہر صورت خطبہ کا عربی میں ہی پڑھنا ضروری ہے دوسری زبان میں پڑھنا ٹھیک نہیں خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔

نمازِ تراویح

س:...... نماز تراویح کا کیا حکم ہے؟

ج:...... رمضان کا چاند دیکھ کر عشاء کے فرض وسنت کے بعد تراویح کی نماز شروع ہوتی ہے۔ تراویح کی بیس رکعت ہیں۔ خواہ دو رکعت کی نیت باندھی جائے یا چار چار کی۔ افضل دو دو کی نیت باندھنا ہے اور چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کر لینا مستحسن ہے۔ خواہ خاموش بیٹھا رہے خواہ کچھ پڑھتا رہے۔ تراویح میں ایک مرتبہ تمام قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے۔ اگر حافظ صاحب کچھ لے کر قرآن شریف سنائیں تو ہرگز نہ سنیئے۔ بلکہ الم ترکیف سے کوئی ناظرہ خواں تراویح پڑھاوے یہ بہتر ہے۔ کچھ لے کر قرآن شریف سننے سنانے سے یہ قرآن شریف کو بیچنا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

س:...... جس شخص نے عشاء کے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں کیا اسے رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے اور کیا جو شخص فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے؟

ج:...... عشاء کی نماز بلا جماعت پڑھے بھی وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے۔ بلکہ زیادہ ثواب ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ جس شخص نے فرض پڑھائے ہوں وہی وتر بھی پڑھائے۔

س:...... اگر تراویح کی کچھ رکعت باقی رہ گئی ہوں تو کیا وتر جماعت سے پڑھ لینا درست ہے؟

ج:...... اگر تراویح کی نماز باقی رہ جائے اور وتر کی جماعت شروع ہو جائے تو وتر جماعت سے پڑھ لے اور بعد میں تراویح پڑھے۔

س:...... تراویح میں کس جگہ آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیئے؟

ج:...... تراویح میں کسی ایک جگہ خواہ شروع میں خواہ درمیان میں خواہ آخر میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھنا ضروری ہے۔ اور بسم اللہ آواز سے پڑھنا اس بسم اللہ کے علاوہ ہے جو سورۂ نمل میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ جس کو سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے پاس خط لکھتے وقت خط کے شروع میں بسم اللہ لکھا تھا۔

س:...... تراویح کی کچھ رکعت فاسد ہو جاویں تو کیا اتنا قرآن شریف جو ان رکعات میں پڑھ لیا ہے۔ پھر ان رکعات کے لوٹانے میں پڑھا جائے؟

ج:...... جو رکعات تراویح کی نہیں ہوئیں ان کو لوٹانے کے وقت ان رکعات میں پڑھا ہوا قرآن شریف ان رکعات میں پھر پڑھا جائے۔

س:...... کیا نابالغ کے پیچھے تراویح ہو جاتی ہے؟

ج:...... نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں۔

سجدۂ تلاوت

س:...... سجدہ تلاوت کس طرح کیا جاتا ہے اور قرآن شریف میں کل کتنے سجدے ہیں؟

ج:...... قرآن شریف میں کل چودہ سجدے ہیں۔ سورۂ اعراف میں، سورۂ رعد میں، سورۂ نحل میں، سورۂ اسریٰ، سورۂ کھیعص میں، سورۂ حج میں پہلا سجدہ، سورۂ فرقان میں، سورۂ نمل میں، سورۂ الم سجدہ میں، سورۂ ص میں، سورۂ صفت میں، سورۂ نجم میں، سورۂ انشقت میں، سورۂ علق میں۔ طریقہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی نیت کر کے بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جاوے اور سجدہ کی تسبیح کہے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جاوے بس سجدہ تلاوت ہو گیا۔ کھڑے ہو کر سجدہ تلاوت کرنا افضل ہے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

س:...... سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھا یا۔ کئی جگہ پڑھا تو کیا حکم ہے؟

ج:...... سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ لازم ہوتا ہے اور کئی جگہ پڑھنے سے اتنے ہی سجدے لازم ہوں گے۔

س:...... اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ نہ کیا پھر نماز شروع کر دی اور اسی آیت سجدہ کی قراءت نماز میں کی تو کیا حکم ہے؟

ج:...... نماز میں سجدہ تلاوت کا سجدہ کر لینے سے سجدہ ادا ہو جائیگا۔ اب مستقل سجدہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

س:...... اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور سجدہ نہ کیا گیا تو کیا بعد میں سجدہ کیا جائے؟

ج:...... جب نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ نہ کیا تو بعد نماز سجدہ نہیں ہے۔ صرف توبہ ہے البتہ آیت سجدہ کے متصل رکوع میں چلا جائے اور نیت سجدہ کی کرے تو سجدہ تلاوت ہو جائے گا۔ اور سجدہ میں جا کر بلا نیت ہی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

س:...... کوئی شخص پہلی رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کر لے پھر اسی آیت سجدہ کو اسی رکعت یا دوسری رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج:...... نہیں وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

س:...... کوئی شخص چار رکعت کی نیت باندھے اور پہلے دو رکعت میں سے کسی ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کر لے پھر اسی آیت سجدہ کو آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج:...... جی ہاں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ وہی سجدہ کافی نہیں ہے۔

س:......کوئی شخص تا گا پھیلانے کے لیے چکر لگا تا ہو یا تیرنے والا یا دائیں چلانے والا یا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جانے والا آیت سجدہ کو مکرر پڑھے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہوگا۔

ج:......نہیں بلکہ اس کے لیے ہر جگہ مختلف جگہ سمجھی جائے گی اور جتنی بار ایک آیت سجدہ کی تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے ادا کرنا ہوں گے۔

نماز توڑ دینے کا بیان

س:......کیا کسی صورت میں نماز توڑ دینا درست ہے؟

ج:......جی ہاں درست ہے۔ اور وہ یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے نماز توڑ دینا درست ہے۔ سامان ریل میں ہو۔ سانپ کا آجانا۔ کسی کو جوتی اٹھاتے دیکھ لینا۔ ہانڈی کا جلنا۔ ابلنا کہ جس کی لاگت دس بارہ روپے ہو یا ایسی ہی قیمت کی کسی چیز کا نقصان ہونا۔ جیسے بلی کا مرغی پر حملہ کرنا۔ کسی اندھے آدمی کا کنویں کی طرف چلا جانا کہ گر جائے گا۔ کسی کے جسم میں کپڑوں میں آگ لگ کر جلنے لگی۔ ماں باپ دادا دادی نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں اور دوسرا وہاں امداد کو نہ ہو تو سنت اور نفل میں ماں باپ، دادا، دادی نانا، نانی پکاریں خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے یا یوں ہی اور ان کو نماز پڑھنے کا علم نہیں تو ان اخیر کی چار صورتوں میں نیت توڑ دینا واجب ہے۔

عید کی نماز

س:......نماز عیدین کس طرح پڑھی جاتی ہیں اور کیا سب پر واجب ہیں؟

ج:......عید، بقر عید کی نماز بالغ، عاقل مسلمان، قصبہ اور شہر والوں پر واجب ہے۔ گاؤں والوں پر واجب نہیں۔ طریقہ عید بقر عید کی نماز کا یہ ہے۔ کہ نیت کرے اس طرح کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ واسطے اللہ تعالیٰ کے پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ اب امام اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد للہ پڑھے اور سورت ملائے۔ پھر رکوع، دونوں سجدے کر کے کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد اور سورت پڑھ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے۔ اور باقی رکعت کو پورا کر دے۔ یہی طریقہ بقر عید کا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگیں۔ پھر خطبہ پڑھا جائے۔ یہ خطبہ عید بقر عید کا شرط نہیں ہے سنت ہے۔ خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا رواج خلاف اصول ہے ترک کرنا چاہیے۔ طریق سنت یہی ہے کہ نماز کے بعد دعا مانگی جائے اور عیدین کی نماز بلا جماعت پڑھنا درست نہیں اور عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور بقر عید کی نماز بارہویں تک پڑھنا درست ہے۔ مگر بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

س:......عید کے دن کتنا صدقہ کس پر واجب ہے؟

ج:......عید کی صبح صادق کے وقت جس کے پاس نصاب زکوٰۃ کے موافق یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا ان دونوں کی قیمت کے برابر کوئی چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔ خواہ وہ مکان ہو یا زیور یا نقد روپیہ ہے خواہ تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو جیسے کسی کے پاس دو مکان ہیں ایک میں خود رہتا ہے دوسرا کرائے پر دے رہا ہے۔ یا خالی پڑا ہے بشرطیکہ اس مکان کے کرایہ پر اپنا گزارا نہ ہو۔ بلکہ اپنی ضروریات سے زیادہ ہو۔ تو اگر مکان کی قیمت اتنی ہو کہ ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا آ سکتا ہے۔ تو صدقہ فطر واجب ہوگا۔ گیہوں پونے دو سیر جَو ساڑھے تین سیر، بہتر یہ ہے کہ ان کی قیمت دے دے۔ خواہ ایک فقیر کو دے دے یا چند فقیروں کو دے دے۔ اور اسی طرح اگر چند آدمی بھی ایک فقیر کو دے دیں تب بھی درست ہے۔ مرد پر اپنا اور چھوٹے بچوں کا واجب ہے بشرطیکہ ان چھوٹے بچوں کے پاس نصاب کی مقدار کے موافق مال نہ ہو۔ اور اگر اتنا مال ہو تو ان ہی کے مال سے ادا کرے۔ اور عورت پر خود اپنی طرف سے واجب ہے اور جو شخص عید الفطر کی صبح کو مسلمان ہو یا کوئی بچہ پیدا ہو تو اس پر بھی واجب ہے۔ اور اس پر بھی جس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

س:......کیا تیمم سے عیدین کی نماز پڑھنا درست ہے؟

ج:...... اگر جماعت ختم ہونے کا خوف ہو خواہ شروع ہی میں یا درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو تیمم کر کے پڑھ سکتا ہے۔

س:......اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو کیا کرے؟

ج:......اگر رکوع میں یاد آ جائیں تو رکوع میں کہہ لے ورنہ نہ کہے اور کثیر مجمع ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرے۔

س:......اگر مقتدی کی تکبیریں چھوٹ جائیں تو کیا کرے اور اگر رکعت چھوٹ جائے تو کس طرح ادا کرے۔

ج:......امام قیام میں ہو تو تکبیریں کہہ کر شریک ہو جائے اور اگر رکوع میں ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور بجائے رکوع کی تسبیح کے بلا ہاتھ اٹھائے تین تکبیریں کہہ لے اور اگر ایک رکعت چلی گئی ہو تو کھڑے ہو کر پہلے قراءت کرے پھر تین تکبیریں کہہ کر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اگر دونوں رکعت نہ ملی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور جس طرح شروع سے عیدین کی نماز سبحانک اللھم پڑھ کر پڑھی جاتی ہے اسی طرح دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا جائے۔

س:......بقر عید میں تکبیریں کب سے شروع ہوتی ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں ہو کیا تم نہیں سنتے سنتے ہو کہ سادگی ایمان کی علامت ہے بیشک سادگی ایمان کی علامت ہے۔ (مشکوٰۃ)

ج:......بقر عید کی تکبیریں جن کو تکبیرات تشریق کہتے ہیں نویں تاریخ کی صبح کی نماز سے واجب ہوتی ہیں۔ اور تیرہ تاریخ کی عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ ہر فرض کے بعد مقیم جماعت سے نماز پڑھنے والے پر ایک مرتبہ آواز سے کہنا واجب ہے۔ اس طرح کہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ اور اگر منفرد، مسافر، عورت بھی تکبیر بعد فرض کے کہہ لے تو بہتر ہے۔

سورج گرہن کے وقت نماز

س:......صلوٰۃ کسوف کیا ہے؟

ج:......کسوف سورج گرہن کو کہتے ہیں۔ جب سورج میں گرہن ہو اس وقت امام دو رکعت نفل پڑھاوے اس میں قراءت آہستہ سے کرے اور قراءت طویل ہو اور بعد سلام بہت دیر تک دعا کی جاوے۔ یہاں تک کہ سورج روشن ہو جاوے۔

س:......اگر جماعت سے نماز کسوف نہ پڑھیں تو کیا تنہا بھی نہ پڑھیں؟

ج:......اگر امام نماز پڑھانے والا نہ ملے تو اپنی اپنی تنہا ہی پڑھ لیں۔

چاند گرہن کے وقت نماز

س:......صلوٰۃ خسوف کیا ہے۔

ج:......خسوف کہتے ہیں چاند گرہن کو۔ جب چاند میں گرہن ہو اس وقت تنہا تنہا بلا جماعت دو رکعت گھر یا مسجد میں طویل قراءت کے ساتھ جہر سے یا آہستہ پڑھیں اور بعد سلام دعا طویل کریں۔ یہاں تک کہ چاند روشن ہونا شروع ہو جاوے۔ یہ خسوف کی نماز ہے۔

نماز استسقاء

س:......صلوٰۃ استسقاء کسے کہتے ہیں؟

ج:......جس وقت بارش رک جائے موسم برسات میں کافی زمانہ نکل جائے۔ بارش بالکل نہ ہو اس وقت امام مسلمانوں کے ساتھ جنگل، عید گاہ وغیرہ میں جائے۔ وہاں دو رکعت نماز جہر سے پڑھاوے اور بعد اس کے خطبہ پڑھے اور دعا مانگے۔ پھر جو چادر امام اوڑھے ہوئے ہو اس کو پلٹ دے۔ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دے۔ اگر چادر اوڑھے ہوئے نہ ہو تو اچکن، عبا کا دایاں بائیں جانب کر دے اور اس نماز میں کفار مشرکین شریک نہ ہوں۔ تین دن متواتر ایسا ہی کریں بعد تین دن کے یہیں عیدگاہ یا جنگل جانے سے قبل خیرات کریں تو بہتر ہے۔

نمازِ خوف

س:......صلوٰۃ خوف کون سی نماز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......جب جہاد کے لئے نکلتے ہیں اس وقت میدان میں اگر کفار مہلت ہی نہ دیں اور برابر لڑنا پڑے تب تو نماز ملتوی کر دی جاوے جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں چار نمازیں نہ پڑھیں بعد میں قضاء کیں اور اگر ایسی لڑائی نہ ہو تو نماز کا وقت آنے پر میدان میں دوسری طرف جا کر نماز پڑھیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ لشکر کے دو حصے کر دیئے جائیں ایک دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا جاوے اور دوسرے لشکر کو امام پہلے فجر کی ایک رکعت پڑھاوے اور مغرب میں دو رکعت اور اگر مقیم ہو تو اول دو رکعت پڑھاوے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی جائے اور کھڑی رہے پھر دوسری جماعت امام کے پیچھے آ جائے اور امام کی اس جماعت کو بقیہ نماز پڑھا کر سلام پھیر دے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں چلی جائے اور پہلی جماعت پھر یہاں آ کر اپنی رہی ہوئی نماز پوری کرے یعنی اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ ختم ہوتی ہے پھر یہ جماعت نماز پوری کر کے دشمن کے مقابلے میں چلی جاوے اور دوسری جماعت یہاں آ کر مثل مسبوق قراءت کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لے یہ نماز خوف کہلاتی ہے۔

س:......کیا نماز خوف تنہا نہ پڑھے؟

ج:......جی ہاں جب جماعت سے پڑھنے میں سخت دشواری ہو یا سخت خوف لاحق ہو کہ حملہ کر بیٹھیں۔ اس وقت تنہا تنہا پیدل یا سواری پر پڑھ لیں۔ قبلہ رخ ہو سکیں یا نہ ہو سکیں ہر طرح درست ہے۔ اگر نماز میں لڑنا تلوار چلانا شروع کر دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

بیت اللہ شریف میں نماز

کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی وہاں یہ شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لیے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے۔ ہاں البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام کے آگے نہ ہو۔ کہ اگر مقتدی کا منہ امام کے سامنے ہو تب بھی درست ہے اس لیے اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوگا۔ آگے جب ہوتا ہے جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا اور پھر مقتدی آگے بڑھا ہوا ہوتا ہاں مگر نماز اس صورت میں مکروہ ہو گی اس لیے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز درمیان میں کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

شہید کا بیان

س:......شہید کسے کہتے ہیں اور شہید کو غسل دینا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟

ج:......جس مسلمان عاقل، بالغ کو میدان جنگ میں قتل کر دیں یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جاوے اس پر زخم بھی ہو یا مسلمان نے دھار دار آلہ سے مسلمان کو قصداً جان کر قتل کر دیا یا کفار نے بدون میدان جنگ میں مسلمان کو مار ڈالا اگرچہ مسلمان سے کوئی ایسی بات بھی وقوع میں آئے

جو باعث قتل ہو۔ یا مسلمان باغیوں نے مسلمان کو مار ڈالا یا ڈاکوؤں نے مسلمان کو مار ڈالا۔ شہید کہلایا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا خون نہ دھویا جائے گا۔ نہ غسل دیا جائے گا اور نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں گے البتہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ ہاں اس کے جسم پر کپڑے زیادہ ہوں اچکن وغیرہ یا ہتھیار زرہ خود ہوں وہ اتار لیے جائیں گے۔

س:......اگر بحالت جنابت قتل کیا جائے کیا تب بھی غسل نہیں ہے؟

ج:...... جنابت کی حالت میں قتل کیے جانے پر غسل دیا جائے گا اس طرح حیض ونفاس کی حالت میں قتل ہو جانے پر غسل دیا جائے گا۔

س:......اگر کوئی شہر کے اندر مرا ہوا پایا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:...... اگر کوئی شہر میں محلہ کے اندر مقتول پایا جاوے اور قاتل نامعلوم ہو کہ کون ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکے کہ چور ڈاکو کا یہ کام ہے تو ایسے قتل سے اہل محلہ پر قسامت لازم آتی ہے اور اس مقتول کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھائی جائے گی۔

چاند دیکھنے کا بیان

س:......رمضان شریف کے چاند ہونے کا کب اعتبار کرنا چاہیئے؟

ج:......اگر بادل نہ ہوں آسمان صاف ہو تو اگر اتنے آدمی چاند دیکھنا بیان کریں کہ اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا دل قبول نہ کرے تب رمضان شریف اور عید، بقر عید کے چاند ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور بادل اگر ہوں تو رمضان شریف کے چاند کے لیے ایک مسلمان مرد یا عورت پرہیز گار کی گواہی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے معتبر ہے۔ چاند کا ثبوت ہو جائے گا اور اگر عید بقر عید کا چاند ہے تو بادل ہونے کی حالت میں دو پرہیز گار مرد ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں گواہی دیں کہ ہم نے عید کا چاند دیکھا ہے۔ تب عید کا چاند ثابت ہو گا۔ اور اگر صرف عورتیں ہی گواہی دیں تو چار عورتیں بھی ہوں تب بھی قبول نہیں۔

س:......اگر چاند دیکھنے کی خبر مشہور ہو تو کیا وہ معتبر ہے؟

ج:......صرف مشہور ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک خود دیکھنے والا گواہی نہ دے۔ یا ایسے دو شخص پرہیز گار کہ جنہوں نے چاند دیکھنے والوں سے خود سنا ہو کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تب چاند کا ہونا ثابت ہو گا۔ اگر تار سے چاند کی خبر آئے تب بھی معتبر نہیں۔

س:......کسی ایک شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا گیا تو کیا حکم ہے؟

ج:......دوسرے لوگ تو روزہ نہ رکھیں لیکن یہ شخص روزہ رکھے پھر تیس روزے اس شخص کے ہو جائیں اور چاند نظر نہ آئے تو اکتیسواں روزہ رکھے اور بستی والوں کے ساتھ عید کرے اسطرح اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا تو اس عید کا چاند دیکھنے والے کو بھی عید کرنا درست نہیں۔ صبح کو روزہ رکھنا لازم ہے۔ اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے۔

روزوں کا بیان

اسلام کا دوسرا رکن روزہ ہے۔ حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: ”اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے۔ (اور ان روزوں کا مقصد یہ ہے کہ) تاکہ تم متقی بن جاؤ“۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ صغیرہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ داروں کے واسطے دستر خوان چنا جائیگا اور وہ لوگ اس پر کھانا کھائیں گے اور سب لوگ ابھی اپنے حساب ہی میں لگے ہوں گے اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم روزے نہ رکھتے تھے اور یہ لوگ نماز (تراویح) پڑھتے تھے اور تم سوتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

اب ہم روزے کے متعلق کچھ مسائل واحکام بیان کرتے ہیں۔

س:......روزہ کسے کہتے ہیں؟ اور کس وقت کس پر فرض ہے؟

ج:......صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کر کے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔ مسلمان عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ رمضان کے مہینہ میں فرض ہے۔

س:......نیت کرنے کا کیا مطلب ہے؟

ج:......دل میں روزہ رکھنے کا خیال کرنے کا نام نیت ہے اور زبان سے بھی کہے تو اچھا ہے اسطرح کہ کل میرا روزہ ہے اور رمضان میں خواہ کیسی نیت سے روزہ رکھا جائے رمضان ہی کا روزہ مانا جائے گا۔ خواہ قضاء کا روزہ رکھے یا نذر وغیرہ کا۔

س:......نیت کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج:......رمضان شریف کے روزے اور نذر معین اور نفل کے روزے کے لیے تو صبح صادق سے دوپہر یعنی زوال کے وقت تک وقت ہے اور رات کو نیت کر لینا بھی کافی ہے۔ اور قضاء رمضان اور غیر معین کا روزہ دن میں نیت کرنے

سے درست نہ ہوگا بلکہ رات کو صبح صادق سے قبل نیت کرلیناضروری ہے۔

س:......نذرمعین کسے کہتے ہیں؟

ج:...... کسی نے یوں کہا کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو چوتھی محرم کو روزہ رکھوں گا۔اسے نذرمعین کا روزہ کہتے ہیں کہ دن یا تاریخ مقرر کردی۔اگر دن یا تاریخ معین نہ کرے صرف یوں ہی کہہ دے کہ فلاں کام ہوگیا تو روزہ رکھوں گا۔اسے نذرغیرمعین کہتے ہیں۔

س:......نذر جسے کومنت ماننا کہتے ہیں اس کی تفصیل کیا ہے اور منت ماننا کس طرح درست ہے اور کس چیز کی؟

ج:......ناجائز کاموں کی منت ماننا تو حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ اگر چوری میں مال ہاتھ لگ گیا تو چار رکعت پڑھوں گا یا چار روزے رکھوں گا۔ ہاں جائز کاموں کی منت ماننا درست ہے۔مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا بھائی آ گیا یا میں امتحان میں پاس ہوگیا میرا پرچہ اچھا ہوگیا تو دو روپیہ خیرات کروں گا۔آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا دو روزے رکھوں گا۔مگر منت ایسی چیز کے ساتھ مانے کہ جس کے کرنے میں شریعت سے ثواب کا وعدہ ثابت ہو اور جس کام کے کرنے میں شرع سے ثواب کا وعدہ نہیں اس کے کرنے کی منت ماننا درست نہیں۔مثلاً کام ہوجانے پر میلاد شریف کرانے کی یا مزار پر چادر چڑھانے کی یا مسجد کا طاق بھرنے کی منت ماننا درست نہیں۔اور منت صرف اللہ تعالیٰ لئے ماننا درست ہے۔کسی پیر سید شہید جن وغیرہ کی منت ماننا حرام ہے۔شرک ہے۔مثلاً یوں کہے کہ اے پیر صاحب،اے سید صاحب میرا بیٹا ہوا تو تمہارے مزار پر چادر مٹھائی یا چادر چڑھاؤں گا یا کونڈا کروں گا۔مولیٰ مشکل کشا کا روزہ رکھوں گا۔یہ سب شرک وناجائز ہے۔ بلکہ ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔عورتوں کو قبر پر جانے کی سخت ممانعت آئی ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور منت کی ہوئی شئی کسی خاص شخص کو دینے کی نیت ہو یا کسی خاص جگہ صرف کرنے کی نیت ہو تو اس طرح کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف اس نیت کو پورا کرنا واجب ہے مثلاً یوں کہے کہ فلاں کام ہوگیا تو مکہ کے فقراء کو اتنا خیرات کروں گا۔فلاں شخص کو اتنا دوں گا۔جامع مسجد میں نفل پڑھوں گا اس سے مکہ کے فقراء یا اس شخص کو دینا یا جامع مسجد میں ہی نماز پڑھنا لازم نہ ہوگا بلکہ کسی غریب کو دے دے کسی جگہ نفل نماز پڑھ لے اور درود شریف اور کلمہ شریف وقرآن شریف پڑھنے کی منت کی تو واجب ہو جائے گی اور اگر سبحان اللہ اور لاحول پڑھنے کی منت کی تو واجب نہ ہوگی۔

س:......کیا بے ہوش اور پاگل پر بھی روزے فرض ہیں اور قضاء لازم ہے؟

ج:......اگر تمام رمضان بے ہوش رہے تو پورے رمضان کی قضاء رکھے اور اگر کچھ رمضان میں دیوانہ پاگل رہے پھر اچھا ہوجائے تو اچھا ہونے کے بعد روزے رمضان میں شروع کرے اور جو روزے جنون کی حالت میں نہ رکھے تھے ان کی قضاء رکھے اگر تمام رمضان دیوانہ پاگل رہے تو پھر روزوں کی قضاء نہیں اور رمضان میں جس دن اور جس رات بے ہوش رہا اس ایک دن کی قضاء نہیں کیونکہ وہ دن مسلمان کے ظاہری حال کے اعتبار سے روزہ میں شمار ہوگا۔باقی تمام بے ہوشی کے دنوں کی قضاء واجب ہے البتہ جس دن یا جس رات صبح کو روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضاء رکھا جائے گا۔

س:......رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنا کب جائز ہے؟

ج:......طبیب،ڈاکٹر مسلمان دیندار کہہ دے کہ روزہ نقصان دے گا یا اپنے تجربہ سے معلوم ہو اور سچے دل سے سمجھ میں آوے کہ روزہ رکھنا نقصان دے گا یا بیماری کا ڈر ہو یا بیماری تو نہ بڑھے گی مگر دیر میں اچھا ہونے کا ڈر ہو یا حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنے یا بچہ کے نقصان کا ڈر ہو یا سفر اڑتالیس میل یعنی چھتیس کوس کا ہو یا حیض آئے یا نفاس،تو ان صورتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں۔پھر قضاء رکھے۔حیض ونفاس میں تو روزہ جائز ہی نہیں البتہ جنابت کی حالت میں درست ہے۔مگر جلد نہالے۔

س:......روزہ رکھ کر توڑ دینا کب درست ہے؟

ج:......اچانک ایسی بیماری یا پیاس،بھوک کا لگ جانا کہ اگر کچھ نہ کھائے پیئے تو جان کے ہلاک ہوجانے کا خوف ہو تو روزہ توڑ لینا درست ہے اور پھر قضاء رکھے کفارہ نہیں۔کفارہ کا بیان آگے آتا ہے۔

نفل روزے

س:......رمضان المبارک کے علاوہ کیا اور بھی روزے ہیں؟

ج:...... جی ہاں،فرض روزے تو نہیں ہیں البتہ ویسے جب چاہے رکھے۔مگر عید کے دن اور بقرعید کی دسویں،گیارھویں،بارھویں،تیرھویں تاریخ میں یہ پانچ روزے سال بھر میں حرام ہیں۔لہٰذا کوئی پورے سال بھر روزے رکھنے کی منت مانے تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے۔پھر رکھ لیے اگر کسی نے ان پانچ دنوں میں نفل روزہ رکھ لیا تب بھی توڑ دے اور ان کی قضاء نہیں ہے۔اسی طرح رات کو نفل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے قبل ارادہ بدل دیا تو قضاء واجب نہیں البتہ رکھ کر توڑ دیا تو قضاء واجب ہے۔کفارہ نہیں۔نفل روزہ بلا اجازت شوہر کے نہ رکھے جبکہ شوہر گھر پر ہو۔

س:......کیا شریعت سے خاص خاص دنوں میں نفل روزے رکھنا ثابت ہیں؟

ج:...... جی ہاں ثابت ہیں سنیئے ہر ماہ کی تیرھویں،چودھویں، پندرھویں،پیر،جمعرات،محرم کی دسویں،نویں یا گیارھویں تاریخوں کو روزے رکھنا ثابت ہے۔صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ایسے ہی شعبان کی پندرھویں،عید کے چھ روز،اور بقرعید کی نویں تاریخ کو بھی رکھنا ثابت ہے اور اگر بقرعید کی یکم سے نویں تاریخ تک برابر روزے رکھے تو اور بھی بہتر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:''ایمان کی نشانی انصار سے محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔'' (بیہقی)

روزہ توڑنے والی چیزیں

س:......روزہ توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں۔

ج:......رمضان شریف میں رات سے نیت کرکے دن میں قصداً کسی ایسی چیز کو کھایا یا پیا یا جماع کرلیا یا کسی دوا کو بلاضرورت کھاپی لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔اور قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔اگر رمضان شریف کے مہینہ میں ایسا نہ کیا یا رمضان شریف کے مہینہ ہی میں ایسا کیا تو رات کو نیت نہ کی تب صرف قضاء ہے کفارہ نہیں۔

س:......کفارہ کسے کہتے ہیں؟

ج:......رمضان شریف کا روزہ توڑ لینے پر دو مہینہ کے برابر لگاتار روزے رکھنے کا نام کفارہ ہے۔

س:......کسی شخص میں کفارے کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

ج:......اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ بالغ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دو وقت کا کھانا کھلادے یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک صدقۂ فطر کے مطابق کچا اناج یا اس کی قیمت دے دے۔البتہ ایک ہی مسکین کو ایک دن میں سب ایک ساتھ دینا درست نہیں۔نہ ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ دفعہ کرکے دینا درست ہے۔اور نہ ایک مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دینا درست ہے ہاں یہ جائز ہے کہ ایک مسکین کو اگر ساٹھ دن تک لگاتار نہ کھلا سکے تو بھی کھلا کر ساٹھ دن پورے کردے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسرا شخص اس کی اجازت سے کفارہ ادا کردے۔اناج وغیرہ دے کر۔روزے رکھ کر نہیں۔اور بے اجازت کفارہ دینا درست نہیں۔نیز ایک ہی رمضان کے کئی روزے توڑ ڈالنے پر ایک ہی کفارہ ہے اور کفارہ کے روزے لگاتار رکھنے چاہئیں۔اگر بیچ میں ناغہ ہوگئے تو پھر سے رکھنے پڑیں گے۔اگرچہ نفاس کی وجہ سے ناغہ ہوگئے ہوں۔البتہ حیض کی وجہ سے جو روزے نہ رکھے گئے تب پھر سے روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بقیہ روزے بعد حیض رکھنا شروع کردے۔

س:......ایسی کون سی بات ہو جس کے ہوجانے سے یہ خیال کرکے کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً کچھ کھاپی لیا تو قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں؟

ج:......سرمہ لگانا، فصد لینا، سر میں تیل ڈالنا، پھول سونگھنا یا خود بخود دھواں یا غبار حلق میں چلا گیا روزہ نہیں ٹوٹتا۔لہٰذا اگر کسی نے یہ خیال کیا کہ ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قصداً کچھ کھاپی لیا اس سے قضاء و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔البتہ قصداً دھواں یا غبار منہ میں لیا یا لوبان سلگایا اور قصداً سونگھا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء آتی ہے کفارہ نہیں۔

س:......پان وغیرہ منہ میں دبا کر سو جائے اور صبح آنکھ کھلی روزہ رہا یا نہیں۔

ج:......روزہ نہیں ہوگا قضاء رکھے اور پان کھا کر خوب غرغرہ کرکے منہ صاف کرلیا مگر تھوک میں سرخی رہی تو روزہ رہ گیا۔

س:......کوئی ایسی بات بتایئے جس سے یہ معلوم ہوجائے کہ کب روزہ نہیں ہوتا اور کب ٹوٹ جاتا ہے اور کب صرف قضاء لازم آتی ہے اور کب قضاء و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں؟

ج:......اگر بھولے سے کچھ کھاپی لیا اور کچھ استعمال کرلیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔اس طرح اگر بلا اندر داخل کیے کوئی چیز استعمال کی تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔جیسے سرمہ لگانا، تیل لگانا، پھول سونگھنا، خود بخود قے کا ہونا، ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ہاں بہت زیادہ منہ بھر کر قے قصداً کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر تھوڑی سی خود ہی کرے تب بھی نہ ٹوٹے گا۔ہاں اگر خود ہی لوٹا لی تب ٹوٹ جائے گا۔اور اگر خود لوٹ جائے تب نہ ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر منہ سے خون تھوک سے کم نکلا تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر خون تھوک کے برابر یا تھوک پر غالب آجائے تب ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ناک، کان، مسامات یا آگے پیچھے کی راہ سے کوئی چیز رقیق کھانے پینے یا دوا یا کسی اور قسم کی چیز جیسے دھواں دھونی کا استعمال کیا یا غلطی سے کوئی چیز حلق میں چلی گئی جیسے وضو میں کلی میں پانی چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ روزہ یاد ہو اور صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں مگر کان میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تیل اور دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر منہ کے ذریعہ سے قصداً ایسی چیز کھالی یا دوا پی لی کہ جس کو کھایا پیا جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے اسی طرح جس چیز سے روزہ ٹوٹنے کا شبہ بھی نہیں اس کو کرنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھاپی لیا قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوں گے نیز قصداً جماع کرلیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

س:......سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ ہوگیا یا نہیں؟

ج:......اگر رات کو سمجھ کر سحری کھائی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضاء رکھے کفارہ نہیں اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ صبح ہوگئی تھی یا نہیں بلکہ شبہ رہے تو روزہ ہوجائے گا لیکن احتیاط اس میں ہے کہ قضاء رکھے۔اس طرح جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تو روزہ افطار نہ کرے۔اصل چیز اپنے دل کی شہادت ہے۔اس لئے اگر اذان بھی ہوجائے مگر خود سورج ڈوبنے میں شبہ ہے تب بھی روزہ افطار کرنا درست نہیں۔جب سورج ڈوبنے کا پورا یقین ہو تو تب روزہ کھولے۔اگر روزہ کھولنے کے بعد سورج نکل آیا تو پھر قضاء رکھے کفارہ نہیں۔

س:......دانتوں میں کچھ اٹکا ہو اور منہ میں چلا جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سادگی ایمان میں سے ہے'' اس سے مراد تواضع ہے۔'' (بیہقی)

ج:......اگر منہ سے باہر نکل کر نگل گیا تب روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔اور اگر منہ سے باہر نہ نکالا بلکہ دانت سے نکال کر اندر ہی اندر نگل لیا تو چنے سے چھوٹا ہو تو نہیں ٹوٹتا۔اور اگر چنے کے برابر یا چنے سے بڑا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

س:......اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو یا ہو مگر نہ رکھ سکا اور مر گیا تو کیا کیا جائے؟۔

ج:......اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے مقدار صدقہ فطر ایک مسکین یا چند مسکینوں کو اناج یا اس کی قیمت دے دے۔یا دو وقتیہ کھانا کھلائے اور اگر پھر طاقت روزہ رکھنے کی آ گئی تو ان روزوں کی قضاء واجب ہے۔اگر روزے نہ رکھ سکا اور مر گیا۔تو اگر وصیت کر گیا ہے تو اس کے تہائی مال میں سے فدیہ روزوں کا ادا کیا جائے۔اگر تہائی مال کافی نہ ہو اور ورثہ بالغین بعد تقسیم ترکہ اپنے حصہ میں دے دیں تب بھی درست ہے۔نابالغ کے حصہ میں سے دینا درست نہیں اور بلا وصیت بلا رضامندی ورثاء بالغین فدیہ دینا درست نہیں یہی حکم اس شخص کی زکوٰۃ کا ہے۔جس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کی۔اور مر گیا اگر وصیت کر دی ہے تب تو اس کے تہائی مال میں سے ادا کرے یا بالغ وارثوں نے اپنی خوشی سے اپنے مال میں سے ادا کر دی تو ادا ہو جائے گی۔اور بلا وصیت وارثوں کے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ ثواب صدقہ کا پہنچے گا۔

اعتکاف

س:......اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

ج:......رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے عورت کوئی خاص جگہ اپنے گھر میں مقرر کر کے اور مرد ایسی مسجد میں کہ اس میں جماعت پنج وقتیہ ہوتی ہو عید کا چاند نظر آنے تک روزہ کے ساتھ وہاں موجود رہے اسے اعتکاف کہتے ہیں۔

س:......کیا اس جگہ سے نہ ہٹنا چاہیئے؟

ج:......ہاں اسی جگہ رہنا چاہیئے البتہ پیشاب یا پاخانہ یا غسل کی حاجت ہو تو غسل اور وضو کے لیے نکلنا درست ہے۔اور کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کے لیے بھی نکلنا درست ہے۔اور مرد کو جمعہ کی نماز کے لیے بھی نکلنا درست ہے۔مگر جمعہ کے فرض یا پوری نماز سے فارغ ہو کر فوراً چلا آوے اگر وہاں بیٹھا رہا یا راستہ میں کھڑا ہو گیا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔حتیٰ کہ اگر اپنی مسجد سے بھول کر بھی باہر نکل گیا تو تب بھی اعتکاف جاتا رہے گا۔اعتکاف میں بیوی سے ہمبستر ہونا، لپٹنا، چمٹنا بھی درست نہیں۔عورت حیض و نفاس میں اعتکاف چھوڑ دے اور پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کی قضاء ضروری ہے اگر یہ قضاء رمضان شریف ہی میں کی گئی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہے اور بعد رمضان قضاء کی تو اس دن روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

س:......کیا اعتکاف کرنا ہر شخص کے ذمہ ہے؟

ج:......نہیں بستی میں سے کسی ایک شخص نے اعتکاف کر لیا تو سب کے ذمہ سے یہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کسی نے نہ کیا تو سب اہل شہر گنہگار رہوں گے۔

زکوٰۃ

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہی گنہگار ہے۔قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا۔قرآن پاک میں جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم ہے اور زیادہ آیتیں ایسی ہی ہیں جن میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے۔زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیں ہوں کہ ہر بالی میں سو دانے" اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جس کے پاس سونا، چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی داغی جائے اور پھر جب ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر گرم کر لی جائیں گی۔اس طرح بے شمار احادیث میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لیے بڑی سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

اب ذیل میں زکوٰۃ کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

س:......زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

ج:......اپنی اصل حاجت سے زائد ایک خاص مقدار شرعی مال میں سے سال کے بعد حصہ مقررہ نکالنے کا نام زکوٰۃ ہے۔بشرطیکہ وہ مقدار شرعی ایک سال تک برابر یا شروع یا اخیر میں باقی رہے۔اگر چہ مال وسط میں مقدار شرعی سے کم ہو گیا ہو۔ہاں سب مال جاتا رہا ہو تو البتہ زکوٰۃ معاف ہے۔

س:......وہ کتنی مقدار ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کتنی واجب ہوتی ہے؟

ج:......ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اسکو نصاب کہتے ہیں اس سے زیادہ ہو تو بھی زکوٰۃ واجب ہے۔اور چالیسواں حصہ واجب ہے۔

س:......کیا سونے چاندی پر ہی زکوٰۃ واجب ہے اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو اور چیز ہو تو اس پر واجب نہیں ہے؟

ج:......سونے چاندی اور اس کے زیور اور سکے و برتن سچا گوٹا، ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے چاہے استعمال کیا جاوے یا بند رکھے رہیں۔البتہ

اس مقدار نصاب سے کم ہو جو بیان کی گئی ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

س:......سال ختم ہونے سے پہلے سونے چاندی کی قسم سے کوئی اور چیز آ جائے تو کیا اس کو اس پہلے مال کے ساتھ ملا کر اس سب کی زکوٰۃ کا حساب الگ کریں گے؟

ج:......اس پہلے مال کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔ مثلاً کسی کے پاس سو روپیہ یا سونا چاندی ضرورت سے زائد رکھے تھے۔ سال پورا ہونے سے پہلے پچاس روپیہ یا کچھ چاندی سونا اور مل گیا تو ان پچاس روپیہ چاندی سونے کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ اسی روپیہ یا چاندی سونے کے ساتھ ملا کر اس چاندی سونے اور اس روپیہ کا جب سال تمام ہو گا تو پورے ڈیڑھ سو روپیہ اور پورے چاندی سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س:......اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مگر وہ قرضدار بھی ہے تو پھر زکوٰۃ کس طرح دینا واجب ہے؟

ج:......قرضہ کو اس مال میں سے نکال کر دیکھیں اگر وہ مقدار زکوٰۃ کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ اس بچے ہوئے مال میں واجب ہے ورنہ نہیں۔

س:......اگر نہ سونے کی مقدار پوری ہو اور نہ چاندی کی بلکہ ہر ایک نصاب سے کم ہے تب زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......ایسی صورت میں دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ مثلاً اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سونے کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دیں۔ اور چاندی کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دیں۔ اور اگر اس صورت میں بھی حساب لگا کر دینا چاہیئے تو اس شرط سے جائز ہے کہ جس طرح قیمت لگانے میں غریبوں کا بھلا ہو اس طرح قیمت لگاوے۔

س:......کیا سونے چاندی کے علاوہ اور کسی دھات، لوہا، انگا و غیر یا مکان، دہراؤ، قیمتی جوڑے وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے؟

ج:......سونے چاندی کے علاوہ جتنا مال اسباب دیگر قسم کے دھات، لگن، دیگ، وغیرہ اور مکانات حتیٰ کہ سچے موتی کا ہار جواہرات وغیرہ کی چیز پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ اگر سوداگری کے لیے وہ سامان ہو اور اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو سال گزرنے پر اس سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اور سوداگری کا مال وہی کہلایا جاتا ہے جو سوداگری ہی کی نیت سے خریدا ہو۔ لہٰذا اگر کسی اور نیت سے لیا ہو پھر اس کو بیچنے کا ارادہ کیا تو مال تجارت نہ کہا جائے گا اس لیے اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی۔

س:......مہر جو کہ شوہر پر قرض ہوتا ہے اور بیوی کو وصول ہو اس پر زکوٰۃ کب دی جائے گی؟

ج:......مہر کے وصول ہونے کے بعد اگر سال بھر تک بمقدار نصاب باقی رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سال تمام کے بعد اور پچھلے سال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

س:......اگر مالدار آدمی کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ دے دے تو جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... جائز ہے بلکہ ایسا آدمی جو صاحب نصاب ہے کئی سال کی پیشگی دے دے یہ بھی جائز ہے لیکن کسی سال مال بڑھ گیا تو بڑھے ہوئے کی زکوٰۃ پھر دینا پڑے گی۔ اور صاحب نصاب کو کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور اس نے موجودہ مال نصاب اور اس ملنے والے مال دونوں کی زکوٰۃ پیشگی دے دی تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ بلکہ کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور وہ شخص مال ملنے سے پہلے زکوٰۃ دے دے تو یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بلکہ جب مال مل جائے اور سال گذر جائے تو پھر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

س:......اگر سال ختم ہونے سے پہلے تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیوے یا کچھ مال خیرات یا چوری ہو جائے۔ تو کیا زکوٰۃ واجب رہے گی؟

ج:...... تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیا جاوے تو زکوٰۃ معاف ہے اور اگر کچھ چوری ہو گیا یا کچھ خیرات کر دیا تو اس کے موافق زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ باقی مال میں زکوٰۃ واجب رہے گی اور اگر نہ خیرات کیا نہ چوری کیا بلکہ بعد سال تمام کسی کو ہبہ کر دیا یا کسی طرح اپنے اختیار سے ہلاک کر ڈالا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بلکہ کل مال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

س:......زکوٰۃ کیسے شخص کو دینا چاہیئے اور دیتے وقت کیا نیت کرنا بھی ضروری ہے؟

ج:......زکوٰۃ مسلمان غریب کو جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو دینی چاہیئے اور زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا ضروری ہے۔ اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو جب تک اس شخص کے پاس زکوٰۃ کی رقم موجود ہے تب بھی زکوٰۃ کی نیت کر لینا درست ہے۔ بلکہ زکوٰۃ کی نیت سے رقم نکال کر الگ رکھ دی اور پھر مستحق مل جانے پر بلا نیت مستحق کو وہ رقم زکوٰۃ کی دے دی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اس شخص پر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے بلکہ کسی کو انعام کے نام سے دے دی یا قرض کے لیے کوئی غریب آیا۔ قرض کے نام سے دے دی مگر دل میں نیت زکوٰۃ کی کر لی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

س:......کسی پر ہمارا قرض ہو اور ہم زکوٰۃ کی نیت سے اس پر چھوڑ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی انتہا پرہیزگاری پر ہوتی ہے۔ (العلل المتناہیۃ)

دیں۔تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:......اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ہاں اگر جتنے روپیہ اس پر قرض ہیں اتنے روپیہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے دے دیئے جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

س:......کوئی شخص زکوٰۃ خود ادا نہ کرے بلکہ دوسرے کو زکوٰۃ کی رقم دے کہ وہ ادا کردے تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:......آپ نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دی کہ کسی مستحق کو دے دینا۔اور اگر اس نے بعینہٖ وہی روپے کسی غریب آدمی کو دے دیئے یا دوسرے اپنے پاس سے دے دیئے اور آپ کے روپے اس کے پاس موجود ہیں۔خرچ نہیں کیے بلکہ یہ خیال کیا کہ وہ میں لے لوں گا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔چاہے وہ اپنے کسی رشتہ دار ماں باپ وغیرہ ہی کو دے دے۔البتہ خود نہیں لے سکتا۔ہاں اگر یوں کہہ دیا کہ جو چاہے کرو۔تب خود بھی لے سکتا ہے۔اور اگر آپ کے دیئے ہوئے روپیہ خرچ کر ڈالے اور پھر اپنے پاس سے غریب کو دے دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔اسی طرح اگر آپ کے روپیہ اس کے پاس موجود ہیں اور دوسرے روپیہ اپنے پاس سے دے دیئے اور دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ اس کے روپیہ میں لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔اب وہ روپیہ پھر زکوٰۃ میں دے دیئے جائیں۔

س:......کوئی شخص بلا اجازت کسی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کردے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:......اگر اس شخص نے اجازت دے دی کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ ادا کر دینا۔تو اس نے اس کی طرف سے زکوٰۃ دی تب تو ادا ہوگی اور جتنا زکوٰۃ میں دیا ہے اب اس سے لے لیوے۔ اور اگر تمہارے بلا اجازت زکوٰۃ تمہاری طرف سے دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی حتیٰ کہ تم منظور بھی کرلو تب بھی درست نہیں۔اور نہ اس کو تم سے اس رقم کے وصول کرنے کا حق ہے۔

س:......نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟اور نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

ج:......نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

س:......یہ کیا بات کہ نوٹوں پر زکوٰۃ واجب مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؟

ج:......چونکہ نوٹ خود کوئی مال نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی رسید حوالہ ہے جو کہ قرضہ ہے اور قرضہ بلا وصول کیے زکوٰۃ کی نیت سے اسی پر چھوڑ دیا جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور زکوٰۃ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے وقت مالک کا بتانا ضروری ہے۔اور نوٹ دینے کی صورت میں وہ اصل قرضہ کا مالک ہوتا نہیں لہٰذا اسی طرح یہاں بھی نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔البتہ ان نوٹوں سے غلہ، کپڑا، جوتا، استعمال کی چیز خرید کر ادا کردیں۔تو ادا ہو جائے گی۔اور یا اس سے جس کو زکوٰۃ میں نوٹ دے رہے ہیں۔یہ کہہ دیں کہ ان نوٹوں سے اپنے استعمال کی کوئی چیز خرید لینا اور وہ خرید بھی لے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔اور اگر کوئی چیز نہ خریدی اور ضائع ہو گئے یعنی استعمال میں نہ آ سکے۔اور دینے والے کو معلوم ہو جائے تو پھر ادا کرنی ہو گی۔چونکہ قرضہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لہٰذا نوٹوں پر (جو کہ قرضہ ہے گورنمنٹ پر) زکوٰۃ واجب ہوگی۔

پیداوار کی زکوٰۃ

س:......کیا ہر قسم کی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے اور کیا اس کا نام بھی زکوٰۃ ہے یا کچھ اور؟

ج:......ہر قسم کی زمین پر واجب نہیں ہے بلکہ اس زمین پر ہے جو عشری ہو اور زمین کی پیداوار پر جو واجب ہوتا ہے اس کو عشر اور اس زمین کو عشری کہتے ہیں۔

س:......زمین عشری کی ذرا تفصیل کیجئے کہ کونسی زمین کو زمین عشری کہتے ہیں؟

ج:......کوئی ملک یا شہر کافروں کے قبضہ میں ہو اور وہ لوگ وہاں رہتے سہتے ہوں۔پھر مسلمان وہاں پر چڑھ آئیں اور لڑ کر وہ ملک یا شہر فتح کرلیں اور وہاں اسلام پھیلا دیں اور اس شہر کی یا ملک کی تمام زمین مسلمان حکمران مسلمانوں پر تقسیم کردی تو ایسی زمین کو عشری کہتے ہیں یا بلا لڑے ہوئے اس شہر کے سب لوگ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلائے گی۔ملک عرب کی سب زمین عشری ہے۔اگر کسی کے باپ دادا سے ہی زمین عشری چلی آتی ہو یا کسی ایسے ہی مسلمان سے خریدی ہو جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسی زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ یعنی عشر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کھیت میں صرف بارش کے پانی سے پیداوار ہو جائے یا ندی دریا کے کنارے ترائی میں بے سینچے پیداوار ہوگئی تو اس پیداوار میں سے دسواں حصہ نکالنا چاہیئے مثلاً ایسی زمین سے سو من پیداوار ہو تو دس من اور دس سیر میں ایک سیر حصہ خیرات کردے اور اگر اس زمین کو کسی اور طرح سینچا ہے مثلاً کنویں کے پانی سے یا رہٹ چلا کر یا بمبون کے پانی سے آبپاشی ادا کر کے سینچا ہے تو اس میں جو کچھ پیدا ہو اس کا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے۔مثلاً سو من میں سے پانچ من دس سیر میں سے آدھ سیر۔

س:......کتنی پیداوار میں دسواں یا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے؟

ج:......اس کی کوئی قید نہیں۔جس قدر بھی پیداوار ہو کم وزیادہ میں کوئی فرق نہیں۔

س:......کیا ہر قسم کی پیداوار میں صدقہ واجب ہے؟

ج:......جی ہاں خواہ دانہ کی قسم سے ہو جیسے گیہوں، جو، چنا، مکئی، مٹر وغیرہ خواہ ترکاری کی قسم ہو پالک، میتھی، لوکی وغیرہ ترکاریاں خواہ میوہ جات کی قسم سے ہوں، انگور، انار، سیب وغیرہ البتہ گھر میں کوئی درخت یا ترکاری وغیرہ کی قسم سے بویا جائے تو اس کے پھل پیداوار میں صدقہ واجب نہیں ہے۔

س:...... اگر کافر زمین عشری کو کسی مسلمان سے خریدے یا کوئی مسلمان اس کافر سے خریدے یا کسی اور طرح ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے وہ

زمین کافر سے مسلمان کو مل جائے کیا تب بھی عشر ہی واجب ہے؟

ج:...... عشری زمین کو کافر مسلمان سے خریدے یا مسلمان اس کافر سے خریدے یا کسی اور طرح اس کو مل جائے تو پھر عشر واجب نہیں ہوتا۔

س:...... یہ عشر مالک زمین پر ہے یا پیداوار کے مالک پر؟

ج:...... اس میں اختلاف ہے صحیح تو یہ ہے کہ پیداوار کے مالک کے ذمہ ہے۔ لہٰذا کھیت اگر ٹھیکہ پر ہو خواہ نقد یا غلہ پر تب تو کاشتکار پر واجب ہے اور اگر کھیت بٹائی پر ہے تو زمین دار اور کسان دونوں کے ذمہ اپنے اپنے حصہ کا واجب ہے۔

س:...... ضرورت کے سامان ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج:...... جو سامان اسباب اکثر کام میں آتا ہے جیسے اپنے گھر پہننے کے کپڑے، نوکر چاکر گھر کی گرہستی، پڑھے ہوئے آدمی کے پاس اس کی سمجھ کے موافق پڑھنے کی کتابیں، دس پانچ گھر کا ہونا جو کہ کرایہ پر چلتے ہیں جن کی آمدنی سے اپنی گزر ہوتی ہے۔ یا ایک آدھ گاؤں کہ جس کی آمدنی سے گزر اوقات بھی نہیں ہوتی۔ یا ہزار بارہ سو روپیہ موجود مگر اتنے ہی یا اس سے زیادہ کا قرضہ بھی ہے۔ یا قرضہ کم ہے۔ مگر قرضہ ادا کر کے اتنی رقم نہیں بچتی جس میں زکوٰۃ واجب ہو ان کو اسباب ضروری کہا جاتا ہے۔ بخلاف دیگ، لگن، شامیانے وغیرہ کے گھر میں رکھے رہتے ہیں بھی اتفاقی بیاہ شادی میں کام آتے ہیں وہ سامان ضروری میں داخل نہیں لہٰذا ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا چون روپیہ کے برابر ہو تو زکوٰۃ لینا درست ہے۔

س:...... ایک شخص مالدار ہے لیکن سفر میں احتیاج پیش آ گئی کہ روپیہ پاس نہ رہا گھر تک کا کرایہ بھی نہ رہا کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ درست ہے؟

ج:...... درست ہے۔

س:...... کیا زکوٰۃ کا پیسہ مسجد و کفن دفن اور مدرسین و مؤذن اور امام کی تنخواہوں میں دینا درست ہے؟

ج:...... ان موقعوں پر دینا درست نہیں حتّٰی کہ میت کا قرضہ بھی زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کرنا درست نہیں ہے۔ زکوٰۃ کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے غریب مسلمان کو دی جائے کہ وہ اس پیسے کا مالک بن سکے اور کسی کام کے عوض نہ دیا جائے۔

س:...... کیا نابالغ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے؟

ج:...... اگر نابالغ کا باپ مالدار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر باپ مالدار نہ ہو تو ماں مالدار ہو تو نابالغ بچہ کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

س:...... اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوں اور برادر چچازاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔ اور نہ صدقات واجبہ جیسے نذر، کفارہ، عشر، صدقہ فطر ان کے علاوہ ہر قسم کے صدقہ نفلی یونہی اللہ واسطے دینا درست ہے۔

س:...... کیا نوکر، ماما، دائی، خدمتگار وغیرہ کو صدقہ واجبہ کا پیسہ دینا درست ہے؟

ج:...... درست ہے لیکن تنخواہ میں نہ لگائے بلا تنخواہ یونہی بطور انعام کے دیا جائے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت کر لی جائے۔

س:...... ایسا قاعدہ بتاؤ کہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ کس کو نہیں؟

ج:...... اپنے اصول جیسے ماں، باپ، دادا، سگر دادا وغیرہ اسی طرح نانا، نانی، پرنانا، سگر نانا وغیرہ اور اپنی فروع یعنی اولاد در اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتی، نواسی، درنواسی وغیرہ اور شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو اور غلام اور سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔ ان کے علاوہ سب غریب مسلمانوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ خواہ وہ بھائی بہن پھوپھی، چچی، ساس سسر، سالی، بھانجی، خالہ، سوتیلا باپ، سوتیلی ماں وغیرہ کوئی ہو۔

س:...... عورت کے جس کا مہر بامقدار نصاب شوہر پر چاہیے کیا اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج:...... اگر خاوند غریب ہو ادا نہیں کر سکتا یا امیر ہے دیتا نہیں یا مہر معاف کر دیا تو ایسی عورت کا زکوٰۃ دینا درست ہے۔ اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگے گی جب دیدے گا انکار نہ کرے گا۔ تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

س:...... جن کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اگر غلطی سے ان کو زکوٰۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:...... اگر وہ شخص کافر نہ ہو تو ادا ہو جائیگی مثلاً کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ سید ہے یا مالدار ہے یا اندھیرے میں کسی کو زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں ہے یا باپ لڑکی یا ایسا رشتہ دار نکلا کہ جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ مگر ان کو جب معلوم ہو جائے کہ یہ پیسہ زکوٰۃ کا ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے۔ اگر وہ شخص کافر نکلے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ اس سے لے لے اور اگر وہ نہ دے تو پھر کسی مستحق کو ادا کرے۔

س:...... کوئی آدمی ہے اور اس کا غریب یا مالدار اور سید وغیرہ ہونا کچھ معلوم نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج:...... ایسے شبہ کی حالت میں پیسہ نہ دینا چاہیے۔ اگر بلا تحقیق دیدیا تو دل اگر اس کے غریب ہونے کی طرف زیادہ جائے تب تو زکوٰۃ ادا ہو گئی پھر سے دوبارہ نہ دے اور اگر دل یہ کہے کہ یہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ پھر ادا کیجائے۔

س:...... سب سے زیادہ زکوٰۃ کے کون لوگ مستحق ہیں؟

ج:...... سب سے زیادہ اپنے رشتہ دار ہیں مگر ان سے یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان تصدیق قلبی اقرار زبانی اور عمل اعضاء کا نام ہے۔ (السنن لابن ماجہ)

زکوٰۃ کا پیسہ ہے تاکہ ان کو عار نہ آئے۔ برا نہ مانے۔ ان کے بعد دوسرے لوگ ہیں اور مدارس دینیہ ہیں کیونکہ مدارس دینیہ میں صدقات زکوٰۃ فطر چرم قربانی وغیرہ کی رقم دینے کا بہت ثواب ہے۔ اول غریب ہونے کا دوسرے مسافر ہونیکا تیسرے مہمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا چہارم طالب علم ہونے کا جہاں تک ہوسکے ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں نہ پہنچے۔ یہ مکروہ ہے۔ اپنی ہی بستی کے مدارس غربا میں تقسیم کی جائے ہاں دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا اپنے رشتے دار دوسری جگہ رہتے ہوں تو بھیجنا درست ہے مکروہ نہیں۔

صدقہ فطر

س:......صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟

ج:......رمضان شریف کے بعد عید کے دن عید کی نماز سے پہلے جو ایک خاص مقدار میں ہر شخص صاحب نصاب غریب کو خیرات کرتا ہے اسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔

س:......صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

ج:...... ہر مسلمان مالدار بالغ و نابالغ مرد و عورت پر صدقہ فطر واجب ہے خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

س:...... مالدار ہونے سے کیا مطلب ہے؟

ج:......مالدار ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہے اتنا مال ہو اپنی ضرورت اور قرضہ سے زائد بچا ہوا ہو یا اتنی قیمت کا مال و اسباب ہو رہنے کے علاوہ دوسرا مکان موجود ہو خواہ وہ مال و اسباب سوداگری کا ہو یا نہ ہو۔ اس پر سال گذر چکا ہو یا نہ گذر چکا ہو بلکہ عید کے دن صبح صادق سے پہلے ہی اتنا مال مل جائے میراث یا ہبہ وغیرہ میں تب بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

س:......صدقہ فطر کب واجب ہے؟

ج:......عید کے دن صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے اگر کوئی صبح صادق سے پہلے مر گیا اس پر واجب نہیں۔ اسی طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو گیا یا صبح صادق کے بعد کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو ان پر صدقہ واجب نہیں۔

س:......صدقہ فطر کس وقت ادا کرنا چاہیئے؟

ج:......مستحب اور بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے ادا کرے تاکہ بے چارے غریب لوگ بھی اس کے ذریعہ سے اپنے گھر میں کھانے پکانے کا سامان کرلیں اور اپنے بچوں کو خوش کرسکیں۔ اور اگر بعد عید یا رمضان شریف میں ادا کریں تب بھی ادا ہو جائیگا۔ اگر عید سے پہلے ادا نہ کیا ہو تو یہ نہیں کہ معاف ہو گیا بلکہ کسی دن ادا کرنا ضروری ہے۔

س:......صدقہ فطر اپنی ہی طرف سے واجب ہے یا دوسرے کی طرف سے بھی۔ مثلاً ماں، باپ، اولاد، بیوی کی طرف سے بھی؟

ج:......صرف اپنی ہی طرف سے واجب ہے۔ ماں، باپ، میاں، بیوی کی طرف سے واجب نہیں۔ البتہ مرد پر نابالغ اولاد کا بھی واجب ہے لیکن اگر وہ نابالغ اولاد مالدار ہے تو پھر ماں باپ کے ذمہ نہیں۔ بلکہ ان کے مال میں سے دے دیوے۔ اور بالغ اولاد کی طرف سے واجب نہیں اگر کسی کا لڑکا مجنون ہو تو اس کی اجازت سے دے دے۔ اگر بچہ عید کے دن صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے فطر واجب نہیں۔

س:......صدقہ فطر کس قدر واجب ہے؟

ج:......گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو پونے دو سیر مگر احتیاطاً دو سیر دے دیا جائے اور جو اور جو کا آٹا یا ستو اس کا دوگنا دیا جائے اور چنے اور جوار دی جائے تو اس قدر دی جائے کہ اس کی قیمت اتنے گیہوں یا جو کے برابر ہو جائے جو کہ بیان کی گئی ہے اور سب سے اچھا یہ ہے کہ اس وقت جو نرخ گیہوں کا یا جو کا ہو اس بھاؤ سے اتنے وزن گیہوں یا جو کی قیمت دی جائے۔

س:......صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا کئی فقیروں کو دیا جائے؟

ج:......سب طرح جائز ہے خواہ ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی آدمی کو دیا جائے یا چند فقیروں کو یا کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دیا جائے کہ وہ زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے کیونکہ اتنا دینا مکروہ ہے۔

قربانی اور اس کے احکام

قربانی کا بہت بڑا ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ ان دنوں نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہو تو زمین تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے۔

تو خوب خوش خوش اور دل کھول کر قربانی کیا کرو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے"۔ بھیڑ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گنے جاسکیں اگر اللہ تعالیٰ نے امیر اور مال دار بنایا ہے تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے وہاں ان رشتے داروں کے لئے بھی کرے۔ جو انتقال کر گئے ہیں جیسے ماں، باپ وغیرہ کہ ان کی روح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی طرف سے اور اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے بھی کر دے۔ اور نہیں تو کم از کم اپنی طرف سے قربانی ضرور کرے۔ کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے۔ جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے۔ پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہوگا۔ اور گناہ الگ رہا۔

س:......قربانی کس پر فرض ہے؟

ج:......جس پر صدقہ و فطر واجب ہے۔ اس پر قربانی فرض ہے اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان صبر اور جوانمردی ہے۔ (مشکوٰۃ)

کے کرنے میں بہت بڑا ثواب ہے اس لیے مسافر شرعی اور جس پر فرض بھی نہ ہوا گر وہ بھی قربانی کرے تو بے حد ثواب پاوے ہاں اگر مسافر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن اپنے گھر لوٹ آیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ جس پر قربانی فرض ہوتی ہے تو تیسرے دن قربانی کرنا ہوگی۔

س:......قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج:بقرعید کی دسویں تاریخ کو نماز کے بعد سے لیکر بارہویں تاریخ تک سورج غروب ہونے سے پہلے بھی کر لینا درست ہے اسی طرح اگر شہر اور قصبہ کے رہنے والے شخص نے اپنی قربانی کا جانور گاؤں میں بھیج دیا تھا تو اب اس کی قربانی نماز سے پہلے کرنا درست ہے۔ بعد ذبح گوشت منگوالے اور کھائے۔

س:......کیا قربانی اپنے ہاتھ سے کرنے اور کیا ذبح کے وقت کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے؟

ج:...... نہ اپنے ہاتھ سے کرنا ضروری ہے اور نہ کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر خود ذبح کرنا آتا ہو اور دعا یاد ہو تو خود ذبح کرنا اور دعا پڑھ لینا اچھا ہے۔ صرف دل میں قربانی کا یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ میں قربانی کرتا ہوں۔ البتہ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ اگر قصداً یہ نہ پڑھے جبکہ یاد بھی ہو تو قربانی درست نہ ہوگی۔ ہاں ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا بھول گیا ہو۔ تو قربانی صحیح ہے۔

س:......ذبح کے وقت کی دعا کیا ہے؟

ج:...... یہ دعا ہے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَ لَکَ پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

س:......قربانی اپنی ہی طرف سے فرض ہے یا بیوی بچوں کی طرف سے؟

ج:...... قربانی صرف اپنی ہی طرف سے فرض ہے۔ نہ بیوی کی طرف نہ اولاد کی طرف سے بلکہ نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی قربانی اس کی طرف سے فرض نہیں۔ نہ اپنے مال میں سے نہ اسکے مال میں سے۔ اگر کرے گا تو نفل ہوگی۔ مگر اس کے مال سے ہرگز نہ کرے۔ ورنہ گناہگار اور اتنے مال کا ضامن ہوگا۔

س:......جس پر قربانی واجب نہیں اگر اس نے جانور قربانی کا خرید لیا تو کیا قربانی اس پر واجب ہو جائے گی؟

ج:......جی ہاں اب واجب ہو جائے گی اگر وہ جانور گم ہو گیا تو اب دوسرا خریدنا واجب نہیں۔ اگر خرید لیا تو قربانی واجب ہو جائے گی پھر اگر پہلا بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی واجب ہو جائے گی۔ البتہ اگر وہ امیر ہے تو صرف ایک واجب ہوگی۔ لہٰذا اگر امیر آدمی کا جانور گم ہو گیا یا مر گیا یا کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا کہ قربانی درست نہیں ہوتی تو امیر آدمی کو دوسرا جانور خریدنا واجب ہے۔

س:...... یہ عجیب بات ہے کہ غریب جتنے جانور قربانی کی نیت سے خریدے تو اتنی ہی واجب ہوں گی اور امیر پر ایک ہی واجب ہوگی اس کی کیا وجہ ہے؟

ج:......اس تعجب پر مجھ تعجب ہے کہ تعجب ہی کیوں ہوا۔ سیدھی بات ہے کہ غریب پر منجانب اللہ واجب نہ تھی اس نے قربانی کی نیت کر کے اپنے اوپر خود واجب کر لی۔ پھر دوسری خریدی قربانی کی نیت سے وہ بھی واجب ہو گئی۔ جیسے نفل نماز کی نیت باندھنے سے واجب ہو جاتی ہے۔ فاسد کرنے سے پہلے ہی سے واجب ہے۔ لہٰذا اس پر وہ ایک ہی واجب رہے گی۔ اور یہ کرم خداوندی کس قدر ہے کہ امیر کے ذمہ گم ہو جانے پر دوسرا خریدنا لازم اور غریب کو دوسرا خریدنا لازم نہیں۔ اسی لیے خود ہی دوسری خرید کر لازم کر لی پھر تعجب کی کیا بات ہے۔ شریعت میں کہیں تنگی نہیں جو کچھ تنگی معلوم ہوتی ہے یہ اپنے جہل اور ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔

س:......قربانی کرنے کے لیے کسی نے جانور خریدا اور خریدنے کے وقت شریک کرنے نہ کرنے کی کچھ نیت نہ تھی اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی جانور میں شریک کر لیا تو کیا قربانی درست ہو جائے گی؟

ج:......اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت ہو تب تو شریک کرنا درست ہے۔ خواہ شریک کرنے والا غریب ہو یا امیر۔ اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پورا جانور خود ہی کرنے کا ارادہ تھا تو اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی اسے تو شریک کرنا درست نہیں اور اگر وہ امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے اسے دوسرے کو شریک کر لینا درست ہے۔ مگر بہتر نہیں۔

س:......قربانی کن کن جانوروں کی کرنا درست ہے؟

ج:...... بکری، بکرا، بھیڑ، دنبا، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، ان جانوروں کی قربانی کرنا درست ہے۔ اور جانوروں کی قربانی درست نہیں۔

س:......کیا ان سب جانوروں میں ایک ہی حصہ درست ہوتا ہے یا کئی شخص بھی شریک ہو سکتے ہیں؟

ج:...... اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، میں سات حصے تک درست ہیں اگر سات آدمی اپنا اپنا حصہ لے کر ان جانوروں اونٹ اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں شریک ہو جائے تو درست ہے مگر سب کی نیت قربانی کی ہو۔ صرف گوشت کھانے کی نیت ہو اور نہ کسی کا حصہ پورے ایک حصہ سے کم ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو یا آٹھ حصے ہو جائیں اور یا نیت کسی ایک کی گوشت کھانے کی ہو تو پھر کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ نہ اسکی جسکا پورا حصہ نہ اسکی جسکا ساتواں حصہ سے کم ہے۔

س:......قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونی چاہیئے؟

ج:......اونٹ پانچ برس کا بکری بکرا سال بھر کا، گائے بھینس دو برس البتہ دنبہ بھیڑ اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کے بھیڑ دنبوں کو چھوڑ دیں تو سال بھر کا معلوم ہو تو ایسے بھیڑ دنبہ چھ ماہ کے عمر کی بھی قربانی درست ہے مگر بکرا بکری پورے ایک سال کے ہی ہوں۔اس سے بالکل کم نہ ہوں۔خواہ کیسے ہی فربہ ہوں۔

س:......قربانی کے جانور میں اگر کسی جگہ عیب ہو تو کیا اس کی قربانی درست ہے؟

ج:......جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا زائد روشنی جاتی رہی ہو یا جس کے کان بالکل نہ ہوں پیدائش ہی سے یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زائد یا دم تہائی سے زائد کٹ گئی یا جس کے بالکل دانت نہ ہوں یا زائد گر گئے ہوں۔جس کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں۔گود انظر آتا ہے یا اتنا لنگڑا کہ تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہیں جاتا یا رکھا جاتا ہے مگر چل نہیں سکتا یا اتنا دبلا ہے کہ ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔ہاں اگر ایسا لنگڑا ہو کہ چلتے وقت لنگ والا پاؤں زمین پر رکھ کر چلتا ہو اور صرف کچھ کمزور ہو بالکل بے گودا نہ ہو یا دانت زیادہ موجود ہوں اور تھوڑے گر گئے ہوں یا پیدائشی کان چھوٹے چھوٹے ہوں یا پیدائشی سینگ نہ ہوں یا تھے تو مگر ٹوٹ گئے ہوں البتہ بالکل جڑ سے نہیں ٹوٹے تو ایسے جانوروں کی قربانی درست ہے۔اسی طرح خصی بکرے،مینڈھے، کی قربانی جائز ہے۔بلکہ خصی کی اولیٰ ہے۔

س:......قربانی کا جانور خریدنے کے بعد ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے قربانی درست نہیں تو کیا اس جانور کی قربانی درست ہے؟

ج:......اگر وہ شخص امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے تب تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی تو اسے درست ہے کہ اسکی قربانی کر دے دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں۔

س:......قربانی کے جانور کے سات حصے لیے گئے کیا ان کو وزن سے تقسیم کیا جائے یا اٹکل سے بھی درست ہے؟

ج:......اگر تقسیم نہ کریں بلکہ یکجائی احباب فقراء کو تقسیم کرنا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو درست ہے۔اور اگر شریک اس میں حصے کرنا چاہیں تو پھر اٹکل سے تقسیم کرنا درست نہیں۔سب کو ٹھیک ٹھیک تقسیم کرنا چاہیئے۔اگر کسی طرف زائد ہو جائے گا تو سود کا گناہ ہوگا۔اور جس طرف زائد ہو گیا ہو اس کا کھانا بھی درست نہیں البتہ ایک طرف سری پائے یا کھال ملالی تو اگر اس طرف گوشت کم ہو تو درست ہے۔ہاں جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے ملائے تو یہ بھی سود ہوا۔اور گناہ ہوگا۔

س:......قربانی کا گوشت کیا کرنا چاہیئے؟

ج:......قربانی کا گوشت خود کھائے،اپنے رشتے داروں کو دیوے اور فقیر محتاجوں کو خیرات کرے۔اور اگر سب خود ہی کھالیا تو یہ بھی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لیے،ایک رشتہ داروں میں بھیجنے کے لیے ایک فقراء غریبوں کے لیے۔جن کے یہاں قربانی نہ ہو ان کے یہاں بھیجنا زیادہ مناسب ہے اور گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کی مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

س:......قربانی کی کھال کا کیا کیا جائے؟

ج:......اگر کھال کو بلا بیچے ہوئے یوں ہی اپنے کام میں لایا جائے جیسے چرس،چھلنی،مشک،ڈول،جائے نماز بنوالی تو درست ہے مگر جب بیچ دی تو پھر اس کے دام خیرات کرنا لازم ہے۔کسی غریب کو دے دے،مسجد یا کفن یا کنویں وغیرہ کسی ایسی جگہ خرچ کرنا درست نہیں ہے نہ کسی مزدوری اور تنخواہ میں دینا درست ہے۔ہاں مدرسوں میں دے دیے جائے اور اہل مدارس قاعدے کے موافق تملیک کر لیں تب جس جگہ صرف کریں درست ہے۔یا طلبہ پر کھانے،کپڑے وغیرہ میں صرف کریں۔رسی جھول قربانی کے جانور کے جو ساتھ آتی ہے سب خیرات کر دینا چاہیئے۔

س:......اگر کسی نے اپنے کام ہو جانے پر قربانی کرنے کی نیت کی تو کیا کام پورا ہو جانے پر اس کا پورا کرنا واجب ہے؟

ج:......جو شخص قربانی کرنے کی منت مانیں اور کام پورا ہو جائے تو اس قربانی کا کرنا واجب ہو جائے گا۔خواہ وہ مالدار ہو یا نہ ہو۔اور منت کی قربانی کا سب گوشت خیرات کرنا واجب ہے۔نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔جتنا خود کھائے گا امیروں کو دے گا تو اتنا پھر خیرات کرنا ہوگا۔دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے ہی دنوں میں کرے۔ہاں اگر ذبح کرنا مراد ہو تو جب چاہے ذبح کر دے۔قربانی کے دنوں میں ذبح کرنے کی قید نہیں ہوگی۔

س:......مردے کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

ج:......اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کی جائے تو درست ہے۔اور اس کے گوشت کا خود کھانا یا تقسیم کرنا بھی درست ہے۔مثل اپنی قربانی کے لیکن اگر کوئی وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کر دی جائے اور اسکی وصیت کی بناء پر اس کے مال میں سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت خیرات کر دینا واجب ہے۔اور اگر وصیت کی بناء پر قربانی کی مگر اپنے روپیہ سے تو پھر خیرات کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکا حکم مثل اپنی قربانی کے ہے۔ہاں ثواب میت کو ملے گا۔

س:......اگر کسی کی طرف سے اس کی بلا اجازت قربانی کر دی جائے تو کیا درست ہے؟

ج:...... بلا اجازت قربانی کرنا درست نہیں یہ قربانی درست نہ ہوگی اور اگر کسی جانور میں کسی کا حصہ بلا اجازت لے لیا تو اور حصہ داروں کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کو ایمان محکم سے زیادہ کوئی عمدہ چیز نہیں دی گئی۔(نوادر الاصول)

س:......اگر کوئی جانور گابھن نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

ج:......قربانی اس کی درست ہے۔اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے یہ نہیں کہ دوسرے سال قربانی کرے۔لیکن بجائے اس گابھن کے اور دوسری لے لیں تو اچھا ہے مگر اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو جانور دوسرا لیا جائے وہ اگر قیمت میں اس سے کم ہوگا تو یقیناً اتنے دام خیرات کرنا ہونگے۔مثلاً پہلا دس روپیہ کا تھا دوسرا آٹھ روپیہ کا تو دو روپیہ خیرات کرنا ہوں گے۔اور اگر بدلنے والا غریب ہے تو اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنی گائے دے دے پھر دوسری لے لے۔کیونکہ اگر ایسا نہ کیا بلکہ پہلے دوسری لے لی تو اب دونوں کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی اور اگر وہ امیر ہو کہ جس پر قربانی واجب تھی تو وہ خواہ پہلے اپنی دے کر دوسری لے خواہ دوسری پہلے لے کر اپنی دے۔ہر طرح اس پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔

عقیقہ کا بیان

س:......عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

ج:......عقیقہ اسے کہتے ہیں کہ جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو اور ساتویں دن یا جب توفیق ہو جائے تو بکرا بکری دنبہ مینڈھا ذبح کر دیا جائے اور اس بچے کا نام رکھ دیا جائے۔عقیقہ کرنے سے سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور اللہ کے حکم سے آفتوں سے دور رہتا ہے۔

س:......کیا لڑکا لڑکی کے لئے ایک ایک بکرا بکری ہے؟ اور ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو پھر کب کرے؟

ج:......لڑکے کے واسطے دو بھیڑ یا دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے اور اگر حصہ لیا جائے تو لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے۔اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو ساتویں دن ہو جانے کا خیال کرنا بہتر ہے۔اور اس طرح کہ جس دن بچہ پیدا ہو تو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے۔مثلاً بدھ کو پیدا ہوا ہو اور منگل کو عقیقہ کر دے۔

س:......کیا دو بکرے بکری یا مینڈھا لڑکے کے واسطے کرنا لازم ہے؟

ج:......نہیں وسعت ہو تو دو کر دے نہیں تو ایک کر دے اور ایک کی بھی وسعت نہ ہو تو قرض لے کر نہ کرنا چاہیئے۔جب وسعت ہو کر دے نہیں تو نہ کرے۔

س:......کیا بچہ کے سر پر استرا رکھنا اور اسی وقت جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے؟

ج:......توبہ توبہ، فضول رسم ہے۔ہر طرح جائز ہے چاہے پہلے ذبح کرے بعد کو سر منڈاوے یا پہلے سر منڈاوے بعد کو ذبح کرے بلکہ اچھا تو یہ ہے کہ ذبح سے پہلے سر منڈا جائے۔

س:......عقیقہ کس جانور کا درست ہے؟

ج:......جس جانور کی قربانی درست ہے اسی کا عقیقہ بھی درست ہے اور جس جانور کی قربانی بھی درست نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں۔

س:......عقیقہ کا گوشت کیا کرنا چاہیئے؟

ج:......عقیقہ کا گوشت چاہے سب کچا تقسیم کر دے چاہے پکا کر تقسیم کر دے چاہے پلاؤ وغیرہ پکا کر کھلائے دعوت کر دے چاہے خود پکا کر کھائے۔اور کچھ اعزاء و رشتہ داروں وغریبوں میں تقسیم کر دے۔سب درست ہے۔اور ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔اور یہ جو مشہور ہے کہ دادا، دادی، نانا، نانی، کو نہ کھانا چاہیئے، غلط ہے۔البتہ اس طرح مستحب ہے کہ ایک ران دائی کو اور سر نائی کو اور ایک حصہ سے تہائی گوشت کچا یا پکا خیرات کر دے اور دو تہائی یعنی دو حصے غریبوں میں تقسیم کر دے یا ان دو حصوں میں سے چاہے تو خود بھی کھائے اور بہتر ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں توڑی نہ جائیں اور یہ باتیں ضروری نہیں ہیں۔لہٰذا اگر ران دائی کو اور سری نائی کو بھی نہ دے تو نہ کچھ گناہ ہے اور نہ نائی اور دائی کو برا ماننا چاہیئے۔اور کسی کو ان باتوں کے ترک کرنے پر طعن نہ کرنا چاہیئے۔کیونکہ مستحب کام کے ترک پر کسی کو برا کہنا، طعن کرنا یہ گناہ ہے۔کیونکہ طعن اور برا سمجھنا تو واجب کے ترک پر ہوتا ہے اور جب ترک مستحب پر طعن کی تو مستحب کو واجب سمجھنا لازم آیا۔اور مستحب کو واجب سمجھنا یہ گناہ ہے۔اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی ہوگی کہ میلاد شریف کرنا ایک مستحب امر ہے اس کے تارک کو طعن کرنا ہرگز درست نہیں۔اگر کرے گا تو اس نے مستحب کو واجب سمجھا اور یہ خود گناہ ہے۔اور اگر میلاد شریف میں وہ باتیں جو آجکل کی جاتی ہیں کہ ملکر آواز ملا کر پڑھتے اور گاتے ہیں اور روایات غلط بھی ہوتی ہیں اور عورتوں کی مجلس میں ایسا کرنا تو اور زیادہ برا ہے تب تو مستحب بھی نہیں رہتا اور اگر کہیں قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحی فداہ کے تشریف آوری کا عقیدہ ہو تب تو عقیدہ کے فساد سے معصیت ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ ہوتا ہے۔قرآن اور حدیث وفقہ کی کسی کتاب سے ثابت نہیں اگر کسی بزرگ کا فعل ہو تو حجت نہیں۔کیونکہ اگر کشف سے ان کو اس وقت معلوم ہوا تو وہ ان کا ذوق ہے کسی پر حجت نہیں۔اور دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کو ہمارے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حیات شریف میں پسند نہ فرماتے تھے بعد وفات کے کیسے پسند فرمائیں گے اور جو چیز آپ پسند نہ فرماتے ہوں ہم غلاموں کے ذمہ یہی ہے کہ اس کو ہرگز نہ کریں اگرچہ محبت میں اس کے کرنے کو جی چاہتا ہو مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع مقدم ہے اور اصل ہے ورنہ تو اپنے جی چاہی بات کرنا اور حکم کا اتباع نہ کرنا اتباع نفس ہے۔نہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ عجیب چیز ہے کہ محبت کا دعویٰ اور کام خلاف محبت، حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو ہم کھڑے ہو جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گرانی ہوتی تھی پیشانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جس چیز کی لالچ میں ایمان لایا اس کو صرف وہی چیز ملے گی۔(الجامع)

پرشکن پڑ جاتے تھے۔ آخر کار ہم نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا اگرچہ دل چاہتا تھا۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہہ دیجئے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہمارے اعمال پیر و جمعہ کو پیش ہوتے ہوں گے تو ان میں ہمارے یہ عمل بھی آپ کی مرضی کے خلاف پیش ہوتے ہوں گے تو کیا کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہ ہوتی ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی تو منظور مگر اس کو ترک کرنا منظور نہیں ایسی محبت کس کام کی کہ محب سے محبوب کو تکلیف ہو۔ علاوہ ازیں یہ تو مشاہدہ ہے کہ میلاد شریف پڑھنے والے جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں۔ نعت و سلام اور بہت ہی محبت کا اظہار کرتے ہیں ان کی صورت دیکھئے تو بالکل خلاف محبوب کہ محبوب کی داڑھی تھی ان کی داڑھی ہی نہیں۔ محبوب تو نماز پڑھتے تھے اور حکم بھی فرمایا مگر یہ نماز ہی نہیں پڑھتے۔ جب فرائض میں یہ کوتاہی ہے تو دیگر عبادات تہجد دیگر نوافل روزے وغیرہ کی کمی کا کیا ٹھکانہ۔ نہ درود شریف کی کثرت، نہ کلمہ شریف کی، نہ استغفار کا ذکر بس محبت کا صرف دعویٰ ہے۔ جس کا غلط ہونا ان کے افعال سے ثابت ہے کہ یہ افعال محبوب کی مرضی کے خلاف ہیں بلکہ محض ایک رسم ہوگئی ہے جس کا ترک کرنا نہایت ضروری ہے۔

(حمت، اقتباسات تعلیمات اسلام مسیح الامت حضرت مسیح اللہ صاحب تھانوی رحمۃ اللہ)

حج کا بیان

اسلام کا چوتھا ستون حج ہے۔ جس شخص کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اس کے ذمے حج فرض ہو جاتا ہے۔ حج کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہے اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں □ó□" اور جس پر حج فرض ہو اور پھر وہ نہ کرے اور نہ ہی وصیت ہی کر جائے تو اس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کھانے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جا سکے اور پھر حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔

اب ہم ذیل میں حج کے احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

س: ......حج کرنا کس پر فرض ہے؟

ج: ......جس شخص عاقل بالغ، بینا، مسلمان کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اتنا خرچ ہو کہ مکہ معظمہ سواری پر درمیانی طریقہ سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اور گھر پر اپنی بیوی اور نابالغ اولاد کے لیے لوٹنے تک کھانے پینے کا سامان چھوڑ جائے راستہ میں امن و امان ہو تب حج فرض ہوتا ہے۔ نابالغ اور بالغ اندھے پر اور غلام پر حج فرض نہیں۔

س: ......کیا حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے گناہ تو نہ ہوگا؟

ج: ......جب حج جس پر فرض ہوگیا فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے: بلا عذر دیر لگانا درست نہیں۔ اگر موت سے قبل کر لیا تو ادا ہوگیا کیونکہ ادا کر دینا تو فرض ہے البتہ دیر کر دینے کا گناہ ہوگا اور اس کا کفارہ توبہ ہے۔

س: ......وہ عذر کیا ہے جن سے حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے؟

ج: ......بیماری، راستہ امن و امن والا نہ ہونا، کسی دشمن کا اندیشہ ہونا، اور عورت کے لیے عدت میں ہونا اور محرم کا ساتھ نہ ہونا، البتہ مکہ معظمہ سے اڑتالیس میل سے کم پر رہتی ہو تو بلا محرم بھی جا سکتی ہے پھر دیر لگانا درست نہیں۔

س: ......کیا حج عمر میں ایک بار فرض ہے یا کئی بار؟

ج: ......حج صرف ایک بار فرض ہے باقی نفل اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

س: ......اگر نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کر لیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد فرض نہ ہوگا؟

ج: ......نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کیا وہ ثواب نفل کا ملے گا۔ فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

س: ......کیا نابالغ کے ساتھ سفر کرنا درست ہے؟

ج: ......نابالغ کے ساتھ بھی جانا درست نہیں بلکہ بالغ محرم، فاسق، فاجر، کہ ماں، بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں اس کے ساتھ بھی سفر درست نہیں۔ ہاں جب اطمینان کا محرم مل جائے تو عورت کے لیے حج کے لیے جانا لازم ہو جائے گا۔ اگر شوہر روکے تب بھی اس کا کہنا نہ مانے۔ شوہر کو روکنا درست نہیں ہے اور جو شخص ساتھ جائے اس کا سارا خرچہ اسی عورت کے ذمہ ہے۔

س: ......جو محرم شخص ساتھ جانے والا اس عورت کو نہ ملے تو کیا اس کے ذمہ سے حج چھوٹ گیا؟

ج: ......اگر مرتے وقت تک کوئی ایسا محرم نہ ملے یا کسی کو کسی وجہ سے جانا نہ ہو سکا تو مرتے وقت وصیت کر جانا لازم ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا۔ لہٰذا مر جانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال سے جو کہ قرض کفن دفن کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے تہائی مال میں سے حج کرانا واجب ہے اگر تہائی مال کافی نہ ہو تو بلا سب وارثوں کی رضامندی کے دوسرے کے مال سے لیکر حج کرانا درست نہیں۔ اسی طرح نابالغ کے حصہ میں سے بھی لینا درست نہیں۔ اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ یہی روزہ داروں کی قضاء کی وصیت کا حکم ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہے اس کو حج بدل کہتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس مستحق کے بدلے حج کو گیا۔

س: ......حج بدل کے لیے کیسا آدمی ہونا چاہیئے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ج:...... مستحب یہ ہے کہ یہ شخص پہلے حج کر چکا ہو اور جس کی طرف سے حج کرایا جارہا ہے اسی کے وطن سے حج شروع کرے البتہ وہ روپے اس کے شہر سے کافی نہ ہوں تو جس جگہ سے کافی ہوجائیں وہاں سے کسی کو تجویز کرلیا جائے مثلاً جدہ سے ان روپوں میں حج ممکن ہے تو جدہ سے کسی کو تجویز کرلیا جائے۔ کسی حاجی کو وہ روپے دے دیے جائیں کہ وہ جدہ سے تجویز کرے۔

س:...... کیا بغیر وصیت کے حج کرانا درست ہے؟

ج:...... بلا وصیت اس کے مال میں سے تو درست نہیں ہے البتہ دیگر بالغ ورثاء میراث میں سے بخوشی اجازت دیں دیں تو جائز ہے انشاء اللہ تعالیٰ فرض ادا ہوجائیگا مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

س:...... اگر حج کو جانے والے کے پاس مکہ معظمہ کا خرچ ہے مدینہ طیبہ کا نہیں ہے تب بھی حج فرض ہے؟

ج:...... جی ہاں تب بھی فرض ہے یہ خیال لوگوں کا غلط ہے کہ مدینہ طیبہ جانے کا خرچ پاس نہ ہو تو حج فرض نہیں البتہ وہاں کا بھی خرچ پاس ہو تو مدینہ طیبہ جا کر روضہ مبارک کی زیارت کرنا بے حد ثواب رکھتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ مَنْ وَجَدَ سَعَتَہٗ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

یعنی ”جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی“

غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ مدینہ طیبہ نہ جانا چاہیئے یہ غلط ہے اور حدیث شریف:

وَ لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَۃِ مَسَاجِدَ

کو دلیل میں لانا درست نہیں۔ اس حدیث شریف میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ سوائے تین مسجدوں کے اور کسی مسجد کے لیے سفر کرنا درست نہیں۔ اور وہ تین مساجد یہ ہیں۔ (۱) بیت المقدس (۲) بیت اللہ (۳) مسجد نبوی۔ اور اگر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے تو غیر مقلدوں کو چاہیئے کہ کہیں کا سفر نہ کریں بلکہ اس کے اندر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ لوگ دوسری مسجدوں کی طرف زیادہ ثواب سمجھ کر سفر کرتے ہیں۔ یہ درست نہیں مسجد مسجد سب برابر ہے۔ تین مسجدوں میں زیادہ ثواب ہے خانہ کعبہ میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر اور بیت المقدس میں پچیس ہزار کے برابر اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر۔ باقی سب یکساں ہیں۔ کہ جس طرح لوگ سفر آخری جمعہ رمضان المبارک میں آگرہ دہلی چل دیتے ہیں یہ درست نہیں۔

س:...... کیا عورت احرام کی حالت میں منہ ڈھانک سکتی ہے؟

ج:...... احرام کی حالت میں منہ ڈھانپنا اس طرح کہ منہ کو کپڑا لگے درست نہیں۔ اس طرح ڈھانکے کہ چہرے سے کپڑا الگ رہے اس کے لیے مکہ معظمہ میں ایک جالی دار پنکھا بکتا ہے اس کو چہرے پر باندھ لیا جائے اور آنکھوں کے سامنے جالی رہے برقعہ اس پر پڑا رہے۔ یہ درست ہے۔

س:...... احرام کیسے کہتے ہیں؟

ج:...... ہر ہر ملک والوں کے لیے ایک ایک جگہ مقرر ہے وہاں پہنچ کر غسل کر کے ایک نیا یا دھلا ہوا تہبند اور ایک چادر پہن لیتے ہیں اور دو رکعت پڑھ لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ

پھر تلبیہ پڑھتے ہیں اس کو احرام باندھنا کہتے ہیں۔

احرام کے بعد چونکہ بہت سی باتیں جیسے شکار، جماع وغیرہ حرام ہو جاتے ہیں اس لیے اس کا نام احرام ہے اور احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں۔ نئے کپڑے کا احرام افضل ہے۔

س:...... تلبیہ کیا ہے؟ ج:...... تلبیہ یہ ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

س:...... وہ مقامات کیا ہیں جہاں احرام باندھتے ہیں؟

ج:...... مدینہ والوں کے لیے ذوالحلیفہ، عراق والوں کے لیے ذات عرق، شام والوں کے لیے جحفہ، بغداد والوں کے لیے قرن، یمن والوں کے لیے یلملم، ہندوستان پاکستان والوں کے لیے یلملم ہے۔ اگر ان جگہوں کے پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیں تو یہ بھی درست ہے اور ان کے بعد بھی باندھ لیں تو یہ ناجائز تو نہیں مگر ایسا کریں گے تو ان کے ذمہ دم ہے۔ یعنی ایک بکری خرید کر ذبح کرے۔

تنبیہ:...... چونکہ حج کے مسائل بدون حج کیے ہوئے سمجھ میں نہیں آتے اور نہ یاد رہ سکتے ہیں اور معلم لوگ وہاں بتاتے ہیں اس لیے زیادہ لکھنا ضروری نہ سمجھا۔ عمرے کا طریقہ بھی وہاں معلوم ہو جاتا ہے۔ البتہ آسانی کے لیے مختصر بات کل چیزیں جو حج میں احرام باندھنے سے لے کر حج سے فارغ ہونے تک کی جاتی ہیں اس کو سہل سہل لفظوں میں ہم لکھتے ہیں اس کو خیال میں رکھیں۔ بس کافی ہے۔ غور سے پڑھیے۔ جب میقات پر پہنچیں تو وضو یا غسل کریں۔ اور احرام باندھیں یعنی تہبند باندھیں اور چادر اوڑھ لیں دو نفل پڑھ لیں اور نیت کرلیں اس طرح۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

اے اللہ میں ارادہ حج کا کرتا ہوں اس کو میرے لیے آسان فرمادیجئے اور میری جانب سے اس کو قبول فرمالیجئے اور تلبیہ پڑھیں۔ اس طرح

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

اور تلبیہ کے وقت حج کی نیت کرلی جائے اب اسطرح کرلینے سے احرام

بندھ گیا اور یہ شخص محرم ہو گیا اور احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ ہر نماز کے بعد پڑھتا رہے اور جب کہیں اوپر چڑھنا یا کہیں نیچے کی طرف اترنا ہو تو تلبیہ پڑھے۔ صبح صادق کو تلبیہ پڑھے جبکہ مکہ معظمہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں جائے اور اللہ اکبر پڑھے اور! لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ کہے اور حجر اسود کو بوسہ دے اسطرح کہ اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے اور منہ سے اسکو چومے۔ اور چومنے میں آواز نہ ہو اگر اژدھام کی وجہ سے لوگوں کو ایذا ہو چوم نہ سکے تو کسی شے کو مثل بید وغیرہ کے اس کو چھوادے اور اس شے کو بوسہ دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اسکی طرف ہاتھ کو کر کے ہاتھ چوم لے اسطرح کہ ہاتھ کندھوں کے مقابل کر کے ہتھیلی حجر اسود کی طرف کر کے اشارہ کرے۔ اس کی طرف اور ہتھیلی چوم لے پھر طواف کرے۔ حطیم کے پیچھے سے خانہ کعبہ کے دروازہ کے متصل سے اپنی دائیں جانب سے سات چکر پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی ذرا تیزی سے کندھوں کو ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے مقام پر پہنچے تو حجر اسود کو بوسہ دے اگر ممکن ہو اور طواف حجر اسود پر ختم ہوتا ہے پھر دو رکعت پڑھے مقام ابراہیم میں یا جہاں کہیں مسجد حرام میں پڑھنا آسان ہو۔ یہ طواف قدوم کہلایا جاتا ہے۔ اور یہ سنت ہے پھر صفا کی طرف جائے اور اس پر کھڑا ہو کر منہ خانہ کعبہ کی طرف کرے اور اللہ اکبر کہے اور لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ کہے درود شریف پڑھے دعا مانگے اپنی ضرورت کی پھر مروہ کی طرف تیزی کے ساتھ جائے اور مروہ پر پہنچ کر اسی طرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا۔ یعنی تکبیر، تحلیل، درود شریف اور دعا اس طرح سات چکر صفا اور مروہ کے درمیان لگائے۔ مروہ پر چکر ساتویں ختم ہو جائیگا۔ اس کو سعی بین الصفا والمروہ کہتے ہیں اس کے بعد مکہ معظمہ میں احرام کے ساتھ رہے اور جب جی چاہے اور آسانی سمجھے طواف خانہ کعبہ کا کر لیا کرے پھر ساتویں ذوالحجہ کو امام خطبہ سنائے گا جس کے اندر احکام حج کا بیان ہو گا اور آٹھویں ذوالحجہ کو منٰی میں جائیں گے رات کو وہاں رہیں گے۔ نویں ذوالحجہ کو بعد نماز فجر عرفات میں جائیں گے۔ عرفات پہنچ کر خطبہ سنایا جائے گا۔ پھر بعد زوال ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھی جائے گی اور دونوں تکبیروں کے درمیان کوئی سنت و نفل نہ پڑھی جائے گی اور یہ دونوں نمازیں جمع کرنا اسوقت ہیں کہ جماعت سے ہوں اور امام محرم ہو اور پھر ادائے صلٰوۃ کے لیے میدان عرفات میں ٹھہرا رہے۔ عرفات کا کل میدان موقف ہے۔ سوائے بطن عرنہ کے (نام پہاڑی) اور جبل رحمت کے قریب کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہو کر رہے۔ موقف میں اور جب تک موقف میں رہے تحمید و تکبیر و تحلیل و تلبیہ اور درود شریف اور دعا اپنی حاجت کی یہ تھوڑی دیر بعد پڑھتا رہے۔ پھر بعد غروب شمس نویں ذوالحجہ کو مزدلفہ کو جائیں اور جبل قزح کے قریب اتر جائیں۔ دسویں ذوالحجہ کو مغرب و عشاء کی نماز امام ایک اذان اور ایک اقامت سے لوگوں کو پڑھائے اور راستہ میں مغرب کی نماز جائز نہیں۔ مزدلفہ میں فجر کی نماز بہت سویرے غلس میں پڑھیں اور ٹھہرے رہیں اور زمانہ قیام میں تکبیر و تحلیل اور درود شریف و تلبیہ پڑھتے رہیں اور اپنی حاجت کی دعائیں مانگتے رہیں۔ اور مقام مزدلفہ میں سوائے بطن محسر کے جہاں چاہیں رہیں۔ پھر دسویں ہی کو مزدلفہ سے سات کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر یا چنے، لوبیے کے دانے کے برابر ہمراہ لے کر طلوع شمس سے قبل منٰی کو روانہ ہو جائیں۔ وہاں پہنچ کر جمرہ عقبہ پر رمی جمار کرے سات کنکریوں میں سے اس طرح کہ انگلیوں کے پوروں پر رکھ کر پھینک دیں۔ اور جب پہلی کنکر مارنا چاہیں تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیں پھر ذبح کریں پھر سر منڈائیں یا ترشوائیں مگر منڈوانا بہتر ہے۔ اور عورتیں ذرا سا بال چوٹی کے ترشوا دیں۔ اب سوائے عورتوں کے اور سب باتیں حلال ہو جائیں گی۔ پھر مکہ معظمہ جائے۔ چاہے دسویں کو چاہے گیارہویں یا بارھویں کو جائے۔ ان تینوں دنوں میں کسی دن مکہ معظمہ روانہ ہو جائیں۔ مگر اول دن افضل ہے۔ پھر مکہ معظمہ پہنچ کر طواف کریں۔ سات چکر بلا رمل اور بلا سعی بشرطیہ کہ پہلے طواف میں رمل و سعی کر چکا ہو اور اگر پہلے طواف میں رمل و سعی نہ کی ہو تو اب اس طواف میں رمل و سعی کرے۔ اس طواف کو طواف رکن کہتے ہیں۔ اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی۔ یہ طواف رکن ایام نحر کے اندر کیا جائے۔ بلا عذر بعد میں کرنے سے مکروہ تحریمی ہے۔ اور دم لازم ہوگا۔ پھر مکہ معظمہ سے منٰی جائیں اور تین اجمار کی رمی کرے۔ جمرہ اولٰی و جمرہ وسطٰی و جمرہ اخیرہ یہ رمی جمار زوال کے بعد ہے۔ ابتداء رمی جمار کی مسجد خیف کے پاس سے کرے پھر جمرہ وسطٰی کے پھر جمرہ عقبہ کے۔ یہ رمی ہر مرتبہ سات کنکریاں ہیں اور ہر رمی کے ساتھ تکبیر کہی جائے۔ اور تھوڑی دیر توقف کرے۔ کہ اس توقف میں تحمید و تحلیل تکبیر و درود شریف و دعا تضرع ہو پھر اس توقف کے بعد دوسری بار رمی ہے۔ پھر توقف کرے تحمید و تحلیل و درود شریف و دعا تضرع کے ساتھ پھر تیسری بار رمی کرے اور اب توقف نہ کرے اور اگر دوسرے تیسرے دن ٹھہرنا ہو جائے تو اسی طرح دوسرے دن اور تیسرے دن کرے۔ اور اگر چوتھے دن ٹھہرے تو بعد طلوع شمس اور قبل از زوال اسی طرح رمی کرے یہ رمی پیدل اور سوار ہر طرح جائز ہے۔ پیدل بہتر ہے۔ پھر منٰی سے مکہ معظمہ کو روانہ ہو جگہ محصب میں قدرے ٹھہر کر یہ حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور مکہ معظمہ پہنچ کر طواف صدر کرے یہ طواف واجب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک البتہ اہل مکہ پر واجب نہیں۔ اس طواف کو طواف وداع بھی کہا جاتا ہے بعد اس طواف صدر کے دو رکعت نفل پڑھ لیں لیکن اس طواف میں سعی اور رمل نہیں ہے۔ پھر آب زمزم پئیں اور پھر اپنے چہرے اور سینہ کو ملتزم یعنی باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان سے چمٹ کر روئے اور پردہ کو پکڑے اور دیوار مبارک خانہ کعبہ سے اپنے رخسار سے ملے اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگے۔ بس یہ تمام افعال شروع سے اخیر تک حج کے ختم ہو گئے۔

مسائل وطریقہ حج

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید اینجا

عزم حج: جب حج کا ارادہ کرے تو ہر قسم کے حقوق اور قرضہ جو اس کے ذمہ ہوں ادا کرے۔ اور سب گناہوں سے توبہ کرے۔ رشتہ داروں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے دین کے تابع نہ ہو۔ (مسند الفردوس)

دوستوں سے قصور معاف کرائے۔ قضاء نمازیں پوری کرے۔ زادراہ مال حلال سے ہو اور بقدر حاجت گھر والوں کو دے کر نیت خالص حج کی کرے اور کوئی نیت نہ ہو۔ ادائیگی نماز وفرائض کا خوب اہتمام کرے۔ ذکر اللہ کثرت سے کرے۔ غصہ سے بچے۔ کسی سے بھی کوئی جھگڑا وغیرہ اور بدمعاملگی نہ کرے۔ جب گھر سے نکل کر روانہ ہونے لگے تو دو رکعت نماز نوافل پڑھے اور ضروری ضروری سامان ساتھ لے۔ زیادہ بوجھ سے پرہیز کرے۔ سفر میں ہر جگہ ہر شے الحمدللہ خوب ملتی ہے اگر گنجائش ہو تو کچھ صدقہ بھی دے اور آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر سے روانہ ہو جائے۔ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو سفر شروع ماہ میں اول وقت جمعرات یا پیر کو شروع کرے۔ راستہ میں جہاں جہاں ٹھہرے تو دعائیں موقع بہ موقع اگر یاد ہوں تو پڑھے۔ ورنہ پھر جو کچھ آتا ہو وہی پڑھتا رہے۔ مثلاً استغفار، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمدللہ، درود شریف۔

سفر:...... جب جہاز یلملم کی سیدھ میں پہنچے تو اگر ممکن ہو تو غسل کرے، وضو کر کے احرام باندھ لے۔ ایک چادر بطور تہہ بند کے باندھ لے اور دوسری اوپر اوڑھ لے۔ سر ننگا رہے چادریں سلی ہوئی نہ ہوں۔ سنت یہ ہے کہ دو رکعت نماز نفل بھی پڑھے۔ بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔ احرام باندھ کر نیت حج یا عمرہ یا دونوں کی کرے اور بلند آواز سے کلمات تلبیہ تین بار کہے پھر آہستہ درود شریف پڑھ کر جو چاہے دعا مانگے۔ نماز پنجگانہ کے خصوصی اہتمام رکھے۔

اقسام حج

۱۔افراد ۲۔قران ۳۔تمتع

افراد: صرف حج کرنا

قران: عمرہ وحج، ایک ہی احرام سے کرنا

تمتع: عمرہ کر کے احرام کھول دینا، پھر حج کے لیے تازہ احرام باندھنا۔

فرائض حج

۱۔احرام باندھنا ۲۔مقام عرفات میں ٹھہرنا

۳۔طواف زیارت کرنا

واجبات حج

۱۔مزدلفہ میں ٹھہرنا ۲۔صفاومروہ کے درمیان دوڑنا

۳۔جمرات کو کنکریں مارنا ۴۔سر کے بال منڈوانا یا کتروانا

۵۔باہر کے لوگوں کو طواف صدر کرنا۔

۶۔اگر احرام قران یا تمتع کا ہے تو قربانی کرنا

نوٹ:...... کسی واجب کے ترک پر دم لازم آتا ہے۔

کلمات تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ.

یہ کلمات خوب کہے۔ خصوصاً اونچی جگہ پر چڑھتے، اترتے، صبح وشام، جب سو کر اٹھے، نمازوں کے بعد اور جب دوستوں سے ملاقات ہو۔

وہ کام جو حالت احرام میں منع ہیں

مردوں کے لیے: خوشبو لگانا، بال کٹوانا، سر یا منہ ڈھانکنا، سارا یا تھوڑا خشکی کے جانور کا شکار کرنا، یا شکاری کو بتانا یا اسکی مدد کرنا، لڑائی جھگڑا کرنا، عورتوں کے سامنے ذکر جماع۔ بیوی اگر ہمراہ ہو تو اس سے جماع، بوسہ وکنار وغیرہ سلے کپڑے جیسے کرتہ پاجامہ، ٹوپی موزہ پہننا۔

عورتوں کیلئے: سر نہ کھولے، تلبیہ پکار کر نہ کہے۔

وہ کام جو حالت احرام میں جائز ہیں

مردوں کے لیے:...... تکیہ پر سر اور رخسار رکھنا۔ کپڑوں کی گٹھڑی یا خوان سر پر رکھنا۔ سر اور داڑھی بلا خوشبو کے صابن سے دھونا۔ غسل کرنا مگر میل کچیل دور نہ کرے۔ نہ گرم پانی سے اور نہ سرد پانی سے۔ طہارت یا خنکی کی نیت سے غسل کرنا۔ ہمیانی پیٹی۔ انگشتری پہننا۔ سرمہ بلا خوشبو لگانا۔ سر کھجانا بشرطیکہ بال ٹوٹنے یا خون گرنے کا خوف نہ ہو۔ گھڑی کلائی پر لگانا۔ انجکشن لگوانا۔ داڑھ نکلوانا۔ فصد کرانا۔

عورتوں کے لیے:...... چہرہ کھلا رکھنا مگر چہرے پر اس طرح کپڑا لٹکانا کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے۔ سلا ہوا کپڑا پہننا۔ مگر زعفران سے رنگا ہوا نہ ہو۔ موزہ دستانے اور زیور پہننا۔ حالت حیض ونفاس میں احرام باندھ سکتی ہیں۔ اور طواف کے علاوہ سب افعال حج ادا کر سکتی ہیں۔

ضروری اور مفید مشورہ

حاجی صاحبان جو حج کے مہینوں میں جاتے ہیں ان کو چاہئیے کہ بلا احرام باندھے سیدھے مدینہ طیبہ چلے جائیں اور وہاں مناسب عرصہ تک ٹھہر کر احرام عمرہ باندھ کر مکہ معظمہ جائیں۔ اگر اول مکہ معظمہ جانا ہو تو وہاں عمرہ کرنے کے بعد مدینہ طیبہ چلے جائیں اور وہاں اس قدر ٹھہریں کہ ایام حج بالکل قریب آجائیں۔ تاکہ ان کو زیادہ احرام کی حالت میں رہنا نہ پڑے۔

داخلہ مکہ معظمہ وآداب حرم شریف

اگر ہو سکے تو پیدل اور ننگے پاؤں ادب کے ساتھ استغفار پڑھتے ہوئے اور دعائیں کرتے ہوئے دن کے وقت باب المعلی وباب السلام سے داخل ہوں۔ لبیک کے الفاظ بھی پڑھتے رہیں۔ درود شریف بھی پڑھتے رہیں۔ اگر ممکن ہو تو غسل بھی کر لیں۔ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے تو اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تین تین دفعہ کہیں۔ پھر مسجد شریف میں داخل ہو کر اول طواف کریں۔ اگر نماز فرض کا وقت ہو تو اول نماز ادا کریں پھر طواف کریں۔

طریقہ طواف

بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے بائیں کنارے کے مقابل آجائے اور سارا حجر اسود اسکی داہنی طرف رہ جائے۔ اور طواف کی نیت اس طرح کرے کہ اے اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اللہ کی رضا کی خاطر اس سے محبت نہ کرے۔ (احمد)

!میں بیت الحرام کے طواف کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لیے آسان فرما دے اور میری طرف سے ساتوں پھیرے قبول فرمائیں۔ اگر یہ کلمات عربی میں پڑھ سکیں تو زیادہ مناسب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَزَّ وَ جَلَّ.

اس کے بعد ذرا داہنی طرف کو چلے اور جو حجر اسود کے خوب مقابل ہو جائے تو حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو کر جیسا نماز میں ہاتھ اٹھاتے ہیں اٹھائے مگر تکبیر اور استقبال حجر اسود سے پہلے ہاتھ نہ اٹھائے۔ بلکہ حجر اسود کے مقابل (سامنے) ہو کر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔ تکبیر یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اور پھر ہاتھ چھوڑ کر استلام کرے۔ اگر یہ الفاظ بھی پڑھ لے تو خوب ہو۔ اَللّٰهُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَوَفَاءً بِعَهْدِکَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

حجر اسود کا بوسہ

اپنی دونوں ہتھیلیاں ہاتھ کی حجر اسود پر رکھ کر اپنا منہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لا کر نرمی سے بوسہ دے۔ زور سے چٹاخہ نہ بھرے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو بوسہ نہ دے۔ صرف دونوں ہاتھ رکھ دے یا صرف ایک دایاں رکھ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی وغیرہ سے حجر اسود کو چھو کر اس کو بوسہ دے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف اس طرح کرے کہ گویا ہاتھ حجر اسود پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور تکبیر (جو ابھی اوپر بیان ہوئی) پڑھ کر اپنے ہاتھوں کو بوسہ دے لے اور استلام کے بعد داہنی طرف کو اسطرح چلے کہ بیت اللہ بائیں مونڈھے کی طرف رہے۔ اگر اس طرح شروع نہ کیا تو طواف نہ ہوگا۔ دوبارہ کرنا واجب ہے۔ اگر نہ کیا تو دم دینا پڑے گا۔

(حطیم کو بھی طواف میں داخل کرے۔ اس کے بیچ میں سے نہ نکلے وگرنہ پھر سے طواف کرنا پڑے گا۔ اس طرح سات چکر کرنے کا نام ایک طواف ہے۔ ہر چکر پر استلام حجر اسود کرنا ضروری ہے مگر ہر بار ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ صرف پہلی بار ہے۔ اور ساتوں چکر پورے کرنے کے بعد آٹھویں بار استلام کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

نوٹ: ۱۔ دل میں طواف کی نیت کرنی فرض ہے وگرنہ طواف معتبر نہ ہوگا۔

۲۔ جس طواف میں احرام نہ ہو اس میں طواف کرتے وقت تلبیہ نہ کہنا چاہیے۔

۳۔ اگر چکروں کی گنتی میں شبہ ہو جائے تو فرض یا واجب طواف کی صورت میں از سر نو شروع کرے۔ اگر نفل یا سنت طواف میں شبہ ہو گیا تو اپنے گمان غالب پر عمل کرے۔

۴۔ اگر چکروں کے درمیان فرض نماز کے جماعت کھڑی ہو جائے تو نماز میں شریک ہو جائے اور بعد نماز جس جگہ سے طواف چھوڑا تھا اسی جگہ سے آ کر پورا کرے۔ اگر خدانخواستہ درمیان طواف وضو ٹوٹ جائے تو بھی اس کا یہی حکم ہے کہ وضو کر کے جہاں چھوڑا تھا وہاں سے پورا کرے بشرطیکہ چار چکر کے بعد وضو ٹوٹا۔ اگر اس سے کم چکر ہوئے تو تمام چکر اول سے پورے کرے۔

۵۔ طواف کرتے وقت بالکل نہ ٹھہرے۔ اگر حجر اسود کا استلام نہ کر سکے تو اشارہ کر کے بڑھتا چلا جائے۔ ۶۔ طواف کی حالت میں کھانا پینا مکروہ ہے۔

۷۔ چکر کرتے ہوئے خاموش نہ رہے۔ اگر کوئی دعا یا دعائیں یاد نہ ہوں یا دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو تو تیسرا کلمہ یا کوئی اور دعا جس میں خوب خشوع وخضوع حاصل ہو پڑھتا رہے۔ اگر کچھ بھی یاد نہ ہو تو سبحان اللہ یا اللہ اکبر پڑھتا رہے۔

رکن یمانی کا استلام

بیت اللہ شریف کے جنوبی کونہ کو رکن یمانی کہتے ہیں۔ جب چکر کے درمیان میں اس جگہ پہنچیں تو صرف دایاں ہاتھ لگانا کافی ہے۔ اگر بوجہ بھیڑ مشکل ہو تو کچھ کرے بغیر آگے نکل جاوے۔ ہاتھ نہ اٹھائے۔ یہ بدعت ہے۔ اور رکن یمانی و حجر اسود کے درمیان اگر ہو سکے تو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھا کرے۔ کیونکہ یہ پڑھنا مسنون ہے۔

مقامِ ملتزم

حجر اسود اور دروازہ بیت اللہ کے درمیانی حصہ کا نام ملتزم ہے۔ طواف (ساتوں چکر) ختم ہونے کے بعد اس مقام پر حاضر ہو۔ یہ مقام قبولیت دعا ہے۔ اس جگہ بیت اللہ کو لپٹ کر خوب گڑگڑا کر جو دل چاہے دعائیں مانگے اور خوب رو رو کر اپنے مولیٰ ذوالجلال والاکرام سے خطائیں معاف کرائے۔

پھر یہاں سے ہٹ کر مقام ابراہیم پر حاضر ہو اور دو رکعت نماز طواف ادا کرے۔ یہ دوگانہ واجب ہے اور ہر طواف کے بعد ادا کرنا ضروری ہے۔

اگر مقام ابراہیم پر بھیڑ ہو تو حطیم میں یا کسی اور جگہ حرم شریف میں ادا کر لے۔ مگر وقت مکروہ میں نہ پڑھے۔ جب مکروہ وقت نکل جائے تو پڑھ لے۔ اگر مکروہ وقت میں پڑھا تو پھر بعد میں دوبارہ پڑھے۔

نوٹ

عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیان عین طلوع یا غروب یا زوال کے اوقات مکروہ ہیں۔

اس دوگانہ ادا کرنے اور دعائیں مانگنے کے بعد چاہ زمزم پر حاضر ہو کر تین سانس میں خوب سیر ہو کر زمزم پیئے اور دعا کرے۔ یہ قبولیت دعا کا مقام ہے۔

ایک بات ضروری بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جب طواف کے بعد سعی کرنی ہو تو طواف میں اضطباع اور رمل کرنا سنت ہے۔ وہ بھی کرے۔

اضطباع:...... احرام کی چادر کا داہنا حصہ اپنی داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لے۔

رمل:...... طواف میں چلتے میں جھپٹ کر جلدی جلدی چلے اور زور سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہ

قدم اٹھائے۔ قدم نزدیک نزدیک رکھے اور مونڈھوں کو خوب ہلاتا جائے۔ اس طرح شروع کے تین چکر میں کرے اخیر کے چار چکروں میں نہ کرے۔

طواف سے فارغ ہو کر اضطباع موقوف کردے۔ اور دوگانہ طواف مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ عورت کے لیے نہ اضطباع ہے اور نہ رمل

سعی کرنے کا طریقہ

آب زمزم پی کر پھر حجر اسود کے پاس آئے اور ایک استلام کرے۔ یہ نواں استلام ہوگا۔ پھر باب صفا سے مسجد سے باہر نکلے۔ صفا پر چڑھے اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک آسمان کی طرف اس طرح اٹھائے جس طرح دعا میں اٹھاتے ہیں۔ اور تکبیر و تحلیل با آواز بلند کہے۔ اور درود شریف آہستہ پڑھے۔ اور خوب دل لگا کر دعا پڑھے کیونکہ یہ بھی دعا قبول ہونے کی جگہ ہے۔ جو چاہے دعا کرے اور تلبیہ بھی کہتا رہے۔ اور دیر تک ٹھہرا رہے۔ پھر ذکر (جو آتا ہو) کرتا ہوا اصلی رفتار پر مروہ کی جانب چلے۔ جب اس سبز نشان پر جو مسجد کے کونہ پر لگا ہوا ہے پہنچے تو ذرا دوڑ کر چلے۔ بہت نہ دوڑے جو دوسرا سبز نشان آجائے تو پھر اپنی چال چلنے لگے۔ جب مروہ پر پہنچے تو بیت اللہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور اس جگہ بھی ذکر اور دعائیں کرے۔ یہ جگہ بھی قبولیت دعا کی ہے۔ یہ ایک چکر ہوا۔

پھر مروہ سے اتر کر اپنی رفتار صفا کی طرف چلے اور سبز نشانات کے درمیان دوڑے۔ اور صفا پر پہنچ کر پہلے کی طرح اذکار اور دعائیں کرے۔ اب دوسرا چکر ختم ہوگیا۔ اسی طرح سات چکر کرے۔ اسی حساب سے سعی کا شروع صفا سے اور خاتمہ مروہ پر ہوگا۔

بعد سعی مسجد حرام میں حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل مطاف کے کنارے پڑھے۔ سعی پوری ہوگئی۔

تنبیہ: الف: اگر صرف عمرہ یا "تمتع" حج کی نیت بوقت باندھنے احرام کی تھی۔ تو سر منڈوا کر غسل کرے اور احرام کھول دے۔ پھر منیٰ کی روانگی سے قبل احرام باندھے بہتر ہے کہ ۷ تاریخ کو باندھ لے۔ عورت کا سر منڈانا یہ ہے کہ چوتھائی سر کے بال صرف ایک پورے کے برابر کاٹے جائیں۔

ب: اگر احرام افراد یا قران کا باندھا تھا تو سر نہ منڈوائے۔ بدستور احرام میں رہے۔

ہر دو صورتوں میں مکہ مکرمہ میں رہے۔ جتنے طواف نفلی کرسکتا ہو کرتا رہے۔ ان نفلی طوافوں میں اضطباع اور رمل نہ کرے۔

نوٹ: آفاقیوں کے لیے مکۃ المکرمہ کے قیام میں طواف نماز نفل سے افضل ہے۔ جملہ حجاج کرام سے ازدل درخواست ہے کہ تمام متبرک مقامات پر اس کتاب میں حصہ لینے والوں کو بھی یاد رکھیں۔ آداب حرمین شریفین میں سے ہے کہ دعا میں بخل نہ کرے۔ اس دعا کی خصوصیت رکھیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

جب کہ آپ نے حج کے لیے احرام باندھ لیا۔ طواف کر لیا (سعی کرنے یا نہ کرنے کی اجازت ہے) تو اب حج کے لیے تیار ہو جائیں۔

حج کے پانچ دن مخصوص ہیں

۸ ذی الحجہ کی صبح کو سورج نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں۔ منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور ۹ تاریخ کی فجر کی کل پانچوں نمازیں پوری کریں۔

۹ ذی الحجہ کی صبح کو ذرا دھوپ نکلنے پر منیٰ سے عرفات کی جانب روانہ ہو جائیں۔ عرفات میں زوال سے قبل کھانے پینے اور حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کر کے ظہر کی نماز وقت مقررہ پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ باجماعت اپنے خیمہ میں ادا کریں۔

نوٹ: افضل تو یہ ہے کہ مسجد میں ظہر اور عصر ملا کر پڑھیں۔ چونکہ ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہے اور اپنی جگہ بھول جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ مشورہ ہے کہ اپنی اپنی قیام کی جگہ نماز باجماعت ادا کریں۔

بعد نماز دعائیں، قرآن مجید، درود شریف، دعائے مغفرت پورے شوق اور ولولے کے ساتھ پڑھتے رہیں ظہر کی طرح عصر بھی اپنی جماعت کے ساتھ ادا کی جاوے۔ اور درود شریف کا ورد کثرت سے جاری رکھیں۔ اگر عربی پڑھ سکیں تو ادعیہ "مناجات مقبول" یا "حزب البحر" ضرور پڑھیں۔

غروب آفتاب کے ساتھ عرفات سے واپسی مزدلفہ کو ہوگی اور نماز مغرب وعشاء ایک ساتھ مزدلفہ میں باجماعت ادا کریں اور شب بھر یاد الٰہی میں مشغول رہیں یہ شب شب قدر کا درجہ رکھتی ہے اور اگر ممکن ہو تو ۶۳ کنکریاں باقلے کے دانے کے برابر یہاں سے لے لیں۔

۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو بعد نماز آفتاب طلوع ہونے کے قریب مزدلفہ سے منیٰ کو چل دے۔ منیٰ پہنچ کر اس دن حاجی کو چار کام اس ترتیب سے کرنے پڑیں گے۔ یہ کام واجب ہیں۔

۱۔ جمرہ کو سات کنکریاں مارنا۔ کنکریاں اس طرح مارے کے جمرہ کے قریب کم از کم پانچ ہاتھ کا فاصلہ رکھ کر ایک ایک کر کے کنکری ماری جائے۔ اس جگہ تلبیہ جو احرام کے باندھنے کے وقت سے پڑھا جاتا ہے۔ پہلی کنکری مارنے کے ساتھ بند کردے۔ کنکری مارتے وقت یہ خیال رکھے کہ کنکری ستون کی جڑ کے پاس گرے۔ صرف ستون سے لگنا معتبر نہیں اگر دور جا گرے تو پھر سے مارے۔ تین ہاتھ دور شمار ہوگا اور اس سے کم قریب۔

رمی سے فارغ ہونے کے بعد جانور ذبح کرے (مفرد کے لیے مستحب ہے اور دوسروں کے لیے واجب) پھر ذبح سے فارغ ہو کر سر منڈائے (یہ افضل ہے) یا کتروائے۔ اب حلال ہوگیا۔ احرام کھول کر غسل کر کے اپنے کپڑے پہن لے۔ اس دن کا چوتھا کام باقی ہے وہ یہ کہ اب بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے لیے مکہ مکرمہ آئے۔ یہ طواف

(طواف زیارت) فرض ہے۔طواف کے بعد سعی کرے۔

نوٹ: اگر بوقت احرام حج باندھنے کے طواف کے بعد سعی کر لی تھی تو پھر سعی کی ضرورت نہیں۔اگر صرف طواف کیا تھا تو اب سعی بھی کرے اور تین شوط (چکر) میں رمل کرے اضطباع نہ کرے۔

اس طواف اور سعی کے بعد اب بالکل حلال ہو گیا۔یعنی زوجہ سے اگر ہمراہ ہے ہمبستری حلال ہو گئی۔

طواف زیارت کے بعد دوگانہ طواف پڑھ کر واپس منیٰ جانا چاہیئے۔وہاں رہنا سنت ہے۔اگر یہ طواف نہ کیا اور تین دن گذر گئے تو دم دینا واجب ہوگا۔

دسویں تاریخ کے بعد تین دن اور رمی کرنی ہوتی ہے۔ان تاریخوں ۱۱،۱۲،۱۳ میں تینوں جمروں کی رمی کی جاتی ہے اور رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔پہلے اول جمرہ کو پھر دوم یعنی درمیانی کو، پھر سوم یعنی آخری کو رمی کرے۔ترتیب نہ توڑے اور رمی کرنے میں کنکریاں پے در پے مارے۔اور ہر کنکر مارنے کے ساتھ بسم اللہ واللہ اکبر کہے۔ہر جمرہ کو کنکری مار کر پیچھے ہٹ کر تسبیح، استغفار، درود شریف اور دعائیں پڑھے۔

مسئلہ:......اگر بارھویں تاریخ کو رمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے ہی منیٰ سے چلا آوے تو تیرھویں کی رمی کیے بغیر چلا آنا جائز ہے۔

جب رمی کر کے مکہ مکرمہ میں آئے تو محصب میں راستہ میں تھوڑا ٹھہر جائے اور وہاں دعا کرے۔سنت ہے۔جب تک مکہ مکرمہ میں قیام رہے۔ نفلی طواف بکثرت حتی المقدور کرتا رہے اور عمرہ سے بھی محروم نہ رہے۔

عمرہ

عمرہ ساری عمر میں ایک بار کرنا سنت مؤکدہ ہے۔اور رمضان شریف کا عمرہ اور دنوں کے عمرہ سے افضل ہے۔۹،۱۰،۱۱،۱۲ تاریخ ذی الحجہ کو عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔میقات سے احرام باندھ کر رمل اور اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور استلام کے ساتھ ہی تلبیہ قطع کر دے۔دوگانہ طواف ادا کر کے استلام حجر اسود کا کر کے پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے اور سر منڈائے یا قصر کرے۔بس عمرہ ہو گیا۔اگر سعی پیدل کرنے کی طاقت ہو تو سوار ہو کر نہ کرے کہ یہ خلاف واجب ہے۔

گنتی

احد	۱	عشر	۱۰
اثنین	۲	عشرین	۲۰
ثلاثۃ	۳	ثلاثین	۳۰
اربعۃ	۴	اربعین	۴۰
خمسہ	۵	خمسین	۵۰
ستۃ	۶	ستین	۶۰
سبعہ	۷	سبعین	۷۰
ثمانیہ	۸	ثمانین	۸۰
تِسْعَۃ	۹	تسعین	۹۰
		مائۃ	۱۰۰

دن

یوم السبت	ہفتہ	یوم الاحد	اتوار
یوم الاثنین	پیر	یوم الثلاثاء	منگل
یوم الاربعا	بدھ	یوم الخمیس	جمرات
یوم الجمعہ	جمعہ		

ضروری الفاظ

برید	ڈاک خانہ	ورق	کاغذ
فراش	بستر	سیارۃ	موٹر
طیارۃ	ہوائی جہاز	حمال	مزدور
طریق	راستہ	باب	دروازہ
حبل	رسی	مصلی	جانماز
سبحہ	تسبیح	کحل	سرمہ
سمر	کھجور	حناء	مہندی
سوق	بازار	ساعۃ	گھڑی
دقیق	آٹا	رز	چاول
علس	دال	خبز	روٹی
ملعقۃ	چمچہ	ابریق	لوٹا
سکین	چھری	فلفل	مرچ
منہل	رومال	ثلج	برف
ماء	پانی	سمن	گھی
بیضہ	انڈہ	لبن	دہی
سکر	چینی	لحم	گوشت
حلیب	دودھ	شائی	چائے
تفاح	سیب	جمل	اونٹ
بقر	گائے	رجل	مرد
امراۃ	عورت	بکرۃ	کل
الیوم	آج	فوق	اوپر
تحت	نیچے	رباط	مسافر خانہ
ذراع	گز	طیب	بہت اچھا
رح	جاؤ		

دکاندار سے گفتگو

ما ھذا	یہ کیا ہے؟
بکم ھذا	اس کی قیمت کیا ہے؟

9

بابﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تزکیہ وتربیت

۱۔واعظ کا مسلک رضامندی حق تعالیٰ ہونا چاہیے۔سامعین کے متعلق ہمیشہ یہ مسلک رکھے: کس بشنود یا نہ شنود من گفتگوئے میکنم۔

۲۔آج کل دینی مدارس کے قائم کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ اوراس نفع رسانی کی برکت سے خود بھی محروم نہ رہے گا۔

۳۔سالک کوکام میں لگنا چاہیے ثمرہ سے نظر نہ چاہیے۔

۴۔وساوس کا ہجوم رحمت ہے۔جس سے عُجب وخودپسندی کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

۵۔وساوس کتنے ہی برے ہوں مضر نہیں ہیں جب تک کہ ان کے متعلق قصد نہ ہو۔

۶۔بعض سالکین کیلئے انواروغیرہ کا منکشف نہ ہونا ہی مصلحت ہوتا ہے۔

۷۔علماء سوء کی بدخواہی سے متاثر نہ ہونا چاہیے۔

۸۔معاصی کے ارتکاب سے ناامید نہ ہونا چاہیے اور توبہ واستغفار کے بعد کام شروع کردینا چاہیے۔

۹۔ورد کے ترک پرافسوس کرنا بھی دولت ہے۔

۱۰۔معاصی کا علاج صرف ہمت واستغفار ہے۔

۱۱۔جس پیر کے مرید اکثر بے نمازی وغیر صالح ہوں وہ قابل بیعت نہیں ہے۔

۱۲۔کبھی قلب وزبان کا بے اختیار ذاکر ہوجانا اور کشش کا محسوس ہونا سلطان الاذکار کا اثر ہے اگر نماز کے متصل ایسی کیفیت ہوتو نماز کے ساتھ مناسبت تامہ ہونے کی علامت ہے۔

۱۳۔درس وتدریس بھی عبادت ہونے کی وجہ سے قائم مقام مراقبہ ہے زبان کا بوقت ذکر شیریں ہونا علامت سرایت ذکر کی ہے۔اور آثار سلطان الاذکار میں سے ہے۔

۱۴۔وساوس سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اس پرخوش نہ ہو۔

۱۵۔ہجوم مشاغل میں تھوڑا کام بھی بالکل ناغہ ہونے سے بہتر ہے۔ اورکوتاہی کی تلافی استغفار ہے۔

۱۶۔کسی وارد یا کیفیت کا غیر محرم سے ذکر نہ کرنا چاہیے اور نہ اس پر غرور کرنا چاہیے بلکہ نعمت سمجھ کرشکر کرنا چاہیے۔

۱۷۔اگر روشنی پھیل رہی ہے اور روشنی میں تمام جسم نظر آرہا ہے تو یہ لطائف کے انوار ہیں۔

۱۸۔جن مجالس میں غیبت ہو وہاں سے خوداٹھ جانا چاہیے۔

۱۹۔ذکر وشغل کے زمانہ میں دودھ اور روغنی اشیاء کا استعمال کرنا چاہیے۔ورنہ خشکی اورذکر کے آثار باہم مشتبہ ہوجاتے ہیں۔

۲۰۔فقہاء کے نزدیک کسی مومن کا اپنے ایمان میں شک کرنا کفر ہے۔اورصوفی جب تک خودکوکافرفرنگ سے بھی بدتر نہ جانے مومن نہیں ہوتا۔کیونکہ فقیہ کا فتویٰ حال پراورصوفی کی نظر مال وانجام پر ہے۔

۲۱۔اگر طبیعت میں شمار ذکر سے انتشار ہوتو تعداد کوچھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ مقصود نہیں ہے۔

۲۲۔نماز میں اگر الفاظ کی طرف خیال جمائے تووساوس بند ہوجاتے ہیں۔

۲۳۔گناہ کبیرہ سے فسخ بیعت نہیں ہوتی ہے جب تک کہ نیت فسخ نہ کرے۔

۲۴۔اگر عمل میں کوتاہی ہوتو علاوہ استغفار کے کچھ جرمانہ بھی مقرر کرنا چاہیے۔مثلاً بیس رکعت نفل پڑھے۔

۲۵۔شب کوسویرے کھانا اور کم کھانا اورعشاء پڑھ کرسویرے سونا اخیر شب میں آنکھ کھلنے کے لئے معین ہے۔

۲۶۔یبوست وحرارت بڑھ جائے تو تمام اذکار کوترک کرکے درود شریف پراکتفا کرکے یبوست کا علاج کرنا چاہیے۔

۲۷۔اہلیہ کی ناموافقت پرصبر کرنا یہ خودمجاہدہ ہے۔صبر سے برداشت کرنا چاہیے۔

۲۸۔شیخ کواپنے متوسلین سے کسی قسم کا لالچ نہ کرنا چاہیے۔

۲۹۔بعدعشاء کے ۱۴۱ مرتبہ یاوہاب پڑھنا حاجت براری کیلئے مفید ہے۔

۳۰۔اگر داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر بسم اللہ پڑھ کرکسی ناراض شخص کو سلام کرے تو یہ عمل باعث رضامندی ہوگا۔

۳۱۔نماز میں نماز کی طرف توجہ مقدم ہے۔اور بلا اختیار ذکر قلبی جاری ہوجائے تو مخل صلوٰۃ نہیں۔

۳۲۔اگر آخر شب میں تہجد میسر نہ ہو سکے تو بعد عشاء کے اپنے وظائف پورے کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان اور بخل کسی مومن کے دل میں ہمیشہ جمع نہیں ہوسکتے۔(النسائی)

۳۳۔ذکر جہر سے سونے والوں کو تکلیف ہو تو ذکر خفی کرنا چاہیے۔
۳۴۔جس پر فریفتہ ہو اس کے مرنے کا تصور کرے کہ گل سڑ کر کیڑے پڑ جائیں گے۔صورت بگڑ کر قابل نفرت ہو جائیگی۔
۳۵۔معمولات کے ناغہ ہونے کے لئے سفر کا عذر صحیح ہے۔
۳۶۔سورہ کہف کی آخری آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے آخر سورۃ تک پڑھ کر دعا کر کے سو رہنا تہجد کیلئے آنکھ کھلنے میں مجرب ہے۔
۳۷۔اگر کسی وقت تکان معلوم ہو تو ذکر کم کر دیں۔
۳۸۔مشغول آدمی کے لئے معمولات قلیلہ بھی غنیمت ہیں۔
۳۹۔روغن کدو کی مالش اور مغز بادام اور مغز تخم کدو کا شیرہ مصری سے شیریں کر کے پینا تر طیب دماغ کے لئے مفید ہے۔
۴۰۔کتاب ذم الدنیا کیمیائے سعادت کا مطالعہ محبت دنیا کو کم کرتا ہے۔
۴۱۔بتکلف کسی کام پر دوام کرنے سے استقلال وملکہ ہو جاتا ہے۔
۴۲۔چہل حدیث ملحقہ نشر الطیب کا مطالعہ باعث برکت ہے۔
۴۳۔شیخ کے ساتھ حسن ظن سے فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے۔
۴۴۔واعظ کی ترغیب وترہیب کا اثر اس کے خلوص پر دلالت کرتا ہے۔
۴۵۔مبتدی کے لئے کشف وکرامات رہزن ہیں۔
۴۶۔کسی کا آنحضرتؐ کی زیارت کرا دینا اس کی مقبولیت کی دلیل نہیں ہے۔
۴۷۔شیخ کی محبت بالواسطہ خدا کی محبت ہے۔
۴۸۔مراقبہ موت سے وحشت ہو تو مراقبہ رحمت و (شوق وطن) کا مطالعہ مفید ہے۔
۴۹۔جگہ کا بدل دینا بھی غلبہ نیند کا علاج ہے۔
۵۰۔جو شخص کہ عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے اس پر زہد وتوکل کا غلبہ ہوتا ہے۔
۵۱۔صورت ہائے مثالیہ اکثر اصل کے مطابق ہوتے ہیں۔
۵۲۔کبھی کشف سے تقویت اعتقاد مقصود ہوتا ہے۔
۵۳۔آسمان پر کسی حسینہ ماہر وعورت کا چاندی کے لباس میں دیکھنا حور جنت کی صورت مثالیہ ہے۔
۵۴۔بوئے حنا کا محسوس ہونا عالم برزخ سے ہے۔
۵۵۔مراقبہ وشغل احوال پیدا کرنے کے لئے ہیں۔جب احوال پیدا ہو گئے تو ان کی ضرورت نہیں۔
۵۶۔مکاشفات وخواب میں حق تعالیٰ کو دیکھنا صورت مثالیہ میں سے کسی لون کا دیکھنا ہے جو مخلوق ہے اس کو تجلی مثالی کہتے ہیں۔
۵۷۔صاحب نسبت کے پہچاننے کا بہتر طریقہ اعمال سے ہے۔کہ اتباع کامل شرع کا ہے یا نہیں ہے۔دوسرا طریقہ احوال سے پہچاننے کا ہے۔کہ اس کے لئے کشف کی ضرورت ہے۔
۵۸۔تجلی کا ادراک صرف قلب سے ہوتا ہے۔اگر چہ ظاہری آنکھ بند کر لی جائے۔
۵۹۔ایک نظر میں نواز نا شیخ کا اختیاری امر نہیں ہے اس کا بھی ایک وقت ہے۔
۶۰۔ولایت مقبولیت کو کہتے ہیں۔اور نسبت بھی یہی ہے۔
۶۱۔ہمہ اوست کا معتقد اگر بغلبہ حال ہے تو معذور ہے اگر بلا غلبہ حال ہے تو کافر ہے۔
۶۲۔اصلاح اعمال کے لئے بیعت شرط نہیں۔
۶۳۔ضعیف الدماغ کو بلاضرب ذکر خفی کرنا چاہیے۔
۶۴۔بلا شدید ضرورت ذکر میں بات نہ کرے۔
۶۵۔قضائے عمری کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کرے۔
۶۶۔واردات پر ناز یا اس کو کمال سمجھنا مضر ہے۔
۶۷۔ذکر قلب کی آواز سرایت ذکر کی علامت ہے جو مقصود کا زینہ ہے۔
۶۸۔میرے سینہ میں عرش معلی سے نور آرہا ہے۔یہ مراقبہ یکسوئی کے لئے مفید ہے۔
۶۹۔اتباع احکام شرعیہ وکثرت ذکر سے خدا اور رسول کی محبت بڑھتی ہے۔
۷۰۔تصور جمانے میں زیادہ مبالغہ نہ کریں۔
۷۱۔شیطان بھی سبب خیر ہوتا ہے۔
۷۲۔کسی کی ناجائز محبت کے ازالہ کے بعد اگر خفیف میلان رہے تو یہ مضر نہیں۔
۷۳۔اہل اللہ کی صحبت یا کیمیائے سعادت کا مطالعہ ہمت پیدا کرتا ہے۔
۷۴۔خدا تعالیٰ کے ہاتھ پیروں کے متعلق یہ تصور نہ کرے کہ ہم جیسے ہیں۔اگر بلا اعتقاد تصور آجائے تو کوئی حرج نہیں۔
۷۵۔کسی مضمون کا تصور باندھنا مراقبہ ہے۔
۷۶۔مراقبہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی استحضار کے لئے مفید ہے۔ اول تین چار مرتبہ تلاوت کر کے یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے افعال ظاہرہ وباطنہ دیکھ رہے ہیں۔
۷۷۔یادداشت کے قصد سے تسبیح رکھنا اولیٰ ہے۔
۷۸۔مقامات نجس میں اگر ذکر کرے تو کوئی حرج نہیں۔
۷۹۔عورتوں میں عاقبت اندیشی کم ہوتی ہے۔اس لئے بہ نسبت مردوں کے پریشانی کم ہوتی ہے۔
۸۰۔رخصت پر عمل نہ کرنا اور عزیمت پر ہمت نہ ہونا شیطان کی رہزنی ہے۔
۸۱۔اصلاح خیالات بجز کامل شیخ کی صحبت کے میسر نہیں ہوتی۔
۸۲۔نماز میں الفاظ کا سوچ کر ادا کرنا خشوع پیدا کرتا ہے۔اور مقتدی ہونے کی حالت میں دل میں الفاظ کا خیال کرے۔

۸۳۔ قلت غذا کا جرمانہ آجکل مناسب نہیں بلکہ نفل پڑھنا بہت بہتر ہے۔
۸۴۔ نماز میں چونکہ اور اشتغال سے تعطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اکثر اوقات گمشدہ چیز یاد آ جاتی ہے۔
۸۵۔ موجودہ واعظوں کے مجالس میں شریک ہونے سے ذکر و معمولات میں مشغول ہونا بہتر ہے۔
۸۶۔ تعلیم میں متعدد شخصوں کا اتباع نہ کرنا چاہیے۔
۸۷۔ صحت کیلئے چھ گھنٹے سونا ضروری ہے ایک دفعہ ہو یا بہ تفریق۔
۸۸۔ عادۃ اللہ یہی ہے کہ استفادہ خاص زندوں سے ہوتا ہے۔
۸۹۔ اتفاقاً ضرورت شدیدہ کسی مہمان کی خاطر سے معمولات میں تغیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔
۹۰۔ ارتکاب معاصی سے احتراز اگر مشکل ہو تو یہ مقرر کرے کہ اگر گناہ سرزد ہو گا تو پانچ سو نفل پڑھوں گا۔
۹۱۔ اگر شیخ کا تصور بلا اختیار جم جائے تو کلید سعادت ہے۔
۹۲۔ دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جائے کا معنی یہ ہے کہ ایک شیخ کو اپنے تمام امور سپرد کر دے۔
۹۳۔ کھڑے ہو کر ذکر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔
۹۴۔ حسن پرستی ایک امر طبعی ہے اس کے زوال کا انسان مکلف نہیں مگر اس کے اقتضاء پر عمل نہ کرے۔
۹۵۔ خواب میں برہنہ دیکھنا تعلقات دنیا سے تجرد اس کی تعبیر ہے۔
۹۶۔ شیخ کے سامنے کچہ چٹھا پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطور کلیات اپنے تمام عیوب بیان کر دے۔ جزئیات کی تفصیل غیر ضروری ہے۔
۹۷۔ کشف و قبور مبتدی کو مضر ہے۔
۹۸۔ نفع رسانی افضل عبادات ہے۔
۹۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کے مختلف طریق ہیں۔ کبھی اُنس کبھی ہیبت اس لئے سالک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف حیثیتوں سے خواب میں دیکھتا ہے۔
۱۰۰۔ جس پر غصہ ہو اس سے دور ہو جانا اور اعوذ باللہ پڑھنا اپنی خطاؤں اور غضب خداوندی کو یاد کرنا غصہ کا علاج ہے۔
۱۰۱۔ قرض کا بار اٹھا کر شیخ کی صحبت میں رہنا فائدہ کو کم کرتا ہے۔
۱۰۲۔ اپنی قبر کو دیکھنا فنا کی بشارت ہے۔
۱۰۳۔ اگر تعلیم میں حرج ہو تو طالب علم کے لئے نوافل وغیرہ مناسب ہیں۔
۱۰۴۔ جو شخص عشق میں مبتلا ہوا اور صبر کرے اور پھر مر جائے تو وہ شہید ہے۔
۱۰۵۔ جس قدر تقوی بڑھے گا بیوی سے محبت بڑھے گی۔
۱۰۶۔ اچھے کام کی فکر بھی موجب ثواب ہے۔
۱۰۷۔ اپنے حال کو کچھ نہ سمجھنا عبدیت ہے۔
۱۰۸۔ دعا کا مقصود تضرع و زاری ہے۔ اگر اردو میں ہو تو بھی بہتر ہے۔
۱۰۹۔ خواب میں شیخ کا عمامہ باندھنا مقتدائیت کی علامت ہے۔
۱۱۰۔ چونکہ الخلق عیال اللہ ہے اس لئے ان سے کج اخلاقی باعث ناراضی ہے۔
۱۱۱۔ مشتبہ چیزوں کے کھانے سے شہوت کی کثرت ہو جاتی ہے۔
۱۱۲۔ لڑکوں کی طرف اگر خیال ہو تو منہ اور قلب دونوں پھیرنا چاہیے یعنی دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔
۱۱۳۔ احباب کے ساتھ خوش طبعی مفید ہے اگر معتدل ہو۔
۱۱۴۔ حقوق العباد کا زیادہ خیال رکھنا خاص سلسلہ امدادیہ کی ممتاز علامت ہے۔
۱۱۵۔ مقتدی ہونے کی حالت میں اگر درود شریف بلا قصد قلب سے جاری ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔ مگر زبان کو حرکت نہ ہو۔
۱۱۶۔ خواب کی تعبیر اگر صاف نہ معلوم ہو تو جواب دے کر تکلیف نہ کرے۔
۱۱۷۔ خواب کے جذبات بیداری سے علیحدہ ہوتے ہیں۔
۱۱۸۔ اگر معاصی سے احتیاط کی توفیق میسر ہو تو کسی حال کی فکر نہ کرے۔
۱۱۹۔ اگر غصہ سے کوئی دینی یا دنیوی فساد برپا نہ ہو تو علاج کی ضرورت نہیں بلکہ نافع ہے۔
۱۲۰۔ اپنے تمام امور کو خداوند تعالیٰ کے سپرد کرنا اور جنت کی تمنا اور دوزخ سے پناہ مانگنا عین سنت ہے۔
۱۲۱۔ جنت کا مشاہدہ کرنا اور دنیا سے کنارہ کشی اور موت کی تکلیف کو فراموش کرنا ایک بلند مقام کی علامتیں ہیں۔
۱۲۲۔ نشر الطیب پڑھنا طاعون کا علاج ہے۔
۱۲۳۔ اگر سفر میں تہجد کا موقع نہ ملے تو تیمم کر کے صرف ذکر ہی کر لینا موجب برکت ہے۔
۱۲۴۔ بلا مشورہ شیخ کوئی شغل نہ کرنا چاہیے۔
۱۲۵۔ کسی وارد کے نہ ہونے سے تکمیل عبدیت ہوتی ہے اور عجب کی جڑ کٹتی ہے۔
۱۲۶۔ کسی سخت بات پر ضبط کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس سے طبیعت متردد رہتی ہے۔
۱۲۷۔ مقتدی سری نماز میں اگر ذکر قلبی کرے تو بہتر ہے۔
۱۲۸۔ آجکل حبس دم مناسب نہیں ہے۔
۱۲۹۔ ناجائز ملازمت جب تک جائز کا انتظام نہ ہو ترک نہ کرے۔
۱۳۰۔ شیخ کو بیعت اس شخص سے لینی چاہیے جس پر دل کو اطمینان ہو۔
۱۳۱۔ گفتگو میں جوش مناسب نہیں ہے ہر وقت ہوش سے کام لینا چاہیے۔

۱۳۲۔کسی کوتاہی پر اہلیہ سے اس طرح معافی مانگے کہ اس کی جرات نہ بڑھ جائے۔
۱۳۳۔کبھی غلبہ ذکر کے آثار سے غصہ بڑھ جاتا ہے۔جو عارضی ہے۔
۱۳۴۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے عتاب کرنا مقتداء ومربی کا منصب ہے۔
۱۳۵۔شیخ سے تعلیم حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنے تمام احوال وعیوب پیش کر کے تفویض کردے۔اور جونسخہ شیخ تجویز کرے اس کو بلاتردد استعمال کرے۔
۱۳۶۔شیخ سے اپنے کسی حال یا اعتقاد کو مخفی نہ رکھے۔
۱۳۷۔گلزار ابراہیم کا مطالعہ مفید ہے۔
۱۳۸۔اطاعت یہی ہے کہ مشقت برداشت کرے۔
۱۳۹۔آداب شیخ سے یہ بھی ہے کہ علوم غیر ضروریہ میں اس کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔
۱۴۰۔انسان کو چاہیے کہ اپنے قصور کی کسی سے معافی مانگ لے اور قبولیت کا مکلف نہیں ہے۔
۱۴۱۔اگر محویت سے نماز میں سہو ہو تو مذموم نہیں ہے۔
۱۴۲۔عیوب کے علاج کے لئے امام غزالی کی کتب کا مطالعہ مفید ہے۔
۱۴۳۔وقت تلاوت اگر یہ تصور کرے کہ اللہ جل جلالہٗ فرمارہے ہیں اور ہماری زبان سے مثل باجا کے آواز نکل رہی ہے تو یکسوئی کے لئے مفید ہے۔
۱۴۴۔تبلیغ دین کا مطالعہ حب دنیا کا علاج ہے۔
۱۴۵۔اگر بات سوچ کر کی جائے تو غیبت ولایعنی باتوں سے نجات ہوتی ہے۔
۱۴۶۔فراق میں اگر رضائے محبوب ہے تو وہ وصل سے افضل ہے۔
۱۴۷۔اہل دل کی صحبت قرب وسکون کا باعث ہے۔
۱۴۸۔کسی مجمع اور ریاء کے خیال سے ورد کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔
۱۴۹۔ من لا رد له لا ورد له یعنی جو ورد نہیں کرتا اس پر وارد نہیں طاری ہوتا۔
۱۵۰۔اظہار کا اہتمام جس طرح ریاء ہے اخفاء کا اہتمام بھی ریاء ہے۔
۱۵۱۔ہم عصروں سے خود کو کمتر محسوس کرنا دلیل ترقی ہے۔
۱۵۲۔درود شریف کی کثرت سوزش اور حرارت کا علاج ہے۔
۱۵۳۔اگر کوئی شخص منہ پر تعریف کرے تو اس کو روکنا موافق سنت ہے۔
۱۵۴۔نماز میں مقتدی کی رعایت غیر اللہ کی رعایت نہیں ہے بلکہ حکم الٰہی کی رعایت ہے۔
۱۵۵۔کسی حالت پر قائم نہ رہنا یا سمائے متقابلہ کی تجلی ہے۔
۱۵۶۔مبتدی کو قبل از تکمیل امر بالمعروف مناسب نہیں ہے۔اس وجہ سے آیات قتال کے نزول میں تاخیر ہوئی۔
۱۵۷۔مسجد میں جاکر جوتے سیدھے کرنا اور پانی لوٹوں میں بھرنا اور موقع ہو تو جھاڑو دینا اس میں کبر کا علاج ہے۔
۱۵۸۔بلا اجازت شیخ امر بالمعروف نہ کرے۔
۱۵۹۔حصول نسبت کی دعا میں مطلوب ہے۔
۱۶۰۔تعلق مع اللہ اور رضائے حق باہم متلازم ہیں اسی کو نسبت بھی کہتے ہیں۔
۱۶۱۔بعض اوقات اثنائے ذکر میں اپنے دست بوسی کو دل چاہتا ہے جس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
۱۶۲۔کبھی کسی امر محمود کا سبب معصیت بھی ہو جاتا ہے۔جیسا کہ گناہ جو توبہ کا سبب ہے۔
۱۶۳۔بچوں سے محبت کرنا اور کھیلنا تکبر کے نہ ہونے کی دلیل ہے۔
۱۶۴۔کسی کی دینداری اور حالت کا امتحان نہ کرنا چاہیے۔
۱۶۵۔اگر غلبہ تواضع ووسعت رحمت کی وجہ کسی امر منکر پر غصہ نہ آئے تو کچھ حرج نہیں۔جس وقت کہ عقلاً اس کو برا سمجھتا ہے۔
۱۶۶۔احوال اعمال پر استقامت کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔
۱۶۷۔واردات قلبی پر ناز والتفات کرنا ہلاکت ہے۔
۱۶۸۔سلطان الاذکار کی آواز ہی اندر کی ہے مگر چونکہ ذریعہ یکسوئی کا ہے اس لئے نافع ہے۔
۱۶۹۔اذکار میں زیادہ نفع یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال رکھے۔
۱۷۰۔لباس میں صلحاء کا اتباع کرنا جبکہ نیت اچھی ہو تو ریا نہیں ہے۔
۱۷۱۔شیخ کی صحبت بدون ریاضت کے بھی نافع ہے اگر استفادہ ہو۔
۱۷۲۔مبتدی کو اخبار کا مطالعہ مضر ہے۔
۱۷۳۔کسی روز آنکھ نہ کھلنا بھی بہتر ہے اگر اس پر ندامت ہو۔
۱۷۴۔ذکر سے قلب میں نرمی آتی ہے مثلاً ضعفاء اور جانوروں پر رحم آنے لگتا ہے اور یہ آثار محمود ہیں مگر کمال نہیں ہیں۔
۱۷۵۔ہجوم مرض سے اگر اوراد میں نقص ہو جائے تو اس کے تلافی کی ضرورت نہیں۔
۱۷۶۔اپنے عمل کو قابل قبول اور درجہ کا مستحق نہ قرار دیا جائے۔
۱۷۷۔نماز میں قرآن اس طرح پڑھنا چاہیے گویا جناب باری تعالیٰ کی پیشی میں عرض ومعروض کر رہا ہے۔
۱۷۸۔یاد الٰہی کا بروقت مستحضر ہو جانا ابتدائے نسبت کی علامت ہے
۱۷۹۔معصیت کا چھوٹ جانا ہزاروں ذکر وشغل سے افضل ہے۔
۱۸۰۔مریض بہ نسبت صحیح کے مقصود سے زیادہ قریب ہے۔

۱۸۱۔اسمائے بدریین کا کسی غرض دینی کیلئے پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔
۱۸۲۔ایک وقت معین تک اپنے عیبوں کو سوچنا اور زبان سے خود کو بیوقوف ونالائق کہنا اصلاح کے لئے اکسیر ہے۔
۱۸۳۔بچوں کو حد سے زیادہ تادیب مضر ہے۔
۱۸۴۔شوق میں گریہ ومحبت کا ہجوم ہوتا ہے۔اُنس میں اعتدال رہتا ہے۔
۱۸۵۔اجتہادیات میں دوسرے مقابل پر طعن یا اس کو یقیناً خلاف حق نہ کہنا چاہیے۔
۱۸۶۔تمام مجاہدات کا دارومدار ہمت پر ہے۔
۱۸۷۔غیر عالم کو قصص الانبیاء وتذکرۃ الاولیاء کو خود دیکھنا مناسب نہیں۔
۱۸۸۔معمولات کا بدستور بلاناغہ پورا ہونا استقامت فوق الکرامت ہے۔
۱۸۹۔تلاوت میں متوسط توجہ کافی ہے۔مبالغہ مضر ہے۔
۱۹۰۔کشف کے لئے آنکھ بند کرنا شرط نہیں ہے۔ مگر ان طبائع میں جن کو بغیر اس کے یکسوئی نہ ہو۔
۱۹۱۔جب زبان ذکر سے تھک جائے تو فکر سے کام لو۔ورنہ راحت مناسب ہے۔
۱۹۲۔ہر چیز میں اللہ اللہ کی آواز محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔
۱۹۳۔خوف آخرت کے سبب دنیا سے اچاٹ ہوجانا عین مطلوب ہے۔
۱۹۴۔بعض اوقات بجائے مفت کام کرنے کے تنخواہ کے لینے میں عجب کا انسداد ہے۔
۱۹۵۔جس توجہ سے الجھن ہو اس کا اہتمام نہ کرے۔
۱۹۶۔تمام مناقشات سے علیحدہ رہنا اور گوشہ گمنامی کو پسند کرنا ایک رفیع حالت ہے۔
۱۹۷۔اپنی پختہ قبر کا دیکھنا اعمال صالح کی بقاء کی طرف اشارہ ہے۔
۱۹۸۔نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے قلب کو ایسا تعلق ہو جائے کہ اس کی یاد اور طاعت غالب رہے۔
۱۹۹۔کبھی کشف سے مبتدی کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔
۲۰۰۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فی المنام غیر اختیاری ہے۔ اور نہ اس کو تصوف میں کچھ دخل ہے۔
۲۰۱۔مبتدی کو غیر سلسلہ کے بزرگوں سے ملنا مضر ہے۔
۲۰۲۔خلق سے طبعی وحشت کے ساتھ اختیاری التفات جمع ہوسکتا ہے۔
۲۰۳۔جب کوئی شخص عند اللہ بری ہو تو مخلوق کی ذلت سے تنگ دل نہ ہو۔بلکہ احیاناً اس میں نفس کا علاج ہے۔
۲۰۴۔صحبت کی کم سے کم مدت بھی نافع ہے۔
۲۰۵۔اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھے تو کسی کی بدگوئی سے کم متاثر ہوگا۔

۲۰۶۔اپنے پیشاب سے مسّوں کا علاج بوقت ضرورت شدید جائز ہے۔
۲۰۷۔کبھی اصلاح کی فکر وتشویش بھی نافع ہوتی ہے۔
۲۰۸۔جملہ احوال میں حضوری رہنا بھی وصول الی المسمّی ہے۔
۲۰۹۔کوتاہی پر استغفار بھی مشاہدہ کا ایک جز ہے۔
۲۱۰۔اگر اوقات کو منضبط کیا جائے تو اشغال میں مزاحمت نہیں ہوتی ہے۔
۲۱۱۔ذکر میں اشعار پڑھنے کا مضائقہ نہیں مگر کثرت نہ ہو۔
۲۱۲۔اگر توبہ سے بوجہ شدت حیاء وندامت انقباض ہو تو چند بار بہ تکلف توبہ کرنے سے یہ مرض جاتا رہے گا۔
۲۱۳۔صرف کتابوں کے مطالعہ سے مقصود کی تحقیق نہیں ہوتی اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔
۲۱۴۔بعض لوگوں کے لئے مشغلہ طب مضر ہے
۲۱۵۔جب ایک نماز قضاء ہو تو دووقت کا فاقہ اس کا جرمانہ ہے۔
۲۱۶۔بعض لوگوں پر خداوند تعالیٰ کے مشاہدہ کا غلبہ ایسا ہوتا ہے کہ بستر پر پیر پھیلا کر نہیں سوسکتے۔
۲۱۷۔سیاہ مرچیں چبانے سے نیند کا غلبہ دفع ہوتا ہے۔
۲۱۸۔ذکر میں بلاقصد گریہ طاری ہونا علامت محبت ہے۔
۲۱۹۔تنگدست کا عزم ادا بھی فی حق الاخرت مثل ادا ہے۔
۲۲۰۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں دیکھنا صورت مثالیہ ہے حقیقت نہیں ہے۔اور نہ اس کو اکتساب میں دخل ہے۔اور نہ کمال قرب اس میں منحصر ہے۔
۲۲۱۔ہر غیبت پر صلوٰۃ توبہ کا التزام اس کا علاج ہے۔
۲۲۲۔کثرت تلاوت سے بلا رد ہوتی ہے۔
۲۲۳۔بار بار توبہ کرنے میں اگرچہ شرم آئے مگر اس کی پرواہ نہ کرے۔
۲۲۴۔شیخ جاہل سے بیعت شکنی واجب ہے۔
۲۲۵۔دلائل الخیرات کے بعض صیغوں کے منقول ہونے میں شبہ ہے اس لئے اس کی تلاوت میں جتنا وقت صرف ہو بجائے اس کے درود شریف کے منقول صیغہ کا ورد افضل ہوگا۔
۲۲۶۔نماز میں جس تصور سے جمعیت ہو اس کو اختیار کیا جائے۔خواہ تصور ذات کا ہو یا کلام اللہ کا ہو۔
۲۲۷۔دوزخ وبہشت سے استغناء کا مدعی خود پسندی ہے جس کا علاج فنا ہے۔
۲۲۸۔کبھی ذاکر کو غلبہ فنا کی وجہ سے اپنے وجود کی بھی خبر نہیں ہوتی۔
۲۲۹۔ذکر میں کندھے پر ثقل اور قلب میں لذت کا محسوس ہونا سرایت ذکر کی علامت ہے۔
۲۳۰۔اعمال میں کوتاہی کا خیال عین مطلوب ہے۔
۲۳۱۔جس حال میں رکھیں اسی پر راضی رہنا چاہیے۔اس کی شکایت

کرنا حق تعالیٰ پر الزام ہے۔
۲۳۲۔نماز کی تکمیل جس طرح حضور قلب سے ہوتی ہے۔اسی طرح اس کی کوتاہی پر ندامت سے بھی ہوتی ہے
۲۳۳۔اگر مہمانداری کی وسعت نہ ہو تو جس قدر رکھا نا ہو سامنے لاکر رکھ دے اور صفائی سے کہنا کچھ مشکل نہیں ہے اگر کبر نہ ہو۔
۲۳۴۔کسی کی ہلاکت کا تصور نہ جمانا چاہیے۔کیونکہ اگر مؤثر ہو گیا تو قتل کا گناہ لازم آئیگا۔
۲۳۵۔اگر بی بی نیک و دین دار ہو تو خیر المتاع ہے اس کی کفالت سے گھبرانا نہ چاہیے۔
۲۳۶۔معوذتین پڑھ کر دم کرنے سے خیالات کی پریشانی اور بھوت پریت کا علاج ہے۔
۲۳۷۔کسی عمل کے ذریعے سے لڑکی کو مغلوب کر کے نکاح پر آمادہ کرنا جائز نہیں۔
۲۳۸۔حزن و تاسف بھی گریہ چشم کے حکم میں ہے۔
۲۳۹۔فرائض نماز میں اگر دل گھبرائے تو نوافل کے پڑھنے سے تدارک کرے۔
۲۴۰۔ترتیل و قواعد کا لحاظ سری و جہری دونوں نمازوں میں یکساں کرنا چاہیے۔
۲۴۱۔لغزش پر بیس رکعت کا جرمانہ۔
۲۴۲۔تربیت السالک کا مطالعہ۔
۲۴۳۔لاحول ولاقوۃ کی کثرت بہ نیت عجز اور درخواست حفاظت۔
۲۴۴۔بلاضرورت کسی سے نہ ملنا اور نہ بولنا۔
۲۴۵۔شیخ کی صحبت میں رہنے کے لئے فرصت نکالنا اور اس کے اوقات وعادات کا لحاظ رکھنا۔
۲۴۶۔بعض اوقات حرارت ذکر سے گوشت کا کوئی حصہ متحرک ہونے لگتا ہے جو قابل التفات نہیں۔
۲۴۷۔خوف و محبت میں کثرت گریہ عین مطلوب ہے
۲۴۸۔بعض غلطیوں کا ازالہ بجائے کتابوں کے صرف کسی شیخ محقق کی صحبت سے ہوتا ہے۔
۲۴۹۔خواب میں اہل اللہ مثلاً منکشف نہیں ہوتے بلکہ کوئی روح مقدس یا کوئی فرشتہ اس صورت میں بمصلحت اُنس ظاہر ہوتا ہے۔
۲۵۰۔بعض طبائع پر خداوند تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہوتی ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔
۲۵۱۔مشاغل تصوف میں خلق پر نظر نہ چاہیے۔
۲۵۲۔ماسوا اللہ کے وجود کے انکار کا عقیدہ واجب الاصلاح ہے مگر صاحب الحال معذور ہے۔

۲۵۳۔حضور دائمی عادتاً ممکن نہیں۔
۲۵۴۔اعتکاف میں دن کو تلاوت قرآن اور رات کو کثرت نوافل میں مشغول ہونا چاہیے۔
۲۵۵۔مصائب میں دعا کے ساتھ رضا بقضاء ہونا اجر و راحت دونوں کے لحاظ سے افضل ہے۔
۲۵۶۔بی بی سے بضرورت مباشرت کرنا نفس کشی کے خلاف نہیں ہے۔
۲۵۷۔اگر بغیر ذکر لسانی کے بھی قلب میں غفلت کا احساس نہ ہو تو وہ وہم ہے یا پہلے ذکر کا اثر ہے جس کو بقاء نہیں ہے۔
۲۵۸۔کسی عیب کا حقیقی تدارک اس کی اصلاح ہے۔محض توبہ و استغفار کافی نہیں ہے۔
۲۵۹۔کسی گناہ کا سب سے بہتر جرمانہ نماز ہے۔کیونکہ وہی نفس پر سب سے شاق ہے۔
۲۶۰۔نفس کے ساتھ ہر معاملہ میں احتیاط اور بدگمانی چاہیے۔
۲۶۱۔قرآن شریف کا پڑھ کر بخشنا کسی درجہ میں بھی موجب حرمان و خسارہ نہیں ہے۔قطع نظر اس سے کہ خود کو بھی ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔
۲۶۲۔ناواقف کو کسی مسئلہ کے جواب میں سائل سے کہہ دینا چاہیے کہ کسی عالم سے پوچھو۔
۲۶۳۔نیند کے غلبہ میں ذکر ممنوع ہے۔
۲۶۴۔جو خواب زیادہ اہم ہو تو اس کی تعبیر شیخ سے پوچھے تو کوئی حرج نہیں۔
۲۶۵۔دیوان حافظ و مثنوی کا مطالعہ شوق و محبت پیدا کرتا ہے مگر شیخ سے مشورہ کرے۔
۲۶۶۔ملازم کو اپنے حقوق طلبی و تنخواہ طلب کرنے سے عار نہ چاہیے۔ جس کا منشاء کبر ہے۔
۲۶۷۔مبتدی کو معاصی یاد کر کے رونا بہتر ہے۔اور منتہی کو توبہ کر کے کام میں مشغول ہونا مناسب ہے۔
۲۶۸۔نامحرم سے پردہ کا انتظام ضروری ہے۔
۲۶۹۔فضول گوئی سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ ہر وقت تسبیح رکھے اور اصلی کام ذکر کو سمجھے۔جس سے کوئی وقت خالی نہ ہو۔پھر بھی اگر سرزد ہو جائے تو چار رکعت نفل کا جرمانہ ادا کرے۔
۲۷۰۔شیخ کی صحبت و مکالمہ سے اپنی کوتاہیوں کا علم ہوتا ہے۔
۲۷۱۔اگر کسی سے اپنی غلطیوں اور قصور کا عفو کرانا مقصود ہو تو یہ کہنا کافی ہے کہ مجھ سے آپ کے کچھ حقوق ضائع ہو گئے ہیں۔تفصیل کی ضرورت نہیں۔
۲۷۲۔خواب میں سیاہ جبہ کا پہنے ہوئے دیکھنا علامت فنا ہے اور لمبا چوڑا دیکھنا کمال فنا کی طرف اشارہ ہے۔

۲۷۳۔ بعض لوگوں کے لئے استجابت دعا اور جھاڑ پھونک بھی موجب فتنہ ہے۔

۲۷۴۔ یک زمانہ صحبت با اولیاء سے مراد وہ وقت ہے جو احیاناً کسی ولی پر آ جاتا ہے۔ جس میں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرما دیتے ہیں۔ جو صد سالہ مجاہدہ سے میسر نہیں ہوتی۔ اور کبھی شیخ کے قصد واختیار کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے مگر ایسے واقعات کم ہوتے ہیں۔

۲۷۵۔ بیعت سے شیخ کے ساتھ تعلق زیادہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ شیخ طالب پر مطمئن ہو جائے۔

ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا چاہیے

۱۔ ضرورت کے موافق دین کا علم حاصل کرے خواہ کتاب پڑھ کر یا عالموں سے پوچھ پاچھ کر۔ ۲۔ سب گناہوں سے بچے۔

۳۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کرے۔

۴۔ کسی کا حق نہ رکھے۔ کسی کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے، کسی کی برائی نہ کرے۔

۵۔ مال کی محبت اور نام کی خواہش نہ رکھے۔ نہ بہت اچھے کھانے کپڑے کی فکر میں رہے۔

۶۔ اگر اس کی خطا پر کوئی ٹوکے تو اپنی بات نہ بنائے۔ فوراً اقرار اور توبہ کرلے۔

۷۔ بدون سخت ضرورت کے سفر نہ کرے۔ سفر میں بہت سی باتیں بے احتیاطی کی ہوتی ہیں۔ بہت سے نیک کام چھوٹ جاتے ہیں۔ وظیفوں میں خلل پڑ جاتا ہے۔ وقت پر کوئی کام نہیں ہوتا۔

۸۔ بہت نہ ہنسے، بہت نہ بولے، خاص کر نامحرم سے بے تکلفی کی باتیں نہ کرے۔

۹۔ کسی سے جھگڑا تکرار نہ کرے۔ ۱۰۔ شرع کا ہر وقت خیال رکھے۔

۱۱۔ عبادت میں سستی نہ کرے۔ ۱۲۔ زیادہ وقت تنہائی میں رہے۔

۱۳۔ اگر اوروں سے ملنا جلنا پڑے تو سب سے عاجز ہو کر رہے۔ سب کی خدمت کرے بڑائی نہ جتلائے۔

۱۴۔ اور امیروں سے تو بہت ہی کم ملے۔

۱۵۔ بددین آدمی سے دور بھاگے۔

۱۶۔ دوسروں کا عیب نہ ڈھونڈے۔ کسی پر بدگمانی نہ کرے اپنے عیبوں کو دیکھا کرے اور ان کی درستی کیا کرے۔

۱۷۔ نماز کو اچھی طرح اچھے وقت دل سے پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا بہت خیال رکھے۔

۱۸۔ دل یا زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد میں رہے۔ کسی وقت غافل نہ ہو۔

۱۹۔ اگر اللہ کا نام لینے سے مزہ آئے دل خوش ہو تو اللہ کا شکر بجالائے۔

۲۰۔ بات نرمی سے کرے۔

۲۱۔ سب کاموں کے لئے وقت مقرر کرلے۔ اور پابندی سے اس کو نبھائے۔

۲۲۔ جو کچھ رنج وغم نقصان پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے، پریشان نہ ہو، اور یوں سمجھے کہ اس میں مجھ کو ثواب ملے گا۔

۲۳۔ ہر وقت دل میں دنیا کا حساب کتاب اور دنیا کے کاموں کا ذکر مذکور نہ رکھے۔ بلکہ خیال بھی اللہ ہی کا رکھے۔

۲۴۔ جہاں تک ہو سکے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ خواہ دنیا کا یا دین کا۔

۲۵۔ کھانے پینے میں نہ اتنی کمی کرے کہ کمزور یا بیمار ہو جائے۔ نہ اتنی زیادتی کرے کہ عبادت میں سستی ہونے لگے۔

۲۶۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے طمع نہ کرے، نہ کسی کی طرف خیال دوڑائے۔ کہ فلانی جگہ سے ہم کو یہ فائدہ ہو جائے۔

۲۷۔ خدائے تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔

۲۸۔ نعمت تھوڑی ہو یا بہت اس پر شکر بجالائے اور فقر وفاقہ سے تنگ دل نہ ہو۔

۲۹۔ جو اس کی حکومت میں ہیں۔ ان کی خطا وقصور سے درگزر کرے۔

۳۰۔ کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپائے۔ البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو۔

۳۱۔ مہمانوں اور مسافروں اور غریبوں اور عالموں اور درویشوں کی خدمت کرے۔

۳۲۔ نیک صحبت اختیار کرے۔ ۳۳۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرا کرے۔

۳۴۔ موت کو یاد رکھے۔

۳۵۔ کسی وقت بیٹھ کر روزانہ اپنے دن بھر کے کاموں کو سوچا کرے۔ جو نیکی یاد آئے اس پر شکر کرے۔ گناہ پر توبہ کرے۔

۳۶۔ جھوٹ ہرگز نہ بولے

۳۷۔ جو محفل خلاف شرع ہو وہاں ہرگز نہ جائے۔

۳۸۔ شرم وحیاء اور بردباری سے رہے۔

۳۹۔ ان باتوں پر مغرور نہ ہو کہ میرے اندر ایسی خوبیاں ہیں۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ نیک راہ پر قائم رکھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں سے بعض نیک کاموں کے ثواب کا اور بری باتوں کے عذاب کا بیان تاکہ نیکیوں کی رغبت ہو اور برائیوں سے نفرت ہو۔

نیت خالص رکھنا

۱۔ ایک شخص نے پکار کر پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا نیت کو خالص رکھنا۔

ف: مطلب یہ ہے کہ جو کام کرے خدا کے واسطے کرے۔

اطمینان قلب

فرمایا: اپنے (ہوائے) نفس سے باہر آ، اور اس سے کنارہ کر اور اپنی ہستی سے بیگانہ ہو جا۔ ہر چیز اللہ کو سونپ دے۔ اور اپنے دل کے دروازے پر اللہ کا دربان بن جا۔ وہ دل میں آنے کا جسے حکم دے اسے آنے دے اور جسے منع کرے اسے روک دے، پس ہوائے نفس کو دل سے (توبہ انابت کے ذریعہ) نکل جانے کے بعد، (پھر معصیت میں پڑنے کے لیے) دل میں آنے نہ دے۔ خواہشات نفسانی کا دل سے نکالنا، ہر حال میں ان کی مخالفت کرنے اور ان کی پیروی نہ کرنے ہی سے ممکن، ہے اور اسے قلب میں آنے دینا صرف اس کی متابعت وموافقت سے ہوتا ہے۔

پس ارادہ حق کے سوا کسی ارادہ کی خواہش مت کر، ارادہ حق کے سوا تیرا ارادہ بس ایک آرزوئے نفس ہے۔ اور آرزو خواہش بیوقوفوں اور احمقوں کی وادی ہے۔ جس میں پڑ جانا تیری موت اور ہلاکت کا باعث، اور خدا کی نظر رحمت سے گر جانے اور حجاب (میں تیرے پڑ جانے) کا سبب ہوگا۔ ہمیشہ احکام الٰہی کی رعایت کر، اور اس کی منہیات سے اجتناب کر، اور اس کے مقدرات کو ہمیشہ اسی کے سپرد کر کے ان پر راضی رہ۔ اور اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ کر تیرا ارادہ اور خواہش اور آرزو اسی کی مخلوق ہیں۔ پس ارادہ نہ کر خواہش نہ کر۔

قرب خداوندی کے مراحل

فرمایا: تو جس حالت پر ہو، اس کے سوا کسی اور بلند یا پست حالت کی آرزو نہ کر جب تو شاہی محل کے دروازے پر ہو، تو محل میں داخل ہونے کی آرزو نہ کر یہاں تک کہ جبراً بے اختیار تجھے داخل کیا جائے۔ ''جبر'' سے مراد وہ حکم ہے جو سخت تاکیدی اور بار بار ہو، محض حکم داخلہ پر قناعت نہ کر۔ ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے امتحان اور دھوکہ ہو۔ لیکن اس وقت تک صبر کر کہ تو اندر جانے پر مجبور کر دیا جائے۔ پھر جب تو محض جبر وفعل شاہی سے اندر جائے گا تو تجھ سے بادشاہ اپنے فعل کی وجہ سے مواخذہ نہ کرے گا۔ عتاب تو اس وقت ہوگا جب تو (اپنے) قلت صبر اور اختیار حرص اور بے ادبی اور اپنی حالت موجودہ کے قیام پر ترک رضا کرے۔

بس جب تو محل شاہی میں جبر سے داخل کیا جائے، تو خاموش، سرنگوں، مودب اور نیچی نظر کئے رہ۔ اور بلا طلب ترقی مرتبت جس خدمت پر، اور جس شغل پر کہ تو مامور ہے اس کا محافظ ہو جا۔

پس موجودہ حال کی حفاظت اور اس پر خوشنودی و رضا مندی اور اس کے ماسوا کی طرف ترک التفات میں ہی تمام بھلائیاں ہیں۔ کیونکہ جس حال کی طرف التفات ونظر ہے، وہ یا تو تیری قسمت کا ہے، یا کسی غیر کی قسمت کا ہے یا کسی کا بھی حصہ نہیں بلکہ اسے اللہ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔ (پس) اگر وہ تیرا حصہ ہے تو خواہ تو اسے چاہے یا نہ چاہے تجھے پہنچے گا۔ پھر اس کی طلب میں تجھ سے لالچ اور سوء ادب کا ظاہر ہونا زیبا نہیں، کیونکہ از روئے احکام علم وعقل (یہ طلب وطمع) ناپسندیدہ ہے۔ اگر وہ شے دوسرے کی قسمت میں ہے، تو تو اسے نہ پائے گا۔ اور تجھے نہ ملے گی پھر اس کے لیے کیوں سختی جھیلتا ہے اور اگر وہ کسی کی (بھی) قسمت میں نہیں بلکہ وہ فتنہ اور امتحان ہے، تو کوئی ذی عقل اپنے لیے کیوں فتنہ طلب کرے گا اور کیوں اسے مستحسن جانے گا اور کیوں اس پر راضی ہوگا؟

پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ خیر وسلامتی حفاظت حال میں ہے۔ پھر جب تو سرا پردہ کے اندر سے (روحانی) بالاخانہ کی طرف اوپر جائے اور سطح بام (یعنی مقام اعلیٰ) پر پہنچے تو جیسا کہ ہم نے کہا کہ باطن کا نگہبان، خاموش اور مودب رہ، بلکہ ان آداب میں زیادتی کر۔ اس لیے کہ تو بادشاہ سے نزدیک تر اور خطرہ سے قریب تر ہے۔ پھر اس سے ادنیٰ یا اعلیٰ پر جانے کی، یا ثبات وبقا اور تغیر اوصاف واحوال موجودہ کی آرزو نہ کر۔ اور (چاہیے کہ) اس میں تیرا ہرگز ہرگز کوئی اختیار نہ رہے۔ اس لئے کہ ایسی آرزو کرنا نعمت موجودہ کی ناشکری کرنا ہوگا۔ اور ناشکری ناشکر گزار کو دنیا وآخرت میں ذلیل وخوار کرتی ہے۔

خواہشات کا بیان

فرمایا: جب فقر (یعنی محتاجی) کی حالت میں خواہش نکاح تجھ میں پیدا ہو، اور تو اس کے بوجھ اٹھانے سے عاجز (اور قاصر) ہو، تو اللہ سے کشائش وفراخی کی امید رکھ صبر (اختیار) کر اور باری تعالیٰ کی طرف سے کشائش کا منتظر رہ۔ جس نے یہ خواہش تجھ میں ڈالی اور پیدا کی وہی اپنی قدرت سے اس خواہش کو تجھ سے زائل ونابود کر دے گا، یا (پھر) وہی تیری اس خواہش کے پورا کرنے کا سامان اپنی بخشش سے پیدا کرے گا جو نہ دنیا میں تجھ پر بار ہوگا نہ عقبیٰ (آخرت) میں قابل مواخذہ، بلکہ تیرے لیے مبارک او رکفایت کرنے والا ہوگا، اور تیرے صبر کرنے اور اپنی قسمت پر راضی رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرا نام صابر اور شاکر رکھے گا۔ اور گناہوں سے بچنے اور طاعت پر قائم رہنے کی عصمت وقوت زیادہ کرے گا۔ (یاد رکھو کہ) اگر تم نے صبر سے کام لیا اور نکاح تمہاری قسمت میں ہے تو وہ تمہارا نصیب اس طرح پہنچائے گا کہ وہ تمہارے لیے کافی اور مبارک ہو، اس طرح صبر وشکر سے بدل جائے گا اللہ تعالیٰ نے شکر کرنے والوں کے حق میں عطا و بخشش میں زیادتی کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ

''یعنی اگر تم شکر کرو گے تو ہم زیادہ دیں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر ہمارا عذاب شدید ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معوذتین پڑھ لیا کرو کیونکہ تو ان کی مثل اور کچھ نہیں پڑھ سکتا۔ (مجمع)

اگر وہ خواہش (تیری قسمت میں) نہیں ہے (اور کشائش نہ آئے) تو اس کا خیال (ہی) دل سے مٹا دے، خواہ نفس چاہے یا نہ چاہے، اور ہر حال میں اپنے لیے صبر کو لازم کر لے، اور خواہش نفس کی مخالفت کر کے امر الٰہی کو مضبوط پکڑ لے، اور قضا و قدر پر راضی رہ، اور امید (وبھروسہ) رکھ۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں صفتوں (یعنی تعمیل حکم وراضی برضا) کی بدولت تجھ پر فضل و بخشش فرمائے گا۔ اور گناہوں سے بچنے کی عصمت اور طاعت پر قائم رہنے کی قوت زیادہ عطا کرے گا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ "یعنی جو لوگ طاعت الٰہی پر صبر کرتے ہیں انہیں بے حد وحساب اجر دیگا"

مال سے محبت کی ممانعت کا بیان

فرمایا: جب اللہ عزوجل تجھے مال عطا کرے اور تو اس کی طاعت و عبادت کی طرف سے مال کی وجہ سے رخ پھیر لے، تو خدا تجھے دنیا و آخرت میں اپنے قرب سے محروم کر دے گا اور ممکن ہے کہ اس مال کو تجھ سے چھین لے، تیرا حال بدل دے اور تجھے فقیر کر دے، کیونکہ منعم سے پھر کر تو نعمت کی طرف مشغول ہوا۔ اگر تو مال سے رخ پھیر کر عبادت کی طرف مشغول رہا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لیے عطا و بخشش کر دے گا (اور) اس مال سے ایک دانہ کم نہ ہوگا، مال تیرا خادم ہوگا اور تو مولیٰ کا خادم۔ پھر تو دنیا میں ناز ونعم کے ساتھ عیش کرے گا، اور عقبیٰ یعنی آخرت میں مکرم وخوش حال، اور جنت الماوی میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا

احکام خداوندی کو مان لینے کا بیان

فرمایا: نعمتوں کے حاصل کرنے اور بلاؤں کے دور کرنے میں (اپنے اوپر بھروسہ کر کے) کوئی کوشش مت کر۔ نعمت اگر تیری قسمت میں ہے تو خواہ تو اسے طلب کرے یا ناپسند کرے، تجھے مل کر رہے گی۔

اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تیرے بارے میں اس کا فیصلہ ہو چکا ہے تو اب اسے تو ناپسند کرے یا دعا سے دفع کرنا چاہے یا صبر کرے، یا مولا کو راضی کرنے کے لیے جلدی سے کام لے، وہ تجھ پر ضرور آئے گی۔ بلکہ (تیرے لیے یہ لازم ہے کہ) ہر کام میں سر تسلیم جھکا دے، تاکہ اس فاعل (حقیقی) کا فعل تجھ میں جاری ہو۔

پھر اگر نعمت ہو تو شکر میں مشغول رہا کر، اگر بلا و مصیبت ہو تو صبر (اختیار) کر، یا بہ تکلف صبر پیدا کر، یا خدا کی خوشنودی وموافقت کے لے بلا کو نعمت سمجھ، یا (اگر شہود رویئت نصیب ہے تو) اپنے حال کے مطابق نیست وفنا ہو جا۔ تاکہ تجھے مولا کی راہ میں جس پر تجھے فرمانبرداری اور تعلق خاطر کے ساتھ چلنے کا حکم دیا گیا ہے (لے چلیں اور) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کریں، اور ایک منزل کے بعد دوسری منزل کی سیر کرائیں حتیٰ کہ "رفیق اعلیٰ" سے مل جائے۔ یہاں تجھے سلف صالحین اور شہداء وصدیقین کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا اس سے میری مراد اللہ تعالیٰ کا وہ قرب ہے جو سب سے بلند مرتبہ والا ہے نیز مقصد یہ ہے کہ تو بارگاہ الٰہی میں ان سابقہ بزرگوں کے مقامات کا معائنہ کرے جو بادشاہ علی الاطلاق (یعنی خدا تعالیٰ) کے حضور میں تجھ سے پہلے پیش ہو چکے، اور خداوند جل جلالہ واعلیٰ شانہٗ کے قرب میں ہیں۔ اور وہاں انہوں نے سرور دامن، بزرگی، اور طرح طرح کی نعمتوں کو ہر جہت سے پایا ہے۔

(پس) بلا کی پروا نہ کر، اسے آنے دے، اور اس کا راستہ خالی کر دے اور اس کے مقابلے کے لیے دعاؤں سے کام نہ لے اور اس کے نازل ہونے اور آ جانے پر جزع فزع نہ کر، کیونکہ اس کی آگ (وشدت) دوزخ کی آگ وشدت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور حدیث میں ہے جو کہ اس ذات سے مروی ہے جو کہ بہترین مخلوق ہے، اور ان سب سے جن کو زمین نے اٹھایا اور جن پر آسمان سایہ افگن ہوا بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ: "دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن جلدی گزر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کو بجھائے دیتا ہے" کیا مومن کا نور جو نار دوزخ کو بجھا سکتا ہے۔ وہی نور نہیں ہے جو دنیا میں مومن کیساتھ تھا، اور جس سے فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز قائم ہوا۔ بس وہی نور شعلہ بلا کو بجھا دیتا ہے تیرے صبر اور مولیٰ تعالیٰ کے حکم پر چلنے اور اس پر راضی رہنے کی خنکی اس بلا کی آگ کو ٹھنڈا کر دے گی۔ پس تجھے ہلاک کرنے نہیں آتی، بلکہ تجھے آزمانے، تیری صحت ایمانی کو ثابت (ومستحق) کرنے اور تیری بنیاد یقین کو مضبوط کرنے اور خوشنودی مولیٰ کی تجھ پر مولیٰ کی فخر و مباہات کی بشارت دینے آتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَ اَخْبَارَكُمْ۔

"یعنی ہم تم کو آزمائیں گے تاکہ جو جہاد کرنے والے اور اس پر صبر کرنے والے تم میں ہیں ان کو معلوم کر لیں اور (تمہیں بلا میں ڈال کر) تمہارے اعمال کی (ظاہری طور پر) جانچ کر لیں"

پھر اگر اللہ پر تیرا ایمان ثابت ومحکم ہو گیا، اور اس کے فعل (ابتلاء) پر تو نے اپنے یقین کے ساتھ موافقت کی تو یہ سب اسی کی توفیق اور اسی کا احسان ہے۔ پس اب تو ہمیشہ کے لیے (اس کے حکم پر) صبر کرنے والا اور اس کی قضا و قدر پر راضی رہنے والا اور اس کے احکام کا ماننے والا ہو جا۔ اور اپنے یا غیر کے حق میں ایسی کوئی نئی بات منہ سے مت نکال جو امر و نہی سے باہر ہو اور جب امر خدا پایا جائے تو کان دھر کے سن اور فرمانبرداری

میں جلدی کر۔ قوت دکھلا اور حرکت وعمل کر اور آرام وسستی نہ کر، اور تقدیر اور فعل الٰہی کی محض تسلیم پر (بغیر کوشش وعمل کے) نہ رہ، بلکہ اپنی کوشش اور طاقت کو خرچ کر، تاکہ امر الٰہی کی تجھ سے تعمیل ہو جائے۔

جب تو خدا کے حکم پر چلے گا تو (تمام) کائنات تیرے حکم پر چلے گی جب تو اس کی نہی سے کراہت کرے گا (یعنی ممنوع چیز سے بچے گا) تو جہاں کہیں (بھی) تو رہے گا اور جائے گا اور سب ناخوشیاں تجھ سے دور ہوں گی اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی کتاب میں فرمایا: ''اے بنی آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں میں جس شے کو کہہ دیتا ہوں ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی (اور عدم سے وجود میں آجاتی) ہے۔ میری خدمت واطاعت کر، میں تجھے ایسا بنا دوں گا کہ تو بھی جس چیز کو کہے گا ''ہو جا''، تو وہ ہو جائے گی۔ اور یہ بھی فرمایا ''اے دنیا! جو میری خدمت کرے، تو اس کی خدمت کر، اور جو تیری خدمت کرے، اسے تھکن اور سختی میں رکھ''۔

تمام مخلوق کو اس شخص کی طرح بے بس اور عاجز سمجھ، جو ایک بڑی سلطنت والے، ایک بڑے صاحب صولت وسطوت اور بڑی شان وحکم والے سلطان کی حفاظت میں ہو، اس کی گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور ایک بڑی نہر مواج کے کنارہ پر جس کی موجیں تیز (اور طوفان خیز اور جس کا پھیلاؤ وسیع اور جس کی گہرائی بڑی ہو، اس بادشاہ نے صنوبر کے ایک درخت پر اس شخص کو سولی دے دی ہو۔ اور سلطان ایک ایسے بہت بڑے اور بلند تخت پر جلوس فرما ہو، جس تک جانا اور پہنچنا نہایت دشوار ہے نیز اس بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں، نیزوں اور کمانوں کا ایسا انبار لگا رکھا ہو جس کا اندازہ بادشاہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور یہ بادشاہ اس سولی والے شخص پر جس ہتھیار کو چاہتا ہے پھینک رہا ہے۔ پس کیا اس شخص کے لیے جس نے یہ سب ماجرا دیکھا ہو ممکن ہے کہ ایسے بادشاہ کی طرف سے نظر ہٹا لے، اس سے خوف نہ کرے، امید نہ رکھے بلکہ سولی والے شخص سے ڈرے اور اس سے امید رکھے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نام جہاں تک عقل وسمجھ کا تعلق ہے، عقل وادراک سے خالی، دیوانہ، مجنون، حیوان، مطلق اور غیر انسان ہی ہوگا۔ پس بصیرت کے بعد اندھا ہونے وصل کے بعد قطع ہونے قرب کے بعد بعد یعنی دور ہونے، ہدایت کے بعد ضلالت اور ایمان کے بعد کفر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔

دنیا جیسا ہم نے بیان کیا کہ ایک بڑی جاری نہر کے مانند ہے۔ اور ہر روز اس کے پانی میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ پانی بنی آدم کی شہوات ولذات ہیں جو (ہر روز اسی زیادتی کے ساتھ) دنیا میں انہیں پہنچتے رہتے ہیں۔ اور وہ تیر اور طرح طرح کے ہتھیار وہ بلائیں ہیں۔ جو قضا وقدر سے ان پر آتی رہتی ہیں۔ غرض یہ کہ بنی آدم پر بلائیں سختیاں نامرادی، اور سختیں غلبہ کرتی رہتی ہیں۔ اور نعیم ولذات سے جو کچھ یہاں وہ پاتے ہیں وہ سب آفتوں سے بھری ہوتی ہیں۔ پس جب ایک دانشمند وعاقل عبرت کی نظر سے دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دیکھے گا۔ تو اگر اسے یقین کی نعمت ملی ہے تو جان لے گا کہ آخرت کے سوا اور کوئی زندگی نہیں۔ چنانچہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''آخرت کی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی جینے کے قابل نہیں'' آخرت کی یہ زندگی صرف مومن کے لیے مخصوص ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دنیا مومن کے لیے ایک قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ''متقی پرہیزگار بندہ لگام چڑھایا ہوا ہے (یعنی شہوات ولذات دنیا سے روکا گیا ہے)'' ان اخبار ومشاہدات کے ہوتے ہوئے اب دنیا کی زندگی میں کیسے خوشی اور راحت کی طلب پیدا ہو سکتی ہے۔

تمام راحتوں کی راحت یہ ہے کہ مخلوق سے تعلق توڑ لے، اور اللہ عزوجل کی طرف آجا، اس کے ساتھ موافقت کر اور اس کے ارادوں کے سامنے اپنے آپ کو عاجزانہ وبے اختیارانہ ڈال دے۔ پھر تو اس حالت میں دنیا سے ''بے تعلق'' ہو جائے گا اور اس وقت تجھ میں اس (سلطان حقیقی) کے لطف ومہر اور عطا وفضل سے اک ناز ووقار اور حسن منظر پایا جائے گا۔

شکوہ وشکایت نہ کرنے کی تاکید

فرمایا: (ہماری) وصیت ہے کہ تجھے جو نقصان گزند پہنچے اس کی کسی سے شکایت نہ کر۔ خواہ وہ دوست ہو یا دشمن، اپنے پروردگار کو متہم نہ کر کہ اس نے تجھ سے یہ برتاؤ کیا اور تجھ پر بلا نازل کی۔ بلکہ خیر وشکر کا اظہار کر۔ نعمت کے بغیر بھی جھوٹ موٹ شکر کا اظہار کرنا اس شکایت سے بہتر ہے۔ جس میں تو اپنے حال کو سچا بیان کرے کون ہے جو اللہ عزوجل کی نعمتوں سے محروم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا. ''یعنی اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکو گے۔'' کتنی نعمتیں ہیں جو تجھے نصیب ہیں مگر تو نہیں جانتا پہچانتا۔ اس لیے مخلوق میں سے کسی سے بھی تسکین وآرام نہ لے اور اس طرف مائل مت ہو۔ نہ اپنی حالت سے کسی کو اطلاع دے۔ بلکہ تیرا انس اللہ عزوجل سے ہی ہو۔ اسی سے تیرا آرام وابستہ ہو اور جو کچھ تو شکوہ شکایت کرے اسی سے کرے۔ کسی دوسرے سے نہ کرے۔ کسی تیسرے شخص کو مت دیکھ۔ اس لئے کہ نقصان و نفع، عزت وذلت، لینا اور دینا، بلندی وپستی محتاجی وتونگری اور حرکت و سکون کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ سب چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ اور اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ اور اسی کے حکم واجازت سے ظہور میں آتی ہیں۔ ہر چیز اسی کے حکم سے جاری ہوتی اور اسی کی معینہ مدت تک باقی رہتی ہے۔ نیز ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک مقدار معین ہے۔ جس چیز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر حالت میں قرآن پڑھا کر مگر جنابت میں۔ (ابن عدی)

کو اللہ نے مؤخر (آخر) کیا۔اس کو مقدم (اول) کیا۔اس کو مؤخر (پیچھے) کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اللہ نے فرمایا کہ:

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ

یعنی اگر اللہ تجھے کسی زیاں ونقصان میں ڈالے تو اس کے سوا کوئی نہیں کہ جو اس کو دور کر سکے، اور اگر اللہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں جو اس کے فضل کو (تجھ سے) رد کر سکے۔

اگر تو نعمت وعافیت کے باوجود اللہ کی شکایت کرے اور زیادت نعمت کو طلب کرے، تو نعمت و عافیت (موجودہ) کو گویا اپنی بے بصری سے (تو نے) حقیر سمجھا۔اس پر اللہ تجھ سے ناخوش ہوگا۔اور موجودہ عافیت ونعمت دونوں کو تجھ سے لے لے گا، اور تیری شکایت کو سچ کر دے گا۔تیری بلا کو دگنا کر دے گا۔تجھ پر عقوبت شدید، غصہ اور تجھ سے دشمنی کرے گا۔اور تجھے (اپنی) نظر رحمت سے گرا دے گا۔(پس احکام قضاء وقدر کی) شکایت سے ضرور پرہیز کر، خواہ تیرے گوشت کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ کر دیں۔اپنے آپ کو اس سے دور رکھ۔پھر میں کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو اس سے دور رکھ، خدا سے ڈر، خدا سے ڈر، جلد گریز کر، جلد اس سے گریز کر، اس لئے کہ بنی آدم پر جو بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ اکثر اپنے پروردگار کی شکایت کی وجہ سے ہی نازل ہوتی ہیں، کیسے تو اپنے پروردگار کی شکایت کرتا ہے حالانکہ وہ ارحم الرحمین ہے، خیر الحاکمین ہے، حلیم ہے، خبیر ہے، زیادہ سے زیادہ مہربان نرمی اور رحمت فرمانے والا ہے۔"اور وہ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا" جو ایک طبیب کی مانند حلیم (بردبار) حبیب، شفیق، لطیف، نرم خو اور (بہت عزیز و) قریب ہے۔کیا شفیق باپ اور مشفقہ ماں پر کوئی تہمت لگاتا ہے؟ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے، جس قدر کہ ماں اپنے بیٹے پر مہربان ہے"۔

"اے مسکین! ادب اچھی طرح اختیار کر۔بلا پر صبر کر۔اگر چہ تو صبر کرتے کرتے ضعیف ہو جائے۔پھر بھی صبر کر"۔

"قضاء وقدر" کے راستے سے ہٹ جا، اور اس کا مزاحم مت ہو، اپنے نفس اور خواہش کا رخ پھیر دے۔اور شکوہ شکایت کرنے سے زبان بند کر لے۔جب تو ایسا کرے گا تو اگر وہ قدر خیر ہے تو اللہ تیری حیات کو پاکیزہ اور (زندگی کی) لذت وسرور کو زیادہ کر دے گا۔اور اگر وہ قضاء وقدر شر ہے تو اللہ تعالیٰ اس حال میں اپنی طاعت پر تیرے (قیام) کی حفاظت کرے گا، اور تجھ سے ملامت دور کر دے گا۔اور تجھے اپنی قضا وقدر (کی موافقت میں) گم اور بے خود کر دے گا۔یہاں تک کہ تجھ پر سے قدر (کا یہ دورہ) گزر جائے اور وقت کے پورا ہو جانے کی مدت کوچ کر جائے۔(اسے ایسا ہی سمجھو) جیسے کہ رات کا گذرنا دن کو روشن کرتا ہے۔جاڑے کا سفر کر جانا (بہار اور) گرمی کا موسم پیدا کرتا ہے۔یہ تیرے پاس تبدیل حال کا ایک نمونہ ہے۔پس اس سے سبق حاصل کر۔

نیز نفس انسان میں گناہ اور جرائم داخل ہیں۔اور وہ انواع انواع کے گناہ اور خطاؤں سے آلودہ ہے۔اس (خداوند کریم) کی مجلس میں بار وشرف حاصل کرنے کی صرف وہی صلاحیت رکھتا ہے جو گناہوں اور لغزشوں کی نجاست سے پاک وطاہر ہو۔جو (اب تک بھی) دعووں اور بڑائی کے میل کچیل سے پاک وطاہر نہیں ہوا۔وہ اس کے "آستانہ قدس" کو بوسہ نہیں دے سکتا۔(بالکل) اسی طرح جیسے بادشاہوں کی ہمنشینی کی صلاحیت کوئی نہیں رکھتا مگر وہی شخص جو مختلف قسم کی نجاستوں اور بدبوؤں اور میلوں سے پاک وطاہر ہو۔پس بلائیں (وآفات) گناہوں کا کفارہ اور میل کچیل سے پاک کرنے والی ہیں۔(اسی معنی میں) جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ایک دن کا بخار سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے"

مومن پر بقدر اس کے ایمان کے آزمائش وبلا آتی ہے

فرمایا: عادت الٰہی جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن پر اس کے ایمان کے انداز سے بلا اور آزمائش نازل کرتا ہے۔پس جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے اور احکام ایمان کے آثار بھی زیادہ اور اس کے نتیجے میں بہت ظاہر ہیں تو اس کی آزمائش بھی زیادہ بڑی اور عظیم ہوتی ہے۔رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے بڑی ہوتی ہے۔کیونکہ رسول کا ایمان بڑا ہوتا ہے۔اور نبی کی آزمائش ابدال کی آزمائش سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔(کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ بڑا ہے) اسی طرح ابدال کی آزمائش ولی کی آزمائش سے زیادہ بڑی ہوتی ہے۔ہر شخص (آزمائش میں) اپنے اندازہ ایمان و یقین (کے مطابق) گرفتار کیا جاتا ہے۔اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں ہے کہ "ہم گروہ انبیاء بلحاظ بلا ومصیبت کے اور لوگوں سے شدید تر ہیں۔پھر انبیاء کے بعد (اسی طرح) درجہ بہ درجہ" دوسرے لوگوں کی آزمائش ہے۔

ان سادات کرام کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ آزمائش میں مبتلا (گرفتار) رکھتا ہے تاکہ وہ ہمیشہ (محل قرب اور) حضوری میں رہیں اور ہمیشہ شہود حق کی بیداری سے غافل نہ رہیں۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اہل محبت اور محبوبین حق ہیں۔اور دوست کبھی اپنے محبوب کو دور رکھنا پسند نہیں کرتا۔پس آزمائش (ومصیبت) ان کے قلوب کو (حق کی طرف) اچک کر لے جانے والی اور ان کے نفوس کے لئے (ایک طرح کی) قید وبند ہے۔اور غیر مطلوب کی طرف مائل ہونے، خالق کے غیر سے سکون حاصل کرنے اور اس کی طرف مائل ہونے سے ان کو روکتی ہے۔غرض یہ کہ

جب ان پر ہمیشہ آزمائش رہتی ہے تو ان کی خواہشیں پگھل جاتی اور ان کے نفوس شکستہ ہو جاتے ہیں اور حق باطل سے جدا ہو جاتا ہے۔ (اس آزمائش سے) شہوتیں، ارادے، لذتوں کی طرف میلان اور دنیا اور آخرت کی تمام راحتیں و آسائشیں سب کی سب (ان کے) گوشہ نفس میں (بھاگ کر) سمٹ آتی ہیں۔ (اور دل میں سرایت نہیں کر سکتیں) پھر وعدہ حق پر سکون، اس کی قضا پر رضامندی، اس کی عطاء پر قناعت، اس کی مصیبت پر صبر اور مخلوق کے شر سے امن (یہ سب صفات مومن صاحب یقین و کامل ایمان کے) دل میں پیدا ہو جاتی ہیں اور (اس سے ان کے) دل کی شوکت قوی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ دل کو تمام اعضاء پر (تصرف) و بادشاہی حاصل ہوتی ہے نیز آزمائش دل اور یقین کو قوی و مستحکم، ایمان و صبر کو قائم اور نفس اور خواہش کو سست (و کمزور) کر دیتی ہے۔ پھر جب مصیبت آتی ہے اور مومن (کی جانب سے) صبر اور اپنے پروردگار کے فعل پر رضاو تسلیم اور شکر پایا گیا، تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

مرید کے احوال

فرمایا: کیا تو راحت و سرور، خوشی و آسودگی، امن و سکون اور ناز و نعمت کا خواہاں ہے۔ دراں حالیکہ ابھی تک تو نفس کو مارنے، فنائے خواہشات کا مجاہدہ کرنے، دنیا اور آخرت کے معاوضوں اور مرادوں کو دل سے نکال دینے کے لئے پگھلا دینے اور گھلا دینے والی آگ کی بھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ (اور ابھی بالکل صاف نہیں ہوا اور) ان چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ باقی رہ گیا ہے۔ جس کے آثار تجھ میں نمایاں طور پر ظاہر ہیں۔ پس اے جلد باز آہستہ آہستہ چل، اے (فتح باب کا) انتظار کرنے والے! ٹھہر ٹھہر کر چل (یاد رکھ) کہ ان مذکورہ چیزوں کے زائل ہو جانے تک تجھ پر دروازہ بند رہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ (رذائل کے) بقیہ کا "بقیہ" ابھی تک موجود ہے۔ اور وہ ذرا سا ابھی تک باقی ہے۔ مکاتب، غلام پر جب تک ایک درہم بھی باقی ہے وہ (شرع کی رو سے) غلام ہی ہے، پس جب تک تجھ میں کھجور کی گٹھلی چوسنے کے برابر (بھی) دنیا باقی ہے تو قرب الٰہی سے باز رکھا جائے گا۔ دنیا تیری خواہش، تیری مراد اور تیری آرزو ہے۔ کسی شے کو (میلان طبع کے ساتھ) دیکھنا اسے طلب کرنا اور دنیا ہو یا آخرت کہیں بھی (اعمال کے) معاوضوں میں سے کسی معاوضہ کی طرف تیرے نفس کا التفات کرنا، یہ سب دنیا ہے۔

پس جب تک تیرے اندر ان چیزوں میں سے کچھ بھی باقی ہے اس وقت تک تو افناء (یعنی ان چیزوں کو اپنے دل سے نیست کر دینے) کے دروازہ ہی پر ہے۔ پس ٹھہر جا، یہاں تک کہ فنا تمام و کمال ہو کر حاصل ہو جائے۔ تو بھٹی سے نکالا جائے۔ تجھے سانچے میں ڈھالنے والے کی زرگری پوری جائے۔ پھر تجھے زیور و لباس پہنایا جائے گا، تیرے خوشبو لگائی جائے گی اور تجھے خوشبودار بخور کی دھونی دی جائے گی، اس کے بعد بڑے بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے گا اور تو اس کلام سے مخاطب کیا جائے گا: انک الیوم لدینا مکین امین "یعنی آج کے دن تو ہمارے نزدیک صاحب جاہ و تمکین اور امین ہے"۔ اس کے بعد تجھے آرام دیا جائے گا۔ تیرے ساتھ نرمی کی جائے گی۔ اور فزونی لطف و کرم کی غذا کھلائی جائے گی اور اسی فضل کا پانی پلایا جائے گا اور تو مقرب اور اپنے مولا سے زیادہ نزدیک کیا جائے گا۔ بھیدوں پر تجھے مطلع کیا جائے گا اور اسرار الٰہیہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہیں گے اور پھر تو اس نعمت کے سبب تمام اشیاء سے غنی کیا جائے گا۔

کیا تو سونے کے (ان) جدا جدا ٹکڑوں کو نہیں دیکھتا جو عطاروں، نانبائیوں، قصابوں، چمڑا صاف کرنے والوں، تیل فروخت کرنے والوں، جھاڑو دینے والوں، اور نفیس یا ذلیل نجس اور کمتر پیشہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں صبح اور شام ایک کے ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں آتے جاتے اور خرچ ہوتے ہیں۔ پھر وہ (سونے کے) ٹکڑے جمع کئے جاتے ہیں اور زرگر کی بھٹی میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہاں جلتی ہوئی آگ میں پگھلائے جاتے اور بھٹی سے باہر نکال کر کوٹے اور نرم کئے جاتے ہیں۔ پھر سانچے میں ڈھالے جاتے اور ان کے زیور بنائے جاتے ہیں۔ پھر انہیں جلا دی جاتی اور ان پر خوشبو لگائی جاتی ہے پھر اچھی اچھی جگہوں، محفوظ مکانوں، مقفل خزانوں اور صندوقوں کے اندر تاریک مقاموں میں رکھے جاتے ہیں۔ یا پھر وہ دلہنوں کو پہنائے جاتے اور دلہنیں ان سے آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دلہنیں بڑے بادشاہ کی ہوتی ہیں اور وہ سونے کے ٹکڑے سناروں کے ہاتھوں گلنے اور کٹنے کے بعد بادشاہ کے پاس اور اس کی مجلس میں لے جائے جاتے ہیں۔

لوگوں کی اقسام اور ان کی تعریف

فرمایا: لوگ چار قسم کے ہیں، ایک وہ جس کی نہ زبان ہے نہ دل ہے۔ یہ عامی، غافل اور ذلیل (شخص) ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (یہ) بھوسی کی مثل ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی وزن (واعتبار) نہیں ہے۔ ہاں اگر اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لے، ان کے قلوب کو اپنے ایمان کی ہدایت دے، ان کے اعضاء کو اپنی طاعت (وعبادت) میں حرکت دے تو ممکن ہے۔ ایسے (بے اعتبار) لوگوں کی مانند ہونے سے پرہیز کر، ان میں نہ اٹھ بیٹھ، ان سے کوئی اندیشہ نہ کر، اور نہ ان میں کھڑا ہو۔ اس لئے کہ یہ لوگ اہل عذاب اور اللہ کے غضب و ناراضگی والے اور دوزخ میں رہنے والے ناری ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن تجھے چاہیے کہ عارف باللہ، نیکی سکھانے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کو تین روز میں ختم کر اگر تجھ سے ہو سکے۔ (مسند احمد)

والوں، دین کے ہادیوں، اس دین کی دعوت دینے والوں اور اس کی طرف لے آنے والوں میں سے ہو۔ اس کے بعد تو ایسے عامی لوگوں کے پاس جا اور انہیں طاعت الٰہی کی طرف بلا، اور اللہ کی نافرمانی کے عذاب سے انہیں ڈرا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو اللہ کے نزدیک "جہید" (بڑا مجاہدہ کرنے والا) ہو گا۔ اور تجھے رسولوں اور نبیوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اگر تمہاری کوشش سے اللہ تعالیٰ ایک شخص کو (بھی) ہدایت (و ایمان) نصیب کرے، تو تمہارے لئے یہ (سعادت) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب طلوع ہوا ہے"

دوسرا شخص (وہ ہے) جس کی زبان تو ہے مگر دل نہیں۔ وہ حکمت (و نصیحت) کی باتیں کرتا ہے مگر (خود) عمل نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ مگر خود اللہ سے بھاگتا ہے دوسروں کے عیب کو برا بتلاتا ہے اور خود اسی طرح کے (عیب) میں ہمیشہ (مبتلا) رہتا ہے۔ وہ اوروں پر تو اظہار پارسائی کرتا ہے مگر خود بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول لیتا ہے۔ یہ شخص تنہائی میں گویا آدمی کے لباس میں ایک بھیڑیا ہے۔ ایسے ہی شخص سے جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا اور یہ فرمایا کہ "مجھے اپنی امت کے لئے سب سے زیادہ ڈر علماء سوء (برے عالموں) سے ہے"۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پس تو ایسے شخص سے دور رہ اور گریز کرنے میں جلدی کر، کہیں اس کی زبان کی لذت تجھے لبھا نہ لے اور اس کے گناہ کی آگ تجھے جلا نہ دے۔ اور اس کے قلب کی سڑاند تجھے مار نہ ڈالے۔

تیسرا شخص وہ ہے جس کے لئے دل تو ہے مگر زبان نہیں۔ اور یہ شخص مومن ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مخلوق سے پوشیدہ رکھا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے اسے نفس کے عیبوں پر بصیرت (اور سمجھ) دی، اور قلب کو "نورانی" کر دیا۔ اور لوگوں کے میل جول، خرابیوں، فضول بات چیت اور خرافات بکنے کی برائی سے آگاہ (یعنی شناسا) کیا ہے۔ اسے یقین ہو چکا ہے کہ سلامتی، خاموشی اور گوشہ نشینی ہی میں ہے۔ جیسا کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو خاموش رہا اس نے آفات سے نجات پائی" اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "عبادت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں"۔ پس یہ شخص سر (و باطنی تعلق) میں (جو یہ اللہ سے رکھتا ہے) اللہ کا ولی ہے۔ سلامتی والا، صاحب عقل کثیر، مقرب خدا، اور ایک نعمت یافتہ (شخص) ہے۔ پس ہر طرح کی بہتری اس کے پاس ہے۔ تو ایسے شخص کی صحبت کو لازم پکڑ۔ اس کی ہمراہی، اس سے ملنے جلنے اور اس کی خدمت کرنے کو اپنے لئے لازم جان۔ اس کی جو حاجتیں اور ضرورتیں ہوں ان کے پورا کرنے اور ایسی اشیاء بہم پہنچانے سے جن سے وہ فائدہ اٹھائے۔ اس کے دل میں جگہ پیدا کر۔ اس کی خدمت کی برکت سے اللہ تجھ سے بھی محبت کرے گا اور تجھے برگزیدہ بنا دے گا، اور تجھے اپنے احباب اور نیک بندوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔

چوتھا شخص وہ ہے کہ عالم ملکوت میں اس کی عظمت و بزرگی کا شہرہ ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔ اسے عالم ملکوت میں عظمت والا پکارا جائے گا"۔ یہ شخص اللہ اور اس کی آیات کو جاننے والا عالم ہے۔ اور اس کو قلب "نور"، اور "علوم الہیہ" کا امانت دار بنایا گیا ہے۔ اور اللہ نے اسے ایسے بھیدوں پر آگاہ کیا ہے جو اس نے غیروں سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ چنانچہ اللہ نے اسے "برگزیدہ" اور "مقبول" بنایا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور بلند مرتبہ کیا، اور ہدایت دی اور اس کے سینہ کو (اپنے) علوم و اسرار کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا۔ اور اسے (خیر کا) پرکھنے والا اور بندوں کو نیکی کی طرف دعوت دینے والا اور ان کو (برائیوں سے) ڈرانے والا بنایا، اور اپنی ذات و صفات پر لوگوں کے سامنے اسے ایک حجت و دلیل بنایا۔ وہ راہ حق دکھانے والا، خود راہ راست پر چلنے والا اور سفارش قبول کیا گیا، قرار پایا۔ اسے راست باز اور معتبر ٹھہرایا اور اپنے نبیوں اور رسولوں کا خلیفہ و (نائب) بنایا۔ ان پر اللہ کے درود اور ہدیہ (سلام) اور برکتیں نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے ناخوش نہ ہونے کی تاکید

فرمایا: اپنے پروردگار عزوجل سے تیرا ناخوش ہونا، اس پر تہمت لگانا، اعتراض کرنا، اس کی طرف ظلم کی نسبت کرنا، رزق دینے، تونگر بنانے، بلا اور سختیوں کو دور کرنے میں تاخیر کو اللہ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی (جراءت و گستاخی کی) بات ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر چیز کا معینہ وقت (پہلے سے) لکھا ہوا ہے۔ اور ہر بلا اور سختی ایک انتہا اور غایت ہے۔ یہ وقت نہ پہلے آتا ہے نہ پیچھے ہٹتا ہے۔ آزمائش و بلا کے اوقات نہیں بدلتے کہ بلائیں ٹل کر عافیت کا اور سختی کا وقت ہٹ کر نعمت کا وقت آ جائے۔ اور حالت فقر، حالت غنا سے بدل جائے۔ پس (بہتر یہ ہے کہ) ادب کو نگاہ رکھ اور خاموشی، صبر و رضا اور موافقت رب العلی کو لازم پکڑ۔ اس پر ناراض ہونے اور اس کے فعل پر تہمت دھرنے سے توبہ کر۔

اس کی بارگاہ میں حق عبودیت پوری طرح ادا نہ کرنے پر پورا بدلہ لینا اور کسی کو بے قصور اور بے گناہ سزا دینا جیسا کہ اس کے بندے ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کیا جاتا بلکہ اللہ عزوجل ازل سے (بے ہمتا) ہے۔ جب کچھ نہ تھا، تب تھا۔ ہر شے کی مصلحتیں اور مفسدتیں (خوبیاں اور خرابیاں) پیدا کیں۔ اور ان کی ابتداء و انتہا کا اور ان کے واقع ہونے اور ان کے انجام کار کا عالم ہوا۔ وہ (حق) عزوجل اپنے فعل میں حکمت والا اور دانا، اور اپنی صنعت کو راست اور مضبوط بنانے والا ہے۔ وہ کوئی کام عبث نہیں کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پانچ روز میں ختم کر۔ (جامع)

اوراس کے افعال آپس میں معارض نہیں ہیں۔ وہ باطل کو بھی لہوولعب سے نہیں پیدا کرتا۔ اس کی طرف عیب ونقصان کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اوراس کے افعال پر ملامت کرنا روانہیں ہے۔ اگر اس کی مرضی پر تو نہیں چل سکتا اور اس کی قضاوقدر پر راضی نہیں تو کشائش کار کا انتظار کر، یہاں تک کہ تقدیر کا لکھا سامنے آجائے۔ (اور خود تیرے لئے کشادکار کی شکل پیدا ہو)

زمانے کے گزرنے اور مدت کے ختم ہو جانے پر (تیری) حالت موجودہ اس کی ضد سے بدل جائے گی۔ (اور تکلیف کے بجائے راحت آجائے گی) جیسا کہ سردی گزر جانے کے بعد گرمی ظاہر ہوتی ہے۔ اور رات کے جانے کے بعد روشن دن آتا ہے۔ اگر تو دن کی روشنی اور نور کو رات کے آغاز میں ہی طلب کرے گا تو یہ خواہش پوری نہیں ہو گی بلکہ رات کا اندھیرا (ابھی) بڑھتا ہی جائے گا۔ یہاں تک کہ تاریکی شب جاتی رہے گی۔ اور طلوع فجر ہوگا۔ صبح صادق نمودار ہوگی۔ اس وقت دن اپنی روشنی کو پھیلائے گا اور تو خواہ اسے طلب کرے یا نہ کرے اور تو اس کو چاہے یا نہ چاہے (وہ ضرور آئے گا) اس وقت (یعنی دن ہو جانے کے بعد) اگر تو رات کی واپسی کا خواستگار ہو گا تو بھی تیری دعا قبول نہیں ہو گی اور تیرے لئے رات (قبل از وقت) نہیں آجائے گی۔ اگر تو کسی چیز کو بے وقت طلب کرے گا تو وہ نہیں ملے گی اور تجھے افسوس، مایوسی، ناخوشی اور شرمندگی ہو گی۔ پس ایسی سب آرزوؤں کو چھوڑ دے اور اللہ کی مرضی پر چل اس سے نیک گمان رکھ اور بلا شکوہ وشکایت صبر کر۔

جو چیز تیری تقدیر میں ہے وہ تجھ سے نہیں چھینی جائے گی اور جو چیز تیری تقدیر میں نہیں ہے وہ تجھے نہیں دی جائے گی۔ جو بہ نظر طاعت وعبادت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ "یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو" نیز دوسری آیتوں واحادیث کے مضمون کے مطابق گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے تو وہ تیری دعا کی اجابت وقبولیت اس وقت فرماتا ہے جبکہ اس کا مقررہ وقت آجائے۔ یہ وقت وہ ہوتا ہے جبکہ وہ ارادہ کرے۔ نہ کہ تو چاہے۔ اور تیری دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہو یا قضاو قدر میں یہی وقت قبولیت دعا کا مقرر ہو اور وہ ساعت آجائے۔

پس تو خدا پر دعا کی قبولیت میں تاخیر کی تہمت نہ رکھ اور دعا کرنے سے عاجز نہ ہو، کیونکہ اگر تو نے (دعا سے) نفع حاصل نہ کیا تو نقصان بھی نہ پایا۔ اگر تیری دعا اللہ نے قبول نہ فرمائی تو اس کا ثواب آخرت میں ضرور دے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "بندہ اپنے نامہ اعمال میں قیامت کے دن ایسی نیکیاں دیکھے گا کہ انہیں شناخت نہ کر سکے گا"۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ "یہ نیکیاں تیرے ان سوالوں کے بدلہ میں ہیں (جو تو نے دنیا میں کئے تھے) اور دنیا میں ان کا پورا ہونا مقدر نہیں کیا گیا تھا" یا جیسا کہ وارد ہوا ہے

کہ "دعا مانگنے میں کم سے کم یہ بات تو ہے کہ تو اپنے رب کو یاد تو کر رہا ہے، اور اس کو یکتا جان کر اسی سے مانگ رہا ہے۔ اس کے غیر سے نہیں مانگتا اور اس کے غیر کے پاس اپنی حاجت نہیں لے جاتا" پس رات ہو یا دن تندرستی ہو یا بیماری، محنت (وزحمت ہو) یا نعمت تنگی ہو یا فراخی، ہر زمانہ میں تیرے لئے دو صورتیں ہوں گی۔ کہ یا تو تُو دعا وسوال کرنے سے رک جائے گا، اور قضاء الٰہی پر راضی اور اللہ عزوجل کے فعل پر سرتسلیم خم کر کے ایسا بے دست وپا ہو جائے گا جیسا مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں اور دودھ پیتا بچہ دایہ کے ہاتھ میں اور چوگان کھیلتے وقت گیند چوگان سوار کے سامنے ہوتی ہے۔

بس اس حال میں "تقدیر" جس طرح چاہے گی، تجھے الٹ پلٹ کرے گی۔ اگر نعمت مقدر ہے تو تیرا کام ثناء اور شکر کرنا، اور اللہ عزوجل کی طرف سے تجھ پر زیادت عطا (وبخشش) کا فرمانا ہوگا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

"یعنی اگر تم شکر کرو گے تو البتہ ہم نعمتیں زیادہ دیں گے اور اگر تیرے لئے سختی مقدر ہے تو پھر (تیرا دعا وسوال سے باز رہنا اور) اس کی توفیق سے بلا پر صبر کرنا اور (ارادہ الٰہیہ کے ساتھ) تیرا موافقت اختیار کرنا مناسب ہے۔ اس (صبر وموافقت) پر ثابت قدم رہنا نصرت الٰہی اور مغفرت ورحمت ربانی کا تیرے شامل حال ہونا خدا ہی کے فضل وکرم سے ہوگا۔ چنانچہ خدائے بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ "یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" یعنی صبر کرنے والوں کی مدد کرنا اور انہیں صبر پر قائم اور مضبوط رکھنے میں ان کے ساتھ ہے۔ نیز جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ" یعنی اگر تم اللہ کی مدد کرو گے (یعنی اس کی مرضی پر چلو گے تو) اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدموں کو صبر وموافقت میں جمائے رکھے گا"۔ یعنی جب تو اللہ کے فعل پر اعتراض کرنے اور اس سے ناخوش رہنے سے احتراز کر کے اپنی خواہش کی مخالفت کرے گا، اللہ کے لئے تو اپنے نفس کا دشمن، شرک وکفر پر اکساتے وقت شمشیر زن اور اس کا سر جدا کرنے والا ہو گا۔ اس کی قضاء وقدر پر صبر کرے گا۔ اپنے رب کی مرضی پر چلے گا اور اسکے فعل ووعدہ پر دل کو مطمئن رکھے گا تو اس جہاد میں اللہ تیرا معین ومددگار ہو گا۔ اور تجھ پر اللہ کی رحمت کے نزول کے بارے میں بشارت کے طور پر اللہ کا یہی قول کافی ہے کہ:

ترجمہ: "یعنی آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی لوگ ہیں کہ جن پر ان کے رب کی طرف سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔

دینداری کو اصل سرمایہ اور دنیاداری کو نفع ٹھہرانے کی تاکید

فرمایا: آخرت کے کاموں کو اپنا سرمایہ بنا اور (کارِ) دنیا کو اس کا "نفع" پہلے تو اپنے وقت کو آخرت کے حاصل کرنے میں صرف کر۔ پھر اگر تیرے پاس کچھ وقت بچے تو اسے طلب دنیا اور فکرِ معاش میں صرف کر۔ دنیا کو اپنا سرمایہ اور آخرت کو اس کا نفع نہ بنا۔ اور پھر (یہ مت کر کہ) اگر (دنیاوی مصروفیت کے بعد) کچھ وقت بچے تو اسے کارِ آخرت میں صرف کیا جائے اور (کارِ آخرت بھی اس بے توجہی سے کہ) نماز پنجگانہ کو اس کارِ دنیا سے بچے کھچے وقت میں اس طرح ادا کرے کہ ارکان نماز بھی پورے ادا نہ ہوں اور واجبات (ناہموار اور) ایک دوسرے سے مختلف، اور ارکان رکوع وسجود بلا اطمانیت قلب کے ہوں۔ اور ان میں کسلمندی اور سستی پائی جائے۔ اور پھر (اس سے ترقی کر کے) نمازوں کو (قوت ٹل جانے کے بعد) ادا کیئے بغیر رات کو (مردہ کی طرح پڑ کر) سو جائے۔ اور دن میں نفس وہوا اور شیطان کی تابع داری میں بے کار گزار کر دنیا کے عوض آخرت کو فروخت کرے اور نفس کا بندہ اور اس کے لئے سواری بن جائے۔ حالانکہ نفس کو مغلوب کرنے اس پر سوار رہنے اور اسے تہذیب سکھانے اور ریاضت ومشقت میں ڈال کر اسے سلامتی کے راستوں میں چلانے کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ یہی (راہیں) آخرت اور خدا کی اطاعت کی راہیں ہیں۔ جو اس نفس کا مولیٰ ہے۔ مگر تو نے نفس کا کہنا مان کر خود اس پر ظلم کیا ہے اور اس کی باگ خود اسی کے ہاتھ میں دے دی، اور لذت وشہوات میں اس کے کہنے پر چلا اور اس نے اس کے شیطان اور خواہشات نفس نے تجھ سے جو کہا تو نے وہ کیا (نتیجہ یہ ہوا کہ) تجھ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی جاتی رہی اور تو نے اپنے دین ودنیا دونوں کا نقصان کیا۔ پھر تو قیامت میں (عمل خیر میں) زیادہ مفلس اور دین میں اور لوگوں سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں رہے گا حالانکہ تو نے دنیا میں (باوجود) پیروی نفس کے اپنے مقسوم اور نصیبہ سے زیادہ حاصل نہیں کیا۔

حسد کی برائی

فرمایا: اے مومن! میں کیوں تجھے اپنے پڑوسی پر حسد کرنے والا دیکھتا ہوں، تو اس کے کھانے پر، اس کے پینے اور پہننے پر، اور اس کے نکاح کرنے اور اس کی جائے سکونت پر حسد کرتا ہے نیز اس کی مالداری، مولیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور جو کچھ اس کی قسمت میں مولا نے عطاء فرمایا ہے اس سے متمتع ہونے اور تصرف کرنے پر حسد کرتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ حسد ان چیزوں میں سے ہے جو تیرے ایمان کو ضعیف کر دیں گی۔ تجھے مولا کی نظر رحمت سے گرا دیں گی۔ اور تجھے اس کا دشمن اور مخالف بنا دیں گی۔ کیا تو نے یہ حدیث قدسی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے نہیں سنی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والے میری نعمت کے دشمن ہیں"۔ اور کیا تو نے یہ ارشاد نبوی نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے"

پھر تو اے مسکین! (اپنے ہمسایہ کی) کس چیز پر حسد کرتا ہے۔ آیا اس کی قسمت پر جو اسے ملی ہے یا اپنی قسمت پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے تو خدا نے اسے عطاء کی ہے، جیسا کہ خود اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے کہ:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

"یعنی ہم نے ان کے اسباب معیشت کو حیات دنیا ہی میں ان پر تقسیم کر دیا ہے"۔ تو یاد رکھ کہ تو اس شخص پر ظلم کرتا ہے جو اپنے مولیٰ کی ایسی نعمتوں سے متمتع ہو رہا ہے جو اپنے فضل سے اس نے عطاء فرمائی ہیں۔ اور اس کے لئے مقدر کیں ہیں۔ اور کسی دوسرے کا ان میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔ پھر اس حسد کرنے میں تجھ سے اور کون زیادہ ظالم، زیادہ بخیل، زیادہ احمق اور کم عقل ہوگا؟ اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کرتا ہے کہ دوسرے کو جو ملا ہے وہ میرے حصہ میں سے ملا ہے تو بے شک تو نے نہایت درجہ کی نادانی کی۔ کیونکہ تیرا نصیب تیرے غیر کو ہرگز نہ دیا جائے گا۔ اور نہ وہ تجھ سے تیرے غیر کی طرف منتقل ہوگا۔ ماشاء اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَىَّ وَ مَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ "یعنی میرے یہاں حکم نہیں بدلتا، اور نہ میں اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہوں"۔ بے شک اللہ تجھ پر بھی ظلم نہیں کرے گا اور نہ تجھ سے اس چیز کو چھین لے گا جو تجھے عطاء فرمائی اور تیرے لئے مقدر کی ہے اور وہ نہ تیرے غیر کو دے گا۔

پس تیرا (کسی پر حسد کرنا) تیری نادانی اور اپنے بھائی پر ظلم کرنا۔ اپنے بھائی پر حسد کرنے سے زیادہ سزاوار (لائق) یہ ہے کہ تو زمین پر حسد کرے جس میں کانیں، خزانے، انواع طلا ونقرہ اور جواہرات جن کو قوم عاد وثمود کے اگلے بادشاہوں (فارس کے) کسریٰ اور (روم کے) قیصر نے جمع کیا تھا مدفون ہیں۔ تیری مثال تو ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک بادشاہ کو اس کی شوکت وحشمت اور لشکروں کے ساتھ دیکھا، لوگ اس کے حضور میں زمین کا خراج (محاصل) لاتے اور جمع کرتے ہیں۔ بادشاہ کو طرح طرح کی نعمتوں ولذات وشہوات کے ساتھ نازونعم میں پرورش پاتے دیکھا۔ بادشاہ کو ایسی حالت میں دیکھ کر اس شخص نے اس پر تو حسد نہیں کیا لیکن اس نے ایک جنگلی کتے پر حسد کیا جو اس بادشاہ کے کتوں میں سے ایک کتے کی خدمت کرتا ہے۔ اور اس کے سامنے کھڑا رہتا اس کے ساتھ شب گزارتا اور صبح کرتا ہے۔ پھر شاہی مطبخ سے شاہی کتے کا جھوٹا بچا ہوا خراب کھانا اس (جنگلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو اور اسکے احکام کی تابعداری کرو۔ (الکنز)

کتے کو دیا جاتا ہے جسے وہ باندازہ کفایت کھالیتا ہے۔ پھر یہ شخص اس جنگلی کتے پر حسد کرنے اور اسے دشمن سمجھنے لگا اور اس کے مرنے اور ہلاک ہونے کا خواہشمند ہوا مگر زہد اور دین اور قناعت کی جہت سے نہیں (بلکہ) نفس کی کمینگی اور کم ظرفی کے سبب۔ اس (جنگلی) کتے کی جگہ پر فائز ہونے اس کا جانشین ہونے، شاہی کتے کا جھوٹا کھانے کی آرزو کرنے لگا۔ پس کیا زمانہ میں اس (شخص) سے زیادہ احمق، نادان اور جاہل کوئی اور شخص ہوگا؟

اے مسکین! کاش تو جان لے کہ تیرا پڑوسی کل قیامت کے دن عنقریب درازی حساب کے باعث کس حالت کو پہنچے گا؟ یعنی اگر اس نے اللہ کی دی ہوئی نعمت سے متمتع ہونے پر اس کی اطاعت نہیں کی، اس کا حق ادا نہیں کیا، اس کا حکم بجا نہ لایا، اس کی نعمت سے متمتع ہونے اور فائدہ اٹھانے میں اس سے باز نہ رہا جس سے منعم نے منع کیا تھا، خدا کی طاعت وعبادت میں (ان نعمتوں سے) مدد نہ لی تو قیامت کے دن اس کی حالت یہ ہوگی کہ وہ آرزو کرے گا، کاش کہ ان نعمتوں میں سے اسے دنیا میں بھی کچھ نہ دیا جاتا اور کسی دن بھی وہ ان نعمتوں کو نہ دیکھتا۔ کیا تو نے یہ قول مبارک جو حدیث میں وارد ہے نہیں سنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مصیبتوں والوں کے ثواب کو دیکھ۔ بہت سے لوگ قیامت کے دن یہ آرزو کریں گے کہ کاش ان کا جسم دنیا میں چھریوں سے کاٹا جاتا" (اور اس کے بدلہ آخرت کی نعمت ملتی) یہ (نازونعمت والا) پڑوسی کل قیامت کے دن درازی حساب، دوسرے جھگڑوں اور دنیا میں نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے سبب قیامت کے دن پچاس ہزار برس آفتاب کی گرمی میں کھڑا رہے گا اور یہ آرزو کرتا ہوگا کہ وہ دنیا میں تیری جگہ مصیبت کا مارا ہوتا۔ تیرا حال یہ ہوگا کہ اس دن ان تکالیف و آفات سے دور عرش کے سایہ میں کھاتا پیتا نازونعمت یافتہ، آسودہ جاں، فرحاں وشاداں ہوگا۔ دنیا کے شدائد، تنگی، آفات اور محتاجی پر صبر کرنے اور اپنی قسمت پر حال میں راضی رہنے سے اور جن امور کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے تیرے لئے حکم دیا تھا۔ مثلاً تیری ذلت رہے تیرے غیر کو عزت ملے، تجھے تنگی غیر کو فراخی، تجھے بیماری، غیر کو تندرستی، تیرے لئے محتاجیاں اور غیر کے لئے تونگری ان سب حالتوں میں تو اپنے پروردگار کی مرضی پر راضی رہا اس لئے آخرت میں تیرا ایسا اکرام ہوا کہ عرش کے سایہ کے نیچے جگہ ملی۔

اللہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے بنائے جنہوں نے مصیبت پر صبر اور نعمتوں پر شکر کیا اور اپنے تمام امور کو مالک زمین وآسمان پر چھوڑا اور اسی کے سپرد کیا۔

سچائی اور خلوص نیت

فرمایا: جس نے (راہ سلوک میں) اپنے مولیٰ کا کام صدق وخلوص نیت کے ساتھ (بلا آمیزش شرک وریا) کیا۔ وہ صبح ہو یا شام ہر وقت اس کے غیر سے بیزار و متوحش رہا کرتا ہے۔ لوگو! اس چیز کا (حال ہو یا مقام) دعویٰ نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں ہے خدا کو ایک جانو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ قضاء وقدر کے تیروں کا نشانہ بن جاؤ۔ (یعنی ہر آزمائش کو خوشی خوشی برداشت کرو) یہ محض خراش کے لئے تم پر آتے ہیں نہ کہ قتل کرنے کے لئے۔ جو شخص خدا کی محبت میں ہلاک ہوتا ہے اس کا اجر وعوض بس خدا ہی کی شان رحم وکرم پر واجب ہوجاتا ہے۔

زیادہ سونے کی برائی

فرمایا: بیداری پر جو ہوشیاری اور آگاہی کا سبب ہے۔ جس کسی نے نیند کو (ترجیح دے کر) اختیار کیا تو اس نے ایک ناقص اور ادنیٰ چیز کو اختیار کیا اور مردوں سے جاملا اور تمام مصالح (خیر) سے غفلت کی اسی لئے کہ "نیند موت کی بہن ہے" اور اسی لئے اللہ کی طرف نیند کی نسبت کا نا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ ذات پاک تمام نقائص سے دور ہے اور اسی طرح فرشتوں کو نیند نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے قرب میں ہیں اور اسی طرح اہل جنت بھی، جبکہ وہاں وہ زیادہ بلند مرتبہ پر فائز، زیادہ پاک ونفیس اور زیادہ اعزاز کی جگہوں پر متمکن ہوں گے۔ ان سے نیند دور ہوگی کیونکہ نیند ان کی حالت کے لیئے موجب نقصان ہے۔ پس تمام بھلائیوں سے بہتر بھلائی جاگنے میں ہے۔ اور سب برائیوں سے بدتر برائی سوجانے اور نیک کاموں سے غفلت کرنے میں ہے۔ بس جو اپنی خواہش نفس سے کھائے گا وہ زیادہ کھائے گا یا زیادہ پیئے گا اس لئے وہ زیادہ سوئے گا۔ بہت سی نیکیاں اور بھلائیاں اس سے فوت ہوجائیں گی۔

جس نے حرام کھانا تھوڑی مقدار میں بھی کھایا وہ اس کی طرح ہے جس نے اپنے نفس کے تقاضے سے مباح چیز بہت زیادہ کھالی اس لئے کہ حرام جمال ایمان کو ڈھانپ دیتا اور نورانیت کو تاریک کر دیتا ہے۔ جیسے کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے اور اس کو تاریک کر دیتی ہے اور جب ایمان تاریک ہوگیا (اور نورانیت جاتی رہی)۔ تو پھر نہ نماز رہی نہ عبادت نہ اخلاص۔ اور جس نے امر الٰہی کے ساتھ (جسے وہ باطن میں محسوس کرتا ہے) حلال میں سے بہت کھالیا، وہ اس شخص کے مانند ہوگا جس نے تھوڑا حلال کھا کر عبادت میں مسرت، ذوق اور قوت حاصل کی۔ حلال (اگرچہ بہت کھائے) تو وہ نور در نور ہے۔ اور حرام ظلمت در ظلمت ہے۔ حرام میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں۔ نیز یہ یاد رہے کہ بدون امر الٰہی، محض اپنی خواہش نفس سے اکل حلال بھی اکل حرام کی مانند ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ نیند لانے والا ہے پس اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غمناک ہو کر قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ غمناکی کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ (مجمع)

اصلاح کا آسان نسخہ

منجملہ ارشادات عالیہ

حکیم الامت مجدد الملتہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

نوراللہ مرقدہٗ

دورکعت نفل نماز توجہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دُعاء مانگو

کہ اے اللہ میں آپ کا سخت نافرمان ہوں، میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہوسکتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو، مگر ہمت نہیں ہوتی، آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح، اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گنہگار ہوں، میں عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمایئے میرا قلب ضعیف ہے، گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے، میرے پاس کوئی سامان نجات نہیں آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کردیجئے اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمائیو، گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا، لیکن معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دُعاء اور اپنی نالائق کو خوب اپنی زبان سے کہلیا کرو، صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کرلیا کرو لو بھئی دوا بھی مت پیو، بد پرہیزی بھی مت چھوڑو، صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کیا کرو، آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوت ہو جائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جاوے گا کہ آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

باب ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزمرہ کی سنتیں

نیت سفر: جب تجارت کا سفر ہو حلال کما کر اپنے مستحق لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا اور رقم بچ جائے جمع کرلوں گا۔

دن: جمعرات یا ہفتہ کا دن۔ جمعہ نماز سے قبل سفر نہ کرے مگر جائز ہے۔ اذان جمع کے بعد بغیر جمعہ پڑھے سفر حرام۔ علی الصبح سفر...... حضور نے دعا فرمائی ہے۔ (ترمذی)

رفیق سفر: ایک تلاش کرے۔ طویل سفر کے لئے چار رفیق ہونے زیادہ بہتر ہیں۔ (عن ابی عباس)

امیر: ایک مقرر کر کے اختلاف میں اس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ اگرچہ خلاف طبع ہو۔ (ابوداؤد)

سامان: سامان سفر ضروری ساتھ رکھے۔ سرمہ، کنگھا، مسواک، قینچی، سنت۔

استخارہ: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کر کے کام کرتا ہے ناکام نہیں ہوتا۔

رخصت: مقامی دوستوں اعزہ اقرباء سے رخصت ہو (ابن ماجہ) اور مسنونہ دعائیں پڑھے۔ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سفر سے اچانک رات کو گھر پہنچ جائے۔ مجبوراً جائز۔

گھر داخل ہو: دعا توبہ کرتے ہیں توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے گا۔

ریل یا جہاز: حق سے تجاوز کرنا گندگی پھیلانا۔ ہمسفروں کی ایذاء رسانی پر لعنت فرمائی ہے۔ ریل میں نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ بلا عذر شرعی بیٹھ کر نماز نہ ہوگی۔

ریل کے سفر میں بھی قبلہ: سمت معلوم کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر ریل مڑ جائے نمازی بھی رخ ٹھیک کرتا چلا جائے۔ اگر صحیح معلوم نہ ہو تو انکل سے مقرر کر کے پڑھے۔ حتی المقدور کھڑی گاڑی میں یا پلیٹ فارم پر نماز پڑھے۔

تیمم: ریل کے تختہ اور گدوں پر جمے ہوئے گرد و غبار پر تیمم جائز ہے۔

ٹکٹ پر اعلیٰ درجہ میں سفر جائز نہیں۔ جس قدر سفر بے ٹکٹ کیا اتنا ٹکٹ خرید کر ضائع کر دینا چاہیے۔ ریل ملازم بلا ٹکٹ کسی کو سفر نہیں کرا سکتے۔

البتہ جس کے نام کا پاس ہو وہ سفر کرے۔ جب تک گاڑی میں سیٹ ہو مسافروں کو آنے سے نہ روکے۔ اگر کسی نے اپنے حق سے زیادہ جگہ روک رکھی ہو تو کم کر دینا درست ہے۔ مزدوری طے نہ کیا ہو تو حسب دستور دے دو۔ طے کرنے کے بعد زیادہ دینا ثواب ہے۔

خانہ بدوش مسافر نہیں بنتے البتہ اگر یکدم ۴۸ میل سفر پر نکلیں تو مسافر افسر یا امیر کے ساتھ ماتحت لوگ امیر کے ارادہ پر مقیم یا مسافر تصور ہوں گے۔ شرعاً آدمی کا گھر وہی ہے جہاں ان کے بیوی بچے مقیم ہوں یا وہ جگہ جہاں پندرہ دن سے زیادہ قیام کا ارادہ کر لیا اور وہ ٹھہرنے کی جگہ ہو۔ جنگل یا کشتی نہ ہو تو مقیم تصور ہو۔ پوری نماز ادا کرے گا ورنہ سفر کی حالت میں فرض ۴ رکعت والے دو رکعت ادا کرے گا

ہوائی سفر میں نماز قضا ہونے کا ڈر ہو تو جہاز میں پڑھ لے کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر بھی جائز۔ اگر کسی طرح بیٹھ نہ سکے تو لیٹ کر پڑھے۔

سنت کے کاموں کی تفصیل

سنت سلام: سلام کرنا نہایت بڑی سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ ہر مسلمان شخص کو سلام کرنا چاہیے اگرچہ اس کو پہچانتا نہ ہو۔ کیونکہ سلام کرنا اسلام کا حق ہے۔ اور یہ کسی کے جاننے اور شناسائی پر موقوف نہیں ہے۔

سنت چھینک: جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہنا چاہیے۔

سنت جواب: جب تم سنو کہ کسی نے چھینک کے بعد الحمد للہ کہا ہے تو تم جواب میں یرحمک اللہ ضرور کہو اور اس کا بطور خاص خیال رکھو۔ کیونکہ یہ بھی اسلام کا حق ہے۔

سنت اطفال: سنت ہے کہ لڑکوں پر بھی سلام کرے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لڑکوں پر گزرے تو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکوں پر۔ یہ حدیث بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے۔

سنت رخصت: یہ ہے کہ جب لوگوں سے رخصت ہو تو بھی سلام کرو ان پر۔ سنت مصافحہ اور سنت ہے کہ مسلمان بھائی سے ملتے وقت مصافحہ کرے اور مرد سے مرد مصافحہ کرے اور عورت سے عورت۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ عورت مرد سے مصافحہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے۔ (شرح السنۃ)

سنت تعظیم: جو کوئی بڑا شخص جس کو دین کی عزت حاصل ہو تمہارے پاس آوے تو بہتر ہے کہ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ لیکن خود لوگوں کو یہ پسند نہ کرنا چاہیے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں۔

سنت مجلس: جب کسی مجلس میں پہنچو تو جس جگہ موقع مل جائے وہیں بیٹھ جاؤ اور یہ مکروہ ہے کہ دوسروں کو اٹھا کر تم وہاں بیٹھ جاؤ۔

سنت وسعت: جب کوئی شخص آئے اور جگہ نہ ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ ذرا مل کر بیٹھ جائیں اور آنے والے مومن کے لئے وسعت کر دیں۔

سنت اجازت: اور سنت ہے کہ جب کسی کے مکان میں داخل ہو تو اول اجازت لے کر داخل ہو۔

سنت جمائی: جب جمائی یا انگڑائی آئے تو چاہیے کہ منہ کو بند کرے اور منہ کھولے نہیں اور اگر منہ بند نہ کر سکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے۔

سنت نام: سنت ہے کہ اپنی اولاد کا نام عبداللہ و عبدالرحمٰن رکھے اس لئے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں۔

بیماری وغیرہ کی سنتیں

سنت عیادت: یعنی بیمار پرسی کی سنت یہ ہے کہ بیمار کی مزاج پرسی کو جائے۔

سنت واپسی: یہ ہے کہ بیمار کی عیادت کے بعد جلدی واپس آ جائے۔ بیمار کے پاس سے تاکہ تمہارے بیٹھنے سے وہ رنجیدہ نہ ہو اور اس کے گھر والوں کے کام میں خلل نہ پڑے۔

سنت تسلی: بیمار کی ہر طرح تشفی کرنی مسنون ہے۔ اس سے کہیے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم اچھے ہو جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے۔ غرض اس سے ڈرانے والی بات نہ کرے۔

ہدایت: رات کو بیمار پرسی جائز ہے۔ جو لوگ منحوس سمجھتے ہیں غلط ہے۔ اسی طرح جب بیمار کی خبر سنو اس وقت سے جب چاہے بیمار کی عیادت کر آئے یہ ضروری نہیں ہے کہ تین روز بیمار رہنے کے بعد عیادت کرے۔ بلکہ جب چاہے کر آئے۔

سنت دوا: بیماری میں علاج اور دوا کرنا مسنون ہے۔ لیکن نظر رکھے اللہ تعالیٰ پر۔

سنت کلونجی: کلونجی اور شہد سے علاج و دوا کرنا سنت ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے اور ان کی تعریف میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئیں ہیں۔

سنت فال: سنت یہ ہے کہ جب کسی کا عمدہ نام سنو تو اسے اپنے مدعا کے مناسب اور بہتر سمجھ کر خوش ہو جاؤ۔ یہی فال ہے۔ بدفال لینا سخت منع ہے۔ مثلاً سفر میں جاتے وقت گیدڑ راستے سے ہو کر گزر جائے تو لوگ اس دن کو چھوڑ دیتے ہیں پھر کسی دن سفر کرتے ہیں۔ مثلاً صبح کو بندر کا نام نہیں لیتے ان کو برائی کا باعث سمجھتے ہیں یہ سب منع ہے اور بہت برا ہے۔ کسی آدمی کو منحوس سمجھنا اور یہ بھی غلطی ہے کہ فلاں مکان کی وجہ سے ہم کو مرض آیا یا نقصان ہوا۔

سنت موت: سنت یہ ہے کہ میت کے دفن میں جلدی کی جائے۔ سنت قبر یہ ہے کہ قبر پر پانی ڈالیں اور قبر بہت اونچی نہ بنائیں اور پختہ قبر نہ بنائیں۔

سنت طعام: سنت یہ ہے کہ میت کے رشتے داروں کو کھانا دیا جائے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ تمام برادری اور رشتہ داروں کو کھلانا جائز نہیں۔ بلکہ وہی لوگ کھاویں جو کھانے میں میت والوں کے شریک ہیں۔ اور کھانے میں ناموری و دکھلاوا جائز نہیں۔ بلکہ جو کچھ موجود ہو وہی دیا جائے۔ یہ سنت کی وہ باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے آدمی نجات پاتا ہے۔ اور محبوب ہوتا ہے اللہ کی طرف۔

صبح کو جاگنے اور کام میں لگنے کی سنتیں

سنت ۱: جب صبح کو جاگو تو تین دفع الحمدللہ کہو اور کلمہ شریف اور یہ دعا پڑھو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَلَمْ یُمْسِکْھَا فِیْ مَنَامِیْ

سنت ۲: برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ کو خوب تین دفعہ دھولو۔

سنت ۳: اگر فرصت ہو تو صبح کی نماز کے بعد سورج ایک بانس ہونے تک بیٹھا رہے اور خدا تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے۔ پھر دو یا چار رکعت نماز نفل پڑھ کر اٹھے۔ انشاء اللہ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب پائے گا۔

سنت ۴: اور پھر کسی حلال روزی کے شغل میں لگ جائے اور تمام دن وقت پر نمازیں ادا کرتا رہے تو یہ پورا دن عبادت میں لکھا جائے گا۔

سنت ۵: جس شخص کو اللہ تعالیٰ فرصت دے اس کو چاہیے کہ دوپہر کو تھوڑی دیر لیٹ جائے یہ ضروری نہیں کہ سووئے بلکہ لیٹ جانا کافی ہے اگرچہ نیند نہ آوے۔

رات کی سنتیں

سنت اطفال: جب شام ہو جاوے اس وقت سے بچوں کو روک لو یعنی گھر سے باہر نہ نکلنے دو اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ رات کے وقت شیطان کا لشکر پھیلتا ہے۔

سنت مکان: جب رات کو عشاء کے بعد گھر میں آؤ تو گھر کا دروازہ زنجیر سے بند کر لو۔

سنت گفتگو: عشاء کے بعد طرح طرح کے قصے کہانیاں مت کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے۔ بلکہ سو جانا چاہیے البتہ اگر کوئی شخص بعد عشاء نصیحت کی باتیں سنائے یا نیک لوگوں یعنی انبیاء، اولیاء کا ذکر سنائے یا

کوئی پیشہ والا شخص اپنا کام کرے تو کوئی حرج نہیں۔

سنت چراغ: جب رات کو سونے لگو تو چراغ یا لالٹین یا بجلی بند کر دو کیونکہ اس میں بڑا اندیشہ ہے دیکھو اس طرح سنت کا ثواب بھی ہوگا اور حفاظت بھی رہے گی۔ اسی طرح چولہے میں جو آگ ہو اس کو یا تو بجھا دو یا راکھ وغیرہ سے دبا دو۔ کھلی نہ چھوڑو۔

فائدہ: حقہ پینا تمام علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ منہ میں بدبو پیدا کرتا ہے اس لئے بہتر ہے اس کا پینا چھوڑ دیا جائے اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے تو چاہیے کہ حقہ کو تازہ کرتے رہیں اور پانی تبدیل کر کے دھوتے رہیں کئی بار تاکہ پانی نجس نہ ہو۔ نجس اور گندے حقے کا پینا حرام ہے۔ دوسری بات یہ ضروری ہے کہ سونے کے وقت حقہ اپنے سے دور رکھیں اور مسواک کریں اور منہ دھو کر سوئیں۔ حقہ پیتے ہوئے نہ سوئیں کیونکہ اس میں جان کا بھی نقصان ہے اور دین کا بھی۔ کیا تم نے ان لوگوں کا حال نہیں سنا جو جل گئے اسی حقے کے شوق میں۔ اور یاد رکھو کہ یہ بات بہت کام کی ہے اور غفلت کو چھوڑ دو۔

سنت برتن: سونے سے پہلے تمام برتنوں کو ڈھانپ دو اور کوئی برتن کھلا نہ رہنے دو کیونکہ اس سے وبا کا اثر ہوتا ہے اور شیطان راہ پاتا ہے اور یاد رکھو کہ اگر چھپانے اور ڈھانپنے کے لئے کچھ بھی نہ ملے تو کوئی لکڑی ہی لے لو اور بسم اللہ کہہ کر برتن پر رکھ دو۔ کیونکہ فرمان واجب اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی کافی ہے۔

سنت بستر: اگر سونے سے پہلے بستر کو کپڑے اور تہبند کے کنارے سے جھاڑ دو تو بہت ثواب پاؤ کیونکہ یہ حدیث کا مضمون اور سنت کا طریقہ ہے (فدا ہو ہمارا جان اور مال سنت کے طریقہ پر) اے اللہ ہمیں سنت کے طریقہ پر زندہ رکھ اور سنت کے طریقے پر موت دے اور ہم کو نیک کاموں کے ساتھ اٹھا۔

سنت خواب: جب تم سونے کا ارادہ کرو تو کچھ قرآن پاک کی صورتیں پڑھو۔ مثلاً آیۃ الکرسی چاروں قل، الحمد شریف، درود شریف اور تم سے زیادہ نہ ہو سکے تو ایک دو سورتیں ضرور پڑھو۔ یہ دنیا اور آخرت کی نیک بختی کا سبب ہے۔ اگر خواب میں کوئی بات نظر آوے تو اعوذ باللہ پڑھو اور کروٹ بدل لو۔ اور اگر کسی کو خواب میں ڈر جانے کا مفصل حال دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ تعبیر صادق یعنی خواب نامہ حدیث شریف ملاحظہ کرے۔ کہ اس میں بہت سے فوائد حاصل ہوں گے۔ اور بہتر ہے کہ پہلے آمنت باللہ اور کلمہ شریف پڑھے اور باوضو ہو کر سووے۔

کھانے اور پینے کی سنتیں

سنت ید: یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ کا دھونا بہت ثواب کا سبب ہے۔ اور سنت ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مستحب یا مسنون ہے۔

سنت دسترخوان: سنت ہے کہ کوئی دسترخوان کپڑے یا چمڑے کا بچھا کر کھائے۔ اور اگر چمڑے کا دسترخوان ہو تو بہت ہی عمدہ اور مسنون ہے۔

سنت بسم اللہ: یہ بہت بڑی اور ضروری سنت ہے۔ اگر بسم اللہ کہہ کر نہ کھایا جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اور کھانا بے برکت ہو جاتا ہے۔ اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو جس وقت یاد آ جائے تو اسی وقت کہے تاکہ کھانے میں برکت ہو۔

سنت شریک: اگر کئی آدمی ساتھ کھانے والے ہوں تو لازمی ہے کہ ہر ایک اپنے آگے سے کھائے۔ اور اگر کھانے کی کئی قسم کی چیزیں ملی ہوئی ہیں تو جائز ہے کہ جس طرف سے چاہے کھاوے۔ اور جو شخص تنہا کھاتا ہے تو اس کے لئے بھی یہی سنت ہے کہ بیچ میں سے نہ کھائے۔ اس لئے کہ بیچ میں برکت نازل ہوتی ہے۔

سنت جلوس: بیٹھنے کی سنت یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھے۔ یعنی اکڑو بیٹھ کر کھانا کھاوے۔ یا ایک پاؤں بچھائے رکھے اور ایک کو کھڑا رکھے۔ اور کھانے کے لئے مربع بیٹھنا یعنی چوک ماو کر بھی بلا ضرورت نہ کھانا چاہیے۔ کذا فی الاربعین۔

سنت ہاتھ: کھانے پینے کے لئے داہنا ہاتھ لگانا چاہیے۔ اور اگر دوسرے ہاتھ سے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو چھوڑ دے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھانا شروع کر دے اور کھانے کے بعد چاہیے کہ جو کچھ دانہ گرا ہو اس کو اٹھا کر کھا لے اور اپنی انگلیاں چاٹ لے کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

سنت لقمہ: اگر کسی کے پاس سے اس کا لقمہ گر گیا ہو تو اس کو اٹھا کر کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

سنت سرکہ: جس گھر میں ہو وہ سالن کا محتاج نہیں۔ سرکہ کھانا سنت ہے۔

سنت غلہ: سنت ہے کہ گندم میں کسی قدر جو ملا کر کھائے۔ مثلاً پانچ سیر گندم میں آدھ سیر یا پاؤ سیر جو ملا لے تاکہ سنت کا ثواب حاصل ہو۔

سنت گوشت: گوشت کھانا سنت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گوشت دنیا اور آخرت کے کھانوں کا سردار ہے۔

سنت برتن: چاہیے کہ برتن کو صاف کر لے اور چاٹ لے اگر اس سنت کو ادا کرے گا تو تہجد کا ثواب پائے گا اور پیالہ اور برتن اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا کرے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے قرآن مجید جوانی کی عمر میں پڑھ لیا اللہ تعالیٰ قرآن کو اس کے خون اور گوشت میں پیوست کر دیں گے۔'' (بیہقی)

سنت شکر: اور چاہیے کہ کھانے کے بعد اول اپنے مولیٰ کا شکر ادا کرے اور کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا ھٰذَا۔

سنت شربت: پینے کی سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں لے کر پیئے اور ایک سانس میں پیتا ہوا نہ چلا جاوے بلکہ چاہیے کہ تین سانس میں دم لے کر پیئے اور شکر بجالائے۔

طریقہ: اور چاہیے کہ کھانے میں عیب نہ نکالے اور برا نہ کہے اگر پسند نہ آوے تو اس کو چھوڑ دے۔ کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت تھی۔

لباس اور کپڑے کی سنتیں

سنت رنگ: ہمارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید کپڑا پسند تھا۔ لیکن آپ سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا بھی ثابت ہے۔

سنت عمامہ: سیاہ رنگ کا عمامہ یعنی صافہ باندھنا مستحب ہے۔ اور ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ مقدار شملہ چھوڑنا مسنون ہے۔

سنت پہننے: سنت ہے کہ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنے۔

سنت نیا کپڑا: یعنی نئے کپڑے کی سنت یہ ہے کہ اس کو پہن کر دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانَا ھٰذَا

سنت تہہ بند: یہ ہے کہ لنگی، تہہ بند یا پائجامہ ٹخنوں کے اوپر رہے۔ نیچے ہرگز نہ لٹکائے۔ اللہ تعالیٰ اس فعل سے نہایت سخت غصہ ہوتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تہہ بند یا پائجامہ کو ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے پر اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر نہ کرے گا۔

سنت ٹوپی: سنت ہے کہ عمامہ اور صافہ کے نیچے ٹوپی رکھے جس نے بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھا اس نے سنت کے خلاف عمل کیا۔ اور جس نے بغیر ٹوپی کے اس طرح عمامہ باندھا کہ سر کھلا رہا تو اسکی نماز مکروہ ہوگی۔ اس لئے ان معتبر مسائل کو یاد رکھو کہ دنیا و آخرت میں کام دینے والے ہیں۔

سنت لنگی: کی یہ ہے کہ لنگی اوپر باندھو تہہ بند کے طریقے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو اور بے حد ثواب حاصل ہو۔ اور پھر تمہارے اور کافروں کے لباس میں بھی فرق رہے۔

سنت تکیہ: یہ کہ اس میں کسی درخت کی چھال بھری ہو۔ اور کھجور کی چھال بھری جائے تو بہت زیادہ بہتر ہے۔

سنت ضروری: عورتوں کے لئے یہ ہے کہ ایسا کپڑا پہنے کہ جس کی آستین ہاتھ تک آ جائے۔ اور جو عورتیں ایسا کرتہ پہنتی ہیں کہ اس کی آستین آدھے ہاتھ یعنی کہنی تک ہوتی ہے تو وہ سخت گنہگار ہوتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسا اور باریک کپڑا نہ پہنے جس میں سے بدن نظر آئے کیونکہ ایسی عورتیں قیامت کو ایسی حالت میں اٹھائی جائیں گی۔ کہ ان کے لئے نہ لباس ہوگا۔ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں یہی مضمون فرمایا ہے۔ اے مسلمانو! ضروری مسائل اپنے گھر میں سب عورتوں کو سنا دو۔

سنت انگشتری: مرد کے لئے یہ سنت ہے کہ وہ ساڑھے چار ماشہ چاندی سے زیادہ انگشتری نہ پہنے۔ اور سونے کی انگوٹھی مرد کے لئے بالکل حرام ہے ہرگز نہ پہنے۔ ہم نے بہت سے مردوں کو دیکھا ہے جو بہت زیادہ انگوٹھی پہنتے ہیں۔ بلکہ دو دو تین تین چار چار انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ چاہیے۔ یہ شعار صرف عورتوں کے لئے زیور زینت ہے۔ مرد کو جائز نہیں ہے کہ ساڑھے چار ماشہ چاندی سے زائد انگوٹھی پہنے۔

سنت بال: جس شخص کے سر پر بال ہوں اس کو چاہیے کہ بالوں کو دھویا کرے اور کنگھا کرتا رہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ روزانہ سر میں اور داڑھی میں کنگھا نہ کرے۔ بلکہ ایک دن درمیان میں چھوڑ کر تیسرے دن کیا کرے۔

سنت خضاب: چاہیے کہ جس داڑھی کے بال سفید ہوں وہ مہندی اور تیل کے ساتھ خضاب کرے اور بالکل سیاہ خضاب نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔

سنت مونچھ و داڑھی: مسنون یہ ہے کہ مونچھ نہ بڑھائی جائے۔ اور داڑھی کو بقدر ایک مٹھی اور اس سے ہرگز کم نہ کرے۔ اور داڑھی کا کٹوانا اور منڈوانا سخت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

سنت مہندی: عورتوں کو مہندی لگانا سنت ہے۔ یہ مضمون بہت پختہ اور صحیح حدیث کا ہے۔ جو ابوداؤد شریف میں مذکور ہے۔

سنت سرمہ: عورت اور مرد دونوں کو سرمہ لگانا مسنون ہے۔ رات کو ہر آنکھ میں تین تین سلائی لگائے۔ یہ روایت ترمذی شریف میں ہے۔

سنت حجامت: مسنون یہ ہے کہ یا تو تمام سر پر بال رکھے۔ اور یا پھر تمام سر کے بال مونڈوائے اور تھوڑے بال ایک طرف کے کٹوانا اور ایک طرف کے باقی رکھنا یہ حرام ہے۔ اے مسلمانو! اس سے ضرور بچنا چاہیے۔

شادی اور نکاح کی سنتیں

سنت نکاح: نکاح کی سنت یہ ہے کہ سادگی کے طریقہ سے ہو اور اس میں زیادہ تکلف اور بہت زیادہ سامان نہیں ہونا چاہیے۔

سنت یوم: نکاح کیلئے مسنون دن جمعہ کا ہے جو برکت اور بھلائی کا سبب ہے۔

سنت مکان: مسجد میں نکاح کرنا مسنون ہے۔

سنت اعلان: یعنی سنت ہے کہ نکاح کو مشہور کیا جائے اور دف بجایا جائے۔ یعنی ایسا باجا جو ایک طرف سے کھلا ہوا ہو جس کو دف یا ڈھبڑا کہتے ہیں۔

سنت خرمہ: نکاح کے بعد چھوہارے یا کھجور کو لٹانا اور تقسیم کرنا سنت ہے۔

سنت شب: یہ ہے کہ جب پہلی رات کو اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَافِیْھَا

سنت شوال: مسنون اور محبوب طریقہ یہ ہے کہ نکاح ماہ شوال میں کیا جائے کہ برکت کا باعث ہے۔

سنت ولیمہ: مسنون ہے کہ جب پہلی رات اپنی زوجہ کے پاس گذارے تو ولیمہ کرے اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور دوستوں و مساکین کو کھلاوے اور یہ ضروری نہیں کہ ولیمہ بہت بڑے سامان سے کیا جاوے۔ بلکہ اگر تھوڑا ہی کھانا پکا کر اپنے عزیز رشتہ داروں کو تھوڑا تھوڑا کھلائے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی اور سب سے خراب ولیمہ وہ ہے جس میں مالدار اور دنیا دار لوگ بلائے جائیں اور مسکین غریب اور دیندار نہ بلائے جائیں۔ بلکہ نکالے جائیں۔ غریب محتاج، اے بھائیو جب ولیمہ کرو تو اس میں سنت کی نیت رکھو اور اس میں مسکین غریب اور دینداروں کو بلاؤ۔ اور امیروں میں سے جس کو چاہو بلاؤ۔ لیکن غریبوں کو نہ نکالو۔ جو شخص دکھلاوے اور ناموری کے لئے ولیمہ کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں ایسے شخص کو ولیمہ کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے غصے کا ڈر ہے۔

سنت دعوت: دعوت کا قبول کرنا سنت ہے لیکن جو شخص حرام مال کھاتا ہو اور رشوت، سود یا بدکاری میں مبتلا ہو اس کی دعوت قبول نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر ایک ہی وقت میں دو آدمی دعوت کریں تو اس شخص کی دعوت قبول کرو جس کا مکان اور دروازہ تم سے قریب ہو۔

سفر وغیرہ کی سنتیں

سنت ہمراہی: بہتر اور مسنون یہ ہے کہ دو آدمی سفر میں جاویں۔ تنہا ایک شخص کو سفر میں جانا بہتر نہیں۔ لیکن جبکہ ضرورت ہو تو تنہا شخص بھی سفر کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ یہ ہمارے فقہاء اور محدثین کا ارشاد ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

سنت دن: مسنون ہے کہ جمعرات کو سفر میں جاوے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ سفر شنبہ یعنی سنیچر کے دن شروع کرے۔

سنت قیام: سفر میں ٹھہرنے کی سنت یہ ہے کہ درمیان راہ میں جس جگہ کے مسافر چلتے ہیں نہ ٹھہرے۔ بلکہ ایک طرف ہٹ کر ٹھہرے۔

سنت واپسی: ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب سفر میں ضرورت پوری ہو جائے تو پھر نہ ٹھہرے بلکہ واپس چلا آئے۔ باہر سفر میں بلاضرورت ٹھہرنا اچھا نہیں۔

سنت مکان: اگر کسی دور سفر میں گیا ہوا تھا۔ اور کافی روز گزرنے کے بعد آیا تو سنت یہ ہے کہ اچانک گھر میں داخل نہ ہو بلکہ پہلے اپنے آنے کی خبر دے پھر کچھ دیر بعد گھر میں جاوے۔ اسی طرح اگر زیادہ رات گذرنے پر آیا ہے تو اسی وقت گھر نہ جاوے بلکہ ٹھہر جائے اور صبح کو خبر ہونے کے بعد گھر میں داخل ہو۔ لیکن اگر وہ لوگ خبردار ہوں اور تمہارے انتظار میں ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رات کو ہی گھر میں داخل ہو جاؤ۔ یہ سنت کے وہ زریں طریقے ہیں جن پر عمل کر کے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کرو۔

سنت نماز: سنت ہے جب سفر سے واپس لوٹ کر آئے تو گھر میں داخل ہونے سے قبل دو رکعت نماز مسجد میں جا کر پڑھے اور یہ بھی سنت ہے کہ سفر میں کتے اور زنگور یعنی گھنگرو کو ساتھ نہ رکھے ورنہ شیطان پیچھے لگ لیتا ہے۔ اور سفر بے برکت ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جنب والا (ناپاکی والا) اور حائض (ماہواری والی عورت) قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔'' (ترمذی)

باب۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چہل حدیث

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے واسطے دین کے کام کی چالیس حدیثیں سنادے گا اور حفظ کرے گا یا لکھ کر شائع کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عالموں اور شہیدوں کی جماعت میں اُٹھاوے گا اور فرمائے گا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اس عظیم الشان ثواب کے لئے سینکڑوں علمائے امت نے اپنے اپنے طرز میں چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید و عام ہوئیں۔

۲۔ چونکہ آج کل عام طور پر مسلمانوں کے اخلاقی حالت زیادہ تباہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور بچپن میں تعلیم اخلاق مؤثر بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اکثر احادیث وہی درج کی ہیں جو اعلیٰ اخلاق اور تہذیب و تمدن کے زریں اصول ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اعمال کا مدار نیت پر ہے

۱۔ اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری اور مسلم)

سارے عمل نیت سے ہیں

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں

۲۔ حَقُّ الۡمُسۡلِمِ عَلَی الۡمُسۡلِمِ خَمۡسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَ عِیَادَةُ الۡمَرِیۡضِ وَاتِّبَاعُ الۡجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعۡوَةِ وَ تَشۡمِیۡتُ الۡعَاطِسِ۔ (بخاری، مسلم، ترغیب)

سلام کا جواب دینا۔ مریض کی مزاج پرسی کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، اس کی دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب یرحمک اللہ کہہ دینا۔

رحم نہ کرنے والے پر وعید:

۳۔ لَا یَرۡحَمُ اللّٰہُ مَنۡ لَّا یَرۡحَمُ النَّاسَ (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔

چغل خوری پر وعید:

۴۔ لَا یَدۡخُلُ الۡجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (بخاری و مسلم)

چغل خور جنت میں نہ جائے گا۔

رشتہ قطع کرنے والے پر وعید:

۵۔ لَا یَدۡخُلُ الۡجَنَّةَ قَاطِعٌ (بخاری و مسلم)

رشتہ قطع کرنے والا جنت میں نہ جائے گا

ظلم کی مذمت:

۶۔ اَلظُّلۡمُ ظُلُمَاتٌ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ (بخاری و مسلم)

ظلم قیامت کے روز اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔

ٹخنوں کے ڈھانکنے پر وعید:

۷۔ مَا اَسۡفَلَ مِنَ الۡكَعۡبَیۡنِ مِنَ الۡاِزَارِ فِی النَّارِ (بخاری و مسلم)

ٹخنوں کا جو حصہ پائجامہ کے نیچے رہے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

مسلمان کی علامت

۸۔ اَلۡمُسۡلِمُ مَنۡ سَلِمَ الۡمُسۡلِمُوۡنَ مِنۡ لِسَانِهٖ وَ یَدِهٖ (بخاری، مسلم)

مسلمان تو وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔

حسن خلق کی فضیلت:

۹۔ مَنۡ یُّحۡرِمُ الرِّفۡقَ یَحۡرِمُ الۡخَیۡرَ کُلَّهٗ

جو شخص نرم عادت سے محروم رہا وہ بھلائی سے محروم رہا۔

پہلوان کون ہے:

۱۰۔ لَیۡسَ الشَّدِیۡدُ بِالصُّرۡعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیۡدُ الَّذِیۡ یَمۡلِکُ نَفۡسَهٗ عِنۡدَ الۡغَضَبِ۔ (بخاری و مسلم)

پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہی ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

بے حیائی کی مذمت:

۱۱۔ اِذَا لَمۡ تَسۡتَحۡیِ فَاصۡنَعۡ مَا شِئۡتَ (بخاری مسلم)

جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو

اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے:

۱۲۔ اَحَبُّ الۡاَعۡمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدۡوَمُهَا وَاِنۡ قَلَّ (بخاری و مسلم)

اللہ کے نزدیک سب عملوں میں وہ زیادہ محبوب ہے جو دائمی ہو۔ اگرچہ تھوڑا ہو۔

تصویر اور کتا رکھنے کی ممانعت:

۱۳۔لَا تَدْخُلُ الْمَلٰئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ اَوْ تَصَاوِيْرُ

اس گھر میں (رحمت) کے فرشتے نہیں آتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔

اللہ کے نزدیک کون محبوب ہے:

۱۴۔اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔ (بخاری ومسلم)

تم میں سے وہ شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے جو زیادہ خلیق ہو۔

دنیا کی حقیقت:

۱۵۔اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ (بخاری ومسلم)

دنیا مسلمانوں کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

مسلمانوں سے قطع تعلقی کی مذمت:

۱۶۔لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ (بخاری، مسلم)

مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے۔

ایک ہی دفعہ تجربہ کافی ہے:

۱۷۔لَا يُلْدَغُ الْمَرْءُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ۔ (بخاری، مسلم)

انسان کو ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔

حقیقی غنا:

۱۸۔اَلْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔ (بخاری، مسلم) حقیقی غنا، دل کا غنا ہوتا ہے۔

دنیا میں کیسے رہنا چاہئے:

۱۹۔كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (بخاری شریف)

دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا رہگذر رہتا ہے۔

بلا تحقیق بات کرنا:

۲۰۔كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم از مشکوٰۃ)

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو بات سنتے (بغیر تحقیق کے) لوگوں سے بیان کرنا شروع کردے۔

چچا کی عظمت:

۲۱۔عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (بخاری، مسلم)

آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہے۔

مسلمان بھائی کی عیب پوشی کی فضیلت:

۲۲۔مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (بخاری، مسلم)

جو کسی مسلمان کے عیب چھپائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائے گا۔

کون شخص کامیاب ہے:

۲۳۔قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كِفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ (مسلم)

وہ شخص کامیاب ہے جو اسلام لایا اور جس کو بقدر کفایت رزق مل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دے دی۔

سب سے زیادہ عذاب کس کو ہوگا:

۲۴۔اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ (بخاری، مسلم)

سب سے سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے:

۲۵۔اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلم)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔

کامل مسلمان ہونے کی علامت:

۲۶۔لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ (بخاری، مسلم)

کوئی بندہ اس وقت تک پورا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

پڑوسی کو تکلیف دینے پر وعید:

۲۷۔لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (مسلم)

وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے محفوظ نہ رہے۔

ختم نبوت:

۲۸۔اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ (بخاری، مسلم)

میں آخری پیغمبر ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

ایک دوسرے سے قطع تعلق کی مذمت:

۲۹۔لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (بخاری)

آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور ایک دوسرے کے درپے نہ ہو۔ اور آپس میں بغض نہ رکھو۔ اور حسد نہ رکھو۔ اور اے اللہ کے بندو سب بھائی ہو کر رہو۔

اسلام ہجرت اور حج کے فضائل:

۳۰۔اَنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَاَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَاَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ۔ (مسلم مشکوٰۃ)

اسلام ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔ جو پہلے کئے تھے۔ اور ہجرت اور حج ان تمام گناہوں کو ڈھا دیتے ہیں جو اس سے پہلے کئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ خوبصورتی سے پڑھو بے شک خوبصورت آواز قرآن کے حسن کو زیادہ کردیتا ہے۔" (دارمی)

گناہ کبیرہ کی مختصر فہرست:

۳۱۔اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَہَادَۃُ الزُّوْرِ (بخاری،مسلم از مشکوٰۃ)

کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔اور کسی کو بے گناہ قتل کرنا اور جھوٹی شہادت دینا ہیں۔

مصیبت زدہ کی مدد کے فضائل:

۳۲۔مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرَبًا مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَاکَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ. (مسلم از مشکوٰۃ)

جو شخص کسی مسلمان کو دنیاوی مصیبت سے چھڑائے ،اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کی مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔ اور جو شخص کسی مفلس غریب پر (معاملہ) میں آسانی کرے۔اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا۔اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔اور جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

عنداللہ سب سے مبغوض کون ہے:

۳۳۔اَبْغَضُ الرِّجَالِ عِنْدَاللّٰہِ اَلْاَ لَدُّالْخَصِمُ (بخاری،مسلم)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو آدمی ہے۔

بدعت گمراہی کا ذریعہ ہے:

۳۴۔کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ (مسلم) ہرایک بدعت گمراہی ہے۔

فضیلت طہارت:

۳۵۔اَلطُّھُوْرُ شَطْرَ الْاِیْمَانِ (مسلم) پاک رہنا آدھا ایمان ہے

اللہ تعالیٰ کو کونسی جگہ زیادہ محبوب ہے:

۳۶۔اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا (مسلم)

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ مسجدیں ہیں۔

مساجد کو قبور بنانے کی مذمت:

۳۷۔لَا تَتَّخِذُو الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ. (مسلم) قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ۔

نماز میں صفوں کو سیدھا کرنے کی فضیلت:

۳۸۔لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَکُمْ اَوْ لَیُخَالِفَنَّ اللّٰہُ بَیْنَ وُجُوْھِکُمْ (مسلم)

نماز میں اپنی صفوں کو سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں اختلاف ڈال دے گا۔

درود شریف کی فضیلت:

۳۹۔مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتا ہے۔

اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے:

۴۰۔اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِیْمِ سب اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے

۵۵ آداب

۱۔جب رات کو دروازہ گھر کا بند کرنے لگو تو بند کرنے سے پہلے خوب دیکھ بھال لو کہ کوئی کتا بلی تو نہیں رہ گیا۔کبھی رات کو جان کا یا چیز بستر کا نقصان کردے یا اور کچھ نہیں تو رات بھر کی کھڑ کھڑ ہی نیند اڑانے کو بہت ہے۔

۲۔کپڑوں کو اور اپنی کتابوں کو کبھی کبھی دھوپ دیتے رہا کرو۔

۳۔گھر صاف رکھو اور ہر چیز اپنے موقع پر رکھو۔

۴۔اگر اپنی تندرستی چاہو تو اپنے کو بہت آرام طلب مت بناؤ کچھ محنت کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرو۔

۵۔اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر تک باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جاوے۔

۶۔سب گھر والے اس بات کے پابند رہیں کہ ہر چیز کی ایک جگہ مقرر کرلیں اور وہاں سے جب اٹھائیں تو برت کر پھر وہاں ہی رکھ دیں تاکہ ضرورت کے وقت ہاتھ ڈالتے ہی مل جائے۔

۷۔راہ میں چارپائی یا پیڑھی یا اور کوئی برتن اینٹ پتھر سل وغیرہ مت ڈالو۔

۸۔جب تم میں سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دو تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے سنا نہ ہو۔

۹۔نمک کھانے میں کسی قدر کم ڈالا کرو کیونکہ کم کا تو علاج ہوسکتا ہے لیکن اگر زیادہ ہوگیا تو اس کا علاج نہیں۔

۱۰۔دال میں ساگ میں مرچ کتر کر مت ڈالو۔ بلکہ پیس کر ڈالو۔ کیونکہ کتر کر ڈالنے سے بیج اس کے ٹکڑوں میں رہتے ہیں۔

۱۱۔اگر رات کو پانی پینے کا اتفاق ہو تو اگر روشنی ہو تو اس کو خوب دیکھ لو نہیں تو لوٹے وغیرہ کو کپڑا لگالو۔

۱۲۔بچوں کو ہنسی میں مت اچھالو اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ۔

۱۳۔جب برتن خالی ہو جاوے تو اس کو ہمیشہ دھو کر الٹا رکھو اور جب دوبارہ اس کو برتنا چاہو تو پھر اس کو دھولو۔

۱۴۔برتن زمین پر رکھ کر اگر ان میں کھانا نکالو تو ویسے ہی سینی یا دسترخوان پر مت رکھو پہلے اس کے تلے دیکھ لو اور صاف کرلو۔

۱۵۔کسی کے گھر مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کر۔گھر

والا اس کو پوری نہیں کر سکتا۔ ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔
۱۶۔ جہاں اور آدمی بھی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر مت تھوکو۔ ناک مت صاف کرو اگر ضرورت ہو ایک کنارے پر جا کر فراغت کر آؤ۔
۱۷۔ کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والے کو گھن پیدا ہو۔
۱۸۔ بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے۔
۱۹۔ اگر کسی کو پوشیدہ بات کرنی ہو اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو۔ ناحق اس کو شبہ ہو۔
۲۰۔ بات کرتے وقت، بہت ہاتھ مت نچاؤ۔
۲۱۔ دامن آنچل، آستین سے ناک مت پونچھو۔
۲۲۔ پاخانے کے قدمچے میں طہارت مت کرو۔
۲۳۔ جوتی ہمیشہ جھاڑ کر پہنو۔
۲۴۔ پردے کی جگہ میں کسی کے پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے یہ مت پوچھو کہ کس جگہ ہے۔ ناحق اس کو شرمانا ہے۔
۲۵۔ آنے جانے کی جگہ مت بیٹھو۔ تم کو بھی اور سب کو بھی تکلیف ہوگی۔
۲۶۔ بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو۔
۲۷۔ آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔
۲۸۔ گٹھلی، چھلکے کسی آدمی کے اوپر مت پھینکو۔
۲۹۔ چاقو یا قینچی یا سوئی یا کسی اور ایسی چیز سے مت کھیلو۔
۳۰۔ جب کوئی مہمان آوے سب سے پہلے اس کو پاخانہ بتلاؤ۔ اور کھانے میں اتنا تکلف مت کرو کہ اس کو وقت پر کھانا نہ ملے۔ اور جب اس کا جانے کا ارادہ ہو تو بہت جلد اور سویرے ناشتہ تیار کر دو۔
۳۱۔ پاخانہ یا غسل خانہ سے کمر بند باندھتے ہوئے مت نکلو۔
۳۲۔ جب تم سے کوئی کچھ بات پوچھے پہلے اس کا جواب دے دو پھر اور کام میں لگو۔
۳۳۔ جو بات کہو یا کسی بات کا جواب دو خوب منہ کھول کر صاف بات کہو تا کہ دوسرا اچھی طرح سمجھ لے۔
۳۴۔ کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو دور سے مت پھینکو۔
۳۵۔ اگر کوئی کسی کام میں یا بات میں لگا ہو تو جاتے ہی اس سے اپنی بات مت شروع کر دو بلکہ موقع کا انتظار کرو۔
۳۶۔ جب کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز دینا ہو، تاوقتیکہ وہ دوسرا آدمی اچھی طرح سنبھال نہ لے اپنے ہاتھ سے مت چھوڑو۔
۳۷۔ کھانا کھاتے میں ہڈیاں ایک جگہ جمع رکھو۔ چھلکے وغیرہ سب طرف مت پھیلاؤ۔
۳۸۔ بہت دوڑ کر یا منہ اوپر اٹھا کر مت چلو کبھی گر نہ پڑو۔
۳۹۔ کتاب کو بہت سنبھال کر احتیاط سے بند کرو اکثر اول آخر کے ورق مڑ جاتے ہیں۔
۴۰۔ اپنے شوہر کے سامنے کسی نامحرم مرد کی تعریف نہ کرنا چاہیے۔ بعضے مردوں کو ناگوار گزرتا ہے۔
۴۱۔ اسی طرح غیر عورتوں کی بھی تعریف شوہر سے نہ کرے شاید اس کا دل اس پر آ جائے۔
۴۲۔ مہینے میں تین دن یا چار دن خاص اس کام کے لئے مقرر کر لو کہ گھر کی صفائی پورے طور سے کر لیا کرو۔ جالے اتار دیئے فرش اٹھا کر جھڑوا دیئے ہر چیز قرینے سے رکھ دی۔
۴۳۔ کسی کے سامنے سے کوئی کاغذ لکھا ہوا یا کتاب رکھی ہوئی اٹھا کر دیکھنا نہ چاہیے۔
۴۴۔ سیڑھیوں پر بہت سنبھل کر اترو چڑھو۔
۴۵۔ جہاں کوئی بیٹھا ہو وہاں کپڑا یا کتاب یا اور کوئی چیز اس طرح جھٹکنا نہ چاہیے۔ کہ اس آدمی پر گرد پڑے۔
۴۶۔ دیوار پر مت تھوکو، پان کی پیک مت ڈالو۔ اسی طرح تیل کا ہاتھ دیوار یا کواڑ سے مت پونچھو بلکہ دھو ڈالو۔
۴۷۔ اگر دسترخوان پر اور سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے برتن مت اٹھاؤ۔ دوسرے برتن میں لے آؤ۔
۴۸۔ کوئی آدمی تخت یا چارپائی پر لیٹا یا بیٹھا ہو تو اس کو ہلاؤ مت۔
۴۹۔ کھانے پینے کی کوئی چیز کھلی مت رکھو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی چیز دسترخوان پر بھی رکھی جائے لیکن وہ ذرا دیر میں یا اخیر میں کھانے کی ہو تو اس کو ڈھانک کر رکھو۔
۵۰۔ مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جاوے تو تھوڑا سا سالن روٹی دسترخوان پر ضرور چھوڑ دے۔
۵۱۔ جو برتن بالکل خالی ہو اس کو الماری یا طاق وغیرہ میں رکھنا ہو تو الٹا کر کے رکھو۔
۵۲۔ چلنے میں پاؤں پورا اٹھا کر آگے رکھو گھسرا کر مت چلو۔
۵۳۔ چادر دوپٹے کا بہت خیال رکھو۔ کہ اس کا پلہ زمین پر لٹکتا نہ چلے۔
۵۴۔ اگر کوئی نمک یا اور کوئی کھانے پینے کی چیز مانگے تو برتن میں لاؤ۔
۵۵۔ لڑکیوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کرو۔

بعض باتیں عیب اور تکلیف کی جو عورتوں میں پائی جاتی ہیں

۱۔ ایک عیب یہ ہے کہ بات کا معقول جواب نہیں دیتیں جس سے پوچھنے والے کی تسلی ہو جائے۔
۲۔ ایک عیب یہ ہے کہ کوئی کام ان سے کہا جائے تو سن کر خاموش ہو جاتی ہیں۔

۳۔ ایک عیب یہ ہے کہ چاہے کسی چیز کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن پسند آنے کی دیر ہے ذرا پسند آئی اور لے لی۔

۴۔ ایک عیب یہ ہے کہ جب کہیں جاتی ہیں خواہ شہر کے شہر میں یا سفر میں ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتی ہیں۔ کہ وقت تنگ ہو جاتا ہے۔ اگر راستے میں رات ہوگئی تو جان و مال کا اندیشہ ہے۔

۵۔ ایک عیب یہ ہے کہ سفر میں بے ضرورت بھی اسباب بہت سالا د کر لے جاتی ہیں۔

۶۔ ایک عیب یہ ہے کہ جس گھر جاتی ہیں گاڑی یا ڈولی سے اتر کر جھپ سے گھر میں جا گھستی ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس گھر کا کوئی مرد اندر ہوتا ہے اس کا آمنا سامنا ہو جاتا ہے۔

۷۔ ایک عیب یہ ہے کہ زیور اور کبھی روپیہ پیسہ بھی بے احتیاطی سے کبھی تکیے کے نیچے رکھ دیا کبھی کسی طاق میں کھلا رکھ دیا تالا کنجی ہوتے ہوئے بھی سستی کے مارے اس میں حفاظت سے نہیں رکھتیں پھر کوئی چیز جاتی رہی تو سب کا نام لگاتی پھرتی ہیں۔

۸۔ ایک عیب یہ ہے کہ ان کو ایک کام کے واسطے بھیجو جا کر دوسرے کام میں لگ جاتی ہیں۔

۹۔ ایک عیب سستی کا ہے کہ ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھتی ہیں۔ اس سے اکثر حرج اور نقصان ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ایک عیب یہ ہے کہ مزاج میں اختصار نہیں اور ضرورت اور موقع کو نہیں دیکھتیں کہ یہ جلدی کا وقت ہے۔

۱۱۔ ایک عیب یہ ہے کہ کوئی چیز کھو جاوے تو بے تحقیق کسی پر تہمت لگا دیتی ہیں۔

۱۲۔ ایک عیب یہ ہے کہ اپنی خطا یا غلطی کا کبھی اقرار نہ کریں گی جہاں تک ہو سکے گا بات کو بنا دیں گی۔

۱۳۔ ایک عیب یہ ہے کہ کہیں سے تھوڑی چیز ان کے حصے کی آوے یا ادنیٰ درجے کی چیز آوے تو اس کو ناک ماریں گی۔

۱۴۔ ایک عیب یہ ہے کہ ان کو کوئی کام کہو اس میں جھک جھک کریں گی پھر اس کام کو کریں گی۔

۱۵۔ ایک عیب یہ ہے کہ کپڑا پہنے پہنے سی لیتی ہیں۔ بعض دفعہ سوئی چبھ جاتی ہے۔

۱۶۔ ایک عیب یہ ہے کہ آنے کے وقت اور چلنے کے وقت مل کر ضرور روتی ہیں۔ چاہے رونا نہ بھی آئے۔

۱۷۔ ایک عیب یہ ہے کہ اکثر تکیہ میں یا ویسے ہی سوئی رکھ کر اٹھ جاتی ہیں۔

۱۸۔ ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو گرمی سردی سے نہیں بچاتیں۔ اس سے اکثر بچے بیمار ہو جاتے ہیں۔

۱۹۔ ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو بے بھوک کھانا کھلا دیتی ہیں یا مہمان کو اصرار کر کے کھلاتی ہیں۔

بعض باتیں تجربے اور انتظام کی

۱۔ اپنے دولڑکوں یا دولڑکیوں کی شادی جہاں تک ہو سکے ایک دم مت کرو۔ کیونکہ بہوؤں میں ضرور فرق ہوگا۔ دامادوں میں ضرور فرق ہوگا۔ خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت شکل میں، کپڑوں کی سجاوٹ میں، نور صبور میں۔

۲۔ ہر کسی پر اطمینان مت کر لیا کرو۔ کسی کے بھروسے گھر مت چھوڑ جایا کرو۔ غرض جب تک کسی کو ہر طرح کے برتاؤ سے خوب آزما نہ لو اس کا اعتبار مت کرو۔

خاص کر اکثر شہروں میں بہت سی عورتیں، کوئی جن بنی ہوئی کعبہ کا غلاف لئے ہوئے اور کوئی تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک کرتی ہوئی، کوئی فال دیکھتی ہوئی، کوئی تماشہ لئے ہوئے گھروں میں گھستی پھرتی ہیں۔ ان کو تو گھروں میں ہی مت آنے دو۔ دروازہ ہی سے روک دو۔ ایسی عورتوں نے بہت سے گھروں کی صفائی کر دی ہے۔

۳۔ کبھی صندوق یا پاندان جس میں روپیہ پیسہ گہنہ زیور رکھا کرتی ہو کھلا چھوڑ کر مت اٹھو۔

۴۔ جہاں تک ہو سکے سودا قرض مت منگاؤ جو بہت ناچاری میں منگانا ہی پڑے تو دام پوچھ کر تاریخ کے ساتھ لکھ لو۔ دھوبن کے کپڑے، پنساری کا اناج، اور پسائی ان سب کا حساب لکھتی رہو۔ زبانی یاد کا بھروسہ مت کرو۔

۶۔ جہاں تک ہو سکے گھر کا خرچ بہت کفایت اور انتظام سے اٹھاؤ۔ بلکہ جتنا خرچ تم کو ملے اس میں سے کچھ بچا لیا کرو۔

۷۔ آٹا چاول اٹکل سے مت پکاؤ۔ اپنے خرچ کا اندازہ کر کے دونوں وقت سب چیزیں تول ناپ کر خرچ کرو۔

۸۔ جو لڑکیاں باہر نکلتی ہیں ان کو زیور مت پہناؤ اس میں جان و مال دونوں طرح کا اندیشہ ہے۔

۹۔ اگر کوئی مرد دروازے پر آ کر تمہارے شوہر یا بھائی باپ سے اپنی ملاقات یا دوستی یا کسی قسم کی رشتہ داری کا تعلق ظاہر کرے ہرگز اس کو گھر میں مت بلاؤ۔ یعنی پردہ کر کے بھی اس کو مت بلاؤ۔

۱۰۔ گھر کے اندر ایسا کوئی درخت مت رہنے دو جس کے پھل سے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو جیسے کیتہ کا درخت۔

۱۱۔ کپڑا سردی میں ذرا زیادہ پہنو۔ اکثر عورتیں بہت کم کپڑا پہنتی ہیں۔ کہیں زکام ہو جاتا ہے کہیں بخار آ جاتا ہے۔

۱۲۔ بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا کا نام بھی یاد کرا دو۔ اور کبھی کبھی پوچھتی رہا کرو تا کہ اس کو یاد رہے۔

۱۳۔ ایک جگہ ایک عورت اپنا بچہ چھوڑ کر کہیں کام کو چلی گئی۔ پیچھے ایک بلی نے آ کر اس قدر نوچا کہ بچہ کی جان گئی۔

۱۴۔لحاظ کی جگہ سے قرض مت لو اور زیادہ قرض بھی مت دو کہ اگر وصول نہ ہو تو وہ تم کو بھاری نہ معلوم ہو۔
۱۵۔جو کوئی بڑا یا نیا کام کرو۔اول کسی سمجھدار، دیندار، خیر خواہ آدمی سے صلاح لے لو۔
۱۶۔اپنا روپیہ پیسہ مال ومتاع چھپا کر رکھو۔ہر کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔
۱۷۔جب کسی کو خط لکھو تو اپنا پتہ پورا اور صاف لکھو۔
۱۸۔سفر میں کچھ خرچ ضرور پاس رکھو۔
۱۹۔باؤلے آدمی کو مت چھیڑو ورنہ اس سے بات کرو۔تم کو شرمندگی اور رنج ہو۔
۲۰۔اندھیرے میں ننگا پاؤں کہیں مت رکھو۔اندھیرے میں کہیں ہاتھ مت ڈالو۔
۲۱۔ضروری دوائیں ہمیشہ اپنے گھر میں رکھو۔
۲۲۔ہر کام کا پہلے انجام سوچ لیا کرو۔اس وقت شروع کرو۔
۲۳۔چینی اور شیشے کے برتن اور سامان بھی بلاضرورت زیادہ مت خریدو۔
۲۴۔اگر عورتیں ریل میں بیٹھیں اور اپنے ساتھ کے مرد دوسری جگہ بیٹھے ہوں۔جب اپنے گھر کا مرد آجاوے تب اتریں۔
۲۵۔سفر میں جانے والوں سے حتی الامکان کوئی فرمائش مت کرو۔کہ فلاں جگہ سے یہ خرید لانا ہماری فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے تم اپنے ساتھ لیتے آنا۔یہ اسباب لیتے جاؤ۔فلانے کو پہنچا دینا۔یہ خط فلانے کو دے دینا۔ان فرمائشوں سے اکثر دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے۔اور اگر دوسرا بے فکر ہو تو اس کے بھروسے رہنے سے تمہارا نقصان ہوگا۔
۲۶۔انجان آدمی کے ہاتھ کی دی ہوئی چیز کبھی نہ کھاوے۔بعضے شریر آدمی کچھ زہر یا نشہ کھلا کر مال اسباب لے بھاگتے ہیں۔
۲۷۔ناخن تراش ساتھ رکھیں۔
۲۸۔آنکھ میں کبھی ایسی ویسی دوائی ہرگز نہ ڈالنا چاہیے۔
۲۹۔کسی کو ٹھہرانے یا کھانا کھلانے پر زیادہ اصرار نہ کرے۔
۳۰۔اتنا بوجھ مت اٹھاؤ جو مشکل سے اٹھے۔
۳۱۔کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھونسہ سے مت مارو۔اللہ بچاوے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جاوے تو لینے کے دینے پڑ جاویں اور چہرے اور سر پر مت مارو۔
۳۲۔اگر کہیں مہمان جاؤ اور کھانا کھا چکے ہو تو جاتے ہی گھر والوں کو اطلاع کر دو۔
۳۳۔جو جگہ لحاظ اور تکلف کی ہو وہاں خرید فروخت کا معاملہ مناسب نہیں۔
۳۴۔پڑھنے والے بچوں کو کوئی چیز دماغ کی طاقت کی ہمیشہ کھلاتی رہو۔
۳۵۔جہاں تک ممکن ہو رات کو تنہا مکان میں مت رہو۔خدا جانے کیا اتفاق ہو۔
۳۶۔پتھر سل اینٹ بہت دنوں تک جو ایک جگہ رکھی رہتی ہے اکثر اس کے نیچے بچھو وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔
۳۷۔جب بچھونے پر لیٹنے لگو تو اس کو کسی کپڑے سے پھر جھاڑ لو شاید کوئی جانور اس پر چڑھ گیا ہو۔
۳۸۔ریشمی اور اونی کپڑوں کی تہوں میں نیم کی پتی اور کافور رکھ دیا کرو کہ اس سے کیڑا نہیں لگتا۔
۳۹۔اگر گھر میں کچھ روپیہ پیسہ دبا کر رکھو۔تو ایک دو آدمی گھر کے جن کا تم کو پورا اعتبار ہو ان کو بھی بتلا دو۔
۴۰۔رات کے وقت اگر روپیہ وغیرہ گننا ہو بہت آہستہ سے گنو کہ آواز نہ ہو۔اس کے ہزار دشمن ہیں۔
۴۱۔جلتا چراغ تنہا مکان میں چھوڑ کر مت جاؤ۔اسی طرح دیا سلائی سلگتی ہوئی ویسی ہی کہیں مت پھینک دو۔
۴۲۔بچوں کو دیا سلائی سے یا آگ سے یا آتش بازی سے ہرگز مت کھیلنے دو۔
۴۳۔پاخانہ وغیرہ میں چراغ لے جاؤ تو بہت احتیاط سے رکھو کہیں کپڑوں میں نہ لگ جاوے۔

بچوں کی احتیاط کا بیان

۱۔ہر روز بچے کا ہاتھ، منہ، گلا، کان جڑے وغیرہ گیلے کپڑے سے خوب صاف کر دیا کریں۔میل جمنے سے گوشت گل کر زخم پڑ جاتے ہیں۔
۲۔جب پیشاب یا پاخانہ کرے فوراً پانی سے طہارت کر دیا کریں۔
۳۔بچے کو الگ سلاویں۔اور حفاظت کے واسطے دونوں طرف کی پٹیوں سے دو چارپائیاں ملا کر بچھا دیں۔
۴۔جھولے کی زیادہ عادت بچے کو نہ ڈالیں۔
۵۔چھوٹے بچے کو عادت ڈالیں کہ سب کے پاس آجایا کرے۔
۶۔جب کچھ سمجھدار ہو جائے تو اس کو اپنے ہاتھ سے کھانے کی عادت ڈالیں اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھلوا دیا کریں۔
۷۔بچہ کو عادت ڈالیں کہ بجز اپنے بزرگوں کے اور کسی سے کوئی چیز نہ مانگے۔
۸۔بچہ کو بہت لاڈ پیار نہ کرے ورنہ ابتر ہو جاوے گا۔
۹۔بچے کو بہت تنگ کپڑے نہ پہناویں۔اور بہت گوٹہ کناری بھی نہ لگاویں۔
۱۰۔بچے کو منجن مسواک کی عادت ڈالیں۔
۱۱۔پڑھنے میں بچے پر بہت محنت نہ ڈالے۔شروع میں ایک گھنٹہ پڑھنے کا مقرر کرے پھر دو گھنٹے پھر تین گھنٹے۔
۱۲۔سوائے معمول چھٹیوں کے بدون سخت ضرورت کے بار بار چھٹی نہ دلواویں۔اس سے طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے۔
۱۳۔جہاں تک میسر ہو جو علم جو فن سکھلاویں ایسے آدمی سے سکھلاویں جو اس میں پورا عالم اور کامل ہو۔

۱۴۔آسان سبق ہمیشہ یا تیسرے پہر کے وقت مقرر کریں۔اور مشکل سبق صبح کو۔
۱۵۔بچوں کو خصوصاً لڑکی کو پکانا اور سینا ضرور سکھاؤ۔
۱۶۔شادی میں دلہا اور دلہن کی عمر میں زیادہ فرق ہونا بہت سی خرابیوں کا باعث ہے۔
۱۷۔اور بہت کم عمری میں شادی نہ کریں اس میں بھی بہت بڑے نقصان ہیں۔

بعض باتیں نیکیوں کی اور نصیحتوں کی

۱۔پرانی باتوں کا کسی کو طعنہ دینا بری بات ہے۔
۲۔اپنے سسرال کی شکایت ہرگز میکے میں جا کر مت کرو۔
۳۔زیادہ بکواس کی عادت مت ڈالو۔ورنہ بہت سی باتوں میں کوئی نہ کوئی بات نامناسب ضرور نکل جاتی ہے۔
۴۔جہاں تک ہو سکے اپنا کام کسی سے مت لو خود اپنے ہاتھ سے کر لیا کرو۔بلکہ دوسروں کا بھی کام کر دیا کرو۔اس سے تم کو ثواب بھی ہوگا۔
۵۔ایسی عورتوں کو بھی منہ مت لگاؤ اور نہ کان لگا کر ان کی بات سنو۔ جو ادھر ادھر کی باتیں گھر میں آ کر سناویں۔
۶۔نوکروں پر ہر وقت سختی اور تنگی مت کیا کرو۔
۷۔اپنا وقت فضول باتوں میں مت کھویا کرو۔اور بہت سا وقت اس کام کے لئے بھی رکھو کہ اس میں لڑکیوں کو قرآن اور دین کی باتیں پڑھایا کرو۔اگر زیادہ نہ ہو تو قرآن کے بعد یہ کتاب بہشتی زیور شروع سے ختم تک ضرور پڑھا دیا کرو۔اس کا بھی خیال رکھو کہ ان کو ضروری ہنر بھی آ جاویں۔لیکن قرآن کے ختم ہونے تک ان سے دوسرا کام مت لو۔
۸۔جو لڑکیاں تم سے پڑھنے آویں۔ان سے اپنے گھر کے کام مت لو۔نہ ان سے اپنے بچوں کی ٹہل کراؤ۔
۹۔نام کے واسطے کبھی کوئی فکر کوئی بوجھ اپنے اوپر مت ڈالو۔گناہ کا گناہ مصیبت کی مصیبت۔
۱۰۔کہیں آنے جانے کے وقت اس کی پابند مت بنو۔کہ خواہ مخواہ جوڑا ضرور ہی بدلہ جاوے گا۔زیور بھی سارا لادا جائے۔
۱۱۔کسی کے بدلہ لینے کے وقت اس کے خاندان کے یا مرے ہوؤں کے عیب مت نکالو۔اس میں گناہ بھی ہوجاتا ہے اور خواہ مخواہ دوسروں کو رنج ہوتا ہے۔
۱۲۔دوسروں کی چیز جب برت چکو۔یا جب برتن خالی ہو جاوے۔ فوراً واپس کر دو۔
۱۳۔اچھے کھانے پینے کی عادت مت ڈالو۔ہمیشہ ایک سا وقت نہیں رہتا۔
۱۴۔احسان کسی کا چاہے تھوڑا سا ہی ہو۔اس کو کبھی مت بھولو۔اور اپنا احسان چاہے جتنا ہی بڑا ہو مت جتلاؤ۔
۱۵۔جس وقت کوئی کام نہ ہو۔سب سے اچھا شغل کتاب دیکھنا ہے۔
۱۶۔چلا کر کبھی مت بولو باہر آواز جاوے گی۔
۱۷۔اگر رات کو اٹھو اور گھر والے سوتے ہوں۔تو کھڑ کھڑ دھڑ دھڑ مت کرو۔
۱۸۔بڑوں سے ہنسی مت کرو بے ادبی کی بات ہے۔
۱۹۔اپنے گھر آنے والوں کی یا اپنی اولاد کی کسی کے سامنے تعریف مت کرو۔
۲۰۔اگر کسی محفل میں سب کھڑے ہو جاویں تم بھی مت بیٹھی رہو کہ اس میں تکبر پایا جاتا ہے۔
۲۱۔جب تک روپیہ پیسہ یا نرمی سے کام نکل سکے سختی اور خطرے میں نہ پڑو۔
۲۲۔مہمان کے سامنے کسی پر غصہ مت کرو۔اس سے مہمان کا دل ویسے کھلا ہوا نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھے۔
۲۳۔دشمن کے ساتھ بھی اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔اس کی دشمنی نہ بڑھے گی۔
۲۴۔روٹی کے ٹکڑے یونہی مت پڑے رہنے دو۔جہاں دیکھو اٹھا لو اور صاف کر کے کھالو۔
۲۵۔جب کھانا کھا چکو اس کو چھوڑ کر مت اٹھو۔کہ اس میں بے ادبی ہے۔بلکہ پہلے برتن اٹھوا دو تب خود اٹھو۔
۲۶۔لڑکیوں پر تاکید کہ لڑکوں سے نہ کھیلا کریں۔کیونکہ اس میں دونوں کی عادت بگڑتی ہے۔اور جو غیر لڑکے گھر میں آویں چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔
۲۷۔کسی سے ہاتھ پاؤں کی ہنسی ہرگز مت کرو۔
۲۸۔اپنے بزرگوں کے سرہانے مت بیٹھو۔

آرام اور محنت کا بیان

۱۔نہ تو اسقدر آرام کرو کہ بدن پھول جائے سستی چھا جائے ہر وقت پلنگ ہی پر دکھلائی دو۔گھر کے کاروبار دوسروں ہی پر ڈال دو۔کیونکہ زیادہ آرام سے اپنے گھر کا بھی نقصان ہے۔اور بعضی بیماریاں بھی لگ جاتی ہیں۔اور نہ اتنی محنت کرو کہ بیمار ہو جاؤ۔بلکہ اپنے ہاتھ پاؤں اور سارے بدن سے بیچ کی راہ سے محنت کا کام ضرور لینا چاہیے۔اس کے طریقے یہ ہیں کہ ہر کام کو ہاتھ چلا کر پھرتی سے کرو۔سستی کی عادت چھوڑ دو۔اور گھر میں تھوڑی دیر ضرور ٹہل لیا کرو۔دو چار مرتبہ اگر بے پردگی نہ ہو تو کوٹھے پر چڑھ اتر لیا کرو۔اور چرخہ اور چکی کا ضرور تھوڑا بہت مشغلہ رکھو۔ہم یہ نہیں کہتے کہ تم اس سے پیسے کماؤ۔اول تو اس میں بھی کوئی عیب کی بات نہیں لیکن اپنی تندرستی کو قائم رکھنا تو ضروری چیز ہے۔اس سے تندرستی خوب رہتی ہے۔دیکھو جو عورتیں محنتی ہیں کوٹتی پیستی ہیں۔کیسی قوی اور تازی رہتی ہیں۔اور جو آرام طلب ہیں ساری عمر دوا کا پیالہ منہ کو لگا رہتا ہے۔ایسی محنت کو ریاضت کہتے ہیں۔کھانا کھا کر جب تک تین گھنٹے نہ گزر جائیں اس وقت تک ریاضت نہ کرنا چاہیے اور جب ذرا پسینہ آنے لگے یا سانس

زیادہ پھولنے لگے ریاضت موقوف کر دینا چاہیے۔
۲۔بچوں کے لئے جھولا جھلانا اچھی ریاضت ہے۔
۳۔صبح کو سویرے اٹھنے کی عادت رکھو۔ بلکہ ہمت کر کے تہجد پڑھا لیا کرو۔اس سے تندرستی خوب بنی رہتی ہے۔
۴۔دوپہر کو بے ضرورت نہ سوؤ اور اگر کچھ تکان یا نیند کا غلبہ ہو تو اور بات ہے۔
۵۔دماغ سے بھی کچھ کام لینا ضروری ہے۔اگر اس سے بالکل کام نہ لیا جاوے تو دماغ میں رطوبت بڑھ جاتی ہے۔اور ذہن کند ہو جاتا ہے۔اور جو حد سے زیادہ زور ڈالا جائے ہر وقت فکر اور سوچ میں رہے تو خشکی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔اس واسطے اندازے سے محنت لینا مناسب ہے۔پڑھنے پڑھانے کا شغل رکھو۔قرآن شریف روزمرہ پڑھا کرو۔کتاب دیکھا کرو۔ باریک باتوں کو سوچا کرو۔ نہ اتنا غصہ کرو کہ آپے سے باہر ہو جاؤ۔ نہ ایسی بردباری کرو کہ کسی پر بالکل روک ٹوک نہ رہے۔ نہ ایسی خوشی کرو کہ خدا کی بے نیازی اور اسکی قدرت کو بھول جاؤ۔ کہ وہ ایک دم میں چاہیں تو ساری خوشی کو خاک میں ملا دیں۔ نہ اتنا رنج کرو کہ خدائے تعالیٰ کی رحمت ہی بالکل یاد نہ رہے۔اور اسی غم کو لے کر بیٹھ جاؤ۔اگر کوئی زیادہ صدمہ پہنچے تو اپنی طبیعت کو دوسری طرف بٹا دو۔کسی کام میں لگ جاؤ۔ان سب باتوں سے بیماری کا بلکہ ہلاکت کا ڈر ہے۔اگر کسی کو بہت خوشی کی بات سنانا ہو اور وہ دل کا کمزور ہو تو یک لخت نہ سناؤ۔ پہلے پوچھو کہ اگر تمہارا یہ کام ہو جائے تو کیسا، پھر کہو دیکھو ہم کوشش کر رہے ہیں شاید ہو جائے۔اور امید تو ہے کہ ہو جائے۔پھر اسی وقت یا دو چار گھنٹہ کے بعد سنا دو کہ تمہارا یہ کام ہو گیا۔اسی طرح غم کی خبر یک لخت نہ سناؤ۔کسی کے مرنے کی خبر سنانی ہو تو یوں کہو کہ فلاں شخص بیمار تھا اس کی حالت تو غیر تھی ہی اور موت سب کے واسطے ہے۔ کبھی نہ کبھی آئے گی۔قضائے الٰہی سے اس نے انتقال کیا۔

فائدہ: بیماری کی حالت میں اور پیٹ میں جب بچہ میں جان پڑ جائے تو میاں کے پاس سونے سے نقصان ہوتا ہے۔

پانی کا بیان

۱۔سوتے اٹھ کر فوراً پانی نہ پیو۔اور نہ یکلخت ہوا میں نکلو۔اگر بہت ہی پیاس ہے تو عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ناک پکڑ کر پانی پیو۔اور ایک ایک گھونٹ کر کے پیو۔اور پانی پی کر ذرا دیر تک ناک پکڑے رہو۔سانس ناک سے مت لو۔اسی طرح گرمی میں چل کر فوراً پانی مت پیو۔خاص کر جس کو لو لگی ہو وہ اگر فوراً بہت سا پانی پی لے تو اسی وقت مر جاتا ہے۔اسی طرح نہار منہ نہ پینا چاہیے۔اور پاخانہ سے نکل کر فوراً پانی نہ پینا چاہیے۔
۲۔جہاں تک ہو سکے پانی ایسے کنوئیں کا پیو جس پر بھرائی زیادہ ہو۔ کھارا پانی اور گرم پانی مت پیو۔بارش کا پانی سب سے اچھا ہے۔مگر جس کو کھانسی یا دمہ ہو وہ نہ پیئے۔
۳۔گھڑوں کو ہر وقت ڈھکا رکھو۔بلکہ پینے کے برتن کے منہ پر باریک کپڑا باندھا رکھو۔تاکہ چھنا ہوا پانی پینے میں آئے۔
۴۔برف گردہ کو نقصان کرتا ہے۔خاص کر عورتیں اس کی عادت نہ ڈالیں۔اس سے بہتر شورے کا جھلا ہوا پانی ہے۔
۵۔کھاتے پیتے میں ہرگز نہ ہنسو۔اس سے بعضے وقت موت کی نوبت آ جاتی ہے۔

ہوا کا بیان

سوتے وقت چراغ ضرور گل کر دیا کرو خاص کر مٹی کا تیل جلتا چھوڑنے میں زیادہ نقصان ہے۔ہوا میں خشکی غالب ہو جاتی ہے۔
جس طرح ٹھنڈی ہوا سے بچنا ضروری ہے اسی طرح گرم ہوا یعنی لو سے بھی بچو موٹا دوہرا کپڑا پہنو۔گرمی میں آملوں سے سر دھویا کرو۔

بابؔ ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازدواجی زندگی

نکاح کا بیان

نکاح کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج ہے محتاج ہے وہ مرد جس کی بی بی نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ بہت مال والا ہو (تب بھی وہ محتاج ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والا ہو۔ (پھر فرمایا محتاج ہے محتاج ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اگر وہ بہت مالدار ہو (تب بھی وہ محتاج ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگر چہ وہ بہت مال والی ہو۔ (زرین)

ف: کیونکہ مال کا جو مقصود ہے یعنی راحت اور بے فکری نہ اس مرد کو نصیب ہے جس کی بی بی نہ ہو نہ اس عورت کو نصیب ہے جس کا خاوند نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو تمہارے لیے مال لائیں گی۔

نکاح سے متعلق حدیثیں تو بے شمار ہیں تبرکاً یہ چار حدیثیں لکھتا ہوں۔

ترجمہ یہ ہے: انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں چار چیزیں مشترک ہیں (۱) حیا (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا

جس نے نکاح کیا کسی عورت سے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

فقہاء نے فرمایا نکاح کے علاوہ شرعی عبادتوں میں سے ایسی کوئی عبادت نہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک رہی ہو۔ پھر جنت میں بھی رہے گی۔

نکاح میں اور اس کے متعلقات میں تقریباً ہر جگہ ہی ایسی رسمیں پیدا ہو گئی ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔ حتی الامکان کوشش کر کے خلاف شرع امور سے بچا جائے۔ اور شریعت کی حدود میں جس قدر گنجائش ہو اسی قدر پر اکتفاء کیا جائے۔ شریعت ہی میں کافی وسعت ہے۔ تنگی ہر گز نہیں لیکن آجکل چونکہ غیروں کی تقلید ہی بھلی معلوم ہوتی ہے اور سید المرسلین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں سے کم ہو گئی ہے اس لیے سنتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ لہٰذا ہم جیسے کو چاہیئے کہ خلاف شرع امور سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے۔ نکاح میں جس قدر سادگی ہو اتنا ہی پسندیدہ ہے۔

مہر کے بارے میں بھی دین میں وسعت ہے لیکن کم سے کم مہر پسندیدہ ہے ہمارے اکابر مہر فاطمی کو ترجیح دیتے ہیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

آداب نکاح:

۱۔ نکاح میں زیادہ تر منکوحہ کی دیانتداری کا خیال رکھو۔ مال و جمال اور حسب و نسب کے پیچھے مت پڑو۔

۲۔ اگر اتفاقاً کسی غیر منکوحہ اور غیر مرد کا تعشق ہو جائے تو بہتر ہے کہ ان کا نکاح کر دو۔

۳۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اگر بن پڑے تو اس کو ایک نگاہ سے دیکھ لو۔ کبھی بعد نکاح اس کی صورت سے نفرت نہ کرو۔

۴۔ نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تاکہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

۵۔ نکاح کے بارے میں اگر کوئی تم سے مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اس موقع کی کوئی خرابی تم کو معلوم ہے تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں۔

مسئلہ: اگر ولیمہ فخر و اشتہار کے لیے ہو تو ایسا ولیمہ جائز نہیں۔ حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے۔ نہ ایسا ولیمہ جائز ہے۔

لا مذہب عورت سے نکاح صحیح نہیں:

بعضے لوگ یورپ سے ایسی عورت نکاح کر لاتے ہیں جو صرف قوم کے اعتبار سے عیسائی ہوتی ہے۔ اور مذہب کے اعتبار سے محض لا مذہب ہوتی ہے۔ سو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایسی عورت سے ہرگز نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ بعضے آدمی گو لاتے ہیں عیسائی عورت مگر اس سے اسقدر مغلوب ہو جاتے ہیں کہ رفتہ رفتہ اپنے مذہب سے محض اجنبی ہو جاتے ہیں۔ اس کا واجب التحرز (پرہیز کا ضروری ہونا) ظاہر ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ج۲ ص۱۱۴)

بارہ برس کی عمر کی لڑکی کی اجازت معتبر نہیں:

لڑکی بارہ برس کی ہوتی ہے اور واقع میں وہ نابالغ ہے۔ اور ولی قریب موجود ہے مگر باوجود اس کے ولی بعید یا اجنبی ولی اس لڑکی کو بالغ سمجھ کر اسی کے منہ سے اجازت لے کر اور اس کو کافی سمجھ کر کہیں اس کا نکاح کر دیتا

ہے۔ حالانکہ بوجہ نابالغ ہونے کے اس کی اجازت اصلاً معتبر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت کی مقعد (پاخانہ کا مقام) میں بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن خدا کی نگاہ میں ایسا وہ شخص برا ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور وہ اس کے راز کو لوگوں پر ظاہر کردے۔ (یعنی رازدارانہ افعال بیان کرتا پھرے)۔

ف: اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

ادب: جماع کرنے سے پہلے عورت سے چھیڑ چھاڑ مستحب ہے اس لیے کہ اگر عورت کی خواہش پوری نہ ہو سکے تو اس صورت میں عورت کو رنج ہوتا ہے۔ اور عورت اپنے مرد کی دشمن ہو جاتی ہے

ادب: آزاد عورت کی مرضی کے بغیر کوئی شخص جماع کے بعد باہر عورت انزال نہیں کرسکتا۔ البتہ لونڈی پر پورا اختیار ہے۔

ادب: حیض ونفاس سے فراغت کے بعد عورت سے مباشرت جائز ہے۔ (البتہ حیض ونفاس کے ایام میں عورت سے صحبت کرنا حرام ہے اور اگر کوئی کر بیٹھے تو خوب توبہ کرنا واجب ہے)

ادب: اگر کسی شخص کو جماع کی خواہش نہ ہو تو مرد کو عورت کے لیے جماع کو ترک کر دینا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں عورت کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت مرد کی نسبت ننانوے حصہ شہوت میں زیادہ ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر شرم کا پردہ ڈال دیا ہے

ادب: کسی مرد کو چار ماہ سے زائد عورت سے علیحدہ رہنے کا اختیار نہیں جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاد پر حکم دیا ہے۔ کیونکہ عورت کے لیے اس سے زائد مدت شوہر کے بغیر اس کی برداشت سے باہر ہے۔ مگر مقام افسوس ہے دور حاضر کے اکثر نوجوان اپنی نوجوان بیویوں کو چھوڑ کر پانچ چھ سالوں کے لیے غیر ملک انگلستان وغیرہ میں چلے جاتے ہیں۔

ادب: اگر کسی شخص کی خوبصورت غیر عورت پر نظر پڑ جائے اور وہ اس کو اچھی معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ گھر آ کر اپنی اہلیہ سے جماع کرے تا کہ جوش شہوت فرو ہو جائے اور غیر عورت کی خواہش نہ رہے۔

اگر خاوند کسی بات سے خفا ہو گیا ہو تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھو بلکہ معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو مناؤ۔ اگرچہ تمہارا قصور نہ بھی ہو شوہر ہی کا قصور ہو پھر بھی تم ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے حق میں (تم کو) اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں۔ تم (اس کو) قبول کرو کیونکہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ سو اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو اس کو توڑ دو گے۔ اس کا توڑنا طلاق ہے اور اگر اس کو اس حال پر رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی اس لیے ان کے حق میں اچھے برتاؤ کی نصیحت کرتا ہوں''۔ (بخاری ومسلم وترمذی)

تقریبات میں شرکت سے عورتوں کو روکنے کا آسان طریقہ

تقریبات میں عورتوں کے جانے کے انسداد کا طریقہ سہل یہ ہے کہ جانے سے منع نہ کریں مگر اس پر مجبور کریں کہ کپڑے زیور وغیرہ کچھ نہ پہنیں۔ جس حیثیت سے اپنے گھر میں رہتی ہیں اس طرح چلی جائیں۔ خود بخود جانا بند ہو جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص۴۴)

بیوی کا جیب خرچ:

بی بی کا یہ بھی حق ہے کہ اس کو کچھ رقم ایسی بھی دو جس کو وہ اپنے جی آئی خرچ کر سکے۔ جس کو جیب خرچ کہتے ہیں۔ اس کی تعداد اپنی حیثیت کے موافق ہو سکتی ہے۔ مثلاً دو روپیہ، دس روپیہ جتنی گنجائش ہو۔ (کمالات اشرفیہ ص۱۲۰)

سسرالی عزیزوں کے حقوق:

علاقہ مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کو قرآن میں خداوند کریم نے نسب میں ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ ساس اور سسر اور سالے اور بہنوئی، داماد اور بہو، بیوی کی پہلی اولاد اور اسی طرح میاں کی پہلی اولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں رعایت احسان واخلاق کی اوروں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔

خاوند کو مطیع کرنے کیلئے تعویذ کرنا، کرانا سب حرام ہے:

فقہاء نے ایسا تعویذ لکھنے کو ناجائز لکھا ہے۔ جس سے عورت خاوند کو تابع کرے۔ تو جب نکاح ہوتے ہوئے ایسا تعویذ دینا حرام ہے تو اس صورت میں ایسا تعویذ دینا کب جائز ہوسکتا ہے۔ جس سے ایک نامحرم کو اپنا تابع کیا جائے (یعنی وہ اس سے مسخر ہو کر نکاح کرے) (عذل الجاہلیہ ص۲۳)

عدت کی قسمیں

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ خواہ مطلقہ ہے یا اس کا شوہر وفات پا گیا ہو۔ اور غیر حاملہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کا شوہر وفات پا گیا ہے تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ اور اگر وہ مطلقہ ہے تو اگر اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہے۔ اور اگر کمسنی کے سبب ہنوز حیض نہیں آتا یا بڑھاپے کے سبب حیض موقوف ہو چکا ہے۔ تو ان دونوں کی عدت تین ماہ

ہے۔پس علی الاطلاق سب صورتوں میں ایک ہی قسم کی عدت کا حکم کرنا یہ غلط ہے۔(اصلاح انقلاب امت ج ۲ ص ۱۷۳)

زنا سے حمل ہو جانے کی صورت میں نکاح فوراً جائز ہے

کسی غیر منکوحہ وغیرہ معتدہ کو زنا سے حمل رہ جائے اس پر عدت نہیں اس سے نکاح فوراً جائز ہے۔البتہ صحبت اور اس کے مقدمات بوس و کنار وغیرہ جائز نہیں۔جب تک کہ وضع حمل نہ ہو۔(اصلاح انقلاب امت ج ۲ ص ۱۷۱)

فرقہ شیعہ سے نکاح کرنے کا مسئلہ:

بعض شیعہ باعتبار عقیدہ کے کافر ہیں اور بعض فاسق و مبتدع ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا مانتے ہیں اور یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابیت کے منکر ہیں۔اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افتراء کے قائل ہیں۔وہ باتفاق فقہاء کافر ہیں اور ایسے شیعہ سے نکاح لڑکی سنیہ کا منعقد ہی نہیں ہوتا۔پس اگر شوہر لڑکی مذکورہ کا نکاح اس عقیدہ والے سے کیا گیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح اور منعقد نہیں ہوا۔اب اس کا نکاح اس کی رضا سے دوسری جگہ کفو میں کر دیا جائے۔تفصیل اس کی شامی میں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شیعہ تفضیلی کافر نہیں بلکہ مبتدع اور فاسق ہیں۔

یادداشت

عورتوں کی بے عقلی سے متعلق جو حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے جس کا مجھے بخوبی تجربہ ہوا ہے۔بطور نصیحت ان کے گوش گذار کرنے کو لکھتا ہوں۔زیادہ ان کی پردہ دری کو اس موقع پر مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔بطور نمونہ کے ان کے کانوں تک پہنچانے کو لکھتا ہوں۔

۱۔ایسی عورتوں نے بالعموم ایک ہو کر یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں تک ہو مرد کی آبرو وقعت کو اپنے مقابلہ میں کم کریں اور اپنا اسقدر زور مرد پر ڈالتی ہیں کہ گویا مرد بجائے عورت اور عورتیں بمنزلہ مرد کے ہو رہی ہیں۔

۲۔عورتیں شادی کے دن سے یہ ارادہ دعوے کے ساتھ مضبوط کر لیتی ہیں کہ ہم تو علیحدہ ہو کر رہیں گے۔آتے ہی ساس، سسر، نند وغیرہ سے فساد کا بیج بو دیتی ہیں اور خود دن رات ایسی ایسی فکریں کرتی ہیں کہ جس سے گھر میں لڑائی جھگڑا پیدا ہو۔

۳۔بے چارے ساس سسر نے جو ہزار ہا آرزو و تمنا سے بہو کو شادی کر کے لاتے ہیں ان کی آرزو کا وہ خون کرتی ہیں۔کہ ان کو ان کے کرتوت یعنی شادی کرنے کا مزہ جلد چکھا دیتی ہیں۔

۴۔اس نیک بخت بہو کو یہ صبر نہیں ہے کہ میں موقع وقت تو آنے دوں۔موقع وقت سے جدا ہونا ہی پڑے گا اگر دنیا میں جدا نہ ہوتے تو یہ شہر گاؤں کہاں سے ہو جاتے۔مگر اس کو اتنی عقل اور تمیز ہی نہیں ہے کہ موقع وقت کی منتظر رہ کر بسر کرے۔یہ تو جو کچھ ہونا ہو آج ہی کرا کر رہتی ہے۔

۵۔مرد کو ایسے ایسے طور سے دق کرتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں سناتی ہیں کہ مرد کو کہاں تک اثر نہ کرے ہر دم ساس، سسرے، نند اور جو کوئی گھر میں ہے ان کی برائی طرح طرح سے کرتی ہیں یہ جھگڑا دانستہ کرتی ہیں کہ کسی طرح ہماری مرضی کے موافق علیحدگی ہو جائے۔چنانچہ عورت کی حسب خواہش علیحدگی بھی جلد ہو جاتی ہے۔کیونکہ فساد کا رفع کرنا ہر شخص مناسب سمجھتا ہے۔

۶۔مرد کو عورت ہر دم ایسے ایسے الفاظ کہتی ہے کہ اس کو سن کر عرق آ جاتا ہے۔مگر سوائے خاموشی کے اور کیا کرے اگر زبان سے، آنکھ سے، ہاتھ سے، کچھ عورت کی شان میں نکل جائے تو پھر دیکھو کیسا تماشہ گھر والے اور محلہ والے دیکھتے ہیں۔اور عورت رو کر تمام گھر محلہ کو فراہم کر کے سب کو تماشہ مرد کا دکھلاتی ہے۔

۷۔عورتیں اگر شادی کے روز سے گھر کے آدمیوں اور اپنے خاوند کی رضامندی اور اپنے ساس سسرے کی اطاعت و فرمانبرداری میں حاضر رہیں تو کون سے عیب کی بات ہے۔مگر مرد کو طرح طرح سے دق کیا جاتا ہے۔مرد مصلحت سمجھ کر ٹال کر اگر باہر چلا جاتا ہے عورتیں بے عقل سمجھتی ہیں کہ ہم سے ڈر گیا پھر آئندہ کو اور زیادہ پیر نکالتی ہیں۔

۸۔مرد کو اللہ تعالیٰ نے مرد میدان توپ تلوار کا سامنا کرنے والا بنایا ہے بھلا وہ عورتوں سے کب ڈرتا ہے مگر مصلحت وقت سمجھ کر ٹال جاتا ہے تو عورتوں کو اس کی بھی پرواہ نہیں ہے ان کا تو وہی جوش و خروش اور فساد اور جھگڑا جو شادی کے روز سے شروع ہوتا ہے ترقی پذیر رہتا ہے۔

۹۔یہ بے رحم عورتیں کبھی خیال نہیں کرتیں کہ مرد نا معلوم کس مشکل سے کما کر اور طرح طرح کی مصیبت اٹھا کر ہمارے سامنے لا کر رکھتا ہے اس کی ہم قدر کریں، ہرگز کبھی بھول کر بھی ایسا خیال دل میں نہیں آتا۔غور کرنے کی جگہ ہے۔

۱۰۔مرد عورتوں کی کم عقلی اور بے جا برتاؤ سے جب کوئی علاج عورت کی خوش اسلوبی کا نہیں دیکھتا۔دق ہو کر پردیس کا راستہ لیتا ہے پھر کبھی بھول کر بھی برسوں گھر کے آنے کا نام نہیں لیتا ہے۔عورت کی طرف سے تو اس کا دل پتھر کا ہو چکا ہے۔پردیس میں جہاں اس کا روزگار روپیہ نوکر چاکر موجود ہیں۔بہو جب سہارا اور ذریعہ خوشنودی طبیعت کا پیدا کر لیتا ہے اب عورت گھر میں بیٹھی ساس سسرے سے لڑا کرتی ہے۔اور یہ لڑائی صرف اس وجہ سے کرتی ہے کہ ہم کو خاوند کے پاس پہنچا دیا جائے۔اور یہ معلوم نہیں کہ ہمارا ہی نکالا ہوا ہے اپنی بے عقلی پر کبھی نادم نہیں ہوتی۔

۱۱۔اگر عورت شادی کے دن سے مرد کی ہاں میں ہاں ملا دیں اور ساس سسرے کی اطاعت کریں اور انکو یہ بھی نہ معلوم ہو کہ بہو کسی وقت ہم سے علیحدہ ہو جائے گی۔تو سارے گھر کو یہ اپنا غلام بنا لیں اور اگر فرض کرو کہ خاوند میں یا ساس سسرے میں کوئی عیب عورت کے مزاج کے برخلاف ہو

تو سہولت آہستگی سے خوشامد سے ایسے طور سے اصلاح کرے کہ ان کو معلوم بھی نہ ہو وہ عیب ضرور چھوٹ جائے اور زور ڈالنے اور ضد کرنے سے کبھی نہیں چھوٹے گا۔ بلکہ مرد تو اور زیادہ ضد سے کرے گا۔ ان عورتوں کو تو مرد کا دل ہی رکھنا نہیں آتا۔ پھر بتلائیے قصور کس کا ہے۔

۱۲۔ بعض عورتیں کم بخت یہ بھی سمجھی ہوئی ہیں کہ ہم بڑے امیر گھر کی ہیں جہیز وغیرہ سامان طرح طرح کا لیکر آئی ہیں۔ خاوند ساس سسرے وغیرہ کی خوشامد اور اطاعت میں ہماری کسر شان ہے۔ یہاں تک کہ بعضے اپنے مرد سے بھی سیدھے منہ نہیں بولتیں۔ خدمت کرنا تو درکنار سوائے اس کے کہ تکیہ لگائے تمام دن سوتی یا بیٹھی رہا کریں یا منہ چڑھائے رکھیں اور کوئی کام نہیں۔

۱۳۔ یہ بھی اس زمانہ کی عورتوں نے ایک طریقہ نزاکت اور امیری کا نکال رکھا ہے کہ بیماری کا حیلہ کر کے تکیہ سے سر ہی نہیں اٹھاتیں ہیں کہتی ہیں کہ سر ہلتا ہے۔ ساس سسرے وغیرہ کو دق کر رکھا ہے۔ صدہا روپے کی دوائیں چاندی کے ورق آملہ کا مربہ وغیرہ مقوی ادویہ کھا جاتی ہیں غرض یہ کہ سر کے درد کو کبھی آرام ہی نہیں ہوتا ہے۔ کبھی کبھی نظر بھوت بھی لپٹا لیا جاتا ہے۔

۱۴۔ مرد کو یہ عورتیں وہ ناچ نچاتی ہیں کہ اس کے عقل وحوش کھو کر کاٹھ کا الو بنا کر کسی کام کا نہیں رکھتیں۔ سوائے اس کے کہ عورت کے حکم میں جی ہاں جی ہاں کرتا رہے۔ یا قارورہ کے کٹورا ہاتھ میں لیے پھرا کرے۔ یا جو کچھ اس کی رضامندی ہو اس کی فوراً تعمیل کیا کرے۔ اور ہر دم کمر بستہ رہے تب خیر ہے۔

۱۵۔ یہ کم عقل عورتیں اپنی عادت مزاج کی تیزی سے اور طرح طرح کے جھگڑوں سے گھر کی خیر و برکت کھو دیتی ہیں مرد سے وہ دشمن بن کر برتاؤ کرتی ہیں کہ توبہ بھلی۔ اس زمانے کی بعضی عورتوں سے مرد بغیر عورت کے ہی آرام سے بسر کریں۔ جب گھر سے خط آتا ہے تو اس میں آپس کے جھگڑوں قصوں اور ساس سسرے اور گھر والوں کی شکایت کے کچھ درج نہیں ہوتا۔ یا خرچ کی طلبی درج ہوتی ہے۔ اور ایسے ایسے جھوٹے الفاظ تکلیف کے لکھے جاتے ہیں کہ مرد کئی وقت تک پوری روٹی بھی نہیں کھاتا اور خط کو فوراً چاک کر ڈالتا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر شخص دیکھ لے اور خط بھی بیرنگ ہوتا ہے۔

۱۶۔ صدہا روپیہ مرد کما کر آئے دن بھیجا کرتے ہیں مگر عورتوں کو تو ہمیشہ قرض ہی مرد پر ظاہر کرنے اور جھوٹا حساب لکھ لکھ کر روپیہ طلب کرنے سے غرض ہے۔ نیک بخت اتنا نہیں سمجھتی ہیں کہ مرد کہاں سے کس طرح کر کے کس مصیبت سے روپیہ ہم کو بھیجتا ہے۔ گھر کے خرچ کی آخر اسی کو فکر ہے۔ ہم کیوں پردیس میں اس پر خواہ مخواہ تقاضا کر کے اس کو فکر میں مبتلا کریں۔ نہ معلوم پردیس میں کس مصیبت سے گزر کر کے ہم کو منی آرڈر، پارسلیں، طرح طرح کی اشیاء اپنی ساری عیش پر خاک ڈال کر بھیجتا ہے اگر مرد عیش کیا کریں تو تم کو آئے دن یہ گل چھرے اڑانے کو روپے کیسے پہنچا کریں۔

۱۷۔ یہ بے قدر عورتیں کبھی بھول کر مرد کا شکریہ زبان سے بیان نہیں کرتیں یا مرد کے عزیز و اقارب دوست دشمن کے سامنے اپنے مرد کی تعریف کبھی نہیں کرتیں۔ ہاں ہزار ہا جھوٹے الزام اور تہمتیں گھر کی نہوئی بات اور تنگدستی کی شکایت ساری برادری میں اپنے اور غیر کے سامنے بیان کرتی ہیں۔ غرض کہ مرد کی آبرو کو کسی طرح سے یہ قائم نہیں رہنے دیتی ہیں۔ کوئی ایسی عورت نہیں کہ مرد نے بے حد روپیہ گھر کو بھیجا ہو اور وہ کبھی وطن آیا ہو تو عورت نے اس روپے میں سے باقی بچا کر اور سب گھر کا خرچ خوبصورتی سے دکھلا کر پسماندہ روپیہ جمع کیا ہو۔

سہاگ رات

اب شب زفاف کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔ جب اہلیہ کے پاس جاؤ۔ حجرہ میں داہنا پاؤں داخل کریں اور مکان میں داخل ہونے کی دعائیں جو یاد ہوں پڑھیں۔ عام طور سے ایسے موقعوں پر غیر محرم عورتیں سامنے آتی ہیں۔ اور بے پردگی و بے شرمی وغیر شرعی امور کا ارتکاب ہوتا ہے۔ ان سے بچنا ضروری ہے۔ جب خلوت ہو جائے تو اگر پہلے سے باوضو ہوں تو بہتر ورنہ وضو کر لینا بہتر ہے۔ (بعض لوگ دوگانہ شکر کا بھی بتلاتے ہیں لیکن اس کی شریعت یا استحباب کی تحقیق علماء سے کر لیں) سب سے پہلا کام زوجہ سے جو ہو وہ سلام مسنون ہو۔ سلام کے بعد سب سے پہلے زوجہ کے پاس بیٹھ کر اس کی پیشانی کے بالوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَهَا وَ خَیْرَمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ
وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَیْهِ

ترجمہ: ”اے اللہ تجھ سے اسکی بھلائی، اسکے عادات و اخلاق کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس کے شر اور اس کے اخلاق کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں“۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ کلام کے ذریعے مانوس کیا جائے۔ ایسے موقع پر دین کی باتیں بھی ہوں تو زیادہ مفید ہے۔ تبلیغ والے حضرات تو چھ نمبروں کو بیان کرنا بتلاتے ہیں۔ بہر حال دین کی باتیں بھی باتوں باتوں میں بتلائی جائیں۔ اور ادھر ادھر کی باتیں بھی کرتے رہیں۔ البتہ زوجہ پر یہ بات واضح ہو جانی چاہیئے کہ شریعت کی مطابقت میں تم خوش رہو گے۔ اور خلاف شرع امور سے تم ناراض ہو گے۔

گفتگو ہی گفتگو میں اس کو اپنے سے قریب کرتے رہیں۔ یا خود اس کے قریب ہوتے رہیں۔ اور ہاتھ بھی پھیرتے رہیں۔ کبھی کبھی اپنے سے لپٹا بھی لیں اور ہونٹ و رخساروں پر بوسہ بھی دیتے رہیں۔

پھر جب صحبت کا ارادہ ہو تو بقدر ضرورت اس کے کپڑے نکالے۔ بالکل ننگا ہونا میاں بیوی کا تو جائز ہے لیکن اچھا نہیں۔ صحبت سے قبل مزید اس کے ساتھ ملاعبت کرے یعنی اس کے جسم پر ہاتھ پھیرے۔ بالخصوص

اس کی چھاتیوں پر خاص طور پر اس کی ابھری ہوئی بوٹی کو انگلیوں سے سہلانا شہوت کو ابھارنے میں بہت مفید ہے۔ پستانوں کو منہ میں لے کر چوسنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ منہ میں دودھ آنے کا خطرہ نہ ہو۔ جو کہ سہاگ رات میں اکثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح فرج کے اوپر کا حصہ میں جلد میں چھپا ہوا ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا جو چھوٹے چنے کی شکل کا ہوتا ہے۔ اس حصے کو عربی میں بظر اور انگریزی میں کلائی ٹورس (Clitoris) کہتے ہیں۔ (اور بعض عربوں میں اس کی اوپر کی جلد کو کاٹ دینے کا رواج ہے یعنی بچیوں کا بھی ختنہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ صرف مباح ہے لڑکوں کے ختنہ کی طرح ضروری نہیں) اس کو اپنے ذکر سے چھونے سے عورت کی شہوت اور زیادہ بھڑک جاتی ہے۔ یہ تدابیر گرم مزاج اور شہوت کی زیادتی اور سرعت انزال کے مریض نوجوانوں کے لیے مفید ہے۔ تاکہ عورت کو بھی جلد انزال ہو جائے۔ ورنہ اس کے برعکس مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً عورت کی بدکاری کا خطرہ اور خاوند سے محبت کی کمی۔ استقرار حمل میں رکاوٹ۔

نیز پیٹ رانوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرنا بھی اس لحاظ سے مفید ہے۔ آئندہ بھی ہر صحبت کے وقت اس سے قبل ملاعبت ضرور کریں۔ عورتوں میں مزاج کی برودت کی وجہ سے انزال تاخیر سے ہوتا ہے اس لیے ملاعبت سے اس کی شہوت کو ابھارنا انزال میں مفید ہے۔

صحبت کے وقت اس کے نیچے کوئی ایسی چیز بچھا دیں تاکہ بستر خراب نہ ہو۔ جب عورت باکرہ ہوتی ہے تو اس کی فرج کے منہ پر ایک باریک جھلی سی ہوتی ہے جو پہلی دفعہ دخول کے وقت ٹوٹتی ہے۔ اس سے تھوڑا سا خون بھی نکلتا ہے۔ یہ جھلی بعض امراض کی وجہ سے بھی اور بعض اوقات چوٹ لگنے سے بھی حتی کہ چھلانگ لگانے سے بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

لہٰذا اگر بالفرض وہ جھلی ٹوٹی ہوئی ہو تو بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

صحبت کرنے سے قبل یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

"میں اللہ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں۔ اے اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہم کو دے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔"

آئندہ بھی ہر دفعہ جماع کے وقت یہ دعا پڑھے اور اہلیہ کو بھی سکھا دیں کہ وہ بھی پڑھ لیا کرے۔ جماع کے دوران بات چیت زیادہ نہ کریں ایک حدیث میں ہے کہ:

لَا تُكْثِرُوْا الْكَلَامَ عِنْدَ مُجَامِعَةِ النِّسَآءِ فَاِنَّ مِنْهُ يَكُوْنُ الْخَرَسُ وَ الْفَافَا او كما قال عليه الصلاة والسلام

(جماع کے وقت کلام زیادہ مت کرو اس سے گونگا پن اور توتلاہٹ پیدا ہوتا ہے)

عین انزال کے وقت دل ہی دل میں یہ دُعاء پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا

اے اللہ جو اولاد مجھ کو دے اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ کر۔

اپنا انزال ہو جائے تو اس کے بعد تھوڑی دیر تک مشغول رہے تاکہ اہلیہ کا بھی انزال ہو جائے۔ جماع کے وقت کوئی کپڑا وغیرہ اوپر اوڑھ لیا جائے تو افضل ہے۔ (قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا اتی اهله غطی راسه) (جماع کے وقت آپ سر ڈھانپ لیا کرتے تھے)۔ اس سلسلہ میں یہ بھی ادب ہے کہ جس قدر ہو سکے اخفاء ہونا چاہیے کہ لوگ دیکھ یا سن نہ سکیں۔

(ایسی جگہ کہ کوئی انکی حرکات کو دیکھ یا سن رہا ہو جماع نہ کرے)

جب جماع سے فارغ ہو جائے تو ذکر وغیرہ کو کپڑے سے خشک کر لے اگر دوبارہ جماع کا ارادہ ہو تو ضروری ہے کہ ذکر کو دھو کر پاک کر لیا جائے ناپاک سے صحبت کرنے کو ناجائز بتاتے ہیں۔ درمیان میں وضو بھی کر لیا جائے تو افضل ہے۔ اخیر میں جب سونا چاہیں تو افضل یہ ہے کہ غسل کر کے سوئے اور اگر غسل صبح کو کرنے کا ارادہ ہو تو وضو کر کے سوئے اور صبح کو اٹھ کر غسل کر لے۔

صحبت کے لیے نشست کا کوئی خاص طریقہ شرعاً ضروری نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر نوع کا رواج معلوم ہوتا ہے۔ (کما ورد فی حدیث ابی داؤد: والی حدیث سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے مستنبط فرمایا ہے کہ عورت کو سامنے چت لٹا کر دونوں ٹانگیں نیم کھڑی کر کے اس کے بالمقابل مرد بیٹھ کر صحبت کرے۔ واللہ اعلم۔

یہ طریقہ طبی لحاظ سے بھی اور سب طریقوں سے بہتر ہے۔ (صحبت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مستقبل القبلہ نہ ہونا چاہیئے اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ میاں بیوی کے درمیان اس وقت جو قول اور فعل ہو اس کو کسی سے نقل نہ کرے۔

آئندہ بھی ہر جماع کے وقت انہی باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ مزید ایک بات یہ کہ عورت کے ذمہ ہے کہ پہلے سے کپڑے کا خود انتظام کر لے جس سے عضو خاص کو خشک کیا جائے۔

مکرر لکھتا ہوں کہ شریعت کا پاس ہر وقت اور ہر جگہ نہایت ضروری ہے۔ لیکن مصلحت اور حکمت سے کام لیا جائے۔ لڑائی جھگڑا، فتنہ فساد ہرگز نہ ہونا چاہیئے۔

اہلیہ پر یہ ضرور واضح ہو جانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کروں گی تب ہی میرا شوہر خوش ہوگا۔ اور آئندہ کے تعلق کی بنیاد ہی اسی پر ہو۔ ایک اور نہایت ضروری بات بھی لکھ دوں کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ اس میں ٹیڑھا پن ہونا ضروری ہے۔ بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کرنا مضر ہو سکتا ہے۔ بس اسکے ٹیڑھے پن کے ساتھ ساتھ اس سے کام لینا چاہیئے ورنہ مستقبل میں بہت نقصان دہ

ہونے کا خدشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے دو حیثیتیں ذکر فرمائی ہیں۔ ایک قوامیت (الرجال قوامون علی النساء) اور دوسری مودت و رحمت۔

تعلقات کے استوار ہونے کے لیے ان دو صفتوں میں اعتدال ضروری ہے۔ اگر قوامیت غالب آ جائے تب بھی اچھا نہیں۔ اور مودت اور رحمت کا غلبہ بھی مناسب نہیں۔ جہاں گڑبڑ ہوتی ہے ان میں اکثر یہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ دونوں میں سے ایک غالب اور دوسری مغلوب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کی جائے کیونکہ یہ خط ایک ہی مجلس میں دفتر میں بیٹھ کر لکھا ہے اس لیے ممکن ہے کوئی ضروری بات رہ گئی ہو۔ الفاظ میں کچھ غلطی ہو گئی ہو۔ لیکن تم تو خود مولوی ہو۔ ٹھیک کر کے سمجھ لینا۔

صحبت کا مناسب وقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف حصے میں استراحت فرماتے تھے۔ اس کے بعد تہجد پڑھتے رہتے تھے۔ یہاں تک کے اخیر شب ہو جاتی۔ تب وتر پڑھتے اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے جاتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے۔ پھر صبح کی اذان کے بعد اٹھ کر اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

ف: اطباء کے نزدیک صحبت کے لیے بہترین وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے۔ نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے۔ اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں۔ شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔ (خصائل نبوی)

نوٹ: حضرت ڈاکٹر صاحب زید مجدہم کے مکتوب میں ماشاءاللہ تقریباً تمام ضروری باتیں اختصار کے ساتھ آ گئی ہیں۔ یہ نوٹ بالکل عامی حضرات کے لیے ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تشریح کرنے سے مقصود صرف دنیاوی لذت نہیں بلکہ اس میں دینی اصلاح بھی مضمر ہے۔ چنانچہ حضرت الامام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی المعروف بابن جوزیؒ اپنی دعاؤں میں کہتے تھے۔ یعنی یا اللہ میرے (عضو) کو مضبوط کر دے کیونکہ اس میں میرے گھر والوں کی دین و دنیا کی صلاح ہے۔ شیطان ابلیس چونکہ فساد پھیلانے میں بہت ہی تجربہ کار ہے اس نے ایک روز اپنے کارکنوں کو جمع کر کے ان کی کارگزاری سنی۔ کسی نے کہا کہ حضور میں نے اتنے زنا کروائے۔ دوسرے نے کہا اتنی چوریاں کروائیں۔ کسی نے شراب لڑائی قتل وغیرہ کرانے کا ذکر کیا۔ مگر ابلیس زیادہ خوش نہیں ہوا۔ کہا خیر کچھ تو کیا۔ مگر ایک بوڑھے شیطان نے کہا میں نے دو میاں بیوی میں لڑائی کرا دی۔ اس کو سن کر بہت خوش ہوا اور شاباش دی کہ تم نے سب سے بڑا کام کیا۔ میاں بیوی کی لڑائی میں معاشرہ میں بہت خرابی پیدا ہوتی ہے عورتوں میں بدکاری مردوں میں آوارگی اور دو خاندانوں میں دشمنی ظلم، طلاق، اغواء، اور اولاد کا خراب ہونا وغیرہ مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا سبب مردمی قوت کی اور عورت سے رغبت کی کمی ہوتی ہے۔ مرد تو آزاد ہوتے ہیں۔ عورت اگر خراب ہوتی ہے تو اکثر مردوں کی غیرت گوارہ نہیں کرتی یا ظلم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر مرد اپنی قوت سے عورت کو خوش رکھے۔ عورت ہر طرح کی مفلسی، پردیسی، اور دیگر تکالیف کو خوشی سے برداشت کرتی ہے۔ اسی جنسی خواہش اور ضرورت کی خاطر اپنے ماں باپ سے دور رہنا گوارا کرتی ہے اور خاوند کے ساتھ یکجان دو قالب کی طرح ہوتی ہے۔ آجکل ماحول کی خرابی اور دین سے لاپرواہی کی وجہ سے اکثر لڑکے غلط کاریوں کی وجہ سے شادی سے پہلے ہی کمزور ہو جاتے ہیں اسی حالت میں شادیاں ہو جاتی ہیں۔ طبی علاج اور خوراک کا اہتمام کرنے کے ساتھ مندرجہ ذیل امور کو اختیار کرنے سے گزارا ہو جاتا ہے۔ بیوی بھی مطمئن ہو جاتی ہے۔

ایک بات مالدار اور دین دار گھروں میں قابل توجہ ہے کہ جدید غسل خانوں کے اندر قد آدم آئینے لگے ہوتے ہیں۔ جس میں کھڑے ہونے سے اپنا ستر دکھائی دیتا ہو جو غیر شادی شدہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے بعض اوقات شہوت انگیز ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں انصار کی عورتوں کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ ان کو شرعی مسائل پوچھنے میں طبعی حیا مانع نہیں ہوتی۔ چنانچہ عورت کے احتلام کی بابت ایک انصاریہ نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ اور اس کو جواب فرمایا گیا۔

قابل تقلید اور سبق آموز واقعات

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی سہاگ رات

حضرت نانوتویؒ کی شادی کا قصہ بہت مشہور ہے۔ سوانح قاسمی ص ۵۰۷ میں حضرت کی اہلیہ محترمہ کی روایت درج کی ہے۔ وہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرے والد شیخ کرامت حسن رئیس دیوبند نے جب حضرت سے نکاح کر کے مجھے رخصت کیا تو اس زمانہ کے لحاظ سے جہیز بہت بڑا اور عظیم الشان دیا۔ جس میں قیمتی زیورات، کپڑے اور تانبے کے برتنوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ حضرت جب شب اول میں تشریف لائے۔ تو آتے ہی نوافل شروع فرمائے۔ نوافل سے فارغ ہونے کے بعد میرے پاس تشریف

لائے۔ انتہائی سنجیدگی اور متانت سے فرمایا۔ جب کہ تم کو اللہ نے میرے ساتھ وابستہ کردیا۔ تو نبھاؤ کی ضرورت ہے۔ مگر بصورت موجودہ نبھاؤ میں دشواری ہے۔ کہ تم امیر اور میں غریب نادار ہوں۔ صورتیں اب دو ہی ہیں یا تو میں بھی تونگر بنوں یا تم میری طرح نادار بن جاؤ۔ اور میرا امیر بننا تو دشوار ہے۔ اس لیے آسان صورت دوسری ہوسکتی ہے کہ تم میری طرح ہو جاؤ۔ کچھ اور بھی اسی طرح فرمایا۔ اخیر میں یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کو کسی بات کا حکم دوں جس میں تمہارا ابھی نفع ہو تو کیا تم کو مجھ پر اعتماد ہوگا؟ کئی بار فرمانے پر بالاخر میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ پر پورا اعتماد ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا اچھا سب زیور اتار کر مجھے دے دو اور جس قدر تمہارے ساتھ کپڑے اور برتن ہیں ان کا بھی مجھے اختیار دے دو۔ اس پر حضرت کی اہلیہ نے بغیر کسی تذبذب کے اور دغدغہ کے عرض کیا کہ آپ کو کلی اختیار ہے۔ اور پھر علی الصبح تمام زیورات تمام جوڑے کپڑوں کے اور سارے برتن جو ہزاروں روپے کا سامان تھا سب کا سب چندہ سلطانی میں دے دیا۔ (خلافت اسلامیہ ترکی کے لیے اس وقت ہندوستان میں چندہ ہو رہا تھا) آگے حضرت کی اہلیہ ہی فرماتی ہیں کہ جب میں دیوبند واپس ہوئی تو میرے رئیس باپ نے میرے ہاتھ پاؤں ناک کو خالی دیکھ کر پوچھا کہ زیور کیا ہوا؟ انہوں نے جو واقعہ پیش آیا تھا سب والد کے سامنے دھرا دیا۔ شیخ کرامت حسین صاحب زبان سے تو کچھ نہ بولے لیکن اس خیال سے کہ بچی اعزہ اقرباء کے سامنے ننگی بنی ہوئی کب تک رہے گی۔ پھر از سرنو پورا جہیز تیار کیا۔ حضرت کی اہلیہ فرماتی ہیں۔ " میں پھر لدپھند کر دوبارہ سسرال پہنچی۔ رات کو حضرت تشریف لائے پھر ترغیب آخرت سے گفتگو شروع ہوئی اور کل کی تیاری کے لیے آج کا اختیار پھر لینے کی خواہش ظاہر کی۔ اختیار جو پہلے ہی دیا جا چکا تھا اسکی واپسی کا سوال ہی کب پیدا ہوا تھا۔ کہہ دیا گیا کہ آپ مختار ہیں۔ اور پھر صبح ہی یہ ہزاروں روپے کا سامان پھر سلطانی چندہ میں دے ڈالا۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ عموماً کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد میرے قلب سے روپے پیسے اور زیور وغیرہ کی محبت ہی قطعاً نکل گئی۔ بلکہ ان اشیاء سے ایک قسم کا تنفر پیدا ہو گیا۔ پھر عمر بھر نہ میں نے زیور بنوایا اور نہ فاخرہ لباس کی مجھ میں کبھی ہوس یا آرزو پیدا ہوئی۔

ایک صاحب کی سہاگ رات

(جس نے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہا)

اس تحریر میں موصوف اور اس کی بیوی کی پہلی رات کی گفتگو لکھی جاتی ہے۔ (ان کو دولہا اور بیوی کو دلہن لکھیں گے) حضرت ڈاکٹر اسماعیل صاحب مدنی کے خط کے مطابق (جو پہلے تحریر ہوا) تخلیہ میں پہلی ملاقات کے بعد دونوں نے نفلیں پڑھیں۔ پھر دعا مسنون کے بعد باتیں شروع کردیں۔

دولہا: اللہ کا شکر ہے کہ تم مجھے مل گئیں۔ یہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ تمہاری جیسی نیک اور خوبصورت تو میں نے کبھی اور دیکھی ہی نہیں۔ ہم اللہ پاک کے حکم کے مطابق جمع ہوئے اور ایک ہو گئے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں بھی مردوں ہی کے اجزاء ہیں۔ اب گویا ہم دونوں ایک ہیں۔ اسی لیے کوئی پردہ بھی نہیں۔ جیسے اپنے آپ سے پردہ نہیں ایسے ہی آپس میں کوئی پردہ نہیں رہا۔ ہماری اچھائی برائی، نفع نقصان، سب ایک ہے۔ تمہاری اچھائی میری اچھائی، میری بھلائی تمہاری بھلائی، میری پیاری تم میری میں تیرا اب ہم کو تاحیات اسی طرح ہی ہو کر رہنا چاہیئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جنت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ اکٹھا رکھے گا۔

ہر انسان کے اندر کچھ خوبیاں اور کچھ نقائص بھی ہوتے ہیں۔ انسان کو اپنی خوبی تو نظر آتی ہے لیکن اپنے بہت سے نقائص نظر نہیں آتے اور دوسروں کو نظر آجاتے ہیں۔ جیسے چہرے پر کوئی داغ ہو تو اپنے آپ کو نظر نہیں آئے گا دوسرا ہی بتائے گا اسی لیے ہم کو چاہیئے کہ ایک دوسرے کے اندر کمی کی بات دیکھیں اس کو بتادیں جیسے آئینہ بتا دیتا ہے۔ گویا کہ ہم ایک دوسرے کا آئینہ بن جائیں۔ اس کے بعد پیار کرتے کرتے دولہا نے کہا کہ مجھے تو آپ کے اندر کوئی نقص نظر نہیں آتا۔ بہت ہی اچھی ہو اب تم بتاؤ کہ میرے اندر کیا کیا نقص ہیں۔ دلہن سے بہت زیادہ شرم کے مارے بولا بھی نہیں جاتا تھا۔ مگر دولھا نے اصرار کر کے اور لمبی باتیں کر کے پیار محبت کے ساتھ بے تکلف کر کے پوچھا تو پہلے اس نے کہا کوئی بات نہیں سب ٹھیک ہے پھر زیادہ اصرار کیا تو دبی زبان سے کہا۔ میرے لیے سب ٹھیک ہے لیکن میری سہیلیاں کہہ رہی تھیں کہ تمہارے شوہر کی داڑھی بہت لمبی ہے۔ ذرا چھوٹی ہوتی تو ٹھیک تھا۔ دولھا نے فوراً جواب دیا بہت اچھی بات کہی یہ کمی تو بہت آسانی سے دور ہوسکتی ہے۔ صبح اس کو چھوٹی کرالیں گے۔ تم کہو تو بالکل ہی ختم کردیں۔

دلہن نے کہا نہیں بالکل نہیں ذرا جیسے بابو لوگ رکھتے ہیں اس طرح کی۔ دولہا نے کہا بالکل ٹھیک صبح ٹھیک ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر اور محبت کی باتیں کرنے کے بعد دولہا نے کہا مگر ایک بات کا فکر ہے کہ فلاں مولوی صاحب کے پاس جاتا ہوں وہ تو ناراض ہوں گے۔ چلو ان سے نہ ملوں گا اور تبلیغی جماعت کے وہ ہمارے ہمسائے جو ایس ڈی او صاحب لمبی داڑھی والے ہیں وہ بھی شاید برا مانیں۔ ان سے بھی نہیں ملوں گا۔ ہاں دو چار دفتر کے دوست داڑھی منڈھے ایسے ہیں جو خوش بھی ہوں گے کہ ہماری پارٹی میں آگیا اور اندر سے گھٹیا بھی سمجھیں گے کہ بیوی کی خاطر آتے ہی داڑھی کٹادی۔ دلہن نے یہ بات سن کر کہا۔ کہ یہ بات تو فکر کی ہے اسی طرح رہنے دیں ٹھیک ہے۔ دولہا نے کہا وعدہ ہو چکا ہے۔ یہ تو صبح ضرور کٹے گی۔ باقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''البتہ میں پسند کرتا ہوں کہ سورۃ تبارک میری اُمت کے ہر انسان کے سینے میں ہو۔'' (بیہقی)

اتنی بات ہے کہ آپ دماغ پر زور دے کر کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ دونوں پارٹیاں خوش رہیں۔ دولہن نے کہا یہ تو ممکن نہیں۔ دولہا نے کہا پھر ایسا کرتے ہیں کہ ایک پارٹی کو خوش رکھتے ہیں دوسری کی پرواہ نہیں کرتے۔ دونوں میں کونسی پارٹی کو خوش رکھنا ہے اس کے متعلق سوچ لیتے ہیں۔

دراصل آدمی اسی کے فیشن کو اختیار کرتا ہے جس کو خوش کرتا ہے۔ جو عقل والا اور عزت والا ہوتا ہے۔ دلہن نے کہا بالکل ظاہر یہی بات ہے۔ دولہانے کہا اس کا فیصلہ کون کرے۔ عقل اور عزت والا کون گروہ ہے۔ کوئی ایک گروہ کے متعلق کہتا ہے کوئی دوسرے گروہ کے متعلق کہتا ہے جس کا جواب دلہن کی سمجھ میں نہ آیا۔ خاموش ہوگئی۔ دولہانے کہا کہ چلو۔ جس نے عقل کو پیدا کیا۔ عزت وذلت اور سب چیز کا مالک ہے۔ وہی ہمارا رب ہے۔ اسی کے قبضے میں سب چیز ہے۔ اسی کے پاس جانا ہے۔ عقل اور عزت کے متعلق اس کا کیا فیصلہ ہے نافرمانوں کے متعلق اس نے اپنے کلام پاک میں فرمایا۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یعنی وہ انسان حیوانوں کی طرح بے عقل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بدتر فرمانبردار گروہ کے متعلق فرمایا۔

اُولٰئِکَ ھُمْ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ یعنی صرف یہی لوگ ہیں جو عقل والے ہیں اور عزت ذلت کا مالک تو وہ ہے جس کو چاہے عزت دے اور جس حالت میں چاہے عزت دے۔ ہم نے دیکھا فرمانبرداروں کی نافرمان بھی عزت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی قبر کی مٹی کا بھی احترام کرتے ہیں۔ مٹی بھی دلوں پر حکومت کرتی ہے۔

اب دلہن صاحبہ نے کہا میں ساری بات سمجھ گئی ہوں دل سے۔ یہ داڑھی اسی طرح اچھی ہے اور خوبصورت ہے اس کو نہ چھیڑنا۔ دولہانے کہا جو وعدہ ہو چکا ہے وہ تو کرنا ہے۔ اب دلہن نے اصرار کر کے اور خوشامد کر کے نہ کٹوانے پر منوایا۔ اس گفتگو کے ضمن میں یہی ذہن نشین کرایا گیا کہ ہماری دنیا اور آخرت کی عزت راحت وسکون اور ہر قسم کی بھلائی دین ہی میں چلنے پر ہے۔ اس وقت محبت کے جذبات تو ہوتے ہی ہیں۔ وہ باتیں دل میں اتر گئیں اور شوہر کا طرز فکر اور دینی جذبات دل میں اتر گئے۔ جسکا اثر الحمدللہ آخر عمر تک ہے۔

دلہن انہی شروع کے ایام میں جہیز میں آئے ہوئے شفعون کا باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھتی رہی۔ جس سے ستر کھلا ہونے کی وجہ سے عورت کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ دولہا صاحب دیکھتے رہے اور مسئلہ نہیں بتایا۔ لیکن دن رات اور کوئی کام نہیں تھا فراغت تھی۔ ایک تو تبلیغی نصاب تھوڑا تھوڑا دلہن سے سننا شروع کر دیا اور کچھ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔ ترجمے کا بہانہ تھا۔ دینی جذبات اور ایمان کی پختگی اور آخرت کا یقین اور اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنے والی باتوں کا تذکرہ ہوتا رہتا کہ پندرہ روز کے بعد آہستہ سے کہا کہ اس دوپٹے سے نماز نہیں ہوتی۔ وجہ بھی بتلادی۔ وہ بے تکلف تو ہوگئی تھی۔ بہت ناراضگی سے کہا کہ اتنے دن ہوگئے پہلے دن کیوں نہیں بتادیا۔ میری نمازیں گئیں۔ جواب دیا گیا کہ نمازیں اب قضاء پڑھ لینا۔ لاعلمی کا گناہ ضرور ہوا اس کے لیے استغفار کر لینا۔ لیکن اگر اس وقت مسئلہ بتادیا جاتا تو ڈر کے مارے کچھ نہ بولتیں لیکن دل میں گناہ سے بڑھ کر کفر یہ خیال آسکتے تھے۔ کہ فلاں مفتی صاحب مولوی صاحب پیر صاحب کی لڑکیاں تو پڑھتی ہیں (جو کہ واقعات ہیں) یہ بابو صاحب زیادہ مولوی صاحب ہیں اتنی سختی کہاں ہے۔ یعنی بغاوت کا جذبہ ہوتا جس کا ساری زندگی پر اثر پڑتا۔ مثل مشہور ہے۔ جب توا گرم ہو جائے تب روٹی ڈالنی چاہیئے ورنہ ٹھنڈے توے پر روٹی خراب ہو جاتی ہے۔ اب تم نے دین کو سمجھ لیا اور اس کے احکام کی عظمت دل میں آگئی تب بات بتائی گئی۔

گربہ کشتن روز اول:

یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہوا ہے۔ کہ شروع شروع میں اس کے مثل معاملہ کر لینا چاہیئے۔ کسی بہانے یا کسی واقعہ کے ذیل میں ہو مناسب طریقہ سے جس سے شوہر کے مزاج کا پتہ چل جائے۔ ضرب المثل واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

دو بھائی تھے بڑا سادے مزاج کا تھا اور چھوٹا ہوشیار تھا اور دو بہنیں تھیں بہت ہی خوبصورت تھیں ان کو اپنی خوبصورتی پر بڑا ناز تھا انہوں نے یہ طے کیا کہ جو ہم سے سو جوتیاں روزانہ کھانے پر تیار ہو اس سے شادی کریں گی۔ اس شرط کو سن کر کوئی جراءت نہیں کرتا تھا۔ چھوٹے بھائی نے بڑے کو سمجھایا۔ بھائی جان ہم لوگوں کو یہ شادی کر لینی چاہیئے۔ بہت خوبصورت ہیں ان کی بچپن کی بات ہے۔ روز روز کون مارتا ہے۔ ماریں بھی تو ہاتھ ہی تھک جائے گا۔ بڑا بے وقوف تیار ہو گیا۔ دونوں کی شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ پہلے بڑے کی ہوگی اس کے ایک ماہ بعد دوسرے کی ہوگی۔ چنانچہ بڑے صاحب کی شادی ہوگئی۔ ڈرتا ڈرتا بیوی کے پاس پہنچا اس نے جوتا اتار کر سر پر مارنا شروع کیا سو پورے کر دیے۔ بس شرط کے بعد خلوت وغیرہ ہوئی یہ معاملہ روز ہوتا رہا۔ سر کے بال سارے ختم۔ اتنے میں چھوٹے بھائی نے بلی کا ایک بچہ پال لیا اور جب کھانے پر بیٹھتا تو بلی پاس آ کر بیٹھتی اس کو ایک آدھ بوٹی ڈال دیتا۔ مہینے کے بعد اب شادی کا دن آ گیا نکاح ہو گیا اور یہ دوستوں کو لیکر اپنے کمرے میں باتیں کرتا رہا۔ مجلس جما رکھی تھی۔ کافی دیر بعد گھر سے پیغام آنا شروع ہوئے کہ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے اندر بلا رہے ہیں۔ اس نے پیغام لانے والے کو وہیں بیٹھے بیٹھے گرجدار آواز کے ساتھ جھڑکا۔ سارے گھر میں آواز گونج گئی۔ کیسے بدتمیزوں سے اور بے حیاؤں سے پالا پڑا ہے۔ میرے پاس یہاں مہمان بیٹھے ہیں ان کو کیسے جراءت ہوئی میرے سامنے بات کرنے کی۔ میں نوکر ہوں وغیرہ وغیرہ۔ دلہن بے چاری اندر بیٹھی بیٹھی باتیں سن کر سہم رہی تھی کہ تھوڑی دیر بعد یہ شخص میرے پاس آنے

والا ہے۔آخر بہت دیر کے بعد دوستوں کو رخصت کیا اور دروازے کوٹھوکر مارتا ہوا اندر صحن میں داخل ہوکر بیچ میں بیٹھ گیا۔کمر میں ایک تلوار پہلے سے باندھ رکھی تھی۔وہاں بیٹھتے ہی للکارا۔لاؤ جوسؤر پکا ہوا ہے۔لاؤ جس کی اتنی جلدی مچا رکھی تھی۔خادمہ ڈرتی ڈرتی کھانا سامنے رکھ گئی۔اتنے میں بلی جو کھانے کے وقت آنے کی عادی تھی میاؤں میاؤں کرتی پلیٹ کے پاس آ گئی۔اس نے تلوار کے ایک وار سے بلی کے دوٹکڑے کر دیے اور صحن میں خون پھیل گیا۔دونوں ٹکڑے صحن میں تڑپ رہے تھے اور خون کی چھینٹیں کپڑوں پر بھی پڑ گئیں اور کھانے پر بھی۔

اس نے کھانے کے برتن زور سے دور پھینکے اور کہا بس کھا لیا۔ان بدتمیزوں کا یہی حال ہوتا ہے۔پھر اپنی بیوی کے خلوت خانے میں جا کر زور سے دروازہ بند کر دیا اور سر سے ٹوپی اتار کر اسے کہا کہ حرام زادی پہلے اپنی شرط پوری کر۔اس بیچاری کا خون تو پہلے خشک ہو رہا تھا۔وہ ہاتھ جوڑنے لگی۔پاؤں پر گر گئی۔کہ مجھے معاف کر دو ادھر یہ اصرار کر رہا تھا کہ جب شرط ہے تو پوری کرنی پڑے گی۔بہت خوشامد کے بعد اس نے معافی دی اور اپنا رہے سہے۔

ہفتے دو ہفتے کے بعد بڑے بھائی کو پتا چلا کہ چھوٹا بھائی بڑے مزے میں ہے ایک جوتی نہیں کھائی بیوی بڑی وفادار اور فرمانبردار خدمت گزار ہے۔واقعہ کا پتہ چلا کہ بلی کو اس طرح مارا تھا۔اس سے ڈر گئی۔بھائی صاحب نے کہا کہ یہ تو آسان نسخہ ہے۔میں بھی ایک بلی پالتا ہوں۔چنانچہ مذکورہ سارا ڈرامہ اس نے بھی کیا اور کھانے کے وقت جب بلی آئی تو تلوار اٹھانا چاہی۔تو بیگم صاحبہ نے جو چولہے کے پاس بیٹھی تھی۔وہیں سے چمٹا دکھایا اور کہا خبردار کہ بے زبان کو چھیڑا۔تمہاری خیر نہیں اور کہا او بے وقوف، گربہ کشتن روز اول۔بلی پہلے دن ماری جاتی ہے۔

(حوالہ:حضرت صوفی محمد اقبال مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے قل ھو اللہ احد کو قرآن کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔"(بیہقی)

باب ۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معاملات

معاملات کی اہمیت:

معاملات کا تعلق دراصل ہماری زندگی کی تمام ضرورتوں اور خواہشوں سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ دیگر عبادات کی طرح معاملات کے بارے میں احکام دے کر ہمارے لیے ان کو بھی ثواب کا اور اپنی رضا اور قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا۔ معاملات سے مراد لین دین کے معاملات ہیں جیسے قرض، امانت، خرید وفروخت، نوکری، مزدوری وغیرہ۔

افسوس! آج کل کے بہت سے اچھے خاصے دیندار حلقوں میں بھی معاملات کی درستگی کا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ حالت نماز روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے۔ معاملات اور برتاؤ ان کے بھی شریعت کے مطابق نہیں ہیں۔

اگر کسی شخص کے کاروباری معاملات درست اور شریعت کے مطابق نہ ہوں اور اس کا کھانا پہننا حرام مال اور ناجائز آمدن سے ہو تو اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ چاہے وہ کتنے ہی مقدس مقام پر جا کر دعا کرے

چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

لَایَدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالۡحَرَامِ.

”جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا وہ جنت میں نہ جاسکے گا“

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت حاصل کرنے کے لیے اور سچا مسلمان بننے کے لیے کس طرح نماز روزہ وغیرہ عبادات ضروری ہیں اسی طرح معاملات کی درستگی اور ذرائع آمدن کی صحت اور پاکی بھی ضروری ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں سے بیزاری اور بالکل بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمانداری اور دیانتداری کے اصول کی پابندی نہ کریں۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے (جو کسی دکاندار نے لگا رکھا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا اور اندر کچھ نمی اور تری محسوس ہوئی (حالانکہ اوپر سے غلہ بالکل سوکھا نظر آتا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکاندار سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ اوپر سے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیلا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ بوندیں پڑ گئیں تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں ڈالا تا کہ خریدار تمہارے غلہ کے گیلے پن کو دیکھ سکتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ غَشَّ فَلَیۡسَ مِنِّی. کوئی کاروبار میں ایسا دھوکہ کرے وہ میرا نہیں (اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں)

معاملات کی قسمیں:

س:......معاملات کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:......معاملات کی بہت سی قسمیں ہیں۔

مثلاً خرید وفروخت کا معاملہ، خرید کر واپس کرنے کا معاملہ اس کو شریعت میں خیار کہتے ہیں بغیر دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا معاملہ، بیع باطل اور بیع فاسد کا معاملہ، سودی لین دین کا معاملہ، بیع سلم کا معاملہ، قرض کا معاملہ، وکالت کا معاملہ، مضاربت (ایک کا روپیہ ایک کا کام) کا معاملہ، شرکت کا معاملہ، گروی کا معاملہ، وصیت کا معاملہ، یہ وہ معاملات ہیں جن سے ہر مسلمان کا واسطہ پڑتا ہے ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے کہ علماء کرام سے ان کے احکامات معلوم کریں اور ان کے مطابق عمل کریں۔ یہ نہ خیال کیا جائے کہ ان چیزوں سے اسلام کا کیا تعلق۔ یہ تو ہمارے ذاتی معاملات ہیں ہمیں اختیار ہے جیسے چاہیں کریں۔

نہیں نہیں بلکہ ہر مسلمان جیسے عبادات نماز روزہ زکوۃ حج کے احکام معلوم کرنے کا مکلف ہے ایسے ہی معاملات مذکورہ بالا قسموں کے احکام معلوم کرنا بہت ضروری ہے تاکہ آمدنی حلال ہو حرام نہ ہو۔

پیٹ میں حلال غذا جائے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ ہر معاملہ میں شریعت کے احکام معلوم کرے۔

ہم یہاں صرف اختصار کے پیش نظر چند معاملات مثل قرض، سودی لین دین، خرید وفروخت، زمین اور اجیر (مزدور) جیسے اہم معاملات کے احکام لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے پڑھا قل ھو اللہ احد دو سو بار اُسے بخش دیا جائیگا یعنی گناہ دو سال کے۔“ (بیہقی)

قرض کا معاملہ:

ایک اورحدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جوشخص مرجائے اوراس کے ذمہ کسی کا کوئی درہم یا دینار رہ گیا ہوتو اس کی نیکیوں سے پورا کیا جائے گا۔ جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم''۔ ایک دیناردس درہم کی قیمت کا ہوتا ہے۔اورایک درہم ساڑھے چار ماشہ چاندی کا ہوتا ہے نیز ایک اور حدیث میں ارشادفرمایا کہ:''قرض دوطرح کا ہوتا ہے جوشخص مرجائے اوراس کی نیت ادا کرنے کی ہوتو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اسکا مددگار ہوں اور جو شخص مرجائے اوراسکی نیت ادانہ کرنے کی ہوتو اس شخص کونیکیوں سے لے لیا جائے گا اوراس روز دینار درہم کچھ نہ ہوگا۔''

سودی لین دین:

سودلین دین کا بڑا بھاری گناہ ہے قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اوراس سے بچنے کی بہت تاکید آئی ہے۔''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے اور دینے والے اور درمیان میں پڑ کر سود دلانیوالے سودی دستاویزات لکھنے والے اور گواہ شاہد سب پرلعنت فرمائی ہے''اور فرمایا کہ''سود لینے اور دینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں''اس لئے اس سے بہت بچنا چاہیے اس کے مسائل بہت نازک ہیں یہ سود کسی کمپنی سے لیا جائے یا بینک سے سب حرام ہے ایسے ہی ہروہ معاملہ جس میں جواء اور سود ہووہ بھی حرام ہے جیسے زندگی کا بیمہ پیداوار کا بیمہ گاڑی کا بیمہ یالاٹری ڈالنایاانعامی بانڈ وغیرہ وغیرہ کا خریدنا ہے۔

خرید وفروخت کا معاملہ:

ایسی ہی باغات کی بیع جو عام طور پر پھول آنے پر کردیجاتی ہے یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ درختوں کی تو بیع ہے نہیں پھل کی بیع ہے اور پھل اس وقت موجود نہیں معدوم ہے اور معدوم کی بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ خرید وفروخت تو مال کی ہوا کرتی ہے۔اور پھول مال نہیں ہے ایسی بیع کو باطل کہتے ہیں۔ اگر کسی نے اس قسم کی بیع کرلی ہے تو اس کو توڑنا واجب ہے۔ ورنہ گناہ گار ہوگا اور پھل آنے کے بعد جب کہ اس کو پھل کہا جاسکے دوبارہ بیع کی تجدید یعنی دوبارہ معاملہ کرے بے شک اسی پہلی رقم میں ہو۔ایسے ہی ایک بیع ایسی ہے جو اپنی ذات میں تو درست اور صحیح ہے مگر کسی خارجی شرط کی وجہ سے اس میں خرابی آگئی اس کو بیع فاسد کہتے ہیں اس کا حکم بھی یہی ہے۔ کہ اس کو توڑ کر پھر دوبارہ بیع کرے۔ مثلاً کسی نے اس شرط پر اپنا مکان فروخت کیا کہ ایک ماہ تک ہم قبضہ نہ دیں گے بلکہ خود اس میں رہیں گے یا یہ شرط ٹھہرائی کہ اتنے روپیہ تم ہم کو قرض دیدو۔ یا کپڑا اس شرط پر خریدا کہ تم ہی سی کردو یا یہ شرط کی کہ یہ چیز ہمارے گھر تک پہنچادو۔ لیکن اگر کسی کاروباری ادارہ کا اصول ہو کہ وہ گھر پر پہنچاتے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہمارے گھر تک پہنچا دینا جائز ہے یا اور کوئی ایسی شرط مقرر کی جو خلاف بیع اور شریعت سے ناجائز ہے تو یہ سب بیع فاسد ہے۔

لوگوں کو چاہیے کہ دنیاوی معاملات میں بھی علماء محققین سے مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کریں اور اپنی آمدنی اور روزی کو حرام سے بچائیں خواہ اس کا تعلق بیع اور شراء سے ہو یا قرضہ سے ہو یا وکالت سے ہو یا مضاربت سے امانت اور ہبہ سے ہو یا کرایہ پر دینے لینے یا شرکت سے وغیرہ وغیرہ (اس سلسلہ میں بہشتی زیور کا حصہ پنجم ضرور مطالعہ کریں)

زمین کے معاملات:

ایسے ہی آج کل یہ عام وباء چلی ہوئی ہے کہ اگر کوئی زمیندار اپنی کسی مجبوری یا معذوری کی وجہ سے زمین خود کاشت نہیں کرسکتا تو زمیندار اس کو بٹائی یا نقد و جنس ٹھیکہ پر دیتا ہے اور مدت مقررہ کے بعد جب وہ واپس مانگتا ہے تو اس کو واپس نہیں کی جاتی۔ مزارع یا ٹھیکیدار اس کو اپنی املاک سمجھنے لگتے ہیں یہ بھی ناجائز اور حرام ہے مدت مقررہ کے بعد اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اور ناجائز ہے اور غصب کا گناہ ہوگا۔ اور بعض لوگ تو حکام بالا سے مل ملا کر اپنے نام کرا بھی لیتے ہیں کسی کی زمین دبا لینے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:''جوشخص بالشت بھر زمین بھی ناحق دبا لے گا (قیامت کے دن) اس کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق ڈالا جائیگا'' (اس سے کہا جائے گا کہ اس کو اٹھاؤ) ذراسی زمین دبانے پر کتنی سخت وعید ہے یہی حکم مکان و ناجائز قبضہ کا ہے۔

مالک ومزدور کا معاملہ:

بعض لوگ مزدور سے مزدوری کرانے کے بعد اس کی اجرت نہیں دیتے اگر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔شریعت کا حکم ہے کہ مزدور سے مزدوری ٹھہرا کر کام لو اور جو مزدوری ٹھہر جائے وہی ادا کرو۔ اگر کم دیئے اور وہ مجبوراً لے کر چلا گیا تو پھر تین پیسوں کے عوض میں کام کرانے والے کی چھ سو نمازیں مزدور کو دلوادی جائیں گی۔ اور اگر مزدوری بلا طے کیے کام پر لگادیا تو پھر اس کی مزدوری وہی دینی پڑے گی جو اس علاقہ میں اس جیسے کام کی دی جاتی ہے اور شریعت کا حکم ہے کہ کام کرانے کے بعد فوراً مزدوری ادا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مزدور کو اس کے پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دیا کرو''

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ''تین آدمیوں پر میں خود دعوی کرونگا ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے کہ کسی مزدور کو کام پر لگایا اس سے کام پورا لے لیا اور اس کی مزدوری نہ دی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''البتہ تحقیق مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی میں نے نہیں دیکھی تھی یا یوں فرمایا کہ ان جیسی دیکھی نہیں تھی یعنی معوذتین''(بیہقی)

دیگر معاملات:

ایسے ہی اگر کوئی شخص ملازمت یا تجارت یا اور کوئی کام کرتا ہو دیانتداری سے کرے خصوصاً ملازمت پیشہ دفتر کی اشیاء کاغذ، پنسل، سیاہی ،یاٹیلیفون ذاتی کام کے لیے استعمال نہ کریں۔

ایسے ہی بجلی میں نامناسب تصرف جو آج کل عام مرض ہے مقامی بسوں میں ٹکٹ نہ لینا، چونگی اور ٹیکس بچانے کے لیے ناجائز طریقے اختیار کرنا (جو عزت نفس کے لیے مضر ہے جس کی حفاظت کا حکم ہے) اس قسم کی نادرست باتوں سے بھی بچنا واجب ہے یہ بھی معاملہ میں داخل ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایمان اور ہماری زندگی اس وقت تک کامل اور اسلامی زندگی نہیں بن سکتی جب تک کہ اپنے معاملات کو درست نہ کریں۔

اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا رسالہ صفائی معاملات اور بہشتی زیور کا پانچواں حصہ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

معاشرت کا بیان:

دین کا چوتھا جزو معاشرت ہے۔ معاشرت کو ہم لوگوں نے دین سے بالکل خارج ہی کردیا ہے۔

بس نماز روزہ کا دین نام رکھ لیا ہے حالانکہ دین اسلام میں جہاں عقائد وعبادت کی تعلیم ہے وہیں معاشرت کی بھی تعلیم ہے کہ معاشرت کیسی ہونی چاہیے۔ ایک دوسرے سے ملنے جلنے کے کیا آداب ہیں پڑوسیوں کے کیا آداب ہیں۔ مہمان کے کیا آداب ہیں وغیرہ وغیرہ معاشرت کا اصل اصول ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو دل آزاری سے بچایا جائے اور ان کا حق ادا کرنے کی (شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے) ان کو خوش کرنے خوش رکھنے اور ان کے حق کے مطابق ان کو آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اس معاملہ میں اسلام کو جو منشاء اور جو نقطہ نظر ہے اس کا کچھ اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تین آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوں تو ایک کو تنہا چھوڑ کر ان میں سے دو الگ باتیں نہ کریں (ممکن ہے کہ اسکا دل دکھے اور آزردہ ہو) بلکہ جب کوئی چوتھا آجائے جو اس کے پاس بیٹھا رہے تو یہ دونوں الگ ہو کر اپنی باتیں کرلیں۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ 'ایسے دو شخصوں کے درمیان (جو قصداً پاس بیٹھے ہوں) جا کر بیٹھنا حلال نہیں بدوں ان کی اجازت کے' ان حدیثوں سے صاف معلوم ہوا کہ کوئی ایسی بات کرنا جس سے دوسروں کو کدورت ہو نہ چاہیے لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ دوسروں کی دل آزاری میں ہمیں لذت آتی ہے اللہ تعالیٰ ہماری اس بیماری کی اصلاح فرمائے حقیقت یہ ہے کہ ہمارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا اور ہماری زندگی اسلامی زندگی اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک اپنے معاملات اور اپنی معاشرت کو بھی درست نہ کریں۔

معاشرت کی حقیقت:

س:......معاشرت کیا چیز ہے؟

ج:......معاشرت یہ ہے کہ اپنے لیے اپنی حیثیت کے موافق زندگی اختیار کرنا اکل طعام اور مکان وختنہ وعقیقہ اور شادی وغیرہ میں آپ میں ایک دوسرے کے ساتھ سلوک وبرتاؤ کرنا کہ اپنے سے کسی کو رنج وتکلیف نہ ہو۔ اور مسلمان کا دل خوش ہو۔ حتیٰ کہ کافر رعایا پر ظلم کرنے سے اس کے حقوق میں کمی کرنے یا اس کو بے وجہ تکلیف دینے یا بلا اس کی رضامندی کے کوئی چیز لے لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں اس پر دعویٰ فرمائیں گے۔

صحیح معاشرت کی ابتداء کب سے ہوئی:

س:......اسلام میں صحیح معاشرت کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟

ج:......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آسمانی کتابوں کے اندر تحریف اور زمانہ جاہلیت کے امتداد سے مشرکین، یہود، نصاریٰ مجوس غرض کل قوم عرب کی ظاہری وباطنی حالت اصلاح کی محتاج تھی۔ اہل عرب کے عقائد اور اخلاق جس طرح خراب تھے اسی طرح ان کا تمدن اور طرز معاشرت بدترین حالت میں تھا۔ جیسے یہ لوگ مبدا ومعاد سے غافل تھے ویسے ہی کھانے پینے رہنے سہنے اور لباس کے پہننے کے آداب سے بھی ناواقف تھے۔ ان کی صحبتیں اور مجلسیں، تہذیب وشائستگی سے بالکل خالی تھی۔ ملنے جلنے، بات چیت، لین دین کے طریقے نیم وحشیانہ تھے۔ اور کسب معاش کا طریقہ تو بالکل ہی بے ڈھنگا تھا۔

بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے مطابق تمام اخلاقی اور تمدنی اصلاحات شروع فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے امیین عرب کو مبداؤ معاد کی حقیقت سے آگاہ کیا اور ان کے عقائد باطلہ اور اخلاق رذیلہ کی اصلاح فرمائی۔

اسی طرح ان کے طریق معاشرت کو درست کیا نشست وبرخاست، طعام ولباس، مجلس ومحفل کے طور طریق سکھائے۔ اقامت وسفر، حفظ صحت کے زریں اصول بتائے۔ مہمان نوازی، شادی، غمی غرض کہ جملہ آداب معاشرت حکیمانہ طور پر تعلیم فرمائے۔

معاشرت کی چند مثالیں

س:......معاشرت کی چند مثالیں دیجئے؟

ج:......جیسے سلام کرنا، مصافحہ کرنا، عیادت کرنا، تعزیت کرنا، اہل میت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مصیبت زدہ کی تسلی کی تو اس کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس مصیبت زدہ کو ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

کے یہاں کھانا بھیجنا، اپنے سامنے سے کھانا، تین انگلیوں سے کھانا، چار زانو اور ٹیک لگا کر نہ کھانا کم ہو تو سب شریک ہو کر تھوڑا تھوڑا کھالیں۔ عمدہ قسم کی چیز کا ایک ایک اٹھا کر ساتھیوں کا کھانا۔ حتیٰ الامکان ساتھی کا کھانے میں ساتھ دینا، مجبوری میں عذر کر دینا۔ مہمان کو دروازے تک پہنچانا کہ سنت ہے۔ اشیاء کا دائیں ہاتھ والے کی طرف سے تقسیم کرنا۔ ایسی آواز سے بات کرنا کہ مخاطب سن لے اور سمجھ سکے۔ بات کا جواب دینا کسی کو نہ تکنا، کسی سے بہت مل کر نہ بیٹھنا، مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھنا، زیادہ بات نہ کرنا، بلا اجازت کسی کے مکان میں نہ جانا، اپنے مکان میں بلا آواز دیئے نہ جانا، گھر پہنچ کر سلام کرنا، ہر چیز کی جگہ مقرر کرنا، جہاں سے چیز اٹھائی جائے وہیں رکھنا، اپنی حیثیت سے زیادہ عمدہ اور قیمتی کپڑے نہ پہننا، سفر میں قافلہ میں سے کسی سمجھدار کو امیر بنالینا، رفیق سفر کے ساتھ نہ الجھنا، اس کی رعایت کرنا، مذاق میں دھار دار چیز کا کسی کی طرف نہ کرنا، کسی کی آنکھیں بند نہ کرنا کہ بتاؤ کون ہے کسی کی کتاب بلا اجازت نہ اٹھانا، کسی کی تحریر کی طرف نگاہ نہ کرنا، دو شخصوں کی باتوں کے درمیان نہ بولنا، بیوی کے ساتھ سخت الفاظ اور طعن کی بات نہ کرنا شوہر کے سامنے گفتگو میں زور سے جواب نہ دینا، سایہ دار درخت کے نیچے اور راستہ میں پیشاب نہ کرنا، راستہ میں سے سایہ دار درخت کا نہ کاٹنا، سفر سے واپسی پر اپنے مکان میں ذرا باہر کچھ دیر ٹھہر کر جانا کہ بیوی اپنے کو سنوار لے کسی کے پیغام نکاح پر جب تک اس کو انکار نہ ہو جائے پیغام نہ دینا، میاں بیوی کو اپنی خلوت کی باتوں کا سہیلیوں، برابر والوں سے ذکر نہ کرنا، عورت کا مہندی لگانا، گھر کا صاف ستھرا رکھنا، کپڑوں کا صاف رکھنا، بدن کا میل کچیل بدبو سے صاف رکھنا، کبھی کبھی عطر کا لگانا، ایک شخص کا اپنے ساتھی سے الگ ہو کر کسی سے تنہائی میں بات نہ کرنا کہ دوسرے کی دل شکنی ہے اور احتمال بدگمانی ہونے کا بھی ہے کہ شاید میرے متعلق کوئی بات ہو، کسی بزرگ اور معزز آدمی کے آنے پر تعظیماً کھڑا ہونا، مجلس میں پالتی مار کر نہ بیٹھنا ہاں بیماری، ضعف، یا موٹا پن ہے تو معذوری ہے، راستہ میں نہ بیٹھنا، کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر نہ بیٹھنا، مجلس میں دو شخصوں کے درمیان نہ بیٹھنا مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا نہیں کہ پھاند کر دوسری جگہ بیٹھو، چھینک پر الحمدللہ کے جواب پر یرحمک اللہ کہنا، جمائی کے وقت ہاتھ کا منہ پر رکھ لینا، مجلس میں ناک چڑھا کر نہ بیٹھیں، ملتے جلتے، بولتے چالتے رہیں باتوں میں شریک رہیں بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہوں، اپنے چھوٹوں سے پیار و محبت کرنا کہ یہ ثواب ہے، بلا تحقیق بلا سند بات کا ادھر ادھر نہ کہنا، زیادہ نہ ہنسنا، بات میں کسی کے ماں باپ تک نہ پہنچنا، تمام انسانوں بالخصوص پڑوسیوں کی عزت، آبرو کا خیال رکھنا، ہر شخص کے رتبہ کے موافق پیش آنا، کسی سے ذاتی و دنیوی بات میں تین دن سے زیادہ رنجش نہ رکھنا، کسی کے معافی مانگنے پر معاف کر دینا مخلوق کی ایذاء پر صبر و استقلال رکھنا، لوگوں سے اپنا کہا معاف کرانا۔

باب ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَخلاقیات

اَخلاق کی اہمیت:

س:......اسلام میں اخلاق کا کیا درجہ ہے؟

ج:...... جس طرح عبادت، معاملات، معاشرت دین کے شعبے ہیں اس طرح اخلاق بھی دین کا ایک شعبہ ہے۔ اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ بلکہ بعض حیثیت سے اسلام کے دیگر شعبوں کے مقابلے میں اس کو زیادہ فوقیت حاصل ہے۔ دین صرف چند چیزوں کا نام نہیں جیسا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے بلکہ دین پانچ چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اور ان پانچ چیزوں میں اخلاق بھی ایک اہم جز ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل اچھے اچھے لوگ حتیٰ کہ بعض دیندار بھی حسن اخلاق سے خالی نظر آتے ہیں اور ان کے گمان میں اس کا دین سے کوئی تعلق ہی نہیں حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''مسلمان وہی ہے جس کا خلق کامل ہو'' مومنین میں افضل وہی ہے جس کا خلق سب سے بہتر ہو'' بس اسکا نام دین ہے اور اس کی تکمیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے چنانچہ ارشاد ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نبی بنا کر بھیجا کہ میں اخلاقی خوبیوں کو درجہ کمال تک پہنچا دوں'' اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''قیامت کے دن مومن کی میزان اعمال میں سب سے زیادہ وزن دار چیز جو رکھی جائے گی وہ اس کا اچھا اخلاق ہوگا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے اندازہ لگایئے کہ دین میں اخلاق کی کتنی اہمیت ہے۔ اور اس کا کیا درجہ اور مقام ہے۔ اخلاق کی اصلاح کا معاملہ صرف تکمیلی چیز نہیں کہ صرف بزرگ اور کامل بننے کیلئے اس کی ضرورت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے اور دوزخ سے بچنے کے لئے جس طرح نماز روزہ زکوٰۃ حج کی پابندی ضروری ہے اسی طرح برے اخلاق سے بچنا اور اچھے اخلاق کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ کامل ایمان ان لوگوں کا ہے جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں اور وہ اپنے گھروں پر بہت مہربان ہیں اور فرمایا کہ: ''لوگو! تمہارا مال تو سب انسانوں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا لیکن خوش خلقی کشادہ روئی سب انسانوں کے لئے کافی ہو سکتی ہے''

اور فرمایا کہ: ''جس بندے کے اخلاق اچھے ہیں اس کو دن کے روزے اور رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے اگرچہ اس کے اعمال کم ہی کیوں نہ ہوں''

اور ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص نرمی سے (جو اخلاق حسنہ میں سے ایک خلق) ہے محروم کیا گیا وہ ہر نیکی سے محروم کیا گیا''

اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے سب سے زیادہ کامل وہ انسان ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حسن ظاہری سب کے نزدیک محمود اور مطلوب ہے اسی طرح حسن ظن بھی عنداللہ مطلوب اور محمود ہے۔ اور جس طرح حسن ظاہری کی کمی بیشی کے سبب حسن میں فرق ہوتا ہے کہ کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسن باطنی میں بھی کمی بیشی کے سبب لوگ متضاد ہوتے ہیں کہ کوئی اعلیٰ درجہ کا اخلاق حسنہ سے آراستہ ہے۔ کوئی متوسط درجے کا اور کوئی ادنیٰ درجے کا پس سب سے زیادہ خوب سیرت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر اخلاق حمیدہ میں سے ہر خلق بدرجہ اکمل واتم موجود تھا اور کیوں نہ ہو جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیت کریمہ: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ نازل ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس مسلمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے ساتھ جتنی مناسبت ہو گی اسی قدر اس کو حسین سیرت کہا جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سیرت باطنی میں جس قدر بھی حسن حاصل ہوگا اسی قدر اس کو سعادت اخروی حاصل ہوگی۔

جن اخلاق حمیدہ وحسنہ میں سے نفس کو مزین کرنا ضروری ہے یوں تو بہت ہیں مگر اصول یہی ہیں کہ جن کا آئندہ ذکر آئے گا۔ اور ان میں باہم ایسا تعلق ہے کہ ایک کے ساتھ دوسرا اور دوسرے کے ساتھ تیسرا لگا ہوا ہے۔ اس لئے انسان جب تک سب ہی سے آراستہ وپیراستہ نہ ہو اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اخلاق کی قسمیں:

س:......اخلاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج:...... اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔ اخلاق حمیدہ یعنی اچھے اور پسندیدہ اخلاق دوسرے اخلاق ذمیمہ۔ یعنی برے ناپسندیدہ اخلاق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کئی لوگوں کو بلند کریں گے اور اس کے ذریعے بعض کو نیچے کر دیں گے۔'' (بیہقی)

س:...... اخلاق حمیدہ کیا کیا ہیں؟

ج:...... اخلاق حمیدہ کی اجمالی فہرست تو یہ ہے:

اخلاق، صبر، شکر، علم، قناعت، ورع، زہد، یقین محبت، خوف، توکل تسلیم، رضا، تواضع، عبدیت، فنا اور تفویض۔

اب ہم ہر ایک خلق کو مختصر تشریح کے ساتھ پیش کرتے ہیں ان کو یاد کرنے کی اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اخلاص

اخلاص کی حقیقت:

س:...... اخلاص کسے کہتے ہیں؟

ج:...... اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب و رضاء کا قصد رکھنا، اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو ملنے نہ دینا اخلاص کہلاتا ہے۔ یعنی اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو یعنی عمل کا محرک یا تو صرف ریا ہو۔ یا محض رضائے حق ان دونوں پر اخلاص کے لغوی معنی صادق آتے ہیں کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسرے جنس کی آمیزش نہ ہو۔

اخلاص کی ضرورت:

س:...... اخلاص کی کیا ضرورت ہے؟

ج:...... چاہے کیسا ہی نیک کام ہو اور چاہے ذرا سا کام ہو مگر خلوص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہوتی ہے چاہے اس کا کوئی معاون نہ ہو۔ جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر ثواب بڑھتا جائے گا۔ اس واسطے حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میرا صحابی اگر نصف مد یعنی آدھ سیر جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ دوسرے کے احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

بات یہ ہے کہ ان حضرات کے اندر خلوص اور محبت اس قدر تھا کہ اوروں کے اندر اتنا نہیں۔ اس واسطے ان کے صدقات و حسنات بڑھے ہوئے ہیں۔

اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... اخلاص کیسے پیدا کیا جائے؟

ج:...... اس کے پیدا کرنے کا طریقہ اندر سے ریا، تکبر کو نکالنا ہے کوئی کام دنیا کی رضا کے لئے نہ کیا جائے۔

صبر

صبر کی حقیقت:

س:...... صبر کسے کہتے ہیں؟

ج:...... انسان کے اندر دو قوتیں ہیں ایک دین پر ابھارتی ہے دوسرے ہوائے نفسانی پر پس محرک دینی کو محرک ہوا (خواہش نفسانی) پر غالب کر دینے کا نام صبر ہے اور اس کی حقیقت ناگوار بات پر نفس کو جمانا مستقل رکھنا اور آپے سے باہر نہ ہونا چاہئے۔

صبر کی ضرورت اور اس کی فضیلت:

س:...... صبر کی کیا ضرورت ہے؟

ج:...... صبر کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ.

"اے ایمان والو! (طبیعتوں میں سے غم ہلکا کرنے کے بارے میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں"۔ (بیان القرآن)

اس آیت میں صبر کی ضرورت اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جب تمہیں کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو صبر کے ساتھ استعانت حاصل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اور اس میں دو باتوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے (۱) ایک یہ کے معیت (ساتھ ہونے) سے اعانت اور مدد کی معیت مراد ہو یعنی تم صبر کر کے دیکھو دشوار نہ رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور ان کی امداد کے بعد کوئی دشوار دشوار نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ معیت سے عالیہ مراد ہو پس مطلب یہ ہوگا کہ صبر کی دشواری کو اس مراقبہ سے آسان کرو کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ اس مراقبہ کے بعد صبر میں دشواری نہ رہے گی۔ کیونکہ جب عاشق کو یہ معلوم ہو کہ محبوب میرے ساتھ ہے میری تکلیف کو دیکھ رہا ہے تو اس کو کلفت کا احساس نہیں ہوتا تو اس بناء پر ہی صبر کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ کی اعانت صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتی ہے۔ قرآن پاک میں کچھ اوپر ستر جگہ صبر کا ذکر آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اور جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ جس شخص کو یہ فضیلت حاصل ہو گئی وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ شب بیدار اور صائم الدہر سے اس کا درجہ افضل ہے۔ ان تمام ارشادات سے صبر کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

صبر کے پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... صبر کیسے پیدا کیا جائے؟

ج:...... اپنی خواہشات اور جذبات نفسانی کو ضعیف کرے اور اس کے خلاف کرے اس طریقہ سے صبر پیدا ہو جائے گا۔

شکر

شکر کی حقیقت:

س:......شکر کسے کہتے ہیں؟

ج:......انسان کو جو دو حالتیں پیش آتی ہیں خواہ وہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری وہ دو طرح کی ہوتی ہیں یا تو وہ طبیعت کے موافق ہوتی ہیں یا وہ طبیعت کے خلاف اگر طبیعت کے موافق ہوں تو ایسی حالت کو خدا تعالیٰ کی نعمت سمجھنا اور اس پر خوش ہونا اور اپنی حیثیت سے اس کو زیادہ سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کو گناہوں میں استعمال نہ کرنا شکر ہے۔ اگر وہ حالتیں طبیعت کے موافق نہ ہوں بلکہ نفس کو ان سے گرانی اور ناگواری ہوتی ہے تو ایسی حالت کو یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں میری کوئی مصلحت رکھی ہے اور شکایت نہ کرنا۔ اور اگر کوئی حکم ہے تو اس پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اگر وہ کوئی مصیبت ہے تو مضبوطی سے اس کو سہار لینا اور پریشان نہ ہونا صبر ہے۔

شکر کی فضیلت:

س:......شکر کے کچھ فضائل بیان کیجئے؟

ج:......شکر کی فضیلت میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ.

اگر تم میری نعمتوں کا شکر کرو گے (تو) میں تم کو زیادہ نعمتیں دوں گا خواہ وہ دنیا میں بھی یا آخرت میں اور آخرت میں تو ضرور ملے گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: "چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو وہ مل گئیں اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں مل گئیں اول دل شکر کرنے والا، دوم زبان ذکر کرنے والی، سوم بدن جو بلاؤں پر صابر ہو، چہارم وہ بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی۔

ہمیں لازم ہے کہ ہر حال میں شکر گزار رہیں اور نیز اس لئے بھی کہ شکر سے محبت پیدا ہوگی اور محبت سے قرب حق کا تقاضا ہوگا۔ (جو کہ مقصود اصل ہیں)

شکر پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......شکر پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......شکر پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بار بار سوچا اور یاد کیا کرے اور ہر نعمت کو اس کی طرف سے جانے اس سے رفتہ رفتہ محبت پیدا ہوگی اور شکر کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

زُہد

زہد کی حقیقت:

س:......زہد کسے کہتے ہیں؟

ج:......زہد کہتے ہیں کہ کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد کی حقیقت اصل وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے قلب میں ڈالا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا سینہ کھل جاتا ہے اور اس پر یہ بات اور حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز و سامان مکھی کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے اور آخرت ہی پائیدار اور بہتر ہے۔ اور جس وقت یہ نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس حقیر دنیا کی آخرت کے مقابلے میں اتنی بھی وقعت نہیں رہتی جتنی کہ بیش قیمت جواہر کے مقابلہ میں پھٹے پرانے چیتھڑے کی ہوا کرتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "جس کو حق تعالیٰ زاہد بناتا ہے اس کے قلب میں حکمت عطاء فرماتا ہے اور دنیا کی بیماری و علاج سے آگاہ کر دیتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جو شخص صبح اٹھتے ہی دنیا کے غم میں گرفتار ہو جاتا ہے حق تعالیٰ اس کا دل پریشان کر دیتا ہے اور ملتا اسی قدر ہے کہ جتنا اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ اور جو شخص صبح اٹھتے ہی آخرت کی فکر میں لگ جاتا ہے تو حق تعالیٰ اس کا قلب مطمئن رکھتا ہے اور اس کی دنیا کی خود حفاظت و کفالت فرماتا ہے اور اس نیک بندے کا دل غنی کر دیتا ہے اتنی دنیا مرحمت فرماتا ہے کہ یہ منہ پھیرتا ہے اور دنیا اس کے پیچھے پیچھے چلی آتی ہے۔

زہد حاصل کرنے کا طریقہ:

س:......زہد کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:......زہد کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کے عیوب اور مضرتوں اور فنا ہونے کو اور آخرت کے منافع اور بقاء کو یاد کرے اور سوچے۔

محبت

محبت کی حقیقت:

س:......محبت کسے کہتے ہیں۔

ج:......طبیعت کا ایسی چیز کی طرف میلان ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہتے ہیں۔ یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ محبت کی دو قسمیں ہیں محبت طبعی اور محبت عقلی۔ محبت طبعی اختیاری نہیں اس کا پیدا ہونا اور باقی رہنا بالکل غیر اختیاری ہے۔ اور غیر اختیاری چیز پر بعض دفعہ دوام نہیں ہوتا لہٰذا محبت طبعی مامور نہیں ہے بخلاف محبت عقلی کے کہ اس کا پیدا ہونا اور باقی رہنا اختیاری ہے تو اس پر دوام بھی ہوتا ہے اس لیے محبت عقلی مامور بہ ہے اور یہی افضل و راجح ہے۔

محبت پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......محبت الٰہی پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کے قاری داؤد علیہ السلام ہوں گے۔ (الدیلمی)

ج:...... اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو احسانات اپنے اوپر ہیں ان کو سوچے اور اس کے کمالات واوصاف اور انعامات کو یاد کرے اور سوچے اور احکام شریعت کی بجا آوری اور کثرت ذکر اللہ سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔

خوف

خوف کی حقیقت:

س:...... خوف کسے کہتے ہیں؟

ج:...... خوف کہتے ہیں کہ نا گوار طبع چیز کے خیال اور اس کے واقع ہونے کے اندیشے سے قلب کا دردناک ہونا اور اس کی حقیقت احتمال عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو۔ اور یہ احتمال مسلمانوں میں ہر شخص کو ہوتا ہے اور اسی کا حکم بھی دیا گیا ہے اور اسی کا بندہ مکلّف کیا گیا ہے اور یہ شرط ایمان ہے کہ اس کا نام خوف عقلی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''کسی بندے کو دو خوف نصیب نہ ہوں گے'' یعنی جو بندہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھے گا وہ آخرت میں بے خوف ہوگا اور جو دنیا میں نڈر رہا اس کو آخرت میں امن واطمینان نصیب نہ ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رو کی گئی ہو دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور تیسری وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا'' نیز مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے فرمائے گا کہ آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جو کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔''

خوف پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... خوف پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قہر وعذاب کو یاد کرے اور سوچا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوچنے سے ایک نہ ایک دن خوف پیدا ہو جائے گا۔

توکل

توکل کی حقیقت:

س:...... توکل کسے کہتے ہیں؟

ج:...... صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کے اعتماد کرنے کا نام ہے اس کی حقیقت وہی ہے جو توکل (یعنی وکیل بنانے کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کام کو خود نہیں سمجھ سکتے اس کو دوسرے کے سپرد کیا جاتا ہے کہ اس کے بتانے کے موافق کرتا ہے پس توکل بھی یہی ہے کہ تمام کام خدا تعالیٰ کے سپرد کر کے تدبر کریں اور جو وہ بتائیں کرتے جائیں یعنی شریعت کے اصول پیش نظر رکھ کر ہر کام میں اسباب کے ماتحت کوشش کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے تو یہاں تک اس اعتدال کا پتہ چلتا ہے کہ معجزات میں بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادت ظہور میں آئے ان میں بھی تدبر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعوت کا قصہ اس کا شاہد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ''ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا'' پھر اس میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ملایا اور وہ چند آدمیوں کی خوراک لشکر کے لشکر کو کافی ہوگئی''

توکل حاصل کرنے کا طریقہ:

س:...... توکل کیسے حاصل کیا جائے؟

ج:...... توکل حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایتوں، وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کو یاد کرنے اور بار بار سوچنے سے ان شاء اللہ توکل آ جائے گا۔ یہ توکل کے آداب ہیں ان کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنا چاہیے۔

رضاء

رضاء کی حقیقت:

س:...... رضاء کسے کہتے ہیں؟

ج:...... رضاء کی حقیقت قضاء پر اعتراض نہ کرنا ہے نہ زبان سے نہ دل سے بعض اوقات رضاء کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ تکلیف ہی محسوس نہیں ہوتی پس اگر تکلیف کا احساس بھی نہ ہو تو رضاء طبعی ہے اور اگر تکلیف کا احساس باقی رہے رضاء عقلی ہے رضاء طبعی ایک حال ہے جس کا بندہ مکلّف نہیں اور رضاء عقلی مقام ہے جس کا بندہ مکلّف ہے۔

رضاء پیدا کرنے کا طریقہ:

س:...... رضاء پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... اس کا طریقہ یہ ہے کہ سوچ کر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ پیش آتا ہے اس میں بندہ کا فائدہ ہی فائدہ ہے اس طرح شکایت و حکایت کا جذبہ ختم ہو جائے گا اور رضا پیدا ہو جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے قبولیت واجب ہے اگر اس نے آمین کیساتھ ختم قرآن کیا ہو۔ (ابوداؤد)

تواضع

تواضع کی حقیقت:

س:......تواضع کسے کہتے ہیں؟

ج:......تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو لاشے اور ہیچ سمجھے۔ اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے۔ اور سچ مچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔ اس کی اصل مجاہدہ نفس ہے۔ کیونکہ تواضع صرف اس کا نام نہیں کہ زبان سے اپنے کو خاکسار، نیازمند، ذرہ بے مقدار کہہ دیا اور بس بلکہ تواضع یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو ذرہ بے مقدار کہہ کر برا بھلا کہے اور ذلیل کرے تو تم کو انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور نفس کو یوں کہہ کر سمجھاؤ واقعی ایسا ہی ہے۔ پھر کیوں برا مانتا ہے اور کسی کی برائی سے کچھ رنج واثر نہ ہو تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے کہ تعریف اور برائی برابر ہو جائے۔ نہ کہ طبعاً۔ کیونکہ طبعاً تو مساوات ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے۔ البتہ اختیاری امور میں تواضع اختیار کرے اور اسی کا انسان مکلف بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ.

حضرت لقمان علیہ السلام نے یہ نصیحت کی کہ بیٹا!

”لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اترا کر نہ چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (یعنی بے تکلف اور متوسط رفتار تواضع سادگی کے ساتھ اختیار کر اور بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی گفتگو میں بھی عاجزی اور تواضع اختیار کر)“۔ (بیان القرآن)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو تواضع اختیار کرے گا ہم اس کو رفعت اور بلندی عطا کریں گے (نیز) اتفاق کی اصل تواضع ہے، جن دو شخصوں میں تواضع ہوگی ان میں نااتفاقی نہیں ہو سکتی۔ تواضع میں جذب اور کشش کی خاصیت ہے متواضع کی طرف خود بخود کشش ہوتی ہے۔ بشرطیکہ صحیح تواضع ہو۔

تواضع پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......تواضع کیسے پیدا کی جائے؟

ج:......تواضع پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے کمتر اور حقیر جانے اللہ تعالیٰ کی کبریائی ہر وقت پیش نظر اور مستحضر رہے اور یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کو تکبر سے نفرت ہے تو متکبر سے ضرور نفرت ہوگی۔ اور تواضع وعاجزی پسند فرماتے ہیں تو متواضع کو بھی پسند فرمائیں گے۔

رجاء

رجاء کی حقیقت:

س:......رجاء کسے کہتے ہیں؟

ج:......رجاء کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب چیزوں یعنی فضل ومغفرت اور نعمت وجنت کے انتظار میں قلب میں راحت پیدا کرنا۔ اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا رجاء ہے لہٰذا جو شخص رحمت اور جنت کا منتظر رہے اور اس کے حاصل کرنے کے اسباب یعنی عمل صالح، توبہ وغیرہ کو اختیار نہ کرے اس کو مقام رجاء حاصل نہیں وہ دھوکہ میں ہے جیسا کہ کوئی شخص تخم پاشی نہ کرے اور غلبہ پیدا ہونے کا منتظر رہے کہ یہ محض ہوس ہے۔

رجاء کے پیدا کرنے کا طریقہ:

س:......رجاء کیسے پیدا کی جائے؟

ج:......رجاء پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اس کے فضل وکرم اس کے احسانات اور عنایات کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔ ان شاء اللہ اس طریقہ سے رجاء پیدا ہو جائے گی۔

تفویض وتسلیم

تفویض وتسلیم کی حقیقت:

س:......تفویض کسے کہتے ہیں؟

ج:......تفویض کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کو خدا کے سپرد کر دے کہ جو چاہیں تصرف کریں اپنے لیے کوئی حالت تجویز نہ کریں۔ یعنی خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں۔ تدبیر تو کرے مگر نتیجہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے تفویض کے معنی ترک تدبیر کے نہیں۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نظر نہ رکھیں۔ اور جن امور میں تدبیر اور تعلق کا کچھ دخل نہیں ان میں تو ابتداء ہی سے تفویض وتسلیم اختیار کرے اپنے لیے کوئی نظام تجویز نہ کرے اپنی طرف سے تجاویز قائم کر لینا یہی تمام پریشانیوں کی جڑ ہے۔ اور جب اپنے قائم کردہ نظام وتجویز کے خلاف واقع ہوتا ہے تو کلفت ہوتی ہے۔

تفویض وتسلیم حاصل کرنے کا طریقہ:

س:......تفویض کو کیسے حاصل کیا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی خلاف طبع ناگوار واقعہ پیش آئے تو فوراً سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے۔ جس میں حکمت ضرور ہے اور مصلحت ہے، ابتداء میں تکلف سے یہ بات حاصل ہوگی پھر سوچتے رہنے سے تجویز کو فنا کرنا پڑتا ہے پھر یہ حالت اہل اللہ کے نزدیک طبعی بن جاتی ہے۔

فناء

فناء کی حقیقت:

س:.......فناء کسے کہتے ہیں؟

ج:.......فناء کی حقیقت یہ ہے کہ افعال ذمیمہ وملکات رذیلہ کو اپنے اندر سے زائل کرنا یعنی گناہوں سے ترک اور قلب سے غیر اللہ کی محبت اور لمبی لمبی امیدوں کا لالچ، کبر وخود پسندی اور دکھاوا وغیرہ جیسے برے اخلاق کا نکل جانا کہ غیر اللہ کیساتھ تعلق عملی نہ رہے۔ یہ ہے حقیقت فناء کی اور یہ اخلاق حسنہ میں سے اونچے درجے کا حسن خلق ہے۔

فناء پیدا کرنے کا طریقہ:

س:.......فناء کیسے حاصل ہوتی ہے اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج:.......فناء کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے مجاہدہ کرے یعنی خلاف نفس پر عمل کرے اور کثرت سے ذکر لسانی وقلبی کرے اور ہر وقت ذکر وفکر میں لگا رہے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے ایک دن فناء کا درجہ حاصل ہو جائے گا۔

اخلاق رذیلہ

اخلاق رذیلہ کی مذمت:

قرآن وحدیث میں جس طرح اور عبادات کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو عذاب سے ڈرایا گیا ہے اسی طرح بہت سے برے اخلاق پر بھی جہنم کی اور عذاب کی وعید سنائی گئی ہے مثلاً بخل (جو صفت ذمیمہ ہے) اس کے متعلق ارشاد ہے کہ: ”جن کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے اور بخل سے کام لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ان کے حق میں کوئی اچھی چیز ہے بلکہ وہ ان کے حق میں شر محض ہے۔ قیامت کے دن یہی دولت جس کے خرچ کرنے میں وہ بخل کرتے ہیں ان کے گلے کا طوق بنائی جائے گی“۔ (آل عمران)

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے کہ: ”ان لوگوں کے لیے انجام کی بڑی خرابی ہے، جن کا حال یہ ہے کہ وہ دوسروں کو رو برو طعنہ دیتے ہیں اور پیٹھ پیچھے لوگوں کے عیوب، اور ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور انہیں مال و دولت سے ایسی گہری محبت ہے کہ وہ اس کو جوڑ جوڑ کر رکھتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں۔ گویا ان کا یہ مال ہمیشہ باقی رہیگا۔ یہ لوگ ضروری طور پر دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔“ (سورہ بقر)

غرض یہ کہ ان آیات میں جن برائیوں پر عذاب کی وعید ہے وہ اخلاقی برائیاں ہی تو ہیں ایک حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برے اخلاق سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے: ”اے اللہ! میں آپ کے ذریعہ سے فحش کلامی اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔“ (ابوداؤد)

اخلاق رذیلہ کی فہرست:

س:.......اخلاق رذیلہ کون کون سے ہیں؟

ج:.......اخلاق رذیلہ یہ ہیں۔ حرص، طول امل، ریا، حب جاہ، حب مال، بخل، حب دنیا، تکبر، عجب، غصہ، غیبت، حسد، کینہ، شکوہ۔

س:.......ان اخلاق رذیلہ میں سے اگر ہر ایک کی شرح مختصر بھی کر دی جائے تو اچھا ہے؟

ج:.......ہم ان میں ہر ایک کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

حرص

حرص کی حقیقت:

س:.......حرص کسے کہتے ہیں؟

ج:.......توجہ اور میلان قلب کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہو جانا حرص کہلاتا ہے۔ حرص تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ یہ ایسا مرض ہے کہ اس کو تمام بیماریوں کی جڑ کہنا مناسب ہوگا کیونکہ اس کی وجہ سے تمام جھگڑے فساد ہوتے ہیں اسی کی وجہ سے مقدمہ بازیاں ہوتی ہیں اگر لوگوں میں حرص مال نہ ہو تو کسی کا کوئی حق نہ دبایا جائے حق تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف مت بڑھاؤ جس سے ہم نے نفع دیا ان کافروں کے مختلف گروہوں کو آرائش زندگانی دنیا کی“ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور مگر اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں ایک مال پر حرص کرنا اور دوسرے عمر پر حرص کرنا“

حرص کا علاج:

س:.......اس کا علاج اور طریقہ بیان کریں جس سے حرص ختم ہو؟

ج:.......خرچ کو گھٹائیں تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو اور آئندہ کی فکر نہ کریں کہ کیا ہوگا اور سوچیں کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

ریاء

ریاء کی حقیقت:

س:.......ریاء کسے کہتے ہیں؟

ج:.......ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اپنی عبادات اور عمل خیر کے ذریعہ سے وقعت منزلت کا خواہاں ہو اور یہ عبادت کے مقصود کے خلاف ہے۔ کیونکہ عبادات سے مقصود تو حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور

اب چونکہ اس مقصد میں دوسرا شریک ہوگیا رضائے خلق مقصود ہے لہٰذا اب اس کا نام شرک اصغر ہے۔ علمائے کرام نے:

وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا اَوْ لَا یُشْرِکْ.

کی تفسیر ریا نہ کرنے سے فرمائی ہے۔

ریاء سے بچنے کا طریقہ:

س:.....اس سے کیسے بچا جائے؟

ج:..... اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ حب جاہ کو دل سے نکالیں کیونکہ ریاء اس کا حصہ ہے اور عبادت پوشیدہ کریں یعنی جو عبادت کہ جماعت سے نہیں اور جس عبادت کا اظہار ضروری ہے اس کے اندر ریاء کو دور کرنے کے لیے حب جا کا نکالنا کافی ہے۔

حب جاہ

حب جاہ کی حقیقت:

س:.....حب جا کسے کہتے ہیں؟

ج:.....لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی خواہش کرنا تاکہ لوگ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں حب جا کی برائی اور مذمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔“

حُبِّ جاہ سے بچنے کا طریقہ:

س:.....اس سے کیسے بچا جائے؟

ج:..... اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں سوچے کہ تعظیم و اطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا پھر ایسی فانی چیز پر خوش ہونا نادانی ہے۔

بخل اور مال کی محبت

بخل اور حب مال کی حقیقت:

س:.....بخل اور حب مال کے بارے میں کچھ وضاحت کریں؟

ج:.....بخل کے معنی کنجوسی کے ہیں۔ مگر ہر بخل اور کنجوسی بری نہیں بلکہ وہ کنجوسی بری ہے جو صدقات واجبہ و نافلہ اور دیگر نیک کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے اور اگر رکاوٹ نہ بنے بلکہ برے کاموں میں خرچ کرنے سے رکاوٹ بنے تو وہ بخل محمود ہے بخل ایک بہت بڑا مرض ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ: ”جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ اس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے نہایت برا ہے کیونکہ جس میں بخل کریں گے اس کا طوق بنا کر گلے میں ڈالا جائے گا۔“

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ کہ اس نے پہلی امتوں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ اور چونکہ بخل مال کی محبت سے پیدا ہوتا ہے اور مال کی محبت قلب کو دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نگاہوں سے اپنا جمع کیا ہوا مال دیکھتا اور جبراً اور قہراً آخرت کا سفر کرتا ہے اس لیے اس درجہ کی محبت خدا کے ذکر سے غافل بنا دیتی ہے یہ مال مسلمانوں کے لیے بڑا فتنہ ہے۔

بخل اور حب مال سے بچنے کا طریقہ:

س:.....اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج:.....اس کا علاج اور طریقہ یہ ہے کہ نفس پر جبر کرے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کی بہ تکلیف عادت ڈالے۔ ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالے کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے۔

دُنیا کی محبت

حُبِّ دنیا کی حقیقت:

س:.....حب دنیا کیا ہے؟

ج:..... دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔ البتہ علم و معرفت الٰہی اور نیک کام جن کا ثمرہ مرنے کے بعد ملنے والا ہے ان کا وقوع اگرچہ دنیا میں ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ دنیا سے مستثنیٰ ہے۔ ان کی محبت دنیا کی محبت نہیں بلکہ آخرت کی محبت ہے اور حب دنیا تمام امراض کی اصل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں فرما دیا کہ:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ. کہ حب دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

حب دنیا کو دل سے نکالنے کا طریقہ:

س:.....اس کو کیسے نکالا جائے؟

ج:..... اس کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا ختم ہونے کو سوچیں کہ ایک نہ ایک دن یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ یہ چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اس میں فنا ہی فنا ہے۔ اور جس میں فنا ہی فنا ہو وہ محبت کرنے کے قابل نہیں۔ موت کو کثرت سے یاد کیا کریں اور مدتوں کے لیے منصوبے اور سامان نہ کریں اور نہ سوچیں۔

تکبر

تکبر کی حقیقت:

س:......تکبر کی کیا حقیقت ہے؟

ج:......اپنے آپ کو صفات کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھے۔ تکبر سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ بہت برا مرض ہے۔ اور تمام امراض کی جڑ ہے۔ تکبر ہی سے کفر پیدا ہوتا ہے۔ تکبر ہی سے شیطان گمراہ ہوا۔ اس لیے حدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور فرمایا کہ کبر سے بچو کبر ہی وہ گناہ ہے جس نے سب سے پہلے شیطان کو تباہ کیا۔

تکبر کو نکالنے کا طریقہ:

س:......اپنے اندر سے تکبر کو کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے تا کہ اپنے کمالات ہیچ نظر آئیں اور جس شخص سے اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے اس کے ساتھ تواضع اور تعظیم سے پیش آئے۔

عُجب

عجب کی حقیقت:

س:......عجب کے کیا معنی ہیں اور اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج:......عجب کے معنی خود پسندی کے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید یہ سلب ہو جائے عجب ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت اللہ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

عجب سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس کو کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کمالات کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کی قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید سلب ہو جائے۔

غصہ

غصے کی حقیقت:

س:......غصہ کی کیا حقیقت ہے؟

ج:...... بدلہ لینے کے لیے خون قلب کا جوش مارنا غصہ کہلاتا ہے غصہ کو ضبط کرنے اور لوگوں کی تقصیروں سے درگذر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بڑا پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے کہ جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے" اور ایک روایت میں ہے کہ قوی وہ ہے جو غصہ کا مالک ہو یعنی غصہ پر غالب ہو۔

غصہ سے بچنے کا طریقہ:

س:......غصہ کو اپنے اندر سے کیسے نکالا جائے؟

ج:......یہ یاد کریں کہ اللہ تعالیٰ کو مجھ پر زیادہ قدرت ہے۔ اور میں بھی اس کی نافرمانی کرتا ہوں اگر چہ وہ مجھ سے یہی معاملہ کریں تو کیا ہو اور یہ سوچیں کہ بدون ارادہ خداوندی کے کچھ واقع نہیں ہوتا میں کیا چیز ہوں کہ مشیت الٰہی سے مقابلہ کروں۔

غیبت

غیبت کی حقیقت:

س:......غیبت کسے کہتے ہیں؟

ج:......کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو۔ اگر چہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے تو وہ بہتان ہے۔ جو غیبت سے بڑھ کر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زناء سے سخت تر ہے۔ کیونکہ غیبت گناہ جاہی ہے یعنی حب جاہ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد ندامت نہیں ہوتی بلکہ فخر کرتا ہے اور زناء پر ندامت ہوتی ہے اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اس لیے غیبت زناء سے بدتر ہوئی۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے بچا جائے

ج:......بات کرنے سے قبل تھوڑی دیر تامل کرے اور یہ سوچے کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ جو سمیع بصیر ہے ناخوش تو نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی گناہ کی بات منہ سے نہ نکلے گی۔

حسد

حسد کی حقیقت:

س:......حسد کسے کہتے ہیں؟

ج:......کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی زائل ہو جائے یہ حسد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ حسد قلبی مرض ہے اس میں دین کا بھی نقصان ہے اور دنیا کا بھی ہے۔

حسد سے بچنے کا طریقہ:

س:......اس سے کیسے محفوظ رہا جائے؟

ج:......جس سے حسد ہو اس کی خوب تعریف کیا کرو اور اس کے ساتھ خوب احسان وسلوک وتواضع سے پیش آوٴ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حسد دور ہو جائے گا۔

کینہ

کینہ کی حقیقت:

س:......کینہ کسے کہتے ہیں؟

ج:......کینہ اسے کہتے ہیں کہ جب غصہ میں بدلہ لینے کی قوت نہیں ہوتی تو اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہوتی ہے یہ کینہ ہے اور کینہ صرف عیب نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا بیج ہے۔ کینہ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ’’کینہ پرور بخشا نہیں جاتا‘‘ اور نیز فرمایا کہ: ’’ان دو آدمیوں کی بخشش نہیں ہوتی جن کے درمیان عداوت وکینہ ہو‘‘ یہاں پر عداوت سے مراد وہ امور ہیں جس کا معنی ناحق امور ہوں۔

کینہ سے بچنے کا طریقہ:

س:......اسے کیسے دور کیا جائے؟

ج:......اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص سے کینہ ہو اس کا قصور فوراً معاف کر دینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا گو بہ تکلف ہی ہو اس طریقہ سے کینہ دور ہو جائے گا۔

ولایت کا بیان

ولی کی تعریف:

س:......ولی کسے کہتے ہیں؟

ج:...... یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ایمان پر خاتمہ ہوا وہ صحابی ہے اور ہر صحابی ولی ہوتا ہے کیونکہ ولی اسے کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی پوری پوری تابعداری کرے اور کثرت سے عبادت کرے اور ہر قسم کے گناہ سے بچے۔ دنیا کی محبت، مال کی محبت، حرص، طمع، کبر، جاہ، عجب، بخل، حسد، ریاء، غصہ، کینہ، لمبی لمبی آرزو، ناشکری، بے صبری، غیبت، چغلی سے نفس پاک ہو اور توحید واخلاص، شکر وصبر، قناعت، علم، یقین، صدق، تسلیم، رضاء، تفویض، توکل، محبت الٰہی، اور خوف الٰہی سے قلب معمور ومزین ہو۔ یاد الٰہی قلب میں جمی ہوئی ہو ماسوی اللہ سے قلب منقطع ہو۔ اگر چہ ظاہراً بادشاہ وقت ہو اور یہ باتیں ہر صحابی میں ہوتی ہیں لہٰذا ہر صحابی کا ولی ہونا بھی معلوم ہو گیا ہوگا البتہ کوئی صحابی یا ولی نبی کے برابر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی بڑے سے بڑا ولی چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے رتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ شریعت کے خلاف کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جو شخص عقل وہوش وحواس رکھنے والا نماز وغیرہ نہ پڑھے اور داڑھی منڈوائے اسے ہرگز ولی نہ سمجھنا چاہیے اگر چہ وہ کیسے ہی عجیب وغریب کام دکھائے حتیٰ کہ ہوا میں اڑ کر اور دریا میں چل کر دکھاوے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

شیخ ومربی کی ضرورت

س:......شیخ ومربی کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا ضرورت ہے؟

ج:...... جب آپ کو اخلاق حسنہ اور اخلاق رذیلہ کا علم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اخلاق حسنہ کے پیدا کرنے کا اور اخلاق رذیلہ کے دور کرنے کا حکم ہے اور اخلاق رذیلہ مثل امراض ظاہرہ کے ہیں۔ تو جیسے امراض ظاہرہ کے علاج کے لیے عقلاً ونقلاً کسی طبیب وڈاکٹر کی ضرورت ہے کہ اس کو نبض دکھائے بغیر اس سے علاج کرائے بغیر ظاہری امراض دور نہیں ہو سکتے اور صحت نہیں ہو سکتی اور نہ محض کتابوں سے از خود نسخے تجویز کر کے اور ان کے استعمال سے فائدہ ہو سکتا ہے ٹھیک اسی طرح امراض باطنی کا حال ہے کہ روحانی طبیب اور ڈاکٹر سے مشورے اور ان سے علاج کرائے بغیر فائدہ نہیں ہو سکتا۔ امراض جسمانی کے معالج کو حکیم اور ڈاکٹر کہا جاتا ہے اور امراض روحانی اور باطنی کے معالج کو شیخ، مربی اور مصلح کہا جاتا ہے۔

دین کے مسائل بقدر ضرورت معلوم کرنے کے بعد طالب کا دوسرا کام اور دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اپنے امراض روحانی اور باطنی پر رہنمائی حاصل کرنے کے لیے اپنی مناسبت اور طبعی جوڑ کے لحاظ سے وہ کسی اثر والے صاحب نسبت، صاحب ارشاد اور اس فن کے جاننے والے کا انتخاب کرے اور اس سے علاج ورہنمائی کی درخواست کرے اسی کا نام ارادات ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

س:...... آپ کے بیان سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ شیخ اور مربی کی ضرورت ہے مگر اتنا اور بتا دیجیے کہ شیخ اور مربی کی کیا پہچان ہے تا کہ کسی غلط آدمی کے پھندے میں نہ پھنس جائے؟

ج:......شیخ کامل کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا علم بقدر ضرورت ہو۔ حرص وطمع نہ ہو۔کسی شیخ کامل سے اجازت یافتہ ہو اور اس کی صحبت میں کچھ دن رہا ہو۔ ذاکر مشاغل ہو، متقی ہو، یعنی عقائد، اعمال، عبادات، شریعت کے مطابق ہوں مریدوں کو دل سے تعلیم کرتا ہو۔اور چاہتا ہو کہ درست ہو جائیں۔ بدعات ورسومات سے بچتا ہو۔مشتبہ مال سے پرہیز کرتا ہو۔اس کے زمانے کے علماء صلحا، منصف مزاج، سمجھدار اور دین دار حضرات اس کے معتقد ہوں کمال کا دعوی نہ کرتا ہو۔اس کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا سے بے رغبتی ہو اور آخرت کیطرف توجہ ہو اس کے اکثر مریدوں کا حال شریعت کے مطابق ہو اپنے مریدوں کو اپنے حال پر نہ چھوڑتا ہو روک ٹوک کرتا رہتا ہو۔ جس میں یہ باتیں ہوں وہ شیخ کامل اور مربی ہے۔کشف وکرامت وغیرہ کو بزرگی اور شیخ ہونے پر کوئی دخل نہیں اس کو خوب سمجھ لو۔

کرامت کا بیان

س:......کرامت کیا چیز ہے؟

ج:......جس طرح خلاف عادت بدون کسی سبب سے نبیوں سے باتیں ظاہر ہوتی ہیں جس کو معجزہ کہتے ہیں ایسے ہی متبع رسول پابند شریعت سے بھی کبھی خلاف عادت بدون سبب باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں ان کو کرامت کہتے ہیں۔مگر معجزہ کا نبی سے ظاہر ہونا لازمی ہے اور کرامت کا ولی سے ظاہر ہونا لازمی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ولی سے تمام عمر کوئی کرامت ظاہر نہ ہو اور جو لوگ متبع شریعت نہ ہوں ان سے بظاہر کوئی خلاف عادت بات ظاہر ہو اسے استدراج کہتے ہیں۔ شیطانی دھوکا ہے اور ایسا ہی شخص کسی آئندہ بات کی خبر دے اس کو کہانت کہتے ہیں وہ بھی شیطانی دھوکا ہے ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہئے۔

سیاست کا بیان

دین کا چھٹا شعبہ سیاست ہے۔مسلمان جس طرح عقائد وعبادات، معاملات ومعاشرت اور اخلاق میں دین کی خدمت ونصرت اور اس کے تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے احکام اور ان کی ہدایات پر چلنے کا مکلّف ہے ٹھیک اسی طرح وہ سیاست وحکومت میں بھی اسلام کے ان اصول اور احکام کا پابند ہے۔جو اسلام نے اس شعبہ کے متعلق دیئے ہیں۔سیاست وحکومت ایک حیثیت سے انسانی زندگی کا اہم ترین شعبہ ہے۔ دنیا کی صلاح وفساد پر سب سے زیادہ اثر اسی کے صلح وفساد کا پڑتا ہے۔اس لیے یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت و رہنمائی سے اس اہم شعبہ کو بالکل خارج فرمادیتے۔ اور اس کے بندے بالکل آزاد ہو جاتے کہ سیاست حکومت کی گاڑی وہ جس طرح چاہیں چلائیں نہیں نہیں بلکہ وہ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح سیاست وحکومت کے بارے میں بھی اسلام کی خاص ہدایات اور منضبط اصول واحکام کے پابند ہیں۔مثلاً اسلام میں حکومت شخصی ہے یا جمہوری، امیر وخلیفہ منتخب ہو۔اسلام میں مجلس شوریٰ کی کیا حیثیت ہے۔اسلام کا حکومتی منشور کیسا ہو۔اس میں حکومت کی کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔قانون کیسا ہونا چاہیے۔اسلامی حکومت میں عہدوں کے طالبوں اور خواہش مندوں کو عہدے دیے جانے چاہئیں یا نہیں۔اسلامی حکومت کے عہدے داروں کی معاشرت کا معیار بلند یا سادہ۔جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہ رہے ہیں ان کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کیسا ہونا چاہیے۔اسلامی حکومت میں حاکم کے کیا کیا فرائض ہیں؟ وغیرہ وغیرہ ان تمام مسائل میں اسلام رہنمائی کرتا ہے تفصیلات کے لیے ان کتابوں کو دیکھا جاسکتا ہے جو خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں۔

چند اہم باتیں

دوازدہ کلمات:

امیر المؤمنین یعسوب الدین امام المشارق والمغارب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالیٰ کی کتاب (توریت شریف) سے بارہ کلمات منتخب کیے ہیں۔اور ہر روز میں ان میں تین بار غور کرتا ہوں۔وہ کلمات حسب ذیل ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو ہر شیطان اور حاکم سے نہ ڈر جب تک کہ میری بادشاہت باقی ہے"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تو کھانے پینے کی فکر نہ کر جب تک کہ میرے خزانے کو تو بھرپور پاتا ہے اور میرا خزانہ ہرگز خالی اور ختم نہ ہوگا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان جب تو کسی امر میں عاجز ہو جائے تو مجھے پکار تو البتہ مجھے پائے گا۔اس لیے کہ تمام چیزوں کا میں دینے والا اور نیکیوں کا دینے والا میں ہوں"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تحقیق کہ میں تجھ کو دوست رکھتا ہوں پس تو بھی میرا ہی ہو جا اور مجھ ہی کو دوست رکھ۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان میں نے تجھ کو خاک، نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا کیا اور بکمال قدرت پیدا کرنے میں عاجز نہیں ہوا۔تو پھر دو روٹی دینے میں کس طرح عاجز ہوں پس تو دوسرے سے کیوں مانگتا ہے؟"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اے انسان میں نے تمام چیزیں تیرے لیے پیدا کی ہیں اور تجھ کو اپنی عبادت کے لیے لیکن تو اس چیز میں پھنس گیا جو تیرے ہی لیے پیدا کی تھی اور غیر کی وجہ سے مجھ سے دوری اختیار کرلی"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تمام چیزیں اور ہر شخص اپنے لیے کوئی

چیز طلب کرتا ہے اور میں تجھ کو تیرے لیے چاہتا ہوں اور تو مجھ سے بھاگتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تو خواہشات نفسانی کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور کبھی میری وجہ سے اپنے نفس پر ناراض نہیں ہوتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تجھ پر میری عبادت ضروری ہے اور مجھ پر تجھے روزی دینا۔ مگر تو اپنے فریضے میں اکثر کوتاہی کرتا ہے اور میں تجھے روزی دینے میں کبھی کمی نہیں کرتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان تو آئندہ کی روزی بھی آج ہی طلب کرتا ہے اور میں تجھ سے آئندہ کی عبادت نہیں چاہتا"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "اے انسان کہ جو کچھ میں نے تجھ کو دے دیا ہے اگر تو اس پر راضی ہو جائے تو ہمیشہ آرام و راحت میں رہے گا اور اگر اس پر راضی نہ ہو تو میں تجھ پر دنیا کی حرص مسلط کر دوں گا کہ وہ تجھ کو در بدر پھرائے کتے کی طرح دروازوں پر ذلیل کرائے اور پھر بھی تو شئے مقدر کچھ نہ پائے"۔

گناہوں کا بیان

گناہ کی حقیقت:

س:...... گناہ کسے کہتے ہیں؟

ج:...... گناہ کے معنی نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا ہے۔ جس کام میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی ہوتی ہو، اسے گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کرنا بہت سخت بات ہے اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہر قسم کے گناہ سے بچنا چاہیے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا۔

گناہوں کی قسمیں:

س:...... کیا گناہوں کی بھی قسمیں ہیں؟

ج:...... جب آپ کو گناہ کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت کتنی ہی کم ہو، وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اس کو صغیرہ نہیں کہہ سکتے، جیسے آگ کی چنگاری، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی چھپر کے جلانے کے لیے دونوں کافی ہیں۔ ایسے ہی انسان کو اخروی نقصان پہنچانے کے لیے دونوں برابر ہیں۔

پھر جو یہ مشہور ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں کہ بعض صغیرہ، اور بعض کبیرہ، یہ محض اضافی ہے کہ بعض گناہ بمقابلہ دوسرے گناہ کے صغیرہ یعنی چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض علماء کا یہی قول ہے، اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہ بعض صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق، مردود الشہادت سمجھا جاتا ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کی شہادت رد کی جاتی ہے۔ پہلی قسم کو کبیرہ اور دوسری قسم کو صغیرہ کہا جاتا ہے۔ مگر ان سب میں بہتر تعریف جو زیادہ جامع اور سلف صالحین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ جس پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو، یا اس کام کے کرنے پر کافر کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، جیسے تارک نماز کو جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ کَفَرَ۔ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی پس وہ کافر ہو گیا، یعنی اس نے کافروں جیسا کام کیا اس قسم کے گناہوں کو کبیرہ کہتے ہیں اور جن گناہوں پر اس قسم کی تصریح وارد نہ ہوئی ہو وہ صغیرہ ہے۔

گناہ کی چند مثالیں:

س:...... مہربانی فرما کر گناہوں کی چند مثالیں بھی شمار کرا دیں؟

ج:...... سنیے اور حفظ کیجئے، اور بچنے کی کوشش کیجئے۔

ڈاڑھی منڈوانا، نماز ترک کرنا، قبروں پر سجدہ کرنا، بزرگوں کے مزارات پر جا کر نذر و منت ماننا، روزہ نہ رکھنا، زکوۃ نہ دینا، حج کے قابل ہو کر حج نہ کرنا، حضرات صحابہ کو برا کہنا، والدین اور اپنے اساتذہ کی جائز کام میں نافرمانی کرنا، اہل و عیال کے حقوق ادا نہ کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا، جیب کاٹنا، قرض لے کر پھر ادا نہ کرنا، کسی کی زمین یا مکان غصب کرنا، سود لینا، رشوت لینا، یا کسی ناجائز کام کو رشوت دے کر کرانا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جھوٹی قسم کھانا جھوٹی گواہی دینا، ناچ دیکھنا، گانا سننا، لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا، خودکشی کرنا، تقریبات میں ناموری کے لیے فضول خرچی کرنا یا قرض لے کر خرچ کرنا یا قرض لے کر خرچ نہ کرنا، ہولی دیوالی پر گھر کا لیپا پوتنا، مرد کے لیے پائجامہ یا لنگی کا ٹخنوں سے نیچے پہننا، ناجائز امور میں چندہ دینا، میدان جہاد سے بھاگنا، امانت میں خیانت کرنا، جاندار کی تصویر بنانا، یا کسی جاندار کی تصویر گھر یا دکان میں رکھنا، جادو کرنا، یا سیکھنا، پڑوسی، مہمان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا، بری نیت سے کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھنا، یا اس سے باتیں کرنا، یا عورت کا نامحرم مرد کو تاکنا، گالی دینا، فتنہ کرنا، عورتوں کا ٹخنے کھولنا بلا ضرورت خاص نامحرم مرد سے بات چیت کرنا، علماء کی توہین کرنا تکبر کرنا، حسد کرنا، بخل کرنا، اسراف کرنا، حرص کرنا، ناشکری کرنا، بے صبری کرنا، لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، غصہ کرنا، خود پسندی میں مبتلا ہونا، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، پتنگ اڑانا، دونوں طرف سے شرط باندھنا، بدعت کے کام کرنا، پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، غلاف ڈالنا، تیجہ و چالیسویں کے لیے میت کے مکان پر کھانا کھانے کے لیے جمع ہونا، جائز اور مستحب کام میں ایسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت سفر نماز صبح میں معوذتین (آخری دو سورتیں) پڑھا کرتے تھے۔ (تاریخ اصفہان)

شرطیں لگانا جو شریعت سے ثابت نہ ہوں، مثلاً ایصال ثواب کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور سیرت کے بیان کے لیے ربیع الاول کے مہینہ کو خاص کرنا صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا، داڑھی مونڈھنا، کسی کی زمین پر بحیثیت موروثی قبضہ کرنا، اسی قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جن کی تفصیل کے لیے مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے دنیا کے نقصانات:

س:...... کیا گناہ کرنے سے دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے؟

ج:...... جی ہاں دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً علم سے محروم رہنا، رزق کم ہو جانا، خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا، اکثر کاموں سے دشواری کا پیش آنا، قلب میں ظلمت معلوم ہونا، دل میں اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا، طاعت سے محروم رہنا، عمر میں برکت نہ ہونا، گناہوں کا سلسلہ چلنا، توبہ کا ارادہ کمزور ہو جانا، گناہ کرتے رہنے سے اسکی برائی دل سے نکل جانا، دشمنان خدا اور نااہلوں کا حاکم، خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا، دوسری مخلوق کو اس کی معصیت کا ضرر پہنچنا، عقل میں کمی آنا، خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہونا، بارش کا رکنا، پیداوار کم ہونا، عزت و منزلت کا کم ہو جانا، خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دل سے جاتا رہنا، نعمتوں کا سلب ہونا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جانا وغیرہ وغیرہ

بدعات کا بیان

بدعت کی حیثیت:

س:...... بدعت کسے کہتے ہیں؟

ج:...... بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی اس کام کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ تابعین نے، نہ تبع تابعین نے، نہ ائمہ اور فقہاء کرام نے اور نہ اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملے، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جائے، ایسے کام کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ بدعت بہت بری چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے اور فرمایا کہ بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

کفر وشرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے، کہ گناہ کرتا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا، مثلاً قبروں پر گنبد ملانا، دھوم دھام سے عرس کرنا قبروں پر چراغ جلانا، شادی میں سہرا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔

عرس کی شرعی حیثیت:

س:...... عرس کیا چیز ہے ذرا اس کی حقیقت بیان کر دیجئے؟

ج:...... عزیز من آپ نے خوب وقت پر موقع کا سوال کیا مگر دیکھئے سوال سے مقصود جہاں علمی غلطی سے نکلنا ہوتا ہے وہیں خالی الذہن ہو کر دلیل پر نظر کر کے عملی قدم اٹھانا اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے مقصود معلومات سے عقائد و اعمال کی تصحیح ہے کہ مطلق علم آپ اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے عرس کی حقیقت سنیئے۔ عزیز من عرس کے معنی ہیں خوشی کے عرس اسی سے ہے۔ کہتے ہیں شب عروسی تو چونکہ بزرگوں کی موت کا دن بزرگ کے لئے خوشی کا دن ہوتا ہے کہ وصال الی اللہ کا دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت معین الدین چشتی وغیرہ حضرات قدس سرہم ہیں کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا میں آنا بیکار تھا کہ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ موت پل ہے جو کہ دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے اس لئے وصال الی اللہ کے لئے موت کی تمنا علامت ولایت کی ہے تو وہ دن موت کا بزرگوں کے لئے چونکہ خوشی کا دن ہوتا ہے اس لئے اس یوم کو یوم عرس کہا جاتا ہے، سابق اولیاء کرام بعض مصلحتوں سے بزرگوں کے مزاروں پر جمع ہو جایا کرتے تھے اور وہ مصلحتیں یہ تھیں کہ جہاں ان صاحب مزار کو قرآن شریف پڑھ کر بخشا ہو گا وہیں یہ نفع بھی ہے کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے اپنی باطنی مقامات میں اشکال حل کریں گے اور ایک دوسرے سے فیض یاب ہوں گے توجہ سے باطنی ترقی ہو گی۔ تیسرے یہ کہ عوام مسلمانوں کو اپنے لئے شیخ کا منتخب کرنا آسان ہو گا کہ مختلف مشائخ سے ملیں گے۔ صحبت میں بیٹھ کر ان کے ملکہ وطریق وحالات سے دیکھ کر اپنی مناسبت کا اندازہ کر کے شیخ کا انتخاب کر لیں گے۔ یہ تھا مقصود اس اجتماع سے اور وہ بھی ہمیشہ خاص اسی ماہ میں نہیں سال بھر میں کسی ماہ میں ہو جائے نہ قوالی تھی نہ میلے کی شکل تھی اور نہ کوئی تقرری اور تہواری صورت تھی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی ان کو معلوم تو تھا کہ ایسے طریقے سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ: لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِيْدًا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی جس طرح عید کے لئے دن مقرر ہوتا ہے اور عمدہ عمدہ کپڑے پہن کر خوشی کے ساتھ لوگ جمع ہو کر ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اس طرح میری قبر پر اکٹھے نہ ہونا تو بھلا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پر اس طرح جمع ہونے کو منع فرما رہے ہیں تو پھر دوسرے کے مزار پر تعین ماہ و تاریخ اور فاخرہ لباس زینت کو پہن کر خوشی کے ساتھ مثل بیاہ شادی وعید و بقرعید جمع ہو کر جانا اور جمع ہونا کیونکہ درست ہو سکتا ہے حالانکہ اپنے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب عجیب عنوان سے فرمائی کہ فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ مِنْ بَعْدِیْ. فَقَدْ زَارَنِیْ

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَ جَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ

کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہوگئی تو باوجود اتنی ترغیبات اور اجر عظیم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مبارک پر اجتماع کو منع فرمار ہے ہیں اس سے سمجھنا چاہیے کہ دوسرے کے مزار پر اجتماع تعین ماہ ویوم کے ساتھ اور عمدہ کپڑے پہن کر عطر وغیرہ لگا کر سنگار کے ساتھ سامان ونشاط جمع کرتے کے ساتھ کیونکر جائز ہوسکتا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عرس اصل سے ہی درست نہیں اور بزرگوں کا جوحوالہ دیا جاتا ہے وہ بھی درست نہیں کہ آج کل کے اجتماع اوران کے جمع ہونے کے مقاصد میں اور طرز وہیئت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

عزیز من کسی چیز پر حکم اس کی حقیقت پر لگا کرتا ہے نام پر نہیں لگتا تو جب اس زمانہ میں عرس کی حقیقت نہیں ہے وہ کہ جواولیاء کرام کے نزدیک تھی جیسا کہ معلوم ہوگیا......تو صرف عرس کے نام سے عرس موجودہ کے جائز ہونے کا حکم کیونکر لگایا جاسکتا ہے۔آج کل عرسوں میں وہ تمام باتیں جوایک میلہ کی ہوسکتی ہیں وہ سب موجود ہوتی ہیں بلکہ اس سے زائد بیسے عورتیں سنگار کر کے بے پردہ وہاں جاتی ہیں طبلے سارنگی ڈھول باجے وہاں ہوتے ہیں بازاری عورتوں کے گانے وہاں ہوتے ہیں دیگر تماشے اور کھیل کود اور کھلونے وہاں ہوتے ہیں اب تم خود سوچو کہ کیا یہ باتیں اسلام میں حرام نہیں ہیں اور کیا اولیاء اللہ نے بھی یہ چیزیں جمع کی تھیں یا جمع ہونے دی تھیں پھر یہ عرس کیا وہی عرس ہے اور سنئے کیا وہاں سجدے نہیں ہوتے جو کہ شرک کے صاف مشابہ ہے اسی بناء پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدًا (لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا) اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اعلان تھا اپنی امت کو کہ تم اے مسلمانو ایسی لعنت کا کام نہ کرنا کہ اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگو۔

اب تم خود ٹھنڈے دل سے سوچ لو کہ جس جگہ اس قدر گناہوں کے جمع ہونے کی ہو وہاں جانا بھی درست نہیں چہ جائیکہ ایسے کام کی بناء اور اس میں کوشش یہ کس قدر مذموم وقبیح اور سخت ترین نافرمانی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی لہٰذا معلوم ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی قطعاً جائز نہیں البتہ مزارات پر جانے اور فاتحہ پڑھنا درست ہے اس کو کوئی منع نہیں کرتا اور منع کیونکر کیا جاسکتا ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ

یعنی میں تم کو پہلے قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب زیارت کیا کرو اس لئے کہ قبروں کی زیارت آدمی کو دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے جایا کرتے تھے چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

مَرَّ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم قُبُوْرَ الْمَدِيْنَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ.

کہ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گزرے اور آپ نے قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو خدا تعالیٰ ہماری تمہاری بخشش فرمائے تم ہم سے پہلے چلے آئے ہم بعد میں آنے والے ہیں اس ارشاد عالی اور فضل حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے قبرستان جانا اور فاتحہ پڑھنا دعا مغفرت کرنا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ مقصود قبرستان جانے سے اور زیارت کرنے سے عبرت حاصل کرنا ان کے لئے دعا کرنا آخرت کو یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا ہے۔ان فائدوں کے لئے زیارت کا حکم فرمایا سو اس قسم کی زیارت سب کی درست ہے۔

ولی ہو یا غیر ولی بادشاہ ہو یا فقیر بلکہ بنسبت دوسروں کے بادشاہ ورئیسوں کی قبر پر جانے سے زیادہ عبرت ہے اور بنسبت ولی کے گناہگاروں کی قبر پر جانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان کو دعا کی حاجت زیادہ ہے اب آ عزیز خیال فرمالیں کہ کون ایسا مولوی ہے جو زیارت قبور کو منع کرسکتا ہے۔زیارت کو اور قبرستان جانے سے کوئی منع نہیں کرتا بلکہ عرس کو منع کیا جاتا ہے جس میں ستار سازرنگیاں وغیرہ بجائی جاتی ہیں خوشیاں کی جاتی ہیں بناؤ سنگھار کے ساتھ جایا جاتا ہے۔غرض یہ کہ گانے بجانے ناچ طبلے ڈھول تمام نشاط کی چیزیں وہاں جمع ہوتی ہیں کہ نہ عبرت ہے نہ دنیا سے نفرت و بے رغبتی ہے نہ آخرت کا یاد کرنا ہے جو مقصود تھا زیارت سے پھر یہ زیارت کیسی ہے کہ تمام باتیں زیارت مزار کے مقصود کے خلاف جمع ہیں یعنی ہنسنا قہقہہ لگانا، گانا، دنیا کی فضول ولغو باتیں کرنا، کھانا پینا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی کسی طرح جائز نہیں لہٰذا عرس کرنا تو کیا شریک ہونا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

س:......آپ نے بیان عرس میں ماشاء اللہ تعالیٰ خوب روشنی ڈالی۔

جزاکم اللّٰه تعالیٰ جزاء الخیر اب ایک اور شبہ باقی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ اگر قبرستان میں مسلمان جمع ہو جائیں تو جائز ہے الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم يَاْتِيْ قُبُوْرَ الشُّهَدَاءِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.

ج:......عزیز من اس حدیث شریف میں عرس سے کوئی علاقہ نہیں اول تو یہ بات ہے کہ یہ حدیث شریف کتب صحاح میں نہیں دوسرے اس

حدیث کے راوی محمد ابن ابراہیم ہیں یہ حدیث مرفوع متصل نہیں لہٰذا کسی بات کے ثابت کرنے کے لیے جو اصول ہیں کہ حدیث صحیح کا ہونا ضروری ہے یہ بات اس روایت میں نہیں تیسرا یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لیں تو یہ حدیث مجمل ہے کیونکہ سال کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سال ہجری کے شروع ماہ محرم میں تشریف لے جاتے تھے دوسرے معنی یہ ہیں کہ شہداء کے سال شروع یوم شہادت میں تشریف لاتے تھے لہٰذا میت کے وفات کے خاص دن سالانہ جانے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ بہت سے بہت اس قدر ثابت ہوا کہ جہاں ہفتہ وار اور ماہانہ قبرستان جانا ہوتا ہے وہیں سال بھر بعد قبرستان جانا ہو جائے تو درست ہے تو اس طرح جانے کو کوئی عرس نہیں کہتا اور پھر یہ حدیث شریف معارض ہے۔ لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عَیْدًا کے لہٰذا اجتماعی طور پر بطور عید وخوشی اور سامان شادمانی کے ساتھ تشریف لے جانا تو بالکل ہی محال ہے پس اس حدیث شریف سے عرس کے جائز ہونے کو ذرہ برابر بھی مس نہیں اور سالانہ قبروں اور مزارات پر بلا کسی خاص اہتمام واجتماع کے جانا جائز ہے۔ پس لَاتَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عَیْدًا کی صحیح حدیث شریف سے عرس کا نا جائز ہونا ثابت ہوا اور اس حدیث شریف سے بشرطیکہ یہ حدیث شریف صحیح ہو تو سالانہ بغیر کسی خاص اہتمام اور اجتماع کے جائز معلوم ہوا امید ہے کہ اب تمام شبہات کافور ہو گئے ہوں گے۔

س:...... بے شک اب کوئی شبہ نہیں مگر اب ایک سوال باقی ہے وہ یہ کہ گانا بجانا قوالی سننا درست نہیں حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ اولیاء کرام قوالی سنتے تھے؟

ج:...... آپ سے تعجب ہے یہ سوال آپ کے دل میں کھٹکا کون نہیں جانتا کہ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔

یا تو آپ ان حضرات کو اولیاء میں سے جانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں جانتے تو۔ سوال ہی لغو ہے اور اگر ان کو اولیاء میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ولی خلاف سنت طریقہ اختیار کر کے اور ترک سنت پر اصرار کر کے ولی ہو سکتا ہے؟ جو ولی ہوگا وہ سنت کا تارک نہیں ہوگا اور جو سنت کا تارک ہوگا وہ ولی نہ ہوگا کیا حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنا لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ کہ جب تک مجھے اپنے ماں باپ مال اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبت نہ ہوگی اس وقت تک کوئی مؤمن کامل نہیں ہو سکتا۔ اور کمال ایمان اور مؤمن کامل ہی کا نام ولی ہے تو اب غور کیجئے کہ یہ گانا اور بجانا ان اولیاء کرام نے بھلا کیونکر گوارا کیا ہوگا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ یعنی بعض ایسے ہیں کہ جو لغو باتوں اور گانوں کو خریدتے ہیں اور بموجب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِیْ مَعْصِیَةٌ وَالْجُلُوْسُ فِیْهَا فِسْقٌ وَ التَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ کہ مزار پر سننا گناہ ہے اور اس کو سننے کو بیٹھنا فسق ہے اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نَهَى النَّبِیُّ صلی الله علیه وسلم عَنِ الْمَذَامِیْرِ وَالْمَعَازِفِ کہ منع کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے بجانے والے اور ہاتھ سے بجانے والے باجوں سے سننے قاضی خان جس پر فتوی کا بڑا مدار ہے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں ان الضرب بالقصب والتغنی حرام استماع القرآن بالحان معصية والتالي والسامع اثمان۔

یعنی مشائخ نے فرمایا کہ گانے کے طریقہ پر قرآن شریف پڑھنا اور سننا گناہ ہے اب سوچئے کہ بھلا کہ شعر گانے کے طرز پر پڑھنا اور سننا کب جائز ہو سکتا پھر جب کہ ارشاد خداوندی اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال مشائخ وفقہاء سے گانا اور بجانا حرام ثابت ہے تو اولیاء کرام نے اس کو کیونکر روا رکھا ہوگا معلوم ہوا کہ جو سماع ان حضرات سے سننا ثابت ہے وہ ہے جو مباح اور حد جواز میں تھا اور وہ یہ کہ اشعار خوش آوازی کے ساتھ بلا مزامیر ومعازف حد شرعی میں محبت حق اور توحید کے ذکر میں ہو خواہ استعارہ اور کنایہ میں ہوں یا معارف وصریح معنی میں ہوں چنانچہ ان حضرات کے شرائط سماع سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اور وہ شرائط یہ ہیں اول یہ کہ سننے والے صاحب حال ہوں دوم سنانے والے صاحب دل ہوں سوم جو چیز سنائی جائے وہ حدود شرعیہ میں ہوں چہارم مزامیر نہ ہوں پانچویں مرد نہ ہوں چھٹے عورت نہ ہوں اب آپ نظر انصاف سے کہیے کہ ان حضرات کی جب یہ شرائط ہیں تو ان حضرات کو بزرگ وولی جانتے ہوئے ان کی طرف گانے بجانے کے سننے کو منسوب کرنا ان پر تہمت نہیں تو اور کیا ہے اگر کہیں کھنجری یا دف پر کسی بزرگ کا سننا ثابت بھی ہو تو وہ ان کا غلبہ حال ہے معذوری ہے ممکن ہے علاجاً سننا گوارا کر لیا تو ان کا یہ فعل دلیل حجت نہیں ہو سکتا بالخصوص جب کہ ان ہی حضرات کے اقوال اس کے خلاف ہیں پس ہر طرح سے یہ معلوم ہو گیا کہ مثل عروس موجودہ کے آج کل کا موجودہ سماع، سماع نہیں کاش کہ مسلمان بالعموم اور مدعیان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اس کو سمجھیں اور طریق سنت اختیار کریں۔

س:...... جزاک اللہ تعالیٰ خیر الجزاء یہ سب سمجھ میں آ گیا اب آپ یہ بتا دیجئے کہ قبرستان اور مزارات پر سنت طریقہ جانے کا کس طرح ہے؟

ج:...... سنیے جب عرس کا زمانہ نہ ہو اس وقت مزار پر حاضر ہوں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا قائمہ ہے اور قرآن کا قائمہ سورۃ احزاب ہے۔ (التزیۃ)

کہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثْرِاِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

اور ذرا فاصلے سے بزرگ کے چہرہ کی طرف اپنا چہرہ کر کے کھڑے ہوں اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار سورۂ کافرون، سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ تکاثر، سورۂ فاتحہ اور تین بار درود شریف اور سورۂ یٰسین شریف یاد ہو تو وہ ایک بار پڑھ کر اول حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشیں پھر تمام انبیاء علیہم السلام کو اور صحابہ کرام پھر جس کے مزار یا قبر پر کھڑے ہوں ان کو بخش دیں۔اور پھر اگر اپنے لئے دعا کریں تو اس طرح کہیں کہ اے اللہ ان بزرگ کے وسیلہ سے میرا فلاں کام پورا فرمادیجئے۔پھر السلام علیکم کہہ کر واپس چلا آئے۔اور اگر وہ قبر بزرگ کی نہیں ہے تو جانا فاتحہ پڑھنا اور واپسی پر السلام وعلیکم کہنا یہ سب اسی طرح ہے البتہ کھڑا ہونا قریب ہو تو کوئی حرج نہیں اور دعا اپنے لئے کرے نہ کرے اختیار ہے۔اور جب تک قبرستان میں رہے کھائے پیئے نہیں نہ دنیا کی باتیں کریں نہ ہنسیں نہ قہقہے لگائیں بلکہ اپنی موت کو یاد کریں اور عبرت حاصل کریں۔دنیا سے بے رغبت ہوں اور آخرت کی طرف راغب ہوں۔

س:......آپ نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے فاتحہ پڑھیں دعائے مغفرت مُردوں کے لئے کریں حالانکہ ہم دیکھتے چلے آئے ہیں کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟

ج:...... جی ہاں بظاہر تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا مگر مہربان من اسلام کے اندر اس کا بڑا اہتمام ہے کسی طرز و ہیت سے شرک کا شائبہ بھی نہ ہونے پائے بلکہ جس طرح عقیدہ میں توحید خالص ہے اس طرح ہر عمل و ہیت سے بھی توحید ٹپکے سو چونکہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں گے تو مشرکین و کفار کو یہ وہم و شبہ ہوسکتا ہے کہ ہماری طرح مسلمان بھی اپنے مردوں سے کچھ مانگ رہے ہیں۔اس لئے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا قبرستان میں ٹھیک نہیں۔چنانچہ آپ حضرات علماء کرام کو قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنے کو ان شاء اللہ نہ دیکھیں گے۔عزیز من توحید خالص عقیدہ اور عمل و حال تینوں میں رچی ہوئی ہونا چاہیے اور کبھی کوئی ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے مشرکین کی نظروں میں ذرا برابر بھی ہمارے طرز عمل سے شرک کا شائبہ بھی ہو۔ہر حال میں عمل سے توحید خالص ثابت و ظاہر ہونا چاہیے۔امید ہے اس کو بھی خوب سمجھ گئے ہوں گے۔

اسلامی مہینوں کے احکام

س:...... ہر ماہ میں کچھ رسومات کا رواج ہے۔اس کا مختصر بیان کر دیں تو بہتر ہے؟

ج:...... بہت اچھا مختصر طور سے ان کا کچھ کچھ حال بیان کیا جاتا ہے ۔ذرا ذہن کو خالی رکھ کر غور فرمائیے اور عمل صحیح کی کوشش کیجئے

محرم کا بیان:

س:......محرم کے مہینے میں تعزیہ بناتے ہیں، شربت پلاتے ہیں، کھچڑا پکاتے ہیں۔شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟

ج:......شریعت میں ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی کچھ اصل نہیں ہر ایک کو ذرا تفصیل سے سنیئے۔تعزیہ اصل میں تعزیت سے ہے۔اور تعزیت کے معنی ہیں ماتم پرسی کرنا تو جو لوگ تعزیہ بناتے ہیں وہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ماتم پرسی کرتے ہیں۔سالانہ ماتم مناتے ہیں کہ محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ان کی شہادت کا حال صورت سے اور عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔اور کلام سے بھی بطور مرثیہ اظہار تعزیت کرتے ہیں۔سو اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ایسی باتیں کس طرح درست ہوسکتی ہیں۔کیونکہ کسی کی تعزیت ماتم پرسی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عزیز رشتہ دار کو سکون، تسلی، صبر دلایا جاوے۔نہ کہ اس کا غم بڑھایا جائے اور پھر اس طریقہ سے کہ مرنے والے کی پوری تکلیف کا منظر کسی صورت میں لا کر رکھا جائے کہ بجائے صبر کے انتہائی درجہ کا صدمہ ہو۔مزید برآں مرنے والے کی تصویر بھی قائم کی جائے اس میں شبہ نہیں ہے کہ قرابت والے حضرات کے علاوہ ہم سب بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے گویا قرابت داری ہیں۔اور ہم اہل سنت والجماعت کو بھی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پُر حسرت پر سخت الم و جانکاہ صدمہ ہے۔سو اس کو ہلکا کرنے کی صورت اختیار کرنی چاہیے۔نہ کہ بڑھانے کی شکل اختیار کی جائے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ.

''خوشخبری سنادیجئے ان لوگوں کو کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ بجائے واویلا کرنے کے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے ہیں'' ۔اور تصویری نقل اختیار کرنا کسی طرح بھی روا نہیں۔کیونکہ اول تو شریعت نے اس کو حرام فرمایا۔دوسرے اسراف کا وبال کاغذ و بانسوں کا خرچ اور آٹے کا خرچ الگ ہے۔جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.

''اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ''

کہ فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔تیسرے رزق آٹے کی بے حرمتی، چوتھے پھر اس اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنا۔نیز اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک شے کا نسب نامہ ہوتا ہے اور اللہ کا نسب نامہ قل ہو اللہ احد ہے۔(الدیلمی)

کاغذی چیز کے ساتھ وہ برتاؤ دفن وغیرہ کا کرنا جو انسان کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے مزید برآں اس کو باعث برکت خیال کر کے چڑھاوے چڑھانا منت مانگنا جو کہ شرک ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ہندو کافر لوگ یہ دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے کہ ہم میں اور ان مسلمانوں میں فرق ہی کیا ہے۔ ہم پتھر کو پوجتے ہیں یہ کاغذ کو پوجتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو نے ایک عربی طالبعلم سے کہا ہی تھا کہ ہمارے تمہارے مذہب میں فرق ہی کیا ہے۔ ہم پتھر کو پوجتے ہیں اور تم مٹی کے ڈھیر قبر کو ہائے افسوس جس مذہب میں توحید کی نہایت پاک صاف تعلیم تھی اس کو مسلمانوں نے اپنے طرز سے دوسروں کی نظر میں مخلوط کر دی۔ بہرحال صورت یکساں ہونے کی وجہ سے ہندو کو موقع اعتراض کا ہوا۔ تب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ.

مسلمانوں کو ایسے امور سے جن میں دور کا بھی اشتباہ اور ذرا بھی شائبہ توحید میں فرق ونقص آنے کا ہو تو گریز واحتیاط لازم ہے تعزیہ داری ہر اعتبار سے قابل ترک ہے اور توبہ ضروری وفرض ہے۔

رہا شربت کو لازم قرار دینا یہ بھی درست نہیں اور جس عقیدہ سے شربت بناتے اور پلاتے ہیں وہ عقیدہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ وہ یہ کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیاسے شہید ہوئے تھے لہٰذا شربت پلایا جائے تاکہ وہ عالم برزخ میں پی کر پیاس کو بجھالیں سو یہ کس قدر بے ادبی ہے کہ اب تک کیا وہ پیاسے ہی ہیں۔ ارے انہوں نے تو شہید ہوتے ہی وہ پانی حوض کوثر کا پیا کہ کبھی پیاس ہی نہ لگے۔ اور دوسرے یہ کہ اس وقت سے اب تک اس قدر شربت پیتے پلاتے ہیں کہ کوئی حد ہی نہیں کیا اب تک پیاس ہی نہ بجھی۔ استغفر اللہ۔ ایسی باتیں مسلمان منہ سے نکالتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔

اسی طرح کھچڑا کہ اس کی بھی کوئی اصل نہیں البتہ شریعت سے اتنا ثابت ہے کہ دسویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نویں کو بھی رکھ لیں تو بہتر ہے یا گیارھویں کو غرضیکہ دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ اور ملالیں بہتر ہے کیونکہ صرف دسویں کا ایک روزہ مکروہ ہے۔ اور دسویں کو اپنے اہل وعیال پر کھلانے میں وسعت کریں اچھا بھی پکائیں اور زائد بھی اور جب زائد پکائیں تو اس میں فقراء مساکین کو صدقہ خیرات بھی کر دیں۔ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اور دوسرے اعزاء کو ایصال ثواب کے مقصد سے یہ بہت بہتر ہے۔ کھچڑا ممکن ہے اس خیال سے نکالا ہو کہ سب چیزیں ملالیں اور پکالیں وسعت ہوگی تقسیم بھی کر دیں گے مگر اب چونکہ یہ رسم ہو گیا اور بعض لوگ ضروری سمجھتے ہیں اس لئے قابل ترک ہوا۔ ورنہ کوئی حرج نہیں۔ عزیزم بعض چیزوں کا کرنا اپنی ذات سے ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے لیکن مسلمانوں نے اپنی خراب نیت اور فاسد عقیدہ سے اس کو ممنوع کرالیا جب مولوی صاحبان منع کرتے ہیں تو بجائے خود اپنے کو ملزم سمجھنے کے علماء حضرات پر الزام دھرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحبان ثواب بخشنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ ارے ثواب ملا ہی کب تھا جو مولوی صاحبان بخشنے سے منع کرتے ہیں۔ ایصال ثواب سے منع کرنا کیسا بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہیں البتہ جو طریق غلط ایصال ثواب کا تجویز کر رکھا ہے کہ جس سے ثواب حاصل ہی نہیں ہوتا کہ اس طریق کو منع کرتے ہیں۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

صفر کا بیان:

س:......صفر کے مہینہ میں گھونگھیاں تقسیم کی جاتی ہیں یہ کیا ہے؟

ج:......صفر کے مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر عورتیں کہتی ہیں اور اس مہینے کو اکثر عورتیں مبارک نہیں سمجھتیں اور گھونگھیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں تاکہ اس مہینہ کی نحوست سے حفاظت رہے یہ سب فساد عقیدہ کی بات ہے۔ توبہ کرنی چاہیے۔

ربیع الاول کا بیان:

س:......ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کو میلاد شریف کہتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے ہماری طرف تو بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ مجلس سجائی جاتی ہے اور دور دور سے میلاد شریف پڑھنے والے خوب روپیہ دے کر بلائے جاتے ہیں۔ کبھی تنہا سے کبھی مل مل کر پڑھتے ہیں۔ مٹھائی کی تقسیم کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ ولادت شریف کے ذکر کے وقت قیام کیا جاتا ہے جو نہ کھڑا ہو اس کو گستاخ بے ادب کہتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں کہ ایک معمولی امیر کی سواری آجائے تو کھڑے ہو جائیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور کھڑے نہ ہوں کس قدر گستاخ ہیں اور جو میلاد شریف نہ کرے اس کو طعنہ دیتے ہیں، ملامت کرتے ہیں اس کی اصل کیا ہے؟

ج:......میلاد شریف سبحان اللہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے جو کہ مستحسن اور باعث برکت ہے مگر اس کا خیال ضرور رکھا جائے کہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی ایسی چیز جمع نہ کی جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وخوشی کے خلاف ہو مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے کے لئے اور مجھ پر بہتان باندھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ میری طرف ایسی روایت کو منسوب کرے کہ جس کو میں نے بیان نہیں کیا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے مجمع میں گا گا کر نہ پڑھا جائے کہ عورت کا دل مثل شیشے کے ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے یا مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بات دین کا جز نہیں اس کو دین میں داخل نہ کرو۔ حرام کو حرام جانو، حلال کو حلال۔ نیز فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تم میں اے صحابہ آیا کروں تو تم میرے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ سو آپ سوچیں اور سچے دل سے سوچیں بلا کسی کا

پاس لحاظ کیے ہوئے سوچیں خالی ذہن ہو کر سوچیں کہ کیا آج کل جو میلاد شریف کا طرز ہے وہ مکروہ باتوں سے پاک ہوتا ہے اور عقیدوں کی درستی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہر چیز پر غور کریں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کوئی جز آج کل میلاد شریف میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق نہیں مثلاً اول پڑھنے والے دیکھئے کہ اکثر میلاد خوان صاحبان کی وضع قطع داڑھی وغیرہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی اور مرضی کے موافق نہیں ۔کوئی منڈوائے ہوئے ہے کوئی کتروائے ہوئے ہے اور میلاد ختم کر کے جو سوتے ہیں تو صبح کی نماز قضا اور اکثر جماعت تو ترک ہوتی ہی ہے۔ اور دوسرا جز پڑھنا سو وہ روایتیں ہوتی ہیں کہ جو غلط اور پھر اشعار کا مل کر پڑھنا اور خوش الحانی کے ساتھ جس میں عورتیں سننے والی ہوتی ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے۔ اور اس قدر زور سے پڑھنا کہ سونے والوں کی نیند خراب ہوتی ہے۔ حالانکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شب کو تہجد کے لئے بیدار ہوتے تھے تو ایسے طریقہ سے کہ کسی بیوی صاحبہ کی آنکھ نہ کھل جائے کہ تکلیف ہوگی۔ آپ کو خبر نہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب کو باہر تشریف لے گئے اور اس طرف گزر رہا جدھر حضرات شیخین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے مکانات تھے۔ یہ دونوں حضرات تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو کسی قدر آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ زور زور سے پڑھ رہے تھے۔ جب صبح کو ہر دو اصحاب حاضر خدمت مجلس شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تم رات کو قرآن شریف آہستہ آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے تا کہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تم اتنی زور سے کیوں قرآن شریف پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وجہ سے تا کہ دوسرے جاگ جائیں اور وہ بھی تہجد پڑھ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم تو آواز کسی قدر بڑھا دو اور عمر رضی اللہ عنہ تم آواز کو کسی قدر ہلکی کر دو۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب سونے والوں کی اس قدر رعایت کی گئی کہ تہجد فرض واجب تو ہے ہی نہیں جو دوسروں کے بیدار کرنے کی تدبیر کی جائے اور معمولی جہری آواز سے بیدار ہو نہیں سکتا تو آپ نے دونوں صاحبان کو اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم فرمائی۔ کہ ان کے شوق کو بھی باقی رکھا اور سونے والوں کی نیند خراب ہونے اور تکلیف ہونے کا خیال فرمایا۔ تو پھر میلاد خوان صاحبان کو کیا حق ہے کہ ایسی آواز سے پڑھیں۔ اڑوسی پڑوسی سے گزر کر سارے محلے والے بلکہ سارے قصبہ والے چوکنے ہو جائیں جو لوگ مجلس میں حاضر ہو گئے سنانا ان کو ہے بس ان کے موافق آواز کافی ہے تو اتنے زور سے پڑھنا یہ بھی مرضی موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوا۔

اب رہا قیام کا سوال جو غلبہ وجد و غلبہ بیخودی و حال کے غلبہ سے ہو تب تو معذوری ہے اور اگر غلبہ حال و بیخودی کچھ بھی نہیں تو محض ایک رسم جو لائق اقتدا نہیں اور اگر یہ قیام کسی عقیدے سے ہے مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس لئے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں تو عزیز اس عقیدے سے کھڑے ہونا تو درست نہیں۔ کس نے دیکھا کہ تشریف لاتے ہیں کس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ تشریف لاتے ہیں اور جب نہ مجلس والوں کو دیکھنا ثابت ہے اور نہ آیت و حدیث سے ثابت تو یہ کذب بیانی کیسی؟ اور حاضر و ناظر ذات بجز ذات باری تعالیٰ کسی کی ذات نہیں یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو یہ فاسد عقیدہ ہے۔ لائق توبہ ہے۔ اگر کسی زمانہ کے کسی بزرگ کی تقلید میں کھڑے ہو گئے کہ وہ کھڑے ہوئے تھے یہ تقلید صحیح نہیں ان بزرگ کو تو یہ مشاہدہ ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وغیرہ کا کشف کے طور پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر نور کا بطور فرق عادت اور وہ اپنے اس کشف پر کھڑے ہو گئے۔ سو اس مجلس میں بلحاظ آداب مجلس کہ ایک کھڑا ہو سب کھڑے ہو جائیں ورنہ صاحب وجد پر فیض طاری ہو جائے گا۔ اور اندیشہ ہلاکت کا ہو جاتا ہے اس لئے دوسرے بھی کھڑے ہو گئے۔ سو ان بزرگ کے ایسے حال پر تقلید درست نہیں اور التزام جائز نہیں۔ کسی بات کا تقاضا کسی سے ظہور ہونا یہ دوام کو مستلزم نہیں اور اس کو معمول بنا لینا جائز نہیں۔ اور پھر ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مطلوب ہے۔ اس لئے میلاد شریف کیا جاتا ہے۔

سو میں سناتا ہوں اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ قیام کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی زیادہ ہے یا قیام نہ کرنے میں سنیئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی سے دو تین بار منع فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کچھ زیادہ اس پر توجہ نہ کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول ہو گیا کہ جب مجلس شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے نہ ہوتے اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ آپ کی مرضی تو یہ اور ہم اس کے خلاف اپنے شوق کی باتیں کریں اور وہ بھی اے عزیز رسم کے طور پر تو اب قیام کب؟ اور قیام نہ کرنے والوں کو برا کہنا کب جائز؟ عزیز من اصل چیز شوق پورا کرنا نہیں بلکہ اصل چیز اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب رہا میلاد شریف نہ کرنے والوں پر طعن کرنا سو یہ عجیب بات ہے کیونکہ طعن و ملامت تو گناہ کے کام پر کی جاتی ہے۔ اور میلاد شریف نہ کرنا یا شریک نہ ہونا یہ معصیت نہیں کیونکہ ایک مستحسن عمل ہے کہ اگر بالکل شرع کے موافق ہو اور حضور

پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق ہو تو ثواب ہوگا اور باعث برکت ہوگا۔ مگر چونکہ فرض واجب نہیں کہ جس کے ترک سے معصیت گناہ لازم آئے۔ اس لئے میلاد شریف شرع کے موافق بھی اور کوئی نہ کرے کرائے اور نہ شریک ہو تو بالکل گناہ نہیں پھر ملامت کرنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ میلاد کرتے کراتے ہیں وہ میلاد شریف کو واجب سمجھتے ہیں تب ہی تو اس کے تارک کو ملامت کرتے ہیں۔ "استغفر اللہ" ان کو تو یہ کرنا چاہیے کہ غیر واجب سمجھیں اور بھائی شریک نہ ہونے میں گناہ نہ ہونا تو اس وقت ہے کہ جب شرع کے موافق میلاد شریف ہو جبکہ اس مجلس میں کم وبیش اکثر باتیں خلاف شرع جمع ہوتی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تب تو شریک نہ ہونا ہی ضروری ہے اور مٹھائی تقسیم کرنے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں تقسیم کی۔ کی نہ کی۔ مگر مٹھائی تقسیم نہ ہو تو اس کو میلاد شریف اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں سمجھتے۔ استغفر اللہ۔ اور جناب جس کو نہ ملے وہی خفا۔ بس معلوم ہوا کہ شیرینی کے لئے آئے تھے تب ہی تو بیچارے میلاد شریف کروانے والے پر مٹھائی نہ ملنے پر اعتراض بھی ہے اور غصہ بھی ہے۔ اب آپ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ جو مجلس اس قدر مکروہات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ناپسند باتوں کی مجموعہ ہو وہاں شریک ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور کیا خیر و برکت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ کی سب باتوں کا جواب ہو گیا ہوگا اور سچے دل سے سوچ کر آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج کل ایسی مجلس کا کیا حکم ہے۔ اللہ کرے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سچے دعویدار بنیں۔ اور وہ سچی محبت حقیقی اتباع میں ہے۔ مرضیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے میں ہے اور نامرضیات سے بچنے میں ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ.

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے''

س:...... اچھا تو یہ سمجھ میں آ گیا مگر یہ تو فرمائیں کہ کوئی شخص صحیح عقائد کے ساتھ موافق شرع کی روایات کے ساتھ بدون قیام و شرینی کے میلاد شریف کرے تب تو اجازت ہے؟

ج:...... آپ تو ماشاء اللہ سمجھدار ہیں خود ہی فیصلہ فرمایئے کہ جو کام فرض واجب نہ ہو اور عام لوگ اس کام کو خاص قیدوں ولوازمات کے ساتھ کرنا ثواب جانتے ہیں تو دوسرا شخص اس کام کو صحیح طریقہ سے ہی گو کرے مگر سننے والے یہ نہ جانیں گے کہ کس طرح کیا ہے بس وہ تو یہ سن کر کہ فلاں عالم صاحب کے یہاں بھی یہ عمل ہوا میلاد شریف ہوا بس ان کے لئے یہ حجت ہو جائے گا کہ دیکھئے صاحب فلاں صاحب بھی میلاد شریف کرتے ہیں ہمارے کرنے میں کیا حرج ہے۔ اب کس کس سے کہتے پھریں گے کہ میں نے اس طرح کیا ہے اس طرح نہیں کیا کہ جس طرح عموماً عام لوگ ناجائز باتوں کو شامل کر کے اور فاسد عقیدے کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بھائی میرا میلاد شریف کرنا درست ہے آپ کا کرنا ٹھیک نہیں لہٰذا جب تک تمام مسلمان صحیح طریقے اور صحیح عقیدے کے ساتھ نہ کرنے لگیں اس وقت تک اس کا ترک ہی مصلحت ہے اور یہاں کلمہ شریف کا ورد اور درود شریف کی کثرت یہ بھی میلاد شریف ہی ہے اور میلاد شریف سے کہیں زیادہ ثواب یہ پسندیدہ اور فرمایا ہوا ذات باری تعالیٰ اور بے حد خوشنودی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جس سے میلاد خوان عموماً محروم ہیں کہ بیچاری نماز کی بھی پوری پابندی باجماعت نہیں کرتے بھلا چلتے پھرتے ہمہ وقت کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد تو رکھیں گے۔

ربیع الثانی کا بیان

س:...... اس مہینہ میں گیارہویں شریف بڑے پیر صاحب کی کی جاتی ہے یہ کیا ہے؟

ج:...... گیارہویں شریف کی حقیقت اور اس سے مقصود ایصال ثواب ہے۔ حضرت بڑے پیر صاحب کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح کو اور ایصال ثواب میں دن تاریخ کی تعین کو کوئی دخل نہیں جب بھی حلال مال سے جو چاہیں اور جس قدر چاہیں ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ لوگو! مردوں کو ایصال ثواب کرو جو اپنے زندوں کے صدقات، خیرات کرنے کے ایسے منتظر رہتے ہیں جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لہٰذا تیسرے دن، ساتویں دن، چالیسویں دن کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان ایام میں ثواب کو زیادہ سمجھنا یہ بدعت اور دین میں نئی بات کا نکالنا ہے پس نقد یا جنس یا کپڑا یا کھانا چاول وغیرہ پکا کر غریب محتاج، مسکین مسلمان کو دے دینا اور اس کا ثواب جو اس دینے والے کو ملا ہے وہ مردہ کو بخش دینا بس ایصال ثواب ہے۔ اسی طرح نفل پڑھ کر قرآن شریف پڑھ کر کلمہ شریف وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشنا ایصال ثواب ہے لہٰذا نہ دن کی قید نہ مہینہ کی نہ کسی خاص قسم کی چیز پکانے کی قید کہ اتنا گھی ہو اتنا گوشت ہو اتنا بورا ہو اتنا مصالحہ ہو اور نہ خاص خاص لوگوں کو کھلانے کی قید کہ نہ حقہ پینے والے ہوں تمباکو کھانے والے نہ ہوں بیاہے نہ ہوں۔ یہ سب باتیں ملا اور ملانیوں کی نکالی ہوئی ہیں کہ دوسروں کو خاص خاص سورتیں یاد نہ ہوں گی نہ بلائے جائیں گے نہ ہر ایک ایسا آدمی ملے گا کہ بلایا جائے گا۔ لہٰذا یہ قیدیں لگا دیں کہ ان کو بلایا جائے اور مزے کا کھانا مل جائے۔ بیچارہ غریب چاہتا ہے کہ میں اپنے مردہ کو کچھ بخشوں مگر مجبور ہے نہ اس قدر ایسا پکانے کو اس کے پاس ہے نہ پکا کر بخش سکتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا آدمی نہیں

ملتا بس بیچارہ محروم ہے۔ایصال ثواب سے سوچنے کی بات ہے جس کی اس قدر ضرورت ہو کہ مردہ مثل ڈوبتے کے تنکے کے سہارے کی طرح منتظر ایصال ثواب کا رہتا ہے وہ اس میں یہ قیدیں لگائے کہ فلاں فلاں دن ہو اور ایسا ہو اور ایسے لوگوں کو دیا جائے بھلا کہیں عقل میں آنے والی بات ہے ۔عزیز من بس جس قدر جلدی اور جیسا کچھ بھی حلال مال سے ہو سکے بس کسی غریب مسلمان کو دے کر مردے کو ثواب بخش دیا جایا کرے یہ ہے سیدھا طریقہ اور شرعی طریقہ ایصال ثواب کا باقی سب من گھڑت ہے۔ اس طرح گیارہویں شریف ہے کہ مقصود ایصال ثواب حضرت بڑے پیر صاحب کو کرنا ہے تو جب ہو سکے ایصال ثواب کیا جائے تاریخ مہینہ کی کوئی قید نہیں اور اگر یہ خیال ہو کہ ہم فلاں مہینہ میں گیارہویں نہ کریں گے تو نقصان پہنچ جائے گا تو یہ تو شرک کی اور عقیدہ کی خرابی کا اثر ہے اور توبہ توبہ یہ تو بڑے پیر صاحب کو رشوت دینا ہے ایسے عقیدے سے توبہ کرنا چاہیے۔

رجب کا بیان

س:......رجب کے مہینہ میں ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھا جاتا ہے جس کو ہزاروی روزہ کہتے ہیں یہ کیسا ہے؟

ج:......اس مہینہ کو مریم روزہ کا مہینہ عورتیں کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے سے ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے ۔اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ ہاں ہاں روزہ کا ثواب بیحد ہے۔اگر روزہ رکھنے کو دل چاہے رکھیں مگر ثواب کا تعین کرنا کہ ہزار لاکھ روزوں کے برابر مل گیا یہ مناسب نہیں اور مہینہ میں خاص قسم کی روٹیاں ستائیس رجب کو پکتی ہیں ان کو تبارک کی روٹیاں کہتے ہیں تَبَارَکَ الَّذِیْ سورت پڑھی جاتی ہے یہ بھی اپنی طرف سے نکالی ہوئی بات ہے

س:......اس مہینہ میں کونڈوں کا بھی دستور ہے یہ کیا چیز ہیں؟

ج:......اصل اس کی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ امام جعفر صادق کی ولادت کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام جعفر کی ولادت رجب میں نہیں ہوئی بلکہ ربیع الاوّل کی ستائیسویں تاریخ کو ہوئی تو اصل اس کے بانی شیعہ ہیں۔

س:......رجب کے مہینہ میں لوگ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و بیان معراج شریف کرتے ہیں اس کا نام رجبی رکھا ہے یہ کیسا ہے؟

ج:......میلاد شریف کے ذکر سے آپ کو تمام ایجادات کی حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی۔ارے میاں کسی کام کے لئے دن تاریخ مہینہ مقرر کر لینا سہولت کے لئے مباح ہے مگر اس کو لازم قرار دے لینا اور بدون ان ایام کے ثواب یا اتنا ثواب نہ سمجھنا یہ شریعت میں زیادتی کرنا ہے جو کہ غیر دین کو دین سمجھنے کا مصداق ہے۔لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذکر اور معراج کا بیان بہتر ہے۔مگر اس کو ماہ رجب کے ساتھ مخصوص کرنا یہ سب خلاف شریعت ہے۔اور عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ہنود صاحبان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔وہ بھی شریک ہوتے ہیں۔اور نعت اور اوصاف و محامد حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ بھلا ان حضرات محرکین رجبی سے کوئی پوچھے کہ ان کو دعوت دینے سے کیا فائدہ اگر کہیں کہ تبلیغ سو یہ صحیح نہیں۔ بھلا اب تک اس طرح کتنے مسلمان ہوئے بلکہ اس سے تو اور مسلمانوں کو دھوکہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے کہ مسلمان بھائی سمجھیں گے کہ ان کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت وعظمت ہے کہ ایسی ایسی نعت جو محبت سے اس شخص نے کہی یہ بھی محب رسول ہے تو اس طرح اس سے مسلمان کا دل ملنے لگے گا۔اور اس کے کفر سے نفرت نہ رہے گی اور وہ بھی سمجھے گا کہ اپنے مذہب میں رہ کر بھی جب کہ میرا رنگ ایسا ہے اور مسلمان اس کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں تو پوری سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی کیا ضرورت تو بجائے مذہب اسلام سے قریب ہونے کے اور بعید ہوگا۔نیز کافر سے ایسے میل جول، اختلاط و محبت سے دین میں ضعف آتا ہے قدر دین کی گھٹتی ہے ان کی عزت قائم ہوتی ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے زہر قاتل ہے۔

اللھم احفظنا۔ اس لئے.....وجوہ موجودہ صورت رجبی کی بھی درست نہیں۔

شعبان کا بیان

س:......شب برات کیا چیز ہے؟

ج:...... برات کے معنی بری ہونے کے ہیں چونکہ اس رات میں گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے اس لئے رات کو شب برات کہتے ہیں۔

س:......شب برات کونسی رات ہے؟

ج:......شعبان کی پندرہویں رات ہے جو چودہویں دن کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

س:......اس شب کو کیا ہوتا ہے؟

ج:......اس رات بندوں کے نامہ اعمال داخل دفتر ہوتے ہیں اور ملک الموت کو ایک کاغذ دیا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جس جس کا نام اس کے اندر درج ہے اس سال نکال لینا اور جس جس کے لئے جو رزق ملنے والا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے نکاح کا ہونا بھی لکھ دیا جاتا ہے غرض جس کے لئے جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شب میں ایک خاص توجہ فرماتے ہیں۔اور اس قدر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں جس قدر بنی کلب کی بکریوں کے بال اور روزی مانگنے والوں کو روزی دیتا ہے مصیبت والا مصیبت دور ہونے کی دعا کرے تو مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

س:......کیا اس رات سب کی دعا قبول ہوتی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات کو ایک سو آیت پڑھی اس کیلئے رات کی عبادت کا ثواب لکھا جائیگا (مسند احمد)

ج:...... کافر، مشرک، کینہ رکھنے والا، شطرنج، چوسر کھیلنے والا، ظالم، سود لینے والا، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، جادوگر، پائجامہ وتہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا ان لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

س:...... شب برات میں کیا کرنا چاہیے؟

ج:...... حدیث شریف میں صرف تین باتیں کرنا سنت لکھی ہیں۔ قبرستان جاکر مردوں کے لئے فاتحہ پڑھ کر مغفرت کی دعا کرنا، عبادت کرنا، توبہ استغفار کرنا، خوب دعائیں مانگنا، پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا ان کاموں کے علاوہ کچھ سنت نہیں۔

س:...... آپ نے کہا ہے کہ اور سنت نہیں ہے ہم تو دیکھتے آرہے ہیں کہ ہمارے گھروں میں حلوہ پکاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس روز شہید ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ پکا کر فاتحہ دلائی تھی تو اس لئے حلوے پکا کر ان کی فاتحہ لگادی جاتی ہے اور نیز اس لئے بھی کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تھا۔

ج:...... توبہ توبہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ تو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت شعبان میں ہوئی نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ پکا کر فاتحہ لگوائی نہ خود حلوہ کھایا۔ بلکہ یہ دونوں باتیں تو ماہ شوال میں جنگ احد کی لڑائی میں ہوئی تھیں۔ آپ ذرا خود سوچیں اور ذرا سمجھ سے کام لیں تو معلوم ہوجائے گا کہ بات کہاں تک صحیح ہوسکتی ہے۔ غور فرمائیے کہ مردوں کو کچھ بخشنا فرض و واجب نہیں مستحب ہے۔ اور مستحب کے ترک پر ملامت کرنا کونسا گناہ ہے تو کیا ارواح مرنے کے بعد بھی گناہ کرتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں توبہ توبہ کیسی من گھڑت باتیں ہیں۔ اور یہ عجیب طرح کی فاتحہ ہے کہ خود کھالیں اور آپس میں ادلے بدلے میں رشتہ داروں میں بھیج دیں بیچارے غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہ پوچھے حالانکہ ایسے کھانے کے مستحق تو غریب ہیں نہ کہ خود ہی بانٹ کھائیں یہ سب من گھڑت ہیں۔ حدیث شریف قرآن شریف سے ان کا ثبوت نہیں۔ ہاں جو کچھ جس سے ہوسکے پکا کر غریبوں کو کھلا کر مردوں کو ثواب بخشے تو کچھ حرج نہیں حلوے کی کوئی خصوصیت نہیں خواہ دال ہو خواہ چاول ہوں حلوے کا خاص کرنا کیسے معلوم ہوا یہ سب عقیدے خراب ہیں۔

س:...... ہماری بوڑھیاں کہتی ہیں کہ مردوں کی ارواح اس رات کو آتی ہیں اگر ان کو حلوے پکا کر نہ دیں تو کوستی ہیں اور بیچاری بھٹک کر چلی جاتی ہیں؟

ج:...... توبہ الٰہی کیسے معلوم ہوا کہ روح آتی ہے یا تو ان کو کسی نے دیکھا ہو یا قرآن وحدیث سے معلوم ہوا ہو تو دیکھا تو کسی نے ہے نہیں رہا قرآن شریف سے ثبوت تو قرآن شریف سے ارواح کا آنا ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ.

سو دنیا وآخرت کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ پردہ روحوں کو اس طرف نہیں آنے دیتا تو اس عقیدے سے حلوہ پکانا تو بدعت ہے اور یہ تو دین میں ایک نئی بات کا نکالنا ہوا۔ اور نئی بات کا نکالنا گمراہی ہے اور گمراہ دوزخ میں جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.

س:...... آتشبازی چھڑانا کیا یہ بھی سنت نہیں؟

ج:...... بھائی صاحب آپ تو ایسی باتیں پوچھتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔ بھلا آتشبازی بھی کہیں سنت ہوسکتی ہے۔ کہ جس سے مال کا نقصان علیحدہ جانیں جائیں وہ علیحدہ ہر سال اخباروں میں خبریں آتی ہیں کہ اس آتشبازی میں بہتیرے گھر جل گئے۔ اور بہت سی جانیں ہلاک ہوگئیں اور تقریباً لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا آتش بازی میں خرچ ہوجاتا ہے۔ افسوس بھلا جس کے کرنے میں اتنے نقصانات ہوں وہ کہیں سنت ہوسکتی ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

س:...... ہمارے مسلمان بھائی صاحبان اور بڑی بوڑھیاں خواہ مخواہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم تنگ دست ہیں۔ پیسہ پاس نہیں کیوں انہوں نے تنگی اپنے ہاتھوں مول لی کہ ایسے فضول کام نکال کھڑے کیے کہ جس میں اسقدر پیسہ برباد ہوتا ہو اور ہم کو بھی بچپن سے ایسی باتیں کرنے دیتے ہیں کہ ہم کو بھی ویسی عادت پڑجاتی ہے۔ پھر چھوٹنا مشکل ہوجاتا ہے؟

ج:...... بھائی صاحب یہ ایک بات آپ نے عقل کی کہی شاباش اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی سمجھ عطا فرمائیں تاکہ بدرسموں اور فضول خرچیوں کو چھوڑیں ان فضول خرچیوں سے جو تنگی آتی ہے اس سے نجات ہو۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ: ”اپنے بیوی بچوں کو دین کی تعلیم دو اور بچوں کے ماں باپ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کراتے ہیں۔ دیکھو تو سہی کہ ماں باپ خود آتش بازی اور پھلجھڑیاں“ پردیس سے لاکر دیتے ہیں۔ بچپن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف چال چلواتے ہیں۔ بچہ تو بچہ ہے وہ تو گنہگار ہوگا مگر ان کے ماں باپ نے گناہ کرایا ہے وہ گنہگار ہوں گے۔

س:...... اچھا یہ تو بتلائیے کہ یہ آتش بازی کا سلسلہ نکلا کب اور کیسے نکلا؟

ج:...... سنئے ایک قوم تھی برامکہ جو آگ پوجتی تھی جب وہ مسلمان ہوئی تو آگ پوجنا تو چھوڑ دیا مگر ماہ شعبان میں اس رات کو مسجدوں میں چراغ زیادہ روشن کردیا کرتے تھے۔ تاکہ اس کے سامنے سجدہ ہوسکے۔ پھر آٹھویں صدی ہجری میں اس بدعات اور منکرات کو علماء نے مٹایا اور مصر و شام کے شہروں سے بالکل قلع قمع کردیا گیا۔ جب چراغوں کو جلانا مسجدوں

سے بند ہو گیا تو یہ آتش بازی جس کے اندر آگ کا کام ہوتا ہے روشنی نکلتی ہے پھلجھڑیاں وغیرہ چھوڑی جاتی ہیں جن سے خوب روشنی ہوتی ہے۔ یہ کرنے لگے اس طرح آتش بازی کا آغاز ہوا۔

س:...... اچھا اس ماہ میں وہ کیا کام کرنا چاہیئے جس سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں۔ اور ہم بھی نقصان سے بچیں؟

ج:...... رات کو عبادت، توبہ استغفار خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگنا اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔ قبرستان میں جا کر مُردوں پر فاتحہ پڑھ کر بخشنا۔ بس یہ کام صرف سنت ہے۔ باقی سب فضول ہے۔ جو کام سنت ہے ان کو تو کوئی نہیں کرتا کیونکہ اس کے اندر تو نفس پر مشقت ہے۔ بھلا کون نیند خراب کرے کون قبرستان جائے اور کون روزہ رکھ کر بھوک کی تکلیف سہارے۔ ہاں حلوہ پکا کر خوب مزے میں کھالیا۔ اس واسطے کہ اس کے اندر تمام مزے ہی مزے ہیں۔ نہ کچھ محنت نہ مشقت غرض یہ کہ مسلمان ہو کر نفس کا بندہ ہوا کہ نفس کو جس میں مزہ آیا وہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہ کرے چاہے جیسی مشقت ہو۔

س:...... کچھ ماہ شعبان اور روزہ کی فضیلت بیان کیجئے؟

ج:...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح ماہ رمضان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر اس طرح ماہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسی میری فضیلت تمام امت پر۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص شعبان کا ایک روزہ رکھے گا پندرھویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام فرمادیں گے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام جیسا ثواب عنایت فرمائیں گے۔ یہ وہ بابرکت اور مبارک مہینہ ہے جس کی پندرھویں تاریخ کو جن، چرند، پرند، درند، مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں۔ اے عزیز ایسی فضیلت والی چیز کہ حیوانات نے بھی اس سے محروم رہنا گوارا نہ کیا تو تو انسان ہے۔ کیوں نہ ان سے فضیلت حاصل کرنے میں سبقت لے جائے۔ اس دن روزہ خلوص کے ساتھ رکھا جائے اور اس قدر ثواب کو حاصل کیا جائے گو مستحب ہے فرض نہ سہی۔

رمضان شریف کا بیان

س:...... اس مہینہ میں تو بظاہر ایسی کوئی بات رسم و بدعت کی معلوم نہیں ہوتی۔ حافظ صاحبان قرآن شریف سناتے ہیں کہیں کہیں شبینہ ہوتا ہے۔ ختم کے دن مٹھائی تقسیم ہو جاتی ہے البتہ یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ بعض حافظ صاحبان روپیہ لے کر سناتے ہیں۔ اور بعض جگہ روشنی بے حد کرتے ہیں آپ فرمائیں یہ باتیں کیسی ہیں؟

ج:...... عزیز من کسی کام میں ثواب کا ہونا نہ ہونا یہ عقلی چیز نہیں کہ اپنی عقل سے جو چاہے سمجھ لیا جائے اور اپنی ہی عقل سے فیصلہ کر لیا جائے۔ یہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سنیئے یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مباح اور مستحب کام میں کوئی خرابی شامل ہو جائے گی اس کا ترک لازم ہوگا۔ کہ آپ کا یہ فرمانا کہ اس ماہ میں کوئی رسم و بدعات کی بات نہیں معلوم ہوتی یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی چیز کو رسم و بدعت جاننے کے لیے لوگوں کے خیالات وحالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی پہچاننا ہے کہ اس کام سے کوئی مفسدہ تو نہیں ہوگا اس کے سمجھ لینے کے بعد غور کیجئے کہ قرآن شریف تراویح میں پڑھنا سنت ہے۔ مگر ان عورتوں کو ان کے گھر جا کر حافظ صاحب کا تراویح میں ان کو سنانا درست نہیں اول اس لیے کہ مستورات کی حالت بے احتیاطی کی زیادہ ہوتی ہے۔ نہ پردہ کا کافی اہتمام کرتی ہیں اور نہ یہ کہ خاموش رہتی ہیں۔ بعض تو زور زور سے باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں جس سے ان کی آواز نامحرم کے کان میں پڑتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ایسی جگہ آواز بنا بنا کر پڑھتا ہے اور اس میں مضرت ہے کیونکہ طبیعت کا اندرونی طور سے مائل ہونے کا اندیشہ ہے۔ تیسرے یہ کہ دوسرے محلوں کی مستورات کا آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جو کہ بلا مجبوری کے باہر نکلنا عورت کے لیے ٹھیک نہیں اور پھر یہ نکلنا روز روز کا ہے تو عورتوں کو بلا خاص اہتمام کے اور اپنے محرم مرد کے بغیر تراویح میں شامل نہیں ہونا چاہیئے علاوہ اس کے حافظ صاحبان اکثر کچھ پیسے ٹھہرا کر سناتے ہیں یا جہاں کہیں رواج دینے کا ہوتا ہے سو کچھ ملنے کی توقع پر سنانا یا ٹھہرا کر سنانا جائز نہیں۔

س:...... جب کچھ لے کر سننا یا سنانا جائز نہیں تو امام تنخواہ لے کر امامت کرتے ہیں کیا وہ بھی جائز نہ ہوگا؟

ج:...... عزیز من! اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور امامت میں تو اپنے آپ کو دن رات کے مختلف حصوں میں لگا دینا ہے کہ خاص پابندی ذمہ داری کے ساتھ وقتوں کے صرف کرنے میں محبوس کر دیا۔ یہ تنخواہ نماز پڑھنے کی نہیں بلکہ اپنے کو محبوس کر دینے کی ہے جیسا کہ مدرس اور قاضی کو تنخواہ بیوی کا نفقہ کہ مدرس و قاضی اور بیوی نے اپنے آپ کو خدمت خاص خانہ داری اور تعلیم دینی کے لیے اور فیصلوں کے لیے محبوس کر دیا۔ اس کے ساتھ دوسرے کام معاشی نہیں ہو سکتے۔ بخلاف تراویح میں قرآن شریف سنانے کے کہ کوئی معاش کا وقت نہیں اوقات مختلفہ اور زیادہ مدت کے لیے مشغول کر دینا نہیں۔ لہٰذا کسی طرح قرآن شریف سنانا مالی توقع میں درست نہیں۔

س:...... شبینہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج:...... شبینہ جس طرح آجکل ہوتا ہے کون نہیں جانتا کہ کس قدر مفاسد کا اجتماع ہوتا ہے۔ حافظ صاحبان جلد جلد پڑھتے ہیں سامع بتانے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے الم نشرح پڑھی گویا میرے پاس حاضر ہو کر اس نے میرا غم دور کر دیا۔ (ابن حبان)

میں سستی کرتے ہیں کہ اس طرح دیر ہوگی۔ حافظ لقمہ لیتے نہیں کوتاہی کرتے ہیں کہ میری توہین ہوگی۔

سننے والے بیٹھے رہتے ہیں۔ بعض دفعہ بلاشرکت لقمہ دے دیا جاتا ہے امام لے لے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ سننے والا کوئی لیٹا ہے کوئی باتیں کرتا ہے کس قدر اعراض اور بے ادبی ہے۔ منتظمین چائے پینے کے اہتمام میں لگے رہتے ہیں کوئی روشنی کے اہتمام میں مشغول رہتا ہے۔ اتنی خرابیوں کے ساتھ شبینہ کیسا۔ البتہ یہ کچھ نہ ہو اور سننے والے شوقین ہوں تو جائز ہے۔

س:...... ختم کے دن شیرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ج:...... شیرینی کا تقسیم کرنا فی نفسہ بطور سرور خوشی کے مباح ہے۔ مگر افسوس اس کا ہے کہ لوگوں نے اپنے طرز سے علماء کو مجبور کیا کہ اس سے بھی منع کر دیں کیونکہ اس میں بڑے مفاسد ہیں۔ اول یہ کہ اس کے لیے چندہ ہوتا ہے کوئی خوشی سے دیتا ہے کوئی زبردستی۔ دوسرے یہ کہ مٹھائی کی وجہ سے نمازی بے نمازی اور بچے تک آتے ہیں۔ کس قدر ناانصافی کہ جو ہمیشہ کے سننے والے ان کا حصہ کٹ کٹ کر بچوں اور تراویح میں نہ آنے والوں کو دیا جاتا ہے پہلے چار چار لڈو وغیرہ۔ کچھ آدمیوں میں بٹ گئے۔ اور اب دو دو حصہ میں آئیں گے۔ تیسرے یہ کہ بچوں سے مسجد خراب ہوتی ہے۔ چوتھے بری طرح مسجد میں شور ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ لوگ جھگڑتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ مسجد میں جھوٹ بول کر دوبارہ، سہ بارہ لیتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ تقسیم میں کمی ہو جائے کہ بعض کو ملے بعض کو نہ ملے تو طعنہ دیتے ہیں اور مقصود و منتظمین کا دکھاوا اور تفاخر ہوتا ہے۔ بھلا جب اس قدر خرابیاں ہوں تو کیا جائز ہوگا۔ آٹھویں یہ کہ جہاں دوسری جگہ ختم قرآن پاک پر شیرینی تقسیم نہیں کرتے ان پر لوگ طعنہ کرتے ہیں۔

س:...... اگر کوئی شخص ذاتی روپیہ سے بلا چندہ ختم قرآن پاک پر شیرینی تقسیم کر دیوے تو جائز ہوگا؟

ج:...... اول یہ بات ہے کہ دوسرے مفاسد کا انسداد نہ ہوگا دوسرے یہ کہ جس کے فعل سے دوسرے لوگ حجت پکڑیں کہ یہ کام فلاں صاحب نے بھی تو کیا ہے اور جو لوگ پوری رعایت شرع کی کرتے نہیں تو ایسے شخص کو بھی اس فعل مباح اور مستحب کی اجازت نہ دی جائے گی کہ اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کا دینی نقصان ہے اور دنیوی بھی۔

س:...... چودھویں روزہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کو مجملہ روزہ کہتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟

ج:...... یہ بے سند بات ہے رمضان شریف کے سب روزے برابر ہیں کسی کو کسی روزہ پر فضیلت نہیں۔

س:...... بچوں کو روزہ رکھوانا کیسا ہے؟

ج:...... بالغ ہونے سے قبل جبتک یہ یقین نہ ہو کہ روزہ سے اس کو بے چینی نہ ہوگی اس وقت تک روزہ رکھوانا درست نہیں ہے۔ ہاں سات برس کے بچے کو نماز پڑھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں سات برس کا بچہ ہو تو کہہ کہہ کر نماز پڑھواؤ۔ اور جب دس برس کا بچہ ہو تو مار کر پڑھواؤ۔ عجیب بات ہے کہ جس کا حکم اور اہتمام کرنے کو شرع نے بتایا کہ اس کا خیال نہیں اور اپنی من مانی بات اور شوق کے پورا کرنے کا یہ التزام کہ چاہے اس میں گناہ ہو جائے مگر ذرا سے بچے کو روزہ ضرور رکھوائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔

شوال کا بیان

س:...... کیا ماہ شوال میں بھی کوئی رسم و بدعت کی بات ہے؟

ج:...... اس میں کوئی بات نہیں صرف ایک بات ہے کہ عید کی صبح کو عورتیں خاص کر کہا کرتی ہیں چھوارہ دے کر کے روزہ کھول لو۔

یہ کہنا ٹھیک بات نہیں کیونکہ روزہ تو غروب کے وقت کھول چکا۔

عید کا چاند دیکھ کر روزہ حرام ہو گیا تو رات کو روزہ کبھی بھی نہیں۔

پھر عید کی صبح کو یہ کہنا کہ روزہ کھول لو یہ بری بات ہے۔ اور گناہ ہے توبہ چاہیئے۔

ذیقعد کا بیان

س:...... ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا بات ہے؟

ج:...... عورتیں اس مہینہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو اچھا نہیں جانتیں۔ استغفر اللہ کس قدر عقیدہ کی خرابی ہے۔ توبہ کرنا چاہیئے۔ اور ضرور شادی کرنی چاہیئے۔

ذی الحجہ کا بیان

س:...... اس مہینہ میں کیا نئی بات کی جاتی ہے؟

ج:...... اس میں کوئی نئی بات نہیں کی جاتی البتہ بعض لوگ ایک مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں یوں سمجھتے ہیں کہ اگر قربانی کے دنوں میں جانور خرید کر قربانی نہ کی تو کیا حرج ہے۔ پیسے خیرات کر دیئے جائیں۔

سو یہ جائز نہیں۔ بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا فرض ہے۔

البتہ قربانی کے دن نکل گئے اور کوئی حصہ نہ ملا تو اب پیسے خیرات کر دیئے جائیں اور اگر جانور خرید کیا جا چکا ہے مگر قربانی کرنا بھول گیا تو بعینہ اس جانور کو خیرات کر دیا جائے قربانی نہ کریں کیونکہ قربانی کرنا صرف دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورت تغابن پڑھی اس سے ناگہانی موت دفع کر دی گئی۔ (الخطبۃ وغیرہ)

اغلاط العوام

س:......بعض باتیں لوگوں میں غلط پھیل گئی ہیں ذرا ان کو شمار کردیجئے؟

ج:......یوں تو بہت غلط باتیں مشہور ہیں مگر میں ان میں سے بعض خاص خاص باتیں بتائے دیتا ہوں۔ سنیئے اور اپنے اعزہ میں سے ان کو نکالنے کی ترقی کے ساتھ کوشش کیجئے۔ وہ باتیں یہ ہیں۔

۱۔مریدنی سے لوگ نکاح درست نہیں سمجھتے یہ غلط ہے۔

۲۔مشہور ہے کہ ایک پیر سے میاں، بیوی مرید نہ ہوں نہیں تو بھائی بہن ہوجائیں گے یہ بھی غلط ہے۔

۳۔ایک برتن میں میاں بیوی کے دودھ پینے سے دودھ شریک بھائی بہن ہوجانے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۴۔جہاؤ کی لکڑی کا استعمال لوگ درست نہیں جانتے یہ بھی غلط ہے۔

۵۔مسجد کا چراغ گل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے یہ غلط ہے بلکہ اگر ضرورت نہ ہو تو گل ہی کردینا چاہیئے۔ کیونکہ بلاوجہ تیل صرف کرنا فضول خرچی ہے اور جلتا چراغ چھوڑ دینا حدیث شریف سے منع بھی ہے۔

۶۔مشہور ہے کہ ٹینکی کا پانی پینا درست نہیں یہ بھی غلط ہے۔

۷۔مُردے کے نہانے کو کورا گھڑا منگانا ضروری خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے اور جو کورے گھڑے منگائے بھی جاتے ہیں ان کو گھر پر استعمال کرنا اچھا خیال نہیں کرتے بلکہ مسجد میں بھیج دیئے جاتے ہیں۔ یا توڑ دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ یہ باتیں کوئی ضروری نہیں جس برتن کو چاہیں استعمال کریں۔

۸۔بعض لوگ رات کو جھاڑو دینا منہ سے چراغ گل کرنا دوسرے کا کنگھا کرنا اگرچہ اجازت سے ہو برا سمجھتے ہیں یہ بے اصل بات ہے۔

۹۔یہ مشہور ہے کہ میاں بیوی کے جنازے کا پایہ نہ پکڑے یہ بھی غلط ہے۔

۱۰۔مشہور ہے کہ پیر سے مریدنی کا پردہ نہیں یہ محض غلط ہے دین کے بالکل خلاف ہے۔

۱۱۔مشہور ہے کہ رنج کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی سراسر غلط ہے۔

۱۲۔بعض یوں سمجھتے ہیں کہ جس گوشت میں ہڈیاں نہ ہوں وہ مکروہ ہے غلط ہے۔

۱۳۔یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کو کھانا درست نہیں۔ سو یہ بے اصل ہے۔ اور جو حکم قربانی کا ہے وہی عقیقہ کا حکم ہے۔

۱۴۔بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے بدن سے کپڑا وغیرہ لگ جانے سے ناپاک ہوجاتا ہے۔ یہ غلط ہے البتہ اگر کتے کی رال لگ جائے یا پسینہ لگ جائے تو ناپاک ہوجائے گا۔

۱۵۔بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت ورنج پیش آتا ہے۔ اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے یہ بھی غلط ہے۔

۱۶۔بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو قفل لگائے تو اس گھر کو قفل لگ جاتا ہے یعنی ویران ہوجاتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔

۱۷۔دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں قرضدار ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔

۱۸۔بعض لوگ کسی خاص دن خاص وقت میں سفر کرنے کو برا یا اچھا سمجھتے ہیں یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے۔

۱۹۔لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے اور جوتا پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے یہ لغو اور مہمل بات ہے۔

۲۰۔مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا یہ بھی بے اصل ہے۔

۲۱۔کتے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلنے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۲۲۔بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمائی آنے پر منہ پہ ہاتھ نہ رکھنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۳۔بعض عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ اپنے شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۴۔بعض عورتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ رات کو ادوئن درست کرنے سے بیٹا پیدا نہیں ہوتا یہ لغو و واہیات و غلط خیال ہے۔

باب ۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حقوق والدین

قولہ تعالیٰ: وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡا اِلَّا اِیَّا ہُ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا. (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵، ع۲)

ترجمہ: اور تیرے رب نے قطعی حکم دے دیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اللہ پاک نے اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم اس لیے دیا ہے کہ انسان کا خالق حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہے تو اس کی عبادت فرض ہے اور ظاہری اسباب کی بناء پر والدین اولاد کے وجود کے لیے سبب ظاہری ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ حسن سلوک کا قطعی حکم فرمایا:

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَکَ الۡکِبَرَ اَحَدُہُمَا اَوۡ کِلٰہُمَا فَلَا تَقُلۡ لَّہُمَا اُفٍّ وَّ لَا تَنۡہَرۡ ہُمَا وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا.

ترجمہ: اور اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو ہوں بھی نہ کہنا اور نہ انکو جھڑکی دینا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔

اف سے مراد ہر وہ لفظ ہے جو کراہت و تنگ دلی پر دلالت کرتا ہے۔ لغت میں اف یا تف اس میل کو کہا جاتا ہے جو انگلیوں پر جم جاتا ہے جو مقدار میں بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اف انسان اس وقت کرتا ہے جب اس کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے لہٰذا جب والدین کی طرف سے اس کو صدمہ پہنچنے پر اف بولنا حرام ہے تو جھڑکنا بطریق اولیٰ حرام ہو گیا۔ اس لئے لَا تَنۡہَرۡ ہُمَا بعد میں ارشاد فرمایا۔ یعنی ماں باپ سے ناگوار بات بھی سنو تو خبردار ان کو نہ جھڑکو۔

وَ قُلۡ لَّہُمَا قَوۡلًا کَرِیۡمًا. اور ان کے ساتھ اچھی نرم بات کیا کرو۔

حضرت سعید ابن مسیّب ؒ نے یہ توضیح کی ہے کہ جیسے کوئی قصوروار ملازم و خادم اپنے بدخو آقا سے نرمی کے ساتھ بات کرتا ہے۔ اسی طرح تم ماں باپ سے کلام کرو۔ اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا بول و براز وہ صاف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایام پیری میں ان کا بول و براز صاف کرنے سے تم بھی نفرت نہ کرو اور ان کو اف بھی نہ کہو۔

وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ. اور دونوں کے لیے اپنی عاجزی کے بازو بچھا دو۔ یعنی ان کے سامنے زمین بن جاؤ عاجزی اور تواضع کا اظہار کرو

(حضرت عروہ بن زبیر ﷺ نے یہ مطلب بیان کیا ہے۔ کہ ان سے نرمی سے بات کرو۔ جس چیز کو وہ چاہتے ہیں ان کو دیا کرو ان کو ممانعت مت کرو)

مِنَ الرَّحۡمَۃِ انتہائی رحم کی وجہ سے یعنی یہ خیال کرو کہ کل تم ان کے انتہائی محتاج تھے آج وہ تمہارے انتہائی محتاج ہو گئے۔ اس بات کا خیال کرو اور ان پر ترس کھاؤ۔

وَ قُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡہُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیۡ صَغِیۡرًا. اور ان کے لیے دعا کرو اور کہو اے میرے رب ان پر رحمت فرما جیسے انہوں نے مجھ کو میرے بچپن میں پالا، پرورش کیا تھا یعنی ان پر لازوال رحمت نازل فرما صرف اس دنیاوی فانی نعمت پر ہی اکتفا نہ کر بغویؒ نے لکھا ہے والدین کے لیے دعاء رحمت کا حکم اس وقت ہے جب کہ وہ مسلمان ہوں۔ اور بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے والدین مومن ہوں یا کافر سب کے لیے دعاء رحمت چاہیے کافر کی دعا رحمت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پاک ان کو مسلمان ہونے کی توفیق دے یہ بھی رحمت ہے۔

رَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا فِیۡ نُفُوۡسِکُمۡ. جو کچھ تمہارے دلوں میں ہوتا ہے تمہارا رب اس کو خوب جانتا ہے۔ یعنی ماں باپ کی فرمانبرداری کی نیت اور تعظیم کے اندرونی خیال سے اللہ خوب واقف ہے۔ یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ دلوں میں بھی ماں باپ سے نفرت نہ ہو اور ان کے بوجھ ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آنا چاہیے۔ اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ والدین کی فرمانبرداری کے معاملے میں تمہاری نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ اگر ثواب کی امید پر اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اللہ اسکا اجر دے گا۔ اور اگر کسی دنیوی لالچ کی وجہ سے فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا۔ اس لیے کہ اعمال کے نتائج و ثمرات کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اِنۡ تَکُوۡنُوۡا صٰلِحِیۡنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلۡاَ وَّ ابِیۡنَ غَفُوۡرًا.

اگر تم نیکوکار رہو اور سعادت مند ہو تو اللہ تعالیٰ رجوع ہونے والوں کی خطا معاف کرنے والا ہے یعنی وہ تمہاری وہ خطائیں بھی معاف فرما دے گا جو بلا ارادہ ان کی فرمانبرداری اور خدمت کے تعلق سے ہوئی ہوں۔ سعید بن جبیر ﷺ نے کہا اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے بلا سوچے، بلا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قل ہو اللہ احد پڑھی اس نے گویا تہائی قرآن کی تلاوت کی۔ (مسند احمد)

ارادہ، اچانک ماں باپ کے ساتھ کوئی بے ادبی یا بدسلوکی ہو گئی ہو۔ اور نیت ان کی ٹھیک ہی ہو تو اس کی پکڑ نہ ہو گی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کا حکم عام ہو کہ جو بھی ماں باپ کا نافرمان اور اپنے والدین کے ساتھ کوئی بد سلوکی کر گذرے اور پھر توبہ کر لے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے یعنی اس کی بھی توبہ قبول ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا اواب وہ شخص ہے جو گناہ کرنے کے بعد توبہ کرے پھر گناہ کرلے اور توبہ کرے، پھر گناہ کرلے اور توبہ کرے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا، خیر کی طرف بہت رجوع کرنے والا اواب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اواب وہ ہے جو ہر مصیبت اور حادثہ کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اواب کی دوسری تفاسیر بھی بیان کی گئی ہیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

(پ ۵ سورہ نساء آیت ۳۲)

اور اللہ کی انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ بندگی کیا کرو اور کسی چیز کو عبادت میں اس کا شریک نہ کرو۔ اس لیے کہ اللہ کی بزرگی غیر متناہی ہے اور اس کے مقابلے میں ہر ممکن خواہ کتنا ہی بڑا ہو حقیر ہے۔ تو حقیر کو اللہ بزرگ کے ساتھ عبادت میں شریک نہ بناؤ اور عبادت نام ہے انتہائی عجز و انکسار اور بے چارگی اور بے مائیگی کے اظہار کے ساتھ اوامر و نواہی سے کلی اور مکمل طور سے دائمی اجتناب کا۔ اسی لیے صوفیہ فرماتے ہیں عبادت کے معنی ہیں کہ بندہ زندہ متحرک بالارادہ اور فعل و عمل میں کسی درجہ مختار ہونے کے باوجود ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جدھر پلٹا دے ادھر پلٹ جاتی ہے۔ اسی طریقہ سے انسان اپنے خالق کے احکام کے سامنے اپنا سر جھکا دے اور اپنا سب کچھ یعنی جسم و جان دل و دماغ مال و منال اور اہل و عیال اس کے حوالے کر دے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کر دے تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کا یہ حق نہیں کہ وہ اپنی مرضی اور اختیار کو دخل دے بلکہ اسے بلا چون و چرا اور بغیر کسی پس و پیش کے اس کو ماننا اور اس کے مطابق اس پر عمل کرنا چاہئے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اور ان کی نافرمانی نہ کرو)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی منجملہ ان کے دو باتیں یہ ہیں کہ اللہ کا ساجھی قرار نہ دینا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا خواہ بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔ الحدیث

اور سورہ عنکبوت میں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا. اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کی نصیحت کی ہے وصیت کا معنی ہے نصیحت آمیز بات

اور مراد اس سے حکم ہے جو کام خوبی میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے اسکو حسن کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری میں خوب سے خوب تر طرز عمل اختیار کرو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ اور سابقین اولین میں سے تھے۔ اپنی والدہ کے بڑے فرمانبردار اور اطاعت گذار تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے پر ان کی والدہ نے جن کا نام حمنہ بنت ابی سفیان تھا کہا بیٹا یہ تو نے کیا نئی بات نکال رکھی ہے یعنی اسلام قبول کیا ہے؟ جب تک تو اس کا انکار نہ کرے گا اس وقت تک بخدا نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیوں گی یہاں تک کہ یونہی مر جاؤں گی۔ دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ جب تک تو اس نئے مذہب پر قائم ہے لوٹ نہیں آئے گا میں نہ کچھ کھاؤں گی نہ پیوں گی یوں ہی مر جاؤں گی۔ پھر ہمیشہ لوگ تجھے عار دیتے رہیں گے کہ یہ ماں کا قاتل ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے

وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا.

اور اگر وہ دونوں (ماں باپ) تم سے زور دے کر سختی سے کہیں کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک قرار دو (جن کی الوہیت) کا تم کو کچھ علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ یعنی ان چیزوں کے خدا ہونے نہ ہونے کا تم کو کچھ علم نہیں اور ان کو الوہیت کا صحیح ہونا تو معلوم نہیں تو ایسی حالت میں تم والدین کا حکم نہ ماننا چہ جائیکہ تم کو اللہ کی الوہیت اور وحدانیت کی سچائی اور حقانیت اور دوسروں کی الوہیت و ربوبیت کی نفی قطعی دلائل سے معلوم ہو تو اس صورت میں تو والدین کی اطاعت نہ کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں۔ والدین کی اطاعت تو اچھے کاموں میں لازم ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے ایک دن رات یا تین دن بغیر کھائے پیے گذار دیئے۔ سعد رضی اللہ عنہ ماں کے پاس گئے اور کہا اماں اگر تیری سو جان ہوں اور ایک ایک جان نکلتی رہے اور اسطرح سب جانیں نکل جائیں تب بھی میں اپنا مذہب نہ چھوڑوں گا۔ تیرا دل چاہے کھا، نہ چاہے، نہ کھا، جب ماں نا امید ہو گئی تو اس نے کھانا پینا شروع کر دیا (اللہ اللہ کیسے پختہ ایمان والے لوگ تھے اسی لیے تو ان کو بشارت جنت دنیا ہی میں مل گئی تھی)

اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (پ ۲۰ العنکبوت ع ۱)

میری طرف تم سب کو آنا ہے پھر میں ہی تم کو بتاؤں گا جو کچھ تم کرتے ہو یعنی تمہارے اعمال کی جزا و سزا دوں گا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قصہ کے زمانے میں دو آیتیں نازل ہوئیں جو سورہ لقمان اور سورہ احقاف میں

ہیں۔ چنانچہ سورہ لقمان میں ارشاد ہوا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ. اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کو شکر ادا کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ. اس کی ماں نے مشقت پر مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا۔

وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ اور اس بچہ کی دودھ چھڑانے کی مدت دو سال ہے (یعنی ماں نے دو سال تک دودھ پلانے کی تکلیف برداشت کی)

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ لہٰذا میرا شکر ادا کرو اور اپنے ماں باپ کا إِلَيَّ الْمَصِيرُ (تجھے تو) میری ہی طرف لوٹنا ہے (میں ہی تجھے شکر اور ناشکری دونوں کا صلہ و بدلہ دوں گا)

ابو ہریرہ ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے حسن معاشرت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا تیری ماں پھر پوچھا تو فرمایا تیری ماں تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون تو فرمایا تیری ماں پھر تیرا باپ اور اس کے بعد اور اقارب حسب درجہ اور بربنائے قرب واقربیت (متفق علیہ)

دوسری روایت حضرت مغیرہ ﷛ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لیے ماؤں کی نافرمانی حرام کردی ہے (متفق علیہ)

سفیان بن عیینہ ﷛ نے کہا جس نے پانچوں نمازیں پڑھ لیں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لیے دعائے خیر کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا (بہت کم لوگ ہوں گے اس زمانہ میں جو اللہ کا شکر ادا کریں اور ماں باپ کا بھی)

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا.

ترجمہ: اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں اور زبردستی کریں کہ میرے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں ماں باپ کے ساتھ اچھے طور پر جو شرعاً اور عقلاً پسندیدہ ہو رہو۔

مسئلہ: اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہوں تو ان کی مالی مدد کرنا اور قرابتداری کو نہ توڑنا واجب ہے۔

حضرت ابو بکر ﷛ کی صاحبزادی اسما رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے پاس میری ماں آئیں اس زمانہ میں وہ مشرکہ تھیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں آئی ہیں اور مدد کی خواہشمند ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ قرابتداری کا سلوک کرسکتی ہوں فرمایا ہاں! ان سے قرابت کا تعلق جوڑے رکھو۔ (متفق علیہ)

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف رجوع ہوا۔ سبیل سے مراد دین ہے اور من اناب الی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں یعنی اسلام دین پر قائم رہو یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دین ہے ثم الی مرجعکم پھر تم سب کی واپسی میری ہی طرف ہے۔

فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ. پھر جو کچھ تم کرتے رہے تھے میں تم کو بتلا دوں گا۔ جتادوں گا یعنی تمہارے اعمال کا بدلہ دوں گا۔ تم کو اسلام کی جزا اور والدین کو کفر کی سزا دوں گا۔ والدین کے کہنے سے شرک کرنے کی ممانعت کا حکم بطور مبالغہ دیا گیا ہے تا کہ یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو کہ جب ان کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم کی اس قدر تاکید ہے تو خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی ان کا حکم ماننا ضروری ہو بیشک خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماں باپ سب سے زیادہ تعظیم و اطاعت کے مستحق ہیں لیکن شرک میں ان کی اطاعت بھی حرام ہے دوسروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور سورۂ احقاف میں ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا. وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا.

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں اٹھائے رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینوں میں پورا ہوتا ہے کرھا کے لفظ سے جس کے معنی مشقت اور تکلیف کے ہیں اشارۃً یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ماں کا حق اولاد پر باپ سے بھی زیادہ ہے (جیسا کہ اس سے قبل حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی حدیث میں گزر چکا ہے)

الاحادیث النبویہ:

۱۔ حضرت ابو درداء ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باپ جنت کے اندر داخل ہونے کا وسطی دروازہ ہے (یعنی درمیانہ) اگر تم چاہو تو اس کی نگہداشت کرو، چاہو تو اسے کھودو۔ (ترمذی وابن ماجہ)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں (ترمذی وحاکم)

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عمر ﷛ اور حضرت ابو سعید خدری ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں داخل نہ ہوگا احسان جتلانے والا اور ماں باپ کا نافرمان اور شراب کا خوگر (نسائی۔ دارمی)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس پر ماہ رمضان آ گیا اور اس کی مغفرت نہیں ہوئی یعنی اس نے روزے نہ رکھے اور سچے دل سے توبہ نہ کی

اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا اور اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچ گئے ہوں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (ترمذی، حاکم)

۵۔ حضرت ابو امامہ ؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے فرمایا وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ)

۶۔ حضرت ابن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ماں باپ کے معاملے میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور جو شخص والدین میں سے ایک کے معاملہ میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شام کو اپنے ماں باپ کے معاملہ میں اللہ کا نافرمان ہو جاتا ہے اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک کے معاملہ میں نافرمان ہوتا ہے تو دوزخ کا ایک دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ماں باپ نے اس کی حق تلفی کی ہو فرمایا خواہ انہوں نے اس پر ظلم کیا ہو خواہ اس کا حق مارا ہو۔ خواہ اس کی حق تلفی کی ہو۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ماں باپ کا فرمانبردار اور اپنے والدین کی طرف رحمت والفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے ایک حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا خواہ ہر روز سو بار دیکھے۔ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑا اور پاک ہے۔

۸۔ حضرت ابو بکرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے اللہ جو گناہ چاہے گا معاف فرمادے گا سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کیونکہ زندگی میں مرنے سے پہلے ہی ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

(نمبر ۶ نمبر ۷، نمبر ۸، تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہیں)

۹۔ حاکم نے ابو ہریرہ ؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس گناہ کو اللہ چاہتا ہے قیامت پر اس کے عذاب یا مغفرت کو ٹال دیتا ہے۔ سوائے ماں باپ کی نافرمانی کے کہ ماں باپ کی نافرمانی کی سزا تو مرنے سے پہلے اسی زندگی میں فوراً دے دیتا ہے۔

نوٹ: یہ نو احادیث تفسیر مظہری سے نقل کی گئی ہیں۔

اس کے بعد کی ترغیب وترہیب سے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ بہتر سلوک، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ (بخاری و مسلم) (والدین کی فرمانبرداری جہاد سے بھی افضل ہے)۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹا باپ کا بدلہ کسی عمل سے نہیں اتار سکتا ہے ہاں اگر باپ کسی کا غلام ہو تو یہ اس کو خرید کر آزاد کر دے (مسلم وابوداؤد)

۱۲۔ عبداللہ بن عمر ؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کے لئے روانگی کی اجازت طلب کی تو فرمایا۔ تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں تو فرمایا ان کی خدمت میں کوشش کر۔ یعنی ان کی عزت وتکریم اور خدمت وبجا آوری احکام میں مشغول رہ۔ (بخاری ومسلم، ابوداؤد، ترمذی ونسائی)

۱۳۔ ایک صحابی ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اللہ سے اجر پانے کے لئے تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے اس نے عرض کیا ہاں دونوں ہی زندہ ہیں تو پھر فرمایا اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ تو اس نے عرض کیا نعم (ہاں) فرمایا اپنے والدین کے پاس چلا جا، ان کو خوش رکھ، ان کی خدمت کر (یعنی ہجرت اور جہاد سے ان کی خدمت بہتر ہے) (مسلم)

۱۴۔ حضرت انس ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی ؓ آئے اور عرض کیا مجھے جہاد کا شوق ہے لیکن قدرت نہیں ہے یعنی سامان جہاد نہیں ہے تو فرمایا کہ کیا ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے۔ عرض کیا ہاں، ماں زندہ ہے تو ارشاد فرمایا اللہ کی رضا کے لئے ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ جب تم یہ کام کر لو گے تو پھر حاجی ہو، عمرہ کرنے والے بھی ہو اور مجاہد بھی ہو یعنی جب والدہ کا دامن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے باعث خوشی ومسرت سے بھر دو گے تو تمہیں اتنا ثواب مل جائے گا جیسا کہ تم نے حج بھی کیا عمرہ بھی کیا اور جہاد بھی کیا۔

۱۵۔ طلحہ بن معاویہ ؓ فرماتے ہیں میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ ہے۔ فرمایا، تیری ماں زندہ ہے میں نے عرض کیا جی ہاں تو فرمایا اس کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑ لے جنت ان کے نیچے ہے (طبرانی) یعنی اس کی اطاعت وخدمت میں ہمہ تن منہمک ہو جا کہ یہی کام دخول جنت کا سبب ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ جہاد تو تم جنت کے حصول کے لئے کرتے ہو وہ تو تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے تو دور کیوں جاتے ہو ماں کی خدمت کرو، اس کو راضی رکھو، اسے خوش کرو جنت مل جائے گی۔

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاَبَوَیْنِ.

جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔

۱۶۔ حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک صحابی ؓ آئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رات میں سو آیت پڑھی اس کیلئے رات بھر کی عبادت لکھی جائیگی۔ (الجامع)

اور کہا میری بیوی ہے اور میری والدہ اس کو طلاق دینے کے لئے کہتی ہے۔ میں کیا کروں تو ابودرداءؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے ماں باپ جنت کے بیچ کے دروازے ہیں اگر چاہتے ہو تو انہیں ضائع کرو اور چاہتے ہو تو ان کی حفاظت کرو۔ (ابن ماجہ۔ترمذی)

(مطلب یہ ہے کہ اگر جنت چاہتے ہو تو طلاق دے دو اور اگر بیوی چاہتے ہو تو جنت کی امید مت رکھو، یہ کوئی لازمی امر نہیں خصوصاً جب کہ بیوی خوش خلق، ملنسار اور شوہر اور اس کے بزرگوں کی فرمانبردار و خدمت گزار ہو البتہ اگر اس کے برعکس ہو تو تعمیل بہتر ہے)۔

۱۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میری بیوی تھی، مجھے اس سے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمرؓ اس سے ناراض تھے۔ مجھ سے فرمایا بیٹا اس کو طلاق دے دو میں نے ان کی بات نہ مانی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔
(ابوداؤد۔ترمذی۔نسائی۔ابن ماجہ۔ابن حبان)

۱۸۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور رزق میں فراخی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ والدین کو خوش رکھے (رواہ احمد)

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اجنبی عورتوں سے اپنے آپ کو پاک رکھو تا کہ تمہاری عورتیں اجنبی مردوں سے پاک رہیں اور اچھا سلوک کرو اپنے باپوں سے تا کہ تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ بھی اچھا ہی سلوک کریں۔ (رواہ حاکم)

حکایت: شیخ سعدی نے گلستان میں ایک قصہ یوں بیان کیا ہے کہ میرا ایک دوست بے اولاد تھا۔ کچھ زمانہ کے بعد میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ دیکھو، سعدی وہ میرا بیٹا ہے جو کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ میں نے اس کو بلایا اور پیار کیا اور دوست سے دریافت کیا کہ عرصہ سے تمہاری اولاد نہیں تھی یہ کس طرح ہو گیا، اس نے اپنا قصہ بیان کیا کہ فلاں مقام پر لوگ جاتے تھے اور اپنی حاجتیں اللہ سے مانگتے تھے، میں بھی وہاں گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور یہ بیٹا اللہ تعالیٰ نے دے دیا بیٹے نے اس کی طرف پشت کر کے کہا کہ کاش وہ جگہ مجھے معلوم ہوتی تو میں جا کر باپ کے مرنے کی دعا کرتا باپ نے سنتے ہی افسوس کے ساتھ سعدی سے کہا کہ یہ اولاد کی حالت ہے سعدی نے جواب دیا۔

تو بجائے پدر چہ کردی خیر تا ہماں چشم از پسر داری

(تو نے اپنے باپ کے ساتھ کونسا نیک سلوک کیا ہے جس کی امید تو اپنی اولاد سے رکھتا ہے) مثل مشہور ہے "جیسا کرو گے ویسا بھرو گے"

۲۰۔ حدیث ذیل حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن یہاں بخاری کی روایت مع قدرے تغیر نقل کی جاتی ہے۔

تین آدمی سفر میں تھے یعنی آبادی سے باہر تھے اچانک تیز بارش شروع ہو گئی ان تینوں نے ایک غار میں پناہ لی، اوپر پہاڑ سے ایک بڑا پتھر لڑھکتا ہوا آیا اور غار کے منہ پر آ کر رکا جس سے وہ بند ہو گیا۔ تینوں نے کوشش کی مگر وہ پتھر کو نہ ہٹا سکے۔ آپس میں کہنے لگے کہ کسی کو کیا پتہ کہ ہم اندر بند ہو گئے ہیں کہ آئے اور پتھر کو ہٹائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور جو کوئی نیک عمل ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا ہو اس کو اپنی نجات کے لئے وسیلہ بنائیں تا کہ اللہ ہم کو زندہ غار سے نکال دے تو تینوں میں سے ایک نے کہا کہ اے اللہ میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے اور میں بکریاں چراتا تھا جب شام کو گھر آتا تھا تو دودھ نکال کر پہلے بوڑھے ماں باپ کو پلاتا تھا بعد میں بچوں کو ایک دن میں دیر سے گھر آیا، ماں باپ سو گئے تھے میں نے دودھ نکالا حسب عادت والدین کو پلانے کے لئے ان کے سروں کے پاس کھڑا رہا۔ ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور بچے قدموں میں تڑپتے رہے لیکن والدین سے پہلے ان کو پلانا مناسب نہیں سمجھا تھا یہاں تک کہ دن چڑھ گیا تو اے اللہ اگر یہ نیک عمل میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہو تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دلا اللہ تعالیٰ نے تہائی حصہ پتھر کا غار کے منہ سے ہٹا دیا الخ دوسرے نے اپنا نیک عمل بیان کیا تو دو تہائی غار کھل گیا اور تیسرے نے اپنا نیک عمل بیان کیا تو تیسرا حصہ بھی کھل گیا (اس واقعہ سے ہمیں یہ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ نیکی صرف آخرت کے لئے مفید نہیں بلکہ دنیا میں بھی کارآمد ہوتی ہے)

۲۱۔ ابواسید مالک بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آ گیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والدین کی موت کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کی کوئی راہ ہے کہ میں اس پر چلتا رہوں فرمایا ہے۔ اللہ سے ان کے لئے نزول رحمت کی دعا کرو۔ اللہ سے ان کی مغفرت کی درخواست کرو اور اگر انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو اس کو پورا کرو اور ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو۔ (ابوداؤد۔ابن ماجہ)

(اس طرح کی احادیث بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ایک واقعہ سورۂ بقرہ میں گائے کے ذبح کرنے کا بھی آتا ہے۔ جس کو عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ والدین سے حسن سلوک کا ثمرہ صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی ملتا ہے۔ قصہ یوں ہے کہ:

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کا نیک فرزند تھا والد نے حالت حیات میں گائے کا بچھڑا جنگل میں چھوڑ دیا اور اللہ کے پاس امانت رکھوایا، اس کے حوالے کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ فوت ہو گیا اور بچھڑا جنگل میں چرا کرتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دو آیتیں آخر سورۃ البقرۃ کی پڑھیں وہ اس کیلئے کافی ہوں گی۔ (الترمذی)

تھا جواسے دیکھتا تو اس سے دور بھاگتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا (نیک نکلا) والدہ کا بہت تابعدار تھا رات کے تین حصے کرتا تھا جن میں ایک حصہ خواب اور آرام واستراحت کے لئے ایک حصہ عبادت کے لئے اور ایک حصہ ماں کی خدمت کے لئے وقف تھا سویرے جنگل میں جا کر لکڑیاں لا کر بازار میں فروخت کرتا تھا جس کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا تھا ایک حصہ والدہ کو دیتا تھا اور ایک حصہ میں اپنا گزارہ کرتا تھا ایک دن اس کی والدہ نے کہا، بیٹا تیرا باپ تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک گائے میراث میں چھوڑ گیا ہے جو سپرد خدا ہے تو جا اور کہہ یہ کر آواز دے کہ اے ابراہیم علیہ السلام اور اسمائیل علیہ السلام کے معبود وہ گائے عنایت فرما دے وہ جوان جنگل میں گیا تو اسے چرتے دیکھ کر ماں کے فرمان کے مطابق اس کو آواز دی اور گائے بحکم الٰہی دوڑ کر سامنے آ گئی جوان گردن پکڑ کر کھینچنے لگا۔ گائے بولی اے ماں کے خدمت گزار مجھ پر سوار ہو لے تجھے آرام ملے گا۔ جواب دیا میری ماں کا یہی حکم ہے سوار ہونے کا نہیں۔ گائے بولی اے جوان! اگر تو میرے کہنے سے سوار ہو جاتا تو میں ہرگز تیرے قابو میں نہ آتی۔

تیری ماں کی اطاعت کے سبب تیرا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر تو پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ بھی تیرے کہنے سے چلنے لگے گا۔

القصہ وہ بھی گائے لے کر اپنی ماں کے پاس آیا، ماں نے کہا بیٹا تو فقیر ہے دن کو لکڑیاں لا کر بیچتا ہے جس کی وجہ سے تجھ کو رات عبادت کرنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ اسے فروخت کر دے جوان نے ماں سے قیمت پوچھی کس قیمت پر فروخت کروں ماں نے کہا تین دینار (تین اشرفی) میں فروخت کرنا اور اس وقت عام قیمت یہی تھی لیکن یہ بھی کہا، جب بیچنے لگے پھر بھی مجھ سے پوچھ لینا۔ جوان اپنی مادر مہربان کے فرمان کے بموجب گائے کو بازار میں لے گیا۔ ادھر اللہ نے اپنی قدرت دکھلانے اور اس کا اپنی والدہ کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان لینے کے لئے ایک فرشتہ بھیجا آتے ہی اس نے قیمت پوچھی۔ جوان نے کہا کہ تین دینار مگر شرط یہ ہے کہ میں ماں سے پوچھ لوں۔ فرشتہ نے کہا تو مجھ سے چھ دینار لے اور گائے مجھے دے دے ماں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں جوان نے کہا تو اگر مجھے اس کے برابر سونا بھی تول دے تب بھی میں اپنی والدہ کی رضامندی کے بغیر نہ دوں گا یہ کہہ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور کیفیت بیان کی ماں نے کہا جاؤ چھ دینار میں فروخت کر دو مگر پھر بھی خریدار سے میری رضامندی کی شرط کر لینا۔ اس خریدار غیبی نے کہا تو اپنی ماں سے نہ پوچھ اور مجھ سے بارہ دینار لے لے جوان نے انکار کیا اور اپنی ماں کے پاس آیا اور سارا قصہ بیان کیا، ماں نے کہا وہ فرشتہ ہے، تیرا امتحان لیتا ہے، اب اگر اس سے ملاقات ہو تو یہ پوچھنا ہم اس کو فروخت کریں یا نہ کریں۔ جب وہ بازار گیا اور اس سے ملاقات ہوئی تو جوان نے فروخت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اسے فروخت نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تم سے ایک مقتول کے بدلے کے معاملہ میں خریدیں گے تم اسے کھال بھر دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا چنانچہ انہوں نے فروخت نہ کیا ادھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ امر مقدر فرما دیا تھا کہ وہ فلاں گائے ذبح کریں گے اس لئے وہ اس کے اوصاف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھتے رہے اور اللہ تعالیٰ اس گائے کے اوصاف بیان فرماتا رہا۔ حتی کہ اس کے وہ تمام کمال اوصاف بیان کر دیے گئے اور بنی اسرائیل نے اس کو کھال بھر سونے کے عوض خریدا یہ سب اس جوان کی نیک نیتی اور اپنی والدہ کی خدمت و اطاعت کا ثمرہ تھا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر فضل وکرم تھا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ایک تابعی تھے ان کا نام اویس قرنی ؓ تھا مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ رَجُلاً يَّاتِيْكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ اُمٍّ لَهٗ قَدْ كَانَ بِهٖ بَيَاضٌ فَدَعَا اللهَ فَاَذْهَبَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ الدِّيْنَارِ اَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ الخ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر ؓ راوی ہیں فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن سے تمہارے پاس ایک آدمی آئے گا۔ اس کا نام اویس ہوگا۔ یہاں آنے سے اس کی ضعیف ماں (کی خدمت) کے علاوہ اور کسی چیز نے نہیں روکا ہے اس نے شادی نہیں کی، نہ تو اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اس کے بدن پر برص تھا اس نے اللہ سے دعا کی چنانچہ وہ برص چلا گیا صرف ایک اشرفی یا روپیہ کے مقدار برابر سفیدی رہ گئی ہے تو تم میں سے جس کی ملاقات اس سے ہو جائے تو اس سے اپنی مغفرت کے لئے دعا کرانا۔ چنانچہ وہ عمر ؓ بن خطاب ہی کے عہد میں مدینہ تشریف لائے۔ حضرت عمر ؓ نے ان سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ آپ اویس ہیں۔ قبیلہ مراد سے ہیں۔ قرن کے رہنے والے ہیں۔ عامر کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے ماں باپ کی خدمت ہی نے آپ کو روک رکھا تھا۔ کہا ہاں، تو پھر آپ میری بخشش کے لئے دعا کیجئے چنانچہ انہوں نے دعا کی (اس حدیث شریف سے کئی مسائل نکلتے ہیں)

ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جو علامات بیان فرمائی تھیں سب ان میں جمع تھیں دوسرے یہ کہ مدینہ منورہ میں نہ آنے کا والدہ کی خدمت کے علاوہ اور کوئی عذر نہ ہونا اور زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سن رسیدہ بلند مرتبہ آدمی کے لئے اپنے سے کم تر اور کم سن شخص سے دعائے مغفرت اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورت کہف کی آخری آیات پڑھیں وہ دجال سے محفوظ رہیگا۔ (مسلم)

دعائے خیر کی خواہش کرنے کی نہ صرف اجازت بلکہ اس کی تاکید ہے چنانچہ حضرت عمرؓ تمام امت میں سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سب سے افضل ہیں۔اور حضرت اویسؒ تو تابعی تھے صحابیؓ بھی نہیں اور انہوں نے حضرت اویس قرنیؒ سے دعا کی خواہش فرمائی۔ یہی اویس جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے لڑکر شہید ہوئے۔ان کے مناقب بہت ہیں لیکن میرا مقصود صرف اس واقعہ کا ذکر کرنا تھا کہ ماں کی خدمت گزاری اور اطاعت وفرمانبرداری کتنی اہم اور باعث فضیلت ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم آیت ۱۴ میں ارشاد ہے:

وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا.

ترجمہ: اور وہ والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے اور مہربان تھے۔متکبر اور نافرمان اور سرکش وعصیاں شعار نہ تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلمات قرآن مجید میں یوں نقل کیے گئے ہیں۔

وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا وَبَرًّا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا.

اور زندگی بھر اللہ نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے اور اللہ نے مجھے والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس نے مجھے سرکش و باغی اور نافرمان اور عاصی نہیں بنایا۔اور دونوں نبیوں کو اللہ پاک نے حقوق العباد میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین بقید حیات تھے اس لئے ان کے تعلق سے دونوں کے ساتھ اچھے سلوک کا بیان ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے صرف ماں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہوا کہ ان کے باپ نہیں تھے۔ یہ دونوں معصوم تھے۔ (اس لئے کہ دونوں نبی تھے) ان سے عصیان و نافرمانی کے صدور کا تصور بھی غلط ہے۔ان کے قصوں کے بیان سے امت کو تعلیم مقصود ہے کہ تم بھی ان کی طرح والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اپنا شعار بنالو اس کے علاوہ والدین کے ساتھ احسان وسلوک کی نصیحت اور ان کے مراتب کی بلندی کی وضاحت بھی مطلوب ہے۔

عقوق والدین

اب آیئے عقوق والدین یعنی والدین کی نافرمانی پر بھی نظر ڈال دی جائے کہ اس کی سزا کیا ہے؟ اس کو بھی احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے حرام کیا ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو اور بچوں کو زندہ درگور کرنے کو اور مکروہ کیا ہے تمہارے لیے قیل و قال یعنی بے فائدہ باتیں اس لیے کہ کثرت قیل وقال بسا اوقات انسان کو جھوٹ کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ حرام ہے۔اس لیے حدیث شریف میں ہے۔

قُلِ الْحَقَّ وَاِلَّا فَاسْكُتْ.

حق بات بولا کرو ورنہ چپ رہا کرو اور منع کیا اللہ نے تم کو کثرت سوال سے یعنی لوگوں کے احوال یا عام معاملات کے تعلق سے جس کی تم کو ضرورت نہ ہو اور منع کیا ہے اللہ نے تم کو اضاعت مال سے یعنی فضول خرچی سے۔(بخاری)

۲۔ابی بکرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں یہ بات نہ بتاؤں کہ بڑے سے بڑا گناہ کیا ہے یہ لفظ تین بار فرمایا پھر فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کو ناراض کرنا اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

۳۔عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا والدین کو ناراض کرنا۔ بلاوجہ کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا (بخاری)

۴۔حضرت انسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں کبائر کا ذکر شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبائر یہ ہیں۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کو ناراض کرنا۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

۵۔عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ایک والدین کا نافرمان دوسرا دائمی شرابی۔ تیسرا احسان جتانے والا اور تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ایک والدین کا نافرمان دوسرا دیوث تیسری وہ عورت جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتی ہے۔ دیوث شریعت میں اس مرد کو کہا جاتا ہے جو اپنی بیوی کو ناجائز تعلقات سے منع نہیں کرتا اس معاملہ میں بے غیرت ہوتا ہے۔اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورت وہ ہے جو مردوں جیسا لباس پہنے جیسے آج کل عورتیں ہاکی اور ٹینس وغیرہ کھیلتی ہیں۔

۶۔عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین قسم کے لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام کی ہے، دائمی شرابی، والدین کا نافرمان اور دیوث۔ (رواہ احمد والنسائی والبزار والحاکم)

۷۔ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر پہنچتی ہے لیکن احسان جتانے والا، والدین کا نافرمان اور دائمی شرابی اس خوشبو کو نہیں سونگھ سکیں گے (طبرانی)

۸۔ابو امامہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین قسم کے لوگوں کا اللہ پاک کوئی عمل قبول نہیں کرے گا خواہ بدنی ہو یا مالی، والدین کا نافرمان، احسان جتانے والا، اور قدر کا منکر۔

۹۔حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے انا انزلنٰہ پڑھی تو یہ قرآن کے ربع کے برابر ہوگی۔(الدر)

فرمایا ہے لازم کیا ہے اللہ نے اپنے اوپر اس بات کو کہ نہ داخل کرے گا جنت میں اور نہ چکھائے گا جنت کی نعمتیں ان لوگوں کو کہ دائمی شرابی ہوں یا سود کا کاروبار کرنے والے ہوں یا یتیم کا مال کھانے والے ہوں، یا والدین کو ناراض کرنے والے ہوں۔ (رواہ حاکم)

۱۰۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والدین کو گالی دینا کبائر میں سے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعجباً عرض کیا ایسا بھی کوئی شخص ہے جو اپنے والدین کو گالی دیتا ہو فرمایا ہاں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواباً اس کے والدین کو گالی دیتا ہے۔ یا دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ (بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

مطلب یہ ہوا کہ خود تو اپنے والدین کو براہ راست گالی نہیں دیتا لیکن ان کو گالی دلواتا ہے اور اس کا سبب بنتا ہے گویا وہ براہ راست بلاواسطہ اپنے والدین کو گالی نہیں دیتا لیکن بالواسطہ دیتا ہے کہ جس کے ماں باپ کو اس نے گالی دی وہ جواب میں اس کے والدین کو گالی دیتا ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ اکبر الکبائر میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین پر انسان کیسے لعنت بھیجے گا تو جواب دیا کہ یہ دوسرے کے والد کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے والد کو گالی دیتا ہے اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے گویا یہ خود اس بات پر راضی ہو گیا کہ میرے والدین کو گالی دی جائے۔

۱۱۔عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، پنجگانہ نمازیں پڑھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس عقیدہ پر مرا تو قیامت کے دن وہ انبیاء صدیقین اور شہدا کے ساتھ ایسا ہوگا جیسے یہ دو انگلیاں اور انگلیوں کو اٹھایا لیکن شرط یہ ہے کہ وہ والدین کا نافرمان نہ ہو۔ (رواہ احمد و طبرانی)

۱۲۔حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتوں کی نصیحت کی ہے اول یہ کہ اللہ پاک کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور اگر چہ تم قتل کیے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ دوم والدین کو ناراض مت کرو اگر چہ تمہیں اپنے اہل و مال سے ہاتھ دھونا پڑے الی آخرہ (رواہ احمد وغیرہ)

۱۳۔عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں گاؤں میں گیا اس کے متصل ایک مقبرہ تھا۔ عصر کے وقت ایک قبر پھٹی ایک آدمی اس میں سے نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور باقی جسم انسان کا تھا گدھے جیسی تین آوازیں دیں اور پھر قبر میں چلا گیا قبر اس پر بند ہو گئی ایک بوڑھی عورت بالوں کو بل دیتی تھی دوسری عورت قریب بیٹھی تھی بوڑھی نے مجھ سے کہا یہ بوڑھی دیکھتے ہو میں نے کہا ہاں اس کو کیا ہوا۔ کہا یہ اس کی ماں ہے میں نے کہا یہ کیا قصہ ہے اس نے کہا یہ مردہ شرابی تھا ماں اس سے کہتی تھی، اے بیٹے اللہ سے ڈر، کب تک شراب پیے گا تو وہ جواب دیتا تھا ماں تم تو ایسی آوازیں نکالتی ہو جیسے گدھا چنانچہ وہ شرابی عصر کے بعد مر گیا تو اب روزانہ اس کی قبر شق ہو جاتی ہے تو وہ تین بار گدھے جیسی آواز نکالتا ہے پھر قبر میں بند ہو جاتا ہے یعنی یہ دنیا میں اس کی سزا ہے۔ (رواہ الاصبہانی)

۱۴۔عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چند آدمی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے ایک آدمی نے آ کر عرض کیا فلاں جوان سکرات میں ہے اس سے کہا گیا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیکن وہ پڑھ نہیں سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ نماز پڑھتا تھا عرض کیا گیا ہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اٹھے اور ہم بھی ساتھ ہو گئے جوان کے پاس پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہہ دو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وہ نہ بول سکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیوں نہیں بول سکتا جواب ملا ماں کو ناراض کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ زندہ ہے یا مر گئی عرض کیا گیا وہ زندہ ہے فرمایا بلاؤ، اس کو بلایا گیا وہ آ گئی تو رحمت عالم نے اس سے پوچھا یہ تیرا بیٹا ہے کہا ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بہت سی آگ جلائی جائے اور تجھ سے پوچھا جائے کہ اگر تو اس کو چھڑانا چاہتی ہے تو ہم اس کو چھوڑتے ہیں ورنہ اس آگ میں اسکو جلاتے ہیں کیا تو اس وقت اس کی سفارش کرے گی، اس نے عرض کیا ہاں کروں گی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ پاک کو اور مجھ کو اس بات پر گواہ کر کہ تو اس سے راضی ہے تو ماں نے کہا، اے اللہ میں تجھے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کرتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوان کہہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

تو جوان کی زبان چل پڑی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ

ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے میری وجہ سے اس کو عذاب سے بچایا (رواہ الطبرانی واحمد)

خداوندا! اپنی رحمت سے ہمیں اس امر کی توفیق عطا فرما کہ ہم والدین کے حقوق جانیں اور ان کو پوری طرح ادا کر کے انہیں راضی و خوش کریں کہ تیری رضا و خوشنودی کی نعمت بھی ہمیں میسر آ جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان کی خوشنودی تیری خوشنودی ہے اور ان کی ناراضی تیری ناراضی: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

باب۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میاں بیوی کے حقوق

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ وَّ بِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ ؕ وَ الّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَہُنَّ فَعِظُوۡہُنَّ وَ اہۡجُرُوۡہُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَ اضۡرِبُوۡہُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَکُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَیۡہِنَّ سَبِیۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیۡرًا (سورہ نساء پ۵، ع۳)

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ (مرد عورتوں کے سرپرست ہیں) اس آیت کے شانِ نزول میں بہت سی روایات ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ کا شمار نقباء میں ہوتا تھا اونچے درجے کے صحابی تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بیوی نے سعد رضی اللہ عنہ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے انہیں طمانچہ مار دیا ان کے والد اپنی بیٹی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیٹی سعد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔ انہوں نے اس کو طمانچے مارے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو ان سے بدلہ لینے کا حق ہے۔ لیکن پھر فوراً ہی فرمایا کہ نہیں نہیں بدلہ نہ لو۔ کہ ابھی ابھی جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کچھ چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور منظور خدا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کی ممانعت فرمادی۔

بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ (اس لیے کہ اللہ نے بعض کو (یعنی مردوں کو) بعض پر (یعنی عورتوں پر) تخلیقی برتری عطا فرمائی ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو کمالِ عقل، حسنِ تدبیر، وسعتِ علم، عظمتِ جسم، زیادتی قوت اور صلاحیت و استعداد کی بیشی تخلیقی طور پر عطا کی ہے۔ اور یہ چیزیں عورت کو نہیں دی گئیں۔ اسی بناء پر مندرجہ ذیل خصوصیات و احکام صرف مردوں کے لیے ہیں۔ عورتیں ان احکام و خصوصیات سے محروم ہیں۔

نبوت، امامت، حکومت، قضاء، تعزیری جرائم کی شہادت، وجوب جہاد، وجوب جمعہ و وجوب عیدین، اذان، خطبہ، نماز کی جماعت، میراث میں مرد کے مقابلے میں نصف حصہ، نکاح کی ملکیت یعنی کلی اختیار نکاح اور بیک وقت تعداد ازواج، اختیار طلاق، کامل ماہ رمضان کے روزے اور پوری زندگی میں پوری نمازیں (اس لیے کہ حالت حیض و نفاس میں روزہ اور نماز ممنوع ہوتے ہیں) علاوہ ازیں اور احکام۔

اس برتری کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر میں مخلوق میں سے کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (احمد نے معاذؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے اور ابوداؤد نے قیس بن سعدؓ سے)

وَّ بِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ (اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یہ دوسری دلیل فضیلت ہے کہ مرد جسمانی و دماغی محنت و کاوش سے مال حاصل کرتے ہیں اور عورتوں کے نان، نفقہ، مکان، لباس وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں۔ اور مرد کی یہ برتری اختیاری اور کسبی ہے۔

اس کے بعد عورتوں کی دو قسمیں بیان فرمائیں ہیں۔ پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جو نیک فرمانبردار اور مرد کے مال اور اس کی عزت کی محافظہ ہیں۔

چنانچہ فرمایا: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (پس نیک عورتیں اللہ کی اطاعت کرتی ہیں اور مردوں کی غیر موجودگی میں بحفاظت خداوندی ان کے مال، آبرو وغیرہ کی نگہداشت کرتی ہیں۔ قنتت سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے شوہروں کے حقوق کو ادا کرنے کا جو حکم دیا ہے اس کو مانتی اور اس پر چلتی ہیں۔ اور حفظت کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عزت و آبرو اور شوہر کے مال و اسرار کی نگہداشت کرتی ہیں۔ للغیب سے مراد شوہروں کے وہ اسرار و اموال ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں۔ بما حفظ اللہ یعنی اللہ نے عورتوں کے حقوق کی جو محافظت کی ہے۔ یعنی مہر، نفقہ، عورتوں کی نگہداشت و حفاظت اور ان کی ضروریات کی فراہمی مردوں کے ذمے کردی ہے۔ اس کے عوض وہ مردوں کی غیر موجودگی میں اپنی عصمت اور مردوں کے مال اور ان کی اولاد کی حفاظت کرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے اچھی بیوی وہ ہے کہ تو اس کی طرف دیکھے تو تو خوش ہو۔ اگر تو کسی کام کا اس کو حکم دے تو وہ تیرا حکم مانے۔ اگر تو غیر حاضر ہو تو

تیری عدم موجودگی میں اپنے مال اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیت الرجال الخ تلاوت فرمائی (بخاری) ابن جریر کی روایت میں تیرے مال اور اپنی آبرو کا لفظ آیا ہے (اور یہ زیادہ واضح ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھی عورت کونسی ہے۔ فرمایا جس کے دیکھنے سے اس کا شوہر خوش ہو، شوہر کے حکم کی اطاعت کرے اور اپنے مال و جان میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو۔

دوسری روایت میں ہے کہ اپنی آبرو اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ (ترمذی) طیبی نے لکھا ہے کہ عورت کے مال سے مراد مرد کا مال ہے اس لیے کہ مرد کے مال میں عورت تصرف کرتی ہے اس لیے گویا وہ اس کا مال ہے۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں پڑھے، مہینے کے مقرر روزے رکھے اور شوہر کا حکم مانے تو جنت کے اندر جس دروازے سے چاہے چلی جائے۔ (رواہ ابو نعیم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مرفوع حدیث ہے کہ اگر عورت ایسی حالت میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی۔ (ترمذی)

چنانچہ فرمایا وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ اور جن عورتوں کی بد دماغی کا تم کو اندیشہ ہو یعنی نافرمانی اور نک چڑھے پن کا خوف ہو تو ان کا علاج ان طریقوں سے کرو۔ فَعِظُوْهُنَّ اول ان کو زبانی نصیحت کرو۔ زبانی نصیحت یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ان کو ڈراؤ اور خواب گاہوں میں انہیں تنہا چھوڑ دینے اور مارنے کی دھمکی دو۔ اگر یہ نصیحت و تنبیہ مفید و کارگر ثابت نہ ہو تو

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (ان کو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو) یعنی تم خواب گاہوں اور بستروں پر ہو تو عورتوں کو اپنے لحافوں اور چادروں کے اندر نہ آنے دو اور ان سے منہ پھیر کر لیٹ جاؤ اگر یہ علاج بھی کارگر نہ ہو تو وَاضْرِبُوْهُنَّ (ان کو مارو) اور مارنے کی حد مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ایسا مارو کہ مارنے کا نشان بدن پر نہ پڑے۔ مطلب یہ ہے کہ خفیف مارو سخت نہ مارو۔ اس لیے کہ مقصود اصلاح ہے عداوت نہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْفَعْ عَصَاكَ عَنْ اَهْلِكَ وَ عَلِّقْ سَوْطَكَ فِیْ مَوْضِعٍ يَرَاهُ اَهْلُ بَيْتِكَ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی لاٹھی کو بیوی سے مت ہٹاؤ یعنی اس کو مارو (اگر وہ بدخلقی اور غیر شرعی حرکت کرے) اور اپنا تازیانہ ایسی جگہ پر لٹکاؤ کہ گھر والے اس کو دیکھتے رہیں تاکہ ان کے دل میں تمہارا رعب رہے۔ حضرت جابر ؓ سے (بحوالہ مسلم) روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں فرمایا تھا اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ عورتوں کو تم نے اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے انکی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال بنایا ہے (یعنی نکاح کے ذریعہ سے) ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں۔ کہ تم کو ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ زخم نہ ہو جائے۔ اور ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے۔ نان، نفقہ، اور لباس دستور کے مطابق۔

آیت بالا کے طرز بیان سے یہ ثابت ہوا کہ سزا بقدر جرم ہے۔ اگر صرف بد دماغی اور بدخلقی کے آثار ظاہر ہوں تو زبانی نصیحت کافی ہے لیکن اگر نافرمانی کرنے لگے تو پھر دوسرے نمبر پر ترک تعلق کرلے۔ اور اگر اس سے بھی راہ راست پر نہ آئے تو پھر بقدر نافرمانی مارے۔

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ پس اگر عورتیں ابتداء ہی سے تمہاری فرمانبردار ہوں یا نافرمانی کے بعد مطیع بن گئی ہوں اور تائب ہو چکی ہوں تو

فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ خواہ مخواہ ان کو دکھ دینے کا بہانہ نہ ڈھونڈو، اس لیے کہ توبہ کے بعد پچھلی نافرمانی کالعدم قرار دی گئی ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ. (الحدیث)

گناہ سے صحیح توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا. بے شک اللہ بڑی عظمت کبریائی والا ہے۔ لہٰذا تم زیردستوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ تم پر اللہ تعالیٰ اتنا قابو رکھتا ہے کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے لیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ باوجود بزرگ ترین عظمت و کبریائی رکھنے کے تمہارے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے جب تم توبہ کرتے ہو۔ اس لیے تم بھی عورتوں کی ان خطاؤں سے درگذر کرو جو تمہارے سلسلہ میں ان سے ہوئی ہوں۔

عبداللہ بن زمعہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے۔ یعنی یہ حرکت بڑی نازیبا ہے، کہ صبح کو تو بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارو اور پچھلے دن میں اس سے زن و شو کے تعلقات قائم کرنے پر تیار ہو جاؤ۔ (متفق علیہ)

حضرت معاویہ قشیری ؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر بیوی کے کیا حقوق ہیں۔ فرمایا۔ جب اس کو کھانے کی ضرورت ہو کھانا دینا۔ جب پہننے کی ضرورت ہو پہننے کو دینا۔ چہرے پر نہ مارنا۔ اس کو گالیاں نہ دینا اور سوائے محفوظ جگہ کے اس کو کہیں تنہا نہ چھوڑنا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

افسوس کہ آج کل تو میاں بیچارا کہیں ہے اور بیوی کسی ہوٹل میں یا تفریح گاہ میں یا کسی دفتر میں زینت مجلس بنی ہوئی ہے۔

حضرت ایاس بن عبداللہ ؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی بندیوں کو نہ مارو۔ یہ سن کر حضرت عمر ؓ نے خدمت گرامی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھی اس کو کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ (الجامع)

حاضر ہوکر عرض کیا کہ عورتیں شوہروں کی نافرمان ہوجائیں گی۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کی اجازت دے دی۔ادھر بکثرت عورتوں نے امہات المومنین کے گھروں کے چکر لگانے اور اپنے شوہروں کے شکوے کرنے شروع کیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس بہت عورتوں نے چکر لگائے ہیں۔جو اپنے اپنے شوہروں کی شکایتیں کر رہی ہیں۔ایسے لوگ تم میں آدمی اچھے نہیں ہیں جو عورتوں کو دکھ پہنچاتے اور شکایت کا موقع دیتے ہیں۔(رواہ ابوداؤد، وابن ماجہ والدارمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں۔(رواہ الترمذی والدارمی وابن ماجہ)

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے ایمان کے بعد آدمی کے لیے اس سے بہتر اور کوئی نعمت نہیں کہ خوش خلق، شوہر سے محبت کرنے والی اور ایسی عورت جو بانجھ نہ ہو اس کو مل جائے۔اور کفر کے بعد آدمی کے لیے اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ اس کو تیز زبان اور بد خلق عورت مل جائے۔فارسی کا شعر ہے۔

زن بد درسرائے مرد نکو ہمدریں عالم است دوزخ او

بدخو عورت نیک آدمی کے گھر میں اس دنیا میں اس کے لیے دوزخ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ایک وہ جو پاکدامن ،نرم گو، خوش اخلاق، شوہر سے محبت کرنے والی اور بکثرت اولاد پیدا کرنے والی ہوتی ہے۔مصیبت کے وقت شوہر کی مدد کرتی ہے اور مصیبت میں مزید اضافہ کا سبب نہیں بنتی۔اور ایسی عورتیں بہت کم ہیں۔(یہ دنیا کی جنت ہے) دوسری وہ عورت ہے جو صرف اولاد پیدا کرتی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ (یہ گزارا کے لیے کافی ہے) تیسری وہ عورت ہے جو کینہ پرور، بد دماغ ہوتی ہے اور اسے جس کے گلے میں اللہ چاہتا ہے باندھ دیتا ہے۔اور جب چاہتا ہے اس کے گلے سے اتار دیتا ہے ورنہ وہ کمبخت گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔

مرد و عورت کے درمیان فرق اور میاں بیوی کے باہمی حقوق ودرجات پر جامع آیت وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ہے(سورہ بقرہ کی ۲۲۸)

ترجمہ: یہ عورتوں مردوں کے درمیان باہمی حقوق اور درجات کے بیان میں شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں تھا بلکہ عورت جانوروں میں سے ایک جانور سمجھی جاتی تھی۔باقاعدہ اس کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔اس کو نہ اپنے نکاح کا اختیار ہوتا تھا اور نہ رشتہ داروں کی میراث کا حصہ اس کو دیا جاتا تھا بلکہ وہ میراث سمجھی جاتی تھی اور رشتہ دار چاہتے تو زندہ درگور کر دیتے یا قتل کر دیتے تھے کہ ان کی غلطیوں سے ہماری عزت پر دھبہ نہ لگے عورت کے لیے دین و مذہب میں کوئی حصہ نہ تھا۔بلکہ ہندوستان میں تو یہاں تک معاملہ آگے بڑھا تھا کہ شوہر مر جائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلا کر ستی کر دیا جاتا تھا۔ الغرض ان انسانیت سوز واقعات کو کہاں تک قلم بند کیا جائے۔

جب رحمت عالم سید الاولین و الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور ایک نظام حق اور مکمل ضابطہ حیات جس کا نام اسلام ہے دنیا کے سامنے رکھا تو اور احکامات کے علاوہ عورتوں کو انسانیت کے مقام پر بٹھا کر ان کے لیے انسانوں جیسے حقوق اور انسانوں جیسے اختیارات مقرر کر دیئے۔عورت اپنے نفس کی مالک بن گئی۔میراث میں حقدار بنا دی گئی۔ الغرض جتنے ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک اس کے ساتھ روا رکھے گئے تھے۔ یک قلم ختم کر دیئے گئے اور دین اسلام نے مرد وعورت دونوں کے لیے منصفانہ حقوق مقرر فرما دیئے۔ارشاد ہوا: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ (اور عورتوں کا حق مردوں کے ذمہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مردوں کا حق عورتوں پر) یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی ہیں جیسے عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق، بالمعروف (شرعی دستور کے مطابق) یعنی جن کی تفصیل شریعت اسلام میں معلوم ہے۔مثلاً نکاح کے حقوق ادا کرنا، حسن سلوک سے رہنا، ایک دوسرے کو نہ ستانا بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی خوشی کا لحاظ رکھنا۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے ویسی ہی زینت کروں جیسے وہ مجھے خوش کرنے کے لیے زینت کرتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ہماری بیویوں کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو ان کو بھی پہناؤ اور کبھی منہ پر نہ مارو، انہیں برا مت کہو اور کبھی ان سے کشیدگی روا نہ رکھو۔(احمد ابوداؤد۔ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَكْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِیَارُكُمْ خِیَارُكُمْ لِنِسَآئِهِمْ.

یعنی مسلمانوں میں پورا ایماندار وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو اور اچھے لوگ تم میں وہی ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح رہیں یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک، نرمی اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کریں (یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک رات میں سورت یٰسین پڑھی اس نے گویا سات دفعہ قرآن پڑھا۔(الدیلمی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں سے اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی) کے ساتھ اچھا ہے۔ اور میں تم سب سے اپنے اہل (یعنی ازواج) کے ساتھ اچھا ہوں۔ (یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے نقل کی ہے)

وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ''اور مردوں کو عورتوں پر یک گونہ برتری حاصل ہے'' یعنی بعض وجوہ سے مردوں کا مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے۔

طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو اس کے پاس آ جانا چاہئے اگر چہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ۔ اور اللہ غالب ہے یعنی جو کسی پر ظلم کرے اس سے بدلہ لینے پر قادر ہے۔ حکیم حکمت والا یعنی حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے احکام کو مشروع کرتا ہے۔

حکیم مطلق نے جب میاں بیوی کے حقوق مقرر فرما دیئے گو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ان حقوق کی نگہداشت کریں اور مقررہ حقوق کی ادائیگی میں غفلت سے کام نہ لیں۔ اور حسن معاشرت کے لیے حتی الامکان کوشاں رہیں۔

اب چونکہ مرد کی فوقیت قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ تو چند احادیث اس کے متعلق بھی عرض کرنا بہتر رہے گا۔ تاکہ مزید توضیح ہو جائے۔

احادیث سے مرد کی فوقیت:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاً لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ (اى سوى الله تعالى تعظيما و اداءً لحقه) لَاَمَرْتُ الزَّوْجَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِاَنَّهٗ غَايَةُ التَّعْظِيْمِ وَ نِهَايَةُ التَّكْرِيْمِ لِاَنَّ فِيْهِ وَضْعُ اَشْرَفِ الْاَعْضَاءِ عَلٰى اَخَسِّ الْاَشْيَاءِ وَهُوَ التُّرَابُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر میں کسی کو کسی کے لیے تعظیم اور ادائے حق کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اس لیے کہ سجدہ انتہا درجہ کی تعظیم و تکریم ہے۔ کہ اس میں پیشانی جو اشرف الاعضاء ہے زمین پر رکھی جاتی ہے جو اخس الاشیاء ہے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سجدہ غیر اللہ کے لیے جائز نہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہے کہ سوائے خدائے وحدہ لاشریک لہ کے کسی اور کے لیے کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں۔ بالفرض اگر جائز ہوتا تو بیوی کے لیے ہوتا کہ وہ شوہر کو تعظیماً سجدہ کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِ جَاءَ اَعْرَابِىٌّ اِلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ اَرِنِىْ شَيْئًا اَزْدَدْ بِهٖ يَقِيْنًا قَالَ مَا تُرِيْدُ قَالَ اُدْعُ تِلْكَ لِشَجَرَةَ فَلْتَاتِكَ قَالَ فَاذْهَبْ فَادْعُهَا فَذَهَبَ فَقَالَ اَجِيْبِىْ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَتْ عَنْ جَانِبٍ مِنْ جَانِبِهَا فَقَطَعَتْ عُرُوْقُهَا حَتّٰى انْتَهَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَسْبِىْ حَسْبِىْ وَاَمَرَهَا فَرَجَعَتْ فَدَلَّتْ عُرُوْقُهَا فِىْ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ ثُمَّ اسْتَوَتْ فَقَالَ الْاَعْرَابِىُّ اِئْذَنْ لِىْ اُقَبِّلْ رَاْسَكَ وَ رِجْلَيْكَ فَاَذِنَ لَهٗ فَقَبَّلَ رَاْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ فَقَالَ اِئْذَنْ لِىْ اَسْجُدُ لَكَ قَالَ لَا يَسْجُدُ اَحَدٌ لِاَحَدٍ مِنَ الْخَلْقِ وَ لَوْ كُنْتُ اٰمُرُ لِاَحَدٍ بِذٰلِكَ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَ لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلٰى مُفْرَقِ رَاْسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْجَسُ مِنَ الْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهَا مَا اَدَّتْ حَقَّهٗ

ترجمہ: عبداللہ بن یزید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے ایک ایسی چیز دکھا دیجئے جس کی وجہ سے میرے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا چاہتے ہو۔ تو اس نے عرض کیا وہ سامنے جو درخت ہے اس کو اپنے پاس بلا لیجئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اس کو میرے پاس بلا لاؤ پس وہ چلا گیا اور درخت سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے کو قبول کر۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا آ۔ تو وہ درخت ایک طرف سے دوسری طرف جھکا اس کی جڑیں کٹ گئیں یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا تو سائل نے کہنا شروع کیا بس ہو گیا بس ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو حکم دیا تو وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور اسکی جڑیں اپنی جگہ لگ گئیں۔ اور درخت سیدھا کھڑا ہو گیا۔ تو سائل نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور قدم مبارک کو چوم لوں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر اس اعرابی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی انسان کسی انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ اگر میں کسی مخلوق کو اس کا حکم کرتا تو بیوی کو حکم دیتا وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرتی۔ (بروایت احمد)

اس حدیث کے آخری حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صورت حال فرض کر کے شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت فرط محبت میں جذبہ خدمت کے تحت اپنے جلدی امراض میں مبتلا شوہر کے زخموں سے رسنے والا مادہ اپنی زبان سے صاف کر دے تو وہ اس کے باوجود اس کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (رات میں) دوسو آیت پڑھیں اس نے بڑا کام کیا۔ (مسند الفردوس)

ایک دوسری حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون بیان ہوا ہے۔

(یہ حدیث بھی معجزات سے ہے)

كَانَ لِاَهْلِ الْبَيْتِ جَمَلٌ إِ سْتَصْعَبَ عَلَيْهِمْ فَمَنَعَهُمْ ظَهْرَهُ فَاَخْبَرُوْهُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قُوْمُوْا فَدَخَلَ الْحَائِطَ وَالْجَمَلُ فِيْ نَاحِيَتِهِ فَقَالُوْا قَدْ صَارَ كَا لْكَلْبِ نَخَافُ عَلَيْكَ صَوْلَتَهُ قَالَ لَيْسَ عَلَيَّ مِنْهُ بَاسٌ فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ اِلَيْهِ اَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتّٰى خَرَّسَاجِداً بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَخَذَ نَا صِيَتَهُ حَتّٰى اَدْخَلَهُ فِي الْعَمَلِ فَقَالُوْ هٰذَا بَهِيْمَةٌلاَ يَعْقِلُ يَسْجُدُ لَكَ وَ نَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ قَالَ لَا يَصِحُّ لِبَشَرٍ اَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ لَوْصَحَّ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لعظم حقه عليها حتى لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهِ اِلٰى مُفْرَقِ رَاْسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْجَسُ مِنَ الْقِيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحِسَتْهُ مَااَدَّتْ حَقَّهُ (رواہ احمد عن انس وقال المنذری رواتہ ثقات مشہورون)

ترجمہ: ایک گھر والوں کا اونٹ تھا۔ ان کو اس اونٹ سے کام لینا مشکل ہوگیا کیونکہ اس اونٹ نے اپنی پیٹھ سے اس کو منع کر دیا تھا۔ یعنی وہ سرکش ہوگیا تھا۔ اور مالک کی اطاعت سے شرارتاً گریز کرتا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی اور یہ بھی عرض کیا کہ ان کی کھیتی اور کھجوریں پانی نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ رہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اس اونٹ کو دیکھ لیں۔ چنانچہ باغ کی دیوار کے اندر جا کر اونٹ کو دیکھا کہ دیوار کے پاس کھڑا ہے۔ گھر والوں نے کہا کہ یہ تو (دیوانے) کتے کی مانند ہوگیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ نہ کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اونٹ نے جب رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا تو فوراً سامنے آ کر سجدہ میں گر پڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کام پر لگا دیا۔ گھر والوں نے رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا کہ یہ تو جانور ہے اور بے عقل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتا ہے۔ ہم عاقل ہیں اس لیے ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کریں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ بیوی اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اس لیے کہ شوہر کا بیوی پر بہت بڑا حق ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک عورت فرطِ محبت میں جذبہ خدمت سے سرشار اپنے جلدی امراض میں مبتلا شوہر کے زخموں سے رسنے والا مواد اپنی زبان سے بھی صاف کر دے تو وہ اس کے باوجود اس کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گی۔ (روایت کیا اسکو احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے سب ثقہ اور مشہور ہیں)

اس طرح ایک حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعاًاِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ اَنْ يَجِيْءَ اِلَيْهِ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.

ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنی خواب گاہ میں بلائے اور وہ انکار کر دے اس کے پاس آنے سے اور شوہر رات بھر ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس (عورت) پر لعنت بھیجتے ہیں۔

تشریح: یہ لعنت اس صورت میں ہے کہ جب کوئی شرعی عذر فطری طور سے یا عارضہ لاحق ہونے کی وجہ سے نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی ایسے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جس میں قربت ممنوع ہو بصورت دیگر وہ عدم تعمیل حکم شوہر میں معذور و مجبور سمجھی جاوے گی۔ اور جبر اکراہ سے قربت کرنے والا شوہر خطا کار و گنہگار ہوگا۔ اور حدیث کے آخری لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ شوہر کی ناراضگی رب کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور شوہر کی خوشی رب کی خوشی کا سبب ہے۔

وَفِي الْحَدِيْثِ اَوَّلُ مَا تُسْئَلُ عَنْهُ الْمَرْاَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ صَلَاتِهَا ثُمَّ عَنْ حَقِّ زَوْجِهَا

ترجمہ: اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز عورت سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اور اس کے بعد شوہر کے حقوق کا۔

وفي الخبراَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا صَلَّتْ وَلَمْ تَدْعُ لِزَوْجِهَا رُدَّتْ صَلَاتُهَا حَتّٰى تَدْعُوَا لَهٗ.

ترجمہ: عورت جب نماز پڑھ لے اور شوہر کے لیے نماز کے بعد نجات و فلاح کی دعا نہ کرے تو اس کی نماز لوٹا دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے لیے دعا کرے۔

نوٹ: اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کی نماز ہی صحیح نہیں ہوئی اس لیے لوٹا دی گئی ہے کہ مردود ہے مقبول نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے لئے شوہر کی خیر خواہی اس حد تک لازم ہے کہ وہ نماز کے بعد دعا میں بھی اپنے شوہر کے لئے دعاء خیر و برکت، اصلاح و فلاح اور دنیا و آخرت میں کامیابی و سرخروئی سے غافل نہ رہے اور اسے فراموش نہ کرے کہ منجملہ حقوق زوجیت کے شوہر کا بیوی پر ایک حق یہ بھی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عباسٍ مَرْفُوْعاً حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ اَلَّا تَصُوْمَ تَطَوُّعاً اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَ عَطِشَتْ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَلَا تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى تَرْجِعَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شوہر کا حق بیوی

پر یہ ہے کہ وہ نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔ (مبادا شوہر کو بیوی سے کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے جس کی تکمیل روزہ میں نہ سکتی ہو۔ اور وہ اس وقت اس کی عدم تکمیل کے سلسلہ میں روزے کا عذر پیش کردے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے شوہر یا اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں حرج واقع ہوتا ہو اس کے باوجود اگر عورت نے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھا تو گویا وہ روزہ دار نہ ہوئی بھوکی پیاسی رہی۔ اس کا ایسا روزہ مقبول نہ ہوگا اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نہ نکلے (اور نہ کہیں جائے سوائے ان مقامات کے جہاں جانے کی شرعی اجازت ہے۔ اور مستثنیٰ ہیں)

پس اگر بغیر اجازت کے نکل گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے، عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ واپس گھر لوٹ آئے۔

تشریح: وہ مقامات جہاں جانا شرعی طور پر جائز ہے اور وہ اس بارے میں اجازت سے مستثنیٰ ہیں حسب ذیل خلاصۃ الفتاویٰ درج ذیل ہیں۔

شوہر کو بیوی کے لیے سات جگہ جانے کی اجازت دینا ضروری ہے۔

(۱) والدین کے پاس جانے کی اجازت ہفتہ میں ایک بار (۲) اگر وہ بیمار ہوجائیں تو ان کی عیادت کے لیے۔ (۳) اگر کسی مصیبت میں مبتلا ہوجائیں تو تعزیت کے لیے۔ (۴) اور محارم کے پاس یعنی ان رشتہ داروں کے پاس جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں سال میں ایک بار۔ ان چاروں میں شوہر کا اذن یعنی مرضی شرط ہے۔ (۵) لیکن اگر عورت دایہ ہے تو جو حاملہ عورتوں کے کام آتی ہے۔ (۶) یا غسالہ ہے یعنی مردوں کو نہلاتی ہے۔ (۷) یا اس کا کسی پر حق ہے اور وہ بغیر اس کے گئے نہیں دیتا ہے یا اس پر دوسرے کا حق ہے اور یہ منکرہ ہے۔ اور اس کے فیصلے کے لیے محکمہ میں جانا پڑتا ہے تو ان صورتوں میں بغیر اذن کے بھی نکل سکتی ہے۔ اس لیے ان صورتوں میں شریعت کا حق آگیا اور شریعت کا حق مقدم ہے شوہر کے حق پر۔

ان جگہوں کے علاوہ دوست احباب کی ملاقات یا عیادت یا دعوت کے لیے شوہر بالکل اجازت نہ دے۔ اور اگر وہ اجازت دے بھی دے تو عورت کو چاہیئے کہ گھر سے نہ نکلے اور اگر نکل گئی تو میاں بیوی دونوں گنہگار ہوں گے۔ میاں صاحب اجازت دینے کی وجہ سے اور بیگم صاحبہ نکلنے کے سبب سے۔

اور آداب القاضی میں ہے کہ شوہر کو چاہیئے کہ گھر کا دروازہ مقفل رکھے اور والدین کے علاوہ ہر کس وناکس کی آمدورفت پر پابندی لگادے۔

اور سیر کبیر اور ذخیرہ میں ہے کہ والدین کی زیارت سے اور اپنی اولاد کی زیارت سے بھی منع کرے جو دوسرے شوہر سے ہو۔ ہاں وہ ان کے پاس ہفتہ میں ایک بار شوہر کی موجودگی میں جاسکتی ہے۔ و بہ اخذ المشائخ اور اس پر علماء کا عمل ہے۔

مسئلہ:

س: عورتیں بعض اولیاء کے مزارات پر تبرک کے حصول کے لیے جاتی ہیں۔ تو کیا اس میں ثواب یا عذاب ہے؟

ج: کفایہ شعبیہ میں ہے کہ ایسے مسائل ثواب اور جواز کے تعلق سے نہ پوچھو بلکہ یہ پوچھو کہ اس میں لعنت کی مقدار کتنی ہے۔ جس وقت وہ (ایسی جگہ) جانے کی نیت کرتی ہے تو اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اس پر شروع ہوتی ہے اور جب نکل جاتی ہے تو شیاطین چاروں طرف سے اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں اور جب قبر پر پہنچتی ہے تو میت کی روح اس پر لعنت بھیجتی ہے کیونکہ یہ اس کے سامنے ننگی ہوتی ہے۔ اور جب واپس لوٹتی ہے تو بھی اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت ہی میں لوٹتی ہے۔ یہاں تک کہ گھر (واپس) آجائے و فی الخیر۔ ہر وہ عورت جو قبرستان کو جاتی ہے تو سات آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھر (واپس) آجائے اور ہر وہ عورت جو گھر کے اندر رہ کر مردہ کے لیے دعائے خیر کرے اور گھر سے نہ نکلے اس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دے گا۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْفَعْ عَنْ اَهْلِكَ وَعَلِّقْ سَوْطَكَ فِيْ مَوْضِعٍ يَرَاهُ اَهْلُ بَيْتِهٖ

ترجمہ: اپنی بیوی سے اپنا عصا نہ اٹھا اور اپنا تازیانہ ایسے مقام پر رکھ کہ وہ بیوی بچوں کی نظروں کے سامنے رہے (تاکہ ان پر تیرا رعب چھایا جائے اور انہیں کسی قسم کی بدخلقی اور غیر شرعی حرکت کی ہمت نہ پڑے کہ اس کا ارتکاب کیا تو تازیانہ پڑے گا)

بیوی کے حقوق

حکیم بن معاویہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کا شوہر پر کیا کیا حق ہے؟ کہ اس کو ادا کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیوی کا حق یہ ہے کہ جب تو کھائے تو اس کو بھی کھلائے اور جب تو پہنے تو اس کو بھی پہنائے اور اگر اس سے کوئی غیر شرعی غلطی سرزد ہو تو چہرے پر نہ مارے۔ اس کو گالی نہ دے۔ اس کے قبائح اور عیوب وطنز اور تمسخر واستہزاء کے انداز میں بیان نہ کرے۔ اور اس کو غصہ کی وجہ سے اپنے سے الگ مت کر۔ (ہاں گھر میں رکھ کر اس کو اپنی خوابگاہ سے علیحدہ رکھا جاسکتا ہے) اور اس کو گھر میں خالی مت چھوڑ کہ اسمیں احتمال فساد ہے۔ یا تو وہ اکیلی گھر میں ڈرے گی یا یہ بھی احتمال ہو کہ کوئی بری نظر سے اس کو دیکھے گا۔ (غنیہ) غرض جہاں تک ممکن ہو عورت کو تنہا ہرگز نہ چھوڑے۔

ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ بیوی کے شوہر پر پانچ حقوق ہیں۔

(۱) گھر سے باہر کا کوئی کام ہو تو اس کو شوہر کرے اور اس کو باہر جانے کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مغضوب علیھم سے مراد یہود ہیں اور و الا الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (ترمذی)

14

اجازت نہ دے اس لئے کہ ایک تو عورت کا گھر سے باہر نکلنا گناہ ہے۔ دوسرے شوہر کی بیوی سے یہ بے مروتی ہے اور دونوں ہی باتیں اچھی نہیں۔

(۲) اور یہ بھی شوہر پر حق ہے کہ اگر بیوی کو ضروری دینی مسائل کی تعلیم کی حاجت پڑے تو شوہر اگر خود جانتا ہے تو بتا دے ورنہ کسی عالم سے دریافت کر کے بیوی کو بتا دے (اگر شوہر یہ کام نہ کرے تو بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ یہ شرعی ضرورت ہے)

(۳) اور یہ بھی بیوی کا شوہر پر حق ہے کہ اس کو حلال رزق کھلائے اس لیے کہ حلال رزق اس کے باطن میں نور پیدا کرے گا۔

(۴) اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس پر ظلم نہ کرے اس کو نہ ستائے۔

(۵) اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس کی قولی یا فعلی زیادتی کو حتی الامکان برداشت کرتا ہے۔ تاوقتیکہ خلاف شریعت نہ ہوں۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایک آدمی حضرت عمرؓ کے ایام خلافت میں آپؓ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا۔ جب حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا (حضرت عمرؓ کی بیوی) حضرت عمرؓ کے ساتھ سخت لہجہ میں گفتگو کی آواز سنی تو واپس لوٹنے لگا۔ حضرت عمرؓ کو علم ہو گیا (کہ باہر کوئی آدمی ہے) آپؓ نے اس آدمی کو واپس بلایا اور پوچھا کہ کیسے آئے تھے؟ اس نے جواب میں کہا کہ حضرت میں تو اپنی بیوی کی شکایت لے کر آیا تھا لیکن جس مصیبت میں میں مبتلا ہوں اس میں آپؓ کو بھی مبتلا پایا۔ اس لیے واپس جا رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو جواب دیا کہ دیکھو! میرے اوپر میری بیوی کے حقوق اور شرعی حدود ہیں اس لیے میں نے اس سے تجاوز نہیں کیا اور برداشت کیا۔ اول تو یہ ہے کہ وہ میرے اور دوزخ کے درمیان حجاب ہے۔ کہ اس کی وجہ سے میں حرام سے بچتا ہوں۔ دوم یہ کہ یہ میری خزانچی ہے جب میں گھر سے نکلتا ہوں تو وہ اس کی حفاظت کرتی ہے۔ سوم وہ میری دھوبن ہے۔ کپڑے میلے ہوتے ہیں تو وہ دھوتی ہے۔ چہارم یہ کہ وہ میرے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے۔ جب بچہ بھوکا ہوتا ہے وہ اس کو اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلاتی ہے۔ پنجم میری خانساماں ہے کہ روٹی پکاتی ہے، سالن بناتی ہے۔ یہ سب امور ہیں جن کی وجہ سے میں اس کی سخت کلامی کو برداشت کرتا ہوں۔ اس آدمی نے کہا جو معاملات آپؓ کے ہیں وہ تو میرے بھی ہیں۔ جیسا کہ آپؓ برداشت کرتے ہیں ویسا ہی میں بھی برداشت کرلوں گا۔ (اللہ، اللہ حضرت عمرؓ کی شجاعت اور یہ بردباری اور یہ اخلاق، حسن معاشرت کا اتنا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے)

خلاصہ کلام یہ کہ شوہر کو چاہیئے کہ اپنے بیوی بچوں کے حقوق کا خاص خیال رکھے۔ ان کی اذیت والی باتوں کو برداشت کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے۔ اور دین کی طرف ہر وقت ان کو ترغیب دیتا رہے اور کسب حلال سے ان کا نفقہ پورا کرتا رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو خرچ مرد اپنے اہل وعیال پر کرتا ہے یہ اس کا صدقہ ہے۔ اللہ پاک اس پر اجر دیتا ہے۔ اس آدمی کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ رکھتا ہے اور جو کچھ اپنی بیوی، بچوں اور خادموں پر خرچ کرتا ہے یہ سب اس کا صدقہ ہے۔

اور اپنے بیوی بچوں پر صدقہ کرنے والا زکوٰۃ دینے والے سے بہت زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ زکوٰۃ دینے والا تو اللہ تعالیٰ کا حق مستحق کو دیتا ہے اور یہ اپنا حق خرچ کرتا ہے۔ اگرچہ زکوٰۃ دینے والا فرض ادا کرتا ہے اور یہ تفضلاً اپنا مال خرچ کرتا ہے یہ وہ مسئلہ ہے جس میں نفل کا ثواب فرض سے بھی زیادہ ہے۔

خداوندا! اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس امر کی توفیق مرحمت فرما کر ہم "عاشرو ھن بالمعروف" کا اپنی زندگی میں اپنی بیویوں کے جملہ حقوق ادا کر کے حق ادا کر سکیں اور ہماری عورتوں کو بھی یہ سعادت نصیب فرما کہ وہ ایک مسلمان بیوی کا مثالی نمونہ پیش کر کے دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب وسرخرو ہوں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ.

بابِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پردہ

قُلْ لِّلْمُؤْ مِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ.

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکی اور پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح: یعنی جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں بند رکھیں۔ مرسل حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نامحرم کو دیکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر بھی۔ (رواہ البیہقی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ بلاارادہ نظر پڑ جانے کے بعد دوسری بار نظر نہ کرو۔ پہلی نظر تمہارے لیے جائز ہے یعنی اس پر گناہ نہیں کہ وہ بلاارادہ دفعتاً پڑ گئی لیکن دوسری نظر جو ارادہ سے ہو وہ منع ہے (ابوداؤد، دارمی، احمد، ترمذی)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کسی اجنبی عورت کی خوبصورتی کو اچانک دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ . اپنی شرم گاہوں کی نگہداشت کریں یعنی اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسروں سے اپنی شرم گاہوں کو بچائے رکھیں۔ حفاظت فروج عام ہے یعنی زنا سے بھی حفاظت ہو اور اس کے تمام دواعی اور اسباب سے بھی جیسے غیر محرم پر نظر ڈالنا اور اس سے بے تکلف و بے ساختہ گفتگو وغیرہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برہنگی سے بچے رہو کہ تمہارے ساتھ ہر وقت ایسی (پاک باز اور مقدس) ہستیاں رہتی ہیں جو تم سے رفع حاجت یا بیوی سے قربت وغیرہ کے مواقع کے علاوہ کسی وقت بھی الگ نہیں ہوتیں۔ (اس سے مراد فرشتے ہیں) لہٰذا تم ان سے شرم کرو۔

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ . نظر نیچی رکھنا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنا یہ دونوں ایسے کام ہیں جو ان کے (یعنی مومنوں کے) لیے انتہائی پاکیزگی کا باعث ہیں چنانچہ اس کی وجہ سے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ باقی نہیں رہتا۔

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. بے شک اللہ کو تمام کاموں کی پوری خبر ہے جو وہ لوگ کیا کرتے ہیں (کہ وہ اپنے احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ان کی خلاف ورزی کے مطابق سزا دیتا ہے) اس آیت کا مقصد مومن کو زنا سے روکنا اور بچانا ہے جس طرح ہر کام کی ابتداء اور انتہا ہوتی ہے کہ ابتداء بنیادی سبب اور وسیلہ اور ذریعہ کا درجہ رکھتی ہے اور انتہا عمل مقصود ہوتا ہے اسی طرح غیر محرم پر نظر زنا کی ابتداء اور بنیادی سبب کی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے مومن مردوں کے لیے پہلا حکم نظر نیچی رکھنے کا دیا گیا ہے چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث قدسی اس بات کی دلیل ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم عَنْ رَبِّهٖ اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ مَنْ تَرَكَهَا مِنْ مَّخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهٗ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِيْ قَلْبِهٖ (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے فرمایا کہ (غیر محرم پر) نظر یعنی مرد کا اجنبی اور نامحرم عورت کی طرف نظر کرنا اور عورت کا اجنبی وغیر محرم مرد کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہریلے یعنی زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے (کہ ایسا تیر اپنے زہر کے سرایت کر جانے کی وجہ سے بڑا ہلاکت خیز ہوتا ہے) جس نے میرے خوف سے اس کو (یعنی نامحرم و اجنبی کی طرف نظر کو) چھوڑ دیا۔ میں اس کے دل کو ایمان کی حلاوت سے بھر دوں گا (ترغیب وترہیب)

دوسرا حکم شرم گاہ کی حفاظت کا ہے۔ جس کا مقصد زنا سے محفوظ رکھنا اور بچانا ہے۔ ان دونوں کے احکام کے درمیان جتنے مقدمات اور دواعی ہیں وہ سب حرام اور ناجائز ہیں مثلاً ہاتھ لگانا، مصافحہ اور معانقہ کرنا، بوسہ لینا، یا بغرض شہوت باتیں سننا۔ اس کے بعد عورتوں کو بھی ان دونوں احکام کے علاوہ اپنی زینت کے عدم اظہار اور زیورات کی آواز وغیرہ نہ کرنے کا حکم چند مستثنیات کے ساتھ کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

اور کہہ دیجیے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) مومن عورتوں سے کہ وہ نظریں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت کریں (یعنی جن کی طرف ان کو دیکھنا جائز نہیں ان کی طرف دیکھنے سے اجتناب کریں) اس آیت سے ثابت ہوا کہ عورت کے لیے اجنبی مرد و غیر محرم کو دیکھنا قطعاً ناجائز ہے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عورت نے جس کا تعلق قبیلہ خثعم سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حج فرض کیا لیکن میرے والد اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بھی فریضہ حج ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اگر میں ان کی طرف سے حج کروں تو ان کا فریضہ حج ادا ہو جائیگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہو جائے گا اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ وہ یعنی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کو دیکھنے لگی۔ اس صورت حال کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا رخ دوسری جانب کر دیا، تا کہ وہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں (الحدیث رواہ البخاری)

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مرد کا اجنبی اور نامحرم عورت کے چہرہ اور جسم وغیرہ کی طرف دیکھنا اور اجنبی و نامحرم عورت کا اجنبی و نامحرم مرد کے چہرہ اور جسم وغیرہ کی طرف دیکھنا بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔

یہی حدیث ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے لیکن اس میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے بیٹے ہی کا رخ موڑ دیا۔ منہ پھیر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ میں نے ایک جوان مرد کو جوان عورت کی طرف اور جوان عورت کو جوان مرد کی طرف نظر کرتے دیکھا تو مجھے دونوں کے متعلق شیطان کی مداخلت اور وسوسہ اندازی کا اندیشہ ہوا۔ اس لیے میں نے فضل رضی اللہ عنہ کا رخ پھیر دیا اور منہ موڑ دیا۔

اسی سلسلہ میں واقعہ ذیل بھی قابل غور ہے جس سے ایک نامحرم مرد کی طرف عورت کے نظر کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ درآنحالیکہ وہ اس کی طرف نظر کرنے اور اسے دیکھنے سے قاصر ہو۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا) آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتیں؟ (رواہ، ابوداؤد، ترمذی)

عبرت کا مقام ہے کہ آج کی عورتیں برہنہ سر اور سینہ کھولے ہوئے آزادانہ بازاروں میں گھومتی پھرتی اور سیر و تفریح کرتی پھرتی ہیں۔ تیز خوشبو لگاتی، ہونٹوں پر سرخی لگاتی ہیں اور نیم برہنہ حالت میں بناؤ سنگھار کیے مردوں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں۔ دوکانوں، ہوٹلوں، کلبوں، اور سینما گھروں میں عیاشیاں کرتی اور رقص و سرود کی محفلوں میں داد عیش دیتی ہیں۔ اس کے باوجود اپنے آپ کو حقیقی مسلمان سمجھتی ہیں۔ العیاذ۔ البتہ اب امید کی کرن دکھائی دیتی ہے کہ حکومت ملک میں اسلامی نظام رائج کرنے کے عزم مصمم کا اظہار کر رہی ہے۔ اور اس سلسلہ میں ابتدائی نوعیت کے کچھ کام بھی کر رہی ہے۔ وہ یقیناً پردہ کی جانب بھی توجہ دے گی اس لیے کہ پردہ اسلام اور اسلامی معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا جب تک ملک میں پردہ رائج نہ ہوگا اس وقت تک اسلامی نظام کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور اس کے بغیر اسلامی نظام کے اجراء اور احکام اسلام کے نفاذ کا تصور ایک بے معنیٰ اور مہمل سی بات ہو جاتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکومت کو جلد از جلد اس طرف توجہ کی توفیق مرحمت فرمائے تا کہ اسلام کے نیم مردہ جسم میں از سر نو جان پڑ جائے۔ آمین۔

یہاں تک مرد عورت کے متعلق یکساں احکام ہیں اور دونوں طبقے ان احکام کے مخاطب اور مامور ہیں۔ یعنی غض بصر اور حفظ فرج (نیچی نظر رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے) کے مرد اور عورت دونوں پر مامور ہیں کہ ان دونوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ دونوں کو الگ الگ حکم دینے میں حکم کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ اسی آیت میں آگے اظہار زینت کے سلسلہ میں اس کی ممانعت کے ساتھ ساتھ ان محارم کا بھی بیان ہے۔ جس کے سلسلے میں اظہار زینت کے سلسلے میں مستثنیٰ کیا گیا ہے اور ان لوگوں کی تعداد بارہ ہے جن کے سامنے اظہار زینت جائز ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت کو سوائے اس کے جو خود بخود ظاہر ہو یا ظاہر ہو جائے یعنی کام کاج اور نقل و حرکت کے وقت جو چیزیں عادۃً و ضرورۃً کھل جاتی ہیں ان کو چھپانا مشکل ہے۔ ایسا ظہور زینت اس ممانعت سے مستثنیٰ ہے اور گناہ کا موجب نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد اوپر کے کپڑے ہیں۔ جیسے برقعہ یا لمبی چادر جو سر سے پاؤں تک بدن کو ڈھانک لیتی ہے کہ یہ دونوں کپڑے زینت کی چیزوں اور کپڑوں کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں مراد آیت کی یہ ہوگی کہ بدن پر جو کپڑا ہے وہ زینت کا باعث ہے اس لیے اس کا ظاہر کرنا بھی جائز نہیں البتہ اوپر کا برقعہ یا چادر کوئی دیکھ لے تو کوئی

حرج نہیں ہے۔اس تفسیر کے مطابق غیر محرم مردوں کے سامنے عورت کا اپنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھولنا بھی جائز نہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر میں مَا ظَھَرَ سے مراد ہتھیلیاں ہیں کیونکہ عورت لین دین کے وقت ان دونوں کے کھولنے میں مجبور ہوتی ہے۔تو بوجہ عذر اجنبی مرد کے سامنے چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے۔

موجودہ زمانہ کے تقاضوں سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول وعمل قابل ترجیح ہے۔ اس سلسلہ میں فقہا میں اختلاف پایا جاتا ہے البتہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ اگر چہرہ اور ہتھیلیوں پر نظر پڑ جانے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو بالاتفاق ان کو کھولنا جائز نہیں (یعنی عورت کے لیے کھولنا ناجائز ہے اور مرد کے لیے دیکھنا) قاضی بیضاوی اور صاحب تفسیر خازن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لیے حکم تو یہی ہے کہ وہ اپنی زینت کی کسی چیز کو ظاہر نہ ہونے دے، بجز اس کے جو نقل وحرکت اور کام کاج کرنے میں عادۃً کھل ہی جاتی ہے۔ ان میں برقعہ اور چادر بھی داخل ہے۔ اور چہرہ اور ہتھیلیاں کھل بھی جاتی ہیں تو وہ بھی معاف ہے اور گناہ کا موجب نہیں۔ لیکن اس آیت سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مردوں کو اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا جائز ہے۔ بلکہ مردوں کے لیے وہی حکم ہے کہ نگاہ نیچی رکھیں۔ اس لیے عورت اگر کبھی چہرہ اور ہتھیلیاں بوجہ مجبوری اور ضرورت کھول دے تو مردوں پر لازم ہے کہ بلا عذر شرعی اور بلا کسی شدید ضرورت کے اس کی طرف نہ دیکھیں۔

یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ حسن وزینت کا اصل مرکز چہرہ ہی ہے اور زمانہ نہایت فتنہ وفساد کا ہے اور غلبہ ہوس ومعصیت کا ہے اس لیے خاص صورتوں، شدید ضرورتوں اور ناگزیر مجبوریوں کی صورت کے بغیر علاج معالجہ یا کسی شدید خطرہ کے جو عورت کو درپیش ہو اجنبی مردوں کے سامنے قصداً کھولنا بھی جائز نہیں اور مردوں کے لیے بھی اس کی طرف بلا کسی شرعی ضرورت اور شدید مجبوری کے نظر کرنا جائز نہیں۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ. اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں تاکہ ان کے بال، سر، گردن، اور کان وغیرہ چھپے رہیں۔ پہلے زمانے میں گریبان سینے پر ہوتا تھا۔ اس لیے اس کے چھپانے کا حکم دیا تاکہ عورت کا سینہ کسی کو نظر نہ آئے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں میں یہ رواج تھا کہ دوپٹہ سر پر ڈال کر دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں۔ جس سے سینہ اور کان کھلے رہتے تھے۔ تو مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹہ کے دونوں پلو ایک دوسرے پر الٹ دیں تاکہ یہ تمام اعضاء چھپ جائیں۔ اور سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے۔ جس طرح چہرہ محل زینت ہے۔ اسی طرح سینہ کا ابھار بھی عورت کے جسم اور سینہ کی رونق ہے۔ اس لیے اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔

اسی بناء پر نماز میں حنفی مذہب میں عورت کے لیے یہ حکم ہے کہ قیام میں دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھے تاکہ سینہ مستور اور چھپا رہے لیکن افسوس ہے کہ آج کل تو سینوں کی نمائش ہوتی ہے۔ لباس سلاتے وقت اپنا بدن درزی کو سونپ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ایسا کرتہ یا جمپر سی دے جس میں بدن کا ہر حصہ اور ابھار پورا پورا دکھائی دے۔ قمیض اپنے بدن پر ایسی تنگ اور چپٹی ہوئی سلوائی جاتی ہے جیسے سانپ پر کیچلی۔ غرض کہ اس زمانہ میں عورتیں کا سیات عاریات یعنی بظاہر لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود حقیقتاً برہنہ ہوتی ہیں کہ لباس میں رہنے کے بعد بھی ان کے جسم کا ہر حصہ اور ابھار نمایاں نظر آتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ. اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے سامنے اس لیے کہ اصلی مقصد زینت سے شوہروں کو خوش کرنا ہے کہ دونوں کے درمیان اتنا وصل واتصال شرعی موجود ہے جیسے لباس کو جسم کے ساتھ ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ. وہ یعنی عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم یعنی مرد ان کا لباس ہو بیوی شوہر آپس میں پردہ اور اظہار زینت کی ممانعت سے مستثنیٰ ہیں۔ انہیں آپس میں ضرورۃً ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو اسے چاہیئے کہ پردہ کرلے اور دونوں گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہوں۔ یہ حکم حیاوشرم کے اعتبار سے ہے کہ بے حیائی اسلام میں اچھی نہیں۔

اَوْ اٰبَآئِهِنَّ. یا اپنے باپوں کے سامنے، اس میں تمام اصول دادا، نانا شامل ہیں۔ خواہ کتنا ہی اوپر تک سلسلہ پہنچے۔

اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے، اس سلسلہ کے تمام اصول کا بھی یہی حکم ہے۔

اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ. یا اپنے بیٹوں کے سامنے، تمام فروع پوتے، نواسے خواہ کتنے ہی نیچے ہوں اب اس میں داخل ہیں۔

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ. یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے (جوان کے علاوہ دوسری بیویوں سے ہوں)۔

اَوْ اِخْوَانِهِنَّ. یا اپنے بھائیوں کے سامنے خواہ وہ حقیقی ہو یا علاتی یعنی باپ کی طرف سے یا اخیافی یعنی ماں کی طرف سے سب کا حکم ایک ہے۔

اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ. یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یعنی بھتیجوں کے سامنے اس سلسلہ کے تمام فروع شامل ہیں۔ خواہ کتنے ہی نیچے کے ہوں۔

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ. یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے سامنے اس میں بھی

اس رشتہ کے تمام فروع داخل ہیں۔خواہ کتنے ہی نیچے کے ہوں۔

یہاں تک تو مردوں کی آٹھ قسموں کا بیان ہوا ہے جن سے نہ پردہ ہے اور نہ ان کے سامنے ابداء و اظہار زینت کی ممانعت ہے۔جس کی وجہ یہ ہے کہ خالق کائنات نے خلقتاً ان کے طبائع ہی ایسے بنائے ہیں کہ ان سے کسی فتنہ کا اندیشہ اور خرابی کا خطرہ نہیں بلکہ وہ تو ان عورتوں کی عصمت و عفت کے محافظ ہوتے ہیں۔اُن پر ڈاکہ ڈالنے اور لٹانے والے نہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہر وقت ایک جگہ رہنے سہنے اور بار بار آمدورفت کی ضرورت بھی کچھ سہولت و آسانی اور رخصت و رعایت کی مقتضی ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اتنی قریب کی رشتہ داری اور ایسے علاقوں اور تعلق کی وجہ سے ایک قسم کی شرم و حیاء بھی دامن گیر ہوتی ہے۔

اَوْ نِسَآئِهِنَّ. یا اپنی عورتوں کے سامنے اس سے دو مرادیں ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ اپنی مانند اور اپنی جیسی، دوسری یہ کہ اپنی رشتہ دار مراد اول کے اعتبار سے ایک عورت دوسری عورت کے سامنے اپنے زیب و زینت اور بناؤ سنگھار کا اظہار کرسکتی ہے۔خواہ وہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ اس لیے کہ عورت دوسری عورت کی ہم جنس ہے اور ہم جنسی اعتبار سے ایک عورت کو دوسری عورت کی طرف سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کو کوئی خطرہ بھی نہیں۔اس کے باوجود ناف سے زانو تک بدن کا حصہ باہم منکشف کرنا اور عریاں کرنا ان میں بھی جائز نہیں۔

اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ. یا ان باندیوں کے سامنے جو مملوک ہیں۔ غلام اس حکم میں شامل نہیں وہ اس استثناء سے خارج ہیں کہ وہ مرد ہے اور محرم نہیں۔ بالکل اجنبی ہے۔اس سے پردہ بھی ہوسکتا ہے یعنی کیا جاسکتا ہے۔جس میں کوئی مشکل نہیں۔اس لیے کہ وہ باہر کا کام کرتا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ غلام مرد کے لیے اپنے آقا عورت کے بال دیکھنا بھی جائز نہیں۔(روح المعانی)

غرض غلام کے بھی وہی احکام ہیں جو اور غیر محرموں کے ہیں۔

اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ.

یا ان مردوں کے سامنے جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں۔اور ان کو نہ عورتوں کی جنسی جذبات کی تسکین کے لیے حاجت و ضرورت ہو اور نہ ان کی طرف رغبت و توجہ۔اس سے مراد ایسے پیر فرتوت نہایت بوڑھے و ضعیف قریب المرگ قبر میں پاؤں لٹکائے مرد ہیں۔جن کی جنسی قوت اور شہوت بالکل ختم اور معدوم ہوگئی ہو۔ان کو تابعین اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ خود کسب معاش کرنے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ گھر والوں کے تابع اور ہر لحاظ سے ان کے سہارے کے محتاج ہوتے ہیں۔ان کی حیثیت نابالغ بچوں کی سی ہے۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ.

یا ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کی پردہ باتوں سے واقف نہ ہوں۔ یعنی بالغ نہ ہوں یا جماع کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔یہاں ان لوگوں کا بیان ختم ہوا جو پردہ سے مستثنیٰ ہیں۔یعنی ان کے سامنے عورت کو بے پردہ ہونے اور اظہار زینت کرنے کی اجازت ہے۔پہلے آٹھ قسم کے لوگوں کی جانب سے فتنہ کا خطرہ کم تھا۔اس لیے ان سے پردہ نہ تھا۔اور اخیر کی چار قسم کے لوگوں سے بالکل ہی خطرہ نہیں اس لیے یہ بالکل مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں۔ان کے علاوہ اسلام میں ہر مرد سے پردہ فرض ہے۔بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ پیر صاحب سے کیا پردہ یہ میرے رشتہ دار ہیں۔ان سے پردے کی کیا ضرورت ہے۔یہ میرے قریبی پڑوسی ہیں۔ان سے کیا پردہ یہ سب شیطانی ہتھکنڈے ہیں۔جن سے مسلمان تباہ ہورہے ہیں۔کہ شیطان اسی طرح مغالطہ دے کر اور فریب سے گناہوں میں مبتلا کردیتا ہے اور بالآخر بالکل تباہ کردیتا ہے۔اللہ پناہ دے۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ.

اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں۔تاکہ ان کی چھپی ہوئی زینت کا اظہار ہو اور ان کا چھپا ہوا زیور لوگوں کو معلوم ہوجائے۔بغوی نے لکھا ہے۔کہ قبل از اسلام جب عورت چلتی تو پاؤں زمین پر مارتی جاتی تھی تاکہ اس کے پازیب وغیرہ کی آواز لوگ سن لیں۔اس کی ممانعت کردی گئی ہے کیونکہ ایسی حرکت مردوں کے دلوں میں خواہ مخواہ اس کی طرف میلان پیدا کرتی ہے۔بیضاوی نے لکھا ہے کہ زیور کی آواز سنانے اور اپنی زینت ظاہر کرنے کی ممانعت میں زیادہ زور اس بات پر ہے کہ زیور میں آواز پیدا ہی نہ ہونے دی جائے۔اس لیے نوازل میں لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور اسی مسئلہ پر مبنی ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن سیکھنا افضل ہے۔چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام کو کسی سہو پر لقمہ دیتے وقت سبحان اللہ کہنا صرف مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے تالی بجانا ہے (متفق علیہ) فتح القدیر میں ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر عورت نماز میں جہر سے قرآت کرے گی تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

آیت کے شروع میں عورتوں کو اپنی زینت غیر محرم اور اجنبی لوگوں پر ظاہر کرنے سے منع فرمایا تھا آخر میں اس کی مزید تاکید کی گئی تھی کہ مواضع زینت چہرہ سر سینہ اور کان وغیرہ کا چھپانا تو واجب تھا ہی لیکن اپنی مخفی زینت کا اظہار بھی خواہ کسی طریقہ سے ہو ممنوع اور ناجائز ہے۔یعنی زیور میں کوئی ایسی چیز نہ ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے۔اور پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارے جس سے زیور کی آواز ظاہر ہو کہ غیر محرم مرد سن لیں۔یہ سب چیزیں ناجائز ہیں۔اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ جب عورت کسی شدید ضرورت سے گھر سے باہر نکلے تو وہ زیادہ مہک اور تیز خوشبو والی کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگائے۔غیر محرم تک اس کی خوشبو پہنچنا بھی حرام ہے۔ترمذی میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے جس میں خوشبو لگا کر باہر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن (سننے) کیلئے رات اور دن کے فرشتے (تلاوت کی محفل میں) حاضر ہوتے ہیں۔(ترمذی)

جانے والی عورت کو منع کیا گیا ہے۔

وَتُوبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ. اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں کوتاہی ہر شخص سے ہوتی ہے اس لیے سب کو توبہ کرنی چاہیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام بنی آدم خطاوار ہیں اور خطاواروں میں سب سے اچھے توبہ کرنے والے ہیں (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ فلاح دارین توبہ ہی سے وابستہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کے لیے خوشی ہے جو اپنے نامہ اعمال میں بکثرت استغفار پائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ لوگو! تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو میں ہر روز سو بار اپنے رب کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں دن میں ستر بار سے زیادہ اپنے رب سے معافی مانگتا ہوں۔ اور توبہ کرتا ہوں (رواہ البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم گنتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سو بار فرماتے تھے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ.

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی)

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (سورۃ الاحزاب)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتو! یعنی بیبیو! تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں یعنی نہ تم میں سے کوئی ایک نہ کسی غیر عورت کی طرح ہے اور نہ تمہاری جماعت دوسری عورتوں کی جماعت کی طرح ہے۔ یعنی جو فضیلت تمہیں اس نسبت عالی کی وجہ سے حاصل ہے وہ کسی اور عورت کو حاصل نہیں اور تمہاری ذمہ داری بھی ان سے کہیں زیادہ ہے

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل بھی ہے۔

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک دوسری نیک مومن عورتوں کے برابر نہیں بلکہ میرے نزدیک تمہاری عزت ان سے زیادہ اور تمہارے اعمال کا ثواب بھی ان سے بڑھ کر ہے۔ بشرطیکہ تم اللہ کے حکم کی موافقت اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے باعث ہونے والے کاموں کی تکمیل کرتی رہو۔ لہٰذا تم پس پردہ بوجہ ضرورت شدید کسی غیر محرم اجنبی کے ساتھ گفتگو کے موقع پر نزاکت و لطافت اور نرمی و ملائمت سے اجتناب کرو۔ اس لیے کہ عورتوں کی آواز میں فطرتاً نرمی اور نزاکت ہوتی ہے اور جاذبیت و مقناطیسیت بھی۔ اسی وجہ سے مخاطب کے دل میں ان کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ میلان بسا اوقات صدور معصیت پر منتہی ہوتا ہے جسے ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ:

فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ کہ تمہاری اس نرمی اور نزاکت کی وجہ سے ایسا آدمی جس کے دل میں معصیت کی بیماری ہے طمع و ہوس کا شکار ہو جائے گا۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سے پہلے

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ گفتگو میں نرمی اختیار کرو فرمایا گیا اور کہا گیا کہ غیر محرم کے ساتھ نرمی و نزاکت سے گفتگو نہ کرو کہ مبادہ جس کے دل میں بیماری ہے اس کے دل میں کچھ لالچ پیدا ہو جائے۔

مسئلہ: اجنبی مردوں سے کلام کے وقت عورت کو حکم ہے کہ لہجے میں درشتی اختیار کرے تا کہ میلان و لالچ کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔

وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. اور شرعی طریقہ پر قاعدہ عفت کے مطابق بات کرو۔ یعنی اس طرح بات کرو کہ کسی قسم کا شک پیدا نہ ہو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے (طبرانی)

یہ عورتوں کے لیے ایک نصیحت و ہدایت تھی اب دوسری ہدایت و نصیحت یہ ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ. اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا.

اور اپنے گھروں میں قیام پذیر رہو اور (بلا ضرورت شدید اور مجبوری کے گھر سے باہر نہ نکلو)

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق بناؤ سنگھار اور زیب و زینت نہ کرو۔ جاہلیت اولیٰ سے مراد اسلام سے پہلے دنیا میں پھیلی ہوئی جہالت ہے اور ہر اولیٰ کے لیے ثانی ہونا چاہیے جس میں اس طرح کی بے حیائی اور بے پردگی پھیل جائے گی۔ اور غالباً وہی ہمارے اس زمانہ کی وہ جہالت ہے جس پر علم و ادب اور تہذیب و ثقافت کا پردہ ڈال دیا گیا ہے اور اس کا مشاہدہ ہر جگہ اور ہر اعتبار سے ہو رہا ہے۔ اس آیت میں پردہ کے متعلق اصل حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں۔ بلا ضرورت شرعی و مجبوری شدید ہرگز نہ نکلیں۔ غرض قرار فی البیوت عورتوں پر اس آیت نے واجب کر دیا ہے لیکن عذر شرعی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس صورت میں بھی کہ جب وہ عذر شرعی کی وجہ سے باہر نکلے کسی قسم کی زیب و زینت کا اظہار نہ کرے بلکہ برقعہ یا بڑی چادر سر سے پاؤں تک اوڑھ لیا کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن کو کہا جائیگا کہ تو پڑھ اور جنت کے درجات کو اوپر چڑھ۔ (ابو داؤد)

قَدْ اِذِنَ لَكُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ. (مسلم)

یعنی تمہارے لیے اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت کے لیے گھر سے نکلیں۔ تو قرن فی بیوتکن میں جو حکم دیا گیا ہے اس سے بعض حالات میں استثنا اور رخصت آیات قرآنی ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات اور اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔ جیسے حج یا عمرہ کی غرض سے محرم کے ساتھ سفر کرنا، والدین کی عیادت کے لیے جانا اور اس صورت میں جب کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو ضروریات زندگی کی تکمیل اور خرید وفروخت کے لیے نکلنا اور بشرط مجبوری و اضطرار محنت، مزدوری اور ملازمت وغیرہ سے کسب معاش کرنا لیکن ان تمام ضرورتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے باہر نکلنے کی حالت میں زیب وزینت اور آرائش وزیبائش کی حرمت اپنی جگہ برقرار ہے کسی حالت میں بھی اس کے جواز وحلت کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور نماز قائم کریں زکوۃ دیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں یعنی نماز قائم کرنے زکوۃ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اوامر کے امتثال اور نواہی کے اجتناب کی پابندی کریں۔ کہ یہی تقوی ہے جو تمہارے فضیلت یاب ہونے کی اولین اور ضروری شرط ہے۔

اس آیت میں پانچ ہدایتیں اور نصیحتیں ہیں (۱) غیر محرم سے بضرورت شدید ہم کلامی کی صورت میں نرمی ونزاکت سے پرہیز کرنا (۲) بلا کسی مجبوری اور شرعی ضرورت کے گھروں سے نہ نکلنا (۳) نماز قائم کرنا (۴) زکوۃ ادا کرنا بشرطیکہ نصاب اور تمام شرائط کی بناء پر اس کی اہلیت رکھتی ہوں (۵) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت وفرمانبرداری، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں احکام بالا کی مخاطب تو ازواج مطہرات ہیں لیکن یہ حکم امت اجابت کی تمام عورتوں کے لیے عام ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

اے اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر پاک کرنا چاہتا ہے۔ اہل بیت کون ہیں؟ اس میں مختلف روایات ہیں لیکن قوی روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ مراد ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ بالوں کی اونی چادر اوڑھے باہر تشریف لے گئے اتنے میں حسن بن علیؓ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود میں لے لیا۔ پھر حسین بن علیؓ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر حضرت علیؓ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اپنی چادر میں لے لیا۔ پھر اس آیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ کی تلاوت فرمائی۔ (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جب اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ والی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ فاطمہ رضی اللہ عنہا حسنؓ حسینؓ کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں چھپالیا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی دور فرمادے اور خوب اچھی طرح پاک فرما۔

ازواج مطہرات تو نص قرآنی سے اہل بیت ہیں کیونکہ آیت کا نزول ہی ان کے حق میں ہوا ہے۔ اور ان کے علاوہ مذکورہ چاروں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اہل بیت نبی میں داخل وشامل ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ ازواج مطہرات مع حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ کہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ آیت حجاب کے نزول کے بعد کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے خواہ وہ نقاب پوش ہوں۔ یا بغیر نقاب کے چونکہ ہر آدمی کی ضروریات زندگی اپنے گھر ہی میں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ازواج مطہرات میں سے کسی سے کسی ضرورت کی چیز مانگنی ہو تو اس کے لیے انہیں ایک ادب وطریقہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں مذکور ہے۔ ارشاد ہوا

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ.

اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تمہیں کچھ سامان مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ متاع سے مراد روزمرہ کی ضروریات کی اور کام کی چیزیں ہیں۔ مثلاً کپڑے برتن وغیرہ۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ.

یہ حکم اور یہ طریقہ یعنی پردہ کے پیچھے سے مانگنا شیطانی وسوسوں سے تمہارے دلوں کی اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

نزول آیت کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم ازواج مطہرات نبی کے تعلق سے دیا گیا ہے لیکن امت کے اجابت کے تمام مردوں کے لیے عام مومن عورتوں کے تعلق سے بھی یہ حکم ہے۔ جس میں کسی قسم کا استثنا نہیں ہے۔ چنانچہ ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکی وپاکیزگی کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے۔ جو لیذهب عنکم الرجس میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ ونیز اس کے مخاطب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو اس قسم کے وساوس وخطرات اور ارادوں سے پاک ہیں اس لیے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانو! میری باتوں کو خدا کی کتاب سے ملالیا کرو۔ اگر وہ خدا کی کتاب سے مطابق ہوں تو ان باتوں کا کہنے والا میں ہوں۔ (رواہ الطبرانی الکبیر)

ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کی پاکبازی فرشتوں کی پاکبازی سے افضل واعلیٰ ہے جو اس مصرع کا مصداق تھے۔

دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

اس کے باوجود ان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ طریقہ اختیار کریں جو طہارت قلب کے حصول اور وساوس نفسانی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ مرد وعورت کے درمیان پردہ ہو۔

برادران عزیز! آج کون ایسا ہے کہ جس کا نفس قدوسیوں اور پاکبازوں کی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس قدسیہ سے زیادہ پاک ہو۔ اور کونسی مسلمان عورت ایسی ہے کہ جس کا نفس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نفوس مطہرہ سے زیادہ پاک ہو جب ان کے آپس میں حجاب اور پردہ کا حکم ہے تو ہم کہاں۔

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

ہم تو ہر محفل ومجلس میں ہر بزم وانجمن میں ہر دعوت وجلسہ میں بلکہ تعلیم و ملازمت میں برہنہ سر برہنہ پا اور برہنہ سینہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ ہر کلب وہوٹل میں رقص وسرور میں مصروف ومشغول مخلوط زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اس پر نازاں ہیں کہ اسے ثقافت وتہذیب کا نام دیتے ہیں۔ افسوس، صد افسوس۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ.

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیویوں سے اور بیٹیوں سے اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نیچے کر لیا کریں اپنے اوپر ٹھوڑی تک اپنی چادریں۔"

جلباب: عربی میں اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس کو عورت دوپٹے کے اوپر سے اپنے بدن کو لپیٹ لیتی ہے۔ تو مطلب آیت شریفہ کا یہ نکلا کہ عورتوں کو بوقت ضرورت نکلنا جائز ہے مگر برقعہ یا چادر اوڑھ کر جس سے سارا بدن ڈھک جائے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ. وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

"اس سے جلدی پہچان ہو جائے گی پھر ان کو نہ ستایا جائے گا۔ اور اللہ پاک بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی پھر اس صورت میں ان کو کوئی منافق بد چلن نہ چھیڑے گا۔"

ابن کثیر نے بحوالہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بڑی چادر کے اوڑھنے کا یہ طریقہ بیان کیا ہے کہ بڑی چادر میں تمام بدن کو ڈھانک کر نکلے تاکہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

اَمَرَ اللّٰهُ نِسَآءَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ اَنْ يُّغَطِّيْنَ وُجُوْهَهُنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَّاحِدَةً. (ابن کثیر)

ترجمہ: اللہ پاک نے مسلمان کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھر سے باہر نکلیں تو اپنے سروں پر بڑی چادر ڈال کر چہرے کو چھپا لیں۔ اور ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لیے کھلی چھوڑ دیں (صوبہ سرحد میں جن عورتوں کے برقعے نہیں ہوتے وہ اسی طریقہ سے باہر نکلتی ہیں۔) اور امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں، میں نے حضرت عبیدہ سلمانی سے آیت کا مطلب اور جلباب کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے سر کے اوپر بڑی چادر ڈال کر چہرے کو چھپا لیا اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھ کر ادنی اور جلباب کی تفسیر عملاً بیان فرمائی۔

اس آیت نے بصراحت چہرہ چھپانے کا حکم دیدیا ہے۔ چہرہ اور ہتھیلیاں اگرچہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں مگر بوجہ فتنہ ان کا چھپانا بھی ضروری ہے۔ صرف مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مسلمانوں میں بے پردگی عام ہو گئی ہے اسلام کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے مگر کام سراسر اس کے خلاف ہے مسلمانو! ایک دن مرنا ہے قیامت کے دن اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ جب تک مردوں میں غیرت نہ ہو اور عورتوں میں حیاء نہ ہو تب تک اس کا علاج غیر ممکن ہے ہم تو اپنے آپ کو پکا مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن اسلام ہم سے نالاں ہے وہ تصدیق نہیں کرتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام تعمیل احکام کا نام ہے وہ ہم میں ہے نہیں اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ.

اللہ پاک بندوں سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اور اسلام کے احکام تو آپ نے پڑھ ہی لیے۔ تو اے برادر! انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے کیا ہم اسلام کے موافق چلتے ہیں۔ موافقت کا دعویٰ تو یقیناً غلط ہے۔ اور مخالفت کی صورت میں اللہ کا حکم سنو۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو چاہے گا۔ وہ ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں ہوگا۔

ایک دن حضرت ابوبکر بلخی بلخ سے باہر نکلے راستے میں نہر تھی۔ نہر پر چند عورتیں تھیں جو پانی بھرنے کے لیے گئی تھیں جو کہ ننگے سر کھڑی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک شخص نے عرض کیا حضرت آپ آگے نہ جائیے عورتیں بلاحجاب نہر پر کھڑی باتیں کر رہی ہیں تو آپ نے فرمایا

لا حرمة لهن انما الشك في ايمانهن كانهن حربيات.

ان کی کوئی حرمت وشرافت باقی نہیں ان کے تو ایمان میں شک ہے (اس لیے کہ انہوں نے فرض کو چھوڑ دیا ہے یعنی پردے) کو گویا وہ حربی یعنی کافرہ عورتیں ہیں۔ (رواہ المختار ج ۳ ص ۲۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شرط خدا کی کتاب میں نہیں ہے وہ باطل ہے۔ (رواہ الطبرانی الکبیر)

اور گویا کا لفظ اس لیے کہا کہ حقیقت میں تو مسلمان عورتیں ہیں لیکن ترک فرض کی وجہ سے ان کی مشابہت کافر عورتوں کے ساتھ ہوگئی۔

مسائل حجاب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حجاب فرض ہے تو عورت گھر میں رہے جو کہ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کا حکم ہے لیکن اگر ضرورت شرعی سے نکلے تو برقعہ اور بڑی چادر میں تمام بدن کو چھپا کر ایک آنکھ سے راستہ دیکھنے کے لیے کھلی رکھے۔ چہرہ ہتھیلیاں باتفاق ائمہ مذاہب ثلاثہ ابتداء عورت ہیں احناف کے نزدیک ابتداء ان کو عورت کا حکم نہیں دیا گیا تھا لیکن متاخرین احناف نے فساد زمانہ کی بنا پر دیگر آئمہ ثلاثہ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

ایک سبق آموز مسئلہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور میرے حجرے میں آپ کو دفن کر دیا گیا تو میں بلا حجاب روضہ مطہرہ پر حاضری دیا کرتی تھی۔ جب میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیے گئے تو بھی میں بلا حجاب جاتی رہتی تھی کیونکہ شرعاً ان سے میرا پردہ نہ تھا۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساتھ دفن کیے گئے۔ اس کے بعد میں بلا حجاب کبھی اندر نہ گئی۔ حَیَاءً مِنْ عُمَرَ. کیونکہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا آتی تھی۔ تو اے مسلمانو! جب کہ ایک اجنبی مرد سے قبر کے اندر حیا باعث حجاب بنی۔ تو بتایئے! کہ اجنبی مرد سے حالت حیات میں حیا اور پردہ کتنا ضروری ہے۔

پردہ کے فرائض واہمیت آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوگئی۔ لیکن مزید توضیح کے لیے قدرے اضافہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس بات کی وضاحت کی جائے کہ حجاب کا حکم کیوں اور کب نازل ہوا اور کس لیے نازل ہوا تا کہ اس کے تاریخی پس منظر، گردوپیش کے حالات اور اسباب وعلل سے واقفیت ہو جائے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں اس لیے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیں تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز وخواہش کے مطابق آیت حجاب نازل ہوئی نزول آیت حجاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی خوشی ومسرت کا اظہار کیا اور فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں نے تین امور میں موافقت اختیار کی ایک تو یہ مسئلہ حجاب ہے دوسرے مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی.

یعنی مقام ابراہیم کو جائے نماز (نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ) تیسرے ازواج مطہرات کے طلاق اور ان کے استبدال کے بارے میں چنانچہ ارشاد ہوا۔ عَسٰی رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗ الخ

ان مذکورہ امور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی موافقت نہیں کی بلکہ اللہ پاک نے ان کی موافقت کی کہ ان کی تجویز اور رائے کے مطابق آیات واحکام نازل ہوئے اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از روئے ادب وتعظیم یوں فرمایا کہ میں نے تین امور میں اللہ کی موافقت کی اسی لیے تو ان کے القاب میں کہا جاتا ہے نَاطِقًا بِالْحَقِّ وَالصَّوَابِ

یعنی راست و درست، مناسب وموزوں سچ اور صحیح بولنے والے اور اصابت رائے کے مالک جن کے متعلق ایک ارشاد نبوی یہ ہے۔ اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ. عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے یعنی ان کی زبان سے ہمیشہ حق اور صحیح بات ہی نکلتی ہے نہ صرف یہ کہ ان کی آراء وتجاویز وآیات قرآنی کی موافق ہوتی تھیں بلکہ آیات قرآنی ان کی رائے کے مطابق نازل ہوتی تھیں۔

مسئلہ حجاب میں ان کی تجویز کے مطابق آیت قرآنی کا نزول ہوا۔ اسی طرح سورہ تحریم کی آیت مذکورہ بالا عَسٰی رَبُّهٗ الخ کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملول وکبیدہ خاطر دیکھ کر ازواج مطہرات سے کہا تھا کہ آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں ملول وکبیدہ خاطر کرتی ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو طلاق دے دیں گے اور بصورت طلاق اللہ تعالیٰ انہیں ہر لحاظ سے تم سے بہتر بیویاں یعنی تمہارا نعم البدل عطاء فرمائے گا۔ چنانچہ انہی کے الفاظ کے مطابق آیت مذکورہ نازل ہوئی غرض انہی تین آیتوں پر کیا موقوف ہے قرآن مجید کی کئی آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں جو ان کے تفقہ فی الدین یعنی دینی سمجھ بوجھ اور بصیرت وفراست کی بین دلیل ہے عیاں راچہ بیان۔

اس امر کی کافی وضاحت ہو چکی ہے کہ حکم حجاب کیوں نازل ہوا دوسرے سوال کب نازل ہوئی کا جواب یہ ہے کہ آیت حجاب غالباً ۵ ہجری میں حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے وقت نازل ہوئی۔

تیسرے سوال کس لیے نازل ہوئی کا جواب یہ ہے کہ اس میں بہت فوائد ہیں شرعی بھی طبعی بھی۔ غیور انسان کی طبیعت اپنی بیوی ماں، بہن جیسے رشتہ داروں کی آبرو پر داغ لگنے کو نہ صرف مکروہ سمجھتی ہے بلکہ اس کے یہ بات انتہائی طور پر ناقابل برداشت ہوتی ہے تو لہٰذا اس پر یہ لازم ہے کہ جو چیز اپنے لیے مکروہ اور ناقابل برداشت سمجھتا ہے دوسرے کے لیے بھی ناقابل برداشت سمجھ کر اس سے کنارہ کش رہے کہ یہی انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔

شرعی فوائد یہ ہیں کہ زنا جو افحش الفواحش اور نہایت بری چیز ہے اس کے خطرات ٹل جائیں گے اس لیے کہ جب عورت گھر میں بیٹھی رہے گی اور چادر اور چار دیواری میں رہے گی تو زنا اور اس کے اسباب ودائی کا سد باب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ خدا سے باتیں کرے تو اس کو لازم ہے کہ قرآن پڑھے۔ (رواہ الخطیب فی التاریخ)

ہو جائے گا۔ ہاں اگر ضرورت اور بعذر شرعی نکلنا ہی پڑ جائے تو اس کو جواز ہے لیکن اپنے تمام بدن کو برقعہ یا بڑی لمبی چادر میں جو سر سے پاؤں تک ڈھانک لے چھپا کر نکلے صرف ایک آنکھ کی برابر حصہ دونوں طرف سے جالی یا کپڑے کا ہو جس سے قدم رکھنے کی جگہ دیکھ سکے اس صورت میں شرعی پردہ کی پابندی بھی ہو جائے گی۔ اور ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم علیہ التحیۃ و التسلیم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ کہ عورت کے لیے کیا چیز بہتر ہے سب خاموش رہے کسی نے کچھ جواب نہ دیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس کا جواب نہ دیا اور نہ اس کی وضاحت کی میں گھر چلا آیا میں نے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے وہی دریافت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا لَا یُرِیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ یعنی عورتوں کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد بھی ان کو نہ دیکھیں، میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نقل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا صَدَقَتْ اِنَّهَا بِضْعَةٌ مِّنِّی۔ انہوں نے درست کہا بے شک وہ میرا ٹکڑا ہیں یعنی میری دختر اور میرا جگر گوشہ ہیں۔

یہ احتیاط اور احتراز و اجتناب نظر براجنبی و اجنبیہ ہے اسی وقت ممکن ہے جب عورت گھر کی چار دیواری میں رہے اور پردہ کی پابندی کرے جس کی تاکید وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔ میں کی گئی ہے اس باہر نہ نکلنے اور پردہ کی پابندی کی وجہ سے عورت کو قرب خداوندی کی نعمت عظمیٰ حاصل ہو جائے گی جس کا ہر مسلمان متمنی و آرزومند ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

وَاَقْرَبَ مَا تَکُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِیَ فِیْ قَعْرِ بَیْتِهَا.

یعنی عورت اپنے رب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جبکہ وہ گھر کے اندرونی حصہ میں ہو۔ قرب سے مراد رضاء الٰہی اور خدا کی خوشنودی ہے جو نزول رحمت اور عطاء نعمت کا باعث ہے غرض عورت کے اس عمل سے اللہ بھی راضی اور خوش ہوتا ہے اور وہ خود بھی اجنبی مردوں کی نظر سے محفوظ رہتی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے جسے طبرانی نے نقل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلنَّظْرَةُ سَهْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ مَنْ تَرَکَهَا مِنْ مَّخَافَتِیْ اَبْدَلْتُهٗ اِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَهٗ فِیْ قَلْبِهٖ.

غیر محرم اور اجنبی پر نظر شیطان کے زہریلے یعنی زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ جس نے میرے خوف سے اسے چھوڑ دیا یعنی اس سے باز رہا تو میں اس کے دل کو ایمان کے نور سے بھر دوں گا۔ جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

بے جا نظر زنا کے دواعی میں سے ہے اس کے ساتھ اگر نامحرم و اجنبی کے ساتھ گفتگو بھی شامل ہو جائے تو سمجھ لیجئے کہ ایٹم بم تیار ہو گیا صرف بٹن دبانے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سب کو اس سے محفوظ رکھے آمین۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا ایں آفت از گفتار خیزد

یعنی عشق صرف دیکھنے ہی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات یہ آفت گفتار اور ہم کلامی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

جب عورت بہترین لباس زیب تن کیے زیورات سے مزین ہو کر رخساروں پر غازہ ملے ہوئے لبوں پر سرخی لگائے ہوئے مردوں کے شانہ بشانہ اختلاط کے ساتھ بازاروں میں آزادانہ خرید و فروخت کرتی پھرے یا تفریح گاہوں میں ننگے سر یا نیم عریاں ہو کر خوش خرامی کرے تو اس صورت میں اس کی عصمت و عفت کی حفاظت اور بچاؤ کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ الا ماشاء اللہ

اللہ عز و جل کی ذات بڑی ہی غیور ہے کہ اس نے زنا جیسے فواحش کے دواعی و اسباب اور ذرائع و وسائل کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس کے قریب جانے بھی سے روکا ہے ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا.

زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ نہایت ہی بے حیائی کا کام اور انتہائی برا راستہ ہے اس راستہ پر مت چلو مقصد تو یہ ہے کہ ہرگز زنا جیسا برا کام نہ کرو لیکن بجائے زنا کے اس کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں بسایا تو فرمایا:

لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.

اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں شامل ہو جاؤ گے مطلب یہ تھا کہ اس کے پھل نہ کھاؤ لیکن اس کے پاس جانے سے منع فرمایا اس لیے کہ وہ ذریعہ ہے کھانے کا۔

اسی طرح فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ.

منشاء تو یہ تھا کہ ظالموں کی معیت و معصیت سے بچو لیکن ان کی طرف میلان اور التفات سے منع فرمایا۔ جو ذریعہ تھا ظالم بن جانے کا اور ظالموں میں شامل ہو جانے کا جس طرح ان قرآنی آیات میں گناہ کے صدور سے بچانے کے لیے ان کے قرب اور ان کے دواعی و اسباب سے منع کیا گیا بالکل اسی طرح زنا جیسے شدید ترین گناہ سے بچنے کے لیے بے پردگی اور بے حجابی کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ بے پردگی بے حیائی کی جڑ ہے پردہ نہیں تو شرم و حیا بھی نہیں جب حیا نہیں تو گناہ سے باک بھی نہیں چنانچہ مثل مشہور ہے "بے حیا باش ہر چہ خواہی کن" "بے حیا بن کے جو چاہے سو کر کہ حیا ہی گناہوں اور برے کاموں سے مانع و مزاحم ہوتی ہے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ بے انتہا رؤف رحیم ہیں

فرماتے ہیں۔

مَا تَرَکْتُ بَعْدِیْ فِی النَّاسِ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ. (ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی شریف ج۲ص۱۰۲)

یعنی میں نے اپنی وفات کے بعد لوگوں میں مردوں کے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں فتنہ عورتوں سے زیادہ اور کوئی نہیں چھوڑا۔ عورت بذات خود فتنہ ہے اور اس کے علاوہ شیطان ورغلانے اور بہکانے کے لیے مرد و عورت کے درپے ہے۔ جس سے اللہ کے فضل اور اس کی مدد کے بغیر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ (سورہ فاطر آیت ۶)

تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن سمجھو وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے کہ وہ تمہیں بہکائے اور ان کے بہکانے میں آ کر تم گناہوں میں مبتلا ہو جاؤ اور اس طرح دوزخ والوں میں سے ہو جاؤ۔

دیکھو ہمارے بابا آدم علیہ السلام کو جب اللہ نے پیدا کیا تو سب ملائکہ نے بحکم رب العلمین ان کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے احکم الحکمین کے حکم کو نہیں مانا اور سجدہ سے انکار کیا اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کو جنت میں اعزازی دخول سے نوازا اور جنت میں حوا علیہا السلام کو ان کی بائیں پسلی سے پیدا کیا اور دونوں کو سمجھایا کہ اسی جنت میں دونوں عیش کی زندگی گزارو جو چاہو کھاؤ مگر یہ ایک درخت ہے اس کے قریب نہ جاؤ یعنی اس سے مت کھاؤ ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور یہاں سے نکالے جاؤ گے اور پھر زمین میں تکلیف کی زندگی گزارو گے وہاں اپنے ہاتھ کی محنت سے کماؤ گے بھوک پیاس لگے گی موسمی سردی اور گرمی کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔ اور کپڑے بھی میلے کچیلے ہوتے رہیں گے اور یہاں جنت میں نہ بھوک ہے نہ پیاس ہے نہ گرمی ہے نہ سردی نہ میل کچیل ضروریات زندگی سب مہیا ہیں ہر چیز خداداد موجود ہے اور یہ بھی خوب یاد رکھو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے فریب میں نہ آنا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے جنت سے نکالے جانے کا سبب بن جائے۔ اس سے ہوشیار رہو۔

باوجود ان کے سمجھانے کے نوشتہ ازل را چہ علاج۔ شیطان نے آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کو اللہ پاک کی ذات پر جھوٹی قسم سے دھوکہ میں ڈالا اور کہا کہ دیکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے ترکیب بتاتا ہوں۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ پاک کے مبارک نام پر کون جھوٹی قسم کھائے گا۔ واقعی یہ میری خیر خواہی کرتا ہے تو ابلیس سے کہا بتاؤ کیا ترکیب ہے تو ملعون نے شجرہ ممنوعہ کو اشارہ کیا اور کہا کہ یہ شجرۃ الخلد ہے اس کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے کھانے کے بعد ہمیشہ جنت میں رہو گے اور بادشاہی کی زندگی بسر کرو گے آدم علیہ السلام کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے کھانے سے مجھے منع کیا تھا۔ چنانچہ میاں بیوی نے کھا لیا کھاتے ہی فوراً دونوں کا لباس جو زیب تن تھا، بدن سے اتر گیا، دونوں برہنہ ہو گئے۔ شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے لے کر اپنے بدن سے چپکانے لگے۔ ادھر سے حکم آیا نکل جاؤ جنت سے میں نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع کیا تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام دنیا میں آ گئے تو شیطان کی آدم علیہ السلام کو پہلی دشمنی ان کو سجدہ نہ کرنیکی۔ دوسری دشمنی ان کو جنت میں ننگا کرنے کی اور تیسری جنت سے نکالنے کی تدبیر۔ تو کیا ایسا پکا دشمن آدم علیہ السلام کی اولاد کو دنیا میں اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لیے چھوڑے گا۔ گناہوں کی تزئین اور ترغیب قسم قسم کے حیلوں سے ان کی نظروں میں پیش نہیں کرے گا؟ ضرور کرے گا ضرور کرے گا اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے۔ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا.

ایک عجیب مباحثہ:

صحیح مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ مباحثہ کیا اور آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے کہا: آپ آدم ہیں آپ کو اللہ پاک نے اپنے خاص دست قدرت سے بنایا۔ آپ کے اندر روح پھونکی۔ آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو جنت میں رکھا۔ لیکن آپ نے اپنے قصور کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو زمین پر اتروایا۔ آدم علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام ہیں آپ کو اللہ نے اپنی رسالت اور ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو توریت دی جس کے اندر ہر چیز کا واضح بیان تھا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے اللہ پاک نے توریت لکھ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا چالیس برس پہلے آدمؑ نے کہا۔ اس میں یہ بھی تو تھا کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھٹک گیا جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں۔ آدم علیہ السلام نے کہا پھر آپ مجھے ایسے کام کرنے پر کیوں ملامت کرتے ہیں جس کا صادر ہونا میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ.

اب یہ امر قابل غور ہے کہ نافرمانی تو آدم علیہ السلام سے بھی صادر ہو گئی اور ابلیس سے بھی پھر آدم علیہ السلام کی توبہ قبول اور ابلیس ملعون الی یوم الدین رہ گیا۔ اس کی وجہ اللہ پاک نے سورہ طٰہٰ کے چھٹے رکوع کی آخر آیت میں بیان فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

میں نے آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتایا تھا کہ اس درخت کے قریب مت

جاؤ سو اس سے بھول ہوگئی۔ اس نے کھالیا اور ہم نے اس کے دل میں کھانے کا عزم یعنی پختہ ارادہ نہیں پایا جرم تو اس نے کیا مگر بھول سے کیا اور بھول قابل معافی جرم ہے قاضی عیاض نے شفاء میں لکھا ہے اللہ پاک نے اس آیت کریمہ میں خود آدم علیہ السلام کا عذر پیش کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کو اللہ پاک نے پیدا کیا تو انکی پشت پر دست قدرت پھیر دیا جس کی وجہ سے نفوس انسانی جن کو آدم علیہ السلام کی نسل سے قیامت تک ہر شخص کی دونوں آنکھوں کے درمیان اللہ پاک نے نور کی ایک چمک پیدا کر دی اور سب کو آدم علیہ السلام کے سامنے کیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ اے رب یہ کون ہیں؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیری نسل ہے۔ آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ جس کی آنکھوں کے درمیان نور کی چمک زیادہ تھی آدم علیہ السلام کو بہت اچھی لگی عرض کیا اے میرے رب یہ کون ہیں؟ اللہ پاک نے فرمایا یہ داؤد علیہ السلام ہیں آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے ارشاد ہوا ساٹھ برس۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب۔ میری عمر میں سے چالیس برس لے کر اس کی عمر سو سال کردو۔ چنانچہ اللہ پاک نے ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوگئی اور وہ چالیس برس رہ گئے تو موت کا فرشتہ روح قبض کرنے آ گیا آدم علیہ السلام نے کہا ابھی تو میری عمر کے چالیس برس باقی ہیں۔ فرشتہ نے کہا کہ آپ نے وہ چالیس برس داؤد علیہ السلام کو نہیں دیئے تھے۔ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ آدم سے بھول ہوگئی شجر ممنوعہ سے بھی کھالیا تو ان کی اولاد سے بھی بھول ہوتی ہے۔ اور آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی تو ان کی اولاد بھی خطا کرتی ہے۔ اور یہ تینوں غلطیاں اللہ پاک نے ان کو معاف فرما دیں۔ جب انہوں نے معافی مانگی اسی طرح اگر ان کی اولاد اپنی غلطیوں کی معافی اپنے رب سے مانگے تو ان کو بھی معافی ہو جائے گی۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا الاية رُفِعَ عَنْ اُمَّتِيْ الْخَطَاءُ وَالنِّسْيَانُ (الحدیث)

شیطان نے دیدہ دانستہ نافرمانی کی تو اس کو حکم ہوا

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ. نکل جاؤ تو ذلیلوں میں سے ہے۔

اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ. تیرے اوپر قیامت تک میری لعنت ہے اور اس کے بعد دائمی عذاب۔ اور آدم علیہ السلام کی غلطی بھول سے ہوئی۔

تو ارشاد فرمایا: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى.

پھر ان کے رب نے ان کو اور زیادہ مقبول بنایا اور راہ راست پر ہمیشہ کے لیے قائم رکھا۔ یعنی اللہ پاک نے ان کو یہ الفاظ سکھائے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ.

اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر خود ظلم کیا اگر تو ہم کو معاف نہ کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے تو عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہی معافی آ گئی اور شیطان نے کہا بہت اچھا آدم علیہ السلام کی وجہ سے تو نے مجھے ملعون کیا۔ آدم علیہ السلام کے ساتھ جو کرنا تھا وہ تو کرلیا اس کے بعد اب میں اس کی اولاد کو بھی ورغلاتا رہوں گا۔ برائیاں اور کفران کی نظروں میں مزین کروں گا۔ تیرے شکر گذار بندے کم ہوں گے اپنی غلطی پر اڑا رہا اس لیے دائمی جہنمی ہوگیا۔

كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ. ابلیس آگ سے پیدا ہوا تھا آگ کی طبیعت میں اونچائی ہے اوپر جاتی ہے بجائے فروتنی کے آگ بگولا ہوگیا۔ آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے مٹی کی طبیعت میں عاجزی ہے فروتنی ہے عاجزی اختیار کی معافی مانگی غفور الرحیم نے ان کو معاف کیا اس لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں نیستی ما باعث ہستی ما، پستی ما باعث سر بلندی ما، ہماری نیستی ہستی کی باعث بنتی ہے اور عاجزی سربلندی کا سبب بنتی ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جس نے اللہ کے لیے عاجزی اختیار کی اللہ پاک اس کو سربلند کرتا ہے

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر گل

مٹی ہو جاؤ تاکہ تجھ سے پھول اگیں اس لیے کہ مٹی کے بغیر پھول نہیں اگ سکتے جب آدم علیہ السلام زمین پر آ گئے اور اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو شیطان نے آدم علیہ السلام کی اولاد پر اپنا جال پھیلانا شروع کیا تو بہن کے نکاح کے معاملے میں قابیل کو ورغلا کر ہابیل کو قتل کرا دیا جو کہ کفر کے بعد سب گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے اور اس گناہ کی منشا عورت ٹھہری اب آگے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی بڑھتی گئی تو ابلیس نے سوچا کہ ایک جماعت معاونین کی بنانی چاہیے تاکہ ہر جگہ اور ہر وقت سلسلہ چلتا رہے تو اس کی اپنی اولاد یعنی شیاطین تو تھے۔ لیکن اولاد آدم علیہ السلام سے بھی اس کو مددگار مل گئے جن کو قرآن پاک نے شیاطین الانس سے تعبیر فرمایا ہے۔ خود تو کرسی صدارت پر بیٹھ گیا اور اولاد آدم علیہ السلام کی تباہی کے لیے ان دونوں کو لگا دیا وہ اپنی اپنی ڈیوٹیاں پوری کر کے اپنے بڑے ابا جان کو رپورٹیں پہنچاتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک کو شاباش کہتا ہوا اپنا کام نکالتا ہے۔

آٹھویں پارہ کی دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ الى اخره.

جس طرح کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرتے

ہیں اور اذیتیں پہنچاتے ہیں ۔اسی طرح گذشتہ پیغمبروں کے دشمن انس و جن میں سے تھے جوان کو تکلیفیں دیتے تھے ۔انہوں نے اس پر صبر کیا اور آپ بھی صبر کرتے جایئے حضرت قتادہ ؓ اور حضرت مجاہد ؓ نے فرمایا ہے جب جنی شیطان انسان کے ورغلانے میں نا کام ہوتا ہے تو وہ انسی شیطان کوانسان کے ورغلانے پر مامور کرتا ہے اپنے آپ کو کامیاب کرتا ہے اور حضرت ابوذر ؓ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا شیاطین جن وانس سے تو نے اللہ کی پناہ مانگی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں فرمایا کہ ہاں وہ شیاطین جن سے برے ہوتے ہیں مالک بن دینار ؓ کا قول ہے کہ شیاطین انس شیاطین جن سے زیادہ شریر ہوتے ہیں جب میں اعوذ باللہ پڑھ لیتا ہوں تو شیاطین جن بھاگ جاتے ہیں لیکن شیاطین انس باوجود اعوذ باللہ پڑھنے کے مجھے گناہ کی طرف کھینچتے ہیں اور اس منحوس انسانی شیطان سے پناہ مانگنے پر تو اللہ پاک نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کو ختم کیا ہے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۔ پوری سورت کا ترجمہ یہ ہے: ''کہہ دیجئے اے میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے مالک کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ جن ہوں یا انسان ۔ چنانچہ شیطان انس پر قرآن ختم ہو گیا۔

اے مسلمانو! قرآن پر عمل کرو قرآن ہر مرض کے لیے اکسیر ہے دین ودنیا کی تمام سعادتیں اسی میں مضمر ہیں۔

اگر مسلمان جینا پسند کرتے ہوں تو قرآن پر عمل کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ آج کل بے پردگی جو عام ہوگئی ہے اس کی وجہ قرآن سے لا تعلقی اور بری صحبت ہے برے دوست کی صحبت سے دور رہو۔

حجاب تو مسلمانوں سے اٹھ گیا اس کی ایک وجہ جنی شیطان کی پیروی ہے اور دوسری انسی شیطان کی دوستی۔ نعوذ باللہ منہما۔

(اقتباس از اصلاح المسلمین حضرت عبدالستار شاہ منیری رحمہ اللہ از باب ہفتہ)

باب ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کبائر ورذائل اخلاق

کبائر ورذائل اخلاق

یوں تو رذائل اخلاق، قبائح شرعی اور کبائر کی فہرست نہایت طویل ہے پھراس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا تعلق صرف فرد سے ہے اوراس کے نتائج بھی فرد ہی سے متعلق ہیں۔ جنہیں انفرادی کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ اجتماع اور معاشرے سے متعلق ہیں اور ان کے اثرات بھی جماعت و معاشرہ پر پڑتے ہیں۔ اس مختصر سے رسالہ میں ان تمام کا کلی طور پر بیان مشکل و دشوار ہے اس لیے ان میں سے چند کے تعلق سے جو ہمارے معاشرے میں اس قدر عام اور مروج ہیں کہ ان سے عوام و جہلاء تو کیا خواص و شرفاء بھی الا ماشاء اللہ غافل ہیں۔ بلکہ ان کا ارتکاب دانستہ و نادانستہ عمداً یا خطاً روزانہ کرتے ہی رہتے ہیں۔ بطور تنبیہ آیات قرآنیہ اور بالخصوص احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے ممنوع وحرام اور ناجائز و ناروا ہونے کو ثابت کرتے ہوئے ان کے سلسلے میں وارد وعیدیں بھی اس امید میں بیان کی گئی ہیں کہ یاد دہانی اور تذکیر ہو جائے اور ان سے اجتناب واحتراز کی جانب بطور خاص توجہ کی جائے تا کہ مسلم معاشرہ فتنہ و فساد کی آماجگاہ نہ ہو بلکہ امن وآشتی اور اصلاح و افلاح کا گہوارہ بن جائے۔ مختلف کبائر ورذائل کے عنوانات بھی قائم کر دیئے گئے ہیں۔ تا کہ قاری کے لیے عنوان کے تحت مطالعہ کی آسانی ہو جائے رسالہ ہذا صرف ان رذائل اخلاق کے بیان اور وعیدوں تک محدود ہے جن کا تعلق ظاہر سے ہے۔ باطنی رذائل پر تو اس میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ کہ ان کے ازالہ کے لیے کسی مشفق ناصح اور رہبر کامل کی صحبت ورہنمائی بھی درکار ہے اللہ ہمیں رذائل سے بچائے فضائل کا خوگر بنائے۔ آمین۔

حکومت وامارت

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس گرامی میں موجود حاضر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اے اصحاب! اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں امارت سے باخبر ومطلع کروں کہ وہ کیا چیز ہے؟ میں نے باآواز بلند عرض کیا۔ ہاں بتلا دیجئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی ابتداء ملامت ہے۔ اور انتہا ندامت یعنی حسرت وافسوس اور بالآخر قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ البتہ وہ صاحب امارت وحکومت لوگ اس ملامت وندامت اور ابتلائے عذاب سے مستثنیٰ ہیں۔ جو عدل وانصاف سے امارت وحکومت کے کاروبار انجام دیں۔ اس لیے کہ اپنے اعزاء واقرباء کے ساتھ عدل کرنا ہی مشکل اور کٹھن ودشوار کام ہے اور بسا اوقات ان کی طرف داری وحمایت میں عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا محال نہیں تو ناممکن اور مشکل ضرور ہے۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ بزار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امراء کے لیے ویل ہے (ویل جہنم کا ایک گڑھا ہے جس میں دوزخیوں کی خون و پیپ جمع ہوگی جن میں دوسرے مقامات کی بہ نسبت سخت ترین عذاب ہوگا) ویل ہے قبیلہ کے رئیس کے لیے ویل ہے امانت رکھنے والے کے لیے۔ قیامت کے دن اپنی شدید ترین تکلیف دہ سزاؤں سخت ترین اور الم انگیز عذاب کی وجہ سے یہ لوگ اس بات کی آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہم آسمان وزمین کے درمیان سر کے بل لٹکائے جاتے مگر اس شدید ترین تکلیف وسزا سے محفوظ رہتے۔ (ترہیب بحوالہ ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کی دعا (بفضل خدا) رد اور نامقبول نہیں ہوتی۔ (۱) روزہ دار جب تک روزہ افطار نہ کرے۔ (بشرطیکہ اس کا روزہ حقیقی روزہ ہو فاقہ نہ ہو) (۲) عادل حاکم (جو مسلمانوں اور اپنی تمام رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرے) (۳) مظلوم یعنی اس کی بددعا جب وہ ظالم کے ظلم سے پریشان ہو کر مجبور کرتا ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا۔ چاہے بدیر ہی سہی یعنی اس ظالم کے حق میں تیری بددعا قبول کروں گا۔ اور اس کا قرار واقعی بدلہ اور سزا دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لیے ایک وقت معین کیا ہے اور ہر چیز کے لیے ایک خاص اندازہ متعین کیا ہے۔ (ترغیب رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی قرآن سیکھے اور لوگوں کو سکھائے اور اس پر عمل کرے میں اس کو جنت میں کھینچ کر لے جاؤں گا۔ (رواہ ابن عساکر)

وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب ونزدیک تر عادل حاکم ہوگا۔ (جس نے اپنے دورحکومت میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو) اور سب سے زیادہ مبغوض اور اس سے بعید تر اور نہایت دور ظالم ہوگا۔ (جس نے اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہوگی) (ترمذی طبرانی بہ حوالہ ترغیب)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں سب سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی یا رسول کو قتل کیا ہو یا کسی نبی یا رسول نے اسے قتل کیا ہو۔ اور جو ظالم حاکم ہو (طبرانی بحوالہ ترغیب وترہیب)

بے حیائی، عریانی، اور فحاشی:

ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں علی الاعلان، برسرعام، بے حیائی کے کام اور فحاشی ہونے لگے تو اس قوم میں طاعون اور اس جیسے وبائی اور مہلک امراض پیدا ہو جائیں گے کہ اس کے اسلاف نے ان میں سے بہت سی بیماریوں اور وباؤں کا نام تک بھی نہ سنا ہوگا۔ (صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نے سچ فرمایا) اس زمانہ میں بے حجابی عریانی اور بے حیائی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے وہ عورتیں جن کی امتیازی خصوصیت چادر اور چار دیواری میں رہ کر امور خانہ داری، گھریلو فرائض کی انجام دہی اور اولاد وزوج کے حقوق کی ادائیگی تھی۔ وہ زینت محفل اور شمع انجمن بن گئیں ہیں۔

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمع انجمن پہلے چراغ خانہ تھی

مردانہ کھیل تماشے مثلاً ہاکی، ٹینس وغیرہ ان کے شعار بن گئے ہیں۔ اور ان میں مردوں سے مسابقت کی کوششیں جاری ہیں۔ بلا حجاب اور تنہا بلا محرم کے حتی کہ نامحرم کے ساتھ سفر اور وہ بھی غیر ممالک میں اکثر امور میں مردوں کے شانہ بشانہ ان کے ساتھ شرکت واشتراک اور بلا تکلف میل جول خلط ملط بلکہ دوستی وآشنائی ان کا طرّہ امتیاز بن گیا ہے۔ یہ تو آغاز و ابتداء ہے انجام وانتہا کا پتہ نہیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

نئے نئے امراض وعوارض جن کے نام نہ ڈاکٹر کی کتاب میں نہ حکیم کی بیاض میں رونما ہونے لگے ہیں۔ یہ تمام بلائیں اور امراض وعوارض بے حیائی اور فحش کاری کے ثمرات ونتائج ہیں۔ فلم بینی ملک میں عام ہوگئی ہے۔ جس میں برہنہ تصاویر کی نمائش ہوتی ہے۔ گانا بجانا، رقص وسرور، بوس وکنار اور نہ معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ جوان بیٹے، داماد، بہو، بیٹیاں اور شوہروں کے ساتھ بیویاں غرض خورد وکلاں سب مل بیٹھ کر ڈرامے اور فلمیں دیکھتے ہیں۔ قہقہے لگاتے ہیں۔ تالیاں بجاتے ہیں۔ اس کے باوجود انسانی ہی نہیں بلکہ دینی غیرت وحمیت اور شرافت ونجابت کے بلند بانگ دعوے ہیں۔

تپ دق کے مریض کا علاج جسے لاعلاج سمجھا جاتا ہے آسان ہے مگر اس کا علاج نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لیے کہ جو تنزل کو ترقی ادبار کو اقبال پستی کو بلندی سمجھے اسے کون سمجھائے اس پر یہ طرّہ کہ اس بے حیائی اور فحش کاری کو عام کرنے میں اور ترقی دینے میں حکومتیں خود ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اور بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔ سینما گھروں کے علاوہ ٹی وی وغیرہ بھی اس کے عام کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں جب اس کی برائیاں پیش کی جاتی ہیں تو اس کے جواز بلکہ ضرورت کی اس دلیل کے ساتھ توجیہ کی جاتی ہے کہ ٹی وی نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے اور یہ خدمت جاری ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اسلام کی خوبیاں اجاگر کرنے اور چمکنے میں نہیں بلکہ اسلام کی بیخ کنی اور اس کے مٹانے میں العیاذ العیاذ۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ کا ہونا یا لنگی یا تہبند کا اس سے نیچے لٹکانا بھی سخت گناہ ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ پاک اس شخص کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا جو اپنے پاجامہ کو ٹخنے سے نیچے رکھے اور لنگی اور تہبند کو اس سے نیچے لٹکائے (بخاری)

فقہانے کہا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا پتلون میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

فوٹو اور تصویر

گھروں میں دیواروں پر فوٹو اور تصویر آویزاں کرنا اور اپنے خاندان کے محرم ونامحرم لوگوں (مرد وعورت) کی تصویروں کے البم بنا کر رکھنا اور مختلف قسم کے غیر ضروری تصاویر اور فوٹوؤں والے رسائل کا اپنے دیوان خانہ میں رکھنا باعث رونق اور زینت سمجھا جاتا ہے۔ اور اس کا رواج عام ہو چلا ہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو (بخاری ومسلم) اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ بھی ہے کہ اللہ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والے کو ہوگا۔

مسلمانوں میں انتہائی بے حیائی اور بے غیرتی کی ایک بری رسم اور بھی ہو گئی ہے کہ نکاح کے بعد دولہا دلہن کو بناؤ سنگھار کر کے خوب سجا کر محرم وغیر محرم ہر طرح کے مرد وعورت عزیز واقارب کے ساتھ بلا حجاب بٹھایا جاتا ہے۔ اور ایک غیر محرم پیشہ ور مصور وفوٹو گرافر ان سب کی تصویر کھینچتا اور فوٹو لیتا ہے۔ جسے گروپ فوٹو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع اور رسوم میں متفرق زاویوں سے دولہا دلہن وغیرہ کا فوٹو مردانہ اور زنان خانہ بلکہ کمرہ عروسی میں بھی کھینچا جاتا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ وہ گروپ فوٹو اور بعض دوسری تصاویر

اخباروں میں بھی چھپوائی جاتی ہیں۔ جسے اخبار بینوں کی اکثریت دیکھتی ہے اور اس فعل حرام اور ناجائز کام پر بھی فخر کیا جاتا ہے۔ انہیں اس کا علم نہیں کہ اس میں زوال ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطاء فرمائے۔

ہر گناہ کبیرہ اور بالخصوص اس گناہ کبیرہ سے توبہ و استغفار نہایت ضروری ہے۔ ان تمام بے ہودہ رسموں، فضول کاموں اور موجب گناہ کبیرہ میں بے دریغ مال و دولت خرچ کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مال حرام بود بجائے حرام رفت۔ یعنی ناجائز اور حرام طریقوں اور ذرائع سے کمایا ہوا مال حرام مقامات اور حرام کاموں میں ہی صرف ہوگا۔ رشوت لے کر، سود حاصل کر کے، اسمگلنگ اور بلیک میں کمایا ہوا مال تو ایسی ہی رسموں اور برائیوں میں ضائع ہوگا۔ اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس مال کے بے جا صرف اور اسراف اور فضول خرچی کا انہیں ذرہ بھر بھی ملال اور رنج نہیں۔ اگر عرق ریزی سے پسینہ بہا کر خون پسینہ ایک ایک کر کے محنت و مشقت سے کمایا ہوا مال ہوتا تو ایسا ہونا ناممکن تھا کہ سہوًا بھی فضول خرچی ہو جائے۔ تو بعد میں اس کا افسوس اور ندامت نہ ہو ان فضول رسموں اور بے ہودہ کاموں میں بے دریغ دولت لٹائی جاتی ہے۔ مسجد کی تعمیر کے لیے علم دین کی اشاعت کے لیے تبلیغ دین کے مصارف کے لیے ان سے کچھ طلب کیا جائے تو ہزاروں ہی حیلے بہانے تراشتے ہیں۔ لیکن خرافات و فضولیات میں حاتم طائی کو بھی مات دیتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مجھے تمہارے افلاس سے کوئی اندیشہ وخوف نہیں۔ مجھے اس کا ڈر ہے کہ اگر دنیا کے دروازے اور خزینے تم پر کھل گئے اور تم اس کی طرف متوجہ و مائل ہو گئے تو تم بھی اسی طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلی قومیں تباہ و برباد ہو گئیں (بخاری ومسلم)

یعنی یہ حب دنیا و متاع دنیا اور اس کی طرف میلان و رغبت نہ صرف افراد بلکہ قوموں کے لیے بھی باعث ہلاکت و بربادی ہیں اور ہوئی ہیں۔ جس پر تاریخ شاہد ہے۔

طبرانی کی حدیث ہے شیطان کہتا ہے اور اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ مالدار دولت مند آدمی مجھ سے بچ نہیں سکتا (یعنی وہ میری گرفت سے آزاد نہیں ہوسکتا) میں اس کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات میں ضرور بضرور مبتلا کر کے چھوڑوں گا۔ اول تو یہ کہ حرام و ناجائز ذرائع و وسائل سے حرام مال و دولت کمائے گا۔ دوم یہ کہ اگر مال حلال ذرائع سے کمایا تو (مضائقہ نہیں) حرام کاموں میں اور حرام مقامات پر ضرور خرچ کرے گا۔ سوم یہ کہ اگر ان گناہوں سے بچ گیا تو کیا ہوا کار خیر اور رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنے میں بخل ضرور کرے گا۔ (غرض کہ اس کا میرے قبضہ سے نکلنا نہایت دشوار ہے اور اگر آج نہیں تو کل میری گرفت میں ضرور آ جائے گا۔ بچ نہیں سکتا)

رشوت اور مال حرام:

رشوت لینے اور دینے اور اس میں وسیلہ بننے کی برائی اور لعنت روز بروز دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہے ہیں۔ حالانکہ رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں ہی دوزخی ہیں۔ (طبرانی)

رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا اور (واسطہ بن کر) رشوت دلانے والا تینوں دوزخی ہیں (احمد، بزار، طبرانی)

رشوت لینا ایسا گناہ ہے جسے کفر سے قریب تر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ لوگوں میں رشوت لینے دینے اور دلوانے کا طریقہ بالکل عام ہو گیا ہے (جو کام کروانے کا ایک حرام و ناجائز طریقہ ہے) (طبرانی)

جو حکام اہل غرض لوگوں سے تحائف اور ہدایا لیتے ہیں۔ وہ خائن ہیں۔ (احمد)

ایک حدیث میں ہے لوگ لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا کھانا (یعنی غذا) اور ان کا لباس حرام ہے (یعنی حرام مال سے لیا اور تیار کیا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ بھی حرام ہے)۔ پھر ایسے لوگوں کی دعائیں کیونکر قبول ہوسکتی ہیں (دعائیں تو دعائیں ان کی تو عبادات کی مقبولیت میں بھی خطرہ ہے) (مسلم)

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میں مستجاب الدعوات (مقبول الدعا) ہو جاؤں۔ مستجاب الدعوات اسے کہتے ہیں جس کی دعا رد نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے کھانے کو پاک کرو یعنی حلال کھاؤ خدا کی قسم جب کوئی شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے اعمال قبول نہیں کرتا۔ (رد کر دیتا ہے) جس بندہ کے جسم نے حرام مال سے نشو ونما پائی اور طاقتور ہوا اس کا بدلہ بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔ (طبرانی)

اگر کسی شخص نے دس درہم میں لباس خریدا جس میں سے نو حلال کے تھے اور ایک درہم حرام کا (یعنی حرام طریقہ سے کمایا تھا۔ تو جب تک یہ لباس اس شخص کے بدن پر رہے گا۔ اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (بزار و ترغیب و ترہیب)

منہ میں خاک ڈالنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی حرام مال کا لقمہ اپنے منہ میں ڈالے۔ (احمد)

اشیاء کی عیب پوشی اور ملاوٹ:

دھوکہ فریب، خیانت، ملاوٹ یہ تمام ایسی چیزیں ہیں جو جہنمی بنا دیتی ہیں۔ ایک شخص دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ جب تجھ سے قیامت میں دونوں کو الگ الگ کرنے کا کہا جائے گا تب تو کیا کرے گا۔ کس طرح دونوں کو الگ الگ کرے گا۔ (بیہقی موقوفا)

(یہ وعید اس کے لیے ہے جو دودھ میں پانی ملایا کرتا تھا یا کرتا ہو۔ آج کل

15 تو لوگ پانی میں دودھ ملاتے ہیں اور دودھ بتا کر بیچتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا)

اگر کسی شخص نے عیب دار چیز بغیر عیب ظاہر کیے اور دکھائے فروخت کی تو وہ ہمیشہ خدا کے غضب کا مورد رہتا ہے اور فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔(ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ چار قسم کے آدمیوں سے دشمنی رکھتا ہے

(۱) جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال فروخت کرنے والے سے۔

(۲) متکبر فقیر سے۔(۳) بوڑھے زانی سے۔

(۴) ظلم کرنے والے بادشاہ سے۔(نسائی۔طبرانی)

سود کی لعنت

سود لینے اور دینے پر بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ کیونکہ یہ بڑا زبردست گناہ ہے۔لیکن افسوس کہ آج کل عام ہو گیا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ سود کھانے والے اور سود کھلانے والے یعنی لینے والے اور دینے والے پر اللہ لعنت کرے۔(نسائی مسلم)

سود خوری کو اگر تہتر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کے ادنیٰ ترین حصہ کا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سود سے ایک روپیہ حاصل کرنے کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ ہے (احمد، بزار) قیامت کی آمد سے پہلے سود، شراب اور زنا بکثرت رائج ہو جائیں گے۔(طبرانی)

یعنی ان گناہوں کا برملا کرنا اس قدر عام ہو جائے گا کہ دوسرے معنوں میں ان کو گناہ ہی نہ سمجھا جاتا ہو۔ بلکہ یہ افعال مباح اور جائز سمجھے جاتے ہیں۔اگر عقیدہ اور نیت کے اعتبار سے نہیں تو عمل اور صورت ہی کے اعتبار سے سہی۔

ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ کوئی شخص سود اور سودی کاروبار میں شرکت سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر خود نہیں کھائے گا۔ اور نہ کھلائے گا۔ اور کھانے کھلانے والے کے درمیان واسطہ نہیں بنے گا۔ تو کم از کم سود کا غبار ضرور اس تک پہنچے گا۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

یعنی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہے گا۔ موجودہ حالات بعینہ اس قسم کے ہو چکے ہیں۔ بڑی سخت احتیاط ضروری ہے۔

حقوق ہمسایہ:

ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ فلاں عورت کثرت سے نماز پڑھتی بہت زیادہ صدقہ دیتی خیرات کرتی اور اکثر روزے رکھتی لیکن پڑوسیوں کے ساتھ زبان درازی کرتی اور انہیں ایذا پہنچاتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت تو دوزخی ہے اسی طرح ایک شخص نے دوسری عورت کا حال یوں بیان کیا کہ وہ نماز کم پڑھتی ہے روزے بھی کم رکھتی ہے اور صدقہ بھی کم دیتی ہے لیکن اس کے پڑوسی اس سے امن میں ہیں۔ یعنی اس کی زبان درازی سے انہیں ایذاء و تکلیف نہیں وہ زبان دراز اور ضرر رساں نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورت جنتی ہے۔(احمد و بزار وغیرہ)

مذمت غیبت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو (اس کی غیر موجودگی میں) لمبے دامن والی کہہ دیا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ان کو تھوکنے کا حکم دیا جب انہوں نے تھوکا تو ان کے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا (ابن ابی الدنیا)

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو پست قد کہہ دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو بات کہی ہے اگر وہ دریا میں ڈال دی جائے تو سارے پانی کو گندہ کر دے۔(ابوداؤد و ترمذی)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی سخت گناہ ہے زنا کا گناہ تو توبہ (استغفار) سے معاف ہو جاتا ہے۔ لیکن غیبت اس وقت تک معاف نہیں ہوتی۔ جب تک وہ شخص جس کی غیبت اس نے کی اسے (صدق دل) سے معاف نہ کر دے۔ چاہے اس نے توبہ و استغفار بھی کیا ہو۔ اس لیے کہ زنا حق اللہ ہے توبہ سے معاف ہو سکتا ہے لیکن غیبت حق العبد ہے صرف توبہ سے معاف نہیں ہو سکتی تا آنکہ وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہے۔(ابن ابی الدنیا طبرانی)

دیوث کون ہے

تین اشخاص ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۱) ماں باپ کا نافرمان۔(۲) دیوث۔(۳) وہ مرد جو عورتوں کی نقل اور ان کی مشابہت کرتا ہے (حاکم)

تین اشخاص ایسے ہیں جو کبھی جنت میں داخلہ نہیں پائیں گے۔

(۱) شراب کا عادی۔(۲) وہ مرد جو عورتوں کی نقل اتارنے والا ہے۔(۳) دیوث۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ دو آدمیوں کو ہم سمجھ گئے ہیں یعنی عادی شرابی اور عورتوں کا نقال۔ مگر دیوث ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔(وہ کون ہے اور کیسا شخص ہے؟) ارشاد فرمایا کہ دیوث وہ بے حیا اور بے غیرت انسان ہے جسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے اور کیا کرتا ہے بلکہ کتنے اشخاص آتے جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں)

افسوس صد افسوس کہ شوہر نامدار گھر میں ہیں بیوی ہوائی جہاز میں اور سفر میں ایرہوسٹس ہے مسافروں کی ضیافت کرتی اور انہیں خوش کرتی ہے یا بینک میں ملازمہ ہے یا کسی کمپنی میں یا دفتر کے باب الداخلہ پر استقبال کرتی اور خوش آمدید و مرحبا کہتی ہے۔ اور آنے والوں کا استقبال کے ساتھ انہیں معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ یا ریڈیو اور ٹی وی میں خبریں سناتی اور پروگرام

میں حصہ لیتی ہے۔اور کھیل کے میدانوں میں اپنا سکہ منواتی ہے۔آفرین، اسلامی مملکت پاکستان آفرین اسلامی قانون پاکستان آفرین ،اسلامی مشاورتی کونسل یہ دیکھنا ہے کہ یہ سب اسلام کی کیا خدمت کریں گے۔اور اسلامی نظام کے نفاذ میں اپنا حصہ کس حد تک ادا کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق بخشے۔آمین۔ثم آمین۔

لعنت کا وبال:

جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے توان دونوں میں سے ایک شخص یقیناً کافر ہوجاتا ہے۔جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ حقیقتاً کافر نہیں ہے۔تو کفر اسی پر لوٹتا ہے۔جس نے اس کو کافر کہا ہے۔یعنی کہنے والا کافر ہوگیا۔(بخاری ومسلم)

اور اگر وہ واقعی کافر ہے تب بھی اسے کافر کے نام سے نہیں پکارنا چاہیے کیا معلوم وہ شقی ازلی نہ ہو بالاخر ایمان کی سعادت اس کا نصیب ہو۔

جس نے بھائی کو کافر کہہ کر بلایا یعنی یا کافر یا اے کافر کے نام سے یاد کیا توان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا۔(بخاری)

کسی شخص کا اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہنا اس کے قتل کے برابر ہے(بزازیہ)

جس شخص پر لعنت کی جائے اور وہ فی الواقع لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اللہ کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہے اے میرے پروردگار جس شخص پر میں بھیجی گئی تھی وہ اہل نہیں کہ میں اس پر واقع ہو جاؤں آخر میں کہاں جاؤں۔ارشاد ہوتا ہے۔جس کی زبان سے نکلی تھی وہیں چلی جا۔ اسی پر واقع ہو جا(عورتوں کی عادت ہے کہ جا بے جا ایک دوسرے پر بکثرت لعنت کرتی ہیں اور تقریباً تمام مواقع پر لعنت بے جا ہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ لعنت کرنے والی پر کتنی مرتبہ لعنت واقع ہوگی اس لیے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے)۔

بے رحمی و بد خلقی:

جو شخص خدا کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا۔تو خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔(بخاری)

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خدا کے رحم وکرم اور اس کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے مخلوق خدا پر رحم کرنا ضروری ہے۔اس لیے کہ خدا کو اپنی مخلوق سے بہت پیار ہے۔شقی اور بدبخت آدمی کے قلب سے رحم سلب کرلیا جاتا ہے(ابوداؤد،ترمذی)

یعنی وہ شخص شقی اور بد بخت ہے۔جس کے قلب میں رحم نہ ہو۔وہ یہ نہ جانتا ہو کہ رحم ومہربانی اور لطف وعنایت کیا ہے بے رحمی اور قہر وغضب اس کی خو اور عادت بن جائے اور اس کی طبیعت ثانیہ ہو جائے۔

بدخلق آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا۔(احمد وابن ماجہ)

بدخلقی نیک عمل کو اس طرح بگاڑتی (اور اس میں فساد وخرابی پیدا کرتی) ہے۔جس طرح سرکہ شہد کو۔(طبرانی)

قتل نفس خود یعنی خودکشی:

جس نے دنیا میں اپنا گلا گھونٹا(یعنی کسی طریقہ سے خودکشی کرلی اور اپنے آپ کو کسی طرح سے ہلاک کرلیا) دوزخ میں بھی اس کا گلا گھونٹا جائے گا۔(یعنی جس طرح سے اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اسی طرح اس کے بدلے میں وہی سزا اسے دی جائے گی)اور جس نے اپنے آپ کو زخمی کیا اسے بھی زخمی کیا جائے گا۔(بخاری)

ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیر(قوت وشدت سے) پیوست کر کے خودکشی کرلی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔(ابن حبان)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیا وہ شخص کس قدر عظیم گناہ کا مرتکب ہوا۔اور خودکشی کتنا شدید ترین گناہ ہے ظاہر ہے کہ گناہ جس قدر عظیم وشدید ہوگا سزا بھی اتنی ہی بڑی اور شدید ہوگی۔

ایک زخمی آدمی نے زخموں کی تاب نہ لاکر اپنے آپ کو قتل کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے تو نے اپنی جان دینے میں جلدی اور عجلت کی ہے میں نے جنت تجھ پر حرام کردی(بخاری)

یعنی خودکشی اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو مار ڈالنا ایسا بدترین اور سخت ترین گناہ ہے کہ جنت میں اس کا داخلہ اللہ تعالیٰ نے بالکل ہی ممنوع اور حرام قرار دے دیا ہے اس لیے کہ وہ خدائی میں دخیل وشریک عملاً ہوگیا۔کہ جو خدا کا کام ہے کہ وہی مارتا ہے اس نے بھی کرنے کی کوشش کی ہے۔

ظلم کی نحوست:

حدیث قدسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے۔(یعنی میں کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا تم پر بھی ظلم حرام ہے۔یعنی یہ بات تمہارے لیے بھی حرام وممنوع ہے کہ تم کسی پر ظلم کرو۔لہٰذا دیکھو تم بھی کسی پر ظلم نہ کرو۔(ترمذی ابن ماجہ)

ظلم سے بچو اور پرہیز کرو۔ظلم قیامت کے دن کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔(مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ظالم محروم ہے۔(طبرانی)

قیامت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جائیں گے۔(احمد وطبرانی)

یعنی اس کے ظلم وستم کی وجہ سے خداوند قدوس اس قدر ناراض اور غضبناک ہوگا کہ اس کی نیکیاں چھین کر مظلوم کو عطا فرمائے گا۔اور مظلوم کے گناہ اس کے گناہوں میں شامل کردے گا۔کہ گویا اس کی ذات نیکی برباد گناہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت کرو اور رو و اور اگر رو نہ سکو تو رونے کی شکل بناؤ۔(ابن ماجہ)

لازم کا مصداق ہوگی خسارہ ہی خسارہ حرمان ہی حرمان اس کا نصیب ہوگا۔

عمامہ کی فضیلت سے لاپرواہی:

عمامہ باندھنا اسلام میں سے نہ صرف علماء و صلحاء بلکہ اکثر عوام مسلمین کا بھی شعار ہے اور عمامہ باندھنا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

تَسَوَّمُوْا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ قَدْ تَسَوَّمَتْ.

اپنے آپ کو خاص نشانوں اور علامات سے ممتاز و نمایاں کرو کہ فرشتوں نے بھی خاص نشان اور علامت سے اپنے آپ کو ممتاز کیا تھا۔ اس میں عمامہ باندھنے کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ

اے معلمین.

اللہ نشان زدہ پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اس خاص نشان و علامت سے عمامہ مراد ہے چنانچہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نازل ہونے والے فرشتے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زرد رنگ کے عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ان کے عمامہ سفید تھے جن کے شملے انہوں نے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑ رکھے تھے۔

وَعَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذْنِبُوْا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَذْنَبُ.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شملے چھوڑا کرو اس لیے کہ شیطان شملہ نہیں چھوڑتا۔

عمامہ کی فضیلت ہی کے سلسلے میں ارشاد ہے۔

وَعَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ مَعَ الذَّنْبِ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا ذَنْبٍ.

یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت پڑھنے سے زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

نیز بدائع الصنائع میں ہے۔ اَلصَّلٰوةُ مُتَعَمِّماً اَفْضَلُ.

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے فضیلت کی مقدار حدیث بالا میں بتائی گئی ہے لیکن افسوس تو اس بات کا ہے کہ عوام المسلمین اور آئمہ مساجد و خطباء کا ذکر تو کیا اکثر علماء مشائخین (جن کے معتقدین و مریدین اور پیرو متبعین شمار سے باہر ہوتے ہیں) عمامہ و شملہ کی اس سنت مبارکہ کو ترک کر کے قراقلی بانات یا باریک ململ یا چکن کی ٹوپیاں اوڑھتے ہیں۔ انہیں اوڑھ کر عمامہ کے بغیر نماز پڑھاتے، مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوتے ہیں۔ اپنے وعظ و نصیحت سے مجالس و محافل کو گرماتے ہیں۔

ہمارا بھی کیا حال ہے کہ دنیا کی تجارت میں تو ایک تو پیسے کے خسارے کو روتے ہیں۔ اور آخرت کی تجارت کے اتنے بڑے خسارے کی فکر نہیں۔ ستر گنا ثواب سے محروم ہوتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: **عظموا عمائمكم.** عمامے باندھا کرو کہ عمامہ باندھنا علماء و صلحاء اور مشائخین کے شعار میں ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنی نوع کے سوا کسی اور کا لباس پہنا تو اس کو ادب سکھاؤ اور اس سے یہ کہو کہ اپنی نوع ہی کا لباس پہنا کرے (بریقہ محمودیہ شرح طریقہ محمدیہ ص ۲۳۱ ج ۲)

غرض انتہائی افسوس و رنج کا مقام ہے کہ محض فیشن کے لحاظ سے بعض اسے پیشوایان و مقتدایان و آئمہ مساجد اور خطباء ان فرامین محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو عمداً ترک کر دیتے ہیں۔ سنن نبویہ پر عمل میں جب ان کا یہ حال ہے۔ تو ان کے مقتدین و متبعین اور مریدین و معتقدین کا کیا حال ہوگا۔

ڈاڑھی کی سنت سے بے اعتنائی:

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ڈاڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ۔ یہ دونوں صیغے امر کے ہیں۔ اور امر کے اصلی معنی وجوب کے ہیں اس لیے ڈاڑھی بڑھانا اور مونچھیں کتروانا اور پست و چھوٹی کروانا واجب ہے اور ترک واجب حرام ہے سخت ترین گناہ ہے غرض کہ ڈاڑھی منڈوانا یا کتروانا دونوں فعل ناجائز اور ممنوع ہیں۔

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی لبیں یعنی مونچھیں نہ کتروائے وہ ہماری جماعت میں سے نہیں۔ یعنی اس کا تعلق کامل مسلمانوں کی جماعت سے نہیں اور وہ ان کے زمرے میں شامل نہیں۔ (احمد، ترمذی، نسائی)

جب یہ دونوں امر یعنی ڈاڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور مونچھوں کا نہ کتروانا خلاف شریعت مطہرہ ہیں تو مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خلاف شریعت کام کرے چہ جائیکہ اس پر اصرار ہو اور اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے بے سروپا باتیں کرے اس لیے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار اس کو کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے اور اس سے بڑا اور بدتر گناہ یہ ہے کہ آج کل ڈاڑھی والوں کا مختلف طریقوں سے مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جس سے سنت کا استخفاف یعنی اسے معمولی اور حقیر سمجھنا اور اس کی توہین کرنا لازم آتا ہے اور استخفاف و تحقیر اور اہانت سنت میں زوال ایمان کا خطرہ ہے۔

چونکہ شریعت اسلامی کے احکام عقل کے تقاضوں کے مطابق ہیں۔ اور یہ دین دین فطرت ہے۔ اس لیے عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ مرد و عورت کے درمیان وجہ فرق اور ما بہ الامتیاز کوئی چیز ہو کہ جس سے دونوں کی شناخت بھی ہو سکے کہ مرد کا امتیاز ڈاڑھی کی وجہ سے ہے اور عورت کا اس کے سر کے بالوں سے ہے یعنی اس کی زلف اور چوٹی کے باعث۔ ہمیں بھی چاہیے کہ اسی عقلی تقاضے کے مطابق اپنی ہیئت و صورت بنائیں۔ اور اپنے

اپنے امتیازات وخصوصیات کو قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جن کی تسبیح کے یہ الفاظ ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحى و النِّسَآءَ بِالذَّوَائِبِ.

یعنی پاکی ہے اس ذات کے لیے جس نے مردوں کی زینت ڈاڑھی سے کی اور عورتوں کی سر کے بالوں سے اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو اچھی صورت سے پیدا کیا تو اگر ڈاڑھی سے مرد کی خوبصورتی کم ہوتی ہے تو پھر یہ تو اللہ پر اعتراض ہوگا۔ اور عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مرد اور عورت الگ الگ صنف ہیں تو ان میں ظاہری امتیاز بھی ہونا چاہیے جو ڈاڑھی سے ہو جاتا ہے۔

آج کل یہ مرض اتنا عام ہوگیا ہے کہ مغربی علم کا درس حاصل کرنے والوں اور اس کے فارغین کا تو کیا ذکر دینی مدارس میں علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ کہ ڈاڑھی نہیں رکھتے یہ تو پھر بھی طالب علم ہیں۔ بعض اساتذہ اور بعض علماء بھی ڈاڑھی منڈواتے یا شرعی مقدار سے کم برائے نام ڈاڑھی رکھتے نظر آتے ہیں۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

کے مصداق جب پیشوایان مذہب اور مقتدایان دین علماء و مشائخین کا یہ حال ہے تو وہ کسی اور کو کیا حق اور خیر کی دعوت دیں گے اور اگر دعوت دیں بھی تو اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے جبکہ عملی نمونہ اس کے خلاف ہو وہ اپنی اس بے عملی کی وجہ سے خود بھی گناہ گار ہوتے ہیں۔ اور عوام متبعین کے گناہوں میں بھی شریک حصہ دار ہوتے ہیں۔

مدارس دینیہ کے اساتذہ اور مہتممین و منتظمین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے طلباء کو اس سے منع کریں اور باز رکھیں شریعت مطہرہ کی اس خلاف ورزی اور ترک سنت سے باز نہ آئیں تو انہیں مدارس سے خارج کر دیں اور ایسے بدعملوں کو ہرگز مقتدائے دین نہ بنایا جائے۔

اس سے زیادہ تکلیف دہ اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ اکثر ائمہ مساجد میں ایسے نظر آتے ہیں۔ جن کی ڈاڑھیاں مقدار شرعی سے کم ہوتی ہیں۔ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جو واجب الاداء ہے (ملاحظہ ہوں کتب فقہ) رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے ایسے حفاظ مقرر کیے جاتے ہیں جو سال کے گیارہ مہینے ڈاڑھی منڈواتے نظر آتے ہیں اور رمضان میں ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں۔ کیا یہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھیل اور تماشہ بنانا اور اس کا مذاق اڑانا تمسخر کرنا نہیں۔ حالانکہ مساجد کے منتظمین پر لازم ہے کہ وہ متشرع حافظ نہ ملنے کی صورت میں متشرع امام مساجد کے پیچھے الم ترکیف ہی سے تراویح پڑھ لیا کریں۔ ان شاء اللہ قرآن مجید کے برابر ہی ثواب ملے گا۔ اور ان دس سورتوں کے مہینہ بھر پڑھنے کو ختم قرآن مجید ہی شمار کیا جائے گا۔

شرعی ڈاڑھی ٹھوڑی کے نیچے سے ایک قبضہ یعنی ایک مٹھی ہے یعنی تینوں طرف سے مٹھی برابر ہونا چاہیے ایک روایت میں اس سے زائد کا کٹوانا مستحب ہے۔ ایک روایت میں واجب ہے۔ (ردالمحتار کتاب الحج)

زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو بریقہ محمودیہ فی شرح طریقہ محمدیہ جلد نمبر ۴ صفحہ ۸۲ ملاحظہ فرمائیں۔

ایک ضروری استفتاء اور اس کا جواب

(بحوالہ انجمن تحفظ امت فیصل آباد)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو حافظ ڈاڑھی کٹواتا ہو اور شرع کے مطابق نہ رکھتا ہو۔ اس کو نماز تراویح کے لیے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: جو حافظ چار انگل سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو اسکی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے حافظ سے امام بہتر ہے۔ جو متشرع اور تراویح میں چھوٹی سورتیں پڑھے۔ (بندہ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۴،۹/۹۴ھ)

جو شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے یا قبضہ سے کم رکھتا ہے دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ فرض ہو یا نفل۔ (عبدالحمید غفرلہ جامعہ مدنیہ لاہور ۱۹ شعبان المعظم ۹۵ھ)

جو شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اس لیے تراویح کے لیے ایسے حافظ مقرر کریں جو متشرع ہوں۔ اور ان کی ڈاڑھی بھی شرعی ہو۔ (محمد عبدالغفار دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۸،۸/۹۵)

جو حافظ ڈاڑھی منڈواتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں بلکہ متشرع کے پیچھے نماز الم ترکیف ہی سے پڑھی جائے۔ (محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ ۴ رمضان ۱۳۹۴ھ قاسم العلوم ملتان)

ڈاڑھی منڈوانا یا قبضہ کے بعد بھی کتروانا یعنی قبضہ کے برابر نہ رکھنا خلاف سنت ہے عامل سنت اور موافق سنت حافظ کے پیچھے جو اجرت نہ لیتا ہو تراویح پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ ہوگی۔ اور شرعاً ایسے آدمی کو امام بنانا درست نہیں۔

(سید مصباح الدین کاکاخیل مدرسہ اشاعت العلوم فیصل آباد رمضان ۹۵ھ)

ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے والے یعنی حد شرعی (قبضہ) سے کم رکھنے والے فاسق معلن ہیں۔ (جو اپنے فسق کا اعلان اور اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِىَ دُوْنَ ذٰلِكَ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يَجُزْ اَحَدٌ.

یعنی ڈاڑھی جو ایک مشت سے بھی کم ہو۔ اس سے کم کرانا اور ترشوانا جیسا کہ بعض یورپین مغربی لوگ اور زنخے یعنی ہیجڑے کیا کرتے ہیں۔ اس کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے۔

درمختار میں ہے: یَحْرِمُ عَلَی الرَّجُلِ قَطْعَ لِحْیَتِہٖ.
مرد کے لئے ڈاڑھی کٹوانا اور تراشنا حرام ہے ایسے امام کے پیچھے فرض، نفل کسی قسم کی بھی نماز نہ پڑھی جائے (ابو الخلیل غفرلہ، جامعہ رضویہ فیصل آباد)
ڈاڑھی کو چار انگشت سے کم کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے
(محمد فرید عفی عنہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۷ رمضان ۹۴ھ)

ڈاڑھی کی اہمیت اور لزوم کے متعلق فتاویٰ تو آپ نے پڑھ لئے لیکن ہماری صورت حال یہ ہے کہ اس سنت موکدہ پر جو واجب کے قریب ہے اگر عمل کرنا بھی چاہیں تو کسی کو والدین کی ناراضگی اور خفگی کا اندیشہ ہے تو کسی کو بیگم صاحبہ کی بے رخی و بے توجہی کا خوف دامن گیر ہے۔ دوست احباب کی طرف سے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ طعنوں کی بوچھاڑ کردیں گے۔ طنز کے نشتر لگائیں گے تمسخر و استہزاء کا نشانہ بنائیں گے اس طرح کے جملے اور فقرات چست کریں گے پھبتی کسیں گے مثلاً ملا بن گیا۔ مولانا ہوگیا۔ پیر بن گیا۔ سادہ لوح لوگوں کو خوب بیوقوف بنائے گا انہیں اچھی طرح لوٹے گا وغیرہ وغیرہ اس کے برعکس اس سنت کی خلاف ورزی کرنے والے سے سب ہی خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ جو افسوس ناک ہے۔ یہ دور جس سے ہم گزر رہے ہیں فتنوں سے پر ہے دراصل فساد امت کا زمانہ ہے اسی میں سنت پر عمل کرنے والے کو سو شہیدوں کے اجر کی خوشخبری ہے ہم پر لازم ہے اس دور میں سنت نبی کے تمسک اور اس پر عمل سے بیشمار اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

فضیلت علم

موضوع بحث اس وقت علم ادیان و علم معاد ہے جس کی دو قسمیں بحیثیت علم کی نہیں بلکہ بحیثیت عالم کے اس طرح کی جاسکتی ہیں کہ ایک عالم تو وہ ہے جو اپنے علم اور اپنی واقفیت سے خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے، اپنے آپ کو مہذب بناتا سنوارتا اور ایسا انسان بناتا ہے جسے انسانیت کی بلندیوں پر پہنچا ہوا کامل و مکمل انسان کہا جاسکے اور دوسروں کو بھی اس سے مستفید کرتا اور فیض پہنچاتا ہے دوسرا عالم وہ ہے جو نہ تو اپنے علم سے خود فائدہ اٹھاتا ہے، نہ خود مہذب بنتا اور سنورتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتا اور انہیں مہذب بناتا اور سنوارتا ہے۔ ورنہ بذاتہ علم ادیان و معاد، علم نافع اور علم مفید ہے کہ اس سے انسان کے دین و مذہب کو سنوارنے اور اس کے معاد و آخرت کو اس کے لئے نعم البدل اور مفید و نافع بنانے کا کام لیا جاتا ہے اسی عالم کے اعتبار سے علم کی نافع اور غیر نافع دو قسمیں ہوئیں۔

یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند قدوس سے علم نافع کی درخواست فرمائی ہے اور علم غیر نافع سے اس کی پناہ چاہی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ.

اے اللہ میں تجھ سے مفید علم عطا فرمانے کا خواستگار ہوں اور علم غیر مفید سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی اور بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اس کو شریعت کے احکام کا علم عطا فرماتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ احکام خداوندی کی صحیح اور بہتر طریقہ سے تعمیل کرتا ہے۔ اس کی عبادت ہی کیا بلکہ اس کی پوری زندگی شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی عبادات اور ہر عمل مقبول ہوتا ہے۔ (ترغیب بحوالہ بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے یعنی بقدر ضرورت و کفایت علم دین کا حاصل کرنا مسلم معاشرہ کے ہر فرد پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض عین ہے۔ اور قدر ضرورت و کفایت سے زیادہ علم دین و علم معاد کا حاصل کرنا اور اس میں کمال کے درجہ پر پہنچ جانا کہ دین کے تعلق سے ہر مسئلہ میں اسی سے رجوع کیا جائے اور اس کے اقوال و کلمات شرح و بیان، تعبیر و تفسیر اور تفصیل و توضیح کو نہایت مستند و مقبول سمجھا جائے یہ ہر مسلمان پر فرض نہیں البتہ چند لوگ بھی علم دین میں اس پایہ کے عالم و فقیہ اور محدث و مفسر ہو جائیں تو کافی ہے۔

جس طرح کسی اعلیٰ ترین مظروف کے گھٹیا قسم کے بدنما، ادنیٰ درجہ کے ظرف میں ہونے کی وجہ سے اس مظروف کی قدر و قیمت میں کمی آجاتی ہے اور اس ظرف میں ہونے سے وہ بھی ادنیٰ اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ایسا کرنا اس اعلیٰ ترین مظروف اور عمدہ و نفیس ترین شے اور افضل و اشرف چیز کے ساتھ ظلم ہے، اسی طرح علم کا حاصل بھی ہے جو منجملہ صفات خداوندی ہے اور نہایت افضل و اشرف اور اعلیٰ ترین ہے کہ اس کا حاصل کرنے والا کم ظرف اور ادنیٰ درجہ کا آدمی ہو تو وہ باوجود عالم ہونے کے اس کی ناقدری کرتا اور اس کا حق ادا نہیں کرتا و نیز اس کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناتا ہے تو گویا یہ علم کے ساتھ ظلم ہے کہ ظلم کی تعریف یہ ہے۔ کہ کوئی شئے اس کے صحیح مقام کو چھوڑ کر غلط مقام پر رکھ دی جائے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا غیر اہل کے پاس ہونا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر اور موتیوں کا ہار ڈال دیا ہو یعنی جس طرح اس قیمتی اور عمدہ ترین ہار کا خنزیر کے گلے میں ہونا اس کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتا ہے اسی طرح علم کا غیر اہل کے پاس ہونا بھی اس کی قدر و منزلت میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ ابن ماجہ)

منجملہ ان امور کے جن کی وجہ سے اجر و ثواب پانے کا سلسلہ موت بھی منقطع نہیں کرتی، علم نافع بھی ہے حالانکہ موت کے ساتھ ہی ہر انسان کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے جب سلسلہ عمل ہی منقطع ہوگیا تو سلسلہ اجر

کے باقی رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اجر عمل پر مرتب ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات کام ایسے ہیں کہ مؤمن کی وفات کے بعد بھی ان کا اجر و ثواب بھی اسے ملتا ہے۔

(۱) علم، جس کی اس نے لوگوں کو تعلیم دی اور دوسرے ذرائع سے اس کی نشر و اشاعت کی۔

(۲) نیک اولاد جو اس نے اپنے بعد چھوڑی۔

(۳) قرآن مجید جو لوگوں کی تلاوت کے لئے چھوڑ جائے۔

(۴) مسجد جو عبادت کے لئے تعمیر کی۔

(۵) سرائے جو مسافروں کے لئے بنائی۔

(۶) نہر، جھیل وغیرہ جو لوگوں کے آرام کیلئے کھدوائی اور نکالی

(۷) صدقہ و خیرات جو اس نے اپنی زندگی میں کی۔ (ترغیب بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے اسی قسم کی دوسری حدیث مروی ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ یعنی اس کے عمل کا اجر و ثواب عطاء کئے جانے کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے البتہ تین عمل ایسے ہیں کہ ان پر اجر و ثواب کی عطاء مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے (۱) صدقہ جاریہ جس سے لوگ اس کے موجود رہنے تک فائدہ اٹھاتے اور آرام پاتے رہیں (۲) علم جس سے لوگ ہر دور میں مستفید و مستفیض ہوتے رہیں۔ (۳) صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد ان کیلئے دعائے خیر و مغفرت کا سلسلہ جاری رکھے۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ مسلم وغیرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسم کے عالم ہوں گے ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم جیسی دولت لازوال سے سرفراز کیا اس نے اسے لوگوں میں خوب پھیلایا، اس پر کسی سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ اور اجر نہیں لیا۔ کسی سے طمع و امید نہیں رکھی۔ یعنی اسے دنیا کمانے اور حصول دولت کا ذریعہ نہیں بنایا تو ایسے عالم کے لیے سمندر کی مچھلیاں، خشکی کے حیوانات ہوا میں اڑنے والے پرندے سب کے سب دعاء خیر و مغفرت کریں گے۔ اس کے برخلاف وہ عالم ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے صفت علم سے متصف کرنے کا احسان فرمایا لیکن اس نے بندگان خدا میں اسے پھیلانے سکھانے میں بخل سے کام لیا۔ اگر سکھایا اور پھیلایا بھی تو اس پر اجر و معاوضہ لیا لوگوں سے اسے دینے کی طمع و امید رکھی۔ اور دنیا کمانے کا ذریعہ بنایا۔ (جیسا کہ آج کل مواعظ و تقاریر پر طے کر کے بھاری معاوضہ لیا جاتا ہے۔ ایسے دنیا دار اور طالب دنیا بخیل عالم کے منہ میں قیامت میں آگ کی لگام دی جائے گی۔ اور ایک منادی ندا کرے گا کہ اے اہل محشر سنو یہ وہ عالم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت علم سے نوازا تھا اس نے اس کے سکھانے میں اور پھیلانے میں بخل سے کام لیا۔ لوگوں سے اسے دینے کی طمع و حرص کی، مواعظ و تقاریر پر خوب معاوضہ لیا غرض اپنے علم سے دنیا کمائی اور دولت حاصل کی یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حساب سے فراغت نہ ہو جائے (اور یوم حساب کی مقدار بڑی طویل ہے کہ وہ پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ (ترغیب بحوالہ طبرانی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے تو ان میں سے علماء کو الگ کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ اے عالمو! میں نے تمہیں علم کی دولت سے اس لیے نہیں نوازا تھا کہ میں تمہیں (صغائر اور میرے حقوق سے متعلق کبائر پر سزا دوں اور عذاب میں مبتلا کروں۔ میں نے تمہاری مغفرت کی اور تمہیں بخش دیا۔ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترغیب و ترہیب بحوالہ طبرانی)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عالم اور عابد دونوں اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش کیے جائیں گے۔ عابد کو حکم دیا جائے گا۔ کہ جنت میں داخل ہو جا اور عالم سے فرمائے گا۔ یہاں کھڑے رہو اور لوگوں کی شفاعت کرو۔ (ترغیب بحوالہ اصبہانی وغیرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد ہے کہ علم کی بحیثیت تاثیر و تاثر کے دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جس کا مقام و مستقر دل ہو جو دل میں جاگزیں ہو جائے۔ یہ علم بہر اعتبار نافع ہے دوسری جو صرف زبان تک محدود ہے دل تک اس کی رسائی نہ ہو۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کے بندوں پر حجت ہے جس کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ (ترغیب بحوالہ ابو منصور دیلمی)

مطلب یہ کہ جو عالم ایسا ہو کہ علم اس کے دل میں جاگزیں ہوتا اور مقام کر لیتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی خشیت پیدا ہوتی ہے اس کے مطابق وہ عمل صالح کرتا اور عقائد اعمال کو درست کرتا رہتا ہے اور جس عالم کا علم صرف زبان تک محدود رہتا ہے دل تک نہیں پہنچ پاتا وہ صرف مواعظ و تقاریر کو اپنا مشغلہ و پیشہ بنا کر اس سے معاوضہ کی خطیر رقم حاصل کرتا ہے۔ دولت جمع کرتا ہے اس کے دل میں خشیت الٰہی اور خوف خدا پیدا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ آخرت سے غافل ہوتا اور دنیا کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے عقائد و اعمال صلاح سے خالی ہوتے ہیں۔ اور اس کے مواعظ سے کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ غرض اس کے علم سے افادہ و استفادہ دونوں مفقود ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ بازار والوں کو آواز دی کہ اے بازار والو! کس چیز نے تمہیں منع کیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان سا نہ بناؤ کہ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہو۔ (مشکوٰۃ)

انہوں نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو جلدی جاؤ اور میراث نبوی میں سے اپنا حصہ لے آؤ۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں تقسیم ہو رہی ہے۔ فرمایا مسجد میں۔ وہ فوری مسجد میں گئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہیں ٹھہرے رہے وہ بہت جلدی واپس آ گئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تم لوگ اس قدر جلدی کیوں واپس ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو وہاں میراث وترکہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی چیز تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مسجد میں تم لوگوں نے کسی کو دیکھا یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے آدمی دیکھے جن میں سے کچھ تو نماز پڑھ رہے تھے۔ کچھ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ کچھ لوگ حلال وحرام کے مسائل کے بیان اور اس کی سماعت میں مصروف تھے جواب سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہو یہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

اس واقعے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم دین وعلم معاد یعنی شریعت کے مسائل اور دین کے احکام وغیرہ کا جاننا اور اس میں خوب کوشش کرنا کہ اس کو اچھی طرح سمجھیں تا کہ اس کے متقضاء کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے اور ترکہ ہے مال ودولت اور درہم ودینار نہیں۔

علم وخشیت الٰہی لازم وملزوم ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص کا قلب علم صحیح رکھنے اور صفت خداوندی سے متصف ہونے کے باوجود خوف وخشیت الٰہی سے خالی رہے بلکہ جس قدر علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اسی قدر خشیت الٰہی ترقی کرتی جائے گی۔ اور اس کے آثار عالم کے اعضاء وجوارح سے ہویدا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ان اللہ عزیز غفور (سورہ فاطر پ۲۲ رکوع ۱۶)

اللہ تعالیٰ سے صرف اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔ یعنی خشیت الٰہی انہی کا حصہ ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور بخشنے والا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ عالم وہ شخص ہے جو خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرے، جس کا قلب ہر لحہ وہر گام خشیت الٰہیہ سے خالی نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بکثرت احادیث حفظ کر لینا یا بیان وخطابت میں بے مثل ہونا اور بے تکان بولتے رہنا کوئی علم نہیں۔ بلکہ علم وہ ہے۔ جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو۔ اور اس کی خشیت دل میں ہو۔ بلکہ جس درجہ کا علم ہوگا اسی درجہ کا خوف ہوگا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے میں اضافہ کا باعث ہیں۔ کہ خشیت الٰہی سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور علم کے اضافہ سے خشیت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے

کہ جس شخص میں خوف خدا اور خشیت الٰہی نہیں وہ عالم نہیں۔ اس لیے کہ انما کا حصر اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ (مظہری)

جن کو علم کی دولت سے نوازا جاتا ہے اور اس نعمت سے سرفراز کیا جاتا ہے ان کے درجات کی رفعت وبلندی کا کیا ٹھکانہ، بشرطیکہ وہ اس علم سے خود بھی صلاح یافتہ وہدایت یاب بن جائیں اور دوسروں کی صلاح وفلاح کا فرض انجام دیں اور ایسا علم انبیاء علیہم السلام کی میراث وترکہ کہلاتا ہے ارشاد خداوندی ہے :

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ.

(سورہ مجادلہ پ ۲۸ ع ۲)

اللہ تعالیٰ ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کرتا ہے۔ اور ان کو مراتب ودرجات کے اعتبار سے ان کے شایان شان بلندی ورفعت سے نوازتا ہے یہاں علماء سے مراد وہ علماء ہیں۔ جو صالح ومتقی اور عالم وباعمل ہوں۔ ان کے مقابلے میں علم سے نابلد وناآشنا صالح ومتقی لوگوں کو بلندی ورفعت عطاء نہیں ہوتی جو انہیں عطاء ہوتی ہے کیونکہ عالم باعمل کی اقتداء کی جاتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مقتدی کا مقتدی سے بہر نوع افضل واعلیٰ ہونا ضروری ہے کہ افضل کے مقابلے میں مفضول کی اقتداء جائز نہیں۔ غرض کہ عالم باعمل کی فضیلت عابد بے علم پر روز روشن کی طرح عیاں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا کہ لوگو! اس آیت کو خوب اچھی طرح سمجھو یہ آیت طلب وحصول علم کی طرف رغبت دلا رہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن عالم مومن جاہل سے بدرجہا بلند مرتبہ رکھتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

اب تک علم کی جس قسم کا بیان ہوا اور اس کی صفات بیان کی گئی وہ علم نافع تھا۔ اب علم کی دوسری قسم علم غیر نافع کے نقصانات آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ یہ نافع اور غیر نافع کی تقسیم بحیثیت علم کے نہیں بلکہ بلحاظ عالم کے ہے اس لیے کہ علم بذاتہ نافع ہی نافع ہے اس کے غیر نافع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ عالم اس سے نہ نفع اٹھاتا ہے اور نہ نفع پہنچاتا ہے تو گویا علم ہی غیر نافع ہوا۔

علم غیر نافع :

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کی بجائے غیر اللہ کی نیت سے یعنی عزت وشہرت حصول مال ودولت جاہ منصب یا بادشاہوں اور امراء ووزراء وغیرہ کی ہم نشینی اور ان سے تقرب ومصاحبت کی غرض ونیت سے علم حاصل کیا۔ یا حصول علم کے بعد غیر اللہ کو مقصود بنایا یعنی ابتداء تو نیت اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے حصول کی تھی۔ لیکن عالم بننے کے بعد اپنی

اغراض اوراہواء وغیرہ کو جوغیر اللہ ہیں مقصود بنایا تو اس نے دوزخ کی آگ میں اپنے لیے جگہ بنالی۔یعنی دوزخ کو اپنی قرارگاہ اور اپنا ٹھکانہ بنالیا۔

ایک خبر میں ہے جوشخص مال حاصل کرنے دولت کمانے عزت وشہرت حاصل کرنے کی غرض سے علم حاصل کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے انسان گندہ اور غلیظ چیز کو یاقوت وزمرد کے چمچہ سے کھائے یعنی علم جیسی لا زوال دولت کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے ، یہ نہایت ہی بدترین بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام پر وحی نازل کی اور فرمایا اے داؤد علیہ السلام میرے اور اپنے درمیان عالم دنیاپرست کو حجاب اور حائل نہ بنالو اس لیے کہ وہ تم کو میری محبت سے باز رکھے گا۔اور تم سے میرے تعلق کے انقطاع کا سبب بن جائے گا۔اس لیے کہ ایسا عالم اور اس کا گروہ بندگان خدا کے لیے قطاع الطریق یعنی رہزنوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔کہ ان کے دین و ایمان کو لوٹتے اور ان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ عذاب کے فرشتے بےعمل و فاسق قراء وعلماء کو بت پرستوں سے پہلے پکڑیں گے۔وہ فاسق قراء وعلماء فرشتوں سے کہیں گے کہ تم نے بت پرستوں اور غیر اللہ کے پجاریوں کو تو چھوڑ دیا اور ان سے پہلے ہم کو گرفتار کرلیا عذاب کے فرشتے جواب میں یوں کہیں گے۔کہ عالم و قاری جاننے بوجھنے والا سمجھدار بے علم اور بے سمجھ جیسا نہیں ہوتا دونوں ایک سے نہیں ہوسکتے علماء وقراء اور دانا و بینا سمجھدار لوگوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔(طبرانی، ابونعیم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔جونہی اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا فوراً اس کی آنتیں باہر آجائیں گی۔پھر اسے چکر لگوائے جائیں گے اور گھمائیں گے جیسے چکی کے گدھے کو چکر لگوایا جاتا اور گھمایا جاتا ہے۔یہ تماشا دیکھ کر اہل دوزخ سب اس کے گرد جمع ہوجائیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اے فلاں تجھے کیا ہوگیا، تیرا کیا حال ہے تو تو اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا۔اور بری باتوں سے منع کیا کرتا تھا۔ہمیشہ وعظ ونصیحت کیا کرتا تھا۔وہ آدمی انہیں جواب دے گا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تو تمہیں اچھی باتوں کا حکم دیا کرتا تھا۔بری باتوں سے روکتا تھا۔وعظ ونصیحت کیا کرتا تھا۔لیکن خود اچھی باتوں پر عمل نہ کرتا تھا۔بری باتوں سے باز نہیں رہتا تھا۔خود برے کام کیا کرتا تھا۔اور تمہیں اس سے منع کیا کرتا تھا۔(بخاری ومسلم)

اللہ جل شانہ نے مومنوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ. كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ. (سورہ صف پ ۲۸ ع ۱)

اے مومنو تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو یعنی ایسی باتوں کا لوگوں کو کیوں حکم دیتے ہو جنہیں تم خود نہیں کرتے جن پر تم خود عمل نہیں کرتے۔یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت بری ہے یعنی خدا کو غضبناک کرنے والی ہے کہ تم لوگوں کو ایسی باتوں کا حکم دو جنہیں تم خود نہیں کرتے۔اور انکے عامل نہیں ہو

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لیے علماء کی حیثیت رسولوں کی امانت کے امین گروہ کی سی ہے۔تا آنکہ وہ بادشاہوں اور امراء ووزراء کی صحبت اختیار نہ کریں اور ان کے مقرب ومصاحب اور ندیم و ہمنشین نہ بن جائیں البتہ اسے کسی دینی مصلحت و ضرورت کے تحت اختیار کریں۔تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔اور دنیا اور متاع دنیا میں غرق ہوکر بالکل اسی کے نہ ہوجائیں اس لیے کہ جب دنیا کے طامع و حریص اور اس کے آرزومند متمنی ہوجائیں گے تو دنیا اور متاع کی محبت انہیں گندہ اور پلید کرکے چھوڑے گی۔جب وہ دنیا میں غرق ہوکر اسی کے رہے اور سلاطین وامراء کے ساتھ اختلاط ومیل جول میں ترقی ہی کرتے رہے تو یقیناً انہوں نے رسولوں کی امانت میں خیانت کی، لہٰذا تم ان سے دور اور الگ رہو۔اور ان سے ڈرو اور بچو کہ مبادا کہیں تم بھی ان جیسے ہوجاؤ(رواہ حاکم)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں مصروف تھے کہ دفعتہً میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون لوگ برے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا یہ سوال سنتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کی اور میرے سوال کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ خیر کے متعلق دریافت کرو شر کے بارے میں سوال نہ کرو پھر فرمایا علماء سوء برے عالم (یعنی برے عالم ہی دنیا میں سب سے بدترین اور نہایت ہی برے لوگ ہیں۔(بزازیہ)

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔عالم سوء۔یعنی برے عالم کی مثال اس نہر کی سی ہے جس کے دہانے پر ایک بڑا بھاری پتھر رکھا ہوا ہے۔جس سے نہ وہ خود پانی پیتا اور سیراب ہوتا ہے اور نہ اس کے پانی کو نیچے آنے اور بہنے کا راستہ دیتا ہے۔کہ فصل سیراب ہو اور اس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے کہ اس کے پانی سے فصل سیراب ہو لہلہائے ، سرسبز و شاداب ہو خوب غلہ واناج پیدا کرے۔اور وہ مخلوق خدا کی غذا بنے جس سے فائدہ پہنچے۔(ترہیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخیر زمانہ میں جاہل عابدوں وفاسق عالموں کی کثرت ہوگی۔(حاکم)

فی زمانہ مسند رشد وہدایت ایک موروثی شے بن گیا ہے کہ جاہل و بےعلم لوگ اپنے باپ دادا کے مسند رشد وہدایت پر متمکن ہوکر پیر ومرشد رہنما اور رہبر اور خضر راہ بن جاتے ہیں۔کہ انہیں خود راہ اور اس کے نشیب وفراز کا بالکل علم نہیں ہوتا۔اور انکی حیثیت خودگم کردہ است کرا رہبری کند کا مصداق ہوتی ہے۔

غرض نہ علم۔ہے نہ عمل۔لیکن پیرزادہ صاحب سجادہ نشین اور مسند رہبری و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص جمعہ کی رات حم الدخان کو پڑھے وہ بخش دیا جاتا ہے۔(مشکوٰۃ)

رہنمائی پر متمکن وجلوہ افروز ہیں یہی حال علماء کہلوانے والوں کا ہے۔ کہ ان کے پاس علم تو جیسا کچھ بھی ہے موجود ہے لیکن ان کی زندگی عمل صالح سے عاری اور فسق وفجور سے معمور اور بے شمار صغائر و کبائر سے مملوء ہے۔ اس کے باوجود الحمدللہ والمنتہ کہ عباد صلحاء اور علماء عاملین وصالحین سے سطح زمین سے خالی نہیں بلکہ ان کے وجود باجود سے اس کائنات کا نظام وانتظام وابستہ وقائم ہے۔ اوران کی بدولت دنیا تباہی کے دہانے پر پہنچی ہوئی دنیا محفوظ ومصئون ہے کہ شاذ ونادر ہی سہی :لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَا بَرَّهٗ. کے مجسم وپیکر صاحب قال وحال موجود ہیں کہ ان کی قسم کا پورا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ عالم بے عمل اور عابد بے علم دونوں نے میری کمر توڑ دی ورنہ علماء عاملین اور عباد عالمین ہی ایسے لوگ ہیں۔ جن سے دین و مذہب کی عمارت مستحکم ومضبوط ہوتی ہے اوراس کی نشاۃ ثانیہ واحیاء کا دارومدار وانحصار انہی پاکباز پاک طینت نفوس پر ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا جہنم کے اندر ایک وادی ہے جس میں قراء وعلماء ہوں گے جنہوں نے دنیا میں بادشاہوں اور امراء ووزراء کی ہم نشینی اختیار کی اوران کی مصاحبت وقربت کو اپنا طرہ امتیاز سمجھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ اپنا ہی ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے تینتیس طریقوں سے ایک آیت کی تفسیر کی تھی ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں نے بادشاہ کے ہاتھ کا ایک لقمہ کھالیا جس کا نتیجہ اور اثر یہ ہوا کہ اس کی نحوست اور بے برکتی کی وجہ سے میں ساری تفسیریں بھول گیا۔

اس واقعہ سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ بادشاہوں اور امراء ووزراء کی مصاحبت وہم نشینی ان کے درباروں میں حاضری اور آمدورفت ونیز ان کے دیئے ہوئے مال ودولت اور تحائف وہدایا کا بلاکسی تحقیق حلال وحرام جائز وناجائز کے قبول کرلینا اوران کو اپنے استعمال میں لانا بسا اوقات نہ صرف حبط عمل کا باعث بنتا ہے۔ بلکہ حبط علم کا بھی علم جو صفت خداوندی ہے وہ اور حرام ومشتبہ مال ودولت دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے بلکہ اس سے قلب میں قساوت وکدورت پیدا ہوتی ہے۔

محمد بن مسلمہؒ فرماتے ہیں گندگی پر منڈلانے والی اور نجاسات و غلاظت پر بیٹھی ہوئی مکھی اس قاری عالم سے بہتر ہے جو بادشاہوں اور امراء ووزراء کے دروازوں کے چکر لگائے اور حقیر متاع دنیا کی خاطر ان کے درباروں کی حاضری اور دریوزہ گری نہ صرف اس عالم وقاری بلکہ اس کے پاس موجود علم کی بھی ذلت کا باعث ہوتی ہے۔

یہ تو بیان تھا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال آئمہ دین اور علماء حق کا جن سے علماء سوء اور نام نہاد صوفیوں اوران کے اعمال وکردار کی برائی اوراس کے نتائج کی وضاحت ہوئی ذیل میں وہ آیات قرآنیہ پیش کی جاتی ہیں جن سے اس برائی اوراس کے نتائج کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔ کہ دیگراں رانصیحت وخود رانصیحت کس قدر بری چیز ہے اور کتنی قابل مذمت ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا. (سورہ جمعہ پ ۲۸ رکوع ۱)

ان لوگوں کی مثال جنہیں تورایت کے لینے اوراس کے احکام پر عمل کرنے کا مکلف بنایا گیا تھا لیکن انہوں نے اسے نہیں اٹھایا اوراس کے احکام پر عمل نہیں کیا اس گدھے کی سی ہے جو اپنی پیٹھ پر بہت سی کتابوں کا بوجھ لادے ہوئے ہو یعنی جس طرح ایک گدھا اپنی پیٹھ پر کتابوں کی گھٹڑیوں کا بوجھ لادے ہوئے ہانپتا کانپتا پھرتا ہو۔ جس میں کوئی صلاحیت نہیں کہ وہ ان کتب سے خود فائدہ اٹھائے یا دوسروں کواس سے کوئی فائدہ پہنچائے۔ بعینہ یہی حالت اس عالم کی ہے جس نے ازابتدائے تاانتہا بے شمار کتابیں پڑھ کر فراغت کی سند حاصل کرلی ہو اور ایک مستند عالم مانا جاتا ہو۔ لیکن علم صحیح اور عمل صالح سے خالی ہو کہ نہ تو خود اس سے فیض پائے نہ دوسروں کو فیض پہنچائے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو گدھے سے اسی مناسبت کی وجہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حیوانات میں گدھے کی بیوقوفی اور نالائقی ضرب المثل ہے۔ اسی لیے ایسے عالم کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جواس پر بالکل صادق و منطبق ہے۔

نہ محقق بود نہ دانش مند چہار پایہ برکتابے چند

اسی طرح سورہ اعراف کی آیات ۱۷۵،۱۷۶ میں عالم بے عمل کا حال بیان ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے بتلایئے جسے ہم نے اپنی آیتیں عطا کیں۔ پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ اور حدود سے تجاوز کرکے دائرہ ایمان سے خارج ہوگیا۔ اور دنیا اور متاع دنیا کے پیچھے لگ گیا۔ تو شیطان بھی اس کے پیچھے لگ گیا اور ہمیشہ اس کے تعاقب میں لگا رہا اوراس کو تباہ وہلاک کرنے کے لیے گھات وکمین گاہ میں اپنے اغواء واضلال کے اسلحہ سے لیس ہوکر بیٹھ گیا۔ اور وہ گمراہوں کے زمروں میں شامل ہوگیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ اور رفیع المنزلت کردیتے۔ لیکن وہ تو آسمان کی طرف پرواز کرنے کے بجائے زمین کی طرف جھک گیا۔ یعنی دنیائے دنی ومتاع فانی کی طرف ملتفت ومائل ہوگیا اور اپنی خواہشات نفس اور اہواء نفسانی کی اتباع وپیروی میں لگ گیا۔ انہیں میں غرق ہوگیا ان اعمال اور اتباع ہواوہوس کی وجہ سے اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر بار ڈالے اور بوجھ رکھے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دے تب بھی وہ ہانپے یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے جنہوں نے باوجود علم اور وضوح حق کے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ان کی تکذیب کی لہٰذا آپ ایسے لوگوں کے قصے اور احوال بغرض عبرت ونصیحت ان سے بیان فرمایئے تاکہ وہ غور وفکر کریں۔ اوراس سے عبرت ونصیحت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں علم کے مطابق عمل صحیح کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم میں وہ شخص نہیں جو قرآن کا علم رکھتا ہو اور پھر بھی (اغنیا ہو) مستغنی نہ ہو (مشکوٰۃ)

باب ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرتِ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت شریفہ

س: پیغمبر اسلام کس سال پیدا ہوئے؟

ج: عالم ارواح میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین یعنی میں پیدا ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی گارا بنے ہوئے تھے۔ اور دنیا میں اس سال پیدا ہوئے کہ جس سال ابرہہ بادشاہ نے خانہ کعبہ پر چڑھائی کی تھی اور ابابیل پرندوں نے اس کو اور اس کے تمام لشکر کو کنکریوں سے مار ڈالا تھا اس وقت ۵۷۱ء تھا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو اکہتر سال بعد پیدا ہوئے۔

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کوئی خاص بات پیش آئی تھی؟

ج: تمام بت اوندھے گر گئے۔ فارس کی آگ جو ایک ہزار سال سے بھڑک رہی تھی خود بخود بجھ گئی۔ کسریٰ کے سر سے تاج گر گیا۔ خانہ کعبہ اس قدر جھک گیا تھا کہ سجدے کے قریب ہو گیا تھا کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور مولد شریف منور و روشن ہو گیا۔

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کے کتنے سال بعد پیدا ہوئے؟

ج: چھ ہزار ایک سو پچپن سال بعد پیدا ہوئے۔

س: کس عمر میں نبوت عطا ہوئی؟

ج: چالیس سال کی عمر میں نبوت عطاء ہوئی۔

س: کیا نبی ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی کسی نے پیشین گوئی کی تھی؟

ج: ملک شام کے علماء کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے تو یحییٰ علیہ السلام کے جبہ شریف سے خون کے تازہ ترین قطرے ٹپکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات سال کا تھا میں نے دیکھا کہ ایک یہودی مدینہ کی گلیوں میں پکارتا پھرتا تھا کہ اے یہود کے گروہ آج رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع کیا ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے ابو طالب کے ہمراہ ملک شام کا سفر کیا تو راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ آپ پر ابر سایہ کئے ہوئے ہے درختوں کی ٹہنیاں جھکی پڑتی ہیں۔ اس نے آپ کو گود میں لے لیا اور مہر نبوت دیکھی۔ اس نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزمان ہیں۔ دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے تجارت کے لئے پھر ملک شام تشریف لے گئے تو نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی آپ کے آخر الزمان ہونے کی خبر دی۔

س: پیغمبر اسلام کا نسب نامہ کیا ہے؟

ج: محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُد بن ہمیع بن سلامان بن ثابت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن آذر بن مافور بن شاروخ بن ارغو بن فالغ بن غابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن لوح بن لامک بن متوسلخ بن اخنوع بن بیادر بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم اور حضرت آدم علیہ السلام کے بارہ لڑکے ہوئے تھے اور بارہ لڑکیاں ہوئی تھیں۔

س: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس ملک کے رہنے والے تھے؟

ج: ملک عرب میں مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے۔ وہیں سے اسلام نکل کر تمام دنیا میں پھیلا۔

س: عرب دنیا کے کس حصے میں واقع ہے؟

ج: عرب دنیا کے وسط میں واقع ہے۔ اور دنیا کے سب سے بڑے حصہ یعنی ایشیا میں واقع ہے۔

س: ملک عرب کو ایشیا کے دوسرے ملکوں سے کس طرح پہچانا جاسکتا ہے؟

ج: حدود اربعہ کے ذریعہ سے کسی ملک کے چاروں سمتوں کی جانب جہاں جہاں انتہا ہوتی ہے اس کو حدود اربعہ کہتے ہیں۔

س: ملک عرب کا حدود اربعہ کیا ہے؟

ج: شمال میں نہر فرات، جنوب میں بحر ہند، مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان، مغرب میں بحر قلزم۔

س: عرب کا طول کیا ہے؟

ج: طول پندرہ سو میل اور عرض چھ سو میل اور رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

س: خصوصیات عرب کیا ہیں؟

ج: اس جگہ سب سے بڑا پہاڑ جبل سرات ہے جو یمن سے شمال کی جانب دمشق تک چلا گیا ہے۔ اس ریگستانی علاقے میں سونے چاندی کی چٹانیں ہیں اس کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں۔

س: مہر نبوت کیا چیز ہے؟

ج: جنت کے دربان رضوان نے آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر لگائی تھی اس کو مہر نبوت کہتے ہیں۔

س: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں اور کلام بھی کیا ہے یا نہیں؟

ج: دنیا کے اندر ان آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں دیکھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر رات میں اس جسم عنصری کے ساتھ جاگتے میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس جو کہ ملک شام میں ہے اور پھر بیت المقدس سے آسمان پر پہنچایا اور وہاں تمام آسمانوں اور جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر کرائی جس کو معراج کہتے ہیں وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا بھی ہے اور کلام بھی کیا ہے۔

شقِ صدر

س: سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اس عالم دنیا میں بذریعہ فرشتہ چاک کیا گیا۔ یہ واقعہ کس طرح ہے ذرا بیان فرمادیں شکر گزار ہوں گا؟

ج: عزیز من! شق کہتے ہیں کسی چیز کے چاک کرنے کو۔ اور شرح صدر کہتے ہیں کسی چیز کے کھولنے کو اور یہ اس شے کے صاف اور عمدہ کرنے کو مستلزم ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی چار حالتیں تھیں اول بچپن، دوسرے شباب، تیسرے قرب نبوت و نزول وحی اور چوتھے معراج کا زمانہ۔ یہ چاروں زمانے مختلف حالات اور قوت خصوصی کو مقتضی ہیں۔ چنانچہ بچپن کا زمانہ لہو ولعب کی رغبت اور شوق کی حالت کا زمانہ ہے۔ اور شباب میں قوت غصبیہ و شہویہ کے غلبات ہوتے ہیں۔ اور زمانہ نبوت و نزول وحی ایک خاص قوت کو مقتضی ہے کہ یہ بار تمام باروں میں سے سخت بار ہے اور معراج کی حالت ایک نمایاں حالت عجیبہ ہے جو خاص الخاص اور خصوصی قوت کو مقتضی ہے۔ پس ہر زمانہ اور حال کے اعتبار سے جلاء قوت کے لئے شق صدر و شرح صدر فرما دیا گیا۔ جس کی کیفیت بالتفصیل چاروں زمانہ کے لحاظ سے یہ ہے:

اول مرتبہ شق صدر:

جس وقت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ہوگئی تو عرب کے دستور کے موافق کہ بچوں کی پرورش کے لئے دائیوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی دستور کے مطابق کسی دائی کے سپرد کرنا تھا اتفاق وقت کہ اس سال جو دائیاں قبیلہ بنی سعد کی آئیں وہ رئیسوں، امیروں اور سرداروں کے بچے تو لے گئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کے سبب کسی نے نہ لیا بالآخر ایک عورت جن کا نام حلیمہ سعدیہ تھا اور یہ بھی انہی عورتوں کے ساتھ آئی تھیں ان کو کوئی بچہ نہ ملا تو یہ خیال کرتے ہوئے کہ خالی ہاتھ جانا تو اچھا نہیں کہ بڑی غیرت اور شرمندگی کی بات ہے چار و نا چار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے کی دل میں ٹھہرائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر روانہ ہوگئیں۔ حضرت حلیمہ دائی جس گدھے پر سوار ہو کر مکے آئی تھیں وہ نہایت کمزور دبلا اور سست رفتار تھا مگر جونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لے کر اس پر سوار ہوئیں تو وہ دبلا گدھا قوی ہوگیا اور سست رفتار تیز اور سبقت لے جانے والا ہوگیا۔ یہاں تک کہ ان تمام دائیوں کے گدھوں سے جو بہت پہلے روانہ ہوئے تھے سب سے آگے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر سب کو نہایت تعجب ہوا۔ جب بی بی حلیمہ اپنے وطن جو کہ نواح طائف میں تھا پہنچیں تو دیکھا کہ اپنی وہ تمام بکریاں جو دبلی اور بے دودھ تھیں سب موٹی تازہ اور دودھ دینے والی ہوگئیں ان سب باتوں سے حلیمہ دائی کو یقین ہوگیا کہ یہ سب ان صاحبزادہ کے قدموں کی برکت ہے۔ پس پھر تو نہایت ہی شفقت و پیار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کرنے لگیں یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی ہوگئی تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ دائی کے بیٹوں کے ساتھ بکریاں چرانے تشریف لے گئے تھے۔ حلیمہ دائی کے لڑکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگل میں بکریوں کے پاس چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے کہ اچانک دو فرشتے دو پرندکی شکل کے نمودار ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہیں وہی شخص دوسرے نے کہا ہاں یہی وہ شخص ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خوف محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بھاگے مگر ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور آپ کو زمین پر چت لٹا دیا اور اپنی چونچ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور سینہ کے اندر سے دل کو بھی چاک کیا اور اس دل کے اندر سے ایک پھٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پھینک دی اور کہا کہ یہ خون جما ہوا شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ برف کا پانی لاؤ۔ پھر اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک دھویا گیا۔ پھر اولے کا پانی منگوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دھویا گیا۔ پھر سکینہ منگوایا جو کہ ایک قسم کا ذرور یعنی چھڑکنے کی قسم سے ایک چیز تھی اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر چھڑ کا پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب سی

دوپس وہ دل پھر سی دیا گیا اور نبوت کی مہر لگادی۔ پھر سینہ مبارک کو بھی سی دیا جب وہ لڑکے کھانا لے کر واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا زرد رنگ اور گھبرائے ہوئے دیکھ کر اپنی ماں سے آکر حال کہہ دیا۔ حلیمہ گھبرائی ہوئی مع اپنے خاندان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور تسلی دی۔ شفقت سے گود میں بٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئیں سب حال جو کچھ گزرا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا اس دن سے حلیمہ خاص حفاظت ونگہبانی رکھنے لگیں آئندہ گھر سے باہر نہ جانے دیتیں۔ یہاں تک کہ ان کے خاوند نے کہا اس بچے کے عجیب وغریب قصے ہیں کہیں کوئی اذیت بچے کو نہ پہنچ جائے۔ ان کو ان کے گھر ان کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچادیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دادا کے پاس پہنچادیا اس شرح صدر سے طفولیت کے کھیل کود کی رغبت وشوق وغیرہ نکل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا ایک انداز اور تمکین ووقار کے ساتھ ہوتا تھا۔

دوسری مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس کے ہوئے تو ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگل میں تھے وہاں دو آدمیوں کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایسے نورانی چہرے والے کبھی نہ دیکھے تھے اور ایسی خوشبو ان سے آتی تھی کہ کسی عطر وغیرہ میں نہ سونگھی تھی۔ اور ان کے کپڑے ایسے براق نفیس اور صاف تھے کہ ایسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔ اور وہ دونوں شخص جبرائیلؑ ومکائیلؑ تھے۔ ان دونوں نے میرے بازو ایسے آہستہ اور نرمی سے پکڑے کہ مجھے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ مجھ کو چت لٹایا کہ کوئی جوڑ بے کل نہ ہوا اور پھر انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا اور اس وقت نہ کوئی درد ہوا اور نہ خون ہی نکلا۔ ایک ان میں سے سونے کے طشت میں پانی لاتا اور دوسرا اندر سے پیٹ دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کے دل کو چاک کر کے کینہ وبدخواہی کو ان سے دور کردو۔ چنانچہ دل چیرا اور ایک پھٹکی خون کی نکال کر پھینک دی اور شفقت ومہربانی کو دل میں ڈالا گیا۔ جو کہ ایک چیز چاندی کے تل کی طرح تھی۔ ڈال دی گئی۔ پھر ذرور چھڑک دیا۔ پھر انگوٹھا پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جاؤ ہمیشہ خوش رہو۔ اس مرتبہ کا شرح صدر قوت غضبیہ اور شہویہ اور لوازمات شباب سے گریز ونفور ہونے کے لئے ہوا۔

تیسری مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

یہ ہے کہ جب نبی ہونے کا زمانہ قریب ہوا اور وحی کے نازل ہونے کا وقت نزدیک آیا تو قوت قلب اور سہار وحی اور جلاء کے لئے صدر مبارک چاک کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے اعتکاف کی نذر مانی تھی اور اس اعتکاف میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہوئی تھیں۔ اور وہ مہینہ اتفاق سے رمضان المبارک کا تھا۔ اور وہ دونوں ایک غار میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے۔ ایک دن اسی غار میں سے وقت کے دیکھنے کے لئے غار کے کنارہ پر تشریف لائے کہ یکایک السلام علیکم کی آواز آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ آواز جنوں کی جھپٹ کی سی ہے اور اس مکان میں ان کا گذر رہتا ہے میں یہ سمجھ کر دوڑا اور غار میں پہنچا اور حضرت خدیجہ کو اس حال سے باخبر کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ خوشخبری کی آواز ہے کیونکہ السلام علیک کا لفظ امن وانسیت کا نشان و علامت ہے۔ اس آواز سے نہ ڈریئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ ایک تخت پر جو مثل آفتاب کے چمکدار ہے بیٹھے ہیں اور اپنا ایک پر مشرق میں اور ایک مغرب میں پھیلایا ہوا ہے میں یہ دیکھ کر ڈرا اور چاہا کہ غار میں گھس جاؤں لیکن جبرائیلؑ نے اتنی فرصت نہ دی فوراً غار کے دروازے پر آگئے یہاں تک کہ ان کی آواز سے اور ان کے دیکھنے سے میری دہشت جاتی رہی اور انسیت حاصل ہوگئی۔ پھر جبرائیلؑ نے مجھ سے وعدہ لیا کہ فلاں وقت اکیلے آنا میں وعدہ کے موافق آکر دیر تک کھڑا رہا۔ جب بہت دیر ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤں کہ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جبرائیلؑ و مکائیلؑ دونوں آسمان وزمین کے درمیان بڑی عظمت وشان سے آرہے ہیں۔ آتے ہی مجھے زمین پر چت لٹادیا اور سینہ کو چاک کردیا اور میرے دل کو نکال کر سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور کوئی چیز اس سے نکال دی لیکن مجھے کچھ بھی تکلیف معلوم نہ ہوئی۔ پھر دل کو اپنی جگہ رکھ کر درست کردیا اور پھر دونوں نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر الٹا کیا اور ایک مہر میری پشت پر کردی یہاں تک کہ اس مہر کرنے کا صدمہ میں نے اپنے دل پر پایا۔

چوتھی مرتبہ کے شق صدر کا بیان:

معراج کی رات کو شق صدر ہوا جس کی وجہ تھی کہ آپ کا قلب مبارک عالم ملکوت اور عالم ارواح کی سیر کے قابل ہوجائے اور ان تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکھنے کی طاقت پیدا کرسکے کہ جن کے دیکھنے سے دل میں وحشت آجاتی ہے۔ پس یہ چار مرتبہ شرح صدر اس ہیت سے واقع ہوا جس سے سینہ مبارک کا اس قدر کھلنا اور کشادہ ہونا معلوم ہوا کہ بے انتہا کمالوں کی گنجائش اس میں ہوسکے اسی کی طرف سے سورۂ الم نشرح میں بیان فرمایا ہے کہ جس میں نفی کے ساتھ استفہام انکاری ہے جو ثبوت پر دلالت کرنے والا ہے۔ فرمایا اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ.

یعنی ہم نے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو نہیں کھولا۔ یعنی ہم نے آپ کے سینہ کو کھولا ہے۔ پس یہ ہے شرح صدر وشق صدر کی کیفیت جو کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ کرسی قرآن شریف کا چوتھا حصہ ہے (ثواب کے اعتبار سے)۔ (الجامع)

عزیز من آپ کو بتائی گئی امید ہے آپ اسے یاد کرلیں گے۔

نکاح کا بیان

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی شادیاں کیں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نام کیا ہیں؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح کئے۔ دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی انتقال کرگئیں ایک تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت موجود تھیں۔ اور ان گیارہ ازواج مطہرات کے نام یہ ہیں

(۱) حضرت خدیجہؓ (۲) حضرت زینبؓ (۳) حضرت سودہؓ
(۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ (۵) حضرت حفصہؓ (۶) حضرت ام سلمہؓ
(۷) حضرت زینب بنت جحشؓ (۸) حضرت ام حبیبہؓ
(۹) حضرت جویریہؓ (۱۰) حضرت میمونہؓ (۱۱) حضرت صفیہؓ۔

س: پہلا نکاح کس سے اور کس عمر میں ہوا؟

ج: پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہوا اور ان کی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی۔ اور بیوہ تھیں۔ باقی ان کے بعد دس نکاح اور ہوئے یک بیک نو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں رہیں جن کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا۔

تعدد ازواج پر شبہات کا رد:

س: بعض مذاہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر نکاح کرنے پر شہوت رانی کا (العیاذ باللہ) الزام لگاتے ہیں اس کا کیا جواب ہے؟

ج: جب ایمان نہیں ہوتا تو منہ سے بات ایسی نکلتی ہے کہ وہ خود اسی پر اس کے اقرار کے موافق داغ ڈالنے والی بن جاتی ہے جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں اس سے تو ان ہی کے اوتاروں پر اعتراض لازم آتا ہے کہ انہوں نے متعدد بیویاں کررکھی ہیں۔ دو دو سو، پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار تھیں۔

چنانچہ سری کرشن جو بڑے معظم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔

منو جی جو ایک مسلم پیشوا مانے جاتے ہیں۔ دہرم شاستر میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک آدمی کی چار عورتیں ہوں اور ایک کے اولاد ہو تو باقی بھی صاحب اولاد کہلاتی ہیں۔

انبیاء سابقین میں بھی کثرت ازواج معمول رہا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ننانوے ازواج کا ہونا مشہور ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کثرت ازواج کے متعلق بائیبل میں ہے کہ سات سو بیویاں تھیں۔

اسلام سے قبل تمام مذاہب میں متعدد بیویاں رکھنا جائز تھا۔ عرب، ایران، یونان، مصر، آسٹریا اور ہندوستان وغیرہ میں ہر قوم کے اندر کثرت ازواج مروج تھا۔

مسٹر ڈیوڈ پوٹ، پادری فاکس، جان ملٹن، اور آئزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے اور انجیل میں متعدد آیات نقل کرکے لکھا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خداوند تعالیٰ نے اس میں خاص برکت رکھی ہے۔

عیسائیوں کے پادری کثرت ازواج کے عادی تھے۔ سولہویں صدی عیسوی تک جرمنی میں اس کا عام رواج تھا۔

ویدک کی تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز بتاتی ہے۔ جہاں تک مذاہب اور ممالک کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کسی مذہب، کسی قانون نے اس پر حد نہیں لگائی حتیٰ کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی بعض صحابہ کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھیں۔ لیکن جب اس کثرت ازواج سے عورتوں کی حق تلفی ہونے لگی تو قرآن کریم کا ابدی قانون جو دنیا سے ظلم و جور و جفا مٹانے کے لئے آیا اس نے ایک حد مقرر کردی۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور احکام کا نفاذ ہوا تو بحکم قرآن کریم شرع نے ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے تعدد ازواج کو بالکل منع تو نہ کیا مگر اس کی خرابیوں کی اصلاح ایک تجدید کے ذریعہ کردی کہ اب صرف چار عورتوں سے نکاح کرسکتے ہو وہ بھی اس شرط سے کہ تم چاروں کے حقوق برابر ادا کرسکو۔ اگر اتنی ہمت نہ ہو اور سب کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہو تو پھر ایک سے زائد رکھنا ظلم ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً "عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے پس اگر تم کو احتمال اسکا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو"

مگر ساتھ ہی اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ خصوصی مصالح چار سے زائد کے مقتضی تھے۔ اس لیے آپ اس قانون سے مستثنیٰ رہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا: يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ.

"اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اس لیے بحکم خداوند کریم چار سے زائد کا رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ٹھہری۔ آپ کی خانگی زندگی کے حالات جو تمام امت کیلیے دین و دنیا کے معاملات میں دستور العمل اور مشعل راہ ہیں صرف ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچ سکتے تھے۔

نیز غور کرنے کی بات ہے کہ جس وقت تمام عرب و عجم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ تھا قتل کے منصوبے بنائے ہوئے تھے طرح طرح کے عیب لگاتے تہے بہتان باندھتے، (توبہ توبہ) مجنوں کہا، کذاب، بنایا، ساحر کہہ کر پکارا غرض سب ہی کچھ کیا مگر خواہش نفسانی اور شہوت رانی کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمرہ کو ٹھیکریوں کی طرح کنکریوں سے رمی کرو۔ (طبرانی)

الزام کبھی کسی نے نہیں لگایا۔ جناب معترض کو شرم آنی چاہیے کہ نفسانی خواہش کا پورا کرنا کیا اسی کو کہتے ہیں کہ زمانہ شباب کا ایک بڑا حصہ محض تجرد اور خلوت گزینی میں گزارا اور بعمر پچیس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کی درخواست پر جب کہ وہ صاحب اولاد ہونے کے ساتھ چالیس سال کی عمر کی تھیں عقد کیا۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ایک ماہ غار حرا میں عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

نیز بعد نبوت خود کفار عرب اور خصوصی روساء قریش اپنی چیدہ اور منتخب لڑکیاں حسین وجمیل آپ کے قدموں میں نثار کرنے کے لیے تیار تھے جیسا کہ سب تواریخ اس پر شاہد ہیں علاوہ ازیں خود مسلمانوں کی جمعیت اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں پہنچ چکی تھی۔ ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو اپنے لیے باعث صد افتخار اور فلاح دارین سمجھتی تھی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اس قدر تھی کہ سولہ سو عورتیں رکھنے کی طاقت تھی جیسا کہ کتب سیر سے ثابت ہے ان تمام امور کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں پچاس سال تک صرف ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کی عمر بوقت نکاح چالیس سال تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وفات دوسرے عقد ظہور میں آئے اور وہ بھی سب کی سب بیوہ تھیں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اور یہ بھی خاص خاص شرعی ضرورتوں کے لحاظ اور منافع کے اعتبار سے ورنہ وہ احکام جو عورتوں کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے مخفی رہ جاتے۔

عزیز من! ان حالات کے پیش نظر کوئی سلیم الطبع صحیح الحواس انسان ایسا ہوگا جو آپ کے اس تعدد ازواج کو معاذ اللہ کسی نفسانی خواہش کا نتیجہ بتا سکے۔ اگر کوئی چمگادڑ جیسی آنکھ آفتاب نبوت کی عظمت وجلالت شان کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واعمال تقویٰ وطہارت زہد وریاضت، اور مقدس زندگی کے حالات سے بھی آنکھ چرالے تو خود ان متعدد نکاحوں کے حالات وواقعات ہی اس معترض کو یہ کہنے پر مجبور کریں گے کہ یہ تعدد ازواج یقیناً کسی نفسیاتی خواہش پر مبنی نہ تھا۔ پس کس قدر بے حیائی اور حق کشی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعدد ازواج کو نفسانی خواہش پر محمول کیا جائے اگر باطل پرستی نے عقل وحواس کو اندھا نہ کر دیا ہو تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کہہ سکتا ورنہ تو وہ اسی کا مصداق ہوگا کہ:

وہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا
خود بدی کے مرتکب تھے اور تہمتیں ابلیس پر
میری غیرت کو ہے ایسی زندگی سے انحراف

س: آپ کے کتنے صاحبزادے اور کتنی صاحبزادیاں تھیں؟

ج: آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، اور حضرت ابراہیم۔ صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ زاد المعاد میں لکھا ہے کہ طاہر وطیب حضرت عبداللہ کے لقب تھے۔

س: صاحبزادے کن سے پیدا ہوئے اور صاحبزادیاں کن سے۔ صاحبزادوں میں کون زندہ رہا یا نہیں؟

ج: صاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئیں۔ اور صاحبزادوں میں سے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم ماریہ قطبیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت عبداللہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور مکہ میں ہی انتقال ہو گیا اور باقی صاحبزادے نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور نبوت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔

س: صاحبزادیوں کا نکاح کن سے ہوا؟

ج: حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی مگر آگے نسل نہ چلی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ ہوا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ایک لڑکا پیدا ہو کر چھ سال کا ہو کر مر گیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا ان سے کچھ اولاد نہ ہوئی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور آپ قیامت کے دن جنت کی تمام بیبیوں کی سردار ہوں گی۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بکثرت اولاد ہوئی ان حضرات سے جو اولاد ہے وہی سادات کہلائے جاتے ہیں اور جو اولاد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے علاوہ ہیں ان کو علوی کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر چند دلائل:

س: کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں؟ اس پر کیا دلیل ہے؟

ج: پہلی دلیل: جی ہاں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق حتیٰ کہ انبیاء وملائکہ سب سے افضل ہیں کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نور مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے پہلے پیدا ہوا اور عبادت آپ کی سب سے زیادہ اور جامع ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: کُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ کہ میں اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفا مروہ میں دوڑو کہ یہ دوڑ ناتم پر لازم ہے۔ (طبرانی)

وقت نبی تھا جس وقت آدمؑ پانی اور مٹی ہی میں تھے

اور فرمایا کہ: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَلِیْ. میں سردار ہوں تمام اولاد آدم کا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔

اور فرمایا کہ: اَنَا سَیِّدُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ.

کہ میں تمام عرب وعجم کا سردار ہوں۔ اور سردار وہ ہوتا ہے جو اپنی قوم میں سب سے افضل ہو۔

دوسری دلیل: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آسمانوں، زمینوں عرش وکرسی، لوح وقلم، بہشت ودوزخ اور تمام مخلوق اور تمام انبیاءؑ سے چار ہزار چار سو بیس برس پہلے پیدا ہو گیا تھا اور بارہ ہزار برس تک وہ نور مقدس: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہتا رہا۔

تیسری دلیل: تواریخ وسیر عجم وعرب سے ثابت ہے کہ کوئی بھی مثل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت، ہیبت وشجاعت، رفعت وعظمت، منزلت وسعادت، ہدایت وکرامت، شفاعت ومناقبت فضائل وخصائل، معجزات وکمالات، ذاتی وصفاتی، علم وحلم، خلق وکرم اور سخاوت میں نہ تھا اور نہ ہوا۔ اور جو ایسا جامع کمالات اور صاحب فضل ہو وہ تمام سے ہر حیثیت سے بڑھ چڑھ کر ہوگا اور یہ کون نہیں جانتا کہ اس کو سب پر فضیلت اور افضلیت حاصل ہوگی بس آپ ان تمام وجوہات کی بناء پر تمام ملائک اور تمام نبیوں سے افضل ہوئے

چوتھی دلیل: فرمایا اللہ تعالیٰ نے شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے: لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ. یعنی اگر وجود مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مقصود ومطلوب حق تعالیٰ کو نہ ہوتا تو موجودات میں سے کوئی بھی وجود میں نہ آتا۔ نہ عرش، نہ فرش، نہ جمادات ونباتات، نہ حیوانات اور نہ انسان حتیٰ کہ باقی انبیاء ورسل بھی وجود میں نہ آتے۔ جیسا کہ اہل علم اور اصحاب تاریخ وسیر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تو پس جس ہستی کو یہ اقدمیت وفوقیت حاصل ہو۔ حتیٰ کہ جمیع مخلوقات کے وجود کا موقوف علیہ بھی ہو تو پھر اس سے زیادہ کسی دوسرے کو کس طرح فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہمارے پیغمبر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر حتیٰ کہ تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ اور آپ افضل الخلائق والرسل ہیں۔

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے فرمایا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ. کہ تم بہترین امت ہو تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام امتوں پر بہتر ٹھہری تو اس سے خود بخود یہ لازم آ گیا کہ آپ بھی سب نبیوں سے افضل ہیں۔

کیونکہ یہ فضیلت امت میں بمتابعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئی۔ اور تابع کی فضیلت سے متبوع کی فضیلت ظاہر ہے لہٰذا جب آپ کی امت تمام نبیوں کی امت سے افضل ہوئی۔ تو تمام نبیوں پر آپ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ پس آپ سب سے افضل ہوئے۔

چھٹی دلیل: تمام نبیوں کی بعثت خاص خاص جگہوں اور خاص خاص مقاموں کی طرف ہوئی۔ اور آپ کا مبعوث ہونا تمام جہان والوں عرب وعجم کی طرف ہوا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ. آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر ہم نے بھیجا ہے آپ جمیع عرب وعجم کی ہدایت کے لیے مکلّف بنائے گئے جیسا کہ تواریخ وسیر سے بھی ثابت ہے۔ جس کے وجہ سے آپ کی مشقت اور مجاہدہ سب سے بڑھ گیا۔ نہ کوئی ساتھی نہ کوئی مددگار تن تنہا اور تمام انسانوں حتیٰ کہ جنات کی طرف بھی بعثت ہوئی۔ پھر دعوت بھی اللہ احد کی تھی جو سب کے خلاف تھی۔ لہٰذا سب دشمن ہو گئے۔ رنج واذیت دعوت حق میں آپ برداشت کرتے رہے۔ اور مشغول ہدایت رہے جو کہ زیادت ثواب کو لازم ہے اور زیادت فضیلت کو پس ثابت ہوا کہ آپ کا فضل بھی اور نبیوں سے زیادہ ہے لہٰذا آپ سب سے زیادہ افضل ہوئے۔

ساتویں دلیل: جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود رحمت بھیجتے ہے اور خود اللہ تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود رحمت بھیجتا ہیں۔ اور بندوں کو بھی حکم دیا اپنے اس ارشاد میں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا.

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے مومن! تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجو! پس اس سے خاص الخاص فضیلت تمام نبیوں پر ثابت ہوئی۔

آٹھویں دلیل: آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور جو خاتم الانبیا ہوگا۔ اس کا مذہب تمام مذاہب سابقہ کا ناسخ ہوگا۔ اور جو ناسخ ہوگا۔ وہ منسوخ سے افضل ہوگا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب سب سے افضل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سب سے افضل ہونا بالضرور ثابت ہوگا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مفضول ہوں تو یہ خلاف عقل ہوگا۔ اس لیے کہ مفضول کے ذریعے افضل کا نسخ عقلاً قبیح ہے پس ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں۔

معراج

معراج کب اور کیسے ہوئی؟

س: معراج کی مختصر کیفیت بیان کیجئے؟

ج: اکیاون سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ام ہانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حجر اسود کو روز قیامت لائے گا اس کی دو آنکھیں بھی ہوں گی۔ (الدارمی)

رضی اللہ عنہا کے مکان میں سو رہے تھے۔ کہ ایک فرشتہ چھت کھول کر مکان میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا اور مسجد الحرام میں لے گیا پھر مسجد سے لے جانے کے بعد ایک مقام پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو شق کیا اور قلب نکال کر سونے کے طشت میں آب زمزم سے دھویا پھر ایمان وحکمت سے مزین کر کے قلب کو اسی طرح رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک سواری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائی گئی جو نہایت سفید تھی۔ اور اس قدر تیز تھی کہ اس کا ایک قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ جاتی تھی۔ اس کو براق کہتے ہیں۔ اس پر سوار کر کے جبرائیل علیہ السلام لے چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور تمام انبیاء علیہم السلام مقتدی پھر وہاں سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے اور وہاں پر آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور سلام ہوا اور پھر اسی طرح ساتویں آسمان تک تشریف لے گئے۔ ہر آسمان پر ایک نبی سے ملاقات ہوئی چنانچہ دوسرے آسمان پر عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے۔ تیسرے آسمان پر یوسف علیہ السلام سے اور چوتھے آسمان پر ادریس علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا دیے گئے۔ سدرۃ ایک بیری کو کہتے ہیں اور منتہیٰ جہاں آپ کے سفر کی انتہا ہوئی۔ اس درخت کے پتے مثل ہاتھی کے کان کے برابر ہیں سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہریں جاری ہیں۔ ایک سلسبیل، دوسری کوثر، تیسری دریائے نیل، چوتھی فرات پھر وہاں سے بیت المعمور پہنچا دیے گئے۔ بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابلہ ایک مسجد ہے جو طوفان نوح کے زمانہ میں مکہ معظمہ سے اٹھا کر ساتویں آسمان پر رکھ دی گئی تھی۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے واپسی میں ملاقات ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے کم کرانے کے لئے کہا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی مرتبہ کی آمد و رفت کے بعد کم کراتے کراتے پانچ وقت کی نماز فرض رہی۔ مگر ثواب وہی پچاس وقت کا ملتا ہے۔ اللہ اکبر! یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر انعام ہے کہ نماز پڑھنے کو کہا پانچ وقت اور ثواب دینے کو کہا پچاس وقت کا۔ آہ! ہم سے اتنا بھی نہیں ہوسکتا:

اللھم احفظنا من التکاھل والتکاسل.

اے اللہ! محفوظ رکھ ہم کو کاہلی اور سستی سے۔

س: معراج کب ہوئی؟

ج: مکہ معظمہ میں نبوت کے بارہ سال اور تین ماہ بعد ستائیسویں رجب۔

ثبوت معراج پر چند دلائل:

س: معراج کے ثبوت کے لئے دلائل عقلی بیان کیجئے جس سے معلوم ہو کہ جسم کا بلندی کی طرف جانا کرہ نار اور طبقہ زمہریری سے گزرنا ممکن ہے؟

ج: عزیز من! کسی چیز کے ثبوت کے لئے ہر جگہ دلیل عقلی تو ضروری نہیں۔ مخبر صادق کی خبر دلیل عقلی سے کہیں زیادہ قابل اعتبار ہے۔ مگر خیر دلیل عقلی ثبوت وامکان معراج پر میں پیش کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنیئے!

پہلی دلیل: عقل جس طرح کرہ ارض سے عرش پر ایک جسم کثیف و خاکی کے چڑھ جانے کو جائز نہیں رکھتی اسی طرح عقل جسم لطیف وروحانی کا زمین پر اتر آنا محال خیال کرتی ہے۔ کیونکہ جسم لطیف کا مرکز علو ہے۔ لہٰذا غیر مرکز یعنی اسفل کی طرف آنا محال ہوگا۔ پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شب کے ایک حصہ میں واقع ہونا عقل کے نزدیک ممتنع ہے تو جبرئیلؑ کا عرش سے زمین پر ایک لحظہ میں اتر آنا بھی ممتنع ہوگا لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ اس تیزی کے ساتھ حرکت کا واقع ہونا مستبعد ہے تو ان کی اس رائے سے لازم ہے کہ جبرئیلؑ کا نزول بھی انبیاء کے پاس ایک لحظہ میں عرش سے ممتنع ہے۔ حالانکہ یہ غلط اور باطل ہے جب یہ باطل ہے تو معراج کا انکار بھی باطل ہے۔

دوسری دلیل: اکثر اہل مذاہب جنات وشیاطین کے وجود کے قائل ہیں اور ان کو ذی جسم جانتے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی قدرت ہے۔ اور یہ بھی مانتے ہیں کہ شیطان کو اتنی قوت حاصل ہے کہ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں بہت جلد پہنچ سکتا ہے۔ پس جب ایسے بدترین ذی جسم مخلوق سے یہ سرعت ظہور میں آسکتی ہے تو اس بہترین مخلوق سے ایک آن میں زمین سے عرش تک طے کرنے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

تیسری دلیل: حضرت سلیمان علیہ السلام جب سیر کا ارادہ فرماتے تو صبح کے وقت ملک شام سے روانہ ہوتے اور ہوا ان کے تخت کو چاشت کے وقت بقدر ایک مہینہ کی راہ ملک اصطغر میں پہنچا دیتی۔ اور عصر کے وقت ملک اصطغر سے روانہ ہوتے تو شام کا کھانا کابل کھاتے جیسا کہ قرآن کریم میں غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ. فرمایا ہے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ حرکت سریع اس قسم کی امکان میں داخل ہے۔

چوتھی دلیل: آصف بن برخیا جو کہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر اعظم تھے پلک جھپکنے اور آنکھ کھولنے کے عرصہ میں تخت بلقیس سبا سے جو کہ حدود یمن میں ہے حضرت سلیمان کے محل میں جو شام میں ہے اٹھا لائے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں یہ قصہ موجود ہے۔ پس جب کہ ایسے شخص کو حرکت سریع پر اتنی قدرت تھی تو حضرات انبیاء علیہم السلام میں حرکت سریع کا پیدا ہونا کیونکر مستحیل ہوسکتا ہے۔

16

پانچویں دلیل: آنکھ سے دیکھنے کی کیفیت میں علمائے ریاضی اس بات کے قائل ہیں کہ آنکھ سے جسم شعاعی مخروطی شکل، یا جسم شعاعی دقیق بشکل خط مستقیم نکلتا ہے۔ اور مبصر پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سطح مبصر پر نہایت سریع حرکت طولاً وعرضاً کرتا ہے۔ تو لہٰذا اس مذہب کے مطابق نہایت سریع حرکت کا وقوع ممکن ہے۔ کیونکہ آنکھ کھولتے ہی نور باصرہ سیارات وثوابت کا احساس کر لیتا ہے اور آنکھ میں شعاع ان مبصرات تک ایک ادنیٰ نظر میں منتقل ہو جاتی ہے۔ پھر جسم پاک محمدی کو کہ نور دیدہ فلک اور قرۃ العین انس وملک ہے اور لاکھ درجہ روشنائی سے الطف ہے اگر ایک آن میں زمین وآسمان کی مسافت طے فرمائے تو کیا محال ہے۔

چھٹی دلیل: آفتاب، زمین سے باوجودیکہ کچھ زیادہ تیرہ لاکھ گناہ بڑا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ذرا سی دیر میں طلوع ہو جاتا ہے اور لحہ بھر میں اتنی بڑی مسافت طے کرتا ہے تو یہ بات صاف دلالت کرتی ہے کہ حرکت کا اس تیزی کے ساتھ وقوع میں آ جانا اتنے فاصلہ تک ممکن ہے پس جب ایسے بڑے جسم سے سرعت سیر عند العقل بعید نہ ہو تو وہ آفتاب فلک رسالت کہ سو ہزار اجرام فلکی اور اجسام نورانی ملکی اس کے وجود سے استفادہ نور کرتے ہیں بامداد سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی اگر حصہ شب میں باہفت آسمان سے گزر کر مقام دَنٰی فَتَدَلّٰی ترقی فرمائے تو کیا عجب ہے۔

پس جب ان تمام دلیلوں سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ ایک ایسی حرکت کا وقوع جو اپنی سرعت میں اس حد تک ہو نفس الامر میں ممکن ہے تو لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم میں اس کا پایا جانا ممتنع نہیں۔ لہٰذا معراج کا ہونا ممتنع نہیں۔

س: جناب! آپ نے دوسرے اجسام کی سرعت سیر پر سرعت جسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس کر کے حکم لگا دیا سو یہ قیاس کس طرح صحیح ہوا؟

ج: میرے محترم! خیال کرنے کا مقام ہے کہ اجسام تمام کے تمام ماہیت میں متماثل ہیں اور چونکہ ایسی حرکت کی بعض اجسام صلاحیت رکھتے ہیں تو سارے اجسام میں اس کا حاصل ہو سکنا واجب ہوا اور جب تمام اجسام میں اس کا حاصل ہونا واجب ہے تو ثابت ہوا کہ ایسی سریع حرکت کا جسم محمدی ہونا ممکن ہے۔ اور خالق عالم تمام ممکنات پر قادر ہے اور ایسی حرکت پر قادر ہونا واجب ہے پس لازم آیا کہ معراج کا وقوع ممکن ہے کوئی محال اور ممتنع نہیں۔

س: آپ نے دلائل سے مسئلہ معراج کو خوب ذہن نشین کرا دیا اور سمجھ میں آیا کہ واقعی معراج کا ہونا محالات میں سے نہیں مگر تحیر وتعجب سے خالی نہیں؟

ج: عزیز من! ایسے تعجبات معراج کے ساتھ ہی کیا خاص ہیں بلکہ تمام معجزات میں پیدا ہوتے ہیں بھلا عصا سے دریا کو مارنے سے دریا پھٹ جاتے اور بارہ راستے بنی اسرائیل کے خاندان کے شمار کے موافق بن جائیں اور باقی بارہ طاقتوں کی مانند ہوا کے قائم ہو جائیں۔ یہ قیاس میں آنے والی بات ہے؟ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے جب عصا کو پھینکا تو وہ اژدھا عظیم بن گیا اور ستر ہزار شعبدوں کو نگل گیا۔ اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہا۔ وہ رعد کی طرح گرجتا تھا۔ بعد ازاں حسب سابق عصا ہو گیا۔ اسی طرح پہاڑی سے اونٹ کا پیدا ہونا۔ اور پیدا ہوتے ہی اپنے برابر بچے کا جننا قیاس میں آنے والی بات ہے؟ مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر بینا کرنا، مٹی کا جانور بنا کر جاندار کرنا، معراج کے قصہ سے زیادہ تعجب انگیز ہیں۔

عزیز من! اگر محض تعجب معراج کے انکار کا باعث ہے تو دیگر معجزات سے بھی انکار ہو سکتا ہے۔ حالانکہ نبوت کے دعویٰ کے تسلیم کے بعد نبی سے کسی بھی ایسی چیز کا انکار جائز نہیں۔ کیونکہ معجزات کا ثبوت متفرع ہے نبوت پر اور نبوت کی تسلیم پر معجزات کا انکار باطل ہے کیونکہ معجزات نبی کے لیے لازم ہیں۔ اور جو چیز مستلزم ہو کسی باطل کو وہ خود باطل ہے لہٰذا معجزات کا انکار یا معراج کی نفی باطل ہے۔ پس معراج کا تعجب خیز ہونا نفی معراج کی دلیل نہیں بن سکتی۔ پس معراج ثابت ہے۔

عزیز من! خیر یہ تو بڑی باتیں ہیں۔ تعجب تو ہر ایسی چیز سے ہوتا ہے کہ جس چیز سے کوئی شخص ناواقف ہو مثلاً آپ کسی جاہل سے کہیں کہ تار برقی کی حرکت سات منٹ میں چوبیس ہزار میل ہے دیکھئے اس جاہل کا اس خبر کو سن کر کیا حال ہو گا۔ فوراً کہہ دے گا کہ سب کہنے کی باتیں ہیں بھلا ایسے کب ہو سکتا ہے اور کہے گا چوبیس ہزار میل کون گیا ہے اور کون دیکھ کر آیا ہے یوں ہی واہی تباہی کی باتیں ہیں۔ اسی طرح روشنی کی رفتار جو ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ بانوے ہزار میل ثابت ہوئی ہے اس کی نسبت بھی جاہل عوام کا یہی حال ہوتا ہے۔

میرے عزیز! یہ دلائل وتخیلات ظاہر بینوں کے واسطے ہیں۔ اہل باطن کے واسطے اس کی کچھ حاجت نہیں۔ ان کو ایسے واقعات خود مشاہد ہوتے ہیں۔ علاؤ الدین سنانی نے کہا ہے کہ اکثر میں بعد نماز صبح اذکار سے فارغ ہو کر مراقبہ کرتا ہوں۔ اور اس عالم سے گذر کر دوسرے عالم میں جاتا ہوں وہاں سو سو برس، دو دو سو برس، ہزار ہزار سال مشغول عبادت رہتا ہوں۔ ہر دن پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں۔ ہر سال رمضان شریف کے روزے رکھتا ہوں۔ پھر جب مراقبہ سے سر اٹھاتا ہوں۔ تو آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اشراق کی نماز یہیں ادا کرتا ہوں اسی سے بزرگان طریقت نے فرمایا ہے کہ ایک سانس اصحاب باطن کا ہزار سالہ عبادت عامہ سے بہتر ہے۔ ایک ساعت میں سو بار قرآن پاک ختم کرتے ہیں آیت آیت حرفاً حرفاً تلاوت کرتے ہیں۔

عزیز من! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خواص کا یہ مقام ہے تو اس فخر اولین وآخرین کی معراج میں کیا کلام ہے۔ پس معراج آپ کے لیے عقلاً ممکن اور نقلاً ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار حاجیوں سے فرشتے مصافحہ کرتے اور پیادوں سے گلے ملتے ہیں۔ (الدر)

چند نظائر:

س: معراج میں طبقہ زمہریری اور طبقہ ناریہ سے گزرنا کس طرح ہو گا۔اس کے کچھ نظائر پیش کیجئے؟

ج: عزیز من! آپ کو شبہ اس لئے ہوا کہ ان طبقات سے گزرنا ہو اور برودت اور ناریت کا اثر نہ ہو یہ کیونکر ممکن ہے۔سوآں عزیز کو معلوم ہونا چاہیے کہ گرم وسرد کا اثر اس محل میں مکث اور ٹھہرنے سے ہوتا ہے۔اگر اس میں سے گزر جائیں تو کوئی اثر نہیں ہوگا۔جیسے چراغ کی لو میں انگلی کو جلد جلد حرکت دیتے رہیں تو نہ جلے گی اسی طرح برف میں جلد جلد ہاتھ بدلتے رہیں تو سردی کا کوئی اثر نہ ہوگا۔اور جب یہ معلوم ہے کہ معراج میں آپ کی سیر نہایت سریع واقع ہوئی تھی لہٰذا آپ بسرعت ان سے گزر گئے تھے۔ اس طرح طبقہ زمہریری اور طبقہ ناریہ کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

دوسری نظیر: نمرود کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے اثر نہ کیا تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبقہ نار سے گزرنے سے کوئی اثر نہ ہوا۔

تیسری نظیر: جب یہاں بعض مصالحہ ایسے ہیں کہ ان کو لگا کر آگ میں گھس جاتے ہیں تو آگ کچھ اثر نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ کے بلائے ہوئے پر آگ کیوں اثر کرے گی۔

چوتھی نظیر: جب یہاں بادشاہ کسی کو طلب کرتا ہے تو راہ کے ہر قسم کے کھنڈر، اتار چڑھاؤ، موذی ومضر اشیاء سے راستہ صاف کر دیتا ہے۔اور ان راہوں پر لوگوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ کوئی تکلیف نہ ہو تو کیا پوچھنا ہے شان علو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے پھر راستہ کے نقصان دہ ایذا رساں حالات کا کیوں کر پیش آنا ممکن ہو سکتا ہے۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیر وعافیت ہر طبقہ سے گزر کر لقاء رب سے اور سیر سے محظوظ ہو کر واپس تشریف لے آئے۔

مدینہ میں اسلام

مدینہ میں اسلام اور بیعت عقبۂ اولیٰ:

س: مدینہ میں اسلام کیسے پھیلا؟

ج: دس سال تک برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے مختلف قبیلوں کو اعلان کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتے رہے اور عرب کی کوئی مجلس اور کوئی مجمع نہیں چھوڑا۔جس میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ نہ فرمائی ہو حج کے موسم میں مختلف بازاروں میں گھر گھر تشریف لے جا کر لوگوں کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔مگر وہ اس کے جواب میں آپ کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچاتے اور مذاق اڑاتے تھے۔اور کہا کرتے تھے کہ پہلے اپنی قوم کی اصلاح کیجئے۔ان کو تو مسلمان بنائیے پھر ہماری ہدایت کے لیے آیئے اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مدت گزر گئی۔جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کی اشاعت ہو تو قبیلہ اوس کے چند آدمی مدینہ طیبہ سے آپ کی خدمت میں بھیج دیئے جس میں اس سال دو شخص اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد قیس مشرف با اسلام ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا پیغام خداوندی کی تبلیغ میں میری مدد کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی ہمارے آپس کی اوس اور خزرج کی خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں اگر اس وقت جناب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔ابھی آپ ایک سال ارادہ کو ملتوی فرما دیں ممکن ہے ہماری آپس میں صلح ہو جائے اور پھر ہم سب مل کر اسلام قبول کر لیں آئندہ سال پھر ہم حاضر ہوں گے یہ کہہ کر مدینہ واپس آ گئے۔

خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ مدینہ طیبہ میں اسلام پھیلے اسی سال بھر کے عرصے میں اوس اور خزرج کے اکثر جھگڑے ختم ہو گئے اور سال آئندہ حج کے موقع پر حسب وعدہ بارہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جن میں دس قبیلہ خزرج اور دو اوس کے تھے۔ان میں جو لوگ گزشتہ سال مسلمان نہیں ہوئے تھے وہ اب مسلمان ہو گئے۔اور سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔یہ بیعت چونکہ سب سے پہلے عقبہ کے پاس ہوئی تھی اس لئے اس بیعت کا نام بیعت عقبۂ اولیٰ رکھا گیا۔

یہ لوگ مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے تو مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا تھا اور ہر مجلس میں یہی ایک بات رہ گئی۔

سب سے پہلا مدرسہ:

س: اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد کہاں رکھی گئی؟

ج: اوس وخزرج کے لوگ جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو ان کے ذمہ دار لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ: ''یہاں بحمد اللہ اسلام کی اشاعت ہو چکی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو ہمارے ہاں بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت اور ہمیں احکام شرعیہ کی تعلیم دے اور نماز میں ہمارے لیے امام بنے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو جو ایک نوجوان مسلمان تھے اور دین محمدی کے احکام مسائل سے خوب واقف تھے مدینہ طیبہ بھیج دیا اس طرح اسلام میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد مدینہ طیبہ میں پڑ گئی۔(سیرت طیبہ)

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ ونصیحت سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ان دنوں سعد بن معاذ مدینہ کا سردار تھا جب اس نے اپنے لوگوں کے متعلق سنا کہ وہ مسلمان ہو رہے ہیں تو خفا ہوا۔اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے آ کر کہا کہ میں تلبیہ زور سے کہوں۔(مجمع)

کے پاس دو آدمیوں کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ آئندہ وعظ مت کہو۔ اور کسی کو مسلمان نہ بناؤ۔ جب یہ دونوں شخص مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور قرآن مجید سنا تو وہ خود ہی مسلمان ہو گئے یہ سن کر سعد سخت غصہ کی حالت میں مصعب کے پاس خود آیا۔ اور کہنے لگا تم کیوں ناحق ہمارے لوگوں کو بہکاتے ہو اور اپنے دین سے پھیرتے ہو۔ سعد کی پھوپھی کے بیٹے اسعد رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے بولے بھائی! ذرا ٹھہرو اور جو کچھ یہ پڑھتے ہیں تم بھی سن لو پھر جو مرضی ہو کر نا ان کے کہنے پر سعد بن معاذ وہاں بیٹھ گیا اور مصعب رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ قرآن مجید سنتے ہی سعد کے دل کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی اور سچے دل سے ایمان لے آیا اور چونکہ یہ اپنی قوم کا سردار تھا اس لئے اپنی قوم کے تمام لوگوں کو بلا کر پوچھنے لگا بتاؤ تم مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہو سب نے یک زبان ہو کر کہا تم بڑے سمجھدار اور لائق آدمی ہو اور ہمارے سردار ہو جو کچھ تم کہو گے ہم سب ماننے کو تیار ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں یہ سن کر اس کے قبیلے کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔

ہجرت کے اسباب:

س: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کیوں فرمائی؟

ج: نبوت کے تیرھویں سال حج کے دنوں میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ مدینہ کے پچھتر آدمی بھی تھے۔ جو اب تک مسلمان ہو چکے تھے ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر مدینہ میں لے چلیں اور اپنا مال و جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں۔

ایک رات سارے مسلمان پوشیدہ طور پر مکے سے باہر ایک پہاڑی میں جمع ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اگر چہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور مددگار رہتے تھے۔ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

"تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیسے عزیز ہیں آج کل قریش مذہبی معاملے کے سبب ان کے جانی دشمن ہو رہے ہیں۔ اگر تم ان کا ساتھ دینا چاہتے ہو تو اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی ہوگی اب سوچ لو کہ ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی خرابی پیدا ہو اور تم عہد توڑ کر ہمیں اپنا دشمن بنا لو"۔

یہ سن کر لوگوں نے عرض کیا جو کچھ تم نے کہا ہم نے سنا ہم اپنے پروردگار اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پکا عہد کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جو عہد لینا چاہیں لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ارشاد فرمایا کہ: "اے ایمان والو! اللہ کا عہد یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ جانو اور میرا عہد یہ ہے کہ اس دین اسلام کے پھیلانے میں جان و مال سے میری مدد کرو اور جب میں تمہارے شہر میں آؤں تو میری اور میرے ساتھیوں کی ایسی حمایت کرو جیسی اپنے اہل و عیال کی کرتے ہو"۔

سب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس عہد پر قائم رہیں گے اور پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم نے اس عہد کو پورا کیا تو ہمیں اس کی کیا جزا ملے گی؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور جنت۔ یہ سن کر سب نے عرض کیا کہ اپنا دست مبارک دیجئے کہ ہم بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے بیعت کی۔

جب یہ عہد و پیمان ہو رہے تھے تو قریش کا کوئی آدمی چھپ کر یہ کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جس نے قریش کے سامنے یہ تمام قصہ بیان کر دیا یہ لوگ سنتے ہی طیش میں آ گئے اور کئی سردار جمع ہو کر مدینے کے قافلہ میں گئے لوگوں کو بہتیرا ڈرایا دھمکایا مگر رات کے معاملہ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر جب ان لوگوں کا اور کچھ بس نہ چلا تو مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ سختیاں کرنے لگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر ڈالنے کی تجویز ٹھہرائی۔

ہجرت مدینہ کی ابتداء:

س: مختصر طریقہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی کیفیت بیان کیجئے؟

ج: قریش کو جب اس بیعت کی خبر ہوئی تو ان کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا صحابہ نے آہستہ آہستہ قریش سے خفیہ ایک ایک دو دو کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تھوڑے سے غیر مستطیع لوگوں کے علاوہ کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ابھی ٹھہرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دیدے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس انتظار میں رہے اور دو اونٹنیاں اس سفر کے لیے مہیا کیں۔ ایک اپنے لیے اور دوسری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ (سیرت مغلطائی)

کفار قریش کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو دارندوہ (کمیٹی گھر) میں جمع ہوئے کہتے ہیں کہ جس قدر لوگ اس مشورہ کے لیے جمع ہوئے تھے اتنے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہیے۔ کوئی کہتا کہ شہر بدر کئے جائیں کسی نے رائے دی قید میں رکھیں جائیں ابو جہل نے کہا سب سے زیادہ مناسب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے مگر اس طریق سے کیا جائے کہ بہت سے جوان جو ہر قبیلہ سے منتخب شدہ ہوں ایک دم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادائیگی حج میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا۔ (الکنز)

پڑیں۔ اور کام تمام کریں تا کہ بنی ہاشم کسی خاص شخص سے بدلہ نہ لے سکیں۔ اس مجلس میں ابلیس بھی ایک بوڑھے شخص کی صورت میں موجود رہتا۔ اس نے کہا بس یہی رائے سب سے اچھی ہے۔

رات کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ پر تشریف رکھتے تھے کئی جوان ہاتھوں میں تلواریں لیکر باہر کھڑے ہو گئے اور تیار تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلیں تو انہیں فوراً شہید کر دیا جائے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے معاملے کی اطلاع مل گئی اور حکم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چار پائی پر چادر اوڑھ کر سونے کو ارشاد فرمایا تا کہ کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ ہونے کا علم نہ ہو۔

اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے دروازہ پر قریش کا ایک میلہ لگا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت اَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَایُبْصِرُوْنَ. پر پہنچے تو اس کو کئی مرتبہ دہرایا یہاں تک کہ ان کی آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے وہ پہلے ہی سے تیار تھے۔ ادھر دشمن کبھی کبھی کواڑ کی درزوں سے دیکھتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیٹے پایا تو مارے غصے کے دیوانے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہتیرا دھمکایا اور اذیت بھی دی کہ بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر کہاں ہیں مگر وہ اس کے سوا کچھ نہ کہتے تھے کہ اپنے رسول کا حال اللہ ہی جانے۔

غارِ ثور کا قیام:

س: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ ہجرت کرتے ہوئے راستے میں قیام بھی فرمایا تھا؟

ج: جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دن بھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں کاٹا۔ رات کے وقت دونوں مکے سے نکلے اور شہر سے دور شمال کی طرف ایک غار ہے جس کو غار ثور کہتے ہیں اس میں چھپ جانے کا ارادہ کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں داخل ہوئے اور اسے صاف کر کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اندر لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں زمین کے چپے چپے پر پھر نکلے عرب کے لوگوں کو کھوج لگانے میں بڑی مہارت ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نشان ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے منہ تک آ گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اندر سے ان لوگوں کے پاؤں نظر پڑے تو وہ ڈر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ کچھ خوف نہیں۔ ہم دونوں اکیلے نہیں۔ بلکہ ہمارا تیسرا رفیق اللہ ہے۔ جو سب سے بڑھ کر زور آور اور سب سے بڑا با اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ جو اس وقت بھی اپنے رسول کا مددگار اور نگہبان بنا اس کی قدرت دیکھو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہو گئے تو مکڑی نے دروازے پر جالا تان لیا اور جنگلی کبوتر نے ایک کنارہ پر انڈے دینے کے لیے گھونسلا بنا لیا دشمنوں نے یہ دونوں نشانیاں دیکھ کر قیاس کیا کہ کوئی آدمی اس غار کے اندر نہیں گیا اور نا امید ہو کر واپس آ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تین دن رات غار میں رہے ان تینوں دنوں میں برابر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کو خفیہ آپ کے پاس آتے اور صبح سے پہلے ہی مکہ پہنچ جاتے۔ دن بھر قریش کی خبریں سن کر رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتے تھے۔ اور ان کی بہن اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا ہر رات میں کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتی تھیں۔ چونکہ عرب کے لوگ نشان قدم کو بہت پہچانتے تھے اس لیے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ بکریاں چرانے کے لیے اس غار تک لے جایا کرو تا کہ ان کے نشانات قدم مٹ جائیں۔

غارِ ثور سے مدینہ کی طرف روانگی:

غار ثور کے قیام کے تیسرے دن ماہ ربیع الاول سن ۱ھ بروز پیر صدیق اکبر کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچے جو اس سفر کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مہیا کی تھیں۔ اور ان کے ساتھ عبداللہ بن اریقط بھی پہنچے جن کو راستہ بتانے کے لیے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار ہو گئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسری پر۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ عامر بن فہیرہ کو خدمت کے لئے بٹھا لیا اور عبداللہ بن اریقط آگے آگے راستہ دکھانے کے لئے چلے۔

سراقہ بن مالک کا راستہ میں پہنچنا:

ایک شخص سراقہ نامی جو اس وقت بہت مشہور شہسوار تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھوج پر آ رہا تھا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو قدرت الٰہی نے اپنا کام کیا اور گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین کے سخت اور خشک ہونے کے باوجود گھٹنوں تک اندر اتر گئے اور سراقہ زمین پر گر پڑا۔ سراقہ سمجھا کہ جس شخص کا حامی و مددگار خدا ہے اس سے مقابلہ کرنا نادانی ہے۔ مجبور ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے گھوڑا وہاں سے نکل آیا اور وہ واپس لوٹا۔ راستہ میں جس قدر پتہ لگانے والے ملتے گئے ان کو بھی پھیر لایا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو جا رہے تھے تو راہ میں ایک بڑی بی ام معبد کے گھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ان کے پاس ایک دبلی سی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احکام حج کے سیکھو کیونکہ یہ تمہارے دین سے ہیں۔ (ابن عساکر)

بکری بندھی ہوئی تھی۔اس بڑی بی سے پوچھا اگر اجازت ہو تو میں اس بکری کا دودھ دوھ کر پی لوں۔اس نے کہا کہ قربان جاؤں میں تو اجازت دیتی ہوں مگر اس کے تھنوں میں دودھ کہاں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نام لے کر اس کو دھونے لگے تو اس قدر دودھ نکلا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا اور اس بڑی بی کے گھر کے سارے برتن بھی بھر گئے۔یہ حال دیکھ کر وہ بڑی بی ام معبد اور اس کا خاوند مشرف با ایمان ہو گئے اس کے علاوہ راستے میں عجیب و غریب واقعات پیش آئے جو طوالت کی وجہ سے چھوڑے جاتے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں داخل ہونا:

مدینہ طیبہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا سن کر ہر روز ان کے استقبال کے لئے مکہ معظمہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے۔جس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اس روز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر کے لوٹ کر جا رہے تھے کہ یکبارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری دیکھی اور چلا کر ان پھرنے والوں سے کہا: یا معشر العرب هذا جدكم.

"اے گروہ عرب تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آ پہنچا"

لوٹنے والے اس یہودی کی آواز سن کر واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔اس روز اہل مدینہ کی خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں نظمیں پڑھتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے دوشنبہ کے روز ربیع الاول کے مہینہ میں اور بقول بعض علماء کے صفر کے مہینہ میں ترپن سال کی عمر میں چلے تھے۔اور دوشنبہ ہی کے دن بارہویں ربیع الاول کو مدینہ طیبہ پہنچے۔اور پہنچ کر محلہ قبا میں جو کہ شہر کے کنارہ پر ذرا فاصلے سے ہے منازل بنی عمرو بن عوف میں چودہ روز ٹھہرے۔اور تیسرے روز حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی امانت واپس کر کے آ ملے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا ہر ایک کی آرزو تھی کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محلہ میں قیام فرمائیں۔جب آپ سوار ہوئے تو ہر قبیلہ کے لوگ ساتھ تھے اور وہی آرزو برزبان تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے۔جہاں بھی بیٹھ جائے گی وہاں ہی مقیم ہو جاؤں گا۔اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں اب منبر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی کے متصل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر بنا۔وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسباب اتارا گیا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر ٹھہرے آپ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی خریدی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر شروع کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی عمر مبارک مدینہ طیبہ میں ہی گذری جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد میں ہجرت فرمائی ان کو مہاجر اور اہل مدینہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی جان و مال سے امداد کی ان کو انصار کہتے ہیں۔احادیث میں مہاجرین وانصار کے بے شمار مناقب بیان فرمائے گئے ہیں۔ہم یہاں پر کچھ مختصر مناقب کا ذکر کرتے ہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر:

اس وقت مدینہ میں کوئی مسجد موجود نہیں تھی۔جس جگہ موقع ملتا نماز ادا کی جاتی تھی اس کے بعد وہ جگہ خرید لی گئی جس جگہ ناقہ بیٹھی تھی۔اس جگہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی جس کی دیواریں کچی اینٹوں کی اور ستون کھجور کی درخت کی لکڑی کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اور قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔(جو اس وقت مسلمانوں کا قبلہ تھا۔مسجد کے ساتھ دو حجرے بھی بنائے گئے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اور دوسرا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مکہ معظمہ بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل وعترت کو مدینہ طیبہ لے آئے اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی سب اہل وعیال کو مدینہ بلوالیا۔

چنانچہ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا اور صاحبزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ آ گئیں۔تیسری صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند ابوالعاص نے (جو اس وقت مسلمان نہ ہوئے تھے) نہ آنے دیا۔اور ادھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ اور دونوں بہنوں عائشہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور اب مکہ مکرمہ میں چند مسلمان رہ گئے جن کو سفر کی طاقت نہ تھی بلکہ بعض لوگ بھی وہاں سے چل نکلے کہ راستہ ہی میں ان کی وفات ہو گئی۔

مہاجرین وانصار کے مناقب:

س: مہاجرین وانصار کے فضائل اور مناقب بیان کیجئے؟

ج: مہاجرین (جنت میں) سب لوگوں سے چالیس سال قبل جائیں گے کہ وہاں وہ لطف اٹھا رہے ہوں گے اور باقی لوگ حساب کے لیے رکے ہوئے ہوں گے مہاجرین کی قوت ایمانی اور محبت رسول کا اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ آج سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک قومی رسم کا چھوڑنا محض اس لیے کہ نکو بنیں گے ان کو بھی دشوار ہے جو پشت ہا پشت سے مسلمان ہیں۔اور مہاجرین نے کوئی محبوب سے محبوب چیز بھی ایسی نہ چھوڑی جس کو محبت رسول کی خاطر چھوڑ نہ دیا ہو۔ہجرت کی چونکہ ایک خاص شان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی گروہ میں شامل ہیں اس لیے تقدیم دخول جنت کے مستحق ہیں۔

فرمایا انصار سے محبت نہ رکھے گا مگر مومن، اور ان سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق، پس جو شخص انصار سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مقبول حج دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔(المغنی)

اور جو اس سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ نصرت سلام و پیغمبر ثمرہ بنا کمال ایمان کا اس لیے:

بمقتضاء الجنس یمیل الی الجنس

مومن کو لامحالہ ان حضرات کی طرف کشش ہوگی اور منافق کو نفرت و گریز۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار کی) کچھ عورتوں اور بچوں کو آتے دیکھا (جو) غالباً کسی تقریب شادی سے (فارغ ہو کر آ رہے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا یا رخدایا تم لوگ سب آدمیوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں یہ خطبہ پڑھا "بعد حمد صلوٰۃ" اے لوگو! اور آدمی تو بڑھتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے حتیٰ کہ ایسے رہ جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ پس جو شخص تم میں سے کسی ایسے کام کا مالک ہو جس میں کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تو اس کو چاہئے کہ نیکو کاروں کی نیکی قبول کرے اور خطاوار کی خطا سے درگزر کرے۔

مدینہ طیبہ میں اسلام کیسے پھیلا:

س: مدینہ منورہ میں پہنچ کر کس طرح اسلام پھیلا؟

ج: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں توحید یعنی خدائے معبود کا ایک ہونا، اور اپنا رسول ہونا ظاہر کیا تو اس کی خبر مدینہ منورہ پہنچ چکی تھی۔ جس سے مدینہ والے سمجھ گئے کہ نبی آخر الزماں نے پیدا ہو کر تبلیغ شروع کر دی ہے اس خبر سے مدینہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور مکہ معظمہ کے حالات معلوم کرتے رہے اور منتظر تھے کہ کب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر کا رخ فرمائیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترپن سال کی عمر میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ راستہ میں ہی زیارت کے لیے حاضر ہونا شروع ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھ دیکھ کر لوگ گرویدہ اسلام ہو گئے اور جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے مدینہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ نہیں کی جب مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سال ہو گئے تو مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کی تیاری کی۔ چنانچہ مقام بدر میں جو مدینہ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ لڑائی کی۔ اس میں کفار نو سو پچاس اور مسلمان صرف تین سو چودہ تھے مسلمانوں کو کامیابی اور فتح حاصل ہوئی غرض یہ کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تیئس لڑائیاں ہوئیں اور ہر مرتبہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح ہوتی رہی اور کفار مکہ وغیرہ مسلمان ہوتے رہے۔

مدینہ منورہ کی عظمت:

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ وہ مقامات متبرکہ جو کہ وحی اور نزول قرآن مجید اور فرقان حمید سے آباد رہے ہیں اور جن میں جبرائیلؑ اور میکائیلؑ نے آمد و رفت رکھی ہے۔ اور جن سے فرشتے اور ارواح طیبہ آسمان کو چڑھے اور جن کے میدان رب جلیل کی تسبیح و تقدیس سے گونجے ہیں۔ اور جس سرزمین کی خاک پاک سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو مشتمل ہے اور جس مقام سے عالم میں دین الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پھیلی ہے۔ اور جو آیات الٰہی اور عبادات کی درس گاہ بنی ہے اور فضائل و حسنات کے مشہد اور براہین و معجزات نبوی کے مستقر اور مسلمانوں کے مناسک اور سید المرسلین، شفیع المذنبین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکن رہی ہے۔ اور جس جگہ سے چشمہ نبوت جاری اور اس کا دریا موجزن ہوا ہے۔ اور جہاں کہ رسالت نازل ہوئی اور جس سرزمین کی مٹی کو سیدنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اس جگہ کے لیے مناسب ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم و توقیر کی جائے اور اس مقام مقدس کی ہوائیں سونگھی جائیں اور اس کے در و دیوار کو بوسہ دیا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بارے میں فرمایا جس نے مدینہ منورہ میں کوئی نئی بات نکالی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر خدا کی اور اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول کیا جائے گا۔ اور نہ اس کی کوئی نفل اور امام مالک نے اس شخص کی نسبت تیس درے مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس نے یہ کہا تھا کہ مدینہ منورہ کی مٹی خراب ہے اور فرمایا تھا کہ یہ تو اس لائق تھا کہ اس کی گردن ماردی جاتی ایسی سرزمین کے متعلق جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ خراب ہے۔

ابو الفضل جوہری مدینہ منورہ کی زیارت کو حاضر ہوئے اور مکانات مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سواری سے اتر پڑے اور روتے ہوئے شوق میں اشعار پڑھتے ہوئے پاپیادہ آگے چلے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک طویل خواب میں دیکھا تھا کہ آسمان سے ایک چاند مکہ میں اترا جس کی وجہ سے سارا مکہ روشن ہو گیا اور پھر وہ چاند آسمان کی طرف چڑھا اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں جا کر اترا۔ جس سے سارا مدینہ روشن ہو گیا۔ اور پھر اس خواب کے آخر میں ہے کہ پھر وہ چاند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گیا اور ان کے گھر کی زمین شق ہو گئی جس میں وہ چاند پوشیدہ ہو گیا اس خواب کی تعبیر اللہ تعالیٰ نے علی روس الاشہاد دکھلا دی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مدینہ منورہ کو فضیلت و عظمت کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو غنی ہو جاؤ گے اور سفر کرو تندرست ہو جاؤ گے۔ (تلخیص)

شرف حاصل ہوگیا۔اور سب بستیوں کو کھا لینے سے اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ منورہ کو اتنی فضیلت حاصل ہے اور تمام بستیوں کی فضیلتیں اس کے سامنے کالعدم ہیں۔ چنانچہ توراۃ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے مسکین شہر میں تیری چھتوں کو ساری بستیوں کی چھتوں سے بلند کروں گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مدینہ منورہ کی دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اسے میں حرم قرار دیتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ اس کے خاردار درخت کاٹے جائیں یا اسمیں شکار کھیلا جائے۔ امام مسلم نے اس روایت کو مختلف طریق سے نقل کیا ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا گیا ہے۔ کہ مدینہ منورہ جبل عیر اور ثور کے درمیان حرم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قبر کھود رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ اس سیاہ آدمی کی قبر کھود رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی موت اس کی مٹی کی طرف لے آئی۔

ابو اسید رضی اللہ عنہ نے کوفہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے کوفہ والو! تم جانتے ہو کہ یہ حدیث میں نے تمہارے سامنے کیوں بیان کی ہے اس لیے (تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے) کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق تربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (جمع الفوائد)

ابن سیرین قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مدینہ منورہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مدفن ہے یہ خصوصیت مدینہ کے علاوہ کسی اور مقام کو حاصل نہیں۔

لا طیب یعدل تر ابا صنم اعظمه

طوبی لمنتشق منه و ملتشم

نیز مدینہ منورہ میں وہ افضل ترین شہداء آرام فرما رہے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قربان کر دیا تھا۔ اور مدینہ منورہ خود ان کے کارناموں پر گواہ ہے اور منبر مبارک اور حجرہ مبارکہ کے درمیانی حصہ کو رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کے ساتھ نوازا جانا اور منبر پاک کا حوض کوثر پر ہونا اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے پر اس قدر ثواب عطاء ہونا اور پھر اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھنے پر دوزخ سے برات لکھی جانا اور مسجد نبوی میں باوضو نماز کے ارادہ سے حاضری دینے پر ایک حج کے برابر ثواب اور مسجد قبا کی حاضری کو ایک عمرہ کے برابر قرار دینا اور مدینہ میں ایک رمضان المبارک ہزار رمضان اور ایک جمعہ ہزار جمعوں کے برابر ہونا اور اسی طرح تمام اعمال پر ثواب کا زائد عطا ہونا یہ تمام چیزیں فضائل و خصوصیات ہی ہیں۔ گو ان میں سے بعض خصوصیات میں مکہ مکرمہ بھی شریک ہے۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو کیوں نہ پسند کروں کیونکہ مدینہ میں کوئی راستہ ایسا نہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ چلے ہوں اور کوئی ایسی ساعت نہیں کہ جس میں جبرائیل امین نے نزول نہ فرمایا ہو۔

اور مدینہ منورہ میں پاکیزہ ہواؤں کا چلنا اور خوشبو کا مہکنا اور اس کی زندگی کا پاکیزہ زندگی ہونا اور جو شخص مدینہ منورہ کی مٹی میں عیب نکالے اسے سزا کا ملنا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی عجوہ کھجور جنت سے ہے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ جنت کی زمین پر مشتمل ہے اور ارض جنت میں سے مدینہ منورہ کا کچھ حصہ ضرور ہے اور جنت کے پانی اور پھلوں کو شامل ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ منورہ سے افضل ہے مگر مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جو جسم اطہر کے ساتھ متصل ہے۔ وہ کلی طور پر افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش و کرسی سب سے افضل ہے کیونکہ اللہ رب العزت تو مکان سے بے نیاز ہے اور زمین کے اس حصہ پر جسد اطہر موجود ہے۔

اور امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے کیونکہ ہر ایک شہر تلوار سے فتح ہوا مگر مدینہ طیبہ قرآن سے فتح ہوا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مدینہ منورہ میں اس قدر طویل ہے کہ ہجرت سے لے کر قیامت تک اسی شہر میں قیام ہے اور شیخ خفاء جی شرح شفاء میں فرماتے ہیں کہ جب قبر شریف تمام مقامات میں سے افضل ہے تو یہ بات ضروری ہونی چاہئے کہ مدینہ منورہ بغیر کسی اختلاف کے مکہ مکرمہ سے افضل ہو۔ کیونکہ بقعہ مبارکہ مدینہ منورہ ہی میں ہے۔ غرضیکہ روضہ اطہر کی افضلیت میں کسی کا اختلاف نہیں۔ وہ باجماع امت کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ اور ایسے ہی کعبۃ اللہ روضہ اطہر کے علاوہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

نیز بزار نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فُتِحَتِ الْبِلَادُ بِالسَّيْفِ وَ فُتِحَتِ الْمَدِينَةُ بِالْقُرْآنِ

کہ تمام شہر تلوار کے ذریعہ سے فتح کئے گئے ہیں اور مدینہ منورہ قرآن کے ذریعہ سے۔

یعنی تمام بلاد و اقطار بذریعہ جہاد فتح کئے گئے ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔ بلکہ اس مقام پر عرف مدینہ کی ایک نمایاں شان کا بیان کرنا مقصود ہے۔ اور بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَارِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج (کا مزہ تو) شادی سے پہلے (ہی) ہے۔ (الکنز)

کہ ایمان مدینہ کی طرف سے ایسا کھنچ کر آتا ہے جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف کھنچ آتا ہے۔

ارشاد فرمایا جس شخص کی مدینہ میں اصل ہو وہ اسے لازم پکڑے اور جس کی کوئی اصل نہ ہو تو وہ بھی مدینہ میں اپنی اصل بنائے اس لئے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ جس کی مدینہ میں کوئی اصل نہیں ہوگی وہ ایسا ہوگا جیسا کہ مدینہ سے خارج ہے اور اس سے اعراض کرنے والا ہے۔ (کبیر)

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خوابوں میں بیان کرتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دیکھے تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ عورت پراگندہ بال والی دیکھی کہ وہ مدینہ منورہ سے نکل کر مقام مہیعہ میں اتر گئی ہے میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ مدینہ منورہ کی وباء مقام مہیعہ یعنی جحفہ میں اتر گئی۔

سکونت مدینہ کی ترغیب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ یمن فتح ہوگا بعض لوگ اس کے اس حالات کی تحقیق کریں گے۔ پھر اپنے اہل وعیال کو اور جو لوگ ان کے کہنے میں آجائیں گے ان کو لے کر وہاں چلے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ یہاں کی برکات کو جانتے۔ اور شام فتح ہوگا لوگ وہاں کے حالات کی خبریں سن کر اپنے اہل وعیال کو اور جو ان کے کہنے میں آجائیں گے۔ ان کو لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش یہ جانتے اور عراق فتح ہوگا۔ لوگ وہاں کے حالات معلوم کر کے وہاں اپنے اہل وعیال کو اور جو ان کے کہنے میں آجائیں گے۔ انہیں لے کر وہاں منتقل ہو جائیں گے اور مدینہ ہی ان کے لئے بہتر تھا۔ کاش وہ اسے جانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے باہر ستر لغزشیں مکہ کی ایک لغزش سے بہتر ہیں۔ اسی بناء پر علماء کرام نے مکہ مکرمہ کے قیام کو پسند نہیں فرمایا۔ اس لئے اس کے آداب کی بجا آوری بہت مشکل ہے۔ اور وہاں خطاؤں کا ارتکاب سخت ممنوع ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا موجب ہو جائے

حافظ منذری نے ترغیب وترہیب میں ابو اسید سے روایت نقل کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تھے۔ اور ان کا کفن ایک چھوٹی سی چادر تھی۔ جو بدن پر بھی پوری نہ آتی تھی۔ جب ان سے ان کے چہرے کو ڈھانکا جاتا تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں پر کھینچی جاتی تو چہرہ کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چادر کو منہ پر کرو اور پیروں پر درخت کے پتے ڈال دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ شاداب زمینوں کی طرف نکلیں گے۔ وہاں جا کر کھانے اور پینے کو خوب ملے گا۔ اور کثرت سے سواریاں ملیں گی۔ تو اپنے گھر والوں کو لکھیں گے۔ کہ تم حجاز کی قحط زدہ زمین میں پڑے ہو۔ یہاں آجاؤ۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے کاش وہ اس چیز کو جانتے۔

کہ جو شخص مدینہ منورہ کی مصیبتوں اور سختیوں پر صبر کرے گا۔ تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا شفیع ہوں گا۔

نیز صحیح مسلم ہی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ مولی مہری سے مروی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی لڑائی کے زمانہ میں (جب کہ مدینہ منورہ پر چڑھائی ہو رہی تھی) میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور مدینہ کی سخت گرانی اور اپنے کنبہ کی کثرت کا ذکر کر کے مدینہ سے باہر جانے کا مشورہ کرنے لگا۔ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں کبھی بھی تجھے اس چیز کا مشورہ نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرما رہے تھے کہ نہیں صبر کرتا کوئی شخص مدینہ منورہ کی مشقتوں اور پریشانیوں پر مگر یہ کہ میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں گرانی ہو گئی اور سختی میں اضافہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو اور خوشخبری حاصل کرو۔ اس لئے کہ میں نے تمہارے مد وصاع میں برکت کی دعا کی ہے۔ سو کھاؤ اور متفرق ہو کر مت کھاؤ اس لئے کہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کر جائے گا۔ اور دو کا کھانا وہ چار کو کفایت کر جائے گا اور چار کھانا پانچ اور چھ آدمیوں کو کافی ہو جائے گا۔

اور جو شخص مدینہ والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مجمع الزوائد)

اور حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں مدینہ منورہ کے مصائب پر صبر کرنے کا راز یہ بیان فرماتے ہیں۔

کہ مدینہ کا آباد کرنا دین کے شعار کا بلند کرنا ہے تو یہ ایسا فائدہ ہے جو دین وملت کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعا تو احادیث میں موجود ہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ (رواہ البخاری)

”الٰہ العالمین مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما“۔

ان دونوں دعاؤں کا جمع ہونا بظاہر دشوار تھا کیونکہ مدینہ دارالاسلام تھا۔ اور کفر سے اس قدر پاک ہو گیا تھا کہ شیطان کو بھی مایوسی ہو گئی تھی ایسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج جہاد اور عمرہ نفل۔ (بیہقی)

مقام پر بظاہر شہادت مشکل تھی۔ مگر اللہ رب العزت جس کام کو فرمالیں تو ان کے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہیں چنانچہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بڑے مجمع میں عین نماز کی حالت میں ابولولو کافر کے ہاتھ سے شہادت پائی۔

موطا امام مالک میں یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک قبر کھودی جارہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب تشریف لائے۔ اور قبر کو دیکھ کر کہنے لگے کہ مومن کے لئے یہ کیسی بری جگہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ کیسی بری بات کہی۔ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ مومن کی قبر کو بری جگہ بتادیا۔ حالانکہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ وہ صاحب بولے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا مقصد تو یہ تھا کہ یہاں مرگئے کہیں جا کر اللہ کے راستے میں شہید ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہادت کے برابر تو کوئی چیز ہے نہیں۔ لیکن ساری زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مجھے قبر بنائی جانا پسندیدہ ہو۔ بجز مدینہ منورہ کے یہ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ جس جگہ کی مٹی کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمنا فرمارہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی مٹی ہوسکتی ہے۔ یہ چیز کس خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ.

اور کعب ابن احبار جو توراۃ کے بڑے عالم تھے۔ فرماتے تھے کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جنت البقیع ایک قبہ کی طرح ہے۔ جس پر مستقل فرشتوں کی جماعت مقرر ہے کہ جب وہ پر ہو جائے تو اسے جنت میں الٹ دیں۔

ابن شیبہ نے ابن المکندر رسے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اس بقیعہ قبرستان سے ستر ہزار آدمی (قیامت کے دن) اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح ہوں گے۔ اور وہ داغ نہیں لگواتے تھے اور نہ ہی شگون لیتے تھے اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے تھے۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو ایسا ہے جیسا کہ میری زندگی میں اس نے میری زیارت کی اور جو شخص کہ حرمین (مکہ۔مدینہ) میں سے کسی ایک مقام پر انتقال کر جائے۔ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے آمنین میں سے اٹھائے گا۔

سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں۔ جو شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے۔ کہ مدینہ میں مرے تو اسے وہیں مرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ کوئی شخص مدینہ میں انتقال نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ میں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ مجمع الزوائد ج ۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں سب سے اول میری قبر شق ہوگی۔ میں اس میں سے نکلوں گا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلیں گے پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر میں جنت البقیع جاؤں گا۔ اور وہاں جتنے مدفون ہوں گے ان سب کو اپنے ساتھ لوں گا۔ پھر مکہ مکرمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا۔ اور وہ مکہ مدینہ کے درمیان آ کر مجھے ملیں گے اس روایت کو زرین ابن نجار اور امام ترمذی نے معمولی تفاوت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں اتنی زیادتی اور ہے۔ کہ سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ اس کے بعد اہل مکہ کی اور پھر طائف والوں کی۔

مدینہ منورہ کے قیام سے اعراض:

صحیح مسلم میں سعد رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے۔

لَايَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا
اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَامَنْ هُوَخَيْرٌ مِّنْهُ.

اور جو شخص یہاں کے قیام کو اس سے بد دل ہو کر چھوڑ دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل یہاں بھیج دے گا۔

یہ مضمون بکثرت روایات میں مختلف طریقوں سے گزر چکا ہے یعنی جو شخص مدینہ کے قیام کو اس سے اعراض کر کے اور بد دل ہو کر چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل یہاں تجویز کردے گا۔

اور سائب بن خلاد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں باقی طبرانی کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈرائے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اسے ڈرائے گا اور اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کا نہ کوئی فریضہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی نفل عبادت۔ اور طبرانی ہی نے کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ والوں کو تکلیف پہنچائے اللہ تعالیٰ اسے تکلیف پہنچائے۔

اور اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت بازل ہو اور اس کا نہ کوئی فرض قبول کیا جائے گا نہ کوئی نفل۔

یہ روایت مسلم میں کئی طرق سے مروی ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں مروی ہے کہ جو مدینہ کے رہنے والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا تو اللہ تعالیٰ اس طرح گھلادے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

مسند احمد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک مفصل روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر فرمایا وہ شخص برباد ہو جائے جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے۔ ان کے صاحبزادے نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو گیا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کس طرح ڈراسکتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمارہے تھے کہ جو شخص مدینہ والوں کو ڈراتا ہے وہ اس چیز کو ڈراتا ہے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے یعنی میرے دل کو۔

اہل مدینہ کا اکرام

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میری ہجرت کی جگہ اس کی زمین میں میرا مسکن ہے۔ لہٰذا میری امت پر میرے پڑوسیوں کی تعظیم واجب ہے جب تک کہ وہ کبائر کے ارتکاب سے باز رہیں اور جس شخص نے ایسا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اسے طینۃ الخبال پلائے گا۔ ہم نے عرض کیا اے ابو یسار طینۃ الخبال کیا ہے فرمایا اہل دوزخ کا لہو اور پیپ۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص ۳۱)

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، ہی صحیح مسلم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا نقل کرتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا وَصَاعِنَا وَاجْعَلْ مَعَ الْبَرَکَتَیْنِ.

اور صحاح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مروی ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں بیماری بہت پھیلی ہوئی تھی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی بیماری دیکھی تو حق تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ الٰہ العلمین مدینہ منورہ کی محبت ہمارے دل میں مکہ کی محبت کی طرح یا اس سے بھی زائد پیدا کر دے اور اس کی آب و ہوا کو درست کر دے اور ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور اسکی بیماری کو جحفہ میں منتقل کر دے اور صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں یہ روایت اور تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

مدینہ طیبہ کی مٹی اور اس کی کھجور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے لیے فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمَنَا.

اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض آدمیوں کے لب کے ساتھ مل کر ہمارے بیمار کو شفا دیتی ہے۔

اس روایت کو امام بخاریؒ نے ذکر کیا اور مسلم اور ابو داؤد میں اس کے ہم معنی روایت موجود ہے اور صحیح مسلم میں موجود ہے کہ جب کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے یا اس کے کوئی زخم وغیرہ ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو لب لگا کر زمین پر لگاتے تا کہ اسے مٹی لگ جائے۔ اور یہ دعا پڑھتے اور پھر اسے اس جگہ لگا دیتے جو ماؤف ہے۔

اور ابن زبالہ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے زخم پر چٹائی کا ٹکڑا رکھا اور پھر اپنی شہادت کی انگلی کو لب مبارک لگانے کے بعد مٹی پر رکھا اور فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ رِیْقُ بَعْضِنَا بِتُرْبَۃِ اَرْضِنَا یَشْفِیْ سَقِیْمَنَا.

اس کے بعد اپنی انگلی زخم پر رکھی۔ یہ رکھتے ہی زخم کا نام و نشان نہ رہا۔

مدینہ منورہ کی طاعون اور دجال سے حفاظت

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں۔

عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ مَلَائِکَۃٌ لَا یَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ.

مدینہ منورہ کی گھاٹیوں پر فرشتے متعین ہیں اس لئے مدینہ منورہ میں نہ طاعون آئے گا نہ دجال۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کبھی بھی طاعون نہیں آیا اور مدینہ منورہ کے متعلق کسی نے ذکر نہیں کیا کہ وہاں طاعون آیا ہو اور یہ صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے۔

اور ابی زبالہ نے سیفی بن ابی عامر سے اس روایت کو مختصراً ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی مٹی مومنہ ہے اور یہ کوڑھ کے لیے شفا ہے۔ اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کا غبار کوڑھ کو بجھا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دجال آئے گا اور اس پر یہ چیز حرام ہے کہ وہ مدینہ کے دروازوں میں داخل ہو جائے۔ کسی شور زمین میں جو مدینے کے قریب ہے اترے گا تو اس دن اس کے پاس ایک شخص جو لوگوں میں سب سے زائد نیک ہوگا۔ جائے گا اور کہے گا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی ہے اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔

اور معمر ابو حاتم کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہیں اور امام احمد اور طبرانی نے اوسط میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین حرہ کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلے پر چڑھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کی زمین بہت ہی عمدہ ہے جب دجال نکلے گا تو اس کے راستوں میں سے ہر ایک راستہ پر فرشتہ متعین ہوگا جب یہ صورت پیش آئے گی تو مدینہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے مدینہ میں

کوئی منافق مرد اور عورت باقی نہیں رہے گی۔ اور سب دجال کے پاس نکل آئیں گے۔ جن میں زائد تعداد عورتوں کی ہوگی اور یہ یوم التخلیص ہے۔ اس دن مدینہ برے لوگوں کو اس طرح دور کردے گا جیسا کہ بھٹی لوہے کے میل کو صاف کردیتی ہے اور دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔

جبل اُحد اور وادیٔ عقیق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اُحُدًا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ :

کہ احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح مسلم میں دوسری روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔

نیز ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ احد پہاڑ ارکان جنت میں سے ایک رکن ہے۔

داؤد بن حسین سے مرفوعاً مروی ہے کہ احد پہاڑ ارکان جنت میں سے ایک رکن ہے اور عیر پہاڑ دوزخ کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔

جنت کی چیزیں دنیا میں

امام طبرانیؒ نے کبیر میں عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں اور چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار لڑائیاں جنت کی لڑائیوں میں سے ہیں عرض کیا گیا کہ پہاڑ کون سے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ احد پہاڑ جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اور طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اور لبنان جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے اور چار نہریں نیل، فرات، سیمان، اور جیمان ہیں۔ اور لڑائیاں بدر، احد، خندق، اور حنین ہیں۔

اور اسحاق بن عیسیٰ بن طمعہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ احد قان قدس اور رضوی یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔

اور ابن شیبہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے جب اللہ رب العزت نے پہاڑوں کے لیے تجلی فرمائی تو اس کی عظمت کے جلال سے چھ پہاڑ اڑ گئے چنانچہ تین مدینہ میں اور تین مکہ مکرمہ میں آ کر گرے۔ مدینہ منورہ میں احد ورقان رضوی اور مکہ مکرمہ میں حرا، شبیر، اور ثور آ کر گرے۔

میرا مقصود اس وقت صرف احد پہاڑ کی فضیلت بیان کرنا ہے اور احد پہاڑ سے محبت کرنے کا کیا مقصد ہے۔ یہ واضح کرنا ہے۔ کیوں کہ روایت بالا سے احد پہاڑ کی فضیلت واضح ہوگئی ہے اور احد پہاڑ مدینہ منورہ کا پہاڑ ہے جو تقریباً مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے تو یہ اس پہاڑ کی فضیلت بھی حقیقتاً مدینہ منورہ کی ہی فضیلت ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اور پہاڑ حرکت میں آگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد پہاڑ ٹھہر جا۔ اس لیے کہ تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ عنہ اور دو شہید موجود ہیں۔

نیز صحیح مسلم ہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت بیمار ہوگئی اور پھر کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عطا فرمادے گا میں بیت الم اللہ دس میں جا کر نماز پڑھوں گی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اچھی ہوگئی۔ اس نے جانے کی تیاری کی اور ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوگئی سلام کرنے کے بعد اصل واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بیٹھ جا اور جو کچھ تو نے کھانا تیار کر رکھا ہے۔ وہ کھا لے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ لے کیونکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا فرما رہے تھے کہ اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا کعبہ کے علاوہ اور مساجد سے ہزاروں نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کے استدلال کی دوسری روایت سے تائید ہوتی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مکہ کو فتح کردے گا تو بیت المقدس جا کر نمازیں پڑھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی مسجد میں پڑھ لے۔

مسجد حرام واقصیٰ ونبویؐ میں نماز کا اجر:

اکثر احادیث میں یہ مضمون مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور بہت سی احادیث سے یہ چیز ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد اقصیٰ سے زائد ہے لیکن اس روایت میں دونوں کا ثواب برابر بیان کیا گیا ہے اسی لیے علمائے کرام نے یہ توجیہہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب اس سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے یعنی جامع مسجد کا ثواب محلہ کی مسجد سے پانچ سو گنا زائد ہے۔ تو اس کے مطابق جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچ سو اور مسجد اقصیٰ کا بتیس کروڑ پچاس لاکھ اور مسجد نبوی کا تین نیل بارہ کھرب اور پچاس ارب ہے اور مسجد حرام کا اکتیس سنکھ پچیس پدم ہوا۔ اس صورت میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا ثواب مسجد اقصیٰ سے بہت زائد ہوگیا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا بیت المقدس میں نماز پڑھنا افضل ہے یا مسجد نبوی میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد نبوی میں بیت المقدس میں نماز پڑھنے سے چار گناہ افضل ہے۔ (بیہقی)

اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک مفصل روایت میں اس وادی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ تم نے مجھے بیدار کر دیا اور مجھے وادی مبارک میں خواب دکھایا جا رہا تھا۔ زکریا بن ابراہیم بن مطیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخصوں نے وادی عقیق میں رات گذاری پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کہاں رات گذاری انہوں نے کہا عقیق میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے وادی مبارک میں رات گذاری ہے۔

نیز حافظ عراقی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس وادی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ یہ ہم سے محبت رکھتی ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی موطا امام مالک میں اسی طرح روایت مروی ہے۔ باقی اس میں اتنی زیادتی ہے۔ کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

ابو یعلی امام احمد اور مزار نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ میرے گھر میرے منبر تک چمن ہائے جنت میں سے ایک چمن ہے اور میرا حوض جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے

اور مسند احمد میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مروی ہے کہ میرا منبر جنت کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ پر ہے۔

ابو العلاء انصاری رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے یہ دونوں قدم جنت کے باغوں میں سے ایک بلند باغ پر ہیں۔

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ.

(رواہ البزار والدار قطنی وابن خزیمہ وصحہ جماعت)

جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بزار کی دوسری روایت میں یہی مضمون مروی ہے باقی اس میں ہے کہ میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

اور امام طبرانی نے کبیر اوسط میں اور امام دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میری زیارت کے لیے آئے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی نیت نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگیا کہ میں اس کی سفارش کروں۔ اس روایت کی ابن السکن اور علامہ سبکی نے تصحیح کی ہے۔

اور امام بیہقی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ جو شخص ارادہ کر کے میری زیارت کرے وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔ اور جو شخص مدینہ میں قیام کرے اور تکلیف اور سختی پر صبر کرے میں اس کے لیے قیامت میں گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ اور جو مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں مرجائے گا۔ وہ قیامت میں امن والوں میں اٹھے گا۔

چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے حج کیا اور پھر میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(رواہ ابن عدی فی الکامل بحوالہ وفاء الوفاء)

ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت پر جس قدر احسان ہیں۔ ان کے اعتبار سے وسعت کے بعد حاضری نصیب نہ ہونا سراسر ظلم ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے قبر شریف کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ کا سفر فرمایا کرتے تھے۔ بیت المقدس کہ فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ مجھے یہاں قیام کی اجازت دیدی جائے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہیں قیام فرمالیا۔ اس کے بعد ایک دن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ: یہ کیا جفا ہے کیا میری زیارت کرنے کا وقت نہیں آتا۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو نہایت غمگین خوفزدہ اور پریشان تھے فوراً اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور روتے ہوئے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

اس اعرابی کی حکایت تو میں آپ کو نقل ہی کر چکا۔ مگر اس مقام پر اس اعرابی نے روضہ اطہر پر آ کر جو شعر پڑھے تھے ان کو بھی لکھ دیتا ہوں۔

یا خیر من دفنت باالقاع اعظمه

فطاب من طیبهن القاع و الاکم

اے بہترین ذات ان سب لوگوں میں جن کی ہڈیاں ہموار زمین میں دفن کی گئیں کہ ان کی وجہ سے زمین اور ٹیلوں میں بھی عمدگی ہے۔

جہاد کی مشروعیت

س: جہاد کا حکم کیوں ہوا اس سے تو اسلام بزور تلوار پھیلانا معلوم ہوتا ہے؟

ج: اسلام میں اسلام قبول کرنے کے لیے نہایت آزادی دی گئی ہے کسی پر زور نہیں ڈالا گیا بانگ دہل اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ارشاد فرمایا: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ. دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

وَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ. جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے کافر رہے پھر بھلا اس قدر صاف حکم کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا کس قدر ظلم کی بات ہے اور سراسر اسلام پر تہمت ہے رہی یہ بات کہ پھر جہاد کا کیوں حکم ہوا اس کی کئی وجوہ

ہیں۔ محافظت مدافعت اصلاح عوام تذلل باغیان ہر عاقل و شجاع حتی الامکان مظالم غیر سہارتا ہے لسانی اور سنانی تلوار بندوق کسی طرح سے حملہ آور نہیں ہوتا۔ خاموش زندگی حلیمانہ گزارتا ہے جب زائد حملے دشمنوں کے دیکھتا ہے تو حکیمانہ و مدبرانہ طرز اختیار کرتا ہے اس پر بھی دشمن باز نہ آئے تو ناصحانہ و خیر خواہانہ فہمائش سے کام لیتا ہے اس کے بعد بھی اگر دشمن کی دشمنی خفیف ہوئی نہ ختم تب جارحانہ طریق عمل اپنی محافظت کے لیے عمل میں لاتا ہے اور اگر دشمن کا فساد عام ہے تو قیام امن کے لیے شمشیر زنی کر کے چند افراد کو موت کے گھاٹ اتار کر امن عام قائم کرتا ہے اور سب کو سکھ کی نیند سلاتا ہے وہ محافظت شخصی تھی۔ تو یہ محافظت عام ہے۔ جس طرح ڈاکٹر حتی الامکان اولاً کسی سفوف سے زخم کو مندمل کرنے کی فکر کرتا ہے اس سے کام نہ چلے تو مرہم سے ورنہ بڑھتا ہوا زخم اور پورے جسم پر حملہ کرنے والا بدنی گلاؤ لائق آپریشن ہی ہوا کرتا ہے اور ماہر ڈاکٹر تمام اعضاء کو باقی رکھنے کے لیے ایک عضو کو الگ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں جو صرف مرہم لگانا جانتا ہے مگر گلے سڑے اعضا کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔

ٹھیک ہے اسی طرح جب کہ مخالفین اسلام نے تیرہ سالہ مکہ کی زندگی کو مسلمانانِ مکہ اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت پریشان کن واقعات اور ظالمانہ برتاؤ جانی و مالی عزت آبرو ہر قسم کے صدمات اور نقصانات میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، کتے چھوڑے گئے، پتھر برسائے گئے، کانٹے بچھائے گئے۔ اونٹ کی اوجھڑی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر عین سجدے کی حالت میں رکھی گئی۔ تین سال تک مع متعلقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محصور رکھا گیا۔ مکمل مقاطعہ کیا گیا۔ مسلمان غلام صحابہ کو نہایت بے دردی سے عربستان جیسی تپتی ہوئی زمین پر لٹایا جاتا چاروں طرف زمین دہکائی جاتی اس پر بس نہ تھا بلکہ اوپر سے سینے پر پتھر رکھ کر کھینچا جاتا لوہے کی زنجیروں سے مارا جاتا باوجود ان تمام تر مصائب کے بجز تحمل و بردباری کے کوئی جواب نہ تھا۔ حتی کہ گھر سے بے گھر ہونا منظور ہوا۔ جب مظالم کی حد نہ رہی کفار آئے دن طرح طرح بے چین کرنے لگے کفر کے زہریلے اثر شرک کے فاسد زخم بڑھانے میں کوشاں اور تندرست اعضاء اور صلاحیت والے قلوب کو کفر و شرک کی طرف کھینچنے میں برابر ساعی رہے جو کہ فساد عام تھے اور کسی طرح صلاح پر نہ آئے تو رحمت خداوندی نے اس کو دفع کرنے اور محافظت عالم کے لیے مثل آپریشن جہاد کا حکم نازل فرمایا اور یہ بھی صرف ان ہی کے لیے جو اسلام مٹانے کی انتھک کوشش کرنے میں برسر پیکار رہتے۔ ان کے متعلقین عورتیں بچے اور وہ بوڑھے اور مذہبی علماء جو لڑائی میں حصہ نہ لیتے وہ مامون تھے ان پر مسلمان تلوار نہ اٹھاتے یہ ہے حقیقت جہاد کی اور یہی ہے جارحانہ مدافعانہ محافظانہ غزوات کا مقصد نیز ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ تیرہ سالہ زندگی مکہ کی جس میں بجز غربت و مسکنت ناداری و کمزوری کچھ نہ تھا۔ ہادیٔ اسلام میں ظاہری شان شوکت، ریاست و سلطنت، فوج و سپاہ نہ ہونے کے باوجود جو ہزاروں اشخاص مسلمان ہوئے ان پر کس نے تلوار اٹھائی۔ کیا طمع دلائی گئی؟ آخر ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، وعلی رضی اللہ عنہ سے کون لڑا تھا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، اور ان کے قبیلے کو کس نے مجبور کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ نصاریٰ نجران اور ضماد ازدی و طفیل بن عمرو اوسی اور ان کے قبیلہ پر کس نے تلوار چلائی؟ قبیلہ بنی عبدالاشہل کو کس نے مجبور کیا؟ تمام انصار مدینہ پر کس نے زور ڈالا کہ اسلام قبول کر لیا اور عجیب بات یہ ہے کہ مسلمان ہوتے ہی اپنے یہاں دعوت دے کر تمام ذمہ داری اپنے سر لی۔ جان و مال گھر سب آپ پر قربان کر دیا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ مع ستر آدمیوں کے مسلمان ہوئے۔ وہاں کیا زور تھا ابو ہند، تمیم، اور نعیم وغیرہ پر کس نے تلوار چلائی تھی جو ملک شام سے سفر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے نجاشی بادشاہ حبشہ پر کس نے زبردستی کی تھی جو باوجود حکومت و سلطنت کے قبل ہجرت دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے کیا یہ قابل انکار واقعات ہیں جس سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام بزور شمشیر چمکا اور اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج ہے وہ اپنی اشاعت میں تلوار کا ہرگز محتاج نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد یاد آیا فرماتے ہیں کہ:

نَحْنُ قَوْمٌ اَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ

ہم ایسی قوم ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت دی نظر انصاف سے نظر کرنے والے انصاف کر سکتے ہیں لیکن اپنے عیبوں کی نہ کچھ پرواہ ہے غلط الزام بس اوروں پر لگا رکھا ہے۔

یہی فرماتے ہیں تیغ سے پھیلا اسلام
یہ نہ ارشاد ہو اتو آپ سے کیا پھیلا ہے

ذرا یورپ کی تاریخ سامنے رکھیں بالخصوص اندلس کے حالات تو ان کی تہذیب و تمدن کی قلعی کھل جائے۔ خود مورخین یورپ کے اقرار و بیان کے موافق نویں صدی ۹۰۰ عیسوی سے سترہویں ۱۷۰۰ صدی عیسوی تک قتل و غارت گری اور طرح طرح کے مصائب ڈال کر مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف مجبور کیا گیا۔ سینکڑوں بندگان خدا کو جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ ہزاروں کو قتل کیا گیا۔ سینکڑوں کو قید کر کے ان کے سامنے ان کے بچوں کو ذبح کیا گیا۔ لاکھوں مسلمان اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ غرناطہ کے میدان میں مسلمانوں کی اسی ہزار قلمی نادر و نایاب کتابوں کا بینظیر ذخیرہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا۔ سولھویں صدی میں ملک فہلیب نے اپنی قلمرو میں عربی زبان کا ایک جملہ بولنے کو جرم قرار دے دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے خدا کا بڑا وفد ہیں۔ (بیہقی)

مسلمانوں کے آثار کو ایک ایک کر کے مٹایا قرطبہ کی یکتائے روزگار بے نظیر جامع مسجد میں متعدد گرجا بنائے قصر حمراء اور رہزا (زہرا) جو عالم میں بے نظیر اور بارہ ہزار برجوں پر مشتمل اور اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی صداؤں سے گونجنے والے تھے۔ ان میں صلیب قائم کی گئیں اور گرجے بنائے گئے۔ جو آج تک قائم ہیں ان حالات کی قدر قلیل کوئی مثال بھی جہاد میں ہوئی حیف صد حیف، دن دہاڑے آفتاب پر غبار ڈالنا ہے۔ یہ کہہ کر اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور اسلام میں بجز مسلمان کرنا اور لوٹ مار کر اپنی معاش مہیا کرنا ہے اسلام نے کفر پر قائم رہتے ہوئے لوگوں کی وہی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کی جس طرح ایک مسلمان کی حفاظت کی جاتی ہے حتیٰ کہ عین مقابلہ کے وقت ان لوگوں کو بھی بچایا جاتا تھا جنکی حسین معاشرت، حسن اخلاق کی خبریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتی رہتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بنی مدلج پر حملہ کرنے سے اس لئے منع کر دیا کہ وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ الغرض مدافعانہ اور جارحانہ جہاد کا مقصد صرف مکارم اخلاق کی اشاعت اور اسلام کا تحفظ کفر و نفاق کے زہریلے اثر پھیلتے ہوؤں کا دفعیہ ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ ڈاکٹر اپنے فن کا ماہر نہیں ہوسکتا جو صرف مرہم لگانا جانتا ہو مگر سڑے ہوئے فاسد اعضاء کا آپریشن کرنا نہیں جانتا۔ اسی طرح وہ مذہب بھی کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو اور وہ سیاست مکمل نہیں جس میں کفر و شرک کے باغیانہ طرز کے لئے زہر ہلاہل کا تریاق تلوار نہ ہو وہ مذہب کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو اور وہ سیاست نہیں جو مذہب کے ماتحت نہیں۔

غزوات کا بیان

س: غزوہ کسے کہتے ہیں؟

ج: غزوہ اسے کہتے ہیں کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو۔

س: غزوات کی مجموعی تعداد کتنی ہے؟

ج: مجموعی تعداد تیئس ہے جن میں سے نو میں جنگ کی نوبت آئی باقی میں نہیں۔

س: ان کے نام بھی بتادیجئے تاکہ معلومات میں اضافہ ہو؟

ج: ان کے نام یہ ہیں غزوہ بدر، غزوہ ابواء، غزوہ بواط، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، غزوہ غطفان، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد، غزوہ بنی نضیر، غزوہ بدر صغریٰ، غزوہ ذات الرقاع، غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ بنی المصطلق، غزوہ خندق، غزوہ بنو لحیان، غزوہ غابہ، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ۔ غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک۔

س: چند غزوات کا حال بیان کیجئے؟

ج: منجملہ غزوات کے ایک غزوہ بدر ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

غزوہ بدر ۲ھ

بدر ایک مقام کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ غزوہ غزوات اسلام میں سب سے بڑا غزوہ ہے۔ اس لئے اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر و شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام کو بلا ظاہری اور مادی اسباب کے محض غیب سے قوت حاصل ہوئی اور کفر و شرک کے سر پر ایسی کاری ضرب لگی کہ کفر کے دماغ کے ہڈی چور چور ہوگئی۔ میدان بدر جس کا شاہد عدل اب تک موجود ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دن کو قرآن پاک میں یوم الفرقان فرمایا ہے یعنی حق و باطل میں فرق و امتیاز کا دن بلکہ یہ مہینہ ہی فرقان کا تھا۔ یعنی رمضان المبارک کا جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرما کر حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کا فرق واضح فرمایا۔ اور پھر اسی مہینہ میں روزے فرض کئے تاکہ محبین و مخلصین اور فاسقین کا امتحان فرمائے کہ کون اس کا محبّ صادق ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس کی محبت میں بھوک پیاس وغیرہ کے شدائد برداشت کرتا ہے اور کون محبّ کاذب ہے کہ اپنے پیٹ اور جبڑوں کا زرخرید غلام ہے۔

آغاز قصہ:

س: غزوہ بدر کا آغاز کیسے ہوا؟

ج: صورت اس کی یہ ہوئی کہ کفار مکہ اپنے سرمایہ داری کے بل بوتے پر مکہ کے مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کرتے اور اسلام کے مٹانے کے در پے رہتے۔ تو سیاسی اصولوں کے موافق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرمایہ داری جو کہ ان کی مایہ ناز شوکت کا سبب بنی ہوئی تھی اس کو ختم کرنا چاہا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ایک تجارتی قافلہ کفار مکہ قریش کا شام سے آرہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع پا کر بارہ رمضان المبارک ۲ھ میں تین سو چودہ صحابہ مہاجر و انصار کو لے کر مدینہ سے باہر چالیس میل کے فاصلہ پر اس قافلہ کی گزرگاہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ مگر ادھر قریشی قافلہ کو معلوم ہوگیا تو ان کا سردار ابوسفیان ان کو دوسرے راستہ سے لے کر چل دیئے اور ایک سوار مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ قریش اپنی جمعیت کو لے کر امداد کو پہنچیں چنانچہ نو سو پچاس نوجوان مکہ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں چل کھڑے ہوئے جن میں سو گھڑسوار اور سات سو اونٹ اور بڑے بڑے سردار متمول لوگ شامل تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانثاری:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اطلاع پا کر صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا صحابہ نے ہر طرح جان و مال سے جان نثاری کا اظہار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر آگے بڑھنے کا حکم فرمایا۔ لشکر اسلام آگے

بڑھا مگر جو جگہ لڑائی کے لئے موزوں اور بہتر تھی اس پر قریش کا لشکر پہلے سے قابض ہو چکا تھا کہ پانی کے مواقع اور پاؤں جمنے کی صورت اسی طرف تھی۔ لیکن رحمت کے صدقہ کہ ایسی بارش ہوئی کہ مسلمانوں کی طرف بارش ہو کر پانی کا سامان ہو گیا اور ریت جم کر پاؤں جمنے کا سامان بھی ہو گیا۔ مشکیزے پانی سے بھرے گئے۔ حوض بنا کر پانی جمع کر لیا اور ادھر اس بارش نے کفار کی زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دیا کہ چلنا مشکل ہو گیا۔ بہرحال اول اول تو ایک کا مقابلہ ہوا کہ ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ مقابلے کے لئے نکل آئے ادھر سے تین کافر نکلے وہ تینوں کافر قتل ہو گئے۔ مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مبارک پر جام شہادت پیا۔ سبحان اللہ کیا خوب شہادت عطاء ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتر کر دفن کیا۔ یہ امتیازی فضیلت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حصہ تھا۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سر رکھ کر نصرت وفتح کی دعا میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطمئن کر دیا گیا اور حضرت معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما دونوں بھائیوں نے ابو جہل کو موت کے گھاٹ اتار دیا ادھر ایک مٹھی بھر کنکری کا معجزہ کہ لشکر دشمن تک کنکریاں پہنچیں۔ اور ملائکہ سے امداد الٰہی ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف، عتبہ مارے گئے باقی بھاگ پڑے ان کا پیچھا کیا گیا بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح ستر مقتول اور ستر گرفتار ہوئے اور ادھر مسلمانوں میں سے صرف چودہ مسلمان شہید ہوئے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔

اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک

س: جو کفار گرفتار ہوئے ان کے ساتھ مسلمانوں نے کیا سلوک کیا؟

ج: جناب اسلام نے حتی الامکان سب کے ساتھ مروت اور نیک سلوک کا معاملہ کرنے کو فرمایا۔ چنانچہ ان دشمنان اسلام کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا کہ دوسری قوموں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ جس وقت اسیران جنگ مشرکین مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ میں تقسیم کر دیئے اور حکم فرمایا کہ ان کو آرام سے رکھا جائے چنانچہ صحابہ کرام کے برتاؤ کا یہ حال تھا کہ صحابہ ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ فدیہ بھی قلیل یعنی چار ہزار درہم فدیہ مقرر کیا گیا۔ مساوات اس درجہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی جو اس وقت مسلمان نہ تھے ان سے بھی یہی معاملہ کیا گیا۔ حالانکہ انصار نے خدمت نبوی میں عرض بھی کیا کہ معاف فرمایا جاوے مگر اسلامی مساوات میں بحق جرم عزیز وقریب، دوست ودشمن سب برابر ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی گرفتار ہو کر آئے تھے اور فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے مگر یہ فدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کا ہار تھا جس کو نکاح میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا۔ صحابہ نے اس ہار کو واپس کر دیا پھر ابو العاص بھی بعد کو بخوشی مکہ معظمہ سے شرکاء کا حساب بیباک کر کے حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

بدر کے قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوا دیئے۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد لمبا تھا کسی کا کرتہ جسم پر نہ آیا تو عبداللہ بن ابی نے اپنا کپڑا دے دیا۔ چونکہ عبداللہ مسلمان نہ تھا بڑا منافق تھا اس کا احسان بار معلوم ہوا اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بدل کیا کہ اپنا کرتہ عبداللہ بن ابی کے کفن میں عنایت فرما دیا۔

س: یہ فدیہ ہر شخص سے لینا تو سخت حکم معلوم ہوتا ہے غریب آدمی کے لئے بھاری مصیبت ہے؟

ج: آپ نے سوال میں جلدی کی۔ متکلم کا کلام پورا ہونے پر سوال کرنا چاہیے ابھی اس کا کچھ حصہ باقی ہے وہ یہ کہ ان اسیروں میں سے جو غریب تھے ان سے فدیہ نہ لیا گیا بلکہ ان میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان سے کہا گیا کہ تم دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ تمہارا یہی فدیہ ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جو وحی کے کاتب رہے انہوں نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ اب سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ کس قدر مروت وانصاف کے ساتھ فدیہ کا حکم دیا گیا کہ جو زیادہ مالدار تھے ان سے چار ہزار درہم سے زیادہ بھی لیا گیا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ لیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بعد میں اسلام لے آئے تھے۔

س: کیا اس سال کوئی حکم بھی نازل ہوا؟

ج: عید الفطر، روزے، صدقہ، زکوٰۃ، عید الاضحیٰ، قربانی اسی سال فرض ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی وفات بھی اسی سال ہوئی اور اس طرح کہ آپ غزوہ میں ہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے وفات پائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگ دفن کر کے ہاتھ جھاڑ رہے تھے۔ اللہ اکبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقلال وضبط۔

غزوہ احد ۳ھ

س: اس غزوہ کا حال بیان کیجئے؟

ج: احد مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہاں ماہ شوال ۳ھ میں جہاد ہوا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ مشرکین

غزوہ بدر میں شکست کھا کر جوش انتقال میں بھرے بیٹھے تھے۔ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور تین ہزار نوجوان پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف چڑھ آئے جن میں تین ہزار اونٹ دو سو گھوڑے سات سو زرہ تھیں حتیٰ کہ مشرکین نے چودہ عورتیں بھی ہمراہ لیں تا کہ اپنے اشعار سے مردوں کو غیرت دلائیں۔ اور بھاگنے پر ملامت کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ایک ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے جن میں عبداللہ بن ابی منافق بھی تھا مگر یہ راستہ ہی سے واپس ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ تین سو آدمی بھی واپس ہو گئے۔ اب تین ہزار کفار کے مقابلے میں صرف سات سو تھے جن میں بعض بچے بھی تھے۔ ان کو واپس ہونے کو کہا تو ایک بچہ رافع بن خدیج پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے یہ شوق دیکھ کر وہ داخل کر لئے گئے۔ یہ دیکھ کر دوسرا بچہ سمرہ بن جندب۔ نے کہا یا رسول اللہ میں تو اس کو پچھاڑ دیتا ہوں اگر وہ جہاد میں لئے جائیں تو مجھے بھی داخل فرما لیجئے۔ چنانچہ کشتی ہوئی اور کامیاب ہوئے ان کو بھی شریک لشکر کیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس آدمی احد پر پہرے کے لئے مقرر فرما دیئے اور فرمایا کہ یہاں سے نہ ہٹنا۔

لڑائی شروع ہوئی اور دیر تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مسلمان فاتح تھے اور کفار شکست کھا کر بھاگتے ہوئے نظر آئے تو مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آ گئے جن کو عقب کی جانب پہاڑی پر نگرانی کے لئے مقرر فرمایا گیا۔ ان کے امیر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت منع کیا مگر وہ یہ سمجھ کر کہ اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں رہی یہاں سے ہٹ گئے۔ نہ رکے اور یہاں صرف چند صحابہ رہ گئے اس جگہ کا چھوڑنا تھا کہ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ خالد بن ولید جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے انہوں نے موقع کو غنیمت جانا اور پہاڑی کی طرف سے اچانک حملہ کر دیا۔ پہاڑی والے سب شہید ہو گئے بس راستہ صاف ہو گیا۔ اور ایسی لڑائی ہوئی کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے صحابہ میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور چونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گونہ مشابہت رکھتے تھے اس لئے ان کی شہادت سے یہ شہرت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ صحابہ کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن جانباز لوگ اس وقت بھی سرگرم تھے اور نگاہیں برابر قبلہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشتیاق کے ساتھ ڈھونڈ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑ ہی گئی شور ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ بس یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام آپ کی طرف دوڑ پڑے مگر ساتھ ہی کفار بھی اس طرف لپکے اور ادھر ہی سب کا زور ہو گیا حتیٰ کہ کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہوا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ رہے۔ ایک مرتبہ جب کفار نے ہجوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو میری حفاظت کرے گا۔ حضرت زیاد بن سکن مع چار صحابہ حاضر ہوئے اور وہ سب کے سب شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا زخمی ہونا:

ایک کافر عبداللہ صفوف کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر تلوار کا ایک وار کیا جس سے خود کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں گھس گئیں اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا۔ خود کی کڑیاں نکالنے کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑھے مگر ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے قسم دے کر ان کو ہٹایا اور خود وہ کڑیاں دانت سے نکالیں مگر اس کے ساتھ دو دانت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے بھی گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب کے ایک گڑھے میں جس کو کفار نے مسلمانوں کے گرنے کے لئے بنایا تھا گر گئے۔ صحابہ کی یہ ہمدردی کہ یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چھا گئے ادھر کفار کی طرف سے تیروں اور تلواروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ ادھر سب صحابہ وہ بوچھاڑ اپنے اوپر لے رہے تھے۔ ابو دجانہ صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مثل ڈھال بن گئے۔ کہ جو تیر آتا آپ کی پشت پر لگتا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے تیروں اور تلواروں کو اپنے اوپر روکا جس سے ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر ستر سے زیادہ زخم آئے۔ قریش بدبخت سخت بے رحمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار برسا رہے تھے مگر رحمۃ للعلمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ. اے میرے پروردگار میری قوم کو بخش دے۔ وہ مجھے جانتے نہیں۔ یہ کہتے جاتے تھے اور چہرہ انور سے خون جاری تھا۔ اس کو کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جا رہے تھے۔ اور فرمایا کہ "اگر اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا" بفضل تعالیٰ کفار ہارے اور مسلمان فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے اس غزوہ میں کفار صرف بائیس تئیس مارے گئے اور مسلمانوں میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔

غزوہ خندق ۵ھ

س: غزوہ خندق کب واقع ہوا اس کا بھی حال بیان کیجئے؟

ج: ذیقعدہ ۵ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے یہودیوں سے جو سردار مانے جاتے تھے معاہدہ مصالحت کا ہو گیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وفا کرتے رہے مگر یہودی مسلمانوں کی کامیابی اور ترقی اسلام روزانہ بڑھتی دیکھ کر اندر اندر حسد کے مارے جلے جاتے تھے اور مسلمانوں کو ایذا

پہنچانے کے درپے ہوتے تھے۔ بالآخر کم ظرفی ظاہر ہوئی اور ۲ھ میں یہودی بنی قینقاع نے اعلان جنگ اور پھر بنی نضیر نے عہد شکنی کی بغاوت شروع کر دی۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اور مقابلہ ہوا۔ یہ سب قلعہ میں بند ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد جلاوطن ہو کر مدینہ طیبہ سے چلے گئے۔ بنی قینقاع شام کی طرف اور بنی نضیر خیبر وغیرہ چلے گئے ادھر قریش ان کو بہکا رہے تھے یہ لوگ قریش سے جا ملے اور پھر اپنی اجتماعی قوت کے بھروسے پر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تل کھڑے ہوئے اور چھوٹی چھوٹی لڑائی ذات الرقاع محرم ۵ھ میں اور پھر غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ میں ہوا۔ غزوہ بنی مصطلق شعبان ۵ھ میں ہوا۔ اس کے بعد بڑی جنگ یہ غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ھ میں واقع ہوئی۔

کہ کفار مکہ اور یہود مدینہ بنی قینقاع و بنی نضیر سب نے مل کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہا۔ اور دس ہزار کی جمعیت لے کر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تیاری فرمائی۔ مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا باہر نکل کر لڑنا مناسب نہیں اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے اندر خندق کھودی جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کو لے کر چھ دن میں پانچ گز گہری خندق تیار کرائی جس میں خود حضور بھی بنفس نفیس شریک تھے۔ ایک مقام پر سخت پتھر کی چٹان نکلی سب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو توڑنے سے عاجز ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے ایک پھاوڑا مارا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے خندق تیار ہو گئی اسی وجہ سے اس کو غزوہ خندق کہتے ہیں۔ ادھر کفار نے پہنچ کر مدینہ کا محاصرہ کر لیا اور قریب پندرہ روز کے مسلمانوں کو محصور رہنا پڑا اس عرصہ میں بنی قریظہ بھی عہد شکنی کر کے کفار کے ساتھ جا ملے۔ محاصرہ کی وجہ سے مسلمانان مدینہ بے چین ہوئے کہ تین روز فاقہ میں گزر گئے یہاں تک کہ پیٹ سے پتھر باندھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ دکھلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا شکم مبارک دکھلایا جس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

کفار پر ہوا کا طوفان اور نصرت الٰہی:

جب مخالفین اسلام خندق کی وجہ سے اندر نہ گھس سکے تو باہر ہی سے پتھر برسانے لگے دونوں طرف سے برابر تیر اندازی ہوتی رہی اور اس قدر مہلت نہ مل سکی کہ نماز ادا کر سکتے چار نمازیں قضاء ہو گئیں بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت، وعدہ نصرت و فتح کا ظہور ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایسا ہوا کا طوفان لشکر کفار پر مسلط فرمایا کہ خیمے اکھڑ گئے۔ دیگچیاں چولہوں پر سے الٹ گئیں سارے لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ ان کا سامان رسد ختم ہو گیا نیز ایک صحابی نعیم نامی نے ایسی تدبیر چلی کہ جس سے کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی چنانچہ کفار ٹھہر نہ سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے میدان صاف ہو گیا مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

واقعات متفرقہ:

یہی وہ سال ہے جس میں حج فرض ہوا آپ کے نواسے حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ صاحبزادے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا اور آخر شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے وفات پائی اور ذیقعدہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور اسی سال مدینہ منورہ میں زلزلہ آیا اور چاند گرہن ہوا۔

فائدہ جلیلہ:

خندق کھودنا یہ اہل عرب کا طریقہ نہ تھا بلکہ فارس کا طریقہ تھا شاہان فارس میں سب سے پہلے منوشیرین ابریج بن افریدون نے خندق کھود کر جنگ کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ (روض الانف ج ۲ ص ۱۸۷)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے مشورے سے اس طریق کو اپنایا جس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے اور علی ہذا کفار کے ایجاد کردہ آلات حرب کا استعمال بھی درست ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ طائف میں منجنیق کا استعمال فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تستر میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو منجنیق قائم کرنے کا حکم دیا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جب اسکندریہ کا محاصرہ کیا تو منجنیق کا استعمال کیا اور علی ہذا زہر آلود تیر اور تلواروں کا استعمال بھی درست ہے لیکن تدخین کا استعمال اس وقت جائز ہے جب دشمنوں کے زیر کرنے کی کوئی اور صورت باقی نہ رہے

شریعت اسلامی کسی صنعتی اور حرفتی ترقی کو منع نہیں کرتی بلکہ اس صنعت و حرفت کو جس سے ملک کو ترقی ہو فرض علی الکفایہ قرار دیتی ہے جیسا کہ تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے البتہ شریعت اسلامیہ یورپ کی بے حیائی اور بے شرمی اور شہوانی اور نفسانی تہذیب کی شدید مخالف ہے اس لیے کہ شہوانی اور نفسانی امور میں آزادی، اخلاق اور معاشرہ کو تباہ اور برباد کرتی ہے جو ملکی تنزلی کا باعث ہے۔

صلح حدیبیہ ۶ھ

س: صلح حدیبیہ کب اور کیسے ہوا؟

ج: غزوہ احزاب کے بعد جس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میں عمرہ کر رہا ہوں۔ صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے اشتیاق ظاہر کیا اور اصرار کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ

شوق دیکھ کر کیم ذیقعدہ بروز دوشنبہ سن ۶ ھ کو مکہ معظمہ کا ارادہ فرمایا اور عمرہ کا احرام باندھا اور تقریباً چودہ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی احرام باندھا جس وقت حدیبیہ کے مقام پر جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہاں قیام فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

وہاں ایک کنواں تھا جو پانی سے خشک تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس قدر پانی اس میں آیا کہ سب سیراب ہو گئے یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا کہ جا کر اہل مکہ سے کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صرف زیارت بیت اللہ کے لیے تشریف لا رہے ہیں کوئی سیاسی غرض نہیں۔ جب یہ پیغام لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ پہنچے تو کفار نے ان کو روک لیا اور یہاں یہ مشہور ہو گیا کہ کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ کرام سے جہاد پر بیعت لی اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں سورۂ فتح کے اندر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا ارادہ ملتوی کر دیا ادھر جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو مرعوب و خوفزدہ ہو گئے اور صلح نامہ کے لے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا اور سہیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ کو شرائط طے کرنے کے لیے بھیجا چنانچہ حسب ذیل شرائط طے ہو کر دس سال کے لئے باہمی صلح ہو گئی۔

شرائط عہد نامہ:

مسلمان اس وقت واپس جائیں آئندہ سال تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں ہتھیار لگا کر نہ آئیں تلوار ساتھ ہو تو میان میں رکھیں۔ مکہ سے کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اگر کوئی مسلمان مکہ میں رہنا چاہے تو اسے منع نہ کریں اگر کوئی شخص مکہ سے مدینہ چلا جائے تو آپ واپس کر دیں گے اگر مدینہ سے کوئی آ جائے تو ہم اسے واپس نہ کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر مغلوبانہ صلح پر مشتمل تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گرانی بھی ہوئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض بھی کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسی مغلوبانہ صلح کیسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح حکم الٰہی ہے اور اسی میں ہمارے مستقبل کی فلاح مضمر ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو سورۂ فتح میں فتح مبین کے نام سے موسوم فرمایا اور ارشاد ہے۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا.

''بے شک ہم نے اس حدیبیہ سے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی''

چنانچہ بعد کے واقعات نے اس راز کو کھول دیا کہ اس صلح سے مسلمان اور کفار میں آمد و رفت آزادی کے ساتھ شروع ہو گئی۔ اور اسلامی اخلاق نے کفار کے دل میں جگہ کر لی۔ اور کفار میں مسلمان ہونا شروع ہو گئے اور بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس صلح کی وجہ سے جب راستہ صاف ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی آواز تمام جہان کے بادشاہوں تک پہنچانے کا ارادہ فرمایا اور سلاطین کو خطوط جاری کئے۔

سلاطین کے نام دعوت نامے:

س: کن کن سلاطین کو خطوط لکھے؟

ج: (۱) شاہ حبش۔ (۲) شاہ روم۔ (۳) شاہ فارس۔ (۴) سلطان مصر و اسکندریہ مقوقس۔ (۵) شاہ عمان۔

س: ان بادشاہوں میں سے کس کس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی۔ اور کس نے رد؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت ناموں کے ساتھ کیا سلوک کیا مختصر طریقہ سے ان کی وضاحت فرمائیں؟

ج: شاہ حبش (جس کا نام اصحمہ تھا اس) کے پاس عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ خط بھیجا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامے کو دونوں آنکھوں پر رکھا اور تخت سے نیچے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور بخوشی اسلام قبول کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک ہی میں انتقال کر گیا۔

۲۔ دوسرا دعوت نامہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہرقل نامی بادشاہ روم کے پاس بھیجا اسے بھی دلائل قاطعہ اور کتب سابقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی برحق ہونا ثابت ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اسلام لانے کا ارادہ بھی کر لیا تھا مگر جب رعایا کو اس ارادہ کا پتہ چلا تو تمام لوگ برہم ہو گئے اور اس کو اپنی سلطنت سے معزولی کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ اگر میں اسلام لایا تو قوم مجھے سلطنت سے معزول کر دے گی تو وہ اسلام لانے سے رک گیا۔

۳۔ تیسرا دعوت نامہ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ شاہ ایران کسریٰ پرویز کی طرف بھیجا اس بدبخت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوت نامہ مبارک کو گستاخی کے ساتھ پارہ پارہ کر دیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بددعا فرمائی کہ ''اے اللہ! اس کی سلطنت کو بھی اسی طرح پارہ پارہ کر دے'' بھلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا اور خالی جائے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ بعد خسرو پرویز خود اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھ سے نہایت بے دردی کے ساتھ مارا گیا۔

۴۔ چوتھا دعوت نامہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سلطان مصر و اسکندریہ مقوقس کی طرف بھیجا گیا۔ اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی حقانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ڈال دی چنانچہ اس نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اونٹنی کو حج کا قلادہ پہنایا وہ محرم ہو گیا۔ (المعب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چند تحفے بھیجے جن میں ایک کنیز ماریہ قبطیہ اور ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے بھی ہدیہ میں تھے۔

۵۔ پانچواں دعوت نامہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذریعہ شاہ عمان جعفر اور عبداللہ کے پاس بھیجا ان کو بھی ذاتی تحقیق اور کتب سابقہ کے ذریعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا پورا یقین ہو گیا تھا اس لئے وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کا اسلام

س: حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کے اسلام لانے کے واقعہ کو مختصر طریقہ سے بیان کیجئے؟

ج: حضرت خالد بن ولید صلح حدیبیہ تک مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ کرتے رہے۔ اکثر جہاد میں خاص کر غزوہ احد میں کفار کے کے اکھڑے ہوئے پاؤں ان ہی کے سبب جمے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد خود ہی مکہ معظمہ سے بخوشی مسلمان ہونے کو مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور راستہ میں عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی اسی مقصد سے جا رہے ہیں۔ دونوں حضرات ہمراہ ہو کر دربار حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں مشرف با اسلام ہوئے۔

غزوہ خیبر ۷ھ

غزوہ خیبر عمرہ کی قضاء، فتح فدک:

س: غزوہ خیبر کا کچھ حال بیان کیجئے اور یہ کہ کس سن میں واقع ہوا؟

ج: مدینہ منورہ کے یہودی بنو نضیر جب خیبر جا کر آباد ہوئے تو خیبر یہودیت کا مرکز بن گیا۔ یہ یہودی تمام اطراف کے عرب کو اسلام کے خلاف بھڑکاتے تھے اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان کو متنبہ کیا جائے پس ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھ سو سپاہ کے ساتھ جن میں دو سو سوار اور چار سو پیادہ تھے بنی نضیر یہودیوں پر خیبر کی طرف جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ قتل وقتال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور یہودیوں کے تمام قلعے مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے۔ اس جہاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زیادہ حصہ لیا۔ یہاں تک کہ باب خیبر کو تنہا ہاتھ سے اکھاڑ دیا۔ حالانکہ ستر آدمی اس کے ہلانے سے عاجز تھے اور اس دروازہ کو بجائے ڈھال استعمال کیا۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔

اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرہ کی قضاء کی جو صلح حدیبیہ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور کفار قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال عمرہ کریں گے اور تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں گے۔ چنانچہ مع رفقاء شرائط کی پوری پابندی کے ساتھ عمرہ ادا کیا اور تین دن قیام فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود فدک کی طرف ایک رسالہ بھیجا۔ انہوں نے صلح کر لی اس طرح فدک بھی فتح ہو گیا۔

فتح مکہ معظمہ ۸ھ

س: مکہ معظمہ کی فتح کا کچھ حال بیان کیجئے؟

ج: حدیبیہ میں جو صلح نامہ لکھا گیا تھا، اس پر مسلمان اپنی عادت کے مطابق پوری پابندی کے ساتھ قائم رہے۔ لیکن قریش نے اپنی عادت کے موافق عہد شکنی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر تجدید صلح کے لئے کچھ شرائط پیش فرمائیں اور تحریر فرمایا کہ شرطیں منظور نہ ہوں تو حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ جائیگا، قریش نے نقض معاہدہ کو پسند کیا، جب معاہدہ نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں اور رمضان المبارک ۸ھ بدھ کے روز عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ طیبہ سے تشریف لے چلے، اور راستہ میں بعد غروب آفتاب روزہ افطار فرمایا۔

مکہ معظمہ کے قریب پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک دستہ دے کر روانہ فرما دیا، اور حکم دیا کہ اوپر کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور فرمایا کہ جو تم سے مقابلہ نہ کرے تم بھی مقابلہ نہ کرنا، اور دوسری جانب سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو گا وہ مامون ہو گا، اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ بھی مامون ہے، اور جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اس کو بھی امن دیا جائے گا۔ اس طرح بدون جنگ مکہ معظمہ فتح ہو گیا، موقع جنگ کا نہ آیا اور جو چند اشخاص مفتن فتنہ پرداز بھاگ گئے تھے وہ مکہ معظمہ فتح ہونے کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔

۲۰ رمضان المبارک جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا۔ اس وقت بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے بت کے پاس سے گزرتے ہوئے اشارہ فرماتے وہ بت منہ کے بل گر پڑتا اور یہ آیت شریف زبان مبارک پر ہوتی تھی

جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ. اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا.

فتح کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک:

ذرا اس موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور مسلمانوں کا حسن سلوک ملاحظہ ہو کہ قریش اس وقت سب لرزہ براندام تھے، کانپ رہے تھے کہ آج ہم کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ ہمارے بیوی بچے ہمارے سامنے ذلیل اور مارے جائیں گے۔ مگر اللہ اکبر! اسلام کا حسن اقبال اور سراپا ترحم کہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہر طرح

آزاد اور مامون ہوا اور کنجی بھی خانہ کعبہ کی ان ہی کو واپس فرمادی سبحان اللہ!

ادھر ابوسفیان جو قریش کے بڑے علمبردار تھے اور تقریباً قریش کے تمام مواقع میں ان کی فوج کے افسر بھی ہوتے تھے۔ یہ جس وقت قید ہو کر حاضر ہوئے تو دربارِ نبوی سے معافی کا حکم صادر ہو گیا۔ اسی کا یہ اثر ہوا کہ فوراً ابوسفیان اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ فتح مکہ کے بعد ایک شخص کانپتا ہوا خدمت مبارک میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ اطمینان رکھو ڈرو نہیں، میں کوئی بادشاہ نہیں، ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد پندرہ روز مکہ معظمہ میں قیام فرما کر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو امیر مکہ مقرر فرمایا اور مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

غزوہ حنین ۸ھ

س: غزوہ حنین کا حال بیان کیجئے؟

ج: فتح مکہ کے بعد جوق در جوق، فوج در فوج عام طور سے لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے، اور وہ لوگ جو اسلام کی حقانیت کا یقین رکھنے کے باوجود محض قریش کے رعب سے مسلمان ہونے سے رکے ہوئے تھے اور مکہ معظمہ کی فتح کا انتظار کر رہے تھے۔ سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔ البتہ دو قبیلے ہوازن، اور ثقیف آمادہ جنگ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر پا کر بارہ ہزار کا لشکر مقابلہ میں روانہ فرمایا، جن میں دس ہزار مہاجرین وانصار تھے اور دو ہزار نو مسلم جو حال ہی میں مکہ معظمہ میں مسلمان ہوئے تھے وہ تھے۔

۶ شوال ۸ھ کو یہ خدائی لشکر روانہ ہو کر وادی حنین میں پہنچا جو کہ مکہ معظمہ سے تین منزل طائف کے قریب ایک مقام ہے وہاں دشمن پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے ہوئے تھے، فوراً مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے مسلمانوں کا اگلا حصہ صف بندی نہ ہونے کی وجہ سے پسپا ہونے لگا۔ مگر درحقیقت اس پسپائی اور ہار کا سبب باطنی عجب اور خود پسندی تھی جو مسلمانوں میں اپنی کثیر جماعت دیکھ کر پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے تنبیہ کے لئے تھوڑی دیر یہ کھیل کھیلا گیا اور بتلایا گیا کہ فتح وشکست کثرت اور محض تیروں اور تلواروں سے ہی نہیں بلکہ اس میں کسی اور کا ہی ہاتھ ہے۔

کب سلیقہ ہے فلک کو یہ ستمگاری میں
کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں

آج کا دن ایسا دن تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو زرہ پہنے ہوئے تھے، اور ایک سفید دلدل نامی پر سوار تھے۔ جب آگے کا حصہ پسپا ہوتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ایک آواز بلند دلیرانہ دلوائی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے اور قتل وقتال شروع ہو گیا اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی لے کر غنیم کے لشکر کی طرف پھینکی جو حکم خدا سے دشمن کے لشکر کے ہر سپاہی کی آنکھوں میں جا پڑی، اور آخر کار دشمن مرعوب ہو کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے جوش انتقام میں دشمنوں کے بچوں اور عورتوں کی طرف ہاتھ بڑھائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ اس غزوہ میں مسلمان صرف چار شہید ہوئے اور کفار کے ستر سے زائد آدمی مارے گئے۔

غزوہ طائف ۸ھ

س: غزوہ طائف کا حال بیان کیجئے؟

ج: غزوہ حنین کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف روانہ ہوئے۔ کیونکہ طائف ہوازن اور ثقیف کا مرکز تھا۔ یہاں پہنچ کر برابر اٹھارہ دن تک طائف کا محاصرہ کیا لیکن فتح نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے ابھی راستہ ہی میں تھے کہ طائف سے ایک جماعت ہوازن کی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا ہمارے وہ آدمی جو حنین میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظور فرما کر رہا فرمادیئے اور مکہ معظمہ عمرہ فرماتے ہوئے ۶ ذیقعدہ ۸ھ کو مدینہ طیبہ تشریف لے آئے پھر طائف کے لوگ مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے اس طرح طائف بھی فتح ہو گیا

غزوہ تبوک ۹ھ

س: غزوہ تبوک کا حال بیان کیجئے؟

ج: غزوہ موتہ میں جو جماعت رومیوں کی شکست کھا چکی تھی اس نے پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی تیاری کی اور مقام تبوک میں جو مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر ہے پوری تیاری کے ساتھ پہنچ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جہاد کی تیاری شروع کردی۔ اس وقت اگرچہ قحط کی وجہ سے سخت تنگدستی اور افلاس تھا اور زمانہ بھی سخت گرمی کا تھا، لیکن واہ ری جان نثاری کہ اس کے باوجود جہاد کی تیاری شروع ہو گئی اور چندہ کیا گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کا تمام سامان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ سو گھوڑے وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر رکھ دیئے۔

آخر کار ماہ رجب ۹ھ میں جمعرات کے روز تیس ہزار صحابہ کی جمعیت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے چلے۔ جس وقت تبوک پہنچے تو وہاں کوئی نہ تھا۔ شاہ ہرقل حمص چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو البدر نصرانی کی طرف بھیجا اور پیشین گوئی کے طور پر فرمایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس جہاد کی طرف آ جا جس میں کانٹا نہیں اور وہ حج ہے۔ (مجمع)

کہ رات کے وقت اس سے ملو گے جبکہ وہ شکار کر رہا ہوگا خالد پہنچے تو وہاں ٹھیک یہی واقعہ پیش آیا اور اس کو گرفتار کر لائے آپ پندرہ بیس روز وہیں مقیم رہے لیکن کوئی مقابلے کو نہ آیا تو واپسی کا قصد فرمایا اور رمضان المبارک ۹ھ میں مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ جب مدینہ طیبہ واپسی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مکان جو معاندین نے مسلمانوں کے خلاف مشورہ کے لئے مدینہ طیبہ میں مسجد کے نام سے بنایا تھا اس کو جلانے کا حکم دے دیا اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اس کا نام مسجد رکھ دیا تھا، اس کا لقب مسجد ضرار تھا، وہ درحقیقت مسجد نہ تھی۔ یہ غزوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا، اس کے بعد تمام جوانب میں اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور دور دراز سے وفد کے وفد آ کر برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے اور جان و مال ہر وقت فدا کرنے لئے تیار تھے۔

لوگوں کا اسلام میں داخلہ

س: صلح حدیبیہ کے بعد اسلام میں لوگوں کے داخلہ کا مختصر حال بیان کیجئے؟

ج: صلح حدیبیہ کے بعد جب راستے مامون ہوئے تو اشاعت اسلام جس کو امن و امان کی ضرورت تھی ایک حد تک وسیع پیمانہ پر ہو سکی۔ اور اسی لئے اس صلح کا نام آسمانی دفتروں میں فتح رکھا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ لوگ قریش کے دباؤ کی وجہ سے اسلام میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ فتح مکہ نے اس قصہ کو بھی تمام کر دیا، اور اب قرآن عظیم نے تمام عرب میں گھر گھر پہنچ کر اپنے اعجازی تصرف سے سب کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جو کسی طرح اسلام اور مسلمانوں کی صورت نہ دیکھنا چاہتے تھے آج جوق در جوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دور دراز سے سفر طے کرتے ہوئے وفود کی صورت میں پہنچتے ہیں، اور برضا و رغبت اسلام کے حلقہ بگوش بن کر اپنا جان و مال فدا کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور یہ وفود اکثر ۹ھ میں حاضر اقدس ہوئے۔

وفود کا بیان:

س: جو وفود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے ان میں سے کچھ کے نام بتایئے؟

ج: وہ وفود یہ ہیں۔ وفد ثقیف۔ وفد بنی فزارہ۔ وفد بنی تمیم۔ وفد بنی سعد بن بکر۔ وفد کندہ۔ وفد بنی عبد قیس۔ وفد بنی حنیفہ۔ وفد بنی قطحان اور وفد بنی الحارث۔

اب ان وفود کے مختصر حالات بھی پڑھیئے۔

وفد ثقیف:

تبوک سے واپسی کے بعد ہی مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور پھر پے در پے وفود آنے شروع ہو گئے جن کی تعداد ستر تک نقل کی جاتی ہے۔ ان میں سے بعض کے واقعات مختصراً یہ ہیں۔

وفد بنی فزارہ:

پہلے ہی مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

وفد بنی تمیم:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اور کچھ مکالمات کے بعد سب کے سب مسلمان ہو کر وطن کو لوٹ گئے۔

وفد بنی سعد بن بکر:

اس وفد کے امیر ضمام بن ثعلبہ تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے سوالات کئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے شافی جواب دیئے اور پوری تحقیق مذہب اور شرح صدر کے بعد مشرف باسلام ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ اور قوم میں تبلیغ کی جس کی وجہ سے ان کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔

وفد کندہ:

سورہ صافات کی ابتدائی آیات سنتے ہی ان کے قلوب میں اسلام نے گھر کر لیا۔

وفد بنی عبد القیس:

اس وفد کے لوگ سارے پہلے ہی نصاریٰ تھے۔ سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری امور اسلامی ان کو تعلیم فرمائی۔

وفد بنی حنیفہ:

اس وفد کے لوگ بھی حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ان میں مسیلمہ بھی شامل تھا۔ بعد میں بنوت کا دعویٰ کر کے مسیلمہ کذاب کے نام سے پکارا گیا، اور محض اس دعویٰ نبوت کی بناء پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کے ہاتھوں مع اپنے رفقاء کے قتل کیا گیا

فائدہ: مسیلمہ کذاب بوقت دعویٰ نبوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و اسلام کا منکر نہیں تھا، چنانچہ امام الحدیث والتفسیر شیخ ابو جعفر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ”مسیلمہ نے اپنے موذن کو حکم دیا تھا کہ اذان میں برابر اشهد ان محمدا رسول الله کہا کرے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ جائز نہیں، بلکہ مطلقاً دعویٰ نبوت بھی بہت سے نصوص قرآنی اور احادیث متواترہ اور اجماعی عقیدہ ختم نبوت سے انکار ہے۔ اس لئے باجماع صحابہ کرام مسیلمہ کا غیر تشریعی نبوت کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ کرنیوالا لبیک کہتا رہے حتیٰ کہ (طواف کیلئے) حجر اسود کو بوسہ دینے سے پہلے تک (الجامع)

دعویٰ بھی کفر اور ارتداد سمجھا گیا، اور باجماع صحابہ کرام اس کے خلاف جہاد کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی اذان و نماز و تلاوت قرآن نے اس کو کافر کہنے سے نہیں روکا۔

وفد بنی قحطان:

جس کے امیر زید الخیل تھے یہ بھی سب کے سب حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

وفد بنی الحارث:

ان میں خالد بن ولید بھی تھے جو مع اپنے رفقاء کے مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی طرح بنی اسد، بنی محارب، ہمدان اور غسان وغیرہ کے وفود کچھ حاضری سے پہلے اور کچھ بعد میں مسلمان ہوئے۔

سرایا کا بیان

س: سریہ کسے کہتے ہیں اور ان کی کتنی تعداد ہے؟

ج: جس جہاد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس شریک نہیں ہوئے ان کو سریہ کہتے ہیں انکی تعداد پینتالیس ہے جن کی تفصیل طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں۔ صرف چند ایک کا حال بیان کرتے ہیں۔

سریہ امارت حمزہ رضی اللہ عنہ:

پہلا سریہ حضرت حمزہ کی امارت میں بھیجا گیا۔ ہجرت کے سات مہینے بعد ماہ رمضان المبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو تیس مہاجرین پر امیر لشکر بنا کر ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا اور قریش کے ایک قافلہ کی طرف روانہ کیا، لیکن جب یہ حضرات دریا کے کنارے پہنچے اور باہمی مقابلہ ہوا تو مجدی بن عمرو جہنی نے درمیان میں بڑھ کر جنگ کو روک دیا۔

سریہ عبید بن الحارث رضی اللہ عنہ:

پھر شوال ۱ھ حضرت عبید الحارث کو ساٹھ آدمیوں کا امیر لشکر بنا کر بطن رابغ کی طرف ابوسفیان کے مقابلے کے لیے روانہ فرما دیا۔ اس جہاد میں اول تیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف پھینکا۔ اور یہ سب سے پہلا تیر تھا۔ جو اسلام میں سب سے پہلے کفار پر چلایا گیا۔

سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

۲ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ مہاجرین پر حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر ماہ رجب میں مقام نخلہ میں ایک قریشی قافلہ کے لیے روانہ فرمایا۔ جس روز قافلہ سامنے آیا تو اتفاقاً ماہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اور رجب ان مہینوں میں سے ہے جن میں ابتداء اسلام میں قتل و قتال حرام تھا۔ لیکن حضرات صحابہ اس تاریخ کو جمادی الثانیہ کی تیسویں تاریخ سمجھ رہے تھے۔ اس لیے مشورہ کے بعد یہی قرار پایا کہ مقابلہ کرنا چاہیے بالآخر مقابلہ ہوا تو رئیس قافلہ مارا گیا۔ اور دو آدمی گرفتار ہوئے۔ اور باقی بھاگ گئے اور مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جو امیر سریہ نے شرکاء جہاد میں تقسیم کر دیا۔ اور پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکال دیا۔ اور بعض روایت میں ہے کہ کل مال غنیمت لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں شہر حرام یعنی رجب میں مقاتلہ کا حکم نہ دیا تھا۔ بالآخر یہ مال غنیمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اس کے مال غنیمت کے ساتھ تقسیم کر دیا۔ اس واقعہ سے عرب میں چرچا ہو گیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشہر حرام میں قتال کو جائز قرار دے دیا اس وقت آیت کریمہ یسئلونک عن الشھر الحرام. ان کے جواب کے لیے نازل ہوئی۔

سریہ موتہ:

س: سریہ موتہ کیا چیز ہے اس کو بیان کیجیے۔

ج: موتہ ملک شام میں شہر بلقاء کے قریب و جوار میں بیت المقدس سے تقریباً دو منزل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان اول جنگ ہوئی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ عمرو بن شرجیل نے جو شاہ روم کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حارث ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ کے نصف میں تین ہزار صحابہ کا لشکر اس کی طرف روانہ فرمایا جب لشکر موتہ کے قریب پہنچا۔ تو رومیوں کو اطلاع ہوئی وہ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر مقابلہ کے لئے لے کر آئے۔ چند روز تک جنگ ہونے کے بعد خدا تعالیٰ نے ڈیڑھ لاکھ کفار پر تین ہزار مسلمانوں کا رعب اس طرح ڈالدیا۔ کہ پسپا ہونے لگے۔ اور سوائے بھاگنے اور پیچھے ہٹنے کے کوئی صورت نجات کی ان کو نہ ملی۔ مسلمان کامیاب اور فاتح ہو کر واپس آئے۔

سریہ اسامہ رضی اللہ عنہ:

س: سریہ اسامہ کیا چیز ہے؟

ج: مکہ معظمہ کی واپسی کے بعد ۲۶ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت روم کے لیے تیار فرمائی، جس میں بڑے بڑے صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابو عبیدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حضرات موجود تھے مگر اس کا افسر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اس لیے اس کا نام سریہ اسامہ ہے

یہ بالکل آخری لشکر تھا۔ جس کے روانہ کرنے کا خود بنفس نفیس حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام فرمایا تھا مگر یہ ابھی روانہ نہیں ہوا تھا۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار ہو گیا اور اسی میں وفات پائی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دور میں یہ لشکر روانہ کیا گیا اور فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔ الحمد للہ تعالیٰ۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے سرایا واقع ہوئے طوالت کی وجہ سے ان کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔

مرض وفات

س: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کا کچھ مختصر حال بیان کیجئے۔

ج: ۲۸ صفر ۱۱ھ چہار شنبہ کی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت کی اور فرمایا کہ ''اے اہل مقابر تمہیں اپنا یہ حال اور قبروں کا قیام مبارک ہو کیونکہ اب دنیا میں تاریک فتنے ٹوٹ پڑے ہیں۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہو گیا اور یہ بخار صحیح روایات کے موافق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہو گئی۔ اسی عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستور کے مطابق ہر روز ازواج مطہرات کے حجروں میں منتقل ہوتے رہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض طویل اور سخت ہو گیا تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ ایام مرض میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہیں۔ سب نے اجازت دے دی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت:

رفتہ رفتہ مرض اتنا بڑھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تک بھی تشریف نہ لا سکے تو ارشاد فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو نماز پڑھائیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں پھر ایک روز اتفاقاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، انصار کی ایک مجلس پر گذرے تو وہ سب رو رہے تھے۔ سبب پوچھا تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دی۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے آگے تھے۔ آپ منبر پر چڑھے لیکن نیچے ہی سیڑھی پر جلوہ افروز رہے اور اوپر نہ چڑھ سکے اور بلیغ خطبہ دیا جس کے بعض کلمات یہ ہیں۔

آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ:

اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے ڈر رہے ہو کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی ہمیشہ رہا ہے جو میں رہتا۔ ہاں میں اپنے پروردگار سے ملنے والا ہوں اور تم مجھ سے ملنے والے ہو۔ ہاں تمہارے ملنے کی جگہ حوض کوثر ہے پس جو شخص یہ پسند کرے کہ بروز قیامت اس حوض سے سیراب ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ اور زبان کو لایعنی اور بے ضرر باتوں سے روکے۔ میں تمہیں مہاجرین کے ساتھ حسن سلوک اور اتحاد کی وصیت کرتا ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے حکام اور بادشاہ ان کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرتے ہیں تو وہ ان کے ساتھ بے رحمی کرتے ہیں۔ (دروس السیرۃ والحمدیہ)

اس کے بعد مکان میں تشریف لے گئے اور وفات سے پانچ یا تین روز پہلے پھر ایک مرتبہ باہر تشریف لائے۔ سر مبارک بندھا ہوا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا اور خود ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بائیں جانب بیٹھ گئے نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ دیا جس کے دوران فرمایا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ میرے محسن ہیں۔ اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن چونکہ خلیل خدا کے سوا کوئی نہیں اس لئے ابو بکر میرے بھائی اور دوست ہیں۔ اور فرمایا

''مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے ہیں وہ سب سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں گے''۔

(صحیح بخاری مع فتح ص ۳۵۶ ج ۱)

محدث ابن حبان نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر ہی خلیفہ ہیں۔ (فتح الباری پ ۲۴ ص ۳۵۶)

اس کے بعد بارہ ربیع الاوّل دوشنبہ کے روز لوگ صبح کی نماز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھ رہے تھے کہ یکایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ کھول کر لوگوں کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے اور خوشی کی وجہ سے صحابہ کے قلوب نماز میں منتشر ہونے لگے

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو اور خود اندر تشریف لے گئے اور پردہ چھوڑ دیا اور اس کے بعد پھر باہر تشریف نہیں لائے۔ اسی روز ظہر کے بعد اس عالم سے انتقال فرما کر رفیق اعلیٰ کے ساتھ واصل ہوئے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یتیموں کے مال کی حفاظت کرو تا کہ زکوٰۃ اس کو نہ کھالے۔ (الدار قطنی)

عمر شریف تریسٹھ برس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران میں کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھاتی تو فرماتے تھے کہ یہود ونصاریٰ پر اس لیے خدا کی لعنت آئی ہے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے غرض یہ تھی کہ مسلمان ان سے بچیں۔ (بخاری ص ۱۰۵)

آہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لمحات میں جس چیز سے ڈرایا تھا۔ وہ بھی آج مسلمانوں نے نہ چھوڑا اور اولیاء وصلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا (نعوذ باللہ) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریب وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھت کی طرف دیکھتے اور فرماتے تھے۔

یا اللہ میں رفیق اعلیٰ کو پسند کرتا ہوں بعض روایت میں ہے کہ آخری لمحات حیات میں زبان رسالت پر الصلوۃ الصلوۃ کے کلمات جاری رہے۔ (خصائص کبریٰ)

وفات

س: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس سال اور کسی عمر میں ہوئی اور کہاں دفن ہوئے۔

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ صفر ۱۱ھ بدھ کے دن بیمار ہوئے۔ بارہ دن بیمار رہ کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ پیر کے دن چاشت کے وقت تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے اور منگل کے دن بعد دوپہر یا رات کو مدینہ منورہ میں اپنے حجرہ شریف میں دفن کیے گئے۔

وفات کی خبر صحابہ میں شائع ہوئی تو گویا سب کی عقلیں اڑ گئیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی فرط غم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کرنے لگے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت تشریف لائے تو ایک مختصر سا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ تو سن لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو سمجھ لے کہ وہ حی قیوم آج بھی زندہ ہے! یہ سن کر صحابہ کو کچھ ہوش آیا۔

پھر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کا قائم کرنا سب سے پہلا اور مقدم کام تھا۔ کیونکہ دوسرے دینی ودنیوی معاملات کے خلل اور بیرونی و اندرونی دشمنوں کے حملے کے علاوہ آپ کی تجہیز وتکفین سے پہلے ہی خلیفہ کا قائم کرنا ضروری سمجھا اور اس قضیہ کے طے ہونے میں کچھ دیر ہوئی اور اسی پیر کے دن سے بدھ کی رات تک توقف ہوا۔ بدھ کی رات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل وکفن دیا اور نماز جنازہ پڑھی گئی۔ قبر شریف، حدیث شریف کے موافق عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں اسی جگہ کھودی جہاں وفات ہوئی تھی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی اور حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما نے قبر میں رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔ تدفین سے قبل باتفاق آراء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔

سیرت نبوی کو مختصراً بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا کچھ حصہ مختصر پیش کر دیا جائے، شاید خداوند کریم ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وخصائل اخلاق شریفہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شجاع وبہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے، جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا۔ تو فوراً عطاء فرمادیتے تھے۔ سب سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے۔ یہاں تک کہ بعض صحابہ نے کفار کی ایک قوم کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے متعلق بددعا فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رحمت ہو کر آیا ہوں عذاب بن کر نہیں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید کر دیا گیا مگر اس وقت بھی ان کے لیے دعائے مغفرت ہی فرماتے تھے۔

آپ سب سے زیادہ حیادار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کسی کے چہرے پہ نہ ٹھہرتی تھی۔ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے اور نہ غصہ ہوتے تھے ہاں جب حدود خداوندی پر دست درازی کی جاتی تھی تو غصہ آتا تھا۔ اور جب غصہ آتا تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا تو ہمیشہ ان میں سے اہون کا اختیار فرمایا تاکہ امت کے لیے سہولت ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔ البتہ اگر مرغوب ہوتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگا کر نہ کھاتے اور نہ میز پر بیٹھ کر کھاتے تھے۔ نہ سینی پر اور نہ کبھی آپ کے لیے پتلی چپاتی پکائی جاتی۔ ککڑی، خربوزہ کو کھجور کے ساتھ کھایا کرتے۔ شہد اور تمام شیریں کو طبعاً پسند فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے اہل بیت نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو دو دو مہینے صاف اس طرح گذر جاتے تھے کہ چولہے میں آگ جلانے کی بھی نوبت نہ آتی تھی۔ بلکہ صرف چھواروں پر اور پانی پر گزر ہوتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے خود ہی لیتے اور کپڑے میں پیوند خود لگاتے تھے۔اپنے اہل بیت کے کاروبار میں رہتے تھے مریضوں کی عیادت کرتے تھے جب کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دیتا، خواہ وہ امیر ہوتا یا مفلس اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے کسی مفلس کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے۔اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کے ملک کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے اپنے پیچھے غلام وغیرہ کو سوار کر لیتے تھے۔موٹے کپڑے پہنتے تھے۔اور گٹھے ہوئے جوتے پہن لیتے تھے سفید کپڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھے۔

کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور بیکار باتوں سے اجتناب فرماتے تھے نماز کو طویل اور خطبہ مختصر پڑھتے تھے۔غلاموں اور مفلسوں کے ساتھ چلنے پھرنے سے پرہیز نہ فرماتے تھے کبھی کبھی ہنسی اور خوش طبعی کی باتیں فرماتے لیکن اس وقت بھی واقعہ کے خلاف نہ بولتے تھے، تمام انسانوں سے زیادہ خندہ پیشانی وخوش خلق تھے۔عذرخواہ کا عذر قبول فرما لیتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔یعنی جس چیز کو قرآن پسند کرتا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند فرماتے تھے اور جس کو قرآن پسند نہ کرتا تھا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔

چاکِ تقدیر کو ممکن نہیں کرنا رفو
سوزنِ تدبیر ساری عمر گو سیتی رہے

نہال اس گلستاں میں جتنے بڑے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھ پر اور میرے اہل بیت پر زکوٰۃ صدقات کو حرام کیا ہے۔(الجامع)

باب ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

بیان نور محمدی

فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ ف۔ اس عدد میں کم کی نفی ہے۔

آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا علیہا السلام سے قربت کرنا چاہا تو انہوں نے مہر طلب کیا آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے رب میں ان کو مہر میں کیا چیز دوں۔ ارشاد ہوا کہ اے آدم علیہ السلام! میرے حبیب محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیس دفعہ درود بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر
آبا ازو مکرم و ابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس و القمر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے۔ اور حسن و جمال کا لباس زیب بر ہے۔ ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے ان کے والدان کا ہاتھ پکڑ کا کاہنان قریش کے پاس لے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کرلو کہ رب السمٰوات نے اس نوجوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے چنانچہ انہوں نے اول قیلہ سے نکاح کیا اور ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور وہ عبداللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ اور عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور انکی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقریب ڈھونڈتے۔ اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باران عظیم مرحمت فرماتے الخ کذافی المواہب۔

پہلی روایت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب سے روایت ہے کہ جب آپ حمل میں آئے تو ان کو خواب میں بشارت دی گئی کہ تم اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہوئی ہو جب وہ پیدا ہوں تو یوں کہنا اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ اور ان کا نام محمد رکھنا۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

دوسری روایت: نیز حمل کے رہنے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شہر بصری علاقہ شام کے محل ان کو نظر آئے۔ (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

تیسری روایت: محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (اس بار کے شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا تو پھر اسی طرح سو کے ساتھ پھر ہزار کے ساتھ وزن کیا پھر کہا کہ بس کرو! واللہ اگر ان کو ان کی امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے (کذافی سیرۃ ابن ہشام)

ف ۱: اس جملہ میں آپ کو بشارت سنادی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔

ف ۲: اور شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا ایک تو یہی جو مذکور ہوا دوسری بار بعمر دس سال یہ صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے بماہ رمضان غار حرا میں چوتھی بار شب معراج میں۔

معراج کے اہم واقعات

واقعہ نمبر ۱:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا تھا (رواہ البخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھولی گئی (رواہ البخاری)

ف: اور چھت کھولنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیوروں میں زکوٰۃ ہے۔ (الدار قطنی)

یہ معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ خارق عادت ہونے والا ہے۔

واقعہ نمبر۲:

کچھ سوتے کچھ جاگتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جرائیلؑ آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان (حاضرین) میں سے کون ہیں دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں تیسرا بولا کہ جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں اور آپ کو اٹھا لے گئے (رواہ البخاری)

ف: یہ حالت کہ کچھ سوتے تھے کچھ جاگتے تھے ابتدا میں تھی اور اس کو سونا کہہ دیا پھر آپ جاگ اٹھے اور تمام واقعہ میں بیدار رہے۔ اور بعض روایت میں ہے جو معراج کے اخیر میں آیا ہے کہ پھر میں جاگ اٹھا مراد یہ ہے کہ اس حالت سے افاقہ ہو گیا۔ اور بعض نے اس زیارت کو غیر محفوظ کہا ہے۔ اور یہ کہا گیا کہ ان حاضرین میں کونسے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ قریش خانہ کعبہ کے آس پاس سویا کرتے تھے۔ (رواہ الطبرانی)

اور طبرانی ہی میں ہے کہ اول جرائیل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے۔ پھر تین آئے اور مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے کہ ان تین میں سے ایک شخص ہیں جو دو شخص کے بیچ میں ہیں۔ اور مواہب میں ہے کہ مراد ان دو شخصوں سے حضرت حمزہ اور حضرت جعفر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سو رہے تھے۔

واقعہ نمبر۳:

پھر آپ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ کا حاضر کیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنی منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین و لگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا حضرت جبرئیل نے کہا تجھ کو کیا ہوا آپ سے زیادہ مکرم شخص عند اللہ تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ عرق عرق ہو گیا۔ (رواہ الترمذی) اور آپ اس پر سوار ہوئے اور جبرئیل نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل نے لگام تھامی۔ (عن شرف المصطفیٰ بروایۃ ابی سعد)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے۔ اور اس کو حرکت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ساکن ہو گیا کہ

اُثْبُتْ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ.

بعض روایات میں آیا ہے کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے۔ (رواہ البخاری)

واقعہ نمبر۴:

جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے آپ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ جبرئیل نے آپ سے کہا کہ اتر کر یہاں نفل نماز پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم یثرب (مدینہ) میں نماز پڑھی۔

پھر آپ کا گذر ایک سفید زمین پر ہوا جبرئیل علیہ السلام نے کہا اتر کر نماز پڑھیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے مدین میں نماز پڑھی۔ پھر بیت اللحم پر گذر ہوا وہاں بھی نماز پڑھوائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل)

اور ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا لکھا ہے کہ آپ نے طور سینا میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا ہے۔ (کذا رواہ النسائی)

واقعہ نمبر۵:

جس میں عجائب واقعات برزخ کے ملاحظہ فرمائے اور وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک عجوزہ پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے انہوں نے کہا چلیے چلیے آپ چلتے رہے ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتا ہے کہ اے محمد ادھر آیئے جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلیے چلیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جماعت پر گذر ہوا کہ انہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیک یا اول۔ السلام علیک یا آخر۔ السلام علیک یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ سو دنیا کی عمر اتنی رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے۔

(رواہ البیہقی فی الدلائل وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظہ نکارۃ وغرابۃ)

اور طبرانی اور بزار کی حدیث میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے ہیں۔ اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب وہ کاٹتے ہیں تو پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے سے قبل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال میں سوائے زکوٰۃ کے (بھی) حق ہے (صدقات نافلہ مراد ہیں) (ترمذی)

پوچھا یہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گناہ بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطاء فرماتے ہیں اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

پھر ایک قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں۔ اور جب وہ کچلے جا چکے ہوتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا ذرا سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے سر گرانی کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا کہ ان کی شرم گاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں۔ اور وہ مویشی کی طرح چر رہے تھے۔ اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا۔ جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور وہ لوگ اس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں سے وہ مرد ہے جن کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ ناپاک عورت کے پاس آئے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ اسی طرح وہ عورت ہے کہ جو اپنے حلال طیب شوہر کے پاس سے اٹھ کر کسی ناپاک مرد کے پاس آوے اور رات کو اس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جاوے پھر ایک شخص پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا۔ جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا لا کر رکھتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے اداء پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے اور جب وہ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا۔ جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اسی پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر اس پر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے کیونکہ میرے بالا خانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشتریاں اور دستہ دار کوڑے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کو کفایت کروں گا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بیشک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے۔ جنت نے کہا کہ میں راضی ہوگئی پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ کو عطاء فرما کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر اور معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا میں راضی ہوگئی۔ اور ابو سعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے اس نے بھی کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف نظر کیجئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اس کی طرف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم مال زکوٰۃ میں سے کوئی چیز قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہیں کرتے (طبرانی)

التفات نہیں کیا۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر آچکا ہے) اور (ظاہراً یہ واقعات قبل عروج الی السموات دیکھے گئے اور بعضے واقعات میں بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ) اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرائیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں وہ چنگاریاں نگلتی ہیں اور ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں۔ جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا اور وہ لوگ چغل خور عیب چین تھے۔

واقعہ نمبر ۶:

جب آپ بیت المقدس پہنچے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہما السلام (اپنے مراکب کو) باندھتے تھے۔ اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا کہ جبرائیلؑ نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے انگلی سے سوراخ کر کے اس سے براق کو باندھ دیا۔

ف: دونوں روایتیں اس طرح سے جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو قدیم الزمان سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو۔ جبرائیلؑ نے انگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں اور اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ باندھنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ تو مسخر کر کے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ ہو تاہم اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

واقعہ نمبر ۷:

باب تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب فناء مسجد میں پہنچے تو جبرائیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلا دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جبرائیل نے کہا ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا کہ تم کس کے لئے ہو انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں اور حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبرائیل نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبرائیل نے مجھ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کہا نہیں انہوں نے کہا جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاءؑ کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں کوئی سجدہ میں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔ سو جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی۔

اور بیہقی میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اس جماعت کے امام ہوئے) جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبرائیلؑ نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرماوے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود خور اور زکوٰۃ نہ دینے والے کو آگ کی خوشخبری دے دو۔ (الدیلمی)

اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر ارواح انبیاءؑ سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثنا کی۔ سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح کی تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے مجھ کو خلیل اللہ بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطاء فرمایا اور مجھ کو مقتداء صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتداء کیا جاتا ہے اور مجھ کو آتش (نمرودی) سے نجات دی۔ اور اس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھ کو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق وہ عدل کرتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطاء فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر فرمایا) اور مجھ کو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثناء کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارت عالیشان اور مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست تھیں) اور مجھ کو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھ کو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور طیر کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایان نہ ہوگی۔ اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب پر ثناء کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجھ کو مشابہ آدم علیہ السلام کے بنایا کہ ان کو مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو (ذی روح) ہو جا اور وہ (ذی روح) ہو گیا اور مجھ کو لکھنا اور حکمت اور توراۃ کا علم دیا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اس میں پھونک مار دیتا تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور مجھ کو پاک کیا اور مجھ کو اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی ثناء کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثناء کی اور میں بھی اپنے رب کی ثناء کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر (دینی ضروری) امر کا بیان ہے۔ (خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً) اور میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو امت عادلہ بنایا اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیمؑ نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب پر فائق ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج الی السموات کا ذکر کیا اور ایک روایت میں آپ کے بالخصوص تین پیغمبروں ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ہی پہلے مجھ کو سلام کیا (کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ الاسراء میں دجال کو بھی دیکھا اور خازن النار کو بھی دیکھا (کذا رواہ مسلم) ظاہراً اس اقتران ذکری سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کو بھی بیت المقدس کے موقع پر دیکھا یعنی اس کی صورت مثالیہ کو کیونکہ وہاں اس کا ہونا ظاہر ہے۔

واقعہ نمبر ۸:

اس کے بعد آسمانوں پر صعود ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کی منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبرائیلؑ لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے۔ اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس بھی اترے۔ اور بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح (بعد موت کے) چڑھتی ہیں سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا تم نے (بعض) میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا سو وہ اس زینہ کو دیکھ

کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے دائیں بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔ اور کعب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل اس پر چڑھے اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبرائیلؑ) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان تک پہنچا۔

واقعہ نمبر ۹:

حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ اول آسمان دنیا تک پہنچے جبرائیلؑ نے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا (ملائکہ بوابین کی طرف سے) پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمان پر بلانے کے لئے) بھیجا گیا جبرائیلؑ نے کہا ہاں۔ (رواہ البخاری)

اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے اس کا نام باب الحفظہ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اس کا نام اسماعیل ہے اس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتے ہیں اور شریک کی ایک روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سموات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دیں۔ جیسے یہاں جبرائیلؑ کی زبانی معلوم ہوا اس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہوگئی کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی پہنچا ہے اور اس پوچھنے میں جو دو احتمال ذکر کئے گئے تفصیل اس کی واقعہ ہشتم نمبر پانچ میں مذکورہ ہوئی ہے وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے اس دلیل نقلی سے اس توجیہ عقلی کی تائید ہوگئی بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدمؑ موجود ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ آدمؑ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جس کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں سو داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں اس لئے داہنی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین) اور بزار کی حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے اس دروازہ میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف سے ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں اور شریک کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماء دنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سماء دنیا میں ایک نہر بھی دیکھی کہ اس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور وہ کوثر ہے۔

ف: آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اس طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصل جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے۔ یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیاء جسم مثالی کہتے ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۰:

بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر بڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا جبرائیل نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح۔

واقعہ نمبر ۱۱:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے۔ کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا جبرائیل نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں جبرائیلؑ نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا اور صالح اور نبی صالح۔

واقعہ نمبر ۱۲:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ وہاں سے کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارونؑ موجود تھے جبرائیلؑ نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح۔

واقعہ نمبر ۱۳:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا۔ کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پوچھا تو موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں جبرائیلؑ نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے انہوں نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔ (تو مجھ کو اپنی امت پر حسرت ہے کہ انہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گی اور اس لئے میری امت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو ان کے حال پر رونا آتا ہے)۔

واقعہ نمبر ۱۴:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرائیلؑ آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں۔ پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں۔ کہا گیا مرحبا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن مسلم)

اور دلائل بیہقی میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ بہت حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ اور میری امت بھی موجود ہے دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے سو میں اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

واقعہ نمبر ۱۵:

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ جبرائیلؑ نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں ہیں دو اندر کو جارہی ہیں اور دو باہر کو آرہی ہیں۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ جو اندر کو جاتی ہیں یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور جو باہر آرہی ہیں یہ نیل اور فرات ہے۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب اور دوسرا دودھ اور تیسرا شہد کا لایا گیا میں نے دودھ کو اختیار کیا جبرائیلؑ نے کہا یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت قائم رہے گی۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائے سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے جبرائیلؑ نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہے اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اور بیہقی کی حدیث میں ابوسعید کی روایت ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اس سے دو نہریں نکلتی تھیں۔ ایک کوثر دوسری نہر رحمت اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔

اور بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگوں نے چھالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھیں اور مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے اور ایک

18 حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی۔ اور ایک حدیث میں ہے اس کو فرشتوں نے چھالیا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اسکو ایک عجیب چیز نے چھالیا تو اس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اس کا وصف بیان نہیں کر سکتا۔ اور ایک اور روایت میں ہے سدرۃ المنتہٰی کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کئے جانے کے درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا (کذا رواہ مسلم)

اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہٰی دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اس کی مشک کی ہے (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت معمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں۔ اور جب وہ نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔

اور یہ جنت میں داخل ہونا جو اوپر مذکور ہوا ہے ممکن ہے بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو۔ اور ممکن ہے کہ بعد میں ہو۔ لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہٰی سے قریب ہے۔ حدیث میں ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب تھا۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے پھر وہ بند کر دیا گیا اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر رہے۔ درمیان سے پردہ اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا دیا گیا۔

واقعہ نمبر ۱۶:

بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد لقاء ابراہیم علیہ السلام کے ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی سو مجھ پر اللہ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ (کذا فی المشکوٰۃ عن الشیخین)

واقعہ نمبر ۱۷:

بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبرائیلؑ کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبرائیل نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھ سے جبرائیلؑ نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں (کذا فی شرح النووی مسلم)

اور ابوالحسن بن غالب نے ابوالربیع بن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہمسفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا اے جبرائیل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاؤں شیخ سعدی نے اسی کا ترجمہ کیا ہے۔

بدو گفت سالار بیت الحرام کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلّی بسوزد پرم

اور اسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کروائے گئے اور ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی اس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جائیے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آگے بڑھ آئے اور دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھو:

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا

سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صورت میں پیدا کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لہجہ میں پکارے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحشت دور ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فہم مقصود سے مانع ہو۔ اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خشکی اور تری میں مال ضائع نہ ہوگا مگر جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی (معجم طبرانی)

قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لیے اتاردی گئی اور میں اس پر رکھا گیا پھر مجھ کو اوپر اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اس کو بیان نہیں کرسکتی۔

واقعہ:

حق تعالیٰ کی رویت اور کلام ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور طبرانی نے اوسط میں بسند ثقات ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔اور پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ عنایت ہوئی جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس کے گناہ معاف کیے گئے (کذا رواہ مسلم)

اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کرلیا تو (کم از کم) دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے گی۔اور اگر اس کو کرلے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی۔(کذا رواہ مسلم)

اور بیہقی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کی روایت کی ہے اس کا اختصار یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلامی اور داؤد علیہ السلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السلام کا ملک عظیم اور انس وجن وشیاطین وہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دینا اور عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل وتورات اور ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتیٰ کا عطا ہونا اور ان کا اور انکی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح صدر ووضع وزر ورفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا اور اول بھی اور آخر بھی بنایا اور ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینہ میں ان کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا۔اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورہ بقرہ بلاشرکت دوسرے انبیاء علیہم السلام کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطاء فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا اس کے اسناد میں ابوجعفر ہیں جن کو ابن کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

واقعہ:

واپسی سمٰوات سے زمین کی طرف محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ پڑھی جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا گوشہ پکڑلیا اور عرض کیا یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جانا تاکہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں اس کو سنے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ان کو خبر دی انہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی نشانی ہے (جس سے ہم کو یقین آوے) کیونکہ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا اس وقت تو میں شام کو جارہا تھا۔(یعنی سفر اسراء آغاز تھا) پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا۔میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس میں پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضاء سے ثنیۃ التنعیم کو آرہا ہے سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا اور دوسرا دھاری دار لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے۔سو اس اونٹ سے پہلے کوئی اونٹ نہیں ملا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا۔انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا اور ان دوسروں سے بھی پوچھا (جن کا اونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا) اور یہ لوگ مکہ آچکے انہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مال میں زکوٰۃ مل جائے (نکالی نہ جائے) وہ ہلاک ہوجاتا ہے (بیہقی)

نے کہا واقعی صحیح فرمایا اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (کذا فی سیرۃ ابن ہشام)

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشانی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا آ گئے۔

واقعہ نمبر ۱۸:

واپسی فوق سموات سے سموات کی طرف بخاری میں بعد سیر بیت المعمور اور پیش ہونے ظروف خمر ولبن وعسل کے (جس کا ذکر واقعہ ہفدہم میں ہوا ہے) یہ ہے کہ پھر مجھ پر ہر رات دن پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر میں واپس ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حکم ہوا میں نے کہا کہ پچاس نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے پچاس نمازیں ہر گز رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی واللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس (یعنی اس مقام کو جہاں یہ حکم ہوا تھا) واپس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس آ گیا سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا سو میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں دس نمازوں کا حکم ہوا میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت (یعنی سب امت) ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنے لئے تخفیف مانگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا۔ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اس کے آخیر میں یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں۔ اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان وزمین پیدا کیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کی پابندی کیجئے۔

واقعہ نمبر ۱۹:

معاملہ مخاطبین بعد استماع قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب مسجد اقصیٰ کی طرف لے جایا گیا۔ (اس میں آگے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے۔ اور بعضے مشرکین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات میں بیت المقدس میں لے جایا گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں لوگ کہنے لگے کیا تم اس امر میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے (حالانکہ وہ کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں میں تو اس سے زیادہ بعید امر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر کے بارہ میں جو ان کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) ان کی تصدیق کر لیتا ہوں اسی لئے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن اسحٰق نے۔

ف: اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسا امر مستبعد نہ تھا کہ بعضے لوگ مرتد ہو جاتے۔

واقعہ ۲۰:

مطالبہ حجت از کفار واقامتش از سید الابرار علیہ صلوٰۃ اللہ العزیز الغفار۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا تھا اور جو جو مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس قوم نے زکوٰۃ نہ دی اللہ ان کو قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (المنذری)

نبوت کے بعد کی مکی زندگی کے چند واقعات

پہلا واقعہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب وحی ہونے کی تصدیق کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں اور عورتوں میں سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور جوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بعد ازیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ اور روز بروز لوگ ایمان میں داخل ہونے لگے۔

دوسرا واقعہ:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ. نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا۔ ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت الفاظ کہے سورۂ تبت تب ہی نازل ہوئی جس میں اس کی اور اس کی جورو کی مذمت ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی اس ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ان دونوں کے نکاح میں تھیں (اس وقت اختلاف دین سے نکاح درست تھا) ابولہب نے بیٹوں کو کہا اگر تم ان بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو تم سے علاقہ نہ رکھوں گا ان دونوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر برے کلمات کہہ دیئے اس گستاخی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بددعا کی

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ.

یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔

ایک بار تجارت کے لئے شام جاتا تھا رستہ میں ایک منزل پر جہاں شیر لگتا تھا ٹھہرنا ہوا ابولہب نے بیٹے کے حفاظت کے واسطے تمام اسباب کا ایک ٹیلا بنا کر عتبہ کو اس پر بٹھلایا اور سب کو اس کے گرداگرد سلایا رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا مگر یہ شقاوت تھی کہ اس پر بھی ایمان نہیں لاتے تھے یہ سب قصے قریب زمانہ نبوت کے ہیں۔

تیسرا واقعہ:

جب ہجرت حبشہ کی ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کیا مکہ سے نکل کر برک الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے ہے پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کے سردار قوم قارہ کا تھا ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا کفار نے کہا بایں شرط ہم کو منظور ہے کہ یہ قرآن گھر سے باہر اور با آواز بلند نہ پڑھا کریں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے چند دن ایسا ہی کیا۔ پھر ضبط نہ ہو سکا تو باواز بلند پڑھنا شروع کیا۔ محلہ کی عورتیں جمع ہو کر سننے لگیں کفار نے اس رئیس پناہ دہندہ سے کہا۔ اس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا خلاف عہد کرتے ہو تو میری پناہ نہ رہے گی انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو سوائے خدا کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا اور آپ بامان الٰہی محفوظ رہے۔

چوتھا واقعہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانان ہمراہی آپ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک شمار اہل اسلام پہنچی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں تھے۔ اس زمانہ میں عمر بن الخطاب اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! دین اسلام کو عزت دے اسلام عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے سو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن عمر رضی اللہ عنہ مشرف با سلام ہوئے یہ ۶ نبوت میں ہوا (کذافی تواریخ حبیب الہ)

پانچواں واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مطعم کا شکر یہ فرمایا کرتے تھے۔ (کذافی الشمامۃ عن اسد الغابۃ)

ہجرت مدینہ طیبہ

جب تیرھویں سال نبوت بیعت عقبہ ثانیہ واقع ہو چکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو اجازت ہجرت مدینہ طیبہ کی فرمائی اور اصحاب نے خفیہ روانہ ہونا شروع کیا ایک دن سرداران کفار قریش مثل ابوجہل وغیرہ دار الندوہ میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع

ہوئے اور بعد گفتگوئے بسیار کے سب کی رائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہو اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد کے مکان پر جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ بنی ہاشم (کہ حامی آپ کے ہیں) سارے قبائل قریش سے طاقت مقاومت کی نہیں رکھ سکتے بالضرور خون بہا پر راضی ہو جاویں گے اور ہم لوگ بے تکلف دیت ادا کریں گے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راز پر مطلع فرمایا اور حکم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کر جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو گھر میں تھے کہ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے۔ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں داخل ہونے کے مکڑی نے جالا غار کے منہ پر پور دیا اور ایک کبوتر کے جوڑے نے آ کے غار میں انڈے دے کر سینے شروع کئے کفار نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اس میں کوئی آدمی جاتا تو یہ مکڑی کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا اور کبوتر جنگلی وحشی جانور ہے اس غار میں نہ ٹھہرتا یہ کہہ کر کفار پھر گئے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لئے تار عنکبوت اور بیضہء کبوتر سے ایسا کام لیا کہ صدہا زرہ آہنی اور جوانان جنگی اور قلعہ محکم سے نہ نکلتا۔

تین دن تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں رہے عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلا جاتے اور عبداللہ بیٹے ابو بکر صدیق کے جوان تھے۔ مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آ کر بیان کر دیتے تھے۔

مدینہ منورہ تشریف آوری

پہلا واقعہ:

تشریف آوری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ میں عبداللہ بن سلام کہ ایک بڑے عالم یہود میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے اور جوابات صحیح پا کر ایمان لے آئے۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

دوسرا واقعہ:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہ اصل میں مجوسیان فارس تھے اور ان کی عمر بہت ہوئی اور دین مجوسی کو چھوڑ کر دین نصاریٰ انہوں نے اختیار کیا تھا اور زبانی علماء یہود اور نصاریٰ کے خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات کہ آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آویں گے سن کر مدینہ آ رہے تھے کئی جگہ بکے تھے ان دنوں ایک یہودی کے غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور علامات نبوت دیکھ کر مسلمان ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی آزادی کی فکر کرو۔ انہوں نے اپنے مالک سے کہا اس نے چالیس اوقیہ سونے (کہ یہاں کے تول سے سوا سیر سے زیادہ ہوتا ہے) مکاتب کر دیا اور یہ بھی شرط کی کہ تین سو درخت چھوارے کے لگاویں اور جب وہ بار آور ہوں تب وہ آزاد ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے چھوارے کے درخت لگا دیئے وہ سب اسی سال میں بار آور ہوئے اور بقدر ایک بیضہء کے سونا غنیمت میں آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو دیا کہ اس کو دے کر آزاد ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ چالیس اوقیہ سونا چاہیے یہ کیا کفایت کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک اس پر پھیر دی اور دعائے برکت کی۔ سلمان کہتے ہیں میں نے جو تولا چالیس اوقیہ تھا نہ کم نہ زیادہ اور ادا کر کے آزاد ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

تیسرا واقعہ:

مدینہ طیبہ میں بیر رومہ کا (ایک کنواں ہے) پانی شیریں تھا اور دوسرے کنویں کا پانی کھاری تھا اور اس کا مالک ایک یہودی تھا وہ پانی بیچا کرتا تھا اس سبب سے مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے ڈول اس میں جاری کر دے۔ اس کے لئے جنت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کنویں کو خالص اپنے مال سے خرید لیا اور وقف کر دیا۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں اور ان کے ضمن میں بعض دوسرے مشہور واقعات بترتیب سنیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت اقامت مدینہ طیبہ میں وفات تک دس سال دو ماہ ہے۔ جب جہاد فرض ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے قتال شروع کیا اور سپاہ بھیجنے لگے جس جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے اس کو اہل سیر غزوہ کہتے ہیں۔ اور جو لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیج دیا اور خود تشریف فرما نہیں ہوئے اس کو سریہ کہتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ روکنے والا قیامت کے روز جہنم میں جائے گا۔ (طبرانی)

ہیں۔ بتفصیل ہر غزوہ اور سریہ کا حال لکھنا دشوار ہے۔ اس لئے بعض کا بہت مختصر حال لکھا جاتا ہے اور مقارنت زمانی کی مناسبت سے بعض دوسرے واقعات لکھے جاتے ہیں۔

سنہ اول ہجرت:

جہاد فرض ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ ماجرہ رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع ہے قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں یہ سب سریے تھے پھر صفر میں غزوہ ابواء واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے ابواء ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین و انصار کے درمیان عقد اخوت مقرر رہا۔

سنہ ۲ ہجرت:

ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا پھر غزوہ عشیرہ (بضم عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ والاخریٰ میں اس قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ نہیں ملا اور غزوہ بدر کا سبب ہو گیا۔ اس لئے غزوہ عشیرہ کو غزوہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں: یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ. اور سب سے عظیم الشان غزوہ بدر ہوا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جا رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر جو تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے یہ خبر مکہ پہنچی۔ کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسری راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا۔ مگر یہ قریش کے لوگ پھر بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تا کہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا۔ باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے سورۃ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔ پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے چلے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے پھر ابوسفیان دو سو سوار لے کر بارادہ جنگ مدینہ کو چلے مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسلمانوں کو لے کر چلے کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زاد راہ تھا پھینک گئے۔ اس لئے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا پھر اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم صفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں۔ اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سنہ ۳ ہجرت:

بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع الاخر اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوہ احد واقع ہوا جس کا قصہ چوتھے پارے کے پاؤ سے شروع ہو کر نصف کے کچھ بعد تک پہنچتا ہے۔ پھر غزوہ حمراء الاسد کہ ایک منزل ہے واقع ہوا۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب احد سے کفار چلے گئے تو پھر راہ سے مدینہ لوٹنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے جب کفار نے یہ سنا ڈر کر پھر لوٹ گئے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد تک پہنچے تھے اس کے نام پر اس کا نام مقرر ہوا پھر بقیہ شوال و ذی قعدہ و ذی الحجہ کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ جب محرم کا چاند نظر آیا۔ تو طلحہ بن خویلد و سلمہ بن خویلد کے بغرض مقاتلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین و

انصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لیے بھیجا لڑائی نہیں ہوئی۔ اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے وہ لے کر مدینہ آ پہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن انیس کو مقابلہ کے لیے بھیجا وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے اور واپسی ان کی بعد اٹھارہ روز کے تئیس محرم کو ہوئی تھی پھر سفر کے مہینہ میں سریہ رجیع واقع ہوا کفار مکہ کے بہکانے پر کچھ لوگ قبیلہ عضل و قارہ کے براہ فریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بظاہر مسلمان ہوئے تھے اور درخواست کی ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجیے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی ساتھ کر دیئے جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل کا پہنچے تو ہذیل کو مدد کے لیے بلا لیا اور بد عہدی کی بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصم رضی اللہ عنہ اور بعضے پکڑے گئے جیسے خبیب رضی اللہ عنہ اور بعد میں شہید کر دیئے گئے اور اسی صفر کے مہینہ میں واقعہ بیر معونہ کا ہوا یہ ایک جگہ ہے۔ بلا دہذیل میں درمیان مکہ اور عسفان کے وہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص عامر بن مالک رہنے والا نجد کا قوم بنی عامر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا میں مسلمان ہو جاتا مگر مجھ کو قوم کا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگ میرے ساتھ کر دیں کہ وہ میری قوم کو دعوت اسلام کریں پھر مجھ کو بھی کچھ تامل نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اہل نجد کا ڈر ہے اس نے کہا کچھ ڈر نہیں میں اپنی پناہ میں لے لوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمی اصحاب میں سے قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہنچے کفار نے ان میں رعل و ذکوان وعصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہود بنی قریظہ اور یہود بنی نضیر نے کہ مدینہ کے باہر ایک ایک محلہ میں رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق رہیں گے کچھ بدخواہی نہ کریں گے اور آپ کے دشمن کی مدد نہ کریں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ دیت میں محلہ بنی نضیر میں تشریف لائے۔ اور ان سے اس معاملہ میں گفتگو کی وہ لوگ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہوگی وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ۔ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ بعضے خیبر میں جا بسے۔ بعضے شام میں اور بعضے اور جگہ، سورہ حشر میں بھی یہی قصہ ہے۔ اور اسی سال یا اگلے سال شراب حرام ہوئی اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ ہجرت:

ابوسفیان احد سے پھرتے وقت کہہ گئے تھے کہ سال آئندہ پھر بدر پر لڑائی ہوگی۔ جب وہ زمانہ قریب ہوا اور ابوسفیان کو بدر تک جانے کی ہمت نہ ہوئی اس نے یہ چاہا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بدر نہ جاویں۔ تو ہم کو خجالت نہ ہو ایک شخص کو کہ نعیم بن مسعود نام تھا۔ مدینہ بھیجا کہ مسلمانوں کو ابوسفیان کے بہت لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر مرعوب کر دے مسلمانوں نے سن کر کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ. اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لے کر بدر تشریف لے گئے اور چند روز قیام کیا کوئی مقابل نہ آیا اور وہاں اصحاب نے تجارت میں خوب نفع حاصل کیا۔ اور خوش و خرم بے جنگ و رنج پھر آئے۔ اور اسی سال حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

سنہ ۵ ہجرت:

اس میں غزوۂ دومۃ الجندل ربیع الاول میں ہوا یہ مقام دمشق سے پانچ منزل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا کہ وہاں کچھ کفار جمع ہوئے ہیں۔ مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ وہ خبر سن کر متفرق ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اسی سال شعبان میں غزوۂ مریسیع ہوا اس کو غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ بنی مصطلق لڑائی کا ارادہ رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور وہ لوگ مقابل نہیں ہوئے۔ ان کے اموال اور ذریۃ مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں لگیں۔ انہوں نے مکاتب سنا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت عطا کر کے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اسی غزوہ میں قصہ افک یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا واقعہ ہوا۔ اور اسی سال شوال میں غزوہ خندق جس کا نام غزوہ احزاب بھی ہے۔ واقع ہوا۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب بنی نضیر جلا وطن کیے گئے۔ حیی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا۔ یہ خیبر جا رہا تھا۔ چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کے واسطے آمادہ کیا۔ اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو

گئے اور مدینہ کو چلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بمشورہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع کے خندق کھودنے کا حکم دیا دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات سے محکم تھیں۔ اور بعد مرتب ہونے خندق کے وہاں اپنا لشکر قائم کیا اور لڑائی کا اہتمام کیا اور جب لشکر کفار کا آ پہنچا تو خندق دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ اس لیے عرب نے تو یہ صورت کبھی نہ دیکھی تھی۔ متصل خندق کے خیمہ زن ہو کر تیر و سنگ سے لڑتے رہے ادھر سے بھی تیر و سنگ سے ان کو جواب دیا جاتا رہا۔ اور حیی بن اخطب نے بنی قریظہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب میں تفرقہ ڈالنے کے لیے مشورہ کیا۔ کہ ایک شخص نعیم بن مسعودؓ نے قبیلہ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں۔ کیونکہ میرے اسلام لانے کی انکو خبر نہیں وہ میرا اعتبار کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب قائدہ ''الحرب خدعۃ'' اجازت دیدی۔ وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریش اور غطفان سے موافقت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کی بے جا کیا اگر یہ لوگ بے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام تمام کیے ہوئے پھر گئے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کریں گے اور تم میں تنہا ان کے مقابلے کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی بطور رہن یعنی اول کے دیدیں کہ تمہارے پاس رہیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت ہے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آویں گے اگر وہ لوگ اس کو منظور کر لیں تو سمجھ لو کہ ان کو تمہارا دل سے خیال ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دے دیتے ہیں۔ پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ بنی قریظہ پس پردہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرا دو سو انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا ہے سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں ہرگز نہ دیجیو۔ اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا قریش نے انکار کر دیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی ہو کر باہم اچھا خاصہ بگاڑ ہو گیا۔ جب احزاب کو زیادہ دن گذر گئے ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ایک پروا ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار واپس چلا گیا۔ سورہ احزاب میں اس غزوہ کا ذکر ہے اور غزوہ خندق کے متصل ہی غزوہ بنو قریظہ ہوا وہ اس طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد غزوہ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہا رہے تھے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور مع لشکر بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں۔ کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو ہمارے لیے حکم دیں ہم کو منظور ہے۔ وہ صحابی قبیلہ اوس میں تھے۔ جو بنی قریظہ کے حلیف تھے بنی قریظہ کو خیال تھا کہ حلیف ہونے کے سبب رعایت کریں گے انہوں نے بعد اترنے کے حکم دیا کہ مردان کے قتل کئے جاویں۔ اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنائے جاویں۔ اور مال و جائداد ان کا سب ضبط ہو چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار سوداگر تھا۔ اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہتا تھا۔ احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں یہ بھی شریک تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عتیکؓ کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کر دیا۔ حدیثوں میں اس کا ذکر مفصل مذکور ہے۔

اور خندق اور قریظہ کے بعد مگر پورے طور سے تاریخ معین نہیں پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی صلوٰۃ الخوف نازل ہوئی اور اسی کے بعد سریہ خبط ہوا خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو صحابہ نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے۔ اس لیے یہ نام ہوا۔ اس میں مدینہ سے پانچ روز کی راہ پر ساحل بحر کے متصل ایک قبیلہ جہینہ کے مقابلے کے لیے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا۔ اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارے پر آ گئی تھی جو بہت بڑی تھی۔ اور غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر بھی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ قافلہ قریش کے تعرض کے لیے یہ لشکر گیا تھا۔ اور اس سال میں بقول بعض اس سے پہلے سال میں آیت حجاب نازل ہوئی تھی۔

سنہ ۶ ہجرت:

بنی قریظہ کے چھ مہینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادہ سے چلے وہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے آپ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے مختلف دستے جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن کے بعد مدینہ تشریف لے آئے۔

پھر سریہ نجد واقع ہوا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی جانب بھیجا وہ بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گیا۔ اسی سال ذی قعدہ میں قصہ حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے یہ خواب بیان کیا اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بے قرار تھے۔ خواب سن کر تیاری سفر شروع کر دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ متصل مکہ پہنچ گئے اور قریش نے سن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے پھر حدیبیہ پر مقام کیا۔ یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اس پر صلح ہوئی۔ کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری اس عرصہ میں فیما بین لڑائی نہ ہو۔ اور آپ کے حریفوں سے قریش لڑائی نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ نہ لڑیں۔ حلیف کہتے ہیں عہد موافقت باندھنے والے کو اور وہاں بنی بکر اور بنی خزاعہ دو قبیلے تھے۔ خزاعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم عہد ہوئے۔ اور بنی بکر قریش کے ساتھ۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے اور اسی سنہ میں حدیبیہ کے قبل واقدی نے چند سرایا ذکر کیے ہیں۔ مثلاً ربیع الاول یا آخر میں عکاشہ بن محصن ؓ کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر کی طرف بھیجا وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے۔ اور ان کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آ گئے۔ اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ذی القصہ کی طرف بھیجا وہ لوگ بھی بھاگ گئے ایک شخص ہاتھ آیا وہ مسلمان ہو گیا۔ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دس آدمی دے کر بھیجا غنیم چھپ کر بیٹھ گئے۔ جب مسلمان سو گئے دفعۃً ان پر آ گرے اور سب کو قتل کر دیا صرف محمد بن مسلمہ زخمی ہو کر واپس لوٹے اور اسی سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا سریہ جموح کی طرف روانہ ہوا کچھ قیدی اور مواشی ہاتھ آئے اور جمادی الاولیٰ میں یہی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ طرف کی طرف روانہ کیے گئے۔ اور بیس اونٹ ہاتھ آئے۔ اور اسی مہینے میں یہی زید رضی اللہ عنہ عیص کی جانب بھیجے گئے اور ابو العاص بن ربیع ؓ آپ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے وہ سب لے لیا گیا اور ابو العاص ؓ نے مدینہ میں آ کر حضرت زینب کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرا دو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کرا دیا انہوں نے مکہ میں آ کر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔

بعد حدیبیہ کے غزوہ غابہ واقع ہوا جس کا نام غزوہ ذی قرد بھی ہے یہ ایک تالاب ہے اور غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چر رہے تھے۔ کہ عبدالرحمٰن فزاری راعی کو قتل کر کے اونٹ ہانک کر لے گیا آپ کچھ آدمی لے کر تشریف لے چلے سلمہ بن اکوع ؓ نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے۔ اور سب اونٹ چھڑا لیے۔ صحیح مسلم میں یہ قصہ بسط سے مذکور ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس آ کر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقع ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صبح کو پہنچے وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کر لیا سات قلعے خیبر میں تھے۔ سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے بعد فتح ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے یہود نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں کے تردد کے لیے مزدوروں کی حاجت ہوگی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات قبول فرمائی اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے اور جب چاہیں نکال دیں گے۔ اور بٹائی پر خدمت کے لئے ان کو رکھا۔ پیداوار میں سے نصف حصہ ان کا مقرر کیا۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرانا منظور ہوا۔ تو یہود کو خیبر سے نکال دیا۔ وہ سب شام کو چلے گئے خیبر سے ملحق ایک موضع فدک تھا۔ وہاں کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح صلح چاہی کہ آدھی زمین فدک کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں اور آدھی اپنے پاس رکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ ؓ کے حصہ میں آئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا آپ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابو موسیٰ اشعری مع اشعریین کے آئے اور خیبر ہی میں ایک یہودیہ نے بکری کے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کی گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی اور غزوہ اوطاس میں پھر مباح

ہوا تھا۔ پھر حرام ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے فارغ ہو کر وادی القری کی طرف متوجہ ہوئے وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وادی القری میں چار روز رہے۔ جب یہود تیمہ کو یہ خبریں پہنچیں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا۔ اور تیماء اور وادی القری والوں کو اس لیے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہیں پھر خیبر سے واپس تشریف لا کر شوال سنہ ۷ ہجری تک آپ کہیں نہیں تشریف لے گئے۔ اور اس مدت میں مختلف سرایا روانہ فرمائے۔

سنہ ۸ ہجرت:

غزوہ موتہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ کا نامہ مبارک حاکم بصرہ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا۔ راہ میں حاکم شہر موتہ نے ارض شام سے ہے۔ جس کا نام شرجیل بن عمرو غسانی تھا اس کو قتل کر ڈالا آپ نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو امیر بنادیں اور جو وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواہ رضی اللہ عنہ اور اگر وہ بھی شہید ہو جاویں۔ تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا اور لڑائی میں فتح ہوئی اور سال جمادی الاخری میں غزوۂ ذات السلاسل ہوا۔ یہ وادی القری کے آگے ہے۔ اور یہاں سے مدینہ منورہ دس دن کی راہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا۔ کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو تین سو آدمیوں کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ مجمع اعداء کا زیادہ ہے تو دو سو آدمی دے کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہو گئے لشکر اسلام ایک پانی پر ٹھہرا تھا جس کا نام سلسل تھا۔ اس لئے اس غزوہ کا نام ذات السلاسل ہوا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ سلاسل سلسلہ دار ریگ کو کہتے ہیں۔ وہ زمین ایسی ہی تھی۔ اور بخاری میں غزوہ ذات السلاسل سے پہلے غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا۔ جو قبیلہ خثعم میں اہل یمن میں سے تھے۔ کعبہ کے نام سے مقرر کیا گیا تھا۔ پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا۔ اور یہ اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام اور مفتاح شیوع دین ہے سامان اس کا یہ ہوا۔ کہ خزاعہ کہ صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بنی بکر قریش کے عہد میں ہو گئے تھے۔ آپس میں لڑے اور زیادتی بنی بکر نے کی تھی۔ کہ خزاعہ پر شب خون مارا تھا۔ اور قریش نے ان کی خفیہ مدد کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور مع لشکر و مہاجرین و انصار و دیگر قبائل کوچ فرمایا۔ دس ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے۔ مرکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا۔ جب کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی۔ اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی تھی۔ اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الٰہ میں دیکھ لیا جاوے یہاں اختصار مدنظر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں بتوں کو خودنیست و نابود کیا اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے اور مٹانے کے لئے سرایا روانہ فرمائے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عزیٰ مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا۔ اور سعد بن زید اشہلیر ضی اللہ عنہ کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس وخزرج وغسان وغیرہم کا بت تھا۔ روانہ کیا اور یہ سب کارگذاری کر کے آ گئے۔ اور آپ نے اقامت مکہ ہی کے زمانہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی خزیمہ کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا پھر بعد فتح مکہ کے غزوہ حنین ہوا اس کو غزوہ اوطاس بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں موضع ہیں مکہ اور طائف کے درمیان میں اور غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ آپ کے قتال کو آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کے ان کفار پر بقصد جنگ جمع ہو کر نکلے تھے۔ بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے کر گئے اور قتال شروع ہوا۔ درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں شروع ہو گئی مگر انجام کار اللہ نے فتح دی۔ یہ قصہ مقام حنین میں ہوا۔ پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہو گئے حملہ لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی۔ اور اس کے بعد شوال کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف قلعہ کے اندر پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ مگر علم الٰہی میں اس کی فتح کا وقت نہ آیا تھا۔ آپ وہاں سے اٹھ آئے۔ اور بعد غزوہ تبوک کے کہ جس کا ذکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔ (طبرانی واصبہانی)

آوے گا۔اور وہ لوگ بلا قتال خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے۔اور لات بت ان کے ہاں تھا۔وہ بھی توڑا گیا۔پھر اسی سال کے محرم میں عینیہ بن حصن فرازی رضی اللہ عنہ کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ غزوہ کے لئے بھیجا۔وہ لوگ مقابلے سے بھاگے اور کچھ مرد وعورت گرفتار ہوئے اور مدینہ میں لائے گئے پھر ان کے چند روساء اقرع بن حابس وغیرہ مدینہ میں آئے اور بعد مقابلہ نظم ونثر کے مسلمان ہو گئے آپ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا۔پھر صفر میں قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو خشعم کی طرف بھیجا اور قتال بھی ہوا پھر کچھ غنیمت لے کر مدینہ آ گئے اور اسی سال حضرت ابراہیمؑ صاحبزادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے اور آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

سنہ ۹ ہجرت:

ربیع الاول میں ایک لشکر ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی پھر ربیع الآخر میں علقمہ بن مجزز مدلجی رضی اللہ عنہ کو حبشہ کی جانب بھیجا اور کفار بھاگ گئے۔پھر ایک لشکر عبداللہ بن حزافہ سہمی ؓ کے ساتھ روانہ کیا اور اسی سال حضرت علی ؓ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے کے لئے جو کہ قبیلہ طے میں تھا بھیجا حاتم طائی اسی قبیلہ میں سے تھا۔چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا۔اور کچھ قیدی پکڑے گئے حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے۔اور ان کی بہن قید کر لی گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا۔اور سواری بھی دی گئی۔اس نے عدی سے جا کر تعریف کی عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔پھر رجب میں غزوہ تبوک واقع ہوا۔یہ ایک جگہ کا نام ہے اطراف شام میں اس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں۔اس لئے کہ تکلیف کے دنوں میں اس کی تیاری ہوئی تھی۔سبب اس کا یہ ہوا تھا۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تھی۔کہ ہرقل بادشاہ روم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لشکر لاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں قبائل عرب کو کہلا بھیجا بہت آدمی جمع ہوئے تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔آپ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے۔اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا۔ادھر رخ نہ کیا آپ نے اطراف وجوانب میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد ؓ کو اکیدر حاکم دومۃ الجندل کی طرف بھیجا اور وہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔بعض نے لکھا ہے کہ اس نے کچھ نذرانہ مقرر کیا اور چھوڑ دیا گیا۔بعض نے لکھا ہے کہ مسلمان ہو گیا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقامت کو دو ماہ ہو گئے آپ صحابہ ؓ سے مشورہ کر کے مدینہ لوٹ آئے۔اور اسی زمانہ میں مسجد ضرار کے ہدم کا قصہ ہوا۔اور وہ یوں ہوا کہ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا۔اور کتابیں پڑھ کر نصرانی ہو گیا تھا۔پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نبوت کی بیان کرتا تھا۔جب آپ مدینہ پہنچے مارے حسد کے مسلمان نہ ہوا اور عداوت میں سرگرم رہتا اور بعد غزوہ بدر کے مدینہ سے بھاگ کر قریش سے جا ملا احد میں آیا تھا پھر روم چلا گیا تا کہ بادشاہ روم کا لشکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھا لاوے جب یہ صورت بھی نہ بنی مدینہ میں منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بناویں وہ جگہ مشورہ کی ہوگی وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستدعی ہوئے کہ آپ اس میں چل کر نماز پڑھ لیں۔مطلب یہ تھا کہ اس سے اس کی رونق ہو جاوے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جہاد کو جاتا ہوں بعد معاودت دیکھا جاوے گا۔بعد معاودت پھر استدعا کی اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الاية.

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا۔اور اسی سال حج فرض ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بسبب شغل تعلیم وہدایت اور بہ سبب جنگ کے ہر وقت اس کا خیال رہتا تھا۔خود تشریف نہ لے جا سکے حضرت ابوبکر ؓ کو امیر الحاج مقرر کر کے روانہ کیا کہ لوگوں کو حج موافق شرع اسلام کے کرا دیں اور سورہ براءت واسطے سنانے نقض عہد کے ان کے ساتھ کر دی۔پھر بعد میں حضرت علی ؓ کو روانہ کیا ان احکام کی تفصیل سورہ براءت میں ہے اور اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سنہ ۱۰ ہجرت:

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کو تشریف لے گئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے لہٰذا حجۃ الوداع کہلاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی خبر سن کر مسلمان جمع ہونے شروع ہوئے ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے۔اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

اور اسی حج میں واپس آتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علی ؓ کے ساتھ فرمایا کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علی ؓ کے ساتھ تھے ان کی بے جا شکایتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھیں۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ کر ہدایت وارشاد و خلق وعبادت خالق میں مشغول ہوئے اور ربیع الاول میں سفر آخرت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔

شمائل شریف

قاضی عیاضؒ نے اپنی اسناد مفصل سے جو کہ حضرت زین العابدین تک پہنچتی ہے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا اور وہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر اوصاف کیا کرتے تھے اور میں امیدوار ہوا کہ ان اوصاف میں سے کچھ میرے سامنے بھی بیان کریں جس کو میں اپنے ذہن میں جما لوں پس انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات میں عظیم تھے (نظروں میں معظم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ بالکل میانہ قد آدمی سے تو قامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ کلاں تھا۔ موئے سر سیدھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں کو جمع کرتے وقت ان میں اتفاقاً از خود مانگ نکل آئی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں یعنی ابتداء اسلام میں ایسا معلوم تھا۔ اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سرِ نرمہ گوش سے تجاوز کر جاتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو بڑھائے ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک چمکدار تھا۔ پیشانی فراخ تھی ابرو خم دار بالوں سے پُر تھی۔ اور باہم پیوستہ نہ تھی ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں ابھر جاتی تھی اور بلند بینی تھی۔ بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا۔ کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی سمجھے ریش مبارک بڑھی ہوئی تھی۔ پتلی خوب سیاہ تھی رخسار مبارک سبک تھے۔ دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ یعنی تنگ نہ تھا۔ نہ یہ کہ زیادہ فراخ تھا۔ دندان مبارک آبدار تھے اور ان میں ذرا ذرا ریخیں بھی تھیں سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ گردن مبارک ایسی (خوبصورت) تھی جیسی تصویر کی گردن خوبصورت تراشی جاتی ہے صفائی میں چاندنی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا۔ اور سینہ قدرے ابھرا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد فاصلہ تھا) جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن روشن تھا۔ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کی ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی۔ اور ان بالوں کے سوا ثدیین وغیرہ پر بال نہ تھے البتہ دونوں بازوؤں اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر مناسب مقدار سے) بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں ہتھیلی فراخ تھی کفین اور قدمین پر گوشت تھے۔ (ہاتھ پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں یا راوی نے بلند کہا ہے کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے اعصاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے (قدرے گہرے تھے۔ کہ چلنے میں زمین کو نہ لگیں۔ قدم مبارک ہموار تھے اور ایسے صاف تھے۔ کہ پانی ان پر سے بالکل ڈھل جاتا۔ یعنی میل کچیل خشونت وغیرہ سے پاک تھے۔ چکنے ہونے سے پانی ان کو ذرا نہ لگا رہتا۔ جب چلنے کے لئے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا۔ اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا۔ گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی کروٹ کی طرف کی چیز کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے۔ یعنی کن انکھیوں سے دیکھنے کی عادت نہ تھی۔ نگاہ نیچی رکھتے آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی۔ مطلب یہ کہ غایت حیاء سے پورا سر اٹھا کر نگاہ بھر کر نہ دیکھتے تھے۔ اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے کر دیتے جس سے ملتے خود ابتداء بسلام فرماتے پھر میں نے یعنی حضرت حسن نے ہند رضی اللہ عنہ بن ابی ہالہ سے) کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے متعلق مجھ سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہر وقت) آخرت کے غم میں اور ہمیشہ (امور آخرت کی) سوچ میں رہتے کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت طویل ہوتا تھا۔ کلام کو شروع اور ختم منہ بھر کر فرماتے (یعنی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی) کلام جامع فرماتے (جس کے الفاظ مختصر ہوں مگر پر مغز ہوں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام (حق و باطل میں) فیصلہ کن ہوتا جو نہ حشو و زائد ہوتا اور نہ تنگ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج تھے۔ نہ مزاج میں سختی اور نہ مخاطب کی اہانت فرماتے۔ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ فرماتے (مذمت تو اس لئے نہ فرماتے کہ وہ نعمت تھی اور مدح زیادہ اس لئے نہ فرماتے کہ اکثر اس کا سبب حرص اور طلب لذت ہوتی ہے) جب امر حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا تھا جب تک اس حق کو غالب نہ کر لیتے۔ اور اپنے نفس کے لئے غضب ناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لئے انتقام لیتے اور گفتگو کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی کام پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب

ایک روایت میں فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں یا دریا میں تلف ہوتا ہے زکوۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی اوسط)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے یعنی اس پر مارتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا تو ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے (یہ دونوں امر ناشی حیاء سے ہیں) اکثر ہنسنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتی تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اوقات وطرز معاشرت:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک زمانہ تک حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے اس کو چھپائے رکھا پھر جو میں نے ان سے بیان کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اپنے والد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں جانا اور باہر آنا نشست و برخاست سب پوچھ چکے ہیں اور کوئی بات بھی (بے تحقیق کئے ہوئے) نہیں چھوڑی۔ غرض حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں اپنے ذاتی حوائج (طعام ومنام وغیرہ) کے لئے تشریف لے جانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں (منجانب اللہ) ماذون تھے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے رہنے کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔

ایک حصہ اللہ تعالیٰ (کی عبادت) کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (کے حقوق ادا کرنے) کے لئے جیسے (ان سے ہنسنا بولنا) اور ایک حصہ اپنے نفس (کی راحت) کے لئے پھر اپنا حصہ اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے (یعنی اس میں بھی بہت سا وقت امت کے کام میں صرف فرماتے) اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگادیتے) یعنی اس حصہ میں عام لوگ تو نہیں آسکتے تھے مگر خواص حاضر ہوتے اور دین کی باتیں سن کر عوام کو پہنچاتے اس طرح سے عام لوگ بھی ان منافع میں شریک ہو جاتے) اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے (یعنی نہ احکام دینیہ کا اور نہ متاع دنیوی کا بلکہ ہر طرح کا نفع بلا دریغ پہنچاتے) اور اس حصہ امت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز یہ تھا کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کی فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی اور کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں کسی کو زیادہ ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے اور ان کو شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ امت کی اصلاح ہو وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے اور (یہ بھی فرماتے) کہ جو شخص اپنی حاجت مجھ تک (کسی وجہ سے مثلاً پردہ یا ضعف یا بعد وغیرہ ذلک) نہ پہنچا سکے تم لوگ اس کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو کیونکہ جو شخص ایسے شخص کی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچا دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات کو قبول نہ فرماتے (مطلب یہ کہ لوگوں کے حوائج اور منافع کے سوا دوسری لایعنی یا مضر باتوں کی سماعت بھی نہ فرماتے) اور سفیان بن وکیع کی حدیث میں حضرت علیؓ کا یہ قول بھی ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طالب ہو کر آتے۔ اور کچھ نہ کچھ کھا کر واپس ہوتے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم علاوہ نفع علمی کے کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔) اور ہادی یعنی فقیہ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر نکلتے حضرت حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف رکھنے کے حالات بھی مجھ سے بیان کیجئے کہ اس وقت میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے اور ہر قوم کے آبرودار آدمی کی آبرو کرتے تھے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرمادیتے تھے اور لوگوں کو (امور مضرہ سے) حذر رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے اور ان کے شر سے اپنا بھی بچاؤ رکھتے تھے۔ مگر کسی شخص سے کشادہ روئی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پوچھتے رہتے۔ (تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے) اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر معمول نہایت اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی (کہ کبھی کسی طرح کرلیا اور کبھی کسی طرح کرلیا لوگوں کی تعلیم مصلحت سے) غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ (اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے تو بعضے تو خود دین سے) غافل ہو جاویں گے یا (بعضے امور دین میں اعتدال سے زیادہ مشغول ہو کر دین سے) اکتا جاویں گے ہر حالت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک خاص انتظام تھا حق کی طرف کبھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف کبھی تجاوز کر کے نہ جاتے لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب بہترین لوگ ہوتے سب

میں افضل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غم خواری و اعانت بخوبی کرتا۔ پھر میں نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے بارے میں پوچھا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ کا بیٹھنا اٹھنا سب ذکر اللہ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی ایسی معین نہ فرماتے (کہ خواہ مخواہ اسی جگہ بیٹھیں اور اگر کوئی اور بیٹھ جاوے تو اس کو اٹھا دیں) اور دوسروں کو بھی (اس طرح) جگہ معین کرنے سے منع فرماتے اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ (اپنے خطاب و توجہ) سے دیتے (یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی خاطر عزیز نہیں جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی گویا بجائے ان کے باپ کے ہو گئے تھے۔ اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حق میں (فی نفسہ) مساوی تھے (البتہ) تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے (یعنی تقویٰ کی زیادتی سے تو ایک دوسرے پر ترجیح دیتے تھے اور امور میں سب باہم متساوی تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حق میں سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک برابر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس حلم اور علم اور حیاء اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اس میں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے اور اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے۔ اور صاحب حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے۔ پھر میں نے ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اپنے اہل مجلس کے ساتھ دریافت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت کشادہ رو رہتے۔ نرم اخلاق تھے آسانی سے موافق ہو جاتے تھے نہ سخت خو تھے نہ درشت گو تھے نہ چلا کر بولتے تھے نہ نامناسب بات فرماتے نہ کسی کا عیب بیان فرماتے اور نہ (مبالغہ کے ساتھ) کسی کی مدح فرماتے جو بات (یعنی خواہش کسی شخص کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرما جاتے (یعنی اس پر گرفت نہ فرماتے (تصریحاً) اس سے مایوس بھی نہ فرماتے (بلکہ خاموش ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے تو اپنے کو بچا رکھا تھا ریا سے اور کثرت کلام سے اور بے سود بات سے اور تین چیزوں سے دوسرے آدمیوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے اور کسی کو عار نہ دلاتے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے اور وہی کلام فرماتے جس میں امید ثواب کی ہوتی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہوتے تب وہ لوگ بولتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے آپ کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔ (یعنی بات کے بیچ میں کوئی نہ بولتا) اہل مجلس (میں سے ہر شخص کی بات) رغبت کے ساتھ سنے جانے میں ایسی ہی ہوتی جیسے سب میں پہلے شخص کی بات تھی (یعنی کسی کے کلام کی بے قدری نہ کی جاتی) جس بات سے سب ہنستے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنستے جس سے سب تعجب کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تعجب فرماتے۔ (یعنی حد اباحت تک اپنے جلیسوں کے ساتھ شریک رہتے) اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلب حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو اور کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثناء کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جائز نہ رکھتے البتہ اگر کوئی (احسان) کی مکافات کے طور پر کرتا تو خیر (بوجہ مشروع ہونے اس ثناء کے بشرط عدم تجاوز حد کے اس کو گوارا فرما لیتے) اور کسی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت کس کیفیت کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت چار امر پر مشتمل ہوتا تھا حلم اور بیدار مغزی اور انداز کی رعایت اور فکر (آگے ہر ایک کا بیان ہے) سو انداز کی رعایت تو یہ کہ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کی عرض و معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے (یعنی دنیا کے فنا اور عقبیٰ کے بقاء کو سوچا کرتے) اور حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا (آگے اس ضبط کا بیان ہے) سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز ایسی غضبناک نہ کرتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو از

جارفتہ کر دے اور بیدار مغزی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار امر کی جامع ہوتی تھی ۔ایک نیک بات کواختیار کرنا تا کہ اورلوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداء کریں دوسرے بری بات کوترک کرنا تا کہ اورلوگ بھی باز رہیں تیسرے رائے کوان امور میں صرف کرنا جوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے مصلحت ہو چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیااورآخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

تتمہ

جاننا چاہیے کہ اسی طرح کے شمائل متفرق حدیثوں میں ان حضرات سے وارد ہوئے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت معرض بن معیقیب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ، حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہم بھی ثواب حاصل کرنے کی غرض سے مختصر سا اس میں ذکر کرتے ہیں پس ان سب حضرات نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پتلی نہایت سیاہ تھی بڑی بڑی آنکھیں تھیں آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے مژگانیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دراز تھیں دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی اور ابرو خمدار تھی ۔ بینی مبارک بلند تھی ۔ دندان مبارک میں کچھ ریخیں تھیں (یعنی بالکل اوپر تلے چڑھے ہوئے نہ تھے) چہرہ مبارک گول تھا جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی شکم اور سینہ ہموار تھا سینہ چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے ۔ استخواں بھاری تھیں ۔ دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن (ساق وغیرہ) بھرے ہوئے تھے ۔ دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے ۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا ۔ قد مبارک میانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھنسے ہوئے ہوں ۔ اور رفتار میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا ۔ (یعنی رفتار میں ایک گونہ سرعت تھی مگر بے تکلف) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (یعنی طویل تو نہ تھے مگر دیکھنے میں قد اونچا معلوم ہوتا تھا) بال قدرے بل دار تھے جب ہنستے میں دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی نمودار ہوتی ہے اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا گردن نہایت خوبصورت تھی ۔ چہرہ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا (بلکہ مائل بتدویر تھا) بدن گٹھا ہوا اور گوشت ہلکا تھا اور دوسری روایتوں میں ہے کہ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی جوڑ بند کلاں تھے جب پاؤں زمین پر رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے ۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا ۔ یہ تمام کتاب شفاء کے مضمون کا خلاصہ ہے اور ترمذی نے اپنے شمائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پر گوشت تھے ۔ سر مبارک کلاں تھا ۔ جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں ایک گونا گولائی تھی رنگ گورا تھا اس میں سرخی دمکتی تھی ۔ سیاہ آنکھیں تھیں مژگان دراز تھیں ۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے ۔ بدن مبارک بے موتھا (یعنی بدن پر بال نہ تھے البتہ) سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی جب کسی (کروٹ کی) طرف (کی چیز) کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا اور حضرت ابوالطفیل لیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گورے ملیح میانہ قد تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قامت خوش اندام گندمی رنگ تھے ۔ موئے سر دراز تھے بن گوش تک ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سرخ (دھاری دار) جوڑا تھا اور شمائل ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت دراز تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے اور نہ بالکل گورے بھبوکا تھے اور نہ سانولے تھے اور موئے مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ بالکل خمدار تھے اور نہ بالکل سیدھے (بلکہ کچھ بلدار تھے) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ میں دس برس مقیم رہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تیرہ برس رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی (دس برس کی روایت میں کسر کو حساب میں نہیں لیا پس دونوں روایت مطابق ہیں) اور مدینہ میں دس سال رہے ۔ پھر ساٹھ سال کی عمر میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول پر تریسٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ تریسٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور

باوجود اتنی عمر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے۔ اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے مہر نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور ابھرا ہوا گوشت مثل بیضاء کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت ہے کہ پٹھ بال جمع تھے۔ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر ابھرا ہوا گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اس کے گرداگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں۔ (اور ان روایات میں کچھ تنافی نہیں سب اوصاف کا جمع ہونا ممکن ہے) حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک مثل تلوار کے (شفاف) تھا انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے مدور تھا (تلوار کی تشبیہ میں یہ کمی تھی کہ وہ مدور نہیں ہوتی) اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا (صاحب جمال و صاحب کمال) نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طیب ومطیب ہونا

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی (خوشبودار) چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی اور کبھی کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں سوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ شیشی لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس بارہ میں پوچھا انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا دیں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجہ کی خوشبو ہے۔

اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گزرتے اور کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا۔ کہ آپ اس رستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسحٰق بن راہویہ نے کہا ہے کہ یہ خوشبو بدون خوشبو لگائے ہوئے (خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک میں) تھی۔

حضرت آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ کو لگی ہوئی نہ تھی اور آپ باوجود یہ کہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے بھی لینے لگتے تھے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے (یعنی سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا) روایت کیا اسکو عکرمہ نے اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) آپ سونے میں حدث سے محفوظ تھے۔

قوت بصر وبصیرت:

روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عقل میں سب پر ترجیح رکھتے تھے رائے میں سب سے افضل تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے کہ جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے۔ اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا دیکھتے تھے کہ جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ میں دیکھ لیا تھا۔ قریش کے سامنے نقشہ اس کا بیان فرمایا۔ یہ قصہ معراج کی صبح کو ہوا تھا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔

قوت بدنیہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو جو اپنے اہل زمانہ میں بہت قوی مشہور تھا کشتی میں گرا دیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھ کو کشتی میں گرا دیجئے! میں اسلام لے آؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار کشتی میں گرا دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی جا رہی ہو۔ ہم بڑی کوشش کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل سکیں (لیکن ہم تھک جاتے تھے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمات جامع عطا فرمائے گئے۔ اور تمام زمین

19 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسجد اور آلہء طہارت بنائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غنیمت کو حلال کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود خاص کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جن وانسان اور خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

کلام طعام ومنام وقعود وقیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب زبانیں جانتے تھے آپ شیریں کلام اور واضح بیان تھے نہ بہت کم گو تھے کہ غیر ضروری بات میں سکوت فرمائیں اور نہ زیادہ گو۔ تھے، کہ غیر ضروری امور میں مشغول ہوں۔ آپ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوکڑو بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور پیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا تاکہ قلت منام میں معین ہو۔

بعض صفات ومکارم اخلاق:

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے سخاوت، شجاعت، قوت، غلبہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عقبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈرو نہیں! میں جابر بادشاہ نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خزائن روئے زمین کی کنجیاں (عالم کشف میں) عطا کی گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شہر حجاز اور یمن اور تمام جزیرہ عرب اور نواحی شام عراق فتح ہوگئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مال غنیمت وصدقات وعشر حاضر کیے جاتے تھے اور بادشاہوں کی طرف سے ہدایا پیش ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوجہ اللہ صرف فرمایا کرتے تھے اور مسلمانوں کو غنی کر دیا اور فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں آتی کہ میرے لیے کوہ احد سونا بن جاوے اور پھر رات میں میرے پاس اس میں سے ایک دینار بھی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال سخاوت ہے۔

چنانچہ اسی وقت کمال سخاوت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ اور اکثر اوقات آپ موٹا کپڑا کمبل چادر پہنتے تھے اور اپنے اصحاب کو دیبا کی عمدہ بیش قیمت قبائیں تقسیم فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر قائم ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت پیدا ہوئے دونوں ہاتھ زمین کی طرف کھلے ہوئے اور سر آسمان کے طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو مجھے بتوں سے اور شعر گوئی سے نفرت تھی۔ اور کبھی کسی امر جاہلیت (یعنی امر غیر مشروع) کا مجھ کو خیال تک نہیں آیا۔

تتمۂ وصل-۹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے تکلیف دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے برائی کرنے والوں سے درگزر فرماتے تھے۔ جو بدسلوکی کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ سلوک فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے تکلیف پہنچتی۔ عرض کیا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بددعا کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے! کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ البتہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ اور بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی چیز مانگی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انکار نہیں فرمایا۔ ایک بار نوے ہزار درہم آئے ایک بوریئے پر رکھ دیئے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک سب ختم کر کے فارغ ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا لیکن تو میرے نام سے (ضرورت کی چیز) خرید لے ہم ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہ ہو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا مکلف نہیں فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے خوشی نہیں ہوئی پھر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خوب خرچ کیجئے اور کمی کا اندیشہ نہ کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور چہرہ مبارک پر بشاشت معلوم ہوئی آپ اگلے دن کو کچھ اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

دوسرے بعض اخلاق جمیلہ وطرز معاشرت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر نہ کوئی بہادر مضبوط دیکھا نہ فیاض دیکھا نہ دوسرے اخلاق میں اچھا دیکھا۔ ہم جنگ بدر کے دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گو تھے اور نہ بالکلف سخت گو بنتے تھے اور نہ خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے برائی کا عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی کبیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیا کی وجہ سے کسی کی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر دل کے کشادہ بات کے سچے طبیعت کے نرم معاشرت میں نہایت کریم تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت و ہدیہ قبول فرماتے تھے اور ہدیہ کا بدل بھی فرماتے تھے۔ مریض کی عیادت فرماتے تھے۔ معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے تھے۔ اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے تھے اور اپنے اصحاب میں کبھی پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھتے تھے۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کی خاطر کرتے تھے اور کسی کی بات بیچ میں نہیں کاٹتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے سردار ہوں گے۔ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہوگی (اور باہر تشریف لاویں گے) اور سب سے اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی بیمار پرسی فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگالیا کرتے تھے اپنا اور اپنے گھر والوں کا کام کرلیا کرتے تھے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھالیا کرتے اور اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے انصاف کرنے والے اور سچ بولنے والے تھے۔ حتیٰ کے ابوجہل جو سب سے زیادہ دشمن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کرتا تھا کہ سب سے سچے ہیں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

تتمۂ وصل-۸

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے تھے اور نہایت تواضع اور سادگی سے رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چیت نہایت صاف ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے اور کھانے پینے کی چیزوں کو پھونک نہیں مارتے تھے اور انگلیوں اور ہڈیوں کے جوڑوں کو بھی صاف رکھنے کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین دن بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک ٹاٹ کا تھا کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک پر اس کا نشان پڑ جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگی معاش کو اختیار کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فاقہ بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام خزانے اور سلطنت عطاء فرمائے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا۔

خشیت ومجاہدہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نفل نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے اور نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک میں ہنڈیا کا سا جوش ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت فکر آخرت میں رہتے تھے۔

حسن و جمال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو پیدا نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صورت وشکل اور آواز میں بھی سب سے احسن تھے۔

تواضع و پاکیزگی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حلیم تھے۔ سخت بات نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فر اور دشمن سے بھی اس کا دل خوش کرنے کو کشادہ روئی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ غصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے تاب نہیں کرتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی کوئی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا۔ قصداً نہ سہواً نہ صحت میں نہ مرض میں نہ خوش طبعی میں نہ غضب میں۔

اعتدال تزیین:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین تین سلائی سرمہ ڈال لیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑے اور کرتہ کو پسند کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آستینیں گٹہ تک ہوتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ سادہ چرمی موزے پہنے ہیں ان پر وضو میں مسح کیا ہے۔ اور بالوں سے صاف کئے ہوئے چمڑے کے نعلین پہنتے تھے۔ اور وضو کر کے ان میں پاؤں بھی رکھ لیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری میں لکھا تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمیشہ اس کو پہنتے نہ تھے۔ اور بیت الخلاء جانے کے وقت نکال دیتے اور جب پہنتے داہنے ہاتھ میں پہنتے۔ اس سے مہر لگائی جاتی تھی۔ جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو زرہیں اور فتح مکہ کے روز خود یعنی کلاہ آہنی پہنے ہوئے تھے کبھی شملہ دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔ کبھی بے شملہ عمامہ بھی باندھ لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

سیاہ عمامہ بھی باندھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے کی دی ہے مگر یہ فرمادیا کہ ازار کا ٹخنوں میں کچھ حق نہیں۔ یعنی ٹخنے سے نہ لگنا چاہئے۔

روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھاتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھاتے تھے۔ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چوکی میز پر کھانا نہیں کھایا دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرکہ اور روغن زیتون کو شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند فرماتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اونٹ کا اور گائے کا گوشت بھی کھایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثرید کو یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو پسند فرماتے تھے۔ اور مرچ مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیم پختہ خرما تازہ اور خرما خشک اور چقندر اور کھجور اور گھی اور پنیر کا ملیدہ بھی کھایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچن خوش معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ برکت کھانے کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی اور تربوز کے ساتھ خرما بھی کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی کا اس کی سردی کے ساتھ تدراک ہو جاتا ہے۔ اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ پسند تھا جو کہ شیریں اور سرد ہو۔ اور آپ خرما تر کرکے اس کا زلال اور دودھ پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے۔ وہ لکڑی کا موٹا سا بنا ہوا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا ہے اور پانی پیتے میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔ اور جب سوتے داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے تھے۔

وفات شریف:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری زیارت جو مجھ کو نصیب ہوئی وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں دوشنبہ کے دن پردہ اٹھا کر دیکھا اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا جیسے قرآن مجید کا ورق صاف ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا اپنا منہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ کی کلائیوں پر رکھا۔ اور یہ الفاظ کہے۔ ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوشنبہ کے دن وفات پائی اور شب چہار شنبہ میں دفن ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔ رات اس حالت میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھ کو کھلا پلا دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں خوش طبعی تو کرتا ہوں مگر اس میں بھی بات سچ کہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے ان کا دل خوش کرنے کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین اور منتہی النبیین تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام احکام شریعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتداء کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض عوارض

بشریت کا ظہور اور اس کی حکمت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مثل دوسرے انسانوں کے شدائد جھیلنے کا اتفاق ہوا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب بہت زیادہ ہو۔ اور درجات بلند ہوں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیمار ہوئے اور درد وغیرہ کی شکایت بھی ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی سردی کا بھی اثر ہوا اور بھوک پیاس بھی لگی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع پر غصہ اور انقباض بھی ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمزوری بھی ہوئی۔ اور سواری پر سے گر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خراش بھی ہوگئی۔ اور جنگ احد کے دن کفار کے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اور سر مبارک میں زخم بھی ہوا۔ اور کفار طائف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو خون آلود بھی کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر بھی کھلایا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو بھی کیا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا بھی کی۔ پچھنے بھی لگائے اور جھاڑ پھونک کا بھی استعمال کیا۔ اور اپنا وقت پورا کرکے عالم بالا میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت موقعوں پر دشمنوں سے قتل و ہلاک کرنے کی تدبیر کرنے سے بھی بچایا۔ اور سب اس وجہ سے ہوا کہ تکلیف و مصیبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے تسلی کا سبب ہو کہ سید الانبیاء کو بھی تکلیف پہنچی ہے تو ہم کیا چیز ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر ان عوارض کا اثر نہ ہونا

یہ عوارض جو ذکر ہوئے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن شریف پر بوجہ انسانیت کے ظاہری ہوتے تھے رہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک سو وہ تعلق بالخلق سے منزہ و مقدس اور مشاہدہ حق میں مشغول تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر لحظہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ' اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی میں مستغرق اور اللہ تعالیٰ ہی

کی معیت میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا پینا' حرکت' سکون' بولنا چالنا' خاموش رہنا' سب اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نفسانی خواہش سے کچھ نہیں بولتے یہ سب وحی ہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی آل واصحاب پر قیامت تک رحمت کاملہ کا نزول فرماتا رہے۔اے اللہ اس کے پڑھنے والے کو سننے والے کو اور یاد کرنے والے کو اور کسی کے سامنے نقل کرنے والے کو بخش دے "آمین ثم آمین"

دستگیری کیجئے میرے نبی!
کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبداللہ ! زمانہ ہے خلاف
اے مرے مولا خبر لیجئے میری
کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس
ہے مگر دل میں محبت آپ کی
میں ہوں بس اور آپ کا دیار رسول
ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی
خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے
اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی
در گزر کرنا خطا و عیب سے
سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپ کی
سب خلائق کے لیے رحمت ہیں آپ
خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک
نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی
آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا
حضرت حق کی طرف سے دائمی
جسقدر دنیا ہیں ریت اور سانس
اور بھی ہے جس قدر روئیدگی
اور تمہاری آل پر اصحاب پر
تابقائے عمر دار اخروی

معجزات

اگر نظر صحیح سے کام لیا جاوے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا شمار نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بے حد ہیں۔لیکن سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔اسلیے اس سے قطع نظر کر کے ان ہی خوارق پر اکتفا کیا جاوے جو نظر ظاہر و عامی میں بھی خارق ہیں۔وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں۔جس کا قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے۔(۱) اور محدثین و اہل سیر نے جو معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنے علم کے لکھے ہیں۔وہ بقول محدثین تین ہزار ہیں۔جن میں ایک ہزار معجزے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب خصائص کبریٰ میں نقل کیے ہیں۔اور تین سو سے زائد الکلام المبین میں مذکور ہیں۔تو اس حساب سے دس ہزار سے زائد ہوتے ہیں۔۔اگر خصائص کبریٰ دستیاب نہ ہو۔یا عربی نہ جاننے والوں کی سمجھ میں نہ آوے تو کتاب الکلام المبین کا ہی دیکھنا کافی و موجب تقویت ایمان ہے۔

چند معجزات:

۱۔قرآن مجید باعتبار اپنی بلاغت کے۔

۲۔وہ خبریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل وقوع بیان فرمائیں حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے بیان فرمائے جس نے یاد رکھا یاد رہا اور بھول گئے جو بھول گئے۔

۳۔انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ موتہ کے قصہ میں خبر شہادت زید ؓ اور جعفر ؓ اور عبدالرحمٰن بن رواحہ ؓ کی لوگوں کو سنادی قبل اس کے کہ خبر آوے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نشان (۱) لیا زید ؓ نے پس شہید ہوئے پھر نشان لیا جعفر ؓ نے پس شہید ہوئے پھر نشان لیا ابن رواحہ ؓ نے پس شہید ہوئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار یعنی حضرت خالد ؓ نے نشان لیا اور فتح حاصل ہوئی پھر اسی کے مطابق خبر آئی

۴۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے مشرکوں میں سے دوڑتا تھا۔کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم! سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور ہونٹ پھٹ گیا ہے کوڑے کی مار سے۔یہ سب

جگہ سبز ہوگئی ہے وہ شخص مسلمان انصاری تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں انہوں نے اس واقعہ کو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ آسمان سوم کی مدد میں کا فرشتہ تھا حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے اکثر غزوات میں فرشتوں کو بھیجا۔ چنانچہ بدر میں احد میں حنین میں فرشتوں نے مدد کی۔

۵۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرائیل کو ان کی اصلی صورت میں دکھا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دکھا دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ حضرت جبرائیل کعبہ پر اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے کہا نظر اٹھاؤ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا حضرت جبرائیل کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا۔ سو غش کھا کر گر گئے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی ماں کو اسلام لانے کو کہتا تھا وہ اسلام نہیں لاتی تھیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو ہدایت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ ہدایت کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سن کر خوش ہوتا ہوا گھر آیا دیکھا دروازہ بند ہے۔ اور میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سن کر کہا کہ وہیں ٹھہرو میری ماں نے نہا کر اور کپڑے پہن کر دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ!

اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں شدت خوشی سے روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی ماں کے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حمد الٰہی بجالائے۔

۷۔ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی۔ سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا کسی بکری کے تھن میں ورم ہوتا وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر سے چھوتا تو صحت ہو جاتی۔

۸۔ روایت ہے کہ حبیب رضی اللہ عنہ کے باپ کی آنکھوں میں پھلی پڑ گئی تھی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ پر دم کیا اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں راوی کہتا ہے کہ انہیں اسی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے دیکھا۔

۹۔ روایت ہے کہ ایک شخص الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھانا کھا اس نے بیبا کی سے انکار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اب تو داہنے ہاتھ سے کھانا نہ کھا سکے گا۔ اس کا ایسا ہی حال ہو گیا کہ داہنا ہاتھ اس کا کام سے جاتا رہا منہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

۱۰۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ سفر میں تھے ایک گاؤں میں پہنچے وہاں کے لوگوں نے عرض کیا کہ ایک عورت پر جن عاشق ہو گیا ہے قریب ہے کہ عورت ہلاک ہو جائے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ محمد رسول خدا ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہو گئی اور پردہ کر لیا اور مردوں سے شرمانے لگی اور بالکل تندرست ہو گئی۔

۱۱۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک بخاری میں چھوارے بھرے ہوئے تھے سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال کر لے جاتی انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سو انہوں نے جا کر اس کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف معجزہ ہے وہ مسلمان نہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

۱۲، ۱۳۔ چاند کے دو ٹکڑے ہونا اور معراج میں آسمانوں کو طے کرنا بہت بڑے معجزے ہیں۔

۱۴۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سفر ہجرت میں سراقہ نے ہمارا پیچھا کیا اس کو دیکھ کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ایک شخص نے آ گھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غم مت کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے لیے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے ڈھونڈنے والوں کو پھیر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے نجات کی دعا کی سو اس نے نجات پائی اور وہ واپس ہوا اور کوئی اسے ملتا تو اسے کہتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے اور واپس کر دیتا۔

۱۵۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے سب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کو پانی ہے نہ وضو کے لیے پانی ہے (کیونکہ حدیبیہ کے کنویں میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا لشکر والوں نے سب کھینچ لیا تھا)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لوٹے میں جس میں تھوڑا پانی وضو کا بچا ہوا تھا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے جوش مارنے لگا۔ سو ہم آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا (یعنی بہت تھا) مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے

۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے لیے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور تین سیر سے زائد کا کچھ آٹا تیار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چپکے سے اطلاع کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع چند آدمیوں کے تشریف لے چلئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آدمیوں کو جو ایک ہزار تھے پکار کر جمع کر لیا اور ساتھ لے چلے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہانڈی مت اتاریو۔ اور آٹا بھی مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں بعد اس کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آب دہن مبارک گوندھے ہوئے آٹے میں اور ہانڈی میں ڈالا اور دعائے برکت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پکانے والی اور بلالو اور شوربہ نکال نکال کر ہانڈی میں سے دوا سے چولھے پر سے اتارو نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے خدا کی کہ سبھوں نے کھایا۔ اور ہماری ہانڈی ویسے ہی جوش میں رہی۔ اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا یہ معجزہ غزوہ خندق میں ہوا۔

۱۷۔ اسی غزوہ خندق میں اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوا ٹھنڈی بھیجی۔ کہ خوب کڑا کے کا جاڑا پڑا۔ اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا۔ غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا۔ اور آگ ان کی بجھا دی اور ہانڈیاں ان کی الٹ دیں اور میخیں ان کی اکھاڑ دیں۔ کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے آپس میں لڑنے لگے۔ لشکر میں دندنہ مچا دیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور شدت سردی کی حفاظت کے لیے دعا فرمائی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ برکت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مجھے جانے میں مطلق سردی معلوم نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔

۱۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بار قحط ہوا۔ سو ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکے مرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کے واسطے دعا کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے آسمان پر کوئی ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ رکھنے بھی نہ پائے۔ کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترنے نہیں پائے کہ ریش مبارک پر سے قطرات بارش گرنے لگے۔ سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک پانی برسا پھر جمعہ کے دن اسی شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے مال ڈوب گیا آپ دعا فرمایئے! کہ بارش تھم جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور جدھر ابر کی طرف اشارہ کیا وہیں کھل گیا۔

۱۹۔ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس اسلام لانے کے لیے کسی کو بھیجا اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کلمے کہے اس پر فوراً بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یوں کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔

۲۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بن گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ یکبارگی وہ ستون چھوہارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے اور ستون کو اپنے بدن مبارک سے چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا۔

۲۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوہارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھوہاروں کے لیے دعائے برکت کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھوہاروں کو اکھٹا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور مجھے فرمایا کہ انہیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے ان میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو مگر اسے جھاڑنا مت۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان چھوہاروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اس میں سے بہت بہت خیرات کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے کھلاتے رہے۔ وہ توشہ دان میری کمر میں رہتا تھا۔ بروز شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے (قریب تیس برس زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا۔ اور جاتا رہا۔

۲۳۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا شریر جو کوئی باغ میں

جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لیے جھپٹتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور وہ آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار ناک میں ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان و زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول خدا ہوں سوا نافرمان جن وانس کے۔

۲۴۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا بہتے بہتے ایک جنگل میں پہنچ گیا وہاں مجھے ایک شیر ملا اور میری طرف آیا۔ میں نے کہا کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں وہ شیر میری طرف بڑھ آیا اور اپنا کندھا میرے بدن میں مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر کھڑا کر دیا۔

۲۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دودھ کا برتن گھر میں پایا۔ حکم دیا اصحاب صفہ کو بلالو یہ بھوکے تھے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ ہی کو دے دیتے تو میں خوب سیر ہو کر پیتا بعد اس کے میں نے سب کو بلا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہیں سب کو دودھ پلاؤ میں نے پلانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سب نے خوب پیٹ بھر کر پیا۔ پھر مجھ سے کہا تم پیو۔ میں نے پیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو اور پیو میں پیتا جاتا تھا یہاں تک کہ میں نے قسم کھا کر کہا کہ اب پیٹ میں جگہ نہیں۔ پھر باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا

زمین سے آسمان تک آپ کی معجز نمائی تھی
کیا شق القمر جس دم یہ شانِ انبیائی تھی

یارب صل وسلم دائما ابداً
علی حبیبک من زانت به العصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسمائے شریفہ

محمد: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم یعنی خاص نام ہے۔
احمد: عیسیٰ علیہ السلام نے اس نام سے بشارت دی۔
متوکل: معنی ظاہر ہیں
ماحی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا۔
حاشر: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے محشور ہونگے
عاقب: یعنی سب انبیاء علیہم السلام کے عقب میں اور اخیر میں تشریف لائے
مقفی: اس کے بھی یہی معنی ہیں:
نبی التوبہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بخشش گناہوں کے لئے توبہ اپنی شرائط سے کافی ہے۔
نبی الملحمہ: قتال کے نبی کیونکہ آپ کی شریعت میں جہاد مشروع ہوا۔
نبی الرحمۃ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعالمین ہونا ظاہر ہے۔
فاتح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہدایت ہوئی کفار پر فتح ہوئی جنت کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے کشادہ ہوں گے۔
امین: معنی ظاہر ہیں۔
شاہد: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے شاہد ہوں گے
مبشر و بشیر: مسلمانوں کو خوش خبری دینے والے۔
نذیر: کفار کو عذاب سے ڈرانے والے۔
قاسم: فیوض اور اموال کے تقسیم کرنے والے۔
ضحوک وقتال: اہل ایمان سے ہنسنے بولنے والے کفار سے قتال کرنے والے۔
عبداللہ: معنی ظاہر ہیں۔
سراج منیر: ہدایت کے چراغ روشن۔
سید ولد آدم: سب بنی آدم کے سردار۔
صاحب لواء الحمد: قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نشان ہوگا اور سب اس کے تلے ہوں گے۔
صاحب مقام: مقام شفاعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کیے جاویں گے۔
صادق: سچی خبر دینے والے۔
مصدوق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب خبریں وحی سے سچی ملتی ہیں۔
رؤف رحیم: دونوں کے معنی مہربان اور بہت مہربان ہیں۔ بعض علماء نے دوسو سے زائد اور بعض نے ایک ہزار تک لکھے ہیں۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک من زانت به العصر

فصل (۲۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خصائص

(۱) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا پیدا ہونا۔
(۲) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطاء ہونا۔
(۳) یوم میثاق میں سب سے اول الست بربکم کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلیٰ فرمانا۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک

عرش پر لکھا جانا۔(۵) خلق عالم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہونا۔

(۶) پہلی سب کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وفضیلت ہونا۔

(۷) حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات حاصل ہونا (۸) مہر نبوت کا درمیان شانوں کے ہونا۔(۹) معراج اور اس میں عجائب ملکوت وجنت ونار پر مطلع ہونا۔(۱۰) حق تعالیٰ کو دیکھنا۔(۱۱) کہانت کا منقطع ہونا۔

(۱۲) اذان و اقامت میں نام مبارک ہونا۔(۱۳) ایسی کتاب قرآن مجید عطا ہونا جو ہر طرح سے معجزہ ہے۔لفظاً بھی معنیً بھی تغیر سے محفوظ رہنے میں بھی یاد ہونے میں بھی۔(۱۴) صدقہ کا حرام ہونا۔

(۱۵) نیند سے وضو کا واجب نہ ہونا۔(۱۶) ازواج مطہرات کا امت پر ہمیشہ کے لئے حرام ہونا (۱۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی سے بھی نسب اولاد کا ثابت ہونا۔(۱۸) آگے پیچھے سے برابر ہونا۔

(۱۹) دور دور تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب پہنچنا۔(۲۰) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم عطاء ہونا (۲۱) تمام خلائق کا نبی ہونا۔

(۲۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا ختم ہونا

(۲۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے زیادہ ہونا۔

(۲۴) سب مخلوق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا۔

(۲۵) غنائم کا حلال ہونا (۲۶) تمام زمین پر نماز کا جائز ہونا۔

(۲۷) تیمم کا حکم (۲۸) اذان واقامت کا مقرر ہونا۔

(۲۹) نماز میں صفیں جیسے فرشتوں کی صفیں ہوتی ہیں ہونا۔

(۳۰) جمعہ کا ہونا اور اس میں خاص عبادت وساعت اجابت کے لئے مقرر ہونا۔(۳۱) روزہ کے لئے سحری کی اجازت۔

(۳۲) رمضان میں شب قدر۔(۳۳) ایک نیکی کا ادنیٰ درجہ دس حصہ او رزیادہ بھی ثواب ملنا۔(۳۴) وسوسہ وخطاونسیان کا گناہ نہ ہونا۔

(۳۵) مشکل حکم کا موقوف ہو جانا۔(۳۶) تصویر اور نشہ کی چیزوں کا ناجائز ہونا۔(۳۷) اجماع امت کا حجت ہونا اس میں گمراہی کا احتمال نہ ہونا۔

(۳۸) اختلاف فرعی کا رحمت ہونا۔(۳۹) پہلی امتوں کی طرح عذاب نہ آنا۔

(۴۰) طاعون کا شہادت ہونا (۴۱) علماء سے وہ کام دین کا لیا جانا جو انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے (۴۲) قریب قیامت تک اہل حق کا رہنا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماکولات ومشروبات ومرکوبات وغیرہ

اثمد: یعنی سرمہ سیاہ اصفہانی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سرمہ کو استعمال میں رکھو وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بال جماتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی اور کبھی داہنی میں تین اور بائیں میں دو لگانے کی تھی۔

ترنج: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ مزہ بھی پاکیزہ اور خوشبو بھی پاکیزہ۔

تربوز: کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرما تازہ کے ساتھ کھا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کی گرمی اس کی سردی کی دافع اور مصلح ہے۔

خرماء سبز: ارشاد فرمایا کہ خرماء سبز خرماء خشک سے کھایا کرو۔

خرما نیم پختہ: بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا ہے۔

پیاز: بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ جو کوئی پیاز لہسن کھاوے تو اس کو پکا کر بدبو دور کردے خام پیاز کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔

خرما خشک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف فرمائی ہے کہ جو صبح کو سات تمر کھائے اس روز اس کو جادو اور کوئی ضرر اثر نہ کرے اور فرمایا جس گھر میں تمر یعنی چھوارے نہیں اس کے رہنے والے بھوکے ہیں۔اور بکثرت کھاتے تھے مسکہ سے بھی روٹی سے بھی تنہا بھی۔

برف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھ کو میرے گناہوں سے دھو ڈال پانی اور برف اور اولے سے اس سے برف کی تعریف نکلتی ہے۔

لہسن: اس کا بیان پیاز کے ساتھ گزر چکا۔

ثرید: یعنی گوشت کے شوربے میں روٹی ٹوٹی ہوئی دوسرے کھانوں پر اس کی فضیلت فرمائی ہے۔

پنیر: سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاقو منگوایا اور بسم اللہ پڑھ کر اس کا ٹکڑا کاٹا۔

مہندی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی پھنسی نکلتی یا کانٹا لگ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مہندی رکھ دیتے۔

کلونجی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلونجی کا استعمال کیا کرو کہ اس میں سوائے موت کے سب بیماریوں سے شفاء ہے۔

رائی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزوں میں کس قدر شفاء ہے رائی میں اور ایلوہ میں۔

میتھی: کے متعلق فرمایا کہ اس سے شفاء حاصل کرو۔

روٹی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شوربے میں توڑی ہوئی بہت پسند تھی۔

سرکہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش بھی فرمایا اور تعریف بھی کی کہ خوب سالن ہے۔

تیل: سر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تیل لگاتے تھے اور فرمایا کہ روغن زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی۔

ذریرہ: ایک قسم کا مرکب عطر ہے۔ حج وداع میں احرام باندھنے کے وقت اور احرام کھولنے کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے لگایا۔

خرما پختہ: عبداللہ بن جعفر لکھتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی خرما پختہ تازہ کے ساتھ کھاتے دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے خرما تر سے روزہ افطار فرماتے اگر خرما تر نہ ہوتو خرما خشک سے اگر یہ بھی نہ ہوا تو پانی سے۔

خوشبودار پھول: ارشاد فرمایا کہ جس کے سامنے پھول پیش کیا جائے اس کو رد نہ کرے اور اسی کے حکم میں ہر خوشبو ہے۔

زیتون: کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

سونٹھ: بادشاہ روم نے خدمت مبارک میں ایک گھڑا بھرا ہوا بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک ٹکڑا سب کو کھانے کو دیا۔

سنا: مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ کو سنا کا مسہل لینے کو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفاء دینے والی ہوتی تو وہ سنا ہوتی۔

سنوت: اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض اطباء نے ایک خاص تفسیر کو ترجیح دی ہے یعنی شہد جو گھی کے برتن میں رکھا گیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنا اور سنوت کو برتا کرو کہ ان دونوں میں سوائے موت کے تمام بیماریوں سے شفا ہے۔ بعض اطباء نے وجہ ترجیح یہ دی ہے کہ شہد اور گھی سے سنا کی اصلاح اور اسہال کی اعانت ہوتی ہے۔

سیب وبہی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔ اور طبیعت کو خوش کر دیتا ہے۔ اور سینہ کے کرب کو دور کر دیتا ہے۔ گھی کی بھی تمنا فرمائی ہے۔

مچھلی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنبر ماہی کا گوشت صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے لے کر کھایا ہے۔

چقندر: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ وہ نقاہت میں تھے جو اور چقندر سے مرکب کھانے کو موافق مزاج فرمایا۔

جو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ گھر والوں کو بخار میں آش جو بنوا کر پلاتے تھے۔ اور فرمایا کہ بیمار کے دل کو قوت دیتا ہے اور کرب کو دور کرتا ہے۔

بھنا ہوا گوشت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے۔

چربی: ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور جو کی روٹی اور چربی پیش کی۔

ایلوہ: کا بیان پہلے آ چکا ہے۔

خوشبو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو دنیا کی چیزوں میں سے منکوحہ بیبیاں اور خوشبو پسند ہیں۔

شہد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح کے وقت چاٹ لیا کرے اس کو کوئی بڑی بلا نہ پہنچے گی۔

عجوہ: مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے ایک خاص قسم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفاء ہے۔

عود ہندی: اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسط کہلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دوا کی چیزوں میں سے سب سے بہتر پچھنے لگوانا اور قسط بحری ہے اور ارشاد فرمایا کہ اس عود ہندی کو کام میں لایا کرو۔ اس میں سات شفائیں ہیں۔ اور دوسری قسم خوشبو میں برتی جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سلگا کر خوشبو لیتے تھے۔

ککڑی: کو تازہ خرما کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

کماۃ: اور اس کو سانپ کی چھتری کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یہ مشابہ من کے ہے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا اسکا عرق آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ پیلو کا پھل ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگل میں اس کو چن رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ لو وہ عمدہ ہوتا ہے۔

لحم: یعنی گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دنیا و اہل جنت کی سب غذاؤں کا سردار گوشت ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت بہت پسند فرماتے۔ پشت کا گوشت بھی اچھا ہونا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کا گوشت بھی قبول فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہوا گوشت بھی اور مرغ کا گوشت بھی اور سرخاب کا گوشت بھی کھایا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمراہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹڈی بھی کھائی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گورخر کا گوشت کھانے کی اجازت فرمائی ہے۔

دودھ: کی تعریف فرمائی ہے کہ سوائے دودھ کے اور کوئی چیز ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو جائے۔ اور خود بھی نوش فرمایا ہے اور پانی منگا کر کلی کی ہے۔

پانی: بعض خاص پانیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت فرمائی ہے چنانچہ سیحان وجیحان ونیل وفرات کو جنت کی نہروں سے فرمایا اور زمزم

کی نسبت ارشاد فرمایا کہ زمزم جس نیت سے پیا جاوے اسی کے لئے ہے۔

مشک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب خوشبوؤں میں پاکیزہ خوشبو مشک کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام سے پہلے اور بعد استعمال میں بھی فرمایا ہے۔

نمک: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری نانخورش میں سردار نمک ہے

چونا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بال صاف کرنے کے لئے لگاتے تو اس کا استعمال فرماتے تو اول پوشیدہ بدن کو لگاتے۔ (یعنی کبھی اس سے بھی دور کر دیے ہوں گے)۔

بیر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو سب سے اول بیر کھایا تھا۔

ورس: یعنی ایک خاص قسم کی زرد گھاس جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الجب میں ورس اور روغن زیتون کی تعریف فرمائی۔

کدو: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتن میں سے تلاش کر کے کھانا آیا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالا کرو کہ وہ قلب حزیں کو قوت دیتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت کھانا کھانے کے وقت دو تھیں ایک اکڑو دوسرے دوزانو کہ بائیں قدم کا تلوا داہنے قدم کی پشت سے لگا ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے اور فارغ ہونے کے بعد میں ان کو چاٹ لیتے۔ پانی میٹھا اور ٹھنڈا پیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیر سقیاء سے شیریں پانی لایا جاتا تھا۔ اور پانی تین سانس میں پیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی پینے کے لئے ایک پیالہ لکڑی کا اور ایک پیالہ کانچ کا تھا۔

ملبوسات: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس چادر اور لنگی اور کرتا اور عمامہ ہوتا تھا۔ اور سفید کپڑے بہت پسند فرماتے مخطط چادر کو بھی پسند رکھتے۔ اور عمامہ کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے اور کبھی صرف ٹوپی اور صرف عمامہ پر اکتفاء فرماتے۔ اور شملہ کبھی ہوتا اور کبھی نہ ہوتا۔ اور قباء بھی پہنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا طول چھ ہاتھ، عرض تین ہاتھ ایک بالشت اور تہبند کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ ایک بالشت آیا ہے۔ اور چادر بوٹا دار اور سادہ دونوں طرح کی پہنی ہے۔ اور سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے۔ اور شاہ روم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پوستین جس میں ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی بھیجا تھا۔ وہ پہنا ہے اور پائجامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا ہے اور بعض روایات میں پہننا بھی آیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو چادریں سبز اور ایک کھیس سیاہ اور ایک کھیس سرخ دھاری کا اور ایک کھیس لمبے بالوں کا یعنی کمبل تھا۔ اور کرتہ سوت کا تھا۔ جس کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتان اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے تھے۔ اور قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔ اور تکیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا تھا۔ جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بستر پر سوتے کبھی چمڑے پر کبھی چٹائی پر کبھی زمین پر کبھی سیاہ کمبل پر ایک بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چمڑے کا تھا۔ جس کے اندر خرما بھرا تھا۔ اور اوڑھنا بھی اوڑھتے تھے۔ اور نعلین اور خفین بھی پہنتے تھے۔

مرکوبات: سات گھوڑے تھے۔ پانچ خچر تھے تین دراز گوش تھے اور دو تین سانڈنیاں تھیں۔ اور پینتالیس اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے۔

یا رب صل و سلم دائما ابداً
علی حبیبک من زانت بہ العصر

اہل وعیال وحشم وخدم

ازواج مطہرات:

سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال اور ان کی چالیس سال کی تھی۔ اور سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔ باقی تمام اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہی سے تھی۔ اور ہجرت سے تین سال قبل ان کی وفات ہوگئی پھر ان کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر تھوڑی ہی مدت بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور ہجرت کے پہلے سال میں جبکہ ان کی عمر نو سال کی تھی۔ رخصت ہو کر آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیبیوں میں کنواری صرف ایک یہی تھیں۔ پھر حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ پھر زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا وہ دو مہینہ بعد وفات کر گئیں پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ان کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیبیوں کے بعد ہوئی۔ پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب بیبیوں میں سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔ پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین صدقہ یہ ہے کہ کسی کو روپیہ دے یا چوپائے پر سوار کرے (طبرانی)

عمرۃ القضاء کے زمانہ میں نکاح ہوا۔ یہ گیارہ ہیں جن میں سے دو سامنے وفات پا گئیں۔ اور نو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں۔

کنیزیں جو ہمبستری کے لئے تھیں:

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا ایک اور جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہبہ کر دی تھیں۔

اولاد:

اول صاحبزادہ قاسم رضی اللہ عنہ بچپن میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا و ام کلثوم رضی اللہ عنہا و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا۔ یہ سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ پھر سنہ ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات کر گئیں۔

اعمام:

یعنی چچاؤں میں سے حضرت حمزہ، حضرت عباس، ابوطالب، ابولہب، زبیر، عبدالکعبہ، حارث، مقوم، ضرار، قثم، مغیرہ، عیداق، پس یہ بارہ ہوئے۔ اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عمات:

میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اسلام لائی۔ عاتکہ اروی ان کے اسلام میں اختلاف ہے برہ، امیمہ، ام حکیم۔

موالی:

یعنی غلام و کنیز حضرت زید بن حارثہ، اسلم، ابورافع، ثوبان، ابوکبشہ، سلیم، شقران، رباح، یسار، مدعم، کرکرہ، انجشہ سفینہ، انیسہ، افلح، عبیدہ، طہمان، کیسان، ذکوان، مہران، مروان، حنین، سندر، فضالہ، مابور، واقد، بو واقد، قام، ابوعسیب، ابومویہبہ یہ سب غلاموں کے نام ہیں۔

سلمٰی، ام رافع، میمونہ، خضیرہ، رضوی، ریحہ، ام ضمیر، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ، ریحانہ۔

خدام:

یعنی گھر کے یا خاص خاص کام کرنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ اکثر کام ان کے متعلق تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سفر میں خچر کے ساتھ رہتے۔ اسلع رضی اللہ عنہ بن شریک یہ ناقہ کے ساتھ رہتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ موذن۔ آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا۔ سعد حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ایمن بن عبید رضی اللہ عنہ ان کے متعلق وضو و استنجے کی خدمت سپرد تھی۔ اور ان کی والدہ ام ایمن۔ معیقیب رضی اللہ عنہ ان کے پاس انگشتری رہتی۔

موذنین:

کل چار تھے۔ دو مدینے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ ایک مکہ میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ۔

حارسین:

یعنی جو پہرہ چوکی دیتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یوم احد میں۔ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ یوم خندق میں۔ اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا ہے۔ مگر جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ موقوف کر دیا۔

کاتبین:

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق:

یعنی جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشی میں واجب قتل مجرموں کی گردنیں مارتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک بن سفیان۔

شعراء و خطباء:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ سب شاعر تھے اور تقریر کرنے والے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے۔

فصلی علیه الله مادام شارق
من المشرق یشرق ثم فی الغرب یغوب

وفات شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکی اُمت پر نعمت ورحمت الٰہیہ کے تمام وکامل ہونے کا بیان

پہلی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا کہ مجھ کو میری موت کی خبر (اشارۃً) سنائی گئی ہے۔ تو حضرت جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی یعنی آخرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

دوسری روایت: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا کی زیب وزینت اور اپنے پاس کی چیزوں کے درمیان میں اختیار دیا۔ اس بندے نے خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزوں کو پسند کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے تو (ہم لوگوں کی سمجھ میں بعد میں آیا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد تھے اس بندے سے جس کو اختیار دیا گیا جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو بیماری میں اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا میں رہیں یا آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی۔ اور یوں فرماتے تھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے کہ وہ نبی ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالح ہیں پس مجھ کو یقین ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے (جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کو اختیار فرمایا)

چوتھی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کو دکھلا کر اس کو اختیار دے دیا جاتا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے۔ ''اللھم الرفیق الاعلی'' اے اللہ عالم بالا کے رفیقوں کو اختیار کرتا ہوں۔

پانچویں روایت: حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دو اختیار دیئے گئے ایک یہ کہ دنیا میں اتنا رہوں کہ اپنی امت کے فتوحات کو دیکھوں اور دوسرے یہ کہ آخرت کے چلنے میں جلدی کروں میں نے جلدی کو اختیار کیا۔

چھٹی روایت: ایک بڑی حدیث میں ہے کہ حضرت ملک الموت نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو روح قبض کروں اور اگر فرمائیں تو چھوڑ دوں۔ مجھ کو حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیلؑ کی طرف دیکھا۔ جبرائیلؑ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لقاء کا مشتاق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموتؑ کو قبض روح کی اجازت دی۔

ساتویں روایت: ایک بڑی حدیث میں ہے کہ جب ام ایمن رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ تم کیوں روتی ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ حق تعالیٰ کے پاس کی نعمتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہاں سے بہتر ہیں۔ پھر انہوں نے بھی تصدیق کی اور رونے کی وجہ بتلائی کہ وحی آسمان سے منقطع ہوگئی سو وہ دونوں حضرات بھی رونے لگے۔

آٹھویں روایت: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت کے پیغمبر کو امت سے پہلے وفات دے دیتے ہیں اور اس پیغمبر کو اس امت کے لئے بطور میر سامان اور سلف کے آگے بھیج دیتے ہیں اور جب کسی امت کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو پیغمبر کو زندہ رہتے ہوئے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس کو ہلاک کر دیتے ہیں اور وہ پیغمبر دیکھ رہا ہوتا ہے۔ سو اس کے ہلاک ہونے سے اس پیغمبر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں۔ چونکہ ان لوگوں نے اس پیغمبر کو جھٹلایا اور نافرمانی کی تھی۔

نویں روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا ثواب بیان فرمار ہے تھے جن کی اولاد بچپن میں مرجاتی ہے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی امت کے لئے میں آگے جاتا ہوں چونکہ میری وفات کے برابر ان پر کوئی مصیبت ہی نہ ہوگی۔

دسویں روایت: حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر کوئی مصیبت پڑے وہ میری (وفات کے واقعہ) مصیبت کو یاد کر کے تسلی حاصل کرے۔

گیارھویں روایت: قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدہ کرنا تو اور زیادہ زیبا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گزرو تو اس کو بھی سجدہ کرو گے۔ میں نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس ایسا مت کرو

بارھویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد یعنی میرے انتقال کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے۔ سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرشتوں کا افسوس اور رونا ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر وقت میں حضرت جبرائیلؑ نے کہا یہ میرا آخری آنا ہے زمین پر وحی لے کر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب روح مبارک قبض ہوئی تو ملک الموت علیہ السلام روتے ہوئے آسمان پر چڑھے اور میں نے آسمان سے آواز سنی وامحمداہ اس سے حضرت عزرائیلؑ کا رونا ثابت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت خضرؑ کا تعزیت کے لئے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس آنا اور ان کا رونا روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداء مرض حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کے گھر اور بعض کے نزدیک ریحانہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور پیر کے دن ابتداء ہوئی اور بعض کے نزدیک ہفتہ کے دن اور بعض کے نزدیک بدھ کے دن اور کل مدت مرض بعض نے تیرہ دن کہے اور بعض نے چودہ دن بعض نے بارہ بعض نے دس۔ میرے نزدیک اس اختلاف میں تطبیق یہ ہے کہ مرض کی ابتداء کو بعض لوگ خفیف سمجھ کر شمار نہیں کرتے بعض لوگ شمار کرتے ہیں اب سب اقوال جمع ہو جاویں گے اور مرض دردسر سے شروع ہوا اس میں بخار بڑھ گیا۔ ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درد کوکھ کا دورہ ہوتا تھا اور اس میں شدت ہوئی جب مرض میں شدت ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اور درمیان میں ایک وقت نہایت تکلیف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنج و غم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا اور نصائح ارشاد فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب زمانہ وفات کے ہم لوگوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع کیا اور سفر آخرت کی خبر سنائی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کون دے گا۔ فرمایا میرے گھر والے۔ ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن کس کپڑے میں دیں فرمایا میرے انہی کپڑوں میں اور اگر چاہو تو مصر کے سفید کپڑوں میں یا یمانی چادر جوڑے میں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کون پڑھے گا۔ فرمایا جب غسل و کفن سے فارغ ہو تو میرا جنازہ قبر کے قریب رکھ کر ہٹ جانا۔ اول فرشتے نماز پڑھیں گے پھر تم گروہ گروہ آتے جانا اور نماز پڑھتے جانا اول اہل بیت کے مرد پڑھیں گے پھر ان کی عورتیں پھر تم اور لوگ ہم نے عرض کیا قبر میں کون اتارے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے۔

ایک روز جب مسجد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت خانہ کا پردہ اٹھایا اور صحابہ کرام کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ لوگ سمجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاویں گے۔ اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیتابی کا عجیب حال تھا۔ قریب تھا کہ نماز میں کچھ پریشان ہو جاویں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کچھ پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک ہاتھوں سے ارشاد فرمایا کہ نماز پوری کرو۔ اور پردہ چھوڑ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے بس یہی آخری زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تھی۔ اور وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شروع ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری بروز دوشنبہ کو قبل زوال یا بعد زوال آفتاب ہوئی اور بوجہ غلبہ حیرت و وحشت کہ بعضوں کو وفات ہی کا یقین نہ ہوا۔ بعض ہوش میں نہ رہے۔ بعض احکام متعلق خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کفن و نماز و دفن کے خفی رہے۔ چونکہ اور اموات پر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیاس اس لئے نہیں کیا کہ احتمال غالب خصوصیت کا تھا۔ چنانچہ کچھ خصوصیتیں واقع میں بھی ثابت ہوئیں۔ اور نص اس لئے مشہور نہ تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عام سوالات کی طرح اس کو تحقیق نہ کیا اور دل بھی کیسے گوارہ کرتا کہ اس کا زبان پر نام لاویں۔ گو مستقل مزاج مخصوصین و مقربین نے ان احکام کا علم بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور بعض کے متعلق عین وقت پر الہام ہوا جو آگے آتا ہے مگر تا ہم عام طور پر تو ان معلومات کا ذخیرہ مجمع کے پاس نہ تھا پھر اسلام کے انتظام آئندہ کی حفاظت کی از حد فکر تھی۔ اور واقع میں یہ فکر سب سے اہم تھی۔ اور وہ موقوف تھا کسی طرح کسی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ (النسائی)

ایک شخص کو حاکم بنا کر اس پر مجمع کے متفق ہو جانے پر۔ کچھ دیر اس میں لگی پھر نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متفرق طور پر پڑھی۔ کیونکہ اس میں جماعت نہ ہوئی تھی جیسا آگے آتا ہے اور اس میں دیر لگنا ظاہر ہے اور بدن مبارک کے متغیر ہونے کا احتمال نہ تھا۔ اس لئے یہی چاہا کہ سب اس شرف نماز سے شرفیاب ہو جاویں ان سب باتوں میں لازم تھا کہ دفن میں دیر ہو وہ دن پیر کا اور اگلا دن منگل کا گزر کر شب بدھ کو دفن کئے گئے۔ یہ واقعہ جیسا ہوش اڑانے والا تھا اس پر نظر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت جلد دفن ہوئے ورنہ مہینوں بھی دیر لگنا تعجب نہ تھا۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایسی حالت میں استقلال یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیض صحبت و تربیت تھا اور خشک مزاج خالی دماغ معترض کو اس کا ذوق کیا ہو سکتا ہے۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مثل اموات کے اتارے جاویں یا معہ کپڑوں کے غسل دیں۔ جب اس میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ معہ کپڑوں کے غسل دو۔ قمیص کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیص سمیت ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبو دار ہوا اٹھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتا نچوڑ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے کہ تین یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں۔ پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا۔ پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی ارواح اسی جگہ قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں جہاں وہ انبیاء علیہم السلام دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر تھا۔ اور حضرت ابوطلحہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد کھو دی۔ اور قبر شریف میں چار لوگوں نے اتارا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، اور دو صاحب زادے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قثم اور فضل۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران رضی اللہ عنہ نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا۔ لیکن پھر نکال لیا گیا۔ اور حضرت بلال نے ایک مشک پانی قبر شریف پر چھڑک دی۔ سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کوہان کی شکل کی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے دن سے زیادہ کوئی دن اچھا اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ برا اور اندھیر تر نہیں دیکھا۔ اور ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے کہ جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے ہیں اس کی ہر چیز روشن ہو گئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی ہے اس کی ہر چیز تاریک ہو گئی۔ اور دفن کر کے ہم نے ہاتھ نہ جھاڑے تھے کہ اپنے دلوں کو ہم نے بدلا ہوا پایا (اس کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ہمارے عقیدے یا عمل میں فرق آ گیا ہو۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرب و صحبت و مشاہدہ کے ساتھ جو انوار خاص تھے وہ نہ رہے۔ اور شیخ کامل کے قریب اور دور رہنے میں اب بھی فرق معلوم ہو جاتا ہے) اور قبر شریف کی زیارت میں صحیح حدیثیں آئی ہیں۔

علیک من اللہ السلام تحیة
وادخلت جنت من العدن راضیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم برزخ میں تشریف رکھنے کا بیان:

پہلی روایت: حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔

دوسری روایت: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدن کو کھا سکے۔ پس خدا کے پیغمبر زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (اور یہ نماز لذت کے واسطے ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سن لیتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پہنچائی جاتی ہے۔ (فرشتوں کے ذریعہ سے)

چوتھی روایت: حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے تو آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اس طرح کے اور اتر آتے ہیں۔اور ایسا کرتے ہیں یہاں تک کہ جب (قیامت کے دن) زمین قبر کی شق ہو گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے چلیں گے۔

پانچویں روایت: بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے میں بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک من زانت بہ العصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جو میدان قیامت میں ظاہر ہونگے

پہلی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سردار ہوں گا اولاد آدم علیہ السلام کا یعنی کل آدمیوں کا قیامت کے روز اور میں ان سب میں پہلا ہوں گا جن کی قبر شق ہو گی۔یعنی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا اور سب (شفاعت کرنے والوں) سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے اول میری شفاعت قبول کی جاوے گی۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہوں گا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز سب سے زیادہ ہوں گے اور میں سب سے اول دروازہ جنت کا کھٹکھٹاؤں گا۔

تیسری روایت: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں (قیامت کے روز) براق پر ہوں گا۔

چوتھی روایت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو شفاعت کبریٰ عطاء کی گئی ہے۔(جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہو گی)

پانچویں روایت: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے ہاتھ میں قیامت کے دن لواء الحمد ہو گا اور میں فخر کے ساتھ نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں۔آدم علیہ السلام بھی اور ان کے سوا بھی اور وہ بھی سب میرے لواء کے نیچے ہوں گے۔

چھٹی روایت: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں سب سے پہلے قبر میں سے نکلوں گا اور سب کا پیشرو ہوں گا۔جب حق تعالیٰ کی پیشی میں آویں گے۔اور میں ان کی طرف سے (شفاعت کے لئے) بات چیت کروں گا۔اور میں ان کا بشارت دینے والا بنوں گا۔جب وہ ناامید ہو جائیں گے اور کرامت اور خیر کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس روز میرے ہاتھ میں ہو گا۔اور اپنے رب کے نزدیک تمام بنی آدم سے زیادہ مکرم ہوں گا۔ایک ہزار خدام (میرے اکرام وخدمت کے لئے) میرے پاس آویں گے (اور وہ بہت حسین ہوں گے)۔گویا کہ وہ بیضے ہیں جو محفوظ ہوں یا موتی ہیں جو بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔اور ستر ہزار فرشتوں کا آپ کے جلو میں ہونا پہلے لکھا جا چکا ہے۔

ساتویں روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ قبر شق ہونے کے بعد مجھ کو جنت کے جوڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔پھر میں عرش کے داہنی طرف کھڑا ہوں گا کہ کوئی شخص خلائق میں سے سوائے میرے اس مقام پر کھڑا نہ ہو گا۔

آٹھویں روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جائے گا۔سو سب رسولوں میں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گزروں گا۔

نویں روایت: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہو گا اور وہ سب اس کا فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر زیادہ آدمی آتے ہیں۔اور مجھ کو امید ہے کہ میرے حوض پر لوگ بہت آویں گے کیونکہ میری امت زیادہ ہو گی۔

دسویں روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اجازت شفاعت کے متعلق) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد وثناء کے القاء فرمائیں گے۔کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں۔یہ علمی فضیلت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس روز ظاہر ہو گی۔

شفیع امت عاصی بروز حشر ہوں آپ
لوائے حمد کہ حامل مقاماً محموداً
یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل جو جنت میں ظاہر ہوں گے

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا۔اور اس کو کھلواؤں گا۔داروغہ جنت پوچھے گا کون ہیں میں کہوں گا کہ محمد ہوں وہ کہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ سے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں۔

دوسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص

نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حوض کوثر کیا چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطاء فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور چند روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمانا آیا ہے کہ اس کے کناروں پر موتی ہیں اس میں برتن پینے کے اس قدر بڑے ہیں کہ جتنے ستارے اور وہ وسط جنت میں ہوگی۔ اور اس کے بعد کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں۔ اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگریزے موتی اور یاقوت ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ اور پانی موتی پر چلتا ہے اور فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار کوس ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء علیہم السلام کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے۔ جنت میں اس میں پرندے ہیں۔ جیسے اونٹوں کی گردنیں حضرت عمر ؓ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے زیادہ لطیف ہیں۔

ف: یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا۔

تیسری روایت: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو اور وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا۔ اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے اس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

چوتھی روایت: حضرت عباس ؓ سے اس آیت کی تفسیر میں:
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں۔ اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق بیبیاں اور خادم ہیں۔

پانچویں روایت: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے دروازہ کھلوائیں گے اور مجھ کو اس میں داخل فرمائیں گے میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔

چھٹی روایت: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ابو بکر ؓ وعمر ؓ سوائے انبیاء و مرسلین کے تمام اگلے پچھلے میانہ قد والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ اور حضرت علی ؓ نے بھی یہی روایت کیا ہے۔

ساتویں روایت: حضرت حذیفہ ؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس رات سے پہلے زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام اہل جنت کی بیبیوں کی سردار اور حسن وحسین تمام اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل المخلوقات ہونیکا بیان

پہلی روایت: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین و آخرین میں سب سے مکرم ہوں۔

دوسری روایت: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے وقت شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔ تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو ان سے زیادہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ پسینہ پسینہ ہوگیا۔

تیسری روایت: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس میں تشریف لائے اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو تمام انبیاء علیہ السلام اور فرشتے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہوئے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی اور سب نے حق تعالیٰ کی ثناء کے بعد اپنے اپنے فضائل بیان کیے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کی نوبت آئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رحمۃ للعلمین ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم ہونا اور اپنا خاتم النبیین ہونا بیان فرمایا۔ اس کو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان ہی فضائل سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے آگے بڑھ گئے۔

چوتھی روایت: حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء پر بھی فضیلت دی۔ اور آسمان والوں یعنی فرشتوں پر بھی اور پھر اس پر قرآن مجید سے استدلال کیا۔

پانچویں روایت: حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو تو میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ صدقہ کی وجہ سے ستر برائیوں کی مرداری دفع کرتا ہے۔ (ابن حبان)

اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ خواہ کوئی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! قسم ہے اپنی عزت وجلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا۔ قسم ہے اپنی عزت وجلال کی جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں (پھر امت کے فضائل سن کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ اس امت کا نبی اسی میں سے پیدا ہوگا۔ عرض کیا تو مجھ کو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا تم پہلے ہو گے وہ پیچھے ہوں گے۔ البتہ تم کو اوران کو جنت میں جمع کر دوں گا۔ جملہ روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل الخلق ہونا حق تعالیٰ کے ارشاد سے، خود آپ کے ارشاد سے صحابہ کے ارشاد سے صریحاً بھی اور امامت انبیاء و ملائکہ علیہم السلام وختم نبوت وخیرت امت وغیرہ سے استدلالاً بھی ثابت ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ان بعض آیات کی مختصر تحقیق

جن کے ظاہر الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معارضہ کا نعوذ باللہ وسوسہ پیدا ہوسکتا ہے اور اسی نمونہ سے بقیہ نصوص کی تحقیق بھی سمجھ میں آسکتی ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی.

یہاں ضلال کے یہ معنی نہیں جو اردو میں مستعمل ہیں۔ کیونکہ ہر زبان کا لغت اوراس کا محاورہ جدا ہے۔ سو عربی میں اس کے معنی مطلق ناواقفی کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قبل نبوت وہ احکام معلوم نہیں ہوئے جو علوم وحی سے معلوم ہوئے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا مرشدنا مدظلہم العالی نے دس آیات شریف کی تحقیق فرمائی ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض لوازم عبدیت جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیا سے ہیں

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو اتنا مت بڑھانا جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا۔ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ سو تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول کہا کرو۔

دوسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلودہ) خیبر میں (کچھ) کھایا ہمیشہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف پاتا رہا اوراب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اس کے اثر سے) یہ خیال ہو جاتا کہ میں فلاں (دنیوی) کام (جیسے کھانا پینا وغیرہ) کر چکا ہوں حالانکہ اس کو کیا نہ ہوتا۔

چوتھی روایت: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں بھول جانے کے لئے) فرمایا کہ میں بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں۔ سو جب میں بھول جاؤں تو مجھ کو یاد دلایا کرو۔

پانچویں روایت: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں جس میں بعض لوگوں کو حوض کوثر سے ہٹا دیا جانا مذکور ہے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ یہ تو مسلمانوں میں سے ہیں فرشتوں کی طرف سے جواب ملے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین میں کیا کیا اختراع کیا تھا۔ میں کہوں گا دور دور ایسا شخص جس نے میرے بعد میرے دین میں تغیر وتبدل کیا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

امت کے ساتھ شفقت

پہلی روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار تمام رات ایک ہی آیت پڑھتے رہے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.

دوسری روایت: حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی سو وہ اس طرح قبول ہوئی۔ کہ سب کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں۔ سوائے حقوق العباد کے۔ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور دلاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو کچھ دے کر ظالم کی بخشش کر دیں۔ اس شام کو یہ دعا منظور نہ ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہوگئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں اس وقت تو کوئی

ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا ہوا رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت کر دی تو خاک سر پر ڈالنے لگا۔ اور ہائے واویلا مچانے لگا اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی

تیسری روایت: روایت ہے کہ جب طائف کے کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچائی تو جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتے کو لے کر نازل ہوئے اور اجازت چاہی کہ کفار کو ہلاک کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے امید ہے کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ شدید محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے ان میں ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے یعنی اگر اس سے کہا جائے کہ سارا اہل و مال چھوڑ دو تو زیارت ہو جائے۔ وہ اس پر دل و جان سے راضی ہو جائے گا۔

پانچویں روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشروں کی طرح غصہ آ جاتا ہے سو جس کسی مسلمان مرد یا عورت پر میں (غصہ) میں بددعا کروں تو اس بددعا کو اس شخص کے لئے دعا کے ساتھ بدل دیجئے۔

چھٹی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں۔ جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

ساتویں روایت: ابی جمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہوں گے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھ کو دیکھا بھی نہ ہوگا۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو امت کے ذمہ ہیں

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے نزدیک ہر چیز سے پیارے ہیں سوائے میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود اس کے نفس سے بھی زیادہ اس کو میں پیارا نہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جو میرے پہلو میں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی

تیسری روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا نہ مانا عرض کیا کہ کس نے نہ مانا فرمایا کہ جس نے میری تابعداری کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا کہنا نہ مانا۔

چوتھی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے طریقہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

پانچویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے گناہ کی سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر حکم سزا کا دیا گیا۔ ایک شخص نے مجمع میں سے کہا کہ اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو اس مقدمہ میں لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لعنت مت کرو واللہ میرے علم میں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے محبت رکھتا ہے۔

صلی علیک اللہ اخر دهره متفضلاً
مترحماً و حبا لک الموعود من احسانه.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر واحترام وادب

قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ کسی کو یہ لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیں۔ اور نہ یہ لائق ہے کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں۔ مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مانتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو معمولی مت سمجھو جیسا کہ تم ایک دوسرے کے حکم کو سمجھتے ہو کہ مانا یا نہ مانا۔ کسی کو کسی امر میں جائز نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا سی بھی تکلیف پہنچاؤ۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے نکاح کا خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

پر۔اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجا کرو۔اور خوب سلام بھیجا کرو۔تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو۔بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار ہے۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے آپ کو اعمال امت پر قیامت کے دن گواہی دینے والا اور عموماً اور دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کو بشارت دینے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔اور نہ ان سے کھل کر بولا کرو۔جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو۔جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازوں سے پست رکھتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے۔ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔اور جو لوگ حجروں کے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے اور ایسی جراءت نہ کرتے۔اور یہ لوگ ذرا صبر و انتظار کرتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔کیونکہ یہ ادب کی بات تھی۔اور یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ایک ام ولد تھی۔جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بیہودہ حکایت کہا کرتی اور گستاخی کیا کرتی۔وہ نابینا منع کرتا وہ باز نہ آتی تھی۔ایک رات اسی طرح اس نے بکنا شروع کیا۔اس نابینا نے ایک چھرا لے کر اس کے پیٹ پر رکھ کر بوجھ دے دیا۔اور اس کو ہلاک کر ڈالا۔صبح کو اس کی تحقیقات ہوئی اس نابینا نے اقرار کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب گواہ رہو کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔یعنی قصاص وغیرہ نہ لیا جاوے گا۔(ان صحابی کا جوش محبت وادب کس قدر ثابت ہوتا ہے)۔

دوسری روایت: امام بخاری نے قصہ حدیبیہ کی ایک بڑی حدیث نقل کی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم۔واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ نجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں۔جس قدر صحابہ رضی اللہ عنہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔واللہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار پھینکتے ہیں تو کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے۔اور وہ اس کو اپنے بدن اور چہرے کو مل لیتا ہے۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں۔تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے۔اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔اور وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

تیسری روایت: براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ پر گئے۔اور قبر تک پہنچے۔ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا۔(کچھ دیر ہوگئی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے۔(یعنی نہایت سکون و سکوت کے ساتھ) علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ آداب بعد حیات باقی ہیں۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو۔اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند آواز نکالنا جائز نہ تھا۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے پڑھانے اور احکام کی نقل کے وقت بلند آواز نکالنا حاضرین و سامعین کیلئے خلاف ادب ہے۔مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند آواز نکالنا جائز نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب وفات کے بعد وہی ہے جو حالت زندگی میں تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو مخصوص اہل طائف کو منع فرمایا تھا کہ مسجد نبوی میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی اور مسلمان کے جھگڑے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو موسیٰ علیہ السلام پر (ایسی) فضیلت مت دو (جس میں ان کی بے ادبی کا وسوسہ ہو۔

پانچویں روایت: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قحط کے سبب تباہ ہونے کا عرض کر کے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا کیجئے سو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے نزدیک شفیع لاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شفیع لاتے ہیں۔سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کلمہ سے نہایت مضطرب ہوئے اور سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمانے لگے۔اس قدر مکرر سہ کرر تسبیح فرمائی کہ اس کا اثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چہروں میں دیکھا گیا۔پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے نزدیک سفارشی نہیں لایا جا سکتا۔خدا تعالیٰ کی شان اس سے بہت عظیم ہے۔

یا رب صل و سلم دائما ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت

پہلی روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

دوسری روایت: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے سب آدمیوں سے زیادہ قریب رہنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہے۔

تیسری روایت: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں۔ اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔

چوتھی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

پانچویں روایت: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو کس قدر درود کا معمول رکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر چاہو۔ میں نے عرض کیا ایک ربع۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو۔ اور اگر اور بڑھا لو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا نصف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو اور اگر زیادہ کر لو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا دو ثلث۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھا لو تو یہ تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ تمام وظیفہ درود ہی کو کر لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جاوے گی۔ اور تمہارا گناہ معاف کیا جاوے گا۔

چھٹی روایت: حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص ایک درود بھیجتا ہے میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا۔ اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا۔

ساتویں روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا درمیان زمین وآسمان کے رہتی ہے جب تک کہ درود نہ پڑھیں۔

صل یا رب علی روح رئیس الرسل
نقتدی نحن علی ارجلہ بالراس

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ توسل حاصل کرنا

پہلی روایت: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور دعا کر۔ اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول کر لیجئے۔

دوسری روایت: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا تھا وہ اسکی طرف التفات نہ فرماتے تھے۔ اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے فرمایا کہ تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا یہ پڑھ۔ چنانچہ اس نے یہ ہی کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم کی اور کام پورا کر دیا۔

تیسری روایت: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں پر قحط ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دعائے بارش کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ اے اللہ ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے۔ چنانچہ بارش ہوتی تھی۔

چوتھی روایت: ابو الجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف ایک سوراخ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور سے بارش ہوئی۔

پانچویں روایت: محمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا.

میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار وآثار کی کثرتِ ذکر وتکرار

پہلی روایت: حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور علاوہ اپنے نبی برحق ہونے کے فضائل حسبی ونسبی بیان فرمائے۔

دوسری روایت: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۂ ''اذا جاء نصر الله'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کرا دو۔ کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پکار دیا۔ چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر حمد وثناء وصلوۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تیسری روایت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے اعتراضوں کا جواب دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اشتیاق رکھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کا میرے سامنے ذکر ہوا کرے۔

پانچویں روایت: حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مجمع حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں کیا باتیں کروں کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

زیارت فی المنام

پہلی روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے مجھ کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا۔

دوسری روایت: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے امر واقعی (یعنی مجھ کو ہی دیکھا)۔

تیسری روایت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ کو خواب میں دیکھے وہ مجھ کو بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری صورت میں نہیں ہو سکتا۔

یا رب صل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت وعلماء کی محبت وعظمت

پہلی روایت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراض کا مت بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے محبت کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذاء دے گا اس نے مجھ کو ایذاء دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ کو ایذاء دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

تیسری روایت: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد بلکہ نصف مد کے درجے کو بھی نہ پہنچے۔

فضائل اہل بیت

پہلی روایت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ غضب خدا کو بجھاتا اور گناہ کی برائی کو دور کرتا ہے۔ (الترمذی)

ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میرے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے۔

دوسری روایت: حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔

تیسری روایت: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کی وہ رسی ہے۔ آسمان سے زمین تک اور میرے اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں۔ سو ذرا خیال رکھنا میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔

ف: کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہاء محدثین سب داخل ہیں جیسا کہ خود ارشاد نبوی ہے کہ ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا جو میرے بعد ہوں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ۔ روایت کیا اس کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اور ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتداء کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے۔

محبت اہل بیت واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے اللہ و رسول کے واسطے محبت نہ رکھے۔

ف: اہل بیت میں ازواج مطہرات کے خطاب کے درمیان یہ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ.

پس ازواج مطہرات کی فضیلت و وجوب محبت بھی ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ان کو امہات المومنین فرمایا ہے۔

فضائل علماء

ارشاد ہے اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ.

یعنی جو علماء با عمل ہیں اور دین کی اشاعت و خدمت اور اہل دین کی روحانی تربیت کرتے ہیں وارث انبیاء کے ہیں۔ کیونکہ یہی کام تھا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ورنہ علماء بے عمل کی سخت برائی آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جو شخص اس غرض سے علم حاصل کرے کہ علماء سے مقابلہ کرے گا یا جہلا سے مجادلہ کرے گا یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

پہلی روایت: حضرت ابو داؤد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر اور علماء وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے۔

دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو مجلسوں پر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں (عالم۔ عابد) اچھے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالموں کی مجلس میں بیٹھ گئے۔

تیسری روایت: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا ایک عالم تھا اور دوسرا عابد ان میں کون افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر ہے۔

یا رب صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے کتاب ترغیب اہل السعادات میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے۔ ان شاء اللہ تین جمعہ نہ گزر پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ.

نیز جو صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار بار پڑھے دولت زیارت نصیب ہو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ.

(دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِنَّا السَّلَامَ.

مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پڑھنا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں دل کا شوق سے بھرا ہوا ہونا اور ظاہری اور باطنی گناہوں سے بچنا ہے۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند — تا کہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصیں — تا چہ باشد ذات آں روح الامین
واذن لسحب صلاۃ منک دائمۃ — علی النبی بمنھل و منسجم
والال والصحب ثم التابعین ھم — اھل التقی والنقی والحلم والکرم

باب ۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اندھیروں میں آفتاب

سب سے زیادہ ظلمت اور اندھیری کا زمانہ اس دنیا میں وہ تھا کہ جس کے خاتمہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا دور انتہائی ظلمت کا دور تھا۔ انتہائی اندھیروں کا دور تھا۔ کوئی برائی ایسی نہ تھی جو اس زمانہ جاہلیت میں موجود نہ ہو۔ جہالت کی برائیاں الگ، بداخلاقی کی برائیاں الگ۔

تو اس زمانہ جاہلیت میں جب باطل انتہا کو پہنچ گیا تھا جب ظلمتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں، تب بھی گنے چنے اہل کتاب حق پر موجود تھے۔ جو پہاڑوں میں پڑے ہوئے تھے۔ بستیوں سے الگ چھپے ہوئے تھے۔ وہ اللہ کا نام لیتے تھے جس کی وجہ سے یہ دنیا کا خیمہ کھڑا تھا۔ عام حالت ظلمت کی تھی۔

تو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے قلوب پر نگاہ کی فَمَقَتَ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ. غضب آلود نگاہ سے دیکھا عرب کو بھی عجم کو بھی۔ قلوب کے اندر خیر باقی نہیں تھی۔ ظلمت ہی ظلمت تھی۔ ان ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. میں غیرت خداوندی کو جوش آیا کہ اس ظلمت میں چاند کیا جائے۔

تو فاران کی چوٹیوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ میں سورج تھا اور ایک ہاتھ میں چاند۔ دو روشن چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ ایک چمکتا ہوا سورج ایک چمکتا ہوا چاند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان تبلیغ اور عرب قوم کا طرز عمل

انکی تو کل حیثیت یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب راہ حق کی دعوت دی تو پورا عرب دشمن ہو گیا۔ تو قریش نے مل کر ابو طالب کو واسطہ بنایا۔ اور کہا خدا کے لئے اپنے بھتیجے سے کہہ دو کہ جو چاہے ہم سے لے مگر ہمارے بتوں کی برائی کا نام نہ لے۔ ہمارے دین کی تضحیک نہ کرے۔ وہ جو چاہے ہم سے قبول کر لے تم اپنے بھتیجے کو سمجھا دو، ورنہ پھر اس کے بعد ہمارے اوپر ذمہ داری نہیں رہے گی۔ تو ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا اے میرے بھتیجے! قوم نے مجھے وکیل بنا کر تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں قوم کا پیغام تیرے پاس پہنچا دوں...... اور وہ یہ کہ تو نے جو دعویٰ کیا ہے اور دعوت دینا شروع کی ہے اگر تیرا مقصد یہ ہے کہ کچھ پیسے روپے جمع ہوں، سونا چاندی جمع ہو۔ تو تیری قوم اس کے لئے تیار ہے کہ پورے ملک کا سونا جمع کر کے تیرے قدموں میں ڈال دیا جائے...... اگر حسن و جمال مقصود ہے تو قریش کی بیٹیاں حاضر ہیں جس کو چاہے قبول کر لے...... اگر سرداری مطلوب ہے تو آج سے ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ تجھے پورے عرب کا بادشاہ تسلیم کر لیں اور ہم تمہارے سامنے رعیت کی حیثیت سے آ جائیں...... جو تمہارا مقصد ہو بولو مگر خدا کے لئے ہمارے معبودوں کو جو ہم نے بنا رکھے ہیں برا بھلا مت کہو اور ہمارے آبائی دین کے بارے میں کوئی برا کلمہ استعمال مت کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے چچا! کہہ چکے جو تم نے کہنا تھا؟ قوم کا پیغام سنا چکے؟...... ابو طالب نے کہا ہاں سنا چکا۔ فرمایا کہ میری طرف سے تم کہہ دو کہ میری قوم اگر ایک ہاتھ میں سورج لا کر رکھ دے اور ایک ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دے تب بھی میں یہ کلمہ کہنا نہیں چھوڑوں گا جو میں زبان سے نکال چکا ہوں یا اپنی جان ختم کر دوں گا یا دنیا میں اس کلمہ کو پھیلا کر رہوں گا۔

تو اس چاند سورج کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کل یہ حقیقت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں بھی آ جائیں تو میں اپنا کلمہ چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ یعنی اس کلمہ کے مقابلے میں جس کو میں لے کر کھڑا ہوا ہوں جو "توحید و رسالت کا پیغام ہے" اس چاند سورج کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں تشریف لائے تو ہاتھ میں یہ چاند سورج نہیں تھا۔ اس چاند سورج کی تو کوئی وقعت اور حقیقت ہی نہیں ہے۔ میری مراد سورج اور چاند سے کیا ہے؟...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی چمکتی ہوئی کتاب موجود تھی جو سورج سے زیادہ روشن تھی۔ اور بائیں جانب قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس میں اخلاق کی نورانیت بھری ہوئی تھی۔ تو ایک طرف چاند کہ جس کی روشنی علم خداوندی کی تھی قرآن کریم اس سے لبریز ہے۔ اور ایک طرف اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی تھی جو قلب نبوت میں بھرے ہوئے تھے تو دو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ ایک چمکتا ہوا علم۔ اور ایک چمکتے ہوئے اخلاق ایک روشن کتاب اور ایک روشن دل۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوشیدہ صدقہ دینا خدا کے غضب کو بجھاتا ہے۔ (مجمع)

بنیادِ نبوت

اور یہ اس لئے کہ بہر حال حکماء و فلاسفہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ چاند میں خود اپنی روشنی نہیں ہوتی۔ بلکہ سورج اس کے مقابلے میں آتا ہے۔ سورج ہی کی روشنی اس میں سے ہو کر گزرتی ہے۔ تو وہ ٹھنڈی بن جاتی ہے۔ وہی سورج کی تیز روشنی تھی، جب چاند میں آتی ہے تو وطن اور موقع کی خصوصیات کی وجہ سے اس میں ٹھنڈک پیدا ہو جاتی ہے۔ آگ کو اگر کسی خاص وطن اور موقع سے گزارا جائے تو وہ برودت کے آثار پیدا کرتی ہے۔ ......یہی آپ کی بجلی جو پاور ہاؤس سے چلتی ہے اگر آپ اس کو کسی مشین کے اندر لگا دیں تو وہ آگ ہے (ہیٹر وغیرہ) اس میں تیزی ہے گرمی اور حدت اس میں ہے ہاتھ لگا دیں تو آپ کے ہاتھ کو پکڑے گی، جلا دے گی ......لیکن یہی بجلی......اگر اس کو ریفریجریٹر کے ذریعہ سے نمایاں کریں تو وہی بجلی ٹھنڈی ہو جاتی ہے پھل رکھ دو تو ٹھنڈے ہوں گے، کھانا رکھ دو تو ٹھنڈا ہو گا۔ یہ وہی آگ ہے کہ پاور ہاؤس سے چلتی ہے لیکن مقام اور موسم کی خصوصیت کی وجہ سے اس میں ٹھنڈک کے آثار پیدا ہو گئے۔ تو ایک چیز ایک جگہ آگ ہوتی ہے تو قابلِ تحمل نہیں ہوتی اور وہی چیز دوسرے مقام پر لاکر رکھی جائے تو قابلِ برداشت ہو جاتی ہے

تو اللہ کی چمکتی ہوئی کتاب، خداوندی علم اتنا بالا اور اونچا تھا کہ مخلوق اس کا تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ جب اسی علم الٰہی کو قلبِ نبوت سے گزارا گیا تو اس میں اعتدال کی روشنی پیدا ہو گئی۔ اس میں ٹھنڈک اور برودت آئی جو قابلِ قبول بن گئی کہ دنیا اس سے استفادہ کر سکے......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس شان سے تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہاتھ میں سورج تھا یعنی اللہ کی روشن کتاب، اور ایک ہاتھ میں چاند تھا۔ یعنی اخلاق نبوت اس میں بھرے ہوئے تھے اور اس میں روشنی تھی۔ تو ایک علم اور ایک اخلاق...... یہ دو چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ آپ دیکھیں اور غور کریں کہ نبوت کی بنیاد ہی دو چیزوں کے اوپر ہے۔ ایک علمی کمال اور ایک عملی کمال یہی دونوں ہیں جو تمام کائنات کی سعادت ہیں......

دنیوی سعادت کی بنیاد کمال علم و عمل ہے

اسی واسطے قرآن مجید میں کمال علم اور کمال عمل کے لحاظ سے چار نوعیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک آیت کریمہ میں فرمایا گیا۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ کن لوگوں کے ساتھ ہو گا؟ وہ نبیوں کے، صدیقوں کے، شہدا کے اور صالحین کے ساتھ ہو گا۔

تو یہ چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک نبی، ایک صدیق، ایک ایک شہید اور ایک صالح۔ غور کیا جائے تو چاروں قسمیں علم اور عمل کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں۔ دو قسمیں۔ یعنی نبی اور صدیق، یہ علم کی بارگاہ کی دو قسمیں ہیں۔ یعنی علم اولاً نبی کے قلب پر آتا ہے کہ نبی علم کے لحاظ سے اصل ہوتا ہے اس کی تصدیق کرنے والے کو صدیق کہتے ہیں تو صدیق اور تصدیق علم کی ایک قسم ہے۔ نبی گویا نباء سے ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں اور صدیق کے معنی تصدیق کنندہ کے ہیں اور تصدیق خود علم کی قسم ہے۔

تو حاصل یہ نکلا کہ نبی اور صدیق علم کے دو افراد ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ نبی علم میں اصل ہے اور صدیق تابع ہے۔ بالذات اور اصل علم کے لحاظ سے نبی اور تابع ہونے کی حیثیت دیکھی جائے تو وہ صدیق کی ہے تو صدیق نبی کے تابع ہوتا ہے اس لئے علم کے دو افراد ہو گئے ایک نبی اور ایک صدیق ......عمل کے بھی دو ہی افراد ہیں، ایک شہید اور ایک صالح۔ شہید اصل ہوتا ہے عمل میں اور صالح اس کے تابع ہوتا ہے۔ شہید اسے کہتے ہیں جو اللہ کے راستہ میں فقط خواہشات ہی نہیں بلکہ نفس کو بھی ختم کر دے۔ جو جان تک اللہ کے راستے میں لگا دے وہ شہید ہے......اور صالح اس کو کہتے ہیں جو نیکی کا راستہ اختیار کرے یعنی نفس کی خواہشات کو پامال کرتا رہے، جو اللہ کی مرضی کو آگے رکھے اس کو صالح کہتے ہیں۔ تو شہید اگر جان دے کر فضا ہموار نہ کرے صالحین کی صلاح چل نہیں سکتی۔ صالحین اپنی صلاح پر جب ہی قائم رہیں گے جب فضا پر امن ہو فتنے نہ ہوں امن قائم ہو۔

عمل کی بنیاد......اخلاق

اخلاق: عمل کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اگر اندر اخلاق نہ ہو عمل سرزد نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کے اندر شجاعت کے اخلاق موجود ہیں تو حملہ آوری ہجوم اور اقدام کے افعال آپ سے سرزد ہوں گے۔ اگر آپ کے اندر سخاوت کا مادہ اور خلق موجود ہے تو داد و دہش اور دنیا، غریبوں کے ہاتھ پر رکھنے کے افعال آپ کے ہاتھ سے نمایاں ہوں گے۔ اگر بخل کا مادہ موجود ہے تو آپ عطا نہیں کریں گے۔ اگر بزدلی کا مادہ موجود ہے تو آپ پیچھے ہٹیں گے۔ تو اندر کا مادہ فعل کو حرکت دیتا ہے۔ اسی اندرونی مادے کو جو فعل کو حرکت میں لایا ''اخلاق'' کہتے ہیں۔ تو جیسے اخلاق ہوں گے ویسے اعمال سرزد ہوں گے۔ تو عمل کی قوتیں درحقیقت اخلاق ہیں لیکن اخلاق اپنا کام نہیں کر سکتے جب تک راستہ نظر نہ آئے۔ راستہ علم دکھاتا ہے۔ تو دو ہی چیزیں کمالات کی بنیاد ہو گئیں ایک علم اور ایک اخلاق۔ علم راہ دکھلائے گا اور اخلاق اس پر چلائیں گے۔ اخلاقی قوت آدمی کو اس پر دوڑائے گی۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ریل گاڑی...... آپ نے دیکھا ہوگا انجن دوڑتا ہے، ہزاروں لاکھوں من بوجھ کے لوہے کی گاڑی کو اپنے ساتھ باندھ کر لے جاتا ہے۔ مگر انجن کے چلنے اور منزل پر پہنچنے کی شرط کیا ہے؟ ایک تو یہ کہ اس کے سامنے لائن بنی ہوئی ہو۔ لوہے کی پٹڑی اس کے سامنے بچھی ہوئی ہو جس پر انجن کو اتارا جا سکے۔ اور دوسری یہ کہ اس کے اندر اسٹیم کی طاقت بھری ہوئی ہو۔ آگ اور پانی کو جمع کر کے بھاپ کی طاقت جمع کر دی جائے...... تو اگر لائن بچھی ہوئی نہ ہو تب بھی انجن نہیں چل سکتا۔ اور لائن بچھی ہوئی ہو مگر اس کے اندر اسٹیم کی طاقت نہیں تب بھی نہیں چل سکتا۔ لائن پر انجن کھڑا ہوا ہے اور اندر نہ آگ ہے، نہ پانی اور بھاپ کی طاقت پیدا نہیں ہوتی تو دھکیل دھکیل کے اسے آپ کہاں تک چلائیں گے؟

ہزاروں آدمی مل کر لگیں گے، یہ بالشت بھر چلے گا پھر کھڑا ہو جائے گا۔ تو جب تک انجن کے اندر چلنے کی طاقت نہ ہو تو نہیں چل سکتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مقام دو ہی ہیں ایک علم کا مقام ہے اور ایک اخلاق کا مقام ہے علم راستہ دکھلاتا ہے اخلاق چلنے کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ دونوں چیزیں جب جمع ہو جاتی ہیں جب آدمی کامیاب ہوتا ہے......

تو نبوت بھی درحقیقت دو ہی بنیادوں پر قائم ہے ایک کمال علمی اور ایک کمال اخلاقی۔ یہی دو چیزیں انبیاءؑ لے کر آتے ہیں اور یہی بنیاد نبوت ہیں۔ جب یہ بنیاد نبوت کا معیار ہوئی تو خود سمجھ لیجئے کہ جو ذات اقدس کمال علم میں اس رتبہ پر پہنچائے کہ اس رتبہ پر کوئی نہ پہنچا ہوا ہو اور اخلاقی مقام میں اس مقام پر پہنچ جائے کہ کوئی اس مقام پر آیا ہوا نہ ہو تو وہی نبی سب سے بڑا نبی ہو گا اس لئے کہ معیار نبوت جو کچھ تھا وہ اس میں حد کمال پر آیا ہوا ہے......

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شان علم

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دیکھا جائے تو علم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اُوْتِيْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ. مجھے اگلوں کے اور پچھلوں کے تمام علوم عطاء کر دیئے گئے ہیں۔ جتنے پچھلوں کو علوم دیئے گئے تمام انبیاء جو جو علوم لے کر آئے وہ سارے علوم میری ذات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ تو اگلوں کے علوم یعنی انبیاء سابقین کے سارے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں اور پچھلوں کے علوم بھی یعنی قیامت تک جو آنے والے ہیں، علماء، فضلاءؒ، حکماء ان سب کے علوم......

ظاہر بات ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پروردہ ہیں وہ تو آپ کے علم سے مستفیض ہیں وہ تو ہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جوتیوں کے صدقہ سے عالم بنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جوتیوں کے صدقہ سے صدیق، صدیق بنے تو وہ تو ہیں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم...... لیکن بتلایا گیا کہ پچھلے انبیاء کے جو علوم ہیں وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں کہ جتنے اگلوں کے علوم تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع ہیں جتنے پچھلوں کے علوم تھے وہ بھی ایک ذات میں جمع......

تو ایک عظیم نکتہ خیر اللہ نے پیدا کیا کہ اگلے اور پچھلے سارے علوم اس میں جمع کر دیئے گئے۔

ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماع علوم کی محسوس مثال

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محسوس مثال علم کے لحاظ سے ایسی ہوگی کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اندر دیکھتے ہیں کہ چہرے میں آنکھ ہے۔ تو آنکھ بھی عالم ہے مگر صورۃ رنگ کو دیکھے گی، صورت کو پہچان لے گی، آوازوں کا پہچاننا یہ آنکھ کا کام نہیں...... کان ہیں وہ آوازوں کا علم حاصل کرتے ہیں کہ آواز اچھی ہے یا بری، بلند ہے یا پست، کان آوازوں کے عالم ہیں وہ صورتیں نہیں دیکھتے...... ناک خوشبو اور بدبو کا عالم ہے وہ سونگھ کر بتلا دے گی کہ گلاب کا پھول ہے چنبیلی کا پھول ہے۔ لیکن ناک یہ چاہے کہ گلاب کی شکل دیکھ لے یہ ناک کا کام نہیں۔ زبان کا کام یہ ہے کہ وہ ذائقہ کو بتلائے۔ کھٹا ہے یا میٹھا ہے؟ نمکین ہے؟ زبان کو اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ تو آواز سن لے تو زبان کا یہ کام نہیں تو اس چہرے میں آنکھ بھی موجود ہے کان بھی موجود ہے ناک بھی موجود ہے دوسرے لفظوں میں گویا یوں کہا جائے کہ یہ علماء کی ایک بستی ہے اور ہر فن کا عالم الگ الگ ہے......

آوازوں کا عالم کان ہے صورتوں کی عالم آنکھ ہے ذائقوں کی عالم زبان ہے۔ خوشبو اور بدبو کی عالم ناک ہے۔ یہ سارے علماء ہیں اپنے اپنے موضوع کا علم رکھتے ہیں۔ اور یہ آگے اللہ کی صناعی اور حکمت ہے اسی دو انگشت کے چہرے میں ساری چیزیں ایک ہی جگہ جمع ہوگئیں۔

مگر ایسی سد سکندری حائل ہے کہ آنکھ کی یہ مجال نہیں کہ کان کے کاموں میں دخل دے سکے۔ کان کو یہ موقع نہیں ہے کہ وہ آنکھ کا کام سر انجام دے۔ ملے ہوئے ہیں مگر اپنی حدود سے قدم باہر نہیں نکال سکتے۔ ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول اپنے علم میں لگا ہوا ہے۔

لیکن یہ سارے علوم کان ناک آنکھ زبان کے اللہ تعالیٰ نے حس مشترک میں جمع کر دیئے ہیں۔ جس کو ام الدماغ کہتے ہیں۔ دماغ کا یہ جو ابتدائی حصہ ہے اس میں سارے علوم جمع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنکھ

سے دیکھتے ہیں تو آنکھ تو دیکھ کر کے اپنا فارغ ہوگئی لیکن جو صورت تھی وہ دماغ میں ابھی تک موجود ہے۔ اگر آنکھ میں موجود رہتی تو آنکھ نے اپنا کام جو ختم کیا تھا۔ آنکھ پر پردہ آ گیا تھا۔ صورت ماند ہو جانی چاہیے۔ لیکن جس چیز کو آپ نے دیکھ لیا ہے دیکھنے کے بعد آپ آنکھ بند کریں تب بھی صورت آپ کے سامنے موجود ہے۔

یہ تو کوئی خزانہ ہوگا۔ جس میں جمع ہے وہی دماغ کا خزانہ ہے۔ آپ نے روٹی چکھ لی اور ذائقہ معلوم کر لیا لیکن جب کھانے پینے کا کام ختم ہو گیا تب بھی ذائقہ کا ایک اندازہ آپ کے قلب میں موجود ہے۔

آپ نے اگر دلی کی سیر کی ہوگی جامع مسجد دیکھی ہوگی لال قلعہ دیکھا ہوگا۔ تو دیکھا تو ایک دفعہ تھا۔ لیکن دن میں دس بار اپنے مکان میں بیٹھ کر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

بس جہاں گردن جھکائی تو پوری جامع مسجد سامنے موجود، پورا لال قلعہ سامنے موجود تو کہیں جمع ہے تبھی تو وہ سامنے ہو جاتا ہے۔ یقیناً اندر موجود ہے۔ تو یہ سارے حالات اندر کی کارگذاریاں ہیں۔ اور جو کچھ ان کی معلومات ہیں وہ آپ کے ذہن یا دماغ میں جمع ہیں تو یہ ام الدماغ ہے یہ ان سارے حالات کا مجموعہ ہے۔ کہ اس میں دیکھنے کی طاقت بھی ہے سننے کی بھی طاقت ہے۔ چکھنے کی بھی طاقت ہے۔ خوشبو اور بدبو کے ادراک کی بھی طاقت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کی خدانخواستہ آنکھ پھوڑ دی جائے دماغ میں اس سے خلل نہیں آتا۔ کان نہ رہیں دماغ میں نقصان نہیں۔ لیکن دماغ میں لاٹھی مار دی جائے۔ تو آنکھ بے کار، پاؤں بے کار ناک بھی بے کار پھر کوئی حواس اس کے اندر باقی نہیں رہے گا۔ اس لیے کہ جب خزانہ ٹوٹ گیا جہاں سے فیض پہنچ رہا تھا۔ کان ناک آنکھ تو سب بے کار ہو گئے۔ لیکن اگر آنکھ کان ناک باقی نہ رہے۔ دماغ کا کوئی نقصان نہیں۔ اس واسطے کہ وہ اصل خزانہ ہے۔

جب یہ مثال سمجھ میں آئی تو غور کیجئے۔ کہ اس عالم میں ہزارہا انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے۔ ہر نبی کا ایک مخصوص علم ہے ہر نبی کو کچھ خصوصی علوم عطاء کئے گئے ہیں۔ دین ایک دیا گیا ہے۔ لیکن دین کے بتلانے اور سمجھانے کے لیے پروگرام کے لیے انبیاء علیہم والسلام کو مختلف علوم دیئے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء وصفات کا علم دیا گیا ہے۔ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا.

یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا گیا۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ

وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ.

حضرت خضر علیہ السلام کو علم لدنی دیا گیا۔ (فراست کا علم) داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کا علم دیا گیا۔ سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا۔ کہ پرندوں کا علم جانتے تھے۔ ہر نبی کا ایک مخصوص علم ہے۔

تو سارے انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں کہ کوئی آنکھ ہے کوئی ناک ہے کوئی کان ہے۔ مختلف علوم کے حامل ہیں۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ام الدماغ کی ہے کہ سارے حواس کا علم لاکر اس دماغ میں جمع کر دیا ہے دماغ کو کوئی نقصان پہنچتا ہے یا دماغ نہ رہے تو آنکھ کان ناک کچھ نہیں رہتا لیکن اگر آنکھ ناک کان باقی نہ رہیں تو دماغ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ تو سارے انبیاء گذر چکے ہیں مگر دماغ اسی طرح قائم ہے لیکن خدانخواستہ دماغ نہ ہوتا تو آنکھ نہ رہتی کان نہ رہتے نہ ناک رہتی کوئی چیز نہ رہتی۔

تو تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم درحقیقت مستفاد ہیں، نکلے ہوئے ہیں خزانہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اصل نکتہ خیر حق تعالیٰ کی جانب سے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے فیضان سے انبیاء علیہم السلام میں نبوتوں کے علوم آئے یعنی سبب آپ بنائے گئے ہیں، آپ کے ذریعہ سے آپ کے سبب سے انبیاء علیہم السلام کو علوم عطا فرمائے گئے۔

نبی الانبیاء پر ایمان لانے کے لئے انبیاء کو پابند کیا گیا

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث میں فرماتے ہیں، حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے ''خصائص کبریٰ'' میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اَنَا نَبِیُّ الْاَنْبِيَاءِ اور انبیاء تو بالکل اسی طرح جیسا کہ آفتاب نکلے اور مختلف دھوپوں کے ٹکڑے آپ دنیا میں پھیلے ہوئے دیکھتے ہیں، کوئی گول ہے کوئی چوکور ہے کوئی مثلث ہے کوئی مربع ہے تو اگر دھوپ سے پوچھا جائے کہ تو کون ہے؟ تو یوں کہے گی کہ آفتاب کا جز، آفتاب کا حصہ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا خود اصلی وجود نہیں، وجود تو آفتاب کا ہے اس کی وجہ سے میرا وجود بھی نظر آتا ہے میں خود آفتاب سے کٹ کر کوئی مستقل وجود نہیں رکھتی بلکہ میرا وجود اس وقت تک ہی قائم ہے کہ جب تک میں آفتاب کی کرنوں سے وابستہ رہوں اگر میں کٹ جاؤں تو میرا وجود ختم ہو جائے......

تو مؤمن کے ایمان کا وجود اصل میں نبی کے ایمانی وجود کے تابع ہے تو جب انبیاء علیہم السلام مؤمن بنائے گئے اور ہدایت کی گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو ایسی صورت بن گئی کہ حقیقی ایمان صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے پھر انبیاء علیہم السلام کو بھی ایمان عطاء کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم وایمان کا ''نکتہ خیر'' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہیں۔

تو اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. اگلوں کے یعنی سارے انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے ہیں وہ میرے سینہ میں جمع ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ اصل میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دوسروں تک پہنچائے گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حس مشترک اور ام الدماغ ہیں اور انبیاء مثل آنکھ، کان، ناک کے ہیں۔ علم کا فیض یہاں سے پہنچ رہا ہے۔ کسی کو کوئی علم ملا...... یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا کَمَا عُلِّمْتُ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا.

آدم علیہ السلام کو اسماء اور صفات کا علم دیا گیا۔ جیسے کہ سارے اسماء و صفات کا مجھے علم عطاء کیا گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں علوم کی جامعیت

تو انبیاء علیہم السلام کو جو علوم دیئے گئے وہ حد کمال کے ساتھ جمع ہو کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں ظاہر بات ہے کہ جو خاتم النبیین ہوگا وہ تمام اوصاف و کمالات میں بھی خاتم ہوگا تو خاتم العلوم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جائے گا کہ تمام علوم کے درجات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جمع کر دیئے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الاخلاق بھی کہا جائے گا کہ اخلاق کے سارے نمونے اور کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں جمع کر دیئے گئے

اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ جب نبوت کا معیار اور مقام نبوت کی کسوٹی کمال علم اور کمال اخلاق ہے تو جس کا علم سب سے بڑا ہوگا اس کی نبوت بھی سب سے بڑی ہوگی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے بڑا بھی ہے اور سب پر حاوی بھی ہے تمام علوم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع بھی ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخصوص علوم ہیں وہ الگ ہیں۔ اس لئے علم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور اسی واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء سابقین کے لئے مصدق کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نبوت اور ان کے علم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور تصدیق وہی کرتا ہے جو پہلے سے علوم جانتا ہو جو کسی چیز سے واقف نہ ہو وہ تصدیق نہیں کیا کرتا وہ تو سلام کیا کرتا ہے تاکہ کسی کو علم نہ ہو جائے کہ یہ علم نہیں رکھتا۔

لیکن یہ کہنا کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے اس چیز کو جانتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ بھی کہا گیا ہے۔

اے پیغمبرو! جو تمہیں علوم دیئے گئے ہیں ان کی تصدیق کرنیوالے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے تو تصدیق کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سارے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جمع تھے۔ جن کی شرح اُوْتِیْتُ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ. کی حدیث نے کر دی ہے مجھے اگلے اور پچھلوں کے سب کے علوم عطاء کر دیئے گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب کا علم دیا گیا اور قرآن کریم میں متعدد واقعات خواب کی تعبیر میں آئے ہیں جو یوسف علیہ السلام سے وابستہ ہیں۔ یہ بڑا عجیب علم ہے لیکن جناب رسول اللہ کی ذات اقدس کو دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط خوابوں کی تعبیر ہی نہیں دی بلکہ فن تعبیر کے اصول بتلا دیئے اس سے بڑے بڑے معبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اندر بن گئے تعبیر خواب کے امام پیدا ہوئے۔ بڑی بڑی کتابیں لکھی گئیں...... تو یوسف علیہ السلام نے تعبیریں بتلائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تعبیر کے اصول کلی بتلائے اس سے تعبیر دینے والے تیار ہو گئے جو کہ لاکھوں کی تعداد میں گزرے ہیں یہ ایک مستقل علم اور فن بن گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اخلاق

اخلاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اخلاق میں بھی سب سے اونچا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کیا گیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو مقام سب سے آخری اور اونچا ہوتا ہے تو نیچے کے سارے مقامات اس میں جمع ہو جاتے ہیں مثلاً آپ یوں کہیں کہ فلاں آدمی بخاری پڑھا ہوا ہے تو بخاری آدمی کب پڑھے گا؟ پہلے میزان ومنشعب پڑھے، پھر قدوری پڑھے، پھر شرح وقایہ پڑھے پھر ہدایہ پڑھے تب جا کے بخاری پڑھے گا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اخلاق کا اعلیٰ مقام دے دیا گیا تو اس کے نیچے جتنے مقام تھے وہ خود بخود آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع اخلاق بھی ہیں...... اور وہ کس طرح سے؟

وہ یہ کہ ہم نے جہاں تک غور کیا تو قرآن واحادیث سے اخلاق کی تین قسمیں معلوم ہوئیں ایک اخلاق حسنہ، ایک اخلاق کریمانہ اور ایک اخلاق عظیمہ۔

"خلق حسن" یہ اخلاق کا ابتدائی درجہ ہے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ یَا خَلِیْلِیْ حَسِّنْ خُلُقَکَ اے میرے خلیل! اپنے اخلاق کو حسن بناؤ۔ اگرچہ کفار کے ساتھ معاملہ پڑے تب بھی اخلاق حسنہ سے پیش آؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک حسن خلق ہے۔ جس کی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔ ایک خلق کریم ہے جیسے حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ. میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ کریمانہ اخلاق کو مکمل کر کے تمہارے سامنے پیش کر دوں۔

اور ایک خلق عظیم ہے جو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی خلق ہے جس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جو آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

کو قرآن میں فرمایا گیا۔ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ
اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خلق عظیم کے اوپر ہیں۔ تو تین قسمیں نکلیں۔
ان تینوں میں کیا فرق ہے؟ حسن خلق ابتدائی درجہ ہے خلق کریم درمیانہ درجہ اور خلق عظیم انتہائی درجہ ہے......

خلق حسن کسے کہتے ہیں؟ عدل کامل کو۔ یعنی معاملہ میں کوشش کرو کہ اس میں حد اعتدال سے نہ گزرو، اگر آپ کو خدانخواستہ کوئی تھپڑ مار دے تو آپ نے بھی اتنے ہی زور سے تھپڑ مار دیا جتنی زور سے اس نے مارا تھا تو کہا جائے گا کہ آپ حسن خلق کے اوپر ہیں۔ اگر آپ تھپڑ کے جواب میں مکہ مارتے تو کہا جاتا کہ بڑے بد اخلاق آدمی ہیں اس نے تھپڑ مارا تھا انہوں نے مکہ مار دیا۔ تعدی کی اور زیادتی کی.....تو تعدی اور ظلم سے بچ جانا یہ حسن خلق ہے یعنی عدل کے اوپر قائم رہنا۔ بال برابر اس چیز کا پورا پورا بدلہ دے دینا یہ حسن خلق کا مفہوم ہے......

اسی طرح اگر آپ نے کسی کو ایک روپیہ دیا ہے اور آپ خواہشمند ہیں کہ بدلے میں مجھے وہ بھی ایک دے تو یہ خلق حسن کی بات ہے۔ اور اگر آپ یوں کہیں کہ میں تو دوں ایک اور اس سے وصول کروں پانچ تو کہا جائے گا کہ یہ بداخلاقی کی بات ہے یہ زیادتی کی بات ہے تو خلق حسن کا حاصل اعتدال اور معاملات کا عدل ہے......

علی ہذا القیاس اگر کوئی شخص کسی پر حملہ کر دے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے تو اسے بھی حق حاصل ہے کہ حملہ کر کے آنکھ پھوڑ دے مگر ایک ہی پھوڑے گا دو نہیں پھوڑے گا۔ دو پھوڑے گا تو کہا جائے گا کہ ظالم ہے۔ تو غرض حسن خلق کا حاصل یہ ہے کہ اول بدل ہو تو پورا پورا ہو۔ عدل کے مطابق ہو۔ انصاف کے مطابق ہو اس سے گزرنا بداخلاقی ہے۔

دوسرا درجہ خلق کریم کا ہے اس میں ادل بدل تو نہیں ہوتا اس میں ایثار ہوتا ہے کہ دوسرا زیادتی کرے آپ اسے معاف کر دیں ایک نے تھپڑ مارا آپ نے کہا مجھے حق تو تھا بدلہ لینے کا مگر اس احمق اور بے وقوف سے کیا بدلہ لوں جائیں معاف کرتا ہوں یہ کریمانہ خلق ہے۔ دوسرے نے گالی دی آپ کو بھی حق تھا کہ اتنی زیادتی آپ بھی کرتے لیکن آپ نے معاف کر دیا تو یہ ایثار کا درجہ ہے اس کو خلق کریم کہیں گے۔

اور تیسرا درجہ خلق عظیم کا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو نہ صرف یہ کہ آپ اسے معاف ہی کر دیں بلکہ الٹا اس کے ساتھ احسان بھی کریں یہ خلق عظیم کہلاتا ہے جس کو حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ صِلْ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ. جو تمہارے ساتھ قطع تعلق کرے تم جوڑنے کی کوشش کرو۔ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی کوشش کرو۔ یہ خلق عظیم کہلاتا ہے اور یہ خلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

شرائع سابقہ اور شریعت محمدی کے درمیان اخلاق کا موازنہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو خلق حسن کی تعلیم دی یعنی مکمل عدل واعتدال کی۔ تو قرآن کریم میں فرمایا گیا

"وَکَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ"

"ہم نے توراۃ میں فرض کر دیا تھا اور لازم کر دیا تھا کہ ادل بدل ہوگا اگر کوئی تمہارا دانت توڑ دے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی اس کا دانت توڑ دو۔ تمہاری کوئی آنکھ پھوڑ دے تمہارا فرض ہوگا کہ تم بھی اس کی آنکھ پھوڑ دو۔ انتقام لینا توراۃ میں واجب کیا تھا معاف کرنا جائز نہیں تھا۔ سخت شریعت تھی۔ تو ناک کا بدلہ ناک اور ہاتھ کا بدلہ ہاتھ، کان کا بدلہ کان اور دانت کا بدلہ دانت۔ اور کوئی زخم لگائے تو تم بھی زخم لگاؤ برابر سرابر۔ تو یہ حسن خلق تھا جس کی تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ہے۔ انہوں نے خلق کریم کی دعوت دی۔ وہاں تعلیم یہ دی کہ اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے، تو نہ یہ کہ تم بدلہ نہ لو بلکہ بایاں گال بھی سامنے کر دو کہ بھائی ایک تھپڑ اور مارتا چل۔ یہ ایثار کی بات ہے کہ بدلہ نہیں لیا معاف کر دیا بلکہ اپنے کو پیش کر دیا کہ لے اور مار۔ اگر تیری خوشی اسی میں ہے اور تیرا جی اسی میں ٹھنڈا ہوتا ہے تو مار تھپڑ، میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔ تیرا دل بس ٹھنڈا ہونا چاہیے۔ یہ ایثار کی تعلیم ہے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع تعلیم دی وہ یہ کہ نہ تو یہ فرمایا کہ تم پر بدلہ لینا واجب ہے اور نہ یہ فرمایا کہ تم پر معاف کرنا واجب ہے دونوں چیزیں جمع کر دیں اور ساتھ میں اعلیٰ مقام بھی پیش کر دیا......

فرمایا کہ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ.

برائی کا بدلہ برائی ہے۔ تمہیں حق حاصل ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم بھی اس کے ساتھ برائی کرو کوئی تمہیں تھپڑ مارے تم بھی اسے تھپڑ مارو۔ جو مکہ مارے تم بھی اسے مکہ مار دو۔ برائی کا بدلہ برائی ہے بدلہ لینے کا حق تمہیں حاصل ہے۔ لیکن آگے فرمایا۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ.

اور اگر تم معاف کر دو تو اللہ کے ہاں بڑے بڑے درجے ملیں گے تو دونوں حق دے دیئے انتقام لینے کا بھی اور معاف کر دینے کا حق بھی۔

اس واسطے کہ اسلام دنیا کی ہر قوم کے لئے پیغام ہے اس میں نرم مزاج

توموں میں بھی شامل ہیں سخت مزاج بھی۔ اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ انتقام لینا تمہارے اوپر واجب ہے تو بیچاری نرم خوقوم میں، مشرقی بنگال کے رہنے والے، ان میں سے کوئی بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ اس خونخوار مذہب کو کون قبول کرے؟ کہ اگر کوئی تھپڑ مارے تو تمہارے اوپر فرض ہے کہ تم بھی تھپڑ مارو، کوئی لاٹھی مارے تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی لاٹھی مارو۔ یہ تو بڑا سخت مذہب ہے۔

اور اگر یہ تعلیم دی جاتی کہ معاف کرنا واجب ہے شاید جو پٹھان ہے وہ ایک بھی اسلام قبول نہ کرتا کہ اس بزدلانہ مذہب کو کون قبول کرے کہ بھئی کوئی مارے تو دوسرا گال بھی پیش کردے کیوں بھئی کس لئے؟ ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے تو دونوں قوموں کو جان کر اسلام نے دونوں قوموں کو یہ حق دیئے کہ برائی کا بدلہ برائی سے لے لینا یہ بھی حق ہے اور اگر معاف کر دے تو اجر وعزیمت کی بات ہے۔

اور اگر معاف کردینے کے بعد اس کے ساتھ خیر خواہی بھی کرے تو یہ خلق عظیم ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے جس کو ایک موقع پر قرآن کریم نے فرمایا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.

اے پیغمبر! یہ تو ہم نے کوٹ کوٹ کر رحمت تمہارے قلب کے اندر بھری ہے۔ اس سے تمہارے قلب میں نرمی اور لینت ہے۔ رافت اور ترس کھاتا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت گیر ہوتے تو یہ جو پروانوں کی طرح جمع ہیں سب بھاگ جاتے کوئی پاس نہ بھٹکتا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نرمی اور رحمت و رافت بھر دی تو اس کا کیا تقاضا ہونا چاہیے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ پہلا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی برائی کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف کر دیں بلکہ بدلہ بالکل نہ لیں یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان......

آگے فرمایا کہ فقط یہ ہی نہیں اس سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ کوئی برائی کرے تو نہ صرف معاف کردیں بلکہ واستغفرلھم. اس کے لئے دعائے مغفرت بھی کریں وہ باغی ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا کریں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت ظرف ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ تو پہلا درجہ یہ ہے کہ معاف کردیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔ اور تیسرا درجہ ایک اور آگے بتلایا گیا کہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے نیچا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بھی زیادہ بلند ہے...... وہ کیا......؟

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ انہیں برا کہنے والوں سے بلا کر مشورہ بھی کر لیں تا کہ یہ سمجھیں کہ ہمیں اپنا بھی سمجھا۔ تو وہ تو کر رہے ہیں برائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنا بنا رہے ہیں۔ وہ تو دے رہے ہیں گالیاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعائیں دے رہے ہیں یہ خلق عظیم ہے۔ تو جو خلق عظیم کا مالک ہوگا خلق حسن بھی اس کے نیچے آ گیا، خلق کریم بھی اس کے نیچے آ گیا۔ اس لئے کہ جب اعلیٰ مقام حاصل ہے تو درمیان کا اور ادنیٰ مقام بھی حاصل ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاق کا بھی وہ نمونہ دیا گیا ہے کہ سارے اخلاقی نمونے اس کے اندر جمع ہو جاتے ہیں۔

تو علم کا وہ مقام کہ سارے علوم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے۔ اخلاق کا وہ مقام کہ سارے پیغمبروں کے اعلیٰ اخلاق جمع کر دیئے گئے۔ اور یہی دو چیزیں بنیاد نبوت تھیں۔ کمال علم اور کمال اخلاق۔ تو جب یہ دونوں چیزیں اعلیٰ طریق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سب سے زیادہ اونچی نبوت تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت اتنا بڑا اونچا مقام ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام وہاں تک نہیں پہنچ سکتے...... اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ مجھے وہ قرب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے نزدیکی میسر آتی ہے کہ وہاں تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچا نہ کوئی نبی مرسل پہنچا۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے ہاں میری رسائی ہے تو بہرحال اس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام نبوت واضح ہوا۔

مقام نبوت کے آثار

اس مقام نبوت کے آثار کیا ہیں؟ ان کے آثار کو دو حدیثوں میں بیان کیا گیا جو میں نے تلاوت کی تھیں۔ دو غرضیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کی بیان کیں دو مقصد بیان فرمائے وہ کیا ہیں؟ ایک یہ کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا اور دوسرے بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں دنیا میں کہ تعلیم دے کر دنیا میں علم پھیلاؤں۔ اور اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تکریم کے ذریعہ سے سب کو بااخلاق بنا دوں۔

تو جو دو رکن مقام نبوت کے ہیں علم اور اخلاق، انہیں دو کے پھیلانے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ یہی بعثت کی غرض وغایت ہے۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں تشریف لائے تو صحابہؓ کے دو گروہ تھے۔ ایک ایک طرف اور ایک ایک طرف۔ ایک گروہ تو مسئلے بیان کرنے میں لگا ہوا تھا، تعلیمی مسائل میں کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔ علمی باتیں ہو رہی تھیں...... اور ایک جماعت عبادت اور زہد وتقویٰ میں مشغول تھی، کوئی تلاوت میں مشغول تھا کوئی درود پڑھنے میں مشغول تھا، عبادت میں لگے ہوئے تھے۔

دونوں کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کِلَا کُمَا عَلٰی

الْخَیْرِ دونوں جماعتیں خیر پر ہیں۔ یہ عباد اور زہاد کی جماعت بھی خیر پر ہے اور یہ علماء اور فضلاء کی جماعت بھی خیر پر ہے۔ مگر فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا بھائی میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ فرما کر اس جماعت میں بیٹھ گئے جو مسئلے مسائل کا تذکرہ کر رہی تھی۔

تو نبوت کی سب سے بڑی غرض و غایت تعلیم ہے جس سے علم دنیا کے اندر پھیلے......تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم بن کر آئے اور دنیا کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم پھیلایا اور لوگوں کو عالم بنایا......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا

ہزاروں معجزے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی ملے۔ لیکن سب سے بڑا معجزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم ہے جو علمی معجزہ ہے۔ علمی معجزے نے سب کو تھکا دیا عاجز کر دیا کہ کوئی اس کی نظیر نہ لاسکا قرآن نے چیلنج بھی کئے اور فرمایا

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا

اگر سارے جن اور انسان مل جائیں اور ایک دوسرے کی مدد پر کھڑے ہو جائیں کہ اس قرآن کی نظیر لے آئیں تو وہ نہیں لاسکتے ناممکن ہے۔

اور تنزل کر کے سارے قرآن نظیر نہیں لاسکتے تو کم سے کم دس سورتیں ہی بنالائیں۔ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ کفار نے یہ الزام لگا دیا کہ یہ افترا کردہ کلام ہے یہ تو تہمتیں باندھ رکھی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ تہمت ہے اسی قسم کی تہمتیں تم بھی لے آؤ دس ہی سورتیں بنالاؤ پھر اور زیادہ تنزل کیا کہ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ دس سورتیں تو تم نہ لاسکے ایک ہی سورۃ بنا لاؤ۔ جو قرآن جیسی ہو کہ اس کا اسلوب بیان بھی ہو بہو ہی ہو۔ فصاحت و بلاغت بھی اعجازی ہو اس میں علوم بھی اتنے ہی بھرے ہوئے ہوں اس میں لطائف و حکم بھی بھرپور ہوں تو اس جیسی ایک ہی سورت بنالاؤ۔

اور اس سورت میں بھی یہ قید نہیں لگائی کہ سورۃ بقرہ جیسی ہو جو کہ ایک ہی سورت اڑھائی پارے کی ہے انا اعطینک (سورہ کوثر) جیسی سورت لے آؤ جو ایک سطر سے بھی کم میں آجاتی ہے۔ اور پھر اور تنزل کیا کہ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ۔ سورۃ تو بجائے خود ہے ایک آیت، ایک بات ہی قرآن جیسی بنالاؤ۔ مگر نہیں لاسکے تو لوگوں نے لڑائیاں لڑیں، گالیاں دیں، برا بھلا کہا، لیکن یہ صاف صاف صورت کیوں نہ اختیار کی کہ اس کی نظیر بنا کے پیش کر دیتے سارے جھگڑے ختم ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو سب سے بڑا معجزہ علمی قرآن ہے۔ اور معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ دنیا تھک جائے مگر مثل نہ لاسکے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

علمی معجزے دیئے جانیکی حکمت

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ علمی ہے۔ عملی معجزے بھی ہزاروں دیئے گئے لیکن پچھلے انبیاء کو صرف عملی معجزے دیئے گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتی دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار خلیل کا معجزہ دیا گیا یوسف علیہ السلام کو قمیض یوسف کا معجزہ دیا گیا۔ ان کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈال دیا گیا تو بینائی لوٹ آئی۔ آنکھیں واپس آگئیں۔ داؤد علیہ السلام کو "الانة حدید" کا معجزہ دیا گیا کہ لوہے کو ہاتھ میں لیتے تو موم کی طرح پگھل جاتا...... مختلف انبیاء علیہم السلام کو مختلف عملی معجزے دیئے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عملی معجزات سینکڑوں دیئے گئے۔ مگر سب سے بڑا معجزہ علمی دیا گیا اور وہ قرآن کریم ہے اور اس کا کیا اثر ہے؟

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دنیا سے کوئی عامل رخصت ہوتا ہے اس کا عمل بھی ساتھ ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ عمل باقی نہیں رہتا۔ جب عامل گیا تو عمل بھی گیا۔ لیکن عالم اگر دنیا سے رخصت ہو جائے تو علم رخصت نہیں ہوتا وہ باقی رہتا ہے۔ ابد تک باقی رہتا ہے۔

تو معجزہ درحقیقت نبوت کی دلیل ہے تو انبیاء سابقین کے معجزات عملی تھے۔ جب وہ دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے معجزات بھی گئے تو کسی کی نبوت کی دلیل آج دنیا میں موجود نہیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا اور علم عالم کے جانے سے ختم نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے مگر دلیل نبوت آج تک موجود ہے اس لئے نبوت بھی موجود ہے۔ اس لئے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے تحت آجاؤ اور عمل کرو۔ اس لیے جب وہ نبوت موجود نہیں اور یوں موجود نہیں کہ دلیل نبوت موجود نہیں اس لیے ہم چیلنج نہیں کر سکتے عمل کے لیے بھی نہیں کہہ سکتے۔

لیکن نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ نبوت موجود ہے۔ عمل کرو اس لیے کہ دلیل اسکی موجود ہے اور وہ قرآن ہے جو کہ علمی معجزہ ہے آج بھی اس کا چیلنج اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔

حقیقت محمدی کی عجیب تعبیر

تو سب سے بڑی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی معجزہ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں علم رچایا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا تو یہاں وہ نور مراد نہیں جو چاند سورج کا حسی نور ہوتا ہے یہ تو بہت کم درجے کی چیز ہے اس نور کے مقابلے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے وہ حقیقت محمدی ہے جو علم سے گوندکر بنائی گئی ہے اس کے اندر اصل علم ہے گویا علم رگ و پے میں رچایا گیا ہے استعداد علمی رچائی گئی......

تو حقیقت محمدی درحقیقت علم ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک صدقہ میں سے ہے کہ آپ لوگوں پر سلام کریں اور آپ کا چہرہ چمک رہا ہو" (بیہقی)

بھی علم بھرا گیا معجزہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمی دیا گیا۔امت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی امت بنائی گئی یہی وجہ ہے کہ قرآن کی برکت ہے کہ امام اوزاعی نے لکھا ہے کہ کثرت تصنیف اس امت کی خصوصیت ہے دنیا کی کسی امت میں وہ تصانیف نہیں ملیں گی۔جو اس امت میں ملیں گی۔کتب خانے بھر دیئے ہزار دو ہزار لاکھ دو لاکھ نہیں کروڑوں کتابیں آج تک موجود ہیں۔اور مدت سے چلی آرہی ہیں مصر کے کتب خانے اندلس کے کتب خانے۔

جب وہاں انقلاب ہوا اور مسلمانوں کی حکومت ختم ہوگئی اور عیسائیوں نے غلبہ پالیا تو تعصب میں آکر یہ چاہا کہ ان کالٹریچر انکا ادب انکا سب علمی ذخیرہ فنا کر دیا جائے تا کہ ان کا وجود باقی نہ رہے تو ایک مستقل عملہ حکومت اندلس نے مقرر کیا تا کہ مسلمانوں کا لٹریچر ضائع کر دیا جائے۔ ......تو پچاس برس میں جا کے سب کتب خانہ ضائع ہو سکے۔

بغداد کے اوپر تاتاریوں کا جب سیلاب آیا اور خلافت تباہ ہوگئی پارہ پارہ ہوگئی تو بغداد دجلہ کے کنارے پر ہے جو بہت بڑا دریا ہے پل مسلمانوں نے توڑ دیا تھا تاتاریوں نے جب بغداد فتح کر لیا تو صرف ایک کتب خانہ مسلمانوں کا لوٹ کر اس کی کتابیں بھر کر دجلہ میں سڑک بنائی گئی وہ بہت چوڑی سڑک بنائی گئی اور وہ اتنی چوڑی سڑک تھی کہ چار پانچ گاڑیاں برابر گزرسکتی تھیں یہ صرف ایک کتب خانہ کی کتابیں تھیں جن سے دجلہ کا پل بنایا گیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ ان کی سیاہی بہہ کر جو پانی میں گھلی ہے تو ایک مہینے تک علماء کو لکھنے کے لیے روشنائی کی ضرورت نہیں تھی دجلہ کا پانی روشنائی کا کام دیتا تھا......تو جس قوم کے ایک ملک کے ایک شہر کے ایک کتب خانہ کا یہ حال ہو اندازہ کیا جائے کہ بغداد میں کتنے کتب خانے ہوں گے؟ خود آپ کے پاکستان میں کتنے کتب خانے ہیں۔بہت سے کتب خانے وہ ہیں جو سندھ وغیرہ میں ہیں۔کہ آج تک ان کو کیڑا چاٹ رہا ہے کوئی پڑھنے والا اور لکھنے والا ان کتابوں کو نہیں ہے ہزاروں کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ذخیرے ہیں۔یہ سب علماء اسلام کے لکھے ہوئے ہیں۔اور یہ سب کی سب کتابیں قرآن حکیم کی شرح ہیں۔ہر کتاب کے شروع میں کوئی نہ کوئی آیت ہے۔جس سے مضمون کو شروع کیا گیا ہے......

تو قرآن کریم اتنا علمی معجزہ ہے کہ لاکھوں کتب خانہ بن گئے لاکھوں افراد عالم بن گئے۔کوئی حد کتابوں اور کتب خانوں کی باقی نہیں رہی......

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ علمی دیا گیا۔تو جس ذات اقدس کا علم اتنا بڑا ہے تو اس کی نبوت کتنی بڑی ہوگی؟ تو پھر اسکی تعلیم کتنی بڑی ہوئی......تو فرمایا کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔تو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ذریعہ دی۔اس قرآن نے دنیا بھر کے اندر علم پھیلایا جس سے بڑے بڑے علماء تیار ہوئے۔

قرآن معجزہ نما بھی ہے

اور میں تو کہتا ہوں کہ قرآن خود ہی معجزہ نہیں بلکہ معجزہ نما بھی ہے اور معجزے بناتا بھی ہے۔اسلئے کہ قرآن پر چل کر ہی تو خواجہ معین الدین اجمیری خواجہ اجمیری بنے۔اور اکابر اولیاء اللہ اسی پر چل کر اولیاء اللہ بنے تو قرآن در حقیقت نہ صرف خود معجزہ ہے بلکہ معجزہ نما بھی ہے۔اور پھر یہ سلسلہ تا قیامت چلتا ہی رہیگا تو اتنے علوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں رکھ دیئے گئے جو تا قیامت ختم ہونے کو نہیں آئیں گے۔یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے علوم ہیں جو علماء، صوفیاء، محدثین، اور فقہاء کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں۔علم کا تو یہ عالم تھا۔

اور تربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تھی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا بعض روایات میں جیسے کہ اس سے زیادہ ایک لاکھ ۴۴ ہزار کا عدد آیا ہے تو ایک لاکھ چوالیس ہزار نمونے بنا کر رکھ دیئے کسی مربی اور معلم کی یہی خوبی سمجھی گئی ہے کہ اپنے شاگرد کو اپنے جیسا بنا دے۔تو ایک ایک کو ایسا بنایا کہ ایک ایک امت اور جہان کے برابر بن گیا۔ایک ایک صحابی پوری امت بن گیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھو تو پوری امت فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا جائے تو پورا جہان عثمان کو دیکھا جائے تو اکیلے ہی پورا عالم، علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جائے تو ایک فرد پورا جہان حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حق تعالی شانہٗ نے پوری امت ایک پلڑے میں رکھی اور مجھے ایک پلڑے میں میرا پلڑا جھک گیا ساری امت سے وزن دار میرا ایمان اور علم و عمل ثابت ہوا پھر اس پلڑے میں فاروق اعظم کو بٹھایا اور ساری امت دوسرے پلڑے میں، تو فاروق اعظم کا پلڑا جھک گیا۔

تو صدیق و فاروق اور ایسے نمونے بنائے کہ ایک فرد جہانوں کے برابر ثابت ہوا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تعلیم اور فیض تربیت تھا تو صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی و علی مرتضی، خالد سیف اللہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہم یہ تو وہ ہیں جو نمایاں نام ہیں۔ورنہ ایک ایک صحابی کو دیکھا جائے تو امت کے سارے اقطاب، بڑے بڑے غوث جمع ہو جائیں لیکن صحابیت کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے تو جو اخلاص، معرفت، اور للٰہیت ایک صحابی کے قلب میں جمع تھی اس کا نمونہ غیر صحابی کے قلب میں موجود نہیں ہو سکتا۔

صحابہ نے نہ صرف اپنی زندگی کو تج دیا تھا بلکہ زندگی کی غرض و غایت ہی دین بن گیا تھا۔

مقام صحابہ اور ان کی فدائیت

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے ایک صحابی ہیں جو عوام صحابہ میں ہیں کوئی علماء فقہاء میں ان کا شمار نہیں کھیتی باڑی کرتے تھے ہل چلا رہے تھے کہ کسی نے جا کر خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی......بس ہل چھوڑ کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے کہا کہ اے اللہ! یہ میری آنکھیں اس لیے تھیں

کہ تیرے نبی کا دیدار کریں یہ کان اس لیے تھے کہ تیرے نبی کا کلام سنیں۔ جب آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہیں تو میری آنکھیں ختم کر دے۔ میرے کان بھی ختم کر دے اب نہ بینا رہنا چاہتا ہوں نہ شنوا۔ مستجاب الدعوات تھے اسی وقت نابینا ہو گئے اور اسی وقت بہرے ہو گئے۔ پھر مرتے دم تک نہ کسی کی صورت دیکھی نہ کسی کی آواز سنی۔ تو گویا انہوں نے اپنی بینائی اور شنوائی، آنکھ اور کان کا مقصد اللہ کے رسول کا کلام سننا اور جمال مبارک...... کا دیکھنا بنا لیا تھا۔ اور زندگی کی یہی غرض وغایت تھی۔

تو جس قوم کا یہ حال ہو کہ ادنی، ادنی فرد جس کا علماء میں شمار نہ ہو وہ اس درجہ معرفت للّٰہیت اور اخلاص کامل پر ہو کہ سارے بدن کی قوتوں کی انتہائی غرض نبی ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون نمونے تیار کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نمونے اپنے جیسے تیار کر دیئے یہ تعمیل اور تکمیل اخلاق کا اثر تھا۔ جس صحابی کو دیکھو علم و عمل کا ایک مجسمہ معلوم ہوتا ہے ایثار وزہد و قناعت کا ایک مجسمہ نظر آتا ہے قلوب کی یہ رفتار امت کے کسی طبقے میں نہیں جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں تھی۔

اسی لیے قرآن کریم نے من حیث الطبقہ اگر کسی طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابہ ہیں۔ کہ پورے کے پورے طبقے کو مقدس قرار دیا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا یہ تو سابقین اولین اور مہاجرین و انصار تھے جو بعد میں ملتے گئے مہاجرین و انصار جتنے ہیں وہ ہیں کہ اللہ ان سے راضی پورے طبقے کے ساتھ اللہ تعالیٰ رضامندی کا اعلان کر رہے ہیں۔ اس طبقے کے ساتھ کبھی رضامندی نہیں فرما سکتے جس طبقے کے اندر کھوٹ موجود ہو۔ یا ان میں کوئی خرابی موجود ہو۔ اور اعلان کر رہے ہیں قران مجید کے اندر، اور قرآن قیامت تک رہنے والی چیز ہے۔ تو رضی اللہ عنہم کا وعدہ بھی قیامت تک رہے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کے اترنے کے بعد کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں آ سکتا۔ کہ صحابہ میں کوئی فرق پڑ سکے۔ وہ برگزیدہ ہی رہیں گے، تا قیامت وہ پسندیدہ ہی رہیں گے۔ ورنہ قرآن کی آیت غلط ثابت ہوگی۔ من حیث الطبقہ جس طبقہ کی تقدیس ہے اور بزرگی بیان کی ہے۔ وہ صرف صحابہ ہیں۔ کہیں فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً یہ بزرگ لوگ ہیں تو اللہ تعالیٰ جن کو بزرگ کہے ان کی بزرگی میں کیا کلام ہو سکتا ہے؟

کوئی یوں کہے کہ صاحب پہلے تو ایسے ہی تھے مگر بعد میں معاذ اللہ ان میں کچھ نفاق پیدا ہو گیا تھا تو قرآن کریم نے اس کی تکذیب و تردید کر دی...... فرمایا

اولئک الذین امتحن اللہ قلو بھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں کو پہلے ہی جانچ لیا تھا۔ امتحان لے لیا تھا یہ پرکھے پرکھائے لوگ ہیں۔

تو جن کو خدا پرکھ لے ان میں کھوٹ نہیں آ سکتا ورنہ پرکھ غلط ثابت ہوگی تو بہر حال طبقے کے طبقے کو مقدس کہنا یہ صرف حضرات صحابہ کی شان ہے اور صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کا نمونہ ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتھم اھتدیتم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو ھم من بعدی غرضاً

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو ہدف نہ بناؤ، ان پر ملامت نہ کرو، ان پر اپنی جانب سے تنقید مت کرو، ان کے بارے میں خدا سے ڈرو۔ تقوی اختیار کرو۔

تو بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کا نمونہ حضرات صحابہ تھے اتباع سنت کے اندر غرق تھے کہ انکے عمل کو دیکھ کر سنتوں کا اور نبی کی معاشرت کا پتہ چل جاتا تھا۔

تو میری تقریر کا حاصل نکلا ایک تو مقام نبوت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کس مقام کی تھی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کیا تھا؟ علم و عمل کے اعتبار سے، علم و اخلاق کے اعتبار سے...... اور ایک یہ کہ نبوت کے مقاصد اور غرض و غایت کیا تھی؟

تو ان دو حدیثوں سے وہ غرض و غایت ظاہر ہوئی کہ وہ تعلیم اور تربیت اخلاق تھی۔

مقام امت محمدیہ

اور پھر تیسری چیز یہ کہ اس تعلیم و تربیت کے آثار کیا تھے؟ وہ نمایاں ہوئے وہ اس طرح کہ علم و عمل کے لاکھوں نمونے پیدا ہو گئے اور صرف صحابہ ہی تک محدود نہیں رہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَثَلُ اُمَّتِيْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهٗ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهٗ

میری امت کی مثال بارش جیسی ہے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ بارش کا پہلا قطرہ زمین کے لیے فائدہ مند ہوگا۔ یا بیچ کا یا اخیر کا؟

مطلب یہ ہے کہ خیر تو اول سے لے کر اخیر تک امت میں گھومتی ہوئی موجود ہے۔ اول بھی خیر اور آخر بھی خیر، بیچ بھی خیر، اخیر بھی خیر، مراتب کا فرق رہے گا۔ فرق مراتب الگ چیز ہے مگر نفس خیریت، نفس ہدایت وہ پوری امت میں مشترک ہے اخیر میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے وسط میں بھی اعلیٰ نمونے ملیں گے ابتداء میں بھی ملیں گے۔

حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ كَيْفَ تُهْلَكُ اُمَّتِيْ اَنَا اَوَّلُهَا وَالْمَهْدِيُّ وَسَطُهَا وَالْمَسِيْحُ اٰخِرُهَا. وہ امت کیسے ضائع ہو سکتی ہے کہ جس کی ابتداء میں میں ہوں اور انتہا میں مسیح علیہ السلام اور بیچ میں حضرت مہدی علیہ السلام ہوں۔ یہ امت ضائع ہونے والی نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تو چاہے تو اس مال کی اصل اپنے پاس رکھے اور اسکے منافع کا صدقہ کرے (ابن ماجہ)

21 ہے کبھی فرمایا لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللہِ میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ باقی رہے گی چاہے چھوٹی ہو جو منصور من اللہ ہوگی حق پر قائم رہے گی وہی کچھ کرتی رہے گی جو کچھ میں نے کیا وہی کچھ کہتی رہے گی جو کچھ میں نے کہا وہی اس کا نعرہ ہوگا جو میرا نعرہ ہے انہیں کوئی رسوا کرنے والا رسوا نہیں کر سکے گا۔ ذلیل کرنے والا ذلیل نہیں کر سکے گا۔

کبھی فرمایا (ترجمہ) اس امت میں خلف رشید سے خلف رشید پیدا ہوتے رہیں گے۔ اخلاف پیدا ہوں گے وہ کیا کریں؟ تحریف کرنے والوں کی تحریفات کو مٹا دیں گے۔ مبطل اور باطل پسندوں کی دروغ باطنیوں کا پردہ چاک کرتے رہیں گے۔ اور جاہلوں کی جاہلانہ تاویلات کے پردے چاک کرتے رہیں گے۔ اور حق کو حق اور باطل کو باطل نمایاں کریں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اطلاع دی کہ خیریت منحصر نہیں ہے کہ صحابہ کے دور میں ختم ہوگئی ہمیشہ اہل خیر آتے رہیں گے۔ ہمیشہ اخلاف رشید ہوتے رہیں گے۔ یہ امت آفتابوں اور ماہتابوں سے بھری ہوئی ہے۔

تو آثار نبوی اس سے زیادہ کیا ہو سکتے ہیں کہ نبی کے زمانے میں کسی نمونے پیدا ہوئے ہیں۔ ابدالآباد اور قیامت تک یہ اطلاع دے دی کہ پیدا ہوتے رہیں گے۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا.

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر مجدد بھیجتا رہے گا۔ جو دین کو نکھارتے رہیں گے جو لوگوں نے اس میں خلط ملط کر دیا ہو گا اس کو نکھار کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیں گے تو صدی کے سرے پر الگ وعدے کئے۔ صدی کے اندر رہ کر اخلاف رشید پیدا ہونے کے الگ وعدے کئے۔ پوری امت کے اندر عالم وقت کے الگ وعدے کئے۔

تو وہ امت مجموعی حیثیت سے، طبقاتی حیثیت سے زمانے کی حیثیت سے خیر سے بھری ہوئی ہے۔ تو یہ آثار نبوت ہیں کہ ہر دور کو خیر سے لبریز کر دیا ہر زمانے کو خیر سے بھر دیا۔ تو یہ وہی کر سکتا ہے جس کا مقام نبوت سب سے بلند ہو جس کا علم اور اخلاق سب سے زیادہ اونچے اور بڑھ کر ہوں اور جس کے پیدا کردہ نمونے ایسے ہوں کہ کسی پیغمبر کو وہ صحابہ نہ ملے ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے کسی پیغمبر کو وہ جانثار نہ ملے ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کئے گئے۔

تو بہر حال مجھ سے میرے بعض بزرگوں نے فرمایا تھا۔ کہ دراصل میرے ذہن میں تو دوسرا مضمون تھا جو عرض کرتا۔ میرے ذہن میں تھا۔ کہ میں زیادہ تر طلباء کو خطاب کروں گا۔ طلبا کے فرائض اس کے ذیل میں دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ ایک خاص طبقہ طلباء کا ہے تو ارادہ تو میرا یہ تھا۔ کہ طلباء کے فرائض اور طلباء کی خصوصیات اور انکے اخلاق ذکر کئے جائیں لیکن جلسہ میں آتے وقت بعض عزیزوں نے فرمایا تھا کہ اگر مقام نبوت کے بارے میں کچھ بیان کیا جائے اور مقاصد نبوت کے بارے میں تو شاید زیادہ بہتر ہوگا اس واسطے میں نے یہ چند جملے عرض کئے ہیں۔

حاصل کلام

تو میں نے دو حدیثیں تلاوت کیں۔ ان دو حدیثوں میں مقاصد نبوت اور بعثت کی غرض و غایت بھی واضح ہوگئی۔ اور چونکہ یہ غرض و غایت انتہائی اونچی تھی۔ اس لیے مقام نبوت پر بھی روشنی پڑ گئی۔ اور پھر جب آثار نبوت سامنے آئے تو اس سے نبوت کی عظمت اور بڑائی واضح ہوئی۔ اس لیے میں نے تین باتیں عرض کیں۔ مقام نبوت، مقاصد نبوت، اور آثار نبوت اور اس بارے میں یہ چند جملے عرض کئے۔ جو اس وقت ذہن میں تھے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو اپنے پیغمبر کا متبع بنائے اس لئے کہ اتباع ہی میں علم اور اخلاق نصیب ہو سکتے ہیں اگر یہ امت اپنے پیغمبر سے کٹ جائے اگر اس سلسلے سے جو علم و اخلاق چلا آ رہا ہے یہ الٹ کر کٹ جائے تو یہ امت علم سے بھی محروم ہو جائے گی۔ اور اخلاق سے بھی۔ علم نبی کے دامن کے سوا کہیں سے بھی نہ ملے گا۔ اخلاق فاضلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے سوا کہیں نہیں ملیں گے۔

تو ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو سنبھالیں۔ دامن پکڑ لیں وہ کہیں ہو گرد و غبار سمجھ کر اس کو جھٹکیں نہیں دامن کو اگر گرد لگ جائے گی تو لگی رہنے دینی چاہیے کہ یہ میرے مقام اور مکان ہی کی گرد ہے میرے ساتھ وابستہ رہے گی تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے دامن جائے گا۔ یہ گرد و غبار بھی وہیں جائے گا۔ تو دامن سے وابستہ ہو جائیے۔ یہی سب سے بڑی بات ہے۔ اصل بنیادی چیز وابستگی ہے۔

دُعاء

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کیلئے
بادلو! ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کیلئے
اے دُعا! ہاں عرض کر عرش الٰہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے رُخ گردش ایام کے
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کیلئے
کر رہے ہیں زخم دل فریاد مرہم کیلئے
رحم کر اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں

باب ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بدرِ منیر

نبوت کی ضرورت
محسن بادشاہ

حامدا و مصلیا و مسلما..........

ایک وسیع وزرخیز ملک کا مدبر ودانش مند بادشاہ جس وقت رعایا پروری وحفاظت ملکی کا ذمہ دار اور تخت وتاج کا مالک قرار پاکر زمام سلطنت ہاتھ میں لیتا ہے تو اپنی رعایا کی راحت کے لئے ہر قسم کے سامان جمع کر دیتا ہے کہ حریت وآزادی کا اعلان کرتا اور معاشرت وتمدن کے ان قوانین سے منتفع ہونے سے اجازت عام دیتا ہے جو انکی فلاح اور ملکی نظم کے قائم رکھنے کو تجویز کئے گئے ہیں۔ ہر شہر میں بازار قائم ہوتے ہیں کہ تجارت کر سکیں کشادہ سڑکیں اور وسیع کوچے بنائے جاتے اور ان میں صفائی وروشنی کا انتظام ہوتا ہے کہ چل پھر سکیں۔ شفاخانے کھولے جاتے ہیں کہ مریضوں کا علاج ہو عدالتیں قائم کی جاتی ہیں کہ مظلوم ظالم سے اپنا حق وصول کرے۔ بقدر ضرورت ہتھیار اور اسلحہ دیئے جاتے ہیں۔ کہ جائز طور پر استعمال ہو اور بوقت ضرورت کام میں لاسکیں۔ ریل اور تار جاری کرتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے یا اطلاع پہنچانے میں دیر نہ لگے قصبہ قصبہ میں ڈاک خانے کھولے جاتے ہیں کہ روپیہ اور خطوط کی آمد برآمد سہل ہو۔ گاؤں گاؤں نہریں پھیلادی جاتی ہیں۔ اور جگہ جگہ کنویں کھدوا دیئے جاتے ہیں کہ زراعت اور کھیتی باڑی میں سہولت اور ترقی ہو۔ غرض دنیا کے سامان اس غرض سے مہیا کئے جاتے ہیں کہ بے کس و بے بس رعیت کی زندگی آرام کے ساتھ گزرے اور اس کو ہر قسم کی فلاح و بہبود ہو۔

باغی رعایا

خوش نصیب رعایا اپنے محسن بادشاہ اور خیر خواہ محافظ کی شکر گذار بن کر اس سے متمتع ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی تقدیر پلٹا کھاتی ہے ادبار چھاتا اور برے دن آنے لگتے ہیں۔ تو اس کی مت الٹ جاتی ہے۔ اور عقل وفہم پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ سکون وراحت کی ناقدردان بن جاتی ہے اور امن وعافیت کی خوگر ہو کر بدامنی کی تکلیفوں سے غافل ہو جاتی ہے۔ یہی راحت و امن اور تمول وحکومت جو اس کو شاہی عنایات کی بدولت حاصل ہوا تھا۔ اس کو مغرور ومتکبر بنادیتی ہے اور یہی حریت وآزادی اور علوم کثیرہ جو بے پرواہ بادشاہ کی شفقت خاصہ کی طفیل اس کو ملے تھے اس کی بغاوت اس سرکشی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اس وقت آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو اپنے جیسا قوی و زور آور کسی کو نہیں پاتا۔ اپنی جیسی حکومت وسطوت اس کو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ پس راہ اعتدال سے قدم سرکاتا اور یہاں تک چل نکلتا ہے کہ بادشاہ کے بادشاہ ہونے سے منکر ہو جاتا ہے۔ آزادی کے یہ معنی سمجھتا ہے کہ شاہی قانون کا بھی پابند نہیں۔ اور حریت کا یہ مطلب قرار دیتا ہے۔ کہ مالک الملک سلطان کا بھی محکوم نہیں۔ شہر کے بازار اور مال وتجارت کی کوٹھیاں اس کو اپنی ملک نظر آتی ہیں۔ اور وہ ہتھیار جو اس کو شرافت خاندانی کی بدولت بوقت ضرورت کام میں لانے کو مرحمت کئے گئے تھے۔ لوٹ مار و رہزنی و ڈکیتی کے استعمال میں آنے لگتے ہیں۔ پس شتر بے مہار بن کر جو چاہتا ہے کھاتا پیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قتل کر دیتا ہے۔

شاہی حلم

سنجیدہ وبردبار گورنمنٹ اس خانہ پرورد بچہ کی فرعونیت پر ہنستی ہے اور یوں سمجھ کر کہ شاہی آستانہ کے غلام سے پیدا ہونے والے اس طفل لایعقل کو کیا سزا دی جائے جس کے باپ دادا اسی چوکھٹ سے پلے اور پرورش پائے تھے اور اس کی حماقت پر کیا لحاظ کیا جائے۔ جس کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ ہمارے ہی ملک میں رہ کر ہمارے حقوق سے انکار کرنا کھلی جہالت ہے اس کو ڈھیل دیتی اور در گذر کرتی رہتی ہے۔

انکار حکومت

یہ شاہانہ حلم اور چشم پوشی بجائے اس کے کہ مغرور وخودسر رعایا کو شاہی عظمت وجلالت اور عالی ظرفی وتحمل کا یقین دلا کر سرکشی سے باز آجانے کی تنبیہ کرے الٹا سمند ناز پر تازیانہ کا کام دیتی ہے اور اس کی خودنمائی دوبالا کر کے یوں کہلواتی ہے کہ:

ہمچو ما دیگرے نیست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کے چہرہ پر مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر کوئی حاکم یا بادشاہ ہوتا تو مجھ کو اس آزادی سے ضرور روکتا اور اپنی ہر خواہش کے پورے کر لینے کی جرات مجھ کو کبھی نہ ہونے دیتا......اور یوں بھی چونکہ میں نے بادشاہ کو کبھی آنکھوں سے نہیں دیکھا صرف سنتا ہی ہوں کہ ہاں ملک کا فلاں بادشاہ ہے اور وہ شہر سے باہر کسی بڑے مکان میں رہتا ہے جسکو محل یا قصر کہتے ہیں۔ اسی مکان میں ایک وسیع باغ لگا ہوا ہے اور نہریں بھی جاری ہیں وہیں شاہی دفتر اور محکمہ عالیہ ہے اور وہیں دربار ہوتا ہے۔ جہاں جملہ حکامان ضلع کے احکامات کا اپیل اور انصاف ہوا کرتا ہے اس لئے کہ کوئی وجہ نہیں کہ بغیر دیکھے میں بادشاہ کو مان لوں۔ بس یہ کہانیاں ہیں جو دل بہلانے کو لوگوں نے تجویز کر لی ہیں۔ اور عام مخلوق کا ضعف طبیعت ہے کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو کمزور محکوم اور کسی کے غلام و فرمانبردار سمجھ بیٹھتے ہیں۔ مجھے سارے اہل شہر کم عقل اور بزدل معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو اپنی آزادی کی قدر نہیں۔ اور وہ اپنی کم فہمی کی وجہ سے ہزار ہا لذتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ میرے پاس ایک چھوڑ دو دو دلیلیں موجود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی فرضی حاکم کا محکوم سمجھوں اور اپنی آزادانہ زندگی و خود اختیاری میں خلل ڈالوں۔

احسان نصیحت

باعظمت والیءِ ملک حالانکہ جانتا ہے کہ میرا حاکم وقت ہونا کسی کے اقرار پر موقوف نہیں ہے۔ اگر کسی نے مانا تو کیا؟ اور نہ مانا تو کیا؟ میرے آباد کئے ہوئے شہر اور لگائے ہوئے باغ اور قبضہ کیا ہوا ملک اور ہاتھ میں آئی ہوئی سلطنت اگر ساری رعایا باغی ہو جائے تو ہاتھ سے نہیں نکل سکتی۔ اس لئے میری حکومت کا انکار میرے لئے کچھ مضر نہیں ہاں اگر نقصان ہے تو انہیں کا ہے کہ میرے دربار کی حاضری سے روک دیئے گئے۔ میرے انعامات سے محروم ہو گئے۔ بدامنی کے طفیل اپنی راحت کھو بیٹھے اور خود نمائی کی بدولت معاشرت و تمدن کے اصول سے ناواقف بن کر اپنی شریف ترین زندگی کو گدھے گھوڑوں اور حیوان لایعقل کی طرح گزارنے لگے۔ پس میرا خسروانہ کرم اسی کا مقتضی ہے کہ جاہلوں کی جہالت اور نادانوں کی حماقت پر نظر نہ کروں۔ بلکہ اصلاح اور نصیحت کا اس پر اور احسان کروں۔ کہ پھر اپنے اسلاف کی امن سے گزری ہوئی زندگی کا دور دیکھ لیں۔ اور اس کھوئی ہوئی نعمت کا دوبارہ نظارہ کر لیں۔ جس کی حقیقت سے بھی امتداد زمانہ کے سبب غافل و بے خبر بن گئے ہیں۔

جاں نثار جماعت

چنانچہ رعایا ہی میں سے چند افراد منتخب کئے جاتے ہیں اور باغی جماعت ہی کے قبیلہ و قوم میں سے ان لوگوں کو چھانٹ لیا جاتا ہے جن کی اطاعت و فرمانبرداری پر بادشاہ کو پورا وثوق و اعتماد ہوتا ان کی صلاحیت و سعادت مندی مسلم ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو شاہی تقرب اور راز دار بننے کی عزت حاصل ہو چکی ہے اس کے علاوہ انتظامی معاملات کا ان کو پورا سلیقہ ہوتا ہے بغاوت کے رفع کرنے میں جو تدبیر کرنی چاہیے اس کی پوری مہارت ہوتی ہے۔ ان کی عقول کامل اور افہام عالی ہوتی ہیں ان کی تقریر اور ناصحانہ گفتگو صاف اور بے لوث ہوتی ہے۔ باغی گروہ سے ساز اور میل کرنے کا ان کی طرف وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ دلیر اور شجاع ایسے ہوتے ہیں۔ کہ رہزنوں کی نہ ڈانٹ اور دھمکیوں سے ڈرتے ہیں اور نہ ان کے بڑے جتھے کے حملوں سے جھجکتے ہیں۔ شاہی گارڈ ان کا محافظ و نگہبان ہوتا ہے اور سلطانی مردان کی پشت پناہ۔

معتمد سفراء کی یہ جماعت جب شاہی آستانہ سے خدمت مفوضہ کے انجام دینے کو روانہ کی جاتی ہے تو ان کی معتمد خاص ہونے کی سند اور رفع بغاوت و اصلاح ملکی کے منصب جلیلہ کے ثبوت میں شاہی فرمان ان کے حوالہ کیا جاتا اور ان کو بشارت کی جاتی ہے کہ بوقت ضرورت تمہاری تائید و تصدیق کے لئے ہم اپنے قانون میں ترمیم کر سکتے ہیں للہٰذا اگر اصلاح کی خدمت انجام دینے میں اس کی حاجت پیش آئے تو تم ہم سے درخواست کرنا اور ہم تمہاری درخواست منظور فرما کر تمہاری سچائی کا ضرور اظہار کریں گے۔

جان نثاروں کو رعایا کا جواب

پس اس جانثار جماعت سے ایک، ایک، دو، دو حضرات بغاوت کی حالت و کیفیت کے اعتبار سے جدا جدا زمانہ میں مختلف شہروں اور ان مقامات پر پہنچتے ہیں جہاں سرکش رعایا نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا ہے تو اول اپنی سفارت کا اعلان اور سچے بادشاہ کی حکومت و عظمت کا اظہار کرتے اور اس کے تجویز کردہ قوانین امن و عافیت قائم کرنے والے فرمان سناتے اور منادی کرتے پھرتے ہیں کہ لوگو! ''اگر فلاح چاہتے ہو تو اپنے مہربان و شفیق بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور راحت و آرام کے قدر دان ہو تو محسن و منعم سلطان کے فرمانبردار بن جاؤ''۔

باغی رعایا چونکہ برباد کن آزادی کی خوگر ہو چکی ہے اس لئے اس ناصحانہ صدا کو عناد و عداوت کے کانوں سے سنتی اور اپنے خیر خواہ مصلح کو بغض و نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جہالت کے جواب دیتی ہے ہنستی ہے مذاق اڑاتی ہے اور درپہ آزار ہو کر طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتی ہے۔ کبھی کہتی ہے بادشاہ کون سفارت کیسی؟ اگر تم سچے ہو تو بادشاہ کو بلاؤ اور ہم کو دکھاؤ کبھی جواب دیتی ہے کہ کیا آپ ہی انتخاب کے لیے موزوں قرار پائے؟ اور بادشاہ کو اس خدمت کے انجام دینے کے لئے دوسرا شخص نصیب نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے بندو صدقہ دو اگرچہ آدھی کھجور کا کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

ہوا۔ کبھی دھمکاتی ہے کہ ہمکو ہماری روش طرز معاشرت سے مت روکو ورنہ پتھروں سے تمہارا سر کچل دیں گے اور کبھی لالچ دیتی ہے کہ تمہارے باپ دادا سے جو طریقہ چلا آیا ہے اگر اس پر چلنے سے مزاحمت نہ کرو گے۔ تو ہم تم کو مالدار بنا دیں گے۔ اور جس خوبصورت عورت کے ساتھ خواہش کرو گے تمہارا نکاح کر دیں گے مگر پاکباز سفیر اور نیک دل شاہی معتمد اپنی ایک بات کا پکا جواب دیتا ہے۔ تو صرف یہی کہ۔

''مجھے کچھ نہیں چاہئے تمہارا مال تم کو مبارک رہے اور تمہاری عورتیں تمہیں حلال میری آخری مراد بس یہی ہے کہ بادشاہ وقت کے مطیع ہو جاؤ۔ اور شاہی قوانین کے پابند بن کر زندگی گزارو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اگر میرے کہنے پر چلو گے اور میری روش اختیار کرو گے تو تم کو امن بھی نصیب ہوگا۔ اور خلعت بھی''۔

غرض سفراء معتمدین اپنی خدمت کے انجام دینے میں تدبیر اور سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے ہیں۔ اور بغاوت رفع کرنے میں جو بھی پہلو مفید پاتے ہیں وہ اختیار کرتے ہیں۔ اپنی علمی اور عملی حالت کو نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ شاہی عتاب اور جرائم کی سزاؤں سے ڈراتے ہیں۔ انعامات و شاہی خلعتوں کی امید دلاتے ہیں۔ وعظ سناتے ہیں۔ اور مؤثر تقریروں سے ان کی بہبودی کا طریق ان پر ظاہر کرتے ہیں منت سے ساجت سے نرمی سے محبت سے ہر طرح سے سمجھاتے ہیں۔ اور پوری کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی حالت سنبھلے اور فرمانبرداری کا مضمون ان کے دلوں میں پہنچ جائے۔

آخر جب مدتوں کی کوشش میں بھی کامیابی نہیں دیکھتے اور مایوس ہو کر سمجھ لیتے ہیں کہ لات کے بھوت بات سے نہیں مانتے تو کوڑا پکڑتے ہیں۔ اور ہاتھ میں تلوار اٹھاتے ہیں۔ کہ یا قصہ ادھر ہو یا ادھر۔ بہر حال بغاوت کا ملیا میٹ کرنے میں کامگار و بامراد بن کر شاہی آستانہ پر واپس ہوتے ہیں۔ عام یہ ہے کہ باغیوں کو فرمانبردار بنا کر بغاوت مٹائیں۔ یا گروہ بغاوت کے قتل عام سے ان کو دنیا میں خیر باد کہیں اور شاہی مملکت کو نافرمانی کے نجس اثرات سے پاک صاف بنائیں۔

بادشاہ حقیقی کے انسان پر انعامات

اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے جو عالم ہائے گونا گوں کا خالق اور مختلف صورتوں اور جدا جدا سیرتوں والی بیشمار مخلوق کا مالک و شہنشاہ ہے۔ چاہا کہ صفات ازلیہ کے متعلقات کا ظہور ہو اور ارادہ و قدرت کاملہ کے کرشمے دکھلائے جائیں۔ تو دنیا کو پیدا فرمایا اور طرح طرح کی ناری و نوری خاکی و آبی مخلوق اس میں آباد کی۔ پانی کی سطح پر زمین کا بچھونا بچھایا اور اس پر بھاری و بوجھل پہاڑ میخوں کی طرح گاڑ دیئے کہ کشتی کی طرح سطح آب پر ہلنے نہ لگے۔

شیریں پانی کے دریا بہائے ندیاں نہریں چلائیں اور دریائے شور پیدا کیا۔ اور بے پایاں سمندر سے زمین کا حصار کھینچ دیا۔ آسمان کی چھت قائم کی اور اس میں ایک چھوڑ دو دو چراغ جلائے کہ دن کو آفتاب اور شب کو ماہتاب۔ ستاروں کی جھلمل قندیلوں سے اس کو سجایا۔ بارش برسائی۔ ٹھنڈی اور گرم ہوائیں چلائیں۔ اناج اگایا۔ رنگ برنگ کے پھول کھلائے۔ مزہ مزہ کے پھل لگائے۔ اور عجیب و غریب نسق و انتظام کے ساتھ تمام عالم کا نشو و نما فرمایا اور فلاح و ترقی کے اسباب مہیا کیے ہر قسم اور ہر رنگ کی مخلوط مشت خاک کا خمیر کر کے بجتی ہوئی کھنکناتی مٹی سے ایک جسم بنا کر اس کو اپنی صفت حیات کا مظہر گردانا۔ اور روح پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا دیا زمین سے پیدا ہونے والی نباتات کو اس کی غذا قرار دیا اور اس چھوٹے سے جسم میں ایسی مشین قائم کی کہ غذا کو کوٹے اور چبائے پیسے اور پکائے اور ہر خلط کو علیحدہ کرے اور اپنے اپنے مصرف میں پہنچائے۔ خلاصہ غذا سے نطفہ بنے اور ہم جنس دوسرے نوع میں چند روز امانت رہ کر اسی جیسی قوتوں اور کیفیتوں والا دوسرا انسان بن جائے۔ کہ اعضاء و قویٰ میں کمی یا نقص لاحق نہ ہو۔

انسان کو اپنے کارخانہ عالم کا مقصود قرار دیا۔ اور جو کچھ بنایا وہ کسی نہ کسی درجہ میں بواسطہ یا بلا واسطہ اسی کے کام میں لگا دیا تا کہ عالم کی ہر چیز انسان کے لئے ہو۔ اور یہ خاص خالق جل شانہ کی یاد اور عبادت کے لئے رہے۔ اس کا گوشت اور پوست اور ہڈی و خون کا بدن دیا اور اس پر صاف اور خوبصورت کھال مڑھی۔ رنگ و روپ بخشا سننے کے لئے کان دیئے دیکھنے کے لئے آنکھیں دیں۔ بولنے اور بات کرنے کو زبان بخشی اور نرم و سرد یا سخت و گرم میں تمیز کرنے کو ہاتھ بھی دیئے اور سارے بدن میں ایک کیفیت رکھ کر قوت لامسہ اس کا نام رکھا۔ ہوش دیا فہم دی ادراک عطاء فرمایا حس و حرکت بخشی اور سب سے بڑی نعمت یہ کہ عقل عطاء فرمائی۔ جس کی بدولت اس کا اشرف المخلوقات ہونا ساری مخلوق کو تسلیم کرنا پڑا اور دنیا بھر کے پورے کارخانہ میں مناسب انتظام قائم رکھنے کا سلیقہ اس کو حاصل ہوا۔ قوتیں عطاء فرمائیں۔ کیفیات مختلفہ بخشیں۔ اخلاق سے نوازا غضب و شہوت اکل و شرب کے مادے ودیعت رکھے۔

اور حکم دیا کہ جاؤ۔ آباد ملک میں رسو بسو نعمتیں کھاؤ اور ہمارے شکر گزار بنو۔ قوت عاقلہ کو حاکم بناؤ۔ اخلاق حسنہ سے متصف ہو اور متضاد کیفیتوں میں اعتدال و میانہ روی قائم رکھو۔ کہ مثلاً شہوت کا مادہ نہ تو برباد ہونے پائے کہ نسل انسانی منقطع ہو جائے اور نہ حد سے بڑھے کہ اس کے آزادانہ استعمال سے نسل غیر محفوظ ہو کر بچے لاوارث کہلائیں اور ضائع ہوں اپنی روح اور بدن کی اصلاح الگ کرو۔ اور کارخانہ عالم کی ہر چیز کا حق اس کے

مناسب ادا کرو۔ بڑے کو بڑا سمجھو اور چھوٹے کو چھوٹا سمجھو۔ صاحب فضل کو افضل سمجھو اور مفضول کو مفضول۔ ہمارے قوانین پر عمل کرو۔ امن قائم رکھو۔ جملہ اعراض و اجسام میں انصاف ملحوظ رکھو۔ اور ان نعمتوں کے قدر دان بنو۔ جو تمہاری جسمانی و روحانی ترقی کے لئے تمہارے لئے مہیا کر دی گئی ہیں۔

یاد رکھو کہ دنیا میں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی ایک حق ہے اور اس کا ادا کرنا تم پر لازم ہے اور ان حقوق کا سمجھنا چونکہ تمہاری عقل سے باہر ہے اس لئے اس کی اطلاع ہمارے مقرب ملازم اور خاص بندے تم کو دیتے ہیں۔ اور ہماری حراست و نگرانی میں جس کو شہنشاہی قانون کہنا چاہیے آسمانی کتابوں کے ذریعے تم تک پہنچاتے رہیں گے۔ اس پر عمل کرنا ہی امن و انصاف کا قائم رکھنا ہے جس کے قائم رکھنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور انہیں پر کار بند رہنے سے تم کو وہ پر لطف زندگی حاصل ہوگی جس کا انجام ہماری خوشنودی و رضا اور قرب و نوازش ہے۔

خوش نصیب انسان

خوش نصیب بنی آدم نے ایک مدت تک اپنی قوتوں سے وہی کام لیا جس کے لئے وہ ان کو عطاء کی تھیں۔ اور ان حدود پر قائم رہے جو ان کے لئے تجویز کر دی گئی تھیں۔ چونکہ ان کو عقل دی گئی تھی اس لئے سمجھے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور انسان اپنی عقبیٰ کا تاجر۔ جملہ بنی آدم اپنی عمر کی کشتی پر سوار ہو کر سفر آخرت کر رہے ہیں۔

یا یوں کہیے کہ ہر شخص کو اس کی عمر کا جوہر بے بہا بصورت راس المال دے کر دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ اس کا قدر دان و محافظ بن کر اس سے آخرت کی پائیدار حیات حاصل کرے اس لئے دنیا کا سارا کارخانہ اس تجارت میں اس کا معین و مددگار اور راس المال کی حفاظت و بقاء کا نقیب و چوکیدار ہے۔ پس انہوں نے دنیا کے سارے مال و متاع کی حقیقت کو پرکھا اور فانی و ناپائیدار پا کر محض چند روزہ گزران کا آلہ سمجھ لیا۔ اس کی کسی دلفریب حالت پر ریجھے نہیں۔ اس کی بناوٹ اور گلکاری کے دلدادہ نہیں ہوئے۔ حرص و ہوس کے ہاتھ اور پاؤں نہیں پھیلائے۔ شاہی مہمان خانہ میں پانوں کی تھالی یا خوشبو کا عطر دان بقدر ضرورت لیا اور آگے کو سرکا دیا۔ آداب مجلس سے واقف ہوئے جسم کی بقاء کو روحانی ترقی کا وسیلہ بنایا۔ کھا پی کر جو قوت حاصل ہوئی اس کو آقا کی رضا حاصل کرنے کی محنت اور سعی میں خرچ کیا۔ فطری کیفیات مختلفہ میں اعتدال ملحوظ رکھا اور اخلاق طبیعیہ میں سے کسی خلق کو اس کی حد مقرر سے آگے نہ بڑھنے دیا۔

ناخلف جانشین

ایک مدت گزرنے کے بعد ان کی ناخلف اولاد اور بدنصیب جانشینوں نے ان کی جگہ سنبھالی تو حالت دگرگوں ہوگئی۔ دنیا کا ساز و سامان ان کا محبوب اور مٹی سے پیدا ہونے والے سفید و سرخ کنکر پتھر ان کے مرغوب بن گئے۔ آزادی ان کی حد سے بڑھی اور شہنشاہی قوانین کی پابندی ان کو پاؤں کی بیڑی اور ہاتھ کی ہتھکڑی معلوم ہونے لگی۔ حواس ان کے بگڑ چلے حسن و قبیح میں امتیاز کا مادہ جاتا رہا دوسرں کے حقوق کی شناخت گم ہوگئی اور دنیا کی ترقی کی موہوم گونج نے ان کو پکارا کہ:

''صاحبو! تم شریف ترین موجودات ہو کیسا خدا اور کیسی خدائی؟ تمہاری سب پر حکومت ہے۔ اور تم بہ استحقاق ذاتی اس سارے کارخانہ کے مالک و متصرف حقیقی ہو۔ آئے ہو تو جانے کے وقت کا خیال بھی نہ لاؤ۔ بڑھو چڑھو اور مالدار سے مالدار بن کر اپنے ہم جنسوں سے بالاتر ہو جاؤ۔ تمہاری قوتیں تمہاری مددگار ہیں اور تمہاری عقل تمہاری راہنما۔ اس سے جو چاہو کام لو اور آزاد و خود مختار بن کر جو چاہو کرو۔ ہاں اگر فرضی حاکم اور حاجت روا بنائے بغیر دلوں کی پیاس بجھنا مشکل ہے تو اپنے فہیم و عاقل اسلاف کی تصویریں کھینچو مورتیں بناؤ اور مصیبت و تنگی کے وقت ان سے مدد چاہو۔ ان کی خوشامد کرو، ان کی روحانیت اپنے روحانی بچوں کی بیتابی پر ترس کھا کر شفقت کرے گی تو تمہارے کام بن جائیں گے، مصیبت ٹل جائے گی اور بڑوں کے کارنامے یاد آ کر دلوں میں بشاشت و عالی حوصلگی جدا پیدا ہوگی''

چنانچہ ان تباہ حالوں کی مت الٹ گئی اور انہوں نے خداوندی تعظیم سے اپنے کو آزاد بنا کر پتھر اور لکڑی کی مورتوں کو پوجنا شروع کر دیا۔ جیسا وقت دیکھا اپنے دلوں سے ایک قانون تجویز کیا اور اس کو رائج الوقت بنانے کی سعی کی۔ عقول چونکہ مختلف اور باہم متفاوت ہیں اس لئے جس کی جو سمجھ میں آیا وہ کرنے لگا۔ افعال و حرکات میں اچھے برے کی تمیز اٹھ گئی۔ قوت غضبیہ و شہوانیہ نے پاؤں باہر نکالے اور نظام عالم درہم برہم ہوا اور امن عامہ نے انسانی زندگی کو شہوت رانی کے حوالہ کر کے بدحالی اور کسمپرسی کو سونپ دیا۔

حق تعالیٰ شانہ کی شفقت

رحیم و کریم خدا نے اس پر بھی نادان انسان کی جہالت پر چشم پوشی فرمائی اور ناز پروردہ مخلوق کو مہلت دی کہ شرارت سے باز آئیں اور اپنے مبداء کے ضعف اور منتہا کی کمزوری پر نظر کر کے عبرت پکڑیں مگر جب ان کو ہوش ہی نہ آیا اور حالت دن بدن گرنے لگی تو وفور شفقت سے دوبارہ ان پر احسان فرمایا کہ انہیں کے کنبہ اور قبیلہ میں سے انتخاب فرما کر اپنے پاکباز بندہ کو پیغمبری سے نوازا اور رسالت کی تائید کے لئے معجزات بصورت سند ان کو عطاء فرما کر ان کو دنیا میں بھیجا کہ دیوی دیوتاؤں کی خدائی مٹائیں۔ باغی گروہ کی بغاوت زائل کریں۔ کفر و شرک و بدعقیدگی دور کریں بداعمالی کی بدولت امن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیرات دیا کرو کیونکہ خیرات دینا تم کو آگ سے چھڑاتا ہے۔ (الترغیب)

عامہ میں جو خلل واقع ہوا ہے اس کا انسداد کریں اور شہنشاہی اقتدار قائم کر کے ان ہدایات سے لوگوں کو آگاہ و متمتع بنائیں۔ جن کی وجہ سے عالم کی اشیاء موجودہ میں انصاف قائم ہو اور ہر چیز کے حق مخصوص کا تحفظ ہو سکے۔

انبیاء علیہم السلام کا کردار

انبیاءؑ کے اس معصوم اور پاکباز گروہ میں سے ایک ایک دو دو پیغمبر حسب ضرورت زمانہ اور بلحاظ مقام و محل ہر کافر و مشرک قوم کی طرف مبعوث ہو کر آئے اور بچپن ہی سے طہارت نفس و صلاحیت حال کا نمونہ مخلوق کو دکھاتے ہوئے آئے۔ کہ نہ بچوں کے ساتھ کھیلے نہ واہی تباہی بکواس کی۔ نہ مار پیٹ کی چھچھوری حرکتوں کے مرتکب ہوئے نہ چوری کی نہ کسی کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلایا نہ بتوں کی پرستش کی نہ اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم میں شریک ہوئے۔ نہ میلوں ٹھیلوں میں گئے۔ نہ دیوی دیوتا کی نذر چڑھائی۔ نہ کبھی زنا کیا۔ نہ کسی پر جھوٹی تہمت لگائی نہ کاہل بنے نہ کسلمند رہے نہ بیہودہ لایعنی مشغلوں میں مشغول ہوئے۔ غرض نہ اس شریعت کے خلاف کوئی گناہ کیا۔ جس کی چند روز بعد ان سے تعلیم دلائی جائے گی۔ اور نہ تہذیب و تمدن کے مخالف کوئی ایسی حرکت کی جس سے مخلوق کو نفرت ہو۔ اور وہ آئندہ بھی ان کی طرف توجہ نہ کریں۔ قوم و ملک کے شریف ترین کنبہ میں پیدا ہوئے۔ راست گو امانت دار وعدہ وفا رحم دلی انصاف پسند مظلوم کے حامی خاشع خاضع غیرت مند ذکی بہادر تنی متحمل سنجیدہ اور صاحب وقار پیدا ہوئے۔ تاکہ دعوائے نبوت کا اعلان کرتے وقت کسی کو اس وہم کا موقع نہ ملے۔ کہ یہ تو بڑا بننا چاہتے اور بہ تکلف اپنے آپ کو بناتے ہیں...... سو طالب حکومت اور نیا رواج قائم کرنے کی بدولت مخدوم بننے کا خواہش مند شخص بھی اگر کار آمد باتیں اور امن عام پیدا کرنے والے قوانین لائے تب بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کو بڑا بننا سزاوار ہے اور اس بڑائی کا یہ ناصح و مصلح قوم واقعی مستحق ہے چہ جائیکہ کسی کی فطری ہدایت کی بدولت بچپن کے اس زمانے سے جب کہ برے بھلے کا مطلق ہوش نہیں رہتا۔ بغاوت خیز زمانے تک ساری قوم کے خلاف ایسی عادتوں کا خوگر ہو۔ جن کو عام عقلیں بھی پسند کرتی ہیں تو لامحالہ کہا جائے گا۔ کہ یہ ہر دلعزیز خصائل نہ قومی و ملکی تعلیم کا اثر ہیں۔ اور نہ طبعی گڑھت یا کسی موہوم منفعت آئندہ کے حصول توقع پر اختراع کیے ہوئے ہیں۔

ایسے بدحال زمانہ بغاوت میں انوکھے سرتا پا صلاح شخص کا وجود بذات خود ایک مستقل معجزہ اور اس کے پیغمبر و مصلح ہونے کی شاہی سند ہے مگر آزاد منش باغی گروہ چونکہ اپنی آوارگی معطل کا خوگر ہو کر اپنے حواس کو معطل کر چکا ہے اس۔ لئے اس کو امتیاز کا ہوش نہیں رہتا۔ وہ اپنے کنبے کے اس چیدہ کو ہر کو جسے اب تک محبت و پیار اور قدر و وقعت کی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کے دعوائے نبوت کرتے ہی بھڑک اٹھتا اور ضدی ہٹ دھرم بن کر اس کے حسن کو قبیح اور بھلائی کو برائی بتانے لگتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی تعلیم

یہ مقدس حضرات انبیاء علیہم السلام جب اپنے منصب پر تعینات ہو کر قوم کی بغاوت اور رسوم کفریہ مٹانے کی غرض سے تشریف لاتے ہیں تو اول اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔ خداوندی قوانین یعنی آسمانی شریعت کے احکام سناتے ہیں۔ شہنشاہ عزاسمہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کو سچا سمجھنے کی تلقین کرتے ہیں، تاکہ اس کے بعد جس اصلاح کو چاہیں ان میں بہ آسانی کر سکیں اور بلا چون و چرا اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا سہل ہو جائے، بازاروں میں، کوچوں میں، مجامع میں، محافل میں، دشت و کوہسار میں جنگل و بیاباں میں۔ غرض جہاں بھی باغیوں کا تھوڑا بہت مجمع پاتے ہیں وہاں پہنچتے اور وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ سائل کے محققانہ و طالبانہ درخواست پر معجزے دکھاتے اور اپنے رب سے درخواست کر کے ایسے خلاف عادت امور لا سامنے کرتے ہیں جس سے دوسری مخلوق عاجز ہوتی ہے۔ اپنے دعوے پر صاف اور کھلی دلیلیں لاتے ہیں۔ اور قوم کی سمجھ اور فہم کے موافق کھلے اور صاف الفاظ میں نرم اور پیارے طرز پر ان کی بہبود و بہتری ان کو سمجھاتے ہیں کہ اپنے پیدا کرنے والے جبار و غفار خدا پر ایمان لاؤ۔ اس کے عذاب سے ڈرو اور خلاف قانونِ الٰہی نہ چلو۔ یعنی کوئی جرم ایسا نہ کرو جس کی سزا تم کو ادبار میں مبتلاء کرے، عادات حسنہ اختیار کرو، بد خصلتوں سے بچو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو۔ مال کی جو حق تعالیٰ کا انعام ہے قدر کرو۔ پسندیدہ طریق سے کماؤ اور کمائے ہوئے کو بیجا نہ اڑاؤ، اپنے ابناء جنس کی خیر خواہی کرو۔ دہشت و الم کے موقعوں پر ثابت قدم رہو، کمزوروں پر ترس کھاؤ، بڑوں کی عظمت کرو، چھوٹوں پر شفقت کرو، نیکوکار بن کر اپنی حالت پر شاکر و قانع رہو۔ قوت غضبیہ و شہوانیہ کو جو کہ ہتھیار و اسلحہ بنا کر تمہیں عطاء کی گئی ہیں، دشمن کی مدافعت کے وقت استعمال کرو، کہ بے غیرت و نامرد بننے کی وجہ سے نہ بالکل ضائع و مہمل ہو جائیں اور نہ بے موقع استعمال میں آ کر اپنے ہی ہلاک ہونے کا ذریعہ نہ بن جائیں، اپنی کیفیات طبعیہ کو اپنے اوپر حاکم نہ بناؤ کہ جہاں چاہیں وہ تم کو اپنا غلام بنا لیں بلکہ مرد بنو اور ہمت مردانہ کے ساتھ غصہ اور شہوت سے ہیجان نفس کے وقت قوت عاقلہ کا حاکمانہ فیصلہ سنو کہ وہ ہتھیار چلانے کی تم کو اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ غرض تم آزاد ہو اور حریت تمہارا مردانہ زیور ہے، لہٰذا نفسانی خواہشات کی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد بناؤ اور اپنے مہربان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان اپنے صدقہ کے سایہ میں رہیگا یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلہ کر دیا جائے (الحاکم)

پروردگار کے محکوم بن کر اس کے سامنے پستی اور بندگی سے پیش آؤ۔

اقوام کی بے رُخی

باغی گروہ اپنے ناصح کی نصیحتیں اس کان سے سنتا اور اس کان سے اڑا دیتا ہے، کبھی ایسی نئی باتیں سن کر جو کبھی کانوں میں نہ پڑی تھیں، ان کو مجنوں و دیوانہ بتاتا ہے کبھی قوت وتاثیر دیکھ کر ساحر و جادو گر کہتا ہے اور کسی وقت معجزات اور غیبی اطلاعوں کے سبب کاہن و منجم قرار دیتا ہے اور کبھی ان کی ناداری اور دنیوی معاش کی تنگی دیکھ کر کہتا ہے کہ تم ہمارے دیوتاؤں کی چونکہ گستاخیاں کرتے ہو، اس لئے وہ تم سے ناراض ہو گئے۔ اور تم کو مفلوک الحال اور مخبوط الحواس بنا دیا کہ جدھر جاتے ہو دھتکارے جاتے ہو اور جہاں بیٹھتے ہو بہکی بہکی باتیں بکتے ہو۔ کہ خدا ہے وہ ایک ہے اور ہم کو نظر نہیں آتا۔ تم کہتے ہو کہ جنت نیکوکاروں کا مکان ہے اور دوزخ بدوں کا جیل خانہ ہے۔ اور وہ آخرت میں لاکر سامنے کر دیئے جائیں گے۔ حشر ونشر حق ہے اور مرنے کے بعد یہ ہڈیاں جو سڑ کر اور گل کر خاک میں مل جائیں گی، پھر جمع کی جائیں گی اور زندہ کر کے پھر کھڑی کی جائیں گی...... بھلا یہ دور از عقل باتیں کسی کے فہم میں بھی آتی ہیں کہ تم کو سچا مان لے؟ کیا تم ہی نرالے عقلمند پیدا ہوئے ہو؟ کیا ہمارے باپ دادا سب جاہل تھے؟ کیا خدا کی سفارت کے لئے تم ہی انتخاب ہوئے ہو۔ ادنیٰ بادشاہوں کے خاص ملازموں کو سونے کے کنگن پہنائے جاتے اور سواروں کا ایک گروہ باڈی گارڈ بنا کر ان کے جلو میں دیا جاتا ہے۔ پس اگر تم خدا کے نوازے ہوئے معتمد یا سفیر ہوتے تو تمہارے ہاتھوں میں بھی سونے کے کنگن ہوتے اور کم سے کم چند فرشتوں کا گروہ ہر وقت تمہارے اردگرد چلا کرتا۔ سو ہم تو تم کو ماننے والے نہیں چاہے اس کان سنو یا اس کان، ہم سے کامیابی کی توقع مطلق نہ رکھو۔

انبیاء علیہم السلام کا ضبط وتحمل

حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی بدحال قوم کی بے رخی دیکھی اور ترس کھایا۔ طعن سنے اور ضبط کیا، ان کو ایذائیں پہنچائیں اور برداشت کیں۔ اہانت وحقارت کے برتاؤ ہوئے اور صبر کیا۔ غرض بے نصیب برادری کی طرف سے اس کی سعی میں ہر قسم کی رکاوٹیں اور مزاحمتیں ہوئیں مگر یہ پاکباز گروہ کچھ ایسا استقلال لے کر آیا تھا کہ اپنے قصد وارادہ سے ان کے قدم نہ ڈگنے تھے نہ ڈگے۔ چھپا اور کھلے نرمی سے اور سختی سے، طمع دلا کر اور سزاؤں سے ڈرا کر رات اور دن سمجھایا مگر قوم نے جب جواب دیا یہی دیا کہ بس میاں اپنی تقریروں کو تہہ کر رکھو اور جس عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو اگر سچے ہو تو نازل کرو۔

ان حضرات علیہم السلام نے قومی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ راحت چھوڑی آرام چھوڑا۔ تجارت، زراعت، حکومت، ریاست، تحصیل معاش کے ہر وسیلہ کو بالائے طاق رکھا۔ آبرو اور جان کو ہتھیلی پر لیا۔ رات کو رات نہ جانا اور دن کو دن نہ سمجھا۔ اپنی عملی حالت پر ثابت قدم رہے اور جو کچھ ملا وہ رفع بغاوت اور اصلاح ملک وخلق کی فکر وسعی میں خرچ کیا، بغیر اجرت وعظ وپند سنائے۔ بلا معاوضہ نصیحت وخیر خواہی کی۔ نڈر ہو کر دشمنوں کے جتھے میں تن تنہا گھسے، اور جب کہا یہی کہا کہ

”اے قوم! باز آؤ، میرے بھائیو مالک الملک خدائے جبار وقہار سے ڈرو، میرا کہنا مانو اور راہ راست اختیار کرو، کجروی چھوڑو، اور اپنی شریف ترین زندگی کی قدر کرو، آدمی بنو اور اپنی دنیا کی رونق وآبادی کا جو تمہارا مہمان خانہ ہے۔ حق ادا کرو“۔

منکرین کا انجام

آخر جب مدتیں گذر گئیں اور سالہا سال ختم ہو گئے۔ کہ انکی طرف سے نصیحت ہوئی۔ اور قوم کی طرف سے انکار ونفرت۔ تو اصلاح سے مایوس ہوئے۔ اور بحکم قادر ذوالجلال یا تو تلوار ہاتھ میں سنبھالی کہ اسی سے باز آویں۔ اور جبراً اطاعت کریں۔ اور یہ نہیں تو انکی آنے والی نسل ہی صلاح پزیر ہو کر انکی جانشین بنے اور یا دست بدعا ہوئے کہ عذاب سے تباہ ہوں۔ چنانچہ مجسم شفقت گروہ انبیاء علیہم السلام کے ناقدردان افراد ہلاک ہوئے اور ایسے مٹے کہ ع ”نالیوا رہانہ پانی دیوا“ آتے جاتے مسافروں کی عبرت کے لئے ان کے ٹوٹے پھوٹے کھنڈر باقی رہ گئے۔ اور خود صفحۂ ہستی سے ایسے محو ہوئے کہ گویا کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔

تعلیمات نبوت کو قبول کرنے والے

ہاں چند نفوس ایسے بھی تھے۔ جن کے دلوں پر ان کی خیر خواہانہ تقریر کا اثر ہوا۔ اور وہ سمجھے کہ ہماری بستی میں ہماری قوم کے اندر ان دل لگتے عقیدوں اور منصفانہ خیالات کا ڈالنے والا شخص آخر کس طرح پیدا ہو گیا۔ یہ پاکیزہ اصول آخر اس کو کس نے تعلیم دیئے۔ ایسی عمدہ عادتیں اس نے کہاں سے سیکھ لیں؟ اس قدر دلیر اور بے طمع کیونکر بن گیا۔ کہ نہ کسی سے روپیہ مانگتا ہے نہ زراعت وتجارت کا حصہ بٹاتا ہے نہ کسی عورت کا خواہشمند ہے نہ اپنی عزت اور نیک نامی چاہتا ہے نہ حکومت کا خواہاں ہے نہ کوئی لالچ اور حرص رکھتا ہے اس کے نزدیک امیر وغریب سب یکساں ہیں۔ بلکہ غریبوں سے زیادہ مانوس ہے اپنی تقریر میں جھجکتا نہیں۔ اپنے دعوے اور اصلاح حالات کی تبلیغ میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اگر یہ قوم سے کسی دنیوی نفع کا خواہش مند ہوتا تو ضرور ان کے خیالات کی تائید کرتا۔ انکی ہاں میں ہاں ملاتا اور ان کی موافقت میں چاپلوسی اور خوشامد کا رنگ اختیار کرتا۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ قوم متنفر ہو کر ایذائیں پہنچاتی ہے گالیاں دیتی ہے آوازے کستی ہے ہنستی ہے مذاق اڑاتی ہے مارتی ہے اور کبھی پتھر کنکر برسا کر حد سے زیادہ ظلم و جفا کا برتاؤ کرتی ہے مگر اس کوہ استقلال کے قدم نہیں ڈگمگاتے زبان لغزش نہیں کھاتی دل گھبراتا نہیں ہمت پست نہیں ہوتی۔ یہ شخص اپنی دھن کا پکا اپنے خیالات میں مست اپنے کام میں ایسی ہمت کے ساتھ مصروف ہے جو کسی امیدوار اور منتظر کامیابی شخص کو ہوا کرتی ہے ایک شخص پر اتنی بڑی قوم پر بھاری ہے۔ کہ قوم بھاگتے بھاگتے تھک جاتی ہے مگر یہ انکا تعاقب اور پیچھا کرنے سے تنگ دل بھی نہیں ہوتا۔

پھر ان باتوں میں غور کیا جائے جو اس کی زبان سے نکلتی ہیں۔ تو سب میں صفائی اور سچائی کی جھلک نظر آتی ہے۔ واقعی ہماری موجودہ طرز معاشرت میں حیوانیت کا رنگ ہے ہم کو اپنے اور بیگانے کے مال میں تمیز نہیں۔ دیکھو وہی ایک ترازو ہے کہ دوسرے سے مال لیتے ہیں۔ تو زیادہ وزن کے باٹوں سے تولتے ہیں۔ اور دوسرے کو جب دیتے ہیں تو کم وزن کے باٹ پلہ میں رکھتے ہیں۔ کیسی بے انصافی ہے کہ اپنے جیسے شریف اور مساوی مخلوق کو دھوکہ دے کر کہتے کچھ ہیں کرتے کچھ ہیں۔ ہماری بات کا اعتبار نہیں رہا فعل ہمارے ٹھیک نہیں۔ یا تو اتنے آزاد بنے کہ کسی بشر بلکہ خالق بشر کا محکوم ہونا بھی گوارا نہ ہوا۔ اور یا اتنے ذلیل ہوئے کہ اولاد کا دینے والا حاجتوں کا پورا کرنے والا مصیبتوں کو دور کرنے والا بیماروں کو تندرستی بخشنے والا، نفع پہنچانے والا اور نقصان ڈالنے والا۔ پتھر کی مورتوں اور کاٹھ کی تصویروں کو سمجھ لیا۔ جن کو موٹا دبلا بھلا برا جیسا چاہا اپنے ہاتھوں سے گھڑ لیا اور کسی بڑے بزرگ کا نام رکھ کر کہہ دیا کہ یہ فلاں دیوی ہے۔ اور یہ فلاں دیوتا۔ حقیقت میں ہمارے رہبر اور مدعی رسالت شخص کا قول و فعل دونوں عجیب اور حیرت انگیز ہیں۔ اور یہ علامت ہے ان کے سچے ہونے کی۔

لہٰذا یہ لوگ آگے بڑھے قوم سے باہر نکلے اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے گردن جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی سچائی کا اقرار کیا۔ اور ایمان لا کر ان کے قول و افعال اور حرکات و سکنات میں ان کی تقلید و اتباع کرنے لگے۔

گلستان خداوندی کے ناز پروردہ پھول کی بعثت

بغاوت اور رفع بغاوت کا یہ سلسلہ بنی آدم کی پیدائش کے وقت سے شروع ہوا۔ اور ہزاروں ہزار سال تک چلتا رہا۔ شاہی ملک اپنی وسعت کے اعتبار سے چونکہ کروڑہا صوبوں شہروں اور قصبات و دیہات کو مشتمل ہے۔ اس لئے ہر بستی کی بغاوت دارالسلطنت سے قریب یا بعید ہونے کے اعتبار سے بھی کمزور یا قوی سمجھی جاتی رہی اور باغی ہو جانے والے باشندگان کی ضد و شرارت قوت و ضعف جہالت و واقفیت اور اہلیت و نااہلی کی حیثیت سے بھی رفع بغاوت کے اہتمام میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ بالآخر وہ زمانہ آیا کہ غنیم نے اپنی آخری کوشش میں پوری ہمت صرف کر کے خاص دارالسلطنت اور شاہی قصر پر حملہ کیا۔ اس وقت انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں سے سب کا سردار اور اعتماد و وثوق میں ساری مخلوق میں سے چیدہ و خلاصہ پیغمبر مامور ہوا کہ رفع بغاوت اور اصلاح خلق کا آخری فیصلہ کر کے آئے۔

چنانچہ سردار عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے حجازی خطہ میں قدم رکھ کر بیت اللہ کی حفاظت باغیوں کی سرکوبی شریروں کی اصلاح اور قیامت تک آنے والی مخلوق کی فلاح کا وہ کارنمایاں انجام دیا جس سے عقل انسانی کو حیران ہو ہو کر چکر آتے ہیں۔ اب ہم کچھ تفصیل سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ گلستان خداوندی کے اس چیدہ و ناز پروردہ پھول نے کس قدر قلیل مدت میں کتنا بڑا کام انجام دیا اور شاہ یثرب کا قابل حمد و ستائش نام تمامی انبیاء علیہم السلام کے مبارک ناموں میں آب زر سے لکھنے کے قابل کیوں قرار پایا؟

نبوت محمدیہ
(علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ)

عالمگیر فساد:

زمانہ اپنے تمدن اور طرز معاشرت کے رنگ پر پلٹے کھاتا رہا۔ شاہی رعایا میں کبھی کوئی قوم باغی ہو گئی اور کبھی کوئی شہر۔ کسی وقت حاکم کی نافرمانی کسی صوبہ میں پھیلی اور کبھی کوئی ملک کا ملک اس بلا میں مبتلا ہو گیا۔ رعیت کی یہ بغاوت دیکھ کر جو درحقیقت ان کے لئے مضر تھی بادشاہ نے صالح و مصلح اور معتمد و مقرب سفراء بھیج کر تنبیہ کی نصیحت کرائی۔ ڈانٹا دھمکایا اور جب وہ کسی طرح نہ سمجھے تو ہلاک کئے گئے۔ چنانچہ سطح زمیں کے کسی خطہ کسی ملک میں بھی کوئی قوم ایسی نہ تھی۔ جس کی حالت بگڑنے اور کفر و معصیت اختیار کرنے پر حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر نہ آیا ہو۔ کہ جس نے اپنی مفوضہ خدمت کو انجام نہ دیا ہو۔ اور جو کچھ اصلاح ہو سکی اس کو پورا کر کے شہنشاہی دربار میں واپس ہوا۔ آخر فساد کا وہ مادہ جو ہر انسان میں غفلت کی بدولت بڑھتا اور موقع پا کر مشتعل ہوتا رہتا ہے۔ بادشاہ کے سرسبز و شاداب ملک شام تک آن پہنچا اور جب اس آباد و بارونق حصہ زمین پر بغاوت کے جھنڈے کھڑے ہوئے تو وہ باہمت اور اولوالعزم پیغمبر بھیجے گئے۔ جن کے نام مبارک آج تک عزت کے ساتھ لئے جاتے ہیں۔ مثلاً سیدنا ابراہیم و اسحاق و یعقوب و یوسف و لوط و نوح و موسیٰ اور شعیب وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ان حضرات نے دنیا میں تشریف لا کر جہاں تک ان کی ہمت تھی صرف کی اصلاح کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا منت و سماجت سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک قرض دینا صدقہ ہے۔ (طبرانی)

خوشامد سے نرمی و سختی سے بہلا پھسلا کر ڈانٹ ڈپٹ کر دھمکا کر معجزات دکھا کر تلوار اٹھا کر غرض ہر طرح سے سمجھایا اور کم وبیش کامیاب ہو کر واپس ہو گئے۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ بغاوت عالمگیر ہو گئی۔ صلاح کا مضمون گویا بھول بھلیاں بن گیا۔ مصلحین کا گذشتہ زمانہ پرانا اور بوسیدہ سمجھا جانے لگا اس کی عظمت ذہنوں سے نکل گئی۔ اور یوئی ایک دو شخص اس پر قائم نظر بھی آئے۔ تو محض رسم اور قومی شعار ہونے کی وجہ سے یا اس لئے کہ پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا وضعداری تھی اور ثبات قدمی کی علامت۔

شاہی دار الحکومت میں بغاوت:

شاہی ملک سے امن اٹھ گیا۔ کوئی قانون سب کو پابند بنانے والا نہ رہا۔ جس نے جو چاہا کیا جو روش پسند آئی اختیار کی۔ اور جس طرز پر چلنا اپنی ناقص عقل کے موافق پایا اس پر چلا۔ سطح زمین کی اصل اور وہ حصہ مصدر فساد بن گیا۔ جو پیدائش عالم کے وقت سب سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ کہ اسی کو پھیلا کر ساری دنیا بنائی گئی تھی۔ اور اسی بناء پر ام القریٰ یعنی دنیا بھر کی ماں کا خطاب اس کو شایان تھا۔ شاہی عظمت کے امتیازی نشان اس میں قائم کئے گئے تھے۔ ہر چار طرف کئی کئی میل تک شکار کرنے اور ہری گھاس کاٹنے کی ممانعت کر کے گویا بتا دیا گیا تھا۔ کہ احترام حرم الٰہی ہونے کے سبب امن و صلاح کا خاص رنگ یہاں حیوانات و نباتات پر بھی قائم ہے۔ کوئی قبیح رسم ایسی نہ تھی جو اس پر آشوب زمانے میں اس مقدس و واجب الاحترام شہر کے اندر برتی نہ جاتی ہو۔ حضرت خلیل اللہ کے ہاتھ سے تعمیر کرایا ہوا مکان، جس کو اظہار عظمت کے لئے حق تعالیٰ سے منسوب کر کے بیت اللہ نام رکھا اور ہر قریب وبعید مخلوق کے لئے مرجع اور ماویٰ بنایا تھا۔ جس کے گرد گھومنا محب و شیدا ہونے کی علامت تھی۔ جس کے خاص گوشہ کو بوسہ دینا اور جس کے پردوں کو پکڑ کر مستانہ وار دعاء مانگنی محبوبانہ نظروں سے دیکھی جاتی تھی۔ اس کو بستی والوں نے مندر بنا لیا تھا۔ کہ ایک دو نہیں بلکہ ایام سال کی تعداد کے موافق تین سو ساٹھ بت رکھ دیئے تھے۔ کہ کوئی تصویر تھی کوئی مورت کسی کی شکل مردانہ تھی اور کسی کی زنانہ کوئی دیوی بنی ہوئی تھی اور کوئی دیوتا۔

عالمی بغاوت کی سرکوبی کیلئے قدسی نفس سردار کی بعثت:

اس عالمگیر فساد اور خاص شاہی دار السلطنت کی بغاوت پر جس کو مفسدین کی انتہائی کوشش اور باغی جماعت کا آخری جی توڑ حملہ کہنا چاہیے تعینات ہونے کے لئے مقربین کا زائچہ لیا گیا اور مناسب حال سفیر بھیجا گیا۔ جو حاضر باش سفیروں کا سردار اور معتمد سپہ سالاروں کا نام اور مایہ ناز تھا۔ کہ شہنشاہی تقرب میں اس سے بالا اس سے بہتر یا اس کے مساوی اور برابر بھی کوئی نہ تھا۔ تا کہ باغیوں کے سرداروں کی اس انتہائی بغاوت کو جو خاص قصر شاہی پر حملہ آور ہوئی ہے اس خداداد قابلیت سے رفع کرے جس کے دیکھنے کا عالم منتظر ہے اور اپنی علمی و عملی استعداد سے اپنے سردار مقربین ہونے کا ثبوت دے۔

اس قدسی نفس سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بجائے اس کے کہ کام کی عظمت کے لحاظ پر سب سے زیادہ زمانہ دیا جاتا۔ وقت بھی کم دیا گیا۔ خدمتیں بھی متعدد سپرد کی گئیں معین و مددگار بنا کر کوئی وزیر بھی ساتھ نہیں کیا گیا۔ اور صاف الفاظ میں کہہ دیا گیا۔ کہ:

پیارے! جاؤ ہمارے بنائے ہوئے عالم دنیا میں پہنچو اور دیکھو کہ اس مقام کو جسے ہم نے وہاں کی رعایا کے لئے اپنا دار السلطنت بنا دیا اور ان کی جسمانی و حسی ضرورت کے لحاظ سے اس کے گھر کو اپنا گھر قرار دے کر ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا امتحان لیا تھا۔ باغی جماعت نے کیا بنا دیا؟ اس طوفان بے تمیزی کے رفع کرنے کو تمہاری تعیناتی کی جاتی ہے۔ جاہل اور متکبر غنیم کو سمجھاؤ۔ جنگجو اور ضدی دشمنوں کو دفع کرو۔ اور ان کو اصلاح پر لاؤ۔ راہ راست دکھاؤ۔ خودی چھڑا کر اپنے خدا پر لاؤ۔ ان مورتوں کو جنہیں ہمارا ساجھی سمجھا گیا ہے توڑ و مرجع خلائق اور خلاصہ عالم جگہ کو گذشتہ سلامتی و سادگی پر لانے کے لئے دنیا بھر کا مقابلہ کرو۔ بغاوت رفع کر کے ان کو ہمارا وفا شعار بندہ بناؤ۔ ان کی روحانی تکمیل کرو۔ ان کے زنگ آلودہ دلوں میں صیقل کے بعد عبدیت کی روشنی ڈالو۔ پڑھاؤ عالم بناؤ۔ اور کمال کے اس درجہ پر پہنچا دو کہ سپہ سالاروں کی سی استعداد ان میں پیدا ہو جائے۔ اور تمہارے بعد وہ خدمت انجام دے سکیں۔ جو ہمارے سفراء اب تک انجام دیتے رہے۔ دنیا کے ہر خطہ اور ہر گوشہ کی رعایت کو ملحوظ رکھو۔ ان میں ایسا جامع قانون شائع کرو۔ جو شرق سے غرب تک ہر ملک کے ہر بشر کو بھی حاوی ہو اور ان کی آئندہ نسلوں کی بھی ضروریات کو شامل ہو کر صدیاں گزر جانے پر بھی اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

اس تمام خدمت کی انجام دہی اور گونا گوں ضروریات کی تکمیل تمہارے سپرد کی جاتی ہے اور ۲۳ سال سے زیادہ زمانہ تم کو نہیں دیا جاتا۔ تم تنہا بھیجے جاتے ہو کہ یہاں سے کوئی تمہارے ساتھ نہ جائے گا۔ اور اتنی ہی مدت میں سب باتیں باحسن وجوہ ایسی خوبی کے ساتھ پوری کر کے تم کو واپس آنا ہے کہ آنے والے عقلائے دنیا اور حکماء کا خطاب پائے ہوئے دہریئے بھی کسی جزوی یا کلی پر گرفت نہ کر سکیں۔ اور ہمارے دربار میں انتہائے قرب کا چاہنے والا شخص بھی کسی درجہ میں پیاسا یا راستہ کا محتاج نہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز کامیابی:

یہ محترم سردار جس کو قومی شرافت نسبی عزت ملکی عظمت ذاتی طہارت طبعی نظافت اور خلقی نزاکت کے سبب اتنی طاقت نہ تھی۔ کہ بدزبان وسخت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے جو کچھ اپنے اہل کیلئے خرچ کیا وہ ان پر صدقہ ہے۔ (الجامع)

دل غلاموں کی سخت کلامی برداشت کرسکے اتنی بڑی بغاوت کے رفع کرنے کو بھیجا گیا۔اور یہ شاہی محبوب جس کو اپنے آقا کے جمال کی محویت اور سرتا پا شکر گذاری وعبدیت کے انہماک میں کسی ایک نفس سے بھی بات کرنا اپنے لذیذ شغل میں مخل اور گراں معلوم ہوتا تھا۔اتنی کثیر مخلوق سے متعلق وابستہ کیا گیا جس کی گنتی انسان کی طاقت سے باہر ہے۔اور اصلاح کے اتنے پہلو اس کے سپرد ہوئے جس کے اجمالی عنوان کا شمار کرنا بھی سہل نہیں۔مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا۔جو دعویٰ کیا گیا ہے۔وہ مدلل اور خلاصہ بنی آدم وسردار خلائق بنا کر محبوب رب العالمین ہونے کا جو خطاب دیا گیا ہے۔وہ خود ان کی عملی وعلمی استعداد کے کارناموں سے اتنا عالم آشکارا کہ عالم بالا پر ملاء اعلیٰ اور فرشتوں کا مقدس گروہ اور دنیا میں افراد انسانی کا بچہ بچہ بھی محض مشاہدہ سے جان لے کہ انتخاب خداوندی بے دلیل نہیں ہے۔

چنانچہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹ ربیع الاول ۴۲ کسروی کو دو شنبہ کے دن صبح کے وقت پیدا ہو کر مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔اور پوری تریسٹھ سال کی عمر میں بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ بہ یوم دوشنبہ بوقت صبح مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔چالیس سال کی عمر میں خلعت نبوت عطاء ہوا۔اور کل ۲۳ سال میں منصب رسالت کے جو مہمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیئے انہوں نے ہر ذی روح کے قلب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز قابلیت کا سکہ جما کر گویا ہر متنفس کے دل سے اقرار لے لیا۔کہ درحقیقت اس باعظمت خدمت کا انجام دینا۔بجز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے کا کام ہرگز نہ تھا۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمدن پر ایک نظر

آیئے اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز معاشرت اور حالات تمدن پر نظر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعظمت کام کی جلالت کا مشاہدہ کریں اور رفع بغاوت کی صورت ونتیجہ کو بقدر تفصیل کے ساتھ سنیں۔

عرب ایک وسیع ملک ہے جس میں مختلف صوبے اور متعدد شہر او ربستیاں آباد ہیں،مگر اس کی شہرت اور زیادہ تر آبادی کا سبب مکہ مکرمہ ہے۔جس میں دنیا بھر کی مخلوق کا معبد یعنی ''بیت اللہ'' واقع اور ابتداء آفرینش عالم سے مرجع خلائق بنا رہا ہے۔ایسے مقامات کے باشندوں کا جہاں سلاطین جہان وشاہان ملک بھی سر جھکاتے آئیں اور ہر قسم کی نذر اور نیازیں چڑھائیں۔جو کچھ بھی رنگ ہونا چاہیے اس کو ہر قوم وملت اپنے معبد کے مجاوروں کی حالت دیکھ کر سمجھ سکتی ہیں۔

یہاں کے مجاور متولی قریش تھے،جنہوں نے عام باشندوں پر فوقیت کی غرض سے اپنے لئے امتیازی خصوصیتیں قائم کر رکھی تھیں یہی لوگ بیت اللہ کے خادم اور عرب کے حاکم سمجھے جاتے تھے،اور اس وجہ سے گویا تمام دنیا پر اپنی عظمت اور اقتدار کا سکہ جمائے ہوئے تھے۔مذہبی رنگ سے بالکل جدا ہو کر ان کی آزادانہ زندگی اور خود مختارانہ گزران کا خلاصہ یہ تھا کہ:

''آبائی رسومات کے پابند تھے،نو تراشیدہ رواج کو مذہب سمجھتے تھے ،خیالات کی پرستش کرتے تھے،مورتوں کو پوجتے تھے۔جماد محض کو نفع و نقصان کا مختار جانتے تھے اور اس میں اس درجہ منہمک ہو گئے تھے کہ ان کو سجدہ نہ کرنا ان کی بے توقیری سمجھتے اور ڈرا کرتے تھے۔کہ ان کی ناراضی سے ہم یا لاولد بے زر مخبوط الحواس ہو جائیں گے یا کسی سخت مصیبت میں گرفتار ہو کر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے''۔

اس توہم پرستی کے علاوہ عظمت مسجد الحرام کا یہ حال تھا کہ اس کو گویا ایک چوپال بنا رکھا تھا کہ یہیں مشورے لیے جاتے یہیں مقدمات فیصل ہوتے۔اور یہیں قومی مفاخر پر مشاعرہ اور مناظر کے جلسے منعقد ہوتے تھے،عبادت کے قصد سے تو تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔یہ قریش ہی کی خصوصیت تھی کہ کپڑے پہن کر بیت اللہ کا طواف کرسکیں،باقی تمام قبائل جب آتے تو بالکل برہنہ طواف کرتے اور عورت ہو یا مرد ننگے ہو کر بے حیائی کے ساتھ اس کے چکر لگایا کرتے تھے ایام گزاری کا رنگ یہ تھا کہ مردار کھاتے،شرابیں پیتے،جوا کھیلتے،ڈاکہ ڈالتے،اور یتیموں اور رانڈوں کے مال کو اپنا ذاتی مال سمجھ کر ہضم کر جاتے تھے۔ایک عورت کئی کئی مردوں سے نکاح کر لیتی اور نمبروار ہر ایک کی زوجیت کا حظ حاصل کرتی تھی۔باپ کے مرنے کے بعد مادر کو منجملہ دیگر مال منقولہ کے ترکہ پدری سمجھتے اور اس پر قابض ہو کر جی چاہتا تو اس سے نکاح کرتے،ورنہ معاوضہ لے کر دوسرے کے حوالے کر دیتے تھے۔نابالغ بچوں اور عورت ذات لڑکیوں کو یہ کہہ کر ترکہ پدری سے محروم کر دیتے تھے کہ مرنے والے کی میراث وہ لے جو اس کا طرف دار بن کر دشمن سے جنگ کر سکے۔

چونکہ کسی کو داماد بنانا عار سمجھتے اور یوں بھی جنگ کے خوگر ہونے کی وجہ سے بصورت مغلوبیت اندیشہ رہتا تھا کہ بے کس ولاوارث لڑکیاں دشمن کے قبضہ وتصرف میں چلی جائیں گی،اس لئے پیدا ہوتے ہی ان کو قتل کر دیتے یا معصوم وبے زبان بچی کو اپنے ہاتھوں زندہ اور جیتے جی مٹی میں دبا آتے تھے۔روزمرہ کے کاروبار میں خاص دنوں اور مہینوں کو مانتے تھے جانوروں کی آواز اور اس کے داہنے بائیں اڑنے سے شگون لیتے، جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے،مورتوں کی نیازیں چڑھاتے،اور اس کو عین دین سمجھے ہوئے تھے۔سچے بادشاہ اور پیدا کرنے والے خدا کی شکر گزاری کا تو کیا پوچھنا ان کو خدا کے خالق اور مالک ہونے کا بھی اقرار

نہ تھا۔ دنیا کا اتنا بڑا کارخانہ جو حیرت خیز انتظام سے چل رہا ہے، ان کے نزدیک اتفاقی تھا۔ اور گویا بلا کسی موجد کے یوں ہی ہوتا چلا آتا تھا۔ دنیوی اعمال و افعال پر جزا اور سزا کا ہونا ان کو مستبعد معلوم ہوتا اور حشر نشر کے تذکرے ان کے قصے کہانیوں کا بھی جزو نہ رہے تھے، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے۔ جنات اور کاہنوں کو غیب دان جانتے اور حوادث و واقعات عالم کو ستاروں کی رفتار اور بروج میں آمد و رفت کا اثر سمجھتے تھے۔ حسن پرستی اور رقص و سرور سے دلچسپی لیتے تھے، لہو و لعب میں مزہ آتا اور فحش اور بدکاری میں لذت حاصل ہوتی تھی۔ سفر کرتے تو جھوٹی کہانیاں سنانے والوں اور قصہ گویوں کو ساتھ رکھتے تھے، شعر گوئی کا لغو مشغلہ ان کا علمی مایہ ناز تھا جن میں اپنی تعریف بڑائی، شرافت اور دوسروں پر بہر نوع فوقیت نظم کی جاتی۔ اور بھرے مجمعوں میں سنا کر داد چاہی جاتی تھی، خانہ جنگی اور خونریزی ان کا بہادرانہ کرتب اور نسل کی شرافت کا پروانہ تھا جس کی بدولت بچہ بچہ کی جان ہر وقت خطرہ میں گویا ہتھیلی پر رکھی تھی۔ کینہ اور عزم انتقام کو شریفانہ جوہر اور قومی عظمت کی دستاویز سمجھے ہوئے تھے۔ جس سے کوئی خاندان اور کوئی قبیلہ بھی خالی نہ تھا، باہمی مخالفت اور آپس کی نزع سے ہزاروں عورتیں رانڈ بن چکی تھیں اور لاکھوں بچے یتیم، دوسرے کا محکوم ہونا موت سے زیادہ شاق تھا۔ اور اپنے سے بالا کسی کو دیکھ نہیں سکتے تھے غرض ان کی تمدن اور معاشرت کا ہر پہلو خراب تھا، اور جب عرب ہی اس اندھیری حالت میں پڑا ہوا تھا تو دوسروں کا کیا پوچھنا کہ مثل مشہور ہے:

"چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

(جب کعبہ ہی سے کفر اٹھ کھڑا ہو تو پھر اور کہاں مسلمانی ہو سکتی ہے)

قبل از نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی

ایسی خطرناک حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ کی نسل میں اشرف خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اور مکہ کے سردار عبدالمطلب کے پوتے بن کر قومی و ملکی اصلاح کے لیے دنیا میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے اور بچپن ہی میں والدین کا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے اٹھ گیا تھا، چالیس سال کی عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت متانت اور وقار کے ساتھ گزاری امانت داری میں ضرب المثل ہوئے، سچائی اور صاف گوئی میں شہرت پائی، اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے ہر دل عزیز بنے، اور باوجود یکہ اپنی وہم پرست قوم کی رسومات سے ہمیشہ علیحدہ رہے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرنے کا موقع نہیں ملا اس مدت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی، کچھ پڑھا نہیں لکھنا سیکھا نہیں، دوسرے مذہب والوں سے ملے نہیں، ان کی صحبت اور میل جول سے مذہبی معلومات حاصل نہیں کیں، قانون بنانا جانا نہیں۔

سیاست و ملکی انتظام کی طرف توجہ نہیں کی۔ ریاست و حکومت کا وسوسہ بھی دل پر نہیں آیا بڑا بننے یا بہ تکلف اپنے کو بنانے کی خواہش بھی نہ ہوئی۔ دفعۃً چالیس سال پورے ہونے پر حق تعالیٰ شانہٗ کا فرمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور علم لدنی پڑھا کر آپ کو متنبہ کیا گیا کہ:

"ہاں کھڑے ہو اور اپنا کام شروع کرو مفسدوں کو شاہی عذاب سے ڈراؤ، اور اپنے مربی شہنشاہ کی عظمت و کبریائی قائم کرو، شرک کی گندگی کو دور کرو۔ اور اصلاح خلائق کے قابل قدر کارنامہ کا کسی پر احسان مت جتاؤ۔ غرض اپنی مفوضہ خدمت کے انجام دینے میں جو کچھ بھی سر پڑے اسے اٹھاؤ، مصیبتیں جھیلو، ایذائیں سہو، تکلیفیں برداشت کرو، اور اٹل پہاڑ بن کر جمے رہو...... نہ از جا رفتہ ہو اور نہ شکوہ بے صبری کرو۔

اہل عرب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دعوت

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور پس و پیش کا اندیشہ کئے بغیر کوہ صفا پر چڑھ کر اپنی قوم کو بلایا اور بھرے مجمع میں آواز دی کہ میں تمہارے پاس بادشاہ کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں۔ بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اسکا پیغام تم کو پہنچا دوں اور اسکے قوانین جو حال ہی میں جاری ہوئے ہیں تمہیں سنا دوں اور تمہارے دلوں کا زنگ دور کر دوں کجی اور ظلمت مٹاؤں اور اس راستے پر چلاؤں جس پر چلنے سے تمہارا بادشاہ خوش ہو، تم کو نوازے اور تمہارے کارناموں کو قدر کی نظر سے دیکھ کر صلہ اور انعام عطا فرمائے تمہارے بادشاہ کا حکم ہے کہ میرا کہنا مانو، میری راہ چلو اور امن کی زندگی گزارو۔ اور اس دائمی حیات کی فکر کرو جو چند روز بعد تم کو حاصل ہونے والی ہے اور اس کا طریق یہ ہے کہ انسان بنو اور اپنی شرافت و عظمت کا پاس کرو سر اور پیشانی جو تمہارے جسم کا بالا اور سب سے زیادہ باعظمت عضو ہے پتھر یا لکڑی کے سامنے مت جھکاؤ۔ بت پرستی اور وہم و خیال کی پوجا سے علیحدہ ہو جاؤ وہ رسمیں جو تم نے باپ دادا سے سیکھی ہیں ترک کر دو، بری عادتیں جن سے عقل سلیم انکار کرتی ہے اور جن سے آج تک بجز ضرر اور بدامنی کے کچھ حاصل نہیں ہوا چھوڑ دو، عمر کو غنیمت جانو وقت کی قدر کرو اور میری تصدیق کر کے اس راہ پر چلنا اپنے اوپر لازم کر لو جو میں تم کو بتاؤں کیونکہ اسی طریق سے تم اپنے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہو۔ اور دنیا اور آخرت کی دونوں زندگیاں لطف اور لذت کے ساتھ گزار سکتے ہو۔

قوم کا جواب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم حیران رہ گئی کہ یہ کیا قصہ ہے، وہ شخص جو اب تک نیک چلن راست باز، سنجیدہ اور ہر دلعزیز خصلتوں میں نام آور رہا دفعۃً کیسی باتیں کرنے لگا، کس منصب عظیم کا

دعویدار بن گیا، کیسی انوکھی اور نرالی عبادت کا حکم دیتا ہے اور سارے ملک وقوم کے مردے اور زندوں کے خلاف طریقہ پر اپنے بڑے چھوٹوں کو بلاتا ہے کیا ان کو جنون تو نہیں ہو گیا؟ عقل تو نہیں جاتی رہی؟ کسی دیوتا کی چپیٹ میں نہیں آ گئے آخر بات کیا ہے؟ کیا ہمارے سارے اسلاف اور بڑے جاہل تھے؟ کیا ان رسموں پر چلنے والے سب احمق ہی ہیں؟ کیا یہی ایک شخص دنیا بھر میں عاقل پیدا ہوئے ہیں۔ کہ اپنے بیگانوں سب کو بے وقوف بناتے اور گمراہ بتاتے ہیں۔ ہمارے سامنے کا پیدا ہوا بچہ آج اس قابل ہو گیا کہ ہمارا استاد بنتا اور ہم کو تمیز سکھاتا ہے۔ کیا یہ شخص چاہتا ہے کہ ہماری گدی اور ریاست چھین کر حاکم بن بیٹھے اور ہم اس سے دب کر رہنا پسند کریں؟ کیا ہمارا تمدن اور طرز معاشرت اصلاح کا محتاج ہے؟ اور کیا ان کے علاوہ عرب کے لکھوکھا باشندوں میں کسی ایک کو بھی ان کے نقائص کی اطلاع نہیں ہوئی؟

سمجھ میں نہیں آتا کہ عبداللہ کے صاحبزادے کو پوری عمر پر پہنچ کر کس خیال نے اس دعوے کا مدعی بنایا جس کو سنکر ہنسی آتی ہے، بھلا خدا کو سفیر بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ وہ خود جو چاہتا ہم سے کہہ سکتا تھا۔ اور اگر ہمارا طریقہ اس کے خلاف ہوتا تو اس پر چلنے ہی کیوں دیتا۔ کبھی کے ہم رک چکے ہوتے یا مر چکے ہوتے۔ اور اگر کسی سفیر کا آنا مصلحت ہوتا تو بھی کوئی فرشتہ آتا جس کا مقرب ہونا سب کو معلوم ہے، آدمی، اور آدمی بھی ہماری قوم کا اور وہ بھی گود کھلایا ہوا یتیم، رسول بن کر آوے جس کے پاس نہ مال نہ جائیداد نہ بکثرت اونٹ نہ نہروں والے باغات؟ اگر دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ بھلا کون ایسا بیوقوف ہے جو ان کا کہنا مان لے گا اور مدت ہائے دراز کے آبائی طریق کو خیر باد کہہ کر ان کے نو ایجاد قانون پر چلنے لگے گا؟

یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے خیالات کا چھوڑنا جن پر زمانہ طویل بلکہ پشت ہا پشت سے جما ہوا ہو طبعاً دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کو مذہب اور نجات دہندہ طریق بھی سمجھے ہوئے ہوں۔ کیونکہ اس کے ناقص یا باطل ہونے کا چونکہ وہم بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کے خلاف کلمہ سن کر مشتعل ہو جاتا ہے اور اتنا بھڑکتا ہے کہ غور و فکر کا بھی موقع نہیں ملتا اور اگر اس کے ساتھ تکبر و نخوت یا ریاست و حکومت بھی ملی ہوئی ہو تب تو مخالفت کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں رہتا کیونکہ اہل عرب میں عموماً اور بیت اللہ کے مجاور خاندان قریش میں خصوصاً یہ سارے مضامین موجود تھے اسی لئے زمانہ دراز کے بعد جب ان کے کانوں میں شاہی سفیر کی پاک تعلیم جس میں ان کی روش اور چال کا بغاوت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ دفعۃً پڑی تو ان کی حاکمانہ طبیعت، آزادانہ رفتار اور خود اختیاری عظمت نے ان کے سینوں میں آگ لگا دی اور انہوں نے سفیر کی چالیس سالہ گزران اور زندگی بھر کے اخلاق حسنہ سے چشم پوشی کر کے اس منادی کا یہ جواب دیا کہ اے شخص تم پر تباہی آوے کیا تم نے اس لئے ہم کو جمع کیا تھا؟

تمسخر و تحقیر پر خیر خواہی

قاصد کے لیے سفارت کی حیثیت سے قوم کا اتنا جواب کافی تھا کیونکہ وہ پیغام پہنچا چکا تھا اور علی الاعلان شاہی حکم اس کی مخلوق کو سنا چکا تھا مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات رفع بغاوت و اصلاح ہدایت کے لیے تجویز ہوئی تھی، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے اس کریہہ جواب سے بددل اور مایوس نہیں ہوئے اور ہمت نہیں ہاری گھبرائے نہیں، بلکہ اسی رغبت کے ساتھ ان کی خیر خواہی میں مصروف رہے۔ اور چونکہ ساری اصلاح کا دارومدار اس پر تھا کہ حق تعالیٰ کو ایک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سفیر اور قاصد سمجھ لیا جائے۔ تاکہ اصلاح کی جو کچھ تدبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرمادیں اور بادشاہ کی طرف جن جن احکام کو منسوب کریں ان کو حق سمجھا اور عمل کیا جا سکے، اس لئے پہلی پکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی جس نے شہنشاہی عظمت ملحوظ نہ رکھی۔ یعنی اس کا کسی کو ساجھی گردانا یا میری رسالت و پیغمبری کو سچ نہ سمجھا کافر ہے اور اس کی سزا جہنم ہے جو سخت سے سخت مصیبتوں کا مخزن اور بے انتہا تکلیفوں کا گھر ہے۔

کسی با اثر تعلیم کا رنگ پھیکا کرنے کے لیے اس سے زیادہ موثر پہلو نہیں ہو سکتا کہ لوگ اس کا مذاق اڑائیں اور بجائے اس میں غور یا توجہ کریں اس کو اس کے لانے والے کو بہ نگاہ حقارت دیکھ کر تمسخر کے درجہ میں ڈالیں اس لیے اہل عرب نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا اثر مٹانے کے لیے یہی پہلو اختیار کیا کہ جگہ جگہ ذلیل طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا تذکرہ کرنے لگے، حقیر خطابات اور القاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا، اور واہی تباہی شبہات کو دلیلیں بنا کر گلی گلی کوچہ کوچہ اشتہار دیدیا کہ لیجئے آپ کے ملک میں یتیم بچہ نبی ہو کر آیا ہے۔ جو اپنے اہل ملک کو باغی و کافر اور بڑوں بوڑھوں کو بے عقل اور بے دین بتاتا ہے اپنے آپ کو مصلح اور ہادی قرار دیتا ہے اور کہتا ہے جس روش پر تم چل رہے ہو اس سے موجودہ اور آنے والی دونوں زندگیاں خراب اور برباد ہوتی ہیں.........اس تقریر سے مقصود صرف یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو پر کوئی شخص کان نہ لگائے اور سچائی کا وہم نہ کرے، مبادا اس کو غور کرنے کا موقع ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی ہو جائے۔ عام عرب چونکہ اپنے انداز ترمیم کا شیفتہ بنا ہوا تھا۔ اس لئے جس نے بھی یہ سنا وہ مشتعل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغض اور نفرت کی نگاہوں سے دیکھنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر بھی جاتے آنکھوں اور انگلیوں کے اشارے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کھاتے تھے صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ (الجامع)

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آوازیں کسے جاتے اور نئی تعلیم سے روکنے کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرح طرح سے دل دکھایا جاتا تھا کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منصب کو زبان سے بھی ادا نہ کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعظمت دعویٰ

ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سچائی کے ثبوت میں اپنی چہل سالہ زندگی پیش کرتے تھے کہ آخر میرے چال چلن اور اخلاقی حالات کا تم اتنی مدت سے امتحان کر چکے ہو پھر خدا نے عقل دی ہے، ہوش دیا ہے اگر چاہو تو سمجھ سکتے ہو کہ جس نے عمر بھر زمین پر رہ کر کسی دنیوی بات میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور بچپن کے ناسمجھ زمانہ میں کسی قابل نفرت حرکت کا مرتکب نہیں ہوا وہ دفعۃً مخلوق کو چھوڑ کر خالق پر کیوں بہتان باندھے گا کہ اتنی جراءت اس کو کس طرح ہوگی کہ ایسے بڑے منصب کا دعویدار بن کر قوم میں تنہا کھڑا ہو گیا جس کی تکمیل کے لئے کئی سو سمجھ داروں کی جماعت بھی نہیں کھڑی ہو سکتی آخر سوچنا تو چاہیے کہ ہر دلعزیز شخص کو قومی مخالف بن کر اپنی زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کا کیا سبب پیش آیا اور وہ کونسی طمع یا امید ہے جس میں ناآشنا کانوں میں ایسی آواز ڈالنے کی ہمت دلائی جس پر نکتہ چینی کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہو گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے ایک نہ سنی اور جب کہا یہی کہا کہ اے شخص جو خدائی سفیر ہونے کا دعوی کر رہا ہے تجھ کو تو جنون ہو گیا ہے اور ہم ایسے احمق نہیں ہیں کہ ایسی مہمل باتوں کو مان کر اپنا طریقہ زندگی چھوڑ بیٹھیں یا دب کر رہنا پسند کریں۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لئے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری کی شہادت کافی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا اور عام طور پر اعلان دے دیا کہ صاحبو! ایسے دل آزار طریقے سے میرا دل مت دکھاؤ ذرا خلوت اور جلوت سے سوچو اور میرے حالات سے بحث کرو۔ کہ کیا دیوانہ شخص ایسی ہی باتیں کیا کرتا ہے جیسی میں کر رہا ہوں؟ کیا جنون کا یہی اثر ہوتا ہے جو مجھ پر ظاہر ہو رہا ہے؟ کسی امر واقع کا بلا دلیل جھٹلانا اور سچی بات کا مذاق اڑا لینا تو دوسری بات ہے لیکن اگر غور کرو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ میرا باعظمت دعویٰ اور عالم میں انقلاب عظیم ڈالنے والا منصب ایسا معمولی نہیں ہے کہ بلا دلیل اس کی مخالفت کی جائے، لوسنو:

”میرے پاس شاہی فرمان موجود ہے جس میں میرے سچے سفیر ہونے کی کھلے الفاظ میں تصریح کر دی گئی ہے۔ اس فرمان کا طرز تحریر شاہانہ انداز خود بتا رہا ہے کہ رعایا اس کنارے سے اس کنارہ تک کی ساری جمع ہو جائے تب بھی کوئی اس کی نقل نہیں اتار سکتا اور لو اب بھی میں دعوی کرتا ہوں کہ اس کے شاہی فرمان ہونے میں شبہ ہو تو سب مل کر اس کی ایک سطر کی نقل تو اتار لاؤ اور یہ بھی میں دعوی کرتا ہوں کہ قیامت آجائے گی مگر تم سے اس کے ایک فقرہ کی بھی نقل نہ اتر سکے گی۔ پھر اس فرمان میں شاہی قوانین درج ہیں۔ جن سے انسانی زندگی کا امن و آرام سے گزرنا بتایا گیا ہے۔ گزشتہ پیغمبروں اور امتوں کے سچے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ تمدن سکھایا گیا ہے اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ جرائم کا انسداد کیا گیا ہے اور سب کچھ ایسے نرالے اور انوکھے طرز پر بیان کیا گیا ہے جس کو نہ نظم کہا جا سکتا ہے نہ نثر۔ اور کمال یہ ہے کہ مختلف مضامین اور حسب حال ضرورتوں کے تمام عنوانات سلطانی خطابات اور شاہی انشاء پردازی کا جدا جدا ثبوت دے رہے ہیں کہ کہیں ایک لفظ میں بھی بے مثل ہونیکے دعوے سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ پہلے زمانہ میں جتنے سفیر آئے میرے متعلق ان کی پیشن گوئی اور کھلے کھلے پتوں سے بشارت اور اطلاعیں جداگانہ میری سچائی کا ثبوت ہیں .... اور تمہاری آئندہ زندگی کی جملہ ضروریات کا ذمہ جو میں لے رہا ہوں۔ اس سے وقتاً فوقتاً میری صداقت پر یقین کا بڑھنا تم کو خود ظاہر ہوتا رہے گا۔

اہل عرب کا سوشل بائیکاٹ

ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سمجھایا مگر ضدی طبیعتیں جن کو اپنی پرانی لکیر کا فقیر بنا رہنا ہی پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور احوال میں غور کرنے کی طرف متوجہ نہ ہوئیں اور اب پوری طرح دلوں میں ٹھان لیا کہ جس تدبیر سے ہو سکے ان کی زبان بند اور کام تمام کر دیا جائے۔

عرب کے باشندے جن کی آزاد منشی کا نمونہ اب بھی بدوؤں میں موجود ہے، گرم و خشک ملک میں پیدا ہونے کی وجہ سے جیسے بھی ہونے چاہئیں ظاہر ہے خصوصاً اس وقت جب کہ جہالت کی گھنگھور گھٹائیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں۔ اور ہر شخص گویا اپنے گھر کا بادشاہ اور اپنے خیالات و ارادوں کا مالک بنا ہوا تھا۔ پس جو کچھ بھی کر گزرتے وہ تھوڑا تھا اور خاص کر جبکہ بچہ بچہ پستان شجاعت کا شیر خوار اور خانہ جنگی و قتل و خون کے بازار کا نام آور سوداگر کہلاتا تھا اور اس پر طرہ مذہبی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین جس کو ضعیف سے ضعیف شخص بھی گوارا نہیں کر سکتا ایسی ظلمت خیز حالت میں ایک نفس کا قصہ طے کرنا کوئی بات نہیں تھی مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہنشاہی سفیر ہونے کی مستقل دلیل تھی کہ چار طرف مخالفت کی شعلہ زن آگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح محفوظ رہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت خلیل اللہ نار نمرودی میں محفوظ رہے تھے اور باوجود آپ کے تنہا بے یار و مددگار اور بلا نقیب و چوکیدار یا کسی قسم کے ظاہری محافظ ہونے کے بھی کوئی چھوٹا یا بڑا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بیکا نہ کر سکا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ (الجامع)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل سے عاجز ہوئے شاہی فرمان کی نقل اتارنے کی اپنے اندر طاقت نہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کا جواب نہ دے سکے تو اپنی ندامت وخفت اتارنے یا خجالت رفع کرنے کو ایذادہی پر تل گئے اور جی توڑ کر کوشش کی کہ جس طرح ہو سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے عقائد اور قائم کی ہوئی شریعت کا گلا گھونٹ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں باوجود اس کے وقف اور تساوی حقوق عامہ کے عبادت کرنے سے روک دیا۔ گلی کوچوں میں چلنا پھرنا مشکل کر دیا گھر میں رہنا اور کھانا پینا دشوار بنا دیا چولہے پر چڑھائی ہوئی ہانڈیوں میں گرد اور خاک ڈالی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر نجاستیں پھینکیں ڈرایا دھمکایا، انگوٹھے مٹکائے تلواریں دکھائیں، سخت الفاظ کہے اور ہر قسم کی دشمنی اور عداوت کے برتاؤ برتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مایوس ومتوحش نہ ہوئے اور نہ اپنے ارادے کی تکمیل میں جھجکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باعظمت دعوی اس فتنہ ہائلہ میں اسی زور شور کے ساتھ قائم رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالی ہمت اس مخاصمت کے وقت بھی اسی پیمانے پر رہی جس پر شروع زمانہ سے قائم ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاندانی آبرو اور قومی عزت کو اپنی خدمت پر قربان کر دیا اپنی نزاکت طبعی وسیادت نسبی کو مخلوق کی اصلاح کے نام وقف بنا دیا اور حیران کن استقلال کے ساتھ سخت سے سخت مزاحمت کا مقابلہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اہل عرب نے باہمی اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو گویا برادری سے گرا دیا اور باہم عہد و پیمان کر لیا کہ ان کے ہاتھ کوئی چیز بیچو نہیں ان سے کوئی شے خریدو نہیں، ان کو اپنے خاندان کی کوئی بیٹی نہ دو ان کی بیٹی اپنے خاندان میں نہ لو،

غرض معاشرت اور تمدن میں اس درجہ ضیق اور تنگی میں مبتلا کرو کہ وہ پناہ مانگنے لگیں، اپنے دعوے اور خیال سے باز آویں یا زندگی کو خیر باد کہیں، کامل تین سال تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے کہ شیر خوار بچے ماں کے پستان میں دودھ کو ترس گئے، اطفال بھوک کے مارے ایڑیاں رگڑنے لگے۔ اور عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان فاقہ اور قید کی تکلیف سے بلبلا اٹھا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی متاثر نہ ہوئے بے زبان اور معصوم بچوں کی آہ وزاری سنتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبر کرو صبر کا انجام بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صاحبزادیوں کو اس جرم میں طلاق دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچا دیا گیا۔ کہ آپ اصلاح ورفع بغاوت کے دعویدار کیوں بنے۔ اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم از جا رفتہ نہیں ہوئے اور بیٹیوں کو چھاتی سے لگا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ خاوندوں نے چھوڑ کر راحت پہنچائی، تیسری صاحبزادی کو طلاق کی بدنامی سے دشمنوں نے بچایا مگر اس کے ساتھ ہی باپ سے ملنے کی بندش کر دی گئی اور گویا زندگی میں بیٹی کی مفارقت کا صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برداشت کرنا پڑا۔ جو کامل بارہ سال تک قائم رہا مگر اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برداشت کیا اور ایسی عالی ظرفی کے ساتھ برداشت کیا کہ کبھی رنج یا افسوس کے ساتھ اس کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا، قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دیکھ کر بھڑکتی، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی اور ایذاؤں کے نئے نئے پہلو اختیار کرتی تھی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی شوق ورغبت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے، اصلاح کی امید پر ناصحانہ گفتگو میں پیش قدمی فرماتے محبت کے ساتھ نرم الفاظ میں باغیانہ حرکات پر متنبہ کرتے، اور شاہی فرمانبرداری کے صلہ میں صلاح وفلاح کامل کا متوقع بنایا کرتے تھے۔ قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پیچھا کرتے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن مدارات کے ساتھ ان کی مکافات فرماتے تھے

اسی حالت میں پورے بارہ برس گزر گئے کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی وملکی بہبودی میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا اور نہ قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ودشمنی کا کوئی پہلو ہاتھ سے جانے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہوئی اور بحالت طفولیت انتقال کر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے لاولدی کا طعن دیا اور اس نازک دل پر جو قوم کی جفا سے مصدوم ہونے کے بعد لخت جگر کی موت سے غمگین بنا تھا یوں کہہ کہہ کر صدمہ دوبالا کیا کہ ہمارے دیوی دیوتاؤں کی مخالفت اور آبائی مذہب کی توہین و بے ادبی کی سزا میں بچے مر رہے ہیں اور مدعی سفارت کو بے نام ونشان بنا رہے ہیں ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے تمام خطابات سنتے اور بلا خیال انتقام صرف محزون ہو کر رہ جاتے تھے۔

قوم چاہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب وروز غم میں مبتلا رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ قوم کے غلام اور باندیاں بھی امن و راحت کی زندگی گزاریں۔ دن کو آفتاب نکلتا اور شام کو غروب ہو جاتا تھا، کبھی گرمی ہوتی تھی کبھی سردی، کہیں غم لاحق ہوتا تھا اور کہیں خوشی کے عالم میں سب کچھ انقلاب جاری رہتا تھا زمانہ پلٹ رہا تھا مگر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم تھا کہ اسی یکساں حالت پر گویا پہاڑ میں پاؤں جمائے ہوئے اپنی قوم کو پکار رہا تھا کہ جس خدمت کو انجام دینے کے لئے آیا ہوں اس کو پورا کرنے کی کوشش میں جان دے دوں گا مگر ٹلوں گا نہیں، سب کچھ سہوں گا مگر اپنی پکار سے باز نہ آؤں گا نہ جھکوں گا، یہاں تک کہ تمہاری فلاح

آنکھوں سے دیکھ لوں اور یا اسی سعی میں شہید ہو جاؤں۔

آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہانہ دعوت اور مخلصانہ آواز خالی نہ گئی اور باغی جماعت میں کچھ لوگوں نے اس طرف میلان کیا کہ بے سمجھے قوم کی ہاں میں ہاں ملانا بھی حماقت و غلطی ہے، اس لئے دیکھنا تو چاہیے کہ کہنے والا کیا کہتا ہے؟ بلا وجہ اسقدر باعظمت منصب کا دعوی کیوں کرتا ہے؟ اپنے دعوے پر کیا دلیل رکھتا ہے؟ اور اس قدر جرات واستقامت کے ساتھ سارے ملک کی مخالفت کو جھیل کر کس ہمت پر ملک کی بہبودی کا تن تنہا ذمہ لیتا ہے؟

بس اس قدر میلان کا ہونا غنیمت تھا اور سفیر کی خواہش پوری ہونے کے لئے تعصب اور محض قومی یا آبائی رسم کی پابندی کے خیال سے چند لمحے کے لئے ہٹ جانا کافی تھا۔ کیونکہ صرف توجہ اور سوچ بچار کی حاجت تھی، ورنہ دعوے کی صداقت میں شبہ ہی کیا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ آئے اور مختلف الخیال ہونے کی وجہ سے اپنے اپنے رنگ کے موافق سفیر کے دعوے کی سچائی ڈھونڈنے لگے۔

کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز معاشرت سے لوگوں کا مسلمان ہونا

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے سفیر کی معاشرت میں فکر کیا اور دعوے کی عظمت کو جانچا تو سمجھ لیا کہ ایسا ہونہار سرتا پا صلاح شخص جس نے غربت و افلاس میں بھی کسی کے پیسہ پر نظر نہیں کی اور حاجت کے وقت بھی مال کی طمع میں کبھی جھوٹ نہیں بولا، فریب نہیں کیا کسی کو دھوکا نہیں دیا، کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا پر تہمت باندھے، اور یوں کہے کہ میں خدا کا سفیر ہوں۔ پھر خاندان میں شرافت بھی موجود ہے، عزت بھی موجود ہے، حکومت بھی قائم ہے ریاست بھی قائم ہے، اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بڑا بننے کی ہوس اور جاہ و عزت کی طمع نے اس کو اس منصب عظیم کا دعویدار بنایا ہو، پس ہو نہ ہو یہ شخص ضرور سچا ہے اور گو اس وقت اس کی جان بھی خطرہ میں ہے اور اس کے معتقدین کی جان بھی خطرہ میں پڑے گی، مگر انجام سچوں ہی کا بہتر ہوتا ہے۔ لہٰذا وقت کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے، چنانچہ آگے بڑھے اور سفیر کی صداقت کا اقرار کر کے حلقہ اطاعت کان میں ڈال لیا۔

کچھ لوگ بلاغت قرآن کریم سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جو شاہی فرمان کی طرز تحریر سے واقف تھے اور خود بھی فصیح نظم اور بلیغ نثر پر قادر تھے۔ کلام کی عظمت وجلالت کو سمجھتے اور بیان کے حسن و قبح کو پرکھ سکتے تھے۔ انہوں نے قرآن کا طرز بیان دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ یہ کلام جس کے لفظ لفظ سے عظمت ٹپک رہی اور شاہانہ جلالت برس رہی ہے ہو نہ ہو شاہی فرمان ہے۔ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بنا سکتے ہیں، نہ کہیں سے نقل کر کے لا سکتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اس میں حسب ضرورت سوال کا جواب اور حسب حال مقتضائے وقت مضمون جو بھی آتا ہے وہ اسی جلالت سے بھرا ہوا آتا ہے۔ جس کے شاہانہ انداز میں سرمو فرق نہیں۔ سو اس کو یوں کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے والی ضرورتوں اور ہونے والے سوالات کا پہلے سے علم ہو گیا تھا اور اس کے جواب پہلے سے خود گڑھ لئے یا کسی سے بنوا لئے تھے۔ جن کو اب وقتاً فوقتاً سنا رہے ہیں۔ صریح بے حیائی اور حماقت ہے۔ اس لئے انہوں نے بھی آگے بڑھ کر سفیر کے قدم چومے اور بخوشی ایمان لے آئے۔

کچھ لوگ شعراء عرب کی طرف سے قرآن کا جواب نہ پا کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے سفیر کی زبان سے شاہی فرمان کے بے مثل ہونے کا دعویٰ سنا۔ اور ان فصحائے ملکی کو جن کی شعر گوئی و جادو بیانی کا ڈنکا بج رہا تھا دم بخود بیٹھے پایا تو سوچنے لگے کہ مدعی کے دعوی کو پست کرنے کی اس سے زیادہ سہل کونسی تدبیر ہو سکتی ہے۔ کہ اس کا ترکی بہ ترکی جواب دیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس کلام کا ایک سطر کا مثل بھی تم سے نہیں بن سکتا۔ سو اگر واقعی یہ شاہی فرمان نہیں بلکہ یہ انسان کا کلام ہے تو یہ شعراء وخطیب جنہوں نے اپنے قصائد سے شراب کا کام لیا نیام کے اندر سے تلواریں نکلوا دیں۔ خون کی ندیاں اور نہریں جاری کروا دیں۔ محافل و مجالس میں بولنے والوں کی زبانیں بند کر دیں۔ شاہی دربار میں محو حیرت کر کے اہل عقول کو ششدر بنا دیا آخر اب کیوں دم بخود ہو گئے؟ ان کی لمبی لمبی زبانیں کہاں گئیں۔ ان کے استعداد نظم کو کیا ہو گیا؟ اس قدر سہل طریقہ چھوڑنا کہ لو تمہارے کلام سے بہتر یہ قصیدہ موجود ہے۔ اور مدعی سفارت کو لاجواب بنا کر ہمیشہ کے لئے خاموش کر دینا بہتر ہے یا ملک وقوم کو اختلاف کی آگ میں ڈالنا اور نزاع و جدال کے مشکل راستہ کا اختیار کرنا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ لوگ عاجز آ گئے اور تھک کر بیٹھ رہے ہیں۔ ان کے دل ضرور مان چکے ہیں کہ یہ واقعی شاہی فرمان ہیں۔ مگر اپنی بات کی پچ ہے کہ اسی مخالفت وانکار پر جمے ہوئے ہیں سو ایسے ہٹ دھرم لوگوں کا ساتھ دینا حماقت ہے جو معقول جواب نہ دے سکیں اور واہی تباہی باتوں سے حق کا چھپانا رلانا اور مخول و مذاق سے بچ اور غالب آنے والے مقابل کو دبانا چاہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر بغاوت سے توبہ کر لی اور حق کے تابع ہو گئے۔

کچھ لوگ قرآن کی حقانیت سے مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جن کو بات کی پرکھ تھی۔ اور کلام کی بلندی و پستی کو سمجھ سکتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ کلام جس کو شاہی فرمان کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک خود کو آگ سے بچالے چاہے آدھی کھجور (کے صدقہ) سے کیوں نہ ہو۔ (الجامع)

درحقیقت قدر و منزلت میں انسانی کلام سے بہت بلند ہے۔ کہ نہ لغات غریبہ اس میں جمع کئے گئے ہیں۔ نہ قافیہ سجع بنانے کو ترغیب نحوی میں تغیر ہوا۔ نہ بناوٹ اور تصنع کو دخل دیا گیا۔ اور نہ عبادت کو کسی خاص من گھڑت قصہ کے تابع بنایا گیا۔ آخر کیا بات ہے کہ سلیس عبارت میں روزمرہ کی ضروریات ایسے پیارے انداز سے بیان ہوگئیں۔ کہ طبیعت کو ذوق آتا اور ایک شیرینی و مٹھاس معلوم ہوتی ہے۔ دل ہے کہ اس کی طرف جھکتا اور قلب ہے کہ اس کی لذت کے چٹخارے لے کر اس کی جانب کھچتا چلا جاتا ہے۔ ہزار ہا شعراء کے کلام سنے۔ مشاعرہ کی مجالس اور مخاطبہ کی محافل میں بہت کچھ مباحثے اور مناظرے دیکھے مگر یہ مقناطیسی کشش آج تک نہیں دیکھی کہ بے اختیار دل میں ایک اثر پڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ پھر ایسا مؤثر کلام ظاہر ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جنہوں نے کبھی کسی کے سامنے کتاب نہیں رکھی۔ مکتب یا مدرسے میں پڑھے نہیں۔ ایک حرف بھی لکھا نہیں۔ شعراء سے کبھی میل جول نہیں ہوا۔ فصحاء سے خلا ملاء نہیں رہا۔ تعجب پر تعجب ہے۔ پس ہو نہ ہو مدعی سفارت اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور یہ فرمان جس میں صاف صاف الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ:

"اس کا حامل جو فلاں فلاں صفات سے آراستہ ہے۔ تمہارے پاس میرا سفیر بن کر آتا ہے۔ یہ تم کو میرے احکامات سنائے گا۔ تمہاری بہبود کی تم کو تعلیم دے گا۔ سچی عقل اور دانش مندی سکھلائے گا۔ اپنی روحانی قوت سے تمہارے اخلاق طبیعہ کو سنوارے گا۔ دلوں کے زنگ مٹا کر حکمت اور حسن و تدبیر کی روشنی سے تم کو منور بنائے گا۔ پس اے لوگو! جن کے کانوں میں یہ باتیں پڑیں۔ چھوٹی ہو یا بڑی جو بات بھی تم کو میری طرف سے پہنچائے۔ اس کو ضرور ماننا اور اس کے بتائے ہوئے قانون پر عمل کرنا۔"

ضرور شاہی فرمان ہے کیونکہ مدعی سفارت شخص میں وہ ساری باتیں جن کو وہ دعوی کرتا ہے موجود ہیں۔ پس جب ہم سے جواب دینا بھی محال ہے اور کھلے ہوئے حق کا چھپانا بھی دشوار ہے تو وجہ کیا کہ حق کا اتباع نہ کریں۔ چنانچہ یہ بھی لپکے اور زمرہ اہل حق میں شامل ہو گئے۔

کچھ لوگ سابق کتب میں بیان کردہ محاسن دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جن کے پاس گذشتہ زمانہ میں آئے ہوئے شاہی سفیروں کی تحریرات موجود تھیں۔ جن میں انہوں نے اس سفیر کے حالات و اوصاف بیان کئے۔ اور کھلے الفاظ میں پورے پورے پتے دیئے تھے۔ ان لوگوں نے ان تحریرات کو کھولا اور میلان کرنا شروع کیا تو سرمو بھی تفاوت نہیں پایا۔ اور ہو بہو موافقت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب اگر اس سفیر کو سچا نہ سمجھیں تو گویا گزشتہ سفراء کی تحریرات کو جھوٹا کہیں۔ سو کیسا دشوار کام ہے کہ اہل ملک اور قوم کا ساتھ دیکر آنکھوں پر پٹی باندھ لیں اور ایک سرے سے سب کو جھٹلاتے چلے جائیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ مدعی سفارت نے پچھلی تحریرات اور پیشین گوئیوں کی موافقت پیدا کرنے کو یہ جملہ اوصاف اپنے اندر بتکلف پیدا کر لئے ہیں۔ کیونکہ اول تو ان کو ہماری کتابوں کے مضامین کا علم کیونکر ہوا اور پھر ان اوصاف کے جمع کر لینے کی ہمت و جراءت کیسے ہوئی؟ کہ سارے اوصاف بسہولت فراہم بھی ہو گئے۔ اور انہوں نے بتکلف ان کو قبول بھی کر لیا۔ اور اگر سب کچھ مان لیا جائے تو پھر گزشتہ سفیروں کی اس اطلاع سے فائدہ ہی کیا ہوا؟ جب کہ کوئی جھوٹا شخص بھی بناوٹ کے ساتھ ان اوصاف کا مصداق بن سکتا ہے جو انہوں نے محض شناخت اور علامت کے لئے کئی صدی پہلے بتائے تھے۔ سو ایسا کہنا بھی درحقیقت ان تحریرات کو مہمل اور ساقط الاعتبار بتانا، اور سفراء سابقین کا قدر و منزلت کا گرا دینا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ ان اوصاف میں بعض علامتیں ایسی بھی ہیں جن پر انسان کو کسی طرح قدرت حاصل نہیں۔ وہ بشری طاقت و فعل سے بالکل خارج ہیں۔ پس کیسے ہوسکتا ہے کہ اخلاقی اوصاف میں بناوٹ کو دخل دینے کے ساتھ مثلاً اپنے چہرے اور بدن کا رنگ بھی گندم گوں خود ہی بنالیا ہو۔ بالوں میں گھونگریالہ پن بھی لے آئے ہوں۔ قد بھی میانہ کر لیا ہو۔ پیدا ہوتے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام بھی خود ہی تجویز کر لیا ہو۔ مکہ میں پیدا بھی اسی نیت سے خود ہو گئے ہوں کہ مجھے چالیس سال کے بعد توراۃ و انجیل کی تحریر کا مصداق ہونے کا دعوی کرنا ہے۔ نسل اسمٰعیل میں بھی خود ہی آ گئے ہوں۔ اور ساری وہ باتیں جن کا وسوسہ بھی قبل از وقت نہیں گزر سکتا اپنی پیدائش سے پہلے ہی پیدا کر کے آج دعوی کرنے لگے ہوں۔

سو ایسا کہنا صریح حماقت اور اسی شخص کا کام ہے جس کو عقل کا کچھ بھی حصہ نہ ملا ہو۔ اور جب ہم کو خدا نے عقل دی شعور دیا سفراء سابقین کی تحریرات سے نوازا۔ علامات اور شناخت کے آثار بتائے تو ہم اپنی قوم کا ساتھ دے کر اندھے بہرے کیوں بن جائیں؟ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ ہم ختم ہونے والی زندگی اور ناپائدار دنیوی عزت و جاہ کے حریص بن کر حق سے منہ موڑیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا۔ اور مومن بن گئے۔

کچھ لوگ تکوینی معجزات دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے مدعی سفارت سے ان کے دعوے پر دلیل چاہی اور کہنے لگے کہ اے شخص ہم کو علمی مضامین اور عقلی براہین سے نفع نہیں ہوتا ہم شاہی فرمان کی طرز کتابت مہر شاہانہ خطابات فصاحت و بلاغت کے اعجاز اور سفراء سابقین کی علامتوں سے بالکل واقف نہیں ہیں۔ البتہ اتنا

جانتے ہیں کہ جس باقدرت ذات کا تم اپنے آپ کو سفیر بتاتے ہو اس کے پاس قسم قسم کے نایاب خزانے ہیں۔ اور وہ انسانی طاقت سے بہت زیادہ کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ سو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو شاہی خزانوں میں سے کوئی ایسی چیز لاکر دکھاؤ جو تمہارے علاوہ کوئی دوسرا نہ لاسکے۔ اور عالم میں ایسا تصرف کراؤ جس کا شہنشاہ کی طرف منسوب ہونا دلیل کا محتاج نہ ہو۔ سو اگر تم واقعی سفیر ہو تو تمہاری خاطر شہنشاہ کو ایسا کرنا دشوار نہ ہوگا اور ہم پر تمہاری سچائی کھل جائے گی۔ ورنہ ہم تم کو کسی طرح ماننے والے نہیں ہیں۔

سفیر کو بحیثیت سفارت اس کی ضرورت نہ تھی۔ کہ ایسی درخواستیں منظور کرے اور ایسا راستہ کھول دے۔ جس میں ہر شخص کو عالم میں برے بھلے تغیر اور انقلاب عظیم پیدا کرنیکی درخواست کا موقع ملے۔ اس لئے اول ان کی درخواست میں تامل کیا۔ کہ امن عام میں فتور پیدا کرنے والی تو نہیں ہے۔ اس کے بعد طبیعت کو ٹٹولا اور طلب کو جانچا جوان کے انداز تقریر اور بشرہ سے ظاہر ہو رہی تھی۔ کہ در حقیقت اپنا شبہ رفع کرنا اور اس کو میری سفارت کی شناخت قرار دینا منظور ہے یا امتحان کے درجہ میں بازیچہ اطفال بنانا مقصود ہے؟

جب دونوں باتوں میں اطمینان ہوگیا تو جواب دیا کہ بہت اچھا ان شاء اللہ میں تمہاری خواہش پر ایسی دلیل بھی پیش کروں گا۔ جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور کان سن سکیں۔ اس کے بعد ان کی الگ الگ درخواست کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ آدمی کی طرح آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت دیکر واپس چلا گیا......

کھجوروں کا گچھا حیوان کی طرح درخت سے اترا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کا اقرار کرکے لوٹ گیا............

انگلیوں کی گھائیوں سے چشمہ کی طرح پانی ابلا اور صدہا مخلوق چند گھونٹ پانی سے سیر ہوگئی۔

چند چھٹانک گیہوں کا آٹا کئی سو بھوکے آدمیوں کو کافی ہوگیا۔

ایک پیالہ دودھ نے بیسیوں پیاسوں کو چھکا دیا......

آسمان پر انگلی کا اشارہ کرنے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے......

غرض عالم علوی میں وہ وہ تصرفات دکھائے جن کے متعلق تھوڑی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ شہنشاہی حکم کے بغیر انسان سے ہونا ان کا محال ہے یہ باتیں دیکھ کر ان کے شبہات مٹ گئے۔ اور خداوندی عظمت نے ان کے دلوں پر غلبہ کیا۔ اور وہ بھی بغاوت چھوڑ کر صلحاء کے گروہ میں آملے۔

کچھ لوگ غیبی اطلاعات کی صداقت کی وجہ سے مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی اطلاعوں پر غور کیا کہ نمرود کا زمانہ گذرے ہوئے مدت ہوئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھے ہوئے قرن گزر گئے۔ قارون فرعون کو مرے ہوئے صدیاں بیت چکیں مگر مدعی سفارت سے جس کا حال پوچھئے وہ صحیح صحیح سن لیجئے۔ اور ان واقعات سے ملا لیجئے جو ان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے پاس صدیوں سے محفوظ ہیں۔

سو نوح علیہ السلام کے طوفان کا قصہ، فرعون کے ساتھ بنی اسرائیل کے واقعات پھر فرعونی لشکر کا غرق اور تہ و بالا ہونا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا بطن مریم سے پیدا ہوکر گہوارہ میں کلام کرنا۔ قارون کا زمین میں دھنسنا۔ عاد و ثمود اور ارم ذات العماد کا برباد ہونا کہ مخلوق کے پاس علیحدہ علیحدہ قوموں کے متفرق اوراق میں لکھا ہوا ہے۔ مگر وہ سب یکجا ان سے سن لیں۔ لقمان کا پدرانہ شفقت کے ساتھ بیٹے کو نصیحت کرنا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا فرزندانہ ادب کے ساتھ باپ کو ایمان کی ترغیب دینا۔ فرعون کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا سیدنا یوسف علیہ السلام کا باپ سے بحالت بے کسی سے جدا ہوکر مصر کے سر سبز ملک کا تخت و تاج سنبھالنا عمالقہ کا عروج سلیمانی سلطنت اور ہوا طیور و جنات پر حکومت طالوت کا سپہ سالاری جالوت کا غارت ہونا، سبا کی شادابی پھر سیل عزم سے تباہی غرض ممالک مختلفہ کے قصص عجیبہ اور حکایات صادقہ کے متعلق کس طرح کہہ دیا جاوے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب سن کر جمع کر لئے اور پڑھنے لکھنے میں عمر گذارے بغیر ان کو ایسے انداز پر ادا کرنا بھی سیکھ گئے جن سے واقفیت خود بخود ٹپک رہی ہے کہ نصائح میں نرمی کا طرز ہے اور دھمکیوں میں جلال و جبروتی انداز برس رہا ہے۔

حکایات سکون و راحت میں مسرت محسوس ہو رہی ہے۔ اور تباہی و بربادی کے قصص میں حزن و اسف کا رنگ جھلک رہا ہے...... پھر آئندہ کے واقعات کے متعلق دیکھئے جو لفظ مدعی سفارت کی زبان سے نکلتا ہے وہ گویا دیکھا ہوا نکلتا ہے۔ بس کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے اور انہوں نے کسی ذاتی نفع کی توقع پر اس کو گھڑ لیا ہے چنانچہ ان کو بھی اپنی روش سے وحشت ہوگئی اور سفیر کے پاس آکر حلقہ بگوش ہوئے۔

کچھ لوگ تعلیم شریعت کے ذاتی حسن کو دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے اسلوب اور بیان کئے ہوئے قانون کے ذاتی حسن میں غور کیا تو کہنے لگے کہ میاں! سوچنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر اور لکڑی کی مورتیں جن کو ہم نے خود بنایا اور بزرگوں کے نام رکھ کر دیواروں پر لٹکا دیا ہے۔ محض بیکار ہیں۔ اور انکی عظمت کرنا اور ان کو حاجت روا سمجھ کر ضروریات زندگی کا مشکل کشا سمجھنا محض خیال پرستی اور اس واہمہ کے پختہ ہو جانے کا اثر ہے جو پیدا ہوتے ہی ماں باپ اور بھائی بہنوں کی زبان سے کانوں کے راستے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد جو کچھ اپنی عورت کو دے وہ صدقہ ہے۔ (الصحیحہ)

دل میں پڑنا شروع ہوا تھا۔ اور آخر پختہ ہو کر یہاں تک جم گیا کہ اس کے خلاف گالی سننا گالی سے زیادہ گزرتا ہے۔ ذرا اس خیال سے ہٹا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کو تو دیکھو کہ کس قدر قلب کو قوی بنانے والی اور دل کو تھامنے والی تعلیم دے رہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''خدا کے سوا اور اس کے حکم کے بغیر دنیا میں کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا ہر شے چھوٹی ہو یا بڑی اسی کی محتاج ہے اس کا بندوں پر حق ہے کہ اس کے مطیع و محب بن کر اس کا شکر ادا کریں اور اخلاق رذیلہ قلب سے نکال کر عمدہ خصائل کے خوگر ہوں۔ کسی پر حسد نہ کریں اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔ دوسروں کو بہ نگاہ حقارت نہ دیکھیں۔ پریشانیوں کے وقت بدحواس نہ ہوں۔ مصیبت سے مغلوب ہو کر از جارفتہ نہ بنیں۔ خوشحالی پر نہ اترائیں۔ کسی سے بغض اور کینہ نہ رکھیں ہمیشہ سچ بولیں۔ مردانہ وار استقلال کے ساتھ حوادث کا مقابلہ کریں نرم خو اور خندہ رو بنیں، باہم اتفاق رکھیں۔ امن عام کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت پسندیدہ طریقہ سے معاش طلب کریں۔ اور اپنے خالق کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہوں۔ دن میں پانچ وقت ہاتھ منہ دھو کر مناجات اور رکوع و سجود میں اپنے خالق کا برتر و باعظمت ہونا ظاہر کریں۔ سال بھر میں ایک مہینہ روزہ رکھ کر فاقہ کو پہچانیں۔ مساکین کا لحاظ رکھیں۔ ضرورت سے زیادہ مال ہے۔ تو چالیسواں حصہ غریب رشتہ داروں کو ضرور دیں۔ طاقت کم ہو تو کم سے کم ایک بار شہنشاہی آستانہ پر حاضر ہو کر شیدایانہ انداز سے بیت اللہ کا طواف کیا کریں۔ دوسروں کے مال پر نظر نہ دوڑائیں۔ چوری نہ کریں زنا نہ کریں۔ مال کے جمع کرنے میں اپنے آپ کو پریشان نہ بنا۔ نسل اور خاندان کی حفاظت کا خیال رکھیں معاشرت ایسی رکھیں کہ دل مسرور رہے اور بدن کو آرام پہنچے باہم رنجش نہ ہو اور زندگی کے دن تکدر و گرانی کے ساتھ نہ گذاریں۔

بھلا راحت بخش تعلیم چھوڑ کر جانوروں کی طرح شہوت پرستی میں دن گذارنے یا میدان جنگ کے ہولناک منظر کی سچی تصویر سامنے رکھ کر خوف و ہراس میں وقت کاٹنا کس نے بتایا ہے؟ چنانچہ ان کو بھی توفیق ہوئی۔ اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نصرت خداوندی دیکھ کر مسلمان ہوئے

بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے صرف یہ دیکھا کہ باعظمت دعوے میں جس ذات کی طرف نسبت ہو رہی ہے۔ وہ درحقیقت بندوں پر شفیق اور مہربان ہے غیور ہے باقدرت ہے ہر طرح کا اس کو اختیار حاصل ہے پس اگر مدعی سفارت کا دعویٰ جھوٹ ہوتا تو وہ شہنشاہ جس کا سفیر وہ اپنے آپ کو بتا رہا ہے اس کو جھوٹے دعوے پر ہرگز قائم نہ رکھتا۔ یا تو فوراً دوسرا سفیر بھیجتا کہ اس کا جھوٹا ہونا لوگوں پر ظاہر کر دے اور یا اس کی زبان بند کر دی جاتی۔ گلا گھونٹ دیا جاتا۔ ہاتھ کاٹ دیئے جاتے۔ اور بربادی کے آثار یکدم نمودار ہو جاتے چہ جائیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو دن گذرتا ہے وہ انکی ترقی و خوشحالی کا ہوتا ہے اس قدر جم غفیر کی مخالفت اور خون کی پیاسی جماعت کے اندر اس تن تنہا شخص کی ایسی حفاظت ہو رہی ہے کہ شہنشاہی باڈی گارڈ یا رسالہ کے علاوہ کوئی دوسری فوج نہیں کر سکتی۔ پھر کس طرح مان لیں کہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور شہنشاہ کو خبر نہیں۔ کہ مجھ پر بہتان باندھا گیا ہے یا خبر ہے اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ یا اتنی مدت تک اپنی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے چھوڑ رکھا۔

اس کے علاوہ یہ لوگ جو مخالفتیں چھوڑ چھوڑ کر ان کے ساتھی بنے جا رہے ہیں آخر کیوں بن رہے ہیں؟ کیا ان کو عقل نہیں ہے؟ یا ان کو اپنی جانوں سے عداوت ہے کہ ان کو خطرہ میں ڈالنا بھلا معلوم ہوتا ہے؟

کچھ بھی نہیں بات یہ ہے کہ پرانی رسموں کا چھوڑنا طبعاً شاق ہوتا ہے۔ اس لئے جنہوں نے اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ انہوں نے درحقیقت اپنی ریاست و حکومت کے زعم میں ان کے دعوے کو پرکھا ہی نہیں اور بلا دلیل جو چاہا بکنے لگے۔ اور جو ایمان لے آئے۔ انہوں نے عناد سے یکسو ہو کر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جانچ لی تو جان کا جانا ایمان کے جانے سے سہل معلوم ہونے لگا۔ اس لئے خود بھی وہ نار نمرودی میں کود پڑے۔ اور دشمنوں کی مخالفت اور ایذاء کے شعلے ان کو گلاب اور نرگس کے پھول معلوم ہونے لگے سو ہمیں بھی انہیں کا ساتھ دینا چاہیئے۔ کہ عقل اور ہمت کا مقتضے یہی ہے چنانچہ انہوں نے بھی باغیانہ ہتھیار ہاتھ سے ڈال دیئے اور سر تسلیم خم کئے ہوئے ادھر آ گئے۔

دنیوی راحت کے لئے مسلمان پر صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر

ہاں بعض وہ لوگ بھی تھے جو کسی دنیوی راحت یا طمع اور لالچ کی بناء پر اس جانب ریجھے اور چاہا کہ آؤ اس زمرہ میں داخل ہو کر کچھ نہ سہی تو اہل مکہ کی غلامی سے آزاد ہوں۔ مسلمانوں کے سخی ہاتھوں سے جتنا بھی مل سکے مال حاصل کریں اور کیا خبر ہے کہ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ صحیح ہو۔ سو اگر قیامت کو نہ مانا تب بھی زندگی گزری اور مان لیا تب بھی ایام گزاری میں فرق نہ آیا۔ دونوں عقیدوں سے یہاں کی راحت و گزران میں تو کوئی تفاوت نہیں معلوم ہوتا۔ رہا مرنے کے بعد کا قصہ سو کیا خبر ہے کہ کیا ہوگا؟ کوئی جانے والا لوٹ کر آتا تو اسی سے پوچھتے کہ قبر کا عذاب و ثواب صحیح

ہے یا غلط؟ پس ان کی مخالفت و تکذیب کے درپے ہو کر قبل از وقت زندہ مخلوق کو یوں کہنا کہ مرنیکے بعد کچھ نہ ہوگا محض بے دلیل بات ہے کہ جس کے سچ ہونے پر وثوق کرنا عقل تو مانتی نہیں۔

پھر اچھا اگر ایسا ہوا بھی کہ مر کے مٹی میں رل گئے اور خاک بن کر بلا سزا و جزا غطر بود ہو گئے تو محض قیامت کا اقرار کر لینے سے کوئی مضرت تو لاحق نہیں ہوئی بس زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ ایک خیال باندھا تھا وہ غلط نکلا۔ لیکن اگر وہ سچ ہو جیسا کہ سفیر کا دعویٰ ہے تو انکار کی سزائیں جس وقت عذاب ہونے لگے گا اس وقت کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔

دیکھو سوتے میں ڈراؤنے خواب دیکھنے سے خوابیدہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ جاگنے والے لوگ اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ پاس بیٹھے ہوئے تکتے ہیں اور کچھ مکافات نہیں کر سکتے پھر عالم برزخ میں جہاں ان واقعات کا پیش آنا مدعی سفارت بیان کر رہے ہیں۔ بھلا مدد کرنے کون جائے گا؟ غرض احتیاط کا مقتضاء یہی ہے کہ ان باتوں کو مان لیا جائے۔ اور دل سے نہ مانا جائے تو اس وقت احتیاط ہی کے درجہ کو قبول کر لیا جائے۔ تا کہ اگر صحیح نکلے تو نفع حاصل ہو اور ضرر سے بچ جائیں اور اگر جھوٹ نکلے تو جہاں نفع نہ حاصل ہو وہاں نقصان بھی نہ ہو۔ چنانچہ یہ لوگ بھی آگے بڑھے اور دینداروں کے زمرے میں اپنے آپ کو شامل کر لیا اور گو اس وقت ان کے دلوں میں پورا اخلاص نہ تھا۔ مگر سفیر کی قوت قدسیہ نے جس میں کہ ایک خاص کیمیاوی اثر تھا پاس بٹھاتے ہی آنکھوں سے پوشیدہ باتوں کو سچا سمجھنے اور مغیبات کا یقین کامل کر لینے کا وہ ثمرہ انکو عطاء کر دیا جو عناد اور تعصب رفع کر کے آنے والوں کو ہمیشہ ملتا ہے۔

کفار کے مظالم اور حضرات صحابہ کی ثابت قدمی

الغرض شاہی سفیر کی پکار کا پہلا جزو چونکہ یہی تھا کہ شہنشاہی بغاوت چھوڑ دو اور ضد و عناد سے یکسو ہو کر حق و باطل کو پرکھو اس لئے اس میں کامیابی شروع ہوئی۔ اور جن لوگوں نے ریاست و حکومت کے زعم میں بات کا پرکھنا پسند نہ کیا تھا۔ اور اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات اور پرانی پڑی ہوئی رسم کی پچ کو علیحدہ رکھا۔ چنانچہ پھر ان کے لئے بغاوت کے چھوڑنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو رہنے میں کوئی خیال مانع نہیں ہوا۔ البتہ جن کو کبر و نخوت نے گھیر رکھا تھا وہ سمجھتے تھے کہ کسی سے دب کر رہنا دنیا میں مر رہنے سے بدتر ہے۔ انہوں نے غیرت اور غصہ کے مارے حق سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اپنی بغاوت کی حمایت کے ایسے پیچھے پڑے کہ سفیر کے لائے ہوئے قوانین کو سننا بھی ان کو گوارا نہ ہوا۔ بلکہ جن کو سفیر کا معتقد دیکھا انکی جان و مال کے دشمن بن گئے۔ اور جس پر جتنی بھی قدرت پائی ایذائیں دے کر اس کو اپنے مظالم کا تختہ مشق بنایا۔ غرباء کو ذلیل سمجھا۔ فقراء کو حقیر جانا گالیاں دیں فحش کلمات سنائے۔ مارا پیٹا، بالو کی ریت پر بٹھایا اور سخت گرمی میں عین دوپہر کے وقت بدن ننگا کر کے پتھروں پر لٹایا پھر تیل چھڑکا اور درے مارے۔ خون بہایا۔ گلے میں رسیاں ڈال کر کنکریوں پر گھسیٹا غرض جو کچھ کرنا تھا کر گزرے۔ اور پوری ہمت صرف کر دی۔ کہ کسی طرح سفیر کو آئندہ بھی ترقی نصیب نہ ہو۔ اور پچھلی کامیابی بھی منقلب ہو جائے۔ مگر وہ آواز جس نے باغیوں کے دلوں کو ہلا دیا تھا اور وسط قلب میں پہنچ کر ان کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ صلاح و فلاح کو اختیار کریں اتنی کمزور نہ تھی کہ بغاوت سے توبہ کرنے والوں کو نا تمام چھوڑ دیتی۔ چنانچہ جنہوں نے سفیر کے دامن کو پکڑا چونکہ وہ ہر طرح سے ہر قسم کی محنت و مصیبت اٹھانے کیلئے تیار ہو کر آئے تھے۔ اس لئے جتنی بھی انکو ایذا پہنچی اسی قدر ان کی پختگی بڑھی انہوں نے عزت و جاہ کو خیر باد کہا مال و متاع کو چھوڑا بیوی بچوں سے منہ موڑا، عزیز اور رشتہ داروں سے علیحدہ ہوئے، مار سہی، آزار اٹھائے۔ سب کچھ برداشت کیا مگر وہ حلاوت جو دلوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ نہ گئی...... پر نہ گئی۔

ایمان کی شیرینی

یہ وہ وقت تھا جس کے تصور سے بھی سننے والے کو وحشت ہوتی ہے انسان کا دل گھبرایا جاتا ہے سمجھ کام نہیں دیتی اور عقل دنگ ہوئی جاتی ہے۔ آخر وہ کون سی لذت تھی جس کے مزہ نے نو گرفتاران مصیبت کے لئے دنیوی ذلت و رسوائی کمائی اور ہر قسم کے جور و جفا کی برداشت کو سہل بنا دیا۔ کہ لاڈوں کے پلے ہوئے ناز میں پرورش پائے آزاد خیال جنگجو اور بہادر اور شریف زادے اپنے عقیدوں اور شیر میں ملے ہوئے خیالات کو چھوڑ چھوڑ کر خدائی سفیر کے ہمسفر ہوئے۔ بیوی بچوں تک کو جدا کر کے نشانہ ملامت بنے۔ جن باعزت نوجوانوں نے مجلسوں میں صدر مقام چھوڑنا نہیں جانا تھا۔ انہوں نے غلاموں اور باندیوں کے نازیبا الفاظ سنے اور زبان سے اف نہیں کی۔ پیشانی پر بل نہیں آیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کو کوئی موہوم طمع یا حکومت کی حرص اس طرف کھینچ لائی۔ جبکہ وہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جو بھی ادھر آتا ہے وہ صابی اور لامذہب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ قوم کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ ملک میں بدنام اور طرح طرح کی کلفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے الغرض کہ سفیر نے اپنی صدا نہ چھوڑی اور برابر اسی ہمت و جانبازی کے ساتھ بھرے مجمعوں میں اعلان جاری رکھا کہ بغاوت سے باز آؤ اور ہر چند کہ اس وقت تم کو تکلیف کا سامنا ہو گا۔ مگر انجام اس کا بہتر ہے اور فلاح دنیا و دین اسی میں منحصر ہے۔

یتیم مکہ کی آواز دبانے کے لئے سرداران قریش کی تدبیر

قریش جو اس باغی جماعت کے سردار تھے چونکہ نسبی شرافت بیت اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے علم پھیلانے سے بہتر کوئی صدقہ نہیں کیا۔ (مجمع)

کی مجاورت ملکی سیادت اور زائرین کے مخدوم ہونے کی وجہ سے گویا لوگوں کے اجسام پر ہی نہیں بلکہ دلوں پر حکومت پائے ہوئے تھے۔ اس لئے آن بان میں کھڑے رہے اور شروع میں یوں سمجھ کر کہ یتیم بچہ کی نا آشنا صدا کو ھذیان سے زیادہ وقعت نہ ہوگی سفیر کی آواز کو باتوں میں اڑایا، جنون بتایا مگر جب دیکھا کہ اس کا اثر ہوتا جاتا ہے تو مخالفانہ مشورے اور کمیٹیاں ہونے لگیں اور اہتمام کے ساتھ مقابلہ کی ٹھان لی۔

سفیر بھی چونکہ ان کا قومی معزز ممبر اور شاہی خاندان کا شاہزادہ تھا اس لئے دفعۃً اس پر حملہ ہونا سہل نہ تھا۔ آخر وہ لوگ جوق در جوق ان کے چچا کے پاس گئے جو گویا ملک کے بادشاہ تھے اور پوری طرح زور دے کر سارے ملک کی طرف سے یہ درخواست پیش کی کہ:

''آپ کے گھر میں یہ نیا گل کیا کھل رہا ہے کہ ہم باغی اور ہمارے عقیدے باطل بتائے جاتے ہیں؟ ذرا اپنے بھتیجے کا منہ بند کیجئے۔ ہمارے دل نہ دکھائیں ہمارے مذہب پر حملہ نہ کریں۔ ہمارے بڑوں کو گالیاں نہ سنائیں اور ہمارے بتوں کی شان میں گستاخیاں نہ کریں۔

اور اگر وہ آپ کے کہنے سے باز نہ آئیں۔ تو ان کو ہمارے حوالے کیجئے کہ ہم جانیں اور وہ۔ اور اگر یہ بھی آپ نہ کر سکیں تو سارے عرب سے جنگ کرنے پر تیار ہو جائیں کہ پھر تلوار سے آخری فیصلہ ہوگا''۔

چنانچہ سفیر جب اپنے چچا کے پاس آئے جن کو باپ دادا کے بعد اپنا دنیوی مربی و غمگسار سمجھا تھا تو چچا نے قوم کا پیام ان کو سنا دیا۔ اور گویا زبان سے استدعا کی کہ ملک میں مخالفت کی آگ جلا کر اپنے کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ مگر سفیر نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی اور یوں جواب دیا۔ کہ:

''چچا جان! نہ میں کسی طمع پر اس کام کا شیدا ہوا ہوں نہ کسی کے اعتماد اور بھروسہ پر میں نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے۔ میں اپنے پاک خدا کا سفیر ہوں۔ شہنشاہی دربار سے یہ خدمتؔ میرے سپرد ہوئی ہے کہ اپنی قوم ملک بلکہ ساری دنیا کو بغاوت سے روکوں خیال پرستی سے نجات دوں جہنم کی آگ سے بچاؤں اور ان کو خدا کی ایسی شریعت پر پہنچاؤں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کا ذمہ دار ہے۔ سو اگر میری قوم میرے سیدھے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب بھی دیدے تب بھی میں اپنی سعی سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اس میں کامیاب ہو جاؤں یا اسی کوشش میں شہید ہو جاؤں''

یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چچا کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے کی طرف چلے کہ آپ میری خاطر تکلیف نہ اٹھائیں اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں کہ جو کچھ مجھ پر ہو گذرے گا سہوں گا اور جو پڑے گی اس کو برداشت کروں گا۔

حج کے لئے آئے ہوئے قافلوں میں اسلام کی مقبولیت

سفیر کے استقلال نے چونکہ بتا دیا کہ وہ دنیا میں کسی کی ذرہ برابر مدد پر بھروسہ کئے بغیر ساری عمر اسی کوشش میں کھپانے کو تیار ہو کر آئے ہیں۔ اور عالم کا کوئی انقلاب کیسا ہی قوی کیوں نہ ہو آخری سانس تک ان کو ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر گئی۔ اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعوے کے اعلان میں زور دیا کہ باہر کے آنے والے مسافر بھی سن لیں۔ اور یہ بلند آواز گونج کی طرح عرب کے سارے سنگستان میں پھیل جائے۔ چنانچہ موسم حج میں بیرونی قافلے ہر چار طرف سے مکہ میں آئے۔ اور سفیر کی صدا کو جسے اہل مکہ دیوانہ کی بکواس کہہ کر بے اثر بنانا چاہا اپنے کانوں میں ڈال کر لے گئے۔

یہ صرف حق ہی کی خاصیت ہے کہ باوجود شدید مخالفت اور سخت مقابلہ کے بھی اس کا بیج دلوں میں جے بغیر نہیں رہتا۔ اور گو کتنی ہی کوشش کی جائے۔ کہ سچ کا ماننے والا دنیا میں کوئی نہ ہو۔ مگر ممکن نہیں کہ وہ اپنا رنگ لائے بغیر رہے۔ اس لئے بیرونی قافلوں میں سب سے پہلے اہل مدینہ اس سے متاثر ہوئے۔ اور ان کی زمین قلب میں کلمہ توحید و رسالت کی تخم ریزی شروع ہوگئی۔ چونکہ وہ لوگ عناد و مخالفت سے خالی تھے ضد و عناد اور تمرد و مقابلہ کا رنگ ان میں بالکل نہ تھا۔ نیز اپنے ہم وطن اہل کتاب یعنی یہودیوں سے آنیوالے خداوندی سفیر کا حال اور اس کے علمی و عملی کمال کا تذکرہ سنتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کو اس دعوے کے ماننے میں جس کو اہل مکہ نے بزعم حکومت رد کرنا چاہا کچھ بھی تامل نہ ہوا اور وہاں واسطہ در واسطہ سفیر کی سفارت کو سچا سمجھنے والے دن بدن بڑھنے لگے

قدردان مخلصین کی درخواست

شہر مکہ ناف ارض ہونیکی وجہ سے چونکہ دنیا کا دارالسلطنت تھا اور وہ شاہی سفیر جو دنیا کا مصلح بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اپنی سفارت کا مقصد اعظم اسی جگہ کی اصلاح کو سمجھے ہوئے تھے۔ اس لئے اطراف و نواح میں اپنا اثر ظاہر ہونے پر مسرور ضرور ہوا مگر مکہ چھوڑنے کا نام نہ لیا۔ اور ہر چند کہ بیرونی معتقدین نے بہ اصرار خواہش کی کہ ناقدردان دشمنوں کو چھوڑ کر آپ قدردان مخلصین میں رہائش اختیار فرما دیں۔ مگر آپ اپنے کام کی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی درخواست منظور نہ فرمائی۔ اور ایک معتقد صحابی کو راہ نما بنا کر ان کیساتھ کر دیا کہ ان کو لیتے جاؤ یہ تمہاری ضرورتیں پوری کریں گے اور میں جب تک ہمت و قوت یاری دے گی اپنی قوم و وطن کو پکارنے میں لگا رہوں گا۔ یہاں تک کہ کامیاب ہو جاؤں۔ یا میرا بھیجنے

والا خدا مجھے یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم فرمائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اس عداوت کی گھنگھور گھٹا کے نیچے ٹھہرے رہے۔ اور اسی استقلال کیساتھ بلا خوف وخطر اپنی بات کے باآواز پکارنے اور دوسروں کے ناآشنا کانوں تک پہنچانے میں لگے رہے

مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت

چونکہ اب تک آپ کی پکار کا خیر مقدم کرنے والے وہی لوگ تھے جن میں دنیوی جاہ وحکومت کا غرہ نہ تھا۔ معمولی پیشہ ور یا کسی کے غلام یا باندی یا دوسری طرح زبردست ہونے کے سبب ان کے دماغ بڑائی اور کبر وتعلی سے خالی تھے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے کیمیاوی اثر سے متاثر ہوکر اپنے آپ کو ادنیٰ ومحقر اور صلاح وفلاح کی تجاویز میں دوسرے کے ماتحت ہونے کا محتاج سمجھ گئے تھے اس لئے یہ لوگ اپنے دشمنوں کا کھلم کھلا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ نہ اپنی محافظت جان وآبرو پر کماحقہ قادر تھے۔ اور نہ دوسروں کو اپنی پناہ یا ذمہ داری میں لے سکتے تھے.........اور یہی بات کی کہ ایسی خطرناک اور کسمپرسی کی حالت میں انہوں نے خداوندی سفیر کی سفارت کا اقرار کیا۔ اور ان کے کمال ہمت واخلاص پر دلالت کرنے کے علاوہ سفیر کی سچائی کی بھی روشن علامت ہے کہ جس کے پاس ترغیب وترہیب کا کوئی ظاہری سامان مطلق نہ تھا۔ اس نے اپنے اس قدر اور ایسے پختہ معتقدین کس طرح بنائے کہ جنھوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے کا خوف بھی نہ کیا۔ اور جابر وتند خو آقاؤں اور حکام شہر کے مظالم کا تختہ مشق بننا برابر پسند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں تکالیف اور ناقابل برداشت مصیبتوں میں مہینے اور سال گذر گئے۔ تو وطن چھوڑنا گوارا کیا مگر ایمان چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

الغرض خداوندی سفیر نے جب دیکھا کہ میرے ساتھ مجھ کو سچا ماننے والے مسلمان بھی ایذاؤں کا نشانہ بن گئے۔ اور تکلیفیں سہتے ہوئے ان کو برسہا برس گزر گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی۔ کہ دین کے ساتھ جان آبرو بھی بچاؤ اور وطن میں رہ کر اہل وطن کی مار سہار نہیں سکتے تو ملک حبش چلے جاؤ۔ وہاں کا نصرانی المذہب بادشاہ عادل ورحیم ہونے کے علاوہ رعایا پرور اور مذہبی آزادی دینے میں غیر متعصب ہے۔

چنانچہ اسّی بیاسی گھر کشتیوں میں بیٹھ کر حبشہ چلے آئے۔ اور اس وطن کو خیر باد کہہ کر جس میں مدتوں رہے تھے محض دین کی خاطر بے وطن بنے۔

سرداران قریش کا تعاقب

مگر دشمنوں نے یہاں بھی ان کو چین نہ لینے دیا اور مخالفت مذہب کی آگ جنھوں نے خون کا پیاسا بنا دیا تھا۔ ان کو حبش میں بھی لے آئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش نے ان کے پیچھے ہی پیچھے حبش میں آکر تحائف وہدایا کی بدولت شاہ حبش تک رسائی پائی۔ اور نومسلم بے وطنوں کو اپنا بھاگا ہوا غلام اور قومی وملکی مجرم بتا کر چاہا بادشاہ ان کو اپنے ملک سے اخراج کا حکم دے کر انکے حوالے کر دے اور پھر ان کو اس بے پناہ جماعت کے ساتھ بدسلوکی کا پورا موقع مل جائے۔ شاہ حبش چونکہ ایک فہیم اور ذکی شخص تھا۔ اس لئے اس نے سفراء عرب کی درخواست میں ایذا وفریب کی جھلک محسوس کی اور مال کی رشوت لے کر اس قوم کو جس نے اس کے رحم وشفقت پر نظر کر کے وطن چھوڑ کر حبشہ میں پناہ لی تھی اپنے ملک سے نکالنا اور ان کی امیدوں پر پانی پھیرنا گوارا نہ کیا۔ لہٰذا درخواست کنندگان قریش کو ترش روئی اور غصہ کے ساتھ نامنظوری کا ایسا صاف جواب دے دیا کہ ان کی امید قطع ہوگئی اور بے نیل ومرام مکہ واپس ہوئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ

خداوندی سفیر نے اس تنہائی کے عالم میں بھی کہ ان کے معتقدین کی جماعت بغرض حفاظت جان وایمان ادھر ادھر چلی گئی تھی اپنے دعوی اور کام میں کوتاہی نہیں کی۔ اور اسی ہمت کے ساتھ اسی بلند آواز سے اپنے پاکیزہ کلمات کو یگانہ وبیگانہ، دیسی پردیسی، بڑوں اور چھوٹوں کے کانوں میں ڈالتے رہے۔ دشمن بھی باوجود یہ کہ وہ آپ کی خوبیاں جن کو ہر نفس انسانی پرکھ سکتا ہے چھپانے کی کوشش کرتے اور ان کو برے عنوان سے بدل کر بدنامی کے ساتھ مشتہر کرنا چاہتے تھے۔ مگر بجز اس کے کہ آپ پر اپنے بتوں کا دشمن ومخالف اور ان کی عظمت کا منکر بنا کر نئے مذہب کے لانے اور قوم وملک میں تفریق ڈال دینے کا الزام قائم کرتے تھے اور کوئی بات ایسی نہ لاسکے جس سے مخلوق کو آپ سے نفرت ہو جاتی یا آپ کو آپ کے مقصد میں ناکام رکھنے کا ذریعہ بنتی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال پر تو بڑے اور چھوٹے سب ہی حیران تھے کہ دشمنوں کا تعداد میں بہت زیادہ اور دوستوں کا بہت کم ہونا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال میں ذرہ برابر اضمحلال نہیں پیدا کرتا اور کسی خطرناک سے خطرناک حالت میں بھی آپ اپنے دعوے اور کام سے باز رہنا کیا معنی جھجکتے بھی نہیں۔

آخر بارہ سال اسی حال میں گزرے کہ ادھر سے کوئی دقیقہ ایذا رسانی میں فروگزاشت نہیں ہوا، اور ادھر سے کوئی صورت ہمت میں ضعف یا برداشت میں کمی وکوتاہی کی ظاہر نہیں ہوئی تب وہ لوگ زچ ہوئے اور ایک بڑی کمیٹی میں جس کے ممبر تمام قومی سردار تھے اس بات کا قطعی فیصلہ کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے، اور آپس کے چندہ سے خون بہا کر کے ہمیشہ کے لیے اس جھگڑے سے بے خوف ومطمئن بن جاویں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کے صدقہ (حسن خلق سے) افضل کوئی صدقہ نہیں۔ (المغنی)

چنانچہ مشورہ طے ہوتے ہی اس تجویز کی عملی کاروائی فوراً شروع ہو گئی اور شب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا، کہ جس وقت بے خبر بنے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلیں آپ کو دفعۃً شہید کر دیا جائے۔

ہجرت مکہ مکرمہ کا حکم

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا نے جس کو آپ کے وجود اور زندگی کے مبارک ایام سے بہت کام لینا تھا آپ کو اس اہتمام کی اطلاع دی۔ اور حکم فرمایا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ کا راستہ لو۔ اور راتوں رات چل کر ثور پہاڑ کے غار میں بیٹھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیل کی اور اس وطن مالوف کو جس میں ترپن سال رہے سہے تھے یکدم خیر باد کہہ کر ارض یثرب کی طرف روانہ ہوئے یہ سماں بھی بڑا دردانگیز سماں ہے کہ خداوندی سفیر نے اپنی قوم اور اپنے وطن کی خیر خواہی و اصلاح میں تیرہ سال تک کتنی صعوبت اٹھائی، کس قدر استقلال کے ساتھ اس پاک کلمہ طیبہ کی اشاعت فرمائی جس کو بدعقیدہ ملک کے باشندے کسی طرح سن نہیں سکتے تھے، کتنے ضبط کے ساتھ ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کیا جن کا تحمل ایک ناز پروردہ شریف النسل اور قومی سربرآوردہ شہزادہ سے بہت دشوار تھا۔ یہاں تک کہ چلتے پھرتے بازاری، عوام الناس، اور نوعمر لڑکوں نے مذاق اڑا اڑا کر کنکر اور پتھر برسائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ ٹخنہ سے خون بہنے لگا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ میں کوئی تذبذب نہیں آیا اور نہ آپ نے اس کا جواب غصہ یا سختی کے لفظوں میں دیا، بلکہ دعا فرمائی:

''اے میرے بھیجنے والے خدا! انکو بصارت عطا فرما، ان کی آنکھیں روشن کر، اور دلوں کو ہدایت دے کہ سچی بات کے قدر دان بنیں اور تیرے بھیجے ہوئے سفیر کو راست گو سمجھ کر دینی اور دنیوی فائدوں سے متمتع ہوں''

ایسے عالی ظرف خیر خواہ اور قوی الہمت مصلح کا استقبال قوم نے کس عناد اور دشمنی کے ساتھ کیا کہ مدت مدید گزرنے پر بھی نہ اپنی عداوت سے باز آئے اور نہ ایذاء رسانی سے تھکے۔ جو بھی آپ پر ایمان لایا اس کو جہاں تک بھی قدرت پائی تکلیف پہنچائی۔

آخر اس مصلح نے یہ بھی دیکھ کر کہ میری کامیابی دوسرے ملک اور دوسری قوم میں بھی ان کو ناگوار گزرتی ہے، اور اسی لیے خون کے پیاسے بن کر آمادہ قتل ہو گئے ہیں، اپنا پیارا وطن چھوڑا مکہ کی سکونت ترک کی، اور رات کی اندھیری میں کہ کانوں کان کسی کو جانے کی آہٹ معلوم نہ ہو پیادہ شہر سے دور نکل گئے۔

اللہ اکبر! اس باعظمت سفیر کا تو کیا پوچھنا ان کے غلام اس قابل تھے کہ ان کے پاؤں دھو کر ان کا دھون پیا اور آنکھوں سے لگایا جاتا۔ قدم چومے جاتے، اور جوتیاں اٹھا کر سر پر رکھی جاتیں، چہ جائیکہ خود سفیر کے ساتھ خاندان و برادری کا یہ برتاؤ ہوا اور سفیر نے اف نہیں کی، باقتضائے حب وطن باہر نکل کر مکہ کی جانب منہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا تو فرمایا کہ

''اے مکہ! واقعی تو دنیا بھر کے شہروں میں مجھ کو محبوب تر ہے اور تیرے باشندے مجھ کو مجبور کر کے نہ نکالتے تو میں تجھ سے باہر کبھی نہ نکلتا۔''

اسکے علاوہ کوئی حسرت یا افسوس نہیں کیا، اور تین دن تک غار ثور میں مخفی رہ کر مدینہ میں جا پہنچے۔

اہل مدینہ کا استقبال

جس طرح اہل مکہ خداوندی سفیر کے ناقدردان بن کر سختی کے ساتھ برتاؤ کر رہے تھے، اسی طرح اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدردان بن کر بڑے شوق کے ساتھ اپنی آنکھوں کا فرش بنائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کا انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ اہل مکہ نے جب کہ صبح ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو تعاقب و گرفتاری میں پوری ہمت صرف کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ٹڈی دل یا بھڑوں کے چھتے کی طرح ادھر ادھر پھیل پڑے، اور اہل مدینہ نے جب آمد آمد کا شور سنا تو بچے اور بوڑھے تک شہر سے باہر نکلتے اور مشتاقانہ نگاہوں سے جہاں تک نظر پہنچتی راستہ کو تکا کرتے تھے کہ کب چاند نکلے اور کب خوشی کے نعرے بلند ہوں۔ آخر ماہ ربیع الاول کی شروع کی تاریخوں میں ان کی مراد بر آئی اور اب مدینۃ الرسول بجائے مکہ کے خداوندی سفیر کا قیام گاہ بن گیا۔

معرکہ بدر کا پس منظر

اہل مکہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتاؤ دو چار دن نہیں بلکہ اتنی مدت رہا جس میں بچہ پیدا ہو کر بالغ بن جاتا ہے، اس بات کو مقتضی تھا کہ پھر ان کی طرف رخ نہ کیا جاتا اور ان کی بہبودی سے آنکھیں بند کر لی جاتیں، مگر اس خداوندی سفیر میں استقلال اور شفقت و مہربانی کا مضمون کچھ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس حالت پر بھی وہ مایوس نہیں ہوا اور اپنی تکلیفوں کا جنکی انتہا قتل کے پختہ منصوبے ہوئے تھے کچھ خیال نہ فرمایا، بلکہ وطن چھوڑ کر دوسری طرح کا ثبوت دیا کہ مکہ کے اندر رہ کر تخم ریزی اسلام کی حاجت تھی، اور باہر رہ کر اس کے مزاحم دفع کرنے کی ضرورت ہے۔ پس آپ نے چاہا کہ وہ اشتعال جو عداوت و تعصب کی بناء پر ان کو پیدا ہوا اور مجھے دیکھ دیکھ کر ابلتا اور جوش کھاتا ہے۔ نظر سے اوجھل ہونے کی وجہ سے کسی طرح کمزور پڑ جائے تو انکو غور و تامل کا موقع مل جائے اور اپنے بہبودی نفع کی سوجھ ہو۔ چنانچہ مدینہ جا کر ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک بات سے عمدہ صدقہ کوئی نہیں ہے۔ (الکشف)

مکہ سے غافل نہیں ہوئے، اور ادھر تبعین کی تکمیل کا پہلو سنبھالا جس کو ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے اور ادھر دنیا کی دارالسلطنت یعنی مکہ سے بغاوت دور کرنے کے خیال قدیم میں بدستور منہمک رہے، کہ باوجود بعد مسافت کے سلسلہ آمدورفت اور چھیڑ چھاڑ ضرور چلی جائے تاکہ بات کہنے اور سننے کا موقع ملتا رہے۔

اہل مکہ نے جب اپنے وطن کو اس شورش سے خالی پایا جس کے روکنے میں ہر وقت لگے ہوئے تھے تو ان کو بھی خاموش ہو کر بیٹھ جانا چاہیے تھا مگر ان کا خاموش ہو کر بیٹھ جانا خداوندی سفیر کے اس مقصود میں جو اس کے دل کو لگی ہوئی تھی بڑا مانع تھا، کیونکہ جب کسی شخص سے بالکل یکسوئی ہو جاتی ہے تو نہ تبادل خیالات کا موقع ملتا ہے اور نہ مصلح کو اپنا رنگ جمانے کی کوئی تدبیر نصیب ہوتی ہے اسی لیے وہ سچا خیر خواہ جس کو اپنے ملک اور قوم کی بدحالی سے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ہر لحہ ایک بے چینی لگی ہوئی تھی۔ اگر قوم بے تعلق ہو کر بیٹھتی بھی تو وہ اس بے تعلقی کو پسند نہ کرتا اور حسن تدبیر سے کوئی صورت نکالتا کہ وہ دشمنی کے درجہ میں اپنا غبار دلی نکالنے کے لئے ہو۔ مگر میل جول اور صورت شناسی کا سلسلہ ضروری جاری رہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی تدبیر یہ ہوئی کہ ان مسلمانوں کو جو مظلوم بنا کر بے وطن کئے گئے تھے، دشمن اہل مکہ سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ تاکہ ادھر ان کی ہمتیں بلند ہوں اور انتقام لینے کی وجہ سے ایذاؤں کے صدمات کچھ کم ہو جاویں، اور ادھر چھیڑ چھاڑ کی حس قائم ہو کر سلسلہ ملاقات و آمدورفت جاری ہو، اور معرکہ آرائی سے مفسد سردار جو دوسروں کے لیے سدراہ بنے ہوئے ہیں۔ مادہ فاسدہ سے بھرے ہوئے عضو کی طرح کٹ کر جدا ہو جاویں اور باقی رعایا اور سفیر کو اپنی نصیحت اور قوت قدسیہ کے اثر ڈالنے کا موقع ملے، کہ انجام کار شہر مکہ جس کی اصلاح اس سفارت کا مقصود عظیم ہے بغاوت سے پاک اور نجاست سے صاف ہو جائے۔

اس اجازت لینے پر مسلمانوں کی مختصر جماعت اہل مکہ کے اس تجارتی کارواں سے تعرض کے لیے جو کہ بھرپور غلہ سے لدا ہوا ملک شام سے واپس آرہا تھا بدر کے قریب آئی، مگر قافلہ اس کی اطلاع پاکر راستہ کترا گیا اور اہل مکہ کو اس کی اطلاع پہنچا کر خود ساحل سمندر کے راستے کو ہولیا۔

اہل مکہ کو کب گوارا تھا کہ ان کا قافلہ لٹے اور وہ بھی ان کے ہاتھوں جن کو ضعیف و کمزور نئے مذہب کا بانی اور اپنا دشمن سمجھے ہوئے تھے۔ اس لیے ہر چند کہ کارواں کی دوسری اطلاع اپنے بخیریت مکہ پہنچ جانے کی موصول ہوگئی، مگر ان کے حاکمانہ تکبر نے اپنے عزم کو ملتوی کرنا پسند نہ کیا اور اس خیال سے کہ آئندہ کے لیے دوسروں کی ہمت کا راستہ کھلتا ہے، چاہا کہ مسلمانوں کی اس ہمت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ پورے ساز و سامان کے ساتھ وہ لوگ مکہ سے نکلے اور ہولناک جنگ کے لیے تیار ہو کر بڑھے چلے آئے۔

خداوندی سفیر کا تو عین منشا تھا کہ اپنے پیارے وطن کے باشندوں کا سلسلہ آمدورفت قائم ہو اور وہ متکبر سردار جنہوں نے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنا رکھا ہے۔ دنیا سے اٹھیں تو بقیہ لوگوں پر اثر ڈالا جائے۔ اس لیے مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ وہیں ٹھہر گیا غیبی اعانت کے کرشمے دیکھنے کیلئے آمادہ پیکار ہو کر بدر کے کنویں پر آ قابض ہوا۔

بدر میں مسلمانوں کی کامیابی

جنگ ہوئی اور بڑے زور کی ہوئی کہ بہادروں کے پتے پانی ہو گئے اور شیروں کے دل و جگر دہل دہل گئے۔ آخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اور گو ان کی تعداد اہل مکہ سے تہائی تھی اور سامان جنگ میں تو مقابلہ ہی کیا تھا مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کے سفیر کا بول بالا رہے اور مخالفوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان جس طرح حجت و دلیل میں کمزور نہیں ہیں اسی طرح ملکی رواج کے موافق جنگ کے میدان میں بدن اور ہمت کے اعتبار سے بھی ضعیف نہیں ہیں اسی لیے صنادید قریش اور مکہ کے بڑے بڑے سردار مقتول ہو کر زمین پر گر گئے اور جو بچے وہ سراسیمہ و پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

چند گھنٹے بعد جنگ کا تو خاتمہ ہو گیا کہ وہ میدان جو تیرہ سو بہادروں کی چہل پہل سے گویا آباد قصبہ بنا ہوا تھا خون کا فرش بچھائے ہوئے سنسان بیابان نظر آنے لگا...... مگر اہل مکہ کا اس تقریب سے خاندانی سفیر کے ساتھ ایک تعلق قائم ہو گیا کہ ہر سال میدان میں جنگ کے لیے نکلنے کا وعدہ ہو گیا اور اپنے اپنے رنگ جمانے کا ہر فریق کو موقع مل گیا۔

چنانچہ اسلام کی اس پہلی جنگ میں جس کا نام غزوہ بدر ہے خداوندی سفیر کو بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ ادھر اہل مکہ میں ستر قریش قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہو کر آئے جن کو جان کا معاوضہ مال لے کر رہا کر دیا گیا۔ اور ادھر عام باشندگان عرب کے دلوں پر ہیبت چھا گئی اور بہت لوگ کھلم کھلا مخالفت کرنے سے ڈر گئے۔

مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا رنگ

مدینہ میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و اصلاح کا رنگ بدلا اور چونکہ تھوڑی سی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت کچھ کرنا تھا اس لئے آپ نے ایک وقت میں کئی خدمتوں کی جانب اپنے نفس کو متوجہ و مشغول بنا دیا کہ نواح عرب کے جنگجو قبائل کو دبانے کے لیے صحابہ کی ماتحتی میں لشکر بھیجنے شروع کئے۔ اہل کتاب باشندگان مدینہ سے مصالحت کی اور وطن کی محافظت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے مدارات اور عزت سے پیش آنا صدقہ ہے۔ (ابن حبان)

شرکت کا عہد و پیمان لیا، اپنی سفارت انجام دینے کے لئے قصبات اور دیہات میں کلمہ طیبہ کی اشاعت فرمائی وعظ و نصیحت سے مدینہ اور اس کے گرد و نواح کی بغاوت کو مٹایا، دشمنوں کو اپنا بنایا اور اپنوں کے مراتب علمیہ کی تکمیل فرمائی اپنی ریاضت و مجاہدہ میں اضافہ فرمایا اور صرف تعلیم قولی کے غیر محدود مشغلہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فعلی تعلیم کو ضروری سمجھ کر عملی نمونہ ہر امر کا پیش کیا اور دین کی ترقی کے ساتھ سیاست ملکی و تمدن بھی سکھانا شروع فرمایا، بایں ہمہ اہل مکہ کی اصلاح کے خیال میں برابر لگے رہے، اور اپنے او پر ایمان لانے والوں کی جان و مال اور ایمان و آبرو کے محافظ بن کر عام کافروں کی عموماً او رخاندان قریش کی خصوصاً بہبودی کی فکر میں اپنا وقت صرف فرمایا۔

مدینہ میں تین دشمنوں کی مدافعت

مدینہ کی سکونت جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امن و اطمینان کا زمانہ کہا جاتا ہے حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی مشغولیت کا زمانہ تھا اس لئے کہ مکہ میں کھلم کھلا مخالفت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر دشمنی کے علی الاعلان حملے ہی حملے تھے اور یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاش معاد کی لامحصور تعلیم کی مہتم بالشان خدمت کے علاوہ جس کا تذکرہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ ایک چھوڑ تین تین دشمنوں کی مدافعت کرنی پڑی اور چونکہ ہر ایک کا رنگ دشمنی جدا اور طرز عداوت علیحدہ تھا، اسلئے اس کی حیثیت و وضع کے موافق اس کا مقابلہ کرنا ضروری تھا چنانچہ اول دشمن یہی بت پرست قریش اور نواح عرب میں ان کے ہم چال مختلف قبائل تھے جن سے علاوہ سریوں کے متعدد غزوات کی نوبت آئی اور جنگ کے لیے آپ کو اپنی اسلامی فوج کا سپہ سالار بن کر بار ہا مدینہ سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوا۔

دوم اہل کتاب یعنی بنی قینقاع بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود تھے جو تحصیل معاد کی مذہبی امامت چھن جانے کے حسد و عناد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بن گئے او جہاں تک مخالف ہوئے تھے کہ محض مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے بت پرستوں کی موافقت و معاونت کو گویا دین و ایمان سمجھ بیٹھے تھے۔

اور چونکہ مدینہ ہی میں آباد تھے اس لیے ضرر رسانی میں ایک حیثیت سے اہل مکہ پر بھی فوقیت لے گئے تھے کہ ادھر تو لوگوں کو اعتراضات سمجھائے، ان سے معجزات کی فرمائشیں کراتے اور نبوت کے امتحان و جانچ پر ان کو ابھارتے رہتے تھے اور ادھر اپنے ریاست و امامت کی طمع میں ظاہر ی صلح کو آڑ بنا کر کافروں کا ساتھ دیتے، مخالفت کی آگ بھڑکاتے اور مخبر بن کر یہاں کے چھوٹے بڑے واقعات سے ان کو مطلع کرتے رہتے تھے۔

ان دو قوموں کے علاوہ تیسرے دشمن منافقین تھے جن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ جو حب جاہ کی بدولت اپنے وطن اور قوم کا مقتدا بننے کا عرصہ سے خواہش مند تھا اور رنگ جمنے کے قریب ہی زمانہ میں خداوندی سفیر کی طرف عام و خاص کا رخ دیکھ کر اپنے مقصد میں ناکام ہو بیٹھا تھا اس حسد میں اول تو اس نے مخالفت و انکار کھلم کھلا کیا مگر ادھر ایک طرف سے سارے شہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھکا ہوا دیکھا، اور ادھر غزوہ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اور شان و شوکت ظاہر ہوئی اس لیے مع اپنی جماعت کے دبایا مصلحتاً مسلمان ہو گیا کہ اہل اسلام کی دست برد سے بچے اور اپنی جان و مال کو محفوظ رکھ سکے۔ چونکہ خداوندی سفیر نے دلوں کی جانچ پر بمصلحت توجہ نہیں فرمائی کہ مبادا مخلصین بھی خائف نہ ہو جائیں اسی لیے اس کے ظاہری اسلام کو قبول فرما کر مسلمانوں کا سا برتاؤ اس کے اور اسکی قوم کے ساتھ بھی کیا مگر درحقیقت یہ لوگ زیادہ خوفناک تھے کیونکہ مار آستین اور گھر کے بھیدی بنے ہوئے تھے۔ دن بھر مسلمانوں کے پاس رہتے چکنی چپڑی باتیں بناتے، اخلاص جتاتے اور اپنے آپ کو اہل اسلام کا سچا خیر خواہ بتایا کرتے تھے، اور شب کو اپنے شیاطین سے ملتے ادھر یہودیوں کی موافقت کا دم بھرتے اور ادھر بت پرستوں سے میل جول رکھتے اور دشمنان اسلام سے محبت بڑھا کر باہمی معاونت پر قسما عہدی کیا کرتے تھے۔ ان دو رخے بدذاتوں سے مسلمانوں کو بڑا دھوکہ ہوتا اور آئے دن نئے نئے قسم کی تکلیفیں پاتے رہتے تھے۔

اور ہر چند کہ وقت پر لٹکا سا جواب دینے کی وجہ سے انکا نفاق بار ہا کھل چلا تھا مگر خداوندی سفیر نے اس پر بھی چشم پوشی فرمائی اور اس خیال سے کہ لوگ یہ کہہ کر توسیع مذہب میں رخنہ اندازی کریں گے کہ ان کو اپنے ماننے والوں پر بھی اعتماد نہیں ہے اس کیساتھ برابر حسن سلوک فرماتے رہے۔ بیرونی مخالفوں میں سب سے زیادہ توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل مکہ پر تھی، اور اندرونی عداوتوں میں زیادہ توجہ حاملین کتاب سماوی یعنی قوم یہود پر چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت استقلال کے ساتھ مدتوں دونوں کی مدافعت فرماتے رہے، اور آخر حسن تدبیر کے ساتھ چند ہی سال میں کامیاب ہو گئے اور ادھر یہود بنی قینقاع کی طرف سے اول بدعہدی ظاہر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا اور پندرہ دن محصور رکھ کر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیا جو منافقانہ اسلام لایا تھا اور یہ لوگ اس کی برادری تھے۔

دوبارہ بنی نضیر نے عہد کا نقض کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر سے پتھر گرا کر قتل کرنا چاہا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لشکر کشی کی اور جب وہ بھی تنگ ہو کر مدینہ چھوڑ جانے پر راضی ہوئے تو اس صورت میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ بیابان میں چلنا صدقہ ہے۔ (الکنز)

کہ ہتھیار چھوڑ جائیں اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جاسکیں لے جائیں، ان کو شہر بدر کر دیا ان کے بعد بنی قریظہ نے معاہدہ صلح کی مخالفت کی اور مدینہ پر حملہ کرنیوالے بت پرستوں کی خفیہ مدد کرتے کرتے معاہدہ صلح و محافظت ملکی سے بھی صاف لفظوں میں انکار کر دیا کہ:

''کیسا معاہدہ اور کیسے مسلمان، ہم نہ کسی کے ماتحت ہیں نہ غلام، جس سے جو کچھ ہو سکے ہمارا کر لے، اور دلوں کا حوصلہ نکال دیکھے۔'' اس وقت ان پر فوج کشی ہوئی اور آخر گرفتار ہو کر مرد مقتول ہوئے اور عورتیں اور بچے غلام و باندی بن کر فروخت کر دیئے گئے۔

غزوہ خندق کا پس منظر

اندرونی مخالفت سے اس طرح امن پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری توجہ بت پرستوں کی طرف قائم ہو گئی اور یکے بعد دیگرے غزوات پر غزوات اور مدافعت پر مدافعت ہونے لگی یہاں تک کہ مدنی سکونت کے چوتھے سال اہل مکہ نے اس خیال سے کہ مسلمانوں کا بیج ہی اکھاڑ پھینکا جائے عام اعلان پر چار طرف کے مختلف قبائل کو جمع کر کے مذہبی تعصب کی آگ سے بھڑکایا اور اشتعال دے کر یکجائی قوت سے مدینہ پر حملہ کرنے کیلئے آمادہ کیا چنانچہ دس ہزار کی جماعت پرا باندھ کر مدینہ پر چڑھ آئی اور یکبار یورش کر کے لڑائیوں کا خاتمہ کرنے کا پورا تہیہ کر لیا۔ یہ وقت مسلمانوں کے لیے بہت نازک تھا کیونکہ ادھر دشمن بت پرستوں کی بڑے سامان کے ساتھ یورش تھی۔ ادھر جلا وطن ہونے والے یہودیوں کو بھی انکا مددگار و معاون بنا دیا تھا۔ ادھر منافقوں نے حیلے بہانے کر کے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اس توقع پر کہ اب حکومت کا رنگ بدلا چاہتا ہے اپنے گھروں میں آکر بیٹھ رہے تھے۔ مگر خداوندی سفیر اور ان کی پاکباز جماعت نے ہمت نہ ہاری۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ حملہ آور قوم کی مدافعت کے لئے تیار ہو گئے۔ نہ یہود کی مخالفت کا خوف کیا۔ نہ منافقوں کی حیلہ سازی سے ڈرے۔ نہ آمادہ و پیکار و مسلح دشمنوں کی تعداد سے ہراساں ہوئے بلکہ آمد آمد کا شور سنتے ہی شہر کی محافظت کے لئے ایک گہری خندق کھودنے لگ گئے۔ اور جلدی جلدی اس جانب جدھر عمارتوں کی پناہ نہ تھی چوڑی اور گہری خندق کھود کے اس کے اس طرف اس طرح صف بندی کر لی دشمن فوج کی یلغار ہوئی تو خندق کو دیکھ کر ٹھٹکی۔ اور چونکہ کبھی یہ چیز دیکھی نہ تھی اس لئے متحیر و مبہوت ہو کر پرے ہی رک گئے۔ چنانچہ دور ہی دور سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برستا رہا۔ اور جب کثرت قیام سے اہل مکہ اکتا گئے۔ تو ٹھہرنا ان کو مشکل پڑ گیا۔ ادھر یہود کی اعانت سے مایوس ہو گئے۔ اور ادھر دفعۃً آندھیاں چلنے سے گھبرا اٹھے۔ اس لئے کوچ کا نقارہ بجا دیا اور بے نیل و مرام پریشان حال ہو کر سب مکہ کو واپس ہو گئے۔

اس کے بعد اہل مکہ کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔ اور آخر کچھ مدت بعد جب کہ وقت آیا تو خداوندی سفیر نے مکہ کی بغاوت کو رفع کرنے کی سعی میں خود ہی مکہ کا سفر کیا۔

صلح حدیبیہ اور اس کی حکمت

مگر آپ کا اس سفر کے لئے مدینہ سے باہر آنا جنگ کے لئے نہ تھا بلکہ بیت اللہ کے طواف کرنے کے شوق میں تھا۔ چنانچہ قربانی کے اونٹ اور حق تعالیٰ کی نذر کے جانور ساتھ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مخلوق پر یہ قصد ظاہر کر دیا تھا مگر اہل مکہ جو لڑائی کی گود میں پرورش پائے ہوئے تھے۔ یہی سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور جنگ کریں گے۔ اس لئے فوراً ہتھیار باندھ کر آمادہ کارزار ہو گئے۔ اور اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر دوسرے راستے سے ہوتے ہوئے حدیبیہ میں آپہنچے۔ اور مکہ والوں سے کہلا بھیجا کہ میرا خیال صرف عمرہ کرنے کا ہے کہ اس کو پورا کروں اور واپس جاؤں مگر اہل مکہ نے اس کو بھی گوارا نہ کیا اور اسی حکومت کے غرہ میں جس نے اب تک ان کو پریشان کیا تھا۔ یوں جواب دیا کہ

''اپنے دشمن کو اپنے گھر میں آتا ہوا کسی طرح نہیں دیکھ سکتے۔''

آخر قریب تھا کہ خون خوار جنگ کی نوبت آوے مگر بیت اللہ کی عظمت و جلالت نے مسلمانوں کا دامن پکڑ لیا کہ آگے نہ بڑھیں۔ اور کیسے ہی دب کر کیوں نہ ہو مگر صلح کر لیں۔ ادھر بیت اللہ کی عظمت و پاس کا لحاظ اور ادھر اس کا خیال کہ تھوڑی سی عمر میں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ جسکی طرف اب تک اہل مکہ کی مزاحمت کے سبب توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

اس لئے باوجود یکہ اہل مکہ کی طرف سے صلح کی شرائط میں بہت کچھ سختی اور بیجا رد و کد ظاہر ہوئی مگر سفیر خداوندی نے سب کو منظور کر لیا۔ کہ امسال بغیر عمرہ کے واپس ہوں۔ اور سال آئندہ اس کی قضا کریں۔ مگر بایں کہ تین دن سے زیادہ کا قیام نہ ہو۔ اور کوئی مسلمان بجز تلوار کے دوسرا ہتھیار ساتھ نہ لائے اور تلوار بھی نیام سے باہر نہ نکلے۔ دس سال تک باہم جنگ نہ ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف دار و ہم عہد قوم سے لڑے ان ایام صلح میں جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے وہ مطالبہ کے وقت ان کو بلا تامل واپس دیدیا جاوے لیکن کوئی مسلمان مرتد ہو کر مکہ چلا آوے تو اس کی واپسی کا حق مسلمانوں کو حاصل نہیں۔

ہر چند کہ ان شرائط میں ہر طرح سے مسلمانوں ہی کو دبایا گیا تھا۔ اور کوئی شخص چاہے کیسا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اپنے دشمن سے دبنا عار سمجھتا ہے اور ہمعصروں میں کمزور یا بزدل کے خطاب سے یاد کیا جانا پسند نہیں کرتا۔ مگر یہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے اس کے لیے ہر روز صدقہ ہوگا (یعنی ہر روز صدقہ کرنے کا ثواب ہوگا)'' (بیہقی)

خداوندی سفیر کی عالی حوصلگی و دور بینی تھی۔ کہ باوجود ہزاراں ہزار جانباز بہادران اسلام کے بااقتدار حاکم اور جم غفیر جاں نثار معتقدین کے امام و پیشواء ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی عظمت کو برقرار رکھا۔ اور عرب کے علاوہ دوسرے ممالک میں اپنے پرزور دعوے کے پھیلانے کی غرض سے امن واطمینان کا وقت نکالنا دنیا کی ناموس اور ظاہری بڑھاؤ اور چڑھاؤ سے بہتر سمجھا کہ تمام شرائط کو منظور فرمالیا اور نواح حرم میں اہل وطن اور بھائی بھتیجوں کے خون کی ندیاں اور نالے بہائے بغیر حدیبیہ ہی میں قربانی کے جانور ذبح کردیئے اور احرام کھول کر مدینہ مراجعت فرمائی۔

سلاطین دنیا کے نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

خداوندی سفیر کو صرف عرب وحجاز ہی کی نہیں بلکہ دنیا بھر کی چونکہ اصلاح منظور تھی۔ اور اب تک اہل مکہ نے آئے دن کے نزاع وجدال اور شب وروز کے جنگ وقتال سے اتنی مہلت ہی نہ لینے دی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے ممالک کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ اس لئے اس معاہدے کی تکمیل ہوتے ہی جب کہ دس سال تک جنگ کے موقوف رہنے کا اطمینان ہوگیا۔ تو اطراف دنیا میں صلاح وفلاح کی بارش برسانے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ اور ممالک مختلفہ کے سلاطین وفرماں رواؤں کے پاس اس مضمون کے خطوط روانہ کئے۔ کہ:

''جو طریقہ ومذہب میں لے کر آیا ہوں۔ چونکہ اس میں ہر قسم کی فلاح وبہبودی مشتمل ہے اس لئے میرا اتباع اور میری لائی ہوئی شریعت وقانون پر عمل کرو۔ ورنہ تمہارے ساتھ تمہاری رعایا بھی تباہ ہوگی۔ اور ان کی گمراہی کا وبال بھی تم پر پڑے گا۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کردہ تحریرات لے کر ادھر ادھر بادشاہان مختلفہ کے پاس پہنچے اور ان کے باسطوت و جلال شاہی درباروں میں جہاں ہر شخص کا پہنچ کر بات کرنا بھی دشوار تھا۔ نہایت دلیری اور بہادرانہ لہجہ میں گفتگو کرکے اور والا نامہ پہنچا کر اس سفارت کو انجام دیا۔

ہرقل شاہ روم کے پاس حضرت دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ پہنچے۔

اور کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نجاشی شاہ حبش کے نام کی سفارت حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے انجام دی اور مقوقس شاہ مصر کے نام کی سفارت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے منذر بن ساوی رضی اللہ عنہ شاہ بحرین کے نام کا خط حضرت علاء بن الحضر ی رضی اللہ عنہ نے پہنچایا۔ اور عمان کے دونوں بادشاہوں جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی کے نام کا خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حاکم یمامہ ہودہ بن علی کو حضرت سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ نے والا نامہ حوالہ کیا اور حاکم دمشق حارث بن ابی شمر کو حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے۔

غرض جہاں تہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرزور دعوے کا تذکرہ ہونے لگا۔ اور کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تحریر کو دیکھ کر اور حالات زندگی کو سن کر معلوم کرلی اور کسی نے اپنی حکومت وسلطنت کے غرہ میں اس پیام رسانی کو بھی اپنی ہتک سمجھا اور آمادہ جنگ وجدال ہوگیا.........

غزوہ تبوک کے لئے روانگی

خداوندی سفیر جس کی اعانت وامداد کا ذمہ اس کے بھیجنے والے خدا نے لے لیا تھا۔ لڑائی کے ہولناک منظر سے کب ڈرنے والا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ ہرقل اپنے لشکر جرار سے مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باکمال ہمت اس خیال سے کہ خود ہی اس پر لشکر کشی کرنی چاہیے عین اس وقت جب کہ گرمی کی تمازت کے سبب لوگ گھبرائے جاتے تھے۔ اور کھجوروں کی فصل جس پر گزران کا مدار تھا۔ جدا پکی کھڑی تھی۔ اور اس کے کاٹنے کے لئے آج کل کا انتظار ہو رہا تھا۔ طویل سفر کا حکم فرمادیا اور تیس ہزار اسلامی فوج لے کر قصبہ تبوک میں آقیام کیا۔ جو مدینہ سے کئی سو میل کے فاصلے پر روم کے راستہ میں واقع تھا۔ مگر شاہ روم میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ خداوندی سفیر کا مقابلہ تلوار سے کرتا۔ یہ محض دھمکی تھی یا افواہ اس لئے مارے ڈر کے کسی رومی یا فارسی نے بھی ادھر کا رُخ نہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی وقت کو غنیمت سمجھ کر ایام قیام میں اپنے پیک وقاصد اطراف ونواح کے قبائل کی طرف روانہ فرما کر ان میں اپنے دعوے کو مشہور کیا۔ اور آخر جب نواح کی بستیوں کے باشندے مطیع وفرمانبردار ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آگئے۔

صلح حدیبیہ کا حیرت انگیز نتیجہ

آفاق عالم میں اپنا اثر پہنچانے کے ساتھ ایک بڑا کام جس کو سفارت کا گویا جزو اعظم کہنا چاہیے اور بھی تھا۔ اور اس کو بھی پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کے لئے یہ مختصر سے امن واطمینان کا وقت نعمت غیر مترقبہ معلوم ہوتا تھا وہ یہ کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کو سن کر مطیع ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوکر مسلمان بن چکے تھے ان کو علماً اور عملاً کامل بنانا ضروری تھا تاکہ بغاوت چھوڑ کر فرمانبردار ہوئے پیچھے طریق وفا سیکھیں اور اپنی موجودہ اور آئندہ زندگی کی اصلاح کا مکمل قانون پڑھ کر یاد کرلیں تاکہ بوقت ضرورت دوسروں تک پہنچا سکیں اور اس سلسلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تنگدست کو مہلت دی اس کے لئے وہ ہر روز کا صدقہ ہے۔ (الصحیحہ)

فلاح کو بقاء و پائیداری حاصل ہو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں اس کی طرف بھی پوری توجہ فرمائی۔ اور اس درجہ تک اس کی تکمیل کر دی جس کا اثر آج تیرہ سو برس کے بعد بھی جگہ جگہ نظر آ رہا ہے اور اس کی تفصیل باب آئندہ میں ملاحظہ سے گذرے گی۔

اہل مکہ کے ساتھ مصالحت کا ایک بہترین نتیجہ جو خداوندی سفیر کی گویا ایک دلی مراد تھی یہ بھی نکلا کہ مکہ کے باشندے جو باہمی عداوتوں اور قتل و قتال کے خوف سے مدینہ میں نہ آ سکتے تھے اور مدنی مسلمان مکہ والوں سے نہ مل سکتے تھے مامون اور بے خوف ہو کر باہم ملنے جلنے لگے۔ اور اسی ملاقات سے ان کے کانوں میں نہایت آسانی کے ساتھ وہ باتیں پڑنے لگیں۔ جن سے وہ کسی دن متوحش ہو کر بھاگتے اور تلواریں نیام سے باہر نکال لیا کرتے تھے۔

اس پر طرہ مسلمانوں کا تمدن اور انداز معاشرت بن گیا جس کو دیکھ کر دشمنوں کو رشک ہوتا تھا اور اس طرح وہ عملی صورت میں خداوندی سفیر کی سفارت ماننے والوں کی سی راحت و مسرت بخش زندگی حاصل کرنے پر ریجھنے لگے۔

چنانچہ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر ظاہر ہونے لگا اور مدت دراز کے بعد اس سبیل سے بہت کچھ لوگ اپنی بغاوت سے توبہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

یہ سب کچھ تھا مگر مکہ جو اب تک دار الکفر بنا ہوا تھا اپنے اندر بہتیرے باغیوں کو لئے ہوئے تھا جن کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہمیشہ روتا اور دکھتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ شہر جس کو زمین کی ناف ہونے کا سبب دنیا کے گویا دار السلطنت ہونے کا خطاب حاصل ہے کسی طرح دار الامن اور دار الاسلام بن جائے! اور وہ کعبہ جس کو ان باغیوں نے تین سو ساٹھ بتوں کا مندر بنا رکھا ہے بیت اللہ ہونے کی عظمت کے لحاظ سے شرک کی گندگی سے پاک اور غیر اللہ کی مورتوں سے خالی اور صاف بن جائے۔ ادھر چونکہ باشندگان مکہ نے جو لوگ سر بر آوردہ تھے ان کی فی الجملہ حکومت اپنے ملکی رعایا پر قائم تھی اس لیے بہتیرے کمزور لوگ تو ان کی ایذاؤں کے خوف سے ان کی مخالفت اور اسلام کی موافقت کا لفظ زبان سے بھی نہ نکال سکتے تھے۔ اور جو لوگ مکہ چھوڑتے اور جلا وطنی کی صعوبت کو برداشت کرنے کی قدرت بھی رکھتے تھے وہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے اپنے وطن واپس کر دیئے جانے سے اتنے خائف تھے کہ ہجرت کی جرات اب ان کو دشوار پڑ گئی تھی کیونکہ وہ آنکھوں سے دیکھتے تھے کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگتا ہے اس کے پیچھے پیچھے مکہ کا قاصد جاتا اور بیچارے نو مسلم کو پابہ زنجیر کر کے مصائب و آلام کا تختہ مشق بنانے کے لیے پھر مکہ میں لے آتا ہے۔

ان وجوہات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اثر جو اہل مکہ کی آمد و شد سے ان پر پیدا ہوتا ہے اچھی طرح ظاہر نہ ہو سکتا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بدعہدی کر سکتے تھے۔ اور نہ خلاف معاہدہ کسی نو مسلم کو اپنے شہر میں پناہ دے سکتے تھے۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیگانوں کو یگانہ اور باغیوں کو مطیع بنانے میں اسی سرگرمی سے مشغول تھے۔ اور منتظر تھے کہ غیب سے اس بند دروازے کے کھلنے کا کیا سامان ہو۔ جس کا کھلنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

معاہدہ صلح حدیبیہ کی شرط کفار نے واپس لے لی

چند ہی روز گزرے تھے کہ یہ مرحلہ بھی طے ہو گیا اور چند نو مسلموں نے یہ دیکھ کر کہ نہ مکہ میں امن ہے نہ مدینہ میں دونوں جگہ کی سکونت چھوڑ کر راستہ میں قیام اختیار کر لیا اور اب اہل مکہ میں جو بھی بغاوت سے بیزار ہو کر اسلامی تعلیم کا شیدا بنا وہ مکہ سے چلا اور مسلمان ہو کر یہیں رہ پڑا جہاں اس کے ہم خیال لوگ مقیم تھے اس طرح تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں کا ایک گروہ ہو گیا جنہوں نے اپنی گزران اہل مکہ کے ان قافلوں کے لوٹنے پر کر لی۔ جو ملک شام کی طرف سے غلہ وغیرہ سے لدے پھدے اس راستہ آتے اور اس مسلح اور خود مختار جماعت کی دست برد سے لٹے پٹے مکہ میں پہنچا کرتے تھے ہر چند اہل مکہ نے چاہا کہ ان کی دست برد سے بچیں مگر نہ خانہ بدوشوں سے لڑنا ان کی طاقت میں تھا اور نہ کوئی اور دوسرا راستہ تھا کہ اس کو چھوڑ کر مال کی آمد برآمد کے لیے اس کو اختیار کر لیں آخر جب بھوکے مرنے لگتے تو خود ہی اپنی مشیخت پر نادم ہوئے۔ اور پھر اسی خداوندی سفیر کے دامن قرب سے فریاد کرنی پڑی جس کو دبانے کے لیے یہ شرط کی تھی چنانچہ سرداران مکہ کے قاصد آئے اور دہائی دی کہ

"اے ہمارے بھتیجے اور اے سراپا کرم شخص! جس کو اپنے اہل وطن اور کنبہ و برادری کی فاقہ کشی گوارا نہیں ہے رحم کرو۔ ہم اپنی شرط کو واپس لیتے ہیں تم اپنے معتقدین کو اپنے پاس بلالو اپنے زیر اثر اور زیر انتظام رکھو۔ ہمیں نہ ان کی واپسی کا حق ہے اور نہ ہم ان کو لینا چاہتے ہیں۔

یہ سنکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کے سمندر میں تلاطم پیدا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو مسلم جماعت کے سردار ابو بصیر کے نام فوراً حکم بھیج دیا کہ جلد سے جلد اپنی جگہ چھوڑ دو اور مدینہ پہنچو مگر افسوس کہ جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ والا نامہ پہنچا اس وقت ابو بصیر حالت نزع میں مبتلا تھے چنانچہ اسی عالم میں جب کہ ان کے کان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کی بھنک پڑی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور اشارہ سے خط مانگا۔ ادھر سکرات موت کی جلدی تھی کہ وقت قریب آ گیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے جسم کے کسی حصہ سے صدقہ کیا اس کو اتنا دیا جائے گا (الجامع)

ادھر ابو بصیر چاہتے تھے کہ کسی طرح پیارے پیشوا کی تحریر ختم کر لوں چنانچہ لمبی لمبی سانسوں کی آمد کے وقت انہوں نے خط پڑھا۔ آنکھیں جو اہل مکہ کی بدولت اپنے آقا کی صورت سے نادیدہ بنی ہوئی تھیں۔ آنسوؤں سے بھر گئیں۔ خط کو بصد حسرت چھاتی پر رکھا اور اپنی جماعت کو اشارہ سے تعمیل تحریر بالا کا حکم فرما کر انہوں نے اپنی جان ملک الموت کے حوالہ کر دی۔

ابو بصیر تو وہیں دفن ہوئے مگر ابو جندل حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نو مسلموں کے سارے گروہ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے اب چونکہ دروازہ کھل گیا کہ نو مسلم کو مدینہ میں پناہ مل سکتی ہے اس لئے بغاوت کا اثر مکہ میں مضمحل ہو چلا۔ اور جس نے بھی آپ کی سفارت واطاعت کی حلاوت پائی وہ مکہ سے بھاگ بھاگ کر مدینہ میں آبسا۔ یہ بھی ہو لیا مگر خداوندی سفیر کا مطمع نظر تو خود مکہ کی اصلاح تھی۔ کہ بالفعل وہاں نہ کفر بغاوت کا نام باقی رہے اور نہ آئندہ اس کا خرحشہ وخدشہ قائم رہے اس لئے اب بھی آپ کی آرزو یہی چلی جاتی تھی کہ کاش مکہ کے باشندوں کا بال بھی بیکا نہ ہو اور ان میں بغاوت کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے۔

اہل مکہ کی بدعہدی

باشندگان مکہ اور خصوصاً قریش چونکہ فطری طور پر متکبر مغرور اور اپنی بڑائی اور عظمت پر ناز کرنے والے پیدا ہوئے تھے اس لئے ان پر جبراً تسلط حاصل کئے بغیر ان کو زیر اور محکوم بنانا دشوار تھا۔ اور معاہدہ کی رو سے دس سال تک آپ کو ان پر حملہ کرنے کا اختیار نہ رہا تھا اسی لیے آپ اس دشواری میں بھی نظر بخدا متوکل بنے بیٹھے تھے کہ دیکھئے دس سال تک زندہ رہتا ہوں یا نہیں؟ اور اس درمیان میں کوئی سبیل پیدا ہوگی تو خدا جانے کیا ہوگی جس میں بدعہد بھی نہ بنوں اور اہل مکہ کا کام بھی سنور جائے چنانچہ اسکا بھی غیب سے سامان پیدا ہوا اور حدیبیہ سے تیسرے ہی سال ۸ ہجری میں خود اہل مکہ کی طرف سے وہ بدعہدی وقوع میں آئی جس کے سبب صلح نامہ ٹوٹ گیا۔ اور لڑائی جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہوگئی۔

اس لئے کہ قبیلہ خزاعہ پر جو کہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کا ہم عہد بن کر مسلمانوں ہی کی طرح امن وامان کا مستحق بن گیا تھا بنو بکر نے شب خون مارا قریش نے ہتھیاروں اور جانوں سے بنو بکر کی اس خیال پر مدد کی کہ رات کے وقت دیکھتا کون ہے۔ خزاعہ نے مظلوم مقتول ہو کر دہائی دی اور مدینہ میں آکر سارے واقعات سنانے کے بعد فریاد کی کہ ہماری اعانت میں اہل مکہ سے انتقام لیا جائے۔

فتح مکہ

اہل مکہ کی یہ بدعہدی سن کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کا بارہ ہزار لشکر لے کر خداوندی سفیر نے آخر شہر مکہ پر حملہ کر دیا۔ ہر چند کہ اہل مکہ نے اپنی خیانت پر مطلع ہو کر چاہا کہ کسی طرح بات دب جائے اور صلح کی تجدید ہو جائے مگر بغاوت عامہ کی جڑ بنیاد کے کٹنے کا وقت آ گیا تھا اس لئے آپ نے مکہ ومدینہ کے مابین مراسلت مسدود اور خبر پہنچنے کے جملہ وسائل بند کر کے رمضان المبارک ۸ھ کی ۱۷ تاریخ کو آخری حملہ سے قصد کے مدینہ چھوڑ دیا اور جلد جلد قطع منازل فرماتے ہوئے مر الظہران میں خیمے نصب کرائے رات کے وقت جب اسلامی لشکر نے آگ سلگائی تو مکہ کے چند جاسوس جو محض احتیاط اور اسلامی جنگ کے اندیشے سے خبر خبر لینے کو نواح شہر کا گشت لگایا کرتے تھے۔ یہاں پہنچے اور مطلع ہو گئے کہ آخری فیصلہ کا وقت آ گیا اور دنیا نظروں میں تنگ وتاریک نظر آنے لگی۔

یہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ جن کا جتھہ اب کمزور ہو چکا تھا اور ان کی جماعت کے بہت کچھ لوگ ان میں سے نکل چکے تھے، تلوار کے ہاتھ میں لینے کی قابلیت کھو بیٹھے تھے، تاہم ان کی غیرت اور ضدی طبیعتوں کی ہٹ ان کو ابھارتی تھی کہ شرافت کا قومی لحاظ رکھنا جان سے زیادہ پیارا اور یوں دب کر حلقہ غلامی کان میں ڈالنے سے میدان جنگ میں مر جانا زیادہ بہتر ہے۔ اسلئے باوجودیکہ آپ نے اپنے دشمنوں کو جاں بخشی کا موقع دینے کے لیے عام اعلان فرما دیا تھا کہ

"جو حرم محترم میں داخل ہو جائیگا یا ابوسفیان کے گھر میں گھس جائے گا یا اپنے دروازے کے کواڑ بند کر کے بیٹھ جائے گا۔ اسکو امان حاصل ہوگی۔"

مگر اس پر بھی باغیوں کے سردار ابو جہل اور امیہ کے بیٹے عکرمہ اور صفوان نے اوباشوں کو ابھارا اور فیصلہ کن جنگ کے لئے مکہ کے باب السفلے کی جانب لا جمع کیا جدھر سے خالد بن ولید کا مع اپنی اسلامی فوج کے داخلہ قرار پایا تھا۔ چنانچہ اس جانب جنگ شروع ہوئی اور چند نفر کام بھی آئے۔ مگر خداوندی سفیر کا یہ داخلہ ایسا نہ تھا جس کو کوئی روک سکتا تھا، اس لئے آخر کار دشمن سب بھاگ گئے اور اسلامی لشکر نے ہر طرف سے داخل ہو کر کوہ صفا پر اپنے پیشوا سے ملاقات کی۔

یہ وہ مبارک وقت تھا کہ مسلمانوں نے ہالہ بن کر خداوند سفیر کو قمر کی طرح اپنے جھرمٹ میں لے رکھا تھا۔ ادھر مسلمانوں کا چہرہ فتح مبین کی خوشی و مسرت سے چمک رہا تھا، اور ادھر فلک اسلام کا ماہتاب یعنی سرور دوعالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک شب چہاردہم کی طرح دمک رہا تھا۔

آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر باب السلام کے راستہ مسجد الحرام میں قدم رکھا اور سب سے پہلے بیت اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ سے منگوائی اور دروازہ کھول کر کعبہ کے اندر تشریف لے گئے انبیاء علیہم السلام کی مورتیں جو معبود اور مسجود بنا کر وہاں رکھی گئی تھیں نکلوائیں اور دو نفل ادا فرما کر

باہر تشریف لائے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاٹھی سے جو دست مبارک میں تھی، بتوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جس بت کے منہ کی طرف اشارہ ہوا وہ چت، اور جس کی پشت کی طرف اشارہ کیا وہ اوندھے منہ گر گیا، یہاں تک کہ کل وہ مورتیں جن کے پاؤں سیسہ سے جمائے گئے تھے زمین پر آپڑیں، اور وہ تصویریں جو دیوار کعبہ پر کھینچی ہوئی تھیں چاہ زمزم سے پانی منگوا کر دھلوادی گئیں۔"

بت پرست اپنے جھوٹے معبودوں اور ہاتھوں کے بنائے ہوئے مصنوعی خداؤں کو ٹوٹتا اور گرتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، آج ان پر یہ بات صاف ہوگئی کہ ان کی مورتیں بالکل بیکار ہیں، اور اب ان کو قرآن مجید کی وہ آیت جس پر ایک زمانہ میں وہ ہنستے تھے سچ معلوم ہونے لگی تھی کہ:

"حق آیا اور باطل غائب ہوا حقیقت میں باطل ایک دن ضرور مٹنے والا ہے"

اہل مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک

رسومات مشرکانہ کے ملیامیٹ اور کل مورتوں کے برباد کرنے کے بعد خداوندی سفیر نے اہل مکہ کی طرف منہ کیا جو بے کس مجرم بنے ہوئے حرم میں بھرے بیٹھے تھے، پچھلی بداعمالیاں ان کو یاد تھیں اور اسکے انتقام کی بھیانک تصویر اب ان کی نظروں کے سامنے تھی۔ گردنیں ان کی جھکی ہوئی تھیں۔ اور گزشتہ جرائم کی پاداش کے خوف سے ان کے دل کانپ رہے تھے۔ کہ خداوندی سفیر نے ان کو مخاطب بنا کر چونکایا، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا: "اے اہل مکہ! اب بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ موت کے منتظر مجرم کے لیے اتنی شفقت کا لہجہ بھی ڈوبتے ہوئے کے لئے تنکے کا کام دیتا ہے، اس لئے چار طرف سے آواز بلند ہوئی کہ: "اے ہمارے بھائی اور ہمارے بھتیجے رحم وشفقت رحم وشفقت۔"

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہوگئے اور ارشاد فرمایا کہ:

"میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا، تمکو ذلیل ہوتا دیکھ نہ سکوں گا اور تمہاری بدحالی کا نظارہ برداشت نہ کرسکوں گا۔ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم پر کچھ الزام نہیں، ملامت نہیں خداوند تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ کیونکہ وہ رحمٰن ورحیم ہے۔"

ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل مکہ نے خداوندی سفیر کو ہر طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں اور رنج وتکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا کر نہ رکھا تھا۔

اور اب ایک وہ زمانہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر اپنی رحمت وشفقت ظاہر کرنے کے لیے تشریف لائے اور فاتح بن کر جفا شعار مفتوح دشمنوں پر کرم کی پکھالیں انڈیل دیں! ایک وہ دن تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گھر اندھیری رات کی تاریکی میں تنہا چھوڑنا پڑا اور ایک یہ دن آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار مسلمانوں کے سپہ سالار بن کر مکہ فتح کرنے کے لئے دن کے وقت تشریف لائے۔

ایک وہ وقت تھا کہ مکہ کا بچہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا دشمن بنا ہوا تھا اور باندیوں اور غلاموں تک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باتیں سنائیں اور ایک یہ وقت ہے کہ قریشی سردار جانوں کے خوف سے مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اعلان کردیا تھا کہ کوئی مسلمان تلوار نیام سے باہر نہ نکالے اور کسی مسافر یا مقیم ملکی باشندہ پر زبان سے بھی حملہ نہ کرے اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے اسی قصواء اونٹنی پر سوار تھے جس پر بوقت ہجرت غار ثور سے سوار ہوئے تھے۔

اس کے بعد ایسا عجیب نظارہ ظاہر ہوا کہ اس جیسا تاریخ میں نہ لکھا گیا ہوگا کہ جماعت پر جماعت چلی آتی تھی اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتی تھی، خداوندی سفیر جس طرح کسی زمانہ میں دس سال ہوئے اہل مدینہ سے بیعت لے چکے تھے اسی طرح اہل مکہ سے اقرار لے رہے تھے کہ:

"ہم عبادت میں خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے، چوری اور زنا نہ کریں گے لڑکیوں کو ماریں گے نہیں، نہ جھوٹ بولیں گے، نہ کسی پر جھوٹی تہمت دھریں گے، اور نہ کسی امر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کریں گے۔"

اس طرح پر وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جس میں کھلے الفاظ کے اندر حق تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہیں کھلی اور کامل فتح عنایت کی۔"

آٹھ ہی برس گذرے تھے کہ طائف کے بچوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے۔ مسجد الحرام میں وعظ کہنے سے قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا تھا۔ ہر وقت کی عداوت اور قتل وقید کی دھمکیوں نے مکہ کی غلام اور باندیوں تک کو شیر بنا رکھا تھا۔ کہ جو کوئی جو کچھ چاہتا کہہ گزرتا۔ آخر دار الندوہ کے ظالمانہ منصوبہ کی پختگی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا وطن چھوڑنا پڑا۔ اور صرف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر مکہ کی گلیوں اور کوچوں کو خیر باد کہنا پڑا تھا۔ وہ بے کسی و بے بسی کی تصویر خداوندی سفیر کی نظر کے سامنے ہو گی۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اللہ کا گھر بتوں کی پلیدی سے پاک ہوگیا اور مکہ کے دار السلام بن جانے کی وجہ سے کوہ ابوقبیس و قعیقعان میں کلمہ توحید کی آوازیں گونجنے لگیں۔ تو ساری تکلیف و پریشانی راحت ومسرت کے ساتھ بدل گئی۔ اور گذرا ہوا زمانہ نسیاً منسیاً بن گیا۔

فتح مکہ کی برکات

مکہ کی فتح اس لئے بھی مہتم بالشان تھی کہ حجاز کے ریگستانی خطہ کی تمام

آبادی نے خداوندی سفیر کی حقانیت کا مدار اسی کو قرار دے رکھا تھا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے۔ کہ جو بھی ظالم شخص مکہ پر حملہ کرتا ہے وہ نامراد رہتا ہے اور تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ پس مکہ کا فتح ہونا گویا اہل حجاز کے لئے ایمان و اسلام کے دروازے کھل جانا تھا کہ چار طرف سے جوق در جوق مخلوق آتی اور دائرہ اسلام میں بے کھٹکے داخل ہوتی جاتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد خداوندی سفیر کو بجز حنین اور طائف کے جہاں اہل حجاز نے اپنی آخری کوشش کے لئے جمع ہو کر مسلمانوں سے جنگ عظیم کی تیاری کی تھی۔ اور کوئی جنگ کرنی نہیں پڑی۔

غزوہ حنین

البتہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قریش اور متولیان کعبہ کے معزول ہونے پر مالک بن عوف کی ماتحتی میں ہوازن وثقیف کی چار ہزار تیر انداز جماعت نے اپنی قسمتوں کو آزمانے کا آخری فیصلہ دیکھنے کا عزم کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار اہل مدینہ اور دو ہزار نومسلم اہل مکہ کے جدید لشکر کو لے کر بتاریخ ۶ شوال ۸ھ وادی حنین کا رخ کیا جو براہ عرفات طائف کے قریب سوق ذوالمجاز کے پہلو میں واقع تھی۔ کچھ جنگ و محاصرہ کے بعد خاطر خواہ اموال غنیمت لے کر مراجعت فرمائی۔ اور مکہ کی سیاست اور انتظام دینی و دنیوی سے فارغ ہو کر لوٹ آئے۔ جس وقت اپنی رسالت و سفارت کا دعوی اور کلمہ توحید کا اعلان عام کرنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تن تنہا کھڑے ہوئے تھے اس وقت کون کہہ سکتا تھا۔ کہ یہ دن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں دیکھنا نصیب ہوگا اور اٹھارہ سال قبل جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باعظمت صدا کو بند کرنے کے لئے ہر طرف سے جھنڈ کے جھنڈ چڑھے چلے آتے تھے کون سمجھ سکتا تھا کہ وہ وقت بھی جلد آنے والا ہے کہ مایوسی کی گھنگھور گھٹائیں اتر کر نابود ہو جائیں گی۔ اور ناامیدی کے امنڈتے ہوئے بادل پھٹ کر کامیابی واقتدار کا مطلع صاف کر دیں گے۔

قبائل عرب کے وفود کی آمد

چنانچہ ۹ھ میں اطراف ونواح اور دور دراز کے قبائل کی طرف سے پے در پے یکے بعد دیگرے سفراء و وفود اتنے آئے کہ ان کی رہائش اور چند روزہ قیام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمے نصب کرانے کی ضرورت ہوئی وہ لوگ جماعت در جماعت آتے۔ اور اپنی اصلاح وفلاح کے قانون سیکھ کر اپنی قوم کو جس کے وکیل بن بن کر آتے تھے۔ اس تعلیم سے بہرہ مند بنانے کے لئے واپس ہوتے رہے یہاں تک کہ حج کا وقت قریب آ گیا۔ اور جب خداوندی سفیر نے دیکھا کہ تعلیم دین کی مشغولیت سفر حج کی مہلت نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنا کر حج کے لئے بھیجدیا کہ لوگوں کو اسلامی طریق پر حج کرائیں۔ کفر و شرک سے بے زاری کا عام اعلان کریں۔ اور صاف کہہ دیں کہ: ''مشرک سے نہ ہمارا کوئی تعلق ہے اور نہ ہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔''

حجۃ الوداع

سال آئندہ جب کہ حجاز کے کونہ کونہ سے ماہتاب اسلام کی روشنی چمکنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس فریضہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے۔ اور اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت جب ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان میدان عرفات میں بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے وہ آیت قرآنی سنائی۔ جو اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اور جس میں حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامہ کی تکمیل کا بایں الفاظ تذکرہ فرمایا تھا۔ کہ:

''اے مسلمانو! آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت بہ تمام وکمال تم پر نازل کی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو پسند کیا اور اپنی خوشنودی و رضا اس میں رکھدی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض وفات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ ۹ ہجری میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ مراجعت فرمائی۔ اور اس کے صرف دو مہینے اور چند روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے ان قلیل ایام میں جو کچھ دینی خدمت کا پورا کرنا تھا اس کو پورا کیا اور بالآخر چند روز بخار میں مبتلا رہ کر اپنی خدمتوں کو اس طرح سرانجام دیا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار کلمہ گو مسلمان اس دنیا میں چھوڑے۔

۱۲ ربیع الاول کو صبح کے وقت داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے بھیجنے والے خدا کے حضور میں خرم وشاداں روانہ ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

فتح مکہ تعجب خیز بھی اور دشوار گذار بھی

مکہ کی فتح بھی کیا تعجب خیز فتح ہے کہ جس کی ہوس میں یمن کا صوبہ دار اور حاکم باقتدار ابرہہ اپنے جنگی ہاتھیوں کی قطار اور آہن پوش سپاہیوں کی فوج جرار لے کر نشہ کامیابی میں سرشار آیا۔ اور مستانہ وار جوش کے صلہ میں بربادی وخسران لے کر ہلاک وتباہ ہوتا ہوا بے نیل ومرام واپس گیا۔ قریش کا جن کے ہاتھ میں حجازی سلطنت کی باگ تھی کسی کے آگے گردن جھکانا خواہ نرمی سے ہو یا گرمی سے کوئی آسان بات نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ نبی زادے تھے اور اطراف عالم میں ہر شخص ان کی جبروتی عظمت کا معترف تھا۔ شعراء کے قصائد اور فصحا کے خطبے جو ان کی مدائح سے لبریز ہوتے تھے۔ خود ناظم وخطیب کی عزت افزائی کا سبب بنتے تھے۔ انہوں نے عزت وشرافت اور نخوت ومشیخت کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی اور تفاخر و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ لینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کیلئے حلال نہیں ہے (رواہ الخطیب)

مباہات کی گودیوں میں پلے تھے۔شریف سے شریف سردار اور باعظمت سے باعظمت بادشاہ کو بھی ان کی شخصی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اپنی عزت معلوم ہوتا تھا۔وہ جانتے ہی نہ تھے کہ کسی سے دبنا کیا ہوتا ہے۔اور ان کو اس کا کبھی خواب میں بھی وسوسہ نہ ہوتا تھا۔کہ وہ کسی کے تابع فرمان بن کر زندگی گذاریں گے۔ہر چند کہ ان کو نبی زادگی اور شرافت نسبی کے غرہ نے بدمست بنا کر قعر ذلالت میں ڈالا اور شرک وکفر کی گندگی میں پھنسا رکھا تھا۔مگر اس اپنی بدحالی کا ان کو مطلق حس نہ تھا اور ناممکن تھا کہ کوئی شخص ان پر نکتہ چینی کرے۔یا ان کی کسی حرکت پر گرفت کر کے ان کو مشورہ دے سکے کہ اس حالت میں آپ کو تبدیلی کی ضرورت ہے۔

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تن تنہا اس اہم خدمت کی سرانجامی کا تہیہ فرمایا اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے حجاز کی ریگستانی سطح پر ایک شخص بھی کھڑا ہونا اپنے لئے موت سمجھتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان ہتھیلی پر رکھ کر بکمال ہمت واستقلال اہل ملک کی بدحالی وعیوب جتا جتا کر ان کو اصلاح کی طرف بلانے کی صدا بلند کی۔

وہ بوڑھے مرد جن کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ بوڑھی عورتیں جن کی گودیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے اور بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیالات اور دعووں پر ہنستی تھیں اور کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح مندی کا وسوسہ تو کیا ہوتا یہ بھی ان کی شفقت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر ترس کھاتیں اور جو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خیریت سے گذرتا اس کو غنیمت اور نعمت سمجھا کرتی تھیں۔وہی ایک نفس جس نے سنگستان عرب میں اپنے پرزور دعوی کی گونج سے تہلکہ ڈال دیا تھا۔بائیس برس کے بعد عقل کو چکرا دینے والی ترقی میں فتح یاب ہوا۔اور آخر رات کی اندھیری میں جانے والا مہتاب آٹھ سال کے بعد آفتاب بن کے کھلے اور چمکتے دن میں پھر مکہ کے اندر مظفر ومنصور داخل ہوا۔

مکہ کی فتح ایک دشوار فتح اس لئے بھی تھی کہ متولیان کعبہ یعنی قریش اگر چہ رسوماتِ مشرکانہ کے سبب دور جا پڑے تھے لیکن آخر نبی زادے تھے اور انہیں ذبیح اللہ سے پیدا ہوئے تھے جن کو ابراہیم خلیل اللہ نے ہاجرہ کی چھاتی سے لگا ہوا یہاں لا چھوڑا تھا۔ان کی اس خاندانی عظمت کا لحاظ رکھکر ان کو اصلاح پر لانا دشواری در دشواری تھی۔ورنہ تلوار کے زور سے کسی ملک کو فتح کرنا کیسا ہی بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو چنداں دشوار نہیں۔

چنانچہ عراق ومصر اور شام وروم کی فتوحات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سیدنا فاروق اعظم وعثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر چندروز میں ظہور پا گئیں۔اور کوئی دشواری پیش نہ آئی۔اس لئے کہ ان ممالک میں کوئی مذہبی جلالت ایسی نہ تھی۔جو چلتی ہوئی تلوار کو روکے یا بڑھتے ہوئے ہاتھ کو تھامے۔پس فتح مکہ جس میں بیت اللہ کی عظمت حرم کعبہ کی حرمت اور متولیان کعبہ نبی زادوں کی جلالت شان ایک چھوڑ تین تین مانع بار بار ہاتھ کو قتل وقتال سے روک رہے تھے۔کاتب ازل نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص فرمائی تھی۔

ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم.

یہ ہے مختصر روئداد اس جز کی جس کو رفع بغاوت کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس کے حالات کچھ بسط کے ساتھ ہمارے رسالہ اسلام میں ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

فتح مکہ کی پائیداری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر بڑی کامیابی کہ مکہ مفتوح ہوا اور حجاز کے خطہ سے شرک وبت پرستی حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔پائدار بھی اتنی ہوئی کہ آج تیرہ سو برس گزر رہے اور دنیا میں ہر قسم کا انقلاب ہوا کہ سلطنتوں نے پلٹے کھائے۔اور خاندان کے خاندان زیر وزبر ہو گئے۔مگر نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے فتح کیا ہوا کوئی چپہ یا بالشت برابر زمین اب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کے ہاتھوں سے نکلی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان بنائے ہوئے شہروں میں شرک کا بیج دوبارہ پھوٹا۔اس کے ساتھ ہی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پر نظر کی جائے کہ قیامت تک اس کو پائیداری کو بقاء حاصل رہے گی۔تو اور بھی حیرانی ہوتی ہے کہ آخر وہ کونسی قوت ہے۔جس نے اس مبارک فتح وحجاز کے وسیع ملک میں اسلامی جھنڈا نصب کیا اور وہ کیا طاقت ہے کہ جس نے اس عریض وطویل خطہ سے شرک وکفر کے تخم کا ایسا استیصال کیا کہ پھر اس کو پنپنا نصیب نہ ہوا۔اور نہ دنیا کے ختم ہونے تک نصیب ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس سالہ کارنامہ

اس بیس سالہ کارنامہ پر کہ عرب کی ان پڑھ ضدی طبیعتوں والے ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس نے جو گویا حجاز کی پوری مردم شماری ہے بغاوت سے توبہ کی۔جب اس پر نظر ڈالی جاتی ہے کہ اس میں ناف ارض یعنی مکہ بھی داخل ہے جو گویا دنیا بھر کے باغیوں کی توبہ کا دروازہ اور مفتاح شیوع ہے تو آپ کی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروڑہا بلکہ ان گنت باغیوں کو بیس سال میں توبہ کرادی۔اور اصلاح کے راستہ پر ڈالا اور جب یہ بھی دیکھا جائے کہ اتنی عظیم الشان کامیابی میں قتل و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی آسودہ حال ہو۔یا ہٹا کٹا اور کما سکنے والا ہو صدقہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔(رواہ البخاری ومسلم)

خونریزی کے واقعات گنتی ہی کے ظہور میں آئے۔ جن کا شمار دو سو سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ اور حد حرم میں تو تین چار نفوس سے زیادہ کا خون ہی نہیں بہا۔ تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ ایک زبردست سلطنت کے کسی چھوٹے شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بھی پانچ ہزار پانچ سو جانوں کے مقتول ہو جانے کو ارزاں سمجھتی ہے چہ جائیکہ ملک کا ملک ہو اور باغیوں سے لبریز ہو۔ اور مذہبی جنگ کے نام سے خود بھی بار بار چڑھ کر آئے ہوں۔ اور پھر بھی ان کی جانوں کو گراں سمجھ کر اس کے درست کرنے اور ماتحت بنانے میں خداوندی سفیر نے ان کا خون بہانا پسند نہ کیا اور حسن تدبیر وقوت قدسیہ سے کام لے کر بیگانوں کو یگانہ اور سرکشوں کو مطیع بنایا۔ پھر جب یہ دیکھا جائے کہ اتنے غزوات وجنگہائے مذہبی میں خداوندی سفیر نے اپنے دست خاص سے بجز ایک شخص کے کہ اس کی گردن پر بھی بضرورت بھالا چھوادیا تھا اور وہ اس کے صدمے کا متحمل نہ ہو کر مر گیا۔ کسی دوسرے شخص پر تلوار بھی نہیں اٹھائی اور نہ خون بہانا پسند کیا۔ تو عقل کو چکر پر چکر آتے ہیں۔ کہ آخر یہ کامیابی جس کی نظیر اسلاف واخلاف میں نہیں ملتی کیونکر حاصل ہوئی۔ اور کس طاقت کے بل بوتے پر وقوع میں آئی۔

تاریخ دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کی مثال پیش نہیں کرسکتی

اے چوڑی چکلی زمین! بے شمار انسان تیرے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور تجھ میں شگاف کر کر کے تیرے پیوند بنادیئے گئے ہیں۔ تو نے ان گنت مخلوق کے کارنامے اپنی کمر پر واقع ہوتے دیکھے اور بے تعداد انقلابات کا نظارہ کیا ہے تیری اس طویل عمر میں اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر کارنامے کا ثانی تیری ولادت کے وقت سے لے کر آج تک گزرا ہو تو تجھ کو قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ اس کو بیان کر؟

اور اے وسیع آسمان تو نے اپنی دونوں آنکھوں سے یعنی ماہتاب اور آفتاب سے جھانک جھانک کر راتوں اور دنوں کروڑ ہا سلاطین امراء شجاعان واقویاء مدبرین، حکماء، فلاسفر واذکیاء کا معائنہ کیا ہے۔ سطح زمین پر بے شمار سوانح تیری نظر کے سامنے وقوع میں آئے۔ اور لامحصور عجائبات و وقائع ازل سے لے کر اس وقت تک ہو گزرے ہیں...... اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاثانی کامیابی کا مثل تیرے وقت وجود سے لے کر اب تک کوئی گزرا ہو تو تجھ کو قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ اس کو بیان کر؟

ورنہ اے زمین وآسمان تم دونوں گواہ رہو۔ کہ بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کاملہ کی حجت ان تاریخی واقعات سے مخلوق کو پہنچ گئی۔ جن کا انکار کرنے والا آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ کسی کے سوانح ایسی چیز ہیں کہ ان کو نظر انداز کرسکیں۔

اب ہم کو آپ کی نبوت کا دوسرا جزو یعنی تعلیم کا عظیم الشان منصب بیان کرنا ہے کہ باغیوں کا زیر اور یگانہ بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی جس کو رفع مضرت کہنا چاہیے اور یگانوں کو مخلص جاہلوں کو عالم ناقصوں کو کامل اور کاملوں کو مکمل بنانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری خدمت تھی۔ جس کو جلب منفعت کہنا چاہیے اور اس جزو ثانی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تھوڑے وقت میں وہ حیرت انگیز تکمیل کی ہے کہ اگر انسانی عقل چکرا کر مدہوش ہو جائے تو وہ بے چاری معذور و بے قصور سمجھنے کے لائق ہے چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے:

تعلیم وتربیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کردہ کام کا نتیجہ

خداوندی سفیر کی زبان سے نکلی ہوئی وہ آواز جس نے سنگستان عرب کے خشک اور بلند پہاڑوں میں گونج پیدا کر کے سلاطین عالم کے دلوں کو دہلا دیا۔ اور قیصر وکسریٰ جیسے زبردست بادشاہوں کے محلات کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔ جب برقی اثر کی طرح زمین کی بری و بحری سطح پر گھوم گئی۔ اور وہ زبردست دعوی جو ابو طالب کی گود سے رخصت ہوتے وقت بایں الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا تھا۔ کہ:

’’چچا جان! میں اپنی کوشش سے باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ مجھے کامیاب کرے یا میں اسی کوشش میں شہید ہو جاؤں۔‘‘

جب نویں سال اپنے ثبوت کو پہنچ کر پورا ہو چکا کہ بندگان خدا اپنی بغاوت سے تائب ہو کر جوق در جوق خدائی دین میں داخل ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری کوشش اور توجہ تعلیم و تربیت کی طرف مشغول ہوگئی اور گو ان بیس سال گذشتہ میں بھی باغیوں کی مزاحمت سے فارغ ہو کر تھوڑا بہت جو وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا۔ وہ یگانوں کی تعلیم واصلاح میں ہی صرف ہوتا تھا۔ مگر فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن اس طرف متوجہ ہوئے۔ اور آپ نے اپنے اثر کو پائیدار بنانے کی جانب سعی کو مبذول فرمایا۔

جس طرح نائب السلطان اور سپہ سالار افواج کا یہ منصب ہے کہ مخالفین سلطنت کو موافق و مطیع بنائے اور مطیعین کو خیر خواہ و جان نثار سلطنت اسی طرح وہ خدمت جو حق تعالیٰ کی طرف سے خداوندی سفیر یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کے سپرد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کافروں کو اسلام کی ترغیب دے کر مسلمان کریں اور مسلمانوں کو مخلص ربانی اور اولیاء واہل اللہ بنائیں۔

پس جزو دوم یعنی تعلیم وتربیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ دکھانے کے لئے ہم کو چار امور پر نظر کرنی ہے کہ آپ کے سپرد کیا عظیم الشان کام کیا گیا تھا۔ اور پھر نتیجہ دیکھنا ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو کہاں تک کامیابی نصیب ہوئی؟

وہ چار امور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی عظمت ظاہر ہوگی۔ نصاب تعلیم، مدت تعلیم، طرز تعلیم اور متعلمین کی تعداد ہے کہ آپ کتنی بڑی جماعت کو کتنے تھوڑے زمانہ میں کس قدر وسیع تعلیم کس قدر سہل اسلوب کے ساتھ دینے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے خوش کن انداز سے پورا فرمادیا۔

کسب معاش کے لئے نصاب تعلیم

چنانچہ اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے نصاب پر سرسری نظر ڈالئے۔ جس کی تفصیل کا یاد رکھنا اور گنوانا بھی آدمی کو مشکل ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے تشریف لائے تھے۔ کہ دین اور دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا مخلوق کو سکھائیں۔

ادھر ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت سے لے کر مادر گیتی کے کنار لحد میں جا سونے تک جتنی بھی حالتیں پیش آئیں ان کا راحت و آرام سے گزارنے کا طریق بتائیں۔ اور ادھر آغوش قبر میں لیٹنے کے وقت سے لے کر آنے والی زندگی کے انجام یعنی دوزخ و جنت میں جانے تک جتنے واقعات وحالات پیش آئیں ان کی مضرت ومنفعت سے آگاہ کریں۔ اور رفع ضرر و تحصیل نفع کا طرز تعلیم کریں۔

غرض عالم موجودہ ہو یا آئندہ اور تحصیل معاش ہو یا تحصیل معاد اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا پہلو فروگذاشت نہ ہونے پائے۔

پھر جسم کی اصلاح جدا ہو، اور روح کی اصلاح جدا، حقوق اللہ علیحدہ ہوں اور حقوق الناس علیحدہ۔ اور حقوق الناس میں تفصیل ہو کہ نفس کا حق بھی بتائیں۔ کنبہ و برادری کے حقوق بھی بتائیں۔ احباب و اہل وطن کے حقوق بھی بتائیں۔ اہل ملک و ہم جنس کے حقوق بھی بتائیں۔ معاملہ ہو یا معاشرت تمدن، ہو یا سیاست، کسب معاش ہو یا انتظام خانہ داری کوئی ایسی حالت نہ ہو جس کی تعلیم رہ جائے۔ پھر اکل و شرب ہو یا بول و براز، نشست و برخاست ہو، یا ملاقات ومودت، شادی ہو یا غمی، خلوت ہو یا جلوت کوئی ایسی صورت نہ ہو جس کی تعلیم چھوٹ جائے۔ ولادت وحضانت، رضاعت و تربیت، نکاح وطلاق، مواصلت ومفارقت، ہجر ووصل، سفر وحضر، مرض و صحت، عیادت ومعالجہ، نزع وموت، تجہیز وتکفین، غسل وتدفین، ایصال و ثواب وزیارۃ قبور غرض حیات وممات کے متعلق کوئی ضرورت ایسی نہ ہو جس کا رفع کرنا نہ سکھایا جائے۔ آداب مجلس جدا ہوں اور آداب مکالمہ جدا، طریق مراسلت علیحدہ ہو اور طرز مخاطبت علیحدہ، تہذیب وحفظ مراتب کا طریقہ الگ ہو اور مراعاۃ حسن ومدارات کا انداز الگ۔ پھر اس میں طبقات مختلفہ کا بھی لحاظ رکھیں۔ کہ بادشاہوں کو سیاست و آئین ملک داری سکھائیں۔ تاجروں کو اصول تجارت وطریق ربح ومنافعہ بتائیں۔ زمیندار و کاشتکار کو اس کی جملہ ضروریات کاشت کے حسن و قبح الگ جتائیں۔ اور اہل حرفہ وصنعت کو ان کے گزران و تحصیل معاش کی صورتیں جدا تعلیم کریں .... پھر اگر ملازم کو طریق خدمت سکھائیں۔ تو آقا کو مخدومیت کے پہلوؤں سے آگاہ کریں۔ اور شفقت ورحم دلی کا قانون پڑھائیں۔

عورتوں کا سلیقہ خانہ داری بتائیں اور مردوں کو منتظم و مدبر ہونا سکھائیں۔ بچوں کو ادب اور بڑوں کے حقوق بتائیں۔ تو بڑوں کو چھوٹوں کی تربیت وتعلیم کا سبق پڑھائیں۔ جس وقت سلطنت کی ضروریات تعلیم کریں تو جنگ ہو یا مصالحت، فتح ونصرت ہو یا شکست وہزیمت ہو، حفاظت ملکی ہو یا محافظت سرحدی، نظم ونسق ہو یا عزل ہو، نصب فوجداری ہو یا دیوانی، پولیس ہو یا میونسپلٹی، محاصل ہوں یا جزیہ ٹیکس فوج ہو یا سول غرض حفاظت کے متعلق کوئی محکمہ ایسا نہ ہو جس کے متعلق نافع اور معتدل تعلیم نہ دی جائے۔

پھر ہر محکمہ کے ہزارہا مقدمات دیکھئے اور ہر مقدمہ کا منصفانہ فیصلہ۔ اگر فوجداری ہے تو جرائم کی بحالت موجودہ سزا اور آئندہ کے لئے انسداد کا طریق بتایا جائے۔ سزائے بید الگ ہو اور سزائے حبس جدا۔ تعزیر علیحدہ ہو اور قصاص ودیت علیحدہ، مجرم کی تلاش وتفتیش ہو یا جرم کی سراغ رسانی و تحقیقات، گواہوں کی فراہمی ہو یا تصدیق کا طرز علیحدہ تعلیم ہو۔ اور منصف وجج کے حاکمانہ فیصلے اور اس کے نفاذ کا طریق جدا تعلیم ہو۔ زنا و سرقہ قتل و اعانت قتل۔ غصب وڈکیتی، بغاوت وبلوہ، جعلسازی وازالہ حیثیت، تلبیس سکہ ودروغ حلفی، بدمعاشی وآوارگی، اغلام ولواطت بناشی واختطاف، جھوٹی شہادت، وبیگناہوں پر تہمت، دغا وفریب، وخیانت ظلم ورشوت ستانی۔ غرض کہ کوئی جرم ایسا نہ ہو جس کی سزا اور آئندہ کے لئے بالکل یہ انسداد کی صورت نہ بتائی جائے۔ محکمہ دیوانی ومال میں لگان ومال گزاری تحصیل وتشخیص، خرص وکنکوت، حق شفع ورہگزر، وصیت ومیراث زر بھد و جائیداد منقولہ غیر منقولہ، شہر ودیہات، مویشی واراضی، داخلی وبے دخلی، تقسیم و قرقی، زرعی وسکنی غرض حقوق مالیہ کے متعلق کوئی ایسا مقدمہ نہ نکلے جس کا فیصلہ نہ سکھا دیا جائے۔ محکمہ بندوبست جدا ہو اور محکمہ انہار جدا ہو۔ جنگلات علیحدہ ہو اور ڈاک وتار علیحدہ سر رشتہ تعلیم الگ ہو۔ اور صیغہ رفاہ عامہ الگ۔ بہر حال بقاء نظام سلطنت کے متعلق کوئی ضرورت ایسی نہ رہے جس کی کامل ومکمل اور حاوی وجامع تعلیم نہ دی جائے۔

اسی طرح تجارت میں کوئی ایسی چیز نہ نکلنے پائے جو تجارت کی قابلیت رکھتی ہو۔ اور اس کا حکم نہ بیان کیا جائے۔ غلہ ہو یا پارچہ معدنیات ہوں یا نباتات حیوان ہوں یا جماد پینے کی چیز ہو۔ یا کھانے کی، زینت کا سامان ہو، یا ضرورت کا، پہننے کے قابل اشیاء ہوں یا سونگھنے دیکھنے کی اور آج موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والی ہوں۔ پہاڑی ہوں یا دیسی، بحری ہوں یا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کا اپنے اہل خانہ پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے۔ (بخاری)

بری اور عربی ہوں یا حجازی افریقی و ہندوستانی بہر حال ضروریات بشریہ کے متعلقہ کوئی شے ایسی نہ ہو۔ جو بازار میں لا کر بیچی جا سکے۔ اور اسکی مصلحت و مضرت کے بیان کرنے سے چشم پوشی ہو جائے۔ پھر اقسام تجارت میں نقد ہو یا ادھار، مشارکت ہو یا مضاربت، جا کڑ ہو یا بدنی صرافہ ہو یا نیلام، حوالہ ہو یا ہنڈوی ہو یا مہاجنی لین دین اور مبادلہ ہو یا دلالی۔ کوئی صورت ایسی نہ ہو جس کا حسن و قبح نہ بتایا جائے۔ اور صرف بتانا ہی نہیں بلکہ ایسا طریق تعلیم کیا جائے کہ خریدار کی رعایت جدا ملحوظ ہو اور دکاندار کی منفعت جدا۔ خیار شرط بھی بتایا جائے اور خیار رویت و خیار عیب بھی۔

سوم الشرا کے قواعد الگ بیان ہوں اور اقالہ و واپسی بیع کے قواعد الگ۔ پھر قرض ہو یا استقراض تمسک ہو یا رہن، ودیعت ہو یا امانت ہبہ ہو یا عاریت، قطع شرکت ہو یا حساب فہمی، قبض ہو یا تصرف۔ غبن ہو یا خیانت اور دھوکہ ہو یا دغا۔ کوئی شق ایسی نہ نکلے جس کا حکم بیان نہ کیا جائے۔

اسی طرح زراعت میں زمیندار ہو یا کاشت کار اور زمین ہو یا مکان جملہ ضروریات کا انتظام سکھایا جائے۔ اور انتظام بھی ایسا کہ نہ مالک زمین کو نقصان ہو اور نہ محنتی کاشت کار کی حق تلفی سیر و شکمی کے احکام جدا ہوں، اور مزارعت و مساقات کے احکام جدا، آبپاشی کے قوانین علیحدہ ہوں، اور نلائی وہل چلائی کے قوانین علیحدہ۔ پھر زمین بنجر ہو یا شور، کلر ہو یا بانگر، چاہی ہو یا بارانی، بھوڑ ہو یا کھادر، گھاس ہو یا غلہ، خودرو ہو یا کاشت کیا ہو، باغات ہوں یا مزارع، درخت ہوں یا بیلیں، مور ہوں یا پھل، کوئی حالت ایسی نہ ہو جس کے حسن و قبح اور معتدل و نافع احکام سے آگاہ نہ کر دیا جائے۔ پھر خراجی علیحدہ ہو اور عشری علیحدہ، چری و بھوسہ علیحدہ ہو اور اناج و حبوب جدا۔

غرض زمین کی پیداوار کے متعلق بھی کوئی صورت موجودہ یا آئندہ ایسی نہ نکلے جس کی مضرت و منفعت سے آگاہ نہ کر دیا جائے اور ان ضروریات کی تعلیم بھی ایسی حاوی ہو کہ باہمی منازعت کا احتمال نہ رہے۔ ادھر ژالہ باری و آفات سماوی کی رعایت ہو تو ادھر چھوٹے ہوئے جانوروں کے کھیت برباد کر جانے تک کا لحاظ۔

اسی طرح ملازمت کو دیکھئے تو نیابت و سلطنت اور وزرات و نظامت سے لے کر دربانی و خدمت گاری تک سرکاری و نجی جتنی بھی نوکری کی صورتیں نکل سکیں سب کے حسن و قبح بیان کئے جائیں۔ تحصیلداری ہو یا پیشکاری، کلکٹری ہو یا ججی، منصفی ہو یا صدر الصدوری، قانون گوئی ہو یا بٹوارہ، امانت ہو یا پٹوار گری، محرری ہو یا نقل نویسی، چوکیدارہ ہو یا محصلی، رجسٹراری یا پوسٹ ماسٹری اور طباخی ہو یا خانساماں گری۔ غرض اعلیٰ اور ادنیٰ رذیل اور شریف، جملہ ملازمتوں کی خوبی و برائی تعلیم کی جائے۔ پھر ملازم کے لئے چستی اور انجام دہی خدمت کی ترغیب ہو۔ تو آقا کے لئے میانہ روی و حفظ مرتبت کے ساتھ شفقت کے برتاؤ کی ترغیب، نوکر کو آقا کا دل ہاتھ میں رکھنے کا طریقہ سکھایا جائے تو آقا کو اپنے ملازم کی ہمت بڑھانے اور اپنا خیر خواہ بنانے کی صورت تعلیم کی جائے۔

مشاہرہ و سالیانہ، صلہ و انعام، تنبیہ و تادیب، محاسبہ و ترحم۔ غرض کوئی جز اور کوئی پہلو ایسا نہ ہو جس کی تعلیم سے چشم پوشی یا غفلت ہو جائے۔ پھر حرفت و صنعت، ٹھیکہ داری و اجرت، نقشہ کشی و مصوری، معماری و آہن گری، زردوزی و نجاری، خیاطت و حیاکت، ملاحی و غواصی، رنگریزی و دباغت، تصنیف و تالیف، تصحیح و کتابت، چھپائی و اصلاح سنگ، جراحی و طبابت، مختاری و وکالت۔ غرض کوئی طریقہ کسب معاش ایسا نہ ہو جس سے مخلوق کو آگاہ نہ کر دیا جائے۔

پھر اس پر طرہ یہ کہ تحصیل معاش اور معیشت دنیا کا عقلاً و نقلاً جو مقصود ہے یعنی آرام کے ساتھ زندگی کا گزارنا وہ بھی ہر امر کی تعلیم میں ملحوظ رہے، اور حصول معاد و نجات آخرت جو کہ ہر نفس کا مقصود اعظم ہے وہ بھی کسی طرح ہاتھ سے جانے نہ پائے کہ اقارب ہوں یا اجانب اور پڑوسی ہوں یا گھر والے، اور کنبہ ہو یا برادری، بی بی بچے ہوں یا بہن بھائی اور ماں ہو یا باپ سب کو باہم خلق و محبت اور مروت و حفظ مرتبت کے ساتھ مزاح و خندہ روئی اور دلبستگی و دلچسپی کے ساتھ گزران حاصل ہوتا کہ عیالدار گھر کا سر دھرد مسلمان جس وقت دن بھر کا جلتا بھنتا دو پیسے کما کر گھر میں گھسے تو اپنے متعلقین سے آنکھیں ٹھنڈی اور دل کو مسرور و محفوظ کر سکے۔

پھر متمول و رئیس کو شکر کی تعلیم ہو تو محتاج و نادار کو صبر اور اہل ثروت کی حالت پر نظر نہ کرنا سکھایا جائے، تاکہ وہ شکر کے صلہ میں راحت و برکت دیکھے تو یہ قناعت اور حرص سے بچ کر اپنی حالت کو غنیمت و نعمت سمجھنے سے آرام پائے۔ غرض یہ نصاب تو اس دنیوی تعلیم کا ہے۔ جس کے متعلق اچھے خاصے پڑھے لکھے بھی کہہ دیتے ہیں کہ:

''آسمانی تعلیم کو ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں اس تعلیم کے لئے نہیں آتے۔''

حصول آخرت کیلئے نصاب تعلیم

اب رہا تحصیل معاد کا نصاب جس کو چارو نا چار اہل عقول نے خداوندی سفیر کی تعلیم کا مقصود مان لیا ہے، سو اس کی تفصیل چنداں محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ اعداء اللہ کو احباء اللہ بنائیں۔ مخلوق کو ظلمت سے نکال کر ہدایت و معرفت کی روشنی میں لائیں۔ شقی کو سعید بنائیں اور تو ہم پرست کو خدا پرست۔ عقائد کی اصلاح کریں۔ واہمہ کی قوت کو مضمحل بنا کر خیالی طاقت کو حقیقت قوت قدسیہ سے بدل دیں۔ توکل اور خدا پر اعتماد کرنے کی حقیقت بتائیں، بزدل کو شجاع اور دلیر بنائیں، بخیل کو سخی اور کینہ ور کو صاف سینہ بنا سکھائیں۔ عقائد درست کریں۔ خیال کی پرستش چھڑائیں، جملہ اخلاق رذیلہ بیان

فرمائیں اور ان سے بچنے کا طریق تعلیم کریں اور تمام اخلاق حمیدہ بتائیں اور ان کے حاصل کرنے کی صورتیں سکھائیں دشمنوں کو دوست بتائیں اور دوستوں کو اخلاق وصدق سکھائیں، بے دین کو دیندار بنائیں اور بدکار کو متقی و نیکوکار، سب کو طریق وفا بتائیں اور ایمان میں حلاوت پیدا کرنے کا طرز تعلیم کریں، نعمتوں پر شکر کرنا سکھائیں اور مصیبتوں پر صبر کرنا، مشکلات و مہمات میں ثبات قدم اور استقلال کا طریقہ تعلیم کریں اور خدا سے دور پڑی ہوئی مخلوق کو آستانہ خداوندی پر اس طرح لا ڈالیں جس طرح کوئی مستحق قتل مجرم پابہ زنجیر ودہشت زدہ اپنے رحیم وکریم وخودمختار فرمانروا شہنشاہ کی نگاہ شفقت شاہانہ اور مرحمت خسروانہ کا امیدوار بن کر آپڑتا ہے۔

پھر بیرون کی صفائی وطہارت کی تعلیم جدا ہو اور اندرون کے تزکیہ و تجلیہ کی تعلیم جدا، طہارت ونظافت کا طریق الگ بتایا جائے اور بدن پاک رکھنے کا طرز الگ سکھایا جائے۔ نامحرم کے دیکھنے سے آنکھ کی حفاظت ہو تو جاذب معصیت آواز کے سننے سے کانوں کی صیانت ہو، ہاتھ ہو یا پاؤں اور ناک ہو یا منہ پیٹ ہو یا کمر اور سر ہو یا قدم، بدن کا کوئی عضو اپنی اخروی ہلاکت ونجات کے دونوں راستے معلوم کئے بغیر نہ رہے۔

پھر قوت شہوانیہ ہو یا غضبیہ اور قوت عقلیہ ہو یا وہمیہ کسی کو عذر نہ رہے جس کو اس کے مرتبہ کے موافق تحصیل معاد کا طرز سکھانے سے غفلت ہو، اور سب پر طرہ یہ کہ جملہ اعضاء جسمانی میں خواہ وہ بیرونی ہوں یا اندرونی ان کے مشاغل مختلفہ اور ضروریات موجودہ وآئندہ کا لحاظ قائم رکھ کر ایسی معتدل تعلیم دی جائے کہ کسی کو اس کے مشکل اور ناقابل برداشت ہونے کا بھی عذر نہ ہو اور ہر شخص خواہ وہ کسی مشغلہ میں بھی مشغول ہو، اپنی روحانی تکمیل کا بالا سے بالا مرتبہ بسہولت حاصل کر سکے۔

نصاب تعلیم کی وسعت وجامعت

پھر اس تعلیم کی پہلی سیڑھی آخرت کے عذاب سے بچ جانا ہو، تو آخری سیڑھی نبوت کے بعد کا وہ بالا سے بالا درجہ ہو، جس کا نام صدیقیت ہے؛ تاکہ طالب حق شخص جس درجہ پر بھی پہنچے تعلیم سے مستغنی نہ ہو سکے، اگر عمر نوح پاکر بھی مراتب قرب میں ترقی کرتا رہے تب بھی یوں نہ کہے کہ نصاب تعلیم محمدی ختم ہو لیا، اور اب مجھ کو ترقی کرنے کے لئے دوسری تعلیم کی ضرورت ہے۔ عام تعلیم جدا ہو اور خاص تعلیم جدا، جسمانی اعمال کی تعلیم علیحدہ ہو اور روحانی اعمال کی تعلیم علیحدہ شب وروز کے اوقات مختلفہ میں پانچ پانچ نمازوں کی تعلیم ہو اور سال بھر میں ایک ماہ کے روزوں کی تعلیم علیحدہ مال کی اور خدا کی محبت میں مقابلہ کا امتحان دینے کے لئے زائد از ضرورت سیم وزر کے چالیسویں حصہ کی مقدار خیرات کرنے کا طریقہ الگ تعلیم ہو، اور عاشقانہ انداز ظاہر کرنے کے لئے دیار محبوب یعنی بیت اللہ ومنیٰ وعرفات کی حاضری وطواف وزیارات کا طریق الگ، پھر وضو ہو یا غسل، اور عید ہو یا جمعہ، رمضان ہو یا عاشوراء زکوٰۃ ہو یا عشر حج ہو یا عمرہ، طواف ہو یا زیارت، توبہ واستغفار ہو یا تسبیح وتہلیل، تلاوت قرآن ہو یا ذکر اللہ، امر بالمعروف ہو یا نہی عن المنکر، اعانت احیاء ہو یا معاونت اموات، سعی وسفارش ہو یا حمال کا بوجھ بٹانا اور حمل جنازہ ہو یا صلوٰۃ جنازہ ہر ایک کی تعلیم ہو اور ہر ایک کا مرتبہ بتایا جائے۔ صبر وشکر ہو یا تسلیم ورضا، تواضع وانکسار ہو یا مجاہدہ وریاضت، صدق ہو یا صفا اور حلم ہو یا حیاء سخاوکرم ہو یا حسن خلق اور انس ہو یا محبت، قناعت ہو یا استغناء، تقویٰ ہو یا ایثار، زہد ہو یا اخلاص، خوف ہو یا رجا اور رقت قلبی ہو یا شوق وولولہ۔ بہر حال خصال محمودہ میں کوئی فضیلت ایسی نہ رہے جس کے حاصل کرنے کا طرز نہ بتایا جائے۔

اور بغض ہو یا حسد، کینہ ہو یا عداوت، حب مال ہو یا حب جاہ، حرص و طمع ہو یا کفران نعمت، نفس پروری ہو یا خط پرستی، ریا ہو یا عجب، کبر ونخوت ہو یا شہوت وغضب جبن ہو یا بخل اور کم ہمتی ہو یا کم ظرفی، کوئی کمینہ خصلت ایسی نہ رہے جس سے بچنے کا طریق نہ سکھا دیا جائے۔

پھر سب پر اضافہ جس کو دقت رسی اور بال کی کھال نکالنا کہنا چاہیے یہ ہے کہ ہر حالت اور ہر مضمون میں مراتب مختلفہ بتائے جاویں کہ مامورات اور عمل میں آنیوالے افعال واقوال میں فرض کا درجہ جدا ہو اور واجب کا درجہ جدا، سنت علیحدہ ہو اور مستحب علیحدہ اولیٰ الگ ہو اور مباح الگ۔ اسی طرح منہیات یعنی قابل اجتناب اعمال واشیاء میں مکروہ تحریمہ جدا ہو اور حرام جدا، خلاف اولیٰ الگ ہو اور مکروہ تنزیہا الگ۔

اللہ اللہ اس قدر وسیع نصاب تعلیم جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا ہو یا دین، اور موجودہ فنا ہونے والی زندگی ہو یا آنیوالی پائیدار زندگی۔ غرض دونوں عالم کی دونوں زندگیوں میں مخلوق کے طبقات مختلفہ کی راحت کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور ادنیٰ سے ادنیٰ مراتب کو پوری طرح ایسا سکھا پڑھا دیا جائے کہ خوب ذہن نشین ہو جائے، اور کسی کو اپنی حالت ضعف وقوت کے اعتبار سے یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ میں اپنی دنیا ودین کو کیسے سنبھالوں کہ تعلیم محمدی میں میری رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

متعلمین کی حیرت انگیز تعداد

اب متعلمین کی تعداد دیکھئے تو عقل مبہوت ہو جاتی ہے کہ ایک اکیلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دم معلم ہونے کے لئے اور اس چوڑی چکلی طویل و عریض سطح زمین کے اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک کی ساری آبادی کے باشندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد بننے کے لئے، کہ شمال ہو یا جنوب، شرق ہو یا غرب۔ روسی ہوں یا چینی، جرمنی ہوں یا ارمنی، فرانسیسی ہوں یا بلجیئم، بلغاری ہوں یا مراکشی، ترک ہوں یا ایطالین، انگریز ہوں یا

پرتگیز، ایشیائی ہوں یا افریقی، یوروپین ہوں یا یوروشین، حبشی ہوں یا طرابلسی، رومی ہوں یا شامی، مصری ہوں یا عراقی، یمنی ہوں یا حجازی، اور ہندی ہوں یا بخاری اور پھر مثلاً ہندی ہوں تو عام ہے کہ پنجابی ہوں یا بنگالی، اور پوربی ہوں یا دکنی، سرحدی ہوں یا پہاڑی، اور دیسی ہوں یا ولایتی۔ غرض کسی طبقہ اور کسی ملک کے بھی کیوں نہ ہوں سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا طالبعلم بنا کر سامنے کیا گیا کہ اس دینی و دنیوی مقاصد کی تعلیم کے لئے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ مختلف الطبائع اور مختلف المزاج مخلوق موجود ہے کہ سب کی ضروریات اور طبائع و کیفیات کو ملحوظ رکھ کر ایسی جامع وحاوی تعلیم دو کہ نہ شمالی باشندوں کو یہ عذر ہو کہ ہم سرد ہواؤں میں نشو ونما پانے والے ان علوم سے مستفید نہیں ہو سکتے، اور نہ جنوبی ممالک کی آبادی کو یہ شکوہ باقی رہے کہ ہم گرم لوؤں سے پھلنے پھولنے والوں کو ان احکام کی تعلیم سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔

پھر شہری ہو یا دیہاتی، اجڈ ہو یا پڑھے لکھے، ذہین وطباع ہوں یا بلید و کندذہن سخت ہوں یا نرم اور قوی ہوں یا کمزور، فقیر ہوں یا امیر، اور سمجھدار ہوں یا ناسمجھ، پھر بچے ہوں یا جوان، ادھیڑ ہوں یا بوڑھے مرد ہوں یا عورت، اور لڑکے ہوں یا لڑکیاں، کسی حالت یا کسی عمر کے کیوں نہ ہوں سب ہی کو طالبعلم بنایا گیا کہ سب کے مراتب علیہ کی تکمیل کرنی پڑے گی۔

کمال معلم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ظاہر ہے کہ ایک معلم ایک ہی جماعت کے طلبہ کو صرف ایک مضمون میں کامل بنا سکتا ہے، اور جب دنیا بھر کی ان گنت مخلوق اس کے سامنے بٹھا دی جائے، جن میں ملکی اختلاف جدا ہو، اور بود و باش و آب و ہوا کے تفاوت و تفرقے جدا، نوعی اختلاف جدا ہو اور طبائع کا فرق جدا، ذکورت وانوثت کا اختلاف جدا ہو، اور بلادت وذکاوت کا تنوع جدا۔ اور ان اختلاف احوال کے سبب ضروریات سب کی جدا ہوں، اور احتیاج سب کی جدا۔ تو بیچارہ معلم بجز حیرانی کے کیا کر سکتا ہے۔ مگر یہ صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو شایان تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے کثیر اور بے شمار متعلمین کی تعلیم سے نہ گھبرائے اور اس ٹڈی دل کو جس کا شمار کرنا تو کیا معنی اقسام واصناف کی گنتی بھی آدمی سے ناممکن ہے۔ معاش ومعاد کی پوری تعلیم دینے کا ذمہ بخوشی لے لیا۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں ہوا کہ ساری زمین کی موجودہ بستیوں کی آبادی کو تعلیم دیں بلکہ اس کو اضعافاً مضاعفہ کر دیا گیا، کہ قیامت تک آنے والی نسلوں اور اختتام دنیا تک پیدا ہونے والی مخلوق کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد بنایا گیا کہ قرن اول کے ہوں یا قرن دوم کے، اور دسویں صدی کے ہوں یا پچاسویں صدی کے سب ہی کی پیش آنے والی ضرورتوں کا لحاظ رکھنا لازمی تھا۔

......گویا حکم دیا کہ گو اس وقت کا تمدن بہت سادہ اور اشیاء ضرورت انسانیہ محدود ومختصر ہیں مگر دنیا اس پہلو پر نہ رہے گی بلکہ آئندہ ریل بھی ایجاد ہوگی، جہاز بھی چلیں گے، برقی تار بھی لگائے جائیں گے، تار پیڈو بھی ہوگا لاسلکی خبر رسانی بھی ہوگی۔ غباروں کے ذریعے سے ہوا پر اڑنا ہوگا، توپ بندوق بھی ایجاد ہوگی، رائفل مشین گن اور طرح طرح کی دخانی و ہوائی مشینیں، اور کلیں اتنی اختراع کی جائیں گی کہ دنیا نرالی اور نئی بن جائے گی اور ہر زمانہ آنے والا ان ایجادات کے لحاظ سے گزشتہ زمانہ کو بوسیدہ وکہنہ اور پرانا و سادہ کہلا دے گا۔ ہر صدی ایک نئے انقلاب اور نو ایجاد ترقی کی طرف کروٹ لے گی، کبھی بائیسکل ایجاد ہوگی اور کبھی موٹر کار، کبھی سائیکل کوچہ کوچہ پھرے گی اور کبھی ٹرام بجلی کے ذریعہ سڑکوں پر دوڑے گی، مکان، مکان اور دکان، دکان، برقی پنکھے متحرک ہوں گے اور شفاف قمقمے روشنی سے جگمگائیں گے، برقی قوت اور آتش کا گیس اس درجہ ارزاں اور شائع ہوگا کہ آٹا پیسنا، گھاس کاٹنا، لوہے کے بڑے بڑے لٹھے اور پہیے ڈھالنا اور آہن گلا کر ندی نالے کی طرح بہانا، سخت گرمی اور لو میں زمہریر کا لطف دیکھنے کے لئے برف بنانا، سیاہ وسرخ ہر رنگ کا چھاپنا۔ غرض ہر مشکل سے مشکل کام جو ہزار دو ہزار انسانوں سے بھی انجام نہ پا سکے اسی برق اور بھاپ سے لیا جائے گا۔ سر کے بال مشین سے کٹیں گے۔ زیر ناف بال سفوف سے اڑیں گے، داڑھی کا حلق اپنے ہاتھوں مشین سے ہوگا۔ طرح طرح کی موٹی و باریک سلائی مشین کے ذریعہ ہوگی۔ قسم قسم کے پھول بوٹے مشین بنائے گی، گراموفون وفوٹوگراف علیحدہ ہوگا اور بڑے بڑے لکچرار اور سرود کی خوش الحان آوازیں اس میں محبوس ہوں گی کہ جب چاہو اور جس کا چاہو وعظ، لکچر، گانا، پڑھنا، ہنسنا، بولنا سن لو۔

فوٹوگراف ہوگا کہ مکان ہو یا باغ اور محل ہو یا جھونپڑا، شہر ہو یا جنگل، آدمی یا جانور جس کی تصویر چاہو ذرا دیر میں اتار وکہ ہو بہو کہ بال برابر بھی فرق نہ رہے، نقشہ کھینچ لو بائیسکوپ کا اختراع ہوگا کہ کسی ہولناک جنگ کا جب چاہو بجنسہ سماں بار بار دیکھ لو، اور ایک واقعہ کی حرکات وسکنات کو ہمیشہ کے لئے محبوس ومقید کر لو۔

جر ثقیل ہوگا کہ ایک ایک لاکھ من کا بوجھ اس کے ذریعہ ذرا اشارہ میں ایک نوعمر بچہ اٹھالے گا۔ وقت بتانے والی گھڑیاں ایجاد ہوں گی، کہ دن اور تاریخ، گھنٹہ اور لمحہ وسیکنڈ تک بتائیں گی، جس گھنٹہ کے جس منٹ پر چاہو باوجود معدن ہونے کے بے خبر سوئے ہوئے کو جگائیں گی، باجا بجائیں گی، طرح طرح کے تماشے دکھائیں گی، کہ انسان کی عقل ان کو دیکھ کر حیران و مبہوت ہو جائے گی، سو تمہاری تعلیم ایسی نہ ہو کہ ان تمام آنے والی ضروریات اور مخترعہ آلات کا سبق اس سے نہ مل سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی مدارات کرنا بھی صدقہ میں داخل ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر)

اور نہ یہ ہو کہ وہ چار چار مراتب فرض و واجب اور سنت و مستحب کے جو کہ اس وقت سادہ زندگی والے زمانہ میں تعلیم دیئے گئے ہیں وہ اس عالی دماغ قوم کے لئے اس بھرپور ترفہ و تنعم والے زمانہ میں ناکافی ہو جاویں۔

پس قیامت ہزار برس کے بعد آئے، یا دس ہزار سال کے بعد، بہر حال تمہاری تعلیم ہر فرد اور ہر شخص کے لئے ایسی ہی جامع اور حاوی رہے کہ ان کی ساری دینی و دنیوی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی رہے۔

پھر اس ساری مخلوق کو جس کی شمار کا نام لینے سے اب بھی جی گھبراتا ہے، اور دو چند کر دیا گیا کہ جنات کو بھی ان کے ساتھ شامل فرمایا، اور حکم دیا گیا کہ خاکی نژاد ہوں یا ناری الاصل، اور آدم کی اولاد ہوں یا جن کی۔ بہر حال اس دنیا کی مدت دراز کے اندر پیدا ہونے والے ثقلین میں کوئی بھی ذی عقل بالغ ایسا نہ نکل سکے جس کو دنیا کی گزران اور دین کی زندگی کا راحت کے ساتھ گزارنا تعلیم نہ کیا جائے۔ غرض خلقت و پیدائش میں عنصریت خاک و آتش کا اختلاف بھی ہو، ذکورت و انوثت کا تفاوت بھی ہو، پھر آب و ہوا اور ملکی اثر کی وجہ سے طبائع کا اختلاف بھی ہو، حالات و خیالات کا تفاوت بھی ہو، قرن اور زمانہ کا تفاوت بھی ہو، عادات و خصائل کا تفاوت بھی ہو، سب کچھ ہو، مگر تمہاری تعلیم سب کو ایسی حاوی ہو کہ جس نظر سے دیکھ کر کسی جزیرہ کے مفلوک الحال کند ذہن دہقانی لولے اپاہج انسان یا جن کو صدیقیت کے درجہ پر پہنچا سکے اور ایام گزاری کرا سکے، اسی نظر سے دنیا کے سب سے زیادہ آباد و مشہور شہر کے ذکی و مدبر و شجاع و دانشمند بادشاہ انسان یا جن کو دیکھے، اور نبوت کے بعد والے کمال قرب خداوندی کے بالائی مرتبہ پر پہنچا کر ولی کامل اور مقرب خدائے بزرگ بنا سکے، اور کمال امن و اطمینان و غایت راحت جسمانی و روحانی کے ساتھ اس کی زندگی پوری کرا سکے

مدت تعلیم

اس قدر بے تعداد متعلمین کو اتنی وسیع جسمانی و روحانی تعلیم دینے کے لئے جو مدت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی وہ کل تیئیس سال کی تھی اس لئے کہ چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصب تعلیم پر مامور ہوئے۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، کہ تعلیم کو الف سے لے کر یا تک ختم فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بھیجنے والے خدا کے پاس پہنچ گئے۔ یہ اتنی قلیل اور کوتاہ مدت ہے جو بسا اوقات ایک مدبر و ذی اختیار شخص کو اپنے زیر دست بی بی بچوں کی اصلاح کے لئے بھی ناکافی ہوتی ہے۔

اگر وہ تیرہ سال جو مکہ کی رہائش کے دشمنوں کی مزاحمت و مدافعت اور جزو اول یعنی رفع بغاوت میں گزرے تھے اس مدت تعلیم سے خارج کر دیئے جائیں تو صرف دس سال باقی رہ جاتے ہیں۔

اور جب دیکھا جائے کہ ان دس سال میں بھی دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین و اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیا جیسا کہ بیان سابق سے معلوم ہو چکا ہے کہ آئے دن غزوات و سرایا اور جنگ و جہاد کی نوبت آتی رہی، اور گویا ہر روز مخالفوں کی طرف سے ایک نیا گل کھلتا رہا، تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر وسیع در وسیع تعلیم کے لئے مدت تعلیم کتنی بتائی جائے؟

عقل انسانی ششدر و حیران ہے اور اس کو چکر پر چکر آتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال کے اندر کیا کچھ کیا؟ دریا کو کوزہ میں بند کرنا ایک مثل مشہور ہے، خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، مگر اس خداوندی سفیر کا کارنامہ دیکھ کر تو یوں تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بحر ذخار اور دریائے ناپیدا کنار کو آبخورہ میں بند کرنے کی غرض سے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ اسی قلیل مدت میں ایک لاکھ سے زائد باغیوں کو توبہ کرا دی اور دنیا بھر کے موجودہ و آئندہ جنات و انسان کے بے گنتی طبقات کو دینی و دنیوی جملہ ضروریات کے پورا کرنے کا وہ سبق پڑھا دیا کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی ولادت سے لے کر مرتے دم تک کسی دوسرے معلم کی صورت دیکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔

طرز تعلیم

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز تعلیم پر نظر کی جائے تو عجب حیرت ہوتی ہے۔ کہ نہ اتنی سخت ہے جس کا تحمل دشوار ہو اور نہ اتنی نرم ہے کہ اثر کرنے سے قاصر رہے۔ نہ اتنا عالی مضمون ہے کہ کند ذہن سمجھ نہ سکے، اور نہ اتنا گرا ہوا ہے کہ عاقل فلاسفر گرفت کر سکے، نہ اس میں بی بی بچوں سے چھڑایا گیا اور نہ رشتہ داریاں تڑائی گئیں۔ نہ سیاحت و جلا وطنی ضرور ہوئی، نہ تجرد و قطع نسل کی اجازت دی گئی، نہ ہاتھ سکھائے گئے، نہ پاؤں پر ورم آنے پایا، نہ جوگ سدھایا گیا، نہ رہبانیت سکھائی گئی، نہ لذیذ غذائیں ترک کرائی گئیں، نہ عمدہ پوشاک چھڑائی گئی، نہ گرمی کا ناگوار تحمل کرنا پڑا، نہ سردی کی ناقابل برداشت مشقت اٹھانی پڑی بلکہ ہر فرد بشر کو اس کی طبیعت کے مناسب اسی شغل میں رکھا جس سے اس کو دلبستگی تھی، اور اسی میں اعتدال محمود پیدا کر کے اس متوسط طریقہ پر چلنے کی تعلیم دے دی جس پر قائم رہ کر وہ کمال راحت جسمانی و ترقی روحانی بسہولت حاصل کر سکے۔

اس تعلیم کی بدولت جس طرح کوٹھیوں کے اندر تاجر اپنی بیع و شرا میں مشغول رہ کر قرب خداوندی کے جس مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اسی مرتبہ کو ایک کمزور کاشتکار اپنے کھیتوں میں ہل چلا کر گرم لوؤں کے تھپیڑے اور طمانچے کھا کر حاصل کر سکتا ہے۔ نہ تاجر کو ضرورت ہے کہ بجلی کے پنکھوں اور نرم و نازک غالیچوں کو چھوڑ کر کھیت کی مینڈ پر آئے، اور نہ مزدور کسان کو حاجت ہے کہ پھوس کا جھونپڑا اور پولوں کی منڈھی سے نکل کر ٹھنڈے باغ کی پر لطف ہوا

کے جھونکے کھائے۔ وہی راحت جو کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو تعلیم محمدی پر عمل کرنے کی بدولت جواہرات کے گہوارہ اور موتیوں کے تخت پر مل سکتی ہے۔ وہی بے کم وکاست ذرا سی صورت کے تغیر سے ایک بے نوا فقیر کو پھٹی کملی کے اوڑھنے اور شکستہ و بوسیدہ ٹاٹ یا بوریے پر کھلے میدان میں لیٹ کر بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی نعمت پر شاکر ہو اور یہ اپنی حالت پر قانع و صابر تعلیم محمدی کے ایک ایک جز کو لے کر یہ بیان کرنا کہ اس میں کیا دینی مصلحت ہے اور کیا دنیوی؟ اور فلاں مسئلہ کیونکہ مختلف طبقات کے لئے یکساں مفید ہوا اس وقت مقصود نہیں ہے اور گو حق تعالیٰ کے وہبی عطیہ کی بنا پر دعوے سے کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے مسئلہ کے متعلق بسیط بحث کے بعد یہ ثابت کردوں گا کہ اس سے بہتر حاوی اور نافع صورت کا نکلنا عقلاً محال اور ناممکن ہے۔ چنانچہ نمونہ از خروارے رسالہ الرشاد میں جو کہ ایک سال کے لئے سہارن پور سے ماہوار شائع ہوا تھا، اس حیرت کن اور دلچسپ تعلیم کے مسائل سے کچھ بحث ہوئی بھی ہے مگر اس وقت اجمال اور کلیتہ کے درجہ میں یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ خداوندی سفیر یعنی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں آنا اسی لئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے ممالک مختلفہ کے جنات اور انسان کے مختلف طبقات کی قیامت تک آنے والی ان گنت مخلوق کو ایسا جامع قانون سکھائیں جس میں ہر قسم کی طبعی و نوعی، وملکی وجنسی اختلاف کا بھی لحاظ قائم رہے اور سینکڑوں برس کی باقتضائے زمانہ نئی نئی ایجادات اور حادث ہونے والی ضروریات بلکہ واقعیہ ہی نہیں فرضیہ خیالیہ اور وہمیہ کی بھی رعایت اس میں قائم رہے، انسان جیسا جعلساز و مکار جتنی کچھ خرابیاں پیدا کرسکتا ہے ان سب کا انسداد بھی تام ہوسکے، اور نہ کسی صوبہ یا احاطہ کے لئے مخصوص ہو اور نہ کسی وقت اس میں ترمیم و تنسیخ کی ذرہ برابر حاجت پیش آئے۔ چنانچہ فقہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی تعلیم کا دفتر ہے اس کی عینی شہادت دے رہا ہے کہ آج چودہ سو برس گزرنے پر بھی کسی ملک اور کسی زمانہ میں کوئی واقعی یا فرضی صورت ایسی پیش نہیں ہوسکی جس کا حکم حلت یا حرمت یعنی اس کے حسن وقبح کے متعلق شریعت محمدیہ نے جواب نہ دیا ہو اور نہ آئندہ ان شاء اللہ نکل سکے۔

روحانی تربیت

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں آنے کا مقصود یہ تھا کہ دنیا بھر کی قیامت تک آنے والی مختلف الاحوال ناری وخاکی مخلوق میں کوئی بچہ یا بوڑھا اور مرد یا عورت ایسی نہ رہے جس کو قرب حق تعالیٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچنے کا طریق تعلیم نہ کردیا جائے۔ چنانچہ تصوف وسلوک جو تہذیب نفس واصلاح قلب میں آپ کی اس اندرونی تعلیم کا دفتر ہے اس مضمون کی عینی شہادت دے رہا ہے کہ تیرہ صدیاں ختم ہونے کے بعد بھی کسی طبیعت اور کسی شغل ومصروفیت کا کوئی متنفس یہ نہیں کہہ سکا کہ مجھے اپنے خدا کی طرف لو لگانے کا طریقہ معلوم نہیں ہوسکا، اور میں اپنی خلقی کمزوری یا فطری نقصان کے سبب اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے سے معذور ہوں۔

دنیا بھر کے عقلاء کو چیلنج

یہ دو بڑی خدمتیں جن کے مختصر عنوان بالا اجمال مذکور ہوئے، وہ عظیم الشان کام ہیں۔ جن کے اجزاء کثیرہ میں سے ہر ہر جز کی عظمت وجلالت عقلاً ثابت ہے۔ پس اب ہم کو حق ہے کہ دنیا بھر کے عقلا وفلاسفر اور مختلف مذاہب کے مختلف الاحوال، لیڈروں کو مخاطب بنا کر دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ دعویٰ کریں، اور کہیں کہ لاؤ اپنے مقتداؤں، اماموں، پیشواؤں، اور سرداروں کے کارنامے، اور دیکھو سوچو، جانچو، اور خود پڑتال کرو، کہ کام کی عظمت کیا ہے۔ اور اسکا انجام دینا کس کا کام ہے؟ ان لیڈروں کا تو پوچھنا کیا جن کا مصلح اور ریفارمر ہونا کسی خاص زمانہ کے چند نفوس ہی نے تسلیم کیا ہے، اور گزشتہ وآئندہ زمانہ کے عام باشندوں کے کان ان کے نام سے آشنا بھی نہیں ہوئے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جن کا مصلح ہونا قرن ہا قرن سے مسلم ہے، اور جن کی نبوت وتعلیم حقہ پر مخالف تو مخالف خود ہم کو بھی اقرار وایمان ہے، رفع بغاوت اور تعلیم قانون فلاح وصلاح عام میں وہ بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا مقابلہ نہیں کرسکے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ دنیا بھر کے سچے مصلحین کا ہزار ہا سال کا کارنامہ ترازو کے اونچے پلہ پہ ہے۔ اور ایک بطحائی پیغمبر کا آب زر سے لکھا ہوا کارنامہ ترازو کے جھکے ہوئے دوسرے پلہ میں ہے، تو ہم بالکل سچے رہیں گے۔

اور صرف زبانی دعوے سے نہیں بلکہ جزئیات کی تفصیل کے موقع پر ماخلف سے کہلوالینگے۔ کہ درحقیقت جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں غور کرنے سے عقل انسانی کو چکر آتے ہیں۔

ان دو عظیم الشان خدمتوں کے علاوہ تیسری خدمت جس کی جلالت مذکورہ دونوں خدمتوں سے بڑھی ہوئی ہے اور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوئی تھی، یعنی اپنی تعلیم کا ذہن نشین، اور صرف دلوں میں نہیں، بلکہ رگ رگ اور پٹھے پٹھے میں پیوست کرنا جس کو تعلیم کا نتیجہ کہنا چاہیے، اس جز کا نام اسلامی اصطلاح میں تزکیہ نفوس ہے،

اور گو حقیقت میں یہ تعلیم کا ثمرہ ہے جس کو متعلم کی قوت انفعالیہ سے زیادہ تعلق ہے مگر چونکہ جب تک مؤثر خود قوی نہ ہوگا اس وقت تک کسی کی طبیعت متاثر ومنفعلہ کچھ حاصل نہیں کرسکتی، اس لیے یہ تیسری خدمت یعنی شاگردوں کو پڑھائے ہوئے علم کا عامل بنانا، آپ کی روحانی قوت کا وہ کارنامہ ہے جس کو نتیجہ امتحان کہنا چاہیے اور اس کے مشاہدہ سے مذکورہ بالا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دینے والے کی تعریف نہ کی جائے۔ (المنصب)

دونوں خدمتوں پر صاحب بصیرت کے لیے روشنی پڑے گی اس لیے مختصر طور پر اس کا تذکرہ بھی ضرور ہے اور وہ یہ ہے۔

تزکیہ نفوس اور تکمیل نتیجہ امتحان

یہ بالکل کھلی اور مانی ہوئی بات ہے کہ کسی کام میں سعی تام کر لینے کے بعد پھر بھی اگر نا کام ہو اور کوئی نتیجہ نہ نکلے تو اس کا الزام ساعی کی ذات پر نہیں ہوتا کیونکہ علم اور عمل جس کو دانش اور اس کا اثر کہنا چاہیے متعلم کی قوت انفعالیہ اور ہمت سے علاقہ رکھتا ہے۔ پس اگر کسی محنتی اور شفیق استاد کے شاگردوں میں ایک شاگرد بھی عالم یا اپنے علم پر عامل نہ بنے تو اس معلم پر الزام قائم نہیں کر سکتے جس کی رات دن محنت تعلیم کا مشاہدہ ہو چکا ہو۔ یا اگر کوئی جفاکش مدبر سپہ سالار افواج سرحدی پہاڑیوں کو زیر کرنے کی کوشش میں وطن کو خیر باد کہہ کر برس ہا برس جنگل کے خوفناک مناظر دیکھنے میں مبتلا رہا ہو، اور پھر بھی کوئی باغی شخص اپنی بغاوت سے باز نہ آیا ہو تو بینا کامی سپہ سالار کی اطاعت اور شاہی فرمان کی تعمیل میں راحت کو خیر باد کہنے کے قابل قدر خدمت پر دھبہ نہیں لگا سکتی۔

اسی طرح اگر انبیاءؑ کی صدائے توحید وندائے رسالت پر کوئی بشر کان نہ لگائے اور یہ خداوندی سفیر اپنی بات کے پکے برس ہا برس اسی کشاکش اور سعی میں گزار کر راہی دار البقاء ہو جاویں تو ان کی عظمت وجلالت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام جب نو سو برس تبلیغ کر چکے اور بجز چند نفوس کے جن میں اکثر آپ کا کنبہ ہی تھا۔ اور کوئی متاثر نہ ہوا تو سب کے غرق ہونے کی بد دعا کر بیٹھے اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اثر قریبی رشتہ داروں پر نہ پہنچا، بلکہ انگریزی مورخین کے اقرار کی بموجب آپ کے حوارین بھی آپ پر ایمان لانے میں پختہ ثابت نہیں ہوئے بایں ہمہ اس اثر کی کمزوری سے سیدنا نوح علیہ السلام وسیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور کام کی عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

پس اگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص بھی ایمان نہ لاتا، یا جو لوگ ایمان لائے تھے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاتے ہی پھر باغی ہو جاتے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی عظمت اور خداداد ہمت وجفاکشی ومحنت پر کسی کی طاقت نہ تھی کہ انگلی رکھے۔ مگر کار گزاریوں کی فہرست کے پیش ہونے پر دنیا کی نظریں چونکہ نتیجہ پر ضرور پڑتی ہیں اور کامیابی اور نتیجہ سعی کو شاہی صلات اور انعامات اور مراحم اور خسروانہ میں ضرور دخل ہے۔ اس لیے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں رفع بغاوت اور تعلیم ہدایت کے لیے بھیجا گیا وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد یہ خدمت بھی ہوئی کہ جاہلوں کو عالم بنائیں اور عالموں کا عامل، عامل کو صالح بنائیں اور صالح کو متقی، اور متقی کو مخلص اور مخلص کو صدیق۔ اعضائے جسمانی کو الگ پاک کریں اور قلوب وخواطر کو جدا صاف کریں، زبانوں سے کلمہ شہادت کا اقرار کرائیں، اور دلوں میں اس کی سچائی اور صداقت ڈالیں، قلوب میں اس کی عظمت پیدا کریں، اور عظمت میں ایسی حلاوت رچائیں کہ جان دینا سہل ہو مگر ایمان دینا سہل نہ ہو

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت ان کی رگوں اور پٹھوں میں ایسی رچا دیں کہ تلواروں کی چھاؤں میں گردنوں کا کٹنا ان کو لذیذ معلوم ہو، مگر اپنے پاک خدا کی عظمت کا زبان سے انکار کرنا جھوٹوں بھی گوارا نہ ہو۔ بس یہ ہے اصل ایمان کی حلاوت جو مقصود اعظم ہے ساری تعلیم نبوت کا اور یہی وہ شہادت صادقہ ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دلیل وبرہان کی حاجت نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر

سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت کا ثبوت تو اس درجہ کھلا ہوا ہے کہ نصاریٰ اور یہود کی تاریخیں بھی ان سے لبریز ہیں۔ خدا جانے وہ کونسا کیمیاوی اثر تھا جو ہر شخص کو ایمان لاتے ہی ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم مقدار میں صرف ایک نظر سے اس انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا تھا جو ہزار سال کی ریاضت ومجاہدہ سے بھی حاصل ہو جائے تو ارزاں ہے۔ آج سطح زمین پر کون شخص ہے جو اس کا انکار کرے کہ آپ جس وقت وحشت میں ڈال دینے والے دعوے کو پکارنے کے لیے تن تنہا مکہ میں کھڑے ہوئے تو خود آپ کے لئے بھی ایسا خوفناک منظر تھا کہ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے، اور ہاتھ پاؤں کپکپائے جاتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی مصیبت کا تو پوچھنا ہی کیا، اس پر ان حضرات کی پختگی و ثابت قدم کہ درے کھائے، بالو کی ریت پر عین دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں لٹائے گئے، بدن پر تیل ملا جانا برداشت کیا، گرم پتھروں پر جھلسنا گوارا کیا۔ زخم کھائے، خون کے فوارے بہے، مگر احد احد کا کلمہ جس کی مٹھاس دل میں بیٹھ چکی تھی زبان سے نہ ہٹا پر نہ ہٹا، خود سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بے بس تھے اور کسی قسم کی اعانت نہ کر سکتے تھے اپنے طفل نو آموز کی یہ تکلیف دیکھتے تو یوں فرما کر چلے جاتے کہ اے بلال رضی اللہ عنہ صبر صبر۔

عورتیں نظر کیمیاوی اثر سے متاثر ہوئیں تو زنجیروں میں جکڑنا پسند کیا، برہنہ کی گئیں، سر اور پیشانی کے بال پکڑ کر سنگریزوں پر گھسیٹی گئیں، شرم گاہوں پر نیزے اور برچھیاں ماری گئیں، آخر جان بحق تسلیم ہوئیں مگر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر نہ ہو سکا پر نہ ہو سکا۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ گرفتار کر کے غلام بنائے گئے، بکنا قبول کیا مشکیں کسی گئیں، کال کوٹھڑی میں رکھے گئے، کھانا بند کیا گیا، فاقوں پر فاقے برداشت کئے مگر یہ نہ ہو سکا کہ جو کلمہ زبان سے پڑھ لیا تھا، ایذا رساں دشمنوں کے پنجہ ظلم سے صرف بچنے کے لئے اس کا ظاہری محض

بصورت تو ریہ انکار کر جائیں۔ آخر سولی پر لٹکائے گئے اور کہا گیا کہ اپنے اسلام سے باز آ ؤ تو نجات و راحت ملے، مگر اس پاک نفس کو تو راحت اسی میں تھی کہ جس کیمیا اثر نے اپنا بنالیا ہے اس کی عظمت کے خلاف بات زبان پر نہ آنے پائے۔ اس لئے ہنسے اور کہہ دیا کہ اس خیال سے درگزرو، اور کرو جو کچھ کرنا ہے۔ آخر سولی پر چڑھ کر یہ کلمات کہتے ہوئے کہ:

''یا اللہ اپنے رسول کو میرا آخری سلام پہنچا دیجیو'' دنیا سے سدھارے اور انکار و کفر کا کلمہ زبان پر لانا بھی گوارا نہ کیا۔

ایک دو نہیں بلکہ ہزار ہا واقعات ہیں جنہوں نے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے کہ آپ کی نظر میں وہ اثر تھا کہ جس پر پڑی اس کو کمال اطاعت کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا کر رہی۔ ایک جوان شخص نے بصد آرزو نکاح کیا اور جب تمناؤں کی پوری کرنے والی گھڑی آئی کہ پہلی شب میں وصال کا وقت قریب پہنچا تو کان میں آواز پڑی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں کو جنگ میں لے جانے کیلئے بلا رہے ہیں اس آواز کا سننا تھا کہ موت کا خوفناک میدان اور خون کی ندیوں اور نالوں کا جنگل اس پیاری بی بی کے نظارہ سے زیادہ پیارا معلوم ہونے لگا۔ جس کو ہجر پر ہجر کی تکلیفیں جھیل کر آج حاصل کیا تھا۔ چنانچہ فوراً تیر کمان اور تلوار و نیزہ سنبھال کر اُحد کی تلہٹی میں آ پہنچے اور دو چار وار کے بعد شربت شہادت پی کر میٹھی نیند سو رہے ہے۔

جنگ بدر کا ہولناک منظر نظر کے سامنے تھا اور سرداران قریش کا عشرت و نشاط میں ڈوبا ہوا مست لشکر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قلیل جماعت کو ڈرا رہا تھا کہ ایک انصاری نونہال جس کی نوجوانی پر دشمن کو بھی ترس آنا چاہیے خورجی میں سے چھوارا نکال کر کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں لڑتا لڑتا مر جاؤں تو کیا انعام ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس لفظ کا نکلنا تھا کہ اس ہونہار کے قلب پر بجلی کوند گئی، خدا جانے اس کو کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا اعتقاد تھا جس نے اس کو حصول جنت میں بیتاب بنادیا نہ اس کو اپنی جوانی کا لحاظ ہوا کہ ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟ نہ ماں باپ کا خیال آیا کہ مجھ بغیر ان کا کیا حال ہو گا؟ نہ نیزہ کی سنان یا تلوار کی دھار سے ڈر معلوم ہوا کہ چبھنے سے کیا تکلیف ہو گی؟ سب کچھ اس کے ذہن سے محو ہو گیا اور جنت جس کا نام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا گویا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، کہ اس کو منہ میں پڑی ہوئی کھجور کا نگلنا دشوار پڑ گیا آخر اس کو تھوکا اور یہ کہہ کر کہ:

''بخ بخ اس کے کھانے میں دیر ہوتی ہے''

آگے بڑھا اور شہید ہو کر جنت کو سدھارا۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ جنہوں نے کسی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینہ کو چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اسکو دانتوں سے چاب کر یہ کہتے ہوئے تھوکا کہ ''آج میرے کلیجے میں ٹھنڈک پڑ گئی''

جس وقت مسلمان ہوئیں تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں کہ:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض منہ نہ معلوم ہوتا تھا اور آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے زیادہ مجھے دنیا میں کوئی چہرہ محبوب نظر نہیں آتا۔''

غرض دس بیس واقعات ہوں تو کوئی نظیر میں پیش کرے یہاں تو جو حالت ہزاروں نو مسلم صحابہ اور نو آمیز طلبہ علم رسالت کی ہوئی وہ سب کو معلوم ہے کہ ناز پروردہ شاہزادوں اور امن و عافیت کی زندگی گزارنے والے نبی زادوں یعنی قریش اور اہل عرب نے مسلمان ہو کر کیا کیا تکلیفیں نہیں اٹھائیں؟ گھر چھوڑے بے وطن ہوئے دولت چھوڑی، ثروت چھوڑی، مال چھوڑا، حکومت چھوڑی، کنبہ سے منہ موڑا، بی بی بچوں سے علاقے توڑے، بچپن کے یاروں اور مدت احباب و آشناؤں سے نا آشنا ہوئے عزت کو خیر باد کہا، راحت بالائے طاق رکھی، تلواروں کی چھاؤں میں آئے، فاقوں کے بستروں پر لیٹے مزدوریاں کیں، کئی کئی فاقوں پر شکم سیری کے لئے پانی کے بھاری ڈول اور چرس کنوؤں سے کھینچے اور ایک ایک ڈول پر ایک ایک چھوارہ لے کر پیٹ بھرا۔

غرض ہر قسم کی مصیبتوں میں جو کچھ پڑا برداشت کیا..... مگر ایمان کی حلاوت جس سے زبان قلب آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹی پر نہ چھوٹی۔

آخر وہ کونسی داب تھی جس نے ان کو تھام رکھا تھا، اور وہ کونسی لذت تھی جس کو ان تمام دشواریوں پر غلبہ حاصل ہو رہا تھا۔

ابو جندل رضی اللہ عنہ جو ایمان لانے کی سزا میں مکہ کے اندر پا بہ زنجیر اور اندھیری کوٹھڑی میں قید تھے موقع پا کر عین اس وقت جب کہ میدان حدیبیہ میں صلحنامہ کی تکمیل ہو رہی تھی کسی تدبیر سے بھاگ آئے اور یوں سمجھ کر کہ مسلمان مجھے ضرور اپنی پناہ میں لے لیں گے اسلامی لشکر میں آ کر گر پڑے مگر قریش کے اصرار پر کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دو۔ حضرت ابو جندل کا ہاتھ ان کے باپ کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ایمان کی آزمائش کے لئے اس سے دشوار گھاٹی شاید مشکل سے ملے کہ خود مسلمان ہی ابو جندل رضی اللہ عنہ کو کفار کا تختہ مشق بنانے کے لیے کافروں کے حوالے کر رہے ہیں۔

مگر اللہ کے خداوندی سفیر کی نظر کیمیا اثر کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ روتے ہیں اور دہائی دیتے ہیں کہ میں بڑی مصیبت سے بھاگا ہوں اب مجھے دشمنوں کے حوالے نہ کرو، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

''اے ابو جندل! صبر کرو خدا تمہارے لیے کوئی دوسری سبیل نکالے گا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال خیانت کا صدقہ خدا قبول نہیں کرتا۔ (مسلم)

چنانچہ ابوجندل بہ ہزار یاس پھر زندان مصیبت میں داخل ہوئے مگر وہ کلمہ توحید جس کی حلاوت وشیرینی سے زبان قلب ایک دفعہ آشنا ہو چکی تھی نہ چھوٹا پر نہ چھوٹا ......وائے حیف کہ ان واقعات کو دیکھتے ہوئے کسی پھوٹے منہ سے یہ بہتان کا کلمہ نکلے کہ: ’’اسلام بزورِ شمشیر پھیلا‘‘

چاہ بدر کا میدان جو کہ جان وایمان کے مقابلہ کا پہلا میدان، اور مکتب رسالت کی تعلیم یافتہ جماعت کے امتحان کا پہلا مکان تھا کہ تین سو تیرہ نفر کو جن کے پاس رسد اور ہتھیار کا سامان بھی کافی نہ تھا اپنے سے سہ چند ایسے دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا جو خونخوار بن کر مذہبی جنگ کے لئے پورا جوش نکالنے کو ہتھیاروں سے لدے ہوئے آہن پوش نکلے تھا مگر واہ ری استقامت کہ ایک بچہ کو بھی گھبراہٹ یا ہراس پیدا نہ ہوا اور کسی نے بھاگنے کا وسوسہ بھی نہیں کیا بلکہ کہا تو یہ کہا کہ ’’ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر سے کہہ دیا تھا کہ تم اور تمہارا خدا دونوں جاؤ، اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں، یا رسول اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مستفیض ہوئے ہیں، اس لئے ہمارا قول یہ ہے کہ آئیے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بن کر کافروں سے لڑنے کو ہر طرح تیار ہیں‘‘

تاثیرِ نظر کی قوت

ایک عجیب بات جس پر کمال حیرت ہے آسمانی سیر کی نظر شفقت کے متعلق یہ ہے کہ جس درجہ وہ قوی الاثر تھی اسی طرح زود اثر بھی تھی کہ اتنے زور کا اثر پیدا ہونے کے لئے ایک لمحہ بھی کافی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ سینکڑوں واقعات ہیں کہ ابھی دشمن بنے ہوئے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کو نکلے تھے اور مسلمان ہوتے ہی اسی تلوار کو لے کر اپنے کنبہ وبرادری بلکہ بھائی باپ پر حملہ کرنے کے لئے تل گئے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کے کارناموں سے تاریخیں لبریز ہیں، آخر وہی تو ہیں جو جنگ احد میں کفار کے سپہ سالار بن کر آئے، اور کئی کا لکر درہ کوہ کی راہ پشت کی طرف سے حملہ کر کے مسلمانوں میں ہل چل ڈال چکے تھے۔ وہ دن تھا کہ اس تدبیر پر بہتر مسلمانوں کے شہید ہونے کی وجہ سے ان کو ناز تھا مگر جس دن مسلمان ہوئے تو اس کی تلافی کرنے کے لئے بہتر ہزار کافروں کی گردنیں کاٹنے کا عہد کر چکے تھے جن کو عمر بھر میں پورا کیا۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ جنہوں نے صرف سو اونٹ کی لالچ میں سپہ سالار اسلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگوار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ سے شہید کیا تھا جس دن مسلمان ہوئے تو ندامت کے سبب سر سے لے کر پاؤں تک پسینہ میں غرق تھے اور عہد کر چکے تھے کہ اگر کافروں میں سے ایسا ہی نام آور قتل نہ کیا تو خدا کو منہ دکھانے کی جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ مسیلمہ کذاب کو جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا قتل کر لیا تو چین پڑا، اور سمجھے کہ اس بڑے خطا وقصور کی جس کا ارتکاب بحالت کفر ہوا تھا آج توبہ پوری ہوئی ہے۔

تعلیم وتربیت کی واقعاتی شہادت

پھر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قانون الٰہی کی تعلیم کا ہر پہلو پورا کرنا تھا اس لئے جرائم کی سزائیں، اور ناگوار واقعات بھی رات دن پیش آتے تھے۔ ادھر ابھی تک کافروں کو ہر طرح آزادی اور غلبہ حاصل تھا اور وہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کے ٹوٹنے کو بڑی پیاری اور عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے، مکہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، اور وہاں اسلام سے پھر جانے والا شخص سردار بنتا ادھر نہ ان کی کوئی روک تھام تھی، نہ خوشامد وعزت تھی بلکہ اس کے برعکس فاقہ کی تکلیفیں جدا تھیں، بے وطنی علیحدہ تھی پانچ پانچ وقت نماز کے لئے جماعت میں آنے کا بار علیحدہ تھا۔ مہمان نوازی کے بوجھ علیحدہ تھے، جنگ کے لئے تیاریاں اور مصارف جنگ کے لئے چندوں کا غرض مال وجان کا نظرانہ جدا پیش کرنا تھا۔ بایں ہمہ آسمانی تعزیرات کا قانون ان پر بے تکلف اور بلا رو رعایت جاری کیا جاتا تھا۔ کسی سے چوری ہوگئی تو اس کا ہاتھ قطع کر دیا گیا، اور زنا صادر ہوا تو پتھروں سے کچلا کر کے سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا قصہ ہوا تو ایک چھوڑ تین تین کو حد قذف کا حکم ہوا اور اسی اسی درے مارے گئے، پھر آج ماں اور بہن سے نکاح حرام ہوا تو کل بی بی کے ساتھ اس کی بھانجی و خالہ یا بھتیجی و پھوپھی کا جمع کرنا حرام ہوگیا، آج گدھا حرام ہوگیا تو کل کو شراب حرام ہوگئی، آج ایک چیز چھڑوائی گئی تو کل کو دوسری چیز ترک کرادی گئی۔ یہ سب کچھ تھا مگر اللہ ری استقامت کہ شراب کی حرمت نازل ہوتے ہی محض ایک آدمی کی اطلاع پر مٹکے کے مٹکے اوندھا دیئے اور اس کا بھی انتظار نہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق تو کر لیں کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط؟

سارق کھڑا ہوا اپنے ہاتھ کٹا رہا ہے، مگر اسلام سے انکار اور مکہ چلے جانے کا نام نہیں لیتا، زنا کا خطاوار شخص اپنے مجرم ہونے کا خود اقرار کرتا اور بے چین ہو ہو کر کہہ رہا ہے کہ مجھ کو جلد سزا دیجئے۔ چنانچہ میدان میں اس کو کھڑا کیا جاتا ہے اور چار طرف سے اس پر پتھر برس رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ اگر بھاگے تو راستہ کھول دینا، مگر اس کو اپنی موت اور سزائے شریعت میں اپنے نفس کو نمونہ بنانے کی لذت کسی طرف بھاگنے نہیں دیتی۔ آخر اونٹ کی دھار دار ہڈی کی ضرب سے زخمی ہو کر گرتا اور راہی آخرت ہو کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

ذرا بتایئے تو سہی کون سی قوت تھی جس نے عام اور خاص کو اس طرح

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج آدمی کو صدقہ دینا فقط صدقہ ہے۔ مگر قریبی رشتہ دار کو جو مسکین ہو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (الترمذی)

شکنجہ میں جکڑ لیا تھا کہ ایک بڑی زبردست سلطنت بھی سنگینوں اور ننگی تلواروں کے پہرہ میں اس کو انجام نہیں دے سکتی۔

تبوک سے واپس ہو کر جب وہ لوگ پیش ہوئے جو غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ تو سب منافقوں نے جھوٹے عذر و حیلوں پر اپنا بچاؤ کر لیا، مگر تین صحابہ نے یوں سمجھ کر کہ سچ ہی نجات دینے والی شے ہے صاف عرض کر دیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کوئی معقول عذر مانع جہاد نہیں تھا، اور درحقیقت ہم لوگ بلاوجہ محض اپنی کوتاہی اور کم ہمتی سے شریک جنگ نہ ہو سکے۔''

اس پر ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہوا اور خطاوار ہونے کی فوری سزا کا یہ برتاؤ ان کے ساتھ عمل میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی ان سے بولنا چھوڑ دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی منع فرما دیا کہ کوئی ان سے بات نہ کرے، ان بیچاروں کی آزمائش کا یہ ایسا نازک وقت تھا کہ بہادروں کے پتے پانی ہو جاتے ہیں کہ جھوٹے عذر کرنے والوں کو کوئی سزا نہ ملی اور سچ بولنے پر اس آفت کا سامنا ہوا کہ جدھر جاتے ہیں وہ بات نہیں کرتا اور جس طرف دیکھتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ ادھر ان کی بیبیوں اور ماؤں بہنوں کی آزمائش تھی جن میں زیادہ دشواری بی بی کو تھی جو اپنی زندگی و راحت کی باگ ہمیشہ کے لئے ان کے ہاتھوں میں دے چکی تھی۔ مگر اللہ رے استقامت کہ عورت ذات ہو کر بھی اس کا خیال نہ کیا کہ طلاق و رنجش کے بغیر زندہ خاوند کو چھوڑ کر زندگی کس طرح گزاروں گی۔

چنانچہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنا کہ ان سے کوئی شخص بات نہ کرے تو خود دریافت کرا بھیجا کہ ہم پابند وقید زوجیت عورتوں کے لئے کیا حکم ہے کہ خاوند کی اطاعت کریں جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ضروری بتایا ہے یا طلاق لے کر اپنے میکے چلی جائیں؟ اور جب ان کو بھی یہ حکم ملا کہ کو مطلقہ یا بیوہ کا حکم ابھی جاری نہیں مگر آسمانی فیصلے کے ظہور تک بولنے سے تم بھی پرہیز کرو تو پھر کسی نے اپنے خاوند کو یہ بھی نہ سمجھا کہ کہاں رہتا ہے اور کیوں گھر میں آتا ہے؟

ادھر ان سچے جوانمردوں کا امتحان تھا کہ بیوی جس پر ہر طرح اختیار تھا وہ بھی ایسی بڑھ چڑھ گئی کہ بات نہیں کرتی، اور تعمیل حکم تو درکنار کلام کرنا بھی گناہ سمجھتی ہے۔ آخر سچ بولنا بھی کیا کوئی قصور ہے کہ جس کی اس قدر سخت سزا ملی، مگر اللہ رے استقامت کہ مسجد میں جانا نہ چھوڑا اور نماز قضا نہ ہو سکی۔ کسی نمازی نے بات تک نہیں کی اور سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ مگر ان کو ہر وقت اپنے کام سے کام اور یہ دھیان رہا کہ سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کہیں دل میں تو ناراض نہیں؟ چنانچہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے، اور اتنی بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز میں مشغولیت کے وقت کن آنکھوں سے ان کو دیکھا کرتے ہیں، دیکھ کر باغ باغ ہوئے جاتے تھے۔

ان کے دوست اور احباب اور بھائی برادر جو اکثر آمد و شد رکھا کرتے تھے۔ یک لخت بے تعلق ہو گئے تھے۔ پڑوسی جن سے ہر وقت چہل پہل رہتی تھی، ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ بازار کے دوکاندار ان کے سوال کا جواب نہ دیتے۔ اور نرخ پوچھنے پر کوئی ان کو اپنی چیز کی قیمت بھی نہ بتاتا تھا۔

پھر یہ مصیبت در مصیبت ایک دو دن نہیں رہی، بلکہ پورے چالیس دن قائم رہی کہ زمین باوجود وسعت ان پر تنگ ہو گئی اور زندگی دوبھر معلوم ہونے لگی۔ اسی حالت میں دوسری آزمائش ہوئی کہ بازار میں چلتے ہوئے ایک شخص نے ان کو خط لا حوالہ کیا۔ جس کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک رئیس کافر نے ان کو بلایا اور ترغیب دی تھی کہ

''میں نے سنا ہے کہ سچ بولنے کے جرم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقابل برداشت سزا دی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ وہ تمہارے قدردان نہیں، اور نہیں جانتے کہ تم کس مرتبہ اور عزت کے قابل ہو۔''

یہ مصیبت اور اس پر اتنا سہارا بھلا کوئی سوچ کر بتائے کہ ایسی کشاکشی میں اس نازپروردہ شخص کو روکنے اور سنبھالنے والا کون ہے؟ کہ اب بھی یہ سرداری کی گدی پر لات مار کر اسی ذلت و خواری میں رہنے کو لذیذ اور عزیز سمجھے کہ جدھر جائیں دور دور ہو اور جس طرف نکلیں پھٹ پھٹ ہو۔

مگر اللہ رے استقامت اور پختگی کہ اس خط کو لے کر تنور والے کی دکان پر آئے، اور غصہ کے ساتھ اس خط کو دہکتی آگ میں جھونک کر قاصد سے کہا کہ ''یہ ہے تیرے خط کا جواب، کیا تو یا تیرا بھیجنے والا دشمن خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یوں چاہتا ہے کہ میں ایمان کی حلاوت چھوڑ بیٹھوں، اور وہ نعمت جس سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے طفیل حق تعالیٰ نے مجھ کو نوازا ہے ہاتھ سے کھو بیٹھوں؟ سو جان دے دوں گا، اور اس سے زیادہ ذلیل حالت میں زندگی کے دن کاٹوں گا، مگر ایمان سے نہ ڈگوں گا پر نہ ڈگوں گا۔''

آخر پچاس دن کے بعد توبہ معافی نازل ہوئی اور اس کی اطلاع پا کر ان حضرات نے مژدہ سنانے والے قاصد کو جوش مسرت میں بدن کے کرتے اتار کر دے دیئے۔

آج کوئی ہے دنیا میں جو اپنی یا اپنے پیشوا کی پچاس برس کی تعلیم و تربیت کا اثر اعلیٰ درجے کے سمجھدار پڑھے لکھے سلیم الطبع خوش فہم ذکی و قوی الحافظہ شاگرد پر واقعات کی شہادت سے ایسا ثابت کر دے جیسا ہم اپنے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک لمحہ کی تعلیم و تربیت کا اثر ایک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ پر آ کر مانگنے والا مومن کے لئے اللہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے (اس کو خیرات دی جائے)۔ (تاریخ بغداد للخطیب)

گاؤں میں رہنے والے ان پڑھ، کند ذہن، بدمزاج، تندخو اور ایسے اکھڑ طبیعت کے شخص پر ثابت کر سکتے ہیں، جس کی اخلاقی کمزوری اور قوت انفعالیہ کے ناقص و مضمحل ہونے کا ہر شخص کو اقرار ہے اور اس کی حالت دیکھ کر مشفق معلم بھی کانوں پر ہاتھ دھر کر یوں کہے گا کہ یہ جماعت نہ تعلیم یافتہ ہوسکتی ہے، نہ تربیت پانے کی صلاحیت واہلیت رکھتی ہے۔ وہی بدو، جن کی آج ذرا سی جہالت وسختی دفع کرنے اور تعلیم یافتہ بنانے کی تدبیر سے سلطنت عاجز ہورہی ہے۔ خداوندی سفیر کی ذرا سی تعلیم کے اثر سے ایسی مہذب بنی تھی جس نے لکھوکھا متمدن اور سیاست پسند اقوام کو سبق پڑھایا، اور مدبر وسیاسی فتح مند و باقبال سلطان السلاطین بنایا ہے۔

کچھ سمجھ کام نہیں کرتی کہ وہ کیا قوت تھی جس میں اس قدر زبردست اثر تھا کہ تصویر کا رخ پھیرنے اور رات کو دن بنانے کے لئے ایک سیکنڈ کی ضرورت نہ تھی۔ جنگ بدر میں جب ستر مشرکین قید ہوکر آئے اور ستر مقتول ہوئے تو اہل مکہ میں تہلکہ پڑ گیا چنانچہ ایک شخص جو اپنی افتاد پر زندگی سے بیزار ہوگیا تھا، اپنے اہل وعیال کے نفقہ کا ایک رئیس کو متکفل بنا کر اس خیال سے مدینہ چلا کہ خاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرے، چونکہ نہ یہاں دربان تھا نہ چوکیدار، نہ نقیب، نہ چوبدار، نہ باڈی گارڈ تھا، نہ محافظ، پولیس کا پہرہ، ایک مسجد تھی کہ خدا کا گھر ہونے کی وجہ سے عامۃ الورود تھی، اور ہر وقت اس کا دروازہ کھلا رہتا تھا کہ جس کا جی چاہے بے کھٹکے چلا آئے اسی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے، اور اپنی مفوضہ خدمت تعلیم وتربیت کو انجام دیا کرتے تھے، اس لئے یہ شخص تلوار حمائل کئے ہوئے بے کھٹکے اندر آ گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے ساتھ اپنے پاس بٹھالیا۔ ہرچند کہ صحابہ نے خونخوار آنکھیں دیکھ کر اور بدامنی کے زمانہ میں تلوار سمیت دشمن کے اندر آنے کو اندیشناک سمجھ کر چاہا تھا کہ اس کو نظر بند رکھیں، مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی پرواہ نہ کی اور مسکرا کر اسی سے دریافت فرمایا کہ کہیے کس نیت سے آنا ہوا؟

آنے والے شخص نے حیلہ تراشا، اور بات بنانے کو کہا کہ

''فلاں عزیز کی رہائی کا خواہش مند بن کر آیا ہوں''

مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نظر ڈالی اور کہا کہ

''لگی لپٹی بات اچھی نہیں ہوتی کہ جھوٹ بولنا شرافت کے بھی خلاف ہے، یوں کیوں نہیں کہتے کہ میرا سر لینے کو آئے ہو''؟

بس اس نظر کا پڑنا تھا کہ تیر بن کر کلیجہ کے پار ہوتی چلی گئی اور اس نو وارد کی کایا دفعۃً ایسی پلٹی کہ بے اختیار کہہ اٹھا۔

''بے شک آیا تو اسی ارادہ سے تھا مگر اب تو میرا آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام بننے کے لئے ہوگیا۔''

اس کے بعد کلمہ پڑھا، اور چند روز خدمت میں رہ کر مکہ جانے کی اجازت چاہی تاکہ دوسروں کو اسلام کی ترغیب دیں یہاں وہ بیچارا جس کے ذمہ بی بی بچوں کا بوجھ ڈال آئے تھے اس انتظار میں دن کاٹ رہا تھا کہ اب بدر میں کام آجانے والے روساء قریش کی پس ماندونکی پوری تسلی ہوا چاہتی ہے کہ آنے والے مدنی مسافر نے اس کو خبر دی:

''شکاری تو خود شکار ہوگیا اور تم کو اس کے اہل وعیال کی زیر باری مفت میں اٹھانی پڑی۔''

آخر چند روز بعد وہ نومسلم بھی آئے اور ضبط نہ کرسکے کہ زبان سے نکلی ہوئی شہادت کو با آواز بلند نہ پکار دیں۔ چنانچہ بازار میں نکلے اور گلی گلی کوچہ کوچہ کلمہ شہادت پڑھتے پھرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قوت تاثیر اس قدر عام تھی کہ کسی نومسلم کی طرف سے کسی شخص کو یہ وسوسہ یا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ آخر عداوت کی آگ چار طرف پھیلی ہوئی ہے اور دشمنان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھنے میں کسی چال اور تدبیر سے بھی باز نہیں آتے، پس ممکن ہے کہ اس نومسلم کا یہ اسلام لانا بصورت تقیہ صرف اس غرض سے ہو کہ مار آستین بن کر کامیابی کی صورت نکالے چنانچہ وہی شخص جو آج کفار کی جماعت سے ٹوٹ کر اسلام کا اظہار کرتا تھا اگلے دن سپہ سالار فوج بنا کر کافروں کے قتل وقتال کی غرض سے کسی طرف سے روانہ کردیا جاتا تھا اور کسی کو احتیاط کے درجہ میں اس کا واہمہ بھی نہ آتا تھا کہ شاید یہ دغا کرے اور اس مذہب سابق کی جس میں نشو ونما پایا، اور ولادت سے لے کر کل گزشتہ عمر تک اس میں رسا بسا ہے طرف داری نہ کر جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر نظر پڑتے ہی اس کے قلب میں اتر جانے کا تجربہ ومشاہدہ نومسلموں کے ایمان کی پختگی کا اتنا یقین دلا چکا تھا کہ دھوکہ اور بدنیتی کا کسی کو گمان بھی نہ ہوتا تھا۔

شانِ تکمیل

پھر یہی نہیں کہ اپنی تعلیم کا اثر پیدا کرنے کے لیے متعلمین کو عامل بنانے پر اکتفا کیا ہو، بلکہ قلوب کے تزکیہ کی جو خدمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کی گئی اس کے بھی سارے مراتب طے کردیئے گئے کہ عالم کو عامل بناؤ اور عامل کو کامل اور کامل کو مکمل بناؤ کہ خود درجہ کمال کو پہنچ کے وہ استعداد حاصل کریں جس سے آئندہ دوسروں کی تکمیل کرسکیں۔ اور تکمیل کرسکنے کی استعداد میں بھی یہ مراتب ملحوظ رہیں کہ وہ دوسروں کو عالم اور عامل اور کامل بنا کر اسی استعداد والا مکمل بنا سکیں۔ کہ وہ آئندہ دوسروں کی تکمیل کرسکیں۔ ھلم جرا یہی سلسلہ قیامت تک قائم رہ سکے۔ اور اس درجہ تکمیل میں تا یوم النشور کسی وقت بھی کوئی ضعف یا کمی نہ آنے پائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ پڑھاؤ

لکھاؤ، اور ایسا عالم باعمل، بناؤ مدرس بن کر دوسروں کو ایسا ہی زبردست عالم بنا سکے جو آئندہ پڑھائے لکھائے اور پھر ایسے مولوی بنا سکے جو مسند تدریس پر بیٹھ کر ہزار ہا شاگردوں کو درس دے سکے، اور پڑھا لکھا کر مدرس عالم تیار کر سکے۔ قیامت تک اس سلسلہ کی بقا کو دیکھئے اور پھر سب کی منبع و سرچشمہ کی قوت تکمیل پر نظر کیجئے، کہ ضدی اور ہٹ دھرم قوم کو مسلمان بنا کر ہر فن اور ضرورت واقعیہ و فرضیہ کا عالم بنانا، اور عمل کی صلاحیت پیدا کرنا، اور اس میں پختگی وثبات اور اس قدر مضبوطی کا ڈالنا کہ جان جائے مگر ایمان نہ جائے۔

اور اس عالم کو کامل بنانا اور اس میں دوسروں کے کامل بنا سکنے کی استعداد کا ڈالنا اور کامل ہی بنا سکنے نہیں بلکہ آئندہ غیر محدود زمانہ تک اسی سلسلہ تکمیل کے قائم رکھنے والی تکمیل کا اہل بنا کر مکمل اکمل بنانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب سوم تھا جس کے ثبوت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وسیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے نام پیش کئے جاتے ہیں کہ وہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو کسی دن اس خداوندی سفیر کے قتل کا منصوبہ باندھ کر تلوار لے کر گھر سے نکلے تھے آخر مسلمان ہوئے اور ایسے مسلمان ہوئے کہ دشمنوں کے بھرے مجمع میں سب سے پہلے ندائے حق حرم محترم کے اندر بلند کی۔ عالم ہوئے تو ایسے کہ ہزار ہا خلق کو پڑھا لکھا دیا، کامل بنے تو ایسے کہ زبردست سلطنت کو تھام کر قوانین محمدیہ کے زیرنگرانی اس خوش اسلوبی سے چلایا کہ آج مخالفین کو اس کی نظیر لینے کی ضرورت ہے مکمل بنے تو ایسے کہ ہزار ہا کفار کو مسلمان بنا دیا اور مسلمان ہی نہیں بلکہ اسی حلاوت ایمانی وثبات قدم کی تعلیم دے کر جادہ شریعت محمدیہ پر ہمیشہ کے لیے لا ڈالا آخر اسی صلاحیت کا مژدہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بایں الفاظ سینکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے سنا کہ:

''اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتا،،

شان صدیقی رضی اللہ عنہ و فاروقی رضی اللہ عنہ

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی جلالت اور شان تکمیل کے کمال پر پہنچنے کی یہ حالت ہے تو سیدنا صدیق عتیق رضی اللہ عنہ کا تو پوچھنا ہی کیا جن کی پاؤں کی خاک کا سرمہ بنانا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی عزت معلوم ہوتا ہے اور جن کے قدم بہ قدم چلنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی نجات سمجھے ہوئے تھے اور آپ کی شان تکمیل کے سب سے بلند ہونے کا ثبوت یہی کافی ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کی نیابت کا بوجھ اٹھایا تھا تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے رسالت محمدیہ کی جان نشینی کا بار سر رکھا تھا۔ اگر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے شام وعراق ومصر کے بگڑے ہوئے باشندوں کو سنوارا اور نومسلموں کو سنبھال کر ان کی تکمیل کی تھی تو سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے مکملین کاملین کی افسردہ طبیعتوں کو تھام کر اور اکابر و سرداران عالم یعنی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی خطرناک متغیر حالت کو اس نازک وقت میں سنبھال کر اپنی شان تکمیل کا ثبوت دیا جب کہ فلک نبوت کے ماہتاب اور آسمان رسالت کے آفتاب کے غروب ہونے اور پیاروں سے پیارے اور محبوب تر سے محبوب تر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ان کو پیش آئی ......اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے ثابت قدم جلالت ماب کامل مکمل کی بے حواسی کا یہ عالم تھا کہ تلوار نیام سے نکالے کھڑے اور یوں فرما رہے تھے کہ: ''اگر کسی نے کہا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اس کو قتل کر دوں گا''

یہ صرف سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا ہی کام تھا اس زبردست علماء کاملین کی جماعت کو سنبھالا اور ایسا نازک سماں جس میں جو کچھ بھی ہو جاتا تھوڑا تھا کہ گرتی ہوئی جماعت مکملین کو تھام لیا۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تکمیل اتم کا ثمرہ ہے جو آج چودھویں صدی میں بھی ایسی کامل مکمل نظر آرہے ہیں۔ جن کا وجود باوجود صلاح وعلم وعمل کے کمال کا درجہ حاصل کرنے کے بعد دوسروں کی تکمیل کا اسی طرح سلسلہ چلا رہے ہیں۔ جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔ اور جن کے بقاء سلسلہ کی مکمل اتم سفیر نے اسی زمانہ تکمیل میں بایں الفاظ اطلاع دے دی تھی کہ:

''اس سلسلہ تکمیل کی بدولت میری امت میں ہمیشہ قیامت تک ایک ایسا گروہ قائم رہے گا جن کو حق پر ثبات قدم نصیب ہوگا اور وہ امر حق کے ظاہر کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے''

علمائے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ ان حضرات کا وجود ہر بصارت والے کو ادنی توجہ سے نظر آرہا ہے اور یہی وہ خدمت رسالت ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوت تکمیل کا سلسلہ چلنے سے ہر قرن اور ہر صدی میں علماء امت محمدیہ سے لی گئی اور اس کی بناء پر علماء امت محمدیہ کو انبیاء بنی اسرائیل کے مثل کہلائے جانے کا شرف حاصل ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات مبارکہ کا حاصل

اب ان تینوں خدمتوں کو جن میں ہر ایک خدمت بالاستقلال ایک حیرت کن عظمت رکھتی ہے یکجا ملایئے اور دیکھئے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا اہم کام اپنے ذمہ لیا تھا اور اس کو تن تنہا کس خوبی کے ساتھ کس قدر پائدار اور کتنے وسیع پیمانہ پر انجام دیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منصب کی تکمیل کے لیے کل تیئس سال کا زمانہ پایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح کا نام زبان سے نکالتے ہی گویا گھاس

میں آگ لگادی، اور تند خو، بدمزاج، شریف النسب متکبر شاہزادوں کو غصے سے مشتعل اور غضب ناک بنا کر اپنے نفس کو ہر قسم کے مصائب کا نشانہ بنایا بالطبع نازک مزاج، ناز پروردہ، رئیس زادہ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً کسی تف کے کلمہ کی بھی سہارنہ کر سکتے تھے۔ خصوصاً ہاشمی النسل اور خواجہ عبدالمطلب کے پوتے ہونے کی وجہ سے تو چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجازی ملک کے شاہزادہ تھے اور یتیم ہونے کی وجہ سے لاڈ پیار کے گہوارہ میں پلے تھے، جس نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا تھا اس لئے طبعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی مخالفت اور گستاخ حرکت بہت تکلیف دہ تھی۔ بااین ہمہ جب قوم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کو دلشکن پایا تو وہ لوگ جو اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کی داد دیا کرتے تھے۔ مخالفت پر تل گئے، گالیاں دیں، کوسنے سنائے، طنز وطعن کئے، آوازے کسے، مذاق اڑایا، بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ کا نام مذمم رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو یہ قصیدہ لکھے اور بھرے مجمعوں میں ان کو ہنس ہنس کر سنایا۔ مجنوں ودیوانہ کہا، کاہن بتایا، تہمتیں لگائیں، ساحر وجادو گر کہا، شاعر مشہور کیا، پتھر پھینکے، کنکر برسائے، بیٹیوں کا لین دین بند کیا، خرید وفروخت روک دی۔ برادری سے گرایا، نجاست کے ٹوکرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر پھینکے، آپ کی پکتی ہانڈیوں میں خاک جھونکی، دھمکیاں دیں اور ہر قسم کی مصیبت وتکلیف کا ہدف بننے سے ڈرایا قتل کے منصوبے باندھے غرض جو کچھ نہ بھی کرنا تھا وہ بھی کر گزرے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے میں لغزش نہ آئی اور آخر اسی قلیل مدت کے اندر یہی ایذا رساں جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع وغلام بنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والے خدا نے اس خدمت کی تکمیل کا اقرار فرما کر اس طرح داد دی کہ: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو وہ وقت دیکھنا نصیب ہوا کہ لوگ گروہ ہا گروہ اور جوق در جوق بغاوت سے تائب ہو کر تمہارے مطیع اور ہمارے نیک بندے بن رہے ہیں۔ پس چونکہ خدمت تمہاری انجام پا چکی اس لئے اب ہماری طرف توجہ اور روانگی کا سامان کرو۔''

اسی قلیل مدت میں اس نو آموز جماعت کو جس نے ہر قسم کی دشمنی کے واقعات دکھا کر اسلام قبول کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بنایا عامل بنایا اور اس درجہ صالح اور ثابت قدم بنایا کہ انہوں نے خدا کی محبت کا مقابلہ دنیا کی ہر محبوب سے محبوب پیاری سے پیاری چیز کے ساتھ کر کے دکھا دیا کہ وطن اس کی بدولت چھوڑے ماں باپ اور بی بی بچوں کو اس پر صدقہ کیا، حضرت تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی محبت میں اپنے ہم مذہب مہاجر بھائیوں سے درخواستیں کیں۔

''آدھا مال بٹا لو اور جس بی بی سے نکاح کرنا چاہو اس کو طلاق دلوا لو۔''

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت اپنی نو مسلم مہمانوں کی خاطر خود بھوکا رہنا، اور بے زبان بچوں کا بھوکا سلانا گوارا کیا اور اپنی خوراک اپنے بھوکے بی بی بچوں کی خوراک اپنے بھائیوں کو کھلا کر خوش ہوئے یہاں تک کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتنی تکمیل فرمائی کہ فرداً فرداً ہر شخص اگر گاؤں کا رہنے والا تھا تو ہزاروں آباد بستیوں کا مقتدا وامام بننے کے قابل ہو گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بااین الفاظ فرما دیا کہ: ''میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں۔ کہ منزل کا طالب راہ چلتا مسافر جس کے پیچھے بھی ہولے گا راہ پالے گا۔''

پھر ان کو کامل کیا، اور ایک بڑی جماعت کو مکمل بنایا کہ دوسروں کی تکمیل کر سکیں اور مکملین میں سے چار حضرات کو خلص قرار دے کر تکمیل او رصلاحیت تکمیل اغیار سند عطا فرمائی چنانچہ ان کے مراتب کا علو بااین الفاظ ارشاد ظاہر فرمایا کہ: ''میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کا اتباع کیجیو اور اسی میں صلاح وفلاح اور حق وصواب کو محفوظ سمجھو۔''

پھر ان میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہم کی استعداد نبوت کاملہ ظاہر فرما کر تکمیل کے اس انتہائی مرتبہ کو ختم فرما دیا جس کا علمی وعملی اثر قیامت تک کے غیر محدود زمانہ تک چلتا رہے گا۔

پھر تعلیم وتربیت کی خدمت کو انجام دیا تو اس قدر وسیع تعلیم دی کہ دین اور دنیا کی کسی ضرورت کو نہ چھوڑا اور زمین کی کسی گوشہ اور کسی جزیہ کے آدمی اس سے باہر نہ نکل سکے۔ اور وہ بھی اتنا طویل کہ قیامت تک آنیوالی نسلوں کی پیش آئندہ غیر متناہی ضرورتوں کو حاوی ہوئی اور ضرورتیں بھی فرضی ہو یا واقعی، اور پھر انسان کے ساتھ جنات کی مخلوق کثیرہ بھی شامل کر دی گئی، اور سب میں سیاست، معاش اور انتظام معاد کی دوشقیں کر دی گئیں اور ہر شق میں مامورات کے اندر فرض وواجب وسنت ومستحب کے چار چار درجے مقرر کئے اور ممنوعات میں حرام ومکروہ تحریمہ ومکروہ تنزیہ کے تین مرتبے قائم کئے اور یہ سب کچھ صرف کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلایا کہ قولی تعلیم حاضر وغائب دونوں کو شامل ہونے کے سبب پائیدار ووسیع ہوتی ہے مگر سہل نہیں ہوتی۔ اور عملی تعلیم سے دیکھنے والا ارکان وآداب فعل کو بہت جلد سیکھ جاتا ہے۔ اور اسلیے یہ صورت تعلیم سہل ترین ہوتی ہے، مگر صرف حاضر ہی کے لیے مخصوص ہونے کے سبب عام نہیں ہوتی۔ پس دونوں قسم کی تعلیم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق ادا کیا۔

اور صرف تیئس سال کے اندر اصلاح وتعلیم تزکیہ وتکمیل کے تمامی مراتب انجام دیے۔ اور ایسی حالت میں انجام دیئے کہ عمر بھر کسی کے آگے کتاب نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہمانی تین دن ہے۔ اور اس سے آگے بڑھے تو وہ صدقہ ہے (رواہ البخاری واحمد)

رکھی اور ایک حرف کا پڑھنا نہ سیکھا اور ایک لفظ کا لکھنا نہ جانا، امی محض ہو کر اس قدر زبردست تکمیل تن واحد نے کی کہ بادشاہ کو بادشاہت کرنی سکھائی، تاجر کو تجارت کرنے کا طریقہ بتایا، کاشت کار کو کاشت سکھائی۔ تحصیل معاش کے سارے طریقوں میں راحت کی گزران تعلیم کی، اور سب کچھ ایسی حالت میں تعلیم کیا کہ خود کسب معیشت کا اس مدت میں چھوٹا یا بڑا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا اور محض توکل پر گزران رکھی، لکھو کھا کو صلاح وفلاح کی صورتیں بتا کر بلکہ سکھا کر اپنا والا وشیدا بنایا اور اتنا بنایا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی جگہ اپنا خون گرانے کو تیار تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے پیسہ مانگا، نہ کپڑے کی خواہش کی، نہ نفقہ کا کسی پر بوجھ ڈالا۔

نہ تنخواہ مقرر کرائی نہ خدمت لی، نہ پاؤں دبوائے، نہ سلوک چاہا، نہ اعانت کی خواہش کی، جو کچھ آیا دوسروں کو دیا کہ زکوۃ خیرات کا مال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر حرام ہوا۔ اونٹ بکری گائے دنبے نقدی پارچہ زیور روپیہ پیسہ، چاندی سونا، سب کچھ مال غنیمت اور زکوۃ وصدقات میں ہزاروں اور لاکھوں کی شمار، اور تعداد میں آیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء مسلمین پر بکھیرا اور لٹایا، اور اپنی گزران اسی حالت پر رکھی کہ مل گیا تو کھالیا ورنہ روزہ کی نیت کر لی۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ بی بی سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک ایک مہینہ گزر جاتا تھا اور ہمارے گھر سے دھواں نہ نکلتا تھا، لوگوں نے پوچھا کہ: ''ام المومنین! پھر گزارا کس طرح ہوتا تھا؟''

آپ نے فرمایا کہ: چھوارا مل گیا تو کھا کر پانی پی لیا، اور دن گزار دیا ورنہ چپ ہو کر بیٹھ رہے۔''

دوسروں کی اصلاح میں دماغی اور قلبی اور لسانی وجسمانی محنت شاقہ اٹھانے کے ساتھ آپ اپنے طبعی اقتضاء اور شوق کے درجہ میں مجاہدہ و ریاضت کے بھی بالائی درجے کو تھامے ہوئے تھے۔ کہ دونوں تعلیم تربیت اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہتے تو راتوں، تہجد وعبادت اور نماز کے اندر مولا تعالیٰ شانہ، سے راز ونیاز میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک سوج گئے تھے۔ دیکھنے والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف پر ترس آتا تھا۔ اور ان کا دل دکھا کرتا تھا

اپنی خدمات کا کوئی صلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چاہا

بایں ہمہ عظمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی محنت وسرانجامی خدمت پر ناز نہیں کیا، کامیابی پر فخر نہیں کیا، اپنا کارنامہ اپنی طرف منسوب کرنے کا وسوسہ بھی نہیں لائے اور نہ ہی یہ سمجھا کہ میں نے بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کو اس کا فضل سمجھتے اور اخروی نجات اور بلا استحقاق محض نعمت رب یقین فرماتے رہے چنانچہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''کوئی شخص بھی جنت میں اپنے اعمال سے نہ جائے گا مگر یہ کہ حق تعالیٰ ہی فضل فرمائے'' صحابہ نے عرض کیا: ''اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم''؟

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''کہ نہ میں یہاں تک کہ مجھ کو حق تعالیٰ اپنی رحمت میں ڈھانپ لے''

بایں ہمہ عظمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف وخشیہ دن بدن بڑھتا جاتا تھا چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موی مبارک سفید دیکھ کر عرض کیا کرتے کہ:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابھی سے آپ بوڑھے ہو گئے؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں جواب دیا کرتے کہ:

''ہاں سورۃ قیامہ نے بوڑھا بنا دیا''

بایں عظمت کہ آخر وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بڑے ملک کے بادشاہ اور جم غفیر امراء وسلاطین کے سردار بن چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد میں کمی نہیں آئی وہی اکثر فاقہ کی حالت رہتی تھی۔ کہ پیٹ کو پتھر باندھنے کی نوبت آتی تھی اور وہی کھرے بوریئے پر لیٹنا تھا کہ اس کی دھاریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نازک بدن میں اثر کر جاتی تھیں یہاں تک کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ ایک پڑوسی کے ہاں چند سیر جو کے معاوضہ رہن رکھی ہوئی تھی۔ جو ضرورت میں منگائے گئے تھے اور جس کو بعد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فک کرایا۔

بایں ہمہ عظمت اس زبردست اصلاح کی انجام دہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک شخص پر بھی تلوار نہیں چلائی اور نہ اپنے ہاتھ سے رتی برابر کسی انسان کا خون بہایا۔ اور ایسی زبردست تعلیم میں نہ کسی شاگرد کو مارا یا دھمکایا اور نہ ڈانٹا ڈپٹا۔

اس کے ساتھ ایک عجیب حیرت بخش بات یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں اکثر وہ تھے جنھوں نے ابتدائی یعنی حالت کفر وجاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر قسم کی بدسلوکی روا رکھی اور دل دکھانے والے قولی وفعلی برتاؤ کئے تھے۔ مگر کوئی نہیں ثابت کر سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ایمان لانے کے بعد اسکی ایک وقت ہنسی مذاق میں بھی ان کا پہلا برتاؤ یاد دلایا یا دوستانہ شکایت میں اس کا اظہار کیا ہو: ''میاں! وہ وقت بھی یاد ہے جب تم نے ہمارے ساتھ یہ برتاؤ کیا تھا؟''

اس کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایذایا امتنان سمجھتے تھے کہ گزرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی حیات میں ایک درہم خیرات کرنا مرنے کے وقت سو درہم کے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

ہوئے زمانے کا کوئی برا برتاؤ کسی خادم کو یا دولا کر اس کا دل دکھائیں یا اسکو شرمندہ و پشیمان بنا کر ضمناً اس کا اظہار فرمائیں کہ میرے قدموں کی بدولت آج تم اس بدحالی سے خوشحالی پر پہنچے ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا بڑا کام اس ذرا سی مدت میں انجام پایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ جو حوادث بھی پیش آتے رہے جو باقتضاء بشریت ہر انسان کو دنیا میں پیش آتے ہیں وہ عیال داری و تاہل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستہ رہا جس میں پڑنے کے بعد آدمی گویا اپنے آپ کو تعلیم و تعلم سے بے حس سمجھ لیتا ہے بچوں اور رشتہ داروں کی موت و آفات کے وہ سوانح بھی حادث ہوتے رہے جن کے حدوث پر اچھے اچھے مستقل مزاج کئی کئی سال کے لیے مضمحل و بیکار پڑ جاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معتقدین کو وہ امراض و عوارض بھی لاحق ہوئے جن کی معالجہ اور تیمارداری میں انسان اصلاحی مشاغل کو قطعاً بھول جاتا ہے۔ بایں موانع عظمیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسی کام میں منہمک تھے کہ آندھی ہو یا مینہ اور سردی ہو یا گرمی اور دن ہو یا رات اور عسر ہو یا یسر اور فاقہ ہو یا سیری اور حزن ہو یا سرور اور جنگ ہو یا صلح اور خوف ہو یا طمانیت اور خلوت یا جلوت کچھ اور کوئی حال کیوں نہ ہو، آپ کے معمولات لیلیہ ونہاریہ میں سرمو فرق نہ آتا تھا

یہ استقامت و استقلال کا بے نظیر قصہ ایسا حیرت کن ہے کہ اگر تواریخی واقعات سے تواتر اور شہرت کے درجہ میں اس کی تصدیق نہ ہو چکی ہوتی تو شاید کسی کو یقین بھی نہ آتا اور اس مضمون کو قصہ کہانی سمجھتے مگر یہاں تو وہ مثل ہے کہ ''ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟'' اب تیرہ سو برس گزرنے کے بعد بھی دنیا ہو یا دین، اور معاش ہو یا معاد دونوں کی اصلاح کا ہر پہلو دعوے سے نکل کر ثبوت اور مشاہدہ کے درجہ میں موجود ہے کہ کسی کو معمولات اور عادات کے متعلق بھی کوئی الجھن ہو تو صاف کر لے کہ

''ہمیں میدان، ہمیں چوگان، ہمیں گوئی''

دعاء

اب میں اپنا مضمون اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ جل جلالہ ہمیں اپنی نعمتوں کے اس وسیع دستر خوان سے شکم سیر فرمائے جس کا داعی اور مہتمم ضیافت تمامی انبیاء کے سردار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود قرار پایا اور دنیا بھر کی خاکی وناری ناطق وصامت نامی وجامد، ارضی وفلکی، چھوٹی و بڑی مخلوق کی رحمت بن کر اس لئے آیا تھا کہ:

ویران بستیوں کو آباد اور چٹیل میدانوں کو سرسبز وگلزار بنائے۔ چنانچہ اس کی ظاہری تعلیم سے لاکھوں فقہاؤ علماء جو گزشتہ تیرہ صدیوں میں قاضی القضاۃ اور سلطان گر شیخ الاسلام بن چکے اور اس کی باطنی تعلیم سے ہزاراں ہزار مشائخ وصوفیا جو قرنہائے ماضیہ میں کشف وکرامت کے اس درجہ پر پہنچ چکے کہ غیر مسلم قوموں کے اکابر وعقلاء نے بھی ان کے دامن چومے' ان کے بدن کا بال بال اور رواں رواں بہزار شکر گزاری وامتنان پکار رہا ہے۔

آفاق ہا گردیدہ ام مہر بتاں ور زیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ہم بدنام کنندہ نکونامان نے آج ماہتاب صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی عالمگیر روشنی سے آنکھیں بند کر کے جو طریق کار بدل دیا' اس کی مضرت ہمارے لئے لازمی نہیں بلکہ متعدی ہے کہ ہر دیکھنے والا ہماری پستی اور بدحالی کو اسلامی تعلیم کی پستی کا نتیجہ قرار دیتا ہے اس لئے'' اے ہمارے کریم خدا ہماری ظاہری وباطنی حالتوں کو صالح اور اس بے مثل تعلیم کا سچا نمونہ بنا جو تیری نازل کی ہوئی شریعت کا مصداق ہے اور جس کے نتائج باہرہ کو دیکھ کر عقلاء عالم کی آنکھیں خیرہ ہو چکی ہیں۔ ہمیں اس سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب فرما جس کے نادیدہ عشق میں تیرے ہزاروں لاکھوں بندے اس کے غلام آستانہ بنے ہوئے اپنی زندگی گزار رہے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اسی کے مقدس طریقہ پر اور اسی کی محبت میں دنیا سے اٹھنا نصیب ہو۔''

نعت شریف

یہ نعتیہ کلام علامہ سید سلیمان ندوی کا ہے جو انہوں نے روضہ اطہر کے سامنے پڑھا تھا

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکی، مدنی ، ہاشمی و مطلبی ہے
پاکیزہ تراز عرش و سما ، جنت فردوس
آرام گہ پاک رسول عربی ہے
آہستہ قدم ، نیچی نگاہ ، پست ہو آواز
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے
اے زائر بیت نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدیاں جنبش لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی
محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے
بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابر کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدت سے لگی ہے

☆☆☆☆☆

باب ۱۷

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

مکتوبات نبوی

معاہدہ مدینہ

اس معاہدہ کے ذریعہ مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی طرح حرم قرار دے کر ایک متحدہ مرکز بنادیا گیا ہے اور ایک ایسا نظام قائم کیا گیا جو ایشیا، یورپ اور افریقہ کے تین براعظموں میں بہت جلد رائج ہو گیا۔ اس معاہدے کے متن کا ترجمہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۱۔خدا کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ مہاجرین، قریش، اور اہل یثرب (مدینہ) میں سے اسلام قبول کرنے والوں اور ان سب لوگوں کے لئے نافذ ہوگا جو مذکورہ جماعتوں کے ساتھ متفق ہوں اور ان کے ساتھ شریک جنگ رہیں۔

۲۔غیر معاہدین کے مقابلہ میں معاہدین کی ایک علیحدہ جماعت شمار ہوگی۔

۳۔مہاجرین قریش بجائے خود ایک جماعت ہیں، وہ حسب سابق اپنے مجرموں کی جانب سے دیت (خون بہا) کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑائیں گے۔ یہ سب کام ایمان وانصاف کے اصول کے ماتحت ہوں گے۔

۴ تا ۱۱۔بنی عوف، بنی الحارث، بنی ساعدہ بنی جشم، بنی النجار، بنی عمرو، بنی النبیت، اور بنی الاوس اپنی اپنی جماعت کے خود ذمہ دار ہوں گے اور حسب دفعہ ۳ اپنی اپنی دیت باہم مل کر ادا کریں اور اپنے قیدیوں کو خود ہی فدیہ دے کر چھڑانے کے ذمہ دار ہوں گے۔ یہ تمام کام اصول دیانت اور انصاف کے ماتحت انجام پائیں گے۔

۱۲۔مسلمانوں میں اگر کوئی مفلس کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس پر دیت واجب ہوتی ہے یا کہیں قید ہو جائے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دوسرے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ اس شخص کی جانب سے دیت یا فدیہ ادا کر کے اس کو چھڑائیں تاکہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات میں نیکی اور ہمدردی رونما ہو۔

۱۳۔کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کی مخالفت نہیں کرے گا۔

۱۴۔مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ ہر ایسے شخص کی علی الاعلان مخالفت کریں جو فتنہ فساد برپا کرتا ہو اور خلق خدا کو ستاتا ہو۔ یا زبردستی کوئی چیز حاصل کرنا چاہے اور سرکشی اختیار کرے، ایسے شخص کو سزا دینے میں تمام مسلمان آپس میں متفق رہیں گے خواہ وہ شخص ان میں سے کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

۱۵۔کسی مسلمان کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ کسی مسلمان کو کسی کافر (محارب) کے بدلہ میں قتل کرے، یا کسی مسلمان کے مقابلہ میں کسی محارب کو مدد پہنچائے۔

۱۶۔خدا کا عہد، ذمہ داری اور پناہ ایک ہی ہے، یعنی اگر کسی مسلمان نے کسی کو پناہ دے دی تو اس کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم ہوگی، خواہ پناہ دینے والا ادنی درجہ کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو، تمام مسلمان دوسرے کے بالمقابل آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۱۷۔جن یہود نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے ان کے متعلق مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کو مدد دیں اور مواسات کا برتاؤ کریں، ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے اور نہ ان کے خلاف ان کے دشمن کو مدد دی جائے۔

۱۸۔سب مسلمانوں کی صلح ایک ہی ہوگی، جب اللہ کی راہ میں جنگ ہو تو کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر دشمن سے اس وقت تک صلح نہیں کرے گا جب تک وہ صلح سارے مسلمانوں کے لئے برابر اور یکساں نہ ہو۔

۱۹۔ان تمام جماعتوں کو جو ہمارے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گی نوبت بہ نوبت آرام کے لئے موقع دیا جائے گا۔

۲۰۔جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو جائیں ان کے پس ماندگان کا تکفل تمام مسلمانوں پر واجب ہوگا۔

۲۱۔بلاشبہ تمام متقی اور پرہیزگار مسلمان راہ راست اور سب سے اچھے طریقے پر ہیں۔

۲۲۔کوئی غیر مسلم معاہدہ قریش کے جان و مال کو کسی طرح کی پناہ نہ دے گا اور نہ کسی غیر مسلم کو کسی مسلمان کے مقابلے میں مدد پہنچائے گا

۲۳۔کوئی شخص اگر کسی مسلمان کو قتل کر دے اور ثبوت موجود ہو تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کا وارث دیت لینے پر راضی ہو جائے تو دیت ادا کر کے گلوخلاصی ہو سکتی ہے، تمام مسلمانوں پر بلا استثناء اس امر کی تعمیل لازمی ہوگی، مذکورہ امور کے علاوہ اور کوئی چیز قابل قبول نہ ہوگی۔

۲۴۔کسی مسلمان کے لئے جس نے معاہدے کو تسلیم کر کے اس کی

پابندی کا اقرار کرلیا ہے اور وہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات پیدا کرے اور نہ یہ جائز ہوگا کہ وہ کسی ایسے شخص سے معاملہ رکھے جو اس معاہدے کا احترام نہ کرتا ہو، جو شخص اس امر کی خلاف ورزی کرے گا قیامت کے دن اس پر خدا کی لعنت اور غضب نازل ہوگا اور اس بارے میں اس کا کوئی عذر اور توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

۲۵۔اہل معاہدے میں جب کسی چیز کے متعلق آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے فیصلے کے لئے خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا۔

۲۶۔اس معاہدے کے بعد یہود پر لازم ہوگا کہ وہ جنگ کی حالت میں جب کہ مسلمان کسی دشمن کے ساتھ برسرپیکار ہوں مسلمانوں کو مالی امداد دیں۔

۲۷تا۳۶۔بنی عوف، بنی النجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی جفنہ اور بنی الشطیبہ کے یہود جنہوں نے اس معاہدے میں شرکت کی ہے اور مسلمانوں کے حلیف ہیں اپنے مذہب کے پابند رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب، مذہبی باتوں کے علاوہ باقی امور میں مسلمان اور یہود ایک جماعت میں شمار ہوں گے، ان میں کوئی شخص ظلم یا عہد شکنی یا جرم کرے گا تو وہ اپنے جرم کی سزا کا مستحق ہوگا۔

۳۷۔یہود کے مذکورہ بالا قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو حاصل ہیں۔

۳۸۔معاہدہ کرنے والوں میں کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر فوجی اقدام نہیں کرے گا۔

۳۹۔کسی زخم یا ضرب کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جو شخص بھی عہد شکنی کرے گا وہ اس کی سزا کا مستحق ہوگا اور جو شخص اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ وفادارانہ تعمیل کرے گا۔ خدا اس کی مدد کرے گا۔

۴۰۔اگر مسلمان اور یہود معاہدین کے خلاف کوئی تیسری قوم جنگ کرے تو ان تمام معاہدین کو متفق ہو کر لڑنا ہوگا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور باہم بہی خواہی اور وفا شعاری ہوگی، یہودی اپنے مصارف جنگ برداشت کریں گے اور مسلمان اپنے مصارف۔

۴۱۔معاہدہ کرنے والے فریقین پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص اور خیر خواہی کا برتاؤ کریں، کوئی کسی پر ظلم و ناانصافی نہ کرے اور مظلوم کو مدد پہنچائے۔

۴۲۔یہود اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۴۳۔یثرب کا وہ میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہے، اس معاہدے میں شریک ہونے والوں کے لئے حرم ہوگا۔

۴۴۔پناہ گزین سے بھی وہی برتاؤ کیا جائے گا جو پناہ دہندہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے، پناہ گزین پر اس معاہدے کی تعمیل لازم ہوگی اور اسے عہد شکنی کی اجازت نہ ہوگی۔

۴۵۔کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائیگی۔

۴۶۔اہل معاہدہ میں اگر کوئی حادثہ یا اختلاف رونما ہو جس سے نقص امن کا اندیشہ ہو تو اس کے فیصلے کے لئے خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا جائے گا، جو شخص اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ تعمیل کرے گا خدا اس کے ساتھ ہوگا۔

۴۷۔قریش مکہ اور ان کے کسی مددگار کو کوئی شخص پناہ نہیں دے گا۔

۴۸۔اگر کوئی یثرب (مدینہ) پر حملہ آور ہوگا تو مسلمان اور یہود دونوں فریق مل کر مدافعت کریں گے۔

۴۹۔اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس صلح کے پابند ہوں گے، اور اگر یہود کسی سے صلح کریں گے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہوگا کہ یہود کے ساتھ ایسا ہی تعاون کریں، البتہ کسی فریق کی اپنی مذہبی جنگ میں دوسرے فریق پر تعاون کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

۵۰۔یثرب پر حملہ کی صورت میں ہر جماعت کو اس حصہ کی مدافعت کرنا ہوگی جو اس کے بالمقابل ہو۔

۵۱۔قبیلہ اوس کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے میں شریک ہونے والوں کو حاصل ہیں بشرطیکہ وہ بھی وفاداری کا اظہار کریں، جو اس معاہدے کی زیادہ سے زیادہ وفاداری کے ساتھ تعمیل کرے گا، خدا اس کا حامی و مددگار ہے۔

۵۲۔اس معاہدے میں شریک ہونے والی جماعتوں میں سے اگر کسی فریق یا جماعت کو جنگی ضرورت سے مدینہ سے باہر جانا پڑے تو وہ امن و حفاظت کی مستحق ہوگی، اور جو مدینہ میں رہے اس کے لئے بھی امن ہوگا، کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ کسی کے لئے عہد شکنی جائز ہوگی جو اس معاہدے کا سچے دل سے احترام اور تعمیل کرے گا۔ اس کے لئے اللہ اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نگہبان ہیں۔

اس معاہدے کے ایک فریق مسلمان تھے اور دوسرا فریق مشرکین مدینہ اور یہودیوں کا تھا، اس میں وہ سب لوگ بھی شامل تھے جو مشرکین اور یہودیوں کے حلیف تھے اور مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں آباد تھے۔

معاہدے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس فریق کے جو معاہدات آپس میں ہیں ان کا احترام کیا جائے گا اور ان شرائط کی پوری تائید کی جائے گی، جو ان کے حلیف ہوں گے ان سے تعاون کیا جائے گا اور جو مخالف ہوں گے ان سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دینے میں سبقت لے جایا کرو۔ یعنی شوق سے صدقہ دیا کرو کیونکہ اس سے بلائیں ٹل جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

کوئی تعلق نہیں رکھا جائے گا۔ معاہدے کے دونوں فریق اپنے اپنے مذہب میں آزاد ہوں گے اس بارے میں کوئی ایک دوسرے پر جبر نہیں کر سکے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قبیلہ جہنیہ میں سے جو اسلام لائے، نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرتا رہے، خدا اور اس کے رسول کا اطاعت گزار رہے اور مال غنیمت میں سے خمس نکالتا رہے، اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کرے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہے

مرہونہ املاک پر واجب الادا قرضوں میں مسلمان ہونے کے بعد صرف اصل رقم کی ادائیگی ہوگی۔ رہن کا سود باطل ہوگا پھلوں کی زکوٰۃ میں پیداوار کا دسواں حصہ ادا کرنا ہوگا۔ جو شخص ان لوگوں میں شامل ہوگا اس کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے اور یہی امور اس پر بھی عائد ہوں گے۔

محمد رسول اللہ

معاہدہ بنو غفار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ بنو غفار مسلمانوں میں سے سمجھے جائیں گے، انہیں وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو ہیں، اور بنو غفار پر وہی امور عائد ہوں گے جو مسلمانوں پر عائد ہوں گے۔

۲۔ محمد النبی نے ان کے جان و مال کی حفاظت کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کا معاہدہ کیا ہے۔

۳۔ انہیں ایسے دشمن کے خلاف مدد دی جائے گی جو ان پر ظالمانہ حملہ آور ہوگا۔

۴۔ ان لوگوں پر واجب ہوگا کہ جب اللہ کا نبی ان کو مدد کے لئے بلائے تو یہ مدد دیں، مگر مذہبی جنگوں میں ہر فریق غیر جانب دار رہے گا۔

۵۔ جو شخص اس معاہدہ سے روگردانی کرے گا اس کے لئے یہ معاہدہ حجت نہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ حدیبیہ

شرائط صلح یہ تھیں۔ باسمک اللّٰھم

۱۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے مصالحت کی ہے۔

۲۔ دس سال تک ہم آپس میں کوئی جنگ نہیں کریں گے۔

۳۔ اس مدت میں فریقین کا ہر شخص مامون و محفوظ ہوگا اور کوئی کسی کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا۔

۴۔ قریش کا اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا تو اسے واپس بھیج دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص مکہ میں جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا

۵۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۶۔ اس مرتبہ مسلمان واپس چلے جائیں، اگلے سال آئیں، مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں

۷۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں اور وہ بھی نیام سے باہر نہ ہو اور نیام تھیلے میں ہو۔

شاہ حبش کے نام دوسرا مکتوب نبوی

مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے: خدائے رحمٰن و رحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے۔ حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔

اس پر سلامتی ہو جو راہ راست اختیار کرے میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جو معبودیت میں یکتا ہے کل کائنات کا مالک ہے، برگزیدہ ہے، امن و سلامتی کی پناہ گاہ صرف اسی کی ذات ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم بتول پاک دامن پر القاء کیا کہ وہ خدا کے نبی عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بنی۔ پس اللہ ہی نے ان کو اپنی روح سے پیدا کیا اور اس کو حضرت مریم میں پھونک دیا، جیسا کہ اس نے حضرت آدم کو اپنے دست قدرت سے بنایا۔

اب میں آپ کو خدائے واحد لاشریک لہ کی اطاعت و مودت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں آپ کو میری پیروی اختیار کرنی چاہیے اور خدا کا جو پیغام میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لانا چاہیے۔

میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، پس میں نے تبلیغ و نصیحت کا فریضہ ادا کر دیا ہے آپ کو چاہیے کہ اسے قبول کریں پیروان ہدایت پر سلام ہو۔ محمد رسول اللہ

شاہ حبش کے نام تیسرا نامہ مبارک

بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو دوبارہ مکتوب گرامی لے کر حبش جانے کا حکم ہوا اس مرتبہ سفارت کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کو مدینہ واپس بلایا جائے مکتوب گرامی میں اصحمہ نجاشی کے قبول اسلام پر اظہار مسرت کیا گیا تھا فرمان رسالت میں تحریر تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آپ کے اوپر سلامتی ہو، آپ نے ہمارے ساتھ حسن سلوک برتا، ہمیں آپ کے اوپر پورا اعتماد ہے، ہم نے آپ سے جس چیز کی امید کی وہ پوری ہوئی اور جس بات کا خوف کیا اس سے مامون و محفوظ رہے۔ وباللہ التوفیق محمد رسول اللہ

اس نامہ مبارک کی تحریر کا شرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھا۔

قیصر روم کے نام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد کی جانب سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے...... ہرقل قیصر روم کے نام۔ اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی...... ! بعد ازاں ! میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے ! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطاء فرمائے گا اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہوگی۔

اے اہل کتاب ! اختلاف ونزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں طور پر مسلم ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں !

اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ محمد رسول اللہ

قیصر کے یہاں انبیاء کی شبیہیں

سیرت عمر میں علامہ ابن جوزی نے جو تاریخ اسلام کے بہت مشہور محقق اور نقاد ہیں۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی سفارت روم کے سلسلے میں قیصر روم کے محل میں انبیاء کی ۳۱۳ شبیہوں کے موجود ہونے کا ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "جب قیصر روم نے اپنی قوم کے عمائد کو اسلام سے متنفر پایا تو مجلس برخواست کر دی اور دوسرے روز مجھے ایک عالی شان محل میں بلایا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرے میں چاروں طرف ۳۱۳ تصویریں لگی ہوئی ہیں، قیصر نے مجھے مخاطب کر کے کہا "یہ کل تصویریں جو تم دیکھتے ہو نبیوں اور پیغمبروں کی ہیں۔ کیا تم بتلا سکتے ہو کہ ان میں تمہارے نبی کی کون سی تصویر ہے؟ میں نے بغور دیکھ کر ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا کہ "یہ ہے" قیصر نے کہا "بے شک یہی آخری نبی کی تصویر ہے" قیصر نے پھر دریافت کیا کہ "اس تصویر کی داہنی جانب کی تصویر کو بھی پہچان سکتے ہو، یہ کس کی ہے؟" میں نے بتلایا کہ "یہ نبی آخر الزمان کے ایک صحابی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصویر ہے" قیصر نے پھر پوچھا "اور یہ بائیں طرف کی تصویر کس کی ہے؟" میں نے کہا یہ ان کے دوسرے صحابی عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

قیصر یہ سن کر کہنے لگا کہ "تورات میں پیشین گوئی کے مطابق یہی دو شخص ہیں جن کے ہاتھوں سے تمہارے دین کی ترقی اوج کمال کو پہنچے گی۔"

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں جب سفارت کو انجام دے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو یہ تمام واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قیصر نے سچ کہا، واقعی اسلام کی ترقی ان ہی دو شخصوں کے ہاتھوں کمال تک پہنچے گی" (ابونعیم بحوالہ رسالت نبویہ ۳۲۰)

ابونعیم نے دلائل النبوت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سفارت روم کے سلسلے میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح کا واقعہ نقل کیا ہے۔ انہیں بھی ہرقل نے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں دکھائی تھیں۔ تصویر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبسم فرماتے ہوئے دکھلایا گیا تھا۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر ہرقل نے بتایا کہ یہ تصویریں دانیال نبی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں۔

۱۵۷ھ-۶۷ میں ایک شخص ابن وہب نے چین کے سفر میں شہنشاہ چین کے دربار میں انبیاء علیہم السلام کی تصاویر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تصویر دیکھی تھی۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر سوار دکھایا گیا ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیے ڈاکٹر حمید اللہ کا مضمون بعنوان حضرت ابوبکر کی سفارت بنام ہرقل "مطبوعہ ماہنامہ" البلاغ کراچی بابت ماہ رجب ۱۳۸۸ھ)

خسرو پرویز شہنشاہ فارس کے نام

۶۲۸ء میں بارگاہ رسالت کے سفیر حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جب فارس پہنچے تو خسرو نینوئی میں مقیم تھا۔ اور قیصر روم سے جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ فارس کے معمول کے مطابق بڑے جاہ وجلال اور شان وشوکت کے ساتھ خسرو تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ کہ نقیب کی آواز پر ایک شخص دربار میں حاضر ہوا۔ حاضرین نے بڑی حیرت اور استعجاب کے ساتھ اسے دیکھا۔ اتنے معمولی لباس اور اس قدر سادگی اور بے باکی سے آج تک خسرو کے دربار میں کوئی نہ آیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے نامہ مبارک شہنشاہ فارس کے سامنے پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ دو خداؤں کے بجائے ایک ہی ذات کو خالق خیر وشر ماننا چاہیے اگر آپ توحید خداوندی کو تسلیم کر لیں گے۔ تو آپ کے اوپر امن وسلامتی کا دروازہ کھل جائیگا۔ ورنہ آپ اپنے ساتھ اپنی قوم کی گمراہی کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔

خسرو پرویز نے ترجمان کو بلا کر پڑھنے کا حکم دیا۔ فرمان رسالت میں لکھا تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کسریٰ شاہ فارس کے نام

محمد رسول اللہ کی طرف سے جو ہدایت کی پیروی کرے اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس پر سلام ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا جو اکیلا اور لاشریک ہے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ خدا نے مجھے تمام

دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے تا کہ ہر زندہ انسان کو خدا کا خوف دلاؤں۔ اسلام قبول کر لیجئے۔ اور محفوظ ہو جایئے اگر آپ نے انکار کیا تو تمام مجوسی زرتشتی کا گناہ بھی آپ کے ذمہ ہوگا۔ مہر: محمد رسول اللہ

اہل فارس کو قاصد نبوت کی تنبیہ

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور نہایت تحمل اور متانت و سنجیدگی کے ساتھ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا:

”اے اہل فارس! عرصہ دراز سے تمہاری زندگی ایسی جہالت میں گزر رہی ہے کہ نہ تمہارے پاس خدا کی کوئی کتاب ہے اور نہ کوئی خدا کا پیغمبر تمہارے یہاں مبعوث ہوا ہے۔ جس سلطنت میں تمہارا غرہ ہے وہ خدا کی زمین کا بہت ہی مختصر ٹکڑا ہے دنیا میں اس سے کہیں زیادہ بڑی بڑی حکومتیں موجود ہیں۔“

بادشاہ سے مخاطب ہو کر: ”آپ سے پہلے بہت سے بادشاہ گذرے ہیں ان میں جس نے آخرت کو اپنا منتہائے مقصود سمجھا وہ دنیا سے اپنا حصہ لے کر بامراد گیا اور جس نے دنیا کو اپنا مقصود بنایا اس نے آخرت کے اجر کو ضائع کر دیا۔ افسوس کہ نجات وفلاح کے جس پیغام کو لے کر آپ کے پاس آیا ہوں آپ نے اسے حقارت سے دیکھا۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ پیغام ایسی جگہ سے آیا ہے جس کا خوف آپ کے دل میں موجود ہے یاد رہے کہ یہ حق کی آواز آپ کی تحقیر سے دب نہیں سکتی۔

ہرمزان کے نام

ہرمزان ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا یہ شیرویہ کا ماموں تھا۔ ایران کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار ہوتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، نے شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے ساتھ ہرمزان کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی۔ مکتوب گرامی میں لکھا تھا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے .... ہرمزان کے نام

میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کر لیجئے تا کہ آپ کو دنیا اور آخرت کی سلامتی حاصل ہو جائے۔ مہر: محمد رسول اللہ

ہر چند ہرمزان نے اس وقت مکتوب گرامی پر کوئی توجہ نہ دی مگر چند سال بعد عہد فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کردار کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایران کے سیاسی اور انتظامی معاملات میں ہرمزان سے مشورے کو خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے۔

نائب السلطنت مصر کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے ......مقوقس حاکم مصر کے نام ...... اس پر سلامتی ہو۔ جس نے راہ راست اختیار کی! بعد ازاں میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے! اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطاء فرمائے گا۔ اور اگر آپ نے انکار کیا تو ساری قوم کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے اوپر ہو گی۔

اے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں طور پر مسلّم ہے وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں۔

اگر تمہیں اس بات سے انکار ہے تو تمہیں معلوم رہنا چاہیے کہ ہم بہر حال خدا کی یکتائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مہر: محمد رسول اللہ

ہوذہ بن علی گورنر یمامہ کے نام

ہوذہ کے نام فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارت کا شرف حضرت سلیط بن قیس الانصاری رضی اللہ عنہ کو بخشا گیا انہوں نے گورنر یمامہ کے دربار میں پہنچ کر نامہ مبارک پیش کر دیا لکھا تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے رسول محمد کی جانب سے .... ہوذہ بن علی کے نام جو ہدایت کا اتباع کرے اس پر سلامتی ہے۔ آپ کو واضح ہو کہ میرا یہ دین تمام عرب و عجم کی حدود تک پہنچ کر رہے گا۔ اور غالب آئے گا۔ بس آپ کو اسلام قبول کر لینا چاہیے۔ کہ اس میں سلامتی ہے۔

مجھے آپ کے ملک سے کوئی سروکار نہیں وہ بدستور آپ ہی کے قبضے میں رہے گا۔ مہر: محمد رسول اللہ

حارث غسانی شاہ دمشق کے نام

فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے .... حارث بن ابی شمر کے نام

سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔ میں آپ کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں۔ کہ ایک خدا پر ایمان لایئے۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

آپ کا ملک آپ کے پاس باقی رہے گا۔ مہر: محمد رسول اللہ

یہود خیبر کے نام

ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہود کو ایک تبلیغی مکتوب گرامی ارسال فرمایا۔ جس میں یہود کو اپنے بارے میں تورات کا حوالہ دے کر

اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے جو نبوت رسالت میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں اور ان امور کی تصدیق کرنے والے ہیں جو موسیٰ لے کر آئے تھے۔

اے اہل تورات کیا اللہ نے توراۃ میں یہ نہیں کہا ہے کہ ''محمد اللہ کے رسول ہیں؟ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ اللہ کے دشمنوں کے لیے بہت سخت ہوں گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر شفقت ومحبت کرنے والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے سامنے جھکنے اور سجدہ کرنے والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہوں گے۔''

میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہارے لئے تورات نازل کی اور جس نے تمہارے بزرگوں کو من وسلویٰ کھلایا۔ اور سمندر کو ان کے لئے خشک کر کے فرعون کے ظلم سے نجات دلائی کیا تورات میں مجھ پر ایمان لانے کے لیے لکھا ہوا موجود نہیں ہے؟

میری نسبت توراۃ کی اس تصریح کے بعد کیا ہدایت اور گمراہی واضح نہیں ہو جاتی؟

پس میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ محمد رسول اللہ

کوہ تہامہ والوں کے نام

مکتوب گرامی یہ تھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے.......... خدا کے آزاد بندوں کے نام جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ غلامی سے آزاد ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حاکم ہیں ان کو بجز ان کے قبیلوں میں واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ سابقہ جرائم پر ان سے کوئی باز پرس کی جائے گی۔ جن لوگوں پر ان کا قرض واجب ہوگا۔ وہ ان کو دلایا جائے گا۔

ان لوگوں پر کسی قسم کا ظلم اور زیادتی نہیں کی جائے گی مذکورہ بالا امور پر ان لوگوں کے لیے جو اسلام لائیں۔ اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ والسلام علیکم محمد رسول اللہ

منذر بن ساویٰ گورنر بحرین کے نام

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... منذر بن ساویٰ کے نام

السلام علیک! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں خدا کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

بعد ازاں میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا۔ اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔

میرے قاصدوں نے آپ کے طرز عمل کی بے حد تعریف کی ہے آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے۔ آپ کو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ رہیں۔

اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے میں قصور واروں کے قصور معاف کرتا ہوں۔ پس آپ بھی ان سے درگذر کیجئے۔

اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں۔ ان سے جزیہ لیا جائے'' محمد رسول اللہ

معاہدہ اکبر بن عبدالقیس

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اکبر بن عبدالقیس کے نام

۱۔ زمانہ جاہلیت میں ان لوگوں نے جن فتنوں اور فسادات میں حصہ لیا اور ان سے جو گناہ صادر ہوئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بری ہیں۔........ لیکن آئندہ ان لوگوں پر اپنے عہد کا پورا کرنا لازم ہے۔

۲۔ رسد اور غلے کی فراہمی میں ان سے کوئی مزاحمت نہیں کی جائے گی اور نہ پھلوں کی تیاری کے وقت انہیں پریشان کیا جائے گا۔

۳۔ بارش کے جمع کیے ہوئے پانی کے استعمال پر انہیں کا حق ہوگا

۴۔ علاء بن الحضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کی نگرانی پر مامور رہیں گے اہل بحرین پر لازم ہے کہ ان سے تعاون کریں۔

۵۔ مسلمانوں کے لشکر پر لازم ہوگا۔ کہ ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک رکھیں اور ان کے ساتھ عدل وانصاف برتیں۔ جہاد کے موقع پر اعتدال اور میانہ روی کا خیال رکھا جائے۔

۶۔ فریقین اس معاہدے میں کسی تبدیلی کے مجاز نہ ہوں گے یہ لوگ نہ کسی معاہدے کو بدلیں گے اور نہ اس سے علیحدگی اختیار کریں گے۔

۷۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے پر گواہ ہیں۔

محمد رسول اللہ

جیفر اور عبد شاہ عمان کے نام

اس سفارت کی سعادت حضرت عمرو بن عاص ﷺ کے حصے میں آئی۔ حضرت عمرو نے عمان پہنچ کر مکتوب گرامی پیش کیا۔ مضمون یہ تھا:

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے............جیفر وعبد کے نام

اس پر سلامتی ہو جس نے راہ راست اختیار کی۔ بعد ازاں میں آپ دونوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کیجئے، اسی میں سلامتی ہے! اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لئے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے تا کہ میں خدا کے نافرمان بندوں کو خدا سے ڈراؤں اور خدا کا انکار کرنے والوں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔

میری نبوت آپ کے ملک میں پہنچنے والی ہے اگر آپ دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو آپ کا ملک بدستور آپ کے پاس رہے گا اور اعراض و انکار کیا تو یہ زائل ہونے والی چیز ہے۔ محمدٌ رسول اللہ

اسیخت بنی عبداللہ مرزبان ہجر کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اسیخت بنی عبداللہ مرزبان ہجر کے نام

اقرع ﷺ آپ کا خط لے کر آئے اور آپ کی قوم کی سفارش کی۔ میں نے ان کی سفارش کو منظور کر لیا ہے میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ نے جو سوال کیا ہے اور جو کچھ طلب کیا گیا ہے وہ آپ کی مرضی کے مطابق مجھے منظور ہے لیکن میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ اپنے مطالبات کی تشریح کر دیں۔

اگر آپ یہاں آجائیں تو آپ کا اعزاز کیا جائے گا۔ اگر آپ یہاں نہ آسکے تب بھی میرے دل میں آپ کی عزت ہے۔

ہر چند کہ میں کسی ہدیہ کا طالب نہیں ہوں لیکن آپ مجھے ہدایا بھیجنا چاہتے ہیں تو میں اسے بخوشی قبول کروں گا۔

میرے کارپردازوں نے آپ کے مرتبے کی رفعت و بلندی کا اظہار کیا ہے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز زکوٰۃ اور مسلمانوں کے تعلق کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔

میں نے آپ کی قوم کا نام بنوعبداللہ تجویز کیا ہے آپ ان لوگوں کو نماز اور اچھے کاموں کا حکم دیں۔ اور اپنے لیے بشارت حاصل کریں۔

والسلام علیک وعلی قومک المومنین (آپ کو اور آپ کی قوم کو سلام پہنچے)

نہشل بن مالک سردار بنی وائل کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...........نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان لوگوں کے نام جو اسلام قبول کر چکے ہیں:

سب لوگ نماز ادا کرتے رہیں۔ زکوٰۃ دیتے رہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہیں۔ اور مال غنیمت میں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانچواں حصہ نکالتے رہیں اور اپنے اسلام کا اقرار و اعلان کرتے رہیں اور مشرکین سے علیحدہ رہیں۔ ایسے سب لوگ اللہ کی امانت میں مامون و محفوظ ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے بچانے کے ذمہ دار ہیں۔

ان لوگوں کو نہ تو جلا وطن کیا جائے اور نہ ان سے پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) لیا جائے گا۔ ان لوگوں کا حاکم ان ہی میں سے ہوگا۔ محمدٌ رسول اللہ

دومۃ الجندل کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے......اہل دومہ کے لئے جب کہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور اصنام پرستی کو ترک کر دیا ہے

دومہ کے تالابوں کی زمین، غیر مزروعہ اراضی، غیر مملوکہ اور نزول کی زمینیں اسلحہ اور قلعے ہمارے لئے ہوں گے۔

اور دریا چشمے مزروعہ اراضی درخت اور گھاس وغیرہ یہ سب اہل دومہ کی ملکیت ہوں گے

چراگاہوں میں چرنے والے جانوروں کے علاوہ کسی جانور پر زکوٰۃ نہ لی جائے گی۔ اور حساب سے الگ کسی جانور کو زکوٰۃ میں شامل نہ کیا جائے گا۔

نماز کو وقت پر پڑھنا ہوگا۔ اور زکوٰۃ کو سچائی سے ادا کرنا ہوگا۔

تم سب لوگوں پر اس عہد و پیمان کی پابندی لازم ہوگی اگر تم عہد کے پابند رہو گے تو ہماری طرف سے بھی صدق و وفا کی ضمانت ہے، جس کے لئے اللہ اور تمام موجودہ مسلمان گواہ ہیں۔ محمدٌ رسول اللہ

بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے......بنی جنبہ اور اہل مقنا کے نام:

تم پر سلامتی ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ اپنے دیہات کو واپس جا رہے ہو۔ میری یہ تحریر جس وقت تمہارے پاس پہنچے تم لوگوں کو امن ہے میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاص کے دونوں بیٹے ہشام و عمرو مومن ہیں۔ (رموز الحقائق)

تمہارے تمام جرائم معاف کر دیئے ہیں۔ تمہارے اوپر کوئی زیادتی نہ کرنے پائے گا۔ تمہارے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے ہم جس طرح اپنی حفاظت کرتے ہیں اسی طرح تمہاری بھی حفاظت کی جائے گی۔

تم لوگوں پر کھجور کے باغوں کی پیداوار اور بحری شکار اور کاتتے ہوئے سوت کے چوتھائی حصے کی ادائیگی واجب ہے۔ اس ادائیگی کے بعد تم ہر قسم کے جزیے اور بے گار سے مستثنیٰ ہو گے۔

اگر تم وفادار ہو گے تو ہمارے ذمہ لازم ہوگا۔ کہ تمہارے ذی مرتبت لوگوں کی عزت کریں اور تمہارے پچھلے تمام قصور معاف کر دیئے جائیں۔

فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں مسلمانوں کے لیے یہ ہدایت تحریر فرمائی گئی کہ: ''جو شخص اہل مقنا کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے گا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا اور جو ان کے ساتھ برائی سے پیش آئے گا تو یہ اس کے لیے برا ہوگا۔ تم لوگوں پر یا تو تم میں سے حاکم مقرر کیا جائے گا یا میرے متعلقین میں سے ہوگا۔ والسلام محمد رسول اللہ

اہل عقبہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے............اہل عقبہ کے نام

تم پر سلامتی ہو! میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

میں اس وقت تک تمہارے ساتھ کسی قسم کی جنگ کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک تمہارے پاس میری تحریری حجت نہ پہنچ جائے۔ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ یا اسلام لے آؤ۔ یا جزیہ دینا منظور کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول اور اس کے قاصدوں کی فرمانبرداری قبول کر لو۔ میرے قاصد واجب الاحترام ہیں۔ ان کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔ جن باتوں سے میرے قاصد خوش ہوں گے۔ میں بھی ان سے خوش ہونگا۔

ان لوگوں کو جزیہ کے احکام بتا دیئے گئے ہیں اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں امن وسلامتی رہے تو اللہ اور اس کے پیغمبر کی اطاعت اختیار کرو۔ اس کے بعد عرب وعجم میں کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ البتہ اللہ اور اس کے پیغمبر کا حق کسی وقت بھی معاف نہیں ہوتا۔

اگر تم لوگوں نے ان باتوں کو نہ مانا اور رد کر دیا۔ تو مجھے تمہارے تحفے تحائف کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر مجھے قیام امن وامان کے لیے جنگ کرنی پڑے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بڑے جنگ میں مارے جائیں گے اور چھوٹے گرفتار ہوں گے۔

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میں خدا کا سچا پیغمبر ہوں۔ میں اللہ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں

حرملہ میرے پاس تین وسق تقریباً ۶ کوئنٹل جو لے کر آئے تھے اور تمہاری سفارش کرتے تھے۔ اگر خدا کے حکم کی تعمیل اور تمہارے متعلق حرملہ کی نیک گمانی کا پاس نہ ہوتا تو مجھے اس خط وکتابت کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اس کے بجائے جنگ کا میدان گرم ہوتا۔ اگر تم نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی تو اسی وقت سے تمہیں میری اور ہر اس شخص کی حمایت اور مدد حاصل ہو جائے گی جو مجھ سے وابستہ ہے۔

میرے قاصد شرجیل، ابی حرملہ اور حریث رضی اللہ عنہما ہیں یہ جو فیصلہ تم لوگوں کے بارے میں کریں گے۔ مجھے اس سے اتفاق ہوگا۔

تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے اور پناہ میں ہو۔ مقنا کے یہودیوں کو ان کے ملک میں جانے کے لیے زادِ راہ مہیا کر دو۔ اگر تم لوگ اطاعت اختیار کرو تو تم پر سلام ہے۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ بنی غادیا و بنی عریض

بنی غادیا کے یہود سے حسب ذیل معاہدہ عمل میں آیا۔

خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... یہود بنی غادیا کے نام

۱۔ بنی غادیا کے یہود کی ذمہ داری لی جاتی ہے۔

۲۔ ان لوگوں پر جزیہ مقرر کر دیا گیا ہے۔

۳۔ یہ لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی طرح کی سرکشی نہ کریں۔

۴۔ ان لوگوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ اس معاہدے کو کوئی چیز نہیں توڑ سکے گی۔ محمد رسول اللہ

معاہدہ نجران

وفد نے جب خراج کی ادائیگی پر رضامندی ظاہر کی تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ تحریر کیے جانے کا حکم دیا، معاہدہ یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ.....اہل نجران کے لیے ہے

۱۔ اگر چہ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پیداوار، سونے چاندی اسلحہ اور غلاموں میں سے حصہ لینے کی قدرت حاصل ہے مگر اس نے ان لوگوں کے ساتھ فیاضی برتی اور یہ سب کچھ چھوڑ کر ان پر ایک ایک اوقیہ کے دو ہزار حلے سالانہ مقرر کئے۔ ایک ہزار رجب کے مہینے میں اور ایک ہزار صفر کے مہینے میں۔

۲۔ ہر حلہ ایک اوقیہ کا ہوگا۔ اور جو اس سے کم یا زیادہ کا ہوگا وہ قیمت کے لحاظ سے محسوب کر لیا جائے گا۔

۳۔ اگر حلوں کے بدلے میں زرہوں یا گھوڑوں یا سواری کے اونٹوں کی قسم سے کچھ ادا کریں گے تو قیمت کے حساب سے اس کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

۴۔ اہل نجران پر میرے کارندوں کے ٹھہرانے کا انتظام لازم ہوگا مگر انہیں ایک مہینے کے اندر اندر محاصل ادا کرنے ہوں گے۔ اس سے زیادہ ان کو روکا نہ جائے گا۔ ۵۔ اگر یمن میں بغاوت کی وجہ سے ہمیں جنگ کرنا پڑی تو اہل نجران کو ۳۰ زرہیں ۲۰ گھوڑے اور ۳۰ اونٹ دینے ہوں گے ان میں سے جو جانور ضائع ہو جائیں گے اہل نجران کو ان کا بدلہ دیا جائے گا

۶۔ نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب انکی زمین انکی جائیدادیں ان کے جانور ان کے حاضر و غائب ان کے قاصد ان کی عبادتگاہیں اللہ کی پناہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نہ ان کے حقوق میں کسی قسم کی دست اندازی ہوگی اور نہ ان کے اصنام مسخ کئے جائیں گے۔ کوئی اسقف کوئی راہب اور کوئی واقہ اپنے منصب سے نہ ہٹایا جائے گا۔ غرض کہ جو جس حالت میں ہوگا اسمیں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا جائے گا۔

۷۔ اہل نجران سے کسی سابقہ جرم یا خون کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ فوجی خدمت کے لیے ان کو مجبور کیا جائے گا۔ نہ ان پر کوئی عشر قائم کیا جائے گا۔ اور نہ کوئی لشکر ان کے علاقے میں داخل ہو سکے گا

۸۔ اگر اہل نجران سے کوئی اپنا حق طلب کرے گا تو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔ نہ ان پر ظلم ہونے دیا جائے گا۔ اور نہ انہیں کسی دوسرے پر ظلم کرنے دیا جائے گا۔

۹۔ اہل نجران میں سے اس معاہدے کے بعد جو سود کھائے گا۔ وہ میری ضمانت سے خارج ہے۔

۱۰۔ اہل نجران میں سے کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں ماخوذ نہیں ہوگا۔

۱۱۔ اس معاہدے میں جو کچھ تحریر ہے اس کے لیے اللہ اور محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت ہے حتّٰی کہ اس بارے میں کوئی حکم الٰہی ہو۔ اور جب تک اہل نجران وفادار رہیں گے اور ان شرائط کے پابند رہیں گے جو ان سے کی گئی ہیں۔ الا یہ کہ کوئی ظلم سے کسی بات پر انہیں مجبور کردے۔ محمد رسول اللہ

نجاشی شاہ حبش کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... نجاشی شاہ حبش کے نام اس پر سلام ہو جو کہ ہدایت کی پیروی کرے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ اور اس کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

میں آپ کو خدائے واحد پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر سلامتی منظور ہے تو اسلام قبول کر لیجئے۔

اے اہل کتاب! اختلاف و نزاع کی ساری باتیں نظر انداز کر کے ایک ایسی بات پر متفق ہو جاؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیاں یکساں طور پر مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب بنائیں! اگر وہ اس سے اعراض کریں۔ تو ان سے کہ دو کہہ "تم گواہ رہنا کہ ہم خدا کے ماننے والے ہیں"

اگر آپ نے میری ان باتوں کو نہ مانا تو آپ کی عیسائی قوم کی گمراہی کی ذمہ داری آپ کے اوپر ہوگی۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ لخم کے نام

طبقات ابن سعد میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ لخم کے نام تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ قبیلہ لخم میں سے جو اسلام قبول کرے گا، نماز پڑھے گا، زکوٰۃ دے گا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس ادا کرے گا اور مشرکین سے اپنے تعلقات منقطع کرلے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ اور ذمہ داری میں ہے۔

۲۔ مگر جو شخص اسلام سے پھر جائے گا۔ اس سے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم بری الذمہ ہیں۔

۳۔ جس شخص کے اسلام کی کوئی مسلمان شہادت دے گا۔ وہ بھی محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ اور ذمہ داری میں ہے، ایسا شخص مسلمانوں میں شمار ہوگا۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ بارق کے نام

۹ھ ۶۳۰ء میں یمن کے قبیلہ بارق کے وفد نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حسب ذیل فرمان لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... اہل بارق کے نام "اہل بارق کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ان کے پھل نہ کاٹ سکے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور عمر مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہیں موسیٰ کے (خلافت میں)۔ (میزان)

گا۔ جاڑے اور گرمی کے کسی بھی موسم میں ان کی چراگاہوں میں جانوروں کو چرانے کی اجازت نہ ہوگی البتہ جس مسلمان کے پاس چراگاہ نہ ہو۔ یا خودرو گھاس چرانے کے لئے اپنے مویشیوں کو لے کر ان کے یہاں سے گذرے تو اس کی زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہمانی اہل بارق کے ذمے ہوگی ان کے باغوں کے پھل پک چکے ہوں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھل اٹھا کر کھانے کا حق ہوگا جس سے وہ شکم سیر ہو سکے مگر اٹھا کر ساتھ لے جانے کا حق نہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ

سرداران عبابلہ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے...... سرداران عبابلہ کے نام

"آپ لوگوں کو چاہیے کہ نماز پڑھتے رہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ ہر صاحب نصاب کے ذمہ ان جانوروں کی زکوٰۃ واجب اور ضروری ہے جو سال کے اکثر حصوں میں چراگاہوں میں چرتے رہتے ہیں۔

زکوٰۃ کے معاملے میں نہ خلاطہ و وراطہ درست ہے اور نہ شغار و شناق اور نہ جلب وجنب۔

آپ کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی لشکر کی رسد سے مدد کریں اور ہر دس آدمیوں کے گروہ پر ایک اونٹ کے بار کی مقدار غلہ ضروری ہے۔

جو شخص اپنی حیثیت کو چھپائے۔ اور اس طرح مال بچا کر سود خوار کی طرح ہو جائے گا۔ محمد رسول اللہ

خالدؓ بن ولید کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے...... خالدؓ بن ولید کے نام

السلام علیک! میں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تعریف کرتا ہوں۔

بعد ازاں تمہارے قاصد کے ذریعہ تمہارا خط ملا جس میں تم نے بنی الحارث کے اسلام قبول کرنے کی اطلاع دی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اسلام کی جو دعوت ان کو پہنچائی انہوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور وہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے خدائے وحدہ لاشریک کے کوئی اور معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ نے ان لوگوں کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے۔ تم انہیں جنت کی بشارت سنا دو۔ اور دوزخ سے ڈراؤ! اس کام سے فارغ ہو کر یہاں چلے آؤ۔ اور ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنا ایک وفد میرے پاس بھیج دیں۔ و السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (طبری جلد ۳ ص ۱۵۶)

شاہان حمیر کے نام

دوسرا مکتوب گرامی

شاہان حمیر کے قبول اسلام پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے زکوٰۃ اور جزیے کے تفصیلی مسائل تحریر فرمائے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے...... شاہان حمیر کے نام

السلام علیکم! میں اس خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ کے قاصد روم سے میری واپسی کے وقت پہنچے۔ انہوں نے آپ کا پیغام پہنچایا آپ لوگوں کی مشرکین سے جنگ کی تفصیل اور وہاں کے حالات بیان کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنی ہدایت سے سرفراز کیا ہے آپ لوگوں کو چاہئے کہ اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔

نماز پڑھتے رہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔ اور غنیمت میں سے اللہ اور اس کے رسول کا خمس (پانچواں حصہ) ادا کرتے رہیں۔

اللہ نے مسلمانوں کی املاک پر جو صدقہ مقرر کیا ہے وہ نہری اور بارانی زمینوں میں عشر (دسواں حصہ) اور چاہی زمینوں میں نصف عشر کے حساب سے ہے۔

زکوٰۃ میں ہر ۴۰ اونٹوں پر ایک جوان اونٹنی اور ۳۰ پر ایک جوان اونٹ اور ۵ اونٹوں پر ایک بکری اور دس اونٹوں پر دو بکریاں دی جائیں۔

ہر ۴۰ بیلوں پر ایک جوان گائے اور ہر ۳۰ گائے یا بیلوں پر ایک بچھڑا۔

ہر ۴۰ بھیڑ بکریوں پر ایک جوان بکری یہ مویشیوں کی زکوٰۃ کا نصاب ہے۔

زکوٰۃ کا یہ نصاب اللہ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جو اس سے زیادہ دے وہ اس کے لیے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

مگر جو صرف مقررہ تعداد ادا کرے اور اپنے اسلام کا اعلان کرے اور مشرکوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد کرے وہ مسلمان ہے۔ اس کو مسلمانوں کے تمام حقوق حاصل ہوں گے اور اسی طرح مسلمانوں کی تمام ذمہ داریاں اس پر عائد ہوں گی۔

اس وعدے کے ایفاء کے لئے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت دیتا ہوں۔

جو یہودی یا نصرانی اسلام لائے اس کے ساتھ بھی یہی عمل ہوگا۔ جو شخص یہودی یا عیسائی مذہب پر قائم رہنا چاہے اس کو تبدیل مذہب کے لیے کسی بھی طرح مجبور نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کا جزیہ دینا ہوگا۔ جس کی مقدار ہر بالغ شخص پر ایک دینار ہے یا اس کی قیمت کا کپڑا جو شخص یہ رقم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرے گا اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہے اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سمجھا جائے گا۔

معاذ بن جبلؓ کے نام

مکتوب گرامی کا مضمون یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... معاذ بن جبل کے نام

السلام علیک! میں خدائے واحد کی حمد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھائے اور تمہارے غمگین دل کو صبر عطاء فرمائے۔ اور شکر الٰہی کو توفیق بخشے۔

حقیقت میں ہماری جانیں ہمارے اہل وعیال اور ہمارے اموال اللہ کے عطیات میں سے مستعار امانتیں ہیں۔ جب تک چاہتا ہے اپنے بندے کو اس سے بہرہ ور فرماتا ہے اور جب مقررہ وقت آجاتا ہے تو واپس لے لیتا ہے۔

بندے کا فرض ہے کہ اللہ جب کوئی نعمت عطاء فرمائے تو اس کا شکر ادا کرے اور جب وہ نعمت واپس لے لی جائے تو صبر کرنا چاہیے۔

تمہارا فرزند اللہ کی ایک اچھی امانت تھا۔ اس نے جب تک چاہا تمہاری آنکھوں کو اس سے ٹھنڈا رکھا اور جب چاہا اجر عظیم کے عوض میں تم سے لے لیا، بشرطیکہ اللہ کی رضا پر صبر اختیار کرو۔

اے معاذ رضی اللہ عنہ اگر تم نے بے صبری اختیار کی تو تم اللہ کے یہاں اپنے اجر وثواب کو ضائع کردو گے اور اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے اس صدمہ پر تمہیں کس قدر اجر وثواب اللہ کے ہاں دیا گیا تو یہ صدمہ تمہاری نظر میں حقیر بن جائے گا۔

مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنے والوں سے اللہ نے جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ آخرت میں تم اسے پورا پورا پاؤ گے۔ اللہ کے وعدے سے تمہارا غم ہلکا ہو جانا چاہیے۔ جو ہونے والا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے، والسلام

محمد رسول اللہ

ضمیرہ لیثی رضی اللہ عنہ کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی یہ تحریر...... ضمیرہ لیثی کے لئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمیرہ لیثی رضی اللہ عنہ کو غلامی سے آزاد کردیا اب وہ بالکل آزاد ہے، اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا چاہے تو وہ رہ سکتا ہے اور اگر اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہے تو جا سکتا ہے کوئی شخص اس سے سوائے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ کرے اور جو مسلمان اس سے ملے اس کو چاہیے کہ ضمیرہ کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔ محمد رسول اللہ

بنی نہد کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ کی جانب سے...................... بنی نہد کے نام

اس پر سلامتی ہو جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے!

جو شخص نماز پڑھے مومن ہے اور جو زکوٰۃ ادا کرے وہ مسلمان ہے اور جو شخص خدا کی یکتائی کا اقرار کرے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے وہ اللہ کے نزدیک غفلت کرنے والوں میں شمار نہیں ہوگا

تمہیں اپنی چراگاہوں کے استعمال کا پورا پورا حق حاصل ہوگا اور کوئی درخت کاٹ نہ سکے گا۔ زکوٰۃ کی وصولیابی میں نرمی برتی جائے گی مگر بیمار اور بوڑھے جانور زکوٰۃ میں نہ دیئے جائیں!

جو شخص اس عہد پر قائم رہے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی مدد کرنا واجب ہے، اور جو شخص اس عہد کو توڑ دے تو یہ اس کی زیادتی ہوگی۔

محمد رسول اللہ

ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ان لوگوں کا مال ودولت، غلام، کنویں، نہریں، دیہات اور ان کے درخت، جنگل کی گھاس جو حضرموت میں ہے، ذی مرحب کے خاندان کے لئے ہے۔

جس نہر سے یہ لوگ آبپاشی کرتے ہیں اور جو آل قیس تک بہتی ہے اور وہ بھی ان ہی کی رہے گی۔

جو باغ وغیرہ ان کے پاس رہن ہیں ان کی پیداوار کا حق رہن رکھنے والوں ہی کو حاصل ہوگا۔ مرتہن شے مرہونہ سے نفع حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کی خلاف ورزی کرنے والے سے اللہ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہوں گے۔ مسلمانوں پر خاندان ذی مرحب کی مدد واجب ہوگی، اور مسلمانوں پر ضروری ہوگا کہ ان کو جانی ومالی نقصان سے بچائیں۔ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مددگار ہیں۔ محمد رسول اللہ

قبیلہ کلب کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... قبیلہ کلب کے بنی جناب اور ان کے حلیفوں کے نام

جو لوگ نماز پڑھیں زکوٰۃ ادا کریں، اور اپنے ایمان کو پختہ رکھیں، اور عہد کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر تم میں سے زیادہ وہ ثابت قدم رہے گا جس کی محبت میری آل سے زیادہ ہوگی۔ (ابن عدی)

پورا کرنے میں سرگرمی دکھلائیں، ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ بغیر چرواہے کے چرنے والی بکریوں میں ہر پانچ بکریوں پر ایک بکری زکوٰۃ میں دیں۔ اور جن اونٹنیوں کے بچے مرجائیں ایسی پچاس اونٹنیوں پر ایک بے عیب اونٹنی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ بار برداری کے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔

جس زمین کی نہر سے آب پاشی کی جائے اس پر عشر (دسواں حصہ) ہے، اور جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہے اس پر نصف عشر زکوٰۃ کا دیا جائے۔

''جو جانور راستہ بھول کر ان کے علاقے میں آجائیں وہ انہیں کے ہوں گے۔ جو تعداد ان پر مقرر کی گئی ہے۔ اس سے زیادہ ان سے وصول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس تحریر کے ذمہ دار ہیں''

محمد رسول اللہ

عامر بن اسود طائی کے نام

یمن کا قبیلہ طے جو اپنے ''مرد سخی'' حاتم طائی کی بدولت ساری دنیا میں مشہور ہے، اس کے ایک سردار عامر بن اسود کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے...... عامر بن اسود طائی کے نام

عامر اور ان کے قبیلہ طے کی بستیاں، کنویں اور چشمے انہیں کی ملکیت میں رہیں گے بشرطیکہ یہ نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں، اور مشرکین سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھیں۔ بقلم مغیرہؓ محمد رسول اللہ

زمل بن عمرو العذری کے نام

زمل بن عمرو بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مندرجہ ذیل فرمان عطا فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں زمل بن عمرو کو ان کی قوم کی طرف بھیج رہا ہوں، جو شخص اسلام لائے وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے۔

اور جو شخص اسلام کا انکار کرے اس کے لئے بھی دو مہینے تک امن وحفاظت کی ذمہ داری ہے۔ محمد رسول اللہ

بنی شمخ کے نام

اسی قبیلہ جہینہ کی شاخ بنی شمخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی صفینہ کی زمین مرحمت فرماتے ہوئے لکھوایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ وہ دستاویز ہے جو محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہینہ کے بنی شمخ کو دی ہے، میں نے انہیں صفینہ کی وہ زمین دے دی ہے جس پر ان لوگوں نے نشان لگالیا ہے۔ اور زراعت شروع کر دی ہے کوئی شخص ان سے مزاحمت نہ کرے۔ بقلم عقبہؓ محمد رسول اللہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے.......... زبیر بن عوام

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نام

''میں نے زبیر رضی اللہ عنہ کو شواق کی ساری زمین عطا کر دی ہے اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے''، بقلم علیؓ محمد رسول اللہ

بلال بن حارث المزنی کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث کو مختلف قطعات اراضی دیتے ہوئے حسب ذیل فرمان عطا فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

النخل اور جزعہ وغیرہ بلال المزنی کو دیئے گئے ہیں۔ نیز المضہ اور غیلہ بھی انکو دیئے جاتے ہیں۔ ان مقامات کی تمام بلند اور نشیبی زمینیں ان ہی کی ہونگی، ان زمینوں میں جو کانیں ہیں ان کے مالک بھی یہی ہونگے بشرطیکہ یہ اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ محمد رسول اللہ

ان قطعات اراضی میں معدنیات کی کانیں بھی تھیں یہ پہاڑی علاقہ تھا، اس کی وادی اور پہاڑ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائے تھے، بعد میں کسی وقت ان کی اولاد نے ان قطعات کا کچھ حصہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ فروخت کر دیا اتفاق سے اس زمین کی کھدائی میں کان نکل آئی اور ان لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے عرض کیا کہ ہم نے زراعت کے لیے زمین بیچی ہے، اس کے معدن کو ہم نے فروخت نہیں کیا۔ اپنے دعوی کے ثبوت میں بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کی اولاد نے یہ فرمان مقدس دکھلایا اس میں زمین اور اس کے معدن اور پہاڑ کی تصریحات درج تھیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمان مبارک کو دیکھتے ہی آنکھوں سے لگالیا اور بلا تامل معدن کا سب مال ان کے حوالے کر دیا۔

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل رضی اللہ عنہ کو لکھ کر آب زمزم طلب فرمایا، مکتوب گرامی کے الفاظ یہ تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میرا یہ خط پہنچتے ہی فوراً مجھے آب زمزم بھیج دو محمد رسول اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اہل میں سے مجھے سب سے پیاری فاطمہ ہے۔ (کنز العمال)

سعید بن سفیان کے نام

سعید بن سفیان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور کا باغ عطا کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطا فرمایا ہے۔اس بارے میں کوئی ان سے تعرض نہ کرے۔بقلم خالد بن سعیدؓ محمد رسول اللہ

عتبہ بن فرقد کے نام

عتبہ بن فرقد کی درخواست پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکان بنانے کے لیے مکہ مکرمہ میں ایک قطعۂ زمین مرحمت فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس دستاویز کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن فرقد کو مکہ مکرمہ میں کوہ مروہ کے قریب مکان کی تعمیر کے لیے زمین عطا فرمادی ہے اس بارے میں کوئی شخص ان سے مزاحمت نہ کرے۔بقلم معاویہؓ محمد رسول اللہ

ثقیف والوں کے لئے تحریر

۱۔اللہ کے رسول محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تحریر...... ثقیف کیلئے ہے۔

۲۔اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی ذمہ داری خدائے وحدہ لاشریک اور محمد النبی بن عبداللہ پر ہے۔

۳۔ثقیف کی وادی حرم قرار دی گئی ہے۔ وہاں کے جنگلی خاردار درخت کاٹنا، شکار کرنا، ظلم، چوری، یا برائی کے کام کرنا سب حرام ہیں

۴۔وج کا ثقیف ہی کو سب سے زیادہ استحقاق ہے، طائف کی سرزمین کو فوجی گزرگاہ نہیں بنایا جائے گا اور نہ کوئی مسلمان وہاں جا کر ان لوگوں کو وہاں سے نکال سکے گا۔ یہ لوگ طائف اور اس کی وادی میں جو چاہیں کریں اور جو عمارت چاہیں بنائیں۔

۵۔اہل طائف عشر، زکوۃ، اور فوجی امداد سے مستثنیٰ ہونگے، ان پر جان و مال کے لیے کسی قسم کا کوئی جبر نہیں کیا جائے گا۔

۶۔یہ لوگ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت سمجھے جائیں گے، اسلئے مسلمانوں میں جہاں چاہیں بے روک ٹوک آمدورفت رکھ سکتے ہیں

۷۔اگر کوئی شخص اہل طائف کے یہاں گرفتار ہوجائے تو اس کے فیصلہ کا ان ہی کو اختیار حاصل ہوگا۔

۸۔اہل طائف کا رہن کی ضمانت پر جو قرض وصول طلب ہو اور جو قرض رہن پر موسم عکاظ کے بعد تک کے لئے ہو وہ عکاظ کے وقت تک ادا کر دیا جائے، اللہ سود سے بری ہے۔

۹۔اہل طائف کے قبول اسلام تک جو قرضے ان کے کھاتوں میں وصول طلب ہوں وہ ان کے مستحق ہوں گے۔

۱۰۔اہل طائف کی کوئی امانت اگر امانت دار نے ضائع کر دی تو وہ مالک کو واپس دلائی جائے گی۔

۱۱۔ثقیف کے جو لوگ یہاں موجود نہیں ہیں ان کو بھی وہی امن اور حقوق حاصل ہونگے جو موجودین کو حاصل ہیں۔انکے جو اموال لیہ میں ہیں وہ بھی وج کی طرح محفوظ رہیں گے۔

۱۲۔اسی طرح جو شخص ان کا حلیف یا شریک تجارت ہوگا اس کو بھی یہی حقوق حاصل ہونگے۔

۱۳۔اگر اہل ثقیف پر کوئی مالی یا جانی زیادتی کرے گا تو تمام مسلمان زیادتی کرنے والے کے خلاف ثقیف کی مدد کریں گے۔

۱۴۔ایسا شخص جس کا آنا ثقیف کو اپنے علاقہ میں پسند نہ ہو وہ ان کے یہاں نہ آنے پائے گا۔

۱۵۔خرید و فروخت کے لئے اپنے مکانوں کے سامنے یہ لوگ جگہ بنا سکتے ہیں۔

۱۶۔ثقیف کا حاکم ان ہی میں سے مقرر کیا جائے گا۔ چنانچہ بنی مالک اور بنی اخلاف پر ان کا اپنا امیر ہوگا۔

۱۷۔ثقیف کے وہ لوگ جو قریش کے باغات کی آب رسانی کریں گے اس پر وہ نصف پیداوار کے حق دار ہوں گے۔

۱۸۔رہن کی ضمانت پر سود نہیں لیا جائے گا۔ اگر رہن کی ادائیگی کی طاقت رکھتے ہوں تو ادا کریں، اور اگر فوری ادا نہ کر سکتے ہوں تو آئندہ سال کے جمادی الاولیٰ تک ادا کر دینا چاہیئے۔اور جس کا وقت آ چکا ہو اور ادا نہ کرے تو بلاشبہ اس نے اس کو سود بنا دیا۔

۱۹۔اہل ثقیف پر جو قرض طلب ہو تو وہ قرض خواہ کو صرف اصل ادا کی جائے۔

۲۰۔اگر ان کے یہاں کوئی ایسا قیدی ہو جسے اس کے مالک نے بیچ دیا ہو تو یہ بیع صحیح ہو گی اور جو فروخت نہ کیا گیا ہو اس کا فدیہ چھ اونٹنیاں ہوں گی۔ جو دو قسطوں میں دی جا سکیں گی۔

۲۱۔جس شخص نے کوئی چیز خریدی ہو تو صرف اسی کو اس چیز کی فروختگی کا حق حاصل ہوگا۔ محمد رسول اللہ

☆☆☆☆☆

باب ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (عالم خواب میں)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا، اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔ جس نے یہاں مجھے خواب میں دیکھا۔ وہ قیامت میں ضرور مجھے دیکھے گا۔ اور میں قیامت میں دیکھنے والوں کی شفاعت کروں گا۔ اور جس کی میں شفاعت کروں گا اللہ تعالیٰ اس کو حوض کوثر سے پانی پلائے گا۔ اور حوض کوثر سے پانی پینے والے پر آتش دوزخ حرام ہے۔ (حدیث)

ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مجھ کو دیکھا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ مرقاۃ میں ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جس نے بصدق عقیدت وخلوص، ارادت وکمال تمنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، کیا حالت بیداری، کیا حالت خواب میں، وہ جنتی ہو گا۔ ترمذی شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی دیکھے گا مجھ کو خواب میں، بتحقیق اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا۔ مجھے بیداری میں طیب نے لکھا ہے کہ مراد اس بیداری سے یہ ہے کہ بحالت تقریب بیداری مجھ کو آخرت میں دیکھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔ کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

یعنی اگر ان سے کہا جائے کہ سب اہل وعیال اور جان و مال قربان اور فدا کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ تب حصول دولت زیارت سے مشرف ہو گے۔ تو وہ اس پر دل وجان سے راضی ہو جائیں گے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک سے دار العلوم دیو بند کی بنیاد کا نشان لگایا جو صبح باقاعدہ نشان موجود تھا:

۱۔ مدرسہ دار العلوم دیو بند (بھارت) ایک الہامی مدرسہ ہے۔ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو اس ادارے کا آغاز کیا گیا۔ زمین مل جانے کے بعد عمارت مدرسہ کے لیے بنیاد رکھ دی گئی۔ جب وقت آیا کہ اسے بھرا جائے اور اس پر عمارت تعمیر کی جائے تو مولانا رفیع الدین مہتمم ثانی دار العلوم دیو بند نے خواب دیکھا کہ اس زمین پر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ہاتھ میں عصا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا سے فرمایا۔ "شمالی جانب جو بنیاد کھودی گئی ہے اس سے صحن مدرسہ چھوٹا اور تنگ رہے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصائے مبارک سے دس بیس گز شمال کی جانب ہٹ کر نشان لگایا کہ بنیاد یہاں ہونی چاہیے۔ تاکہ مدرسہ کا صحن وسیع رہے۔ (جہاں تک اب صحن کی لمبائی ہے) خواب دیکھنے کے بعد مولانا علی الصبح بنیادوں کے معاینہ کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا ہوا نشان بدستور موجود تھا اسی نشان پر بنیا دکھدوائی اور مدرسے کی تعمیر شروع ہوگئی۔

مدینہ تشریف لے آیئے:

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری ثم مدنی کو حضرت نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آپ میرے پاس مدینہ تشریف لے آیئے"۔ حضرت مولانا دوسرے ہی دن مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوگئے۔

حضرت قاری محمد طیب صاحب کے والد ماجد کا خواب:

۳۔ قاری صاحب فرماتے ہیں میرے والد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب میلا د شریف، گیارہویں شریف اور دیگر مسائل میں نرم رویہ اختیار کئے ہوئے تھے کیونکہ وہ وسیع المشرب تھے جبکہ والد ماجد ایک عالم کی حیثیت سے ہر مسئلہ میں خالص شرعی احکامات بیان فرماتے تھے۔ والد صاحب نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا دیوان خانہ ہے مسند پر حضرت حاجی صاحب بیٹھے ہیں اور میں ان ہی مسائل پر ان سے بحث کر رہا ہوں۔ حاجی صاحب کے نظریات ان کے رسالے فیصلہ ہفت مسئلہ میں موجود ہیں جبکہ میں ان مسائل کی بابت وہی بات کہتا ہوں جو عین شرع کے مطابق ہے۔ اس پر حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی فیصلہ ہوا جاتا ہے کہ کون حق پر ہے۔ دیوان خانہ کے سامنے ایک لمبی سڑک ہے۔ حاجی صاحب کے ارشاد کے فوراً بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سڑک پر تشریف لاتے نظر آتے

ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں عصا ہے بدن پر ململ کا کرتہ ہے۔ جس میں سے جسم مبارک جھلک رہا ہے۔ سر مبارک پر پانچ کلی کی ٹوپی ہے اور چہرہ انور بالکل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری جانب تشریف لا کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یہ لڑکا جو کچھ کہتا ہے وہی درست ہے''۔ حاجی صاحب جو چوکھٹ پر ایک طرف کھڑے ہیں یہ سن کر سات مرتبہ فرماتے ہیں۔ بجا اور درست ہے۔ بجا اور درست ہے۔'' اور ہر بار سر اور بدن کو بالکل جھکا لیتے ہیں'' میں یہ سن کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ کچھ جراءت پیدا ہوتی ہے۔ عرض کرتا ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب احادیث کے اندر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کچھ اور ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا اصل حلیہ تو وہی ہے مگر چونکہ مولانا رشید احمد گنگوہی تمہارے شیخ ہیں اس لیے میں نے تمہارے شیخ کی صورت اختیار کی۔ تاکہ تم قربت اور موانست محسوس کرو۔ یہ خواب تین چار منٹ جاری رہا۔

صبح والد ماجد نے یہ خواب تحریر کر کے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت گنگوہی نے جب یہ خواب پڑھا تو ان پر عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور فرمایا کہ اگر فقہاء کفن میں کسی چیز کے رکھنے کو منع نہ فرماتے تو میں وصیت کرتا کہ میرے کفن کے ساتھ اس خط کو شامل کر دیا جائے۔

قادیانیوں کی مذمت:

۴۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی نے فرمایا کہ میں مذبذب تھا اور سوچتا تھا کہ قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے البتہ ان کو فاسق سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی نہیں صرف مجدد مانتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود مدعی نبوت تھا۔ اور اس وجہ سے کافر تھا۔ پس وہ مجدد کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک لمبی چوڑی گلی ہے جس کے آخر میں اندھیرا ہے۔ وہیں گلی کے دونوں جانب دو دروازے ہیں جہاں چاندنی چٹکی ہوئی ہے۔ گلی کی انتہا پر ایک تخت بچھا ہوا ہے اور اندھیرے میں اس تخت پر حکیم نور الدین (خلیفہ اول مرزا غلام احمد قادیانی) بیٹھا ہوا ہے۔ اور ایک نوجوان برابر کھڑا قادیانیوں کی تعریف کر رہا ہے تو اسی وقت ایک دروازے میں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور پر غصہ کے آثار ہویدا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے جلال اور نہایت سختی کے ساتھ فرمایا۔ ''میری ساری امیدوں پر اس نے پانی پھیر دیا ہے میری توقعات ختم کر دیں۔ اس کی قبر دیکھ لو'' (مراد مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر ہے) آخری فقرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر غصہ سے فرمایا کہ وہاں کی ہر چیز اڑ گئی۔ نہ تخت رہا، نہ نور الدین نہ نوجوان۔

شہادت عثمانؓ:

۵۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر لیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی بہت اچھا کیا آئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور تمہارا دل چاہے تو یہاں ہمارے پاس آ کر افطار کرو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں۔ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ یہ ۳۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ (الحاوی)

آنکھ کھلی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ میری شہادت کا وقت آ گیا۔ باغی ابھی مجھے شہید کر ڈالیں گے۔ اہلیہ محترمہ نے نہایت دردمندانہ لہجہ میں فرمایا امیر المومنین ایسا نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ابھی یہ خواب دیکھا ہے۔ جب بستر سے اٹھے تو آپ نے وہ پاجامہ طلب فرمایا جس کو پہلے کبھی نہ پہنا تھا۔ اسے زیب تن فرمایا۔ پھر بیس غلام آزاد کر کے کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے۔ قرآن آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس خون ناحق نے جس آیت شریفہ کو رنگین بنایا وہ یہ تھی۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) جمعہ کے دن عصر کے وقت شہادت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

عامر رضی اللہ عنہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں:

۶۔ حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک شخص کا خواب لائق ذکر ہے۔ جس سے آپ کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے سعید جرزی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو حضرت نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ میرے واسطے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے عامر دعا کر رہے ہیں۔ اس شخص نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے یہ خواب بیان کیا یہ لطف و کرم سن کر آپ پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ (تابعین از شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی ص ۲۴۰ تا ۲۴۱)

حضرت نافع کے منہ سے خوشبو:

۷۔حضرت نافع بن ابی نعیم مولی جعونہ کی کنیت ابورویم تھی۔اصفہان اسود کے باشندے تھے۔مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔عمر بہت دراز پائی۔تقریباً ۷۰ تابعین سے قرآن مجید حاصل کیا۔جب آپ پڑھاتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی۔لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو فرمایا کہ میں نے خوشبو کبھی استعمال نہیں کی۔البتہ بحالت خواب ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ کے قریب قرآن مجید پڑھ رہے ہیں بس اسی وقت سے یہ خوشبو پاتا ہوں۔معبر نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ تم دنیا میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کی نشر واشاعت میں امام بنو گے۔

حضرت خواجہ فضیل بن عیاض:

۸۔حضرت خواجہ فضیل بن عیاض وضو کے وقت دو بار ہاتھ دھونا بھول گئے اور نماز اسی طرح ادا کرلی اسی رات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فضیل بن عیاض تعجب کی بات ہے کہ وضو میں تم سے غلطی ہوئی" حضرت خواجہ ڈر کے مارے نیند سے بیدار ہوگئے اور از سر نو تازہ وضو کیا اور اس جرم کے کفارہ میں پانچ سو رکعت نماز ایک برس تک اپنے اوپر لازم کرلی۔

نہر زبیدہ:

۹۔خلیفہ ہارون رشید اور اس کی اہلیہ نے یہ خواب دیکھا کہ وہ میدان قیامت میں کھڑے ہیں اور ہر شخص حساب کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر بہشت میں داخل ہو رہا ہے۔لیکن ان کی نسبت حضرت نبی امی دقیقہ دان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ یہ پیش نہ کیے جائیں۔کیونکہ مجھے ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں بہت شرمندہ ہونا پڑے گا۔میں ان کی شفاعت نہ کروں گا کیونکہ انہوں نے بیت المال کا مال اپنا سمجھ رکھا ہے اور مستحقین کو محروم کردیا ہے یہ ہولناک خواب دیکھ کر دونوں جاگ اٹھے اسی دن بیت المال سے ہزارہا درہم و دینار تقسیم کیے اور ہزارہا فلاحی کام انجام دیئے۔نہر زبیدہ بھی اسی دور کی یادگار ہے۔

امام شافعیؒ کے لیے میزان کا عطیہ:

۱۰۔حضرت امام شافعیؒ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔میں نے قریب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی کچھ سکھایئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آستین سے میزان (ترازو) نکال کر مجھ کو عطاء فرمایا اور فرمایا کہ تیرے لیے میرا یہ عطیہ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے لیے بشارت:

۱۱۔حضرت امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو وہاں آپ سے حضرت صاحب برہان، رحمت یزداں صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ احمد بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ان کی آزمائش کرے گا۔ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے ایک خط لکھ کر میرے حوالے کیا۔کہ میں فوراً اس خط کو حضرت احمد بن حنبل کو دوں۔مجھے خط پڑھنے کی ممانعت فرمائی۔میں خط لیکر اعراق پہنچا۔مسجد میں فجر کے وقت امام حنبل سے شرف ملاقات حاصل کیا سلام کرنے کے بعد خط پیش کیا۔خط پاتے ہی امام حضرت امام شافعی کے متعلق دریافت کرنے لگے اور پوچھا کہ تم نے خط کو دیکھا۔میں نے عرض کیا کہ نہیں۔خط کی مہر توڑی اور پڑھنا شروع کیا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا: "میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امام شافعی کے قول کو سچ کر دکھائے گا"۔ربیع نے پوچھا کہ خط میں کیا لکھا ہے تو فرمایا "حضرت امام شافعی نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ اس نوجوان ابوعبداللہ بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں اس کو آزمائش میں ڈالے گا اور اس کو مجبور کیا جائے گا کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرے مگر اس کو چاہیئے کہ ایسا نہ کرے جس پر اس کے تازیانے لگائے جائیں گے۔آخر اللہ تعالیٰ اس کا علم ایسا بلند کرے گا جو قیامت تک نہ لپیٹا جائے گا"۔ربیع نے کہا اس بشارت کی خوشی میں آپ مجھے کیا انعام دیتے ہیں۔آپ کے جسم کا ایک کپڑا ان کو عنایت کیا اور وہ خط کا جواب لیکر امام شافعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور تمام واقعہ بیان کیا۔حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا تم اس کپڑے کو تر کر کے اسکا متبرک پانی مجھے دو۔میں نے تعمیل حکم کی اور امام شافعیؒ نے اس کو ایک برتن میں رکھ لیا اور روزانہ اس کو اپنے رخسار مبارک پر تبرکاً مل لیتے تھے۔

نابینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھرتے ہی بینا ہوگیا:

۱۲۔مرواح بن مغفل ایک سید حسنی قاہرہ میں رہتے تھے ان کی آنکھوں میں بادشاہ وقت نے سلائی پھروادی تھی۔جس کے صدمے سے دماغ پک گیا اور پھول گیا۔اور بدبو دے اٹھا تھا۔آنکھیں بہہ گئی تھیں اور بے چارے اندھے ہوگئے تھے۔ایک عرصہ بعد آپ کا جانا مدینہ منورہ ہوا اور

روضہ اطہر کے قریب کھڑے ہو کر اپنا حال زار بیان کیا جب سوئے تو خواب میں حضرت محمد رسول اللہ سائرکفت آسماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں۔ تمام مدینہ طیبہ میں اس بات کا شہرہ ہو گیا۔ جب قاہرہ واپس ہوئے تو بادشاہ ان کی آنکھوں کو درست پا کر بہت ناراض ہوا اور سمجھا کہ جلادوں نے جھوٹ بولا ہے اور ان کی آنکھیں پھوڑی ہی نہیں۔ جب لوگوں نے بتایا کہ مدینہ منورہ تک یہ اندھے تھے اور وہاں پہنچ کر یہ واقعہ ہوا تب بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور وہ نادم بھی ہوا۔

امام بخاریؒ کا مقام:

۱۳۔ حضرت امام بخاریؒ خود بیان فرماتے ہیں کہ ''صحیح بخاری'' کی تدوین کا محرک ایک خواب ہوا۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں پنکھے سے ہوا کر رہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے قریب جانے والی مکھیاں بھی اڑا رہا ہوں۔ صبح ایک معبر سے میں نے اپنے اس خواب کی تعبیر چاہی تو اس نے کہا کہ تجھے خداوند تعالیٰ توفیق دے گا اور تو کذب و افتراء کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کرے گا۔ اس کے بعد میرے دل میں ''صحیح بخاری'' کی تدوین و ترتیب کا خیال پیدا ہوا اور سولہ سال کی مدت میں اس کی تکمیل کی۔ سب سے پہلے اس کا مسودہ مسجد حرام میں بیٹھ کر لکھا۔ یہ مجموعہ ترتیب دیتے وقت ہمیشہ روزہ رکھا روایت ہے کہ ہر حدیث پر شب کو خواب میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کی سند ملتی تھی۔

صحیح بخاری شریف کا مقام:

۱۴۔ حضرت ابو زید مروزیؒ محدث ذکر فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں محو خواب تھا کہ شاہ تقدس مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے ابو زید! چو کتاب مرا درس نمی گوئی؟ گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب تو کدام است؟ گفت۔ کتاب محمد بن اسمٰعیل بخاری۔ یعنی اے ابو زید تم میری کتاب کیوں نہیں پڑھاتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی کتاب ہے؟ فرمایا محمد بن اسمٰعیل بخاری کی تالیف کردہ کتاب۔ بے شک کلام اللہ کے بعد ''صحیح بخاری'' ہی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب ہے۔

بایزید بسطامی کو شادی کی ترغیب:

۱۵۔ حضرت بایزید بسطامی جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں انہوں نے اب تک شادی نہ کی تھی خواب دیکھا کہ نہایت عالیشان عمارت ہے جس میں اولیاء اللہ آتے جاتے ہیں مگر جب وہ خود اندر جانے کا قصد کرتے ہیں تو دروازہ بند پاتے ہیں۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دل میں سوچنے لگے کہ اللہ پاک نے مجھے بہت سے انعامات سے نوازا ہے کیا وجہ ہے کہ مجھے اس دربار کو ہر بار جانے کی اجازت نہیں۔ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارت کے ایک حصہ سے سر مبارک نکال کر فرمایا ''یہاں صرف اس کو بازیابی ہو سکتی ہے جو میری سنت ادا کرے'' آنکھ کھلی تو حضرت بایزید آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری کے باوجود شادی کی۔

وظیفہ حاجت:

۱۶۔ حضرت ابو عبداللہ مغربی فرماتے ہیں کہ ایک شب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ایک حاجت ہے میں کیا پڑھوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھ اور ان چار سجدوں میں چالیس چالیس بار آیۃ الکریمہ ''لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' پڑھ ان شاء اللہ مراد تیری پوری ہو گی۔ چنانچہ پوری ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں روٹی عنایت فرمانا:

۱۷۔ ابو عبداللہ بن الجبلا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا دو روز کے فاقے سے تھا۔ روضہ اطہر پر حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں۔ پھر مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی ہے۔ آدھی روٹی تو میں نے بحالت خواب ہی کھالی۔ اور جب بیدار ہوا تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ آپ بغداد کے رہنے والے تھے۔

۵۱ مرتبہ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت:

۱۸۔ حضرت ابوبکر بن محمد بن علی بن جعفر کتانی معروف بہ ''چراغ حرم'' کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد کہتے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت شیخ ابوبکر کتانی کو ایک رات میں ایک مرتبہ اکاون مرتبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ آپ افصح الفصحاء ابلغ البلغاء حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیا کرتے تھے اور باقاعدہ جوابات سنتے تھے۔

سیدہ کے احترام پر قاتل کی رہائی:

۱۹۔ ابراہیم بن اسحٰق کوتوال بغداد کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا

25

کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ قاتل کو قید خانے سے رہا کردے؟ بیدار ہونے پر میں نے دریافت کیا کہ قید خانہ میں کیا کوئی ملزم قتل کا ہے معلوم ہوا ہے کہ ہے اور اس کو میرے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے اس سے احوال بیان کرنے کو کہا۔ اس نے کہا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کیا کرتے ہیں۔ ایک بڑھیا ہم نے مقرر کررکھی تھی جو حیلے بہانے اور دھوکے سے عورتوں کو ہمارے پاس لے آتی تھی ایک روز ایک نہایت خوبصورت حسینہ کو لائی۔ جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میری عصمت کو داغدار نہ بناؤ میں سیدانی ہوں۔ میرے نانا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ماں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ خدا کے واسطے مجھے پناہ دو۔ اس بڑھیا نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ میرے دل پر اس کی باتوں کا اثر ہوا مگر میرے ساتھی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ تو ہم کو فریب دے کر اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے انہیں بہت سمجھایا۔ مگر جب دیکھا کہ وہ اس حسینہ کی عزت و آبرو لوٹنے پر تلے بیٹھے ہیں تو میں نے ان کا مقابلہ کیا۔ چھری میرے ہاتھ میں تھی اور میں زخمی ہو گیا۔ لیکن اس شیطان کو جو اس حسینہ کی عصمت دری پر ادھار کھائے بیٹھا تھا قتل کر ڈالا۔ میں نے حسینہ کو اشارہ کیا۔ وہ ہمیں لڑتا ہوا دیکھ کر چپ چاپ فرار ہو گئی۔ غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ خون آلود چھری میرے ہاتھ میں اور ایک لاش دیکھ کر سپاہی مجھے گرفتار کر کے لے گئے۔ کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں میں نے تجھ کو رہا کیا۔ اس کے بعد وہ ملزم جملہ افعال قبیحہ سے بھی تائب ہو گیا۔

ہرنی جانور پر رحم کرنے پر بادشاہی ملی:

۲۰۔ تاریخ دولت ناصری میں لکھا ہے کہ ابتدائی زمانہ امیر ناصر الدین سبکتگین ایک غلام تھا اور نیشاپور میں اس کا قیام تھا۔ صرف ایک گھوڑا اس کے پاس تھا جس پر سوار ہو کر جنگلوں میں شکار کی تلاش میں گھوما کرتا تھا۔ ایک دن شکار کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ دور سے ایک ہرنی نظر آئی جو بچے کو ساتھ لیے چرنے میں مشغول تھی اسے دیکھ کر اس نے ایڑ لگائی اور بچہ پکڑ کر شہر کی طرف چل پڑا شہر کے قریب پہنچ کر اس نے جنگل کیطرف مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ بے چاری مامتا کی ماری ہرنی اپنے بچے کے پیچھے چلی آرہی تھی امیر سبکتگین کو یہ دیکھ کر ترس آ گیا سوچا میرا تو اتنے سے بچے کے گوشت سے گزر نہ ہو گا البتہ اس کی ماں اس کے صدمے سے نڈھال ہو جائے گی اس لیے بہتر یہ ہے کہ بچے کو چھوڑ دوں۔ چنانچہ بچہ کے پاؤں کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ بچہ اچھلتا کودتا کللیلین کرتا اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور پھر دونوں جنگل کی طرف چلے گئے واپسی پر ہرنی مڑ مڑ کر امیر سبکتگین کی طرف دیکھتی اور آنکھوں میں رحمدل شکاری کا شکریہ ادا کرتی جاتی تھی۔ اس رات سبکتگین نے خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”سبکتگین اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کر دیا تو ایک دن بہت بڑا بادشاہ بنے گا جب بادشاہ بنے تو خدا تعالیٰ کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کرنا تاکہ تیری سلطنت کو قیام و دوام حاصل ہو۔“ اس دن کے بعد سے سبکتگین اس خواب کو سچا کر دکھانے کی کوشش کرنے لگا اور آخر کار ایک بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔

سلطان محمود غزنوی:

۲۱۔ ایک شخص سلطان محمود غزنوی کے پاس آیا اور کہا مدت سے چاہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھوں اور حال دل بیان کروں۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ہزار دینار قرض ہے۔ قرض ادا نہیں کر سکتا اور ڈرتا ہوں کہ موت آ جائے اور قرض میری گردن پر سوار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمود سبکتگین کے پاس جا اور ہزار دینار اس سے لے لے۔ عرض کیا کہ اگر وہ باور نہ کرے۔ اور نشانی طلب کرے تو میں کیا کروں گا۔ فرمایا کہنا اول شب سونے کے وقت تم تیس ہزار مرتبہ اور آخر شب جاگنے کے وقت ۳۰ ہزار مرتبہ درود پڑھتے ہو۔ چنانچہ اس نے سلطان محمود غزنوی سے یہ بات جا کہی۔ جس کو سن کر سلطان رونے لگا۔ اور ہزار دینار قرض ادا کر دیا اور ہزار دینار اور دیئے۔

کثرت درود شریف پر انعام:

۲۲۔ حضرت خواجہ حکیم سنائی نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے منہ چھپائے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ سنائی دوڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا میری جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے مبارک کو مجھ سے کیوں چھپائے ہوئے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سنائی سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا۔ اے خواجہ تم نے میرے لیے اتنی درود بھیجی ہے کہ میں تم سے ازراہ مروت منہ چھپا رہا تھا کہ کون سی چیز سے عذر کروں۔ اور اس کے عوض تمہیں کیا دلواؤں۔

حفظ قرآن کے لیے وظیفہ:

۲۳۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرماتے ہیں کہ مجھ کو ابتداء میں قرآن مجید یاد نہ ہوتا تھا۔ اس لیے متردد تھا۔ ایک رات میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اپنی آنکھیں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر رکھ دیں اور رونا شروع کر دیا۔ اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو حافظہ عطاء فرمادیں۔ تا کہ میں قرآن مجید یاد کر سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گریہ وزاری پر شفقت فرمائی اور فرمایا۔ سر اٹھا۔ میں نے سر اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یوسف کی تلاوت کیا کر کہ خدا تعالیٰ چاہے تجھے قرآن یاد ہو جائے گا۔ جب میں بیدار ہوا اور سورۂ یوسف کی تلاوت اختیار کی تو خداوند قدوس نے اس آخری عمر میں مجھ کو قرآن پاک کا حافظ کرا دیا۔ پھر فرمایا جو کوئی قرآن مجید یاد کرنا چاہے اسے چاہیئے کہ روزانہ پابندی سے سورۂ یوسف پڑھا کرے۔

حوض شمسی کیلئے جگہ مقرر فرمادی تو صبح کو وہاں سے پانی نکل رہا تھا:

۲۴۔ سلطان التمش قبائے سلطان میں ایک درویش باصفا تھا۔ سلطان کو حوض بنانے کی ضرورت تھی۔ اراکین سلطنت کو لے کر تلاش کرتے کرتے اس جگہ پہنچ گیا جہاں اب حوض شمسی ہے۔ اور اس جگہ کو پسند کیا۔ رات تصدیق کی نیت سے مصلے پر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ اس حوض کے چبوترے کے پاس ایک بے حد حسین شخص گھوڑے پر سوار ہیں اور ہمراہ چند آدمی ہیں۔ انہوں نے سلطان کو روبرو بلایا اور کہا کیا چاہتا ہے۔ ''سلطان نے عرض کیا کہ ایک بڑا حوض تیار کرانا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ کسی نے کہا اے التمش آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مراد مانگ لے۔ سلطان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ دیا۔

جس جگہ اب حوض شمسی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے نے وہاں لات ماری جس سے پانی نکل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے شمس اس جگہ حوض بنائیو۔ کہ یہاں سے ایسا پانی نکلے گا کہ کسی بھی جگہ ایسا لذیذ پانی نہ ہوگا۔ اس کے بعد سلطان کی آنکھ کھل گئی۔ اس جگہ جا کر دیکھا تو واقعی وہاں پانی نکل رہا تھا۔

دعوت وبشارت:

۲۵۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کے تبحر علمی اور لیاقت خداداد کی بناء پر بادشاہ وقت نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کر دیا۔ جو اس عہد کا ایک مشہور شہر تھا۔ مسلسل تین سال اس عہدہ پر مامور رہے۔ آپ کے عدیم النظیر، عدل وانصاف، خلق اور حسن ارتقاء سے خوش ہو کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ کو دعوت وبشارت دی اور فرمایا حمید الدین چھوڑ اس قصے کو اور میری طرف آ۔ کہ تیرے لیے دوسرا میدان خالی ہے۔ صبح جب اٹھے تو دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت استعفیٰ دے دیا۔ اور ترک علائق کر کے عازم حرمین شریف ہوئے۔ بغداد شریف پہنچے تو وہاں پہلے ہی حضرت شہاب الدین سہروردی کو حکم ہو چکا تھا۔ حلقہء ارادت میں داخل ہو کر ذکر وشغل میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت کی توجہ سے صرف ایک سال میں ولایت کو پہنچ کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔

مشارق الانوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح شدہ ہے:

۲۶۔ حضرت شیخ رضی الدین حسن بن حسن ضعانی کا وطن چغانہ تھا۔ عہد سلطنت قطب الدین ایبک یا شروع عہد سلطان شمس الدین التمش میں بدایوں میں آ کر سکونت اختیار کی۔ کتاب مشارق الانوار آپ کی مشہور تالیف ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی حدیث میں آپ کو مشکل پیش آتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس حدیث کی صحت فرماتے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں۔ کہ جو احادیث مشارق الانوار میں تحریر ہیں سب صحیح ہیں۔ ۲۲۴۶ احادیث زبان مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت شدہ مشارق الانوار میں تحریر ہیں۔ اور یہ بھی خود حضرت شیخ رضی الدین نے فرمایا کہ اگر کسی حدیث میں مشکل پیش آتی اور خلق خدا آپس میں نزع کرتی تو اسی رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتے اور اس حدیث کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے اس کی تصحیح فرما دیتے۔

شیخ محی الدین ابن عربی:

۲۷۔ حضرت شیخ الکل محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں مجھے ایک شخص سے اس لیے عداوت ہوگئی کہ وہ شیخ ابومدین کو ناگوار طعن آمیز باتوں سے یاد کرتا تھا۔ ایک روز میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ محی الدین تم فلاں شخص سے کیوں عداوت رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ابومدین جیسے معزز و مقتدر شخص کو برا کہتا ہے اور میں ان کا معتقد ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا وہ شخص خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست نہیں رکھتا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دوست رکھتا ہے۔ اس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تم اس وجہ سے کہ وہ ابومدین سے دشمنی رکھتا ہے اس سے عداوت رکھتے ہو۔ اور خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اسے دوست نہیں رکھتے۔ چنانچہ صبح میں نے اپنے برے خیالات سے توبہ کی اور اس کے مکان پر گیا اور اپنے ساتھ ایک قیمتی چادر لیتا گیا جو اس کو پیش کی اور راضی کیا۔

دعا حزب البحر کا ایک ایک حرف آپ ؐ کا ارشاد کردہ ہے:

۲۸۔حضرت شاذلی فرماتے ہیں کہ اس دعا کے الفاظ میں نے نہیں تراشے بلکہ ایک ایک حرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک سے لیا ہے۔کہا جاتا ہے کہ اس میں اسم اعظم ہے۔یہ سمندر کے مصائب سے نجات دلانے کے لیے مجرب ہے۔

جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے:

۲۹۔محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ وصال سے چند روز قبل خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔''نظام! جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے''اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لیے بے چین رہ گئے۔وصال کے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل ترک کر دیا اب آنکھوں سے ہر وقت آنسو جاری رہتے تھے۔وصال کے روز لنگر اور ملکیت کی تمام چیزیں غرباء و مساکین میں تقسیم کرادیں تا کہ خدا تعالیٰ کے یہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو۔

طویل عمر کی بشارت:

۳۰۔احمد بن حسن بن احمد حسن انقروی ۶۵۱ھ میں روم کے شہر انقرہ میں پیدا ہوئے ۷۳۰ھ میں مصر تشریف لائے جب بیمار ہوئے تو فرمایا مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دی ہے کہ تو بڑی عمر کا ہوگا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ بڑھاپے کی وجہ سے کوزہ پشت ہو گئے ۷۹۳ھ میں ایک سو بیالیس سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔سترہ برس کی عمر میں دمشق کی قضاء آپ کے سپرد کی گئی جہاں آپ نے سلسلہ درس و تدریس بھی جاری رکھا۔

حصن حصین کی مقبولیت:

۳۱۔اس کتاب کے مؤلف کے ایک جانی دشمن نے جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دفع کرنے والا نہ تھا۔اسی زمانہ میں ان کو طلب کیا یہ چھپ کر بھاگ گئے اور اس مضبوط و مستحکم قلعہ سے اپنی حفاظت کی (یعنی وظیفہ کے طور پر اپنی کتاب ''حصن حصین'' پڑھنی شروع کی) خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب قلب مبارک کے قریب بیٹھا ہوں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے۔اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعا فرمائیں۔میری درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنے دست مبارک اٹھائے۔میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔اور اپنے دست مبارک اپنے روئے مبارک پر پھیرے۔جمعرات کو میں نے خواب میں دیکھا۔اتوار کی رات کو دشمن خود بخود بھاگ گیا۔اور ان احادیث نبویہ کی برکت سے جو اس کتاب میں جمع کی گئی ہیں۔

مدینہ منورہ میں سخت قحط:

۳۲۔مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ سخت قحط پڑا تو حضرت خواجہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خواب میں فرمایا کہ حجرے کی چھت میں سوراخ کر دو۔پس آرام گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (علی صاحبہا الف الف صلوت والف الف سلام) کے محاذ میں ایک سوراخ اس طرح بنایا گیا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہا۔ایسا کرتے ہی خوب بارش ہوئی۔چارہ خوب اگا۔یہاں تک کہ اونٹنیاں اتنی موٹی ہو گئیں کہ چربی سے بدن پھٹنے لگے اور اس سال کا نام ہی ''الفتق'' (سرسبزی والا سال) پڑ گیا۔گنبد خضرا کے کلس کی جڑ میں غربی پہلو میں قبر شریف کے محاذ میں آج بھی جالی لگا ہوا سوراخ موجود ہے۔

درود تنجینا کی تعلیم:

۳۳۔ایک بزرگ شیخ صالح موسیٰ ضریر تھے انہوں نے اپنا قصہ مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جہاز جس میں میں موجود تھا ڈوبنے لگا۔تمام مسافر مضطرب ہو گئے۔کہ دفعۃً مجھ کو غنودگی سی آئی اور میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو درود تنجینا تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز کے مسافروں سے کہو کہ ایک ہزار بار اس کو پڑھیں میں نے بیدار ہو کر سب کو اس درود شریف کو پڑھنے کا حکم دیا۔ہنوز تین سو بار پڑھا کہ ہوائے تند موافق ہو گئی اور جہاز ڈوبنے سے بچ گیا۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ:

۳۴۔سبط ابن جوزی نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی جو حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک تھا دفعۃً نابینا ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں۔ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے۔اور اس پر قاتلان حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔اس کے بدلے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ڈانٹا اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی ایک سلائی میری آنکھوں میں پھیر دی۔میں صبح اٹھا تو اندھا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہلوایا:

۳۵۔ایک شخص نے حضرت خواجہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں

دیکھا اور ایک صحیح نشان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ حضرت امام شعرانی کو سلام بھیجا اس شخص نے یہ بھی کہا کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی مرحمت فرمایا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا مصر جاؤ اور شعرانی سے دریافت کرلو۔ وہ مفصل طور پر سمجھا دے گا۔ اس نے خواب دیکھتے ہی مصر کا قصد کیا مصر پہنچ کر امام شعرانی کے پاس گیا اور کہا مصر میں آپ کی ملاقات کے علاوہ مجھے کوئی کام نہ تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں آپ سے ملنا مقصود تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محدثین کے کھانے کا انتظام کردیا:

۳۶۔ محمد بن نصر مروزی، محمد بن جریر اور محمد بن منذر تینوں حدیث شریف لکھنے بیٹھے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ قرعہ ڈالا کہ جس کا نام نکلے وہ سب کے لیے کھانے کا انتظام کرے۔ جن کے نام قرعہ نکلا انہوں نے نماز پڑھنی شروع کردی اور دعا کی۔ نائب مصر سورہا تھا کیونکہ قیلولہ کا وقت تھا۔ اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "محمد یا مین" کے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ وہ بیدار ہوا اور ان تینوں کا پتہ چلا کر ایک ہزار اشرفیاں خدمت میں پیش کیں۔

تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو:

۳۷۔ خواجہ سید اشرف جہانگیر سمنانی مدینہ منورہ جب حاضر ہوئے تو سخت بیمار ہوگئے۔ ہمراہی مایوس ہوگئے۔ بیس روز تکلیف رہی۔ اکیسویں شب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ بشارت سے سرفراز فرمایا آخر میں فرمایا "فرزند اشرف ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو بہت سے مسلمان تمہارے وسیلے سے دروازہ وصول تک پہنچیں گے اور بہت سے عوام تمہارے ذریعے خواص کی منازل میں جگہ پائیں گے" بشارت کے بعد صبح ہوتے ہی صحت کے آثار نمودار ہوئے اور چند روز میں صحت کلی حاصل ہوگئی۔ ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ جس میں سے آپ نے بیس سال احیاء موتی کے لیے ایثار کردیئے۔

تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں:

۳۸۔ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خواب میں آنا بند کردیا اس کے بعد میں نے دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کیا گناہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کو ہمارے اسرار سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اور واقعہ یہ تھا کہ میں نے اپنے ایک بھائی سے اپنا کچھ خواب بیان کیا تھا۔ پھر میں نے توبہ کی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن عطاء فرمایا:

۳۹۔ شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ میں اپنے لعاب دہن ڈال دیا۔ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لعاب دہن کا کیا فائدہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ اس کے بعد تو جس مریض کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالے گا وہ ضرور تندرست ہوجائے گا۔

غیبت سے چارہ نہ ہو تو یہ عمل کرو:

۴۰۔ سیدی شیخ المواہب شاذلی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۸۲۵ھ میں جامعہ ازہر کی چھت پر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا اے میرے بیٹے غیبت حرام ہے۔ کیا تو نے اللہ کا قول **ولا یغتب بعضکم بعضا** (نہ غیبت کریں بعض تمہارے بعض کی) نہیں سنا۔ میرے پاس اس وقت ایک جماعت بیٹھی تھی اس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو غیبت سے چارہ نہ ہو تو سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ شریف) اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس) پڑھو اور ان کا ثواب اس شخص کی نذر کردو جس کی غیبت ہوئی۔ کیونکہ غیبت و ثواب متوارث و متوافق ہوجائے گا۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی کا مقام:

۴۱۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنی ایک مشہور نعت کہی پھر حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو ارادہ تھا کہ روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) کے پاس کھڑے ہوکر اس کو پڑھیں گے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ معظمہ نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو ہدایت کی کہ جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کرا دی۔ مگر حضرت جامی پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ چھپ کر مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر مکہ مکرمہ نے آدمی دوڑائے جو مولانا جامی کو راستہ سے پکڑ لائے اور جیل میں ڈال دیا۔ امیر مکہ مکرمہ نے اس پر تیسری مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں ہے۔ بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو میری قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے کا ارادہ کررہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے

لیے میرا ہاتھ نکلے گا جس سے فتنہ ہوگا۔ اس پر عقیقہ رسول حضرت مولانا جامی کو جیل خانہ سے نکالا اور بے حد اعزاز واکرام کیا گیا۔

علامہ سیوطی ۷۵ مرتبہ زیارت نبوی سے مشرف ہوئے:

۴۲۔ علامہ حافظ عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے پاس ایک فریادی نے درخواست کی کہ میں سلطان قانتبائی کے پاس جا کر اس کی سفارش کروں میں نے اس کو جواب دیا کہ میرے بھائی میں ۷۵ مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہو چکا ہوں۔ سوتے اور جاگتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کی صحت کے بارے میں دریافت کر چکا ہوں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں سفارشی بن کر آپ کے ساتھ سلطان کے پاس جاؤں تو پھر مجھے زیارت نصیب نہ ہو۔ میں اس شرف کو شرف سلطان پر ترجیح دیتا ہوں۔

بے خود ہونا آسان ہے باخدا ہونا مشکل ہے:

۴۳۔ حضرت مخدوم قاری امیر نظام الدین المعروف بہ مخدوم شیخ بھیکہ شاہ بھکاری علوی قادری رزاقی ۸۹۰ھ میں کاکوری (یو پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ فرمایا ایک روز لڑکپن میں میں نے کہا کہ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو حرمین شریف جاتے اور واپس آ جاتے ہیں۔ اگر مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی تو میں مدت العمر واپس نہ آؤں گا۔ اس کا جواب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یہ دیا کہ تم جو زیارت کعبہ شریف کر کے واپس جانا نہیں چاہتے تو ایسا نہ کرو تم کو ہندوستان میں رہنا ہے تا کہ تم سے لوگوں کو فائدہ ہو اور تم جو عقد کرو گے اس سے اولاد صالح و باخدا پیدا ہوگی۔ اور یہ فرما کر میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے میرا دماغ ایسا معطر ہوا کہ میں بے خود ہو گیا۔ پھر دست مبارک سے سر کو حرکت دے کر فرمایا کہ بے خود ہونا آسان ہے اور باخود اور باخدا ہونا مشکل ہے۔ بندہ ساقط الخدمت سے معبود کا کام ٹھیک نہیں ہوتا خدا کا شکر ادا کرو جس نے تم کو اسقدر قوی استعداد عطاء فرمائی۔ سات کاملین سے تمہاری تکمیل ہوگی اور اسی وقت مرتبہ احسان کی حقیقت تم پر مکشوف ہوگی۔ پھر دست مبارک سینے پر رکھ کر فرمایا اس کی تفصیل دوسرے وقت پر موقوف ہے اس کے بعد سینے پر سے ہاتھ دائیں جانب اور پھر بائیں جانب پھیر کر کلمہ سابقہ مقرر فرمایا۔ اس کے بعد دست مبارک اٹھا کر یہ آیت پڑھی سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے دو عمل:

۴۴۔ حضرت مولانا شمس الدین محمد رومی حضرت مولانا جامی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا بیان ہے کہ میری آرزو تھی کہ مجھے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو۔ میری والدہ نے ایک دعا شب جمعہ کو چند بار بالالتزام پڑھنے کو بتائی۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ جو شخص شب جمعہ تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ غرض یہ دونوں عمل کر کے میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے باہر ہوں اور والدہ میرے انتظار میں ہیں اور فرما رہی ہیں کہ میں تمہاری منتظر ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رونق افروز ہیں آ تمہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں۔ والدہ میرا ہاتھ پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک اچھا خاصہ مجمع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تحریر کرا رہے ہیں۔ اور لوگ یہ تحریریں اطراف عالم میں بھیج رہے ہیں۔ حضرت مولانا اشرف الدین عثمان زیارت گاہی جن کا شمار علماء ربانی میں ہوتا ہے لکھ رہے ہیں۔ میری والدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لڑکا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی وہ عمر دراز دولت مند اور بزرگ صفات ہوگا۔ کیا یہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جانب نظر ڈالی اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند درہم عنایت فرمائے جو بیدار ہونے پر موجود تھے

۴۵۔ احمد بن محمد صوفی فرماتے ہیں کہ میں تین مہینوں تک جنگلوں میں پھرتا رہا یہاں تک کہ میرے جسم کی کھال گل گئی۔ بعدہ میں مدینہ شریف آیا اور سلام عرض کیا اور روضہ اقدس کے پاس سو گیا۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احمد تو آ گیا دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا میں بھوکا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ کھول۔ جب میں نے ہاتھ کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں چند درہم رکھ دیئے۔ جب میں بیدار ہوا تو وہ درہم میرے ہاتھ میں موجود تھے۔ بازار گیا اور کھانا خرید کر کھایا اور واپس بستی چلا گیا۔

محبت رسول میں اپنے بچے کا قتل:

۴۶۔ شیخ عبدالقادر قوصی متوفی تقریباً (۶۷۰ھ) کا اتباع سنت میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ اپنے اکلوتے بارہ سال کے بیٹے کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کھانے میں لوکی بھی تھی۔ فرمایا بیٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوکی بہت مرغوب تھی۔ بیٹے کی زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ تو ایک گندی چیز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے۔ (الحلیۃ)

حضرت شیخ یہ الفاظ برداشت نہ کر سکے کہ ان میں شان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیر پائی جاتی ہے۔ اور اسی وقت تلوار سے بیٹے کا سر قلم کر دیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کو اپنے بیٹے کی جان سے بھی عزیز سمجھا۔

خسرہ کے لیے نسخہ اور وظیفہ:

۴۷۔ ایک شخص کو خسرہ نکلا اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر اپنا مرض بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا انگوری سرکہ، تھوڑا اصلی شہد اور قدرے پڑھا ہوا روغن زیتون لے کر ان سب کو ملا لیں اور سارے بدن پر اس کی مالش کر۔ اس نے ایسا ہی کیا اور بحکم الٰہی شفا پائی۔ پڑھا ہوا زیتون کا تیل اس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ کہ روغن زیتون کسی صاف برتن میں رکھے اور اسے کسی چیز سے ہلاتا جائے اور پڑھتا جائے۔ سورۂ توبہ کی آخری آیات لقد جاء کم رسول الیٰ رب العرش العظیم تک اور سورۂ حشر کی آخری آیات لو انزلنا هذا القرآن الی و هو العزیز الحکیم پھر سورۂ اخلاص اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم کرے۔ بس پڑھا ہوا روغن زیتون تیار ہے۔ اس تیل کی بدن پر مالش تمام بیماریوں کو دور کرتی ہے۔ اگر کسی درد کی تکلیف زیادہ ہو تو تھوڑی دیر دھوپ میں بیٹھے اور درد کی جگہ اس تیل کی مالش کرے۔ اور پھر تھوڑی سی مصطگی اور کلونجی کوٹ کر درد کی جگہ رکھے۔

برودت معدہ کے لیے نسخہ:

۴۸۔ ایک شخص نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برودت معدہ کا یہ نسخہ تعلیم فرمایا۔ شہد ڈیڑھ اوقیہ، کلونجی دو درم، انیسون دو درم، سبز پودینہ ڈیڑھ اوقیہ، خرفہ آدھا درم، لونگ آدھا درم، تھوڑے سے لیموں کے چھلکے اور تھوڑا سا سرکہ۔ سب کو ایک جگہ کر کے آگ پر پکائے اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے کھائے۔

طاعون سے حفاظت کے لیے درود شریف:

۴۹۔ مولانا شمس الدین کیثی کے زمانہ میں جب وبائے طاعون پھیلی تو آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کوئی ایسی دعا سکھا دیجئے جس کی برکت سے طاعون کی وبا سے محفوظ رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ درود مجھ پر بھیجے گا طاعون اور دیگر وباؤں سے محفوظ رہے گا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ دَآءٍ وَدَوَآءٍ۔

خلل دماغ کے لیے نسخہ:

۵۰۔ ایک بزرگ کے سر میں دوخہ (بیماری جسے خلل دماغ کہتے ہیں) پیدا ہو گیا۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر اپنا مرض بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خرفہ، سونٹھ، لونگ، بالچھڑ اور جائفل ہر ایک ڈیڑھ درم، ارکلونجی دو درم لے کر سب کو ملا کر پیس لے اور تھوڑے پانی میں جوش دے جب خوب پک جائے تو شہد ڈال کر قوام بنا لے۔ پھر اس قوام میں تھوڑا لیموں نچوڑ کر پی لے۔ اس بزرگ نے ایسا ہی کر کے استعمال کیا اور شفا پائی۔

آنکھ کی تکلیف کے لیے نسخہ:

۵۱۔ ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ میں سفیدی پڑ گئی تھی۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہد میں مشک ملا کر آنکھ میں سرمہ کی طرح لگا۔

ایک بیمار عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ لی مکہ مکرمہ پہنچا دی گئی

۵۲۔ سکندریہ کی ایک بی بی حج کے قصد سے مدینہ منورہ تک آئیں۔ مدینہ منورہ سے جب قافلہ کوچ کرنے کا وقت آیا تو ان کا پاؤں اس قدر ورم کر آیا کہ جنبش محال ہو گئی۔ قافلے والے انہیں مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آہ و زاری شروع کر دی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتی ہے کہ تین نوجوان آئے اور آواز دی کہ کون شخص مکہ مکرمہ کا ارادہ رکھتا ہے۔ بی بی نے کہا میرا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا اٹھ چل۔ بی بی نے کہا ورم کی وجہ سے تو پاؤں کو جنبش بھی نہیں دے سکتی۔ انہوں نے میرا پاؤں دیکھ کر شغدف پر سوار کرا لیا اور مکہ مکرمہ کی راہ لی۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ کوئی مکہ مکرمہ کا قصد رکھتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مسجد میں جا کر اس عورت کو ہمراہ لے لو جو جنبش نہیں کر سکتی۔ اس نے میری پناہ لی ہے۔ بعدہ میں بآرام مکہ مکرمہ پہنچ گئی۔

تیری کثرت درود نے مجھے گھبرا دیا

۵۳۔ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غسل خانہ میں گرنے کی وجہ سے میرے ہاتھ میں سخت چوٹ لگ گئی۔ جس کی وجہ سے ہاتھ پر ورم آ گیا۔ میں نے رات بہت بے چینی سے گزاری۔ تو میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ اور اتنا عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری کثرت درود نے مجھے گھبرا دیا۔ میری آنکھ کھلی تو ورم زائل ہو کر تکلیف رفع ہو چکی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درویش کی رہائی کا حکم فرمایا:

۵۴۔ابومسلم صاحب دعوت کے عہد میں ایک بے قصور درویش کو چوری کے الزام میں گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا۔رات ہوئی تو ابو مسلم نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابومسلم! مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے کیونکہ میرے دوستوں میں سے ایک دوست بغیر قصور تیری قید میں ہے۔اٹھ اور اس کو اسی وقت قید سے رہا کر۔ابومسلم اسی وقت اپنے بستر سے کودا اور ننگے سر ننگے پاؤں جیل خانہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور داروغہ کو حکم دیا دروازہ جلدی کھولو اور اس درویش کو باہر لاؤ۔جب وہ باہر آیا تو ابومسلم نے اس سے معافی چاہی اور کہا کہ اگر کوئی حاجت ہو تو بلا تکلف فرمایئے۔تعمیل کے لیے حاضر ہوں۔درویش نے جواب دیا اے امیر جو شخص ایسا مالک رکھے جو ابومسلم کو آدھی رات کے وقت بستر سے اٹھا لائے تا کہ وہ مجھے اس بلا سے نجات دے۔تو اس شخص کے لیے کب جائز ہے کہ وہ اپنے ایسے مالک کو چھوڑ کر دوسروں سے سوال کرتا پھرے۔اور اپنی ضروریات طلب کرے۔یہ سن کر ابومسلم نے رونا شروع کر دیا اور درویش اس کے سامنے سے چلا گیا۔

اللہ اس وقت بھی وہی کر رہا ہے جو ازل سے کر چکا ہے:

۵۵۔علامہ ابن جوزی دو برس تک آیت کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ کے معنی بیان کرتے کرتے ایک دن اپنی معنی آفرینی پر ناز کرنے لگے۔ایک شخص نے کہا ہمارا خدا اس وقت کس شان میں ہے کیا کر رہا ہے؟ علامہ لاجواب ہو گئے۔متواتر تین روز تک یہ شخص یہی سوال کرتا رہا اور ابن جوزی کو سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ بن پڑا۔چوتھی شب کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ابن جوزی یہ سائل خضر ہیں تم ان کو یہ جواب دے دینا کہ ہمارا خدا اپنی اصلی اور قدیمی شانوں کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہے۔کسی جدید شان کی ابتداء نہیں کرتا۔اسلیے اس وقت بھی وہی کر رہا ہے جو ازل میں کر چکا ہے۔حضرت خضر علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا اے ابن جوزی ان پر درود بھیجئے جنہوں نے خواب میں آپ کو تعلیم دی۔

مجوسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لے آیا

۵۶۔" تا تارخانیہ" میں تحریر ہے کہ بغداد میں ایک کمیٹی تھی جس کو امراء کی کمیٹی کہتے تھے اس کا دستور تھا کہ جب کسی کو ضرورت ہوتی تو سب لوگ چندہ کر کے اس کی ضرورت پوری کر دیتے۔ایک مرتبہ ایک مسلمان شخص کو پانچ ہزار روپے کی ضرورت پیش آئی۔کمیٹی والوں نے چندہ سے روپیہ جمع کرنے کی تجویز کی۔اتنے میں ایک مجوسی نے چپکے سے دس ہزار روپیہ لا کر اس کے حوالے کر دیا۔پانچ ہزار قرضہ کے لیے اور پانچ ہزار تجارت کے لیے۔اسی رات اسی مجوسی نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تو نے ایک مسلمان کی مشکل حل کی۔خدا تیری سعی کو قبول کرے۔اس نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان لے آیا اور صبح جامع مسجد میں حاضر ہو کر مسلمانوں کے روبرو تمام واقعہ دہرا دیا۔

موئے مبارک کی ناقدری کی وجہ سے بہت کچھ کھو دیا

۵۷۔ابوحفص سمرقندی اپنی کتاب " رونق المجالس" میں لکھتے ہیں کہ بلخ کے شہر میں تاجر نہایت مالدار اس نے دو بیٹے چھوڑے دونوں نے آدھا آدھا ترکہ بانٹ لیا۔اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین موئے مبارک بھی تھے۔ایک ایک لینے کے بعد بڑے نے کہا تیسرے بال کو کاٹ کر آدھا آدھا کر لیں۔مگر چھوٹا راضی نہ ہوا اور کہا ایسا کرنا بے ادبی ہے۔بڑے نے کہا اگر تجھے رغبت ہے تو ان تینوں موئے مبارک کو اپنی میراث اور ترکہ کے عوض لے لے۔چھوٹا بھائی راضی ہو گیا اور ان تینوں بالوں کے عوض اپنا سارا مال بڑے بھائی کو دے دیا۔کچھ عرصہ کے بعد بڑے بھائی کا سارا مال غارت ہو گیا اور وہ بالکل محتاج ہو کر رہ گیا۔مایوسی کے عالم میں ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔اس نے اپنی مفلسی اور محتاجی کا رونا رویا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بدنصیب تو نے ان بالوں سے بے رغبتی کر کے ان پر دنیا کو ترجیح دی۔جبکہ تیرے چھوٹے بھائی نے خوشی اور شوق کے ساتھ انہیں لے لیا۔جب انہیں دیکھتا مجھ پر درود پڑھتا اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں اس کو سعادت دارین عطا فرمائی۔خواب سے بیدار ہو کر بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے خادموں میں سے ایک خادم بن گیا۔

ہم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ملنے آئے ہیں:

۵۸۔شیخ ابن ثابت ایک بزرگ تھے جو مکہ مکرمہ میں رہتے تھے ساٹھ سال تک مدینہ شریف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لاتے رہے۔زیارت مبارک کے بعد ہر سال واپس چلے جاتے۔ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔کچھ غنودگی کی حالت میں اپنے حجرے میں بیٹھے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

بابرکت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لیے ہم تم سے ملنے آئے ہیں“

یہ دعا پڑھا کرو:

۵۹۔ ایک نیک اور صالح مرد نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں دعا فرمایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک کھول دیئے اور دعا فرمائی اور بعدہ ارشاد فرمایا کہ اکثر یہ دعا پڑھا کرو۔ ”اَللّٰھُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالْخَیْرِ“ (القاصد الحسنہ)

تیرے منہ سے حقے کی بو آتی ہے:

۶۰۔ ایک شخص جنگل میں تنہا چلا جا رہا تھا اتفاقاً اس کی سواری کے جانور کا پیر ٹوٹ گیا۔ پریشانی کے عالم میں اس نے درود شریف کا ورد شروع کیا۔ دیکھتا کیا ہے تھوڑی دیر بعد تین بزرگ تشریف لائے ان میں اس ایک دور کھڑے رہے اور دو صاحبان نزدیک تشریف لائے اور اس کے جانور کا پیر درست کر دیا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ حضرات کون ہیں۔ ان دونوں صاحبان نے فرمایا کہ ہم حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ جو دور کھڑے ہیں وہ ہمارے نانا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس شخص نے فریاد کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو قدم بوسی سے کیوں محروم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے منہ سے حقے کی بو آتی ہے۔

صحت کے لیے دعا کی تعلیم:

۶۱۔ ایک بزرگ تین ماہ سے اسقدر سخت بیمار تھے کہ لوگ بس ان کے سانس گنتے تھے اسی حالت میں ان کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو ”اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ الدَّآئِمَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ“ انہوں نے خواب کے اندر ہی اس دعا کو پڑھا اور جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔

عید کے کپڑوں کا انتظام کرادیا:

۶۲۔ ابوالحسن تمیمی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خرچ سے بہت تنگ تھا۔ سخت عیدالفطر کو سخت اضطراب میں تھا کہ کل عید کا خرچہ کہاں سے کروں۔ بچوں کے لیے کپڑوں وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا۔ ناگاہ دروازے سے کسی نے آواز دی۔ میں باہر آیا تو ابن ابی عمر تھے۔ انہوں نے کہا میں نے خواب میں ابھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ ابوالحسن تمیمی اور ان کی اولاد بڑی تنگی میں ہے اسی وقت ان کی کچھ مدد کر کہ ان کی بھی عید ہو جائے۔ میں نے بیدار ہو کر فوراً کپڑے وغیرہ خریدے اور وہ لیکر اب آپ کے پاس آیا ہوں اور اس طرح ابوالحسن تمیمی اور ان کے گھر والوں کا پورا انتظام ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو غائب کرنیکی نیت سے سرنگ کھودنے والے گرفتار ہوئے اور ان کے سر قلم کر دیئے گئے

۶۳۔ سلطان نورالدین زنگی جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں۔ انہوں نے ۵۵۷ھ میں جبکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء رہا) میں مشغول تھے۔ ایک رات نماز تہجد کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو گربہ چشم (کنجی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں۔ ”نجنی انقذنی من ھذین“ (نجات دو خلاصی کرو میری ان دونوں سے) سلطان گھبرا کر اٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے۔ آنکھ اسی وقت لگ گئی۔ پھر یہی خواب دیکھا۔ پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی۔ اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے فوراً مدینہ طیبہ چلیے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے۔ یہ خیال کر کے مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیے۔ اپنے وزیر، بیس ارکان مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لیکر بہت زر و جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوگئے۔ رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آچکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی۔ تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروا دوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے۔ اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے۔ جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے۔ یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ان میں جسکی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے (کشف الخفاء)

نظر نہ آئے۔ بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟ خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت ہی صالح سخی، متدین، عفیف، عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں۔ باقی رہ گئے ہیں۔ نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا جونہی وہ سلطان کے روبرو پیش ہوئے۔ سلطان نے ان کو پہچان لیا۔ مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزت سے بٹھایا ان سے باتیں کیں۔ پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرے میں جا نکلے۔ حجرے کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ، وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراء مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لیے ایک گوشے میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا۔ جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی۔ جو روضہ رسول علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف کھودی جا چکی تھی۔ اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی۔ دونوں نے اقبال جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہ نے بہت سا مال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر روم لے جائیں۔ تاکہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے۔ اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً دشمنان مصطفےٰ سے

ہم نے جب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین داری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں۔ کہ جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں تو مدینے والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور داد و دہش دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضہ اطہر علی صاحبہا صلوٰۃ و سلاماً کے بالکل متصل رہنے کے لیے ہم کو حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضہ مبارک علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں فاتحہ کے بہانے جا کر ڈال آتے۔ اور دن میں ارد گرد کے نخلستانوں اور قباء وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات) کے پاس پہنچ گئے تھے (کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابر و باراں و بجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا۔ جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے) یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ زار و قطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کے سر تن سے جدا کر دیئے۔ سجدہ شکر بجا لائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے ارد گرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص (سیسہ) پگھلا کر پلوا دیا کہ آئندہ ایسے خطرے کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔

امام مالک کا خواب اور اس کی تعبیر

۶۴۔ امام مالک نے ایک روز خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار مبارک قائم ہے امام مالک حاضر ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا جی چاہتا ہے کہ مدینہ کی زمین مجھے قبول کر لے۔ اور مجھے معلوم ہو جائے کہ میری عمر کے کتنے دن باقی ہیں۔ سال ہے یا دو سال ہیں تاکہ اطمینان ہو جائے اور میں عمرہ کر آؤں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے ہاتھ اٹھایا کہ پانچوں انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اب امام مالک حیران ہیں کہ پانچ انگلیاں آپ نے اٹھائی ہیں تو آیا یہ مطلب ہے کہ پانچ دن باقی ہیں میری عمر کے یا پانچ مہینے یا پانچ برس ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ امام مالک کے ہمعصر امام محمد بن سیرین ہیں جو تعبیر خواب کے امام ہیں اور خواب کی تعبیر پر انہوں نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

جلیل القدر امام ہیں اور ایسی تعبیر دیتے تھے کہ ہاتھ کے ہاتھ تعبیر واقعات کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو یہ مناسبت تعبیر سے تھی۔ اس قسم کے ان کے بہت سے واقعات ہیں۔ تو امام مالک نے ایک شخص سے کہا کہ تم جا کر ابن سیرین سے میرا خواب بیان کرو مگر میرا نام مت لینا۔ یہ کہنا کہ مدینہ میں رہنے والے ایک شخص نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ شخص حاضر ہوا اور اس نے ابن سیرین سے کہا کہ مدینہ کے ایک شخص نے یہ خواب دیکھا ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری عمر کے کتنے دن باقی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا دیا۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ پانچ دن مراد ہیں یا پانچ مہینے یا پانچ برس مراد ہیں۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ یہ خواب تو بہت بڑا عالم دیکھ سکتا ہے جاہل کا کام نہیں کہ اس قسم کا خواب دیکھے۔ نہ جاہل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب دے سکتے ہیں۔ یہ جواب تو بڑے عالم کو ہی دے سکتے ہیں اور مدینہ میں اس وقت امام مالک سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ تو کہیں یہ خواب امام مالک نے تو نہیں دیکھا؟ اب وہ شخص خاموش۔ کیونکہ اسے روک دیا گیا تھا کہ میرا نام مت لینا۔ اس نے کہا اچھا مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل یٰسین صبر کرو تحقیق تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ (مجمع)

اجازت لے آؤ۔ اس نے فرمایا ہاں اجازت لے کر آ جاؤ۔ پھر ہم خواب کی تعبیر بتلائیں گے۔ وہ گیا اور جا کر عرض کیا کہ حضرت وہ تو پہچان گئے کہ یہ خواب دیکھنے والے آپ ہیں اور نام بھی لے دیا مگر یہ کہا کہ پوچھ کر آ جاؤ پھر تعبیر بتاؤں گا۔ پھر فرمایا کہ اچھا جاؤ میرا نام لے دینا کہ مالک بن انس نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اس شخص نے جا کر عرض کیا کہ حضرت امام مالک نے ہی یہ خواب دیکھا ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا۔ ہاں امام مالک ہی یہ خواب دیکھ سکتے ہیں دوسرے کی مجال نہیں کہ وہ یہ خواب دیکھے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ انگلیاں اٹھائیں۔ اس سے نہ پانچ دن مراد ہیں نہ پانچ مہینے نہ پانچ برس مراد ہیں۔ بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ ھِیَ خَمسٌ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰہُ

یعنی یہ پانچ چیزیں وہ ہیں جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کسی کو پتہ نہیں کہ میرا انتقال کس زمین پر ہوگا اور میں کہاں دفن ہوں گا اور کیا وقت ہے میرے انتقال کا۔ قرآن کریم کے اندر فرمایا گیا کہ اصول غیب کے پانچ ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا گیا

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَداً وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ

اس کے نظام کو صرف اللہ جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی کسی کو پتہ نہیں حالانکہ قیامت کا عقیدہ قطعی ہے قرآن سے ثابت ہے۔ ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ مگر وقت کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پتہ نہیں۔ چنانچہ جبرئیل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ''متی الساعة یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' قیامت کب آئے گی فرمایا ''ماالمسؤ ل عنها باعلم من السائل'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ مجھے علم نہیں ہے۔ ہاں یہ مجھے معلوم ہے کہ قیامت آئے گی مگر یہ معلوم نہیں کہ کب آئے گی۔ یہ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے تو امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ یہ خواب امام مالکؒ ہی دیکھ سکتے تھے۔ خواب بھی علمی ہے جواب بھی علمی ہے۔ اور حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالکؒ ہی اس کے مخاطب بن سکتے ہیں۔ ابن سیرینؒ نے اس آدمی سے فرمایا کہ امام مالکؒ سے کہہ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ موت کہاں آئے گی کس زمین میں آئیگی اس کا علم ان پانچ چیزوں سے ہے۔ جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ امام مالک یہ جواب سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر گھر سے نہیں نکلے یہاں تک کہ وفات ہو گئی اور مدینہ کی زمین نے قبول کیا۔ اور جنت البقیع میں مزار ہے۔ جو ہر مسلمان کے لیے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ تو بہرحال امام مالکؒ امام دار الہجرۃ ہیں اور زیادہ تر ان کا فقہ مغربی ممالک میں پھیلا ہوا ہے جو عرب کے مغربی حصے ہیں ان میں زیادہ تر مالکیؒ آباد ہیں۔

کتاب شفاء الاسقام کا مقام:

۶۵۔ شیخ عبدالجلیل بن محمد لکھتے ہیں کہ ''شفاء الاسقام'' میں تصنیف کر رہا تھا خواب میں دیکھا کہ ایک خچر پر سوار ہوں اور چاہتا ہوں کہ ایک قافلے سے جا ملوں جو آگے نکل گیا ہے۔ مگر میرا خچر سست ہو گیا جھڑکی دینے پر چلا آگے ایک مرد نظر آیا جس نے مضبوطی سے میرے خچر کی باگ پکڑ لی اور قافلہ سے جا ملنے میں مانع ہوا میں گھبرایا مگر اسی وقت ایک خیر و صلاح سے آراستہ حسن و جمال سے پیراستہ بزرگ نظر آئے جنہوں نے مجھے اس مرد سے چھڑایا اور فرمایا اسے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی ہے اور اس کے اہل میں اس کی شفاعت ہوگی۔ دل نے گواہی دی کہ یہ بزرگ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ خواب سے بیدار ہو کر بہت خوش تھا اس خواب کے کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میرے مکان کی کوٹھڑی میں تشریف لائے مکان نور علی نور ہو رہا ہے۔ میں نے تین بار عرض کیا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ہوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طالب ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور بوسہ دیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ''ای واللہ ای واللہ ای واللہ'' پھر میں نے دیکھا ایک مرد پڑوسی جو مر چکا تھا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ تم تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں سے ہو۔ میں نے کہا تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ اس نے کہا واللہ تمہاری خدمت کا ذکر آسمان والے کرتے تھے اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو سن کر چپکے چپکے مسکراتے تھے۔ بعدہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا اور بہت خوش پایا ان سے دریافت کیا۔ بابا۔ مجھ سے آپ نے کچھ نفع بھی پایا۔ فرمایا تم نے ہمیں فائدہ دیا اور درود شریف کی یہ کتاب تالیف کر کے۔ میں نے کہا آپ کو کیونکر علم ہوا۔ فرمایا ملا اعلیٰ میں تمہاری دھوم ہے۔

اہل بیت کے سلسلہ میں بیعت فرمایا:

۶۶۔ حضرت مولانا عبدالحق عباسی صاحب اپنے والد ماجد حضرت مولانا عبدالغفور عباسی ہزاروی ثم مدنی قدس سرہ کا حسب ذیل خواب فرمایا۔ ہمارے دادا کا نام شاہ سید عباسی تھا۔ ہم عباسی خاندان سے ہیں۔ ابتداء چغرزئی نزد سوات پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ والد صاحب ہاشم خیل بانڈہ جذ باء برکلی، علاقہ چغرزئی، دربند ہری پور ہزارہ میں پیدا

ہوئے۔ تکمیل تعلیم مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی سے کر کے سند الفراغ حاصل کی۔ پھر اسی مدرسہ امینیہ میں پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری ضلع مظفر گڑھ سے روحانی اسباق کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔ اب رات بھر حلقہ کے ساتھ درود شریف پڑھتے تھے۔ ایک رات جذباء (چغرزئی) کی جامعہ مسجد میں یہ خواب دیکھا اور اس خواب کے چند سال بعد مستقل طور پر مدینہ تشریف لے آئے دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدتاً فرمارہے ہیں ادن منی (میرے قریب ہو جاؤ) ادن منی (میرے قریب ہو جاؤ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کرتا ہوں۔ اس پر ابا نے فرمایا میں تو پہلے ہی ان نقشبندی حضرات سے بیعت ہوں جو مدینہ طیبہ میں باب جبریل کے پاس خانقاہ مظہری میں رہتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو اہل بیت کے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں ابا نے وضو کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کیا۔

۴۲ برس کی عمر تھی جب ابا مدینہ تشریف لائے۔ ۷۳ برس کی عمر پائی۔ یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۶۹ء شب ہفتہ وصال فرمایا۔ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں حج کو گئے اور مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے۔ وصال کے بعد جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جوار میں مشائخ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ شاہ احمد سعید، شاہ عبدالغنی وغیرہ کی قبور کے پاس جگہ ملی۔ تاریخ وصال اس شعر سے نکلتی ہے۔

بزم جنت یا فت ازراہ بقیع
رہنمائے راہ دیں عبدالغفور

۱۳۸۹ھ ۱۹۶۹ء

والد صاحب کا وصال ہوا تو قلب زندہ تھا جس پر ڈاکٹر حیران تھے شہ رگ دیکھ کر ڈاکٹروں کو آپکے وصال کا اطمینان ہوا وقت وصال حضرت مولانا زکریا صاحب قریب موجود تھے۔ ''مجموعہ دعوات فضیلہ'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔ اپنے دور کے عظیم المرتبت بزرگ گزرے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے مفلوج آدمی کا ٹھیک ہونا

۶۷۔ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کی اولاد میں سے ایک خاندان آباد تھا۔ اس گھرانے کے ایک نامور بزرگ حکیم فضل محمد جالندھری تھے۔ جن کا ۹۵ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ پیشہ کے اعتبار سے حکیم تھے وہ بھی شاہی اور بافراغت زندگی گزارتے تھے۔ حکیم اجمل خاں کے ہم درس تھے۔ دینی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ اس شہرہ آفاق درس گاہ کے اولین تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہم سبق اور حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رشید تھے اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی سنتے ہی رقت طاری ہو جاتی۔ اور زار وقطار رونے لگتے تھے۔ تقریباً ۶۵ برس کی عمر میں فالج کا حملہ ہوا اور اطباء زندگی سے مایوس ہو گئے۔ غشی کی کیفیت طاری تھی اور تیمار داروں کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے چل چلاؤ کا وقت قریب آن پہنچا ہے کہ اچانک رات کے تیسرے پہر بے ہوش وجود میں حرکت پیدا ہوئی اور اسی عالم میں آپ چلائے یا حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ میرا پاؤں ہے۔

آپ کے اعزہ لواحقین جو آپ کے گرد جمع تھے اس جملہ پر حیرت زدہ تھے۔ کہ حکیم صاحب نے اپنی مفلوج ٹانگوں کو بڑی تیزی سے سمیٹا اور فوراً ہی یوں بھلے چنگے ہو کر اٹھ بیٹھے جیسے کبھی بیمار ہی نہ تھے۔ اور بتایا ابھی ابھی خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے جسم پر پھیرا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک میرے پاؤں کے قریب پہنچا تو میں نے فرط ادب سے پاؤں سکیڑ لیا چنانچہ پاؤں میں خفیف سا لنگ باقی عمر موجود رہا۔ اور حکیم صاحب اس واقعے کے تقریباً تیس برس بعد تک کامل تندرستی کے ساتھ زندہ سلامت رہے۔ اس واقعہ کے چشم دید گواہ آج بھی زندہ ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف باطنی کے عینی شاہد ہیں۔

جناب قاری محمد اشرف صاحب کا خواب حادثہ سقوط مشرقی پاکستان پر ملائکہ بھی غم زدہ ہیں۔

۶۸۔ ۹۔۱۰ جنوری ۱۹۷۲ء کی درمیانی شب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ایک دبلے پتلے گورے چٹے بزرگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب کھڑے تھے سامنے علماء کا ایک گروہ تھا۔ ایک عالم نے کھڑے ہو کر مشرقی پاکستان کے حالات بیان کرنے شروع کر دیئے جب انہوں نے کہا ''پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھارت کی فوجیں فاتحانہ انداز سے ہمارے ملک میں داخل ہو گئیں'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے دست مبارک کی انگلیوں سے اپنی پیشانی تھام لی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہنے لگے۔ تمام اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گئی اور بعض لوگ چیخ مار کر رونے لگے۔

کچھ دیر بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا ''اس حادثہ عظیم پر ملائکہ بھی غم زدہ ہیں۔ مگر تمہارے اعمال کی وجہ سے انہیں اس مرتبہ تمہاری مدد کے لیے نہیں بھیجا گیا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں معلوم ہے تمہارے اس ملک میں میری نبوت کا مذاق اڑایا گیا۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی گئیں اور میری سنت کی تضحیک اور اہانت کی گئی۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے جماعت علماء! امت کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جب تک حکام عیاشی، ظلم، تکبر کو نہیں چھوڑیں گے، جب تک امراء بخل، حق تلفی اور بے حیائی کو ترک نہ کریں گے۔ جب تک علماء حق چھپانے، دنیا کے لالچ اور ریاکاری اور خود نمائی سے باز نہ رہیں گے جب تک عورتیں ناچ گانے، شوہروں کی نافرمانی، عریانی اور بے پردگی نہ چھوڑیں گی۔ اور جب تک پوری قوم جھوٹی گواہی، غیبت، خلاف فطرت جنسی فعل، شراب نوشی، سود خواری، اور شرک کے کاموں سے باز نہیں آئے گی۔ خوب یاد رکھو اس وقت تک تم عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے''۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم مجھے یہ باتیں ترک کر دینے کی ضمانت دو۔ میں تمہیں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور دشمن پر غلبہ کی بشارت دیتا ہوں۔

جس قدر زیادہ درود بھیجا جاتا ہے اسی قدر زیادہ پہچانتا ہوں

۶۹۔ ایک شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں سستی کرتا تھا۔ ایک رات بخت بیدار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب التفات نہیں فرمایا۔ جس جانب سے وہ آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیتے۔ اس نے وجہ دریافت کی اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے خفا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر کیوں میری جانب التفات نہیں فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تجھے نہیں پہچانتا کیونکر التفات کروں۔ اس نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہوں اور میں نے عالموں سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو باپ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سچ ہے مگر تو مجھ کو درود کے ساتھ یاد نہیں کرتا اور جس قدر زیادہ میرا کوئی امتی مجھ پر درود بھیجتا ہے اسی قدر زیادہ میں اسے پہچانتا ہوں۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس نے پابندی سے ہر روز ۱۰۰ بار درود شریف پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے پھر مشرف ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اب میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔

دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر:

۷۰۔ قطب ربانی امام شعرانی ''میزان'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد بن زین ایک مداح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے اور اکثر بحالت بیداری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے ان سے اپنے لیے حاکم کی سفارش چاہی۔ یہ گئے اور حاکم نے ان کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ اس دن سے زیارت منقطع ہو گئی۔ پھر وہ ہمیشہ مدح میں سوال کرتے رہے کہ مجھے اپنے جلوے سے مشرف فرمایئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک خاص شعر پڑھا تب آپ کو دور سے کچھ دکھائی دیئے اور فرمایا کہ تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کی مسند پر۔ ہمیں خبر نہیں کہ پھر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے ہوں یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

ہمایوں کے سر سے شاہی تاج اتار کر شیر شاہ سوری کے سر پر رکھا:

۷۱۔ ایک بار شیر شاہ سوری نے خواب میں دیکھا کہ دربار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ نصیر الدین ہمایوں بھی موجود ہیں۔ جس نے تاج پہنا ہوا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمایوں کے سر سے تاج شاہی اتار کر شیر شاہ سوری کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا ''عدل وانصاف سے حکومت کرنا''۔ پھر شیر شاہ سوری کی آنکھ کھل گئی۔ اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد شیر شاہ سوری کی قلیل اور ہمایوں کی کثیر فوج کے درمیان زبردست مقابلہ ہوا جس میں شیر شاہ سوری کامیاب رہا اور ہمایوں شکست کھا کر بمشکل جان بچا کر ایران چلا گیا۔

جس جگہ درد ہو دس بار سورۃ اخلاص پڑھیں:

۷۲۔ حضرت سید عبدالقادر ثانی فرزند بزرگ سید محمد غوث حلبی گیلانی سے غیاث الدین لنگاہ کو بہت عقیدت تھی اور وہ خود بھی نہایت متقی اور پرہیز گار تھے اور ہر شب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بانس کا ٹکڑا ایک ہاتھ لمبا ان کو دیا کہ ہمارے فرزند عبدالقادر کو دے دو اور یہ بشارت دو کہ جس جگہ درد ہو اس جگہ اس کو رکھ کر دس بار سورۃ اخلاص (قل ھو اللہ احد) پڑھو تو اللہ تعالیٰ شفا بخش دے گا۔ اور خود سید عبدالقادر ثانی کو بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ غیاث الدین کو امانت دے دی ہے وہ لے لو اور عمل کرو۔ اسقدر آثار واسرار اس سے ظاہر ہوئے کہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ اور یہ حکایت دیار ملتان میں اب تک مشہور ہے۔

ملتان میں اس زمانہ میں درد استخوان ایسا پیدا ہوا کہ اس کے ہوتے ہی آدمی مر جاتا تھا۔ اس زمانہ میں یہ خواب دیکھا اور اس روز سے ہزاروں لوگوں کو مرض ذات الجنب سے صحت ہونے لگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ عباس اور اس کی اولاد کو آگ سے بچا۔ (ابن عدی)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجہیز وتکفین کا انتظام کرادیا:

۷۳۔سقا آپ کا اصل نام گمنامی میں پنہاں ہے۔اکبراعظم کے عہد میں ہمیشہ آگرہ کے گلی کوچوں میں اپنے چند شاگردوں کے ساتھ مشکیں کندھوں پر رکھے مخلوق خدا کو پانی پلانے میں مصروف رہتے تھے۔اسی حالت میں اکثر اشعار آبدار فرماتے تھے۔آپ شیخ حاجی محمد حنوشانی کے مرید تھے۔ایک مرتبہ آپ کے پیرزادوں میں سے ایک شخص ہندوستان آیا۔اس وقت جو کچھ پاس تھا سب اس کی نذر کردیا اور خود لنگا کا راستہ لیا۔ ۱۰۰۰ھ میں اثنائے راہ میں انتقال ہوگیا۔وہ علاقہ بالکل کفرستان تھا۔ ایک شخص کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی جس نے غیب سے ظاہر ہوکر آپ کی تجہیز وتکفین کی۔

مجددالف ثانیؒ کے رسالہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما:

۷۴۔امام ربانی حضرت مجددالف ثانی نے فرمایا کہ دوستوں نے التماس کی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جائیں جو طریقت میں نفع دیں اوران کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔میں نے جب اس رسالہ کو مکمل کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور اس رسالہ کو اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے ہیں اور اپنے کمال کرم سے اسے چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد ہونے چاہئیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی۔وہ ممتاز حضرات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں۔قصہ یہ بہت لمبا ہے اوراس مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۷۵۔بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں جن کو خواب میں ہر روز دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی رہی ہے۔ ایسے حضرات ''صاحب حضوری'' کہلاتے ہیں۔انہی میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تھے۔آپ جب مدینہ منورہ میں تکمیل حدیث کر چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر علم حدیث کی اشاعت کروتا کہ لوگ فیض یاب ہوں۔آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حضوری آستانہ مبارک میری زندگی کیسے کٹے گی حکم ہوا پریشان مت ہو۔رات کو مراقب ہوکر بیٹھا کرو۔ہمارے پاس پہنچ جایا کروگے۔تم کو ہر روز زیارت ہوا کرے گی۔اس پر مطمئن ہوکر جب ہندوستان آنے لگے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاکساران ہند پر نظر عنایت رکھنا اس کا حضرت شیخ پر بڑا اثر ہوا۔چنانچہ جب ہندوستان تشریف لائے تو شیخ نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ جب سنتے کہ فلاں مقام پر کوئی باخدا درویش ہے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے ملاقات کرتے۔حضرت شیخ نے اپنی مشہور تصنیف ''اخبارالاخیار فی اسرارالابرار'' میں حضرت شیخ عبدالوہاب منڈوی کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے ''استدراج'' کے معاملہ پر گفتگو ہونے لگی۔تو آپ نے فرمایا کہ گمراہوں،بددینوں اور بدعتیوں کو بھی ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے عوام الناس کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ کر ان کے قدم شریعت سے ہٹادیتے ہیں۔اس کے بعد حضرت شیخ نے ایک آپ بیتی بیان فرمائی۔کہ مجھے ایک مرتبہ دکن کے ایک شہر میں جانے کا اتفاق ہوا۔شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی شافعی المذہب تھے۔قاضی صاحب موصوف سے ایک دن میں نے دریافت کیا کہ آپ کے شہر میں کوئی نیک دل فقیر یا درویش صفت انسان ہو تو بتائیں میں ملنا چاہتا ہوں۔قاضی صاحب نے فرمایا کہ ایک شخص اہل باطن سے مشہور ہے۔بہت سے لوگ اس کے مرید ومعتقد ہیں۔مگر اس کی خلاف شرع باتوں کی وجہ سے میں اس سے خوش نہیں۔قاضی صاحب کے بتائے ہوئے پتہ پر میں فجر کے وقت درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔دیکھتے ہی فقیر بولا۔مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا۔جب میں بیٹھ گیا تو بعد مزاج پرسی فقیر نے صراحی نکال کر ایک جام خود نوش کیا اور دوسرا جام بھر کر مجھے دیا۔میں نے کہا۔میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن میرے واسطے حرام ہے۔تین بار انکار کیا۔اس نے کہا پی لو ورنہ پچھتائے گا۔جب رات کو مراقب ہوا تو دیکھا کہ جہاں خیمہ دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایستادہ ہے۔اس سے سوقدم آگے وہ فقیر لٹھ لیے کھڑا ہے۔ہر چند میں نے آگے جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے نہ جانے دیا۔ناچار واپس آ گیا۔صبح کے وقت پھر اسی فقیر کے پاس پہنچ گیا۔اس نے پھر جام پیش کیا میں نے نہ لیا۔اور کہا میرے لیے حرام ہے۔تیرے حکم سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم افضل ہے۔فقیر نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا۔نہایت حیران ہوئے۔تیسرے روز پھر اس فقیر کے پاس پہنچا اس نے پھر وہی پیالہ پیش کیا میں نے انکار کیا۔چوتھی شب جو مراقب ہوا تو پھر فقیر کو سدراہ پایا اور وہ لٹھ لے کر میری جانب دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا ''یا رسول اللہ الغیاث'' اسی وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا۔دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے۔بلاؤ۔انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا۔حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عبدالحق تو چار راتوں سے کہاں تھا'' میں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنا پیارا بندہ لا کہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے اتنے میں علیؓ آ گئے (طبرانی)

سارا قصہ بیان فرمایا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقیر کی نسبت فرمایا "اخرج یا کلب" صبح کے وقت میں پھر فقیر کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوا تو دیکھا کہ اس کا حجرہ بند ہے۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا سبب ہے۔ کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھلا۔ دیکھیں تو ہیں بھی یا نہیں۔ دروازہ کھولا تو پیر ندارد۔ حیران ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا۔ کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اب چاہے تو تم بیعت رکھو یا فسخ کر دو تمہارا پیر کتا بن چکا ہے۔ رات کو تمام واقعہ سن کر لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور اس درویش کے تمام خدام نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے۔

شاہی مسجد دہلی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا:

۷۶۔ شاہی مسجد دہلی جب تیار ہو چکی شاہجہاں ایک رات محو استراحت تھے کہ رات کے پچھلے حصہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام بزرگان امت شاہی مسجد میں موجود ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے حوض کے شمال مغربی گوشہ پر جلوہ افروز ہو کر وضو فرما رہے ہیں۔ شہنشاہ شاہجہاں اسی وقت بیدار ہوئے اور فوراً اس سرنگ کے ذریعے جو لال قلعہ دہلی سے ملاتی تھی۔ جامعہ مسجد پہنچے۔ اس وقت وہاں کامل سکوت وسناٹا تھا۔ جن وانس میں کوئی موجود نہ تھا۔ البتہ وہ جگہ جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا تھا پانی سے تر تھی۔

حضرت سید آدم بنوری کو بشارت:

۷۷۔ حضرت خواجہ سید آدم بنوری جب مکہ معظمہ پہنچے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ روضہء منورہ (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) پر حاضری دی تو ایک دن اپنے احباب کے حلقہ میں بیٹھے تھے کہ روحانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا اور دونوں ہاتھ کھول کر مصافحہ کیا اور بطور مکاشفہ یہ بھی بتایا گیا کہ جو شخص تیرے متوسلین میں سے تجھ سے مصافحہ کرے گا گویا مجھ سے مصافحہ کرے گا اور جس نے مجھ سے مصافحہ کیا وہ مغفور ہے۔ پھر سید صاحب نے تمام مریدوں کو جمع کر کے مصافحہ کیا تا کہ کوئی محروم نہ رہے۔ اس بات نے یہاں تک شہرت حاصل کی کہ عوام الناس کی بھیڑ کی وجہ سے سید صاحب کو مصافحہ کے لیے خاص انتظام کرنا پڑا۔ آپ کو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ بشارت ہوئی کہ یا ولدی انت فی جواری (فرزند من تم میرے جوار میں رہو) چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا اور ۱۰۵۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضہء مبارک کے پاس دفن ہوئے جنت البقیع میں۔ آپ صحیح سادات النسب تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی کے مقتدر خلیفہ تھے شروع میں امی محض تھے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ۱۰۰۰ اور مریدین کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔ ہزار ہا پٹھان ہر وقت آپ کے ہمراہ رہتے تھے۔ لوگوں نے شہنشاہ شاہجہاں کے کان بھرے کہ حضرت آدم بنوری کہیں حکومت کا تختہ نہ الٹ دیں۔ پس شہنشاہ نے آپ کو حج کے لیے روانہ کر دیا۔

زیارت کے لیے خاص درود شریف:

۷۸۔ حضرت رسول نما صاحب خواہشمند حضرات کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے "رسول نما" کے معزز لقب سے مشہور ہوئے۔ جملہ اوراد و وظائف کے علاوہ نہایت پابندی اور توجہ کے ساتھ ایک خاص وقت روزانہ گیارہ سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَتْرَةٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ (بعض کتب میں بِعَدَدِ كُلِّ شَیْءٍ مَّعْلُوْمٍ لَّكَ تحریر ہے) اور اس کی برکت سے آپ کے اندر یہ وصف پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کی طرف سے اس درود شریف کو اسی انداز میں پڑھنے کی عام اجازت ہے۔

حضرت حسن رسول صاحب کی اہلیہ کو زیارت کس طرح نصیب ہوئی:

۷۹۔ سید حسن رسول نما کی زوجہ نے ایک روز آپ سے کہا کہ مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو۔ فرمایا عمدہ صورت سے سنگھار کرو، غسل کرو، پاک وطاہر ہو، زوجہ نے تعمیل ارشاد کی، اسی اثناء میں زوجہ کے بھائی آ گئے۔ سید صاحب نے ان سے ظریفانہ انداز میں فرمایا۔ کہ آج تمہاری ہمشیرہ نے عالم ضعیفی میں کیا بناؤ سنگھار کیا ہے۔ بھائی نے بھی بہن سے کہا یہ کیا بہروپ ہے۔ اس عمر میں اور یہ سامان! انہوں نے سنا اور غصے میں کپڑے پھاڑ ڈالے اور سب سامان دور کیا اور غم وغصہ میں لیٹ گئیں۔ اسی وقت مالک کون ومکاں، وجہ وجود کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔ اور خوش ہو کر فرمانے لگیں۔ یہ کیا اسرار تھا۔ سید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پہلے تم مجھ کو حقیر جانتی تھیں اور خودی وخودنمائی (اپنے کو دوسروں سے افضل وبرتر سمجھنا) کی بوتم میں پائی جاتی تھی آج اس ترکیب سے خودی دور ہوئی اور یہ مرتبہ تم کو نصیب ہوا۔ دنیا میں خودی وخودنمائی تمام بری باتوں سے زیادہ بری ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی کے لیے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

۸۰۔ "مقاصد السالکین" کے مصنف حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے۔ (الکنز)

نے ایک رات نبوت کے دریا کے درِ یتیم، ہادی راہ دین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تیزی سے کسی مقام کی طرف تشریف لے جارہے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت سہروردی کے پیچھے حضرت ضیاء اللہ کے مرشد ہیں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مقام پر پہنچے کہ نہ وہ زمین ہے نہ آسمان نہ کوئی مکان۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ٹھہر گئے اور اپنا دست مبارک حضرت سہروردی کے سر پر رکھ کر حسب ذیل دعا فرمائی۔ "اے میرے اللہ اے میرے مولا (تو خوب جانتا ہے کہ) یہ شہاب الدین سہروردی ہے اس نے میری متابعت میں جان توڑ کوشش کی ہے اور میری تمام سنتیں بجالایا ہے میں اس سے بہت راضی ہوں۔ اے اللہ پاک تو بھی اس سے راضی ہوجا۔

مشکل سے مشکل کام مومن ہونا ہے:

۸۱۔ عارف باللہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی ایک مرتبہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تم میرے دین کی خدمت کرتے ہو اور خدا کے بندوں کو ذکر الٰہی کے نور سے منور کرتے ہو۔ لہٰذا تمہارا نام "عبدالمومن" رکھا جاتا ہے۔ عابد ہونا آسان ہے زاہد ہونا آسان ہے۔ صوفی ہونا آسان ہے ذاکر ہونا آسان ہے۔ مگر مشکل سے مشکل کام مومن ہونا ہے۔ جب انسان مؤمن ہوا تو تمام بزرگی اور مرتبہ کا جامع ہوگیا۔

ربیع بن سلیمان کی طرف سے فرشتہ قیامت تک حج کرتا رہے گا

۸۲۔ ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حج کو جا رہا تھا۔ جب ہم کوفہ پہنچے تو ضروریات سفر خریدنے بازار گیا تو دیکھا کہ ویران سی جگہ میں ایک مردہ خچر پڑا ہے اور ایک عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنے چاقو سے اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر زنبیل میں رکھ رہی ہے۔ مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں یہ بھٹیاری نہ ہو اور مردہ گوشت لوگوں کو کھلائے اس لیے چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ عورت ایک مکان کے دروازے پر پہنچی اور دروازہ کھٹ کھٹایا۔ دروازہ کھلا اور چار لڑکیاں جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت ٹپک رہی تھی نظر آئیں۔ عورت اندر چلی گئی میں نے کواڑوں کی درزوں میں سے اندر جھانک کر دیکھا تو مکان کی بری حالت تھی اور اس میں کچھ سامان نہ تھا۔ اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکالو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ وہ لڑکیاں اس گوشت کو آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے باہر سے آواز دی۔ کہ اے اللہ کی بندی اللہ کے واسطے اسے نہ کھا۔ پوچھا تو کون ہے میں نے کہا ایک مسافر۔ عورت بولی ہم سے کیا لینے آیا ہے، ہم تو خود مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین ہے نہ مددگار۔ ہم سید ہیں۔ ان لڑکیوں کا باپ نہایت شریف انسان تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا مگر موت نے اسے فرصت نہ دی۔ وہ انتقال کر گیا۔ ترکہ جو چھوڑ مرا تھا ختم ہوچکا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں۔ لیکن چار دن سے ہمارا فاقہ ہے اور اب اس کا کھانا ہمارے لیے جائز ہوچکا ہے۔ ربیع فرماتے ہیں یہ حالت سن کر میں رودیا اور احرام کی چادریں اور تمام سامان معہ چھ سو درم نقد جو میرے پاس تھے ان کے لیے لے کر چلا۔ راستہ میں سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا کپڑا۔ اور باقی درہم آٹے میں چھپا کر اس کے گھر پہنچا آیا۔ عورت نے شکریہ ادا کیا اور کہا اے ابن سلیمان جا اللہ تیرے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کرے اور جنت میں تجھے جگہ دے اور ایسا بدل عطاء فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہوجائے۔ سب سے بڑی بیٹی نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا اجر دو چند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے۔ دوسری نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہت زیادہ عطاء فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری نے کہا اللہ تعالیٰ ہمارے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ تعالیٰ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل جلد اس کو عطا فرما اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے۔ حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ حجاج کا قافلہ روانہ ہوگیا میں کوفہ میں رہ پڑا۔ حتیٰ کہ وہ حج سے فارغ ہوکر لوٹ آئے۔ مجھے خیال آیا حجاج کا استقبال کروں۔ اور ان سے اپنے لیے دعا کراؤں۔ تاکہ کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کے پہلے قافلے سے ملاقات ہوئی میں نے انہیں مبارکباد دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے۔ ایک نے ان میں سے کہا یہ دعا کیسی۔ کیا تو نے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا۔ کیا تو ہمارے ساتھ میدان عرفات میں نہ تھا۔ تو نے رمی جمرات نہیں کی۔ تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیا۔ میں نے دل میں کہا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اتنے میں میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آ گیا۔ میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری سعی قبول فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے۔ انہوں نے بھی پہلے حجاج کی طرح مجھ سے باتیں کیں اور کہا اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں نہیں تھے۔ جب ہم قبر اطہر (علی صاحبہا صلوۃ وسلاماً) کی زیارت کر کے جب باب جبرئیل سے باہر آ رہے تھے اس وقت حجاج کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانتاً رکھوائی تھی۔ جس کی مہر پر لکھا ہے "مَنْ عَامِلْنَا رَبِحَ" (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے)۔ یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیع فرماتے ہیں کہ پہلے کبھی میں نے اس تھیلی کو دیکھا

تک نہ تھا۔ اس کو گھر رکھ کر واپس آیا۔ نماز عشاء پڑھی وظیفہ پورا کیا۔ اس کے بعد سوچتا رہا کہ سب کیا قصہ ہے۔ رات آنکھ جو لگی تو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں۔ سن بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی۔ اپنا زاد راہ ایثار کر کے ارادہ حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ تجھے اس کا نعم البدل عطاء فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ تیری صورت کا بنا کر اس کو حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے۔ اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطاء کیں۔ تو اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھ، پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی الفاظ ارشاد فرمائے۔ "من عاملنا ربح" ربیع فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا تو تھیلی میرے پاس رکھی تھی، جس میں چھ سو اشرفیاں موجود تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برا کہنے والے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرنے کا حکم فرمایا:

۸۳۔ امام مستغفری نے اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ ایک نہایت نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور تمام لوگ حساب کے لیے بلائے جا رہے ہیں۔ میں پل صراط کے قریب پہنچا اور گزر گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم لوگوں کو آب کوثر پلا رہے ہیں میں نے بھی پانی مانگا۔ آپ دونوں نے انکار کر دیا۔ پس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انہوں نے مجھے آب کوثر نہیں پلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما دیجئے کہ وہ مجھے پانی پلائیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تیرا ایک ہمسایہ ہے جو علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے اور تو اس کو منع نہیں کرتا" میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کو روک سکوں وہ قوی ہے، مجھ کو مار ڈالے گا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک چھری عنایت فرمائی اور فرمایا کہ جا اس کو اس سے ذبح کر دے۔ میں نے خواب ہی میں اس کو ذبح کر ڈالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو پانی پلا دو۔ اس پر انہوں نے مجھے پانی کا پیالہ عنایت فرمایا۔ میں نے پیالہ ان سے لے لیا لیکن یاد نہیں کہ پانی پیا یا نہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہایت خوفزدہ تھا۔ میں نے جلدی سے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ پھر دن نکل آیا۔ میں نے لوگوں کو شور و غل مچاتے سنا کہ فلاں آدمی کو کوئی اس کے بستر پر مار گیا ہے۔ حاکم کے پیادے آئے اور ہمسائیوں کو پکڑ کر لے گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے یہ تو وہ خواب ہے جو میں نے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو سچا کر دکھایا۔ میں جلدی سے اٹھا اور سارا ماجرا حاکم سے کہہ سنایا۔ حاکم نے خواب سن کر کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے۔ خیر اب اٹھو اور اپنا راستہ لو کہ تم واقعی بے گناہ ہو۔ اور یہ سب لوگ بھی جن کو میرے سپاہی گرفتار کر کے لائے ہیں بے قصور ہیں۔

حضرات شیخین کو برا کہنے والا مسخ ہو کر بندر کی شکل ہو گیا

۸۴۔ امام مستغفری نے کتاب "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ ایک ثقہ نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جاتے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا تھا۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا ہم ہر چند اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ اتر کر سو رہے اور جب کوچ کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کو جگایا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل میں رہ جاؤں گا۔ ابھی میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر پر کھڑے فرماتے ہیں کہ اے فاسق تو اس منزل میں مسخ ہو جائیگا۔ ہم نے کہا کہ وضو کر۔ اس نے اپنے پاؤں سمیٹے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے اس کا مسخ ہونا شروع ہوا اور دونوں پاؤں اس کے بندر کے سے ہو گئے۔ پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر سینہ تک پھر منہ تک مسخ پہنچا اور وہ بالکل بندر بن گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ کر اونٹ پر باندھ لیا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور وقت غروب آفتاب ایک جنگل میں پہنچے وہاں چند بندر جمع تھے۔ اس نے جب انہیں دیکھا تو رسی تڑوا کر ان میں جا ملا۔ نعوذ باللہ منہا۔

حضرات شیخین کی محبت میں زبان کا کٹنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوڑ دینا:

۸۵۔ حضرت یافعی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانہ میں بہت مشہور ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عارف باللہ شیخ ابن الزغب یمنی کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کر کے اول حج ادا کرتے۔ اور پھر زیارت روضہ اقدس کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب عادت قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں اس (حسین) سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ (احمد)

درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجئے۔ حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباع سنت دعوت قبول فرمالی۔ آپ کو اس کا علم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح سے ناراض ہے۔ آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا۔ جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا۔ وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان کاٹ ڈالی۔ اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا۔ جاؤ یہ زبان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس لے جاؤ جن کی مدح تم کیا کرتے ہو۔ وہ اس کو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے روضہء اقدس پر حاضر ہوئے۔ آنسوؤں کے ذریعے داستان غم کہہ سنائی۔ اسی عالم میں آنکھ لگ گئی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین تھے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ کے ہاتھ سے کٹی ہوئی زبان اپنے دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کر کے زبان ان کے منہ میں اس کی جگہ رکھ دی۔ شیخ یہ خواب دیکھ کر بیدار جو ہوئے تو زبان بالکل صحیح سالم اپنی جگہ لگی ہوئی تھی۔ دربار نبوت کا یہ کھلا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس چلے گئے۔ دوسرے سال پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسب عادت قصیدہ مدحیہ روضہء اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکلاً علی اللہ قبول فرمالی اور اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے والا مکان معلوم ہوا۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے داخل ہو گئے۔ اس شخص نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا اور پرتکلف کھانے کھلائے۔ کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا۔ وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہے۔ اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کرائی تھی۔ حق تعالیٰ نے اسے بندر کی صورت میں مسخ کر دیا۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا۔ (غرض شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات باہرہ کے سامنے یہ کوئی بڑی چیز نہیں۔ لیکن اس سے یہ امر اور ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال جس طرح روضہء اقدس میں زندہ ہیں۔

چاروں مسالک فقہ وتصوف حق ہیں:

۸۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے براہ راست جن امور کی وصیت کی گئی۔ ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ میں فروعات میں اپنی قوم کی مخالفت نہ کروں۔ چونکہ ہندوستانی مسلمان عرصہ دراز سے حنفی مسلک پر تھے۔ اس لیے شاہ صاحب نے بھی اپنے اوپر حنفی مسلک کی پابندی واجب کر لی تھی۔ لیکن ادیان وملل کی طرح وہ مختلف مسالک فقہ میں بھی اساسی وحدت کے قائل تھے۔ چنانچہ اپنے ایک مکاشفہ کا ذکر فرماتے ہیں جس میں انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے استفادہ کیا۔ فرمایا کہ میں نے یہ معلوم کرنا چاہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسالک فقہ میں کس خاص مسلک کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ تاکہ فقہ میں اس مسلک کی اطاعت کروں۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک فقہ کے یہ سارے مسالک یکساں ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ فقہ کے چاروں مروجہ مسالک کی تقلید سے کبھی باہر قدم نہ رکھوں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سب میں تطبیق کی کوشش کروں (مسالک فقہ کی طرح تصوف کے تمام طریقوں کو بھی شاہ صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یکساں پایا)۔

مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے:

۸۷۔ حضرت معاذ رازی کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے۔

جیسی تمہاری اولاد ویسی میری اولاد:

۸۸۔ حضرت شاہ ولی اللہ جو مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو جیسی تمہاری اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ یہ سن کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔

آپ کا ارشاد عبدالعزیز دباغ ایک ولی کبیر پیدا ہوگا:

۸۹۔ حضرت عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ فارحہ فرماتی تھیں کہ ان کے ماموں العربی انفشتالی نے انہیں بتایا کہ انہوں نے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری بھانجی فارحہ کے ہاں ایک ولی کبیر پیدا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا باپ کون ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مسعود دباغ'' یہی وجہ تھی کہ العربی انفشتالی نے میرے والد مسعود قدس سرہ العزیز کو رشتہ کے لیے پسند فرمایا۔

باوجود غلبہ حال شریعت کا خیال رہنا چاہیے:

۹۰۔ غلبہ حال میں چند روز حضرت شاہ فتح قلندر جون پوری سے نماز ترک ہو گئی۔ ان ہی ایام میں ایک روز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خواب میں آپ کو فرمایا کہ ”باوجود غلبہ حال شریعت کا خیال رہنا چاہیئے“ اسی روز سے ایسی پابندی اختیار کی کہ مرض الوصال میں بھی کسی وقت کی نماز قضا نہ ہوئی۔ کچے گھڑے پاس رکھے رہتے۔ ان پر تیمم کر کے نماز ادا کرتے۔

جنت البقیع میں تدفین کا حکم:

۹۱۔حضرت شاہ محمد امین قلندری بہاری حضرت سید فتح قلندر جونپوری کے مرید وخلیفہ تھے۔ سیر وسیاحت کرتے بغداد شریف وغیرہ ہوتے مدینہ طیبہ پہنچے اور وہیں وصال فرما گئے۔ لوگوں نے لاعلمی میں ایک ویرانہ میں دفن کر دیا۔ اسی روز وہاں کے ایک بزرگ سے خواب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فقیر ولی ہند تھا اس کو وہاں کیوں دفن کیا۔ تب لوگوں نے وہاں سے آپ کی لاش لا کر جنت البقیع میں دفن کی۔

تمہارا دشمن ۱۷ ماہ میں غرق ہوگا:

۹۲۔حضرت سید شاہ فتح قلندر جونپوری جب جونپور سے چلے گئے اور ضلع اعظم گڑھ میں قلندر پور (یو پی۔ بھارت) آباد کیا تو ایک روز وہاں کا راجہ بابو عظمت خاں قلندر پور شکار کھیلنے آیا۔ آپ بھی اپنے مریدوں کے ہمراہ شکار کھیلنے نکلے۔ آپ کے بھانجے کے پاس ایک نہایت عمدہ شکاری کتیا تھی۔ یہ شکار پر اس وقت حملہ کرتی تھی جب دوسرے شکاری کتے شکار کو قابو نہ کر پاتے اور شکار کو زندہ پکڑ لاتی تھی۔ بابو عظمت خاں کو یہ کتیا بہت پسند آئی اور آپ سے مانگی آپ نے فرمایا یہ میرے بھانجے کی ہے۔ اگر تم کو دے دی۔ تو وہ ناخوش ہوگا اور اس کی ناخوشی مجھے منظور نہیں ہے۔ بابو عظمت خاں اس بات پر آپ سے بگڑ گیا اور ایذا رسانی کے درپے ہوا۔ آپ قلندر پور چلے گئے اور چلتے وقت فرمایا کہ ان شاء اللہ جب یہ ظالم پانی میں ڈوب کر مر جائے گا تب آؤں گا۔ چند روز بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے خواب میں دیکھا۔ حضور علیہ الصلوۃ والثناء والسلام نے فرمایا کہ تمہارا دشمن ۱۷ مہینہ میں غرق ہو جائے گا اور تعبیر اس کی سترہ مہینے میں ظاہر ہوئی۔ سترھویں مہینہ ہمت خاں بہادر تسخیر اعظم گڑھ کے لیے آلہ آباد سے کوچ کرتا اعظم گڑھ پہنچا۔ بابو عظمت خاں مقابلہ سے بھاگا اور کشتی پر سوار ہو کر کسی طرف روانہ ہوا مگر راستہ میں مع اسباب کشتی ڈوب گئی۔ سچ ہے

باشیر دلان ہر کہ در افتاد بر افتاد

سیدزادہ پر زیادتی کے سبب
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بند ہوگئی

۹۳۔حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ ان کے استاد حضرت مولانا قلندر صاحب جو جلال آباد میں رہتے تھے وہ صاحب حضوری تھے۔ یعنی ان کو روزانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوتی تھی۔ گو اللہ تعالیٰ کے بندے بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں بھی ہوتی رہی ہے۔ لیکن خواب میں زیارت کرنے والے زیادہ ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا قلندر صاحب جب مدینہ شریف جا رہے تھے تو کسی غلطی پر اپنے حمال کو جو ایک نوجوان شخص تھا تھپڑ مار دیا بس اسی روز سے زیارت بند ہو گئی۔ انہیں اس کا بڑا غم ہوا۔ اس غم کو وہی جانتا ہے جس کو کچھ ملا ہو اور پھر لے لیا جائے۔ جس کو کچھ ملا ہی نہ ہو وہ کیا جانے۔ اسی غم میں مدینہ طیبہ پہنچے وہاں کے مشائخ سے رجوع کیا مگر سب نے کہا ہمارے۔۔ قابو سے باہر ہے۔ البتہ ایک مجذوب عورت کبھی کبھی روضہ اطہر کی زیارت کے لیے آتی ہے۔ وہ برابر ٹکٹکی لگائے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ کبھی آئے اور توجہ کرے تو ان شاء اللہ پھر زیارت نصیب ہونے لگے گی۔ وہ اس مجذوبہ کے منتظر رہے۔ ایک دن وہ بی بی آئیں۔ ان سے انہوں نے عرض کیا تو انہیں ایک جوش آیا اور اسی جوش میں انہوں نے روضہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا ”شف یعنی دیکھ“ انہوں نے جو اس وقت نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ جاگنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور اس کے بعد وہی کیفیت حضوری کی جو جاتی رہی تھی۔ پھر حاصل ہوگئی۔ گو تھپڑ مارنے کے بعد مولانا نے اس سے معافی مانگ لی تھی اور اس نے معاف بھی کر دیا تھا لیکن پھر بھی اس حرکت کا یہ وبال ہوا۔ تحقیق پر معلوم ہوا کہ وہ لڑکا سیدزادہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد دعا کی
”اب یہ آنکھیں کسی اور کو نہ دیکھیں“ صبح اٹھے تو نابینا تھے

۹۴۔حضرت بحر العلوم حافظ محمد عظیم المتخلص یہ واعظ (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۵ھ) آپ حافظ جی صاحب گنج والے کے نام سے بھی مشہور تھے۔ جامع مسجد گنج کے امام خطیب و مدرس تھے۔ پشاور کا یہ محلہ ”حافظ محمد عظیم“ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی محبت کا جو عالم تھا وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ ایک بار آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار جمال سے شرف ہونے کے بعد یہ آنکھیں اب اور کسی کو دیکھنا نہیں چاہتیں۔ جب بیدار ہوئے تو نابینا ہو چکے تھے۔ آپ کی نہایت خوبصورت اور موٹی موٹی آنکھیں اب بے نور ہو چکی تھیں۔ سبحان اللہ! کیا عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اسی عشق ومحبت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم لدنی سے نواز دیا

تھا۔ بغیر بینائی کے تمام عمر درس وتدریس میں گذری۔ صحاح ستہ کی تمام اسانید زبانی یاد تھیں۔ ۱۳۷۵ھ بمطابق ۵۹-۱۹۵۸ میں وصال فرمایا۔ جنازے پر لوگوں کا اس کثرت سے ہجوم تھا کہ شہر کے لوگ متعجب تھے کہ اس قدر خلقت کہاں سے آ گئی ہے۔

میں تم سے بہت خوش ہوں

۹۵۔ حضرت خواجہ محمد عاقل حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے ممتاز ترین خلفاء میں سے تھے۔ اتباع سنت کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ وصال سے کچھ روز پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تو مارا بسیار خوش کردی کہ ہمگیں سنتہائے مارا زندہ کردی" (میں تم سے بہت خوش ہوں کہ تم نے میری تمام سنتوں کو زندہ کر دیا)۔

مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی کو صحت کی خوشخبری:

۹۶۔ "ازالۃ الاوہام" زیر ترتیب تھا کہ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی سخت علیل ہو گئے۔ اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے اشارہ سے نماز ہوتی تھی۔ عزیز و اقارب اور تیمار دار بڑھتی ہوئی کمزوری اور شدت مرض سے پریشان تھے۔ ایک روز نماز فجر کے بعد آپ رونے لگے۔ تیماردار سمجھے شاید زندگی سے مایوسی ہے۔ پس تسلی دینے لگے۔ آپ نے فرمایا بخدا صحت کی کوئی علامت نہیں لیکن صحت ہوگی۔ رونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمراہ تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اے نوجوان! تیرے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوشخبری ہے کہ اگر تالیف "ازالۃ الاوہام" مرض کی وجہ ہے تو وہی باعث شفا ہوگی۔" حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس خوشخبری کے بعد مجھے کوئی رنج و ملال نہیں بلکہ مسرور اور خوش ہوں۔ اور فرط مسرت سے آنسو نکل آئے۔ الحمد للہ اس کے بعد صحت ہوگئی "ازالۃ الاوہام" کی ترتیب وتالیف کا کام شروع کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تم ہمارے پاس آؤ

۹۷۔ حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی ۲۲ صفر المظفر بروز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ میں بمقام نانوتہ (ضلع سہارنپور یوپی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام امداد حسین تھا۔ جسے حضرت مولانا شاہ اسحٰق محدث دہلوی نے بدل کر امداد اللہ کر دیا تھا۔ تاریخی نام ظفر احمد تھا اور مہر تدلی، ماہ ذنی، نیر بطحا، انجم طٰہٰ، جمال کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "تم ہمارے پاس آؤ"۔ یہ خواب دیکھ کر دل میں جوش پیدا ہوا اور خواہش زیارت مدینہ شریف دل میں زیادہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زادراہ آپ نے عزم مدینہ منورہ کر لیا اور پاپیادہ چل پڑے۔ ابھی ایک منزل طے ہوئی تھی کہ آپ کے بھائیوں کو خبر ہوئی انہوں نے کچھ زادراہ پیش کیا جسے آپ نے بخوشی قبول کر لیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ بندرگاہ لیس (متصل جدہ) پر جہاز سے اترے اور براہ راست میدان عرفات تشریف لے گئے۔ اور جملہ ارکان حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مقام

۹۸۔ حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے (چادر مبارک) مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ سب نے یہ سمجھا کہ مفسدوں کی مفسدہ پردازی اور شر سے تحفظ منظور ہے۔ لیکن حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ نہیں بلکہ مولانا کی عمر ختم ہو چکی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ جب لوگ اپنے ہو کر ایسے مفسد ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں پر الزام لگانے سے نہیں شرماتے تو ہم بھی ایسی ہستی کو اب ایسے لوگوں میں نہیں رکھنا چاہتے کہ یہ اس قابل نہیں۔ چنانچہ حضرت نانوتوی اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے اور قریب ہی زمانہ میں آپ کا وصال ہوگیا۔

قاضی محمد سلیمان میرا مہمان ہے اسکی ہر طرح عزت کرنا:

۹۹۔ ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن ایام میں علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سابق سیشن جج ریاست پٹیالہ (مشرقی پنجاب، بھارت) و مصنف "رحمت للعالمین" مدینہ شریف قیام پذیر تھے۔ ایک دن قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپ کے ہمراہ مسجد نبوی کے امام بھی باتیں کرتے آ رہے تھے کہ مسجد کے دروازے پر پہنچے جہاں نمازیوں کے جوتے پڑے رہتے ہیں۔ اس جگہ امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کے جوتوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کیا اور قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا "رات خوش بختی سے حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابداً ابداً الی یوم القیامۃ کی خواب میں زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور عالم رویاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "محمد سلیمان میرا مہمان ہے۔ اس کی ہر طرح عزت کرنا"۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ میرے دین کی اشاعت کررہے ہیں

۱۰۰۔ حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی نے فرمایا کہ جہاں تک میں نے غور کیا دیو بند والوں کو حق پر پایا۔ حاسدوں نے جھوٹے الزام لگا کر ان کو بدنام کررکھا ہے۔ ایک بار دیو بند تشریف لے گئے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے مزار پر فاتحہ خوانی کے بعد مراقب ہوئے۔ بعدہ مراقبہ کی بابت فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح ظاہر ہوئی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی روح بھی وہیں موجود تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا قاسم نانوتوی اور شاہ ولی اللہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ''ان دونوں نے ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت و تبلیغ کی ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں اور مولانا تھانوی تیمارداری کررہے ہیں:

۱۰۱۔ حضرت محسن کاکوری اور مشہور نعت گو شاعر کے فرزند مولانا انوار الحسن کاکوری فرماتے ہیں کہ میں نے سفر حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت تھانوی کے متعلق خواب دیکھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں مجھ کو ان سے کوئی خاص عقیدت نہ تھی۔ البتہ ایک بڑا عالم ضرور سمجھتا تھا اور میرا خاندان بھی علماء حق کا زیادہ معتقد نہ تھا۔ غرض مدینہ طیبہ میں مولانا تھانوی کا مجھے بعید سے بعید خیال بھی نہ تھا۔ کہ ایک شب میں نے دیکھا کہ حضور ہمہ نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی پر بیمار پڑے ہیں اور حضرت تھانوی تیمارداری فرمارہے ہیں۔ اور ایک بزرگ دور بیٹھے دکھائی دیئے۔ جن کے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔ آنکھ کھلنے پر فوراً میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو خیر کیا بیمار ہیں۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بیمار ہے اور حضرت مولانا تھانوی اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرمارہے ہیں۔ لیکن وہ بزرگ جو دور بیٹھے نظر آرہے تھے سمجھ میں نہ آئے کہ وہ کون تھے۔ واپسی ہند پر میں نے مولانا تھانوی کی خدمت میں یہ خواب لکھ بھیجا اور جتنی تعبیر میری سمجھ میں آئی تھی وہ بھی لکھ دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بزرگ طبیب کون تھے جو دور بیٹھے تھے۔ مولانا تھانوی نے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی ہیں چونکہ وہ ابھی زماناً بعید ہیں اس لیے خواب میں بھی مکاناً بعید دکھائی دیئے۔

کتاب رحمۃ للعالمین طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو:

۱۰۲۔ جب کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تیار ہوئی تو اس کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو متعدد خطوط اس مضمون کے موصول ہوئے۔ ہم نے یہ کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تاحال نہیں دیکھی اور نہ ہی اس کا اشتہار نظر سے گزرا۔ رات خواب میں حضرت آقائے کل سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ پٹیالہ کے اس پتہ پر خط لکھ کر ''رحمۃ للعالمین'' نامی کتاب طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو اس لیے ہم یہ خط لکھ رہے ہیں۔

مدینہ منورہ بلوایا اور کرایہ کا انتظام بھی کرایا:

۱۰۳۔ مکہ مکرمہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ حضرت محب الدین تھے۔ تیس سال سے برابر پیدل حج کرتے تھے۔ باوجود انتہائی نحیف ہونے کے مدینہ منورہ بھی پیدل حاضر ہوتے تھے۔ آخری مرتبہ جب چلنے سے معذور ہوگئے تو سواری پر حاضر ہوئے اور بیان فرمایا کہ میرا اس سال حاضری کا ارادہ نہ تھا۔ اس سے پہلے خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''محب الدین ہمارے پاس نہ آؤ گے؟'' عرض کیا گھٹنوں میں دم نہیں رہا۔ کرایہ بھیج دیجئے اور بلوا لیجئے۔ علی الصبح ایک شخص آیا اور کہا کہ میں نے آپ کے لیے سواری کا انتظام کرلیا ہے۔ آپ میرے ساتھ مدینہ طیبہ چلئے۔ چنانچہ سواری پر ان کے ہمراہ مدینہ طیبہ گئے اور چند ماہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور اسی سال وصال فرمایا۔

مرزا قادیانی میری احادیث کو ریزہ ریزہ کررہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو:

۱۰۴۔ خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔ حجاز مقدس کے سفر میں مکہ مکرمہ میں ہماری ملاقات امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوئی۔ حاجی صاحب صحیح کشف کے مالک تھے۔ انہوں نے ہمارے مزاج کی طرز اور روش معلوم کی کہ یہ بہت آزاد منش انسان ہے اسکے بعد نہایت تاکید اور اصرار کے ساتھ فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے لہٰذا تم ضرور اپنے ملک ہندوستان واپس چلے جاؤ۔ بالفرض اگر ہندوستان میں خاموش ہوکر بھی بیٹھ گئے تو بھی وہ فتنہ زیادہ ترقی نہ کرسکے گا۔ پس ہم عرب میں سکونت کا ارادہ ترک کرکے ہندوستان واپس چلے آئے۔ ہم حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اس یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے میری احادیث کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کررہا ہے۔ اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

تمہارے منہ سے تمبا کو کی بدبو آتی ہے:

۱۰۵۔حضرت سائیں توکل شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں پہلے پان وتمبا کو بکثرت کھاتا تھا ایک روز میں نے درود شریف بہت پڑھی اور شب کو عالم رویا میں دیکھا کہ ایک عجیب باغ ہے اور اس میں ایک پختہ اور نہایت عمدہ چبوترہ پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں۔ میں نے قدم بوسی کی اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ مبارک سے لگالیا مگر منہ مبارک میری جانب سے موڑ کر دوسری جانب کرلیا۔ میں نے عرض کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کیا قصور ہوا فرمایا قصور تو کچھ نہیں البتہ تمہارے منہ سے تمبا کو کی بدبو آتی ہے۔اس روز سے میں نے تمبا کو وپان کھانا بالکل ترک کردیا۔ مجھے ان سے نفرت ہوگئی۔

ہندوستان واپس جاؤ وہاں بہت سی مخلوق کو فیض پہنچے گا:

۱۰۶۔حضرت حافظ محمد عبدالکریم جب پہلی مرتبہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ پہنچے تو حالت یہ ہوگئی۔ کہ ایک لمحہ کے لیے بھی روضہ پاک کی جدائی گوارا نہ تھی۔فرمایا کہ میں روزانہ یہی دعا مانگتا تھا کہ الٰہی میری موت یہیں واقع ہو۔تا کہ قیامت کے روز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اٹھوں۔ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ایک نورانی صورت بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیا آپ ہی نے یہاں رہنے کی دعا کی ہے۔فرمایا جی ہاں۔انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب سے کہہ دو کہ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں ان سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچے گا اور ان کی قبر بھی وہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ کو قبر کی جگہ دکھا دی گئی۔ جب آپ راولپنڈی واپس تشریف لائے تو اپنی قبر کے لیے جگہ وقف کی اس پر کچھ لوگوں نے باتیں بنانا شروع کردیں کہ کیا حافظ صاحب کو علم غیب ہے کہ ان کی وفات پنڈی میں ہوگی اور اس جگہ دفن کیے جائیں گے۔جب آپ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میری قبر اسی جگہ ہوگی۔ چنانچہ اب آپ کا مزار متصل عیدگاہ راولپنڈی ٹھیک اسی جگہ واقع ہے۔

علامہ اقبال کو خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تمہاری ایک خاص جگہ ہے

۱۰۷۔۱۹۲۰ء کے ابتدائی ایام میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے نام ایک گمنام خط آیا جس میں تحریر تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں تمہاری ایک خاص جگہ ہے جس کا تم کو علم نہیں۔اگر تم فلاں وظیفہ پڑھ لیا کرو تو تم کو بھی اس کا علم ہوجائے گا۔ خط میں وظیفہ لکھا تھا مگر علامہ اقبال نے یہ سوچ کر کہ راقم نے اپنا نام نہیں لکھا اس کی طرف توجہ نہ دی۔اور خط ضائع ہو گیا۔خط کے تین چار ماہ بعد کشمیر سے ایک پیرزادہ صاحب علامہ اقبال سے ملنے آئے۔عمر ۳۰/۳۵ سال کی تھی۔بشرے سے شرافت اور چہرے مہرے سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ پیرزادہ نے علامہ اقبال کو دیکھتے ہی رونا شروع کردیا۔آنسوؤں کی ایسی جھڑی لگی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی۔علامہ اقبال نے یہ سوچ کر کہ یہ شخص شاید مصیبت زدہ اور پریشان حال ہے اور میرے پاس کسی ضرورت سے آیا ہے۔شفقت آمیز لہجے میں استفسار حال کیا۔ پیر زادے نے کہا مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے میرے بزرگوں نے خدا تعالیٰ کی ملازمت کی اور میں ان کی پنشن کھا رہا ہوں۔میرے اس بے اختیار رونے کی وجہ خوشی ہے نہ کہ کوئی غم۔

ڈاکٹر صاحب کے مزید استفسار پر اس نے کہا کہ میں سرینگر کے قریب ایک گاؤں کا رہنے والا ہوں۔ایک دن عالم کشف میں میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار دیکھا۔ جب نماز کے لیے صف کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ محمد اقبال آیا یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ نہیں آیا اس پر ایک بزرگ کو بلانے کے لیے بھیجا۔تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان آدمی جس کی داڑھی منڈھی ہوئی تھی اور رنگ گورا تھا ان بزرگ کے ساتھ نمازیوں کی صف میں داخل ہو کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب کھڑا ہوگیا۔

پیرزادہ نے علامہ سے کہا۔میں نے آج سے پہلے نہ تو آپ کی شکل دیکھی تھی اور نہ میں آپ کا نام و پتہ جانتا تھا۔ کشمیر میں ایک بزرگ مولانا نجم الدین صاحب ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے یہ ماجرا بیان کیا تو انہوں نے آپ کا نام لے کر آپ کی بہت تعریف کی اگرچہ انہوں نے بھی پہلے آپ کو کبھی نہ دیکھا تھا مگر وہ آپ کو آپ کی تحریروں کے ذریعہ جانتے تھے۔اس کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور آپ سے ملاقات کے واسطے کشمیر سے لاہور تک کا سفر کیا۔آپ کی صورت دیکھتے ہی میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے کشف کی عالم بیداری میں تصدیق ہوگئی کیونکہ جو شکل میں نے عالم کشف میں دیکھی تھی آپ کی شکل وشباہت عین اس کے مطابق ہے۔سر مو فرق نہیں۔ کشمیری پیرزادہ اس ملاقات کے بعد چلے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خانقاہ امدادیہ اور وہاں سے پھر حضرت تھانویؒ کے مکان پر تشریف لے گئے

۱۰۸۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی فرماتے ہیں کہ جس زمانہ

میں نحو میر شرح مائۃ عامل پڑھتا تھا (غالباً ۱۳۲۳) اس زمانہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ خانقاہ امدادیہ (تھانہ بھون۔یو پی بھارت) کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے۔لوگ جوق در جوق زیارت کو آ رہے ہیں اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہی جواب دیا (فی الجنۃ فی الجنۃ، جنت میں جاؤ گے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مکان پر پہنچے میں نے دوڑ کر اطلاع دی تو مولانا فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا۔ پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھا دے اور تکیہ رکھ دے تاکہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں۔

حکم کی تعمیل کی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرمانے لگے۔اس وقت مجمع نہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز تنہا تھا میں نے موقع تنہائی کا پاکر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم این انا؟ (میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا) فرمایا فی الجنۃ (جنت میں ہوگا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے۔فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے پاس بھی آؤ گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتیاق تو بہت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیں۔فرمایا ہم دعا کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ابھی تک مولانا حسین احمد مدنی تشریف نہیں لائے:

۱۰۹۔جناب شیدا اسرائیلی حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔"میں بسلسلہ تقریر موضع ہزاری باغ گیا۔وہاں رات کو خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لوگوں کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا ابھی تک مولانا حسین احمد مدنی تشریف نہیں لائے؟ میں نے جواباً بے ساختہ عرض کیا۔کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انہیں بلانے کے لیے تشریف لے گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔پھر میں نے بارگاہ عالی میں عرض کیا کہ مولانا مدنی کو بلانے کی کیا وجہ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان سے اپنی امت کا حال دریافت کرنا ہے اتنے میں جناب تشریف لے آئے اور السلام علیکم کہہ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل سامنے بیٹھ گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک صاحب نے یا ابن عمر کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ساڑھے تین بجنے میں دو منٹ تھے۔وضو کیا۔دو رکعت نفل نماز شکرانہ ادا کی اور نہایت فرحت افزاء حالت میں مصلے پر ہی فجر کا انتظار کرتا رہا۔

زیادتی عمر کی خوشخبری دس برس تجھے اور زندگی دے دی گئی ہے

۱۱۰۔حضرت شیخ الحدیث صاحبزادہ حافظ علی احمد جان (۱۳۰۱ھ تا ۱۳۷۶ھ) کے گھر کی خواتین تک حافظ قرآن تھیں۔ایک بار تپ محرقہ کا حملہ ہوا اور نہایت شدید ڈاکٹر، اطباء، شاگرد اور احباب سب ہی آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔آپ پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔فوراً سنبھل گئے اور فرمایا میں اس بیماری سے نہیں مرتا۔کیونکہ ابھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس برس تجھے اور زندگی دے دی گئی ہے۔چنانچہ آپ دس برس اور زندہ رہ کر ۱۳؍رمضان المبارک ۱۳۷۶ھ میں جنت الفردوس کو سدھارے۔

تمہارا تو جنازہ ہی نہ اٹھے گا جب تک تمہارا شوہر شامل نہ ہوگا

۱۱۱۔کتاب سیرت النبی بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤلف محترم صاحب عبدالمجید صدیقی کی مرحومہ اہلیہ ''رضیہ خاتون بی۔اے'' نے اپنے انتقال سے تین ہفتہ قبل ۹ جولائی ۱۹۶۱ء کی رات کو خواب میں اپنی زندگی میں تیرھویں اور آخری بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بابرکت کی سعادت حاصل کی۔اور دن میں ان الفاظ میں مجھ سے اپنا خواب بیان کیا۔میرا انتقال ہو گیا ہے اور میں نے یہ وصیت کی ہے کہ آپ میرے جنازہ میں شامل نہ ہوں اس پر میں نے دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس میرے سامنے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ''اتنی پڑھی لکھی اور سمجھدار خاتون ہو کر ایسی وصیت کر رہی ہو؟ شوہر کو محروم رکھنا چاہتی ہو''۔اس پر میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں گے ویسا ہی ہوگا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا تو جنازہ ہی نہ اٹھے گا۔جب تک تمہارا شوہر اس میں شریک نہ ہو جائے گا۔(اور ایسا ہی ہوا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے عمر کے دل اور زبان پر حق جاری کیا ہوا ہے۔(ترمذی)

مثنوی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمحروماں چرا غافل نشینی
زخاک اے لالہ سیراب برخیز چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سراز برد یمانی کہ روئے تست صبح زندگانی
شب اندوہ مارا روز گرداں زرویت روز مافیروز گرداں
بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ بسر بر بند کافوری عمامہ
فرودآویز از سر گیسواں را فگن سایہ بپاسروراں را
ادیم طائفی نعلین پاکن شراک از رشتہ جانہائے ماکن
جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند چو فرش اقبال پابوس تو خواہند
زحجرہ پائے در صحن حرم نہ بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ
بدہ دستی زپا افتادگاں را بکن دلدارئے دل دادگاں را
اگرچہ غرق دریائے گناہم فتادہ خشک لب برخاک راہم
تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے کنی برحال لب خشکاں نگاہے
خوشا کز گرد رہ سویت رسیدیم بدیدہ گرد کویت راکشیدیم
بمسجد سجدہ شکرانہ کردیم چراغت راز جاں پروانہ کردیم
بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ
زدیم از اشک ابر چشم بے خواب حریم آستاں روضہ ات آب
گہے رفتیم زاں ساحت غبارے گہے چیدیم زو خاشاک و خارے
ازاں نور سواد دیدہ دادیم وزیں بر ریش دل مرہم نہادیم
بسوئے منبرت رہ برگرفتیم زچہرہ پایہ اش درزرگرفتیم
زمحرابت بسجدہ کام جستیم قدم گاہت بخون دیدہ شستیم
بپائے ہر ستوں قد راست کردیم مقام راستاں درخواست کردیم
زداغ آرزویت بادل خوش زدیم از دل بہر قندیل آتش
کنوں گر تن نہ خاک آں حریم است بحمد اللہ کہ جاں آں جا مقیم است
بخود درماندہ ام از نفس خود رائے ببیں درماندہ چندیں چندیں بہ بخشائے
اگر نبود چو لطف دست یارے زدست ما نیاید ہیچ کارے
قضا می افگند از راہ مارا خدارا از خدا درخواہ مارا
کہ بخشد از یقین اول حیاتے دہد آنگہ بکار دیں ثباتے
چو ہول روز رستاخیز خیزد بآتش آبروئے ما نہ ریزد
کند باایں ہمہ گمراہی ما ترا اذن شفاعت خواہی ما
چو چوگاں سرفگندہ آوری روئے بمیدان شفاعت امتی گوئے
بحسن اہتمام کار جامی طفیل دیگراں یابد تمامی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق رکھا ہوا ہے۔(ابن حبان)

باب ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے بلا واسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے۔

اکابر دیوبند کے مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاء علیہم السلام پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں۔ ان کا رسالہ ''المھند علی المفند'' بھی اہل انصاف و اہل بصیرت کے لیے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعوے کرے، اتنی بات یقینی ہے کہ ان کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ: مدرسہ اسلامیہ عربیہ کراچی نمبر ۵

محمد رسول خان رحمہ اللہ: جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ: شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ (ٹنڈو الہ یار سندھ)

عبد الحق رحمہ اللہ: مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ

شمس الحق عفا اللہ عنہ: صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(مفتی) محمد صادق عفا اللہ عنہ: صابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

(مفتی) محمد حسن رحمہ اللہ: مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

بندہ محمد شفیع رحمہ اللہ: دار العلوم کراچی

''انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں وہ زندہ اور باقی ہیں، ان کے واسطے وہی ایک موت ہے، جو ایک دفعہ آچکی۔ اسکے بعد ان کی روحیں بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور جو حیات ان کو دنیا میں تھی وہی عطا فرماتے ہیں''۔ (تکمیل الایمان مترجم ص ۵۸ مصنفہ شیخ دہلوی)

مقتدائے فرقہ اہل حدیث فاضل جلیل قاضی شوکانی لکھتے ہیں

احادیث سے ان امور کی شرعی حیثیت ثابت ہے: (۱) جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کثرت سے پڑھا جائے۔ (۲) درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتا ہے۔ (۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیائے کرام کے جسموں کو مٹی بنائے اور محققین کی ایک پوری جماعت اس تحقیق پہ پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۱۰/۲۱۱)

پیشوائے فرقہ اہل حدیث محقق عظیم آبادی بھی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اس ارشاد نبوت کی بناء یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بذل میں ہے۔ (بذل جلد ۲، صفحہ ۱۱۰)

''عبادہ بن نسیّ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور کوئی مجھ پر درود نہیں پڑھتا، مگر یہ کہ اس کے فارغ ہوتے ہی وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کیا وفات کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش ہوتا رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وفات کے بعد بھی اسی طرح پیش ہوتا رہے گا، اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کا پیغمبر زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے''۔

عبادہ بن نسیّ: مشہور تابعی ہیں۔ وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث سنیں۔ زید بن ایمن اور سعد بن ابی ہلال وغیرہما نے ان سے روایات لیں۔ امام احمد یحییٰ بن معین، امام نسائی اور ابن سعد انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ امام بخاری نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

تین ایسی عظیم شخصیتیں ہیں کہ ان کے وسیلہ سے بارشیں برستی ہیں اور ان کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی رہی ہے۔ان میں سے پہلے عبادہ بن نسئی ہیں (توسل بالذات) (تہذیب جلد ۵ ص ۱۱۴)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری باب المعراج میں لکھتے ہیں۔

یہ اشکال پیش کیا گیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے اجساد کریمہ تو اپنی اپنی قبروں میں استقرار پذیر ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں معراج کی رات آسمانوں پر دیکھنا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی ارواح قدسیہ اس رات متجسد کردی گئی تھیں یا ان کے اجساد کریمہ ہی (ان کی قبور سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف وتکریم کے لئے لا حاضر کردیئے گئے تھے اور اس دوسری صورت کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ نمبر ۱۶۶)

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ" (شفاء السقام ص ۱۳۴)

ترجمہ:"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نماز بھی پڑھتے ہیں"

حیات انبیاء علیہم السلام کی قبور شریفہ سے صریح نسبت کے بعد اس وسوسے کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف رفیق اعلیٰ اور علیین میں فائز الحیات ہیں۔ اور ان کی حیات شریفہ کو اجسام قبریہ سے کوئی تعلق نہیں۔ (وقد مر تفصیلہ من حاشیہ سنن النسائی)

مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

المراد بحدیث الانبیاء احیاء فی قبور هم یصلون انهم ابقوا علی هذ ا الحالة ولم تسلب عنهم (تحیۃ الاسلام ص ۳۶)

اس حدیث حیات انبیاء علیہم السلام کا مطلب یہی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام (بدن میں روح لوٹ آنے کی) اسی حالت میں باقی رکھے گئے ہیں۔ اور پھر روح ان سے جدا نہیں کی گئی

قاضی شوکانی شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

انه صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبره وروحه لا تفارقه لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورهم (تحفۃ الذاکرین للشوکانی ص ۲۸ مصر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے کبھی جدا نہیں ہوتی، کیونکہ یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہوچکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

الصلوة تستدعی جسد احیا۔ (حاشیہ سنن نسائی)

حضرت علامہ شعرانی فرماتے ہیں۔

صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اذان واقامت سے نماز پڑھتے ہیں۔ (منح المنۃ ص ۹۳ مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اس طرح زندہ ہیں کہ اس زندگی پر پھر موت کبھی نہ آئے گی۔ آپ ہمیشہ کے لئے زندہ رہیں گے اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہی ہوتے ہیں۔

محدث قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی:

اَنَّهٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ غَائِبًا بُلِّغْتُ (مظہری جلد ۱ ص ۲۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود میری قبر کے پاس پڑھے، اسے میں خود سنتا ہوں اور دور کا مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

علامہ طحطاوی: (فانه یسمعها) ای اذا کانت بالقرب منه صلی اللہ علیه وسلم (و تبلغ ا لیه) ای یبلغها الملک الیه اذا کان المصلی بعیدا۔ (طحطاوی ص ۳۵ مصر)

جب درود پڑھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں اور جب وہ دور ہوتو اس کا درود فرشتوں کی وساطت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب: (اسناده جید الدلیل الطالب ص ۸۴۴) اس حدیث کا سلسلہ اسناد جید اور عمدہ ہے۔

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی:

قبر کے پاس جاکر کہے کہ اے فلاں! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔ سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ ص ۹۹، ۱۰۰)

صحابہ کرامؓ نے اجماعاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دوسری اموات والا معاملہ نہ کیا

(اختصاصات لوفات سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم)

ا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوآخری غسل پہلے پہنے ہوئے کپڑوں ہی میں دیا گیا کرتا تک جسدِ اطہر سے نہ اتارا گیا۔

۲۔نماز جنازہ بھی عام اموات مسلمین کی طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ اسے کسی دوسرے طریقے سے ادا کیا گیا بلکہ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ معروف نماز جنازہ کی بجائے صرف صلوٰۃ وسلام عرض کیا گیا۔ اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے اعتراف کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کی گئی۔

۳۔اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مردوں کے دفن کرنے کے بارے میں تاخیر نہ کرنے کا جو عام تاکیدی حکم شریعت میں ہے اس کے برخلاف تقریباً پونے دودن گزر جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا اور اس غیر معمولی تاخیر میں کوئی حرج نہ سمجھا گیا اور کوئی اندیشہ محسوس نہیں کیا گیا اور کسی ایک صحابیؓ نے بھی اس معاملہ میں جلدی کرنے کا تقاضا نہ کیا۔

۴۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زندگی کے عزیز مسکن ،یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی آرام گاہ بنا دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں دفن کیے گئے۔

۵۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہدایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی املاک میں ترکہ ووراثت کا عام قانون جاری نہیں کیا گیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انکا جو مصرف اور نظام تھا وہی بدستور قائم رکھا گیا۔اور وہ خلافت کی تولیت میں رہیں۔

۶۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا یہ حق سمجھا گیا کہ وہ اپنے مسکونہ حجروں کو تازیست اپنے استعمال میں رکھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے املاک سے اپنا نفقہ تاحیات حاصل کرتی رہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کو یہ دونوں حق حاصل تھے۔

حالانکہ کسی مسلمان کے مرنے کے بعد اسکی بیوہ کے یہ حقوق صرف عدت کی مختصر مدت تک رہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (رواہ الشیخان)

میری صرف آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا، وہ بیدار رہتا ہے۔

ایک مرسل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ تَنَامُ اَعْیُنُنَا وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُنَا

(اخرجہ ابن السعد کمافی الخصائص)

ہم لوگ جو انبیاء علیہم السلام ہیں ہماری صرف آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سویا کرتے۔

وَکَذٰلِکَ الْاَنْبِیَاءُ تَنَامُ عَیْنَاھُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُھُمْ (بخاری)

''انبیائے کرام کی صرف آنکھیں سویا کرتی ہیں دل نہیں سوتے''۔

وخاتم المحدثین مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں ''عدم نقض الوضوء با لنوم من خصائص الانبیاء (العرف الشذی ص۵۰)

سونے سے وضو نہ ٹوٹنا یہ انبیائے کرامؑ کی خصوصیت ہے

انبیائے کرام علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ اس نیند کی حالت میں بھی ان کے ادراکات جاری رہتے ہیں۔ انکے ادراک کی نوعیت بھی ہمارے ادراک کی نوعیت سے مختلف ہے۔ نیند کی طرح ادراک میں بھی تنوع ہے انبیائے کرام علیہم السلام کی نیند کے ادراکات بھی ایک قسم کی وحی سمجھے جاتے ہیں۔ رویاء الانبیاء وحی (ترمذی) اسکی تصدیق ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی نینداور دوسروں کی نیند میں بہت فرق ہوتا ہے ان کے منامی ادراکات بھی وحی کا مقام رکھتے ہیں حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں۔

کُنَّا لَا نُوقِظُ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِہٖ اِذَا نَامَ حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ (صحیح مسلم جلد ۱ص ۲۴۴)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے کبھی نہ جگاتے تھے۔ جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بیدار نہ ہو جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے تو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے جب عین منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھ لگ گئی حضرت یوشع نے فرمایا۔ لَا اُوْقِظُہٗ میں آپ کو نیند سے بیدار نہیں کروں گا۔ (بخاری جلد ۲صفحہ ۶۸۹)

انبیاء علیہم السلام کو خواب استراحت سے اس لئے نہیں اٹھایا جاتا کہ معلوم نہیں ان پر کیا اسرار منکشف ہو رہے ہوں۔ ان کے لئے سبب حرج کیوں بنا جائے۔ شیخ الاسلام مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی لکھتے ہیں۔

''پھر جب ان کی نیند صرف آنکھوں تک محدود ہوتی ہے تو اس سے ان کی موت کا کچھ اندازہ بھی کر لینا چاہیے۔ کیونکہ النوم اخو الموت مشہور ہے وہ بھی نیند کی طرح ان پر طاری ضرور ہوتی ہے مگر عام بشر کی موت کی طرح نہیں۔ یہاں بھی انکو بڑا امتیاز حاصل ہوتا ہے حتّٰی کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر زندہ کا اطلاق آیا ہے''۔ (ترجمان السنہ جلد ۳ص ۴۵۸)

اعتقاد الصدیق لحیات الرفیق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وفات شریفہ وارد ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سخ میں تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا

مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کیفیت وارد ہے وہ موت ہرگز نہیں۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے تھے۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَ یَقَعُ فِیْ نَفْسِیْ اِلَّا ذَاکَ خدا کی قسم! میرے ضمیر کا یہی فیصلہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بے اختیار رو پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُذِیْقُکَ اللّٰہُ مَوْتَتَیْنِ اَبَدًا۔ (بخاری جلد اص ۵۱۷)

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیات وموت دونوں کیفیتوں میں کیسے پاکیزہ ہیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتوں کا ذائقہ کبھی نہ چکھائے گا۔ جو موت اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہو چکی ہے۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن لی تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صورتحال پیش ہے وہ موت نہیں ہے۔

فَکَشَفَ عَنْ وَجْھِہٖ ثُمَّ اَکَبَّ عَلَیْہِ فَقَبَّلَہٗ وَبَکٰی ثُمَّ قَالَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَ اللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ اَمَّا الْمَوْتَۃُ الَّتِیْ کُتِبَتْ عَلَیْکَ فَقَدْ مِتَّہَا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی جلد ۳ ص ۶۴۰)

پس آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے، بوسہ دیا اور رو پڑے۔ پھر فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ جو موت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کا ذائقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چکھ چکے۔

یہاں تین امور پیش نظر ہیں۔ اولاً کیا اللہ تعالیٰ نے واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی خاص قسم کی موت لکھی تھی۔ کہ اس کا خصوصیت سے تذکرہ کیا جا رہا ہے؟ ثانیاً میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان عربوں کے محاورات میں یہ جملہ کیا اموات محضہ کے لئے بھی آتا ہے یا اس دعا تصدیق کے لئے من وجہ حیات لازم ہے؟ ثالثاً یہاں جمع موتتین میں دو موتوں سے کیا مراد ہے؟ ہم یہاں صرف تیسرے مبحث کی تفصیل کرتے ہیں۔

احسن ترین جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر شریف میں پھر ایسی حیات دائمہ حاصل ہو چکی ہے کہ اب اس کے بعد پھر کبھی ورود موت نہ ہوگا۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ارشاد نبوت میں موتتین کو الف لام سے لایا گیا۔ پس یہ دونوں موتیں (ایک اسی دنیا میں دوسری قبر میں) انبیاء علیہم السلام کے سوا باقی ہر انسان پر وارد ہونی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ نور الحق دہلوی شارح بخاری لکھتے ہیں

لا یذیقک اللہ موتتین ابدا یعنی بعد از موت بحیات ابدی زندہ خواھی بوداز اں کہ وی رضی اللہ عنہ دانستہ بود کہ انبیاء در عالم برزخ زندہ اند بخلاف سائر مسلماناں کہ دروقت سوال منکر ونکیر زندہ می کنندان ہاراباز می میرانند چنانکہ در تفسیر احیتینا اثنتین وامتنا اثنتین گفتہ اند" (تیسیر القاری شرح صحیح بخاری جلد ۳ ص ۴۲۶)

پورے اہل سنت کا مذہب قرار دیا ہے جس کا انکار خروج عن اہل السنۃ ہے۔

ومذھب اھل السنۃ و الجماعۃ ان فی القبر حیوۃ و موتا فلا بدمن ذوق الموتتین لکل احد غیر الا نبیاء.

(عینی جلد ۷ ص ۶۰۰ مصر)

پورے اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ قبر میں زندگی اور موت دونوں ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں۔ ہاں انبیائے کرام علیہم السلام پر یہ دوسری موت کبھی نہ آئے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ حیوۃ فی القبر کے منکرین اہل سنت میں سے نہیں اور انہیں جواب دینا اہل سنت کے ذمہ ہی ہوتا ہے۔

قد تمسک بہ من انکر الحیوۃ فی القبر و اجیب عن اھل السنۃ ......ان حیوۃ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر یعقبھا موت بل یستمر حیا (فتح الباری جلد ۷ ص ۲۴)

حیوۃ فی القبر کے منکرین کبھی کبھی اس خطبہ صدیقی ہی کو اپنا استدلال بنا کر پیش کر دیتے ہیں ان کے لئے اہل السنت کی طرف سے یہی جواب ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ میں دائمی زندہ ہیں انہیں وہاں پھر موت کبھی نہیں آئے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ (نسائی)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ اذْهَبْ فَاْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهٗ بِهِمَا فَقَالَ مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْمِنْ اَيْنَ اَنْتُمَا قَالَا مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ قَالَ لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْ جَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح بخاری جلد ا،صفحہ ۶۷ دہلی)

ترجمہ: سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا۔ کہ کسی شخص نے میرے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ''جاؤ ان دونوں شخصوں کو میرے پاس لے آؤ'' میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا ''کہ تم کن لوگوں میں سے ہو یا تم کہاں کے ہو؟'' انہوں نے کہا کہ ''ہم اہل طائف میں سے ہیں''۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''اگر تم اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس لئے کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (جس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ منور ہے) اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو''۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کسی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ واپس آتے، تو سب سے پہلا کام جو آپ رضی اللہ عنہ کرتے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سلام عرض کرنا ہوتا تھا اور اسی کی آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کو تلقین فرماتے تھے۔

''اول کارے کہ عمر ابتداء کردسلام پیغمبر بود، صلی اللہ علیہ وسلم''

(جذب القلوب ص ۲۰۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب باغیوں نے محاصرہ کر لیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ شام چلے جائیں۔ وہاں کی افواج مضبوط ہیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''رواندارم که ازدار الهجرت خود مفارقت کنم ومجاورت رسول خدا صلی الله علیه وسلم بگرارم،، (جذب القلوب صفحہ ۱۸۸)

میں اسے جائز نہیں سمجھتا کہ اپنے دار الھجرۃ کو چھوڑ جاؤں اور (یہ بھی مناسب نہیں سمجھتا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی چھوڑ دوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعتقاد

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی بناء یہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں زندہ ہیں''۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳ مصر)

وَمَا حَمَلَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ مِصْرَاعَيْ دَارِهٖ اِلَّا بِالْمَنَاصِعِ تَوَقِّيًا لِذٰلِكَ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کے دروازے مدینہ میں ایک باہر کی جگہ میں بنوائے تاکہ کواڑ بننے کا کہیں شور پیدا نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ ہو۔

علاوہ ازیں حافظ ابو عبداللہ مصباح الظلام میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہوا اور عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پروردگار سے سنا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے یاد کیا وہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں یہ آیت شریفہ بھی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (پ۵نساء)

اور ان لوگوں نے جب اپنے آپ پر ظلم کیا تو اگر آتے آپ کے پاس اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے اور یہ رسول بھی ان کے لئے دعائے معافی کرتے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

بیان عقیدہ از حضرت عائشہ صدیقہؓ

علامہ سبکی نقل فرماتے ہیں۔ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتَدِ يُوْتَدُ وَالْمِسْمَارُ يُضْرَبُ فِيْ بَعْضِ الدُّوْرِ الْمُطْنِبَةِ بِمَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَتُرْسِلُ اِلَيْهِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ان گھروں سے جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھے کسی میخ یا کیل لگائے جانے کی آواز سنتی تھیں تو یہ حکم بھیجتی تھیں کہ (خبردار!) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آواز سے اذیت نہ دو۔ (وکذا لک فی شرح العلامۃ الزرقانی جلد ۸ ص ۳۰۵ مصر)

عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَ اَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَ اَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَؓ

(رواہ احمد، کذا فی المشکوٰۃ ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے حجرے میں جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر کھلے داخل ہو جایا کرتی تھی مجھے یہی

خیال ہوتا تھا کہ میرے خاوند اور میرے والد ہی تو یہاں ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو خدا کی قسم میں وہاں پردے ہی سے جاتی تھی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کے باعث تھا۔

(رجال اسناد احمد رجال صحیح تنقیح الرواۃ جلد اص ۳۴۴ مطبع انصاری)

ولید بن عبد الملک کے زمانہ خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ والی مدینہ تھے، تو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار خستگی کی وجہ سے کچھ کھل گئی، تو ایک قدم نظر آیا۔ لوگ بہت گھبرائے یہاں تک کہ جَاءَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ وَ عَرَّفَ النَّاسَ اَنَّهَا قَدَمُ جَدِّهٖ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ (مختصر تذکرہ قرطبی ص ۴۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے پہچان کی کہ یہ ان کے دادا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک تھا۔

انبیاءؑ کے علاوہ بعض دوسرے مقربین کے اجساد کا بھی محفوظ ہونا، حیات قبریہ اور اس کے ادراکات

۱۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں مدینہ منورہ میں ایک نئی نہر کھدوانے کا حکم دیا تو اس کی گزرگاہ میں اتفاق سے قبرستان احد آتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان مدفونین کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ دفن کر دیا جائے۔ جب قبریں کھولی گئیں تو شہدائے احد اپنی اصلی حالت پر بالکل تروتازہ تھے۔ کھودتے ہوئے اتفاق سے ایک کدال حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں کے قریب جالگی اسی وقت خون جاری ہو گیا۔ یہ واقعہ جنگ احد سے تقریباً ۵۰ سال بعد کا ہے۔

۲۔ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ فاطمہ بنت خزاعیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کیا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم" وہاں سے جواب آیا "عَلَيْنَا وَ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ"

۳۔ حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ بھی شہدائے احد میں سے تھے جب سیلاب نے ان کی قبروں کو کھول ڈالا تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ کل دفن کئے گئے ہیں۔ جنگ احد اور اس واقعہ سیلاب کے مابین ۴۶ سال کا فرق تھا۔

فَوُجِدَا لَمْ يَتَغَيَّرَ اكَانَّهُمَا مَا تَا بِا لْاَمْسِ وَكَانَ اَحَدُهُمَا قَدْ جُرِحَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى جُرْحِهٖ. فَدُفِنَ وَهُوَ كَذَالِكَ فَاُ مِيْطَتْ يَدَهٗ عَنْ جُرْحِهٖ ثُمَّ اُرْسِلَتْ فَرَجَعَتْ كَمَا كَانَتْ (موطا امام مالک ص ۱۷۷)

پس ان دونوں کو اس طرح پایا گیا گویا کہ وہ ابھی کل ہی فوت ہوئے ہیں۔ دونوں میں سے ایک کو ایسا زخم لگا تھا کہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تھا اور اسی طرح انہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ پس جب ان کا ہاتھ اس زخم سے ہٹایا گیا اور پھر چھوڑ دیا گیا تو وہ وہیں آ گیا، جہاں کہ تھا۔

۴۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کے مزارات دریائے دجلہ کے کنارے تھے۔ پندرہ بیس برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ دریا زمین کاٹتا ہوا ان مزارات مقدسہ تک پہنچنے لگا۔ حکومت عراق نے حکم دیا کہ ان مزارات شریفہ کو یہاں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں منتقل کر دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آٹھ دس ہزار آدمیوں کے قریب ان جنازوں میں شامل ہوئے۔ ان شاملین میں سے ایک صاحب سید الطاف حسین بیان کرتے ہیں

"قبر سے نکلے جنازوں کی موجودگی اور خلق کی آہ و بکا نے قیامت کا نمونہ برپا کر دیا تھا۔ اکثر آدمی روتے روتے بیہوش ہو گئے۔ نعشیں تیرہ سو سال گزرنے کے بعد بھی بالکل سالم تھیں، کفن ہاتھ لگانے سے بوسیدہ تھا۔ ایک صاحب کی داڑھی سفید تھی اور ایک کی سیاہ" (صدق لکھنؤ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء)

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا تعامل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آتے نماز پڑھتے اور پھر روضہ انور پر حاضر ہوتے اور السلام علیک یارسول اللہ! یا ابا بکر! اور السلام علیک اے ابا جان! پڑھتے اور پھر اپنے منہ کو تھام لیتے اور جب سفر سے واپس ہوتے تو اپنے گھر جانے سے پہلے پھر اسی طرح صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ (المصنف لابن ابی شیبہ الجزء الرابع ص ۱۳۸ اعمند)

(اخرجہ عبد الرزاق ایضاً باسند صحیح وفاء الوفاء للسمھودی جلد ۲ ص ۴۱۰)

عبدالرحمن باسناد صحیح می ارد که ابن عمر چون از سفر قدوم می ارد اول بقبر شریف می رسید و می گفت السلام علیک یا رسول الله

(جذب القلوب ص ۲۰۰)

وراجع له الموطا للامام محمد ص ۳۹۶

عَنْ نَافِعٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُسَلِّمُ عَلَى الْقَبْرِ رَاَيْتُهٗ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَاَكْثَرُ يَجِئُ اِلَى الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ (منتھی المقال ص ۷۳ المفتی صدر الدین)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا وہ روضہ اطہر پر سلام عرض کرتے تھے۔ میں نے ایک دن میں انہیں سو سو دفعہ، بلکہ اس سے بھی زائد بار قبر شریف پر آتے اور السلام علیک یارسول اللہ پڑھتے دیکھا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے بھی یہی صیغے سلام کے لکھے ہیں۔

"السلام علیک یارسول اللہ۔ السلام علیک یا خیر خلق

اللہ. السلام علیک یا حبیب اللہ!'' (زبدۃ المناسک ص ۹۰ مطبوعہ لاہور)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول فرمانے کے بعد روضہ اطہر پر حاضری دیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَلَيَاتِيَنَّ قَبْرِيْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَاَرُدَّنَّ عَلَيْهِ.

(رواہ الحاکم وصححہ، درمنثور جلد ۲ ص ۲۴۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور میری قبر پر بھی آئیں گے اور سلام کہیں گے اور میں بھی اس کا جواب دوں گا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

ایک دن مروان آیا اور اس نے ایک شخص کو روضہ انور پر منہ رکھے ہوئے دیکھا۔ اس نے اسے گردن سے پکڑ کر ہٹایا اور کہا جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ''ہاں'' وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں، پتھروں کے پاس نہیں آیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس وقت دین پر نہ رونا جب اس کے والی اس کے اہل ہوں۔ بلکہ اس وقت رونا جب کہ دین کی ولایت غیر اہل ہاتھوں میں آ جائے''

(اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد جلد ۴، ص ۵۱۵، واقر علیہ الذہبی نقال صحیح)

سیدنا امام مالک مدنی ہونے کے اعتبار سے اس باب میں خاص طور پر ممتاز ہیں آپ روضہ اطہر کے پاس ہی مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔

امیر المومنین ابوجعفر نے امام مالکؒ سے کسی مسئلے میں مسجد نبوی میں گفتگو کی تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! تم کو کیا ہوا؟ اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں، سو ابوجعفر دب گیا۔

(نشر الطیب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ص ۲۱۰ مطبوعہ دیوبند)

وکذلک فی وفاء الوفاء جلد ۲. ص ۴۲۳ طبع مصر عندنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یحس و یعلم و تعرض علیہ اعمال الامۃ و یبلغ الصلوۃ و السلام (طبقات شافعیہ جلد ۲۲ ص ۲۸۲)

ہم شافعیہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں احساس وشعور موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت بھی پیش ہوتے ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے۔

قال ابن عقیل من الحنابلۃ ھو صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی (الروضۃ البھیہ ص ۱۴، ویویدہ مافی بدائع الفوائد لابن القیم)

حنابلہ کے مشہور بزرگ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔

اکابر جماعت اہل حدیث

اہل سنت کی کشتی کے پانچویں سوار حضرات فرقہ جماعت اہل حدیث ہیں۔ ان کے اکابر کی تصریحات بھی دیکھیے۔

(۱) قاضی شوکانی یمنی

(۱) روحہ صلی اللہ علیہ و سلم لا تفارقہ لما صح اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین للشوکانی ص ۲۸ مصر)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اپنے جسد اطہر سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور شریفہ میں زندہ ہوتے ہیں۔

(۲) اَنَّهٗ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ ......وَ قَدْ ذَهَبَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِيْنَ اِلٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ (نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ اور محققین کی ایک جماعت کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد زندہ ہیں۔

(۲) شیخ کبیر عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی

والذی نعتقدان رتبۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم اعلی مراتب المخلوقین علی الاطلاق وانہ حی فی قبرہ حیوۃ مستقرۃ ابلغ من حیات الشہداء المنصوص علیھا فی التنزیل اذھو افضل منھم بلا ریب وانہ یسمع من یسلم علیہ. (اتحاف النبلاء ۴۱۵ مطبوعہ کانپور)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں دائمی طور پر زندہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے بہت بالا ہے کیونکہ آپ ان سے بلا ریب افضل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

(۳) نواب صدیق حسن خاں

(۱) حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' (جو میری قبر کے پاس آ کر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ (اسناد جید، الدلیل الطالب ص ۸۴۴)

(۲) حج الکرامہ ص ۲۸۵ میں واقعہ حرہ نقل فرمایا ہے کہ ''امام التابعین حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں حجرہ شریف سے اذان اور اقامت سنتا تھا'' روضہ اطہر سے آواز آنے کی اس روایت کے متعلق نواب صاحب لکھتے ہیں

''ابن جوزی بسند متصل تا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ لایا ہے کہ سعید نے ایسا فرمایا (حج الکرامہ ص ۲۸۵)

(۴) حضرت مولانا میاں نذیر حسین صاحب دہلوی

''اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہوں''۔ (فتاوے نذیریہ ۲ص ۵۵ ضمیمہ)

(۵) مولانا عظیم آبادی شارح ابی داؤد

ان الانبیاء فی قبورھم احیاء (عون المعبود جلد ۱ص ۴۰۵)

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔

(۶) التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی میں منقول ہے

(۱) اِنَّهُمْ اَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ وَ قَدْ قَالَ النَّبِیُّ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِيًا بُلِّغْتُهٗ

(ص ۲۳۷)

انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے

(۲) التعلیقات السلفیہ جلد ۱ص ۱۹۵ پر سنن نسائی مطبوعہ دہلی جلد ۱ص ۱۸۵ کا پورا حاشیہ (جو حیات قبریہ کے حیات جسمانی عنصری اور غیر معطل عن الاشتغال الطیبہ ہونے پر نہایت واضح بیان اور مکمل برہان ہے) منقول ہے اور مولف نے اپنی عادت کے مطابق یہاں کوئی اختلافی نوٹ نہیں لکھا۔

(۳) ''ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ رتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مخلوق کے مراتب سے اعلیٰ ہے وہ اپنی قبر میں حیات برزخیہ سے زندہ ہیں۔ جو کہ حیات شہداء سے افضل و اکمل ہے اور سلام کہنے والے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام سنتے ہیں۔''

(الھدیۃ السنیہ والتحفہ الوھابیہ النجدیہ نمبر ۴۷ مطبوعہ مصر)

اشاعرہ اور ماتریدیہ کا فیصلہ

(۱) ان النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القبر حی یحس و یعلم و تعرض علیه اعمال لامة و اللہ تعالیٰ خلق ملئکته سیاحین یبلغون الیه الصلوة من امته.

(الروضہ البھیہ فیما بین الاشاعرۃ الماتریدیۃ ص ۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ علم واحساس آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں برابر موجود ہیں امت کے اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرشتے پیدا کر رکھے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور امت کا صلوٰۃ وسلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

(۲) عندھم محمد صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبره

(طبقات الشافعیہ جلد ۳ص ۲۷۹)

اشاعرہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

(۲) قال الاستاذ ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیه وسلم حی بعد وفاته (اعلاء السنن جلد ۱۰ص ۳۳۰)

امام ابو المنصور بغدادی نے فرمایا ہمارے اصحاب محققین متکلمین کا یہی فیصلہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات شریفہ کے بعد پھر زندہ ہیں۔

شواهد الحیات من بیان الواقعات واقعہ حرہ

اسلامی تاریخ کا یہ سانحہ یزید کے عہد حکومت میں پیش آیا مظالم کربلا کے بعد ۶۳ھ میں مسلمانوں کی تاریخ اس خونی المیہ سے رنگی گئی۔ یزید نے اہل مدینہ پر جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکثر تابعین کرام تھے فوج کشی کا حکم دیا مسلم بن عقبہ اس شامی فوج کا سردار تھا اس لشکر نے اپنے ڈیرے حرہ کے مقام پر ڈالے۔

و حرة هذه ارض بظاهر المدينة لها حجارة سود كثيرة

(مجمع البحار ص ۲۵۲)

حرہ مدینہ منورہ کے باہر وہ زمین ہے جہاں بہت سے سیاہ پتھر پائے جاتے ہیں۔

جب قتل عام اور لوٹ کا بازار گرم ہوا تو سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں پناہ گزین ہو گئے اس وقت مسجد نبویؐ میں حضرت سعید بن المسیب کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

حضرت سعید بن المسیب بڑے جلیل القدر تابعی تھے ان کی عظمت شان کے باعث انہیں افضل التابعین کہتے ہیں آپ نے سینکڑوں ان ہستیوں کو دیکھا تھا جن کی آنکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت دیدار سے بارہا شرف یاب ہو چکی تھیں۔

امام دارمی، ابن سعد، ابونعیم، زبیر بن بکار اور علامہ ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن المسیب نے ارشاد فرمایا کہ

اِذَاحَانَتِ الصَّلٰوۃُ اَسْمَعُ اَذَانًا یَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْقَبْرِ الشَّرِیْفِ ......لَایَاتِیْ وَقْتُ الصَّلٰوۃِ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ ثُمَّ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَتَقَدَّمْتُ فَصَلَّیْتُ وَمَا فِی الْمَسْجِدِ اَحَدٌ غَیْرِیْ. (خلاصہ الوفاللسمہودی ص ۴۸)

جب نماز کا وقت ہوتا تھا میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنتا تھا ...... جب بھی نماز کا وقت آتا میں روضہء اطہر سے اذان کی آواز سنتا پھر اقامت بھی ہوتی اور میں اسی اقامت سے نماز پڑھتا ان دنوں مسجد نبوی میں میرے سوااور کوئی نہ ہوتا تھا۔

اسی واقعہ کو محدث شہیر علامہ سخاوی نے بھی القول البدیع میں نقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں کہ: ''ابن جوزی بسند متصل تاسعید بن المسیب لایا ہے''۔ (حج الکرامہ ص ۲۸۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: وقضیہ سماع سعید بن المسیب درا یام واقعہ حرہ اذان از حجرہ شریفہ تاسہ روز کہ مردم مفارقت مسجد نبوی کردہ بودند مشہوراست۔ (جذب القلوب ص ۱۸۸، مدارج جلد ۲ ص ۹۰۵)

ایام حرہ میں سعید بن المسیب کے حجرہ شریفہ سے تین دن تک اذان سننے کا واقعہ بہت مشہور ہے ان دنوں لوگ مسجد نبوی میں نہ آتے تھے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا روضہ اقدس پر سلام پیش کرنا

حضرت عبداللہ بن دینار (تابعی) نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے۔ اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کرتے تھے۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ کرتے تھے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کے پاس آتے اور درود پڑھ کر اور دعاء کر کے واپس چلے جاتے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے اور قبر شریف کو نہیں چھوتے تھے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھتے ہوئے یوں کہتے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَتِ

اور ایک روایت میں سلام کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ

(یہ سب روایات حافظ شمس الدین سخاوی نے ''القول البدیع'' ص ۲۱۰ پر نقل کی ہیں)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ''الشفاء التعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' ج ۲ ص ۱۹۹ پر حضرت نافع سے نقل کیا ہے کہ میں نے سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ قبر شریف پر آتے اور یوں کہتے

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَبِیْ

اس کے بعد واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے موطا میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر اور دعاء کر کے واپس چلے جاتے۔ اس کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں **ھکذا ینبغی ان یفعل اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم**۔

یعنی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب وہاں حاضر ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آئے۔ (موطا امام محمد ۳۹۲)

حافظ سخاوی نے القول البدیع میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی یہ عمل نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آئے۔ اور وہاں کھڑے ہو کر سلام پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

دوسروں کے واسطے سے سلام بھجوانا

حافظ شمس الدین سخاویؒ القول البدیع میں بحوالہ ابن ابی الدنیا وبیہقی فی شعب الایمان نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن ابی سعید مدنی سے کہا کہ جب تم مدینہ منورہ پہنچو تو بارگاہ رسالت میں میرا سلام پیش کر دینا۔ (القول البدیع ص ۲۱۱)

اس کو الشفاء میں بھی نقل کیا گیا ہے اور مزید بات یہ لکھی گئی ہے کہ:

وکان یبرد الیہ البرید من الشام

''یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کے لیے شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ (دیکھو الشفاء ص ۱۹۸، ج ۲)

اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کاملہ سے یہ سلسلہ جاری رکھا ہے کہ جو مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دور سے سلام بھیجیں تو اس کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیتے ہیں۔ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عمل سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے علاوہ مدینہ منورہ آنے جانے والے کے ذریعہ سلام بھیجنا بھی درست ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات برزخیہ میں بھی اپنی امت سے تعلق باقی ہے۔ اور یہ کہ اللہ رب العزت نے اس امت کو یہ شرف بخشا ہے کہ فرشتوں کو اس کار عظیم کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ امتیوں کا سلام فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے رہیں۔ فرشتوں کو سلام پہنچانے کے

لئے مقرر فرمایا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو فرشتوں کو سلام پہنچانے کے لئے واسطہ بنانے کی ضرورت نہ تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں تو اولیاء اللہ کے بارے میں حاضر و ناظر ہونے کا خیال کرنا اور اس کا عقیدہ رکھنا بالکل ہی غلط ہے خوب سمجھ لینا چاہیے۔

شہدائے احد کے جسم برس ہابرس کے بعد صحیح سالم پائے گئے

مؤطاء امام مالکؒ میں ہے کہ عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ انصاری کی قبر کو پانی کے بہاؤ نے کھود دیا یہ دونوں غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا گیا تھا۔ جب پانی نے قبریں کھود ڈالیں تو دوسری جگہ دفن کرنے کے لئے ان کی قبر بھی کھودی گئی تو اس حالت میں پائے گئے کہ ان کے جسموں پر ذرا بھی فرق نہ آیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کل ہی وفات پائی ہے۔ ان میں سے ایک کو ایک جگہ زخم آ گیا تھا۔ دفن سے پہلے انہوں نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھ لیا تھا اور اسی حالت میں دفن کر دیئے گئے تھے اب جب قبر کھودی گئی تو ان کا ہاتھ زخم سے ہٹا دیا گیا۔ پھر جب چھوڑ دیا گیا تو اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ غزوہ احد اور اس واقعہ کے درمیان ۴۶ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(مؤطاء امام مالکؒ آخر کتاب الجہاد)

یہ واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے ''البدایۃ والنہایۃ'' میں اس طرح نقل کیا ہے کہ جہاں حضرات شہداء اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین مدفون تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہاں سے نہر نکالنے کا ارادہ کیا گیا (اس وقت ان حضرات کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی) حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے وہاں کھدائی کی تو میں نے اپنے والد صاحب کو قبر میں اس طرح پایا جیسا کہ وہ اپنی عادت کے مطابق سو رہے ہیں۔ ان کی قبر میں ان کے ساتھ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا تھا ان کو دیکھا کہ ان کا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا ہے ہاتھ ہٹا دیا گیا تو زخم کی جگہ سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور ہے کہ ان کی قبروں سے مشک کی طرح کی خوشبو محسوس کی گئی۔ اور یہ واقعہ ان کو دفن کرنے کے دن سے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

نیز حافظ ابن کثیرؒ نے بحوالہ امام بیہقیؒ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں چشمہ جاری کرنے کے لئے کھدائی کی گئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک میں پھاوڑا لگ گیا اور اس کی وجہ سے خون جاری ہو گیا۔ (دیکھو البدایۃ والنہایۃ ص ۴۳ ج ۴)

بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اور چاند بے نور کر کے دو ٹکڑے بنا کر قیامت کے روز دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت حسنؒ نے سوال کیا کہ ان کا کیا گناہ ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کر رہا ہوں (اس سے زیادہ مجھے علم نہیں) یہ سن کر حضرت حسنؒ خاموش ہو گئے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۰۵)

قبر سے آواز آنے کی ایک اور مثال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین نے بے خبری میں ایک قبر پر خیمہ گاڑ دیا اس سے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک کی آواز آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ اس نے تمام سورت ختم کی۔ صحابہ رضی اللہ علیہم اجمعین نے آ کر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هِيَ الْمَانِعَةُ الْمُنْجِيَةُ وَتُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

یہ سورت عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے۔

اسے امام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ نے بھی روایت کیا ہے حکیم الامۃ حضرت تھانوی نے بھی التکشف ص ۴۴۴ پر نقل فرمایا ہے واللہ اعلم بالصواب علمہ اتم و احکم فی کل باب۔

اسے اور مذکورہ سابقہ واقعہ حرہ کو ''واقعہ حال'' کہہ کر نظر انداز نہ کیا جائے اس لیے کہ اکابر علمائے ثقات اسے ایک اصول اور ضابطے کے ماتحت ذکر کرتے آئے ہیں۔

خاتم المحدثین حضرت مولانا السید انور شاہ صاحب فرماتے ہیں

ان كثيراً من الاعمال قد ثبت فی القبور كالا ذان و الاقامة عند الدارمی و قراۃ القرآن عند الترمذی

(فیض الباری ص ۱۸۵)

بے شک بہت سے اعمال قبروں میں بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ دارمی کی روایت میں اذان اور اقامت کا وجود (واقعہ حرہ) اور ترمذی کی روایت سے قبر میں قراءت قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

واقعہ سلطان نور الدین شہید محمود بن زنگی ۵۵۷ھ

سلطان نور الدین شہید (شاہ مصر) نے ایک رات میں سرور انبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار خواب میں دیکھا کہ وہ سامنے کھڑے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں ''جلدی پہنچو اور مجھے ان دو شخصوں کے شر سے محفوظ رکھو'' سلطان نے اپنی فراست سے معلوم کر لیا کہ مدینہ منورہ میں کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آ رہا ہے۔ سلطان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل بدر تمام بہشت میں جائیں گے۔ (الدیلمی)

مذکور اسی وقت رات کے آخری حصہ میں اپنے بیس خاص آدمیوں کے ساتھ بہت سا مال ساتھ لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑا اور سولہ دنوں میں شام سے مدینہ منورہ پہنچے۔ (جذب القلوب ص ۱۱۱ مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۹۰۵)

آخر کار پتہ چلا کہ دو انگریز جو بظاہر بہت پرہیزگار اور عبادت گذار بنے ہوئے تھے روضہ اطہر کے قریب ایک رباط میں مقیم ہو کر سرنگ کے ذریعے قبر منور تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھیں عیسائی بادشاہ نے اس ناپاک پروگرام کے ساتھ بھیجا ہوا تھا کہ جسد اطہر کو وہاں سے منتقل کرا لیا جائے یہ لوگ حاجی بن کر حرم شریف میں داخل ہوئے تھے۔

جس رات وہ روضہ اطہر کے قریب پہنچنے والے تھے، ابرو باراں اور رعد و برق کا ظہور ہوا، زمین کانپنے لگی اور صبح سلطان نور الدین مدینہ منورہ میں حاضر ہو گیا سلطان کی آنکھیں اشک بار تھیں اور ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ بالآخر وہ ملعون فریب کار قتل کر دیئے گے۔ اور سلطان عادل نے حجرہ شریف کے گرد خندق کھدوا کر ایک سیسہ پلائی چار دیواری بنا دی تا کہ جسد اطہر تک پھر کسی کی رسائی نہ ہو سکے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

''ایں قصہ را جمیع مورخان مدینہ منورہ مثل شیخ جمال الدین مطری و مجد الدین فیروز آبادی و غیر ایشاں از علمائے اعلام ذکر کردہ اند و تصحیح نمودہ (جذب القلوب ص ۱۹۰)

''قلت و كذالک فی خلاصة الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص ۱۲۱ او اتی الشيخ المسهودی بالاسناد و الاعتماد

بد مذہب لوگوں کا انجام

محب طبری ریاض النضرہ میں اس جیسا ایک اور عجیب واقعہ نقل کرتے ہیں۔

''روافض حلب کی ایک جماعت والی مدینہ کے پاس آئی اور اسے (مغالطہ یا) بہت سی رشوت اور لالچ دے کر اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ انھیں رات کے وقت حجرہ شریفہ تک باریابی دے (تا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجساد مطہرہ کو کسی اور جگہ منتقل کر سکیں) امیر نے دربان کو کہہ دیا کہ وہ جب آئیں تو حرم کا دروازہ کھول دے اور انھیں کسی بات سے نہ روکے۔

دربان کہتا ہے کہ ''جب عشاء کی نماز ہو چکی اور تمام دروازے بند ہو گئے چالیس رافضی کھودنے گرانے کے آلات اور شمع لے کر باب السلام پر آ گئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے امیر کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا اور خود ایک گوشے میں بیٹھ کر رونے لگا۔

خدا کی قدرت کہ وہ ابھی منبر شریف کے برابر بھی نہ پہنچے تھے اور اس ستون کے قریب تھے جو عثمان رضی اللہ عنہ کے ایزاد کردہ حصہ مسجد کے ساتھ ہے کہ تمام کے تمام اپنے سب آلات و سامان کے ساتھ نیچے دھنس گئے۔ والی مدینہ جو بد مذہب اور منافق تھا انجام کار کا منتظر تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور ان لوگوں کا حال پوچھا میں نے جو کچھ دیکھا تھا پورے کا پورا سنا دیا''

امیر نے کہا کہ ''کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کیا کہہ رہا ہے؟''

میں نے کہا ''امیر خود جا کر دیکھ لیں انکے دھنسنے کے کچھ آثار اور انکے کپڑوں کے بعض نشان ابھی باقی ہیں۔''

شہادات اجماع

۱۔ محدث کبیر علامہ سخاوی تلمیذ خاتمۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی

نحن نومن و نصدق بانه صلى الله عليه وسلم حی يرزق فی قبره ان جسد الشريف لا ياكله الارض و الاجماع على هذا. (القول البدیع ص ۲۵)

ہمارا ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس عقیدے پر اہل حق کا اجماع ہے۔

(۲) شیخ الاسلام محدث شہیر حضرت علامہ عینی

ومذهب اهل السنة و الجماعة ان فی القبر حياة و موتا فلا بدمن ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء (عینی علی البخاری جلد ۷ ص ۲۰۱)

پورے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ قبر میں حیات اور پھر موت یہ دونوں سلسلے ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک کو دو موتوں کا ذائقہ چکھنے سے چارہ نہیں ماسوائے انبیاء کے (کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں ان پر دوبارہ موت نہیں آتی)

(۳) علامہ محقق محمد عابد السندی استاذ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی

امام (ای الانبياء) فحياتهم لا شک فيها و لا خلاف لاحد من العلماء فی ذلک ...... فهو صلى الله عليه وسلم حی على الدوام (رسالہ مدینہ ص ۴۱)

انبیائے کرام کی حیات میں کوئی شک نہیں اور نہ علماء میں سے کسی کا اس سے اختلاف ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب دائمی طور پر زندہ ہیں۔

(۴) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

حیات متفقه علیه است هیچ کس رادروے خلافے نیست (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۶۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایک متفقہ علیہ اجماعی مسئلہ ہے کسی کا (اہل حق میں سے) اس میں اختلاف نہیں۔

(۵) نواب قطب الدین صاحب دہلوی

''زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں'' یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دنیا کی سی ہے'' (مظاہر حق جلد ا ص ۴۴۵)

''قبر کے پاس.........انبیاء کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں''

(فتاوائے رشیدیہ جلد ا ص ۱۰۰)

جب جمیع اہل سنت کا یہ متفقہ اور مجمع علیہ عقیدہ ہے تو پھر روضہ اطہر کی حیات جسمانی کا انکار آخر کن کا مذہب ہے؟

(۱) شیخ السلام حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں: من انکر الحیوۃ فی القبر و هم المعتزلة و من نحانحوهم و اجاب اهل السنة عن ذالک (عینی علی البخاری جلد ۷ ص ۶۰۱)

جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی کا انکار کیا ہے اور وہ معتزلہ ہیں اور ان کے ہم عقیدہ ہیں اہل سنت نے ان کے دلائل کے جوابات دیئے ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اسی انداز بیان کو اختیار فرمایا ہے کہ منکرین حیات اہل سنت میں سے نہیں۔

قد تمسک به من انکر الحیوۃ فی القبر و اجیب عن اهل السنة......ان حیوۃ صلی اللہ علیه وسلم فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر حیاً (فتح الباری جلد ۳ ص ۲۲ مصر)

منکرین حیات فی القبر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اہل سنت کی طرف سے ان کا جواب دیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زندگی ایسی ہے کہ دوبارہ اس پر موت نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب دائمی طور زندہ ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارن پوری نے بھی اس عبارت کو حاشیہ بخاری جلد ا ص ۵۱۷ پر نقل اور تسلیم فرمایا ہے۔

(الصدیق ملتان شمارہ نمبر ۳ ماہ ربیع الاول ۷۷ھ)

''نحمدہ و نصلی، احقر اور احقر کے مشائخ کا مسلک وہی ہے جو المہند وغیرہ میں بالتفصیل مرقوم ہے یعنی برزخ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری زندہ ہیں۔ جو حضرات اس کے خلاف ہیں وہ اس مسئلہ میں دیوبند کے مسلک سے ہٹے ہوئے ہیں''

(محمد طیب مدیر دار العلوم دیوبند حال وارد ملتان)

حاصل یہ ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن مشاہدہ جمال الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔ اور امت کی طرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہر لمحہ مبذول رہتی ہے۔ نہ یہ استغراق توجہ میں مانع ہوتا ہے اور نہ توجہ استغراق میں۔ یہی وجہ ہے کہ جب امت کا ایک عارف کامل حالت کشف میں اپنے محبوب کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف ہوا تو اس نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پایا......

ورایته مستقرا علی حالة واحدة .... متوجها الی الخلق لا بسا لباس العظمة .... فاذا توجه الیه انسان بجهد همته و لا ارید الانسان العالی الهمة فقط بل کل ذی کبد یشاق الی شئی و یتوجه الیه بقصده و شوقه فانه یتدلی الیه ...... ورایته صلی اللہ علیه وسلم ینشرح انشراحا عظیما. لمن صلی اللہ علیه وسلم و مدحه

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بندگان الٰہی کی طرف متوجہ تھے۔ پوری توجہ کے ساتھ۔ عظمت و بڑائی کا لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیب تن تھا۔ جب کوئی خدا کا بندہ ذوق و شوق کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے قریب ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت زیادہ خوش ہوئے''۔

یہ کشف ہے ان کا جو عارفوں کے امام اور محدثوں کے سردار تھے۔ یعنی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جسے انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''فیوض الحرمین'' میں ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

حقیقت یہ ہے کہ اس دور فساد میں آدمی اس وقت تک محقق نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ سلف صالحین کے خلاف کوئی نئی ایجاد نہ کرے۔ خود حضرت عمرؓ کے تفصیلی اقوال جو اس سلسلہ میں نقل کیے گئے ہیں۔ اس کی واضح تائید کرتے ہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمرؓ کسی نوع ممات کے بھی قائل نہ تھے چنانچہ ان کا ارشاد

''ان رجالا من المنافقین یزعمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم توفی واللہ مامات و لکن ذهب الی ربه کما ذهب موسی ابن عمران واللہ لیرجعن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کما رجع موسی فلیقطعن ایدی رجال وارجلهم زعموا ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مات''.

بیہقی کی روایت سے خود حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ

آیت وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا الایہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"و اللہ ان کنت اظن انہ صلی اللہ علیہ وسلم سیبقی فی امتہ حتّٰی یشھد علیہ باخر اعمالھا و انہ ھوالذی حملنی علی ان قلت ماقلت"

لہٰذا شیخین رضی اللہ عنہما کے مکالمہ کو موجودہ مسئلہ متنازعہ سے کوئی تعلق نہیں۔اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ موت کا بالکلیہ انکار فرماتے تھے اور سمجھتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابھی واپس تشریف لے آئیں گے۔اس کے لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رد بالکل صحیح اور واضح ہے کہ بنوع من الموت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔انکار صرف موت بجمیع الوجوہ سے ہے کہ نوع خاص من الحیات فی الجسد الاطہر باقی ہے تعجب ہے کہ یہ حضرات اجساد انبیاء کے بقاء کے قائل تھے۔اور علامہ ذہبی نے اقرار کیا۔ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کے ساتھ کبھی روح کا تعلق رہ چکا ہے اب نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر موئے مبارک جو جسد اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال ہوتا۔بلکہ لباس مبارک۔جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے اس کا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ۔بہر حال یہ نا کارہ تو اکابر دیوبند قدس اللہ اسرارہم کا ہمہ تن متبع ہے اور ان سب حضرات کا متفقہ فیصلہ المہند میں بلا کسی اجمال کے تحریر ہے۔اس سے آپ کے جملہ سوالات کا جواب واضح ہو گیا۔

اگر ایسی حیاۃ ہوتی جو ہر ذرہ کائنات میں ہوتی تو پھر انبیاء علیہم السلام کی کیا تخصیص رہی علامہ سخاوی فرماتے ہیں" نحن نومن و نصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ "

علامہ سخاوی نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے سندہ جید۔حضرت عمر بن عبد العزیز مستقل قاصد مدینہ پاک بھیجا کرتے تھے۔تاکہ قبر اطہر پر سلام پہنچائے۔ اگر کوئی فرق نہیں تھا۔تو انکا یہ فعل عبث تھا۔فقط۔(دیکھوشفاءالسقام ص۱۴۴)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء دیوبند کثرھم اللہ تعالیٰ

برادران اسلام! ۱۳۲۴ھ کے اوائل میں بعض حالات کی بناء پر علماء حرمین شریفین نے اکابر دیوبند سے براہ راست ۲۶ استفسارات کیے اور ان حضرات کے عقائد وافکار کو اصول اہلسنت پر جانچنے کی کوشش کی چنانچہ اس وقت کے اکابر علماء دیوبند نے اپنا مسلک پیش کیا اور اس پر اپنی مہریں ثبت فرمادیں۔فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری (شارح ابی داود) نے انہیں لکھا اور حضرت شیخ الہند، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حکیم الامت حضرت تھانوی، حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ جیسے سب بزرگوں نے اس پر تصدیقات تحریر فرمائیں۔اور فقط اعتماداً نہیں بلکہ تحقیقاً سب جواب دیکھ کر چنانچہ مفتی اقلیم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں

(میں نے تمام جوابات خود دیکھے اور انہیں حق صریح پایا)

ان عقائد پر پھر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جامع ازہر (مصر) اور شام کے علمائے کبار (جن میں احناف، شوافع، موالک، حنابلہ، مسالک اربعہ کے علماء سب شامل تھے) نے اس پر تصدیقات فرمائیں اور یہ المہند علی المفند نامی دستاویز عقائد علمائے دیوبند کے نام سے موسوم ہوئی۔

چنانچہ ان اسئلہ میں سے ایک سوال اور اس کا جواب بعینہ رقم کیا جاتا ہے جو کہ اس کتاب کے مقصد صحیحہ کا ترجمان حقیقی ہے بعد از ں علماء دیوبند کی تصریحات بالتوضیح رقم کی جائیں گی۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

السوال الخامس

ما قولکم فی حیوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف ھل ذالک امر مخصوص بہ ام مثل سائر المسلمین رحمۃ اللہ علیھم حیوۃ برزخیۃ

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے یا تمام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے؟

الجواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیا کی سی ہے۔بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہدا کے ساتھ اور برزخی نہیں ہے جو تمام مسلمانوں کو بلکہ تمام آدمیوں کو حاصل ہے چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالے "انباء الاذکیاء بحیٰوۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی۔اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ کو چاہتی ہے الخ۔پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کہ برزخی بھی ہے کہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ ہے نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے اس کا نام آب حیات ہے۔

چنانچہ اس اجمالی و اجماعی عبارت کے بعد تفصیلاً و توضیحاً اکابر علماء دیوبند سے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت کیا جاتا ہے

۱۔ حجۃ اللہ علی العالمین مرکز دائرۃ التحقیق، قطب افلاک اسرار التشریع حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رقم طراز ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں تو اس صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک زائل ہونے ہی نہیں پائی جو وارثوں کی ملک اس کے قائم مقام ہو۔ بلکہ جیسے ہم تم کہیں چلے جائیں یا چندے کسی گوشہ میں بیٹھ رہیں۔ اور ہمارے لواحق وغیرہ ہماری اشیاء کو برتیں اور اس سے ہماری ملک زائل نہیں ہوتی اور برتنے والے یا وارث مالک نہیں بن جاتے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی گوشہ قبر میں پنہاں ہو گئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنے اشیاء اموال کے مالک......کوئی اور مالک نہیں ہو گیا۔ اور حدیث **لا نورث ما ترکنا صدقة** جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس حدیث کی لم بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک بقید حیات ہیں پر شیعہ (رافضیت نواز نام نہاد توحیدی) نہ سمجھیں تو کیا کیجئے۔'' (ہدیۃ الشیعہ ۲۶۸ تا ۲۶۹ از حضرت نانوتویؒ)

علاوہ ازیں حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں: ''انبیائے کرام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

''اصل مضامین کی حقیقت تو اپنے نزدیک محقق ہو گئی یوں کوئی منکر نہ مانے تو وہ جانے منکروں کا کام یہی ہے''۔ (آب حیات ص ۵)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز قبر میں زندہ ہیں اور مثل گوشہ نشینوں اور چلہ کشوں کے عزلت گزیں ہیں جیسے ان کا مال قابل اجرائے حکم میراث نہیں ہوتا۔ ایسے ہی آپ کا مال بھی محل توریث نہیں۔ (آب حیات ص ۲)

پھر فرماتے ہیں: ''ارواح انبیاء کو بدن سے علاقہ بدستور رہتا ہے ہر اطراف و جوانب سے سمٹ آتی ہے (جمال قاسمی)

۲۔ فخر المحدثین قطب الارشاد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔'' **ولان النبیّن صلوات اللہ علیهم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منهم**''

(الکوکب الدری ص ۴۲۳ ج ۱)

چونکہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب زندہ ہیں اس لیے ان کے آگے وراثت چلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر فرماتے ہیں۔ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں''۔ **نبی اللہ حی یرزق** (ہدایۃ الشیعہ ۱۸ از حضرت گنگوہیؒ)

پھر ارشاد فرمایا: ''مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں''

(فتوی رشیدیہ ص ۹۹ ج ۱)

۳۔ المہند کے سابقہ سوال کے جواب کے بارے میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں۔

هو معتقد نا و متعقد مشائخنا جمیعاً لا ریب فیه

(المہند ۴۶)

ہمارے اور ہمارے مشائخ کا یہی عقیدہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

۴۔ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ فرماتے ہیں

ان نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم حی فی قبرہ کما ان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم و لا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابها کما لا فرق فی حضورہ و غیبته فی زمان حیاته و لهذہ العلة لم یذهب الیه احد من الائمة

(بذل المجہود شرح ابی داؤد ج ۲ ص ۱۱۷)

یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اوپر دکھائی دیں یا پردۂ زمین میں آرام فرما ہوں۔ (وہ زندہ یقیناً ہیں)۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔

علاوہ ازیں تذکرۃ الخلیل میں ہے: ''آستانہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ آواز نکالنا تو کیا مواجہ شریف کے قریب یا مقابل بھی آپ کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ خوفزدہ، مؤدبانہ، دبے پاؤں آتے اور مجرم و قیدی کی طرح دور کھڑے ہوئے بکمال خشوع صلوٰۃ و سلام عرض کرتے اور چلے آتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں لہٰذا پست آواز سے سلام عرض کرنا چاہیے۔ مسجد نبوی میں چاہے کتنی ہی پست آواز میں سلام عرض کیا جائے اس کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود سنتے ہیں۔ (تذکرۃ الخلیل ص ۳۰۶)

۵۔ شیخ الاتقیاء حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ فرماتے ہیں۔

جو کچھ اس رسالہ المہند میں لکھا ہے حق اور صحیح ہے اور کتابوں میں نص صحیح کے ساتھ موجود ہے۔ یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرے مشائخ کا عقیدہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عقیدے کے ساتھ زندہ رکھے۔ اور اسی عقیدے پر ہمیں موت دے۔ میں ہوں بندہ ضعیف عبدالرحیم عفی عنہ رائے پوری

(المہند ص ۴۸)

۶۔ امام کبیر محدث شہیر حضرت علامہ شیخ انور شاہ کشمیری شارح بخاری فرماتے ہیں۔

''**یرید بقوله الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا**

الارواح فقط" (محیۃ الاسلام ص ۳۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔ بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح وبدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں۔

۷۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں

''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسد کو کھا سکے'' پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ رہنا بھی قبر شریف میں ثابت ہوا اور یہ رزق اس عالم کے مناسب ہوتا ہے۔ گو شہداء کے لئے بھی حیات اور مرزوقیت وارد ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام میں ان سے اکمل واقویٰ ہے۔ بیہقی وغیرہ نے حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور یہ نماز تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے۔ اور اس حیات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے پکارنا جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۳۵۰ شائع کردہ ادارہ اشرفیہ لاہور)

مزید فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنص حدیث قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ (التکشف ص ۴۴۶)

مدینہ منورہ جانے والا .... یوں کہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

(وعظ التبلیغ نمبر ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ)

۸۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں: ''**الانبیاء احیاء عند ربهم یرزقون**''

(فتح الملہم ص ۳۳۰ ج ۱)

کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے ہاں سے رزق ملتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ'' **ان النبی صلی اللہ علیه وسلم حی کما تقرر وانه یصلیٰ فی قبره باذان و اقامة** (فتح الملہم ص ۴۱۹ ج ۳)

بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں اذان اور اقامت کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔

۹۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ الحنفی المتوفی ۱۲۹۷ھ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خطبہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔

''**ان حیاته صلی اللہ علیه وسلم لا یتعقبها موت بل یستمر حیا و الانبیاء احیاء فی قبورهم**'' (حاشیہ بخاری ص ۵۱۷ ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ایسی ہے کہ اس کے بعد موت وارد نہیں ہوتی۔ بلکہ دوامی حیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور باقی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں

۱۰۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں۔

''مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات نہ صرف روحانی ہے۔ جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ص ۱۱۹ ج ۱)

۱۱۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے ہیں۔

''انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں میرا وہی عقیدہ ہے جو اکابر علماء دیوبند کا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی جسد عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ وہ حیات باعتبار ابدان دنیوی ، دنیوی بھی ہے۔ اور باعتبار عالم برزخ برزخی بھی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ابدان دنیوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل سنت والجماعت کا متفقہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ ہمارے اکابر دیوبند نے اس پر مفصل اور مدلل اشارات ثبت فرمائے ہیں۔

جہاں تک مجھے علم ہے یہ مسئلہ اکابر دیوبند میں بھی کبھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ میرے خیال میں ہر صاحب بصیرت اس عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر نہیں ہو سکتا۔ جن کی باطن کی آنکھیں کھلی ہیں۔ ان کے نزدیک تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روضہ اطہر کی حیات بدیہات میں سے ہے۔ احقر الانام احمد علی عفی عنہ

(بحوالہ مقام حیات ص ۱۲۷ از علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم العالیہ)

۱۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ فرماتے ہیں۔

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے۔ اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عام مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے''۔

(سیرۃ المصطفےٰ ص ۲۸۸ ج ۳، حیات نبوی ص ۲ مصنفہ مولانا کاندھلویؒ)

۱۳۔ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ فرماتے ہیں۔

''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر

شریف) میں بتعلق روح حیات حاصل ہے اور اسی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں"۔

(بحوالہ ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۶۲ء)

اس عبارت صحیحہ وحقہ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ القران حضرت مولانا غلام اللہ خان حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب کے دستخط ہیں۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کا فتویٰ

"کتب فقہ حنفی اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ عندالقبر بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام سنتے ہیں سلف اہلسنت والجماعت میں اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے ایسے عقیدہ والے کو کافر و مشرک کہنا بہت بڑی دلیری ہے۔ العیاذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی جسارت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی ۲۲ صفر ۱۳۹۶ھ الجواب صحیح لاشیٔ غلام اللہ...... جواب درست ہے

(ناکارۂ خلائق غلام ربانی)

۱۵۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہم العالیہ فیصلہ کن بیان فرماتے ہیں۔

"بلاخوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۴ھ تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی سیرت کی ہو یا تاریخ کی کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر کے ساتھ کوئی تعلق اور اتصال نہیں۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عندالقبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ **من ادعی خلافه فعليه البيان ولا يمكنه ان شاء الله تعالیٰ الی يوم البعث والجزاء والميزان**۔ (تسکین الصدور ص ۲۸۲)

(جس کو اس کے خلاف دعویٰ ہو وہ دلیل لائے اور ان شاء اللہ وقوع قیامت تک اس کے لئے اسکے خلاف دلیل لانا ناممکن ہے)

آخری فیصلہ

۱۶۔ فخر المحدثین والفقہا حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں **من ينكر حياته صلى الله عليه وعلى اله وسلم في قبره كان فواده فارغا من حبه و عقله خاليا من لبة**. (اعلاء السنن ص ۳۴۹ ج ۱)

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے فارغ ہے اور اس کی عقل بصیرت سے خالی ہے۔

باب ۲۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ختم نبوت

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ

سرور دو عالم فخر بنی آدم آقائے دوجہاں نبی عالمین امام النبیین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا ومولانا وشفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وازواجہ وذریاتہ وسلم محض نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں اور ختم کے معنی انتہا کردینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں اس لئے خاتم النبیین کے معنی نبوت کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہوئے۔ اور کسی چیز کے انتہا تک پہنچ جانیکی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی آخری حد پر آجائے۔ کہ اس کے بعد کوئی اور درجہ اور حد باقی نہ رہے۔ جس تک وہ پہنچے اس لئے ختم نبوت کے معنی یہ ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب کی آخری حد تک آگئی اور نبوت کا کوئی درجہ اور مرتبہ باقی نہیں رہا۔ کہ جس تک وہ آئے اور اس کے لئے حرکت کر کے آگے بڑھے۔ اس سے "خاتم النبیین" کے حقیقی معنی یہ نکلے کہ خاتم پر نبوت اور کمالات نبوت تمام مراتب پورے ہوگئے اور نبوت اپنے علمی اور اخلاقی کمالات مکمل کر کے ایسے انتہائی مقام پر آگئی کہ بشریت کے دائرے میں نہ علمی کمال کا کوئی حصہ باقی رہا نہ اخلاقی قدروں کا کوئی مرتبہ کہ جس کے لئے نبوت خاتمیت لے کر آگے بڑھے اور اس درجہ یا قدر تک پہنچے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت وقطع رسالت کے نہیں کہ نبوت کی نعمت باقی نہ رہی۔ یا اس کی ضرورت کا وقت زائل ہوگیا۔ بلکہ تکمیل نبوت کے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر تمام کمالات نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر مکمل ہوگئے جواب تک نہ ہوئے تھے۔ اور اب جو نبوت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں قائم ہے وہ خاتم کی انتہاء ہے۔ اس کامل نبوت کے بعد کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی نہ یہ کہ نبوت دنیا سے منقطع ہوگئی اور چھین لی گئی۔ معاذ اللہ اس کا قدرتی ثمرہ یہ نکتہ ہے کہ نبوت جب سے شروع ہوئی اور جن کمالات کو لے کر شروع ہوئی اور آخر کار جس حد پر آکر رکی اور ختم ہوئی اس کے اول سے لیکر آخر تک جسقدر بھی کمالات نبوت دنیا میں وقتاً فوقتاً آئے اور طبقہ انبیاء میں سے کسی کو ملے وہ سب کے سب خاتم النبیین میں آکر جمع ہوگئے۔ جو خاتم سے پہلے اس کمال جامعیت کے ساتھ کسی میں جمع نہیں ہوئے تھے۔ ورنہ جہاں بھی یہ اجتماع ہوتا وہیں پر نبوت ختم ہو جاتی اور آگے بڑھ کر یہاں تک نہ پہنچتی۔ اس لئے خاتم النبیین کا جامع علوم نبوت جامع اخلاق نبوت، جامع احوال نبوت اور جامع جمیع شئون نبوت ہونا ضروری ٹھہرا جو غیر خاتم کے لئے نہیں ہوسکتا ورنہ وہی خاتم بن جاتا۔

اور ظاہر ہے کہ جب انہی کمالات علم وعمل پر شریعتوں کی بنیاد ہے جو اپنی انتہائی حدود کے ساتھ خاتم النبیین میں جمع ہو کر اپنے آخری کنارے پر پہنچ گئے جن کا کوئی درجہ باقی نہ رہا کہ اسے پہنچانے کے لئے خدا کا کوئی اور نبی آئے تو اس کا صاف مطلب یہ نکلا کہ شریعت و دین بھی آکر خاتم پر ختم یعنی مکمل ہوگیا۔ اور شریعت دین کا بھی کوئی تکمیل طلب حصہ باقی نہیں رہا کہ اسے پہنچانے اور مکمل کرنے کے لئے کسی اور نبی کو دنیا میں بھیجا جائے۔ اس لئے خاتم النبیین کے لئے خاتم الشرائع خاتم الادیان اور خاتم الکتب یا بالفاظ دیگر وکامل الشریعت کامل الدین اور کامل الکتاب ہونا بھی ضروری اور قدرتی نکلا ورنہ ختم نبوت کے کوئی معنی ہی نہیں ہوسکتے تھے اور ظاہر ہے کہ کامل ہی ناقص کے لئے ناسخ بن سکتا ہے نہ کہ برعکس۔ اس لئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کو منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مقدم ہوتا ہے۔ اس لئے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا۔ اس لئے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی ثابت ہوئے کہ آپ کا زمانہ سارے انبیاء کے زمانوں کے بعد میں ہو کیونکہ آخری عدالت جو ابتدائی عدالت کے فیصلوں کو منسوخ کرتی ہے آخر ہی میں رکھی جاتی ہے۔

پھر ساتھ ہی جب خاتم النبیین کے معنی منتہائے کمالات نبوت کے ہوئے کہ آپ ہی پر آکر ہر کمال ختم ہو جاتا ہے تو یہ ایک طبعی اصول ہے جو وصف کسی پر ختم ہو جاتا ہے تو اسی سے شروع بھی ہوتا ہے جو کسی چیز کا منتہا ہوتا ہے وہی اس کا مبدا بھی ہوتا ہے اور جو کسی شے کے حق میں خاتم یعنی

مکمل ہوتا ہے وہی اس کے حق میں فاتح اور سرچشمہ بھی ہوتا ہے۔ہم سورج کو کہیں کہ وہ خاتم الانوار ہے جس پر نور کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔تو قدرتاً اسی کو سرچشمہ انوار بھی ماننا پڑے گا۔

اس لئے روشنی کے حق میں سورج کو خاتم کہہ کر فاتح بھی کہنا پڑے گا یا جیسے کسی بستی کے واٹرورکس کو ہم خاتم المیاہ (پانیوں کی آخری حد) کہیں جس پر شہر کے سارے نلوں اور ٹینکیوں کے پانیوں کی انتہا ہو جاتی ہے۔تو اسی کو ان پانیوں کا سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا۔کہ پانی چلا بھی یہیں سے ہے جو نلوں اور ٹینکیوں میں پانی آیا اور جس براسکاگ کو بھی پانی ملا اس کے فیض سے ملا۔

پس وجود کے حق میں ذات خداوندی ہی اول و آخر اور مبتداء و منتہا ثابت ہوئی ہے۔ٹھیک اسی طرح جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''خاتم النبیین'' ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا اور اس کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ نبوت اور کمالات نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ختم ہو گئے اور آپ ہی کمالات علم و عمل کے منتہاء ہوئے تو اصول مذکورہ کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ان کمالات بشری کا مبداء اور سرچشمہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ ہی سے ان کمالات کا افتتاح اور آغاز بھی ہوا اور جسے بھی نبوت یا کمالات نبوت کو کوئی کرشمہ ملا وہ آپ ہی کے واسطہ اور فیض سے ملا۔

اصول مذکورہ کی رو سے دائرہ نبوت میں جب آپ خاتم نبوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی فاتح نبوت ہوئے۔اگر نبوت آپ پر رکی اور منتہی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یقیناً چلی بھی اور شروع بھی ہوئی اس لئے آپ نبوت کے خاتم بھی ہیں اور فاتح بھی ہیں۔اخیر بھی ہیں اور اول بھی ہیں۔اِنّی عَبْدُاللهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ (البیہقی والحاکم عن عرباض بن ساریہ)

اور میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں جہاں آپ نے نبوت کو ایک قصر سے تشبیہ دے کر اپنے کو اس کی آخری اینٹ بتایا جس پر اس عظیم الشان قصر کی تکمیل ہو گئی۔ فَاَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَ خُتِمَ بِیَ اللَّبِنَاتُ وَ خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ (کنزالعمال)

پس میں نے ہی قصر نبوت کی آخری اینٹ کی جگہ کو پر کیا اور مجھ پر ہی یہ قصر مکمل کر دیا گیا اور مجھ ہی پر رسول ختم کر دیئے گئے۔کہ میرے بعد اب کوئی رسول آنے والا نہیں۔

وہیں آپ نے اپنے کو قصر نبوت کی اولین خشت اور سب سے پہلی اینٹ بھی بتلایا۔فرمایا:

کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم ابھی روح اور بدن ہی کے درمیان تھے''۔

چنانچہ ایک روایت میں اس فاتحیت اور خاتمیت کو ایک جگہ جمع فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔(جو حدیث قتادہ کا ایک ٹکڑا ہے) کہ:

جَعَلَنِیْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا (خصائص کبریٰ) ص ۱۹۷/۳۴

''اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فاتح بھی بنایا اور خاتم بھی''۔

پھر چونکہ خاتم ہونے کے لئے اول و آخر ہونا بھی لازم تھا تو حدیث ذیل میں اسے بھی واضح فرما دیا گیا اور آدم علیہ السلام کو حضور کا نور دکھلاتے ہوئے بطور تعارف کہا گیا کہ:

هٰذَا ابْنُکَ اَحْمَدُ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ (کنزالعمال)

''یہ تمہارا بیٹا احمد ہے جو (نبوت میں) اول بھی ہے اور آخر بھی ہے''۔

پھر حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس اولیت و آخریت جیسی اضداد کے جمع ہونے کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی کہ:

کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَ اٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ

(ابونعیم فی الدلائل)

''میں نبیوں میں سب سے پہلا ہوں بلحاظ پیدائش کے اور سب سے پچھلا ہوں بلحاظ بعثت کے''۔

اندریں صورت یہاں یہ ماننا پڑے گا جو کمال بھی کسی نبی میں تھا وہ بلاشبہ آپ میں بھی تھا۔وہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ میں وہ کمال سب سے پہلے تھا اور سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔اور امتیاز و فضیلت کی انتہائی شان لئے ہوئے تھا اور یہ کہ کمال آپ میں اصلی تھا اور اوروں میں آپ کے واسطہ سے تھا پس آپ جامع کمالات ہی نہیں بلکہ خاتم کمالات اور خاتم کمالات ہی نہیں بلکہ فاتح کمالات اور سرچشمہ کمالات اور فاتح کمالات ہی نہیں بلکہ منتہائے کمالات اور منتہائے کمالات ہی نہیں بلکہ اعلی الکمالات اور افضل الکمالات ثابت ہوئے کہ آپ میں کمال ہی نہیں بلکہ کمال کا آخری اور انتہائی نقطہ ہے۔جس کے فیض سے اگلے اور پچھلے باکمال بنے۔

پس اول مخلوق یعنی اول ماخلق اللہ نوری کا مصداق،نور الٰہی کا جو نقش کامل اپنی استعداد کامل سے قبول کر سکتا ہے اس کی توقع بالواسطہ اور ثانوی نقوش سے اثر لینے والوں سے نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ آپ کی سیرت مبارکہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آ جاتی ہے۔جو کہ کمالات انبیاء سابقین کو الگ الگ دیئے گئے۔وہ سب کے سب اکٹھے کر کے اور ساتھ ہی اپنے انتہائی اور فائق مقام کے ساتھ آپ کو عطا کئے گئے اور جو آپ میں مخصوص کمالات ہیں وہ الگ ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کی خصوصیتیں

خضر علیہ السلام نے صرف باطن شریعت یعنی حقیقت پر حکم کیا جیسے کشتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے میرے رب میری اُمت کے اجر میں اور اضافہ فرما''۔(بیہقی)

توڑ دی۔ ناکردہ گناہ لڑکے کو قتل کر دیا یا بخیل گاؤں کی دیوار سیدھی کر دی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے صرف ظاہر شریعت پر حکم کیا۔ ان تینوں امور میں حضرت خضر علیہ السلام سے مواخذہ کیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال ظاہر کی تب مطمئن ہوئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر شریعت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ عام احکام شریعہ ظاہر ہی پر ہیں۔ اور کبھی کبھی باطن اور حقیقت پر بھی حکم فرمایا جیسا کہ حدیث میں اس کی نظیر یہ ہے کہ حارث بن حاطب ایک چور کو لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل کر دو۔ حالانکہ چور کی ابتدائی سزا قتل نہیں۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے موسیٰ صفت بن کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو چوری کی ہے کسی کو قتل نہیں کیا جو قتل کا حکم فرمایا جاوے۔ فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس نے پھر چوری کی تو اس کا بایاں پیر کاٹ دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس نے پھر چوری کی اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ چوتھی بار اس نے پھر چوری کی تو دایاں پیر بھی کاٹ دیا گیا۔ لیکن چاروں ہاتھ پیر کاٹ دیئے جانے کے باوجود جب اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بارہ میں علم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی تھا۔ کہ آپ نے پہلی ہی بار ابتداء ہی میں جان لیا تھا کہ چوری اس کا جزو نفس ہے یہ چوری سے باز آنے والا نہیں۔ اور ابتداء ہی میں اس کے باطن پر حکم لگا کر قتل کا حکم دے دیا تھا ہمیں اب خبر ہوئی۔ جب کہ وہ ظاہر میں ضابطہ سے قتل کے قابل بنا۔ لہٰذا اسے قتل کر دو۔ تب وہ قتل کیا گیا۔ اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں جا بجا ملتے ہیں۔

محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی توبہ جس دن فجر کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت پڑھی تو صبح کی نماز کا وجود ہوا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جب ظہر کے وقت فدیہ دیا گیا اور انہیں ذبح سے محفوظ رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار رکعتیں بطور شکر نعمت پڑھیں تو ظہر ہوگئی۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ کیا گیا اور کہا گیا کہ تم کتنے وقت مردہ رہے؟ کہا ایک دن۔ پھر جو سورج دیکھا تو کہا کچھ حصہ دن۔ (جو عصر کا وقت ہوتا ہے) اور چار رکعت پڑھی تو عصر ہوگئی۔ اور مغفرت کی گئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام غروب کے وقت کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھنے کے لئے تین پڑھی تھیں کہ تھک گئے تو تیسری ہی میں بیٹھ گئے تو مغرب ہوگئی۔ اور سب سے پہلے جس نے عشاء کی نماز پڑھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مذکورہ چاروں نمازیں بھی آپ کو دی گئیں۔

شب معراج میں آپ کو پچاس نمازیں دی گئیں۔ جن میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے آپ کمی کی درخواستیں کرتے رہے اور پانچ پانچ ہر دفعہ کم ہوتی گئیں۔ جب پانچ رہ گئیں اور آپ نے حیاء ان میں کمی کی درخواست نہیں فرمائی اور ارشاد ہوا کہ بس یہ پانچ نمازیں ہی آپ پر اور آپ کی امت پر فرض ہیں۔ مگر یہ پانچ پچاس کے برابر رہیں گی اجر و ثواب میں۔

انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ اپنی محراب مسجد میں آئے بغیر نماز ادا کرتا ہو۔ یعنی بغیر مسجد کے دوسری جگہ نماز ہی ادا نہ ہوتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو سابقہ انبیاء کو نہیں دی گئیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنا دیا گیا ہے۔ کہ اس سے تیمم کر لوں۔ جو حکم میں وضو کے ہو جائے۔ یا تیمم جنابت کر لوں۔ جو حکم میں غسل جنابت کے ہو جائے جبکہ پانی موجود نہ ہو یا اس پر قدرت نہ ہو۔

اور ہم نے اے پیغمبر تمہارا ذکر اونچا کیا۔ حدیث میں ہے کہ مجھے جبرئیل نے کہا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ کیا جائے گا اور جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر ہوگا۔ جیسا کے اذانوں، تکبیروں، خطبوں اور دعاؤں کے افتتاحوں و اختتام کے درود شریف سے واضح ہے اور امت میں معمول یہ ہے جیسے فرمایا گیا:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ . وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ .بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ . وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ. اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ . وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا. وَ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ . وَمَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ . وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ . مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ . قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ. فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ. فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ . اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ . كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ . اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ. الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ . لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ.

اگر اور انبیاء کو عملی معجزات (عصاء موسیٰ، ید بیضاء، احیائے عیسیٰ، نار خلیل، ناقہ صالح، ظلہ شعیب، قمیص یوسف وغیرہ) دیئے گئے جو آنکھوں کو مطمئن کر سکے تو آپ کو ایسے سینکڑوں معجزات کے ساتھ علمی معجزہ (قرآن) بھی دیا گیا جس نے عقل، قلب، اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (القرآن الحکیم)

اگر اور انبیاء کو ہنگامی معجزات ملے جو ان کی ذات کے ساتھ ختم ہو گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ خیر کے عمل کریں گے مگر وہ اجر اپنی عقلوں کے مطابق دیئے جائینگے“ (بیہقی)

کیونکہ وہ انہیں کے اوصاف تھے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوامی معجزہ قرآن کا دیا گیا۔ جو تا قیامت اور بعد القیامت باقی رہنے والا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کا وصف ہے جو لازوال ہے۔اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ.

اگر اور حضرات کو وہ کتابیں ملیں جن کی حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں تھا اس لئے وہ بدل سدل گئیں۔تو آپ کو وہ کتاب دی گئی جس کے لئے وعدہ حفاظت فرمایا۔

اسلام میں رہبانیت (گوشہ گیری، انقطاع) نہیں۔اور میری امت کی سیاحت و سیر جہاد ہے۔کہہ دیجیئے اے پیغمبر! کہ چلو پھرو زمین میں اور اسلام جماعتی اور اجتماعی چیز ہے۔

اگر اور انبیاء اور سابقین کی کتابیں ایک ہی مضمون مثلاً صرف تہذیب نفس یا صرف معاشرت یا صرف سیاست مدن یا وعظ وغیرہ اور ایک ہی لغت پر نازل شدہ دی گئیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سات اصولی مضامین پر مشتمل کتاب دی گئی جو سات لغات پر اتری۔

اگر اور حضرات کو صرف ادائے مطلب کے کلمات دیئے گے تو آپکو جوامع الکلم و جامع اور فصیح و بلیغ ترین تعبیرات دی گئیں۔جس سے اوروں کی پوری پوری کتابیں آپ کی کتاب کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں ادا ہو گئیں۔اور ان میں سما گئیں۔

مجھے جوامع الکلم دیئے گئے ہیں یعنی مختصر اور جامع تین جملے جس میں تہہ کی بات کہہ دی گئی ہو اور ارشاد حدیث ہے مجھے دیئے گئے ہیں تورات کی جگہ سبع طوال (ابتداء کی سات سورتیں)

اُعْطِیتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ (مسند احمد عن جابر خصائص ص ۱۹۳/۲)

پہلی کتابیں ایک ایک خاص مضمون اور ایک ایک لغت میں اترتی تھیں۔اور قرآن سات مضامین میں سات لغت کے ساتھ اترا ہے۔

زجر، امر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال

اگر قرآن میں حق تعالیٰ نے اور انبیاء کی ذوات کا ذکر فرمایا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک ادا کو پیار و محبت سے ذکر کیا ہے۔چہرے کا ذکر فرمایا:

قَدْ نَریٰ تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَاءِ .

آنکھ کا ذکر فرمایا: وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ

زبان کا ذکر فرمایا: فَاِنَّمَا یَسَّرْنَاہُ بِلِسَانِکَ

ہاتھ اور گردن کا ذکر فرمایا: وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَۃً اِلٰی عُنُقِکَ

سینہ کا ذکر فرمایا: اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

پیٹھ کا ذکر فرمایا: وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ

قلب کا ذکر فرمایا: نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ

آپ کی پوری زندگی کا ذکر فرمایا جس میں تمام ادائیں اور احوال بھی آ جاتے ہیں۔

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ

اگر اوروں کو انفرادی عبادتیں ملیں تو آپ کو ملائکہ کی طرف صف بندی کی اجتماعی عبادت دی گئی۔جس سے یہ دین اجتماعی ثابت ہوا۔

فضلت علی الناس بثلاث الی قولہ وجعلت صفوفنا کصفوف الملئکۃ (بیہقی عن حذیفہؓ)

اگر اور انبیاء کے عملی معجزات اپنی اپنی قوموں کی اقلیتوں کو جھکا کر رام کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تنہا ایک معجزے قرآن حکیم نے عالم کی اکثریت کو جھکا کر مطیع بنالیا۔کروڑوں ایمان لے آئے۔اور جو نہیں لائے وہ اسلام کے اصول ماننے پر مجبور ہو گئے۔پھر بعض نے انہیں اسلامی اصول کہہ کر تسلیم کیا اور بعض نے عملاً قبول کر لیا تو ان کی زبانیں ساکت رہیں۔

اگر اور انبیاء کو عبادت الٰہی میں اس جہت سے بھی مخاطب نہیں بنایا گیا تو حضور کو عین نماز میں تحیت وسلام میں مخاطب بنایا گیا۔السلام علیک ایھاالنبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اگر محشر میں اور انبیاء کے محدود جھنڈے ہوں گے جن کے نیچے صرف انہی کی قومیں اور قبیلے ہوں گے تو آپ کے عالمگیر جھنڈے کے نیچے جس کا نام لواء الحمد ہوگا آدم اور ان کی ساری ذریت ہوگی۔

اٰدَمُ وَمَنْ دُوْنَہٗ تَحْتَ لِوَائِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ (مسند احمد)

اگر انبیاء و امم سب کے سب قیامت کے دن سامع ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن اولین وآخرین کے خطیب ہوں گے۔

(خصائص کبریٰ)

اگر قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کے نام اور انتساب سے پہچانی جاویں گی۔تو آپ کی امت مستقلاً خود اپنی ذات علامت اعضاء وضو کی چمک اور نورانیت سے پہچانی جائے گی۔

اگر اور انبیاء کو حق تعالیٰ نے نام لے لے کر خطاب فرمایا کہ

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ یٰنُوْحُ اھْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَکٰتٍ یٰاِبْرٰھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا . یٰمُوْسٰی اِنِّی اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسٰلٰتِیْ. یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ......

یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِسْمُہٗ یَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ.

تو حضور کو تکریماً نام کے بجائے آپ کے منصبی القاب سے خطاب فرمایا جس سے آپ کی کامل محبوبیت عنداللہ نمایاں ہوتی ہے۔

يَاۤيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً يَاۤيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا المدثر . قُمْ فَاَنْذِرْ (القرآن الحکیم)

اگراور انبیاء کوان کی امتیں اور ملائکہ نام لے لے کر پکارتے تھے کہ:

يٰمُوْسىٰ اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَة. يٰعِيْسىٰ ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ؟

اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے فرستادہ ہیں تو اس امت کو یہ حکم ہوا کہ مت پکارو رسول کو اپنے درمیان مثل آپس میں ایک دوسرے کے پکارنے کے کہ بے تکلف نام لے لے کر خطاب کرنے لگو۔ بلکہ ادب وتعظیم کے ساتھ منصبی خطابات یارسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہہ کر پکارو۔

ابراہیم علیہ السلام پر قوم نے شکست اصنام کا الزام لگا کر ایذا دینی چاہی تو خود ہی توریہ کے ساتھ مدافعت فرمائی۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا

حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان صورت فرشتوں کو قوم نے قبھانے کی کوشش کی تو خود ہی اپنے لیے قوت مدافعت کی آرزو ظاہر فرمائی۔

لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ

تو حضور کی طرف سے ایسے مواقع پر مدافعت خود حق تعالیٰ نے فرمائی۔ اور کفار کے طعنوں کی جواب دہی خود ہی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت بیان فرمائی۔ کفار مکہ نے آپ پر ضلالت وگمراہی کا الزام لگایا تو فرمایا

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى.

کفار نے آپ کو بے عقل اور مجنوں کہا تو فرمایا:

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. اور وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ.

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ باتوں کو ہوائے نفسانی کی باتیں بتلایا۔ تو فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو شاعری کہا تو فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

اور فرمایا: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ

کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں کو کہانت کہا تو فرمایا:

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ كَاهِنٍ. کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت زدہ اور معاذ اللہ شقاوت زدہ کہا تو فرمایا:

مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى . اگر حضرت آدم کی تحیت کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحیت بصورت درود وسلام خود حق تعالیٰ نے کی جس میں ملائکہ بھی شامل رہے اور قیامت تک امت کو اس کے کرتے رہنے کا حکم دیا اور اسے عبادت بنادیا

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰۤئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (القرآن الکریم)

اور السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

اگر حضرت آدم کا شیطان کافر تھا اور کافر ہی رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت تاثیر سے کافر سے مسلم ہوگیا۔

"کوئی نبی بھی ایسا نہیں گذرا کہ اسے کوئی ایسا اعجازی نشان نہ دیا گیا ہو جس پر آدمی ایمان لاسکے۔ اور مجھ سے خدا نے وہ اعجازی نشان وحی کا دیا ہے۔ (یعنی قرآن حکیم) جس سے مجھے امید ہے کہ میرے ماننے والے اکثریت میں ہوں گے۔ (خصائص کبری ص ۲/۱۸۵)

صحابہ نے عرض کیا جبکہ آپ حوض کوثر کا ذکر فرمارہے تھے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ (جبکہ اولین وآخرین کا ہجوم ہوگا) فرمایا ہاں تمہاری ایک علامت ہوگی جو امتوں میں سے کسی اور میں نہ ہوگی۔ اور وہ یہ کہ تم میرے پاس (حوض کوثر پر) اس شان سے آؤ گے کہ تمہارے چہرے روشن اور پاؤں نورانی اور چمکدار ہوں گے وضو کے اثر سے (یعنی اعضائے وضو کی چمک دمک سے میں تمہیں پہچان لوں گا۔

اگر حضرت آدم علیہ السلام کو حجر جنت (حجر اسود) دیا گیا جو بیت المقدس میں لگا دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ جنت عطاء ہوا۔ جو آپ کی قبر مبارک اور منبر شریف کے درمیان رکھا گیا۔

اگر حضرت نوح علیہ السلام نے مساجد اللہ میں سے پانچ بت نکلوانے چاہے مگر نہ نکلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ سے تین سو ساٹھ بت نکالے۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔ اور نہ صرف بیت اللہ سے بلکہ اس کے حوالی اور مضافات سے بھی نکل گئے۔

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام ابراہیم دیا گیا جس سے بیت اللہ کی دیواریں اونچی ہوگئیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطاء ہوا جس سے رب البیت کی اونچائی نمایاں ہوئی۔ اور عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْداً (القرآن الحکیم) اور ساتھ ہی مقام ابراہیم کی تمام برکات سے پوری امت کو مستفید کیا گیا۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حقائق ارض وسماء دکھلائی گئیں

وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے ساتھ حقائق الٰہیہ دکھلائی گئیں

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا (القرآن الحکیم)

اگر حضرت خلیل اللہ کو آیات کونیہ زمین پر دکھلائی گئیں تو حضور کو آیات الٰہیہ (آیات کبری کا مشاہدہ آسمانوں میں کرایا گیا)

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (القرآن الحکیم)

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود اثر نہ کر سکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کو آگ نہ جلا سکی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ اُمَّتِنَا مِثْلَ اِبْرَاهِیْمَ الْخَلِیْلَ
(ابن رجب عن ابن لہیعہ خصائص کبریٰ ص ۷۹/۲)

کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہماری امت میں ابراہیم علیہ السلام کی مثالیں پیدا فرمائیں۔ایک خولانی شخص کو (جو قبیلہ خولان کا فرد تھا) اسلام لانے پر اس کی قوم نے اسے آگ میں ڈال دیا تو آگ اسے نہ جلا سکی
(ابن عساکر عن جعفر ابی وحشیہ) وغیرہ

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو روز محشر لباس پہنایا جائے گا۔فرمائیں گے حق تعالیٰ میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔تو دو سفید براق چادریں جنت سے لائی جاویں گی اور پہنائی جاویں گی۔پھر ان کے بعد مجھے بھی لباس پہنایا جاوے گا۔پھر میں کھڑا ہوں گا۔اللہ کی جانب یمین ایک ایسے مقام پر کہ اولین وآخرین مجھ پر غبطہ کریں گے یعنی میری کرامت سب پر فائق ہو جائیگی۔جن میں ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں۔

اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو شطر حسن یعنی حسن جزئی عطاء ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن کل یعنی حسن جامع عطاء کر دیا گیا۔جس کی حقیقت جمال ہے جو سر چشمہ حسن اور صفت خداوندی ہے۔
وَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ
جس کی شرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی کہ زنان مصر نے یوسف کو دیکھا تو ہاتھ قلم کر لئے۔اگر میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی افضلیت اور کُلیت کی طرف اشارہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے شیریں پانی کے کتنے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال دیدار پر بھی انہیں لَنْ تَرَانِیْ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے کا جواب دے دیا گیا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا سوال آسمانوں پر بلا کر دیدار کرایا گیا۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارض مقدس (فلسطین) دی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مفاتیح ارض (زمین کی کنجیاں) عنایت کی گئیں۔
اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ

اگر عصاء موسوی کے معجزے کے مقابلے میں ساحران فرعون نے بھی اپنی لاٹھیوں کو سانپ بنا کر دکھلایا یا صورۃ معجزے کی نظیر لے آئے گو حقیقتاً وہ تخیل اور نقشبندی خیال تھی: فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی تو معجزہ نبوی قرآن حکیم کے مقابلہ میں اللہ کے بار بار چیلنجوں کے باوجود آج تک جن وانس ساحر وغیر ساحر، کاہن وغیر کاہن اور شاعر وغیرہ مل کر بھی اسکی کوئی نظیر ظاہری صورت کی بھی نہ لا سکے۔

اگر حضرت یوشع ابن نون صاحب (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے لئے آفتاب کی حرکت روک دی گئی۔کہ وہ کچھ دیر غروب ہونے سے رکا رہے۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ صاحب نبوی کے لئے غروب شدہ آفتاب کو لوٹا کر دن کو واپس کر دیا گیا۔

اگر حضرت یوشع ابن نون کے لئے سورج روک کر اس کی روانی اور حرکت کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالے گئے۔

اگر حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ہوائے نفس کی پیروی سے روکا کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ہوائے نفس کی پیروی کی نفی فرمائی اور خود ہی بریت ظاہر کی۔

اگر انگشتری سلیمانی میں تسخیر جنات کی تاثیر تھی کہ وہ کسی وقت گم ہوئی تو جنات پر قبضہ نہ رہا۔تو انگشتری محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تسخیر قلوب وارواح کی تاثیر تھی۔کہ جس دن وہ عہد عثمانی میں گم ہوئی اسی دن سے قلوب و ارواح کی وحدت میں فرق آ گیا اور فتنہ اختلاف شروع ہو گیا۔بِئْرُ اَرِیْس ؟ وَمَا بِئْرُ اَرِیْس؟ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ.

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم دیا گیا جس سے وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام جانوروں کی بولیاں سمجھنے کا علم دیا گیا۔جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فریادیں سنتے اور فیصلے فرماتے تھے۔اونٹ کی فریاد سنی اور فیصلہ فرمایا (بیہقی عن حماد بن مسلمہ) بکری کی فریاد سنی اور اسے تسلی دی (مصنف عبدالرزاق) ہرنی کی فریاد سنی اور حکم فرمایا (طبرانی عن ام سلمہؓ) چڑیا کی بات سنی اور معالجہ فرمایا (بیہقی وابو نعیم عن ابن مسعود) سیاہ گدھے سے آپ نے کلام فرمایا اور اس کا مقصد سنا (ابن عساکر عن ابن مسعودؓ)

اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر ہوئی کہ اپنے قلمرو میں جہاں چاہیں اڑ کر پہنچ جائیں۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق مسخر ہوا کہ زمینوں سے آسمانوں اور آسمانوں سے جنتوں اور جنتوں سے عرش تک پل بھر میں پہنچ جائیں۔

اگر سلاطین انبیاء کے وزراء زمین تک محدود تھے۔جو ان کے ملک

کے بھی زمین تک محدود ہونے کی علامت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو وزیر زمین کے تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور دو وزیر آسمانوں کے تھے جبرئیل و میکائیل ۔ جو آپ کے ملک کے زمین و آسمان دونوں تک پھیلے ہونے کی علامت ہے۔

وَلِیْ وَزِیْرَایَ فِی الْاَرْضِ وَزِیْرَایَ فِی السَّمَاءِ اَمَّا وَزِیْرَایَ فِی الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ فِی السَّمَاءِ فَجِبْرَئِیْلُ وَ مِیْکَائِیْلُ (الریاض النضرۃ)

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو احیائے موتی کا معجزہ دیا گیا جس سے مردے زندہ ہو جاتے تھے۔تو آپ کو احیائے موتی کے ساتھ احیائے قلوب وارواح کا معجزہ بھی دیا گیا۔جس سے مردہ دل جی اٹھے اور صدیوں کی جاہل قومیں عالم و عارف بن گئیں۔

اگر حضرت روح اللہ کے ہاتھ پر قابل حیات پیکروں مثلاً پرندوں کی ہیئت یا انسانوں کی مردہ نعش میں جان ڈالی گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نا قابل حیات کھجور کے سوکھے تنے میں حیات آفرینی کی گئی۔

فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ (بخاری عن جابر)

نیز آپ کے اعجاز سے دروازہ کے کواڑوں نے تسبیح پڑھی اور دست مبارک میں کنکریوں کی تسبیح کی آوازیں سنائی دیں۔(خصائص کبریٰ)

اگر مسیح کے ہاتھ پر زندہ ہونے والے پرندوں میں پرندوں ہی کی سی حیات کھجور کے سوکھے تنے میں انسانوں بلکہ کامل انسانوں کی سی حیات آئی کہ وہ عاشقانہ گریہ و بکا اور عشق الٰہی میں فنائیت کی باتیں کرتا ہوا اٹھا وہاں حیوان کو حیوان ہی نمایاں کیا گیا۔اور یہاں سوکھی لکڑی کو کامل انسان بنا دیا گیا۔(کمافی الحدیث السابق)

استن حنانہ از ہجر رسول
نالہ ہا می زد چو ارباب عقول

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمانوں میں رکھ کر کھانے پینے سے مستغنی بنایا گیا تو حضرت خاتم الانبیاء کی امت کے لوگوں کو زمین پر رہتے ہوئے کھانے پینے سے مستغنی کر دیا گیا۔

یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کے پوری زمین پر قابض ہو جانے کے وقت مسلمین ایک محدود طبقہ زمین میں پناہ گزیں ہوں اور اسماء بنت عمیس کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کی حد تک وہی چیز کفایت کرے گی جو آسمان والوں (ملائکہ) کی کفایت کرتی ہے یعنی تسبیح و تقدیس۔

اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کے لئے روح القدس (جبرئیل) مقرر تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت خود حق تعالیٰ فرماتے تھے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ.

اور اللہ بچاؤ فرمائے گا تمہارا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں (کے شر) سے

ہو کیوں نہ جبرئیل دربان محمد
خدا خود ہے نگہبان محمد

(حضرت شیخ الہندؒ)

اگر اور انبیاء کی امتیں پابند رسوم و جزئیات اور بندھی جڑی رسموں کے اتباع میں مقلد جامد بنائی گئیں کہ نہ ان کے یہاں ہمہ گیر اصول تھے کہ ان سے ہنگامی احکام کا استخراج کریں اور نہ انہیں تفقہ کے ساتھ ہمہ گیر دین دیا گیا تھا۔ کہ قیامت تک دنیا کا شرعی نظام اس سے قائم ہو جائے تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مفکر، فقیہ اور مجتہد امت بنائی گئی تاکہ اصول و کلیات سے حسب حوادث و واقعات احکام کا استخراج کر کے قیامت تک کا نظم اسی شریعت سے قائم کرے جس سے اس کے فتاویٰ اور کتب فتاویٰ کی تعداد ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچی۔

اسی لئے اگر انبیاء سابقین مفروض الطاعۃ تھے تو اللہ اور رسول کے بعد اس امت کے راسخین فی العلم ہی مفروض الطاعۃ بنائے گئے۔یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (القرآن الحکیم)

اگر علماء بنی اسرائیل کو احبار و رہبان کا لقب دیا:

بفحوائے اتخذوا احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون الله

تو اس امت کے راسخین فی العلم کو کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کا لقب دیا گیا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اور انہیں انبیاء کی طرح دعوت عام اور تبلیغ عمومی کا منصب دیا گیا اس لئے ایک حدیث میں علماء امت کے انوار کو انوار انبیاء سے تشبیہ دی گئی۔ وَنُوْرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِثْلَ نُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ یعنی خصوصیات انبیاء سے صرف یہ امت سرفراز ہوئی۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ: هٰذَا وُضُوْئِیْ وَوُضُوْءُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلُ

جس سے تین تین بار اعضائے وضو کا دھونا امت کے لئے سنت قرار دیا گیا جو اصل میں انبیاء کا وضو ہے۔جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء کے اعضاء وضو بھی اسی طرح چمکتے ہوں گے مگر یہ وضو اور امتوں کو نہیں دیا گیا۔ بجز امت مرحومہ کے تو اسی کا نور مشابہ ہو گیا انبیاء کے نور کے۔اور میں نے اس امت کو امر کیا ہے غسل جنابت کا جیسا کہ انبیاء کو دیا تھا اور امت کو امر کیا حج کا جیسا کہ انبیاء کو کیا تھا چنانچہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے حج نہ کیا ہو اور امر کیا امت کو جہاد کا جیسا کہ رسولوں کو امر کیا۔

اگر امم سابقہ (جیسے یہود) میں توبہ قتل سے ہوتی تھی۔(القرآن الحکیم) تو اس امت کی توبہ قلبی ندامت رکھی گئی۔اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ

اگر امت موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کا صرف ایک قبلہ (بیت المقدس) اور اگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب عبادتوں سے جلدی ثواب والی عبادت صلہ رحمی ہے۔(الکشاف)

اہل عرب کا صرف ایک قبلہ (کعبہ معظمہ) تھا تو امت محمدیہ کو یکے بعد دیگرے یہ دونوں قبلے عطاء کیے گئے۔ جس سے یہ امت جامع امم ثابت ہوئی۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (القرآن الحکیم)

اگر اور امتوں کی سیئات کا کفارہ دنیا یا آخرت کی رسوائی بغیر نہ ہوتا تھا کہ وہ سیئہ در و دیوار پر مع صورت کفارہ لکھ دی جاتی تھی تو اس امت کے معاصی کا کفارہ توبہ واستغفار اور ستاری و مسامحتہ کے ساتھ نمازوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

اگر امت موسوی علیہ السلام نے دعوت جہاد کے جواب میں اپنے پیغمبر کو یہ کہہ کر صاف جواب دے دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا پروردگار لڑ لو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال اطاعت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے نہ صرف ارض و حجاز بلکہ شرق و غرب میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو سر بلند کیا اور اعظم درجۃ عند اللہ کا بلند مرتبہ حاصل کیا۔

اگر اور انبیاء کی امتیں محشر میں اپنی شہادت میں اپنے انبیاء علیہم السلام کو پیش کریں گی تو انبیاء علیہم السلام اپنی شہادت میں اس امت کو اور یہ امت اپنی شہادت میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کرے گی۔

اگر موسوی امت کو اپنے دور کے جہانوں پر فضیلت دی گئی وَاَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق اولین و آخرین پر فضیلت دی گئی۔

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

اگر صحابہ موسیٰ علیہ السلام باوجود معیت موسیٰ علیہ السلام کے بیت المقدس یعنی خود اپنے قبلے کو اپنے ہی وطن (یعنی فلسطین کو بھی فتح کرنے سے جی چھوڑ بیٹھے اور صاف کہہ دیا: موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا پروردگار لڑ لو ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ (ہم سے یہ قتال و جہاد کی مصیبت نہیں سہی جاتی تو صحابہ رضی اللہ عنہم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے وطن (حجاز) کے ساتھ عالم کو فتح کر ڈالا۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کا ظہور ہوا اور يَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کا وعدہ خداوندی پورا کر دیا گیا۔ (القرآن الحکیم)

اگر جنت میں ساری امتیں چالیس صفوں میں ہوں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا امت اسی صفیں پائے گی۔ (ترمذی و دارمی بیہقی عن بریدۃ)

اگر اور امتوں کے صدقات اور انبیاء کے خمس نذر آتش کیے جانے سے قبول ہوتے تھے جس سے امتیں مستفید نہیں ہو سکتی تھیں تو امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات وخمس خود امت کے غرباء پر خرچ کرنے سے قبول ہوتے ہیں جس سے پوری امت مستفید ہوتی ہے۔ (بخاری فی تاریخہ عن ابن عباس)

اگر اور انبیاء علیہم السلام پر وحی آتی تھی جس سے اصلی تشریع کا تعلق تھا تو اس امت کے ربانیوں پر الہام اترا جس سے اجتہادی شریعتیں کھلیں۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

اگر اور انبیاء علیہم السلام کی امتوں کا مل کر کسی چیز کو جمع ہو جانا عند اللہ حجت شرعیہ نہیں تھا کہ وہ گمراہی عامہ سے محفوظ نہ تھیں۔ تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجماع حجت شرعیہ قرار دیا گیا کہ وہ عام گمراہی سے محفوظ کی گئی ہے۔

مَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ اور حدیث تم اللہ کے سرکاری گواہ ہو زمین میں اور آیت کریمہ ہم نے تمہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی درجہ کی امت بنایا ہے (تمہیں بھی اس کا دھیان چاہیئے)

اگر اور انبیاء کی امتیں گمراہی عامہ کی وجہ سے معذب ہو ہو کر ختم ہوتی رہی ہیں تو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب عام اور استیصال عام سے دائمی طور پر بچا لیا گیا۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (القرآن الحکیم)

اگر اور انبیاء کی امتوں کو جنت میں نفس مقامات سے نوازا جائے گا۔ تو امت محمدیہ کو ہر مقام کا دگنا درجہ دیا جائے گا۔ تا آنکہ اس امت کے ادنی سے ادنی جنتی کا ملک بنص حدیث دس دنیا کے برابر ہوگا۔

اگر امم سابقہ کی شفاعت صرف ان کے انبیاء ہی کریں گے تو اس امت کی شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس امت کے صلحاء بھی کریں گے۔ اور ان کی شفاعت سے جماعتیں کی جماعتیں نجات پا کر داخل ہوں گی۔ (ترمذی عن ابی سعید)

یہ سارے امتیازی فضائل و کمالات جو جماعت انبیاء میں آپ کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلامی سے امتوں میں اس امت کو دیئے گئے تو اس کی بناء ہی یہ ہے کہ اور انبیاء نبی ہیں اور یہ خاتم الانبیاء ہیں اور امتیں امم واقوام ہیں۔ اور یہ امت خاتم الامم ہے اور خاتم الاقوام ہے۔ اور انبیاء کی کتب آسمانی کتب ہیں۔ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب خاتم الکتب ہے۔ اور ادیان ہیں اور یہ دین خاتم الادیان ہے۔ اور شرائع شریعتیں ہیں اور یہ شریعت خاتم الشرائع ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے ہی کمالات و آثار میں رچا ہوا ہے۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آپ نے جہاں اپنی چھ امتیازی خصوصیات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ایک نیکی کے عوض بیس لاکھ نیکیوں کا ثواب بھی عطا کرتا ہے (الدیلمی)

جوامع الکلم اور غیر معمولی رعب وغیرہ ارشاد فرمائی وہیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ارشاد فرمائی کہ وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ 'مجھ سے نبی ختم کر دیئے گئے'۔ (بخاری ومسلم)

اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیات اور ممتاز سیرت ختم نبوت کے تسلیم کئے بغیر زیر تسلیم نہیں آسکتی۔ ان خصوصی فضائل کو وہی مان سکے گا جو ختم نبوت کو مان رہا ہو ورنہ ختم نبوت کا منکر درحقیقت ان تمام فضائل و کمالات اور خصوصیات نبوی کا منکر ہے۔

تو قدرتی طور پر خاتمیت کے لئے جامعیت لازم نکلی۔ ٹھیک اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ خاتم الکمالات ہیں۔ جن پر نبوت کے تمام علمی، عملی اور اخلاقی واحوالی مراتب ختم ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ہی ان سارے کمالات کے جامع بھی ثابت ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبوت کا ہر کمال جس جس رنگ میں جہاں جہاں اور جس جس پاک شخصیت میں موجود تھا وہ آپ ہی سے نکلا اور آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر آ کر منتہی ہوا۔ تو یقیناً وہ آپ ہی میں جمع بھی تھا۔

اس لئے وہ تمام امتیازی کمالات علم و اخلاق اور کمالات و احوال و مقامات جو مذکورہ بالا دفعات میں پیش کئے گئے ہیں۔ اور جو آپ کے لئے وجہ امتیاز و فضیلت ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر پہنچ کر ختم ہوئے تو وہ بلاشبہ آپ ہی میں جمع شدہ بھی تھے ورنہ آپ پر پہنچ کر ختم نہ ہوتے۔ اور جو آپ کی ذات بابرکات جامع الکمالات بلکہ منبع کمالات ثابت ہوئی اور آپ کے سارے کمالات انتہائی ہو کر جامع مراتب کمالات ثابت ہوئے۔

مصحفے گشت جامع آیات ہستیش غایت ہمہ غایات

تو یقیناً آپ کی شریعت جامع الشرائع، آپ کا دین جامع الادیان، آپ کا لایا ہوا علم جامع علوم اولین و آخرین، آپ کا خلق خلق عظیم یعنی جامع اخلاق سابقین و لاحقین اور آپ کی لائی ہوئی کتاب جامع کتب سابقین ہے۔ جو آپ کی خاتمیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لئے آپ کی خاتمیت کی شان سے آپ کی جامعیت ثابت ہوگئی۔

مجھے دو باتوں میں آدم علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ میرا شیطان کافر تھا جس کے مقابلے میں اللہ نے میری مدد فرمائی یہاں تک کہ وہ اسلام لے آیا اور میری بیویاں میرے دین کے لئے مددگار بنیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے احوال نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا۔ ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وقتاً فوقتاً آپ کی تسلی و تشفی کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نصف نبوت کی حامل ہوئیں۔ اور دوسری ازواج مطہرات قرآن کی حافظہ اور حدیث کی راوی ہوئیں۔ درحالانکہ آدم کا شیطان کافر ہی تھا اور کافر ہی رہا۔ اور ان کی زوجہ ان کی خطیہ میں ان کی معین ہوئیں کہ شجرہ ممنوعہ کھانے کی ترغیب دی جس کو خطائے آدم کہا گیا۔

میری قبر اور منبر کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

اسی اثناء میں حضرت سیدنا حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ اچانک انہیں پیاس لگی اور شدید ہوگئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے پانی طلب فرمایا مگر نہ مل سکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان ان کے منہ میں دے دی جسے وہ چوسنے لگے اور چوستے رہے۔ یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

میں دیکھتا ہوں کہ پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان میں سے جوش مار کر نکل رہا ہے یہاں تک کہ پوری قوم نے اس سے وضو کر لیا۔ تو میں نے جو وضو کرنے والوں کو شمار کیا تو وہ ستر اور اسی کے درمیان تھے۔

اللہ نے منتخب کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانے کے لئے اور منتخب کیا موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور منتخب کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار کے لئے۔ قرآن نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا۔

دل نے جو کچھ دیکھا غلط نہیں دیکھا اس کی تفسیر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو ایک بار آنکھوں سے دیکھا اور ایک بار دل سے دیکھا۔

فتح مدائن کے موقعہ پر مسلمانوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اس میں لوگوں نے ہجوم کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ اس روایت کی بقدر ضرورت تفصیل یہ ہے کہ جب بغداد و عراق پر مسلمانوں نے فوج کشی کی تو بغداد کے کنارہ پر اسی ملک کا سب سے بڑا دریا دجلہ ہے جو بیچ میں حائل ہوا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس نہ کشتیاں تھیں اور نہ پیدل چل کر یہ گہرا پانی عبور کیا جا سکتا تھا۔ اس موقع پر بظاہر اسباب ان حضرات کو فکر دامن گیر ہوا تو حضرت علاء بن الحضرمی نے دعا کا مشورہ دیا۔ خود دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر دعا کی۔ ختم دعا پر حکم دیا کہ سب ملکر ایک دم گھوڑے دریا میں ڈال دیں۔ تو ان حضرات نے جوش ایمانی میں خدا پر بھروسہ کر کے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ گھوڑے ہانپ ہانپ گئے۔ پانی بہت زیادہ تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے دم لینے کے لئے مختلف سامان فرمائے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں کے لئے جا بجا پانی کی گہرائیوں میں خشکی نمایاں کر دی گئی۔ بعض کے گھوڑے پانی ہی میں رک کر اور کھڑے ہو کر دم لینے لگے اور پانی انہیں ڈبو نہ سکا۔ بعض کے گھوڑوں کو پانی کی سطح کے اوپر سے اس طرح گذارا گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں زیادہ فرمانبردار تم میں زیادہ اجر والی ہیں۔ (الدیلمی)

28

جیسے وہ زمین پر چل رہے ہوں۔ جس پر اہل فارس نے ان مقدسین کی نسبت یہ کہا تھا کہ یہ انسان نہیں جنات معلوم ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ موسوی (بنی اسرائیل کو) بحر قلزم میں بمعیت موسوی راستے بنا کر قلزم سے گزارا گیا تھا۔ تو اس امت میں اس کی نظیر یہ واقعہ ہے۔ جس میں صحابہ نبوی رضی اللہ عنہم کے لئے دجلہ میں راستے بنائے گئے اور ایک انداز کے نہیں مختلف اندازوں سے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شکر نعمت کے طور پر اس کو واقعہ موسوی کی نظیر ہی کے طور پر دیکھتے تھے۔ پس جو معاملہ بنی اسرائیل کے ساتھ نبی کی موجودگی میں کیا تو وہ معجزہ تھا اور یہاں وہی معاملہ بلکہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر نبی خاتم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نبی کی وفات کے بعد کیا گیا۔ جس سے ان کی کرامت نمایاں ہوئی۔ اور امت محمدیہ کی فضیلت امت موسوی پر اس واقعہ خاص میں بھی نمایاں رہی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوائے نفس سے نہیں بولتے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی انتقال کے بعد جب کہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا تو اچانک ان کے ہونٹوں میں حرکت ہوئی یہ کلمات نکلے۔ ارلیس کا کنواں؟ کیا ہے وہ ارلیس کا کنواں؟ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم حیران تھے کہ ان جملوں کا کیا مطلب ہے۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ دور عثمانی میں ایک دن ذی النورین رضی اللہ عنہ ارلیس کے کنویں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انگلی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری تھی۔ جسے آپ طبعی حرکت کے ساتھ ہلا رہے تھے۔ اچانک انگشتری طشتری میں سے نکل کر کنویں میں جا پڑی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی۔ کنویں میں آدمی اترے۔ سارے کنویں کو کنگھال ڈالا مگر انگشتری نہ ملنا تھی نہ ملی۔ آخر صبر کر کے سب بیٹھ گئے۔ اسی دن سے فتنوں کا آغاز ہو گیا۔ اور بندھے ہوئے قلوب میں انتشار کی کیفیات آنے لگیں۔ جو بعد کے فتنہ تخریب واختلاف کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ کہ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِیْ اُمَّتِیْ لَمْ یُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

(میری امت میں جب تلوار نکل آئی پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائے گی۔ چنانچہ اس فتنے کے سلسلے میں سب سے پہلا مظلمہ اور ہولناک ظلم حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی صورت میں نمایاں ہوا۔ اب سب کی سمجھ میں آیا کہ بیئر ارلیس کا کیا مطلب تھا۔ یہ درحقیقت اشارہ تھا کہ قلوب کی وحدت انگشتری محمد کی برکت سے قائم تھی۔ اس کا بئیر ارلیس میں گم ہونا تھا کہ قلوب کی وحدت اور امت کی یگانگت پارہ پارہ ہو گئی جو آج تک واپس نہیں ہوئی۔ پس جنات کا مسخر ہونا آسان ہے جو آج تک بھی ہوتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں کے دلوں کی تالیف مشکل ہے۔ جو گم ہو کر آج تک نہیں مل سکی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے کہ اچانک یا رسول اللہ کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ ایک جانب دیکھا تو ایک ہرنی بندھی ہوئی دیکھی۔ جس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا میرے قریب آیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا بات ہے۔ اس نے کہا میرے دو بچے اس پہاڑی میں ہیں ذرا مجھے کھول دیجئے میں انہیں دودھ پلا دوں اور میں ابھی لوٹ آؤں گی۔ فرمایا تو ایسا کرے گی کہ لوٹ آئے؟ کہا اگر ایسا نہ کروں تو خدا مجھے عذاب دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا اور وہ حسب وعدہ دودھ پلا کر لوٹ آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہیں باندھ دیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ ایک درخت پر چڑیا کے دو بچے گھونسلے میں دیکھے ہم نے انہیں پکڑ لیا تو ان کی ماں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور سامنے آ کر فریادی کی سی صورت اختیار کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بچوں کو کس نے پکڑ کر اسے درد میں مبتلا کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہم نے۔ فرمایا جہاں سے بچے پکڑے تھے وہیں چھوڑ آؤ تو ہم نے چھوڑ دیئے۔

بھیڑیئے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہادت دی۔ اور لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت بھی دی۔ لوگ حیران تھے کہ بھیڑیا آدمیوں کی طرح بول رہا ہے۔ نیز ایک بھیڑیا بطور وفد کے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ اور اپنے رزق کے بارے میں کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یا تو ان بھیڑیوں کے لئے اپنی بکریوں میں سے خود کوئی حصہ مقرر کر دو یا انہیں ان کے حال پر رہنے دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی۔ آپ نے رئیس الوفد بھیڑیئے کو کچھ اشارہ فرمایا اور وہ سمجھ کر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تورات میں یہ فرمائی گئی ہے۔ کہ حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا۔ جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ٹیڑھی قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر دے۔ کہ وہ توحید پر نہ آ جائیں اور کھولے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی اندھی آنکھیں اور بہرے کان۔ اور اندھے دل۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کھجور کا ایک سوکھا تنا جس پر ٹیک لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب منبر بن گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ دینے کے لئے چڑھے تو وہ سوکھا ستون اس طرح رونے

چلانے لگا اور سسکنے لگا جیسے بچے سسکتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت وپیار سے اس پر ہاتھ رکھا تب وہ چپ ہوا۔ (خصائص ص ۲/۷۵)

بنی اسرائیل جب گناہ کرتے تو ان کے دروازوں پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھ کر انہیں رسوا کر دیا جاتا تھا اگر کفارہ ادا کرتے تو دنیا کی اور نہ کرتے تو آخرت کی رسوائی ہوتی۔ لیکن تمہیں اے امت محمد یہ اس سے بہتر صورت دی گئی۔ اللہ نے فرمایا کہ جو بری حرکت کرے اور اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو غفور و رحیم پائے گا (عام رسوائی اور فضیحتی نہ ہوگی) اور پھر پانچ نمازیں اور جمعہ کے دوسرے جمعہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہوں گے۔

قیامت کے دن نوح علیہ السلام لائے جائیں گے اور پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امت کو تبلیغ کی؟ کہیں گے کی ہے اے میرے رب تو ان کی امت سے پوچھا جائے گا۔ کیا نوح نے تمہیں تبلیغ کی؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا نہیں۔ نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟۔

عرض کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم (اے امت والو) بلائے جاؤ گے اور تم گواہی دو گے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ اور ہم نے تمہیں اے امت محمد یہ درمیانی اور معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم اقوام عالم پر گواہ بنو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

حدیث ہے ہم آخر ہیں دنیا میں اور اول ہیں آخر میں۔ کہ سب خلائق سے پہلے ہمارا فیصلہ سنایا جاوے گا۔

(ابونعیم عن انس) آخر دنیا میں اور اول قیامت میں حساب و کتاب میں بھی اول اور داخلہ جنت میں بھی اول۔

تم بہترین امت ہو جو انسانوں کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ اور حدیث میں ہے میری امت بہترین امم بنائی گئی ہے۔ اور حدیث میں ہے زبور میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد علیہ السلام میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاطلاق فضیلت دی اور اس کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی۔

بادشاہ حبش (نجاشی) شاہ مصر واسکندریہ مقوقس، شاہان عمان، وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیج کر اپنی فرمانبرداری اور نیازمندی کا ثبوت دیا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب پورا کا پورا لے لیا۔ فارس پر فوج کشی کی شام کے اہم علاقے بصرہ وغیرہ فتح ہوئے۔ پھر فاروق اعظم کے زمانہ میں پورا شام، پورا مصر، فارس وایران اور پورا روم اور قسطنطنیہ فتح ہوا۔ پھر عہد عثمانی میں اندلس، طبرس، بلاد قیران، دستہ اقصائے چین وعراق وخراسان واہواز اور ترکستان کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا اور پھر امت کے ہاتھ پر ہندو، سندھ یورپ، ایشیا کے بڑے بڑے علاقے فتح ہوئے جن پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بالآخر زمانہ آخر میں پوری دنیا پر بیک وقت اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ وعدہ امت کو دیا گیا جو پورا ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

اے یہود! اللہ نے اپنے دو نام رکھے اور پھر ان دو ناموں میں سے میری امت کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ سلام ہے تو اس نام پر اس نے میری امت کو مسلمین کہا اور وہ مومن ہے اور اپنے اس نام پر اس نے میری امت کو مؤمنین فرمایا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ عن مکحول)

مُصَدِّقِیَّتْ

اب اس جامعیت سے آپ کی افضلیت کا ایک اور مقام نمایاں ہوتا ہے۔ اور وہ شان مصدقیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقین کی ساری شریعتوں اور ان کی لائی ہوئی ساری کتابوں کے تصدیق کنندہ ثابت ہوئے ہیں۔ جس کا دعویٰ قرآن حکیم نے فرمایا ہے۔

ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ.

”پھر تمہارے پاس (اے پیغمبران الٰہی) وہ عظیم رسول (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آجائیں۔ جو تمہارے ساتھ کی ہر چیز (سماوی کتب نبوت معجزات تعلیمات وغیرہ کے تصدیق کنندہ ہوں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت کرنا۔“

اور فرمایا: بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ .

بلکہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے اور رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے۔“

اس لیے سارے پچھلے ادیان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصدق ہونے کی شان نمایاں تر ہو جاتی ہے۔ اور واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام اقرار شرائع کا نام ہے انکار شرائع کا نام نہیں۔ تصدیق مذاہب کا نام ہے۔ تکذیب مذاہب کا نہیں۔ توقیر ادیان کا نام ہے تحقیر ادیان کا نہیں تعظیم مقتدایان مذاہب کا نام ہے توہین مقتدایان کا نام نہیں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام کا ماننا درحقیقت ساری شریعتوں کا ماننا اور اس کا انکار کرنا ساری شریعتوں کا انکار ہے اور اسلام آجانے کے بعد اس سے منکر درحقیقت کسی بھی دین وشریعت کے مقر تسلیم نہیں کئے جاسکتے۔

اسی بناء پر اگر ہم دنیا کے سارے مسلم اور غیر مسلم افراد سے یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جامع وخاتم سیرت کے مقامات کو سامنے رکھ کر اس آخری دین کو پوری طرح سے اپنائیں اور اس کی قدر وعظمت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں تو یہ بے جا آرزو نہ ہوگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی کی ہدایت اور عمل کی رہنمائی کرتا ہے تو اس کو اس کے عمل کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (السنہ)

۔مسلمانوں سے تو اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انہیں اسلام دے کر دین ہی نہیں دیا بلکہ سرچشمہ ادیان دے دیا ہے اور ایک جامع شریعت دے کر دنیا کی ساری شریعتیں ان کے حوالہ کر دیں۔ جبکہ وہ سب کی سب شاخ در شاخ ہو کر اسی آخری شریعت سے نکل رہی ہیں۔ جس سے مسلمان بیک وقت گویا سارے ادیان وشریعت پر عمل کرنے کے قابل اور اس جامع عمل سے اپنے لئے جامعیت کا مقام حاصل کرنے کے قابل بنے ہوئے ہیں اور اس طرح وہ ایک دین نہیں بلکہ تمام ادیان عالم پر مرتب ہونے والے سارے ہی اجر وثواب اور درجات ومقامات کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں۔

اندریں صورت اگر ہم یوں کہیں تو خلاف حقیقت نہ ہوگا اگر وہ صحیح معنی میں عیسائی موسائی ابراہیمی اور نوحی بھی ہیں کہ آج انہیں کے دم سے سچی نوحیت، ابراہیمیت، موسائیت، اور عیسائیت دنیا میں زندہ ہے۔ جب کہ بلا استثناء ان سب کے ماننے اور ان کی لائی ہوئی شرائع کو سچا تسلیم کرنے کی روح انہوں نے ہی پھونک رکھی ہے۔

بلکہ اپنی جامع شریعت کے ضمن میں ان سب شریعتوں پر عمل پیرا بھی ہیں۔ ورنہ آج ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والے براہمہ اپنے کو اس وقت تک براہمہ نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ ومحمد علیہم السلام کی تکذیب وتوہین نہ کر لیں۔ اسی طرح آج کی عیسائیت کو ماننے والے بزعم خود اپنی عیسائیت کو اس وقت تک برقرار نہیں رکھ سکتے جب تک کہ وہ محمدیت کی تکذیب نہ کر لیں۔ گویا ان کے مذہب کی بنیاد ہی تکذیب پر ہے تصدیق پر نہیں۔ انکار پر ہے اقرار پر نہیں۔ توہین پر ہے توقیر پر نہیں۔ جہالت پر ہے معرفت پر نہیں۔ حالانکہ مذہب نام اقرار کا نہ انکار کا نہیں۔ ایمان نام معرفت کا ہے جہالت کا نہیں دین نام محبت کا ہے عداوت کا نہیں۔ پس تسلیم واقرار تعظیم وتوقیر علم ومعرفت اور ایمان ودین کا کارخانہ سنبھلا ہوا ہے تو صرف اسلام ہی سے سنبھلا ہوا ہے۔

اور اسی کی تسلیم عام اور تصدیق عام کی بدولت تمام مذاہب کی اصلیت اور توقیر محفوظ ہے ورنہ اقوام دنیا نے مل کر تعصبات کی راہوں سے اس کارخانہ کو درہم برہم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ بنابریں اسلام کے ماننے والے تو اس لیے اسلام کی قدر پہچانیں اور اسے دستور زندگی بنائیں کہ اللہ نے انہیں تعصبات کی دلدل سے دور رکھ کر دنیا کی تمام قوموں امتوں اور ان کے تمام مذاہب کا رکھوالا اور محافظ بنایا اور ان میں سے غل و غش کو الگ دکھا کر اصلیت کا رازداں تجویز کیا۔ دوسرے ان کا اقرار وتسلیم صرف ان ہی کی شریعت تک محدود نہیں بلکہ شاخ در شاخ بنا کر دنیا کی تمام شریعتوں تک پھیلا دیا ہے جس سے اگر ایک طرف ان کے دین کی وسعت وعمومیت اور جامعیت نمایاں کی جو خود دین والوں کی جامعیت اور وسعت کی دلیل ہے۔ تو دوسری طرف اسلامی دین کا غلبہ بھی تمام ادیان پر پورا کر دیا جس کی قرآن نے: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ''تاکہ اسلامی دین کو اللہ تمام دینوں پر غالب فرمائے'' خبر دی تھی۔

کیونکہ غلبہ دین کی اس سے زیادہ نمایاں اور واضح دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ دین اسلام تمام ادیان کا مصدق بن کر ان میں روح کی طرح دوڑا ہوا انہیں تھامے ہوئے ہے۔ ان کا قیوم اور سنبھالنے والا ہے۔ اور اسی کے دم سے ان کی تصدیق وتوثیق باقی ہے ورنہ اقوام عالم تو مذاہب کی تردید و تکذیب کر کے انہیں محض لاشے بنا چکی تھیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْئٍ.
وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْئٍ.

''یہود نے کہا کہ نصاریٰ محض لاشئے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود لاشئ محض ہیں۔'' اور اس طرح ہر قوم اپنے سوا دوسرے مذاہب کو تردید و تکذیب سے دفن کر چکی تھی۔

مصدق عام اور قیوم عمومی بن کر تو اسلام ہی آیا جس نے ہر مذہب کی اصلیت کو نمایاں کر کے اس کی تصدیق کی اور اسے باقی رکھا۔ جس سے مذاہب سابقہ اپنا دور پورا کر دینے کے بعد بھی دلوں اور ایمانوں میں محفوظ رہے اور کون نہیں جانتا کہ کسی چیز کا سنبھلنے والا اور تھامنے والا ہی اس چیز پر غالب ہوتا ہے جسے وہ تھام رہا ہے ورنہ بلا غلبہ کے تھامتا کیسے؟ اور تھمی شے تھامنے والے کے ساتھ مغلوب اور ضعیف ہوتی ہے ورنہ اسے تھامنے والے کے سہارے کی ضرورت کیوں پڑتی؟ پس جب کہ ادیان سابقہ کی اصلیت اسلام کے سہارے تھمی ہوئی ہے تو ادیان سابقہ اس کے محتاج ثابت ہوئے۔ اور وہ ان کے لحاظ سے غنی رہا۔ اور ظاہر ہے کہ محتاج غنی پر غالب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ غنی محتاج پر غالب ہوتا ہے اس لیے کہ اسلام کا غلبہ اس قومیت کے سلسلے سے تمام ادیان پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ.

''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس اسلامی دین کو تمام دینوں پر غالب فرمائے۔''

پس اسلام کا غلبہ جہاں حجت وبرہان سے اس نے دکھلایا جہاں تیغ و سنان سے اس نے دکھلایا جو باہر کی چیزیں ہیں وہ خود دین کی ذات ہی سے دکھلایا۔ اور وہ اس کی عمومیت قبولیت اور مصدقیت عام ہے۔ جس سے اس نے روح بن کر ادیان کو سنبھال رکھا ہے۔ جس سے دین کا بین الاقوامی

دین ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔ بہر حال اسلام والے تو اس لیے اسلام کی قدر کرتے ہیں کہ وہ کامل جامع مصدق عالمگیر دین اور روح ادیان عالم ہے جو انہیں پشتینی طور پر ہاتھ لگ گیا ہے۔

اور غیر مسلم اس لیے اس کی طرف بڑھیں اور اس کی قدر پہچانیں کہ آج کی ہمہ گیر دنیا میں اول تو جزوی اور مقامی ادیان چل نہیں سکتے جیسا کہ مشاہدے میں آ رہا ہے۔ کہ ہر ایک مذہب گویا منظر عام سے ہٹ کر چھپنے کے لیے پہاڑوں یا غاروں کی پناہ لینی پڑتی ہے اور یا باہر آ کر زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر ترمیمیں کرنی پڑ رہی ہیں۔ اور وہ بھی اسلام ہی سے لے کر تا کہ دنیا میں اس کے گاہک باقی رہیں۔ مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان ادیان کے محدود اور مقامی اور محض قومی ہونے کو چھپا نہیں سکتیں۔ ان کے پیوندوں سے خود ہی پتہ چل جاتا ہے کہ لباس کو نمائش کی حد تک صحیح دکھانے اور جاذب نظر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی لیے ان قومیتوں کی حد بندیوں کے مذاہب سے دلوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آ رہا ہے اندریں صورت تقاضا دانش و بینش اور مقتضائے فطرت صرف یہ ہے کہ اجزاء سے ہٹ کر کل اور مجموعہ کو اپنایا جائے۔ جس کے ضمن میں یہ جزوی دین خود بخود آ جائیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب اصلیت کی حد تک اسلام نے تمام شرائع اور ادیان کو اپنے ضمن میں رکھا ہے تو اسلام قبول کرنے والے ان ادیان سے محروم نہیں رہ سکتے۔

بلکہ اگر وہ اپنے ادیان کی حفاظت چاہتے ہیں تو اب بھی انہیں اسلام ہی کا دامن سنبھالنا چاہئے کیونکہ اسلام ہی نے ان ادیان کو تا بحد اساسیت اپنے ضمن میں سنبھال رکھا ہے اگر وہ اپنے ادیان کی موجودہ صورتوں پر جمے رہتے ہیں تو اول تو وہ بے سند ہیں ان کی کوئی حجت سامنے نہیں۔ اسلام ان کی سند تھا۔ تو اسے انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ اسلام سے ہٹ کر دوسرے مذاہب میں دین کی سند و استناد کا کوئی سسٹم ہی نہیں جس سے انکی اصلیت کا پتہ نشان لگ سکے۔ اور ظاہر ہے کہ بے سند بات بحث نہیں ہو سکتی اور اگر کسی حد تک کوئی اپنی سلائی فطرت سے اصلیت کا سراغ لگا بھی لے تو زیادہ سے زیادہ وہ ایک جزئی قومی اور مقامی دین کا پیرو رہا جو آج کے بین الاقوامی دین بین الاوطانی اور عمومیت وکلیت کے دور میں نہیں چل سکتا۔ اسی لیے ارباب ادیان ایسے دینوں میں ترمیمات کے مسودے لا رہے ہیں اور آئے دن اس قسم کی خبروں سے اخبارات کے کالم بھرے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ اسلام سنبھال لیں تو اس پر چلنا درحقیقت تمام ادیان پر چلنا ہے۔ اور ہر دین کی جتنی واقعی اصلیت ہے اسے تھامے رہنا ہے اس لیے نفس دین کا تھامنا ضروری ہو تب اور اپنے اپنے ادیان کا تھامنا ضروری ہو تب، بہر دو صورت اسلام ہی کا تھامنا عقلاً اور نقلاً ضرور نکلتا ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے آپ کی لائی ہر چیز شریعت، کتاب، قوم، امت، اصول، قواعد اور احکام وغیرہ ساری چیزیں خاتم ٹھہرتی ہیں۔ اسی لیے جس طرح آپ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے اسی طرح آپ کے دین کو خاتم الادیان بتایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ.

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا۔''

اور ظاہر ہے کہ اکمال اور تکمیل کے بعد نئے دین کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسلیے یہ کامل دین ہی خاتم الادیان ہو گا۔ کہ کوئی تکمیل طلب نہیں ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خاتم الامم کہا گیا۔ جس کے بعد کوئی امت نہیں۔ حدیث قتادہؒ میں ہے:

نَحْنُ اٰخِرُهَا وَخَيْرُهَا (درمنثور)

''ہم (امتوں) میں سب سے آخر ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔''

حدیث ابی امامہ ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّةَ بَعْدَكُمْ (مسند احمد)

''اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔''

(یعنی میں آخری نبی ہوں۔ اور تم آخری امت ہو یہی وہ خاتمیت ہے)

آپ نے اپنی مسجد کے بارے میں فرمایا جو حدیث عبداللہ بن ابراہیم میں ہے کہ:

فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم)

میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے (وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت مسجد میں آ گئی۔

حدیث عائشہ میں یہ دعویٰ خاتمیت کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ. (کنزالعمال)

''میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد الانبیاء میں خاتم المساجد ہے''۔

اور جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوردہ کتاب قرآن ناسخ الادیان اور ناسخ الکتب ہے تو یہی معنی اس کے خاتم الکتب ہونے کے ہیں۔ کیونکہ ناسخ ہمیشہ آخر میں اور ختم ہونے پر آتا ہے اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت عامہ دی گئی کہ دنیا کی ساری اقوام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف بلائیں۔ کہ اس دین کے بعد کوئی اور دین کسی خاص قوم کے پاس آنے والا نہیں جس کی دعوت آنے والی ہو تو اسی ایک دین کی دعوت عام ہو گئی۔ کہ وہ خاتم ادیان اور آخر ادیان ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ ساری خاتمیتیں درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم نبوت کے آثار ہیں خاتمیت سے جامعیت نکلی تو یہ ساری چیزیں جامع بن

گئیں۔اور جامعیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مصدقیت کی شان پیدا ہوئی جوان سب چیزوں میں آتی چلی گئی۔قرآن کو

مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ کہا گیا امت کو بھی مصدق انبیاء بنایا گیا کہ سب اگلے پچھلے پیغمبروں پر ایمان لاؤ۔دین بھی مصدق ادیان ہوا۔

یہی وہ سیرت نبوی ہے جامع اور انتہائی نکات ہیں جن سے یہ سیرت مبارک تمام سیر انبیاء پر حاوی و غالب اور خاتم السیر ثابت ہوئی اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بیان محض کمال کا بیان نہیں بلکہ امتیازی کمالات اوران کے بھی انتہائی نکات کا بیان ہے جو اسی وقت ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مانا جائے کہ یہ امتیازات اور امتیاز کی مدت مطلق نبوت کے آثار نہیں بلکہ ختم نبوت خود ہی نفس نبوت سے ممتاز اور افضل ہے کہ سر چشمہ نبوات ہیں۔اس لیے اس کے امتیازی آثار بھی مطلق آثار نبوت سے فائق اور افضل ہونے ناگزیر تھے۔پس سیرت خاتمیت کے چند نمونے ہیں جو اس مختصری فہرست میں پیش کیے گئے ہیں۔جن کا عدد () ہوتا ہے۔

ان میں اولاً چند دفعات میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا تفوق و امتیاز دوسرے ادیان پر دکھلایا گیا ہے۔

پھر چند نمبروں پر طبقہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات و کرامات اور معجزات کی فوقیت دکھلائی گئی ہے۔

پھر چند نمبروں میں خصوصی طور پر نام بنام حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوصی احوال و آثار اور مقامات پر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و آثار اور مقامات کی عظمت واضح کی گئی ہے۔

پھر چند شماروں میں اور انبیاء کی امتوں پر امت خاتم کی عظمت و برگزیدگی واضح کی گئی ہے۔جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جہتی عظمت و فوقیت کاملیت و جامعیت اولیت و آخریت روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجاتی ہے۔جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے آثار و لوازم ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے اثبات میں کس درجہ اہتمام ہے کہ ختم نبوت کا دعویٰ قرآن کریم میں کر کے سینکڑوں سے متجاوز احادیث میں ختم نبوت و آثار اور شواہد و نظائر شمار کرائے گئے ہیں۔جن میں سے چند کا انتخاب ان مختصر اوراق میں پیش کیا گیا۔پس ختم نبوت سے متعلق پہلی قسم کی آیات و روایات پر مشتمل کتابیں دعوائے ختم نبوت کی کتابیں لکھی جائیں گی۔اور یہ رسالہ جس میں آثار و لوازم ختم نبوت کے نمونے اور خصوصیات ختم نبوت کے شواہد و نظائر پیش کیے گئے ہیں دلائل ختم نبوت کی کتاب کہی جائے گی۔جس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلام میں سب سے زیادہ اہم سب سے زیادہ بنیادی اور اساسی مسئلہ ہے جس پر اسلامی شریعت کی خصوصیت کی بنیاد قائم ہے۔اگر اس مسئلہ کو تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں رخنہ ڈال دیا جائے تو اسلامی خصوصیات کی ساری عمارت نیچے آپڑے گی۔اور مسلم کے ہاتھ میں کوئی خصوصی خرمہرہ باقی نہ رہے گا۔جس سے وہ اسلام کو دنیا کی ساری اقوام کے سامنے پیش کرنے کا حق دار بنا تھا۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بغیر قابل تسلیم ہی نہیں بن سکتے کہ ختم نبوت کو تسلیم کیا جائے کہ اس پر خصوصیات نبوی کی عمارت کھڑی ہوئی ہے۔پس اس مسئلہ کا منکر درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا منکر اور اس مسئلہ کو مٹا دینے کا ساعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی فضائل کو مٹا دینے کی سعی میں لگا ہوا ہے۔

اس لیے جو طبقات بھی ختم نبوت کے منکر ہیں خواہ صراحتاً اس کے منکر ہوں یا تاویل کے راستہ سے دین کے اس بدیہی اور ضروری مسئلہ کے انکار پر آئیں۔ان کا شریعت اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی تعلق نہیں مانا جاسکتا۔اور نہ وہ اسلامی برادری میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں۔جس طرح توحید کا منکر قولی ہو یا مصرح اسلام سے خارج اور اس سے بے واسطہ ہے۔اسی طرح ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر خواہ انکار سے ہو یا تاویل سے اسلام سے خارج مانا جاوے گا۔کیونکہ وہ صرف ایک مسئلہ کا منکر نہیں بلکہ اسلام کے سارے امتیازات سارے ممتاز فضائل ساری ہی خصوصیات اور صدہا دینی روایات کا منکر ہے۔جن کا قدر مشترک تواتر کی حد سے نیچے نہیں رہتا۔

بہر حال ختم نبوت درخشاں آثار اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی شمائل و فضائل بالفاظ دیگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں وجوہ و دلائل میں یہ چند نمونہ ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر اور تشریح کے طور پر پیش کیا گیا۔

باب ۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبوت کے جھوٹے دعویدار

اسود عنسی مدعی نبوت

اسود نے حضور سید کون و مکان علیہ التحیۃ والسلام کے آخری ایام سعادت میں یمن کے اندر دعوائے نبوت کیا۔ اہل نجار اور قبیلہ مذجج نے اس کی متابعت اختیار کی۔ اسود کا قبیلہ عنس قبیلہ مذجج ہی کی ایک شاخ تھا۔ جب اسود کی جمعیت بڑھی تو اس نے تھوڑے ہی دنوں میں پہلے نجران اور پھر یمن کے اکثر دوسرے حصوں پر قبضہ کر لیا۔ انجام کار یمن کے دارالحکومت صنعاء کا رخ کیا۔ وہاں کے عامل شہر بن باذان رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن مغلوب ہو کر جرعہ شہادت لے لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمانان یمن کو لکھ بھیجا کہ جس طرح بن پڑے اسود ی فتنہ کا استیصال کریں۔

اہل یمن اس فرمان سے بڑے قوی دل ہوئے اور یمن کے مختلف علاقوں میں در پردہ حربی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن دارالحکومت صنعاء کے مسلمان اسود کے مقابلہ میں اپنی حربی کمزوری محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے مصالحت وصوابدید اس میں دیکھی کہ عسکری اجتماع کی بجائے مخفی سرگرمیوں سے اس کی جان لیں۔ اسود نے شہر بن باذان رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کے بعد ان کی بیوی آزاد کو جبراً گھر میں ڈال لیا تھا۔ اور آزاد کے عم زاد بھائی حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ جو شاہ حبشہ کے خواہرزادہ تھے آزاد کو اسود کے پنجۂ بیداد سے آزاد کرانے کے لئے سخت فکرمند تھے۔

مسلمانوں نے آزاد کو اپنا رازدار بنایا اور اس کے مشورہ کے بموجب ایک رات چند مسلمان نقب لگا کر اسود کے محل میں گھس گئے۔ فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے جو ایک قوی الجثہ جوان تھے اچانک اسود کی گردن اور منڈی جا پکڑی اور بڑی پھرتی سے مروڑ کر اس کی گردن توڑ دی۔ اور اسے آناً فاناً بستر ہلاکت پر ڈال دیا۔

اسود کی ہلاکت کے بعد اہل ایمان نے اس کے پیروؤں اور ہواخواہوں کو مغلوب کر کے چند ہی روز میں یمن کی حکومت بحال کر لی۔ شہر بن باذان رضی اللہ عنہ کی جگہ حضرت معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ صنعاء کے حاکم قرار پائے۔ سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی سے اطلاع پا کر فرمایا تھا کہ اسود فلاں رات اور فلاں وقت مارا جائے گا۔ چنانچہ جس وقت وہ قعر عدم میں پہنچا اس صبح کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ آج رات اسود مارا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم عرض پیرا ہوئے یا رسول اللہ! کس کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ فرمایا ایک مسلمان کے ہاتھ سے جو ایک بابرکت خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ پوچھا گیا کہ اس کا نام کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ۔

چند روز بعد جب یمن کا قاصد اسود کے مارے جانے اور اسلامی فرمانروائی کے بحال ہونے کی خبر لے کر مدینۃ الرسول پہنچا تو اس وقت حضرت سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت الٰہی کی آغوش میں استراحت فرما چکے تھے۔ اور امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو اپنے مبارک قدموں سے زینت بخشی تھی۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے عہد خلافت میں سب سے پہلی جو بشارت ملی وہ اسود ہی کے قتل کا مژدہ تھا۔ اسودی فتنہ کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے راقم السطور کی کتاب ''ائمہ تلبیس'' (۸-۱۶) کی طرف رجوع فرمائیے۔

مسیلمہ کذاب

جب فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا غلغلہ اقصائے عالم میں بلند ہوا تو قبیلہ بنو حنیفہ نے قبول اسلام کے بعد ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا مسیلمہ بھی اس وفد میں شریک تھا۔ وفد کے دوسرے ارکان کی طرح مسیلمہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مسیلمہ ذاتی وجاہت اور قابلیت کے لحاظ سے اپنے قبیلہ میں ممتاز اور طاقت لسانی اور فصاحت وانشاء پردازی میں اقران وامائل میں ضرب المثل تھا۔ اس لئے اس نے بیعت کرنے کے بعد بارگاہ نبوت میں درخواست کی۔ کہ حضور مجھے اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمادیں۔ یہ درخواست آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گذری۔ اس وقت کھجور کی ایک ٹہنی آپ کے سامنے پڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو مسیلمہ اگر تم خلافت کے بارہ میں یہ شاخ خرما بھی مجھ سے طلب کرو تو میں تمہاری خواہش پوری نہیں کروں گا۔ مسیلمہ متمنی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی نبوت میں شریک بنالیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق پژوہانہ جواب نے اس کے نخل امید کو بالکل خشک کر دیا۔

جب مسیلمہ ادھر سے مایوس ہوا تو بوقت مراجعت اس کے دل میں خود نبی

بننے کے خیالات موجزن ہوئے۔ اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر لوگوں سے کہنے لگا۔ کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت میں اسے شریک کر لیا ہے۔ اور اپنی من گھڑت وحی والہام کے افسانے سنا سنا کر لوگوں کو راہ حق سے منحرف کرنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض زود اعتقاد لوگ سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کی نبوت کے بھی قائل ہو گئے۔

جب مسیلمی اغواء کوشیوں کی اطلاع آستان نبوت میں پہنچی تو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنوحنیفہ کے ایک ممتاز رکن رحال بن عنفوہ کو جو نہار کے لقب سے مشہور تھا۔ اس غرض سے یمامہ روانہ فرمایا کہ مسیلمہ کو سمجھا بجھا کر راہ راست پر لائے۔ مسیلمہ بڑا لسان اور خوش بیان تھا۔ رحال نے مسیلمہ کو راہ راست پر لانے کی بجائے اُلٹا اثر قبول کر لیا۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مسیلمہ کی بھی نبوت کا اقرار کر کے اپنی قوم سے بیان کیا کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مسیلمہ نبوت میں میرا شریک ہے۔ بنوحنیفہ نے اس کی شہادت پر وثوق کر کے مسیلمہ کی نبوت تسلیم کر لی اور سارا قبیلہ اس کے دام ارادت میں پھنس کر مرتد ہو گیا۔

کچھ دنوں کے بعد بنوحنیفہ کا ایک اور وفد مدینۃ الرسول گیا ان لوگوں کو مسیلمہ کی تقدیس وطہارت میں بڑا غلو تھا۔ یہ لوگ مسیلمہ کے شیطانی الہامات کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سامنے بڑے فخر سے وحی الٰہی کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے۔ جب حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کو ارکان وفد کی اس ماؤف ذہنیت کا علم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا کہ بنوحنیفہ نے اسلام سے منحرف ہو کر مسیلمہ کا نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں حمد اور ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ ''مسیلمہ ان تیس مشہور کذابوں میں سے ایک کذاب ہے جو دجال اعور سے پہلے ظاہر ہونے والے ہیں''۔ اس دن سے اہل ایمان مسیلمہ کو مسیلمہ کذاب کہنے لگے۔

مسیلمہ نے کمال جسارت و بے باکی کے ساتھ حضرت فخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا تھا۔ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام۔ معلوم ہوا کہ امر نبوت میں مَیں آپ کا شریک کار ہوں۔ عرب کی سرزمین نصف ہماری (یعنی بنوحنیفہ) کی اور نصف قریش کی ہے۔ لیکن قوم قریش زیادتی اور بے انصافی کر رہی ہے۔ اور یہ مکتوب اپنی قوم کے دو شخصوں کے ہاتھ مدینہ منورہ روانہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو قاصدوں سے پوچھا کہ مسیلمہ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو ہمارے مسیلمہ کا ارشاد ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قاصد کا قتل جائز ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مارنے کا حکم دیتا۔ اس روز سے دنیا میں یہ اصول مسلّم اور زبان زد خاص و عام ہو گیا کہ قاصد کا قتل جائز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جس طرح جھوٹے نبی واجب القتل ہیں اسی طرح ان کو سچا نبی ماننے والے بھی گردن زنی ہوتے ہیں۔ حضرت سید موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چٹھی کا یہ جواب لکھوایا۔ منجانب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنام مسیلمہ کذاب۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ زمین اللہ کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا مالک بنا دیتا ہے۔ اور عاقبت کی کامرانی متقیوں کے لئے ہے۔ اس کے چند ہی روز بعد آفتاب رسالت رحمت الٰہی کے شفق میں مستور ہو گیا۔

اب امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر گراں کے ساتھ مسیلمہ کے مقابلہ میں جانے کا حکم دیا۔ اور وہ دار الخلافت سے باد و برق کی سی تیزی کے ساتھ یمامہ کو روانہ ہوئے۔ اسی اثناء میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح شرجیل نے شتاب زدگی سے کام لیکر حضرت سیف اللہ کی آمد سے پہلے ہی مسیلمہ کی حربی قوت کا اندازہ کئے بغیر مرتدین بنوحنیفہ سے مقابلہ شروع کر دیا۔ جس میں انہیں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی مقرر ہزیمت کا علم ہوا تو شرجیل کو سخت ملامت کی اور فرمایا ہماری آمد کا انتظار کئے بغیر کیوں پیش دستی کی۔ تمہاری عجلت پسندی کا نتیجہ یہ ہے کہ دشمن کی جمعیت پہلے سے بھی فزوں تر ہو گئی ہے اور اس کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔

حضرت خالد اور رئیس المرتدین مسیلمہ میں معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ اس محاربہ میں مسیلمہ کے ہمراہ چالیس ہزار فوج تھی اور اسلامی لشکر صرف تیرہ ہزار شمار میں آیا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پہلے اتمام حجت کے لئے مسیلمہ اور اس کے پیروؤں کو از سر نو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس دعوت کو مسترد کر دیا۔ دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی پند ونصیحت کی بہتیری تدبیریں چلائیں۔ لیکن مسیلمی گم کردگان راہ کی والہانہ یقین واعتقاد کی گرم جوشی میں کچھ فرق نہ آیا۔ اس مصاف میں امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن خطاب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عالی قدر صاحبزادہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ جناب عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ کہ لڑائی بڑی خوفناک تھی۔ یہ اسلام اور کفر کی ایسی زبردست آویزش تھی کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو ایسے شدید معرکہ سے بھی سابقہ نہ پڑا تھا۔ کئی دن کی مصاف آرائی کے بعد نسیم فتح مسلمانوں کے رایت اقبال پر چلی۔ مسیلمہ مارا گیا۔ اکیس ہزار مرتدین قصر ہلاکت میں پڑے اور حسب بیان ابن خلدون ایک ہزار اسی مسلمان شہید ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ میں تیرا ثواب بقدر تیرے خرچ کرنے کے ہے۔ (الترغیب)

مختار بن ابو عبید ثقفی

مختار ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو عبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا فرزند تھا۔ لیکن خوارج کے ہتھے چڑھ کر خارجی ہو گیا۔ وہ اہل بیت سے سخت عناد رکھتا تھا۔ لیکن سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ ہائلہ کے بعد جب اس نے دیکھا کہ مسلمان کربلا کے قیامت خیز واقعات سے سخت سینہ ریش ہو رہے ہیں۔ اور استمالت قلوب کا یہ بہترین موقع ہے۔ اور اس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اہل بیت کا بغض اس کے بام ترقی پر پہنچنے میں سخت حائل ہے۔ تو اس نے خارجی مذہب چھوڑ کر حب اہل بیت کا دم بھرنا شروع کر دیا۔

۶۴ھ میں جب یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ مرا تو اہل کوفہ نے یزید کے عامل عمرو بن حریث کو کوفہ کی حکومت سے برطرف کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیعت کر لی۔ جنہوں نے یزید کے بعد حجاز اور عراق کی عنان فرمانروائی اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ مرگ یزید کے چھ مہینے بعد مختار کوفہ پہنچا اور اہل کوفہ کو قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ آزما ہونے کی دعوت دینی شروع کی اور بولا میں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی) محمد بن حنیفہ کی طرف سے وزیر اور امین ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ مختار کوفہ کے گلی کوچوں اور مسجدوں میں جاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کا ذکر کر کے آنسو بہانے لگتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تحریک جڑ پکڑنے لگی اور رجوع خلائق شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ہزاروں آدمی اس کے جھنڈے تلے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔

مختار کا دعویٰ نبوت:

جب مختار نے قاتلین اہل بیت کے تہس نہس کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اور اس قسم کی بہجت افزا خبریں فضائے عالم میں گونج رہی تھی۔ کہ مختار نے دشمنان اہل بیت کے گلے پر چھری رکھ کر محبان اہل بیت کے زخم ہائے دل پر ہمدردی و تسکین کا مرہم رکھا ہے۔ تو پیروان ابن سبا اور غلاۃ شیعہ نے اطراف و اکناف ملک سے سمٹ کر کوفہ کا رخ کیا اور مختار کی حاشیہ نشینی اختیار کر کے تملق و چاپلوسی کے انبار لگا دیئے۔ ہر شخص مختار کو آسمان تعلّی پر چڑھاتا۔ بعض خوشامدیوں نے تو اس سے یہاں تک کہنا شروع کیا کہ اتنا بڑا کار عظیم وخطیر جو اعلیٰ حضرت کی ذات قدسی صفات سے ظہور میں آیا۔ نبی یا وصی کے بغیر کسی سے ممکن الوقوع نہیں۔

اس تملق و خوشامد کا لازمی نتیجہ جو ہو سکتا تھا وہی ظاہر ہوا۔ مختار کے دل و دماغ پر انانیت و پندار کے جراثیم پیدا ہوئے جو دن بدن بڑھتے گئے۔ اور انجام کار اس نے بساط جراءت پر قدم رکھ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا (الفرق بین الفرق مطبوعہ مصر ص ۳۲)

اس دن سے اس نے مکاتبات و مراسلات میں اپنے آپ کو مختار رسول اللہ لکھنا شروع کر دیا۔ دعویٰ نبوت کے ساتھ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی ذات نے مجھ میں حلول کیا ہے۔ اور جبرئیل امین ہر وقت میرے پاس آتے ہیں۔ مختار نے احنف بن قیس نامی ایک رئیس کو یہ خط لکھا تھا۔

السلام علیکم۔ بنو مضر اور بنو ربیعہ کا برا ہو احنف! تم اپنی قوم کو اس طرح دوزخ کی طرف لے جا رہے ہو کہ وہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ ہاں تقدیر کو میں بدل نہیں سکتا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھے کذاب کہتے ہو۔ مجھ سے پہلے انبیاء کو بھی اسی طرح جھٹلایا گیا تھا۔ میں ان میں سے اکثر سے فائق و برتر نہیں ہوں۔ اس لئے اگر مجھے کاذب سمجھا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(تاریخ ابن جریر طبری)

مختاری اکاذیب کے متعلق مخبر صادق کی پیشین گوئی

چنانچہ ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابٌ وَ مُبِيْرٌ" (قوم بنو ثقیف میں ایک کذاب ظاہر ہو گا اور ایک ہلاکو)۔ اس حدیث میں کذاب سے مختار اور ہلاکو سے حجاج بن یوسف مراد ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہما نے حجاج بن یوسف سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ظاہر ہو گا اور ایک ہلاکو۔ کذاب کو تو ہم نے دیکھ لیا۔ یعنی مختار کو۔ اور ہلاکو تو ہے۔

مصعب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار پر فوج کشی کرنے کی تحریک

ابراہیم بن اشتر کوفی مختار کا دست راست تھا۔ مختار کو جس قدر عروج نصیب ہوا وہ سب ابراہیم بن اشتر کی شجاعت اولوالعزمی اور حسن تدبیر ہی کا رہین منت تھا۔ ابراہیم ہر میدان میں مختار کے دشمنوں سے لڑا۔ اور اس کے علم اقبال کو ثریا تک بلند کر دیا۔ لیکن جب ابراہیم کو معلوم ہوا کہ مختار نے علی الاعلان نبوت اور نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ تو وہ نہ صرف اس کی اعانت سے دست کش ہو گیا بلکہ بلاد جزیرہ پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا بھی اعلان کر دیا۔ یہ دیکھ کر کوفہ کے ان اہل ایمان نے جو مختار کی مارقانہ حرکتوں سے نالاں تھے بصرہ جا کر مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو مختار پر حملہ آور ہونے کی تحریک کی۔ مختار نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کوفہ اور اس کے ملحقات کی حکومت چھین لی تھی۔ اور اس کے علاوہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں بہت سی دوسری خون آشامیوں کا بھی مرتکب رہ چکا تھا۔ اس لئے ان کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت دنوں سے انتقام کے لئے دانت پیس رہے تھے۔

جب رؤساء کوفہ نے حملہ آور ہونے کی تحریک کی تو مصعب رضی اللہ عنہ ایک لشکر جرار لیکر کوفہ کی طرف بڑھے۔ جب مختار کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے دو سپہ سالاروں کے ماتحت اپنی فوج روانہ کی۔ جب لشکروں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مختار کے دونوں سپہ سالار احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل میدان جانستان کی نذر ہو گئے۔ اور بصریوں نے مختار کی فوج کو مار مار کر اس کے دھوئیں

بکھیر دیئے۔ جب مختار کو اپنے سپہ سالار کی ہلاکت اور اپنے لشکر کی بربادی کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ موت کا آنا لازمی امر ہے اور میں جس موت میں مرنا چاہتا ہوں وہ وہی موت ہے جس پر ابن شمیط کا خاتمہ ہوا۔

جب مصعب رضی اللہ عنہ کی فوج نے خشکی اور تری کے دونوں راستے عبور کر کے پیش قدمی شروع کی تو مختار نے بنفس نفیس کوفہ سے جنبش کی۔ مختار نے سلحین کے سنگم پر ایک بند بندھوا کر دریائے فراط کا پانی روک دیا۔ اس طرح فراط کا تمام پانی معاون دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصری فوج جو کشتیوں پر سوار ہو کر چلی آ رہی تھی اس کی کشتیاں کیچڑ میں پھنس گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر بصریوں نے کشتیاں چھوڑ دیں اور پا پیادہ پیش قدمی شروع کر دی۔ جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر حروراء کے مقام پر مورچہ بندی کی۔ اتنے میں مصعب رضی اللہ عنہ بھی حروراء پہنچ گئے۔ جو ولایت بصرہ اور کوفہ کی حد فاصل ہے۔ اب آتش حرب شعلہ زن ہوئی۔ اس لڑائی میں مختار کی فوج کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور وہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر سخت بدحالی کے ساتھ بھاگ کھڑی ہوئی۔ جتنی دیر تک فوج برسر مقابلہ رہی۔ مختار نہایت بے جگری سے لڑتا رہا۔ آخر فوج کی ہزیمت پر وہ بھی پسپائی پر مجبور ہوا۔ اور کوفہ پہنچ کر قصر عمارت میں متحصن ہو گیا۔

مختار کی ہلاکت:

جب محاصرہ کی سختی ناقابل برداشت ہو گئی تو مختار اپنے دام افتادوں سے کہنے لگا ''یاد رکھو کہ محاصرہ جس قدر طویل ہو گا تمہاری طاقت جواب دیتی جائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ باہر میدان میں داد شجاعت دیں۔ اور لڑتے لڑتے عزت سے جانیں دے دیں۔ اور اگر تم بہادری سے لڑو تو میں اب بھی فتح کی طرف سے مایوس نہیں ہوں'' لیکن انہوں نے باہر نکل کر مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ اٹھارہ آدمیوں نے رفاقت اور جانبازی پر آمادگی ظاہر کی۔ اب مختار خوشبو اور عطر لگا کر باہر نکلا۔ اور اٹھارہ آدمیوں کی رفاقت میں مقابلہ شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں تمام ساتھی لقمہ اجل ہو گئے۔ آخر مختار خود بھی ان مقتولوں کے ڈھیر پر ڈھیر ہو رہا۔

حارث کذاب دمشقی

حارث بن عبدالرحمان دمشقی ایک قرشی غلام تھا۔ حصول آزادی کے بعد یاد الٰہی کی طرف مائل ہوا اور بعض اہل اللہ کی دیکھا دیکھی رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہنے لگا۔ سد رمق سے زیادہ غذا نہ کھاتا، کم سوتا، کم بولتا، اور اس قدر پوشش پر اکتفا کرتا جو ستر پوشی کے لئے ضروری تھی۔ اگر یہ زہد و ورع ریاضتیں اور مجاہدے کسی مرشد کامل کے زیر ہدایت عمل میں لائے جاتے تو اسے قال سے حال تک پہنچا دیتے اور معرفت الٰہی کا نور کشور دل کو جگمگا دیتا۔ لیکن چونکہ احمد قادیانی کی طرح بے مرشد تھا شیطان اس کا راہنما بن گیا۔

حارث کے استدراجی تصرفات:

چونکہ حارث بڑا عابد ریاضت کش تھا اور نفس کشی کا شیوہ اختیار کر کے اپنے اندر ملکوتی صفات پیدا کر لئے تھے۔ اس سے عادت مستمرہ کے خلاف بعض محیر العقول افعال صادر ہوتے تھے۔ مگر یہ افعال جو محض نفس کشی کا ثمرہ تھے ان کو تعلق باللہ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ مسجد میں ایک پتھر پر انگلی مارتا تو وہ تسبیح پڑھنے لگتا۔ موسم گرما میں لوگوں کو موسم سرما کے پھل اور میوے اور جاڑے میں تابستان کے پھل پیش کرتا۔ بعض اوقات کہتا آؤ میں تمہیں موضع دیر مراں (ضلع دمشق) سے فرشتے نکلتے دکھاؤں۔ چنانچہ حاضرین برای العین دیکھتے کہ نہایت حسین و جمیل فرشتے بصورت انسان گھوڑوں پر سوار جا رہے ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ شیاطین ہر روز کسی نہ کسی نوری شکل میں ظاہر ہو کر حارث کو یقین دلا رہے تھے کہ تو خدا کا نبی ہے۔ ایک دن شہر کا ایک رئیس قاسم نامی اس کے پاس آیا اور پوچھا تم کس بات کے مدعی ہو؟ کہنے لگا میں تو نبی اللہ ہوں۔ قاسم نے کہا اے خدا کے دشمن! تو جھوٹا ہے۔ نبوت تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم ہو گئی اب کوئی شخص منصب نبوت پر سرفراز نہیں ہو سکتا۔

دمشق جہاں حارث کذاب مدعی نبوت تھا خلفاء بنو امیہ کا دار الحکومت تھا۔ ان ایام میں خلیفہ عبدالملک دمشق کے تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ قاسم نے جھٹ قصر خلافت میں جا کر خلیفہ عبدالملک کو بتایا کہ یہاں ایک شخص نبوت کا دعویدار ہے۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ اس کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن حارث اس سے پیشتر دمشق سے بھاگ کر بیت المقدس چلا گیا تھا اور وہاں نہایت خاموشی اور رازداری کے ساتھ لوگوں کو اپنی نبوت کی دعوت دے رہا تھا۔

وقت کے خلیفہ نے ایک قوی ہیکل محافظ کو حکم دیا کہ ''اس کو نیزہ مار کر ہلاک کر دو''۔ نیزہ مارا گیا لیکن کچھ اثر انداز نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حارث کے پیروؤ کہنے لگے کہ انبیاء اللہ کے جسم پر ہتھیار اثر نہیں کرتے۔ خلیفہ نے محافظ سے کہا شاید تم نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ نہیں مارا؟ اب کی مرتبہ اس نے بسم اللہ پڑھ کر وار کیا تو وہ بری طرح زخم کھا کر گرا اور جان دے دی۔ یہ ۶۹ھ کا واقعہ ہے۔ (دائرۃ المعارف ج ۶ ص ۶۴۴ الدعاۃ ۷۳-۷۶)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان میں لکھا ہے کہ حارث کی ہتھکڑیاں اتارنے والا اس کا کوئی شیطان دوست تھا۔ اور اس نے گھوڑوں کے جو سوار دکھائے تھے وہ ملائک نہیں بلکہ جنات تھے۔

قاضی عیاض ''شفاء فی حقوق دار المصطفیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حارث کو قتل کرا کے سولی پر لٹکوا دیا۔ خلفاء و سلاطین اسلام نے ہر زمانہ میں مدعیان نبوت کے ساتھ یہی سلوک کیا

ہے۔ اور علماء معاصرین ان کے اس عمل خیر کی تائید و تحسین کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے مدعیان نبوت مفتری علی اللہ ہیں۔ خدائے برتر پر بہتان باندھتے ہیں کہ اس نے ان کو منصب نبوت سے نوازا ہے۔ یہ لوگ حضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی ہونے کے منکر ہیں۔ علماء امت اس مسئلے پر بھی متفق اللفظ ہیں کہ مدعیان نبوت کے کفر سے اختلاف رکھنے والا بھی دائرہ ملت سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ مدعیان نبوت کے کفر اور تکذیب علی اللہ پر خوش ہے۔

(نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ج ۴ ص ۵۷۵)

مغیرہ بن سعید بن عجلی

مغیرہ بن سعید بن عجلی پہلے امامت کا پھر نبوت کا مدعی ہوا۔ کہا کرتا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں۔ اور اس کی مدد سے مردوں کو زندہ اور لشکروں کو منہزم کر سکتا ہوں۔ جب خالد بن عبداللہ قسری کو جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے حاکم عراق تھا۔ مغیرہ کے دعویٰ نبوت کا علم ہوا تو ۱۱۹ ھ میں اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس کے چھ مرید بھی پکڑے گئے۔ خالد نے مغیرہ سے دریافت کیا کہ کیا تو نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اس کے مریدوں سے پوچھا کیا تم اس کو نبی یقین کرتے ہو۔ انہوں نے بھی اس کا اقرار کیا۔

زندہ نذر آتش:

خالد نے مغیرہ کو دعوائے نبوت کی وہ بڑی سے بڑی سزا دی جو اس کے مخلیہ دماغ میں نہ سما سکی۔ اس کے لئے سرکنڈوں کے گٹھے اور نفط منگوایا۔ خالد نے مغیرہ کو حکم دیا کہ ایک گٹھے کو اٹھالے۔ مغیرہ اس سے رکا اور ہچکچایا۔ خالد نے حکم دیا کہ اس کو مارو۔ معاً مار پڑنے لگی۔ مغیرہ نے گھبرا کر ایک گٹھا اٹھالیا۔ اب اس کو اس گٹھے سے باندھ دیا گیا۔ اب اس پر اور گٹھے پر روغن نفط ڈال کر اس کو آگ دکھادی گئی۔ اور مغیرہ تھوڑی دیر میں جل کر راکھ کا ڈھیر ہوگیا۔ (الفرق بین الفرق مطبوعہ مصر ص ۲۴۲)

بیان بن سمعان تمیمی

بیان بن سمعان تمیمی مغیرہ بن سعید عجلی کا معاصر تھا۔ دونوں ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے تھے۔ فرقہ بیانیہ جو غلاۃ روافض کی ایک شاخ ہے۔ اسی بیان کا پیرو ہے۔ نبوت کا مدعی تھا۔ کہا کرتا تھا کہ میں اسم اعظم جانتا ہوں۔ اور اس کے ذریعہ زہرہ کو بلالیتا ہوں اور لشکروں کو منہزم کر سکتا ہوں۔ ہزاروں انسان نما ڈھور خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنس کر اس کی نبوت کے قائل ہوگئے۔ اس نے امام محمد باقر جیسی جلیل القدر ہستی کو بھی اپنی نبوت کی دعوت دی تھی۔ اور اپنے خط میں جو عمر بن عفیف کے ہاتھ امام ممدوح کو بھیجا لکھا تھا۔ کہ میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی کرو گے۔ تم نہیں جانتے کہ خدا کس کو نبوت پر سرفراز فرماتا ہے۔

بیان کو اس کے دعوے کی وجہ سے بیان کہتے تھے۔ کہ مجھے قرآن کا صحیح بیان سمجھایا گیا ہے۔ اور آیات قرآنی کا وہ مطلب و مفہوم نہیں جو عوام سمجھتے ہیں۔ عوام سے اس کی مراد علمائے اسلام تھے۔ اس قسم کا دعویٰ کچھ بیان پر موقوف نہیں تھا۔ بلکہ ہر جھوٹا مدعی خود مصیب و حق پرست بنتا اور حاملین شریعت کو خطا کار بتایا کرتا ہے۔

اوپر لکھا گیا ہے کہ خالد بن عبداللہ قسری عامل کوفہ نے مغیرہ عجلی کو نذر آتش کر دیا تھا۔ بیان بھی اسی وقت گرفتار کر کے کوفہ لایا گیا تھا جب مغیرہ جل کر خاک سیاہ ہوگیا تو خالد نے بیان کو بھی حکم دیا کہ سرکنڈوں کا ایک گٹھا تھام لے۔ چونکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ مغیرہ کو گٹھا نہ اٹھانے پر مار پڑی تھی۔ فوراً لپک کر ایک گٹھا تھام لیا۔ خالد نے کہا تمہیں دعویٰ ہے کہ تم اپنے اسم اعظم کے ساتھ لشکروں کو ہزیمت دیتے ہو۔ اب یہ کام کرو کہ مجھے اور میرے عملہ کو جو تیرے درپے قتل ہیں ہزیمت دے کر اپنے آپ کو بچالو۔ مگر جھوٹا تھا۔ لب کشائی نہ کر سکا۔ آخر مغیرہ کی طرح اس کو بھی جلا کر بے نشان کر دیا گیا۔

(تاریخ طبری جلد ۸ ص ۲۴۱ اور کتاب الفرق ص ۲۲۸)

ابو منصور عجلی

ابتداء میں حضرت امام جعفر صادقؓ کا معتقد اور اہل غلو میں سے تھا۔ جب امام ہمامؒ نے اسے مارقانہ عقائد کی بناء پر اپنے ہاں سے خارج کر دیا تو اس نے دعویٰ امامت کی ٹھان لی۔ چنانچہ اخراج کے چند روز بعد یہ کہنا شروع کیا کہ میں امام محمد باقر کا خلیفہ و جانشین ہوں۔ ان کا درجہ امامت میری طرف منتقل ہوگیا ہے۔ یہ شخص اپنے تئیں خالق بے چوں کا ہم شکل بتاتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ امام محمد باقرؒ کی رحلت کے بعد آسمان پر بلایا گیا اور معبود برحق نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا بیٹا! لوگوں کے پاس میرا پیغام پہنچادے۔

ابو منصور اس امر کا بھی قائل تھا کہ نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ رسول اور نبی قیامت تک مبعوث ہوتے رہیں گے۔ ابو منصور کی یہ بھی تعلیم تھی کہ جو کوئی امام تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سے تمام تکلیفات شریعہ اٹھ جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے شریعت کی پابندی لازم نہیں رہتی۔ اس کا بیان تھا کہ جبرئیل امین نے پیغام رسانی میں خطا کی بھیجا تو انہیں حضرت علی کے پاس تھا لیکن غلطی سے محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والسلام کو پیغام الٰہی پہنچا گئے۔ (غنیۃ الطالبین) اس فرقے کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جبرئیل کہ آمد زبر خالق بے چوں
در پیش محمد شد و مقصود علی بود

کہا کرتا تھا کہ قیامت، اور جنت و دوزخ کچھ بھی نہیں یہ محض ملانوں

کے ڈھکوسلے ہیں جب یوسف بن عمر ثقفی کو جو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی تھا ابو منصور کی تعلیمات کفریہ کا علم ہوا اور دیکھا کہ اس کی وجہ سے ہزار ہا بندگان خدا تباہ ہو رہے ہیں تو اس کو گرفتار کر کے کوفہ میں سولی پر چڑھا دیا (الفرق بین الفرق، الملل والنحل شہرستانی)

بہافرید نیشاپوری

ابو مسلم خراسانی کے عہد دولت میں جو خلافت آل عباس ﷺ کا بانی تھا۔ بہافرید نام کا ایک شخص سیراوند نامی ایک قصبہ میں جو ضلع نیشاپور میں سے ظاہر ہوا۔ نبوت ووحی کا مدعی تھا۔ دعویٰ نبوت کے تھوڑی مدت بعد چین گیا وہاں سات سال تک مقیم رہا۔ مراجعت کے وقت دوسرے چینی تحائف کے علاوہ سبز رنگ کی ایک نہایت باریک قمیص بھی ساتھ لایا۔ اس قمیص کا کپڑا اس قدر باریک تھا کہ قمیص آدمی کی مٹھی میں آ جاتی تھی۔ چونکہ اس زمانہ تک لوگ زیادہ باریک کپڑوں سے روشناس نہ ہوئے تھے۔ بہافرید نے اس قمیص سے معجزہ کا کام لینا چاہا۔

چین سے واپس آ کر رات کو وطن پہنچا۔ کسی سے ملاقات کئے بغیر رات کی تاریکی میں سیدھا مجوس کے مندر کا رخ کیا۔ اور مندر پر چڑھ کر بیٹھ رہا۔ جب صبح کے وقت پجاریوں کی آمد ورفت شروع ہوئی تو آہستہ آہستہ لوگوں کے سامنے نیچے اترنا شروع کیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ سات سال غائب رہنے کے بعد اب یہ بلندی کی طرف سے کیوں آ رہا ہے۔

لوگوں کو متعجب دیکھ کر کہنے لگا حیرت کی کوئی بات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خداوند عالم نے مجھے آسمان پر بلایا تھا۔ میں برابر سات سال تک آسمانوں کی سیر وسیاحت میں مصروف رہا۔ وہاں مجھے جنت کی خوب سیر کرائی۔ میں نے دوزخ کا بھی معائنہ کیا۔ آخر رب کردگار نے مجھے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور یہ قمیص پہنا کر زمین پر اترنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں ابھی آسمانوں سے نازل ہو رہا ہوں۔

اس وقت مندر کے پاس ہی ایک کسان ہل چلا رہا تھا اس نے کہا میں نے خود اسے آسمان کی طرف سے اترتے دیکھا ہے۔ پجاریوں نے بھی اس کے اترنے کی شہادت دی۔ بہافرید کہنے لگا کہ خلعت جو مجھے آسمان سے نازل ہوا زیب تن ہے۔ غور سے دیکھو کہیں دنیا میں ایسا باریک اور نفیس کپڑا تیار ہو سکتا ہے۔ لوگ اس قمیص کو دیکھ کر محو حیرت تھے۔ الغرض آسمانی نزول اور عالم بالا کے معجزۂ خلعت پر یقین کر کے ہزار ہا لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس کے دین کے احکام بڑے مضحکہ خیز تھے۔

بہافرید کا قتل:

بہافرید مدت تک اغوائے خلق میں بلا مزاحمت مصروف رہا۔ آخر جب ابو مسلم خراسانی نیشاپور آیا تو مسلمانوں اور مجوسیوں کا ایک مشترکہ وفد اس کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ بہافرید نے دین اسلام اور دین مجوس میں رخنہ اندازیاں کر رکھی ہیں۔ ابو مسلم نے عبداللہ بن شعبہ کو اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ بہافرید کو اطلاع مل گئی کہ اس کی گرفتاری کا حکم ہوا ہے۔ فوراً نیشاپور سے راہ فرار اختیار کی۔ عبداللہ بن شعبہ نے تعاقب کر کے اسے کوہ باذغیس پر جالیا۔ اور گرفتار کر کے ابو مسلم کے سامنے لا حاضر کیا۔ ابو مسلم نے دیکھتے ہی اس کو خنجر خونخوار کا وار کیا اور سر قلم کر کے اس کی نبوت کا خاتمہ کر دیا۔

ابو مسلم نے حکم دیا کہ اس کے گم کردگان راہ پیرو بھی گرفتار کر لئے جائیں۔ وہ بہافرید کی گرفتاری سے پہلے ہی وفد کے جانے کی خبر سن کر بھاگ چکے تھے۔ اس لئے بہت تھوڑے افراد ابو مسلم کی فوج کے ہاتھ آئے۔ اس کے پیرو بہافرید کہلاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے بہافرید ایک مشکیں گھوڑے پر سوار ہو کر آسمان پر چڑھ گیا تھا اور کسی مستقبل زمانہ میں آسمان سے نازل ہو کر اپنے اعداء سے انتقام لے گا۔

(الاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ بیرونی)

اسحٰق اخرس مغربی مدعی نبوت

اسحٰق ملک مغرب کا رہنے والا تھا۔ اہل عرب کی اصطلاح میں مغرب شمالی افریقہ کے اس حصہ کا نام ہے جو مراکش، تیونس، الجزائر وغیرہ ممالک پر مشتمل ہے۔ اسحٰق ۱۳۵ھ میں اصفہان میں ظاہر ہوا۔ ان ایام میں ممالک اسلامیہ پر خلیفہ سفاح عباسی حکمران تھا۔ اہل سیر نے اس کی دکان آرائی کی جو کیفیت لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے اس نے صحف آسمانی قرآن، تورات، انجیل، اور زبور کی تعلیم حاصل کی۔ پھر جمیع علوم رسمیہ کی تکمیل کے بعد زمانہ دراز تک زبانیں سیکھتا رہا۔ مختلف قسم کی صناعیوں اور شعبدہ بازیوں میں مہارت پیدا کی۔ اور ہر طرح سے باکمال اور بالغ نظر ہو کر اصفہان آیا۔

دس سال تک گونگا بنا رہا

اصفہان پہنچ کر ایک عربی مدرسہ میں قیام کیا اور دس سال تک کی مدت ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں گذار دی یہاں اس نے اپنی زبان پر ایسی مہر سکوت لگائے رکھی کہ ہر شخص اسے گونگا یقین کرتا رہا۔ اس مدت میں کسی کو بھی وہم وگمان بھی نہ ہوا کہ یہ شخص بھی قوت گویائی سے بہرہ ور ہے۔ یا یہ شخص علامہ دھر اور یکتائے روزگار ہے اسی بناء پر یہ اخرس یعنی گونگے کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ دس سال تک ہمیشہ اشاروں کنایوں سے اظہار مدعا کرتا رہا ہر شخص سے اس کا رابطہ مودت قائم تھا۔ کوئی چھوٹا بڑا شخص ایسا نہیں تھا جو اس کے ساتھ اشاروں کنایوں سے تھوڑا بہت مذاق کر کے تفریح طبع نہ کر لیتا ہو۔

اتنی صبر آزما مدت کے بعد آخر وہ مدت آ گئی جبکہ وہ اپنی مہر سکوت

توڑنے اور کشور قلوب پر اپنی قابلیت اور نطق و گویائی کا سکہ بٹھا دے۔ اس نے نہایت راز داری کے ساتھ ایک نہایت نفیس قسم کا روغن تیار کیا اس روغن میں یہ صفت تھی۔ کہ اگر کوئی شخص اسے چہرے پر مل لے تو اس درجہ حسن و تجلی پیدا ہو کہ شدت انوار سے اس کے نورانی چہرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا مشکل ہو۔ اسی طرح خاص قسم کی دو رنگ دار شمعیں بھی تیار کر لیں۔ اس کے بعد ایک رات جب کہ تمام لوگ محو خواب تھے۔ اس نے وہ روغن اپنے چہرے پر ملا اور شمعیں جلا کر سامنے رکھ دیں۔ ان کی روشنی میں ایسی چمک دمک اور رعنائی و دلفریبی پیدا ہوئی۔ کہ آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ اب اس نے زور سے چیخنا شروع کیا کہ مدرسہ کے تمام مکین جاگ اٹھے۔ اب وہ نماز پڑھنے لگا۔ اور ایسی خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے لگا کہ بڑے بڑے قاری عش عش کر اٹھے۔

جب مدرسے کے معلمین اور طلبہ نے دیکھا کہ گونگا با آواز بلند قراءت کر رہا ہے اور قوت گویائی کے ساتھ اسے اعلیٰ درجے کی فضیلت اور فن تجوید کا کمال بھی بخشا گیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کا چہرہ ایسا درخشاں ہے کہ نگاہ بھی ٹھہر نہیں سکتی تو لوگ سخت حیرت زدہ ہوئے۔ اس کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور شہر میں ہلڑ مچ گیا۔ لوگ رات کی تاریکی میں جوق در جوق آ رہے تھے۔ خوش اعتقادوں نے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ دن نکلنے پر شہر کے قاضی صاحب چند روسائے شہر کو لے کر اس ''بزرگ ہستی'' کا جمال مبارک دیکھنے کو آئے۔ قاضی صاحب نے نہایت نیاز مندانہ لہجے میں التماس کی کہ حضور والا! سارا شہر اس قدرت خداوندی پر متحیر ہے اگر حقیقت حال کا چہرہ بے نقاب فرمایا جائے تو بڑی نوازش ہوگی۔

اسحٰق جو اس وقت کا پہلے سے منتظر تھا۔ نہایت ریاکارانہ لہجے میں بولا کہ آج سے کوئی چالیس دن پہلے فیضان الٰہی کے کچھ آثار نظر آنے لگے تھے۔ دن بدن القائے ربانی سرچشمہ میرے باطن میں موجزن ہوا۔ حتیٰ کہ آج رات خدائے قدوس نے اپنے فضل مخصوص سے اس عاجز پر علم و عمل کی وہ راہیں کھول دیں۔ کہ مجھ سے پہلے لاکھوں رہروان منزل اس کے تصور سے بھی محروم تھے۔ اور وہ اسرار و حقائق منکشف فرمائے۔ کہ جن کا زبان پر لانا مذہب طریقت میں ممنوع ہے۔

البتہ مختصراً اتنا کہنے کا مجاز ہوں۔ کہ آج رات دو فرشتے حوض کوثر کا پانی لے کر میرے پاس آئے مجھے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور پھر کہنے لگے

السلام علیک یا نبی اللہ

یہ سن کر گھبرایا کہ واللہ اعلم یہ کیا ابتلا ہے ایک فرشتہ بزبان فصیح یوں گویا ہوا: **یا نبی اللہ افتح فاک باسم اللہ الازلی**

(اے اللہ کے نبی بسم اللہ پڑھ کر ذرا منہ تو کھولئے) میں نے منہ کھول دیا۔ اور دل میں بسم اللہ الازلی کا ورد کرتا رہا۔ فرشتہ نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی یہ تو معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز تھی البتہ اتنا جانتا ہوں کہ شہد سے زیادہ شیریں، کستوری سے زیادہ خوشبودار اور برف سے زیادہ ٹھنڈی تھی۔ اس نعمت خداوندی کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ میری زبان گویا ہوگئی۔ اور میں بے اختیار کلمہ شہادت پڑھنے لگا۔

یہ سن کر فرشتوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تم بھی رسول ہو۔ میں نے کہا میرے دوستو! یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ مجھے اسی سے سخت حیرت ہے بلکہ میں تو عرق انفعال میں ڈوبا جاتا ہوں۔ فرشتے کہنے لگے خدائے قدوس نے تمہیں اس قوم کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے کہا باری تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روحی فداہ کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے اب میری نبوت کیا معنی رکھتی ہے؟ کہنے لگے ''وہ درست ہے مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ اور تمہاری بالتبع اور ظلی ہے'' معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیوں نے انقطاع نبوت کے بعد ظلی بروزی نبوت کا ڈھکوسلہ اسی اسحٰق سے اڑایا ہے ورنہ قرآن و حدیث اور اقوال سلف صالحین میں اس مضحکہ خیز نبوت کا کہیں وجود ہی نہیں۔

اسحٰق کے معجزات:

اس کے بعد اسحٰق نے حاضرین سے بیان کیا کہ جب ملائکہ نے مجھے ظلی نبوت کا منصب تفویض فرمایا تو میں نے اس سے معذرت کی اور کہا میرے دوستو! میرے لیے نبوت کا دعویٰ بہت سی مشکلات میں گھرا ہوا ہے کیونکہ بوجہ معجزہ نہ رکھنے کے کوئی شخص میری تصدیق نہ کرے گا۔ فرشتے کہنے لگے تمہارے معجزے یہ ہیں کہ جتنی آسمانی کتابیں انبیاء پر نازل ہوئیں تمہیں ان سب کا علم دیا گیا ہے مزید برآں کئی زبانیں اور متعدد رسم الخط تمہیں عطاء کیے۔ اس کے بعد فرشتے کہنے لگے کہ قرآن پڑھو میں نے قرآن اسی ترتیب سے پڑھ کر سنا دیا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا۔ پھر انجیل پڑھوائی وہ بھی سنا دی تورات زبور اور دوسرے آسمانی صحیفے پڑھنے کو کہا تو وہ بھی سنا دیئے ملائکہ نے صحف آسمانی کی قراءت سن کر فرمایا

قم فانذر الناس (اب کمر ہمت باندھ لو اور غضب الٰہی سے ڈراؤ) یہ کہہ کر فرشتے رخصت ہوگئے اور میں جھٹ نماز اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوگیا۔

عساکر خلافت سے معرکہ آرائیاں:

تھوڑی مدت میں اسحٰق کی قوت و جمعیت یہاں تک ترقی کر گئی کہ اس کے دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی چنانچہ اس نے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی کے عمال کو مقہور و مغلوب کر کے بصرہ، عمان اور ان کے توابع پر قبضہ کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے اور سلام کی ہزار نیکی ملے گی کیونکہ یہ سنت ہے (الدیلمی)

لیا۔ یہ معلوم کر کے خلیفہ منصور نے لشکر کشی کا حکم دیا۔ عساکر خلافت یلغار کرتی ہوئی پہنچیں۔ اور رزم و پیکاری کا سلسلہ شروع کیا بڑے بڑے معرکے ہوئے آخر سپاہ خلافت مظفر و منصور ہوئی۔ اور اسحٰق مارا گیا کہتے ہیں کہ اس کے پیرو اب تک عمان میں پائے جاتے ہیں۔ (کتاب الاذکیاء لابن جوزی و کتاب المختار و کشف الاسرار للعلامہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر الدمشقی المعروف بالجوبریؒ)

استاد سیس خراسانی

جن ایام میں اسلامی سلطنت کی باگ ڈور خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے ہاتھ میں تھی استاد سیس نامی ایک مدعی نبوت اطراف خراسان میں ظاہر ہوا دعویٰ نبوت کے بعد عامۃ الناس اس کثرت سے اس کے دام تزویر میں پھنسے کہ چند ہی سال میں اس کے پیرؤوں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی اتنی بڑی جمعیت دیکھ کر اس کے دل میں استعمار اور ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی اور وہ خراسان کے اکثر علاقے دبا بیٹھا۔

عساکر خلافت نے طاغوتیوں کو مار مار کر پرخچے اڑا دیئے۔ اور اتنی تلوار چلائی کہ میدان جنت میں ہر طرف مرتدین کی لاشوں کے انبار لگ گئے۔ ان محاربات میں سیس کے تقریباً ستر ہزار آدمی کام آئے۔ اور چودہ ہزار قید کر لیے گئے۔ سیس بقیۃ السیف تیس ہزار فوج کو لے کر پہاڑ کی طرف لے بھاگا اور وہاں اس طرح جا چھپا جس طرح خرگوش شکاریوں کے خوف سے کھیتوں میں جا چھپتا ہے۔ خازم نے جا کر پہاڑ کا محاصرہ کر لیا اتنے میں شاہزادہ مہدی نے ابوعون کی قیادت میں بہت سی کمک بھیج دی ابوعون اپنی فوج لے کر اس وقت پہنچا جب استاد سیس محصور ہو چکا تھا۔

سیس کا قتل:

سیس نے محاصرہ کی شدت سے تنگ آ کر ہتھیار ڈال دیئے۔ اور اپنے تئیں بلا شرط خازم کے سپرد کر دیا۔ استاد سیس اپنے بیٹوں سمیت گرفتار ہو گیا سیس تو موت کے گھاٹ اتارا گیا معلوم نہیں اس کے بیٹوں کا کیا حشر ہوا۔ خازم نے فی الفور مہدی کے پاس مژدہ فتح لکھ بھیجا۔ جوں ہی یہ بہجت افزا خبر مہدی کے پاس پہنچی اس نے اپنے باپ خلیفہ منصور کے پاس فتح و نصرت کا تہنیت نامہ لکھا یاد رہے کہ یہی مہدی خلیفہ ہارون رشید کا باپ تھا۔ جو منصور کی رحلت پر خلیفۃ المسلمین ہوا۔ کہتے ہیں کہ استاد سیس خلیفہ مامون کا نانا یعنی مراجل مادر ماموں کا باپ تھا۔ اور اس کا بیٹا غالب جس نے فضل بن سہل برمکی کو قتل کیا تھا۔ خلیفہ مامون (بن ہارون رشید) کا ماموں تھا۔

(تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن جریر طبری، تاریخ کامل ابن اثیر)

حکیم مقنع خراسانی:

حکیم مقنع کے نام میں اختلاف ہے اکثر مورخین نے عطاء لکھا ہے بعض نے ہشام یا ہاشم لکھا ہے حکیم کے لقب سے مشہور تھا۔ مرو کے پاس ایک گاؤں میں جس کو کازہ کیمن وات کہتے ہیں ایک غریب دھوبی کے گھر میں پیدا ہوا۔

مقنع نے اپنی تمام بے سروسامانیوں کے باوجود علوم نظریہ میں وہ درجہ حاصل کیا کہ نواح خراساں میں کوئی شخص اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ خصوصاً علم بلاغت حکمت و فلسفہ، شعبدہ و حیل، طلسمات و سحر اور نیرنجات میں سرآمد روزگار تھا۔ اس نے اپنی جودت طبع سے عجیب و غریب ایجاد کیں۔ اور صنائع و بدائع کے ذریعہ سے بہت جلد آسمان شہرت پر چمکنے لگا لیکن اس کی خلقت میں ایک ایسا عیب تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی مقبولیت میں گونہ فرق پڑتا تھا۔ وہ یہ کہ نہایت کریہہ المنظر، پست قامت، حقیر اور کم رو شخص تھا۔ اور اس پر طرہ یہ کہ واحد العین تھا۔ یعنی اس کی ایک آنکھ کانی تھی۔ جسے دیکھ کر دلوں میں اس کی طرف سے وحشت و نفرت ہوتی تھی۔

مقنع اس عیب کو چھپانے کے لیے ایک چمک دار مصنوعی چہرہ اپنے منہ پر چڑھائے رکھتا تھا۔ اور بغیر اس نقاب کے کسی کو اپنی شکل نہیں دکھاتا تھا۔ اس تدبیر سے اس نے لوگوں کی نفرت کو گرویدگی سے بدل دیا۔ اور اسی نقاب کی وجہ سے لوگوں میں مقنع (نقاب پوش) مشہور ہو گیا۔ چہرہ چھپائے رکھنے کی اصلی بنا تو یہ تھی لیکن جب کوئی شخص اس سے نقاب پوشی کی وجہ دریافت کرتا تو کہہ دیتا کہ میں نے اپنی شکل و صورت اس لیے تبدیل کر رکھی ہے کہ لوگ میری رویئت ضیاء پاش کی تاب نہ لا سکتے۔ اور اگر میں اپنا چہرہ کھول دوں تو میرا انور دنیا و مافیا کو جلا کر خاکستر کر دے۔

دعوائے خدائی:

چونکہ دینی تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھا اور علوم نظری میں کمال حاصل تھا۔ اس لیے اس کے ہفوات کی بنیاد یں فلسفیوں کے خیالات پر مبنی تھیں۔ اس کا بدترین مذہبی اصول مسئلہ تناسخ تھا۔ جس کی بنا پر الوہیت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ میرے پیکر میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن مقنع نے خدائی مسند صرف اپنے لیے خالی نہ رکھی بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو مظہر خداوندی قرار دیا۔ اور کہا کہ خدائے قدوس سب سے پہلے آدم کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ملائکہ کو ان کے سجدہ کرنے کا حکم ہوا۔ ورنہ کیوں کر جائز اور ممکن تھا کہ ملائکہ غیر اللہ کے سجدے کے مامور ہوتے اور ابلیس انکار کی وجہ سے مستوجب عذاب اور مردود ابدی ہو جاتا۔

لیکن یہ زعم بالکل باطل ہے۔ کیونکہ بنابر تحقیق آدم علیہ السلام فی الحقیقت مسجود نہیں تھے۔ بلکہ محض جہت سجدہ تھے۔ مقنع کہتا تھا۔ کہ آدم علیہ السلام کے بعد حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے جسد میں حلول کیا۔ پھر یکے بعد دیگرے ذات خداوندی تمام انبیاء کی صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی۔ انجام کار خدائے بزرگ و برتر صاحب الدولۃ ابومسلم خراسانی کی صورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ تم جو کچھ اپنے خادم کے کام میں تخفیف کرو گے وہ تمہارے لیے تمہارے ترازوئے اعمال میں اجر ہوگا۔" (بیہقی)

میں جلوہ گر ہوا۔ اور اب رب العزت اسی شان سے میرے پیکر میں جلوہ فرما ہے۔ میں اس زمانہ کا اوتار ہوں اسلیے ہر فرد بشر پر لازم ہے کہ مجھے سجدہ کرے اور میری پرستش کیا کرے۔ تاکہ فلاح ابدی کا مستحق ہو۔ ہزار ہا ضلالت پسند حرماں نصیب اس کے دعوی الوہیت کو صحیح جان کر اس کے سامنے سربسجود ہونے لگے۔ یہ شخص ابو مسلم خراسانی کو جسے خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے اس کی غداریوں کی بناء پر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ حضرت سیدالاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم سے (معاذ اللہ) افضل بتاتا تھا۔

یہ تو اس کی زندقہ نوازی کا حال تھا۔ اب اس کی تعلیمات کا اخلاقی پہلو بھی ملاحظہ ہو اس نے تمام محرمات کو مباح کر دیا اس کے پیرو بے تکلف پرائی عورتوں سے ناجائز تمتع حاصل کرتے تھے اس کے مذہب میں مردار اور خنزیر حلال تھا۔ مقنع نے انجام کار صوم وصلوۃ اور تمام دوسری عبادتیں برطرف کر دیں۔ اس کے پیرو مسجدیں بنواتے اور ان میں مؤذن نوکر رکھتے لیکن کوئی شخص وہاں نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی بھولا بھٹکا پردیسی مسلمان ان کی مسجد میں چلا جائے مسجد کا مؤذن اور مقنع کے دوسرے سیاہ دل پیرو موقع ملنے پر اس کے خون سے ہاتھ رنگین کر کے اسکی نعش کو مستور کر دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ مسلم حکمرانوں کی طرف سے ان پر بڑی بڑی سختیاں ہوئیں اس لیے اب وہ ایسا کرنے کی جراءت نہیں کرتے۔

مقنع کی خدائی کا خاتمہ:

جب سعید نے محاصرہ میں زیادہ سختی کی تو مقنع نے اپنی ہلاکت کا یقین کر کے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور بقول بعض مؤرخین جام زہر پلا پلا کر سب کو نذر اجل کر دیا۔ اور انجام کار خود بھی جام زہر پی لیا۔ مرتے وقت اپنے عقیدت مندوں سے کہنے لگا کہ بعد از مرگ مجھے آگ میں جلا دینا تا کہ میری لاش دشمن کے ہاتھ نہ جائے لشکر اسلام نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کا سر کاٹ لیا اور خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جھوٹے مدعیان نبوت مسیحیت مہدویت کی آج تک کی تعداد

نمبر شمار	نام وکنیت	شہر یا ملک	سن	دعوی
۱	صاف بن صیاد	مدینہ منورہ	۲ھ	نبوت
۲	اسود بن کعب	یمن	۶ھ	نبوت
۳	طلیحہ بن خویلد اسدی	خیبر (مدینہ)	۸ھ	نبوت
۴	مسیلمہ بن کبیر	یمامہ	۱۰ھ	نبوت
۵	سجاح بنت حارث	الجزیرہ	۱۴ھ	نبوت
۶	مختار بن ابوعبید ثقفی	کوفہ	۶۴ھ	نبوت
۷	بیان بن سمعان تمیمی	کوفہ	۹۶ھ	نبوت
۸	ابومنصور عجلی	کوفہ	۱۲۰ھ	نبوت
۹	مغیرہ بن سعد عجلی	کوفہ	۱۲۹ھ	نبوت
۱۰	صالح بن طریف	اندلس	۱۳۰ھ	نبوت
۱۱	محمد بن فضلاس الخطاب	کوفہ	۱۳۴ھ	نبوت
۱۲	اسحاق اخرس	مراکش	۱۳۵ھ	نبوت
۱۳	حرب بن عبداللہ	بغداد	۱۳۸ھ	مسیح موعود
۱۴	حکیم مقنع	بغداد	۱۴۸ھ	نبوت
۱۵	استاذسیس	ایران	۱۵۴ھ	نبوت
۱۶	بابک خرامی	بغداد	۲۰۰ھ	خدا
۱۷	ابوعیسی بن یعقوب	اصفہان	۲۱۸ھ	نبوت
۱۸	علی بن محمد عبدالرحیم	بحرین	۲۴۹ھ	نبوت
۱۹	یہود بن ابان	بحرین	۲۶۰ھ	نبوت
۲۰	ابوالعباس	قاہرہ	۲۹۸ھ	نبوت
۲۱	ابوجعفر محمد بن علی ھلغانی		۳۰۰ھ	مسیح موعود
۲۲	عبداللہ بن احمد زکرویہ	مصر	۳۰۱ھ	مسیح موعود
۲۳	ماوطی	سوڈان	۳۱۲ھ	مسیح موعود
۲۴	ابومحمد حامیم	افریقہ	۳۱۳ھ	مسیح موعود
۲۵	احمد بن کیال	افغانستان	۳۱۶ھ	مسیح موعود
۲۶	تجیت (عورت)	افریقہ	۳۱۸ھ	مسیح موعود
۲۷	جوع (عورت)	افریقہ	۳۲۲ھ	مسیح موعود
۲۸	الحاکم فاطمی خلیفہ	قاہرہ	۴۱۰ھ	خدا
۲۹	حمزہ زوزنی	مصر	۴۱۱ھ	نبوت
۳۰	سکون بن ناطق	قاہرہ	۴۲۶ھ	مظہر خدا
۳۱	اصغر بن ابوالحسن تغلبی	خران	۴۴۹ھ	مسیح موعود
۳۲	بہافرید بن ماہ فرودین	نیشاپور	۴۴۲ھ	نبوت
۳۳	ابوعبداللہ بن شباس	صمیرہ	۴۵۰ھ	خدا
۳۴	ابن تومرت	مراکش	۴۵۰ھ	مہدی موعود
۳۵	محمد بن عبداللہ عاضد	قاہرہ	۴۵۰ھ	مہدی موعود
۳۶	حسین بن ہمران	عراق	۴۸۳ھ	نبوت
۳۷	ابوالحسن علی عنبر شمیم	بغداد	۴۸۰ھ	خدا
۳۸	محمود واحد گیلانی	عراق	۶۰۰ھ	نبوت
۳۹	قطب الدین احمد	افریقہ	۶۵۵ھ	نبوت
۴۰	رشید الدین ابوالحشر سنان	شام	۶۵۷ھ	مظہر خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مملوک غلام جو اصلاح کرنے والا ہو اس کیلئے دہرا اجر ہے۔“ (مسلم)

۴۱	احمد بن ہلال	دمشق	۷۸۰ھ	نبوت
۴۲	سید محمد جونپوری	ہندوستان	۸۴۰ھ	مہدی موعود
۴۳	بایزید عبداللہ انصاری	ہندوستان	۹۵۵ھ	نبوت
۴۴	جان محمد فرہی	سندھ	۸۸۷ھ	مسیح موعود
۴۵	شیخ محمد فرہی	سندھ	۸۹۵ھ	مسیح موعود
۴۶	احمد بن عبداللہ عباسی	مراکش	۹۷۰ھ	مہدی موعود
۴۷	میر محمد نور بخش	گجرات	۹۸۰ھ	مہدی موعود
۴۸	احمد بن علی مجیرتی	یمن	۱۰۴۰ھ	مہدی موعود
۴۹	محمد بن عاصم لزنک	کردستان	۱۰۷۰ھ	مہدی موعود
۵۰	محمد بن عبداللہ	ترکی	۱۰۷۵ھ	مہدی موعود
۵۱	سبوی یا سباتائی	ترکی	۱۱۶۷ء	مسیح موعود
۵۲	میر محمد حسین مشہدی	ایران	۱۱۶۷ء	مسیح موعود
۵۳	علی محمد باب	ایران	۱۱۷۸ھ	مامور من اللہ
۵۴	قرۃ العین (عورت)	ایران	۱۲۵۰ھ	مظہر فاطمہ
۵۵	صبح ازل	ایران	۱۲۵۰ھ	مامور من اللہ
۵۶	بہاء اللہ	ایران	۱۲۷۰ھ	مامور من اللہ
۵۷	ملا محمد علی بارفروشی	ایران	۱۲۷۲ھ	مامور من اللہ
۵۸	مومن شاہ بخاری	ایران	۱۲۸۰ھ	من مظہر اللہ
۵۹	محمد احمد سوڈانی	سوڈان	۱۸۸۰ھ	مہدی موعود
۶۰	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	۱۹۰۱ء	ستر دعاوی
۶۱	چراغ دین	جموں کشمیر	۱۹۰۳ء	نبوت
۶۲	عبداللہ تیماپوری	حیدرآباد	۱۹۰۴ء	نبوت
۶۳	عبداللہ پٹواری	چیچہ وطنی	۱۹۰۷ء	نبوت
۶۴	احمد سعید قادیانی	سمبڑیال	۱۹۷۷ء	نبوت
۶۵	احمد نور سرمہ فروش	قادیان	۱۹۱۸ء	نبوت
۶۶	یحییٰ عین اللہ	صوبہ بہار	۱۹۲۰ء	نبوت
۶۷	خواجہ اسمٰعیل	لندن	۱۹۳۰ء	نبوت
۶۸	منشی ظہیر الدین اروپی	گوجرانوالہ	۱۹۰۶ء	مظہر یوسف
۶۹	عبداللطیف گناچوری	گجرات	۱۹۱۰ء	مہدی موعود
۷۰	نبی بخش قادیانی	معراجکے	۱۹۱۱ء	مامور من اللہ
۷۱	فضل احمد چنگا	راولپنڈی	۱۹۲۴ء	مسیح موعود
۷۲	تموتھی عرف کارڈیوٹھی	لاطینی امریکہ	۱۹۲۶ء	نبوت
۷۳	صدیق دیندار	حیدرآباد	۱۹۱۰ء	متعدد دعاوی
۷۴	عالی جاہ محمد	امریکہ	۱۹۵۲ء	مہدی موعود
۷۵	بشارت احمد	مالوکے سیالکوٹ	۱۹۷۷ء	مہدویت
۷۶	محمد ومردا	نائجیریا	۱۹۸۱ء	نبوت
۷۷	محمد علی غازی	شیخوپورہ	۱۹۸۳ء	نبوت
۷۸	غلام فرید	کشکہ ہزارہ	۱۹۸۳ء	نبوت
۷۹	بشیر احمد	خیرپور سندھ	۱۹۸۴ء	مہدویت

آئینہ مرزائیت

خدا کے دشمن، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن، علمۃ المسلمین کے دشمن، ننگ دین وننگ وطن مرزائی ٹولے کی ناپاک ومکروہ سازشوں سے پردہ اٹھتا ہے۔

دعویٰ خدائی:

۱۔ میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے۔ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے۔ (آئینہ کمالات صفحہ ۵۶۴ مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔ ''خدا نمائی کا آئینہ ہوں''۔ (نزول المسیح صفحہ ۸۴)

۳۔ ''ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترے گا'' (تذکرہ ص ۲۴۶ انجام آتھم ص ۶۲)

۴۔ ''مجھ سے میرے رب نے بیعت کی''۔ (دافع البلاء ص ۶)

نبوت کے دعوے:

۱۔ ''پس مسیح موعود (مرزا غلام احمد) خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی''۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد ایڈیشن اول)

۲۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں''

(تحفہ گولڑویہ ص ۶۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

''میرے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے''۔

(براہین احمدیہ ص ۵۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۳۔ یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

(حقیقت النبوت مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان ص ۲۲۸)

نبوت مرزا غلام احمد قادیانی پر ختم:

''اس امت میں نبی کا نام پانے کے لئے ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ہیں''۔

(حقیقت الوحی مرزا غلام احمد قادیانی ص ۳۹۱)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔حالانکہ مشہور تھا کہ سؤر کی چربی اس میں پڑتی ہے۔

(مکتوب مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۲ فروری ۱۹۲۴)

۲۔ منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

ترجمہ: مسیح ہوں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور محمد اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔(تریاق القلوب ص۵ مصنفہ غلام احمد قادیانی)

۳۔محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(قاضی محمد ظہور الدین اکمل اخبار "بدر" نمبر ۴۳ جلد ۲ قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

۴۔دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۸۹ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۵۔اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے۔(کلمۃ الفصل صفحہ ۱۰۵ از مرزا بشیر احمد)

۶۔سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

(دافع البلاء کلاں صفحہ ۱۱، تختی خورد صفحہ ۲۳ انجام آتھم ص ۶۲)

۷۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰)

"عیسیٰ کو گالی دینے، بدزبانی کرنے اور جھوٹ بولنے کی عادت تھی اور چور بھی تھے (ضمیر انجام آتھم ص ۵/۶)

حضرت علیؓ کی توہین:

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو۔ایک زندہ علی (مرزا صاحب) تم میں موجود ہے۔اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علیؓ) کو تلاش کرتے ہو۔(ملفوظات احمدیہ ص ۱۳۱ جلد اول)

مکہ اور مدینہ کی توہین:

حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے جو بار بار یہاں نہ آئے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کوئی کاٹا جائے۔پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔

(مرزا بشیر الدین محمود احمد مندرجہ حقیقت الرویا ص ۴۶)

۲۔قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے۔یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔(خطبہ الہامیہ ص ۲۰ حاشیہ)

مسلمانوں کی توہین

کل مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرلی ہے مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔(آئینہ کمالات صفحہ ۵۴۷)

۲۔جو دشمن میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔

(نزول المسیح صفحہ ۴، تذکرہ ۲۲۷)

۳۔میرے مخالف جنگلوں کے سؤر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔(نجم الہدیٰ صفحہ ۳۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۔جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔اور حلال زادہ نہیں ہے۔(انوار الاسلام ص ۳۰ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تمام مسلمان کافر ہیں:

۱۔جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳ از مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۔کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ ۳۵ مصنفہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان)

کافرانہ دعوے:

۱۔"مجھے مسیح اور مہدی بنایا گیا"۔(نجم الہدیٰ حاشیہ ص ۷۸)

نوٹ: یہ دعویٰ مرزا صاحب کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

۲۔"خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے"۔

(تذکرہ ط۲ ص ۳۵ حاشیہ اربعین ص ۴ ص ۱۶)

۳۔"خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف فرمایا"

قادیانیوں کا مسلمانوں سے جدا مذہب:

۱۔"ورنہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ ان کا (یعنی مسلمانوں کا) اسلام اور ہے اور ہمارا اور۔ان کا خدا اور ہے ہمارا اور۔ہمارا حج اور ہے ان کا حج اور۔اور اسی طرح ان سے ہر بات میں اختلاف ہے۔

(اخبار الفضل ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء تقریر بنام طلباء (طلباء کو نصائح)

مسلمانوں سے شادی بیاہ کی ممانعت:

حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی، غیر احمدی کو

اپنی لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔

(برکات خلافت، مجموعہ تقاریر محمود ص ۷۵)

سلطنت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات طبع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب ص ۲۵ مصنفہ مرزا غلام احمد)

۲۔ نیز تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹ پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں''۔

۳۔ میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں۔ نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لئے دعا کرتا ہوں۔ (تبلیغ رسالت مرزا غلام احمد جلد ۶ صفحہ ۶۹)

قرآن مجید کی توہین:

قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ (ازالۃ الاوہام ص ۲۹، ۲۸)

۲۔ ''میں قرآن کی غلطیاں نکالنے آیا ہوں جو تفسیروں کی وجہ سے واقع ہوگئی ہیں'' (ازالۃ الاوہام ص ۳۷۱)

۳۔ ''قرآن زمین پر سے اٹھ گیا تھا میں قرآن کو آسمان پر سے لایا ہوں'' (ایضاً حاشیہ ص ۳۸۰)

مرزا قادیانی کی دعا جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی

مرزا قادیان نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء کے آخر میں لکھا۔ ''اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آ کر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو۔ اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے اور تیری وہ رحمت میرے ساتھ نہیں جو تیرے بندہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اور اسحٰق علیہ السلام کے ساتھ اور اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ اور خیر الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اس امت کے اولیاء کرام کے ساتھ تھی تو مجھے فنا کر ڈال اور ذلتوں کے ساتھ مجھے ہلاک کر دے اور ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا اور تمام دشمنوں کو خوش کر اور ان کی دعائیں قبول فرما۔ (مجموعہ اشتہارات ص ۱۱۵، ۱۱۶ جلد ۲)

نتیجہ: قارئین کرام! نہ احمد بیگ کی بڑی لڑکی محمدی بیگم مرزا کے نکاح میں آئی نہ آتھم مرزا کی مقرر کردہ معیاد کے اندر عذاب مہلک میں گرفتار ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ پیشین گوئیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھیں۔ لہٰذا مرزا کی یہ دعا قبول ہوئی کہ اگر یہ پیشین گوئیاں تیری طرف سے نہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا اللہ تعالیٰ کی نظر میں واقعی مردود وملعون اور دجال تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ کی لعنتوں کا نشانہ بنا دیا۔

مرزا کی پیش گوئی جو سچی نکلی

مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا۔

''آپ اپنے پرچے میں...... میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں۔ جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ (مجموعہ اشتہارات ص ۵۷۸ جلد ۳)

نتیجہ: مرزا قادیانی کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف سچی نکلی۔ وہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مولانا مرحوم کی زندگی میں ہلاک ہو گیا اور مولانا مرحوم ۱۹۴۹ء تک سلامت با کرامت رہے۔ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی بقول خود اللہ تعالیٰ کی نظر میں مفتری اور کذاب و دجال تھا۔

پیشین گوئی نمبر ۲

''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں'' (تذکرہ طبع دوم ص ۵۸۴)

مرزا صاحب کا یہ الہام یا پیش گوئی اردو زبان میں ہے۔ اور اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کی موت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہوگی۔ مگر دیکھئے مرزا صاحب کا انتقال لاہور میں بمرض ہیضہ ہوا۔ اور مرزا صاحب کے مریدان کی لاش کو بذریعہ ریل گاڑی جو مرزا صاحب کے نزدیک دجال کا گدھا ہے لاد کر قادیان لے گئے۔ تو یہ پیش گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔

بزرگان محترم! مرزا غلام احمد نے خود ہی ایک معیار مقرر کیا اور اس معیار پر خود ہی پورا نہ اتر سکا۔ اب انہیں کا فیصلہ ملاحظہ فرمادیں۔ تحریر کرتے ہیں۔ ''جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی''۔

قادیانیوں اور دوسرے کافروں کے درمیان فرق

قادیانیوں میں اور دوسرے غیر مسلموں میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ

شریعت میں شراب ممنوع ہے۔شراب کا پینا، اس کا بنانا، اس کا بیچنا تینوں حرام ہیں۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ شریعت میں خنزیر حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت فروخت کرنا، لینا، دینا، یا کھانا پینا قطعی حرام ہے۔ یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے۔اب ایک آدمی وہ ہے جو شراب فروخت کرتا ہے یہ بھی مجرم ہے اور ایک دوسرا آدمی جو شراب فروخت کرتا ہے اور مزید ستم یہ کرتا ہے کہ شراب پر زمزم کا لیبل چپکاتا ہے یعنی شراب بیچتا ہے اس کو زم زم کہہ کر۔ مجرم دونوں ہیں لیکن ان دونوں مجرموں کے درمیان کیا فرق ہے۔

قادیانیوں کو مسلمان کہلانے کا کیا حق ہے؟

قادیانیوں کو یہ حق آخر کس نے دیا ہے کہ وہ غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول سمجھیں اور پھر اسلام کا دعویٰ بھی کریں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمے کو منسوخ کر کے اس کی جگہ مرزا غلام احمد قادیانی کو محمد رسول اللہ کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں اس کا کلمہ جاری کرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی قرآن کریم کی بجائے مرزا کی وحی کو واجب الاتباع اور مدار نجات قرار دیں اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور غیر احمدی کافر ہیں۔مرزا بشیر احمد لکھتا ہے

''ہر ایک شخص جو موسیٰ علیہ السلام کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے پھر مسیح موعود (مرزا قادیانی کو نہیں مانتا) وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)

زندیق مرزائی کی نسل کا حکم:

لیکن قادیانیوں کی سو نسلیں بھی بدل جائیں تو ان کا حکم زندیق اور مرتد کا رہے گا۔سادہ کافر کا حکم نہیں ہوگا کیوں؟ اس لئے کہ ان کا جو جرم ہے یعنی کفر کو اسلام اور اسلام کو کفر کہنا۔یہ جرم ان کی آئندہ نسلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

الغرض قادیانی جتنے بھی ہیں خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوئے ہوں قادیانی زندیق بنے ہوں۔یا وہ ان کے بقول پیدائشی احمدی ہوں۔قادیانیوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہوں اور یہ کفر ان کو ورثے میں ملا ہو ان سب کا ایک ہی حکم ہے یعنی مرتد اور زندیق کا۔کیونکہ ان کا جرم صرف یہ نہیں کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر کافر بنے ہیں۔بلکہ ان کا جرم یہ ہے کہ دین اسلام کو کفر کہتے ہیں۔اور اپنے دین کفر کو اسلام کا نام دیتے ہیں۔اور یہ جرم ہر قادیانی میں پایا جاتا ہے۔خواہ وہ اسلام کو چھوڑ کر قادیانی بنا ہو یا پیدائشی قادیانی ہو۔اس مسئلے کو خوب سمجھ لیجئے بہت سے لوگوں کو قادیانیوں کی صحیح حقیقت معلوم نہیں۔

میرا اور آپ کا ہر مسلمان کا کیا فرض ہونا چاہئے؟ قادیانیت نے ہمارا رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹنے کی کوشش کی ہے۔وہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مانتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جس کو ہم مانتے ہیں وہ تو کفر نہیں ہوسکتا۔جو شخص ہمیں کافر کہتا ہے وہ ہمارے دین کو کفر کہتا ہے۔وہ ہمارا رشتہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹتا ہے۔وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ سب ناجائز اولاد ہیں۔

اب مسلمانوں کی غیرت کا تقاضا کیا ہونا چاہئے؟ ہماری غیرت کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک قادیانی زندہ نہ بچے۔پکڑ پکڑ کر خبیثوں کو ماردیں۔یہ میں جذباتی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ حقیقت یہی ہے اسلام کا فتویٰ یہی ہے مرتد اور زندیق کے بارے میں اسلام کا قانون یہی ہے۔ مگر یہ دارو گیر حکومت کا کام ہے۔ہم انفرادی طور پر اس پر قادر نہیں۔اس لئے کم از کم اتنا تو ہونا چاہئے کہ ہم قادیانیوں سے مکمل قطع تعلق کریں ان کو اپنی کسی مجلس میں کسی محفل میں برداشت نہ کریں۔ہر سطح پر ان کا مقابلہ کریں اور جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا کر آئیں۔

الحمدللہ ہم نے جھوٹے کو اس کی ماں کے گھر تک پہنچا دیا۔برطانیہ قادیانیوں کی ماں ہے۔جس نے اس کو جنم دیا اب ان کا گرو مرزا طاہر اپنی ماں کی گود میں جا بیٹھا اور وہاں سے دنیا بھر کے مسلمانوں کو للکار رہا ہے۔ یورپ، امریکہ، افریقہ کے بھولے بھالے مسلمان جو نہ پوری طرح اسلام کو سمجھتے ہیں نہ ان کو قادیانیت کی حقیقت کا علم ہے۔وہ قادیانیت کو نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے۔ان کو اہل علم کے پاس بیٹھنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔ ہمارے ان بھولے بھالے بھائیوں کو قادیانی مرتد بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور وہ ان کا اعلان کر رہے ہیں ان کے لئے اربوں کھربوں کے میزانیے بنا رہے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' نے بھی حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا پوری دنیا میں بلند کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اذان کے ثواب کو جانتے تو اس کے لئے تلواروں سے لڑتے۔(مجمع)

باب ۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجاہدین ختم نبوت

تحریک تحفظ ختم نبوت

قادیانی اپنے عقائد ونظریات کی رو سے پیمانہء اسلام پر پورے نہ اترتے تھے۔اوراپنے عقائد کفریہ کی بناء پر مسلمان تصور نہ ہوتے تھے۔اس لئے سب سے پہلے علامہ اقبال نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔جسے مجلس احرار نے اپنا مقصد حیات بنالیا۔مسٹر جسٹس منیر اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں احراری لیڈر قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''پہلا شخص جس نے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم کی توجہ قادیانی تحریک کی سنگینی کی طرف مبذول کرائی۔وہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی تھا''۔(تحقیقاتی رپورٹ ص ۱۴۷)

حریم نبوت کی پاسبانی کے لئے زعماء احرار نے حسین آگاہی ملتان کی معروف مگر چھوٹی سی مسجد سراجاں میں ایک مجلس مشاورت کی۔جس میں امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری،مولانا محمد علی جالندھری،مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی،مولانا عبدالرحمٰن میانوی،مولانا تاج محمود لائلپوری،اورمولانا محمد شریف جالندھری شریک ہوئے۔پورے غوروخوض کے بعد ایک سیاسی تبلیغی تنظیم ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کی بنیاد رکھی اوراسی مسجد کے حجرہ میں اس تنظیم کا مرکزی دفتر قائم کیا گیا۔

انگریزوں نے اپنے پروردہ فرقہ کی حفاظت کے لئے مرزا غلام احمد کے مرید خاص سر ظفر اللہ خان کو پاکستان کا وزیر خارجہ مقرر کر رکھا تھا۔اور برطانوی سامراج کے کل پرزے اور افسر شاہی مرزائیت کے تحفظ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔جس کی وجہ سے خلیفہ ربوہ نے پاکستان میں اپنی سیاسی قوت کی بناء پر اعلان کر دیا کہ ۱۹۵۲ کے اختتام تک اس کی جماعت کا بلوچستان پر قبضہ ہو جائے گا۔ان حالات میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے مطالبہ کیا کہ سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے عہدے سے ہٹایا جائے۔اور مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔اس غرض کے لئے مجلس مذکور نے تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء چلائی۔جس میں دس ہزار فدایان ختم نبوت نے جام شہادت نوش کیا۔لاکھوں فرزندگان اسلام کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔اور حکومت پاکستان نے مسلمانوں کے یہ مطالبات ماننے سے انکار کر دیا اور ۵۵-۱۹۵۴ء میں مجلس کے زعماء و مبلغین پر حضرت امیر شریعت سے لیکر چھوٹے مبلغین تک پر بیسیوں مقدمات قائم کر دیئے۔تاکہ یہ تحریک پھر سر نہ اٹھاسکے۔

ان نامساعد حالات کے باوجود شمع نبوت کے پروانوں نے اپنا کام جاری رکھا اور مندرجہ ذیل طریق پر موثر عملی اقدامات کیئے:

۱۔مجلس کی طرف سے اعلان عام کیا گیا کہ جہاں قادیانی جراثیم متحرک نظر آئیں ایک کارڈ لکھ کر اس کی فوراً ملتان کے مرکزی دفتر میں اطلاع بھیجی جائے۔جس پر تبلیغی ارکان فوراً موقع پر پہنچ کر اس فتنہ کی روک تھام کریں گے۔

۲۔مجلس نے ایسے حضرات کے مقدمات کی پیروی اور مالی اعانت اپنے ذمہ لے لی۔جنہیں ناحق اور جھوٹے مقدمات میں ملک کے طول و عرض میں پھنسایا جارہا تھا۔

۳۔مجلس نے دیہاتوں میں دینی مدارس قائم کرانے شروع کر دیے۔تاکہ کفر والحاد کے جراثیم نہ پھیل سکیں۔

۴۔نیز مجلس نے فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے اپنے دارالمبلغین قائم کیئے جن سے ہر سال مبلغین کی ایسی جماعت تیار ہو جاتی جو اپنی اپنی جگہ تبلیغ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے فرائض انجام دیتی۔

۵۔ماہر مبلغین کی ایسی جماعتیں بھی تیار کی گئیں جو بیرون ملک جا کر رد قادیانیت کی کامیاب مہم چلائیں۔انہوں نے انگلینڈ،امریکہ،افریقہ،عرب امارات اور انڈونیشیا تک دورے کر کے لاکھوں انسانوں کو مرزائیوں کے چنگل سے بچایا اور مسلمان بنایا۔اس طرح دیکھتے دیکھتے ملتان کی یہ تحریک عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔عرب امارات اور سعودی عرب میں مرزائیوں کا اثر ورسوخ ختم ہو گیا۔حکومت پاکستان نے بالآخر مجلس تحفظ نبوت کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں کو سکھوں،ہندوؤں اور ہریجنوں کی صف میں کھڑا کر کے غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔اور شعار اسلام اختیار کرنے کی ممانعت کر دی۔

اس تحریک کے مبلغین نے انگلستان،جرمن،آسٹریلیا،جزائر فجی،افریقہ اور عرب امارات میں اپنے مستقل دفتر قائم کر رکھے ہیں۔جہاں سے تبلیغی وفود مختلف اطراف و اکناف کو باقاعدہ بھیجے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ عربی، انگریزی،اردو،سندھی،پشتو،بنگلہ میں لاکھوں کی تعداد میں اشتہارات،پمفلٹ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی ماتم پرسی کرتے تو فرماتے اس کو اللہ رحم کرے اور تم کو اجر دے(تاریخ اصفہان)

اور کتابیں ردمرزائیت میں تقسیم کئے۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور ملتان سے اٹھی ہوئی ختم نبوت کی یہ تحریک اب پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اور کم و بیش ہر جگہ قادیانیوں سے وہی معرکہ گرم ہے جو یہاں ہمارے ملک میں رہا۔

مجلس کا صدر دفتر تغلق روڈ ملتان پر ڈیڑھ لاکھ کی لاگت سے تیار ہو چکا ہے۔

جس کے ذیلی دفاتر کراچی، ڈھاکہ، چاٹگام اور انگلینڈ میں کام کر رہے ہیں۔

جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں مرزائیوں کے خلاف مقدمہ جھگڑنے کے لئے پاکستان کے رئیس المبلغین مولانا عبدالرحیم اشعر عنائت پوری نے کی اور اس وفد کے وکلاء کو مقدمہ کی تیاری میں مدد دی اور کامیاب لوٹے۔

مجلس کے صدر دفتر میں قادیان کے گمراہ فرقے، اس کے قائدین، انصار اور اسے ترویج دینے والوں کے متعلق مکمل مواد اور لٹریچر موجود ہے۔ اس مرکز نے ان کے ہر ہفویات، مولفات اور رسائل کو محفوظ کر رکھا ہے۔ نیز اس مرکز میں باطل کے خلاف اہل حق کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ موجود ہے۔ مالی وسائل اور مادی ذرائع کی قلت کے باوجود اس سلسلہ میں اس مجلس نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں وہ بڑے بڑے مالی وسائل و ذرائع رکھنے والے ادارے بھی سرانجام نہیں دے سکے۔

ختم نبوت کے پروانے حضرت ابومسلم خولانی رحمہ اللہ

مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دعویٰ نبوت کر رکھا تھا۔ ایک دن مشہور تابعی حضرت ابومسلم خولانیؒ کو گرفتار کرا کر مسیلمہ نے اپنے سامنے پیش کرایا اور ان سے پوچھا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت ابومسلم نے فرمایا کہ میں سنتا نہیں ہوں۔ اس نے پھر کہا کہ تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابومسلم نے فوراً کہا کہ بیشک اس سے پوچھا گیا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابومسلم نے فوراً کہا کہ میں سنتا نہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تو فرمایا کہ ہاں اس طرح پھر تیسری مرتبہ دونوں جملے دریافت کئے اور یہی دونوں جواب۔ سنے۔ غصے میں آ کر حکم دیا کہ ایک عظیم الشان انبار سوختہ کا جمع کر کے آگ روشن کرو اور ابومسلم کو اس میں ڈال دو۔ اس کی حزب شیطان نے حکم پاتے ہی جہنم کا یہ نمونہ تیار کر دیا اور ابومسلم کو بیدردی کے ساتھ اس میں ڈال دیا گیا مگر جس قادر مطلق نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ کے لئے دہکتی آگ کو ایک پرفضا باغ اور برد اور سلام بنا دیا تھا وہ حیّ و قیوم آج بھی اپنے رسول کی محبت میں جان نثاری کرنے والے ابومسلم کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس وقت پھر معجزہ ابراہیمی کی ایک جھلک دنیا کو دکھلا دی اور پیروایان نمرود کی ساری کوششیں خاک میں ملا دیں۔

حضرت ابومسلم صحیح سالم اس آگ سے برآمد ہوئے تو مسیلمہ کذاب کے ساتھی خود مذبذب ہونے لگے اور مسیلمہ نے اس کو غنیمت سمجھا کہ کسی طرح یہ یمن سے چلے جائیں۔ حضرت ابومسلمؒ نے اس کو قبول کیا اور یمن کو چھوڑ کر مدینۃ الرسول کی راہ لی۔ مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی میں داخل ہو کر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کی اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی تو بعد فراغت نماز دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یمن سے!

مسیلمہ کذاب کا یہ واقعہ کہ کسی مسلمان کو اس نے آگ میں جلا دیا ہے بہت مشہور ہو چکا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس سے متاثر اور حقیقت دریافت کرنے کے مشتاق تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا پورا واقعہ سنایا۔ (ابن عساکر، تاریخ ابن کثیر)

حبیب بن ام عمارہؓ

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حبیب کا واقعہ ہے کہ ان کو مسیلمہ کذاب مدعی نبوت نے قید کر لیا اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر کے نہایت بے دردی سے قتل کر دیا۔ یہ ظالم ان سے دریافت کرتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو یہ فرماتے: "بے شک" پھر پوچھتا کہ اس کی بھی گواہی دیتے ہو کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں تو یہ فرماتے: "ہرگز نہیں"۔ اس پر ان کا ایک عضو کاٹ دیتا پھر اسی طرح دریافت کرتا۔ اور جب وہ اس جھوٹے نبی کی نبوت سے انکار کرتے تو یہ بدبخت ایک عضو کاٹ دیتا۔ اس طرح ایک ایک کر کے سارا بدن کاٹ ڈالا۔ الغرض شہید ہو گئے۔ مگر یہ گوارا نہ کیا کہ عقیدہ کے خلاف ایک لفظ بھی نکالیں۔

حضرت زید بن خارجہؓ

نعمان بشری فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستے پر چل رہے تھے کہ یکایک زمین پر گرے اور فوراً وفات ہو گئی۔ انصار کو خبر ہوئی تو وہاں جا کر ان کو اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا۔ گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ وزاری میں مبتلا تھیں۔ اور کچھ مرد جمع تھے۔ اسی طرح جب مغرب وعشاء کا درمیانی وقت قریب آیا تو اچانک ایک آواز سنی کہ "چپ رہو۔ چپ رہو" لوگ متحیر ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آ رہی ہے۔ جس میں میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا منہ کھول دیا اس وقت یہ دیکھا گیا کہ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ: "

محمد رسول الله النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعده الخ"
یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں۔ جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ یہی مضمون کتاب اول یعنی تورات وانجیل وغیرہ میں موجود ہے سچ کہا سچ کہا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ: "ہر عارف کو اس کے علوم و معارف کی ترجمانی کے لئے ایک لسان عطاء کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت شمس تبریزؒ کی لسان مولانا رومی تھے۔ پھر فرماتے تھے کہ "میری لسان مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ جو علوم میرے قلب پر وارد ہوئے ہیں مولانا محمد قاسم ان کو کھول کھول کر بیان فرما دیتے ہیں"۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ "حضرت نانوتوی کا یہ فتویٰ حضرت حاجی صاحبؒ کے قلب صافی کا پرتو تھا"۔ اس طرح "فتنہ قادیانیت" کی تردید کی تحریک کا آغاز حضرت حاجی صاحب اور ان کی "لسان علوم و معارف" حضرت نانوتوی کے مبارک ہاتھوں سے ہوا اور ان کے بعد ان کے جانشینوں نے اس تحریک کو مسلسل جاری رکھا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لئے یوں تو بہت سے اکابر نے زریں خدمات انجام دیں۔ لیکن جس شخصیت کو اس دور کی قیادت وامامت تجویز ہوئی اور جسے حضرت بنوری کے الفاظ میں "واسطۃ العقد" کہنا چاہئے وہ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کی ذات گرامی تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو بیعت وخلافت سے مکہ مکرمہ میں نوازا تھا اور مرزائیت کے فتنہ کے خروج سے پہلے ہی اس فتنہ کے استیصال کے لئے حکم فرمایا تھا۔ آپ کا یہ فرمان "اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله" کا عملی نمونہ تھا۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

مولانا محمد صاحب نے مزید فرمایا کہ مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے علماء پر یہ اعتراض کیا تھا کہ دیوبندی بریلویوں کو اور بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ نے جواب دیا جج صاحب لکھو "میں تمام علماء دیوبند کی طرف سے اور جو حضرات یہاں موجود ہیں ان سب کی طرف سے وکیل ہو کر کہتا ہوں کہ ہم بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے اور فرمایا کہ بریلوی حضرات جو علم غیب کے بارے میں تاویلات کرتے ہیں۔ کچھ نصوص ایسے ہیں جو ان معانی کی موہم ہیں۔ نیز ان معنی کی طرف سلف صالحین میں سے بھی بعض حضرات گئے ہیں۔ لیکن مرزائی جو تاویل کرتے ہیں اس معنی کی موید کوئی نص نہیں ملتی۔ اور نہ سلف میں سے اس معنی کی طرف کوئی گیا ہے۔

شمس مرزائی نے اعتراض کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا جج صاحب نوٹ کریں، یہ دھوکا دے رہے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا تقویٰ طہارت اور اس کی صالحیت معلوم ہو اور مسلم ہو تو وہ مر جائے اور اس کے کلام میں کوئی ایسا کلام ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو بس پر کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط کی جائے۔ لیکن اگر کسی شخص کا فاجر و فاسق ہونا معلوم ہو اس کے عقائد کفریہ سینکڑوں جگہ تصریح کے ساتھ موجود ہوں تو وہاں اس کا وہی معنی لیا جائے گا جو اس کی دوسری کلام تشریح کر رہی ہے۔

فتنہ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورہ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانہ میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے۔ سہارنپور حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آ گئے۔ وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دار العلوم آئے۔ ان طلباء نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی۔ وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دار العلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔ قریب میں چھڑی رکھی تھی۔ اس سے اس کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر شاہ صاحب سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے یہ بات اٹھائی کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑوی نے مرزا صاحب کی تعریف کی ہے اور ان کی وہ عبارت پیش کی جہاں خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ صالح اور متقی اور دین کا خدمت گزار ہے۔ میں چونکہ مختار تھا میں نے کہا جج صاحب عدالت کا وقت ختم ہو گیا ہے چنانچہ عدالت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن ہم کتابوں سے خود مرزا صاحب کی عبارت تلاش کر لائے۔ اس نے لکھا تھا کہ مجھے فلاں فلاں آدمی کافر اور مرتد کہتے تھے۔ اور ان میں چوتھے نمبر پر خواجہ غلام فرید کا نام

تھا۔ ہم نے جب یہ عبارت پیش کی جج صاحب خوشی سے اچھل پڑے۔ پہلے روز شمس کے حوالے سے سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ وہ لوگ خواجہ صاحب کے بہت معتقد تھے اور نواب صاحب بہاولپور بھی ان کے مرید تھے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ خواجہ صاحب نے تعریفی کلمات پہلے ہی فرمائے ہوں گے (یعنی مرزا کے دعوی نبوت سے پہلے) مولانا محمد علی صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ اُچ شریف میں مرزا صاحب کا ایک مرید غلام احمد نام کا تھا۔ وہ خواجہ صاحب کے سامنے مرزا کی ہمیشہ تعریفیں کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ شخص آریہ ہندو، سکھوں، عیسائیوں سے مناظرے کرتا ہے اور اسلام کا بڑا خدمت گزار ہے۔ اس پر خواجہ صاحب چونکہ خالی الذہن تھے بعض تعریفی کلمات کہہ دیتے تھے۔

شمس مرزائی نے سرور شاہ کشمیری کو خط لکھا تھا کہ شاہ صاحب (یعنی مولانا محمد انور شاہ) سے مقابلہ ہے تم یہاں آ جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا تو فرمایا وہ لعین نہیں آئے گا۔ شاہ صاحب اس پر بہت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ اس نے اپنے والد کو بھی مرتد کیا۔ اس کے والدین نے مرتے وقت اس کو کہا کہ سرور تو نے مجھے بھی مرتد کیا دین تو وہی حق ہے جو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ بعد میں معلوم نہیں توبہ کی یا نہیں کی۔ چنانچہ جیسا شاہ صاحب نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا کہ سرور شاہ نے آنے سے انکار کر دیا۔

فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں میں جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے۔ مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان ناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہو سکتی تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰنؒ اور حضرت شاہ صاحب کے مشورے سے مناظرہ کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ تجویز ہوئے۔ یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو شرائط کا علم ہوا۔ کہ انہوں نے کس طرح دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے۔ اب دو ہی صورتیں مضر تھیں۔ اور دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہو سکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہیں شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا اور حضرت شاہ صاحب کو تار دے دیا گیا۔ اگلے روز وقت مقررہ پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ اور عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب بنفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جائیے ان لوگوں سے کہہ دیجئے۔ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوالی ہیں اتنی شرائط اور من مانی لکھوا لو۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو۔ چنانچہ اسی بات کا اعلان کر دیا گیا اور مفتی صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا سید بدر عالم صاحبؒ نے مناظرہ کیا۔ ان میں مرزائیوں کی جو درگت بنی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے در و دیوار دے سکتے ہیں۔ مناظرے کے بعد شہر میں جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تقریریں کیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار خاص کی نوعیت رکھتی ہیں۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے۔ اس مناظرہ اور جلسہ کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچوی فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے۔ مسجد میں مغموم بیٹھے تھے درد دل کے ساتھ آہ بھری اور فرمایا شفیع ہماری تو زندگی ضائع ہو گئی۔ قیامت کے دن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں میں نے عرض کیا حضرت دنیا کا کوئی کونہ نہیں جہاں آپ کے شاگرد نہ ہوں۔ دنیا آپ کے علم سے سیر ہو رہی ہے۔ صبح و شام بخاری مسلم کا سبق پڑھاتے ہیں۔ بے شمار آپ نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اب آپ فرمائیں کہ ہماری زندگی ضائع ہو گئی۔ تو پھر ہمارے جیسوں کا کیا حال ہو گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ساری زندگی، ہم وجوہ ترجیح مذہب احناف بیان کرتے رہے حالانکہ امام شافعیؒ بھی حق پر ہیں۔ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو چھیڑے رکھا حالانکہ ان سے کہیں زیادہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت ہے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کی عادت تھی کہ جب کبھی گفتگو یا درس کے دوران مرزا قادیانی کا نام آتا تو طبیعت میں جلال آ جاتا۔ کذاب، لعین، مردود، شقی، بدبخت، ازلی محروم القسمت، دجال، کذاب شیطان کہہ کر مرزا کا نام لیتے۔ اور اس کے بعد بد دعائیہ جملے ارشاد فرما کر اس کے قول کو نقل کرتے۔ کسی خادم نے پوچھا شیخ آپ جیسا نفیس الطبع آدمی اور جب مرزا قادیانی کا نام آتا ہے تو اس طرح سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میاں میرا ایمان ہے کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت رکھنی ایمان ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن مرزا بدبخت تھا اس لئے اس مردود کو گالی دے کر اس سے جتنا بغض ہوگا اتنا زیادہ حضور علیہ السلام کا قرب نصیب ہوگا۔ میں یہ اس لئے کرتا ہوں بھلا تم اپنے باپ کے دشمن کو اور حکومت اپنے باغیوں کو برداشت نہیں کرتی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو کس طرح برداشت کر لوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آفت رسیدہ اور غرق شدہ دونوں کے لئے شہید کا اجر ہے۔ (الجامع)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ

کتب عالم زبدۃ العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحریرو تقریر اور فتاویٰ کے ذریعہ اس فتنہ عظیم کی مقدور بھرتر دید فرمائی اور اپنے شاگردان رشید و متوسلین حضرات کو اس استیصال کی وصیت فرمائی۔

(روئیداد مجلس ۸۲ھ ص ۷)

حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوسعد احمد خانؒ بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے اسے جاری رکھا جائے اس لئے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی اور اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا۔

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ

مولانا محمد انور لائلپوری اپنی تالیف ''کمالات انوری'' میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے وزیر آباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں آپ تشریف رکھتے تھے۔ تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم ارد گرد جمع تھا۔ وزیر آباد اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لئے ہوئے ادھر سے گزرا۔ حضرت پر نظر پڑی تو رک گیا۔ اور غور سے دیکھتا رہا پھر بولا کہ جس مذہب کے یہ عالم ہیں وہ مذہب جھوٹا نہیں ہوسکتا اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ پنجاب میں بھی پیش آیا۔ جب آپ کی نورانی صورت دیکھ کر ایک غیر مسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

غیر مسلم آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے کہ اگر چودھویں صدی کے ایک عالم دین کا چہرہ اتنا منور ہے تو پھر ان کا نبی کتنا خوبصورت اور منور چہرہ والا ہوگا۔

حضرت تھانویؒ کی خدمت میں مولانا خیر محمد جالندھری کے ہمراہ السید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت! شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں تبلیغی وتدریسی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مبلغین نے ختم نبوت کی ایک جماعت قادیان اور اس کے مضافات میں تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اس کا ملکی سیاست سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ختم نبوت کے شعبہ میں شمولیت کے لئے فیس رکنیت کا کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ سالانہ ایک روپیہ۔ اس پر حضرت تھانویؒ نے پچیس روپے عنایت فرمائے کہ میری طرف سے شعبہ ختم نبوت میں شمولیت کے لئے پچیس سال کی فیس رکنیت ہے۔ اگر اس عرصہ میں فوت ہوگیا تو ختم نبوت کے رضا کاروں میں میرا بھی شمار ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپ اسی عرصہ میں فوت ہوئے۔ (روایت حضرت مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ)

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے متعلق علمائے امت کہتے ہیں کہ آپ مولانا انور شاہ کشمیری کے بعد ختم نبوت کے محاذ کے تکوینی طور پر انچارج تھے۔ ہر وقت اس فتنہ عمیاء قادیانیت کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے۔ حضرت بخاری صاحبؒ مولانا قاضیؒ، حضرت جالندھریؒ، مولانا لال حسینؒ، مولانا محمد حیاتؒ، سب آپ کے مرید تھے اور آپ ہی نے ان حضرات کو اس کام پر لگایا۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی سے کتاب لکھوائی۔ ساری عرب دنیا میں تقسیم کرنے کا مجلس تحفظ ختم نبوت کو حکم فرمادیا۔ شہادۃ القرآن کی طبع ثانی بھی آپ کی توجہ خاص کا نتیجہ ہے اس سلسلے میں ایک واقعہ سنیئے۔

آپ کے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسین اختر سے فرمایا کہ مجھے آپ سے مولانا محمد علی، مولانا محمد حیات سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس لئے کہ آپ ختم نبوت کا کام کرتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر نے عرض کیا پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ حضرت والا نے فرمایا مولوی صاحب آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کریں باقی آپ کا وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا دارومدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہے۔

(روئیداد مجلس ص ۱۴، ۸۲ھ)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر اور سربراہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری منتخب ہوئے۔ حق یہ ہے کہ وہ اس جماعت کے بانی بھی تھے اور سربراہ بھی۔ شاہ جی کے آباؤ واجداد سرزمین بخارا سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے بڑے بزرگوں میں سے کوئی صاحب کشمیر آکر آباد ہوگئے تھے۔

شاہ جی کے والد اور والدہ کے دونوں گھرانے حافظ اور عالم تھے۔ شاہ جی کے والد حافظ سید ضیاء الدین ناگڑیاں ضلع گجرات میں رہنے لگے۔ آپ کی والدہ بزرگوار پٹنہ کے ایک سید خاندان سے تھیں۔ شاہ جی کا بچپن اپنے ننھیال

پٹنہ میں گزرا تھا۔حق تعالیٰ نے زبان بیان کے جوہر بچپن ہی میں عطاء کر دیئے تھے۔تعلیم کے سلسلہ میں امرتسر میں رہے پھر وہیں قیام اختیار کرلیا۔ ابتداء میں اصلاحی مضامین پر تقریریں کرتے تھے۔حق تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت بخشی تو مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی دعوت پر قومی تحریکوں اور جلسوں میں حصہ لینے لگے۔پنجاب کے حریت فکر رکھنے والے مسلمان راہنماؤں نے کانگرس سے علیحدہ اپنی جماعت مجلس احرار اسلام بنائی۔تو اس کے بانی ممبر کی حیثیت سے اس میں شامل ہو گئے۔جن ہندوستانی راہنماؤں نے برصغیر کی تحریک آزادی کے لئے کام کیا قربانیاں دیں اور لوگوں میں بیداری پیدا کی۔ شاہ جی ان میں ہر لحاظ سے سرفہرست تھے۔زندگی کا ایک چوتھائی حصہ جیلوں میں بسر ہوا۔خود ان کے بقول ''میری زندگی جیل، ریل اور تمہارے اس کھیل میں گزر گئی'' مسلمانوں میں سیاسی سماجی اور اقتصادی بیداری پیدا کرنے کے سلسلے میں شاہ جی نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔شاہ جی ہی واحد رہنما تھے جو مسلمانوں کو اخبار پڑھنے اور ملکی حالات میں دلچسپی لینے کی ترغیب دیتے تھے۔دیہات اور قصبات میں مسلمانوں کو کہہ کر دکانیں کھلواتے جبکہ مسلمان اس وقت دکانداری کرنا عیب سمجھتے تھے۔مسلمانوں کی معاشرتی اور سماجی طور پر بڑی خدمت کی۔آزادی وطن کے بعد کا جو نقشہ ان کے ذہن میں تھا اس پر اب بحث عبث ہے۔لیکن انہیں اس بات کا بہت دکھ تھا کہ انگریزوں نے ہندوستان مسلمانوں سے چھینا تھا۔پھر انگریزوں کو نکالنے کے لئے سب سے زیادہ قربانیاں بھی مسلمانوں نے ہی دی تھیں۔سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو سے لے کر ۱۴ اگست ۱۹۴۷ تک لاکھوں مسلمان آزادی کے لئے قربان ہوئے جیلیں کاٹیں، گولیاں کھائیں، پھانسی کے پھندے چومتے رہے لیکن اب جب ملک آزاد ہوگا تو وہ مسلمانوں کا ملک کس کو ملے گا۔

درمیان میں ایک عظیم تر خطہ اور بہت بڑی سلطنت بکرماجیت کا تخت بچھا کر ہندو کے حوالے کی جائے گی۔دائیں بائیں دو بکھرے ہوئے اور ایک دوسرے سے ایک ہزار میل دو ٹکڑے مسلمانوں کے حوالے ہوں گے جو ایک دوسرے کے دکھ اور مصیبت میں شریک نہیں رہ سکیں گے انہیں خواجہ اجمیری، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور ان کے نورانی گھرانے اور دوسرے ہزارہا صلحاء کے مزاروں کا کفرستان میں رہ جانا سمجھ میں نہ آتا تھا۔وہ اس کے لئے بھی تڑپ جایا کرتے تھے کہ دہلی کی جامع مسجد مسلمانوں کی عظمت کا نشان، لال قلعہ، آگرے کا تاج اور ایسی ہزاروں عظمتیں ہندو کے سپرد ہوں گی۔دیوبندیوں کا دیوبند بریلویوں کا بریلی، علی گڑھیوں کا علی گڑھ، جامعیوں کا جامعہ، ندویوں کا ندوہ، فرنگی محلیوں، بدایونیوں کے علمی اور روحانی مراکز کفرستان میں چلے جائیں گے۔لیکن جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو ان کی عظمت دیکھئے۔تمام معتقدین، متعلقین ساتھیوں اور محبت رکھنے والوں کو کھل کر فرمادیا۔جناب محمد علی جناح اور ہمارے درمیان سیاسی رائے کا اختلاف تھا۔ایک ان کی رائے تھی ایک ہماری رائے۔دونوں دیانت پر مبنیٰ تھیں۔ان کی بات کو قوم کی اکثریت نے قبول کیا۔ہماری بات کو ماننے سے اکثریت نے انکار کر دیا۔اب تحریک آزادی کی ابتداء سے لیکر آخر تک کی مسلمانوں کی تمام محنتوں، قربانیوں اور کاوشوں کا صلہ پاکستان ہے۔اس ملک کا حکم ایک مسجد کا ہے جو اب بن گئی ہے اب اس کا آباد کرنا باعث اجر و ثواب اور اس کا گرانا یا اسے نقصان پہنچانا حرام اور باعث عذاب ہے۔شاہ جی انتہائی خود دار غیرت مند بہادر، جری انسان تھے۔حق تعالیٰ نے انہیں پیغمبرانہ وجاہت عطاء فرمائی تھی۔ان کا وجود اور سراپا قدرت کا شاہکار تھا۔زبان سے بولتے نہیں موتی رولتے تھے۔آواز میں قدرت نے جادو بھر دیا تھا۔حافظہ خدا کی عطاء تھی۔ان کے بیان کی اثر آفرینی مالک کی دین تھی۔وہ تقریر کیا کرتے تو لوگوں کے ہوش و خرد کو شکار کر لیتے۔ان کے حواس پر شاہ جی کا قبضہ ہو جاتا چاہتے تو مجمع کو رلا دیتے اور چاہتے تو انہیں ہنسا دیتے۔عموماً ان کی تقریرات دس گیارہ بجے شروع ہوتی۔ وہ خود اور ان کے تمام سامعین رات بھر خدا جانے کہاں چلے جاتے صبح اذان ہوتی تو فرماتے اوہ صبح ہوگئی۔مؤذن ہتری آواز مکے اور مدینے۔

اور پھر تقریر کے ختم کرنے کا اعلان کرتے تو ایک کہرام بپا ہو جاتا۔ شاہ جی تھوڑی دیر اور بیان کر دیں اور شاہ جی کہتے نہیں۔زندہ رہا تو ان شاء اللہ پھر کبھی آؤں گا۔اور تقریر سناؤں گا۔شاہ جی کی دیانت، امانت مثالی تھی ، وہ حضور کے ارشاد الفقر فخری کی تصویر تھے۔عظیم شخصیت ہوتے ہوئے بھی غریب کارکنوں، ساتھیوں اور رضا کاروں سے گھل مل کر رہتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ان کے رونگٹے رونگٹے میں رچا بسا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اتنے ادب سے لیتے کہ سامع کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام واحترام پیدا ہوتا۔

انگریز کے دشمن تھے اور انگریزوں کے دشمنوں کو سر آنکھوں پر بٹھانے والے تھے۔جھوٹ اور چوری ان کے ہاں ناقابل معافی گناہ تھا۔جھوٹے اور چور کو قریب نہ پھٹکنے دیتے تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصے میں ان کے بڑھاپے، بیماری، اور معذوری کا زمانہ آیا لیکن انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے جذبے کے تحت جماعت کے لئے دن رات کام کیا۔ملک کے کونے کونے میں جماعتیں قائم ہوئیں۔دفاتر کھولے گئے۔رضا کار بھرتی کئے گئے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت انہی کی قیادت میں لڑی گئی۔اس میں شک نہیں کہ وہ تحریک کامیاب نہ ہو سکی۔لیکن ۱۹۷۴ء کی کامیابی کی بنیاد اسی

تحریک میں پیش کی جانے والی قربانیاں ہی ثابت ہوئیں۔

مجلس احرار اسلام کے چمن کی آبیاری بھی زندگی بھر انہوں نے ہی کی تھی۔ اور آخری عمر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا گلستان سدا بہار بھی وہ ہی اپنے ہاتھوں سے آباد کر گئے۔ ویسے تو شاہ جی مجلس کی روح رواں تھے۔ ۱۳۳۱ھ سے جو قافلہ حبیبہ ہال لاہور میں مرتب اور منظم ہوا تھا اس گلدستہ کے گل سرسبز ہمیشہ وہی رہے تھے۔ تاہم ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی قید و بند کی ابتلاء سے رہائی کے بعد جب ہم دوبارہ اکٹھے ہوئے اور بے پناہ قربانی کرنے کے باوجود جب ہم نے مل کر عہد کیا کہ جب تک مسئلہ ختم نبوت کو حل نہیں کیا جائے گا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء کو ملتان میں ایک اجلاس ہوا مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل اور ترتیب درست کی گئی۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو جماعت کا باقاعدہ امیر منتخب کیا گیا۔ ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو شاہ جی کی وفات کا سانحہ پیش آیا۔ اس لحاظ سے شاہ جی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ، ۱۲ دسمبر ۱۹۵۴ء سے ۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ، مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء تک مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے چھ سال آٹھ ماہ نو دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

غازی علم الدین شہیدؒ

۱۹۲۷ء میں مہاشے راجپال نے رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ جس سے پورے ہندوستان کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا ہندوستان ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھا۔ عدالت عالیہ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشے راجپال کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ لاہور میں حضرت امیر شریعتؒ کے احتجاجی جلسہ کا اعلان کر دیا گیا۔ حکومت نے شہر میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر کے جلسہ کو بند کرنا چاہا۔ مگر حضرت امیر شریعتؒ نے پورے وقت مقررہ پر جلسہ کیا۔ اسی جلسہ میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ بھی شریک تھے۔ جلسہ ایک احاطہ میں کیا گیا۔ احاطہ کے دروازہ پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے تقریر شروع کی آپ نے فرمایا آج آپ لوگ جناب فخر رسل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔ آج مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید کے دروازے پر ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں پھر اس زبردست کروٹ کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ارے دیکھو تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ پر تو نہیں کھڑی۔ جلسہ ہل گیا کہرام مچ گیا۔ اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور لوگوں کی نگاہیں بے ساختہ دروازہ کی جانب اٹھ گئیں۔ فرمایا دیکھو دیکھو سبز گنبد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپ اٹھے ہیں۔ خدیجہ و عائشہ رضی اللہ عنہما پریشان ہیں۔ امہات المؤمنین آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا پکارتی ہیں وہی عائشہ رضی اللہ عنہا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیار سے حمیرہ کہہ کر پکارتے تھے جنہوں نے حبیب پاک کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ سچے بیٹے ماں کی ناموس پر کٹ مرا کرتے ہیں۔ وہ دیکھو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہے کوئی باغیرت مسلمان جو میرے ابا کا انتقام لے۔

فرمایا ''مسلمانو! یا تو ہین سننے والے کان نہ رہیں یا لکھنے والا ہاتھ نہ رہے یا بکنے والی زبان نہ رہے۔''

صبح ترکھان کا بیٹا غازی علم الدین اٹھا۔ جا کر راجپال کا کام تمام کر دیا۔ غازی عبدالرحمٰن منتظم، مولانا حبیب الرحمٰن صدر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری مقرر پر کیس چلا ایک ایک سال کے لئے ہر سہ حضرات حوالہ زنداں کر دیئے گئے۔

غازی علم الدین پر قتل کا مقدمہ چلا، پھانسی کا حکم ہوا اور تختہ دار پر حضور علیہ السلام کی عزت و ناموس کے تحفظ میں لٹکا دیئے گئے۔ بعد میں حضرت قاضی احسان احمد صاحب اسی جیل میں گرفتار ہو کر گئے۔ اتفاق سے آپ کو اسی کوٹھڑی میں بند کیا گیا جس میں پہلے غازی علم الدین شہید رہ چکا تھا۔ جیل وارڈن نے کہا قاضی صاحب تم بہت خوش نصیب ہو یہ بہت ہی برکت والی کوٹھڑی ہے۔ قاضی صاحب کے استفسار پر اس نے بتایا کہ صاحب غازی علم الدین اس کوٹھڑی میں تھا تو ایک رات کوٹھڑی روشن ہو گئی۔ بقعۂ نور بن گئی۔ میں پہرا پر تھا میں حیران و پریشان دوڑا ہوا آیا کہ کہیں ملزم اپنے آپ کو آگ تو نہیں لگا رہا۔ مگر وہ تو بڑے آرام سے و اطمینان سے اس دنیا سے گم سم تشریف رکھتے تھے۔ میں حیران کھڑا رہا کافی دیر بعد جگایا پوچھا تو میرے اصرار منت سماجت پر غازی مرحوم نے کہا خواب میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تھے فرمایا علم الدین ڈٹ جاؤ میں حوض کوثر پر آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد (۳ جنوری ۸۳ء)

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ

حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ فرماتے ہیں۔ ۲۲ سال ہوئے میرا بایاں بازو ٹوٹ گیا تھا۔ جوڑنے کے بعد وہ تقریباً سیدھا رہتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ کی طرف سے کوئی فضیلت کا عمل پہنچے پھر وہ عمل سے اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کو اس کا ثواب نہ ملے گا۔ (الصغیرۃ)

تھا۔اس میں لچک نہ تھی۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوریؒ کے ساتھ میں بھی ملتان جیل میں تھا ایک روز حضرت نے فرمایا" قاضی صاحب نماز آپ پڑھایا کریں۔" میں نے معذرت کی کہ حضرت میرا یہ بازو خم نہیں کھاتا۔وضو میں بھی مشکل پڑتی ہے اور ہاتھ باندھنے سے بھی۔حضرت نے میرا بازو تھام کر ٹوٹی ہوئی جگہ پر دست مبارک پھیر کر دو تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا" اچھا یہ ٹھیک نہیں ہوتا ؟"۔پھر فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر کریں گے ٹھیک ہو جائے گا اس کے بعد نماز کا وقت آیا میں وضو کرنے بیٹھا تو بالکل بے دھیانی میں ناک صاف کرنے کے لئے میرا بایاں ہاتھ بے تکلف ناک تک پہنچ گیا۔یکدم میرے ذہن میں آیا کہ آج میرا بازو صحیح کام کرنے لگ گیا ہے۔میں نے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ صحیح کام کر رہا تھا۔یقین ہو گیا کہ یہ حضرت کی توجہ کی برکت اور کرامت کا نتیجہ ہے۔

مولانا تاج محمودؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اخترؒ قطب دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی خدمت میں حاضر تھے کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا۔حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ:" میں ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں" اور پھر فرمایا کہ:" میں کیا ان سے تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے ہیں۔"

مولانا مجاہد الحسینی بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۵۳ء میں مجھے چند دنوں کے بعد لاہور کے سیاست خانہ سے نکال کر" بم کیس وارڈ" میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ایک روز اخبارات میں خبر پڑھی کہ ملتان سنٹر جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ اور اس کے دیگر ساتھیوں کی حالت یکا یک سخت خراب ہو گئی ہے:

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لینے والے ان ممتاز رہنماؤں کو مسلسل قے اور اسہال کی تکلیف تھی۔ڈاکٹر ان حضرات کی جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔چند روز بعد اطلاع ملی کہ حضرت لاہوریؒ کو لاہور جیل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان نہیں ہو سکتا!

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ تقریباً ایک ماہ بم کیس وارڈ میں رونق افروز رہے۔بعد ازاں وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نے خرابی صحت کی بناء پر حضرت کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔اور پھر زندگی بھر آپ کو صحت و تندرستی کی وہ پہلی حالت نصیب نہ ہو سکی۔اسی طرح قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی مسلسل بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

؎ خدا رحمت کند این عاشقاں پاک طینت را

بار ہا احباب سے سنا حضرت لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ:

" حضرت امیر شریعتؒ اور آپ کے ساتھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے قیامت کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔"

خان عبدالرحمٰن خان والیٔ افغانستان

والیٔ افغانستان کو مرزا قادیانی نے اپنی نبوت و مسیحیت کا خط لکھا جس کے جواب میں آپ نے صرف اتنا تحریر کیا۔

" اینجا بیا"۔جس کا پنجابی میں ترجمہ یہ ہے کہ" ایتھے آ"۔سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا چلا جاتا تو اس کی گردن اتار کر فرماتے آن جابر و جہنم میں دفن ہو جاؤ۔

استاد العلماء مولانا حکیم محمد عالم آسی امرتسری

حضرت مولانا محمد آسی امرتسری حضرت مولانا مفتی غلام قادر بھیروی سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔تبلیغ سنت اور رد مرزائیت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔تردید مرزائیت میں آپ نے دو ضخیم جلدوں میں (۱۳۵۲ھ ربیع الاول مطابق ۱۹۳۳ء جولائی) وہ عظیم الشان تاریخی تصنیف" الکاویہ علی الغاویہ" (چودھویں صدی کے مدعیان نبوت عربی اور اردو علیحدہ علیحدہ شائع فرمائی۔

حضرت مولانا غلام قادر بھیرویؒ

رد مرزائیت میں پنجاب میں سب سے پہلے آپ نے ہی فتویٰ یہ جاری فرمایا کہ قادیانوں کے ساتھ مسلمان مرد یا عورت کا نکاح حرام و ناجائز ہے۔بعد میں علماء دین و مفتیانِ شرح متین نے اسی فتویٰ مبارکہ سے استفادہ کرتے ہوئے مرزائیوں سے مناکحت تزویج کو ناجائز اور ان سے میل جول اور ذبیحہ تک کو حرام قرار دیا۔مرزا نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور حکیم نور الدین نے اس کی تائید کی تو آپ نے حکیم نور الدین کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ آپ کی موجودگی میں اسے کبھی بھیرہ میں داخل ہونے کی جراءت نہ ہوئی۔

علامہ اقبال

علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ نے مرزائیوں کی دونوں شاخوں کو خارج از اسلام قرار دے کر انجمن حمایت اسلام کے دروازے ان پر بند کر دیئے تھے۔مرزائی لاہوری ہو یا قادیانی انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا تھا۔اس واقعہ کی پوری تفصیلات انجمن کے تحریری ریکارڈ میں موجود ہیں۔اس کے ایک عینی گواہ لاہور کے سب سے بڑے شہری میاں امیر الدین بفضل تعالیٰ بقید حیات ہیں یونیورسٹی کی بیت انتظامیہ کے بھی رکن ہیں ان سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔کہ علامہ اقبال انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس عام کی صدارت فرمانے لگے۔تو آپ نے سب سے پہلے کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کی اس انجمن کا کوئی مرزائی (لاہوری یا قادیانی) ممبر نہیں ہو سکتا

ہے۔ مرزا غلام احمد کے متبعین کی یہ دونوں جماعتیں خارج از اسلام ہیں۔ اس وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کرسی صدارت کے عین سامنے بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ ہی میاں امیر الدین فروکش تھے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے صدر رکھنا ہے تو اس شخص کو نکال دو...... مرزا صاحب کانپ اٹھے جز بز ہوئے کچھ کہنا چاہا حتیٰ کہ رنگ فق ہوگیا۔ حضرت علامہ مصر رہے کہ اس شخص کو یہاں سے جانا ہوگا۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، بیک بینی دو گوش نکال دیئے گئے۔ ان کی طبعیت پر اس اخراج کا یہ اثر ہوا کہ بے حواس ہو گئے دو چار دن ہی میں مرض الموت نے آ لیا اور اس صدمے کی تاب نہ لاکر انتقال کر گئے۔

جناب خورشید احمد مینجنگ ایڈیٹر میڈیکل نیوز، کراچی اور اسلام آباد نے ایک مرتبہ اپنے والد صاحب کا واقعہ مولانا کو سنایا کہ میرے والد گرامی جناب ڈاکٹر جلال الدین صاحب ڈینٹل سرجن لاہور حضرت تھانویؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر دوست اکابر علماء اور ان کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ انہوں نے واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ دیوبند سے لاہور تشریف لائے ہیں (ڈاکٹر جلال الدین) ان کو اسٹیشن پر لینے کے لئے گیا۔ میں نے کہا حضرت گھر تشریف لائیں۔

مولانا نے کہا کہ آج میں نے صرف ڈاکٹر محمد اقبال سے ملنا ہے۔ اور ابھی سیدھا واپس جانا ہے۔ لہٰذا مجھے وہاں چھوڑ دیجئے۔ والد صاحب نے مولانا کو ڈاکٹر محمد اقبال کے گھر پہنچا دیا اور والد صاحب باہر موجود رہے۔ حضرت انور شاہ کشمیری اور علامہ محمد اقبال بند کمرے میں کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر محمد اقبال بچوں کی طرح آنسو بہا رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت نے اسی وقت مجھے فرمایا کہ مجھے اسٹیشن پر چھوڑ دیجئے۔ میں آپ کو اسٹیشن پر لے چلا۔ راستے میں اپنے گھر لے جانے پر اصرار کیا تو فرمایا "آج میں مسئلہ قادیانیت علامہ اقبال کو سمجھانے کے لئے آیا تھا اس لئے اس کام میں اور کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اب سیدھے واپس جانا ہے" اسٹیشن سے اسی وقت دیوبند روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات محمد احمد قادریؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد علی جالندھریؒ، غلام اللہ غوث ہزارویؒ ہر دو حضرات امیر شریعتؒ کا پیغام لیکر مولانا ابوالحسناتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ تحریک ختم نبوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ آپ نے معذرت کر دی۔ اس پر مولانا محمد علی جالندھریؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: "مولانا ہم آپ کو سواد اعظم کا نمائندہ سمجھ کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا مسئلہ آپ کے پاس لائے تھے۔ آپ ہمیں اس طرح خالی واپس کر رہے ہیں۔ تحریک شروع ہے۔ ہم جاتے ہی نہ معلوم کن کن مصائب کا شکار ہوں گے۔ مگر آپ اپنے طور پر سوچ رکھیں کہ کل قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے"۔

یہ سن کر عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دیوانہ مولانا ابوالحسنات رو پڑا اور مولانا محمد علیؒ کو فرمایا کہ مولانا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ قیامت کے دن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری شکایت نہ کریں۔

آپ کو حضرت امیر شریعت نے ۵۳ء کی تحریک میں مجلس عمل کا سربراہ بنایا۔ آپ نے بڑی بہادری اور جراءت سے تحریک کی قیادت کی۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں آپ جب طہارت کے لئے جاتے تو امیر شریعت ان کے لئے لوٹا پانی کا بھر لاتے۔ مولانا ابوالحسنات آبدیدہ ہو جاتے۔ ایسی محبت و اخلاص بھری تصویر تھے کہ اس پر آسمانی فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔

شیخ حسام الدینؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے باعث حکومت نے مجلس احرار اسلام کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ تو شیخ صاحبؒ معہ ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری و سہروردیؒ کی دعوت پر کام کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر تھے اول و آخر احرار۔

بروایت محترم آغا شورش کاشمیری مدیر و بانی ہفت روزہ چٹان لاہور، حسین شہید سہروردی جب کہ وہ پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ محترم شیخ صاحبؒ کی دعوت کر کے سکندر مرزا سابق صدر پاکستان کو تبادلہ خیالات کرنے کی غرض سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ تا کہ سکندر مرزا کو مجلس احرار اسلام سے جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہو سکیں۔ الغرض شیخ صاحبؒ اور ماسٹر صاحبؒ سکندر مرزا سے ملنے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور پہنچے۔ سکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ کے وزیر اعلیٰ (غفار خان کے بھائی) کے ساتھ تھے۔ سہروردی صاحبؒ نے مرزا صاحب سے کہا کہ یہ دونوں احرار رہنما شیخ صاحبؒ اور ماسٹر تاج الدین انصاریؒ ملنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مگر مرزا نے حقارت سے کہا احرار پاکستان کے غدار ہیں۔ ماسٹر جی جو بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے نے فرمایا کہ اگر غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے۔ لیکن اس جرم کا ثبوت ہونا چاہئے۔ سکندر مرزا نے پھر اسی رعونیت سے جواب دیا بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔ ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن سکندر مرزا نے گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیا۔ وہی پھر ڑاڑا خائی۔

اتنے میں شیخ صاحبؒ نے غصے میں کروٹ لی اور مرزا صاحب سے

پوچھا۔کیا کہاتم نے؟ میں نے؟

جی ہاں تو میں نے؟ یہی کہا ہے کہ احرار پاکستان کے غدار ہیں۔یہ الفاظ مرزا صاحب نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب مرحوم نے فوراً گرج کر جواب دیا۔احرار غدار ہیں کہ نہیں اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔مگر تیرا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے۔تو غدار ابن غدار ہے۔تیرے جدامجد میر جعفر ملعون نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔واللہ العظیم تو اسلام اور پاکستان کا غدار ہے۔اللہ اکبر! تب ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحبؒ کو بڑی قوت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا سے پشتو زبان میں کہا میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں گفتگو کرنا یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔تب یکا یک اس کا لہجہ بدل گیا اور شیخ صاحب سے عاجزانہ معذرت کرنے لگا۔

شہ سواروں میں ہیں ہم کو حقارت سے نہ دیکھو
گو بظاہر نظر آتے ہیں قلندر کی طرح

حضرت خواجہ اللہ بخش تونسویؒ

پون صدی کی احیاءِ اسلام کی کامیاب جدوجہد کے بعد ۱۲۶۷ھ میں جب آپ نے وصال فرمایا تو آپ کے نامور پوتے حجۃ الاسلام حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی نے مسندارشاد سنبھالی اور اپنے جدامجد کی چلائی ہوئی تحریک کو آگے بڑھانیمیں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت اپنے عقائد کی ترویج شروع کی اور اکثر علماء کو مباحثہ کی دعوت دی۔خواجہ اللہ بخش صاحب نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی احساس اور وجدان ان گمراہ تحریکوں سے متاثر نہ ہو۔(تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۷۲)

پیران تونسہ شریفؒ

حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی کے زمانہ میں مرزا قادیانی نے سر اٹھایا۔آپ نے پورے ملک کے مریدوں کو مراسلے جاری کئے۔خصوصاً متحدہ پنجاب میں مرزا کی ایسی تردید کی کہ مرزا قادیانی کا گھیرا تنگ کر دیا۔مرزا قادیانی کی طوفان بدتمیزی کے سامنے آپ نے اپنی جراءت سے ایسا بند تعمیر کیا جس سے پوری ملت اسلامیہ محفوظ ہوگئی۔یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا۔آپ بیماری کے باعث صاحب فراش تھے۔مگر یہ منحوس خبرسن کر بستر مرگ سے یوں اٹھے جیسے سویا ہوا شیر انگڑائی لیتا ہے۔پھر عمر بھر اس فتنہ کی تردید میں نبرد آزما رہے۔

خواجہ نظام الدین تونسوی نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس میں بھرپور حصہ لیا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے آپ کے قابل رشک مراسم تھے۔

مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادیؒ

مجلس کے دوسرے امیر مولانا قاضی احسان احمد شجاعبادی تھے۔شجاع آباد ضلع ملتان کا ایک قصبہ ہے۔قاضی احسان احمد اسی قصبہ میں قاضی محمد امین کے ہاں پیدا ہوئے۔تعلیم اپنے ہی بزرگوں سے حاصل کی۔عربی فارسی اور اردو زبان کے جید عالم تھے۔قاضی صاحب اپنی خطابت، ایثار اور قربانی کی بدولت ملک گیر شہرت کے مالک بن گئے۔تو ان کی بدولت شجاع آباد کے بھی بھاگ جاگ گئے۔اور شجاع آباد کا گمنام قصبہ بھی ملک گیر شہرت کا حامل ہوگیا۔

شجاع آباد بادشاہوں کے وقتوں کے کسی نواب کے نام پر ہے۔قلعہ نما شہر اور درمیان میں شاہی مسجد ہے۔قاضی صاحب مرحوم کے کوئی جدامجد قاضی، جسٹس یا جج کے عہدے پر فائز تھے۔ان کی اولاد قاضی کہلائی۔منصب مکان جائیداد جدی چلی آرہی ہے۔قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہوا تھا۔ان کا وجیہہ چہرہ مہرہ خطیبانہ تھا۔بلا کے ذہین انسان تھے۔عالم باعمل قسام ازل ہے۔غضب کا حافظہ پایا جاتا تھا۔شاہ جی کا ظل اور عکس شمار ہوتے تھے۔پہلے احرار میں اور تقسیم ملک کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی ممبران میں شامل تھے۔شعلہ نوا خطیب، لاکھوں کے مجمع پر چھا جانے والے، مشکل سے مشکل مسائل کو اپنے آسان طرز بیان سے عوام کے ذہن نشین کرنے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ضرورت کی کتابوں، اخباروں، رسالوں، اور دستاویزات کا حوالہ ان کے پاس موجود ہوتا۔جسٹس منیر کے بقول ان کے ساتھ ایک بہت بڑا صندوق لازماً ہوا کرتا تھا جسے ایک مضبوط زنجیر اور تالا کے ذریعہ محفوظ رکھا جاتا۔وہ صندوق دراصل قاضی صاحب کا اسلحہ خانہ تھا۔جس میں وہ تمام دستاویزی ثبوت اور حوالہ جات محفوظ رکھتے تھے۔قاضی صاحب نے اونچے حلقوں میں اور اسی طرح تعلیم یافتہ طبقہ میں جماعت کے سفارت اور ترجمان کا حق ادا کیا۔قاضی صاحب مرحوم بظاہر امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے تھے۔لیکن در حقیقت وہ صحیح معنوں میں درویش منش انسان تھے۔

قاضی صاحب نے جب مرزائیت کے متعلق حوالہ جات پہلی دفعہ نارووال کے ریلوے اسٹیشن پر سیلون میں ٹھہرے ہوئے خان لیاقت علی خان وزیراعظم پاکستان کو دکھائے تو خان صاحب کی حیرت گم ہوگئی۔قاضی صاحب نے خان لیاقت علی خان کو جب عربوں کا مرزا بشیر الدین محمود ہیڈ آف دی جماعت ربوہ کے نام خط دکھلایا۔جس میں عربوں نے مرزا صاحب کا اس بات پر شکریہ ادا کیا کہ آپ کی ہدایت پر چوہدری ظفر اللہ خان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے لئے تیس روزوں کا ثواب ہے(طبرانی)

نے ہماری یو این او میں حمایت کی ہے تو خان صاحب کی آنکھیں کھل گئیں۔

قاضی صاحب نے فرمایا خان صاحب سر ظفر اللہ وزیر خارجہ پاکستان کا ہو تنخواہ پاکستان کے خزانے سے لیتا ہو آپ کی کابینہ کا ممبر ہو۔ نمائندہ آپ کا ہو اور عرب شکریہ مرزا محمود کا ادا کریں۔ حالانکہ عربوں کی یو این او میں حمایت مرزا محمود کی نہیں بلکہ پاکستان کی پالیسی ہے۔ عربوں کو شکریہ مرزا محمود کا نہیں بلکہ حکومت پاکستان اور آپ کا ادا کرنا چاہئے تھا۔

قاضی صاحب ایک دفعہ مرزائیوں کی ان سرگرمیوں کا احتساب کرنے کے لئے کوئٹہ تشریف لے گئے۔ جو مرزائیوں نے بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کے لے بپا کر رکھی تھیں۔ اور جن کے پیچھے ایک گہری سازش کار فرما تھی۔

میاں امین الدین وہاں حکومت کے انچارج اعلیٰ تھے۔ اُن کا مزاج افسرانہ اور متکبرانہ تھا۔ قاضی صاحب نے ملاقات کے لئے وقت مانگا تو اس نے معذرت کر لی۔ قاضی صاحب نے دوبارہ کہلوایا کہ ملکی نوعیت کے مسائل پر گفتگو مقصود ہے۔ اس نے پندرہ منٹ عنایت فرما دیئے۔ قاضی صاحب اندر گئے ملاقات شروع ہوئی۔ مرزائیت کے متعلق بات شروع کی تو اس نے بڑے غرور سے کہا کہ اس کے متعلق ہم نے سرکلر کر دیا ہے چھوڑیئے اس بات کو کوئی اور بات ہے تو کیجئے۔ قاضی صاحب نے فرمایا وہ سرکلر آپ نے نہیں کیا میں مرکزی حکومت سے جاری کروا کر آیا ہوں۔ میاں صاحب کی اکڑی ہوئی گردن کچھ ڈھیلی ہوئی۔ دریافت کیا آپ مرکز میں کس سے ملے تھے۔ قاضی صاحب نے مرکزی وزراء اور وزیر اعظم کا نام لیا اور سرکاری محکموں میں مرزائیوں کی ریشہ دوانیوں کے متعلق سرکلر کے جاری کیے جانے کی تفصیل بتائی۔ میاں صاحب کی گردن میں مزید خم پیدا ہو گیا۔ اب قاضی صاحب نے اپنا صندوق اندر منگوایا اور مرزائیوں کے متعلق وہ تمام حوالے نکال نکال کر دکھانے شروع کیے۔ جن میں مرزائیوں کے سیاسی عزائم اور بلوچستان پر قبضہ کرنے کی باتیں درج تھیں۔ مرزائی لٹریچر سے جب میاں صاحب نے وہ حوالے دیکھے تو قاضی صاحب نے فرمایا میاں صاحب بلوچستان کے متعلق یہ خطرات آپ کے علم میں ہیں۔ میاں صاحب نے جواب دیا مجھے تو ان باتوں کا علم نہیں۔ تو آپ نے مرکز کو بھی قادیانی سرگرمیوں کی کوئی اطلاع نہیں بھجوائی ہو گی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کے زیر انتظام علاقہ میں ملکی سالمیت کے خلاف یہ سازشیں پروان چڑھ رہی ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ یہ سن کر میاں صاحب بالکل جھک کر بیٹھ گئے۔ اب وہ سب اکڑفوں ختم ہو گئی۔ گفتگو شروع ہوئی جو اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ قاضی صاحب نے معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ وہ حیران سے حیران تر اور پریشان سے پریشان تر ہوتا چلا گیا۔

اب قاضی صاحب نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور محبت سے کبھی اپنی طرف کھینچتے اور پھر کبھی ڈھیلا کر کے اسے پیچھے لے جاتے اور اپنی خاص ادا میں فرماتے۔ میاں صاحب! ابھی تو آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جا کر اپنے فرائض کے متعلق جواب دینا ہے کہ آپ نے اسلامی حکومت کے ایک بہت بڑے صوبہ کی ذمہ داریوں کو کیوں نہیں ادا کیا تھا۔

قاضی صاحب ایک دفعہ قلات گئے۔ تو نواب احمد یار نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ قاضی صاحب نے انہیں بھی ان تمام خطرات سے آگاہ کیا جو ملک اور اسلام کو مرزائیوں سے لاحق ہیں۔ نواب صاحب قاضی صاحب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک موقع پر قاضی صاحب کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے سیدھے کر کے رکھ دیئے۔ اور اس طرح اپنی نیاز مندی کا اظہار کیا۔ قاضی صاحب مرحوم یہ واقعہ سناتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب کہ میں نے اپنی والدہ بزرگوار کی خدمت کرتے ہوئے ان کے سامنے عجز اور محبت سے جوتے سیدھے کر کے رکھے تھے تو میری والدہ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ بیٹا ایک وقت آئے گا کوئی بادشاہ تیرے سامنے جوتا نیاز مندی سے سیدھا کر کے رکھے گا۔ غرضیکہ قاضی صاحب مرحوم ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے بھرپور زندگی بسر کی۔ جیلیں کاٹیں، قربانیاں دیں۔ ایک تحریک کے دوران پولیس کی لاٹھی چارج میں ان کے بازو کی ہڈیاں توڑ دی گئی تھیں۔ ملت اسلامیہ کے لئے بے مثال خدمات سرانجام دیں اور مطمئن ضمیر لے کر اللہ کے پاس چلے گئے۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ۱۲ شوال ۱۳۸۲ھ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۶۳ء سے ۹ شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء تک تین سال آٹھ ماہ ستائیس دن باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مولانا محمد علی جالندھری

مجلس کے تیسرے امیر اور سربراہ مولانا محمد علی جالندھری تھے۔ وہ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے بعد امیر منتخب ہوئے۔ اور اس سے قبل شاہ صاحب اور قاضی صاحب کے ساتھ بطور ناظم اعلیٰ کام کرتے رہے۔

درحقیقت مولانا محمد علی جالندھری جماعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولانا محمد علی جالندھری آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے اپنا اچھا خاصا زمیندارہ تھا۔ نکودر ضلع جالندھر کے ایک گاؤں یکو کے رہنے والے تھے۔ علامہ عصر مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں شامل اور مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم تھے مولانا جید عالم منطقی اور زبردست مناظر تھے۔ وہ شکل وصورت رہن سہن اور وضع قطع میں ٹھیٹھ پنجابی اور دیہاتی معلوم ہوتے

تھے۔ان جیسی مدلل تقریر احرار کے سارے گروہ میں کوئی مقرر نہیں کرسکتا تھا۔وہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوتے چند جملے اردو زبان میں بولتے تو مجمع سے آوازیں آنا شروع ہو جاتیں۔مولانا تقریر پنجابی زبان میں کریں۔اور مولانا ٹھیٹھ پنجابی زبان میں تقریر کرنا شروع کر دیتے۔پنجابی کے محاورے بولتے۔دیہات کی روزمرہ استعمال کرتے لوگ عش عش کر کے رہ جاتے۔وہ کھیتوں کی روشوں، ہل چلانے والے کسانوں،ان کی ہل پنجالی،روٹی بھتہ لانے والی کسان کی بیوی،کھیتوں کے سبز فصلوں کی لہلہاہٹ سے اپنا مضمون پیدا کرتے۔دیہاتی زندگی کے سادہ اور فطری مناظر اپنی روانی کا ساتھ بناتے سنوارتے چلے جاتے۔

احرار کے زمانے میں انہیں پرولتاری مقرر سمجھا جاتا تھا۔کسانوں مزدوروں،غریبوں اور پسماندہ طبقوں کی زندگی کے مسائل کے متعلق بولتے۔سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام پر سخت تنقید کرتے۔تو ان کی تقریر دور دور تک پہنچتی۔اس زمانہ میں معلوم ہوا تھا کہ روسی سفارتخانے میں مولانا کی تقریروں کے متعلق خاص طور پر دلچسپی لی جاتی ہے۔مولانا بعض باتیں عجیب و غریب کہا کرتے تھے۔مثلاً وہ فرمایا کرتے کہ جس طرح جسم میں جوئیں باہر سے نہیں آتیں۔بلکہ انسان کی اپنی میل کچیل سے پیدا ہوتی ہیں۔اسی طرح کیمونزم بھی باہر سے نہیں آیا کرتا۔بلکہ ملکوں اور قوموں کے اندر ہی سے غربت، معاشی ناہمواری،ظلم اور جہالت کی بدولت پیدا ہو جاتا ہے۔مولانا نے برصغیر کے چپے چپے پر بے شمار تقریریں کیں۔آخری عمر میں ان کی تقریریں اصلاحی اور تبلیغی ہوا کرتی تھیں انہوں نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی معرکۃ الاراتقریریں کی ہوں گی۔لیکن ان کی ایک تقریر فروری ۱۹۵۳ء میں نسبت روڈ لاہور پر ہوئی تھی۔جس ایک تقریر نے لاہور میں آگ لگا دی تھی۔اور دوسرے دن لاہور سراپا تحریک ختم نبوت بن چکا تھا۔ایک مثالی اور یادگار تقریر تھی۔ایک دفعہ اسلامیان سرگودھا نے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے جلسے کے لیے وقت لیا۔سرگودھا والوں نے جلسے کا اہتمام کرلیا اشتہار چھپ گئے۔تاریخ آ گئی۔سرگودھا اور شمال مغربی پنجاب کے دور دراز کے دیہات سے دنیا پہنچ گئی لیکن شاہ جی بیماری کے باعث جلسہ میں نہ پہنچ سکے۔مولانا محمد علی جالندھری کا بھی وعدہ تھا وہ پہنچ گئے۔لوگوں کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہوسکا تھا کہ شاہ جی نہیں آ رہے۔عشاء کی نماز کے بعد جلسہ شروع ہوا لاکھوں کا اجتماع تحریک ختم نبوت کی بحرانی کیفیت،مولانا محمد علی جالندھری کا بیان شروع ہوا خدا کی قدرت مولانا کی تقریر میں ایسا جوش وخروش اور نظم وتسلسل پیدا ہوا کہ پوری کانفرس سراپا گوش بن گئی۔مولانا نے ختم نبوت کی اہمیت ،اتحاد امت ،شان رسالت، رد مرزائیت، ملک کے استحکام وبقاء کی ضرورت اور مرزائیوں کی سازشی سرگرمیوں پر اتنی معرکۃ الاراتقریر کی کہ ایک سماں بندھ گیا۔ساری رات تقریر جاری رہی۔

صبح کی اذان نے تقریر کا سلسلہ منقطع کیا۔لوگ ششدر اور مولانا خود حیران کہ آج یہ کیسی رات اور کس زور کی تقریر ہوگئی۔اگلے روز مولانا جالندھری ملتان پہنچے شاہ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا سنایا۔شاہ جی نے فرمایا محمد علی مجھے سرگودھا کے جلسہ کی بڑی فکر اور پریشانی تھی۔میں بھی رات عشاء کی نماز پڑھ کر مصلے پر بیٹھا ہوں تو صبح تک مصلے پر ہی دعاء کی حالت میں رہا۔کہ اے اللہ آج وہاں محمد علی اکیلا ہے تو ہماری سب کی لاج رکھیو۔

مولانا محمد علی کی سب سے بڑی خوبی ان کا جماعت اور تحریکوں کے لیے فنڈز کا انتظام کرنا۔دیانت امانت سے ان کا حساب رکھنا، کفایت شعاری سے خرچ کرنا اور تحریک کو یا جماعت کے کام کو باقاعدہ اور ہمیشگی سے جاری رکھنے کا اہتمام کرنا تھا۔مولانا جالندھری نے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے قیام کے بعد اس کے مالیاتی نظام کی مضبوطی کی طرف خصوصی توجہ دی اور جماعت کے لیے مضبوط فنڈز کا اہتمام کیا۔مجلس نے فیصلہ کیا کہ چونکہ جماعت نے حفاظت واشاعت اسلام کا کام کرنا ہے۔تردید مرزائیت جیسا کٹھن کام اس کے ذمہ ہے،مرزائی سازشوں کو بے نقاب کرنے اور قوم وملک کو اس فتنہ سے بچانے کے لیے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے۔اس لیے جماعت میں مستقل ہمہ وقتی کام کرنے والے کارکن باتنخواہ رکھے جائیں۔جو ہر طرف سے بےفکر اور آزاد ہو کر یکسوئی کے ساتھ جماعتی مقاصد کیلئے کام کریں۔

جب اس فیصلے کے مطابق جماعت کے علماء کرام سے باتنخواہ کام کرنے اور ہمہ وقت ڈیوٹی دینے کے لیے کہا گیا۔تو وہ لوگ جو ساری عمر ملک کی آزادی اور اسلام کی سربلندی کے لیے لوجہ اللہ تعالیٰ ماریں کھاتے رہے تھے۔ان کی خودداری نے تنخواہ لے کر جماعت کا کام کرنا مناسب نہ سمجھا اور سب اس بات سے ہچکچانے لگے۔

مولانا مرحوم نے یہ محسوس کر کے کہ یہ لوگ اس چیز کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔اپنے آپ کو پیش کیا کہ میں خود بھی تنخواہ لوں گا۔اور ہمہ وقتی ملازم کی حیثیت سے جماعت کا کام کروں گا۔اس کے بعد مولانا لال حسین اخترؒ،مولانا محمد حیاتؒ،مولانا عبدالرحیم اشعر عنایت پوریؒ،مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ،،مولانا محمد شریف جالندھریؒ،مولانا غلام محمد بہاولپوریؒ غرضیکہ تمام مبلغین نے وظیفہ لینا اور ہمہ وقتی کام سرانجام دینا قبول کرلیا۔قاضی احسان احمد شجاعبادی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے مستثنٰی رہے۔

تمام مبلغین جب جلسوں اور دوروں پر جاتے۔لوگ ان کی خادم اسلام سمجھ کر جو خدمت کرتے تھے تو وہ اس کی بھی رسید کاٹ دیتے تھے۔وہ ہدیہ، نذرانہ خدمت سب جماعت کے بیت المال میں جمع ہو جاتا۔مولانا کے اخلاص،ایثار، دیانت اور امانت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خون معاف کیا اس کا ثواب جنت ہی ہے۔(الجامع)

جب مولانا کی وفات ہوگئی اور ہم لوگ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے۔

اگلے روز جب جماعت کے بیت المال جو لوہے کی بہت بڑے سیف کی صورت میں ہے اسے کھولا تو تمام رقوم حساب کے مطابق موجود تھیں۔ البتہ ایک پوٹلی الگ رکھی ہوئی ملی جس میں بائیس ہزار روپیہ تھا۔ اور ساتھ یہ چٹ مولانا نے لکھ کر رکھی ہوئی تھی کہ جب جماعت کے دوسرے مبلغین اور علمائے کرام تنخواہ لینا عار سمجھتے تھے تو میں نے ان کی دلجوئی اور جھجک دور کرنے کے لیے تین صد روپیہ مشاہرہ قبول کرلیا تھا۔ الحمد للہ میں صاحب جائیداد اور گھر سے کھاتا پیتا ہوں اور اللہ نے مجھ کو مال، اولاد، زمین، رزق سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ تین صد روپیہ میں الگ رکھتا رہا ہوں۔ اور یہ بائیس ہزار روپیہ وہ ہے میرے مرنے کے بعد اس رقم کو جماعت کے خزانے میں جمع کردیا جائے۔

یہ مولانا کی محنت دیانت اور امانت کا ثمرہ ہے۔ کہ جماعت کا لاکھوں روپیہ مالیت کا اپنا مرکزی دفتر ملتان میں ہے انگلستان میں مجلس کا اپنا ملکیتی عظیم دفتر موجود ہے۔ اسلام آباد کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی ہے۔ گوجرانوالہ کا دفتر جماعت کا خریدا ہوا ملکیتی مکان ہے۔

اس کے علاوہ کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ بہاولپور، سیالکوٹ گجرات، فیصل آباد اور ملک کے تقریباً ہر ضلع اور بڑے شہروں میں جماعت کے کرایہ پر لیے ہوئے دفاتر موجود ہیں۔ اکثر دفاتر میں ٹیلی فون لگے ہوئے ہیں اور ان میں مستقل ملازمین کارکن ہیں۔ پھر لاکھوں روپیہ کی زرعی اور سکنی وقف جائیداد جماعت کے نام موجود ہے۔ اور اب الحمد للہ جماعت دینی مقاصد، تحفظ ختم رسالت حفاظت و اشاعت اسلام پر تقریباً تیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کر رہی ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری ۹ شعبان ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء سے ۲۴ صفر ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۷۱ء ۴ سال ۴ ماہ ۲۹ دن تک جماعت کے باقاعدہ امیر اور سربراہ رہے۔

مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

مولانا محمد علی جالندھری کی وفات کے بعد مجلس کے تمام ساتھیوں نے حضرت مولانا لال حسین اختر کو جماعت کا امیر منتخب کیا اور ان کے ساتھ مولانا محمد شریف جالندھری جماعت کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے۔ مولانا جماعت کے چوتھے امیر تھے۔ مولانا لال حسین اختر جید عالم، مناظر اور انتہائی درویش منش عالم دین تھے اخلاص کی دولت سے مالا مال تھے۔ پوری زندگی دین کی خدمت میں بسر کردی۔

ان کی قومی اور ملی زندگی کا آغاز شدھی اور سنگٹھن کے خلاف تحریکوں میں حصہ لینے سے ہوا۔ وہ ابھی کالج میں زیر تعلیم تھے۔ کہ ہندوؤں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنانے کی تحریک کا آغاز کیا۔ ہندوؤں کی اس تحریک کو شدھی کی تحریک کہا جاتا ہے۔

مولانا کا دل اس اسلام دشمن تحریک سے تڑپ گیا۔ آپ نے تعلیم کو خیر باد کہا اور جو وفود دیہات میں تبلیغ کے لیے جاتے تھے۔ ان کے ہمراہ ہو لیے۔ اسی طرح مولانا لال حسین اختر، مولانا ظفر علی خان کے ہمراہ بھی ایک عرصہ تک تبلیغی دوروں میں شامل رہے۔ اور بالآخر حکومت نے مولانا ظفر علی خان اور مولانا لال حسین اختر دونوں کو قابل اعتراض تقریروں کے سلسلے میں گرفتار کرلیا اور مقدمہ کی ساعت کے بعد قید کردیا۔

یہ قید ان دونوں حضرات نے لاہور سنٹرل جیل میں گزاری۔ اسی قید کے دوران جبکہ دونوں صاحبان کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے تھے۔ مولانا نے یہ اشعار مولانا لال حسین اختر کی فرمائش پر کہے تھے۔

یہ کہہ کر حق جتاؤں گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر
کہ میں نے تیری خاطر آقا چکی جیل میں پیسی

اور جس نظم کے قافئے بتیسی اور سائنسی وغیرہ ہیں۔ رہائی کے بعد مولانا مستقل قومی تحریکوں اور سماجی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ کہیں مرزائیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ اور مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی جنہوں نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور جو بہر حال مرزائیوں میں ایک بڑے پڑھے لکھے اور قابل شخص تھے۔ علم اور قابلیت ایک الگ بات ہے اور ایمانی توفیق نہ ہونا ایک دوسری بات ہے۔ مولانا لال حسین اختر ان سے متاثر ہوئے اور مرزائیت قبول کرلی۔ ہر کام میں میرے اللہ کی حکمت ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی پرورش میں دے کر فرعون کی حقیقت سے آشنا کر کے پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہی اس کا بیڑہ غرق کیا کرتے ہیں۔ مولانا لال حسین اختر پڑھے لکھے ذہین فطین نوجوان مرزائیوں نے ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور مولانا ہی کی روایت کے مطابق جس گروپ میں مجھے رکھا گیا۔ اس گروپ کی تعلیم و تربیت پر مرزائی جماعت کا اس زمانہ میں پچاس ہزار روپے خرچ ہوا تھا۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مولانا مرزائی مبلغ بنا دیئے گئے۔ برصغیر میں مرزائیت کی تبلیغ کے علاوہ مولانا کو جماعت احمدیہ کی طرف سے افریقی ممالک میں مرزائیت کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا۔ مولانا کے سپرد ہوا کہ وہ اپنے مدلل طرز کلام اور بیان سے سینکڑوں مسلمانوں کے ایمان خراب کرنے کی سعی میں حصہ لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مولانا لال حسین اختر کو مرزائیت کی حمایت کے لیے نہیں بلکہ اس شجرہ خبیثہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ وہ کچھ عرصہ افریقی ممالک کے دورے کے بعد ہندوستان واپس آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے گناہ کا قصد کر کے نہ کیا اس کیلئے ایک ثواب لکھا جائیگا۔ (الکنز)

مولانا کے اپنے بیان کے مطابق احمدیہ بلڈنگ لاہور جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیضہ سے موت ہوئی تھی۔ مولانا نے رات کو سوتے ہوئے خواب دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ اور گویا کوئی خوفناک منظر دیکھ کر پریشان ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں کھڑے ہو جاؤ۔ ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ اتنے میں ایک شخص نے چند انسانوں کو ایک رسی جو چمڑے کی تھی۔ اور جسے تانت کہتے ہیں کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ اور انہیں ایک وسیع میدان کے ایک طرف سے لا کر دوسری طرف لے جا رہا تھے۔ جہاں زبردست آگ کے الاؤ جل رہے تھے۔ وہ شخص ان لوگوں کو اس آگ میں پھینک کر پھر واپس دوسری طرف جاتا ہے پھر اور لوگوں کو باندھ کر لاتا اور آگ میں ڈالنے کا سلسلہ شروع کیے ہوئے ہے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے سادہ لوح لوگوں کو مذہب کے نام پر شکار کرتا ہے خوشنما پھندوں میں پھانس کر نامعلوم طرف لے جاتا ہے یہاں تک کہ یہ شخص ہزاروں آدمیوں کو دوزخ کی آگ کے سپرد کر چکا ہے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں سخت پریشان ہو لیا۔ مرزائیت کے متعلق میرے دل میں وساوس شکوک اور خطرات پیدا ہو گئے۔ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کو لے کر پھر دوبارہ پڑھنا شروع کیا جوں جوں میں کتابیں پڑھتا گیا میرے شکوک بڑھتے گئے۔ انہی ایام میں جبکہ میں مرزا صاحب کے متعلق سخت تذبذب اور پریشانی میں مبتلا تھا۔ مجھے ایک اور دوسرا خواب دکھائی دیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں ایک شخص منہ پر چادر اوڑھ کر سو رہا ہے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب سو رہے ہیں مجھے بتایا گیا کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی سو رہے ہیں۔ میں نے ان کے چہرے سے چادر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ انسان نہیں خنزیر ہے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے جان لیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے مرزائیت کے جھوٹ اور باطل ہونے سے آگاہ فرمایا ہے میرا تذبذب اور پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ میں نے توبہ کی استغفار کیا اور از سر نو کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھا۔ مرزائیت ترک کر دی۔ مولوی محمد علی کو استعفیٰ لکھ کر دیا۔ اور اللہ سے عہد کیا کہ اس گناہ عظیم کی تلافی کے لیے ساری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کا خادم رہوں گا۔ واقعی مولانا نے یہ عہد نبھایا۔

قیام پاکستان سے پہلے مولانا مجلس احرار اسلام کے علماء اور مجاہدین کے ساتھ رہے۔ کچھ عرصہ آگرہ میں قیام رہا۔ مجلس احرار اسلام سیاسی جماعت تھی۔ تو اس کے ساتھ ایک غیر سیاسی شعبہ، شعبہ ختم نبوت بھی بنایا گیا تھا۔ اس شعبہ کے سربراہ میاں قمر الدین اچھروی اور انچارج تبلیغ پہلے مولانا عنایت اللہ صاحب تھے جو غالباً کالا باغ کے رہنے والے تھے۔ اور بعد میں مولانا محمد حیات مدظلہ کو بھیجا گیا۔ جنہوں نے کئی سال وہاں رہ کر مرزائیوں کو ناک چنے چبوائے اور ان کی جعلی نبوت کا سارا پول ان کے ٹل مسیح کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ جس پر انہیں فاتح قادیان کا خطاب برصغیر کے اہل حق کی طرف سے دیا گیا تھا۔

مولانا لال حسین اختر اگرچہ احرار کی ہر جدوجہد میں اور قید و بند کے ابتلاء میں شریک رہے۔ تاہم ان کی خدمات کا زیادہ تر تعلق مرزائیوں کے تعاقب اور احتساب سے تھا۔ اور وہ بھی گویا ایک طرح کے شعبہ ختم نبوت سے متعلق رہے۔ البتہ قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام واضح طور پر دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ شاہ صاحبؒ، مولانا محمد علی جالندھری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی اس سیاست سے بالکل بیزار ہو گئے جس کا رواج پاکستان میں فروغ پانے لگ گیا تھا۔ اور ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین ابھی سیاسیات میں مزید تجربے اور ملک و ملت کی خدمت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن مسلم لیگ اور عوامی لیگ دونوں میں شامل ہو کر انہوں نے دیکھ لیا کہ ان کا فیصلہ محل نظر تھا۔

اور شاہ جی کی کہی ہوئی بات بالکل صحیح تھی یہی وجہ کہ ان بزرگوں نے مسلم لیگ کی برباد سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی اور مجلس تحفظ ختم نبوت کو باقاعدہ الگ حیثیت سے جماعت کی شکل دی۔ اور یکسوئی سے اشاعت و حفاظت اسلام کا کام کیا۔ اور اس طرح مرزائیت کے حصار میں زبردست شگاف ڈالنے میں کامیاب ہو گئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے مولانا لال حسینؒ کے بعد آنے والے امیر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے دور میں اور ان ہی کی زیر قیادت ہماری آنکھوں کے سامنے انگریزوں کے بنائے ہوئے مرزائیت کے گھروندے کو برباد کر دیا۔ ہر چند کہ یہاں یہ ذکر بے ربط اور غیر ضروری ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس سارے سلسلہ میں احرار کے ان مخلص بہادر اور جری کارکنوں اور رضا کاروں کو بیحد پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا وہ شمع حریت کے پروانے تھے۔ برصغیر کی پچھلے پچاس سال کی سیاسی اور دینی تاریخ میں انہوں نے بڑا اہم اور شاندار کردار ادا کیا تھا۔ ان کی محبت وفا اور جذبہ خدمت نا قابل تقسیم تھا۔ لیکن ہر تقسیم کے صدمے کی طرح انہیں اس تقسیم کا صدمہ بھی سہنا پڑا۔

بہر حال الحمد للہ ان کارکنوں نے بھی ہمت نہیں ہاری ان کے ملک بھر میں دفاتر موجود ہیں۔ تنظیم موجود ہے۔ رضا کار موجود ہیں۔ اور پاکستان میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کے اجراء کا مشن ان کے سامنے موجود ہے۔ وہ اپنے اکابر کی اس روح کو سمجھتے ہیں کہ اسلام میں امراء کی نہیں غرباء کی زیادہ دل جوئی موجود ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ دین نام ہے بقول علامہ اقبال:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے خدا نے کسی عمل کا ثواب دینے کا وعدہ کیا خدا اسے ضرور پورا کریگا (مجمع)

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
کہ اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

انہوں نے سینہ سپر ہو کر فرنگی کو یہاں سے نکالا تھا اور بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔وہ انگریز کے خود کاشتہ پودے کی پوری تاریخ سے آگاہ ہیں اس کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ قربانیاں دی ہیں دے رہے ہیں۔اور جب تک یہ شجرہ خبیثہ دنیا میں موجود رہے گا۔وہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور وفا کا حق ادا کرتے رہیں گے اور مرزا محمود کی ان کے متعلق پیش گوئی ان شاء اللہ کبھی پوری نہ ہوگی۔ان کی یکجہتی کو کیوں نقصان پہنچا وہ زیادہ سیاسی طاقت ہونے کے باوجود قوت فیصلہ کی کمزوری کے باعث ملکی سیاسیات میں کوئی ستارہ کیوں نہ بن سکے میں اس تلخ نوائی میں نہ پڑنا چاہتا ہوں نہ ہی غالباً یہ میرے قلم کی ذمہ داری ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا تو مولانا لال حسین اختر نے اپنے آپ کو اس جماعت کے لیے ہمہ تن اور ہمہ وقت وقف کر دیا۔اور بالآخر جماعت کی خدمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کی پاسبانی کی ڈیوٹی کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا لال حسین اختر کا وجود مرزائیت کے لیے برق بے اماں تھا۔کسی مرزائی مبلغ اور مناظر کو مولانا کے مقابلہ میں گفتگو کرنے کی جراءت نہ ہوا کرتی تھی۔بعض دفعہ مرزائیوں نے مناظرے کے چیلنج دیئے لیکن مختلف حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر جاتے تھے اگر کہیں سامنے آ گئے۔تو مولانا نے انہیں عبرت آموز شکست دی مرزائی ان کے نام سے بدک جایا کرتے تھے۔

وہ مرزائیت کی چلتی پھرتی انسائیکلو پیڈیا تھے۔مرزائیوں کی تمام کتابیں اور ان کے حوالے انہیں ازبر تھے۔

مولانا کی زندگی ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے۔انہوں نے اپنی زندگی میں خدمت دین کے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔آخر عمر میں مجلس نے انہیں یورپ امریکہ فجی آئی لینڈ کے دورے پر بھیجا وہ کئی سال تک ان ملکوں میں قیام پذیر رہے۔انہوں نے قیام انگلستان کے دوران ووکنگ مسجد جو بیگم نواب بھوپالی نے مسلمانوں کے لیے بنوائی تھی۔اور جس پر انگریزوں نے اپنے مرزائی جاسوسوں کو بٹھایا ہوا تھا۔تاکہ انگلستان میں آنے والے مسلمان ملکوں کے طلبہ سفراء تاجر اور دوسرے نمائندگان مذہبی رسوم کی ادائیگی اس مسجد میں کریں۔اور یہاں ان کو اسلام سے آشنا کیا جائے جو برطانوی سامراج نے خود کاشتہ پودے کے طور پر دنیا میں بنا رکھا تھا۔اور جو برطانوی سامراج کی مصلحتوں کے تحت قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح بتاتا تھا۔

مولانا لال حسین اختر نے انگلستان کے مسلمانوں کو بیدار کیا منظم کیا۔اور مسجد کو مرزائیوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کی تحریک شروع کی۔وہ تحریک خدا کے فضل وکرم سے کامیاب ہوئی۔اور مسجد پر مرزائیوں کا نوے سالہ پرانا قبضہ ختم ہوا۔اور اب وہ مسجد مسلمانوں کی رشد وہدایت کا مرکز بن گئی ہے۔اس مسجد کا اہتمام اور انتظام اب پاکستان کے سفیر اور اس کی بنائی ہوئی ایک کمیٹی کے سپرد ہے۔

اس کے علاوہ مولانا نے ہڈرسفلیڈ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے لیے ایک عظیم بلڈنگ خرید کر اسے مجلس کا مرکز بنایا جو الحمد للہ اب قائم ہے۔اور مجلس کی لاکھوں روپیہ کی جائیداد ہے۔اور جہاں سے یورپ اور دوسرے تمام ملکوں کے مشنوں اور کام کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔اسی دورے میں آپ فجی آئی لینڈ تشریف لے گئے۔وہاں چھ ماہ قیام کیا وہاں کے مسلمانوں کو منظم کیا قرآن مجید اور عربی علوم کی درسگاہوں کا اہتمام کیا اور وہاں سے طلبہ کو باہر بھجوا کر دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کیا۔الحمد للہ فجی آئی لینڈ کے فاضل طالبعلم قادر بخش صاحب جو فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں کے توسط اور کوشش سے اب درجنوں طلبہ پاکستان میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مولانا لال حسین اختر مجلس تحفظ نبوت پاکستان کے ۱۲ اپریل ۱۹۷۱ء سے ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء تک امیر رہے۔

فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحبؒ

مولانا نے تعلیم سے فراغت پاتے ہی ردِّ قادیانیت کا کام شروع کر دیا تھا۔جو زندگی کے آخری لمحہ تک جاری رہا۔قادیان میں دفتر ختم نبوت کے انچارج رہے۔تا آنکہ ملک تقسیم ہوا۔مرزا بشیر کے قادیان سے فرار کے بعد قادیان کو چھوڑ کر پاکستان تشریف لائے۔پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن اور سب سے پہلے مبلغ تھے۔قادیان میں قیام کے دوران مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔اس طرح امت کی طرف سے ''فاتح قادیان'' کا لقب حاصل کیا۔

ربوہ میں عالمی مجلس ختم نبوت کے لیے مسلم کالونی میں پلاٹ حاصل ہوا۔تو آپ خبر سنتے ہی ملتان سے ربوہ منتقل ہونے کے لیے آمادہ ہو گئے۔کھانا چھوڑ دیا چنے چبانے شروع کر دیئے۔مولانا محمد شریف جالندھری کے پوچھنے پر جواب دیا۔کہ میں ریہرسل کر رہا تھا۔کہ اگر ربوہ میں روٹی نہ ملے تو آیا چنے چبانے کے لائق دانت ہیں یا نہیں۔اس جذبہ ایثار سے آپ مسلم کالونی ربوہ تشریف لائے۔گرم سرد، دکھ سکھ،عسر ویسر میں ربوہ کے اس محاذ کو آخری وقت تک سنبھالے رکھا۔امت محمدیہ کی طرف سے واحد شخص ہیں۔جنہوں نے قادیان سے لے کر ربوہ تک مرزائیت کا تعاقب ان کے گھر پہنچ کر کیا۔

ایک دفعہ مرزائیوں نے مناظرہ میں شرط رکھ دی کہ مناظر مولوی فاضل ہوگا۔ مولانا مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ تو مرزائی مناظر نے مولوی فاضل کی سند مانگی۔

مولانا نے فرمایا افسوس کہ آج ہم سے وہ لوگ سند مانگتے ہیں جن کا نبی پٹوار گیری کے امتحان میں فیل ہوگیا تھا۔ مولانا نے کچھ اس انداز سے اسے بیان کیا کہ مرزائی مناظر مناظرہ کئے بغیر ہی بھاگ گئے۔

مولانا محمد شریف صاحب جالندھریؒ

ایک متبحر عالم زیرک اور فہیم انسان تھے۔ قدرت نے ان کے وجود کو خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ آپ نے دار العلوم دیوبند سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سند حدیث حاصل کی تھی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے تحریک آزادی کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تقسیم کے وقت کے نازک حالات میں اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی ایسی شاندار خدمات کا ریکارڈ قائم کیا۔ جس سے عام وخاص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

مولانا محمد شریفؒ بہاولپوری

آپ حضرت بخاریؒ کے ساتھی اور مجلس ختم نبوت کے مبلغ تھے۔ سرائیکی زبان کے بہترین خطیب تھے۔ ساری زندگی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرتے رہے۔ جنازہ ختم نبوت دفتر ملتان سے اٹھا تدفین کے بعد آپ کی قبر مبارک سے تین دن خوشبو آتی رہی۔

مولانا سید شمس الدین شہیدؒ

مرزائیوں نے فورٹ سنڈیمن میں محرف قرآن مجید تقسیم کیا۔ جس کے خلاف احتجاجی جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولاناؒ نے فرمایا:

''آج آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے قرآن کے ساتھ کھیل کھیلا جارہا ہے اور ختم نبوت کو پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ اور اس کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو میرے ساتھیو! اگر ہمارا یہی حشر رہا تو لامحالہ ہم یہی کہیں گے کہ اگر قیامت کے روز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں گے تو لامحالہ وہ یہی کہیں گے کہ میری ناموس لٹ رہی تھی اور قرآن پر ظلم ہورہا تھا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ آپ حضرات کہاں تھے؟

مولانا خلیل احمد قادری صاحب

روایت کرتے ہیں۔ کہ میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا۔ اور ان سے تحریک میں باقاعدہ شمولیت کے لیے درخواست کی تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے کہ میں ٹانگوں سے معذور ہوں۔ مگر آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروا دیں۔ اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مولانا اسلام الدین صاحب ایڈیٹر ''ظہور اسلام'' سری نگر کشمیر نے خواب میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زیارت کی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے حالات قابل رحم ہیں۔ آپ مولانا خواجہ خان محمد صاحب پاکستانی کو کہیں کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اللہ رب العزت سے دعا کیا کریں۔ مولانا اسلام الدین نے سری نگر سے خط کے ذریعہ کراچی دفتر لکھا۔ کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد خواجہ خان صاحب تک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچا دیں۔ (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروف جلیل القدر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا نے نہایت ہمت تندہی اور جانفشانی سے اس کی قیادت کی جبکہ دیگر رہنما پہلے ہی گرفتار ہو چکے تھے۔ اس وقت کی حکومت نے مولانا کی گرفتاری کے لیے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران ہی مولاناؒ کے بارے میں یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ مولانا جہاں ملیں انہیں گولی ماردی جائے۔ اس مجلس میں مشہور مسلم لیگی رہنما جناب سردار بہادر خان صاحبؒ (صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب کے بھائی) بھی شریک تھے۔ سردار بہادر خانؒ صاحب نے مولانا قاضی شمس الدین کو بلا کر کہا کہ مولانا کی حفاظت کریں انہیں کہیں روپوش کردیں۔ یا ملک سے باہر بھیج دیں۔ ان کی جان کو خطرہ ہے۔ چنانچہ مولانا خفیہ طور پر تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ اور خداوند قدوس نے مولانا کی حفاظت کی لیکن گولی مروانے والوں کو خدا نے قاہرہ کے قریب ہوائی حادثے میں جلا کر بھسم کردیا۔ اور وہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

یہ پریشانی تین دن تک رہی اور تیسرے دن مجھے کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارک نصیب ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''مولوی غلام غوث تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لیے قربانی دی ہے۔ پریشان مت ہو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

جب میری آنکھ کھلی تو طبیعت میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اور کامل اطمینان پیدا ہوگیا۔ بعد میں بہت سی تکالیف بھی آئیں لیکن مجھے قطعاً پریشانی نہیں ہوئی اور اس کے بعد ہی میں فوج اور پولیس کو جل دے کر نکل گیا۔ اور ایسے اوقات بھی آئے کہ میرے پیچھے فوج اور پولیس والے نماز پڑھتے رہے لیکن

پہچان نہ سکے۔ یہ سب حفاظت الٰہی اور بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا۔

مولانا ہزارویؒ ایک دفعہ جنرل محمد ایوب خان سے ملنے گئے۔ مشہور احرار رہنما شیخ حسام الدین مرحوم بھی مولاناؒ کے ساتھ تھے۔ بات چیت کے دوران ایوب خان نے کہا مولاناؒ! جہاں تک اسلام کو سمجھا ہوں وہ تو اس طرح ہے۔ مولانا ہزارویؒ نے فرمایا ہاں خان صاحب کرسٹائن کیلر کے ساتھ ننگا غسل کرنے والے جو اسلام کو سمجھے بھلا ہم کب اس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ایوب خان نہایت شرمندہ ہوئے۔

مولانا محمد شریفؒ جالندھری اور مولانا تاج محمودؒ مرحوم دونوں حضرات کانفرنس کے منتظمین تھے۔ ملنے کے لئے قیام پر گئے ان حضرات کو دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ فرمایا آپ کے حکم پر ربوہ میں جمعہ پر تقریر کے لئے حاضر ہوا کہ:

ا۔ آخری عوامی تقریر ختم نبوت پر ہو۔

۲۔ آپ کے کام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ آگے چل کر (عالم برزخ کی طرف اشارہ) بزرگوں کو آنکھوں دیکھی رپورٹ دوں گا۔

۳۔ دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔ کہا سنا معاف کرا لوں گا۔ میرے اللہ کی شان بے نیازی کہ مولانا کا گھر سے یہ آخری سفر تھا۔ واپس پہنچے تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

مرزائیوں کو شاہ فہد کا جواب

بون، ۲۸ اگست (نمائندہ خصوصی) سوئٹزرلینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن نے سعودی عرب کے شاہ فہد سے تحریری طور پر یہ مضحکہ خیز درخواست کی کہ وہ ان کے مذہب کے سربراہ کو حج کے لئے سعودی عرب آنے کی دعوت دیں۔ ایک خط میں جو شاہ فہد سمیت سعودی عرب کے چند اعلیٰ حکام کو بھیجا گیا ہے سوئٹزر لینڈ میں قائم قادیانوں کی تحریک نے درخواست کی ہے کہ ان کے مذہب کے رہنما کو جو اس وقت ربوہ میں رہتے ہیں سعودی فرمانروا کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے دعوت دی جائے۔ سوئٹزرلینڈ کے مسلم سفارتکاروں نے اس کے متن پر غصہ و ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ اگست ۱۹۸۲ء)

جب یہ درخواست شاہ فہد کے پاس گئی تو آپ نے جواب دیا کہ مرزا قادیانی ملعون کا طوق غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل و جان سے مہمانداری کریں گے۔ اگر مرزا قادیانی کا طوق غلامی پہن کر آنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ یہ سرزمین حجاز ہے جو کچھ ہمارے پیشرو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب اور اس کی پارٹی کا حشر کیا تھا وہی حشر ہم تمہارا کریں گے۔ اس جواب پر مرزائیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

زادہ اللہ شرفا و عظمة. و خلد دولة العالية و جزاہ اللہ عنا و عن جميع المسلمين خير الجزاء

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے حضرت بنوری کے نام اپنے ایک مکتوب میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے پر مبارکبادی کے سلسلہ میں لکھا۔

اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔

حضرت بنوری نے لکھا ہے کہ: ”اس (قادیانی فتنہ) سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بھی بے تاب تھی۔ (قادیانی مسئلہ کے حل پر) منامات و مبشرات کے ذریعہ عالم ارواح میں اکابر امت اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت بھی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبشرات کے ذکر کرنے کی ہمت نہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ تحریک کے بعد رمضان المبارک میں میں نے خواب دیکھا کہ چاندی کی ایک تختی مجھے عطاء کی گئی اور اس پر سنہری حروف سے یہ آیت لکھی ہے: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر مجھے انعام دیا جا رہا ہے“۔

نفحۃ العنبر ص ۳۰۴ پر حضرت بنوری مرحوم خود لکھتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ”ایک مصلیٰ پر ایک طرف حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اور دوسری طرف سید انور شاہ کشمیریؒ تشریف فرما ہیں۔ میں کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح پرور چہرہ اقدس کی طرف دیکھتا اور کبھی چہرہ انور کی طرف دیکھتا۔ یہ کیفیت مجھ پر طاری تھی کہ ہر دو حضرات کے مبارک چہروں سے استفادہ و مشرف زیارت سے مستفید ہو رہا تھا کہ بیدار ہو گیا“

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

استاذی المکرم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ اب پاکستان واپس نہیں جاؤں گا۔ مدینہ طیبہ قیام کے دوران آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے۔ پاکستان میں آپ کی ضرورت ہے۔ پاکستان جا کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا اسلام کہنا اور ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے گنبد خضراء میں خوش ہوں۔ ڈٹے رہو۔ اس کام کو خوب کرو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ درخواستی حج سے واپسی پر سیدھے ملتان آئے۔ شاہ جی چارپائی پر تھے خواب سنایا شاہ جی تڑپ کر نیچے گر گئے کافی دیر بعد ہوش آیا بار بار پوچھتے درخواستی صاحب میرے آقا اور مولیٰ نے میرا نام بھی لیا تھا۔ حضرت درخواستی صاحب کے اثبات میں جواب دینے پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد خواب میں مجھے حضرت بخاریؒ صاحب کی زیارت ہوئی۔ میں نے پوچھا شاہ صاحب فرمایئے قبر کا معاملہ کیسا رہا۔ شاہ

صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ منزل بہت ہی مشکل ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی برکت سے معافی مل گئی۔

حضرت مولانا محمد علیؒ جالندھری نے فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خان جو پاکستان کے بہت بڑے محدث اور استاذ الکل ہیں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف فرما ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ایک سفید طشت میں آسمانوں سے) ایک دستار مبارک لائی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب صدیق اکبرؓ کو حکم دیا کہ اٹھو اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہؒ کے سر پر باندھ دو۔ میں اس سے بہت خوش ہوں اس نے میری ختم نبوت کے لئے بہت سارا کام کیا ہے۔ (تقاریر مجاہد ملت ص ۷)

ایک بار آپ نے وجد میں فرمایا کہ اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی قدرت تمہیں طاقت بخشے تو سن لینا کہ میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا کہ "مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں"۔

ادھر تحریک کی اندوہناک پسپائی سے لوگوں میں مایوسی کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ کئی لوگ ان شہداء کے متعلق جو اس تحریک ناموس ختم نبوت پر قربان ہو چکے تھے۔ یہ سوال کرتے کہ ان کے خون کا ذمہ دار کون ہے؟ شاہ جی نے لاہور کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے جواب دیا کہ:

"جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے ان کے خون کا جوابدہ میں ہوں۔ وہ عشق رسالت میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں جذبہ شہادت میں نے پھونکا تھا۔ جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں۔ ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔ وہ عشق نبوت میں اسلامی سلطنت کے ہلاکو خانوں کی بھینٹ ہو گئے لیکن ختم نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں بھی سات ہزار حافظ قرآن اسی مسئلہ کی خاطر شہید کر دیئے گئے"۔

شاہ جی تحریک کی پسپائی سے غایت درجہ ملول تھے۔ ان کا دل بجھ چکا تھا۔ فرماتے غلام احمد کی نبوت کے لئے تحفظ ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے لئے تحفظ نہیں۔ عموماً اشکبار ہو جاتے۔ اسی زمانہ میں ایک دن تقریر کرنے کیلئے اٹھے تو عمر بھر کی روایت کے برعکس نہ خطبہ مسنونہ پڑھا نہ زیر لب ورد کیا۔

ترکی میں ایک عالم دین نے خواب میں دیکھا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں پر سوار سفر پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہاں کا ارادہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا عطاء اللہ بخاریؒ پاکستان سے آ رہا ہے اسے لینے جا رہے ہیں۔" ترکی کے یہ عالم دین سید عطاء اللہ بخاریؒ کو نہ جانتے تھے۔ پاکستان میں وہ صرف مولانا محمد اکرم سلطان فونڈری لاہور کو جانتے تھے۔ ان کو خط لکھا کہ فلاں رات خواب میں اس طرح دیکھا آپ فرمائیں تو یہ عطاء اللہ بخاری کون ہیں اور اس رات کیا واقعہ پیش آیا۔ خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ خواب کی وہی رات تھی۔ جس رات سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا وصال ہوا۔

مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ

خود فرمایا "میں نے حکومت کی دھاندلی سے تنگ آ کر کراچی کے ایام نظر بندی میں ۴۵ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہو گیا۔ کسی بھی وقت سناونی آ جانے کا احتمال تھا۔ ایوب خان اور موسیٰ خان راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویش ناک ہو گئی۔ مولانا تاج محمود مدیر لولاک نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا۔ "بھوک ہڑتال چھوڑ دو" اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں لاہور سے مختلف رہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا عبدالہادی نے تار دیا ہے ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔ تمہاری زندگی ضروری ہے۔ راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا۔ کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک روش پر سیدنا مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز، علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کھڑے ہیں۔ راقم کے شانہ کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ "شورش گھبراتا نہیں آخری فتح تمہاری ہے"

ذوق جنوں کے واقعات

تحریک مقدس ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں جناب سید مظفر علی شمسی کی روایت کے مطابق سکھر جیل میں جب حضرت امیر شریعت مولانا ابوالحسناتؒ، مولانا لال حسین اخترؒ اور دوسرے رہنماؤں کو لایا گیا تو ایسی گرمی پڑتی تھی کہ برتن میں پانی اتنا گرم ہو جاتا تھا کہ اس میں انڈا ڈال دیتے تھے وہ نیم برشت ہو جاتا اور اگر اس پانی کو باہر رکھ کر انڈا اس میں رکھ دیتے تو انڈا پک جاتا تھا۔

شمسی صاحب کی روایت ہے کہ اس تحریک میں ایک عورت اپنے بیٹے کی برات لے کر دہلی دروازہ کی جانب آ رہی تھی سامنے سے تڑتڑ کی آواز آئی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کیلئے لوگ سینہ تانے بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں۔ تو برات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیٹا آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ جاؤ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں

گی۔ اور تمہاری برات میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کروں گی۔ جاؤ پروانہ وار شہید ہو جاؤ۔ تا کہ میں فخر کر سکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔ بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے لئے شہید ہو گیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب سینہ پر گولیاں کھائیں۔ فرحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

تحریک ختم نبوت میں ایک طالب کتابیں ہاتھ میں لئے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا؟۔ جواب دیا کہ آج تک پڑھتا رہا ہوں آج عمل کرنے جا رہا ہوں۔ جاتے ہی ران پر گولی لگی۔ گر گیا۔ پولیس والے نے آکر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا۔ ظالم گولی ران پر کیوں ماری ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو دل میں ہے یہاں دل پر گولی مارو تا کہ قلب و جگر کو سکون ملے۔

معلوم ہوا کہ اسی تحریک میں کرفیو لگ گیا۔ اذان کے وقت ایک مسلمان کرفیو کی خلاف ورزی کر کے آگے بڑھا مسجد میں پہنچ کر اذان دی۔ ابھی اللہ اکبر کہہ پایا تھا کہ گولی لگی۔ ڈھیر ہو گیا۔ دوسرا مسلمان آگے بڑھا۔ اس نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تھا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ تیسرا مسلمان آگے بڑھا۔ ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر اشہد ان محمد رسول اللہ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ چوتھا آدمی بڑھا۔ تین کی لاشوں پر کھڑے ہو کر حی علی الصلوٰۃ کہا کہ گولی لگی ڈھیر ہو گیا۔ پانچواں مسلمان بڑھا۔ غرضیکہ باری باری نو مسلمان شہید ہو گئے۔ مگر اذان پوری کر کے چھوڑی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تحریک ختم نبوت میں ایک مسلمان دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے لاہور کی سڑکوں پر نعرے لگا رہا تھا۔ پولیس نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا۔ اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے یہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا۔ یہ زخموں سے چور چور پھر بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا اسے فوجی عدالت میں لایا گیا۔ اس نے عدالت میں آتے ہی ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ فوجی نے کہا ایک سال سزا۔ اس نے سال کی سزا سن کر پھر ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ اس نے سزا دو سال کر دی۔ اس نے پھر نعرہ لگا دیا۔ غرضیکہ فوجی سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرہ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر نعرے سے باز نہیں آ رہا۔ تو فوجی عدالت نے کہا باہر لے جا کر گولی مار دو۔ اس نے گولی کا سن کر دیوانہ وار رقص شروع کر دیا اور ساتھ ختم نبوت زندہ باد ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف ترانہ سے ایمان پرور وجد آفرین کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ رہا کر دو۔ کہ یہ دیوانہ ہے۔ اس نے رہائی کا سن کر پھر نعرہ لگایا۔ ختم نبوت زندہ باد۔

قارئین کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں۔ ختم نبوت زندہ باد۔

ختم نبوت زندہ باد

تحریک ختم نبوت ۵۳ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکالتے رہے۔ دیوانہ وار سینہ پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے۔ تو ایک اسّی سالہ بوڑھا اپنے معصوم ۵ سالہ بچے کو کندھے پر اٹھا لایا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا اس کے مطابق زندہ باد کہا۔ دو گولیاں آئیں۔ اسّی سالہ بوڑھا باپ اور ۵ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شائیں کر کے گزر گئیں۔ دونوں شہید ہو گئے مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے۔ کہ اگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے اسّی سالہ بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر ۵ سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

مولانا مفتی محمودؒ

حضرت مولانا مفتی محمود جامعہ قاسم العلوم کی انتظامیہ کی دعوت پر ملتان تشریف لائے۔ جامعہ ھذا سے منسلک ہو گئے۔ آپ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک رہے۔ ایک مفسر اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ آپ قراءت سبعہ وعشرہ کے قاری بھی تھے۔ ۱۹۵۸ء میں آپ جامعہ ھذا کے شیخ الحدیث اور مفتی بنے اور آپ جامع قاسم العلوم کے مہتمم بنا دیئے گئے۔

۱۹۷۲ء صوبہ سرحد کی وزارت اعلیٰ کا حلف اٹھاتے ہی مولانا مفتی محمود نے اپنے صوبہ میں شراب پر پابندی لگا دی۔ بھٹو صاحب نے اس کی شدید مخالفت کی۔ کہ اس سے چالیس لاکھ روپیہ سالانہ ایکسائز ڈیوٹی کا ناقابل برداشت خسارہ ہوگا۔ مگر خوف خدا رکھنے والے وزیر اعلیٰ مفتی محمود نے اس کی پرکاہ جتنی بھی پرواہ نہ کی۔ اور صوبہ سرحد میں ۱۴ سو سالہ اسلامی قانون نافذ کر کے دنیا کو بتلا دیا کہ اس گئے گذرے دور میں مولوی حکومت کر سکتا ہے۔ چٹائی پر بیٹھ کر احکام جاری کرنے والے وزیر اعلیٰ سیاسی درویش مولانا مفتی محمود نے قومی اتحاد کے بتیس مطالبات میں سے اکتیس مطالبات منوا کر آکسفورڈ یونیورسٹی میں پڑھے ہوئے اور سرخ سانچے میں ڈھلے ہوئے زیرک وزیر اعظم مسٹر بھٹو کو میز پر بیٹھ کر وہ شکست دی جسے کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔

وزیر اعلیٰ سرحد کی حیثیت سے شیخ الحدیث مفتی مولانا محمود نے حسب

ذیل اصلاحی اقدامات سرانجام دیئے۔
ا۔شراب کے استعمال پر مکمل پابندی لگا دی۔
۲۔اردو زبان کو صوبہ سرحد کی سرکاری زبان قرار دیا۔
۳۔جہیز پر پابندی لگانے کے لئے جہیز آرڈیننس نافذ کیا۔
۴۔سرکاری لباس قمیص اور شلوار قرار دیا۔
۵۔غریب زمینداروں کو تقاوی قرضوں کے سلسلے میں سود کے لین دین پر پابندی لگا دی۔
۶۔عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے یونیورسٹیوں میں داخلے کی اجازت دے دی۔
۷۔قماربازی پر سخت پابندی لگا دی۔
۸۔اتوار کی ہفتہ وار تعطیل کی بجائے جمعہ تعطیل کردی۔
۹۔اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ملک کے معتبر علماء ماہرین پر مشتمل بورڈ قائم کیا۔
۱۰۔غریب طلباء کے لئے وظائف اور احترام رمضان کا آرڈیننس نافذ کیا۔
۱۱۔قرآنی تعلیمات عام کرنے کے لئے مدرسوں میں خصوصی انتظامات کئے گئے۔
۱۲۔صوبہ سرحد میں ترقیاتی کاموں کے لئے بھی خصوصی انتظامات کئے گئے۔
۱۳۔چشمہ رائٹ بنک کینال کی منظوری دی گئی۔

مولانا مفتی محمود جابر حاکم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے کے عادی تھے۔قومی اتحاد کے بتیس نکات کا مسئلہ طے کرنے کے لئے مسٹر بھٹو نے معاملہ طے کرنے کی بڑی کوشش کی۔ بلکہ ایک مرحلہ پر دو لاکھ کے ہدیہ تک کی پیشکش کی گئی تو مفتی صاحب نے کھلے بندوں جواب دیا کہ میں وزارت اعلیٰ کے لئے ملک اور قوم کا سودا نہیں کروں گا۔ میں سودا کرنے نہیں آیا۔قوم کے حقوق لینے آیا ہوں۔

موصوف کا وجود ملت اسلامیہ کے لئے قدرت کا عطیہ تھا۔آپ کو قدرت نے بے شمار خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔اور آپ کی تمام تر خوبیاں وصلاحیتیں خدمت اسلام کے لئے وقف تھیں۔۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ ملتان سے گرفتار ہوئے۔۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔اسمبلی سے باہر ملت اسلامیہ کی رہنمائی شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت میں جلیل القدر علماء ورہنماؤں نے کی۔ اور قومی اسمبلی میں ختم نبوت کی وکالت آپ نے کی۔اسمبلی کے معزز ممبران وعلماء کرام کی حمایت وتعاون آپ کو حاصل تھا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے مرزا ناصر قادیانی اور صدرالدین لاہوری مرزائیوں کے جواب میں جو محضر نامہ تیار کیا تھا۔جس کا نام ملت اسلامیہ کا مؤقف ہے۔جس کے عربی اردو، انگلش میں مجلس نے کئی ایڈیشن شائع کئے ہیں۔اسی محضر نامہ کو اسمبلی میں پڑھنے کا شرف اللہ رب العزت نے حضرت مولانا مفتی محمود کو بخشا۔آپ اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی متفقہ آواز تھے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک عقیدت مند نے آپ کو خواب میں دیکھا۔

''اور پوچھا فرمایئے حضرت کیسے گذری۔اس پر آپ نے فرمایا کہ ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم میں گزری۔اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشش وکاوش کی۔وہ سب اللہ رب العزت کے ہاں بحمدہ تعالیٰ قبول ہوئیں۔مگر نجات اس محنت کی وجہ سے ہوئی جو قومی اسمبلی میں مسئلہ ختم نبوت کے لئے کی تھی۔ختم نبوت کی خدمت کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے بخشش فرمادی''۔

باب۲۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابی کی تعریف:

س:صحابی کسے کہتے ہیں؟

ج: ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جس جس مسلمان نے دیکھا اس کو صحابی کہتے ہیں۔ان کی بڑی بڑی بزرگیاں آئی ہیں۔ان سب سے محبت اور اچھا گمان رکھنا چاہئے۔اگر کوئی جھگڑا آپس میں ان کا سننے میں آئے تو اس کو بھول چوک سمجھے۔ان کی برائی ہرگز نہ کرے۔

فضائل صحابہ

س:صحابہ کے مشترک فضائل جن میں کسی کی خصوصیت نہ ہو بیان کی جائے؟

ج:سنیئے۔(ا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔اور پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔عمران بن حصین (روایت بیان کرنے والے) فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک یاد نہیں رہا کہ دو زمانے فرمائے یا تین اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہیاں دیں گے۔حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور خیانت کریں گے اور امین قرار نہ دیئے جائیں گے۔اور منتیں مانیں گے۔مگر پوری نہ کریں گے۔اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔

جس مدت میں اہل زمانہ ختم ہو جاویں وہ قرن کہلاتا ہے۔زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک جتنے بھی قرن سطح زمین پر ہوئے ان میں بہترین قرن (زمانہ) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے کہ وجود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سطح زمین پر جلوہ فرما ہوا اور یہ مبارک قرن ۱۰۰ھ میں ختم ہوا۔ جبکہ آخری صحابہ حضرت ابوطفیل رضی اللہ عنہ نے بعمر ۹۸ سال وفات پائی۔اور چونکہ مجموعہ قرن (زمانہ) کا کہ اس میں سید الانبیاء بھی شامل ہیں۔تمامی قرون سے افضل ہونا مراد ہے۔نہ کہ ہر ہر فرد کا افضل ہونا۔لہٰذا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر فضیلت لازم نہ آئی۔

اور قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد افضل ترین قرن تابعین کا ہے۔اور پھر تبع تابعین کا۔کہ افضلیت محمدیہ کی وجہ سے آپ کی امت کو دیگر امم پر افضلیت کلیہ حاصل ہے۔اور جتنا قرب کسی کو نور آفتاب سے ہوگا اسی قدر اس میں روشنی زیادہ ہوگی۔پھر چوتھے قرن میں وہ نورانیت نہ رہی اسی وجہ سے گواہی میں بیباکی اور جراءت پیدا ہوگئی۔

دوسری حدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "آگ نہ چھوئے گی۔اس مسلمان کو جس نے مجھ کو دیکھا یا اس کو جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا"۔

اس میں صحابہ اور تابعین کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت ہے کہ حسن خاتمہ کے ساتھ نوازے جائیں گے۔اس لئے کہ محبت کے ساتھ سید الانبیاء کے چہرے انور پر ایک نظر ڈالنے سے ایمان میں جو حلاوت اور مشاہدہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ دوسروں کو برسوں کے مجاہدے سے بھی نصیب نہیں ہو سکتی۔

تیسری حدیث: فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلامی لشکر جہاد میں جائے گا۔پس کہا جائے گا کیا تم میں سے کوئی ہے جس کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔پس ان کو (صحابی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔پھر دوسرا زمانہ آئے گا کہ لشکر جہاد میں جائیں گے۔پس کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ہے۔جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت حاصل ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔پس ان کو (تابعی کی برکت سے فتح نصیب ہوگی) پھر تیسرا زمانہ آئے گا کہ اسلامی لشکر جہاد میں جائے گا۔پس کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ہے جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اصحاب (تابعی) کی صحبت نصیب ہوئی ہو؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔پس ان کو (تبع تابعی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔اور ایک روایت میں اتنا اور اضافہ ہے کہ پھر چوتھا لشکر روانہ ہوگا اور کہا جائے گا۔دیکھو ان میں کوئی ہے۔جس نے دیکھا ہو کسی (تبع تابعی) کو پس اس کی برکت سے فتح نصیب ہوگی۔

یہ سوال ملائکہ آسمان کی طرف سے ہوگا، ان ملائکہ سے جو لشکر کیساتھ ہوں گے۔یا مراد سوال حالی ہے نہ کہ مقالی......اور برکت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ہے۔کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی برکات کا اثر فتوحات ملکی و راحت دنیوی پر بھی کئی نسل تک متواتر قائم رہے گا۔

چوتھی حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ قصہ ہوا۔جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکو سخت سست کہا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع ہو کر

(خالد سے) فرمایا کہ میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو۔ کہ تم میں کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (راہ خدا میں) صرف کرے گا تو ان کے ایک مد بلکہ آدھے کو بھی نہ پہنچ سکے گا۔

س: صحابہ میں جو افضل صحابی گذرے ہیں ان کے نام بتاؤ؟

ج: چار صحابی سب سے افضل ہیں۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

خلافت

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کون کون خلیفہ ہوا۔

ج: اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

س: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت یعنی شہید ہونے کے وقت کہاں تک حکومت اسلام پھیل چکی تھی؟

ج: خراساں، نیشا پور، طوس، سرخس، طرابلس، رے، قوس، کرمان، بجستان اور اصبہان تک پہنچ چکی تھی۔ اور بزمانہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سوڈان، قیقان، کوہستان فتح ہوا۔

س: ان پانچوں صحابہ کی خلافت کتنی مدت تک رہی؟

ج: کل مدت ان اصحاب کی خلافت کے تیس سال تین ماہ چودہ دن ہیں۔

خلیفہ اول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲ سال ۳ ماہ دس دن خلیفہ رہے۔

خلیفہ دوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ دس سال ۶ ماہ چار دن خلیفہ رہے۔

خلیفہ سوم: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال خلیفہ رہے۔

خلیفہ چہارم: حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچ سال تک خلیفہ رہے۔

س: خلفاء بنو امیہ کون کون سے گزرے ہیں اور آخر خلافت عباسیہ میں اسلامی حکومت کہاں تک پہنچ گئی تھی؟

ج: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بنوامیہ کی خلافت ۴۱ھ میں قائم اور شروع ہوئی۔ اور آخری بادشاہ بنوامیہ کا مروان الحمار تھا جو کہ ۱۲۷ھ میں تخت نشین ہوا اور ۱۳۲ھ تک بادشاہت قائم رہی۔ کل مدت خلافت بنوامیہ اکیانوے سال ہے۔ خلفائے بنی امیہ کے نام یہ ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، عبداللہ بن زبیر، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک بن مروان، ولید بن یزید بن عبدالملک، یزید ناقص ابوخالد بن ولید، ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، مروان الحمار۔ بالآخر مروان الحمار کو عبداللہ بن علی سفاح کے چچا نے فوج کشی کر کے موصل شہر کے قریب شکست دی۔ مروان شام کو لوٹا۔ عبداللہ نے تعاقب کیا۔ ملک شام سے مروان مصر کی جانب بھاگا۔ وہاں صالح عبداللہ کے بھائی نے قصبہ بوصیر کے قریب مقابلہ کر کے مروان کو ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں قتل کر دیا۔

اور اس کے بعد خلافت بنی عباس کا دور شروع ہو گیا۔ اول خلیفہ عباس کا سفاح ہے۔ ۱۳۲ھ میں خلافت قائم ہوئی اور آخری بادشاہ بنی عباس کا المتوکل علی اللہ ابوالعز ہے۔ جو کہ ۸۸۴ھ میں تخت نشین ہوا اور ۹۰۳ھ میں انتقال کر لیا۔ المتوکل علی اللہ ابوالعز نے اپنے بیٹے یعقوب کو المتمسک باللہ کا لقب دے کر ولی عہد بنا دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد خلافت بنو عباس بھی ختم ہو گئی۔ اور قریب آٹھ سو سال خلافت عباسیہ رہی۔ خلفائے بنی عباس کے نام یہ ہیں۔ سفاح، المنصور، مہدی، ہادی، ہارون رشید، امین، مامون، معتصم باللہ، واثق باللہ، متوکل علی اللہ، المنتصر، المستعین باللہ، المعز باللہ، المہدی باللہ، المعتمد باللہ، المعتضد باللہ، المکتفی باللہ المقتدر، القاہر باللہ، الراضی باللہ، المتقی باللہ، المکتفی باللہ، المطیع باللہ، الطائع باللہ، القادر باللہ، القائم بامر اللہ، المقتدی بامر اللہ، المستظہر باللہ، المسترشد باللہ، الراشد باللہ، ، المقتفی باللہ، المستنجد باللہ، المستضی بامر اللہ، الناصر الدین باللہ، الظاہر بامر اللہ، المستنصر باللہ، المستعصم باللہ، المستنصر باللہ، الحاکم بامر اللہ، المعتضد باللہ، المتوکل علی اللہ، الواثق باللہ، المعتصم باللہ، المستعین باللہ، المستکفی باللہ، المستنجد بامر اللہ، المعتضد باللہ، المتوکل علی اللہ ابو العز، المستمسک باللہ، ابراہیم، زکریا، ابوالفضل، ابوالفتح، ابوالربیع، ابوانیفاء

صحابہ کی خوبیاں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ. اِلٰی اٰخر اٰیۃ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ آپ انہیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ اللہ کے فضل ورضا کی تلاش میں ہیں۔ ان کے چہروں پر انکا نشان سجدوں کے اثر سے ہے۔ ان کی یہی صفت تورات میں ہے۔ اور یہی صفت انجیل میں ہے۔ اس کھیتی کی مانند جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے مضبوط بنایا۔ پھر موٹا ہو گیا پھر اپنی جڑ پر سیدھا ہو گیا اور کسانوں کو اچھا معلوم ہونے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے۔ ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ (سورۃ الفتح)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسان کو کیا پوچھتے ہو۔ اس سلسلے میں کسی سے وہ کام نہ ہو سکا جو انہوں نے کر کے دکھایا۔ انہوں نے سارا مال دین کے کاموں میں میری مرضی کے موافق خرچ کر ڈالا اس لئے جس قدر ان کے مال سے مجھے فائدہ پہنچا کسی اور کے مال سے نہیں پہنچا۔ خلت اس محبت کو کہا جاتا ہے جس کی جڑیں دل کے رگ وریشہ میں پھیلی ہوئی ہوں۔ فرمایا ایسی محبت مجھے اللہ ہی سے ہے۔ جس میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں۔ اگر کچھ بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی لمبی تمنائیں۔ (مسلم)

گنجائش ہوتی تو میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے بعد آپ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت تھی۔ جو کسی اور سے نہ تھی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب میں بہتر ہیں اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جن کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں ایسا کوئی ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (متفق علیہ)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مرتبہ ہے کہ ان کے دل میں اللہ کی طرف سے نیک اور صحیح بات پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو خطاب کا بیٹا عمر ہوتا۔ (ترمذی)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی آستین میں ڈال کر آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں لائے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لشکر کا سامان درست کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لاڈالیں۔ میں نے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مارے مسرت کے ان اشرفیوں کو الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو عمل کریں معاف ہے۔ (عمل سے مراد گناہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ یہ جملہ فرمایا۔ (مسند احمد)

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ فتنہ کا ذکر فرما رہے تھے اور انہیں نزدیک ہی بتا رہے تھے۔ کہ اتنے میں کپڑا اوڑھے ہوئے ایک شخص گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ میں نے اٹھ کر معلوم کیا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان کے سامنے آ کر آپ سے پوچھا کہ یہ شخص حق پر ہوگا فرمایا ہاں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے۔ وہ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پاؤں مار کر اس سے فرمایا۔ احد ٹھہر جا، حرکت بند کر دے۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کی رات خواب میں ایک نیک شخص کو دکھلایا گیا۔ گویا ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹے ہیں۔ اور عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اور عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کو۔ جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ گئے تو ہم نے کہا وہ نیک شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جن لوگوں کو ایک دوسرے سے لپٹا ہوا دیکھا۔ وہ یکے بعد دیگرے خلفاء ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری کچھ عیسیٰ علیہ السلام کی سی مثال ہے۔ ان سے یہودیوں نے دشمنی کی۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بہتان باندھا۔ اور عیسائیوں نے محبت کی تو ایسی کہ ان کے مقام سے اتار کر دوسرا مقام دے دیا۔ پھر فرمایا کہ میرے بارے میں دو شخص برباد ہوں گے ایک تو مجھ سے حد سے زیادہ محبت رکھنے والا۔ جو میری ایسی مداح کریگا جس کے میں لائق نہیں۔ اور دوسرا مجھ سے عداوت رکھنے والا۔ جو اسے اس بات پر آمادہ کرے گی کہ مجھ پر بہتان باندھے۔ (مسند احمد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ جنت میں..........

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا اور مجھے خبر دی کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نام کیا ہے۔ فرمایا ان میں علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ (تین دفعہ یہی جملہ فرمایا) اور ابو ذر رضی اللہ عنہ مقداد رضی اللہ عنہ اور سلمان رضی اللہ عنہ بھی ان کی دوستی کا مجھ کو حکم دیا اور خبر دی کہ وہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے ساتھ شرفا نگہبان ہوتے ہیں۔ لیکن میرے نگہبان چودہ ہیں۔ ہم نے پوچھا وہ کون ہیں۔ فرمایا (۱) علیؓ (۲) حسنؓ۔ (۳) حسینؓ۔ (۴) جعفرؓ۔ (۵) حمزہؓ۔ (۶) ابو بکرؓ۔ (۷) عمرؓ۔ (۸) مصعب بن عمیرؓ (۹) بلالؓ۔ (۱۰) سلمانؓ (۱۱) عمارؓ۔ (۱۲) ابن مسعودؓ۔ (۱۳) مقدادؓ۔ (۱۴) ابوذرؓ۔ (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سعد بن معاذ کی موت سے رحمٰن کا عرش ہل گیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ انصار سے محبت مومن ہی رکھے گا اور ان سے عداوت منافق ہی رکھے گا۔ پھر جس نے ان سے محبت رکھی اللہ پاک بھی اس سے محبت رکھے گا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا اللہ پاک بھی اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری ہوتا اگر تمام لوگ ایک راہ پر یا ایک گھاٹی پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی پر تو میں انصار ہی کی راہ اور گھاٹی پر چلوں گا انصار بدن سے لگا ہوا کپڑا ہیں اور دیگر مسلمان بالائی کپڑا ہیں۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں گزارہ کی روزی پر راضی ہو جا کیونکہ مرنے والے کیلئے گزارے کی روزی کافی ہے۔ (ابن عساکر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی اور تمہاری طرف ہجرت کی۔ اب میری زندگی تمہاری زندگی اور میری موت تمہاری موت ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ آپ اس وقت چادر کا ایک حصہ سر سے باندھے ہوئے تھے۔ آپ منبر پر چڑھ گئے۔ پھر آپ کو منبر پر چڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ پھر حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ میں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں ان کا خیال رکھنا۔ کیونکہ میرے پیٹ اور پوٹلی ہیں۔ (میرے راز دار اور بھیدی ہیں) ان پر جو حق تھا ادا کر چکے۔ اور ان کا حق ہنوز ادا نہ ہو سکا۔ لہٰذا ان کے نیکوں کی نیکیوں کی قدر کرو۔ اور بروں کی برائی سے درگزر کرو۔ (بخاری)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! انصار کو ان کے بیٹوں کو اور ان کے پوتوں کو بخش دے۔ (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدر والوں کو اللہ پاک نے جھانک کر فرمایا: جو چاہو کرو۔ تمہارے لئے بہشت واجب ہو ہی چکی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچھا تم بدر والوں کو کیا سمجھتے ہو۔ فرمایا سب مسلمانوں سے افضل یا اسی جیسا کوئی کلمہ فرمایا۔ جبرئیل نے کہا اسی طرح وہ فرشتے تمام فرشتوں سے افضل شمار کئے جاتے ہیں جو بدر میں حاضر ہوئے تھے۔ (بخاری)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ بدر وحدیبیہ والوں میں سے کوئی بھی ان شاء اللہ دوزخ میں نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ والے دن چودہ سو اصحاب تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج تم تمام انسانوں سے بہتر ہو۔ (بخاری ومسلم)

اہل بیت کی فضیلت

حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جس نے ان کو غصہ دلایا مجھے غصہ دلایا اور جو بات انہیں بری معلوم ہوگی وہی بات مجھے بھی بری معلوم ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ! کیا تم جنتی عورتوں کی سرداری سے خوش نہیں ہو۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ (ترمذی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے دیکھا اور آپ یہ دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے محبت فرما۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تھوڑا سا دن تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خیمے کے پاس آکر فرمایا کیا یہاں بچہ ہے۔ کیا یہاں بچہ ہے۔ یعنی حسن رضی اللہ عنہ۔ ابھی آپ فرما ہی رہے تھے۔ کہ حسن رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھے اس سے محبت ہے تو بھی اس سے اور اس کے محبّ سے محبت رکھ۔ (بخاری ومسلم)

حضرت حسنؓ کی فضیلت

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا۔ حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے۔ کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حسن کی طرف دیکھ کر فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ پاک اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ (بخاری)

حضرات حسن وحسینؓ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے بچے جس پر تو سوار ہے کتنی بہترین سواری ہے۔ فرمایا اور کتنا بہترین سوار بھی تو ہے۔ (ترمذی)

حضرت حسینؓ کی شہادت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ چہرہ غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہوں یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین رضی اللہ عنہ کا اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ جس کو آج دن نکلتے ہی میں نے اٹھایا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس وقت کے خیال میں تھا کہ اسے پالوں۔ (مسند احمد)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان دونوں سے محبت کریں۔ (ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھے آ کر سلام کرے۔ اور یہ خوشخبری سنائے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ بہشت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے لڑوں گا جو ان سے لڑتا ہوگا اور اس سے صلح کروں گا جو ان سے صلح کرے گا۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سیاہ کمبل اوڑھ کر جس پر کجاووں کے نقش تھے۔ باہر تشریف لائے۔ پھر حسن رضی اللہ عنہ آئے آپ نے ان کو بھی گود میں لے لیا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں۔ ان کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے آپ نے انہیں بھی بٹھا لیا اور سب کو کمبل کے اندر لیکر فرمایا۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے گندگی دور کر دے اور تم کو اچھی طرح سے پاک کر دے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آیت نَدْعُ اَبْنَاءَ نَاوَ اَبْنَاءَ کُمْ الخ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ آخر کار یہ آیت ادعو ھم لا بائھم (انہیں ان کے باپوں کے نام سے پکارو) اتری۔

زید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنالیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ جب آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جس کا بیٹا ہو اسی کا بیٹا کہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا موقوف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زید رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں شمار کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک پونچھنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے کہا مجھے پونچھنے دیجئے۔ فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا تم بھی اس سے محبت رکھو کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔ (ترمذی)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ آپ سے پوچھیں کہ آپ کے گھر والوں میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے۔ فرمایا مجھے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبت اس سے ہے جس پر اللہ نے اپنا فضل فرمایا اور میں نے احسان کیا یعنی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے۔ پوچھا ان کے بعد فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ (ترمذی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ اس امت میں سب عورتوں سے افضل مریم بن عمران ہیں۔ اور اس امت میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شبیہ کو سبز ریشمی رومال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا یہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں آپ کی زوجہ ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والے دن اپنے اپنے تحفے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجنے کا قصد کرتے تھے تاکہ آپ خوش ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمادیں کہ جو آپ کے پاس ہدیہ بھیجنا چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں بھی ہوں ہدیہ بھیج دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ مجھے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہ ستاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سے اس وجہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلاتا پلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے دیکھو تمہارے اندر میرے گھر والوں کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ جو کشتی پر سوار ہوگیا طوفان سے بچ گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ ڈوب کر ختم ہوگیا۔ (مسند احمد)

ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان کے امن کی نشانی تارے ہیں۔ جب تارے جھڑ جائیں گے تو آسمان کا وقت آجائے گا۔ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی امن کی نشانی ہوں۔ میرے جانے کے بعد صحابہ فتنوں میں پڑ جائیں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے امن کی نشانی ہیں جب وہ نہ رہیں گے تو میری امت پر وہ بلائیں آجائیں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال اس طرح ہے جس طرح کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ کھانا نمک ہی سے درست ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا میرا جو بھی صحابی کسی ملک میں فوت ہوگا۔ قیامت کے دن جب وہ زندہ ہوگا تو وہ لوگوں کے لئے جنت کا رہنما ہوگا اور ان کے لئے نور ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا اس کو جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہترین ہیں۔ پھر ان کے نزدیک والوں کی۔ پھر ان کے نزدیک والوں کے نزدیک والوں کی۔ (نسائی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے قیامت تک کے تمام لوگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم بہتر تھے ان کے بعد تابعین کا درجہ ہے۔ پھر تبع تابعین کا۔ صحابہ کا زمانہ ۱۱۰ھ تک رہا۔ پھر تابعین کا دور آیا یہ دور ۱۷۰ھ تک رہا۔ پھر تبع تابعین کا زمانہ آیا ان کا زمانہ ۲۶۰ھ تک رہا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کو نہ پہنچے گا۔ (بخاری مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ (تین بار فرمایا) میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی میری دشمنی کی وجہ سے دشمنی کی۔ جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا۔ اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ کو ستایا۔ اور جس نے اللہ کو ستایا قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہوں تو کہو ان برا کہنے والوں کی شرارت پر خدا کی لعنت ہو۔

معلوم ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کو کسی طرح کا برا کہنا یا ان کی کسی بات پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی کام ایسا ہوا ہو کہ اگر کسی اور سے ہوتا تو اس کو برا کہا جاتا۔

خلفائے راشدین کی یگانگت

اعلان علی المرتضیٰ: چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت و فضیلت کا قضیہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں شروع ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے اس ضمن میں دوسرا اعلان یہ فرمایا کہ:

''جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں، وزیروں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور جوان کو برائی کے ساتھ یاد کرے گا میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا اور آخرت کی سزائیں لازم و ملزوم ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، لابی نعیم اصفہانی جلد ۷ ص ۲۰۱)

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایسے فتنہ پردازوں کے لئے اسی درے سزا مقرر فرمادی۔ ان کو ساقط الشہادت یعنی ناقابل اعتبار قرار دیا اور بعض کو اس جرم میں شہر بدر کر دیا۔ معروف شیعہ کتاب اطواق الحمامۃ از امام موید باللہ یحییٰ بن حمزۃ الزیدی میں اعلان بالاتفصیل کے ساتھ مزید درج ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی خبر پا کر اسی وقت اٹھے مسجد میں تشریف لے گئے اور:

''اپنی سفید داڑھی مبارک پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشم گریاں سے تر ہو رہی تھی۔ پھر آپ نے خطبہ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور روح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی اللہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی، نیکی، خدا کی نزدیکی ہے۔ اور ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے''۔ (منقول از تحفہ اثناء عشریہ باب سوم)

تنبیہ ائمہ کرام

امام باقر نے بھی اس طبقہ کو یہی درس دیا کہ: ''جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو اگر وہ قرآن کے موافق نہیں ہے تو اسے رد کر دو''۔ (امالی شیخ طوسی شیعی جلد ۱ ص ۲۳۷ طبع نجف اشرف)

حضرت امام جعفر صادق نے ایسے کذابوں کو سختی سے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''خدا سے ڈرو! جو چیز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ علیہ السلام کے بر خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو''

(شیعی کتاب رجال کشی ص ۱۹۵ طبع جدید تہران ایران)

ثالثی علی المرتضیٰ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک روز روم کے بادشاہ کی طرف ایک ایلچی روانہ کرنے لگے تو ان کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چند دینار کی خوشبو خرید کر دو شیشیوں میں ڈالی اور شاہ روم کی عورت کی طرف پیغام رساں کے ہاتھ تحفۃً ارسال کر دی۔ جب پیغام رساں واپس آیا تو اس خوشبو کے عوض میں دونوں شیشیاں جواہر سے بھری ہوئی لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا دیں۔

جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو ان کی زوجہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جواہر کو گود میں لئے بیٹھی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ جواہر کہاں سے حاصل کئے۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ جس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ جواہر قبضہ میں لے لئے اور فرمایا یہ تو تمام مسلمانوں کے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب لوگوں سے بدترین مرتبے والا وہ شخص ہے جو کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کو برباد کر دے۔'' (بیہقی)

ام کلثوم نے کہا وہ کس طرح؟ یہ تو میرے ہدیہ کے عوض میں آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور تیرے درمیان جو تیرا باپ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فیصلہ کردے وہ معتبر ہوگا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ اے ام کلثوم! اس تحفہ کی خریداری میں جسقدر تیرے درہم یا دینار صرف ہوئے تھے۔ جواہر سے اتنی مقدار لے سکتی ہو۔ باقی جواہر تمام مسلمانوں یعنی بیت المال کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ عامۃ المسلمین کا ایلچی ان کو اٹھا کر لایا ہے۔

۱۔(شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۴ص ۵۷۵،۵۷۶ طبع بیروت)

۲۔(شرح نہج البلاغہ حدیدی شیعی جلد ۹ص ۴۵۰ طبع قدیم ایران)

محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ازراہ شفقت) مجھے گلے لگالیا اور ام کلثوم سے فرمانے لگے کہ اے ام کلثوم اس عزیز کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنا۔ (کنز العمال جلد ۷ص ۹۸ طبع دکن)

ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملنے ان کے گھر گئے۔ وہ اندر کسی کام میں مصروف تھے جس پر وہ واپس آ گئے۔ بعدہٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ سے ملنے کے لئے گیا تھا لیکن آپ کے پسر عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ کو بھی اس وقت اجازت نہ ملی تھی اس وجہ سے میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ ابن عمر کے درجہ میں نہیں۔ اسکا اور مقام ہے۔ آپ کا اور مرتبہ ہے۔ یہ جو کچھ ہمیں عزت نصیب ہے یہ سب آپ حضرات کی وجہ سے حاصل ہے۔ (شرح نہج البلاغۃ حدیدی شیعی جلد ۳ص ۱۶۱، ۱۶۲ طبع بیروتی)

اقدام ابو بکرؓ و عمرؓ

''اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سعد رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اٹھو! علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے تیار کریں۔ اگر ان کی تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین کے گھر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ اپنا اونٹ لیکر ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشی کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت لئے ہوئے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہمنشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کون سے امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ آپ کے لئے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ فرمانے لگے اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا۔ میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لئے خواہاں نہ ہو۔ لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چیز کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں''۔

پس ان تینوں (ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے آمادہ کیا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لئے رضامند کر لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ کھولا اور باغ سے گھر تشریف لے گئے۔ اونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے''۔

(جلاء العیون مصنفہ ملا باقر مجلسی شیعی صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲ باب تزویج فاطمہ با امیر المؤمنین طبع تہران مطبوعہ ۱۳۳۲ھ)

اس ضمن میں دوسری روایت امالی طوسی شیعی میں ضحاک بن مزاحم کی زبانی منقول ہے کہ: ''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے یہ بڑی عمدہ بات تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے رسول خدا کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کے بعد میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی! کیسے آنا ہوا؟ میں نے اپنی قرابت نسبی اور دیرینہ قبولیت اسلام اور نصرت دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا ہے تو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ کر دیں تو بہتر ہوگا''۔ (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر طوسی جلد ۱ص ۳۸)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمراہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہ صرف بڑے بڑے شیعہ مورخین و مصنفین اور علماء کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اسے شیعہ شعراء نے نظم بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں مرزا رفیع بازلی ایرانی نے اپنی کتاب ''حملہ حیدری'' جلد اول ص ۶۱ مطبوعہ قدیم ۱۲۷۶ھ میں محرکین نکاح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کا نام بنام تذکرہ اپنی طویل نظم میں کیا ہے اور ان کو یاران علی رضی اللہ عنہ قرار دیا ہے۔

بہ ترغیب یاران علی ولی
بروز دگر رفتہ نزد نبی

غرض کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خواہش نکاح پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وہیں بٹھا کر گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا سے فرمایا۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے تیرا کیا خیال ہے؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی پسندیدگی یا بے رخی کا اظہار کئے بغیر خاموش رہیں اور سرکار دو جہاں نے اپنی صاحبزادی کی خاموشی کو اقرار اور رضامندی کی علامت تصور کرتے ہوئے اس کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔

صدیقی خدمات

اعلان نکاح کے بعد جہیز اور نکاح کی تیاری کا مسئلہ شروع ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف شادی کے لئے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور اس کی قیمت لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں ڈال دی۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے درہم ہیں اور نہ میں نے خود بتلایا کہ یہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلا کر ایک مٹھی بھر کر دی۔ کہ فاطمہ کے لئے خوشبو خرید کر لائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ بھر کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیئے کہ فاطمہ کے لئے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید لائیں۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور دیگر احباب کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار پہنچے۔ وہ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے۔ پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اسے خرید لیتے۔ چنانچہ انہوں نے سات درہم کا ایک قمیص چار درہم کی ایک اوڑھنی ایک خیبری سیاہ چادر، ایک بنی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے۔ ایک کھجور کی چھال کا بھرا ہوا، دوسرا بھیڑ کی اون سے بھرا ہوا، گھاس کی بھری ہوئی ایک بالین ایک صوف کا کپڑا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ، دودھ کے لئے لکڑی کا پیالہ۔ سبز قسم کا ایک گھڑا اور مٹی کے کوزے خرید کئے۔ جب یہ تمام سامان خرید ا گیا۔ تو اس میں سے کچھ سامان خود ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھایا باقی چیزیں دوسروں نے اٹھائیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔ جسے ملاحظہ کرنے کے بعد آپ نے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کے لئے برکت عطاء فرمائے۔ (کتاب الامالی الشیخ ابی جعفر الطوسی شیعی جلد اول ص ۳۹ مطبوعہ جدید نجف اشرف)

اس طرح اس مبارک شادی کا اہتمام تمام تر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔

عثمانی عطیہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ تنگدستی کی وجہ سے اس رشتہ کی درخواست نہ کر رہے تھے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر یہ مرحلہ طے ہو گیا تو شادی کے لئے ضروری سامان خریدنے کا سوال پیدا ہوا۔ شیعہ کتب کشف الغمہ اور ملا باقر مجلسی کی بحار الانوار میں اس کی تفصیل یوں درج ہے۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور وہ دام میرے پاس لائیے۔ تا کہ تمہارے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ضرورت کی جو چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اٹھالی اور بازار مدینہ میں چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے یہ دام لے لئے اور عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ اپنے قبضے میں کر لی تو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمان رضی اللہ عنہ بولے۔ تو لیجئے یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے"۔ (یہ آپ لے جائیں)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زرہ اور دراہم دونوں چیزیں آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کر دیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے"

(کشف الغمہ جلد اول ص ۴۸۵، ۴۷۶ طبع جدید تہران و بحار الانوار جلد عاشر ص ۳۹۰ طبع قدیم ایران)

نکاح علی المرتضیٰ

شیعہ کتب المناقب للخوارزمی۔ کشف الغمہ اور بحار الانوار ملا باقر مجلسی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ بیان درج ہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہ کی گفتگو کرنے کے بعد جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے۔ کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کر دیا ہے۔ اور اب حضور گھر سے باہر تشریف لا کر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں"

یہ خبر سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آ گئے۔ ابھی درمیان مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرط و انبساط کی حالت میں پیچھے سے آ پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو جمع کر لاؤ۔

مذکورۃ الصدر واقعہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زبانی بالفاظ ذیل شیعہ کتاب المناقب للخوارزمی میں موجود ہے۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ نزول وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انس رضی اللہ عنہ تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبرئیل کیا پیغام لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تزویج کردوں۔ بس جاؤ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کو بلاؤ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بلاؤ ان کے آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ حمد وثناء کے بعد جبرئیل کے آنے اور خبر تزویج سنانے سے سب حاضرین کو آگاہ فرمایا۔ نکاح کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اعلان فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا علی ابن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے۔

(کشف الغمہ اربلی جلد اول ص ۳۷۶، ۳۷۱ طبع جدید تہران) (کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۳۸، ۳۷) (مناقب خوارزمی ص ۲۴۲)

اس ضمن میں محب الدین طبری کی کتاب میں مزید یہ مدح ہے کہ:

''اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا اس کو لوٹ لو۔ آپس میں جھپٹ کر کھاؤ۔ تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے۔ (ریاض النضرۃ جلد ثانی ص ۲۴۱)

اہتمام رخصتی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے سلسلہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو والہانہ کردار ادا کیا اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں گزر چکی ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ اس باپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس معاملہ میں کیا کردار رہا۔ اس کی تفصیل خود شیعہ کتب امالی، شیخ طوسی جلد ثانی اور مناقب خوارزمی میں موجود ہے۔ شیعہ خوارزمی کی روایت میں ام ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علی رضی اللہ عنہ کو بلا لائی۔ وہ تشریف لائے پھر فرمایا۔ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ میرے آنے پر ازواج مطہرات اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمہارے ہاں رخصت کردیں۔ تو میں نے عرض کیا میرے باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ درست ہے۔ بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اس فرحت و سرور میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگائیں۔ فاطمہ کے لئے ان کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں۔ پس ازواج مطہرات نے اس فرمان نبوی کے مطابق عمل درآمد کر دیا (مناقب خوارزمی ص ۲۵۴)

اس واقعہ کی مزید تفصیل شیخ ابو جعفر طوسی شیعی کی امالی میں یوں درج ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود ہوں۔ یہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ فلاں فلاں بیٹھی ہیں۔ فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور چچا زاد برادر علی رضی اللہ عنہ کے لئے تیاری کریں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کونسے حجرہ میں؟ فرمایا تیرے مکان میں۔ پھر ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ جگہ مزین کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں۔

(امالی، شیخ ابی جعفر طوسی ص ۴۰ جلد ا مطبوعہ عراق)

روابط فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہا

مسند ابوداؤد کی ایک روایت کے مطابق: ''ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیستے پیستے ہاتھ پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی تکلیف بیان کرنے گئیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملکر اپنی ضرورت بیان کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس ضرورت کے لئے آئی تھیں۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جس چیز کا تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں۔ جس وقت اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر چیز ہے۔ (احادیث علی ابن ابی طالب مسند ابی داؤد جلد اول ص ۱۶)

بیعت صدیق اکبرؓ

صہیب بن ابی ثابت ؓ سے روایت ہے کہ: ''حضرت علی ؓ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکر ؓ بیعت خلافت کے لئے مسجد میں تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو حضرت علی ؓ بلا تاخیر فی الفور ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لائے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابوبکر ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اسی جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ وہاں سے آدمی بھیج کر اوپر اوڑھنے والی چادر وغیرہ گھر سے منگوائی اور مجلس میں حاضر رہے''۔ (تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۰۱)

مستند شیعہ کتاب نہج البلاغہ میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا فرمان ان الفاظ میں موجود ہے کہ: ''اللہ کی تقدیر وقضاء پر ہم اللہ کے لئے راضی ہوگئے اور ہم نے اللہ کے لئے اس کے امر کو تسلیم کر لیا میں نے اپنے معاملہ میں فکرو نظر کی۔ تو اس مسئلہ (خلافت) میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابوبکر ؓ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا'' (شرح نہج البلاغہ طبع مصری جلد ۱ ص ۸۹)

''ابوبکر ؓ کے پیچھے جب اہل دین نے نماز کے لئے صف باندھی تو اس صف میں حضرت علی ؓ شیر خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے''

(حملہ حیدری۔ مرزا رفیع باذل ایرانی جلد دوم ص ۲۵۶ طبع قدیم ایران)

گیارھویں صدی کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی اصفہانی نے بھی اپنی تصنیف میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ:

''حضرت علی ؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکر ؓ کے پیچھے نماز ادا کی'' (مراۃ العقول شرح اصول ص ۳۸۸ طبع قدیم ایران)

مخلصانہ مشورہ

حضرت صدیق اکبر ؓ کو اپنے دور خلافت کے آغاز میں سب سے پہلے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے واسطہ پڑا۔ ابن السمان کے حوالہ سے حافظ محب الدین طبری لکھتے ہیں کہ: ''ابوبکر صدیق ؓ نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ ؓ سے رائے لینے کے لئے سوال کیا اے ابوالحسن! آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت علی ؓ نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے اگر آپ نے کچھ بھی چھوڑ دیا تو آپ نے پیغمبر خدا کے خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر صدیق اکبر ؓ نے کہا: کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی روکیں گے تو میں ضرور ان سے قتال اور جنگ کروں گا۔'' (ذخائر العقبیٰ الحب الطبری ص ۹۷)

عملی تعاون:

حضرت علی المرتضیٰ ؓ نے مرتدین سے قتال کرنے کا صرف مشورہ ہی نہ دیا اس جہاد میں بنفس نفیس حضرت ابوبکر ؓ کے ساتھ شریک بھی رہے۔ جس کا نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی شیعی اور درہ نجفیہ میں ذکر ہے کہ صدیقی دور خلافت کے اوائل میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ حضرت صدیق اکبر ؓ کے معین و معاون رہے۔ خود حضرت علی شیر خدا ؓ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ کے بعد مرتدین عرب کی سرکوبی کے لئے میں اٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا۔'' (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۱۹ طبع مصری)

سفارت علی المرتضیٰؓ

امام ابن سیرینؒ سے کنزالعمال میں یہ واقعہ منقول ہے کہ حضرت عمر ؓ نے علی المرتضیٰ ؓ کو نجران کا حاکم اور والیء بنا کر بھیجا اور انہیں مندرجہ ذیل خط لکھ دیا: ''امیر المؤمنین عمر ؓ نے اہل نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علی ابن ابی طالب ؓ کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کرتا ہوں کہ جو شخص تم میں سے اسلام لائے اس کے ساتھ بہتر وخوش تر معاملہ کیا جائے۔ اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت و کارکردگی کی صورت میں اس کی آمد کا نصف دیا کریں۔ اور اس زمین سے میں تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو گے۔ تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے گی۔ (کنزالعمال جلد ۲ ص ۳۱۳ طبع قدیم)

اعتراف علی المرتضیٰؓ

حضرت علی ؓ حضرت عمر ؓ کو کہتے ہیں کہ جب آپ دشمن (رومی) کی طرف جائیں گے اور بذات خود اس سے مقابلہ و مقاتلہ کریں گے تو ممکن ہے آپ پر کوئی مصیبت یعنی موت آجائے۔ تو پھر مسلمانوں کو اپنے آخری شہروں تک جائے پناہ نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کی طرف مسلمان رجوع کریں۔ لہٰذا آپ کسی تجربہ کار شخص کو ان کی جانب بھیجیں اور اس کے ساتھ پختہ عمل آزمودہ کار اور لوگوں کے خیر خواہ کو روانہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ دے گا۔ یہی آپ کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور اگر کوئی صورت شکست پیش آ گئی تو آپ مسلمانوں کے لئے جائے پناہ اور جائے رجوع موجود ہیں''۔ (کچھ فکر نہ ہوگا) (نہج البلاغہ مع حواشی شیخ عبدہ جلد ۱ ص ۱۵۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا

''تم اس نیک طریقہ کو مت توڑو جس پر اس امت کے اگلے لوگوں نے عمل کیا ہے۔ جس کے سبب سے الفت اور محبت جمع ہوئی اور جس کے

31

سبب رعیت کی اصلاح ہوئی''۔(نہج البلاغہ اردو ص ۴۳۹ عربی ۲/۹۲)

ادب واحترام

شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید شیعی لکھتے ہیں کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے جب سے وہ خلیفہ ہوئے ان کی کنیت سے مخاطب نہ کرتے تھے بلکہ امیر المؤمنین کہہ کر خطاب کرتے تھے اور یہ بات اسی طرح کتب حدیث وکتب سیر وتاریخ میں بیان ہوئی ہے۔

(شرح نہج البلاغہ حدیدی جلد ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ ایران)

مزاح وبے تکلفی

یہ ان ہی خوشگوار تعلقات کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۲ھ میں مسماۃ عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی اور دعوت ولیمہ میں دیگر دوست احباب کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی مدعو کیا جو شریک ولیمہ ہوئے اور خورد ونوش سے فارغ ہونے کے بعد ازراہ مزاح وبے تکلفی:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عاتکہ (یعنی آپ کی اہلیہ) سے کلام وتکلم کی اجازت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے عاتکہ کو اس کے چند اشعار یاد دلائے۔ جو اس نے اپنے سابقہ خاوند عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ازراہ غم کہے تھے۔ ان کے پہلے شعر کا یہ مطلب تھا کہ اے زوج میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ ''میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا'' تو عاتکہ اس یاد دہانی پر رونے لگیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوالحسن عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں۔ (یعنی سابقہ چیز کو فراموش کر کے نیا معاملہ کر لیتی ہیں) (کتاب نسب قریش مصعب زبیری جلد ۱ ص ۳۶۵ وغیرہ)

حسن ویقین

جنگ جمل کے وقتی سانحہ کے باوجود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ویسا ہی ادب واحترام رہا۔ جیسا کہ ان کے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ:

''شریح نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسح خفین کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے یہی مسئلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسافر کے لئے تین دن تین راتیں موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لئے ایک دن رات صحیح ہے۔ (الاستیعاب جلد ۳ ص ۴۰)

تردید تقیہ

جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین کے خلاف اکساتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں دشمن اسلام گردانتے تھے۔ ایک مرتبہ ابومعاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عار دلاتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ برہم ہوئے اور بگڑ کر فرمایا اے ابوسفیان! تم اسلام اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہو۔ تم ایسی باتوں سے اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اہل پایا ہے۔ (ابن جریر طبری جلد ۲ ص ۴۴۹)

ایک دوسرے موقع پر جب ابوسفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تسلیم کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اہل نہ سمجھتے تو خلیفہ نہ بناتے۔ اے ابوسفیان! مسلمان آپس میں خیر خواہ اور معین ومددگار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے جسم اور وطن دور دور ہوں۔ اور منافق ایک ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے کو فریب دیتے ہیں۔ اگر ہم ظاہر میں ابوبکر سے بیعت کر لیں اور دل سے ناپسند کریں تو یہ اسلام کی تعلیم اور مسلمان قوم کی خصوصیات کے بالکل منافی ہے۔ یہ تو کھلا ہوا نفاق ہے۔ (موافقہ بین اہل بیت والصحابہ از علامہ زمخشری)

خوف حساب:

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں ایک روز گھوڑے پر سوار اسے دوڑائے جا رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس طرح برق رفتاری سے جانے کی وجہ پوچھی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''بیت المال کے اموال سے صدقہ کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے۔ اس کی تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ (یہ سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ آپ نے اپنے بعد کے خلفاء اور قائم مقام لوگوں کو مذلت اور مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوالحسن یہ چیز قابل ملامت نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ونبوت عطاء کی۔ اگر بکری کا ایک بچہ بھی فرات کے کنارے جا کر گم ہو جائے تو بروز قیامت اس کی بھی عمر رضی اللہ عنہ سے باز پرس ہوگی۔ (البدایہ ابن کثیر جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

اجرائے حدود:

شیعہ علماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں حدود اللہ جاری کرنے کا کام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ کتاب قرب الاسناد میں حضرت جعفر صادق کی یہ روایت بسند درج ہے کہ:

''حضرت جعفر صادق اپنے آباؤ اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو

بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ حدیں جاری کرنے کے مقدمات حضرت علی المرتضیٰ کے سپرد کر دیتے تھے"۔ (قرب الاسناد عبداللہ بن جعفر الحمیری ص ۱۳۲ طبع تہران)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا:

"لوگ فتنوں کے دریا میں غرق ہو گئے ہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ بند کر لی ہے۔ اور بدعتوں کو اختیار کر لیا ہے۔ اہل ایمان نے سکوت اختیار کر لیا ہے۔ دروغ گو اور گمراہ بولنے لگے ہیں۔"

فقیہ و مفتی:

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ: "عبدالرحمان بن القاسم نے اپنے والد قاسم سے روایت کی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب صاحب الرائے اور صاحب فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پڑتی تو مہاجرین و انصار اور بالخصوص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلاتے تھے۔ یہ تمام حضرات دور خلافت کے مفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لئے لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ طریقہ جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ وہ بھی مشوروں کی خاطر ان ہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے"۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۰۹ طبع لندن یورپ)

شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ تشریف لائے تو فرمایا کہ جو گرہ عمر رضی اللہ عنہ نے لگا دی ہے میں اس کو نہیں کھولوں گا یعنی اس کے نظام کار کو نہیں بدلوں گا"۔

(بحوالہ صدر و کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام ص ۲۳۲ طبع مصر)

تصدیق "صدیق":

خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ: "ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر ان کا نام "صدیق" رکھا ہے وہ نماز میں رسول خدا کے خلیفہ و قائم مقام ٹھہرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو ہمارے دین کے لیے پسند کیا تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضامند ہو گئے"

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد ۳ ص ۳۱۶ مطبوعہ ایران)

اعتراف افضلیت:

شیعی شارحین نہج البلاغہ نے اپنی کتابوں میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک خط نقل کیا ہے اس میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ:

اسلام میں سب سے افضل جیسا کہ تم نے لکھا ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق تھے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً اسلام میں ان دونوں کا مقام عظیم ہے انکو موت کی مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہتریں اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۶ طبع قدیم ایران)

مسندات علی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد گرامی درج ہے کہ:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح جنت میں جوانان جنت کے سردار حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہوں گے اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے ماسوا پختہ عمر یا عمر رسیدہ لوگوں کے سردار جنت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروق ہوں گے" (مسند امام احمد مسندات علی)

اعزاز ابوبکر و عمر فاروق:

"ایک شخص نے زین العابدین (علی بن الحسین رضی اللہ عنہ) کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا قرب حاصل تھا؟ تو زین العابدین نے فرمایا کہ جو نزدیکی اور قرب ان کی قبروں کو حاصل ہے بحالت حیات بھی ان کو یہی قرب نصیب تھا۔

(تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ۷ ص ۳۰۶ و مسند امام احمد جلد ۴ ص ۷۷)

اعتراف علی المرتضیٰ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کی طبع پرسی کے لیے پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پہلے سے وہاں موجود تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ازراہ تسلی کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم!

۱۔ آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے باعث عزت ہوا۔

۲۔ آپ کا ہجرت کرنا وجہ کشائش ہوا۔

۳۔ آپ کی خلافت سراسر عدل تھی۔

۴۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ہم نشین تھے۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رضامندی کی حالت میں انتقال فرمایا۔

۶۔ پھر آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم نشین تھے وہ بھی رضامند ہو کر آپ سے رخصت ہوئے۔

۷۔ آپ کی خلافت پر دو شخصوں نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہ! تو اس چیز کی گواہی دیتا ہے؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ ابھی...... کہہ ہی رہے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو پاس بیٹھے تھے فرمایا ہاں ہم اس بات کے گواہ ہیں۔ (آپ تردد نہ فرمائیں)

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۳ ص ۵۱۲-۶۱۲ طبع بیروت)

رشک علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

امام محمد بن حسن کتاب الاثار میں لکھتے ہیں۔

''امام ابوحنیفہ نے امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نعش پر حاضر ہوئے تو فرمایا کہ میرے نزدیک اس کفن پوش سے بہتر کوئی شخص نہیں (میں چاہتا ہوں) کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں تو میرا بھی اعمال نامہ ایسا ہو جیسا کہ اس کا اعمال نامہ ہے'' (کتاب الاثار امام محمد باقر ص ۱۴۶)

تمنائے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت جعفر صادق اپنے والد محترم امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ:

''منبر نبوی اور قبر شریف کے درمیان بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھا کرتے تھے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے ان حضرات کی طرف آدمی بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمہیں قسم دے کر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دریافت کرتے ہیں کہ تم ایسے واقعہ پر رضامند ہو؟ یا یہ تمہاری رضامندی سے ہوا ہے؟ تو وہاں پر موجود تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز نہیں! ہم تو ان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری زندگیوں میں سے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو زندگی دے دی جائے اور ان کی عمر دراز ہو۔'' (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ۳ ص ۱۹۹ تذکرہ امام جعفر صادق طبع مصر)

خصوصی رعایت:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت کا خصوصی خیال رکھتے تھے جیسا کہ ان کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے کہ:

''جب ہمارے پاس عراق فتح ہونے پر خمس آئے گا تو ہم ہر غیر شادی شدہ ہاشمی کی شادی کر دیں گے۔ اور جس ہاشمی کے پاس بھی خادمہ نہ ہوگی اس کو خدمت کے لیے خادمہ دیں گے۔ (الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۸)

نیز حضرت فاروق اعظم حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خمس وغیر خمس سے بھی عطیات دیا کرتے تھے۔ (کتاب الاموال ص ۳۲۵ طبع مصر)

فاروقی عطیہ:

سولہ ہجری میں جب کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا تو وہاں سے کافی اشیاء از قسم ملبوسات زیورات و زیب و زینت کا سامان سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا جو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مال میں سے بیش قیمت بچھونے (فرش پوش) کا ایک ٹکڑا حصہ میں ملا۔ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں فروخت کیا۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۷ ص ۶۷)

حسن احترام:

جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لڑنے والی فوج کی سربراہ تھیں ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطریق ذیل ادب و احترام فرمایا: جنگ ہارنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے وہ سلوک نہ کیا جس کا دشمن مستحق ہوتا ہے بلکہ خاتمہ جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بنفس نفیس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کی ضرورت کا ہر سامان جو ان کی شان کے شایان تھا اسی وقت مہیا کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی یہاں تک کہ ان کے جو آدمی لقمہ اجل ہونے سے بچ گئے تھے ان کو قیدی بنانے کی بجائے اذن عام دے دی کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہیں وہ یہاں ٹھہر جائیں اور جو جانا چاہیں وہ بے شک چلے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اکیلا جانا برداشت نہ ہو سکا۔ اس لئے آپ نے بصرہ کی مشہور چالیس عورتوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانے کے لئے تیار کیا تاکہ ان کا دل لگا رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روانگی کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو الوداع کہنے آئے تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اے میرے فرزندو! دیکھو!! ایک دوسرے پر کوئی ملامت نہ کرے۔ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف اتنی سی چشمک رہی جتنی کہ ایک عورت اور سسرال والوں میں ہوا کرتی ہے۔ میری اس چشمک کے باوجود ان (علی رضی اللہ عنہ) کا شمار اخیار (اچھے لوگوں) میں ہوتا ہے''۔

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''بخدا! انہوں نے سچ کہا میرے اور ان کے درمیان بس اتنی سی چشمک تھی اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں تمہارے نبی کی زوجہ ہیں''۔

وسعت قلبی:

یہ اسی بھائی چارہ کا نتیجہ تھا کہ جنگ صفین کے موقع پر دن میں تو فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر مقتولین کی تجہیز و تکفین میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اس تاریخی اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا سے بے رغبت ہونا قلب و بدن کو راحت دیتا ہے اور دنیا میں رغبت کرنا فکر و غم کو طوالت دیتا ہے۔'' (بیہقی)

سنہری واقعہ کو متعدد مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ بدوران جنگ نہ صرف قائدین بلکہ ان کی پیروی کرنے والے لشکریوں کے دل بھی ایک دوسرے سے صاف تھے۔ اور ان میں وہ بغض وعناد نظر نہ آتا تھا جو ان کے محبین کے دل میں پایا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنا نہیں چاہتے تھے اور انہیں یہ جنگ ناگوار تھی۔ آپ نے نہ ان کا کورٹ مارشل کیا نہ کوئی ان پر جبر کیا بلکہ فرمایا:

''تم میں جو شخص ہمارے ساتھ ہو کر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال پسند نہیں کرتا وہ اپنی عطا لے لے اور دیلمیوں کی طرف جا کر ان سے جنگ کرے''۔

مرہ ہمدانی کا بیان ہے کہ میں انہی میں تھا جنہوں نے دوسری صورت پسند کی۔ ہم نے عطائیں لے لیں اور الدیلم کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہماری تعداد ۵ ہزار تھی۔ (فتوح البلدان بلاذری جلد اص ۴۵۸)

اس سلسلے میں حضرت امام زین العابدین کی روایت میں مزید درج ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے لئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آگے تشریف لائیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ آپ آگے تشریف لائے اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کر دی گئیں۔ (ریاض النضرہ جلد اص ۱۵۶)

گریہ علی المرتضیٰؓ بر وفات صدیق اکبرؓ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ اسید بن صفوان کہتے ہیں کہ:

''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اہل مدینہ گریہ وزاری سے مضطرب ہو گئے اور اس طرح متحیر اور پریشان ہوئے۔ جس طرح وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے روز لوگ مدہوش ہو گئے تھے۔ اس وقت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہ عجلت گریہ کی حالت میں انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے پہنچے اور فرمانے لگے۔ آج روز نبوت کی (بلا فصل) خلافت و نیابت ختم ہو گئی۔ جس مکان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ رکھے گئے تھے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرمائے۔ آپ تمام قوم سے اسلام لانے میں سابق تھے۔ اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ (ریاض النضرہ محب الطبری جلد اول صفحہ ۹۱۔۹۰ طبع تہران)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ جل شانہ کی قسم! آپ دین کے لئے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے۔ جس دور میں لوگ دین سے متنفر تھے اور آخر دور میں بھی آپ پیش رو رہے۔ جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے۔ آپ دین کے معاملات میں بھی اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوائیں متحرک نہ کر سکیں اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں'' (کتاب الفائق جار اللہ زمخشری جلد اول ص ۲۸۴) انتقال نبوی کے بعد فتنہ ارتداد کے دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو استقامت اور ثابت قدمی دکھائی اس سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اتنے متاثر تھے کہ ان کی وفات پر اس کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

تعزیت عمر فاروقؓ

خلیفہ اول کے انتقال کے بعد جب خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ خبر وفات سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اظہار تعزیت کے لئے پہنچے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چارپائی پر رکھے گئے تو لوگ گرد و پیش جمع ہو گئے وہ ان کے حق میں دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ میرا گمان یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں یعنی نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہمنشین اور ساتھی بنائے گا۔ اس لئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا کرتا تھا آپ فرماتے تھے کہ میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں کام کے لئے چلے گئے اور میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں مقام میں داخل ہوئے۔ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فلاں جگہ سے رخصت ہوئے۔ اس چیز سے میں بھی خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو معیت وصحبت ہمیشہ نصیب رہے گی''۔ (المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۶۸۰)

شہادت حضرت عثمانؓ:

خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ حویلی کے باہر دروازہ پر بغرض حفاظت موجود تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر اضطراب کی حالت میں:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو فرمایا کہ امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے؟ حالانکہ تم حویلی کے دروازے پر موجود تھے۔ اور ان کو ضرب وشتم کیا۔ حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پہ مارا۔ ابن طلحہ رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا۔'' (انساب الاشراف احمد بن یحییٰ جلد ۵ ص ۶۹، ۷۰ طبع یوروشلم عقیدۃ السفارینی جلد دوم ص ۳۶۲ طبع مصر)

گریہ علی المرتضیٰؓ:

جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جام شہادت پی چکے تو ''حضرت

علی رضی اللہ عنہ ان کے ہاں پہنچے اور روتے ہوئے ان پر بے ساختہ گر گئے (ان کی وارفتگی کی حالت دیکھ کر) دیکھنے والے گمان کرنے لگے کہ علی رضی اللہ عنہ بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں یعنی ان کا بھی دم یہیں نکلتا ہے۔ (البدایہ جلد ۷ ص ۱۹۳)

گریہ دختران علی المرتضیٰؓ:

’’ایک روز حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو وہ رو رہی تھیں اور اپنے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھیں۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ صاحبزادیوں نے فرمایا مظلومیت عثمان رضی اللہ عنہ پر رو رہی تھیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رو پڑے اور فرمایا کہ ان پر رو سکتی ہو۔ (انساب الاشراف بلاذری جلد ۵ ص ۱۰۳)

نماز جنازہ حضرت عثمانؓ:

شیعی مؤرخ ابن ابی حدید نے مزید یہ لکھا ہے کہ: ’’حضرت عثمان کے گھر والے چند آدمی ان کو دفن کرنے کے لئے گھر سے باہر لائے۔ ان لوگوں کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابو جہم رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی تھے۔ مغرب وعشاء کے درمیان جنت البقیع کے باہر ’’حش کوکب‘‘ نامی مقام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی‘‘۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابن الحدید الشیعی جلد ا صفحہ ۷۹ طبع قدیم ایران)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا تو اسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا۔ گناہوں سے خوف کھایا۔ عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کئے۔ ثواب کا ذخیرہ کیا۔ بری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پا لیا اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنایا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا سرمایہ ساتھ لیا۔ (نہج البلاغہ ۲۲۱ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

ذلت وخواری:

ابو حکیمہ کا بیان ہے کہ: ’’ہم مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص آیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرنے لگا اور عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں گالیاں بکنے لگا۔ میں اٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چلا گیا اور عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ اس امر کا کون گواہ ہے کہ اس شخص نے اس طرح کہا ہے۔ تو میں نے بھی گواہی دی اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جائے یعنی زدوکوب کیا جائے۔ ذلیل وخوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں لے جاؤ۔ تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں۔ نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو۔ یہ میرے شہر میں نہ رہے‘‘ (کتاب الکنی دولابی جلد ا ص ۱۵۵ طبع دکن)

سزائے غلط بیانی:

’’جو شخص مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے اس پر مفتری اور کذاب کی سزا جیسی ہوگی۔ اس کی شہادت ساقط کر دی جائے گی اور گواہی غیر معتبر ہوگی‘‘ (کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۶)

اللہ کے دشمن:

حضرت امام باقرؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ’’مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت اور دوستی کے دعوے دار ہیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کمی بیشی (طعن وتشنیع) کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا امر کیا ہے لہٰذا ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ شاہد وگواہ ہیں کہ میں ان سے بری اور بیزار ہوں۔ جس ذات کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خون ریزی وقتل کر کے اس کے ہاں تقرب ونزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے استغفار نہ کروں۔ اور ان کے حق میں ترحم ودعا کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں کے مقام سے غافل ہیں۔‘‘ (حلیۃ الاولیاء اصفہانی جلد ۳ ص ۱۸۵)

دعا علی المرتضیٰؓ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دل میں شیخین کی کتنی محبت اور رغبت تھی اس کا اندازہ ان کے حسب ذیل فرمان سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت علی شیر خدا فرماتے ہیں کہ:

’’نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر (ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے) تجویز کئے۔

جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب وسنت پر عمل کیا اور ان کی سیرت وکردار بہت عمدہ تھا۔ سنت نبوی سے انہوں نے تجاوز نہیں کیا۔ پھر وہ اسی حالت میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت فرمائے‘‘۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد اول ص ۲۹۵ جز ششم طبع ایران قدیم)

بیزاری امام جعفر صادقؒ:

سالم ابن ابی حفصہؒ سے روایت ہے کہ: ’’سیدنا جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے جد اور نانا ہیں۔ کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو گالی دیتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے تعجب انتہائی تعجب ہے اس شخص کے لیے جو زندگی کے دار کی تصدیق کرتا ہے اور وہ دار غرور کے لیے سعی کرتا ہے۔‘‘ (بیہقی)

ہے؟ نبی اقدس کی شفاعت ہی مجھے نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے تولی اور دوستی نہ رکھوں اور میں ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار نہ کروں۔ (ع سیرۃ عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۲۳ طبع مصر)

مسخ الاشکال

ا۔ بغض صحابہؓ کی معنوی صورت:

حضرت ابن عربی اپنی مشہور کتاب ''فتوحات مکیہ'' کے باب ۲۷ میں لکھتے ہیں شافعی مذہب کے دو ثقہ آدمی تھے۔ جن پر عداوت صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی کو گمان تک نہ تھا۔ وہ اس کو بہت مخفی رکھتے تھے۔ وہ ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتے تھے وہ بزرگ میرے دوست تھے۔ ایک دن میں ان بزرگ کے پاس بیٹھا تھا اور اس مجلس میں وہ دو آدمی بھی موجود تھے۔ میں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہاری باطنی شکل خنزیر کی نظر آتی ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مقام حاصل ہے۔ کہ جس سے میں دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم کی باطنی شکل خنزیر کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ انہوں نے فوراً توبہ کرلی۔ اس کے بعد مجھے ان کی شکل اصلی صورت میں نظر آنے لگی۔ (فتوحات مکیہ باب ۲۷ مطبوعہ مصر)

۲۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے آنکھیں باہر نکل آنا:

علامہ ابن قیم اپنی کتاب ''کتاب الروح'' میں حضرت ابوالحسن مطلبی خطیب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ کہ ایک شخص مدینہ شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ ہم ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھے تھے کہ وہ شخص ہمارے سامنے ظاہر ہوا جسکی دونوں آنکھیں باہر نکل کر اس کے گالوں تک لٹک رہی تھیں۔ ہم نے اس سے بڑے تعجب سے کہا کہ یہ تیری کیا حالت ہے؟ وہ کہنے لگا آج رات کو خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ! یہی شخص ہے جو ہمیں ایذاء اور گالیاں دیا کرتا ہے۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس نے کہا ہے جو تو ان کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا۔ بس یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ میری طرف غصے سے لپکے اور اپنی دونوں انگلیوں سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تو نے جھوٹ بولا ہے تو خدا تعالیٰ تیری دونوں آنکھیں نکال ڈالے۔ بس یہ کہہ کر اپنی دونوں انگلیوں کو میری آنکھوں میں چبھودیا۔ جس سے میں بیدار ہوگیا اور یہ حالت ہوگئی جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حضرت خطیب فرماتے ہیں بس وہ شخص رو رو کر اس واقعہ کو لوگوں کو سناتا تھا اور اپنی توبہ کا اعلان کرتا تھا۔ (کتاب الروح مطبوعہ دکن ص ۲۳۶)

۳۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے چہرہ سیاہ ہونا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ہم مکہ میں کعبہ شریف کے نزدیک بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے سامنے آیا اس کا آدھا چہرہ سیاہ تھا اور آدھا سفید۔ کہنے لگا اے لوگو! میری شکل دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کسی نے میرے منہ پر تھپڑ مارا اور کہا او اللہ کے دشمن او فاسق! کیا تو ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا ہے۔ پس جب میں بیدار ہوا تو یہ میری حالت ہو گئی جو آپ لوگ مشاہدہ کررہے ہیں۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۲)

۴۔ ایک رافضی کا خنزیر بن جانا:

حضرت امام شعرانی اپنی کتاب المنن الکبریٰ میں حضرت علامہ عبدالغفار قوصی سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس کی عورت اور اس کا بیٹا اس کو منع کیا کرتے تھے لیکن وہ اپنی اس شرارت سے باز نہ آتا تھا بلکہ انہیں بھی اس پر مجبور کرتا تھا۔ خدا کے غضب سے اس کی صورت خنزیر کی صورت میں بدل گئی۔ اس کے لڑکے نے اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر اس کو اپنی دکان میں باندھ رکھا تھا وہ خنزیر کی طرح چنگھاڑتا تھا۔ ہمسائیہ لوگ اس کی آواز کو سنا کرتے تھے۔ کئی دنوں کے بعد وہ مرگیا اس کے بیٹے نے اس کو ایک گندے گڑھے میں پھینک دیا۔ علامہ شیخ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے ذکر کیا تو میں اس کے بیٹے سے ملا اس نے اپنے والد کا یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ میرا والد مجھے بھی اس چیز پر مجبور کرتا تھا اور مارتا تھا۔ لیکن میں نے اس کا کہا نہ مانا۔ (لطائف المنن والاخلاق للشعرانی ص ۸۰ جلد ۲)

۵۔ نماز کی توہین سے خنزیر بن جانا:

اسی حکایت کے مطابق ایک دوسری صحیح حکایت درج کرتا ہوں جو نماز کی اہانت کی وجہ سے خنزیر کی شکل میں بدل گیا۔ امام شعرانی تاریخ ملک منصور بن سلطان سے نقل کرتے ہیں کہ ۸۲۷ھ میں حلب کے گورنر نے والیٔ مصر کو خط کے ذریعہ اطلاع دی کہ یہاں حلب میں ایک عجیب واقعہ صادر ہوا ہے۔ کہ جامع مسجد میں ایک امام نماز پڑھا رہا تھا ایک شرارتی آدمی نے امام سے حالت نماز میں اس کے ساتھ مذاق اور استہزاء سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی اور اپنی شرارت دیر تک کرتا رہا۔ لیکن امام نے اپنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک اُمت کیلئے ترک دنیا ہے میری اُمت کا ترک دنیا جہاد ہے۔ (احمد)

نماز نہ توڑی۔ جس وقت امام نے سلام پھیرا اس مذاق کرنے والے کا چہرہ خنزیر کی صورت میں بدل گیا۔ جس سے وہ جنگل کی طرف دوڑ گیا۔ اس واقعہ کی گورنر حلب نے شاہی خط کے ذریعہ والیٔ مصر کو اطلاع دی۔

(سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۶)

۶۔ نسبی ترجیح سے ایک عالم کو عذاب:

جو شخص کسی صحابی کی اولاد ہو اور اس صحابی کو محض نسب اور ہوائے نفس کی وجہ سے دوسرے اکابر صحابہ پر ترجیح دیتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو اہل سنت کہلاتا ہو۔ وہ بھی غلط طریقہ پر ہے۔ ایسے ایک بڑے عالم کا واقعہ درج کرتا ہوں۔ کہ اسے قبر میں اس عقیدہ کی وجہ سے کیا عذاب ملا۔ علامہ شعرانی حضرت علامہ قوصی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عالم جو اکابر علماء سے تھا فوت ہو گیا۔ اس کو میں نے خواب میں دیکھا اور اس سے اسلام کے بارے میں پوچھا تو اس کی زبان بند ہو گئی۔ اور اس کا چہرہ کوئلے کی طرح سیاہ تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو ایک بڑا عالم تھا اب یہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا۔ کہ میں ایسے عذاب میں اس لئے گرفتار ہوا ہوں کہ میں بعض کو بعض پر محض عصبیت اور ہوائے نفس کی وجہ سے ترجیح دیا کرتا تھا۔

(لطائف المنن الکبریٰ ص ۸۱ جلد ۲)

حضرت خواجہ غلام فرید اپنے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین سے نقل کرتے ہیں۔

کہ وہ فرماتے ہیں: ''ہر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ را از سائر صحابہ ازیں وجہ زیادہ تر دوست مے دارد کہ آن پیر پیران اوسط یا جد اوست و پیدا است کہ ہر کس آباؤ اجداد خود را دوست ترے دارد۔ یا آں کہ آں شخص بہادری پیشہ مے کند و حضرت علی رضی اللہ عنہ نیز شجاع می بودند ازیں باعث اوشاں را دوست ترے دارد۔ این تمام اقسام موہم اوبند۔ ازیں ہا اجتناب باید کرد۔

(منقول از مقابیس المجالس مقدمہ دیوان فرید ص ۴۳)

ترجمہ: جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وہ تمام پیروں کے پیر ہیں یا اس کے جد میں ہیں ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ زیادہ محبت رکھتا ہے یا وہ شخص بہادری وغیرہ مثل کشتی گیری کرتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام محبت کی قسمیں...... غلو کی طرف لے جانے والی ہیں۔ ان تمام سے بچنا چاہئے۔

۷۔ ایک سبی رافضی کا بندر بن جانا:

امام بیہقی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر آدمی نے بیان کیا کہ ہم تین آدمی یمن کو جا رہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص کوفہ کا بھی تھا۔ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ہم ہر چند اسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتا تھا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے۔ ایک جگہ اتر کر سو رہے۔ جب روانگی کا وقت آیا تو ہم سب نے اٹھ کر وضو کیا اور اس کوفی کو بھی جگا دیا۔ وہ اٹھ کر کہنے لگا افسوس کہ میں تم سے جدا ہو کر اسی منزل پر رہ جاؤں گا کیونکہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ کہ اے فاسق تو اس منزل پر مسخ ہو جائے گا۔ اسی اثناء میں اس نے پاؤں اکٹھے کر لئے۔ ہم نے دیکھا کہ انگلیوں سے مسخ ہونا شروع ہوا اور اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے۔ پھر گھٹنوں تک پھر کمر تک پھر منہ تک حالت مسخ پہنچ گئی اور حتی کہ وہ بالکل ہی بندر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ پر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہمارا گذر ایک جنگل سے ہوا۔ وہاں دیکھا کہ چند بندر جمع ہیں۔ اس نے جب ان بندروں کو دیکھا اپنی رسیاں توڑ کر ان میں جا ملا۔ اسی طرح کا واقعہ امام علامہ تلمسانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن اس واقعہ میں بندر کی بجائے خنزیر کا ذکر ہے۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص ۱۵۳)

۸۔ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالنے کا مشہور واقعہ:

یہ ایک ایسا مشہور واقعہ ہے جس کو بڑے بڑے علماء امت نے نقل کیا ہے۔ علامہ امام قرطبی و علامہ مرجانی نے تاریخ مدینہ میں اور علامہ امام محب الدین طبری نے اپنی کتاب ریاض النضرۃ میں اور علامہ سمہودی اپنی مشہور کتاب تاریخ مدینہ عرف خلاصۃ الوفاء فی الاخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت شمس الدین الملطی شیخ خدام روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حاکم مدینہ کو جو کہ ایک نیم مسلمان حاکم تھا بہت سی دولت کا لالچ دے کر یہ بات منوائی۔ کہ ہمیں روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی لاشیں نکالنے کی اجازت دی جائے۔ وہ لالچ میں آ کر یہ بات مان گیا۔ تو انہوں نے چالیس آدمی اوزاروں کے ساتھ بھیج دیئے۔ شیخ شمس الدین جو اس وقت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ ان کو حاکم مدینہ نے بلا کر کہا۔ کہ رات کو چالیس آدمی روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوں گے۔ وہ جو کچھ کریں ان کو مت روکنا۔ شیخ نے اس ظالم حاکم کی ہیبت کی وجہ سے دبی زبان سے کہا۔ جیسے آپ حکم دیں حاضر ہوں۔ پھر آ کر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں روتا رہا اور دعائیں مانگتا رہا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی۔ تو یکا یک چالیس آدمیوں کی جماعت اوزاروں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہوئی۔ پس جب وہ روضہ کے قریب گئے۔ تو اچانک زمین پھٹ گئی اور وہ سارے کے سارے اوزاروں سمیت زمین میں غرق ہو گئے۔ صبح کو اس بے دین حاکم نے خادم روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر پوچھا کہ رات کو جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تمام اہل دنیا میں بدبو ہو جائے (احمد)

اتنے آدمی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے تھے وہ کہاں گئے؟ خادم نے کہا حضور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔ اس حاکم نے آ کر اس جگہ کو دیکھا جہاں زمین پھٹنے کا نشان تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس جگہ کو کھودا بھی گیا لیکن ان کا نشان تک نہ ملا۔ پھر علامہ محبّ الدین طبری لکھتے ہیں کہ حاکم مدینہ کو کوڑھ کے مرض نے آ گھیرا۔ جس سے اس کا گوشت بدن سے گرتا تھا حتی کہ وہ بہت بری حالت میں مر گیا۔ یہ روایت مختلف الفاظ سے مروی تھی میں نے مختصر طور پر سب کا خلاصہ جمع کر دیا ہے۔

(المنن الکبریٰ للشعرانی ص ۸۱ ج ۲ کتاب سعادۃ الدارین ص ۱۵۵)

۹۔ بغض صدیقؓ کی وجہ سے خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ امام ابن حجرؒ مکی اپنی مشہور کتاب الزواجر میں علامہ کمال سے نقل کرتے ہیں۔ وہ حضرت شیخ الصالح عمر ﷛ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں مدینہ شریف میں رہا کرتا تھا۔ عاشورہ کے موقع پر جہاں کچھ اعدائے صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو جایا کرتے۔ میں ان کے پاس گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے محبت صدیق ﷛ کے بدلے کچھ چیز عطاء کرو۔ تو ان میں سے ایک آدمی نے جواب دیا تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جا۔ چیز مل جائے گی۔ جب وہ فارغ ہو گئے۔ تو ایک آدمی مجھے اپنے گھر میں لے گیا جب میں ان کے گھر میں گیا تو اس نے اندر سے دروازے بند کر دیئے اور مجھ پر دو نوکر مقرر کر دیئے کہ اس کو خوب مارو۔ تو انہوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا اور میری زبان کاٹ کر مجھے دروازے سے باہر نکال دیا اور کہا جس کی محبت کے بدلے چیز مانگتا تھا۔ اب ان سے اپنی زبان درست کرانا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تکلیف کی وجہ سے روتا ہوا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا اور روضہ مبارک کے سامنے روتا رہا۔ حتی کہ روتے روتے مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو گئی ہے۔ جب میں جاگا تو اللہ کے فضل سے میری زبان بالکل درست تھی۔

اس واقعہ سے میری محبت حضرت صدیق ﷛ سے زیادہ بڑھ گئی۔ جب دوسرا عاشورہ آیا تو میں پھر ان کی مجلس میں گیا اور وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی۔ ان میں سے ایک جوان نکلا میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور میری بہت عزت کی اور کھانا کھلایا پھر اسی مکان کا دروازہ کھول کر مجھے اندر لے گیا اور پھر وہ جوان رونے لگا۔ میں نے اندر دیکھا کہ ایک خنزیر بندھا ہوا ہے۔ میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بڑی مشکل سے بتلایا اور قسم دلوائی کہ کسی کو یہ راز نہ بتلانا۔ پھر اس نے یہ کہا کہ پچھلے عاشورہ کو ایک سائل آیا تھا اس نے محبت صدیق ﷛ کے بدلے کوئی چیز مانگی تھی اور اس نے وہ سارا واقعہ مارنے کا سنایا۔ اس نے کہا جب میں نے اس کو نکال دیا تو جس وقت رات ہوئی ہم سو گئے یکا یک ہم نے رات کو ایک ایسی ہولناک چیخ سنی کہ سب ڈر کر اٹھ بیٹھے اور ہم نے دیکھا کہ یہ میرا والد خنزیر کی شکل میں مسخ ہو چکا ہے۔ ہم نے اس کو مکان میں بند کر دیا اور لوگوں میں اس کی موت کا اعلان کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں وہی ہوں جس کے بدلے یہ عذاب میں گرفتار ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان کو محبت صدیق ﷛ کی برکت سے صحیح سالم کر دیا ہے۔ پس اس نوجوان نے مجھے کچھ چیزیں دے کر رخصت کر دیا۔ (زواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ ج ۲)

۱۰۔ ایک رافضی کا خواب میں قتل ہو جانا:

علامہ امام ابن قیم حضرت علامہ قیروانی سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ بعض اسلاف سے مروی ہے کہ میرا ایک ہمسایہ تھا وہ ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ اور حضرت عمر ﷛ کو برا بھلا کہتا تھا۔ ایک دن میری اس سے سخت چھیڑ چھاڑ ہو گئی۔ آخر میں اس بات سے بہت مغموم ہوا۔ اسی غم کی حالت میں رات کو سو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو سخت برا بھلا کہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کو ن سے اصحاب کو؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت ابو بکر ﷛ اور حضرت عمر ﷛ کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چھری لے لے اور اس کو جا کر ذبح کر دے۔ میں نے جا کر اس کو پکڑا اور لٹا کر اس کی گردن پر چھری پھیر دی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے خون سے میرے ہاتھ بھر گئے ہیں۔ میں نے چھری پھینک دی اور ارادہ کیا کہ اپنے ہاتھوں کو مٹی سے پونچھ کر صاف کر دوں پس میں جاگ پڑا۔ کیا سنتا ہوں کہ اس کے گھر سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیسا رونا ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں آدمی اچانک موت سے مر گیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے جا کر دیکھا اس کی گردن کے اوپر ایک دھاری سی پڑی ہوئی ہے جس سے ذبح کا نشان ظاہر ہوتا ہے۔ (کتاب الروح لابن قیم ص ۲۳۰)

اس واقعہ پر ایک شبہ پڑتا ہے کہ خواب میں قتل کرنے سے وہ گھر میں کیسے قتل ہو گیا؟ جواب یہ ہے کہ ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہے جو معجزات بعد وفات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتے رہیں گے۔ دوسرا جواب: امام ابن قیم فرماتے ہیں سونے والے کی روح خواب میں ایسی ایسی چیزیں دیکھتی ہے کہ بیدار ہونے پر بعض دفعہ اس کے آثار بدن پر محسوس ہوتے ہیں۔ یہ اس روح کی قوت کا دوسری روح میں تاثر کہلاتا ہے۔

(کتاب الروح ص ۲۳۰)

اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی امام ابن قیم حضرت علامہ محمد بن عباد سے نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے حکم سے ایک دشمن صحابہ کوقتل کر دیا تھا۔ (کتاب الروح ص ۲۲۳)

اسی قسم کا واقعہ حضرت امام علامہ تلمسانی نے بھی اپنی کتاب مصباح الظلام میں نقل کیا ہے) یہاں تک ایسے واقعات نقل کئے ہیں جو بغض دشمن صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا میں پیش آئے۔اب ایسے واقعات درج کرتا ہوں جوانہیں مرتے وقت اور قبر میں پیش آئے۔

۱۱۔بغض صحابہؓ کی وجہ سے گلے میں سانپ کا چمٹ جانا:

حضرت امام ابن ابی الدنیا ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ایک میت کے نہلانے کے لئے بلایا گیا۔پس جب میں نے اس کے منہ سے کپڑا اٹھایا تو ناگہاں اس کے گلے میں ایک کالا سانپ چمٹا ہوا تھا۔حاضرین نے ذکر کیا کہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

(کتاب الروح لابن قیم ص ۸۶ شرح الصدور للسیوطی ص ۲۶۸)

۱۲۔قبر میں خنزیر بن جانا:

حضرت علامہ ابن حجر مکی اپنی کتاب زواجر میں تاریخ حلب سے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔حلب میں ایک شخص ابن منیر جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا مر گیا۔حلب کے چند نوجوان سیر و سیاحت کے لئے نکلے۔کسی نے کہا یہ جو کہتے ہیں کہ جو شیخین کو گالیاں دیا کرتا ہے قبر میں اس کی صورت خنزیر کی ہو جاتی ہے۔آؤ آج ابن منیر کی قبر کھود کر تماشہ دیکھیں۔پس سب جوان اس بات پر متفق ہو کر اس قبرستان میں گئے۔اور جا کر ابن منیر کی قبر کو کھودا۔دیکھا تو قبر میں ایک خنزیر پڑا ہوا ہے جس کا رخ قبلے سے پھرا ہوا ہے۔پس انہوں نے اس کو مار کر قبر میں دفن کر دیا اور گھر چلے آئے۔ (کتاب الزواجر لابن حجر مکی ص ۱۹۳ جلد ۲)

اس حکایت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بہت سے دشمنان صحابہ کو قبروں میں دیکھا گیا لیکن ان کی صورت خنزیر کی نہ تھی۔جواب یہ ہے کہ عالم برزخ کے حالات کا مشاہدہ ہم ان ظاہری آنکھوں سے نہیں کر سکتے۔ہوسکتا ہے کہ ہر دشمن صحابہ قبر میں خنزیر کی صورت میں ہو لیکن ہم اس صورت کو جو برزخی عذاب کی صورت ہے ادراک نہیں کر سکتے۔اور کبھی کبھی کسی برزخی عذاب کو اس دنیا میں نظر آ جانا بطور عبرت کے ہوتا ہے۔

۱۳۔بغض صحابہ سے قبر میں آنکھ نکل جانا:

امام ابن عساکر ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرا ایک ہمسائیہ مر گیا۔اس کو میں نے خواب میں دیکھا اس کی ایک آنکھ نہیں ہے۔میں نے پوچھا کہ اے فلانے! تیری آنکھ کہاں گئی۔اس نے جواب دیا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی تھی۔اسی وجہ سے اس عذاب میں گرفتار کیا گیا ہوں۔جو تو میری حالت دیکھ رہا ہے۔

(شرح الصدور للسیوطی ص ۴۲۵)

۱۴۔بغض صحابہؓ سے نصرانیوں کے ساتھ:

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو بکر صیرنی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص مر گیا جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔اور مذہب جہمیہ کو اچھا سمجھتا تھا۔اس کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ ننگا ہے۔اور اس کے سر پر ایک سیاہ چیتھڑا ہے اور اس کے ستر پر ایک دوسرا چیتھڑا ہے۔اس نے کہا تیرے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا کیا؟۔اس نے کہا مجھے بکر بن قیس اور عون بن اعسر کے ساتھ کر دیا اور یہ دونوں نصرانی تھے۔ (شرح الصدور للسیوطی ص ۴۲۴)

۱۵۔حضرت عثمانؓ کے قتل کی محبت کا عذاب:

امام ابن عساکر اپنی تاریخ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔کہ جو آدمی اس حالت میں مرے گا جس کے دل میں رتی برابر بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی محبت ہو وہ ضرور دجال کی پیروی کرے گا۔اگر اس کا زمانہ نہ پایا تو قبر میں دجال پر ایمان لائے گا۔ یعنی ایسی حالت میں مرے گا جیسے کوئی دجال پر ایمان رکھتا ہو۔

(شرح الصدور للسیوطی ص ۲۴۸)

۱۶۔بغض شیخینؓ سے گلے میں طوق بن جانا:

حضرت علامہ تلمسانی اپنی کتاب مصباح الظلام میں علامہ ابو محمد عبداللہ فقیہ حنبلی سے روایت نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکہ شریف حج کے لئے روانہ ہوئی ان میں ایک آدمی تھا جو نوافل نماز بہت پڑھتا تھا وہ راستے میں فوت ہو گیا اس کے دفن کے لئے ان کے پاس کوئی کدال وغیرہ نہ تھا جس سے اس کی قبر کھود کر دفن کریں۔انہوں نے اس جنگل میں گھومنا شروع کیا۔ایک بڑھیا عورت کی جھونپڑی دیکھی۔اس کے پاس گئے دیکھا اس کی جھونپڑی میں لوہے کا ایک بڑا سا کدال پڑا ہے۔انہوں نے اس سے طلب کیا اس نے کہا کہ تم حلفیہ عہد کرو کہ ہم اسے ضرور واپس کر دیں گے۔انہوں نے واپس کرنے کا حلف اٹھایا اور اس سے کدال لے کر آ گئے پس اس کدال سے قبر کھودی اور اس کو دفن کر دیا۔جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ کدال غلطی سے قبر میں رہ گئی ہے اور اس بڑھیا کا عہد بھی یاد آیا۔کدال نکالنے کے۔لئے اس قبر کو کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ کدال اس مردہ کی گردن میں طوق بنی ہوئی ہے۔اور ہاتھ بھی اس

میں بند ہیں۔ وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے اسے ویسے ہی بند کر دیا اور اس واقعہ کو بڑھیا کے پاس جا کر بیان کر دیا۔ بڑھیا نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور کہا کہ یہ کدال میرے پاس تھی مجھے خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس کدال کو محفوظ رکھنا یہ ایک ایسے شخص کی قبر میں طوق بنے گی جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص۱۵۲)

۱۷۔ بغض صحابہؓ سے قبر میں سانپ:

علامہ تلمسانی فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھے شیخ نے بیان کیا کہ میں جامع مسجد حضرت عمرو بن عاصؓ میں موجود تھا کہ ایک شور سنا پتہ چلا کہ کسی نے ایک دشمن صحابہ کو مار ڈالا ہے۔ اس کے قاتل کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ اس قاتل کو سزا دی گئی۔ اور دشمن صحابہ کی لاش کے متعلق بادشاہ نے حکم دیا کہ جاؤ اسے دفن کر دو۔ پس جب انہوں نے اس کے لئے قبر کھودی تو اس میں ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ پھر انہوں نے دوسری جگہ قبر کھودی وہاں بھی وہی سانپ ظاہر ہوا۔ غرضیکہ جہاں قبر کھودتے وہاں وہی سانپ نکل آتا۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر اسی سانپ کے ساتھ اسے دفن کر دیا۔ (سعادۃ الدارین للنبہانی ص۱۵۳)

۱۸۔ بغض صحابہؓ کی وجہ سے قبر میں سے غائب ہو جانا:

علامہ حق نازلی اپنی مشہور تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف میں ابن ہیلان نامی ایک شخص رہا کرتا تھا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ جب وہ فوت ہوا تو اس کو جنت البقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ کسی وجہ سے دوسرے دن اس کی قبر کھودی تو دیکھا کہ اسکی لاش غائب تھی۔ اس واقعہ میں حضرت قاضی جمال الدین بھی موجود تھے۔ اس واقعہ کو اس زمانہ کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی سمجھا۔ (تفسیر روح البیان ص۳۴۷ ج۱۲)

۱۹۔ دشمنان صحابہؓ پر کتے کا مسلط ہونا

حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک کتا دیکھا جس نے لوگوں کا راستہ چلنا بند کر دیا تھا۔ میں جب اس راستہ سے گذرا تو دل میں خوف پیدا ہوا کتا مجھے دیکھ کر کہنے لگا تم ہرگز نہ ڈرو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا کہنے والوں پر مسلط کیا ہے۔ (سیرۃ فاروق لابن جوزی نزہۃ المجالس ص۲۹۸ ج۲)

اس کتے کو اللہ تعالیٰ نے بطور عبرت مقرر کر دیا ہوگا شاید اس وقت بصرہ میں دشمن شیخین بہت ہوں گے دوسرے کتا کا بولنا یہ بھی بطور عبرت کے تھا۔ اولیاء کرام سے جانوروں کا بات کرنا خرق عادات سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ایک کتے کا کلام کرنا بہت علماء کرام نے نقل کیا ہے۔

۲۰۔ حضرت علیؓ کی توہین کرنیوالے کا چہرہ خنزیر کی شکل میں

علامہ بارزی حضرت منصور سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا بدن آدمی جیسا ہے لیکن اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں ہے اس کی وجہ پوچھی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علیؓ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا۔ اور جمعہ کے دن چار ہزار مرتبہ۔ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس مردود کی شکایت کی آپ نے اس کے چہرہ کی طرف تھوک دیا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ خنزیر کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ (صواعق المحرقہ ص۱۹۴)

۲۱۔ حضرت حسینؓ کی توہین کرنیوالے کا اندھا ہو جانا

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حسینؓ کو فاسق ابن فاسق کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو چھوٹے ستارے چنگاریوں کی مانند اتار کر اسے اندھا کر دیا۔ (صواعق المحرقہ ص۱۹۴)

۲۲۔ حضرت معاویہؓ کی توہین کرنیوالے کی حیرت انگیز موت

حضرت علامہ مفسر و مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کسی نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ اور حضرت معاویہؓ یہ پانچوں صحابی بیٹھے ہیں۔ اتنے میں ایک آدمی آ گیا جس کا نام راشد الکندی تھا حضرت عمرؓ اسے دیکھ کر کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آدمی ہمیں برا بھلا کہتا رہتا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے ڈانٹا وہ کہنے لگا یا حضرت! میں انہیں تو کچھ نہیں کہتا بلکہ میں تو معاویہؓ کو کم و بیش کہا کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بربادی ہو تیرے لیے کیا یہ میرے صحابی نہیں ہیں؟ آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر حضرت معاویہؓ کو دیا اور فرمایا کہ اسے پیچھے کی طرف سے مار۔ جب حضرت معاویہؓ نے اسے مارا۔ میری نیند سے آنکھ کھل گئی جب صبح ہوئی تو میں نے سنا کہ وہ آدمی رات کو کسی اچانک موت سے مر گیا۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۳۹ ج۸)

محبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا وجوب:

محدث و مفتی مدینہ علامہ محمد خضر اپنی کتاب کوثر المانی الداری شرح صحیح بخاری ص۱۲ ج۱ میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری امت! تم پر ابوبکرؓ عمرؓ عثمان ؓ اور علیؓ کی محبت فرض کی گئی ہے جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت سے انکار کرے گا اس کی نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج قبول نہ کیا جائے گا''۔

اس حدیث کو علامہ طبرانی نے ریاض النضرہ میں بھی نقل کیا ہے۔

اے مسلمانو! اس حدیث کو پڑھ کر غور کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے بغیر جب فرضی عبادتیں مقبول نہیں ہوتیں تو ان کا ایمان کیسے مقبول ہو گا۔ اسی کتاب میں ایک دوسری حدیث لکھی ہے۔ جس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی محبت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ کی محبت میری امت پر واجب ہے (کوثر المعانی ص ۱۲ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہم پر کتنا حق ہے اور ہمارے مسلمان اتنے غافل ہیں کہ ان کے نام تک نہیں جانتے۔ اور نہ ان کے حالات پڑھتے ہیں جب یہ حال ہے تو ان سے محبت کیسے ہوگی؟

عبرت آموز حکایات

حضرت مولانا امیر علی ملیح آبادی حاشیہ اشعۃ اللمعات پر تحریر فرماتے ہیں۔

''تقریباً دس سال کی بات ہے کہ عظیم آباد میں ایک سنی اور ایک شیعہ میں گہری دوستی تھی۔ سنی نے حج کا ارادہ کیا اور شیعہ دوست سے ملنے گیا۔ اس نے ایک درخواست کی اور کہا کہ تم سے کہنے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ سنی کے اصرار پر پوشیدہ رکھنے کا وعدہ لے کر کہا کہ میری جانب سے دربار رسالت میں عرض کرنا کہ یا حضرت فلاں شخص عرض کرتا ہے کہ میری دلی تمنا ہے کہ زیارت کے لیے حاضر ہوں۔ مگر ایک وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دشمن (معاذ اللہ) آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سنی کو ذرا تامل ہوا تو اس نے کہا کہ اس میں تمہارا کیا حرج ہے۔ یہ پیغام تو میری جانب سے ہے۔ بہر حال اس کو راضی کیا۔ حج کے بعد جب روضہ اقدس کی زیارت سے فارغ ہو چکا تو دوست کا پیغام یاد آیا۔ مگر موقعہ نہ ملا۔ آخر قافلہ کی روانگی کا وقت قریب آیا تو ایک رات بڑی ہمت کر کے لرزتے ہوئے معذرت کے ساتھ دوست کا پیغام عرض کیا۔ وہ پیغام جس کو زبان پر لانا کیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دل پر ایسا خوف ولرزہ طاری ہوا کہ بے ہوش ہو گیا۔

اسی حالت میں دیکھتا ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب سیدنا ابوبکرؓ حمائل بگردن کھڑے ہیں۔ اور بائیں طرف سیدنا عمر فاروق ؓ شمشیر بکف استادہ (کھڑے) ہیں اور دور (پرے) ایک جانب وہی شیعہ دوست موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی کو بلا کر فرمایا کہ اسی شخص نے تم سے وہ پیغام کہلایا تھا۔ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہی شخص ہے حضرت سیدنا عمرؓ کو اشارہ فرمایا انہوں نے حکم پاتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ سر لڑھک کر ایک پرنالہ میں پہنچ گیا۔ ہوش آیا تو اس کی عجیب حالت تھی۔ کسی طرح قیام گاہ پر پہنچا۔ اور تاریخ یاد کر لی۔

وطن پہنچنے کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ مولانا خدا بخش مرحوم سے کیا اور اطمینان ہونے پر دوست کے مکان پر ملنے گیا۔ اس کو دیکھتے ہی بیوی بچے روتے ہوئے آئے اور واقعہ بیان کیا کہ تمہارے دوست کا عجیب حال ہوا۔ ایک دن بیت الخلا میں گئے ہوئے تھے۔ کوئی دشمن موری کے راستے اندر پہنچ کر ان کو قتل کر گیا اور سر حوض میں اور بدن قدمچہ میں ڈال گیا۔ صبح لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ مگر آج تک قاتل کا سراغ نہ ملا۔ دونوں واقعات کی تاریخوں کے موازنہ سے ایک ہی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۲۵)

حکایت ۲: علامہ ابن حجر مکی کمال ابن القدیم کی تاریخ حلب سے نقل کرتے ہیں کہ ''جب حلب میں ابن المنیر کا انتقال ہوا تو حلب کے چند نوجوان ایک دن بغرض تفریح نکلے۔ آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ سنا گیا ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا حضرت ابو بکرؓ وعمر فاروقؓ کو برا کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبر میں مسخ کر کے خنزیر بنا دیتا ہے اور بے شک ابن المنیر اس فعل قبیح کا مرتکب ہوتا تھا۔ آؤ دیکھا جائے کہ کیا یہ سچی بات ہے؟ تمام نے متفق الرائے ہو کر قبر کھودی تو سچ مچ ابن المنیر خنزیر کی شکل میں قبلہ کی طرف سے پھر کر پڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے عبرت کے لیے اس کی لاش باہر نکالی پھر اس کو جلایا۔ اور قبر میں ڈال کر مٹی سے ڈھک دیا۔ (الزواجر ج ۲ ص ۱۹۳)

حکایت ۳: کمال ابن القدیم ہی کی ایک روایت ہے کہ شیخ صالح عمر رعینی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ عاشورہ کے دن قبہ عباس کے پاس پہنچا جس میں شیعہ امامیہ جمع تھے۔ میں دروازہ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہا کہ مجھے ابوبکر صدیقؓ کی محبت میں کوئی نشانی چاہیے۔ ان میں سے ایک بوڑھا آدمی باہر نکلا اور کہا بیٹھ جاؤ ہم نشانی دیں گے۔ میں بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب فارغ ہو گئے۔ تو وہی شخص آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لے گیا۔ اور ایک جگہ بند کر دیا۔ اور میرے اوپر دو غلاموں کو مسلط کر دیا۔ انہوں نے مجھے باندھ کر خوب

پیٹا۔ پھر بوڑھے نے حکم دیا کہ اس کی زبان کاٹ لو۔ چنانچہ میری زبان کاٹ کر مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اور کہا جاؤ۔ جس کی محبت میں علامت (نشانی) مانگنے آئے تھے اس سے کہو کہ میری زبان درست کر دو۔

میرا یہ حال تھا کہ درد کی شدت سے سخت بے چین تھا۔ روتا ہوا حجرہ شریف کے پاس حاضر ہوا۔ دل میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری حالت پر نظر فرمایئے۔ اگر ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دوست ہیں تو دعا فرمایئے کہ میری زبان درست ہو جائے۔ اتنا کہتے ہی مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری زبان درست ہو چکی ہے۔ مارے خوشی کے آنکھ کھل گئی۔ تو زبان کو بالکل درست پایا۔

عظیم مجاہد

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے پوتے اور حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید باصفا شہید فی سبیل اللہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ جنہوں نے دین کی خدمت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہزاروں صعوبتیں جھیلیں۔ پورے ہندوستان کا دورہ فرما کر مجاہدین کی جماعت تیار کی اور سرحد بالاکوٹ میں سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے اپنے بہت سے رفقاء کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ زندگی بھر توحید و سنت کی اشاعت میں تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔

ایک شہید کے سرنے آیات قرآنی تلاوت کی

ضد اور ہٹ دھرمی ایک عادت ہے جو زیادہ تر بچوں عورتوں اور جابر بادشاہوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے راج ہٹ تریا ہٹ اور بال ہٹ ایک مشہور مقولہ ہی کیا ہے۔ دنیا نے ہزار ہا مرتبہ راج ہٹ کا تماشہ دیکھا ہے۔

اکثر ظالم و جابر حاکموں نے اپنے وقت میں حکومت کے بل بوتے پر ظلم و استبداد کے نشہ میں قہرمانی طاقتوں کے ذریعہ دنیا والوں سے اپنی بے جا ہٹ منوانے کی کوشش کی ہے۔ کمزور لوگوں نے قید و بند کی مصیبتوں سے بچنے کی خاطر ان کی بات مانی ہے۔ مگر بہت سے اللہ کے نیک بندے ایسے گذرے ہیں کہ جنہوں نے غلط اور ناحق بات کے سامنے گردن جھکانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اور ان کی طرف سے ہونے والی تمام سختیوں کا مردانہ وار اور عزم و حوصلہ کے ساتھ مقابلہ کیا ہے۔ اور گھبرائے نہیں۔ کوڑے لگائے گئے۔ قید و تنہائی میں رکھے گئے۔ بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑے گئے۔ مگر کلمہ حق کی سربلندی سے کبھی غافل نہ رہے۔ اور جان گسل حالات میں بھی حق بات کہتے رہے۔ اور دنیا کی کسی طاقت کی پرواہ نہ کی اور سب کچھ ہنسی خوشی برداشت کیا اسی راج ہٹ کے واقعات کو بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا جا رہا ہے۔

بغداد کے عباسی خلفاء میں ہارون رشید کے بعد اس کا بیٹا مامون رشید ۱۹۸ھ میں سریر آرائے خلافت ہوا۔ آدمی بہت ذہین تھا۔ بہادر تھا اور ذی علم تھا۔ فقہ وغیرہ علوم اسلامیہ میں مہارت نامہ حاصل کیا۔ اور یونانی فلسفہ کا مطالعہ کیا۔

مگر گمراہ عالموں کے نرغے میں پھنس کر بہت سے غلط عقائد کا بھی قائل ہو گیا۔ جو بالکل اہل سنت والجماعت کے عقائد کے خلاف تھے۔ اور ان غلط عقائد کی دھن میں لگ گیا اس کے دست راست گمراہ کن معتزلی عالم بشیر بن غیاث اعریسی تھے۔ (متوفی ۲۱۸) انہی کی صحبت میں اس نے بہت سی باتیں سیکھیں۔ چونکہ وہ خود یونانی فلسفہ سے متاثر تھا۔ گمراہ علماء کی صحبت نے کریلا نیم چڑھا بنا دیا۔

ایک عجیب وغریب چشمہ

نیشاپور میں پہاڑ کے قریب قریہ دبیر میں پانی کا ایک چشمہ ہے جس کی صفت عجیب وغریب ہے کہ زبردست گرمی میں اس کا پانی ٹھنڈا ہو کر برف ہو جاتا ہے۔ اور سخت سردی میں اس کے برعکس گرم ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے عجائبات بھی بے شمار ہیں۔ اور ایسے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ (روضات الجنات ج ۱ ص ۲۷۶)

حضرت بایزید بسطامی کا دلچسپ جواب

کسی نے حضرت بایزید بسطامی کو خواب میں دیکھا دریافت کیا کہ حضرت بتایئے کیا حال رہا؟ کہا کہ سوال ہوا اے بڈھے کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب درویش سلطان کے دربار میں جاتا ہے تو اس سے یہ سوال نہیں کرتے کہ کیا لائے ہو۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ کیا لو گے! (روضات الجنات ج ۱ ص ۳۰۴)

حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بہتان کی سزا قتل اور اس پر بہترین استدلال

عبد اللہ ہمدانی فرماتے ہیں کہ ایک دن حسن بن یزید کے متعلق لکھا۔ جو طبرستان میں دعوت حق کا کام کر رہے تھے۔ اور کمبل اوڑھتے اور پہنتے تھے۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں سرگرم رہتے تھے۔ اور ہر سال بیس ہزار دینار بغداد میں بھیجتے تھے۔ جو اولاد اصحاب رضوان اللہ علیہم میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔

ایک شخص انہیں حسن بن یزید کے پاس آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گندے اور قبیح الفاظ استعمال کئے۔

حضرت حسن نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ یہ سن کر کچھ علوی حضرات نے آگے بڑھکر کہا کہ جناب یہ تو ہماری جماعت کا آدمی ہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ معاذ اللہ اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم پر طعن کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ

اگر پناہ بخدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خبیث تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خبیث ہونا لازم آتا ہے۔ معاذ اللہ

کیونکہ زبان خداوندی ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں۔ حالانکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اکرم الخلق واطیب الخلق ہیں اور ان کی زوجہ مطہرہ بھی طیبہ وطاہرہ ہیں۔ عیب سے پاک ہیں۔

پھر دوبارہ غلام کو حکم دیا کہ اس کافر کی گردن اڑا دو۔ چنانچہ اس کی گردن اڑا دی گئی۔ (الزواجر لابن حجر مکی ج ۲ ص ۱۹۵) عبود حبشی غلام (۸)

سات سال تک نیند سے بیدار نہ ہوا

صاحب قاموس علامہ نور الدین فیروز آبادی مادہ عبد کے تحت اپنی مایہ ناز لغت میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک حدیث معضل میں ہے کہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا ایک حبشی غلام ہوگا۔

کسی قریہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا۔ پوری قوم نے انکار کیا۔ اور ایک شخص بھی اس قریہ کا ایمان نہ لایا۔ صرف عبود نامی ایک حبشی غلام ایمان لایا۔ قریہ والوں نے ایمان لانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی کو ایک گڑھے میں ڈال کر ایک بھاری چٹان سے ڈھک دیا۔ حبشی مردمومن کا کام یہ تھا کہ وہ روزانہ جنگل سے لکڑیاں لاتا۔ اور اسے بیچ کر کھانا مہیا کرتا اور اس گڑھے کے پاس آتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر اپنے ہاتھ سے اٹھاتا اور پیغمبر علیہ السلام کو کھانا پانی دے کر پتھر ڈھک دیتا۔

ایک روز لکڑیاں لاکر آرام کرنے کی غرض سے بائیں پہلو لیٹ گیا۔ اسے ایسی نیند طاری ہوئی کہ سات برس تک سوتا رہا۔ جب بیدار ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ صرف تھوڑی دیر سویا ہے۔ بیدار ہوتے ہی اپنی لکڑیوں کا گٹھا اٹھایا اور قریہ میں جاکر اسے بیچا۔ اور حسب دستور پیغمبر اسلام کے پاس پہنچا تو ان کو وہاں نہ پایا معلوم ہوا کہ قریہ والوں نے ان کو پہچانا اور اس گڑھے میں سے نکال کر مقام عزت تک پہنچایا۔ پیغمبر صاحب اس اجنبی کے متعلق لوگوں سے پوچھتے تھے لوگوں نے بتایا کہ اس کا پتہ نہیں ہے۔ (قاموس ج ۱ ص ۳۱۱)

طویس المغنی

ان کا نام عیسیٰ ابن عبد اللہ تھا۔ طویس لقب پہلے طاؤس تھا۔ جب مخنث ہو گئے اور مخنثین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ اور گانے بجانے لگے۔ تو ان کی پارٹی نے ان کا لقب طاؤس سے طویس کر دیا۔

تذکرہ نگاروں نے ان کی ہیئت کذائی کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ وہ عجیب الخلقت آدمی تھے۔ اور آنکھوں میں بھینگا پن تھا۔ فن غنا میں اپنے وقت کے مشاہیر تھے۔

منحوسی اور بدبختی میں ضرب المثل تھے۔ لوگ کسی کی نحوست کا ذکر کرتے تھے۔ تو کہتے اشئم عن طویس. یعنی طویس سے زیادہ منحوس اور عجیب اتفاق ہے کہ ان کی پیدائش اس دن ہوئی جس دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

ان کو دودھ اس دن چھڑایا گیا۔ جس دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

اور سیدنا حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن ان کا نکاح ہوا۔

اور پہلا بچہ جس دن پیدا ہوا۔ اس دن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ یا حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

بہر حال طویس کے متعلق کوئی اہم بات اس دن ہوئی جس دن کسی بڑے آدمی کی وفات ہوئی یا شہادت۔ ان وجوہات کے باعث ان کی نحوست زبان پر چڑھ کر ضرب المثل ہوگئی۔

ابو الفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۹۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

باب ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشاہیر عالم اور اُن کا سفرِ آخرت

آنحضرت ﷺ (۵۷۱۔۶۳۲ء)

بانی اسلام، ہادی برحق، خاتم الانبیاء مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، والدہ محترمہ کا نام حضرت آمنہ، والد بزرگوار کا نام حضرت عبداللہ، چچا کا نام ابو طالب اور دادا کا نام عبدالمطلب تھا، اعلان نبوت سے قبل ہی غار حرا میں تشریف لے جاتے جب عمر چالیس سال کو پہنچی تو آپ پر پہلی وحی آئی۔ اس کے بعد دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع کیا مکی زندگی میں آپ ﷺ کی دعوت وتبلیغ کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، پہلا مرحلہ تو بعثت کے بعد سے تین برس تک کا ہے، جو آپ نے بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ گزارا، اس خاموش دور میں حکیمانہ طرز تبلیغ کے نتیجہ میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئے، اس کے بعد یہ سلسلہ پھیلتا چلا گیا اور پوری دنیا میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی کفار ومشرکین کا رویہ حضور ﷺ کے ساتھ ہمیشہ معاندانہ ہی رہا، مگر آپ ﷺ کے حسن سلوک سے دشمنان اسلام بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، آپ کی شفقت اور ستانے والوں کی شقاوت انتہاء کو پہنچ گئی، مگر آپ ﷺ نے یہ سب کچھ برداشت کیا اور کسی کے لئے بددعا نہ کی اسی بناء پر رحمت اللعالمین ﷺ کا لقب پایا آپ ﷺ سب کو ایک نگاہ سے دیکھتے چھوٹے بڑے اور بوڑھے سبھی آپ کے افعال واقوال سے خوش تھے جب آپ ﷺ کے وصال کا وقت آیا تو آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ تین بار نکلے اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اور تیسری مرتبہ روح پاک نے جسم اطہر سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔

حضرت آدم علیہ السلام

ابوالبشر، خلیفۃ اللہ فی الارض، مسجود ملائکہ، آپ کے وجود باجود سے زمین پر انسانیت کی ابتداء ہوئی۔ ۹۶۰ سال عمر پائی۔ ایک قول کے مطابق مکہ مکرمہ کے مشہور پہاڑ جبل ابی قبیس میں مدفون ہوئے آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنا جانشین نامزد فرمایا اور انہیں پانچ وصیتیں فرمائیں:

(۱) دنیا اور اس کی زندگی پر کبھی مطمئن نہ ہونا، میرا جنت پر مطمئن ہونا اللہ کو پسند نہ آیا، بالآخر مجھے وہاں سے نکلنا پڑا۔

(۲) عورتوں کی خواہشات پر کبھی عمل نہ کرنا، میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا، جس پر مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔

(۳) کام کرنے سے پہلے انجام کو خوب سوچ لو، اگر میں ایسا کرتا تو ندامت نہ اٹھاتا۔

(۴) جس کام سے دل میں کھٹک پیدا ہو، وہ نہ کرو، جنت کا درخت کھاتے وقت میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی لیکن میں نے اس کی پروانہ کی۔

(۵) ہر کام سے پہلے صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ کرلو، اگر میں فرشتوں سے مشورہ لے لیتا تو شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

حضرت ابرہیم علیہ السلام:

ابوالانبیاء' آنحضرت ﷺ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، آپ کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے ۲۵۸۵ سال قبل ہے۔ قرآن مجید کی ۲۵ سورتوں میں ۶۳ جگہ آپ کا تذکرہ آیا ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ہر امتحان میں سرخرو ہوئے اللہ تعالیٰ نے مقام خلّت عطا فرمایا اور ''خلیل اللہ'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔ آپ نے ایک سو پچھتر یا ایک قول کے مطابق دوسو سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو تمہارے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سوتم دم مرگ تک اس کو مت چھوڑنا اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔''

حضرت ادریس علیہ السلام:

آپ حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے اور قابیل کے بیٹے ہیں۔ قلم سے لکھنا، سینا پرونا، ناپ تول اور اسلحہ سازی آپ کی ایجادات ہیں۔ قرآن پاک میں دو جگہ آپ کا ذکر آیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے ہوئے۔ آپ کی جو نصائح منقول ہو کر بعد میں آنے والوں تک پہنچیں ان میں چند یہ ہیں:

(۱) خدا کی بے شمار نعمتوں کا شکر ادا کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

(۲) یاد خدا اور عمل صالح کے لئے نیت میں اخلاص شرط ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیۃ کرسی قرآن شریف کا چوتھا حصہ ہے (ثواب کے اعتبار سے)۔ (الجامع)

(۳) دوسروں کو عیش میں دیکھ کر ان پر حسد نہ کرو، اس لئے کہ یہ چند روزہ عیش و عشرت ہے۔

(۴) اپنی ضرورت کی چیزوں سے زیادہ کا طالب حریص ہوتا ہے۔

آپؑ نے آخری عمر میں بحکم خداوندی بابل سے مصر کی طرف ہجرت فرمائی۔ دریائے نیل کے کنارے اپنا مسکن بنایا اور یہیں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی: الصبر مع الایمان با للہ یورث الظفر۔ "اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر فتح مندی کا باعث ہوتا ہے۔"

حضرت اسحٰق علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے چھوٹے بھائی ہیں آپؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال اور سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۹۰ سال سے متجاوز تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام آپ علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، جن کی اولاد میں ساڑھے تین ہزار انبیاء کرام ہوئے۔ آپؑ نے ایک سو ساٹھ یا ایک سو اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں "مدینۃ الخلیل" میں دفن ہوئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ لقب "ذبیح اللہ" ہے، کیونکہ آپؑ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تعمیل و امتثال میں مذبوح جانور کی طرح ہاتھ پیر باندھ کر آپ کی گردن پر چھری چلائی تھی ایک سو چھتیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انتقال سے قبل آپؑ نے خانہ کعبہ کی خدمت اور متعلقہ امور اپنے بڑے صاحبزادے نبیت کے سپرد کئے اپنے چھوٹے سوتیلے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو وصیت کی کہ میری لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے عیص سے کر دینا۔ عرب مورخین کے مطابق وہ اور ان کی والدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا بیت اللہ کے قریب حرم میں مدفون ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام (۸۵۴ ق م)

حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ قرآن کریم نے دو مقامات پر آپؑ کا تذکرہ کیا ہے حضرت الیاس کی قوم مشہور بت بعل کی پرستار اور توحید سے بیزار شرک میں مبتلا تھی۔ آپ علیہ السلام نے انہیں توحید خالص کی طرف دعوت دی۔ آپ کی زندگی زاہدانہ اور فقیرانہ معیشت کی حامل تھی۔ دن بھر تبلیغ حق میں مصروف رہتے اور شب کو یادِ الٰہی کے بعد جہاں جگہ میسر آجاتی ہاتھ کا تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو رہتے۔ بعض مؤرخین حضرت خضر علیہ السلام کی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کی بھی زندگی کے قائل ہیں، کہ وہ قرب قیامت تک زندہ رہیں گے۔ حاکم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ملاقات اور اکٹھے کھانا کھانے کا ذکر بھی کیا۔ علامہ ذہبیؒ نے اس طرح کی روایات کو موضوع قرار دیا ہے تاہم آپؑ کی وفات کے بارے میں تاریخ میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

حضرت ایوب علیہ السلام (۱۳۰۰ ق م تقریباً)

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ دولت و ثروت اور کثرت اہل و عیال کے لحاظ سے بہت خوش بخت اور فیروز مند تھے۔ اپنے بلند مقام کی نسبت سے بڑی آزمائش و ابتلاء سے گزرے اور صابر و شاکر رہے یہاں تک کہ "صبر ایوب" ضرب المثل بن گیا۔ تیرہ سال تک مصائب کے ابتلاء کے بعد اللہ تعالیٰ نے پہلے سے زیادہ انعامات و اکرامات سے نوازا۔ اپنے عدیم النظیر مجاہدہ سے صبر و استقلال، ہمت و برداشت اور رضا بالقضاء کا درس دے کر ۱۴۰ سال کی عمر میں عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔

حضرت داؤد علیہ السلام (وفات ۱۰۱۵ ق م)

بنی اسرائیل نے انہیں بالاتفاق اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اسرائیلیوں کو متعدد فتوحات حاصل ہوئیں ابتداء میں جبرون اسرائیلیوں کا دارالحکومت تھا، جسے اب "الخلیل" کہتے ہیں۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کا شہر فتح کیا، جس کا نام یروشلم رکھا گیا وفات کے وقت اپنے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا:

"طاقتور بن جاؤ اور جرأت مند بنو اور خوف نہ کھاؤ اور نہ ہی دہشت زدگی کا شکار ہو جاؤ خدا کے لئے کام کرو جو میرا بھی خدا ہے، اور تمہارا بھی وہ تمہارا ساتھ دے گا، وہ تمہیں کبھی ناکام نہیں ہونے دے گا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تمام امور جلد انجام دو۔"

حضرت زکریا علیہ السلام:

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کر کے اپنے اور اہل و عیال کے لئے روزی کماتے تھے مشہور قول کے مطابق آپ کو یہود۔ بے بہود نے شہید کیا کس طرح اور کس مقام پر شہید کیا؟ اس میں اختلاف ہے۔ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں وہب بن منبہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہود آپ کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے بعد آپ کو قتل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ علیہ السلام وہاں سے بھاگے، تاکہ ان کے ہاتھ نہ لگ سکیں سامنے ایک درخت آ گیا وہ اس کے شگاف میں گھس گئے یہودی تعاقب کر رہے تھے انہوں نے جب یہ دیکھا تو ان کو نکلنے پر مجبور کرنے کی بجائے درخت پر آرہ چلا دیا جب آرہ زکریا علیہ السلام پر پہنچا تو خدا کی وحی آئی اور زکریا علیہ السلام سے کہا گیا کہ اگر تم نے کچھ بھی آہ و زاری کی تو ہم یہ سب زمین تہہ و بالا کر دیں گے اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو ہم بھی یہود پر فوراً اپنا غضب نازل کریں گے چنانچہ زکریا علیہ السلام نے صبر سے کام لیا اور اف تک نہیں کی۔ یہود نے درخت کے ساتھ ان کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے شہادت کے وقت

عمر ایک سو سال سے زائد تھی بیت المقدس میں دفن کئے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

نبوت و بادشاہت کے جامع تھے، جنات، حیوانات اور ہوا آپؑ کے تابع تھے چرند و پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔قوت فیصلہ کی محیر العقول استعداد تھی۔آپؑ نے ترپن سال کی عمر میں اس حالت میں انتقال فرمایا کہ آپ کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت عظیم الشان عمارات بنانے میں مصروف تھی کہ سلیمان علیہ السلام کو پیغام اجل آپہنچا۔انہوں نے یہ سوچ کر کہ کہیں ''جن'' تعمیر کو ناقص نہ چھوڑ دیں، آبگینہ کا ایک حجرہ بنوایا اور اس کے اندر لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہو گئے اسی حالت میں موت کے فرشتے نے اپنا کام پورا کر لیا تقریباً ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام اسی طرح کھڑے رہے اور جن مشغول تعمیر رہے لیکن جب وہ تعمیر مکمل کر کے فارغ ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی لاٹھی میں دیمک پیدا ہو گئی، اور اس لاٹھی کو چاٹ کر بے جان کر دیا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بوجھ برداشت نہ کر سکی اور آپؑ زمین پر گر گئے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ''مدین'' سے ملتا ہے جس کی اولاد آگے چل کر بہت بڑا قبیلہ بن گئی۔ آپؑ اسی قبیلہ کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمائے گئے حضرت شعیب بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔شیریں کلامی، حسن خطابت اور طرز بیان میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔قوم شعیبؑ شرک و بت پرستی کے علاوہ ناپ تول میں کمی اور خیانت جیسی سماجی برائیوں میں مبتلا تھی۔حضرت شعیب علیہ السلام کی دلسوزی، خیر خواہی اور اتمام حجت کے بعد بھی ایمان نہ لانے کی وجہ سے قوم مدین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا عذاب کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام اہل ایمان افراد کو لے کر بحکم خداوندی مدین سے چلے گئے اور یمن کے علاقے ''حضر موت'' میں جا کر آباد ہوئے۔یہیں ایک سو بیس برس کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔حضر موت کے مشہور شہر ''شیون'' کی مغربی جانب ''شبام'' کے قریب آپ کی قبر ہے، جو زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے درمیان تقریباً ڈھائی سو سال کا عرصہ ہے فرعون، قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں جو تکالیف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اٹھائیں اور ان کی اصلاح حال کے لئے جس قسم کی ایذائیں اور مصیبتیں برداشت کیں ان کی نظیر باستثنائے نبی اکرم ﷺ و حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کسی نبی اور رسول کی زندگی میں نہیں ملتی ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔آپ کی وفات کے وقت حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو پیشکش ہوئی کہ کسی بیل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ بار الٰہی! اس کے بعد کیا انجام ہوگا؟ حضرت حق سے جواب ملا کہ آخر کار پھر موت ہے۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ''اگر طویل سے طویل زندگی کا آخری نتیجہ موت ہی ہے تو پھر وہ آج ہی کیوں نہ آ جائے۔اور دعا کی کہ ''الہ العالمین! اس آخری وقت میں مجھے ارض مقدس کے قریب کر دے۔'' میدان تیہ کے سب سے قریب وادی مقدس کی بستی ''اریحا'' ہے اس میں کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) کے پاس آپ کی قبر واقع ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بڑے بھائی ہیں۔آپؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے ہیں اور تین سال ہی پہلے وفات پائی، حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو بنی اسرائیل کی اصلاح و تربیت اور نگرانی کے لئے میدان تیہ میں ایک عرصہ تک رہے اسی دوران حضرت ہارون علیہ السلام کا آخری وقت آپہنچا میدان تیہ میں ایک پہاڑ ''ہود'' مشہور تھا موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی اپنے بھائی ہارون علیہ السلام اور ان کے بیٹے کو لے کر اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے اور وہاں عبادت خداوندی میں یکسوئی کے ساتھ مصروف رہے پہاڑ کی چوٹی پر ایک تخت جیسا چبوترہ بنا ہوا تھا اس پر ایک درخت کا سایہ تھا۔حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا دل اس جگہ آرام کرنے کو چاہ رہا ہے، بشرطیکہ تم بھی میرے ساتھ آرام کرو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے بھائی کی خواہش کا احترام فرمایا، حضرت ہارون علیہ السلام نے آرام کرنے کے لئے سرزمین پر رکھا، سر رکھتے ہی وقت اجل آ گیا اور آپؑ نے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔تب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی تجہیز و تکفین کے بعد نیچے اترے اور بنی اسرائیل کو ہارون علیہ السلام کی وفات سے مطلع کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والد ماجد ہیں۔آپؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو دین حق پر قائم رہنے کی تلقین کرتے ہوئے بطور تاکید کے پوچھا کہ ''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟'' اولاد نے جواب دیا: ''ہم سب اس کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے۔آپ کے باپ دادا ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کا معبود ہے۔وہی معبود جو یکتا ہے اور ہم سب اسی کی اطاعت گزار ہیں۔'' آپؑ نے ایک سو چوہتر سال کی عمر میں مصر میں وفات پائی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام:

حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا حاصل تھے۔ آپؑ پر فکرِ آخرت کا غلبہ تھا۔ پاکیزہ رو، پاکیزہ خو، مبارک وسعید عابد و زاہد تھے حدیث میں ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی گناہ کیا، نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ پھر بھی خدا کے خوف سے روتے روتے رخساروں پر آنسوؤں کی وجہ سے نالیاں سی بن گئی تھیں۔

آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کو توریت پر عمل کرانے کے لئے وعظ و تذکیر فرمایا کرتے تھے یہودی آپ کی برگزیدگی و مقبولیت اور دعوت الی اللہ کو برداشت نہ کر سکے اور آخر کار انہیں شہید کر ڈالا۔ آپؑ کی شہادت کا سانحہ بیت المقدس میں ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان ہوا اس جگہ ستر انبیاء شہید کئے گئے۔ آپؑ کا سانحہ شہادت ولادت نبوی ﷺ سے ۵۴۱ سال پہلے پیش آیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام:

زندگی بھر مصر کے حکمران اور مختار رہے جب ان کا آخری وقت آیا تو اپنے بھائیوں اور اولاد سے کہا: ”ایک وقت آئے گا جب خدا تمہیں پھر اسی زمین کنعان میں لے جائے گا“ جس کا ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ سے اس نے وعدہ کیا تو جب بھی وہ وقت آئے تم میری نعش اپنے ساتھ لے جانا اور میرے بزرگوں کے پاس دفن کر دینا۔“ چنانچہ ان کے خاندان کے لوگوں نے نعش میں خوشبو بھری اور ایک صندوق میں محفوظ کر دی۔ (پیدائش ۵۰، ۲۴۰)

حضرت یونس علیہ السلام (۷۸۱ ق م)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ بطور ابتلاء ایک قول کے مطابق چالیس دن بحکم خداوندی مچھلی کے پیٹ میں زندہ سلامت رہے۔ اور اسی کے باعث ”ذوالنون“ اور ”صاحب الحوت“ (مچھلی والے) کہلائے زندگی کے آخری ایام میں اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر ”نینویٰ“ میں واقع ایک پہاڑ ”صیہون“ پر تشریف لے گئے یہاں عبادت و یادِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ یہیں آپ کا وقت موعود آیا اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کی قبر ”نینویٰ“ میں ہے۔

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت

خلیفہ اول اور جلیل القدر صحابی، نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا زندگی بھر حضور نبی کریم ﷺ کے دکھ سکھ میں ساتھ دیا اپنے عہد میں جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ کیا، عراق اور شام فتح کیے زندگی کے آخری ایام میں جب مرض نے غلبہ پا لیا تو حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ آئندہ نماز آپ پڑھا دیا کریں بعض صحابہؓ نے عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو طبیب کو بلائیں تو آپ نے فرمایا:

انی فعال لما یرید ترجمہ: وہ کہتا ہے میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔

اس کے بعد جب زندگی کا آخری لمحہ آن پہنچا تو فرمایا رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ترجمہ: اے اللہ مجھے مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ ہی حضرت ابوبکرؓ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابو درداءؓ

۲ھ میں اسلام قبول کیا موت کے وقت فرمایا یہ میرا آخری وقت ہے مجھے کلمہ پڑھاؤ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور پھر آپ اس کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابوذر غفاریؓ حضرت:

(وفات بہ عہد حضرت عثمانؓ) صحابیؓ، اصل نام جندب کنیت ابوذر، اسلام قبول کرنے کے بعد حضور ﷺ کے حکم پر اپنے گھر پہنچے اور اپنی والدہ اور بھائی کو مسلمان بنایا جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیوی نے کہا کہ کفن کے لیے کوئی کپڑا نہیں کیسے کفن دوں گی فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں ایک شخص صحرا میں فوت ہو گا اور آخری وقت میں مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس پہنچے گی انہوں نے کہا ماسوائے میرے سب انتقال کر چکے ہیں تھوڑی دیر بعد چند سوار وہاں پہنچ گئے حضرت ابوذرؓ نے فرمایا مہمانوں کیلئے بکری ذبح کی جائے پھر ان لوگوں کو وصیت فرمائی کہ تم لوگوں میں جو شخص حکومت کا معمولی بھی عہدے دار ہے وہ میری میت کو ہاتھ نہ لگائے اس کے بعد انتقال کیا نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پڑھائی۔

ابو السفیان بن الحارثؓ:

(وفات ۲۰ھ) شاعر اسلام اور حضور ﷺ کے رضاعی بھائی قبولِ اسلام سے پہلے حضور ﷺ کے اصحاب کی ہجو کہا کرتے تھے اسلام میں اگر کوئی داخل ہوتا تو اس سے دوری اختیار کرتے بیس سال تک حضور ﷺ کے بھی دشمن رہے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا جب وفات کا وقت آیا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ کو رونا نہیں کیوں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں کسی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

ابو ہریرہؓ حضرت:

صحابی رسول اللہ ﷺ آپ کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا ہے، بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، مفتی اور فقیہ تھے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث کے راوی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر مقام عقیق میں اپنا گھر بنایا تھا وہیں انتقال فرمایا جب وفات کا وقت قریب آیا تو رونے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ حجر اسود کو روز قیامت لائے گا اس کی دو آنکھیں بھی ہوں گی۔ (الدارمی)

لگے لوگوں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں فرمایا: اما انی لا ابکی علی دنیا کم هذه و لکنی ابکی علی سفری و قلة زادی ،لوگو! میں تمہاری اس دنیا سے چھوٹ جانے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ میرا سفر بہت لمبا ہے اور سامانِ سفر بہت کم ہے اور اب میں ایسے موقع پر ہوں کہ روح نکلتے ہی یا تو جنت میں جانے والا ہوں یا دوزخ میں، میں نہیں سمجھتا کہ مجھے پکڑ کر کس میں لے جایا جائے گا۔

وفات سے قبل یہ وصیت بھی کی کہ میری قبر پر خیمہ نہ لگانا اور جنازے کے ساتھ انگھیٹی نہ لے جانا اور مجھ پر آواز سے نہ رونا اور جنازہ لے جانے میں جلدی کرنا اگر میں صالح ہوں گا تو جلد اپنے رب سے ملوں گا اور بد قسمت ہوں گا تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے دور ہوگا (ابن سعد)

امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت (۶۲۶ _ ۶۸۰ء)

آنحضور نبی کریم ﷺ کے نواسے، اثنا عشریہ کے تیسرے امام ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو میدان کربلا میں جب آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور ہو گیا اور آپ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے تو اس وقت بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پانے والے، رسول اللہ ﷺ کے کندھے پر سواری کرنے والے، نوجوانانِ جنت کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے اگر کچھ کلمات نکلے تو یہی نکلے:

صبرا علی قضائک یا رب لا اله سواک ، ترجمہ: تیرے فیصلے پر میں صابر اور راضی ہوں اے میرے رب تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی آنحضور ﷺ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب تھا ان کی بیوی کہہ رہی تھی "واحزناه" ہائے افسوس تم جا رہے ہو اور وہ کہہ رہے تھے "و اطرباه غداً نلقی الاحبه محمدًا" کیسے مزے کی بات ہے کل کو دوستوں سے ملیں گے۔ حضور اقدس ﷺ سے ملیں گے ان کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی رضی اللہ عنہ، جب حضرت کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے "محبوب (موت) احتیاج کے وقت آیا جو نادم ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ ہمیشہ مجھے فقر غنا سے زیادہ محبوب رہا اور بیماری صحت سے زیادہ پسندیدہ رہی اور موت زندگی سے زیادہ مرغوب رہی مجھے جلدی سے موت عطا کر دے کہ تجھ سے ملوں۔" ان الفاظ کے ساتھ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت (۲۱ھ)

اسلام کے نامور جرنیل اور صحابی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں سیف اللہ کا لقب مرحمت فرمایا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تقریباً تمام اسلامی جنگوں میں شرکت فرمائی اور ہر جنگ میں سرخرو لوٹے سپہ سالارِ اعظم کا جب آخری وقت قریب آیا تو وہ اپنے جسم پر زخموں کے نشانات دکھاتے تھے اور جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو فرمایا "افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گذری اور آج میں بستر مرگ پر جانوروں کی طرح ایڑیاں رگڑ کر جان دے رہا ہوں"

خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ حضرت:

اسلام کے وہ بطل جلیل جو حق کی خاطر تختۂ دار کی منزل سے گزرے۔ شمار قدیم السلام صحابہ میں ہوتا ہے مقام رجیع پر دو سو مسلح نوجوانوں نے ان پر اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا بدعہدی اور اچانک حملے میں چھ سے چار صحابہ شہید اور دو گرفتار ہوئے۔ گرفتار ہونے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ عقبہ بن حارث نے رقم دے کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو اس لیے خرید لیا تا کہ اپنے باپ حارث بن عامر کے بدلے میں انہیں تہ تیغ کر دے چنانچہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دینے کا فیصلہ کیا گیا جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو تختہ دار پر لائے تو آپ نے فرمایا، "اللهم انا قد بلغنا رسالة رسولک فبلغهٗ ما یصنع بنا . یعنی "اے باری تعالیٰ ہم نے تیرے رسول ﷺ کا پیغام پہنچا دیا ہے اب تو اپنے رسول کو اس ساری تفصیل سے آگاہ کر جس سے ہم دوچار ہو کر دنیا سے جا رہے ہیں" تختہ دار پر کھڑے ہو کر انہوں نے اپنی آخری خواہش کا اظہار اپنے آخری کلمات میں کیا وہ کلمات یہ تھے۔

"مجھے قبلہ رُخ کر کے تختہ دار پر کھڑا کیا جائے تا کہ جان نکلنے پر زمین پر گروں تو اس حال میں کہ میرا منہ قبلہ رخ ہو اور میں سجدہ ریز ہوں" دشمن نے ان کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی اور اُن کا رخ قبلہ کی مخالفت سمت میں کر دیا گیا اور پھر انہیں پھانسی دے دی گئی جس وقت آپ کا رُخ قبلہ سے ہٹا کر دوسری طرف کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ قرآنی آیت پڑھی اینما تولوا فثم وجه الله . اور آخری وقت میں چہرہ خود بخود کعبہ کی طرف مڑ گیا۔

سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی، جنگ احد میں جب حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سعد رضی اللہ عنہ کا حال معلوم نہیں ہوا چنانچہ آپ ﷺ نے ایک صحابی کو تلاش کے لئے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے آوازیں بھی دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ مجھے حضور ﷺ نے بھیجا ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ کی خبر لاؤں تو ایک نحیف آواز آئی اور دیکھا کہ وہ سات مقتولین کے درمیان نزع کی حالت میں ہیں جب وہ صحابی قریب پہنچے تو فرمایا "محبوب خدا ﷺ سے میرا اسلام عرض کرنا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ ﷺ کو اس سے بہتر اور افضل بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے اُمتی کی طرف سے بہتر سے

بہتر عطا کیا ہو اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر محبوب خدا ﷺ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی آنکھ بھی چمکتی رہے یعنی زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا۔'' اور یہ کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔

سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ حضرت (شہادت ۹۴ھ)

جب حجاج بن یوسف کے حکم پر آپ کو قتل کیا جانے لگا تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی ''یا اللہ میرے قتل کے بعد اس ظالم کو کسی دوسرے کے قتل پر قادر نہ رکھنا۔''

پھر کلمہ شہادت پڑھا۔

ابھی کلمہ زبان پر جاری تھا کہ جلاّد نے سَر تن سے جدا کر دیا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت (وفات ۵۸ھ عمر ۶۷ سال)

ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آخری زمانہ میں بیمار ہو گئیں چند روز بیماری کا سلسلہ جاری رہا جب آپ سے کوئی خیریت پوچھتا تو فرماتیں ٹھیک ہوں وفات سے قبل آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے حجرہ مبارک میں حضور ﷺ کے برابر دفن نہ کیا جائے کیونکہ وہاں ایک نامحرم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) بھی دفن ہیں مجھے جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ دفن کیا جائے۔

عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ حضرت (وفات ۳۴ھ)

صحابی نزع کے وقت اُن کا شاگرد حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اس نے آپ کی اس حالت کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا حضرت نے رونے سے منع فرمایا اور کہا ''جتنی حدیثیں بیان کی تھیں ان میں ایک رہ گئی ہے اور جب وہ حدیث بیان کی تو روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انتقال ہوا۔

عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت:

صحابی رسول اللہ ﷺ۔ پیدائش مدینہ منورہ۔ آٹھ برس کی عمر میں حضور ﷺ سے بیعت کی سعادت نصیب ہوئی ۲۱ برس کی عمر میں جنگ یرموک میں شریک ہوئے۔ ۲۶ھ میں فتح طرابلس ان ہی کا کارنامہ ہے۔ ۷۲ھ میں جب حجاج بن یوسف فوج ظفر موج لے کر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا تو آپ وہیں پناہ گزین تھے حجاج بن یوسف مکہ معظمہ پر گولے برساتا رہا جس کے نتیجے میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھی فاقہ کشی سے تنگ آ کر حجاج کی صفوں میں شامل ہو جاتے حتی کہ اُن کے دو لڑکے بھی اُن کے ساتھ مل گئے آخری وقت پر اُن کی فوج کا علمبردار قتل ہو گیا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ دس ہزار کے لشکر میں گھس گئے اور تلوار چلانے لگے سامنے سے ایک تیر آیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے سر میں لگا خون جاری ہو گیا لیکن زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

وَلَسنَا علی الاعقاب قَدَمِی کُلومنَا ولکن اَقدَامِنا تقطر دَمَنَا

یعنی ہم وہ نہیں ہیں کہ پیٹھ پھیرنے سے ہماری ایڑیوں سے خون گرے بلکہ ہم وہ ہیں جو سینہ سپر رہتے ہیں اور ہمارے پنجوں پر خون گرتا ہے اس رجز کا ورد کرتے ہوئے شہادت پائی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (وفات ۷۴ھ)

صحابی، نزول وحی سے ایک سال قبل پیدا ہوئے غزوہ خندق، تبوک، موتہ، خیبر اور فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے اور عرب و عجم کے مابین مضبوط رابطہ کی حیثیت رکھتے تھے وفات سے قبل کسی کوفی نے حرم میں مکھی مارنے کا کفارہ پوچھا آپ نے چونک کر اتنا باریک مسئلہ پوچھنے والے سے پوچھا تو کہاں کا باشندہ ہے؟ اس نے کہا کوفہ (عراق) کا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور فرمایا ''تو مکھی کے خون کا کفارہ پوچھنے آیا ہے حالانکہ جگر گوشۂ رسول حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔'' یہ بات کوفی کو سخت ناگوار گزری اور اس نے زہر بجھی تلوار سے آپ پر حملہ کر دیا زخم اتنا کاری تھا کہ افاقہ نہ ہو سکا تو آپ نے اپنے بیٹے سالم کو وصیت فرمائی، ''مجھے حدودِ حرم میں دفن نہ کرنا کہ جس زمین سے ہجرت کی پھر اُسی میں دفن ہوتے اچھا معلوم نہیں ہوتا'' لیکن وفات کے بعد حجاج بن یوسف نے ان کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی اور انہیں فخ میں دفن کیا گیا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت (وصال ۶۵۶ء)

خلیفہ ثالث اور جلیل القدر صحابی، بڑے نرم دل اور سخی تھے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی قوت بڑھانے کے لئے بے دریغ دولت خرچ کی، حضور کی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں آئیں زندگی کے آخری ایام میں کنانہ بن بشر نے پیشانی مبارک پر لوہے کی سلاخ سے ایک دردناک ضرب لگائی تو آپ زمین پر گر پڑے اور فرمایا ''بسم اللہ توکلت وعلی اللہ'' دوسری سلاخ سودان بن حمران نے ماری جس سے خون کا فوارہ بہنے لگا عمرو بن حمق کو یہ سفا کی ناکافی معلوم ہوئی تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سینے پر کھڑا ہو گیا اور جسم مبارک مطہر کو نیزے سے چھیدنے لگا۔ اسی وقت ایک بے رحم نے تلوار چلائی، وفادار بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ سے وار کو روکا، جس سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں اسی کشمکش کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا امیر المومنین (شہادت ۴۰ھ)

صحابی رسول ﷺ، خلیفہ چہارم اور حضور کے چچا زاد بھائی اور داماد، نوجوانوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہجرت کے موقع پر آپ ہی نے لوگوں کی امانتیں واپس کیں ان کے عہد خلافت میں مسلمان خانہ جنگی کا شکار

ہو گئے بہادری، شجاعت اور علم میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کو مسجد کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ابن ملجم نے آپ ؓ پر تلوار کا وار کیا تلوار کا زخم حضرت علی ؓ کی کنپٹی تک پہنچا تھا اور تلوار کی دھار دماغ تک اتر گئی تھی مگر اس کے باوجود آپ تین روز تک زندہ رہے اس دوران کلمہ طیبہ ہی زبان پر جاری رہا اور اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

عمار بن یاسر ؓ حضرت (وفات بعمر ۹۱ سال)

صحابی، جنگ صفین زوروں پر تھی، حضرت عمار ؓ نے دودھ کے چند گھونٹ پی کر فرمایا ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ کا گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہوگا۔'' یہ کہتے ہوئے شامی فوجوں کے کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

عمر فاروق اعظم ؓ حضرت سیدنا:

خلیفہ دوم، امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ؓ نے اپنے دس سالہ دورِ حکومت میں ذمیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ جو سلوک کیا آج کے دور میں مسلمان مسلمان سے نہیں کرتے اس کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ زندگی کے آخری لمحے تک انہیں ذمیوں کا خیال رہا وصال کے وقت حضرت عثمان غنی ؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

''غیر مسلم رعایا کے لیے اللہ اور اُس کا رسول کی ذمہ داری یاد رکھیں میں نے ان سے جو اقرار کیے ہیں ہمیشہ پورے کیے جائیں ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کی جائے اور ان پر کبھی سختی نہ کی جائے۔''

آپ صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک پارسی غلام فیروز کاشانی کے خنجر کے چھ وار سہہ کر تین دن تک بیمار رہنے کے بعد یکم محرم ۲۴ھ کو واصل باللہ ہوئے۔

عمرو بن العاص ؓ حضرت:

صحابی، اسلام کے نامور جرنیل، مصر فلسطین کے چپے چپے پر اسلام کا جھنڈا لہرانے والے اس عظیم جرنیل کی موت کا وقت جب قریب آیا تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے، مٹھیاں کس لیں اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرنے لگے۔

''الٰہی تو نے حکم دیا اور ہم نے حکم عدولی کی، الٰہی تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی الٰہی میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت نہ کروں، طاقت ور نہیں ہوں کہ غالب آ جاؤں، اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہو جاؤں گا، اس کے بعد تین مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی، یکم شوال ۴۳ھ بعد نماز عید الفطر آپ کے صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقطم میں سپرد خاک کیے گئے۔

فاطمۃ الزہرا ؓ حضرت:

حضور کی صاحبزادی، ان کے بارے میں حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد فاطمہ ؓ سے بڑھ کر راست گو کوئی نہیں دیکھا۔

جب آپ ؓ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے جگر گوشوں کو لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئیں اور دو رکعت نماز ادا کی غسل فرمایا دونوں جہاں کے تاجدار ﷺ کا بچا ہوا کفن پہنا اور کہا ''میں اپنے باپ کی چادر اوڑھ کر لیٹتی ہوں، کچھ دیر بعد مجھے آواز دینا اگر میں جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ ساقی کوثر شافع محشر ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچ چکی ہوں۔'' حسب ہدایت ایک گھڑی کے بعد حضرت اسماء ؓ نے آواز دی لیکن کوئی جواب نہ ملا پاس آ کر دیکھا تو لاڈلی بیٹی شفیق باپ ﷺ کے پاس تشریف لے جا چکی تھیں حضور ﷺ کے وصال کے بعد چھ ماہ بعد انتیس برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

معاذ بن جبل ؓ (انتقال ۱۸ھ)

صحابی ؓ، انصار میں ایمان لانے والوں میں اولین فہرست میں شامل تھے متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔

جب حضرت معاذ بن جبل ؓ کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو آپ ؓ نے رونا شروع کر دیا لوگوں نے کہا آپ صحابی ہیں اور علم و فضل میں ممتاز ہیں آپ کو رونے کی کیا ضرورت ہے، آپ نے فرمایا: ''مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم، مجھے صرف عذاب و ثواب کا خیال ہے۔''

حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ

صحابی رسول ﷺ ان کے بارے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''یہ زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید ہیں''

جنگ جمل میں شدید زخمی ہونے کے بعد آخری سانسیں لے رہے تھے کہ ثور بن مجزاۃ کا ان پر گزر ہوا حضرت طلحہ ؓ نے سر اٹھا کر پوچھا کون؟ ثور نے جواب دیا کہ میں حضرت علی ؓ کے سپاہیوں میں سے ہوں، فرمایا ہاتھ بڑھاؤ تمہارے ہاتھ پر حضرت علی ؓ کی بیعت کی تجدید کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے ہاتھ آگے کیا حضرت طلحہ ؓ نے بیعت کے الفاظ دہرائے اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت علی ؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ''طلحہ ؓ تمہاری بیعت کا عہد لیے جنت میں داخل ہوں گے۔''

حضرت سلمان فارسی ؓ

جلیل القدر صحابی، غزوہ خندق کے موقع پر ان ہی کے مشورہ سے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا رومی النسل تھے عربوں میں ان کا کوئی خاندان نہ تھا زبان رسالت ﷺ سے ''سلمان منا اھل البیت'' کا شرف حاصل ہوا یعنی آنحضرت ﷺ نے اعزازاً ان کو اپنے اہل بیت میں داخل کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل نے مجھے آ کر کہا کہ میں تلبیہ زور سے کہوں۔ (مجمع)

حضرت عثمان کے عہد خلافت میں بیمار ہوئے سعد بن ابی وقاص ؓ عیادت کو گئے تو آپ ؓ رونے لگے سعد ؓ نے کہا یہ رونے کا کونسا مقام ہے آنحضرت ﷺ آپ سے خوش تشریف لے گئے حوض کوثر پر ملاقات ہو گی، فرمایا خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے رونا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زادِ راہ سے زیادہ نہ ہوگا حالانکہ میرے اردگرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہیں سعد ؓ کہتے ہیں کہ کل سامان جسے سانپ سے تعبیر کیا تھا ایک بڑا پیالہ ایک لگن اور ایک تسلہ تھا اس کے بعد سعد ؓ نے خواہش کی کہ مجھے وصیت کیجئے، فرمایا کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو، اسی بیماری کے دوران دیگر احباب کو وصیت فرمائی کہ جس سے ہو سکے اس کی کوشش کرے کہ وہ حج، عمرہ، جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے اور فسق وفجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرے آخری وقت آیا تو بیوی سے مشک کی تھیلی منگوائی اور اپنے ہاتھ سے پانی میں گھول کر اپنے چاروں طرف چھڑک دیا اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے تھوڑی دیر بعد واپس ہوئے تو دیکھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ (ابن سعد)

حضرت خالد بن سعید ابن العاص ؓ

آنحضرت ﷺ کے اعلانِ نبوت کی ابتداء ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا حبشہ اور مدینہ منورہ کی ہجرتوں کے باعث "ذوالہجرتین" کہلائے حضرت صدیق اکبر ؓ کے دورِ خلافت میں فُحل کی مہم پر روانہ ہوئے اسی سفر میں ام حکیم نامی خاتون سے نکاح کیا اور مرج صفر پہنچ کر بیوی سے ملنے کی تیاریاں شروع کیں بیوی نے کہا بہتر ہوتا کہ اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملنا ہوتا کہا میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی میں جام شہادت پیوں گا اس لیے لڑائی سے پہلے تمہیں مل لینا چاہتا ہوں چنانچہ میدان جنگ میں رات بیوی کے پاس ٹھہرے، صبح احباب کی دعوت کی دن چڑھے رومیوں نے حملہ کیا حضرت خالد ؓ میدان میں نکلے اور اپنی پیشینگوئی کے مطابق اسی لڑائی میں بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔

حضرت خبّاب بن الارت ؓ (۳۷ھ)

اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہونے کی وجہ سے "سادس الاسلام" کہلائے اس وقت تمام اسلام لانے والے معاندین کے جور وستم اور ظلم و بربریت کا کھلا ہوا نشانہ تھے حضرت خباب ؓ تو غلام تھے ان پر شقاوت و درندگی کی حد کر دی گئی ننگی پیٹھ، دھکتے ہوئے انگاروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا جاتا یہاں تک زخموں کی رطوبت سے انگارے بجھ جاتے مرض الموت میں لوگوں نے تشفی دیتے ہوئے کہا کہ جلد ہی آپ اپنے ساتھیوں سے ملنے والے ہیں یہ سن کر رقت طاری ہوگئی فرمایا کہ "میں موت سے نہیں گھبراتا تم لوگوں نے ایسے ساتھیوں کی یاد دلادی جو دنیا سے اجر کے مستحق بن کر رخصت ہوئے مجھے خوف ہے کہ کہیں ثواب آخرت کے عوض یہ دنیا نہ مل گئی ہو" یہ وصیت بھی فرمائی کہ مجھے شہر سے باہر دفن کیا جائے چنانچہ آپ پہلے صحابی ؓ ہیں جن کی قبر کوفہ سے باہر ویرانہ میں بنی۔

سعد بن ابی وقاص ؓ

عشرہ مبشرہ میں سے ہیں رشتہ میں آنحضرت ﷺ کے ماموں لگتے ہیں آپ ﷺ کے ماموں لگتے ہیں آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں فرمایا تھا "یہ میرے ماموں ہیں کوئی مجھے ان جیسا اپنا ماموں تو دکھائے" غزوہ احد میں زبانِ رسالت ﷺ سے ان کے بارے میں یہ تاریخی الفاظ سرمایۂ سعادت ہیں "سعد تم تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں" جب آپ ؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ ؓ نے ایک پرانا اُونی جُبہ طلب فرمایا اور کہا "مجھے اس میں کفن دینا بدر کے روز میں نے اسی کو پہن کر لڑائی میں حصہ لیا تھا اور آج ہی کیلئے میں نے اسے چھپا رکھا تھا۔"

حضرت انس ؓ بن مالک ؓ

رسول اکرم ﷺ کے خادم خاص، سو سال کے قریب عمر پائی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے شاگرد ثابت بنانی سے فرمایا کہ "میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا بال مبارک ہے وہ لے آؤ اور اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو" انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور اسی حالت میں آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت انس بن النضر ؓ

حضرت انس بن مالک ؓ کے چچا ہیں، غزوہ احد میں جب بھگدڑ مچی تو چند ایک افراد کے سوا صحابہ کرام ؓ میدان چھوڑ کر چلے گئے ان چند افراد میں حضرت انس بن النضر ؓ بھی ہیں اسی حال میں حضرت سعد بن معاذ ؓ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، حضرت انس ؓ نے جواب دیا "مجھے احد کی جانب سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے" یہ کہہ کر مشرکین کے مجمع میں گھس گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے بدن پر ۸۰ سے زیادہ زخم آئے تھے کافروں نے ان کا بھی مثلہ کیا تھا بہن نے انگلی کے پور سے اپنے بھائی کی لاش پہچانی۔

حضرت عُمیر بن حمام ؓ

بدری صحابہ ؓ، بلکہ غزوہ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز پایا زبانِ رسالت مآب ﷺ سے شہدا کیلئے جنت کی خوشخبری سنی تو عرض کیا "یا رسول اللہ میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اہل جنت میں ہوں گا" ارشاد فرمایا "فانک من اھلھا" بے شک تو اہل جنت میں سے ہے۔

ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں نکال کر کھانے لگے مگر معاً کہنے لگے کہ ان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادائیگی حج میں جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کیا پیش آئے گا۔ (الکنز)

کھجوروں کو ختم کرنے تک تو بہت دیر ہو جائے گی کھجوریں پھینک دیں اور کفار کی صفوں میں گھس گئے اور تھوڑی ہی دیر میں شہادت کے شرف سے مشرف ہو گئے۔

حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ

غزوہ احد میں حضور ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئے زندگی کی کچھ رمق باقی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں لا کر حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیا انہوں نے اپنا سر حضور ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

احد کے روز آنحضرت ﷺ نے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ لاؤ اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو میری طرف سے سلام کہنا اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ پوچھ رہے ہیں تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں تلاش کیا، دیکھا تو جسم پر نیزوں اور تیروں کے ستر سے زائد زخم ہیں رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا اور پوچھا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے حضور ﷺ کے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کرنا "انی اجد ریح الجنة" میں جنت کی خوشبو سونگھ رہا ہوں" اور میری قوم انصار سے کہنا کہ اگر تمہارے جیتے جی دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے تو تم اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ پیش کر سکو گے۔"...... یہ کہہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت عمرو بن ثابت عرف اصیرم انصاری رضی اللہ عنہ

احد کی لڑائی سے کچھ دیر پہلے ایمان لائے حتیٰ کہ ان کے خاندان کے مسلمانوں کو بھی ان کے ایمان کی خبر نہ تھی شہیدوں کو جمع کیا جا رہا تھا تو ان میں زخموں سے چور عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی نظر آئے دیکھنے والے حیران ہوئے کہ یہ کہاں؟ پوچھا کہ تمہیں کیا چیز یہاں لے آئی؟ قومی غیرت اس کا موجب بنی یا اسلام کی رغبت؟ جواب دیا اسلام کی رغبت، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ مل کر لڑتا رہا یہاں تک کہ میرا یہ حال ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو یہ کہتے ہی جاں بحق ہو گئے، لوگوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تو ارشاد فرمایا، "هو من اهل الجنة" وہ اہل جنت میں سے ہے۔

اسود حبشی رضی اللہ عنہ

ان کا شمار ان خوش بخت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جن کی وفات پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رشک کیا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو ہم پر صورت، رنگ اور نبوۃ کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے اگر میں بھی اس ذات پر ایمان لاؤں جس پر آپ ﷺ ایمان لائے اور میں اس طرح کے اعمال کروں جیسے آپ ﷺ کرتے ہیں تو کیا مجھے جنت میں آپ ﷺ کی معیت نصیب ہوگی" آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! آپ ﷺ کا ارشاد سن کر وہ فوراً ایمان لے آئے پھر نبی ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اسود رضی اللہ عنہ کے چہرے کی چمک جنت میں ہزار سال کی مسافت سے معلوم ہوگی۔"

یہ سن کر اسود رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا اور وہ فرط مسرت سے روتے روتے اسی وقت جاں بحق ہو گئے پھر رسول اکرم ﷺ نے ان کی تدفین کی اور آپ ﷺ نے انہیں خود قبر میں رکھا۔

خیثمہ بن حارث رضی اللہ عنہ انصاری:

ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، غزوہ بدر کے موقع پر حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم گھر پر رہو میں جہاد کیلئے جاتا ہوں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر جنت کے علاوہ کوئی اور معاملہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کو اپنے پر ترجیح دیتا مگر اب یہی عرض کروں گا کہ آپ گھر پر ٹھہریئے اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے دیجئے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے رتبہ شہادت پر فائز کریں گے۔ لیکن حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ نے جہاد پر جانے کیلئے اصرار کیا، آخر اس بات پر فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہی جائے، قرعہ ڈالا گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا نام نکلا چنانچہ اس غزوہ میں انہیں ہم رکابی رسول اکرم ﷺ کے شرف کے ساتھ ساتھ شرف شہادت بھی نصیب ہوا۔

اگلے سال غزوۂ احد کیلئے رسول اکرم ﷺ کے ہم رکاب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ تھے جو بہادری سے لڑے اور جام شہادت پی کر شہید بیٹے کے پاس جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ

ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے ایمان قبول کرنے کی سعادت ملی بدر و احد میں شرکت کا شرف حاصل ہوا آنحضرت ﷺ نے تبلیغ دین کیلئے نجد کی طرف ستر (۷۰) قراء کی جو جماعت روانہ فرمائی تھی ان میں حضرت حرام بن ملحان انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس عامر بن طفیل کے نام آنحضرت ﷺ کا ایک والا نامہ بھی تھا۔ جب آپ نے وہ والا نامہ اسے دیا تو اس بد بخت نے پڑھنا تک گوارا نہ کیا اور ایک آدمی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جو ان کے جسم کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے خون کا چلو بھر کر اپنے چہرے اور سر پر چھڑکا اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے فُزْتُ و ربِّ الکعبة (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) ساتھ ہی زمین پر گر پڑے اور جام

شہادت پی کراللہ تعالیٰ کے جوارِ رحمت میں پہنچ گئے۔

عبداللہ بن ثابت انصاری ؓ

ہجرت سے کچھ عرصہ قبل مشرف بہ اسلام ہوئے کسی غزوہ کیلئے عازم سفر تھے کہ سخت بیمار ہو گئے رسول اکرم ﷺ عیادت کیلئے تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن ثابت ؓ بے ہوش پڑے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے پکارا، مگر وہ بے ہوشی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکے آپ ﷺ نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا ''اے ابوالربیع تم ہم سے جدا کر لیے گئے'' حضرت عبداللہ ؓ کی بیٹی نے عرض کیا یارسول اللہ! خدا کی قسم ہمیں امید تھی کہ یہ شہید ہوں گے کیونکہ انہوں نے اپنے جہاد کا سامان بالکل تیار کر لیا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کی نیت کے مطابق ان کو ثواب دے دیا'' حضرت عبداللہ بن ثابت ؓ نے اسی بیماری میں وفات پائی، ان کے کفن کیلئے آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک عطا فرمایا اُسی میں کفنائے گئے۔

عبداللہ بن حنظلہ انصاری ؓ

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر سات برس تھی اس لیے ان کا شمار صِغار صحابہ میں ہوتا ہے عبادت و ریاضت اور خشیت الٰہی کا غلبہ تھا دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ سونے کیلئے کوئی بستر نہ بنایا تھا نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتے اور اپنی چادر اور ہاتھ کا تکیہ بنا کر کچھ دیر سو لیتے ایک مرتبہ کسی کو یہ آیت پڑھتے سنا **لھم من جھنم مھاد ومن فوقھم غواش و کذلک نجزی الظلمین** (ان کیلئے بچھونا بھی آتش جہنم کا ہوگا اور اوڑھنا بھی اور ظالم کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں) تو بے اختیار رونے لگے اور اس قدر روئے کہ لوگوں کو خیال ہوا کہ ان کی جان نکل جائے گی، پھر کھڑے ہوئے لوگوں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن بیٹھ جایئے انہوں نے جواب دیا ''دوزخ کے ڈر سے میرے لیے بیٹھنا محال ہو گیا ہے شاید میں بھی ان لوگوں میں سے ہو(جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے)۔

یزید نے اپنے دور حکومت میں مدینہ منورہ پر اقتدار مستحکم کرنے کیلئے فوج بھیجی تو مدینہ کے انصار نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کی قیادت میں شامی فوجوں کا مقابلہ کیا حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ کے آٹھ بیٹے تھے۔ انہوں نے ایک ایک کر کے سارے بیٹوں کو آگے بڑھایا اور وہ سب مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ آخر میں حضرت عبداللہ ؓ نے اپنی تلوار کی میان توڑ ڈالی اور تلوار چلاتے ہوئے شامی فوجوں میں گھس گئے دیر تک لڑتے رہے بالآخر جام شہادت نوش کیا۔

عبداللہ بن سعد ؓ

مشہور صحابی حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح ؓ کے حقیقی بھائی ہیں فتح مکہ سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے کچھ عرصہ کتابت وحی کا شرف بھی حاصل رہا بعد میں ایک غلطی کی وجہ سے مدینہ منورہ سے بھاگ کر مشرکین کے ساتھ مل گئے رحمت خداوندی نے دستگیری کی اور فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے ان کی معافی قبول فرمائی بعد ازاں اسلام کیلئے مخلصانہ خدمات انجام دیں اور ۵۹ھ تک بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا زندگی کے آخری دنوں میں عسقلان (مصر) میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت عبداللہ ؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے ''**اللھم اجعل خاتمتی علی الصلوۃ**'' الٰہی میرا خاتمہ نماز کی حالت میں فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی ایک دن انہوں نے فجر کی نماز پڑھی دوسری رکعت تمام کر کے بائیں طرف سلام پھیر رہے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا اور اسی حالت میں انتقال کر گئے۔

عبداللہ بن یاسر ؓ

دعوت اسلام کے آغاز میں ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا آپ ؓ کے پورے خاندان کو اسلام لانے کی پاداش میں بے رحمانہ جبر وستم کا سامنا کرنا پڑا آپ ؓ اپنے والد حضرت یاسر ؓ اور والدہ حضرت سمیہ ؓ کے ساتھ مشرکین کا ظلم وستم سہتے سہتے خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے روایات کے مطابق آپ ؓ کی والدہ حضرت سمیہ ؓ کو ابوجہل قبول حق کے جرم میں سخت اذیتیں پہنچاتا رہتا تھا ایک دن اس ظالم نے حالتِ غضب میں ان کو برچھا مارا جو جسم کے نازک حصہ پر لگا جس سے وہ جاں بحق ہو گئیں اس طرح انہیں اسلام کی پہلی شہید بننے کا شرف حاصل ہوا پھر ایک دن ظالم ابوجہل نے حضرت عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا کچھ عرصہ بعد بوڑھے اور ناتوان یاسر ؓ بھی اذیتیں سہتے سہتے وفات پا گئے ایک روایت میں ہے کہ کفار نے انہیں بھی برچھی مار کر شہید کیا ہرصورت ان تینوں مظلوموں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے وفا کی لاج رکھتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں حضرت عبداللہ ؓ کے دوسرے بھائی عمار بن یاسر ؓ نے بھی راہ حق میں بے شمار مصائب جھیلے تاہم ان کی شہادت جنگ صفین میں ہوئی۔

مالک بن سنان حذری ؓ

حضرت مالک بن سنان ؓ ان انصار صحابہ میں سے ہیں جو ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کر چکے تھے حضرت مالک ؓ کسی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے چنانچہ اگلے سال ۳ھ میں غزوہ احد میں بڑے جوش وجذبہ کے ساتھ شریک ہوئے لڑائی کا آغاز ہوا تو حضرت مالک ؓ سربکف ہو کر لڑے رسول اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تو حضرت مالک ؓ نے آگے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کی بجائے اسے چوس کر نگل لیا یہ دیکھ کر حضور

ﷺ نے فرمایا ''جوشخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کے خون میں میرا خون شامل ہوگیا ہے تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔'' اس کے بعد دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۵۶ھ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا شمار ان عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں بارگاہِ رسالت میں خاص مقام حاصل تھا۔ علوم قرآن وسنت سے خوب بہرہ یاب ہونے کے علاوہ توراۃ وانجیل پر بھی گہری نظر رکھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلافات نے جب جنگ کی شکل اختیار کرلی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس خانہ جنگی کے سخت خلاف تھے لیکن والد گرامی کے حکم سے مجبور ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوگئے تاہم وہ قسم اُٹھا کر فرماتے تھے کہ میں نے لڑائی میں نہ تو تلوار اٹھائی نہ کوئی تیر چلایا اور نہ برچھی سے کسی کو زخمی کیا، ۶۵ھ حضرت عبداللہ مصر کے شہر ''فسطاط'' میں مقیم تھے کہ وقت آخر آپہنچا جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی فوجیں مصر پر قبضہ کیلئے برسرِپیکار تھیں لڑائی اس قدر شدید تھی کہ جنازہ کو قبرستان پہنچانا مشکل تھا اس لیے لوگوں نے انہیں گھر کے اندر ہی قبر کھود کر دفن کردیا۔ حدیث کی کتابوں جو ''عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ'' الخ کی سند آتی ہے اس سے مراد آپ رضی اللہ عنہ کے مجموعہ حدیث ''الصادقہ'' کی احادیث ہیں، جو آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت شعیب اور ان کے بعد ان کے صاحبزادے عمروؒ کو ملا انہوں نے اپنے والد کے واسطے سے اسی صحیفے کی حدیثیں روایت کی ہیں۔

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار ہوتے ہیں بیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والوں میں حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں نہایت عابد وزاہد حق گو اور دنیا کے ہنگاموں سے نفور تھے خشیۃ الٰہی کا غلبہ تھا زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ ''اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دنیا سے نہیں اٹھائے گا'' اُن کی یہ امید پوری ہوئی حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن آدھی رات گئے نماز میں مشغول تھے قریب ہی ان کی بیٹی سورہی تھیں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ والد گرامی فوت ہوگئے ہیں گھبرا کر اٹھیں اور آواز دی ''اباجان اباجان'' انہوں نے جواب دیا ''بیٹی نماز پڑھ رہا ہوں'' تھوڑی دیر بعد پھر آواز دی تو کوئی جواب نہ ملا پاس جاکر دیکھا تو سجدے میں پڑے ہوئے تھے لیکن روح عالم بالا کو پرواز کرچکی تھی انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمان ہوئے علم وفضل کے بلند مقام پر فائز تھے آنحضرت ﷺ نے کمال عقل ودانش کی بناء پر انہیں قبیلہ مزینہ کا قاضی مقرر فرمایا، حضرت معقل رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتہائی بیمار ہوگئے اور جانبر ہونے کی امید نہ رہی اسی حالت میں عبیداللہ بن زیاد آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے آیا دوران گفتگو اس سے فرمایا میرا آخری وقت ہے میرے سینے میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث مبارک محفوظ ہے وہ اچھی طرح سُن لو، میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''جوشخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے اگر اس نے گلہ بانی میں خیانت کی (رعایا کے حقوق ادا نہ کیے یا ان پر ظلم کیا) تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کردیں گے۔'' اسی بیماری میں آپ رضی اللہ عنہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت عبیدہ بن الحارث غزوہ بدر میں شدید زخمی ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں اٹھا کر حضور ﷺ کے پاس عریش میں لائے حضور ﷺ نے ان کے چہرے سے غبار صاف کیا اور زخم کی پٹی کی انہوں نے اپنے زخموں کی شدت کے باعث آنے والے وقت کا ادراک کرتے ہوئے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم شہید ہو اور میں تمہاری شہادت پر گواہ ہوں اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی آنحضرت ﷺ نے ان کو وادی صفرا میں دفن فرمایا اور آپ ﷺ خود قبر میں اترے ان کے علاوہ آپ ﷺ کسی کی قبر میں نہیں اُترے۔

علماء کرامؒ

احمد رضا خاں بریلوی مولانا (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء)

عالم دین اور مفسر قرآن چودہ پندرہ برس کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فراغت حاصل کی اور حضرت شاہ آل رسول کے دست حق پر بیعت کی۔ بے شمار کتابیں لکھیں جن میں قرآنِ پاک کا ترجمہ بھی شامل ہے۔ وفات سے ۲ گھنٹے ۴۷ منٹ قبل وصیت نامہ لکھوایا جس میں یہ باتیں بھی شامل تھیں: رضا حسین، حسنین اور تم (صاحبزادوں سے خطاب) سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے۔ والسلام۔

ابن تیمیہ امام (۶۶۱۔۷۲۸ھ)

عالم حدیثِ رسول ﷺ وہ نہ صرف قلم وزبان کے مردِ میدان تھے بلکہ تلوار کے بھی دھنی تھے آخری ایام میں انہیں قید میں ڈال دیا گیا۔ (جس کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو غنی ہوجاؤ گے اور سفر کرو تندرست ہوجاؤ گے۔ (تلخیص)

عرصہ چار ماہ اور کچھ دن ہے) ان اسیری کے ایام کے دوران انہوں نے ۸۱ بار قرآن پاک ختم کیا اور بیاسی ویں کی تلاوت میں جب ستائیسویں پارے کی اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر ۵۴-۵۵)

ترجمہ: (بے شک نیک لوگ اللہ کے قریب نہروں اور باغوں میں رہ کر مقام عزت حاصل کریں گے۔) ان الفاظ کی ادائیگی کے فوراً بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور رُوح قفسِ عنصری میں پھڑ پھڑانے لگے اور ہونٹ ہلنے لگے پھر ایک ہچکی لی اور رُوح اپنے مرکز کی جانب پرواز کرگئی۔

ابوالحسن خرقانیؒ حضرت

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمانے لگے، کاش میرا دل لوگوں کو چیر کر دکھا دیا جاتا تا کہ وہ جان لیتے کہ اللہ کے ساتھ بُت پرستی ٹھیک نہیں ہے، عین رحلت وصیت فرمائی کہ ''میری قبر تیس گز نیچے کھودنا کیوں کہ یہ زمین بسطام کی زمین سے نیچی ہے تا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر سے میری قبر اُونچی نہ ہو اور بے ادبی نہ سمجھی جائے۔''

ابوالحسن نوریؒ:

حضرت سری سقطیؒ کے مرید، زبردست عبادت گزار تھے ایک روز جنگل میں جا رہے تھے کہ جنگل میں ایک نابینا شخص دیکھا جو اللہ اللہ کر رہا تھا فرمایا ''تو اللہ کو کیا جانتا ہے، اگر جانتا ہے تو بتا کہ تو زندگی کیونکر بسر کرتا ہے۔'' یہ کہتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش آیا تو نعرے مارتے ہوئے جنگل میں گھستے چلے گئے، جنگل کانٹوں سے بھرا ہوا تھا جنہوں نے آپ کے جسم کو زخمی کر دیا جو قطرہ زمین پر گرتا وہ کلمہ شریف کا نقش بن جاتا کچھ دیر بعد گھر آئے تو وقت قریب آ چکا تھا، حضرت ابونصرؒ نے فرمایا، کلمہ پڑھو! فرمایا ''وہیں تو جا رہا ہوں۔'' یہ کہا اور جاں بحق ہو گئے۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری حضرت مولانا (۱۸۹۶-۱۹۶۱)

عالمِ دین، تحریکِ آزادی میں بھرپور حصہ لیا، مسجد وزیر خان میں خطابت کے منصب پر فائز رہے وفات سے چند ثانیے قبل یہ شعر پڑھا:

حافظ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا
تو شد فنائے حمد، حمد بود بقائے تو

ابوالرضا محمد شیخ (وفات ۱۱۰۰ھ)

حضرت شاہ ولی اللہ کے تایا اور عالمِ دین، وفات سے دو تین روز قبل کھانا کھانے سے طبیعت اُکتا گئی اور دل میں حد درجہ کی بے تعلقی پیدا ہوگئی، عصر کی نماز کا وقت ہوا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھی، واپس آ کر رسالہ مقامات حضرت خواجہ نقشبندؒ طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ پڑھا، اس حالت میں ایک صاحب نے پان پیش کیا آپ نے اس میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر تناول فرمائے اور سرہانے پر تکیہ لگایا، اسی گھڑی رُوح آپ کے بدن سے مفارقت کرگئی۔

ابوالوفاء بن عقیلؒ:

حضرتؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو گھر والوں نے رونا شروع کر دیا کہنے لگے کہ پچاس سال سے تو اس کو ہٹا رہا ہوں اب کہاں تک ہٹاتا جاؤں اب تم مجھے چھوڑ دو اب میں اس کی آمد پر اس کو مبارک باد دیتا ہوں۔

ابوبکر شبلیؒ حضرت:

صوفی بزرگ، منصور حلاج کے دوست اور حضرت جنید بغدادیؒ کے رشتہ دار، موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا لا اِلٰہ اللّٰہ پڑھیے، فرمایا جب غیر اللہ ہے ہی نہیں تو میں نفی کس کی کروں حاضرین نے کہا کلمہ پڑھنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ پھر ایک شخص نے با آواز بلند کلمہ شہادت کی تلقین کی تو فرمایا، ایک مُردہ شخص زندہ کو تلقین و نصیحت کرنے آیا ہے ذرا دیر بعد لوگوں نے پوچھا کہ حضرتؒ آپ کا کیا حال ہے فرمایا، ''میں اپنے محبوب حقیقی تک پہنچ چکا ہوں'' یہ کہتے ہوئے رُوح پرواز کرگئی۔

ابوسلیمانؒ دارائی حضرت

شام کے قصبہ دار کے باشندے تھے اس لیے دارائی کہلائے، تمام زندگی فقر و فاقے میں بسر کی، جب انتقال کا وقت قریب آیا تو مریدوں نے عرض کیا کہ ہمیں بشارت دیجئے اس لیے کہ آپ تو ربِ قدیر کے دربار میں تشریف لے جا رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ ''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اُس کی بارگاہ میں جا رہے ہو جو گناہِ کبیرہ پر عذاب کرتا ہے اور گناہِ صغیرہ کا حساب لیتا ہے'' یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

ابویعقوبؒ نہر جوری

ابوالحسن مزیؒ کہتے ہیں کہ ابویعقوبؒ نہر جوری کا جب انتقال ہونے لگا نزع کے وقت میں لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ تلقین کیا تو میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے، ''تلقین کرتے ہو اُس ذات کی عزت کی قسم جس کو کبھی موت نہیں آئے گی، میرے اور اس کے درمیان صرف اُس کی بڑائی اور عزت کا پردہ ہے اور بس'' یہ کہتے ہی رُوح پرواز کرگئی۔

ابویوسفؒ امام حضرت (۱۱۳-۱۸۲ھ)

امام اعظمؒ کے ممتاز شاگرد، وہ تین عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون کے قاضی رہے اور ہارون الرشید نے تو انہیں قاضی القضاۃ اور اور وزیر عدل بھی مقرر کیا تھا لیکن انہوں نے عدل کے معاملے میں کسی جانبداری کو کبھی

قبول نہ کیا اور متعدد فیصلے ہادی اور ہارون کے خلاف بھی دیئے جب اُن کی موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا: ''یا الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان تھا، خودرائی سے کام نہیں لیا اور نہ خلاف واقعہ فیصلہ دیا ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ جو فیصلہ دوں وہ تیری کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ہو اللہ تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ پاکدامن رہا اور کبھی ایک درہم بھی جان بوجھ کر حرام نہیں کھایا۔''

احسان احمد شجاع آبادی قاضی:

مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے سربر آوردہ رہنما، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تلمیذ خاص اور خطیب، اور مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری کے مرید باصفا، قاری نورالحق قریشی کا بیان ہے: وقتِ آخر فرمایا ''دیکھو مجھے جنت نظر آ رہی ہے، خوشبو محسوس کر رہا ہوں دُور دراز تک باغات ہی باغات ہیں۔'' پھر کلمہ شریف پڑھا اس کے بعد کہا ''مجھے سیدھا کر کے لٹا دو اور میری ٹانگیں بھی سیدھی کر دو۔'' ان کی بند آنکھیں اچانک کھلیں اور متحرک ہو کر بند ہو گئیں سانس کے رُک رُک کر چلنے کی آواز اچانک ختم ہو گئی، چہرہ جو ضعف و نقاہت کی وجہ سے سوکھ چکا تھا ایک دم کھِل گیا اور آنکھیں جو ضعف کی وجہ سے اندر دھنس چکی تھیں سُرمیلی ہو کر پھیل گئیں میں ان اچانک تبدیلیوں کی وجہ سے سکتہ میں آ گیا اور اسی حالت میں وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔''

احمد بن ابوالحسن رفاعی حضرت شیخ (وفات ۵۷۰ھ)

وفات کے وقت زبان مبارک پر کلمہ شہادت جاری تھا۔

احمد حسن امروہیؒ مولانا سیّد (۱۲۶۷۔۱۳۳۰ھ)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شیخ محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگرد شیخ المشائخ سید امداد اللہ مہاجر مکی کے مُرید اور خلیفہ، طبیب کی حیثیت سے بھی مشہور تھے مرض طاعون میں انتقال کیا، انتقال سے کچھ دیر پہلے لیٹے لیٹے وعظ کیا جب رُوح نے قفس عنصری سے پرواز کی تو یہ کلمات زبان پر جاری تھے۔ سبحان اللّٰہ و بحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم.

احمد حسینؒ قاری (۱۹۱۴۔۱۹۶۰ء)

عالم دین، قیام پاکستان کے بعد گجرات تشریف لائے اور پھر وفات تک وہیں رہے، تحریک آزادی میں حصہ لیا وفات کے وقت اُن کی زبان پر آخری کلمہ اَدْرِکْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ جاری تھا کہ رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

احمد علی لاہوری، حضرت مولانا (۱۸۸۷۔۱۹۶۲ء)

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی کے خلیفہ اعظم، سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے بلند پایہ شیخ، شیرانوالہ گیٹ کی مسجد میں چالیس سال تک درس قرآن حکیم دیا اور لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا، برصغیر کی جدوجہد آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا، کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اکثر فرمایا کرتے تھے: میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا وہ مجھے دیا میں اُس سے راضی ہوں جب بلائے میں حاضر ہوں، آخری ایام میں جو خطبات دیئے ان سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ چند دنوں کے مہمان ہیں ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ کو مغرب تک کی نمازیں ہوش کی حالت میں ادا کیں اگرچہ بے ہوشی طاری ہوتی رہی تاہم نماز کے وقت ہوش میں آ جاتے، اسی دن رات کے ۹:۳۰ بجے عشاء کی نیت اور سجدہ ریزی کی حالت میں سبحان ربی الاعلیٰ کا ورد کرتے ہوئے وصال ہو گیا۔

اسمٰعیل شاہ شہید (۱۷۸۱۔۱۸۳۱ء)

شہید بالاکوٹ سید احمد شہیدؒ کے مرید باصفا، اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے تھے اُن کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ مسلمانانِ ہند دوسرے ممالک کے مسلمانوں سے بہت پیچھے ہیں اس سے ان کے جوش ملّی کو انگیخت ہوئی اور انہوں نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا اور انہیں یکجہتی کا پیغام دیا، جس کے نتیجے میں دو سال کے قلیل عرصہ میں معزز مسلمانوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہو گئی، ۱۸۲۶ء میں انہوں نے سکھوں کے خلاف اعلان جنگ کیا، جنگ کے آخری ایام میں وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اُن کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا انہیں ناس سُونگھنے کی عادت تھی شہادت سے تھوڑی دیر پہلے ناس سونگھ کر ڈبیا پھینک دی اور کہا کہ بس یہ آخری سونگھنا ہے۔ اس کے بعد شہید ہو گئے۔

الف ثانیؒ حضرت مجدد (۹۷۱۔۱۰۳۱ء)

برصغیر کے ممتاز صوفی بزرگ، سلسلہ نسب ۲۷ واسطوں سے امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ سے جا ملتا ہے۔ نامور اساتذہ سے تعلیم حاصل کی جن میں مولانا کمال الدین کشمیریؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، مولانا عبدالرحمٰنؒ شامل ہیں، خواجہ باقی باللہ سے بیعت ہوئے اکبر نے نظر بند رکھا جہانگیر نے آپ کو سجدہ کا حکم دیا لیکن انہوں نے انکار کیا وصال سے تھوڑی دیر پہلے آپ کے سانس کی رفتار تیز ہو گئی تو خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعیدؒ نے گھبرا کر حال پوچھا فرمایا، میری حالت خوب ہے، عرض گزار ہوئے حضور کونسی خوبی نظر آ رہی ہے، فرمایا ''دو رکعت نماز کہ کردیم کافیست''، یعنی جو دو رکعت نماز میں نے ادا کی کافی ہے، اس کے بعد کسی سے گفتگو نہ کی اور رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اشرف علی تھانوی حکیم الامت حضرت مولانا (م ۱۳۶۲ھ۔۱۹۴۳ء)

شیخ العرب و العجم حضرت حاجی امدد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ برحق ،

تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔ حالت نزع میں مولانا ظفر احمد صاحب خواہرزادہ حضرت اقدسؒ برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے بوقتِ نزع یہ دیکھا گیا کہ جب سانس زور سے اُوپر کو ذکر اللہ کے ساتھ آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی پھر دوسرے سانس میں وہ چمک غائب ہو جاتی تھی۔ آخری غشی سے پہلے چھوٹی پیرانی صاحبہ سے فرمایا کہ "آج تو ہم جارہے ہیں" انہوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی؟"

الٰہی بخش مولانا حافظ (۱۷۶۸۔۱۸۳۷ء)

عالمِ دین اور ممتاز طبیب خلافت کبریٰ اپنے والد مکرم سید حافظ نور اللہ سے حاصل کی صاحب کرامت تھے بعمر اکہتر برس تلاوت قرآن مجید میں مصروف تھے جب یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله و الله مع الصابرين، تو جاں بحق تسلیم کی مزار ساہن پال گجرات میں ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۱۸۔۱۷۰۷ء)

مغل بادشاہ، کلام مجید لکھ کر اور ٹوپیاں بنا کر اپنی روزی پیدا کرتا تھا بادشاہی مسجد لاہور کی تعمیر ان کا اہم کارنامہ ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے جب اپنی زندگی کا چراغ ٹمٹماتا ہوا دیکھا تو انہوں نے فوراً کام بخش کو طلب کیا اور اُسے بے جاپور کا صوبہ مرحمت فرما کر حکم دیا کہ وہ اسی وقت دولت سرائے شاہی سے بیجاپور کا قصد کرے تین دن کے بعد عالمگیر نے اپنے منجھلے لڑکے محمد اعظم شاہ کو مالوہ کا صوبہ عطا کیا ابھی شہزادہ اعظم شاہ تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ شہنشاہ موت کی دست بُرد میں آ گیا انہوں نے عالم بے ہوشی میں اَللّٰھُمَّ لَبَّیک کہا اور ہمیشہ کے لیے ابدیت کی راہ لی، یہ جمعہ کا دن تھا اورنگ آباد حیدر آباد دکن میں ہے۔

آدم بن ابی حضرت ایاسؒ:

جب آخری وقت قریب آیا تو چادر میں لپٹے پڑے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے، جب قرآن پاک ختم کر لیا تو کہنے لگے کہ "مجھے جو آپ سے محبت ہے اُس کا واسطہ دے کر عرض ہے کہ میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے، آج ہی کے دن کے لیے آپ سے امیدیں وابستہ تھیں" اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کہا اور رُوح پرواز کر گئی۔

الیشانؒ حضرت (۹۶۵۔۱۰۵۲ھ)

صوفی بزرگ، حاکم بخارا عبداللہ خاں اور اُس کا بیٹا عبدالمومن حاضر خدمت ہو کر پند و نصائح سے سعادت حاصل کرتے تھے۔ ۱۲ شعبان کو آپ نے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد کے چند بار مولانا جامیؒ کا یہ شعر پڑھا:

الٰہی غنچہ اُمید بکشا گلے از روضۂ جاوید بنما

پھر عشاء سے قبل سجدہ میں سر رکھ کر جان جاں آفرین کے سپرد کر دی۔

بایزید بسطامیؒ حضرت (۱۳۱۔۲۶۱ھ)

صوفی بزرگ، مخلوق خدا کو مستفیض کرنے میں اہم کردار ادا کیا صاحب کرامت تھے، موت کے وقت اللہ اللہ فرمانے لگے اور پھر کہا، "یا رب! میں نے آج تک غفلت سے اللہ اللہ کیا ہے اب تو وقت آخر ہے نہ معلوم کہ مجھے کب تیری حضوری حاصل ہوگی۔" یہ کلمات طیبات آپ کی زبان پر ہی تھے کہ جان بحق تسلیم ہوئی۔

نوٹ: تاریخ پیدائش اور وفات کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔

بختیار کاکیؒ حضرت قطب الدین:

حضرتؒ فرغانہ کے باشندے تھے کمسنی میں یتیم ہو گئے، خواجہ معین الدین چشتی کے دست مبارک پر بیعت کی پیرو مرشد کے ساتھ ہندوستان چلے آئے اور دہلی میں رہائش اختیار کی، اُن کی وفات کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مجلس میں حضرت احمد جامؒ کا یہ شعر پڑھا گیا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زمانے از غیب جانے دیگر است

آپ پر اسی شعر کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ کئی دن کیفیت طاری رہی، بار بار یہ شعر پڑھتے، اسی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا، اس سے قبل آخری وصیت کرتے ہوئے فرمایا، "میری نماز جنازہ وہ پڑھائے جس نے کبھی حرام کاری نہ کی ہو، عصر کی سنتیں قضا نہ کی ہوں ہمیشہ با جماعت نماز میں پہلی تکبیر سے شریک رہا ہو" یہ خوبیاں سلطان شمس الدین التمش میں بدرجۂ اتم موجود تھیں، چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

بشر حافیؒ:

صوفی بزرگ، وفات کے وقت طبیعت میں سخت اضطراب تھا لوگوں نے پوچھا، "کیا آپ زندگی کو عزیز رکھتے ہیں۔" آپ نے فرمایا، "نہیں مجھے اپنی زندگی سے کوئی محبت نہیں لیکن تمام بادشاہوں کے بادشاہ اللہ جل جلالہٗ کے دربار کی پیشی بھی تو کوئی معمولی بات نہیں۔"

تلمسانی، عفیف الدین سلیمان:

صوفی بزرگ، تلمسان میں پیدا ہوئے، پھر شام آ گئے، انہوں نے چالیس چالیس دن کی چالیس صوفیانہ خلوتیں مکمل کیں انہوں نے موت کے وقت یہ الفاظ کہے تھے، "جسے معرفت الٰہی حاصل ہے وہ اللہ سے کیوں کر خوفزدہ ہو سکتا ہے اور چونکہ مجھے یہ معرفت حاصل ہے اس لیے مجھے اس سے

خوف نہیں بلکہ خوش ہوں اس کی خدمت میں شرف حضوری حاصل ہوگا۔‘‘

تیتو میر شہید حضرت (۱۷۷۲۔۱۸۳۲ء)

بنگلہ دیش میں اسلام اور آزادی کی شمع روشن کرنے والے عظیم درویش اور مجاہد، اصلی نام میر نثار علی تھا انہوں نے ہندوستان کی جدو جہد آزادی میں بھر پور حصہ لیا جس کی پاداش میں گرفتار ہوئے ۱۴ مارچ ۱۸۳۲ء کو خدا کی عبادت میں مصروف تھے، کمپنی کی فوجوں نے اب گولہ بارود کا استعمال شروع کر دیا تھا یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے دو گولے حضرت کو لگے اور وہ کلمہ پڑھتے ہوئے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

جانجاناں مرزا مظہر (۱۱۱۱۔۱۱۹۵ھ)

اصلی نام شمس الدین حبیب اللہ، حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے فیض یافتہ، اورنگ زیب عالمگیر کے پیر شیخ محمد معصوم کے فرزند جلیل شیخ سیف الدین مجددیؒ کے باکمال خلیفہ تھے ۷ محرم ۱۱۹۵ھ کو چند اشخاص ان کے گھر آئے اور دستک دی خادم نے بتایا کہ چند آدمی آپ سے ملنا چاہتے ہیں فرمایا، بُلا لو تین اشخاص اندر چلے آئے ایک نے پوچھا مرزا جان جانان کون سے ہیں دونوں نے اشارہ کیا وہ جو سامنے بیٹھے ہیں یہ سنتے ہی اُس نے گولی ماردی گولی قلب میں لگی لیکن پھر بھی تین دن تک زندہ رہے جمعہ کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر سُورۃ فاتحہ پڑھی اور الحمد الحمد کہتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

جلال گجراتی شاہ:

شیخ پیارا، خلیفہ شاہ یداللہ گلبر گویؒ کے مرید، کاملانِ وقت میں سے تھے قتل کیے گئے قاتل نے جب اُن پر تلوار ماری تو کہنے لگے۔

’’یا رحمٰن، یا رحمٰن‘‘ اور اسی کلمہ کے ساتھ جاں بحق تسلیم کی مزار مبارک ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں ہے۔

جماعت علی شاہ امیر ملت پیر (وفات ۱۹۵۱ء)

صوفی بزرگ، وفات کے دن حضرت نے باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد کہا مجھے نیچے لے چلو انہیں نیچے لا کر لٹا دیا گیا غنودگی میں انہوں نے فرمائش کی میری تسبیح دو، تسبیح دے دی گئی انہوں نے معمول کے مطابق اور ادو وظائف پورے کیے اور تسبیح واپس کرتے ہوئے پوچھا ساتھ والے کمرے میں کون ہے بتایا گیا گھر کی خواتین ہیں، امیر ملت بولے ان سے کہا جائے اطمینان سے زنان خانے میں جائیں اب مجھے آرام ہے آرام ہی آرام، وہ خاموش ہوگئے لوگوں نے جھک کر ان کا چہرہ دیکھا پھر نبض دیکھی سوا سو سال کی بے قراری کو قرار آچکا تھا مزار علی پور سیداں میں مرجع انام ہے۔

جمال الدین افغانی سید (۱۸۳۸۔۱۸۹۷ء)

عالم اسلام کے اتحاد اور آزادی کے داعی انہوں نے اپنی پوری زندگی عالم اسلام کو متحد کرنے کی کوششوں میں گزار دی انتقال سے پیشتر ان کے الفاظ تھے۔ ’’مشرق کی آزادی اور ممالک اسلامیہ کے اتحاد کے متعلق اگرچہ میرا خواب میری زندگی میں شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ میری وفات کے بعد مستقبل قریب میں میری یہ آرزو عملی جامہ پہنے گی۔ صاحب نیت کے معدوم ہو جانے سے نیت ہرگز معدوم نہیں ہو سکتی اور اس کا عمل بالاستقلال جاری رہے گا۔‘‘

جنید بغدادیؒ حضرت (وفات ۹۱۰ء)

بغداد کے نامور صوفی، آخری وقت پر آپ نے سورۃ بقر کی ستر آیات تلاوت فرمائیں پھر انگلیوں پر وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اٹھا کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

حالی الطاف حسین (۱۸۳۷۔۱۹۱۴ء)

سعدیٔ ہند، مسدس، مدو جزرِ اسلام، کے خالق اور جدید نقطۂ نظر کے پیغمبر جب بہارِ زندگی کو الوداع کہنے لگے تو یہ اشعار اُن کی زبان پر تھے:

اے بہارِ زندگانی الوداع اے شبابِ شادمانی الوداع
اے طلوع صبح پیری السلام اے شبِ قدرِ جوانی الوداع
السلام اے قاصدِ ملکِ بقا الوداع اے عمرِ فانی الوداع
آگا حالی کنارے پر جہاز الوداع اے زندگانی الوداع

حبیب اللہ لاہوری، حافظ (۱۹۱۶۔۱۹۷۲ء)

عالم دین، دہلی میں پیدا ہوئے، ۱۹۳۷ء میں دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں مدرس رہے والد ماجد حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ سے بیعت تھے۔ ۱۹۴۸ء میں دیار حبیب ﷺ کا رُخ کیا سال کے ۹ ماہ مدینہ منورہ اور تین ماہ مکہ میں گزارتے، عمر بھر شادی نہ کی بعارضہ قلب انتقال فرمایا، بوقتِ رحلت قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے آخر میں فرمایا، ’’میرا کام بن گیا‘‘ اور اسی عالم میں ابدی نیند سو گئے۔

حبیب عجمی (وفات ۷۷۲ء)

حضرت خواجہ امام حسن بصریؒ کے مرید، خلیفہ اکبر، صاحب کرامت تھے زندگی کے آخری ایام میں اختلاج قلب کا مرض لاحق ہوا چار پانچ گھڑی تک بے چینی محسوس کی شام کے وقت نزع کی حالت طاری ہوئی، ’’اللہ ربی‘‘، صدا بلند تھی اس موقع پر ایک کو اشارے سے قریب بلایا اور فرمایا طالبین سے کہہ دو

کہ جب رات کو بستر پر لیٹا کریں تو اس بات پر غور کیا کریں کہ آج کتنی نیکیاں ہوئی اور کتنی بدیاں، اُس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھ کر واصل الی اللہ ہوئے۔

حسین احمد مدنی ؒ مولانا

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی (۱۹۰۵ء) کے مرید وخلیفہ اجل، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی (۱۹۲۰ء) کے شاگرد اور ممتاز عالم دین۔ ''دنیا امتحان کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان لیتے ہیں جن پر نعمتوں کی بارش ہوتی ہے ان پر مصیبتیں بھی آتی ہیں بندہ کا کام ہے صبر وشکر سے کام لے، ہر حالت میں راضی برضا رہے یہی امتحان کی کامیابی ہے۔'' اہلیہ محترمہ یہ الفاظ سنتی ہیں تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں، فوراً انہیں تسلی دی اور فرمایا ''فکر کی کوئی بات نہیں میرا مرض بہت جلد جاتا رہے گا، ان شاءاللہ صحت ہو جائے گی، گھبرانے کی کوئی بات نہیں یہ نصیحت تو اس لیے ہے کہ اسلام کی تعلیم ہے جو ہمیشہ یاد رہنی چاہیے۔'' اس کے بعد چادر تان کر آرام فرمانے لگے تھوڑی دیر بعد نماز ظہر کا وقت ہو گیا، دیکھا گیا تو حالت نیند ہی میں رُوح پرواز کر چکی تھی۔

خلیل احمد سہارنپوری ؒ حضرت مولانا

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے خلیفہ ارشد، وفات سے پیشتر بالکل دنیا سے قطع تعلق ہو چکا تھا اور سوائے پاس انفاس کے نہ کوئی حرکت تھی، نہ کسی بات کا جواب نہ سوال، شب میں دو مرتبہ آب زمزم پلایا گیا پورے چوبیس گھنٹے عالم خاموشی میں گزار کر چہارشنبہ کو سعودی عرب میں ۱۶ اور ہندوستان میں ۱۵ ربیع الثانی (۱۳۴۶ھ) تھی بعد عصر منزل مقصود پر پہنچ کر با آواز بلند اللہ اللہ کہنا شروع کیا اور دفعۃً آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گئے اور رُوحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جنت البقیع میں مزارات اہل بیت کرام ﷺ کے متصل سپرد خاک ہوئے۔

داتا گنج بخش ؒ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری (وفات ۴۶۵ھ)

برصغیر ہندوپاک کے ممتاز صوفی بزرگ ۴۳۱ھ میں لاہور تشریف لائے اور یہاں ایک مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکھی پوری زندگی اسلام کی تبلیغ میں گزاری۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو چہرہ ہشاش بشاش تھا اور لب مبارک یَا حَیُّ یا قیُّوم برحمتکَ استغیث میں جنباں تھے کہ متبسم ہو کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی مزار لاہور میں ہے۔

داؤد غزنوی مولانا (۱۸۹۵ـ۱۹۶۳ء)

ممتاز عالم دین، امرتسر میں پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد پاکستان چلے آئے اور تنظیم اہل حدیث کو از سر نو منظم کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔ آخری روز اُن کی طبیعت میں بڑی تازگی اور بشاشت تھی صبح کی نماز بالجہر پڑھی پھر وظیفہ پڑھا اتنے میں صاحبزادی نے ٹیلی فون پر حال پوچھا تو کہنے لگے۔ ''اللہ کا شکر ہے طبیعت اچھی ہے رات نیند ٹھیک آئی صبح ناشتہ کرنے کو جی چاہا، طبیعت الحمدللہ پہلے سے بہتر رہی ہے تم کراچی جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔'' انہوں نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ اچانک دل کا دورہ پڑا اس دورے کی مدت دو چار لمحوں سے زیادہ نہ تھی اور اس دوران ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ذوالنون مصری ؒ حضرت (وفات ۲۴۵ھ)

مرض الموت میں آپ سے سوال کیا گیا آپ کی خواہش کیا ہے، فرمایا ''قبل اس کے کہ مروں خواہ ایک ہی لمحہ کے لیے کیوں نہ ہو مگر اس کو جان لوں۔'' اس کے بعد ایک عربی شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ ''خوف نے مجھ کو بیمار بنا دیا اور شوق نے جلا دیا، محبت نے دبلا کر دیا'' اور خدا نے زندہ کر دیا شعر پڑھنے کے بعد آپ بے ہوش ہو گئے اور ایک دن بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو یوسف بن حسین نے وصیت چاہی، فرمایا۔ ''اس وقت کسی دوسری طرف مجھ کو مشغول نہ کرو، میں اللہ تعالیٰ کے احسانات دیکھ کر متعجب ہو رہا ہوں۔'' ان الفاظ کے بعد انتقال فرما گئے۔

رابعہ بصریہ ؒ حضرت (۹۷ـ۱۸۵ھ)

وفات سے تھوڑی دیر قبل بصرہ کے کچھ لوگ بیمار پُرسی کے لیے آئے وہ لوگ دروازے کے پاس راستہ روک کر کھڑے تھے حضرت رابعہ بصریؒ نے ان سے فرمایا۔ ''فرشتوں کے لیے راستہ چھوڑ دو۔'' چنانچہ وہ لوگ دروازے سے باہر ہو گئے اور دروازہ بند کر دیا تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا گیا تو حضرت رابعہؒ داعی اجل کو لبیک کہہ چکی تھیں۔

رودباری حضرت خواجہ ابوعلیؒ (وفات ۳۲۱ھ)

نزع کے عالم میں یہ عربی شعر پڑھ رہے تھے جس کا مطلب ہے۔ ''تیرے حق کی قسم جب تک میں تجھے دیکھتا رہوں گا تیرے سوا میں کسی پر محبت کی نظر نہ ڈالوں گا یعنی تجھے دیکھتے دیکھتے مر جاؤں گا۔'' اس کے بعد انتقال فرما گئے۔

زین العابدین ؒ حضرت امام:

وفات مبارک سے قبل اپنے بیٹے سے فرمایا: ''اے فرزند پانچ اشخاص کو ہرگز دوست نہ بنا، (۱) فاسق کو کیونکہ وہ تمہیں بڑی بڑی چیزوں کا لالچ دے گا اور پھر ایک لقمہ پر تمہیں فروخت کر دے گا۔ (۲) بخیل کو کیوں کہ وہ اسی مال کو اپنے پاس دبائے گا جس کی تم کو زیادہ ضرورت ہوگی اور پھر تم کو ذلیل ورسوا کرے گا۔ (۳) جھوٹے کو کیوں کہ اس کی مثال ریت کی ہے۔ (۴) بے وقوف کو کیوں کہ تم کو نفع پہنچانے کی کوشش کرے گا مگر اس کی بے

وقوفی سے نقصان پہنچے گا۔ (۵) اس شخص کو جو اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے کیوں کہ ایسا انسان خدا کی کتاب میں ملعون ہے۔

سری سقطیؒ حضرت:

با کمال بزرگ، حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیماری کی حالت میں آپ کی عیادت کے لیے گیا تو میں نے قریب رکھا ہوا پنکھا اٹھایا اور حضرتؒ کو ہوا دینے لگا، فرمایا، ''جنید رہنے دو کیوں کہ آگ ہوا سے زیادہ تیز تر اور روشن ہوتی ہے''۔ آخر حضرت جنیدؒ نے کہا کہ اچھا مجھے کوئی وصیت تو کیجئے، فرمایا، ''دیکھ ایسا نہ ہو کہ صحبت خلق تجھے اللہ سے غافل کر دے۔'' یہ کہا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

سعدیؒ شیخ (۱۱۸۴۔۱۲۹۱ء)

فارسی شاعر اور ممتاز صوفی، شیراز میں پیدا ہوئے انہوں نے دور دراز علاقوں کا سفر کیا بوستان اور گلستان ان کی مایہ ناز کتابیں ہیں وفات کے وقت فرمایا، ''وہ گنہگار جو خدا تعالیٰ کے بارے میں اچھے خیالات رکھتا ہے اس صوفی سے بہتر ہے جو ظاہر یت سے کام لیتا ہے۔''

سفیان ثوریؒ حضرت:

بزرگان کبار میں سے ہیں لوگ عموماً انہیں امیر المومنین کہا کرتے تھے، عبداللہ مہدی کہتے ہیں کہ موت کے وقت انہوں نے فرمایا کہ میرا منہ زمین کی طرف رکھو چنانچہ تعمیل کے بعد میں باہر نکلا اور لوگوں کو خبر کی اس پر سب لوگ جمع ہو گئے انہوں نے سرہانے سے روپوں کی تھیلی نکالی اور فرمایا، ''صدقہ کرو،'' لوگوں نے کہا آپ نے تو فرمایا تھا کہ دنیا جمع نہیں کرنی چاہیئے اور خود اس قدر مال جمع کر رکھا ہے، فرمایا، ''یہ میرے ایمان کا نگہبان تھا اس سے میں اپنے ایمان کو سلامت رکھتا کیوں کہ اس کی موجودگی میں شیطان مجھ پر غلبہ نہ پا سکا کیوں کہ اگر وہ کہتا کہ آج کیا کھاؤ گے اور کیا پہنو گے تو میں کہتا کہ میرے پاس زر ہے اگر کہتا تیرے پاس کفن نہیں تو میں اس کو یہ روپے دکھا دیا کرتا تھا اور اس کے وسواس کو رفع کر دیتا تھا اگرچہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔'' یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور رحلت فرما گئے۔

سیدن شاہ صابریؒ پیر (۱۸۸۵۔۱۹۷۳ء)

سلسلہ چشتیہ صابریہ کے روشن چراغ، سلسلہ بیعت مختلف واسطوں سے علاء الدین علی احمد صابری کلیریؒ سے جاملتا ہے۔ ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو پی اے ایف ہسپتال سرگودھا میں صبح کی نماز کے وقت سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے۔

شافعیؒ امام (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ)

دُوسری صدی ہجری کے عظیم امام اور مجتہد، علمی وجاہت اور فقہی متانت کے باوجود عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں قدم راسخ رکھتے تھے مزنیؒ بیان کرتے ہیں، امام شافعیؒ جب مرض موت میں مبتلا تھے تو فرمایا، ''دنیا سے کوچ اور احباب سے جدائی کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہوا چاہتا ہے اور نتیجہ اعمال نکلنے والا ہے عنقریب اللہ کے دربار میں حاضری ہو گی جس پر میں اس کو مبارک باد دوں یا نار کی طرف جس پر میں اس سے تعزیت کروں۔'' پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور یہ پڑھنے لگے اور اسی حالت میں انتقال ہوا۔

تعاظمنی ذنبی فلما قرنته، بعفوک ربی کان عفوک عظیما. یعنی میرے گناہ بہت بڑے ہیں لیکن میں تیری رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

شبلی نعمانی (۱۸۵۷۔۱۹۱۴ء)

مشہور مورخ، معلم، شاعر، محدث اور ادیب، سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں مولانا شبلی نعمانی کے آخری لمحات یوں قلم بند کیے ہیں۔

''۱۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو میں سرہانے کھڑا تھا میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے مولانا نے آنکھیں کھول کر حسرت سے میری طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ اب کیا ہو رہا ہے پھر زبان سے یہی فرمایا اب کیا.........لوگوں نے پانی میں جواہر مہرہ گھول کر ایک چمچہ پلایا تو جسم میں طاقت محسوس ہوئی معاہدہ کے طور پر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا،'' سیرت ﷺ میری تمام عمر کی کمائی ہے سب کام چھوڑ کر سیرت تیار کر دو۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ''ضرور، ضرور، اگلے روز شام کو حمید الدین بھی آ گئے جن کے لیے مولانا ابتداء سے منتظر تھے''۔ ۷ انومبر کو صبح کو انہیں اور سید سلیمان ندوی کو بلا کر کہا۔ ''سیرت۔ سیرت۔ سیرت اور انگلی سے لکھنے کا اشارہ کر کے کہا۔ ''سب کام چھوڑ کے'' مولانا کی طاقت اُس وقت جواب دے چکی تھی حالانکہ علاج بھی جاری تھا لیکن مولانا نے دوا استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور آخری تین روز کوئی دوا نہیں پی سترہ نومبر کی شام کو ڈاکٹر محمد نعیم جو انصاری وفد میں شامل تھے نے مولانا کا معائنہ کیا دماغ کے سوا تمام اعضاء معطل ہو چکے تھے، تدبیر بے سود تھی اس کے بارہ گھنٹے بعد انہوں نے آخری سانس لیا اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو صبح آٹھ بجے خالق حقیقی سے جاملے۔

شیر محمد دیوان چاؤلی حضرت حاجی (۳۰۔۱۳۱ھ)

صوفی بزرگ، خاندانی نام رائے چاولہ تھا قبول اسلام کے بعد شیر محمد کہلائے، ایک روایت ہے کہ والئی سندھ اور اہل اسلام کے مابین محاذ آرائی میں قلعہ کھوتوال کی فوج والئی سندھ کا ساتھ دیا جس میں راجکمار رائے چاولہ بھی شامل تھے معرکہ میں اہل اسلام کو فتح ہوئی اور انہیں قیدی بنا کر مدینہ بھیج دیا گیا قیام عرب کے دوران انہوں نے ملک عرب اور گردونواح کے علاقوں

کی سیاحت کی حضرت اویس قرنی کے مزار پر بھی حاضری دی اور ۱۲۷۱ء میں محمد بن قاسم کی فوج میں شامل ہو کر برصغیر واپس آئے ان کا اسلام قبول کرنا بھائیوں اور برادری والوں کو نا گوار گزرا اور وہ ان کی جان لینے کے موقع کی تلاش میں رہنے لگے ایک روز انہوں نے چوبی عصا زمین میں گاڑا اور نماز پڑھنے لگے اور حالت نماز میں شہید کردیے گئے۔

شیر محمد صاحب شرقپوری میاں (۱۸۶۵ـ۱۹۲۸ء)

صوفی بزرگ، زندگی کے آخری ایام میں تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئے اطباء نے آب و ہوا کی تبدیلی کا مشورہ دیا اور کشمیر لے جانے کی تجویز پیش کی مگر کشمیر جا کر بھی جب طبیعت نہ سنبھلی تو انہیں لاہور لایا گیا۔ آخری دم تک آپ کے لب مبارک پر ذکر اللہ جاری رہا وفات کے وقت چہرے پر تبسم تھا گویا علامہ اقبال کے اس شعر پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم چو مرگ آید تبسم بر لب اوست

صلاح الدین ایوبی سلطان (۱۱۳۸ـ۱۱۹۳ء)

فاتح بیت المقدس، تعلق کرد قبیلے سے تھا، اصلی نام یوسف تھا، بہادری اور جواں مردی کی وجہ سے عالمی شہرت حاصل کی، کئی صلیبی جنگیں لڑیں اور دشمنانِ اسلام کو عبرت ناک شکستیں دیں، اپنی اعلیٰ جنگی حکمت عملی کے سبب مصر اور شام اور عرب کی حکومتیں حاصل کیں۔ ستائیسویں صفر ۵۸۹ھ (۱۱۹۳ء) صبح جس وقت قاری صاحب قرآن کریمہ کی آیہ انہ لا الٰہ الا ھو علیه توکلت پر پہنچے تو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بھی ان کلمات کا ورد شروع کردیا اور اسی حالت میں انتقال کیا۔

عباس علمدار رضی اللہ عنہ حضرت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے، کربلا معلّیٰ میں انہوں نے گھوڑے کی پشت پر جھک کر علَم کو سینے سے روکنا چاہا تو ایک شخص نے گرز کا وار کیا جس سے وہ زمین پر گر گئے اور انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکارا لیکن جب تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان تک پہنچے ان کے دونوں بازو کٹ چکے تھے ایک آنکھ میں تیر پیوست تھا اور وہ زمین پر پڑے آخری سانس لے رہے تھے امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے سرہانے بیٹھ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے۔ ''خدا خود آزادی اور حریت ہے، اے حریت اے خدا میں تیرے ہی پاس آتا ہوں۔'' ان الفاظ کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان خاموش ہوگئی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

عبد الرحمان شاہ گیلانی پیر (وفات ۱۳۴۰ھ)

صوفی بزرگ، دوشنبہ بروز پیر جمادی الاولیٰ بوقت عشاء بخار شروع ہوا حسب المرض علاج کی طرف رجوع کیا حکیم محمد اکرم بلائے گئے ۲۴ جمادی الاولیٰ تک علاج جاری رہا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حاضرین کو آخری ہدایات دیں پیر کی رات ختم ہونے کے قریب آئی تو فرمایا۔ ''اذان پڑھی جائے آخری بار دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے رسول کریم ﷺ کی اذان سن لوں۔'' چنانچہ اذان کہی گئی اس دوران اُن کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا تب حکم ہوا کہ سات آدمیوں کے سوا باقی تمام باہر چلے جائیں مگر کوئی بھی جانے کو تیار نہ ہوا تو فرمایا ''رہنے دو'' اس کے بعد چند دعائیں پڑھیں اور رُوح پرواز کر گئی۔

عبد الرحیم سہارنپوری شاہ حضرت (۱۷۹۹ـ۱۸۸۶ء)

صوفی بزرگ، اُن کے ابتدائی حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے حضرت اخوند صاحب سوات کے دست حق پرست پر بیعت کی، وصال کے روز خوش دامن نے آواز دی، ''میاں صاحب رقیہ (چھوٹی بچی) رو رہی ہے اُس کو مناؤ۔'' فرمایا۔ ''کیسی رقیہ اور کس کی رقیہ، ہم نے اپنے روٹھے کو منالیا۔'' یہ فرما کر ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور کروٹ لی اور سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔ مزار مبارک انبالہ سرساوا روڈ پر ضلع سہانپور میں ہے۔

عبد الرحیم مولانا شاہ (وفات ۱۱۳۱ھ)

والد بزرگوار شاہ ولی اللہؒ، آپ نے بڑی عمر پائی، آخر عمر میں اشتہا جاتی رہی اور ضعف آگیا انتقال کے وقت زیر لب اسم ذات کا ورد جاری تھا کہ آپ نے زندگی کی امانت سپرد کردی یہ واقعہ بدھ کو پیش آیا فرخ سیر بادشاہ کی حکومت تھی۔

عبد الرسول قصوری مولانا (۱۸۱۹ـ۱۸۷۷ء)

مولانا غلام محی الدین قصوری کے صاحبزادے اور عالم دین، والد بزرگوار کے دست حق پرست پر بیعت کی وصال سے قبل انہوں نے اپنے تمام احباب کو الوداع کہا، آخری وقت اشهد ان محمدا عبدهٗ و رسوله' پڑھا۔ مراقبہ کیا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔

عبد الغفور ہزاروی مولانا (۱۹۱۰ـ۱۹۷۰ء)

شیخ القرآن، حضرت کا باقاعدگی سے روزانہ یہ معمول تھا کہ صبح سویرے سیر کو جاتے حسب عادت بروز جمعۃ المبارک ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ کو فجر کی نماز کے بعد سیر کے لیے گئے تو جی۔ ٹی روڈ پر نالہ پلکھو (وزیر آباد) کے قریب ایک ٹرک کی زد میں آکر شدید زخمی ہوئے، فوراً ہسپتال پہنچایا گیا لیکن کوئی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی۔ حضرت کا ضبط و تحمل دیکھئے کہ زندگی کے آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا۔ ''میں نے مجرم کو معاف کردیا ہے'' اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

عبد القادر جیلانیؒ حضرت شیخ (۴۷۰ـ۴۷۱ـ۵۶۱ھ)

حضرت کے صاحبزادے حضرت سید عبد الوہاب کا بیان ہے کہ مرض

موت میں ہم لوگوں نے آپ سے وصیت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا۔ ''تقویٰ اور خدا کی اطاعت کو اختیار کر لو کسی سے مت ڈرو اور نہ کسی غیر خدا سے کچھ توقع رکھو، سوائے خدا کے کسی پر بھروسہ نہ کرو اور سوائے توحید کے کسی پر اعتماد نہ رکھو کہ توحید ہی وہ چیز ہے جس پر سب کو اتفاق ہے۔'' پھر فرمایا'' ہم کو خدا کے سوانہ ملک الموت کی پرواہ ہے نہ کسی اور چیز کی۔'' اس کے بعد جب آخری حالت ہوگئی تو یہ کلمات زبانِ مبارک پر آئے۔ ''مدد مانگتا ہوں اُس خدا سے جس کا شریک کوئی نہیں، جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے پاک ہے وہ جس کو بندوں پر موت طاری کرنے میں قدرت و غلبہ حاصل ہے۔ لہٰذا گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر ایک اللہ کی ذات اور محمد ﷺ بلاشک اس کے رسول ہیں۔'' اس آخری کلمہ پر روح مبارک نے جسم سے مفارقت کی، مزار بغداد شریف میں ہے۔

عبد القدوس گنگوہیؒ حضرت شیخ:

ممتاز، صوفی بزرگ، پوری عمر ریاضت و عبادت میں گزاری حتیٰ کہ علالت میں بھی نماز ترک نہ کی، آخر وقت نماز پڑھی، حق حق کہا اور ۸۴ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

عبد القادر رائپوریؒ، قطب الارشاد حضرت مولانا (وفات ۱۹۶۲ء)

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائپوری قدس سرہٗ (۱۹۱۹ء) کے جانشین اور خلیفہ اعظم، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مفکر اسلام ابوالحسن علی ندوی جیسے مشاہیر علماء اسلام آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہیں۔ وفات سے آٹھ روز قبل مکمل سکوت وانقطاع کی کیفیت طاری تھی آخری کلام ڈاکٹر ریاض قدیر سے فرمایا، ڈاکٹر صاحب نے با آواز بلند السلام علیکم کہا، حضرت نے جواباً فرمایا، وعلیکم السلام پھر ڈاکٹر صاحب نے حال دریافت کیا، فرمایا ''الحمد للہ'' اس کے بعد کوئی گفتگو نہ کی مشاہدات ذات میں مستغرق تھے آنکھیں بالکل بند تھیں ۱۶ اگست ۱۹۶۲ء کو ۱۱ بجے قبل دوپہر حالت نزع شروع ہوئی مولانا عبد السنان نے زمزم شریف دہن میں ڈالا اور سورہ یٰسین شریف کی تلاوت شروع کی۔ فبشرہٗ بمغفرۃٍ وَّاجرٍ کریم پر پہنچے تو یکایک آنکھیں کھولیں اور پھر بند کر لیں اسی وقت رُوح مبارک نے اعلیٰ علّیین کی راہ لی۔

عبد الکریم حسینی، عارف باللہ حضرت شاہ (م ۱۳۵۲ھ۔ ۱۹۳۳ء)

خواجہ دکن حضرت سید محمد گیسودراز کی اولاد میں سے تھے اردو، فارسی اور پنجابی کے شاعر بھی تھے، گلدستہ کریم کے نام سے ان کا ایک مجموعۂ کلام موجود ہے۔ وفات سے تین روز قبل یکایک اُٹھ بیٹھے فرمایا مجھے حکم آ گیا میرے پاس ابھی ابھی دو فرشتے آئے ایک نے مجھے کاغذ کا ایک ورق دیا جس پر سورہ الفجر کی آخری آیت مبارکہ تحریر تھی۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور ساتھ ہی فرمایا آپ کو آپ کے مالک اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا ہے آپ تیار رہ جائیں ہم جمعہ کے روز آپ کو لینے آئیں گے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز کی میری کوئی نماز ضائع نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد آئیں گے جمعہ کے روز شام کے بعد ضعف اوج کمال کو پہنچ گیا پھر یکایک زبان پر ذکر اسم ذات اللہ بالجہر جاری ہوا جو رفتہ رفتہ بلند ہوتا چلا گیا ذکر بالجہر کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی ذکر اللہ اپنے عروج کو پہنچ کر پھر آہستہ آہستہ مدھم ہوتا چلا گیا آخر میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کنویں میں سے آواز آ رہی ہو آخر کار ۱۸ منٹ ذکر جلی میں مشغول رہ کر اس مردِ خدا نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

عبد الاوّلؒ:

امام محمد اسماعیل بخاری کے شاگرد جب انتقال کا وقت آیا تو آخری کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا یہ تھا۔ یَا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ☆ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ (یہ سورہ یٰسین شریف کے دوسرے رکوع کی آیت ہے) جس کا مطلب یہ ہے۔ ''کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے معزز اور مکرم لوگوں میں شامل کر دیا۔''

عبد الماجد بدایونیؒ مولانا (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء)

مولانا عبد الحامد بدایونی آپ کے چھوٹے بھائی تھے تحریک آزادی اور اور انگریز دشمنی میں نمایاں کردار ادا کیا تحریک خلافت، مسجد کانپور، مجلس خدام کعبہ اور فتنہ ارتداد میں مذہب وملت کی بھرپور خدمت کی جب انگریزی حکومت نے پہلی جنگ عظیم کے بعد جشن صلح منانے کا اعلان کیا تو انہوں نے فرمایا، جشن صلح دراصل صلح کا نہیں بلکہ ترکوں پر فتح پانے کی خوشی ہے۔ جمعیت العلمائے ہند کے مقابلے میں جمعیت العلماء اسلام کلکتہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء شب دو شنبہ ۳ بجے یاغفور یارحمٰن کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔

عبد الماجد دریا آبادی حضرت مولانا

ممتاز عالم دین، ۱۴ مارچ ۱۹۷۴ء کو ان پر فالج کا حملہ ہوا وسط اکتوبر ۱۹۷۶ء میں گر پڑے اور کولھے کی ہڈی ٹوٹنے کا حادثہ پیش آیا۔ دسمبر ۱۹۷۶ء میں پھر فالج گرا اور اس کا اثر زبان پر خاص طور سے پڑا اور ساتھ ہی دماغی قوتیں بھی ضعیف تر ہوگئیں زبان سے جو کچھ فرماتے وہ سمجھ میں نہ آتا اس زمانے میں ذات الجنب (نمونیہ) کا اثر بھی خاصا ہو گیا تھا غفلت کے عالم میں بار بار ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے اور اس کے بعد نیچے لے جاتے جیسے نماز ادا کر رہے ہوں یہ کیفیت وفات سے کچھ دیر قبل تک رہی اور پھر انتقال کیا۔

عثمان الخیریؒ حضرت:

اکابر مشائخ خراسان میں سے، خراسان میں تصوف کا اظہار ان ہی کی بدولت ہوا جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو علاماتِ موت ظاہر ہوئیں آپ کا صاحبزادہ بیقراری اور اضطراب ظاہر کرنے لگا آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ ’’بیٹا سنتِ نبوی کے خلاف مت کرو تا کہ منافق نہ قرار دیے جاؤ‘‘ اس کے بعد جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا (۱۸۹۲ء۔۱۹۶۱ء)

بطل حریت، عالم دین، پہلی بیعت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے دست حق پرست پر اور دوسری حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے ہاتھ پر کی زندگی میں گیارہ بار جیل گئے اور تقریباً ساڑھے نو سال قید کاٹی۔ ۱۶ نومبر ۱۹۵۴ء کو حضرت مولانا شاہ جیؒ اپنے گھر میں وضو کر رہے تھے کہ جسم کے دائیں جانب فالج کا ہلکا سا حملہ ہوا مگر اس کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا اواخر ۱۹۵۶ء میں جسمانی عوارض یکا یک عود کر آئے اور پھر ایسے گرے کہ چار برس تک چار پائی سے لگے رہے کبھی برائے نام صحت ہو جاتی ۱۶ مارچ ۱۹۶۱ء کو فالج کا شدید حملہ ہوا اور ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو یہ نابغہ روزگار اور تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا خالقِ حقیقی سے جا ملا مدفن ملتان میں ہے۔

علی بن سہل اصفہانیؒ:

مشائخ کرام میں سے ہیں حقائق میں آپ کا کلام نہایت بصیرت افروز تھا حضرت جنید بغدادیؒ کے ہمعصر تھے ایک دن کہیں جا رہے تھے چلتے چلتے کہنے لگے ’’لبیک‘‘ (حاضر ہوں) اور اس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔

علی ہمدانیؒ حضرت سید (۷۱۴ھ۔۷۸۷ھ)

کشمیر کے ممتاز صوفی بزرگ، وادی کشمیر میں جن بزرگوں نے اسلامی تعلیمات کو رواج دیا ان میں حضرتؒ کا نام لائق ذکر ہے سہروردی سلسلہ میں بیعت ہوئے متعدد حج کیے وفات سے چند روز قبل علیل ہو گئے پانچ روز تک کچھ نہ کھایا نہ پیا چھٹے روز چند بار پانی پیا اصحاب کو نماز کے لیے طلب کر کے وصیت کی اور ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت:

اموی خلیفہ، ولید بن عبدالملک کے بھتیجے: ۶۲ھ میں عبدالعزیز بن مروان بن عبدالملک کے ہاں پیدا ہوئے والدہ حضرت عمر فاروق اعظم کے بیٹے عاصم کی بیٹی تھیں۔ ۹۹ھ میں خلیفہ مقرر ہوئے انہوں نے جمہوریت کی رُوح پھر سے مسلمانوں میں پھونک دی اور خلافت راشدہ کے بعد ایک بار پھر اسلامی تعلیم کا دور دورہ ہوا۔ اسی بناء پر علماء امت انہیں دوسری صدی کا مجدد کہتے ہیں۔ ان کے عہد میں آذر بائیجان پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کیا اور لوٹا انہوں نے ابن حاتم باہلی کو فوج دے کر اس طرح روانہ کیا اس نے جا کر غنیم کو سزا دی۔ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ میں انتقال سے کچھ لمحے پہلے قرآن پاک کی یہ آیت **تلک الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولافسادا والعاقبة للمتقين** تلاوت کی۔ ترجمہ: ’’یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ تو تفوق چاہتے نہ فساد کرتے ہیں عاقبت صرف پرہیزگاروں کیلئے ہے۔‘‘

غلام رسول مہر مولانا (۱۸۹۶ء۔۱۹۷۱ء)

بزرگ صحافی، ادیب، مورخ اور شاعر، پیدائش جالندھر، تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون میں بھرپور حصہ لیا روزنامہ انقلاب جاری کیا آزادی کے بعد جب انقلاب بند ہو گیا تو مولانا صحافت سے ریٹائر ہو گئے ’’سرگزشت مجاہدین‘‘، ’’سیرت سید احمد شہید‘‘، ’’ابوالکلام کے خطوط‘‘ اہم کتابیں ہیں مولانا کے دیرینہ خادم ٹنکو رام نے بتایا کہ مولانا مرحوم نے گزشتہ رات اچانک آوازیں دیں میں اور باقی گھر کے افراد بھی ان کے پاس آ گئے مولانا نے صرف اتنا کہا۔ ’’اچھا اللہ کے حوالے‘‘ اور اس کے ساتھ ہی اُن کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام حسن شہید نقشی:

صوفی بزرگ، حضرت خواجہ محمد جمال ملتانی کے دست حق پرست پر بیعت کی ایک انگریز نے جب فتح ملتان کے وقت انہیں اپنی بندوق کا نشانہ بنایا تو رفیق اعلیٰ سے ملنے سے قبل ان کی زبان پر فارسی کا یہ شعر تھا:

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد
ایں بارگراں بود ادا شد چہ بجا شد

غزالیؒ امام (وفات ۵۰۵ھ)

امام صاحب صبح کے وقت بستر خواب سے اٹھے، وضو کر کے نماز ادا کی پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا۔ ’’آقا کا حکم سر آنکھوں پر‘‘ یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام فریدؒ خواجہ حضرت (وفات ۱۹۰۱ء)

بزرگ صوفی، شاعر، حضرت کمالات ظاہری و باطنی کے سبب دنیا میں مشہور تھے کسی سائل کو اپنے دروازے سے محروم نہ بھیجتے تھے انتقال سے کچھ عرصہ قبل مرض دنبل میں مبتلا ہو گئے جو بالآخر جان لیوا ثابت ہوا مولانا عزیز الرحمٰن کا بیان ہے حضرت خواجہ غلام فرید بوقت سحر چار شنبہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ پلنگ پر سوئے ہوئے تھے دایاں ہاتھ سینے پر تھا کمال استغراق کی حالت تھی اور شغل اسم ذات میں مصروف تھے حضرت کی اس حالت کو دیکھ کر حاضرین روتے رہے صبح کی نماز کے وقت خادم خاص دلاور خاں نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر زیادتی کی۔ (التنزیہ)

دوا پلانے کیلئے عرض کیا آپ نے اس کی طرف دیکھ کر اشارہ فرمایا اس نے دوا پلائی اشراق کے وقت برکت علی ربابی نے چند شعر پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار فرمایا حتی کے دوپہر کے وقت مایوسی کے آثار پیدا ہوئے اور مغرب کے وقت رحلت ہوگئی۔

غلام غوث ہزاروی مولانا (م۔۱۹۸۱ء)

عالم دین اور سیاست داں، دارالعلوم دیوبند سے دینی تعلیم مکمل کی۔ قادیانیت کے خلاف سرگرمی سے کام کیا قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں ۳ اور ۴ فروری کو درمیانی رات کے ایک بجے مولانا نے اپنے سینے میں درد محسوس کیا اور اپنے پاس احباب بٹھا لیے محلّہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا قاری نذیر احمد بھی وہاں موجود تھے ڈاکٹر بلانے کی تجویز پر مولانا نے آسمان کی طرف اُنگلی اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ ''اللہ کافی ہے۔'' موت کے قریب آپ نے فرمایا، ''میں بھی خدا کے حوالے'' اچانک حضرت نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا اور پھر بلند آواز سے لا الٰہ الاّ اللّٰہ، فرماتے ہوئے جھٹکے سے اپنا منہ قبلہ کی جانب کرتے ہوئے محمد رسول اللہ، فرمایا اور اسی لمحہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

غلام محمد مولانا حافظ (۱۸۹۷۔۱۹۷۸ء)

ممتاز عالم دین اور قاری، پیدائش میانوالی، نو برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا حضرت چمن پیر المعروف پیر پشاورؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، عربی، فارسی اردو، پنجابی، سرائیکی اور سندھی پر مکمل دستگاہ تھی وصال سے قبل قرآن پاک سننے کی خواہش کی اور قرآنی آیات مبارکہ سنتے رہے پھر انتہائی شدت سے رونے لگے اچانک سانس کی رفتار غیر معمولی تیز ہوگئی اور لیٹنے کا ارادہ فرمایا ابھی بستر پر لیٹے ہی تھے کہ فرمایا۔ ''خدا حافظ'' اس جملے کے ساتھ ہی وصال فرمایا۔ مزار میانوالی شہر میں ہے۔

غلام محی الدین قصوری مولانا (۱۲۰۲۔۱۲۷۰ھ)

پیدائش قصور، حضرت شاہ غلام علی دہلوی کی نظر کیمیا اثر نے ان کے دل میں ایک کیفیت پیدا کر دی تھی جو آپ کی زندگی کا سرمایہ بن گئی متعدد کتابیں تصنیف کیں وفات سے قبل حضرت خواجہ غلام نبی للّٰہی کو درس مثنوی مولانا روم دے رہے تھے دوران درس اولیاء کی موت و حیات بعد المممات کا دیر تک ذکر کرتے رہے درس ختم ہونے کے بعد انتقال کیا۔

فتح محمد بھوروی حضرت مولانا (۱۸۴۵۔۱۹۴۸ء)

عالم باعمل، پیدائش بھور شریف (میانوالی) آخر عمر تک شجر اسلام کی آبیاری فرمائی اور پانے علوم دین اور فیض روحانی سے عالم اسلام کو منور کیا ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء کو بروز جمعة المبارک جب آپ نے انتقال فرمایا تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔

فخر الدین عراقیؒ حضرت شیخ:

ممتاز صوفی بزرگ، پیدائش نواح ہمدان ۶۰۰، وفات دمشق ۶۸۸ھ، انہوں نے موت کے وقت اپنے بیٹے شیخ کبیر الدین کو پاس بلایا اور یہ آیت پڑھی:

یَومَ یَفِرُّ المَرءُ مِن اَخِیهِ الٰی قوله شَانٍ یُّغنِیهِ (سورہ عبس ا)

ترجمہ: جس روز ایسا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں ہر شخص کو ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے عالم جاودانی کو سدھارے۔

فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت شیخ (۵۸۶۔۶۶۶ھ)

صوفی بزرگ، آپ بڑھاپے میں بے حد کمزور ہو گئے تھے ایک روز بخار چڑھا، کمزوری زیادہ ہوگئی، عشاء کی نماز کے بعد بے ہوشی طاری ہو گئی، اس خیال سے کہ شاید میں نے نماز نہیں پڑھی دوبارہ نماز کے لیے کھڑے ہوئے مگر حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی یاحی یا قیوم کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

فضل گجراتی پیر (۱۸۹۶۔۱۹۷۲ء)

پنجابی کے معروف غزل گو شاعر، وہ حضرت شاہ دولہ دریائی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے، مذہب و تصوف و فقر کی دولت وراثت میں پائی، مرزا نثار حسین مبصر کی توجہ نے فضل حسین کو پیر فضل گجراتی بنا دیا۔ وفات کے دن بے حد نحیف و ناتواں ہو چکے تھے مگر آہستہ آہستہ کہنے لگے کہ کھانے کا جلدی جلدی بندوبست کرو، چند حجاج حضرات سفید براق لباس پہنے میرے ہاں مہمان ٹھہریں گے، ان کے لیے صاف ستھرے بستر ے بچھاؤ، میرا بستر کسی مسکین کو دے دو اور برتن توڑ دو، آواز بہت نحیف ہوتی چلی گئی اور بالآخر انہوں نے کلمہ شہادت کا ورد کیا اور پھر راہی ملک بقا ہوئے۔

فضیل بن عیاضؒ (وفات ۸۰۳ء)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور صوفی، وصال کا سبب یہ ہوا کہ ایک قاری نے سورہ فاتحہ پڑھی، آپ نے ایک دل دوز نعرہ لگایا اور جاں بحق ہو گئے۔

کاکا صاحب حضرت شیخ رحمکار (۹۸۳۔۱۰۶۳ھ)

صوبہ سرحد کے ولی کامل، پیٹ بھر کھانا پسند نہ فرماتے اور عمر کا بیشتر حصہ روزہ میں گزارا آخری ایام میں بیماری کے باوجود وضو اور قیام کے ساتھ باقاعدہ نماز ادا کرتے رہے وفات سے پہلے مصاحبین سے فرمایا، ''صبح ملک الملکوت نے آکر بتایا تھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بلایا ہے۔'' میں

نے عرض کیا کہ ہاں میں بھی یہی چاہتا ہوں، اچھا اب ظہر کا وقت داخل ہو جائے آخری نماز ادا کر دوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جمعہ کی نماز کا تحفہ لے جاؤں، جمعہ تمام دنوں سے افضل ہے۔" اور جب مسجد میں خطیب نے خطبہ پڑھا۔ خطبہ کے دوران جب یہ الفاظ آئے:

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

یعنی موت ایک پُل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچاتی ہے، تو بس اسی وقت واصل بحق ہوئے اور روح مطہر عالم اقدس کی طرف پرواز کر گئی مزار نوشہرہ اسٹیشن سے جانب جنوب ۶ میل کی دوری پر پہاڑیوں میں واقع ہے۔

گیسو دراز سید محمدؒ خواجہ (۷۲۰۔۸۲۵ھ)

حضرت خواجہ بندہ نواز تاریخ اسلام کے ان متکلم عوارف نواز اہل اللہ میں سے ایک ہیں جن کے اسمائے مبارک ان کے علم لدنی اور علوم ظاہری کی عظمتوں کے لحاظ سے انگلیوں پر شمار کیے جاسکتے ہیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مرید اور خلیفہ اعظم تھے جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے بستر پر پاؤں دراز کیے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر چشم حق بین کھلی رکھی اور وقت کے منتظر تھے زبان پر اللہ اللہ جاری تھا کہ اسی حالت میں بعمر ۱۰۵ برس چار ماہ بارہ دن وصال ہوا۔

مالک امام (۹۳۔۱۷۹ھ)

محدّث اور رفیقہ من حدیث میں سب سے پہلے انہوں نے باقاعدہ ایک کتاب لکھی اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث تحریر کیں سترہ سال کی عمر میں درس حدیث دینا شروع کیا آخری لمحات میں انہوں نے فرمایا "کسی کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں شرکت سے بہتر ہے۔"

محمد اسماعیل بخاری امام (۱۹۴۔۲۵۶ھ)

سید المحدثین، علم حدیث پڑھنے کا خیال دس سال کی عمر میں آیا ایک سال میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ استادوں کی غلطیاں نکالنے لگے سولہ سال کی عمر تک کئی کتابیں حفظ کر لیں مشہور زمانہ کتاب بخاری شریف لکھی، زندگی کے آخری ایام میں امام صاحب خرتنک میں بیمار ہوئے تو اہل سمرقند نے سواری کا انتظام کیا لیکن کمزوری کے باعث سوار نہ ہو سکے اور چار پائی پر لیٹ گئے اللہ سے دعا کی اور اتنی سی بات اپنے ساتھیوں سے کہی۔ "میرا کفن دفن سنت نبوی کے مطابق ہونا چاہئے۔"

محمد اشرف خواجہ (۱۰۴۸۔۱۱۱۷ھ)

فرزند چہارم حضرت مجدد الف ثانیؒ تفسیر، حدیث، کلام اور معقولات کی بہت سی کتابوں پر حواشی تحریر کیے، آپ کا آخری کلام تھا۔

"حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل"

محمد بن حسن ختلیؒ:

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مرشد، کشف المحجوب میں حضرت گنج داتا بخشؒ فرماتے ہیں کہ جس روز حضرتؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا اور مجھے ایک پیر بھائی سے دل میں رنج تھا جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہے تو سرکار نے مجھ سے فرمایا۔ "بیٹا میں تمہیں ایک عقیدہ بتاتا ہوں اگر تم اس پر قائم ہو گئے تو تمام جہان کے غموں سے آزاد ہو جاؤ گے یاد رکھو ہر جگہ اور ہر حال اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے خواہ نیک ہو یا بد ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز سے خصومت نہ رکھیں اور کسی کی طرف سے دل میں رنج نہ رکھیں" بس اس وصیت کے بعد کچھ نہ فرمایا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

محمد الیاس، رئیس المبلغین حضرت مولانا (۱۸۸۶۔۱۹۴۴ء)

حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کے مرید باصفا اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خلیفہ ارشد، مشہور عالم تبلیغی جماعت کے بانی و موسس۔ آخری شب وضو کر کے نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ نماز حجرہ میں ادا کی اور فرمایا کہ آج کی رات دعا اور دم کثرت سے کراؤ یہ بھی فرمایا کہ آج میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں مولوی انعام الحسن سے پوچھا کہ وہ دعا کس طرح ہے۔

اللّٰھمّ ان مغفرتک ۔انہوں نے پوری دعا یاد دلائی اللّٰھمّ ان مغفرتک اوسع من ذنوبی و رحمتک ارجی عندی من عملی ۔ترجمہ: اے اللہ تیری مغفرت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا آسرا ہے یہ دعا ورد زبان رہی فرمایا آج یوں جی چاہتا ہے کہ مجھے غسل کرا دو اور چار پائی سے نیچے اتار دو کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں دیکھو پھر نماز کیا رنگ لاتی ہے۔

رات کو بار بار اللہ اکبر کی آواز آتی رہی پچھلے پہر صاحبزادہ مولوی یوسف صاحب سے فرمایا "یوسف آمل ہم تو چلے"، انہیں سینے سے لگایا اور ذکر اللہ میں مشغول رہ کر صبح کی اذان سے پہلے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

محمد تقی عرف عزیز میاں شاہ (۱۸۹۹۔۱۹۶۸ء)

ہندوستان کے صوفی بزرگ، لقب امام السالکین محبوب حق اور تخلص راز تھا، تاج الاولیا حضرت شاہ نظام الدین حسینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، وفات کے دن صبح ہندی کے دو مصرعے کہے

یالا جو بنا نجریا لا گے ری
میری دھیرے بنسریا باجے ری

دن بھر انہی مصرعوں کو گنگناتے رہے دو بجے شب تک حلقہ ذکر میں مشغول رہے اور سب سے ملاقات ختم کرنے کا اعلان کر کے تہجد کی نماز اندر جا کر ادا کی اور پھر وہی مصرع گنگنانا شروع کر دیئے تھوڑی دیر بعد ایک گھونٹ پانی پیا اور لڑکی سے خدا حافظ کہا اور گنگناتے ہوئے لیٹ کر ایک مرتبہ زبان سے لفظ ''ھو'' فرماتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔

محمد عبداللہ حافظ (۱۲۸۳-۱۳۴۶ھ)

حضرت مولانا محمد صدیقؒ کے جانشین، بھر چونڈی شریف میں پیدا ہوئے وفات سے چند لمحے قبل حضرت امیر خسروؒ کی غزل کا ایک شعر بار بار دہراتے تھے مگر دہرانے کی کیفیت یہ تھی کہ پہلی بار پورا شعر

شاد باش اے دل کہ فردا برسرِ بازارِ عشق
وعدہ قتل است گرچہ وعدۂ دیدار نیست

پڑھا، پھر پہلا مصرعہ دو چار بار پڑھا، تین بار لفظ شاباش کی تکرار فرمائی پھر شاد کا لفظ منہ سے نکلا ہی تھا کہ جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

محمد عبید اللہ حضرت خواجہ (۱۰۳۷-۱۰۸۳ھ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند سوم و خلیفہ، والدین کو ساری اولاد میں آپ سے بہت زیادہ انس تھا، حافظے کا یہ عالم تھا کہ ایک ماہ میں پورا قرآن حکیم حفظ کر لیا سلوک باطن والد ماجد سے حاصل کیا درجہ قطبیت پر فائز ہوئے اصلاح و تلقین پابندی شریعت کے باعث مروج الشریعت کا خطاب پایا۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دہلی سے سرہند واپس ہوتے ہوئے بمقام سنہالکر آپ نے دریافت کیا کیا نماز کا وقت باقی ہے؟ وقت باقی تھا علالت کے باعث وضو کی قدرت نہ تھی، تیمم فرمایا پھر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''السلام علیکم یا رسول اللہ'' اس کے بعد نماز کی نیت باندھی اور جب پیشانی فرش پر تھی روح القدس نے عرش بریں کی جانب پرواز کی۔

محمد علی جوہر مولانا (۱۸۷۳-۱۹۳۱ء)

مسلمانوں کے عظیم رہنما انہیں رئیس الاحرار بھی کہا جاتا ہے، مولانا نے اپنی موت سے قبل جو شعر کہا تھا وہ تھا:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

آپ نے ہندوستانی مسلمانوں کیلئے جو جدوجہد کی وہ تاریخ کا نا قابل فراموش باب ہے ۱۹۳۱ء میں جب آپ نے گول میز کانفرنس میں شرکت کی تو اس وقت آپ سخت علیل تھے اس کانفرنس کی کارروائی کے دوران آپ نے انگریزوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''میں یہاں آزادی لینے آیا ہوں، آزادی ہمارا حق ہے، یا میں آزادی لے کر جاؤں گا یا غلام ہندوستان میں میری لاش جائے گی۔'' یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے آپ فرش پر گر پڑے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

محمد قاسم نانوتوی حجۃ الاسلام حضرت مولانا (۱۲۴۸-۱۲۹۷ھ)

نانوتہ (ضلع سہارنپور) میں پیدا ہوئے حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلوی، حضرت مولانا مفتی صدر الدین آزردہ، حضرت مولانا مملوک العلیؒ جیسے یگانہ روزگار علماء و صلحاء سے علوم دینیہ حاصل کیے پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی روکے دست حق پرست پر بیعت کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا تھانہ بھون اور شاملی کے میدانوں میں انگریزی فوج کے مقابلے داد شجاعت دی دار العلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے جو ۱۲۸۲ھ میں قائم کیا گیا۔ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب حضرت دنیا سے بے ہوش اور عالم بالا کے جلوؤں میں مدہوش ہو گئے زبان بند، ہوش مطلقاً مفقود البتہ سانس کے ساتھ پاس انفاس جاری، یعنی سانس کے ساتھ دل چل رہا تھا اور اللہ اللہ دل سے سانس کے ذریعے نکل رہا تھا اسی عالم میں حضرت مولاناؒ کا سانس لمبا ہو کر منقطع ہو گیا۔

محمد معصومؒ خواجہ (۱۰۰۷-۱۰۷۹ھ)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ثالث، زندگی کے آخری لمحات سے قبل انہوں نے مراقبہ سے فراغت پا کر نوافل اشراق ادا کیے پھر بستر پر تشریف لائے سانس اکھڑ گیا، مگر لب متحرک تھے کان لگا کر سنا گیا تو سورہ یٰسین تلاوت فرما رہے تھے۔

محمد نجم احسن نگرامیؒ مولانا (وفات ۱۹۷۶ء)

المعروف بہ بابا صاحب نور اللہ مرقدہٗ، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اور ممتاز شاعر، شاعری میں عشق الٰہی کی وہ گوہر افشانیاں ملتی ہیں کہ جہاں تک سب منتہین اہل سلوک کی ذہن کی رسائی بھی مشکل سے ہوتی ہے انتقال سے پہلے پست آواز میں فرمایا۔ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ. اس کے بعد کوئی بات زبان سے نہ نکلی اور وہ خالق حقیقی سے جا ملے۔

محمد نعیم الدین مراد آبادی حضرت مولانا مفتی (۱۸۸۳-۱۹۴۸ء)

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اعظم، مراد آباد میں دار العلوم جامعہ نعیمیہ قائم کیا۔ ۱۹۲۴ء میں ماہنامہ ''سوادِ اعظم'' جاری کیا ۱۹۲۸ میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی صدارت کی ۱۹۴۶ء کی آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے ناظم اعلیٰ تھے متعدد کتابیں لکھیں جو یادگار ہیں۔ انتقال کے روز اپنے ایک مصاحب سے فرمایا میرا بازو دباؤ، چنانچہ وہ مصاحب چارپائی

کی داہنی جانب بیٹھ کر بازو اور کمر دبانے لگے انہوں نے دیکھا حضرت زبان سے کچھ فرما رہے ہیں اور چہرۂ اقدس پر بے حد پسینہ ہے انہوں نے چہرے سے پسینہ خشک کیا پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا لیکن آواز پست سے پست تر ہوتی چلی گئی حتی کہ ٹھیک بارہ بج کر ۱۵ منٹ پر پھیپھڑوں کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی خود روبقبلہ ہو کر ہاتھ پاؤں سیدھے کر لیے۔ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

محمد یوسف کاندھلویؒ مولانا (۱۹۱۷ـ۱۹۶۵ء)

رئیس التبلیغ مولانا محمد الیاس دہلویؒ کے فرزند مولانا نے اپنی ساری عمر تبلیغ اسلام میں گزاری آخری دنوں میں جب بیماری نے غلبہ پالیا چنانچہ ہسپتال لے جانے کے لیے جب مولانا کو موٹر میں سوار کرایا گیا تو مولانا نے کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا جب ہسپتال قریب آ گیا تو آپ نے فرمایا ''اچھا پھر ہم تو چلے'' یہ آخری جملہ تھا، جو احباب نے سنا اس کے بعد ہونٹ ہلتے رہے اور محسوس ہو رہا تھا کہ آپ دعائیں پڑھ رہے ہیں چند لمحوں میں مولانا نے کلمہ شریف پڑھتے ہوئے متبسم چہرے کے ساتھ جان جان آفرین کے سپرد کر دی جسد مبارک لاہور سے دہلی لے جایا گیا بستی حضرت نظام الدینؒ میں بنگلہ والی مسجد میں آسودۂ خاک ہیں۔

محمود حسن شیخ الہند حضرت مولانا (وفات ۱۹۲۰ء)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے تلمیذ ارشد اور مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے خلیفہ اجل مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی استفادہ کیا آزادیِ ہند کی جدوجہد میں تحریک ریشمی رومال کے قائد اور امیر تھے۔ وفات کے دن تنفس طویل اور غیر طبعی ہو گیا اور توجہ الی الرفیق الاعلیٰ کا گمان غالب ہونے لگا حضرت نے تین مرتبہ اللہ اللہ فرمایا، مولانا کفایت اللہ صاحب نے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی مگر آہستہ آہستہ سورۃ قریب الختم ہوئی تو حضرت نے خود بخود حرکت کر کے اپنا بدن سیدھا اور درست کر لیا ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر سیدھی کر لیں اور آٹھ بجے جب کہ مولانا صاحب بالکل اخیر سورہ پر پہنچے تو حضرت نے ذرا آنکھ کھولی اور تصدیق قلبی کی تائید کے لیے زبان کو حرکت دی اور خاص الیہ ترجعون کی آواز پر قبلہ رُخ ہو کر ہمیشہ کیلئے آنکھ بند کر لی دیوبند میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے پائیں میں دفن ہیں۔

محمد یوسف بنوری حضرت مولانا (۱۹۰۸ـ۱۹۷۷ء)

ممتاز عالم دین، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اہم کردار ادا کیا، ۱۹۷۷ کی تحریک میں بھی حصہ لیا، متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اپنے آخری لمحات میں فرمایا: ''ہمارا عالم بالا سے رابطہ قائم ہو چکا ہے بس دوائی کی ضرورت نہیں بلاوا آ چکا ہے اور ہم تو چلے۔''

یہ کہہ کر ذرا بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا اور السلام علیکم کہہ کر قبلہ کی طرف منہ کر لیا اور اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے جسد مبارک راولپنڈی سے کراچی لے جایا گیا اور اپنے قائم کردہ مدرسے میں سپرد خاک ہوئے۔

مغفور القادری سیّد (۱۳۲۶ـ۱۳۹۰ھ)

سلسلہ نسب حضرت سید لعل شہباز قلندر سے جا ملتا ہے حضرت پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جماعت احیاء الاسلام کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی مستند کتابیں لکھیں جن میں عباد الرحمٰن، الرسول (غیر مطبوعہ) کلام مغفور (غیر مطبوعہ) شامل ہیں آخری وقت چہرہ اقدس پر خاص قسم کی نورانیت تھی، تمام ضروری وصیتیں پہلے ہی فرما دی تھیں زبان پر کلمہ طیبہ اور قرآنی آیات کا ورد تھا۔

مُلّا شور بازار (۱۳۰۲ـ۱۳۷۶ھ)

عالم دین، خاندان مجددیہ کے چشم و چراغ، جب انگریزوں کے خلاف افغانستان کی خودمختاری کے سلسلے میں جہاد کا اعلان کیا گیا تو انہوں نے جنوبی افغانستان میں جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ شاہ امان اللہ نے انہیں نور المشائخ کا خطاب دیا نادر شاہ کے عہد میں وزیر عدلیہ بھی رہے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان آئے۔

وصال کے روز بعد نماز فجر بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے اس دار فانی سے ہجرت فرمائی۔ ۱۹ اپریل ۱۹۷۳ء کو میت کابل پہنچائی گئی۔

منصور حلاج (۲۴۴ـ۳۰۹ھ)

تیسری صدی ہجری کا جلیل القدر صوفی، پیدائش شیراز کے قریب قصبہ طاور میں ہوئی اس کی زندگی میں ہی اس کی شخصیت مبحوث فیہ بن گئی تھی بعض علماء اور صوفیاء اسے قرمطی کہتے تھے بعض مسلمان سمجھتے تھے وہ صوفیاء کے رنگ میں شعر کہتا تھا اس کے مرنے کے بعد صوفیاء میں اس کے متعلق اختلاف رونما ہوا۔ ۲۴ ذی الحجہ کو جب اسے دار کی طرف لے چلے تو اس کے پیروں میں تیرہ بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اس وقت اس نے یہ اشعار پڑھے جن کا مطلب ہے:

میرا دوست ظلم و ستم کی طرف منسوب نہیں ہے اس نے مجھے اس طرح جام شراب پلایا جیسے کوئی مہمان کو پلاتا ہے اور جب پیالہ گردش میں آیا اس نے نطع اور سیف منگوائیں یہ نتیجہ ہے اس شخص کا جو موسم بہار میں اژدہے کے ساتھ شراب پیتا ہے قتل سے پہلے آخری کلمہ جو اس کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا۔ ''حسب الواحد افراد الواحد لہٗ'' یعنی الواحد کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس کے لیے الواحد کی فردیت کا اثبات کر دیا جائے۔

مہر علی شاہ گولڑیؒ حضرت پیر (۱۸۵۴ـ۱۹۳۷ء)

ممتاز صوفی بزرگ، پوری زندگی تبلیغ دین کے لیے وقف کر دی حضرت

شمس الدین سیالویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی مرزائیوں سے متعدد مناظرے کیے ۱۱مئی ۱۹۳۷ء کو بوقت عصر اسمِ ذات کہتے ہوئے قبلہ رخ ہو کر خداوند حقیقی سے جا ملے مزار گولڑہ شریف (راولپنڈی) میں ہے۔

نظامی:

فارسی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے مرنے سے پہلے آپ نے اپنے ساتھیوں کو نصیحت کی، ''اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے میں پُر امید ہوں، دیکھنا ہمیشہ دوسروں سے شفقت کا برتاؤ کرنا۔''

نوشہ گنج بخش حضرت:

آخری وقت پر آپ نے اپنا کھیس اتار کر شاہ صدر دیوان کو دیا اور فرمایا، ''جا کر سید عبداللہ کو پہنا دو'' کھیس عطا کرنے کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے اور حاضرین کو بھی ذکر کا حکم فرمایا اثنائے ذکر باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھ کر قبلہ رخ ہوئے اور سکوت فرما گئے جب حاضرین نے دیکھا تو روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔

نظام الدین اولیاؒ حضرت (۶۳۴۔۷۳۵ھ)

برصغیر ہندو پاک کے ممتاز صوفی بزرگ، زندگی بھر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، حیات ظاہری کے آخری دنوں میں جب مرض کی شدت ہوئی تو لوگوں نے دوا پینے کے لیے کہا تو فرمایا:

''دردِ مندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست''

وصال کے روز لنگر خانہ اور تمام اشیاء غربا میں تقسیم کر دیں تاکہ خدا کے ہاں کسی چیز کا مواخذہ نہ ہو خادم نے کچھ غلہ درویشوں کے لیے رکھ لیا آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا۔ ''اسے بھی لُٹا دو، اور توشہ خانہ میں جھاڑو دے دو۔'' نماز کئی کئی مرتبہ ادا فرماتے لیکن پھر بھی تسکین نہ ہوتی اور فرماتے۔

''می رویم می رویم می رویم''

ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، وقت رخصت جب بالکل قریب آ گیا تو ایک مصلی خاص، دستار اور پیرہن مولانا برہان الدین غریب کو دے کر دکن کی طرف، ایک دستار اور پیرہن اور مصلی شیخ یعقوب کو عطا فرما کر گجرات کی طرف جانے کی اجازت دی اور حضرت نصیر الدین چراغ کو عصا، مصلیٰ، تسبیح نعلین چوبی اور خرقہ اور حضرت بابا فرید الدینؒ گنج شکر کے دیگر تبرکات اُن کے سپرد کیے اور فرمایا۔ ''تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا و قضا اٹھانی چاہیے۔''

یوسف بن حسینؒ حضرت

اے اللہ میں ظاہر میں لوگوں کو نصیحت کرتا اور باطن میں اپنے نفس کے ساتھ کھوٹ کیا اس کے بدلہ میں کہ تیری مخلوق کو نصیحت کرتا رہا معاف کر دے۔'' یہی کہتے کہتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

ابراہیم بن یزید تیمیؒ

تابعی جلیل، عابد و زاہد، دنیا میں ایثار و قربانی کی ایسی مثال قائم کر گئے جو بہت کم دیکھنے میں آئے گی ممتاز عالم و تابعی حضرت ابراہیم نخعیؒ آپؒ کے ہم عصر ہیں حجاج بن یوسف امام نخعیؒ کا سخت دشمن تھا ایک مرتبہ ان کی گرفتاری کے احکام جاری کیے ابراہیم تیمیؒ کو علم ہوا تو یہ سوچ کر کہ ایک عالم محدث و فقیہ کو حجاج کے ظلم سے بچانا چاہئے اپنے آپ کو پیش کر دیا کہ ''ابراہیم میں ہوں'' تلاش کرنے والے ابراہیم نخعیؒ کو پہچانتے نہ تھے اس لیے ان کے اقرار پر انہی کو پکڑ کر لے گئے۔ حجاج نے زنجیروں میں جکڑوا کر دیماس کے قید خانے میں، جس کو اس نے سنگین مجرموں کیلئے خاص طور پر بنوایا تھا ڈلوادیا یہ قید خانہ کیا تھا موت کا گھر تھا جس میں راحت و آرام نام کی کوئی چیز نہ تھی ابراہیم تیمیؒ صبر و استقلال کے ساتھ ان مصائب کو جھیلتے رہے اور بالآخر اسی قید خانے میں انتقال کر گئے ان کی شب وفات کو حجاج نے خواب میں دیکھا کہ شہر میں ایک جنتی مر گیا ہے صبح اس نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیمؒ قید خانے میں انتقال کر گئے ہیں۔ (ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۹)

ابراہیم بن یزید نخعیؒ:

جلیل القدر تابعی، عابد و زاہد متورع و متقی ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے آخری وقت میں نہایت مضطرب اور بے قرار تھے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا فرمایا اس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون سا ہوگا کہ خدا کا قائد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آنے والا ہے اس پیام کے مقابلہ میں قیامت تک موجودہ صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں اسی علالت میں ۹۶ھ کے شروع میں انتقال فرمایا، انتقال کے وقت عمر مبارک انچاس یا پچاس سال تھی۔

اسود بن یزید (۷۵ھ)

حدیث کے ممتاز حفاظ میں سے ہیں، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حذیفہؓ ابو محذورہؓ، اور ابو موسیٰؓ جیسے اکابر کی صحبت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا۔

قائم اللیل اور صائم الدہر تھے سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے قرآن کی تلاوت کا ہمیشہ معمول تھا لیکن رمضان کے مہینے میں صرف مغرب و عشاء کے درمیان سوتے تھے اس کے بعد اٹھ کر ساری رات قرآن پڑھتے تھے اور دو راتوں میں ایک قرآن ختم کر دیتے تھے مرض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس جہاد کی طرف آ جا جس میں کانٹا نہیں اور وہ حج ہے۔ (مجمع)

الموت میں بھی تلاوت قرآن میں فرق نہ آیا چنانچہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی اپنے بھانجے ابراہیم نخعیؒ کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے رہتے تھے آخری وقت ہدایت کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ نکلے۔

حسن بصریؒ (۱۱۰ھ)

علمی کمالات اور روحانی واخلاقی فضائل میں بلند ترین مقام رکھتے تھے صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد کی صحبت میسر آئی آپؒ کے حکیمانہ اقوال میں سے ہے کہ "میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو اس کے برخلاف جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے۔"

فرماتے تھے "انسان کا علانیہ اپنے نفس کی مذمت کرنا درحقیقت اس کی مدح ہے۔"

آپ کی وفات سے چند دن پیشتر ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک پرندے نے مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھالی مشہور معبر حضرت ابن سیرینؒ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ حسنؒ کا انتقال ہو جائے گا۔ اس خواب کے چند ہی دنوں بعد حضرت حسنؒ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے دوران علالت فرماتے تھے کاش انسان نے اپنی صحت وتندرستی کے زمانہ میں بیماری کیلئے کچھ رکھ چھوڑا ہوتا آخری وقت میں اپنی تمام تحریریں جلا دینے کا حکم فرمایا، کاتب کو بلا کر لکھوایا کہ "حسن شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، جس نے موت کے وقت صدق دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا ان تیاریوں سے فراغت کے بعد ۱۱۰ھ میں شب جمعہ کو سفر آخرت کیا، دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد جنازہ اٹھا تو ساری خلقت جنازہ پر ٹوٹ پڑی شہر اتنا خالی ہو گیا کہ اس دن جامع مسجد بصرہ میں کوئی عصر کی نماز پڑھنے والا نہ تھا۔

خارجہ بن زیدؒ (۱۰۰ھ)

مشہور صحابی زید بن ثابتؓ کے صاحبزادے مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں ان کا نام بھی ہے عمر مبارک جب ستر سال کے قریب ہوئی تو خواب دیکھا کہ ستر سیڑھیاں بنائی ہیں انہیں بنانے کے بعد گر پڑے کچھ عرصہ بعد جب عمر پورے ستر سال ہوگئی تو انتقال فرمایا۔

ربیع بن خثیمؒ:

کبار صحابہؓ کا زمانہ پایا عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوایوب انصاریؓ سے فیض اٹھایا آپؓ کے زہد وورع اور عبادت وریاضت پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے نماز با جماعت کبھی ناغہ نہ ہوئی تھی آخر عمر میں فالج کے اثر سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے لیکن اس وقت بھی نماز با جماعت قضا نہ ہوتی تھی دوسروں کے سہارے گھسٹتے ہوئے مسجد پہنچتے تھے لوگ کہتے ابو یزید اس مجبوری کی حالت میں تو آپ کو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے جواب دیتے حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح سننے کے بعد جہاں تک ہو سکے اس کا جواب دینا چاہئے خواہ گھٹنے کے بل چلنا پڑے وفات سے چند لمحات قبل فرمایا کہ "میں اپنے نفس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں وہ اپنے نیک بندوں کو بدلہ اور ثواب دینے کیلئے کافی ہے میں خدا کی ربوبیت، محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کی امامت سے راضی ہوں" ان کلمات کے بعد واصل بحق ہوئے۔

سعید بن جبیرؒ:

علم وعمل کے مرج البحرین تھے کبار ائمہ اور سرگروہ تابعین میں سے تھے حجاج کے ہاتھوں ظلماً شہید ہونے سے پہلے حجاج اور آپؒ کے درمیان جو مکالمہ ہوا نہایت پرتاثیر اور حق گوئی کا شاہکار ہے۔

قتل کے لیے چمڑا بچھائے جانے کے بعد جب حجاج نے قتل کا اشارہ کیا تو حضرت سعیدؒ نے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں حجاج نے کہا کہ اگر مشرق کی طرف رخ کرو تو اجازت مل سکتی ہے فرمایا کچھ حرج نہیں اینما تولو افثم وجہ اللہ پھر یہ آیت پڑھی انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا و ما انا من المشرکین (میں نے ایک ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں) حجاج نے یہ سن کر حکم دیا کہ اوندھے منہ گرا دیئے جائیں یہ حکم سن کر حضرت سعیدؒ نے سر جھکاتے ہوئے یہ آیت پڑھی، منھا خلقنکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اُخریٰ (اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے پھر اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے) اور کلمہ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ "خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس (حجاج) کو کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا، جلاد شمشیر برہنہ موجود تھا حجاج کے حکم سے دفعۃً تلوار چمکی اور آپؒ کا سر زمین پر تڑپنے لگا، زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ نکلا۔

سعید بن المسیبؒ (۹۴ھ)

آپؒ کے والد مسیبؓ اور دادا حزنؓ دونوں صحابی ہیں، ابن حبان لکھتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ فقہ، دیانتداری، زہد وورع، عبادت وریاضت اور جملہ فضائل میں سادات تابعین میں تھے چالیس سال اور ایک روایت کے مطابق پچیس سال تک ایک وقت کی بھی نماز باجماعت ناغہ نہیں ہوئی۔

ولید کے عہد ۹۴ھ میں بیمار ہوئے اسی بیماری نے مرض الموت کی شکل اختیار کر لی۔ دم آخر اپنے صاحبزادے محمد کو بلا کر تجہیز وتکفین کے متعلق وصیت کی کہ "مرنے کے بعد جنازہ پر سرخ چادر نہ اڑھائی جائے جنازہ کے پیچھے آگ نہ لے جائی جائے بین کرنے والے ساتھ نہ ہوں میرے ایسے اوصاف بیان نہ کیے جائیں جو مجھ میں نہیں ہیں کسی کو جنازہ اٹھانے کی اطلاع

نہ دی جائے صرف چار آدمی اٹھانے کیلئے کافی ہیں قبر پر خیمہ نہ لگایا جائے۔"

شریح بن حارث قاضی (۷۶ھ)

دنیائے اسلام کے جلیل القدر قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر عبدالملک کے زمانہ تک، مسلسل ساٹھ برس قاضی رہے انصاف اور عدل گستری میں بے نظیر تھے۔ آخر عمر میں ضعف پیری کی وجہ سے عہدہ قضا سے مستعفی ہو گئے تھے استعفاء کے بعد بیمار ہوئے تو زندگی کی امید باقی نہ رہی دم آخر لوگوں کو ہدایت کی کہ "قبر بغلی کھو دی جائے جنازہ کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے، جنازہ کے ساتھ نوحہ نہ کیا جائے جنازہ کو آہستہ آہستہ لے جایا جائے قبر پر چادر نہ ڈالی جائے" ان وصایا کے بعد انتقال فرمایا سن وفات میں اختلاف ہے۔

صفوان بن سلیم زہریؒ (۱۳۲ھ)

مدینۃ الرسول ﷺ کے فقہاء میں سے شمار ہوتے تھے عبادت و ریاضت اور زہد و ورع ان کا امتیازی وصف تھا آرام و آسائش سے بچنے کیلئے عہد کر لیا تھا کہ تاعمر بستر استراحت پر آرام نہ کریں گے اس عہد کے بعد تیس یا چالیس سال زندہ رہے اور آخر وقت تک برابر اس عہد پر قائم رہے مرض الموت میں لوگوں نے عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے کیا اب بھی نہ لیٹیے گا، فرمایا اگر لیٹ گیا تو پھر عہد پورا نہ ہو گا لیکن پھر لوگوں کے زیادہ اصرار پر ذرا سی ٹیک لگا لی اور اسی حالت میں بیٹھے بیٹھے انتقال ہوا۔

صفوان بن محرزؒ:

بصرہ کے عابد و زاہد تابعین میں تھے دنیا اور اس کی نعمتوں سے کبھی دامن آلودہ نہ کیا فرماتے تھے اگر مجھے کھانے کیلئے روٹی کا ایک ٹکڑا، جس سے توانائی قائم رہ سکے اور پینے کیلئے پانی کا ایک کوزہ مل جائے تو پھر مجھے دنیا اور اہل دنیا کی ضرورت نہیں دنیا کو ایک سرائے سے زیادہ نہ سمجھتے تھے اس لیے مستقل گھر نہیں بنایا، رہنے کیلئے ایک چھپر تھا اس کی مرمت تک نہ کراتے تھے ایک مرتبہ اس کی ایک کڑی ٹوٹ گئی لوگوں نے کہا اس کو درست کر لیجئے فرمایا کل مرنا ہے اگر گھر کا حقیقی مالک اس سے زیادہ ٹھہرنے کا موقع دیتا تو درست کر لیتا۔

ارشادات رسول ﷺ کا مرتے دم تک پاس رہا مرض الموت میں گھر والوں سے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ چلا کر بین کرنے والا، سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے اسی مرض میں وفات پائی سن وفات علی الاختلاف ۷۴ھ ہے۔

طاؤس بن کیسانؒ (۱۰۶ھ)

فضل و کمال کے لحاظ سے کبار تابعین میں شمار ہوتے تھے جس درجہ کا علم تھا اسی نسبت سے عمل تھا کثرت عبادت سے پیشانی پر نشان پڑ گیا تھا بستر مرگ پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے چالیس حج کیے طواف میں خاموش رہتے تھے کسی بات کا جواب نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ طواف نماز ہے، دنیا اور اس کی تمام خواہشوں سے بالکل بے نیاز تھے کبھی دنیاوی نعمتوں کی خواہش نہیں کی ہمیشہ یہی دعا کرتے تھے کہ "خدایا مجھے مال اور اولاد سے محروم رکھ اور اس کے بدلہ میں ایمان و عمل کی دولت عطا فرما۔" ۱۰۶ھ کے موسم حج میں مکہ میں ترویہ سے ایک دن پہلے انتقال فرمایا اور ہمیشہ کیلئے ارض مکہ میں مقیم ہو گئے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ لے جانا دشوار ہو گیا پولیس کا انتظام کیا گیا پھر بھی مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے

عبداللہ بن عونؒ (۱۵۱ھ)

کوفہ کے اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے عبادت و ریاضت کا خصوصی اہتمام فرماتے ذات نبوی ﷺ کے ساتھ والہانہ محبت تھی چنانچہ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رخ انور کی زیارت ہو جاتی خدا نے ان کی یہ تمنا پوری کی۔ وفات سے کچھ دن پہلے خواب میں دیدار جمال نبوی ﷺ سے مشرف ہوئے اس شرف پر ایسے بے خود ہوئے کہ بالا خانہ سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے پیروں میں چوٹ آئی لیکن ایک بابرکت یادگار کی حیثیت سے اس چوٹ کا علاج نہیں کیا بالآخر یہی چوٹ مرض الموت کا سبب بن گئی دوران علالت مطلق حرف شکایت زبان پر نہ لائے ہوش و حواس آخر تک قائم رہے جب تک آخری سانس آتی رہی اس وقت تک قبلہ رو خدا کا ذکر کرتے رہے رجب ۱۵۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔

عمرو بن شرحبیلؒ (۶۳ھ)

فضلاء تابعین میں شمار ہوتے تھے جلیل القدر صحابہ کرام سے سماع حدیث کیا مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا میں مرنے کیلئے بالکل آمادہ ہوں پیش آنے والے مرحلہ کے علاوہ اور کسی شے کا خوف دل میں نہیں ہے نہ میرے پاس مال و دولت ہے (کہ اس کا افسوس ہو) اور نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے (کہ اس کی فکر ہو) میرے مرنے کی خبر کسی کو نہ دیجائے جنازہ لے چلنے میں جلدی کرنا، قبر پر ہری شاخ رکھنا مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے، قبر اونچی نہ کرنا کہ وہ اس کو ناپسند کرتے۔ تم آخر وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا" ان ہدایات کے بعد وفات پائی۔

علقمہ بن قیسؒ (وفات ۶۲ھ)

علقمہ بن قیسؒ دورِ نبوت میں پیدا ہوئے فضل و کمال اور زہد و تقویٰ کے

لحاظ سے ممتاز تابعین میں شمار ہوتے ہیں قرآن، حدیث اور فقہ میں فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں تلاوت قرآن کریم کے ساتھ غیر معمولی شغف اور انہماک تھا عام طور پر چھ دن میں قرآن کریم ختم کرتے تھے کبھی ایک ہی رات میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے تھے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کے چار طوافوں میں قرآن کریم ختم کیا۔ مرض الموت میں وصیت کی کہ ''دم آخر کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ نکلے، کسی کو موت کی خبر نہ دی جائے ورنہ وہ زمانہ جاہلیت کا اشتہار بن جائے گی دفن کرنے میں جلدی کی جائے، بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ ہوں''

قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ (وفات ۱۰۷ھ)

حضرت صدیق اکبرؓ کے پوتے جنہیں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دامن تربیت وآغوش شفقت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا فقہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے مدینہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے ہے۔ مرض الموت میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ ''قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں'' آپؒ نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بد قسمت ہیں اس کے بعد کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں انہی میں کفنایا جاؤں اس میں قمیض، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں، صاحبزادے نے کہا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے فرمایا ابوبکرؓ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے، مردوں کے مقابلہ میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔'' ان وصایا کے بعد انتقال فرمایا۔

مجاہد بن جبیرؒ (وفات ۱۰۳ھ)

حبر الامۃ حضرت ابن عباسؓ کے ممتاز شاگرد، جنہوں نے تیس مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے پورے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی، دنیا سے لاتعلق اور آخرت کے بارے میں متفکر رہتے تھے کسی نے اس غم کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ابن عباسؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ ''عبداللہ دنیا میں اس طرح رہو کہ معلوم ہو کہ مسافر ہو یا راہ گزر ہو'' (کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل) بڑے بڑے صحابہؓ ان کی عظمت کے قائل تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے بزرگ ان کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے ۱۰۲ھ یا ۱۰۳ھ میں عین سجدہ کی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

محمد بن سیرینؒ (وفات ۱۱۰)

محمد بن سیرینؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کے دامن علم میں خصوصی تربیت پائی ان کی ذات علم وعمل کی جامع تھی۔ حافظ ذھبیؒ جیسے ناقد نے انہیں ''رأس المتورعین'' لکھا ہے تقریباً ساری رات عبادت میں صرف ہوتی تھی ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے تھے کسب حلال میں غلو کی حد تک احتیاط کرتے تھے ان کے زہد وتقویٰ کیلئے یہ سب سے بڑی سند ہے کہ حضرت انسؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے وصیت کی کہ مجھے ابن سیرین غسل دیں اور میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ ۱۱۰ھ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو صاحبزادگان کو وصیت فرمائی ''تم لوگ خدا کا خوف کرتے رہنا آپس میں صلح ومسالمت سے رہنا، اگر مؤمن ہونے کا دعویٰ ہے تو خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا، خدا نے تمہارے لیے ایک دین منتخب کیا ہے اسی پر مرنا، اس کا دعویٰ نہ کرنا کہ تم دین میں انصار کے بھائی اور موالی ہو (محمد بن سیرینؒ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام سیرین کی اولاد ہیں) صدق اور عفاف زنا اور جھوٹ سے زیادہ بہتر اور پائیدار ہیں'' ان وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا۔

محمد بن منکدر (وفات ۱۳۰ھ)

صحابہؓ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض پایا، علم قرأت، حدیث اور فقہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے اس کے ساتھ زہد وتقویٰ اور خشیت الٰہی کا رنگ نہایت گہرا تھا، کلام اللہ کی آیات پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ ایک شب کو تہجد میں بہت روئے صبح کو ان کے بھائیوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت پر گریہ طاری ہوا تھا۔ بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون (ان لوگوں کیلئے خدا کی جانب سے ایسی چیز ظاہر ہوگی جس کا وہ وہم وگمان بھی نہ کرتے تھے۔)

کسی نے ان سے پوچھا آپ کے نزدیک سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ فرمایا مسلمانوں کو خوش کرنا، نزع کی حالت میں سخت رقت طاری ہوئی فرمایا ''مجھے اس آیت بدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون سے خوف ہے کہ مبادا میرے لیے بھی خدا کی جانب سے ایسی شے ظاہر ہو جو میرے وہم وگمان میں نہ ہو''۔

مسروق بن اجدعؒ (وفات ۶۳ھ)

تابعین کی صف میں ممتاز مقام رکھتے تھے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعودؓ سے بطور خاص کسب فیض کیا قرآن وحدیث اور فقہ کے علوم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت وریاضت خلوت اور دنیا سے بے نیازی میں بھی ممتاز تھے مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو متوکلانہ زندگی کے باعث گھر میں کفن تک کا سامان نہ تھا اس لیے کفن کیلئے قرض کی وصیت کی مگر یہ ہدایت کردی کہ زراعت پیشہ اور چرواہے سے نہ لیا جائے بلکہ مویشی رکھنے والے یا تجارت پیشہ سے لیا جائے دم آخر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا''

خدایا میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر ؓ کے طریقے پر جان دے رہا ہوں خدا کی قسم میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا اور چاندی نہیں چھوڑا ہے اسی کے ذریعے مجھے کفنانا'' (غالباً اس سے تلوار بیچ کر روپیہ حاصل کرنے کی طرف اشارہ تھا) ان وصایا کے بعد وفات پائی۔

مطرف بن عبداللہؒ

عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے مگر صغر سنی کی وجہ سے شرف لقاء سے محروم رہے البتہ صحابہ کرام کے فیوض و برکات سے خوب مستفید ہوئے۔ آخری دنوں میں احتباس بول کے مرض میں مبتلا ہوئے جو جان لیوا ثابت ہوا آخری وقت میں طبیب کو مخاطب ہو کر فرمایا ''میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا، اور اپنے صاحبزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم دیا انہوں نے حکم کی تعمیل کی قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا، مجھے قبر کے پاس لے چلو، چنانچہ اپنی آخری آرام گاہ کے پاس جا کر اس میں دعا کی، دعا کے بعد گھر واپس پہنچے ہی تھے کہ پیغام اجل آ گیا سن وفات باختلاف روایت ۸۷ھ یا ۹۵ھ ہے۔

ہرم بن حیان عبدیؒ:

زہد وعبادت اور فنائیت میں بلند مقام تھے مرض الموت میں جب وصیت کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا'' کیا وصیت کروں بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا، اگر زرہ ناکافی ہو تو گھوڑی بھی بیچ دینا اگر یہ بھی ناکافی ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا سورۂ نحل کی ان آخری آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة الخ خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ، تجہیز و تکفین کے بعد آسمان نے قبر پر ابر رحمت کے موتی برسائے۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ (۹۴ھ)

صحابی رسول عبدالرحمٰن بن حارث ؓ کے صاحبزادے ہیں مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار ہوتا ہے ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر غسل خانے گئے وہاں گر پڑے فوراً زبان سے نکلا'' خدا کی قسم میں نے آج شروع دن میں کوئی نئی بات نہیں کی تھی'' اسی دن غروب آفتاب سے پہلے انتقال کر گئے۔

ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ (۷۳ھ)

علوم قرآن کریم میں خصوصی دستگاہ رکھتے تھے چالیس سال تک مسجد میں کسی معاوضہ کے بغیر درس قرآن کریم دیا مسجد ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ مرض الموت میں بھی مسجد میں ہی تھے۔ عطاء بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا فرمایا'' میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے گویا وہ نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کیلئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں مروں۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ تمنا پوری فرمائی اور مسجد ہی میں انتقال کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ (۱۶۴ھ)

فقہ وحدیث کے ساتھ صبر و ہمت اور استقامت وعزیمت میں بھی مقام امامت پر فائز تھے مسئلہ خلق قرآن میں آپ جس ابتلاء وامتحان سے گزرے وہ ایک داستانِ خونچکان ہے جب آپ کو رقہ سے بغداد لایا گیا تو چار چار بیڑیاں پاؤں میں پڑی ہوئی تھیں تین دن تک ان سے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا لیکن وہ اپنے عقیدے سے نہیں ہٹے چوتھے دن والئی بغداد کے پاس ان کو لایا گیا اس نے کہا احمد! تم کو اپنی زندگی ایسی دوبھر ہے خلیفہ تم کو اپنی تلوار سے قتل نہیں کرے گا لیکن اس نے قسم کھائی ہے اگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی تو مار پر مار پڑے گی اور تم کو ایسی جگہ ڈال دیا جائے گا جہاں کبھی سورج نہیں آئے گا اس کے بعد امامؒ کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اور ان کو اس انکار واصرار پر ۲۸ کوڑے لگائے گئے ایک تازہ جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا تھا امام احمدؒ ہر کوڑے پر فرماتے تھے اعطونی شیئا من کتب اللّٰه او سنة رسول اللّٰه حتی اقول به میرے سامنے اللہ کی کتاب یا اس کے رسول کی سنت سے کچھ پیش کرو تو میں اس کو مان لوں۔

عامۃ المسلمین

فقیر محمد فقیر ڈاکٹر (وفات ۱۹۷۴ء)

پنجابی زبان کے مشہور شاعر، بابائے پنجابی، انہوں نے اپنی وفات سے دو منٹ پہلے یہ شعر کہا:

کرماں دا ، مہراں، فضلاں ، پناہواں دا شکریہ
ساہواں دے نال تیرے دساہواں دا شکریہ

ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲ـ۱۹۸۱ء)

تحریک آزادی کے ممتاز رہنما اور محمد علی جناح کے قریبی ساتھی، ۱۹۳۶ء میں پہلی بار جناح صاحب کی دعوت پر مسلم لیگ کے اجلاس میں شریک ہوئے اقوام متحدہ، امریکا اور برطانیہ میں پاکستان کے سفیر رہے۔ ۵۵ـ۱۹۵۴ء میں مرکزی وزیر تجارت کے عہدے پر خدمات انجام دیں آخری دن معمول کے مطابق ناشتہ کیا اور پھر سونے کی خواہش ظاہر کی، اس دوران حالت اچانک بگڑ گئی اور سات بج کر پچیس منٹ پر نہایت پرسکون انداز میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ابو مسلم خراسانی

اسے دھوکے سے ایک درویش صالح نے خلیفہ منصور کے حکم سے قتل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو نے زکوٰۃ ادا کر دی تو تیرا مال (ایسا) خزانہ نہیں ہے (جس پر آخرت میں سزا دی جائے)۔ (الحاکم)

کرایا جب وہ خون سے لت پت فرش پر پڑا تھا تو ایک عورت ابو مسلم کے سامنے پہنچ گئی، اُس نے ہاتھ ٹیک کر اُٹھنے کی کوشش کی وہ عورت ابو مسلم کی اس حالت کو دیکھ کر بے اختیار چیخ اٹھی ابو مسلم نے اُسے پہچان کر اُکھڑی ہوئی آواز میں کہا، گلنار......آہ......تم......میری خطا معاف......پھر زبان رُک گئی اور ابو مسلم دم توڑ گیا۔

ابراہیم ذوق (۱۷۹۰ـ۱۸۵۴ء)

اردو کے ممتاز شاعر، شاعر عموماً مرتے وقت شعر ہی کہتے ہیں، ابراہیم ذوق نے بھی دوسرے شاعروں کی تقلید کرتے ہوئے شعر ہی کہا، اُن کا آخری شعر یہ تھا:

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

اختر شیرانی (۱۹۰۵ـ۱۹۴۸ء)

مشہور رُومانی شاعر، محمد داؤد خان اختر، اُردو زبان کے نامور محقق پروفیسر محمود خاں شیرانی کے فرزند تھے ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے بہارستان، خیالستان اور رُومان ادبی رسالے نکالے۔ ۱۹۳۷ء میں اُردو میں معروف لغت جامع اللغات کی ادارت کی، کلام عشقِ مجازی کے لطیف جذبات اور وجد انگیز غنائیت سے معمور ہے لاہور میں وفات کے وقت کہا:

''ہو گئی بزمِ میکدہ خاموش''

اقبال علامہ ڈاکٹر سر محمد (۱۸۷۷ـ۱۹۳۸ء)

مشرق کے عظیم مفکر اور برِصغیر کے قومی شاعر، حضرت علامہ اقبال نے وفات سے چند ثانیے قبل یہ قطعہ ارشاد فرمایا:

سرودے رفتہ باز آید کہ ناید نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے دگر دانائے راز آید کہ ناید

اس وقت علامہ کے پاس راجہ حسن اختر بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ اقبال نے فرمایا کہ پلنگ اندر لے چلو جب پلنگ اندر لے جایا گیا تو فرمایا کندھا دبایا جائے ملازم علی بخش نے کندھا دبایا پھر اچانک لیٹے لیٹے پاؤں پھیلا دیے اوپر کی طرف آنکھیں اٹھائیں، بایاں ہاتھ دل پر رکھا اور دائیں ہاتھ سے سر کو تھامتے ہوئے کہا۔ ''یا اللہ میرے یہاں درد ہے۔'' اس کے ساتھ سر پیچھے کو ڈھلک گیا اور قبلہ رُخ ہو کر اپنی آنکھیں بند کر لیں پانچ بجکر چودہ منٹ پر خالقِ حقیقی سے جاملے۔

اکبر اعظم (۱۵۴۲ـ۱۶۰۵ء)

مغل شہنشاہ، دینِ الٰہی رائج کیا، تیرہ برس کی عمر میں ہمایوں کا جانشین بنا اور بتدریج پورے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ وہ بڑا دانا تھا اور اپنی دانائی کی وجہ سے لوگوں کے دل موہ لیے اسی بناء پر اسے ''بنی نوع انسان کا محافظ'' کہا گیا ہے ایک روایت کے مطابق وفات سے قبل اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی اور دوبارہ اسلام کا دامن تھام لیا بقول شہنشاہ جہانگیر: مرنے کے وقت والد ماجد اور میرے مرشد نے فرمایا، میراں صدر جہاں کو بُلاؤ کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے میراں صدر جہاں حاضر ہوئے اور دوزانوں بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود اپنی زبان سے کلمہ شہادت پڑھا اور میراں صدر جہاں سے کہا کہ سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰسین اور دعا عدیلہ پڑھیں جب میراں صدر جہاں نے سورہ یٰسین پڑھ کر دعا عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور جان جان آفرین کے سپرد کی آگرہ کے نزدیک سکندرہ میں دفن ہوا۔

الپ ارسلان (وفات ۴۶۵ھ)

خراسان کے سلجوقی خاندان کا چشم و چراغ، اس کی حکومت دریائے جیحون سے فرات تک پھیلی ہوئی تھی رومیوں کو شکست فاش دی لیکن خود ایک معمولی شورش میں مارا گیا ہوا یوں کہ دریائے جیحوں کے پار یوسف نامی قلعدار نے بغاوت کر دی اور شاہی فوجوں کے خلاف ڈٹ گیا سلطان الپ ارسلان نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا حکم دیا یوسف نے یہ سن کر خنجر نکال لیا اور سلطان کی طرف بڑھنا چاہا، درباری اسے روکنے کو جھپٹے لیکن سلطان نے کہا ''آنے دو میں فوراً اسے تیر کا نشانہ بنادوں گا۔'' لیکن خدا کو اس کی یہ بات منظور نہ تھی اور تیر کمان سے چھوڑتے ہی اس کا پاؤں پھسل گیا اور تیر کا نشانہ خطا ہو گیا جب تک وہ سنبھلتا یوسف نے بادشاہ کا کام تمام کر دیا۔

امیر تیمور (۱۳۳۶ـ۱۴۰۵ء)

فاتح ایشیاء ۱۳۸۰ء میں ایران کی فتح کا عزم کیا اور اس کی ابتداء خراسان سے کی۔ خراسان کے بعد گرگان، مازندران اور سیستان اور پھر ہرات فتح کیا ازاں بعد فارس، عراق آذر بائیجان وغیرہ فتح کیے۔

مرنے سے پہلے اُس نے جہانگیر کے بیٹے پیر محمد کو اپنا جانشین مقرر کیا پھر اس نے یہ وصیت کی کہ فوج کو دیوارِ چین کی طرف بڑھایا جائے اور مرتے وقت کہا کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ شاہ رُخ کو دوبارہ دیکھ سکوں لیکن یہ ناممکن ہے اس کے ساتھ ہی اس کی رُوح پرواز کر گئی۔

انور سادات (۱۹۱۸ـ۱۹۸۱ء)

مصر کے صدر نیل ڈیلٹا کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے عباسیہ ملٹری اکیڈمی میں داخلہ لیا جمال عبدالناصر کی وفات کے بعد ۱۹۷۰ء میں مصر کے صدر بنے ''میں اب ملک کی سیاست سے ریٹائر ہو جانا چاہتا ہوں کیونکہ جو مشن میرے سامنے تھا وہ پورا ہو گیا اسرائیل کے ساتھ ہمیشہ کیلئے معاہدہ صلح کیا جائے اور تمام چھنا ہوا علاقہ واپس لیا جائے۔'' انہوں نے یہ بات پریڈ میں سلامی کے لیے جانے سے پہلے ایک امریکی نامہ نگار کو ایک انٹرویو میں کہی ان کی زندگی

کے آخری لمحات کے ڈیڑھ گھنٹہ تک موجودہ مصر کے صدر حسنی مبارک ان کے ساتھ رہے ان کے مطابق صدر سادات کے آخری الفاظ یہ تھے:

''میں نے جنگِ اکتوبر میں شریک بعض فوجی افسروں کو ترقی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔'' ان الفاظ کے چندلمحوں بعد واقعہ یہ ہوا کہ میں طیاروں کا خلائی پاسٹ دیکھنے کیلمیاں پرنظریں جمائے بیٹھا تھا کہ اچانک شور سا بلند ہوا اور معمولی دھماکے کی آواز آئی میں نے صدر کو کرسی سے اُٹھتے دیکھا اور ساتھ ہی ایک شخص کو سٹیج پر کچھ پھینکتے پایا، صدر کو گولیاں لگیں جب انہیں ہسپتال لے جایا جانے لگا تو انہوں نے کہا: ''IT is impossible'' اس کے بعد انہوں نے دم توڑ دیا۔

بابر ظہیر الدین (وفات ۱۵۳۰ء)

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے بانی، وفات سے قبل امراء کو طلب کیا اور انہیں یہ وصیت کی۔ ''میرے دل میں تھا کہ سلطنت ہمایوں مرزا کے حوالے کر کے خود باغ زرافشاں میں گوشہ نشین رہوں خدائے کریم کے فضل سے میرے دل کی بہت مرادیں پوری ہوئیں سوائے اس خواہش کے لیکن اب مجھے مرض نے دبالیا ہے میں تم سب کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد ہمایوں کو بادشاہ تسلیم کرو اس کے وفادار اور آپس میں متحد رہو مجھے خدا سے امید ہے کہ ہمایوں بھی حسب دلخواہ کام کرے گا۔'' پھر اس نے علیحدہ ہمایوں سے یہ بات کہی، ''تمہارے بھائیوں کو میں تمہاری حفاظت میں چھوڑتا ہوں، ان سے اخلاص ومحبت اور ساری رعایا سے شفقت کا برتاؤ کرنا۔'' اس کے تیسرے روز ۲۵ دسمبر ۱۵۳۰ء کو انتقال کیا۔

بوعلی سینا حکیم:

ممتاز طبیب، زندگی کے آخری ایام تک بالکل تندرست رہے لیکن جس سال علاء الدولہ نے میر تاش سے جنگ کی وہ قولنج کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے اور علاج کے طور ایک دن میں آٹھ بار معجون استعمال کرنے لگے جس کی وجہ سے آنتوں میں زخم ہو گئے اور شدید اسہال لاحق ہو گیا اس کے باوجود وہ جنگ سے کنارہ کشی بھی نہ چاہتے تھے۔ اور اسی حالت میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ حالت سخت خراب ہو گئی تین دن کے بعد قولنج پر ایک اور بیماری صرح کا اضافہ ہو گیا دوسرے دن ایک خدمت گار کو معجون میں اجمود کا انڈا شامل کرنے کی ہدایت کی، لیکن شیخ کے خدمت گاروں نے اُن کے ایک دشمن فوجی سردار کی دھمکیوں اور لالچ میں آ کر مقررہ مقدار سے زیادہ اجمود کے انڈے معجون میں شامل کر دیے اس طرح حالت مزید خراب ہو گئی اسی حالت میں انہیں اصفہان پہنچایا گیا جہاں وہ اپنے علاج میں مصروف رہے لیکن جب انہیں یقین ہو گیا کہ علاج بے فائدہ ہے تو انہوں نے بہت سا سامان محتاجوں میں تقسیم کر دیا دوستوں کے لیے گراں قیمت تحائف بھجوائے جب طبیب ان کے سرہانے پہنچا تو اسے نسخہ تجویز کرنے کی اجازت نہ دی بلکہ یہ کہہ دیا ''وقت گزر چکا ہے بدن کے مُدبّر نے اب اصلاح کا کام ترک کر دیا ہے'' اتنا کہنے کے بعد اُن پر غشی طاری ہو گئی اور دو روز تک اسی حالت میں رہنے کے بعد انتقال کیا۔

حجاج بن یوسف:

''اللہ تعالیٰ تو غفار ہے تو اپنی غفاری مجھ ایسے گنہگار پر بھی ظاہر کر دے پورا عالم کہتا ہے کہ میری بخشش نہیں ہو سکتی لیکن اگر میری مغفرت فرمادے تو سب کو یقین ہو جائے گا کہ تو واقعی غفار ہے۔'' اس امت کے ظالم ترین شخص حجاج بن یوسف نے موت سے قبل یہ الفاظ کہے اور اپنے آخرت سفر پر روانہ ہو گیا۔

خوشحال خاں:

پشتو شاعر، تلوار اور قلم کے دھنی تھے، مغلیہ حکومت نے انہیں نظر بند رکھا، مرنے سے قبل انہوں نے احباب سے یہ وصیت فرمائیں۔ ''میری قبر ایسی جگہ بنانا جہاں مغلوب کا سایہ نہ پڑے اور مغل گھوڑ سواروں کی گرد میری قبر تک نہ پہنچنے پائے نیز میری قبر پوشیدہ رکھی جائے تاکہ مغل اس کی بے حرمتی نہ کریں۔

خیر الدین باربروسا (وفات ۱۵۴۶ء)

ترکی کا امیر البحر، مرتے وقت اس نے یہ وصیت کی کہ اس کے روپیہ سے اعلیٰ علوم کے لیے اعلیٰ درجہ کا مدرسہ یا کالج قائم کیا جائے۔ اس کی قبر باسفورس کے کنارے واقع ہے تاکہ مرنے کے بعد بھی اس کا جسم سمندر سے قریب رہے۔

داغ دہلوی نواب مرزا خاں (۱۸۳۱ـ۱۹۰۵ء)

اُردو کے صاحب طرز شاعر، انہوں نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر قبل یہ شعر موزوں کیا۔

آج راہی جہاں سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا

ذوالفقار علی بھٹو، مسٹر (۱۹۲۸ـ۱۹۷۹ء)

سابق وزیر اعظم پاکستان، انہوں نے ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء تا ۵ جولائی ۱۹۷۷ء حکومت کی ۱۱ نومبر ۱۹۷۴ء سابق رکن قومی اسمبلی مسٹر احمد رضا قصوری نے تھانہ اچھرہ لاہور میں اپنے والد نواب محمد احمد خاں کے مقدمہ قتل کی ابتدائی رپورٹ درج کرائی۔ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو جب حکومت پاکستان نے فیڈرل سیکورٹی فورس کے معاملات کی جانچ پڑتال کی تو اس مقدمہ قتل کے بارے میں بھی کچھ حقائق سامنے آئے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ مسٹر بھٹو نواب محمد احمد خاں کے قتل میں ملوث ہیں چنانچہ اس بناء پر لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ چلا، اور انہیں اُن کے چار دیگر ساتھیوں سمیت موت کی سزا کا حکم سنایا ۶ فروری ۱۹۷۹ء کو سپریم کورٹ نے بھی اس کی توثیق کر دی ۳ اور ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کی درمیانی رات کو جب انہیں اسٹریچر پر

پھانسی کے چبوترے کے پاس لایا گیا تو مسٹر بھٹو بڑی مشکل سے اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے اس وقت انہوں نے اپنی بیوی کو یاد کیا اور مدھم آواز میں یہ الفاظ کہے ۔

"I am Sorry for my wife ....
She will be left alone"

جب مسٹر بھٹو کو تختوں پر کھڑا کیا جا چکا تھا تو انہوں نے دھیرے سے کہا۔ "یہ ذرا تکلیف دیتا ہے۔" ان کا اشارہ رسی کی طرف تھا جس سے ان کے ہاتھ پشت پر بندھے تھے تارا مسیح لپک کر آگے بڑھا اور اس نے رسی ڈھیلی کر دی گھڑی کی سوئی دو بجا کر آگے بڑھ چکی تھی۔ تارا مسیح نے اُن کے چہرے پر سیاہ نقاب چڑھانے کے بعد پھندا ان کے گلے میں ڈال دیا اور دونوں پیروں کو ملا کر تسلی بھی باندھ دی تارا مسیح تختوں سے اُتر آیا تختہ دار کھینچنے میں صرف چند ساعتیں باقی تھیں کہ مسٹر بھٹو نے انتہائی کمزور آواز میں کہا۔ "Finish it" ان الفاظ کے ساتھ ہی تارا مسیح نے لیور کھینچ دیا اور مسٹر بھٹو موت کی آغوش میں چلے گئے۔ (بحوالہ قومی ڈائجسٹ، سالنامہ مئی ۱۹۷۹ء)

سید احمد خاں سر (۱۸۱۷ـ۱۸۹۸ء)

برصغیر کے دو عظیم رہنما جنہوں نے مغلیہ سلطنت کے خاتمے کے بعد مسلمانانِ ہند کو ترقی و خوش حالی کا راستہ دکھایا مسلمانوں کے لیے ۱۸۷۵ء میں علی گڑھ کالج قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا وہ بے شمار کتابوں کے مصنف تھے جن میں آثار الصنادید قابل ذکر ہے سائنٹفک سوسائٹی بھی قائم کی۔

۲۸ مارچ ۱۸۹۸ء کو سر درد کی شکایت ہوئی جو اس بات کی علامت تھی کہ یورک ایسڈ دوران خون میں شامل ہو کر جلد جلد دماغ پر اپنا اثر کر رہا ہے اسی روز شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی دیر میں ہذیان کی صورت پیدا ہو گئی چنانچہ ہذیان کی حالت سے پہلے قرآن پاک کی دو آیتیں برابر ان کی زبان پر جاری رہیں حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر . ان اللّٰہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ و سلّموا تسلیماً ۔ مگر تپ کی شدت اور ہذیان کی حالت میں کوئی بات سمجھ میں آئے ان کی زبان سے نہیں نکلی تین گھنٹے سخت کرب اور بے چینی کے بعد رات دس بجے حاجی اسمٰعیل خاں کی کوٹھی میں انتقال کیا۔

شاہجہان (۱۵۹۲ـ۱۶۶۶ء)

عہد مغلیہ کا انجینئر بادشاہ، اُس نے اپنی ملکہ ممتاز محل کی یاد میں تاج محل آگرہ تعمیر کرایا، شاہجہان کے زمانے میں ملک میں امن و امان کی فضا قائم تھی اور ہر مکتبِ فکر کو اپنی اپنی فقہ کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی یعنی مذہبی تعصب نہ تھا البتہ سیاسی مہمات اور فوج کو بعض ناگوار واقعات ضرور پیش آئے وفات سے تقریباً پندرہ روز قبل پیشاب رُک گیا اور پیچش کا عارضہ لاحق ہوا اور وفات تک بستر سے اٹھ نہ سکے البتہ بندر ابن جراح کے علاج سے کسی قدر افاقہ ہوا یعنی نو دن کے بعد پیشاب آنے لگا اور دیگر تکلیفیں بھی کم ہوئیں مرنے سے قبل شہزادی جہاں آرا بیگم کے دل پر غم واندوہ طاری تھا ان کی دل جوئی کرنے لگے اور کہا۔ "قرآن پاک کی سورتیں پڑھو۔" خود بھی کلمہ شہادت ادا کیا اور ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرہ حسنۃ وقنا عذاب النار کی آیت کا ورد کرنے لگے اور اسی حالت میں انتقال کیا۔

شرف النساء:

پنجاب کے مغل گورنر نواب زکریا خان کی بیٹی، اُس نے اپنے محلات میں ایک بلند چبوترا بنوا رکھا تھا جس پر سیڑھی لگا کر چڑھتی اور وہاں ہی نماز اور قرآن کی تلاوت کرتی، جب تلاوت کر لیتی تو قرآن کو بند کر کے اس کے اوپر ایک جڑاؤ تلوار رکھ دیتی اور نیچے اتر آتی۔

موت کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ میری قبر سادہ بنانا اور اس پر ایک قرآن اور ایک تلوار رکھنا جو ساری عمر میرے ساتھ رہیں۔

شیر شاہ سوری:

دورِ حکومت ۱۵۴۰ء، ۲۲ مئی ۱۵۴۵ء برصغیر کا مشہور بادشاہ اصل نام فرید خاں تھا افغانوں کے قبیلہ سور سے تعلق رکھتا تھا اپنی زندگی کا آغاز انتہائی نامساعد حالات میں ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے کیا قابل جرنیل ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا اس نے چار سڑکیں تعمیر کروائیں، پہلی سڑک سنار گاؤں سے لے کر اٹک تک دو ہزار میل دوسری آگرہ سے برہان پور تک تیسری آگرہ سے جودھپور تک اور چوتھی لاہور سے ملتان تک اس نے اپنی سلطنت کو وسعت دینے کیلئے فتوحات کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ راجپوتانہ کی فتح کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس نے کالنجر پر فوج کشی کی یہ قلعہ بڑا مضبوط تھا چنانچہ شیر شاہ سوری نے سات ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رکھا آخر تنگ آ کر اس نے گولہ باری کا حکم دیا اس دوران میگزین نے کسی وجہ سے آگ پکڑ لی جو یکا یک ہر طرف پھیل گئی کئی افراد کے ساتھ شیر شاہ سوری بھی بری طرح جھلس گیا مگر اس عالم میں اپنی فوجوں کو قلعہ فتح کرنے کی ترغیب دیتا رہا بالآخر قلعہ فتح ہو گیا جو نہی اس نے فتح کی خبر سنی تو اس نے کہا۔ "الحمد للہ" اور اس کے بعد رُوح پرواز کر گئی۔

ضیاء الرحمٰن جنرل (۱۸۳۶ـ۱۹۸۱ء)

بنگلہ دیش کے صدر ۳۰ مئی ۱۹۸۱ء کو صدر ضیاء الرحمٰن چٹا گانگ کے دورہ پر تھے اور ان کا قیام ریسٹ ہاؤس میں تھا باغیوں نے ریسٹ ہاؤس کی حفاظت کا بہانہ بنا کر اس کا محاصرہ کر لیا اس کا چوکیدار تہجد کی نماز ادا کر رہا تھا صرف ریسٹ ہاؤس کے ایک قریبی کوارٹر سے ایک بیمار کے کراہنے کی آوازیں آ رہی تھیں اچانک سکوت ٹوٹ گیا اور محافظ چوکنا ہو گیا ریسٹ

ہاؤس کے اردگرد فوجی بوٹوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں محافظ نے نئے آنے والے کو روکا تو اس نے کہا کہ وہ بیس کمانڈر ہے اور وہ صدر کی حفاظت کے لیے یہاں آیا ہے کیونکہ اس کی جان خطرے میں ہے چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ریسٹ ہاؤس کو گھیرے میں لے کر ہتھیار نصب کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ صدر کا کمرہ دکھایا جائے اسی دوران گارڈ کمانڈر نے بھی چھلانگ لگا دی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بیس کمانڈر کو روکیں لیکن اس وقت تک بہت تاخیر ہو چکی تھی اسی اثناء میں گارڈ کمانڈر اور دوسرے محافظوں کو ہلاک کر دیا گیا تھا محافظوں کو ہلاک کرنے کے بعد بیس کمانڈر اس کے کمرے کی طرف بڑھا جہاں صدر سوئے ہوئے تھے اس وقت تک صدر شور اور گولیوں کی آواز سن کر بیدار ہو چکے تھے انہوں نے اپنے محافظوں کو صورت حال معلوم کرنے کیلئے کہا لیکن اس کا جواب ملنے سے پہلے لیفٹیننٹ کرنل مطیع الرحمٰن نے اُن پر پہلی گولی چلائی اور جب وہ زمین پر گر پڑے تو انہوں نے کہا: ''تم کیا چاہتے ہو؟''

اس کے بعد دوسرے باغیوں نے ان کو گولیوں سے چھلنی کر دیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

عبدالرحمٰن خان (وفات ۱۹۰۱ء)

امیر افغانستان، وفات سے قبل کہا ''میری روح افغانستان میں رہے گی اگرچہ میری جان خدا کے پاس چلی جائے گی میرے بیٹے اور جانشین تمہیں میری یہ آخری وصیت ہے کہ روسیوں کا ہرگز اعتبار نہ کرنا۔''

عبدالکریم قاسم (۱۹۱۴ـ۱۹۶۳ء)

عراق کے صدر ۱۹۴۸ء کی عرب اسرائیل جنگ میں نمایاں حصہ لیا ۱۹۵۸ء میں امیر فیصل اور شہزادہ عبد اللہ کو قتل کرنے کے بعد برسر اقتدار آئے۔ انقلاب کے روز جب اُن کے ہاتھ اُن کی پیٹھ کے ساتھ باندھ دیے گئے تو انہوں نے آنکھوں پر پٹی بندھوانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں خود کو مرتے دیکھنا چاہتا ہوں قتل سے چند ثانیے قبل کہا۔ ''آپ لوگ مجھے تو ہلاک کر سکتے ہیں مگر تاریخ سے میرا نام نہیں مٹا سکتے، میرا نام عراق کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔''

عثمان خان اوّل (۱۲۵۸ـ۱۳۲۵ء)

سلطنت عثمانیہ کا بانی ۱۲۸۸ء میں تخت نشین ہوا۔ ۱۳۰۱ء میں اس نامور حکمران نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا بازنطینی قلعے فتح کیے اس کے لڑکے اور خاں نے تاتاریوں کو شکست دی اس طرح چھ سال کی مدت میں اس کی فتوحات کا دائرہ بحر اسود تک پہنچ گیا۔ ۱۳۱۷ء میں عثمان خاں نے اپنے لڑکے اور خاں کو بروصہ کی تسخیر کے لیے بھیجا۔ تقریباً دس سال کے بعد بروصہ فتح ہو گیا اور خاں جب فتح کی خوشخبری لے کر اپنے باپ کے پاس آیا تو وہ بستر مرگ پر تھا اس موقع پر اُس نے اُسے اپنا جانشین مقرر کیا اور اسے وصیت کرتے ہوئے کہا۔

''حکومت کرتے وقت انصاف اور رحم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور اسلام کے قوانین کو سربلند رکھنا۔'' اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

علاء الدین صدیقی علامہ (وفات ۱۹۷۷ء)

عالم دین اور ماہر تعلیم، عمر کے آخری چار برس فالج کے موذی مرض میں گزارے لیکن اس کے باوجود ذہنی توانائی محفوظ رہی اور کلمہ طیبہ اور درود پاک کا ورد کرتے ہوئے خندہ پیشانی سے ہدیہ جان جان آفرین کے سپرد کر دیا۔

علم الدین شہید غازی (۱۹۰۸ـ۱۹۲۹ء)

عاشق رسول مقبول ﷺ غازی علم الدین شہید کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ناموسِ رسول مقبول ﷺ کی خاطر اپنی جان کی قربانی پیش کی ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو جب آپ نے تختہ دار پر قدم رکھا تو فرمایا۔

''حاضرین میں نے عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرتے ہوئے دشمن اسلام اور دشمنِ رسول مقبول ﷺ کو قتل کیا ہے اب سب میرے کلمے کے گواہ رہو اور اجازت دو کہ میں کلمہ شہادت پڑھتا ہوا رخصت ہو جاؤں یہ کہہ کر آپ نے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا اس دوران جیل حکام نے قواعد کے مطابق آپ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ دیے سر پر ٹوپ چڑھا دیا گیا اور آنکھوں پر پٹی چڑھا دی گئی مگر آپ نے کہا۔ ''اے نادانو! تم یہ کیا کر رہے ہو وہ دیکھو میری روح کے استقبال کے لیے تو سینکڑوں فرشتے آئے ہوئے ہیں۔'' یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو آپ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

عمر خیام (۱۰۵۰ـ۱۱۲۳ء)

فارسی شاعر اور ہیئت دان، نیشاپور میں پیدا ہوئے، علم ہیئت کی تحقیق کے لیے ایک اسکول قائم کیا دوران تحقیق انہوں نے ستاروں کی پیمائش کا طریقہ دریافت کیا نیز ایک الجبرا بھی مرتب کیا جس کا علم بادشاہ (سلطان ملک شاہ جلال الدین) کو بھی ہوا اس نے آٹھ ممتاز عالموں کے ہمراہ انہیں بھی اسلامی کیلنڈر کی تصحیح کے لیے منتخب کیا جس کے نتیجے میں ایران میں ۱۰۷۹ء میں جلالی سال کا آغاز ہوا علاوہ ازیں انہوں نے علم ہیئت پر بہت سی اشکال بھی بنائیں جو زیجی ملک شاہی کے نام سے مشہور تھیں۔

مغرب میں انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے ہی تسلیم کیا جاتا ہے رباعیات ان کی بہترین تصنیف ہے جس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۵۹ء میں فٹز جیرالڈ نے اور ۱۹۶۷ء میں رابرٹ گریوز نے کیا۔ اپنے آخری لمحات میں کہا۔

''الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر تجھ کو جانا تو مجھ کو بخش دے کہ یہی پہچان تیرے حضور میں میرا وسیلہ ہے۔''

غالب اسد اللہ خاں (۱۷۹۷ـ۱۸۶۹ء)

اُردو کے مایہ ناز شاعر اور ادیب، ان کا کلام کلیات کی شکل میں محفوظ ہے۔ ۱۹۶۹ء میں ہندوستان اور دنیا بھر کے ممالک میں صد سالہ جشن منایا گیا انتقال سے کچھ دیر پہلے یہ آخری شعر اُن کی زبان پر تھا۔

دم واپسیں بر سر راہ ہے عزیز واب اللہ ہی اللہ ہے

غلام عباس چوہدری (۱۹۰۴ـ۱۹۶۷ء)

ممتاز کشمیری رہنما، جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے بانیوں میں شمار کیے جاتے تھے کئی بار مسلم کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے آخری عمر میں کینسر کے موذی مرض نے آن لیا بغرض علاج لندن بھی گئے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، مرنے سے قبل کہا ''میں نہ رہوں لیکن جدو جہد جاری رہے۔''

غیاث الدین بلبن (دورِ حکومت ۱۲۶۶ تا ۱۲۸۶ء)

اپنے عہد حکومت میں ترک سرداروں کو زیر کیا منگولوں کی بغاوتوں کو فرو کیا جب بڑھاپے میں ان کی صحت خراب ہوگئی تو اپنے بیٹے بغرا خان کو بنگال سے بلایا اور دہلی کی تخت نشینی پیش کی بغرا خاں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا سلطان کو بڑی مایوسی ہوئی مرنے سے پہلے انہوں نے خان شہید کے فرزند کی خسرو کو اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی لیکن کوتوال دہلی فخر الدین اور بعض دوسرے امراء نے بغرا خان کے فرزند معز الدین کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا۔

گلبدن بیگم (وفات ۱۶۰۳ء)

شہنشاہ بابر کی دختر، وہ ایک فیاض اور سخی خاتون تھی حج بھی کیا وفات کے وقت اکبر کی ماں حمیدہ بانو اس کے پاس بیٹھی تھی جب موت کی گھڑی قریب آئی تو آنکھیں بند کر لیں آخری بار حمیدہ بانو نے بڑے پیار سے پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا، تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھولیں کلمہ پڑھا اور پھر کہا۔ ''میں مر رہی ہوں اور تم جگ جگ جیو۔'' اور ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

لق لق، حاجی (وفات ۱۹۶۱ء)

ممتاز شاعر اور صحافی نے وفات سے چند ثانیئے پہلے یہ شعر کہا۔

؎ دار فانی سے چل دیا لق لق لو یہ قصہ بھی آج ختم ہوا

لیاقت علی خاں نوابزادہ (۱۸۹۵ـ۱۹۵۱ء)

بانی پاکستان محمد علی جناح کے دستِ راست، پاکستان کے پہلے وزیر اعظم، ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو جب آپ لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کے لیے اٹھے تو ابھی آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد کیا ہی تھا کہ سید اکبر نامی ایک شخص نے آپ پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی گولی لگنے کے بعد آپ نے کلمہ پڑھا اور کہا۔ ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے۔'' اور واصل باللہ ہوئے۔

مامون الرشید خلیفہ (۱۲۷ـ۲۱۸ھ)

ہارون الرشید کے صاحبزادہ، اس کے عہد میں بڑی بغاوتیں ہوئیں، اُس کی حکومت بغداد سے لے کر شام، افریقہ، خراسان، ایران، سندھ اور ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی انتقال سے کچھ دیر پہلے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں حاضرین میں سے کسی نے کلمہ توحید کی تلقین کی، ایک نصرانی حکیم ابن ماسویہ نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے۔ مامون اس آواز سے چونک پڑا اور اس قدر غضبناک ہوا کہ تمام اعضاء تھرانے لگے چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوگئیں ہاتھ اُٹھایا تا کہ ابن ماسویہ کو پکڑا جائے لیکن سکت نہ تھی زبان نے یاری نہ دی نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اسی حالت میں خدا نے زبان کھول دی وہ خدا سے مخاطب ہوا۔ ''اے وہ کہ جس کی سلطنت کبھی زائل نہ ہوگی اس پر رحم کر جس کی سلطنت زائل ہو رہی ہے اے وہ جو کبھی نہیں مرے گا اس پر رحم فرما جو مر رہا ہے۔'' اسی فقرہ پر اس کے نفسِ واپسی نے دنیا کو الوداع کیا۔

ماہر القادری (۱۹۰۷ـ۱۹۷۸ء)

ممتاز نعت گو شاعر، ادیب اور صحافی، پورا نام منظور حسین ماہر القادری تھا، بلند شہر یو۔ پی میں پیدا ہوئے۔ ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء میں فاران کا اجرا کیا وہ سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں کی دعوت پر سات دیگر شعرا کے ساتھ ۱۰ مئی ۱۹۷۸ء کو پاکستان سے سعودی عرب پہنچے ۱۱ مئی کی شب کو مشاعرہ تھا اسی دوپہر کو عمرہ ادا کر کے حرم شریف سے جدہ واپس آئے انہوں نے اپنا کلام مشاعرے کی دوسری نشست میں سنایا ان کے پڑھنے کے بعد احسان دانش نے اپنا کلام سُنایا، ان کے ایک شعر پر مولانا بڑے روئے۔ شعر تھا

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے

اس شعر کے بعد حفیظ جالندھری نے اُن کی طرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا

بہشت میں بھی ملا مجھے عذاب شدید
یہاں بھی مولوی صاحب ہیں میرے ہمسائے

ماہر صاحب فوراً اٹھ کر مائیک پر تشریف لائے اور جواب دیا ''حفیظ صاحب غلط جگہ پہنچ گئے'' یہ کہہ کر اپنی جگہ واپس آگئے اس کے چند لمحے بعد ہی ان پر دل کا دورہ پڑ گیا سامعین میں سے تین چار مشہور ڈاکٹر فوراً اسٹیج پر پہنچے معائنہ کیا مگر ماہر صاحب اس وقت تک انتقال کر چکے تھے انہیں مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مجیب الرحمٰن شیخ (وفات ۱۹۷۵ء)

بنگلہ دیش کے بانی، وزیر اعظم اور صدر جس روز انہیں ان کی رہائش گاہ

پر قتل کیا گیا تو صبح ہی کو فوج نے ایوان صدر کو اپنے گھیرے میں لے لیا، شیخ مجیب الرحمٰن کے صاحبزادے نے ایک کھڑکی سے مشین گن سے فوج پر فائرنگ کر دی تو وہ فائرنگ کی آواز سن کر اپنی قیام گاہ سے باہر آئے اور برآمدے میں فوجی افسروں سے ان الفاظ میں خطاب کیا۔

''تم مجھے قتل کرنے کے لیے کیوں آئے ہو تم تو میرے بچوں کی مانند ہو۔'' لیکن نوجوانوں نے اُن کے الفاظ پر کوئی توجہ نہ دی اور فائرنگ کر دی چار گولیاں اُن کے جسم میں لگیں اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے۔

محمد تغلق (وفات ۱۳۵۱ء)

ہندوستان کا حکمران، دس محرم ۷۵۲ھ کو سلطان ٹھٹھہ سے تین کوس پر تھا کہ اُس کی طبیعت خراب ہو گئی دس محرم کو اس نے روزہ رکھا، شام کو افطار کے بعد مچھلی کھائی رات کو بخار نے آدبایا لیکن پرواہ نہ کی۔ بخار کی حالت میں سفر جاری رکھا، پھر جب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور پھر آگے بڑھنا نصیب نہ ہوا، حالت بگڑنے لگی، مرتے وقت بڑی بے چینی اور بے قراری تھی اسی کرب میں سلطان نے یہ شعر کہے:

بسے دریں جہاں چیدیم بسیار نعم و ناز دیدیم
اسپاں بلند بر نشستیم تر کان گراں بہار خریدیم
کردیم بسے نشاط آخر چوں قامت ماہ نو خمیدیم

یعنی، ہم نے اس جہاں کی خوب سیر کی اور باغ عالم کی بہت سی نعمتیں بھی دیکھیں اور تکلیفیں بھی اُٹھائیں۔

اونچے اونچے گھوڑوں پر ہم بیٹھے اور قیمتی قیمتی غلام ہم نے خریدے زندگی کے لطف بھی حاصل کیے آخر پہلی رات کے چاند کی طرح ہماری کمر جھک گئی۔

محمد رضا شاہ پہلوی (۱۹۱۹ء۔۱۹۸۰ء)

شہنشاہ ایران، انہوں نے اپنے والد کے دست بردار ہونے پر ایران کا تخت سنبھالا اپنے دور اقتدار میں ایران کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کرنے کے سلسلہ میں اُن کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۷۸ء میں ایران ہنگاموں کی لپیٹ میں آ گیا۔ تو انہوں نے ۱۶ جنوری ۱۹۷۹ء کو ایران چھوڑ دیا پہلے مصر، پھر امریکا، پانامہ اور میکسیکو میں رہنے کے بعد قاہرہ میں سکونت اختیار کی۔ ۵ سال کینسر میں مبتلا رہے اور اسی مرض سے انتقال کیا۔ قاہرہ کے معادی ہسپتال میں دم توڑتے ہوئے معزول شاہ ایران کے آخری الفاظ جو انہوں نے اپنے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ۱۸ ڈاکٹروں کی ٹیم سے یہ کہے تھے:

''خدارا کسی ایک فیصلے پر پہنچ جاؤ کہ مجھے کس علاج کی ضرورت ہے اور پھر جلد از جلد مجھے بھی بتادو۔''

محمد علی بوگرہ (وفات ۱۹۶۳ء)

سابق وزیر اعظم اور وزیر خارجہ پاکستان، آزادی سے قبل کلکتہ میں ایک ہسپتال، ڈھاکہ میں میڈیکل کالج اور ہندوستان میں پہلا ٹی بی سینی ٹوریم قائم کیا، قیام پاکستان کے بعد دستور ساز اسمبلی کے رکن بنے پھر مختلف ممالک میں سفیر رہے اپریل ۱۹۵۲ء تا وسط ۱۹۵۵ء وزیر اعظم اور ۱۹۶۲ء تا وفات تک وزیر خارجہ رہے۔ مرتے وقت کہا ''اگر مجھے موت آ جائے تو مجھے اپنے والد کے پہلو میں دفن کر دیا جائے۔''

محمد علی جناح بانی پاکستان (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء)

پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اور بانی پاکستان۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جب محمد علی جناح کو گورنمنٹ ہاؤس لایا گیا اس وقت آپ بے ہوش تھے کرنل الٰہی بخش جو محمد علی جناح کے ذاتی معالج تھے، نے ٹیکے لگائے تو آپ کی حالت قدرے سنبھلی لیکن چند منٹ بعد سانس رُک رُک کر آنے لگا اسی بے ہوشی کے عالم میں آپ نے کہا۔ ''اللہ...... پاکستان......''

صرف یہی الفاظ سمجھ میں آ سکے اس کے چند ثانیے بعد دس بج کر ۲۵ منٹ پر آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

محمود غزنوی سُلطان (۹۷۱ء۔۱۰۳۰ء)

امیر سبکتگین کا بڑا لڑکا۔ ۹۹۷ء میں غزنی کے بادشاہ بنے خلیفہ بغداد نے انہیں یمین الدولہ امین الملت کا خطاب دیا انہوں نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے جن میں سومنات کی فتح سب سے اہم ہے۔ آخری مہم سندھ کے جاٹوں کی سرکوبی کے لیے تھی۔ آخری مہم کے بعد جب وہ غزنی پہنچے تو ملیریا بخار میں مبتلا ہو گئے شاہی طبیبوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر کوئی دوا کارگر نہ ہوئی بالآخر بیماری تپ دق کی صورت اختیار کر گئی اور چار سال کی طویل بیماری کے بعد راہی ملک بقا ہوئے وفات سے پہلے حکم دیا کہ تمام زر و مال اور جواہرات کو سجا کر انہیں دکھایا جائے یہ تمام دولت دیکھ کر پاک باز سلطان کی آنکھوں میں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ گھوم گیا اور رقت طاری ہو جانے کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔

مصطفےٰ کمال پاشا (۱۸۸۱ء۔۱۹۳۸ء)

جمہوریہ ترکیہ کے پہلے صدر، ترکیہ کو جمہوریت کے راستے پر گامزن کرنے میں اہم کردار ادا کیا وفات کے وقت اُن کے آخری الفاظ یہ تھے:

''میرے عزیز دوست موت اٹل ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔''

معز الدین کیقباد سلطان (۶۸۹ھ)

غیاث الدین بلبن کا بیٹا، سلطان معز الدین کیقباد کو معزولی کے بعد

جب گرفتار کرلیا گیا تو وہ اسی گرفتاری کی حالت میں بھوک اور پیاس سے ہلاک ہوگیا مرتے وقت اُس نے یہ اشعار کہے:

اسپ ہزم برسرِ میدان ماندہ است
دستِ کرم درتہ سندان ماندہ است
چشم کہ صد کان گہر کم دیدی
امروز بیابین چہ حیران ماندہ است

یعنی میرا اسپ ہنر میدان کارزار میں تھک کر رہ گیا ہے اور میرا دست کرم سندان (اہرن) کے نیچے پھنس کر رہ گیا ہے میری آنکھ جو کہ جواہرات کی سو کانوں کو بھی حقیر پاتی تھی اور دیکھ کر آج کیسے حیرت زدہ ہوکر رہ گئی ہے۔

مومن خاں مومن (۱۸۰۰ـ۱۸۵۲ء)

اُردو کے مشہور صاحبِ دیوان شاعر، پیش گوئی اور تاریخ کہنے میں خاص ملکہ رکھتے تھے ایک بار جب دکان کی چھت سے گر پڑے تو کہا کہ ۵ دن یا ۵ مہینے بعد مرجاؤں گا چنانچہ ۵ ماہ بعد وفات پا گئے۔ آخری وقت پر اُن کے الفاظ یہ تھے: ''دست و بازو بشکست''

مونس (انتقال ۱۲۹۲ھ)

ممتاز مرثیہ گو شاعر اور خاندان انیس کے چشم و چراغ، موت سے قبل انہوں نے یہ شعر کہا:

دعائے خیر سے روحِ حزین کو شاد کریں
ہمارے بعد بھی احباب ہم کو یاد کریں

میر انیس (۱۸۰۱ء۔۱۸۷۴ء)

اُردو کے ممتاز مرثیہ گو شاعر، انہوں نے وفات سے قبل یہ شعر کہا:

آخر ہے عمر زیست سے دل اپنا سیر ہے
پیمانہ بھر چکا ہے چھلکنے کی دیر ہے

ہارون الرشید عباسی خلیفہ (عہد حکومت ۷۸۶ـ۸۰۹ء)

مشہور عباسی خلیفہ، اس نے اپنی سلطنت میں مغربی ایشیاء اور شمالی افریقہ کے بہت سے علاقے شامل کیے، بیوی بڑی پاکدامن تھی، اُس نے دجلہ سے مکہ تک نہر کھدوائی۔

وفات سے قبل تمام بنی ہاشم کے لوگوں کو بلایا اور انہیں وصیت فرمائی۔ ''ہر مخلوق کو بالآخر موت کا شکار ہونا ہے، اس وقت جو میری حالت ہے تم سب پر عیاں ہے میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔

''(۱) اپنی امانتوں کی حفاظت کرنا (۲) اپنے حاکموں کی ہر وقت خیر خواہی کرنا (۳) ہمیشہ متحد رہنا، تم لوگ محمد، امین اور عبداللہ (مامون) پر ہمیشہ نظر رکھنا اگر ان میں سے کوئی اپنے بھائی کے خلاف بغاوت کرنا چاہے تو اُسے بغاوت سے باز رکھنا۔''

ہمایوں (۱۵۰۸ـ۱۵۵۶ء)

مغل شہنشاہ۔ ۳۰ دسمبر ۱۵۳۰ء کو ہندوستان کا بادشاہ بنا، دہلی کے تخت کے حصول نو کے بعد ہمایوں کو زیادہ عرصہ تک حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو جمعہ کے روز لائبریری کی سیڑھیوں سے گرا اور اس کے سر اور بازو پر چوٹیں آئیں، موت سے پہلے یہ اشعار پڑھتا رہا:

ترجمہ ''اے خدا، تو اپنی لامحدود پاکیزگی کے باعث مجھے اپنی رحمت کے سایہ تلے جگہ دے۔ اپنی صفات بابرکات سے مجھے آگہی عطا کر، میں دنیاوی دکھوں اور غموں سے دل شکستہ ہوگیا ہوں تو اب اس بے خانماں دیوانے کو اپنی پاس بلالے اور مجھے آزادی نصیب کر۔''

غیر مسلم معروف شخصیات

آئزک نیوٹن سر (۱۶۴۲ـ۱۷۶۷ء)

اس عظیم ماہر طبیعات نے ۱۶۶۵ـ۱۶۶۶ء میں کشش ثقل کے مسئلہ پر تحقیق کی اور بطلیموس کے قدیم نظام کو غلط ثابت کر دکھایا علاوہ ازیں اس نے روشنی اور رنگوں کے بارے میں بھی اپنا ایک نظریہ پیش کیا مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''مجھے پتہ نہیں کہ دنیا میرے متعلق کیا سوچتی ہے، مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ میری حالت اس بچے کی حالت سے مشابہ ہے جو سمندر کے کنارے گھونگھوں اور سیپیوں سے اپنا جی بہلا رہا ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قدرت کا ایک اتھاہ سمندر عجائبات عالم سے اٹا پڑا ہے۔'' یہ جملے کہنے کے بعد وہ دم توڑ گیا۔

آئزن ہاورڈ وائٹ ڈی (۱۸۹۵ـ۱۹۶۹ء)

امریکہ کے ۳۴ ویں صدر اور جنگ عظیم دوم کے ممتاز فوجی جرنیل، دوسری جنگ عظیم میں انہوں نے اتحادی فوجوں کے کمانڈر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں مرتے وقت اپنے اہلیہ سے کہا کہ ''میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے، اپنے بچوں سے محبت کی ہے، اپنے پوتوں سے محبت کی ہے اور اپنے ملک سے محبت کی ہے۔'' ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ روح پرواز کرگئی۔

ابراہام لنکن (۱۸۰۹ـ۱۸۶۵ء)

امریکہ کے ۱۶ ویں صدر، موت سے چند گھنٹے قبل وہ تھیٹر دیکھنے کے لئے گئے اور اس دوران انہوں نے بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا بیوی نے شرماتے ہوئے کہا دیکھنے والے آپ کی اس حرکت سے کیا اثر لیتے ہوں گے انہوں نے ہنس کر جواب دیا: ''کچھ بھی نہیں کہتے ہوں گے'' ابھی یہ جملہ ختم ہی ہونے پایا تھا کہ جان ویلکو نے انہیں گولی کا نشانہ بنایا اور وہ گولی لگتے ہی ڈھیر ہوگئے۔

ابو جہل:

حضور ﷺ کا چچا، حضور ﷺ نے اسے امت مسلمہ کے لئے فرعون قرار دیا وہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا جنگ بدر میں جب عبداللہ بن مسعود ؓ اس کی چھاتی پر سوار ہوگئے تو آپ نے فرمایا: او دشمن خدا! دیکھ اللہ نے تجھے کتنا ذلیل کیا" مگر یہ ظالم نشہ حکومت وسرداری اور نخوت وغرور کے ہاتھوں اتنا مجبور تھا کہ جب ابن مسعود ؓ اس کا سر کاٹنے لگے تو کہنے لگا ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ سردار کے سر کی شناخت ہو سکے پھر کہا کہ افسوس مجھے کسانوں نے مار ڈالا۔ کاش میرا قاتل کوئی اور ہوتا، اور کہا کہ میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میرے دل میں آج کے دن تمہاری عداوت وبغض پہلے سے کہیں زیادہ ہوگیا ہے، ان الفاظ کے بعد حضرت عبداللہ ؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

ابو طالب جناب (۵۴۰۔۶۲۰)

حضرت علی ؓ کے والد اور حضور ﷺ کے چچا، اپنے والد حضرت عبد المطلب کے بعد خانہ کعبہ کی تولیت کا حق ادا کرتے رہے وہ آنحضور ﷺ پر جان چھڑکتے تھے بعثت نبوی کے بعد اگر چہ انہوں نے اسلام قبول نہ کیا، تاہم حضور ﷺ کی حمایت کرتے اور ان کی حفاظت کے لئے آمادہ رہتے حضور ﷺ کا ساتھ دینے کی وجہ سے قریش نے ان کے سماجی مقاطعے کا اعلان کیا اور پورے تین برس تک ایک درے میں محصور رہے۔ انتقال کے وقت بروایت حضرت مسیب ؓ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا کلمہ پڑھ لیجئے۔ مگر ابو طالب نے کہا "عبدالمطلب کے مذہب پر" ان الفاظ کے ساتھ ہی انتقال کیا۔

ارشمیدس (۲۸۷۔۲۱۲ ق م)

یونانی ریاضی دان اور حکیم، اس عظیم ریاضی دان کی زندگی سے، بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے وہ اپنے خیالات میں اس قدر محو ہو جاتا کہ اس کو اپنے گرد وپیش کا کچھ ہوش نہ رہتا رومی فوجوں نے جب سارکیس شہر فتح کر لیا اور رومی فوجی قتل و غارت کی غرض سے پورے شہر میں پھیل گئے رومی فوجوں کے جرنیل مرسلیس نے اس سے ملنا چاہا اور ایک سپاہی اسے بلانے کے لئے بھیجا جب سپاہی ارشمیدس کے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ (ارشمیدس) زمین پر جیومیٹری کی کچھ شکلیں بنا کر انہیں حل کرنے میں مصروف تھا۔ لیکن ارشمیدس کو سپاہی کی آمد کا بالکل پتہ نہ چلا چنانچہ سپاہی نے اسے آن دبوچا، ارشمیدس نے اسے دیکھتے ہی کہا کہ ذرا اس شکل سے ہٹ کر کھڑے رہو اور مجھے قتل کرنے سے پہلے یہ دائرہ مکمل کرنے دو، ابھی یہ جملہ اس کے منہ سے ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ سپاہی نے اسے ہلاک کر دیا۔

امرؤالقیس:

زمانہ جاہلیت کا نہایت مشہور اور رنگین مزاج شاعر، اس کا زمانہ عہد اسلام سے قریب ہے، اپنے والد حجر کندی کے قتل کا انتقام لینے کی ناکام کوششوں میں مدتوں ادھر ادھر پھرتا رہا اور الملک الضلیل کہلایا، زبان کی سلاست، الفاظ کی بلاغت نے اس کے کلام کو درجہ کمال تک پہنچا دیا زندگی کے آخری ایام میں جلدی بیماری میں مبتلا ہوگیا، جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم ہوگئے اور گوشت گل گیا موت کی مدہوشی میں اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے: "کتنے لبریز پیالے، نیزوں کے تیز طعنے اور فصیح وبلیغ خطبے کل انقرہ رہ جائیں گے۔" ان الفاظ کے ساتھ اس کا انتقال ہوگیا۔

او ہنری:

مغربی ادیب، اصلی نام سڈنی پورٹر تھا، اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل یہ الفاظ کہے: "مجھے اندھیرے میں اپنے گھر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔"

انسلا بیلا:

اسپین کی ملکہ، ملکہ کی حیثیت سے اس نے عظیم مہم جو کرسٹوفر کولمبس کی بڑی امداد کی جب ملکہ کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے بستر مرگ کے گرد لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور ملکہ کی حالت دیکھ کر سب آنسو بہانے لگے ملکہ نے ان کی جانب دیکھنے کے بعد کہا: "تم میرے لئے آنسو نہ بہاؤ اور نہ وہ بات زبان پر لاؤ۔ جس کی قبولیت نہ ہو سکے۔ تمہارے لئے سب سے بہتر یہ ہے کہ تم میری روح کی نجات کے لئے دعا کرو۔" ان جملوں کو پورا کرنے کے بعد انتقال کر گئی۔

ایپی کیورس (۳۴۱۔۲۷۰ ق م)

یونانی فلسفی۔ ۳۰۶۰ ق م میں ایتھنز میں تعلیم حاصل کی، اس نے بنی نوع انسان کی خوشی کو دنیا کی سب سے اعلیٰ شے سے تعبیر کیا مرنے سے چند ثانیے قبل یہ الفاظ کہے: اب الوداع...... میرے تمام کاموں کو یاد رکھنا۔"

ایڈم اسمتھ (۱۷۲۳۔۱۷۹۰ء)

برطانوی ماہر اقتصادیات، وفات سے چند لمحے قبل اپنے لواحقین سے کہا کہ "مجھے یقین ہے کہ ہم کسی دوسری جگہ پھر ملیں گے۔"

ایڈمز جان (۱۸۳۵۔۱۷۹۰ء)

امریکہ کے دوسرے صدر، امریکہ کے اعلان آزادی پر دستخط کئے۔ ۱۷۷۹ء میں فرانس گئے اور امریکہ کی جنگ آزادی کے خاتمے کے معاہدے پر دستخط کئے ۱۷۹۷ء میں امریکہ کے صدر کا عہدہ سنبھالا اور ۱۸۰۱ء تک اسی عہدے پر فائز رہے انہوں نے وفات کے وقت کہا: "ٹامس جیفرسن اب بھی زندہ ہے۔"

ایڈمنڈ کین (۱۷۸۹۔۱۸۳۳ء)

انگریز اداکار، آخری وقت کہا "مجھے ایک دوسرا گھوڑا دو...... ہاورڈ" اور دم توڑ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ کے کارندہ نے اپنی تنخواہ کے سوا جو کچھ جمع کیا وہ خیانت ہے۔ (طبرانی)

اگری پینا (۱۵-۵۹ء)

شہنشاہ نیرو کی ماں۔ وہ اپنے بیٹے کو برسراقتدار لائی اور اسی بیٹے کے ہاتھوں قتل ہوئی، اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل یہ کہا: ''میری کوکھ اجاڑ دو۔''

ایلزبتھ اول (۱۵۳۳-۱۶۰۳ء)

ملکہ برطانیہ، ہنری ہشتم کی بیٹی، اس کے عہد میں برطانیہ اور اسپین کے مابین جنگ بھی ہوئی، مذہبی بحران بھی پیدا ہوا، ۱۶۰۱ء میں ایسکس کے بحران پر قابو نہ پاسکی، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑی کربناک حالت میں یہ کہا: ''میری تمام جائیداد اور اثاثے ایک ہی لمحہ کے لئے ہیں۔''

الیزنڈر اول (۱۷۷۷-۱۸۲۵ء)

زار روس پال اول کا بیٹا۔ ۱۸۰۱ء میں اپنے والد کے قتل کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۱۸۰۵ء میں نپولین کے خلاف قائم کیے گئے اتحاد میں شامل ہوا۔ آسٹرلٹس، فریڈلینڈ پر شکست کھائی۔ ٹلزٹ میں صلح نامے پر دستخط کیے۔ آخری عمر میں راہب بن گیا، نزع کے عالم میں کہا: ''کتنا خوبصورت دن ہے۔''

الیگزنڈر پوپ (۱۶۸۸-۱۷۴۴ء)

انگریز شاعر، ''اس دنیا میں پارسائی اور دوستی کے سوا کچھ بھی قابل ستائش نہیں، اور بلاشبہ دوستی خود پارسائی ہی کا ایک حصہ ہے۔'' جب ان سے پوچھا گیا کہ کوئی پادری بلایا جائے تو کہا ''میں اسے ضروری نہیں سمجھتا۔ لیکن یہ بہت اچھا ہوگا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میں اس کے دل میں جاگزیں ہوا۔''

ایمپی ڈاکلس (۴۹۰-۴۳۰ ق م)

یونانی فلسفی اور سائنس دان، وہ سسلی میں رہا، اس نے کائنات کا تجزیہ چار عناصر میں پیش کیا، یعنی آگ، ہوا، مٹی اور پانی، کہا جاتا ہے کہ اس نے کوہ ایٹنا کے دہانہ میں گر کر خودکشی کرلی اور آخری الفاظ کے طور پر کہا: ''میں تمہارا لافانی دیوتا ہوں، ایک فانی جو مزید نہیں رہے گا۔''

این بولین (۱۵۰۷-۱۵۳۶ء)

برطانیہ کے شاہ ہنری ہشتم کی دوسری ملکہ، ۱۵۳۳ء میں شاہ سے اس کی شادی ہوئی، اسی سال وہ مستقبل کی ملکہ ایلزبتھ کی ماں بنی، بدکاری اور غیر مردوں سے جنسی تعلقات کی بناء پر اس کا سر قلم کرادیا گیا اپنی موت سے چند ثانیے قبل کہا: ''مجھے یقین ہے کہ جلاد ایک ماہر آدمی ہے اور میری گردن بہت لمبی ہے، او خدا میری روح پر رحم کر، او خدا میری روح پر رحم کر۔''

اینڈریو جیکسن (۱۷۶۷-۱۸۴۵ء)

امریکہ کے ساتویں صدر۔ ۱۸۲۹ء میں وہ امریکہ کے صدر بنے، انہوں نے ۱۸۱۵ء میں برطانیہ کو نیو اورلینز کے مقامات پر شکست دی۔ ۱۸۲۹ء میں امریکہ کے صدر منتخب ہوئے، انہوں نے آخری لمحات میں جو کلمات کہے وہ یہ تھے: ''میرے واسطے آہ وپکار نہ کرو، اچھے انسان بنو، ہم سب پھر جنت میں ملیں گے۔''

بابا مہر (وفات ۱۹۶۹ء)

گرو، اس نے اپنی زندگی کے آخری الفاظ ۱۹۲۵ء میں کہے۔ کیونکہ وہ زندگی کے آخری ۴۴ سال بالکل خاموش رہا: ''غم مت کرو، خوش رہو۔''

بارتھولوئی (۱۸۶۲-۱۹۳۴ء)

فرانسیسی سیاست دان۔ ۱۸۹۴ء سے انہوں نے کابینہ میں متعدد اہم عہدوں پر کام کیا، جن میں وزارت عظمی (۱۹۱۳ء) بھی شامل ہے۔ ۱۹۳۴ء میں جب وہ وزیر خارجہ تھے، یوگوسلاویہ کے شاہ الیگزینڈر اول کے ہمراہ مارسیلز میں قتل کردئے گئے۔ اپنے انتقال سے چند لمحے قبل کہا: ''میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ چند لمحوں تک کیا ہونے والا ہے۔ میری عینک، میری عینک کہاں ہے۔'' اس کے ساتھ ہی روح پرواز کرگئی۔

بائر میکس (۱۹۰۹-۱۹۵۹ء)

عالمی ہیوی ویٹ باکسنگ چیمپئن، اپنی موت سے چند ثانیے قبل کہا ''او خدا میں یہاں سے جاتا ہوں۔''

بائرن جارج (۱۷۸۸-۱۸۲۴ء)

ممتاز برطانوی شاعر۔ اسے لارڈ بائرن بھی کہا جاتا ہے۔ آخری وقت میں شدید بخار میں مبتلا تھے اور جب اسے مرض سے نجات پانے کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اس نے عالم مایوسی میں یہ کہا: ''اب میں سوؤں گا۔''

براؤن جان (۱۸۰۰-۱۸۵۹ء)

امریکہ کی غلامی کا مخالف رہنما۔ ۱۸۵۵ء میں اس نے کنساس میں کسان کی حیثیت سے رہائش اختیار کی۔ ۱۸۵۸ء میں اس نے غلاموں کو بھگالے جانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو وہ ہارپر کے اسلحہ خانہ سے ۱۸ آدمیوں کو بھگالے جانے میں کامیاب ہوا۔ ۱۸ اکتوبر کو امریکی بحریہ نے اس کے ٹھکانوں پر حملہ کیا، جس میں وہ خود بھی زخمی ہوگیا اسی حالت میں اسے گرفتار کرلیا گیا اور اس پر مقدمہ چلایا گیا، اور پھانسی کی سزا دی گئی، پھانسی کے پھندے پر لٹکتے ہوئے اس نے کہا: ''میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے غیر ضروری طور پر انتظار کراؤ۔''

براؤننگ ایلزبتھ بیرٹ (۱۸۰۶-۱۸۶۱ء)

برطانوی شاعرہ، ڈرہم میں پیدا ہوئی۔ ۱۸۴۴ء میں اس کی نظموں کی اشاعت ہوئی۔ جن میں ''بچوں کی چیخ وپکار'' بھی شامل ہے یہ نظم رابرٹ براؤننگ کی دوستی کا سبب بنی، جو بالآخر دونوں کی شادی پر منتج ہوئی، اپنے

والد کے دباؤ سے آزاد ہونے کے بعد اس کی صحت اچھی ہوگئی۔ قیام اٹلی کے دوران اس نے متعدد کتابیں لکھیں۔

زندگی کے آخری ایام میں بیماری نے غلبہ پالیا وفات کے روز جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کے احساسات وجذبات کیا ہیں؟ تو اس نے کہا: ''خوبصورت۔''

برنارڈ شا (۱۸۵۶ء۔۱۹۵۰ء)

آئیر لینڈ کا ڈرامہ نویس، ناول نگار اور تنقید نگار، نوبل انعام یافتہ، ۱۸۷۶ء میں وہ لندن آیا اس نے ناولوں کی تصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ جب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا تھا تو اس نے نرس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: ''میڈم! تم مجھے زمانہ قدیم کی عجوبہ شے بنا کر مزید زندہ رکھنے کی کوشش میں ہو، مگر میں ختم ہو چکا ہوں، تمام ہو چکا ہوں۔''

برنیٹو بارنی (۱۸۵۲ء۔۱۸۹۷ء)

جنوبی افریقہ کا کروڑ پتی، جہاز کے عرشہ پر سے اچھلتے ہوئے کہا: ''کیا وقت ہے۔'' اس جملہ کے ختم پر انتقال کیا۔

بسمارک شہزادہ آٹو فان (۱۸۱۵ء۔۱۸۹۸ء)

جرمن سیاست دان، ۱۸۶۲ء میں وزیر خارجہ، ۱۸۶۳ء.....۱۸۶۴ء کی ڈنمارک کے ساتھ جنگ میں آسٹریا کی حمایت حاصل کی، لیکن ۱۸۶۶ء میں آسٹریا اور اس کے اتحادیوں سے جنگ میں شریک ہوا۔ ۱۸۷۱ء میں جرمنی کا چانسلر بنا، ولیم دوم نے اسے ۱۸۹۰ء میں سبکدوش کر دیا وفات سے قبل اپنی بیٹی سے کہا: ''میری بچی تمہارا شکریہ، پیارے خدا! مجھے یقین ہے کہ میرے غیر عقیدے کے باوجود تو میری مدد کرے گا اور مجھے جنت میں داخل کرے گا۔''

بولیور سائمن (۱۷۸۳ء۔۱۸۳۰ء)

جنوبی امریکہ کی آزادی کا محرک، وینزویلا کی تحریک آزادی میں شریک ہوا، ۱۸۱۰ء میں حکومت کے نمائندے کی حیثیت سے اسے برطانیہ بھیجا گیا۔ ۱۸۱۲ء میں اسے کولمبیا جانے پر مجبور کیا گیا ۱۸۱۷ء میں وینزویلا واپس آیا اور وہاں عبوری حکومت قائم کی۔ ۱۸۲۵ء میں پیرو کا بالائی علاقہ آزاد ہو گیا اور اس کا نام اس کے نام پر بولیویا رکھا گیا۔ کولمبیا میں انتقال کرتے ہوئے کہا: ''آؤ، ہم چلیں۔ آؤ، ہم چلیں، آؤ ہم چلیں یہ لوگ ہمیں اس سرزمین پر نہیں دیکھ سکتے لڑکو! آؤ ہم چلیں میرا سامان جہاز پر لادنے کے لئے لے لو۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔

بوئیلیو نکولس (۱۶۳۶ء۔۱۷۱۱ء)

فرانسیسی نقاد، موت سے چند ثانیے قبل اس نے ایک تمثیل نگار سے جو اسے اپنی تازہ ترین تصنیف کے سلسلہ میں قائل کر رہا تھا، : کہا ''کیا تم چاہتے ہو کہ میرے آخری لمحات جلد واقع ہوں۔''

بیتھوون لڈوگ وان (۱۷۷۰ء۔۱۸۲۷ء)

جرمن کمپوزر، بون میں پیدا ہوئی، ایک موسیقار کی حیثیت سے مشہور ہوئی، نزع کے عالم میں کہا: ''دوستو! تالیاں بجاؤ، یہ مزاح بھی ختم ہوتا ہے۔''

بیکن فرانسس (۱۵۶۱ء۔۱۶۲۶ء)

برطانوی سیاست دان اور مفکر، ۱۶۰۳ء میں سر کا خطاب ملا، اس نے متعدد کتابیں بھی لکھیں، جن میں ہسٹری آف ہنری ہفتم قابل ذکر ہے۔ مرتے وقت کہا: ''میں اپنی روح کو مالک حقیقی کے سپرد کرتا ہوں، میری میت کو وہاں دفن کرنا جہاں کوئی نہ آئے جائے، مگر میرا نام تو آنے والے لوگوں کے لئے ہمیشہ یادگار رہے گا۔''

بَیل، الیگزنڈر گراہم (۱۸۴۷ء۔۱۹۲۲ء)

برطانوی موجد، ایڈنبرگ میں پیدا ہوئے، یونیورسٹی آف ایڈنبرگ اور لندن میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۷۰ء میں پہلے کینیڈا اور پھر امریکہ کا قصد کیا، جہاں انہوں نے ۱۸۷۲ء میں بوسٹن میں بہروں کے لئے اسکول کھولا، ۱۸۷۳ء میں وہیں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۸۷۶ء میں انہوں نے ٹیلی فون پیٹنٹ کرایا وفات کے وقت جب انہوں نے وصیت کے لئے تحریر لکھوائی تو انہیں کہا گیا کہ تحریر لکھواتے وقت جلدی نہ کریں، تو کہا: ''مجھے جلدی ہے، ابھی کچھ بھی نہیں ہوا اور بہت کچھ کرنا باقی ہے۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی دم توڑ گئے۔

بینٹ آرنلڈ (۱۸۶۷ء۔۱۹۳۱ء)

انگریز ناول نگار، وفات سے چند ثانیے قبل اپنی لڑکی سے کہا: ''ہر چیز غلط ہو گئی ہے۔''

پاسچر لوئی (۱۸۲۲ء۔۱۸۹۵ء)

سائنس دان، الکحل اور دودھ میں خمیر کا سبب دریافت کیا۔ ۱۸۸۸ء میں پاسچر انسٹی ٹیوٹ قائم کیا، وفات کے وقت جب اسے دودھ کا گلاس پیش کیا گیا تو اس نے کہا: ''میں نہیں پی سکتا۔''

پاسکل بلیز (۱۶۲۳ء۔۱۶۶۲ء)

فرانسیسی ریاضی دان اور عالم، مرنے سے چند ثانیے قبل کہا: ''او میرے خدا! مجھے تنہا نہ چھوڑیو۔''

پیسٹرنک بورس (۱۸۹۰ء۔۱۹۶۰ء)

روسی ناول نگار، مرتے دم کہا: ''الوداع.....میں کیوں عراق شکراں لوں۔''

پال ڈومر (۱۸۵۷ء۔۱۹۳۲ء)

فرانس کے صدر، انہیں جب قاتل نے گولی ماری تو انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جیسے انہیں کار کا حادثہ پیش آیا ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: ''آہ!

سڑک کا حادثہ۔ ایک سڑک کا حادثہ.....'' اس کے ساتھ ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

پٹ مین سر آئزک (۱۸۱۳ـ۱۸۹۷ء)

برطانوی فوٹو گرافر، شارٹ ہینڈ رائٹنگ کا موجد، بنیادی طور پر وہ ایک استاد تھا، اور اس نے سیموئیل ٹیلر کی اسکیم سے شارٹ ہینڈ رائٹنگ کی اپنی اسکیم بنائی، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا تھا: ''جو لوگ یہ پوچھیں کہ آئزک اس دنیا سے کس حالت میں رخصت ہوا تو کہہ دینا کہ بڑے آرام سے، بالکل اسی طرح جس طرح کہ کوئی شخص کسی غرض کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جائے کہ شاید وہاں جا کر اسے کوئی نیا کام مل سکے۔''

پرسیول پنسر (۱۷۶۲ـ۱۸۱۲ء)

برطانوی سیاست دان، ۱۸۰۹ء میں وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا، وزارت عظمی کے دوران دار العلوم کی لابی میں اسے گولی ماردی گئی، مرتے وقت منہ سے نکلا: ''قتل''

پکاسو پیلو (۱۸۸۱ـ۱۸۴۹ء)

ہسپانوی مصور اور مجسمہ ساز، مصوری ورثے میں پائی۔ ۱۹۰۰ میں پیرس میں رہائش اختیار کی، اس کی مصوری کے نمونے دنیا بھر کے عجائب گھروں میں محفوظ ہیں، وفات کے وقت اس نے کہا: ''مجھے پینے دو۔''

پوایڈگر ایلین (۱۸۰۹ـ۱۸۴۹ء)

امریکی مصنف، ۱۸۱۱ء میں یتیم ہو گئے اور انہیں مسٹر اینڈ مسز ایلین نے پروان چڑھایا، ۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۱ء فوجی ملازمت کی۔ کثرت سے مے نوشی اور بیوی کی وفات پر دماغی توازن خراب ہو گیا، اس کی تمام تر شہرت مختصر کہانیوں کے سبب ہے، مرتے وقت کہا: ''خدا میری کمزور روح کی مدد کرے۔''

تیج بہادر سپرو:

بھارتی سیاست دان، مرنے سے قبل انہوں نے کہا: ''میں وہیں جانا چاہتا ہوں جہاں مہاتما گاندھی گئے، اس لئے کہ وہاں کوئی دکھ نہیں۔''

ٹیگور، رابندر ناتھ (۱۸۶۱ـ۱۹۴۱ء)

بنگلہ زبان کے مشہور شاعر اور برصغیر کے پہلے نوبل انعام یافتہ، انہوں نے مرتے وقت دائیں ہاتھ کی انگلی سے فضا میں لکیریں کھینچتے ہوئے کہا تھا: ''میں نہیں جانتا کیا ہوگا...... کیا ہوگا۔''

ٹیلر زیچر (۱۷۸۴ـ۱۸۵۰ء)

امریکہ کے ۱۲ ویں صدر، ۱۸۴۶ـ۱۸۴۷ء میں میکسیکو پر حملے کی سفارش کی۔ ۴ مارچ ۱۸۴۹ء تا ۹ جولائی ۱۸۵۰ء امریکہ کے صدر رہے، ٹائیفائڈ ان کے لئے مہلک ثابت ہوا، وفات سے قبل کہا: ''میں قریب المرگ ہوں، مجھے جلد بلاوا آنے والا ہے، میں نے اپنے دور حکومت میں دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دینے کی انتھک سعی کی، مجھے کوئی افسوس نہیں، لیکن مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ میں اپنے دوستوں سے بچھڑنے والا ہوں۔''

جارج پنجم (۱۸۵۶ـ۱۹۳۶ء)

شہنشاہ برطانیہ ایڈورڈ ہفتم کا دوسرا بیٹا ۱۸۹۲ء تک برطانوی بحریہ میں کام کرتا رہا۔ ۱۹۱۱ء میں تخت نشین ہوا۔ پہلی جنگ عظیم میں اس نے کئی بار سرحدی علاقوں کا دورہ کیا۔ وہ ایک باہوش اور عقلمند بادشاہ تھا، اس نے ۱۹۱۰ء، ۱۹۰۴ء اور ۱۹۳۱ء کے بحرانوں پر بڑی کامیابی کے ساتھ قابو پایا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو پریوی کونسل کے اراکین اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ اس کی حالت سنبھلے تو بعض اہم سرکاری کاغذات پر دستخط کرا لیں۔ دفعتاً جارج پنجم نے ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور کہا: ''حضرات مجھے سخت افسوس ہے کہ میں نے اتنی دیر تک اپنے آپ کو سنبھالا دیئے رکھا اور اس وقت میری حالت یہ ہے کہ میں اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔'' یہ کہتے ہوئے دم توڑ دیا۔

جارج واشنگٹن (۱۷۳۲ـ۱۷۹۹ء)

امریکہ کے پہلے صدر، انہیں شہنشاہ کا لقب اختیار کرنے کی پیش کش کی گئی تھی لیکن انہوں نے ٹھکرا دی، امریکہ کی جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ آخری روز انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تھا اور وہ مرنے کے لئے تیار تھے موت سے چند ثانیے قبل اپنے کرنل لیر کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ''میں جا رہا ہوں اور میری زندگی چند لمحات میں آخر کار ختم ہونے والی ہے، مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ بیماری جان لیوا ثابت ہوگی۔'' اس کے بعد یہی الفاظ ڈاکٹر کریک سے کہے: ''ڈاکٹر مجھے موت سے کوئی خوف نہیں۔'' پھر جب ڈاکٹر براؤن کمرے میں آئے تو کہا: ''میں محسوس کرتا ہوں کہ میں جا رہا ہوں، میں آپ کی توجہ کا ممنون ہوں، میں دعاء کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کو مزید کوئی تکلیف نہ ہو، مجھے خاموشی سے جانے دو، میں زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔''

جان ٹائیلر (۱۷۹۰ـ۱۸۶۲ء)

امریکہ کا ۱۰ واں صدر، ۱۸۴۰ میں نائب صدر اور ۱۸۴۱ء میں صدر منتخب ہوا۔ ۱۸۴۵ء میں ٹیکساس پر قبضہ کیا۔ خانہ جنگی کے دوران اتحادیوں کو ہدایات دیتا رہا، مرتے وقت کہا: ''میں مر رہا ہوں...... شاید یہی بہتر ہے۔''

جان اسٹوارٹ مل (۱۸۲۶ـ۱۸۷۳ء)

برطانوی فلسفی اور ماہر معاشیات، متعدد سرکاری عہدوں پر کام کیا، متعدد کتابیں بھی لکھیں، جن میں منطق کا ایک نظام، اور ''آزادی پر'' مشہور ہیں،

جب اسے پتہ چلا کہ وہ صحت یاب نہیں ہوگا تو کہا: ''میرا کام ختم ہوگیا ہے۔''

جان گالزوردی (۱۸۶۷ء-۱۹۳۲ء)

انگریز ناول نگار اور ڈرامہ نویس، کنگسٹن میں پیدا ہوا، متعدد ناول لکھے، اس کے ناولوں میں معاشرتی مسائل اور مالک اور مزدور کے مابین تنازعات پر بحث کی گئی ہے اس نے مرنے سے پہلے کہا: ''میں نے انتہائی خوشگوار حالات سے فائدہ اٹھایا۔''

جان مارش (وفات ۱۸۶۸ء)

پائنیر، اس نے مرنے سے قبل لٹیروں سے کہا: ''کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔'' ان الفاظ کے خاتمے پر اسے قتل کر دیا گیا۔

جان ملٹن (۱۶۰۸ء-۱۶۷۴ء)

برطانوی شاعر، لندن میں پیدا ہوا، اس نے فرانس اور اٹلی کی سیاحت کی اور اس دوران اس کی ملاقات گیلی گلیلیو سے ہوئی تحریک احیائے علوم میں قید بھی کاٹی، مرتے وقت اپنی بیوی سے کہا: ''جب تک میں زندہ رہوں مجھ سے فائدہ اٹھاؤ، میں تمہارے لئے زندہ ہوں یہ جان رکھو کہ میں نے سب کچھ تمہارے حوالے کیا۔''

جان ولکز بوتھ (۱۸۳۸ء-۱۸۶۵ء)

ابراہام لنکن کا قاتل، مرتے وقت کہا: ''میری ماں کو بتا دیجئے، میں نے اپنے ملک کے لئے موت کو قبول کیا، میں نے سمجھا کہ میں نے اچھا کیا ہے۔ لیکن...... بے سود! بے سود!''

جمشید نسروانجی (۱۸۸۶ء-۱۹۵۲ء)

کراچی کے میئر، نومبر ۱۹۳۳ء کو کراچی شہر کے پہلے میئر بنے، جب یکم اپریل ۱۹۳۰ء کو سندھ مکمل طور پر بمبئی سے علیحدہ ہوگیا تو نئے گورنر نے بھی ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ جب ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو ان کے فیملی ڈاکٹر مسٹر بارجر کا کہنا ہے کہ ان کے منہ سے یہ آخری الفاظ نکلے: ''میں مر رہا ہوں، تم لوگ غریبوں کی دیکھ بھال کرنا۔''

جوزف ایڈیسن (۱۶۷۲ء-۱۷۱۹ء)

انگریز مضمون نگار اور شاعر۔ ۱۷۱۶ء میں کمشنر برائے تجارت اور ۱۷۱۷ء میں سیکرٹری آف اسٹیٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۷۱۸ء میں مرض نے اس قدر غلبہ پالیا کہ تمام نجی سرگرمیاں چھوڑ دیں، وفات سے قبل کہا: ''دیکھئے کس وقت عیسائیت کا جنازہ نکلتا ہے۔''

جوزف پریسٹلے (۱۷۳۳ء-۱۸۰۴ء)

انگریز ماہر کیمیا، اپنے کام میں غلطیاں نکالنے اور تبدیلیاں کرنے کے بعد کہا: ''جو کچھ میں نے کر دیا ہے وہ درست ہے۔''

جون آف آرک (۱۴۱۲ء-۱۴۳۱ء)

فرانسیسی ہیروئن، جس کی کمان میں فرانسیسی فوجوں نے انگریزوں کو شکست دی، مگر وہ پیرس پر قبضہ کرنے میں ناکام رہی۔ چنانچہ انگریزوں نے اسے زندہ جلا دیا، اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''آہ رائن! مجھے افسوس ہے کہ تجھے میری وجہ سے مصیبت برداشت کرنی پڑے گی۔''

جیمز گارفیلڈ (۱۸۳۱ء-۱۸۸۱ء)

امریکہ کا بائیسواں صدر، اوہایو میں پیدا ہوا، ری پبلکن پارٹی کے رکن کی حیثیت سے میدان سیاست میں قدم رکھا، خانہ جنگی کے دوران شمالی علاقہ میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۸۸۱ء میں امریکہ کے صدر کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا، لیکن چند ماہ بعد اسے ایک پاگل شخص نے واشنگٹن میں گولی مار دی۔

''لوگ میرا اعتماد............'' اس کے بعد روح پرواز کر گئی۔

جیمز ناکس پوک (۱۷۹۵ء-۱۸۴۹ء)

امریکہ کے گیارہویں صدر، ڈیموکریٹک پارٹی کے رکن، ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۹ء امریکہ کے صدر رہے ان کے زمانے میں ٹیکساس ریاست ہائے متحدہ میں شامل ہوئی۔ کیلی فورنیا اور نیو میکسیکو انہی کے دور میں امریکہ میں شامل ہوئے۔ وفات سے چند لمحے قبل اپنی بیوی سے کہا: ''سارہ! مجھے تم سے محبت ہے، میں......تم سے......محبت کرتا ہوں۔''

جیفرسن ٹامس (۱۸۰۸ء-۱۸۸۹ء)

امریکی سیاست دان اور وفاقی ریاستوں کا صدر۔ ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۷ء سیکرٹری جنگ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۱۸۶۱ء میں امریکی ریاستوں کے وفاق کا صدر بنا، خانہ جنگی کے دوران پکڑا گیا اور جیل کاٹی، وفات سے قبل جب اسے دوا کی خوراک پیش کی گئی تو اس نے کہا: ''معذرت قبول کیجئے، میں نہیں پی سکتا۔'' اس کے ساتھ ہی وفات پائی۔

جیفرسن ٹامس (۱۷۴۳ء-۱۸۲۶ء)

امریکا کا تیسرا صدر، ورجینیا میں پیدا ہوا۔ اعلان آزادی کا مشودہ تیار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۷۷۹ء تا ۱۸۸۱ء ورجینیا کا گورنر رہا اور ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۹ء امریکا کا صدر۔

''میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی بیٹی کو اپنے ملک کے۔''

جیکسن ٹامس جوناتھن (۱۸۲۴ء-۱۸۶۳ء)

امریکی وفاق کا جنرل۔ ۱۸۴۶ء تا ۱۸۴۸ء جنگ میکسیکو میں خدمات انجام

دینے کے بعد ورجینا ملٹری انسٹی ٹیوٹ میں جنگی تکنیک کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ امریکی خانہ جنگی میں بھر پور حصہ لیا میری لینڈ پر حملے کی قیادت بھی کی۔ اتفاقیہ حادثہ میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ مرنے سے پہلے کہا: ''آؤ ہم دریا عبور کرلیں اور سایہ دار درختوں کے نیچے بیٹھ جائیں۔''

جین آسٹن (۱۷۷۵۔۱۸۱۷ء)

انگریز ناول نویس خاتون، پادری کی بیٹی، طربیہ معاشرتی ناولوں کا میدان اگرچہ محدود ہے، لیکن اس کے گہرے مشاہدے، نکتہ آفرینی کردار نگاری اور صاف ستھرے اسلوب نگارش نے شاہکار بنادیا۔ زندگی میں غیر معروف رہی، موت کے وقت اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: ''مرنے کے سوا کچھ نہیں۔''

مرنے کے بعد اس کا شمار معروف ترین اور مقبول ترین ناول نویسوں میں ہونے لگا۔

چارلس پیگوی (۱۸۷۳۔۱۹۱۴ء)

فرانسیسی ادیب اور شاعر، پیرس میں سوشلسٹ پبلشنگ ہاؤس قائم کیا۔ ۱۹۰۰ء میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ مرتے وقت کہا: ''فائرنگ جاری رکھو۔''

چارلس ڈکنس (۱۸۱۲۔۱۸۷۰ء)

انگلستان کے مشہور ناول نگار، جب اس عظیم ناول نگار کی موت کا وقت قریب آیا تو چند ثانیے قبل لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا جب عزیز و اقارب کی جانب سے اسے پلنگ پر آرام کرنے کی ہدایت کی گئی تو اس نے اپنی آخری سانس میں کہا: ''نہیں......زمین پر۔''

بلاشبہ ڈکنس کے یہ الفاظ سمجھنے سے متعلق ہیں اور یہ عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر بھی ہیں۔

چرچل سرونسٹن (۱۸۷۴۔۱۹۶۵ء)

برطانوی سیاست دان، سپاہی اور ادیب، بلنہم میں پیدا ہوئے، پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں خدمات انجام دیں، مرنے سے چند روز قبل انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو ضعف کی وجہ سے ان کی آواز نہیں نکل رہی تھی انہوں نے بڑی دھیمی آواز میں اپنے پاس بیٹھے ہوئے اپنے داماد سے عالم مایوسی میں کہا: ''اب میں اس حالت سے تنگ آچکا ہوں۔''

چیخوف آنتوں پاؤلووچ (۱۸۶۰۔۱۹۰۴ء)

روسی ڈرامہ نویس، بیماری کے دوران اس نے شراب کا ایک گلاس طلب کیا، ڈاکٹر نے ایک گلاس شراب پینے کی اجازت دے دی تو اس نے کہا: ''میں مر رہا ہوں، میں نے عرصہ دراز سے شمپین نہیں پی تھی۔''

ڈارون چارلس رابرٹ (۱۸۰۹۔۱۸۸۲ء)

برطانوی سائنس دان، برطانیہ کے اس ماہر طبعیات نے انسان کو بندر کی ترقی یافتہ شکل ہونے کا نظریہ پیش کیا، وفات کے وقت اس نے انتہائی دھیمی آواز میں یہ الفاظ کہے: ''مجھے موت سے کوئی خوف نہیں۔'' اسے ویسٹ منسٹر ایبے میں دفن کیا گیا۔

ڈزرائیلی بنزمن (۱۸۰۴۔۱۸۸۱ء)

برطانوی وزیر اعظم اور ادیب، ۱۸۶۸ء میں لارڈ ڈربی کے ریٹائر ہونے پر برطانیہ کا وزیر اعظم بنا لیکن چھ ماہ بعد ہی عام انتخابات میں ہار گیا۔ ۱۸۷۴ء میں پھر یہ عہدہ سنبھالا، یہ ڈزرائیلی ہی تھا جس کی کوششوں سے نہر سویز کے حصص خریدے گئے، وہ جدید کنزرویٹو پارٹی کا بانی تھا مرتے وقت کہا: ''بہتر تھا کہ میں زندہ رہتا، لیکن میں موت سے بھی نہیں ڈرتا۔''

ڈکنسن ایمیلی (۱۸۳۰۔۱۸۸۶ء)

امریکی شاعرہ، اس نے متعدد مختصر کہانیاں لکھیں جن میں سے چند ایک شائع ہوئیں، وفات سے چند لمحے پہلے کہا: ''مجھے جانا چاہئے، دھند اٹھ رہی ہے۔'' جب اسے پانی کا ایک گلاس پیش کیا گیا تو اس نے کہا: ''آہ! کیا یہی سب کچھ ہے۔''

ڈیڈرراٹ ڈینس (۱۷۱۳۔۱۷۸۴ء)

فرانسیسی مفکر، فرانس میں اس کے نظریات کی شدید مخالفت کی گئی۔ فرانسیسی پارلیمنٹ نے اس کی پہلی کتاب "Les Pensees Philosophiques" کو جلانے کا حکم دیا۔ اور دوسری کتاب کی مذمت کی گئی۔ اور مصنف کو کئی ماہ تک قید کاٹنا پڑی۔ ۱۷۴۹ء میں اسے ضخیم انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کی دعوت دی گئی۔ وفات سے چند ثانیے قبل جب اس کی بیوی نے اسے خوبانی پیش کی تو وہ آخری سانس لے رہا تھا، اس نے کہا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ مجھے شیطان کیا کہہ سکتا ہے۔''

ڈیفوڈینیل (۱۶۶۰۔۱۷۳۱ء)

برطانوی ادیب، رابنسن کروسو کا خالق۔ مرتے وقت اس نے کہا: ''یہ کوئی نہیں جانتا کہ کونسی چیز ایک عیسائی کی زندگی میں زیادہ مشکل ہے، بہتر زندگی گزارنا یا بہتر طریقے سے مرنا۔''

رابرٹ کینیڈی (۱۹۲۵۔۱۹۶۸ء)

امریکہ کے مقتول صدر، جان ایف کینیڈی کے بھائی اور صدارتی انتخاب کے لئے ڈیموکریٹک پارٹی کے نامزد امیدوار، ۵ جون ۱۹۶۷ء کو جب سرہان نامی ایک شخص نے لاس اینجلس میں ان پر قاتلانہ حملہ کیا تو ان کی حالت انتہائی نازک ہوگئی۔ قاتل نے ان پر آٹھ گولیاں چلائیں۔ خون میں لت پت جب انہیں ہسپتال لے جایا گیا تو وہاں موجود لوگ دہاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ قاتل کو پھانسی دے دو، اس وقت انہوں نے لوگوں

سے پوچھا: ''باقی سب لوگ تو ٹھیک ہیں ناں۔'' اس کے بعد بے ہوش ہو گئے اور اگلے روز زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔

رچرڈ ہوکر (۱۵۵۴۔۱۶۰۰ء)

انگریز مذہبی رہنما، ''میری زندگی ایسی گزر رہی ہے جیسا کہ سایہ، جو پھر کبھی پلٹ کر نہیں آتا۔''

زندگی کے آخری ایام کنٹربری میں گزارے اور وہیں انتقال کیا۔

روزویلٹ فرینکلن ڈی (۱۸۸۲۔۱۹۴۵ء)

امریکہ کے اکتیسویں صدر، انہیں تین بار صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ مرنے سے قبل انہوں نے بڑے کرب سے کہا: ''اف میرے سر میں درد۔''

روزویلٹ تھیوڈر (۱۸۵۸۔۱۹۱۹ء)

امریکہ کے چھبیسویں صدر، ۱۹۰۰ء میں امریکہ کے نائب صدر اور ۱۹۰۱ء میں صدر میکنلے کے قتل پر صدر بنے۔ ۱۹۰۴ء میں انہیں دوبارہ امریکہ کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ قومی وسائل کے تحفظ کے لئے اہم کردار ادا کیا اس نے متعدد تاریخی کتابیں لکھیں۔ مرنے سے چند ثانیے قبل اپنے نوکر سے کہا: ''مہربانی کر کے بتیاں بجھا دیں۔''

رولینڈ، مادام (۱۷۵۴۔۱۷۹۳ء)

فرانسیسی سیاست دان، اس نے جین میری رولینڈ سے شادی کی، انقلاب فرانس کے دوران اپنی سیاسی جماعت بنائی، اس کا حمام سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔ ۱۷۹۳ء میں حکومت نے اس پر فرد جرم عائد کر دی، اس کے خاوند نے جب اس کی موت کی خبر سنی تو پیرس میں خودکشی کر لی، انتقال کے وقت اس خاتون نے کہا تھا: ''او آزادی، تمہارے نام پر کتنے جرائم سرزد ہوتے ہیں۔''

رومیل ارون (۱۸۹۱۔۱۹۴۴ء)

جرمن فیلڈ مارشل، پہلی جنگ عظیم میں حصہ لیا۔ وسطی یورپ پر قبضہ سقوط فرانس، شمالی افریقی جنگ اور ۱۹۴۴ء کے آپریشن کے لئے مشہور تھا شمالی افریقہ کی جنگ (۱۹۴۲ء) میں اس نے اہم کردار ادا کیا وہاں وہ صحرائی لومڑی کے نام سے مشہور ہوا، ہٹلر نے اسے خودکشی کرنے کا حکم دیا اس نے اپنے لڑکے کو وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''اپنے آدمیوں کے ہاتھوں مرنا سخت کام ہے۔''

رینی ڈیکارتے (۱۵۹۶۔۱۶۶۰ء)

سویڈن کا مشہور فلسفی، اسے جدید فلسفے کا باوا آدم بھی کہا جاتا ہے اسے فلسفے کے علاوہ ریاضی سے بھی شغف تھا، فلسفے پر اس کی کتاب ''استخراجی طریقے پر مذاکرات'' ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی، اس نے آخری لمحات میں یہ کہا کہ: ''روح کے اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔''

زالکس لیون (وفات ۱۹۰۱ء)

امریکہ کے صدر میکنلے کا قاتل، میں نے صدر کو قتل کیا، کیونکہ وہ اچھے لوگوں کا دشمن تھا..... محنتی لوگوں کا..... مجھے اس بات کا افسوس نہیں کہ میں نے کوئی جرم کیا ہے۔''

سرت تھنارٹ، مارشل:

تھائی لینڈ کا وزیراعظم، ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے ذریعے برسراقتدار آیا، اس کی ایک سو بیویاں تھیں، بستر مرگ پر تھنارٹ نے اپنی ایک بیوی پویانگ و چترا کا ہاتھ پکڑ کر تھائی لینڈ کے ایک بڑے پرانے لوک گیت کا مصرعہ کہا: ''بہادر آدمی کی ایک سو داشتائیں کیوں نہ ہوں۔ اسے محبت اپنی بیوی سے ہوتی ہے۔''

سروجنی نائیڈو، مسز:

برصغیر کی ممتاز مقرر، سیاسی رہنما اور شاعرہ، محمد علی جناح اور دیگر بڑے لوگوں کے حالات بھی قلمبند کئے، تعلق حیدرآباد دکن سے تھا، بہترین مقرر کی حیثیت سے مقبول ہوئی، ان کے آخری الفاظ تھے: ''مجھے گانا سنا دو۔''

سقراط (۴۶۹۔۳۹۹ ق م)

یونان کا ممتاز مفکر، مجسمہ ساز اور سپاہی، لیکن اس نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ فلسفہ کی تعلیم میں گزار دیا، آخری ایام میں اس پر مقدمہ چلا اور اسے موت کی سزا دی گئی اس نے موت سے قبل اپنے ساتھی سے کہا تھا: ''کریٹو! ہمیں الیسکولاپس کا مرغا بھینٹ کرنا چاہئے تھا۔''

سکاٹ ون فیلڈ (۱۷۸۶۔۱۸۶۶ء)

امریکی جرنیل، ''پیٹر! میرے گھوڑے کا خاص خیال رکھنا۔'' اس کے بعد انتقال کیا۔

سکندر اعظم (۳۵۶۔۳۲۳ ق م)

مقدونیہ کا بادشاہ اور عظیم فاتح، وہ جب ہندوستان سے اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد واپس جانے لگا تو راستے میں شدید بخار ہو گیا اور اسی حالت میں اس نے بابل (عراق) کے مقام پر انتقال کیا، انتقال سے کچھ دیر پہلے اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا اتنی بڑی سلطنت کس کے لئے چھوڑے جا رہے ہیں، سکندر نے جو جواب دیا وہ قابل غور ہے: ''میں اپنی سلطنت اس کے لئے چھوڑے جا رہا ہوں جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔''

سیموئل ہٹلر (۱۸۳۵۔۱۹۰۲ء)

انگریز ادیب، وفات کے وقت کہا: ''الفریڈ! کیا تم چیک بک لے آئے ہو۔''

سیزر آگسٹس (۶۳ ق م۔۱۴ء)

روم کا پہلا بادشاہ، اس نے ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے

لئے اصلاحات نافذ کیں، اس ضمن میں اسے اپنے دوستوں کی زبردست حمایت بھی حاصل تھی۔ ۱۲اق م میں ملک میں قحط پڑا اور اس کی بیٹی جس کی شادی اس کے سوتیلے لڑکے سے ہوئی، تباہ کن ثابت ہوئی۔

مرتے وقت کہا: ''چالیس نوجوان مجھے اٹھا کرلے جارہے ہیں۔''

شاستری لال بہادر (۱۹۰۵ء۔۱۹۶۶ء)

بھارتی وزیر اعظم۔ ۱۹۶۴ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال پر بھارت کے وزیر اعظم بنے۔ اس سے قبل ریلوے کے وزیر تھے۔ ۱۱ جنوری ۱۹۶۶ کو معاہدۂ تاشقند طے پانے کے بعد بارہ بجے اپنے کمرے میں گئے، ایک بج کر بیس منٹ پر مسٹر ساہی، مسٹر کپور اور مسٹر شرما وزیر اعظم کی آواز سن کر برابر والے کمرے سے جاگ اٹھے اور فوراً ان کے ذاتی معالج ڈاکٹر آر این چگ کو بلا لائے۔ اس وقت وزیر اعظم بستر پر بیٹھے کھانس رہے تھے انہیں سانس لینے میں دشواری پیش آرہی تھی اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے سینے کو دبا رکھا تھا اور ڈاکٹر ڈاکٹر پکار رہے تھے، چنانچہ جب ان کے ذاتی معالج نے ان کا معائنہ کیا تو نبض کی رفتار تیز اور حرکت قلب سست تھی، ڈاکٹر نے تین افراد کی مدد سے انہیں پلنگ پر بٹھایا اور انجکشن لگائے اس وقت ان کے وفادار ملازم رام ناتھ ان کے سرہانے بیٹھے تھے انہوں نے بتایا کہ جب شاستری جی پر دل کا شدید دورہ پڑا تو ان کے منہ سے تکلیف کے باعث صرف دو الفاظ نکلے: ''میرے باپ اور ہائے رام۔'' یہ کہہ کر وہ بے ہوش ہو گئے اور تین منٹ اسی عالم میں گزار کر وفات پائی۔

شیکلٹن سرارنسٹ ہینری (۱۸۷۴ء۔۱۹۲۲ء)

برطانوی مہم جو، انٹارکٹیکا کی دریافت کی مہم میں حصہ لیا، اس نے جہاز (کوئسٹ) پر ہی انتقال کیا، انتقال سے چند لمحے قبل اپنے ڈاکٹر سے کہا: ''تم مجھے ہمیشہ کچھ نہ کچھ چھوڑنے کی ہدایت کرتے رہے ہو، اب تم کیا چاہتے ہو کہ میں کیا چھوڑ دوں۔''

فرعون موسیٰ علیہ السلام:

اس کا نام منفتاح تھا، یہ اپنے باپ کا تیرھواں بیٹا تھا اور اس نے مصر پر ۲۵ سال تک حکومت کی، جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ہمراہ بحفاظت نکل گئے اور فرعون نے اپنی فوج کے ہمراہ حضرت موسیٰ کا پیچھا کیا تو اس وقت تک حضرت موسیٰ اپنے ساتھیوں سمیت بحیرہ قلزم عبور کر چکے تھے۔ جب فرعون اپنی فوج کے ساتھ بحیرہ قلزم میں ڈوبنے لگا تو بولا: ''میں نے یقین کرلیا کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے، اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' (سورہ یونس، آیت ۹۰) لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت، اگر چہ غرق ہونے کے وقت ایمان لانے کی یہ صورت فرعون کے کسی کام نہ آسکی، تاہم اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن کو ڈوبنے سے بچایا، تاکہ آنے والوں کے لئے عبرت کی نشانی رہے، چنانچہ لاش سمندر کے کنارے لگ گئی، جسے حنوط کر کے بعد میں محفوظ کرلیا گیا، آج کل یہ لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں ہے۔ اسے فرانسیسی ماہرین نے سائنسی طریقوں سے بچانے کے لئے ۱۹۷۷ء میں اقدامات کئے تھے۔

فرانز کافکا (۱۸۸۳ء۔۱۹۲۴ء)

آسٹروی ناول نگار، مرنے سے قبل اس نے میکس براڈ سے کہا کہ ''اس کی تمام تخلیقات کو نذر آتش کردیا جائے، تاکہ اس بات کا کوئی ثبوت نہ رہے کہ میں بھی ایک مصنف تھا۔''

فریڈرک اعظم (۱۷۱۲ء۔۱۷۸۶ء)

پرشیا کا بادشاہ، مرتے وقت سورج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''شاید میں جلد ہی تمہارے نزدیک پہنچ جاؤں گا، ہم پہاڑی کے اوپر ہیں، ہم اب بہتر طور پر جائیں گے۔''

فرنکلن بنزمن (۱۷۰۶ء۔۱۷۸۶ء)

امریکہ کا مشہور سائنس دان، ادیب اور سیاست دان، مرنے سے قبل کہا: ''ایک مرتا ہوا شخص آسانی سے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔''

فلاطینس (۲۰۴ء۔۲۷۰ء)

یونانی مفکر، مصر کے شہر لائیکا پولس میں پیدا ہوا۔ ۲۴۴ء میں روم میں مستقل سکونت اختیار کی اور فلسفے کا ایک دبستان کھولا، اس کے شاگرد رشید فرفریوس نے اس کے لیکچر لکھے اور سوانح حیات قلمبند کی اس نے ۵۴ رسالے لکھے فرفریوس کہتا ہے کہ استاد کی وفات کے وقت میں صقلیہ میں تھا، یوس کیس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ فلاطینس کی وفات گلے میں تکلیف کی وجہ سے ہوئی۔ اس نے بتایا کہ جب میں اس کی عیادت کے لئے گیا تو وہ میرا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے میری طرف دیکھا اور کہا: ''میں اپنی الوہیت مقیدہ کو الوہیت مطلقہ کے حوالے کر رہا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں اور وفات پائی۔

فلپی سینٹ جان (وفات ۱۹۶۰ء)

عرب عالم، مرتے وقت کہا: ''خدا...... میں بہت تنگ ہوں۔''

فلپ سڈنی سر (۱۵۵۴ء۔۱۹۶۰ء)

برطانوی شاعر اور سپاہی۔ ۱۵۸۵ء میں اے فلشنگ کا گورنر مقرر کیا گیا سپینرڈ کے ساتھ لڑائی کے دوران زٹفن کے مقام پر ایک فصیل کے نیچے آکر سخت زخمی ہو گیا اور جب وہ اپنی آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے کہا: ''میں دنیا بھر کی زمین کے

عوض اپنی خوشی دینا پسند نہیں کرتا۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دم توڑ گیا۔

کارڈنیل ولزلے (۱۷۹۸_۱۸۰۵ء)

ہندوستان کا گورنر جنرل، اس نے مرتے وقت کہا: ''جتنی خدمت میں نے اپنے بادشاہ کی کی، اگر اس سے آدھی اپنے خدا کی کرتا تو وہ اس بڑھاپے میں کس مپرسی کی حالت میں میرا ساتھ نہ چھوڑتا۔''

کارل مارکس (۱۸۱۸_۱۸۸۳ء)

جرمن سوشلسٹ رہنما۔ ۱۴ مارچ کو وفات سے قبل ان کے گھریلو ملازم نے پوچھا: ''کیا آپ دنیا کو اپنا آخری پیغام دیں گے'' تو انہوں نے کہا: ''چلے جاؤ، دفع ہو جاؤ۔ آخری الفاظ بیوقوفوں کے لئے ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں کچھ نہ کیا ہو۔''

کارلائل ٹامس (۱۷۹۵_۱۸۸۱ء)

برطانوی مورخ، متعدد کتابیں لکھیں، وفات کے وقت کہا:
''یہی موت ہے...... اچھا۔''

کارنیگی اینڈریو (۱۸۳۵_۱۹۱۹ء)

انسان دوست رہنما، اس نے اپنی زندگی کا آغاز ایک مزدور کی حیثیت سے کیا، اسکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا لیکن والدین امریکہ منتقل ہو گئے چنانچہ اس نے بھی وہیں زندگی گزار دی، ریٹائر ہوا تو اس کے پاس پچیس کروڑ ڈالر کی خطیر رقم تھی جو اس نے خیراتی اور تعمیراتی کاموں پر خرچ کی، مرتے وقت اپنی بیوی سے جو اس کے ساتھ خوشگوار رات گزارنا چاہتی تھی کہا: ''مجھے بھی یہی امید تھی۔''

کالون کولج (۱۸۷۲_۱۹۳۳ء)

امریکہ کے ۳۰ویں صدر، کسان اور اسٹور کیپر کے بیٹے تھے، وکالت پاس کرنے کے بعد میساچوسٹس کے گورنر بنے۔ ۱۹۱۹ء میں بوسٹن پولیس کی ہڑتال کو ناکام بنایا اور شہرت پائی، ۱۹۲۱ء میں نائب صدر اور ۱۹۲۳ء میں ہارڈنگ کے انتقال پر صدر بنے۔ ۱۹۲۴ء میں دوبارہ منتخب ہوئے، انتقال کے وقت کہا: ''صبح کا سلام...... رابرٹ۔''

کانٹ عمانیول (۱۷۲۴_۱۸۰۴ء)

ممتاز جرمن مفکر، زندگی کس قدر عزیز ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنی ہی طویل عمر کیوں نہ پائے وہ مرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ جرمنی کے ممتاز مفکر کانٹ کے ان الفاظ سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے مرتے وقت کہے۔ اس نے اسی برس کی عمر پائی، مگر وہ پھر بھی کچھ عرصہ اور زندہ رہنے کا خواہش مند تھا۔ اس لئے عالم مایوسی میں اس نے آخری وقت کہا تھا: ''یہی کافی ہے۔''

کانگ بین سوک (۱۸۹۲_۱۹۳۲ء)

مادر انقلاب کوریا۔ وہ اپنے شوہر مسٹر کم ہیانگ جک کی مددگار اور قریبی رفیق تھیں۔ انہوں نے مادر وطن کے لئے اپنے شوہر کی انقلابی سرگرمیوں میں حتی المقدور ان کا ہاتھ بٹایا، وہ ایک ایسی ماں تھیں جنہوں نے اپنی تربیت سے کوریا کے صدر مارشل کم ال سنگ کو کوریا کی قوم کا ایک عظیم اور ممتاز رہنما بنا دیا۔ جب وہ زندگی کی آخری سانس لے رہی تھیں تو انہوں نے اپنی ہمسایہ عورت سے کہا: ''جب میری موت کے بعد میرا بیٹا سونگ گھر واپس آ جائے تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا جیسا کہ میں خود کرتی۔ اگر کوریا پر جاپانی سامراجیوں کا تصرف رہا اور گھر واپس آنے سے قبل کوریا آزاد نہ ہوا تو اسے کہنا کہ میری لاش کو کسی اور جگہ لے جانے کی ضرورت نہیں، لیکن......''

کاورڈ نوئیل (۱۸۹۹_۱۹۷۳ء)

انگریز اداکار اور ڈرامہ نویس۔ ۱۹۱۰ء میں سٹیج ڈراموں میں حصہ لینا شروع کیا اور ایک اداکار کی حیثیت سے خود کو روشناس کرایا فلموں میں بھی کام کیا۔ "We Serve" جو ۱۹۴۲ء میں نمائش کے لئے پیش کی گئی۔ اس کی کہانی بھی خود لکھی اور اداکاری کے فرائض بھی انجام دیئے۔
وفات کے وقت کہا: ''رات کا سلام میرے دوستو! میں تمہیں صبح پھر ملوں گا۔''

کرین ہارٹ (۱۸۹۹_۱۹۳۲ء)

امریکی شاعر، اوہیو میں پیدا ہوئے، واجبی تعلیم حاصل کی اور ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد کی مٹھائیوں کے کارخانے میں کام کرنے لگے۔ دی برج (۱۹۳۰ء) میں ان کی طویل ترین نظم ہے وفات سے قبل میکسیکو گئے، واپسی پر سٹیمر سے چھلانگ لگا دی اور انتقال کیا، انتقال سے چند لمحے قبل کہا: ''الوداع...... ہر ایک کو۔''

کلارا بارٹن:

امریکی ریڈ کراس کا بانی، مرتے وقت کہا: ''مجھے کوچ کرنے دو، مجھے کوچ کرنے دو۔''

کلائیو لارڈ (۱۷۲۵_۱۷۷۴ء)

اس کا پورا نام رابرٹ بیرن تھا اسے ۱۷۶۵ء میں ہندوستان کا گورنر جنرل بنایا گیا تھا اپنے دور حکومت میں اس نے لوگوں پر بے پناہ ظلم وستم کئے اور بہت سے لوگوں سے دشمنی مول لی۔ ۱۷۶۶ء میں اس پر کسی نے بڑا سخت حملہ کیا۔ ۱۷۷۲ء، ۱۷۷۳ء میں اس پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کا سلسلہ شروع ہوا، جو بالآخر درست ثابت ہوئے، ان الزامات کی وجہ سے اس کے دماغ پر بہت برا اثر پڑا، چنانچہ اس نے چاقو سے اپنا گلا کاٹ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا، خودکشی کے ارادے سے جب اس نے چاقو اٹھایا تو قریب بیٹھی ہوئی خاتون نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ قلم بنانا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: ''بے شک۔'' اور جونہی یہ جملہ ختم کیا اپنا گلا کاٹ لیا۔

کلیمنسو جارجز (۱۸۴۱_۱۹۲۹ء)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی کبیر)

فرانسیسی سیاست دان۔ ۱۸۷۱ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔اور ۱۸۷۶ء میں ڈپٹی اور اپنے مخالفین کے خلاف تشدد آمیز تقاریر کرنے کے سبب ''دی ٹائیگر'' کا لقب پایا۔ ۱۹۰۶ء تا ۱۹۰۹ء اور پھر ۱۹۱۲ء میں وزیر اعظم بنے۔ پہلی جنگ عظیم میں انہیں پھر وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ پیرس کی امن کانفرنس کی صدارت کی۔ لیکن فرانس کے لئے دریائے رائن بطور سرحد حاصل نہ کر سکے۔ ۱۹۶۰ء میں مستعفی ہو گئے اور صدارتی امیدوار کی حیثیت سے نامزدگی سے دست بردار ہو گئے صحافت کے پیشے سے بھی منسلک رہے۔ ناول اور دیگر نظریاتی کتابیں لکھیں۔ انتقال کے وقت کہا: ''میں ایستادہ دفن ہونا چاہتا ہوں اور میرا منہ جرمنی کی طرف ہو۔'' پہلی جنگ عظیم میں ان کا شمار چار بڑوں میں کیا گیا۔

کم ہیا نگ جک (وفات ۱۹۲۶ء)

کوریا کے سابق صدر، کم ال سنگ کے والد، وہ کوریا میں قومی تحریک آزادی کے بانی اور سرکردہ قائد تھے ان میں جاپان دشمن حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس ضمن میں کوریا کی نیشنل ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ (مارچ ۱۹۱۷ء) وفات سے چند لمحے پہلے اپنے بیٹے کم ال سنگ کو وصیت کی: ''وطن کو ہر قیمت پر آزاد کرایا جائے، خواہ اس جدوجہد میں تمہارا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور تمہاری ہڈیاں چکنا چور کر دی جائیں۔''

کنفیوشس (۵۵۱۔۴۷۸ ق م)

چین کا نامور حکیم اور سیاسی رہنما، موجودہ چینی مذہب بڑی حد تک اسی حکیم کے اقوال اور ملفوظات کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ اس نے مرتے وقت کہا ''گزشتہ رات میں نے خواب دیکھا کہ میں دوستوں کے سامنے بیٹھا ہوں۔ کوئی عقلمند بادشاہ نہیں اٹھتا۔ پوری بادشاہت میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو مجھے اپنا آقا بنائے، میرے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

کوروش اعظم (۶۰۱۔۵۳۸ ق م)

اپنے الوداعی خطبے میں جسے زینوفن نے قلم بند کیا، کہا: مجھے اس بات پر کبھی قائل نہیں کیا جا سکا کہ روح زیادہ عرصہ تک زندہ رہتی ہے، سوائے اس کے کہ وہ فانی جسم میں رہے اور وہ علیحدہ ہی مرتی ہے۔ میرے مرتے وقت کے یہ آخری الفاظ یاد رکھو۔''

''اگر تم اپنے دوستوں پر مہربانی کرو گے تو تم اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکو گے...... الوداع۔''

کرسٹوفر کولمبس

نئی دنیا دریافت کرنے والا مہم جو، ۱۴۷۸ء میں پرتگال میں مستقل سکونت اختیار کی شاہ اسپین کی مدد سے اس نے مہم جوئی کا آغاز کیا اور بہت سے ملک دریافت کئے لیکن اتنے بڑے مہم جو کی زندگی کے آخری ایام بڑی تنگ دستی اور کس مپرسی میں گزرے۔ یہی وجہ تھی کہ اسپین کی ملکہ آنسابیلا اسے گاہے گاہے مالی امداد دیتی رہتی تھی۔ اس نے مرتے وقت جو کلمات کہے وہ سبق آموز ہیں۔ یعنی ''اے خدا! میں اپنی روح کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔''

کیخسرو (۵۶۸۔۵۲۹ ق م)

شہنشاہ ایران، موت سے چند روز قبل بحیرہ کیسپین کے مشرقی طرف بسنے والی وحشی اقوام سے اس کی جنگ چھڑ گئی اور دوران جنگ ہی موت نے اسے آن لیا جب وہ آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے کہا تھا: ''میری یہ آخری بات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھنا۔'' ''دوستوں سے بہتر سلوک کرنا، تا کہ دشمنوں پر فتح حاصل کر سکو۔''

کیلی گولا (۱۲۔۴۱ء)

رومن شہنشاہ، جرمینکیس کا فرزند، آخری وقت میں پاگل کی حیثیت سے مشہور ہوا اس کے حفاظتی دستے میں سے ایک گارڈ نے اسے قتل کیا، جب اس سے اس کی حالت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ: ''میں ابھی زندہ ہوں۔''

گاگل نکولائی (۱۸۰۹۔۱۸۵۲ء)

روسی ناول نگار، اس کی پہلی کتاب ''ڈیکانکا کے ایک کھیت پر شام'' اس کی شہرت کا باعث بنی، اس نے مرتے وقت یہ کہا: ''اور مجھے ہنسنا ہوگا...... ایک سنجیدہ ہنسی۔''

گاندھی جی (۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء)

۳۹ جنوری ۱۹۴۸ء کو جب آپ برلا ہاؤس کی جانب جا رہے تھے تو پانچ بجے گاڈسے نامی ایک شخص نے انہیں تین گولیاں ماریں۔ گولیاں لگنے سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ اور عالم بے ہوشی میں ان کے منہ سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے: ''ہے رام...... ہے رام۔''

گرانٹ یولی سس ایس (۱۸۲۲۔۱۸۸۵ء)

امریکہ کے اٹھارہویں صدر، ۱۸۳۹ء تا ۱۸۵۴ء میں امریکی فوج میں خدمات انجام دیں خانہ جنگی شروع ہونے پر فوج میں مس سس پی کے محاذ پر کمیشن ملا۔ ۱۸۶۹ء تا ۱۸۷۲ء امریکہ کے صدر رہے۔ وفات کے روز کہا کہ ''میں زندگی بھر تکلیفیں جھیلتا رہا ہوں میں دعا ہی کر سکتا ہوں کیونکہ اچھے لوگوں کی دعا سے، ہم جلد ہی اس سے بہتر دنیا میں ملیں گے۔ میں تو اب سرگوشی بھی نہیں کر سکتا۔''

گروور کلیو لینڈ (۱۸۳۷۔۱۹۰۸ء)

امریکہ کے بائیسویں صدر، ڈیموکریٹک پارٹی کے پہلے منتخب صدر، انہوں نے اپنے دور میں ملک سے رشوت ستانی اور دیگر سماجی برائیوں کا قلع قمع کرنے کی سعی کی۔ ۱۸۹۵ء میں برطانیہ کے ساتھ وینز ویلا کا جھگڑا چکایا، دو مرتبہ صدر بنے۔ ۲۴ جون ۱۹۰۸ کو وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''میں نے اپنے دور اقتدار میں درست فیصلے کرنے کے لئے سخت محنت کی۔''

گریگوری ہفتم پوپ (۱۰۲۰ـ۱۰۸۵ء)

مذہبی رہنما، پوپ کی حیثیت سے انہوں نے مذہب پر شاہی اقتدار کی سخت مخالفت کی تھی چنانچہ اس پاداش میں جرمنی کے شہنشاہ ہنری چہارم نے انہیں روم سے جلاوطن کر دیا، جلاوطنی کی زندگی ہی میں ان کی موت واقع ہوگئی۔ انہوں کے مرنے سے پہلے یہ الفاظ کہے: ''مجھے سچی باتوں سے محبت اور ناانصافی سے نفرت تھی۔ اس لئے میں جلاوطنی کی موت مر رہا ہوں۔''

گوتم بدھ (۵۰۰ـ۴۲۰ ق م)

بدھ مت کا بانی، مرتے وقت کہا: ''اونندا، مت رو، کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں کہ ہمیں ان چیزوں سے جدا ہونا ہے جنہیں ہم عزیز اور پیارا رکھتے ہیں۔''
''یاد رکھو کہ تمہیں بھی زندگی کی اس پیاس سے آزاد ہونا ہے، جہالت کا یہ سلسلہ..... محنت کرو اور اپنے بچنے کی صورت نکالو۔''

گورڈن چارلس (۱۸۳۳ـ۱۸۸۵ء)

برطانوی جرنیل، جنگ کریمیا اور ۱۸۶۰ء میں چینی جنگ میں حصہ لیا۔ ۱۸۷۴ء تا ۱۸۷۹ء میں سوڈان کا گورنر رہا۔ ۱۸۸۴ء میں اسے پھر سوڈان بھیجا گیا۔ تا کہ انگریز فوجیوں کو مقامی لوگوں سے بچایا جا سکے۔ لیکن وہ خود مصری فوج کے نرغے میں آ گیا۔ ۲۸ جون ۱۸۸۵ء میں ولزلے کو بھیجا گیا لیکن وہ دو روز قبل ہی مارا جا چکا تھا۔

گوئٹے (۱۷۴۹ـ۱۸۳۲ء)

جرمن شاعر اور ڈرامہ نویس، اسے ''مفکر فطرت'' بھی کہتے ہیں۔ موت سے بیس برس پہلے وہ بہرہ ہو چکا تھا اور جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے بڑے ہی تعجب خیز الفاظ کہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے اور جو انسان کو نئی سوچ مہیا کرتے ہیں۔ یعنی ''اب میں جنت میں سن سکوں گا۔''

گیٹی جے پال (۱۸۹۲ـ۱۹۶۰ء)

امریکہ کا ارب پتی اور صدر گیٹی آئل کمپنی، کیلی فورنیا میں جے پال گیٹی عجائب گھر قائم کیا۔ مرتے وقت کہا: ''مجھے کھانا دیجئے۔''

گیلیلیو گیلیلی (۱۵۶۴ـ۱۶۴۲ء)

اطالوی ماہر نجوم، اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سورج دنیا کے گرد نہیں گھومتا، بلکہ دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے۔ چرچ اور حکومت کو اس کے نظریئے سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ کون کس کے گرد گھومتا ہے اس نے اقتدار وقت کے پسندیدہ خیال کے مقابلے میں اپنا خیال پیش کیا۔ اور تجسس، تحقیق اور تفتیش کے ذریعے انہیں حقیقت تک پہنچانا چاہا، لیکن انہیں یہ گوارا نہ تھا۔ چنانچہ اسے موت کی سزا سنادی گئی۔ آخری وقت پر بھی جب اس کے نظریئے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ''اب بھی دنیا سورج کے گرد گھومتی ہے۔''

لوئی چہار دہم (۱۶۳۸ـ۱۷۱۸ء)

فرانس کا بادشاہ موت کے وقت اس کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے تھے، جن میں سے کچھ رو رہے تھے۔ چنانچہ اس نے کہا: ''تم کیوں رو رہے ہو۔ کیا تمہارا خیال ہے میں لافانی ہوں؟''

لیوس سنکلیئر (۱۸۸۵ـ۱۹۵۱ء)

امریکی ناول نگار، منی سوٹا میں پیدا ہوا، صحافی کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ متعدد ناول لکھے، لیکن مین اسٹریٹ (۱۹۲۰ء) اس کی شہرت کا باعث بنا۔ ۱۹۳۰ء میں پہلے امریکی حیثیت سے نوبل انعام پایا۔ مرتے وقت کہا: ''میں خوش ہوں، خدا تمہیں خوش رکھے۔''

لیوپولڈ دوم (۱۸۳۵ـ۱۹۰۹ء)

شاہ بلجیم، ۱۸۶۵ء میں بلجیم کا بادشاہ بنا، اس کے عہد میں کانگو نو آبادی بنا، اس نے مرتے وقت یہ کہا کہ ''میں گرم ہوں یعنی میں قائم ہوں یا میری رگوں میں خون گرم ہے۔''

لیونارڈو ڈاونچی (۱۴۵۲ـ۱۵۱۹ء)

اطالوی مصور، مجسمہ ساز، ماہر تعمیرات، موسیقار، انجینئر اور سائنس دان، مونالیزا کا مجسمہ اس کا بہترین شاہکار ہے، دنیا میں آج تک ایسا کوئی بھی انسان پیدا نہیں ہوا جو کئی میدانوں میں یکتا حیثیت رکھتا ہو، اس نے مرنے سے قبل کہا: ''میں نے خدا کے بنائے ہوئے قانون کو توڑا ہے اور بنی نوع انسان کے بھی، کیونکہ میرا کام اتنا معیاری نہ تھا جتنا اسے ہونا چاہئے تھا۔''

لیلنتھل آٹو (وفات ۱۸۹۶ء)

جرمن انجینئر، جس نے ہوا کے دوش پر تیرنے کے تجربات کئے، اپنی خداداد قابلیت کے مالک اس انجینئر نے کئی بادبانی طیارے اپنے بھائی گسٹے کی مدد سے بنائے، پانچ سال کے عرصہ میں اس نے ایک ہزار سے زائد اڑانیں کیں، اگست ۱۸۹۶ء کی صبح کو ہوا کے تیز تھپیڑے کی لپیٹ میں آ کر اس کا گلائیڈر تباہ ہو گیا اور اسے مہلک زخم آئے۔ مرتے وقت اس کے آخری الفاظ یہ تھے: ''ہمیں قربانیاں بھی دینی پڑ جاتی ہیں۔''

مارٹن لوتھر (۱۴۸۳ـ۱۵۴۶ء)

جرمن مصلح، پروٹسٹنٹ مسلک کا بانی، اس کی تقاریر، خطوط، خطبے اور تبصرے اب بھی پڑھے جاتے ہیں اس کے پیروکار دنیا بھر کے ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انتقال سے چند ثانیے قبل جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اب بھی اپنے عقیدے پر قائم ہے؟ اس نے کہا: ''ہاں''۔

مارلیس میٹرلنک (۱۸۶۲ـ۱۹۴۹ء)

بلجیمی شاعر، وفات کے وقت اپنی بیوی سے کہا: ''میرے لئے مرنا بالکل فطری بات ہے، تمہیں اس لئے محسوس ہو رہا ہے کہ تمہارا میرے ساتھ واسطہ تھا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی (مقبول) نہیں ہوتی۔ (طبرانی و اصبہانی)

ماؤزے تنگ (۱۸۹۳ـ۱۹۷۶ء)

چین کے عظیم رہنما، انہوں نے عوامی جمہوریہ چین کو آزاد کرانے اور اسے دنیا کی مشرقی ممالک کی صف میں لا کھڑا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان ہی کے عہد میں چین ایٹمی اور خلائی طاقت بنا، ان کے آخری الفاظ کی دو صورتیں ہیں: (۱) موجودہ اصولوں پر عمل کرو (۲) ماضی کے اصولوں پر عمل کرو

مائیکل اینجلو (۱۴۷۵ـ۱۵۶۴ء)

اطالوی مصور اور مجسمہ ساز، موت سے قبل کہا: ''میں اپنی روح خدا کے سپرد، اپنا جسم مٹی کے سپرد اور دنیاوی اشیاء اپنے رشتہ داروں کے سپرد کرتا ہوں۔''

مسولینی بنیٹو (۱۸۸۳ـ۱۹۴۵ء)

اٹلی کا ڈکٹیٹر۔ ۱۹۲۲ء میں اٹلی کا وزیر اعظم بنا۔ ۱۹۳۵ء میں اس نے آمرانہ اختیارات استعمال کیے مرتے وقت اس نے کہا: ''لیکن...... لیکن...... مسٹر کرنل۔''

میری انیٹانیٹی (۱۷۵۵ـ۱۷۹۳ء)

فرانس کی ملکہ اور شہنشاہ فرانس کی بیٹی، اس کا خاوند مر چکا تھا، اور جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اپنے بچوں سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کہا: ''ہمیشہ کے لئے خدا حافظ، میں تمہارے باپ کے پاس جا رہی ہوں۔''

میری کیوری (۱۸۶۷ـ۱۹۳۴ء)

نوبل انعام یافتہ سائنس دان، بیماری کی حالت میں جب اسے درد کو دور کرنے کا انجکشن لگانے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا: ''مجھے اس کی ضرورت نہیں۔'' ان الفاظ کے خاتمے کے ساتھ ہی انتقال کر گئی۔

میکسملین (۱۸۳۲ـ۱۸۶۷ء)

میکسیکو کا بادشاہ، آسٹریا کے شہنشاہ فرانس جوزف کا بھائی۔ ۱۸۶۴ء میں میکسیکو کا بادشاہ بنا، لیکن جلد ہی اس نے اپنے آپ کو فرانسیسیوں کا کٹھ پتلی پایا۔ ۱۸۶۶ء میں جب امریکہ کے مطالبے پر فرانسیسی فوجی دستے یہاں سے چلے گئے تو پکڑ کر قتل کر دیا گیا جب اسے گولی کا نشانہ بنایا گیا تو اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: ''میں ایک صحیح مقصد کے لئے مارا جا رہا ہوں۔ میں سب کو معاف کرتا ہوں۔ سب مجھے معاف کر دیں۔ کاش میرا خون ملک کی بہتری کا موجب بنے۔ میکسیکو زندہ باد......'' اندازہ لگایا جائے کہ مرنے والا کتنی بڑی بات کہہ گیا؟

میکاولی نکولو (۱۴۶۹ـ۱۵۲۷ء)

اطالوی سیاست دان اور مصنف، فلورنس میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۹۸ء تا ۱۵۱۲ء اٹلی کے دوسرے چانسلر رہے۔ غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ لیکن ۱۵۱۳ء میں رہا کر دیئے گئے۔ مرتے وقت کہا: ''میری خواہش ہے کہ میں جنت کی بجائے جہنم میں جاؤں، کیونکہ جہنم میں مجھے پوپوں، بادشاہوں اور شہزادوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جبکہ جنت میں مجھے صرف فقیر، راہب اور حضرت عیسیٰ کے حواری ملیں گے۔''

میکنلے ولیم (۱۸۴۳ـ۱۹۰۱ء)

امریکہ کا پچیسواں صدر، وہ دوبارہ امریکہ کا صدر منتخب ہوا۔ پہلی بار ۱۸۹۶ء میں اور پھر ۱۹۰۰ء میں۔ اسے ۶ ستمبر ۱۹۰۱ء کو لیون زولوگوس نے بفیلو میں گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اس نے مرتے وقت کہا: ''کوئی قاتل کو نقصان نہ پہنچائے۔''

میتھیو چارلس:

مزاح نگار، مرنے سے قبل کہا: ''میں مرنے کے لئے تیار ہوں۔''

میلکم ایکس:

مسلمان حبشی رہنما۔ جب انہیں ۲۱ فروری ۱۹۶۵ء کو قتل کیا گیا تو انہوں نے اس سے قبل کہا: ''ہمیں نرم رویہ اختیار کرنا چاہیے بھائیو۔''

نپولیس بونا پارٹ (۱۷۶۹ـ۱۸۲۱ء)

فرانس کا بادشاہ اور دنیا کا عظیم ترین سپاہی، اس نے اپنے عہد میں بہت سی جنگیں لڑیں اور اسے ہمیشہ فوج کا خیال رہا جب اس بہادر جرنیل کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے لب یوں گویا ہوئے: ''فرانس...... فوج...... فوج کا سپہ سالار...... جوزیفائن۔''

نیلسن ہوریشیو (۱۷۵۸ـ۱۸۰۵ء)

برطانوی امیر البحر، ۱۷۹۳ـ۱۸۰۵ء کے درمیان اس نے بحیرۂ روم کے علاقے میں بحری لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا، جن کے نتیجہ میں ۱۷۹۴ء میں اس کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ ۱۷۹۷ء میں اس کا دائیاں بازو بھی جنگ میں کام آیا۔ راس سینٹ ونسٹن کی فتح نے اسے قومی ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۸۰۵ء کو جب ٹریفلگیر کے مقام پر شدید زخمی ہوا۔ اور زخموں کی تاب نہ لاکر زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا تو اس نے یہ الفاظ کہے: ''میں مطمئن ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔'' اسے انگلستان کے سینٹ ہال میں دفن کیا گیا۔

نیرو (۳۷ـ۶۸ء)

رومن شہنشاہ۔ وہ شاعر تھا اور اسے مصوری سے بھی شغف تھا۔ وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''کیسا مصور فنا ہو رہا ہے۔''

وارن ہیسٹنگز (۱۷۳۲ـ۱۸۱۸ء)

ہندوستان کا برطانوی گورنر جنرل، اس نے ۱۷۷۴ء۔۱۷۸۵ء ہندوستان پر حکومت کی، وہ کلرک کی حیثیت سے ۱۷۵۰ء میں ہندوستان آیا

تھا۔ بنگال کی جنگ کے دوران وہ کلائیو کی توجہ کا مرکز بنا۔۱۷۷۲ء میں اسے بنگال کا گورنر بنایا گیا۔ وہ بڑا ہی ظالم حکمران تھا۔ ولی بنارس مہاراجہ چیت سنگھ اور اودھ کی بیگمات پر اس نے جو ظلم و ستم ڈھائے وہ لارڈ کلائیو سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ مرتے وقت اس نے کہا: ''تم میرے لئے زندگی اس لئے مانگ رہے ہو کہ میں اسی طرح تکلیف میں مبتلا رہوں جو تکلیف میں برداشت کررہا ہوں۔ تم میں سے کوئی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔''

واشنگٹن اِروِنگ (۱۷۸۳۔۱۸۵۹ء)

امریکی ادیب، ۱۸۰۹ء میں ہسٹری آف نیویارک لکھ کر شہرت دوام حاصل کی۔ ۱۸۱۵ء میں انگلستان کا قصد کیا۔ جہاں ان کی متعدد کتابیں شائع ہوئیں۔ جن میں ''سکیچ بک آف جیوفری کریون جینٹ'' بھی شامل ہے۔ ۱۸۴۲ء تا ۱۸۴۶ء اسپین میں امریکہ کے سفیر رہے۔ زندگی کے آخری ایام میں شخصیات کی سوانح عمریاں لکھیں، جن میں گولڈ اسمتھ (۱۸۴۹ء) اور جارج واشنگٹن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ موت سے قبل اپنی بھتیجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''اچھا مجھے دوسری رات کے لئے تکیوں کا بندوبست ضرور کرنا چاہئے، یہ رات کب ختم ہوگی۔''

والٹیئر (۱۶۹۴۔۱۷۷۸ء)

فرانسیسی معلم اخلاق، والٹیئر کا دور ہٹ دھرمی اور تنگ نظری کا دور تھا، اس نے اس دور کو استدراک و استدلال کے دور میں تبدیل کیا اس نے بار بار یہ نعرہ لگایا ''اپنے آپ سوچئے۔''

اس نے اپنی موت سے چند ثانیے قبل جو آخری الفاظ اپنے سیکریٹری کو لکھوائے وہ یہ تھے: ''میں خدا کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے، اپنے دوستوں کی محبت دل میں لئے، اپنے دشمنوں سے نفرت نہ کرتے ہوئے اور توہمات کو ناپسند کرتے ہوئے مر رہا ہوں۔''

ولفریڈ اووِن (۱۸۹۳۔۱۹۱۸ء)

برطانوی شاعر، استاد کی حیثیت سے فرانس چلا گیا۔ ۱۹۱۵ء میں برطانیہ واپس آکر فوج میں بھرتی ہوگیا، اسے جنگ سے شدید نفرت تھی، جس کا اظہار اس نے اپنی نظموں میں بھی کیا ہے۔ جنگ عظیم اول میں جب وہ مارا گیا تو مرنے سے قبل اپنے ایک ساتھی سے کہا: ''تم نے بہت اچھا کردار ادا کیا ہے..... تم بہت اچھا کام کررہے ہو۔ میرے لڑکے!''

ولیم پٹ دی ینگر (۱۷۵۹۔۱۸۰۶ء)

برطانوی وزیراعظم، وفات سے چند ثانیے قبل کہا: ''میرے مالک! میں نے اپنے ملک سے کس طرح محبت کی ہے، میں نے اپنے ملکیت کے بچھڑے کے گوشت سے بھی محبت کی ہے۔''

ولیم ورڈز ورتھ (۱۷۷۰۔۱۸۵۰ء)

انگریز شاعر، وفات سے قبل ان سے پوچھا گیا کہ کیا وہ عشائے ربانی سننا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا: ''ہاں..... میں یہی چاہتا تھا۔ کیا تم بھی یہی چاہتی ہو؟..... ڈور۔''

ویسپاسنین (۹ء۔۷۹ء)

رومی شہنشاہ، اس نے مرنے سے قبل کہا: ''ایک شہنشاہ کو کھڑے کھڑے مرنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ میں خدا بننے والا ہوں۔''

ہالبس ٹامس (۱۵۸۸۔۱۶۷۹ء)

برطانوی سیاست داں اور مفکر، جلاوطن شہزادہ چارلس کا اتالیق رہا، اس نے متعدد سائنس اور ریاضی کی کتابیں لکھیں جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا: ''اب میں آخری سفر کرنے والا ہوں۔''

ہاپکنز جیرالڈ مینلے (۱۸۴۴۔۱۸۸۹ء)

برطانوی شاعر، وفات کے روز کہا: ''میں بہت خوش ہوں..... بہت خوش۔''

ہیزک ہملر (۱۹۰۰۔۱۹۴۵ء)

جرمن نازی رہنما، ۱۹۳۶ء میں جرمنی کی تمام پولیس فورسز کا سربراہ بنا۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں اسی نے اتحادیوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ جرمنی، برطانیہ اور امریکہ کے سامنے ہتھیار ڈال دے، لیکن روس کے سامنے نہیں۔ اس کی یہ تجویز مسترد کردی گئی۔ مئی ۱۹۴۵ء میں وہ گرفتار ہوا اور اس نے خودکشی کر لی۔ خودکشی سے قبل خود کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''میں ہیزک ہملر ہوں۔''

ہینری ایگبرٹ کرنل (وفات ۱۸۹۹ء)

منیلا کے حملہ کے دوران ہلاک ہوا۔ مرنے سے قبل کہا: ''آخری سلام جنرل ..... میں نے کر دکھایا جو کرسکتا تھا..... اب میں بہت بوڑھا ہوچکا ہوں۔''

ہینری کلے (۱۷۷۷۔۱۸۵۲ء)

سیاست دان اور مقرر، اس کا شمار ری پبلکن پارٹی کے بانیوں میں ہوتا تھا غلام اور غیر غلام جماعتوں میں مصالحت کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ وفات کے وقت یہ کہا: ''مجھے یقین ہے میرے بیٹے کہ میں مر رہا ہوں۔ اب مجھے سونے دو۔'' اس کے بعد روح پرواز کرگئی۔

ہینری ہشتم (۱۴۹۱۔۱۵۴۷ء)

انگلستان کا بادشاہ۔ ۱۵۰۹ء میں والد کا جانشین بنا، چھ بیویاں تھیں۔ ۱۵۴۲ء میں اس کی پانچویں بیوی کیتھرین ہاورڈ قتل ہوگئی تو اس نے کیتھرین پار سے شادی کر لی۔ انتقال سے چند لمحے قبل جو آخری کلمات کہے وہ یہ تھے: ''راہبو، راہبو، راہبو۔''

باب ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودہ سوسالہ مفسرین قرآن اوران کی تفاسیر کا تعارف

پہلی اور دوسری صدی ہجری کے مفسرین قرآن عزیز:

تاج وسراج المفسرین سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن عزیز کا نزول ہوا اور آپ ہی نے پہنچایا اور سمجھایا بھی ہے اس لئے قرآن عزیز کے سب سے پہلے مفسر خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر آپ کے تمام صحابہ بھی مفسرین قرآن کریم ہیں مگر چند صحابہ خصوصی طور پر مفسر تھے اس لئے علماء تفسیر نے طبقات المفسرین میں سے پہلا طبقہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کو بتایا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضٰی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مناہل ۱/۳۲)

۱: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

کاتب وحی ہونے کے علاوہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فتویٰ بھی دیا کرتے تھے، سید القرا کہلائے آپ سے ۱۶۴ احادیث مروی ہیں فرمایا اے ابی! اللہ نے تیرا نام لے کر فرمایا ہے کہ میں قرآن پڑھوں اور تو سنے آپ کو سید الانصار کا لقب دیا تھا حضرت عمر فاروقؓ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے آپ سے قرآنی تفسیر کا ایک عظیم نسخہ روایت ہے خلیفہ چلپی نے لکھا، ''ابی ابن کعبؓ نے تفسیر قرآن عزیز میں ایک بڑی کتاب لکھی جس کی اسناد صحیح ہیں، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے متدرک میں تفسیر ابی ابن کعبؓ کو نقل کیا ہے۔ (مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۴۰۴)

مدینہ منورہ میں ۲۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔

۲: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حبشہ اور مدینہ منورہ کے مہاجر ہیں تمام غزوات اور جنگ یرموک میں بھی شرکت فرمائی فرمایا تو قرآن پڑھ تا کہ میں سنوں ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم دس آیات قرآنی پڑھ کر ان کے معانی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے بعد آگے پڑھا کرتے تھے، شاگردوں کی تعداد چار ہزار ہے ۳۲ھ کو رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے۔

۳: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ:

اسلام کیلئے بڑی تکالیف اٹھائیں فرمایا: سلمان من اھل البیت دو سو پچاس سال عمر پائی مدائن میں ۳۵ھ کو انتقال فرمایا۔

''ایران کے نومسلموں نے حضرت سلمان فارسیؓ کی خدمت میں لکھا کہ وہ اسلام لانے کے فوراً بعد عربی زبان میں نماز نہیں پڑھ سکتے چنانچہ آپ نے ان کیلئے سورۃ فاتحہ کا ترجمہ فارسی زبان میں کر کے بھیج دیا عربی زبان سیکھنے تک اپنی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے'' (مبسوط مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۷)

آپ پہلے مترجم اور مفسر ہوئے۔

۴: حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

قرآن عزیز کا سننا اور پھر اس کا سمجھنا آپ کو زیادہ نصیب ہوا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تفسیر قرآن آپ سے نقل فرمائی آپ اکثر اوقات قرآن عزیز کی تفسیر فرمایا کرتے جس کو ابوحمزہ ثمالیؒ لکھ لیا کرتے تھے جس کو فہم القرآن کا نام دیا ہے آپ سے پوچھا گیا ما فی ھذہ الصحیفہ تو آپ نے فرمایا فھم القرآن آپ کی شہادت ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو ہوئی۔

۵: ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اجلہ صحابہ کرام کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا باقاعدہ درس قرآن حدیث دیا کرتی تھیں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی ہم کو فہم آیات قرآنی میں کوئی مشکل پیش آتی تو آپ نے راہ نمائی فرمائی وفات ۱۷ رمضان ۵۷ھ جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔

۶: حضرت مسروق بن اجدح رحمہ اللہ:

عہد صدیقی میں اسلام لائے کارہائے نمایاں انجام دیئے عائشہ صدیقہؓ اور ابن مسعود سے اکتساب فیض کیا، ارض حرم میں پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے ۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

۷: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں دو موقع پر سید دو عالم صلی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سونا چاندی (بغیر زکوٰۃ کے یا حرام مال سے جمع کر کے) پیچھے چھوڑا اس کو اس سے داغ دیا جائے گا۔ (احمد)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ اس کو دین کی سمجھ اور قرآن فہمی کی دولت عطا فرما، قرآن عزیز کے اچھے ترجمان علمی مجلس منعقد فرماتے غیر عرب طلباء کیلئے ترجمان مقرر کیے ہوئے تھے اور طلباء کو تفسیری نوٹ لکھواتے تھے ابن ابی ملیکہ نے مجاہدؒ کے پاس دو تختیاں دیکھی جن پر ابن عباسؓ نے ان کو قرآنی آیات کی تفاسیر لکھائی اصول التفسیر از ابن تیمیہ ص ۶۲ ایک سورۃ کی تلاوت فرماتے اور پھر خود ہی اس کی تفسیر بھی فرماتے تھے۔ ابو وائل فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ یا سورۂ نور کی تلاوت فرمائی اور پھر اس کی ایسی جامع تفسیر فرمائی کہ اگر اس کو ترک روم اور دیلمی سن لیتے مسلمان ہو جاتے حضرت مجاہد نے ابن عباسؓ سے تیس مرتبہ قرآن عزیز پڑھا آپ کے شاگرد سعید بن جبیر عکرمہ طاؤس عطا ہیں آپ سے جو تفسیر نقل کی گئی ہے وہ علی بن طلحہ ہاشمی (م ۱۴۳ھ کی سند سے منقول ہے یہ تفسیر لیث بن سعد م ۱۷۵ھ کے کاتب ابو صالح کے پاس مصر میں موجود تھی اور یہی تفسیر امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ تفسیر ابن عباسؓ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے فوراً بعد مرتب ہو چکی تھی'' قلمی نسخہ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا مکتبہ ملک عبد العزیز کے کتب خانہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ جس پر سال کتابت ۳۱۶ھ درج ہے تنویر المقباس فی تفسیر ابن عباس کا ایک قلمی نسخہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے ۱۲۱۰ھ درج ہے تفسیر ابن عباسؓ کا اردو ترجمہ کلام کمپنی کراچی نے شائع کیا تفسیری ارشادات ایک مجموعہ مکہ یونیورسٹی نے بھی شائع کیا ہے علاوہ آپ کے چند مسائل نافع بن الازرق بھی ہے قرآن عزیز کے لئے جو اشعار بطور شہادت جن کا ماخذ سیوطی کی اتقان ابن الانباری کی کتاب الوقف اور طبرانی کی معجم کبیر ہے۔ مسائل ابن الازرق میں

جزی اللّٰہ الاکان بینی وبینھم
جزاء ظلوم لا یؤخذ عاجلاً

مکہ مکرمہ سے طائف منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۶۸ھ کو وصال ہوا۔

۸: ربیع بن مہران بصری:

خود فرماتے ہیں ''مجھے ابن عباسؓ اپنے پاس تخت پر بٹھایا کرتے تھے آپ کے شاگردوں میں سے حضرت قتادہ جیسے مفسر قرآن پیدا ہوئے صحابہ کرامؓ کے بعد تفسیر جاننے والا ابو العالیہ سے بہتر کوئی نہیں۔''

۹: سعید بن جبیر بن ہشام الاسدی:

(۱۳) حضرت قتادہ نے فرمایا: تابعین میں سے سب سے زیادہ تفسیر قرآن عزیز جاننے والے سعید بن جبیر ہیں طبری ھو ثقة امام المسلمین حجة ابن حبان کان عبداً فاضلاً ورعاً علامہ ذھبی ھو احد الاعلام خلیفہ وقت عبد الملک بن مروان (م ۸۶ھ) نے آپ سے تفسیر قرآن عزیز مرتب کرنے کی درخواست کی جس پر تفسیر لکھی پھر اس قلمی نسخہ کو خلیفہ نے شاہی کتب خانہ کی زینت بنا دیا عطاء بن دینار الہلامی مصری نے شاہی کتب خانہ سے حاصل کر کے روایت کیا حجاج بن یوسف کے ظلم کا نشانہ بنے ۹۵ھ میں جام شہادت نوش فرمایا (۱۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۵) ابو موسیٰ اشعری رضا (۱۶) عبد اللہ بن زبیرؓ۔

۱۰: ابو الاسود بن عمرو بن سفیان رحمہ اللہ:

(۱۷) جلیل القدر تابعی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد علم نحو کا ابتدائی جملہ الکلمة ثلثة اضرب اسم وفعل حرف سکھایا تفسیر بھی ابو الاسود نے حضرت علی سے روایت کی وفات ۹۹ یا ۱۰۱ھ بھی لکھی ہے۔

۱۱: ضحاک بن مزاحم ہلالی رحمہ اللہ:

خراسان کے بہت بڑے عالم اور مفسر القرآن، آپ کا مدرسہ اس قدر وسیع تھا کہ آپ حمار پر سوار ہو کر طلباء کی نگرانی فرمایا کرتے طلباء کی تعداد تین ہزار تک پہنچ جاتی ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

۱۲: حضرت عکرمہ افریقی رحمہ اللہ

ولادت مدینہ منورہ حضرت ابن عباسؓ کے غلام آزاد علم کی اشاعت کیلئے خراسان، اصبہان، مصر وغیرہ کا سفر کئی بار کیا چنانچہ ابن خلکان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کان عکرمة الطواف والجولان فی البلاد ۱۰۴ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ:

ولادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ممتاز شاگرد تھے ابن عباسؓ سے تین دفعہ قرآن عزیز پڑھا مکہ مکرمہ میں بحالت سجدہ وفات ۱۰۲ھ میں پائی عبد اللہ بن عمرؓ کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے (مقدمہ کسالہ تفسیر از ابن تیمیہ رحمہ اللہ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ حکومت قطر سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۴: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ:

یمن کی بستی جند میں پیدا ہوئے، ابن عباسؓ کے علاوہ انچاس صحابہ کرامؓ کی زیارت کی ابن عباسؓ نے فرمایا: انی لا ظن طاؤس من اھل الجنته ''۱۰۶ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

۱۵: حافظ ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ:

عربی النسل اور مادر زاد نابینا تھے اجلہ علماء محدثین ومفسرین سے استفادہ کیا آپ کے استاد ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''قتادہ احفظ الناس تھے۔'' امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ''قتادہ تفسیر القرآن اور اختلاف العلماء میں سب سے مقدم تھے کہتے تھے کہ مجھے ہر آیت کے متعلق تفسیر کا کچھ نہ کچھ حصہ معلوم ہے عراقی علماء نے آپ کو عالم اھل البصرة کا لقب دیا ۱۱۷ھ میں انتقال فرمایا۔

۱۶: محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ:

ابن مسعودؓ سے شرف تلمذ تفسیر القرآن میں بلند مقام ۱۱۸ھ میں وفات ہوئی۔

۱۷: اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ السدی الکبیر:

سدی انس بنؓ مالک اور ابن عباسؓ سے تفسیر امام بخاری کے علاوہ دوسرے محدثین نے آپ سے روایات لی ہیں آپ کی وفات ۱۲۷ھ کو ہوئی کوفہ کے نامور مفسر سمجھے گئے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔

۱۸: زید بن اسلم رحمہ اللہ:

حضرت عمر فاروقؓ کے غلام تھے حضرت حسینؓ بن علیؓ آپ کے درس میں بیٹھتے امام مالکؒ جیسے اجلہ علماء کرام آپ کے شاگرد ہوئے ۱۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۹: علی بن طلحہ رحمہ اللہ:

ابوالحسن تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمائی اور پھر اس کو ایک صحیفہ کی شکل میں جمع کر دیا امام احمد رحمہ اللہ کا ارشاد: "مصر میں تفسیر کا وہ صحیفہ محفوظ ہے جسے علی بن ابی طلحہؒ نے روایت کیا ہے اگر کوئی آدمی اس کیلئے مصر کا سفر کرے تو یہ کوئی مشقت کی بات نہ ہوگی کچھ اقتباسات محمد فواد مصری رحمہ اللہ معجم غریب القرآن کے نام سے شائع کر دیئے وفات ۱۴۳ھ کو ہوئی۔

۲۰: ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ:

امام حسن بصری کے ساتھ خادمانہ تعلق قرآن کریم کے ساتھ عشق قراء سبعہ میں سے ایک آپ بھی ہیں کتاب بہ نام مرسوم المصحف لکھی کوفہ میں ۱۴۵ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۱: مقاتل بن حیان رحمہ اللہ:

تہذیب میں ابن حبان نے لکھا ابن کثیر رحمہ اللہ اور مفسر بغوی رحمہ اللہ نے اپنی اسناد میں اس مفسر کا ذکر بھی کیا ہے بلخ سے کابل آ کر مقیم ہو گئے، ایک تفسیر بہ نام نوادر التفسیر مرتب کی انتقال ۱۵۰ھ کو ہوا۔

۲۲: عبدالملک بن عبدالعزیز:

تین سو سے زائد شیوخ جن میں سے امام احمد رحمہ اللہ بھی بصرہ میں تدریس آپ کے حلقہ درس میں سے سفیان ثوری رحمہ اللہ ابوداؤد رحمہ اللہ، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہوئے امام المتقین کہا جاتا تھا خلیفہ جلبی رحمہ اللہ ان کی مرتبہ تفسیر کو تفسیر شعبہ کہا جاتا تھا ۱۶۰ھ میں بصرہ میں انتقال ہوا۔

۲۳: سفیان ثوری رحمہ اللہ:

کوفہ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک رحمہ اللہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے، علم و معرفت تقویٰ پر اہل زمانہ متفق تھے معمر اوزاعی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں آپ کی قرآن عزیز کی تفسیر رضا لائبریری رام پور (بھارت) میں محفوظ ہے امتیاز عرشی کی ترتیب سے سورۃ بقرہ تا سورۃ و الطور شائع ہو چکا ہے بصرہ میں ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔

۲۴: زائدہ بن قدامہ کوفی رحمہ اللہ:

ابواسحاق رحمہ اللہ و دیگر جلیل القدر علماء سے علوم حاصل کئے سنت نبوی کے اس قدر دلدادہ تھے کہ کسی بدعتی اور تقدیر کے منکر کو اپنے مدرسہ میں داخل نہ کرتے تھے جہاد بالسیف بھی کیا حدیث اور تفسیر میں کتابیں لکھیں ۱۶۱ھ کو شہید ہوئے۔

۲۵: امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

ستر صحابہ کرامؓ کی زیارت کی سترہ سال کی عمر میں آپ مدرس، مفتی اور قاضی مشہور ہو چکے لقب امام اہل مدینہ آپ کی کتاب موطا امام مالک ہے ایک قرآن عزیز کی تفسیر بھی ہے **تراجم مالکیہ کتابہ فی التفسیر وھذہ سبعون الف مسئلعہ** ساتویں صدی ہجری محقق عالم ابوالحسن علی الاشبیلی رحمہ اللہ م ۶۶۲ھ نے اپنے استاد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ تفسیر قرآن کریم پڑھی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۷۹ھ مزار مبارک جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہے۔

۲۶: عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگردوں علم و عمل تقویٰ مجاہد فی سبیل اللہ بھی مصنف کتاب الزہد جامع کتاب ہے احیاء المعارف (انڈیا) سے ۱۹۶۶ء کو شائع ہو چکی ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی ۱۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔ حضرت فضیلؒ کو ایک منظوم خط لکھا جس کے دو اشعار:

یا عابد الحرمین لوا بصرتنا
لعلمت انک فی العبادۃ تلعب
من کان یخضب خدہ بدموعہ
فنحور نا بدما تتخضب

۲۷: یونس بن حبیب نحوی:

بصرہ میں ابوعمرو بن العلاء اور حماد بن مسلمہ سے عربی ادب حاصل کیا کتاب معانی القرآن الکریم ۱۸۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن مروان سدی صغیر:

وکیع بن الجراح رحمہ اللہ آپ کو نیشاپوری کہا سندھی الاصل صحاح ستہ کے جامعین محدثین عظام، امام احمد و امام شافعی آپ کے شاگردوں میں

سے ہیں دن کو روزہ اور رات کو تلاوت قرآن کی تفسیر بھی لکھی جس کا نام تفسیر وکیع ہے نفیس ترین تفسیر ہے ۱۹۷ھ کو وفات ہوئی۔

۲۹: ابومحمد سفیان بن عیینہ الہلالی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر حجاز میں امام مالک رحمہ اللہ اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نہ ہوتے تو حجاز کا علم دنیا میں باقی نہ رہتا، آپ بلند پایہ مفسر تھے ابن ندیم نے لکھا ہے له تفسیر معروف وفات ۱۹۸ھ کو ہوئی، آپ کی تفسیر تیسری صدی تک اہل علم میں متداول تھی۔

۳۰: ابوزکریا یحیٰی بن سلام رحمہ اللہ:

تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی افریقہ میں گزاردی قرآن عزیز کی ایک تفسیر مرتب فرمائی ۲۰۰ھ کو انتقال فرمایا۔

تیسری صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

(۱) الامام الشافعی رحمہ اللہ:

۱۳ سال کی عمر میں مؤطا امام مالک حفظ کرکے مدینہ منورہ امام مالک کی خدمت میں پہنچے آٹھ ماہ رہ کر پھر مکہ مکرمہ اور پھر عراق آکر امام محمد کی شاگردی اختیار کرلی احکام القرآن کے موضوع پر تفسیر مرتب فرمائی قاہرہ میں طبع ہوئی کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے وفات ۲۰۴ کو ہوئی۔

(۲) ابوعبیدۃ رحمہ اللہ:

دو کتابیں ان کی مشہور ہیں تفسیر غریب القرآن اور کتاب مجاز القرآن، دونوں کتابیں مصر سے شائع ہوچکی ہیں وفات ۲۰۷ھ کو ہوئی۔

(۳) ابوزکریا یحیٰی بن زیاد رحمہ اللہ:

یہ فراء کے لقب سے مشہور ہیں، آپ کے درس میں اس وقت کے قضاۃ اور علماء بھی بیٹھا کرتے تھے، فراء نے اپنے شاگردوں کو تفسیر املاء کرائی جس کا حجم ایک ہزار ورق تھا، آپ کی مرتبہ کتاب معانی القرآن طبع ہوچکی ہے، ۲۰۷ھ کو وفات ہوئی، المامون نے بیٹوں کی تعلیم وتربیت کیلئے آپ کی خدمات حاصل کی تھیں، فراء باہر جانے لگے تو استاد کی جوتیاں اٹھانے کیلئے دونوں شہزادے جھگڑنے لگے آخر فراء کے فیصلے پر دونوں نے ایک ایک جوتی اٹھائی، المامون خوش ہوا استاذ کے اس قدر ادب واحترام پر دس دس ہزار دینار انعام دیا اور اتنی ہی رقم فراء کی خدمت میں پیش کی۔

(۴) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رحمہ اللہ:

استنباط احکام اور تنقید وتنقیح میں ید طولیٰ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام احکام القرآن لکھی۔

۵: الامام حافظ عبدالرزاق ابن ہمام رحمہ اللہ:

کئی کتابیں لکھیں، قرآن کریم کی ایک تفسیر عبدالرزاق ہے، مصر کے قلمی کتب خانہ میں ہے اور یہ ۷۲۴ھ کا مکتوبہ ہے، وفات ۲۱۱ھ کو ہوئی، اس تفسیر کا عکس کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے جس کا نمبر ۲۹ ہے، تحقیق وتعلیق وطبع شدہ۔

۶: ابوالحسن سعید بن مسعدۃ النحوی رحمہ اللہ:

یہ نقش اوسط کے نام سے معروف ہیں، تفسیر معانی القرآن لکھی ۲۱۵ کو وفات ہوئی۔

۷: امام عبداللہ بن زبیر حمیدی رحمہ اللہ:

ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی سفیان ابن عیینہ اور امام شافعی سے اکتساب فیض کیا، دس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں، آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایک بھی صحابیؓ کو برا کہے تو وہ جادہ سنت سے منحرف ہے، آپ کی مشہور کتاب حدیث مسند حمیدی اج تک متداول ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، مکہ مکرمہ میں ۲۱۹ھ کو وفات پائی۔

۸: قاسم بن سلام ابوعبیدہ رحمہ اللہ:

علماء حدیث وتفسیر فقہ ادب اور دیگر علوم کے جامع مانے گئے ہیں، اسحاق بن راہو یہ فرماتے ہیں ابوعبیدہ مجھ سے اور امام احمد، امام شافعی سے زیادہ فائق ہیں، ہم لوگ تو ان کے محتاج ہیں، مفید کتابیں کتاب الاموال طبع ہوچکی ہے، کتاب معانی القرآن بھی ہے جو آثار اسانید صحابہ وتابعین اور فقہاء کی تفاسیر کا مجموعہ ہے۔ ۲۲۴ھ میں مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔

۹: الحافظ سنید بن داؤد رحمہ اللہ:

ابوعلی المصیصی ایک تفسیر مرتب کی جو اپنے استاد وکیع سے روایت کی، امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ م ۹۷۳ھ نے اس تفسیر میں مندرجہ احادیث وآثار کی علیحدہ تخریج بھی مرتب فرمائی۔ وفات ۲۲۶ھ کو ہوئی۔

۱۰: عبدالرحمٰن بن موسیٰ ہواری:

اندلس کے مشہور عالم اور مفتی تھے، ایک تفسیر لکھی ہے ۲۲۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: ابوبکر عبداللہ (ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ)

ابن ماجہ رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث آپ کے شاگرد ہیں، علم حدیث میں مسند اور مصنف آپ کی مشہور تصانیف ہیں قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ ۲۳۵ کو فوت ہوئے، مصنف ۱۲ جلدوں میں مجلس علمی

کراچی کی توجہ سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۲: محمد بن حاتم المروزی رحمہ اللہ:

السمین کے لقب سے مشہور ہوئے امام مسلم، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں۔ بغداد میں باقاعدہ درس تفسیر القرآن دیا کرتے تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی ۲۳۵ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: اسحٰق ابن راہویہ رحمہ اللہ:

علم تفسیر میں آپ کا ممتاز مقام ہے، زبانی یادداشت سے تفسیر قرآن عزیز لکھوایا کرتے تھے مگر تفسیر کا باسند الفاظ کے ساتھ لکھوانا مشکل کام ہے۔ تابعین رحمہ اللہ کے بعد تفسیر کو زندہ کیا، قرآن عزیز کی تفسیر بھی لکھی۔ ۲۳۸ھ کو فوت ہوئے۔

۱۴: عبدالملک بن حبیب السلمی رحمہ اللہ:

ابو مروان فقہ مالکی تقریباً پوری حفظ تھی، تفسیر اور دیگر معارف قرآنی کے متعلق قان کی ساٹھ کتابیں ہیں، ۲۳۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۵: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ امام یوسف رحمہ اللہ، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ جیسے نادر روزگار ائمہ ہدیٰ سے استفادہ کیا، بلند پایہ محدث، مفسر اور فقیہ تھے، لاکھوں احادیث یاد تھیں، فتنہ خلق قرآن کا استیصال آپ ہی کی قربانیوں کا ثمرہ ہے، ۲۴۱ھ کو فوت ہوئے، تقریباً ۲۲ کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے ایک تو قرآن کریم کی تفسیر ہے۔

۱۶: علی بن حجر رحمہ اللہ:

سعدی رحمہ اللہ کے نام سے شہرت پائی، سب ائمۃ الحدیث ان کے شاگرد تھے، آپ کی تصنیف احکام القرآن بھی ہے، ۲۴۴ھ کو وفات ہوئی، سعدی کا مقولہ ہے کہ عصر کے بعد کتب بینی سے نظر کمزور ہو جاتی ہے۔

۱۷: پاکستان کا مفسر القرآن، عبد بن حمید بن نصر رحمہ اللہ:

کچھ میں پیدا ہوئے، ارض عرب کا سفر کیا، امام مسلم رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے آپ سے علم حاصل کیا ۲۴۹ھ کو وفات ہوئی، نام عبد الحمید ہے، مسند صغیر اور دوسری مسند کبیر، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی جس کو ہر زمانہ میں قبولیت حاصل رہی، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو دیکھا، من تفسير عبد، قال حدثنا ابراهيم بن حزيم بن خاقان (م ۵۲) ثنا ابو محمد عبد الحميد بن حميد فذكر (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۵۶) تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کی طرح تفسیر بالماثور ہے، شاہ عبدالعزیز دہلوی نے فرمایا کہ یہ تفسیر مشہور ہے، عرب میں اس کو پڑھا جاتا ہے، عبد بن حمید رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ابن جریر طبری رحمہ اللہ، ابن المنذر رحمہ اللہ، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء حدیث وتفسیر تھے (درمنثور ج ۶ ۴۲۲) کتاب التفسیر (ترمذی) ہیں ایک سو آیات کی تفسیر عبد بن حمید رحمہ اللہ سے روایت ہے۔

۱۸: محمد بن احمد السفدی رحمہ اللہ:

امام سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سفدی نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی۔ وفات ۲۵۵ھ کو ہوئی۔

۱۹: ابو محمد امام الدارمی رحمہ اللہ:

حرمین، حجاز، شام، عراق کا علمی سفر کیا، مفسر ومحدث ہوئے، مسند دارمی، امام مسلم رحمہ اللہ، ترمذی رحمہ اللہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، ایک تفسیر بھی لکھی، ابن حجر نے فرمایا باکمال مفسر اور صاحب علم فقیہ تھے آپ کی ولادت ۱۸۱ھ اور وفات ۲۵۵ھ کو ہوئی، امام احمد نے فرمایا دارمی پر دنیا پیش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کی، امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ کی وفات کا سنا تو آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر چہرے پر آگئے، اور پھر بے ساختہ یہ شعر پڑھا:

ان تبق تفجع بالا حبته کلهم   وفناء نفسک لا ابالک افجع

۲۰: محمد بن سخنون قیروانی رحمہ اللہ:

امام زہری رحمہ اللہ اور سلمہ بن سیب رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، مؤطاء امام مالک کی شرح چار جلدوں میں لکھی تفسیر احکام القرآن بھی لکھی، ۲۵۶ھ کو فوت ہو کر قیروان میں دفن ہوئے۔

۲۱: ابوعبداللہ محمد بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ ہیں جن کی جمع کردہ صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا درجہ حاصل ہے، ولادت بروز جمعۃ المبارک سنہ ۱۹۴ھ کو بخارا میں ہوئی، اسحٰق بن راہویہ، علی ابن المدینی، احمد بن حنبل، یحیٰی بن معین رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا۔ طلب علم کیلئے مصر، شام، بصرہ، کوفہ، بغداد کے کئی سفر کئے، صحیح بخاری کو سولہ سال کی محنت شاقہ کے بعد مرتب فرمایا، صحیح بخاری میں کتاب التفسیر کے عنوان سے تفسیر قرآن عزیز کو جمع فرمایا، اور مستقل طور پر بھی قرآن عزیز کی تفسیر کبیر لکھی ہے۔ وفات سنہ ۲۵۶ھ کو عید الفطر کی رات ہوئی۔

۲۲: شیخ الاسلام عبداللہ بن سعید اسکندری رحمہ اللہ:

ابوحاتم رحمہ اللہ نے لکھا ہے هو امام اهل زمانه قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی سنہ ۲۵۷ھ کو وفات پائی۔

۲۳: احمد بن الفرات رحمہ اللہ :

ابو مسعود الرازی رحمہ اللہ صاحب قلم بھی تھے، پانچ لاکھ سے زیادہ احادیث اپنے قلم سے لکھیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، سنہ ۲۵۸ھ کو وفات پائی۔

۲۴: محمد بن عبداللہ بن الحکم رحمہ اللہ :

امام شافعی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، فقہ شافعی میں مہارت، امام طبری رحمہ اللہ جیسے آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، احکام القرآن نام کی تفسیر لکھی سنہ ۲۶۸ھ کو فوت ہوئے۔

۲۵: امام ابن ماجہ رحمہ اللہ صاحب:

"سنن ابن ماجہ" قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، ابن جوزی نے اس تفسیر کا ذکر المستظم میں کیا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لا بن ماجة تفسير حافل ابن خلکان نے فرمایا تفسیر القرآن الکریم علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں اس کو ابن جریر کے طرز کی تفسیر بتایا ہے۔

۲۶: امام ابو داؤد سجستانی رحمہ اللہ :

مشہور کتاب سنن ابی داؤد کتاب التفسیر، نظم القرآن، کتاب فضل القرآن کا تعلق تفسیر سے ہے، وفات ۲۷۵ھ کو ہوئی۔

۲۷: بیہقی بن مخلد رحمہ اللہ :

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دیگر علماء عظام سے اکتساب علم کیا، علم وفضل کے علاوہ مجاہد تھے، فرمایا "میں نے اندلس میں ایسا پودا لگا دیا ہے جو خروج دجال کے بغیر نہ اکھڑ سکے گا" ایک مسند مرتب کی جس میں تیرہ سو سے زائد صحابہ کرامؓ کی روایات جمع کردی ہیں اور قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ابن حزم اندلسی نے کہا ہے لم يولف في الاسلام مثل تفسيره اور بروکلمن نے ابن عساکر رحمہ اللہ کی یہ رائے ذکر کی ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ کی تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کی تفسیر سے فائق ہے آپ کی وفات ۲۷۶ھ کو ہوئی۔

۲۸: مسلم بن قتیبہ رحمہ اللہ :

ابن راہویہ رحمہ اللہ یحی ابن اکثم رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، اس موضوع پر کتابیں تحریر کیں۔ (۱) تفسیر غریب القرآن (۲) کتاب معانی القرآن (۳) تاویل مشکل القرآن (۴) مستقل علیحدہ تفسیر القرآن کا ذکر بھی قاضی عیاض نے کیا ہے۔ وفات ۲۷۶ھ میں ہوئی۔

۲۹: امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ :

امام بخاری رحمہ اللہ کے خصوصی تلمیذ ہیں، حافظ، تقوی اور تفقہ لاثانی تھا، سنن ترمذی مشہور ہے ابواب التفسیر میں ۹۲ سورتوں کے ضروری مقامات کی تفسیر بیان فرمائی ہے، تفسیر ترمذی کے نام سے مشہور ہے، یہ تفسیر قلمی پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ (۱۔۳۵۹)

۳۰: اسمٰعیل بن اسحٰق رحمہ اللہ :

مالکی فقہ کے شیخ مانے گئے، ایک تفسیر احکام القرآن بھی ہے جو پچیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۲۸۲ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ :

علوم شریعت وطریقت کے آپ جامع تھے مکہ مکرمہ میں ذوالنون مصری سے شرف ہوا، ایک جامع تفسیر عربی زبان میں لکھی جس کو ابو یوسف سنجری رحمہ اللہ نے مصنف رحمہ اللہ سے ۲۷۵ھ میں سنا اور روایت بھی کیا یہ تفسیر طبع ہوچکی ہے۔ وفات ۲۸۳ھ کو ہوئی۔

۳۲: ابو العباس محمد بن یزید مشہور بہ مبرد رحمہ اللہ :

اعراب القرآن کے نام سے دو مستقل کتابیں ما اتفق لفظه واختلف معناه من القرن المجيد اور کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں موجود ہے، وفات ۲۸۵ھ کو ہوئی۔

۳۳: احمد بن داؤد دینوری رحمہ اللہ :

اصمعی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ علوم اسلامیہ، تاریخ اور حکمت وفلسفہ میں یکتائے روزگار تھے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا: كان من نوادر الرجال ممن جمع بين اداب العربية وحكم الفلاسفة ابتداء آفرینش انسانی سے لے کر مؤلف کے دور تک تاریخ کے واقعات کو مختصر طور پر جمع کیا ان کی کتاب اخبار الطوال ہے، قاہرہ سے شائع ہوچکی ہے ایک تفسیر کا نام تفسیر الدینوری ہے، جو تیرہ جلدوں میں ہے اور بغداد میں اس کا مخطوطہ موجود ہے، آپ کی وفات ۲۸۲ھ کو ہوئی۔

۳۴: امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ :

گرامی قدر والد اور دوسرے علماء سے علم حاصل کیا، آپ نے اپنے والد ماجد سے تیس ہزار مسند احادیث اور ایک لاکھ بائیس ہزار تفسیری ارشادات سنے۔ ۲۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۵: احمد بن یحییٰ ایشبانی رحمہ اللہ :

ثعلب جو امام وقت مانے گئے، قرآنی موضوع کے متعلق کتاب معانی القرآن، کتاب اعراب القرآن اور غریب القرآن لکھیں، وفات ۲۹۱ھ کو ہوئی۔

چوتھی صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

(۱) موسیٰ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ قطان رحمہ اللہ :

امام محمد رحمہ اللہ اور ابن سخون رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے علم نبوت میں

کامل دسترس حاصل تھی، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر بارہ جلدوں میں مرتب فرمائی، ۳۰۶ھ کو فوت ہوئے، طرابلس کا قاضی مقرر کیا گیا آپ نے ہر مظلوم کی مدد کی اور ہر ظالم کو سزا دی۔

(۲) ابوعبداللہ بن محمد بن وہب رحمہ اللہ:

ابن وہب رحمہ اللہ نے ایک تفسیر لکھی، فیروز آبادی نے تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباسؓ میں اس سے استفادہ کیا انتقال ۳۰۸ھ میں ہوا، اس تفسیر کا ایک مخطوطہ خزانہ اباصوفیہ میں محفوظ ہے جس کا نمبر ۲۰۲،۲۲۱ ہے ایک نسخہ سورۃ اخلاص تک خزانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے، چھٹی صدی ہجری کا مخطوطہ ہے۔

۳: محمد بن المفضل بن سلمہ بغدادی رحمہ اللہ:

معانی القرآن کے عنوان پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ضیاء القلوب ہے۔ ۳۰۸ھ کو فوت ہوئے۔

۴: امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر رحمہ اللہ:

ولادت تو نیشاپور اقامت مکہ مکرمہ میں محمد بن میمون رحمہ اللہ، محمد بن اسمعیل الصائغ رحمہ اللہ سے اکتساب علم کیا، زمانہ کے امام مجتہد مشہور ہوئے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی، امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ۳۱۶ میں ابن المنذر سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔

۵: محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ:

طلب علم کیلئے مصر، شام، عراق تک سفر کیا، قرآن عزیز کی تفسیر احادیث، آثار صحابہؓ سے قرآن عزیز کی تفسیر کی گئی جس کا نام جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے مگر مشہور ابن جریر رحمہ اللہ اور طبری رحمہ اللہ ہے، امراء اور سلاطین سے لاتعلق رہے، یہ تفسیر ساری تفسیر بالماثور ہے، مصر کے مطبع میمنہ سے ۱۳۲۱ھ شائع ہوئی۔ نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں موجود تھا، دارالعلوم دیوبند کتب خانہ اس کا اُردو میں بھی ترجمہ کررہا ہے، منصور بن نوح رحمہ اللہ کا فارسی ترجمہ ۷ جلدوں میں ۱۳۴۲ھ میں تہران سے شائع ہو چکا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ تفسیر سات سالوں ۲۸۳ تا ۹۰ھ) میں نقل کی، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سند کے اعتبار سے بھی دوسری تفاسیر سے افضل ہے، امام نووی رحمہ اللہ آج تک ایسی جامع تفسیر کوئی نہیں لکھی گئی، ابوحامد اسفرائنی رحمہ اللہ اس تفسیر کو حاصل کرنے کے لئے چین تک سفر کرنا مہنگا نہیں، دور حاضر مفتی عبدہ رحمہ اللہ ابن جریر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں صرف حدیث مرفوع ہی نقل کرتے ہیں، دور حاضر کے مستشرقوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ تفسیر دوسری تفسیر سے بے نیاز کردیتی ہے۔

۶: حافظ کبیر عمر بن بجیر رحمہ اللہ:

سمرقند کے قصبہ ہمدان میں ۲۲۳ھ کو پیدا ہوئے، علم حدیث میں حافظ کا مقام حاصل کیا اور صحیح احادیث کا ایک عظیم مجموعہ مرتب فرمایا، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی اور ۳۱۱ھ کو فوت ہوئے۔

۷: ابواسحٰق ابراہیم زجاج محمد بن السری رحمہ اللہ:

معانی القرآن کے نام سے ایک جامع کتاب مرتب فرمائی۔ ۳۱۶ھ کو بغداد میں فوت ہوئے، مفسرین رحمہ اللہ نے بھی استفادہ کیا ہے، پہلی جلد مصر میں طبع ہو چکی ہے۔

۸: ابوبکر سلیمان بن الاشعث امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ:

فن تفسیر اور علم عقائد پر بھی مفید کتابیں لکھیں طبری رحمہ اللہ کے ہم زمان ہیں، ایک تفسیر لکھی جس کا نام کتاب التفسیر رکھا۔ ۳۱۶ کو وفات ہوئی۔ فرمایا جس دن میں کوفہ میں طلب علم کیلئے پہنچا ایک درہم تھا، لوبیا خرید لیا، جس دن تیس ہزار احادیث لکھ چکا اسی دن لوبیا بھی ختم ہو گیا۔

۹: عبداللہ بن محمد رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ عالم تھے، قرآن کریم کی ایک تفسیر بارہ جلدوں میں مرتب کی، ۳۱۹ھ کو وفات پائی۔

۱۰: محمد بن ابراہیم النحوی رحمہ اللہ:

علماء کرام مشکلات علمیہ کیلئے دور دراز سے آیا کرتے تھے مصنف غریب الحدیث اور معانی القرآن لکھی۔ ۳۲۰ھ کو فوت ہوئے۔

۱۱: احمد بن عبداللہ دینوری رحمہ اللہ:

علم و حافظ بے مثال فقہ مالکی کے مقلد تھے، معانی القرآن کے موضوع سے خاص شغف تھا، عراق میں آپ کے حلقہ درس بہت وسیع تھا، معانی القرآن مستند کتاب ہے، مفسرین رحمہ اللہ نے علمی استشہاد کیا ہے، ربیع الاول ۳۲۲ھ کو فوت ہوئے۔

۱۲: احمد بن محمد امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی کتابوں اور ان کی فقہ کے مطالعہ کا شوق تھا، درس و تدریس میں شہرت حاصل کی، امام طبرانی رحمہ اللہ محدث اور ابوبکر بن المقری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر علماء آپ کے شاگرد تھے، علم حدیث کی دو کتابیں معانی الآثار اور مشکل الآثار مشہور ہیں، تفسیر کے ضمن میں آپ نے احکام القرآن مرتب فرمائی بعض علماء تذکرہ نے آپ کی ایک اور تفسیر کا ذکر بھی تفسیر القرآن کے نام سے کیا ہے وہ ایک ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔ وفات ۳۲۱ھ کو ہوئی۔

۱۳: احمد بن سھل بلخی رحمہ اللہ:

کتاب نظم القرآن، کتاب قوارع القرآن، کتاب مااغلق من غریب القرآن تفسیر کی قابل قدر کتابیں ہیں، ۳۲۲ھ کو فوت ہوئے۔

۱۴: عبد الرحمٰن بن ابی حاتم التمیمی الحنظلی رحمہ اللہ :
علم کا سمندر کہلائے گئے، ابدال زمانہ تھے جرح وتعدیل میں تالیف فرمائی، فرقہ جہمیہ کے رد میں قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی جو بقول امام سبکی چار جلدوں میں ہے اور آثار مسندہ پر مشتمل ہے یہ تفسیر قلمی تفسیر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے نام سے مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں موجود ہے، انتقال ۳۲۷ھ کو ہوا، اس تفسیر کا ابتدائی حصہ ڈاکٹر زہران اور ڈاکٹر بشیر حکمت رحمہ اللہ کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

۱۵: ابو بکر محمد بن القاسم :
۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے، انباری رحمہ اللہ کہلائے۔ تین لاکھ اشعار یاد تھے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ایک سو بیس کتب تفسیر یاد تھیں، امام جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا تفاسیر پوری سند کے ساتھ یاد تھیں، محمد بن جعفر تمیمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انباری کو تیرہ صندوق کتابوں کے یاد تھے، ایک کتاب اضداد القرآن کے موضوع پر لکھی، کویت نے طبع کرائی ہے، معانی باہم مخالف ہیں مگر کلمات ایک ہی طرز پر ہیں، انتقال ۳۲۸ھ کو ہوا۔

۱۶: ابو بکر محمد بن عزیز السجستانی رحمہ اللہ :
ایک کتاب بنام غریب القرآن لکھی جو نزہۃ القلوب کے نام سے مشہور ہے، تفسیر تبصیر الرحمٰن کے حاشیہ پر طبع ہوئی مستقل کتاب بھی طبع ہوئی۔ وفات ۳۳۰ھ کو ہوئی۔

۱۷: محمد بن محمد بن محمود ابو منصور الماتریدی:
امام الھدیٰ رحمہ اللہ کا لقب دیا گیا، کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی ہے جو فقہ حنفی کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے، خلیفہ چلپی نے اس کا نام تاویلات اہل السنۃ رکھا مگر مشہور نام تاویلات قرآن ہے اس کے متعلق الشیخ عبد القادر نے فرمایا کہ کتاب لا یوازیہ کتاب من سبقتہ فی ھذا الفن اس تفسیر کے کئی قلمی نسخے پائے جاتے ہیں، مکتبہ حرم مکہ کتب خانہ بانکی پور کتب خانہ خدا بخش پٹنہ میں ۶۳۱ھ کا مخطوطہ ہے، اس کا ایک کامل نسخہ عکسی پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ وفات ۳۳۳ھ کو ہوئی۔

۱۸: امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ :
اول آپ عقیدۃً معتزلی تھے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلک اہلسنت و الجماعۃ کو اختیار کر، چنانچہ خواب سے بیدار ہوتے ہی مسلک اہل السنۃ و الجماعت اختیار کر لیا اور معتزلہ سے کئی مناظرے کئے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام المخزن فی علوم القرآن لکھی وفات ۳۳۴ھ کو ہوئی، علامہ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ نے فرمایا پورے قرآن عزیز کی تفسیر ستر جلدوں میں ہے۔

۱۹: احمد بن جعفر المعروف ابن المناوی رحمہ اللہ :
علوم قرآنیہ پر چار سو سے زیادہ کتابیں علاوہ ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) نے اکیس کتابوں کا خود مطالعہ کیا۔ **ولا نجد فی کلامہ شیئا من الحشو بل ھو نقی الکلام و جمع بین الروایۃ والدرایۃ** ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ان مخطوطات کا مطالعہ بھی کیا ہے جو ابن المناوی رحمہ اللہ نے اپنے قلم سے تحریر کئے ہیں۔ ۳۳۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: احمد بن محمد نحوی مصری رحمہ اللہ :
ابن نحاس رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے، کتاب الناسخ والمنسوخ مشہور ہے مگر بروکلمن نے لکھا ہے کہ ان کی ایک کتاب بہ نام اعراب القرآن بھی ہے سیوطی رحمہ اللہ نے ایک معانی القرآن کا ذکر بھی کیا ہے ابن خلکان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن نحاس رحمہ اللہ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی مرتب کی ہے آپ کی وفات ۳۳۷ھ میں ہوئی۔

۲۱: علی بن حمشاذ رحمہ اللہ :
نیشا پور کا نام روشن کیا، شب بیدار علم حدیث میں ایک عظیم مسند جمع کی تفسیر بھی لکھی جو دو سو تیس اجزاء پر مشتمل ہے وفات ۳۳۸ھ کو ہوئی۔

۲۲: قاسم ابن اصبغ رحمہ اللہ
بیانی کہلائے، بقی بن مخلد رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا حدیث بلاد اسلامیہ کا سفر کیا، مکہ مکرمہ میں محمد بن اسمٰعیل الصائغ رحمہ اللہ سے اکتساب علم کے بعد قرطبہ تدریس وتعلیم امیر عبد الرحمٰن رحمہ اللہ اور ولی عہد رحمہ اللہ دونوں نے آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر بھی لکھی۔ ۳۴۰ھ کو وفات پائی۔

۲۳: ابو بکر محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ رحمہ اللہ فارسی نحوی
امام دارقطنی جیسے امام الحدیث آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ثعلب رحمہ اللہ اور اخفش رحمہ اللہ کی مرتب کردہ تفاسیر پر ایک محاکمہ لکھا جس کا نام "کتاب المتوسط بین الاخفش وثعلب فی تفسیر القرآن" ہے وفات ۳۴۳ھ کو ہوئی۔

۲۴: ابو عبد اللہ محمد بن حبان بن احمد البستی رحمہ اللہ
تفسیر میں کامل رسوخ حاصل تھا، جو سات جلدوں میں ہے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی جو طبع ہو چکی ہے قلمی نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں ہے۔ ۳۵۴ کو وفات پائی۔

۲۵: احمد بن محمد بن سعید الحیری رحمہ اللہ
نیشا پور کے امام حاکم آپ کے شاگرد ہیں، احادیث کی کتابت فرمایا کرتے تھے، صحیح مسلم کی شرح الصحیح المخرج قرآن کریم کی ایک بہت بڑی

تفسیر لکھی، طرطوس میں ۳۵۲ھ کو شہید کر دیئے گئے۔

۲۶: شیخ امام ابونصر منصور بن سعید رحمہ اللہ

تاج المعانی ایک تفسیر مرتب فرمائی جملہ تفاسیر مروجہ کا انتخاب ہے یہ تفسیر ۳۵۲ھ کو لکھی گئی۔

۲۷: محمد بن القاسم رحمہ اللہ

ابن قرطبی رحمہ اللہ مصر کے مفتی اعظم تھے، احکام القرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی ۳۵۵ھ کو فوت ہوئے۔

۲۸: عبد العزیز بن احمد بن جعفر بن یزداد رحمہ اللہ

غلام حلال رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے امام بغوی رحمہ اللہ اور ابن ساعد رحمہ اللہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا فقہ حنبلی میں امام وقت مانے جاتے تھے علم تفسیر اور اصول میں بہترین تصانیف کیں اور قرآن کریم کی بھی ایک بہترین تفسیر لکھی ۳۶۳ھ کو فوت ہوئے۔

۲۹: ابوالقاسم بن احمد بن ایوب شامی طبرانی رحمہ اللہ

دور دراز کے سفر کئے اور ایک ہزار اساتذہ سے سماع کیا، اپنے زمانہ میں مسند الدین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے حدیث پر معجم کے عنوان سے کتابیں لکھی ہیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی، ۲۸ ذیقعدہ ۳۶۵ھ کو وفات پائی۔

۳۰: محمد بن احمد بن علی ابوبکر رازی رحمہ اللہ

چونہ ساز تھے جصاص مشہور ہوئے، محقق حنفی ہونے کی وجہ سے رئیس الاحناف تھے۔ احکام القرآن کے موضوع پر ایک مبسوط تفسیر لکھی جو اس موضوع پر درجہ اسناد رکھتی ہے، دستیاب ہے۔ ۳۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۳۱: ابو منصور الہروی رحمہ اللہ:

ازہری لغت میں ایک جامع کتاب التہذیب ایک تفسیر بھی بہ نام التقریب فی التفسیر لکھی۔ ۳۷۰ھ کو وفات پائی۔

۳۲: حسین بن احمد رحمہ اللہ:

ابن خالویہ حلب میں سکونت اختیار کر لی تھی، بگر جامع رسالہ مالیس فی کلام العرب کے عنوان سے لکھا اور پارہ عم کے اعرابات پر ایک تفسیر بنام اعراب القرآن لکھی جو حیدرآباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔ ۳۷۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۳: ابومحمد عبداللہ بن عطیہ رحمہ اللہ:

دمشق کے مشہور عالم تھے۔ آپ کی تفسیر ابن عطیہ ہے ۳۸۲ھ کو وفات ہوئی، پچاس ہزار اشعار یاد تھے جن میں سے کلمات قرآنیہ کی تفسیر سے استشہاد کرتے تھے اس تفسیر کا ایک کامل نسخہ اباصوفیہ کے قلمی کتب خانہ میں موجود ہے۔ جس کا نمبر ۱۱۹، ۱۲۱ ہے نسخہ ناقص ایک نسخہ عاشر آفندی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۳۴: ابومحمد سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ:

ایک تفسیر لکھی جو ان آیات پر مشتمل ہے جن سے سلوک اور تصوف کے مسائل کا استنباط کیا جا سکتا ہے انتقال ۳۸۳ھ کو ہوا، کتاب تفسیر تستری دستیاب ہے۔

۳۵: محمد بن عباس ابوالحسن البغدادی رحمہ اللہ

ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے صرف تفسیر قرآن عزیز کے متعلق ان کی کتابیں ایک سو ہیں، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ہو حجۃ ثقۃ کہا ہے ۳۸۴ھ کو فوت ہوئے، اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے۔

۳۶: ابوحفص بن شاہین رحمہ اللہ

مؤثر انداز میں وعظ فرمایا کرتے تھے امام دارقطنی رحمہ اللہ سے عمر میں نو سال بڑے تھے۔ حدیث میں حافظ کا درجہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تصانیف کی تعداد تین سو تیں ہے، جن میں سے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی ہے جو کہ ایک ہزار اجزاء پر مشتمل ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا مجھ سے شیخ عماد الدین حزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن شاہین رحمہ اللہ کی تفسیر تیس جلدوں میں واسط (عراق) میں موجود ہے۔

۳۷: محمد بن علی بن احمد المصری رحمہ اللہ:

ادفوی قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام الاستغناء فی علوم القرآن لکھی امام سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر سو جلدوں میں ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کا ایک کامل نسخہ مصر میں قاضی عبدالرحیم کے وقف کتب خانہ میں موجود ہے۔ وفات ۳۸۸ھ میں ہوئی۔

۳۸: المعافا بن زکریا بن یحییٰ رحمہ اللہ:

مسلک میں ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے پیروکار تھے قرآن عزیز کی ایک بڑی تفسیر لکھی، ۳۹۰ھ کو وفات پائی۔

۳۹: ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ:

امام وقت تھے، احناف میں علمی اور عملی لحاظ سے ممتاز حیثیت کے مالک تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں، کتاب النوازل فقہ میں اور تنبیہ الغافلین پر مطبوعہ ہے ایک تفسیر بھی لکھی جو چار جلدوں میں ہے نویں صدی ہجری تک متداول رہی، ابن عرب شاہ حنفی رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ترکی میں بھی کیا، تفسیر ابواللیث رحمہ اللہ کا ایک قلمی نسخہ اباصوفیہ کے کتب خانہ میں ایک حصہ از سورۃ المجادلہ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مصر کے قلمی ذخائر میں ایک کامل نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے۔

ایک نسخہ ناقص از سورۂ یونس تا الم السجدہ رامپور میں ہے۔

ایک نسخہ اباصوفیہ کے کتب خانہ میں موجود ہے نمبر ۱۴۸، ۴۹ ہے۔
ایک نسخہ مکتبہ حمیدیہ میں ہے نمبر ۵۲
ایک نسخہ مکتبہ آغا بشریہ میں ہے نمبر ۱۹، ۲۰
ایک نسخہ آستانہ کے کتب خانہ کوپریلی میں ہے نمبر ۲۷ ہے۔
وفات ۳۹۳ھ میں ہوئی۔

۴۰: حسن بن عبداللہ بن سہل عسکری رحمہ اللہ :

اپنے دور کے بہترین ادیب اور مفسر قرار دیئے گئے، تصانیف جمہرۃ الامثال، شرح دیوان حماسہ اور کتاب الاوائل ایک تفسیر بھی بہ نام کتاب المحاسن فی تفسیر القرآن لکھی جو پانچ جلدوں میں اورنٹیل کالج لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔ وفات ۳۹۵ھ کو ہوئی۔

۴۱: محمد ابوعبداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ :

ابن زمینین تفسیر ابن سلام رحمہ اللہ کا اختصار کرنے کے علاوہ ایک مستقل تفسیر بھی لکھی ہے بہرہ کے مقام پر ۳۹۹ھ کو وفات پائی، تفسیر کا کامل نسخہ جو کہ ۳۹۵ھ میں لکھا گیا تھا فاس کی جامع قرویئین کے کتب خانہ میں ہے۔

۴۲: خلف ابن احمد سیستانی رحمہ اللہ :

اپنے دور حکومت میں علماء اسلام کو جمع کر کے ان سے قرآن کریم کی ایک جامع تفسیر لکھوائی جس پر بیس ہزار دینار خرچ ہوئے تاریخ یمینی و قد كان جمع العلماء على تصنيف كتاب في تفسير كتاب الله وشحها بما رواه الثقات من الحديث (ص ۱۶۳ مطبوعہ لاہور) تاریخ ادبیات ایران میں ہے کہ یہ تفسیر سو جلدوں میں تھی، تاریخ یمینی میں ہے کہ اس کا ایک نسخہ نیشاپور کے مدرسہ صابونی رحمہ اللہ میں ہے، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے لکھا ہے هو من اكبر التفاسير علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے مات شهيدا بالحبس في بلاد الهند ۳۹۹ھ.

پانچویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: احمد بن علی بن احمد باغانی رحمہ اللہ :

علماء تاریخ نے ان کے متعلق لکھا ہے كان بحرا من بحار العلوم خصوصا علوم قرآنیہ میں اپنے دور کے بے نظیر عالم تھے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر احکام القرآن کے موضوع پر لکھی ہے، ۴۰۱ھ کو وفات پائی۔ اندلس سے تعلق تھا۔

۲: ابوعبید احمد بن ابی عبید قاشانی ہراتی رحمہ اللہ :

کلمات قرآن وحدیث پر وسیع نظر رکھتے تھے۔ غریب القرآن اور غریب الحدیث کے نام سے علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں، نام جامع العربین رکھا جو کہ قلمی دار الکتب المصریہ میں موجود ہے، وفات ۴۰۱ھ کو ہوئی، ایک قلمی نسخہ مخطوطہ ۲۶۷ھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

۳: ابوعبداللہ الحاکم رحمہ اللہ :

آپ کے شاگردوں میں امام بیہقی رحمہ اللہ بھی ہیں، مستدرک حاکم حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ہے آپ نے قرآن عزیز کی تفسیر بھی لکھی جو کہ آپ کی کتاب مستدرک میں موجود ہے۔ ۴۰۵ھ کو وفات پائی۔ نیشاپور میں ۳۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔

۴: محمد بن الحسن بن فورک رحمہ اللہ :

علمائے فقہ وتفسیر نے اپنی تصانیف میں ان کے حوالے دیئے ہیں تصانیف کی تعداد ایک سو تک پہنچتی ہے معانی القرآن پر ایک بسوط کتاب لکھی ۴۰۶ھ کو فوت ہوئے۔

۵: امام ابوبکر محمد بن الحسین رحمہ اللہ :

نیشاپور کے ممتاز عالم تھے آپ کے شاگردوں میں امام ثعلبی رحمہ اللہ جیسے عالم پیدا ہوئے قرآن کریم کا باقاعدہ درس باتفسیر دیا کرتے تھے اور طلباء کو تفسیر لکھوایا بھی کرتے تھے چنانچہ مکمل تفسیر مرتب کی اور شاگردوں کو بھی لکھوائی۔ ۴۰۶ھ کو وفات ہوئی۔

۶: احمد بن موسیٰ بن مردویہ رحمہ اللہ :

اصفہان کے تھے، قرآن کریم کی ایک بڑی تفسیر لکھی ۴۱۰ھ کو وفات ہوئی۔

۷: ہبۃ اللہ بن سلامہ رحمہ اللہ :

اصفہان سے تعلق تھا نظر سے محروم تھے مگر حافظہ کمال کا تھا، تفسیر القرآن کے بہترین عالم تھے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے احفظ الائمۃ للتفسیر ناسخ اور منسوخ کے موضوع پر ایک کتاب بھی مرتب کرائی ۴۱۸ھ کو وفات ہوئی۔

۸: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب الاسکانی رحمہ اللہ :

آپ کی تفسیر درۃ التنزیل وغیرۃ التاویل ہے قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں موجود ہے، آپ کی وفات ۴۲۱ھ کو ہوئی۔

۹: عبدالقاہر بن محمد بن طاہر بن محمد التمیمی :

ولادت تو بغداد میں ہوئی، آپ کے والد آپ کو نیشاپور لے آئے جہاں استاد ابواسحٰق اسفرائی رحمہ اللہ جیسے فاضل یگانہ سے علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد ان ہی کے جانشین ہو گئے، امام عبدالقاہر سترہ علوم کا درس دیتے تھے، آپ کی ایک کتاب التفسیر بھی ہے ۴۲۹ھ کو انتقال ہوا۔

۱۰: شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سعید الحوفی رحمہ اللہ :

قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام البرھان فی تفسیر القرآن لکھی جس سے اہل

مصر نے بڑا فائدہ اٹھایا یہ تفسیر دس بڑی جلدوں میں ہے۔ ۴۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔

۱۱:ابوعبدالرحمان اسمٰعیل بن احمد رحمہ اللہ :

آپ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی قلمبند کرائی جس کا نام کفایۃ فی التفسیر ہے (اس کا کچھ حصہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد کی لائبریری میں موجود ہے) اور وجوہ القرآن کے نام سے ایک نسخہ کیمرج لائبریری میں موجود ہے ۴۳۰ھ کو انتقال فرمایا۔ استنبول یونیورسٹی کی لائبریری میں نمبر ۱۷۸۷ے ۳۵۰ بہ تفسیر ''تفسیر النیساپوری'' اور کفایۃ التفسیر کے نام سے موجود ہے۔

۱۲:الشیخ ابومحمد مکی بن ابی طالب حموش رحمہ اللہ :

آپ کی تالیف ''مشکل اعراب القرآن'' ایک ممتاز کتاب ہے۔ جس کو خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے مطالعہ کیا، وفات ۴۳۷ھ کو ہوئی۔ ۵۸۹ھ کا مخطوطہ بمبئی کی جامع مسجد میں ہے، ایک عکسی نسخہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں ہے۔

۱۳:ابومحمد عبداللہ بن یوسف الشافعی رحمہ اللہ :

نیشاپور کے قریب جوین نامی بستی میں پیدا ہوئے اور جوینی کہلائے اکابر علماء سے تفسیر وحدیث وفقہ حاصل کئے، صاحب قلم بھی تھے، کتاب المحیط مشہور ہے، قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی، جو حدائق ذات بھجہ ہے، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے فرمایا تین سوجلد ابن البخار پانچ سوجلد ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کے شاگرد داؤدی رحمہ اللہ نے لکھا، میں نے یہ تفسیر دیکھی ہے، فنی اور علمی اعتبار سے قابل استناد نہیں، وفات ۴۳۷ھ کو نیشاپور میں ہوئی۔

۱۴:مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ :

۳۹۳ھ کو جامع مسجد قرطبہ میں تدریس کرتے تھے اور متواضع بزرگ تھے، قرآنیات کے موضوع پر الھدایہ الیٰ بلوغ النھایۃ فی معانی القرآن و تفسیرہ ۷۰ اجزاء، کتاب الماثور فی احکام القرآن عن مالک ۱۰ اجزاء۔ کتاب اختصار احکام القرآن ۱۴ اجزاء۔ کتاب مشکل المعانی وتفسیر ۱۵ اجزاء۔ ۴۳۷ھ کو وفات ہوئی۔ سلطان اندلس آپ کا معتقد تھا۔

۱۵:احمد بن محمد رحمہ اللہ :

اندلس کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، قرآن کریم کی تفسیر بہ نام التفصیل الجامع لعلوم التنزیل بالتفسیر لکھی، خود اس کا اختصار بہ نام التحصیل لکھا۔ ۴۴۰ھ کو وفات پائی۔

۱۶:ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ :

۳۷۱ھ قرطبہ میں پیدا ہوئے، قرآنی علوم کے ساتھ آپ کو خاص شغف تھا، ایک کتاب جس کا نام المحکم ہے صرف قرآن عزیز کے نقاط کے متعلق ہے، دمشق سے شائع ہو چکی ہے۔ انتقال ۴۴۴ھ کو ہوا۔

۱۷:ابوالفتح رازی رحمہ اللہ :

ایک تفسیر لکھی جس کا نام ''ضیاء القلوب فی التفسیر'' ہے وفات ۴۴۸ھ کو ہوئی۔

۱۸:اسمٰعیل بن عبدالرحمان رحمہ اللہ :

تفسیر اور اس کی تاویل سے پوری طرح باخبر تھے، تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر صابونی ہے ۴۴۹ھ کو فوت ہوئے، نیشاپور میں صابونی رحمہ اللہ کے نام پر ایک مدرسہ بھی جاری تھا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔

۱۹:محمد بن احمد بن مطرف الکنانی رحمہ اللہ :

۳۸۸ھ قرطبہ میں پیدا ہوئے، ابن قتیبہؒ کی دو کتابیں ''تفسیر غریب القرآن'' اور ''تاویل مشکل القرآن'' کو یکجا کر کے بہ نام القرطین مرتب کیا جو کہ مصر سے ۱۳۵۵ھ کو شائع ہو چکی ہے آپ کی وفات ۴۵۴ھ کو ہوئی۔

۲۰:احمد بن الحسین رحمہ اللہ :

حافظ کبیر امام بیہقی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے ساری زندگی درس و تدریس میں صرف کردی، تحریر کردہ اوراق کی تعداد دو لاکھ ہے۔ حدیث کی ''السنن الکبریٰ'' اور تفسیر میں کتاب ''حکام القرآن'' مطبوعہ ہیں، امام الحرمین فرماتے یں: ''ہر شافعی المذہب پر امام شافعی رحمہ اللہ کا احسان ہے''۔ خود امام شافعی رحمہ اللہ کی گردن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کا احسان ہے۔'' ۴۵۸ھ کو نیشاپور میں وفات ہوئی۔

۲۱:ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ :

امام بیہقی رحمہ اللہ آپ کے ہم سبق ہیں، علوم شریعت اور علوم طریقت رکھنے کے ساتھ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے، دو تفسیریں لکھیں ایک کا نام التیسیر ا فی علم التفسیر ہے اور دوسری کا نام التفسیر الکبیر ہے۔ ۴۶۵ھ کو وفات پائی۔ آپ کی تفسیر کے متعلق علامہ سبکی اور ابن خلکان رحمہ اللہ نے کہا ہے **من اجود التفاسیر و اوضحھا** ابن جوزی لکھتے ہیں آپ کی ایک تفسیر کا نام لطائف الاشارات ہے، ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ کا معنی اس طرح کیا کہ اس سورۃ کے معانی سے تعلق ہو، ایک نسخہ کامل مکتوبہ قدیم مکتبہ جبیبہ میں ہے، ایک نسخہ کامل مکتبہ آصفیہ میں ہے۔ ۲۶۷ھ کا مکتوبہ کامل نسخہ جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن میں ہے، ایک نسخہ مکتبہ محمد پاشا رحمہ اللہ میں نمبر ۱۱۷ ہے۔

۲۲:علی بن احمد الواحدی رحمہ اللہ :

آپ نے تین تفسیریں لکھی جن کے نام ''البسیط'' یعنی مفصل اور ''الوسیط'' ایک تفسیر ایسی مرتب فرمائی جس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تفسیری ارشادات کو جمع کر دیا اس تفسیر کا نام ''تفسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونچا سننے والے کو سنانا بھی صدقہ ہے۔ (الکنز)

رکھا۔ ۴۶۸ھ کو انتقال فرمایا تفسیر وسیط جلد دوم کا مخطوطہ ۸۷۶ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے، اسباب النزول بھی لکھی ہے جس کا ایک نسخہ مطبوعہ قاہرہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۳: شہفور بن طاہر محمد الاسفرائنی رحمہ اللہ:

آپ نے علم کلام، علم تفسیر اور دوسرے علوم پر تصانیف فرمائی ہیں۔ علم کلام وعلم عقائد پر آپ کی تصنیف "التبصیر فی الدین" شائع ہو چکی ہے۔ ایک تفسیر لکھی اور اس کے تعارف میں بتلایا کہ میں نے ایسی تفسیر کا مرتب کرنا ضروری سمجھا جس میں فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء کے اقوال ہوں تفسیر کا نام تاج التراجم رکھا پہلے ہر آیت کا لفظی ترجمہ پھر اس کا معنی اور متعلقہ قصہ اور شان نزول انتقال ۱۷۱ء کو ہوا، اس تفسیر کا نام تاج التراجم فی تفسیر القرآن الاعاجم ہے اور تفسیر اسفرائنی کے نام سے بھی مشہور ہے یہ فارسی زبان کی پہلی جامع تفسیر ہے، ایران سے شائع ہو چکی ہے، دوسری جلد قلمی جامع مسجد برہان پور (بھارت) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ الخراسانی الحمیدی ۵۲۳ھ۔

۲۴: عبدالقاہر بن الطاہر التمیمی رحمہ اللہ:

آپ کے حلقہ درس سے امام ناصر مروزی رحمہ اللہ اور ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ جیسے علماء پیدا ہوئے، سترہ فنون میں درس دیا کرتے تھے، ۴۵۷ھ کو وفات پائی، ایک تو کامل تفسیر قرآن عزیز ہے اور ایک کتاب نفی خلق القرآن اور ایک کتاب تاویل المتشابہات ہے۔

۲۵: عبدالکریم بن عبدالصمد ابومعشر طبری رحمہ اللہ:

آپ اپنے زمانہ میں امام الشوافع تھے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام "عیون المسائل فی التفسیر" ہے مکہ مکرمہ میں ۴۷۸ھ کو فوت ہوئے، کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں اس کا عکسی نسخہ نمبر: ۶۷ موجود ہے۔

۲۶: علی بن فضال بن علی رحمہ اللہ:

فقہ حنبلی میں مقام عظیم کے مالک تھے، قرآن عزیز کی دو تفسیریں لکھی ایک کا نام "برہان الحمیدی" ہے بقول نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ ۳۵ جلدوں میں ہے اور دوسری کا نام "الاکسیر فی علم التفسیر" ہے ۴۷۹ھ کو وفات پائی۔

۲۷: عبداللہ بن محمد انصاری الہروی رحمہ اللہ:

طریقت کے امام زمانہ فقہ حنبلی کے مقلد تھے، مناظرہ میں اکثر وقت صرف ہوتا تھا، آپ کی تفسیر فارسی "کشف الاستار وعدۃ الابرار" ایک سو ستائیس تفاسیر کا خلاصہ ہے، وفات ۴۸۰ھ کو ہوئی۔

۲۸: علی بن محمد بن موسیٰ معروف بہ بزدوی رحمہ اللہ:

سمرقند کے علماء کا مرجع تھے، لقب "امام الدنیا فی الفروع والاصول" تھا۔ فقہ حنفی کے مفتی اعظم تھے، تفسیر قرآن عزیز پر بھی پورا عبور حاصل تھا، مفصل تفسیر لکھی جو ایک سو بیس جلدوں میں ہے ۴۸۲ھ وفات ہوئی سمرقند دفن کیا۔

۲۹: علی بن الحسن بن علی رحمہ اللہ:

نیشاپور کے حنفی علماء میں سے تھے۔ معتزلہ کے ساتھ کامیاب مناظرے کئے۔ ۴۸۴ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی تفسیر "تفسیر نیشاپوری" مطبوعہ ہے۔

۳۰: عبداللہ بن محمد بن باقیا:

حنفی مسلک کے امام وقت تھے، فاضل بزاز کا لقب پایا صاحب قلم تھے آپ کی تصنیف تشابہات پر "الجمان فی تشابہات القرآن" ہے۔ ۴۸۵ھ کو فوت ہوئے، یہ کتاب کویت کی وزارت نشر و اشاعت نے ۱۹۶۸ء میں شائع کی تھی۔

۳۱: عبدالواحد بن محمد رحمہ اللہ:

ابوالفرج رحمہ اللہ انصاری کے نام سے مشہور ہوئے اور شام کے شیخ مانے گئے آپ کی تفسیر قرآن تفسیر تیس جلد میں ہے جس کا نام الجواہر ہے شیخ کی صاحبزادی رحمہ اللہ اس تفسیر کی حافظہ تھی، دمشق ہی میں ۴۸۶ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: محمد بن عبدالحمید بن حسن رحمہ اللہ:

سمرقند کے جلیل القدر حنفی عالم تھے۔ فقہ، اصول فقہ اور تفسیر قرآن عزیز میں مہارت تامہ رکھتے تھے، عمدہ تفسیر لکھی، ۴۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۳: منصور بن محمد السمعانی رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ صاحب علم اور صاحب قلم عالم تھے ایک تفسیر بھی ہے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمایا آپ کی تفسیر سے کافی زمانہ تک لوگ فائدہ اٹھاتے رہے جس کا نام تفسیر الحسن ہے ۴۸۶ھ کو فوت ہوئے، کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد میں عکسی نسخہ نمبر: ۳۳ موجود ہے۔

۳۴: الامام ابوالقاسم عبدالکریم رحمہ اللہ:

شافعی علماء محققین میں سے تھے ایک تفسیر "لطائف الاشارات" لکھی ۴۸۹ھ کو وفات پائی۔

۳۵: علی بن سہل بن عباس رحمہ اللہ:

نیشاپور کے عالم باعمل تھے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام "زاد الحاضر و البادی" ہے۔ ۴۹۱ھ کو وفات پائی۔

۳۶: ابوسعد محسن البیہقی رحمہ اللہ:

ان جلیل القدر علماء سے تھے جن کو لغت، عربی ادب اور قرات اور احکام کے ساتھ تعلق تھا، جامع تفسیر مرتب کی جس کا نام "التہذیب فی

التفسیر" ہے خلیفہ چلپی نے قلمی نسخہ ۶۵۲ھ کا لکھا ہوا خود دیکھا کئی جلدوں میں ہے، کامل قلمی نسخہ مخطوطہ ۱۱۰۰ھ ۹ جلدوں میں اور ٹلیل لائبریری بانکی پور (بھارت) میں ہے۔ وفات ۴۹۴ھ کو ہوئی۔

۳۷: عبد الوہاب بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ :

شیراز کے قصبہ فاس میں پیدا ہوئے، تصانیف کی تعداد ۷۰ ہے، ایک جامع تفسیر ہے اس میں ترجمہ اور تفسیر کی شہادت کے طور پر ایک ہزار اشعار پیش کئے۔ ۵۰۰ھ کو شیراز میں فوت ہوئے۔ اس تفسیر کا پورا نام "غرۃ التنزیل" ہے کامل نسخہ استنبول کی مسجد "ایا صوفیہ" کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ امام راغب کی وفات ۵۰۲ھ کو ہوئی۔

چھٹی صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: امام ابو القاسم حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی رحمہ اللہ

آپ کی کتاب مفردات القرآن سند کا درجہ رکھتی ہے امام رازی رحمہ اللہ نے امام راغب رحمہ اللہ کو فہم قرآن اور اسلامیات کی روح سمجھنے میں "امام غزالی رحمہ اللہ" کا ہم پلہ قرار دیا۔ تفسیر الراغب ایک جلد میں ہے، امام بیضاوی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اس سے استفادہ کیا ہے۔

۲: ابو زکریا یحییٰ الخطیب تبریزی رحمہ اللہ :

اعراب القرآن کی تشریح میں الملخص لکھی اور ایک جامعہ تفسیر بھی لکھی ہے، وفات ۵۰۲ھ کو ہوئی۔

۳: عماد الدین محمد طبری رحمہ اللہ :

فقہ شافعی کے عظیم مفتی تھے۔ آپ کی تالیفات میں "احکام القرآن" مشہور ہے۔ بغداد میں ۵۰۴ھ کو فوت ہوئے۔

۴: محمد بن محمد بن احمد ابو حامد غزالی رحمہ اللہ :

آپ کے وعظ و ارشاد میں سوز و گداز تھا، سامعین متاثر ہو جاتے تھے، تصانیف میں المستصفیٰ، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت تفسیر قرآن عزیز جواہر القرآن مختصر ہے۔ مصر سے ۱۳۲۹ھ کو شائع ہو چکی ہے۔ تفسیر سورۃ یوسف کا مخطوطہ محررہ ۱۱۶۱ھ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ۵۰۵ھ کا سال وفات ہے۔ آپ کی ایک تفسیر صوفیانہ طرز پر "مشکوۃ الانوار" کے نام سے ۱۹۶۴ء کو قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔

۵: ابو شجاع شیرویہ دیلمی رحمہ اللہ :

آپ نے حدیث میں ایک مسند جمع کی ہے جس میں دس ہزار احادیث ہیں، ایک تفسیر بھی مرتب فرمائی جس کا ذکر علامہ سید سلیمان ندوی نے فرمایا ہے۔ ۵۰۹ھ کو وفات پائی۔

۶: استاذ ابو نصر بن ابی القاسم رحمہ اللہ :

قشیری مشہور ہوئے قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ امام سبکی رحمہ اللہ نے لکھا ہے میں نے وہ تفسیر دیکھی ہے۔ وفات ۵۱۴ھ کو نیشا پور میں ہوئی۔

۷: محی السنۃ ابو محمد حسین الفراء بغوی رحمہ اللہ :

زاہد اور شب بیدار تھے، خشک روٹی پر گزارہ کیا، تفسیر معالم التنزیل لکھی جو تفسیر بغوی کے نام سے مشہور ہے، آپ نے اپنی تفاسیری اسناد کو باقاعدہ ذکر فرمایا ہے۔ دستیاب ہے۔ دیوبند کے ایک ادارہ نے اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ وفات ۵۱۶ھ کو ہوئی امام ابن تیمیہ نے کہا "**تفسیر البغوی اسلم من البدعۃ و الا حادیث الضعیفۃ**"۔

۸: محمد بن عبد الملک الکرجی رحمہ اللہ :

علم حدیث، فقہ، ادب اور تفسیر میں کمال حاصل تھا، شافعی المسلک تھے، قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے۔ ۵۳۲ھ میں فوت ہوئے۔

۹: اسمٰعیل بن محمد القرشی رحمہ اللہ :

قوام السنۃ کے لقب سے مشہور ہوئے، ابن السمعانی وغیرہ علماء آپ کے شاگرد ہیں، درس تفسیر و حدیث کیلئے تین ہزار مجالس منعقد کیں قرآن کریم کی تین تفسیریں لکھیں ہیں۔ الجامع فی التفسیر۔ تین جلد۔ المعتمد فی التفسیر دس جلد۔ الموضح فی التفسیر فارسی تین جلد۔ عبد الاضحیٰ کے دن ۵۳۵ھ کو وفات پائی۔

۱۰: عالی بن ابراہیم غزنوی رحمہ اللہ :

جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ ایک تفسیر بھی لکھی جس میں قرآنی رموز اور معارف کو بہ انداز عجیب بیان فرمایا ہے۔ ۵۳۷ھ کو وفات پائی۔ حدائق حنفیہ میں ان کی مرتبہ تفسیر کا نام "تفسیر التفسیر" بتایا گیا ہے۔

۱۱: عمر بن محمد بن احمد نسفی رحمہ اللہ :

سمرقند کے قریب نسف قصبہ میں پیدا ہوئے اپنی ایک کتاب تطویل الاسفار لتحصیل الاسفار میں اپنے پانچسو اساتذہ کرام کا تذکرہ فرمایا، جنات رحمہ اللہ بھی آ کر آپ کے پاس علم حاصل کرتے تھے۔ انہیں مفتی الثقلین کہا گیا، آپ کی کتاب القندفی تذکرۃ علماء سمرقند بیس جلد میں ہے جامع صغیر کو نظم میں بیان کیا ہے ایک تفسیر التیسیر فی علم التفسیر لکھی ہے۔ جس کا ایک حصہ مکتوبہ ۱۱۸۵ھ پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے وفات ۵۳۸ھ کو ہوئی۔

۱۲: محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ :

لقب ابن العربی رحمہ اللہ تھا۔ امام غزالی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ تفسیر قرآن کریم پر کامل عبور تھا۔ قرآنیات پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی کتاب احکام القرآن مشہور ہے جو فقہ مالکی میں دو جلدوں میں طبع ہوئی اور

مکتبہ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں موجود ہے اور آپ کی تصنیف انوار الفجر جامع اور مفصل تفسیر ہے بیس سال کی محنت کے بعد اس کو مرتب فرمایا جو اسی ہزار اوراق ہے۔ سکندریہ میں سلطان ابوعنان رحمہ اللہ فارس کے کتب خانہ میں موجود ہے جو اسی جلدوں میں ہے۔ ۵۴۳ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: ابوالمحاسن مسعود بن علی بیہقی رحمہ اللہ:

فخر الزمان تھے آپ نے تفسیر بیہقی لکھی ۵۴۴ھ کو وفات پائی۔

۱۴: احمد بن علی بن محمد رحمہ اللہ:

ابوجعفرک کے لقب سے مشہور تھے۔ مقبول تفاسیر لکھیں جو آپ کی زندگی ہی میں مقبولیت حاصل کر گئیں۔ آپ کی ایک تصنیف المحیط بلغات القرآن بھی ہے۔ ۵۴۴ھ کو فوت ہوئے۔

۱۵: محمد بن عبدالرحمٰن الزاھد رحمہ اللہ:

علامہ مرغینانی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد تھے آپ سلوک اور تصوف میں ممتاز مقام کے مالک تھے آپ کا لقب زاہد تھا ایک تفسیر لکھی ایک ہزار سے زائد اجزاء پر مشتمل ہے ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ علامہ کوثری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر ایک سو مجلدات میں ہے۔ آپ احناف کے بڑے عالم تھے۔

۱۶: محمد بن طیفور سجاوندی غزنوی رحمہ اللہ:

داؤدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کان له تفسیر حسن قرآن حکیم کی ایک تفسیر عید المعانی ہے۔ اس کی جلد دوم سورۃ ابراہیم سے آخر قرآن تک مخطوطہ ۶۲۵ھ مصر کے کتب خانہ تیموریہ رحمہ اللہ میں ہے۔

۱۷: امام امین الدین طبری رحمہ اللہ:

مشہد کے ان مشہور علماء میں سے تھے جن کو تفسیر قرآنی کے ساتھ خاص شغف تھا چنانچہ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام مجمع البیان مرتب کی۔ ۵۴۸ھ میں شہید ہوئے۔ تفسیر طبع ہو چکی ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی زبان میں محمد بن احمد خواجگی شیرازی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔

۱۸: ابونصر احمد ارزاقی رحمہ اللہ:

زاہدی کے لقب سے مشہور ہوئے قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی میں بہ نام زاہدی رحمہ اللہ مرتب کی اس تفسیر کا بخارا اور اس کے قرب وجوار میں کافی چرچا تھا۔ بقول سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، امام زاہدی رحمہ اللہ کی تفسیر کے ترجمہ نے سب سے زیادہ ہر دلعزیزی حاصل کی، اس تفسیر کے حوالے سے اکثر تفاسیر میں درج ہیں۔ احمد یحییٰ منیری رحمہ اللہ نے اس تفسیر کو معتبر سمجھا علامہ زاہدی نے ۵۴۹ھ کو وفات پائی۔ ادارہ تحقیقات پاکستان دانش گاہ لاہور، تفسیر زاہدی جلد اول و دوم ۶۲۲۱ بار چہار مہر از سعد الدین محمد یہ سال ۱۷۵۰-۱۱۶۴ھ نصف اول اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں قلمی موجود ہے۔ (۵۱۹ھ) کل صفحات ۱۵۰۶ ہیں۔

۱۹: ابوعبداللہ الحسین المروزی رحمہ اللہ:

لغت، ادب، فقہ پر کئی کتابیں لکھیں، جن کی تعداد علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے چار سو سے زائد لکھی ہے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۵۵۹ھ کو وفات پائی۔

۲۰: ابوالفضل خوارزمی:

زین المشائخ بقالی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ تفسیر مفتاح التنزیل لکھی، وفات ۵۶۲ھ قلمی نسخہ دمشق میں موجود ہے۔

۲۱: ابوالعباس خضر بن نصر رحمہ اللہ:

داؤدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کان من الائمة آپ کی تصنیفات میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کا مجموعہ بھی ہے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۵۶۷ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۲: ابوعبداللہ بن ظفر بن محمد رحمہ اللہ:

حجۃ الدین رحمہ اللہ کے لقب سے مشہور ہوئے، ولادت صقلیہ میں ہوئی تربیت مکہ مکرمہ میں علماء حرم سے استفادہ کیا، ایک تفسیر لکھی جس کا نام ینبوع الحیات ہے۔ الینبوع فی علوم القرآن لکھا ہے تفسیر حلب میں شیعہ سنی فسادات میں ضائع ہو گئی متفرق اجزاء دار الکتب المصریہ کے قلمی ذخیرہ میں موجود ہیں۔ ۵۶۷ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: ابوبکر محمد عبدالغنی بن قاسم رحمہ اللہ:

فقہ شافعی کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ تفسیر ضیاء القلوب کا اختصار کیا، مصر میں ۵۷۲ھ کو وفات پائی۔

۲۴: شیخ ظہیر الدین نیشاپوری رحمہ اللہ:

قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام البصائر فی التفسیر لکھی جو کئی جلد فارسی میں ہے وفات ۵۷۷ھ کو ہوئی۔ قدیم نسخہ مخطوطہ ۶۸۲ھ بنگال ایشاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۵: علی بن عبداللہ رحمہ اللہ:

ابن النعمہ کے نام سے مشہور ہوئے کئی کتابیں جن میں سے ایک قرآن عزیز کی تفسیر ری الظمان ہے جو کئی جلدوں میں ہے۔ ۵۷۷ھ کو وفات پائی۔

۲۶: ابوالقاسم عبدالرحمٰن سہیلی رحمہ اللہ

مراکش کے مشہور سیرت و تفسیر کے عالم تھے تفسیر کلمات مبہمہ پر ایک کتاب لکھی جس کا نام التعریف والاعلام ہے ۵۸۴ھ کو مراکش میں وفات پائی۔ سہیلی مناجات جو اشعار میں ہے اور علماء میں مستجاب سمجھی جاتی ہے انہیں کا کلام ہے:

یا من یرجی للشدائد کلھا   یامن الیه المشتکی والمفزع

یامن خزائن رزقه فی قول کن امنن فان الخیر عندک اجمع
حاشا لجودک ان تقنط عاصیا الفضل اجزل والمواهب اوسع

۲۷: ناصر الدین عالی غزنوی رحمہ اللہ:

احناف میں سے مشہور مفسر گزرے ہیں، ایک تفسیر کا نام تفسیر التفسیر ہے اور دو جلدوں میں ہے آپ کی وفات ۵۸۲ھ کو ہوئی۔

۲۸: علی بن ابی العز الباجسرانی رحمہ اللہ:

حنبلی المذہب اور متقی و پرہیز گار عالم تھے۔ تفسیر چار جلدوں میں لکھی ۵۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۲۹: احمد بن اسمٰعیل قزوینی رحمہ اللہ:

عابد اور شب بیدار تھے۔ آخر عمر میں ہررات ایک بار ختم کر لیا کرتے تھے، تفسیر بھی لکھی جس کی خصوصیت یہ کہ جو کلمہ ایک دفعہ ذکر کیا ہے اس کو دوبارہ نہیں لائے۔ ۵۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۰: ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ:

بغداد کے مشہور حنبلی عالم تھے، مصنف، واعظ اور مناظر بھی تھے۔ وعظ میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا۔ سیاح ابن جبیر ۵۸۰ھ کا اپنا مشاہدہ لکھتا ہے کرسی پر آکر بیٹھ گئے تو چند قاریوں نے مختلف مقامات سے آیات قرآنی تلاوت کیں، اس قدر جامع اور مؤثر تفسیر فرمائی سب کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور ہزاروں انسانوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی تصانیف کی تعداد دو سو پچاس بتائی گئی ہے۔ (۱) زاد المسیر فی علم التفسیر چار جلدوں میں۔ قلمی نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانہ محمودیہ میں ہے۔ نسخہ محررہ ۶۵۲ھ کتب خانہ ٹونک میں آج کل یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں چھپ کر دستیاب ہے۔ (۲) المغنی فی التفسیر۔ (۳) فنون فی علوم القرآن اس کا قلمی نسخہ دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ (۴) المدھش قرآنی آیات کا باہمی ربط اور چند قواعد ترجمہ و تفسیر پاکستان میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: الحسن بن الخطیر نعمانی رحمہ اللہ:

تفسیر حدیث، لغت، حساب، طب میں اپنے وقت کے مشہور عالم تھے، ایک تفسیر لکھی جو کئی جلد ہے۔ ۵۹۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: عبد المنعم بن محمد الخزرجی رحمہ اللہ:

ابن الفرس کے نام سے شہرت پائی احکام القرآن پر ایک تفسیر لکھی۔ ۵۹۹ھ کو نماز پڑھتے ہوئے وفات پائی۔

ساتویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شیخ ابو محمد روزبہان بقلی رحمہ اللہ:

شیراز کے مشہور واعظ اور عالم دین تھے، تفسیر بہ نام عرائس البیان فی حقائق القران لکھی جو صوفیانہ مشرب پر بطرز وعظ ہے۔ اس میں رطب و یابس کو جمع کر دیا ہے علماء کے ہاں نا قابل استناد ہے۔ وفات ۶۰۶ھ کو ہوئی، یہ تفسیر مطبوعہ اور دستیاب ہے۔ ایک دوسری تفسیر لطائف البیان فی تفسیر القران میں صرف مفسرین کے اقوال جمع کر دیئے ہیں۔

۲: مبارک بن محمد عبد الکریم شیبانی:

ابن الاثیر کی کنیت سے مشہور ہیں، ابن کلیب سے استماع حدیث و تفسیر کیا، تصانیف شرح مسند الامام شافعی رحمہ اللہ اور تفسیر القرآن الکریم جو دستیاب ہے۔ وفات ذی الحجہ ۶۰۶ھ کو ہوئی۔

۳: عبد الجلیل بن موسیٰ انصاری رحمہ اللہ:

شعب الایمان اور قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی ہے۔ ۶۰۸ھ کو فوت ہوئے۔

۴: تاج الاسلام المروزی سمعانی رحمہ اللہ:

نیشاپور میں پیدا ہوئے طلب علم کیلئے دور دراز کا سفر کیا حتی کہ آپ کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے۔ تصانیف میں ایک تفسیر بھی ہے۔ جس کے متعلق قاضی ابن خلکان رحمہ اللہ نے فرمایا کتاب نفیس۔ ۶۱۴ھ کو وفات پائی۔

۵: عبد اللہ بن الحسین العکبری:

قرآن کریم کے اعراب و قرأت پر ایک کتاب لکھی جو اعراب ابی البقاء کے نام سے مشہور ہوئی ایک کتاب البیان فی اعراب القرآن بھی ہے منسوب ہے۔ وفات ۶۱۶ھ کو ہوئی۔ اعراب ابی البقاء ۱۳۰۶ھ کو پہلی بار مصر سے شائع ہوئی۔

۶: ابو محمد عبد الکبیر بن غافقی رحمہ اللہ:

نامور علماء میں سے تھے۔ تصنیفات میں ایک قرآن حکیم کی تفسیر بھی ہے۔ جس میں کشاف کی تفسیر اور تفسیر ابن عطیہ کو جمع کر کے اضافہ بھی کیا ہے۔ وفات ۶۱۷ھ کو ہوئی۔

۷: نجم الدین خیوقی رحمہ اللہ:

آپ عالم باعمل تھے امام رازی رحمہ اللہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت توبہ کی تھی۔ قرآن عزیز کی ایک جامع تفسیر لکھی جو بارہ جلدوں میں ہے۔ ۶۱۸ھ کو فتنہ تاتار میں شہید کر دیئے گئے۔

۸: الشیخ فخر الدین محمد الحرانی رحمہ اللہ:

ابن الجوزی رحمہ اللہ کے حلقہ خواص میں شامل تھے۔ ایک تفسیر مرتب کی جو کئی مجلدات میں ہے۔ ۶۲۲ھ کو حران میں وفات پائی۔

۹: یحیٰی بن احمد بن خلیل رحمہ اللہ:

علم اصول اور تفسیر کے ممتاز مدرس تھے۔ اشبیلیہ میں آپ کا حلقہ درس دوسرے تمام دینی مدارس سے زیادہ وسیع تھا تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ تفسیر کشاف پر تنقیدی تبصرہ کیا جو بہ نام الحسنات والبیات ہے وفات

۶۲۶ھ کو ہوئی۔

۱۰: امام عبدالسلام بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ:

ابن برجان کے نام سے مشہور ہوئے الارشاد فی تفسیر القرآن لکھی جو کئی جلدوں میں ہے اس کا ایک عکسی نسخہ جامع الاول العربیہ قاہرہ کے علمی ذخائر میں موجود ہے ۶۲۷ھ کو وفات پائی۔

۱۱: علی بن احمد بن الحسن حرالی رحمہ اللہ:

تفسیر قرآن عزیز میں منفرد شان کے مالک تھے نہایت محققانہ طور پر باربط درس قرآن عزیز دیا کرتے تھے تفسیر قرآن کریم کے قواعد پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "مفتاح اللب المقفل علی افہم القرآن المنزل" ہے امام بقاعی نے اپنی تفسیر "بقائی" کی بنیاد اسی کتاب پر رکھی ہے۔ ایک تفسیر بھی لکھی ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا "ولہ تفسیر عجیب" قصبہ حرالی ملک شام میں اچانک وفات ۶۲۷ھ کو ہوئی۔

۱۲: حسام الدین محمد سمرقندی رحمہ اللہ:

فقہ اور فتاوی میں آپ کا مرتبہ کامل الفتاوی مستند ہے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام "مطلع المعانی ومنبع المبانی" لکھی جو کئی جلدوں میں ہے آپ کی وفات ۶۲۸ھ کو ہوئی۔

۱۳: معافی بن اسمٰعیل ابی سفیان رحمہ اللہ:

ممتاز شافعی علماء میں سے تھے۔ "نہایۃ البیان فی تفسیر القرآن" لکھی اور اپنی زندگی میں ہی اس کا درس بھی دیتے، چھ جلدوں میں ہے، آپ کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی۔

۱۴: شہاب الدین عمر سہروردی رحمہ اللہ:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے، بابا فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ اور حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ ملتانی بھی آپ سے اکتساب فیض کیلئے بغداد پہنچے، تصوف میں آپ کی بلند پایہ کتاب "عوارف المعارف" مشہور ہے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام "بغیۃ البیان فی تفسیر القرآن" ہے اس کا قلمی نسخہ مصر کے کتب خانہ فریویہ میں محفوظ ہے۔ وفات ۶۳۲ھ کو ہوئی۔ مزار عالی بغداد ہی میں ہے۔ بعض علماء نے فرمایا "نجتہ البیان فی تفسیر القرآن" ہے۔

۱۵: عبدالغنی بن محمد القاسم رحمہ اللہ:

مفسر قرآن محمد بن القاسم الحرانی رحمہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جس کا نام "الزائد علی تفسیر الوالد" رکھا ۶۳۹ھ کو وفات پائی۔

۱۶: امام بکر فضل رحمہ اللہ:

بخارا کے حنفی علماء میں سے ہیں۔ فقہ اور تفسیر میں قابل قدر خدمات سر انجام دی ہیں تفسیر فارسی لکھی جس کا نام "لطائف التفسیر" ہے۔ وفات ۶۴۰ھ میں ہوئی۔ "لطائف التفسیر" کا قلمی نسخہ امداد العلماء حضرت امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کے ذاتی کتب میں تھا۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو دے دیا گیا۔

۱۷: علم الدین علی:

آپ کا لقب امام سخاوی رحمہ اللہ ہے۔ استاذ القراء تھے دمشق میں درس قرآن مجید و درس حدیث دیتے تھے۔ شاطبیہ کی ایک شرح اور قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی لکھی۔ وفات ۶۴۳ھ کو ہوئی۔

۱۸: عبدالرحمٰن بن محمد اللخمی رحمہ اللہ:

احناف کے بلند پایہ عالم مدرس، مناظر اور مصنف تھے۔ مفید ترین کتابیں لکھیں اربعہ قرآن مجید کی جامع تفسیر بھی لکھی۔ ۶۴۳ھ کو وفات ہوئی۔

۱۹: نجم الدین بشیر الزمنی رحمہ اللہ:

تبریز کے شافعی عالم تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر کئی جلدوں میں لکھی مکہ مکرمہ میں ۶۴۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: شیخ عبدالواحد زملکانی رحمہ اللہ:

ایک تفسیر "نہایۃ التامیل فی علوم الترمیل" ہے اس کے دو نسخے دار الکتب المصریہ میں موجود ہیں۔ ۶۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

۲۱: یوسف بن قزاغلی الجوزی رحمہ اللہ:

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں جد امجد سے پڑھا مشہور حنفی محقق، عالم ربانی جمال حصیری رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں تکمیل کی، باپ دادا اگرچہ حنبلی تھے مگر آپ نے حنفی مسلک اختیار کیا اور مناقب ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ایک کتاب لکھی، تاریخ کے موضوع پر "مراۃ الزمان" اور فقہ حنفی میں "جامع کبیر" قرآن کریم کی ایک تفسیر انتیس جلدوں میں لکھی ۶۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

۲۲: محمد بن عبداللہ المرسی رحمہ اللہ:

مکہ مکرمہ خراسان اور دیگر اسلامی ممالک کا سفر طلب علم کیلئے کیا، قرآن کریم کی تین تفسیریں لکھیں۔ التفسیر الکبیر، التفسیر الاوسط، التفسیر الصغیر ۶۵۵ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: الامام شیخ عز الدین رحمہ اللہ:

اپنے قصبہ راس عین کی نسبت سے الراسعی حنبلی کہلاتے تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام رموز الکنوز لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ کافی مقبول رہی، قاضی جمال الدین رحمہ اللہ اس کے حافظ تھے۔ انتقال ۶۶۰ھ کو ہوا۔

۲۴: عبدالعزیز بن عبدالسلام السلمی رحمہ اللہ:

سیف الدین آمدی رحمہ اللہ وغیرہما نے آپ کو سلطان العلماء کا لقب دیا

تھا، دمشق میں افتاء اور تدریس کا کام کرتے تھے بدعات اور منکرات کے سخت مخالف تھے۔ سہروردی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ مستجاب الدعاء بھی تھے۔ جب فرنگیوں نے دمیاط پر حملہ کیا آپ نے ان کی ناکامی کی دُعاء کی تو ایسی ہوا چلی کہ ان کی کشتیاں اور جہاز غرق ہو گئے مجازاۃ القرآن کے نام سے مختصر جامع تفسیر لکھی جو مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ ایک بڑی تفسیر بھی لکھی ہے۔ ۶۶۰ھ کو وفات پائی قرافہ کبری قاہرہ میں دفن ہوئے۔

۲۵: عبدالرزاق بن رزق الحنبلی رحمہ اللہ:

ایک تفسیر لکھی جس کا نام مطلع انوار التنزیل ومفاتح اسرار التاویل ہے۔ چار جلد ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا خلاصہ بھی لکھا ہے وفات ۶۶۱ھ کو ہوئی۔

۲۶: عبدالعزیز بن ابراہیم القرشی رحمہ اللہ:

ابن سریرہ کے نام سے مشہور ہوئے ایک تفسیر لکھی جو تسیر کشاف اور تفسیر ابن عطیہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ وفات ۶۶۲ھ کو ہوئی۔

۲۷: محمد بن سلیمان رحمہ اللہ:

ولی کامل تھے۔ احناف میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔ ایک تفسیر لکھی جو تفسیر ابن نقیب کے نام سے مشہور ہے یہ تفسیر ۹۹ مجلدات میں ہے مفصل ہونے کے باوجود یہ تفسیر قابل استناد سمجھی گئی شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا ''میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی'' یہ تفسیر دراصل پچاس تفاسیر کا مجموعہ ہے اور اس کا نام التحریر والتحبیر ہے۔ ۶۶۸ کو فوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح رحمہ اللہ:

قرطبہ کے عظیم مفسر تھے۔ ایک تفسیر احکام القرآن صرف آیات احکام ہی کی تفسیر لکھی جو بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ زاہدانہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ شوال ۶۷۱ کو وفات پائی۔ یہ تفسیر قرطبی کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

۲۹: عبدالعزیز بن احمد دبیری رحمہ اللہ:

اپنے زمانہ کے جامع المعقول والمنقول تھے ایک تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر دبیری ہے آپ کی وفات ۶۷۳ کو ہوئی۔

۳۰: موفق الدین احمد کواشی رحمہ اللہ:

فقہ شافعی کے مستند اور محقق عالم تھے۔ ایک تفسیر لکھی جس کا نام کشف الحقائق فی التفسیر ہے۔ مرتب کر کے اس کے نسخے اس دور کے علمی مراکز مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ اور بیت المقدس کو بھی بھیجے۔ یہ تفسیر مفسرین کرام کے ہاں قابل استناد ہے۔ امام شعرانی رحمہ اللہ نے تفسیر کواشی کو دس بار مطالعہ کیا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر اعتماد کیا۔ یعقوب چرخی رحمہ اللہ نے استفادہ کیا ہے۔ کواشی ۶۸۰ھ کو فوت ہوئے۔ آپ کی تفسیر کے ایک حصہ کا نسخہ ٹونک کے کتب خانہ میں موجود ہے دوسرا حصہ ''التبصرہ'' کا ایک نسخہ مکتوبہ ۷۰۱ھ کتب خانہ جامع پاشا موصل میں ہے۔ اسی ''التبصرہ'' ایک نسخہ جو ایک ہی جلد میں ہے مکتوبہ ۷۱۰ھ میں ''حلب'' کے کتب خانہ عثمانیہ میں موجود ہے۔

۳۱: عبدالجبار بن عبدالخالق رحمہ اللہ:

وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک تفسیر لکھی جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ بغداد میں شعبان ۶۸۱ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: احمد بن محمد بن منصور:

ابن المنیر کے نام سے مشہور ہوئے آپ کی ولادت اسکندریہ میں ہوئی۔ قرآن کریم کی تفسیر لکھی جو ہر دور میں قابل اعتماد سمجھی گئی ۶۸۳ھ کو وفات پائی۔

۳۳: احمد بن عمر الانصاری رحمہ اللہ:

زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں گزری خرقہ خلافت ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ سے عطا ہوا تھا۔ آپ کی تصانیف فقہ میں ''تہذیب'' عقائد میں ''ارشاد'' حدیث میں ''مصابیح'' اور تفسیر میں ''مہدوی'' مشہور ہیں جو دس جلدوں میں ہے۔ آپ کی وفات ۶۸۵ کو ہوئی۔

۳۴: قاضی ناصر الدین بیضاوی رحمہ اللہ:

بڑے عالم دین اور مصنف تھے۔ آپ کی تفسیر انوار التنزیل تفسیر بیضاوی کے نام سے مشہور ہے اس تفسیر میں علمی ادبی فوائد کا بیش بہا ذخیرہ جمع ہے عقائد اہل سنت کی تائید اور معتزلہ کی مدلل تردید بھی کی گئی ہے اس تفسیر کو قبولیت حاصل ہوئی۔ انتقال ۶۸۵ھ کو ہوا۔ قلمی نسخہ محررہ ۹۵۷ھ مولانا منظور الحسینی رحمہ اللہ اٹک ضلع جہلم کے پاس ہے۔ ایک قلمی نسخہ محررہ ۱۰۰۷ھ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے۔ ایک قلمی نسخہ محررہ ۹۹۱ھ ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ میں ہے۔ نواب ضابطہ خان کے ملازم حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کاندھلوی تفسیر بیضاوی کے حافظ تھے ''امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کی بہت تعریف کی۔ سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) کا مرتبہ حاشیہ بہ نام نواھد الابکار و شواھد الافکار طبع ہو چکا ہے۔ ایک نسخہ ضلع اٹک (کیمبلپور) کے مشہور صوفی عالم مولوی صاحب مرحوم مکھڈ کے ذاتی کتاب خانہ میں موجود ہے۔ اس تفسیر پر تنقیدی مواخذات شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، بہاؤالدین آملی نے کئے اور ان مقامات کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو باہمی متضادات اور متناقض ہیں۔

۳۵: محمد بن محمد رحمہ اللہ:

برہان نسفی کے نام سے مشہور تھے ممتاز عالم تھے۔ امام رازی رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر کا انتخاب لکھا۔ ۶۸۷ھ کو فوت ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔

۳۶: شیخ نجم الدین رحمہ اللہ المعروف بہ دایہ:

ممتاز صوفیاء کرام میں سے تھے نجم الدین ابوالجناب سے اکتساب علم کیا، کچھ پاروں کی تفسیر بہ نام تاویل النجمیہ لکھی، جو بحر الحقائق کے نام سے

مشہور تھی۔ اس تفسیر کو احمد بن محمد رحمہ اللہ البیابانکی ۷۳۶ھ نے مکمل فرمایا پانچ بڑی جلدوں میں ہے۔ مخطوطہ دار الکتب مصریہ میں محفوظ ہے۔ ناقص نسخہ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں ہے۔ واللہ اعلم۔

آٹھویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: ابو البرکات عبداللہ رحمہ اللہ:

نسفی مشہور تھے فقہ حنفی اور علم کلام کے بہت بڑے عالم تھے۔ قرآن کریم کی ایک تفسیر بنام مدارک التنزیل لکھی جو تفسیر مدارک کے نام سے مشہور ہے۔ اہل السنۃ والجماعت اور فقہ حنفی کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ یہ تفسیر مطبوعہ اور عام دستیاب ہے۔ مفید اور جامع شرح مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ نے بہ نام الاکلیل علی مدارک التنزیل لکھی ہے۔ علامہ نسفی رحمہ اللہ نے ۷۰۱ھ کو وفات پائی۔

۲: امام بدر الدین:

حلبی رحمہ اللہ مشہور ہوئے۔ تفسیر کشاف پر محاکمہ کرتے ہوئے ایک کتاب بنام مختصر الراشف عن زلل الکاشف لکھی۔ ۷۰۵ھ کو فوت ہوئے۔

۳: علامہ قطب الدین محمود بن مسعود رحمہ اللہ:

شیراز کے جلیل القدر عالم حنفی تھے تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ تفسیر لکھی جس کا نام علامی ہے۔ چالیس جلدوں میں ہے وفات تبریز میں ۷۱۰ھ کو ہوئی۔ بعض نے اس کا نام مفتاح المنان فی تفسیر القرآن لکھا ہے، اس تفسیر کی پہلی جلد قلمی دار الکتب المصریہ میں ہے۔ استنبول میں محمد اسعد رحمہ اللہ کے کتب خانہ میں کامل نسخہ بھی ہے۔

۴: خواجہ رشید الدین فضل رحمہ اللہ:

ہمدان کے ان علماء میں سے تھے جو علم و فضل کے ساتھ ملکی امور کا بھی وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ چنانچہ سلطان ابو سعید رحمہ اللہ نے آپ کو وزیر مقرر کر لیا تھا۔ مبسوط اور جامع تفسیر مرتب فرمائی جس پر علماء نے تقاریظ لکھی ہیں وفات ۷۱۸ھ کو ہوئی۔

۵: عماد الکندی:

اسکندریہ کے قاضی تھے۔ غرناطہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، علم تفسیر کتاب بہ نام کفیل لمعانی التنزیل لکھی جو ۲۳ جلدوں میں ہے۔ یہ تفسیر کشاف کی شرح ہے اور اس پر مناقشات کی توجیہات پر مشتمل ہے۔ وفات ۷۲۰ھ کو ہوئی۔

۶: احمد بن محمد بن عثمان رحمہ اللہ:

البناء رحمہ اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی باء کی تفسیر میں مستقل کتاب لکھی۔ سورۃ العصر اور سورۃ الکوثر کی مستقل تفاسیر بھی لکھیں۔ قرآن کریم کے رسم الخط کی امتیازی شان پر ایک کتاب بہ نام ''عنوان الدلیل مرسوم خط التنزیل'' لکھی تفسیر کشاف کا بہترین حاشیہ مرتب فرمایا۔ ۷۲۴ھ کو وفات ہوئی۔

۷: احمد بن محمد مکی رحمہ اللہ:

قمولی کے لقب سے مشہور تھے۔ تدریس، تصنیف اور افتاء کے ماہر تھے آپ کی تصانیف میں البحر المحیط اور جواہر البحر مشہور ہیں تفسیر کبیر کا تکملہ لکھا۔ ۷۲۷ھ کو انتقال ہوا۔

۸: احمد بن محمد بن عبد الولی رحمہ اللہ:

المقدسی بن جبارہ کے نام سے مشہور تھے ایک تفسیر بہ نام فتح القدیر لکھی، بیت المقدس میں ۷۲۷ھ کو فوت ہوئے۔

۹: نظام الدین قمی نیشاپوری:

مشہور نام نظام الاعرج ہے فلسفہ، تصوف اور جغرافیہ کے ماہر تھے۔ ایک تفسیر بھی لکھی۔ اس کا نام غرائب القرآن و رغائب الفرقان ہے۔ دوسری تفسیر لب التاویل فی تفسیر القرآن ہے۔ ایک جلد میں ہے۔ غرائب القرآن کا قلمی نسخہ مخطوطہ ۷۸۲ھ کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ صاحب احمد آباد میں ہے ایک مخطوطہ کتب خانہ دار المصنفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ سال وفات ۷۲۸ھ۔ ۷۱۰ھ لکھی ہے۔

۱۰: السید محمد بن ادریس رحمہ اللہ:

بڑے مفسر تھے آپ کی تفاسیر کے نام التیسیر، الاکسیر الابریز فی تفسیر القرآن العزیز، اور النہج القویم فی تفسیر القرآن الکریم مشہور ہیں ۷۳۰ھ کو وفات پائی۔

۱۱: امام برہان الدین الجعبری رحمہ اللہ:

نزول قرآن عزیز کو ایک بلیغ قصیدہ میں مدون کر دیا۔ جس کا نام ''تقریب المامول فی ترتیب النزول'' ہے۔ یہ قصیدہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی مولفہ الاتقان میں نقل ہے آپ کی وفات ۷۳۲ھ کو ہوئی۔

۱۲: عبد الواحد ابن المنیر رحمہ اللہ:

خاندان علمی تھا۔ علماء زمانہ نے عز القضاۃ کا خطاب دیا تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر دس جلدوں میں لکھی جو تفسیر ابن المنیر کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے ۷۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: احمد بن محمد السمنانی:

قرآن عزیز کے ساتھ آپ کا عشق تھا۔ قابل قدر تھے۔ ابن عربی کے نظریات کے شدید مخالف تھے۔ آپ نے ایک تفسیر مرتب کی جو تیرہ جلدوں میں ہے۔ ایک کتاب ''تکملۃ التاویلات النجمیہ'' بھی لکھی۔ بغداد میں ۷۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

۱۴: ھبۃ اللہ رحمۃ اللہ:

شرف الدین البارزی کے نام سے شہرت پائی آپ کا فتوی آخری فتوی سمجھا جاتا تھا۔ ایک تفسیر ''روضات الجنان فی تفسیر القرآن'' دس جلدوں میں ہے۔ آپ کا انتقال ۷۳۷ھ کو ہوا۔ عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام پر مدلل فتوی تحریر فرمایا۔

۱۵: علی بن عثمان بن حسان رحمۃ اللہ:

دمشق تقی واسطی رحمۃ اللہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ جلیل القدر عالم تھے۔ تفسیر طبری کا اختصار کیا۔ ۷۳۹ھ کو وفات پائی۔

۱۶: الشیخ علاؤ الدین علی بن محمد رحمۃ اللہ:

مزاج تصوف کی طرف مائل تھا، دمشق کی خانقاہ السمساطیہ کے عظیم کتب خانہ کے ناظم مقرر رہے۔ علامہ بغوی رحمۃ اللہ کی مرتبہ تفسیر معالم التنزیل کا اختصار بنام لباب التاویل کیا جو تفسیر خازن کے نام سے مشہور اور عام دستیاب ہے۔ وفات ۷۴۱ھ کو حلب میں ہوئی۔

۱۷: ابو الحسین بن ابی بکر:

اسکندریہ کی نسبت سے اسکندری کہلائے، تفسیر لکھی جو ''تفسیر الاسکندری'' کے نام سے دس جلدوں میں ہے۔ ۷۴۱ھ کو وفات پائی۔

۱۸: الحسین بن محمد:

قصبہ طیب میں پیدا ہوئے اسی لئے طیبی رحمۃ اللہ کہلائے۔ علم حدیث اور تفسیر پر بالغ نظر رکھتے تھے۔ مشکوۃ شریف کا حاشیہ طیبی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ گڑھی افغانان متصل حسن ابدال رحمۃ اللہ کی خانقاہ فاضلیہ میں موجود ہے۔ علم تفسیر میں تفسیر کشاف کا حاشیہ ''فتوح الغیب فی الکشف عن قناع الریب'' لکھا جو آٹھ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔ جب یہ حاشیہ لکھنے کا ارادہ کیا تو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبی کو دودھ کا بھرا ہوا پیالہ عنایت فرمایا۔ اس حاشیہ کے متعلق ابن خلدون نے لکھا کہ علامہ طیبی نے یہ ثابت کیا کہ صحیح بلاغت وہی ہے جو اہل السنۃ کے اختیار کردہ طریقہ تعبیر سے ادا ہوتی ہے۔ معتزلہ کے اعتراضات اور تنقیدات کے دندان شکن جوابات بھی دیئے۔ مفسر نے تمام علوم بلاغت کو بالاستیعاب لکھ کر معانی کا حق ادا کیا ہے۔ درس تفسیر کو مکمل فرما چکے۔ رو بقبلہ بیٹھے ہوئے تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ ۷۴۳ھ کا دن تھا۔ حاشیہ طیبی رحمۃ اللہ قلمی نسخہ محررہ ۷۲۷ھ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

۱۹: محمد بن یوسف ابن حیان اثیر الدین رحمۃ اللہ:

آپ کے اساتذہ کی تعداد چار سو پچاس ہے۔ سلف صالحین کے پورے متبع اور مقلد تھے، قرآن کریم کی تفسیر البحر المحیط مشہور ہے۔ بقول علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ ''ابن حیان رحمۃ اللہ ان علماء کرام میں سے ہیں جن کی تصانیف ان کی زندگی میں قبول ہو چکی تھیں۔'' ایک غریب القرآن بھی ہے۔ البحر المحیط ۱۳۲۸ھ کو طبع ہو چکی ہے۔ وفات ۷۴۵ھ کو قاہرہ میں دفن ہوئے۔

۲۰: احمد بن الحسن جاربردی رحمۃ اللہ:

فخر الدین لقب تھا علم صرف ونحو میں واقعی امام تھے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ کے شاگرد تھے۔ تفسیر کشاف پر مفید اور جامع حاشیہ لکھا۔ تبریز میں رمضان ۷۴۶ھ کو فوت ہوئے۔

۲۱: احمد بن عبد القادر القیسی رحمۃ اللہ:

محقق حنفی عالم تھے۔ البحر المحیط کا انتخاب الدار اللقیط لکھا جو البحر المحیط کے حاشیہ پر طبع ہو چکا ہے ۷۴۷ھ کو وفات پائی۔

۲۲: محمد بن احمد اللبان رحمۃ اللہ:

آپ کی کتاب تفسیر الایات المتشابہات الی الآیات المحکمات مطبوعہ اور دستیاب ہے ۷۴۹ھ کو وفات ہوئی۔

۲۳: علامہ شمس الدین ابن القیم رحمۃ اللہ:

علماء مصر سے اکتساب علوم کیا۔ ابن تیمیہ کی شاگردی ایسی اختیار کی کہ سایہ کی طرح زندگی بھر ان کے ساتھ رہے، مگر بعض عقائد میں اسی طرح مسلک علماء حق سے انحراف تھا۔ آپ کے ہمعصر علامہ سبکی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب السیف الصقیل فی الرد علی ابن الزفیل میں آپ پر تنقید فرمائی ہے۔ جامع کتاب زاد المعاد مرتب کی ہے اور کتاب الروح جیسی مایہ ناز کتاب بھی علمی شاہکار ہے قرآن کریم کی قسموں پر ایک جامع کتاب ''التبیان'' لکھی جو چھپ کر تفسیر ابن القیم کے نام سے دستیاب ہے۔ وفات ۷۵۱ھ کو ہوئی۔

۲۴: شہاب الدین مسعود السمین:

الحلبی المصری رحمۃ اللہ کہلائے۔ تفسیر میں احکام القرآن نامی ایک کتاب لکھی ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام ''الدار المصون فی علم الکتب المکنون'' ہے اس میں صحابہ کرامؓ اور تابعین رحمۃ اللہ کے اقوال تفسیر بہ نشان نام جمع فرما دیئے ہیں اور یہ مختصر تفسیر ہے۔ مفصل تفسیر بھی لکھی ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے ''میں نے السمین رحمۃ اللہ کی مرتبہ تفسیر دیکھی جو مفسر کے اپنے قلم سے ہے اور بیس جلدوں میں ہے۔'' ایک نسخہ مدینہ منورہ میں مکتبہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ میں موجود ہے۔ وفات ۷۵۶ھ کو ہوئی۔

۲۵: علی بن عبد الکافی السبکی رحمۃ اللہ:

قاضی جلال الدین قزوینی رحمۃ اللہ کی وفات پر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے، ایک تفسیر بنام الدر النظیم فی تفسیر القرآن الکریم لکھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ''آپ کی سب تصانیف آب زر سے لکھنے

کے قابل ہیں''۷۵۶ھ کوفوت ہوئے اور قاہرہ کے باب النصر میں دفن ہوئے۔

۲۶: محمد بن علی بن عابد الانصاری:

آپ کو امام الکتابت رحمہ اللہ کا لقب دیا گیا۔ تفسیر کشاف کا کامیاب حاشیہ لکھا۔۷۶۲ھ کوفوت ہوئے۔

۲۷: علامہ مخلص الہندی رحمہ اللہ:

دہلی کے جلیل القدر عالم تھے۔ ایک تفسیر بنام کشف الکشاف لکھی جس میں زیادہ کشاف پر علمی تنقید ہے ۷۶۴ھ کوفوت ہوئے۔

۲۸: محمد بن محمد الرازی رحمہ اللہ:

تحتانی کے لقب سے مشہور تھے، دمشق میں مقیم تھے اور زندگی کا آخری دور علم تفسیر، معانی اور بیان کی تدریس میں گزارا اہل دمشق آپ کے گرویدہ تھے۔ تفسیر کشاف کا حاشیہ لکھا، دمشق ہی میں ۷۶۶ھ کوفوت ہوئے۔

۲۹: محمد بن محمد بن محمد الاقصرائی رحمہ اللہ:

محقق اور نکتہ شناس عارف تھے، درس حدیث وتفسیر دیتے رہے، اقصرائی نے تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا۔۷۷۰ھ کوانتقال ہوا۔

۳۰: محمود بن احمد قنوی رحمہ اللہ:

فقہ وتفسیر میں خصوصاً محقق تھے۔ کتاب المعتمد اختصار مسند ابی حنیفہ رحمہ اللہ، کتاب مشارق الانوار لحل مشکل الاثار تفسیر بنام تہذیب احکام القرآن لکھی۔۷۷۱ھ کوانتقال ہوا۔

۳۱: سراج الدین (سراج الہندی رحمہ اللہ)

آباؤ اجداد غزنی سے تھے۔ حجاز اور مصر کا سفر کیا پھر مصر ہی میں مقیم ہو گئے۔ مصر میں احناف کے مقتداء تھے تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں آپ کو سراج الہندی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ کے ساتھ کئی مناظرے کئے۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر تفسیر السراج لکھی ہے۔ ۷۷۳ھ کو قاہرہ میں انتقال ہوا۔

۳۲: خضر بن عبدالرحمٰن زردی رحمہ اللہ:

قرآن کریم کی ایک تفسیر بنان بتیان لکھی۔ مفسر کی وفات ۷۷۳ھ کو ہوئی۔ اس تفسیر کا ایک مخطوطہ محررہ ۷۰۴اھ ٹونک کے کتب خانہ عرفانیہ میں محفوظ ہے۔

۳۳: اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القیسی رحمہ اللہ:

۷۰۰ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، ابن عساکر رحمہ اللہ وغیرہم سے اکتساب فیض کیا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ جامع ارشاد ہے:

''الامام المفتی المحدث البارع الفقیہ المفسر'' تصنیف تفسیر ابن کثیر مشہور متداول اور مستند تفسیر ہے۔ آپ کے تمام تصانیف نے آپ کی زندگی ہی میں قبولیت حاصل کر لی تھی۔۷۷۴ھ کوفوت ہوئے۔

تفسیر ابن کثیر کا اختصار علامہ محمد علی صابونی رحمہ اللہ استاذ دراسات اسلامیہ مکہ مکرمہ نے مرتب کیا۔ اس کا اُردو زبان میں ترجمہ کراچی کے مطبع اصح المطابع نے شائع کیا ہے۔

۳۴: محمد بن محمد بن محمود رحمہ اللہ:

بغداد کے قریب ایک بستی کی نسبت سے بابرتی کہلائے، حنفی مسلک کے محقق اور جلیل القدر عالم ہدایہ کی ایک شرح لکھی اور تفسیر کشاف کا جامع حاشیہ لکھا اور ایک مستقل تفسیر بھی لکھی۔ شب جمعہ ۷۷۶ھ کوانتقال ہوا۔ ۷۸۶ھ سلطان وقت بھی حاضر تھا۔

۳۵: ابراہیم بن عبدالرحیم بن جماعۃ:

مصر میں پیدا ہوئے، گھرانہ علمی تھا۔ القدس میں قیام کیا آخر عمر میں شام کے قاضی مقرر ہوئے۔ تفسیر میں مہارت تھی۔ ایک تفسیر دس جلدوں میں لکھی جس کو تفسیر ابن جماعۃ کہا جاتا ہے۔ عسقلانی رحمہ اللہ نے خود ان کے قلم سے لکھی ہوئی دیکھی ہے۔۷۹۰ھ کو وفات ہوئی۔

۳۶: مسعود بن عمر الامام سعد الدین رحمہ اللہ:

خراسان تفتازان میں پیدا ہوئے۔ قرآن حکیم کی ایک تفسیر فارسی میں بنام کشف الاسرار وعدۃ الابرار لکھی، کشاف پر حاشیہ کی تلخیص لکھی۔۷۹۲ھ کوفوت ہوئے۔ یہ قلمی حاشیہ طلائی جدول سے مزین اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۳۷: امام بدر الدین محمد زرکشی رحمہ اللہ:

قاہرہ میں ولادت ہوئی۔ شیخ جمال الدین رحمہ اللہ السنوی سے اکتساب فیض کیا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ، شیخ شہاب الدین الاوزاعی سے علوم حاصل کئے، تصانیف علوم قرآن اور قواعد تفسیر القرآن کے نام کی لکھی۔ جو چار جلد میں طبع ہو چکی ہے جس کا نام البرہان ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس سے استفادہ کیا ہے۔۷۹۴ھ کوفوت ہوئے۔

۳۸: امیر کبیر تاتارخان دہلوی رحمہ اللہ:

تفسیر تاتارخانی مرتب کرائی، سلطان فیروز رحمہ اللہ شاہ تغلق کے زمانہ میں ۷۹۹ھ کوانتقال ہوا۔ آپ نے علماء کے ایک گروہ کو جمع کیا اور تمام تفاسیر کو اکٹھا کیا اور آئمہ تفسیر کے ہر آیت کے متعلق تمام اقوال اس تفسیر میں جمع کرا دیئے تاتارخان رحمہ اللہ نے دل وجان سے کوشش کی کہ اس دور کی تمام تفاسیر اس کی ایک کتاب میں جمع کر دی جائیں۔ (تاریخ فیروز شاہی ص ۲۶۶)

۳۹: فضل اللہ بن ابی الخیر رحمہ اللہ:

ایک یہودی کے گھر ولادت ہوئی ہمدانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ ہمدانی نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر طنطاوی رحمہ اللہ کی طرز پر لکھی

۸۰۰ھ میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔

۴۰: علی بن محمد قوشجی رحمہ اللہ:

سمرقند میں پیدا ہوئے، علم تفسیر میں محققانہ بصیرت رکھتے تھے، تفسیر کشاف کا جو حاشیہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ نے لکھا۔ قوشجی نے اس حاشیہ کا حاشیہ لکھا ہے۔ ۷۰۰ھ میں وفات پائی۔

نویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: محمد بن محمد بن عرفہ الورغمی رحمہ اللہ:

آباؤ اجداد تونس کے تھے۔ مگر آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ جو کہ باعالم باعمل تھے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے آپ کو آٹھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ فقہ میں آپ نے ایک کتاب بنام المبسوط لکھی جس پر علماء نے حواشی تحریر کئے۔ تفسیر دو جلدوں میں لکھی۔ جو تفسیری فوائد کا مجموعہ ہے۔ ۸۰۳ھ کو فوت ہوئے۔

۲: شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی رحمہ اللہ:

تمام تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ سب کا خلاصہ بطور حاصل مطالعہ لکھا۔ جس کا نام التفاسیر للفضلاء والمشاہیر رکھا۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ۸۰۳ھ کو وفات پائی۔ ناقص نسخہ خدا بخش لائبریری "پٹنہ" میں موجود ہے ایک کامل نسخہ مکہ مکرمہ کے کتب خانہ حرم میں موجود ہے نمبر ۱۷۳ ہے۔

۳: زین بن ابراہیم رحمہ اللہ:

آپ نے امام ابو زرعہ رحمہ اللہ عراقی کے نام سے شہرت پائی، ابوحیان رحمہ اللہ اندلسی نے قرآن کریم کے الفاظ غریبہ کو ایک کتاب میں جمع کر دیا جس کا نام اتحاف الاریب بما فی القران من الغریب ہے۔ ابو زرعہ رحمہ اللہ نے اس ساری کتاب کو منظوم کر دیا جس کا نام الفیہ فی غریب القران ہے۔ قلمی نسخہ جامع ازہر کے مخطوطات میں ہے۔ از۔ ۱۳۷۴ھ جلالین کے حاشیہ پر شائع ہو چکی ہے۔ وفات ۸۰۶ کو ہوئی۔

۴: شیخ اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ:

سلطان ابراہیم سمنانی رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ انیس سال کی عمر میں تخت نشینی ہوئی مگر تیس سال کی عمر میں تخت سے دستبردار ہو کر اوچ شریف میں شیخ جلال الدین رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ ایک تفسیر لکھی جس کا نام نور بخشیہ ہے۔ ۸۰۸ھ کو کچھوچھ میں انتقال ہوا۔

۵: علی بن محمد المعروف سید سند رحمہ اللہ

جرجانی مشہور ہوئے۔ علماء احناف میں سے بے نظیر محقق عالم تھے۔ شیراز آ کر درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ تیمور رحمہ اللہ نے جب شیراز کو تاراج کیا تو سید صاحب کو سمرقند لے گیا۔ آپ کی تصانیف تقریباً پچاس ہیں۔ تفسیر کشاف پر بہترین حواشی مرتب فرمائے۔ آپ نے قرآن عزیز کا فارسی میں ترجمہ بھی کیا جس کو ناواقف شیخ سعدی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ آپ نے شیراز میں ۸۱۶ھ کو وفات پائی۔

۶: مجد الدین ابو طاہر فیروز آبادی رحمہ اللہ

امام ابن القیم رحمہ اللہ اور امام التقی السبکی رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا۔ حنفی علماء میں شان امامت رکھتے تھے۔ سلطان روم مراد خان رحمہ اللہ نے آپ کو علوم کی اشاعت کے مواقع مہیا کر دیئے۔ مشاق الانوار کی شرح لکھی۔ کتاب "الامع الملباب" ساٹھ جلدوں میں لکھی۔ کشاف کے خطبہ کی شرح لکھی اور جو بنام "تفسیر مجاہد" کتب خانہ تحقیقات اسلامیہ میں عکس موجود ہے نمبر ۱۲۶ ہے۔ مستقل تفسیر لطائف فی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز لکھی جو پانچ جلدوں میں قاہرہ سے طبع ہو چکی ہے۔ ۸۱۶ھ کو وفات ہوئی۔

۷: سید محمد بن سید یوسف

دہلی میں ولادت ہوئی۔ شاہ نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ سے علوم ظاہریہ اور فیوضات باطنیہ کا اکتساب کیا۔ ایک دن مرشد رحمہ اللہ کی پالکی اٹھا کر جا رہے تھے سر کے بال الجھ گئے۔ تکلیف کے باوجود اسی طرح رہنے دیا حضرت الشیخ رحمہ اللہ نے برجستہ یہ شعر پڑھا:

ہر کہ غلام سید گیسودراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

آپ کی تصانیف ایک سو پانچ ہیں۔ اسی سے گیسودراز کے نام سے مشہور ہوئے جن میں اردو نثر کی پہلی کتاب "معراج العاشقین" ہے۔ تفسیر کشاف پر حاشیہ لکھا ایک مستقل تفسیر بھی لکھی جس کا نام "درر ملتقط" ہے۔ اس میں زیادہ بحث علم معرفت کے متعلق ہے۔ ۸۲۵ھ کو وصال فرمایا درر ملتقط کا پہلا حصہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے۔ ضلع ہزارہ میں تشریف لانا بھی ثابت ہے اور "مشوانی سادات" کا سلسلہ نسب آپ سے ملتا ہے اور حضرت مولانا زاہد الحسینی رحمہ اللہ مرتب تذکرۃ المفسرین کا سلسلہ نسب بھی آپ تک پہنچتا ہے۔

۸: محمد بن خلفۃ الوشتابی رحمہ اللہ

امام ابن عرفہ رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے ثعالبی رحمہ اللہ جیسے مفسر قرآن پیدا ہوئے۔ ایک تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی ہے۔ ۸۲۸ھ کو وفات ہوئی۔

۹: یوسف بن احمد بن محمد

اجداد کا مسکن تو حرم مکہ مکرمہ تھا۔ مگر یہ خود یمن آباد ہو گئے۔ دیگر

تصانیف کے علاوہ آپ کی مرتبہ تفسیر "الثمرات فی تفسیر آیات الاحکام" ہے۔۸۳۲ھ کو وفات ہوئی۔

۱۰: عبداللہ بن مقداد

قاضی جمال الدین لقب تھا۔قرآن عزیز کی ایک تفسیر تین جلدوں میں ہے جو کہ ابھی تک غیر مطبوع ہے۔۸۳۲ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: شیخ علی بن احمد مہائمی رحمہ اللہ:

بمبئی کے قریب قصبہ مہائم میں پیدا ہوئے۔علوم اسلامیہ میں یکتائے روزگار تھے۔ادراک مطالب میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی سی شان رکھتے تھے۔عربی زبان میں ایک تفسیر بھی لکھی جس کا نام تفسیر رحمانی ہے۔دوجلدیں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ہر سورۃ کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر اس انداز سے کی کہ اس میں ساری سورۃ کا مضمون اجمالی طور پر سمو دیا ہے۔اعجازی اور ادبی نکات پر بے مثل بحث کی۔وفات ۸۳۵ھ کو ہوئی ایک کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی طرز پر لکھی ہے جس کا نام انعام الملک العلام ہے۔

۱۲: السید علی بن محمد بن ابی القاسم رحمہ اللہ:

ایک مستقل تفسیر آٹھ جلدوں میں لکھی اور تفسیر کشاف کا حاشیہ تجرید الکشاف بھی لکھا۔۸۳۷ھ کو وفات ہوئی۔

۱۳: السید محمد بن ابراہیم

ابن الوزیر کے نام سے مشہور تھے۔قرآن عزیز کی نظم بیان کو یونانی زبان کے طرز ادا پر فضیلت ثابت کرنے کیلئے ایک کتاب ترجیح اسالیب القرآن علی اسالیب الیونان لکھی۔ایک تفسیر بہ نام التفسیر النبوی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی۔جس میں ان ارشادات امام الاولیاء سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع فرمادیا جو قرآن کریم کی تفسیر میں روایت کئے گئے تھے۔۸۴۰ھ کو وفات ہوئی۔ترجیح اسلوب القرآن قاہرہ سے شائع ہوگئی ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ ادارہ تحقیقات اسلامیہ میں موجود ہے۔

۱۴: محمد بن محمد بن محمد بن احمد

ابویاسر کے نام سے مشہور تھے۔مفسر وقت ابن عرفہ رحمہ اللہ سے بھی اکتساب کیا،علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔محقق مصنف تھے۔عمدۃ الاحکام کی شرح غایۃ الالہام تین جلدوں میں لکھی۔المغنی کی شرح بھی چار جلدوں میں لکھی۔ایک مستقل تفسیر لکھی اور تفسیر کشاف میں مندرجہ احادیث کی تخریج بھی لکھی جس کا نام الفتح الشافی رکھا مگر مکمل نہ ہو سکی۔۸۴۴ھ کو وفات پائی۔

۱۵: محمد بن یحییٰ الطرابلسی ابن زہرہ رحمہ اللہ

طرابلس میں پیدا ہوئے قاہرہ آئے اور امام بلقینی رحمہ اللہ سے استفادہ کے بعد وطن لوٹ گئے ایک تفسیر بہ نام فتح المنان فی تفسیر القرآن لکھی۔۸۴۸ھ کو فوت ہوئے۔

۱۶: قاضی شہاب الدین دولت آبادی ثم الدہلوی رحمہ اللہ

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔فتاوی ابراہیم شاہی آپ کے دور کا مرتبہ ہے۔ایک کتاب متن الارشاد لکھی جس کے اکثر اقتباسات شرح ملاجامی میں منقول ہیں۔قرآن حکیم کی فارسی تفسیر بہ نام بحر مواج لکھی۔لکھنؤ سے طبع ہو چکی ہے۔قلمی نسخہ بھی کتب خانہ فاضلیہ متصل گڑھی افغانان میں موجود ہے۔وفات ۸۴۹ھ کو ہوئی۔مرض الموت میں سلطان ابراہیم آیا اور پانی کا ایک پیالہ بھر کر ان کے سر پر پھیرتے ہوئے کہا یا اللہ! ان کے بدلے میں میری جان لے لے اور ان کو زندگی عطا کرتا کہ یہ دین کی خدمت کرتے رہیں۔

۱۷: خواجہ یعقوب چرخی رحمہ اللہ

غزنی کے قصبہ چراخ میں پیدا ہوئے ہرات اور پھر مصر جا کر اکتساب علم کیا،علوم ظاہر کے ساتھ علوم باطنیہ سے بھی حصہ وافر ملا تھا۔خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمہ اللہ سے خلافت کا شرف حاصل ہوا۔آخری دو پاروں کی تفسیر فارسی میں لکھی جو مطبوعہ ہے اور آج تک متداول ہے ۸۵۱ھ کو وفات پائی۔قصبہ یلغتو میں دفن ہوئے۔

۱۸: تقی الدین ابوبکر بن شہبہ رحمہ اللہ

شافعی فقہ کے علاوہ تاریخ اور تفسیر پر بھی عبور حاصل تھا۔قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جو تفسیر ابن شہبہ کے نام سے مشہور ہے ۸۵۱ھ کو فوت ہوئے۔

۱۹: شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی رحمہ اللہ

ابن حجر عسقلانی کے نام سے مشہور ہیں،سراج بلقینی،حافظ ابن الملقن اور حافظ عراقی سے شرف تلمذ حاصل کیا،علل الحدیث اور علم اسماء الرجال میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔منصب قضاء پر بھی فائز رہے۔پھر مستعفی ہو کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔آپ کی مشہور تصانیف میں بخاری شریف کی جامع اور مستند شرح فتح الباری،تہذیب،تقریب التہذیب،الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، طبقات الحفاظ اور دکامنہ ہیں۔قرآن عزیز کی تفسیر ایک تو تجرید التفسیر من صحیح البخاری ہے دوسری تفسیر الاحکام لبیان ما ابہم فی القرآن بھی لکھی ہے جو برلن کے قلمی کتب خانہ میں موجود ہے ۸۵۲ھ کو فوت ہوئے۔

۲۰: احمد بن محمد بن عبداللہ الرومی الحنفی رحمہ اللہ

دمشق میں پیدا ہوئے۔فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کی تفسیر کا ترجمہ ترکی نظم میں کیا۔۸۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

۲۱: الامام بدر الدین عینی محمود بن احمد حنفی رحمہ اللہ

جلیل القدر علماء سے اکتساب علم کیلئے دور دراز کے سفر کیے۔ محدث ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ آپ سے عمر میں ۱۲ سال چھوٹے تھے اور امام عینی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے آپ کے شاگردوں میں علامہ ابن الہمام حنفی رحمہ اللہ، حافظ سخاوی رحمہ اللہ، شیخ کمال الدین رحمہ اللہ مالکی جیسے علماء یگانہ تھے۔ زود نوشی کا یہ عالم تھا کہ پوری قدوری ایک رات میں لکھ لی تھی۔ بخاری کی شرح ہدایہ کی شرح، تفسیر کشاف کا حاشیہ معالم التنزیل بغوی کا حاشیہ، تفسیر ابی اللیث سمرقندی کا حاشیہ لکھا آپ کے تصنیفی شاہکار ہیں۔ ۸۵۵ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔

۲۲: السید علاؤ الدین سمرقندی رحمہ اللہ

اکثر تفاسیر کا انتخاب کر کے ایک تفسیر بہ نام بحر العلوم لکھی، چار جلدوں میں ہے۔ ڈیڑھ سو سال عمر پائی ۸۶۰ھ کو فوت ہوئے۔

۲۳: امام علاؤ الدین احمد بن محمد ابن اقیرس

قاہرہ کے مشہور عالم اور مفسر قرآن عزیز مسلکا شافعی تھے۔ قرآن مجید کی ایک تفسیر بہ نام کنز الرحمن فی احکام القرآن دس جلدوں میں لکھی، ۸۶۲ھ کو فوت ہوئے۔

۲۴: جلال الدین محلی الشافعی رحمہ اللہ

تفسیر جلالین کی سورۃ فاتحہ اور سورۃ الکف تا آخر ان ہی کی تفسیر ہے، تکمیل جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے کی۔ ۸۶۴ھ کو انتقال ہوا۔

۲۵: محمد بن حسن بن محمد بن علی شمنی رحمہ اللہ

قسطنطنیہ سے باہر علاقہ شمنی میں پیدا ہوئے، ابتداءً مالکی تھے پھر حنفی مسلک اختیار کر لیا، محقق مفسر تھے، تصانیف میں قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی ہے، جس کے متعلق علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے اما التفسیر فھو بحرۃ المحیط و کشاف دقائقہ اس سے تفسیر کا عظیم المرتبت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ۸۷۲ھ کو انتقال ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ تفسیر آپ کے والد ماجد رحمہ اللہ نے مرتب کی۔

۲۶: علی بن محمد البسطامی مصنفک رحمہ اللہ

جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ بغوی رحمہ اللہ کی مرتبہ مصابیح کی شرح لکھی، سلطان روم محمد خان رحمہ اللہ کی درخواست پر فارسی زبان میں قرآن کریم کی تفسیر بہ نام تفسیر محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھی، خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے ایک جلد دیکھی ہے جو کہ صرف پارہ ۳۰ عم کی تفسیر ہے۔ مفسر کی وفات ۸۷۵ھ کو ہوئی، قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطہ مزار میں دفن کر دیئے گئے۔

۲۷: عبد الرحمٰن بن محمد بن مخلوف ثعالبی رحمہ اللہ

الجزائر کے عالم باعمل نہایت ہی متقی تھے۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا "کان اماماً علامة مصنفا" کئی مرتبہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف عطا ہوا تفسیر میں دو کتابیں لکھیں ایک کتاب الذھب الابریز فی غرائب القرآن العزیز ہے اور دوسری کا نام تفسیر الجواہر ہے یہ دیگر تفاسیر کا انتخاب ہے خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کا نصف اس کے پاس ہے۔ وفات ۸۷۵ھ کو ہوئی۔

۲۸: شیخ ابو العدل ابن قطلو بغا رحمہ اللہ

تبحر حنفی عالم دین تھے۔ احناف کے حالات پر ایک کتاب تاج التراجم لکھی، تفسیر ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ کی احادیث کی تخریج لکھی ہے۔ ۸۷۹ھ کو وفات ہوئی۔

۲۹: محمد بن سلیمان الرومی

حنفی جلیل القدر عالم تھے۔ مولوی محی الدین کافیجی کے نام سے مشہور تھے کیونکہ کافیہ کا مطالعہ بہت کرتے تھے۔ مسلک حنفی تھا مگر ہر مکتب فکر کے علماء آپ کا احترام اور آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ ایک دن اپنے شاگرد رشید جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ زید قائم کی ترکیب کریں، عرض کیا (جملہ اسمیہ ہے) اس میں اشکال کی کیا بات ہے کافیجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملہ میں ایک سو تیرہ ابحاث ہیں۔ آپ کی تصانیف میں مختصر فی علوم التفسیر ہے۔ ۸۷۹ھ کو شب جمعہ میں شہید کر دیئے گئے۔

۳۰: عمر بن علی بن عادل رحمہ اللہ

حنابلہ میں مشہور عالم تھے، قرآن کریم کی تفسیر چھ جلدوں میں لکھی جس کا نام مشہور تفسیر عادل ہے۔ علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے یہ تفسیر سات مرتبہ مطالعہ کی ہے وفات دمشق میں ۸۸۰ھ کو ہوئی۔ آپ کی تفسیر کا ایک کامل نسخہ کتب خانہ سلطانیہ مصر میں ہے۔ ایک کامل نسخہ اسپین میں اسکوریال میں ہے جو کہ ایک قلعہ ہے جس میں بادشاہوں کی قبریں ہیں اور ایک قدیمی کتب خانہ بھی ہے۔ ایک کامل نسخہ چھ جلدوں میں دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں ہے جو کہ ۱۱۶۵ھ کا مخطوطہ ہے۔

۳۱: محمد بن عبد اللہ قرماس رحمہ اللہ

ایک منظوم تفسیر بنام فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن لکھی اور پھر اس کا خلاصہ نثر میں لکھا جس کا نام نشر الجمان من فتح الرحمٰن ہے۔ ۸۸۲ھ کو فوت ہوئے۔

۳۲: ملا خسرو محمد بن فراموزر رحمہ اللہ

یہ روم کے بلند پایہ حنفی علماء میں سے تھے۔ سلطان محمد فاتح رحمہ اللہ

قسطنطنیہ آپ کو اپنے زمانہ کا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کہا کرتا تھا آپ نے تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا۔ جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ مکھڈ ضلع اٹک میں موجود ہے۔ وفات ۸۸۳ھ کو ہوئی۔

۳۳: برہان الدین ابن عمر البقاعی رحمۃ اللہ

محقق مفسر تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ سے اکتساب فیض کیا ربط آیات اور ربط سور پر قلم اٹھایا تو اس کا حق ادا کر دیا تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب السور ہے۔ بقاعی کی وفات ۸۸۵ھ کو ہوئی۔ قلمی نسخے مکتبہ شیخ الاسلام مکہ مکرمہ، مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ، خزانہ مصریہ، جرمنی کے سرکاری کتب خانہ میں، مکتبہ آغا شیر میں کامل نسخہ موجود ہے جس کا نمبر ۶۷ ہے۔

۳۴: حسن بن محمد شاہ چلپی المعروف اخی زادہ رحمۃ اللہ

تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ ناقص نسخہ (از سورۂ ہود تا آخر) اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔ وفات ۸۸۶ھ کو ہوئی۔

۳۵: ابراہیم بن محمد الکنانی رحمۃ اللہ

ابن جماعۃ کے نام سے شہرت پائی، ابن شہبہ رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ ابن جماعۃ رحمۃ اللہ نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی ہے جو دس جلدوں میں ہے اور اس میں بہت ہی عجیب وغریب مسائل ذکر کئے وفات ۸۹۰ھ کو ہوئی۔

۳۶: مولی احمد بن اسمٰعیل کورانی رحمۃ اللہ

علوم اسلامیہ میں نادر روزگار تھے، مراد خان رحمۃ اللہ سلطان نے آپ کو مدرس مقرر کر دیا اور اپنے بیٹے محمد خان رحمۃ اللہ کو ان کی شاگردی میں دے دیا، محمد خان رحمۃ اللہ تخت نشین ہوا، استاذ کو مملکت روم کا مفتی اعظم مقرر کر دیا آپ کے اس منصب کی مصروفیات کے باوجود الکوثر الجاری علی ریاض البخاری لکھی، اور ایک تفسیر غایۃ الامانی فی تفسیر الکلام الربانی لکھی اس تفسیر میں دلائل اعتزالی کا رد کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کی تائید میں دلائل پیش کئے ہیں۔ اسی طرح فقہ حنفی کی تائید کی ہے، ہر رات کو قرآن عزیز ایک بار ختم کیا کرتے تھے آپ کا انتقال ۸۹۳ھ کو ہوا۔ محمد خان رحمۃ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۳۷: معین الدین بن بنی سید صفی الدین رحمۃ اللہ

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ ہی میں خدمت علوم اسلامیہ کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام جامع البیان فی تفسیر القرآن ہے ۸۹۴ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اس تفسیر کا قلمی نسخہ اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں ہے۔ دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔

۳۸: عبدالرحمٰن بن احمد المعروف بہ مولانا جامی رحمۃ اللہ

آپ علوم اسلامیہ اور تفسیر میں اپنے وقت کے امام مانے گئے، فارسی نظم میں آپ کی کتاب یوسف زلیخا بے نظیر ہے۔ شرح ملا جامی آپ کی مقبول ترین اور بے مثل یادگار ہے ایک تفسیر بھی لکھی جس کا تذکرہ ''شقائق النعمانیہ'' میں بھی ہے۔ وفات ۸۹۸ھ کو ہوئی۔ آپ کی تفسیر کا ایک نسخہ بایزید لائبریری استنبول میں موجود ہے۔ مخطوطہ ۱۳۲ فولیو ۱۵ اے اور ایک ناقص نسخہ پارہ اول آیت فارھبون تک مصر کے کتب خانہ تیموریہ میں موجود ہے جلد اول نمبر ۲۳۴ ہے۔

دسویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: محی الدین محمد رحمۃ اللہ

آپ ابن خطیب کے نام سے مشہور تھے آپ نے تفسیر کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ کے حاشیہ کا حاشیہ لکھا جو نہایت ہی جامع اور مفید مسائل علوم معانی، ادب اور تفسیر پر مشتمل ہے ۹۰۱ھ کو وفات ہوئی۔

۲: محمد بن ابراہیم النکساری رحمۃ اللہ

آپ کی تصانیف میں شرح وقایہ کا حاشیہ اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی ہے جو کہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے مستقل تفسیر سمجھی جاتی ہے مگر سورہ دخان تک ہے۔ تفسیر بھی مرتب کی۔ ۹۰۱ھ کو انتقال ہوا۔

۳: محمد بن عبدالرحمٰن الایجوی رحمۃ اللہ

آپ کے والد نے تفسیر لکھنی شروع کی جب والد ماجد عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ سورۃ الانعام تک پہنچے تو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ باقی تفسیر کی تکمیل تو نے کرنی ہے، چنانچہ محمد رحمۃ اللہ نے باقی تفسیر مدینہ منورہ میں روضۃ من ریاض الجنۃ میں بیٹھ کر مکمل کی، یہ تفسیر تفسیر بالماثور ہے۔ آیات کی تفسیر کو براہ راست صحاح ستہ سے استفادہ کیا ہے۔ تفسیر کا نام جامع البیان ہے وفات ۹۰۵ھ کے بعد ہوئی۔

۴: محمد بن محمد بن ابی بکر بن علی رحمۃ اللہ

قادری سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا سمجھے جاتے تھے، امام بقاعی رحمۃ اللہ نے آپ کو ذہن ثاقب اور حسن فہم کا خطاب دیا تھا۔ آپ کی تصانیف میں جمع الجوامع اور تفسیر بیضاوی کا مفید حاشیہ بھی ہے۔ ۹۰۶ھ کو وفات پائی۔

۵: مولانا حسین بن علی کاشفی رحمۃ اللہ

قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی زبان میں لکھی جس کا نام جواہر التفسیر تحفۃ الامیر رکھا اس کے علاوہ ایک اور تفسیر بھی بنام تفسیر حسینی لکھی آپ کی وفات ۹۰۶ھ کو ہوئی۔ جواہر التفسیر کا قلمی نسخہ جو کہ ۹۸۰ھ کا مخطوطہ ہے اور تفسیر حسینی کا قلمی نسخہ مخطوطہ ۹۶۷ھ دونوں اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے تفسیر حسینی کا اُردو زبان میں ترجمہ فخر الدین حنفی نے کیا۔ ۱۳۰۰ھ مطبع فرنگی محل لکھنؤ سے شائع ہوا جس کا نام تفسیر قادری مشہور ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ہے۔ (ابن عساکر)

دوسرا ترجمہ اُردو زبان میں جو بہ نام تفسیر سعیدی دو جلدوں میں طبع ہو چکا ہے جہانگیر رحمہ اللہ جب صوبہ گجرات پہنچا تو اس نے علماء و مشائخ کو تفسیر حسینی کاشفی اور روضۃ الاحباب ہدیہ کیں۔

۶: جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ

اصلی نام عبدالرحمٰن تھا ایک ہزار تک تفسیری مولفات ہیں، تفسیر جمان القرآن، یہ تفسیر تفسیر بالماثور تھی اور بہت زیادہ مفصل پھر خود ہی اس کا خلاصہ بہ نام درمنثور کر دیا، درمنثور کا مشہور قلمی نسخہ پانچ جلدوں میں کتب خانہ احمدیہ حلب میں موجود ہے، مصر کے مطبع میمنہ سے شائع ہو چکی ہے اس کا اختصار ایک ترکی عالم نے ایک جلد میں کر دیا جس کا قلمی نسخہ قاہرہ کے کتب خانہ تیموریہ میں ہے اس کتب خانہ میں سیوطی رحمہ اللہ کی مرتبہ تفسیر الاکلیل کا مخطوطہ ۸۸۴ھ موجود ہے۔ اکیل شیخ جامع البیان کے ہامش پر دہلی سے طبع ہو چکی ہے۔ تفسیر جلالین آپ کا لافانی شاہکار ہے، سورۃ الکہف سے تا آخر کی تکمیل جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمائی چونکہ اس تفسیر کے مرتب دو جلال الدین ہیں اس لئے یہ تفسیر جلالین کے نام مشہور ہوئی۔ جامع اور مختصر ہے، آپ کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن سے آج تک استفادہ ہو رہا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے ۹۱۱ھ کو قاہرہ میں وصال فرمایا، جلالین کا قلمی نسخہ جو جامی رحمہ اللہ م ۸۹۸ھ کے زیر مطالعہ رہا ہے ٹونک میں موجود ہے ایک نسخہ قلمی مکتوبہ ۹۹۴ھ رضا لائبریری رامپور بھارت میں موجود ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ حنفی نے اس کا حاشیہ بنام جمالین لکھا۔ یہ تفسیر دینی مدارس میں داخل نصاب ہے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ قرآن عزیز کرتے وقت اس تفسیر کو پیش نظر رکھا۔

۷: شیخ بہاؤ الدین باجن رحمہ اللہ

آپ کا تعلق برصغیر کے مشہور شہر برہان پور سے تھا اکابر علماء کاملین و مشاہیر اولیاء میں سے تھے اکیس سال حرمین شریفین میں گزارے۔ ایک منظوم تفسیر لکھی۔ شیخ کی وفات ۹۱۲ھ میں ہوئی۔ سورۃ اخلاص کی منظوم تفسیر درج ہے۔

نہ اُنہ جنیا نہ وہ جایا   نہ اُنا مائی باپ کلایا
نہ اُنہ کوئی گود چڑھایا   باجن سب اُنہ آپ پنکیا (بخشا)
پرگٹ ہوا پر کہیں دیٹھا آپ لکایا

۸: قاضی زکریا بن محمد بن احمد الانصاری رحمہ اللہ

آپ نے تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بہ نام فتح الجلیل بہ بیان ماخفی انوار التنزیل لکھا متشابہات القرآن پر "فتح الرحمٰن بکشف ما یلتبس من القرآن" لکھی ناقص نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔ انتقال ۹۲۶ھ کو ہوا۔

۹: سید عبدالوہاب بخاری رحمہ اللہ

آپ سید جلال بخاری دہلوی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ نے سورۃ الملک کی تفسیر لکھی، اور قرآن عزیز کی ایک مستقل تفسیر بھی لکھی جس کے متعلق علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اکملها فی ستته اشهر ویضعة ایام"

اخبار الاخیار میں اس تفسیر کے اکتباسات منقول ہیں۔ ۹۳۲ھ کو دہلی میں وفات پائی، مقبرہ شاہ عبداللہ رحمہ اللہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

۱۰: محی الدین محمد بن عمر بن حمزہ رحمہ اللہ

محقق عالم باعمل تھے۔ فقہ حنفی میں مہارت کاملہ کی بناء پر سلطان قاتبائی رحمہ اللہ جان کی درخواست پر فقہ حنفی میں ایک کتاب بہ نام نہایۃ لکھی۔ آپ نے کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی مگر ان کے دور کے علماء کا اتفاق ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے امام التفسیر ہیں۔ ۹۳۸ھ کو وفات ہوئی۔

۱۱: شمس الدین احمد بن سلیمان رحمہ اللہ

ابن کمال کے نام سے مشہور تھے جلیل القدر علماء سے اکتساب فیض کیا۔ سلطنت عثمانیہ کے مفتی اعظم مقرر ہوئے، تصانیف میں سے قرآن عزیز کی ایک مکمل تفسیر بہ نام تفسیر ابن کمال ہے اور "تفسیر کشاف" کا حاشیہ بھی ہے ۹۴۰ھ کو وفات ہوئی۔ تفسیر کا قلمی نسخہ حرم شریف مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نمبر ۱۹۸ ہے۔ تصانیف تین سو سے زیادہ تھیں۔ آپ نے اپنا کفن تیار رکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی ھی اخر اللباس اس عبارت کے اعداد ابجد کے حساب سے ۹۴۰ بنتے ہیں جو کہ آپ کا سال وفات ہے۔

۱۲: محی الدین محمد قرا باغی رحمہ اللہ

علمائے عجم سے علوم حاصل کرنے کے بعد بلاد روم میں اکتساب فیض کیا، دینی کتب پر حواشی و تعلیقات لکھیں، تلویح اور ہدایہ کا حاشیہ لکھا اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جبکہ تفسیر کشاف پر جامع تعلیقات مرتب کیں۔ ۹۴۲ھ کو وفات پائی۔

۱۳: اسلام الدین ملا عصام رحمہ اللہ

ہرات کے بلند پایہ عالم تھے۔ شاہ بخارا سے تعلقات تھے۔ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مولانا جامی رحمہ اللہ کا حاشیہ لکھا، ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔

۱۴: سعد اللہ بن عیسیٰ رحمہ اللہ

سعدی چلبی کے نام سے مشہور تھے ہدایہ کی شرح اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی لکھا، ۹۴۵ھ کو وفات ہوئی۔

۱۵: خیر الدین خضر العطوفی رحمہ اللہ

ہر جمعہ کو قسطنطنیہ کی مختلف جامع مساجد میں درس تفسیر دیا کرتے تھے، مشارق الانوار کی شرح لکھی اور تفسیر کشاف کا حاشیہ بھی لکھا، ۹۸۴ھ کو وفات ہوئی۔

۱۶: محمد بن عبدالرحمٰن البکری شافعی رحمہ اللہ

بچپن ہی سے پڑھنے اور پڑھانے کا شوق تھا، تفسیر قرآن عزیز پر کامل عبور تھا، آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں بہ نام تفسیر الواضح الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز لکھی، ۹۵۰ھ کو وفات ہوئی۔

۱۷: محمد بن مصلح الدین الحنفی معروف بہ شیخ زادہ رحمہ اللہ

تفسیر بیضاوی کا کامیاب اور مفصل حاشیہ لکھا، ۹۵۱ھ کو وفات ہوئی۔ حکومت نے آپ کو قاضی مقرر کیا۔ مگر آپ نے بہت جلدی استعفیٰ دے دیا۔ اس وجہ سے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا کہیں اس عہدہ قضاء کی وجہ سے اس شرف سے محروم نہ ہو جائیں مگر استعفاء کے ساتھ ہی زیارت کا شرف ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ”عہدہ قضاء کے وقت تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت زیادہ کرتا تھا (صحیح فیصلے کیا کرتا تھا) جس سے مجھے بہت خوشی ہوتی تھی۔“ چنانچہ آپ نے دوبارہ عہدہ قضاء قبول کر لیا۔ تفسیر بیضاوی پر آپ کا حاشیہ مستقل چار جلدوں میں اور چھ جلدوں میں چھوٹی تقطیع کے ساتھ مطبوعہ دستیاب ہے۔

۱۸: عصام الدین اسفرائنی رحمہ اللہ

آپ کو اصول فقہ اور تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی بہ نام عصام ہے۔ وفات ۹۴۳ھ یا ۹۵۱ھ یا ۹۴۵ھ میں ہے۔ واللہ اعلم۔ عصام کے قلمی نسخے بانکی پور (بھارت) برلن میں اس کے کامل نسخے موجود ہیں پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں ناقص مخطوطہ ایک نسخہ اعراف تا آخر دار الکتب الظاہریہ دمشق میں بھی ہے۔ ایک قلمی نسخہ مولانا عبدالغفار ڈاکخانہ پیر بخش براستہ شاہنواز بھٹو ضلع لاڑکانہ سندھ کے پاس بھی ہے۔

۱۹: مولانا معین المعروف بہ معین المسکین رحمہ اللہ

ہرات کے جلیل القدر عالم تھے آپ کی تصانیف میں حدائق الحقائق فی کشف الحقائق بھی ہے جو کہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، تفسیر کا کچھ حصہ گڑھی افغاناں کے کتب خانہ فاضلیہ کے قلمی حصہ میں موجود ہے۔ مسکین کی وفات ۹۵۴ھ کو ہوئی۔ یہ تفسیر فارسی ہے۔

۲۰: سید رفیع الدین صفوی رحمہ اللہ

اصلی وطن شیراز تھا مگر آپ کے بعض بزرگ حجاز سے آ کر گجرات میں قیام کر کے پھر دلی آ گئے، آپ نے تفسیر معینی لکھی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”یہ تفسیر نہایت مختصر مؤثر اور جامع ہے۔ وفات ۹۵۴ھ کو ہوئی۔

۲۱: شیخ بدر الدین محمد العامری رحمہ اللہ

شافعی علماء میں سے تھے تین تفسیریں لکھی ایک نظم اور دو نثر میں تفسیر منظوم ایک لاکھ اسی ہزار اشعار پر مشتمل ہے خلیفہ چلپی رحمہ اللہ نے منظوم تفسیر کی تین جلدیں دیکھیں ہیں۔ انتقال ۹۶۰ھ کو ہوا۔

۲۲: عبدالمعطی بن احمد بن محمد السخاوی رحمہ اللہ

فقہ مالکی کے بڑے عالم تھے۔ آپ کی تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر بھی ہے جس کا نام ”فتح الحمید“ ہے اور چھ اسفار میں ہے۔ ۹۶۰ھ تک زندہ تھے۔ تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

۲۳: شمس الدین محمد رحمہ اللہ

سمرقند کے جلیل القدر علماء میں سے تھے۔ جامع تفسیر بہ نام صحائف فی التفسیر شروع کی جس کی تکمیل شیخ احمد بن محمود قرامانی رحمہ اللہ نے کی جن کا لقب اصم تھا۔ وفات ۹۷۱ھ کو ہوئی۔

۲۴: الامام شمس الدین محمد بن محمد الشربینی رحمہ اللہ

قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام السراج المنیر لکھی جو مصر سے چار جلدوں میں طبع ہو چکی ہے اور نولکشور لکھنؤ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔ وفات ۹۷۷ھ کو ہوئی۔

۲۵: محمد مصلح الدین لاری رحمہ اللہ

شافعی مذہب کے جلیل القدر عالم تھے، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جو کہ لاری کے نام سے مشہور ہے۔ ۹۷۹ھ کو فوت ہوئے۔

۲۶: ابو السعود محمد بن محمد بن مصطفیٰ رحمہ اللہ

ولادت قسطنطنیہ کے قریب قصبہ آمد میں ہوئی۔ فقہ حنفی اور تفسیر قرآن عزیز میں یکتا روزگار تھے خطیب المفسرین کا لقب ملا تھا سلطان سلیم رحمہ اللہ نے تخت نشینی پر اپنی دستار خلافت کو آپ کے ہاتھ سے مشرف کرایا تھا۔ قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم ہے۔ یہ تفسیر کشاف اور بیضاوی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے اور سند اور تفسیر کے باب میں معتمد سمجھی جاتی ہے۔ تفسیر کی تکمیل پر سلطان اعیان مملکت کو ساتھ لے کر دیوان خاص کے دروازہ تک آیا اور مفسر کا روزانہ اکرامیہ ۷۰۰ آقچہ (ترکی سکہ) مقرر کیا۔ انتقال ۹۸۲ھ میں ہوا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیئے گئے۔ آپ کی تفسیر عام طور پر ملتی ہے۔

۲۷: شیخ حسن بن محمد گجراتی رحمہ اللہ

تفسیر قرآن کریم میں مہارت تامہ حاصل تھی، ایک تفسیر بہ نام تفسیر محمدی

لکھی اور تفسیر بیضاوی کا حاشیہ بھی لکھا، احمد آباد میں ۹۸۲ھ کو وفات پائی۔

۲۸: شیخ بدرالدین محمد المقری رحمۃ اللہ

ایک منظوم تفسیر لکھی اور اس کیلئے جامع امویہ دمشق میں تنقیدی مجلس کا اہتمام کیا۔ سلطان رحمۃ اللہ نے ملک کے نامور علماء کے سامنے تفسیر کو پیش کیا سب نے تصدیق فرمائی سلطان نے مفسر کو خلعت اور اعزاز واکرام کیا۔ وفات ۹۸۵ھ کو ہوئی۔

۲۹: محمد بن الشیخ ابی الحسن محمد بن عمر رحمۃ اللہ

انسا صدیقی تھے مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس میں درس تفسیر اور درس حدیث دیا۔ تصانیف کی تعداد چار سو سے زیادہ ہے۔ تفسیر بہ نام تسہیل السبیل فی فہم معانی التنزیل لکھی اور ۹۹۴ھ کو وفات پائی۔

۳۰: مولانا وجیہ الدین گجراتی رحمۃ اللہ

احمد آباد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور مہائمی کی تفسیر پر حاشیہ لکھا، ۹۹۷ھ کو احمد آباد میں فوت ہوئے آپ کے حاشیہ بیضاوی کے دو قلمی نسخوں کا پتہ چلا ایک آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن میں اور ایک نواب صدر یار جنگ کی ذاتی لائبریری میں ہے۔

۳۱: مولانا محمد بن بدرالدین صاروخانی رحمۃ اللہ

ترکی کے باذوق علماء میں سے تھے قرآن کریم کی ایک مختصر تفسیر جلالین کی طرز پر لکھی سلطان روم مراد خان رحمۃ اللہ کے سامنے پیش کی جس کی سلطان نے قدر افزائی کی تفسیر کا نام تفسیر منشی رکھا آپ کی وفات ۱۰۰۰ھ کو ہوئی۔ واللہ اعلم۔

گیارہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شیخ مبارک ناگوری رحمۃ اللہ

اس دَور کے علمی مرکز صوبہ گجرات سے فراغت علوم مروجہ کے بعد بھی دینی کتب کا محققانہ مطالعہ جاری رکھا آخر عمر میں نظر کمزور ہو گئی، اپنی یادداشت پر تفسیر مرتب کروائی جس کا نام منبع نفائس العیون یہ چار جلدوں میں ہے۔ ۱۰۰۱ھ کو آگرہ میں وفات پائی۔

۲: محمد بن بدرالدین رحمۃ اللہ

حنفی مسلک کے محقق عالم تھے۔ ایک تفسیر جلالین کے طرز پر لکھی جس کا نام تنزیل التنزیل ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۰۰۱ھ کو وفات پائی۔

۳: ابوالفضل فیضی بن مبارک ناگوری رحمۃ اللہ

آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بہت شوق تھا، ذاتی کتب خانے میں ۴۳۰۰ کتابیں تھیں، ایک تفسیر حروف بے نقاط میں لکھی جس کا نام سواطع الالہام رکھا، یہ کام اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ بے نقاط حروف میں سارے قرآن عزیز کی تفسیر کرنے کا شرف برصغیر کو ہی حاصل ہوا، ترتیب اور تالیف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ سے بھی اصلاح کرائی۔ ۱۰۰۴ھ کو وفات پائی، یہ تفسیر عام ملتی ہے۔ آپ پر اعتراض کیا گیا کہ بے نقاط حروف میں تفسیر لکھنا بدعت ہے تو آپ نے جواب دیا کلمہ طیبہ کے بھی سب حروف بے نقاط ہیں۔

۴: طاہر بن یوسف سندھی رحمۃ اللہ

قصبہ پاتری میں ولادت ہوئی، علمی مرکز گجرات میں تحصیل علم کیلئے گئے غوث محمد گوالیاری رحمۃ اللہ سے بیعت ہوئے، برہان پور اقامت اختیار فرمائی تفسیر مدارک کا اختصار لکھا اور تصوف کے رنگ میں تفسیر بھی لکھی جس کا نام مجمع البحرین ہے۔ ۱۰۰۴ھ کو برہان پور میں ہی وفات پائی۔

۵: مولانا عثمان سندھی رحمۃ اللہ

قصبہ سیوستان میں پیدا ہوئے متواتر ۴۱ سال بہت کم غذا پر گزارہ کیا، بخاری شریف کی شرح لکھی اور بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا۔ ۱۰۰۸ھ کو شہید ہو گئے۔

۶: شیخ منورالدین بن عبدالحمید رحمۃ اللہ

شہر لاہور میں تجوید وقرأت کا کاملین میں شمار ہوتے تھے قرأت سبعہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، اکبر کی مخالفت کی اور حق کی سزا گوئی میں گوالیار کے قلعہ میں پانچ سال تک نظر بند رہے، ایک تفسیر لکھی جس کا نام تفسیر الدر النظیم فی ترتیب الآی وسور القرآن الکریم ہے علامہ دولت آبادی کی تفسیر فارسی بحر مواج کا عربی زبان میں ترجمہ فرمایا۔ ۱۰۱۱ھ کو لاہور وفات پائی وہی دفن ہوئے۔

۷: علی بن سلطان ملا علی قاری رحمۃ اللہ

ہرات میں پیدا ہوئے بعد میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے وہیں اقامت اختیار کر لی، صوفی کامل عظیم محدث اور مفسر تھے فقہ حنفی کے ممتاز علماء میں سے تھے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ جلالین کا حاشیہ بہ نام جمالین لکھا تفسیر بھی بہ نام انوار القرآن لکھی جس کا مخطوطہ کتب خانہ حرم مکہ مکرمہ میں موجود ہے، اس کا نمبر ۲۵۲ ہے۔ ۱۰۱۴ھ کو مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔

۸: مولانا صبغۃ اللہ بن روح اللہ الحسینی رحمۃ اللہ

گجرات سے تحصیل علم کو مکہ مدینہ منورہ گئے ساری زندگی احد پہاڑ پر مقیم رہے ہزار ہا علماء نے آپ سے استفادہ کیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا جو بلا دروم تک مقبول ہوا ۱۰۱۵ھ کو وفات پائی جنت البقیع میں خلد آشیان ہو گئے۔

۹: نظام الدین بن عبدالشکور رحمۃ اللہ

اپنے چچا جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ سے علوم دینیہ حاصل کئے پھر حجاز گئے تیرہ سال بعد لوٹے جہانگیر کو آپ سے عقیدت تھی، بعد میں جب

آپ یہاں سے ملک بدر ہو کر بلخ پہنچے تو سلطان بلخ امام قلعی از بک کو آپ سے عقیدت ہوگئی، آپ کی تصانیف میں عراقی کی لمعات کی شرح اور جامع تفسیر بنام تفسیر نظامی ہے۔ ۱۰۲۴ھ یا ۱۰۳۶ھ کو بلخ میں انتقال ہوا۔

۱۰: نواب مرتضیٰ احمد بخاری رحمہ اللہ

اکبر اور جہانگیر رحمہ اللہ کے گورنر رہے، علماء کے قدر دان اور سخی تھے شیخ زین الدین شیرازی رحمہ اللہ سے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھوائی جو فارسی زبان میں بنام تفسیر مرتضوی ہے، وفات ۱۰۲۵ھ ہوئی۔

۱۱: شیخ عیسیٰ بن قاسم سندی رحمہ اللہ

سیہون میں ۹۶۲ھ کو پیدا ہوئے، ہجرت کر کے گجرات کے مرکز احمد آباد میں مقیم ہو گئے وہاں کے علماء سے اکتساب فیض کیا، غوث محمد گوالیاری رحمہ اللہ سے شرف بیعت ہوا، قواعد تفسیر کے متعلق الفتح الحمدی لکھی مبسوط تفسیر بھی بنام انوار الاسرار فی حقائق القرآن لکھی۔ ۱۰۳۱ھ کو برہان پور میں فوت ہوئے۔

۱۲: شیخ علی بن محمد رحمہ اللہ

یمن میں ۹۵۰ھ کو پیدا ہوئے، شیخ یمن الشیخ الامین رحمہ اللہ سے استفادہ علوم کیا، ان کے دادا ابراہیم بن ابی القاسم رحمہ اللہ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھنی شروع کی تھی، شیخ علی رحمہ اللہ نے اس تفسیر کی تکمیل فرمائی، ۱۰۴۱ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: قاضی مظہر بن النعمان رحمہ اللہ

یمن کے قصبہ کی وجہ سے ضمدی کہلائے شافعی تھے علوم اسلامیہ میں اچھی مہارت تھی، ایک تفسیر لکھی جس کا نام القرات النمیر فی تفسیر القرآن المنیر ہے۔ وفات ۱۰۴۹ھ کو ہوئی۔

۱۴: شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی پھر علمائے وراء النہر سے استفادہ کیا، پھر حجاز گئے وہاں کنز العمال کے مؤلف اور دوسرے علماء حجاز سے اکتساب فیض کے بعد وطن لوٹے اور خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نقشبندی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور درس حدیث میں مشغول ہو گئے محدث دہلوی رحمہ اللہ کا لقب پایا، بخاری شریف کے حواشی اور شروح مدارج النبوۃ آپ کے علمی کمالات کا مظہر ہیں، تصانیف سو سے زیادہ ہے، تعلیق الحادی علی تفسیر البیضاوی کی خامیوں پر عالمانہ تبصرہ فرمایا ہے، اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا یہ ترجمہ کلکتہ سے ۱۲۴۵ھ مطابق ۱۸۸۳ھ طبع ہو چکا ہے۔ انتقال ۱۰۵۲ھ کو ہوا اور دہلی میں دفن کر دیئے گئے۔

۱۵: مولانا سید محمد رضوی رحمہ اللہ

شاہ عالم بخاری کی اولاد سے تھے۔ فضل و کمال اسلاف کی اچھی یادگار تھے، شاہی ملازمت حاصل نہ کی، جہانگیر رحمہ اللہ جب گجرات آیا تو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا، درخواست کی کہ قرآن عزیز کا ترجمہ فارسی زبان میں کریں، فارسی میں نہایت عمدہ ترجمہ کیا، وفات ۱۰۵۴ھ کو ہوئی، گڑھی افغانان متصل واہ آرڈیننس فیکٹریز میں کتب خانہ سید محمد فاضل رحمہ اللہ فارسی ترجمہ کا ایک حصہ موجود ہے، دو مہریں ثبت ہیں، ایک مہر سید علی کے نام کی اور ایک جہانگیر کی۔

۱۶: شیخ محمد علی بن محمد البکری الشافعی رحمہ اللہ

ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی، وہاں کے علماء کرام سے استفادہ کیا، آپ کو امام سیوطی رحمہ اللہ کا ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ ۱۰۳۹ھ میں بیت اللہ کی تعمیر کو نقصان پہنچا، اور دوبارہ تعمیر شروع ہوئی تو دوران تعمیر بیت اللہ کے اندر بخاری شریف کا ختم فرمایا، زیارت سے مشرف ہوئے، آپ نے ریاض الصالحین کی بہترین شرح دلیل الفالحین لکھی جو چار جلد میں طبع ہو چکی ہے، ایک تفسیر بھی بنام ضیاء السبیل الی معالم التنزیل لکھی۔ ۱۰۵۷ھ کو مکہ مکرمہ فوت ہوئے، ابن حجر مکی کے پہلو میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

۱۷: شیخ محب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ

سلسلہ چشتیہ قادریہ میں شیخ ابو سعید گنگوہی رحمہ اللہ سے خلافت حاصل تھی، قرآن مجید کی تفسیر بھی بنام ترجمۃ الکتاب لکھی اور حاشیہ بھی بنام ترجمۃ القرآن لکھا ۱۰۵۸ھ میں الہ آباد میں انتقال ہوا۔

۱۸: میر محمد ہاشم بن محمد قاسم گیلانی رحمہ اللہ

ولادت اسفرائن میں ہوئی مگر آپ ہندوستان آکر احمد آباد میں مقیم ہو گئے شاہ جہان رحمہ اللہ نے آپ کو اورنگ زیب رحمہ اللہ کا استاد مقرر کر دیا، بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور اسے شاہ جہان رحمہ اللہ کے نام سے معنون کیا، ۱۰۶۱ھ میں انتقال ہوا۔

۱۹: عبد الحکیم بن مولانا شمس الدین سیالکوٹی رحمہ اللہ

شاہ جہان رحمہ اللہ نے آپ کو دو دفعہ چاندی میں تولا اور وہ چاندی اور کئی قصبات آپ کے نام بطور جاگیر کر دیئے، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے آپ کو آفتاب پنجاب کا خطاب دیا تھا، آپ کے علوم کی قدر و منزلت دیار عرب میں بھی کی جاتی ہے، بیضاوی کا حاشیہ دستیاب ہے اس کا قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۰۹۴ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات ۱۰۶۷ھ کو سیالکوٹ میں ہوئی۔

۲۰: سید محمد بن الحسین رحمہ اللہ

آپ کے دادا رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی تفسیر آیات الاحکام لکھی تھی سید محمد رحمہ اللہ نے اس کی شرح بنام منتہی المرام شرح آیات الاحکام لکھی،

وفات صنعاء یمن میں ۱۰۶۷ھ کو ہوئی۔

۲۱: شہاب الدین احمد خفاجی رحمہ اللہ

قسطنطنیہ کے علماء کرام سے اکتساب فیض کیا، مصر کی حکومت نے آپ کو لشکر کا قاضی مقرر کیا، جملہ علوم وفنون اسلامیہ میں یکتا تھے، بیضاوی کا مفصل حاشیہ بیضاوی کی پینتیس شروح کو پیش نظر رکھ کر کیا، جواب بھی دستیاب ہے، وفات ۱۰۷۰ھ کو قاہرہ میں ہوئی۔

۲۲: شیخ نعمت اللہ فیروز پوری رحمہ اللہ

ایک تفسیر جلالین کی طرز پر لکھی اور قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ بھی لکھا جس کا نام تفسیر جہانگیری رکھا اورنگ زیب رحمہ اللہ بھی آپ کا قدردان تھا ۱۰۷۲ھ میں فیروز پور میں وفات ہوئی۔

۲۳: خواجہ معین الدین کشمیری رحمہ اللہ

آپ کے والد مشائخ نقشبندیہ رحمہ اللہ میں سے تھے، بخارا سے کشمیر پھر شاہ جہان رحمہ اللہ کی درخواست پر لاہور میں اقامت اختیار کر لی تھی اور یہیں ۱۰۵۲ھ کو وفات پائی، آپ نے ابتدائی علوم والد صاحب سے پڑھے مگر تکمیل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی دین کی اشاعت اور تدریس علمی اور دینی مسائل میں مرجع خلائق تھے آپ کے فتاوی کا مجموعہ بہ نام فتاویٰ نقشبندیہ ہے، آپ کی ایک تفسیر زبدۃ التفاسیر ہے، جس کا ایک قلمی نسخہ سعیدی لائبریری تونک (بھارت) ہے۔ قلمی نسخہ ۱۰۶۹ھ کا محررہ ہے کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔ دوسری تفسیر بہ نام شرح القرآن بھی ہے جو فارسی میں ہے اس کا ایک نسخہ سعیدیہ لائبریری ٹونک میں ہے، کرم خوردہ نسخہ حضرت محمد زاہد الحسینی کی ذاتی لائبریری اٹک میں موجود ہے، وفات ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔

۲۴: شیخ جعفر بن جلال گجراتی رحمہ اللہ

آپ نے علم تفسیر میں کئی رسائل لکھے اور آپ پورا قرآن مجید صرف ۵۴ ساعات میں لکھ لیا کرتے تھے ۱۰۸۵ھ کو وفات ہوئی۔

۲۵: شیخ یعقوب صرفی رحمہ اللہ

آپ کی لکھی ہوئی قرآن حکیم کی تفسیر عربی میں ہے، مخطوطہ ۱۰۷۱ مخطوطات شیرانی میں موجود ہے ۱۰۸۵ھ میں وفات ہوئی۔

۲۶: مولانا یعقوب بنانی

شاہ جہان دور میں لاہور میں پیدا ہوئے بخاری شریف کی شرح بہ نام خیر جاری لکھی اور تفسیر بیضاوی کا مفصل حاشیہ لکھا، جس کا مکمل نسخہ دو جلدوں میں محررہ ۱۱۷۵ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات ۱۰۹۰ھ کو ہوئی۔

۲۷: اسمٰعیل بن محمد بن قونوی رحمہ اللہ

ترکی کے مشہور شہر قونیہ میں پیدا ہوئے تفسیر بیضاوی کا عظیم حاشیہ لکھا جو سات جلدوں میں مطبع عامرہ سے شائع ہو چکا ہے قلمی نسخہ مکتوبہ ۱۱۹۴ھ کتب خانہ فاضلیہ میں موجود ہے، وفات ۱۰۹۵ھ میں ہوئی۔

۲۸: شیخ عبدالواجد بن کمال الدین رحمہ اللہ

بھارت کے شہر سنبھل میں پیدا ہوئے کافی عرصہ حجاز میں علوم اسلامیہ کی خدمت کی، پھر وطن لوٹ آئے قرآن عزیز کی فارسی میں ایک تفسیر لکھی سنبھل ہی میں وفات پائی۔

۲۹: سید عبداللہ بن احمد اشرفی رحمہ اللہ

آپ کو علم وعمل کی دولت عطاء ہوئی تھی، تفسیر بہ نام المصابیح الساطعۃ الانوار المجموعۃ من تفسیر الائمۃ الکبار لکھی اس میں یہ جدّت کی کہ تفسیر کی ابتداء آخری پارہ سے کی، گیارہویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

بارہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: خضر بن عطاء رحمہ اللہ

موصل سے مکہ مکرمہ میں آکر تدریس کی علوم اسلامیہ اصول وتفسیر میں مہارت رکھتے تھے، تفسیر کشاف اور تفسیر بیضاوی میں ذکر شدہ علمی ولغوی مسائل کے شواہد کی شرح لکھی ۱۱۰۷ھ کو فوت ہوئے۔

۲: شیخ محمد بن جعفر رحمہ اللہ

گجرات میں ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے، احمد آباد میں اقامت اختیار کی، قرآن مجید کی ایک تفسیر فارسی بروایت اہل بیت لکھی اور ایک مختصر تفسیر بزبان عربی جلالین کی طرز پر لکھی احمد آباد ہی میں ۱۱۱۱ھ کو فوت ہوئے۔

۳: نعمت خان رحمہ اللہ

دور عالمگیری کے محقق عالم تھے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی میں لکھی جس کا نام نعمت عظمیٰ رکھا، وفات ۱۱۲۱ھ کو ہوئی، مشکوٰۃ شریف کی ایک شرح بہ نام زینۃ المشکوٰۃ بھی لکھی ہے۔

۴: شیخ جمال الدین ولد رکن الدین رحمہ اللہ

احمد آباد میں پیدا ہوئے آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۴۲ ہے، حاشیہ تفسیر مدارک، حاشیہ بیضاوی، حاشیہ تفسیر محمدی، حاشیہ تفسیر حسینی اور دو تفاسیر خود بھی لکھی ہیں ایک مختصر اور ایک مفصل جس کا نام تفسیر نصیری ہے، ۱۱۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

۵: علامہ غلام نقشبندی عطاء اللہ رحمہ اللہ

قرآن کریم کے ربع اول کی تفسیر بہ نام تفسیر الانوار لکھی، سورۃ الاعراف کی مستقل تفسیر بھی لکھی، ۱۱۲۶ھ کو وفات ہوئی۔

۶: ملاجیون

اصلی نام شیخ احمد رحمہ اللہ تھا، المعروف صالحی جی اورنگ زیب عالمگیر نے آپ سے کئی دینی کتابیں پڑھیں، دہلی میں وفات ہوئی، تفسیر احمدی کا

اُردو میں ترجمہ کتب خانہ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ حیدر آباد دکن مخطوطہ ہے، اس کا نمبر کتب خانہ نمبر ۱۵۸ ہے اور اب طبع بھی ہو گیا ہے۔

۷: امان اللہ بن نور اللہ حنفی رحمہ اللہ

اورنگ زیب رحمہ اللہ نے آپ کو حلقہ لکھنؤ کا صدر مقرر کر دیا تھا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا ۱۱۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔

۸: مفتی شرف الدین رحمہ اللہ

زمانہ عالمگیری میں دربار سلطانی کے مقرب تھے تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا، ۱۱۳۴ھ کو وفات ہوئی۔

۹: شیخ عارف اسمٰعیل حنفی بروسی رحمہ اللہ

مستقل مفصل تفسیر بہ نام روح البیان لکھی جو دس جلدوں میں کئی بار طبع ہو چکی ہے، واعظانہ اور ناصحانہ طرز اختیار فرمائی ہے، انتقال ۱۱۳۷ھ کو ہوا۔

۱۰: شیخ فتح محمد رحمہ اللہ

الہ آباد کے قریب بستی سیدانہ میں پیدا ہوئے، تفسیر محمدی لکھی اور ایک تفسیر تصوف کے مسائل پر بھی لکھی ۱۱۴۳ھ کو فوت ہوئے۔

۱۱: شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمہ اللہ

دہلی میں ولادت ہوئی، طلب علم کیلئے حجاز مقدس میں رہے پھر دہلی میں مصروف درس ہو گئے، تفسیر القرآن بالقرآن لکھی ۱۱۲۵ھ کو تکمیل ہوئی، اس کے آخر میں تحریر فرمایا "کنت استمد من البیضاوی والمدارک والجلالین والحسینی" اس تفسیر کا قلمی کامل نسخہ محررہ ۱۲۶۸ھ کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں میں موجود ہے، وفات دہلی ہی میں ۱۱۴۳ھ کو ہوئی۔

۱۲: سید عبد الغنی نابلسی حنفی رحمہ اللہ

آپ نے عراق اور مصر کے علماء کرام سے استفادہ کیا، آپ کا درس تفسیر بیضاوی مشہور تھا آپ نے اس تفسیر کی ایک شرح لکھی جس کا نام التحریر الحاوی شرح تفسیر البیضاوی ہے، دمشق میں ۱۱۴۳ھ کو انتقال فرمایا آپ کی تصانیف میں مفید ترین معلوماتی کتاب بہ نام ذخائر المواریث فی الدلالته علی مواضع الحدیث چار جلدوں میں ہے جو کہ مطبوعہ ہے۔

۱۳: شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ

آپ کا حافظہ بے نظیر تھا، تفسیر بیضاوی کا کامیاب حاشیہ لکھا ۱۱۴۳ھ میں وفات پائی، ایک تفسیر بہ نام ثواقب التنزیل لکھی جو حجم اور طرز تفسیر میں جلالین کی طرح ہے۔ وفات ۱۱۴۶ھ کو ہوئی۔

۱۴: مولانا محمد حکم بریلوی رحمہ اللہ

ولادت بریلی میں ہوئی، محقق عالم باعمل اور مدرس تھے، قرآن عزیز کی دو تفسیریں لکھیں ایک عربی زبان میں ہے جس کا نام محکم التنزیل ہے ایک فارسی زبان میں ہے جسکا نام الحسنی ہے وفات ۱۱۵۰ھ کو ہوئی۔

۱۵: شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری رحمہ اللہ

آپ جامع شریعت و طریقت عالم تھے، قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ اور حاشیہ بھی ہے آپ کی وفات ۱۱۵۲ھ کو لاہور میں ہوئی، قلمی ترجمہ اور حاشیہ مولوی نور محمد سرحدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ پشاور میں موجود ہے۔

۱۶: مولانا نور الدین احمد آبادی رحمہ اللہ

گجرات کے صدر اکرم الدین رحمہ اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ سے آپ کیلئے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا تھا، آپ کی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو ہے قرآن مجید کی ایک تفسیر بھی ہے ۱۱۵۵ھ کو احمد آباد میں فوت ہوئے۔

۱۷: مولانا عابد لاہوری رحمہ اللہ

آپ محمد شاہ کے دَور حکومت کے عالم باعمل زاہد اور متقی تھے، تفسیر کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے آپ کی تصانیف میں تفسیر بیضاوی کا حاشیہ ہے اور ایک مستقل تفسیر بھی لکھی۔ ۱۱۶۰ھ کو فوت ہو گئے۔

۱۸: شیخ محمد ناصر الہ آبادی رحمہ اللہ

آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں ایک تفسیر احکام القرآن ہے آپ کی وفات ۱۱۶۳ھ کو ہوئی۔

۱۹: شیخ ولی اللہ مجددی رحمہ اللہ

حضرت محمد سعید مجددی سرہندی رحمہ اللہ کے پوتے تھے اور کوٹلہ فیروز شاہ میں مقیم تھے، تصوف میں راسخ قدم ہونے کے علاوہ صاحب علم تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بھی لکھی۔ کوٹلہ ہی میں ۱۱۶۶ھ کو وفات پائی۔

۲۰: سید محمد وارث بنارسی رحمہ اللہ

عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانہ میں بنارس کے قاضی تھے، داہنی ہتھیلی پر جلی کے نیچے سبز کلمات سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہوا تھا ہر شخص بہ آسانی پڑھ سکتا تھا بدن سے ہر وقت خوشبو آتی تھی لقب رسول نما تھا، شرح وقایہ کا حاشیہ اور قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی، وفات ۱۱۶۶ھ کو ہوئی۔

۲۱: مخدوم عبد اللہ رحمہ اللہ

مرجع خلائق تھے وعظ و بیان بھی فرماتے تھے صاحب قلم بھی تھے تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو تک ہے، قرآن مجید کی تفسیر سندھی زبان میں کی جس کا نام تفسیر ہاشمی ہے۔ بمبئی سے ۱۳۳۰ھ کو طبع ہو چکی ہے وفات ۱۱۷۴ھ کو ہوئی۔

۲۲: شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم دہلوی رحمہ اللہ

آپ گوہر یکتا حجۃ اللہ فی الارض ہیں، اسم گرامی قطب الدین رکھا گیا،

حجاز مقدس میں قیام رہا شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم الکروی رحمہ اللہ المدنی سے سند حدیث حاصل کی، وطن تشریف لا کر تدریس اور اشاعت علوم اسلامیہ فرمائی حضرت مظہر جانجاناں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام کرہ ارض کی سیر مثل کف دست کرائی میں نے اپنے زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا کوئی نہیں پایا"۔ حضوری کا شرف حاصل تھا جس کا ذکر آپ کی کتاب فیوض الحرمین اور الدر الثمین میں موجود ہے، قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ لکھا اور حاشیہ پر تفسیری نوٹ بھی فارسی میں لکھے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی مستقل تفاسیر بھی لکھیں آپ کا وصال ۱۱۷۶ھ کو ہوا مزار پرانوار دہلی میں ہے۔

۲۳: مولانا رستم علی قنوجی رحمہ اللہ

علوم قرآن سے خاص شغف تھا، جلالین کی طرز پر قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام تفسیر صغیر لکھی بریلی میں ۱۱۷۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۴: شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی رحمہ اللہ

صرف پارہ عم کی تفسیر لکھی ہے زیادہ قبولیت حاصل ہوئی، اُردو میں قرآن کریم کا یہ ترجمہ سب سے زیادہ قدیم ہے کلکتہ میں طبع ہوا جس کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اُردو حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ ۱۲۶۰ھ میں کلکتہ سے طبع ہوا۔ وفات ۱۱۸۴ھ کو ہوئی۔

۲۵: الشیخ الکبیر اہل اللہ بن شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ

آپ نے علوم اسلامیہ اپنے بڑے بھائی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے پڑھے، قرآنی علوم کے ساتھ خاص لگاؤ تھا، طب میں مہارت تھی، آپ کی چند تصانیف میں سے ایک کی قرآن عزیز کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر بھی ہے ۱۱۸۷ھ کو انتقال فرمایا۔

۲۶: قاضی احمد بن صالح صنعانی رحمہ اللہ

آپ کو تفسیر قرآن عزیز میں مہارت حاصل تھی، تفسیر کشاف کا کامیاب حاشیہ لکھا ۱۱۹۱ھ کو وفات پائی۔

۲۷: سید علی بن صلاح الدین الحسینی رحمہ اللہ

آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے درر الاصداف المنتقاۃ من سلک جواھر الاسعاف بھی ہے جو کہ بیضوی اور کشاف میں ذکر شدہ عربی محاورات اور استدلالی اشعار کی شرح ہے، مفسر کی وفات صنعاء یمن میں ۱۱۹۱ھ کو ہوئی۔

۲۸: شاہ غلام مرتضی بن شاہ محمد تیمور الہ آبادی رحمہ اللہ

آپ نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا، مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور موجود ہے، اس کی تالیف ۱۱۹۴ھ میں ہوئی، تفسیر مرتضوی بھی واللہ اعلم۔

جیسا کہ مؤلف کے شعر سے واضح ہے

دل لگا کہنے بوقت اختتام — اس کا رکھ تفسیر مرتضوی تو نام

۲۹: علی بن محمد دمشقی رحمہ اللہ

سلیمی کے نام سے مشہور تھے شیخ عمر رومی نے تفسیر بیضاوی کی شرح لکھنی شروع کی اسراء تک پہنچی تکمیل سلیمی نے کی ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہم۔

تیرہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: منعم خان رحمہ اللہ

مراد آباد کے عالم دین تھے، فارسی میں تفسیر لکھی ۱۲۰۱ھ کو وفات ہوئی۔

۲: مولانا وحید الحق پھلواری رحمہ اللہ

آپ تحریک آزادی کے مجاہدین علماء میں سے تھے آپ نے تفسیر میں بیضاوی شریف کی تعلیقات لکھیں۔ ۱۲۰۱ھ کو وفات پائی۔

۳: سلیمان بن عمر بن منصور الازہری رحمہ اللہ

آپ جمل کے لقب سے مشہور تھے۔ جلیل القدر علماء میں سے تھے، تفسیر جلالین کا جامع حاشیہ لکھا جو جمل ہی کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ وفات ۱۲۰۴ھ کو ہوئی۔

۴: محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

حنبلی مذہب کے مشہور عالم تھے۔ ۱۲۰۶ھ کو وفات پائی، قرآنیات پر آپ کی تصانیف میں استنباط القرآن اور تفسیر القرآن ہے۔

۵: شاہ حقانی رحمہ اللہ

مارہرہ سے آپ کا تعلق تھا اشاعت علوم قرآن کا خاص شوق تھا، تفسیر بنام تفسیر حقانی لکھی ۱۲۰۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۶: ملا محمد سعید گند سود ویم رحمہ اللہ

کشمیر کے مشہور علماء میں سے ہیں آپ کو حدیث اور تفسیر کے ساتھ خصوصی تعلق تھا صحیح بخاری پوری یاد تھی، قرآن عزیز کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جس کا نام مفاتیح البرکات ہے ۱۲۰۸ھ میں وفات پائی۔

۷: عبد الصمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

ارکاٹ شاہی خاندان میں ہونے کے باوجود قرآن کے ساتھ تعلق تھا، دکھنی زبان میں قرآن عزیز کی تفسیر چار جلدوں میں لکھی، نام اپنے باپ کی نسبت سے تفسیر وہابی رکھا، مقدمہ میں وجہ تالیف یوں بیان فرمائی، عربی اور فارسی میں بہت ساری تفسیریں ہیں لیکن دکھنی میں نہیں، تفسیر کا اختتام ۱۱۸۷ھ کو ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جو آل محمد ہیں ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

۸: شیخ اسلم بن یحییٰ بن معین کشمیری رحمہ اللہ

ملا محب اللہ اور شیخ عبدالغنی جیسے جلیل القدر علماء آپ کے حلقۂ درس سے پیدا ہوئے فقہ کی مشہور کتاب جامع صغیر اور الاشباہ والنظائر پر تعلیقات لکھیں، تفسیر جلالین پر جامع تعلیقات مرتب کیں، ۱۲۱۲ھ کو فوت ہوئے۔

۹: السید علی بن ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف میں مفاتیح الرضوان فی تفسیر القرآن بالقرآن ہے ضخیم جلد میں ہے وفات ۱۲۱۳ھ کو ہوئی۔

۱۰: حکیم محمد شریف خان دہلوی رحمہ اللہ

حکمت وطب کے علاوہ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں بھی ممتاز مقام رکھتے تھے منطق کی بلند پایہ کتاب حمد اللہ کا حاشیہ لکھا، قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی اُردو اور فارسی زبان میں لکھی دہلی میں ۱۲۲۲ھ کو وفات پائی۔

۱۱: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ

مرزا مظہر جانجاناں دہلوی قدس سرہ العزیز سے مجاز طریقت ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے آپ کو بیہقی وقت کا خطاب دیا تھا، ایک جامع تفسیر عربی زبان میں لکھی جس کا نام اپنے شیخ کی نسبت سے تفسیر مظہری رکھا جو سات جلدوں میں کئی بار طبع ہو چکی ہے، ندوۃ المصنفین دہلی نے اس تفسیر کا اُردو زبان میں ترجمہ کردیا۔ وفات ۱۲۲۵ھ کو ہوئی۔

۱۲: مولانا سلام الدین فخر الدین دہلوی رحمہ اللہ

حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی اولاد تھے جلالین کا حاشیہ کمالین ہے ۱۲۲۹ھ کو فوت ہوئے۔

۱۳: شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہما

آپ کی تربیت حضرت شاہ عبدالعزیز نے فرمائی، خواب دیکھا کہ آپ پر قرآن عزیز کا نزول ہو رہا ہے، تعبیر یہ ظاہر ہوئی کہ قرآن عزیز کی بے نظیر خدمت کی اور تفسیر موضح قرآن لکھی، انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں تمام تفاسیر کی موجودگی میں بھی ہم تفسیر موضح قرآن سے مستغنی نہیں، سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ترجمہ اور تفسیر بے مثل ہے وفات ۱۲۳۰ھ کو دہلی میں ہوئی، ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری کے شیرانی سیکشن میں موجود ہے، جو کہ ۱۲۴۹ھ کا مخطوطہ نمبر ۱۹۰۱ھ ہے۔

۱۴: سراج الہند شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ

آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھی مگر اکثر جنگ آزادی میں تلف ہوگئی، مولوی حیدر علی آپ کے آخری عمر کے مستفیضوں میں سے تھے، انہوں نے تفسیر مذکور کا تکملہ ستائیس جلدوں میں کیا جو کہ بہت خوب لکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

فمن لی بعد ماوھنت عظامی
اذا اشتد البلاء سواک حامی
وان اک ظالما عظمت ذنوبی
فحبک سیدی ماحی الا ثام
فقد اعطیت مالم یعط احد
علیک صلوٰۃ ربک بالسلام

۱۲۳۹ھ کو وصال فرمایا، شیخ فرید الدین مراد آبادی رحمہ اللہ م ۱۲۲۳ھ نے شاہ صاحب کے تفسیری ارشادات کو ایک کتاب میں جمع کردیا جس کا نام الافادات العزیز یہ ہے۔

۱۵: احمد بن محمد صادی مالکی رحمہ اللہ

"تفسیر جلالین" کا کامیاب حاشیہ لکھا جو چاروں جلدوں میں مطبوعہ ہے، پہلی دفعہ مصر سے طبع ہوا۔ انتقال ۱۲۴۱ھ کو ہوا۔

۱۶: مولانا محمد اشرف لکھنوی

حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی ۱۲۴۴ھ کو فوت ہوئے۔

۱۷: شاہ عزیز الدین قادری نقشبندی رحمہ اللہ

وطن اورنگ آباد تھا، قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام چراغ ابدی لکھی جو صرف پارہ عم اور سورۂ فاتحہ پر مشتمل ہے اس کے تین نسخے حیدر آباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں، تفسیر کی تکمیل ۱۲۴۶ھ ہے۔

۱۸: مولوی ولی اللہ بن مفتی سید احمد علی حسینی رحمہ اللہ

جامع معقولات والمنقولات عالم تھے شعر وشاعری بھی فرمایا کرتے تھے قرآن عزیز کی ایک تفسیر فارسی نظم میں لکھی ہے جس کا نام نظم الجواہر ہے اس کے آخر میں طبقات المفسرین کا ذکر بھی فرمایا تین جلد ہیں۔ وفات ۱۲۴۹ھ میں ہوئی۔

۱۹: حضرت شاہ رفیع الدین قدس سرہٗ

دینی علوم میں یکتائے روزگار تھے، جامع اور مکمل ترجمہ سب سے پہلے آپ ہی نے فرمایا جو ۱۲۰۰ھ میں تکمیل ہوا، مقبول اور مستند ایک تفسیر بھی لکھی ہے جو کہ تفسیر رفیعی کے نام سے ہے، انتقال ۱۲۴۹ھ کو ہوا، ۱۲۷۲ھ۔ ۱۸۵۵ء میں طبع ہوئی، جس کا نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۰: ابو علی محمد ابن علی بن عبداللہ شوکانی رحمہ اللہ

آپ کے والد ماجد یمن کے قاضی تھے، اللہ تعالیٰ نے ذہن ثاقب

عطاء فرمایا تھا، بیس سال کی عمر میں فتویٰ نویسی قاضی القضاۃ مقرر ہو گئے امام منصور باللہ رحمہ اللہ آپ کا بے حد احترام کرتا تھا، سلسلہ نقشبندیہ کے بلند پایہ سالک تھے۔ ۱۲۷ کتابیں تصنیف فرمائیں، نیل الاوطار جیسی مفید کتاب بھی لکھی، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام فتح القدیر لکھی جو چار جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۲۵۰ھ کو ہوئی۔

۲۱: شاہ رؤف احمد نقشبندی رامپوری رحمہ اللہ

حضرت شاہ غلام علی نقشبندی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے، اُردو زبان میں بہ نام تفسیر رؤفی لکھی ۱۲۵۴ھ میں سفر حج کے دوران میں وفات ہوئی۔

۲۲: قاضی عبد السلام بن عطاء الحق رحمہ اللہ

آپ بدایوں کے گرامی قدر عالم تھے، قرآن عزیز کی تفسیر اُردو نظم میں لکھی جس میں دو لاکھ اشعار ہیں تفسیر کا نام زاد الآخرۃ ہے، وفات ۱۲۵۷ھ۔ ۱۲۹۸ھ کو ہوئی، واللہ اعلم۔

۲۳: مفتی محمد قلی کنتوری بن محمد حسین رحمہ اللہ

لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علماء شہر سے اکتساب فیض کیا میرٹھ میں مفتی مقرر ہوئے، آیات احکام کی ایک تفسیر بہ نام تقریب الافہام فی آیات الاحکام لکھی۔ ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

۲۴: سید محمد عثمان میرغنی رحمہ اللہ

مکہ مکرمہ کے علماء کرام میں سے تھے قرآنی علوم سے کافی واقفیت تھی، تفسیر بہ نام تاج التفاسیر لکھی جو کہ ۱۳۱۱ھ میں دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، وفات ۱۲۶۸ھ کو ہوئی۔

۲۵: مفتی محمد یوسف بن مفتی اصغر علی رحمہ اللہ

لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مدرسہ جون پور میں مدرس مقرر ہوئے، کتابوں کی تصنیف کے علاوہ تفسیر بیضاوی پر تعلیقات لکھیں، ۱۲۶۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۶: مولانا جان محمد لاہوری رحمہ اللہ

اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء کرام سے اکتساب فیض کیا، لاہور ہی میں تدریس علوم کا مبارک کام شروع کر دیا، آپ کا وعظ پر تاثیر ہوتا تھا۔ قرآن عزیز کی تفسیر زبدۃ التفاسیر والتذکیر لکھی۔ ۱۲۶۸ھ کو انتقال ہوا۔

۲۷: مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ انصاری رحمہ اللہ

آپ لکھنؤ میں پیدا ہوئے قرآن کریم کی تفسیر بہ نام معدن الجواہر ہے۔ ۱۲۷۰ھ کو انتقال ہوا۔

۲۸: ابو الثناء شہاب الدین بغدادی

آباؤ اجداد کے قصبہ آلوس کی وجہ سے آلوسی کہلائے، آپ بڑے محنتی اور ذہین تھے فراغت علوم کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے پھر احناف کے مفتی اعظم مقرر ہوئے، آپ کی تصانیف میں تفسیر بھی بہ نام "روح المعانی" ہے۔ جو متداول اور مطبوعہ ہے۔ ۱۲۷۰ھ میں فوت ہوئے، شب جمعہ کو خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے دروازے بند کر دینے اور پھر کھول دینے کا حکم فرمایا جس کی آپ نے تعمیل کر دی، پھر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ قرآن عزیز کی تفسیر لکھائی جائے گی چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی اور وزیر اعظم علی رضا نے میرے ہاتھ سے اس تفسیر کا نام روح المعانی رکھا۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا نسخہ استانبول راغب پاشا کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۲۹: مولانا محمد سعید مدارسی رحمہ اللہ

اپنے وطن میں اکتساب علم کے بعد حجاز تشریف لے گئے کافی زمانہ رہ کر علماء عرب سے اکتساب علم کیا، قرآن کریم کی فارسی زبان میں ایک تفسیر لکھی جو چار جلدوں میں ہے۔ ۱۲۷۲ھ کو وفات پائی، سعید آباد میں دفن ہیں۔

۳۰: ظہور علی بن حیدر رحمہ اللہ

لکھنؤ کے جلیل القدر علماء میں سے تھے، آخر عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے اور وہاں بھی علوم اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے قرآن کریم کی ایک تفسیر بھی لکھی حیدر آباد ہی میں ۱۲۷۵ھ کو فوت ہوئے۔

۳۱: مولانا تراب علی بن شجاعت علی رحمہ اللہ

مفتی ظہور اللہ انصاری سے اکتساب علم کیا، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک کے حواشی لکھے، تفسیر جلالین کا حاشیہ بنام ہلالین لکھا ۱۲۸۱ھ میں فوت ہوئے۔

۳۲: مولانا عبد الحلیم بن امین اللہ لکھنوی رحمہ اللہ

اپنے چچا سے اکتساب فیض کے بعد مکہ مکرمہ میں مشائخ سے علوم حدیث و تفسیر پڑھے، ان کی ایک کتاب تعلیقات علی البیضاوی بھی ہے۔ ۱۲۸۶ھ کو انتقال ہوا۔

۳۳: سید حافظ محمد شریف معروف بہ ابی زادہ رحمہ اللہ

ترکی میں شہرستان کے قاضی تھے اور تفسیر قرآن میں کافی مہارت اور عشق تھا، ایک کتاب بہ نام الایات الجلیہ الفرقانیہ و مفتاح التفاسیر الجمیلۃ الفرقانیہ لکھی، جس میں بیضاوی، شیخ زادہ، روح البیان، تفسیر کبیر اور تفسیر ابی السعود کا انتخاب جمع کر دیا۔ ۱۲۸۶ھ تک تو زندہ تھے۔

۳۴: مولوی عبد اللہ بن صبغۃ اللہ مدارسی رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف میں احادیث بیضاوی کی تخریج بھی کی ہے۔ ۱۲۸۸ھ کو فوت ہوئے۔

۳۵: مولانا قطب الدین خان بن محی الدین دہلوی رحمہ اللہ

ممتاز عالم تھے تقوی اور فتوی دونوں میں مشہور تھے، قرآن عزیز کی

ایک تفسیر بھی بہ نام جامع التفاسیر اردو میں لکھی جو مطبوعہ اور دستیاب ہے ۱۲۸۹ھ کو وفات پائی۔

۳۶: مولانا نصیر الدین بن جلال الدین رحمہ اللہ

برہان پور میں پیدا ہوئے خاندانی عالم ہیں، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام التعبیر فی مہمات التفسیر ہے۔ ۱۲۹۳ھ کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

۳۷: مولانا عبدالعلی بن پیر علی نگرامی رحمہ اللہ

آپ امام الاحناف کہلاتے تھے متقی اور متوکل عالم دین تھے۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر آیات القرآن ہے۔ ۱۲۹۶ھ کو وفات پائی۔

۳۸: شیخ محمد بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

آپ نے غزنی سے ہجرت کر کے امرتسر کو اپنا مستقر بنا لیا، حق گوئی کے سلسلہ میں بے شمار تکالیف اٹھائیں تفسیر جامع البیان کا حاشیہ لکھا جو مقبول بین العلماء ہے۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات پائی۔

۳۹: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

کامل وقت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ دیوبند کے قصبہ میں دارالعلوم کا انعقاد کرایا جو آج عالم اسلام کی عظیم ترین درسگاہ ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں ''اسرار قرآنی'' نامی ایک مختصر سا رسالہ بھی ہے جس میں استعاذہ اور معوذتین کی تفسیر ہے، بہ نام ''تفسیر المعوذتین'' دیوبند سے شائع ہو چکا ہے۔ حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کی وفات ۱۲۹۷ھ کو ہوئی، مزار دیوبند میں ہے۔

۴۰: منشی جمال الدین بن وحید الدین رحمہ اللہ

حضرت غلام علی نقشبندی سے اکتساب فیض کے ساتھ ساتھ شیخ محمد آفاق نقشبندی رحمہ اللہ سے مجاز طریقت ہوئے تیس سال کی عمر میں بھوپال چلے گئے وہاں الیہ بھوپال پال سکندر بیگم سے آپ کا نکاح ہو گیا، شہنشاہانہ شوکت حاصل ہو جانے کے باوجود علمی خدمات نہ چھوڑیں علامہ کی تفسیر رحمانی اور شاہ ولی اللہ کی اکثر تصانیف طبع کرائیں۔ ترکی اور پشتو کی تفاسیر طبع کرائیں ترکی زبان کا ترجمہ احمد داغستانی نزیل مکہ مکرمہ سے کرایا تھا جو کہ بھوپال کے سرکاری کتب خانہ میں موجود ہے۔ وفات ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔

۴۱: سید حاجی محمد فوزی ترکی رحمہ اللہ

آپ جلیل القدر عالم تھے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھنی شروع کی سفر حج میں اس کو مکمل کیا، اس تفسیر میں ہر سورۃ کی ابتداء میں تین اشعار فارسی کے ایسے لائے جن میں سورۃ کے مضمون کا خلاصہ ہے، اس تفسیر کا نام الانس المعنوی ہے جو کہ ۱۲۹۹ھ کو طبع ہو چکی ہے۔

۴۲: سید بابا قادری ابن شاہ محمد یوسف رحمہ اللہ

حیدر آباد دکن کے بلند پایہ عالم اور پیر طریقت تھے، آپ کی تصانیف میں قرآن کریم کی تفسیر التنزیل اور تفسیر فوائد بدیہیہ بھی ہے جو کہ پانچ جلدوں میں ہے ابھی تک طبع نہیں ہو سکی، کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔

۴۳: مراد علی ولد حضرت مولانا شیخ عبدالرحمٰن السیلانی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے عالم اور مشہور صوفی تھے، آپ نے پشتو زبان میں تفسیر لکھی جو دو جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ اپنی تفسیر کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

زیرا کہ در جہانست تفاسیر بے شمار　　لیکن نہ بازبان سلیمانی اندآن

تفسیر کی تکمیل ۵ شوال ۱۲۸۲ھ ہے۔

۴۴: خواجہ محمد عبیداللہ ملتانی رحمہ اللہ

آپ کا خاندان عراقی الاصل ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خدام کا خاندان تھا، حتیٰ کہ اس خاندان کی قومیت ہی فقیر قادری مشہور ہو گئی۔

آپ کی پیدائش تقریباً ۱۲۱۹ھ میں ملتان میں ہوئی ابتدائی علوم اپنے والد ماجد سے حاصل کئے پھر حضرت خواجہ خدا بخش ملتانی ثم الخیر پوری سے کافی عرصہ پڑھا اس کے بعد خواجہ قاضی عاقل محمد کوٹوی کے خلیفہ خواجہ گل محمد احمد پوری سے علم حدیث حاصل کیا، بیعت کا شرف حضرت خواجہ خدا بخش رحمہ اللہ سے حاصل ہوا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

آپ علم و تصوف اور خدمتِ خلق میں اپنے دَور کے مشہور ترین بزرگ تھے اور آپ کی اولاد میں بھی اسی طرح علم وخدمتِ خلق کا چرچا رہا، ملتان محلہ قدیر آباد میں مدرسہ عبیدی اور خانقاہ عبیدیہ آپ کی یادگار ہے۔

آپ نے ایک تفسیر قرآن عربی میں لکھی جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی مختصر اور جامع ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔

چودھویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

۱: شاہ عبدالحی احقر بنگلوری رحمہ اللہ

سید احمد شہید قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ سید محمد علی رامپوری سے بیعت کی، وعظ وتذکیر اور تصنیف کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے تیسیر القاری کا اُردو زبان میں ترجمہ کیا جو فیض الباری کے نام سے آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے جنان السیر فی احوال سید البشر بھی لکھی جو کہ چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے، قرآن کریم کی ایک تفسیر بہ نام جواہر التفسیر فی السیر والتذکیر لکھی جو عجیب اور دلکش تفسیر ہے، مدینہ منورہ میں ۱۳۰۱ھ میں وفات پائی۔

۲: مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمہ اللہ

آپ نے مولانا فضل حق رحمہ اللہ بن فضل امام خیر آبادی سے اکتساب فیض

گیا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ اور تفسیر جلالین کا حاشیہ لکھا۔ ۱۳۰۴ھ کو فوت ہوئے۔

۳: عمار علی رحمہ اللہ

آپ سونی پت رئیس تھے مگر علوم دینیہ کے ساتھ تعلق اور شغف تھا، ایک تفسیر بنام تفسیر عمدۃ البیان لکھی ۱۳۰۴ھ کو وفات ہوئی۔

۴: محمود آفندی رحمہ اللہ

آپ دمشق کے مشہور علماء میں سے تھے تفسیر کے ساتھ خاص لگاؤ تھا، دارالاسرار نامی ایک تفسیر لکھی، جو فیضی کی سواطع الالہام کی طرح حروف بے نقاط میں ہے کتاب مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۳۰۵ھ کو ہوئی۔

۵: مولانا نواب سید صدیق حسن رحمہ اللہ

آپ صاحب العلم والقلم تھے، آپ نے زیادہ استفادہ یمنی علماء سے کیا، والیہ بھوپال نے ان سے نکاح کیا، ہر فن اور علم میں کئی تصانیف کیں، قرآن مجید کی تفسیر آیات الاحکام پر نیل المرام نامی لکھی اور مکمل تفسیر قرآن مجید فتح البیان ہے، جو بھوپال اور مصر سے دس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے وفات ۱۳۰۷ھ کو ہوئی، فتح البیان کا اُردو ترجمہ طبع ہو گیا ہے۔

۶: حافظ مولوی محمد بن بارک اللہ رحمہ اللہ

فیروز کے قصبہ لکھو میں پیدا ہوئے۔ فقہ حنفی میں مدلل اور مفصل ایک کتاب بنام انواع بارک اللہ نظم میں لکھی، ایک تفسیر بھی پنجابی نظم میں لکھی، جو تفسیر محمدی کے نام سے سات جلدوں میں مطبوعہ ہے۔ وفات ۱۳۱۱ھ کو ہوئی۔

۷: قاضی احتشام الدین مراد آبادی رحمہ اللہ

آپ جید علماء کرام میں سے تھے، تفسیر اُردو زبان میں لکھی جس کا نام الاکسیر الاعظم ہے اور وہ ۹ جلدوں میں ہے ۱۳۱۳ھ کو وفات ہوئی۔

۸: حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ

آپ برصغیر کے معروف علماء اور صلحاء کرام میں سے تھے، شریعت اور طریقت سے وافر ملا تھا آپ اپنے متوسلین کی تربیت درس قرآن دے کر کرتے تھے ان درسوں کا مولوی تجمل حسین بہاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا، جسے مولانا عبدالباری فرنگی محل نے شائع کیا، ہندی میں کچھ سورتوں کا ترجمہ فرمایا تھا، جو شائع ہو چکا ہے وفات ۱۳۱۳ھ کو ہوئی۔

۹: سید محمد نواوی الجبتنی رحمہ اللہ

نبتن نامی قصبہ میں ۱۲۳۰ھ کو پیدا ہوئے مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالستار دہلوی سے اکتساب فیض کیا پھر مدینہ منورہ، مصر کے اسفار کئے اور پھر آ کر حرم مکہ مکرمہ میں تدریس کا کام شروع کیا، آپ تصانیف کی تعداد ایک سو تک ہے، قرآن عزیز کی ایک تفسیر بنام التفسیر التیسیر لمعالم التنزیل ہے جو کہ آپ کی زندگی میں ہی طبع ہو چکی تھی وفات مکہ مکرمہ میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔

۱۰: مولانا ناصر الدین ابوالمنصور رحمہ اللہ

علوم اسلامیہ میں کافی مہارت تھی، یہود و نصاریٰ کے ساتھ مناظرہ میں بھی یکتا تھے، عقائد اسلامیہ میں راسخ تھے سرسید نے قرآن حکیم کی جو (تحریف معنوی) لکھی ہے اس کے رد میں ایک مستقل تفسیر بہ نام تنقیح البیان فی الرد علی تفسیر القرآن لکھی، وفات ۱۳۲۰ھ کو ہوئی۔

۱۱: شیخ محمد حسن بن کرامت علی امروہی رحمہ اللہ

مولانا فضل خیر آبادی رحمہ اللہ اور مولانا صدر الدین دہلوی سے علوم کی تکمیل کی، آخر عمر میں خانقاہ اجمیری میں معتکف ہو گئے، آپ کو کتب سماویہ تورات، انجیل، زبور وغیرہ پر بھی عبور حاصل تھا، فارسی میں تفسیر لکھی جس کا نام معالم الاسرار ہے، حضرت شاہی کے نام سے بھی مشہور ہے، اُردو تفسیر "غایۃ البرہان" لکھی۔ ۱۳۲۳ھ کو وفات پائی۔

۱۲: مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ سے بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے علوم ظاہریہ اور روحانیہ میں بلند مقام پر تھے، درس و تدریس، تبلیغ وارشاد آپ مجاہد جلیل بھی تھے، دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے، اکثر مشہور محدثین آپ کے شاگرد ہیں، علم حدیث میں بخاری اور ترمذی کی شرح، فقہ میں آپ کا مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رشیدیہ" دینی یادگار ہیں، کئی سورتوں کی تفسیر بھی فرمائی حیات مبارکہ میں ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی اور اب دوسری بار طبع کیا گیا۔

۱۳: فتح محمد تائب لکھنوی رحمہ اللہ

آپ نے لکھنؤ جید علماء سے اکتساب فیض کیا، مدرسہ "رفاہ المسلمین" کھولا، قرآن عزیز کی تفسیر لکھنے کا شوق پیدا ہوا تو کئی مستند تفاسیر کا خلاصہ کیا جو بنام خلاصۃ التفاسیر چار جلدوں میں مطبوعہ ہے، وفات ۱۳۲۷ھ کو ہوئی۔

۱۴: جمال الدین قاسمی الحلاق رحمہ اللہ

دمشق میں علماء عصر سے استفادہ علوم اسلامیہ کیا، کافی عرصہ سرکاری مدرس رہے مصر اور مدینہ منورہ کے سفر کئے بالآخر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے، احیاء العلوم کا اختصار لکھا، قرآن عزیز کی تفسیر محاسن التاویل لکھی جو تفسیر قاسمی مشہور ۱۷ جلدوں میں دستیاب ہے، وفات دمشق میں ۱۳۳۲ھ کو ہوئی۔

۱۵: مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ

شارح مشکوٰۃ قطب الدین خان رحمہ اللہ سے تحصیل علوم کے بعد مکہ مکرمہ جا کر شاہ عبدالغنی قدس سرہٗ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے ساتھ ہی منازل سلوک طے کرنے پر خلافت سے سرفراز ہوئے، تراویح کی نماز حطیم کعبہ میں

بیس رکعات میں پورا قرآن مجید ختم کرلیا کرتے تھے، ۱۳۳۲ھ کو وصال ہوا۔ تفسیر مدارک کی شرح اکلیل لکھی جو سات جلدوں میں طبع ہوچکی ہے۔

۱۶: سردار محمد عباس خان رحمہ اللہ

۱۲۵۲ھ کابل میں ولادت ہوئی آپ کو فن حرب وسپہ گری میں کافی واقفیت تھی، علوم دینیہ اور ادبیہ میں کافی دسترس تھی، قرآن مجید کی تفسیر فارسی تفسیر عباسی لکھی قلمی نسخہ کابل میں ہے۔ وفات ۱۳۳۴ کو کابل میں ہوئی۔

۱۷: مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

۱۲۶۵ھ میں گمتھلہ میں پیدا ہوئے مفتی محمد لطف اللہ رحمہ اللہ، مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ سے اکتساب علوم کیا اور سلوک میں شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے بیعت کی، آپ نے ایک سکول اور ایک یتیم خانہ بھی قائم کیا اور کتاب عقائد اسلام اور ایک کتاب البیان بھی لکھی، جس کا ترجمہ انگریزی میں بھی ہوچکا ہے۔ تفسیر بنام فتح المنان بہ تفسیر القرآن مشہور تفسیر حقانی لکھی، وجہ تصنیف میں یہ لکھا کہ ایک قوم عیسائی دانشمند، آزادی پسند ہندوستان میں آئی تو اپنے ساتھ صدہا جہاز الحاد اور شراب خوری وغیرہ کے بھی بھر کر لائی اول تو یوں ہی مسلمانوں کی حالت خراب تھی اس لئے آزادی اور الحاد کی برانڈی نے تو وہ آفت ڈھائی کہ:

ازاں افیون کہ ساقی درمے افگند　　حرفیاں را نہ سرماند نہ دستار

حمیت اسلامی اور اہل اسلام کی نفع رسانی نے مجھ جیسے بے لیاقت کو مجبوراً اُردو میں ایسی تفسیر لکھنے پر مامور کیا، یہ تفسیر آٹھ جلدوں میں ہے، کئی دفعہ طبع ہوچکی ہے حقانی کی وفات ۱۳۳۵ھ کو ہوئی۔

۱۸: سید امیر علی بن معظم علی حسینی ملیح آبادی رحمہ اللہ

ولادت ۱۲۷۴ھ کو ملیح آباد میں ہوئی۔ آپ نے فیضی کی تفسیر بے نقاط کا مقدمہ اور بخاری شریف، ہدایہ، فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ اُردو زبان میں کیا، قرآن حکیم کی ایک تفسیر تیس جلدوں میں مرتب فرمائی جس کا نام مواہب الرحمٰن ہے کئی مرتبہ طبع ہوچکی ہے ۱۳۳۷ھ کو وفات پائی۔

۱۹: سید احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ

۱۲۵۸ھ میں دہلی میں ولادت ہوئی۔ مولانا نذیر حسین کے پاس تفسیر و حدیث کی تکمیل کی اور طب قدیم بھی پڑھ لی پھر آپ ڈپٹی کلکٹر لگا دیئے گئے احسن التفاسیر لکھی جو سات جلدوں میں ۱۳۲۵ھ کو طبع ہوچکی ہے اس تفسیر کا ایک جامع مقدمہ لکھا جو علم تفسیر کے متعلق ۵۶ مفید عنوانات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوا۔ ”تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام“ اردو ۱۹۳۱ء میں طبع ہوئی۔ ۱۳۳۸ھ کو دہلی میں وفات پائی۔

۲۰: مولانا وحید الزمان بن مسیح الزمان رحمہ اللہ

مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ سے اور مولانا عبدالغنی مجددی مہاجر مدینہ منورہ رحمہ اللہ سے اکتساب کیا، آپ جلیل القدر صاحب قلم عالم تھے۔ آپ کی تفسیر وحیدی اُردو زبان میں ہے اور مضامین قرآن پر کتاب لکھی جس کا نام تبویب القرآن ہے۔ ۱۳۳۸ھ کو فوت ہوئے وقار آباد میں دفن ہیں۔ تفسیر وحیدی قرآن عزیز مترجم کے حاشیہ پر ۱۳۲۴ھ کو طبع ہوچکی ہے۔

۲۱: مولانا محمود حسن شیخ الہند رحمہ اللہ

آپ کا خاندان دیوبند کے قدیمی شیوخ میں سے ہے، ہمعصر علماء میں شیخ الہند کا لقب آپ ہی کے لئے مخصوص رہا۔ قرآن مجید کا ترجمہ تیس سال میں بکوشش والتزام صرف دس پارے غیر مکمل تیار ہوئے تھے، مالٹا کی یکسوئی اور گوشہ نشینی میں دو ہی سال میں کامل ہوگیا۔ کئی مرتبہ طبع ہوا، شاہ فہد سلمہ اللہ مدظلہ العالی کے مطبع مدینہ منورہ میں بھی کافی چھپ کر عالم اسلام میں تقسیم ہوا اور سراہا گیا جزاھم اللہ خیرا آمین۔ افغانستان حکومت نے اس کا فارسی میں ترجمہ شائع کرایا ہے۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کا ترجمہ وتفسیر نہایت مفید ہے۔

۲۲: مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ

اجداد عرب سے آکر سندھ آباد ہوئے بھرچونڈی شریف کے حضرت حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ نے خلافت سے نوازا دینی مدرسہ ایک پریس بھی قائم کیا روحانی کمالات کے ساتھ شیخ المشائخ بہترین ادیب اور شاعر بھی تھے ایک کتاب ”پریت نامو“ یوسف زلیخا کے قصے میں مولانا جامی رحمہ اللہ کی مرتبہ یوسف زلیخا کا عکس جمیل ہے قرآن مجید کا ترجمہ سندھی میں لکھا۔ کئی مرتبہ طبع شدہ ہے۔ ۱۳۴۸ھ کو وصال فرمایا۔

۲۳: شیخ ریاست علی حنفی رحمہ اللہ

شاہجہانپور میں پیدا ہوئے، رام پور میں شیخ وقت ارشاد حسین نقشبندی رحمہ اللہ کے حلقہ میں داخل ہوئے فراغت کے بعد اپنے وطن میں تدریس وتعلیم میں مصروف ہوگئے آپ کی تالیفات میں ”جلالین“ کی شرح ”زلالین“ اور لباب التنزیل فی مشکلات القرآن ہے۔ ۱۳۴۹ھ کو فوت ہوئے۔

۲۴: مولانا سید محمد انور شاہ

۱۳۱۴ھ میں دیوبند سے فارغ ہوئے اور گنگوہ شریف حضرت امام ربانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر آپ نے بجنور، مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہ میں تدریس کرنے کے بعد دیوبند میں تدریس کی۔ آپ ہی کو شیخ الہند رحمہ اللہ جانشین مقرر فرما کر حجاز تشریف لے گئے۔ بے نظیر عالم اور محقق تھے، تقریر ترمذی شریف اور بخاری شریف عربی میں مطبوعہ اور مقبول عند العلماء ہے، تفسیر قرآن کے سلسلے میں آپ کی مرتبہ کتاب ”مشکلات القرآن“ مفید ترین اور جامع کتاب ہے علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے حاشیہ سے مزین طبع ہوچکی ہے۔

۲۵: فتح الدین اذ بر بن حکیم میاں غلام محمد رحمہ اللہ

ولادت خوشاب میں ہوئی مولوی فاضل کے بعد دیوبند میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے اکتساب فیض کیا، حج کے بعد بغداد وغیرہ کا علمی سفر کر کے حیدر آباد میں قیام فرمایا، ''خزینۃ المیراث'' آپ کی علمی یادگار ہے ایک تفسیر ''روح الایمان'' لکھی جو دکن سے شائع ہوئی۔ مقدمہ تفسیر القرآن لکھا جو شائع شدہ ہے، وفات ۱۳۵۶ھ کو خوشاب میں ہوئی۔

۲۶: حافظ محمد ادریس رحمہ اللہ

خاندان علمی تھا، امروہہ اور ڈابھیل کے علاوہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا کمال ذہانت کے مالک تھے پشاور یونیورسٹی شعبہ عربی کے صدر رہے قرآن عزیز کی پشتو زبان میں تفسیر لکھی جس کا نام ''کشاف القرآن'' ہے اور وہ مطبوعہ ہے۔ ۱۳۵۸ھ حادثہ میں شہید ہو گئے۔

۲۷: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

آپ ندوۃ العلماء میں رہے مدرس رہے پھر ایک مطبع قائم کیا دینی کتب کی اشاعت فرمائی، آپ کا روحانی تعلق حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے تھا، آپ نے حضرت کے حالات مبارکہ پر مشتمل ''تذکرۃ الرشید'' لکھا آپ نے قرآن عزیز کا ترجمہ اور حاشیہ لکھا، جس کا ایک ایک کلمہ شیخ الہند رحمہ اللہ کی نظر سے گزرا۔ ۱۳۶۰ھ میں انتقال فرمایا۔

۲۸: مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک ہے قرآن کریم کی ایک مبسوط اور مدلل تفسیر بنام ''بیان القرآن'' لکھی جو متداول اور معتبر ہے بقول قاری محمد طیب رحمہ اللہ ایسی جامع تفسیر ہے کہ قرآنی حقائق کا لب لباب سامنے آ گیا، آپ نے قرآن عزیز کا ترجمہ اور تفسیری حاشیہ بھی لکھا، شائع ہوتا رہا ہے وفات ۱۳۶۲ھ تھانہ بھون میں ہوئی، نور اللہ مرقدہ ورحمۃ اللہ علی ابویہ۔

آپ کے قرآنی افادات کا ایک مجموعہ اشرف التفاسیر ہے چار جلدوں میں یہ دراصل حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی کاوش سے آپ کے ملفوظات خطبات ومکتوبات میں قرآنی آیات کی تشریحات کو یکجا کر کے ترتیب دی گئی ہے۔ بیان القرآن تو خالص علمی اور دقیق تفسیر ہے مگر اشرف التفاسیر عوام و خواص سب کیلئے یکساں مفید ہے یہ نہایت آسان اور عام فہم ہے۔

۲۹: محمد مصطفیٰ مراغی رحمہ اللہ

آپ نے مفتی عبدہ رحمہ اللہ سے اکتساب علم مصر میں قاضی مقرر ہوئے پھر سوڈان کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے بعد میں جامعہ ازہر کے صدر مقرر کئے گئے، قرآن عزیز کی ایک مفصل تفسیر لکھی جو کہ تفسیر مراغی کے نام سے عام دستیاب ہے۔

۳۰: مولانا عبدالرحمٰن امروہی

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے تفسیر و حدیث کے اسباق پڑھے جامعہ اسلامیہ امروہہ کے شیخ الحدیث والتفسیر رہے ۱۳۶۷ھ کو وفات پائی، تفسیر بیضاوی پر آپ کا جامع اور کامیاب حاشیہ ہے۔

۳۱: مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

دارالعلوم دیوبند کے مقتدر اور مشہور علماء میں سے تھے، تحریک پاکستان کو فروغ دیا۔ ۱۳۶۹ھ کو فوت ہوئے، مزار کراچی میں ہے، صحیح مسلم کی شرح بنام ''فتح الملہم'' عربی زبان میں تحریر فرمائی اور آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ ''تفسیر عثمانی'' کیلئے جس کا ترجمہ تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے مکمل فرمالیا مگر فوائد اور حواشی صرف سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء ہی کے مرتب کر سکے تھے چنانچہ اس کے باقی فوائد آپ نے مرتب فرمایا۔

۳۲: خواجہ حسن نظام دہلوی رحمہ اللہ

۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے آپ کا روحانی سلسلہ نظام الدین اولیاء سے ملتا ہے، بیعت تونسہ شریف کے شاہ اللہ بخش رحمہ اللہ سے تھی مصر، عراق، شام وغیرہ کا علمی اور تبلیغی سفر کیا، آپ کو شمس العلماء کا خطاب بھی ملا، اُردو میں ایک تفسیر لکھی جو ''تفسیر نظامی'' کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے، وصال ۱۳۷۲ھ کو ہوا، ایک تفسیر ہندی لکھی جو اس قرآن عزیز کے حاشیہ پر ہے اور اورنگزیب رحمہ اللہ کے قلم سے ہے یہ تفسیر ۱۹۲۸ء کو طبع ہوئی اس کا ایک نسخہ پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔

۳۳: محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ

مسلکا اہلحدیث تھے اپنے مکتب فکر کے علاوہ دوسرے مکاتیب فکر کے ہاں بھی آپ کا احترام تھا آپ کا محبوب مضمون قرآنیات تھا، اعجاز القرآن، تفسیر القرآن اور عبداللہ چکڑالوی کا رد بھی لکھا، تین پاروں کی مستقل تفسیر بھی بنام ''تبصیر الرحمان'' لکھی جو مطبوعہ ہے۔ ۱۳۷۵ھ کو وفات پائی۔

۳۴: مولانا محمد اکرم رحمہ اللہ

آپ دینی وعصری تعلیم سے لیس تھے قرآن کریم کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا اور حواشی بھی تحریر کئے، وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی، اسلام بنگال میں آٹھویں صدی میں پہنچا ہے، مگر کلام الٰہی کو غیر عربی میں تعبیر کرنا مسلمانوں کے ہاں گناہ سمجھا جاتا تھا، اسی خوش اعتقادی کا شکار بنگالی مسلمان بھی تھے، سید سلطان (م ۱۰۵۶ھ) اپنی بنگلہ کتاب ''وفات رسول'' میں لکھا، علماء مجھے منافق کہتے ہیں کہ میں نے ہندوانی زبان میں لکھ کر دین کو ناپاک کر دیا ہے، تذکرہ صوفیائے بنگال ص ۲۳۵۔ سب سے پہلے ایک ہندو نے قرآن مجید کا ترجمہ بنگلہ زبان میں کیا، مولانا لکھتے ہیں قرآن کریم کا بنگلہ زبان میں ترجمہ

کر رہا ہوں، کوئی مسلمان پڑھا لکھا اس کام کیلئے ملتا ہی نہیں۔

۳۵: شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد سید حبیب اللہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے خلیفہ تھے، آپ نے مسجد نبوی میں درس حدیث دیا تحریک آزادی ہند مالٹا میں اسیر کر دیئے گئے، تفسیر قرآن عزیز میں بھی آپ ممتاز تھے، ترمذی اور بخاری شریف کے درس میں اسلامی علوم کے دریا بہا دیتے تھے، مدینہ اور اسارت مالٹا میں تفسیر قرآن عزیز کی طرف پوری توجہ فرمائی، حق گوئی کے جرم میں مراد آباد اسیر فرنگ تھے تو وہاں درس قرآن دیا کرتے تھے، آپ کا یہ درس کتابی شکل میں بہ نام ''مجالس سبعہ'' طبع ہو چکا ہے ایک دروس القرآن بھی شائع ہو چکا ہے جس کی جمع و حواشی مولانا سید محمد میاں رحمہ اللہ نے فرمائی، آپ کا وصال ۱۳۷۷ھ دیو بند میں ہوا۔

۳۶: مولانا عبداللطیف بن اسحٰق سنبھلی رحمہ اللہ

آپ نے علی گڑھ اور حیدر آباد میں خدمت علوم کی ترمذی شریف کی شرح لکھی اور تفسیری موضوع پر مشکلات القرآن اور تاریخ القرآن لکھی، ۱۳۷۹ھ میں علی گڑھ میں وفات پائی۔

۳۷: مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ

دہلی کے علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے، سحبان الہند لقب ہے، جمعیت علماء ہند کے صدر رہے، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا مشہور ہیں، قرآن عزیز کا ترجمہ بہ نام کشف القرآن اور تفسیر لکھی ہے جس کا نام تسہیل القرآن اور تیسیر القرآن ہے یہ تفسیر دو جلدوں میں ہند پاکستان میں بھی شائع ہو چکی ہے، ۴ دسمبر ۱۹۶۰ء کو واصل باللہ ہو گئے۔

۳۸: مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ

۱۲۹۳ھ روحانی سلسلہ میں ابو احمد مجددی بھوپالی سے بیعت تھے، آپ کی عظیم دینی درسگاہ دار المبلغین لکھنؤ میں ہے جہاں علماء کو فرق باطلہ کے دفاع کیلئے تعلیمی طور پر تیار کیا جاتا ہے۔ ۱۳۸۱ھ کو وفات ہوئی، قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور کئی سورتوں کی تفسیر بھی لکھی۔

۳۹: السید عبدالحمید خطیب رحمہ اللہ

پاکستان میں سعودی عرب کے پہلے سفیر بنے پہلے مکہ مکرمہ میں شیخ الحرم تھے، سلطان عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سوانح ''الامام العادل'' ۲ جلد میں لکھی، قرآن کریم کی ایک مختصر مگر جامع تفسیر لکھی جس کی چند جلدیں بہ نام ''تفسیر الخطیب'' شائع ہو چکی ہیں۔ ۱۳۸۱ھ کو انتقال فرمایا۔

۴۰: شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

حضرت دین پوری سے بیعت کا شرف حاصل ہوا، انجمن خدام الدین کی داغ بیل ڈالی اور ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم جاری فرمایا، قرآن کریم کا ایک ایسا جامع ترجمہ ہے جس کو تمام علماء نے مفید قرار دیا ہے۔ ۱۳۸۱ھ لاہور ہی میں وصال فرمایا، آپ کے مزار پر انوار سے عرصہ تک خوشبو آتی رہی۔

۴۱: عبدالقدیر صدیقی بن فضل اللہ حیدر آبادی رحمہ اللہ

آپ نے تفسیر قرآن عزیز بہ نام ''تفسیر صدیقی'' تحریر فرمائی جو مطبوعہ اور مقبول عام ہے۔ وفات ۱۳۸۲ھ کو ہوئی۔

۴۲: مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ

آپ نے انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے دورہ حدیث پڑھا، آپ نے جامع کتاب ''قصص القرآن'' لکھی جو چار جلدوں میں مطبوعہ ہے، وصال ۱۳۸۲ھ کو ہوا۔

۴۳: علامہ سلیمان ندوی رحمہ اللہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز تھے، جغرافیۂ قرآن عزیز پر ''ارض القرآن'' نامی وہ کتاب ہے جو اس موضوع پر اُردو زبان میں پہلی جامع کتاب ہے، بڑی محنت سے عربی زبان سیکھی ''ارض القرآن'' قرآنی جغرافیہ پر وہ کامیاب کتاب ہے جس سے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دوسرے مفسرین نے فائدہ اٹھایا۔

۴۴: مرحومہ اہلیہ رحمہ اللہ مولانا عزیز گل رحمہ اللہ

مرحومہ انگلستان کے شاہی خاندان سے تھیں عیسائی مذہب کا گہرا مطالعہ کیا مگر روحانی تسکین نہ پاتے ہوئے ہندوستان چلی آئیں، اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا، حضرت کی اہلیہ کی وفات کے بعد ان کے عقد نکاح میں آ گئیں۔ ۱۳۸۷ھ کو انتقال ہوا، قرآن عزیز کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا، کئی وجوہ سے ممتاز ہے، ان شاء اللہ طباعت ہو جائے گی۔

۴۵: محمد امین بن مختار الشنقیطی رحمہ اللہ

آپ علوم اسلامیہ کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے علاقہ کے قاضی مقرر ہوئے، مدینہ منورہ کی زیارت کی، تو یہیں کے ہو گئے ان کا شمار مدینہ منورہ کے بڑے علماء کرام میں ہوتا ہے ان کے بیٹے مدینہ یونیورسٹی میں استاذ ہیں، اور ان کے مشہور تلامذہ میں شیخ عطیہ عالم ہیں جو مسجد نبوی شریف میں درس دیتے ہیں اور محکمہ شرعیہ کے قاضی بھی ہیں، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں درس حدیث و تفسیر دینا شروع کیا، تفسیر بہ نام ''اضواء البیان'' لکھنی شروع کی۔ سورۃ المجادلہ (اولئک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ المفلحون) ۱۳۹۳ھ کو مکہ مکرمہ میں وفات پا گئے، تکمیل آپ کے تلامذہ نے فرما دی جو اب ۹ جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔ رحمہ اللہ

۴۶: مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

تمام علوم کی تعلیم اور تکمیل دار العلوم دیو بند میں کی، ایک عظیم دار العلوم

کراچی کی بنیاد ڈالی پاکستان کے مفتی اعظم قرار دیئے گئے، تفسیر "معارف القرآن" تحریر فرمائی جو آٹھ جلدوں میں مطبوعہ ہے، وفات ۱۳۹۶ھ میں ہوئی، آپ کی تفسیر کا ترجمہ بنگلہ زبان میں بھی رہا ہے اور انگلش میں بھی۔

۴۷: مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

محدث کبیر حضرت انور شاہ سے دورہ حدیث پڑھا اپنے شیخ کے نقش ثانی تسلیم کئے گئے تحریک ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے اور رابطہ عالم اسلامی کے ممبر بھی تھے آپ کے دور امارت میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے، طریقت میں حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت فرمائی۔ ۱۳۹۷ھ کو وفات ہوئی۔ "معارف السنن" شرح ترمذی شریف چھ جلد میں لکھی اور ایک نافع جامع مختصر کتاب "تتمۃ البیان" لکھی جو مشکلات القرآن کے حاشیہ پر اور مستقل بھی طبع ہو چکی ہے۔

۴۸: بادشاہ گل صاحب رحمہ اللہ:

(اکوڑہ خٹک) دار العلوم دیوبند میں سے سند فراغت پائی، حضرت مدنی قدس سرہٗ کو اپنا روحانی پیشوا سمجھتے تھے، ایک دینی مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث رہے، قرآن حکیم کی پشتو تفسیر بہ نام "تفسیر البخاری" لکھی جس کا پہلا پارہ طبع ہو چکا ہے۔ وفات ۱۳۹۸ھ کو ہوئی۔

۴۹: مولانا فضل الرحمٰن پشاوری رحمہ اللہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کشمیری سے دورہ حدیث دو مرتبہ پڑھا، دہلی میں شیخ التفسیر کے عہدہ پر فائز رہے، تقسیم کے بعد خیبر یونیورسٹی میں استاذ اسلامیات مقرر ہوئے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کا ترجمہ اور تفسیر لکھی اور پھر پشتو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ تحریر فرمایا، انتقال ۱۴۰۱ھ کو ہوا۔

۵۰: مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

آپ دَورِ حاضر کے ممتاز علماء میں سے آپ صاحب تصانیف ہیں جو عوام وخواص میں مقبول ہیں۔ ہندوستان و پاکستان میں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ۱۳۹۶ھ میں مدینہ منورہ ہجرت کی اور تفسیر قرآن بنام انوار البیان فی کشف اسرار القرآن لکھ رہے ہیں جس کی پانچ جلدیں ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے دستیاب ہیں۔ اور اب الحمد للہ مکمل تفسیر (آٹھ جلد) کا کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن دستیاب ہے۔

۵۱: شیخ عبد الہادی رحمہ اللہ

اصل باشندے بخارا کے تھے عرصہ دراز سے مکہ مکرمہ میں قیام رہا، شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ مہاجر مدنی کے مرید اور شاہ محمد یعقوب رحمہ اللہ مکی کی طرف سے مجاز بیعت بھی تھے ۱۲۴۸ھ میں حیدر آباد دکن تشریف لائے تھے جبکہ ۸۷ سال کی عمر تھی، قرآن عزیز کی ایک تفسیر لکھی جس کا نام "تحقیق البیان" ہے سال رحلت تاحال معلوم نہیں۔

۵۲: شیخ قاسم افندی قیسی رحمہ اللہ

بغداد میں ۱۲۹۳ھ کو ولادت ہوئی، صاحب ذہن وفکر تھے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا، علوم ظاہریہ اور باطنیہ میں اپنے دور کے گوہر یکتا تھے، کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے "مشکلات القرآن" بھی ہے جس میں الفاظ اور معانی قرآن کریم پر وارد ہونے والے اشکالات کے جوابات ہیں صرف سورہ بقرہ کی تشریح میں آٹھ سو سوالات اور جوابات کو ذکر کیا ہے۔ (تاحال وفات اور تاریخ وفات معلوم نہ ہو سکی)۔

۵۳: مولانا عبد الرحیم صادق رحمہ اللہ

آپ اعلیٰ حضرت الحاج امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے مسترشد مولانا حافظ غلام محمد راندیری (ضلع سورت، بھارت) کے فرزندِ ارجمند ہیں علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد دینی خدمت سرانجام دی اور اپنے والد ماجد کی دلی تمنا کی تکمیل میں قرآن عزیز کا گجراتی زبان میں ترجمہ اور تفسیری فوائد اس طرح مرتب فرمائے کہ آدھے صفحہ میں ایک طرف قرآن عزیز کا عربی متن اور اس کے بالمقابل گجراتی زبان میں ترجمہ فرمایا اور آدھے صفحے میں تفسیری فوائد مرتب فرمائے، یہ قرآن عزیز اس تفسیر کے ساتھ کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے اور گجراتی زبان کے تراجم میں سب سے زیادہ مقبول ہے، مفسر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔

۵۴: مولانا سید محمد عبد الحکیم دہلوی رحمہ اللہ

آپ شیخ شہید مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، دہلی میں ولادت ہوئی اور وہیں ایام حیات گذارے علماء احناف میں سے مشہور عالم تھے اور سلوک میں طریقہ قادریہ کے مجاز تھے آپ نے بڑی بڑی تفاسیر قرآن عزیز کا انتخاب کر کے فارسی زبان میں ایک تفسیر بہ نام "تفسیر الوجیز" لکھی ہے، جس سے فراغت ۱۲۹۳ھ کو ہوئی اور دہلی ہی میں اس کی طباعت ۱۲۹۵ھ کو ہوئی، مفسر کا سال وفات نامعلوم ہے، تفسیر اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے۔

۵۵: مولانا عبید اللہ انور

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہٗ العزیز کے فرزندِ ارجمند اور ان کے جانشین ہیں، اگرچہ کوئی تفسیر تو مرتب نہیں فرمائی مگر اپنے گرامی قدر والد کے جاری کردہ درس تفسیر خواص وعوام کو اسی طرح جاری رکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ دوام بخشے آمین۔

۵۶: حافظ الحدیث مولانا عبد اللہ درخواستی

پاکستان کے ممتاز علماء میں سے تھے آپ نے اگرچہ کوئی تفسیر مرتب

نہیں فرمائی مگر دورۂ تفسیر وسیع پیمانے پر ہوتا ہے جو سند یافتہ علماء پر مشتمل ہوتا ہے، آپ کا قیام خانپور بہاولپور (ڈویژن) میں تھا۔

۵۷: مولانا شمس الحق افغانی

حضرت انور شاہ قدس سرہٗ کے تلمیذ رشید ہیں، دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس وزیر معارف قلات، شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور، ممتاز رکن مشاورتی کونسل وغیرہا اعزازات سے مشرف رہے، آپ نے تفسیر میں مندرجہ ذیل خدمات سرانجام دی ہیں۔ علوم القرآن: یہ کتاب پشاور یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کر لی گئی ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل تین کتب تفسیر کے متعلق ہیں جو تاحال طبع نہ ہوسکیں۔ احکام القرآن، مفردات القرآن، مشکلات القرآن۔

۵۸: مولانا محمد علی صاحب صدیقی

آپ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی کے خواہر زادہ ہیں سیالکوٹ میں ایک دینی ادارہ کے بانی اور متولی ہیں آپ کی زیر نگرانی ماہنامہ ''الرشاد'' شائع ہوتا ہے آپ نے قرآن عزیز کی ایک تفسیر بہ نام معالم التنزیل تحریر فرمائی ہے جو تیس (۳۰) جلدوں میں ہے اس کی چند جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

۵۹: محمد علی صابونی

آپ مکہ مکرمہ میں ''کلیۃ الشرعیۃ والدراسات الاسلامیۃ'' کے استاذ ہیں آپ نے ''احکام القرآن'' کے طرز پر قرآنِ عزیز کی ایک جامع تفسیر بہ نام ''روائع البیان'' تالیف فرمائی ہے جو ''تفسیر صابونی'' کے نام سے مشہور ہے اور دو ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ دورۂ تفسیر اور درجہ تخصیص تفسیر میں داخل نصاب کی جائے۔

۶۰: ڈاکٹر عدنان زرزور

آپ نے اگرچہ خود تو کوئی تفسیر مرتب نہیں کی لیکن آپ کو قرآن عزیز کی تفسیر کے درجہ علیا کے درس وتدریس کے دوران تفسیر ابن جریر طبری کے اس اختصار کا علم ہوا جس کی تلاش میں آپ کئی سال سے تھے جو شیخ ابو یحییٰ محمد بن حمادح الحسینی (م ۴۰۹ھ) کی مرتبہ ہے آپ نے اس کی تصحیح اور تحقیق کے بعد اس کو مصحفِ عزیز کے حاشیہ پر تحریر فرمایا جسے ابوظہبی کے سلطان زاید کے نام ادارہ طباعت ونشر مشروع ''زاید لتحفیظ القرآن الکریم'' نے طبع فرمادیا ہے یہ مصحف شریف بڑی سائز میں جلی حروف کے ساتھ اور متوسط سائز میں بھی طبع ہو چکا ہے۔

۶۱: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ

آپ کی ولادت یکم فروری ۱۹۱۳ء بمطابق یکم ربیع الاوّل ۱۳۳۱ھ کو ہوئی درسِ نظامی اپنے والد محترم اور عم محترم رحمۃ اللہ علیہما سے پڑھا والد صاحب کی وفات کے بعد اپنے علاقہ کے جید علماء کرام مولانا عبدالرحمٰن صاحب شاگردِ رشید حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اور مولانا سعد الدین صاحب شاگرد رشید مولانا عبدالحیٔ لکھنوی سے علوم کی وسطانی کتابیں پڑھیں پھر مدرسہ عالیہ مظاہر علوم اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے جلیل القدر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ۱۳۵۳ھ میں سند فراغت عطا ہوئی، علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے مشورہ سے گورنمنٹ کالجز میں بطور استاذ اسلامیات اور عربی ادب کے کام کیا ۱۹۷۲ء میں سبکدوش ہوا، ایک تصنیفی ادارہ پہلے ہی سے قائم کیا تھا جس میں اپنی تالیفات اور تصنیفات کی اشاعت ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساٹھ تصانیف مطبوعہ ہیں جن میں سے قرآنیات کے موضوع پر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ضرورۃ القرآن (۲) احکام القرآن ا جلد (۳) معارف القرآن ایک جلد (۴) قواعد ترجمۃ القرآن ا جلد (۵) آسان تفسیر جس کی سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۃ النساء طبع ہو چکی ہے۔ (۶) تذکرۃ المفسرین۔

۶۲: محمد اسد نومسلم

۱۹۰۰ء میں ایک یہودی عالم کے گھر پیدا ہوئے اور نام لیو پولو ویس (LEOPOL WEISS) رکھا گیا زندگی کے مختلف منازل طے کرنے کے بعد ۱۹۲۲ء میں بیت المقدس کا سفر کیا اس سفر میں وہ اسلامی تہذیب اور اسلامی اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اس کے بعد ایران اور افغانستان کا سفر بھی کیا، قرآن عزیز اور سیرت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ جاری رکھا حتی کہ برلن میں ایک ہندوستان مسلمان دوست کے پاس جا کر کلمہ شہادت پڑھ کر باقاعدہ مسلمان ہوگئے اور اسلامی نام محمد اسد رکھا گیا عربی ممالک میں ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ سلطان ابن سعود امام کے معتمد اور امام سنوسی کے قاصد کی حیثیت سے بعض نازک مہمیں انجام دیں قیام پاکستان سے پہلے ہندوستان آ گئے تھے اور ایک کتاب ''اسلام آف دی کراس روڈ'' انگریزی میں لکھی تھی، بخاری شریف کے چند پاروں کا ترجمہ بھی انگریزی میں کیا تھا، اور ایک ماہنامہ ''عرفات'' کے نام سے اُردو اور انگریزی میں جاری کیا ممدوٹ وزارت کے زمانہ میں ایک محکمہ تعمیر ملت کے نام سے قائم کیا، پھر یورپ اور امریکہ چلے گئے اب بھی دیار فرنگ ہی میں ہیں، آپ کی تصانیف میں سے ''روڈ ٹو مکہ'' مشہور کتاب ہے جس کا اُردو زبان میں ترجمہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے ''طوفان سے ساحل تک'' کے نام سے فرمایا ہے۔

حال ہی میں قرآن کریم کی ایک تفسیر انگریزی زبان میں لکھی جو انگلستان سے طبع ہو چکی ہے، اس پر ڈاکٹر مولانا عبداللہ ندوی، پروفیسر ملک عبدالعزیز یونیورسٹی مکہ مکرمہ نے تبصرہ فرمایا ہے جو لندن کے ''عربیا'' نامی انگریزی ماہنامہ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تسبیح وتکبیر کہنا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ (الکنز)

۶۳: محمد علی خان رحمہ اللہ

آپ صوبہ سرحد کے ایک ایسے متمول خاندان سے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا دونوں سے نوازا ہے آپ نے مولانا عبداللطیف خان صاحب سے قرآن عزیز کا ترجمی اور تفسیر پڑھی اپنے استاذِ محترم کی تقاریر کو قلمبند کرتے رہے جن کو ترتیب دے کر تفسیر مکمل کرلی آپ کی مرتبہ تفسیر کا نام ''کاشف البیان'' ہے اور یہ اُردو زبان میں ۶ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۶۴: حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ

آپ بہت بڑے عالم تھے حکیم الامت مجدد الملت نے علمی تعاون کے حصول کیلئے آپ کو اپنی خانقاہ میں مقرر فرمایا اور حضرت کو آپ کے علم اور تنقید وتبصرہ پر بہت ہی اعتماد تھا چنانچہ مولانا بھی بے لاگ تبصرہ کیا کرتے تھے کسی نے ان کے ان علمی تبصروں پر نکیر کی تو حضرت حکیم الامت نے فرمایا میں ان کے منشا کو سمجھتا ہوں۔

آپ کی علمی بلند پردازی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ حضرت اب کوئی صاحبِ علم ہے تو آپ نے حضرت حکیم الامت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہاں اس بڈھے میں علم کی کچھ رمق ہے۔

آپ نے ایک تفسیر لکھی جو اب ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کی ہے۔ انتہائی جامع علمی تفسیر ہے، اس تفسیر کا نام ''حل القرآن'' ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں باطل فرقوں کے اعتراضات کے مدلل اور مستحکم جوابات دیئے گئے ہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ نے اس تفسیر کو حرف فاحرف پڑھا اور اس پر تقریظ لکھ کر اس کی خصوصیات واضح کیں۔

۶۵: حضرت محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ

تفسیر بہلوی ملتان سے شائع ہورہی ہیں۔

۶۶: حضرت مولانا محمد موسیٰ جلالپوری رحمہ اللہ

آپ حضرت مولانا فضل علی قریشی مسکین پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے بھی قرآن پاک کی ایک منفرد تفسیر لکھی تھی جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

پندرہویں صدی ہجری کے مفسرین قرآن مجید

ا: حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ

آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی خدمات کوئی ایسی چیز ہے جو ہمارے تعارف کرانے کی محتاج ہو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی جامع صلاحیتوں سے نوازا تھا آپ نے عالمی سطح پر اجتماعی خدمات سرانجام دیں عالمی تعلیمی اداروں اور تنظیموں و جماعتوں کی سرپرستی فرمائی، تاریخ، تفسیر، سیاسیات وغیرہ ہر موضوع پر آپ نے زبان وقلم سے امت کی راہنمائی فرمائی اس لئے بجاطور پر آپ اپنی صدی کے داعی قرآن تھے۔

آپ کے قرآنی افادات بھی الگ مرتب ہوچکے ہیں جن کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔

۲: حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ العالیٰ

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص ہیں، آپ نے گوجرانوالہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس نے اپنی اعلیٰ کارکردگی اور آپ کے برادر محترم حضرت مولانا ابوالزاہد سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کیوجہ سے بہت شہرت ومقبولیت پائی، آپ نے جامع مسجد نور گوجرانوالہ میں ایک عرصہ سے خطابت ودروس القرآن کا سلسلہ شروع کیا، آپ کے دروس القرآن نہایت مفید ہیں، قرآنی آیات کے تحت اس کے متعلقات کو خوب اچھی طرح بیان فرماتے ہیں آپ کے ایک متعلق الحاج لعل دین نے ان دروس کو مرتب کیا جو معالم العرفان فی دروس القرآن کے نام سے معروف اور دستیاب ہیں اس کے علاوہ بھی آپ صاحب تصانیف ہیں، نماز مسنون کلاں بہترین کتاب لکھی، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کئی کتب کی شروح بھی لکھیں۔

۳: اشرفُ التفاسیر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے جملہ خطبات ملفوظات اور تقریباً جملہ تصانیف سے منتخب سینکڑوں الہامی تفسیری نکات۔

تقدیم وکاوش: شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

۴: حضرت الحاج عبدالقیوم مہاجر مدنی

آپ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مسترشد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو متقیانہ طبیعت عطاء فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے دل میں امت مسلمہ کی اصلاح وتربیت کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس لئے آپ ہروقت علمائے حق کی زیر سرپرستی مسلمانوں کیلئے تعلیمی واصلاحی کتابوں کی ترتیب کی فکر میں رہتے ہیں چنانچہ آپ کی فکر ودرد کے نتیجہ میں چند مفید وشاہکار تالیفات وجود پذیر ہوئی ہیں جن کا ہم مختصر اً تعارف کراتے ہیں۔

گلدستہ تفاسیر

چھ مستند تفاسیر، تفسیر عزیزی، تفسیر مظہری، تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن حضرت مولانا مفتی اعظم محمد شفیع صاحب، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے اقتباسات اور مکمل تفسیر عثمانی کا مجموعہ ہے، تمام تفاسیر سے ضروری

ضروری مضامین نہایت آسان انداز میں پیش کئے گئے ہیں ساتھ ساتھ مزید بصیرت افروز کام یہ بھی کیا کہ مختلف مقامات پران مقامات کی تصویریں بھی دیدی گئی ہیں جن کا قرآن میں تذکرہ ہے، آخر میں چودہ سوسالہ مفسرین اوران کی تفسیری خدمات کے تعارف پرمبنی رسالہ تاریخ تفسید ومفسرین بھی ہے سات جلدیں اعلیٰ طباعت کے ساتھ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان نے شائع کی ہیں۔

درس قرآن (تعلیمی)

یہ بھی مسلمان عوام وخواص کیلئے ایک نہایت مفید تفسیری تالیف ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ عوام کوقرآن کے معنی ومطلب کی تعلیم دی جاسکے قرآنی آیات کے چھوٹے چھوٹے حصوں کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کے بعد اس کے مشکل الفاظ کے معنی ووضاحت اور پھر آیت کی تفسیر نہایت آسان اور مختصر انداز میں دی گئی ہے اسی طرح پھر پورے قرآن مجید کومتعدد درسوں میں تقسیم کردیا گیا ہے ہر درس زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کا ہے، اس طرح اگر آپ اپنے گھر میں گھر والوں کے سامنے، یا اپنے احباب کو جمع کر کے ان کے سامنے یا مسجد میں یہ درس قرآن سامنے رکھ کر دس پندرہ منٹ روزانہ ان کو درس دیں تو ان شاءاللہ روزانہ دس پندرہ منٹ صرف کر کے آپ اپنے احباب واقارب کومکمل قرآن کریم کے معنی ومطلب کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کی کتاب دینی دسترخوان تین جلدوں میں اور تعمیر انسانیت دوجلدوں میں مقبول عام ہو چکی ہیں۔آپ کی تمام تالیفات کی اعلیٰ طباعت کا اہتمام ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان نے کیا ہے۔


الله
الله أكبر
محمد
محمد رسول الله
بسم الله الرحمن الرحيم



1





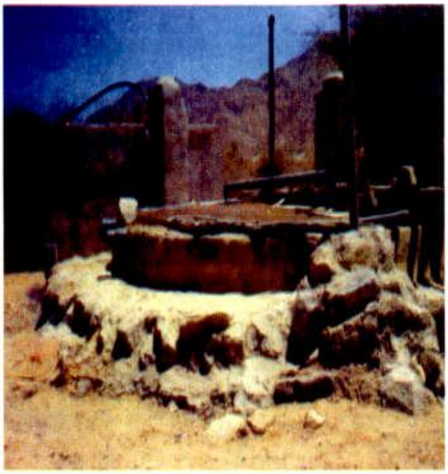
وہ مقام جہاں پر غزوۂ تبوک سے واپسی کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے کا معجزہ ظاہر ہوا



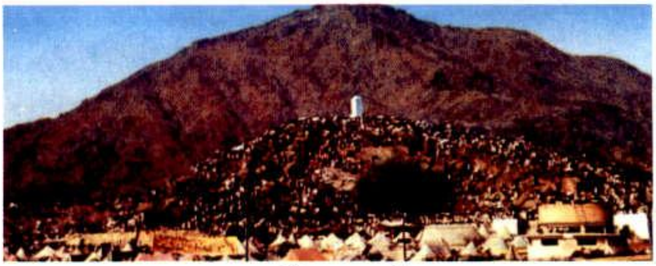
وہ پتھر جس کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا اور چشمہ پھوٹ پڑا



اس چشمہ کا پانی رک رک کر بہہ رہا تھا۔ آپ نے منہ اور ہاتھوں کو دھویا تو چشمہ سے پانی جوش کھا کر ابلنے لگا



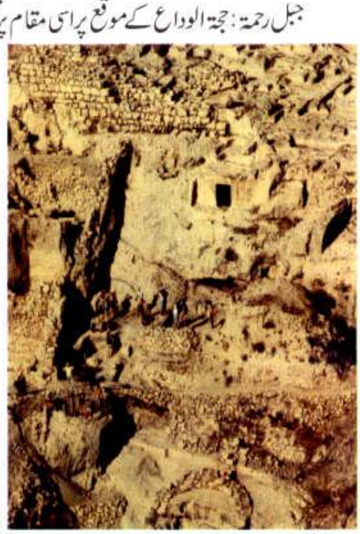
بئر روحا: ایک روایت کے مطابق ستر انبیاء کرام نے اس کنویں کا پانی پیا ہے



جبل رحمۃ: حجۃ الوداع کے موقع پر اسی مقام پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا مژدہ ملا



خندق کی کھدائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے صحابی
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قادسیہ (عراق) میں مزار



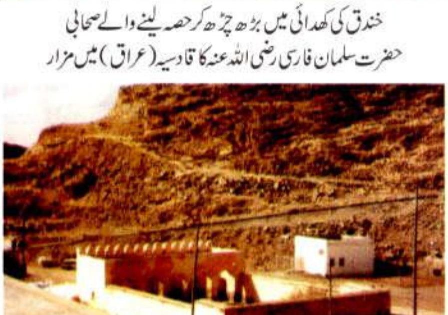
یروشلم میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کے
ذریعہ جو شہر تعمیر کروایا تھا اسے کھود کر برآمد کیا جارہا ہے



عثمانؓ کا کنواں۔ حضرت عثمان غنی نے یہ کنواں
یہودی سے خرید کر مسلمانوں کو دے دیا



طوی کا کنواں: حضور فتح مکہ کی رات یہاں رہے اور صبح
اس کنویں کے پانی سے غسل فرما کر مکہ شہر میں داخل ہوئے



وادیٔ منیٰ میں ''مسجد البیعۃ'' جہاں بیعت اولیٰ وثانیہ ہوئی



ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی قبر دکھائی دے رہی ہے۔ پہلو میں صاحبزادوں کے مزار ہیں



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں رضی اللہ عنہن کے مقابر



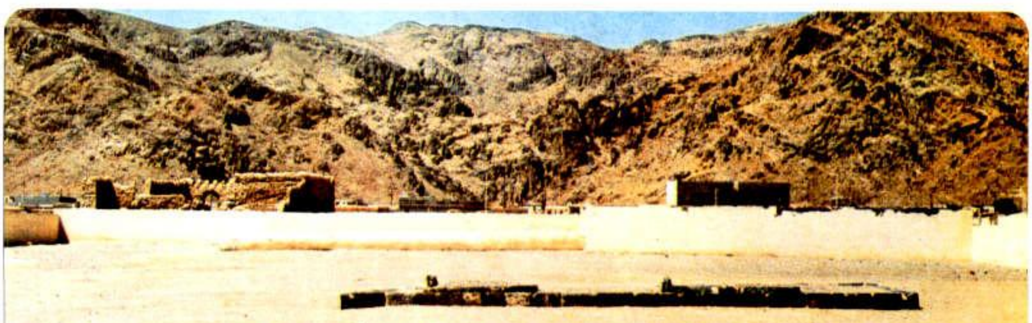
سید عبداللہ بن الامام زین العابدین کا مزار



وہ مکان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کی قبر ہے



مقام شریف حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار



حضرت امیر حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہم کے مزاروں کی موجودہ شکل



الخلیل میں مسجد ابراہیمی جہاں حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب اوران کی بیویاں دفن ہیں



حجرہ مبارکہ: باب حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا



مسکن ومدفن ام ابراہیم سیدنا ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا



حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقفل دروازہ



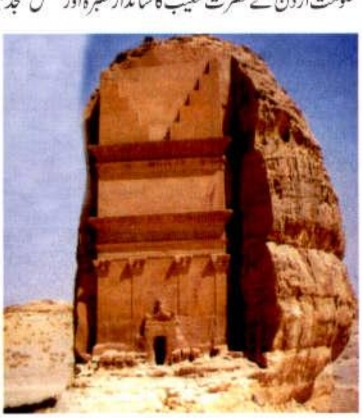
حکومت اردن نے حضرت شعیب کا شاندار مقبرہ اور متصل مسجد تعمیر کروائی



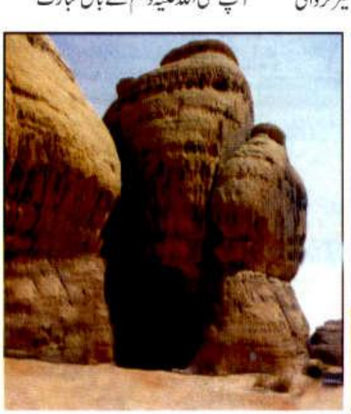
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک



حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وہ گھر جس میں انکی شادی ہوئی' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پیچھے واقع تھا' مسجد نبوی میں دروازہ کی یہ تصویر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسی گھر کی جگہ پر باب جبریل کی طرف واقع ہے۔



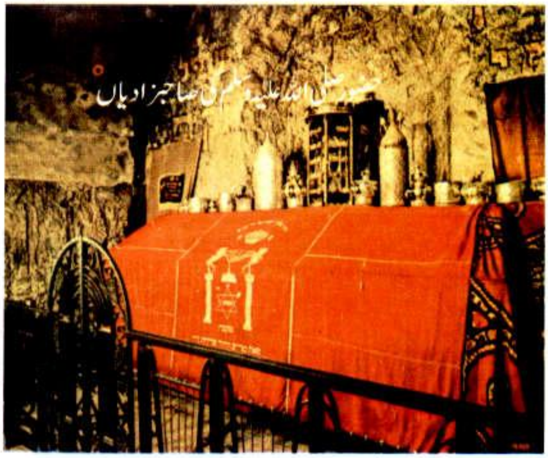
قصر فرید مدائن صالح میں موجود ایک مشہور عمارت



قصر دیوان: بادشاہ کی نشست گاہ جو پہاڑ کو کھود کر مہارت سے تعمیر کی گئی



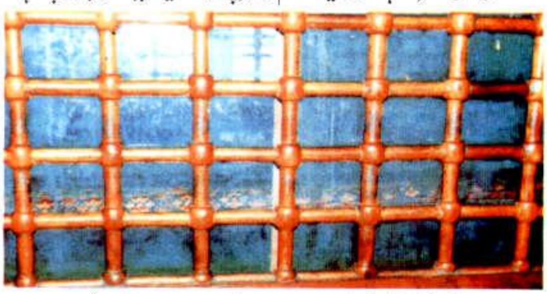
حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار جو موجودہ اردن میں ہے۔ دیواروں پر آیات قرآنی کی خطاطی کے خوبصورت نمونے ہیں



بیت لحم کے غار میں حضرت داؤد علیہ السلام کا مزار
جو بیت المقدس سے دس کیلومیٹر پر فلسطین کا بہت بڑا گاؤں ہے



اردن میں حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر پر گنبد جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہے



غزوۂ خندق میں نمایاں خدمات انجام دینے والے صحابی
حضرت حذیفہ ابن یمان کی مدائن (عراق میں) قبر مبارک





دمشق کی مسجد میں باب صغیر کے قریب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا مزار



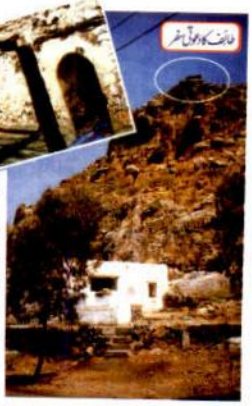
دمشق میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کا مزار



حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مرقد مبارک







مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کے دامن میں یہ مسجد اس مقام پر تعمیر کی گئی ہے جہاں روایات کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کی ایذا رسانی کے بعد کچھ دیر ستانے کے لئے ٹھہرے تھے۔

طائف میں واقع مسجد بلال جہاں روایات کے مطابق محاصرے کے دنوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور باجماعت نماز ادا کی جاتی رہی



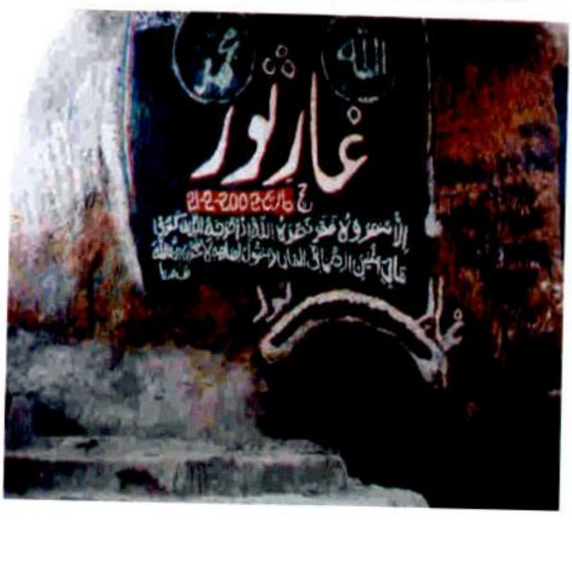
جبل کعبہ جس سے پتھر تراش کر قریش نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی



جبل اُحد کا وہ غار جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زخمی ہونے کے بعد آرام فرمایا



دیوار گریہ جہاں یہودی رو رو کر اپنی عظمت گزشتہ کی واپسی کی دعا کرتے ہیں





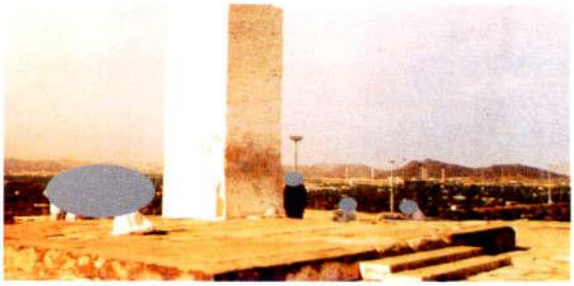
اس باغ کا ایک منظر جہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر ذرا دیر کو آرام فرمایا



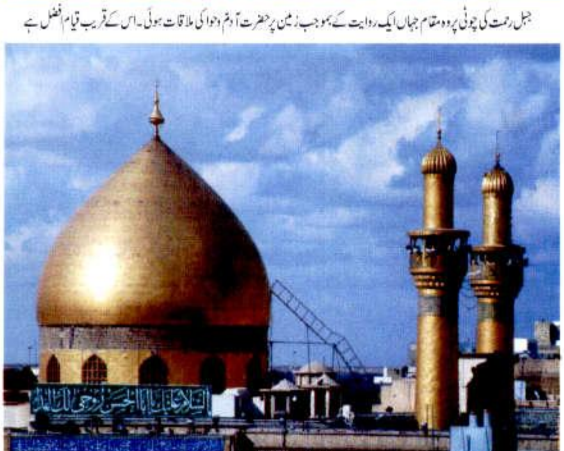
بدر کا قبرستان: دائرے میں دکھائی گئی چاردیواری میں شہداء بدر مدفون ہیں اوپر والے دائرے میں مسجد العریش نظر آرہی ہے



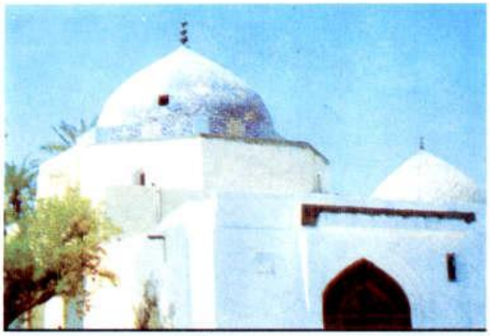
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا وہ مبارک گھر جہاں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل مدینہ منورہ تشریف آوری پر قیام کا شرف بخشا



جبل رحمت کی چوٹی پر وہ مقام جہاں ایک روایت کے بموجب زمین پر حضرت آدمؑ وحوا کی ملاقات ہوئی۔ اس کے قریب قیام افضل ہے



حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن

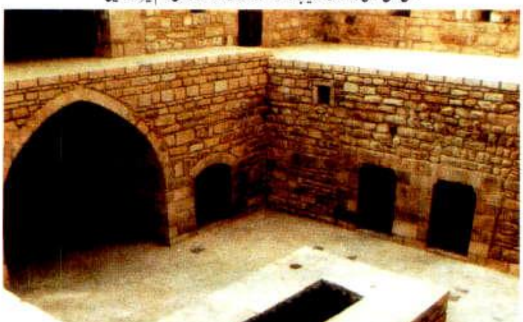


حضرت عبداللہؓ ابن رواحہ صاحب قلم اور صاحب سیف
دونوں حیثیتوں میں ممتاز ہیں۔ یہ ان کا مزار ہے





بدوؤں کا بیان ہے کہ اسی پہاڑ سے حضرت صالحؑ کی دعا سے اونٹنی برآمد ہوئی تھی۔ سامنے وہ پیالہ ہے
جس میں اونٹنی کا دودھ دھویا جاتا تھا۔ اتنا دودھ ہوتا کہ ساری قوم سیر ہو کر پیتی



قلعہ اسلامیہ کا اندرونی منظر۔ بیچ میں وہ کنواں نظر آ رہا ہے جہاں سے
حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اپنی باری پر پانی پیتی تھی

مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانے والا

ہر قسم کی اسلامی معلومات، ہزاروں عنوانات پر مشتمل



جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دینی دسترخوان

تالیف

حضرۃ مولانا عبد القیوم مدظلہ العالی مہاجر مدنی

تقاریظ

فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا
مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانیوالا
ہر قسم کی اسلامی معلومات پر مشتمل
مستند مجموعہ

دینی دسترخوان

(اضافہ شدہ جدید ایڈیشن)

تالیف
حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب مہاجر مدنی
مدظلہ العالی

تقاریظ
حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ
حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا قاری محمد طاہر مہاجر مدنی رحمہ اللہ
حضرت مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ العالی

جلد دوم

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

دینی دسترخوان

تاریخ اشاعت.............ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ
ناشر.............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.............سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان　اسلامی کتاب گھر...خیابان سرسید عظیم مارکیٹ....راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور　دارالاشاعت........اُردو بازار........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار......لاہور　ادارۃ الانور........نیوٹاؤن..........کراچی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار ....لاہور　مکتبہ دارالاخلاص....قصہ خوانی بازار......پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

فہرست مضامین

مذاہب عالم

چند دینی باتیں

حکایات بوستان سعدی

باب۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مذاہب عالم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اسلام: اسلام دنیا میں خدا کا آخری پیغام ہے، وہ دنیا میں مذہب کی تکمیل ہے، وہ اپنے پیغمبر کے الفاظ میں دین الٰہی کی عمارت کا آخری پتھر ہے، وہ فطرت ہے اور فطرت کے مطابق ہے۔ وہ دنیا میں اس وقت صلح و امن کا جھنڈا اڑاتا آیا، جب دنیا خاک وخون میں لتھڑی ہوئی تھی، وہ اس خدا کا منادی ہے جو رحم مجسم، عدل مجسم، نیکی محض، خیر کل اور امن وامان ہے، وہ ظلم وستم بے اطمینانی واضطراب، شک وشبہ کے طوفانوں سے بھاگ کر مامن وماویٰ کے طلب گاروں کو ایک ہی پناہ کی جگہ بتاتا ہے۔

فَفِرُّوۡٓا اِلَی اللّٰہِ (۵۱:۵۰) ہر طرف سے بھاگ کر اللہ کی طرف جاؤ

مخالفین کی نکتہ چینی: اس حقیقت کے باوجود یہ کس قدر افسوس ناک ہے کہ مسیحی مبلغین اور یورپین اور مستشرقین نہایت فخر وغرور اور طعن وطنز کے ساتھ اسلام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اس نے خدا کا جو تخیل اپنے پیروؤں کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک جبار، قہار، پرغضب، صاحب جلال وجبروت شہنشاہ ہے جس سے ہمیشہ بندوں کو ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے اور اسی تخیل کا اثر اسلام کے تمام احکام میں نمایاں ہے۔ برخلاف اس کے عیسائی مذہب، اس کو محبت، پیار، رحمت، شفقت کے پیکر میں جلوہ گر کرتا ہے، اور اسی لئے اس کو باپ کے نام سے پکارتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس کی نصیحتوں میں نرمی اور رحم وکرم کا جذبہ غالب ہے۔

مستشرقین اسی اعتراض کو اس صورت میں پیش کرتے ہیں کہ چونکہ اسلام ایک جنگجو مذہب ہے۔ اس لئے اس کے تخیل میں خدا کی جباری وقہاری اور غیض وغضب کا تصور سب سے زیادہ ہے اور اسلام کی یہی کمی تھی جس کو تصوف نے آکر پورا کیا اور بجائے اس کے کہ فقہاء کی طرح خدا کی اطاعت کا منشیٰ خشیۃ اور خوف الٰہی کو قرار دیا جائے انہوں نے خدا کے عشق ومحبت کو قرار دیا۔

دعوت عمل: ناآشنایان اسلام کو، اسلام کے متعلق بحث وکاوش کرتے ہوئے یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ وہ محض تخیلی اور خیال آراء مذہب نہیں ہے بلکہ وہ اس عملی دنیا کا عملی مذہب ہے۔ دنیا میں کروڑوں انسان ہیں۔ ہر انسان کے پیچھے ہزاروں کام ہیں۔ اور انسان کے ہر کام کا تعلق دوسرے انسان سے ہے۔ ان دونوں انسانوں میں کوئی باہمی تعلق ایسا ہونا چاہیے جو ایک کو دوسرے سے پیوستہ کر دے۔ ایک کو دوسرے کی طرف جھکا دے اور ایک کا رشتہ دوسرے کے ساتھ جوڑ دے۔ اس تعلق، اس پیوستگی اور اس رشتہ کو جو چیز پیدا کرتی ہے اور قائم رکھتی ہے وہ محبت اور خوف کا جذبہ ہے اسی کی تعبیر دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ وہ نفع کی طرف رغبت اور ضرر سے نفرت کا جذبہ ہے۔

امید وبیم: غرض انسان کی تمام تحریکات کا سرِّ بنیاد محبت، خوف، رغبت نفع اور نفرت ضرر ہے۔ خدا اور اس کی صفات کے متعلق انسان کے جو خیالات اور تصورات ہیں وہ بھی اسی اصول کے ماتحت ہیں، وحشی اقوام کے مذہبی خیالات پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ وہ فطرت کے مناظر اور موجودات کی پرستش اسی اصول کے مطابق کرتے ہیں۔ بعض چیزوں سے وہ ڈرتے ہیں تو وہ ان کی پوجا کرتے ہیں کہ ان کے ضرر سے محفوظ رہیں۔ بعض دوسری اشیاء کے لطف وکرم کے متوقع ہوتے ہیں کہ وہ ان کے منافع سے بہرہ اندوز ہو سکیں......اب عام انسانی معاملات اور کاروبار پر غور کرو کہ انسان کی موجودہ فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ممکن ہے کہ دنیا کا یہ نظام صرف محبت اور رغبت کے جذبات سے چل سکے؟ اگر ایک دن بھی دنیا کے بازاروں، سلطنتوں کے دفاتر اور قوموں اور جماعتوں کے مجلسوں اور سوسائٹیوں میں تنہا اس پر عمل ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور اطاعت وفرمانبرداری کا جس پر تنظیم اور ضابطہ داری (ڈسپلن) کا دارومدار ہے خاتمہ ہو جائے۔ اسی طرح اگر صرف نفرت وعداوت اور خوف وخشیۃ تمام تر عالم کے کاروبار میں دخیل ہو جائے تو یہ دنیا جہنم کا طبقہ بن جائے اور دلوں کی شگفتگی اور انبساط جو ہماری سرگرمیوں اور ولولوں کا مایۂ حیات ہے دفعۃً فنا ہو جائے اس لئے دنیا کے نظام ان دوگونہ جذبات کے بغیر بھی قائم نہیں رہ سکتے اور انسان اپنے ہر عمل میں ان دونوں کے سہارے کا محتاج ہے

ملل قدیمہ: اسلام سے پہلے جو آسمانی مذاہب قائم تھے ان میں افراط وتفریط پیدا ہو گئی تھی اور صراط مستقیم سے وہ تمام تر ہٹ گئے تھے۔ یہودی مذہب کی بناء سرتاپا خوف، خشیت اور سخت گیری پر تھی۔ اس کا خدا

فوجوں کا سپہ سالار اور باپ کا بدلہ پشت ہا پشت تک بیٹوں سے لینے والا تھا۔ یہودیوں کے صحیفوں میں خدا کے رحم وکرم اور محبت وشفقت کا ذکر شاذ و نادر کہیں نظر آئے گا اس کے برعکس عیسائیت تمام تر خدا کے رحم وکرم اور محبت وشفقت کے تذکروں سے معمور ہے اس کے ''اکلوتے بیٹے کا باپ'' تمام انسانوں کا باپ ہے وہ اپنے ''فرزندوں'' کے جرم وخطاء سے غضب ناک نہیں بلکہ پشیمان اور متاسف ہوتا ہے۔

حقیقت اسلام: اس افراط وتفریط کا نتیجہ یہ ہے کہ یہودیت ایک خشک اور بے لذت مذہب بن گیا ہے اور عیسائیت اس قدر تر ہے کہ تر دامنی اس کے نزدیک عیب نہیں۔ ایک گنہگار عورت کو یہودیت سنگسار کرنے کا حکم دیتی ہے لیکن عیسائیت صرف اس قدر کہتی ہے کہ ''جو گنہگار نہ ہو وہ اس عورت کو پتھر مارے'' اور ''اے عورت! جا پھر ایسا نہ کرنا'' اسلام تفصیل کرتا ہے، مجبور و مجنون و مدہوش وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ بے شوہر عورت اور بن بیوی کے مرد کو کوڑے مارے جائیں، شوہر والی عورت اور بیوی والا مرد سنگسار ہوگا۔ یہودی مذہب کسی باز پرس کے بغیر ہر حال میں مرد کو طلاق کی اجازت دیتا ہے۔ ملت عیسوی کسی حال میں طلاق کا فتویٰ جاری نہیں کرتی۔ اسلام اس کے متعلق تفصیلی احکام رکھتا ہے۔ غرض یہی حال اسلام کا تمام دیگر مسائل میں ہے کہ وہ عیسائیت اور یہودیت کے درمیان ہمیشہ بیچ کی راہ اختیار کرتا ہے اور یہی اسلام کی سب سے بڑی فضیلت ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲:۱۴۳)

اس طرح اے مسلمانو! ہم نے تم کو بیچ کی امت بنایا کہ لوگوں پر گواہ رہو۔

یہی حال اعتقادیات کا ہے، وہ نہ تو خدا کو محض جبار، قہار، رب الافواج اور صرف بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل کا خدا مانتا ہے اور نہ اس کو مجسم انسان۔ انسانوں کا باپ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ سمجھتا ہے اور تنہا رحم وکرم اور محبت و شفقت کے صفات سے متصف کرتا ہے۔ وہ خدا کی نسبت یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر قاہر بھی ہے اور رحمٰن و کریم بھی ہے۔ وہ منتقم اور شدید العقاب بھی ہے اور غفور ورحیم بھی ہے۔ وہ اپنے بندوں کو سزا بھی دیتا ہے اور پیار بھی کرتا ہے بگاڑتا بھی ہے اور نوازتا بھی ہے نفع اور نقصان دونوں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس سے ڈرنا بھی چاہیے اور اس سے محبت بھی کرنی چاہیے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. (۷:۵۵،۵۶)(اعراف)

(لوگو!) اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارا کرو، وہ حد سے بڑھ جانے والوں کو پیار نہیں کرتا۔ اور زمین میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ اور اس کو اس کے عذاب سے، ڈرتے ہوئے اور (اس کے فضل و کرم کی) لو لگاتے ہوئے پکارا کرو۔

اس سے زیادہ پرلطف یہ ہے کہ اسلام خدا سے لوگوں کو ڈراتا ہے۔ مگر اس کو جبار وقہار کہہ کر نہیں بلکہ مہربان اور رحیم کہہ کر۔ خدا کے سعید بندوں کی صفت یہ ہے کہ

وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (یٰس) اور رحم کرنے والے سے بن دیکھے ڈرا

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (قٓ) اور جو رحم کرنیوالے سے بن دیکھے ڈرا۔

نہ صرف انسان بلکہ تمام کائنات کی زبانیں اس کے سامنے گنگ ہیں

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ)

اور رحم والے کے ادب سے تمام آوازیں پست ہوگئیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری: کسی حسین اور محبوب چیز کی نسبت اگر اس کے عاشقوں اور محبت کرنے والوں سے آزادی سے پوچھا جائے کہ اس کی کونسی ادا تم کو پسند آئی اس کے کس حصہ میں تم کو حسن و جمال کا مظہر نظر آتا ہے؟ اس کے کس حسن خوبی نے تم کو فریفتہ کیا ہے؟ تو یقیناً پوری جماعت کا ایک ہی جواب نہ ہوگا، کوئی کسی حسنہ کا نام لے گا۔ کوئی کسی ادا کی تعریف کرے گا، کوئی کسی خوبی کا اپنے کو شیدا بنائے گا۔ اسی طرح دنیا میں جو پیغمبر آئے وہ کئی قسم کے تھے۔ ایک وہ جن کی آنکھوں کے سامنے خدا کے صرف جلال و کبریائی کا جلوہ تھا اور اس لئے وہ صرف خدا کے خوف وخشیت کی تعلیم دیتے تھے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسرے وہ جو محبت الٰہی میں سرشار تھے اور وہ لوگوں کو اسی خم خانہ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

لیکن پیغمبروں میں ایک ہستی آئی جو برزخ کبریٰ منبع جلال و جمال اور جامع مستی و ہوشیاری تھی۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف آپ کی آنکھیں خوف الٰہی سے اشک آلود رہتی تھیں۔ دوسری طرف آپ کا دل خدا کی محبت اور رحم وکرم سے مسرور تھا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی وقت میں یہ دونوں منظر لوگوں کو نظر آ جاتے چنانچہ جب راتوں کو آپ شوق وولولہ کے عالم میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے قرآن مجید کی لمبی لمبی سورتیں زبان مبارک پر ہوتیں۔ ہر قسم اور ہر معنی کی آیتیں گزر جاتیں، جب کوئی خوف وخشیت کی آیت آتی، پناہ مانگتے اور جب کوئی مہر محبت اور رحم و بشارت کی آیت آتی تو اس کے حصول کی دعا مانگتے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۹۲)

راہ اعتدال: الغرض اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ خوف وخشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ میں انسانوں کو کھڑا کرے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ الایمان بین الخوف و الرجاء ایمان کامل خوف اور امید کے درمیان ہے، کہ تنہا خوف، خدا کے رحم وکرم سے ناامید اور محض رحم وکرم پر بھروسہ لوگوں کو خودسر اور گستاخ بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ اس عملی دنیا کے روزانہ کے کاروبار میں، ہم کو تم کو اور

سب کو نظر آتا ہے۔اور مذہبی حیثیت سے عملاً اس کے نتائج کا مشاہدہ یہودیوں اور عیسائیوں میں کیا جاسکتا ہے کہ ایک ناامید محض اور دوسرا سراپا امید ہے۔

عیسائیوں نے خدا سے اپنا رشتہ جوڑا اور اپنے کو فرزند الٰہی کا لقب دیا بعض یہودی فرقوں نے بنی اسرائیل کو خدا کا خانوادہ اور محبوب ٹھہرایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جوڑ پر حضرت عزیر علیہ السلام کو فرزند الٰہی کا رتبہ دیا۔ لیکن اسلام یہ شرف کسی مخصوص خاندان یا خاص قوم کو عطا نہیں کرتا بلکہ وہ تمام انسانوں کو بندگی اور اطاعت کی ایک سطح پر لا کھڑا کرتا ہے۔مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو دعویٰ تھا۔

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ۔ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔

قرآن مجید نے اس کے جواب میں کہا:

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ط

اگر ایسا ہے تو خدا تمکو تمہارے گناہوں کے عذاب کیوں دیتا ہے اس لئے تمہارا دعویٰ صحیح نہیں بلکہ تم بھی انہی انسانوں میں سے ہو جن کو اس نے پیدا کیا۔(مائدہ)

دوسری جگہ قرآن مجید نے تنہا یہودیوں کے جواب میں کہا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (جمعہ)

اے وہ جو یہودی ہو،اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تمام انسانوں کو چھوڑ کر تم ہی خدا کے خاص چہیتے ہو تو موت (یعنی خدا کی ملاقات) کی تمنا کیوں نہیں کرتے۔

اسلام رحمت الٰہی کے تنگ دائرہ کو کسی خاندان اور قوم تک محدود نہیں رکھتا ،بلکہ وہ اس کی وسعت میں انسانوں کی ہر برادری کو داخل کرتا ہے۔ایک شخص نے مسجد نبوی میں آ کر دعا کی کہ خدایا! مجھ کو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت عطا فرما۔آپ نے فرمایا کہ خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا۔

(صحیح بخاری کتاب الادب)

ایک اور اعرابی نے مسجد میں یہ دعا مانگی کہ خدایا! مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج۔اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ کر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہما کی طرف خطاب کر کے فرمایا یہ زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ۔(ابوداؤد،کتاب الادب)

غلط فہمی کا سبب: اسلام کے متعلق عیسائیوں نے جو یہ غلط فہمی پھیلا رکھی ہے کہ اس کا خدا رحم و کرم اور محبت کے اوصاف سے معرّا ہے اس غلط فہمی کا سبب یہ ہے کہ اسلام،عیسائیت کی اس اصطلاح اور طرز ادا کو سخت ناپسند کرتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ خدا کے ان اوصاف کو نمایاں کرتی ہے یعنی باپ اور بیٹے کا لفظ کہ اس سے گمراہی پھیلتی ہے۔یہ گمراہی کچھ عیسائیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اور دوسرے فرقے بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں۔

اصل یہ ہے کہ خدا اور بندہ کے باہمی مہر محبت کے جذبات کو یہ فرقے اپنی بولی میں نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔یہ جذبات انسانوں کے اندر باہمی رشتوں کے ذریعے نمایاں ہوتے ہیں۔اس بناء پر بعض نادان فرقوں نے اس طریقہ ادا کو خالق و مخلوق کے ربط و تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے بہترین اسلوب سمجھا۔چنانچہ کسی نے خالق و مخلوق کے درمیان باپ اور بیٹے کا تعلق پیدا کیا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے دوسرے نے ماں کی محبت کا بڑا درجہ سمجھا اس لئے اس تعلق کو ماں اور بیٹے کی اصطلاح سے واضح کیا اور دیویاں اور انسانوں کی ماتائیں بنیں جیسا کہ ہندوؤں کا عام مذہبی تخیل ہے خاص ہندوستان کی خاک میں زن و شوہر کی باہمی محبت کا امتیازی خاصہ ہے جس کی نظیر دوسرے ملکوں میں نہیں مل سکتی اس کی نگاہ میں محبت کا اس سے زیادہ پر اثر منظر اور ناقابل شکست پیمان کوئی دوسرا نہیں۔اس لیے یہاں کے بعض فرقوں میں خالق و مخلوق کی محبت کے تعلق کو زن و شو کی اصطلاح سے ادا کیا جاتا ہے سدا سہاگ فقراء اس تخیل کی مضحکہ انگیز تصویر ہیں۔

انتہائی ضلالت: دیکھو! یہ تمام فرقے جنہوں نے خدا اور بندہ کے تعلق کو جسمانی اور مادی رشتوں کے ذریعے ادا کرنا چاہا وہ کس قدر راہ سے بھٹک گئے اور لفظ کے ظاہری استعمال نے نہ صرف ان کے عوام کو بلکہ خواص تک کو گمراہ کر دیا اور لفظ کی اصلی روح کو چھوڑ کر جسمانیت کے ظاہری مغالطوں میں گرفتار ہو گئے۔عیسائیوں نے واقعی عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا سمجھ لیا۔ہندوستان کے بیٹوں نے ماتاؤں کی پوجا شروع کر دی۔سدا سہاگ فقیروں نے چوڑیاں اور ساڑھیاں پہن لیں۔اور خدائے قادر سے شوخیاں کرنے لگے۔اسی لیے اسلام نے جو توحید خالص کا مبلغ تھا ان جسمانی اصطلاحات کی سخت مخالفت کی اور خدا کے لیے ان الفاظ کا استعمال اس نے ضلالت و گمراہی قرار دیا لیکن وہ ان الفاظ کے اصلی معنی اور منشا کو اس مجاز کے پردہ میں جو حقیقت مستور ہے اس کا انکار نہیں کرتا بلکہ وہ ان جسمانی معنوں کو خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کے لیے ناکافی اور غیر مکمل سمجھتا ہے اور ان سے بھی زیادہ وسیع معانی کا طالب ہے

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔(بقرہ)

دیکھو! کہ باپ کی طرح کی محبت کو اپنے پروردگار کی محبت کے لیے ناکافی قرار دیتا ہے اور عبد و معبود کے درمیان محبت کے رشتے کو اس سے اور زیادہ مضبوط کرنا چاہتا ہے۔

خدا کا تصور: الغرض رحم و محبت کے اس جسمانی طریقہ تعبیر کی مخالفت سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اسلام سرے سے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے جو کچھ اپنے اہل کیلئے خرچ کیا وہ ان پر صدقہ ہے۔(الجامع)

درمیان محبت اور پیار کے جذبات سے خالی ہے اتنا کون نہیں سمجھتا کہ مذہب کی تعلیمات انسانوں کی بولی میں اتری ہیں۔ ان کے تمام خیالات اور تصورات ہی مادی اور جسمانی ماحول کا عکس ہیں اس لیے انکے ذہن میں کسی غیر مادی اور غیر جسمانی ذات کا تصور اور جسمانی تصور کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا نہیں ہوسکتا اور نہ اس کے لئے ان کی لغت کا کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے جو غیر مادی اور غیر جسمانی مفہوم کو اس قدر منزہ اور بلند طریقہ سے بیان کرے جس میں مادیت اور جسمانیت کا مطلق شائبہ نہ ہو انسان ان دیکھی چیزوں کا تصور صرف دیکھی ہوئی چیزوں کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے۔ اور اس طرح ان دیکھی چیزوں کا ایک دھندلا سا عکس ذہن کے آئینہ میں اتر جاتا ہے۔

اس ان دیکھی ہستی کی ذات وصفات کے متعلق جس کو تم خدا کہتے ہو، ہر مذہب میں ایک تخیل ہے غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ تخیل بھی اس مذہب کے پیروؤں کے گردو پیش کی اشیاء سے ماخوذ ہے، لیکن ایک بلند تر اور کامل تر مذہب کا کام یہی ہے کہ وہ اس تخیل کو مادیت، جسمانیت اور انسانیت کی آلائشوں سے اس حد تک پاک و منزہ کردے جہاں تک بنی نوع انسان کے لیے ممکن ہے خدا کے متعلق باپ اور ماں اور شوہر کا تخیل اس درجہ مادی اور جسمانی اور انسانی ہے کہ اس تخیل کے معتقد کے لیے ناممکن ہے کہ خالص توحید اسلام کے صراط مستقیم پر قائم رہ سکے جیسا کہ تم علانیہ دیکھ رہے ہو۔ اس لئے اسلام نے یہ کیا کہ ان مادی تعلقات اور جسمانی رشتوں کے الفاظ کو خالق و مخلوق کے اظہار ربط و تعلق کے باب میں یک قلم ترک کر دیا۔ بلکہ ان کا استعمال بھی شرک و کفر قرار دیا۔ تاہم چونکہ حقائق روحانی کا اظہار بھی انسانوں ہی کی مادی بولی میں کرنا ہے اس لئے اس نے جسمانی و مادی رشتہ کے ان جذبات، احساسات اور عواطف کو خالق و مخلوق کے تعلقات مابین کے اظہار کے لیے مستعار لے لیا۔ جس کا اظہار دوسرے مذاہب نے ان رشتوں کے ذریعے کرنا چاہا تھا اور اس طرح خالق و مخلوق کے درمیان کوئی جسمانی رشتہ قائم کئے بغیر ربط و تعلق کا اظہار اس نے کیا اور انسانوں کے استعمالات کی لفظی غلطی سے جو گمراہیاں پہلے آچکی ہیں۔ ان سے ان کو محفوظ رکھا۔

ہر زبان میں اس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کے لیے کچھ نہ کچھ الفاظ ہیں جن کو کسی خاص تخیل اور نصب العین کی بناء پر مختلف قوموں نے اختیار کیا ہے اور گو انکی حیثیت اب علم اور نام کی ہے تاہم وہ درحقیقت پہلے پہل کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھ کر استعمال کئے گئے ہیں۔ ہر قوم نے اس علم اور نام کے لئے اسی وصف کو پسند کیا ہے جو اس کے نزدیک اس خالق ہستی کی سب سے بڑی اور سب سے ممتاز صفت ہوسکتی ہے۔

من موہن: اسلام نے خالق کے لئے جو نام اور علم اختیار کیا ہے وہ لفظ اللہ ہے۔ اللہ کا لفظ اصل میں کس لفظ سے نکلا ہے۔ اس میں اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ وَ لَا ہٗ سے نکلا ہے وِ لَا ہٗ اور وَلَہٗ اصل معنیٰ عربی میں اس ''غم، محبت اور تعلق خاطر'' کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی سے بعد کو مطلق ''عشق و محبت'' کے معنی پیدا ہو گئے اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ والہ (شیدا) مستعمل ہے۔ اسی لئے اللہ کے معنی ''محبوب اور پیارے'' کے ہیں۔ جس کے عشق و محبت میں نہ صرف انسان بلکہ کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ قرآن مجید کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے اللہ کا ترجمہ وہ ہندی میں ''من موہن'' یعنی ''دلوں کا محبوب'' کیا کرتے تھے۔

رحمٰن و رحیم: قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے۔ وہ ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' ہیں ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی ''رحم والا، مہربان'' لطف و کرم اور پھر یہی اوصاف بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (محبوب مہربان رحم والا) قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہر نماز میں کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے کیا اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے تخیل کو واضح کرنے کے لئے کوئی دلیل مطلوب ہے۔

لفظ اللہ کے بعد اسلام کی زبان میں خدا کا دوسرا علم یہی لفظ ''رحمان'' ہے جو رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی میں صفت مبالغہ کا لفظ ہے۔

قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ اَیًّا مَّا تَدۡعُوۡا
فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی

اس کو محبوب کہو مہربان کہو، جو کہہ کر اس کو پکارو اس کے
سب ہی نام اچھے ہیں۔

قرآن مجید نے لفظ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کی صد ہا بار کی تکرار کو چھوڑ کر ۵۳ موقعوں پر خدا کو اس نام سے پکارا ہے۔

اسمائے الٰہیہ: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بیسیوں (اوصافی نام) ہیں۔ احادیث میں اس کے ننانوے نام گنائے گئے ہیں۔ ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے جلالی و جمالی اوصاف آگئے ہیں لیکن استقصا کرو تو معلوم ہوگا کہ ان میں بڑی تعداد ان ہی ناموں کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہر و محبت کا اظہار ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف الۡوَدُوۡدُ (سورۃ ذات البروج میں) آیا ہے جس کے معنی ''محبوب اور پیارے'' کے ہیں کہ وہ سرتاپا مہر و محبت اور عشق اور پیار ہے اس کے سوا خدا کا ایک اور نام اَلۡوَلِیُّ ہے جس کے لفظی معنی ''یار، دوست'' کے ہیں۔ خدا کا ایک اور نام قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے وہ الرَّءُ وۡفُ

ہے۔رؤف کا لفظ رافت سے نکلا ہے۔"رافت" کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں خدا کے لئے ایک اور نام حنانؔ آیا ہے جو حن سے مشتق ہے،حن اور حنین اس سوز دل اور محبت کو کہتے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔یہی الفاظ ان مجازی اور مستعار معنی کو ظاہر کرتے ہیں جو اسلام نے خالق ومخلوق اور عبد و معبود کے ربط وتعلق کے اظہار کے لئے اختیار کئے ہیں دیکھو کہ وہ ان رشتوں کا نام نہیں لیتا ہے لیکن ان رشتوں کے درمیان محبت اور پیار کے جو خاص جذبات ہیں ان کو خدا کے لئے بے تکلف استعمال کرتا ہے اس طرح مادیت اور جسمانیت کا تخیل آئے بغیر وہ ان روحانی معنی کی تلقین کر رہا ہے۔

ان کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اللہ تعالیٰ کے جو اسماء اور صفات مذکور ہیں ان کو بھی اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہیے اس کا نام غَفَّارٌ (بخشش کرنے والا) غَفُوْرٌ (بخشنے والا) سَلَامٌ (امن وسلامتی) ہے کہ وہ سرتا پا اپنے بے پناہ بندوں کے لیے امن اور سلامتی ہے پھر وہ مُؤمِنٌ (امن دینے والا) ہے۔ وہ اَلْعَدْل یعنی سرتا پا انصاف ہے۔ اَلْعَفُوُّ (معاف کرنے والا) ہے اَلْوَهَابُ (عطا کرنے والا) ہے۔ اَلْحَلِيْمُ (برد بار) اَلْصَّبُوْرُ (بندوں کی گستاخیوں پر صبر کرنے والا) اَلتَّوَّابُ (بندوں کے حال پر رجوع ہونے والا) اَلْبَرّ (نیک اور مجسم خیر) اور اَلْمُقْسِطُ (منصف اور عادل) ہے ان میں ہر لفظ پر ٹھہر کر ذرا غور کرو کہ اسلام کا تخیل کس قدر بلند اور برتر ہے......

کتب سابقہ: توراۃ کے اسفار اور انجیل کے صحیفوں میں ایک ایک ورق ڈھونڈو کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ پُرمحبت اور یہ سراپا مہر وکرم اسماء و صفات کی یہ کثرت تم کو وہاں ملے گی۔اسلام اللہ تعالیٰ کے لئے ماں اور باپ کا لفظ یہود ونصاریٰ اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتا۔مگر اس لطف احساس اور مہر وکرم کے جذبات وعواطف سے وہ بے بہرہ نہیں۔ جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایہ روحانی سمجھتے ہیں۔مگر بات یہ ہے کہ ان روحانی جذبات اور معنوی احساسات کے ساتھ وہ شرک و کفر کی اس ذلالت اور گمراہی سے بھی انسان کو بچانا چاہتا ہے۔جو ذرا سی لفظی غلط فہمی سے مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھ کر پاک اور سرتا پا روحانی معانی کو مادی اور مجسم یقین کر لیتے ہیں۔اور اس لئے وہ اس بلند تر توحید کی سطح سے بہت نیچے گر کر سر رشتہ حقیقت کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔

خدا کا آخری پیغام: اسلام متکلم ازل کا آخری پیغام ہے۔اس لیے ضرورت تھی کہ وہ اس قسم کی لغزشوں سے پاک ومبرا ہو۔حقائق روحانی کی تعبیر کے لیے یقیناً مادی اور جسمانی استعارات اور مجازات سے چارہ نہیں۔ تاہم ایک دائمی مذہب کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تعلیم کو ان استعمالات کی غلطیوں اور غلط فہمیوں سے محفوظ رکھے۔چنانچہ اسلام نے اسی بناء پر ان استعارات اور مجازات کے استعمال میں بڑی احتیاط برتی ہے اور خدا کے مہر وکرم اور عشق ومحبت کے تذکروں کے ساتھ ادب ولحاظ کے قواعد کو فراموش نہیں کر دیا ہے۔قرآن مجید اور احادیث روحانی عشق ومحبت کے ان دل آویز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہیں۔بایں ہمہ وہ انسان کو بیٹا اور خدا کو باپ نہیں کہتا۔کہ عبد ومعبود کے تعلقات کے اظہار کے لیے اس کے نزدیک یہ کوئی بلند ترین تعبیر نہیں۔وہ خدا کو اَبْ (باپ) کہنے کے بجائے رَبّ کہہ کر پکارتا ہے وہ اس کو تمام دنیا کا باپ نہیں بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے۔

اَبْ اور رَبّ ان دونوں لفظوں کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا۔ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا تخیل اسلام کے مطمح نظر سے کس درجہ پست ہے۔اب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص کیفیت اور ایک خاص مدت سے لے کر محدود عرصے تک رہتا ہے۔اس کے وجود میں اس کو یک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہے۔مگر اس کے قیام وبقاء زندگی ضروریات زندگی سامان حیات نشوونما اور ارتقاء کسی چیز میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی عہد طفلی تک شاید کچھ اور واسطہ ہو اس کے بعد تو بچہ اپنے والدین سے الگ مستقل بے نیاز زندگی بسر کرتا ہے۔مگر ذرا غور کرو عبد معبود اور خالق ومخلوق کے درمیان جو ربط وتعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے کہ بندہ اپنے خدا سے ایک دم ایک لحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے۔

رب کا مفہوم: ربوبیت (پرورش) عبد ومعبود اور خالق ومخلوق کے درمیان اس تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک قائم رہتا ہے جو ایک لحہ کے لیے منقطع نہیں ہو سکتا۔جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے وہ گہوارہ عدم سے لے کر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر موجودات کا ہاتھ تھامے رہتا ہے وہ ذرہ ہو یا ایتھر،قطرہ آب ہو یا قطرہ خون مضغہ گوشت ہو یا مشت استخوان،شکم مادر میں ہو یا اس سے باہر ،بچہ ہو یا جوان،ادھیڑ عمر ہو یا بوڑھا کوئی آن کوئی لحہ رب کے مہر وکرم اور لطف ومحبت سے استغنا اور بے نیازی نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں باپ اور بیٹے کے الفاظ سے مادیت جسمانیت ہم جنسی اور برابری کا تخیل جو پیدا ہوتا ہے اس سے لفظ رب یک قلم پاک ہے اور اس میں ان ضلالتوں اور گمراہیوں کا خطرہ نہیں جن میں نصرانیت اور ہندویت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے۔

حقیقت ایمان: اب ہم کو ان آیتوں اور حدیثوں کو آپ کے سامنے پیش کرنا ہے جن سے روشن ہو کر اسلام کا مینا اس ازلی وابدی عشق محبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے اور وہ خمخانہ الست کی سرشاری کی یاد بھکے ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ دینے کا حکم فرماتے اور مانگنے سے منع فرماتے۔(طبرانی)

انسانوں کو کس طرح دلا رہا ہے اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت حب الٰہی ہے اور یہ وہ دولت ہے جو اہل ایمان کی پہلی جماعت کو عملاً نصیب ہو چکی تھی۔ زبان الٰہی نے شہادت دی۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرۃ)

جو ایمان لائے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔

اس نشہ محبت کے سامنے باپ ماں اولاد بھائی بیوی جان مال خاندان سب قربان اور نثار ہو جانا چاہئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (توبہ)

"اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے اور وہ سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہے خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب اور پیارا ہے تو اس وقت تک انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے۔"

ایمان کے بعد بھی اگر نشہ محبت کی سرشاری نہیں ملی تو وہ بھی جادہ حق سے دوری ہے۔ چنانچہ جو لوگ راہ حق سے بھٹکنا چاہتے ہیں ان کو پکار کر سنا دیا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ (مائدہ)

"مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے گا تو خدا کو اس کی کچھ پرواہ نہیں وہ ایسے لوگوں کو لا کھڑا کرے گا۔ جن کو وہ پیار کرے گا اور وہ اس کو پیار کریں گے۔"

آثار و علائم: حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے" ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے تم کو زید کی محبت کا دعوی ہے مگر نہ تمہارے دل میں اس کی دیدار کی تڑپ ہے نہ تمہارے سینہ میں صدمہ فراق کی جلن اور نہ آنکھوں میں ہجر و جدائی کے آنسو ہیں تو کون تمہارے دعوے کی تصدیق کرے گا۔ اسی طرح خدائی محبت اور پیار کے دعوے دار تو بہتیرے ہو سکتے ہیں۔ مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادی نشانیاں اور ظاہری علامتیں اس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ خدا کے رسول کو اس اعلان کا حکم ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران)

"اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میری پیروی کرو کہ خدا بھی تم کو پیار کرے گا"۔

طبقات انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں جن کو خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. خدا نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے (مائدہ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے (البقرہ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے (آل عمران)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ خدا منصف مزاجوں کو پیار کرتا ہے (مائدہ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ خدا پرہیزگاروں کو پیار کرتا ہے (توبہ)

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستہ میں لڑتے ہیں۔ (صف)

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ اور خدا صبر کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔ (آل عمران)

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ اور خدا پاک صاف لوگوں کو پیار کرتا ہے۔ (توبہ)

دائمی مسرت: دنیا کے عیش و عشرت، باغ و بہار، شادی و خوشی میں اگر کوئی خیال کا کانٹا سا چبھتا ہے اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیوں کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے پہلے کا نام حزن و غم ہے اور دوسرے کا نام خوف دہشت ہے۔ غرض غم اور خوف یہی دو کانٹے ہیں جو انسانیت کے پہلو میں ہمیشہ چبھتے رہے ہیں۔ لیکن جو محبوب حقیقت کے طلب گار اور اس کے والہ و شیدا ہیں۔ ان کو بشارت ہے کہ ان کا چمنستان عیش اس خارزار سے پاک ہوگا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس)

ہاں! خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

محبت کا جو جذبہ بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان نیکی، درگزر اور عفو اور بخشش پر آمادہ کرتا ہے اور اس کا نام "رحم" اور "رحمت" ہے اسلام کا خدا تمام تر رحم ہے اس کی رحمت کے فیض سے عرصہ کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے اس کا نام رحمان رحیم ہے جو کچھ یہاں ہے سب اس کی رحمت کا ظہور ہے وہ نہ ہو تو کچھ نہ ہو اسی لیے اس کی رحمت سے نا امیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔ مجرم سے مجرم اور گناہ گار سے گناہ گار کو وہ نوازنے کے لیے ہمہ وقت آمادہ و تیار ہے۔ گناہ گاروں اور مجرموں کو وہ میرے بندے کہہ کر تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (زمر)

"اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو پیام پہنچا دے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے کہ وہی بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے"

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بشارت سناتے ہیں۔ تو کہتے ہیں:

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ "نا امیدوں میں سے نہ ہو"

خلیل اللہ اس رمز سے نا آشنا نہ تھے کہ مرتبہ خلت محبت سے مافوق

ہے جواب دیا

وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ اِلَّا الْقَوْمُ الضَّآلُّوْنَ

''اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے سوا اور کوئی مایوس نہیں ہوتا''۔ خدا کے بندوں کی جانب سے کوئی پابندی عائد نہیں مگر اس نے خود اپنی رحمت کے اقتضا سے اپنے اوپر کچھ چیزیں فرض کر لیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک رحمت ہے خدا مجرموں کو سزا دے سکتا ہے وہ گناہگاروں پر عذاب بھیج سکتا ہے وہ سیہ کاروں کو ان کی گستاخی کا مزہ چکھا سکتا ہے وہ غالب ہے وہ قاہر ہے وہ جبار ہے وہ منتقم ہے لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفور و رحیم ہے رحمان و رحیم ہے رؤف عفو ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود بخود عائد کر لی ہے اور اپنے اوپر اس کو فرض گردان لیا ہے۔

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (انعام)

''اللہ نے از خود اپنے اوپر مہربانی کرنے کو لازم کر لیا ہے''۔

قاصد خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گنہگار بندوں کو ہماری طرف سے سلام پہنچاؤ۔ اور تسلی کا یہ پیغام دو کہ اس کا باب رحمت ہر وقت کھلا رہتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

''اے پیغمبر! جب وہ تیرے پاس آئیں جو میری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو ان کو کہہ کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندوں پر مہربان ہونا لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے براہ نادانی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیک بنے۔ تو بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔ (انعام)

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصہ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایہ رحمت سے محروم نہیں۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف)

عفو عام کی بشارت: اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔ بخاری و ترمذی وغیرہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کیا تو اس نے اپنے دست خاص سے اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کر لی۔ جامع ترمذی میں ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مومن کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کے پاس کتنا عقاب ہے تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا۔ اور اگر کافر کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا یہ اسلام کے تخیل کی صحیح تعبیر ہے بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب سے گنہگاروں کو بشارت سناتا ہے کہ اے آدم کے بیٹو! جب تک تم مجھ کو پکارتے رہو گے اور مجھ سے آس لگائے رہو گے میں تمہیں بخشتا رہوں گا۔ خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں مجھے پرواہ نہیں اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے معافی چاہو تو میں معاف کر دوں خواہ تم میں کچھ ہی عیب ہوں۔ مجھے پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمہارے گناہوں سے بھری ہو پھر تم ہمارے پاس آؤ۔ اور میرا کسی کو شریک نہ بناتے ہو تو میں بھی پوری زمین بھر مغفرت لے کر تمہارے پاس آؤں کیا انسانوں کے کانوں نے اس رحمت اس محبت اس عفو عام کی بشارت کسی اور قاصد کی زبان سے بھی سنی ہے؟

حضرت ابو ایوب ؓ صحابی کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی وہ اس کو بخشتا''۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گناہگاروں ہی کی تلاش ہے۔ کہ نیکو کاروں کو تو سب ڈھونڈتے ہیں مگر گناہگاروں کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے۔

دنیا میں انسانوں کے درمیان جو رحم و کرم اور مہر و محبت کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ جن کے بناء پر دوستوں عزیزوں قرابت داروں اولادوں میں میل ملاپ اور رسم و محبت ہے جس کی بناء پر دنیا میں عشق و محبت کے یہ مناظر نظر آتے ہیں۔ تم کو معلوم ہے کہ یہ اس شاہد حقیقی کے سرمایہ محبت کا کتنا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطاء کیا جس کے اثر سے وہ ایک دوسرے پر باہم پر رحم کیا کرتے ہیں۔ باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہیں۔

(جامع ترمذی باب الدعوات اور دیگر کتب احادیث صحیحہ)

اس لطف کرم اور مہر و محبت کی بشارتیں کس مذہب نے انسانوں کو سنائی ہیں۔ اور کس نے ان گناہگار انسانوں کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے؟ صحیح بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص شراب خوری کے جرم میں بار بار گرفتار ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا صحابہ نے تنگ آ کر کہا خداوندا! تو اپنی لعنت اس پر نازل کر کہ یہ کس قدر بار لایا جاتا ہے۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی یہ بات ناپسند آئی۔ فرمایا اس پر لعنت نہ کرو اس کو خدا اور اس کے رسول سے محبت ہے تم نے دیکھا کہ اسلام نے گناہگاروں کے لیے بھی خدا کی محبت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔

رحمۃ للعالمین: ابن ماجہ میں ہے کہ مدینہ میں ایک غریب مسلمان نے وفات پائی اس کا غم کس نے کیا ہوگا؟ ہاں اس دل نے جو دنیا کا غم خوار بن کر آیا تھا۔ اس کے فراق ظاہری سے چہرہ مبارک پر اندوہ و ملال کے آثار تھے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس مرنے والے کی موت کا غم ہے فرمایا کہ ہاں اس کو خدا اور اس کے رسول سے محبت تھی۔ اس غریب میں اس محبت کا اثر یہ تھا۔ کہ وہ ہمیشہ زور زور سے قرآن پڑھا کرتا تھا۔ غریبوں کے دل خدا کی محبت کے خزانے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ دینے سے بہتر ہے۔ (الجامع)

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا وہ جب نماز پڑھاتے تھے تو ہر نماز میں ہر سورۃ کے آخر میں قل ہو اللہ ضرور پڑھا کرتے تھے۔ جب سفر سے یہ جماعت لوٹ کر آئی تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس نے یہ واقعہ عرض کیا فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میں اس لیے کرتا ہوں کہ اس سورۃ میں رحم والے خدا کی صفت بیان ہے تو مجھ کو اس کے پڑھنے سے محبت ہے فرمایا کہ جا کر ان بشارت دو کہ وہ رحم والا خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے یہ بشارت اسلام کے سوا کسی اور نے بھی سنائی ہے؟

المرء مع من احب: صحیح بخاری اور مسلم میں متعدد طریقوں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے خدمت والا میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا سامان کر رکھا ہے نادم ہو کر شکستہ دلی سے عرض کیا کہ یارسول اللہ۔ میرے پاس نہ تو نمازوں کا نہ روزوں کا اور نہ صدقات کا بڑا ذخیرہ ہے جو کچھ سرمایہ ہے وہ خدا اور رسول کی محبت کا ہے اور بس۔ فرمایا! تو انسان جس سے محبت کرے گا۔ وہ اسی کے ساتھ رہے گا۔ صحابہ نے اس بشارت کو سن کر اس دن بڑی خوشی منائی کہ صرف خدا اور رسول کی محبت تمام نیکیوں کا بدل اور معاوضہ ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتہ خاص جبرئیل علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو پیار کرتا ہوں۔ تو جبرئیل بھی اس کو پیار کرتے ہیں۔ اور آسمان میں پکار دیتے ہیں کہ خدا اس بندے کو پسند کرتا ہے تم بھی پیار کرو۔ تو آسمان والے بھی اس کو پیار کرتے ہیں۔ اور پھر زمین میں اس کو ہر دلعزیزی اور حسن قبول حاصل ہوتا ہے دیکھو کہ اسلام کا خدا اپنے بندوں سے کس اعلان اور اشتہار کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

عطائے عمومی: ترمذی میں ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنی اطاعتوں سے میری قربت کو اس قدر ڈھونڈتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے یہ دولت یہ نعمت یہ سعادت اسلام کے دروازہ کے سوا کہیں اور سے بھی بٹتی ہے؟

۲۔ امام بزار نے مسند میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو نہ نبی ہیں نہ شہید ہیں لیکن قیامت میں ان کا مرتبہ کی بلندی پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا سے محبت ہے اور جن کو خدا پیار کرتا ہے۔ وہ اچھی باتیں بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ الخ یہ قابل رشک رتبہ اسلام کے سوا اور کون عطا کرتا ہے.....؟

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطاء کرتا ہے اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو'' یہ عشق و محبت کی دعوت محبوب ازلی کے سوا اور کون دے سکتا ہے؟''

محبت الٰہی کی طلب: جو کچھ اسلام کی تعلیم تھی وہ پیغمبر اسلام کی عملی زندگی تھی، عام مسلمانوں میں پیغمبر اسلام کا لقب ''حبیب خدا'' کا ہے۔ دیکھو کہ حبیب و محبوب میں، خلت و محبت کے کیا کیا ناز و نیاز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خشوع و خضوع کی دعاؤں میں، اور خلوت کی ملاقاتوں میں کیا ڈھونڈتے اور کیا مانگتے تھے کیا چاہتے اور کیا سوال کرتے تھے؟ امام احمد اور بزار نے مسندوں میں، ترمذی نے جامع میں، حاکم نے مستدرک میں، اور طبرانی نے معجم میں متعدد صحابیوں سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں محبت الٰہی کی دولت مانگا کرتے تھے۔ انسان کو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان ہے۔ لیکن محبوب خدا کی نگاہ میں یہ چیزیں ہیچ تھیں، دعا فرماتے تھے خداوندا!

اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّکَ (حمد و ترمذی حاکم)

''میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت اور اس کام کی محبت جو تیری محبت سے قریب کر دے''۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبُّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ (ترمذی و حاکم)

''الٰہی تو اپنی محبت کو جان سے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا''۔

عرب میں ٹھنڈا پانی، دنیا کی تمام دولتوں اور نعمتوں سے گراں اور قیمتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس اس مادی پانی کی خنکی سے نہیں سیر ہوتی تھی۔ وہ صرف محبت الٰہی کا زلال خالص تھا جو اس تشنگی کو تسکین دے سکتا تھا۔ عام انسان روٹی سے جیتے ہیں مگر ایک عاشق الٰہی (مسیح) کا قول ہے کہ انسان عرف روٹی سے نہیں جیتا پھر وہ کون سی روٹی ہے۔ جس کو کھا کر انسان پھر کبھی بھوکا نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ فِیْ حُبِّکَ (ترمذی)

خداوندا! تو مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت جو تیری محبت کی راہ میں نافع ہے مجھے روزی کر۔

عام ایمان خدا اور رسول پر یقین کرنا ہے۔ مگر جانتے ہو اس راہ کی آخری منزل کیا ہے؟ صحیحین میں ہے:

مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُ

یہ کہ خدا اور رسول کی محبت کے آگے تمام ماسوا کی محبتیں ہیچ ہو جائیں

بعض مذاہب کو اپنی اس تعلیم پر ناز ہے کہ وہ انسانوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ وہ اپنے خدا کو ماں، باپ سمجھیں اور اس سے اسی طرح محبت کریں جس طرح اپنے والدین سے کرتے ہیں اور چونکہ اسلام نے اس طریقہ تعبیر کو اس بناء پر کہ وہ شرک کا راستہ ہے ممنوع قرار دیا ہے، اس لئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام محبت الٰہی کے مقدس جذبات سے محروم ہے لیکن جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ نہیں، بلکہ اسلام کی بلندی نظر اور محبت کا علوے معیار ان مذاہب کے پیش کردہ نظر و معیار کو پست تر اور فروتر سمجھتا ہے، قرآن مجید کی یہ آیت پاک بھی اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی جا چکی ہے۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپ کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بہت زیادہ۔

خدا کی رحمت: احادیث سے ہمارا یہ دعویٰ اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے، لڑائی کا میدان ہے، دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے، جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آتا ہے اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، ماں بچے سے، بچہ ماں سے الگ ہے اسی حال میں ایک عورت آتی ہے اس میدان حشر میں اس کا بچہ گم ہو گیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کو سامنے نظر آ جاتا ہے بچے کے جوش محبت میں اس کو چھاتی سے لگا لیتی ہے اور اس کو دودھ پلا دیتی ہے، رحمۃ اللعالمین کی نظر پڑتی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے؟'' لوگوں نے عرض کیا ''ہرگز نہیں'' ''فرمایا تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچہ سے ہے خدا کو اپنے بندوں سے اس سے بہت زیادہ محبت ہے۔'' (صحیح بخاری، باب رحمۃ الولد)

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں ایک عورت اپنے بچہ کو گود میں لے کر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے ''یارسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ نہیں ہے؟'' فرمایا ''ہاں! بیشک اس سے زیادہ ہے'' بولی تو کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کرے گی'' یہ سن کر فرط اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا پھر سر اٹھا کر فرمایا ''خدا صرف اس بندہ کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے۔ (سنن نسائی، باب ما یرجیٰ من الرحمۃ)

آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے ایک صحابی ایک چادر میں ایک پرندہ کو مع اس کے بچوں کے باندھ کر لاتے ہیں اور واقعہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ دیا ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی میں نے ذرا سا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آ کر میرے ہاتھ پر بچوں پر گر پڑی، ارشاد ہوا ''کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے (مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد باب رحمۃ اللہ)

حسن خاتمہ: ربانی غمخانہ عشق کا آخری ہوشمند سرشار ریاض محبت کی بہار جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب نظارہ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق مستور ازل کے چہرہ زیر نقاب کا پہلا بند کشا زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے مرض کی شدت ہے بدن بخار سے جل رہا ہے اٹھ کر چل نہیں سکتا لیکن یک بیک وہ اپنے میں ایک خاص اعلان کی طاقت پاتا ہے مسجد نبوی میں جاں نثار حاضر ہوتے ہیں۔ سب کی نظریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ نبوت کے آخری پیغام سننے کی آرزو ہے۔ دفعۃً لب مبارک وا ہوتے ہیں۔ تو یہ آواز آتی ہے۔ لوگو! میں خدا کے سامنے اس بات کی براءت کرتا ہوں۔ کہ انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے میرا پیارا صرف ایک ہی ہے وہی جس نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیارا بنایا یہ تو وفات سے پہلے کا اعلان تھا۔ عین حالت نزع میں زبان مبارک پر کلمہ تھا۔ خداوند! بہترین رفیق (صحیح بخاری وفات)

یہ سچ ہے کہ اسلام رحمت الٰہی کے ساتھ غضب الٰہی کا بھی معتقد ہے مگر جانتے ہو کہ اسلام کے عقیدہ میں اس کی رحمت وغضب کا باہمی توازن کیا ہے خدا فرماتا ہے

رحمتی سبقت غضبی میرے غضب سے میری رحمت بڑھ گئی

صلائے عام: اے ربانی عشق و محبت کے طلبگارو! اگر واقعی تمہارے دل فانی محبت سے ہٹ کر کسی باقی کی محبت کے خواہشمند ہیں۔ اگر در حقیقت تمہیں ازلی و ابدی محبوب کی تلاش ہے۔ اگر دراصل تمہارا جسم نہیں بلکہ تمہاری روح کسی کی محبت کی سرشاری کے لئے بے تاب ہے تو آؤ کہ یہ دولت صرف اسلام کے آستانہ پر بٹتی ہے اور اسی کے خزانے سے ملتی ہے۔

تاریخ مکۃ المکرمہ سے کچھ اہل ذوق کے لیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے یہ محبوب تھا کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں مجھے لے جا کر فرمایا کہ جب تیرا بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے کا خیال ہو تو حطیم میں نماز پڑھ لیا کر! کیونکہ حطیم بھی بیت اللہ ہی کا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک خود کو آگ سے بچالے چاہے آدمی کھجور (کے صدقہ) سے کیوں نہ ہو۔ (الجامع)

ایک حصہ ہے لیکن تیری قوم قریش نے کعبۃ اللہ بناتے وقت اسے (چندہ کی کمی کی وجہ سے) خارج کر دیا تھا۔

۲۔ بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور آپ کی کنواری بیٹیوں کی قبور حطیم میں ہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ کی کنواری لڑکیوں کی قبور بیت اللہ کے رکن شامی کے قریب ہیں۔ نیز اسی روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور ان حضرات کی قبور زمزم اور حطیم کے درمیان ہیں۔ واللہ اعلم۔ نیز ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کبھی کسی نبی کی امت ہلاک ہو جاتی تو وہ مکہ مکرمہ میں تشریف لا کر آخر دم تک یہیں عبادت کرتے رہتے۔

۳۔ مبارک بن حسان انماطی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ) سے حطیم میں فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے اپنے رب کے ہاں گرمی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل کی کہ میں جنت کا ایک دروازہ کھول دوں گا جس سے جنت کی ہوا قیامت تک تجھ پر جاری رہے گی اور وہیں ان کی وفات ہوگئی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ وہ جگہ کعبۃ اللہ کے پرنالے اور حطیم کے مغربی دروازے کے درمیان ہے وہیں ان کی قبر مبارک ہے۔

۴۔ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائے کعبہ کے بعد بلکہ اس سے پہلے بھی یوں ہوتا تھا کہ "جب کبھی کوئی امت ہلاک ہو جاتی تو اس کا نبی مکہ مکرمہ میں تشریف لے آتا اور یہیں وہ اور ان کے ساتھی وفات تک اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت ہود نوح صالح اور شعیب علیہم السلام کی قبور زمزم اور حطیم کے درمیان ہیں"۔ (حدیث)

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حمزہ سلولی سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حج کے لیے آنے والے ننانوے انبیاء علیہم السلام کی قبور رکن مصلی اور زمزم کے علاقے میں ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مبارک:

ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں فرماتے ہیں کہ ہند کے جزیرہ سراندیپ کے ایک بلند پہاڑ کی سیاہ بلند فراخ چٹان پر حضرت آدم علیہ السلام کا قدم مبارک کا نشان موجود ہے۔

باب۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمت واستقلال

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے۔ تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا ہم ان کے معلوم کرنیکی بھی تکلیف نہیں کرتے۔ اس باب میں چند قصوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرنا ہے ان میں سب سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے سے ابتداء کرتا ہوں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصہ

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے۔ اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی۔ اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے تھے۔ اکثر کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے اور مذاق اڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اس سے درگزر نہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب بھی انہی نیک دل لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے۔ دسویں سال میں جب ابو طالب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے مہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے۔ اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجے کے سمجھے جاتے ہیں گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو قبول کرتے یا کم سے کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نو وارد مہمان کی خاطر مدارات کرتے صاف جواب دیدیا۔ اور نہایت بے رخی اور بداخلاقی سے پیش آئے۔ ان لوگوں نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں قیام فرمالیں جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے۔ ان میں سے ایک شخص بولا کہ او ہو! آپ ہی کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا ہے دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا کر بھیجتے۔ تیسرے نے کہا کہ میں تجھ سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا اس لئے کہ اگر تو واقعی نبی ہے جیسا کہ دعوٰی ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے نا امید ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمت اور استقلال کے پہاڑ تھے۔ مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے بالکل مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں پتھر ماریں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں واپس ہوئے۔ جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔

''اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بے کسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔ اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء کا رب ہے۔ اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ کسی اجنبی بیگانے کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے۔ یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دیدیا۔ اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو۔ نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت''۔

مالک الملک کی شان قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ جبرئیل علیہ السلام

نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی وہ گفتگو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سنے اور ایک فرشتے کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں اس کو حکم دیں اس کے بعد اس فرشتے نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں۔ اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں۔ یا جو سزا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم وکریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہ ہوئے تو ان کی اولادوں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔

اللہ جل جلالہ، وعم نوالہ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گذرے اور دین کے لئے اپنی جان مال آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا۔ اللہ کرے کہ اس کا کچھ شمہ ہم سے سیہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے۔

مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں:

آندھی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ظاہر ہوتی تھی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ اور چہرہ کا رنگ فق ہو جاتا تھا اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَهَا وَخَیْرَمَا فِیْهَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ هَا وَشَرِّمَافِیْهَا وَشَرِّمَا اُرْسِلَتْ بِهٖ

ترجمہ: ”یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں یا اللہ میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور جو اس چیز میں ہے اور جس غرض سے بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں“

اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ عذاب دیا گیا۔ اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لئے پانی برسایا جائے گا۔ حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ (درمنثور)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لئے مکہ کے پہاڑوں کو سونا بنا دیا جاوے۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! مجھے یہ تو پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تا کہ جب بھوکا ہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر ادا کروں تیری تعریف کروں۔ (ترمذی)

فائدہ: یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اسکی امت میں ہونے پر فخر ہے جس کی ہر بات ہمارے لئے قابل اتباع ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گزر کی حالت:

بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا۔ تا کہ ان کو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسوقت اپنے گھر میں تھے۔ جب یہ خبر سنی تو دوڑے ہوئے تشریف لائے مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے وہ بھی مکان میں رو رہی ہیں۔ فرمایا اب رو رہی ہے۔ کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کر۔ اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک جماعت منبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدت رنج سے بیٹھا نہ گیا۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ تشریف فرما تھے اس جگہ تشریف لے گئے اور حضرت رباح رضی اللہ عنہ ایک غلام کے ذریعے سے جو درباری کے زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی۔ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت مانگی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ کوئی جواب نہ دیا حضرت رباح رضی اللہ عنہ نے آ کر یہی جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ کہ میں نے عرض کر دیا تھا مگر کوئی جواب نہیں ملا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے۔ مگر بیٹھا نہ گیا تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رباح رضی اللہ عنہ کے ذریعے اجازت چاہی اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا۔ کہ یہ بے تابی سے غلام کے ذریعے اجازت حاضری کی مانگتے ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت رباح رضی اللہ عنہ نے آواز دی اور کہا کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے۔اس وجہ سے جسم اطہر پر بوریئے کے نشانات بھی ابھر آئے ہیں خوبصورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سرہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی، میں نے سلام کیا اور سب سے اول تو یہ پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کو طلاق دے دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔اس کے بعد میں نے دل بستگی کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی اس سے متاثر ہو گئیں۔

اس کے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا تین چمڑے بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مٹھی جو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے میں نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا میں یہ دیکھ کر رو دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ روؤں کہ یہ بوریئے کے نشانات بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں۔اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر بھی وسعت ہو۔یہ روم وفارس بے دین ہونے کے باوجود اللہ کی عبادت نہیں کرتے ان پر تو یہ وسعت، یہ قیصر وکسریٰ تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہٗ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور غمی کی حالت میں اللہ کی حمد کرنے والے تھے تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔پھر ارشاد ہوگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خواب گاہوں سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔تو ایک دوسری مختصر جماعت اٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گی پھر ارشاد ہوگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا تو ایک تیسری جماعت مختصر سی کھڑی ہوگی اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی۔اس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائے گا۔ (درمنثور)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت نماز اور زید رضی اللہ عنہ وعاصم رضی اللہ عنہ کا قتل:

احد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے۔ان کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا۔سلافہ نے جس کے دو بیٹے تھے اس لڑائی میں مارے گئے تھے منت مانی تھی کہ اگر عاصم رضی اللہ عنہ کا (جنھوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سر ہاتھ آجائے تو اسکی کھوپڑی میں شراب پیونگی اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دوں گی۔سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ انکا سر لانے کی کوشش کرے۔چنانچہ اس نے عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا ان لوگوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتبلیغ کے لیے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجنے کی بھی درخواست کی کہ ان کا وعظ پسندیدہ بتلایا۔چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا جن میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔راستہ میں جا کر ان لے جانیوالوں نے بد عہدی کی اور دشمنوں کو مقابلے کے لیے بلایا جو دوسو آدمی تھے۔اور ان میں سے سو آدمی مشہور تیر انداز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو مکہ والوں کو خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔راستہ میں بنولحیان کے دوسو آدمیوں سے مقابلہ ہوا یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فدفد تھا چڑھ گئی کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلے میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں تم ہمارے ساتھ آجاؤ۔ہم تم کو قتل نہ کریں گے۔مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے۔اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا۔مگر گھبرانے کی بات نہیں۔شہادت کو غنیمت سمجھو تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں۔

یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔مقابلوں کا مجمع کثیر تھا آخر شہید ہو گئے۔اور دعاء کی کہ یا اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے۔چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا۔اور چونکہ عاصم رضی اللہ عنہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے۔مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جارہا ہے تو ہی اس کا محافظ ہے۔وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول بھیجا۔جنھوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔کافروں کا خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رو آئی اور انکی نعش کو بہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے علم پھیلانے سے بہتر کوئی صدقہ نہیں کیا۔(مجمع)

کر لے گئی اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔غرض تین باقی رہ گئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ ہم تم سے بد عہدی نہ کریں گے یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے۔اور نیچے اترنے پر کفار نے انکی کمانوں سے تانت اتار کر انکی مشکیں باندھیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دوسروں کیوجہ سے پیاسے مرنا:

ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے۔اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جانکنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں، انہوں نے اشارے سے ہاں کی کہ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے۔اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے۔آہ کی میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر گیا۔وہ ہشام بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے انہوں نے آہ کی ہشام رضی اللہ عنہ نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کر دیا۔میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا۔ہشام کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ. (درایہ)

فائدہ: اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر کیے گئے۔کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو۔ایسی حالت میں کسی دوسری طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے اور ان مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و فضل سے نوازیں۔کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش حواس سبھی جواب دیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کفن:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور بیدرد کافروں نے آپ کی کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے۔اور سینہ چیر کر دل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کیے۔لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا۔اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا۔انکے صاحبزادہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کر دو انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے سے منع فرما دیا۔انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی کے کان ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے۔اللہ کے راستے میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ہم اس پر راضی ہیں۔میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں۔اور ان شاء اللہ صبر کرونگی۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر اس کلام کو ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب سن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ آ کر دیکھا انا للہ پڑھی اور ان کے لیے استغفار اور دعا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئیں تھیں ایک عورت تیزی سے آ رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کے لیے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسہ میرے مارا اور کہا کہ پرے ہٹ۔میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔تو فوراً کھڑی ہو گئیں۔اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لیے کفن لائی تھی۔کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیل رضی اللہ عنہ تھا۔ان کا بھی کفار نے یہی حال کر رکھا تھا جیسا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو۔اس لئے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا دوسرا چھوٹا۔تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ جو کپڑا جن کے حصہ میں آئیگا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔اور چھوٹا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔

بہادری اور دلیری اور موت کا شوق

جس کا لازمی نتیجہ بہادری ہے کہ جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر سب کچھ کر سکتا ہے ساری بزدلی سوچ و فکر زندگی ہی کے واسطے ہے۔ اور جب مرنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہے نہ دشمن کا خوف۔کاش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہوتی۔

ابن جحش رضی اللہ عنہ اور ابن سعد رضی اللہ عنہ کی دعاء:

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے غزوہ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص

3

رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سعد رضی اللہ عنہ آؤ مل کر دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے موافق دعا کرے اور دوسرا آمین کہے۔ کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی اول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔ یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں اور اسکی غنیمت حاصل کروں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا جو سخت حملہ والا ہو میں اس پر شدت سے حملہ کروں وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے اور میرے ناک کان کاٹ لے پھر قیامت میں جب تیرے حضور پیش ہوں تو تو کہے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے؟ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کاٹے گئے پھر تو کہے کہ سچ ہے میرے ہی راستہ میں کاٹے گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آمین کہی۔ دوسرے دن لڑائی ہوئی دونوں حضرات کی دعائیں اسی طرح سے قبول ہوئیں جس طرح مانگی تھیں۔ (خمیس)

سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک تاگے میں پروئے ہوئے ہیں۔ احد کی لڑائی میں انکی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک ٹہنی عطا فرمائی جو ان کے ہاتھ میں جا کر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سو دینار کی فروخت ہوئی (اصابہ) دینار سونے کے ایک سکہ کا نام ہے۔

فائدہ: اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمال عشق بھی ہے کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ یہ سب کیوں ہوا؟ تو میں عرض کروں گا کہ تمہارے لیے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے۔ جس میں سات ہزار دو سو چھتر حدیثیں ہیں۔ اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں جن کو بدل بدل کر ان سے پوچھا۔ یہ ہر سوال کے جواب میں "مجھے معلوم نہیں" کہتے رہے جب دس کے دس پوچھ چکے تو انہوں نے سب سے پہلے والے کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ غرض اس طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرما دیں کہ ہر حدیث کو اول اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا۔ پھر کہتے کہ یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔

امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی اسی میں اخیر تک مشغول رہے خود کہتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی۔ جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابی داؤد تصنیف کی جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔

یوسف مزی مشہور محدث ہیں۔ اسماء رجال کے امام ہیں۔ اول اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حلب، حمات، بعلبک، وغیرہ کا سفر کیا۔ بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں تہذیب الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی۔ اور کتاب الاطراف کی اسی جلدوں سے زیادہ ہیں۔ ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے۔ بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے۔ اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ حاسدوں کی عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا۔

ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں۔ یہاں نمونے کے طور پر چند حضرات کے واقعات کا ذکر اس لئے کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب سے باقی ہے۔ وہ کس محنت اور جان فشانی سے باقی رکھا گیا ہے۔ اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعوی کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں۔ وہ کتنے محنت اور مشقت اس کے لیے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ ہم اپنی عیش وعشرت راحت و آرام سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے۔ تو ایں خیال است و محال است و جنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

فرمانبرداری اور امتثال حکم

اور یہ دیکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء مبارک کیا ہے

ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فعل فرمانبرداری تھا اور گذشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے لیکن خاص طور سے چند قصے اس باب میں اس لیے ذکر کیے جاتے ہیں۔ کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں۔ کہ ہم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری کہاں تک کرتے ہیں۔ جس پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی منتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات و ترقیات وثمرات جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہوں۔ اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنی ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زبان کے صدقہ (حسن خلق سے) افضل کوئی صدقہ نہیں۔ (المغنی)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کا چادر کو جلا دینا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی۔ جو کسی قسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری کے آثار معلوم ہوئے۔ گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی، دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی میں نے قصہ سنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنادی عورتوں کے پہننے میں تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: اگر چہ چادر کے جلادینے کی ضرورت نہ تھی مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری اور ناراضگی کی چوٹ لگی ہوئی ہو وہ اتنی سوچ کا متحمل ہی نہیں ہوتا۔ کہ اس کی اور صورت بھی ہوسکتی ہے۔ ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا تو نہ معلوم کتنے احتمالات پیدا کرتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے۔ اور دریافت تو کرلوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہوسکتی ہے یا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

انصاری کا مکان کو ڈھا دینا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جارہے تھے راستہ میں ایک قبہ (گنبد دار حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبہ بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا سلام کا جواب بھی نہ دیا۔ انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو۔ دوبارہ سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا وہ اس کے کیسے متحمل ہوسکتے تھے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو وہاں موجود تھے دریافت کیا، پوچھا تحقیق کیا کہ میں آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں۔ خیر تو ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تھے راستہ میں تمہارا قبہ دیکھا تھا۔ اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے؟ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کردیا کہ نام ونشان بھی نہ رہا۔ اور پھر آکر عرض بھی نہیں کیا۔ اتفاقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبہ وہاں نہیں ہے۔ دریافت فرمایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ انصاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبہ دیکھا ہے۔ انہوں نے آکر اس کو بالکل توڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔

فائدہ: یہ کمال عشق کی باتیں ہیں۔ ان حضرات کو اس کا تحمل ہی نہیں تھا کہ چہرہ انور کو رنجیدہ دیکھیں۔ یا کوئی شخص اپنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گرانی کو محسوس کرے۔ ان صحابی نے قبہ کو گرایا اور یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آکر کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے واسطے گرادیا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ہی اتفاق سے ادھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تعمیر میں روپیہ ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا۔ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ خود ازواج مطہرات کے مکانات کھجور کی ٹہنیوں کے بنے تھے۔ جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جاسکے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر میں تشریف لے گئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ ثروت حاصل تھی انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچھ کچی اینٹیں لگالیں۔ واپسی پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کررہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے۔ (ابوداؤد)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا سرخ چادروں کو اتارنا:

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایکدم ایسے گھبرا کر اٹھے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتارلیں۔ (ابوداؤد)

ارشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سبز باغ ہی ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اس کا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے استغناء سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے۔ اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے (جوع البقر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد اب کسی کو نہیں ستاؤں گا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

اپنے زمانہ خلافت میں حکیم رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا مگر انہوں نے انکار ہی فرما دیا۔ (بخاری)

فائدہ: یہی وجہ ہے کہ آجکل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔

حذیفہ کا جاسوسی کے لیے جانا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہمارے ایک طرف تو مکہ کے کفار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملے کے لیے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے۔ جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل وعیال کو بالکل ختم نہ کر دیں ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلے میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے۔ اسی دوران میں ایک رات آندھی اسقدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اس اندھیری میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے اتنے میں میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار نہ سردی سے بچاؤ کے لیے کوئی کپڑا ،صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اس کے اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حذیفہ۔ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ ،خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا۔ مگر تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ وَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ وَ مِنْ فَوْقِهٖ وَ مِنْ تَحْتِهٖ۔" یا اللہ آپ اس کی حفاظت فرمائیں۔ سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے"۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا تھا گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی ہر ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو۔ چپ چاپ دیکھ کر آ جائیو کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے۔ اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیرتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو واپس چل دو کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلے والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو۔ اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے ہیں۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی ہیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ پر ہاتھ سینک رہا تھا میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا۔ مگر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو۔ دیکھ کر چلے آنا۔ اس لیے میں نے تیر ترکش میں رکھ لیا۔ ان کو شبہ ہو گیا کہنے لگے۔ تم میں کوئی جاسوس ہے۔ ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا۔ سبحان اللہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا۔ جب آدھے راستے پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے انہوں نے کہا۔ اپنے آقا سے کہہ دینا اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا۔ بے فکر رہیں۔ میں واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندان مبارک چمکنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاؤں مبارک کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوں سے چمٹا لیا (درمنثور)

فائدہ: انہی حضرات کا یہ حصہ تھا اور انہی کو زیبا تھا کہ اسقدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیل ارشاد تن من جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی۔ اللہ جل شانہٗ بلا استحقاق اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی ان کے اتباع کا کوئی حصہ نصیب فرما دے۔ تو زہے قسمت۔

☆☆☆☆☆

باب۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے اس کے برخلاف ہمارے زمانے میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اس پر دین کے خلاف اثر پڑے۔ یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گذرے گی تو اس کے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

تسبیحات حضرت فاطمہؓ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا میں تمہیں اپنا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں۔ شاگرد نے کہا ضرور۔ فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے۔ وہ خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینے پر مشک کی رسی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر میں جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں۔ جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہ سے کہا کہ تم بھی جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خدمتگار مانگ لو تا کہ تم کو کچھ مدد مل جاوے۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی اس لیے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی۔ واپس آ گئیں۔ دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کل تم کس کام کے لیے گئی تھیں۔ وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ حالت ہے کہ چکی کی وجہ سے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینے پر رسی کے نشان ہو گئے۔ ہر وقت کے کاروبار کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں۔ ایک یہ بھی مانگ لیں۔ اس لیے گئی تھیں۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے۔ رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں۔ صبح کو اس پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر۔ حضرت موسیٰ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا یعنی بستر تھا۔ وہ بھی حضرت موسیٰ کا چوغا تھا۔ رات کو اسکو بچھا کر سو جاتے تھے۔ تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر۔ اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ۔ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر۔ یہ خادم سے زیادہ اچھی چیز ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں اللہ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی ہوں۔ (ابوداؤد)

فائدہ: یعنی جو اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میرے بارے میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے یہ تھی زندگی دو جہاں کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسے ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام کاج تو درکنار اپنا کام بھی نہ کر سکیں۔ پاخانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے۔ دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھی آیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صدقہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو گونیں درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے طباق منگوایا اور ان کو بھر بھر کر تقسیم کرنا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیے۔ ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا۔ خود روزہ دار تھیں۔ افطار کے وقت باندی سے کہا افطار کے لیے کچھ لے آ۔ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لائیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے۔ فرمانے لگیں اب طعن دینے سے کیا ہو۔ اس وقت یاد دلاتی تو میں منگا لیتی۔ (تذکرہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے ساتھ بیابان میں چلنا صدقہ ہے۔ (الکنز)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس نوع کے نذرانے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گزاری جاتی تھی حتی کہ افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی۔ پچاس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ بھی خیال نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے۔ آجکل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردد ہونے لگا۔ لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں۔ ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک فقیر نے آکر سوال کیا خادمہ سے فرمایا کہ وہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے عرض کیا کہ افطار کے لیے گھر میں کچھ بھی نہیں فرمایا کیا مضائقہ ہے وہ روٹی اس کو دے دو۔ اس نے دے دی (مؤطا)

ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے یہاں نہ آتا۔ اس نے کہا مگر پردے کی حالت میں آیا تھا۔ اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقہ کیے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کیے۔ اور اپنی کرتہ میں پیوند لگا رہا۔ (طبقات)

ابن زبیرؓ کا حضرت عائشہؓ کو صدقہ سے روکنا:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس فیاضی سے پریشان ہو کر خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے وہ فوراً خرچ کر دیں ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا اس پر ناراض ہو گئیں۔ کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھا لی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خالہ کی ناراضگی کا بہت صدمہ ہوا۔ بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا آخر جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ ہو لیے۔ جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں۔ تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور جا کر خالہ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمانوں سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات یاد دلاتے رہے۔

معاشرت کے متعلق چند باتیں

شوہر کی فرمانبرداری عورت پر واجب ہے اور حدیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر میں کسی انسان کے لیے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ مگر چونکہ ہماری شریعت میں سجدہ تعظیم بھی حرام ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی اس حدیث سے خیال کرنا چاہیئے کہ کس قدر شوہر کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ اور جو عورت شوہر کی نافرمان ہو اور شوہر اس سے ناراض ہو وہ عورت اللہ کی رحمت سے دور رہتی ہے تاوقتیکہ شوہر کو رضامند نہ کرے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کوئی شوہر فرائض کے ادا کرنے سے ناراض ہو تو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ حدیث لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی صرف آگاہی کے واسطے یہ مسئلہ ذکر کر دیا ورنہ ان شاءاللہ تعالیٰ تمہیں یہ موقع پیش نہ آوے گا۔ تین وصف جس عورت میں ہوں اس سے کبھی اس کا شوہر ناخوش نہ ہوگا۔ جس کو سعدیؒ نے بوستان کے اس شعر میں جمع کر دیا ہے۔

زن خوب وفرماں بروپارسا کند مرد درویش را بادشاہ

ان میں آخر کی دو صفتیں اختیاری ہیں اگر کسی عورت میں پہلی صفت نہ بھی موجود ہو تو آخری دو وصف موجود ہونے سے میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور اگر پہلی صفت موجود ہو اور دو آخر کی مفقود ہوں تو ایسی عورت دنیا میں بدنام اور آخرت میں اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ جو عورت شوہر کی فرمانبردار نہ ہو۔ یا تندمزاج ہو بات بات میں جھگڑا پیدا کرے تو اس کے لیے بھی سعدیؒ نے فرمایا ہے۔

زن بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم ست دوزخ او

اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جس گھر میں زناشوئی کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں۔ وہ گھر مثل جہنم کے ہو جاتا ہے۔ علاوہ اس کے وہ لوگ ان پر ہنستے ہیں خود زن وشوہر کی زندگی وبال جان ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کیفیت ہم نے کہیں کہیں دیکھی ہے اور جس گھر میں زناشوئی کے تعلقات خوشگوار ہیں وہ گھر اگرچہ غربت وافلاس کا گھر ہو لیکن وہ دولت خانہ اور بادشاہی محل سے بہتر بلکہ نمونہ جنت بن جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کبھی شوہر کی

خفگی ایسی وجہ سے ہو جو تمہارے خیال میں واجبی نہیں ہے اور ممکن ہو کہ واقعی ایسا ہو تو اس حالت میں بھی تم نہایت تحمل اور وقار سے برداشت کرو حتی کہ تمہاری زبان سے تو کیا کسی اشارے یا ادا سے بھی بات نہ معلوم ہو کہ غصہ بجا ہے تمہارا تحمل آخر کار خود اس کو آگاہ کردے گا کہ یہ غصہ ناواجب تھا اور اس کا انجام بہت اچھا اور تم پر وفور مہربانی کا سبب ہوگا۔ جبکہ اس برتاؤ سے دشمن بھی دوست ہو جاتا ہے تو شوہر تو شوہر ہی ہے۔

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ یہ عادت بہت بری ہے۔ شوہر یا خسر کی جانب سے جو کھانے پینے کو ملے اس کو شکر کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔ اور گو کتنا ہی قلیل ہو اس پر بھی شکر واجب ہے۔ لاکھوں ایسے ہوں گے جن کو نہ تم جیسا کھانے کو اور نہ تم جیسا پہننے کو ملتا ہوگا۔ اور نہ تم جیسا آرام ہوگا۔ کھانے پہننے میں، دولت مندی میں ہرگز کسی کی حرص مت کرو۔

خوشدامن کا ادب ہر امر میں مثل اپنی والدہ مشفقہ کے کرو۔ اور ہر حال میں ان کی رضامندی کو مقدم سمجھو۔ خواہ تم کو تکلیف ہو یا راحت۔ مگر ان کے خلاف مرضی ایک قدم مت چلو۔ زبان سے کوئی ایسا لفظ مت نکالو۔ جس سے ان کو کلفت ہو۔ ان سے جب بات کرو اور خطاب کرو تو ایسے الفاظ سے خطاب مت کرو کہ جیسے اپنی برابر والیوں سے خطاب کرتی ہو۔ بلکہ ان الفاظ سے خطاب کرو جو بزرگوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں ۔ چنانچہ ہم نے آداب شوہر میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ اگر خوشدامن تم کو کسی امر میں تنبیہ کریں تو ان کے کہنے کو خاموشی سے سننا چاہیئے۔ اگر بالفرض ناگوار اور تلخ بھی کہیں جس کی امید نہیں ہے تب بھی اس کو شربت خوشوار گھونٹ کی طرح پی جاؤ اور ہرگز درشتی سے جواب نہ دو اور ان کی خدمت مثل اپنی والدہ کے کرو۔ اگر کسی کام کو دوسرے کو کہیں تو تم اس کو اپنی طرف سے انجام دو خسر کی تعظیم اور احترام مثل اپنے والد مہربان کے کرو۔ اور جس طرح خوشدامن کے ساتھ کلام کرنے میں ادب کا بیان ہم نے کیا ہے۔ یہاں بھی اسی طرح لحاظ رکھو۔ مثلاً اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں تو تم اس کے جواب میں کہو کہ فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں ۔ اگر کوئی پوچھے کہ فلاں امر کی نسبت انہوں نے کیا کہا ہے۔ تو تم جواب میں کہو کہ ایسا فرمایا ہے۔ ان کو آرام پہنچانے اور خدمت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو سعی کرو کسی تقریب میں جانا ہو یا کسی عزیز سے ملنے جانا تو اپنے خسر و شوہر سے اجازت لو اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو اپنی خوش دامن سے اجازت چاہو۔ اگر اجازت دیں تو جاؤ ورنہ مت جاؤ۔

بعد حسن معاشرت مردمان خانہ کے جس کا اوپر ذکر ہوا گھر کی بہبودی اور اسکی رونق کے لیے ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ انتظام خانہ داری اگر عمدہ طور سے ہے تو باوجود قلت معاش کے بھی گھر پر رونق معلوم ہوتی ہے۔ اور اس گھر پر ناداری معلوم نہیں ہوتی۔ اور اگر یہ انتظام درست نہیں ہے تو باوجود دولت مندی کے بھی گھر پر نکبت اور نحوست برستی ہے۔ ہم نے بچشم خود بعض دولتمند گھروں کو دیکھا ہے کہ انتظام خانہ داری کا مستورات میں سلیقہ نہ ہونے سے ان کے گھر کی حالت مفلسوں کے گھروں سے بدتر ہے۔ بہت بڑی بات اس میں اخراجات کا اندازہ اور انکے مواقع کا لحاظ رکھنا ہے۔ اخراجات میں اعتدال اور ان کا حسب موقع استعمال کرنا چاہئے۔ اعتدال سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے خرچ زیادہ نہ ہو اور نہ اس قدر کم کہ کنجوسی کی نوبت پہنچے۔

اصلی انسانی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے
کون سے زیور ہیں اچھے یہ جتا دیجئے مجھے
اور جو بد زیب ہیں وہ بھی بتا دیجئے مجھے
یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی میری
گوش دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری
تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ
بالیاں ہو ں کان میں اے جان گوش ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھومکوں میں ہو بھری
کان کے پتے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراق کتاب
اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں
قوت بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم و خرسند ہو
ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے
سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہو تو ڈر نہیں
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

☆☆☆☆

باب ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چند دینی باتیں

ایمان واسلام کا بیان

پس ہم ان امور کو بیان کرتے ہیں جو ہمارے دین میں آنے والے پر واجب ہیں جب کوئی اسلام میں داخل ہونا چاہے تو سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھے یعنی: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

زبان سے کہے اور دین اسلام کے سوا دوسرے تمام مذہبوں سے بیزار ہو اور دل میں یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ یگانہ ہے جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ چونکہ سچا دین خدا کے نزدیک اسلام ہے لہٰذا اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

تحقیق دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے اور ارشاد کیا ہے:

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ

جو آدمی اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو چاہے گا۔ وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ پس جب کسی نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور دل سے یقین کرلیا تو وہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اسکا قتل کرنا اور اس کی اولاد کو قید کرنا اور اس سے مال کو لوٹ لینا حرام ہو گیا اور خدا کے حقوق میں اس نے جو کوتاہی پہلے کی ہے وہ معاف کی جائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ

''اے پیغمبر کافروں کو کہہ دے کہ کفر سے باز رہیں جو تقصیر وہ پہلے کر چکے ہیں وہ ان کو بخش دی جائے گی''

اور جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے امر کیا گیا ہوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں۔ پس جب انہوں نے کلمہ توحید پڑھا مجھ سے اپنا خون اور اپنے مال کو بچالیا۔ سوا ان واجبی حقوق کے جو ان پر عائد ہوتے ہیں۔ اور حساب ان کا اللہ تعالیٰ لے گا۔ اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهٗ

اسلام اس کے پہلے گناہوں کو دور کر دیتا ہے پس اس پر اسلام کے لیے غسل واجب ہوتا ہے جیسا کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ تحقیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ ابن اثال اور قیس ابن اصم کو فرمایا کہ جس وقت اسلام لائیں غسل کریں اور ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اپنے سے کفر کے بالوں کو دور کر اور غسل کر۔ اس کے بعد اس پر نماز واجب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایمان قول اور عمل ہے۔ کیونکہ قول دعویٰ ہے اور عمل اسکا گواہ ہے اور قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔

معجزات وکرامات برحق ہیں:

اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبیوں کے معجزے اور ولیوں کی کرامتیں حق ہیں اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ گرانی اور ارزانی بھی خداوند کریم کی طرف سے ہے۔ نہ مخلوق میں سے کسی کی طرف سے نہ کسی بادشاہ اور نہ حاکم کے اختیار میں ہے اور نہ کسی ستارے کی تاثیر کو اس میں کچھ دخل ہے جیسا کہ فرقہ قدریہ اور نجومی کہتے ہیں۔

بدعتی سے نفرت:

ہر ایک مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنی چاہئے۔ پس سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ چلے اور جماعت وہ بات ہے جس پر چاروں خلفاء صحابہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا ہے۔ اور یہ لوگ سیدھا راستہ دکھلانے والے ہیں کیونکہ ان کو سیدھا راستہ دکھلایا گیا ہے ان سب پر خداوند کریم کی رحمت ہو اور مناسب یہ ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ مباحثہ میں میل جول نہ کیا جاوے اور نہ ان کو سلام کہے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اہل بدعت کو سلام کرتا ہے گویا وہ ان سے دوستی رکھتا ہے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم آپس میں سلام پھیلاؤ تاکہ تمہارے درمیان محبت بڑھے اور بدعتوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور نہ ہی ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی ان کے کسی خوشی کے وقت یا ان کی عید کے دن ان کو مبارک باد کہو اور اگر یہ لوگ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور اگر کہیں ان کا ذکر ہو تو ان کے حق میں رحمت کے کلمات نہ کہے جائیں۔ بلکہ ان لوگوں سے دور رہیں اور ان سے دشمنی رکھیں اور یہ دشمنی خداوند تعالیٰ کے واسطے ہو اور اس اعتقاد سے ہو کہ اہل بدعت کا مذہب جھوٹا ہے اور ان کی دشمنی سے ہم کو بڑا ثواب اور بہت اجر ملے گا۔

بدعتی پر لعنت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے جسم کے کسی حصہ سے صدقہ کیا اس کو اتنا دیا جائے گا (الجامع)

آدمی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دے اس پر خداوند تعالیٰ اور اسکے سب فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔اور اسکے صرف وعدل کو خداوند تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔اور صرف سے فرض مراد ہے اور عدل سے مراد نفل ہے۔ابوایوب سجستانی روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی کو سنت نبوی کی خبر دے اور وہ آگے سے جواب دے کہ آپ اس سنت کو اپنے پاس رہنے دیں اور مجھ کو اس سے اطلاع دیجئے کہ قرآن میں کیا حکم دیا گیا ہے۔تو اس صورت میں وہ آدمی گمراہ ہے۔

جن صفات کو خدا تعالیٰ کا وصف نہیں بنایا جا سکتا وہ صفتیں یہ ہیں:

نادانی، شک، تردد، غلبہ ظن، سہو، نسیان، اونگھ، بیماری، نیند، غفلت، عجز، موت، بہراپن، گونگاپن، شہوت، نفرت، خواہش، غصہ، غم، افسوس، غمگینی، حسرت، لذت، رنج، نفع، ضرر، آرزو، قصد، جھوٹ اور یہ بھی روا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کا نام ایمان رکھا جائے۔اس کے خلاف فرقہ سالبیہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا نام ایمان رکھنا کلام الٰہی سے روا ہے۔

جن صفتوں سے خداوند تعالیٰ کو موصوف کرنا روا ہے:

وہ یہ ہیں خوش ہونا ، ہنسنا، غصے ہونا، خفا ہونا ،راضی ہونا وہ موجود ہے۔خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے (خدا تعالیٰ کو اس نے اپنے پاس پایا) اور یہ وصف بھی جائز ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی شے ہے۔اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے۔شہادت دینے والی چیزوں سے کونسی شے زیادہ بزرگ ہے۔کہہ تو خداوند تعالیٰ خداوند کریم کو نفس اور ذات اور عین کہنا بھی جائز ہے مگر آدمی کے اعضاؤں کے ساتھ اس کو تشبیہ نہ دی جائے۔

گمراہ فرقوں کے بیان میں:

کثیر بن عبداللہ بن عمر بن عوف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ البتہ تم پہلے لوگوں کی راہ پر ان کے قدم بقدم چلو گے اور اگر وہ ایک ہاتھ چلے ہیں تو تم بھی ایک ہاتھ چلو گے۔اور وہ ایک گز چلے ہیں تو تم بھی ایک ہی گز چلو گے۔اور اگر وہ سوسما کی مانند بلوں میں گھسے ہیں تو تم بھی ان ہی کی مانند ہی بلوں میں گھسو گے۔خبردار تمہارا حال وہی ہوگا جو بنی اسرائیل کا ہوا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو کر اکہتر فرقوں میں ہو گئے اور یہ سب گمراہ تھے۔صرف ایک گروہ اسلام پر باقی رہا تھا اور وہ ایک جماعت تھی۔اور اسی طرح بنی اسرائیل کے بہتر گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے الگ ہو گئے اور وہ بھی سب گمراہ ہو گئے مگر ان میں بھی صرف ایک فرقہ سیدھے راستے پر رہا اور وہ بھی ایک جماعت تھی۔پس تم بھی تہتر گروہ ہو جاؤ گے اور یہ سب گمراہ ہوں گے مگر ان سب میں صرف ایک ہی فرقہ اسلام پر رہے گا۔

۷۳ فرقے فقط ایک جنتی:

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہو گئے اور ان میں سے ایک کے سوا باقی سب دوزخی ہیں۔اور قریب ہے کہ میری امت کے تہتر گروہ ہو جائیں گے اور ان میں سے ایک گروہ کے علاوہ باقی سب آگ میں جلیں گے۔اصحابوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو ایک گروہ بہشتی ہے اس کی کیا صفت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس طریق پر ہوگا جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں اور جس تفرقہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ نہ تو آپ کے زمانہ میں ہوا اور نہ حضرت ابوبکر عثمان وعلی کے زمانے میں ہوا۔بلکہ یہ اختلاف اصحابوں اور تابعین کے وفات پا جانے کے کئی سال بعد ہوا ہے۔

فضیلت حجاز مقدس:

کثیر بن عبداللہ بن عوف اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ البتہ حجاز میں دین واپس آئے گا جیسا کہ سانپ اپنے سوراخ میں گھستا ہے اور البتہ حجاز میں اکثر لوگ دین کی اس طرح تلاش کریں گے جیسا کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر ہرنوں کو تلاش کرتے ہیں۔البتہ دین غریب ظاہر ہوا اور پھر بہت جلد پھر غریب ہو جائے گا اور غریبوں کے لئے یہ خوشخبری ہے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ غریب لوگ کون ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد دین کو لوگ خراب کر دیں گے اور جو خراب شدہ سنتوں کو درست کریں گے وہ غریب ہی ہوں گے۔

سنت کو زندہ کرنا:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں میری ایک سنت کو لوگ نیست و نابود کریں گے اور ایک بدعت کو رواج دیا کریں گے۔اور حارث رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کا ذکر کیا جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس فتنہ سے کیونکر خلاصی ہوگی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کتاب اللہ سے کیونکہ وہ حکمت اور دین اور دنیا کی اصلاح پر شامل ہے اور وہ ایسی سیدھی راہ ہے کہ جو اس پر چلے گا وہ لوگوں کے بہکانے سے بہک نہیں سکے گا۔اور جب جنوں کی قوم نے اس کو سنا تو انہوں نے بھی کہا کہ ہم نے قرآن کو سنا ہے اور وہ تعجب میں لاتا ہے۔جس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق بات کہنے سے زیادہ کوئی صدقہ نہیں ہے۔(رواہ البیہقی فی الشعب)

نے اس کلام سے کہا ہے اس نے سچ کہا ہے اور جس نے اس کے ساتھ حکم کیا ہے اس نے انصاف کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی وہ ایسی مؤثر اور رقت آمیز تھی کہ ہمارے آنسو نکل پڑے اور اس سے دلوں میں خوف بھر گیا اور سوز اور گداز پیدا ہوا۔ اس وقت ہم نے عرض کی کہ اے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نصیحت ایسی معلوم ہوتی ہے گویا کہ رخصت اور وداع کرنیوالی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ پرہیز گاری اختیار کرو اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔ خواہ وہ حاکم حبشی غلام ہی ہو۔ جو آدمی میرے بعد زندہ رہے گا وہ میرے پیچھے دین میں بہت اختلاف دیکھے گا۔ اور تم کو مناسب ہے کہ میری سنت پر قائم رہو۔ اور خلفائے راشدین کی سنت پر جو میرے بعد سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اور اس کو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑو اور میرے دین میں کوئی نئی بات پیدا نہ کرو۔ اس سے پرہیز رکھو۔ یہ بدعت ہے اور کوئی بدعت ہو اس کا اختیار کرنا گمراہی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی اس کی پیروی کرے گا۔ جو لوگوں کو سیدھے راستے پر چلاتا ہے تو پیروی کرنے والے کو وہی ثواب اور اجر ملے گا جو سیدھے راستے پر چلانے والے کو ملے گا۔ اور اس کے اجر سے کچھ کم نہیں ہوگا۔ اور جو آدمی اس کی پیروی کرے گا جو لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو اس کو بھی ویسی ہی سزا دی جائے گی جیسی کہ گناہوں کی طرف بلانے والے کو ملے گی اور اس کے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہیں ہوگی۔

وحدت اسلامی

قتل مومن کا وبال اور عذاب:

سورہ نساء میں فرمایا:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا.

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

ہمیشہ اس میں رہنا ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی۔ اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت بالا میں مومن کو قتل کرنے والے کے لئے جن باتوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ قاتل دوزخ میں داخل ہوگا۔ اور اس میں ہمیشہ رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر غصہ ہوگا تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی۔ اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں جگہ جگہ قتل نفس سے منع فرمایا۔ سورۂ انعام میں فرمایا:

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ.

اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ اس کو قتل مت کرو۔ ہاں مگر حق کے ساتھ اللہ نے اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سات گناہ کونسے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہیں (۱)۔ اللہ کے ساتھ شریک بنانا (۲) جادو کرنا (۳) کسی جان کو قتل کرنا۔ جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو ہاں اگر حق کے ساتھ قتل ہو تو یہ درست ہے۔ مثلاً یہ کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو تو قصاص میں حکم شرعی کے مطابق قتل کیا جائیگا۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد سے پشت پھیر کر چل دینا (۷) پاک دامن باایمان عورتوں کو تہمت لگانا جن کو برائی کا دھیان تک نہیں۔

آیت اور حدیث میں یہ جو لفظ الا بالحق فرمایا ہے کہ (مسلمان کو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ) اس کی تشریح ایک حدیث میں وارد ہوئی ہے اور وہ اس طرح سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے اندر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دیتا ہو مگر تین شخصوں کا اول وہ شخص جو اسلام چھوڑ دے (یعنی مرتد ہو جائے اسلام کے بعد کفر اختیار کر لے) جماعت مسلمان سے جدا ہو جائے۔ دوسرا وہ شخص جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو۔ (اس کو رجم کیا جائے یعنی پتھروں سے مار دیا جائے گا) تیسرا وہ شخص جو کسی کو قتل کر دے اس کے بدلے اسکو قتل کر دیا جائے گا''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۰۰)

ساری دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان آدمی کے قتل کے مقابل میں اللہ کے نزدیک معمولی چیز ہے (رواہ ابن ماجہ)

جس شخص نے کسی مومن کے قتل پر آدھے کلمے سے بھی مدد کی تو قیامت کے دن اللہ سے وہ اس حال میں ملاقات کرے گا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. (مشکوۃ المصابیح ۲۲۵)

"بلاشبہ تمہارے خون اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ آج کے دن کی بے حرمتی تمہارے اس مہینہ میں اس شہر میں حرام ہے"۔

عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے سو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں دریافت کرے گا۔ پھر فرمایا کہ خبردار میرے بعد تم گمراہ مت ہو جانا کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارا کرو۔

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ.

" کہ تم ہرگز میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارا کرو"۔ (مشکوۃ المصابیح ۳۰۷)

کسی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يُشِيْرُ أَحَدُكُمْ عَلٰى أَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانُ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (رواہ البخاری ومسلم)

تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اسے نہیں معلوم کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے نکال دے۔ (جو مسلمان بھائی کے قتل کا سبب بن جائے) پھر اشارہ کرنے والا دوزخ کے گڑھے میں گر پڑے۔

مسلمان پر ہتھیار اٹھانا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا (رواہ البخاری وزاد مسلم)
مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (مشکوۃ المصابیح ۳۵)

"جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھالے وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں"۔

ایک مسلمان کے قتل کی سزا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ (رواہ الترمذی) (المشکوۃ ص ۳۰۰)

"کہ آسمان و زمین والے سب اگر کسی مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دے گا"۔

قتل کرنے والا دوزخ میں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "قاتل اور مقتول دونوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا مقتول عرض کرے گا کہ اے رب اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھے قتل کیوں کیا۔ قاتل کہے گا اے رب مجھے فلاں شخص نے حکم دیا تھا۔ پھر قتل کرنے والے اور قتل کا حکم دینے والے دونوں کے ہاتھ پکڑ کر دونوں دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے"

قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں:

فتنوں کے زمانہ میں قتل کی بھرمار کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ عصبیت کی بنیاد پر ہر فریق کا ہر شخص دوسرے فریق کے ہر شخص کو قتل کرنے کے لئے فکر مند رہتا ہے اور جہاں جس کو موقع ملتا ہے۔ وہیں قتل کر دیتا ہے۔ اس قتل کی اندھیر نگری میں قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔
(صحیح بخاری کتاب الفتن ص ۴۹۸)

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دو مسلمان اپنی تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آ جائیں سو وہ دونوں دوزخی ہیں۔ کسی نے عرض کیا کہ قاتل کا دوزخی ہونا سمجھ میں آتا ہے مقتول کیوں دوزخ میں گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لئے کہ وہ بھی دوسرے شخص کے قتل کا ارادہ کر چکا تھا۔
مطلب یہ ہوا کہ قتل کے ارادے سے تو دونوں نکلے تھے۔ اپنی نیت کی وجہ سے وہ دونوں دوزخ میں گئے یہ اور بات ہے کہ ایک کو موقع مل گیا اس نے قتل کر دیا۔ دوسرے کا داؤ نہ چلا وہ مقتول ہو گیا۔ جو شخص قتل ہوا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا کیونکہ وہ بھی جاہلانہ جذبات اور تعصبات کی وجہ سے قتل کرنے کے لئے نکلا تھا۔ اللہ کی رضا کے لئے جنگ کرنا اس کا مقصد نہ تھا۔

تعصب کے بارے میں ارشادات نبویہ
علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

عصبیت کے بارے میں رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَتَلَ عَصَبِيَّةً
لَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ. (رواہ ابوداؤد)

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مر جائے۔
یہ عصبیت اسلام کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ (رواہ مسلم کمافی المشکوۃ ص ۳۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص امام المسلمین کی فرمانبرداری سے نکل گیا۔ اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا پھر مر گیا تو جاہلیت والی موت مرا۔

اور جو شخص ایسے جھنڈے کے نیچے جنگ کرے جس میں حق اور ناحق کا پتہ نہ ہو جو تعصب کی وجہ سے غصہ ہوتا ہو اور تعصب کی دہائی دیتا ہو اور تعصب کی وجہ سے مدد کرتا ہو پھر وہ قتل ہو گیا تو اس کا یہ قتل ہونا جاہلیت کے طریقے پر قتل ہونا ہے۔ اور جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا جو نیک اور بد کو مارتا چلا جاتا ہے اور مومن کے قتل سے پرہیز نہیں کرتا اور جو معاہدے والے کا عہد پورا نہیں کرتا تو ایسا شخص مجھ سے نہیں ہے اور نہ میں اس سے ہوں۔

عہد اول کے مہاجرین اور انصار:

چونکہ یہ حضرات دین اسلام پر چلنے کے لئے ہجرت کر کے آئے تھے اور اسلامی جذبہ کی وجہ سے اپنے اموال اور املاک اور جائیدادوں کو بلکہ اعزہ اور اقربا کو چھوڑ کر آ گئے تھے۔ اس لئے اہل مدینہ نے ان کی بہت قدر کی اور ایسی نصرت اور مدد کی کہ حضرات مہاجرین کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے محنت اور مشقت میں تو ہمیں شریک کیا نہیں اور اپنے باغوں اور کھیتوں کی پیداوار میں ہمیں شریک کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا ثواب یہی لے جائیں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر انہیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھو اور ان کے حق میں اچھے کلمات کہتے رہو تو پھر ایسی بات نہیں ہے۔ (رواہ الترمذی کمافی المشکوۃ ص ۲۶۱)

محبت والفت کا نسخہ:

ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ میں جب اس پر عمل کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت فرمائے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ. (مشکوۃ المصابیح ص ۴۴۳)

کہ تو دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبت ہو جا تجھ سے لوگ محبت کریں گے۔

قیامت کے دن حقوق العباد کے فیصلے کس طرح ہونگے:

بہت سے لوگ نمازیں خوب پڑھتے ہیں۔ ذکر و تسبیح میں بھی مشغول ہوتے ہیں۔ مشائخ سے مرید بھی ہوتے ہیں۔ لیکن دنیا داری، زمین داری، چودھراہٹ اور سرداری کی وجہ سے لوگوں پر طرح طرح کے ظلم بھی کرتے ہیں۔ قتل کرنے کرانے سے مال چھیننے سے باز نہیں آتے۔ عصبیت کے سیلاب میں بھی بہہ جاتے ہیں۔ قیامت کے دن جو فیصلے ہوں گے اس وقت مظالم کے عوض یہ سب نیکیاں مظلوموں کو دے دی جائیں گی اس وقت جو تباہی ہو گی حدیث ذیل میں مذکور ہے اس پر توجہ دیں۔ (رواہ المسلم) (مشکوۃ المصابیح ص ۴۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کیا تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسے والا) کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو جس کے پاس مال اور سامان نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوۃ لے کر آئے گا اور ساتھ ہی اس حال میں آئے گا۔ کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو گی۔ اور کسی پر تہمت لگائی ہو گی کسی کا مال کھایا ہو گا۔ کسی کا خون بہایا ہو گا۔ اور کسی کو مارا ہو گا۔ لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دیدی جائیں گی۔ (اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی) پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق اداء ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دئے جائیں گے پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا''۔ (رواہ مسلم کمافی المشکوۃ ص ۴۳۴)

سب مسلمان آپس میں شخص واحد کی طرح ہیں کسی شخص کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے بدن میں تکلیف ہو گی اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو سارے جسم کو تکلیف ہو گی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا

(مشکوۃ ص ۴۲۲ عن البخاری ومسلم)

آپس میں عمارت کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے

(رواہ المسلم کمافی مشکوۃ ص ۴۲۲)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو بغیر مدد کے چھوڑے اور نہ اس کو حقیر جانے اس کے بعد تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقوی یہاں ہے یہاں ہے۔ (پھر فرمایا) کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے (مزید فرمایا) کہ مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے۔ اس کا خون بھی اس کا مال بھی اس کی آبرو بھی۔

مومن کے حقوق:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ. (مشکوۃ المصابیح ص ۳۹۷)

''مومن پر مومن کے چھ حق ہیں جب مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں حاضر ہو۔ جب وہ دعوت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی آسودہ حال ہو۔ یا ہٹا کٹا اور کما سکنے والا ہو صدقہ میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

دے تو اسے قبول کرے جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کرے جب اسے چھینک آئے (اور وہ الحمد للہ کہے) تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے۔ اور اس کی خیر خواہی کرے غائب یا سامنے موجود ہو"۔

اس حدیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق بتائے ہیں۔اس میں یہ بھی ہے۔

وَيَنْصَحُ لَهُ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ

کہ مسلمان بھائی سامنے موجود ہو یا غائب ہو یا دوسرا مسلمان اس کی خیر خواہی کرے۔ ہر حالت میں مسلمان کی خیر خواہی کرنا حقوق اسلامیہ میں شامل ہے۔

لوٹ مار، غصب، چوری، خیانت کرنیوالا مومن نہیں:

حدیث: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوٹنے کا کام کرے یا (کسی کا مال) چھیننے یا چھیننے کا مشورہ دے" (مجمع الزوائد ص ۲۳۷ ج ۵)

غور کریں کہ لوٹنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دنیا کا ہرا بھرا مال نفس کو اچھا لگتا ہے لیکن لوٹنے والا یہ نہیں سوچتا کہ رحمۃ للعلمین مجھے اپنی امت سے خارج فرما رہے ہیں۔

اغواء کر کے رقم وصول کرنا حرام ہے:

ڈکیتی اور لوٹ مار کی ایک یہ صورت نکلی ہے کہ کسی شخص کو یا اس کی اولاد کو یا متعلقین میں سے کسی کو اغواء کر لیا جاتا ہے اور پھر اطلاع بھیجتے ہیں کہ اتنی رقم دی جائے تو ہم چھوڑ دیں گے۔ مجبور ہو کر لوگ رقم دے دیتے ہیں اور اپنے آدمی کو چھڑا لیتے ہیں۔ یہ اغواء کرنا اور رقم لے لینا سب حرام ہے۔

اور یہ عمل حدیث: مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَبِهٖ کے ذیل میں آ جاتا ہے۔

اَلَا لَا تَظْلِمُوْا اَلَا لَا يَحِلُّ مَالَ امْرَءٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۵۵)

یعنی خبردار ظلم نہ کرو خبردار کسی شخص کا مال اس کے نفس کی خوشی کے بغیر حلال نہیں۔

ہر سمجھدار آدمی یہ جانتا ہے کہ جب کسی کو اغواء کر لیا تو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان چھڑانے کے لئے جو رقم دے گا وہ طیب نفس سے اور اندر کی خوشی سے نہ ہو گی۔ وہ تو مصیبت میں پڑنے کی وجہ سے دے رہا ہے۔ کسی بھی طرح کے دباؤ سے کسی کا کوئی بھی پیسہ لے لیا جائے تو وہ حرام ہوتا ہے۔

مال حرام کا وبال اور عذاب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لَا يَكْسِبُ عَبْدٌ مَالَ حَرَامٍ فَيَتَصَدَّقُ مِنْهُ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ وَيُنْفِقُ مِنْهُ فَلَا يُبَارَكُ لَهُ فِيْهِ وَلَا يَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا كَانَ زَادَهُ اِلَى النَّارِ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۲)

جو کوئی بندہ مال حرام کما کر اس میں سے صدقہ کرے گا تو صدقہ قبول نہ ہو گا۔ اور اس میں سے خرچ کرے گا تو برکت نہ ہو گی۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۲)

جنت میں وہ گوشت داخل نہ ہو گا جو حرام سے پلا بڑھا ہو اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پلا بڑھا ہو دوزخ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۳)

وہ جسم جنت میں داخل نہ ہو گا جس کو حرام سے غذا دی گئی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَ فِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لَهٗ صَلَاةً مَادَامَ عَلَيْهِ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۴۳)

جس شخص نے دس درہم میں ایک کپڑا خریدا جس میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نماز بھی قبول نہ فرمائے گا۔

رشوت لینا اور دینا دلانا باعث لعنت ہے:

رشوت لینے دینے کا رواج بھی بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ مسلمان، مسلمان کا کام بغیر رشوت کے نہیں کرتا۔ رشوت کا مال حرام بھی ہے اور اس میں مسلمان کو ضرر دینے کا پہلو بھی ہے اور باعث لعنت بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے پر لعنت کی۔ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان میں آتا جاتا ہے یعنی واسطہ بنتا ہے اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۲۶)

سورۂ اعراف میں فرمایا: "اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا"۔

اسلامی قوانین پر عمل کریں۔ ایمان و تقویٰ کی زندگی گذاریں تو حسب وعدہ خداوند آسمان و زمین کی برکتیں بھرپور طریقے پر سامنے آ جائیں لیکن لوگوں کا یہ حال ہے کہ مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسلامی نظام کے نافذ کرنے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ حدود و قصاص کو ظالمانہ بتاتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ ہم احکام قرآنیہ کو ظالم بتا کر کافر ہو گئے۔ کہ اللہ کی حدود میں سے کسی حد کو قائم کرنا اللہ کے شہر میں چالیس رات بارش ہونے سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو بغض رکھنے والے رشتے دار کو دیا جائے (حاکم و طبرانی)

دشمنانِ اسلام جب سے صلیبی جنگوں میں شکست کھا چکے ہیں اس وقت سے انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور آپس میں لڑانے کا منصوبہ بنایا ہے اور جو جہاد کافروں سے ہوتا تھا اس کا رخ موڑ کر مسلمانوں میں آپس کی مار کاٹ اور سر پھٹول کی طرف موڑ دیا۔ اور اب وہ اطمینان سے اپنی اپنی حکومتیں لیے بیٹھے ہیں۔ انہیں اس کی بہت خوشی ہے کہ مسلمانوں نے شرعی جہاد چھوڑ دیا ہے۔

غیر شرعی فیصلے کرنے کی وبا:

غیر شرعی فیصلے کرنا اور غیر شرعی فیصلے کروانا۔ اے ایمان والو اللہ کے لیے (احکام) کی پوری پابندی کرنے والے، انصاف کی شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس کام پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو وہ قریب تر ہے تقویٰ سے اور اللہ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہو جاؤ اگرچہ گواہی تمہاری اپنی ذات پر یا والدین پر یا دوسرے رشتہ داروں پر ہو اگر وہ شخص امیر ہے یا غریب ہے۔ جس کے لیے گواہی دے رہے ہو تو اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ تعلق ہے۔ (وہ ان کی مصلحت دیکھتا ہے تم کسی کی رعایت کر کے حق کے خلاف گواہی نہ دو۔ نہ امیر کی امیری دیکھو نہ غریب کی غریبی اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا شہادت سے اعراض کرو گے تو (سمجھ لو) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے۔

حکومتوں کے عہدے آخرت میں ندامت ورسوائی کا سبب ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاَمَارَةِ وَسَتَکُوْنُ نِدَامَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَ بِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ (رواہ البخاری کمافی المشکوٰۃ ص ۳۲۰)

بلاشبہ تم امیر بننے کی حرص کرو گے اور یہ امارت قیامت کے دن ندامت ہوگی کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی لگتی ہے اور دودھ چھڑانے والی بری معلوم ہوتی ہے۔

جو شخص عہدے کا طلبگار ہو اسے عہدہ دینا جائز نہیں ہے:

جو لوگ حکومتیں حاصل کرنے کے لیے امیدوار بنتے ہیں ان کو تو حکومت دینا جائز ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَنَا وَاللّٰہِ لَا نُوَلِّیْ عَلٰی ھٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَہٗ وَلَا اَحَدًا اَحْرَصَ عَلَیْہِ

(رواہ البخاری کمافی المشکوٰۃ ص ۳۲۰)

اللہ کی قسم ہم اپنے اس عمل کو (یعنی حکومت کے کاموں کو) کسی ایسے شخص کو نہ سونپیں گے جو اس عہدہ کو مانگے یا عہدہ کا حرص کرے۔

(رواہ احمد کمافی المشکوٰۃ ص ۳۲۳)

جو بھی کوئی شخص دس افراد یا اس سے زیادہ کا امیر بنا، قیامت کے دن اللہ کا حکم اس کے پاس اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن میں بندھا ہوا ہوگا۔ اس کی نیکی یا تو اسے چھڑا لے گی یا اس کا گناہ اس کو ہلاک کر دے گا۔ امارت اول میں ملامت ہے درمیان میں ندامت ہے اور قیامت کے دن رسوائی ہے۔ (رواہ مسلم کمافی المشکوٰۃ ص ۳۲۳)

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ دینے والے کے لیے ایک جھنڈا ہوگا اس کے پاخانہ کے مقام پر نصب کیا جائے گا۔ وہ اس کے دھوکے کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ (پھر فرمایا) کہ خبردار جو شخص عوام کا امیر ہو اس کے غدر یعنی دھوکے سے بڑھ کر کسی کا غدر نہیں۔

فیصلوں میں ظلم کرنا جہالت کے ساتھ فیصلے دینا:

حکومت کے سپرد کردہ کاموں میں قاضی اور حاکم کا عہدہ بھی بہت سے لوگ خوشی خوشی جج اور مجسٹریٹ بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۴ از ابوداؤد و ابن ماجہ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جنت میں ہوگا اور دو دوزخ میں ہوں گے۔ پس جو جنت میں ہوگا وہ شخص ہوگا جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جس نے حق کو پہچانا اور ظلم کا فیصلہ کیا سو یہ شخص دوزخ میں ہوگا اور (ان میں سے) ایک وہ ہے جو جہالت کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے (اس کو حق اور ناحق کا کچھ پتہ نہیں) سو یہ (بھی) دوزخ میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ سب کو سمجھ دے اور راہ مستقیم پر چلائے۔

قبروں کو مسجد بنانے کی ممانعت:

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ کہ دیکھو تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا کرتے تھے۔ خبردار تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا میں تمہیں اس بات سے روکتا ہوں۔

حضرت ابو مرثد غنوی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

ضرورت سے زیادہ قبر اونچی نہ کی جائے:

حضرت ابو ہیاج اسدی کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس پر نہ بھیجوں جس کام پر مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ تم ہر مورت کو مٹائے بغیر ہر قبر کو برابر کیے بغیر نہ چھوڑو۔ (مسلم)

قبروں پر گنبد بنانے کی ممانعت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکا بنانے سے ان پر گنبد بنانے سے اوران پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

گانے کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دینا:

نافع کا بیان ہے کہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک رستے پر جارہا تھا آپ نے گانے کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستہ سے دوسری جانب دور ہٹ گئے۔ پھر دور ہو جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ نافع اب تو آواز نہیں آرہی میں نے کہا نہیں۔ آخر کانوں سے انگلیاں علیحدہ کر کے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا (کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں) نافع کا بیان ہے کہ اس زمانے میں میں بچہ تھا۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

جواء، ڈھول، نشہ آور چیز کی حرمت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو کہ اللہ پاک نے شراب کو، جوئے کو، ڈھول کو حرام کیا۔ اور فرمایا جو چیز نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔ (بیہقی در شعب الایمان)

باجوں اور بتوں کو توڑنے کا حکم:

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے رحمۃ للعالمین اور دنیا کا رہنما بنا کر بھیجا اور میرے عزت وجلال والے رب نے حکم فرمایا کہ میں تار والے اور نے والے باجوں کو توڑوں اور بتوں کو صلیب (چلیپا) کو اور جاہلیت کی رسموں کو مٹادوں۔ (مسند احمد)

آباؤ اجداد پر فخر کرنے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے مردہ باپ دادے پر فخر کرتے ہیں وہ باز آجائیں وہ جہنم کے کوئلے تھے ورنہ وہ خدا کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ بدتر ہو جائیں گے جو اپنی ناک سے گوبر لڑھکاتا ہے، اللہ پاک نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کرنا دور کر دیا ہے اور اب انسان یا تو پرہیز گار مومن ہے یا بدکار فاجر ہے سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ (ترمذی)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ نسب اس لیے نہیں ہیں کہ تم اوروں کو برا بھلا کہو تم سب نقصان میں برابر برابر ہو اور اولاد آدم ہو کسی کو کسی پر بڑائی نہیں بجز دین داری اور پرہیز گاری کے۔ انسان کی برائی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ بیہودہ، زبان دراز اور بخیل نہ ہو (مسند احمد، بیہقی در شعب الایمان)

مثنوی

اب تو فضل و علم سے ہیں وہ بری
نام لیں اجداد کا پر ہر گھڑی

فخر سے کرتا ہے کوئی یوں بیاں
تھے مرے دادا جو حضرت تھے فلاں

کوئی کہتا پیر زادہ ہوں قدیم
خواجہ زادہ ہوں کوئی کہتا لئیم

قاضی زادہ کوئی کہتا آپ کو
کوئی کہتا مفتی اپنے آپ کو

مولوی صاحب بڑے مشہور عام
کوئی کہتا ہے چچا میرے کا نام

کوئی کرتا شیخ صدیقی بیان
صدق کو پر بو نہیں اس میں عیاں

کوئی فاروقی پہ ہے نازاں بشر
باطل و حق میں نہیں فارق مگر

کوئی ذی النورین پر مغرور ہے
خود حیا و حلم سے بے نور ہے

کوئی لیتا حیدر و زہرا کا نام
زہد و تقویٰ سے نہیں کچھ اس کو کام

ہے کسی کو قادری ہونے پہ خبط
گو کہ اس کو کچھ نہیں قادر سے ربط

خود معین الدین نہیں تھے بے نماز
پر معین الدین چشتی پر ہے ناز

نقشبندی پر ہے کوئی نقشبند
بند ہے ہر نقش کا پر خود پسند

ہے عوارف سے نہ کچھ عارف مگر
ناز کرتا سہروردی نام پر

نام سے ان کے فقط یہ شاد ہیں
صورت و سیرت سے گو آزاد ہیں

باپ اک جاہل کے فاضل ہو بھلا
فضل سے اسکے اسے پر کیا ملا

زشت رو سے ناز کب ہو یہ پسند
حسن بتلا دے اگر ماں کا دو چند

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے کیا اس کے لیے جھک جائے۔ فرمایا نہیں۔ بولا اسے چمٹا لے اور بوسہ دے فرمایا نہیں بولا کیا پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے فرمایا ہاں۔ (ترمذی)

لوگوں سے اپنی تعظیم کرانے کی ممانعت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی طرح کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی پر ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے۔ ہم آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے۔ فرمایا عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو کہ بعض بعض کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

شادی بیاہ میں سادگی باعث برکت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جو تکلیف میں آسان ہو۔ (بیہقی در شعب الایمان)

یعنی جس نکاح میں جسقدر کم مشقت ہوگی اتنی ہی اس میں برکت ہو گی کہ بیٹی اور بیٹے والوں کو نکاح کے اسباب جمع کرنے میں تکلیف نہ ہو اور تھوڑا مہر باندھا جائے۔ جس قدر تکلیف بڑھے گی اسی قدر برکت گھٹے گی اور جس میں تکلیف ہو اس میں نحوست ہی نحوست ہوگی۔

مہر کی تخفیف موافق سنت ہے

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا۔ فرمایا ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) تھا (مسلم)

بیوہ کا جوڑا ملنے پر تاخیر نہ کرے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی رضی اللہ عنہ تین کاموں میں دیر نہ کرنا۔ وقت آنے پر نماز میں دیر نہ کرنا، جب جنازہ لے آیا گیا ہو تو جنازے کی نماز میں دیر نہ کرنا اور جب بیوہ کا جوڑا (بر) مل جائے تو اس میں دیر نہ کرنا۔ (ترمذی)

معلوم ہوا کہ جو عورت نکاح کے قابل ہو اور بیوہ ہو جائے اور کوئی اس کے جوڑ کا مرد مل جائے تو اس کے نکاح میں دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنا بالکل اسی طرح معیوب سمجھو جس طرح جنازہ پڑا رکھنا اور نماز میں دیر کرنا معیوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا جو عتبہ بن ابولہب کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح کرا دیا اس طرح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں۔ پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد انہوں نے عون بن جعفر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا۔ عون کے بعد تیسرا نکاح محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کر لیا۔ اور محمد رضی اللہ عنہ کے بعد چوتھا نکاح عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ پھر ان کی شہادت کے بعد مغیرہ بن نوفل رضی اللہ عنہ سے نکاح ثانی کیا۔

علاوہ ازیں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات بیوہ تھیں۔ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔ کسی کا پہلا۔ کسی کا دوسرا اور کسی کا تیسرا شوہر مر چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں، نواسیوں اور بیٹیوں کی تو یہ حالت ہو اور ہم نکاح ثانی کو برا سمجھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشدامن ام رومان رضی اللہ عنہا پہلے عبداللہ بن منجرہ کے نکاح میں تھیں۔ پھر نکاح ثانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اسی طرح اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا پہلے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا جن سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تیسرا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا یہ ان معزز سیدانیوں کا حال ہے جو شرافت کی کانیں ہیں پھر جو کوئی نکاح ثانی کو معیوب اور شرافت کے خلاف سمجھے اس کے ایمان میں نقصان ہے کیونکہ وہ خود شریف نہیں کمینہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کی عزت و شرافت نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو غیرت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا، نواسیوں کا، اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کی بیویوں کا یہی حال رہا کہ جب شوہر مر گیا تو انہوں نے دوسرا شوہر کر لیا، اگر خدانخواستہ نکاح ثانی بے عزتی کی بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کس طرح منظور فرماتے۔

میت کے غم میں جاہلانہ حرکات کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں پر طمانچے مارے۔ گریبان پھاڑا اور جاہلیت والوں کی طرح ارمان کر کے چیخا۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے بیزار ہوں جو سر کے بال نوچے۔ زور زور سے روئے اور گریبان پھاڑے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا میری امت جاہلیت کی رسموں میں سے چار رسمیں نہیں چھوڑے گی اوران میں سے نوحہ کرنے کو بھی بیان کیااور فرمایا کہ اگر نوحہ کرنے والی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا پائجامہ گندھک کا اور کرتہ خارش کا ہوگا۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا جس کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورت بھی ہو۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوحہ کرنے والیوں کی دوزخ میں دو قطاریں ایک سیدھی جانب اور دوسری الٹی جانب کردی جائے گی پھر دوزخیوں پر کتوں کے رونے کی طرح نوحہ کریں گی۔

سادگی

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنتے نہیں؟ پرانے کپڑے پہننا سیدھی سادھی وضع میں رہنا مسلمان کی نشانی ہے۔ (ابوداؤد)

کسی صحابہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں سے ایک شخص اپنے باپ سے سنی ہوئی حدیث بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عجز وانکساری کی وجہ سے زینت والا کپڑا چھوڑ دیا اللہ اس کو عزت وبزرگی کا جوڑا پہنائے گا۔ (ابوداؤد)

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ پیو، خیرات کرو اور پہنو بشرطیکہ اسراف اور غرور پیدا نہ ہو۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ)

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے فضالہ بن عبید سے پوچھا کیا بات ہے تمہارے بال بکھرے ہوئے کیوں رہتے ہیں بولے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت عیش وآرام سے منع کیا ہے۔ میں نے کہا تم ننگے پاؤں کیوں رہتے ہو بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی جوتا پہننے کا حکم فرماتے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب آپ نے دروازے کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھا تو گھر کے ایک کونے میں پردہ لگا ہوا دیکھا۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس جانے لگے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فوراً آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ واپس کیوں جارہے ہیں۔ فرمایا کہ نبی کی یا میری یہ شان نہیں کہ مزین گھر میں جاؤں۔ (احمد، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہے۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپیوں پر پگڑیاں باندھنے سے فرق ہوتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی اور عیسائی داڑھیاں نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں وہی ریشم پہن سکتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جو دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سلام کا جواب نہیں دیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے ایک تصویروں والا پردہ خریدا جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے رہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے کراہت محسوس کرلی میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ ہے میں نے کیا قصور کیا ہے۔ فرمایا یہ پردہ کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کو اس لیے خریدا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھیں اور تکیہ بنائیں۔ فرمایا یاد رکھو یہ تصویروں والے عذاب میں مبتلا ہوں گے ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا۔ اسے زندہ کرو اور فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس گھر میں فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل نے آکر کہا کہ میں کل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن دروازہ پر ایک کتے کی وجہ سے اور گھر میں تصویروں والے پردے کی وجہ سے داخل نہ ہوسکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما کر تصویروں کے سر اڑوا دیں تاکہ وہ درختوں جیسی رہ جائیں اور پردے کو پھاڑ کر گدے بنادیں تاکہ پاؤں کے نیچے وہ روندی جاتی رہیں اور کتے کو نکلوادیں آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ بن ابی علقمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حفصہ بنت عبدالرحمان رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں وہ باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پھاڑ دیا اور موٹے کپڑے کا دوپٹہ اڑھادیا۔ (مؤطا امام مالک)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی مدارات کرنا بھی صدقہ میں داخل ہے۔ (الطبرانی فی الکبیر)

4

وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار کر پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بولا خدا کی قسم اب میں کبھی اس کو نہیں اٹھاؤں گا جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا۔ (مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا۔ کہ وہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ابوداؤد، مسند احمد، نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں لعنت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک عربی کمان تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں فارسی کمان ہے۔ فرمایا یہ کیا ہے۔ اس کو پھینک دو اور ایسی کمان یا اس جیسی کمان لیا کرو اور تیر بھی کہ اس سے اللہ پاک تمہارے دین کی مدد فرمائے گا۔ اور تمہیں ملکوں کی حکومت عطا فرمائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض اونٹ شیطانوں کے ہوتے ہیں میں نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے ساتھ سانڈھیاں لے کر نکلتے ہیں جن کو فربہ بنا رکھا ہے نہ خود اس پر سوار ہوتے ہیں اور جب اپنے کسی بھائی کے پاس گزرتے ہیں جو چلنے سے تھک گیا ہے تو اس کو بھی سوار نہیں کرتے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھوڑوں کے بارے میں پوچھا گیا فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں بعض گھوڑے انسان کے لیے گناہ کا سبب ہیں بعض گھوڑے عیبوں پر پردہ ڈالتے ہیں اور بعض گھوڑے ثواب کا باعث ہیں۔ گناہ والے گھوڑے وہ ہیں جو نام و نمود بڑائی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے پالے جاتے ہیں۔ پردہ پوشی والے گھوڑے وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں پالے جاتے ہیں اور ان کی سواری اور گردن میں اللہ کا حق بھولا نہیں جاتا کہ عاریت میں دے دیے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی نکالی جاتی ہے اور ان کے کھانے پینے کی دیکھ بھال بھی رکھی جاتی ہے اور ثواب والے گھوڑے وہ ہیں جن کو جہاد کے لیے پالا جائے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام خرچ اللہ کی راہ میں شمار ہوتے ہیں علاوہ عمارت کے خرچ کے کیونکہ اس میں بھلائی نہیں۔ (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بلند گنبد دیکھا پوچھا یہ کیا ہے۔ صحابہ بولے کہ یہ فلاں انصاری کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور دل میں بات رکھی، آخر کار جب اس کا مالک آیا اور اس نے لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ سلام کرنے کے باوجود اعراض کیا اور سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غصہ کو تاڑ گیا۔ آخر کار اس نے اپنے ساتھیوں سے شکایت کی اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض دیکھتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا گنبد دیکھا آخر کار اس شخص نے گنبد منہدم کرا کے ہموار کر دیا۔ پھر ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے آپ نے وہ گنبد نہیں دیکھا۔ پوچھا گنبد کا کیا ہوا بولے کہ اس کے مالک نے ہم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی شکایت کی ہم نے اسے وجہ بتا دی۔ آخر کار اس نے منہدم کرا دیا۔ فرمایا یاد رکھو ہر عمارت اس کے مالک پر وبال ہے مگر جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑا لایا گیا جس نے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگا رکھی تھی۔ فرمایا یہ شخص کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بولے اس نے اپنے آپ کو عورتوں کی طرح بنایا ہے۔ آخر کار وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بقیع کی طرف نکال دیا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ فرمایا مجھے نمازیوں کے قتل سے روک دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو زعفران لگانے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر زعفران لگا ہوا دیکھا فرمایا کہ تمہاری بیوی ہے۔ میں بولا نہیں فرمایا اسے دھو ڈالو۔ پھر دھو ڈالو۔ اور پھر مت لگانا۔ (ترمذی، نسائی)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جس کے جسم پر کچھ زعفران لگا ہوا ہو۔ (ابوداؤد)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سفر سے گھر لوٹ کر آیا میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے۔ گھر والوں نے زعفران والی خوشبو لگا دی۔ میں نے صبح جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں اور فرمایا کہ جاؤ یہ جسم سے دھو آؤ۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی خوشبو ظاہر بو والی اور پوشیدہ رنگ والی ہوتی ہے اور عورتوں کی خوشبو ظاہری رنگ والی اور پوشیدہ بو والی ہوتی ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد،نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کم کرو۔ (بخاری مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بستر مرد کے لیے، ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے کافی ہے اور چوتھا شیطان کے لیے ہے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر تیسرے روز کی اجازت دی۔ (ترمذی، ابوداؤد،نسائی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک خوبصورت عورت باجماعت نماز پڑھا کرتی تھی۔ کسی نوجوان کی نظر پڑی تو اس پر عاشق ہو گیا۔ اس نے عورت کو ملاقات کا پیغام بھیجا وہ سمجھ گئی کہ یہ شخص فتنے میں مبتلا ہو گیا ہے۔ وہ عورت کامل الایمان تھی کہنے لگی کہ میں تجھے ملاقات کا موقع اس شرط پر دینے کو تیار ہوں کہ تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چالیس دن تک نماز ادا کرو۔ اور یہ اس حالت میں ہو کہ تمہاری تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو۔ اس شخص نے اسے نہایت آسان کام سمجھتے ہوئے نماز باجماعت شروع کر دی ابھی بارہ روز ہی گذرے تھے کہ اس میں تبدیلی آنا شروع ہو گئی۔ جب چالیس دن مکمل ہو گئے تو اس شخص کی کایا ہی پلٹ چکی تھی۔ اب اس عورت نے پیغام بھیجا کہ تم نے شرط پوری کر دی ہے تم آ کر ملاقات کر سکتے ہو۔ نوجوان نے جواب دیا کہ اب میری ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہو چکی ہے تمہاری ملاقات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چالیس دن کے چلہ کا اس نوجوان پر یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد عورت نے اس واقعہ کا ذکر اپنے خاوند سے کیا اور اس نے سارا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا آپ نے فرمایا صَدَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور نماز بھی ایسی جو امیر المومنین کے پیچھے ادا کی گئی ہو۔ سبحان اللہ! اس کا کیا ہی اثر ہوگا۔ بہر حال چالیس کے عدد کا یہ خاص اثر ہے۔ (معالم العرفان ص ۲۱۲)

حلال اور چور:

مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو دروازے پر جوتے چھوڑ جاتے مگر باوجود اس کے کہ جوتے کا محفوظ رہنا نہایت مشکل ہے اور سینہ کے سامنے سے اور سر کے سامنے سے خاص حرم کے اندر جوتا اٹھ جاتا ہے۔ ان کا جوتا کبھی چوری نہیں ہوا۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ متعجب ہوتے اور ان حضرات سے پوچھتے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرات کا جوتا چوری نہیں ہوتا وہ فرماتے کہ جب ہم جوتا اتارتے ہیں تو چور کے لیے اس کو حلال کر جاتے ہیں اور چونکہ چور کی قسمت میں حلال مال نہیں اس لیے وہ انہیں نہیں لے جا سکتا۔ یہ قصہ بیان فرما کر امیر شاہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اصل میں شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی تعلیم تھی کہ جب شاہ صاحب کے زمانہ میں اکبری مسجد میں جوتے چوری ہونے لگے تو شاہ صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اپنے جوتے چوروں کے لیے حلال کر دیا کرو پھر وہ انہیں نہیں لے جائیں گے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۹۵)

دادرسی کا عجیب واقعہ:

ایک رات سلطان محمود غزنوی (المتوفی ۱۰۳۰ء، ۴۲۱ھ) سو رہا تھا کہ یکا یک اس کی آنکھ کھل گئی پھر لاکھ چاہا کہ دوبارہ نیند آ جائے مگر نیند کوسوں دور نکل چکی تھی۔ بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا۔ جب کسی طرح آنکھ نہ لگی تو خدا ترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھوکا آیا ہے اس لیے نیند اچٹ گئی ہے۔ غلام کو حکم دیا "باہر جا کر دیکھو کون ہے" غلام نے باہر جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ واپس آ کر کہا "جہاں پناہ! کوئی شخص نہیں" محمود نے پھر سوچا کہ سو رہے مگر نیند نہ آئی تھی نہ آئی وہی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ غلاموں کو دوبارہ کہا "اچھی طرح دیکھ آؤ کون دادخواہ آیا ہے" غلام دوڑے ہوئے گئے ادھر ادھر دیکھا اور واپس آ کر بولے: "حضور کوئی نہیں"۔

سلطان کو شبہ ہوا کہ شاید غلام تلاش کرنے سے جی چراتے ہیں۔ غصہ میں خود کھڑا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے باہر آ گیا۔ بہت تلاش کی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی اس کے دروازہ پر آ کر اندر کی طرف جھانکا تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آئی۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا۔ اس کا منہ زمین سے لگا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آہیں بھر رہا تھا اور چپکے چپکے کہہ رہا تھا:

اے کہ از غم ندیدہ خواری
از غم ما کجا خبرداری
خفتہ ماندی چو بخت ماہمہ شب
تو چہ دانی زرنج بیداری

پھر کہنے لگا۔ سلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا سبحان کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے۔ اگر محمود ولی سو رہا ہے تو حرج نہیں معبود ازلی تو جاگ رہا ہے۔

محمود یہ سن کر اس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا۔ محمود کی شکایت کیوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دینے والے کی تعریف نہ کی جائے۔ (اصبہ)

کرتا ہے وہ تو ساری رات تیری تلاش میں بے چین رہا۔ بتا تجھے کیا تکلیف ہے؟ کس نے ستایا ہے؟ کیوں اور کس غرض سے آیا ہے؟ یہ سن کر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا بولا: ''حضور! ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا۔ اس نے میری عزت خاک میں ملا دی۔ آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے اور میری شریک زندگی کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر آپ نے اس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان''۔ یہ سن کر محمود کو مذہبی غیرت اور شاہی حمیت کے جوش سے پسینہ آ گیا۔ غصہ سے کانپتی ہوئی آواز سے بولا ''بتا کیا اس وقت بھی وہ ملعون وہیں ہوگا؟'' اس شخص نے جواب دیا ''اب تو بہت رات گذر چکی ہے شاید چلا گیا ہو۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر آئے گا''۔ سلطان نے کہا ''اچھا اس وقت تو جا مگر جس روز جس وقت وہ آئے تو مجھے اطلاع کرو''۔ اس شخص نے سلطان کو دعا دی اور رخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ سلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور پہرہ داروں سے کہا کہ: ''دیکھو یہ جس وقت آئے خواہ میں سوتا ہوں یا جاگتا ہوں فوراً اس کو مجھ تک پہنچا دو''۔

اتنا کہہ کر محمود اندر آیا اور وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔ تیسری رات وہ شخص شاہی محل سرا کے دروازے پر پہنچا۔ پہریداروں نے اس کی شکل دیکھتے ہی سلطان کی خدمت میں پہنچا دیا۔ سلطان جاگ رہا تھا تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ بولا چلو۔ رات کو اس شکار کرنے والی لومڑی تک مجھے لے چلو۔ یہ سن کر وہ شخص آگے ہولیا۔ اور سلطان اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ گھر پہنچ کر اس شخص نے سلطان کو وہ جگہ بتائی جہاں وہ ظالم شخص خزانہ کا سانپ بنا ہوا سو رہا تھا۔ سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ ایسا جمایا کہ تمام فرش پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا اس کے بعد سلطان مڑا اور مظلوم صاحب خانہ کو بلا کر فرمایا۔ اب تو محمود سے خوش ہو۔ یہ کہہ کر محمود نے مصلے منگوایا اور ایک طرف بچھا کر دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھی۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا: ''گھر میں کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ''۔ اس شخص نے جواب دیا: ''ایک چیونٹی سلیمان کی کیا خاطر کر سکتی ہے۔ جو کچھ ہے حاضر کرتا ہوں'' یہ کہہ کر دسترخوان ڈھونڈھ کر سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے لیے ہوئے آیا۔ اور سلطان کے سامنے رکھ دیے۔ سلطان نے اس رغبت اور شوق سے یہ ٹکڑے کھائے کہ شاید عمر بھر میں کوئی لذیذ غذا اس طرح نہ کھائی ہوگی۔ کھانے سے فارغ ہو کر سلطان نے اس شخص سے کہا معاف کرنا۔ میں نے تمہیں کھانے کے لئے تکلیف دی۔ لیکن سنو بات یہ ہے۔ جس روز تم ملے اور اپنا دکھڑا سنایا اس وقت میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سر کو اس کے شانے سے جدا کر کے تمہارا گھر پاک نہ کر دوں گا رزق کو حرام سمجھوں گا۔ پھر دو رکعت نماز میں نے شکرانہ میں پڑھی۔ جس پر تم حیران ہو رہے ہوگے۔ لیکن سنو! اس شخص کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں سے کوئی ہوگا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میرے درباریوں اور مصاحبوں کو اتنی جراءت نہیں ہو سکتی کہ وہ میرے مزاج سے واقف ہوتے ہوئے ایسی حرکت کریں۔ میں جس قدر زیادہ سوچتا گیا اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا۔ کہ اتنی بڑی گستاخی کی ہمت صرف بادشاہ کی اولاد کو ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ عام طور پر غرور کے نشے میں مست رہتے ہیں۔ چنانچہ میں تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔ جب میں نے صورت دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ میرا فرزند نہیں کوئی غیر شخص ہے اس لیے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (جوامع الحکایات ولوامع الروایات۔ از سدید الدین محمد عوفی ورق ۹۴)

ملک الموت کو صدمہ:

کہتے ہیں کہ ملک الموت نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے مولا کریم میں نے کروڑوں لوگوں کی جانیں قبض کی ہیں۔ مگر دو جانیں ایسی ہیں کہ جنہیں قبض کرتے وقت مجھے بڑا ہی صدمہ ہوا۔ میں نے تیرے حکم کی تعمیل ضرور کی تھی مگر نہایت ہی دکھ کے ساتھ۔ یہ دونوں ماں بیٹا تھے۔ واقعہ یوں ہوا کہ جہاز غرق ہو گیا اور ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ایک تختے کا سہارا لینے میں کامیاب ہو گئی۔ تختہ دریا میں بہہ رہا تھا اور ماں بیٹا اس پر سوار تھے۔ مولا کریم! اچانک تیرا حکم ہوا اور میں نے ماں کی جان اس تختے پر نکال لی۔ میرے لئے پریشان کن بات یہ تھی کہ ماں مر چکی ہے اب بچے کا کیا حشر ہوگا۔ بچہ ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر سوار ہے اور تختہ ہر آن پانی کی لہروں کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ جو کسی بھی وقت کسی تیز لہر کی زد میں آ کر الٹ سکتا تھا۔ بچے کے لئے نہ خوراک کا انتظام ہے نہ کسی نگہداشت کا بندوبست۔ دریا کے کنارے دھوبی کپڑے دھو رہے تھے۔ اچانک کسی کی تختے پر نظر پڑی تو تختے کو کھینچ لائے۔ بڑے حیران ہوئے کہ ماں مر چکی ہے اور بچہ بے یار و مددگار تختے پر زندہ سلامت موجود ہے۔ وہ لوگ اس بچے کو اپنے سردار کے پاس لے گئے سردار بیچارا بے اولاد تھا۔ خوبصورت بچہ دیکھ کر اس کا دل آ گیا۔ اور اس نے بچے کو اپنی نگرانی میں لے کر اسے اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ بچہ آٹھ نو سال کی عمر کا تھا کہ اپنے ساتھی بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں بادشاہ وقت کی سواری کی آمد کا شور اٹھا سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ مگر یہ بچہ اکیلا سڑک پر کھڑا رہ گیا۔ بادشاہ کی سواری گذر گئی۔ اس کے پیچھے اس کا عملہ پیدل آ رہا تھا۔ ان میں سے ایک سپاہی کو راستے میں کہیں سرمہ کی ایک پڑیا مل گئی۔ اتفاق سے اس کی نظر کمزور تھی۔ اور سرمہ کی اسے ضرورت بھی تھی۔ لہٰذا اس نے وہ سرمہ بحفاظت اپنے پاس رکھ لیا۔ آنکھ میں لگانے سے پہلے اسے خیال آیا کہ یہ سرمہ کوئی ضرر نہ پہنچائے خود لگانے سے پہلے

کسی دوسرے شخص پر آزمالینا چاہئے۔ قریب ہی وہ بچہ کھڑا تھا۔اس نے اسی پر آزمانا چاہا۔ بچے نے سرمہ اپنی آنکھوں میں لگالیا مگر جوں ہی سرمہ اس نے لگایا اسے زمین کی تہہ میں موجود چیزیں بھی نظر آنے لگیں۔اس نے دیکھا کہ زمین کے اندر بہت سے خزانے پوشیدہ ہیں۔ بچہ ہوشیار تھا۔اس نے چیخنا شروع کر دیا کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سخت تکلیف پیدا ہوگئی ہے۔ جب سپاہیوں نے یہ صورت حال دیکھی تو سرمہ وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بچہ سرمہ کی پڑیا لے کر گھر پہنچا اور خوشی خوشی باپ کو سارا واقعہ بتا دیا۔سردار بڑا خوش ہوا کہنے لگا کہ ہمارے پاس آدمی بھی ہیں اور گدھے بھی ہیں تم سرمہ لگاؤ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں جہاں کہیں خزانہ پاؤ ہمیں بتاؤ ہم نکال لیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بچے کے بتانے پر وہ لوگ خزانہ نکالنے لگے۔اور تھوڑے عرصے میں وہ امیر آدمی بن گیا۔بچہ جوان ہوا تو اس نے پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ دولت کی فراوانی تھی۔ زمین کے تمام خزانے اس کی نظروں میں تھے۔اس نے آہستہ آہستہ بہت سے آدمی اپنے ساتھ ملالئے۔اس کے بعد تمام سرداروں کو ادھر ادھر کر دیا اور خود سردار بن گیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے بادشاہ کے ساتھ بھی ٹکر لے لی۔ اسے مغلوب کر کے خود بادشاہ بن گیا۔

اس بچہ کا نام شداد تھا اور یہ وہی بچہ تھا جس کی ماں تختہ پر ہی مرگئی تھی۔ اور یہ اکیلا دریا کی لہروں کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب یہ برسر اقتدار آیا تو اس نے حکم دیا کہ ایک ایسا کمال درجے کا شہر آباد کیا جائے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہو اس میں ایک عالی شان باغ ہو۔ جس میں دنیا کی ہر چیز میسر ہو۔ جب وہ باغ ہر لحاظ سے مکمل ہوگیا تو شداد نے ارادہ کیا کہ جا کر اس کا نظارہ کرے۔ مگر ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ ملک الموت کو حکم ہوا اور اس نے وہیں اس کی جان قبض کر لی۔ اسے اتنا موقع بھی نہ دیا کہ اپنے بے مثال باغ کو ایک نظر دیکھ سکتا۔ ملک الموت نے کہا کہ اے مولا کریم! اس شخص کی روح قبض کرتے وقت بھی مجھے نہایت صدمہ پہنچا کہ وہ شخص ہر چیز تیار کر کے اسے دیکھ بھی نہ سکا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی ماں تختے پر مرگئی تھی اور تجھے اس پر ترس آیا تھا۔اس بچے نے بڑے ہو کر نافرمانی کی خدا کے حکم سے بغاوت کی۔ سرکشی اختیار کی۔ مگر ہم نے اسے خود ساختہ جنت میں قدم رکھنے کی مہلت نہ دی اور اسے باہر ہی ہلاک کر دیا۔اسی باغ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دنیا میں موجود ہے مگر انسانی نظروں سے اوجھل ہے۔امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صحابی کا اونٹ گم ہوگیا وہ اونٹ کی تلاش میں کہیں اس علاقے میں جانکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے وہ سب کچھ دیکھا دیا تھا۔ وہ صحابی وہاں کی کوئی نشانی بھی ساتھ لایا تھا۔اس نے یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیان کیا۔انہوں نے کافی تلاش کرایا مگر کسی کو نہ ملا۔اللہ تعالیٰ نے غائب کر دیا۔

ملا نہ شد ہرگز:

شاہ اسماعیل شہیدؒ، شاہ عبدالغنیؒ کے بیٹے اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پوتے تھے۔قرآن پاک کے علاوہ تیس ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر قرآن پاک کی تلاوت شروع کرتے اور سورج نکلنے تک ختم کر لیتے۔ادھر عصر کے بعد شروع کرتے اور مغرب کی اذان کے ساتھ ختم کر لیتے۔اللہ تعالیٰ نے اس قدر انعام فرمایا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کے ہاتھ میں شیخ عبدالحق محدث کا وہ رسالہ آ گیا۔ جس میں نماز کی ترکیب لکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس طریقے کے مطابق نماز پڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔آپ کی خواہش تھی کہ رات کے وقت ایسی نماز پڑھنے کی توفیق میسر آجائے جس کے دوران کوئی وسوسہ نہ آئے اسی کوشش میں رات بھر سو رکعات نماز ادا کی۔ مگر مقصد حاصل نہ ہوا۔ اس بات کا ذکر آپ نے سید احمد شہید بریلویؒ سے کیا کہ شیخ عبدالحق محدثؒ کے رسالہ میں مذکور طریقے سے نماز پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر کامیابی نہیں ہورہی۔سید صاحب نے فرمایا کہ محض کتاب پڑھ کر مقصد حاصل نہ ہوگا۔ آؤ میرے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرلو۔ چنانچہ جب سید صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے حضور قلب عطاء کیا اور مطلوبہ کیفیت حاصل ہوگئی۔اس واقعہ کا ذکر آپ نے حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ سے بھی کیا کہ حضور قلب کے لئے انہوں نے کتنی کوشش کی مگر یہ چیز سید احمد شہیدؒ کے ساتھ نماز پڑھنے سے حاصل ہوئی۔ یہ سن کر مولانا عبدالحئیؒ صاحبؒ کو بھی اشتیاق پیدا ہوا۔سید صاحب نے عرض کیا تو انہوں نے انہیں اپنے پیچھے نماز پڑھائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی وہی کیفیت عطا کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں صاحبان یعنی شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ ہمیشہ سید احمد بریلویؒ کے ہمراہ رہے۔شاہ اسماعیلؒ کو تو اللہ نے شہادت کا مرتبہ عطاء کیا مگر مولانا عبدالحئیؒ اسی سفر کے دوران سرحد کے علاقے پنج تار میں جا کر بیمار ہوئے۔اور وہیں پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

اچھی نیت:

امام راضیؒ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ ایک ایماندار آدمی بھوک میں مبتلا تھا سفر پر جا رہا تھا۔راستے میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے نظر آئے اس نے کہا کاش میرے پاس ریت کے ان ٹیلوں کے برابر اناج ہوتا تو میں سب بھوکوں میں تقسیم کر دیتا۔ چونکہ خود اس وقت بھوکا تھا اسے بھوک کی تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے دوسرے بھوکوں کو خیال میں لاتے ہوئے یہ بات کی۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بات پسند

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال خیانت کا صدقہ خدا قبول نہیں کرتا۔(مسلم)

آئی۔ چنانچہ اس وقت کے نبی پر وحی بھیجی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تیری اس خالص نیت کو قبول کر کے تجھے ریت کے ٹیلوں کے برابر غلہ تقسیم کرنے کا ثواب عطاء کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا یہ صدقہ قبول کر لیا ہے۔ جیسی تمہاری اچھی نیت تھی ہم نے ویسا ہی اچھا اجر عطاء کیا ہے۔

حکایت:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنۃ البقیع کی جانب تشریف لے گئے ایک قبر سے نالہ وفریاد اور چیخ وپکار حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع مبارک میں پہنچی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ:

النار فوقی و النار من تحتی و النار عن یمینی و النار عن شمالی

"یعنی ہائے کیا کروں میرے اوپر سے آگ ہے، نیچے آگ ہے دا ہنی جانب آگ ہے، بائیں جانب آگ ہے۔ ہر چاروں طرف آگ ہی آگ۔" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جن جن لوگوں کے مردے اس قبرستان میں دفن ہوں۔ وہ گھروں سے نکل کر اپنے اپنے عزیزوں کی قبر کے پاس آ کر کھڑے ہو جائیں چنانچہ لوگ گھروں سے نکل کر اپنے اپنے مردہ عزیزوں کی قبروں کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے۔ سب کے بعد میں ایک بوڑھی عورت لاٹھی ہاتھ میں لئے ہوئے آئی اور ایک قبر کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی افضل البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اس قبر میں تیرا کون عزیز دفن ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بیٹا ہے لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے بیزار ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو اس سے خوش نہ ہو گی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے ہرگز خوش نہیں ہوں گی۔ اس نے مجھ کو بہت ستایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ الٰہی درمیان سے حجاب اٹھا لے۔ تا کہ یہ بڑھیا بھی اپنے لڑکے کا عذاب دیکھ لے اس وقت حجاب دور ہو گیا۔ اور اس کی ماں نے اپنے لڑکے کی قبر کو دہکتی ہوئی آگ سے بھرا ہوا دیکھا اور یہ دیکھا کہ اس کا لڑکا اسی آگ میں جل رہا ہے۔ اپنے لڑکے کا یہ حال دیکھ کر وہ گھبرا گئی اور دعا کرنے لگی کہ یا اللہ اب میں اس سے خوش ہو گئی تو بھی خوش ہو جا اور میرے بچے سے عذاب کو اٹھا لے چنانچہ جب ماں ہی خوش ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو بھی اٹھا لیا جو اس کی حق تلفی کی وجہ سے ہو رہا تھا یہ معاملہ اس لئے ہوا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ماں کو ستانا بہت ہی برا ہے۔ اور ماں باپ کی دعا یا بددعا اولاد کے حق میں قبول ہو جاتی ہے۔

حکایت:

بیان کیا جاتا ہے کہ مالک بن دینار نے خواب دیکھا۔ کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ حرم شریف کے حجرہ میں ایک جوان ہے تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے۔ حضرت مالک بن دینارؒ خواب سے بیدار ہوئے اور حرم کی طرف چلے دیکھا کہ ایک جوان ایک نہایت تنگ وتاریک حجرہ میں زار وقطار رو رہا ہے جیسے ہی اس کی نظر مالک بن دینارؒ پر پڑی اس نے پوچھا کہ اے مالک بن دینار آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ مالک بن دینارؒ کو تعجب ہوا پوچھا کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کوئی پیغام لایا ہوں۔ اس نے کہا اے مالکؒ برسوں گذر گئے مجھ سے برابر یہی کہا جا رہا ہے کہ خدا کی رحمت سے تیرے لئے کوئی حصہ نہیں ہے۔ مالک بن دینارؒ نے پوچھا آخر کیا بات ہے؟ تجھ سے ایسا کونسا گناہ صادر ہوا جس پر تجھ سے یہ کہا جا رہا ہے۔ جوان نے کہا میں ایک دفعہ مست تھا اور اسی حالت میں اپنے باپ کو ایک گھونسہ مار دیا تھا جس کی وجہ سے اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا۔ اس کو پانچ برس کا عرصہ گذرتا ہے اسی وقت سے میں اپنے اس گناہ کے غم میں رو رہا ہوں۔ کہ دیکھئے کل کو روز قیامت مجھے اس جرم کی کیا سزا بھگتنی پڑے۔ مالک بن دینارؒ نے کہا اے جوان تیرا باپ کون ہے اور کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ فلاں قبیلے کا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ امسال حج کے لئے آیا ہے۔ مالک اس پتہ اور نشان پر تلاش کرتے ہوئے حرم میں گئے۔ دیکھا کہ اس کا باپ کعبہ کی پشت پر کھڑا ہے اپنا دانت ہتھیلی پر لئے ہوئے ہے برہنہ سر ہے۔ اور یوں فریاد کر رہا ہے۔ کہ الٰہی! میرے دانت کو دیکھ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر مجھے رونا آ گیا میں نے اس سے کہا کہ اے پیر مرد! اگر تیرے لڑکے نے تجھ کو طمانچہ مار دیا ہے اور تیرا دانت ٹوٹ گیا ہے۔ اور اس کے سبب یہ فریاد کر رہا ہے۔ تو ٹھیک ہے (اس نے بہت بے جا کام کیا) لیکن تجھ کو بھی کچھ اپنے لڑکے کی حال کی خبر ہے؟ سن پانچ سال ہو گئے وہ مارے ندامت کے گریہ وزاری کر رہا ہے۔ اور اس کا سارا حال بیان کیا حال سن کر شفقت پدری کو جوش آیا اور اپنے لڑکے کے حال زار پر اس کو رحم آ گیا اس کیلئے دعا کی مالک بن دینارؒ خوش ہو گئے اور جوان کے پاس آ کر اس کو باپ کے دعا کرنے کی خوشخبری سنائی یہ سن کر وہ جوان اور زیادہ رونے لگا اور کہا کہ اے مالک تم سے میری ایک اور خواہش ہے انہوں نے فرمایا کہو کیا ہے؟ اس نے کہا آج اگر میرا باپ مجھ سے خوش نہ ہوتا تو کل کو میرے گلے میں آتشیں طوق اور زنجیر ڈال کر دوزخ کی جانب کھینچ کر لے جاتے لہٰذا تم آج یہ کرو کہ ایک رسی لاؤ اور اس کو میری گردن میں ڈالو اور مجھ کو اس میں باندھ کر کھینچتے ہوئے میرے والد کے سامنے پیش کرو اور کہو کہ گناہگار کو لائے ہیں مالک بن دینار کہتے ہیں کہ اس کی خواہش کے مطابق اس جوان کو میں نے اس طرح سے کھینچ کر اس کے باپ کے روبرو پیش کر دیا باپ نے اپنے بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو دوڑ کر آیا اور اپنے ہاتھ سے اس کے گلے کی رسی کھولی اور اس کو گلے سے لگایا اور کہا کہ اے جان پدر میں تجھ سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج آدمی کو صدقہ دینا فقط صدقہ ہے۔ مگر قریبی رشتہ دار کو جو مسکین ہو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ (الترمذی)

خوش ہو گیا اللہ تعالیٰ بھی تجھ سعادت مند سے خوش ہو جائے۔

اس واقعہ کو بھی بنظر عبرت دیکھو افسوس صد افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جن کے والدین ان سے راضی نہ ہوں اور خوش نصیب ہیں وہ سعادت مند جو اپنے والدین کو اپنے سے خوش کیے ہوئے ہے یا اللہ تو اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اپنے والدین کو خوش کرنے کی توفیق عطاء فرماتا کہ تو بھی ہم سے راضی ہو۔ دار المجالس کی حکایات ختم ہوئیں۔ اب پھر کتاب کے اصل مضمون کی جانب عود کرتا ہوں۔

لونڈی اور غلام کے حقوق کا بیان:

جانو کہ ملک دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ملک نکاح جس کو ملک متعہ کہتے ہیں اور دوسرے ملک رقبہ جس کو ملک یمین بھی کہتے ہیں۔ ان میں سے ملک نکاح کے حقوق اور مہر وغیرہ کا بیان تو پہلے آچکا ہے لیکن ملک یمین یعنی غلام کے حقوق کا بیان یہ ہے کہ ان کے بھی حقوق ہیں جن کی ادائیگی فراغ معیشت اور صلاح آخرت کی تحصیل کے لئے ضروری ہے۔ یعنی ان کے حقوق ادا کر کے ان کو خوش رکھا جائے گا تو دنیوی امور خوب انجام دیں گے اور ان کی وجہ سے مالک اخرت کے امور کر بفراغ انجام دے سکے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت تھی کہ اپنے مملوک کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کو وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ۔ وہی پہناؤ جو خود پہنو اور ان کو ایسے امور کی تکلیف نہ دو۔ جس کا وہ سہار نہ کر سکیں نیز فرمایا کہ جو غلام پسند ہو اس کو آرام سے رکھو اور جو نہ پسند ہو اس کو فروخت کر دو اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرو کہ اس کو تمہارا غلام بنایا اگر چاہتا تو معاملہ برعکس بھی تو ہو سکتا تھا۔ کہ اس کو آقا بناتا اور تم کو اس کا غلام۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر روز اپنے غلاموں کی کتنی خطائیں معاف کیا کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سا سکوت اختیار فرمایا پھر فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ نیز آتا ہے کہ حضرت ابو الدرداء ﷺ کی لونڈی نے ان سے کہا کہ میں نے ایک سال تک مسلسل آپ کو زہر دیا مگر زہر کا آپ پر کچھ اثر نہ ہوا حضرت ابو الدرداء نے پوچھا کہ یہ تو بتا کہ تو زہر کیوں دیتی تھی؟ اس نے کہا کہ آپ کی غلامی سے خلاصی پانے کے لئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھا جا میں نے تجھ کو خدا تعالیٰ کے لیے آزاد کیا۔

اسی طرح سے آتا ہے قیس بن عاصم کی باندی کے ہاتھ سے اس کے چھوٹے بچے کے سر پر کوئی گرم چیز (سالن وغیرہ کی قسم کی) گر پڑی۔ جس کی وجہ سے وہ اسی وقت مر گیا۔ وہ لونڈی بہت ڈر گئی کہ دیکھنا چاہئے کہ اب میرا کیا حشر ہوتا ہے۔ قیس نے اس کی پریشانی کو محسوس کیا اور سمجھا کہ بدون آزاد کیے ہوئے اس کے قلب سے یہ خوف جائے گا نہیں۔ چنانچہ اس کو آزاد کر دیا۔ سبحان اللہ۔ یہ بات انتہائی حلم وصبر اور رضا بالقضاء کی ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ ایک بدوی قبر اطہر کے سامنے آکر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا اللہ یہ آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں آپ کا غلام اور شیطان آپ کا دشمن اگر آپ میری مغفرت فرما دیں گے تو آپ کے محبوب کا دل خوش ہو جائے گا۔ اور آپ کا غلام کامیاب ہو جائے گا۔ اور آپ کا دشمن خائب و خاسر ہوگا۔ اگر آپ مغفرت نہ فرماویں گے۔ تو آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوگا اور آپ کا دشمن خوش ہو جائے گا۔ اور آپ کا غلام ہلاک ہو جائے گا۔ الٰہی عرب کے کریم لوگوں کا دستور ہے۔ کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر غلاموں کو آزاد کرتے ہیں۔ یہ مقدس ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے تو اس قبر مقدس پر مجھے آگ سے آزادی عطاء فرما۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر اس عربی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس حسن سوال اور طرز دعا پر ضرور تیری مغفرت فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حاتم اصمؒ جو مشہور بزرگ ہیں اور انہوں نے چالیس سال تک ایک قبر میں چلہ کیا اور بے ضرورت کسی سے بات نہ کی۔ جب بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو صرف یہ عرض کیا: ”الٰہی ہم تیرے نبی کی قبر شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ تو ہمیں ناکام ونامراد واپس نہ کیجیو۔

غیب سے آواز آئی: ”ہم نے تمہیں اپنے حبیب کی زیارت اس لئے نصیب کی تا کہ اس کو قبول کریں۔ جاؤ ہم نے تمہاری اور تمہارے ساتھ تمام حاضرین کی مغفرت کر دی“۔

بعض اوقات الفاظ اگر چہ مختصر ہوں مگر جب اخلاص سے نکلتے ہیں تو سیدھے ملاء اعلیٰ پر پہنچتے ہیں۔

شیخ ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں میں حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور قبر اطہر پر حاضر ہو کر بارگاہ رسالت میں سلام عرض کیا تو حجرہ شریف کے اندر سے جواب میں وعلیک السلام سنا۔

سید نور الدین یحییٰ شریف غصیف الدین نے اپنے والد ماجد کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ روضہ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تو قبر شریف میں سے جواب ملا وعلیک السلام یا ولدی جس کو تمام حاضرین نے سنا۔

شیخ ابو نصر عبدالواحد بن عبدالملک بن محمد بن ابی السعد الکرخی فرماتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد بارگاہ رسالت میں زیارت کے لئے حاضر ہوا حجرہ شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو بکر دیار بکری حاضر ہوئے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ پر آکر مانگنے والا مومن کے لئے اللہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے (اس کو خیرات دی جائے)۔ (تاریخ بغداد للخطیب)

تو میں نے اور دیگر تمام حاضرین نے حجرہ شریف کے اندر سے یہ آواز سنی و علیک السلام یا ابا بکر۔

مشہور بزرگ سید احمد رفاعی جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو قبر اطہر کے سامنے کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے:

فِیْ حَالَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَا
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجتا تھا۔ جو میری نیابت میں آستانہ مبارک کو چومتی تھی۔

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَکَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

اب جسم کی حاضری کی باری آئی ہے پس اپنا دست مبارک بڑھائیں تا کہ میرے ہونٹ اس کو بوسہ دیں۔

اس پر دست مبارک ظاہر ہوا اور انہوں نے اس کو بوسہ دیا۔

حضرت ابراہیم خواص ؒ فرماتے ہیں کہ میں سفر میں پیاس کی شدت سے بے ہوش ہو کر گر گیا۔ اس حالت میں کسی نے میرے منہ پر پانی ڈالا میں نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ ایک حسین و جمیل شخص گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ انہوں نے کہا: ''کیا یہ آبادی ہے؟''

میں نے کہا: ''یہ تو مدینہ منورہ آ گیا''

انہوں نے کہا: ''اب تم اتر جاؤ اور جب روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونا تو عرض کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی خضر نے بھی سلام عرض کیا ہے۔''

شیخ ابو عمران واسطی فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے بارگاہ رسالت کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہوا تو مجھے اس قدر شدید پیاس معلوم ہوئی کہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور اپنی جان سے ناامید ہو کر ایک کیکر (ببول) کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ دفعۃً ایک شہسوار سبز گھوڑے پر سوار میرے پاس پہنچا اس گھوڑے کا لگام بھی سبز تھا اور زین بھی سبز تھی اور سوار کا لباس بھی سبز تھا۔ اور ہاتھ میں سبز گلاس تھا۔ جس میں سبز رنگ کا شربت تھا وہ شربت انہوں نے مجھے پینے کے لئے دیا اور میں نے اس میں سے تین مرتبہ پیا مگر گلاس سے کچھ کم نہ ہوا۔ پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: ''کہ تم کہاں جا رہے ہو۔''

میں نے کہا: ''مدینہ منورہ حاضری کا ارادہ ہے تا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کی خدمت میں سلام عرض کروں''۔

انہوں نے فرمایا: ''جب تم مدینہ پہنچ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کر چکو تو یہ بھی عرض کر دینا کہ رضوان آپ تینوں کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے۔"

رضوان اس فرشتہ کا نام ہے جو جنت کے ناظم ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت نہیں ہوتی

وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ

وَرِثَ سے وراثت علم اور نبوت مراد ہے۔ وراثت مال نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ

یعنی انبیاء نہ وارث ہوتے ہیں نہ مورث۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ، سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے:

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلٰکِنْ وَّرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ

یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں لیکن انبیاء میں وراثت علم اور نبوت کی ہوتی ہے مال کی نہیں ہوتی۔ حضرت ابو عبد اللہ کی روایت اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے ہیں۔ (روح عن الکلینی)

عقلی طور پر بھی یہاں وراثت مال مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی اولاد میں انیس بیٹوں کا ذکر آتا ہے۔ اور اگر وراثت سے مال مراد ہو تو یہ سب کے سب بیٹے وارث ٹھہریں گے پھر وراثت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخصیص کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وراثت سے وہ مراد ہے جس میں بھائی شریک نہ تھے۔ بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام وارث بنے اور وہ صرف علم اور نبوت کی وراثت ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا ملک و سلطنت بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطاء فرما دیا اور اس میں مزید اضافہ اس کا کر دیا کہ آپ کی حکومت جنات اور وحوش و طیور تک عام کر دی ہوا کو آپ کے لیے مسخر کر دیا۔ ان دلائل کے بعد طبری کی روایت غلط ہو جائے گی جس میں انہوں نے بعض ائمہ اہل بیت کے حوالے سے مال کی وراثت مراد لی ہے۔ (روح)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور یہود یہ فاصلہ ایک ہزار چار سو سال کا بتلاتے ہیں سلیمان علیہ السلام کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر ہوئی ہے۔ (قرطبی)

اپنے لئے جمع کا صیغہ بولنا جائز ہے بشرطیکہ تکبر نہ ہو

عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا الخ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت شوہر کے مال سے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو خیرات ہدیہ نہیں دے سکتی (الکامل لابن عدی)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے باوجود خود اکیلے ہونے کے اپنے لئے جمع کا صیغہ شاہانہ محاورہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ تا کہ رعایا پر رعب پڑے اور رعایا اطاعت خداوندی اور اطاعت سلیمان علیہ السلام میں سستی نہ کریں۔ اسی طرح امراء حکام اور افسران کو اپنی رعایا کی موجودگی میں اپنے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جبکہ وہ سیاسۃً اور اظہار نعمت کی غرض سے ہو تکبر و تعلّی کے لئے نہ ہو۔

پرندوں اور چوپاؤں میں بھی عقل وشعور ہے:

اس واقعہ سے ثابت ہوا ہے کہ پرندے، چرندے اور تمام حیوانات میں بھی عقل وشعور کسی درجہ میں موجود ہے۔ البتہ ان کی عقول اس درجہ کی نہیں کہ ان کو احکام شرع کا مکلف بنایا جاتا اور انسان و جنات کو عقل وشعور کا وہ کامل درجہ عطا ہوا ہے جس کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہو سکیں اور ان پر عمل کر سکیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کبوتر سب پرندوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہے ابن عطیہ نے فرمایا کہ چیونٹی ذہین عقل مند جانور ہے۔ اس کی قوت شامہ بڑی تیز ہے جو کوئی دانہ اس کے قبضہ میں آتا ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے تا کہ اُگے نہیں اور سردی کے زمانے کے لیے اپنی غذا کا ذخیرہ جمع کرتی ہے۔ (قرطبی)

فائدہ: آیت میں منطق الطیر یعنی پرندوں کی بولی کی تخصیص ہدہد کے واقعہ کی وجہ سے ہے جو پرندہ ہے ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندے، چرندے اور تمام حشرات الارض کی بولیاں سکھائی گئی تھیں جیسا کہ اگلی آیت میں چیونٹی کی بولی سمجھنے کا ذکر موجود ہے۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر مختلف پرندوں کی بولیاں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس پر یہ فرمانا کہ یہ پرندہ یہ بات کہہ رہا ہے تفصیل سے نقل کیا ہے اور تقریباً ہر پرندہ کی بولی کوئی نصیحت کا جملہ ہے۔

اُوْتِیْنَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ لفظ کل اصل لغت کے اعتبار سے تمام افراد جنس کو عام ہوتا ہے مگر بسا اوقات عموم کلی مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی خاص مقصد کی حد تک عموم مراد ہوتا ہے۔ جیسا یہاں مراد ان اشیا کا عموم ہے جن کی سلطنت وحکومت میں ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ ہوائی جہاز، موٹر، ریل وغیرہ ان کے پاس نہ تھے۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ وزع۔ سے مشتق ہے۔ جس کے لفظی معنی روکنے کے ہیں مطلب اس جگہ یہ ہے کہ مجھے اس کی توفیق دیجئے کہ میں شکر نعمت کو ہر وقت ساتھ رکھوں اس سے کسی وقت جدا نہ ہوں۔ جس کا حاصل مداومت اور پابندی ہے اس سے پہلی آیت میں

فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ اسی معنی میں آیا ہے کہ لشکر کو کثرت کی وجہ سے انتشار سے بچانے کے لئے روکا جاتا تھا۔

وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ. یہاں رضا بمعنی قبول ہے معنی یہ ہیں کہ یا اللہ مجھے ایسے عمل صالح کی توفیق دیجئے جو آپ کے نزدیک مقبول ہو۔ روح المعانی میں اس سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عمل صالح کے لئے قبولیت لازم نہیں ہے بلکہ قبولیت کچھ شرائط پر موقوف ہوتی ہے اور فرمایا کہ صالح اور مقبول ہونے میں نہ عقلاً کوئی لزوم ہے نہ شرعاً۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ اپنے اعمال صالح کے مقبول ہونے کی دعا بھی کرتے تھے۔ جیسے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت دعا فرمائی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اس سے معلوم ہوا کہ جو عمل نیک ہے صرف اسی کو کر کے بےفکر ہونا نہیں چاہئے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرے کہ اس کو قبول فرماوے۔

عمل صالح اور مقبول ہونے کے باوجود جنت میں داخل ہونا بغیر فضل خداوندی کے نہیں ہوگا:

وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ عمل صالح اور اس کے قبول ہونے کے باوجود جنت میں داخل ہونا خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے بھروسہ پر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں بھی لیکن مجھے میرے خدا کی رحمت اور فضل گھیرے ہوئے ہے۔ (روح المعانی)

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ان کلمات میں دخول جنت کے لیے فضل ربی کی دعا فرما رہے ہیں یعنی اے اللہ مجھے وہ فضل بھی عطا فرما جس سے جنت کا مستحق ہو جاؤں۔

(اور ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی تو (ہدہد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ (اور جب معلوم ہوا کہ واقع میں غائب ہے تو فرمانے لگے کہ) میں اس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف دلیل اور غیر حاضری کا عذر میرے سامنے پیش کر دے۔ (تو خیر چھوڑ دوں گا) تھوڑی دیر بعد وہ آ گیا۔ اور سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا کہ ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی۔ اور (اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ) میں آپکے پاس قبیلہ سباء کی ایک پختہ خبر لایا ہوں (جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ) میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو (بادشاہ کے لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان حاصل ہے اور اس کے پاس ایک بڑا تخت ہے۔ (اور مذہبی حالت ان کی یہ ہے کہ) میں نے اس (عورت) کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفر) کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے۔

(اوران اعمال بد کو مزین کرنے کے سبب) ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے اس لئے وہ (راہ حق) پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قدرت والا ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن سے بارش اور زمین کی نباتات بھی ہیں) باہر لاتا ہے اور (ایسا جاننے والا ہے کہ) تم لوگ (یعنی تمام مخلوق) جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ (زبان اور جسم کے اعضاء سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (اس لئے) اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے (اچھا) میرا یہ خط لے جا اور اس کو ان کے پاس ڈال دینا۔ پھر (ذرا وہاں سے) ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال جواب کرتے ہیں (پھر تو یہاں چلے آنا وہ لوگ جو کچھ کاروائی کریں گے اس سے تیرا سچ جھوٹ معلوم ہو جاوے گا)

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ (تفقد) کے لفظی معنی کسی مجمع کے متعلق حاضر و غیر حاضر کی تحقیق کرنے کے ہیں۔ اس لیے اس کا ترجمہ خبر گیری اور نگہبانی سے کیا جاتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے انسانوں کے علاوہ جنات اور وحوش وطیور پر حکومت عطاء فرمائی تھی اور جیسا کہ حکمرانوں کا اصول ہے کہ رعایا کے ہر طبقہ کی نگرانی اور خبر گیری حاکم کے فرائض میں سے ہے اس کے مطابق اس آیت میں بیان فرمایا: تَفَقَّدَ الطَّيْرَ

یعنی سلیمان علیہ السلام نے اپنی رعایا کے طیور کا معائنہ فرمایا اور یہ دیکھا کہ ان میں کون حاضر ہے کون غیر حاضر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ صحابہ کرام کے حالات سے باخبر رہنے کا اہتمام فرماتے تھے جو شخص غیر حاضر ہوتا۔ اگر بیمار ہے تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تیمارداری کرتے تھے اور کسی تکلیف میں مبتلا ہے تو اس کے لیے تدبیر فرماتے تھے۔

حاکم کو اپنی رعیت کی اور مشائخ کو اپنے شاگردوں اور مریدوں کی خبر گیری ضروری ہے:

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا کے ہر طبقہ پر نظر رکھتے اور ان کے حالات سے اتنے باخبر رہتے تھے کہ ہدہد جو طیور میں چھوٹا اور کمزور بھی ہے اور اس کی تعداد بھی دنیا میں بہ نسبت دوسرے طیور کے کم ہے وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔ بلکہ خاص ہدہد کے متعلق جو سوال آپ نے فرمایا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ زمرہ طیور میں کم تعداد اور کمزور ہے اس لیے اپنی رعیت کے کمزوروں پر نظر رکھنے کا زیادہ اہتمام فرمایا۔ صحابہ کرام میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اس سنت انبیاء کو پوری طرح جاری کیا۔ راتوں کو مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھرتے تھے کہ سب لوگوں کے حالات سے باخبر رہیں۔ جس شخص کو کسی مصیبت و تکلیف میں گرفتار پاتے اس کی امداد فرماتے تھے جس کے بہت سے واقعات ان کی سیرت میں مذکور ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اگر دریائے فراط کے ایک کنارہ پر کسی بھیڑیئے نے کسی بکری کے بچے کو پھاڑ ڈالا تو اس کا بھی عمر رضی اللہ عنہ سے سوال ہوگا'' (قرطبی)

یہ تھے وہ اصول جہانبانی و حکمرانی جو انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو سکھائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو عملاً جاری کر کے دکھلایا اور جس کے نتیجے میں پوری مسلم اور غیر مسلم رعایا امن و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتی تھی اور ان کے بعد زمین و آسمان نے ایسے عدل و انصاف اور عام دنیا کے امن و سکون اور اطمینان کا یہ منظر نہیں دیکھا۔

مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْ هُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں ہدہد کو مجمع میں نہیں دیکھتا۔

اپنے نفس کا محاسبہ:

یہاں موقع تو یہ فرمانے کا تھا کہ ہدہد کو کیا ہو گیا کہ وہ مجمع میں حاضر نہیں۔ عنوان شاید اس لیے بدلا کہ ہدہد اور تمام طیور کا مسخر ہونا حق تعالیٰ کا ایک انعام خاص تھا۔ ہدہد کی غیر حاضری پر ابتداء میں یہ خوف دل میں پیدا ہوا کہ شاید میرے کسی قصور سے اس نعمت میں کمی آ گئی کہ ایک صنف طیور کی یعنی ہدہد غائب ہو گیا اس لیے اپنے نفس سے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہوا جیسا کہ مشائخ صوفیہ کا معمول ہے کہ جب ان کو کسی نعمت میں کمی آئے یا کوئی تکلیف و پریشانی لاحق ہو تو اس کے ازالہ کے لیے مادی اسباب کی طرف توجہ کرنے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کے حق شکر میں کونسی کوتاہی ہوئی جس کے سبب یہ نعمت ہم سے لے لی گئی۔ قرطبی نے اس جگہ بحوالہ ابن عربی ان بزرگوں کا یہ حال نقل کیا ہے۔

إِذَا فَقَدُوْا مَآلَهُمْ تَفَقَّدُوْا أَعْمَالَهُمْ.

''یعنی ان حضرات کو جب اپنی مراد میں کامیابی نہیں ہوتی تو یہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے ہیں کہ ہم سے کیا قصور سرزد ہوا''۔

اس ابتدائی محاسبہ نفس اور غور و فکر کے بعد فرمایا:

أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ اس جگہ حرف ام بمعنی بل ہے (قرطبی) معنے یہ ہیں کہ یہ بات نہیں کہ ہدہد کے دیکھنے میں میری نظر نے خطا کی بلکہ وہ حاضر ہی نہیں۔

طیور سے ہدہد کی تخصیص کی وجہ اور ایک اہم عبرت:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ تمام پرندوں میں ہدہد کی تفتیش کی کیا وجہ پیش آئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے کسی ایسے مقام میں قیام فرمایا جہاں پانی نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ

نے ہدہد کو یہ خاصیت عطا فرمائی ہے کہ وہ زمین کے اندر کی چیزوں کو اور زمین کے اندر بہنے والے چشموں کو دیکھ لیتا ہے۔ مقصود حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ تھا کہ ہدہد سے یہ معلوم کریں کہ اس میدان میں پانی کتنی گہرائی میں ہے اور کس جگہ زمین کھود کر پانی نکالو اور بڑی جلدی کھود کر پانی نکال لیتے تھے اور ہدہد اپنی تیز نظر اور بصیرت کے باوجود شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

قِفْ يَا وَقَافُ كَيْفَ يَرَى الْهُدْهُدُ بَاطِنَ الْاَرْضِ
هُوَ لَا يَرَى الْفَخَّ حِيْنَ يَقَعُ فِيْهِ (قرطبی)

''جاننے والو اس حقیقت کو پہچانو کہ ہدہد زمین کی گہرائی کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے مگر زمین کے اوپر پھیلا ہوا جال اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے جس میں پھنس جاتا ہے''

مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو امر تکلیف یا راحت کا کسی کے لیے مقدر کر دیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہو کر رہتی ہے۔ کوئی شخص اپنے فہم وبصیرت یا زور وزر کی طاقت کے ذریعہ اس سے بچ نہیں سکتا۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَذْبَحَنَّهٗ ابتدائی غور وفکر کے بعد یہ حاکمانہ سیاست کا مظاہرہ ہے کہ غیر حاضر رہنے والے کو سزا دی جائے۔

جو جانور کام میں سستی کرے اسکو معتدل سزا دینا جائز ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے حق تعالیٰ نے جانوروں کو ایسی سزائیں دینا حلال کر دیا تھا جیسا کہ عام امتوں کے لیے جانوروں کو ذبح کر کے ان کے گوشت پوست وغیرہ سے فائدہ اٹھانا اب بھی حلال ہے۔ اسی طرح پالتو جانور گائے، بیل، گدھا، گھوڑا اور اونٹ وغیرہ اپنے کام میں سستی کرے اس کو تادیب کے لیے بقدر ضرورت مارنے کی معتدل سزا اب بھی جائز ہے۔ دوسرے جانوروں کو سزا ہماری شریعت میں ممنوع ہے۔ (قرطبی)

اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ یعنی اگر ہدہد نے اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر پیش کر دیا تو وہ اس سزا سے محفوظ رہے گا اس میں اشارہ ہے کہ حاکم کو چاہیے کہ جن لوگوں سے کوئی قصور وعمل میں غلطی سرزد ہو جائے ان کو عذر پیش کرنے کا موقع دے۔ عذر صحیح ثابت ہو تو سزا کو معاف کر دے اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ۔ یعنی ہدہد نے اپنا عذر بتلاتے ہوئے کہا کہ مجھے وہ چیز معلوم ہے جو آپ کو نہیں۔ یعنی میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پہلے علم نہیں تھا۔

انبیاءؑ عالم الغیب نہیں ہوتے:

امام قرطبی نے فرمایا کہ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انبیاءؑ عالم الغیب نہیں ہوتے جس سے ان کو ہر چیز کا علم ہو سکے

وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ،سباء۔
یمن کا ایک مشہور شہر جس کا ایک نام مارب بھی ہے اس کے اور یمن کے دار الحکومت صنعاء کے درمیان تین دن کی مسافت تھی۔

کیا چھوٹے آدمی کو یہ حق ہے کہ اپنے بڑوں سے کہے کہ مجھے آپ سے زیادہ علم ہے:

ہدہد کی مذکورہ گفتگو سے بعض لوگوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ کوئی شاگرد اپنے استاد سے یا غیر عالم سے کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلے کا علم مجھے آپ سے زیادہ ہے بشرطیکہ اس کو اس مسئلے کا واقعی طور پر مکمل علم دوسروں سے زائد ہو مگر روح المعانی میں فرمایا کہ یہ طرز گفتگو اپنے مشائخ اور بڑوں کے سامنے خلاف ادب ہے اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ہدہد کے قول سے اس پر استدلال اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس نے یہ بات اپنے آپ کو سزا سے بچانے اور عذر کے قوی ہونے کے لیے کہی ہے تا کہ اس کی غیر حاضری کا عذر پوری طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ جائے ایسی ضرورت میں ادب کی رعایت رکھتے ہوئے کوئی بات کی جائے تو مضائقہ نہیں۔

اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ۔ یعنی میں نے ایک عورت کو پایا جو قوم سباء کی مالک ہے یعنی ان پر حکومت کرتی ہے اس عورت یعنی ملکہ سبا کا نام تاریخ میں بلقیس بنت شراحیل بتلایا گیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اس کی والدہ جنات میں سے تھیں جس کا نام ملعمہ بنت شیصان بتلایا جاتا ہے۔ (رواہ وہیب بن جریر عن خلیل ابن احمد قرطبی)

اوران کا دادا ہدہد پورے ملک یمن کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا جس کی اولاد میں سے چالیس لڑکے ہوئے سب کے سب ملوک اور بادشاہ بنے ان کے والد شراح نے ایک جنیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا ان کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی۔ جنیہ سے نکاح کرنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں ایک یہ ہے کہ یہ اپنی حکومت وسلطنت کے غرور میں لوگوں سے کہتا تھا تم میں کوئی میرا کفو نہیں اس لئے میں نکاح ہی نہیں کروں گا کیونکہ غیر کفو میں نکاح مجھے پسند نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس کا نکاح ایک جنیہ عورت سے کرا دیا (قرطبی)

شاید یہ اسی فخر وغرور کا نتیجہ تھا کہ اس نے انسانوں کو جو در حقیقت کفو تھے حقیر وذلیل سمجھا اور اپنا کفو تسلیم نہ کیا تو قدرت نے اس کا نکاح ایک ایسی عورت سے مقدر کر دیا جو نہ اس کی کفو تھی نہ اس کی جنس وقوم سے تھی۔

کیا انسان کا نکاح جنی عورت سے ہو سکتا ہے:

اس معاملے میں بعض لوگوں نے تو اس لئے شبہ کیا ہے کہ جنات کو انسانوں کی طرح توالد وتناسل کا اہل نہیں سمجھا ابن عربی نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ خیال باطل ہے۔ احادیث صحیحہ سے جنات میں توالد وتناسل اور مرد وعورت کی تمام وہ خصوصیات جو انسانوں میں ہیں جنات میں بھی موجود ہونا ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی حیات میں ایک درہم خیرات کرنا مرنے کے وقت سو درہم کے خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد)

دوسرا سوال شرعی حیثیت سے ہے کہ کیا عورت جنیہ کسی انسان مرد کے لیے نکاح کر کے حلال ہو سکتی ہے اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بہت سے حضرات نے جائز قرار دیا بعض نے غیر جنس مثل جانوروں کے ہونے کی بناء پر حرام فرمایا ہے اس مسئلے کی تفصیل "آ کام المرجان فی احکام الجان" میں مذکور ہے اس میں بعض ایسے واقعات بھی ذکر کیے ہیں کہ مسلمان مرد سے مسلمان جنیہ کا نکاح ہوا اور اس سے اولاد بھی ہوئی یہاں یہ مسئلہ اس لیے زیادہ قابل بحث نہیں کہ نکاح کرنیوالا بلقیس کا والد مسلمان ہی نہ تھا اس کے عمل کا کوئی استدلال جواز عدم جواز پر نہیں ہو سکتا اور چونکہ شرع اسلام میں اولاد کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے اور بلقیس کے والد انسان تھے اس لیے بلقیس انسان ہی قرار پائے گی۔ اس لیے بعض روایات میں جو حضرت سلیمانؑ کا بلقیس سے نکاح کرنا مذکور ہے اگر وہ روایت صحیح ہو تو بھی اس سے نکاح جنیہ کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بلقیس خود جنیہ نہ تھی اگر چہ اس کی والدہ جنیہ ہو۔ واللہ اعلم اور نکاح سلیمان علیہ السلام کے متعلق مزید بیان آگے آئے گا۔

کیا کسی عورت کا بادشاہ ہونا یا کسی قوم کا امیر و امام ہونا جائز ہے:

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے اپنے ملک کا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنا دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا اَمْرَهُمْ اِمْرَاَةً. یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے اقتدار کا مالک عورت کو بنا دیا اسی لیے علمائے امت اس پر متفق ہیں کہ کسی عورت کو امامت و خلافت یا سلطنت و حکومت، سپرد نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ نماز کی امامت کی طرح امامت کبریٰ بھی صرف مردوں کو سزاوار ہے رہا بلقیس کا ملکہ سباء ہونا۔ تو اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود اس سے نکاح کیا اور پھر اس کو حکومت و سلطنت پر برقرار رکھا اور یہ کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ جس پر احکام شرعیہ میں اعتماد کیا جا سکے۔

وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ.

مراد یہ ہے کہ سب ضروری سامان جو کسی بادشاہ و امیر کو درکار ہوتا ہے اور اپنے زمانے کے مطابق ہو سکتا ہے موجود تھا۔ جو چیزیں اس زمانے میں ایجاد ہی نہ ہوئیں تھیں ان کا نہ ہونا اس آیت کے منافی نہیں۔

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ.

عرش کے لفظی معنی تخت سلطنت کے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ عرش بلقیس کا طول اسی ہاتھ اور عرض چالیس ہاتھ تھا جس پر موتی اور یاقوت احمر، زبرجد، اخضر کا کام تھا اور اس کے پائے موتیوں اور جواہرات کے تھے اور پردے ریشم اور حریر کے اندر باہر یکے بعد دیگرے سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ.

معلوم ہوا کہ اس کی قوم نجوم پرست تھی آفتاب کی عبادت کرتی تھی بعض نے فرمایا کہ مجوس میں سے تھی جو آگ اور ہر روشنی کی پرستش کرتے ہیں۔ (قرطبی)

اَلَّا يَسْجُدُوْا. کا تعلق زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ يَا صَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ سے ہے یعنی شیطان نے ان کے ذہنوں میں یہی بٹھلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کریں یا یہ کہ ان کو حق کے راستہ سے اس طرح روک دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کریں۔

تحریر اور خط بھی عام معاملات میں حجت شرعیہ ہے:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا. حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سباء کے نام خط بھیجنے کو اس پر اتمام حجت کے لیے کافی سمجھا اور اسی پر عمل فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ عام معاملات میں تحریر و خط قابل اعتبار ثبوت ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ نے صرف ان مواقع میں خط کو کافی نہیں سمجھا جہاں شہادت شرعیہ کی ضرورت ہے کیونکہ خط اور ٹیلی فون وغیرہ کے ذریعہ شہادت نہیں لی جا سکتی۔ شہادت کا مدار شاہد کا عدالت کے سامنے آ کر بیان دینے پر رکھا گیا جس میں بڑی حکمتیں مضمر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی دنیا کی کسی عدالت میں خط اور ٹیلی فون پر شہادت لینے کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔

مشرکین کو خط لکھنا اور ان کے پاس بھیجنا جائز ہے:

دوسرا مسئلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط سے ثابت ہوا کہ تبلیغ دین اور دعوت اسلام کے لیے مشرکین اور کفار کو خطوط لکھنا جائز ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مختلف کفار کو خطوط بھیجنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

انسانی اخلاق کی رعایت ہر مجلس میں چاہیے اگر چہ وہ مجلس کفار ہی کی ہو

فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ.

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے نامہ بری کا کام لیا تو اس کو یہ ادب مجلس بھی سکھایا کہ خط ملکہ سباء کو پہنچا کے وہیں سر پر سوار نہ رہے بلکہ وہاں سے ذرا ہٹ جائے جو عام شاہی مجلسوں کا طریقہ ہے اس میں آداب معاشرت اور انسانی اخلاق کا عام مخلوقات کے ساتھ مطلوب ہونا معلوم ہوا۔ (سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے گفتگو کر کے بلقیس کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون آگے قرآن میں مذکور ہے اور ہدہد کے حوالہ کیا وہ اس کو چونچ میں لے کر چلا گیا اور اکیلے یا مجلس کے پاس ڈال دیا) بلقیس نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیرات کرنے میں (حتی الامکان) جلدی کیا کرو کیونکہ بلا اس سے آگے نہیں بڑھنے پاتی (بلکہ رک جاتی ہے) (رزین)

(پڑھ کر اپنے سرداروں کو مشورہ کے لیے جمع کیا اور) کہا اے اہل دربار میرے پاس ایک خط (جس کا مضمون نہایت) باوقعت (اور عظیم الشان ہے) ڈالا گیا ہے۔ (باوقعت اس لیے کہا کہ حاکمانہ مضمون ہے جس میں باوجود انتہائی اختصار کے اعلیٰ درجے کی بلاغت ہے اور) وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے۔ اور اس میں یہ (مضمون) ہے۔ اول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب ارکان بادشاہت جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور میرے پاس تابعدار ہو کر چلے آؤ (مقصود تمام کو دعوت دینا ہے اور یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کا یا تو پہلے حال سن چکے ہوں گے کو سلیمان علیہ السلام ان لوگوں کو نہ جانتے ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بڑے چھوٹوں کو نہیں جانتے اور چھوٹے بڑوں کو جانا کرتے ہیں۔ اور یا خط آنے کے بعد تحقیق کر لیا ہو گا اور خط کے مضمون کی اطلاع دینے کے بعد) بلقیس نے (یہ) کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس معاملے میں رائے دو (کہ مجھ کو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے) اور میں (کبھی) کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو (اور اس میں شریک و مشیر نہ ہو) وہ کہنے لگے کہ ہم (اپنی ذات سے ہر طرح سے حاضر ہیں۔ (اگر مقابلہ اور لڑنا مصلحت سمجھا جاوے تو ہم) بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں (اور آگے) اختیار تم کو ہے۔ سو تم ہی (مصلحت) دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے) حکم دینا ہو بلقیس کہنے لگی کہ (میرے نزدیک لڑنا تو مصلحت نہیں کیونکہ سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہیں اور) بادشاہوں کا (قاعدہ ہے کہ وہ) جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اس کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں اور اسکے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو (ان کا زور گھٹانے کے لیے) ذلیل (وخوار) کیا کرتے ہیں اور (ان سے لڑائی کی جاوے تو ممکن ہے ان ہی کو غلبہ ہو تو پھر) یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ (تو بے ضرورت پریشانی میں پڑنا خلاف مصلحت ہے لہٰذا جنگ کو تو ابھی ملتوی کیا جاوے) اور (سردست یوں مناسب ہے کہ) میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ (کسی آدمی کے ہاتھ بھیجتی ہوں) پھر دیکھوں گی وہ بھیجے ہوئے (وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں (اس وقت دوبارہ غور کیا جائے گا چنانچہ ہدیوں اور تحفوں کا سامان درست ہوا اور قاصد اس کو لے کر روانہ ہوا) جب وہ قاصد سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا (اور ہدیے پیش کئے) تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ (یعنی بلقیس والے) مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو۔ اس لئے ہدیے لائے ہو سو (سمجھ رکھو کہ) اللہ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (کیونکہ تمہارے پاس صرف دنیا ہے اور میرے پاس دین بھی اور دنیا بھی تم سے زیادہ لہٰذا میں تو ان چیزوں کا حریص نہیں ہوں) ہاں تم ہی اپنے ہدیے پر فخر کرتے ہو گے (لہٰذا یہ ہدیے ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ (اگر وہ اب بھی ایمان لے آویں تو درست ورنہ) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ (ذلت کے ساتھ ہمیشہ کے لیے) ماتحت (اور رعایا) ہو جاویں گے (یہ نہیں کہ نکالنے کے بعد آزادی سے چھوڑ دیئے جاویں کہ جہاں چاہیں چلے جاویں بلکہ ہمیشہ کی ذلت ان کے لیے لازمی ہو جاوے گی)

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ.

کریم کے لفظی معنی معزز و مکرم کے ہیں۔ اور محاورہ میں کسی خط کو معزز مکرم جب کہا جاتا ہے جبکہ اس پر مہر لگائی گئی ہو۔ اسی لیے اس آیت میں کتاب کریم کی تفسیر حضرت ابن عباس، قتادہ زہیر وغیرہ نے کتاب مختوم سے کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط پر اپنی مہر ثبت فرمائی تھی ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ملوک عجم کی یہ عادت معلوم ہوئی کہ جس خط پر مہر نہ ہو اس کو نہیں پڑھتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بادشاہوں کے خطوط کے لیے مہر بنوائی اور قیصر و کسریٰ وغیرہ کو جو خطوط تحریر فرمائے ان پر مہر ثبت فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خط پر مہر لگانا مکتوب الیہ کا بھی اکرام ہے اور اپنے خط کا بھی۔ آج کل عادت خط کو لفافہ بند کر کے بھیجنے کی ہو گئی ہے۔ یہ بھی مہر کے قائم مقام ہے۔ جس جگہ مکتوب الیہ کا اکرام منظور ہوا کھلا خط بھیجنے کے بجائے لفافہ میں بند کر کے بھیجنا اقرب الی السنۃ ہے۔

حضرت سلیمان کا خط کس زبان میں تھا:

حضرت سلیمان علیہ السلام گو عربی نہ تھے لیکن عربی زبان جاننا اور سمجھنا آپ سے کوئی بعید بھی نہیں۔ جب کہ آپ پرندوں تک کی زبان جانتے تھے اور عربی زبان تو تمام زبانوں سے افضل و اشرف ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عربی میں خط لکھا ہو۔ کیونکہ مکتوب الیہ (بلقیس) عربی النسل تھی اس نے خط کو پڑھا بھی اور سمجھا بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط اپنی ہی زبان میں تحریر فرمایا ہو اور بلقیس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان کا ترجمان ہو جس نے خط پڑھ کر سنایا اور سمجھایا ہو۔ (روح)

خط نویسی

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

قرآن کریم نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا جس پر ہدایات نہ دی ہوں۔ خط و کتابت اور مراسلت کے ذریعہ باہمی گفت و شنید بھی انسان کی اہم ضروریات میں داخل ہے۔ اس سورت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب بنام ملکہ سباء (بلقیس) پورا کا پورا نقل فرمایا گیا یہ ایک پیغمبر و رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیرات دینا مال کو کم نہیں ہونے دیتا خواہ آمدنی بڑھ جائے یا برکت بڑھ جائے خواہ ثواب بڑھتا رہے۔ (مسلم)

کا خط ہے اور قرآن کریم نے اس کو بطور استحسان کے نقل کیا ہے اس لیے اس خط میں جو ہدایات خط و کتابت مقابلے میں پائی جاتی ہے وہ مسلمانوں کے لیے بھی قابل اتباع ہیں۔

کاتب اپنا نام پہلے لکھے پھر مکتوب الیہ کا:

سب سے پہلے ایک ہدایت تو اس خط میں یہ ہے کہ خط کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام سے شروع کیا مکتوب الیہ کا نام کس طرح لکھا قرآن کریم کے الفاظ میں وہ مذکور نہیں مگر اتنی بات اس سے معلوم ہوئی کہ خط لکھنے والے کے لیے سنت انبیاء یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا نام لکھے جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً خط پڑھنے سے پہلے ہی مکتوب الیہ کے علم میں آ جائے کہ میں کس کا خط پڑھ رہا ہوں تا کہ وہ اسی ماحول میں خط کے مضمون کو پڑھے۔ اور غور کرے مخاطب کو یہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے کہ کاتب کا نام خط میں تلاش کرے کہ کس کا خط ہے کہاں سے آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے مکاتیب منقول اور شائع شدہ عالم میں موجود ہیں ان سب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے:

مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ سے شروع فرمایا گیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب کوئی بڑا آدمی اپنے چھوٹے کو خط لکھے اس میں تو اپنے نام کی تقدیم پر کوئی اشکال نہیں۔ لیکن کوئی چھوٹا اپنے باپ، استاد، شیخ یا اور کسی بڑے کو خط لکھے اس میں اپنے نام کو مقدم کرنا کیا اس کے ادب کے خلاف نہ ہوگا اور اس کو ایسا کرنا چاہیے یا نہیں اس معاملہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل مختلف رہا ہے۔ اکثر حضرات نے اتباع سنت نبوی کو ادب پر مقدم رکھ کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط لکھے ان میں بھی اپنے نام کو مقدم لکھا ہے۔ روح المعانی میں بحر محیط کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

مَاکَانَ اَحَدٌ اَعْظَمَ حُرْمَةً مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم وَکَانَ اَصْحَابُ اِذَا کَتَبُوْا اِلَیْهِ کِتَاباً بَدَءُ وْا بِاَنْفُسِهِمْ قُلْتُ وَکِتَابُ عَلَاءِ الْحَضْرَمِیِّ یَشْهَدُ لَهٗ عَلٰی مَارُوِیَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی انسان قابل تعظیم نہیں۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب آپ کو بھی خط لکھتے تو اپنا نام ہی شروع میں لکھا کرتے تھے اور حضرت علاء حضرمی کا خط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام معروف ہے اور اسپر شاہد ہے

البتہ روح المعانی میں مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب کلام افضلیت میں ہے جواز میں نہیں۔ اگر کوئی شخص مکتوب الیہ کے نام سے شروع کردے تو اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں کیونکہ امت میں یہ طریقہ بھی چلا آرہا ہے کہ اس پر نکیر نہیں کی گئی۔ (روح المعانی وقرطبی)

خط کا جواب دینا بھی سنت انبیاء ہے:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ جس شخص کے پاس کسی کا خط آئے اس کے لیے مناسب ہے کہ اس کا جواب دے کیونکہ غائب کا خط حاضر کے سلام کے قائم مقام ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ وہ خط کے جواب کو جواب سلام کی طرح واجب قرار دیتے تھے۔ (قرطبی)

خطوط میں بسم اللہ لکھنا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ خط سے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مکاتیب سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا سنت انبیاء ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ بسم اللہ کو اپنے نام سے پہلے لکھے یا بعد میں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب اس پر شاہد ہیں کہ بسم اللہ کو سب سے مقدم اس کے بعد کاتب کا نام، پھر مکتوب الیہ کا نام لکھا جائے۔ اور قرآن کریم میں جو حضرت سلیمانؑ کا نام پہلے اور بسم اللہ بعد میں مذکور ہے اس کے ظاہر سے جواز اس کا بھی معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ اپنے نام کے بعد لکھی جائے۔ لیکن ابن ابی حاتم نے یزید بن رومان سے نقل کیا ہے کہ دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خط میں اس طرح لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوٗدَ اِلٰى بِلْقِيْسَ ابْنَةِ ذِیْ شَرْحٍ وَ قَوْمِهَا اَنْ لَّا تَعْلُوْا الخ

بلقیس نے جب یہ خط اپنی قوم کو سنایا تو اس نے قوم کی آگاہی کے لیے سلیمان علیہ السلام کا نام پہلے ذکر کردیا۔ قرآن کریم میں جو کچھ آیا ہے وہ بلقیس کا قول ہے۔ قرآن کریم میں اس کی تصریح نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصل خط میں بسم اللہ مقدم تھی یا سلیمان علیہ السلام کا نام اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام لفافہ کے اوپر لکھا ہو اور اندر بسم اللہ سے شروع ہو۔ بلقیس نے جب اپنی قوم کو خط سنایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام پہلے ذکر کردیا

مسئلہ: خط نویسی کی اصل سنت تو یہی ہے کہ ہر خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن وسنت کے نصوص واشارات سے حضرات فقہاء نے یہ کلیہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس جگہ بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر اس جگہ اس کاغذ کے بے ادبی سے محفوظ رکھنے کا کوئی اہتمام نہیں۔ بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور ایسی ہی چیز میں بسم اللہ یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں۔ کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک ہوجائے گا آج کل جو عموماً ایک دوسرے کو خطوط لکھے جاتے ہیں ان کا حال سب جانتے ہیں کہ نالیوں اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ ادائے سنت کے لیے زبان سے بسم اللہ کہہ لے تحریر میں نہ لکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ دینے میں سبقت لے جایا کرو۔ یعنی شوق سے صدقہ دیا کرو کیونکہ اس سے بلائیں ٹل جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایسی تحریر جس میں کوئی آیت قرآنی لکھی ہو کیا کسی کافر مشرک کے ہاتھ میں دینا جائز ہے:

یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اس وقت بھیجا ہے جب کہ وہ مسلمان نہیں تھیں حالانکہ اس خط میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھا ہوا تھا جس سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا جائز ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط ملوک عجم کو لکھے ہیں وہ مشرک تھے ان میں بھی بعض آیات قرآنی لکھی ہیں وہ وجہ دراصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا کسی کافر کے ہاتھ دینا جائز نہیں لیکن ایسی کوئی کتاب یا کاغذ جس میں کسی مضمون کے ضمن میں کوئی آیت آ گئی ہے وہ عرف میں قرآن نہیں کہلاتا۔ اس لیے اس کا حکم بھی قرآن کا حکم نہیں ہوگا وہ کسی کافر کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں اور بے وضو کے ہاتھ میں بھی۔

(عالمگیری کتاب الحظر والاباحۃ)

خط مختصر، جامع، بلیغ اور موثر انداز میں لکھنا چاہیے:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس والا نامہ کو دیکھیے۔ کہ چند سطروں میں تمام اہم اور ضروری مضامین بھی جمع کر دیے اور بلاغت کا اعلیٰ معیار بھی قائم ہے۔ کافر کے مقابلہ میں اپنی شاہانہ شوکت کا اظہار بھی ہے اس کے ساتھ حق تعالیٰ کی صفات کمال کا بیان اور اسلام کی طرف دعوت بھی۔ اور ترفع و تکبر کی مذمت بھی۔ درحقیقت یہ خط بھی اعجاز قرآنی کا ایک نمونہ ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خط نویسی میں تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت بھی وہی ہے کہ تحریر میں طول نہ ہو مگر ضروری کوئی مضمون چھوٹنے بھی نہیں (روح المعانی)

اہم امور میں مشورہ کرنا سنت ہے اسمیں دوسروں کی رائے سے فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے اور لوگوں کی دلجوئی بھی ہوتی ہے:

قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ (النمل)

فتویٰ سے مشتق ہے جس کا معنی ہیں کسی خاص مسئلہ کا جواب دینا یہاں مشورہ دینا اور اپنی رائے کا اظہار کرنا مراد ہے۔ ملکہ بلقیس کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پہنچا تو اس نے اپنے ارکان حکومت کو جمع کر کے اس واقعہ کا اظہار کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اس نے ان کی رائے دریافت کرنے سے پہلے ان کی دلجوئی اور ہمت افزائی کے لیے یہ بھی کہا کہ "میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہیں کرتی" اسی کا نتیجہ تھا کہ فوج اور وزراء نے اس کے جواب میں اپنی مستعدی کے ساتھ تعمیل کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کر دی۔ نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۙ۬ وَّالۡاَمۡرُ اِلَیۡكِ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ بلقیس کی مجلس شوریٰ کے ارکان تین سو تیرہ تھے۔ اور ان میں ہر ایک آدمی دس ہزار آدمیوں کا امیر اور نمائندہ تھا (قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں مشورہ لینے کا دستور پرانا ہے اسلام نے مشورہ کو خاص اہمیت دی اور عمال حکومت کو مشورہ کا پابند کیا یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو وحی الٰہی کے مورد تھے اور آسمانی ہدایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی تھیں اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مشورہ کی درحقیقت ضرورت نہ تھی مگر امت کے لیے سنت قائم کرنے کے واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا۔ وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ یعنی آپ اہم امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا کریں۔ اس میں صحابہ کرام کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور آئندہ آنے والے عمال حکومت کو اس کی تاکید بھی کہ مشورہ سے کام لیا کریں۔

مکتوب سلیمانی کے جواب میں ملکہ بلقیس کا ردعمل:

ارباب حکومت کو مشورہ میں شریک کر کے ان کا تعاون حاصل کر لینے کے بعد ملکہ بلقیس نے خود ہی ایک رائے قائم کی۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان لے اور تحقیق کرے کہ وہ واقعی اللہ کے رسول اور نبی ہیں اور جو کچھ حکم دے رہے ہیں وہ اللہ ہی کے احکام کی تعمیل ہے یا وہ ایک ملک گیری کے خواہشمند بادشاہ ہیں۔ اس امتحان سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہ واقعی نبی و رسول ہیں تو ان کے حکم کا اتباع کیا جائے اور مخالفت کی کوئی صورت اختیار نہ کی جائے۔ اور اگر بادشاہ ہیں اور ملک گیری کی ہوس میں ہمیں اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں تو پھر غور کیا جائے گا کہ ان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے اس امتحان کا طریقہ اس نے یہ تجویز کیا کہ سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ ہدیے تحفے بھیجے اگر وہ ہدیے تحفے لے کر راضی ہو گئے تو علامت اس کی ہو گی کہ وہ ایک بادشاہ ہی ہیں اور اگر وہ واقعہ میں نبی و رسول ہیں تو وہ اسلام و ایمان کے بغیر کسی چیز پر راضی نہ ہوں گے یہ مضمون ابن جریر نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابن جریج، ابن وہب سے نقل کیا ہے اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ وَاِنِّیۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَیۡهِمۡ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ۔ یعنی میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے ارکان دولت کے پاس ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ جو قاصد یہ ہدیہ لے کر جائیں گے۔ وہ واپس آ کر کیا صورتحال بیان کرتے ہیں۔

بلقیس کے قاصدوں کی دربار سلیمانی میں حاضری:

تاریخی اسرائیلی روایات میں بلقیس کی طرف آنے والے قاصدوں اور تحفوں کی بڑی تفصیلات مذکور ہیں۔ اتنی بات پر سب روایات متفق ہیں کہ تحفہ میں کچھ سونے کی اینٹیں تھیں، کچھ جواہرات اور ایک سو غلام اور ایک سو کنیزیں تھیں۔ مگر کنیزوں کو مردانہ لباس میں اور غلاموں کو زنانہ لباس میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے (مشکوٰۃ)

بھیجا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی بلقیس کا ایک خط بھی تھا۔ جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کے لئے کچھ سوالات بھی تھے۔ تحفوں کے انتخاب میں بھی ان کا امتحان مطلوب تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس کے تحفوں کی تفصیلات ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بتلا دی تھیں۔ سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا کہ دربار سے نوفرسخ تقریباً تیس میل کی مسافت میں سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش کر دیا جائے۔ اور راستے میں دوطرفہ عجیب الخلقت جانوروں کو کھڑا کر دیا جائے۔ جن کا بول و براز بھی سونے چاندی کے فرش پر ہو۔ اسی طرح اپنے دربار کو خاص اہتمام سے مزین فرمایا۔ دائیں بائیں چار چار ہزار سونے کی کرسیاں ایک طرف علماء کے لئے اور دوسری طرف وزراء اور اعمال سلطنت کے لئے بچھائی گئیں۔ جواہرات سے پورا ہال مزین کیا گیا۔ بلقیس کے قاصدوں نے جب سونے کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا تو اپنے تحفے سے شرما گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اپنی سونے کی اینٹیں وہیں ڈال دیں۔ پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے۔ دوطرفہ وحوش وطیور کی صفیں دیکھیں۔ پھر جنات کی صفیں دیکھیں تو بے حد مرعوب ہو گئے۔ مگر جب دربار تک پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ خندہ پیشانی سے پیش آئے ان کی مہمانی کا اکرام کیا مگر ان کے تحفے واپس کر دیئے۔ اور بلقیس کے سب سوالات کے جوابات دیئے۔ (ملخصاً از تفسیر قرطبی)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہدیہ بلقیس کی واپسی

قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِ ۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ.

یعنی بلقیس کے قاصد اس کے ہدایا اور تحفے لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے قاصدوں سے فرمایا کہ کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ مجھے اللہ نے جو مال و دولت دیا ہے۔ وہ تمہارے مال و سامان سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے میں یہ مال کا ہدیہ قبول نہیں کرتا اس کو واپس لے جاؤ اور اپنے ہدیہ پر تم ہی خوش رہو۔

کسی کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے یا نہیں اس کی تفصیل و تحقیق:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کا ہدیہ قبول نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں یا بہتر نہیں۔ اور تحقیق اس مسئلے میں یہ ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنے میں اگر اپنی یا مسلمانوں کی کسی مصلحت میں خلل آتا ہو۔ یا ان کے حق میں رائے کی کمزوری پیدا ہوتی ہو۔ تو ان کا ہدیہ قبول کرنا درست نہیں (روح المعانی)

ہاں اگر کوئی دینی مصلحت اس ہدیہ کے قبول کرنے کی داعی ہو مثلاً اس کے ذریعے کافر کے مانوس ہو کر اسلام سے قریب آنے پر مسلمان ہونے کی امید ہو۔ یا اس کے کسی شر و فساد کو اس کے ذریعے دفعہ کیا جا سکتا ہو تو قبول کرنے کی گنجائش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس معاملے میں یہی رہی ہے کہ بعض کفار کا ہدیہ قبول فرمالیا اور بعض کا رد کر دیا۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الھبۃ میں اور شرح سیر کبیر میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ براء کا بھائی عامر بن ملک مدینہ منورہ میں کسی ضرورت سے پہنچا جبکہ وہ مشرک و کافر تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو گھوڑے اور دو جوڑے کپڑے کا ہدیہ پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے۔ اور عیاض بن حمار مجاشعی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہدیہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کہ تم مسلمان ہو اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہدیہ بھی یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عطایا لینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بالمقابل یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے ایک روایت میں ہے کہ ابوسفیان نے بحالت شرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چمڑا ہدیہ میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا اور ایک نصرانی نے ایک ریشمی حریر کا بہت چمکتا ہوا کپڑا ہدیہ میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

شمس الائمہ اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سبب یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض کا ہدیہ رد کر دینے میں اس کا اسلام کی طرف مائل ہونے کی امید نہ تھی وہاں رد کر دیا۔ اور بعض کا ہدیہ قبول کرنے میں اس کے مسلمان ہو جانے کی امید تھی۔ تو قبول کر لیا۔ (از عمدۃ القاری کتاب الھبۃ)

اور بلقیس نے جو رد ہدیہ کو نبی ہونے کی علامت قرار دیا اس کا سبب یہ نہ تھا۔ کہ نبی کے لئے ہدیہ قبول کرنا مشرک کا جائز نہیں۔ بلکہ سبب یہ تھا کہ اس نے اپنا ہدیہ درحقیقت ایک رشوت کی حیثیت سے بھیجا تھا کہ اس کے ذریعہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حملے سے محفوظ رہے۔

(غرض وہ قاصد اپنے ہدایا لے کر واپس گیا اور سارا قصہ بلقیس سے بیان کیا تو حالات سے اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم اور نبوت کے کمالات کا یقین ہو گیا اور حاضر ہونے کے ارادہ سے اپنے ملک سے چلی) سلیمان (علیہ السلام کو وحی سے یا اور کسی پرندے وغیرہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں) نے (اپنے درباروالوں سے) فرمایا کہ اے دربار والو تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس (بلقیس) کا تخت پہلے اس کے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے۔ (مسلمین کی قید اظہار واقعہ کے لئے ہے کیونکہ وہ لوگ اسی قصد سے آ رہے تھے تخت کا منگانا غالباً اسی غرض سے ہے کہ وہ لوگ میرا معجزہ بھی

دیکھ لیں۔ کیونکہ اتنا بڑا تخت اور پھر اس کا ایسے سخت پہروں میں اس طور پر اچانک آ جانا کہ اطلاع تک نہ ہو عادت بشریہ سے باہر ہے۔ اگر جنوں کی تسخیر یعنی تابع ہونے سے ہو تب بھی جنوں کا خود بخود تابع ہو جانا بھی ایک معجزہ ہی ہے۔ اور اگر کسی ولی امت کی کرامت کے ذریعہ ہے۔ تو ولی کی کرامت بھی نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔ اور اگر بغیر کسی واسطے کے ہے تو پھر معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ بہرحال ہر طور پر یہ معجزہ نبوت کی دلیل ہے لہٰذا مقصود یہ ہوگا کہ اندرونی کمالات کے ساتھ ساتھ یہ معجزہ کے کمالات بھی دیکھ لیں تا کہ ایمان واطمینان زیادہ ہو) ایک قوی ہیکل جن نے جواب (میں) عرض کیا کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ پہلے اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گو وہ بہت بھاری ہے مگر) میں اس (کے لانے) میں طاقت رکھتا ہوں۔ (اور گو بڑا قیمتی اور موتیوں سے مزین ہے مگر میں) امانت دار (بھی) ہوں (اس میں کوئی خیانت نہ کروں گا)۔ جس کے پاس کتاب (الٰہی یعنی تورات کا یا اور وحی کی ہوئی کسی کتاب کا جس میں اللہ کے ناموں کی تاثیرات ہوں اس) کا علم تھا۔ (اقرب یہ ہے کہ اس سے خود سلیمان علیہ السلام مراد ہیں غرض) اس (علم والے) نے (اس جن سے) کہا کہ (بس تجھ میں تو اتنی ہی قوت ہے) اور میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں۔ (کیونکہ معجزہ کی طاقت سے لاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی ویسے ہی یا کسی اسم الٰہی کے ذریعے وہ تخت فوراً سامنے آموجود ہو)۔ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کو اپنے روبرو دیکھا (تو خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے۔ (کہ میرے ہاتھ سے یہ معجزہ ظاہر کیا) تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص شکر ادا کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں) اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے (وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں کرتا کیونکہ) میرا رب غنی ہے کریم ہے (اس کے بعد) سلیمان علیہ السلام نے (بلقیس کی عقل آزمانے کیلئے) حکم دیا کہ اس (کی عقل آزمانے) کے لیے اس کے تخت کی صورت بدل دو۔ (جس کے بہت سے طریقہ ہو سکتے ہیں مثلاً موتیوں کی جگہیں بدل دو۔ یا کسی اور طرح) ہم دیکھیں کہ اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا اس کا انہیں میں شمار ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا۔ (پہلی صورت میں معلوم ہوگا کہ وہ عقلمند ہے اور عقلمند سے حق بات سمجھنے کی زیادہ امید ہے اور اس کے حق کو پہچاننے کا اثر دور تک بھی پہنچے گا۔ اور دوسری صورت میں اس سے حق پہچاننے کی امید کم ہے)

بلقیس کی حاضری دربار سلیمانی میں:

قرطبی نے تاریخی روایات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بلقیس کے قاصد خود بھی مرعوب ومبہوت ہو کر واپس ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعلان جنگ بھی سنا دیا تو بلقیس نے اپنی قوم سے کہا کہ پہلے بھی میرا یہی خیال تھا کہ سلیمان علیہ السلام دنیا کے بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے کوئی خاص منصب بھی ان کو ملا ہے۔ اور اللہ کے نبی ورسول سے لڑنا اللہ کا مقابلہ ہے جس کی ہم میں طاقت نہیں۔ یہ کہہ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضری کی تیاری شروع کر دی۔ بارہ ہزار سرداروں کو اپنے ساتھ لیا جن کے تحت ایک ایک لاکھ افواج تھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ایسا رعب وجلال عطاء فرمایا تھا کہ ان کی مجلس میں کوئی ابتداء گفتگو کی جراءت نہ کر سکتا تھا۔ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام نے دور سے غبار اٹھتا ہوا دیکھا تو حاضرین سے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ! ملکہ بلقیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہی ہیں بعض روایات میں ہے کہ اس وقت وہ دربار سلیمانی سے ایک فرسخ تقریباً تین میل کے فاصلے پر تھی۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنود وعساکر کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ.

حضرت سلیمان علیہ السلام کو چونکہ یہ اطلاع مل گئی تھی۔ کہ بلقیس ان کی دعوت سے متاثر ہونے کی بناء پر مطیع بن کر آ رہی ہے۔ تو ارادہ فرمایا کہ وہ شاہانہ قوت وشوکت کے ساتھ ایک پیغمبرانہ معجزہ بھی دیکھ لے۔ تو اس کے ایمان لانے کیلئے زیادہ معین ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے تسخیر جنات کا عام معجزہ عطاء فرمایا ہوا تھا۔ شاید حق تعالیٰ کی طرف سے اشارہ پا کر انہوں نے یہ ارادہ فرمایا کہ کسی طرح بلقیس کا تخت شاہی اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے حاضر ہو جائے۔ اس لئے حاضرین کو جن میں جنات بھی تھے خطاب فرما کر یہ تخت لانے کے لیے فرمادیا اور اس کے تمام اموال و دولت میں تخت شاہی کا انتخاب بھی شاید اسی لئے کیا گیا کہ وہ اس کی سب سے زیادہ محفوظ چیز تھی جس کو سات محلات شاہی کے وسط میں ایک محفوظ محل کے اندر مقفل کر کے رکھا تھا۔ کہ اس کے اپنے آدمیوں کا بھی وہاں تک گذر نہ تھا۔ اس کا بغیر دروازہ یا قفل توڑے ہوئے منتقل ہو جانا اور اتنی مسافت بعیدہ پر پہنچ جانا حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت کاملہ سے ہو سکتا ہے یہ اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت عظیمہ پر یقین کا سب سے بڑا ذریعہ ہو سکتا تھا۔ اس کے ساتھ اس پر بھی یقین لازم تھا کہ سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے کوئی خاص منصب حاصل ہے۔ کہ ان کے ہاتھ پر ایسی فوق العادت چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ (ذکرہ واختارہ ابن جریر)

قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ.

مسلمین مسلم کی جمع ہے جس کے لغوی معنی مطیع وفرمانبردار کے ہیں۔

5 اصطلاح شرع میں مومن کو مسلم کہا جاتا ہے۔ یہاں بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے لغوی معنی سے مراد ہیں یعنی مطیع و فرمانبردار کیونکہ ملکہ بلقیس کا اسلام لانا اس وقت ثابت نہیں بلکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے اور کچھ گفتگو کرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن کریم کے آنے والے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ. یعنی کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا۔ کتاب میں سے یہ کون شخص تھا۔ اس کے متعلق ایک احتمال تو وہ ہے جو خلاصہ تفسیر میں لکھا گیا ہے کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم انہیں کو حاصل تھا۔ اس صورت میں یہ سارا معاملہ بطور معجزہ کے ہوا اور یہی مقصود تھا کہ بلقیس کو پیغمبرانہ اعجاز کا مشاہدہ ہو جائے اور کوئی اشکال اس معاملے میں نہ رہے۔ مگر اکثر آئمہ تفسیر قتادہ وغیرہ سے ابن جریر نے نقل کیا ہے اور قرطبی نے اسی کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ کہ یہ کوئی شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔ ابن اسحاق نے اس کا نام آصف بن برخیا بتلایا ہے۔ اور یہ کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوست تھا۔ اور بعض روایات کے اعتبار سے ان کا خالہ زاد بھائی بھی تھا۔ جس کو اسم اعظم کا علم تھا۔ جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کیساتھ اللہ تعالیٰ سے جو دعا بھی کی جائے قبول ہوتی ہے۔ اور جو کچھ مانگا جائے اللہ کی طرف سے عطاء کر دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسم اعظم کا علم نہیں تھا۔ کیونکہ یہ کچھ بعید نہیں تھا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مصلحت اس میں دیکھی ہو کہ یہ عظیم کارنامہ ان کی امت کے کسی آدمی کے ذریعے ظاہر ہو۔ جس سے بلقیس پر اور زیادہ اثر پڑے۔ اس لئے بجائے خود یہ عمل کرنے کے اپنے اصحاب کو خطاب فرمایا۔ اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ (کذا فی فصوص الحکم)

اس صورت میں یہ واقعہ آصف بن برخیاء کی کرامت ہوگی۔

معجزہ اور کرامت میں فرق:

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح معجزہ میں اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ براہ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی.

اسی طرح کرامت میں بھی اسباب طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ براہ راست حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی کام ہو جاتا ہے اور معجزہ اور کرامت دونوں خود صاحب معجزہ و کرامت کے اختیار میں بھی نہیں ہوتے۔ ان دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس کا کوئی خارق عادت کام اگر کوئی صاحب وحی نبی کے ہاتھ پر ہو۔ تو معجزہ کہلاتا ہے۔ غیر نبی کے ذریعے اس کا ظہور ہو تو کرامت کہلاتی ہے۔ اس واقعہ میں اگر یہ روایت صحیح ہے کہ یہ عمل حضرت سلیمان کے اصحاب میں سے آصف بن برخیا کے ذریعہ ہوا تو ان کی یہ کرامت کہلائے گی۔ اور ہر ولی کے کمالات چونکہ اس کے رسول و پیغمبر کے کمالات کا عکس اور انہی سے مستفاد ہوتے ہیں۔ اس لئے امت کے لئے اولیاء اللہ کے ہاتھوں جتنی کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ سب رسول کے معجزات میں شمار ہوتے ہیں۔

تخت بلقیس کا واقعہ کرامت تھی یا تصرف:

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے اس کو آصف بن برخیا کا تصرف قرار دیا ہے۔ تصرف اصطلاح میں خیال و نظر کی طاقت استعمال کر کے حیرت انگیز کام صادر کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے لئے نبی یا ولی بلکہ مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔ مسمریزم جیسا ایک عمل ہے۔ صوفیائے کرام نے اصلاح مریدین کے لئے کبھی کبھی اس کو استعمال کیا ہے ابن عربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ تصرف کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کام آصف بن برخیا سے لیا۔ مگر قرآن کریم نے اس تصرف کو علم من الکتاب کا نتیجہ بتلایا ہے۔ اس سے ترجیح اس کو ہی ہوتی ہے کہ یہ کسی دعا یا اسم اعظم کا اثر تھا۔ جس کا تصرف سے کوئی واسطہ نہیں وہ کرامت ہی کے مفہوم میں داخل ہے۔ رہا شبہ ان کا یہ کہنا کہ:

اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ.

یعنی میں یہ تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لا دوں گا۔ یہ علامت اس کی ہے کہ یہ کام اس کے قصد و اختیار سے ہوا جو علامت تصرف کی ہے کیونکہ کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ اطلاع کر دی ہو۔ کہ تم ارادہ کرو گے تو ہم یہ کام اتنی جلدی کر دیں گے یہ تقریر حضرت سیدی حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی ہے۔ جو احکام القرآن میں سورہ نمل کی تفسیر لکھنے کے وقت حضرتؒ نے ارشاد فرمائی تھی۔ اور تصرف کی حقیقت اور اس کے احکام پر حضرتؒ کا ایک مستقل رسالہ بنام التصرف عربی زبان میں تھا۔ جس کا اردو ترجمہ احقر نے لکھا تھا۔ وہ جداگانہ شائع ہو چکا ہے۔

(سلیمان علیہ السلام نے یہ سب سامان کر رکھا تھا۔ پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی تو اس سے (تخت دکھا کر) کہا گیا (خواہ سلیمان علیہ السلام نے خود کہا ہو یا کسی سے کہلوایا ہو)۔ کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی (بلقیس سے اس طور پر اس لیے سوال کیا کہ ہیئت تو بدل دی گئی تھی اپنی اصل کے اعتبار سے تو وہی تخت تھا۔ اور صورت وہ نہ تھی۔ اس لئے یوں نہ کہا کہ کیا یہی تمہارا تخت ہے بلکہ یہ کہا کہ ایسا ہی تمہارا تخت ہے اور بلقیس اس کو پہچان گئی اور اس کے بدل دینے کو بھی سمجھ گئی۔ اس لئے جواب بھی مطابق سوال کے دیا)۔ اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی) تحقیق ہو چکی تھی اور ہم (اسی وقت سے دل سے) مطیع ہو چکے ہیں (جب قاصد سے آپ کے کمالات معلوم

ہوئے تھے۔اس معجزہ کی چنداں حاجت نہ تھی) اور (چونکہ اس معجزہ سے قبل تصدیق واعتقاد کر لینا کمال عقل کی دلیل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کے عاقل ہونے کی تقریر فرماتے ہیں۔کہ فی الواقع وہ تھی سمجھدار مگر چندروز تک جو ایمان نہ لائی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے (جس کی اس کو عادت تھی) روک رکھا تھا۔(اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ) وہ کافر قوم میں کی تھی۔(پس جو سب کو دیکھا وہی آپ کرنے لگی۔اور قومی عادات اکثر اوقات انسان کے سوچنے سمجھنے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔مگر چونکہ عاقل تھی اس لئے جب تنبیہ کی گئی تو سمجھ گئی اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علاوہ اعجاز و شان نبوت دکھلانے کے اس کو ظاہری شان سلطنت بھی دکھلا دی جائے۔تا کہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی عظیم نہ سمجھے۔اس لئے ایک شیش محل بنوا کر اس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر کر اس کو شیشہ سے پاٹ دیا۔اور شیشہ ایسا شفاف تھا کہ ظاہر نظر میں نظر نہ آتا تھا۔اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا۔کہ اس محل میں جانے والے کو لامحالہ اس پر سے عبور کرنا پڑے۔چنانچہ اس تمام سامان کے بعد) بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو۔(ممکن ہے وہی محل قیام کے لئے تجویز کیا ہو۔غرض وہ چلیں راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی (سے بھرا ہوا) سمجھا اور (چونکہ قرینہ سے پایاب گمان کیا اس لئے اس کے اندر گھسنے کے لئے دامن اٹھائے) اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔(اس وقت) سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو محل ہے جو (سب کا سب مع صحن) شیشوں سے بنایا گیا ہے۔اور یہ حوض بھی شیشہ سے پٹا ہوا ہے۔دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں اس وقت بلقیس کو معلوم ہو گیا کہ یہاں پر دنیوی صنعت کاری کے عجائب بھی ایسے ہیں جو آج تک میں نے آنکھ سے نہیں دیکھے۔تو ان کے دل میں ہر طرح سے سلیمان کی عظمت پیدا ہوئی اور بے ساختہ کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا۔(کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں (اب) سلیمان علیہ السلام کے ساتھ (یعنی ان کے طریق پر) ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔

کیا بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آ گئی تھیں:

آیات مذکورہ میں بلقیس کا واقعہ اسی پر ختم ہو گیا کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئی۔اس کے بعد کیا حالات پیش آئے۔قرآن کریم نے اس سے سکوت کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی شخص نے جب عبد اللہ ابن عیینہ سے پوچھا کہ کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے ساتھ نکاح کر لیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا معاملہ اس پر ختم ہو گیا:

اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

مطلب یہ تھا کہ قرآن نے یہیں تک اس کا حال بیان کیا ہے۔اس کے بعد کا حال بتلانا قرآن نے چھوڑ دیا تو ہمیں بھی اس کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔مگر ابن عساکر نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آ گئی اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر یمن واپس بھیج دیا۔ہر مہینے حضرت سلیمان علیہ السلام وہاں تشریف لاتے اور تین روز کا قیام فرماتے تھے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے لئے یمن میں تین عمدہ محلات ایسے تیار کرا دیئے تھے جس کی مثال و نظیر نہیں تھی۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (از معارف القرآن مفتی صاحب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عاص کے دونوں بیٹے ہشام و عمرو مومن ہیں۔(رموز الحقائق)

باب ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امثال عبرت

از افادات: حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حکایت (۱): حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت گھر میں چراغ گل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بھی کوئی مصیبت ہے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم تو تھا کہ انا للہ مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے۔ لیکن ان کو اس واقعہ کی مصیبت ہونے میں تامل تھا۔ کیونکہ ظاہراً یہ واقعہ معمولی بات تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بات مومن کو ناگوار ہو وہ مصیبت ہے۔ اور چراغ کے گل ہونے سے قصد نہ ہونا گواری ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ بھی مصیبت ہے۔ (نسیان النفس وعظ سوم)

حکایت (۲): ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کسی شخص کی مکان پر گئے۔ اور دروازہ پر جا کر آواز دی گھر میں سے جواب آیا کہ وہ نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں گئے جواب آیا کہ معلوم نہیں لکھا ہے کہ اپنے اس سوال پر کہ کہاں گئے ہیں تیس برس تک روتے رہے۔ کہ میں نے ایک لایعنی سوال کیوں کیا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳): مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے پاس ایک رنگریز آیا کہنے لگا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے مولانا نے فرمایا کہ میاں تم جا کر کپڑے رنگو جب تمہارے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمہ آئے گا تو لینے سے انکار کر دینا۔ اور یہ کہہ دینا کہ میں نے اس کی تحقیق کی تھی مگر مجھے کسی نے بتلائی نہیں۔ ایک اور صاحب ایک مولوی صاحب کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی بابت دریافت کرتے ہوئے آئے کہ وہ ایماندار تھے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ تم کو نماز کے فرائض معلوم ہیں یا نہیں کہنے لگا کہ نہیں مولوی صاحب نے کہا کہ غضب کی بات ہے کہ نماز جس کا سوال سب سے اول قیامت میں ہو گا۔ اس کے وہ فرائض جن سے دن میں پانچ مرتبہ کام پڑتا ہے۔ اور جن کے معلوم نہ ہونے سے احتمال ہے کہ وہ فوت ہو جائیں تو نماز ہی نہ ہو ان کی تم کو خبر نہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا ایمان جس کی بابت یقیناً ہم سے نہ قیامت میں سوال ہوگا نہ دنیا کا کوئی کام اس علم پر موقوف ہے اسکی تحقیق کی جاتی ہے۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۴): ایک شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ بزرگوں کی شان اور ان کے حالات کس طرح مختلف ہوتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا فلاں مسجد میں تین بزرگ بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ معلوم ہو جائے گا کہ بزرگوں کے حالات میں کیا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور جا کر دیکھا کہ کوئی بے ادب آیا اور ان بزرگوں میں سے ایک کے چپت رسید کیا انہوں نے اٹھ کر اتنے ہی زور سے ایک چپت اس کے بھی مار دیا اور پھر بیٹھ کر وہیں مشغول ہو گئے اس کے بعد وہ دوسرے بزرگ کی طرف متوجہ ہوا اور ایک چپت ان کے بھی مار دیا۔ وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے۔ اور ان کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ایک چپت ان کے مارا انہوں نے اٹھ کر فوراً اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کو دبانا اور پیار کرنا شروع کیا۔ کہنے لگے تمہارے ہاتھ میں بہت چوٹ لگی ہوگی۔ یہاں سے یہ تماشہ دیکھ کر ان بزرگ کے پاس گیا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ کہنے لگے کہ بس اتنا ہی فرق ان تینوں کے حالات اور شان میں بھی ہے۔ تو دیکھ لیجئے کہ جو غیر صابر تھے وہ انتقام لیے بغیر نہ رہ سکے۔ وہ بھی لایعنی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ یعنی مارنے والے سے یہ سوال تک بھی نہیں کیا کہ تو نے ایسی حرکت کیوں کی۔ بلکہ جَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ بِمِثۡلِهَا پر عمل کر کے ایک چپت خود بھی اس کو مار دیا پھر اپنے کام میں لگ گئے۔ آج یہ حالت ہے کہ اگر ایک ذرا سی بات کسی کو کہہ دیجئے۔ پھر دیکھیے کیا قیامت قائم ہوتی ہے بلکہ بلاوجہ بھی لوگ سر ہو جاتے ہیں۔

حکایت (۵): میں نے اپنے استاد علیہ الرحمہ سے سنا ہے کہ ایک شخص شطرنج کھیل رہے تھے۔ اور ان کا لڑکا بیمار پڑا ہوا تھا۔ اثنائے شغل میں کسی نے آ کر اطلاع کی کہ لڑکے کی حالت بہت خراب ہے کہنے لگے اچھا آتے ہیں اور پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں پھر کسی نے آ کر کہا کہ وہ مر رہا ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا آتے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر شطرنج میں مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے آ کر کہا کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا کہنے لگے اچھا آتے ہیں۔ یہ سوال و جواب سب کچھ ہو گیا لیکن ان کو اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ جب شطرنج بازی ختم ہوئی تو آپ کی آنکھیں کھلیں اور ہوش آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ فرمائیے کہ جس کھیل کا انجام یہ ہو اس کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ (وعظ ایضاً)

ایک شخص کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا

تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو میرے منہ پر کہتے ہو۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۶): مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی مشہور کرامت تھی کہ مولاناؒ کو مشتبہ کھانا کبھی ہضم نہیں ہوا اس وقت نکل جاتا تھا اور نہ ظلمت اور پریشانی قلب تو ضرور ہوتی تو کھانا ایسا ہونا چاہیئے کہ جس میں حکومت وغیرہ کسی چیز کا واسطہ نہ ہو کیونکہ دعوت واجب تو ہے نہیں مستحب ہے۔ اور حرام کھانا کھلانا حرام ہے۔ تو جس کے پاس حلال کھانا نہ ہو اس کو کسی کی دعوت نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کی ضرورت کیا ہے کہ مرغن ہی کھلاؤ۔ (تعظیم الشعائر واعظ اول جلد ششم)

حکایت (۷): ایک بزرگ سے کسی نے یزید کے بارے میں پوچھا تھا کہ یزید کیسا تھا فرمایا کہ یزید شعر گوئی میں بڑا ماہر تھا۔ دیکھیئے اس شیخ نے یزید کی بھی ایک مدح کی اس لیے کہ ان حضرات کو بجز اپنے عیوب کے دوسرے کے عیوب میں سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ (التصدی للغیر)

حکایت (۸): ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی ان کو گھر پر جا کر آواز دیتا تو کم سے کم نصف گھنٹہ میں تو باہر آتے۔ اس کی وجہ تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس وقت پکارنے کی آواز گھر میں پہنچتی ہے تو وہ آئینہ اور کنگھا طلب کرتے ہیں اور نہایت تکلف سے بالوں کو درست کر کے مانگ نکال کر داڑھی میں کنگھا کر کے ایک ایک بال کو موزوں بنا کر غرض دلہا بن کر باہر تشریف لاتے تھے۔ (ع جنون وخبط نہ کہیئے اس تو کیا کہیئے ۱۲ جامع) اکثر متکلفین کو دیکھا ہے کا ان کے پاس ایک دو جوڑ محض اس کام کے لیے رہتا ہے کہ جب باہر نکلیں اور جب واپس آئیں تو پھر وہی لنگوٹی یا سڑے ہوئے کپڑے ان کا لباس گویا ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ اور ان لوگوں کو شیطان نے یہ دھوکہ دیا ہے کہ

ان اللہ جمیل یحب الجمال

اور جب اللہ تعالیٰ کو جمال پسند ہے تو ہم کو بھی جمیل بن کر رہنا چاہیئے۔ لیکن میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر یہ تزین محض جہان کی وجہ سے ہے تو اس کی کیا وجہ کہ محض جلوت میں یہ تکلف کا لباس پہنا جاتا ہے۔ کیا خلوت میں خدا تعالیٰ کو جمال پسند نہیں صاحبو! یہ سب نفس کی توجیہات اور نکات بعد الوقوع ہیں (وعظ ایضاً)

حکایت (۹): کانپور میں جس زمانہ میں میرا قیام تھا ایک مرتبہ میں مدرسہ میں پڑھاتا تھا کہ ایک شخص آ کر بیٹھے ان کے بدن پر صرف ایک لنگی اور ایک چادرہ تھا۔ اس ہیئت کو دیکھ کر کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ لیکن جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ بہت بڑے فاضل ہیں پھر تو ان کی اس قدر وقعت ہوئی کہ ہر ہر طالب علم ان پر جھکا جاتا تھا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۰): سیر کی روایت میں ہے کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے ساحرین کو جمع کیا تو وہ لوگ اس لباس میں آئے تھے جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس تھا۔ آخر مقابلہ ہوتے ہی تمام ساحرین مسلمان ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خداوندی میں عرض کیا کہ یا الٰہی یہ سامان فرعون کے اسلام کے لیے ہوا تھا کیا سبب کہ اس پر فضل نہ ہوا اور ساحرین کو توفیق ایمان کی ہو گئی۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ علیہ السلام یہ تمہاری سی صورت بن کر آئے تھے۔ ہماری رحمت نے پسند نہ کیا کہ ہمارے محبوب کے ہم وضع لوگ دوزخ میں جائیں۔ اس لیے ان کو توفیق ہو گئی اور فرعون کو چونکہ اتنی مناسبت بھی نہ تھی۔ اس لیے اس کو یہ دولت نصیب نہ ہو سکی۔ اس حکایت سے احتجاج مقصود نہیں کہ اس کے ثبوت میں کلام کرنے لگو۔ بلکہ صرف تائید منظور ہے اگر یہ حکایت صحیح نہ ہو تو بھی اصل مضمون دلائل سے ثابت ہے۔ کسی حکایت کا عدم ثبوت مضر نہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۱): مجھے تھانہ بھون کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک طالب علم کے حجرہ میں چوہے نے زمین کھود کر بہت سی مٹی نکال دی تھی اور وہ کئی روز تک اسی طرح رہی۔ لیکن اس کو بھٹ بند کرنے یا مٹی پھینکنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اتفاق سے ایک صاحب جو حاجی بھی ہیں۔ اس طرف کو جو گذرے تو انہوں اس کو درست کر دیا۔ چند روز کے بعد چوہے نے پھر کھود ڈالی اور پھر مٹی اس طرح جمع ہو گئی۔ کسی شخص نے دیکھ کر اس طالب علم سے کہا کہ اس کو ٹھیک کر دو۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ حاجی جی ٹھیک کر دیں گے گویا حاجی صاحب ان کے نوکر ہیں کہ وہ آ کر ان کے حجرہ کو صاف کیا کریں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۲): کلکتہ میں ایک ملحد نے مولانا شہید دہلوی سے کہا تھا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی تو ان کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی مولانا شہید نے فرمایا اگر خلاف فطرت ہونے کی بھی وجہ ہے تو دانت بھی تو خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہیں تھے۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۳): خدا تعالیٰ نے شادی کا ایک نمونہ (یعنی حضرت فاطمۃ الزہرا کی شادی) ہم کو دکھلایا ہے کہ اس میں نہ مہمان آئے تھے نہ لال خط گیا تھا نہ ڈوم گیا تھا نہ نائی، نہ واسطے سے پیغام پہنچا بلکہ پیغام خود دولہا صاحب لے کر گئے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے تھے اول حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے حضرات شیخین نے پیغام دیا تھا لیکن ان کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر فرما دیا۔ اللہ اکبر صاحبو! غور کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کیسے کیسے گہرے امور پر مطلع فرمایا ہے یعنی حضرات شیخین سے انکار فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا دیا کہ اپنی اولاد کے لیے شوہر کی ہم عمری کا لحاظ بھی ضرور کرو۔ ایک نوجوان عورت کی شادی ایک بوڑھے مرد سے ہو گئی تھی وہ کہتی تھی کہ جب وہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر اور عمر مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہیں موسیٰ کے (خلافت میں)۔ (میزان)

میرے سامنے آتے ہیں تو مجھ کو بہت شرم آتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دادا آ گیا۔ اکثر عورتیں عمروں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے آوارہ ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کا دل نہیں ملتا۔ بتلایئے حضرات شیخین سے زیادہ کون ہوگا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض عمر کی تفاوت کی وجہ سے انکار فرمادیا۔ جب دونوں صاحبوں کو اس شرف سے مایوسی ہوئی تو ان دونوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کو اس خاص وجہ سے انکار فرمادیا ہے تم کم عمر ہو بہتر ہے کہ تم پیغام دو۔ جو لوگ شیخین پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ عداوت رکھنے کا الزام رکھتے ہیں ان کو اس واقعہ میں غور کرنا چاہیے غرض حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور خاموش بیٹھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے۔ جس غرض سے تم آئے ہو اور مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح تم سے کر دوں منظوری کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے آئے۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار اصحاب کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور نکاح پڑھ دیا چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجلس نکاح میں موجود نہ تھے اس لیے یہ فرمادیا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ منظور کریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے منظور کیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ایمن کے ساتھ حضرت فاطمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ کر دیا نہ ڈولا تھا نہ برات تھی اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا سے پانی مانگا انہوں نے اٹھ کر پانی دیا آج ہم نے اس سادگی ہی کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ نکاح کے بعد ایک مدت تک دلہن منہ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ بجائے منہ پر ہاتھ کے ہاتھ پر منہ رکھنا چاہیے بہرحال جو کچھ بھی کہا جائے منہ ڈھکا ہوتا ہے اور وہ اس قدر پابند بنائے جاتیں ہیں کہ نماز وغیرہ کچھ بھی نہیں پڑھ سکتی۔ جس طرح بندہ کو خدا کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا اسی طرح وہ نائن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ (وعظ ضرورۃ الاعتنا بالدین جلد سوم)

حکایت (۱۴): ضلع بلند شہر کے ایک رئیس کا انتقال ہو گیا ان کے صاحبزادہ نے رسم چالیسواں کو توڑنا چاہا۔ لیکن اس کی یہ صورت اختیار نہیں کی کہ کچھ نہ کریں بلکہ یہ کہا کہ حسب رسم تمام برادری کی دعوت کی اور بہت سے عمدہ عمدہ مرغن کھانے پکوائے بڑے لوگوں پر ایک بھی آفت ہے کہ جب تک وہ گھی کی نہر نہ بہادیں اس وقت تک انکا کچھ کرنا سمجھا ہی نہیں جاتا غرباء الحمدللہ اس سے بری ہیں میں جب ڈھاکہ گیا تو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں سیر بھر گوشت میں سیر بھر گھی کھاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ صاحب گھی کوئی زیادہ کھانے کی چیز نہیں ورنہ جنت میں گھی کی بھی ایک نہر ہوتی۔ جیسے دودھ شہد کی نہریں جنت میں ہیں۔ غرض جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ہاتھ دھلوا کر کھانا چنوا دیا اور سب کو بٹھلا دیا۔ اجازت شروع سے پہلے کہنے لگا کہ صاحبو! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد ماجد کا انتقال ہو گیا ہے اور والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ جانا جیسے عظیم الشان صدمے کا باعث ہوتا ہے ظاہر ہے تو صاحبو! کیا یہی انصاف ہے کہ ایک تو میرا باپ مرے اور اوپر سے تم لوگ مجھے لوٹنے کے لیے جمع ہو تم کو کچھ شرم بھی آتی ہے۔ اس کے بعد کہا کہ کھایئے لیکن سب اسی وقت اٹھ گئے اور یہ رائے ہوئی کہ ان رسومات کے متعلق علیحدہ بیٹھ کر غور کرنا چاہیے چنانچہ بہت سے آدمی جمع ہوئے اور بالاتفاق رائے ان کو موقوف کر دیا اور کھانا سب فقراء کو تقسیم کر دیا گیا۔ (وعظ ضرورۃ الاعتناء بالدین)

حکایت (۱۵): ہمارے جوار میں ایک قصبہ کرانہ ہے وہاں کے ایک حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک گوجر آیا۔ اس کا باپ بیمار ہو رہا تھا کہنے لگا حکیم صاحب جس طرح ہو سکے اب کی مرتبہ تو اس کو اچھا ہی کر دیجئے۔ کیونکہ قحط بہت ہو رہا ہے اگر بڈھا مر گیا تو مرنے کا تو چنداں غم نہیں مگر چاول بہت گراں ہیں۔ برادری کو کس طرح کھلاؤں گا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۶): ایک مسلمان کلکٹر ہو گئے تھے ان کو اسلام سے اس قدر وحشت ہوئی کہ اپنے اصلی نام کو بھی باقی نہ رکھا۔ اس کو کانٹ چھانٹ کر انگریزی ناموں کے طرز پر بنایا اور لطف یہ ہے کہ پھر اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے (وعظ ایضاً)

حکایت (۱۷): حضرت جنیدؒ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح تندرست تھا۔ آپ نے دل میں فرمایا یہ شخص صحیح سالم ہے پھر سوال کرتا ہے۔ رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس مردار لایا۔ اور کہا کہ اس کو کھایئے انہوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیوں کر کھاؤں۔ اس شخص نے جواب دیا آج صبح تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت کھایا تو اس کے کھانے میں کیوں تامل ہے تو انہوں نے کہا کہ میں نے تو غیبت نہیں کی۔ اس نے جواب دیا گو زبان سے غیبت نہیں کی لیکن دل میں اس کو حقیر تو سمجھا اور دل ہی سے تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ آخر جنیدؒ بہت گھبرائے اور اس فقیر کے پاس پہنچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو دیکھتے ہی کہا۔ وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ سو ان گناہوں کی طرف کبھی ہمارا ذہن نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں اسی طرح بعض جوارح کے ایسے گناہ ہیں کہ ان کو گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ نہایت بے تکلف کیا جاتا ہے۔ جیسے زبان کے اکثر گناہ اسی طرح اپنے کو بڑا سمجھنا اسکو بھی ہم لوگ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ خود بینی اور خودداری کو عزت سمجھتے ہیں۔ اور ضروری جانتے ہیں (وعظ وتفصیل؟)

حکایت (۱۸): حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک چور پکڑا ہوا آیا۔ آپ نے قطع ید کا حکم دیا اس نے کہا کہ امیر المومنین میں نے پہلی ہی مرتبہ ایسا کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ

عادت نہیں ہے کہ کبھی اول گناہ پر نہیں پکڑتے آخر جو تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑا عیار ہے۔مولانا فرماتے ہیں

حلم حق باتو مواسا ہا کند　　چونکہ از حد بگذری رسوا کند

(وعظ اتحاذ بالغیر وعظ چہارم جلد ۴)

حکایت (۱۹): ایک بادشاہ کی حکایت سنی ہے کہ اس کے سامنے ایک بیوہ عورت نکلی جو کہ بے انتہا بدصورت اور نفرت کی ہیئت ولباس رکھتی تھی اور اس کو حمل تھا۔اس نے وزیر سے کہا کہ تحقیق کرو یہ حمل کس کا ہے۔ اس کی طرف کس کو رغبت ہوئی ہوگی۔وزیر تحقیق کرتے کرتے پریشان ہو گیا۔عتاب شاہی بڑھنے لگا۔ایک روز اسی پریشانی سے سڑک پر گزر رہا تھا کہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص نہایت ہی تکلف کا لباس پہنے ہوئے ایک گندے پرنالے کے نیچے جس میں پیشاب وغیرہ گرتا تھا۔دوات لیے ہوئے کھڑا اس میں پانی ڈال رہا ہے۔سخت حیرت ہوئی اور اس کو گرفتار کر لیا۔تحقیق سے معلوم ہوا کہ انہی صاحب کا اس عورت کو حمل ہے۔

حکایت (۲۰): ایک بزرگ تھے وہ بات کرنے کے وقت مردوں کو بھی نہ دیکھتے تھے۔ان سے کسی نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا۔دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ لوگ جن کو پہچانتا ہوں اور دوسرے وہ جن کو نہیں پہچانتا ہوں تو ان کو بلا دیکھے آواز سے پہچان جاتا ہوں۔دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔جن کو نہیں پہچانتا ان کے دیکھنے سے کیا فائدہ۔

سُبْحَانَ اللهِ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيهِ پر عمل اس کو کہتے ہیں۔

حکایت (۲۱): ایک بزرگ طواف کر رہے تھے اور ایک چشم تھے اور کہے جاتے تھے۔اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ غَضَبِکَ کسی نے پوچھا کہ اسقدر کیوں ڈرتے ہو کیا بات ہے کہا میں نے ایک لڑکے کو بری نظر سے دیکھ لیا تھا۔غیب سے چپت لگا اور آنکھ پھوٹ گئی۔اس لیے ڈرتا ہوں کہ پھر عود نہ ہو جائے۔

حکایت (۲۲): ایک بزرگ کی کیفیت یہ تھی کہ حسین لڑکے ان کی خدمت کرتے تھے اور گاہ گاہ ان کو پیار بھی کرتے تھے۔ایک روز ان کے ایک مرید نے بھی ایک لڑکے کو پیار کر لیا۔پیر سمجھ گئے کہ اس نے میرا اتباع کیا ہے۔ایک روز بازار گئے لوہار کی دکان پر دیکھا کہ لوہا سرخ انگارے ہو رہا ہے۔پیر صاحب نے جا کر فوراً اس کو پیار کر لیا اور اس مرید سے فرمایا آپ تشریف لایئے اس کو بھی پیار کیجئے۔پھر تو یہ گھبرائے اس وقت انہوں نے ان کو ڈانٹا۔کہ خبردار ہم پر اپنے کو مت قیاس کرو۔

حکایت (۲۳): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس باب میں یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے۔حضرت صفیہ جو کہ ازواج مطہرات میں ہیں وہاں تشریف لائیں واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کے لیے ان کے ساتھ دروازہ تک کہ وہ مسجد ہی کی طرف تھا تشریف لائے۔سامنے دیکھا کہ دو شخص آ رہے ہیں۔فرمایا کہ عَلٰى رِسْلِكُمَا یعنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ۔یہاں پردہ ہے اور اس کے بعد فرمایا اِنَّهَا صَفِيَّةُ یعنی یہ عورت صفیہ تھی کوئی اجنبیہ نہ تھی۔فَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ذٰلِكَ یعنی بات ان دونوں پر بہت بھاری ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا گمان ہو سکتا ہے۔فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے اندر بجائے خون کے دوڑتا ہے۔مجھے خیال ہوا کہ کبھی وہ تمہارے ایمان کو نہ تباہ کر دے۔پس جو لوگ ارشاد کی شان لیے ہوئے ہیں۔وہ ایہام سے بھی بچتے ہیں۔ایسے حضرات قابل بیعت ہیں۔باقی جن کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ مکار ہیں باطن بھی ان کا موافق نہیں ہے۔مردود ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ باطن ان کا بالکل شریعت کے موافق ہوتا ہے۔لیکن ظاہر ان کا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ان پر اعتراض نہ کرے۔غرض مرشد ایسے کو بناوے جو ظاہر و باطن پاک وصاف ہو۔

حکایت (۲۴): ٹونک کا واقعہ ہے ایک رئیس نے ڈاڑھی منڈوا رکھی تھی۔ایک عالم نے اس پر اعتراض کیا اور وہ رئیس متاثر بھی ہوئے اتفاق سے مجمع میں ایک دوسرے صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مولوی کہلاتے تھے۔آپ فرماتے ہیں کہ داڑھی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ اس میں جوئیں پڑ جاتی ہیں اور وہ زنا کرتی ہیں۔فرمایئے اس رئیس کی نظر میں کیا وقعت ان عالم کی رہی ہوگی۔

حکایت (۲۵): شیطان کا شیرہ۔شیطان کو کسی نے کہا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کراتا ہے۔اس نے کہا میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذرا سی بات کرتا ہوں۔لوگ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔دیکھو میں تم کو تماشا دکھلاتا ہوں۔ ایک دکان پر پہنچے ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دکان میں لگا دی۔اس پر ایک مکھی آ بیٹھی۔ایک چھپکلی اس پر جھپٹی۔اس پر دکاندار کی بلی دوڑی اس پر ایک خریدار کا جو کہ فوجی سوار تھا کتا لپکا۔دکاندار نے اس کتے کو ایک لکڑی ماری سوار کو غصہ آیا اس نے دکاندار کے ایک تلوار مار دی۔بازار والوں نے اس کے انتقام میں سوار کو قتل کر ڈالا فوج میں خبر ہوئی فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کر دیا۔بادشاہ وقت نے دوسری فوج سے ان ظالموں کو سزا قتل کرنا شروع کیا ایک گھنٹے میں تمام شہر میں خون کے ندی نالے بہہ گئے۔شیطان نے کہا۔ دیکھا میں نے کیا کیا تھا اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچا دیا۔

حکایت (۲۶): حکایت ہے کہ ایک ولائتی صاحب کسی مسجد میں ٹھہرے تھے۔جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک مسافر جو وہاں سو رہا تھا۔خراٹے لے رہا ہے۔آپ نے اس کو کئی دفعہ تو اٹھا اٹھا کر بٹھا دیا اور کہا کہ تم کس طرح سوتے ہو۔ہمارے خشوع میں خلل پڑتا ہے۔وہ بیچارہ تھکا ہوا تھا پھر سو گیا۔آپ کو غصہ آیا نکالا چھرا اس کا کام تمام

کر دیا۔ اچھا خشوع حاصل کیا کہ بے چارے کی جان ہی لے ڈالی۔

حکایت (۲۷): ایک قصہ ضد کا مجھے یاد آیا کہ دہلی میں ایک شخص نے حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب کی بھی دعوت کی اور بعض ان کے مخالفین کی بھی۔ اور ہر ایک کو دوسرے کی خبر نہ ہونے دی۔ جب سب جمع ہو گئے اور کھانا سامنے آیا تو میزبان نے کہا صاحب یہ شیخ سدو کا بکرا میں نے پکایا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے۔ شاہ اسحاق صاحب تو شیخ سدو کے بکرے کو حرام فرماتے تھے۔ انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور ان کے ساتھ ان کے مخالفین نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ صاحب خانہ نے ان سے پوچھا کہ آپ تو جائز کہتے ہیں آپ نے کیوں ہاتھ روکا۔ کہنے لگے بھائی ہے حرام ہی مگر ان کی ضد میں اس کو حلال کہہ دیتے ہیں۔ (اشرف المواعظ حصہ اول مواعظ النور)

حکایت (۲۸): حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وعظ بیان فرمایا بعضوں نے متاثر ہو کر کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اسی وقت وحی نازل ہوئی کہ ان سے فرما دیجئے کہ دلوں کو پھاڑو۔ کپڑے پھاڑنے سے کیا ہوتا ہے۔ مگر اس سے سب کپڑے پھاڑنے والوں پر اعتراض مقصود نہیں۔

حکایت (۲۹): کانپور میں ایک صاحب نے کسی کے مکان پر مولد پڑھا۔ آپ کے پاس کرتا پرانا تھا جی چاہا کہ نذرانے کے ساتھ صاحب خانہ سے ایک کرتہ بھی وصول کریں۔ آپ نے بیان کرتے کرتے ایک موقع پر پہنچ کر نہایت زور سے ایک وجدی حالت پیدا کی اور کرتہ پھاڑ ڈالا۔ آخر صاحب خانہ نے نذرانہ بھی دیا اور شرم کے مارے ایک کرتہ بھی بنا دیا۔ (ایضاً)

حکایت (۳۰): میں ایک جگہ بیان کرنے کی لیے گیا اس روز اتفاق سے مجھے زکام ہو رہا تھا بیان سننے کے بعد صاحب خانہ نے یہ اعتراض کیا کہ خوش الحان نہیں ہیں۔ میں نے دل میں کہا کہ بھائی میں ڈوم کا لڑکا نہیں ہوں کہ مجھ مین خوش الحانی ہوتی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ایک شریف کی اولاد ہوں۔ مجھے خوش الحانی اور بد الحانی سے کیا واسطہ۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۱): ایک بادشاہ ذی حشمت و شوکت تھے۔ لیکن ان کے بھائی لنگی باندھے ہوئے پھرا کرتے تھے۔ بادشاہ کو شرم آتی تھی کہ میں اتنا بڑا بادشاہ اور میرا بھائی صرف لنگی باندھے ہوئے پھرتا ہے ان کو بلا کر بادشاہ نے کہا کہ بھائی مجھے شرم آتی ہے تم پائجامہ تو پہن لو۔ انہوں نے کہا ایک شرط سے۔ جب کرتہ بھی ہو۔ کہا کُرتے بہت۔ کہا کُرتے کے ساتھ ٹوپی بھی ہو۔ بادشاہ نے کہا ٹوپی بہت۔ کہا جوتا بھی ہونا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا جوتے بھی بہت۔ کہا کہ یہ سب چیزیں ہوں تو ایک سواری بھی ہونا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا سواری بھی ہے انہوں نے کہا سواری گھوڑے کی اور اصطبل اور سائیس بھی ہونا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا یہ سب چیزیں بھی موجود ہیں۔ پھر کہا ایک مکان رہنے کے واسطے بادشاہ نے کہا بڑے بڑے عالیشان مکان آپ کے رہنے کے واسطے موجود ہیں۔ کہا پھر ایک سلطنت بھی ہونی چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا سلطنت بھی حاضر ہے شوق سے تخت پر بیٹھیے اور حکمرانی کیجئے۔ یہ سب پوچھ کر بادشاہ سے کہنے لگے کہ میں پائجامہ ہی کیوں پہنوں کہ جس میں اتنے جھگڑے اور بکھیڑے ہوں۔ (وعظ تذکیر الآخرۃ)

حکایت (۳۲): مدرسہ جامعہ العلوم میں ایک طالب علم نے کسی دوسرے طالب علم کی کتاب چوری کی۔ ایک شخص کہنے لگے کہ دیکھو طالب علم بھی چوری کرتے ہیں۔ میں نے کہا ہرگز طالب علم چوری نہیں کرتے وہ کہنے لگے کہ آپ انکار کرتے ہیں صریح چوری ظاہر ہوئی۔ میں نے کہا طالب علم چوری نہیں کرتے بلکہ بعض چور طالب علمی کرتے ہیں۔ جو طالب علم ہوگا وہ علم کا طالب ہوگا وہ چوری کیوں کرتا۔ حقیقت میں ذرا سا فرق ہے کہ اس کے پیش نظر ہونے سے اشتباہ ہو جاتا ہے۔ جیسے زار روس سنا ہے بائیسکل سے گر کر مر گیا تھا تو ڈاکٹروں میں اختلاف ہوا کہ گر کر مرا یا مر کر گرا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۳): کسی شخص نے ایک صحابی سے اپنے فقر و فاقہ و غربت کی شکایت کی۔ انہوں نے پوچھا تمہارے رہنے کے لیے گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے عرض کیا کہ گھر بھی ہے اور بیوی بھی ہے۔ فرمایا کہ تم غریب کہاں ہوئے۔ تو تو امیر ہو تو انہوں نے عرض کیا ایک غلام بھی ہے۔ فرمایا پھر تو بادشاہ ہو۔ (التذکیر وعظ الظلم)

حکایت (۳۴): بنی اسرائیل میں ایک سپاہی نے ایک مچھلی والے کی ایک مچھلی چھین لی۔ مچھلی والے نے کہا کہ اے اللہ میں اس سے یہاں ہی بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ وہ سپاہی مچھلی گھر لایا اور بیوی سے کہا کہ اس کو مسلم تلو۔ چنانچہ وہ تلی گئی جب سامنے آئی تو جب اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس مچھلی نے ہاتھ میں کاٹ لیا اور اس میں شدت کا درد پیدا ہو گیا۔ اطباء کی رائے ہوئی جب تک ہاتھ نہ کٹے گا اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ ہاتھ کٹنے کے بعد وہ اور آگے سرایت کر گیا۔ کسی اہل دل نے کہا کہ جب تک مچھلی والے سے دعا نہ کراؤ گے اس وقت تک آرام نہ ہوگا۔ اس کو تلاش کیا وہ مل گیا اس نے دعا کی درد تو فوراً جاتا رہا اور صبح کو جب سو کر اٹھا ہاتھ بھی صحیح سالم پایا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۵): حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ابو بکر کثرۃ صلوٰۃ و صیام سے نہیں بڑھے بلکہ ان کے قلب میں ایک شے ہے جس کی وجہ سے ان کو فضیلت ہے۔ ایک عالم تاریخ سے نقل کرتے تھے کہ ان کی بیوی سے پوچھا گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر میں کیا کرتے تھے۔ کہا کچھ نہیں۔ اتنی بات تھی کہ شب کو مراقب بیٹھ جاتے تھے اور تھوڑی دیر میں ایک آہ کرتے تھے جس میں جلے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اہل میں سے مجھے سب سے پیاری فاطمہ ہے۔ (کنز العمال)

ہوئے گوشت کی بو آتی تھی۔ غرض ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی ظاہری وضع یا حالت ممتاز نہ تھی اس طرح کاملین عوام سے کم ممتاز ہوتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۶): شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو ان مذاہب اربعہ سے خارج ہونے کو منع فرمایا۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین پر مجبور کیا تیسرے ترک اسباب میری اصلی خواہش تھی۔ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تثبت بالاسباب پر مجبور فرمایا۔ پس اسباب ظاہری کو اختیار کرنا سنت ہے۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۷): ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا لڑکا شرارت بہت کرتا ہے کوئی تعویذ دے دو۔ میں نے کہا اس کا تعویذ ڈنڈا ہے۔ تھوڑے دنوں میں یہ بھی کہنے لگیں گی کہ ایسا تعویذ دو کہ جس سے روٹی بھی کھانا نہ پڑے آپ سے آپ پیٹ بھر جایا کرے۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۳۸): حضرت شیخ عبدالحق ردولوی بچپن میں رات کو اٹھ کر تہجد پڑھتے تھے اور ذکر اللہ کیا کرتے تھے۔ ماں دیکھ کر کڑھتی تھیں اور مزاحمت کرتی تھیں اگرچہ برائے شفقت ہی کرتی تھیں لیکن شیخ نے فرمایا کہ ماں کدھر سے ہے۔ یہ تو راہزن اور ڈاکو ہے اس جگہ کا رہنا چھوڑ دیا۔ اور دہلی تشریف لے آئے۔ (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ الخلط)

حکایت (۳۹): ایک دوست نے مجھ کو لکھا ہے کہ میں جب حج کرنے نہیں گیا تھا تو رونا بھی آتا تھا اور جب سے حج کر آیا ہوں رونا نہیں آتا۔ اس کا بہت افسوس ہے۔ میں نے لکھا کہ مراد دل کا رونا ہے وہ تم کو حاصل ہے (اشرف المواعظ حصہ دوم وعظ المباح)

حکایت (۴۰): حضرتؒ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لیے بیٹھتے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے۔ اور کھاتے تھے اوروں سے کم تو حضرات بزرگان دین کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے۔ اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شے لاوے تو ضرور کھانا چاہیے اس سے نور پیدا ہوتا ہے۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۴۱): ایک دوست بیان کرتے تھے کہ ہم کو ایک مرتبہ ایک اسلامی یعنی مسلمانوں کے ہوٹل میں کھانا کھانے کا اتفاق ہوا۔ ہوٹل میں میز کرسی پر کھانا کھاتے ہیں۔ چنانچہ میز پر کھانا چن دیا گیا ہم نے عمر بھر میں اسطرح کھانا نہ کھایا تھا اس لیے کہ تشبہ ہے نصاریٰ کے ساتھ دو طرح سے اس تشبہ کو توڑا ایک تو یہ کیا کہ اپنے ہاتھ میں برتن کھانے کا لے لیا وہ لوگ ہاتھ میں لے کر نہیں کھاتے بلکہ میز پر رکھا ہوا کھاتے ہیں دوسرے یہ کیا کہ سب نے ملکر ایک برتن میں کھایا۔ اور وہ مل کر نہیں کھاتے۔ اپنے اپنے سامنے سے کھاتے ہیں۔ (وعظ الطہور)

حکایت (۴۲): حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کثیر البقاء تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحییٰ علیہ السلام کیا تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہو گئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کیا تم خدا کے قہر سے بالکل مامون ہو۔ کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے۔ آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام جلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ علیہ السلام کی طرح گریہ وزاری کیا کرو۔ اور اے یحییٰ علیہ السلام خلوت میں تو ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کر لیا کرو۔ کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہو جائے۔ جب کہ نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے۔ (وعظ تفاضل الاعمال)

حکایت (۴۳): ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ کسی اپنے مرید کے گھر گئے وہاں ان کے گھر روشندان دیکھا پوچھا یہ کیوں رکھا ہے اس نے جواب دیا کہ روشنی کے واسطے۔ انہوں نے فرمایا روشنی تو بدون نیت روشنی کے بھی آتی ہے۔ اگر اس کے رکھنے میں نیت کر لیتا کہ اس میں سے اذان کی آواز آیا کرے گی تو تجھے اس کا ثواب بھی ملتا۔ اور روشنی تو خود ہی آ جاتی۔ مطلب یہ ہے کہ نیت صالح رکھنے سے سب اعمال دنیوی قابل ثواب بن جاتے ہیں پس ایسی دنیا منافی دین نہیں (وعظ ایضاً)

حکایت (۴۴): ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانے کو دیکھنے گیا جو زمین میں بڑے مکان میں تھا۔ وہ مکان گاہ گاہ کھلتا تھا۔ اتفاق سے اس کو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں۔ ملازموں نے دروازہ بند کر لیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا۔ اور دروازوں کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز باہر نہیں آ سکتی تھی۔ الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مر گیا۔ اس وقت کوئی اس سے پوچھتا کہ تو اس کے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا۔ ایسی ہی حکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی۔ کھول کر دیکھا تو اشرفیاں۔ پھینک کر زمین پر دے ماری اور افسوس کیا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے۔ (استخفاف المعاصی وعظ پنجم)

حکایت (۴۵): ایک یورپ کے بادشاہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس نے یہ اعتراض کیا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر صرف مجھے ایک شبہ ہے اور کچھ نہیں وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے مزاح فرمایا کرتے تھے۔ اور مزاح وقار کے خلاف ہے۔ اور وقار لوازم نبوت سے ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مطلق مزاح وقار کے

خلاف نہیں۔ بلکہ خلاف وہ ہے جس میں کوئی معتد بہ مصلحت نہ ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح میں مصلحت وحکمت تھی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے ہیبت اور رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان وشوکت اور جراءت والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ابتداء کلام نہ کرسکتے تھے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایسی بے تکلفی کا برتاؤ نہ فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو جراءت نہ ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دریافت کریں اور ہیبت اور رعب کی وجہ سے الگ الگ رہتے اور اس حالت میں ہدایت کا ایک بڑا باب کہ استفسار ہے بند ہو جاتا۔ اور تعلیم وتعلم کا بڑا حصہ مسدود ہو جاتا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مزاح فرماتے تھے۔ تاکہ بے تکلفی سے جو چاہیں پوچھیں۔ پھر مزاح بھی تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک مزاح وہ جو ہلکے پن اور چھچھورے پن کی دلالت کرتا ہے۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاک ہیں۔ ایک مزاح وہ ہے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ اور تیسرے وہ کہ وقار اور متانت سے ہو اور خلاف حق اس میں نہ ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح اسی قسم کا ہوتا تھا۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حکایت (۴۶): حضرت حاتم اصمؒ کی حکایت ہے کہ ان کو ایک شخص نے کچھ نذر کی۔ آپ نے کچھ عذر فرمایا۔ اس لیے کہ اس میں کچھ شبہ تھا۔ اگرچہ وہ شے فتویٰ کی رو سے جائز تھی۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اس کا لینا درست نہ تھا اور حکم شرعی یہ ہے کہ اگر تقویٰ کے اس خاص درجے پر عمل کرنے سے دوسرے کی دلشکنی ہو تو فتویٰ پر عمل کرنا چاہیے ایسے موقع پر تقویٰ کی حفاظت جائز نہیں۔

حکایت (۴۷): ایک دلھن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا جہیز میں لائی تھی۔ شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو۔ اور اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ دلہن مرگئی ہے اور یہ سب سامان ہزاروں روپے کا ضائع ہوا۔ پھر علاوہ دُلہن کے کپڑوں کے تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ ان کو پسند بھی نہیں آتے۔ اور ان میں عیب نکالے جاتے ہیں۔ کس قدر بے لطفی ہوتی ہے۔ اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم نے رسمیں چھوڑ دیں۔

حکایت (۴۸): ایک صحابی نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ ان کے ایک تیر آکر لگا لیکن قرآن شریف پڑھنا ترک نہیں کیا۔ آخر ایک دوسرے صحابی سوتے تھے جاگنے کے بعد انہوں نے اس حالت کو دیکھا۔ اور بعد سلام اس سے پوچھا تو فرمانے لگے کہ جی نہ چاہا کہ تلاوت کلام کو قطع کروں۔ غرض محبت ایسی چیز ہے لیکن چونکہ ہم نے محبت کا مزہ چکھا نہیں اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ مصیبت میں ہیں اور واقع میں وہ مصیبت میں نہیں کیونکہ مصیبت نام ہے حقیقت مصیبت کا نہ کہ صورت مصیبت کا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۴۹): ایک مرتبہ میں پڑھ رہا تھا کہ ایک صاحب میری پشت کی طرف آکر بیٹھ گئے میں نے ان کو منع کیا جب نہ مانے تو میں ان کی پشت کی طرف جا کر بیٹھ گیا۔ گھبرا کر فوراً کھڑے ہوگئے میں نے کہا کہ جناب پشت کی طرف بیٹھنا اگر بری بات ہے تب تو آپ باوجود منع کرنے کے اس سے باز کیوں نہ آئے۔ اور اگر اچھی بات ہے تو مجھے کیوں نہیں کرنے دیتے۔ اور میں نے کہا کہ آپ اندازہ کیجئے کہ میری پشت کی جانب بیٹھنے سے آپ کو کس قدر گرانی ہوئی اس سے میری تکلیف کا اندازہ کرلیجئے۔ اگر بجائے میرے کوئی دوسرا اسی طرح بیٹھ جائے تب بھی گرانی یقینی ہے۔ گو میرے بیٹھنے اور اس کے بیٹھنے میں کچھ تفاوت ہو۔ مگر ایذاء رسانی کا تو کوئی جز بھی بلاضرورت جائز نہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۵۰): حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پرندہ اس میں اڑ کر آگیا اور چونکہ باغ نہایت ہی گنجان تھا باہر نکل جانے کے واسطے اس کو کوئی راستہ نہ ملا پریشان ادھر ادھر پھرنے لگا۔ اس پرندے کی یہ حالت دیکھ کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے دل میں باغ کے گنجان ہونے پر گونہ مسرت پیدا ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ ماشاءاللہ میرا باغ کس قدر گنجان اور اسکے درخت ایک دوسرے سے کیسے پیوستہ ہیں کہ کسی پرندے کو باآسانی نکل جانے کی جگہ نہیں ملتی۔ یہ خیال آتو گیا لیکن چونکہ دل میں عظمت ومحبت خداوندی معراج کمال پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر برکت سے فیض یاب تھے اس لیے فوراً ہی تنبیہ ہوا اور دل میں سوچا کہ اے طلحہ تیرے دل میں مال کی یہ محبت کہ حالت نماز میں تو ادھر متوجہ ہوا۔ آخر نماز کے بعد بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باغ نے آج مجھے عین نماز کی حالت میں خدا سے مشغول کر کے اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ لہٰذا اس کو میں اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتا۔ اور اس شغل عن الحق کے کفارہ میں میں اس کو وقف کرتا ہوں۔ آخر اس کو وقف کردیا۔ جب دل کو اطمینان ہوا۔ ان حضرات کی یہ شان ہے۔

حکایت (۵۱): سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا اس سے فرمایا کہ تو چوری کرتا ہے اس نے کہا کَلَّا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ یعنی ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ صَدَقْتُ رَبِّیْ وَکَذَّبْتُ عَیْنِیْ۔ یعنی میں اپنے رب کی تصدیق اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔ میری آنکھ نے غلط دیکھا تو سچا ہے۔ شاید کوئی خشک مغز اس کو غلو فی الدین سمجھے یا کوئی یوں کہے کہ یہ تو استغراق یا غلبہ حال ہے سو یاد رکھو کہ انبیاء علیہم السلام میں نہ تو غلو فی الدین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے اور وہ مغلوب الحال بھی نہیں ہوتے۔ بلکہ اپنے حال پر غالب ہوتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۵۲): ایک اللہ والے نے اپنے صاحب زادے کی تربیت کی تھی۔ جب اس کو ہوش آنے لگا انہوں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا

کہ اس کو کوئی شے تم اپنے ہاتھ سے مت دیا کرو بلکہ ایک جگہ مقرر کردو اور اس کو کہہ دو اللہ سے مانگو اللہ تعالیٰ دیں گے۔ اور فلاں جگہ بھیج دیں گے۔ چنانچہ جب وہ شے مانگتا بھی کہہ دیتے کہ اللہ سے مانگو۔ اور مانگتا۔ غرض اس کے ذہن میں راسخ ہوگیا کہ جو کچھ دیتے ہیں اللہ دیتے ہیں۔ ماں باپ دینے والے نہیں۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ وہاں کوئی شے نہ تھی اور بچے نے حسب معمول کوئی شے مانگی۔ ماں باپ نے جواب دیا کہ اللہ سے مانگو۔ اس نے مانگا۔ وہاں گیا تو اس جگہ وہ شے رکھی ہوئی تھی۔ اس روز وہ بزرگ بہت خوش ہوئے۔ کہ اب اس کا توکل صحیح ہوگیا۔ میرا مقصود یہ نہیں کہ سب لڑکے ایسے ہی بن سکتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ بزرگان دین شروع ہی سے بچوں کی تربیت کرتے تھے۔ (دعوات عبدیت)

حکایت (۵۳): ایک بزرگ تھے۔ ایک شخص ان کو برا کہتا تھا۔ وہ اس کو روپیہ پیسہ بھی دیتے تھے۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ یہ تو میرے ساتھ احسان کرتے ہیں تو برا کہنا چھوڑ دیا۔ انہوں نے دینا بھی چھوڑ دیا۔ انہوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے۔ فرمایا تم نے مجھ کو دینا چھوڑ دیا ہم نے تم کو دینا چھوڑ دیا۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۵۴): حضرت غوث اعظمؒ کا واقعہ ہے کہ ان کو کسی نے ایک آئینہ چینی نہایت بیش قیمت لا کر دیا۔ آپ نے غلام کے سپرد کیا۔ کہ جب ہم مانگا کریں تو ہم کو دے دیا کرو۔ ایک روز اتفاق سے خادم کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ خادم ڈرا اور حاضر ہو کر عرض کیا۔

ع از قضاء آئینہ چینی شکست

آپ نے بے ساختہ نہایت خوش ہو کر فرمایا

ع خوب شد اسباب خود بینی شکست

اور مال تو کیا چیز ہے اولاد کے مرجانے پر بھی یہ حضرات پریشان نہیں ہوتے یہ دوسری بات ہے کہ طبعی رنج ہو۔ سو یہ کوئی مذموم نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو بھی ہوا ہے۔

حکایت (۵۵): حضرت شیخ عبدالقدوس پر تین تین دن فاقہ گذر جاتے تھے اور جب بیوی پریشان ہو کر عرض کرتیں کہ حضرت اب تو تاب نہیں رہی۔ فرماتے کہ تھوڑا صبر اور کرو۔ جنت میں ہمارے لیے عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں۔ لیکن بیوی بھی ایسی نیک ملی تھیں کہ وہ نہایت خوشی سے اس پر صبر کرتیں۔

حکایت (۵۶): ایک عورت کے یہاں ایک شادی تھی۔ اس احمق نے باوجود سب کی فہمائش کے رسوم شادی پوری کرنے کے لیے اپنی جائیداد فروخت کر دی اور روپیہ نقد لا کر گھر میں رکھا رات کو تمام روپے چور لے گئے گناہ بھی ہوا اور مقصود بھی حاصل نہ ہوا اس لیے کہ جب آدمی پکا ارادہ وہ گناہ کا کر لیتا ہے تو وہ گناہ بھی لکھا جاتا ہے۔ بڑا سخت دھوکا ہے۔

حکایت (۵۷): جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی غرباء کی دعوت منظور فرمالیتے تھے چنانچہ ایک درزی کے یہاں چلے گئے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ آخر وہ درزی کپڑے سینے بیٹھ گئے آج کل اس کو بے تہذیبی سمجھتے ہیں کہ مہمان کے سر پر مسلط کیوں نہ ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے دیکھ کر اس روز سے مجھے کدو سے محبت ہوگئی۔ آپ نے دیکھا محبت ایسی چیز ہے۔ ہم کو یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ ہم کو محبت نہیں ہے ورنہ محبت وہ چیز ہے کہ محبوب کی ہر ہر ادا محبوب ہو جاتی ہے۔

حکایت (۵۸): حضرت نجم الدین کبری کی حکایت ہے کہ ان کے سامنے کسی نے یہ پڑھ دیا جاں بدہ جاں بدہ جاں بدہ آپ نے فرمایا کہ محبوب جان طلب کر رہا ہے مگر افسوس کوئی جان دینے والا نہیں اور پھر فرمایا جاں دادم جاں دادم جاں دادم اور یہ کہتے ہی جان نکل گئی۔

حکایت (۵۹): مجدد صاحب کی حکایت لکھی ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شیخ تھے آپ کو مکشوف ہوا کہ ان کا نام اللہ تعالیٰ کے یہاں اشقیاء میں لکھا ہوا ہے تو باوجود یہ کہ ہمعصری میں ایک قسم کی منافست ہوتی ہے لیکن آپ نے ان کو اطلاع کیے بغیر برابر ان کی لئے دعا کی کہ اے خدا ان کا نام اشقیاء سے محو کر کے سعداء کی فہرست میں لکھ دیجئے۔ دیکھئے ان بزرگ کے ساتھ کتنی بڑی ہمدردی کی لیکن ان کو خبر بھی نہ ہونے دی نہ ہم عصری کی وجہ سے آپ کے قلب میں کسی قسم کی منافست کی شان پیدا ہوئی۔

حکایت (۶۰): اکبر شاہ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ شکار میں گئے اور ساتھیوں سے بچھڑ کر کہیں دور نکل گئے ایک دیہاتی نے ان کو مہمان رکھا اکبر ان سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ دارالسلطنت میں آنا۔ چنانچہ وہ دہلی آیا۔ اکبر اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی۔ دیہاتی نے یہ حالت دیکھی جب دعا سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تم کیا کر رہے تھے۔ اکبر نے کہا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا۔ اور مراد مانگ رہا تھا کہنے لگا کہ تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکبر نے کہا بیشک۔ کہنے لگا کہ پھر میں اس سے کیوں نہ مانگوں جس سے تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اہل علم کو چاہیئے کہ اگر دین کی خدمت کریں تو نہ اس لیے کہ ہم کو نذرانہ ملے گا۔ خدا کی قسم خدا کا نام ان دونوں عالم سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔ خوب کہا ہے

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حکایت (۶۱): ایک یہودی کا کچھ قرضہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہوگیا تھا وہ ایک روز آکر مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ آج تو میں بغیر لئے آپ کو کہیں جانے نہ دوں گا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم برہم ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو صاحب حق کو کہنے کا حق ہے۔ چنانچہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صہیب کے ساتھ محبت رکھو جیسے والدہ کو اولاد سے ہوتی ہے۔ (کنز)

حضور رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور رات بھر مسجد میں رہے جب صبح ہوئی تو یہودی سامنے آ کر بیٹھا اور کہا

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو آپ کا امتحان لیتا تھا اس لیے کہ میں نے کتب سماویہ میں پڑھا تھا کہ نبی آخر الزمان کی یہ علامت ہے کہ وہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیں گے اور میں مسلمان ہوتا ہوں اور مسلمان ہوتے ہی اس مال و دولت سے ایسی نفرت ہوگئی کہ کل مال اپنا اللہ کی راہ میں دے دیا۔

حکایت (۶۲): اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے باوجود شدت اشتیاق زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم شرعی سن کر کہ والدہ کی خدمت چھوڑنا نہ چاہیے تمام عمر زیارت نہیں کی مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو کہ زیارت فی المنام کی تمنا کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت احکام نہیں کرتے ہیں۔

حکایت (۶۳): ہامان ارمنی کے دربار میں جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ سو آدمیوں کو ہمراہ لے کر تشریف لے گئے تھے ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھایا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسکو اٹھا دیا ہامان ارمنی نے کہا اے خالد میں نے تمہاری عزت کے لیے فرش بچھایا تھا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کا فرش بچھایا ہوا تیرے فرش سے بہت اچھا ہے اب غور کیجئے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ صرف سو آدمیوں کے ساتھ ہیں اور ہامان ارمنی کے ساتھ دس لاکھ فوج ہے۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کیا گفتگو کرتے ہیں ہامان ارمنی نے کہا کہ اے خالد میرا جی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بنا لوں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر ہے کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ہامان ارمنی نے کہا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں ہم نے حقیقی بھائیوں کو چھوڑ دیا تجھ کو کیا بھائی بناتے پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہامان تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جاوے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور تجھ کو ایک شخص گھسیٹتا ہوگا اس پر ہامان ارمنی آگ بگولا ہو گیا غضبناک ہو کر کہا کہ پکڑو ان لوگوں کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوراً کھڑے ہو گئے اور ہمراہیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ خبردار ایک دوسرے کو مت دیکھنا کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی اور فوراً میان سے تلوار کھینچ لی یہ ہیبت دیکھ کر ہامان مرعوب ہو گیا اور کہنے لگا میں تو ہنسی کرتا تھا جب حضرت رضی اللہ عنہ درست ہو کر بیٹھے یہ ہے اولوالعزمی۔

حکایت (۶۴): ایک صاحب نے اہل حق کی نسبت کہا تھا کہ میں ان کا اس قدر مخالف ہوں کہ اگر کسی چیز کو حلال کہیں گے میں اس کو حرام کہوں گا اور بالعکس ان اہل حق نے جواب دیا کہ میں ماں سے نکاح کرنے کو حرام کہتا ہوں اب آپ اس کو حلال کیجئے اور میں تو کلمہ شہادت کو حلال کہتا ہوں آپ اس کو حرام کیجئے وہ مدعی صاحب دم بخود رہ گئے۔

حکایت (۶۵): حضرت مولانا شہید صاحب بہت تیز مشہور ہیں لیکن اپنی نفس کے لیے کسی پر تیزی نہ فرماتے تھے ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادہ ہیں بہت متانت اور نرمی سے فرمایا کہ کسی نے تم سے غلط کہا ہے۔ شریعت کا قاعدہ ہے اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے۔ اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں۔ (وعظ ایضاً)

حکایت (۶۶): حضرت سید احمد رفاعی کی حکایت ہے انہوں نے دیکھا کہ ایک کتا خارشی جا رہا ہے خارش کی وجہ سے اس کو سخت تکلیف ہے فوراً اس کو لے کر ایک طبیب کے پاس پہنچے اور نسخہ لکھوا کر دونوں وقت اپنے ہاتھ سے اس کو دوا لگاتے تھے حتی کہ وہ تندرست ہو گیا لیکن کوئی ذہین آدمی اس سے کتا پالنے کی اجازت کا استنباط نہ کرے غرض شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ یہ اب اچھا ہو گیا اور سوکھ کر چلنے پھرنے لگا اور محلہ والوں سے فرمایا کہ اگر کوئی اس کو کھلانے پلانے کی ذمہ داری کر لے تو فبہا ورنہ ہم اس کو اپنے ساتھ لے جائیں ایک شخص ذمہ دار ہو گیا یہ قصہ تو گزر چکا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحب ایک موقع پر تشریف لے جا رہے تھے اور راستہ بہت چھوٹا تھا صرف ایک پگڈنڈی تھی کہ جس پر ایک آدمی بمشکل چل سکتا تھا اس کے اردگرد کیچڑ تھا سامنے سے دیکھا کہ ایک کتا آ رہا ہے جب چلتے چلتے کتے کا آمنا سامنا ہوا تو یہ منتظر کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منتظر کہ یہ اترے تو میں چلوں جب اس انتظار میں دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر کتے نے کہا کہ افسوس درویشی کا دعوی اور یہ حالت پہلے درویشوں کا مذہب ایثار کا ہوتا تھا اب ایسے درویش ہیں کہ اختیار کا مذہب رکھتے ہیں اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تہمت نہ لگا یہ وجہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں مکلف ہوں تو مکلف نہیں میں اگر اتروں تو کپڑے سب نجس ہو جائیں گے بے دھلے نماز کیسے پڑھوں گا اور دھونے میں بے حد کلفت ہوگی اور تو اگر اترا تو سوکھ کر پھر صاف ہو جائے گا کتے نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن تمہارے اترنے میں تو صرف ظاہری نجاست میں آلودگی ہوگی جو ایک لوٹا پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل اور اشرف ہوں اور یہ گندگی وہ ہے جو ہفت قلزم سے بھی نہ جاوے گی اب اختیار ہے جس نجاست کو چاہو اختیار کر لو شاہ صاحب پر

ایک حالت طاری ہوگئی اور فوراً اتر گئے کتا نکل گیا اور اس کے الہام ہوا کہ اے سید احمد جو علم تم کو آج دیا گیا ہے یہ کبھی میسر نہ ہوا تھا خبر ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے تم نے اس کتے کی بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر رہے اسلئے ہم نے اس کے ایک بھائی سے تم کو اس کا بدلہ دلوا دیا یہ معلوم ہوا کہ ان پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی بہر حال حضرت اہل اللہ ذرا سی نیکی سے نہیں چوکتے۔ (وعظ ایضا)

حکایت (۶۷): مولانا اسماعیل صاحب شہید نے وعظ فرمایا ایک شخص نے کہا سبحان اللہ آپ کا کیسا علم ہے مولانا نے فرمایا کیا علم ہے میں تو ادنی سا طالبعلم ہوں اس شخص نے کہا کہ یہ آپ کی تواضع ہے فرمایا کہ نہیں یہ تو بڑا تکبر ہے اسلئے کہ اس بات کا کہنے والا اس بات کا مدعی ہے کہ میں بڑا صاحب بصیرت ہوں میری نظر اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلے میں یہ میرا علم کوئی چیز نہیں ایک تو یہ لوگ تھے کہ آپ اپنی تواضع کو بھی تکبر جانتے تھے ایک ہم ہیں کہ تکبر کو تکبر نہیں سمجھتے۔

حکایت (۶۸): حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد میں عورتیں بھی نماز کو آیا کرتیں تھیں بعض صحابہ ؓ ایسے تھے کہ ان کے پاس بقدر کفایت بھی کپڑا نہ تھا تھوڑا سا کپڑا ہوتا تھا کہ اس کو آگے سے لپیٹ کر گرہ لگا لیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم فرمایا تھا جب تک مرد سیدھے نہ کھڑے ہو جاویں تم سجدے سے مت اٹھا کرو تا کہ بدن پر نظر نہ پڑ جاوے یہ لوگ تھے غریب اور یہ تھے فقراء مساکین آجکل بتلائے کہ ایسا کون ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

حکایت (۶۹): حضرت جنید کو ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے کسی بات پر برہم ہو کر بلا بھیجا۔ حضرت شبلی ساتھ تھے جب رو برو ہوئے تو خلیفہ نے برا بھلا کہنا شروع کیا حضرت شبلی چونکہ نوجوان تھے۔ نیز ان کے پیر کو برا بھلا کہا جا رہا تھا آپ کو جوش آیا قالین پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اس پر نظر ڈالی تو وہ شیر مجسم ہو کر خلیفہ کی طرف خشم آگیں نظر سے دیکھنے لگا حضرت جنید کی جو اس پر نظر پڑی تو آپ نے حضرت شبلی کو گھور کر دیکھا اور اس شیر کو تھپک دیا وہ مثل سابق شیر قالین ہو گیا تھوڑی دیر میں حضرت شبلی نے پھر اشارہ کیا تو وہ پھر مجسم ہو کر سامنے ہوا اس مرتبہ خلیفہ وقت کی نگاہ اس پر پڑی خوف کے مارے تھرا گیا اور دست بستہ اپنی جرات کی معافی چاہی حضرت جنید نے اس شیر کو مثل سابق کر دیا اور خلیفہ وقت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں آپ کو کچھ گزند نہیں پہنچ سکتی آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی اطاعت اور ادب ہم پر واجب ہے یہ لڑکا ہے آداب شاہی سے واقف نہیں ہیں۔ آپ کا جو دل چاہے کہیے۔

حکایت (۷۰): میں نے ایک کتاب نشر الطیب لکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں اس کے لکھنے کے زمانہ میں خود تھانہ بھون میں طاعون تھا تو میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کوئی حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز وہ ناغہ ہو جاتی تھی اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں ابتدا میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ تو مجھے خیال ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت سے ہے۔ آخر میں نے التزام کیا کہ روزانہ اس کا حصہ کچھ لکھ لیتا تھا آج کل بھی لوگوں نے مجھے طاعون ہونے کے متعلق اطراف و جوانب سے لکھا ہے تو میں نے ان کو یہی جواب میں لکھا کہ نشر الطیب پڑھا کرو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جاوے اس میں مٹھائی منگائی جاوے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب بیٹھ کر سنے کیونکہ ان التزامات میں تو علاوہ اور مذکورہ خرابیوں کے ایک یہ مشکل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح روزمرہ اس کا بھی وظیفہ مقرر کر لیا جاوے یہ نہیں کہ سال بھر میں ایک دو دفعہ مقررہ تاریخوں پر عمل کر لیا اہل محرم کی طرح اور پھر سال بھر تک کروٹ نہ لی (اشرف المواعظ واعظ النور)

حکایت (۷۱): قوت جسمانیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس درجہ تھی کہ رکانہ ایک پہلوان تھے اور ان میں ایک ہزار مردوں کے مقابلہ کی قوت مشہور تھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط کی کہ اگر آپ مجھ کو پچھاڑ دیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤں گا۔ کوئی پوچھے نبوت کے لیے پہلوانی بھی لازم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھا کر پھینک دیا اس نے کہا اس مرتبہ تو ایسا ہو گیا دوبارہ گرا دیجئے تو جانوں آپ نے پھر پھینک دیا وہ ایمان لے آیا۔

حکایت (۷۲): ایک بزرگ کی خدمت میں چند آدمی جو سفر کرنے والے تھے ملنے اور رخصت ہونے آئے جب وہ جانے لگے تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو کچھ وصیت کیجئے ان بزرگ نے فرمایا ہاتھی کا گوشت مت کھانا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو ہاتھی کا گوشت کھانے کا خطرہ بھی نہیں گزرتا یہ آپ نے کیوں فرمایا فرمایا کہ میرے منہ سے اس وقت ایسا ہی نکلا واللہ اعلم کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہو گئے اتفاقاً راستہ بھول گئے اور ایک بیابان میں پہنچے اور بھوک و پیاس سے بے تاب ہوئے اتفاق سے ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے دکھائی دیا سب نے اتفاق کیا کہ اس کو کاٹ کر کھانا چاہیئے ایک نے ان میں سے منع کیا کہ تم کو کیا حضرت کی وصیت یاد نہیں انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی اور سب نے خوب اس کا گوشت کھایا لیکن اس ایک نے نہیں کھایا اور گوشت کھا کر سو رہے کیوں کہ تھے ماندے ہو رہے تھے مگر جس نے نہیں کھایا تھا اس کو نیند نہیں آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر میں ایک جماعت ہاتھیوں کی آئی اور ان میں ایک ہتھنی بھی تھی اس نے اپنے بچے کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش کرتے کرتے وہاں بھی آئی جہاں یہ لوگ سوتے تھے اور ان سونے والوں میں ایک کا منہ سونگھا تو اس کو گوشت کی بو آئی اس نے ایک ٹانگ پر پاؤں رکھا اور دوسری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس کی ذات میں میری حفاظت کرو تحقیق وہ میرا چچا اور میرے باپ کی ہم شاخ ہے (طبرانی)

سونڈ سے پکڑ کر اس کو چیر ڈالا اسی طرح سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر میں اس کے پاس آئی چونکہ اس کے منہ سے بو نہ آئی اس کو سونڈ سے اٹھا کر کمر پر بٹھا لیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور ٹھہر گئی اس نے خوب سیر ہو کر میوہ کھائے اس کے بعد اس کو راستہ پر چھوڑ آئی ان حضرات کی شان یہ ہوتی ہے۔

حکایت (۷۳): ایک عالم حافظ محمد عظیم اللہ صاحب پشاور کے تھے اور سنا ہے کہ صاحب نسبت بھی تھے نابینا بھی اور خود قصداً نابینا ہوئے تھے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں چنانچہ جس وقت اٹھے نابینا تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہتے تھے۔ ایک میرے ہم نام تھے مولوی اسحاق علی صاحب کے نانا وہ وہاں صوبہ دار تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اگر کوئی ان سے دس برس بعد ملتا تو ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی پہچان لیتے کہ فلاں شخص ہے اس قدر قوی حافظہ تھا یا اسے کرامت کہیے۔ (ایضاً)

حکایت (۷۴): ایک زانی کی حکایت ہے کہ وہ زنا کر کے غسل کر رہا تھا غسل کا پانی نالی سے بہہ رہا تھا ایک بزرگ کا گزر ہوا اس پانی کو دیکھ کر فرمایا اس میں زنا بہہ رہا ہے پوچھا حضرت آپکو کیونکر معلوم ہوا فرمایا کوئی زانی غسل کر رہا ہے مجھے پانی کے ہر قطرہ میں زنا کی تصویر نظر آتی ہے۔ (ہفت وعظ دوم)

حکایت (۷۵): حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جبہ طیلسانی کسروی نکالا جس کا گریبان اور دونوں چاک پر ریشم کی سنجاف لگی ہوئی تھی اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد میں نے ان سے لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اور ہم اس کو پانی میں دھو کر وہ پانی بیماروں کو پلا دیتے ہیں شفا حاصل کرنے کے لیے۔

حکایت (۷۶): مجھ کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی حکایت یاد آ گئی کہ شاہ صاحب جامع مسجد میں آتے تو عمامہ آنکھوں پر جھکا لیا کرتے تھے اور ادھر ادھر نظر نہ فرماتے تھے ایک شخص نے اس کا سبب دریافت کیا شاہ صاحب نے اپنا عمامہ اس کے سر پر رکھ دیا دیکھا کہ تمام مسجد میں بجز دو چار آدمیوں کے سب گدھے کتے بندر بھیڑیے پھر رہے ہیں۔ فرمایا کہ اسی وجہ سے میں اس صورت میں آتا ہوں کہ مجھ کو سب کتے بندر وغیرہ نظر آتے ہیں اور طبیعت پریشان ہوتی ہے۔

حکایت (۷۷): حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ نبی معصوم مقبول ہیں انہوں نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کرائی اور اختتام تعمیر سے قبل آپ کی وفات کا وقت آ گیا تو آپ نے یہ تمنا کی کہ بیت المقدس کی تعمیر تیار ہو جانے تک مہلت دی جائے لیکن قبول نہ ہوئی غور کیجئے نبی کی درخواست اور بیت المقدس کی تعمیر کے لیے مگر نا منظور ہوئی آخر آپ نے یہ درخواست کی کہ مجھے اس طرح موت دی جائے کہ جنات کو میری موت کی اطلاع اس وقت تک نہ ہو کہ تعمیر پوری نہ ہو جائے چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور آپ حسب عادت اپنے عصاء پر سہارا لے کر کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی اور سال بھر تک آپ کی لاش اسی طرح کھڑی رہی جنات نے آپ کو زندہ سمجھ کر کام جاری رکھا حتیٰ کہ جب تعمیر پوری ہو گئی اسوقت آپ کی لاش زمین پر گر گئی اور جنات کو اسی وقت آثار سے معلوم ہو گیا کہ آپ کے انتقال کو اس قدر زمانہ گزر گیا ہے۔ (وعظ ایضاً)

سچی کہانیاں

پہلی کہانی: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا یکایک اس نے ایک بدلی میں یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے۔ اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا اور تمام پانی ایک نالہ میں جمع ہو کر چلا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہو لیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا بیلچہ سے پانی پھیر رہا ہے اس نے اس باغ والے سے پوچھا اے بندہ خدا تیرا نام کیا ہے اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی میں سنا تھا پھر باغ والے نے اس سے پوچھا اے بندہ خدا تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے اس نے کہا میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے تو اس میں کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے، اس نے کہا، جب تو نے پوچھا تو مجھے کہنا ہی پڑا میں اس کل پیداوار کو دیکھتا ہوں، اس میں سے ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے لیے اور بال بچوں کے لیے رکھ لیتا ہوں، اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا لیتا ہوں۔

فائدہ: سبحان اللہ کیا خدا کی رحمت ہے، کہ جو اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کے کام غیب سے اس طرح سرانجام ہو جاتے ہیں کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی بے شک سچ ہے جو اللہ کا ہو گیا اس کا اللہ ہو گیا۔

دوسری کہانی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے۔ ایک کوڑھی، دوسرا گنجا، تیسرا اندھا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا اور ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کیا چیز پیاری ہے اس نے کہا مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جاوے اور یہ بلا جاتی رہے۔ جس سے لوگ مجھ کو اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے اور گھن کرتے ہیں۔ اس فرشتہ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیر دیا اسی وقت چنگا ہو گیا اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی۔ پھر پوچھا تجھ کو کون سے مال سے زیادہ رغبت ہے اس نے کہا اونٹ

سے۔ پس ایک گابھن اونٹنی بھی اس کو دے دی اور کہا! اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔ پھر گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کون سے چیز پیاری ہے۔ کہا میرے بال اچھے نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے۔ کہ لوگ جس سے گھن کرتے ہیں فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا، فوراً اچھا ہو گیا اور اچھے بال نکل آئے۔ پھر پوچھا تجھ کو کونسا مال پسند ہے۔ اس نے کہا گائے۔ پس اس کو ایک گابھن گائے دے دی اور کہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت بخشے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا۔ تجھ کو کیا چیز چاہیئے۔ کہا اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کر دے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں۔ اس فرشتے نے آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ درست کر دی پھر پوچھا۔ تجھ کو کیا مال پیارا ہے کہا۔ بکری پس اس کو ایک گابھن بکری دے دی۔ تینوں کے جانوروں نے بچے دیے۔ تھوڑے دنوں میں اس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اور اس کی گائیوں سے اور اس کی بکریوں سے۔ پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے اسی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ میرے سفر کا سب سامان چک گیا۔ آج میرے پہنچنے کا کوئی وسیلہ نہیں سوائے خدا کے اور پھر تیرا۔ میں اس اللہ کے نام پر جس نے تجھ کو اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی، تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچ جاؤں۔ وہ بولا یہاں سے چل دور ہو۔ مجھے اور بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں۔ تیرے دینے کی اس میں گنجائش نہیں۔ فرشتہ نے کہا شاید تجھ کو تو میں پہچانتا ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہیں تھا کہ لوگ تجھ سے گھن کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہ تھا پھر تجھ کو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا۔ اس نے کہا واہ کیا خوب۔ یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ پھر گنجے کے پاس اس پہلی صورت میں آیا اور اس طرح اس سے بھی سوال کیا اور اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ فرشتہ نے کہا، اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسا پہلے تھا۔ پھر اندھے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا، میں مسافر ہوں بے سامان ہو گیا ہوں۔ آج بجز خدا کے اور پھر تیرے کوئی میرا وسیلہ نہیں ہے۔ میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تجھ کو نگاہ بخشی تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس سے اپنی کاروائی کر کے سفر پورا کروں۔ اس نے کہا بے شک میں اندھا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھ کو نگاہ بخشی، جتنا تیرا جی چاہے لے جا اور جتنا چاہے چھوڑ جا۔ خدا کی قسم کسی چیز سے میں تجھ کو منع نہیں کرتا۔ فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجھ کو کچھ نہیں چاہیئے۔ فقط تم تینوں کی آزمائش منظور تھی سو ہو چکی۔ خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض۔

فائدہ: خیال کرنا چاہیئے کہ ان دونوں کو ناشکری کا کیا نتیجہ ملا کہ تمام نعمت چھن گئی۔ اور جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے اور خدا ان سے ناراض ہوا۔ دنیا اور آخرت دونوں میں نامراد رہے۔ اور اس شخص کو شکر کی وجہ سے کیا عوض ملا کہ نعمت بحال رہی اور خدا اس سے خوش ہوا۔ اور وہ دنیا اور آخرت دونوں میں شاد و بامراد ہوا۔

تیسری کہانی: ایک بار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے کچھ گوشت آیا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بہت اچھا لگتا تھا۔ اس لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ یہ گوشت طاق میں رکھ دے شاید حضرت نوش فرماویں۔ اس نے طاق میں رکھ دیا اتنے میں ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی بھیجو اللہ کے نام پر خدا برکت کرے۔ گھر سے جواب دیا۔ خدا تجھ کو بھی برکت دے۔ اس لفظ میں یہ اشارہ کہ کوئی چیز دینے کی موجود نہیں ہے۔ وہ سائل چلا گیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ اور خادمہ سے کہا۔ جاؤ وہ گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے لے آ۔ وہ گوشت لینے گئی، دیکھتی کیا ہے کہ وہاں گوشت کا تو نام بھی نہیں ہے۔ فقط ایک (سفید) پتھر کا ٹکڑا رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چونکہ تم نے سائل کو نہ دیا تھا اس لیے وہ گوشت پتھر بن گیا۔

چوتھی کہانی: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ فجر کی نماز پڑھ کر اپنے یار و اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ تم میں سے رات کو کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔ اگر کوئی دیکھتا تو عرض کر دیا کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تعبیر ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔ عادت کے موافق ایک بار سب سے پوچھا کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ان سب نے عرض کی کہ کوئی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک زمین مقدس کی طرف لے چلے۔ دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے۔ اس بیٹھے ہوئے کے کلے کو اس سے چیر رہا ہے۔ یہاں تک کے گدی تک جا پہنچتا ہے پھر دوسرے کلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر رہا ہے اور پھر وہ کلہ اس کا درست ہو جاتا ہے پھر اس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے۔ وہ دونوں شخص بولے آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گذر ہوا جو لیٹا ہوا ہے اس کے سر پر ایک شخص ہاتھ میں بڑا بھاری پتھر لیے کھڑا ہے۔ اس سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے۔ جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ جب وہ اسکے اٹھانے کے لیے جاتا ہے تو اب تک لوٹ کر اس کے پاس نہیں آنے پاتا کہ اسکا سر پھر اچھا خاصا جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اور وہ پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ وہ دونوں بولے آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک ایک غار پر پہنچے۔ جو مثل تنور کے تھا۔ نیچے سے فراخ تھا اور اوپر تنگ۔ اس میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میرے صحابہ کو گالی دینے والوں کو دیکھو تو ان پر لعنت کرو۔ (ترمذی)

آگ جل رہی ہے اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے ہیں۔ جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی اس کے ساتھ وہ بھی سب اٹھ آتے ہیں۔ یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر جس وقت بیٹھتی ہے، وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ وہ دونوں بولے۔ آگے چلو۔ ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جس وقت وہ نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر مار کر اس کو ہٹا دیتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے۔ وہ دونوں بولے۔ آگے چلو۔ ہم آگے چلے۔ یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ میں پہنچے اس میں ایک بڑا درخت ہے اور اس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی اور بہت سے بچے بیٹھے ہیں اور درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اس کے سامنے آگ جل رہی ہے۔ وہ اس کو دھونک رہا ہے پھر وہ دونوں مجھ کو چڑھا کر درخت کے اوپر لے گئے اور ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ بن رہا تھا اس میں لے گئے میں نے ایسا گھر کبھی نہیں دیکھا اس میں مرد بوڑھے جوان عورتیں اور بچے بہت سے ہیں۔ پھر اس سے باہر لا کر اور اوپر لے گئے۔ وہاں ایک گھر پہلے گھر سے بھی عمدہ تھا اس میں لے گئے اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا۔ اب بتاؤ کہ یہ سب کیا اسرار تھے۔ انہوں نے کہا کہ وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا کہ اس کے کلے چیرے جاتے تھے وہ شخص جھوٹا ہے کہ جھوٹی باتیں کہا کرتا تھا اور وہ باتیں تمام جہان میں مشہور ہو جاتی تھیں اس کے ساتھ قیامت تک یونہی کرتے رہیں گے۔ اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ وہ شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو علم قرآن دیا رات کو اس سے غافل ہو کر سو رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں اور جن کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے۔ اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے گرداگرد جو بچے دیکھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک داروغہ دوزخ کا ہے اور پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے اور یہ دوسرا گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر بولے سر اوپر اٹھاؤ میں نے سر اٹھایا۔ تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا۔ بولے یہ تمہارا گھر ہے میں نے کہا مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہوں۔ بولے ابھی تمہاری عمر باقی ہے پوری نہیں ہوئی۔ اگر پوری ہو چکتی تو ابھی چلے جاتے۔

فائدہ: جاننا چاہیئے کہ خواب انبیاء کا وحی ہوتا ہے یہ تمام واقعے سچے ہیں اس حدیث میں سے کئی چیزوں کا حال معلوم ہوا اوّل جھوٹ کا کہ کیسی سخت سزا ہے دوسرے عالم بے عمل کا تیسرے زنا کا چوتھے سود کا۔ خدا سب مسلمانوں کو ان کاموں سے محفوظ رکھے۔

مرنے کا شرعی دستور العمل

نزع کے وقت سورۂ یٰسین پڑھو اور قریب موت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹاؤ کہ مسنون ہیں۔ جب کہ مریض کو تکلیف نہ ہو ورنہ اس کے حال پر چھوڑ دو اور چت لٹانا بھی جائز ہے کہ پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔ اور سر کسی قدر اونچا کر دیا جائے اور پاس بیٹھنے والے **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کسی قدر بلند آواز سے پڑھتے رہیں۔ میت کو کلمہ پڑھنے کے لیے کہیں نہیں۔ کبھی وہ ضد میں آ کر منع کر دے۔ مرنے پر ایک چوڑی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کو نکال کر سر پر لا کر گرہ دے دو آنکھیں بند کر دو۔ اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر دھجی سے باندھ دو۔ اور ہاتھ دائیں بائیں رکھو۔ سینے پر نہ رہیں اور لوگوں کو مرنے کی خبر کر دو اور دفن میں بہت جلدی کرو سب سے پہلے قبر کا بندوبست کرو اور کفن دفن کے لیے سامان ذیل کی فراہمی کر لو جس کو اپنے اپنے موقع پر صرف کرو تفصیل اس کی یہ ہے۔ گھڑے دو عدد۔ اگر گھر میں برتن موجود ہوں تو کورے کی حاجت نہیں۔ لوٹا اگر موجود ہو تو حاجت نہیں۔ تختہ غسل کا اکثر مساجد میں رہتا ہے۔ لوبان ایک تولہ، روئی آدھی چھٹانک، گل خیرو ایک چھٹانک، کافور چھ ماشہ، تختہ یا لکڑی برائے پٹاؤ قبر بقدر پیمائش قبر۔ بوریا ایک عدد بقدر قبر۔ کفن جس کی ترکیب مرد کے لیے یہ ہے۔ کہ مردے کے قد کے برابر ایک لکڑی لو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگا لو ایک تاگا سینے کے مقابل رکھ کر جسم کی گولائی میں کو نکالو۔ کہ دونوں سرے اس تاگے کے دونوں طرف کی پسلیوں پر پہنچ جاویں اور اس کو وہاں سے توڑ کر رکھ لو۔ پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض اس تاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں ایک جوڑ لگا کر پورا کر لو اور اس لکڑی کے برابر ایک چادر پھاڑ لو۔ اس کو ازار کہتے ہیں اسی طرح دوسری چادر پھاڑ و جو عرض میں اسی قدر ہو البتہ طول میں ازار اس سے چار گرہ زائد ہو اس کو لفافہ کہتے ہیں پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مردہ کے ہو اور لکڑی کے نشان سے اخیر تک جس قدر طول ہے اس کا دوگنا پھاڑ لو اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر اتنا چاک کھولو کہ سر کی طرف سے گلے میں آ جاوے۔ اس کو قمیص یا کفنی کہتے ہیں عورت کے لیے یہ کپڑے تو ہیں ہی اس کے علاوہ دو اور ہیں ایک سینہ بند دوسرا سر بند۔ جسے اوڑھنی کہتے ہیں۔ سینہ بند زیر بغل سے گھٹنے تک اور تاگے مذکور کے بقدر چوڑا سر بند نصف ازار سے تین گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا۔ یہ تو کفن ہوا اور کفن مسنون اسی قدر ہے۔ اور بعض چیزیں کفن کے متعلقات سے ہیں جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

تہہ بند، بدن کی موٹائی سے تین گرہ زیادہ۔ بڑے آدمی کے لیے سوا گز طول کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک چودہ گرہ عرض کافی ہے یہ

دونوں ہونے چاہئیں۔ دستانہ چھ گرہ اور تین گرہ عرض ہو بقدر پنجہ دست بنا لیں۔ یہ بھی دو عدد ہوں۔ چادر عورت کے گہوارہ کی جو بڑی عورت کے لیے ساڑھے تین گز طول اور دو گز عرض کافی ہے۔

تنبیہ: کفنی اور اس کی متعلقات کا بندوبست بھی گھڑوں وغیرہ کے ساتھ کر دیں مرتے وقت پیشانی پر پسینہ آنا اور آنکھوں سے پانی بہنا اور ناک کے نتھنوں کے پردوں کا کشادہ ہو جانا اچھی موت کی علامت ہے اور فقط پیشانی پر پسینہ آنا بھی اچھی موت کی نشانی ہے۔ (تذکرۃ الموتی والقبور از جامع ترمذی وغیرہ)

مثنوی

حضرت عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ فرماید

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نشاید داد دست

بہت سے ایسے آدمی بھی ہیں جن کی صورت انسانوں کی سی ہے لیکن در حقیقت وہ شیطان ہیں لہٰذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیدینا چاہیئے حضرت عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ نے فرمایا

رباعی

ہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت
وز تو نہ رمید صحبت آب و گلت
زنہارز صحبتش گریزاں می باش
ورنہ نہ کند روح عزیزان بحلت

ہر وہ شخص کہ جس کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان میسر نہ ہو اور تجھ سے دنیا کی محبت دور نہ ہوئی لازماً اسکی صحبت سے گریز کر اگر انکی صحبت سے گریز نہ کرے گا تو پاک لوگوں کی روح سے تجھے فیض حاصل نہ ہوگا۔

6

باب ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اختلافی مسائل

گلدستۂ آداب وہزار ہا تسلیمات!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گرامی قدر جناب مولانا صاحب

میں، میرا ایک سگا بھائی، ایک خالہ زاد بھائی، پانچ سگے چچے اور بہت سے قریبی رشتہ دار یہاں دوبئی اور شارجہ میں عرصہ سے مقیم ہیں۔ ہم سب لوگ سوائے ایک یا دو کے سختی کے ساتھ نماز کے پابند ہیں اور اپنی فراغت کے بیشتر لمحے مذہبی سوچ بچار اور بحث مبحث پر ہی صرف کرتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر تعلیم یافتہ ہیں۔ اور تھوڑی بہت مذہبی سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہیں۔ تقریباً ہم سب کے پاس مختلف عقائد رکھنے والے علماء کرام کی تحریر کردہ کتب موجود ہیں۔ جن کا ہم بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ رشتوں کے لحاظ سے جتنے ہم قریب ہیں اتنے ہی مذہبی اختلافات ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے عقائد پر بڑی سخت نکتہ چینی کرتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل اپنے وطن عزیز میں ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے کے پسندیدہ علمائے کرام پر تنقید کرتے ہیں۔ اور بڑھ چڑھ کر خامیاں بیان کرتے ہیں۔ ہم میں سے اکثریت سنی عقیدے والوں کی ہے۔ جو اپنے آپ کو سچا عاشق رسول کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو افضل تصور کرتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل پاکستان میں نورانی میاں صاحب اپنے آپ کو یعنی اپنی جماعت کو ''سواد اعظم'' کہتے ہیں باقی چند جو دوسرے فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو عربوں کی دیکھا دیکھی صرف فرض نماز ہی ادا کرتے ہیں۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ اسلام کی ابتداء یہاں ہی سے شروع ہوئی اس لیے یہ لوگ صحیح ہیں ہم میں سے ایک گروپ ایسا بھی ہے جو مولانا مودودی صاحب کے علاوہ پاکستان میں کسی اور کو عالم ہی نہیں مانتا اور اس کا کہنا ہے کہ زیارتوں پر فاتحہ پڑھنا حضرت غوث پاک کی گیارھویں دینا اور ختم شریف پڑھوانا سب شرک ہے وغیرہ۔ بہر حال ہم سب لوگ جب کسی موضوع پر بحث کرتے ہیں۔ تو مجھے ثالث مقرر کیا جاتا ہے کیونکہ میں کسی بھی فرقے کو غلط یا کسی عالم کو برا نہیں کہتا۔ اس لیے میرے باقی ساتھی میرا فیصلہ بخوشی تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح ہماری بحث کافی حد تک کسی انجام کو پہنچتی ہے۔ مگر بعض سوالات ایسے ہوتے ہیں۔ جو میں معلومات نہ ہونے کی وجہ سے حل نہیں کر پاتا۔ چونکہ ''جنگ'' میں میں آپ کا کالم بڑی پابندی اور بڑی توجہ سے پڑھتا ہوں اس لیے میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر کے چند ضروری مسائل جن پر ہم لوگ آج تک متفق نہیں ہوئے ہیں پوچھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

۱۔ سنی، شیعہ، دیوبندی، بریلوی، اور وہابی، فرقوں کے عقائد میں کیا فرق ہے۔ ان میں اختلافات کیا ہیں ان میں سب سے افضل کون سا فرقہ ہے اور اس میں کتنے فرق ہیں۔ نیز اماموں کے نام معہ صفات کے تحریر فرمائیں۔

۲۔ نماز میں صرف فرض ادا کرنا کہاں تک درست ہے یہاں کے ایک بہت بڑے خطیب صاحب سے جو مصری ہیں۔ میں نے یہ دریافت کیا کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں آپ صرف نماز جمعہ میں دو فرض ہی کیوں ادا کرتے ہیں۔ جب کہ سنت اور نفل بھی ہیں۔ انہوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے میں تھا وہ وہاں سے اٹھ کر مسجد میں جاتے تھے اور دو فرض نماز جمعہ جماعت کے ساتھ پڑھا کر واپس حجرے میں چلے جاتے تھے اور حجرے میں جا کر وہ کیا پڑھتے تھے یہ کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ اس لیے میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ادا کر رہا ہوں۔

آپ مہربانی کر کے اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالیں کہ آیا یہ خطیب صاحب درست فرماتے ہیں؟ اگر نہیں تو صحیح مسئلہ کیا ہے؟

۳۔ زیارتوں پر فاتحہ خوانی کرنا، گیارھویں شریف دینا اور ختم شریف (یعنی کسی کی مغفرت کے لیے قرآن خوانی یا ذکر الٰہی کرانا) پڑھانا شرک ہے؟ قرآن وسنت کے حوالے دے کر واضح کریں۔ پہلے سوال کے بارے میں اتنا عرض ہے کہ اس کا جواب ہماری زندگیوں کو بدل سکتا ہے کیونکہ ہم سب اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کیونکہ جو کچھ بھی آپ قرآن و سنت کے بارے میں لکھیں گے ہم اس پر عمل کریں گے اس لیے آپ مہربانی فرما کر ہمیں ایک صحیح راستہ دکھائیں۔

آپکا دعا گو!

محمد کریم دبئی یو اے ای

جواب: آپ اور آپ کے رفقاء کی دین سے دلچسپی لائق مبارک باد ہے مگر میرا مشورہ یہ ہے کہ اس دلچسپی کا رخ بحث ومباحثہ سے ہٹا کر دین کے سیکھنے سکھانے اس کے عملی تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کو اپنی اور دوسروں کی زندگی میں لانے کی طرف پھیرنا چاہیے۔

اور میرا یہ معروضہ دو وجوہات پر مبنی ہے ایک یہ کہ بحث ومباحثہ سے انسان کی قوت عمل مفلوج ہو جاتی ہے۔ مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ، اور متدرک حاکم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوْا عَلَيْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ"

جو قوم ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتی ہے اسے جھگڑا دے دیا جاتا ہے۔

پس کسی قوم کا بحث مباحثوں اور جھگڑوں میں الجھ کر رہ جانا اس کے حق میں کسی طرح نیک فال قرار نہیں دیا جاسکتا۔

وجہ یہ ہے کہ بحث ومباحثہ میں عام طور سے سیکھنے سمجھانے کا جذبہ مغلوب ہو جاتا ہے اور اپنی اپنی بات منوانے کا جذبہ غالب آ جاتا ہے۔

آپ کا پہلا سوال اگرچہ لفظوں میں بہت ہی مختصر ہے مگر اس کا جواب ایک ضخیم کتاب کا موضوع ہے یہ ناکارہ نہ اتنی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ اتنی فرصت ہے کہ اس مختصری فرصت میں اس موضوع کا حق ادا کر سکے تاہم آپ کے حکم کی تعمیل میں چند سطور لکھتا ہوں۔ اگر آپ اور آپ کے رفقاء کے لیے کسی درجہ میں مفید ہوں تو یہ اس ناکارہ کی سعادت ہوگی ورنہ۔ "کالائے بد بریش خاوند"

سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ "دین حق" کیا ہے، جس کو معیار بنا کر ہم اس بات پر غور کر سکیں کہ کونسا فرقہ حق پر ہے یا حق سے قریب تر ہے؟

میں آپ اور سب مسلمان جانتے ہیں۔ "دین حق" وہ پیغام الٰہی ہے جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے عمل کیا اور جس کی قیامت تک حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ یہ دین حق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور ائمہ مجتہدین کی تشریحات کی صورت میں محفوظ کر دیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اس امت کے پاس آج بھی یہ ساری چیزیں بالکل صحیح سالم اسی طرح محفوظ ہیں کہ گویا آج کے لیے ہی یہ دین نازل کیا گیا تھا۔

دوسری بات جس کا سمجھ لینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ امت میں دو قسم کے اختلافات ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں قسم کے اختلافات سے مطلع بھی کیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں امت کو ہدایات بھی عطا فرمائیں۔

پہلی قسم کا اختلاف وہ ہے جو اجتہادی مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور ائمہ مجتہدین کے درمیان رونما ہوا اور جو آج حنفی شافعی۔ مالکی اور حنبلی اختلاف کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اختلاف خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں بھی کبھی کبھی رونما ہو جاتا تھا۔ مثلاً ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَةَ

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ پہنچ کر۔

اتفاق سے وہاں پہنچنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو تاخیر ہوگئی اور نماز عصر کا وقت ضائع ہونے لگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ کیا کہ کیا ہونا چاہیے ؟ مشورہ میں دو فریق بن گئے ایک کی رائے یہ تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرمادیا ہے کہ بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھی جائے تو اب راستے میں نماز پڑھنے کا کیا جواز ہے؟ اس لیے خواہ نماز قضا ہو جائے مگر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ضروری ہے مگر دوسرے فریق کی رائے یہ تھی کہ اس حکم کا منشائے مبارک یہ تھا کہ ہمیں عصر کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے بنو قریظہ پہنچ جانا چاہیے اور عصر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھنی چاہیے لیکن اب جب کہ ہم غروب سے پہلے وہاں نہیں پہنچ سکتے تو نماز عصر قضا کرنے کے کوئی معنی نہیں۔ اگر ہم سے وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اب ہمیں نماز عصر قضا کر کے اپنی کوتاہی میں مزید اضافہ کر لینا چاہیے۔ الغرض پہلے فریق نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں عصر کی نماز قضا کرنا گوارا کیا مگر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے ہٹنا گوارا نہیں کیا اور دوسرے فریق نے منشائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ضروری سمجھی راستے میں اتر کر نماز عصر پڑھی اور پھر بنو قریظہ پہنچے۔ جب بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو عتاب نہیں فرمایا بلکہ دونوں کی تصویب فرمائی کیونکہ دونوں منشائے نبوی کی تعمیل میں کوشاں تھے اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ الغرض ایک اختلاف یہ ہے کہ جسکو "اجتہادی اختلاف" کہا جاسکتا ہے۔

یہ اختلاف نہ صرف ایک فطری اور ناگزیر چیز ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو "رحمت" فرمایا ہے۔ اور جس شخص کو حق تعالیٰ نے ذرا بھی نور بصیرت عطا کیا ہوا اس کو اس اختلاف کا "رحمت" ہونا کھلی آنکھوں نظر آتا ہے۔ فرصت اس کی متحمل نہیں ورنہ اس پر مزید روشنی ڈالتا۔ الغرض یہ اختلاف بالکل صحیح ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس امام مجتہد سے اعتقاد ہو اس کے اجتہاد پر عمل کیا جائے اور باقی بزرگوں کے بارے میں ادب و احترام کو ملحوظ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ تمام حضرات اعلیٰ درجہ کے ماہرین دین بھی تھے اور صاحب باطن عارف باللہ بھی۔ بعد کے لوگوں میں سے کوئی

شخص نہ ان کے پائے کا عالم ہوا اور نہ نور معرفت میں کوئی ان کی ہمسری کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ مثلاً حضرت پیران پیر مرشد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ، خواجہ علی ہجویری گنج بخشؒ، بابا فرید الدین شکر گنجؒ، مجدد الف ثانیؒ سب ان ائمہ مجتہدین کے پیروکار ہوئے ہیں۔

دوسری قسم کا اختلاف ''نظریاتی اختلاف'' کہلاتا ہے۔ اور یہی آپ کے سوال کا موضوع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کی بھی پیش گوئی فرمائی تھی اور اس اختلاف میں حق و باطل کو جانچنے کا معیار بھی مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

''بنو اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹے تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹے گی۔ یہ سب کے سب سوائے ایک کے جہنم میں جائیں گے عرض کیا گیا یارسول اللہ! یہ نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا:

مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ

جو لوگ اس راستے پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''۷۲ دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور یہ ''الجماعت'' یعنی برحق جماعت ہے۔ اور کچھ لوگ نکلیں گے جن میں خواہشات اور غلط نظریات اس طرح سرایت کر جائیں گے جس طرح باؤلے کتے کے کاٹے ہوئے شخص کی بیماری ہوتی ہے کہ اس کا کوئی جوڑ اور رگ و ریشہ ایسا نہیں رہتا جس میں یہ بیماری سرایت نہ کر جائے۔''

ایک اور حدیث میں ہے:

''جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ اس لئے میرے طریقہ کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کے طریقہ کو لازم پکڑو! اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔ اور دیکھو! جو باتیں نئی نئی ایجاد کی جائیں گی ان سے احتراز کیجیو اس لئے کہ ہر وہ چیز (جو دین کے نام پر) نئی ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے''۔ اور اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچ کر فرمایا: ''یہ وہ راستے ہیں جن میں ہر ایک پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ ادھر آؤ یہ صحیح راستہ ہے۔'' اس موضوع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ہیں جن کو اس وقت جمع کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ ان ارشادات مقدسہ سے واضح طور پر حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

اور جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کہ اس کے سامنے ہدایت کھل چکی ہے اور چلے مومنین کا راستہ چھوڑ کر ہم اس کو دھکا دیں گے جدھر وہ جاتا ہے اور اس کو دوزخ میں جھونک دیں گے۔ اور وہ ہے بہت برا ٹھکانا۔

اس آیت کریمہ میں جن ''المومنین'' کے راستے کی نشاندہی کی گئی اس سے جماعت صحابہؓ مراد ہے۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو جو دین کے نام پر بعد میں ایجاد کئے گئے۔ ''بدعت'' فرمایا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعات اور گمراہیوں کے ایجاد کرنے کی علت بھی بیان فرمائی یعنی غلط خواہشات کی پیروی۔ اور یہ ایسا مرض ہے کہ آدمی کے دل و دماغ ہی کو مسخ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باولے کتے کے کاٹنے کا زہر آدمی کے سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ اچھا بھلا آدمی ہونے کے باوجود غیر انسانی حرکات پر اتر آتا ہے۔ اس طرح جس شخص کو غلط نظریات کے باؤلے کتے نے کاٹ کھایا ہو اس کے رگ و ریشہ میں بھی خود رائی کا زہر سرایت کر جاتا ہے۔ اور اسے اپنے خود تراشید نظریات کے سوا تمام دنیا افسانہ غلط نظر آنے لگتی ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی کہ ان اختلافات کے ظہور کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین...... جن کا ہدایت پر ہونا ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے...... کے طریقہ پر سختی سے قائم رہیں اسے دانتوں کی کچلیوں سے مضبوط پکڑ لیں، بدعات و خواہشات کے ہزاروں جھکڑ چلیں اور نئے نئے خوش نما قسم کے نظریات کی لاکھوں بجلیاں کوندیں مگر امت کے ہاتھ سے یہ مضبوط رشتہ ہرگز نہیں چھوٹنا چاہئے۔

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا راستہ'' وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے۔ یہ راستہ قیامت تک رہے گا۔ لیکن اس ''خدائی راستے'' کے بالمقابل کچھ شیطانی راستے بھی نکلیں گے اور ہر راستہ پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کے مزاج اور ان کی نفسیات کے مطابق دلائل بھی دے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے راستے کو نعوذ باللہ فرسودہ اور رجعت پسندانہ بھی بتائے گا۔ مگر امت کو آگاہ رہنا چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔

جس پر صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ چلے اور جس کی پیروی ہمیشہ سلف و صالحین اور اولیائے امت کرتے آئے۔ اس ایک راستے کے سوا باقی سب شیطان کے ایجاد کئے ہوئے راستے ہیں۔ اور جو لوگ ان میں سے کسی راستے کی دعوت دیتے ہیں وہ شیطان کے ایجنٹ بلکہ مجسم شیطان ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر ان پگڈنڈیوں پر نکل پڑے گا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کسی اندھیرے غار میں کسی اژدھا کے منہ میں جائے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب تیری وجہ سے اللہ نے درست راہ سمجھائی۔ (کنز)

گا۔ یا کسی لق ودق صحرا میں بھٹک کر کسی بھیڑیئے کا تر نوالہ بن کر رہ جائے گا۔

حصہ اصول وقواعد جو قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں صراحتہً ذکر کئے گئے ہیں اگر اچھی طرح ذہن نشین کر لئے جائیں تو ایک متوسط ذہن کے آدمی کو یہ سمجھ لینا زیادہ مشکل نہیں ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن فرقوں اور جماعتوں کے بارے میں سوال فرمایا ہے ان میں سے حق پر کون ہے؟ اور نہ میرے لئے اس بات کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ میں ہر ایک کا تجزیہ کر کے بتاؤں۔ لیکن آپ کی آسانی کے لئے مختصراً اپنا تجزیہ بھی پیش کرتا ہوں۔

شیعہ سنی اختلاف:

یہ تو آپ کو اور ہر مسلمان کو علم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بابرکت دور میں امت میں نظریاتی اختلاف کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ پوری امت اسلامیہ اختلاف کی وباء سے محفوظ اور کفر کے مقابلے میں یک جان اور یک قالب تھی۔ نظریاتی اختلاف کی ابتداء پہلی بار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ خلافت میں ہوئی۔ اور یہی شیعہ مذہب کا نقطہ آغاز تھا...... پہلے پہل اس کی بنیاد بہت سادہ سی تھی۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و قریب ہیں اس لئے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ نظریہ بظاہر سادہ اور خوش نما ہونے کے باوجود اسلام کی دعوت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس سالہ تعلیم کے خلاف تھا۔ اس لئے کہ اسلام نے نسلی امتیاز اور خاندانی غرور کے سارے بتوں کو پاش پاش کر کے عزت وشرافت اور سیادت وبزرگی کا مدار ''تقویٰ'' پر رکھا تھا۔ اور تقویٰ کی صفت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت میں سب سے فائق اور سب کے سرتاج تھے (چنانچہ قرآن مجید سورہ والیل میں انہی کو ''الاتقیٰ'' یعنی سب سے زیادہ متقی فرمایا گیا ہے) اس لئے وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے برسر منبر یہ سوال کیا گیا کہ آپ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کیوں بنایا؟ آپ نے فرمایا کہ دین کے کاموں میں سب سے اہم تر نماز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو ہمارا ''امام نماز'' بنایا تھا۔ باوجودیکہ میں وہاں موجود تھا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میری موجودگی کا علم بھی تھا مگر اس کام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخصیت کو ہمارے دین کی امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ ہم نے دنیا کی امامت وقیادت کے لئے بھی اس کو چن لیا۔

الغرض یہ تھی وہ غلط بنیاد جس پر شیعہ نظریات کی عمارت کھڑی کی گئی۔ ان عقائد ونظریات کے اولین موجد وہ یہودی الاصل منافق تھے (عبداللہ بن سبا، اور اس کے رفقاء) جو اسلامی فتوحات کی یلغار سے جل بھن کر کباب ہو گئے تھے انہیں اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا رخ موڑنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ زہریلے نظریات کا بیج بو کر امت اسلامیہ کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ جب مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوں گے تو ان میں کفر کو للکارنے کی تب وتاب باقی نہیں رہے گی۔ چنانچہ انہوں نے ''حب علی'' کے خول میں مکروہ ترین عقائد نظریاتی اختلاف کا ہائیڈروجن بم اسلام کے مرکز پر گرا دینا چاہا۔ اگر اسلام خدا تعالیٰ کا آخری دین نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کی حفاظت کا وعدہ نہ فرمایا ہوتا تو قریب تھا کہ اسلامی قلعہ بھک سے اڑ جاتا۔ اور جس طرح سینٹ پال یہودی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو مسخ کر دیا تھا اسی طرح یہودی سازش اسلام کا حلیہ بگاڑنے میں بھی کامیاب ہو جاتی لیکن صحابہ وتابعین اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شدت سے اس فتنہ کی سرکوبی کی، نتیجہ یہ کہ شیعہ عقائد ونظریات ''تقیہ'' کی نقاب اوڑھنے پر مجبور ہو گئے۔

بعد میں شیعوں میں بہت سے فرقے ہوئے۔ جن کی تفصیل حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ انہی میں سے ایک فرقہ ''شیعہ امامیہ'' یا شیعہ اثنا عشریہ'' کہلاتا ہے اور یہی فرقہ آج کل عام طور سے ''شیعہ'' کہلاتا ہے ان کے عقائد کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں۔ البتہ ان کے چند اصول حسب ذیل ہیں:

(ا) نظریہ امامت ......شیعہ مذہب کی اصل الاصول بنیاد ''عقیدہ امامت'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اماموں کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جائے گا۔ وہ شیعہ عقیدے میں نبی کی طرح ہر غلطی سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ ان کی اطاعت ہر بات میں نبی کی طرح فرض ہے۔ وہ نبی کی طرح احکام شریعت نافذ کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ قرآن حکیم کے جس حکم کو چاہیں منسوخ یا معطل بھی کر سکتے ہیں۔

گویا اسلامی عقیدہ میں جو مفہوم، جو حیثیت اور جو مرتبہ ایک مستقل صاحب شریعت نبی کا ہے ٹھیک وہی مفہوم، وہی حیثیت اور وہی مرتبہ شیعوں کے نزدیک ''امام معصوم'' کا ہے۔

شیعوں کا یہ ''نظریہ امامت'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف ایک بغاوت اور اسلام کی ابدیت کے خلاف ایک کھلی سازش ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ قدیم سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک جن جن لوگوں نے نبوت و رسالت کے جھوٹے دعوے کیے انہوں نے اپنے دعووں کا مصالحہ شیعوں کے "نظریات امامت" ہی سے مستعار لیا۔

شیعہ مذہب کا نظریہ امامت فطری طور پر غلط تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب بھی اس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہ اٹھا سکا، بلکہ اس نے "اماموں" کا سلسلہ "بارہویں امام" پر ختم کر کے اسے (۲۶۰ھ) میں کسی نامعلوم غار (سرمن راء کے غار) میں ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا۔ آج ان کو ساڑھے گیارہ صدیاں گزرتی ہیں مگر کسی کو کچھ خبر نہیں کہ "بارہویں امام" کہاں ہیں اور کس حالت میں ہیں۔

میں شیعہ کے "نظریہ امامت" پر جتنا غور کرتا ہوں میرے یقین میں اتنا ہی اضافہ ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ضرب لگانے اور امت میں جھوٹے مدعیان نبوت کے دعویٰ نبوت و امامت کا چور دروازہ کھولنے کے لئے گھڑا...... غور فرمایئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک چھ صدیوں کا طویل عرصہ گزرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہیں کیا جاتا ادھر جب ختم نبوت کا آفتاب صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کی ساری دنیا کو منور کرنے کے بعد رخصت ہوتا ہے۔ تو شیعہ عقیدہ کے مطابق خدا ایک دن کیا ایک لمحہ کا بھی وقفہ نہیں کرتا۔ بلکہ فوراً ایک "امام معصوم" کھڑا کر کے اسے شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلال و حرام کو بدلنے اور قرآن کو منسوخ کرنے کے اختیارات دے دیتا ہے...... اور پھر ایک نہیں لگاتار بارہ امام اسی شان سے بھیجتا رہتا ہے اور جب اسلام پر اڑھائی صدیوں کا مایہ ناز دور گزر جاتا ہے تو خدا یکایک "اماموں کا سلسلہ بند کر دیتا ہے" بلکہ بارہوں امام جو بھیجا جا چکا تھا اسے بھی دو سال ہی کی عمر میں ہمیشہ کے لئے غائب کر دیتا ہے۔ کیا ایک ایسا شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ایمان رکھتا ہو جس کے نزدیک اسلام مٹنے، بدلنے اور مسخ ہونے کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک اپنی اصلی حالت میں باقی رہنے اور چمکنے کے لئے آیا ہو وہ شیعوں کے "نظریہ امامت" کو ایک لحہ کے لئے بھی برداشت کر سکتا ہے؟

شیعہ مذہب جن اکابر کو "امام معصوم" کہتا ہے۔ انہوں نے نہ کبھی "امامت" کا دعویٰ کیا۔ نہ مخلوق خدا کو اپنی اطاعت کی دعوت دی بلکہ وہ سب کے سب اہل سنت کے اکابر اور مسلمانوں کی آنکھوں کا نور تھے ان کا دین و مذہب ان کا طور طریق اور ان کی عبادت کبھی شیعوں کے اصول و عقائد کے مطابق نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ سب صحابہ و تابعین کے طریقہ پر تھے۔ وہی دین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ گئے تھے۔ اور جس پر ساری دنیا کے مسلمان عمل پیرا تھے یہ اکابر بھی ساری دنیا کے سامنے اسی پر عمل کرتے تھے۔ مگر شیعہ مذہب ہمیں بتاتا ہے۔ کہ اندر سے ان کے عقائد کچھ اور تھے۔ مگر از راہ تقیہ وہ مسلمانوں کے مطابق عمل کرتے تھے۔ گویا شیعوں کے نزدیک خدا نے امام معصوم بنا کر بھیجا بھی تو ایسے لوگوں کو جو دنیا کو کوئی ہدایت نہ دے۔ بلکہ ساری عمر لباس تقیہ میں ملبوس رہے۔ اور بارہویں امام تو ایسے غائب ہوئے کہ آج تک ان کا کہیں سراغ نہیں۔ اس سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ شیعوں کا نظریہ امامت نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر ضرب لگاتا ہے بلکہ یہ سراسر عقل کے بھی خلاف ہے اور یہ خدا کی تعلیم نہیں بلکہ کسی یہودی دماغ کی ایجاد ہے۔

۲۔ شیعوں کا دوسرا سب سے بڑا اصول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض و عداوت ہے۔ شیعوں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی (جن میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں)۔ وہ نعوذ باللہ اس فعل کی وجہ سے سب کے سب کافر اور مرتد ہو گئے تھے۔ کیونکہ انہوں نے امام معصوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اور چونکہ تینوں خلفاء کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی مسلمانوں کو اپنی بیعت کی دعوت نہیں دی بلکہ خود ان تین حضرات کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ اس لیے شیعہ صاحبان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی خفا ہیں۔

شیعوں کا یہ نظریہ جس قدر باطل اور غلط ہے۔ اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں تشریف لانا نعوذ باللہ بالکل لغو بے کار اور بے سود ثابت ہوا۔ اسلام کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کے لیے آیا ہے۔ مگر شیعہ عقیدہ یہ کہتا ہے کہ بالکل غلط ہے۔ اسلام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک دن بھی آگے نہیں چلا بلکہ وہ پوری کی پوری جماعت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس سال کی مسلسل محنت کے بعد تیار کی تھی۔ اور جن کو اپنے درمیان آنے والی امت کے درمیان واسطہ بنایا تھا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے دن ہی نعوذ باللہ مرتد ہو گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب اسلام کی نفی کا نام ہے۔ یعنی اگر شیعہ عقیدہ صحیح ہے تو اسلام...... معاذ اللہ...... غلط اور باطل ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

شیعہ مذہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں پر حملہ کر کے خود اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ایک ایسا حملہ کیا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ تفسیر مظہری میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد امام شعبیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر یہودیوں سے پوچھو کہ تمہاری امت میں سب سے افضل ترین کون لوگ ہوئے ہیں؟ تو وہ فوراً کہیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل یٰسین صبر کرو تحقیق تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ (مجمع)

کے رفقاء اور ان کے صحابی.........اور اگر عیسائیوں سے پوچھو کہ تمہاری جماعت میں سب سے بزرگ تر کون ہیں تو وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری...... لیکن اگر شیعوں سے پوچھو کہ امت محمدیہ میں سب سے بدترین مخلوق کون ہے؟ تو ان کا جواب ہو گا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ.........نعوذ باللہ استغفر اللہ

بہر حال شیعوں کا نظریہ امامت اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے خلاف ایک بغاوت تھا۔ تو ان کا نظریہ تبرا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے۔ اور کوئی شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کی ہوئی پوری جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھیں بند کرتے ہی نعوذ باللہ گمراہ اور مرتد ہوگئی تھی۔

(۳) شیعوں کا تیسرا عقیدہ اول الذکر دونوں عقیدوں سے بدتر مگر دو دونی چار کی طرح اول الذکر دو عقیدوں کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور وہ ہے تحریف قرآن۔

مسلمان تو مسلمان آج تک کسی کافر کو بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی (اور نہ بقائمی عقل و خرد کوئی اس کی جرات کر سکتا ہے) کہ مسلمانوں کے پاس قرآن مجید کے نام سے جو مقدس کتاب محفوظ چلی آتی ہے۔ اور جس کے ہر زمانے میں لاکھوں حافظ موجود رہے ہیں وہ ٹھیک کتاب نہیں جو مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔......لیکن آفرین ہے شیعہ مذہب کے موجدوں کو انہوں نے یہ عقیدہ بھی شیعوں سے منوالیا۔ شیعہ مذہب کہتا ہے کہ قرآن کریم جو موجودہ شکل میں مسلمانوں کے پاس ہے وہ اصل قرآن نہیں۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ بلکہ یہ صحیفہ عثمانی ہے.........

''اصلی تے وڈا قرآن'' بارھویں امام کے ساتھ کسی نامعلوم غار میں دفن ہے۔ شیعوں کا یہ ایسا عقیدہ ہے کہ سوائے دو چار کے ان کے تمام امام مجتہد اور علماء اس کو مانتے آئے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں ان کے معصوم اماموں کی دو ہزار سے زیادہ روایتیں اس پر متفق ہیں......اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا کہ جب شیعوں کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاذ اللہ سارے صحابہ رضی اللہ عنہم مرتد ہو گئے تھے تو ان کے ذریعے سے حاصل شدہ قرآن کریم پر ایمان کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جن دو چار شیعہ علماء نے کہا کہ قرآن صحیح سالم محفوظ چلا آ رہا ہے ان کو سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و بزرگی پر ایمان لانا پڑا۔ گویا شیعہ مذہب کی صداقت پر ایمان رکھتے ہوئے کوئی شخص قرآن پر ایمان لا ہی نہیں سکتا ......اور نہ ہی کسی شیعہ کا قرآن کریم پر ایمان لانا ممکن ہے۔

شیعوں کے عقائد و نظریات اور بھی بہت ہیں۔ مگر زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ صرف انہی تین عقیدوں پر غور کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ شیعہ مذہب کو اسلام سے کیا نسبت ہے؟

میں نے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دینے کے لئے ایک خط کھینچ کر فرمایا کہ: ''یہ تو خدا کا راستہ ہے'' اور اس کے اردگرد کچھ خطوط کھینچ کر فرمایا کہ ''یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کو اس کی دعوت دے رہا ہے''۔

اس ارشاد کی روشنی میں میں عرض کروں گا کہ شیعہ مذہب خدا تعالیٰ کے راستے کے مقابلہ میں وہ سب سے پہلا راستہ ہے جو شیطان نے خدا کی مخلوق کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے یہودی ایجنٹوں کے ذریعہ ایجاد کیا۔

شیعہ مذہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پہلے دن سے امت کا تعلق اس کے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کاٹ دینا چاہا۔ اس نے اسلام کی ساری بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔ اور اسلام کے بالمقابل ایک نیا دین تصنیف کر ڈالا۔ آپ نے سنا ہو گا کہ شیعہ مذہب اسلام کے کلمہ پر راضی نہیں بلکہ اس میں ''علی ولی اللہ، وصی رسول اللہ، خلیفہ بلافصل'' کی پیوند کاری کرتا ہے۔ بتایئے جب اسلام کا کلمہ اور قرآن بھی شیعوں کے لئے لائق تسلیم نہ ہو۔ تو کسی چیز کی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ اور یہ ساری نحوست ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت کی۔ جس سے ہر مومن کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وحی الٰہی سے پہلے مخاطب ہیں۔ ان کی سیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک حصہ ہے۔ ان کا اخلاق و کردار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے۔ اور وہ آنے والی پوری امت کے سردار، معلم اور مرشد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی امانت ان کے سپرد کر کے دنیا سے رحلت فرما ہوئے۔ اور بعد میں آنے والی امت کو جو کچھ ملا انہی اکابر کے طفیل اور انہی کی جوتیوں کے صدقے سے ملا، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تعلق کی بنا پر ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے۔ ان کی محبت جزو ایمان ہے اور ان کی شان میں گستاخی نہ صرف محسن کشی ہے بلکہ سلب ایمان کی موجب ہے۔ اس لئے میرا عقیدہ اہل سنت کے مطابق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب دونوں کی خاک پا کو اکسیر سعادت اور منبع برکت سمجھا جائے۔

جس شخص کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی تعلق ہو گا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو محبوب رکھے گا۔ چہ جائیکہ وہ اکابر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے اور ہم کو انہی کی قربانیوں کے طفیل دولت ایمان نصیب ہوئی اس لئے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات کو تنقید کا نشانہ

بنانے والے میرے نزدیک گمراہ ہیں۔اسی طرح میں ان لوگوں کی رائے کو صریح گمراہی سمجھتا ہوں۔جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کسی ادنیٰ گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں یا یزید کی حمایت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یاوہ گوئی کرتے ہیں۔میں تمام آل واصحاب کی محبت وعظمت کو جزو ایمان سمجھتا ہوں اوران میں سے کسی ایک بزرگ کی تنقیص،خواہ اشارے کنائے کے رنگ میں ہو،اسے سلب ایمان کی علامت سمجھتا ہوں۔یہ میرا عقیدہ ہے۔اور میں اسی عقیدہ پر اپنے خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

حنفی،وہابی اختلاف:

دوسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا ہے۔وہ ''حنفی اوروہابی اختلاف'' ہے۔اورآپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟اس اختلاف کی نوعیت سمجھنے کے لئے چند امور کا سمجھ لیناضروری ہے۔

(۱)میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ امت میں ''نظریاتی اختلاف'' تو بلاشبہ ایک فتنہ ہے مگر فروعی مسائل میں ''اجتہادی اختلاف'' نہ صرف ایک ناگزیر اور فطری چیز ہے۔بلکہ بارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''یہ امت کے لئے ایک رحمت ہے۔بشرطیکہ اس میں شدت کا نقطہ لگا کر ''زحمت'' میں تبدیل نہ کرلیا جائے۔

(۲)آپ یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ جن اکابر امت کو ائمہ اجتہاد تسلیم کیا گیا ہے وہ نہ صرف قرآن وسنت کے ماہر تھے۔بلکہ بعد کی پوری امت سے بڑھ کر شریعت کے نکتہ شناس تھے۔علم وفضل،دیانت وامانت،فہم وبصیرت،زہد وتقوی اور خدا شناسی میں ان سے بڑھ کر کوئی شخص اس امت میں پیدا نہیں ہوا۔یہی وجہ ہے کہ جن بزرگوں کو علم کے بڑے بڑے پہاڑ اور کشف والہام کے بڑے بڑے دریا کہا جاتا ہے۔وہ سب ان ائمہ اجتہاد کے پیروکار تھے۔ایسے باکمال بزرگوں کا ان کی پیروی کرنا ان کے بلندی مرتبہ کی دلیل ہے۔

(۳)ائمہ اجتہاد بہت سے اکابر ہوئے مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے امت کے سواد اعظم کو چار بزرگوں کے اجتہاد پر جمع کر دیا ہے۔یعنی امام ابو حنیفہؒ،امام شافعیؒ،امام مالکؒ،اورامام احمد بن حنبلؒ۔

چوتھی صدی کے بعد جتنے اکابر علماء ومشائخ ہوئے ہیں وہ سب انہی چار میں سے کسی ایک کے پیرو تھے۔گویا پوری امت کے ارباب علم وفضل اور ارباب قلوب ومکاشفہ ان اکابر کی قیادت وسیادت پر متفق ہیں۔اور کوئی قابل ذکر عالم اور بزرگ ایسا نہیں ملے گا جو ان میں سے کسی ایک کا متبع نہ ہو۔

۴۔ان بزرگوں میں بہت سے فروعی مسائل میں اختلاف بھی ہے۔مگر اپنی اپنی جگہ سب برحق ہیں۔اس لئے شریعت مطہرہ پر عمل کرنے کے لئے ان میں سے جس کے اجتہاد کی پیروی بھی کی جائے صحیح ہے۔مگر ان میں سے کسی کی بے ادبی وگستاخی جائز نہیں۔کیونکہ کسی عالم کی گستاخی دراصل علم کی توہین ہے اور علم شریعت کی بے حرمتی بارگاہ خداوندی میں ناقابل معافی ہے۔

۵۔شریعت مطہرہ کا بیشتر حصہ وہ ہے جس پر یہ چاروں امام متفق ہیں اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،ان چاروں بزرگوں کا کسی مسئلہ پر اتفاق کرنا ''اجماع امت'' کی علامت ہے۔یعنی جس مسئلہ پر ائمہ اربعہ متفق ہوں سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لیکر آج تک کی پوری امت اس پر متفق چلی آئی ہے......اس لئے ائمہ اربعہ کے اتفاقی مسئلہ سے باہر نکلنا جائز نہیں......میں اس کی مثال یہ دیا کرتا ہوں کہ پاکستان کے چاروں ہائی کورٹ قانون کی جس تشریح پر متفق ہو جائیں وہی قانون کی صحیح اور مسلمہ تعبیر ہوگی۔اور کسی ایسے شخص کو جو قانون پاکستان کا وفادار،اس متفقہ تشریح کے خلاف قانون کی تشریح کرنے کا حق نہیں ہوگا۔اوراگر کوئی شخص ایسی حماقت کرے گیا تو اس کی تشریح پاکستان کے کسی شہری کے لئے لائق تسلیم نہیں ہوگی۔ٹھیک اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ ائمہ اربعہ امت اسلامیہ کے چار ہائی کورٹ ہیں۔ان کی حیثیت واضع قانون کی نہیں۔بلکہ قانون کے شارح کی ہے۔اوران کی متفقہ تشریح سے انحراف کا کسی کو حق نہیں ہے۔

اس تمہید کے بعد گذارش ہے کہ ''حنفی وہابی اختلاف'' دو قسم کا ہے۔

ایک تو چند فروعی مسائل کا اختلاف ہے۔مثلاً نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ کتنا ہونا چاہیے؟رفع یدین کیا جائے یا نہیں؟آمین اونچی کہی جائے یا آہستہ؟امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں؟وغیرہ۔

ان مسائل کی تعداد خواہ کتنی زیادہ ہو میں ان کو فروعی اختلاف سمجھتا ہوں۔اور دونوں فریقوں میں سے جس کی جو تحقیق ہو اس کے لئے اسی پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔اگر اہل حدیث ہمارے امام ابو حنیفہؒ کی تحقیق پر مطمئن نہیں تو انہیں اس پر کیوں مجبور کیا جائے۔اسی طرح اگر ہمارے نزدیک اہلحدیث حضرات کی تحقیق لائق اطمینان نہیں تو کوئی ضروری نہیں کہ ہم ان کی تحقیق پر ہی عمل کریں۔جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ یہ فروعی اختلافات حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سلف صالحین اور ائمہ ہدیٰ کے درمیان بھی رہے ہیں۔اور یہ اختلاف اگر اپنی حد کے اندر رہے تو سراپا رحمت ہے۔کہ امت کے کسی نہ کسی فرد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کو کسی نہ کسی شکل میں محفوظ کر دیا ہے......لیکن میں ان مسائل میں تشدد کو روا نہیں سمجھتا۔جس کے ذریعہ سے ایک فریق دوسرے فریق کے خلاف زبان طعن دراز کرے۔اوران فروعی مسائل کی بناء پر ایک دوسرے کو گمراہ بتایا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(حضرت علیؓ سے فرمایا)خدااور رسول اور جبریل تجھ سے راضی ہیں (جمع الجوامع)

اس تشدد کے بعد یہ اختلاف رحمت نہیں رہے گا۔ بلکہ زحمت بن جائے گا۔ اور امت کی عملی توتیں ان فروعی مسائل میں خرچ ہو کر ختم ہو جائیں گی۔ ہر ایک چیز اپنی حد کے اندر رہے تو اچھی لگتی ہے۔اور جب حد سے نکل جائے تو مذموم بن جاتی ہے۔اور یہی حال ان فروعیات کا ہے۔

حنفی وہابی اختلاف کی دوسری قسم وہ ہے جس کو میں نظریاتی اختلاف سمجھتا ہوں۔اور اس میں میری رائے اہلحدیث حضرات (جن کو آپ نے وہابی لکھا ہے اور عام طور پر انہیں غیر مقلد کہا جاتا ہے) کے ساتھ متفق نہیں۔ بلکہ میں ان کے موقف کو غلط سمجھتا ہوں۔ اصولی طور پر یہ اختلاف دو نکتوں میں ہے۔ اول یہ کہ اہل حدیث حضرات کے نزدیک کسی معین امام کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ ہر شخص کو قرآن وحدیث سے جو بات سمجھ آئے اس پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ مسئلہ ''تقلید اور ترک تقلید'' کے عنوان سے مشہور ہے۔ جو ایک بہت ہی معرکۃ الاراء مسئلہ ہے۔جس پر چند معروضات پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

ا۔تقلید کے معنی ہیں کسی لائق اعتماد آدمی کی بات کو بغیر مطالبہ دلیل تسلیم کر لینا۔ جس آدمی کی بات مانی جا رہی ہے اگر وہ سرے سے لائق اعتماد نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کی بات ماننا ہی غلط ہوگا۔اور اگر وہ اپنے فن کا ماہر ہے تو ایک عام آدمی کا اس سے دلیل کا مطالبہ کرنا غلط ہوگا اس کی مثال ایسے سمجھ لیجئے کہ آپ کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور وہ آپ کے لئے کوئی نسخہ تجویز کرتا ہے وہ طبیب اپنے فن کا ماہر ہی نہیں بلکہ محض عطائی ہے۔ تو آپ کا اس کے پاس تشریف لے جانا ہی غلط ہوگا اور اگر وہ اپنے فن کا مستند ماہر ہے تو اس کے تجویز کردہ نسخہ کی ایک ایک چیز کے اجزاء کے بارے میں آپ کا بحث کرنا اور ایک ایک بات کے لئے دلیل کا مطالبہ کرنا قطعاً نادرست اور ناروا ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ عام آدمی کسی ماہر کے پاس جاتا ہی اس وقت ہے جب وہ مسئلہ اس کی عقل وفہم کی سطح سے اونچا ہو..... ٹھیک اسی طرح دین وشریعت کا معاملہ سمجھنا چاہئے۔ پس دین کے وہ مسائل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر چلے آرہے ہیں۔اور جن کو ہر شخص جانتا ہے کہ دین کا مسئلہ یہ ہے اس کے بارے میں کسی مسلمان کو نہ کسی عالم کے پاس جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ کوئی جاتا ہے۔ دینی مسائل میں اہل علم کی طرف رجوع کی ضرورت اسی وقت لاحق ہوتی ہے جب کہ ہم ایسے عام لوگوں کی ذہنی سطح سے وہ مسئلہ اونچا ہو۔ایسی حالت میں دوصورتیں ممکن ہیں ایک تو یہ ہے کہ ہم خود قرآن اور حدیث کھول کر بیٹھ جائیں اور ہماری عقل وفہم میں جو بات آئے اسے دین سمجھ کر اس پر عمل کرنے لگیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جو حضرات قرآن و سنت کے ماہر ہیں ان سے رجوع کریں۔اور انہوں نے اپنی مہارت طویل تجربہ اور خداداد بصیرت سے قرآن وحدیث میں غور کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے اس پر اعتماد کریں۔ پہلی صورت خود رائی کی ہے اور دوسری صورت کو تقلید کہا جاتا ہے۔ جو عین تقاضائے عقل وفطرت کے مطابق ہے۔ ماہرین شریعت کی تحقیقات سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ایک مسئلہ کے لئے قرآن وحدیث میں غور کرنے والے عامی شخص کی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص بہت سی پیچیدہ بیماریوں میں مبتلا ہو جائے اور ماہرین فن سے رجوع کرنے کو بھی اپنی کسرشان سمجھے اور اس مشکل کا حل وہ یہ تلاش کرے کہ طب کی مستند اور اچھی اچھی کتابیں منگوا کر ان کا مطالعہ شروع کر دے۔اور پھر اپنے حاصل مطالعہ کا تجربہ خود اپنی ذات پر کرنے لگے۔ مجھے توقع ہے کہ اول تو کوئی عقلمند ایسی حرکت کرے گا نہیں اور اگر کوئی شخص واقعی اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ ماہرین فن سے رجوع کئے بغیر اپنے پیچیدہ امراض کا علاج اپنے مطالعہ کے زور سے کر سکتا ہے۔ تو اسے صحت کی دولت تو نصیب نہیں ہوگی البتہ اسے اپنے کفن دفن کا انتظام پہلے سے کر رکھنا چاہئے۔ پس جس طرح طب میں خود رائی آدمی کو قبر میں پہنچا کر چھوڑتی ہے اسی طرح دین میں خود رائی آدمی کو گمراہی اور زندقہ کے غار میں پہنچا کر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے گمراہ اور ملحد فرقے ہوئے ان سب نے اپنی مشق کا آغاز خود رائی اور ترک تقلید سے کیا۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم اس خود رائی اور ترک تقلید کا ماتم کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھتے ہیں۔

''پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء)

۲۔یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ عام آدمی کو ایک معین امام کی تقلید ہی کیوں ضروری ہے۔ جو شخص قرآن وحدیث کا اس قدر ماہر ہو کہ وہ خود مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گیا ہو وہ عامی نہیں بلکہ خود مجتہد ہے اس کو کسی دوسرے ماہر فن کی تقلید نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ جائز نہیں۔ مگر آجکل کے ہم جیسے طالب علموں کے بارے میں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ کہ وہ اردو تراجم کی مدد سے مرتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے ہیں)۔

اور جو شخص خود درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس نے خواہ کتنی کتابیں پڑھ رکھی ہوں وہ عامی ہے اور اس کو بہر حال کسی مجتہد کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اب اگر وہ ایک ''متعین امام'' پر اعتماد کر کے اس کے مسائل پر

عمل کرے۔تو شرعاً اس پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس نے اسے پورا کر دیا لیکن اگر وہ کسی ایک امام کی بجائے جس امام کی جو بات پسند آئے گی اسے قبول کرے گا۔تو سوال یہ ہے کہ اس کے پسند و ناپسند کا معیار کیا ہوگا؟ اگر کہا جائے کہ قرآن وحدیث اس کا معیار ہے اور یہ شخص جس امام کے قول کو قرآن وحدیث کے مطابق پاتا ہے اسی کو اختیار کرتا ہے۔تو اس نے درحقیقت اپنی فہم کو معیار بنایا۔اس لئے ہم کہیں گے کہ اگر وہ واقعی قرآن و حدیث کا ماہر ہے اور اس کا فہم قرآن وحدیث حجت ہے۔تو اس کو کسی امام کی تقلید کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ خود مجتہد مطلق ہے۔اور اگر وہ قرآن و حدیث کا ماہر نہ ہونے کے باوجود اپنی عقل وفہم کو معیار بناتا ہے تو پھر وہ خود رائی کا شکار ہے جو اس کے دین کے لئے مہلک ہوسکتی ہے۔

۳۔بہت سے اکابر اولیاء اللہ کا معمول تھا کہ ائمہ کے اقوال کو جمع کرتے اور ہر مسئلے میں ایسے قول کو اختیار کرتے تھے جس میں زیادہ سے زیادہ احتیاط نظر آئے۔ مثلاً ایک امام کے نزدیک ایک چیز ضروری ہے اور دوسرے کے نزدیک ضروری نہیں۔تو وہ حضرات ضروری والے قول پر عمل پیرا ہوتے تھے۔اسی طرح مثلاً ایک امام کے نزدیک ایک چیز مکروہ ہے اور دوسرے کے نزدیک مکروہ نہیں۔تو وہ حضرات کراہت کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس سے پرہیز کرتے تھے...... یہ تو خدا ترس بندوں کی شان تھی۔مگر اب ترک تقلید کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے۔کہ جس امام کا جو مسئلہ خواہش نفس کے مطابق نظر آئے اس پر عمل کرو۔یہ دراصل قرآن و حدیث کی پیروی نہیں بلکہ خواہش نفس کی پیروی ہے۔گو شیطان نے اسے قرآن وحدیث کی پیروی کا رنگ دے دیا ہے۔

۴۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ چوتھی صدی سے پہلے معین امام کی تقلید کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ ہوتا یہ تھا کہ جس شخص کو مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی وہ کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھ لیتا اور اس پر عمل کرتا۔لیکن چوتھی صدی کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے امت کو ائمہ اربعہ کی اقتداء پر جمع کر دیا۔اور ایک معین امام کی تقلید کو لازم سمجھا جانے لگا۔اس زمانے میں یہی خیر کی بات تھی اس لئے کہ اب لوگوں میں دیانت وتقویٰ کی کمی آ گئی تھی۔اگر ایک معین امام کی تقلید کی پابندی نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی پسند کے مسائل چن چن کر ان پر عمل کیا کرتا اور دین ایک کھلونا بن کر رہ جاتا۔پس اس خود رائی کا ایک ہی علاج تھا کہ نفس کو کسی ایک ماہر شریعت کے فتویٰ پر عمل کرنے کا پابند کیا جائے۔اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

۵۔اہلحدیث حضرات کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ چونکہ تقلید کا رواج کئی صدیوں بعد ہوا اسلئے وہ بدعت ہے۔مگر تقلید کو بدعت کہنا ان کی غلطی ہے۔اس لئے کہ اول تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان اہل حدیث حضرات کے سوا جن کا وجود تیرہویں صدی میں بھی نہیں تھا۔باقی پوری امت محمدیہ گمراہ ہوگئی۔نعوذ باللہ اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پیش کرتا ہے اور چونکہ اسلام قیامت تک کے لئے آیا ہے اس لئے پوری امت کا ایک لمحہ کے لئے بھی گمراہی پر متفق ہونا باطل ہے۔

دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی یہ دستور تھا کہ ناواقف اور عامی لوگ اہل علم سے مسائل پوچھتے اور ان کے فتویٰ پر بغیر طلب دلیل عمل کرتے تھے۔اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔گویا تقلید کا لفظ اس وقت اگرچہ استعمال نہیں ہوتا تھا مگر تقلید کے معنی پر لوگ اس وقت بھی عمل کرتے تھے۔سو آپ اس کا نام اب بھی تقلید نہ رکھئے۔اقتداء واتباع رکھ لیجئے۔

تیسرے فرض کرو اس وقت تقلید کا رواج نہیں تھا۔تب بھی اس کو بدعت نہیں کہا جاسکتا۔اس لئے کہ دین وشریعت پر چلنا تو فرض ہے اور میں اوپر بتا چکا ہوں کہ آج جو شخص تقلید کے بغیر شریعت پر چلنے کی کوشش کرے گا وہ کبھی نفس شیطان کے مکر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔اس لئے بغیر خطرات کے دین پر چلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے کسی ایک ماہر شریعت امام کی پیروی۔معروضی طور پر دیکھا جائے تو اہلحدیث حضرات بھی معدودے چند مسائل کے سوا اہل ظاہر محدثین ہی کی پیروی کرتے ہیں۔اس لئے گو انہیں ”تقلید“ کے لفظ سے انکار ہے مگر غیر شعوری طور پر ان کو بھی اس سے چارہ نہیں۔اس لئے کہ دین کوئی عقلی ایجاد نہیں۔ بلکہ منقولات کا نام ہے اور منقولات میں ہر بعد میں آنے والے طبقہ کو اپنے سے پہلے طبقہ کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے یہ فطری چیز ہے جس کے بغیر شریعت پر عمل کرنا ممکن نہیں۔

۶۔اہل حدیث حضرات کا مولد ومنشا غیر منقسم ہندوستان ہے۔چونکہ یہاں پہلے سے حنفی مذہب رائج تھا۔اس لئے ان کے اعتراضات کا اول و آخر نشانہ حنفی مذہب بنا۔اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کسر شان میں بھی کسر نہ چھوڑی۔اگرچہ اہل حدیث کا بہت سے سنجیدہ طبقہ خصوصاً ان کے اکابر و بزرگ حضرت امام کی بے ادبی کو روا نہیں سمجھتے مگر ان کا نوعمر خام علم، خام فہم طبقہ ”علم بالحدیث“ کے معنی ہی حضرت امام کی بے ادبی وگستاخی کرنے کو سمجھتا ہے۔میں ان حضرات کے اس طرز عمل کو خود ان کے حق میں نہایت خطرناک سمجھتا ہوں۔ کیونکہ حضرت امام کی بلندی شان کے لئے یہی کافی ہے کہ مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے اکابرین ان کے مقلد ہوئے۔اس لئے چند خوش فہم لوگوں کی تنقید سے حضرت امام کی بلندی مرتبت میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا۔البتہ سلف صالحین اور خاصان خدا کی اہانت کرنے پر خدا تعالیٰ کا جو وبال نازل ہوا کرتا ہے۔ وہ ان حضرات کے لئے خطرے کی چیز ضرور ہے۔اہل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنا پیارا بندہ لا کہ میرے ساتھ مل کر یہ پرندہ کھائے اتنے میں علیؓ آ گئے (طبرانی)

حدیث حضرات کے نظریاتی اختلاف کا دوسرا نکتہ یہ ہے کہ یہ حضرات بعض اوقات شوق اجتہاد میں اجماع امت سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ یہاں اس کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ بیس رکعت تراویح کا دستور مسلمانوں میں حضرت عمرؓ کے زمانے سے آج تک چلا آرہا ہے اور چاروں ائمہ دین بھی اس پر متفق ہیں۔ لیکن اہل حدیث حضرات اس کو بلا تکلف بدعت کہہ دیتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں میں نے بعض حضرات کو اپنے کانوں سے حضرت عمرؓ کے بارے میں ناروا الفاظ کہتے سنا ہے۔

دوم: دوسرا مسئلہ تین طلاق بلفظ واحد کا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لفظ یا ایک مجلس میں تین طلاق دے ڈالے تو تین طلاقیں ہی شمار ہوں گی۔ یہ فتویٰ حضرت عمرؓ نے دیا تھا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین نے اس فتویٰ کو قبول کیا۔ مجھے کسی صحابی و تابعی کا علم نہیں جس نے اس فتویٰ سے اختلاف کیا ہو۔ یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔ جن کے اتفاق کو میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے اجماع امت کی علامت بتا چکا ہوں۔ لیکن اہل حدیث حضرات بڑی جراءت سے ایسی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ مجھے یہاں ان دونوں مسائل میں ان کے شبہات سے بحث نہیں۔ بلکہ صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ حضرات ان دونوں مسائل میں اجماع امت سے ہٹ کر شیعوں کے نقش قدم پر ہیں۔ اور حضرات خلفاء راشدین کی پیروی کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دیا تھا۔ اس کا رشتہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ میں اس تصور کو ساری گمراہیوں کی جڑ سمجھتا ہوں۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، ائمہ ہدیٰ اور اکابر امت نے فلاں مسئلہ صحیح نہیں سمجھا اور آج کے کچھ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کی رائے ان اکابر کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔ نعوذ باللہ۔

۳۔ دیوبندی بریلوی اختلاف:

تیسرا اختلاف جس کے بارے میں آپ نے میری رائے طلب کی ہے وہ دیوبندی بریلوی اختلاف ہے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ان میں سے حق پر کون ہے؟

میرے لئے دیوبندی بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ماننے یا نہ ماننے کے مسئلے پر پیدا ہوا اور حنفی وہابی اختلاف ائمہ ہدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے سے پیدا ہوا۔ لیکن دیوبندی اور بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہؒ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں۔ عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی کو امام و مقتدا مانتے ہیں۔ تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری چشتی سہروردی نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد اور مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک سب اکابر کے عقیدت مند ہیں۔ اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادت دارین جانتے ہیں اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔ تاہم میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ ان کے درمیان چند امور میں اختلاف ہے۔ اس لئے میں کسی فریق کا نام لئے بغیر قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی تصریحات کی روشنی میں ان کے مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

ان دونوں کے درمیان جن نکات میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر؟

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے یا نہیں؟

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں یا نہیں؟

۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں یا نہیں؟ یعنی اس کائنات کے تمام اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضے میں ہیں یا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں

ان مسائل میں جس فریق کا عمل قرآن کریم ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تعامل صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہ حنفی کے مطابق ہوگا میں اسے برحق سمجھتا ہوں اور دوسرے کو غلطی پر۔ اب میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ ان متنازعہ فیہ مسائل کے بارے میں اپنا نقطہ نظر پیش کرتا ہوں۔

۱۔ نور اور بشر: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لحاظ سے نہ صرف نوع بشر میں داخل ہیں بلکہ افضل البشر ہیں۔ نہ صرف انسان ہیں بلکہ نوع انسانی کے سردار ہیں۔ نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں بلکہ آدم و اولاد آدم کے لئے سرمایہ صد افتخار ہیں...... صلی اللہ علیہ وسلم...... خود ارشاد نبوی ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (مشکوٰۃ ص ۵۱۱) ترجمہ: میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا قیامت کے دن۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر انسان اور آدمی ہونا نہ صرف آپ کے لئے طرہ افتخار ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے انسانیت و بشریت رشک ملائکہ ہے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نوع کے اعتبار سے بشر ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صف ہدایت کے لحاظ سے ساری انسانیت کے لئے مینارہ نور ہیں۔ یہی "نور" ہے جس کی روشنی میں انسانیت کو خدا تعالیٰ کا راستہ مل سکتا ہے اور جس کی روشنی ابد تک درخشندہ و تابندہ رہے گی۔

لہٰذا میرے عقیدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ اور میرے نزدیک نور و بشر کو دو خانوں میں بانٹ کر ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات غلط ہے۔

بشر اور انسان دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔ اور بشریت کی نفی کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دائرہ انسانی سے خارج کرنا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ انبیاء کرام کے بنی نوع انسان میں سے ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔ ادھر تمام اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہے۔ کہ صرف نوع انسان ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ اہل سنت کے عقائد کی مشہور کتاب ''شرح عقائد نسفی'' میں رسول کی تعریف یہ کی گئی ہے۔

اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتَبْلِيْغِ الرِّسَالَةِ وَالْاَحْكَامِ

ترجمہ: رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے پیغامات و احکام بندوں تک پہنچانے کے لئے کھڑا کرتا ہے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۳ جلد ۲ میں ''فصول عمادیہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور انسان تھے کہ جن وہ مسلمان نہیں۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انسان اور بشر ہونا ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا کوئی شخص بشرط سلامتی عقل ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔

بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور میں سے نور تھے۔ جو لباس بشریت میں جلوہ گر ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ احد اور احمد میں صرف م کا پردہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ بعینہ وہ عقیدہ ہے جو عیسائی حضرات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں کہ وہ خدا تھے جو لباس بشریت میں آئے اسلام میں ایسے لغو اور باطل عقائد کی کوئی گنجائش نہیں۔ خدا اور بندہ خدا کو ایک کہنا اس سے زیادہ لغو اور بے ہودہ بات کیا ہو سکتی ہے؟ پہلی امتوں نے اس قسم کے غلو سے اپنے دین کو برباد کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے بارے میں اس غلو کا اندیشہ تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی کہ ''میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کی جئو۔ جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ انہیں خدا اور خدا کا بیٹا بنا ڈالا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہیو'' (صلی اللہ علیہ وسلم) (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۰۰۹)

اس ارشاد مقدس کی روشنی میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کمالات و خصوصیات میں تمام کائنات میں سب سے اعلیٰ اور اشرف اور یکتا ہیں۔ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہر حال انسان ہیں۔ خدا نہیں۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ اور اسی پر میرا ایمان ہے۔

۲۔ عالم الغیب:

میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہٗ نے وہ علوم عطاء کئے جو کسی مقدس نبی اور کسی مقرب فرشتے کو عطاء نہیں کئے گئے۔ بلکہ تمام اولین و آخرین کے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات گزشتہ و آئندہ کے بے شمار واقعات برزخ اور قبر کے حالات میدان حشر کے نقشے جنت و دوزخ کی کیفیت الغرض وہ تمام علوم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے شایانِ شان تھا وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء کئے گئے۔ اور ان کا اندازہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اسی کے ساتھ میرا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح ساری کائنات کے علوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مقدسہ سے کوئی نسبت نہیں۔ یہی حیثیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی حق تعالیٰ کے علم محیط کے مقابلے میں ہے۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چڑیا کو دریا کے کنارے پانی پیتے ہوئے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا مَا عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ (ص ۶۸۸ جلد ۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں میرے اور آپ کے علم کی مثال اس قطرے کی ہے جو اس چڑیا نے اس دریا سے کم کیا ہے۔

اور یہ مثال بھی محض سمجھانے کے لئے ہے۔ ورنہ مخلوق کے محدود علم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم کے ساتھ کیا نسبت؟ (حاشیہ صحیح بخاری ۶۸۲ جلد ۱)

یہی سبب ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ ''عالم الغیب'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اور بہت سی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ''عالم الغیب'' ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ بیسویں پارے کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات الوہیت ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرمایا گیا۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ

ترجمہ: فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق بھی موجود ہے ان میں سے کوئی غیب نہیں جانتا اللہ کے سوا اور ان کو خبر دو کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (النحل ۶۵)

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ مضمون ارشاد ہوا ہے۔ کہ ان آیات و احادیث کو نقل کیا جائے تو اس کے لئے ایک ضخیم کتاب بھی کافی نہیں ہو گی اور ہمارے تمام ائمہ اہل سنت اور ائمہ احناف کا یہی مسلک ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو ''عالم الغیب'' کہنا صحیح نہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ اس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے۔ (صحیح بخاری، مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۱)

......اور فقہ حنفی کی مشہور کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے ''جس شخص نے کسی عورت سے گواہوں کے بغیر نکاح کیا اور یہ کہا کہ ہم خدا اور رسول صلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یااللہ تو اس کو ذلیل کر جو علی کو ذلیل کرے۔ (طبرانی)

علیہ وسلم کو گواہ بناتے ہیں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۶ جلد ۲)
اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ کو عالم الغیب سمجھا اور ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۲۲ جلد ا، البحر الرائق ۱۸ جلد ۳)

بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں۔ ایسا کلمہ کفر سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہ مسکین یہی جانتے ہی نہیں کہ عالم الغیب کسے کہتے ہیں۔ ہمارے ائمہ احناف کی مشہور تفسیر "مدارک" میں لکھا ہے کہ

"والغيب هو مالم يقم عليه دليل ولا اطلع عليه مخلوق"

ترجمہ: یعنی "غائب" ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن پر کوئی دلیل قائم نہیں اور نہ کسی مخلوق کو ان کی اطلاع ہے۔

پس جن امور کا علم انبیاء کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی عطاء کر دیا جاتا ہے یا جو چیزیں اولیاء کرام کو بذریعہ الہام یا کشف معلوم ہو جاتی ہیں۔ ان پر غائب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مبارکہ اس قدر ہیں کہ ان کی وسعت کا اندازہ کسی انسان کسی جن اور کسی فرشتے کو نہ ہوا ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم علم الٰہی کے مساوی ہیں اور نہ قرآن کریم حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی کی روشنی میں اللہ کے سوا کسی کو "علم غیب" کہنا صحیح ہے۔

۳۔ حاضر و ناظر:

اس نکتہ پر غور کرنے سے سب سے پہلے حاضر و ناظر کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں جن کے معنی "موجود اور دیکھنے والا" اور جب ان دونوں کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے "وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں۔ بلکہ اس کا وجود بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے اور کائنات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اول سے آخر تک اس کی نظر میں ہیں" میرا عقیدہ ہے کہ "حاضر و ناظر" کا یہ مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر صادق آتا ہے اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اطہر میں استراحت فرما ہیں۔ اور دنیا بھر کے مشتاقان زیارت وہاں حاضری دیتے ہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور کائنات کی ایک ایک چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ہے۔ بداہت عقل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ یہ شرعاً درست ہو۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کو کسی دوسری شخصیت کے لئے ثابت کرنا غلط ہے۔

اور اگر "حاضر ناظر" ماننے والوں کا یہ مطلب ہے کہ اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح طیبہ کو اجازت ہے کہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں تو اول تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ "حاضر و ناظر" ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ پاکستان کے ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ ملک کے جس حصے میں جب چاہے آجا سکتا ہے۔ کیا اس اجازت کا کوئی شخص یہ مطلب سمجھے گا کہ پاکستان کا ہر شہری پاکستان میں "حاضر و ناظر" ہے؟ کسی جگہ جانے کی اجازت ہونے سے وہاں واقعۃً حاضر ہونا تو لازم نہیں آتا۔ اس کے علاوہ جب کسی خاص جگہ (مثلاً کراچی) کے بارے میں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر ہیں تو یہ مستقل دعویٰ ہے جس کی دلیل کی ضرورت ہوگی۔ چونکہ اس کی کوئی دلیل شرعی موجود نہیں اس لئے بغیر دلیل شرعی کے اس کا عقیدہ رکھنا ناجائز ہوگا۔ بعض لوگ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بلکہ تمام اولیاء اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ مجھے ان حضرات کی سخاوت پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ وہ کتنی فیاضی سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی صفات اس کی مخلوق میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ بہر حال ائمہ اہل سنت کے نزدیک یہ جسارت قابل برداشت نہیں۔ فتاویٰ بزازیہ میں فرماتے ہیں۔ قال علماء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر (بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ص ۳۲۶ جلد ۶)

ترجمہ: ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور وہ سب کچھ جانتی ہیں ایسا شخص کافر ہے۔

۴۔ مختار کل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خدائی صفات ثابت کرنے کا صاف صاف نتیجہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی اختیارات میں بھی حصہ دار ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے یہ عقیدہ بھی بڑی شدومد سے پیش کیا ہے کہ اس کارخانہ عالم کے متصرف و مختار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اختیارات عطاء کر دیئے ہیں۔

اس لئے یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "مختار کل" کا خطاب دیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقائد اہلسنت میں اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے کل یا بعض اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور کو دیئے ہیں۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ پوری کائنات کا نظام صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور اس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔ موت و حیات، صحت مرض، عطاء و بخشش سب اسی کے ہاتھ میں ہے یہی وجہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں اور دعائیں کرتے اور اسی کو ہر قسم کے نفع اور نقصان کا مالک سمجھتے رہے ہیں۔ یہی حال تمام اکابر اولیاء اللہ کا ہے۔ کسی نبی یا ولی اور صدیق و شہید نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسے

کائنات میں تصرف کا حق دے دیا گیا ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں جو عقیدہ تھا وہ یہ ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے لڑکے! تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر، اللہ تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔ اور جب کچھ مانگنا ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اور جب مدد کی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔ اور یقین رکھ کہ ساری جماعت اگر تجھے کوئی نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اگر ساری جماعت تجھے کوئی نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۳)

شیخ ملا علی القاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ''اللہ سے مانگ'' یعنی صرف اللہ سے مانگ۔ اس لئے کہ عطیات کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ اور عطاء و بخشش کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر نعمت یا قسمت، خواہ دنیا کی ہو یا آخرت کی جو بندے کو پہنچتی ہے یا اس سے دفع ہوتی ہے۔ وہ بغیر کسی شائبہ غرض یا ضمیمہ علت کے صرف اسی کی رحمت سے ملتی ہے۔ کیونکہ وہ جواد مطلق ہے اور وہ ایسا غنی ہے کہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس لئے امید صرف اسی کی رحمت سے ہونی چاہئے۔ بڑی بڑی مہمات میں التجا اسی کی بارگاہ میں ہونی چاہئے۔ اور تمام امور میں اعتماد اسی کی ذات پر ہونا چاہئے۔ اس کے سوا کسی سے نہ مانگے، کیونکہ اس کے سوا کوئی دوسرا نہ دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر نہ مصیبت ٹالنے پر نہ نفع پہنچانے پر کیونکہ اس کے ماسوا خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ وہ موت و حیات اور جی اٹھنے کی قدرت رکھتے ہیں''۔

اور آگے ''ساری جماعت'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بے شک ساری امت یعنی تمام مخلوق خاص و عام انبیاء و اولیاء اور ساری امت بالغرض اس بات پر متفق ہو جائیں کہ دنیا یا آخرت کے کسی معاملے میں تجھے کسی چیز کا نفع پہنچائیں تو تجھے نفع پہنچانے پر قادر نہیں''

(مرقاۃ المفاتیح ص ۹۱ جلد ۵)

اور حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی ''الفتح الربانی'' کی مجلس نمبر ۶۱ میں فرماتے ہیں:

ترجمہ: بے شک مخلوق عاجز اور عدم محض ہے۔ نہ ہلاکت ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ ملک، نہ مالداری ان کے قبضے میں ہے نہ فقر، نہ نقصان ان کے ہاتھ میں ہے اور نہ نفع، نہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے پاس کوئی ملک ہے نہ اس کے سوا کوئی قادر ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی دینے والا ہے نہ روکنے والا۔ نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی زندگی دینے والا ہے نہ موت۔ یہی عقیدہ تمام اولیاء اللہ اور تمام اکابر اہل سنت کا ہے۔

۵۔ غیر اللہ کو پکارنا:

ان میں ایک مشہور مسئلہ یہ ہے ''یا رسول اللہ'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلے میں میری رائے یہ ہے کہ ''یا رسول اللہ'' کہنے کی کئی صورتیں ہیں۔ اور سب کا حکم ایک نہیں۔ مثلاً ایک صورت یہ کہ شعراء اپنے تخیل میں جس طرح کبھی باد صبا کو خطاب کرتے ہیں۔ اور کبھی پہاڑوں اور جنگلوں، کو کبھی حیوانات اور پرندوں کو ان میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ جن کو وہ خطاب کر رہے ہیں وہ ان کی بات سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں۔ بلکہ یہ محض ایک ذہنی پرواز اور تخیلاتی چیز ہوتی ہے۔ جن پر واقعاتی احکام جاری نہیں ہوتے۔ اسی طرح شعراء کے کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دیگر مقبولان الٰہی کو تخیلاتی طور پر جو خطاب کیا جاتا ہے میں اس کو صحیح اور درست سمجھتا ہوں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جس طرح عشاق اپنے محبوبوں کو خطاب کرتے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اظہار و محبت کے لئے خطاب کیا جائے۔ واقعۃً ندا مقصود نہ ہو۔ یا جس طرح کسی مادر شفیق کا بچہ فوت ہو جائے تو وہ اس کا نام لیکر پکارتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اس کی آہ و بکا کی آواز بچے کی قبر تک نہیں پہنچ رہی۔ اس کے باوجود وہ اپنی ماتا کی وجہ سے ایسا کرنے پر گویا مجبور ہے۔ اسی طرح جو عشاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق میں واقعی جھل بھن گئے ہوں اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے کیلئے بغیر کسی کروٹ چین ہی نہ آئے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی آہ و بکا سامع مبارک تک نہیں پہنچتی۔ ان کا ''یا رسول اللہ'' کہنا بھی جائز ہوگا بشرطیکہ عقیدے میں فساد نہ ہو۔

ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' کے صیغے سے درود شریف پڑھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس درود کو بارگاہ اقدس میں پہنچا دیں گے۔ اس کے اس فعل کو بھی ناجائز نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ مَنْ صَلّٰی عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۷)

ترجمہ: جو شخص مجھ پر میری قبر کے پاس درود پڑھے۔ میں اسے خود سنوں گا اور جو شخص مجھ پر دور سے درود شریف پڑھے وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے

اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰٓئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں

اور میری امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْرًا وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِىْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِىْ حَيْثُ كُنْتُمْ (حوالہ بالا)

ترجمہ: اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور میری قبر کو عید میلہ نہ بنالینا۔ اور مجھ پر صرف درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تم جہاں سے بھی درود پڑھو۔ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اگرچہ اس کے لئے بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ درود و سلام بھیجنے کا جو طریقہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اس کو اختیار کرے۔ غائبانہ درود میں خطاب کے صیغے استعمال نہ کرے۔ اس کے باوجود اگر ان کے عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں تو اس کے "یارسول اللہ" کہنے کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ ہاں اگر فساد عقیدہ کا اندیشہ ہو تو ناجائز کہے بغیر چارہ نہیں۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اس نیت سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کی بات ہر جگہ سنتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضر ناظر ہیں اور ہر شخص کی ہر جگہ سنتے ہیں میں اس صورت کو صحیح نہیں سمجھتا۔

یہ عقیدہ جیسا کہ پہلے بتا چکا ہوں غلط ہے اور قرآن کریم، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ چونکہ عوام حدود کی رعایت کم ہی رکھا کرتے ہیں۔ اس لئے سلف صالحین اس معاملے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ "جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود تھے ہم التحیات میں "السلام علیک ایھاالنبی" پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم اس کی بجائے علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے۔ (ص ۹۲۶ جلد ۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا مقصد اس سے یہ بتانا تھا کہ "التحیات" میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے صیغے سے سلام کیا جاتا ہے وہ اس عقیدہ پر مبنی نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و موجود ہیں۔ اور ہر شخص کے سلام کو خود سماعت فرماتے ہیں...... نہیں! بلکہ یہ خطاب کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں فرمایا تھا۔

"یارسول اللہ! کہنے کی پانچویں صورت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اطہر پر حاضر ہو کر مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھے "الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ"۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روضہء اطہر میں حیات ہیں اور ہر زائر کے سلام کو سماعت فرماتے اور اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ اس لئے وہاں جا کر خطاب کرنا نہ صرف جائز بلکہ احسن ہے۔

یہ ہیں وہ چند صورتیں جن میں سے ہر ایک کا حکم میں عرض کر چکا ہوں۔ اب ہمارے یہاں جو لوگ "یارسول اللہ" کہتے ہیں وہ کس نیت، کیسی کیفیت اور کس مقصد سے کہتے ہیں ان کا فیصلہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ البتہ یہاں دو مسئلے اور عرض کر دینا ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ شیعہ صاحبان نے "نعرہ حیدری: یا علی رضی اللہ عنہ" ایجاد کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس کی تقلید میں "نعرہ رسالت: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور "نعرہ غوثیہ: یاغوث" ایجاد کر لیا۔ مگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ ہدیٰ کی زندگی میں کہیں نظر نہیں آیا کہ اللہ اکبر کے سوا مسلمانوں نے کسی اور کا نعرہ لگایا ہو۔ نہ قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ حنفی، یا کسی میں اس کا ذکر ہے۔ اس لئے میں اسے شیعوں کی تقلید سمجھتا ہوں۔ جس سے اہل سنت والجماعت بالکل بری ہیں۔

نیز ارشاد الطالبین فارسی ص ۱۹ میں فرماتے ہیں کہ

ترجمہ: مگر یہ کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ کا نام اذان، اقامت اور کلمہ شہادت وغیرہ میں ذکر عبادت ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ایسے طریقے پر کرنا جو شریعت میں نہیں آیا۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص یا محمد یا محمد کا وظیفہ پڑھنے لگے۔ یہ جائز نہیں۔

۶۔ توسل اور دعا:

ایک اہم نزاعی مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کا توسل پکڑنا جائز ہے یا نہیں۔ اس میں میرا مسلک یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر مقبولان الٰہی کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما یا میری فلاں مراد پوری فرمادے۔

وسیلہ کی دوسری صورت:

بعض لوگ وسیلہ کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہو سکتی اس لئے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو کچھ مانگنا ہو ان سے مانگیں۔ چنانچہ یہ لوگ اپنی مرادیں اولیاء اللہ سے مانگتے ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ یہ اکابر بعطائے الٰہی ان کی مرادیں پوری کرنے پر قادر ہیں۔ میں نے خواجہ بہاوالحق زکریا ملتانی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، سلطان الہند خواجہ نظام الدین اولیاء اور دیگر اکابر اولیاء اللہ (قدس اللہ اسرارہم) کے مزارات پر لوگوں کو ان بزرگوں سے دعائیں مانگتے دیکھا ہے۔ میں اس فعل کو خالص جہالت سمجھتا ہوں اور یہ دراصل دو غلطیوں کا مجموعہ ہے۔ ایک یہ کہ ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ

عالی کو بھی دنیا کے شاہی درباروں پر قیاس کرلیا ہے۔ گویا جس طرح دنیا کے بادشاہوں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہوسکتی بلکہ امراء و وزراء کی وساطت اور چپڑاسیوں اور دربانوں کی منت کشی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدا کے دربار میں کوئی شخص براہ راست عرض ومعروض نہیں کرسکتا بلکہ اس کو درمیانی واسطوں کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کرنا سراسر غلط ہے اس لئے کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطوں کی ضرورت تو اس لئے پیش آتی ہے کہ وہ رعایا کی داد وفریاد خود نہیں سن سکتے۔ اور نہ ہر شخص اپنی آواز براہ راست ان تک پہنچا سکتا ہے۔ اس کے برعکس حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ دنیا کے سارے انسانوں فرشتوں جنات اور حیوانات میں سے ایک ایک کی آواز وہ اس طرح سنتے ہیں کہ گویا باقی ساری کائنات خاموش ہے اور صرف وہی ایک گفتگو کررہا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ نہایت تاریک رات میں سنگ سیاہ پر بھوری چیونٹی کے چلنے کی آواز بھی خدا تعالیٰ سنتے ہیں۔

پھر دنیا کے بادشاہوں تک ہر آدمی کی رسائی ممکن نہیں، مگر خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ ہر شخص سے اس کی رگ گردن سے بھی قریب تر ہیں۔ ایک بار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

اَقَرِیْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیْهِ اَمْ بَعِیْدٌ فَنُنَادِیْهِ ؟

ترجمہ: ہمارا رب ہم سے قریب ہے کہ ہم اسے آہستہ پکاریں یا دور ہے کہ زور سے پکاریں؟

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرة:۱۸۶) (تفسیر ابن کثیر ص۲۱۷ ج۱)

ترجمہ: اور جب میرے بندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے بارے میں دریافت کریں (کہ میں ان سے نزدیک ہوں یا دور؟) تو (ان کو بتایئے کہ) میں نزدیک ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ (تفسیر ابن کثیر ص۲۱۷ ج۱)

دوسری غلطی ان لوگوں سے یہ ہوئی کہ انہوں نے یوں سمجھ لیا کہ جس طرح شاہان دنیا کچھ مناسب واختیارات گورنروں اور ماتحت افسروں کو تفویض کر دیتے ہیں اور اس تفویض کے بعد انہیں زیر اختیار معاملوں میں بادشاہ سے رجوع کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ اپنے اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ان امور میں خود ہی فیصلے کیا کرتے ہیں۔ کچھ یہی صورت حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہی میں بھی ہوگی۔ اس نے بھی اس کائنات میں تصرف کے لئے کچھ اختیارات نبیوں، ولیوں، اماموں اور شہیدوں کو عطا کردیئے ہوں گے، اور خدائی کے جو محکمے باعطائے الٰہی ان بزرگوں کے سپرد کردیئے گئے ہیں وہ ان میں خود مختار ہیں۔ جو چاہیں کریں اور جس کو چاہیں دیں یا نہ دیں۔

لیکن یہ غلطی پہلی غلطی سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ دنیا کے بادشاہ یا سربراہان ممالک جو اختیارات اپنے ماتحت گورنروں یا افسروں کے حوالے کردیتے ہیں اس کی وجہ ان کا عجز وقصور ہے۔ کہ وہ اپنی قلمرو کے ہر چھوٹے بڑے کام کو خود کرنے سے قاصر اور معاونین کے محتاج ہیں۔ وہ اپنے گورنروں اور افسروں کی مدد کے بغیر نظام مملکت نہیں چلا سکتے۔ اس کے برعکس حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اسے کائنات کے ایک ایک ذرے کا علم بھی ہے اور اس پر قدرت بھی۔ کائنات کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہ ہے اور نہ اس کے حکم قضا وقدر سے آزاد ہے۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ثُمَّ قَرَاَ " وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ " (مشکوٰۃ ص۱۹۴)

ترجمہ: دعا ہی اصل عبادت ہے یہ ارشاد فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: "اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا سنوں گا۔" (مشکوٰۃ شریف ص۱۹۴)

ایک اور حدیث میں ہے: لَیْسَ شَیْءٌ اَکْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ

(مشکوٰۃ شریف ص۱۹۴)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی چیز قابل قدر نہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص۱۹۴)

یہ کہ آیا سلف صالحین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اہل قبور سے دعا کی درخواستیں کیا کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جو حضرات "سماع موتی" کے قائل نہیں تھے ان کا معمول تو ظاہر ہے یہ نہیں ہوسکتا تھا۔ اور جو حضرات اس کے قائل تھے ان میں سے بھی کسی کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ ان کا یہ معمول رہا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

یَا اَخِیْ لَا تَنْسَنَا مِنْ دُعَائِکَ (مسند احمد ص۲۹ ج۱ ص۵۹ ج۲)

ترجمہ: میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں مت بھولنا۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نبی وصدیق کی قبر پر جاکر ان سے دعا کی فرمائش کی ہو۔ اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین بھی ایک دوسرے سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے۔ مگر کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے کسی شہید کی قبر پر جاکر ان سے دعا کی درخواست کی ہو۔

امام ربانی مجدد الف ثانی (قدس سرہ) کا ارشاد ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین کمائی کام کرنیوالے کے ہاتھ کی کمائی ہے جب خیر خواہی کرے" (احمد)

ترجمہ: یہ فقیر ان بدعتوں میں کسی بدعت میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور بدعتوں میں سوائے ظلمت و کدورت اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ ''ہر نئی چیز (جو دین کے نام سے ایجاد کی جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے نقل کر کے حضرت مجدد فرماتے ہیں۔

ترجمہ: جب ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت میں حسن وخوبی کے کیا معنی؟

اس ناکارہ کے نزدیک حضرت مجدد کا یہ ارشاد آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور اس باب میں ''قول'' فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

۷۔ زیارت قبور

قبروں کی زیارت اور ان پر بجالائے جانے والے اعمال کا مسئلہ بھی محل نزاع ہے اس سلسلے میں میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کے لیے چند امور عرض کر دینا چاہتا ہوں۔

(۱) جاہلیت کی قبر پرستی سے نفرت دلانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں امت کو قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا۔ اور جب اس رسم کی بخوبی اصلاح ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴)

میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا۔ (اب وہ ممانعت منسوخ کی جاتی ہے) پس ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہیں۔ اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

اس لیے قبرستان میں جانے کی اجازت ہے۔ البتہ دو مسئلوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہ یہ اجازت مردوں اور عورتوں سب کو ہے یا صرف مردوں کو؟ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کو اجازت نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں خصوصیت سے فرمایا ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴)

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں''

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ارشاد اجازت سے پہلے کا ہے۔ اور اب مردوں کی طرح عورتوں کی بھی اجازت ہے صحیح یہ ہے کہ عورتوں کو ممانعت اس بناء پر کی گئی ہے۔ کہ یہ کم صبری اور کم علمی کی بناء پر وہاں جا کر جزع فزع نیز بدعات اور غیر شرعی حرکات کا ارتکاب کرنے سے باز نہیں رہ سکتیں۔ چونکہ ان کے جانے میں فتنے کا احتمال غالب تھا۔ اس لیے ان کو خصوصیت سے منع کر دیا گیا۔ تاہم اگر کوئی عورت وہاں جا کر کسی بدعت اور غیر شرعی حرکت کی مرتکب نہ ہو تو اس کو اجازت ہے مگر بوڑھی عورتیں جا سکتی ہیں جوان عورتوں کو نہیں جانا چاہیے۔

(فتاویٰ شامی ص ۲۴۲ ج ۲ طبع جدید مصر)

دوم: یہ کہ صرف اپنے شہر کے قبرستان کی زیارت کے لیے جانا صحیح ہے یا دوسرے شہروں میں اولیاء اللہ اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے لیے جانے کی بھی اجازت ہے؟ بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ آدمی دوسرے شہر میں گیا ہوا ہو۔ تو وہاں کی قبور کی بھی زیارت کر سکتا ہے مگر صرف قبور کی زیارت کے لیے جانا صحیح نہیں۔ لیکن امام غزالی اور دوسرے بہت سے اکابر فرماتے ہیں کہ اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں جا کر کوئی خلاف شرع کام نہ کرے۔ (حوالہ بالا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت قبور کا طریقہ یہ بتایا ہے۔ کہ جب آدمی قبرستان جائے تو اہل قبور کو ان الفاظ میں سلام کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَقَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ. اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ. نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ'' (مشکوۃ شریف ص ۱۵۴)

اس کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے۔ اور کچھ پڑھ کر ان کو ایصال ثواب کرے۔ حدیث شریفہ میں بعض خاص خاص صورتوں کے فضائل بھی آئے ہیں۔ بہر حال درود شریف، سورہ فاتحہ، آیت الکرسی، سورہ اخلاص اور دیگر جتنی سورتیں چاہے پڑھ کر ان کا ثواب بخشے۔ قبر پر یا تو بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرنی چاہیے یا قبر کی طرف پشت اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۰ ج ۵ کتاب الکراہیۃ)

۳۔ زیارت قبور کا اہم ترین مقصد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ قبروں کا منظر دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا یقین تازہ ہو۔ آدمی ان سے عبرت پکڑے۔ اپنی موت اور قبر کو یاد کرے۔ اور آخرت کی تیاری کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کرے۔ دوسرا مقصد اہل قرابت کا حق ادا کرنا۔ اور ان کو دعائے مغفرت اور ایصال ثواب سے نفع پہنچانا ہے۔ اور اہل اللہ کی قبروں کی زیارت سے ان کے فیوض و برکات سے خود مستفید ہونا اور جس راستے پر چل کر وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوئے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کا عزم کرنا ہے

(۴) شریعت نے قبروں کے معاملے میں افراط وتفریط کو روا نہیں رکھا۔ چنانچہ ان کی بے حرمتی سے منع فرمایا ہے۔ اور ان کی تعظیم میں مبالغہ وغلو کرنے سے بھی منع فرمایا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے ان پر قبے تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۴۸)

7

ایک حدیث میں ہے کہ نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو ......ایک اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کے بدن تک پہنچ جائے یہ اس کے لئے بہتر ہے بنسبت اس کے کہ کسی قبر پر بیٹھے۔

(۵) ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ کرنے ان پر کچھ لکھنے اور ان کو روندنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم صحابی رضی اللہ عنہ کو قبر سے ٹیک لگاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا "قبر والے کو ایذا نہ دے"۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۴۸، ۱۴۹)

۶۔ ان احادیث طیبہ سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبروں کی اہانت اور بے حرمتی بھی منظور نہیں اور ان کی بے جا تعظیم بھی......البتہ اگر قبر پر کوئی خلاف شریعت حرکت کی گئی ہو تو اس کا ازالہ ضروری ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس مہم پر روانہ فرمایا تھا کہ جس تصویر یا مورتی کو دیکھوں اس کو مٹا ڈالوں۔ اور جس قبر کو اونچا دیکھوں اس کو برابر کر دوں۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۴۸)

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پختہ قبریں بنانا یا ان پر قبے تعمیر کرنا جائز نہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں رفقاء (حضرت ابوبکر و عمرؓ) کی قبور شریفہ بھی پختہ نہیں۔ بلکہ کچی ہیں (مشکوۃ شریف ص ۱۴۹)

۷۔ اب ان اعمال کا جائزہ لیجئے جو ہمارے ناواقف عوام اولیاء اللہ کی قبروں پر بجالاتے ہیں۔ مثلاً قبروں پر غلاف ڈالنا، ان پر چراغ جلانا، ان کو سجدہ کرنا، ان کا طواف کرنا، ان کو چومنا، ان پر پیشانی اور آنکھیں ملنا، ان کے سامنے دست بستہ اس طرح کھڑے ہونا جس طرح نمازی خدا کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ ان کے سامنے رکوع کی طرح جھکنا، ان پر منتیں ماننا اور چڑھاوے چڑھانا وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ کو کبھی بزرگوں کے مزارات پر جانے کا اتفاق ہوا ہوگا تو آپ نے یہ سارے منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے۔ حالانکہ ہمارے اہل سنت اور ائمہ احناف کی کتابوں میں ان تمام امور کو ناجائز لکھا ہے۔

۸۔ پختہ مزارات اور ان کے قبے:

قبروں کو پختہ کرنے کی ممانعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اوپر نقل کر چکا ہوں، ہمارے ائمہ اہل سنت نے انہی ارشادات کی روشنی میں اسکے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ امام محمد (جو ہمارے امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور ان کے مذہب کے مدون ہیں) فرماتے ہیں:

ولا نری ان یزاد علی ماخرج منه ونکره ان یجصص او یطین ......ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن تربیع القبور و تجصیصها قال محمد :وبه ناخذ و هو قول ابی حنیفة (کتاب الاثار ص ۹۶)

اور ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلے اس سے زیادہ ڈالی جائے۔ اور ہم قبریں پختہ بنانے اور ان کی لپائی کو مکروہ جانتے ہیں......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو مربع بنانے اور انہیں پختہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ہمارا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے۔ (کتاب الاثار ص ۹۶)

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہر اونچی قبر کو منہدم کر کے اسے برابر کرنے کا حکم دیا تھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق میں نے مکہ مکرمہ میں ائمہ کو قبروں پر بنائی گئی عمارتوں کے منہدم کرنے کا حکم دیتے ہوئے دیکھا ہے......(شرح مسلم نووی ص ۳۱۲ ج ۱)

اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ حضرات اولیاء اللہ کے مزارات پر جو گنبد اور قبے بنے ہوئے ہیں۔ وہ اکابر اس سے بالکل بری ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اس فعل کو کبھی پسند فرمایا۔ نہ اس کی اجازت دی ہے۔ اور نہ اس کی وصیت فرمائی ہے اس کی ذمہ داری ان دنیادار امراء و سلاطین پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدسہ کی مخالفت کر کے اس فعل شنیع کو روا رکھا، اور اب تو لوگوں نے قبر کے پختہ ہونے اور اس پر شاندار روضہ تعمیر ہونے کو ولایت کا معیار سمجھ لیا ہے۔ ایسے بہت سے واقعات آپ کے علم میں ہوں گے کہ کسی تاجر قبر نے خواب یا الہام کا حوالہ دیکر کسی جگہ جعلی قبر بنا ڈالی اور لوگوں نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ انا لله و انا الیه راجعون. بہر حال حنفی مذہب کی قریباً تمام معتبر کتابوں مثلاً عالمگیری، قاضی خان، سراجیہ، درمختار، کبیری وغیرہ میں اس فعل کو ناجائز لکھا ہے۔

۹۔ قبروں پر چراغ جلانا:

قبروں پر چراغ اور قندیل روشن کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ممانعت فرمائی ہے بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم زَائِرَاتَ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسِّرَاجَ (مشکوۃ شریف ص ۷۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں پر جاتی ہیں اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

"اولیاء اللہ کی قبروں کو اونچا کرنا ان پر گنبد بنانا، ان کا عرس وغیرہ کرنا چراغ روشن کرنا یہ ساری چیزیں بدعت ہیں ان میں بعض حرام ہیں۔ اور بعض مکروہ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر شمع جلانے والوں پر اور سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ میری قبر کو عید اور مسجد نہ بنا لینا۔ مسجد میں سجدہ کیا کرتے تھے اور عید کا دن مجمع کے لیے سال میں ایک دن مقرر کیا گیا ہے

......رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس مقصد کے لیے بھیجا تھا کہ اونچی قبروں کو برابر کردیں اور جہاں تصویر دیکھیں اسے مٹادیں

۱۰۔قبروں پر طواف اور سجدہ وغیرہ:

ناواقف لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ان کا طواف کرتے ہیں ان کے آستانے کو چومتے ہیں۔یہ تمام افعال شرعاً ناجائز ہیں۔اور ہمارے ائمہ اہل سنت نے ان کو حرام وناجائز ہونے کی تصریح کی ہے۔اس لیے کہ طواف، سجدہ، رکوع، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا یہ سب عبادت کی شکلیں ہیں۔اور ہماری شریعت نے قبروں کی ایسی تعظیم کی اجازت نہیں دی ہے کہ پوجا کی حد تک پہنچ جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ پہلی امتیں اسی غلو سے گمراہ ہوئی ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان افعال سے بچنے کی تاکید اور وصیت فرمائی ہے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں فرماتے تھے:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (مشکوۃ شریف ص ۶۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود ونصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سنو! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں ولیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے خبردار! تم قبروں کو سجدہ کی جگہ نہ بنانا میں تمہیں منع کرتا ہوں۔(حوالہ بالا)

''یہود ونصاریٰ کے ملعون ہونے کا سبب یا تو یہ تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کی خاطر ان کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے اور یہ شرک جلی ہے ...... یا اسلیے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے مدفن میں اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھتے تھے۔اور نماز کی حالت میں قبروں کی طرف منہ کرتے اور ان پر سجدہ کرتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ وہ بیک وقت دو نیک کام کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم میں مبالغہ بھی۔اور یہ شرک خفی تھا۔کیونکہ یہ فعل مخلوق کی ایسی تعظیم کو متضمن تھا کہ جس کی اجازت نہیں دی گئی......پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا یا تو اس لیے کہ یہ فعل یہودیوں کی سنت کے مشابہ ہے یا اس لیے کہ اس میں شرک خفی پایا جاتا ہے''۔(حاشیہ: مشکوۃ شریف ص ۶۹)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''الفوز الکبیر'' میں فرماتے ہیں:

''اگر تم مشرکین کے عقائد واعمال کی پوری تصویر دیکھنا چاہو تو اس زمانے کے عوام اور جہلا کو دیکھو کہ وہ مزارات وآثار پر جاکر طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کس طرح کرتے ہیں۔اس زمانے کی آفتوں میں سے کوئی آفت نہیں جس میں اس زمانے میں کوئی نہ کوئی قوم مبتلا نہیں۔ان کے مثل اعتقاد نہیں رکھتی۔خدا تعالیٰ ہمیں ایسے عقیدوں اور عملوں سے بچائے۔

اور ارشاد الطالبین (ص ۸۱) میں فرماتے ہیں:

''وگرد قبور گردیدن جائز نیست۔کہ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف البیت صلوٰۃ طواف بیت اللہ حکم نماز دارد''

ترجمہ:''اور قبروں کے گرد چکر لگانا جائز نہیں کیونکہ بیت اللہ کا طواف نماز کا حکم رکھتا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے۔''

۱۱۔قبروں پر منتیں اور چڑھاوے:

بہت سے لوگ نہ صرف اولیاء اللہ سے مرادیں مانگتے ہیں، بلکہ ان کی منتیں بھی مانتے ہیں اگر ان کا فلاں کام ہوجائے تو ان کی قبر پر غلاف یا شرینی چڑھائیں گے یا اتنی رقم ان کی نذر کریں گے۔اس سلسلہ میں چند مسائل معلوم کرلینا ضروری ہیں۔

(۱) منت مانگنا اور نذر دینا عبادت ہے۔اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں۔ہمارے حنفیہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

ترجمہ:''جاننا چاہیے کہ اکثر عوام کی طرف سے مُردوں کے نام جو نذر مانی جاتی ہے۔اور اولیائے کرام کی قبروں پر روپے پیسے، شمع تیل وغیرہ، ان کے تقرب کی خاطر جو لائے جاتے ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔اور لوگ اس میں بکثرت مبتلا ہیں۔خصوصاً اس زمانے میں اور اس مسئلہ کو علامہ قاسم نے ''درالبحار'' کی شرح میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔''

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ایسی نذر کے باطل اور حرام ہونے کی کئی وجوہ ہیں ''ایک یہ کہ نذر مخلوق کے لئے ہے۔اور مخلوق کے نام کی منت ماننا جائز نہیں۔کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی۔دوم یہ کہ جس کے نام کی منت مانی گئی ہے وہ میت ہے اور مُردہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا...... سوم یہ کہ اگر نذر ماننے والے کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مرا ہوا شخص بھی تکوینی امور میں تصرف رکھتا ہے تو اس کا یہ عقیدہ کفر ہے۔(درالمختار ص ۱۳۹)

(۲) اگر کسی شخص نے ایسی نذر مان لی ہو تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں۔اگر پورا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔فتاویٰ عالمگیری، بحرالرائق اور دیگر فتاویٰ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ اگر کسی معصیت کی نذر مانی ہو تو وہ صحیح نہیں اور نہ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰۸ ج ۱)

(۳) اگر کسی شخص نے ایسی نذر مانی اور اسے پورا بھی کردیا تو وہ چیز غیر اللہ کے لئے نامزد ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی۔اور اس کا استعمال کسی شخص کے لئے بھی جائز نہیں ہوگا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوبات شریفہ دفتر سوم میں تحریر فرماتے ہیں:''جو جانور کہ بزرگوں کے نام پر دیتے ہیں اور ان کی قبروں پر جاکر ان جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔فقہی روایات میں اس امر کو بھی شرک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے عمر کے دل اور زبان پر حق جاری کیا ہوا ہے۔(ترمذی)

میں داخل کیا ہے اور اس سے بچنے کی بہت تاکید کی ہے۔ اور اس ذبح کو ان ذبیحوں کی جنس میں شمار کیا جاتا ہے جو جنات کے نام پر ذبح کئے جاتے ہیں اور شرعاً منع اور شرک کے دائرے میں داخل ہیں۔

(۴) اور اگر کسی شخص نے منت اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہو اور محض اس بزرگ کی روح کو ایصال ثواب مقصود ہو۔ یا وہاں کے فقراء کو نفع پہنچانا مقصود ہو تو اس کو حرام اور شرک نہیں کہا جائے گا۔ مگر عوام اس مسئلہ میں اور اس سے پہلے مسئلہ میں کوئی تمیز نہیں کرتے اس لئے اس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی اوپر جو عبارت لکھی گئی ہے اس کے بعد فرماتے ہیں۔

''اس عمل سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ شرک کا شائبہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی منت ماننے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ حیوان کے ذبح ہی کی منت مانی جائے اور اس کی ذبح کا ارتکاب کیا جائے۔ اور جنات کے نام ذبح کئے گئے جانور کے ساتھ اس کو ملحق کیا جائے اور جنات کی پرستش کرنے والوں سے مشابہت کی جائے۔''

اگر کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے نام پر اتنے روپے کی شرینی یا اتنا کپڑا یا اتنا غلہ..... خواجہ بہاء الحق زکریا ملتانی کی خانقاہ کے فقیروں میں تقسیم کروں گا۔ اور اس کا ثواب حضرت خواجہ قدس سرہ کو پہنچاؤں گا۔ تو اس کی نذر صحیح ہے۔ لیکن اگر اس کا وہ کام پورا ہو جائے تو ضروری نہیں ہے کہ انہی فقیروں پر یہ چیز تقسیم کرے، جن کا اس نے نام لیا تھا۔ بلکہ اتنی شیرینی اتنا غلہ۔ اتنا روپیہ وغیرہ خواہ کسی بھی فقیر کو دے دے اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ اور اس کا ثواب حضرت خواجہ کو پورا ملے گا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اسی مکتوب ۴۱ دفتر سوم میں آگے لکھتے ہیں:

''اسی (نذر لغیر اللہ) کی قسم سے عورتوں کے وہ روزے بھی ہیں جو وہ پیروں اور بیبیوں کی نیت سے رکھتی ہیں۔ اکثر ان کے نام اپنی طرف سے گھڑ کر ان کے نام پر اپنے روزوں کی نیت کرتی ہیں اور افطار کے وقت ہر خاص روزہ کے لئے ایک مخصوص طریقہ مقرر کرتی ہیں اور ان روزوں کے لئے دنوں کا تعین بھی کرتی ہیں۔ اپنے مقاصد و مطالب کو ان روزوں کے ساتھ وابستہ کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلے سے ان پیروں اور بیبیوں سے اپنی مرادیں مانگتی ہیں۔ اور اپنی مرادوں کا پورا ہونا انہی کی طرف سے سمجھتی ہیں اور یہ عبادت میں شرک ہے اور غیر اللہ عبادت کے وسیلے سے اس غیر اللہ سے اپنی مرادیں مانگتا ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ جب اس فعل کی برائی ظاہر کی جائے تو بعض عورتیں جو کہا کرتی ہیں کہ ''ہم یہ روزے خدا کے لئے رکھتی ہیں اور ان کا ثواب پیروں کو بخشتی ہیں''۔ یہ نرا بہانہ ہے۔ اگر یہ اس بات میں سچی ہیں تو ان روزوں کے لئے دنوں کا تعین کس لئے؟ اور افطار کے لئے خاص قسم کے کھانوں کی تخصیص اور طرح طرح کی شکلوں کی تعیین کیسی؟

ترجمہ: ''منتیں نہ مانا کرو کیونکہ منت تقدیر کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتی۔ اس کے ذریعہ سے تو بخیل کا مال نکالا جاتا ہے'' (مشکوٰۃ شریف ص ۲۹۷)

۱۲۔ عید میلاد النبیؐ:

۱۲ ربیع الاول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ''جشن عید'' منایا جاتا ہے۔ اور آجکل اسے اہل سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے۔ اس کے بارے میں بھی چند ضروری نکات عرض کرتا ہوں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روح ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمہ چشم بصیرت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صغر سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و فکر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت و نماز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد و تقویٰ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و خشیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح و جنگ، خفگی و غصہ، رحمت و شفقت، تبسم و مسکراہٹ۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت و سکون امت کے لئے اسوۂ حسنہ اور اکسیر ہدایت ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا امت کا فرض ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب و اصحاب، ازواج و اولاد، خدام و عمال، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس و پوشاک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیاروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے۔ کیونکہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک ولادت شریفہ سے لیکر قبل از نبوت تک کا۔ اور دوسرا بعثت سے لیکر وصال شریف تک کا۔ پہلے حصے کے جستہ جستہ بہت سے واقعات اور حیات طیبہ کا دوسرا حصہ ...... جسے قرآن کریم نے امت کے لئے ''اسوۂ حسنہ'' فرمایا ہے...... اس کا مکمل ریکارڈ حدیث و سیرت کی شکل میں محفوظ ہے اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہمہ خوبی و زیبائی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے عمر کی زبان اور دل پر حق رکھا ہوا ہے۔ (ابن حبان)

ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم
بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس امت مرحوم کی بلند ترین سعادت ہے۔ کہ ان کے پاس ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل وثبوت کے ساتھ نشاندہی کر سکتی ہے۔ کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟......... اس کے برعکس آج دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو...... یہ نکتہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے اس لئے یہاں صرف اسی قدر اشارے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر و باطن پر اسی طرح آویزاں کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی کی صورت وسیرت، چال ڈھال، رفتار و گفتار، راہ و کردار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مرقع بن جائے۔ اور دیکھنے والوں کو نظر آئے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ آپ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لمحات حیات میں ایک نوجوان ان کی عیادت کے لئے آیا۔ واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا برخوردار تمہاری چادر ٹخنوں سے نیچی ہے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے...... ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اپنانے کا اس قدر شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر حج میں پڑاؤ کیا تھا وہاں اترتے۔ جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا۔ اس درخت کے نیچے آرام کرتے اور جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطرتی ضرورت کے لئے اترتے تھے خواہ تقاضا نہ بھی ہوتا تب بھی وہاں اترتے۔ اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے اس کی نقل اتارتے...... رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جن کے دم قدم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ صرف اوراق کتب کی زینت نہیں رہی۔ بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی۔ اور اس کی بوئے عنبرین نے مشام عالم کو معطر کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے۔ نہ وہ انکی لغت سے آشنا تھے مگر ان کی شکل وصورت اخلاق و کردار اور اعمال ومعاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بے دام بن گئے۔ یہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی کشش تھی۔ جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے اعمال سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ سلف صالحین نے کبھی سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے نہیں کئے اور نہ میلاد کی محفلیں سجائیں اس لئے کہ وہاں ہر روز "روز عید" اور ہر شب "شب برات" کا قصہ تھا۔ ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی "سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی جب ان کی ہر محفل ومجلس کا موضوع ہی سیرت طیبہ تھا۔ اور جب ان کا ہر قول وعمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آ سکتی تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بعد ہوتا گیا عمل کی بجائے قول کا اور کردار کی بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا...... الحمد للہ یہ امت کبھی بانجھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گذرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسو کا کل سنوارتے ہیں۔ اور ان کے لئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت ملک سلیمان اور گنج قارون سے زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن مجھے شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ کم ہیں جب کہ ہم میں سے اکثریت مجھ ایسے بدنام کنندہ گوڑوں اور نعرہ بازوں کی ہے جو سال میں ایک دوبار سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں۔

کہ ان کے ذمے ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا وہ قرض انہوں نے پورا ادا کر دیا اور اب ان کے لئے شفاعت واجب ہو چکی ہے۔ مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دور دور تک سیرت طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کر ڈالا ہے۔ اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لمحہ اس کی مشق جاری رہتی ہے۔ مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مٹنے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی۔ وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس قوالی کے دو چار نغمے سننے، نعت شریف کے دو چار شعر پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

۵۔ میلاد کی محفلوں کے وجود سے امت کی چھ صدیاں خالی گزرتی ہیں اور ان چھ صدیوں میں جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں مسلمانوں نے کبھی "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے کوئی جلسہ یا "میلاد" کے نام سے کوئی محفل نہیں سجائی۔ "محفل میلاد" کا آغاز سب سے پہلے ۶۰۲ھ میں سلطان ابوسعید مظفر اور ابوالخطاب ابن وحیہ نے کیا۔ جس میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں۔

۱۔ ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین　　۲۔ علماء وصلحاء کا اجتماع

۳۔ اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب۔ ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق وکذاب لکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ آسمان پر یہ بات پسند نہیں کرتا کہ ابوبکر زمین میں خطا کرے۔ (تذکرۃ)

ہے۔اور بعض نے عادل وثقہ۔ واللہ اعلم۔

جب یہ نئی رسم نکلی تو علماء امت کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز کی بحث چلی۔ علامہ فاکہانی اور ان کے رفقاء نے ان خود ساختہ قیود کی بناء پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے بدعت سیئہ قرار دیا۔ اور دیگر علماء نے سلطان کی ہمنوائی کی اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز واستحسان کا فتویٰ دیا۔ جب ایک بار یہ رسم چل نکلی تو نہ صرف علماء وصلحاء تک محدود رہی بلکہ عوام کے دائرے میں آ کر ان کی نئی نئی اختراعات کا تختۂ مشق بنتی چلی گئی۔ آج ہمارے سامنے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو ترقی یافتہ شکل موجود ہے۔ اور ابھی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس میں مزید کتنی ترقی مقدر ہے۔ اب ہمیں اس کا جائزہ لینا ہے۔

۶۔ سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ جو فعل صحابہ رضوان علیہم اجمعین وتابعینؒ کے زمانے میں کبھی نہیں ہوا بلکہ جس کے وجود سے اسلام کی چھ صدیاں خالی چلی آئی ہیں۔ آج وہ ''اسلام کا شعار'' کہلاتا ہے۔ اسی شعار اسلام کو زندہ کرنے والے ''عاشقان رسول'' کہلاتے ہیں۔ اور جو لوگ اس نوایجاد شعار اسلام سے نا آشنا ہوں ان کو دشمن رسول تصور کیا جاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

کاش ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے خود تراشیدہ ''شعار اسلام'' سے محروم رہے ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔ کیا وہ سب نعوذ باللہ دشمنان رسول تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کونسا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لئے شعار اسلام بنا دیا۔ جس سے چھ صدیوں کے مسلمان نا آشنا تھے؟ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کر دو اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کر ڈالو؟

۷۔ دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیان مذہب کی برسی منانے کا معمول تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر ''عید میلاد'' منائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کر دیا تھا۔ اور اس میں دو حکمتیں تھیں۔ ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح اور مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اسلام اس کی ظاہری سج دھج نمود ونمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں۔ وہ اس شور وشغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے اور عقائد حقہ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تربیت ہے۔ ''انسان سازی'' کا کام کرتا ہے اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ع جگمگاتے ہیں در و دیوار دل بے نور ہیں۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ وبار نہیں لاتا۔ بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرہ طوبیٰ ہے۔ جس کا پھل اور سایہ دائم وقائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ ہیں۔ اکلھا دائم و ظلھا کہنا بجا ہے۔ اس کی دعوت اور اس کا پیغام اور کسی تاریخ کا مرہون منت نہیں ہے۔ بلکہ آفاق وازمان کو محیط ہے۔

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دو چار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایسی قد آور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے۔ اسلام کے پاس کم وبیش سوا لاکھ کی تعداد تو ان انبیاء کی ہے جو انسانیت کے ہیرو ہیں۔ اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ ہے۔ ان کی تعداد بھی سوا لاکھ سے کیا کم ہو گی۔ پھر اس کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں رشد وہدایت کے مینارہ نور ہیں۔ اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا ہے تو غور کیجئے اس امت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ایک لمحہ کی بھی فرصت ہوتی؟

چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے بعد چھ صدیوں تک امت کا مزاج اس کو قبول نہ کر سکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے جس میں فرزندان تثلیث نے صلیبی جنگیں لڑیں اور مسیحیت کے ناپاک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روندڈالا۔ ادھر مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی وخارجی فتنوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑ گیا تھا۔ ادھر مسیحیت کا عالم اسلام پر فاتحانہ حملہ ہوا اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا سا احساس کمتری پیدا ہوا۔ اس لئے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ''یوم ولادت'' کا جشن منانے لگی۔ یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا۔ تاہم جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں امت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر آج تک علماء امت نے اسے ''بدعت'' قرار دیا۔ اور اسے ''ہر بدعت گمراہی ہے'' کے زمرے میں شمار کیا۔

۸۔ اگرچہ ''میلاد'' کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کئے۔ لیکن کسی

کو یہ جراءت نہیں ہوئی کہ اسے عید کا نام دیتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ میری قبر کو ''عید'' نہ بنانا۔

ستم یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے۔ بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں بعض ۸ ربیع الاول اور مشہور ۱۲ ربیع الاول ہے۔ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔ گویا ہم نے ''جشن عید'' کے لئے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے داغ مفارقت دے گئے۔ اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ ''جشن عید'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ مناتے ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شاید اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔ بہر حال میں اس دن کو ''عید'' کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا بلکہ اس کو صاف صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ ''عید'' اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

۹۔ اور پھر یہ ''عید'' جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مطابق منائی جاتی ہے وہ بھی لائق شرم ہے۔ بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں۔ موضوع اور منگھڑت قصے اور کہانیاں جن کا حدیث وسیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں بیان کی جاتی ہیں۔ شور وشغب ہوتا ہے۔ نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نہ معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو بدعت ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپ کی عظمت وتقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھایہ جاتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بنفس نفیس تشریف بھی لاتے ہیں۔ فیاغربۃ الاسلام۔ (ہائے۔ اسلام کی بے چارگی)

۱۰۔ اب میں اس ''عید میلاد النبی'' کا آخری کارنامہ عرض کرتا ہوں۔

کچھ عرصہ سے ہمارے کراچی میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور بیت اللہ کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فیا اسفاہ......

ذرا سوچئے! جو مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے اس کا ارشاد اس ہزاروں لاکھوں روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی کپڑا مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کی بجائے اگر یہی رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لئے غرباء ومساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمائش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے۔ ان سینکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کئے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے رہنماؤں کو سجتی ہے۔ جس کے بہت سے افراد وخاندان نان شبینہ سے محروم اور جان وتن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟ اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سن کر تڑپ جاتے تھے۔ آج کیمونزم اور لادین سوشلزم اسلام کو دانت دکھلا رہا ہے۔ جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے ''اخوان الشیاطین'' فرمایا تھا۔ مگر ہماری فاسد مزاجی میں اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بناڈالا۔

ع ''بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت''

دوسرے اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رافضی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے ہیں اور اس موقعہ پر تازیہ علم اور دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں انہوں نے جو کچھ حسین اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا۔ انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہء اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضہء اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے۔ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی ہم نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ ''میری قبر کو عید نہ بنا لینا'' اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنا لیا تھا۔'' (حجۃ اللہ البالغہ)

اور ''البحر الرائق'' کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ''جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ''جشن عید میلاد'' کے نام پر جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں۔ اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جارہا ہے۔ یہ اسلام کی دعوت اس کی روح اسکے مزاج کے یکسر منافی ہے۔ میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئیداد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا

گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟ بہر حال میں اس کو نہ صرف "بدعت" بلکہ "تحریف فی الدین" تصور کرتا ہوں۔

۱۳۔ سنت اور اہل سنت:

دیوبندی بریلوی اختلاف کے اہم مسائل پر کتاب وسنت اور ائمہ اہل سنت کا نکتہ نظر آپ کے سامنے آ چکا ہے۔ چونکہ گزشتہ سطور میں کئی جگہ سنت وبدعت کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ میں سنت اور بدعت کے بارے میں چند امور عرض کردوں تا کہ آپ کو یہ معلوم کرنے میں دقت پیش نہ آئے کہ اہل سنت کون ہیں۔

ا۔ سنت وبدعت باہم متقابل ہیں۔ جب کہا جائے کہ فلاں چیز سنت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ "بدعت" نہیں اور جب کہا جائے کہ یہ چیز "بدعت" ہے تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہ چیز خلاف سنت ہے۔

۲۔ میرا آپ کا اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک طرف گزشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں تو دوسری طرف آئندہ قیامت تک کے لئے نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہٗ کی پسند ناپسند معلوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی اور راستہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند وناپسند کا جو آئین دیا۔ اس کا نام دین شریعت ہے۔ جس کی تکمیل کا اعلان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے تین مہینے پہلے میدان عرفات میں کر دیا اب نہ اس دین میں کمی ہو سکتی ہے اور نہ کسی اضافے کی گنجائش ہے۔

(۳) ایک حدیث میں ارشاد ہے میرے صحابہ کی عزت کرو۔ کیونکہ وہ تم میں سب سے پسندیدہ لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔ اس کے بعد جھوٹ کا ظہور ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میرا جو صحابی کسی زمین میں فوت ہوگا۔ وہ قیامت کے دن لوگوں کا قائد اور نور بن کر اٹھے گا۔ (حوالہ بالا)

(۴) الغرض کسی چیز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تعامل اس کے سنت ہونے کی دلیل ہے۔ اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین زمانے کے لوگوں کو خیر القرون کے لوگ فرمایا ہے۔ یعنی میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے شاگرد ان کے شاگردوں کے شاگرد (ان کو تابعین اور تبع تابعین کہا جاتا ہے) اس لیے ان تین زمانوں میں بغیر کسی روک ٹوک کے جس چیز پر مسلمانوں کا عمل درآمد رہا وہ سنت کے دائرے میں آتی ہے۔

(۵) اسی طرح مثلاً قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کے بہت سے فضائل آئے ہیں۔ تو جن ذرائع سے جہاد کیا جاتا ہے۔ اور جو ہتھیار جہاد میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کو اختیار کرنا محض اس لیے بدعت نہیں کہلائے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک دور میں یہ آلات و ذرائع نہیں تھے کیونکہ خود مقصود بالذات نہیں نہ ان کو بذات خود دین سمجھ کر کیا جاتا ہے

اسی طرح سفر حج بہت بڑی عبادت ہے۔ مگر سفر کے جدید ذرائع اختیار کرنا بدعت نہیں۔ کیونکہ ہوائی جہاز یا بحری جہاز میں بیٹھنے کو بذات خود عبادت نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ عبادت کے حصول کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۶) بدعت کی دو قسمیں ہیں ایک اعتقادی دوسری عملی.......... اعتقادی بدعت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی شخص یا گروہ ایسے عقائد ونظریات رکھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے خلاف ہوں۔

عملی بدعت یہ کہ کسی عقیدے میں تو تبدیلی نہ ہو۔ مگر بعض اعمال ایسے اختیار کیے جائیں جو سلف صالحین سے منقول نہیں۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کی جتنی مذمت فرمائی ہے شائد کفر وشرک کے بعد کسی اور چیز کی اتنی برائی بیان نہیں فرمائی...... اس سلسلہ کی ایک دو حدیثیں میں مضمون کے شروع میں نقل کر چکا ہوں۔ اور اگر مزید نقل کروں گا تو یہ مضمون مزید طویل ہو جائے گا۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردود وملعون اور ضلالت و گمراہی فرمایا ہے۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص بدعت ایجاد کرے یا اس میں مبتلا ہو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کس قدر ذلیل آدمی ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اس کا کوئی فرض ونفل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی صاحب بدعت کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد دی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص الجماعت سے ایک بالشت بھی دور ہٹا اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱)

ان ارشادات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بظاہر معمولی سی بدعت سے بھی کس قدر نفرت تھی۔

رہا یہ کہ بدعت اس قدر مبغوض چیز کیوں ہے۔

الغرض جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین نے نہیں کیا آج جو شخص اس کو عبادت اور دین بتاتا ہے۔ وہ نہ صرف سلف صالحین پر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر حملہ کرتا ہے پس ایسے شخص کے مردود ہونے میں کیا شبہ ہے؟

جب کوئی قوم کوئی سی بدعت ایجاد کر لیتی ہے۔ تو اس کی مثل سنت اس

سے اٹھالی جاتی ہے۔اس لیے چھوٹی سے چھوٹی سنت پر عمل کرنا بظاہر اچھی سے اچھی بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اور سنت سے اس محرومی کا سبب یہ ہے کہ بدعت میں مبتلا ہونے کے بعد قلب کی نورانیت وصلاحیت زائل ہو جاتی ہے۔آدمی حق وباطل کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔اس کی مثال اسی اناڑی کی سے ہو جاتی ہے۔جس کو کسی نو سرباز نے روپیہ بڑھانے کا جھانسہ دے کر اس سے اصلی نوٹ چھین لیے ہوں۔اور جعلی نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ میں تھمادی ہو۔وہ احمق خوش ہے کہ اسے ایک کے بدلے میں سول گئے مگر یہ خوشی اسی وقت تک ہے جب تک وہ انہیں لے کر بازار کا رخ نہیں کر لیتا۔

بازار جاتے ہی اس کو نہ صرف کاغذ کے ان بے قیمت پرزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ بلکہ جعلی کرنسی کے الزام میں اسے ہتھکڑی بھی لگادی جائے گی.........خوب سمجھ لیجیے کہ آخرت کے بازار میں صرف اور صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا سکہ چلے گا۔اور جن لوگوں نے بدعتوں کی جعلی کرنسیوں کے انبار لگا رکھے ہیں وہاں ان کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہوگی۔ بلکہ سکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں جعلی کرنسی بنانے اور رکھنے کے الزام میں پابند سلاسل کر دیئے جائیں گے۔

اور امام ربانی مجدد الف ثانی لکھتے ہیں

بندہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ سے تضرع اور زاری التجاوافتقار اور ذلت وانکسار کے ساتھ خفیہ اور اعلانیہ درخواست کرتا ہے۔کہ دین میں جو نئی بات پیدا کی گئی ہے اور جو بدعت بھی گھڑلی گئی ہے۔جو کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانے میں نہیں تھی۔اگر چہ وہ چیز روشنی میں سفید وصبح کی طرح ہو۔اللہ تعالیٰ اس بندہ ضعیف اور اس کے متعلقین کو اس نئے ایجاد شدہ کام میں گرفتار نہ فرمائے۔اور اس کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔بطفیل سید مختار اور آل ابرار۔علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ ناکارہ حضرت مجدد کی یہ دعا اپنے لیے آپ کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دہراتا ہے۔

پس جو لوگ بدعات ایجاد کرتے ہیں۔ وہ دراصل دین اسلام کے چہرہ کو مسخ کرتے ہیں۔اور اس میں تحریف اور تغیر وتبدل کا راستہ کھولتے ہیں مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کا خود وعدہ فرمایا ہے اس لیے اپنی رحمت سے اس بات کا خود ہی انتظام فرمادیا ہے۔کہ یہ دین ہر دور میں انسانی خواہشات کی آمیزش اور بدعات کی ملاوٹ سے پاک ہے اور اہل بدعت جب بھی اس کے حسین چہرے پر بدعات کا گردوغبار ڈالنے کی کوشش کریں علمائے ربانیین کی ایک جماعت فوراً اسے جھاڑ پونچھ کر صاف کردے۔آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ہر آئندہ نسل میں اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے۔جو اس غلو کرنے والوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط دعووں اور جاہلوں کی تاویلوں کو صاف کرتے رہیں گے۔(مشکوٰۃ شریف ص ۳۶)

(۸) شاید آپ دریافت کریں گے کہ یہ لوگ دین میں نئی نئی جدتیں کیوں نکالتے ہیں؟ اور ان کو خدا کا خوف اس سے کیوں مانع نہیں ہوتا؟ اس کو سمجھنے کے لیے مناسب ہوگا کہ ایجاد بدعت کے اسباب ومحرکات کا مختصر سا جائزہ لیا جائے۔

عوام کی نظریں چونکہ ظاہری سطح تک محدود ہوتی ہیں۔اس لیے وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے عاشق نہیں ہوتے جس قدر کہ بدعات و خرافات پر فریفتہ ہوتے ہیں.........اور جو لوگ عوام کی اس نفسیاتی کمزوری سے آگاہ ہیں انہیں بدعات کی ایجاد کے لیے تیار شدہ فصل مل جاتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تو اس لعین نے قسم کھا کر کہا کہ یا اللہ! آپ نے آدم علیہ السلام کی وجہ سے مجھے مردود بنادیا ہے میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ جب تک دم میں دم ہے اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔حق تعالیٰ شانہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں بھی اپنی عزت اور بلندی مرتبت کی قسم کھاتا ہوں کہ انہوں نے خواہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کیے ہوں جب تک میری بارگاہ میں آکر معافی مانگتے رہیں گے کہ یا اللہ ہم سے حماقت ہوئی۔معاف کر دیجئے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔(مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۴)

الغرض توبہ واستغفار نے شیطان کی کمر توڑ رکھی تھی۔اور اسے بڑے بڑے پاپ کرانے کے بعد بھی انسانوں کے بارے میں یہ خطرہ رہتا تھا کہ:

تر دامنی پہ اپنی اے زاہد نہ جائیو!
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ آخری زمانے میں بہت سے جھوٹے دجال فریبی ہوں گے وہ تمہیں ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے۔ان سے بچتے رہو۔وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔(مشکوٰۃ ص ۲۸)

(۹) اب میں چند اصول عرض کرتا ہوں جن سے سنت وبدعت کے امتیاز میں مدد مل سکے گی.........اس کا اصل الاصول تو میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔کہ جو چیز سلف صالحین کے زمانے میں نہیں تھی اسے دین سمجھ کر اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔تاہم اس اصول کو چند ذیلی اصولوں کے تحت ضبط کیا جاسکتا ہے۔

اوّل: شریعت نے ایک چیز ایک موقعہ پر تجویز کی ہے جب ہم محض اپنی رائے اور خواہش سے اس کو دوسرے موقعہ پر تجویز کریں گے۔تو وہ بدعت بن جائے گی۔ مثلاً درود شریف نماز کے آخری التحیات میں پڑھا جاتا ہے اگر ہم اجتہاد لڑائیں کہ درود شریف کوئی بری چیز تو نہیں اگر اس کو

پہلی التحیات میں پڑھ لیا جائے تو کیا حرج ہے تو ہمارا یہ اجتہاد غلط ہوگا۔ اور پہلی التحیات میں درود شریف پڑھنا بدعت کہلائے گا۔ فقہاء امت نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص بھولے سے پہلی التحیات میں درود شریف شروع کرے تو اگر صرف اللھم صلی علیٰ تک پڑھا تو سجدہ سہوہ واجب نہیں ہو گا۔ کیونکہ فقرہ مکمل نہیں ہوا۔ لیکن اگر علیٰ محمد تک پڑھ لیا ہے۔ تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔ اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ لوٹانی ہوگی۔

یا مثلاً کوئی شخص یہ اجتہاد کرے کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' روضہ ءاقدس پر پڑھا جاتا ہے۔ اگر کوئی اپنے وطن میں بیٹھا یہی پڑھتا رہے تو کیا حرج ہے؟ اس کا یہ اجتہاد بھی ''بدعت'' کہلائے گا۔ اس لئے کہ فقہائے امت نے ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجنے کا ایک خاص موقعہ مقرر کر دیا ہے۔ اگر اس موقعہ کے علاوہ بھی یہ صحیح ہوتا تو شریعت اس کی اجازت دیتی اور سلف صالحین اس پر عمل کرتے۔

اسی کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سالم بن عبید صحابی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک صاحب کو چھینک آئی تو اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے فرمایا ''تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی'' وہ صاحب اس سے ذرا بگڑے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو وہی بات کہی ہے جو ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کسی کو چھینک آتی اور وہ...... ''السلام علیکم'' کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ ''تجھ پر بھی اور تیری ماں پر بھی'' ......اور پھر ارشاد فرماتے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے ''الحمدللہ'' کہنا چاہئے۔ سننے والوں کو ''یرحمک اللہ'' کہنا چاہئے اور اسے جواب میں پھر ''یغفر اللہ لی ولکم '' کہنا چاہئے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۰۶)

مطلب یہ کہ ''السلام علیکم'' کا جو موقعہ شریعت نے تجویز کیا ہے اس سے ہٹ کر دوسرے موقعہ پر سلام کہنا ''بدعت'' کہلاتا ہے۔

اسی کی ایک مثال قبر پر اذان کہنا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ شریعت نے نماز پنجگانہ اور جمعہ کے سوا عیدین، کسوف وخسوف، استسقاء اور جنازہ کی نمازوں کے لئے اذان و اقامت تجویز نہیں کی۔ اب اگر کوئی شخص اجتہاد کرے کہ جیسے پانچ نمازوں کے اعلان و اطلاع کے لئے اذان کی ضرورت ہے وہی ضرورت یہاں بھی موجود ہے۔ لہٰذا ان نمازوں میں اذان کہنی چاہئے تو اس کا یہ اجتہاد صریح غلط ہوگا۔ اس لئے کہ جو مصلحت اس کی عقل شریف میں آتی ہے اگر وہ لائق اعتبار ہوتی تو شریعت ان موقعوں پر بھی ضرور اذان کا حکم دیتی۔

اس کی ایک مثال نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج ہے۔ شریعت نے باہر سے آنے والے کے لئے سلام اور مصافحہ مسنون ٹھہرایا ہے۔ مگر مجلس میں بیٹھے بیٹھے لوگ اچانک ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کرنے لگیں۔ سلف صالحین میں اس لغو حرکت کا رواج نہیں تھا۔ بعد میں نہ جانے کس مصلحت کی بناء پر بعض لوگوں میں فجر، عصر، عیدین اور دوسری نمازوں کے بعد مصافحہ کا رواج چل نکلا۔ جس پر علماء اہل سنت کو اس کے ''بدعت'' ہونے کا فتویٰ دینا پڑا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ باب المصافہ میں لکھتے ہیں۔

یہ جو لوگ عام نمازوں کے بعد یا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی سنت نہیں ''بدعت'' ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص۲۲ ج۴)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا کہ ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرفتوح کے ایصال ثواب کے لئے اور محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کے ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''اس کام کے لئے دن وقت اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے ہاں! اگر ایسے وقت عمل کیا جائے جس میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً ماہ رمضان کہ اس میں بندہ مومن کا عمل ستر گناہ بڑھ جاتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب فرمائی ہے۔ بقول امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ جو چیز کہ صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کی ترغیب نہیں دی اور اس کا وقت مقرر نہیں فرمایا وہ فعل عبث ہے۔ اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف رہے......اور جو چیز مخالف سنت ہو وہ حرام ہے، ہرگز روا نہ ہوگی اور اگر کسی کا جی چاہتا ہے تو خفیہ طور پر خیرات کر دے، جس دن بھی چاہے۔ تا کہ نمود و نمائش نہ ہو۔

اسی قاعدے کی بناء پر علماء اہل سنت نے تیجا، ساتواں، نواں، چالیسواں کرنے کی رسم کو بدعت کہا ہے۔

جہری نمازوں میں بھی سبحانک اللھم۔ اعوذ باللہ آہستہ پڑھی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی بھی جہراً قراءت کرنے لگے تو یہ جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے نے ان سے دریافت کیا کہ نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا۔ بیٹا! یہ بدعت ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھا کرتے تھے۔

یا مثلاً شریعت میں نماز جنازہ کا ایک خاص طریقہ تجویز فرمایا ہے مگر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اس موقعہ پر اجتماعی دعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا اور اس کو ایک سنت بنا دینا بدعت ہوگا۔ جنازے کے بعد دعا کرنی ہو تو نماز جنازہ کے بعد فوراً کسی تاخیر کے بغیر جنازہ اٹھاتے اور لے جاتے ہوئے ہر شخص اپنے طور پر دعا کرے۔

دعا مانگنا ہو تو قبر پر خوب مانگی جائے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا سب سے بہتر نام ابوتراب ہے (علیؓ سے فرمایا) (مجمع)

جنازے کی جو کیفیت منقول ہے اس میں ردو بدل کی اجازت نہیں۔(ناشر)

مجھے توقع ہے کہ موٹی موٹی بدعات انہی اصولوں کے ذیل میں آجاتی ہیں اوران سب کا اصل الاصول وہی ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔یعنی جو فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ سے منقول نہ ہو۔اسے دین کی حیثیت سے کرنا بدعت ہے۔اس لئے اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے یہاں چند ضروری فوائد لکھ دینا چاہتا ہوں۔

اول: بعض لوگ غلط سلط روایات سے بعض بعض بدعات کا جواز ثابت کیا کرتے ہیں اس لئے وہ قاعدہ یاد رکھنا چاہئے جو صاحب درمختار نے خیرعملی سے اور ابن عابدین شامی نے تقریب سیوطی سے نقل کیا ہے کہ کمزور روایت پر عمل کرنے کی تین شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ وہ روایت بہت زیادہ کمزور نہ ہو مثلاً اس کو کوئی راوی جھوٹا یا جھوٹ سے متہم ہو۔دوسرے یہ کہ وہ چیز شریعت کے کسی عام اصول کے تحت داخل ہو۔تیسرے یہ کہ اس کو سنت نہ سمجھا جائے۔(ردالمحتار ص ۱۲۸ ج ۱)

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اذان و اقامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں۔اور اس کے ثبوت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔بدقسمتی سے اس میں مذکورہ بالا تین شرطوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔

اول تو وہ روایت ایسی مہمل ہے کہ ماہرین علم حدیث نے اس کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔

دوسرا یہ روایت اصل دین میں سے کسی اصل کے تحت داخل نہیں۔

تیسرے اس کو کرنے والے نہ صرف سنت سمجھتے ہیں بلکہ دین کا اعلیٰ ترین شعار تصور کرتے ہیں اور علامہ شامی اور دیگر اکابر نے ایسا کرنے کو افتراء علی الرسول قرار دیا ہے۔

جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے یہ نہیں سوچا کہ اذان و اقامت دن میں ایک مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ دس مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔اگر اذان و اقامت کے وقت انگوٹھے چومنا سنت ہوتا تو جس طرح اذان و اقامت مسلمانوں میں متواتر چلی آتی ہے اور میناروں پر گونجتی ہے اسی طرح یہ عمل بھی مسلمانوں میں متواتر ہوتا۔حدیث کی ساری کتابوں میں اس کو درج کیا جاتا اور مشرق سے مغرب تک پوری امت اس پر عمل پیرا ہوتی۔

دوم جو عمل بذات خود مباح ہو مگر اس میں بدعت کی آمیزش ہو جائے یا اس کو سنت سمجھا جانے لگے تو اس کا کرنا جائز نہیں۔

ترجمہ: سجدہ شکر مستحب ہے اسی پر فتویٰ ہے لیکن نمازوں کے بعد مکروہ ہے۔کیونکہ جاہل لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ بیٹھیں گے اور ہر مباح جس کا یہ نتیجہ ہو وہ مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسی بات کو، جو دین نہیں، دین میں ٹھونسنے کے مترادف ہے۔

(ردالمحتار ص ۱۲۰، ج ۲)

سوم: ایک چیز بذات خود مستحب اور مندوب ہے۔مگر اس کا ایسا التزام کرنا کہ رفتہ رفتہ اس کو ضروری سمجھا جانے لگے اور اس کے تارک کو ملامت کی جانے لگے تو وہ فعل مستحب کی بجائے گناہ اور بدعت بن جاتا ہے۔

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اکثر و بیشتر داہنی جانب سے گھوم کر مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ لگالے کہ دائیں جانب سے گھومنے ہی کو ضروری سمجھنے لگے۔میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بسا اوقات بائیں جانب سے گھوم کر متوجہ ہوا کرتے تھے۔(مشکوٰۃ ص ۸۵)

چہارم: جس فعل میں کفار و فجار اور اہل بدعت کا تشبہ پایا جائے اس کا ترک لازم ہے۔کیونکہ بہت سی احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و فجار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔ایک حدیث میں ہے: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (مشکوٰۃ ص ۳۷۵)

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں شمار ہوگا

اسی قاعدے کے تحت علمائے اہل سنت نے محرم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ''تذکرہ شہادت'' سے منع کیا ہے۔اصول الصفار اور جامع الرموز میں ہے کہ:

ترجمہ: آپ سے دریافت کیا گیا کہ آیا دس محرم کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز نہیں کیونکہ یہ رافضیوں کا شعار ہے۔

(بحوالہ الجنۃ کالاھل السنۃ ص ۱۴۰)(امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۴)

ترجمہ: وصول الی اللہ کا دوسرا راستہ (جو ولایت سے بھی قریب تر ہے) اس فقیر کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنا اور بدعت کا نام و رسم سے بھی اجتناب کرنا ہے۔آدمی جب تک بدعت سیئہ کی طرح بدعت حسنہ سے بھی پرہیز نہ کرے۔اس دولت کی بو بھی اس کے مشام جان تک نہیں پہنچ سکتی۔اور یہ بات آجکل از بس دشوار ہے۔کیونکہ جہاں کا جہان دریائے بدعت میں ڈوبا ہوا اور بدعت کی تاریکیوں میں آرام پکڑے ہوئے ہے۔کس کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت کا دم مارے؟ یا کسی سنت کو زندہ کرنے میں لب کشائی کرے۔

۱۴۱۔ مولانا مودودیؒ:

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے رفقاء میں ایک گروہ مولانا مودودی کا مداح ہے۔اور یہ حضرات مولانا موصوف کے سوا کسی کو عالم ہی

نہیں جانتے اس بارے میں بھی آپ میری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

میں اپنی ناچیز رائے کا اظہار اپنے دو مضامین ''تنقید اور حق تنقید'' اور'' الامام المجاہد'' میں کر چکا ہوں۔ تاہم آپ کے حکم کی تعمیل میں یہاں بھی کچھ مختصراً عرض کرتا ہوں۔

مولانا مودودی کی تمام ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے مجھے موصوف سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے۔ جزئیات تو بے شمار ہیں مگر چند کلیات حسب ذیل ہیں۔

اول: مولانا مودودی کے قلم کی کاٹ اور شوخی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے۔ مگر اس ناکارہ کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی شاید یہی ہے۔ ان کا قلم مومن اور کافر دونوں کے خلاف یکساں کاٹ کرتا ہے۔ اور وہ کسی فرق و امتیاز کا روادار نہیں۔ جس طرح وہ ایک لادین سوشلسٹ کے خلاف چلتا ہے ٹھیک اسی طرح ایک مومن مخلص اور خادم دین کے خلاف بھی، وہ جس جراءت کے ساتھ اپنے کسی معاصر پر تنقید کرتے ہیں (جس کا انہیں کسی درجہ میں حق ہے) اسی ''عبارت'' کے ساتھ وہ سلف صالحین کے کارناموں پر بھی تنقید کرتے ہیں......وہ جب تہذیب جدید اور الحاد و زندقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دار العلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کر رہا ہے۔ اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہل حق کے ساتھ خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویز یا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ نبوت و رسالت کا مقام کتنا نازک ہے؟

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کسی نبی علیہ السلام کے بارے میں کوئی ایسی تعبیر روا نہیں جو ان کے مقام رفیع کے شایان شان نہ ہو۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ پورا ذخیرہ حدیث دیکھا جائے تو ایک لفظ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نبی کی شان میں کوئی ادنی سے ادنی کمی کا شائبہ پایا جاتا ہو۔ لیکن مولانا مودودی کا قلم حریم نبوت تک پہنچ کر بھی ادب نا آشنا رہتا ہے۔ اور بڑی بے تکلفی سے فرماتے ہیں۔

الف: موسیٰ علیہ السلام کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی آگ کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔ (رسالہ ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ص ۵)

ب: حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲ طبع دوم)

پ: ''حضرت داؤد علیہ السلام کے فعل میں خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا''

(تفہیم القرآن جلد ۴ سورۂ ص، ص ۳۲۷ طبع اکتوبر ۱۹۶۶)

د: نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے تو وہ اپنے دل سے بے پروا ہو کر اس طرز فکر کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضا ہے۔''

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۴۴ طبع سوم ۱۹۶۴ء)

ہ: سیدنا یوسف علیہ السلام کے ارشاد اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔ (مجھے زمین مصر کے خزائن کا نگران مقرر کر دیجئے) کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ محض وذیر مالیات کے منصب کا مطالبہ نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ ڈکٹیٹر شپ کا مطالبہ تھا اور اس کے نتیجے میں سیدنا یوسف علیہ السلام کو جو پوزیشن حاصل ہوئی وہ قریب قریب وہی پوزیشن تھی جو اس وقت اٹلی میں مسولینی کو حاصل ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۱۲۲ طبع پنجم ۱۹۷۰)

و: ''حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔ غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔'' (تفہیم القرآن جلد ۲ سورۂ یونس حاشیہ ص ۳۱۲، ۳۱۳ طبع سوم ۱۹۶۴)

ممکن ہے مولانا مودودی اور ان کے مداحوں کے نزدیک ''جلد باز فاتح'' ''خواہش نفس کی بناء پر''......''حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال'' ''بشری کمزوریوں سے مغلوب'' ''جذبہ جاہلیت کا شکار'' ''فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں'' اور ''ڈکٹیٹر شپ'' جیسے الفاظ میں سوئے ادب کا کوئی پہلو نہ پایا جاتا ہو۔ اس لئے وہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسے الفاظ کا استعمال صحیح سمجھتے ہوں۔ لیکن اس کا فیصلہ دو طرح ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ اس قسم کے الفاظ اگر خود مولانا موصوف کے حق میں استعمال کئے جائیں تو ان کو یا ان کے کسی مداح کو ان سے ناگواری تو نہیں ہوگی؟ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ مولانا ڈکٹیٹر ہیں اپنے دور کے ہٹلر ہیں۔ اور مسولینی ہیں وہ خواہش نفس سے کام کرتے ہیں۔ جذبہ جاہلیت سے مغلوب ہو جاتے ہیں حاکمانہ اقتدار کا نامناسب استعمال کر جاتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو میرا خیال ہے کہ مولانا کا کوئی عقیدت مند ان ''الزامات'' کو برداشت نہیں کرے گا۔ اگر یہ الفاظ مولانا مودودی کی ذات سیادت ماب کے شایان شان نہیں بلکہ یہ مولانا کی تنقیص

اور سوئے ادب ہے تو انصاف فرمائیے کہ کیا ایسے الفاظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں زیبا اور شائستہ ہیں؟ اسی نوعیت کا ایک فقرہ اور سن لیجئے۔

''یہاں اس بشری کمزوری کی حقیقت کو سمجھ لینا چاہئے جو آدم علیہ السلام سے ظہور میں آئی۔ بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر ابھر آیا تھا۔ ان پر ذہول طاری کر دیا۔ اور ضبط کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔

(تفہیم القرآن ص ۱۳۳ جلد دوم)

اس عبارت سے سیدنا آدم علیہ اسلام کا اسم گرامی حذف کر کے اس کی جگہ اگر مولانا مودودی کا نام لکھ دیا جائے تو میرا اندازہ ہے کہ ان کے حلقہ میں کہرام مچ جائے گا۔ اور پاکستان میں طوفان برپا ہو جائے گا۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ فقرہ شائستہ نہیں بلکہ گستاخی اور سوئے ادب ہے۔

اسی کی ایک مثال امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حق میں موصوف کا یہ فقرہ ہے۔ ''وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ جری ہو گئی تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زبان درازی کرنے لگی تھیں'' (ہفت روزہ ایشیاء لاہور مؤرخہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۶ء)

یہ تو ظاہر ہے کہ مولانا محترم کی اہلیہ محترمہ امہات المومنین سے بڑھ کر مہذب اور شائستہ نہیں نہ وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقدس ہیں۔ اب اگر ان کو کوئی عقیدت مند یہ کہہ ڈالے کہ مولانا کی اہلیہ مولانا کے سامنے زبان درازی کرتی ہیں تو مولانا اس فقرے میں اپنی خفت اور ہتک عزت محسوس فرمائیں گے۔ پس جو فقرہ خود مولانا کے حق میں گستاخی تصور کیا جاتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امہات المومنین کے حق میں سوئے ادب کیوں نہیں۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد انسانیت کا سب سے مقدس گروہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ خصوصاً حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا منصب تو انبیائے کرام علیہم السلام اور امت کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے ''تجدید و احیائے دین'' ''خلافت وملوکیت'' اور تفہیم القرآن وغیرہ میں خلیفہ مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ حضرت معاویہ حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عقبہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں مولانا مودودی کی قلم سے جو کچھ نکلا ہے اور جس کی صحت پر ان کو اصرار ہے۔ اسے خالص رفض وتشیع سمجھتا ہوں اور مولانا کی ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ وہ جس طرح بارگاہ نبوت کے ادب ناشناس ہیں اسی طرح مقام صحابیت کی رفعتوں سے بھی ناآشنا ہیں۔ کاش انہوں نے امام ربانی مجدد الف ثانی کا ایک ہی فقرہ یاد رکھا ہوتا۔

ترجمہ: کوئی ولی کسی صحابی ؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اویس قرنی اپنی تمام تر بلندی شان کے باوجود چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے مشرف نہ ہو سکے۔ اس لئے کسی ادنی صحابی ؓ کے مرتبہ کو بھی نہ پہنچ سکے۔ کسی شخص نے امام عبداللہ بن مبارک ؒ سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ ؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حضرت معاویہ ؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔ اس شرف مصاحبت سے بڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مدرسہ نبوت کے ایسے طالب علم تھے جن کے معلم وہادی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کا نصاب تعلیم ملاء اعلیٰ میں مرتب ہوا تھا۔ جن کی تعلیم وتربیت کی نگرانی براہ راست وحی آسمانی کر رہی تھی اور جن کا امتحان علام الغیوب نے لیا۔ اور جب ان کی تعلیم وتربیت کا ہر پہلو سے امتحان ہو چکا تو حق تعالیٰ شانہ نے انہیں رضی اللہ عنہم ورضواعنہ کی ڈگری عطا فرما کر آنے والی پوری انسانیت کی تعلیم وتربیت اور تلقین وارشاد کا منصب ان کو تفویض کیا اور کنتم خیر امة اخرجت للناس کی مسند ان کے لئے آراستہ فرمائی۔ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ایسی ہے جن کی تعلیم وتربیت بھی وحی الٰہی کی نگرانی میں ہوئی اور ان کو سند فضیلت بھی خود خداوند قدوس نے عطا فرمائی۔ مولانا مودودی کے عقیدت کیش یہ کہہ کر دل بہلا لیتے ہیں کہ مولانا نے جو کچھ لکھا تاریخ کے حوالے سے لکھا ہے اور یہ ان کے قلم کا شاہکار ہے کہ انہوں نے منتشر ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک مربوط تاریخ مرتب کر ڈالی۔ میں ان کی خدمت میں باادب گذارش کروں گا کہ ان کا یہ بہلاوہ بہ چند وجوہ غلط ہے:

اول: مولانا کا یہ قلمی شاہکار نہ تاریخی صداقت ہے نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کی صحیح تصویر بلکہ یہ ایک ''افسانہ'' ہے۔ جس میں مولانا کے ذہنی تصورات ونظریات نے رنگ آمیزی کی ہے۔ آج کل ''افسانہ نگاری'' کا ذوق عام ہے عام طبائع تاریخی صداقتوں میں اتنی دلچسپی نہیں لیتی۔ جتنی کہ رنگین افسانوں میں اس لئے مولانا کی جولانی طبع نے صحابہ کرام پر بھی ''خلافت وملوکیت'' کے نام سے ایک افسانہ لکھ دیا۔ جس کا حقائق کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ آج اگر کوئی صحابی دنیا میں موجود ہوتا تو شیخ سعدی کی زبان میں مولانا کے قلم سے یہ شکایت ضرور کرتا۔

بخندید و گفت آں نہ شکل من است
ولیکن قلم در کف دشمن است

اگر مولانا کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پاس ادب ملحوظ ہوتا تو قرآن کریم کے صریح اعلان رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کے بعد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بلند وبالا شخصیتوں کو افسانہ نگاری کا موضوع نہ بناتے۔

کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انسان ہی تھے فرشتے نہیں تھے۔ وہ معصوم عن الخطاء نہیں تھے ان سے لغزشیں اور غلطیاں کیا بڑے بڑے گناہ ہوئے ہیں۔ یہ کہاں کا دین و ایمان ہے کہ ان کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔ میں پہلے تو یہ عرض کروں گا۔ کہ مولانا مودودی کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی غلطیاں چھانٹنے کے لئے واقدی اور کلبی کا سہارا ڈھونڈنے کی ضرورت پڑی ہے۔ لیکن خدائے علام الغیوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہر ظاہر وباطن سے باخبر تھے۔ ان کے قلب کی ایک ایک کیفیت اور ذہن کے ایک ایک خیال سے واقف تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ انسان ہیں معصوم نہیں۔ انہیں یہ علم تھا کہ آئندہ ان سے کیا کیا لغزشیں صادر ہوں گی ان تمام امور کا علم محیط رکھنے کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا اعزاز عطا فرمایا تو ان کی غلطیاں بھی

ع　این خطاء از صد ثواب اولیٰ تر است

کا مصداق ہیں۔ اس کے بعد مولانا کو ان اکابر کی خردہ گیری وعیب چینی کا کیا حق پہنچتا ہے؟ کیا یہ خدا تعالیٰ سے صریح مقابلہ نہیں کہ وہ تو ان تمام لغزشوں کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی رضائے دائمی کا اعلان فرمارہے ہیں۔ مگر مولانا مودودی ان اکابر سے راضی نامہ کرنے پر تیار نہیں؟ دوسری گذارش میں یہ کروں گا کہ چلیئے فرض کر لیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے غلطیاں ہوئی ہوں گی مگر سوال یہ ہے کہ آپ چودہ سو سال بعد ان اکابر کے جرائم کی دستاویز مرتب کر کے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی میں اضافے کے سوا اور کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ خود مولانا مودودی کو اعتراف ہے کہ ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والا میرے نزدیک فاسق ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان بھی مشتبہ ہے'' مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان سے بغض رکھا۔ (ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۱)

جن لوگوں نے مولانا کی کتاب خلافت وملوکیت پڑھی وہ شہادت دیں گے کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صاف صاف برا بھلا کہا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مصنف کا بغض اور نفرت بالکل عیاں ہے۔ مثلاً ''قانون کی بالاتری کا خاتمہ'' کے زیر عنوان مولانا مودودی لکھتے ہیں

الف: ''ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے گورنر خطبوں میں بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد ان کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا'' (خلافت وملوکیت ص ۱۷۴)

ب: مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مال کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے پھر باقی مال شرعی قاعدے سے تقسیم کیا جائے۔ (حوالہ بالا)

ج: ''زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان فعل میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی۔ یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ (ص ۱۷۵)

د: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کاروائی کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا (ایضا)

مولانا مودودی کی ان عبارتوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے جو کچھ لکھا ہے وہ قطعاً خلاف واقعہ ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ شیعوں کے ایک عالم محقق طوسی نے اپنی کتاب تجرید العقائد کے آخر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبراء کیا۔ مرنے لگا تو غلام احمد قادیانی کی طرح منہ کے راستے سے نجاست نکل رہی تھی۔ ''رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتلائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اس کو اسی درجہ پر رکھے۔''

(ص ۲۴ طبع سوم ۱۹۶۲ء)

اپنی مشہور کتاب ''تجدید واحیائے دین'' میں خلافت راشدہ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں: ''خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سارا کام ۲۳ سال کی مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچا دیا۔ آپ کے بعد ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما دو ایسے ''کامل لیڈر'' اسلام کو میسر آئے جنہوں نے اسی جامعیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل بدر تمام بہشت میں جائیں گے۔ (الدیلمی)

کے ساتھ آپ کے کام کو جاری رکھا۔ پھر زمام قیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی۔ اور ابتداءً چند سال تک وہ پورا نقشہ بدستور جما رہا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قائم کیا تھا'' (ص ۳۶ طبع ششم ۱۹۵۵ء)

اس کے بعد ''جاہلیت کا حملہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا تھا، ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی میں گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ مگر وہ نہ رکا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگران کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔ آخر خلافت علی منہاج النبوت کا دور ختم ہو گیا۔ ملک عضوض نے اس کی جگہ لے لی اور اس طرح حکومت کی اساس اسلام کی بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہو گئی۔

حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جاہلیت نے مرض سرطان کی طرح اجتماعی زندگی میں اپنے ریشے بتدریج پھیلانے شروع کر دیئے کیونکہ اقتدار کی کنجی اب اسلام کی بجائے اس کے ہاتھ میں تھی اور اسلام زور حکومت سے محروم ہونے کے بعد اس کے اثر و نفوذ کو بڑھنے سے نہ روک سکتا تھا۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ جاہلیت بے نقاب ہو کر سامنے نہ آئی تھی بلکہ ''مسلمان'' بن کر آئی تھی۔ کھلے دہریے یا مشرکین و کفار سامنے ہوتے تو شائد مقابلہ آسان ہوتا، مگر وہاں تو آگے آگے توحید و رسالت کا اقرار صوم و صلوٰۃ پر عمل، قرآن و حدیث سے استشہاد تھا اور اس کے پیچھے جاہلیت اپنا کام کر رہی تھی''۔ (ص ۳۶، ۳۷)

یہ نقشہ مولانا موصوف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بیس پچیس سال بعد کا کھینچ رہے ہیں۔ جب بقول ان کے ''جاہلیت'' نے اسلام کا نقاب اوڑھ کر اقتدار کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور عالم اسلام میں اسلام کی بجائے جاہلیت کا سکہ چلنے لگا تو اسلام اور مسلمانوں پر کیا گزری؟ اس کی داستان مولانا ہمیں یوں سناتے ہیں:

جاہلی امارت کی مسند اور جاہلی سیاست کی راہنمائی پر ''مسلمان'' کا جلوہ افروز ہونا جاہلی تعلیم کے مدرسہ میں ''مسلمان'' کا معلم ہونا، جاہلیت کی سجادہ پر ''مسلمان'' کا مرشد بن کر بیٹھنا وہ زبردست دھوکا ہے جس کے فریب میں آنے سے کم ہی لوگ بچ سکتے ہیں۔

اس معکوس انقلاب کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہی تھا کہ اسلام کا نقاب اوڑھ کر تینوں قسم کی جاہلیتوں نے اپنی جڑیں پھیلانی شروع کر دیں۔ اور اس کے اثرات روز بروز پھیلتے چلے گئے۔

۱۔ جاہلیت خالصہ نے حکومت اور دولت پر تسلط جمایا۔ نام خلافت کا تھا اور اصل میں وہی بادشاہی تھی جس کو اسلام مٹانے کے لئے آیا تھا۔ بادشاہوں کو الٰہ کہنے کی ہمت کسی میں باقی نہ تھی اس لئے ''السلطان ظل اللہ'' کا بہانہ تلاش کیا گیا۔ اور اس بہانے سے وہی مطاع مطلق کی حیثیت بادشاہوں نے اختیار کی جو الٰہ کی ہوتی ہے۔

۲۔ جاہلیت مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا اور توحید کے راستہ سے ہٹا کر ان کو ضلالت کی بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بت پرستی تو نہ ہو سکتی تھی باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ رہی جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا۔

۳۔ جاہلیت راہبانہ نے علماء و مشائخ زہاد و پاکباز لوگوں پر حملہ کیا اور ان میں وہ خرابیاں پھیلانی شروع کر دیں جن کی طرف میں پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ اس جاہلیت کے اثر سے اشراقی فلسفہ راہبانہ اخلاقیات اور زندگی کے ہر پہلو میں مایوسانہ نقطہ نظر مسلم سوسائٹی میں پھیلا اور اس نے نہ صرف ادبیات اور علوم کو متاثر کیا بلکہ فی الواقع سوسائٹی کے اچھے عناصر کو ''مارفیا کا انجکشن'' دے کر سست کر دیا۔ بادشاہی کے جاہلی نظام کو مضبوط کیا۔ اسلامی علوم و فنون میں جمود اور تنگ خیالی پیدا کی اور ساری دین داری کو چند خاص مذہبی اعمال میں محدود کر کے رکھ دیا''۔ (ص ۳۸-۴۱)

مولانا کی اس ساری داستان سرائی کو ایک بار پھر پڑھیئے اور دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ جب صحابہ و تابعین کی موجودگی میں جاہلیت نے اسلام کو پچھاڑ دیا اور اقتداء کی کنجیاں تب سے اب تک اسلام کو واپس نہیں مل سکیں تو امت مسلمہ سے زیادہ ناکام کوئی امت ہو سکتی ہے؟ آج کے دہریے، کمیونسٹ اور لادین عناصر جو اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں کیا وہی سب کچھ خود مولانا مودودی نہیں فرما رہے؟

اس کے بعد ''مولانا مجددین کی ضرورت'' کے عنوان سے ہمیں بتاتے ہیں کہ:

''انہی تینوں اقسام کی جاہلیت کے ہجوم سے اسلام کو نکالنا اور پھر سے چمکا دینا وہ کام تھا جس کے لئے دین کو مجددین کی ضرورت پیش آئی (ص ۴۱)

اور پھر ص ۴۸ سے ۵۰ تک ''کار تجدید'' کے عنوان سے مولانا ان شعبوں کی تفصیل بتاتے ہیں جن میں تجدید کا کام ہونا چاہیئے۔ وہ انہی کے الفاظ میں حسب ذیل ۹ شعبے ہیں۔ (۱) اپنے ماحول کی صحیح تشخیص (۲) اصلاح کی تجویز (۳) خود اپنے حدود کا تعین (۴) ذہنی انقلاب (۵) عملی اصلاح کی کوشش (۶) اجتہاد فی الدین (۷) دفاعی جدوجہد (۸) احیائے نظام اسلامی (۹) عالمگیر انقلاب کی کوشش۔ ان نو شعبوں کی تشریح کے بعد وہ بتاتے ہیں کہ:

''ان شعبوں پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تین مدات

تو ایسی ہیں جو ہر اس شخص کے لئے ناگزیر ہیں جو تجدید کی خدمت انجام دے۔لیکن باقی چھ مدیں ایسی ہیں جن کا جامع ہونا مجدد ہونے کے لئے شرط نہیں بلکہ جس نے ایک یا دو تین یا چار شعبوں میں کوئی نمایاں کارنامہ انجام دیا ہو وہ بھی مجدد قرار دیا جاسکتا ہے۔البتہ اس قسم کا مجدد جزوی ہوگا کامل مجدد نہ ہوگا۔کامل مجدد صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو ان تمام شعبوں میں پورا کام انجام دے کر وراثت نبوت کا حق ادا کرے"۔(ص ۵۰)

سوال یہ ہے کہ اسلام کو جاہلیت کے نرغے سے نکالنے کے لئے اس امت میں کوئی کامل مجدد بھی ہوا یا نہیں؟اور کسی بندہ خدا کو بھی وراثت نبوت کا حق ادا کرنے کی توفیق ملی یا نہیں؟اس کا جواب مولانا مودودی نفی میں دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ:

"تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی کامل مجدد پیدا نہیں ہوا قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے میں یا چند شعبوں میں ہی کام کیا۔مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔مگر عقل چاہتی ہے فطرت مطالبہ کرتی ہے اور دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا "لیڈر" پیدا ہو خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانے کی ہزاروں گردشوں کے بعد پیدا ہو۔اس کا نام "الامام المہدی" ہوگا۔(ص ۵۱)

یہ ہے وہ خلاصہ جو میں نے ابتدا میں عرض کیا تھا کہ مودودی کی تنقیدی نظر میں آج تک کوئی مرد کامل اس امت میں پیدا نہیں ہوا ظاہر ہے کہ آپ کسی شخص پر اعتماد تو جبھی کریں گے جب کہ اسے کسی درجہ میں بھی "معیاری آدمی" سمجھیں گے۔جب مولانا کے نزدیک امت میں کوئی معیاری آدمی ہوا ہی نہیں تو وہ پوری امت کو تنقید سے بالاتر کیوں سمجھیں گے اور اس پر اعتماد کیوں کریں گے؟

البتہ مولانا مودودی اور ان کے رفقاء کی ہمت لائق داد ہے۔مولانا ہمیں بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ابتدائی دور سے لیکر اسلام پر جاہلیت کا قبضہ چلا آتا ہے۔بادشاہ اللہ بنے بیٹھے ہیں عوام مشرکانہ جاہلیت کے دام میں گرفتار ہیں۔علماء مشائخ لوگوں کو "مارفیا" کے انجکشن دے رہے ہیں۔اسلام جاہلیت کے چنگل میں پھڑ پھڑا رہا ہے۔مگر کوئی صحابیؓ،کوئی تابعی،کوئی امام،کوئی محدث،کوئی مجدد ایسا نہیں اٹھتا جو آگے بڑھ کر جاہلیت سے اقتدار کی کنجیاں چھین لے۔گویا چودہ سو سال کی پوری امت وراثت نبوت کا حق ادا کرنے سے محروم ہے۔

"جو مقصد اصل انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا تھا اس کے لئے یہ دونوں چیزیں ناکافی تھیں۔نہ یہ بات کافی تھی کہ اقتدار جاہلیت کے ہاتھ میں ہو اور اسلام محض ایک ثانوی قوت کی حیثیت سے کام کرے اور نہ یہی بات کافی تھی کہ چند افراد یہاں اور چند وہاں محدود انفرادی زندگیوں میں اسلام کے حامل بنے رہیں۔اور وسیع تر اجتماعی زندگی میں اسلام اور جاہلیت کے مختلف النوع مرکبات پھیلے رہیں۔لہٰذا دین کو ہر دور میں ایسے طاقتور اشخاص،گروہوں اور اداروں کی ضرورت تھی اور ہے جو زندگی کی بگڑی ہوئی رفتار کو بدل کر پھر سے اسلام کی طرف پھیر دیں"۔(تجدید و احیائے دین ص ۴۲)

۴۔پوری امت کو اپاہج اور ناکارہ باور کرانے کے بعد امت کے جلیل القدر قائدین کے کارناموں میں کیڑا نکالنا بھی ضروری تھا۔تاکہ نئی نسل کے دل و دماغ میں کسی بزرگ کی عقیدت و احترام کا داغ دھبہ باقی نہ رہے۔اور خدانخواستہ مولانا کا کوئی نیاز مند اسلاف امت میں سے کسی کی ذہنی غلامی کا شکار نہ ہو جائے۔چنانچہ مولانا نے یہ فریضہ بھی بڑی بلند آہنگی سے انجام دیا۔امت اسلامیہ میں چند ہی افراد ایسے تھے جن کا تجدیدی کارنامہ مولانا کے نزدیک لائق ذکر تھا۔یعنی خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز، ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام مالک،امام شافعی،امام احمد بن حنبل،امام غزالی، امام ابن تیمیہ،امام ربانی مجدد الف ثانی،امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی،امیر المؤمنین سید احمد شہید بریلوی اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید قدس اللہ اسرارہم۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں تو مولانا کا ارشاد پہلے گذر چکا ہے کہ "قریب تھا کہ عمر بن عبدالعزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہوسکے" ائمہ اربعہ کا کارنامہ ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ انہوں نے اصول دین سے اسلام کے قوانین کو تفصیلی شکل میں مرتب کر دیا۔لیکن مولانا کے بقول انبیاء علیہم السلام کے مشن کے لئے انہوں نے کچھ نہیں کیا۔گویا کرنے کا جو اصلی کام تھا اس کو انہوں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔امام غزالی کے بارے میں ارشاد ہے "امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی،وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے اور وہ تین عنوانات میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئے۔دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے"۔(تجدید و احیائے دین ص ۷۸)

امام غزالی کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نام آتا ہے ان کے تجدیدی کام کا اختتام یہاں ہوتا ہے۔

"تاہم یہ واقعہ ہے کہ وہ کوئی ایسی سیاسی تحریک نہ اٹھا سکے جس سے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہوتا اور اقتدار کی کنجیاں جاہلیت کے قبضے سے نکل کر اسلام کے ہاتھ میں آجاتیں"۔(ص ۸۶)

ابن تیمیہ کے بعد مجدد الف ثانی،شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،سید احمد شہید اور مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے تجدیدی کارناموں کی تفصیل ذکر کرنے

کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

''پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا۔ اور نا دانستہ ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔ حاشا کہ مجھے فی نفسہ اس تصوف پر اعتراض نہیں ہے جو ان حضرات نے پیش کیا۔ وہ بجائے خود اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کا اصل تصوف ہے۔ اور اس کی نوعیت احسان سے کچھ مختلف نہیں لیکن جس چیز کو میں لائق پرہیز کہہ رہا ہوں وہ متصوفانہ رموز واشارات اور متصوفانہ زبان کا استعمال اور متصوفانہ طریقے سے مشابہت رکھنے والے طریقوں کو جاری رکھنا ہے''۔ (ص ۱۳۱)

''مسلمانوں کے اس مرض سے نہ صرف مجدد ناواقف تھے نہ شاہ صاحب۔ دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اس مرض کی شدت کا انہیں پورا اندازہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو پھر وہی غذا دے دی جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسی پرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا''۔ (ص ۱۳۲)

''اگرچہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہ کی تھی لیکن شاہ ولی اللہؒ کے لٹریچر میں تو یہ سامان موجود تھا جس کا کچھ اثر شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریروں میں بھی باقی رہا۔ اور پیری مریدی کا سلسلہ بھی سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا۔ اس لئے ''مرض صوفیت'' کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی۔ (ص ۱۳۴)

علم تفسیر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہو جو جدید طرز پر قرآن پڑھانے اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ وہ اپنے لیکچروں سے انٹرمیڈیٹ میں طلباء کے اندر قرآن فہمی کی ضروری استعداد پیدا کرے گا۔ پھر بی اے میں ان کو پورا قرآن اس طرح پڑھا دے گا کہ وہ عربیت میں ہی کافی ترقی کر جائیں گے۔ اور اسلام کی روح سے بھی بخوبی واقف ہو جائیں گے''۔ (تنقیحات ص ۱۹۳ طبع چہارم)

علم حدیث کے بارے میں تفہیمات میں صفحہ ۲۸۷ سے ص ۲۹۸ ''مسلک اعتدال'' کے عنوان سے مولانا کا ایک مضمون ہے اس میں موصوف نے جن خیالات کا اظہار فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ کسی حدیث کا صحیح ہونا حضرات محدثین کی تصریح پر موقوف نہیں بلکہ دراصل مزاج شناسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے۔

مشہور منکر حدیث مسٹر غلام احمد پرویز نے ایک موقع پر لکھا تھا کہ حدیث کے بارے میں میری رائے بھی اس سے زیادہ سخت نہیں جو مولانا نے ظاہر فرمائی ہے۔ مولانا کی رائے کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

''محدثین رحمہم اللہ کی خدمات مسلّم اور یہ بھی مسلّم کہ نقد حدیث کے لئے جو مواد انہوں نے فراہم کیا ہے وہ صدر اول کے اخبار وآثار کی تحقیق میں بہت کار آمد ہے۔ کلام اس میں نہیں بلکہ صرف اس امر میں ہے کہ کلیۃ ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے؟ وہ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرتاً اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان کے کام بھی محفوظ نہ تھے پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جس کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں وہ حقیقت میں بھی صحیح ہے؟'' (ص ۲۹۲ طبع چہارم)

چنانچہ مولانا لکھتے ہیں ''اول تو رواۃ کی سیرت اور ان کے حافظے اور ان کی دوسری باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم حاصل ہونا مشکل ہے۔ دوسرے خود وہ لوگ جو ان راویوں کے متعلق رائے قائم کرنے والے تھے انسانی کمزوریوں سے مبرا نہ تھے''۔ (ص ۲۹۲، ۲۹۳)

اس ضمن میں آگے لکھتے ہیں: ''ان سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جایا کرتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جایا کرتے تھے''۔ (ص ۲۹۴)

مولانا مودودی اسلاف امت کی اتباع کو جو تریاق ایمان ہے ہر گناہ سے بڑا گناہ ٹھہراتے ہیں اور ''ذہنی غلامی'' کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ''میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے مگر یہ یاد رہے کہ اپنی تحقیق کی بناء پر کسی ایک سکول کے طریقے اور اصول کی اتباع کرنا اور چیز ہے۔ اور تقلید کی قسم کھا بیٹھنا بالکل دوسری چیز ہے۔ اور یہی آخری چیز ہے۔ جسے میں صحیح نہیں سمجھتا''۔ (رسائل ومسائل ص ۲۴۴ ج ۱ طبع سوم ۱۹۵۷ء)

مولانا کی یہ رائے بھی خود رائی ہے۔ اور اس غلط رائے کا اصل منشا یہ غلطی ہے۔ کہ مولانا ہر حرف خواں کو صاحب علم سمجھتے ہیں اور ہر صاحب علم کو مجتہد کا منصب تفویض کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض نبوت بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) آیات کی تلاوت (۲) کتاب وحکمت کی تعلیم (۳) تزکیہ۔

یہ تینوں فرائض اپنی جگہ اہم ترین مقاصد ہیں مگر ان میں بھی الاہم فالاہم کی ترتیب ہے۔ چنانچہ تلاوت آیات تمہید ہے تعلیم کتاب وحکمت کی اور تعلیم کتاب وحکمت تمہید ہے تزکیہ کی۔ گویا نبوت کا کام تلاوت آیات سے شروع اور تزکیہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس لئے مقاصد نبوت میں سب سے بڑا سب سے عالی، سب سے اہم، اور غایت لغایات مقصد تزکیہ ہے۔ جسے دوسرے الفاظ میں تعمیر سیرت یا انسان سازی کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے اصحاب میں میری محافظت کی وہ میرے پاس حوض پر آسکے گا (مجمع)

8

تلاوت آیات بھی ایک اہم مقصد ہے کوئی شک نہیں کہ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی بہت بڑا عالی شان منصب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بیک وقت ان تمام فرائض کی متکفل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خود قرآن کریم کے الفاظ بھی پڑھاتے تھے۔اس کے مفہوم و معانی اور احکام و مسائل کی تعلیم بھی دیتے تھے اور ان کا تزکیہ او راصلاح وتربیت فرماتے تھے۔

۴۔ چونکہ مولانا مودودی کی نظر میں پوری امت نالائق اعتماد اور اس کے ذریعہ حاصل ہونے والے سارے علوم محل نقد ونظر تھے اس لئے مولانا کو دین فہمی کے لئے صرف اپنے علم وفہم اور اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنا پڑا وہ لکھتے ہیں: ''میں اپنا دین معلوم کرنے کیلئے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے معلوم کرسکتا ہوں۔ کہ دین کے اصول کیا ہیں اور یہ بھی تحقیق کرسکتا ہوں کہ اس ملک میں جولوگ دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کررہے ہیں یا غلط؟ اس لئے میں اپنی جگہ مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن وسنت سے حق پاؤں اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کردوں'' (روئداد اجتماع جماعت اسلامی الہ آباد ص ۳۲ ترجمان القرآن مئی ۱۹۴۶ء)

''میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن وسنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔اس لئے میں نے کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ فلاں فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن مجید کیا کہتا ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا'' (روئداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۲۰ طبع سوم مارچ ۱۹۶۳ء)

بغیر واسطہ اسلاف کے دین فہمی کی کوشش ہی دراصل ان تمام فتنوں کی جڑ ہے۔ جو آج ہمارے گردوپیش میں منڈلا رہے ہیں۔

۵۔ مولانا مودودی کے نزدیک دین اسلام ایک سیاسی تحریک کا نام ہے۔ جو زمین پر خدا کا اقتدار اعلیٰ قائم کرنے کے لئے برپا کی گئی ہے۔

مولانا لکھتے ہیں: ''اسلامی تحریک میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لیکر اسلامی سٹیٹ کے قیام تک اور قیام کے بعد اس سٹیٹ کی شکل ودستور تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک پہلو کی پوری پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں''۔

مولانا لکھتے ہیں: ''سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ اسلام محض چند منتشر خیالات اور منتشر طریق ہائے عمل کا مجموعہ نہیں ہے۔ جس میں ادھر ادھر سے مختلف چیزیں ملا کر جمع کر دی گئی ہوں۔ بلکہ یہ ایک باضابطہ نظام ہے۔جس کی بنیاد چند مضبوط اصولوں پر رکھی گئی ہے۔اس کے بڑے بڑے ارکان سے لیکر چھوٹے چھوٹے جزئیات تک ہر چیز اس کے بنیادی اصولوں کے ساتھ ایک منطقی ربط رکھتی ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مختلف شعبوں کے متعلق اس نے جتنے قاعدے اور ضابطے مقرر کئے۔ ان سب کی روح اور ان کا جوہر اس کے اصول اولیہ ہی سے ماخوذ ہے۔ ان اصول اولیہ سے پوری اسلامی زندگی اپنی مختلف شاخوں کے ساتھ بالکل اسی طرح نکلتی ہے۔جس طرح درخت میں آپ دیکھتے ہیں کہ بیج سے جڑیں، جڑوں سے تنا اور تنا سے شاخیں اور شاخوں سے پتیاں پھوٹتی ہیں اور خوب پھیل جانے کے باوجود اس کی ایک ایک پتی اپنی جڑ کے ساتھ مربوط رہتی ہے۔ پس آپ اسلامی زندگی کے جس شعبہ کو سمجھنا چاہیں آپ کے لئے ناگزیر ہے کہ اس کی جڑ کی طرف رجوع کریں کیونکہ اس کے بغیر آپ اس کی روح کو نہیں پاسکتے'' (اسلامی ریاست ص ۲۰، ۲۱ طبع اول مارچ ۱۹۶۲ء)

مولانا کے نزدیک سیاسی اقتدار قائم کرنا ہی اصل عبادت ہے۔ اور نماز روزہ وغیرہ عبادات کی حیثیت محض فوجی مشقوں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ ہے اس عبادت کی حقیقت جس کے متعلق لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض نماز روزہ اور تسبیح وتہلیل کا نام ہے۔ اور دنیا کے معاملات سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ حالانکہ دراصل صوم وصلوٰۃ اور حج وزکوٰۃ اور ذکر وتسبیح انسان کو اس بڑی عبادت کے لئے مستعد کرنے والی تمرینات ہیں''

(تفہیمات طبع چہارم صفحہ ۵۶)

''مسلمانوں میں جولوگ الامام المہدی کے قائل ہیں وہ بھی ان مجتہد دین سے جو اس کے قائل نہیں اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ وصوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے۔ تسبیح ہاتھ میں لئے یکا یک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے میں برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المہدی کا اعلان کریں گے علماء اور مشائخ کتابیں لئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے ان کے جسم کی شناخت وغیرہ کا مقابلہ کرکے انہیں شناخت کرلیں گے پھر بیعت ہوگی اور اعلان جہاد کردیا جائے گا۔ چلے کھینچے ہوئے درویش اور پرانی طرز کے ''بقیۃ السلف'' ان کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لئے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے زور سے میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر ماردیں گے تڑپ کر بے ہوش ہوجائے گا اور محض بددعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے'' (ص ۵۵) طبع ششم مارچ ۱۹۵۵ء)

میں کسی طرح یقین نہیں کرپاتا کہ ایسی سوقیانہ افسانہ طرازی کسی عالم دین کے قلم سے بھی نکل سکتی ہے مگر مولانا کو اہل اللہ کی شکل وصورت سے جو

نفرت ہے اور ان کے اعمال واشغال سے جو بغض وعداوت ہے۔ اس نے انہیں ایسے غیر سنجیدہ مذاق پر مجبور کر دیا ہے۔ اب ذرا ''الامام المهدیٰ'' کے بارے میں مولانا کی رائے بھی سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''میرا اندازہ ہی ہے کہ آنے والا اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا۔ عقلی و ذہنی ریاست سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جمادے گا۔ اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہو گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے۔ (ص ۵۵)

- اس کے بعد مولانا ہمیں بتاتے ہیں کہ عرب میں جب قرآن پیش کیا گیا تو اس وقت ہر شخص جانتا تھا کہ ان الفاظ کا اطلاق کس مفہوم پر ہوتا ہے۔ اور صرف مسلمان ہی نہیں کافر تک قرآن کی ان اصطلاحات کے عالم تھے۔

''لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلتے چلے گئے یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مقومات کے لئے خاص ہوگیا اس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہوئے تھے ان کے لئے الہ اور رب اور دین اور عبادت کے وہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزول قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔ انہی دونوں وجوہ سے دور اخیر کی کتب لغت وتفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کی بجائے ان معانی سے کی جانے لگی۔ جو بعد میں مسلمان سمجھتے تھے''۔ (ص ۱۲)

اور ان چار بنیادی اصطلاحوں سے امت کی غفلت وجہالت کا نتیجہ کیا ہوا؟

''پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہوگئی''۔ (ص ۱۴ طبع دہم)

ممکن ہے مولانا کے نیازمندوں کے نزدیک ان کی یہ تحقیق ایک لائق قدر علمی انکشاف کہلانے کی مستحق ہو مگر میں اسے قرآن کریم کے حق میں گستاخی اور امت اسلامی کے حق میں سوئے ظن سمجھ پاتا ہوں۔

اول: یہ کہ انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ

ترجمہ: بے شک ہم نے ہی یہ ''الذکر'' نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور اس حفاظت سے قران کریم کے صرف الفاظ ونقوش کی حفاظت مراد نہیں بلکہ اس کے مفہوم ومعانی اس کی دعوت وتعلیم اس کے پیش کردہ عقائد واعمال کی حفاظت مراد ہے۔

دوسرے مولانا نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم غیر متبدل شکل میں قیامت تک دائم وقائم رہے۔ اور اس کا سلسلہ ایک لمحہ کے لئے ٹوٹنے نہ پائے۔ کیونکہ اگر ایک لمحے کے لئے بھی کسی مسئلہ میں تعلیم نبوت اٹھ جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے درمیان ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو پاٹنا ممکن نہیں۔ اور اس منطق سے دین اسلام کی ایک ایک چیز مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ لیکن مولانا بتاتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم گم ہوگئی۔ مولانا کا یہ نظریہ بالواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور دین اسلام کی حقانیت کے دوام وبقاء کا انکار ہے۔

مسٹر غلام احمد پرویز اور قادیانیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ پرویز کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ہے کہ مرکز ملت کی اطاعت...... اللہ ورسول کا جو مطلب ملا سمجھتا ہے یہ عجمی ذہن کی پیداوار ہے'' نعوذ باللہ۔

مختصراً چند امور کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔

اول: علمائے امت کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔ لیکن مسٹر غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن وغیرہ سنت اور حدیث کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب کا نظریہ بھی یہی ہے کہ سنت اور حدیث دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ رہا یہ کہ ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اس کی پوری توضیح شاید مولانا خود بھی نہ کر سکیں۔

(دیکھئے رسائل ومسائل حصہ اول ص ۳۱۰)

دوم: مولانا کو ''فنا فی الرسول'' اور مزاج شناس رسول ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے روایات حدیث کے صحیح ہونے نہ ہونے کا فیصلہ بھی خود انہی پر منحصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت۔ کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے۔ اس کے بعد جب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کا ذوق اسے بتا دیتا ہے کہ کون سی چیز اسلام کے مزاج اور اسکی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کون سے نہیں رکھتی...... روایت پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی

یہی کسوٹی ردوقبول کا معیار بن جاتی ہے۔ اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے۔ اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے۔ کہ ان میں سے کون سا قول یا کون سا فعل میرے سرکار کا ہوسکتا ہے۔ اور کون سی چیز سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن وسنت سے کوئی چیز نہیں ملتی ان میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فلاں مسئلہ پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ یوں فرماتے یہ اس لئے کہ اس کی روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں گم اور اس کی نظر بصیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اس کا دماغ اسلام کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور اسی طرح دیکھتا ہے اور سوچتا ہے جس طرح اسلام چاہتا ہے۔ کہ دیکھا اور سوچا جائے۔

اس مقام پر پہنچ جانے کے بعد انسان اسناد کا بہت زیادہ محتاج نہیں رہتا وہ اسناد سے مدد ضرور لیتا ہے مگر اس کے فیصلے کا مدار اس پر نہیں ہوتا وہ بسا اوقات ایک غریب، ضعیف، منقطع السند مطعون فیہ حدیث کو بھی لیتا ہے۔ اسلئے کہ اس کی نظر افتادہ پتھر کے اندر ہیرے کی جوت دیکھ لیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک غیر معلل، غیر شاذ، متصل السند، مقبول حدیث سے بھی اعراض کر جاتا ہے۔ اس لئے اس جام زریں میں جو بادہ معنی بھری ہوئی ہے۔ اور اسے طبیعت اسلام اور مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب نظر نہیں آتی۔ (تفہیمات طبع چہارم ۱۹۶۷ء پٹھان کوٹ ص ۲۹۶، ۲۹۷)

سوم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اہل علم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک قسم سنن ہدیٰ کہلاتی ہے۔ جو امور دینیہ سے متعلق ہے اور جن کی پیروی امت کے لئے لازم ہے۔ دوسرا حصہ سنن عادیہ کا ہے۔ یعنی وہ کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی تشریع حکم کے طور پر نہیں بلکہ عام انسانی عادت کے تحت کئے ان کی پیروی اگرچہ لازم نہیں تاہم امور عادیہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جس حد تک ممکن ہو سرمایہ سعادت ہے۔ اور اگر کسی اہم امر میں آپ کی پیروی نہ کر سکیں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ لائق اقتداء نہیں بلکہ اس کی وجہ ہماری استعداد کا نقص ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ''چونکہ اصل سعادت یہی ہے کہ تمام حرکات و سکنات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے اس لئے سمجھ لو کہ تمام افعال کی دو قسمیں ہیں اول عبادات، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ۔ دوم عادات مثلاً کھانا پینا، سونا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں قسم کے افعال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کریں۔ (تبلیغ دین ص ۳۹)

اس کے برعکس مولانا مودودی نے معاشرتی وتمدنی امور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق نہایت بھونڈے الفاظ میں اڑایا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اکثر دیندار غلطی سے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالح کی پیروی کا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ ''جیسا لباس وہ پہنتے تھے ویسا ہی ہم پہنیں۔ جس قسم کے کھانے وہ کھاتے تھے اسی قسم کے کھانے ہم بھی کھائیں جیسا طرز معاشرت ان کے گھروں میں تھا بعینہ وہی طرز معاشرت ہمارے گھروں میں بھی ہو۔

مولانا کے نزدیک اتباع سنت کا یہ مفہوم صحیح نہیں۔ بلکہ:

''اتباع کا یہ تصور جو دور انحطاط کی کئی صدیوں سے دین دار مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط رہا۔ درحقیقت روح اسلام کے بالکل منافی ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ ہم ''جیتے جاگتے آثار قدیمہ'' بن کر رہیں۔ اور اپنی زندگی کو قدیم تمدن کا ایک تاریخی ڈرامہ بنائے رکھیں۔

(تنقیحات ص ۲۰۹، ۲۱۰، پانچواں ایڈیشن)

ترجمہ: اور اجماع کا لفظ جو تم نے علماء کی زبان سے سنا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک زمانے کے سارے مجتہد بایں طور پر ایک فرد بھی باہر نہ رہے۔ کسی مسئلہ پر اتفاق کر لیں۔ کیونکہ یہ صورت نہ صرف یہ کہ واقعہ نہیں بلکہ عادۃً بھی ممکن نہیں۔ بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ خلیفہ ذورائے لوگوں سے مشورہ کر کے یا بغیر مشورے کے کسی چیز کا حکم کرے اور وہ حکم نافذ ہو جائے۔ یہاں تک کہ وہ شائع ہو جائے اور دنیا میں اس کے پاؤں جم جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو۔

مگر ارشاد نبوی کے برعکس مولانا مودودی کی رائے یہ ہے کہ

''خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون قرار نہیں پائے۔ جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے۔'' (ترجمان القرآن جنوری ۵۸ء)

قرآن کریم، سنت نبوی، خلفائے راشدین کی سنت (جو اجماع امت کی اصل بنیاد ہے) کے بارے میں مولانا مودودی کے ان نظریات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اصول دین اور شریعت اسلامیہ کے ماخذ کے بارے میں ان کا ذہن کس قدر الجھا ہوا ہے۔ باقی رہا اجتہاد! تو مولانا اپنے سوا کسی کے اجتہاد کو لائق اعتماد نہیں جانتے۔ اس لئے ان کی دین فہمی کا سارا مدار خود ان کی عقل وفہم اور صلاحیت اجتہاد پر ہے۔

۱۵۔ ایصال ثواب:

(۱) ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کوئی نیک عمل کریں اور وہ اللہ

تعالیٰ کے یہاں قبول ہو جائے تو اس پر جو ثواب آپ کو ملنے والا تھا آپ یہ نیت یا دعا کر لیں کہ اس عمل کا ثواب فلاں زندہ یا مرحوم کو عطاء کر دیا جائے۔ ایصال ثواب کی یہ حقیقت معلوم ہونے سے آپ کو تین مسئلے معلوم ہو جائیں گے۔

ایک یہ کہ ایصال ثواب کسی ایسے عمل کا کیا جا سکتا ہے۔ جس پر آپ کو خود ثواب ملنے کی توقع ہو ورنہ اگر آپ ہی کو اس کا ثواب نہ ملے تو آپ دوسرے کو کیا بخشیں گے؟ پس جو عمل کہ خلاف شرع یا خلاف سنت کیا جائے وہ ثواب سے محروم رہتا ہے۔ اور ایسے عمل کے ذریعہ ثواب بخشا خوش فہمی ہے۔

دوم: یہ کہ ایصال ثواب زندہ اور مردہ دونوں کو ہو سکتا ہے۔ مثلاً آپ دو رکعتیں پڑھ کر اس کا ثواب اپنے والدین کو یا پیر و مرشد کو ان کی زندگی میں بخش سکتے ہیں اور ان کی وفات کے بعد بھی...... عام رواج مردوں کو ایصال ثواب کا اس وجہ سے ہے کہ زندہ آدمی کے اپنے اعمال کا سلسلہ جاری ہے جب کہ مرنے کے بعد صدقہ جاریہ کے سوا آدمی کے...... اپنے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے مرحوم کو ایصال ثواب کا محتاج سمجھا جاتا ہے۔ یوں بھی زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے کوئی تحفہ اگر ہو سکتا ہے تو ایصال ثواب ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ قبر میں مردے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہو اور لوگوں کو مدد کے لئے پکار رہا ہو۔ اسی طرح مرنے والا اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور دوست احباب کی طرف سے دعا کا منتظر رہتا ہے۔ اور جب وہ اس کو پہنچتی ہے تو اسے دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ شانہ زمین والوں (یعنی زندوں) کی دعاؤں کی بدولت اہل قبور کو پہاڑوں برابر رحمت عطا فرماتے ہیں۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا تحفہ استغفار ہے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ص ۲۰۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندے کا درجہ بلند فرما دیتے ہیں تو وہ عرض کرتا ہے کہ یا الٰہی! "مجھے یہ درجہ کیسے ملا؟" ارشاد ہوتا ہے "تیرے لئے تیرے بیٹے کی استغفار کی بدولت" (رواہ احمد۔ مشکوٰۃ ص ۲۰۶)

سوم: تیسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ جس عمل کا ثواب کسی کو بخشا منظور ہو یا تو اس کام کے کرنے سے پہلے اس کی نیت کر لی جائے یا عمل کرنے کے بعد دعا کر لی جائے کہ حق تعالیٰ شانہ اس عمل کو قبول فرما کر اس کا ثواب فلاں صاحب کو عطا فرمائیں۔

(۲) میت کو ثواب صرف نفلی عبادات کا بخشا جا سکتا ہے، فرائض کا ثواب کسی دوسرے کو بخشنا صحیح نہیں۔

(۳) جمہور امت کے نزدیک ہر نفلی عبادت کا ثواب بخشنا صحیح ہے۔ مثلاً دعاء و استغفار، ذکر و تسبیح درود شریف، تلاوت قرآن مجید، نفلی نماز و روزہ، صدقہ و خیرات و حج و قربانی وغیرہ۔

(۴) یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ایصال ثواب کے لئے جو چیز صدقہ و خیرات کی جائے وہ بعینہ میت کو پہنچتی ہے۔ نہیں! بلکہ صدقہ و خیرات کا جو ثواب آپ کو ملنا تھا ایصال ثواب کی صورت میں وہی ثواب میت کو ملتا ہے۔

۱۶۔ گیارہویں کی رسم:

ہر قمری مہینے کی گیارہویں رات کو حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے وہ "گیارہویں شریف" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سلسلہ میں چند امور لائق توجہ ہیں۔

اول: گیارہویں شریف کا رواج کب سے شروع ہوا؟ مجھے تحقیق کے باوجود اس کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہو سکی، تاہم اتنی بات تو معلوم ہے کہ سیدنا شاہ عبدالقادر جیلانی (نور اللہ مرقدہ) جن کے نام کی گیارہویں دی جاتی ہے۔ ان کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی اور نوے سال کی عمر میں ان کا وصال ۵۶۱ھ میں ہوا۔ ظاہر ہے کہ گیارہویں کا رواج ان کے وصال کے بعد ہی کسی وقت شروع ہوا ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین۔ ائمہ دین خصوصاً امام ابو حنیفہ اور خود حضرات پیران پیر اپنی گیارہویں نہیں دیتے ہوں گے؟

اب آپ خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ جس عمل سے اسلام کی کم از کم چھ صدیاں خالی ہوں کیا اسے اسلام کا جز تصور کرنا اور اسے ایک اہم ترین عبادت کا درجہ دے ڈالنا صحیح ہوگا؟ اور آپ اس بات پر بھی غور فرما سکتے ہیں کہ جو لوگ گیارہویں نہیں دیتے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و تابعین، امام ابو حنیفہ اور خود حضرت غوث پاک کے نقش قدم پر چل رہے ہیں یا وہ لوگ جو ان اکابر کے عمل کے خلاف کر رہے ہیں؟

دوم: اگر گیارہویں دینے سے حضرت غوث اعظم کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو بلاشبہ یہ مقصد بہت ہی مبارک ہے، لیکن جس طرح یہ ایصال ثواب کیا جاتا ہے اس میں چند خرابیاں ہیں۔

ایک یہ کہ ثواب تو جب بھی پہنچایا جائے، پہنچ جاتا ہے شریعت نے اس کے لئے کوئی دن کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا، مگر یہ حضرات گیارہویں رات کی پابندی کو کچھ ایسا ضروری سمجھتے ہیں گویا خدائی شریعت ہے...... اور اگر اس کی بجائے کسی اور دن ایصال ثواب کرنے کو کہا جائے تو یہ حضرات اس پر کسی طرح راضی نہیں ہوں گے۔ ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایصال ثواب مقصود نہیں، بلکہ ان کے نزدیک یہ ایسی عبادت ہے جو صرف اس تاریخ کو ادا کی جا سکتی ہے۔ الغرض ایصال ثواب کے لئے گیارہویں تاریخ کا التزام کرنا ایک فضول حرکت ہے۔ جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ اور اسی کو ضروری سمجھ لینا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں گویا اپنی شریعت بنانا ہے۔

تیسرے، ثواب تو صرف اتنے کھانے کا ملے گا، جو فقراء و مساکین

کوکھلا دیا جائے، مگر گیارہویں شریف پکا کر لوگ زیادہ تر خود ہی کھا پی لیتے ہیں یا اپنے عزیز واقارب واحباب کو کھلا دیتے ہیں، فقراء ومساکین کا حصہ اس میں بہت ہی کم ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جتنا کھانا پکایا گیا پورے کا ثواب حضرت پیران پیر کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ بھی قاعدہ شرعیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ شرعاً ثواب تو اس چیز کا ملتا ہے جو بطور صدقہ کسی کو دے دی جائے۔ صرف کھانا پکانا تو کوئی ثواب نہیں۔

چوتھے، بہت سے لوگ گیارہویں کے کھانے کو تبرک سمجھتے ہیں، حالانکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ جو کھانا خود کھالیا گیا وہ صدقہ ہی نہیں۔ اور نہ حضرت پیران پیر کے ایصال ثواب سے اس کو کچھ تعلق ہے اور کھانے کا جو حصہ صدقہ کر دیا گیا اس کا ثواب بلاشبہ پہنچے گا لیکن صدقہ کو تو حدیث پاک میں "اَوْ سَاخُ النَّاسِ" (لوگوں کا میل کچیل) فرمایا گیا ہے۔ اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لئے صدقہ جائز نہیں۔ پس جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "میل کچیل" فرما رہے ہوں اس کو "تبرک" سمجھنا اور بڑے بڑے مالداروں کا اس کو شوق سے کھانا اور کھلانا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف نہیں؟ اور پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ ایصال ثواب کے لئے اگر غلہ یا کپڑا دیا جائے کیا اس کو بھی کسی نے بھی "تبرک" سمجھا ہے؟ تو آخر گیارہویں شریف کو دیا گیا کھانا کس اصول شرعی سے تبرک بن جاتا ہے؟

پانچویں، بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گیارہویں نہ دینے سے ان کے جان ومال کا (خدانخواستہ) نقصان ہو جاتا ہے، یا مال میں بے برکتی ہو جاتی ہے، گویا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جیسے قطعی فرائض میں کوتاہی کرنے سے کچھ نہیں بگڑتا، مگر گیارہویں شریف میں ذرا کوتاہی ہو جائے تو جان مال کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ ایک ایسی چیز کا شرع شریف میں اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ میں کوئی ثبوت نہ ہو جب اس کا التزام فرائض شرعیہ سے بھی بڑھ جائے اور اس کے ساتھ ایسا اعتقاد جم جائے کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض کے ساتھ ایسا اعتقاد نہ ہو تو اس کے مستقل شریعت ہونے میں کوئی شبہ رہ جاتا ہے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۱۷۔ کھانے پر ختم:

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایصال ثواب کے لئے جو کھانا دیتے ہیں اس پر میانجی سے کچھ پڑھواتے ہیں۔ اور اس کو بعض لوگ "فاتحہ شریف" اور بعض "ختم شریف" کہتے ہیں۔ بادی النظر میں یہ عمل بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور لوگ اس کے اسی ظاہری حسن کے عاشق ہیں، مگر اس میں چند امور توجہ طلب ہیں۔

اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین میں اس کا رواج نہیں تھا اس لیے بلاشبہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے حوالے سے سن چکے ہیں کہ جو چیز خلاف سنت ہو وہ مذموم اور قابل ترک ہے اگر شریعت کی نظر میں یہ طریقہ مستحسن ہوتا تو سلف صالحین اس سے محروم نہ رہتے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر کھانے پر سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا حرج ہے؟ حالانکہ اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ آپ کی سنت اور شریعت کے خلاف ہے۔

اور مولانا عبیداللہ نومسلموں نے جو پہلے ہندوؤں کے پنڈت تھے بعد میں حق تعالیٰ نے نور ایمان نصیب فرمایا ("تحفۃ الہند" میں بھی ہندوانہ ایصال ثواب کے طریقوں کی نشاندہی کی ہے)۔ وہ لکھتے ہیں:

"برہمن کے مرنے کے بعد گیارھواں دن، اور کھتری کے مرنے کے بعد تیرھواں دن، اور ویش یعنی بنئے وغیرہ کے مرنے کے بعد پندرھواں یا سولھواں دن اور شودر یعنی بالدھی وغیرہ کے مرنے کے بعد تیسواں یا اکتیسواں دن ہے.........ازاں جملہ ایک چھ ماہی کا دن ہے یعنی مرنے کے چھ مہینے کے بعد.........ازاں جملہ برسی کا دن ہے اور ایک دن گائے کو بھی کھلاتے ہیں......ازاں جملہ اسوج کے مہینے کے نصف اول میں ہر سال اپنے بزرگوں کو ثواب پہنچاتے ہیں۔ لیکن جس تاریخ میں کوئی مرا اس تاریخ میں ثواب پہنچانا ضروری جانتے ہیں۔ اور کھانے کے ثواب پہنچانے کا نام سرادھ ہے اور سرادھ کا کھانا تیار ہو جائے تو اول اس پر پنڈت کو بلوا کر کچھ وید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت اس کھانے پر وید پڑھتا ہے تو وہ اس کی زبان میں "اکھشر من" کہلاتا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی دن مقرر ہیں"۔ (ص ۹۱۔ بحوالہ راہ سنت)

۱۸۔ قبر پر کھجور کی شاخیں رکھنا:

رہی وہ حدیث جو شاہ صاحب نے پیش کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخ خرما کو دو حصوں میں چیر کر انہیں دو معذب اور مقہور قبروں پر گاڑ دیا تھا۔ اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی امید ہے ان قبروں کو عذاب کی تخفیف رہے گی اس سلسلہ میں چند امور لائق توجہ ہیں۔

اول: یہ کہ یہ واقعہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت سے مروی ہے۔ امام نووی اور قرطبی کی رائے یہ ہے کہ یہ تمام روایات ایک ہی قصہ کی حکایت ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی رائے ہے کہ یہ تین الگ الگ واقعات ہیں۔ اس امر کی تنقیح اگرچہ بہت دشوار ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے یا متعدد واقعات۔ لیکن قدر مشترک سب روایات کا یہ ہے کہ قبروں پر شاخیں گاڑنا عام معمول نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تھا۔ بلکہ مقہور ومعذب قبروں پر شاخیں گاڑنے کے ایک دو واقعے ضرور پیش آئے۔

دوم: اس میں بھی کلام ہے کہ یہ قبریں مسلمانوں کی تھیں یا کافروں کی؟ ابوموسیٰ مدینی کہتے ہیں۔ کہ یہ کافروں کی قبریں تھیں اور بعض حضرات

نے فرمایا ہے کہ یہ مسلمانوں کی قبریں تھیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ حدیث جابر میں بظاہر کافروں کی قبروں کا واقعہ ہے اور حدیث ابن اعباس رضی اللہ عنہما میں مسلمانوں کی قبروں کا۔ (فتح الباری ج ا ص ۲۵۶)

یہ قبریں کافروں کی ہوں یا مسلمانوں کی؟ اتنی بات واضح ہے اور حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ شاخیں گاڑنے کا عمل ان قبروں پر کیا گیا جن کا مقہور و معذب ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی قطعی یا کشف صحیح سے معلوم ہو گیا۔ عام مسلمانوں کی قبروں پر نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاخیں گاڑیں۔ اور نہ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تابعین کے زمانے میں رواج عام ہوا۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ قبر پر شاخ گاڑنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عامہ اور سنت مقصودہ نہیں تھی۔

سنت و جماعت کو لازم پکڑنے کی تاکید

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مقام جابیہ میں لوگوں سے فرمایا کہ جس طرح میں تم میں کھڑا ہوں اسی طرح ہم میں کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سنایا پس فرمایا کہ تم میں سے جس کو وسط جنت مرغوب ہو اس کو چاہیے کہ طریقہ جماعت کو لازم پکڑے رہے کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ ہے اور وہ دو سے دور تر ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک خط سیدھا کھینچا۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ مستقیم ہے پھر اس کے دائیں بائیں خطوط کھینچے پھر فرمایا کہ یہ کج راہیں ہیں ان میں سے کوئی راہ خالی نہیں جس پر ایک شیطان نہ ہو۔ جو اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ.

ترجمہ: ''بیشک یہی میری سیدھی راہ ہے تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راہوں پر نہ چلنا کہ وہ تم کو میری راہ سے جدا کر کے بچلا دیں۔''

معاذ بن جبلؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدمیوں کا بھیڑیا ہے (یعنی جس کو جماعت راہ سے جدا پاتا ہے ہلاک کر دیتا ہے) جیسے بکریوں کا بھیڑیا جس بکری کو گلہ سے دور اور بھٹکی پاتا ہے پکڑ لیتا ہے پس خبردار تم پھوٹ کر مختلف رستہ چلنے سے بچنا۔ اور تم پر واجب ہے کہ جماعت و عامۃ مومنین و مسجد کو لازم پکڑو۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک سے دو بہتر ہیں اور دو سے تین اور تین سے چار بہتر ہیں۔ پس تم پر واجب ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو کیوں کہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو سوائے ہدایت کے جمع کرے۔ (یعنی ہدایت پر ہی متفق کرے گا)۔

فائدہ: اگر ایک شخص رات دن میں نمازیں پڑھے اور طریقہ سنت پر نہ ہو تو اس سے وہ شخص بہتر ہے جو ظاہر و باطن میں طریقہ سنت کے موافق فرائض و سنتیں ادا کرتا ہو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جو کوئی طریقہ سنت پر ہو کہ بدعت سے منع کرتا ہو اور طریقہ رسالت کی وصیت کرتا ہو تو ایسے شخص کو دیکھنا عبادت ہے۔

فائدہ: کیونکہ یہ ولی ہے اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی یاد اچھی عبادت ہے۔

ابو العالیہؒ تابعی نے فرمایا کہ تم پر واجب ہے کہ وہ پہلا طریقہ اختیار کرو جس پر اہل ایمان پھوٹ پڑنے سے پہلے متفق تھے عاصم نے کہا کہ میں نے ابو العالیہؒ کا یہ قول حسن بصریؒ سے بیان کیا تو کہا کہ ہاں واللہ ابو العالیہؒ نے سچ کہا اور تمکو اچھی نصیحت فرمائی امام اوزاعیؒ نے کہا کہ طریقہ سنت پر اپنے جی کو تھامے رہ اور جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھہر گئے تو بھی وہاں ٹھہر جا۔ اور جہاں انہوں نے کلام کیا وہاں تو کلام کر اور جس چیز سے وہ رک رہے تو بھی رک رہ۔ اور اپنے دین کے سلف (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی راہ چل کیوں کہ جہاں ان کی سمائی ہوئی تیری بھی سمائی ہوگی۔

فائدہ: یعنی تو بھی جنت عالیہ میں انکے ساتھ پہنچ جائے گا۔

امام اوزاعیؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے رب العزت جل جلالہ کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا کہ اے عبدالرحمٰن تو ہی میری راہ میں نیک باتوں کی تقلید کرتا ہے اور بری باتوں سے منع کرتا ہے تو میں نے عرض کیا کہ اے رب یہ تیرے ہی فضل سے مجھے نصیب ہوا ہے اور میں نے التجا کی کہ اے رب تو مجھے اسلام پر موت دیجیو۔ فرمایا بلکہ اسلام اور سنت پر۔

فائدہ: یعنی اسلام اور سنت پر موت کی آرزو کر۔ کیونکہ میں تجھے اپنے پسندیدہ اسلام پر اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سنت پر وفات دوں گا۔

سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ کوئی قول ٹھیک نہیں جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ پھر کوئی قول و عمل ٹھیک نہیں ہوتا جب تک کہ نیت صحیح نہ ہو۔ اور کوئی قول عمل و نیت ٹھیک نہیں ہوتی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سنت کے مطابق نہ ہو۔

فائدہ: صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد حدیث شریف سے طریقہ رسالت معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ متقی ظاہر و باطن کی موافقت سے ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر خالی ظاہری اعمال میں موافق ہوا اور باطنی خوف و عظمت الٰہی و شوق آخرت و دائمی یاد سے غافل ہو تو گویا بے نیت ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ سے بہت کم ہیں۔

یوسف بن اسباط نے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ اے

یوسف اگر تجھے خبر ملے کہ فلاں شخص سرحد مشرق میں سنت کے طریقہ پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج اور اگر تجھے خبر ملے ایک شخص دیگر سرحد مغرب میں طریقہ سنت پر مستقیم ہے تو اس کو سلام بھیج کہ اہل سنت والجماعت بہت کم رہ گئے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ نے (اپنے علماء شاگردوں سے) فرمایا کہ اہل سنت کے حق میں بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو۔ کہ یہ پردیسی بیچارے بہت کم ہیں۔ امام ابوبکر بن عیاش نے فرمایا کہ جس طرح شرک و باطل دینوں کی بنسبت اسلام نادر عزیز ہے اسی طرح اسلام میں بدعتی فرقوں کی بہ نسبت فریق سنت نادر عزیز بلکہ بہت نادر عزیز ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ جب میں کسی شخص کو جو حدیث وسنت والا ہو دیکھتا ہوں تو ایسا ہے گویا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو دیکھ لیا۔ شیخ جنیدؒ فرماتے تھے کہ راہیں سب خلق پر بند ہیں سوائے اس شخص کے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کی پیروی کی پس جس نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور آپ کا طریقہ لازم پکڑا تو نیکیوں کی سب راہیں اس پر کھلی ہیں۔ شیخ جنیدؒ سے دوسری روایت اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کی راہ سب خلق پر مسدود ہے۔ سوائے ان مومنوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اور آپ کے طریقہ سنت کے تابع ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "یعنی بے شک تمہارے واسطے نیک طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہے"

ہر قسم کی بدعت و بدعتیوں کی مذمت کے بیان میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیحین)

ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حوض کوثر پر تمہارا امیر منزل ہوں گا اور ضرور کچھ قوم میں آویں گی وہ مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہی روک لی جاویں گی تو میں کہوں گا اے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ تو مجھ سے کہا جائے گا کہ تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا نیا طریقہ نکالا تھا یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

معمرؒ کہتے ہیں کہ طاؤسؒ (تابعی) بیٹھے تھے اور ان کے پاس ان کا بیٹا بیٹھا تھا اتنے میں ایک شخص فرقہ معتزلہ میں سے آیا۔ اور ایک شرعی بات میں بداعتقادی کی گفتگو کرنے لگا۔ طاؤسؒ نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اور بیٹے سے کہا کہ اے فرزند تو بھی اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں دے لے تاکہ تو اس کی گفتگو کچھ نہ سنے۔ اس لئے کہ یہ دل ضعیف ہے۔ پھر کہا کہ اے فرزند خوب زور سے کان بند کر لے۔ پھر برابر یہی کہتے رہے۔ کہ اے فرزند خوب زور سے کان بند کئے رہنا یہاں تک کہ وہ معتزلی گمراہ اٹھ کر چلا گیا۔

چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے بدعتی کی توقیر کی تو اس نے اسلام کی بنیاد ڈھانے میں مدد دی۔ محمد بن الفضیر الجاریؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے بدعتی کی بات سننے کو کان لگائے تو اس سے حفاظت الٰہی نکال لی جاتی ہے اور وہ اپنے نفس کے بھروسے پر چھوڑا جاتا ہے۔ لیث بن سعدؒ فرماتے تھے کہ اگر میں بدعتی کو دیکھوں کہ پانی پر چلتا ہے تو بھی اسے قبول نہ کروں۔ امام شافعیؒ نے جب امام لیثؒ کا یہ کلام حکمت سنا تو فرمایا کہ امام لیثؒ نے پھر کم کہا اور میں تو اگر بدعتی کو دیکھوں کہ ہوا پر اڑتا پھرتا ہے تو بھی اس کو قبول نہ کروں۔ بشر الحافیؒ فرماتے تھے کہ میں نے مریسی (بدعتی پیشوا) کے مرنے کی خبر بیچ بازار میں سنی۔ اگر وہ مقام شہرت نہ ہوتا تو یہ موقع تھا کہ میں شکر کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتا کہ الحمد للہ الذی اماتہ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے اس مفسد بدعتی کو موت دی اور تم لوگ بھی ایسا ہی کہا کرو۔

بعض مسائل جن میں بعض اہل حدیث حضرات بلا وجہ صراط مستقیم سے پھسلتے ہیں۔

اجماع:

علماء وفقہاء امت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ واضح رہے اجماع کا مرتبہ قرآن وسنت کے بعد ہے۔ اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول وقواعد قرآن وسنت میں ذکر ہوں۔ لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں۔ اور ناسخ منسوخ کا تعین نہ ہو تو شواہد وقرائن کی روشنی میں علماء امت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں۔ جیسے تکبیرات جنازہ کی تعداد میں اختلاف تھا۔ تو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں چار تکبیروں پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔

(الف): اجماع کی حجیت قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

ارشاد ربانی ہے وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (النساء ۱۱۵)

اور جو کوئی بعد اس کے کہ اس پر ہدایت کی راہ کھل چکی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے رستہ کے علاوہ کسی اور رستہ کی پیروی کرے گا، ہم اسے کرنے دیں گے جو کچھ وہ کرتا ہے اور پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

(ب): ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ...... اِنَّ اللّٰہَ لَا یُجْمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَ یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں ہونے دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ جو جماعت سے نکل گیا وہ جہنم میں ڈال دیا گیا۔

(ج): ابن قیم فرماتے ہیں: و لم یزل ائمة الاسلام علی تقدیم الکتاب علی السنة والسنة علی الا جماع، وجعل الاجماع فی المرتبه الثالثة

ہمیشہ سے تمام ائمہ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے کہ قرآن کا درجہ سنت سے پہلے ہے۔ اور سنت کا مقام اجماع پر مقدم ہے اور اجماع تیسرے نمبر پر ہے۔

(د): خود علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں: والاجماع القطعی حجة و منکرہ کافر

کہ اجماع قطعی حجت اور دلیل ہے اور جو شخص اس کو حجت نہ مانے وہ کافر ہے: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اور جو شخص رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا بعد اس کے اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا دینی راستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو دنیا میں جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور بری جگہ ہے جانے کی۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًی کَانُوْا عَلَیْهِ اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ (ابن ماجہ)

نہیں گمراہ ہوتی کوئی قوم ہدایت کے بعد مگر ان کو جھگڑے میں ڈال دیا جاتا ہے۔

پھر یہ مسائل صدر اول سے مختلف فیہ چلے آتے ہیں اور ان پر دور اول سے آج تک اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ مزید کچھ لکھنا محض اضاعت وقت معلوم ہوتا ہے۔

پھر اس سے بھی شرم آتی ہے کہ آدمی ایک ایسے پر فتن دور میں جبکہ اسلام کے قطعی و بنیادی مسائل میں تشکیک کا سلسلہ جاری ہے۔ اور قلوب سے ایمان ہی رخصت ہوتا جا رہا ہے۔

۴۔ قیاس (چوتھی بنیاد):

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کرنے کو قیاس کہتے ہیں وہ یوں کہ ایک نیا مسئلہ یا اس کی کوئی نئی صورت و کیفیت پیدا ہو جائے جس کا ذکر قرآن و سنت میں نہیں ہے البتہ اس کے مشابہ ایک اور مسئلہ مذکور ہے۔ تو اس نئے مسئلہ کو پھر سابقہ مسئلہ پر قیاس کر کے اس پر بھی وہ حکم لگائیں گے جیسا کہ نشہ آور مشروب یا کھانا تیار کیا گیا ہو تو اس کا تذکرہ قرآن و سنت میں نہیں ملے گا۔ البتہ شراب کی حرمت قرآن و سنت میں موجود ہے۔ چونکہ نشہ آور ہے۔ لہٰذا یہ مشروب بھی حرام ہے۔ کیونکہ نشہ آور چیز حرام ہے۔ گویا نئی نشہ آور چیز کو سابقہ نشہ آور چیز پر قیاس کر کے اس پر بھی وہی حکم لگا دیا گیا۔

۱۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی نئے حکم کو ثابت کرنے کا نام قیاس نہیں بلکہ قرآن و سنت میں پہلے سے موجود حکم کو ظاہر کرنے کا نام قیاس ہے۔ حضرات فقہاءؒ کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ قیاس مظہر حکم ہے۔ مثبت حکم نہیں ہے۔

۲۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قیاس کا براہ راست تعلق قرآن و سنت سے ہے۔

۳۔ نیز معلوم ہوا کہ جو مسائل قرآن و سنت و اجماع سے ثابت ہیں ان میں قیاس نہیں چلتا۔

دلیل قرآنی

قرآن کریم میں قیاس کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے کہ:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ. الایة (النساء ۵۹)

پھر اگر تم میں باہمی اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا لیا کرو۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو پوچھا "اگر کوئی فیصلہ کرنا پڑا تو کیسے کرو گے" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔

اگر کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر؟ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔

اگر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملا تو پھر؟ اپنی رائے کے ساتھ اجتہاد کر کے فیصلہ کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ترتیب اور اس جواب سے خوش ہو کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو ایسی چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

علم فقہ کا تعارف: دلائل شرعیہ کے مختصر ذکر کے بعد

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ سطور میں علم فقہ کا مختصر تعارف کرا دیا جائے۔ نیز فقہ حنفی کا انداز ترتیب و تدوین، فقہ حنفی کے علمی ماخذ اور امام ابو حنیفہؒ کا بلند پایہ علمی مقام واضح کیا جائے اس سے بہت سی غلط فہمیوں کو ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ چونکہ بعض سطحی علم اور ظاہری انداز فکر رکھنے والے لوگ مختلف غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔

گزشتہ صفحات سے معلوم ہو گیا کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک شرعی دلائل قرآن و سنت، اجماع و قیاس ہیں۔ مسلمان کی زندگی میں پیش

آنے والے مسائل اور احکام کو انہی دلائل کی روشنی میں مرتب و مدون کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان دلائل کا ذکر بھی موجود ہے۔ اس مرتب و مدون مجموعہ کا نام علم فقہ ہے۔ فقہ کی تعریف سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

(ب): فقہ حنفی کا انداز ترتیب و تدوین

امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء حنفیہؒ نے فقہ کی تدوین میں جس سنہری ترتیب کو بطور اصول پیش نظر رکھا ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: ''سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ جو چیز قرآن کریم میں نہ ملے اس کو سنت سے اور ان آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہیں۔ اگر کتاب و سنت میں کوئی مسئلہ نہ ملے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جب تابعین کی باری آتی ہے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں اجتہاد کروں۔

کتاب ابو جعفر الی ابی حنیفہؒ

ویقول بلغنی انک تقدم القیاس علی الحدیث فرد علیه قائلا لیس الامر کما بلغک یا امیر المومنین انما اعمل اولا بکتاب الله ، ثم بسنة رسوله ثم باقضیة الخلفاء الاربعة ثم باقضیة بقیة الصحابة ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا.

عباسی خلیفہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہؒ کو لکھا: ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں''۔ امام نے جواب میں لکھا: ''اے امیر المومنین آپ کو جو افواہ پہنچی ہے وہ حقیقت نہیں میں اولاً کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتا ہوں پھر خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو بقیہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس کے بعد والے مرحلے میں اگر اختلاف ہو تو پھر میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔

فقہ حنفی کے علمی ماخذ:

کوفہ میں پندرہ سو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے۔ اس طرح کوفہ مرکز علوم کتاب و سنت بن گیا۔ ابن سعد نے طبقات میں جن مشہور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام ذکر کئے ہیں ان حضرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعد بن زید رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ان سب حضرات کے علوم کوفہ اور گرد و نواح میں پھیلے جبکہ اہل کوفہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی رنگ خوب چڑھا۔ کوفہ کے سات بڑے علماء فقہا آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ جن میں حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ المتوفی ۶۲ھ سب سے نمایاں ہیں۔ حضرت علقمہ کے بعد یہ علمی قیادت حضرت ابراہیم نخعیؒ کے سپرد ہوئی۔ جنہیں علماء و فقہاء کوفہ کی زبان کا لقب دیا گیا۔ حضرت ابراہیمؒ کے بعد حضرت حمادؒ اس منصب پر فائز ہوئے۔ تا آنکہ ۱۵۰ھ میں امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مرکز کو سنبھالا۔

کوفہ کے اہم علمی مرکز ہونے کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ امام حاکم نے اپنی کتاب ''معروفۃ الحدیث'' میں مشہور علماء و تابعین و تبع تابعین کا ذکر کیا ہے جو اس قابل ہیں کہ مشرق و مغرب سے آ کر ان سے علوم حدیث کو پڑھا جائے۔ اس میں مدینہ منورہ کے ۴۰ مکہ مکرمہ کے ۱۲۱ اور کوفہ کے ۲۰۱ علماء کا ذکر کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا علمی مقام:

ا۔ گذشتہ سطور سے کوفہ کے علمی مرکزیت واضح ہوئی نیز کہ اس میں کس قدر جلیل القدر علماء موجود تھے۔ امام بخاریؒ کے استاد یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ: ''امام ابو حنیفہؒ نے اپنے شہر کے علوم حدیث کا پورا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔ اور اس میں آپ کی مخصوص توجہ ان احادیث کی طرف ہوتی تھی۔ جن کا تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی سے ہوتا۔

(ج) امام ابو حنیفہؒ نے صرف اہل کوفہ کے علم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ خصوصاً سفر ہائے حج کے دوران واضح رہے کہ آپ نے زندگی میں ۵۵ دفعہ حج کیا۔

(د) یہی وجہ ہے کہ علامہ صالحیؒ نے عقود الجمان میں اور ابن حجرؒ نے ''الخیرات الحسان'' میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔

امام عبدالعزیز بن ابی روادؒ (م ۱۵۹ھ)

(ص) جو شخص امام ابو حنیفہؒ سے محبت رکھے وہ سنی ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھے وہ بدعتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے: ''ہمارے پاس لوگوں کے جانچنے کے لئے ابو حنیفہؒ معیار ہیں جو ان سے محبت اور دوستی رکھے وہ اہل سنت میں سے ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھے۔ ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بدعتی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)

امام حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۵ھ)

حضرت امام ابو حنیفہ کا کلام بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور اس میں عیب چینی صرف جاہل ہی کر سکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۲۰)

امام سفیان بن عیینہ (م ۱۹۵ھ)

میری آنکھوں نے ابو حنیفہ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

علی بن عاصم الواسطی (م ۲۰۱ھ)

اگر امام ابو حنیفہ کی عقل کا نصف اہل زمین کی عقل سے موازنہ کیا جائے تب بھی حضرت امام کا پلہ بھاری رہے گا۔

(مناقب ذہبی ص ۲۳) امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد غزالی شافعی (م ۵۰۵ھ)

اللہ کی قسم! جو طالب غالب مدرک مہلک ضار اور نافع ہے اور جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے معانی فقہ کے حقائق میں سب سے زیادہ غوطہ زن ہیں۔''

دوسری جگہ مشہور اہل حدیث عالم حضرت مولانا حافظ محمد عبدالمنان وزیر آبادی کے حالات میں لکھتے ہیں:

''آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔'' (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷)

امام ابوحنیفہ کی علمی و فقہی مجلس مشاورت

اس عظیم مجلس مشاورت کی تفصیلات ڈاکٹر سباعی نے السنۃ میں ابو زہرہ نے کتاب ابوحنیفہ میں اور ڈاکٹر مصطفیٰ نے الائمۃ الاربعہ میں بیان کی ہیں۔ مختصر اً یہ کہ امام ابوحنیفہ نے تدوین فقہ میں اپنے ذاتی علوم پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ چالیس چوٹی کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم کی جس میں ہر ہر مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہوتی۔ اور پھر آخر میں جو حکم دلائل سے ثابت ہو جاتا اس کو لکھا جاتا۔ حتیٰ کہ کبھی ایک مسئلہ پر تین تین دن بحث و تمحیص ہوتی رہتی۔ نیز اس قدر احتیاط تھی کہ اگر ایک رکن بھی موجود نہ ہوتا تو اس کا انتظار کیا جاتا۔ اور اس سے مشورہ کر کے مسئلہ کو آخری شکل دی جاتی۔ اس مجلس میں اس دور کے بڑے بڑے مفسرین، محدثین و فقہا شامل تھے۔

آخر میں اس جملہ پر ہم اس موضوع کو مکمل کرتے ہیں کہ ''جس فقہ حنفی کی بنیاد قرآن و سنت اجماع و قیاس ہوں جس کی تدوین میں ایسے جلیل القدر علماء شامل ہوں ہر ہر مسئلہ میں اس قدر غور و خوض و احتیاط سے کام لیا گیا ہو۔ اور خیر القرون میں جس کی تدوین مکمل ہوئی ہو۔ جسے اللہ رب العزت نے مشرق و مغرب عرب و عجم میں شرف قبولیت سے نوازا ہو۔ وہ اپنی افادیت اور بقاء میں کسی تصدیق و تحسین کسی حمد و ثناء کی محتاج نہیں اور نہ ہی کسی کی تائید یا تردید سے اس کے جمال میں کچھ فرق آئے گا۔

اجتہاد کہتے ہیں کہ کسی چیز کی تلاش میں اپنی پوری طاقت خرچ کرنا اور اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ کو قیاس کے واسطہ سے کتاب و سنت کی طرف لوٹانا۔

امام غزالیؒ اصطلاحی تعریف کرتے ہیں کہ: **الاجتھاد بذل المجتھد وسعہ فی طلب العلم باحکام الشریعۃ**

احکام شریعہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کا اپنی توانائیوں کو صرف کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

(۱) عوام کو تقلید کا حکم

جو شخص عالم نہیں اسے چاہیئے کہ عالم سے پوچھ لیا کرے۔ جو شخص مجتہد نہیں یقیناً اسے مجتہد سے پوچھ کر عمل کرنا چاہیئے۔ ارشاد ربانی ہے:

دلیل نمبر ۱: فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل ۴۳)

اگر تم خود نہیں جانتے تو ان لوگوں سے پوچھ لیا کرو جو جانتے ہیں۔

علامہ آمدیؒ الاحکام میں فرماتے ہیں: ''یہ خطاب ہر مکلّف کو ہے۔ لہٰذا جو چیز بھی کسی کو معلوم نہ ہو۔ وہ دوسرے سے سوال کرے

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد عوام ہیں''۔

علامہ ابن تیمیہؒ کا ارشاد:

جمہور علماء امت کا یہی مسلک ہے کہ اجتہاد اور تقلید اپنی جگہ جائز ہے۔ ہر شخص پر اجتہاد واجب اور تقلید حرام نہیں۔ اور ہر شخص پر تقلید واجب اور اجتہاد حرام نہیں۔ بلکہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے اس کے لیے اجتہاد جائز ہے اور جو شخص اجتہاد کا اہل نہیں۔ اس کے لیے تقلید جائز ہے۔ اب یہ کہ جو شخص اجتہاد کا اہل ہے وہ تقلید کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیح مسلک یہی ہے کہ اس کے لیے بھی تقلید جائز ہے۔ چونکہ عملاً اس نے اجتہاد نہیں کیا۔ یا تو اس لیے کہ متعلقہ مسئلہ میں وارد شدہ دلائل برابر ہیں یا قلت وقت کی وجہ سے وہ اجتہاد نہ کر سکا۔ یا اس کو ایک مسئلہ میں خاص دلیل نہیں ملی۔ بہر حال جب وہ عملاً اجتہاد سے عاجز ہو۔ تو جو چیز اس پر واجب تھی۔ (اجتہاد) وہ ساقط ہو گئی۔ اور اب وہ اس کے متبادل پر عمل کرے گا۔ اور وہ تقلید ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص پانی کے ساتھ وضو کرنے سے عاجز ہو جائے تو تیمم کرے۔ (فتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۳)

شاہ ولی اللہ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحبؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ تقلید دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک واجب ہے اور دوسری حرام ہے۔

تقلید واجب یہ ہے کہ جو شخص کتاب و سنت کے علوم سے واقف نہیں۔ وہ نہ تو خود مسائل کا حکم تلاش کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی استنباط کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ اس مسئلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تعلیمات ہیں؟ اور پھر اس پر عمل کرے۔ چاہے یہ مسئلہ کسی نص میں صراحۃً مذکور ہو یا استنباط شدہ ہو۔ یا کسی منصوص حکم پر قیاس کیا گیا ہو۔ اس طرح درحقیقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہی عمل پیرا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب عبادتوں سے جلدی ثواب والی عبادت صلہ رحمی ہے۔ (الکشاف)

اور اس کیفیت کے صحیح ہونے پر ہر ہر صدی کے علماء کا اتفاق ہے۔اور اس تقلید کی صحیح علامت یہ ہے کہ مجتہد کے قول پر عمل کرنا مشروط ہے۔اس شرط کے ساتھ کہ وہ سنت کے مطابق ہو اس لیے اگر کہیں یہ مسئلہ سنت کے خلاف نکل جائے تو سنت پر عمل کیا جائے گا۔اور حضرات ائمہ نے اس کا حکم دیا ہے۔

اور تقلید حرام یہ ہے کہ مجتہد کا یہ سمجھنا کہ وہ ایسے مقام پر فائز ہے کہ غلطی کر ہی نہیں سکتا حتیٰ کہ اگر کوئی صحیح حدیث اس کے مخالف ہو تو پھر بھی مجتہد کی بات کو نہ چھوڑے۔

علامہ وحید الزمانؒ کا ارشاد:

علامہ موصوف بھی عوام کے لیے نفس تقلید کو لازمی قرار دیتے ہیں ہاں اگر کسی مسئلہ میں نصوص کی مخالفت لازم آتی ہو۔تو ایسے موقع پر عمل نہ کرے۔وہ لکھتے ہیں

و لا بد للعامی من تقلید مجتهد او مفتی.

کہ عام آدمی (غیر مجتہد) کے لیے کسی مجتہد یا بڑے عالم کی تقلید ضروری ہے۔

خلاصہ کلام: گذشتہ سطور میں دلائل شرعیہ کی روشنی میں اجتہاد و تقلید کی حقیقت واضح ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔اجتہاد کرنا دلائل شریعت سے ثابت ہے۔

۲۔جس شخص میں اجتہاد کی شرائط موجود ہوں وہی اجتہاد کا اہل ہے۔

۳۔جو شخص قرآن وسنت سے ناواقف ہے وہ لازماً مجتہدین پر اعتماد کر کے ان کی تقلید کرے۔

عام علماء اور عوام کو مجتہدین کی تقلید سے روکنا معتزلہ کا مذہب ہے۔

۱۔مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کا پچیس سالہ تجربہ:

(مشہور غیر مقلد عالم)

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں مگر دیندار کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہل حدیث جو بے علم یا کم علم ہو کر تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جا رہے ہیں (اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد نمبر ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کا بے باک تجزیہ:

ایک دفعہ امام غزالیؒ زائد بن احمد کی مجلس میں حاضر ہوئے۔تو یہ حدیث سنی۔

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ مَا لَا یَعْنِیْهِ"

اور فرمایا کہ فی الحال یہی کافی ہے کہ اس پر عمل کر کے مزید سنوں گا۔

نواب صدیق حسن خان اس واقعہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ تو عقل مندوں کا حال تھا۔جب کہ آج کل جاہلوں کا ایک گروہ ہے۔جس کی حدیث دانی کا بیشتر حصہ اس سے عبارت ہے کہ حضرات محدثین و مجتہدین کے اختلافی مسائل میں سے عبادات پر زیادہ زور دیتے ہیں۔لیکن روزمرہ زندگی کے معاملات کو یکسر نظر انداز کیے ہوئے ہیں۔ان کی اتباع کا دارومدار ان اختلافی مسائل کو ہوا دینے پر ہے۔اس لیے یہ لوگ اہل حدیث کے صحیح راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔انہیں معاملات سے متعلق احادیث کا کچھ فہم نہیں۔

۵۔اہل حدیث حضرات کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ چونکہ تقلید کا رواج کئی صدیوں بعد ہوا ہے اس لیے وہ بدعت ہے مگر تقلید کو بدعت کہنا ان کی غلطی ہے۔اس لیے کہ اول تو اس سے یہ لازم آئے گا۔کہ ان اہل حدیث حضرات کے سوا جن کا وجود تیرھویں صدی میں بھی نہیں تھا..........

باقی پوری امت محمدیہ گمراہ ہو گئی۔نعوذ باللہ اور یہ ٹھیک وہی نظریہ ہے جو شیعہ مذہب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پیش کرتا ہے اور چونکہ اسلام قیامت تک کے لیے آیا ہے اس لیے پوری امت کا ایک لمحہ کے لیے بھی گمراہی پر متفق ہونا باطل ہے۔

اہل حدیث حضرات کے نظریاتی اختلاف کا دوسرا نقطہ یہ ہے کہ یہ حضرات بعض اوقات شوق اجتہاد میں ''اجماع امت'' سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔یہاں اس کی دو مثالیں عرض کرتا ہوں۔

اوّل: آپ کو معلوم ہو گا کہ بیس تراویح کا دستور مسلمانوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آج تک چلا آرہا ہے۔اور چاروں ائمہ دین بھی اس بات پر متفق ہیں لیکن اہل حدیث حضرات اس کو بلا تکلف بدعت کہہ دیتے ہیں۔اور اس مسئلہ میں میں نے بعض حضرات کو اپنے کانوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ناروا الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے۔

دوسرا مسئلہ: تین طلاق بلفظ واحد کا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لفظ یا ایک مجلس میں تین طلاق دے ڈالے تو تین ہی طلاقیں شمار ہوں گی۔یہ فتویٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔اور تمام صحابہ و تابعین نے اس فتویٰ کو قبول کیا تھا۔مجھے کسی صحابی و تابعی کا علم نہیں جس نے اس فتوے سے اختلاف کیا ہو۔یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔(جن کے اتفاق کو میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے اجماع امت کی علامت بتا چکا ہوں۔لیکن اہل حدیث حضرات بڑی جراءت سے ایسی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

قاضی عبد الواحد صاحب خانپوری (مشہور غیر مقلد عالم)

پس اس زمانے میں چھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں۔وہ صفت میں وارث اور خلیفہ

ہوتے۔شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے۔اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے۔اسلام کی طرف اس طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں۔ ملاحدہ زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل شیعوں کے......... مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین رضی اللہ عنہما کے غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں۔اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلائیں۔کچھ پرواہ نہیں۔اس طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیث میں ایک دفعہ رفع یدین کر کے تقلید کا رد کرلے اور سلف کی ہتک کرے۔مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے۔اور پھر جس قدر کفر بدعتی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔اور ایک ذرہ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے اگر چہ علماء وفقہا اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں۔ہر گز نہیں سنتے

سبحان الله ما شبه اللية با لبارحة

اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنۃ والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومتکبر ہو گئے۔

(قاضی عبدالواحد اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ ص ۲۶۲)

(ب) ارشاد نبوی ہے: **هُوَ الطَّهُورُ مَاءُهُ** (ترمذی)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کی بابت پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کا پانی پاک ہے۔

ناپاک پانی: اس سے مراد وہ پانی ہے جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو۔ بلکہ اس کا رنگ ذائقہ یا بو بدل گئی ہو۔اور اس پر علماء کا اجماع ہے علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔

الاجماع على ان المغير بالنجاسة ريحاً اولونا او طعما نجس (نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۵)

نجاست کی وجہ سے جس پانی کی بو رنگ یا ذائقہ بدل جائے اس کے ناپاک ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کی بابت پوچھا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مذی نکلے تو وضو کافی ہے اور منی نکلے تو غسل کرنا ہوگا۔

حضرت معاذہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرتی ہے نماز نہیں"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "کیا تم حروریہ ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں لیکن میں مسئلہ کی وضاحت چاہتی ہوں۔آپ نے فرمایا جب ہماری یہ حالت ہوتی تو بس ہمیں روزہ قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔نماز کی قضا کا نہیں"۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضرات تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ "نفاس والی عورتیں چالیس دن کی نماز چھوڑ دیں گی۔البتہ جو عورت اس مدت سے پہلے ہی طہر محسوس کرے وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔

وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ (مسلم وجوب غسل الرجلین)

ایسی خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہو آگ سے.........

جب ایڑیاں خشک رہ جانے پر اتنی سخت وعید آئی ہے تو جرابوں پر مسح کرنے سے پورا پاؤں خشک رہ جاتا ہے۔

اور خود غیر مقلد عالم مولانا ابو سعد شرف الدین بھی معترف ہیں کہ "یہ (جرابوں پر مسح) نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس صحیح سے نہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے فعل سے اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین (پاؤں دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے لہٰذا خف چرمی (موزہ) کے سوا جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ (ثناء اللہ امرتسری) (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۴۳)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤذن بارگاہ رسالت نے ظہر کی اذان دینی چاہی۔تو ارشاد نبوی ہوا کہ موسم کو ٹھنڈا ہونے دو ٹھنڈا ہونے دو یا فرمایا کہ مزید انتظار کرو۔مزید انتظار کرو۔چونکہ گرمی کی شدت جہنم کے اثرات میں سے ہے لہٰذا جب گرمی شدت اختیار کر جائے تو موسم ٹھنڈا ہونے پر نماز پڑھا کرو۔(یونہی ہم نماز کو مؤخر کرتے رہے) تا آنکہ ہمیں ٹیلوں کے سائے بھی نظر آنے لگے۔ (بخاری باب ابراد الظہر فی شدۃ الحر)

اذان واقامت کے کلمات

ایک روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ صاحب واقعہ سے نقل کرتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان واقامت دونوں میں دو،دو مرتبہ الفاظ تھے۔ (ترمذی ص ۲۷ ج ۱)

امانی الاحبار شرح معانی الآثار (ص ۲۲۵۔جلد ۲) میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ ہوتے ہیں۔اور اقامت کے بھی۔اور آپ ایک موذن کے پاس آئے۔جو ایک ایک مرتبہ اقامت کے کلمات کہتا تھا۔تو آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کو دو دو مرتبہ کیوں نہ کہا۔تیری ماں نہ رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں ضرور حکم دیتا کہ نماز عشاء کو رات کے ایک تہائی یا نصف حصہ تک مؤخر کیا کریں۔ (حسن صحیح) ترمذی: تاخیر صلوٰۃ العشاء

۱۔خود مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں

صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں زیادہ فرمانبردار تم میں زیادہ اجر والی ہیں۔ (الدیلمی)

ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو۔ پگڑی سے یا ٹوپی سے۔

ثناء اللہ امرتسری: فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۵۲۵ (ترمذی۔ ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال)

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ کے والد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑا کرتے تھے۔ (ابوداؤد وضع الیمنی علی الیسریٰ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔ (ابوداؤد رفع الیدین فی الصلوٰۃ)

حضرت عاصم بن کلیب فرماتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کو اس طرح رکھا کہ بائیں ہاتھ کی پشت اور گٹے اور کلائی پر تھا۔ (جوہر النقی۔ باب وضع الیدین علی الصدر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین چیزیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق نبوت میں سے ہیں۔

۱۔ وقت ہونے پر جلدی افطار کر لینا۔ ۲۔ سحری آخری وقت میں کھانا۔

۳۔ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

(ترمذی ماجاء فی ترک الجہر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمہور صحابہ کا عمل بھی یہی تھا۔ جن میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ بھی ہیں۔ اور ان کے بعد تابعین کا مسلک بھی یہی تھا۔ سفیان ثوری، ابن المبارک، امام احمد، اسحاق یہ سب کے سب تسمیہ اونچی پڑھنے کے قائل نہ تھے۔ بلکہ کہتے تھے کہ تسمیہ آہستہ پڑھی جائے۔ (جامع المسانید ج ا ص ۳۴۷)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۸۰)

حضرت بشیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ پڑھتے ہیں نماز کے بعد آپ نے ایسے لوگوں کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو۔ اور خاموش رہو۔ اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی۔ لہٰذا جب امام قرآن پڑھ رہا ہو۔ تو مقتدی خاموش رہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کا امام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ اور اس کی اقتداء یہ ہے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ پڑھنے لگے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اور جب وہ غیر **المغضوب علیھم و لا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔ جب وہ رکوع کرے۔ تو تم بھی رکوع کرو۔

امام مسلمؒ کے شاگرد ابوبکر نے امام مسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بابت پوچھا تو امام نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ یعنی جس میں وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کا جملہ آیا ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

(مسلم شریف) (صحیح مسلم شریف التسمیع والتائمین)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرآن پڑھنے والا **غیر المغضوب علیھم و الضالین** کہے اور اس کے مقتدی آمین کہیں۔ تو جس کی آمین آسمان والوں کی آمین سے موافق ہو گی اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر قراءت گڑبڑ کر دی۔ (مجمع الزوائد ص ۱۱۰ ج ۲)

۲۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''امام اسی لئے تو مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ اور جب وہ غیر **المغضوب علیھم و لا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔ الخ (نسائی ص ۱۴۶ ج ۱، ابوداؤد ص ۵۹ ج ا ابن ماجہ ص ۶۱)

امام احمدؒ نے فرمایا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و تابعین ہیں۔ یہ اہل حجاز میں امام مالک ہیں۔ اور یہ اہل اعراق میں امام ثوری ہیں۔ یہ اہل شام میں امام اوزاعیؒ ہیں اور یہ اہل مصر میں امام لیثؒ ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جب امام قراءت کرے اور مقتدی قراءت نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔

(المغنی ص ۵۶۴ ج ا مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۲۷۸)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوع کر لے تو اس نے اس رکعت کو پا لیا۔ البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہو گی۔

مقتدی بالکل قراءت نہ کرے:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْاِمَامِ فِيْ شَيْءٍ (صحیح مسلم سجود التلاوۃ)

حضرت عطاء بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امام کے ساتھ ساتھ مقتدی کو بھی قراءت کرنی چاہئے یا نہیں تو صحابی رسول

حضرت زید بن ثابت ﷺ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں بھی مقتدی کو امام کے ساتھ قراءت نہیں کرنی چاہئے۔

مَنْ قَالَ لَا يَقْرَءَ خَلْفَ الْإِمَامِ (سنن بیہقی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قراءت کافی ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی قول صحیح ہے۔

نوٹ: آجکل کچھ لوگ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لے رہے ہیں اور یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے پاس امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کو قدرے تفصیل سے بیان کر دیا اور مخالفین کے اہم دلائل کا تجزیہ بھی کر دیا تا کہ انصاف پسند طبائع اصل حقیقت حال کا اندازہ کر سکیں۔

(مسلم: النہی عن مبادرۃ الامام بالتکبیر وغیرہ)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں امام سے جلدی نہ کرو جب وہ تکبیر کہے پھر تم تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو''

کتاب مصنفہ عبدالرزاق میں ہے

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارے مشائخ نے بتایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کی نماز نہیں اور موسیٰ بن عقبہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر ﷺ وعمر ﷺ وعثمان ﷺ امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔

(ص ۱۳۹ ج ۱)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرات کرنے سے منع کیا کرتے تھے۔ (ص ۱۴۰ ج ۲)

محمد بن عجلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ قرات کرے وہ فطرت پر نہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔ اور حضرت عمر بن خطاب ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرات کرتا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (ص ۱۳۸ ج ۲)

مسئلہ آمین

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (الاعراف ۵۵)

اللہ سے دعا کرو گڑ گڑا کر اور خفیہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس آیت کی ذیل میں ابن کثیر نقل فرماتے ہیں۔

قرآن کریم کی کسی ایک آیت سے بھی اونچی آمین کا ثبوت نہیں ملتا۔ کسی صحیح حدیث میں اونچی آمین کہنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اونچی آمین کی بابت جو روایات بیان کی جاتی ہیں سب ضعیف ہیں۔

(جامع المسانید ص ۳۵۵)

رفع یدین کا مسئلہ

حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھائی۔ پس پہلی مرتبہ کے سوا رفع یدین نہیں کیا۔

(ترمذی ص ۳۵ ج ۱، نسائی ص ۱۶۱ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۰۹ ج ۱)

حضرت جابر بن سمرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کیا بات ہے تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔ (صحیح مسلم ص ۱۸۸ جلد ا سنن نسائی ص ۱۷۶ ج ۱، ابوداؤد ص ۱۴۳ ج ۱)

حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(ابوداؤد ص ۱۰۹ ج ۱، مصنفہ عبدالرزاق ص ۷۰ ج ۲، طحاوی ۱۱۰ ج ۱ مصنفہ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱)

حضرت اسود ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ﷺ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں وہ نماز کے شروع کے علاوہ کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسود ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ا۔ مشہور غیر مقلد عالم سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں علماء حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں۔ اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ آگے دلائل کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ قصہ مختصر کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔

(فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۱۴۱، ۱۴۳)

رکعات وتر

امام ابو حنیفہؒ امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء اور فجر کے مابین تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ نفل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی کی ہدایت اور عمل کی رہنمائی کرتا ہے تو اس کو اس کے عمل کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (السنہ)

تین رکعت وتر اور دو رکعت سنت فجر (موطا امام محمد ص ۱۴۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کی تین رکعتیں ہیں جیسے نماز مغرب کی تین رکعتیں ہیں۔

(مجمع الزوائد ص ۲۴۲ ج ۲)

ابوالزناد فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ نے فقہا کے قول کے مطابق فیصلہ کیا تھا کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں جن کے صرف آخر میں سلام پھیرا جاتا ہے۔(طحاوی ص ۱۴۵ ج ۱)

حضرت عمرؓ کے حکم سے تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام شروع ہوا۔(موطاء امام مالک ص ۴۰)

حضرت حافظ موفق ابن قدامہ المغنی ص ۱۶۷ ج ۲ میں حضرت عمرؓ کے ان آثار کو نقل کر کے لکھتے ہیں

وَ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهُ اَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً و هذا كالا جماع

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا اور یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے تعامل کو ”کالا جماع“ تصور کرتے ہوئے ائمہ اربعہ تراویح کی بیس رکعت پر متفق ہیں اور ائمہ اربعہ کا کسی مسئلے پر اتفاق بجائے خود اجماع کی دلیل ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھا کرتے تھے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔(نصب الرایہ ص ۱۲۴ ج ۲)

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنی والدہ ام عبد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بھیجا۔ وہ امہات المؤمنین کے پاس رات رہیں۔ پھر انہوں نے مجھے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے قنوت پڑھی تھی۔(ابن ابی شیبہ ص ۳۰۲ ج ۲)

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ

امام مالک سعید مقبری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ جنازہ کی نماز کیسے پڑھی جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا بخدا! میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ میں جنازہ کے گھر سے اس کے ساتھ ہو لیتا ہوں۔ جب جنازہ نماز کے لئے رکھا جائے تو میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر یہ دعا پڑھتا ہوں (موطا امام مالک ص ۷۹)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا اس پر عمل ہے۔ جنازہ میں قرات نہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ا۔امام طحاویؒ نے ”باب التکبیر علی الجنائز“ میں حضرت ابراہیم نخعی کی روایت سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تکبیرات جنازہ میں اختلاف تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں کسی ایک صورت پر متفق کرنے کے لئے مشورہ فرمایا۔ پس ان سب کا اس پر اتفاق ہوا کہ جنازہ کی تکبیریں اتنی ہوں جتنی عیدین کی نماز میں ہیں یعنی چار۔

(التمہید ج ۹ ص ۲۲۶)

حضرت حسنؓ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بابت فرماتے ہیں کہ ان میں رفع یدین کے قائلین ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے جنہوں نے رفع یدین کو چھوڑ دیا تھا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

اب اس مسئلہ پر شدت اختیار کرنا اور رفع یدین نہ کرنے والوں پر اعتراض کرنا اب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی اعتراض کرنا ہے۔ نیز جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رفع یدین نہ کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے تو آج کے دور میں جو شخص بھی رفع یدین نہ کرنے والوں پر اعتراض کرے گا وہ حضرات صحابہ کے طریقے سے ہٹا ہوا ہے۔(ترمذی ماجاء فی التسبیح فی الرکوع)

حضرت حذیفہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی آپ رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔

(مسلم: صفۃ الجلوس فی الصلاۃ)

فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے اور انگوٹھے کو درمیانی انگلی سے ملا لیتے۔

(ا) حافظ عبداللہ روپڑی صاحب فرماتے ہیں: ”فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ شرعاً درست ہے۔

(عبداللہ روپڑی: فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۱۹۰)

(ب) نیز میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: ”صاحب فہم پر مخفی نہیں کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر کے دعا مانگنا جائز مستحب ہے۔ اور زید مخطی ہے (جو اس کو بدعت کہتا ہے)

(ج) مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ”بعد نماز کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بعض روایات میں ثابت ہے۔

(ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۵۲۷، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۹)

حضرت محمد بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز مکمل کرنے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ (اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں)

(طحاوی۔ باب السجو دالسہو فی الصلوٰۃ)

سجدہ سہو کے بعد سلام پھیرا جائے:

حضرت عبداللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ بھول یہ ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے (یا تین چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرے۔ (ابوداؤد سجدتی السہو فیہما تشہد وتسلیم)

حضرت عمران بن حصین ﷺ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں کچھ بھول گئے۔ تو آپ نے دو سجدہ سہو کر کے تشہد پڑھی پھر سلام پھیرا۔ اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہے۔ اور سجدہ سہو کے بعد پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جاتا ہے۔

کپڑے یا رومال وغیرہ کو بغیر باندھے

یونہی لٹکا کر نماز پڑھنا: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلَاةِ

(ترمذی ماجاء فی کراہیۃ السدل فی الصلوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا وغیرہ لٹکا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں، انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہما حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما نے فجر کے بعد وتر پڑھے۔ (یعنی بروقت نہ پڑھ سکے تو فجر کے بعد بطور قضاء پڑھے) حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھتے تھے۔

اور یہی منقول ہے حضرت ابن عباس، حضرات براء، حضرت ابوموسیٰ، حضرت انس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے۔

دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھائے پھر باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا قَنَتَ فِی الْوِتْرِ

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص ۳۰۷)

حضرت عبداللہ ﷺ نماز وتر میں دعائے قنوت سے پہلے رفع یدین کرتے تھے۔

قعدہ اولیٰ اور سلام:

دو رکعتوں کے بعد بیٹھے اور تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو۔ پھر تیسری رکعت مکمل کر کے سلام پھیرے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهٗ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلَاثٍ لَا فَصْلَ فِیْهِنَّ (زاد المعاد ص ۱۱۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین وتر پڑھتے تھے اور دوران وتر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

حضرت ابوعثمان نہندی فرماتے ہیں کہ ہم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں فجر سے پہلے کی دو رکعت پڑھے بغیر آیا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت عمر ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے۔ ہم مسجد کے آخر میں دو رکعتیں پڑھ لیتے پھر لوگوں کے ہمراہ نماز میں شریک ہو جاتے۔

(ترمذی) (طحاوی الرجل یدخل المسجد والامام فی صلاۃ الفجر)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔

(موطا امام مالک)

امام مالک فرماتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی فجر کی دو رکعتیں فوت ہو گئیں تو آپ نے سورج نکلنے کے بعد انہیں قضا پڑھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے۔ تیسری یا چوتھی رات آپ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اسی ڈر سے نہ آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔ (مسلم الترغیب فی الصلوٰۃ التراویح)

حضرت عمر ﷺ نے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت ابی بن کعب ﷺ کی امامت میں جمع کیا اور حضرت عمر ﷺ خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت اور میری ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اسی کو داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ کے دور خلافت میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم رمضان میں بیس رکعات پڑھتے تھے اور ایک سو سے زائد آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔ اور حضرت عثمان ﷺ کے دور میں تو بعض لوگ شدت قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔

9

عہد علیؓ:

خلیفہ راشد حضرت علیؓ نے بھی اپنے مبارک دور خلافت میں بیس تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ (بیہقی، عدد رکعت القیام فی رمضان)

حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ وتر حضرت علیؓ پڑھاتے تھے۔
(ملخص فتح الباری ج ۲ ص ۴۸۱ کتاب الوتر)

ابن حجرؒ نے حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ آپ تین وتروں کے آخر میں سلام پھیرا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ وہ تین وتر پڑھتے تھے اور صرف آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

سنت فجر:

حضرت ابودرداءؓ کا ارشاد ہے۔ کہ میں لوگوں کے پاس جاتا ہوں جبکہ وہ نماز فجر میں صفیں باندھے کھڑے ہوں۔ تو میں پہلے سنت فجر کی دو رکعتیں پڑھتا ہوں پھر جماعت میں شریک ہوتا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کبھی آتے ہی جماعت میں داخل ہو جاتے اور کبھی مسجد کے ایک گوشے میں سنتیں پڑھ لیتے۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۵۱)

خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کا حکم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلیکؓ کو دو رکعتیں پڑھنے کا حکم فرمایا تو خطبہ سے رک گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ دو رکعتوں سے فارغ ہوئے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبے کی طرف رجوع فرمایا۔
(ابن ابی شیبہ ص ۲۱۰ دار قطنی ص ۱۶۹)

مسافت قصر:

کم از کم کتنے لمبے سفر میں قصر کی اجازت ہے؟ اس سلسلہ کی اکثر روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ سفر ہو تو قصر کرے ورنہ نہیں۔ کیونکہ اکثر روایات میں چار برد کا لفظ آتا ہے اور ایک برد بارہ میل کا ہوتا ہے۔ (مختار الصحاح للرازی)

جمہور سلف ومحدثین کا مسلک:

حضرات غیر مقلدین کے معروف مفتی مولانا ابوسعید شرف الدین مسافت قصر کی بابت مختلف روایات کے ذکر وتجزیہ کے بعد فتاویٰ ثنائیہ میں لکھتے ہیں۔ "خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر اڑتالیس میل ہی صحیح ہے نو میل غلط ہے۔ ھذا واللہ اعلم

قال النووی قال الجمهور لا يجوز القصر الا فی سفر يبلغ مرحلتين. (المنتقی ص ۲۴۲)

یعنی جمہور سلف ومحدثین کا مسلک اڑتالیس میل کے سفر پر قصر ہے اس سے کم پر نہیں۔ (ثناء اللہ امرتسری: فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۲)

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا اِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ (نسائی)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک بروقت نماز پڑھنے کی تھی مگر مزدلفہ اور عرفات میں جمع کر کے پڑھتے تھے۔

كَتَبَ عُمَرُؓ اِلٰى عَامِلٍ لَهٗ ثَلَاثٌ مِنَ الْكَبَائِرِ اَلْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ اِلَّا فِيْ عُذْرٍ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَالنُّهْبٰى۔ (بیہقی ذکر الاثر فی ان الجمع من غیر عذر)

حضرت عمرؓ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ تین گناہ بہت بڑے ہیں۔ بلا عذر دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا۔ میدان جنگ سے بھاگنا اور کسی کی چیز چھیننا۔ (بخاری، کتاب الحج، من صلی الفجر بجمع)

العشاء حين يغيب الشفق (مسلم جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کی جلدی ہوتی تو آپ ظہر کو عصر کے ابتدائی وقت تک مؤخر کرتے۔ اور دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے اس طرح غروب شفق تک مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے۔

رفع یدین:

پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔ رُوِيَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ تَكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ وَكَانَ يُكَبِّرُ اَرْبَعًا. وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيْضًا (مصنف عبدالرزاق۔ رفع یدین فی التکبیر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔ وہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں کل چار تکبیریں کہتے تھے۔

خود علامہ وحید الزمان بھی یہی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ولا يرفع يديه الا فی التكبيرة الاولیٰ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۷۴)

نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے بعد میں نہیں۔

ران ستر ہے:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اندھے کو چالیس یا پچاس ہاتھ چلائے اس کیلئے ایک غلام آزاد کرنے کی طرح ثواب ہوگا۔" (بیہقی)

فرمایا۔ اپنی ران نہ کھولو اور نہ کسی زندہ یا مردہ کی ران کی طرف نظر کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ران ستر ہے۔ (بخاری تعلیقاً ج ۱ ص ۵۲، ترمذی ج ۲ ص ۱۰۳)

گاؤں میں جمعہ:

مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۶۸ میں حضرت علیؓ سے یہ بھی نقل کیا کہ وہ بصرہ، کوفہ مدینہ، بحرین شام الجزیرہ جیسے شہروں کو شہر شمار کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱ میں حضرت حذیفہؓ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ **لیس علی اھل القری جمعة الجمعة علی اھل الامصار مثل المدائن**

یعنی بستی والوں پر جمعہ نہیں۔ جمعہ شہر والوں پر ہے۔ جیسے شہر مدائن۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۳ میں حضرت انسؓ بصرہ۔ سے چھ میل زاویہ میں قیام پذیر تھے۔ کبھی جمعہ کے لئے بصرہ تشریف لاتے کبھی نہیں۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۳ میں حضرت عطاء کا قول نقل ہے کہ جمعہ قریہ جامعہ میں ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا عشقِ نماز

اس مقالہ میں نماز کے متعلق جن اصولی باتوں کے ذکر کا اعادہ کیا گیا تھا۔ الحمدللہ قلم ان کی تحریر سے فارغ ہو چکا ہے اب آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو عشق اور شغف تھا اور نمازوں میں ان کی جو حالت اور کیفیت ہوا کرتی تھی اس کی بھی کچھ جھلک ان اوراق میں دکھائی جائے۔ کیا عجب کہ یہاں تک کی ترغیب وترہیب سے بھی جن دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا ہو مقبولین کے احوال کا تذکرہ ان کو بھی متاثر کر سکے۔ کہتے ہیں کہ قول سے زیادہ تاثیر وطاقت صادقین کے احوال وکیفیات میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو تعلق خاطر تھا۔ اور قلب مبارک اور روح منور کو جو خاص کیفیت نماز میں حاصل ہوتی تھی۔ اس کا بہت کچھ اندازہ آپ کے مشہور ارشاد "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے، سے کیا جا سکتا ہے۔ نیز احادیث میں ہے کہ جب نماز کا وقت قریب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ سے ارشاد فرماتے۔ قُمْ يَا بِلَالُ اَرِحْنِي بِالصَّلٰوةِ بلال اٹھو نماز کا بندوبست کر کے میرے دل کو چین وآرام پہنچاؤ۔

حضرت بلالؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا اس لئے تھا کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہونے کے علاوہ آج کل کی اصطلاح میں گویا مہتمم جماعت بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق نماز کا اس سے بھی زیادہ واضح اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ قبل از ہجرت طائف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب لرزہ خیز ایذائیں پہنچائی گئیں اور اسی طرح جب غزوۂ احد وغیرہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے آپ سخت زخمی ہوئے تو دوسروں کے درخواست کرنے پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا نہیں فرمائی بلکہ ان کی ہدایت اور انجام بخیر ہی کے واسطے دعا کی۔ لیکن غزوۂ احزاب میں جب دشمنوں نے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کی نماز پڑھنے کی مہلت نہ دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز قضا ہو گئی تو اتنی سخت بددعا زبان مبارک سے نکلی کہ ایسی بددعا کسی دوسرے موقع پر کسی بڑے موذی کے حق میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی ہو گی۔ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

شَغَلُوْنِيْ عَنِ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَاءِ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا

ان لوگوں نے مجھے عصر کی نماز نہیں پڑھنے دی۔ اللہ ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

اور متعدد روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں میں ورم آ جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ نماز کے ساتھ کسی خاص عشق وشغف، اسی کا یہ نتیجہ تھا۔ نیز چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں اس طرح سے نوافل پڑھتا دیکھا کہ پہلی رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی اور وہ بھی اس طرح کہ جہاں رحمت کی کوئی آیت آتی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرتے اور جہاں کہیں قہر وعذاب کی آیت آتی تو ٹھہر کر اس سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طویل قیام کے بقدر ہی طویل رکوع کیا اور پھر اسی قدر لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۂ آل عمران پڑھی اور پھر تیسری اور چوتھی رکعت میں سوۂ نساء اور سورۂ مائدہ پڑھی۔ گویا اس طرح چار رکعتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوا چھ پارے پڑھے اور معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت ہمیشہ ترتیل سے ہوتی تھی اور جیسا کہ گزرا اس نماز میں رحمت وعذاب کی آیتوں پر ٹھہر ٹھہر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے تھے پھر ہر رکعت کے رکوع وسجدے بھی قیام کی طرح طویل طویل ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی یہ کیفیت دراصل اسی "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" والی باطنی حالت کا ایک ظاہری کرشمہ تھا۔ کاش اللہ تعالیٰ ہم محروموں کو بھی اس کا کوئی ذرہ نصیب فرما دے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے نواسہ عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق منقول ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ایسے بے حس و

حرکت ہو جاتے تھے کہ گویا ایک لکڑی ہے جو زمین میں گاڑ دی گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خنجر سے زخمی کیا گیا تو ایک وقت آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری تھی۔ اس حالت میں کسی نے آپ کو نماز پڑھنا یاد دلایا تو فرمایا۔

نَعَمْ لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ (ہاں! نماز ضرور پڑھنی ہے جس نے نماز نہیں پڑھی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں) پھر آپ نے اسی حال میں نماز ادا کی۔ اور آپ کے زخم سے خون کا گویا فوارہ جاری تھا۔

اور اسی موقع پر بعض کتابوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ درد انگیز اور حسرت آمیز الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں۔ لَاحَظَّ فِی الْحَیَاۃِ وَ قَدْ عَجِزْتُ عَنِ الصَّلٰوۃِ (جب میں نماز پڑھنے سے بھی عاجز ہو گیا ہوں تو زندہ رہنے میں کوئی لطف نہیں)

ایک غزوہ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطرے کے موقع پر رات کو پہرہ دینے کے واسطے دو صحابہ کو متعین فرمایا۔ ان میں سے ایک مہاجر تھے اور دوسرے انصاری۔ ان صاحبوں نے ڈیوٹی کو نصف نصف تقسیم کر لیا۔ یعنی طے کیا ہر ایک آدھی آدھی رات پہرہ دے اور دوسرا اس وقت میں سوئے۔ اس تقسیم کے مطابق انصاری صحابی نے رات کے پہلے حصے میں پہرہ دینا شروع کیا اور مہاجر ساتھی سو گئے۔ پھر ان انصاری بزرگ نے بجائے خالی جاگنے کے یہ بہتر سمجھا کہ نماز میں مشغول رہ کر یہ وقت گزارا جائے۔ چنانچہ انہوں نے نماز شروع کر دی۔ دشمن کی جانب سے کوئی شخص آیا اس نے آدمی کھڑا دیکھ کر تیر مارا۔ جب یہاں کوئی حرکت نہ ہوئی اور نہ کوئی آواز نکلی تو یہ سمجھ کر کہ نشانہ خطا ہو گیا دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا۔ اور یہاں ہر تیر ان کے جسم میں پیوست ہوتا رہا اور یہ اس کو جسم سے نکال نکال کر پھینکتے رہے اور نماز میں مشغول رہے پھر اطمینان سے رکوع کیا پھر سجدہ کیا اور نماز پوری کر کے مہاجر ساتھی کو جگایا۔ انہوں نے اٹھ کر دیکھا کہ ایک چھوڑ تین تین جگہ سے خون جاری ہے۔ انہوں نے ماجرا پوچھا اور کہا کہ تم نے مجھے شروع ہی میں کیوں نہیں اٹھا دیا۔ ان انصاری بزرگ نے جواب دیا میں نے ایک سورت (سورۂ کہف) شروع کر رکھی تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ لیکن پھر مجھے یہ خطرہ ہوا کہ اگر اسی طرح پے در پے تیر لگتے رہے اور میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ داری کی جو خدمت میرے سپرد کی ہے وہ فوت ہو جائے گی اس خیال سے میں نے رکوع کر دیا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو سورت ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا اگرچہ مر ہی کیوں نہ جاتا۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ اڑا اور کچھ دیر تک باغ کے اندر چکر لگاتا رہا ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس کے ساتھ ساتھ تیرتی رہی۔ خیال کے اس بٹ جانے کی وجہ سے نماز میں سہو ہو گیا یاد نہ رہا کہ کونسی رکعت ہے۔ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میری نماز میں یہ خلل اس باغ کی وجہ سے پڑا میں اب اس کو اپنی ملک سے نکالتا ہوں۔ اور راہ خدا میں دیتا ہوں۔ جس مد میں بھی آپ مناسب سمجھیں اس کو لگا دیں۔ کتب سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ باغ کئی لاکھ درہم کی مالیت کا تھا۔

اسی طرح ایک واقعہ ایک دوسرے انصاری صحابی کا بھی ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آیا تھا۔ وہ ایک دن اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوروں کے پکنے کا خاص موسم تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ سے جھکے پڑتے تھے۔ ان کی نگاہ خوشوں پر پڑی اور وہ منظر ان کو بھلا معلوم ہوا خیال کے ادھر لگ جانے سے ان کو بھی سہو ہو گیا اور یاد نہیں رہا کہ کتنی رکعت پڑھ چکے ہیں۔ نماز میں بس اتنا سا خلل آ جانے سے اس قدر صدمہ ہوا کہ اسی وقت طے کر لیا کہ اس باغ کو اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا ظاہر کر کے عرض کیا کہ میں اس کو راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ اب یہ آپ کے حوالہ ہے اس کا جو چاہیں کریں اور جہاں چاہیں لگا دیں۔ چنانچہ انہوں نے پچاس ہزار درہم میں اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں صرف فرما دی۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ جب وہ کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے اور ایک مدت تک قید میں رکھنے کے بعد قتل کرنے کے واسطے ان کو مقتل میں لایا گیا تو سولی پر چڑھانے کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری اگر کوئی خاص تمنا ہو تو کہو انہوں نے کہا ہاں ایک تمنا ہے اگر تم پوری کر سکو اور وہ صرف یہ ہے کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ کے دربار میں حاضری قریب ہے اگر تم مہلت دو تو دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ چنانچہ مہلت دی گئی اور انہوں نے بڑے اطمینان اور کامل خشوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ موت کے ڈر سے دیر کرنا چاہتا ہے تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

کتب حدیث وسیر کے یہ مشہور و معلوم واقعات ہیں انہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام کے ان پہلوٹے فرزندوں کو نماز کے ساتھ کیسا عشق اور شغف تھا اور یہ تو وہ برگزیدہ ہستیاں تھیں جنہوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب فیض کیا تھا اور دوسری دینی روحانی کیفیات کی طرح ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی "قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ" والی کیفیت کو بھی اپنے باطن میں اتار لیا تھا اس لئے ان کا یہ حال ہونا ہی چاہئے تھا۔ لیکن بعد کے زمانوں میں بھی بہت سے اللہ کے ایسے بندے گذرے ہیں جو نماز کے ساتھ اسی طرح کا عشق و شغف رکھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرہ میں تیرا ثواب بقدر تیرے خرچ کرنے کے ہے۔ (الترغیب)

زمانہ مابعد کے بزرگان دین کا عشق وشغف نماز کیساتھ

ثابت بنانی مشہور محدث ہیں وہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہوسکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے مشہور خلیفہ خواجہ عبدالواحد لاہوری سے منقول ہے کہ ایک دن فرمایا کیا جنت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا حضرت! جنت تو دارالجزاء ہے نہ کہ دارالعمل۔ پھر وہاں نماز کیوں ہونے لگی۔ یہ سن کر بڑے درد کے ساتھ اور روتے ہوئے فرمایا پھر بغیر نماز کے وہاں کیسے گذرے گی۔ اہل اللہ کے تذکروں میں نماز کے ساتھ خاصان خدا کے عشق وشغف کے بڑے بڑے اثر انگیز اور سبق آموز واقعات کثرت سے ملتے ہیں۔ مخدومنا حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ (شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) نے اپنے رسالہ "فضائل نماز" میں بھی اسی قبیل کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ اہل شوق وہاں مطالعہ فرمائیں۔ اب ہم اس سلسلے کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ زندہ اور بیدار دل رکھنے والوں کیلئے مذکورہ صدر چند واقعات ہی کافی ہیں۔

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

"قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" والی کیفیت کا راز

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" والی نسبت سے حصہ پانے والے اصحاب احسان اور مقربین کو نماز میں جو کیفیات حاصل ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ تحریر و بیان کے دائرے سے باہر ہی کی چیزیں ہیں اور ان کا صحیح ادراک بھی صرف انہی خوش نصیبوں کا حصہ ہے جو خود اس سے بہرہ یاب ہوں۔ اور اس باب میں عارفین کا یہ مقولہ بلاشبہ سو فیصد صحیح ہے کہ "من لم یزق لم یدر" (جس نے اس کو نہیں چکھا وہ اس کا ذائقہ بھی نہیں جانتا)

تاہم دوسروں کی تشویش و ترغیب ہی کے لئے بعض اکابر عرفاء نے اس بارہ میں جو اشارات کئے ہیں جی چاہتا ہے کہ اس مقالہ کو ان کے ذکر سے بھی خالی نہ رکھا جائے۔ کیا عجب کہ کسی خوش نصیب کے دل میں یہی اشارات شوق کی آگ بھڑکا دیں اور صدق طلب وحسن نیت کی برکت سے اللہ تعالیٰ یہ نعمت اس کو بھی عطاء فرما دیں۔

امام ربانی سیدنا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی یقیناً عرفاء کاملین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس دولت عظمیٰ یعنی "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" والی نسبت سے بہرہ وافر عطاء فرمایا تھا۔ حضرت ممدوح نے اپنے چند تعلیمی و تربیتی مکاتیب میں نماز میں حاصل ہونے والی کیفیات اور واردات کے متعلق بعض بڑے شوق انگیز اشارات فرمائے ہیں۔ بس انہیں کے چند اکتباسات کا یہاں درج کرنا ہماری غرض کے لئے کافی ہے۔ جلد اول کے مکتوب نمبر ۱۳۷ میں ارقام فرماتے ہیں۔

بدانند کہ رتبہ نماز در رنگ رتبہ روایت است در آخرت نہایت قرب در دنیا در نماز است ونہایت قرب در آخرت در حین رویت۔

"معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا میں نماز کا درجہ وہی ہے جو آخرت میں دیدار الٰہی کا۔ اس دنیا میں بندہ کو مولا کا انتہائی قرب نماز ہی میں حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں انتہائی قرب دیدار کے وقت نصیب ہوگا۔ نیز اسی جلد کے مکتوب نمبر ۲۶۱ میں ارقام فرماتے ہیں

نماز است کہ راحت دہ بیماراں است "ارحنی" یا بلال رمزیست ازیں ماجرا "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" اشارہ است بایں متمنا...... مصلی کہ از حقیقت نماز آگاہ است در وقت ادا صلوٰۃ گویا از نشاء دنیوی مے برآید ودر نشاء دنیوی مے درآید۔ لعدم در نوقت دولتے کہ مخصوص آخرت است نصیبے ازاں فرا مگیر دوخطے از اصل بے شائبہ ظلیت بدست مے آرد۔

"نماز ہی بیماران عشق ومحبت کا چین و آرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (ارحنی یا بلال) میں اسی طرف اشارہ ہے اور "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" میں بھی اسی مدعا کا اظہار ہے جو نماز پڑھنے والا نماز کی حقیقت سے آشنا ہے وہ نماز ادا کرتے وقت گویا اس دنیا کے دائرے سے نکل کر عالم آخرت میں پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس کو اس دولت عظمیٰ میں سے کچھ حصہ مل جاتا ہے جو آخرت کے ساتھ مخصوص ہے یعنی "اصل بے شائبہ ظلیت" کا ایک گونہ وصال ولقائیہ ہو جاتا ہے"۔

نیز اسی جلد کے مکتوب نمبر ۳۰۵ میں فرماتے ہیں: منتہی در نماز در وقت قراءت قرآن و اتیان تسبیحات و تکبیرات زبان خود را در رنگ شجرہ موسوی مے یابد وقویٰ و جوارح خود را بیش از آلات و وسائط نمید اند وگاہے مے یابد کہ در وقت ادائے نماز باطن و حقیقت بتمام از ظاہر و صورت تعلق گستہ بعالم غیب ملحق شدہ است ونسبت مجہول الکیفیت بغیب پیدا کردہ وچوں از نماز فارغ شدہ باز رجوع نمودہ۔

"مرد کامل نماز کے اندر قراءت قرآن وتسبیحات وتکبیرات کہتے وقت اپنی زبان کو شجرہ موسوی کی مانند پاتا ہے اور اپنے اعضاء وقویٰ کو آلات ووسائط کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ (جو بالکلیہ کسی اور ہی کے ارادہ واختیار کے تابع ہیں) اور کبھی اس کو محسوس ہوتا ہے کہ نماز ادا کرتے وقت اس کا باطن اور اس کی حقیقت اس کے ظاہر اور اس کی صورت سے بالکل منقطع ہو کر عالم غیب سے وابستہ ہو گیا ہے اور غیب کے ساتھ اس کو ایک مجہول الکیفیت نسبت حاصل ہوگئی۔ اور جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو گویا پھر سے اس دنیا میں واپس آتا ہے"

جیسا کہ ہم شروع ہی سے اعتراف کر چکے ہیں یہ کیفیات بے شک گفتنی اور نوشتنی نہیں ہیں تاہم حضرت امام ربانی کے ان ارشادات سے "قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ" اور (ارحنی یا بلال) کے اجمال کی کچھ نہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ان کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ محبت کی تیرے فائدہ کے لئے ہے جو تو نے ثواب کی غرض سے کیا (ابوداؤد)

کچھ تشریح اور الصلوٰۃ معراج المؤمنین کی حقیقت کی ایک درجہ میں توضیح ضرور ہو جاتی ہے۔ اور آپ کے ان الفاظ و عبارات ہی کے پردوں سے ان کیفیات و واردات کی کچھ نہ کچھ جھلک نظر آ ہی جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ جو حضرت مجدد کے ان اشاروں ہی کی روشنی میں اس مقام کی طرف بڑھنے کی اور اپنی نمازوں کو معراج المؤمنین کے درجہ تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے گا میری رحمت ایک ہاتھ برابر بڑھ کر اس کا استقبال کرے گی۔

اس مقالہ کو ختم کرتے ہوئے ناظرین کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے پھر صاف صاف یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ خاصان خدا کے ان احوال و کیفیات کا ذکر اور ان کے عارفانہ ارشادات کے نقل کرنے سے راقم السطور کے بارے میں کسی کو غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ یہ واقعہ ہے جس میں کسی رسمی انکسار اور تصنع کو مطلق دخل نہیں۔ کہ یہ سیہ کار اس بارے میں بڑا محروم اور بے نصیب ہے۔ اور اس کے پلہ میں سوائے حسرت اور آرزو کے اور کچھ نہیں ہے۔ ہاں اس دولت کے بہرہ مندوں سے اسے محبت ہے اور بیشک ان کے احوال و مقامات کا تذکرہ اور ان کے ارشادات کی نقل و تکرار میں اسے خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی اس روسیاہ پر رب کریم کا خاص الخاص احسان ہے۔

احب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقنى صلاحا

اپنی محرومی اور حسرت نصیبی کے اس احساس و اذعان کے باوجود اپنی حیثیت سے بہت اونچی اس طرح کی باتوں کے لکھنے کی جرات صرف اس امید پر کر لی جاتی ہے کہ شاید کسی نیک طینت اور سعید الفطرت بندہ خدا کی نظر سے یہ تحریر گزرے اور اس کے صالح قلب میں طلب صادق پیدا ہو جائے۔ اور یہ نعمت عظمیٰ اس کو حاصل ہو جائے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے کریمانہ قانون مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (صحیح مسلم) ”جس نے نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کی تو اس کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر اجر ملے گا“ کے مطابق اس محروم و حسرت نصیب کو بھی اس کے اجر عظیم سے نواز دیں۔

دادیم ترا از گنج مقصود نشان!
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

نماز میں وساوس کی شکایت اور اس کا علاج

آجکل اکثر نمازیوں کو شکایت ہے کہ نماز میں جی نہیں لگتا۔ نماز شروع کرتے ہی خیالات کی بوچھاڑ شروع ہو جاتی ہے۔ گھر کا خیال، نوکری کا خیال، دکان کا خیال، بال بچوں کا خیال اور دوستوں کا خیال وغیرہ۔ جس طرح امام اعظمؒ کی روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس نہایت پریشان حالت میں آیا اور کہا میں نے اپنا خزانہ زمین میں دفن کیا تھا اب بالکل یاد نہیں آ رہا مہربانی فرما کر کوئی تدبیر بتلایئے۔ ورنہ سارے گھر کو کھودنا پڑے گا۔ امام صاحب نے اول اول انکار فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس کا میں جواب دوں بالآخر اس کے شدید اصرار پر بتایا کہ آج عشاء کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا شروع کر دو اور یہ ارادہ کر لو کہ جب تک یاد نہ آئے گا نفل ہی پڑھتا رہوں گا۔ خواہ ساری رات گزر جائے۔ چنانچہ وہ صبح حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے دوسری رکعت میں ہی یاد آ گیا زیادہ نفل بھی نہ پڑھنا پڑے۔ اس پر حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ شیطان کو کب گوارا تھا کہ تم ساری رات عبادت کرتے۔ اس نے جلد یاد دلا دیا۔ تمہیں چاہئے تھا کہ بطور شکر یہ اور شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ساری رات عبادت میں گزار دیتے۔ سبحان اللہ تفقہ بڑی چیز ہے۔ اسی لئے تو حدیث میں ہے۔ کہ ایک پرہیز گار عالم شیطان پر ہزاروں عابدوں سے افضل ہے۔ کسی نے پاکیزہ شعر میں اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

فان فقيها و احدا متورعا اشد على الشيطان من الف عابد

نماز میں وسوسہ کا ایک علاج

جو کام ہوگا نماز کے بعد ہوگا

اس واقعہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ بیسیوں قسم کے وسوسے اور خیالات نماز میں آ گھیرتے ہیں ایک دو نہیں بلکہ دنیا بھر کے بکھیڑے نماز ہی میں یاد آتے ہیں۔ ان کے دور کرنے کے لئے ہمیں یہ سوچنا ہوگا نماز کے بعد ہی ہوگا۔ کیونکہ نماز میں یہ کام تو نہیں ہو سکتے۔ پھر دل ان کی ادھیڑ بن میں کیوں پڑا رہے۔ وہ نماز پڑھنے سے پہلے دل کو خالی کرے کیونکہ جو خیال دل میں پڑا ہے دور نہ ہوگا۔

وسوسہ کا دوسرا علاج

دنیا کے شغل سے پہلے فارغ ہو جائے، کوئی کام کرنا ہو تو کر ڈالے، کوئی بات کہنی ہو تو کہہ ڈالے، کھانا کھانا ہو تو کھا لے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَالْعَشَاءُ فَابْدَؤُا الْعَشَاءَ بِالْعِشَاءِ

اس لئے کہ اگر نماز سے پہلے خدا کا ذکر دل پر غالب نہ ہو تو نماز میں بھی حضور قلب نہیں ہو سکتا۔

نماز میں وسوسہ کا آنا برا نہیں بلکہ وسوسہ کا لانا برا ہے

نماز میں وسوسہ کا آ جانا غیر اختیاری امر ہے اور ظاہر ہے جو چیز انسان کے قبضہ سے باہر ہو مذہب اسلام انسان کو مجبور نہیں کرتا ہاں نماز میں جان بوجھ کر وسوسہ لانا اور نماز میں اپنے ارادے سے دوسری طرف توجہ کرنے کی ممانعت ہے۔

وساوس جو آتے ہیں ان کا ہو غم کیوں
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے
عبث اپنے جی کو جلانا برا ہے
وساوس کا لانا کہ آنا برا ہے

حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ میں نماز میں تجہیز جیش کرتا ہوں تو وہ تجہیز منافی خشوع نہیں۔ جیسے وزیر دربار میں امور سلطنت پیش کرتا ہے اور یہ حضور بادشاہ کے خلاف نہیں سمجھے جاتے۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۴۴)

اور جوارح کا عمل یہ ہے کہ بالکل موافق بالسنت ہوں بلاضرورت حرکت نہ کریں۔ جیسا کہ حدیث نمبر ۴، ۵ میں بیان ہو چکا ہے۔

وسوسہ کے درجے:

بہرحال وسوسہ کے دو درجے ہیں۔ حدوث وسوسہ جو ذہول اور عدم تنبہ سے ہے۔ اس پر کسی سے مواخذہ نہیں۔ نہ اس امت پر نہ امم سابقہ پر۔ دوسرا ابقائے وسوسہ جو عدم تنبہ سے ہو یہ درجہ تنبہ سے نہ ہونے تک امم سابقہ سے معاف تھا کیونکہ اگر ہر قوت تنبہ ہو تو خطاء یا نسیان کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ غیر اختیاری ہماری امت سے تنبہ ہونے تک معاف ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ باقی تنبہ ہونے کے بعد وسوسہ کا بقاء واستدادیہ کسی سے معاف نہیں۔ یہ بقاء وسوسہ اگر قصداً ہو تو اس سے معافی کے لئے قرآن وحدیث میں دعا تعلیم فرمائی گئی یہ دعا کرنی چاہئے۔

اپنی نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ (مشکوٰۃ)

"یعنی رخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھو" یعنی جب تم نماز پڑھو تو یہ سمجھو کہ یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ اس طرح حضور قلب نصیب ہوگا۔ جیسے اگر کسی کو پھانسی پر لٹکانا ہو اور دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے تو وہ نہایت خشوع وخضوع سے نماز ادا کرے گا۔ کہ شاید اس کے بعد پھر نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے بلکہ ہر رکعت کو زندگی کی آخری رکعت، ہر رکوع کو آخری رکوع اور ہر سجدہ کو آخری سجدہ تصور کرے۔ ان شاء اللہ العزیز وساوس نہ آئیں گے۔

وساوس آنے سے اظہار مسرت کرو

قاضی ابوسلیمان دارانی کا ارشاد ہے کہ وساوس سے خوش ہوا کرو۔ یعنی خوشی ظاہر کیا کرو۔ کیونکہ شیطان کو علم غیب نہیں ہے۔ جب تم خوشی کا اظہار کرو گے تو وہ یہ سمجھے گا کہ دل سے خوش ہو رہا ہے اور وہ مسلمان کو خوش نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے وسوسہ ڈالنا بند کر دے گا۔

حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کو محال سمجھنا وساوس کو دعوت دینا ہے:

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کے درس حدیث کے دوران جب یہ حدیث آئی کہ کوئی اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اس میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اس پر ایک طالب علم نے پوچھا کہ حضرت ایسی نماز ممکن ہے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ کبھی ارادہ ایسی نماز پڑھنے کا کیا تھا جس میں کامیابی نہ ہوئی۔ کبھی پڑھ کر بھی دیکھئے اگر ناکامی ہوئی تب پوچھئے۔ ایسی بات پوچھتے شرم نہیں آئی۔ بہرحال بلاوسوسہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ یہ چیز حاصل کرنے میں نفس پر گرانی ضرور ہوتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں۔ شروع میں حضور قلب قائم رکھنے میں تم کو دشواری ہوگی لیکن اگر عادت ڈالو گے تو رفتہ رفتہ ضرور عادت ہو جائے گی۔

نماز میں وساوس کے بند نہ ہونے پر بددل نہ ہو

نماز میں وساوس کی آمد کے باعث بعض مسلمان ایسی پریشانی میں اتنے گھر جاتے ہیں کہ وہ نماز چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی بدنویس اس لئے مشق چھوڑ دے کہ اچھا نہیں لکھا جاتا تو اس کو اچھا لکھنا کبھی نہ آئے گا۔ پس عمل ناقص ہی بنیاد ہے عمل کامل کی۔ خوب سمجھ لو جیسا عمارت بنانے کے وقت بنیاد کے مضبوط ہونے کا اہتمام تو کرتے ہیں لیکن خوشنما ہونے کے پیچھے نہیں پڑتے اس میں روڑے وغیرہ بھرتے ہیں بعد میں خوشنما محل کوٹھیاں وغیرہ تیار ہوتی ہیں۔ اس لئے وساوس سے گھبرا کر نماز نہیں چھوڑنی چاہئے۔ شاید وساوس ہی اس کی خشیت کا سبب بن جائیں۔ جس طرح حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ وساوس کو مراۃ خداوندی بنا لے اس طرح جب وساوس بند نہ ہوں۔ مراقبہ کرے۔ حق تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ خود وساوس کو خشیت میں تبدیل کر دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اگر درست کہا تو امام اور مقتدی دونوں کو ثواب ہوگا اگر غلط کہا اس پر ذمہ داری ہوگی مقتدیوں پر نہیں۔ (بیہقی)

باب ۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمت میں تہتر (۷۳) فرقے

اہل حق کی کثرت

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عجب قدرت وتمام رحمت اس دینِ اسلام پر یہ ہے کہ ان گمراہ فرقوں کی باوجودیکہ اس کثرت سے شاخیں ہوگئیں۔اور فریق جماعت فقط ایک فریق ہے۔لیکن ہر زمانہ اور ہر صدی میں ابتداء سے اس وقت تک فریق جماعت بکثرت زائد رہتا چلا آیا۔حتی کہ جب فریق جماعت دس کروڑ مانا جائے تو اس وقت میں یہ بہتر گمراہ فرقے ایک کروڑ بھی ہرگز نہ ہوئے۔بلکہ آدھا کروڑ بھی نہ تھے۔بلکہ شاید دس لاکھ ہوں۔تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہمیشہ بندگانِ حق اہلِ توحید سے متواتر چلا جاوے۔کیونکہ جب تک فریق جماعت اس قدر زائد نہ ہو تب تک قطعی متواتر نہیں رہ سکتا۔بلکہ دو تین صدی کے بعد ان بدعتیوں کے بہت سے فرقے تو کالعدم ہوگئے۔

فرقہ حروریہ کی بارہ شاخیں ہیں۔(ہر ایک خارجی فرقہ کا عجب مختلف گمراہ اعتقاد ہے۔) چنانچہ شاخ اول ازرقیہ ہے (اس کا بانی ابوراشد نافع بن ازرق خارجی تھا) یہ فرقہ زعم رکھتا تھا کہ اس کو تو کوئی آدمی مومن نہیں دکھائی دیتا سوائے اس شخص کے جو اس فرقہ کے قول پر ہو۔انہوں نے اہل قبلہ کو کافر قرار دیا۔(اس زمانہ میں ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم وبکثرت اکابر تابعین کی موجودگی کے باوجود اس ظالم گمراہ فرقہ کا قول دیکھو۔شاخ دوم اباضیہ ہے (اس کا بانی عبداللہ بن اباض تھا) جس کا قول یہ تھا۔کہ جو کوئی ہمارے کہنے پر ہو وہ تو مومن ہے اور جو ہم سے منہ پھیرے وہ منافق ہے (نہ مومن ہے نہ کافر ہے) شاخ سوم ثعلبیہ ہے (اس کا بانی ثعلبہ بن مشکان تھا) جس گمراہ فرقہ کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا نے نہ کچھ جاری کیا اور نہ کچھ تقدیر میں مقدر کیا۔

فائدہ: خارجی فرقہ حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کو جن میں مہاجرین وانصار واہل بدر وبیعۃ الرضوان وغیرہ بکثرت شامل تھے سب کو کافر کہتا تھا۔تو اس فرقہ سے کہا گیا کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات پائے چالیس برس نہیں گذرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی طرح سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ اور یہ اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آپ کے اکابر مقرب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں یہ سب زمانہ متواتر جانتا ہے۔کیا تم انکار کرسکتے ہو؟ خارجیوں نے کہا بے شک یہ تو سب جانتے ہیں اور جو بات آفتاب کی طرح روشن ہے ہم اس سے کیونکر انکار کریں گے۔تو کہا گیا کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مؤمنین صادقین اور مؤمنون حقًا اور مفلحون فرمایا ہے تو یہ اصحاب کبار سب سے پہلے اس صفت میں داخل ہوگئے خارجی فرقہ نے کہا کہ ہاں اس وقت بے شک داخل ہوگئے۔پھر اس کے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو بے شک اسی طریقہ پر رہے لیکن عثمان وعلی رضی اللہ عنہما نے ہماری رائے میں وہ طریقہ بدلا تو اس صفت سے خارج ہوگئے۔اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے مطابق ان لوگوں کو جنتی کہا تھا۔پھر جب وہ حال نہ رہا تو سب باتیں جاتی رہیں۔تب خارجی فرقہ کو جواب دیا گیا۔کہ یہ تم نے بڑی غلطی کھائی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنتی ہونا مقدر کیا تھا۔تو قضائے مقدر پوری ہوگئی اب اس میں تغیر کیونکر ممکن ہے۔خارجی نے کہا کہ ہم اپنے نزدیک ضرور جانتے ہیں کہ یہ لوگ کافر ہوگئے۔اور ہم یہ نہیں مانیں گے کہ خدا نے کچھ مقدر کیا ہے بلکہ تقدیر کچھ چیز نہیں ہے ولیکن جو کوئی جیسا کرے ویسا ہوتا چلا جاوے گا۔اور تقدیر ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔مترجم کہتا ہے کہ دیکھو اس بدبخت فرقہ نے متواتر اعتقاد چھوڑ کر کفر کی راہ کو اختیار کرنا منظور کرلیا اور وہ عداوت جو اکابر اصحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کے جی میں بیٹھ گئی تھی وہ نہ چھوڑی۔یہی حال روافض وغیرہ کا ہے۔نعوذ باللہ من الضلال

شاخ چہارم حازمیہ۔(اس کا بانی حازم بن علی تھا) ان کا یہ قول ہے کہ ہم نہیں جان سکتے کہ ایمان کیا چیز ہے اور مخلوق بیچاری سب معذور ہیں۔(ان کو معاف ہے جب کہ ایمان پہچاننا محال ہے)۔

شاخ پنجم خلفیہ (اس کا بانی خلف خارجی تھا۔) نے یہ قول نکالا کہ جس کسی نے جہاد چھوڑا وہ کافر ہے۔چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔شاخ ششم کوزیہ نے یہ نکالا کہ کسی کو کسی کا چھونا روا نہیں ہے کیونکہ ہم کو پاک ونجس کی شناخت واقعی نہیں ہوسکتی۔اور جب تک ہمارے سامنے کوئی نہا کر توبہ نہ کرلے تب تک اس کے ساتھ کھانا جائز نہیں ہے۔

فائدہ: دیکھو اس پاکیزگی کے مکر سے کس طرح شیطان نے اس احمق فرقہ کو دھوکا دیا جس سے لوگوں میں بے انتہا پھوٹ وجدائی پڑ جاوے۔حالانکہ شرع میں باہم میل جول واتفاق کی بہت تاکید رکھی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے اور سلام کی ہزار نیکی ملے گی کیونکہ یہ سنت ہے (الدیلمی)

شاخ ہفتم کنزیہ کا یہ قول ہے کہ کسی کو کچھ مال دینا حلال نہیں ہے۔ کیونکہ شاید یہ شخص اس مال کے پانے کا مستحق نہ ہو۔ (تو غیر مستحق کو دینا ظلم ہوگا۔ تو اس گناہ سے کفر ہو جاوے گا) بلکہ واجب یہ ہے کہ مال کو خزانہ کر کے زمین میں دفن کر دے۔ پھر جب قطعی یقینی دلیل سے کوئی شخص سب سے زیادہ مستحق معلوم ہو تو اس کو دے (پھر جو کوئی اسی طرح دوسرے درجہ کا مستحق ہو اس کو دے وعلیٰ ہذا القیاس۔ یعنی اس مکر سے کبھی زکوٰۃ نہ دینا پڑے) شاخ ہشتم شمراخیہ اس خبیث فرقہ کا قول یہ ہے کہ اجنبی عورتوں کو چھونے و مساس کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس لیے کہ عورتیں تو ریاحین بنائی گئی ہیں۔ (ریاحین کی خوشبو سونگھنا اور چھونا روا ہوتا ہے) شاخ نہم اخنسیہ کا یہ قول ہے کہ مرنے کے بعد میت کو کچھ بھلائی یا برائی نہیں ہوتی ہے (یعنی عذاب و ثواب سے انکار کرتے ہیں۔ شاخ دہم محکمیہ کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی مخلوق کی طرف فیصلہ چاہنے جائے تو وہ کافر ہے۔ (اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ واہل شام میں ثالثی فیصلہ قرار پایا تو اس خارجی فرقہ نے امیر المؤمنین کے لشکر سے جدا ہو کر دونوں فریقین کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ (شاخ یازدہم معتزلہ یعنی حروزیہ میں سے معتزلہ یہ وہ فرقہ ہے جو کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب و معاویہ رضی اللہ عنہما کا معاملہ ہم پر مشتبہ ہوا یعنی حکم صاف نہیں کھلتا ہے اس لیے ہم دونوں فریق سے بے زاری و براءۃ کرتے ہیں شاخ دوازدہم میمونیہ (اس کا بانی میمون بن خالد تھا۔) فرقہ کہتا ہے کہ کوئی امام نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے چاہنے والے اس سے راضی نہ ہوں۔

فرقہ قدریہ بھی بارہ فرقوں میں منقسم ہوا۔ احمریہ جس کا قول یہ ہے (اللہ تعالیٰ پر عدل جاری کرنا فرض ہے اور) اللہ تعالیٰ کے عدل میں یہ شرط ہے کہ اپنے بندوں کو ان کے کاموں کا مختار کرے اور ان کے گناہوں کے درمیان حائل ہو کر انہیں روکے۔ فرقہ ثنویہ کہتا ہے کہ بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور برائی ابلیس پیدا کرتا ہے۔ معتزلہ کہتا ہے کہ یہ قرآن پیدا کیا ہوا ہے۔ اور آخرت میں خدا کا دیدار محال ہے (سب بدعتی گمراہ فرقے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو محال کہتے ہیں۔ اس میں خوارج و روافض وغیرہ سب یکساں ہیں) کیسانیہ جو کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم ہوتا کہ یہ افعال آیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتے ہیں یا بندوں سے پیدا ہوتے ہیں اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ بندے بعد موت کے ثواب پاویں گے یا عذاب پاویں گے۔ شیطانیہ جس کا یہ قول ہے کہ خدا نے شیطان کو پیدا نہیں کیا شریکیہ جو کہتے ہیں کہ سب برائیاں مقدور ہیں سوائے کفر کے۔ وہمیہ کہتے ہیں کہ مخلوق کے افعال کی ذات نہیں ہے اور نہ نیکی و بدی کی ذات ہے ربویہ (راوندیہ) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتابیں اتری ہیں تو ان پر عمل کرنا فرض ہے خواہ کوئی اس کو ناسخ کہے یا منسوخ کہے۔

فائدہ: اس نفس پرست فرقہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کے وقت میں بھائی، بہن کا نکاح بطن مختلف سے جائز تھا۔ تو اب بھی یہ لوگ اس پر عمل کریں گے۔ اسی طرح یعقوب علیہ السلام کے وقت میں دو بہنوں کا نکاح اور مابعد شراب خواری وغیرہ سب عمل میں لاویں گے۔

بزیہ کہتے ہیں کہ جس نے گناہ سے توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ ناکثیہ فرقہ کہتا ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت توڑ دی۔ تو اس پر گناہ نہیں ہے۔ قاسطیہ کہتے ہیں کہ دنیا میں زاہد ہونے سے یہ افضل ہے کہ دنیا تلاش کرنے میں کوشش کرے۔ نظامیہ جس نے نظام ابراہیمی کی پیروی میں یہ کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو شے کہے تو وہ کافر ہے۔

فائدہ: یہ بھی فرقہ اعتقاد معتزلہ پر گمراہ ہے اور یہ ایک بات اس گمراہی پر اور زیادہ بڑھائی ہے اسی طرح ان سب فرقوں میں باہم مخالفت ہے اور سب خلاف طریقہ رسالت ہیں۔

جہمیہ فرقہ میں بارہ شاخیں ہیں۔ معطلہ جو کہتے ہیں کہ جس چیز پر انسان کو وہم پڑے۔ وہ مخلوق ہے اور جو کوئی دعوی کرے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے تو وہ کافر ہے۔ مریسیہ (مریسیہ) فرقہ گمراہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اکثر صفات مخلوق میں موجود ہیں۔ ملتزقہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے شاید اس کا سبب یہ ہوا کہ محکمہ عدالت و قضا میں قسم لینے کا یہ طریقہ تھا کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر قسم کھا دیا گواہی دو تو عوام اپنی بے علمی سے یہ سمجھے کہ خدا حاضر موجود ہے۔ حالانکہ قاضی کا مطلب یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ عالم و ناظر ہے اور یہی عربی محاورہ ہے۔ یعنی اللہ تجھ کو دیکھتا اور علیم و خبیر ہے یہ یاد کر کے سچی قسم کھائے گا۔ عوام نے اپنی سمجھ سے حاضر کے یہ معنی لگائے کہ جیسے آپس میں بولا کرتے ہیں۔ لہٰذا علماء پر یہ فرض ہے کہ وعظ میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت واعتقاد کو اول بیان کریں۔ تاکہ آئندہ ان کی نصیحت سچے ایمان والوں کو مفید ہو۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہو الموفق۔

واردیہ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔ اور جو کوئی جہنم میں گیا وہ بھی وہاں سے نکالا نہ جائے گا۔

فائدہ: اس فرقہ جاہل کے نفس نے ان کو یہ یقین دلایا کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے والے ہو۔ اور اس جاہل نے اپنے نفس کو غرہ بے دلیل مان لیا۔

زنادقہ کہتے ہیں کہ کسی واسطے یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنی ذات کے واسطے کوئی رب (پروردگار ثابت کرے۔ اس لیے کہ ثابت کرنا جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس سے ادراک کرنے کر لے۔ حالانکہ یہ ادراک ممکن نہیں تو یہ حواس کے ادراک کا آلہ نہیں ہو سکتے۔ تو پھر جو چیز ادراک نہیں ہو سکتی ہے۔ تو وہ ثابت بھی نہیں ہو سکتی ہے۔

فائدہ: یہ دلیل محض غلط اور بالکل خبط ہے۔ اور سرے سے بھی غلط

ہے کہ رب کو ثابت کرے۔ اس لیے کہ پہچاننا اور ہے اور ثابت کرنا اور ہے۔ اسی واسطے مصنفؒ نے ان احمقوں کی دلیل بھی نقل کر دی کہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ فرقہ کیسا بے وقوف ہے۔

حرقیہ فرقہ کا قول ہے کہ کافر کو (جب جہنم میں ڈالا جائے گا۔ آگ ایک بار جلا کر کوئلہ کردے گی۔ پھر وہ ہمیشہ کوئلہ پڑا رہے گا۔ اس کو آگ کی جلن محسوس نہ ہوگی)۔

مخلوقیہ کہتا ہے کہ یہ قرآن مخلوق ہے۔ فانیہ فرقہ کا قول ہے کہ جنت و دوزخ دونوں فنا ہونے والی ہیں۔ اوران میں سے بعضے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہنوز وہ دونوں پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ عریہ (غیریہ) نے پیغمبروں سے انکار کیا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نہیں ہیں وہ لوگ صرف عقلاء تھے۔

فائدہ: یہ قول محض کفر ہے۔ اور یہی اس زمانہ میں نیچریہ فرقہ کا قول ہے۔ جو سرسید احمد خان کی کتاب میں جو تفسیر کے نام سے لکھی ہے صاف مذکور ہے۔

واقفیہ کہتے ہیں۔ کہ ہم توقف کرتے ہیں نہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے اور نہ یہ کہ مخلوق نہیں ہے قبریہ کہتا ہے کہ قبر میں عذاب (ثواب) نہیں ہے اور نہ آخرت میں شفاعت ہے لفظیہ فرقہ کہتا ہے کہ قرآن کے ساتھ ہمارا تلفظ کرنا مخلوق ہے۔

اس طرح مرجیہ فرقہ کی بارہ قسمیں ہیں تارکیہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مخلوق پر کوئی عمل فرض نہیں سوائے ایمان کے پس جب بندہ اس پر ایمان لایا اور اس کو پہچانا تو پھر جو چاہے وہ کرے۔ سائبیہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کر کے چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہیں وہ کریں۔ یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ جو کچھ کریں گے۔ اس کو عوض آخرت میں پاویں گے۔ لیکن اس گمراہ فرقے نے اس بات سے انکار کیا۔

راجیہ کہتا ہے کہ ہم کسی بدکار کو عاصی و نافرمان نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ کسی نیکوکار کو طابع و فرمانبردار کہہ سکیں۔ کیونکہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس کے لیے عنداللہ کیا ہے۔

فائدہ: اس فرقہ کا مطلب یہ نہیں کہ ہم انجام نہیں جانتے ہیں۔ اس لیے کہ انجام کو کوئی نہیں جانتا ہے لیکن جو حالت بالفعل موجود ہے یہ ظاہر ہے تو یہ فرقہ اس سے بھی منکر ہے۔ گویا کہتا ہے کہ اس بدکار کی بدکاری شاید پسندیدہ ہو۔ یہ قبیح گمراہی ہے۔

شاکیہ کہتا ہے کہ نیک اعمال اور طاعات ایمان میں سے نہیں ہیں۔ بھیسیہ کہتا ہے کہ ایمان علم ہے اور جس نے حق کو باطل سے تمیز کرنا اور حلال کو حرام سے تمیز کرنا نہ جانا وہ کافر ہے۔ عملیہ کہتا ہے کہ ایمان فقط عمل ہے۔ مستثنیہ نے ایمان سے استثناء (یہ کہنا کہ میں مومن ہوں ان شاء اللہ) سے انکار کیا ہے۔ مشبہ کہتے ہیں کہ خدا کی آنکھ میری آنکھ جیسی ہے اور میرے ہاتھ کی طرح اس کا ہاتھ ہے۔ (اور عرش پر اس طرح مستوی ہے جیسے ہم لوگ تخت پر بیٹھتے ہیں) حشویہ نے سب احادیث کو ایک حکم ٹھہرایا ہے چنانچہ اس کے نزدیک فرض ترک کردینے کا حکم ویسا ہی ہے جیسے نفل ترک کردینے کا۔

فائدہ: حشویہ نام اس لیے ہوا کہ یہ فرقہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں الٓمٓ طٰسٓ اور حمٓ وغیرہ حروف مقطعات صرف زائد حروف بے معنے ہیں۔ اور جو آیتیں عذاب کا خوف دلانے والی ہیں وہ فقط دھمکی دینے والی ہیں۔ نعوذ باللہ من کفرہم ظاہریہ جو شرعی مسائل میں قیاس سے حکم اجتہادی نکالنے سے انکار کرتے ہیں۔ بدعیہ فرقہ اس فرقہ نے اول اول امت میں بدعت کا احداث شروع کیا۔

منقوصیہ کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔ (بعض نے کہا کہ ان کا یہ اعتقاد ہے کہ جب ہم نے ایمان کا اقرار کیا تو جو کچھ نیکی کریں وہ مقبول ہے اور جو برائیاں مانند زنا و چوری وغیرہ کے عمل میں لاویں وہ بخشی جاتی ہیں۔ چاہے توبہ کرے یا نہ کرے۔ واللہ اعلم۔

فرقہ رافضیہ کی بھی بارہ شاخیں ہیں علویہ کہتا ہے کہ رسول بنانے کا پیغام اصل میں جبرائیل علیہ السلام کے ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے غلطی سے وہ دوسری جگہ پہنچا دیا۔ (جیسے یہود کہتے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے ہماری عداوت میں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر بنی اسمٰعیل میں وحی اتاری ہے۔ (یہ لوگ کافر ہیں)

امریہ فرقہ کہتا ہے کہ کار نبوت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علی رضی اللہ عنہ شریک ہیں (یہ بھی ظاہر ہے کہ کفر ہے) شیعیہ فرقہ کہتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ تھے اور امت نے دوسرے کی بیعت کر کے کفر کیا۔

فائدہ: امام ذہبیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ قدیم شیعیہ فرقہ کا قول فقط یہ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اور جس نے ان سے لڑائی کی اس نے گناہ کیا۔ پھر اس فرقہ میں بعضے بڑھ کر کہنے لگے کہ بلکہ علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں لیکن ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو پہلے خلیفہ اس لیے کر دیا گیا۔ کہ خلافت کا خاتمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہو۔ اور آپ کی اولاد میں قیامت تک باقی رہے۔ جیسے نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور جو قول مصنف نے بیان کیا۔ یہ رافضیہ فرقہ کا عقیدہ ہے جو آخر میں پیدا ہوا۔

اسحاقیہ فرقہ کہتا ہے کہ نبوت تا قیامت ہوتی چلے جائے گی۔ اور جو کوئی اہل بیت کا علم جانے وہی نبی ہوتا ہے۔ اور ناووسیہ فرقہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب امت سے افضل ہیں پس جو کوئی کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کو آپ پر فضیلت دے۔ وہ کافر ہوگا۔ امامیہ فرقہ کہتا ہے کہ دنیا بھی ایک امام سے خالی نہ ہوگی۔ مرے گا تو بجائے اس کے دوسرا اس کے مثل ہوگا۔ (اس زمانہ میں جس فرقہ نے امامیہ اپنا نام رکھا ہے وہ ناووسیہ و رافضیہ وغیرہ کا مجموعہ مرکب ہے۔ زیدیہ فرقہ کہتا ہے کہ نماز کے امام کل اولاد حسین رضی اللہ عنہ ہیں تو جب تک ان میں سے کوئی ہو تو کسی غیر کے پیچھے

نماز جائز نہیں۔ خواہ وہ کوئی پرہیز گار ہو یا اس کے افعال خلاف شرع ہوں۔ عباسیہ فرقے کا زعم یہ ہے کہ سب سے زیادہ حق دار خلافت عباس بن عبدالمطلب تھے۔ متناسخہ فرقہ کا قول یہ ہے کہ روحیں ایک بدن سے نکل کر دوسرے بدن میں جاتی ہیں۔ چنانچہ اگر وہ شخص نیکو کار تھا۔ تو اس کی روح نکل کر ایسے بدن میں پڑ جاتی ہے۔ جو دنیا میں عیش سے رہنے والا ہے اور اگر بدکار تھا تو ایسے بدن میں پڑ جاتی ہے جو دنیا میں کوفت و تکلیف سے زندگی بسر کرے گا۔ رجعیہ فرقہ کا یہ زعم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب دنیا میں دوبارہ لوٹ کر آئیں گے۔ اور یہاں اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔ لاعنیہ فرقہ وہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و طلحہ و زبیر و معاویہ و ابوموسیٰ اشعریؓ وام المؤمنین عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم پر لعنت کرتے ہیں۔ متربصہ فرقہ وہ فرقہ ہے کہ عابد فقیروں کا لباس پہنتے ہیں۔ اور ہر وقت میں ایک شخص کو مقرر کر کے رکھتے ہیں۔ کہ یہی اس عصر میں صاحب الامر ہے۔ اور یہی اس امت کا مہدی ہے۔ اور پھر جب وہ مرا تو دوسرے کو مقرر کر لیتے ہیں۔

جبریہ فرقہ بھی بارہ قسموں میں منقسم ہوا ہے۔ مضطریہ فرقہ کہتا ہے کہ آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کام کرتا ہے افعالیہ فرقہ کہتا ہے کہ ہمارے افعال تو ہم سے صادر ہوتے ہیں لیکن ہم کو اس کے کرنے یا نہ کرنے میں استطاعت خود نہیں ہے بلکہ ہم لوگ بمنزلہ جانوروں کے ہیں کہ وہ رسی سے باندھ کر جدھر چاہتے ہیں ہانکے جاتے ہیں۔ مفروغیہ فرقہ کہتا ہے کہ کل چیزیں پیدا ہو چکیں۔ اب کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ نجاریہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کے نیک و بد افعال پر عذاب نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے فعل پر عذاب کرتا ہے۔ مبائیہ (متانیہ) فرقہ کہتا ہے کہ تجھ پر لازم فقط وہ ہے جو تیرے دل میں آئے۔ پس جس دلی خطرہ سے تجھے بہتری نظر آئے۔ اس پر عمل کر۔ کسبیہ فرقہ کہتا ہے کہ بندہ کچھ ثواب یا عذاب نہیں کماتا ہے۔ سابقیہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ جس کا جی چاہے نیک کام کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے۔ اس لیے کہ جو نیک بخت ہے اس کو گناہوں سے کچھ ضرر نہیں ہوگا۔ اور جو بد بخت ہے اس کو نیکیوں سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

حبیہ فرقہ کہتا ہے کہ جس نے شراب محبت الٰہی کا پیالہ پیا۔ اس سے ارکان عبادت ساقط ہو جاتے ہیں۔ خوفیہ فرقہ کہتا ہے کہ جس نے اللہ سے محبت کی تو اس سے روا نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرے اس لیے کہ محب اپنے محبوب سے خوف نہیں کر سکتا۔ فکریہ فرقہ کہتا ہے کہ جس قدر علم معرفت بڑھے اسی قدر عبادت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ حسیہ فرقہ کہتا ہے کہ دنیا میں سب لوگوں میں برابر مشترک ہے۔ کسی کو دوسرے پر زیادتی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ان کے باپ آدم کی میراث ہے۔ معیہ فرقہ کہتا ہے کہ یہ افعال ہم سے صادر ہوتے ہیں اور ہم کو انکی استطاعت و قدرت حاصل ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شیطان کا گذر ایک جماعت پر ہوا۔ جو ذکر الٰہی میں مشغول تھی۔ اس نے ان کو فتنہ میں ڈالنا چاہا۔ مگر تفرقہ پردازی نہ کر سکا۔ پھر ایک اور لوگوں میں آیا جو دنیا کی باتیں کر رہے تھے۔ ان کو بہکایا یہاں تک کہ کشت و خون ہونے لگا۔ خدا کا ذکر کرنے والے لوگ ان میں بیچ بچاؤ کرنے کے لیے اٹھے اس طور پر ان میں تفرقہ پڑ گیا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ ابلیس کے پاس ایک شیطان ہے جس کو قبقب کہتے ہیں اس کے منہ پر چالیس برس سے لگام چڑھا رکھی ہے۔ (یعنی اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تا کہ تگڑا رہے۔) جب لڑکا اس راستے پر آتا ہے تو اس شیطان سے کہتا ہے کہ اس لڑکے کو پکڑ لے اس کے لیے میں نے تیرے منہ پر لگام چڑھائی تھی اس پر غلبہ کر اور اس کو فتنہ میں ڈال۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا۔ کہ اس کے زمانہ میں کوئی عابد اس کے مقابل کا نہ تھا۔ اس کے وقت میں تین بھائی تھے۔ ان کی ایک بہن تھی۔ جو باکرہ تھی۔ اس کے سوائے وہ اور بہن نہ رکھتے تھے۔ اتفاقاً ان تینوں بھائیوں کو کہیں لڑائی پر جانا پڑا ان کو کوئی ایسا شخص نظر نہ آیا۔ جس کے پاس وہ اپنی بہن چھوڑ جائیں۔ لہٰذا سب نے اس پر اتفاق کیا کہ اس کو عابد کے سپرد کر جائیں۔ وہ عابد ان کے خیال کے موافق تمام بنی اسرائیل میں ثقہ و پرہیز گار تھا۔ اس کے پاس آئے اور اپنی بہن کو حوالہ کرنے کی درخواست کی۔ کہ جب تک ہم لڑائی سے واپس آئیں۔ ہماری بہن آپ کے سایہ عاطفت میں رہے۔ عابد نے انکار کیا اور ان کی بہن سے خدا کی پناہ مانگی۔ انہوں نے نہ مانا حتّٰی کہ راہب نے منظور کر لیا۔ اور کہا کہ اپنی بہن کو میرے عبادت خانہ کے سامنے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ۔ انہوں نے ایک مکان میں اس کو لا اتارا۔ اور چلے گئے وہ لڑکی عابد کے قریب ایک مدت تک رہتی رہی۔ عابد اس کے لئے کھانا لے کر چلتا تھا۔ اور اپنے عبادت خانہ کے دروازے پر رکھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اور اندر واپس چلا جاتا تھا اور لڑکی کو آواز دیتا تھا۔ اور وہ اپنے گھر سے آ کر کھانا لے جاتی تھی۔ راوی نے کہا کہ پھر شیطان نے عابد کو نرمایا اور اس کو خیر کی ترغیب دیتا رہا۔ اور لڑکی کا دن میں عبادت خانہ تک آنا اس پر گراں ظاہر کرتا رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لڑکی کھانا لینے کے لیے گھر سے نکلے اور کوئی شخص اس کو دیکھ کر اس کی عصمت میں رخنہ انداز ہو۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا اس کے گھر کے دروازے پر رکھ آیا کرے۔ اس میں اجر عظیم ملے گا۔ غرض کہ عابد کھانا لے کر اس کے گھر جانے لگا۔ بعد ایک مدت کے پھر شیطان اس کے پاس آیا۔ اور اسکو خیر کی ترغیب دی اور اس بات پر ابھارا کہ اگر تو اس لڑکی سے بات چیت کیا کرے تو تیرے کلام سے یہ مانوس ہو۔ کیونکہ اس کو سخت وحشت ہوتی ہے۔ شیطان

نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ حتیٰ کہ راہب اس سے بات چیت کرنے لگا۔ اپنے عبادت خانہ سے اتر کر اس کے پاس آنے لگا۔ پھر شیطان اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ یہ بہتر ہے کہ تو عبادت خانہ کے در پر اور وہ اپنے گھر کے دروزے میں بیٹھے اور دونوں باہم باتیں کرو۔ تا کہ اس کو انس ہو۔ آخر کار شیطان نے اس کو صومعہ سے اتار کر دروازے پر لا بٹھایا۔ لڑکی بھی گھر سے دروازے پر آئی۔ عابد باتیں کرنے لگا۔ ایک زمانے تک یہ حال رہا۔ پھر شیطان نے عابد کو کار خیر کی رغبت دی اور کہا کہ بہتر ہے کہ تو خود لڑکی کے گھر کے قریب جا کر بیٹھے اور ہم کلامی کرے اس میں زیادہ دلداری ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا۔ شیطان نے پھر تحصیل ثواب کی ترغیب دی۔ اور کہا کہ اگر لڑکی کے دروازہ سے قریب ہو جائے تو بہتر ہے تا کہ اس کو دروازے پر آنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ عابد نے یہی کیا۔ کہ اپنے صومعے سے لڑکی کے دروازے پر آ کر بیٹھتا تھا اور باتیں کرتا تھا۔ ایک عرصہ تک یہی کیفیت رہی۔ شیطان نے پھر عابد کو ابھارا۔ کہ اگر عین گھر کے اندر جا کر باتیں کرے۔ تو بہتر ہے کہ لڑکی باہر نہ آوے۔ اور کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھ پاوے۔ غرض کہ عابد نے یہ شیوہ اختیار کیا۔ کہ لڑکی کے گھر کے اندر جا کر دن بھر اس سے باتیں کیا کرتا۔ اور رات کو اپنے صومعے میں آتا۔ اس کے بعد شیطان نے اس کو ورغلایا اور لڑکی کی خوبصورتی اس پر ظاہر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ عابد نے لڑکی کی زانوں پر ہاتھ مارا اور اس کے رخسار کا بوسہ لیا۔ پھر روز بروز شیطان لڑکی کو اس کی نظروں میں آرائش دیتا رہا اور اس کے دل پر غلبہ کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے ملوث ہو گیا۔ لڑکی نے حاملہ ہو کر لڑکا جنا۔ پھر شیطان عابد کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اب یہ بتاؤ کہ اس لڑکی کے بھائی آ گئے۔ اور اس بچہ کو دیکھا تو تم کیا کرو گے۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم ذلیل ہو جاؤ۔ یا وہ تمہیں رسوا کر دیں۔ تم اس بچہ کو لے لو۔ اور زمین میں گاڑ دو۔ یہ لڑکی ضرور اس معاملے کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ جان نہ لیں کہ تم نے اس کے ساتھ کیا حرکت کی ہے۔ عابد نے ایسا ہی کیا۔ پھر شیطان نے اس سے کہا کہ کیا تم یقین کرتے ہو کہ یہ لڑکی تمہاری ناشائستہ حرکتوں کو اپنے بھائیوں سے چھپائے گی۔ ہرگز نہیں تم اس کو بھی پکڑو اور ذبح کر کے بچے کے ساتھ دفن کر دو۔ غرض عابد نے لڑکی کو ذبح کیا اور بچے سمیت گڑھے میں ڈال کر اس پر بھاری پتھر رکھ دیا۔ اور زمین کو برابر کر کے اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔ ایک مدت بعد اس لڑکی کے بھائی لڑائی سے واپس آئے۔ اور عابد کے پاس جا کر اس سے اپنی بہن کا حال پوچھا۔ عابد نے اس کو مرنے کی خبر دی۔ اور افسوس ظاہر کر کے رونے لگا۔ اور کہا کہ وہ بڑی نیک بی بی تھی۔ دیکھو یہ اس کی قبر ہے۔ بھائی اس کی قبر پر آئے۔ اس کے لیے دعائے خیر کی۔ اور چند روز اس کی قبر پر رہ کر اپنے لوگوں میں آئے۔ راوی نے کہا کہ جب رات ہوئی تو وہ اپنے بستروں پر سوئے شیطان ان کو خواب میں مسافر آدمی کی صورت بن کر نظر آیا۔ پہلے بڑے بھائی کے پاس گیا۔ اور اس کی بہن کا حال پوچھا۔ اس نے عابد کا اس کے مرنے کی خبر دینا اور اس پر افسوس کرنا اور مقام قبر دکھانا بیان کیا۔ شیطان نے کہا سب جھوٹ ہے تم نے کیونکر اپنی بہن کا معاملہ سچ مان لیا۔ عابد نے تمہاری بہن کے ساتھ فعل بد کیا تھا۔ وہ حاملہ ہو کر ایک بچہ جنی۔ عابد نے تمہارے ڈر کے مارے اس بچے کو اس کی ماں سمیت ذبح کیا اور ایک گڑھا کھود کر دونوں کو اس میں ڈال دیا۔ جس گھر میں وہ تھی اس کے اندر داخل ہو کر وہ گڑھا داہنی جانب پڑتا ہے۔ تم چلو اور اس گھر میں جاؤ تم کو وہاں دونوں ماں بیٹا ایک جگہ ملیں گے۔ جیسا کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ پھر شیطان منجھلے بھائی کو خواب میں نظر آیا۔ اس سے بھی ایسا ہی کہا۔ پھر چھوٹے کے پاس گیا۔ اس سے بھی یہی گفتگو کی۔ جب صبح ہوئی۔ تو سب لوگ بیدار ہوئے۔ اور یہ تینوں اپنے اپنے خواب سے تعجب میں تھے۔ ہر ایک آپس میں بیان کرنے لگا۔ کہ میں نے رات عجیب خواب دیکھا سب نے باہم جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ بیان کیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ خواب فقط خیال ہے اور کچھ نہیں یہ ذکر چھوڑو۔ اور اپنا کام کرو۔ چھوٹا کہنے لگا کہ میں تو جب تک اس مقام کو دیکھ نہ لوں۔ باز نہ آؤں گا۔ تینوں بھائی چلے اس گھر میں جس میں ان کی بہن رہتی تھی۔ آئے دروازہ کھولا۔ اور جو جگہ رات کو خواب میں دکھائی تھی۔ تلاش کیا۔ اور جیسا ان سے کہا گیا تھا۔ اپنی بہن اور اس کے بچے کو ایک گڑھے میں ذبح کیا ہوا پایا۔ انہوں نے عابد سے کل کیفیت دریافت کی۔ عابد نے شیطان کے فعل کی اپنے فعل سے تصدیق کی۔ انہوں نے اپنے بادشاہ سے جا کر نالش کی۔ عابد صومعے سے نکالا گیا۔ اور اس کو دار پر کھینچنے کے لیے لے چلے۔ جب کہ اس کو دار پر کھڑا کیا گیا۔ شیطان اس کے پاس آیا۔ اور کہا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ میں ہی تمہارا وہ ساتھی ہوں جس نے تمہیں عورت کے فتنے میں ڈالا۔ یہاں تک کہ تم نے اس کو حاملہ کر دیا اور ذبح کر ڈالا اب اگر تم میرا کہنا مانو اور جس خدا نے تم کو پیدا کیا ہے اس کی نافرمانی کرو۔ تو میں تم کو اس بلا سے نجات دلا دوں۔ راوی نے کہا کہ عابد خدا تعالیٰ سے کافر ہو گیا۔ پھر جب عابد نے کفر باللہ کیا۔ شیطان اس کو اس کے ساتھیوں کے قبضہ میں چھوڑ کر چلا گیا۔ انہوں نے اس کو دار پر کھینچا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ الاية.

یعنی شیطان کی مثال ہے کہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر جب وہ کافر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں تجھ سے الگ ہوں۔ میں رب العالمین سے خوف کرتا ہوں اس شیطان اور اس کافر دونوں کا انجام یہی ہے کہ دوزخ میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کو ہر خرچ پر ثواب ملتا ہے مگر (ضرورت سے زائد) عمارات بنانے میں نہیں (الجامع)

ہمیشہ رہیں گے۔ اور ظلم کرنے والوں کی سزا یہی ہے۔

حسن بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ شیطان عورت سے کہتا ہے کہ تو میرا آدھا لشکر ہے اور تو میرے لیے ایسا تیر ہے کہ جس کو مارتا ہوں نشانہ خطا نہیں کرتا۔ اور تو میری بھید کی جگہ ہے اور تو میری حاجت برلانے میں قاصد کا کام دیتی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے تعوذ فرماتے تھے اور اس طرح کہتے تھے:

أُعِيذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ
هَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ.

پھر فرماتے تھے کہ اسی طرح میرے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی اسحٰق و اسمٰعیل کے لیے پناہ مانگتے تھے۔ یہ حدیث صحیحین میں ہے ابوبکر انباری نے کہا ہامہ ہوام کا واحد ہے اور ہامہ اس مخلوق کو کہتے ہیں۔ جو بدی کا قصد کرے۔ اور لامۃ بمعنی ملمہ ہے یعنی رنج دینے والی اور حدیث میں: **لامة فقط هامة** کی مناسبت سے آیا ہے اور زبان پر خفیف ہے۔

بت پرستوں پر ابلیس کی ابتدائی تلبیس کا بیان

ہشام بن محمد بن السائب الکلبی نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ بت پرستی کی بنیاد اس طرح شروع ہوئی کہ جب آدم علیہ السلام نے انتقال کیا۔ تو شیث بن آدم کی اولاد نے ان کی لاش اس پہاڑ کے غار پر رکھی جس پر وہ جنت سے اتارے گئے تھے۔ وہ پہاڑ سرزمین ہندوستان میں ہے اور اس کا نام نوذ ہے۔ اور وہ روئے زمین کے پہاڑوں سے زیادہ سرسبز ہے۔ ہشام نے کہا پھر میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ بروایۃ عن ابی صالح عن ابن عباس کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ شیث کی اولاد اس پہاڑ کے غار میں آدم کی لاش کے پاس جایا کرتے اور اس کی تعظیم کیا کرتے۔ اور اس پر ترحم کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر قابیل کی اولاد میں سے ایک نے کہا کہ اے بنی قابیل دیکھو کہ بنی شیث کے پاس ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے گرد گھومتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر ان کے لیے ایک مورت گھڑی۔ اور یہی پہلا شخص ہے جس نے مورت بنائی۔ ہشام نے کہا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی کہ:

ود۔ سواع' یغوث' یعوق اور نسر

یہ سب بندگان صالح تھے۔ ایک ہی مہینے میں سب نے انتقال کیا۔ تو ان کی برادری والوں کو ان کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ پس بنی قابیل میں سے ایک نے ان سے کہا اے قوم کیا تم چاہتے ہو کہ میں ان کی صورتوں کی پانچ مورتیں تم کو گھڑ دوں۔ (تو گویا وہ تمہارے سامنے ہوں گے) سوا اتنی بات کے کہ مجھے یہ قدرت نہیں کہ ان کی روحیں ان میں پہناؤں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم چاہتے ہیں۔ پس اس نے ان کے لیے پانچ بت بنا دیئے۔ جو ان کی صورتوں کے موافق تھے۔ اور وہاں نصب کر دیئے۔ پس آدمی اپنے بھائی و چچا و چچیرے بھائی کی مورت کے پاس آتا اور اس کی تعظیم کرتا اور اس کے گرد پھرتا۔ اس کی ابتداء بزمانہ یردی بن مہائیل بن قینان بن انوش ابن شیث بن آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ پھر یہ پہلی قرن گذر گئی۔ اور دوسری قرن آئی تو اول قرن سے بڑھ کر انہوں نے مورتیوں کی تعظیم و تکریم کی۔

کلبی نے کہا کہ عمرو بن لحی ایک کاہن تھا۔ اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی۔ اور ایک جن اس کا مؤکل تھا۔ اس نے کاہنوں کے لہجہ میں اس سے کہا کہ:

عجل بالمسير و الظعن من تهامة بالسعد و السلامة ايت ضف جده + ايت ضف جده + تجد فيها اصناما معدة +فاوردها تهامة و لا تهاب سادتها + ثم ادع العرب الى عبادتها(تجاب)

یعنی تہامہ سے کجاوہ کس کے جلد اپنے آپ کو سعد و سلامہ میں پہنچا۔ پھر جدہ کے کنارے جا۔ وہاں تجھ کو رکھی ہوئی مورتیں ملیں گی۔ ان کو تہامہ میں لے آ اور یہاں کے سرداروں سے خوف نہ کھا۔ پھر عرب کو ان کی عبادت کے لیے بلا عمرو بن لحی نے جا کر نہر جدہ سے نشان ڈھونڈ کر ان کو نکالا پھر لاد کر تہامہ میں لایا اور جب حج کا موسم آیا تو عمرو بن لحی نے سب اہل عرب کو بتوں کی پرستش کی جانب بلایا۔

ہشام بن کلبی نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ محمد بن السائب اور دوسروں نے بیان کیا۔ کہ جب اسماعیل علیہ السلام مکہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ان کے بال بچے پیدا ہو کر بڑے ہوئے۔ تو مکہ کے مالک ہو گئے۔ اور وہاں سے قوم عمالقہ کو نکال دیا۔ تو کثرت ہونے کی وجہ سے مکہ میں ان کی گنجائش نہ رہی باہم ان میں لڑائیاں و عداوت واقع ہوئی۔ اور بعض نے بعض کو نکال دیا۔ آخر دوسرے بلاد میں پھیلے اور روزی کی تلاش میں بھی نکلے۔ پھر جس سبب سے انہوں نے اول بتوں و پتھروں کی پرستش شروع کی۔ یہ ہے کہ ان میں سے جو کوئی مکہ سے باہر جاتا تو وہ ضرور اپنے ساتھ حرم سے ایک پتھر لے جاتا کیوں کہ وہ لوگ حرم مکہ کی تعظیم کرتے تھے۔ تو جہاں کہیں منزل اختیار کرتے۔ وہاں اس پتھر کو رکھ لیتے اور طواف کعبہ کی طرح اس کا طواف کرتے۔ کیونکہ اس کو متبرک سمجھتے۔ اس لیے کہ حرم کو مصؤن جانتے اور اس سے محبت کرتے تھے۔ باوجود یہ کہ ان میں مکہ و کعبہ کی تعظیم بدستور باقی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی شریعت پر خانہ کعبہ کا حج و عمرہ کیا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اپنی پسند کے موافق پوجنے لگے۔ اور طریقہ قدیم کو بھول گئے۔ اور دین ابراہیم و اسمٰعیل کے بدلے دوسرا دین اختیار کر لیا۔ بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ اور ان کا بھی وہی حال ہوا۔ جو ان سے پہلی امتوں کو ہو چکا تھا۔ انہوں نے وہ

بت نکالے جن کو نوح علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی۔ باوجود یہ کہ ان میں بعض امور شریعت ابراہیم واسمٰعیل سے ایسے باقی رہے۔ جن کو نہیں چھوڑا۔ جیسے بیت اللہ کی تعظیم اور اس کا طواف کرنا۔ وحج وعمرہ اور وقوف عرفات ومزدلفہ اور اونٹ وغیرہ قربانی کا ہدیہ بھیجنا۔ اور حج وعمرہ کا تلبیہ کہنا۔ قبیلہ نزار کے لوگ جب احرام باندھتے۔ تو تلبیہ اس طرح کہتے تھے۔

لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک

الا شریکاً ھو لک تملک و ما ملک.

یعنی لبیک الٰہی لبیک لبیک تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ سوائے ایسے شریک کے کہ وہ تیرا ہی ہے تو ہی اس کا۔ اور اس کی مملوک چیزوں کا مالک ہے۔

بت عزیٰ کو ظالم بن اسعد نے لیا اور ذات عرق سے اوپر نخلہ شامیہ کی وادی میں نصب کر کے اس پر کوٹھڑی بنائی۔ یہ لوگ اس سے آواز سنا کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عزیٰ ایک شیطانیہ عورت تھی۔ جو بطن نخلہ کے تین درخت کیکر پر آیا کرتی تھی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو خالد بن الولید سے فرمایا کہ بطن نخلہ میں جا وہاں تجھے کیکر کے تین درخت ملیں گے۔ ان میں سے اول درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالنا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ایک درخت کو جڑ سے کھود پھینکا۔ اور واپس آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کچھ دیکھا تھا۔ خالد نے عرض کیا جی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جا کر دوسرے کو جڑ سے کاٹ دے۔ خالد نے حکم کی تعمیل کی جب واپس آئے۔ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے کچھ دیکھا۔ تو خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جا کر تیسرے درخت کو بھی جڑ سے کاٹ دے۔ خالد وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ بال بکھیرے اپنے دونوں ہاتھ کندھوں پر رکھے اپنے دانت کٹکٹاتی ہے اور اس کے پیچھے دبیہ السلمی کھڑا ہے جو اس کا دربان تھا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کہا:

یَا عُزّیٰ کُفْرَانَکِ لَا سُبْحَانَکِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اللّٰہَ قَدْ اَھَانَکِ.

ترجمہ: اے عزیٰ تجھ سے کفر ہے نہ تعریف۔ کیونکہ میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے خوار کیا'' پھر اس کو تلوار ماری تو اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ دیکھا تو وہ کوئلہ ہے۔ پھر خالد رضی اللہ عنہ نے درخت مذکورہ کاٹ ڈالا۔ اور دبیہ دربان کو بھی قتل کر ڈالا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی عزیٰ تھی۔ اب آئندہ عرب کے واسطے عزیٰ نہ ہوگی۔

مصنف نے کہا کہ مشرکوں کے بتوں میں سے اساف اور نائلہ بھی تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اساف و نائلہ قبیلہ جرہم میں سے ایک مرد و عورت تھے۔ جن کو اساف بن یعلیٰ اور نائلہ بنت زید کہتے تھے۔ یہ دونوں جرہم کی نسل سے تھے۔ اور دونوں کا عشق زمین یمن سے شروع ہوا تھا۔ پھر قافلہ کے ساتھ دونوں حج کو آئے۔ اور ایک رات دونوں خانہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو وہاں خالی گھر پایا۔ کوئی آدمی نہ تھا۔ پس اساف نے نائلہ سے بدکاری کی تو مسخ ہو کر پتھر ہو گئے۔ صبح کو لوگوں نے ان کو مسخ پا کر خانہ کعبہ سے باہر نکال کر قائم کیا بعد ازاں قریش وخزاعہ اور دیگر عرب نے جو حج کو آتے تھے۔ ان دونوں کو پوجنا شروع کیا۔

ہندوستان کے برہمنوں میں سے بعض قوم ہے۔ جس پر شیطان نے یہ رچایا کہ اپنی جان جلا کر خدا کے یہاں تقرب حاصل کریں۔ چنانچہ جب کوئی آمادہ ہوتا ہے۔ تو اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جاتا ہے یعنی آگ بھری جاتی ہے اور لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں۔ اس کو خلوق سے خوشبودار کرتے ہیں۔ ڈھول و نقارہ جانجھ بجاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے لاتے ہیں کہ اس جیو (جان) کو مبارک ہو کہ اب بیکنٹھ (جنت) کے اونچے درجہ پر چڑھ جائے گا۔ وہ کہتا ہے کہ تمہاری یہ قربانی مقبول ہو۔ اور میرا ثواب جنت ہو۔ پھر وہ اپنے آپ کو اس خندق میں ڈال دیتا ہے۔ اور جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ آگ میں نہ کودا اور بھاگ کھڑا ہوا تو اس کو تھکارتے ہیں اور اس سے قطع تعلق کر لیتے ہیں آخر وہ لاچار ہو کر پھر جلنا اختیار کرتا ہے۔

بعض کے لیے ایک پتھر سخت گرم کیا جاتا ہے اور اس کے پیٹ پر لگایا جاتا ہے۔ اور اس طرح دوبارہ کیا جاتا ہے اور برابر اسی طرح اس کے پیٹ سے گرم پتھر لگاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ جاتا ہے اور آنتیں نکل پڑتی ہیں۔ تب وہ مر جاتا ہے۔

کوئی اس قدر آگ سے نزدیک کھڑا ہوتا ہے۔ کہ اس کی چربی گل کر بہتی ہے تب گر کر جل جاتا ہے۔

بعض کی پنڈلی اور ران سے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ اور لوگ اس کی تعریف کرتے جاتے ہیں اور اس کے مثل مرتبہ مانگتے ہیں۔ آخر وہ مر جاتا ہے۔

کوئی گائے کے گوبر میں (یعنی کنڈوں میں) ساق تک کھڑا ہوتا ہے اور اس میں آگ لگا دی جاتی ہے اور وہ جل کر مر جاتا ہے۔

بعض ہنود پانی پوجتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اسی سے جاندار کی زندگی ہے پس اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

بعض کے لیے پانی کے قریب خندقیں کھودی جاتی ہیں۔ تو وہ خندقوں میں گر پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آگ مشتعل ہو جاتی ہے تو وہ اٹھ کر پانی میں غوطہ مارتا ہے اور پھر وہ پانی سے خندقوں کی طرف لوٹتا ہے۔ یہاں تک کہ مر جاوے۔ پھر اگر وہ پانی اور خندق کے درمیان میں مر گیا تو اس کے آدمی غمگین ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جنت سے محروم رہا۔ اور اگر وہ

پانی یا خندق میں مرا تو گواہی دیتے ہیں کہ وہ جنت میں پہنچ گیا۔
کوئی ان میں بھوک پیاس سے تڑپ کر جان دیتا ہے پس پہلے تو چلنے سے عاجز ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر بیٹھنے سے عاجز ہو کر مردہ کی طرح لیٹ جاتا ہے۔ پھر بات نہیں نکلتی پھر حواس میں خلل ہو کہ تڑپنا بھی موقوف ہو کر مر جاتا ہے۔
ان میں سے کوئی زمین میں آوارہ ہو کر مخبوط پھرتا ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے ان میں کوئی اپنے آپ کو دریا میں غرق کر کے مر جاتا ہے۔
بعض ان میں عورت کے پاس نہیں جاتے اور بالکل ننگا پھرتے ہے فقط ایک چٹ سی لنگوٹی باندھے پھرتے ہیں۔
ہند میں ایک بلند پہاڑ ہے اس کے نیچے ایک درخت ہے وہاں ایک شخص کتاب لیے پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ مبارک ہو اس کو جو اس پہاڑ پر چڑھ کر اپنا پیٹ پھاڑ کر اپنے ہاتھ سے اپنی آنتیں نکال ڈالے۔
بعض ان میں وہ ہے جو بڑا پتھر لے کر اپنا بدن کچل کر مر جاتا ہے اور لوگ اس کو مبارک باد دیتے جاتے ہیں۔
ہند میں دو دریا ہیں (گنگا اور جمنا) اور جو فقیر لوگ غاروں وغیرہ میں بیٹھ رہے ہیں وہ عید کے روز نکل کر وہاں آتے ہیں اور کچھ لوگ وہاں مقرر ہیں وہ ان جوگیوں اور عابدوں وغیرہ کے کپڑے اتار لیتے ہیں۔ اور ان کو پٹ لٹا کر دو ٹکڑے کاٹ ڈالتے ہیں۔ ایک ٹکڑا ایک دریا میں اور دوسرا ٹکڑا دوسرے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا دعوی یہ ہے کہ یہ دونوں دریا بہہ کر جنت میں جاتے ہیں۔
بعض ان میں نکل کر آفتاب (یا چٹیل میدان) میں جاتا ہے جہاں دھوپ کے سوا سایہ نہیں ہے۔ اور کچھ لوگ اس کے ساتھ دعا دیتے اور مبارک باد کہتے جاتے ہیں جب وہ صحرا میں جاتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے اور شکاری چڑیاں ہر طرف سے اکھٹی ہوتی ہیں۔ پھر وہ ننگا ہو کر لیٹ جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور شکاری چڑیاں ہر طرف سے اس پر ہجوم کر کے اس کو کھاتی ہیں۔ جب وہ چلی جاتی ہیں تو لوگ آکر اس کی ہڈیاں لے جا کر جلاتے ہیں۔ اور اسکی راکھ بطور تبرک رکھتے ہیں۔
شیخ ابو محمد نوبختیؒ نے اس کے ساتھ بہت طویل افعال ذکر کیے ہیں۔ جن کا نقل کرنا تضییع اوقات ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ہندوستان سے مسافر لوگ حکمت کی باتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور ان میں باریک اعمال ہیں۔ باوجودا سکے پاک ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ کہ جس نے ہندیوں کو ایسا اندھا کر دیا کہ شیطان نے ان کو اس طرح ہانکا جس کا نمونہ بیان کیا گیا ابو محمد نوبختی نے لکھا ہے کہ بعض ہندی دعوی کرتے ہیں کہ جنت کے ۳۲ درجات ہیں اور اگر کوئی جنتی اس کے سب سے نیچے درجے میں چار لاکھ تینتیس ہزار چھ سو بیس سال رہا تو اوپر بڑھے گا۔ اور ہر بالائی مرتبہ بہ نسبت اول کے دو چند ہے۔ اور جہنم کے بھی ۳۲ درجے ہیں از انجملہ ۱۶ مرتبے میں زمہریر وغیرہ طرح طرح کے عذاب ہیں۔ اور باقی ۱۶ مرتبے میں جلن اور طرح طرح کے عذاب ہیں۔

یہود پر تلبیس ابلیس کا بیان:

ابلیس نے یہود کو بھی طرح طرح کی تلبیس میں گمراہ کیا۔ اس ڈھیری میں سے ایک مٹھی بھر نمونہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جس سے باقی وہ قیاس دوڑایا جا سکتا ہے از انجملہ یہ کہ یہود نے خالق کو مخلوق سے مشابہ کیا اور یہ نہ سمجھے کہ اگر تشبیہ حق ہوتی تو جو باتیں مخلوق پر جائز ہوتیں وہ اس پر بھی جائز ہوتیں۔
شیخ ابو عبداللہ بن حامد نے ذکر کیا کہ یہود کا زعم ہے کہ اللہ معبود ایک نور کا شخص ہے وہ نور کی کرسی پر نور کا تاج رکھے ہوئے بیٹھا ہے اور آدمیوں کے اعضاء کی طرح اس کے اعضاء ہیں۔
از انجملہ یہود نے دعوی کیا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اگر یہود سمجھ رکھتے ہوتے کہ فرزند ہونا حقیقت میں اسی طرح ہو سکتا ہے کہ بیٹا اپنے باپ کا جزو ہووے تو پھر حماقت میں نہ پڑتے۔ اسلیے کہ خالق عزوجل کی یہ شان نہیں ہے کہ اسکے ٹکڑے ہو سکیں۔ یا بعض بعض ہو سکے اس لیے کہ وہ کچھ مرکب نہیں ہے تو اپنی حماقت سے اس کا بیٹا نہ بناتے۔ پھر بیٹا بھی باپ کے معنی میں ہوتا ہے حالانکہ عزیر بغیر کھانے پینے کے قائم نہیں رہتے تھے۔ اور اللہ وہ ہے جس سے خلوق اشیاء کا قیام ہے۔ اور وہ نہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قیام ہے واضح ہو کہ یہود ی حقائق سے بھی واقف نہ تھے۔

نصاریٰ پر تلبیس ابلیس کا بیان:

ابلیس نے نصاریٰ پر بہت سی تلبیس کر دی ہے از انجملہ اس نے نصاریٰ کے وہم میں یہ جمادیا کہ خالق سبحانہ وتعالیٰ جوہر ہے۔ چنانچہ نصاریٰ کے فرقہ یعقوبیہ نے (جو یعقوب کے شاگرد ہیں) اور ملکیہ نے (جو بادشاہی دین پر کہلاتے تھے۔) اور نسطوریہ نے (جو نسطور کے تابع تھے) ان سب گمراہوں نے زعم دیا کہ اللہ تعالیٰ جوہر واحد ہے تین اقنوم والا۔ پس وہ جوہر ہونے میں ایک ہے۔ اور اقنوم ہونے میں تین ہے۔ اور ان تین اقنوم میں سے ایک باپ ہے اور دوسرا بیٹا ہے اور تیسرا روح القدس ہے۔ پھر بعض نے کہا کہ اقنوم خواص ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ صفات ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ اشخاص ہیں۔ اور ان لوگوں کو یہ نہیں سوجھا کہ اگر اللہ تعالیٰ جوہر ہوتا تو جو چیزیں جواہر کے لوازم ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ پر جائز ہوتیں۔ جیسے کسی مکان میں جگہ پکڑنا۔ اور جنبش کرنا، اور ساکن ہونا اور کسی وقت و زمانہ میں ہونا۔ پھر ابلیس نے بعض نصرانیوں پر یہ تلبیسکی کہ مسیح ہی اللہ ہے۔

صابی فرقہ پر تلبیس ابلیس کا بیان:

اکثر صابیہ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے۔ پیدا نہیں ہوا ہے۔ اور ستاروں کو یہ لوگ ملائکہ کہتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک قوم نے ستاروں کا نام الہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی ماتم پرسی کرتے تو فرماتے اس کو اللہ رحم کرے اور تم کو اجر دے (تاریخ اصبہان)

رکھا، اوران کی عبادت کرتے ہیں۔ اوران کے لیے عبادت خانے بناتے ہیں۔ اوردعوی کرتے ہیں کہ ان میں سے ایک خانہ جوزحل کا خانہ ہے وہی خدا کا بیت الحرام ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ خدا کی صفت نفی سے بیان ہو سکتی ہے۔ اثبات سے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ مخلوق نہیں ہے۔ وہ مردہ نہیں ہے۔ وہ جاہل نہیں ہے۔ وہ عاجز نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ہم نے اس لیے کہا کہ مشابہت اورنسبت ثابت نہ ہو۔

انہوں نے اپنی عبادت کے طریقے بنار کھے ہیں از انجملہ کہتے ہیں کہ ان پر ہر روز تین نمازیں ہیں۔ اول نماز آٹھ رکعات ہیں۔ اور ہر رکعت میں تین سجدے ہیں۔ اس کا وقت طلوع آفتاب کے وقت ختم ہوتا ہے۔ دوم پانچ رکعتیں ہیں۔ اور سوم بھی پانچ رکعات ہیں اوران پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ اورانکا شروع ماہ آذار کی آٹھ راتیں گزرے ہوتا ہے اور سات دن کے روزے اس وقت ہیں جب کہ کانون اول کے سات روز باقی رہتے ہیں۔ اور سات دن کے روزے اور ہیں جن کی ابتدا شباط کی آٹھ راتیں ہوتی ہیں۔ اپنے روزوں کے ختم پر صدقہ دیتے اور قربانی کرتے ہیں۔ اور اونٹ کا گوشت حرام رکھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے دیگر خرافات ہیں جن کے بیان میں تضیع اوقات ہے۔

مجوس پر تلبیس ابلیس کا بیان:

یحیٰ بن بشر نہاوندی نے کہا کہ مجوس کا پہلا بادشاہ کیومرث تھا۔ اسی نے ان کو یہ دین بتلایا۔ پھران میں پے درپے نبوت کے مدعی پیدا ہوئے یہاں تک کہ آخر میں رزدشت مشہور ہوا۔ مجوس کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) ایک شخص روحانی ہے۔ وہ ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ روحانی چیزیں پوری ظاہر ہوئیں پھراس نے کہا کہ کوئی دوسرا اس طرح ایجاد نہ کر سکے جیسے میں ایجاد کرتا ہوں پس اس نے اپنے فکر سے یہ تاریکی پیدا کی۔ تاکہ غیر قدرت سے انکار ہو سکے۔ پھراس تاریکی نے اٹھ کراس پر غلبہ پانا شروع کر دیا۔ منجملہ ان امور کے جوزردشت نے مجوسیوں اور آتش پرستوں کے لیے نکالے ایک آگ کی پوجا ہے اور آفتاب کی جانب نماز ہے اوراسکی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ آفتاب اس عالم کا بادشاہ ہے وہی دن کو لاتا ہے اور رات کو لے جاتا ہے۔ اور نباتات کو زندہ کرتا ہے۔ اور حیوانات کو بڑھاتا ہے اوران کے اجسام میں حرارت کو پھیر لاتا ہے۔ اور مردوں کو تعظیم زمین کی وجہ سے اس میں دفن نہیں کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس سے حیوانات کی پیدائش ہوتی ہے ہم اس کو گندہ نہیں کریں گے۔ اور پانی کی تعظیم کی وجہ سے اس سے نہاتے نہ تھے اور کہتے تھے کہ اس سے ہر چیز کی زندگی ہے۔ لیکن اگراس سے پہلے گائے وغیرہ کا پیشاب استعمال کر لیتے تو پانی استعمال کرتے۔ اوراس میں تھوکتے نہ تھے۔ اور حیوانات کا قتل وذبح جائز نہ رکھتے تھے اپنا منہ گائے کے پیشاب وغیرہ سے تبرک کے طور پر دھوتے اور جس قدر گائے کا پیشاب پرانا ہوتا اسی قدر اس میں زیادہ تبرک سمجھتے تھے۔ اپنی ماؤں کی فرج اپنے لیے حلال سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ماں کی شہوت بجھانے کی کوشش کرنے کا حق بیٹے پر زیادہ ہے۔ اور جب شوہر مر جاوے تو بیٹا اس عورت کا زیادہ مستحق ہے اور اگر بیٹا نہ ہوتو میت کے مال سے کوئی مرد کرایہ پر کرلیا جاتا تھا مرد کے واسطے جائز رکھتے کہ وہ ۱۰۰ عورتوں یا ہزار عورتوں سے نکاح کرے جب حائضہ عورت غسل کرنا چاہتی تھی تو موبذ (داروغہ آتش خانہ) کو ایک اشرفی دیتی۔ وہ اس کو آتش خانہ میں لے جاتا اور جانوروں کی طرح چارپاؤں پر اسکو کھڑا کرکے اپنی انگلی سے اسکے اندام شرم میں آمد ورفت کرتا یہ قاعدہ بادشاہ قباد کے وقت مزدک نے رائج کیا اور عورتیں اس نے ہر مرد کے واسطے مباح کردیں کہ جو مرد جس عورت سے چاہے وطی کرے۔ سالمیہ فرقہ نے کہا کہ قبر میں مردہ کھانا پیتا اور نکاح کرتا ہے اس کا باعث یہ ہوا کہ ان لوگوں نے سنا کہ نیک بخت میت کے واسطے وہاں نعمت ہے۔ اور عمدہ عیش ہے۔ اوران کو عیش سوائے اس کے ظاہر نہ ہوا تو یہ اعتقاد جمایا۔ اور اگر یہ لوگ فقط اسی پر اکتفا کرتے جو احادیث میں وارد ہے کہ مومنوں کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں رکھی جاتی ہیں۔ اور جنت کے درختوں سے کھاتی ہیں تو اس خراب اعتقاد سے بچ جاتے۔ لیکن انہوں نے اسکے ساتھ میں جسم کو بھی ملالیا۔

روافض میں سے ایک فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کافر تھے بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد ہوگئے۔ اور بعض روافض کا یہ قول ہے سوائے علی کے سب سے تبرا و بیزاری کرتے ہیں۔ ہم کو صحیح روایت پہنچی کہ شیعہ نے زید بن علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ ان لوگوں سے تبرا کریں جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کی امامت میں مخالفت کی۔ ورنہ ہم آپ کو رفض (ترک) کریں گے۔ آپ نے اس بات سے انکار کیا تو ان شیعوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے اس فرقہ کا نام رافضہ ہوا۔ روافض میں سے ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امامت موسیٰ بن جعفر میں تھی۔ پھر آپ کے فرزند علی میں آئی اور پھران کے بیٹے محمد بن علی میں پھر ان کے بیٹے علی بن محمد میں پھر حسن بن محمد العسکری میں پھران کے بیٹے محمد میں آئی۔ یہی بارھویں امام مہدی ہیں جن کا انتظار تھا۔ اور کہتے ہیں کہ وہ مرے نہیں بلکہ غار میں چھپ رہے ہیں۔ اور آخر زمانہ میں آئیں گے تو زمین کو عدل سے بھریں گے۔ ابو منصور العجلی کہتا تھا کہ محمد بن علی الباقر کا انتظار ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہی خلیفہ ہیں۔ اوران کو بالفعل آسمان پر لے گئے ہیں۔ وہاں پروردگار نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور قرآن میں جو آسمان سے کسفا ساقطا گرا ہوا ٹکڑا آیا ہے وہ یہی ہیں۔

خوبصورت لڑکوں کی طرف دیکھنے کی سزا کا بیان

ابوعبداللہ بن الجلاء کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا ایک خوبصورت نصرانی لڑکے کو دیکھتا تھا اتنے میں عبداللہ بلخی میرے سامنے گزرے پوچھا کیسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لئے ہر پیاسے جگر کو پلانے کے عوض اجر ہے۔ (معجم طبرانی)

کھڑے ہو میں نے کہا اے چچا آپ اس صورت کو دیکھتے ہیں۔ کیونکر آتش دوزخ میں عذاب کیا جائے گا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ میرے شانوں کے بیچ میں مارے اور کہا کہ اس کا نتیجہ تجھ کو ملے گا۔ اگرچہ کچھ مدت گزر جائے میں نے چالیس برس کے بعد اس کا ثمرہ پایا کہ قرآن شریف مجھ کو یاد نہ رہا۔ ابوالادیان کہتے ہیں کہ میں اپنے استاد ابوبکر دقاق کے ساتھ تھا ایک نوجوان لڑکا سامنے آیا میں اس کو دیکھنے لگا۔ استاد نے مجھ کو اس کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ لیا فرمایا کہ بیٹا بعد چندے تم اس کا نتیجہ پاؤ گے میں بیس برس تک منتظر رہا وہ نتیجہ نہ دیکھا ایک رات اسی سوچ بچار میں سو رہا۔ جب صبح کو اٹھا تو تمام قرآن شریف بھول گیا۔

ابو یعقوب طبری سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے پاس ایک خوبصورت نوجوان رہا کرتا تھا جو میری خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک بار میرے پاس بغداد سے ایک صوفی آدمی آیا وہ اکثر اس جوان کی طرف دیکھا کرتا تھا میں اس حرکت سے اس کو فہمائش کرتا تھا۔ ایک رات میں سویا اور اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے فرمایا کہ تم نے اس شخص یعنی بغدادی کو نوجوانوں کے دیکھنے سے منع کیوں نہیں کیا۔ مجھ کو اپنی عزت کی قسم ہے کہ اس شخص کو نوجوانوں کیجانب مشغول کرتا ہوں جس کو اپنے قرب سے دور رکھتا ہوں۔ ابو یعقوب کہتے ہیں کہ میں بیدار ہوا اور نہایت بے قرار تھا۔ اس بغدادی سے خواب بیان کیا اس نے زور سے چیخ ماری اور مر گیا۔ ہم نے اس کو غسل دیا اور دفن کیا۔ اور میرا جی اسی میں لگا رہا۔ بعد ایک مہینہ کے میں نے اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جواب دیا کہ مجھ پر زجر و توبیخ فرمائی یہاں تک کہ مجھ کو خوف ہوا کہ نجات نہ ملے گی۔ پھر میرا قصور معاف کر دیا گیا۔

مسلک علماء دیوبند

علماء دیوبند اپنے مسلک کے اعتبار سے

حقیقتاً اہل سنت والجماعت ہیں

علماء دیوبند اپنے مسلک اور دینی رخ کے لحاظ سے کلیتہً اہل سنت کا بھی اصل ہیں۔ جس سے وقتاً فوقتاً مختلف شاخیں کٹ کٹ کر الگ ہوتی رہی ہیں۔ علماء دیوبند نے نہ صرف اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و قوانین ہی کے از اول تا آخر پابند رہے۔ بلکہ ان کے متوارث ذوق کو بھی انہوں نے ہی تھاما۔ پھر وہ خود دور قسم کے اہل سنت نہیں بلکہ اوپر سے اس کا اسناد اور سندی سلسلہ ملا ہوا ہے۔ اس لئے مسلک کے اعتبار سے نہ وہ کوئی جدید فرقہ ہیں نہ بعد کی پیداوار ہیں بلکہ وہی قدیم اہل سنت والجماعت کا مسلسل سلسلہ ہے جو اوپر سے تسلسل و استمرار اور سند متصل کے ساتھ کا بڑا عن کابر چلا آ رہا ہے۔

سو اہل سنت والجماعت کے اس اصل یا علماء دیوبند کے اس جامع اور معتدل ترین مسلک کو سمجھنے کے لئے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، نہ غلو ہے نہ مبالغہ کمال اعتدال و جامعیت کا جوہر پیوستہ ہے۔ اس کے لقب اور ماخذ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو اجزاء سے مرکب ہے ایک السنّت جس سے اصول، قانون اور طریق نمایاں ہیں اور الجماعت کے لفظ سے ذوات شخصیات رفقائے طریق نمایاں ہیں جس سے صاف ظاہر ہے اس مسلک میں اصول و قوانین بغیر ذوات کے (مثلاً القرآن الحکیم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یعنی عمل کا نمونہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور آپ کے متبعین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدینؒ و غیر ہم) اور ذوات بغیر قوانین کے معتبر نہیں کیونکہ قوانین ان ذوات ہی کے راستے سے آئے ہیں اس لئے ماخوذ کو لیا جانا اور ماخذ کو چھوڑ دینا کوئی معقول مسلک نہیں ہوسکتا اس لئے حدیث:

مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ میں بہتر فرقوں میں سے فرقہ حقہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار حق ان ہی دونوں چیزوں کو ظاہر فرمایا۔ ما سے اشارہ اسی السنۃ یعنی روش نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یا قانون دین کی طرف ہے۔ جس سے ملت حقہ پیدا ہوئی اور جس سے پھر مختلف دینی شعبے بنے اور انا واصحابی سے اشارہ الجماعۃ یعنی برگزیدہ شخصیتوں کی طرف ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئیں اور بعد میں دینی شعبوں میں کسی نہ کسی شعبہ حذاقت و مہارت سے بنتی رہی ہیں جس سے فرقہ حقہ پیدا ہوا۔

ان سب (صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر تابعین ائمہ مجتہدین اور علماء راسخین فی العلم تک) عظمت و محبت اور متابعت و ادب و احترام اسی مسلک کا جوہر ہے۔ کیونکہ جملہ دینی شخصیتیں ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلال سے بنی ورنہ اسے دینی شخصیت کیوں کہا جاتا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری شخصیتوں کے جامع اور ان میں فرد اکمل ہیں۔

شریعت کے تمام علمی و عملی شعبے بلکہ دین کی ساری حجتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی مختلف الانواع نسبتوں کے ثمرات و آثار ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایمانی سے عقائد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا فنی اور اصطلاحی نام کلام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اسلامی سے عملی احکام کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت احسانی سے تزکیہ نفس اور تکمیل اخلاق کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام تصوف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اعلاء کلمۃ اللہ سے سیاست و جہاد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا عنوانی لقب امارت و خلافت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استنادی سے سند کے ساتھ نقل دین کا

10 شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن روایت و اسناد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استدلالی سے حجت طلبی اور حجت بیانی کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام درایت وحکمت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ سے صوم فراست و معرفت کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن حقائق و اسرار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استقرائی سے کلیات دین کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن اصول ہے خواہ اصول فقہ ہو یا تفسیر و حدیث وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اجتماعی سے تعاون باہمی اور حسن معاشرت کا شعبہ پیدا ہوا جس کا فنی و اصطلاحی نام حضارۃ حدیثہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تیسیری سے سہولت پسندی اور میانہ روی کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی لقب عدل و اقتصاد ہے۔ پھر شرعی حجتوں کا سلسلہ دیکھئے جس سے اس جامع شریعت کا وجود ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت انبائی (نبوت) سے وحی متلو کا ظہور ہوا جس کے مجموعے کا نام القرآن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت القائی اور وجدانی سے استنباط اور استخراج مسائل کا ظہور رہا۔ جس کا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خاتمیت سے امت میں دوامی ہدایت اور عدم اجتماع بر ضلالت کا مقام پیدا ہوا جس سے اس میں حجت شان ظاہر ہوئی جس کا اصطلاحی نام اجماع ہے۔ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے دین کی چار حجتیں قائم ہوئیں۔ (۱) کتاب اللہ۔ (۲) سنت رسول اللہ۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) اجتہاد، مجتہد۔ اگرچہ ان کے اصطلاحی نام بعد میں رکھے گئے مگر ان سب کو علماء دیوبندؒ نے جوں کا توں لے کر اپنے مسلک کا رکن بنالیا اور وہ اس کے مسلک کے عناصر ترکیبی قرار پائے۔ پھر ہر طبقے میں کمال حذاقت و مہارت اور خداداد فراست و بصیرت کے لحاظ سے اس فن کے ائمہ اولوالامر پیدا ہوئے اور وہ اس فن میں اس درجہ منہمک ہوئے وفانی ہوئے کہ یہ فن ان کا اوڑھنا بچھونا اور جوہر نفس ہو گیا ایسی شخصیتوں کو ان فنون کا امیر المومنین اور اولوالامر مانا اور پکارا گیا اور وہ امام و مجتہد کے ناموں سے یاد کئے گئے مثلاً ائمہ اجتہاد (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ) ائمہ حدیث جیسے بخاریؒ و مسلمؒ ائمہ درایت و تفقہ ابو یوسف محمد حسن مزنیؒ اور ابن رجبؒ وغیرہ۔ ائمہ حکمت و حقائق رازیؒ وغزالیؒ وابن عربی ائمہ کلام ابوالحسن اشعریؒ ابو منصور تریدیؒ وغیرہ ائمہ اسلام فخر اسلام بزدوی و علامہ بوسی وغیرہ اور اسی قسم کی دین کی برگزیدہ شخصیتیں مسلک علماء دیوبند کے اعضاء و اجزاء قرار پائے جن کی درجہ بدرجہ توقیر عظمت مسلک کا دوسرا اہم ترین رکن ہے۔ پس جیسے علماء دیوبند کا رجوع ان شعبوں کی طرف یکساں ہے اور کسی ایک شعبے پر غلو کے ساتھ زور دینا ان کا مسلک نہیں کہ وہ تصوف کو لیکر حدیث سے بے نیاز ہو جائیں یا حدیث کو لیکر تصوف و کلام سے بیزاری کا اظہار کرنے لگیں۔ یا فقہ میں لگ کر فن حقائق و اسرار سے لاتعلقی کا اظہار کریں وغیرہ۔ اس لئے علماء دیوبند کے محدث ہونے کے یہ معنے نہ ہوں گے کہ وہ متکلم کو کم رتبہ سمجھیں۔ اصولی ہونے کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ صوفی کو حقارت سے دیکھیں۔ یا صوفی ہونے کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ وہ متکلم کو کم رتبہ نہ سمجھیں۔ فقیہ ہونے کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ وہ حدیث سے یکسو ہوں کہ جب یہ مسلمہ نوع شخصیتیں کسی نہ کسی جہت سے آثار نبوت سے ہیں۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہر رنگ اور ہر طبقے کے افراد جمع تھے۔ اور ایک دوسرے کی عظمت و محبت اور ادب و احترام میں بھی انتہائی مقام پر تھے۔ تمام شعبہ ہائے دین جن شخصیتوں میں جمع ہوئے ان میں جامعیت کی شان پیدا ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی شخصیت پر غلبہ کسی خاص شعبہ یا فن کا رہا ہو۔ الحمدللہ اکابر دیوبند میں ایسی شخصیتیں رہی ہیں اور موجود ہیں۔

تمام دینی شعبوں کا خلاصہ:

پھر ان تمام دینی شعبوں کے اصول وقوانین کا خلاصہ دو ہی چیزیں ہیں۔ عقیدہ اور عمل۔ عقیدے میں بنیادی عقیدہ اور تمام عقائد کی اساس توحید ہے۔ اور عمل میں سارے اعمال کی بنیاد اتباع سنت و پیروی اسوۂ حسنہ ہے۔

توحید:

اس مسلک میں اصل چیز توحید خداوندی پر زور دینا ہے۔ جس کے ساتھ شرک یا موجبات شرک جمع نہ ہو سکیں۔ اور کسی بھی غیر اللہ کی اس میں شرکت نہ ہو لیکن ساتھ ہی تعظیم اہل اللہ اور توقیر اہل فضل و کمال کو اس کے منافی سمجھنا مسلک کا کوئی عنصر نہیں۔ اور ایسے ہی تعظیم شخصیت میں مبالغہ کرنا جس سے توحید میں خلل پڑتا ہو یا اس میں شرک کی آمیزش کر دینا جو تعلیم کا غلو ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام:

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطۂ اعتدال یہ ہے کہ مقدسین پیغام الٰہی کے معین ہیں۔ جنہوں نے کمال دیانت اور حزم و احتیاط کے ساتھ پیغام الٰہی مخلوق تک پہنچایا۔ وہ عالم کے معلم و مربی ہیں جو ہر تعظیم و عظمت کے مستحق اور ہر ادب و احترام کے مستوجب ہیں مگر ساتھ ہی اس مسلک کا اہم جزو یہ بھی ہے کہ وہ بشر بھی ہیں۔ نوع بشر سے الگ ان کی کوئی نوع نہیں۔ اس لئے جہاں ان کی بے ادبی کفر اور عظمت عین ایمان ہے وہیں اس عظمت میں کفر کی آمیزش بھی کفر سے بڑھ کر کفر ہے۔

خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم:

علماء دیوبند بصدق قلب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الکائنات، افضل البشر اور افضل الانبیاء یقین کرتے ہیں مگر ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ غلو عقیدت و محبت میں نفی بشریت یا ادعاء

اوتاریت پر پردۂ مجاز وغیرہ کہنے کی جراءت نہیں کرتے۔ وہ آپ کی ذات بابرکت کو تمام انبیاء کرام کی تمام کمالاتی خصوصیات خلت اصطفائیت کلیمیت ،تاروحیت، صادقیت، غلصیت ،اور صدیقیت وغیرہ کا جامع بلکہ مبداء نبوت انبیاء اور منشاء ولایت اولیا سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کمال عبدیت سمجھتے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علو درجات ثابت کرنے کے لئے حدود عبدیت کو توڑ کر حدود معبودیت میں پہنچا دینے سے مدد نہیں لیتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات الوہیت تسلیم نہیں کرتے اور اس میں ذاتی وعرضی کا فرق بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک اور مداح وثناء کو عین عبادت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس میں عیسائیوں کے مبالغے جائز نہیں سمجھتے۔ کہ حدود بشریت کو حدود الوہیت سے جاملائیں۔ وہ برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات کے قائل ہیں۔ مگر وہاں معاشرت دنیوی کے قائل نہیں۔ وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضراء ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کو حاضر ناظر نہیں جانتے۔ جو خصوصیات الوہیت میں سے ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کو ساری کائنات کے علم سے خواہ ملائکہ ہوں یا انبیاء، اولیاء بمراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر جانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے ذاتی اور محیط ہونے کے قائل ہیں۔ غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات آپ کو ساری مخلوقات میں بلحاظ کمال و جمال یکتا بے نظیر اور بے مثال یقین کرتے ہیں لیکن خالق کے کمالات سے ان کے کمالات کو وہی نسبت مانتے ہیں جو مخلوق کو خالق سے ہوسکتی ہے۔ کہ خالق کی ذات اور صفات اور کمالات سب لامحدود اور مخلوق کی ذات اور صفات اور کمالات سب محدود۔ وہ ذاتی ہیں یہ عرضی ہیں۔ اور عرضی ہو کر بھی محدود وہ خانہ زاد ہیں اور یہ عطاء کا ثمرہ۔ پس یہ حدود کی رعایت وہی نقطہء اعتدال ہے جو اس مسلک کے اعتدال کی اساس ہے۔

صحابہ کرامؓ:

علماء دیوبند صحابہ رضی اللہ عنہم کی عظمت اور جلالت پر اس کے قائل نہیں۔ کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو معاذ اللہ لائق عداوت۔ کسی کی مدح میں رطب اللسان ہوں اور عیاذاً باللہ کسی کی مذمت میں وہ انہیں بلا استثناء نجوم ہدایت مانتے ہیں اور بعد والوں کی نجات انہی کے علمی عملی اتباع کے دائرے میں موجود ہے لیکن انہیں شارح تسلیم نہیں کرتے کہ حق شرع ان کے لئے ماننے لگیں۔ علماء دیوبند کے نزدیک آپ صحابہ رضی اللہ عنہم شرف صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں ہیں۔ اس لئے محبت وعظمت میں بھی یکساں ہیں۔ البتہ ان میں باہم فرق مراتب بھی ہے۔ اس لئے عظمت مراتب میں بھی فرق ہے لیکن یہ چونکہ نفس صحابیت کا فرق نہیں۔ اس لئے محبت وعقیدت میں فرق نہیں پڑسکتا۔ پس اس مسلک میں **الصحابة کلھم عدول۔** صحابہ رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل تھے کا اصول کارفرما ہے جو اس مسلک کا سنگ بنیاد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بحیثیت **قرن خیر من حیث الطبقه** "پوری امت کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام اور معیار حق ہیں۔ نبوت کے منکر کی طرح ان کے اجماع کا منکر بھی کافر ہے اور جو ان کے بارے میں بدگمانی یا بدزبانی کا شکار ہیں۔ وہ حقانیت سے ہٹا ہوا ہے۔ علماء دیوبند انہیں غیر معصوم کہنے کے باوجود بوجہ محفوظیت دین انہیں قابل تنقید و تبصرہ نہیں سمجھتے کہ بعد والے انہیں اپنی تنقیدات کا ہدف بنائیں۔ ان کے مشاجرات اور باہمی نزاعات میں خطاء وصواب کا تقابل ہے۔ حق و باطل یا طاعت ومعصیت کا نہیں اور سب جانتے ہیں کہ مجتہد خاطی کو بھی اجر ملتا ہے۔ نہ کہ زجر۔ پس ان کے معاملات میں جو نیک نیتی اور پاک نفسی پر مبنی تھے۔ حسب مسلک علماء دیوبند نہ بدگمانی جائز نہ بدزبانی۔ یہ توجیہ کا مقام ہے۔

تلک دماء ظھر اللہ عنھا ایدینافلا نلوث بھا السنتنا.

تصوف اور صوفیاء:

علماء دیوبند جملہ اولیاء امت خواہ وہ کسی مسلک کے ہوں کی محبت و عظمت کو تحفظ ایمان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں مگر غلو کے ساتھ اس محبت و عقیدت میں انہیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے ان کی تعظیم ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس کے معنی عبادت کے نہیں لیتے۔ کہ انہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ و رکوع یا طواف ونذر یا منت وقربانی کا محل بنالیا جائے وہ ان کی منور قبروں سے استفادہ اور فیض حاصل کرنے کے قائل ہیں لیکن انہیں مشکل کشا اور دافع البلاء والوباء نہیں سمجھتے۔ کہ وہ صرف شان کبریائی ہے۔ وہ اہل قبور سے حصول فیض کے قائل ہیں استمداد کے نہیں وہ حاضری قبور کے قائل ہیں مگر ان کے عیدگاہ بنانے کے قائل نہیں۔ وہ مجالس اہل دل میں شروط فقہ کے ساتھ نفس سماع کے منکر نہیں مگر گانے بجانے کے کسی درجہ میں بھی قائل نہیں۔ البتہ نسبت نبوت اور اتباع سنت کے غلبہ کی وجہ سے سماع سے الگ رہنا قابل ملامت نہیں۔ قابل مدح ہے۔ مشائخ دیوبند کا عمومی معمول اس بارے میں یہی ہے کہ وہ رسوم شادی وغمی کو اسوۂ حسنہ اور سلف صالحین کے سادہ اور بے تکلف طریق عمل میں محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ غمی کی رسموں مثلاً تیجا، دسواں، چہلم، برسی وغیرہ کو بدعت سمجھتے ہیں اور سختی سے روکتے ہیں کیونکہ وہ ثواب سمجھ کر کی جاتی ہے اور شادی کی رسوم تمدن ومعاشرت کے جذبے سے انجام دی جاتی ہیں۔ اس لئے وہ (رسوم) محض خلاف سنت ہیں اور خلاف سنت میں عقیدہ محفوظ نہیں رہتا۔ وہ ایصال ثواب کو مستحسن اور امت کا حق سمجھتے ہیں مگر اس کی محض نمائشی صورتیں بنانے کے قائل نہیں۔ جنہیں محفوظ اصطلاحات نیاز فاتحہ وغیرہ کے وضع کے عنوانات سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ تکمیل اخلاق اور تزکیۂ نفس کے لئے حسب سلاسل طریقت مشائخ کی بیعت وصحبت کو حق وطریقت کے اصول وہدایات کی پابندی

تجربہ مفید اور ضروری سمجھتے ہیں۔لیکن طریقت کوشریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے ۔بلکہ شریعت ہی کے باطنی اور اخلاقی حصہ کوطریقت کہتے ہیں ۔جسے شریعت نے احسان کہا ہے۔

وہ مشاہدہ وآثار صلحاء کی برکت اوران سے تبرک واستفادہ کے قائل ہیں مگرانہیں سجدہ گاہ بنالینے کے قائل نہیں ۔اگرآثار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جیسے موئے مبارک پیرہن مبارک یا نعلین مبارک کا ایک تسمہ بھی مستند طریق پرمل جائے تو اسے سلاطین کے تاج اور دنیا و مافیہا کی ہر دولت سے کہیں زیادہ بڑھ کر دولت سمجھتے ہیں ۔غیر مستند ہوں تو بے ادبی سے بچ کر بے سند چیزوں سے کنارہ کش ہو جانا ضروری سمجھتے ہیں ۔

اولیاء اللہ کے شطحیات اور غلبہء حال کے کمالات وافعال کے بارے میں علماء دیو بند کا مسلک یہ ہے کہ وہ نہ تو ان اقوال وافعال کی بناء پر جن کی سطح بظاہر سنت وشریعت سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہے ان حضرات کی شان میں ادنیٰ بے ادبی وگستاخی کو جائز نہیں سمجھتے ۔اور نہ ہی ان موہوم یا مبہم کلمات کوغلو محبت سے عین شریعت سمجھتے ہیں ۔نہ ان کو حجت شرعی سمجھتے ہیں کہ ان کی طرف لوگوں کو بلائیں اور نہ ہی انہیں اسلام سے خارج کر دینے کے درپے ہوتے ہیں ۔دراصل ایسے کلمات وافعال ایک مخصوص حال ہے جو بظاہر خلاف سنت معلوم ہوتا ہے درحقیقت نہیں ۔عارف اور مبصر علماء نے ان کی توجیہات میں مستقل رسائل تالیف کر دیئے ہیں ۔اس مسلک کا جزو جہاں یہ ہے کہ مغلوب الحال اہل اللہ کا عذر قابل قبول اور قابل تاویل ہے وہاں یہ جزو بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ مغلوب الحال کوئی اونچا مقام نہیں بلکہ ایسے مقام میں علو مقام کی بات یہ ہے کہ دامن سنت ہاتھ سے نہ چھوٹے ۔مشائخ دارالعلوم کی روش اس بارے میں یہی رہی ہے کہ وہ غلبہء حال میں از خود رفتہ نہیں ہوتے اور اتباع سنت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہو سنا کے نداند جام و سندانِ باختن

فقہ اور فقہاء:

علماء دیوبندؒ کا مسلک فقہی اور اجتہادی مسائل میں فقہ حنفی پر عمل کرنا ہے لیکن اسے آڑ بنا کر دوسرے فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانا یا ائمہ مذاہب پر زبان طعن دراز کر کے عاقبت خراب کرنا نہیں کیونکہ یہ حق اور باطل کا مقابلہ نہیں ۔سب ائمہ حق پر ہیں ۔دین کے بارے میں آزادی نفس سے بچنے اور خودرائی سے دور رہنے کے لئے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے ۔تقلید میں بھی علماء دیوبندؒ کا مسلک افراط وتفریط سے پاک ہے ۔وہ کسی بھی امام مجتہد یا اس کے فقہ کی کسی چھوٹی سے چھوٹی جزئی کے بارے میں تمسخر یا سوئے ادب یا رنگ ابطال وتردید سے پیش آنے کوخسران ......آخرت سمجھتے ہیں ۔ان کے نزدیک یہ اجتہاد شرائع فرعیہ ہیں ۔شرائع اصلیہ نہیں کہ اپنے فقہ کوموزوں بنا کر دوسروں کی تردید کر دیں ۔البتہ اپنے اختیار کردہ فقہ کی حد تک ترجیح پر مطمئن ہیں ۔

حدیث اور محدثین:

علماء دیو بند کے مسلک میں قوت سند یا اصح مافی الباب ہونا اصل نہیں ۔بلکہ بصورت جمع مناط حکم اور بصورت ترجیح تفقہ اصل ہے ۔حنفیہ کے یہاں بلاشبہ جمع بین الروایات اور تحقیق وتنقیح مناط کی وجہ سے توجیہات کی کثرت ہے کہ اس کے بغیر روایات باہم جڑ کر حکم کا جامع نقشہ پیش نہیں کر سکتیں ۔مگر یہ توجیہات وتاویلات محض یا تخمینی بات نہیں ۔بلکہ اصول ونصوص سے مؤید ہونے کی وجہ سے تقریباً تفسیرات حدیث ہم پلہ ہوتی ہیں ۔اس لئے حدیث کے بارے میں علماء دیو بند کا غالب عنصر جامعیت واعتدال ہے جس میں نہ تشدد ہے نہ تساہل بلکہ وہ روایات کے ساتھ تمام ائمہ کے اصول کو لیکر چلتا ہے ۔

کلام اور متکلمین:

علمائے دیو بند کا مسلک تمام متکلمین کی عظمت کے ساتھ امام ابو منصور ماتریدیؒ کا اتباع ہے ۔لیکن یہاں بھی کلام معین کی پابندی واتباع کے ساتھ تحقیق کا سرا ہاتھ سے نہیں دیا گیا ۔کلامی مسائل کے ساتھ علماء دیو بند میں قاسمیت غالب ہے ۔جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی حکیمانہ تعلیمات سے ماخوذ ہے ۔جس کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اختلافات میں ردوقدح کی بجائے رفع اختلافات اور تطبیق وتوفیق کا راستہ اختیار کیا گیا ہے جس سے بڑے سے بڑا اختلاف نزاعی محسوس ہونے لگتا ہے ۔مذہب کے مخالف جنگ کرنے والوں نے عقل کو بڑا استعمال کیا ۔علماء دیو بند کا اس بارے میں نقطہء اعتدال یہ ہے کہ وہ دین کے بارے میں نہ تو عقل کو دوراز کار سمجھتے ہیں اور نہ ہی اسے مستقل درجہ مانتے ہیں ۔وہ عقل سے نقل کو نہیں پرکھتے بلکہ نقل صحیح کو عقل کے صحت وسقم کے پرکھنے کی کسوٹی سمجھتے ہیں ۔وہ عقل کو محسوسات کے ناپ تول کا ترازو سمجھتے ہیں ۔مغیبات کے ادراک کا آلہ اور حاسہ باور نہیں کرتے ۔اس سے ان کے نزدیک دین و مذہب کی اصل وحی خداوندی ہے ۔اور اس کے اثبات کے خدام میں ایک خادم عقل بھی ہے ۔گو شریف ترین خادم ہے مگر حاکم نہیں ۔مگر بے فکر اور بے ذکر عقل خادم دین ہونے کے منصب کی اہل نہیں ۔

سیاست اور خلفاء:

سیاسی اور اجتماعی امور میں شریعت نے زیادہ تر توسعات کو سامنے رکھا ہے ۔کیونکہ سیاست ملکی تدابیر کے انصرام کا نام ہے ۔اور تدبیر و وسائل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی اولاد سے تین دفن کئے اور ثواب کی نیت کی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ہے۔(احمد)

تدبیر ہر دور کے مناسب حال الگ ہے۔ اس لئے شریعت نے اس کے اصول بیان کر دیئے۔ مخصوص صورتوں پر زور نہیں دیا۔ اس بارے میں علماء دیوبند کا مسلک امارت شورائیت ہے، جس کی مہمات تفصیلات کا عقلی اور نقلی نقشہ حکمت ولی اللہی میں حضرت شاہ ولی اللہؒ نے پیش فرما دیا ہے۔

ظاہر و باطن کے جامع:

علماء دیوبند کا مسلک استدلال کے دائرے میں نصوص کے ساتھ ظواہر و باطن دونوں کو جمع رکھ کر دونوں ہی کا علمی حق ادا کرنا ہے کہ کوئی ایک پہلو نظر انداز نہ ہو۔ پھر اس جامع ظاہر و باطن مسلک سے ایسے جامع لوگ بنتے رہے جو عالم باللہ بھی اور عالم باسرار اللہ بھی ثابت ہوں۔ اس لئے اس کا افادہ عمومی، ہمہ گیر اور نفع عام ہے۔

علماء دیوبند کا نقطہء آغاز:

اگر دارالعلوم کی تاریخ کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اسلاف اور موسسینؒ صرف مدعیان مسلک ہی نہ تھے بلکہ مسلک کا عملی نمونہ تھے۔ بالخصوص حضرت بانیء دارالعلوم قدس سرہٗ مسلک کے ان نظری و عملی پہلوؤں کے مجسم پیکر تھے۔ اس کا کچھ نقشہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت بانی دارالعلومؒ نے دارالعلوم کی بنیاد رکھ کر درس و تدریس اور تعلیم کا آغاز کرایا اور خود بھی چھتہ کی مسجد میں جو اس دارالعلوم کا نقطہء آغاز ہے درس شروع فرمایا۔

۲۔ یہ مسجد چھتہ جو دارالعلوم کا نقطہء آغاز اور حضرت بانی قدس سرہٗ کی قیام گاہ تھی۔ حضرت نے حلقہء ارشاد و تلقین قائم فرمایا جس میں یہی اعضائے دارالعلوم شریک ہوئے۔ اور حضرت کے روحانی توجہ و تصرف سے ان کی باطنی تربیت کی جاتی تھی۔ اس لئے بانی ہی کے عمل سے علماء دیوبند کا دوسرا مقصد تربیت باطنی اور تزکیہء نفس بھی مشخص ہوا۔

۳۔ اسی دارالعلوم میں حضرت بانیؒ نے محکمہ قضاء قائم فرما کر صدر المدرسین دارالعلوم حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو اس کا قاضی مقرر فرمایا۔ جس سے ہزارہا الجھے ہوئے مقدمات شرعی انداز سے فیصل ہونے لگے۔ اور اسلامی عدلیہ مسلمانوں کے قبضے میں آنے لگی جو حکومت کا ایک اساسی شعبہ ہے۔

۴۔ اسی دارالعلوم میں حضرت بانی قدس سرہٗ نے طلباء کو گتکا، بنوٹ، اور لاٹھی چلانے کی مشقیں شروع کرائیں جس کا مقصد طلباء میں فن سپاہ گری اور مجاہدانہ اسپرٹ کو باقی رکھنا تھا۔ جو سیاست کا اساسی شعبہ ہے۔

مخالفین نے اس پر اعتراض کئے کہ مدرسہ حربیہ ہو گیا ہے۔ مگر حضرت نے پرواہ نہ کی۔

۵۔ عیسائی مشنریوں، آریوں اور دوسرے فرقہ باطلہ کے اسلام کے بارے میں مشکوک انداز میں الزام تراشی اور متعصبانہ اعتراضات کے جواب میں جابجا مدافعانہ اور مناظرانہ تقریروں کا سلسلہ شروع فرمایا اور ساتھ ہی اصلاحی اور تبلیغی مواعظہ حسنہ کا بھی آغاز فرمایا۔

۶۔ حضرت نے دیوبند کے شیوخ میں سنیت اور سنی مذاق رائج کرنے کی جدوجہد شروع فرمائی کیونکہ یہاں شیوخ میں تفضیلیت کے آثار رچے ہوئے تھے گو وہ ثقہ نہ تھے۔

۷۔ حضرت بانیؒ نے آخری عمر میں خواہش ظاہر فرمائی کہ کاش میں انگریزی پڑھتا اور مدعیان حکمت فرنگ کو یورپ جا کر بتلاتا کہ حکمت وہ نہیں جسے تم سمجھ رہے ہو۔ حکمت وہ ہے جو انبیاء کے قلوب سے اتر کر روشن سینوں میں اتری۔ الحمدللہ اس مقصد کے لئے دارالعلوم میں انگریزی و سنسکرت کی تعلیم کا اہتمام کر دیا گیا ہے اور بانی کی آرزو مستقل جامہ پہن رہی ہے۔

۸۔ حضرت نے محققانہ اور مدافعانہ تحریرات کا خود بھی سلسلہ شروع فرمایا اور اپنے تلامذہ کو بھی تصنیف و تالیف کی طرف لگایا۔

۹۔ حضرت بانی نے سلطان ترکی سے اپنی عقیدت و محبت کا رشتہ قائم رکھا اور ترکوں کی امداد کے لئے لاکھوں روپے چندہ جمع کیا اور ان کی مدح میں قصیدے لکھے۔

۱۰۔ دارالعلوم کے تمام تعلیمی و عملی کاموں کو مخالفت سے بچانے اور حکومت وقت کی امداد سے گریز کے لئے آٹھ اساسی اصول وضع فرمائے جو الہامی معلوم ہوتے ہیں۔

تلک عشرۃ کاملۃ:

پس مسلک علماء دیوبند صرف نظری مسلک نہیں۔ بلکہ عملی طور پر ایک مستقل دعوت ہے۔ جس کا رنگ تعلیمی ہے۔ پھیلاؤ تبلیغی ہے۔ جماؤ معاشرتی ہے۔ بچاؤ قضاتی ہے۔ چڑھاؤ ریاضت سپہ گری ہے۔ ضبط نفس تربیتی ہے۔ اور مدافعت مجاہداتی ہے۔ اور بین الاقوامیت دعوتی ہے۔ اس ہمہ گیر جامع اور معتدل مزاج کو دیکھ کر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے دیوبند مسلک کے بارے میں ایک جامع اور بلیغ جملہ استعمال کیا تھا۔ جو اس مسلک کی صحیح تصویر کھینچ دیتا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ دیوبندی کیا کوئی فرقہ ہے؟ کہا نہیں

"ہر معقول پسند دیندار کا نام دیوبندی ہے"

بہر حال اس جامعیت اصول و شخصیت سے پیدا شدہ امتزاج کا نام مسلک علماء دیوبند ہے۔ (بہ شکریہ الرشید دارالعلوم دیوبند)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ کی طرف سے کوئی فضیلت کا عمل پہنچے پھر وہ عمل سے اس کی تصدیق نہ کرے تو اس کو اس کا ثواب نہ ملے گا۔ (الفصیحۃ)

باب ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعوت وتبلیغ

تبلیغی جماعت اور اس کا کام

ہمارے اس برصغیر (ہند پاکستان اور بنگلہ دیش) ہی میں نہیں بلکہ پورے ایشیا اور یورپ اور افریقہ وامریکہ وغیرہ میں بھی غالباً اب کوئی ملک اور علاقہ ایسا نہ ہوگا جہاں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی ہو اور "تبلیغی جماعت" والے دین کی محنت اور جدوجہد کی دعوت لیکر وہاں نہ پہنچے ہوں اور اس سلسلہ میں وہاں کوئی کام نہ ہو رہا ہو۔ جن لاکھوں بلکہ کروڑوں بندوں سے دین کے ان خادموں کا واسطہ پڑتا ہے وہ اپنی اپنی سطح اور سمجھ کے مطابق اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ان کا مقصد اور ان کی بنیادی دعوت یہ ہے کہ ہم مسلمان حقیقی مسلمان بن جائیں اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ ایمان اور ایمان والی زندگی عام ہو جائے جس کی دعوت لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور قرآن مجید میں جس کا مطالبہ ان آیات میں کیا گیا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا اور ......یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ......الآیۃ

اس کام کے لئے ان کا ایک خاص پروگرام اور طریقہ کار ہے۔ وہ سب سے پہلے دعوت دیتے ہیں کہ مسلمان کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھیں۔ اس کلمہ میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس کا یقین اپنے اندر پیدا کرنے اور بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس کو اپنی زندگی کی بنیاد بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لاشریک عبدیت وعبادت کا ہمارا وہ تعلق اور معاملہ ہو جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا تقاضا ہے۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتباع واطاعت اور محبت کا وہ رویہ ہو جو محمد رسول اللہ پر ایمان لانے کا مقتضیٰ ہے۔ الغرض اپنی دعوت کی بات وہ کلمہ شریف سے شروع کرتے ہیں۔ اس کے بعد اسلامی اعمال میں سے وہ خصوصیت سے نماز پر زور دیتے ہیں۔ کہ ہر مسلمان نماز پابندی سے ادا کرے جیسا کہ اللہ ورسول کا حکم ہے۔ اور ظاہر وباطن کے لحاظ سے حتی الامکان اس طرح نماز پڑھنے کی کوشش کرے۔ جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ اور جس کی یہ تاثیر ہے کہ وہ آدمی کو پاک صاف اور اللہ ورسول کی فرمانبرداری اور آخرت کی فکر اور تیاری کا عادی بنا دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس پر زور دیتے ہیں کہ ہر مسلمان اپنے حالات کے مطابق بقدر ضرورت دین سیکھنا ضروری سمجھے (خواہ جاننے والوں اور دین داروں کی صحبت سے یا کتابی تعلیم سے) اسی طرح ہر مسلمان اس بات کی کوشش کرے کہ ذوق وشوق کے ساتھ اللہ پاک کا ذکر اس کی عادت اور زندگی کا وظیفہ اور لذیذ مشغلہ بن جائے۔ "علم" سے راستہ معلوم ہوتا ہے اور "ذکر" چلنے کی قوت اور اس کا داعیہ پیدا کرتا ہے۔ اس ذکر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح، قرآن مجید کی تلاوت، استغفار، درود شریف اور دعا سب شامل ہیں۔

اس کے ساتھ وہ یہ بھی دعوت دیتے ہیں۔ کہ ہم سب مسلمان اس کی کوشش کریں کہ ہمارے اخلاق اور ہمارا برتاؤ اللہ کے سب بندوں کے ساتھ خاص کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے ساتھ ان کے حق اور مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کے مطابق ہو اور ہم دنیا کے لئے اسلامی اخلاق کا نمونہ بن جائیں۔ اور ایک اہم بات اس سلسلہ میں وہ یہ کہتے ہیں کہ خود اپنے اندر یہ سب چیزیں پیدا کرنے کے لئے اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان اور ایمانی صفات اور ایمان والی زندگی اور دعوت کو پھر سے عام اور برپا کرنے کے لئے جماعتوں کی شکل میں سفر وہجرت اور اس راہ میں اپنے چین وآرام اور وقت اور مال کی قربانی کو ہم سب اپنی زندگی کا جز بنالیں اور خاص کر ان دنوں میں انہی مشاغل میں مشغول رہیں اور "لایعنی" سے بھی پرہیز کریں۔ ("لایعنی" وہ مشاغل ہیں جو نہ دین کے لئے ضروری اور مفید ہیں اور نہ دنیا کے لئے اگرچہ فی نفسہ مباح اور جائز ہوں)

اور آخری بات اس سلسلے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اور ہماری زندگی کے سارے ہی کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب آخرت کے لئے ہوں۔ کوئی دنیوی مفاد یا مصلحت مقصد کے طور پر ہمارے سامنے نہ ہو۔ ہم کوشش اور مشق کریں کہ یہ ہمارا حال ہو جائے۔

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قبر پر تین مٹھی مٹی ڈالی وہ قیامت میں اس کے ترازوئے اعمال میں (ثواب کیلئے) وزن کی جائے گی۔ (الکنز)

الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

یہ لوگ اس تبلیغی کام کے سلسلے میں "شیخ" سے بیعت ہونے یا کسی سلسلہ اور حلقہ سے وابستہ ہونے یا کسی جماعت اور انجمن کا ممبر یا معاون بننے یا کسی مخصوص فقہی مسلک یا صوفیانہ مشرب کو اختیار کرنے کی دعوت نہیں دیتے۔ بلکہ جماعت کے اکابر کی طرف سے تاکید کی جاتی ہے کہ ایسی باتوں سے پرہیز کریں اور صرف اللہ و رسول اللہ کی طرف اور دینی زندگی اور دین کی دعوت و محنت کی دعوت دیں۔ راقم السطور نے بار بار حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے خود اپنے کانوں سے سنا کہ وہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے اس کی کوشش کرو کہ دین کی دعوت کے سلسلے میں میری ذات اور میرے نام کا ذکر نہ آئے۔

بہر حال تبلیغی جماعتیں جہاں جاتی ہیں وہ اپنی مذکورہ بالا باتوں کی دعوت دیتی ہیں۔ جماعت کے اہل علم حضرات یہی باتیں اپنے علمی انداز میں کہتے ہیں اور دوسرے لوگ جن میں بعض بہت کم پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں یہی باتیں اپنی سطح اور سمجھ کے مطابق اپنی زبان میں کہنے کی کوشش کرتے ہیں (یہ جماعتی سلسلہ ہی ان کا مدرسہ اور ان کی تربیت گاہ ہے)۔

ان تبلیغی سفروں میں عام طور پر ہر شخص اپنا خرچ حتی الوسع خود اٹھاتا ہے ان میں وہ بھی ہوتے ہیں جو آخرت کے اجر وثواب کی امید پر ہزاروں خرچ کر کے ہوائی جہازوں یا بحری جہازوں سے دور دراز ملکوں کا سفر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی ہوتے ہیں جو ٹرینوں اور بسوں سے جاتے ہیں۔ وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنا سامان سروں پر رکھ کر مہینوں مسلسل پیدل پھرتے ہیں۔ اللہ کے یہ بندے ان سفروں میں عموماً مسجدوں میں قیام کرتے اور زمین پر سوتے ہیں۔ جن بیچاروں کو کلمہ نہیں آتا وہ ان سفروں میں کلمہ اور نماز سیکھتے ہیں۔ جنھوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا وہ اپنے ساتھیوں سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ نوافل اور ذکر اللہ کی عادت ڈالتے ہیں۔ اچھے اخلاق کی اور دوسروں کی خدمت اور اکرام کی مشق کرتے ہیں۔ راتوں کو اٹھ کر اللہ کے حضور میں رونے اور توبہ استغفار اور دعائیں کرنے والے ساتھیوں کو دیکھ کر ان کے دلوں میں بھی اس کا شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی یہ دولت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بہت سوں کو اللہ تعالیٰ نصیب فرماتا ہے۔

یہ سب باتیں وہ سب مسلمان جانتے ہیں جن سے تبلیغی جماعت والوں کا واسطہ پڑتا ہے اور جو ان کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کے کتنے لاکھ کتنے کروڑ بندوں کی زندگیاں اس دعوت و محنت اور اس تبلیغی کام کے نتیجے میں بدل چکی ہیں۔

تبلیغی جماعت مودودی صاحب کی نظر میں

گزشتہ ماہ رجب کے اواخر میں مجھ کو دہلی سے متصل ایک علاقہ میں جانے کا اتفاق ہوا جو "میوات" کے نام سے معروف ہے۔ ایک مدت سے سن رہا تھا کہ وہاں مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی رہنمائی میں خاموشی کے ساتھ ایک تحریک چل رہی ہے جس نے دس بارہ سال کے اندر اس علاقہ کی کایا پلٹ دی ہے۔ آخر کار شوق طلب نے مجھے مجبور کر دیا کہ خود جا کر حالات کی تحقیق کروں۔ اس سفر میں جو کچھ میں نے دیکھا اور جو نتائج میں نے اخذ کئے ہیں چاہتا ہوں کہ انہیں ناظرین ترجمان القرآن تک بھی پہنچا دوں تا کہ اللہ کے جو بندے درحقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں ان کو کام کرنے کے لئے ایک صحیح راہ مل سکے۔

میو قوم دہلی کے آس پاس الور بھرت پور، گوڑ گانوہ اور دوسرے متصل علاقوں میں آباد ہیں اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کی مجموعی تعداد چھتیس لاکھ سے کم نہیں ہے۔ اب سے صدیوں پہلے غالباً حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ اور ان کے خلفاء و متبعین کی کوششوں سے اس قوم میں اسلام پہنچا تھا مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں مسلمان حکمرانوں اور جاگیرداروں کی غفلت سے وہاں اسلامی تعلیم اور اسلامی تربیت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ حکومت کے مرکز سے اسقدر قریب آباد تھے ان میں قدیم جاہلیت کی تمام خصوصیات باقی رہیں۔ اور رفتہ رفتہ وہ اسلام سے اس قدر بعید ہوتے چلے گئے کہ ان میں بجز اس خیال کے کہ "ہم مسلمان ہیں" اور کوئی چیز اسلام کی باقی نہ رہی۔ ان کے نام تک مسلمانوں کے سے نہ رہے تھے۔

ناہر سنگھ، بھوپ سنگھ، ٹوڑ دا اور اسی قسم کے ناموں سے وہ موسوم ہوتے تھے۔ ان کے سروں پر چوٹیاں تھیں۔ ان کے ہاں مورتیاں پوجی جاتی تھیں۔ اپنی حاجات کے لئے وہ انہی دیویوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جن کی پوجا قدیم زمانہ میں ان کے اسلاف کیا کرتے تھے۔ اسلام سے وہ اس قدر ناواقف تھے۔ کہ عام دیہاتی باشندوں کو کلمہ تک یاد نہ تھا حتی کہ نماز کی صورت تک سے وہ نا آشنا تھے۔ کبھی کوئی مسلمان اتفاق سے ان کے علاقے میں پہنچ گیا اور اس نے نماز پڑھی تو گاؤں کے عورت مرد بچے سب اس کے گرد یہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے تھے کہ یہ شخص کیا حرکتیں کر رہا ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہے یا اسے جنون ہو گیا ہے کہ بار بار اٹھتا بیٹھتا جھکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کے اندر جاہلیت کی تمام وحشیانہ عادتیں پائی جاتی تھیں۔ گندی اور ناصاف زندگی طہارت کے ابتدائی اصولوں سے ناواقف عورت اور مرد سب نیم برہنہ شرم وحیاء سے عاری چوری رہزنی ڈکیتی اور دوسرے مجرمانہ افعال کا ارتکاب عام طور پر پھیلا ہوا کسی مسافر کا بخیریت اس علاقے سے گزر جانا مشکل۔ پھر ان کے قبائل اور بطون میں چھوٹی چھوٹی جاہلانہ باتوں پر اسی قسم کی لڑائیاں ہوتی رہتی

تھیں۔جیسی عرب جاہلیت کے حالات میں آپ پڑھتے ہیں ان کی آبادی مختلف حلقوں میں بٹی ہوئی تھی اور بسا اوقات دو یا چند حلقوں میں کسی عورت یا کسی جانور یا کسی اور چیز پر یہ عداوتیں برپا ہو جاتی تھیں۔جن کا سلسلہ مدتوں چلتا رہتا تھا۔یوں اس جفاکش بہادر اور طاقتور قوم کی ساری پیدائشی قوتیں ضائع ہو رہی تھیں اور وہ نہ صرف اپنے لئے ترقی وفلاح کا کوئی راستہ نہ پاتی تھی۔بلکہ اپنے ہمسائیوں کے لئے بھی سبب اضطراب بنی ہوئی تھی۔ چنانچہ جن لوگوں کو اس علاقہ کے انتظام کا تجربہ ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ انگریزی حکومت اور الور و بھرت پور کی ریاستیں وہاں امن قائم کرنے اور بہتر تمدنی حالات پیدا کرنے میں ناکام رہی تھیں۔

ان حالات میں جناب مولانا محمد الیاس صاحب نے وہاں کام شروع کیا اور دس بارہ سال کی مختصر مدت میں اس قوم کے بیشتر حصے کی کایا پلٹ دی۔اب اس علاقے میں قریباً ڈھائی سو مدرسے قائم ہیں۔جہاں دیہات کے لڑکے آ کر اپنے دین سے ابتدائی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ان میں جو لوگ اعلیٰ درجے کی دینی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے دہلی سے قریب انہی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی بستی میں مدرسہ قائم ہے۔جن کی بدولت ابتداً اس قوم کو اسلام کی نعمت میسر ہوئی تھی۔اس مدرسہ میں نہ صرف علوم دینیہ کی تکمیل کرائی جاتی ہے بلکہ طلباء کو خالص دینی تربیت بھی دی جاتی ہے۔اور تبلیغی واصلاح کی عملی کوشش کرانے کے لئے ان سے آس پاس کے دیہات میں عملی کام بھی لیا جاتا ہے۔اس مدرسہ کی برکت سے خود میو قوم میں علماء اور مبلغین کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہوگئی ہے جو ان شاء اللہ اس قوم کو دین کے راستے پر قائم رکھنے کی ضامن ہوگی۔ مولانا محترم نے خود اس قوم کے مبلغوں سے اس کی اصلاح کا کام لیا اور ان کی پیہم کوششوں کا نتیجہ جو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں یہ ہے کہ بعض علاقوں میں گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں ایک بچہ بھی آپ کو بے نمازی نہ ملے گا۔دیہات کی وہ مسجدیں جہاں یہ لوگ اپنے مویشی باندھتے تھے آج وہاں پانچوں وقت اذان اور جماعت ہوتی ہے۔آپ کسی راہ چلتے دیہاتی کو روک کر اس کا امتحان لیں۔وہ آپ کو صحیح تلفظ کے ساتھ کلمہ سنائے گا۔اسلام کی تعلیم کا سیدھا سادھا لب لباب جو ایک بدوی کو معلوم ہونا چاہئے۔آپ کے سامنے بیان کرے گا اور آپ کو بتائے گا کہ اسلام کے ارکان کیا ہیں اب آپ وہاں کسی مسلمان مرد و عورت یا بچہ کو ہندوانہ لباس میں نہ پائیں گے۔نہ اس کے جسم کو بے ستر دیکھیں گے۔نہ اس کے گھر کو نہ اس کے لباس کو نجاستوں میں آلودہ پائیں گے۔ان کی عادات و خصائل اور ان کے اخلاق میں بھی اس مذہبی تعلیم وتبلیغ کی وجہ سے نمایاں فرق ہوگیا ہے۔اب وہ متمدن اور مہذب طرز زندگی کی طرف پلٹ رہے ہیں۔جرائم میں حیرت انگیز کمی ہوگئی ہے۔لڑائیاں فسادات اور مقدمات بہت کم ہو گئے ہیں۔ان کا علاقہ اب ایک پرامن علاقہ ہے۔جس کا اعتراف خود وہاں کے حکام کر رہے ہیں۔ان کی معاشرت ان کے لین دین ان کے برتاؤ غرض ہر چیز میں عظیم تغیر ہوگیا ہے۔جس کی وجہ سے گرد و پیش کی آبادی پر ان کا نہایت اچھا اخلاقی اثر مرتب ہو رہا ہے اب وہ ذلت اور بے اعتباری کی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ ان کی عزت قائم ہوتی جا رہی ہے۔اور ان کے کریکٹر پر اعتماد کیا جانے لگا ہے۔

مولانا نے عام دیہاتیوں کے اندر تبلیغ واصلاح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایسی سپرٹ پیدا کر دی ہے۔کہ جو لوگ کل تک خود گمراہ تھے،وہ اب دوسروں کو راہ راست بتاتے پھرتے ہیں۔کھیتی باڑی کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد مختلف قریوں سے ان دیہاتیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ تبلیغ کے لئے نکلتے ہیں۔گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو خیر واصلاح کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ان کا رخت سفر اور زادراہ ان کے کندھوں پر ہوتا ہے۔کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتے۔نہ کسی سے اپنے لئے کچھ طلب کرتے ہیں۔ محض اللہ کی خوشنودی ان کے مدنظر ہوتی ہے۔اور بے غرضانہ کام کرتے ہیں۔اس لئے جہاں جاتے ہیں دیہات اور قصبات کی آبادیوں پر ان کا غیر معمولی اثر ہوتا ہے۔مجھے معلوم ہوا بسا اوقات یہ لوگ پیدل گشت کرتے ہوئے دو دو سو میل تک چلے جاتے ہیں۔اور جن جن بستیوں پر سے ان کا گزر ہوتا ہے۔وہ مذہبی بیداری اور کلمہ ونماز کے نور سے منور ہو جاتی ہے۔ خود مجھ کو بھی ان میں سے بعض بدوی مبلغین سے بات کرنے کا اتفاق ہوا اور ان کی سیدھی سادھی زبانوں سے جب میں نے ان کے مقاصد اور ارادے سنے تو مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ آغاز اسلام میں عرب کے بدوؤں کو جس روح نے صراط مستقیم کی تبلیغ کے لئے اٹھایا تھا وہی روح ان لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ایک جاہل کسان سے میں نے پوچھا۔تم دورے کیوں کرتے ہو۔اس نے جواب دیا کہ:

"ہم جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔نہ ہم کو خدا کی خبر تھی نہ رسول کی۔ اس مولوی کا خدا بھلا کرے کہ اس نے ہمیں سیدھا راستہ بتایا اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی یہ نعمت پہنچائیں جو ہمیں ملی ہے۔

یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔یہی جذبہ تو تھا جس سے مخمور ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھے تھے اور اس طرح اٹھے تھے کہ

انہیں اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہ رہا تھا۔

اس دینی اصلاح نے مواتی قوم کے اس قبائلی انتشار کو بڑی حد تک دور کر دیا ہے۔ جس نے اب تک ان کی قوتوں کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ دیہات میں وقتاً فوقتاً جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں بیس بیس پچیس پچیس کوس سے لوگ شریک ہونے کے لئے آتے ہیں۔ آٹھ آٹھ دس دس ہزار کا مجمع ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ بیٹھ کر دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور وہیں ان کے آپس کے جھگڑے بھی چکائے جاتے ہیں۔ پھر دیہات سے جو تبلیغی جماعتیں نکلتی ہیں وہ نہ صرف دین کی تعلیمات پھیلاتی ہیں بلکہ ساتھ ہی خود بخود باہمی اخوت ومحبت کے تعلقات بھی قائم کر لیتی ہیں۔ اس طرح قبائلی تفرقہ کی جگہ رفتہ رفتہ قومی وحدت پیدا ہو رہی ہے۔ اور ایک ایسی تنظیمی ہیئت وجود میں آتی جا رہی ہے۔ جن سے آگے چل کر بہت سے کام لئے جا سکتے ہیں۔ تنظیم کا ماحصل اس کے سوا اور کیا ہے کہ کثیر التعداد افراد ایک آواز پر مجتمع ہوں اور ایک آواز پر حرکت کرنے لگیں۔ یہی چیز وہاں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی حد تک پیدا ہو چکی ہے۔

یہ قابل قدر نتائج جو گنتی کے چند برسوں میں برآمد ہوئے ہیں محض ایک مخلص آدمی کی محنت وکاوش کا ثمرہ ہیں۔ وہاں نہ کوئی کمیٹی ہے نہ چندہ ہے نہ اس تحریک کا کوئی جداگانہ نام ہے۔ نہ اس کے ممبر بھرتی کئے جاتے ہیں۔ نہ کوئی امیر ورئیس پشت پر ہے۔ نہ کوئی اخبار نکلتا ہے نہ قواعد پریڈ اور یونی فارم اور باجوں اور جھنڈوں کے نمائشی مظاہرے ہوتے ہیں۔ نہ اپنے کارناموں کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ خاموشی کے ساتھ ایک سیدھا سا مولوی مسجد میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہے۔ اس غریب کو نمائش اور پروپیگنڈا کے جدید مغربی طریقے بالکل نہیں آتے۔ نہ اس نے آج تک اس کی ضرورت محسوس کی کہ اس کے کاموں کا ڈھول دنیا میں پیٹا جائے۔ ایک خالص دینی جذبہ ہے جو اس سے یہ کام لے رہا ہے اور ایک دھن ہے جس میں وہ رات دن لگا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اکیلے آدمی نے جو ٹھوس کام کیا ہے۔ وہ ان بڑی بڑی انجمنوں اور بلند بانگ تحریکوں سے آج تک بن نہ آیا جن کا نام آپ رات دن اخباروں میں سنتے رہتے ہیں۔ حقیقتاً اس نوعیت کی تحریک ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یا تو حضرت شیخ احمد مجدد سرہندیؒ نے اٹھائی تھی یا حضرت سید احمد بریلویؒ نے اس کا احیا کیا۔ یا اب مولانا محمد الیاس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے اسے تازہ کرنے کی توفیق بخشی ہے۔

حضرت الحاج مولانا محمد زکریا صاحب
شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کا بیان

"اگر کوئی شخص ضمیر کی آزادی کے ساتھ سوچ سمجھ کر کلمہ پڑھتا ہے تو یہ اس کا حق ہے جس کو وہ استعمال کر رہا ہے۔ تمام دنیا آزادی ضمیر کو ایک بنیادی حق تسلیم کرتی ہے۔ اور ہندوستان کے بہترین دستور اساسی نے بھی اس کو پوری اہمیت کے ساتھ تسلیم کیا ہے۔ لیکن بعض دفعہ ایسی افسوسناک صورتیں پیش آتی ہیں۔ کہ غریب کلمہ پڑھنے والا مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے کا واقعہ ہے کہ ضلع سہارنپور میں ایک شخص ایک عالم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے برضا ورغبت دین اسلام قبول کیا، پھر انہی عالم صاحب کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد اس نے پولیس میں رپورٹ کر دی کہ مجھے زبردستی مسلمان بنایا گیا اور مجھ کو یہاں رہنے پر مجبور کیا جا رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے ایسی رپورٹ کس درجہ فتنہ برپا کر سکتی ہے، خصوصاً اس فضا میں جو ۱۹۴۷ء کے دل آزار ہنگاموں کے بعد پیدا ہو گئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک شرمناک صورت یہ بھی ہے کہ کبھی دریوزہ گری کی غرض سے بھی یہ ڈرامہ کھیلا جاتا ہے۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک شخص نے بار بار مسلمان بننے کا اظہار اس لئے کیا کہ اس کو حاضرین سے چندہ کرنے کا موقع مل جائے۔

اس قسم کی بہت سی شکایتوں سے متاثر ہو کر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے ایک بیان مرتب کیا ہے جس کو بلفظہ شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت مولانا نے اس بیان میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ مسلمان بننا کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ نہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے پاس مسلمان بننے کا کوئی سرٹیفکیٹ ہو۔ اس کا تعلق انسان کے ضمیر اور عقیدہ سے ہے۔ زور زبردستی اور جبر واکراہ کی یہاں قطعاً گنجائش نہیں۔ وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو کسی غرض یا کسی مجبوری کی بناء پر اسلام کا اظہار کرے، بعض صورتوں میں ایسے شخص کو عنداللہ منافق قرار دیا جاتا ہے۔

مسلمان ہو جانا ان مخصوص عقائد کے تسلیم کرنے کا نام ہے جو اسلام کی بنیاد قرار دیئے گئے ہیں۔ جن کو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے اپنے اس بیان میں تحریر فرمایا ہے۔ جو شخص ان عقیدوں کو دل سے تسلیم کرے اور اتنی جراءت رکھتا ہو کہ مسلمان بننے کا اعتراف کرے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کو کسی نے اسلامی کلمات پڑھائے ہوں یا خود اپنے طور پر اپنی تحقیق اور مطالعہ سے یا کسی اور صورت سے ان کو سیکھ لیا ہو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا. اما بعد

آزادی ہند کے بعد سے جہاں مسلمانوں کو بہت سی دینی اور دنیوی مشکلات پیش آئیں ایک سخت مشکل یہ بھی پیش آئی کہ جو لوگ اپنی رضا و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مصیبت زدہ کو صبر دلایا اسے مثل مصیبت زدہ کے ثواب ملے گا (ترمذی)

رغبت سے اسلام کو سچا دین سمجھ کر مسلمان ہونا چاہتے ہیں ان کو مسلمان کرنے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہوا۔ انگریزی دور میں جو شخص کسی دیندار کے پاس جا کر مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کرتا تھا وہ اس کو مسلمان کرلیا کرتا تھا، لیکن آزادی کے بعد اس میں کئی نوع سے مشکلات پیدا ہوگئیں۔ جن میں بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ واقعی مسلمان ہونے والوں اور مسلمان ہونے کے نام سے دھوکا دینے والوں میں امتیاز دشوار ہوگیا جس کی وجہ سے مسلمان کرنے والوں کو بہت دقت اٹھانی پڑی، خود اس ناکارہ کے ساتھ اس نوع کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں۔ چند سال کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی ہم لوگوں نے مشکلات کی وجہ سے اس کو دہلی کے امام جامع مسجد مولانا سید حمید احمد صاحب کا پتہ بتادیا، حق تعالیٰ شانہٗ ان کو بہت جزائے خیر عطاء فرمائے۔ دارین کی ترقیات سے نوازے۔ ہر نوع کی ان کی مدد فرمائے، دونوں جہان میں ان کو سرخ رو اور سرفراز فرمائے۔ کہ وہ اس دور میں بھی باوجود مشکلات کے مسلمان ہونے کے خواہش مندوں کو مسلمان کرتے رہتے تھے۔ مگر وہ شخص بجائے دہلی جانے کے رائے پور ضلع سہارنپور چلا گیا اور مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب سے مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مولانا مرحوم نے اس کو مخلص سمجھ کر مسلمان کرلیا اور اس کی اس خواہش پر کہ میں احکام اسلام سیکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے قیام وطعام کا انتظام بھی کردیا۔ اس بدنصیب نے ایک خفیہ درخواست حکام ضلع کو بھیجی کہ میں یہاں سیر کرنے آیا تھا مجھ کو جبراً مسلمان کرلیا گیا ہے اور حبس بے جا میں رکھا گیا ہے۔ جس پر وہاں کا تھانیدار تحقیقات کے لئے پہنچ گیا۔ اس شخص نے اس کے سامنے بھی بے تکلف کہہ دیا کہ میں تو دیکھنے آیا تھا مجھے جبراً مسلمان کرکے اب جانے نہیں دیا جاتا۔ مولانا اشفاق صاحب قصبہ کے معزز اور بزرگ آدمی تھے۔ اہل قصبہ اکٹھے ہوگئے۔ جن سے تھانیدار بہت واقف تھا۔ اور انہوں نے کہا کہ اب چلا جا تجھے کون روکے۔ چنانچہ وہ تھانیدار کے ساتھ چلا گیا۔

اس نوع کے واقعات کی بناء پر یہ امتیاز بھی دشوار ہوگیا کہ واقعی اخلاص سے کون شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے اور کون دھوکا دینا چاہتا ہے اور اسی وجہ سے جو شخص واقعی مسلمان ہونا چاہتا ہے اس کو بھی مشکلات پیش آجاتی ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس تحریر کے ذریعہ سے یہ بات ظاہر کردی جائے کہ جو شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی دوسرا ہی شخص اس کو مسلمان کرے اور ان ہدایات پر عمل کرنے سے خود بخود پکا مسلمان بن سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام کسی برادری یا قوم یا کسی ملک وخطہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات وممات ہے۔ کسی فرقہ یا طبقہ کا مذہب نہیں کہ اس فرقہ والے کو یا اس طبقہ والے کو مسلمان کہا جائے اور اس کے غیر مسلم کو غیر مسلم کہا جائے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری کرتا ہے۔ اس کے چند بنیادی اصول اور اساسی ارکان ہیں۔ جو ان بنیادوں اور اصول کا اعتقاد رکھے گا اور اقرار کرے گا۔ خواہ وہ کسی طبقہ یا فرقہ کا ہو۔

اور خواہ کسی ملک کا ہو وہ مسلمان کہلائے گا۔ اور جو ان اصول وارکان کا انکار کرے گا۔ وہ غیر مسلم ہوگا خواہ وہ عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا۔ ہند کا باشندہ ہو یا سندھ کا، ایران کا رہنے والا ہو یا توران کا۔

لہٰذا جو شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ غسل کرے، پاک کپڑے پہنے، اگر سر پر چوٹی ہو تو اس کو کٹوائے یا کفر کا کوئی اور نشان جیسے صلیب وغیرہ ہے تو اس کو بھی ہٹادے۔ اس کے بعد یہ الفاظ کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یہ کلمہ شہادت کہلاتا ہے اس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس کے بعد یہ کہے میں ایمان لایا اس پر کہ اللہ کی ذات ایک ہے۔ اس کی ذات میں نہ اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں، وہی تنہا عبادت کے قابل ہے۔ ایمان لایا اس کے سب فرشتوں پر ایمان لایا اس کی سب کتابوں پر جو اس نے اپنے رسولوں کے ذریعہ اپنے بندوں کے پاس بھیجی ہیں۔ ایمان لایا اس کے سب رسولوں پر ایمان لایا قیامت کے دن پر، مرنے کے بعد قیامت کے دن سب کے زندہ ہونے پر قیامت کے دن سارے آدمی زندہ کئے جاویں گے۔ اور دنیا میں اس کی فرمانبرداری کرنے والوں کے لئے جنت کے باغات کا انعام اور نافرمانی کرنے والوں لئے دوزخ کے عذاب کی سزا ہے۔ اور ایمان لایا تقدیر پر کہ وہ برحق ہے۔ بھلائی برائی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے دین اسلام قبول کیا اور اسلام کے علاوہ سب دینوں سے اپنے کو جدا کرلیا، اسلام کے سارے احکام کو قبول کرلیا۔

جب آدمی ان سب چیزوں کو جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ سچے دل سے مان لے تو وہ پکا مسلمان ہوگیا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد ایک مرتبہ پھر غسل کرلے۔ اس کے بعد اس کو اسلام کے احکام مسلمانوں کے ذریعہ سے تحقیق کرنے چاہئیں اور ان پر اہتمام سے عمل کرنا چاہئے۔

پانچ چیزیں ایمان کا رکن کہلاتی ہیں۔ سب سے اول کلمہ شہادت جس کا اوپر ذکر ہوگیا۔ اس کے بعد سب سے زیادہ اہم نماز ہے۔ اس کو پہلی فرصت میں یاد کرنے کی کوشش کی جائے، نمازوں کا دن رات میں پانچ دفعہ روزانہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خون معاف کیا اس کا ثواب جنت ہی ہے۔ (الجامع)

پڑھنا فرض ہے۔ایک صبح کے وقت پو پھٹنے کے بعد سے سورج نکلنے تک یہ صبح کی نماز کہلاتی ہے۔دوسری آفتاب ڈھلنے کے بعد یہ ظہر کی نماز ہے۔تیسری عصر کی نماز جو آفتاب کے غروب ہونے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے پڑھی جاتی ہے چوتھی مغرب کی نماز جو آفتاب غروب ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔پانچویں عشاء کی نماز جو آفتاب غروب ہونے کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد پڑھی جاتی ہے اس کے بعد تین رکعات وتر پڑھی جاتی ہے۔

نمازیں صرف پاک کپڑوں میں ہوسکتی ہیں۔اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے......جو آدمی کی اصلی ضروریات سے زائد خاص مال کی خاص مقدار جو اس کے پاس سال بھر تک موجود رہے۔سال بھر گزارنے کے بعد اس پر چالیسواں حصہ نادار، غرباء، کو دینا فرض ہے۔چوتھا رکن روزہ ہے جو سال بھر میں ایک مہینہ کے جس کا نام رمضان ہے فرض ہیں۔پانچواں رکن مکہ مکرمہ جا کر حج کرنا ہے۔جو ساری عمر میں ایک دفعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اتنا مال ہو جس سے مکہ مکرمہ سواری سے جا سکے۔اور آسکے۔اور اس درمیان میں اپنا اور اپنے گھر والوں کے کھانے پینے کا انتظام ہوسکے۔یہ پانچوں ارکان اسلام کے بہت اہم ارکان ہیں۔جن کو مختصراً اس ناکارہ نے لکھ دیا۔لیکن ان کی تفاصیل سمجھنے اور معلوم کرنے کی ضرورت ہے جن کے لئے اسلامی معلومات کی ابتدائی کتابوں کا پڑھنا اور مسلمانوں سے ان کی تفاصیل معلوم کرنا ضروری ہے۔کتابوں میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، کی بہشتی زیور اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی تعلیم الاسلام، دونوں پڑھ لی جائیں تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ دونوں میں سے ایک کا پڑھ لینا بھی کافی ہے۔حضرت تھانوی کی دوسری کتاب حیاۃ المسلمین کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔اس کے بعد مولانا محمد منظور نعمانی لکھنوی کی کتاب "اسلام کیا ہے" بہت مفید ہے۔یہ سب کتابیں سہولت کے لئے لکھ دی گئی ہیں ورنہ قرب وجوار میں کوئی عالم دین ہو یا کوئی دینی مدرسہ ہو تو وہاں ان احکام کی تفاصیل معلوم کی جاسکتی ہیں۔اور جو کتابیں اوپر لکھی گئی ہیں ان کا کسی عالم سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

فقط

محمد زکریا کاندھلوی

۱۲صفر ۱۳۸۳ھ

قرآن کی زیاد

مولوی عزیز الحق صاحب رحمہ اللہ پاکستان

جلسوں میں سنایا جاتا ہوں ٹیپوں میں بجایا جاتا ہوں
لہروں پہ اڑایا جاتا ہوں جب نشر کرایا جاتا ہوں
تقریب کوئی جب ہوتی ہے وہ دین کی ہو یا دنیا کی
آغاز مجھ ہی سے ہوتا ہے پھر خوب بہلایا جاتا ہوں
مکتب ہی تک محدود نہیں تعلیم مری تدریس مری
اب کالج و یونیورسٹی میں معنوں سے پڑھایا جاتا ہوں
الفاظ کو میرے علامہ پہناتے ہیں کچھ ایسے معنی
جبریل امیں لائے نہ جسے مضمون وہ بنایا جاتا ہوں
بوبکرؓ و عمرؓ سمجھے نہ جسے عثمانؓ و علیؓ پہنچے نہ جہاں
اسرار و معارف کے ایسے زینہ پہ چڑھایا جاتا ہوں
تصدیق رسولؐ برحق کی مقصد تھا مرا غایت تھی مری
اب قول نبیؐ کو جھٹلانے کے کام میں لایا جاتا ہوں
جب کوئی مفکر مغرب کا دنیا سے نرالی بات کہے
تائید کرانے کو اس کی فوراً میں بلایا جاتا ہوں

(مولوی عزیز الحق صاحب)

باب ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خوابوں کی تعبیر

تعبیر دینے والے کے آداب اور خواب کی تمیز اور اس کے اصول کی شناخت کے بارہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور تم کو اپنی اطاعت کی توفیق دے۔ خواب چونکہ نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ اس لئے تعبیر دینے والے کو حسب ذیل اوصاف سے متصف ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو ثواب کی توفیق عطاء فرمائے اور عقلمندوں کے معارف پہچاننے کی ہدایت دے۔

(۱) قرآن مجید کا عالم ہو۔ (۲) احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حافظ ہو۔ (۳) عربی زبان اور الفاظ کے اشتقاق کی خبر رکھتا ہو۔

(۴) لوگوں کی حیثیتوں کو بخوبی جانتا ہو۔ (۵) تعبیر کے اصول سے واقف ہو۔ (۶) پاک نفس ہو۔ (۷) پاکیزہ اخلاق کا ہو

(۸) زبان کا سچا ہو۔ اس لئے کہ خواب کی تعبیر میں کبھی تو زمانوں اور اوقات کے اختلاف کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اور کبھی کتاب اللہ سے تعبیر دینا پڑتا ہے۔ اور کبھی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھ کر تعبیر دینا پڑتا ہے۔ اور کبھی تعبیر میں محاورات کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ اور کبھی خواب کے دیکھنے والے کی بجائے اسکے نظیر یا اس کے ہم نام کی طرف تعبیر منسوب کی جاتی ہے۔ اور کبھی خواب کی تعبیر صرف نام سے دی جاتی ہے۔ کبھی صرف معنی سے کبھی اس کی ضد سے، کبھی اس کے اشتقاق سے، کبھی زیادتی سے، کبھی نقصان سے۔ قرآن سے تعبیر کی مثال تو ایسی ہے جیسی کہ انڈوں کی تعبیر عورتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ.

(گویا کہ وہ حوریں انڈے ہیں جو کہ چھپی ہوئی ہیں) میں انکو انڈوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور پتھر کی تعبیر سخت دلی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مناسبت کی بناء پر کہ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً. پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ پتھر کی مانند ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت اور جیسے تازہ گوشت کی تعبیر غیبت ہے۔ اس ارشاد الٰہی کی بناء پر اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ.

(کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم برا سمجھتے ہو) کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور چابیوں کی تعبیر خزانے ہیں۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ.

(اور ہم نے اسکو اتنے خزانے دیئے تھے۔ کہ اس کی چابیاں ایک طاقتور جماعت اٹھاتی تھی) لہٰذا چابیوں سے مراد مال ہے۔ کیونکہ خزانوں کے پاس پہنچنا چابیوں کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ اور کشتی کی تعبیر نجات ہوگی کیونکہ ارشاد الٰہی ہے فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ.

(ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو نجات دی) اور جیسے کسی نے یہ دیکھا، کہ بادشاہ کسی ایسے گھر یا شہر یا محلے میں آیا ہے کہ ایسے مقام پر آنا اسکی عادت کے خلاف ہے تو اسکی تعبیر یہ دی جائے گی کہ اس جگہ کے رہنے والوں کو کوئی ذلت پہنچے گی یا کسی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ جو اس آیت کے مضمون کے عین مطابق ہوگا۔

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا الی قوله اَذِلَّةً.

(بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں)

وَكَالِلِّبَاسِ يَعْبُرُ عَنْهُ بِالنِّسَآءِ

اور لباس کی تعبیر بھی عورتیں ہیں جو اس ارشاد الٰہی سے ماخوذ ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ.

(وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو) اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر دینے میں ان مناسبات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ جیسے کوے کی تعبیر بدکار آدمی سے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کا نام فاسق رکھا ہے۔ اور چوہیا کی تعبیر فاسقہ عورت سے ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چوہیا فاسقہ ہے اور ایک حدیث میں چوہیا کو فویسقہ بھی فرمایا گیا ہے۔

اور پسلی کی تعبیر عورت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے"۔

اور دروازے کی نچلی چوکھٹ سے بھی عورت مراد ہے۔ کیونکہ خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دو۔ یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے خدا نے کسی عمل کا ثواب دینے کا وعدہ کیا خدا اسے ضرور پورا کریگا (مجمع)

بیوی۔ ایسی لاتعداد مثالیں ہیں۔

اور آپس میں محاوروں سے تعبیر کی شکل یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص خواب دیکھے کہ اس کا ہاتھ لانبا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کے ساتھ احسان کرے گا۔ کیونکہ عرب آپس میں بات کرتے ہوئے جب کسی کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کا ہاتھ تجھ سے لانبا ہے تو اس سے ان کی مراد یہی ہوتی ہے کہ وہ زیادہ احسان کرنیوالا ہے۔ اور لکڑی چننے کی تعبیر چغلی ہے کیونکہ جو شخص ایک دوسرے کی چغلی کیا کرتا ہے تو اس کے متعلق عرب کا محاورہ ہے کہ وہ لکڑی چنتا ہے۔

اور مرض کی تعبیر نفاق ہے۔ کیونکہ جو شخص وعدہ پورا نہیں کرتا۔ اس کے متعلق عام محاورہ یہ ہے کہ وہ ''اپنے وعدے میں بیمار ہے''۔ اور مخطہ (یعنی تیلی یا کاڑی) کی تعبیر لڑکا ہے۔ جیسا کہ عرب اس لڑکے کو جو اپنے باپ کے مشابہ ہو۔ یوں کہتے ہیں کہ وہ شیر کا مخطہ (تیلی یا کاڑی) ہے اور جو شخص لوگوں کو تیر اور بندوق کی گولی اور پتھر سے نشانہ بنا رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی۔ کہ وہ شخص ان کا برائی سے ذکر کر رہا ہے۔ کیونکہ وہ آپس میں ایسے شخص کے متعلق اسی طرح کہتے ہیں۔ کہ ''فلاں نے فلاں کو نشانہ بنایا یا فلاں نے فلاں کو پتھر سے مارا''۔

اور جو شخص یہ دیکھے کہ اس نے اپنے ہاتھ اشنان یا صابون وغیرہ سے دھوئے تو اسکی تعبیر کسی چیز سے ناامید کی ہے۔ کیونکہ عرب میں کوئی شخص اگر یہ کہتا ہے کہ ''میں نے تجھ سے اپنا ہاتھ اشنان سے دھولیا'' تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے کہ میں تیرے خیر سے ناامید ہوگیا ہوں۔ اور مینڈھے کی تعبیر ایسے شخص سے ہوگی جو اپنی قوم میں معزز اور رئیس ہو اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں۔

ظاہری نام سے تعبیر کی صورت یہ ہے کہ کسی کا نام فضل ہو تو اس کی تعبیر فضیلت ہوگی اور راشد کی تعبیر رشد و ہدایت اور سالم کی تعبیر سلامتی وغیرہ ہوگی۔

اور نام سے تعبیر کی شکل اس طرح ہے کہ جیسے نرگس و گلاب کے متعلق جو شخص سوال کرے یا اس کی طرف وہ منسوب ہوں تو اس کی تعبیر بقاء کی کمی ہے اور آس کی تعبیر اس کے ضد میں ہوگی۔ اس کے بقاء و تروتازگی کی بناء پر اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔

اور ضد سے تعبیر کی صورت ایسی ہے جیسی کہ گریہ وزاری کہ اگر اس کے ساتھ چیخنا، چلانا، گریبان پھاڑنا نہ ہو تو اس سے مراد خوشی ہوگی۔ اور ہنسی خوشی اور ناچ کی تعبیر رنج و حزن و ملال ہے اور جیسے دو آدمی جنگ کریں اور کشتی لڑیں تو جو نیچے گرے گا وہ غالب سمجھا جائے گا۔

اور جیسے کوئی شخص یہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے پچھنے لگائے جا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس پر کوئی شرط لکھی جائیگی۔ یا یہ دیکھا کہ اس پر کوئی شرط لکھی جا رہی ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے پچھنے لگائے جائیں گے۔ کیونکہ عرب میں شرط کے معنی پچھنے لگانے کے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اس کو قبر میں داخل کیا جا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ قید ہوگا اور اگر یہ دیکھا کہ اس کو کسی ایسی جگہ قید کیا گیا کہ نہ اس کی ہیئت یاد ہے اور نہ وہاں کے رہنے والوں کو جانتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ قبر میں داخل ہوگا۔

اور اگر یہ دیکھا کہ کسی دشمن نے اس پر ہجوم کیا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس مقام پر سیلاب آئے گا اور ٹڈیوں کی تعبیر فوج سے اور فوج کی تعبیر ٹڈیوں سے ہوگی اور اس کے نظائر بہت سے ہیں۔

اور ٹڈی کی تعبیر پوشیدہ مال سے بھی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اسکے ساتھ بھنبھناہٹ نہ ہو اور اگر بھنبھناہٹ ہو تو اس کی تعبیر خصومت ہوگی۔ اور بال کی تعبیر مال و زینت لیکن اگر وہ چہرے پر پڑ جائیں یا رخسار پر زیادہ ہو جائیں تو وہ رنج و غم کی علامت ہیں۔ اور بعض لوگ اس سے لباس بھی مراد لیتے ہیں۔ اور اگر کسی نے بالوں کو لپیٹے ہوئے دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے متعلق برے الفاظ کہے جائیں گے۔ اور وہ انکی مدافعت پر قادر نہ ہوگا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کے ریش (پر) اور پنکھ ہیں۔ تو اس کی تعبیر مال اور ریاش (مال) ہوگی اور اگر اس پر و پنکھ سے اڑ گیا تو اس کی تعبیر سفر سے ہوگی۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے اس کو اٹھا لیا اور وہ کٹا ہوا ہاتھ اس کے ساتھ رہا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے بھائی یا لڑکے سے اس کو فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر کٹا ہاتھ اس سے جدا ہو گیا تو بھائی یا لڑکے سے اس کو مصیبت پہنچے گی۔ تو اگر کسی مریض نے یہ دیکھا کہ وہ تندرست ہو گیا اور گھر سے نکلا تو اگر بات بھی کی تو اچھا ہو جائے گا اور اگر بات نہ کی تو مر جائے گا۔

اور مقامات میں یہ ہے کہ اگر وہ مختلف رنگ کی نہ ہو تو ناپاک عورتیں ہیں۔ اگر سفید اور سیاہ ہوں تو وہ دن اور رات ہیں۔ اور مچھلی کی اگر تعداد معلوم ہو تو وہ عورتیں ہیں اور عدد معلوم نہ ہو تو وہ مال غنیمت ہے۔ اسی طرح بہت سی مثالیں ہیں۔

اسی طرح لوگوں کی حیثیتوں اور انکی حالتوں کے لحاظ سے بھی تعبیر میں اختلاف ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص دیندار اور صاحب خیر ہے اور اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کے ہاتھ یا گردن میں طوق ڈالا گیا ہے تو یہ اس کی صلاحیت اور شر و فساد سے محفوظ رہنے کی دلیل ہے۔ اور اگر اس کے اعمال اس کے خلاف ہوں تو اس کے گناہوں کا بکثرت سرزد ہونا اور اس کا جہنمی ہونا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے آمین۔

اسی طرح اوقات کے اختلاف سے بھی تعبیر میں تغیر ہو جاتا ہے۔ جیسے کسی نے دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے۔ تو اگر یہ خواب رات میں دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بہت نفع دینے والے کام کا مالک ہوگا۔ اور اگر خواب دن میں دیکھے تو اپنی بیوی کو طلاق دے گا۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ وہ خواب جو رات کے آخری حصہ میں یا دن میں

قیلولہ کے وقت دیکھے جائیں ان کی تعبیر سچی ہوتی ہے اور پھل کے پکنے اور فروخت ہونے کے وقت کے خواب بہتر ہوتے ہیں۔ جاڑے اور بارش کے آنے کے وقت کے خواب کمزور ہوتے ہیں۔

اور تعبیر دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ خواب میں دیکھنے والے کی بات کو اچھی طرح سمجھے اور اس خواب پر اصول کے لحاظ سے غور کرے اگر اس کی بات صحیح مسلسل ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہو اور ٹھیک ٹھیک مطلب معلوم ہوتا ہو تو سمجھے کہ یہ خواب ٹھیک ہے اور اگر اس کے معنی مختلف ہو سکتے ہوں تو دیکھے کہ اس کے الفاظ سے کونسے معنی اصل سے نزدیک ہوتے ہیں۔ تو وہ معنی اسی کے لحاظ سے اختیار کرے اور اگر خواب سب کا سب مختلف ہو کہ اصول پر نہیں جمتا تو یہ لغو خواب ہیں۔ اور اگر معاملہ مشتبہ ہو جائے تو پھر اس کے دل کی حالت معلوم کرے اور اگر خواب نماز کے بارے میں ہو تو اس سے نماز کے بارے میں پوچھے۔ اور سفر کے بارے میں ہو تو سفر کے متعلق پوچھے اور اگر خواب نکاح سے متعلق ہو تو اس سے نکاح کے متعلق پوچھے پھر اس کی تعبیر دل سے دے۔

اور اگر خواب کی تعبیر کسی فحش یا برے کام سے ہوتی ہو تو اس کو ظاہر نہ کرے یا اس کی تعبیر کسی اچھے طریقے پر دیدے اور خواب کی جو اصل تعبیر ہو سکتی ہو اس کو پوشیدہ رکھے۔

اور جب خواب کی اصلیت میں جنس اور قسم طبیعت معلوم کرے تو اس کی تعبیر اسی پر محمول کرے اور تاویل میں اس کا لحاظ رکھے۔ مثلاً جنس تو درخت اور درندے پرندے کہ یہ کل کے کل اکثر مرد ہوتے ہیں پھر اس کے بعد قسم پر غور کرے۔ اور اگر خواب میں دیکھا تو دیکھے کہ وہ کونسے درخت ہیں یا اگر درندے پرندے دیکھے تو غور کرے کہ کون سے درندے و پرندے ہیں پھر اسی کے مطابق فیصلہ کرے۔

مثلاً اگر کھجور کا درخت ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ معزز اور عربی ہو گا۔ کیونکہ کھجور کا درخت ممالک عرب میں ہوتا ہے۔ اور اگر اخروٹ ہے تو عجمی ہے کیونکہ اخروٹ ممالک عجم میں ہوتا ہے اسی طرح پرندہ کہ اگر وہ بڑا ہو گا تو عربی آدمی ہو گا اور اگر مور ہو گا تو وہ عجمی ہو گا پھر اس کے بعد طبیعت پر غور کرے اور اگر وہ کھجور کا درخت ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ وہ بہت بھلائی کرنے والا اور پاک اصل کا ہو گا۔ اور اگر اخروٹ کا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ وہ معاملہ میں دھوکہ دے گا۔ اور جھگڑالو ہو گا۔ کیونکہ اخروٹ کو کھڑ کھڑانا پڑتا ہے اور اس کو توڑے بغیر کوئی اس کو حاصل نہیں کر سکتا۔

اور اگر وہ پرندہ ہے تو چونکہ وہ اڑتا رہتا ہے۔ اس لئے وہ آدمی زیادہ سفر کرنے والا ہو گا۔ اور اگر وہ مور ہو گا تو ملک عجم کا بادشاہ ہے زینت و مال والا اور اس کے پیرو بہت ہوں گے اور یہی تعبیر ہو گی اسکی جو شاہین یا عقاب ہو گا۔ لیکن اگر وہ کوا ہو گا تو اس سے مراد یہی ہو گی کہ وہ فاسق ہے جس کا کوئی دین نہیں۔ اور اسی طرح عقعق ہے جو کوے کی طرح کا ایک پرندہ ہوتا ہے اور اسی طرح قیاس کر کے تعبیر دیا کرو ان شاء اللہ ہدایت پاؤ گے۔ اور اللہ ہی سے توفیق مل سکتی ہے۔

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں اچھی حالت میں دیکھا تو اس کو خوشخبری اور خوشی اور کامیابی حاصل ہو گی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن اسی حالت میں پائے گا، اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دنیا میں اسکے اعمال قبول ہونگے۔ اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو نظر بھر کر دیکھا تو دنیا میں اس کی قدر دانی ہو گی اور جنت میں جائے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کوئی دنیوی چیز عطا فرمائی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کوئی مرض لاحق ہو گا یا کوئی بلا پہنچے گی۔ یا اس کا امتحان لیا جائے گا۔ جس سے اس کو ایسا اجر ملے گا جس کی بناء پر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی معین مکان میں نزول ہوا تو اس مکان کے رہنے والوں کو بھلائی، خوشی، سرور و کامیابی حاصل ہو گی۔

اور جس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسی گفتگو کی جس میں ڈانٹ ڈپٹ یا ممانعت یا وعدہ وعید ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ وہ آدمی گناہگار ہے جن اعمال میں وہ مبتلا ہے ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے بچھونے میں آ گیا ہے اور اس کو مبارکبادی دے رہا ہے تو اس کو اس بات کی بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو بزرگی ملے گی۔ اور رحمت اس پر نازل ہو گی۔ کیونکہ ایسا خواب بجز نیک اور پرہیزگاروں کے اور کوئی نہیں دیکھتا۔ اور اگر کسی نے اللہ کو ایسے دیکھا ہے جیسے اس کی تصویر بنائی گئی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا خیال معلوم ہوا یا اللہ تعالیٰ کے مثل کسی کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا جھوٹا اور اللہ سبحانہٗ پر بہت تہمت لگانے والا اور بدعتوں کا مرتکب ہے۔ لہٰذا توبہ استغفار کی طرف اس کو جلدی کرنی چاہیے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کو ناقص حالت میں دیکھا ہے یا اللہ تعالیٰ کو بت یا تصویر یا کسی اور طریقے پر دیکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال و جلال کے لائق نہ ہو تو توبہ استغفار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے واللہ اعلم حکایت۔ نقل ہے کہ ایک شخص حضرت جعفر صادق کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اللہ تعالیٰ نے مجھے لوہا عطاء فرمایا ہے اور سرکہ کا ایک گھونٹ پلایا ہے اس کی تعبیر کیا ہو گی، تو امام نے ارشاد فرمایا کہ لوہے سے مراد سختی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ.

اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت ہیبت ہے اور ممکن ہے کہ تیری اولاد حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ صنعت سیکھ لے کہ وہ لوہے کی صنعت جانتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر جو ثواب عطا کرتا ہے وہ سختی پر کبھی عطا نہیں کرتا (مسند احمد بن حنبلؒ)۔

تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے جو سرکہ پلایا اسکی تعبیر یہ ہے کہ تجھ کو ایک مرض ہوگا جس میں تو ایک مدت تک مبتلا رہے گا۔اور اسی مرض کی حالت میں تجھ کو بہت مال ملے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے وفات دیدے اور وہ تجھ سے راضی رہے گا۔اور تیرے گذشتہ اور آئندہ کے سب گناہ معاف کردے گا۔

خواب میں فرشتے،انبیاء نیک لوگ،علماء اور کعبہ کو اور اذان نماز حج اداء کرتے ہوئے دیکھنے کا بیان جس نے کسی فرشتہ کو خواب میں دیکھا تو اس کو دنیا میں بزرگی اور خوشی حاصل ہوگی اور اس شہر کے رہنے والوں کو کامیابی حاصل ہوگی۔اور جلیل القدر فرشتوں کا دیکھنا بھلائی اور شہادت اور تروتازگی اور بارش کی کثرت اور وسعت رزق اور نرخ کی ارزانی کی دلیل ہے۔

اور اگر ملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام کو مساجد میں دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس جگہ کے رہنے والوں میں دین کی کمزوری ہے اور اسی لئے وہ اس شہر والوں کو دعا اور نماز،صدقہ وکثرت استغفار کا حکم دے رہے ہیں۔اور اگر ان کو بازار میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کر رہے ہیں۔اور اگر ان کو قبرستان میں دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء وعلماء اور زاہدین میں وباعام ہوگا۔اور اگر کسی نے خواب میں کوئی ایسا شخص دیکھا جو نا معلوم ہے اور اس کو فرشتہ کہا جارہا ہے تو وہ حقیقتاً بڑا فرشتہ ہی ہے۔

جس نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور خواب میں کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی تو یہ نیکی کی خوشخبری ہے اور یہ کہ اس سے نیک اعمال سرزد ہوں گے اور اگر خواب میں کوئی ناگوار بات پیش آگئی تو اس کو دنیا میں تنگی پہنچے گی۔

اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خشک زمین میں دیکھا تو وہاں سرسبزی ہوجائے گی۔اور اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جبکہ وہ تکلیف اور رنج وغم میں ہو تو اس کی تمام تکلیفات دور ہوجائیں گی۔اور اگر کسی نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے صحن میں ہیں تو وہاں پر آگ اور ہلاکت نمودار ہوگی۔اور اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا دیکھا کہ ناقص الخلقت ہیں یا مریض ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرے ہوئے ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بدلی ہوئی ہے۔تو اس خواب میں کوئی بھلائی نہیں۔یہ خواب دیکھنے والے کے دین میں نقصان کی علامت ہے۔

اور جس نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دین و دنیا میں اچھی ہے۔اور جس نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو جہاد کا حکم دے رہے ہیں۔لیکن دیکھنے والے کے دین میں نقص ہے۔

اور جس نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کر رہے ہیں تو وہ حج کرے گا۔اور جس نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرمارہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اطاعت کرے گی اور جس نے یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ دیکھ رہے ہیں تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو امانت کی ادائیگی کی ترغیب دے رہے ہیں۔

اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھاتے پیتے دیکھا تو گویا اپنی امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زکوۃ ادا کرنے کی ترغیب دلا رہے ہیں۔اور جس شخص نے یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا اس کو پہنایا یا اسکو اپنی انگوٹھی یا تلوار یا اس قسم کی کوئی اور چیز عطاء فرمائی تو وہ ملک اور فقہ اور عبادت میں سے جو بھی چیز پائے گا اس میں بڑا عروج پائے گا۔

خواب میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا

انبیاء علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا بالکل فرشتوں کو دیکھنے کے مثل ہے کہ تروتازگی اور بارش کی کثرت ہوگی اور نرخ سستے ہوں گے۔اور خوشخبری و برکت و کامیابی وغیرہ حاصل ہوگی۔البتہ ان کے دیکھنے سے شہادت حاصل نہ ہوگی جیسی کہ فرشتوں کو دیکھنے کی تعبیر میں بتایا گیا تھا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ گذشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی نبی وہ خود بن گیا ہے تو جو تکلیف اس نبی نے پائی تھی وہی تکلیف یہ خواب دیکھنے والا پائے گا۔لیکن آخر کار دنیا وآخرت میں بھلائی اور مقبولیت اور کامیابی اور غم سے نجات پائے گا۔اور اسی طرح علماء وصالحین کو خواب میں دیکھنے سے بڑی بھلائی حاصل ہوگی۔

فصل کعبہ: خواب میں کعبہ دیکھنا۔کعبہ کی تعبیر یہ ہے کہ وہ امام المسلمین ہے۔جو شخص اس میں زیادتی یا کمی وغیرہ کو دیکھے گا تو جس قدر دیکھا ہے اسی قدر زیادتی یا کمی امام میں ظاہر ہوگی۔اور کبھی کعبہ کو دیکھنے کی تعبیر امن سے دی جاتی ہے تو جس نے کعبہ کو مکہ کے سوا کسی شہر میں دیکھا ہے تو اس شہر والوں کو امن ہوگا۔

اور جس نے کعبہ کو دیکھا اور خواب میں اس کا طواف کیا اور کچھ مناسک حج ادا کئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دین میں بہتری ہے۔اور جس نے کعبہ کو دیکھا تو ہمیشہ دبدبہ اور بلندی اور فتح مندی میں رہے گا۔کیونکہ وہ اصل مقصود ہے اور امیدواروں کا قبلہ ہے۔اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے کعبہ کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے یا اس کے اوپر نماز پڑھی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اسلام کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔

نقل: ایک شخص سعید بن مسیب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کعبہ کے اوپر نماز پڑھ رہا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر۔میرا یہ خیال ہے کہ تو دین اسلام سے نکل چکا ہے تو اس نے عرض کیا کہ حضور میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ

تقریباً دو ماہ سے فرقہ قدریہ کے اقوال پر چل رہا تھا۔
اور جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قبلہ کے اندر سیدھا نماز پڑھ رہا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کر رہا ہے۔ بشرطیکہ وہ رکوع اور سجدہ اور خشوع پورا پورا اداء کر رہا ہو۔ کیونکہ نماز دراصل اللہ تعالیٰ سے وصال کا ذریعہ ہے۔ اور وہ دین کی بنیاد ہے اور اگر کسی نے نماز میں کوئی نقص دیکھا تو یہ اس کے دین میں اس قدر نقص کی علامت ہے۔ جس قدر کہ دیکھا، اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کو قبلہ نہیں مل رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دین میں متحیر ہے اور گمراہی کی نشانی ہے۔ اور اگر اس نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے نماز میں زیادتی کی ہے تو گویا اس نے یا تو ارکان اسلام میں سے کسی رکن پر اعتراض کیا ہے یا یہ کہ اس میں شک کیا ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے تو وہ گویا فرقہ قدریہ میں شامل ہو گیا اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے مغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فرقہ جبریہ میں شامل ہو گیا کیونکہ مشرق نصاریٰ کا قبلہ ہے اور مغرب یہودیوں کا۔
اور اسی طرح اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو گیا تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ انکا محبوب ہوگا اور انکی اذیت میں جلدی کرے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ بت کی پوجا کر رہا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کہے گا۔ اور باطل باتیں کہے گا اور بہت ممکن ہے کہ وہ شراب پینے کا عادی ہو جائے اور گناہ کا کام کرنے لگے۔ اور اگر بت چاندی کا ہو تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ گناہوں کے نزدیک ہو جائے یا کسی عورت سے باطل کہے اور اگر بت سونے کا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اپنے معاملات میں اس کو صدمہ پہنچے جو اس کو ناگوار ہو غصہ دلائے۔ اور اگر بت لکڑی کا ہو تو وہ ایسے شخص کا مقرب بنے گا جو اپنے دین کے لحاظ سے خبیث ہو اور اگر بت لوہے یا تانبے کا ہو تو وہ طالب دنیا بنے گا۔
اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ آگ کی پوجا کر رہا ہے تو اس بات کی نشانی ہے کہ وہ اپنے دین میں شیطان کو دیکھے گا اور اگر آگ میں لپٹ نہ ہو تو وہ مال حرام کی طلب میں رہے گا۔ اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ لوگوں کی امامت کر رہا ہے تو اگر قبلہ سیدھا ہے تو وہ لوگوں کی ایک جماعت کا ولی الامر ہو گا اور اپنی ولایت کے زمانے میں ان کے ساتھ عدل وانصاف کرے گا۔ لیکن اگر قبلہ درست نہ تھا تو وہ اپنے ولایت کے زمانے میں جور وظلم کرے گا۔
اگر کسی نے حج کے مہینوں میں خواب میں اذان سنی تو اس بات کی علامت ہے کہ وہ حج کرے گا اور کبھی اس کی تعبیر یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ اس کو دین میں بزرگی ورفعت حاصل ہوگی۔ اور اگر اذان ایام حج کے سوا اور دنوں میں سنی یا تمام اوقات اور زمانوں میں گلیوں میں اذان ہوتے ہوئے سنی تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ لوگوں میں اچھی اور صحیح خبریں ظاہر ہوں گی۔
مینارہ: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مسجد کا مینارہ گر گیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس مقام کے رہنے والے مختلف مذاہب کے ہو جائیں گے۔
اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اذان تو دی لیکن پوری نہیں دی اور وہ صاحب خیر وصلاح ہے اور اذان حج کے مہینوں کے اندر دی تو یہ اس کی نشانی ہے کہ وہ حج کو تو جائے گا لیکن حج نہ کر سکے گا اگر حج کے مہینے نہ تھے تو یہ اس کی نشانی ہے کہ وہ چوری کرے گا لیکن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ اور چوری میں اس کی شہرت ہو جائے گی۔
اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے مسجد بنائی ہے تو یہ اس کی نشانی ہے کہ وہ ایک جماعت کے ساتھ کسی بھلائی کے کام میں یا کسی کی شادی کرانے میں شریک ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ ایسی زبان میں اذان دے رہا ہے۔ جس کو وہ نہیں جانتا۔ تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ زبردست چور ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے چھینکا ہے اور دوسرے نے اس کو یرحمک اللہ کہا ہے تو یہ حج وعمرہ کی بشارت ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنا سر منڈوالیا ہے تو اگر حج کا زمانہ ہے تو حج کرنے جائیگا اور اگر حج کا زمانہ نہیں ہے تو اس کا راس المال ختم ہو جائے گا۔ جس کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ آئے گا۔
اگر کسی نے دیکھا کہ وہ منبر پر وعظ کر رہا ہے تو اگر وہ اس کا اہل ہے تو بزرگی اور بڑی سلطنت پائے گا۔ اور اگر اس کا اہل نہیں ہے تو سولی پر چڑھے گا۔
نقل ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں اذان دے رہا ہوں تو آپ نے تعبیر فرمائی کہ تیرے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے پھر دوسرا آپ کی خدمت میں آیا حالانکہ پہلا شخص ابھی گیا نہ تھا اس نے بھی اسی طرح کا خواب بیان کیا کہ گویا میں اذان دے رہا ہوں تو اس کی تعبیر یوں فرمائی کہ تو حج کرے گا۔ تو جس پر آپ کے ہم نشینوں نے سوال کیا دونوں میں کیا فرق تھا۔ کہ خواب تو دونوں برابر تھے۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ پہلے شخص کو دیکھا کہ اس کی نشانی شر کی نشانی معلوم ہوئی تھی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے تعبیر دی کہ
ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ.
(یعنی پھر ایک آواز لگانے والے نے آواز لگائی کہ اے قافلے والو تم چور ہو) اور دوسرے شخص کی نشانی میں نے نیکی کی نشانی دیکھی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے میں نے تعبیر دی کہ
وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ. اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کا۔
چنانچہ جس طرح حضرت نے تعبیر دی اسی طرح ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے۔ اور کبھی اذان اطلاع کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اور قرآن

مجید کا ناظرہ پڑھنا اس بات کی نشانی ہے کہ خواب میں دیکھنے والا علم و حکمت پائے گا اور اسی طرح قرآن مجید کی قراءت امر حق ہے۔

خواب میں آسمان، آفتاب، چاند، ستارے، اور قیامت اور جنت، دوزخ آگ وغیرہ دیکھنے کا بیان

آسمان: جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا اور اس میں داخل ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص شہادت پائے گا۔ اور اللہ عزوجل کے پاس بزرگی پائے گا۔ اور پل صراط پر سے پار اترے گا اور دنیا میں بھی عزت پائے گا اور اس کا ذکر لوگوں میں اچھے طریقے سے پھیلے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ آسمان میں ہے لیکن چڑھنا معلوم نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ پہلے دنیا میں عزت پائے گا پھر بعد میں شہادت پائے گا۔

آفتاب: آفتاب کی تعبیر کبھی ملک سے کی جاتی ہے کبھی ماں باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے آفتاب کو پکڑ لیا اور وہ پوری طرح اس کے قبضے میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر آفتاب کا حصہ پکڑ لیا ہے بشرطیکہ وہ صاف ہو اور اس کی شعاعیں ہوں اسی قدر ملک پائے گا اور اگر آفتاب کے نور کی مثل کسی چیز کو دیکھا اور اس کی شعاعیں خواب دیکھنے والے پر پڑتی معلوم ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ملک عظیم اور بڑی سلطنت پائے گا۔ اگر آفتاب میں گہن ہے یا تبدیلی یا نقصان دیکھا تو یہ یا تو ملک میں ہوگا یا اس اقلیم میں یا والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا۔ لیکن اگر خواب میں کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جو ملک میں کسی تبدیلی کے نہ ہونے پر دلالت کرے تو پھر یہ تبدیلی اس کے ماں باپ میں سے کسی ایک میں ہوگی۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے آفتاب سے جھگڑا کیا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس کے ملک میں جھگڑا ہوگا یا اس کے ماں باپ میں سے کسی کے ساتھ جھگڑا ہوگا

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آفتاب خاص اس کے گھر میں طلوع ہوا ہے اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اس کی شادی ہو جائے گی۔ اگر شادی شدہ ہے تو بادشاہ کی طرف سے اس کو بڑی عزت حاصل ہوگی اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آفتاب کو ابر نے یا کسی اور چیز نے ڈھانک لیا ہے تو یہ اس کی نشانی ہے کہ یہ یا تو وہ مریض ہوگا یا اس کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو ملک سے تعلق رکھے گی یا ماں باپ میں سے کسی ایک سے متعلق ہوگی۔

حکایت: نقل ہے کہ ایک شخص جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا آفتاب نے میرے جسم پر طلوع کیا ہے تو آپ نے اس کی تعبیر دی کہ بادشاہ کی طرف سے بڑی عزت اور امر عظیم پائے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھی ملے گی اور ایک دوسرے شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آفتاب نے میرے قدموں پر طلوع کیا تو آپ نے اس کی تعبیر دی کہ تجھ کو بادشاہ کی طرف سے جہاں تک تیرے قدم جائیں گے معاش میں گیہوں، اور کھجور اور زمین کی پیداوار ملے گی اور اس سے تو فائدہ اٹھائے گا۔

چاند: چاند کی تعبیر کبھی تو وزیر سے دی جاتی ہے اور کبھی بیوی یا خوبصورت لڑکے سے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ چاند کا مالک بن گیا ہے یا اس کو پا لیا ہے تو وہ وزیر بنے گا۔ اور اگر یہ دیکھا کہ چاند کو گہن لگ گیا ہے یا چاند میں سرخی آ گئی ہے یا اندھیرا آ گیا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جس طرف چاند کی نسبت ہوگی اس میں وہی تبدیلی یا نقصان پیدا ہوگا۔ اگر کسی نے کوئی ستارہ دیکھا تو وہ وزیر سے یا بڑے آدمی سے عزت پائے گا۔ اور کبھی خواب میں کوئی ایسی بات بھی نظر آ جاتی ہے جو ناگواری کی دلیل ہو کیونکہ چاند کا دیکھنا کاہن پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ چاند گویا اس کی گود میں ہے۔ اور اس نے اس کو ہاتھ سے اٹھا لیا ہے۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے لڑکا ہوگا جس سے فائدہ پائے گا۔ اور اگر چاند کو اپنے گھر میں یا اپنے بچھونے میں دیکھے تو خواب میں چاند کا جس قدر جمال اس نے دیکھا ہے اسی قدر حسن کی بیوی اس کو ملے گی۔

اسی طرح اگر خواب دیکھنے والی عورت ہے تو اس کی شادی خوبصورت مرد سے ہوگی اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ ہلال (پہلی رات کا چاند) اپنے مطلع سے نکلا لیکن مہینے کی پہلی تاریخ نہیں تھی۔ تو اس کی یہ تعبیر ہوگی یا تو اس کو کوئی ملک کا انتظام کرنا پڑے گا یا اس کے گھر بچہ پیدا ہوگا یا غائب شدہ آدمی آ جائے گا۔ یا کوئی نیا معاملہ پیش آئے گا۔

ستارے: ستاروں کی تعبیر صاحب عزت لوگوں سے کی جاتی ہے یعنی اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ ستاروں میں صلاحیت یا تبدیلی ہے تو اس شہر کے صاحب عزت لوگوں میں ہوگی۔ مریخ کی تعبیر بادشاہ کے سپہ سالار سے کی جاتی ہے۔ اور زحل کے صاحب عذاب سے اور مشتری کی مال کے خزانچی اور انتظام سلطنت کو سنبھالنے والے مدبر سے، اور کبھی بڑے عالم سے کی جاتی ہے۔ اور زہرہ کی تعبیر بادشاہ کی بیوی سے اور عطارد کی اس کے کاتب سے تو اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ بہت سے ستاروں کا یا کچھ ستاروں کا مالک بنا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ جس قدر ستاروں کا مالک وہ بنا ہے اسی قدر شریف و خسیس لوگوں کا حاکم بنے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ ستاروں کی نگہبانی کر رہا ہے تو وہ لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ سب ستاروں کو یا کچھ ستاروں کو کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اشراف کا مال کھا رہا ہے۔ اور اگر کسی نے ستاروں کو ایک جگہ پر جمع دیکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شریف لوگوں کے معاملات میں سعی کرے گا۔ اور ستاروں

11

کا آسمان سے زمین پر گرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جس جگہ ستارے گرے ہیں اس جگہ عذاب نازل ہوگا اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے ستارہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے شریف لڑکا پیدا ہوگا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آسمان سے ستارے گرے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مالدار ہوگا تو محتاج ہو جائے گا اور محتاج ہوگا تو شہادت پر اس کی موت واقع ہوگی۔ اور اگر ایک ستارے کو دیکھا تو وہ نحوست کا مالک ہوگا کیونکہ وہ بے آب و گیاہ میدانوں میں طلوع ہوتا ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ آسمان اس کو گردش دے رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ سفر کرے گا۔

چند حکایات جو اس باب کے مناسب ہیں:

حکایت: نقل ہے کہ ایک عورت حضرت محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور آپ اس وقت دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے عورت نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا، کہہ اس نے عرض کیا جب آپ کھالیں گے تو بیان کروں گی۔ جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو انہوں نے فرمایا بیان کر، تو نے کیا دیکھا ہے۔ تو عورت نے کہا کہ میں نے یہ دیکھا کہ چاند ثریا میں داخل ہوگیا ہے اور کسی نے مجھے پیچھے سے آواز دی کہ اے عورت محمد بن سیرین کے پاس جا اور اپنا خواب ان کو سنا۔ تو محمد بن سیرین نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کیسے دیکھا پھر بتا۔ تو اس نے دوبارہ بتایا جس پر ان کا چہرہ زرد پڑ گیا اور پیٹ پکڑ کر کھڑے ہوگئے تو ان کی بہن نے کہا تمہارا کیا حال ہوگیا ہے کہ چہرہ زرد پڑ گیا ہے تو آپ نے فرمایا کیوں نہ ہو اس عورت کے بیان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں سات دن بعد قبر میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ آپ کو ساتویں دن دفن کر دیا گیا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ آمین

حکایت: نقل ہے کہ ایک شخص حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں نے چاند کو گلے سے لگا لیا ہے تو امامؒ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تو غیر شادی شدہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! تو آپ نے فرمایا کہ تیری شادی ایسی عورت سے ہوگی جو اپنے زمانے میں سب سے خوبصورت ہوگی۔ اس کے بعد وہ شخص زمانہ دراز تک غائب رہا پھر جب آیا تو کہنے لگا، کہ حضور والا! میں نے ایک مدنی عورت سے شادی کر لی تھی جس سے زیادہ خوبصورت وہاں کوئی عورت نہ تھی۔ لیکن میں نے کل رات خواب میں دیکھا کہ گویا میں چاند کو اٹھا رہا ہوں تو آپ نے اس کی تعبیر دی کہ اس عورت سے تیرا ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ خوبصورت ہوگا اور اس وقت وہ حاملہ ہے تو اس شخص نے عرض کیا بالکل سچ ہے خدا کی قسم وہ اس وقت حاملہ ہے تو جس طرح حضرت نے تعبیر دی تھی ویسا ہی ہوا۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔

حکایت: نقل ہے کہ امام شافعیؒ کی والدہ نے جبکہ امام شافعیؒ ان کے پیٹ میں تھے خواب میں دیکھا کہ ایک ستارہ جس کا نام مشتری ہے۔ وہ آپ کے جسم سے نکلا اور مصر میں اترا پھر وہاں سے تیز دوڑا اور اس سے ہر شہر میں بڑی بڑی چنگاریاں اڑیں۔ چنانچہ کوئی شہر اور کوئی گاؤں ایسا باقی نہ رہا جہاں آپ کا علم اور مذہب نہ پہنچا ہو۔ اور امام شافعیؒ کو وہی مقام حاصل ہوا جس کی آپ نے تعبیر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت نازل فرمائے۔

قیامت: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس مقام کو اس نے خواب میں دیکھا ہے وہاں عدل خوب پھیلے گا۔ اور اگر وہاں کے لوگ ظالم ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو سزا دے گا۔ کیونکہ قیامت کا دن سزا اور جزا کا ہے۔ اور اگر وہ مظلوم ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد پائیں گے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا ہے تو اس کا معاملہ بہت سخت ہے اور خواب بالکل صحیح ہے۔ اور اسی طرح اس شخص کا حال ہے جس نے قیامت کی ہولناکیوں میں سے کوئی بات دیکھی۔

جنت: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوا ہے تو وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا اور یہ کہ اس کے گذشتہ اعمال صالحہ کی بشارت ہے اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے جنت کے پھل کھائے یا یہ کہ کسی نے اس کو جنت کے پھل دیئے تو جنت کے پھل کی تعبیر اچھا کلام ہے جیسے نیکی اور بھلائی کی باتیں جو ان پھلوں کے مطابق ہوں۔ اور اگر اس کو جنت کے پھل تو ملے لیکن اس میں سے کچھ کھایا نہیں یا کھانے پر قادر نہ ہوا۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے دین میں تو بھلائی ہوگی لیکن اس سے وہ کوئی فائدہ نہ پائے گا۔ اور کبھی اس کی تعبیر ایسے علم سے دی جاتی ہے۔ جس سے وہ نفع نہ حاصل کر سکے۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے جنت کے چشموں کا پانی پیا، یا وہاں کے کپڑے پہنے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنی امید کے مطابق دنیا اور آخرت میں بھلائی اور تقویٰ سے اپنا مقصود پائے گا۔ اور اگر جنت کے باغیچوں اور چشموں اور حوروں کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا اور بھلائی اور تقویٰ اور نعمت حاصل کرے گا اور جس قدر نعمتیں اس نے دیکھی ہیں۔ اس کے مطابق دنیا میں بھی نعمتیں پائے گا۔

جہنم: اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ جہنم میں داخل ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے بڑی خطائیں سرزد ہوں گی اور یہ جنت دیکھنے کی ضد ہے اور جہنم کا دیکھنا ہلاکت کی دلیل ہے لہٰذا اس خواب دیکھنے والے کو توبہ اور جہاد نفس اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرنی چاہیے اور اگر اس کو جہنم سے کوئی تکلیف نہ پہنچی تو جس قدر حصہ دیکھا ہے تو اسی قدر دنیوی رنج و غم ہوگا۔

دنیوی آگ: دنیوی آگ کی تعبیر کئی طرح پر دی جاتی ہے مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آگ کسی ایسے شہر یا محلہ یا گھر میں لگی ہے جہاں کی زمین بنجر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے طلب ثواب نہ ہو اس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ (نوادر الاصول)

ہےاور آگ میں لپٹ اور شعلے ہیں اور جس پر وہ آگ گرتی ہے اس کو کھا جاتی ہے اور آگ میں خطرناک آواز بھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر آگ اور لپٹ اس زمین کو گھیرے ہوگی اس میں ظلم واقع ہوگا اور اگر زمین بنجر نہ ہو تو پھر اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہاں پر طاعون یا برسام یا چیچک یا موت واقع ہوگی۔ اور اگر آگ میں لپٹ اور شعلے نہ ہوں اور آواز بھی نہ ہو اور کچھ کھاتی ہو کچھ چھوڑتی ہو تو یہ حادثات و امراض ہیں جو وہاں پر واقع ہوں گے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آگ آسمان سے اتری، تو اگر یہ نہ دیکھا کہ اس نے کسی چیز کو کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ بہت زیادہ سخت معاملہ ہے۔ زبان سے جھگڑا ہوگا اگر چہ اس میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس میں دھواں بھی معلوم ہو تو پھر یہ معاملہ آسان رہنے کی دلیل ہے اور اگر یہ دیکھا کہ آگ کسی جگہ سے آسمان پر چڑھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ کے رہنے والوں نے گویا اللہ سے جنگ شروع کر دی ہے، کہ گناہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان لگا رہے ہیں۔ اور اگر کسی نے خواب میں آگ کی لپٹ دیکھی کہ اس سے وہ یا اور کوئی شخص تاپ رہا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسے معاملہ کو بڑھائے گا جس سے اس کو فائدہ ہوگا اور اس کا فقر دور ہو جائے گا اس لئے کہ سردی فقر ہے اور گرمی گویا مال غنیمت۔

اور اگر یہ دیکھا کہ اس پر گوشت کو بھون رہا ہے تو لوگوں کی غیبت سے وہ محفوظ رہے گا جو زبان سے اس کو ملے۔ اور اگر اس بھنے ہوئے گوشت میں سے کچھ کھایا تو اس کو تھوڑا رزق ملے گا اور رنج زیادہ۔

اس لئے کہ بھونا رنج و گرانی ہے اور اگر ہانڈی میں اس آگ پر کھانا پکائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک معاملہ میں اس کو گھر سے فائدہ پہنچے گا اس لئے کہ ہانڈی کی تعبیر گھر کے منتظم سے ہے۔ اور اگر ہانڈی میں کھانا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گھر کے بڑے کو کسی بات سے غصہ دلائے گا یا کسی ناگوار بات پر اکسائے گا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آگ سے اس کے کپڑے جل گئے یا اس کے جسم کا کچھ حصہ جل گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ کپڑا یا عضو جس کی طرف منسوب ہے۔ (جس کی تفصیل آگے آئے گی) اس پر کوئی مصیبت آئے گی اور اگر اس آگ میں جس نے اس کے کپڑے اور جسم کا حصہ جلایا ہے لپٹ اور شعلے بھی ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بادشاہ سے نقصان پہنچے گا واللہ اعلم۔ اگر اس میں لپٹ نہ ہو تو وہ امراض برسام ہیں۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ آگ کو کھا رہا ہے اور اس میں لپٹ نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ یتیم کا مال کھا رہا ہے اگر اس میں لپٹ بھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بارے میں لوگ آپس میں گفتگو کریں گے اور اس کو تکلیف پہنچے گی۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس کو آگ کی لپٹ لگ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں کی زبان میں پڑ گیا اور لوگ اس کی غیبت کریں گے۔

اور آگ سے داغ دینے کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر داغ دیکھا ہے اسی قدر وہ بری باتیں سنیں گا اور چنگاریوں کی تعبیر بدکلامی ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ چنگاریاں اس پر آ رہی ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ناگوار باتیں سنے گا اور اگر اس پر چنگاریوں کی زیادتی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سختی پہنچے گی۔ اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ ہے تو اس کو بادشاہ سے تکلیف پہنچے گی اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آگ بازار میں یا دوکان میں گری تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مال تجارت میں نکاسی زیادہ ہوگی مگر یہ کہ قیمت حرام ہوگی۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گھر میں ایک چراغ بہت تیز روشن ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گھر کی حالت بہت اچھی ہے اور اگر روشنی کمزور ہے تو اسی مناسب سے گھر کی حالت اچھی ہوگی اور اگر چراغ بجھ جائے اور خواب میں کوئی حالت ایسی معلوم نہ ہو جس سے اس کے بجھنے کی وجہ معلوم ہو سکے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی حالت میں تغیر واقع ہوگا اور اس کو ناخوشگوار حالات کا سامنا ہوگا

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ آگ جلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں یا اس سے ہدایت پائیں گے۔ اس لئے کہ روشنی کی تعبیر علم اور حکمت ہے۔ جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ راکھ جمع کر رہا ہے یا اس کو اٹھا رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ باطل علوم کو جمع کر رہا ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ آگ جمع کر رہا ہے لیکن وہ سلگتی نہیں تو اس کی تعبیر ایسے علم سے ہے جو نفع نہ دے واللہ اعلم۔

بارش، بجلی، گرج، چشموں، دریاؤں، ندیوں اور نہروں کے پانی اور کشتیوں اور چکیوں، حمامات اور ہوا وغیرہ کو خواب میں دیکھنے کے بیان میں ہے۔

بارش: بارش کی تعبیر مدد اور رحمت سے کی جاتی ہے اور اسی طرح ابر کی بھی۔ لیکن اگر کسی جگہ یا گھر یا محلہ سے خاص ہو کہ دوسری جگہ نہ ہو تو اس مخصوص مقام کے رہنے والوں میں بیماریاں اور دکھ اور دینوی نقصانات زیادہ ہوں گے۔ اور اکثر اس سے سختیاں بھی مراد ہوتی ہیں جو ان کو پہنچیں گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ آسمان سے گھی یا شہد یا روغن زیتون یا دودھ وغیرہ کی بارش ہو رہی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس جگہ کے رہنے والوں پر غنیمت اور بھلائی اور رزق آسمان سے نازل ہوگا۔ اور اسی طرح ہر اس بارش کی تعبیر ہوگی جو اچھی چیز کی ہوگی۔

حکایت: نقل ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک ابر آیا۔ اور آسمان سے شہد اور گھی کی بارش ہو رہی ہے اور لوگ اس کو لوٹ رہے ہیں۔کوئی زیادہ لے رہا ہے کوئی کم۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر دی کہ ابر سے مراد اسلام ہے اور گھی اور شہد سے مراد اسلام کی شیرینی ہے اسی طرح ہر بارش جو عمدہ اشیا کی ہو اس کی تعبیر بھلائیوں کا آنا ہے۔

حکایت: اسی طرح ایک شخص نے حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے خواب میں اس طرح دیکھا ہے کہ میں ایک دن اور ایک رات بارش میں بھیگ رہا ہوں تو آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ تو نے بہت بہتر خواب دیکھا ہے کہ رحمت میں بھیگ رہا ہے اور تجھے امن اور وسعت رزق عطا ہوگا۔

اسی طرح ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بارش گویا خاص اس کے سر پر ہو رہی ہے تو آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ یہ شخص گناہ گار ہے اس کے گناہوں کی کثرت ہوگئی ہے۔اور اسکی خطاؤں نے اس کو گھیر لیا ہے کیا اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ

کہ ہم نے ان پر بارش برسائی تو جن لوگوں کو ڈرایا گیا ہے ان پر بارش بری ہوئی۔

گرج: ہوا کے ساتھ گرج کا ہونا۔ ظالم اور قوی سلطان کی دلیل ہے۔اور بجلی مسافر کے لیے خوف کی علامت ہے اور مقیم کے لیے طمع۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

هُوَ الَّذِیۡ يُرِيۡكُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّطَمَعًا.

(وہی ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈر اور امید کے لیے) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گرج بغیر بارش کے ہو تو مقیم اور مسافر دونوں کے لیے خوف کی علامت ہے اور بارش کے ساتھ گرج بیمار کے لیے شفاء کی علامت ہے۔

رنگین دھنک: اگر سبز ہو تو قحط سے امن ہونیکی کی علامت ہے اور زرد ہو تو مرض کی دلیل ہے۔اور سرخ خونریزی کی نشانی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو شخص خواب میں دھنک دیکھے گا اس کی شادی ہوگی۔

سیلاب: دشمن کے ہجوم کی دلیل ہے اور پرنالوں سے پانی کا بہنا بھلائی اور سرسبزی کی دلیل ہے۔

ابر: حکمت اور علم اور رحمت کی نشانی ہے۔اگر اس میں عذاب کی شکل نہ دکھائی دے یعنی آندھی اور گھٹاٹوپ اندھیری اور ہولناکیاں نہ معلوم ہوں تو وہ دین اسلام کی علامت ہے اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ وہ ابر کا مالک بنا ہے یا اس کو جمع کر رہا ہے یا اسمیں چل رہا ہے یا اس پر سوار ہو رہا ہے تو جن چیزوں کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس میں اس سے وہ اہم چیزیں پائے گا۔

حکایت: نقل ہے کہ جعفر صادقؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص یہ خواب دیکھے کہ وہ ابر کھا رہا ہے اور اس کے سامنے بہت سا ابر پڑا ہوا ہے۔تو آپ نے فرمایا اس شخص نے اچھا خواب دیکھا۔علم حاصل کرے گا اور خوب شہرت و بلندی حاصل کرے گا اور فخر حاصل کرے گا اور اچھی تعریف اور اس قدر قدر و منزلت و مرتبہ پائے گا کہ کسی اور نے اس کے مثل نہیں پایا۔

حکایت: اور ایک شخص کے بارے میں بھی آپ سے پوچھا گیا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا ابر نے اس پر سایہ کر لیا ہے تو آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ اگر یہ شخص بیمار ہے تو شفاء پائے گا اور اگر مقروض ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ ادا کرے گا اور اگر فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر کو تونگری سے بدل دے گا اور اگر مظلوم ہے تو مدد پائے گا اس لئے کہ ابر رحمت ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ رحمت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر اوقات جنگوں کے زمانہ میں (خواب میں) ابر سایہ کرتا تھا۔

اولہ۔ برف۔ پالا: یہ سب کے سب رنج و غم و عذاب کی نشانیاں ہیں۔البتہ جس جگہ برف پڑتا رہتا ہو وہاں اگر تھوڑا سا برف نظر آئے تو یہ وہاں والوں کے لیے سرسبزی کی دلیل ہے اور پالا بھی اسی طرح رنج کی علامت ہے البتہ اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ پانی کو برتن سے اس نے اپنے چلو میں لیا ہے اور وہ پانی اس میں جم گیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جمع شدہ جما ہوا مال ہے جو اس کے پاس جمع رہے گا اور باقی رہے گا۔اور اولہ میں تو کسی حالت میں بھی خیر و بھلائی نہیں ہے۔

کنواں: کنواں انسان کا راس المال ہے اور اس کی معیشت ہے۔ جس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے کنواں کھودنا چاہا لیکن کھود نہ سکا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ معاش حاصل کرنے کے لیے محنت کرے گا لیکن روزی کم ملے گی۔اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے گھر میں کنواں کھودا ہے اور پانی خوب نکل آیا اور بلند ہوگیا تو یہ اسکے مال میں قوت کی نشانی ہے۔اور یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ بغیر محنت اور رنج کے پاک مال عطا فرمائے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ گویا پانی اس کے گھر سے اور اس کے کنویں سے باہر نکلا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا زیادہ مال نکل جائے گا۔اور تھوڑا باقی رہے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ پانی چشمے سے نکل رہا ہے اور کھیتی کو سیراب کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی راہ میں مال خرچ کر رہا ہے اور اگر اس نے یہ دیکھا کہ وہ چشمہ سے پانی نکال رہا ہے اور وہ اسکو بہا رہا ہے تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ روپے ایسے کام میں خرچ کرے گا جس سے نہ اس کو کوئی فائدہ ہوگا نہ نقصان اور اگر وہ چشمے سے پانی نکال رہا ہے اور لوگوں کو دے رہا ہے یا ان کو پلا رہا ہے تو وہ ایک بہت اچھی حالت میں رہے گا۔اور اسکا بڑا عالم ہوگا کہ وہ اپنے مال سے یتیموں

اور کمزوروں کو کھلاتا پلاتا ہوگا۔

جس نے یہ دیکھا کہ وہ چشمے سے پانی نکال رہا ہے اور درختوں کی جڑوں کو سیراب کر رہا ہے تو وہ اپنے مال سے یتیموں کی پرورش کرے گا اور اگر یہ دیکھا کہ پانی نکال رہا ہے اور لوگوں کو پلا رہا ہے تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ وہ حج کو جانے والوں کی مدد کرے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ پانی نکال رہا ہے اور اس میں کوئی ردی چیز یا گندی چیز نکلی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے پاک مال میں خبیث مال ملا رہا ہے اور جس نے یہ دیکھا کہ گویا اس کا ڈول ٹوٹ گیا تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ لوگوں کے ساتھ اس کا احسان کرنا منقطع ہو جائے گا۔ اور کبھی کنویں کی تعبیر مکر وفریب رنج وغم سے بھی کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کنویں میں گر پڑا یا اس میں داخل ہو گیا تو اس کا انجام کشائش وکامیابی وفتح مندی ہوگا جیسے کہ سیدنا یوسف صدیقؑ پر گزرا۔

نہر: نہر کی تعبیر آدمی سے کی جاتی ہے۔ نہر کی حالت کے مطابق چھوٹی یا بڑی ہونے کے اعتبار سے۔ جس نے دیکھا کہ وہ نہر میں داخل ہوا اور اس کو خوف وہول ہو گیا تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جس قدر اس کو خواب میں رنج وغم وخوف ہوا اسی قدر دنیا میں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر نہر گدلی ہو لیکن اس نے اس میں صاف پانی پیا تو وہ بھلائی پائے گا اور اس کی زندگی اچھی طرح گزرے گی۔ اور اگر یہ دیکھا کہ نہر گدلی ہے اور اس میں گدلا پانی اسنے پی لیا تو اس کو اس شخص سے مرض اور رنج وغم اسی قدر پہنچے گا جس قدر اس نے نہر سے پانی پیا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ نہر سے سیراب ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ نہر کی بڑائی اور چھوٹائی کے لحاظ سے کسی آدمی سے مال پائے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ نہر میں یا دریا میں نہایا اور نہ کوئی گھبراہٹ معلوم ہوئی نہ اس کے دل میں ڈر معلوم ہوا نہ اس کو کوئی ذلت ہی معلوم ہوئی۔ یا یہ دیکھا کہ وہ چشمے میں نہایا تو اس میں نہانے کی تعبیر یہ ہے کہ غم ورنج وفکر سب کچھ جلد چلا جائے گا اور خوشی اور شفاء اس کو حاصل ہوگی اور اگر وہ غمگین ہوگا یا تنگی میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی کشائش فرمادے گا اور بیمار ہوگا تو اس کو شفاء عطا فرمائے گا اور مقروض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرضے کو ادا کردے گا۔ اور اگر اس کو کسی قسم کا ڈر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو بے خوف کر دیگا اگر قید میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو قید سے چھڑا دے گا۔ ارشاد الٰہی ہے کہ

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔

اپنا پاؤں زمین پر دے مار۔ یہ ایک ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے اور پینے کو اور ہم نے اس کو اہل وعیال بخشے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی۔ ہماری طرف سے ایک مہربانی تھی۔ اور عقلمندوں کے لئے سامان نصیحت۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے نہر کو دوسری طرف تک پار کر لیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ رنج وغم اور خوف زائل ہو جائے گا۔ اور اگر کیچڑ یا مٹی یا متواتر موج ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص نے اس کے ساتھ تعلقات قطع کر لئے ہیں۔ جس کے پاس اس کی آمد ورفت تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کی معاشرت تھی۔ اور اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس چلا جائے گا۔ یا اس کے بعد باقی رہے گا۔

دریا: دریا کا دیکھنا ملک عظیم کی نشانی ہے بشرطیکہ اس میں گدلا پن یا خطرناک موجیں نہ ہوں۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے دریا کا پانی پیا ہے اور اس میں نہ گدلا پن تھا۔ اور نہ جوش، تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس نے جس قدر پانی پیا ہے اسی قدر ملک پائے گا۔ اور دنیا میں عمدہ زندگی گزارے گا۔ اور اگر دریا گدلا یا اندھیارا تھا۔ یا اس میں جوش تھا۔ تو اس کو اسی قدر خوف اور رنج وغم حاصل ہوگا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ دریا میں ڈوب گیا ہے تو اگر پانی صاف تھا تو ملکی امور میں غرق رہے گا۔ اور اگر گدلا تھا تو اس کو ایسی شدت پہنچے گی جو ہلاک کن ہوگی۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ دریا کے اوپر چل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں بادشاہوں اور دنیادار لوگوں پر غالب رہے گا۔ اور اپنا مکان بدل دے گا۔ واللہ اعلم

کشتی: اکثر اوقات اس کی تعبیر تو نجات سے دی جاتی ہے۔ اور کبھی اس کی تعبیر بادشاہوں کے پاس پہنچنے اور اس کے سبب سے کی جاتی ہے۔ اور کبھی اس کی تعبیر رنج وغم سے بھی کی جاتی ہے مگر نتیجے میں نجات قریب بتائی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ دریا میں کشتی پر بیٹھا ہوا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کشتی میں داخل ہونے اور کشتی کے چھوٹے یا بڑے ہونے کے لحاظ سے امور مملکت وسلطنت میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس سے نجات پائے گا۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ کشتی میں ہے اور کشتی میں پانی آ گیا ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اسکو رنج وغم ہوگا یا مرض ہوگا یا وہ قید ہوگا۔ لیکن آخر میں ان تمام باتوں سے نجات پائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کشتی سے نکلا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جلدی سے نجات پائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ کشتی خشک زمین پر ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو رنج وغم پہنچے گا۔ اور سختی پائے گا۔ لیکن اس سے نجات پا جائے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کشتی قبلہ کی طرف رخ کئے جا رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سختیوں سے عنقریب چھٹکارا پائے گا۔

ندی: چھوٹی پتلی ندی جس میں انسان ڈوبتا نہیں نہر کے قائم مقام ہوتی ہے۔ لیکن اس کی تعبیر اچھی زندگی اور بشارت ہے۔ خواہ ندی عام ہو کہ خاص اور اسی طرح اگر یہ دیکھا کہ پانی گھر میں دوڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ زندگی اچھی گذرے گی۔ بشرطیکہ پانی میٹھا اور زمین سے نہ نکل رہا ہو۔ اور اگر یہ دیکھا کہ چشمے گھر میں یا دیوار میں ایسی جگہ پھوٹ رہے ہیں

جہاں عموماً چشمے پھوٹا نہیں کرتے اور نہ اس جگہ ان کا پھوٹنا مناسب ہے۔ تو اس کی تعبیر رنج وغم خوف اور رونے سے کی جائے گی۔ جو وہاں کے رہنے والوں کو چشمہ کی قوت یا کمزوری کے لحاظ سے پیش آئیں گے۔ کیونکہ چشمہ کا پانی جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر مصیبت زیادہ ہوگی، حتیٰ کہ اس جگہ کے رہنے والوں کے لئے خوف اور رونے کی حد ہو جائیگی۔

اور اگر پانی گدلا ہوگا تو معاملہ نہایت قوی اور شدید ہوگا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے چشمہ سے پانی پیا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ جس قدر اس نے پانی پیا ہے اس قدر اس کو رنج وغم ہوگا۔ اور جس نے دیکھا کہ اس نے چشمے کے پانی سے وضو کیا ہے یا غسل کیا ہے تو یہ ہر رنج وغم کے لئے بہتر ہے۔ اور اچھا معاملہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر وہ غمزدہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے غم کو دور فرمادے گا۔ اور اگر خوف زدہ ہے تو امن میں ہو جائے گا۔ اور اگر قرض دار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے قرضہ کو ادا کر دے گا۔ اور اگر مریض ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطاء فرمائے گا۔ اور یہ تعبیر سیدنا ایوب علیہ السلام سے ماخوذ ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس برتن ہے جس میں پانی ہے اور وہ پاکی کے لئے بیٹھا ہے یا سفر میں ہے یا کسی نامعلوم جگہ میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ پانی اس کی عمر اور اس کی زندگی ہے یعنی اگر اس نے وہ سب پانی پی لیا تو گویا اس کی عمر ختم ہوگئی۔ اور اگر کچھ پانی باقی رہ گیا تو اس کی عمر کا اتنا حصہ باقی ہے جتنا کہ پانی اس برتن میں بچا ہے۔ اور جس طرح پانی برتن میں ہونے کی تعبیر ہے اسی طرح کھانے میں ثرید کی ہے۔

اور جس نے دیکھا کہ اس نے صاف اور میٹھا پانی پیا اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ وہ پانی پر ہے یا سفر میں ہے یا کسی نامعلوم جگہ پر ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اچھی زندگی گذارے گا۔ اور پاک وصاف عیش میں رہے گا۔ اور اگر پانی میٹھا نہ ہو تو اس کی زندگی اور عیش اسی طرح ہوں گے۔ اگر گدلا ہے تو جس قدر گدلا پن ہے اسی قدر اس کو بیماری ہوگی اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ پانی شیشے کے گلاس میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ گلاس عورت ہے اور اگر پانی نہیں پیا تو پانی سے مراد لڑکا ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ باغ یا کھیتی کو سیراب کر رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھی طرح صحبت کرے گا۔

اور اگر باغ میں پھل یا پتے لگتے دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عورت سے اس کا لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کوئی غیر شخص اس کے باغ کو سیراب کر رہا ہے یا کھیتی کو تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ کسی نے ایسے سیال سے وضو یا غسل کیا جس سے وضو یا غسل جائز نہیں جیسے دودھ یا شراب یا تیل وغیرہ بہتی چیزوں سے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین و دنیا کے جو کام کرنا چاہتا ہے وہ پورے نہ ہوں گے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے پانی سے وضو کیا ہے لیکن اس کا وضو پورا نہیں ہوا تو اس کے امور بھی پورے نہ ہوں گے البتہ ان میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اور اسی طرح اگر اس نے یہ دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن نماز پوری نہ کی تو بھی اس کے امور پورے نہ ہوں گے۔ البتہ اگر اس نے وضو یا غسل پورا کر لیا تو یہ اس کے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ہے۔

مٹی اور کیچڑ: یہ دونوں فکر وغم اور خوف کی علامت ہیں۔ جس قدر یہ اشیاء خواب میں دیکھے گا۔ اسی قدر فکر وغم وخوف ہوگا۔ اسی طرح گرم پانی بھی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کو گرم پانی لگا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بادشاہ سے رنج وغم پہنچے گا۔ اور جتنی پانی کی گرمی زیادہ ہوگی اسی قدر رنج زیادہ ہوگا اور بسا اوقات گھبراہٹ بھی ہوگی اور مرض بھی۔

اینٹ: سوکھی اینٹ خواب میں مٹی نہیں کہلاتی اس کو خواب میں دیکھنا جمع شدہ مال کی علامت ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اینٹ کا کچھ حصہ پایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ جمع شدہ مال پائے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اینٹ دیوار سے نکل گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کوئی آدمی کھو جائے گا۔ خواہ مرد ہو یا عورت واللہ اعلم۔

حمام: حمام کی تعبیر رنج وغم ہے کہ جس قدر حمام میں قوت وشدت ہوگی اسی لحاظ سے رنج وغم ہوگا۔ اور اس کی اکثر وجہ عورتیں ہوں گی اور چونکہ حمام میں بہت کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ رنج وغم بہت جلدی زائل بھی ہو جائے گا۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ حمام میں پیشاب کر رہا ہے یا یہ کہ چونے سے بال صاف کر رہا ہے تو یہ بہت اچھا خواب ہے اگر وہ مصیبت زدہ ہوگا یا خائف ہوگا یا غمگین ہوگا یا بیمار ہوگا تو یہ سب باتیں اس سے دور ہو جائیں گی اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا تو اس کی حالت بدل جائے گی اور اس کے مال کا نقصان کم ہو جائیگا۔ اور اگر خواب میں دو ایسے مختلف امور جمع ہو جائیں جن کی تعبیر ایک دوسرے کی ضد میں ہوتی ہو تو جو امر قوی ہو اس سے تعبیر دی جائے اور جو کمزور ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ حمام تو رنج وغم کی دلیل ہے۔ اور چونے کی تعبیر رنج وغم کا جانا ہے تو خواب کی تعبیر چونے کے لحاظ سے دینا حمام کے لحاظ سے دینے سے قوی تر ہے۔

چکی: اگر کسی نے چکی کو خواب میں چلتی ہوئی دیکھا تو یہ اس کے معیشت کے لئے دلیل ہوگی یعنی دنیا میں مصیبت تو ہوگی لیکن رزق صالح ملے گا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس چکی ہے اور آٹا پیس رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بھلائی یا رزق غیر کی محنت سے ملے گا۔ اور اگر خود پیس رہا ہو تو پھر اس کی محنت سے ملے گا۔ اور کبھی چکی کی جنگ سے بھی تعبیر کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ خواب میں کوئی ایسی بات بھی معلوم ہو جو اس پر دلالت کرے

ہوائیں: ہوائیں اگر اچھی ہیں اور ان میں روشنی ہے تو اس کی تعبیر تو بشارت اور برکت ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو! باہم ایک دوسرے کی سفارش کیا کرو۔ اسکا اجر خدا سے پاؤ گے (ابن عساکر)

وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ.

اور اللہ ہی ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔ اور اگر ہوائیں سیاہ آندھیاں ہوں تو یہ رنج وغم کی نشانی ہیں۔ جیسے کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ.

اور عاد پر ہم نے وہ ہوا بھیجی جو خیر سے بانجھ تھی۔

زمین، پہاڑ، بیابان، چھوٹے ٹیلوں، عمارتوں، قلعوں، دکان اور مکانات اور دھماکے اور زلزلوں کو خواب میں دیکھنے کا بیان:

زمین: زمین کی تعبیر کئی طریقوں سے دی جاتی ہے۔ اگر اس کی حدود آنکھوں سے معلوم ہوتی ہے تو اس کی تعبیر عورت سے دی جائے گی۔ اور اگر اس قدر وسیع ہے کہ اس کی حدود معلوم نہ ہوسکیں تو اس کی تعبیر دنیا ہے اور اگر وسعت کے ساتھ ساتھ اس میں سبزی بھی ہے اور اس میں پیداوار بھی ہے لیکن نامعلوم قسم کی ہے تو وہ دین اسلام ہے اور اسی طرح بیابان کی بھی تعبیر ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ زمین اس کے لئے بچھادی گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی زندگی حفاظت وخیر میں گذرے گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ زمین اس کے لئے لپیٹ دی گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر ختم ہوگئی ہے اور کبھی اس کی تعبیر ولایت سے بھی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ زمین نے اس سے بات کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بھلائی اور اچھی دنیا پائے گا۔ جس کو دیکھ کر لوگ تعجب کریں گے۔ اور اسی طرح ہر وہ چیز جو بات نہیں کرتی اگر بات کرے گی تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اچھی چیز پائے گا۔ جس کو دیکھ کر لوگ تعجب کریں گے۔

اور جس نے دیکھا کہ وہ زمین میں غائب ہوگیا ہے لیکن کوئی گڑھا نظر نہیں آیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دنیا کی طلب میں مر جائے گا۔ اور اگر یہ نظر آئے کہ گڑھے میں گر کر غائب ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو کوئی ناگوار بات پیش آئے گی۔ یا فریب دیا جائے گا۔ یا اس سے کوئی گناہ سرزد ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ زمین اس کو گردش دے رہی ہے۔ تو اس کے معاملات چکر میں پڑ جائیں گے اور وہ رزق کی تلاش میں ملک بہ ملک پھرے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ بیابان میں ہے اور اس میں وہ سیدھا چل رہا ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک طریقے پر چل رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اپنے دین میں ہدایت کے راستے پر ہے اور اسلام پر ٹھیک ٹھیک چل رہا ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ جنگل میں ٹھیک ٹھیک نہیں چل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو اسلام میں شک ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ جنگل میں کھا پی رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین ودنیا میں نعمت پائے گا۔

مٹی اور ریت وغیرہ زمین کے اجزاء جیسے کہ گرد وغیرہ ہے اس کی تعبیر مال سے ہوتی ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مٹی یا ریت کھا رہا ہے یا یہ کہ گرد اور مٹی اس کے اوپر آ رہی ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مالدار ہوگا اور بہت مال پائے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اس میں چل رہا ہے یا یہ کہ وہ اس کو اٹھائے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو مال حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت کرنی پڑے گی۔ اور اس کے بعد بہت مال حاصل کرے گا۔ اگر کسی نے گرد کو آسمان وزمین کے درمیان دیکھا تو یہ معاملہ پیچدار ہونے کی علامت ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے کہرا دیکھا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ زمین کو کھود رہا ہے اور مٹی کو کھا رہا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ مال کو مکروفریب اور حیلہ سے کھا رہا ہے۔ کیونکہ زمین کی تعبیر وہ دین ہے جو دین اسلام کے مخالف ہو۔ اسی طرح بیابان جو خوفناک و متوحش ہوں اور اگر اس کی حدود معلوم ہو جائیں تو اس کی تعبیر بری عورت ہے جس میں کوئی خیر نہیں۔

حکایت: نقل ہے کہ ربیعہ بن امیہ بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کل شام کو خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں سرسبز ہری بھری زمین میں ہوں اور اس میں سے اس جگہ آ گیا جو بنجر ہے۔ جس میں کسی قسم کی کوئی پیداوار نہیں ہے۔ اور یہ بھی دیکھا کہ آپ کے دونوں ہاتھ مل گئے اور آپ کی گردن میں طوق بن گئے ہیں۔ اس خواب کو سن کر امام وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو اپنا خواب سچ کہہ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کرے گا اور میرے معاملات سب ٹھیک رہیں گے اور میرے دونوں ہاتھ دنیوی امور سے پاک رہیں گے راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ربیعہ مدینہ سے چلا گیا اور ملک روم میں قیصر کے پاس جا کر نصرانی بن گیا۔ اور اسی مذہب پر مرا۔ واللہ اعلم۔

پہاڑ اور ٹیلے: پہاڑ اور ٹیلوں کی تعبیر آدمیوں سے کی جاتی ہے ان کی جسامت کے لحاظ سے انکی تعبیر ہوگی اور اسی طرح چٹانیں اور کبھی پہاڑوں اور ٹیلوں کی تعبیر بلند درجات سے بھی کی جاتی ہے۔ جن کو خواب میں دیکھنے والا پائے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ان پر چڑھا ہے تو وہ بلند مقام حاصل کرے گا۔ البتہ چٹان سے مراد ایسے لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں سختی، اور ظلم اور سنگدلی، اور اکھڑپن اور درشتی ہوگی۔ اور چھوٹے کنکر ان کو عام طور پر پھینکا جاتا ہے۔ انکی تعبیر غائبانہ کسی کے متعلق گفتگو اور اس پر الزام قائم کرنے سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ پہاڑ پر کھڑا ہے، تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسے شخص پر برتری حاصل کرے گا جس کی حالت اسی خواب دیکھنے والے کی مثل ہے۔ اور اگر اس کو قبضہ میں کرلیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس کو قابو میں کرلے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی کو پہاڑ سے گرا دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ ایک شخص کو مار ڈالے

گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ پہاڑ میں نقب لگا رہا ہے یا اس کو کھود رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو فریب دے رہا ہے اور اس کے ساتھ چال چل رہا ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ پہاڑ پر چڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عزت وشرف اور بلند مقام حاصل کرے گا۔

دانتوں: دانتوں کی تعبیر آدمی کے گھر والوں اور اس کے ساتھ بچھونے سے کی جاتی ہے۔

اگلے دانتوں: کی تعبیر اولاد اور بھائی، بہنوں سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے دانت ہل گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بعض گھر والے بیمار ہوں گے اور اگر یہ دیکھا کہ دانت اس کے ہاتھ میں گر گئے ہیں۔ یا اس کو اپنے کپڑوں میں لے لیا یا اس کو اپنی جیب میں بھر لیا یا گھر میں رکھ لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو اس کا لڑکا پیدا ہوگا یا بھائی یا بہن۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ ان دانتوں کو کھا لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بعض اقارب کے بدن میں کوئی تکلیف ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے دانتوں میں طول یا زیادتی یا سفیدی یا خوبصورتی ہوگئی ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ کہ اپنے اقارب میں کوئی ایسی بات دیکھے گا جس سے اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہو۔

کھل: داڑھ کی تعبیر آدمی کے چچا، پھوپھی، وغیرہ اقارب سے کی جاتی ہے۔ اگر ان میں کوئی حادثہ خواب میں نظر آئے تو اس کی تعبیر یہ گی۔ کہ ان میں وہ حادثہ ظاہر ہو۔

کونچلی: کونچلی کی تعبیر گھر والوں کے سردار سے کی جاتی ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

ہنسی کے دانت: کی تعبیر آدمی کے ماموں اور خالہ سے کی جاتی ہے۔ اور داڑھ اگر اوپر کے ہوں تو اس کی تعبیر مردوں سے اور نیچے کے داڑھ کی تعبیر عورتوں سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ ان میں سے کوئی داڑھ اس کے منہ سے گر گیا اور اس کو اس نے نہ اٹھایا نہ گنا تو جیسا کہ اوپر صراحت کی گئی اسی قسم کا کوئی عزیز اس کا مر جائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کے تمام دانت گر گئے ہیں تو اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے تمام عزیز واقارب مر جائیں گے اور اس کی عمر زیادہ ہوگی اور وہ سب سے آخر میں مرے گا۔

نقل ہے کہ امیر المؤمنین منصور نے یہی خواب دیکھا تھا یعنی اس کے منہ سے تمام دانت گر گئے تو صبح اٹھ کر اپنے خادم کو حکم دیا کہ کسی تعبیر دینے والے کو بلا لائے، چنانچہ ایک تعبیر دینے والے کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جس کی تعبیر معبر نے اس طرح دی کہ امیر المؤمنین! آپ کے سب اقارب مر جائیں گے۔ جس پر منصور کو غصہ آ گیا اور کہا کہ اللہ تیرے منہ کو بند کرے اور تیری تعبیر کو اچھا نہ کرے (یعنی یہ تعبیر واقع نہ ہو۔) اٹھ یہاں سے نکل۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو قبیح رکھے۔ پھر حکم دیا کہ کسی اور معبر کو بلا لاؤ۔ چنانچہ دوسرے معبر کو پیش کیا گیا جو بادشاہوں کی ہم نشینی کے آداب سے واقف تھا۔ جب اس نے خواب کو سنا تو تعبیر دی کہ امیر المؤمنین! آپ کی عمر سب سے زیادہ ہوگی۔ آپ اپنے خاندان میں سب سے آخر میں مریں گے۔ تو امیر المؤمنین نے ہنس کر کہا کہ تعبیر تو ایک ہی ہے لیکن تو نے پہلے کی نسبت عمدہ الفاظ میں تعبیر دی۔ پھر اس کو دس ہزار درہم انعام دیا۔

گردن: اس کے طول کی زیادتی کا مطلب امانت اور دین سے لیا جاتا ہے۔ اور اس کو برداشت کرنا مراد ہے۔ اور کمی وکمزوری اور چھوٹی ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ امانت کے اٹھانے سے عاجز ہے۔ اور اسی طرح دونوں ہاتھ اور دونوں بازو ہیں۔ کہ انکی تعبیر مختلف ہے۔ کبھی تو یہ دوسرے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور کبھی خود دیکھنے والے پر اور اس کی حالت پر اور اس کی شناخت ان دلائل سے کی جاتی ہے جو خواب میں معلوم ہوں۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا سگا بھائی یا اس کا دوست مر جائے گا۔ یا اس کا اگر کوئی شریک ہے تو اس سے جدا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس نے خواب میں اس کٹے ہوئے ہاتھ کو نہ اٹھایا ہو۔ اور اگر اٹھا لیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو بھائی یا لڑکا یا دوست ملے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے۔ لیکن اس کے کٹنے کی حالت میں خون نہیں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ وہ گناہوں اور حرام کاموں سے حفاظت میں رہے گا۔ اور اسی طرح جس نے یہ دیکھا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیا گیا ہے تو اس کی تعبیر بھی مذکورہ بالا ہوگی۔ اور جس شخص نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے اس کا ہاتھ کاٹا ہے۔ تو اس کی تعبیر بھی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسم جھوٹی کھائے گا۔ اور جس نے اپنا ہاتھ لمبا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی آمدنی بھی زیادہ ہوگی۔ اور خرچ بھی بڑھ جائے گا۔ اور سخاوت بھی بڑھ جائے گی۔ اور جس نے اپنے ہاتھ پکڑنے کی قوت زیادہ دیکھی تو اس کی تعبیر زیادتی اور قوت وقدرت سے دی جائے گی۔

انگلیاں: اس کی تعبیر بھائی بہن کی اولاد سے کی جاتی ہے۔ اور کبھی انگلیوں کی تعبیر اس کی پانچ وقت کی نماز سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے انگلیوں میں کمی یا زیادتی دیکھی تو جس قدر کمی یا زیادتی دیکھی تو وہی کمی یا زیادتی اپنے بھانجوں بھتیجوں اور نماز میں پائے گا۔ بشرطیکہ خواب میں ایسی باتیں نظر آئیں جو اس پر دلیل ہوں۔

ناخن: اس کی تعبیر انسان کی قدرت اور اس کی حالت سے کی جاتی ہے۔ کہ وہ اسی سے اپنے جسم کو کھجاتا ہے۔

سینہ: اس کی تعبیر آدمی کے حلم اور اس کی برداشت سے کی جاتی ہے۔ تو جو کچھ سینہ میں تنگی یا چوڑائی دیکھے گا۔ وہ اس کے حلیم اور قوت برداشت کی کمی وزیادتی پر دلیل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب میں بڑا اجر اس عیادت کا ہے جو ہلکی پھلکی ہو اور تعزیت ایک بار ہونا چاہئے (کنز)

چھاتیاں: اس کی تعبیر آدمیوں کی لڑکیوں سے کی جاتی ہے۔

پیٹ: اس کی تعبیر آدمی کے مال اور اس کے لڑکے سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے اپنے پیٹ کو اس سے کم دیکھا جو اس کا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا مال زیادہ ہوگا۔ اوز پیٹ اور آنتیں اور پیٹ کی تمام اشیاء کی تعبیر مدفون جمع شدہ مال ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں یا جگر یا گردے یا وہ اشیاء جو پیٹ میں ہوتی ہیں کھا رہا ہے۔ یا یہ دیکھا کہ اس نے ان اشیاء کو لے لیا یا اس کو خود اٹھایا یا کسی اور نے اٹھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دفن شدہ خزانہ پائے گا۔ جو اشیاء کہ انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور ان کا رزق انسان کے جسم سے ملتا ہے جیسے پیٹ کے کینچوے یا جوئیں وغیرہ۔ ان کی تعبیر آدمی کے عیال سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ جوئیں یا کیڑے اس کے جسم سے گر رہے ہیں یا اس کے اعضاء سے گر رہے ہیں یا ان کو دیکھا کہ اس کے جسم میں یا کپڑوں میں زیادہ ہوگئے ہیں۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت مال اور غلام پائے گا۔

پسلیاں: آدمی کی پسلیوں کی تعبیر اس کی عورتوں سے کی جاتی ہے۔ یعنی اگر پسلیوں میں کوئی بات معلوم ہو تو وہ بات اس کی عورتوں میں ہوگی۔

پیٹھ: آدمی کی عزت اور اس کی شرافت نفس کی دلیل ہے اور کبھی پیٹھ کی تعبیر اس کے لڑکے سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ لڑکا اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مونڈھا: مونڈھے کی تعبیر آدمی کی بیوی سے کی جاتی ہے یعنی جو بات مونڈھے میں نظر آئے گی۔ وہ اس کی بیوی میں نمودار ہوگی۔

ذکر: مرد کے عضو تناسل کی تعبیر لوگوں میں اس کے ذکر سے کی جاتی ہے۔ جس نے یہ دیکھا کہ اس کا ذکر کٹا ہوا ہے تو گویا اس کا ذکر دنیا کے سامنے کٹ گیا ہے۔ یعنی اس کا لڑکا مر جائے گا۔ یا یہ کہ وہ خود مر جائے گا۔

بایاں خصیہ: اسی سے لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس کا بایاں خصیہ کھینچ لیا گیا ہے۔ یا کاٹ دیا گیا ہے یا وہ گر گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی اولاد نہ ہوگی۔

دونوں ران: کی تعبیر آدمی کے خاندان اور اس کی جماعت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی ران اس سے جدا ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان سے جدا ہو جائے گا۔

گھٹنا، پنڈلی، قدم: انکی تعبیر آدمی کے مال اور اس کی معیشت سے کی جاتی ہے جس کا ان دونوں پر اعتماد ہے اور اس میں اس کی وسعت اور آمدنی ہے۔

پیر کی انگلیاں: اس کی تعبیر آدمی کے مال کی زینت ہے۔

پٹھے: کی تعبیر اس چیز سے دی جاتی ہے جس میں اس کی حالت اور اس کا معاملہ ملا ہوا ہے۔

کھال: کی تعبیر آدمی کا ترکہ ہے جو اس کی موت کے بعد تقسیم ہوگا۔

ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ جو قابل ستر ہے: جس نے اس حصہ کو ایسا دیکھا کہ وہ کھل گیا ہے اور اس پر اس کے کپڑے بھی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر حصہ کھلا ہے اس کی مقدار کے موافق اس کے عیوب لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جن باتوں کا مطالبہ کر رہا ہے یا ان میں گزار رہا ہے ان سے وہ علیحدہ ہو جائے گا۔ اور جس نے اپنے کو برہنہ دیکھا اور وہ دین کی طلب میں ہے تو اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ وہ دین میں اچھے مقام تک پہنچے گا کہ عبادت اور زہد میں عمدہ مقام حاصل کرے گا اور جو وہ دنیا کا طالب ہوگا تو وہ دنیا کی انتہائی حدود حاصل کرے گا بشرطیکہ اس کے ستر عورت کا حصہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو کہ وہ اس کو دیکھتے ہوں اور اگر لوگ دیکھتے ہوں تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بازار میں یا مسجد میں یا کسی اور مقام پر برہنہ ہو گیا ہے لیکن اس کا ستر عورت لوگوں پر ظاہر نہیں ہے اور نہ کسی نے اس پر اعتراض کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بیماری سے نجات ہوگی اور اس کی مشکلات حل ہونگی اور وہ اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو جائے گا۔ اور اگر اس پر قرض ہوگا تو ادا ہو جائے گا۔

گردن: جس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی گردن ماردی گئی اور سرا س سے جدا ہو گیا تو اگر وہ قید ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر بیمار ہوگا تو شفاء پائے گا اور جو قرضہ دار ہوگا تو قرضہ ادا ہو جائے گا اور بہت ممکن ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے گا اور اگر وہ مصیبت زدہ ہوگا تو اس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور اگر اس کو خوف ہوگا تو امن ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کسی جماعت کے معاملے میں واسطہ بنا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان کی حالت اس کے ذریعہ تمام ہوگی اور کبھی واسطہ بننے کی وجہ سے اس کے جسم سے خون نکلا تو ایسے خواب میں کوئی بھلائی نہ ہوگی اور کبھی اس کی تعبیر یہ بھی ہوتی ہے کہ اسکے مال میں شبہ ہے اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی آدمی کو ذبح کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اس آدمی پر ظلم کرے گا اور اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے ایسے جانور کو ذبح کیا جس کا کھانا حرام ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جانور جس کی طرف منسوب ہوگا اس پر وہ ظلم کرے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ مقتول قاتل سے بھلائی حاصل کرے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کسی سے جنگ کر رہا ہے تو جو بچھڑ جائے اس کا حال بہتر رہے گا اور اپنے لڑنے والے ساتھی سے زیادہ زمین کا مالک ہوگا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کسی کو گالی دے رہا ہے تو جس کو گالی دی ہے اس کی حالت اچھی رہے گی۔ واللہ اعلم

(نقل ہے کہ) عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محض ثواب کیلئے سات برس اذان دے اس کیلئے دوزخ سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (مشکوۃ)

عبدالملک کشتی لڑ رہے ہیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عبدالملک بن مروان کو پچھاڑ دیا اور اس کو گرا کر چار میخوں سے اس کو زمین میں ٹھونک دیا۔ صبح اٹھ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی امام محمد بن سیرینؒ کے پاس بھیجا اور ان سے خواب کی تعبیر دریافت کرائی۔ لیکن اس کو یہ ہدایت کردی کہ یہ نہ بتائے کہ پچھاڑنے والا کون ہے اور پچھڑنے والا کون۔ لیکن جب قاصد نے امام سے یہ خواب بیان کیا تو فوراً امام نے فرمایا کہ یہ تیرا خواب نہیں ہے اور ایسا خواب بجز عبدالملک بن مروان یا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو آدمی نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا اے امامؒ یہ تو میرا خواب ہے تو امام نے فرمایا کہ میں تجھ کو اس خواب کی تعبیر اس وقت تک نہ بتاؤں گا جب تک تو میرے کلام کی تصدیق نہ کرے تو وہ آدمی حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو معبر کے قول سے واقف کیا جس پر انہوں نے فرمایا کہ جا بتادے کہ میں نے خواب دیکھا ہے چنانچہ اس شخص نے واپس آکر عرض کیا کہ امامؒ یہ خواب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا ہے اور انہوں نے عبدالملک بن مروان کو پچھاڑا ہے تو محمد بن سیرینؒ نے فرمایا کہ عبدالملک بن مروان عبداللہ ابن زبیر پر غالب آئیں گے اور عبدالملک عبداللہ کو قتل کر دیں گے اور عبدالملک بن مروان کی اولاد کو ان کے باپ کی طرف سے خلافت ملے گی اور یہ تعبیر اس بناء پر ہے کہ انہوں نے زمین میں میخ ٹھونکنا دیکھا ہے چنانچہ آپ نے جو تعبیر دی تھی اسی طرح پر واقع ہوا

دولہا: جس نے خواب میں اپنے کو دولہا دیکھا تو اگر اپنی بیوی کو پہچان لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو اس کی شادی ہوگی یا اس کو کوئی شوکت حاصل ہوگی یا کسی چیز کا مالک بنے گا اور اگر خواب میں اس نے بیوی کو نہ دیکھا تو اس کی تعبیر یہ کہ یا تو وہ مر جائے گا یا قتل کیا جائے گا یا اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ وہ شہید مرا ہوگا اور جس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس وقت جس مرتبہ پر فائز ہے اس سے معزول ہو جائے گا۔

خون: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے جسم سے خون بہہ رہا ہے اور کوئی زخم نہیں ہے یا اپنے جسم میں چشمے دیکھے کہ جن سے خون نکل رہا ہے یا پیپ نکل رہا ہے تو اگر اس کے جسم سے لگ جائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر خون یا پیپ بہا ہے اسی قدر حرام مال پائے گا اور اگر اس کے جسم اور کپڑوں کو نہیں لگا تو جس قدر خون یا پیپ اس سے بہا ہے اس سے نکلے گا جس پر قرار پائے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے جسم میں رسولی یا زخم یا پھنسیاں یا دمبل یا دانے نکلے ہیں تو اس میں جس قدر مواد رہے گا اس قدر مال پائے گا اور جسم میں ہر زیادتی جیسے موٹا پا یا ورم ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ مال پائے گا۔

جذام: یعنی کوڑھ کی تعبیر زیادہ مال سے ہے جو درم سے زیادہ اور اس سے اشرف حاصل ہوگا۔

برص: یعنی جسم پر سفید دھبے ہونے کی تعبیر مال اور لباس سے ہے۔

جنون: کی تعبیر مال ہے الا اینکہ وہ اس مال کو ایسے امور میں خرچ کرے گا جہاں خرچ کرنا مناسب نہ ہو۔

نشہ: اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر شراب سے نشہ معلوم ہو تو بادشاہ سے مال ملے گا اور اگر بغیر شراب پینے کے نشہ معلوم ہو تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

جسم: میں نقصان جیسے دبلا پن اور کمزوری خواب میں دیکھنے سے کوئی بھلائی نہیں ملے گی۔

کھانسی: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کھانس رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی کی شکایت کرے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کی ناک سے آلائش نکل رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ غصہ میں آئے گا اور جو بات نہیں کرنا چاہتا وہ اس کے منہ سے نکلے گی۔

قے یا ودی: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ خواب میں اس نے قے کی ہے یا ودی نکلی (ودی سفید پانی گاڑھا ہوتا ہے جو پیشاب کے بعد نکلتا ہے) تو اس کی تعبیر توبہ رجوع الی اللہ کی طرف کی جائے گی اور اگر قے جو اس نے کی، اس کی بو اور مزہ اور رنگ ناگوار نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خالص توبہ کرے گا۔ اور خود بخود وہ گناہوں کو چھوڑ دے گا اور قے میں ناگوار باتیں محسوس ہوئیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو ایسی برائی پہنچے گی جس سے اذیت ہوگی۔

حجامت: جس نے یہ دیکھا کہ وہ سینگیاں لگوا رہا ہے تو اگر سینگیاں لگانے والا نا معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر کوئی شرط لکھی جائے گی یا اس کے پاس امانت رکھی جائے گی اور اگر سینگیاں لگانے والا معروف مشہور ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کچھ مال چلا جائے گا اور اگر سینگیاں گردن میں لگائی ہوں گی تو اسکی امانت کم ہو جائے گی۔

نکسیر: اس کی تعبیر جسم کی صحت سے کی جاتی ہے جو خواب دیکھنے والے کو حاصل ہوگی یا مرتبہ یا شرف یا راس المال میں کمی سے کی جاتی ہے۔

فصد: اس کی تعبیر یہ ہے کہ مال اس کے ہاتھ سے نکل کر سلطان کے پاس چلا جائے گا۔ اور اگر اسطرح دیکھا کہ خون طشت میں لیا ہے تو وہ بیمار ہوگا۔ اور اپنا مال عورت پر خرچ کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال خود اپنے اوپر خرچ کرے گا اور خون سے آلودہ ہونے کی تعبیر ناپاک مال سے کی جاتی ہے۔

اس باب کی مناسبت سے چند قصے

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا میرا سر مونڈا گیا ہے یا کہا کہ گویا

کاٹا گیا ہے تو آپ نے اس کی تعبیر دی کہ یا تو تیرا غلام آزاد ہو کر تجھ سے جدا ہو جائے گا یا اس کی یا تیری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ پانچ یا چھ دن نہ ہوئے ہونگے کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔

نقل: ایک شخص نے جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عورت نے میری داڑھی اور سر کو مونڈا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ خواب ٹھیک نہیں ہے عورت کی تعبیر سال سے ہے اور سر کی تعبیر آدمی کا مال اور اس کا مرتبہ اور زینت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور یہ تمام چیزیں تیری ختم ہو جائیں گی لیکن چونکہ تو نے یہ دیکھا ہے کہ عورت نے ایسا کیا ہے لہٰذا اس کے بدل کی چیزیں تجھ کو مل جائیں گی چنانچہ چند دن نہ گزرے تھے کہ اس آدمی کو اسی طرح پیش آیا جیسا کہ امام نے تعبیر دی تھی۔

حکایت: نقل ہے کہ بغداد میں کچھ لوگ خواب کا تذکرہ کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تم کو ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ ایک سینگی لگانے والے نے میری مونچھیں اور داڑھی مونڈ دی۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو میں نے جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب سنایا تو آپ نے یہ تعبیر دی کہ تو ایک سخت مصیبت میں پھنس جائے گا جس سے تیری عزت اور قدر جو لوگوں میں ہے چلی جائے گی جس سے تجھ کو بہت دکھ پہنچے گا چنانچہ آپ کے پاس سے مغموم واپس ہوا اور گھر میں چار دن بیٹھا رہا پھر جب گھر سے نکلا اور مسجد کے دروازے کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں میرے ایک دوست کو قید خانہ سے نکالا گیا ہے اور اس کے کپڑے اتار دیئے گئے ہیں تاکہ اس کو کوڑے لگائیں جائیں جب اس نے مجھے دیکھا تو میرا نام لے کر پکارا میں نے لبیک کہا تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم تو نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا ہے اور اگر تو نہ ہوتا تو میں قید میں نہ پڑتا میں نے جو مال لیا ہے اور تیرے پاس رکھا ہے اور تیرے گھر تک پہنچا دیا ہے اس کے مالکوں تک پہنچا دے اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلا۔ میں نے سن کر یہ کہا:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

خدا کی قسم تو نے مجھے کچھ نہیں دیا اور میں تیری ان لغو باتوں سے بری ہوں تو اس نے کہا کہ بس زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں نے تجھے اس قسم کے کپڑے دیئے ہیں اور اس قسم کا مال دیا ہے۔ یہ سنتے ہی سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا اور اس کے ساتھ مجھے بھی جیل خانہ میں ڈالا اور جن جن اشیاء کا اس نے نام لیا تھا اس کا مجھ سے مطالبہ کرنے لگے اس کے بعد مجھے اس کے سوا کچھ نہ معلوم ہوا کہ مجھے جیل خانہ سے نکال کر تین حدیں لگائی گئیں اور بغداد میں اس کی شہرت ہو گئی کہ میں چور کا شریک ہوں۔ اور میں اسوقت تک قید رہا کہ خلیفہ کا لڑکا پیدا ہوا اور قیدیوں کو چھوڑنے کا حکم ہوا تو منجملہ اور لوگوں میں میں بھی چھوٹا۔ اور اگر یہ حکم نہ ہوتا تو پھر موت تک نہ چھوٹتا غرض یہ کہ اس تعبیر سے صحیح تعبیر میں نے کبھی نہیں دیکھی۔

قصہ: ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا ہے اور میں نے اس کو خواب میں دیکھا ہے کہ سیاہ رنگ کی ہے اور پستہ قد کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ جا اس سے شادی کر لے اس کی سیاہی کی تعبیر تو یہ ہے کہ اس کی شوکت اور مال زیادہ ہے اور اس کی پستہ قد ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر کم ہوگی چنانچہ اس آدمی نے جا کر اس عورت سے شادی کر لی تو چند ہی دن نہ گزرے تھے کہ وہ عورت مر گئی اور وہ شخص اس کے مال کا وارث ہوا جو بہت تھا تو جس طرح حضرت نے تعبیر دی تھی اسی طرح واقع ہوا۔

حکایت: بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرے لڑکے نے مجھے کالی رسی سے باندھ دیا ہے تو آپ نے اس کو یہ تعبیر دی کہ تیرا لڑکا مبارک ہے اور تجھ پر بہت کچھ قرضہ ہے اور یہ لڑکا تیرا سب قرضہ ادا کر دے گا اور تجھ کو محنت مزدوری کرنے سے روک دے گا اور وہی تجھ پر مال خرچ کرے گا اور تیری ضروریات کا کفیل ہوگا۔ کیونکہ سیاہی کی تعبیر مال ہے تو اس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم حضور نے بہت سچ فرمایا۔ واللہ اعلم

شادی، نکاح، عورتوں کی شرمگاہیں، حمل، ولادت، رضاعت وغیرہ کو خواب میں دیکھنے کا بیان:

شادی: اس کی تعبیر فخر اور عزت کا حاصل ہونا اور دبدبہ اور دنیا کا حاصل ہونا ہے۔ اس عورت کے مرتبے کے مطابق جس سے شادی کی ہے یا اس سے منسوب ہو اور اگر کسی نے مردہ عورت سے شادی کی تو وہ اپنے اس معاملے میں کامیابی حاصل کرے گا جو ختم ہو چکا ہے اور اس سے ناامید ہو چکا ہے اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کی منی نکلی ہے اور اس نے کسی عورت سے جماع نہیں کیا اور نہ کسی عورت کو دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی انسان کے قتل کا ذریعہ بنے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ کسی کو اس نے سلام کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس سے شادی کے بارے میں گفتگو کرے گا اور اگر وہ شخص مشہور ہے تو اپنے لیے یا اپنے لڑکے کے لیے یا کسی اور کے لیے اگر اس نے سلام کا جواب بھی دیا ہے تو اس کی بات قبول کرے گا۔ اور سلام کا جواب نہ دے تو اس کی بات قبول نہ کرے گا۔ اور ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ سلام کی ابتداء کرنے والا دوسرے کی بیوی سے شادی کرے گا اور اگر آدمی مشہور نہیں تو وہ مسافرت کی حالت میں شادی کرے گا اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس کی بیوی سے کوئی شخص شادی کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عورت کے گھر والوں کو کہیں سے بھلائی اور تونگری ملے گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنی ماں یا بہن یا کسی ایسے رشتہ دار سے نکاح کر رہا ہے جس

سے نکاح حرام ہے تو اگر یہ نکاح اشہر حرام میں ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ زمین حرم یعنی مکہ معظمہ میں پہنچے گا اور اگر اشہر حرام میں نہیں ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ صلہ رحمی کرے گا۔ اور اپنے اقارب سے قطع رحمی کے بعد بھلائی کرے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کسی آدمی سے نکاح کر رہا ہے تو جس آدمی سے نکاح کر رہا ہے اگر وہ نامعلوم ہے اور جوان ہے تو وہ اپنے دشمن پر فتح پالے گا اور اگر اس کو پہچانتا ہے اور ان کے درمیان کوئی دشمنی بھی نہیں تو وہ آدمی جس سے نکاح ہو رہا ہے نکاح کرنے والے سے یا اس کے ہمنام شخص یا اس کے مشابہ کسی شخص سے فائدہ اٹھائے گا اور اگر وہ شخص نامعلوم ہو تو اسکی طلب دنیا کے لیے مضبوط ہوگی۔ یا جمع ہو جائے گا اور اس امر میں جس میں حظ اور نصیبہ ہو اگر کسی شخص نے کسی عورت کے جسم میں عضو تناسل دیکھا تو اگر وہ عورت حاملہ ہے تو لڑکا جنے گی اور اچھے مقام پر پہنچے گا اور وہ اپنے گھر کا سردار ہوگا اور اگر وہ حاملہ نہیں ہے لیکن اس کا لڑکا موجود ہے تو لڑکا یہی درجہ پائے گا اور اس کے اب بھی کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اور اگر ہو بھی تو لڑکا بالغ ہونے سے پہلے ہی مر جائے گا اور اسی طرح اگر عورت نے یہ دیکھا کہ مرد کے جیسی اس کی داڑھی ہے اور کبھی خواب کی تعبیر اس کے گھر کو چلانے والے سے متعلق سمجھی جائے گی اور عورت کا شہرہ تمام لوگوں میں ایسے ہو جائے گا کہ اس شہرت سے وہ شخص بلند درجہ حاصل کرے گا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ کے مثل ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ فرج (یعنی کشادگی حاصل کرے گا) یعنی اگر یہ دیکھا کہ اس کی شرمگاہ میں صحبت کی جا رہی ہے تو کرنے والا اگر معلوم ہے تو اس کا کام اس سے پورا ہوگا جس سے وہ صحبت کر رہا ہے اور وہ بھی اس کو ذلیل کرنے کے بعد اور اگر وہ نامعلوم ہے تو صرف ذلیل و رسوا ہوگا۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس کے پیچھے سے اس سے صحبت کی جا رہی ہے تو اگر صحبت کرنے والا معلوم ہے تو میراث سے ایک بڑے مال کا مالک ہوگا اور مجہول ہے تو اس کی عمر دراز ہوگی اور اگر اس کے ساتھ کسی چوپائے نے صحبت کی تو اس جانور کی نسبت جس کی طرف ہو اس سے مال پائے گا۔ اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس کا عضو تناسل چوپایہ کے عضو تناسل جیسا ہے تو اس کی نسل زیادہ ہوگی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ایسے چوپائے سے صحبت کر رہا ہے جس کو وہ جانتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بھلائی ایسے شخص کو ملے گی جو اس کا مستحق نہیں ہے۔ اور کبھی یہ بھلائی اس کے لئے ہوگی جس کی طرف وہ جانور منسوب ہے۔ اور اسکا کوئی اجر اس کو نہ ملے گا۔ اور اگر جانور نامعلوم ہے تو وہ اپنے دشمن پر کامیاب ہوگا۔ اور اس کو ذلیل و رسوا کرے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کسی پرندے یا کسی وحشی جانور سے صحبت کر رہا ہے تو اس کی بھی تعبیر یہی ہوگی اور جس نے خواب میں اپنی بیوی کو حیض آتے دیکھا تو اس کے کام اس پر بند ہو جائیں گے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کو حیض آرہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے حرام کام سرزد ہوگا۔

حکایت: نقل ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس سے مجھے بے حد رنج ہے اور اس کو بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کاغذ پر لکھ دے تو اس نے کاغذ پر لکھ دیا کہ جناب والا! میں تقریباً تین ماہ سے غائب تھا اور جس جگہ تھا وہاں خواب میں میں نے دیکھا کہ گویا میں وہاں سے سوار ہوا اور اپنے مکان میں آیا تو گویا میں نے یہ دیکھا ...... ہے کہ میری بیوی سو رہی ہے اور اس کی شرمگاہ پر دو مینڈھے سینگ لڑا رہے ہیں۔ اور ایک نے دوسرے کو خون آلودہ کر دیا ہے تو جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے محض اس خواب کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ کی قسم میں اس کو بہت چاہتا ہوں۔ پھر یہ کاغذ لکھ کر امام کے سامنے پیش کر دیا۔ امام نے اس کو پڑھ کر اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو وہ پاک دامن، پاکیزہ، شریف عورت ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ جب اس کو تیرے آنے کی اور جلد پہنچنے کی خبر ملی اور تو گھر کے قریب پہنچ گیا تو اس نے اپنی شرمگاہ کے بال اس چیز سے نکالنے چاہے جس سے وہ عموماً نکالا کرتی تھی۔ لیکن وہ اس کو نہ مل سکی تو اس کو اور تو کچھ نہ بن پڑا اور نہ بغیر دوا کے وہ ان بالوں کو نکال سکی اور اس کو تیرے جلد پہنچنے کا خطرہ ہوا اس نے وہاں کے بال قینچی سے کتر دیئے۔ چنانچہ قینچی کا اس میں ظاہری اثر ہو گیا اور اگر تو اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہے تو اسی وقت جا اور دیکھ۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہاں تو صحیح پائے گا۔ چنانچہ وہ شخص اسی وقت اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو اپنے قریب بلا کر اس سے صحبت کرنا چاہا تو وہ عورت اس سے بھاگنے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم میں اس وقت تیرے ہاتھ نہ آؤں گی جب تک کہ تو یہ نہ بتائے کہ مجھے سات ماہ سے کس لیے چھوڑا تھا۔ تو اس وقت اس نے اس کو خواب کا قصہ سنایا اور بتایا کہ امام نے اس خواب کی تعبیر کیسے دی۔ کہنے لگی خدا کی قسم امام نے ٹھیک بتایا پھر اس نے اس کا ہاتھ لے کر اس جگہ پر رکھا تو دیکھتا ہے کہ جس طرح حضرت شیخ نے فرمایا تھا اور خبر دی تھی اسی طرح ہے۔ کہ روئی زخم پر لگی ہوئی تھی۔ اس شخص نے آکر امام کو بتایا آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی تعریف کی۔

حمل: جس نے خواب میں حمل دیکھا تو اس کی تعبیر اس کی دنیا اور مال کی زیادتی سے ہے۔ اور کبھی خواب کی تعبیر یہ بھی کی جاتی ہے کہ کسی انسان سے خوف ہوگا۔ جیسا کہ عربی میں ایک ضرب المثل ہے کہ فلاں کے خوف نے زمین میں بوجھ ڈال دیا۔

ولادت: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے لڑکی پیدا ہوئی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کے دونوں مونڈھے پکڑ کے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ایسے رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راستہ چلتا مسافر۔ (صحیح بخاری)

تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بہت جلد اس کو کشائش اور بھلائی حاصل ہوگی۔ اور اگر یہ دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو رنج وغم ومصیبت حاصل ہوگی اور اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ لونڈی خرید رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کشائش اور بھلائی پائے گا اور اگر یہ دیکھا کہ غلام خرید رہا ہے تو رنج ومصیبت پہنچے گی اور یہی حال ہے اگر یہ دیکھا کہ اس کی بیوی کے لڑکا پیدا ہوا ہے اور اگر یہ دیکھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کی تعبیر وہی ہوگی جو ہم کئی بار بتا چکے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی لڑکی پیدا ہوگی۔ بشرطیکہ خواب دیکھنے والی حاملہ ہو اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ دودھ پی رہا ہے یا اس کو دودھ پلایا جا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جیل میں جائے گا اور دروازہ اس پر بند کر دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

موت: خواب میں موت کا نظر آنا دین میں فساد اور دنیا میں اونچا مرتبہ حاصل ہونے کی دلیل ہے بشرطیکہ اس کے لیے رونا چیخنا چلانا ہو۔ اور تختہ یا جنازہ پر رکھ کر لوگوں کی گردنوں پر اٹھایا گیا ہو۔ لیکن مٹی میں دفن نہ کیا گیا ہو اور اگر مٹی میں مردہ دفن کر دیا گیا تو پھر اب اسکے دین میں درستی کا امکان نہیں رہا۔ بلکہ اس پر شیطان اور دنیا غالب آجائیں گے اور اس کے شوکت کو ماننے والے اسی قدر آدمی ہونگے۔ جس قدر کہ اس نے جنازے میں آدمی دیکھے ہیں اور ہر حالت میں وہ آدمیوں کو مقہور رکھے گا اور ان کی گردنوں پر سوار رہے گا۔

اگر کسی نے خود اپنے آپ کو مردہ دیکھا لیکن دفن کی شکل نظر نہ آئی اور نہ موت کا نقشہ یعنی رونا، پیٹنا، چیخنا، چلانا، غسل، کفن اور تختہ پر یا جنازے پر اٹھانا کچھ بھی نظر نہ آیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر سے یا دیوار سے کوئی چیز گر جائے گی یا کوئی لکڑی ٹوٹ جائے گی۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے دین میں کمزوری اور بصیرت میں اندھاپن آجائے گا۔

اور اگر کسی نے اپنے کو بغیر مرنے کے قبر میں دیکھا تو یا تو وہ قید ہوگا یا اپنے معاملے میں کسی سخت تنگی میں مبتلا ہو جائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے قبر کو کھودا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محلہ میں یا اس شہر میں وہ ایک گھر بنائے گا اور جس نے خواب میں کسی مردے کو دیکھا اور اس سے کچھ سوال کیا اور اس نے اس کی خبر دی تو وہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی کمی یا زیادتی کا امکان نہیں۔ یعنی اگر اس نے یہ کہا کہ وہ اچھی حالت میں ہے تو اس کی تعبیر یہی ہوگی کہ وہ اچھی حالت میں ہے اور اس کی آخرت میں اچھی گزر رہی ہے۔ اور میت اپنی یا کسی اور کی جو حالت بتائے وہ بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ یعنی مردہ اس وقت مکان حق میں ہے۔ وہاں جھوٹ کا کہنا ممکن نہیں وہ باطل سے نکل چکا ہے اور اس سے بے پرواہ ہے تو جو کچھ وہ خبر دے رہا ہے اس میں جھوٹ نہیں کہے گا

اسی طرح اگر کسی نے مردہ کو اچھی حالت میں دیکھا یا یہ دیکھا کہ وہ سفید یا ہرے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور وہ ہنس رہا ہے یا خوشی کی خبر دے رہا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آخرت میں اس کا حال بھی ٹھیک ہے اور اگر کسی نے مردے کو غبار آلودہ پراگندہ بال دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ہے یا یہ کہ وہ خود بوسیدہ ہے اور غصہ کی حالت میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آخرت میں اس کا برا حال ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے مردے کو بیمار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں مرہون ہے اور جس نے خواب میں کسی ایسے شخص کو جو مر چکا ہے دوبارہ مرتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اس پر رویا جا رہا ہے۔ لیکن نہ تو نوحہ ہے نہ چیخنا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر والے کی شادی ہوگی۔ اور اس کو خوشی اور سرور حاصل ہوگا۔ اور اگر چیخنا چلانا بھی اس کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی اولاد یا اس کے خاندان میں سے کوئی شخص مر جائیگا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی میت کی قبر کو کھودا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس مردہ کے نقش قدم پر چلے گا۔ دین میں یا دنیا میں بشرطیکہ جس کی قبر کھودی ہے وہ معلوم ہو اور اگر وہ نامعلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسے معاملے میں کوشش کرے گا جس کو حاصل نہ کر سکے گا۔

حکایت: ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے پر حاضر ہوئے ہیں۔ اور قبر شریف کو انہوں نے کھودا ہے۔ چنانچہ اس کی خبر انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس وقت ابوحنیفہؒ بچے تھے۔ اور مکتب میں پڑھتے تھے اور ان کے استاد نے اللہ ان سے راضی ہو ان کے خواب کی تعبیر اس طرح دی۔ اے فرزند! اگر تیرا خواب سچا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تحقیق میں لگے گا اور ان کی شریعت میں جستجو کرے گا چنانچہ جس طرح ان کے استادؒ نے تعبیر دی تھی اسی طرح واقع ہوا۔ اور ابوحنیفہؒ کی وہ کرامات ظاہر ہوئیں جن کی حد نہیں۔

اور خواب میں مردے سے کچھ لینا اچھا ہے کچھ دینا برا ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ میت نے اس کو کچھ دنیوی چیز عطا کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بھلائی اور رزق ایسی جگہ سے پائے گا جہاں اس کا خیال بھی نہ تھا۔ اور اگر خواب میں کسی زندہ نے مردہ کو زندے کے کپڑے یا اس کے پہننے کی چیز دی اور مردہ نے اس کو لے لیا اور اس کو پہن لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ زندہ مر جائے گا اور اس سے مل جائے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے مردہ کو اٹھایا ہے تو اگر وہ جنازہ کی صورت میں نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حرام مال اٹھا رہا ہے اور یہ بھی تعبیر بتائی گئی ہے کہ وہ ایسے شخص کا خرچ اٹھا رہا ہے جو بے دین ہے اور اگر جنازے کی صورت میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سلطان کے پیچھے جائے گا یا سلطان کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی لمبی تمنائیں۔ (مسلم)

اعمال میں سے کچھ اعمال کا ذمہ دار بنے گا۔
اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مردہ نے اس کو گلے لگایا یا اس سے ملایا اس کو قتل کیا تو اس زندہ کی عمر دراز ہوگی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مردہ اس کے گھر میں داخل ہوا ہے اور وہ بھی مردے کے ساتھ ہے اور گھر نامعلوم ہے تو وہ آدمی مر جائے گا۔ اور مردے سے ملے گا۔ اور اگر کسی بیمار نے یہ دیکھا کہ مردہ اس کے مکان میں داخل ہوا ہے تو اس کی بیماری طول پکڑے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مر جائے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مردے کے اعضاء درد کر رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عضو جس چیز کی طرف منسوب ہے اس کا مردے سے قبر میں سوال ہو رہا ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مردے نے اس سے روٹی یا انگوٹھی لی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کے پاس لڑکا ہے تو لڑکا مر جائے گا اور مال ہے تو مال چلا جائے گا۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

کپڑے یا لباس یا بچھانے کی چیزیں خواب میں دیکھنے کا بیان

کپڑا: اس کی تعبیر اس کے جوہر جنس اور کپڑے کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اگر ابریشم یا ریشم یا دیبا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو شوکت بھی حاصل ہوگی اور مال حرام بھی۔

اون: جس نے یہ دیکھا کہ وہ اون کے کپڑے پہنے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت سا مال حاصل کرے گا اور دنیا صالح ملے گی۔

بال اور اونٹ کے بال اور روئی: اون سے کم ہیں اور کتان (السی کا ریشم) روئی سے کم ہے۔ اور چادر دین و دنیا کو جمع کرتی ہے۔

قمیص: اس کی تعبیر آدمی کی حالت اور اس کے دین و دنیا سے کی جاتی ہے جو اس قمیص کے برابر ہوگی کہ اس کا حال اسی طرح ہوگا جو ذکر کیا گیا ہے۔
اگر کسی نے پرانا کپڑا دیکھا اور خواب میں کوئی شر کی دلیل بھی نظر آئی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والا جلدی مر جائے گا۔
میل کپڑے میں نظر آنا اس بات کی نشانی ہے کہ دیکھنے والے کے لیے دین و دنیا میں برائی ہے۔ اور سر بالوں اور بدن میں میل کا نظر آنا رنج وغم ہے۔
کپڑوں میں سفیدی اور چمک کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دیکھنے والے کی حالت اچھی ہے۔

کپڑے کا جوڑ: اگر میلا پھٹا ہوا پرانا ہو تو کپڑا پہننے والے کی تنگدستی اور حاجت مندی کی دلیل ہے۔

پیوند لگے ہوئے کپڑے: ایک دوسرے میں اگر پیوند کے ٹکڑے ہوں تو یہ بہت زیادہ فقر و حاجت کی دلیل ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ سفید کپڑے کڑھے ہوئے پہنے ہوئے ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس کا دنیا اور آخرت کا معاملہ مکمل ہو گیا اور بعض اس کی تعبیر شوکت کی زیادتی اور اچھے ذکر سے کرتے ہیں۔

عمامہ: متولی بننے کی دلیل ہے اور یہ عمامہ جس قدر اس کے سر کے اطراف ہوگا اسی قدر تولیت ملے گی اور اگر عمامہ ریشم کا ہے یا ابریشم کا ہے تو یہ تولیت اس کے دین و دنیا کے معاملات کو خراب کر دے گی اور اس تولیت میں جو مال ملے گا وہ حرام ہوگا اور اگر عمامہ روئی کا یا اون کا ہو تو اس کی تولیت دین و دنیا میں اچھی ہوگی۔ اور اس کے رنگ کی تعبیر اسی طرح ہوگی جیسے کپڑے کے رنگ کی تعبیر ہم نے کچھ بیان کر دی ہے اور کچھ ان شاء اللہ اس کے موقع پر بیان کریں گے۔

ٹوپی: اس کی تعبیر رئیس سے ہے۔ خواہ ماں ہو یا بھائی یا بیٹا یا سردار یا بادشاہ۔ جس نے اپنی ٹوپی میں کچھ اچھائی یا برائی دیکھی تو اس کے رئیس کا حال اسی طرح ہوگا جس طرح دیکھا ہے۔ اگر اس میں پھٹن یا میل یا شگاف دیکھا تو یہ اس کے رئیس کا برا حال ہونے کی دلیل ہے اور یہ رنج وغم وفکر کی دلیل ہے۔

شیروانی: اس کی دلیل ہے کہ اس کو خوشی ملے گی۔

استر والا جبہ: اس کی تعبیر مرد کی عورت ہے اور اسی طرح لحاف اور پاجامہ اور بچھونا اور جوتے ہیں کہ اگر ان میں سے کسی چیز کو ایسے دیکھا کہ وہ جل گئی یا اس سے چھین لی گئی یا اس پر غالب ہوگئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ خواہ طلاق سے ہو یا موت سے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ ان اشیاء میں سے کوئی چیز اس سے روک لی گئی یا چرا لی گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کرے گا لیکن یہ کام پورا نہ ہوگا اور کبھی بچھونے کی تعبیر لونڈی سے کی جاتی ہے اور اسی طرح پاجامہ کی تعبیر تو جو کچھ ان میں معلوم ہوگا وہ لونڈی میں رونما ہوگا۔

جوتا: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا جوتا پھٹ گیا ہے اور اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی مر جائے گی اور کبھی جوتے کے ایک فرد کی تعبیر شریک یا بھائی سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے جوتے کا ایک فرد پھٹ رہا ہے یا کھینچ گیا ہے اور دوسرے فرد سے چل رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے شریک یا بھائی یا بہن میں جدائی ہو جائے گی۔

پاجامہ: اس کی تعبیر مال کی حفاظت سے کی جاتی ہے۔ اگر پاجامے صحیح سالم ہیں اور ان میں خوشبو ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے گا اور اس کا مال آفتوں سے محفوظ رہے گا اور اس کے ذریعہ وہ مال کو پاک کرے گا۔ اور اس کا حال اچھا رہے گا۔ اور اگر پاجامے پھٹے ہوئے ہیں یا اس میں کوئی چیز ضائع ہوگئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا زکوٰۃ اور صدقے کو روکے رہے گا اور اپنے مال میں سے کچھ بھی ان دونوں میں سے نہ نکالے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

موزے: دیکھنے والے کی معاش درست رہنے کی علامت ہے اور یہ

کہ اس کی آمدنی درست رہے گی۔ اگر موزے ٹھیک ہیں تو اس کی معاش اچھی اور جاری رہے گی اور کبھی موزوں کی تعبیر رنج وغم سے بھی کی جاتی ہے۔
اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور وہ ان کو سی رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی حالت اور اس کے معاش و آمدنی میں اس کے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ الا اینکہ کپڑے کی تفسیر مرد کی حالت سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس کو بیان کر دیا ہے تو اگر وہ نافرمان اور گناہگار ہوگا تو اس کے معاش کی پراگندگی توبہ اور نیک کاموں سے درست ہو جائے گی اور اگر یہ دیکھا کہ وہ اپنی بیوی کے کپڑے کو سی رہا ہے یا کسی اور چیز کو سی رہا ہے۔ یا اس کے برقع کو سی رہا ہے یا اس کے کپڑے میں پیوند لگا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس سے جھگڑا کرے گا اور اس عورت پر وہی بات ظاہر ہوگی جو اس مرد کے اہل و اقارب پر ظاہر ہوگی۔

اوڑھنی: عورت کی اوڑھنی اور اس کا پاجامہ اس کا برقع ان سب کی تعبیر اس کا شوہر ہے تو جو بات اس میں ہوگی۔ وہی اس کے شوہر میں نظر آئے گی اور جو کچھ وحشت یا برائی یا خوبی یا سفیدی اس میں نظر آئے گی وہی حالت اس کے شوہر میں اس کی مناسبت سے نظر آئے گی۔

کاتنے کی چرخی: مرد کے لیے سفر کی علامت ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اون یا بال یا اونٹ کے بال وغیرہ جو مرد بٹتے ہیں وہ بھی بٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سفر کرے گا۔ اور اس سفر میں وہ حلال مال جو بڑھنے والا ہے اور خیر کثیر حاصل کرے گا اور اگر ایسی چیز کو کاتتے ہوئے دیکھا جس کو عورتیں ہی عموماً کاتتی ہیں جیسے روئی اور اسی تو وہ سفر کرے گا اور مال حاصل کرے گا۔ لیکن اس مال کو لوگ اچھا نہ سمجھتے ہوں گے اور اگر یہی خواب عورت نے دیکھا اس کا کوئی عزیز غائب ہے تو آ جائے گا۔ اور اگر عورت نے کاتنے کی چرخی پائی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وہ لڑکا جنے گی یا اس کے بہن پیدا ہوگی اور اگر اس چرخی میں دمڑکا بھی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی لڑکی کی شادی ہو جائے گی اور اگر کسی عورت نے یہ خواب دیکھا کہ اس پر مرد کے کپڑے پڑے ہوئے ہیں تو یہ خواب اس کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ کپڑے فوجی طرز کے ہوں تو اس کی تاویل اس کے شوہر یا اس کے نگران کے لیے ہوگی اور اگر کسی مرد نے یہ دیکھا کہ وہ عورتوں کے کپڑے پہنے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اول تو اس کو سخت خوف اور عاجزی معلوم ہوگی لیکن پھر یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاتا رہے گا۔

رنگی ہوئی چیزیں: رنگے ہوئے کپڑوں کی تعبیر ان کے رنگوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے جسم پر مختلف رنگ کے کپڑے پڑے ہوئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسی بات سنے گا جو اس کو ناگوار معلوم ہوگی جس سے اس کی ذات میں خوف پیدا ہوگا اور لوگوں میں اس کی شہرت ہو جائے گی اور سفید کپڑوں کا نظر آنا بہت ہی ٹھیک ہے۔ بالکل صاف ہے اور پیلے کپڑوں کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والے کو بیماری اور فقر حاصل ہوگا البتہ اگر شیروانی میں ہو تو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ ہرے رنگ کے کپڑے زندہ اور مردہ دونوں کے لیے اچھے ہیں اور وہ جنتیوں کا لباس ہے اور سرخ رنگ کے کپڑے اگر پہنے ہے تو اس کی تعبیر شہرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور کالے کپڑوں کی تعبیر صلاحیت اور مضبوطی اور مال اور شوکت سے دی جاتی ہے۔ خصوصاً جس کی عادت کالے کپڑے پہننے کی ہو اور تمام چیزوں میں سیاہی عمدہ اور قابل تعریف ہے، بجز کالے انگور کے اس میں بھلائی نہیں ہے۔

بچھانے کی چیز: اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس کے لیے یہ فرش بچھایا گیا ہے اس کی دنیا اچھی رہے گی۔ اور جس قدر اس بچھانے کی چیز میں وسعت اور موٹاپا اور پتلاپن اور خفت ہوگی اسی طرح اس کی دنیا رہے گی۔ مثلاً اگر وسیع ہے تو اس کی دنیا بہت اچھی رہے گی۔ اور اس کا چھوٹاپن اور تنگی اس کے ضد میں ہوگی۔ اور اس کا موٹاپن اور نیاپن دیکھنے والے کی عمر دراز ہونے کی دلیل ہے۔ اور اس کا پتلاپن اور پرانا ہونا اس کی ضد ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ بچھانے کی چیز موٹی اور بہت وسیع ہے تو عمر طویل اور رزق واسع اور عمدہ زندگی پائے گا اور اس کی دنیا اچھی ہوگی۔ اور اگر بچھانے کی چیز موٹی اور چھوٹی ہے تو عمر طویل تو پائے گا لیکن اس کے ہاتھ میں وسعت کم ہوگی۔ اور اگر بچھانے کی چیز بہت پتلی ہو لیکن بچھونے کے پتلے پن سے زیادہ ہو۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ وسیع دنیا پائے گا۔ لیکن عمر اس کی کوتاہ ہوگی۔ اور جس نے دیکھا کہ بچھانے کی چیز بہت چھوٹی پتلی اور پرانی ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔
اور اسی طرح اگر یہ دیکھا کہ بچھونا لپٹا ہوا ہے تو اس میں بھی کوئی بھلائی نہیں۔

رومال: اور تکیے اور گاؤ تکیے ان سب کی تعبیر خادموں اور لڑکوں اور لونڈیوں سے کی جاتی ہے۔ جو خواب دیکھنے والے کی ہیں۔ تو ان میں جو کچھ بات دیکھے گا وہ اس کے خادموں میں ہوگی۔

پردے: سب کے سب رنج وغم اور فکر و سختی کی علامت ہیں۔ جو خواب دیکھنے والے کو حاصل ہوگی۔ اس میں کسی میں بھلائی نہیں خواہ نئے ہوں کہ پرانے تھوڑے ہوں یا بہت سب کے سب ردی ہیں۔ واللہ اعلم۔

جواہر و زیورات و سونا چاندی
اشرفی روپے پیسے وغیرہ کی تعبیر کا بیان

جواہر: کی تعبیر اسکی جنس اور اسکے مماثل اشیاء کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ لیکن بہر حال اگر اس کا عدد خواب میں ظاہر ہو جائے تو اس کی تعبیر عورتوں اور اولاد اور خادموں سے کی جاتی ہے۔ اور اگر عدد نا معلوم ہے اور عدد بھی زیادہ ہے تو اسکی تعبیر قرآن اور علم اور تسبیح اور ذکر سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے گزر جاؤ اور اسے آباد مت کرو۔ (طبرانی)

مثلاً اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کو موتی ملا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو عورت یا لونڈی یا غلام ملے گا اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے یاقوت یا زمرد یا اسی کے مثل کوئی چیز پائی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو اس کے لڑکی پیدا ہو گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ موتیوں کا ہار پہنے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید کا حافظ ہو گا۔ اور بہت زیادہ صاحب امانت وتقویٰ ونسل ہو گا۔ نیز عورتوں میں اور لوگوں میں اس کا مرتبہ بلند ہو گا۔ اور اگر ہار تین لڑی یا چار لڑی کا ہو تو یہ زیادہ قوی وافضل ہو گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اس ہار کے اٹھانے سے عاجز ہے اور اس کے پہننے سے عاجز ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بہت زیادہ علم حاصل ہو گا جس پر وہ عمل نہ کر سکے گا۔

کان کی بالی: جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ بالی پہنے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حافظ قرآن ہو گا۔ اور علم حاصل کرے گا۔ اور ایسا علم حاصل کرے گا جس سے لوگوں میں اس کی سرخروئی حاصل ہو گی۔ اور عورت کو بالی کا نظر آنا اس کے شوہر سے مراد ہے یا اس کی اولاد سے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ موتی اس کے منہ سے نکل رہے ہیں تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ اس سے نیکی اور علم کی باتیں ظاہر ہوں گی اور قرآن کا درس وہ زیادہ دے گا اور تسبیح زیادہ کرے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ موتی کھا رہا ہے یا اس کو اپنے منہ میں رکھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی کو اپنے سینے میں چھپا رہا ہے اور علم کو چھپا رہا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں لوگوں کو نہیں بتا رہا ہے اور کبھی موتی کھانے کی تعبیر ان کے سیکھنے اور ان سے فائدہ حاصل کرنے سے کی جاتی ہے اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ راستوں میں یا بازاروں میں اور گندی جگہوں میں موتی بکھیر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ علم وحکمت سیکھ تو رہا ہے لیکن ان کو وہ غیر اہل کو سکھا رہا ہے۔

پٹا: اگر سونے کا یا چاندی کا ہو اور جواہر سے مرصع ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پاس امانت رکھی جائے گی اور کبھی نفیس جواہر اگر زیادہ ہوں کہ ان کا عدد معلوم نہ ہو تو اس کی تعبیر نفیس مال سے ہے۔ جس سے وہ فائدہ اٹھائے گا بشرطیکہ وہ جواہر زمین کے معادن سے ہوں۔

کوڑیاں: اس کی تعبیر مال ہے۔ اور اس میں کوئی اہمیت نہیں کبھی اس کی تعبیر کلام یا علم سے دی جاتی ہے اور تھوڑی کوڑیاں ہوں تو اس کی تعبیر عورتوں اور خادموں سے کی جاتی ہے۔

زیور: ایسا زیور جو عام طور پر مرد پہنتے ہیں اس کی تعبیر زینت اور جمال سے کی جاتی ہے اور مردوں کی عزت اس جوہر کی قدر اور اس کی صفت کے مطابق ہو گا۔ اگر کمر پٹہ مرصع ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ مال اور بزرگی پائے گا۔ جس سے وہ لوگوں میں ناز وفخر کرے گا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی شہر کا حاکم بنے گا اور یہ اس کی نصف عمر میں ہو گا اگر اس کے زیور میں جواہر بھی ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اتنا مال پائے گا جس سے وہ اپنے گھر والوں کا سردار بن جائے گا یا اس کے کوئی لڑکا ہو گا جو خاندان کا سردار بنے گا۔ اپنی کمر میں کمر پٹوں کا زیادہ دیکھنا بہت ہی بہتر اور عمدہ وموافق ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا کمر پٹہ کٹ گیا یا ٹوٹ گیا یا چھین لیا گیا یا اس پر کوئی حادثہ ہو گیا تو یہ بات اس میں نمودار ہو گی جس کی طرف وہ کمر پٹہ منسوب ہو گا۔

تاج: خواب میں اس کا دیکھنا مرد کے لیے دبدبہ اور عزت اور شرف وبلندی کی دلیل ہے لیکن دنیا میں نہ کہ آخرت میں اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ سونے یا چاندی یا جواہر کا تاج پہنے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال اور بڑی عزت پائے گا لیکن وہ اپنے دین کو ضائع کرنے والا ہو گا۔

عورت کا تاج: اس کا شوہر ہے یعنی اگر اس عورت کا شوہر نہیں ہے تو اس کی شادی ہو جائے گی خواہ وہ عجمی ہو کہ عربی لیکن ہو گا وہ صاحب ہیبت و شرف۔ اور بلند درجہ کا اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کی گردن میں طوق ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ امانت کا ذمہ دار بنے گا۔

مرد کا خواب میں انگوٹھی کا دیکھنا: اس کی تعبیر اس کا ملک وہال ہے جس سے لوگوں میں شان وشوکت حاصل کرے گا اور اس کا دبدبہ وعزت ہے تو جو اس میں نمودار ہو گا وہ اسی میں ظاہر ہو گا جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کو انگوٹھی دی گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس چیز کا مالک بنے گا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اس کو پالے گا اور کبھی انگوٹھی کی تعبیر عورت لڑکے یا جانور وغیرہ سے کی جاتی ہے اور یہ خواب دیکھنے والے کے مرتبے کے لحاظ سے ہو گا اور اگر وہ بادشاہ ہے تو جو ملک چاہتا ہے اس پر اس کا قبضہ ہو جائے گا اور اگر وہ تاجر ہو گا تو تجارت میں اس کے لیے جو موزوں ہو گا اس کا وہ مالک بنے گا۔ اور اسی طرح ہر شخص اپنی اپنی معیشت کی چیزوں کو حاصل کر لے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ انگوٹھی اس کے ہاتھ سے نکال لی گئی تو اس سے وہ چیز چھن جائے گی جسکا وہ مالک ہے۔ جس نے یہ دیکھا کہ انگوٹھی ضائع ہو گئی یا چرالی گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جس چیز کا مالک ہے اس میں کوئی ناگوار چیز ظاہر ہو گی یا لوگوں کے معاملات میں سے کسی معاملے میں تکلیف ظاہر ہو گی۔ انگوٹھی کا نگینہ اس کی تعبیر جمال اور زینت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ انگوٹھی ٹوٹ گئی اور نگینہ باقی رہ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جن اشیاء کا مالک ہے وہ اس سے جاتے رہیں گے لیکن اس کا ذکر لوگوں میں باقی رہے گا اور بعضوں نے انگوٹھی کے نگینہ کی تعبیر اس کے لڑکے سے لی ہے۔ جس سے وہ لوگوں میں شان وشوکت حاصل کرے گا اور انگوٹھی سونے کی خواب میں دیکھی

ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جو کچھ وہ پہن رہا ہے یا جس کا وہ مالک ہے وہ حرام ہے۔ اور اگر خواب میں لوہے کی انگوٹھی دیکھی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جن چیزوں کا مالک ہے وہ بادشاہ کی طرف سے ہیں اور اگر انگوٹھی پیتل یا سیسے کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے قبضے میں جو چیزیں ہیں وہ بالکل حقیر ہیں۔ اگر خواب میں مرد نے یہ دیکھا کہ وہ عورتوں کا زیور پہنے ہوئے ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں سوائے ہار یا بالی کے اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس دو کنگن ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے معاملہ میں تنگی نمودار ہوگی۔ اور ناگوار بات ظاہر ہوگی۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ ایک یا دو پازیب پہنے ہوئے ہے تو اس کو شدت یا خوف یا قید وغیرہ کی تکلیف پہنچے گی۔

کڑے: اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بھائیوں یا دوست سے اس کو کوئی ناگوار بات پہنچے گی اور چاندی ان سب میں ان کے لیے آسان زیادہ ہے اور کشائش جلدی ہوگی۔ عورتوں کے زیور کی تعبیر یہ ہے کہ ان کے لیے صلاحیت اور خوبصورتی اور زینت اور ان کا حال اچھا ہونے کی دلیل ہے۔ اگر وہ سونے یا چاندی یا جواہر کا ہو بجز پازیب کے جو ایک ہو یا دو یا دو کنگن کے کہ یہ اس کا شوہر یا بھائی یا باپ ہے اور اسی طرح تاج بلکہ کہا جاتا ہے کہ تاج تو سلطنت کی نشانی ہے۔

اشرفیاں: اگر قسم اور عدد نامعلوم ہے تو اگر چار سے زیادہ ہیں تو ان کی تعبیر بری ہے اور جس کو یہ نظر آئیں اور اس کی عزت میں جس پر یہ عیب وعار لگاتا ہے بدکلامی کی دلیل ہے۔ اور ہر حالت میں جھگڑے کی دلیل ہے اور قسم وعدد معلوم ہے تو معاملہ آسان ہے لیکن ایک یا ایک سے زیادہ چار تک تو اس کی تعبیر اس عدد کے مطابق لڑکے ہیں اور اگر کسی نے اس کو اس کی شکل کے مطابق پایا لیکن اس پر نقش نہیں ہے تو وہ لڑکا ہونے کی دلیل ہے۔

سونے کے ٹکڑے اور برتن: اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر بادشاہ غضب میں آئے گا یا اس کا کچھ مال چلا جائے گا۔

چاندی کے سکے: لوگوں کی طبیعتوں کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔ جس نے ان کو خواب میں دیکھا یا خواب میں اس کو ملیں تو کسی کو ہوشیار ہونے کے بعد وہی ملیں گے اور کسی کو ایسا ہوتا ہے کہ لڑائی جھگڑے کے ساتھ اچھا رزق ملتا ہے اور کبھی چاندی کے سکوں کی تعبیر اچھی بات سے بھی کی جاتی ہے۔

چاندی کے کالے سکے: یعنی کھوٹے سکے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان کا دیکھنا دھوکے اور جھوٹ اور ردی کلام کی دلیل ہے لیکن اگر یہ سکے کسی تھیلی یا جیب میں ہیں اور ایسا دیکھا کہ گویا کسی نے اس کو دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کوئی راز کی بات بتلائی جائے گی اور جہاں تک ہو سکے اس کی حفاظت کرے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے غیر کو دے دیا تو اس کی تعبیر بھی یہی ہوگی۔ کہ اس کو راز کی بات بتائی گئی۔ اور چاندی کا سکہ اگر ایک ہو تو اس کی تعبیر چھوٹا لڑکا ہے۔ اور اگر وہ اس سے ضائع ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا بچہ مر جائے گا۔

ایک پیسہ یا کئی پیسے: اگر خواب میں کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے پیسے پائے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے متعلق بری بات کہی جائے گی اور قید ہوگا۔ اور اس کی تعبیر رزق سے بھی کی جاتی ہے جو اچھا نہ ہوگا۔ اور ردی پیشہ سے حاصل ہوگا۔

چاندی کے ٹکڑے: اس کا خواب میں دیکھنا بھلائی کی دلیل ہے اور یہ سونے کے ٹکڑوں سے بہتر ہے کہ اس کی تعبیر عورتوں سے کی جاتی ہے اور جس نے ایسی چاندی پائی جس پر کام نہ کیا گیا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ خوبصورت عورت پائے گا۔ آزاد ہو کہ لونڈی اور جس نے چاندی کو اس کے معدن سے پایا تو وہ اس جگہ سے عورت پائے گا جہاں وہ عورت نہیں رکھی گئی تھی۔

لوہے تانبے اور سیسے کے ٹکڑے: ان تمام کی تعبیر بھلائی سے ہے جو دنیوی متاع سے حاصل ہوگا بشرطیکہ یہ ٹکڑے کام کیے ہوئے نہ ہوں اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ سونے یا چاندی یا لوہے یا سیسے کے سکے بنا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں کی زبانوں میں پڑے گا۔ لوگ اس کی سخت غیبت کریں گے اللہ تعالیٰ ہم کو ہر مصیبت سے بچائے اور ہم سے ہر شدت کو اور ہر شبہ وشک کو دور فرمائے آمین۔

برتن: اس کی تعبیر خادموں اور لڑکوں سے کی جاتی ہے جو بجز چولہے اور ہانڈی دسترخوان اور چراغ اور ڈیوٹ (چراغ دان) کے کیونکہ ان سب کی تعبیر یہ ہے کہ گھر کے سردار کو خواہ مرد ہو کہ عورت رنج وغم پہنچے گا جس کے نام میں تذکیر ہو یا جس کا نفع تمام گھر والوں کے لیے عام ہو جیسے چراغ اور چولہا بجز دسترخوان کے تو وہ گھر کا سردار ہے۔ جس کے نام میں تانیث ہے جیسے ہانڈی اور ٹوکری اور ڈیوٹ کٹوری اور دسترخوان تو وہ زوجہ یعنی گھر کی سردار ہے اور جو اشیاء تانبے اور سیسے کی استعمال ہوتی ہیں جیسے طشت و طسلہ اور لوٹا تو ان کی تعبیر خادموں اور غلاموں سے کی جاتی ہے۔

شیشہ: اس کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے۔ تو اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیشے میں دیکھ رہا ہے تو اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو وہ لڑکا جنے گی جو اس مرد کے مشابہ ہوگا اور اگر بیوی حاملہ نہ ہوگی اور نہ اس کے لڑکا ہوگا تو پھر اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے کام اور اپنے منصب سے معزول ہو جائے گا اور اپنی جگہ پر دوسرے کو دیکھے گا۔ اور اگر یہی خواب کسی عورت نے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وہ اپنی صورت کے مشابہ لڑکی جنے گی اور اگر وہ حاملہ نہ ہوگی تو اس کا شوہر اس پر دوسری عورت کو لائے گا اور اپنی سوکن کو وہ اپنے گھر میں دیکھے گی اور اگر یہی خواب کسی لڑکے نے دیکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب لوگوں سے بدترین مرتبے والا وہ شخص ہے جو کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کو برباد کر دے۔'' (بیہقی)

12 تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسی کے مثل اس کا بھائی پیدا ہوگا۔ اور اگر دیکھنے والی لڑکی ہوگی تو اس کی ماں کے چھوٹی لڑکی پیدا ہوگی۔

سوئی: اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مرد کی عورت سے کی جاتی ہے۔ اور اس کے سوراخ کی اور اسمیں تاگہ پرونے کی تعبیر یہ ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے گی بشرطیکہ اس سے سیانہ ہو اگر اس نے یہ دیکھا کہ وہ اس سوئی سے لوگوں کے کپڑے سی رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کر رہا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ سبب ہے اس بات کا کہ اس کے حالت کی اصلاح کے لیے مطالبہ کیا جارہا ہے اور اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ وہ سوئی سے اپنے یا دوسروں کے کپڑے سی رہا ہے اور سوئی کو دیکھا کہ اس میں تاگہ پڑا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا معاملہ ٹھیک ہو جائیگا اور حالت مجتمع ہو جائے گی اور درست ہو جائے گی اور اگر اس نے اس سے اپنی بیوی کے کپڑے سیے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں اور اگر سوئی ٹوٹ جائے تو وہ محتاج ہو جائے گا اور اس کا حال پراگندہ ہو جائے گا۔

کنگھی: کنگھی کی تعبیر خوشی اور مسرت سے کی جاتی ہے۔ جس نے دیکھا کہ اس نے اپنے سر اور داڑھی میں کنگھی کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے غم و رنج دور ہو جائے گا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کنگھی کا خواب میں دیکھنا خیر کثیر کی دلیل ہے جو علم ہے نیز اس بات کی کہ اس سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے اور اس کے کلام سے اور حکم سے مستفید ہوں گے جیسے حاکم یا مفتی یا واعظ یا طبیب۔

قینچی: اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے ملے گا اگر کسی نے دیکھا کہ ہاتھ میں قینچی ہے جو آسمان سے اتری ہے تو اس کی عمر ختم ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر اس نے اس سے بال یا اون کاٹے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بہت مال جمع کرے گا۔

کانچ: اس کا خواب میں دیکھنا گھر کے سامان کی دلیل ہے۔ جیسے مرتبان اور کرسیاں اور اکثر اس سے لونڈی غلام مراد ہوتے ہیں۔

حکایت: ایک شخص امام محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا جناب میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے ہاتھ میں کانچ کا ایک پیالہ ہے۔ جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ کہ یکا یک پیالہ میرے ہاتھ سے گر گیا یا یہ کہ ٹوٹ گیا اور وہ میرے ہاتھ میں قدرت خدا سے معلق ٹھہرا ہوا ہے تو امام نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تیری بیوی حاملہ ہے تو اس نے کہا ہاں تو فرمایا یہ خواب اس بات کی دلیل ہے کہ وہ عنقریب ولادت کے وقت مر جائے گی اور لڑکا اللہ کے حکم سے زندہ رہے گا۔ چنانچہ جس طرح امام نے تعبیر دی تھی اسی طرح واقع ہوا۔

ہتھیار: ہر قسم کے ہتھیار کی تعبیر عزت و دبدبہ و بزرگی ہے کہ اس کو دیکھنے والا اپنی جودت و شہرت کے مطابق حاصل کرے گا۔ اور جو کچھ اس میں اصلاح واقع ہو تو وہ اس کی شوکت ہے جو وہ حاصل کرے گا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا ہتھیار اس سے چھین لیا گیا یا اس پر زبردستی کی گئی یا اس کو پھینک دیا یا اس کو کسی کو دے دیا یا چرا لیا گیا یا ٹوٹ گیا یا اس کو ضائع کر دیا یا کسی کو استعمال کے لیے دیا یہ سب اس کی شان و شوکت میں نقصان کی دلیل ہے۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس تلوار یا کمان یا نیزہ یا لکڑی ہے اور وہ اس کو لے کر کسی سے لڑ رہا ہے تو یہ عزت و شان ہے۔ جو وہ حاصل کرے گا۔ اور اگر اس سے کسی نے ان چیزوں کے ساتھ جنگ کی تو یہ قومی جنگ کی دلیل ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی انسان کو تلوار سے مارا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی زبان اس شخص پر دراز ہوگی اور اگر اس نے کسی کو تیر سے مارا تو یہ کتب و رسائل میں لکھا ہوا کلام ہے جو اثر کرنے والا ہے۔ اگر کسی نے اس کو نیزہ سے زخمی کیا تو زخم کھانے والا بھلائی پائیگا۔ کہ اس کو مدد حاصل ہوگی۔

گرز: اس سے مارنا یا لکڑی وغیرہ سے جو مڑی ہوئی ہوں اس کی تعبیر یہ ہے کہ جسے مار گی ہے اسے ایسی مصیبت پہنچے گی جس سے اس کو دکھ پہنچے گا۔ اور اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کو زخم لگایا گیا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل پر زخم پہنچانے والے شخص سے نقصان اور اس کی عزت میں عیب اسی قدر پہنچے گا جس قدر کہ زخم لگا ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے سر کاٹا یا گوشت کاٹا یا ہاتھ پیر یا کسی اور عضو کو کاٹا اور اس عضو کو جسم سے جدا کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کلام ہے جو کاٹنے والے اور اس کے درمیان واقع ہوگا جس کی طرف یہ عضو منسوب ہے۔

تلوار: اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کو ننگی تلوار دی گئی کہ اس نے اس کو سر تک اٹھایا لیکن کسی کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا تو وہ بڑی مشہور شان و شوکت پائے گا یا حسین لڑکی پائے گا۔ اور صرف کرمانی کا یہ خیال ہے کہ اس طرح خواب میں تلوار کو دیکھنا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکا یا بھائی پیدا ہوگا۔ یا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار دی گئی۔ اور یہ دیکھا کہ تلوار اس کے میان میں ٹوٹ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں مر جائے گا۔ اور اگر میان ٹوٹ گئی اور تلوار سلامت رہ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بچہ سلامت رہے گا اور ماں مر جائے گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ تلوار کا قبضہ ٹوٹ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا باپ یا چچا یا انہی کے مرتبہ کا کوئی شخص مر جائے گا اور وہ چیز جو تلوار کے قبضہ میں اچھائی یا برائی کی ظاہر ہوگی وہ اسی میں واقع ہوگی۔ جس کا میں نے ذکر کیا۔

اور جس نے دیکھا کہ اس کی تلوار کی باڑھ ٹوٹ گئی تو اس کی ماں یا دادی یا خالہ مر جائے گی یا وہ عورت مر جائے گی جس کا درجہ اس کے پاس

انہیں کے مثل ہوگا۔اور جعفر صادق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار ہے تو وہ اپنی زبان لوگوں پر دراز کرے گا اور اگر اس نے اس سے مارا اور خون بہنے لگا اور خون نہ مارنے والے کو لگا اور نہ اس کے جس کو مار لگی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں پر اپنی زبان دراز کرے گا۔اور اگر اس کو مارا اور اس سے خون بہا تو اس کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگا یا اس کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا جس قدر کہ اس سے خون بہا۔ کیونکہ خون اگر بہا اور کسی کے جسم سے نہ لگا تو وہ گناہ ہے اور اگر اس نے یہ دیکھا کہ خون بہنے لگا اور جس کو چوٹ لگی ہے اس سے بہہ کر مارنے والے کے جسم کو لگ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس کے چوٹ لگی ہے وہ مارنے والے پر زبان درازی کرے گا یا مارنے والے کو اس سے حرام مال ملے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ تلوار کا پرتلہ پہنے ہوئے ہے تو جس قدر تلوار زمین پر پرتلہ کی درازی کی وجہ سے جھکی ہوگی اسی قدر حکومت وہ پائے گا کہ وہ اس حکومت کے بار کو نہ اٹھا سکے گا یا اس سے کم ہوگی۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ پرتلہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے تلوار اس پر چھوٹی ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حکومت سے اٹھا لیا جائیگا اور وہ اس حکومت پر راضی نہ ہوگا اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کا پرتلہ کٹ گیا تو اس کی حکومت چلی جائیگی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کی تلوار میں زنگ لگا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے کلام کی کوئی قیمت نہ ہوگی اور نہ قبولیت ہوگی۔یہ تعبیر ان کے قول پر ہے جو تلوار کی تعبیر کلام سے کرتے ہیں۔لیکن جس نے اس کی تعبیر لڑکے سے کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ لڑکا کم اصل ہوگا۔جس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔اور جس نے اس کی تعبیر حکومت سے کی ہے تو وہ حکومت کم فائدہ کی ہوگی۔اور اگر تلوار کی دھار چلی گئی یا کاٹنے سے کند ہوگئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی نفع یا اثر اس کی طرف منسوب نہ ہوگا۔

نیزہ: اگر نیزہ کے ساتھ اور ہتھیار بھی ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو شوکت ملے گی کہ اس کے حکم اس میں اس کے بعد بھی جاری رہیں گے۔اور نیزہ کے ساتھ اور کوئی ہتھیار نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکا یا بھائی پیدا ہوگا۔بشرطیکہ اس کے نوک بھی ہو اگر نوک نہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر وہ نیزہ معلوم ہے تو اس کے لڑکیاں ہوں گی اور نیزہ میں جو اچھائی یا برائی ظاہر ہو تو وہ اسی میں نمودار ہوگی جس کی طرف وہ منسوب ہے۔

حکایت: ہم سے ابوعمارہ طیانؒ نے بیان کیا کہ وہ امام محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرے ہاتھ میں نیزہ یا بھالا ہے تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نے اس کے اوپر نوک دیکھی ہے تو کہا کہ نہیں فرمایا اگر تو اس کے اوپر نوک دیکھتا تو تیرے ایک لڑکا پیدا ہوتا لیکن عنقریب تجھ سے ایک لڑکی پیدا ہوگی۔پھر امام تھوڑی دیر خاموش رہے۔پھر ارشاد فرمایا کہ تیرے بارہ لڑکیاں پیدا ہوں گی۔محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خواب ابوالولیدؒ کو سنایا تو ابوولیدؒ ہنسنے لگے۔پھر فرمایا کہ میں ان لڑکیوں میں سے ایک کا لڑکا ہوں گا اور میری گیارہ خالائیں ہیں۔اور ابوعمارہ طیانؒ میرے دادا ہیں۔اللہ تعالیٰ ان پر اور ہم سب پر اور تمام مسلمانوں پر رحم کرے۔

کمان: اگر اس سے تانت نہ اتاری گئی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو اس کو شان وشوکت حاصل ہوگی یا لڑکا ہوگا یا بھائی ہوگا اور کمان غلاف میں رکھی ہوئی دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی لڑکے سے حاملہ ہے۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کی کمان ٹوٹ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی شوکت میں یا اس کے لڑکے یا بھائی میں نقصان آئے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ اپنی کمان کو کھینچ رہا ہے اور اس سے تیر مار رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی شوکت میں خواری اس کے تیر مارنے اور پہنچنے کے برابر پہنچے گی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سفر کرے گا اور صحیح وسلامت واپس آجائے گا۔بشرطیکہ اس کے تار نہ ٹوٹے ہوں اور اگر تار ٹوٹ گئے تو اسی جگہ رہ جائے گا جہاں وہ سفر کرے گا اور کبھی اس کا سفر پورا بھی ہوجائے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ مٹی کی گولی مار رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی انسان پر طعن کر رہا ہے۔جو دین میں برا ہے اور اکثر اوقات اس کا تیروں سے مارنا اس کی تعبیر کلام حق ہے۔اور وہ باطل میں اسی قدر نافذ ہوگا۔جس قدر کہ وہ تیر داخل ہوا۔اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کمان کو چھیل رہا ہے تو اس کی تعبیر سلطنت یا بھائی یا لڑکے سے کی جاتی ہے یا وہ شادی کرے گا۔اور اس کے لڑکا پیدا ہوگا۔اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کمان کو کھینچ رہا ہے اور وہ کھنچ نہیں رہی ہے تو یہ کمان جس کی طرف منسوب ہو جیسے سلطان یا بھائی یا لڑکا تو اس پر اس کا معاملہ دشوار ہوگا اور الجھ جائے گا۔

چھری اور تیر وخنجر وبجھوا اور لوہے کا ہر آلہ:

یہ سب ہتھیاروں میں داخل ہیں اور جو ہتھیار کی تعبیر ہوگی ان کی تعبیر وہی ہوگی۔ لیکن اگر وہ مفرد ہو تو وہ بھائی یا لڑکے کی طرف منسوب ہوگا جیسے نیزہ اور اسی طرح درانتی اور، پھاوڑا اور بسولہ وغیرہ کی تعبیر میں اس کے مثل کے جیسے ہوں گے۔

زرہ اور زرد یہ جوشن اور خود

اور لوہے کی ٹوپی اور پھریرا وغیرہ:

ان سب کی تعبیر دشمنوں سے حفاظت اور سپر اور بچاؤ اور غلبہ اور سلطنت اور بہت زیادہ امن اور دنیا قوت اور بلندی واعلیٰ درجہ سے کی جاتی ہے۔

ڈھال: اگر اس کے ساتھ کوئی ہتھیار بھی ہو تو اس کی تعبیر حفاظت و بچاؤ ہے۔اور اگر صرف ڈھال اکیلی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بارے میں جس چیز کا میں سب سے زیادہ خوف کرتا ہوں دنیا کی رعنائیوں کا عام ہوجانا ہے۔(مسلم)

صاحب لیاقت آدمی ہے جو اپنے بھائیوں کا محافظ ہے اور برائیوں اور ناگوار باتوں سے ان کو بچانے والا ہے۔

کوڑا: یہ صدقات یا تھوڑے مال کے نگران ہونے کی دلیل ہے یا اسی کے مثل اور کسی چیز کی ولایت حاصل ہوگی واللہ اعلم۔

گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور ان کے رنگوں کو خواب میں دیکھنے کا بیان

گھوڑا: اس کی تعبیر مرد کے مرتبہ اور اس کی عزت وشان وشوکت سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے اس میں زیادتی دیکھی تو یہ زیادتی اسی میں ہوگی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہوا اور وہ آہستہ آہستہ چل رہا ہے اور گھوڑا پورے طور پر صحیح اور اچھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شان وشوکت وعزت پائے گا۔ اسی طرح اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس گھوڑا ہے یا اس نے گھوڑا لیا ہے اور اس کو باندھا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ہم نے جو صفتیں بیان کی ہیں وہ ان کو حاصل کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''گھوڑوں کو باندھو کہ ان کی پیٹھ تمہارے لیے عزت ہے۔ اور ان کے پیٹ تمہارے لیے خزانے ہیں''۔

اگر کسی نے خاص گھوڑے میں یا اس کی زین یا لگام یا رکاب میں یا کسی اور چیز میں کوئی نقصان دیکھا تو یہ نقصان اس کی شان وشوکت وعزت میں اسی کے مطابق ہوگا۔ اور اگر گھوڑے کی دم لمبی یا بڑی دیکھی تو اسی کے برابر اس کے ماننے والے ہوں گے۔ اور اگر گھوڑا بال اکھیڑا ہوا یا دم کٹا ہوا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے ماننے والے کم ہوں گے اور گھوڑے کا ہر عضو گویا اس کی شان وشوکت کا ایک حصہ ہے جو اس عضو کے درجہ کے برابر ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گھوڑا اس سے لڑ رہا ہے یا اس سے سرکشی کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کوئی گناہ کا کام کر رہا ہے اور کوئی خطرناک کام کر رہا ہے۔ جتنا کہ اس گھوڑے کی قوت اس جگہ میں ہے جہاں وہ ہنہنا رہا ہے۔ مثلاً دیوار پر یا چھت پر یا عبادت خانے وغیرہ میں کیونکہ اس کی عزت وشان وشوکت لوگوں کے پاس اس کے ہنہنانے کے برابر ہوگی۔ اور دوسری تعبیر کے مطابق وہ گناہ اور برا کام اور فعل شنیع ہے۔ جس میں خوف وہول ہوگا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گھوڑا اس کو دیکھ کر آسمان وزمین کے درمیان اڑ رہا ہے یا یہ دیکھا کہ اس کے دو پر ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا وآخرت میں بزرگی حاصل کرے گا اور کبھی یہ بھی تعبیر ہوتی ہے کہ اس کا دیکھنے والا سفر کرے گا لیکن اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گھوڑے شہر میں یا گھروں میں دوڑ رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ سیلاب وبارش اور سختی ہوگی۔ اور اگر ان پر زینیں ہیں تو یہ خوشی یا کسی صدمے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

گھوڑے کے رنگ: اگر کسی نے خواب میں چتکبرا یا سفید گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جو معاملہ اس کی طرف منسوب ہے اس میں وہ لگا رہے گا اور اگر سیاہ مشکی رنگ کا ہے تو یہ معاملے سے مال اور خوشی حاصل کرے گا اور اگر لاکھی رنگ کا گھوڑا ہے تو اس کی تعبیر دین میں قوت وصلاحیت سے دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ گندم گوں ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ناگوار جگہ میں پہنچے گا اور اگر سفید رنگ کا ہو تو اس کی مثل چتکبرے کے ہوگی۔ اور سرخ رنگ کا گھوڑا تمام رنگوں میں انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ اور ان تمام میں بہترین گھوڑے وہ ہیں جن کے ہاتھ پیر سفید ہوں۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کسی آدمی کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھالیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس آدمی کے ذریعہ اس مقصد تک پہنچ جائے گا جس کی طرف وہ منسوب ہے۔ اور گھوڑی کی تعبیر عورت سے ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ گھوڑی کا مالک بنا یا اس پر سوار ہوا اور وہ اس کا مالک بھی بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ شریف مبارک عورت پائے گا۔

اور اگر گھوڑی سیاہ مشکی رنگ کی ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو مال دار عورت ملے گی۔ اور اگر گھوڑی سفید اور سیاہ رنگ کی ہو کہ اس میں سفیدی غالب ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عورت خوبصورت ملے گی اور اگر سبز ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عورت گانے بجانے والی ہوگی اور مہر اس کے بچہ کو کہتے ہیں اور ہر وہ حادثہ جو گھوڑی پر ظاہر ہو جیسے اس کا مرنا یا چوری ہو جانا یا نقصان تو یہ اس کی بیوی میں ظاہر ہوگا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گھوڑی کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال اور بزرگی اور نیک نامی اور اچھا رزق پائے گا اور اگر کسی نے خواب میں ایسا گھوڑا دیکھا کہ جس کو وہ جانتا نہیں اور نہ اس کا مالک بنا اور نہ اس پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بڑے مرتبہ کا آدمی ہے اور شریف ہے۔

اور اگر یہ دیکھا کہ وہ گھوڑا اس کی جگہ یا اس کے مکان میں آیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ ایک بڑا شریف آدمی جو صاحب عزت ہوگا داخل ہوگا اور اگر اس طرح دیکھا کہ اس کے گھر سے یا جگہ سے گھوڑا نکلا تو اسی کے مثل آدمی یا تو وہاں سے منتقل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔

ٹٹو (گھٹیا قسم کا گھوڑا): اس گھوڑے کی تعبیر آدمی کے نصیبہ اور بخت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ ٹٹو گھوڑا اس کا مطیع وفرمانبردار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا نصیبہ اس کے موافق ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا نصیبہ اس کے خلاف میں ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ٹٹو گھوڑے پر سوار ہے اور اس کی عادت عربی گھوڑوں پر سوار ہونے کی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا مرتبہ کم ہو جائیگا۔ اور خوشی میں نقصان آجائے گا۔ اور اگر اس کی عادت ہمیشہ ٹٹو گھوڑوں کی سواری ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا ذکر بلند ہوگا اور نصیبہ بلند ہوگا اور ان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں مومن کے لئے تحفہ فقر ہے۔ (تذکرۃ)

گھوڑوں کی مادیوں کی تعبیر اسی طرح ہوگی جیسے گھوڑیوں کی اور اسی طرح ان کے رنگوں کی تعبیر ہوگی۔ الا اینکہ وہ عجمی عورتیں ہوں گی نہ کہ عربی۔

خچر: اس کی تعبیر ایسے مرد سے کی جاتی ہے جس میں کوئی شرافت نہ ہو جیسے غلام اور چرواہا اور حرامی بچہ لیکن یہ مرد قوی اور سخت ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ خچر پر سوار ہے۔ اور اس کا دشمن ان صفات کا ہوگا تو وہ اس پر کامیابی حاصل کرلے گا اور اس کو تابع کرلے گا۔ بشرطیکہ یہ خواب کسی مرد نے دیکھا ہو۔ اور جو کسی عورت نے دیکھا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس صفت کے آدمی سے شادی کرے گی اور کبھی خچر کی تعبیر سفر سے بھی کی جاتی ہے اور اگر خچرنی ہے تو اس کی تعبیر بانجھ عورت سے کی جاتی ہے۔ جب کسی نے یہ دیکھا ہو کہ وہ خچرنی پر سوار ہے یا یہ کہ اس کا مالک بنا ہے اور اس پر پورا اسباب زین اور لگام وغیرہ موجود ہے اور خچروں کے رنگوں کی تعبیر اسی طرح ہوتی ہے جیسے گھوڑوں کی تعبیر پہلے بیان کردی گئی ہے اور کبھی خچرنی دیکھنے کی تعبیر مرد کے مرتبہ اور درجہ اور اس کے منصب سے کی جاتی ہے اور خچروں کے گوشت اور ان کی کھال کی تعبیر مال سے کی جاتی ہے۔ جس طرف وہ منسوب ہے اس کے مطابق خچر کا دودھ دیکھنا برا ہے اس کے لیے جس نے اس کو پیتے دیکھا ہو اور جس قدر کہ اس نے پیا اسی قدر بھلائی اور مشکل پائے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہوگا جس کی طرف خچرنی کی نسبت ہو۔

گدھا: اس کی تعبیر انسان کے نصیبہ اور اس کی سعادت مندی اور اس کے لطف سے کی جاتی ہے اور وہ عربی گھوڑے سے بہتر ہے۔ تو جس نے اس میں زیادتی یا نقصان دیکھا تو یہ اس کے نصیبہ اور سعادت مندی میں ہے اور مادہ نر کے مثل ہے اور بھلائی و اقبال میں افضل ہے۔ اور جس نے دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار ہے اور وہ اسکا مطیع وفرمانبردار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا نصیبہ بھلائی کے لیے جاگ گیا اور مال و رزق جمع کرنے کے لیے حرکت میں آگیا۔ اگر گدھا کالا ہے تو وہ مال اور سرداری حاصل کرے گا اور گدھے کے تمام رنگ گھوڑے کے رنگوں کے مثل ہیں۔ جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اور اس کے سوار ہونے اور باندھنے اور پکڑنے اور مالک بننے اور گھیرے میں لینے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ سب کی تعبیر یکساں ہے۔ اور عیب دار گدھے افضل ہیں اور ان میں بھلائی زیادہ ہے۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ گدھے پر سوار ہوا اور وہ اس کو لے جارہا ہے اور اس سے گر گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی جو حالت اس وقت ہے اس سے کمتر ہو جائے گی بلکہ ممکن ہے مر جائے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ گدھے پر سے اتر رہا ہے اسی طرح جس طرح عام طور پر اترتے ہیں تو اس کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے دل میں یہ خیال کرلیا کہ اب پھر وہ اس گدھے کی طرف نہ لوٹے گا تو وہ جس حالت میں اترنے سے پہلے تھا اس حالت کی طرف نہ لوٹے گا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ گدھا خرید رہا ہے اور نقد قیمت اشرفیوں میں یا روپوں میں دے دی اور سکوں کو اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کیا۔ تو یہ بہت اچھا ہے یا اچھا کلام ہے۔ جس کو وہ بولے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے نقد قیمت ادا کی اور روپیہ نہیں لوٹایا اور نہ اپنے ہاتھ سے الٹ پلٹ کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بھلائی پائے گا اور اس کا شکر ادا کرے گا اس لیے قیمت دراصل اس نعمت کا شکر ہے۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ گدھے کی آنکھ کمزور ہے یا وہ کانا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے معاش کا معاملہ شک وشبہ میں پڑجائے گا اور اگر گدھے میں کمزوری ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پاس ایک معاملہ ہے جس میں اس کو سیدھا راستہ نہیں مل رہا ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا گدھا خچر بن گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا نصیبہ اور اس کی معاش ایک ایسے شخص کی طرف چلے جائیں گے جو اس کی طرف نسبت نہیں رکھتے اور یہ سفر میں ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بن گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی معاش کسی بادشاہ یا شریف آدمی کے پاس سے ملے گی۔ اور اگر یہ دیکھا کہ اس کا گدھا کمزور ہوگیا اور کسی چیز کے اٹھانے سے عاجز ہوگیا یا اس کے چڑھنے اور قدم رکھنے میں کمزوری ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا نصیبہ کمزور ہوگیا اور دنیا میں اس کی سعادت کم ہوگئی۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے گدھے کا گوشت کھایا۔ گوشت اس کی ملکیت میں آیا یا اس نے کھانے کے لیے گدھا ذبح کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ خبیث مال پائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے گدھی کا دودھ پیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک شدید مرض میں مبتلا ہوگا جس میں بچنے کی امید کم ہے۔ واللہ اعلم۔

پہاڑ: اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ پہاڑ پر سیدھا سیدھا چڑھ رہا ہے تو اپنے دنیوی امور میں سے جو معاملہ چاہتا ہے اس میں مشقت و شدت اٹھائے گا۔ اور بلندی پر چڑھنا سب کا سب اچھا ہے الا یہ کہ اگر چڑھنے میں سیدھا سیدھا چڑھا تو اس میں شدت وتکلیف اٹھائے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ پہاڑ پر آہستہ آہستہ ایسا چڑھ رہا ہے جیسے کہ ہوشیاری میں چڑھتا ہے تو وہ عزت و شرف پائے گا اور اس طرح کا چڑھنا بہت اچھا ہے اور خواب میں ہر قسم کی بلندی کی تعبیر آدمی کی بلندی ہے۔ دین و دنیا اور جاہ میں۔ اور پہاڑ اور غاروں اور درختوں پر چڑھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو پناہ گاہ اور امن کی جگہ حاصل ہوگی اور محفوظ ہوگا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ بڑے بڑے پتھر اور چٹانوں اور پہاڑوں کو اٹھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ بڑے مشکل امور پر حاوی ہوگا۔ اور اس قسم کے لوگوں کا بوجھ اٹھانے میں وہ شدت اٹھائے گا۔

بازاروں کے چبوترے: یعنی وہ چبوترے جس پر مال رکھ کر بیچتے ہیں ان کی تعبیر مال اور مختلف مالوں کی تجارت سے کی جاتی ہے اور ایسی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کا عذاب اللہ نے دنیا میں رکھا ہے۔ (الحکم)

چبوتری جس پر لوگ بغیر مال رکھنے کے صرف بیٹھے رہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا لمبی چوڑی باتوں میں مشغول رہے گا۔

گھر: گھر کی تعبیر کئی طرح سے کی جاتی ہے، اگر اس کی بنیاد اور اس کی اصل اور وہاں کے رہنے والے اور اس کے مقام نا معلوم ہوں تو اس کی تعبیر آخرت کے گھر سے کی جائیگی۔ یعنی آخرت میں اس کا حال اس کے اعمال کا نتیجہ اسی طرح ہوگا جس طرح اس گھر کا حال تنگی و وسعت اور زیب و زینت یا پراگندگی میں اور اگر گھر معلوم ہے تو پھر اس کی تعبیر دنیا سے کی جائے گی۔ اور اس کا حال مثل اس گھر کے تنگی و وسعت اور زیب و زینت و پراگندگی وغیرہ میں ہوگا۔ اور اگر کسی نے اپنے کو ایسے گھر میں دیکھا کہ اس کو پہچانتا ہے اور وہ اس گھر کا مالک ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دنیا اس پر گھر کی وسعت اور اس کی خوبصورتی کے مطابق وسیع ہوگی اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر کی بنیاد میں زیادتی کی گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی دنیوی حالت میں زیادتی ہوگی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا گھر گر گیا یا خراب ہوگیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی دنیا برے اعمال کی وجہ سے خراب ہوگی۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنا گھر بیچ دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مر جائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ اپنا گھر یا دوسرے کا گھر بنا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا کی رغبت میں رہے گا۔ اور گھر کے مطابق وہ دنیا حاصل کرے گا۔ اگر اس کو کسی نا معلوم جگہ میں بنایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ نیک کام کرے گا۔ اور آخرت میں اس کا حال اچھا رہے گا۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے گھر کو گرا دیا تو اگر گھر نا معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ گزشتہ اس کے جو خطرناک حالات اور گناہ اور برے اعمال تھے وہ سب منہدم ہو گئے اور اگر گھر معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ برے کاموں اور فضول خرچی سے اس کی دنیا خراب ہوگی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے گھر کا کچھ حصہ گرا دیا یا گھر کا کچھ حصہ کم ہوگیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی دنیا کم ہو جائے گی۔

محل: اگر کسی نے شہر میں کسی محل کو دیکھا جو بہت بڑا اور وسیع ہے کہ اس کی کھڑکیاں ہیں اور روشندان ہیں اگر وہ اس پر چڑھ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں بلندی و سعادت پائے گا اور دیوار کی تعبیر آدمی کی حالت سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی دنیا سے بشرطیکہ وہ اس پر کھڑا ہو۔ اور اگر دیوار گر جائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی حالت گر جائے گی یا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

گچ کا مکان: اور گچ کا مکان، اگر وہ نا معلوم ہے تو اس کی تعبیر قبر سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ وہ گچ کے بنے مکان میں بند ہے اور وہ مکان نا معلوم ہے تو یہ اس کی قبر ہے۔

کچا مکان: اگر مکان گچ کا نہیں ہے بلکہ کچا اور نا معلوم مکان ہے تو اس کی تعبیر عورت سے کی جائے گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کسی مکان میں داخل ہوا اور اس کی بلندی پر گیا اور مکان نا معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک ایسی عورت سے شادی کرے گا جس سے بھلائی اور فائدہ پائے گا اور اگر مکان معلوم ہے اور یہ دیکھا کہ وہ اس کا مالک بنا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والے کو بیوی ملے گی اور کبھی مکان کے دیکھنے کی تعبیر اس کی دنیا سے کی جاتی ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے گھر کو جھاڑو دے رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ محتاج ہو جائے گا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ غیر کے گھر میں جھاڑو دے رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ اس گھر کے مالک سے بہت سا مال پائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ قبر کھود رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ گھر بنائے گا۔

شہر: اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شہر گر رہا ہے یا شہر کا کچھ حصہ گر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس شہر کے رہنے والوں کا دین برباد ہو جائے گا اور بہت ممکن ہے کہ بدبختی سے اس کی دنیا بھی چلی جائے۔

زینے: مثل سیڑھیوں کے ہوتے ہیں۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ زینے پر چڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر دین اسلام سے دی جائے گی یعنی جس سے وہ آخرت کی کامیابی تک پہنچے اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کچی اینٹوں کے زینے پر چڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں صدقہ سے اور مال خرچ کرنے سے ترقی کرے گا اور اگر زینہ گچ کا یا لکڑی کا یا پکی اینٹ کا ہو تو دنیا میں اس کی بلندی آہستہ آہستہ ہوگی بشرطیکہ خواب میں ایسی بات ہو جو اس کی دلیل ہو۔

گھر کا دروازہ: گھر کے دروازے کی تعبیر گھر کے سرپرست سے کی جاتی ہے۔ جس پر سب کی نظریں لگی ہوئی ہوں۔ تو جو بات دروازے میں واقع ہو۔ جیسے ٹوٹ جائے یا اکھڑ جائے یا جل جائے یا اور کوئی اچھی یا بری بات اس میں ہو جائے وہ گھر کے سرپرست میں واقع ہوگی۔ اور مکان کے دروازے کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے۔ اسی طرح دروازے کے اوپر کی چوکھٹ سے مراد مرد اور نیچے کی چوکھٹ سے مراد اس کی عورت ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اسکا گھر جل گیا تو اس کو یا تو سلطان سے کوئی ذلت نصیب ہو گی یا طاعون سے آفت پہنچے گی۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ دروازہ اکھڑ گیا یا گر گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ گھر والا مر جائے گا۔ اور اگر یہ دیکھا کہ مکان کا دروازہ یا اسکی چوکھٹ اکھڑ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ گھر کی مالکہ مر جائے گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر کا دروازہ اکھڑ گیا اور اس پر کوئی اور آدمی چڑھ کر بیٹھ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ گھر بیچ دے گا اور اس کی بیوی دوسرے سے شادی کرے گی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر کا دروازہ گر گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ پہلے بیمار ہوگا پھر اچھا ہو جائے گا۔

دروازے کے متعلقات: دروازے کی کھڑکی لکڑیوں سے مراد آدمی

کی اولاد ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ دروازے کی لکڑی گر گئی ہے تو اگر اس کی دولڑکیاں ہوں گی تو مر جائیں گی اور دو سے زیادہ ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ان کی شادیاں ہو جائیں گی اور وہ گھر سے نکل جائیں گی اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے گھر کا دروازہ بند کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کوئی دروازہ مقفل تھا اور اس نے اس کو کھول دیا تو اگر مکان معلوم ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شادی کرے گا اور اگر نا معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی دعا قبول ہوگی۔

میخ یا کیل: اس کی تعبیر ایسے آدمی سے کی جاتی ہے جس کے ذریعہ لوگ اپنے معاملات کو درست کر لیتے ہیں اور کچے اور پکے پل کی بھی یہی تعبیر ہے۔

زلزلہ: زلزلہ کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا میں کوئی خاص واقع نمودار ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ پہاڑوں میں زلزلہ ہو گیا تو اس کی تعبیر علماء کے حق میں بری ہوگی۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ خود اس کی ذات میں زلزلہ پڑ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی بھلائی نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر میں زلزلہ پڑا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس گھر میں زنا کاری ہوگی۔ اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے گھر کا کچھ حصہ گر گیا تو یہ گرنا موت کی دلیل ہے جس کی طرف اس حصہ کی تعبیر منسوب ہو سکے۔ واللہ اعلم۔

درختوں، پھلوں، غلہ وزراعت، سبزی وترکاری اور باغوں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کا بیان:

درخت: کل درختوں کی تعبیر مردوں سے کی جاتی ہے۔ اور ان کے حالات کی تعبیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح اس درخت کی طبیعت اور اس کا نفع اور خوشبو وغیرہ ہوتی ہے مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کوئی پھل پایا یا پتا پایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بہت سا مال اور رزق کسی ایسے شخص سے پائے گا جو اس درخت کے درجے کے برابر ہوگا۔

لکڑی: اگر سخت دیکھی تو اسکی تعبیر دین میں نفاق اور منافق آدمیوں سے دی جاتی ہے۔ اور جلنے والی لکڑی خشک ہو یا تر بڑی ہو یا چھوٹی اسکی تعبیر مثل سخت لکڑی کے ہوگی اگر بالکل چھوٹی تیلیاں دیکھے تو اسکی تعبیر یہ ہوگی کہ لوگوں میں چغلی چلنے والی ہے۔

عصا: کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک شریف آدمی ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قابل اعتماد شخص ہے۔

کانٹے دار درخت: اس کی تعبیر ایسے آدمی ہیں جن سے خواب دیکھنے والے کو برائی اور مشکل پیش آئے گی اور کانٹا تو خود بنفسہ دکھ دینے والا ہے کہ اگر انسان میں لگ جائے تو اس کے قول وفعل سے خواب دیکھنے والے کو تکلیف ہوگی۔ اور کبھی کانٹا خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اس انسان کو کوئی مصیبت پہنچے گی۔ جو اس کی تکلیف کا باعث بنے گی یا کوئی ایسا خوفناک معاملہ ہوگا جس میں وہ پڑ جائے گا۔

انگور اور انار کے درخت کا باغ: اس کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے ان کو بویا اور وہ سایہ دار بن گیا اور دراز ہو گیا تو اس کو عزت ملے گی اور یہ عزت اس درخت کی قدر و قیمت کے برابر ہوگی۔ اور کبھی اس کی تعبیر بچے سے کی جاتی ہے کہ وہ جوان ہو جائے اور اگر صرف ایک درخت دیکھا تو اس کی تعبیر ایک ہزار درہم ہے۔

موسم کا انار: اگر میٹھا انار خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ جمع شدہ مال ہے اور اگر خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے اس کو پورا کھایا یا اس میں سے کچھ کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ مال کا ایک کامل انبار اس کو ملے گا اور وہ ہر چیز کی ایک زیادہ مقدار ملنے کی دلیل ہے۔

کھٹا انار: خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس نے خواب میں کھالیا تو اس کو رنج وغم پیش آئے گا اور اسی طرح ہر کھٹے پھل کی تعبیر ہے۔

سیب: خواب میں دیکھنے کی تعبیر آدمی کی صنعت اور اس کی آمدنی اور اس کی ہمت سے کی جاتی ہے کہ اگر اس کو بادشاہ نے کھایا تو اس کا ملک ہے اور اگر تاجر نے کھایا تو اس کی تجارت ہے اور اگر کسی کاریگر نے کھایا تو یہ اس کی صنعت ہے۔ مثلاً اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے سیب کو پالیا یا اس کو کھالیا یا اس کا مالک بن گیا تو وہ اس ہمت سے دنیا پائے گا۔ اور اس کی تروتازگی اور لذت وقلت وکثرت کے لحاظ سے۔

ترنج: اگر کسی نے خواب میں زیادہ دیکھا تو وہ اچھا مال ہے اور اگر ایک یا دو یا تین ترنج دیکھا تو اس کی تعبیر نیک اولاد ہے اور ترنج کی زردی دیکھنے سے کوئی نقصان نہیں۔

زرد میوہ: جیسے بہی اور سیب اور زعفران اور امرود اور زرد آلو دغیرہ کو اگر کسی نے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دیکھنے والا مریض ہو جائے گا۔ اور اگر ان کو سبز دیکھا تو اس کا دیکھنا ایسے رزق کی دلیل ہے جو نفع نہ دے۔

تربوز: اگر کسی نے خواب میں سبز تربوز دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ رزق ملے گا۔ اور زرد کو اگر خواب میں کھاتے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بیمار ہو جائے گا۔

کیلا: جس نے اس کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو مال ملے گا اور دیکھنے والا دین دار ہے تو اس کے دین میں زیادتی ہوگی اور اس کی زردی یا ترشی نقصان نہ دے گی اور نہ غیر موسم میں دیکھنا نقصان کرے گا۔ اور ہر قسم کا کیلا دیکھنا خیر ہی خیر ہے

انگور: اگر سفید اور سرخ کسی نے خواب میں دیکھا تو یہ دنیا کے دو بازو ہیں۔ اگر موسم میں دیکھا تو بہتر ہے اور اگر غیر موسم میں دیکھا تو وہ بیماری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔'' (بیہقی)

ہےاور جس نے خواب میں اس کو کھایا تو جتنے دانے کھائے اتنے ہی کوڑے اس کے جسم پر پڑیں گے۔اور یا اس کے جسم میں اتنے دانے نکلیں گے۔اور اگر انگور کا رنگ کالا ہو تو کوئی نفع نہ ہوگا۔اس لیے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو غصہ کی حالت میں بددعا دی تھی تو وہ انگور جوان کے ہاتھ میں تھا وہ سیاہ ہو گیا تھا تو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

اگر کسی نے یہ دیکھا کہ انگور نچوڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ کی خدمت کرے گا۔اور اسی طرح جس نے یہ دیکھا کہ زیتون نچوڑ رہا ہے اس کی بھی تعبیر یہی ہوگی کہ بادشاہ کی خدمت کرے گا اور اچھا تیل وغیرہ دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ اگر کسی نے اس کو پالیا تو وہ برکت و بھلائی اور مال و سرسبزی پائے گا۔اور منقی لال ہو کہ کالا اس کی تعبیر مال و بھلائی و رزق و منفعت ہے جو اس کو پائے۔

انجیر: اس کی تعبیر غم اور ندامت ہے اس لیے کہ ہمارے والد آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اسی کے نیچے بیٹھے تھے

اخروٹ: اگر پورا اخروٹ ہے تو اس کی تعبیر گفتگو اور جھگڑا اور رزق ہے۔لیکن بغیر رنج وتعب کے حاصل ہوگا۔

بادام: تازہ ہو کہ سوکھا اس کی تعبیر چھپے ہوئے مال سے ہے اور اسی طرح پستہ کی تعبیر ہے۔

بندق: اس کی تعبیر اچھے مال سے کی جاتی ہے۔اور ہر درخت جس کو پھل نہیں ہوتا جیسے سرو اور دنف (۲) اور آس اور اسی طرح کے اور درخت، اس کی تعبیر ایسا آدمی ہے جسکا نفع بہت کم ہے اور ہر وہ درخت جو خوشبودار ہے اس کی تعبیر ایسے شریف مرد سے کی جاتی ہے جو قابل تعریف ہو۔اور ہر بدبودار درخت کو دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ خبیث النفس آدمی ہے۔

غلہ کے دانے: تازہ گیہوں خشک گیہوں سے افضل ہیں۔اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ تازہ گیہوں کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین کی صلاحیت پائے گا اور پاک رزق اس کو ملے گا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ خشک گیہوں یا پکے ہوئے کھا رہا ہے تو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے قصہ کی وجہ سے۔

جو: اس کا دیکھنا گیہوں سے افضل ہے خواہ تازہ ہو کہ خشک پکا ہوا ہو کہ بھنا ہوا سب اچھا ہے۔پاک رزق ہے۔خواہ اس کو کھائے یا اسکو ملے۔

آٹا: یہ سب کا سب جمع شدہ مال ہے۔جو بے حد و انتہا ہو خواہ وہ جو کا آٹا ہو کہ گیہوں کا اور غلوں کا آٹا دیکھنا روٹی سے بہتر ہے۔اس لیے کہ روٹی کو تو آگ چھوتی ہے اور صاف روٹی مال ہے جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور جس نے اس کو کھایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا عیش اچھا رہے گا۔

گوندھا ہوا آٹا: اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی نسل زیادہ ہوگی۔اور اگر اس کے پاس پھلدار درخت ہوں گے تو پھل زیادہ ہوں گے۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ آٹا گوندھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی نسل اور اسکے باغ کا پھل اور اس کی زراعت سب میں زیادتی ہوگی۔اور رزق بھی اس کی تعبیر ہے۔لیکن رنج ومحنت سے حاصل کرے گا۔

چاول: اس کی تعبیر مال سے ہے۔جس کے حاصل کرنے کے لیے رنج وغم اٹھائے گا۔

تل: تل کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ترقی کرنے والا مال ہے۔جس میں ہر وقت زیادتی ہوتی رہے گی۔

جوار باجرہ: اس کی تعبیر وہ مال ہے جو کمانے کے لحاظ سے ردی ہے۔

لوبیا: کی تعبیر طویل رنج وغم سے ہے۔

چنا، مسور، مٹر: کی تعبیر اس مال سے کی جاتی ہے جو پاک نہیں اور جس میں رنج وغم ہے۔

کھیت: اگر کسی کے پاس کھیت ہو تو اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ دین و دنیا میں اس کی بھلائی ہے۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کھیتی میں چل رہا ہے تو کھیتی کی سرسبزی اور عمدگی کے مطابق اس کی دین و دنیا بھلی ہوگی۔اور کبھی کھیتی کی تعبیر ایسے لوگوں سے بھی ہوتی ہے جو اس جگہ کسی رنج کے موقع پر جمع ہوں۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کھیتی کاٹی گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ لوگوں کے قتل کی طرف اشارہ ہے۔

زمین میں بیج کا ہونا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ نیک کام سرزد ہوں گے۔اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اگ گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے کام اللہ کے پاس تمام کے تمام مقبول ہونگے اور اسی سے وہ دنیا میں بھی شہرت حاصل کرے گا۔اور اسی سے عزت وشرافت حاصل کرے گا۔اور کبھی بیج کی تعبیر اولاد اور نسل سے بھی کی جاتی ہے۔بشرطیکہ زمین پوری دیکھنے میں آجائے، نامعلوم نہ ہو۔

سبزی: جیسے کھیرا، ککڑی، اور شلجم اور ناریل وغیرہ دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ معمولی رزق ہے جو رنج وغم وڈر سے حاصل ہو۔اور کبھی ایسا بھی ہوگا کہ رنج وغم وخوف تو ہو جائے لیکن رزق کے آنے میں دیری ہو۔اور جو رنج ہو اسکی مدت طویل ہو جائے اور یہی تعبیر پیاز اور گندنا اور کٹ کی ہے۔اور جملہ قسم کی ترکاریوں کی تعبیر رنج وغم وخوف اور تنگی سے زندگی گزارنے کی کی جاتی ہے۔

خوشبوئیں: جملہ اقسام کی خوشبوؤں اور سونگھنے والی چیزیں جیسے گلاب، نرگس، سورج مکھی وغیرہ کو اگر کسی نے خواب میں ایسے دیکھا کہ وہ درخت سے جدا ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا اس سے زائل ہو جائے گی اور اگر ان پھولوں کو درخت میں لگا ہوا دیکھیں تو اس کی تعبیر نیک لڑکے سے کی جائے گی۔اس پھول کی قدر و قیمت کے مطابق۔اور جس نے اس کو پالیا اس کے لیے اچھا ہو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا سے بے رغبتی ہونا قلب و بدن کو راحت دیتا ہے اور دنیا میں رغبت کرنا فکر وغم کو طوالت دیتا ہے۔'' (بیہقی)

گا۔اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ کوئی نامعلوم قسم کا پودا کسی ایسی جگہ میں اگا ہے جہاں عادتاً پودے نہیں اگا کرتے جیسے گھر اور مسجد تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی آدمی اس گھر میں دامادی یا شرکت وغیرہ کی حیثیت سے داخل ہوگا۔

گھاس: اس کی تعبیر یہ ہے کہ فوراً ہی مال ملے گا اور وہ بھی سونا ہوگا اور اسی لیے سوکھی ہوئی گھاس کو حضرت محمد بن سیرینؒ خالص سونا کہا کرتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ کسی شخص نے محمد بن سیرینؒ کو ایک اونٹ سوکھے گھاس سے لدا بھیجا تو اس کو بہت دیر تک دیکھتے رہے پھر کہنے لگے۔کاش یہ اونٹ مجھے رات میں خواب میں ملتا۔

باغ: اس کی تعبیر بیوی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ باغ میں ہے اور وہاں پھل کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک مالدار عورت سے وہ مال پائے گا اور اگر یہ دیکھے کہ وہ باغ میں سیر کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ ایک عورت کے ملنے سے اس کی حالت اچھی ہوگی اور اس کا عیش عمدہ گزرے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے باغ کا دروازہ ایک طرف سے اکھڑ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے گا۔اور نامعلوم باغوں کی تعبیر جنت سے کی جاتی ہے۔اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اس میں سیر کر رہا ہے تو اس کی تعبیر جنت ہے اور چمنوں کی تعبیر دین اسلام ہے۔اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ وہ چمن میں چل رہا ہے یا اس میں سیر کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ملے گی اور اسلام میں وہ خیر کثیر حاصل کرے گا اور اس میں تفریح کرنے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بلندی حاصل کرے گا۔

شربتوں اور دودھ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کا بیان:

دودھ: اگر نامعلوم قسم کا دودھ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اسلام کی فطرت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔یعنی اگر کسی نے دیکھا کہ نامعلوم قسم کا دودھ پیا یا یہ کہ دودھ اس کے قبضہ میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بھلائی پائے گا اور اس کا دین اچھا رہے گا۔اور اگر دودھ ایسا تھا جس کی قسم اور جنس معلوم نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو حلال مال ملے گا اچھا رزق ملے گا۔جس سے وہ فائدہ اٹھائے گا بشرطیکہ وہ نہ کھٹا ہو نہ چھانچ۔جس کی چکنائی نکال دی گئی ہو اور اگر کھٹا ہوا یا چھانچ ہوئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو رنج وغم اور نقصان پہنچے گا۔

پنیر: پنیر کی تعبیر منجملہ مال اور بھلائی اور اس کے مالک کی سرسبزی ہے اور تر خشک سے افضل ہے۔

گائے، بھینس اور اونٹنی کے دودھ:

سب کے سب بھلے ہیں اور بکری اور مینڈھی کا دودھ گائے کے دودھ سے کم درجہ کا ہے اور جنگلی اونٹنی کے دودھ کی تعبیر دین میں صلاحیت سے دی جاتی ہے اور خچرنی کا دودھ اگر کسی نے پیا تو اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ اس کو گھبراہٹ اور تکلیف پہنچے گی اور شہری گدھی کے دودھ کی تعبیر یہ ہے کہ شدید مرض ہوگا لیکن پھر زائل ہو جائے گا اور تمام جنگلی جانور جو کھائے جاتے ہیں ان کے اور اسی طرح ہرنی کے دودھ کی تعبیر بھلائی، صلاحیت اور جائز رزق ہے اور گھوڑی کا دودھ پینے کی تعبیر یہ ہے کہ پینے والے کا نام نیک ہوگا۔اور شیرنی کا دودھ پینے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن پر کامیابی حاصل کرے گا اور کتیا کا دودھ پینے کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو دشمن سے سخت ڈر ہوگا اور جلد نقصان پہنچے گا۔اور چیتنی کے دودھ کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو خوف ہوگا اور اس کا دشمن ظاہر ہوگا اور لومڑی کے دودھ کی تعبیر بھلائی اور خوشی اور مالداری سے دی جائے گی اور ریگماہی کے دودھ کی تعبیر بیماری اور خصومت سے دی جاتی ہے۔اور سورنی کے دودھ کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پینے والے کی عقل میں تغیر ہو جائے گا۔اور دودھ خواہ چھاتی سے پیئے یا چھاتی سے پلایا جائے ہر دو صورتوں میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ پینے والا قید میں یا تنگی میں پڑ جائے گا کیونکہ دودھ پینے کی مدت دو سال پر ختم ہو جاتی ہے۔اگر کسی عورت نے خواب میں دیکھا کہ وہ دودھ والی ہوگئی ہے یا اس کی چھاتیوں سے دودھ بہنے لگا ہے تو اس کی تعبیر بھلائی اور مال اور رزق سے دی جاتی ہے جو اس پر بہتا آئے گا لیکن دودھ پینے کی تعبیر اس کے خلاف ہے۔

شراب: اس کی تعبیر حرام مال ہے بشرطیکہ خواب میں خصومت کے ساتھ جھگڑا نہ ہو اور نہ اس سے بحث ہو جس نے اس سے پیالہ کے بارے میں جھگڑا کیا ہو کیونکہ یہ شر ہے۔

انگور یا کھجور کا شیرہ: اس کی تعبیر مکروہ مال سے دی جاتی ہے جس میں شبہ ہو لیکن جس قدر اس کو آگ لگی ہوئی معلوم ہوگی اس قدر رنج ومصیبت سے حاصل ہوگا۔

نشہ: اگر خواب میں بغیر شراب کے نشہ معلوم ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو مکروہ بات پہنچے گی جس میں کوئی بھلائی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ اور تم لوگوں کو ایسے دیکھو گے کہ گویا وہ نشہ میں ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ شراب یا شیرا کسی کے ساتھ پی رہا ہے اور دونوں کے درمیان کھانے کا دسترخوان ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ معاش حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور اپنے غیر سے جھگڑے گا کیونکہ دسترخوان کی تعبیر معاش سے ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شراب بنا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سلطان کی خدمت کرے گا اس کے ہاتھوں سے بڑے بڑے کام انجام

پائیں گے اور اگر کسی نے شراب کی نہر دیکھی تو اگر سبز چمن میں ہو جو نہ معلوم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوگا بشرطیکہ وہ شراب پئے یا اس چمن میں داخل ہوا اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ دنیا میں کسی فتنہ میں مبتلا ہوگا۔

شہد: اس کی تعبیر مال اور پاک رزق اور امراض سے شفا ہونے کی دی جاتی ہے وہ تمام شربت جو میووں سے بنائے جاتے ہیں ان کی تعبیر انہی پھلوں کے لحاظ سے ہوگی جن سے وہ شربت بنائے گئے ہوں اور اس کے متعلق اوپر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔

عورتوں، مردوں اور انسانوں کے اعضاء اور حیوان کے فضلوں کو خواب میں دیکھنے کا بیان:

جان پہچان کا آدمی: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کو کوئی جان پہچان کا آدمی کوئی چیز دے رہا ہے یا بات کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یا تو وہی مرد ہے یا اس کا کوئی نظیر یا اس کا ہم نام۔

غیر شناسا آدمی: اگر کسی نے ایسے شخص کو دیکھا جس کو وہ نہیں جانتا تو اس کی تعبیر اس طرح ہوگی کہ اگر وہ جوان ہے تو گویا اس کا دشمن ہے اور اگر وہ بوڑھا ہے تو اس کی تعبیر اس کی نیک بختی اور اس کے نصیبے اور بخت سے کی جائے گی جس میں وہ کوشش کر رہا ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بوڑھا اس کو کچھ دے رہا ہے یا اس سے بات کر رہا ہے تو اس کی تعبیر اس کی نیک بختی اور کوشش و نصیبہ و بخت سے کی جائے گی اور یہ اسی حد پر ہوگا جس حد پر اس نے بوڑھے کو دیکھا اور اس کی اچھی صورت یا بد صورتی یا کمال یا نقصان یا قوت یا ضعف کے لحاظ سے تعبیر دی جائے گی۔

بوڑھی عورت: اگر ایسی دیکھی جس کو وہ جانتا ہی نہیں تو اس کی تعبیر اس کے سال سے ہوگا تو جیسے اس کا حسن و کمال یا قباحت ہوگی اسی طرح اسکا سال گزرے گا اگر کسی نے خواب میں ایسی لڑکی دیکھی جس کو وہ جانتا نہیں کہ وہ اس سے بات کر رہی ہے یا اس کو کچھ دے رہی ہے یا اس نے دیکھا کہ وہ اس لڑکی کو گلے لگا رہا ہے یا اسکو پیار کر رہا ہے یا اس کے ساتھ زندگی گزار رہا ہے یا اس سے جماع کر رہا ہے بغیر اس کے کچھ چیز دیکھے تو یہ اس کا سال ہے جو اس عورت کی حالت کے مطابق ہوگا یعنی اگر وہ خوب صورت اور موٹی ہے تو وہ اپنے اس سال میں بھلائی اور اچھا رزق پائے گا۔ اور اگر وہ عورت اس کے خلاف ہوتی تو جیسی اس کو دیکھے گا ویسی ہی تعبیر ہوگی۔

پیدا شدہ لڑکی: تعبیر میں لڑکے سے اچھی ہے۔ اور جس نے اس کو خواب میں دیکھا اس کو خوشی اور فرحت حاصل ہوگی۔

لڑکا: جس نے خواب میں دیکھا اس کی تعبیر فکر و غم رنج اور سخت محنت سے کی جائے گی جس نے اس لڑکے کو دیکھا یا جس کے یہ لڑکا پیدا ہوا۔

ایسے خواجہ سرا جنکو جانتا نہیں: ان کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر فرشتوں کا دیکھنا ہے۔

سر: مرد کا اپنے سر کو خواب میں دیکھنا دراصل اپنے رئیس کو دیکھنا ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں شہرت حاصل کرے گا۔ اور یہ رئیس خواہ اس کا باپ ہو کہ بھائی ہو مالک یا شوہر یا بادشاہ وغیرہ تو سر میں اگر کوئی واقعہ دیکھے تو وہ واقعہ اس کے رئیس میں نمودار ہوگا اور سر کی تعبیر کبھی انسان کے راس المال سے بھی کی جاتی ہے تو اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا سر بغیر گردن مارنے کے علیحدہ ہو گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا رئیس اس سے جدا ہو جائے گا یا اس کا راس المال جدا ہو جائے گا یا اس کی معیشت بیٹھ جائے گی۔

سر کے بال: اگر یہ خواب دیکھنے والے کا مال ہیں یا اس کے رئیس کا مال اور کبھی اس کی تعبیر اور طریقہ سے بھی کی جاتی ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اپنے سر کو منڈوایا اور وہ نہ حج کا زمانہ تھا اور نہ اشہر حرم تھے (اشہر حرم ان چار مہینوں کو کہتے ہیں ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا یا اس کے رئیس کا مال چلا جائے گا یا وہ اپنے کام سے معزول ہو جائے گا اگر اس نے خواب اشہر حج کے زمانہ میں دیکھا (اشہر حج میں یہ تین مہینے ہیں۔ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ) تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہیں تو یہ ممکن ہے کہ وہ حج بھی کر لے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے سر کے بال لمبے ہو گئے ہیں تو اگر وہ ہتھیار لگایا کرتا ہے تو اس کی قوت و زینت و خوب صورتی و ہیبت بڑھے گی یعنی اگر وہ ہاشمی ہے تو وہ لوگوں کی گردنوں کا مالک بن جائے گا اور اگر وہ تاجر ہے تو اس کے مال میں زیادتی ہوگی اور اگر کسان ہے اس کی کھیتی و زراعت میں زیادتی ہوگی اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں تو پھر اس نے جس قدر لمبے اور وسیع بال دیکھے ہیں اسی کے مطابق اس کو رنج و غم پہنچے گا خصوصاً اگر یہ دیکھا کہ بال اس کے چہرے پر اتر گئے اور اگر اس کے سر کے بال کالے تھے اور اس نے ان کو خواب میں سفید دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ لوگوں میں اسکی ہیبت اور وقار کی زیادتی ہوگی اور اگر اس کے بال سفید تھے اور اس نے ان کو خواب میں سیاہ دیکھا تو یہ اس کے حالات کے متغیر ہونے کی دلیل ہے۔

آدمی کا چہرہ اور اس کی داڑھی: اس کی تعبیر اس کے مرتبے اور اس کی ہیبت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کی داڑھی لمبی ہو گئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے مرتبہ میں زیادتی ہوگی اور اگر کسی نے اپنی داڑھی کو اس قدر لمبی دیکھا کہ عادتاً اتنی لمبی نہیں ہوا کرتی تو یہ داڑھی جس قدر لمبی ہوئی ہے اتنا ہی فکر و غم و رنج و بلا اس کو پہنچے گی اور اگر کسی نے یہ دیکھا ہو کہ اس کی داڑھی منڈھی ہوئی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ لوگوں میں اس کا مرتبہ چلا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ دیکھا کہ داڑھی گر گئی یا اکھاڑی گئی اور منڈی ہوئی ہونا اس سے کم درجہ پر ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا سر اور اس کی داڑھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے تعجب انتہائی تعجب ہے اس شخص کے لیے جو زندگی کے دار کی تصدیق کرتا ہے اور وہ دار غرور کے لیے سعی کرتا ہے۔" (بیہقی)

دونوں مونڈ دیئے گئے تو اگر خواب میں کوئی ایسی بات بھی نظر آئے جو بھلائی کی دلیل ہو تو اس کی تعبیر ہوگی کہ اگر وہ مصیبت زدہ ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو دور فرما دے گا۔ اور اگر وہ مقروض ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسکے قرضہ کو ادا کرا دیگا اور اگر بیمار ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دے گا لیکن اگر کوئی بھلائی کی دلیل خواب میں نظر نہ آئے تو پھر اس خواب میں کوئی بھلائی نہیں۔

خضاب: یہ دراصل پردہ اور حفاظت ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے سر میں خضاب لگا لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی اس حالت پر پردہ ڈال دے گا جو وہ کرنے والا ہے اور وہ اس کا عزم کر چکا ہے اور اگر خضاب اس پر جما نہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر پردہ نہیں ڈالے گا۔

سر میں اور داڑھی اور بدن میں تیل لگانا:

جس نے خواب میں یہ دیکھا تو اگر معلوم جگہ سے تجاوز نہ کرے تو یہ حسن اور زینت کی دلیل ہے۔ اور اگر تجاوز کر جائے یا چہرے پر بہنے لگے یا کپڑے پر بہنے لگے تو وہ غم ہے جو اس کو پہنچے گا اور اگر وہ تیل جس کو اس نے بدن میں لگایا ہے خوشبودار ہے تو زینت کے ساتھ کوئی اچھی بات بھی ہوگی

بخور: اس کا خواب میں دیکھنا اچھی تعریف کی نشانی ہے لیکن اس میں ہولناکی اور خطرہ بھی ہے کیونکہ دھوئیں کی تعبیر سلطان سے ہولناکی وخطرہ کی ہے۔

بال اگنا: اگر چہرے میں یا ہتھیلیوں میں یا ایسی جگہ جہاں عموماً بال نہیں ہوا کرتے کسی نے بال دیکھے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر قرضہ ہو جائے گا اور اس کو بہت سخت تکلیف وشدت پہنچے گی اور اگر مونچھ اور بغل اور زیر ناف پر بال دیکھے تو اگر بال کم ہیں تو یہ سنت میں اور دین میں زیادتی کی دلیل ہے اور کبھی زیر ناف بالوں کی زیادتی ایسی ولایت کی دلیل ہوتی ہے جس میں دین نہ ہو اور تمام جسم کے بال کا دیکھنا انسان کا مال ہے۔ اگر اس کے پاس مال یا تجارت یا زراعت ہے تو جو زیادتی یا نقصان ان بالوں میں دیکھے گا تو اسی طرح میں زیادتی یا نقصان حاصل کرے گا اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے بال چمک رہے ہیں تو اگر وہ غنی ہے تو محتاج ہو جائے گا اور محتاج ہو تو غنی ہو جائے گا اور اگر وہ پریشان حال ہو تو اس کی پریشانی زائل ہو جائے گی۔ اور اگر وہ بیمار ہے تو شفاء پائے گا اور اگر وہ قرض دار ہے تو قرض اس کا ادا ہو جائے گا۔

پیشاب: جس نے یہ دیکھا کہ اس نے پیشاب کیا ہے تو اگر وہ پریشان ہے تو اس کی پریشانی دور ہو جائے گی اور اگر وہ قرض دار ہے تو اس کا قرض دور ہو جائے گا اور اگر وہ مال دار ہے تو جس قدر کم یا زیادہ پیشاب اس نے دیکھا ہے اسی قدر اس کا مال کم ہو جائے گا۔

انسان کا بھیجا: یہ اس کا مال اور خزانہ ہے اور اسی طرح تمام بھیجے کہ وہ گڑے ہوئے مال ہیں۔ اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ بھیجا کھا رہا ہے تو وہ اپنا پاک مال کھا رہا ہے۔ اور اگر اس کے سوا کسی آدمی یا جانور کا بھیجا کھاتے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ غیر کی کمائی کھا رہا ہے۔

لوگوں کا گوشت: اگر پکے ہوئے یا بھنے ہوئے دیکھا تو وہ مال ہے۔ اور اگر ان کا کچا دیکھا تو یہ غیبت ہے۔ اس شخص کی جس کا اس نے گوشت کھایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ

(کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے بلکہ تم اس کو برا سمجھو گے)

کان: خواب میں کان کا دیکھنا اس کی بیوی یا بیٹی سے تو اسمیں حادثہ یا کمی یا زیادتی پائے گا تو وہ ان ہی میں ہوگا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

آنکھ کی پلکیں اور بھویں: اس کی تعبیر دین کی حفاظت اور اس میں اس کے اچھے اخلاق سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے اپنی آنکھوں کی پلکوں میں زیادتی یا نقصان یا خوبصورتی پائی تو یہ حالت اس کے دین اور اس کے حسن اخلاق میں ظاہر ہوگی۔

ناک: ناک کی تعبیر انسان کے مرتبہ اور فخر سے کی جاتی ہے۔ اور اسی طرح اس کی پیشانی کی تعبیر اس کی عزت اور اس کے فخر سے کی جاتی ہے۔ تو ان میں جو زیادتی یا نقصان دیکھے گا تو یہی حالت اس میں ہوگی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

کن پٹیاں، رخسار، جبڑے: یہ انسان کی معاش کے طریقوں پر دلالت کرتے ہیں۔ تو اس میں جو کچھ واقع ہوگا اس کی تعبیر وہ معاش ہوگی جو لوگوں کے درمیان اس کی ہے۔ ہونٹ آدمی کے مددگار ہیں اور اوپر کا ہونٹ نیچے کے ہونٹ سے افضل ہے۔

آدمی کی زبان: اس کی تعبیر اس کے ترجمان اور اس کے پیغامبر سے کی جاتی ہے اور کبھی زبان کی تعبیر آدمی کی حجت اور دلیل سے کی جاتی ہے اگر کسی نے اپنی زبان کٹی ہوئی یا چھوٹی یا ناقص دیکھی تو اگر اس کے اور کسی کے درمیان لڑائی جھگڑا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی حجت کٹ گئی اور اگر کسی سے اس کا جھگڑا نہیں تھا تو یہ اس کے دین میں صلاحیت کی دلیل ہے۔ اور اگر یہ دیکھا کہ وہ لانبی ہوگئی ہے تو گویا جھگڑے میں اس کی دلیل طاقتور ہوگی اور مراد ہے۔ یعنی اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا کان مر گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو وہ اپنی بیوی کو طلاق دے گا یا وہ مر جائے گی یا اس کی بیٹی کی شادی ہو جائے گی۔ اور کان کی زیادتی یا زیور سے مزین ہونا اس میں موتیوں کا ہونا اسکی بیوی یا بیٹی کے خوشحال رہنے کی دلیل ہے

آدمی کی سماعت: کی تعبیر اس کے دین سے کی جاتی ہے یعنی اگر اس نے خواب میں اپنی قوت سماعت کو کم یا زیادہ دیکھا یا بالکل غائب پایا تو یہی

حالت اس کے دین کی سمجھی جائے گی۔

انسان کی آواز: اس کے شہر اور لوگوں میں اس کے ذکر اور اس کے فخر سے ہوگی تو جس طرح اس کی آواز اور اس کی خوش گلوئی اور راگ اور خوش آوازی اور اس کا بعد وقرب خواب میں معلوم ہوگا اسی کے مطابق اس کی شہرت اور اس کا چرچا ہوگا۔

آنکھ: اس کی تعبیر انسان کے دین اور اس کی ہدایت سے کی جاتی ہے اور اسی طرح اس کی قوت بصارت کی تعبیر ہوگی۔ تو جس نے اپنی آنکھ یا قوت بصارت میں کمی یا زیادتی پائی تو وہ اس کا دین ہے جیسے اندھاپن اور سرخی اور شب کوری وغیرہ۔ اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے سرمہ لگایا ہے اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کے دین میں بھلائی رہے گی اور اگر خواب میں سرمہ لگاتے وقت زینت کا قصد کیا ہو تو وہ ایسا کام کرے گا جس سے لوگوں میں اس کی دینداری بہترین ثابت ہو اور کبھی آنکھ کی تعبیر مال یا لڑکے یا بھائی یا امیر سے کی جاتی ہے۔ وہ طرار رہیگا جس سے وہ جھگڑ رہا ہے یا لڑ رہا ہے اس پر اس کو کامیابی حاصل ہوگی اور اگر اس کا کسی سے جھگڑا نہ ہو تو وہ زیادہ لغو وفحش اور بے ہودہ باتیں بکنے والا ہوگا اور عورت کی زبان کا کٹنا ہر حالت میں اچھا ہے۔

اونٹ اور گائے، بکری اور بھیڑ کو اور ان کے گوشت کو خواب میں دیکھنے اور ان کے رنگوں کا بیان:

اونٹ: اونٹ کی تعبیر کبھی سفر سے کی جاتی ہے اور کبھی رنج سے اور کبھی کسی موٹے آدمی سے جو عربی ہو یا عجمی اور اگر سرخ رنگ کا (بختی) ہے تو اس کی تعبیر تو وہی ہے جو ہم نے بیان کی لیکن اگر اونٹنی ہے تو اگر اس کا دیکھنے والا مجرد بے شادی شدہ ہے تو اس کی تعبیر عورت ہے اور اگر مجرد نہیں ہے تو اس کی تعبیر سفر یا ملک یا مکان سے کی جاتی ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹ پر سوار ہے اور وہ اس کو لے کر چل رہا ہے تو اس کی تعبیر سفر سے ہے اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹ بن گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو رنج وغم ومرض پہنچے گا۔ پھر وہ اچھا ہو جائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹ سے جنگ کر رہا ہے یا اس سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی دشمن سے لڑ رہا ہے اور اگر اونٹ سرخ رنگ کا بختی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عجمی آدمی ہے۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس بہت سے اونٹ ہیں جن کا وہ مالک بنا ہے یا ان کو چلا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی قوم کا حاکم بنے گا اور کسی نے یہ دیکھا کہ نامعلوم اونٹ کسی زمین یا جگہ یا گاؤں میں داخل ہوئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ کوئی دشمن داخل ہوگا اور کبھی اس کی تعبیر سیلاب یا وبا یا مرض سے بھی کی جاتی ہے۔ اگر اونٹ اچھا ہے تو دشمن یا مرض یا وبا کا انجام بھلائی اور صلاحیت وبرکت کی طرف ہوگا اور اگر اونٹ بڑا ہے تو معاملہ مذکورہ بالا امور کی ضد ہوگا۔

اونٹ کے گوشت: ان کی تعبیر وہ اموال ہیں جن کی طرف وہ منسوب ہیں اور کہا جاتا ہے کہ جس نے یہ دیکھا کہ اس نے کچھ کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مریض ہو جائے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ اونٹنی کا دودھ دھو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی عورت سے حلال مال حاصل کرے گا اور اگر دودھ کے سوا اور چیز دوہی ہے یعنی خون یا پیپ تو اس کی تعبیر حرام مال سے ہوگی اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اونٹنی کا دودھ پیا لیکن خود نہیں دوہا تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک موٹے آدمی سے مال پائے گا جو شان وشوکت والا ہوگا اور فصیل الناقہ اس کے بچے کو کہتے ہیں اور جس نے یہ دیکھا کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس سے نکل گئی یا ضائع ہوگئی یا چوری ہوگئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔

بیل: اس کی تعبیر موٹے آدمی سے کی جاتی ہے جو سلطان کے گورنروں میں سے ہوگا یا ایسا آدمی جس کے پاس منفعت اور قوت ہوگی بشرطیکہ اس بیل کے سینگ بھی ہوں اور اگر سینگ نہ ہوں گے تو اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو حقیر ذلیل کوتاہ قد کا ہو جس کی نعمت سلب ہوگئی ہو۔

گائے: اس کی تعبیر سال یا عورت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ بیل پر سوار ہے یا اس کا مالک بنا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سلطان کے عہدوں میں سے کوئی عہدہ پائے گا اور اس سے بھلائی پائے گا اور سلطان کے کسی عہدہ دار پر قابو پالے گا اور اس کی پناہ میں اس سے بہت مال حاصل کرے گا اور اگر وہ بیل اس کے گھر میں داخل ہو گیا اور اس پر اس کو قابو حاصل ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال جو وہ پائے گا اس کو محفوظ رکھ سکے گا اور یہ بیل اس کی بھلائی کی زیادتی کا باعث ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ایک یا بہت سے بیلوں کا مالک بنا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال پر حاکم بنے گا اور مال اس کے ہاتھ کے نیچے ہوگا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بیل نے اس کے سینگ مارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کام سے ہٹا دیا جائے گا اور جس قدر کہ اس سینگ کی مار پڑی ہے اسی کے مطابق اس کو نقصان پہنچے گا اور اگر اس کے بیل کا سینگ ٹوٹ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے کام میں ناگوار بات پائے گا اور علیحدگی کے قریب ہو جائے گا اور بیل کے سینگ کی تعبیر اس کی عزت ومال اور صلاحیت سے دی جاتی ہے اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کسی بیل پر سوار ہوتی ہے تو اگر اس کا شوہر نہیں ہے تو اس کی شادی ہو جائے گی اور اگر اس کا شوہر موجود ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ شوہر اس کا مطیع ہو جائے گا اور وہ اس پر سوار ہو جائے گی۔ اور کارکن بیل کا گوشت اس کا مال ہے اور اس کی کھال اس کا ترکہ ہے۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے بیل کو ذبح کیا ہے اور اس کا گوشت تقسیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جہنمیوں کی پیپ کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تمام اہل دنیا میں بدبو ہو جائے (احمد)

کر دیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مر جائے گا اور اگر بیل کارکن نہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آدمی اس جگہ مر جائے گا اور اس کا مال تقسیم ہوگا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے بیل یا ایسا چھوٹا بچھڑا ذبح کیا جو کام کرنے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ آدمی کو مسخر کرلے گا اور بغیر اس کے مرنے کے اس کا مال کھائے گا۔اور یہ اس شخص کے مثل نہ ہوگا جسے ذبح کیا اور گوشت نہ کھایا۔

بہت سے بیل: اگر نا معلوم ہیں اور ان کا کوئی نگران نہیں ہے اور اگر وہ کسی جگہ یا مکان میں داخل ہوں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ امراض یا وبا پھیلے گی خصوصاً اگر ان کے رنگ مختلف ہوں گے یا کالے دبلے ہوں۔

گائے: اس کی تعبیر جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا سال بھی ہے اور عورت بھی اور کالی گائے کی تعبیر سرسبز مال سے کی جاتی ہے اور اگر کئی کالی گائیں جمع ہو جائیں تو جسقدر ان کا موٹا پا ہوگا اتنے سال سبز ہوں گے اور اگر وہ دبلی ہوں گی تو وہ خشک سال ہوں گے اور اگر کسی نے موٹی گائے دیکھی اگر وہ اس کا مالک ہو گیا یا وہ اس مقام والوں کی ہے جس جگہ میں وہ رہتا ہے تو اس کی تعبیر سرسبز سال سے ہے اور گائے کے گوشت کی تعبیر ان سالوں کے مال ہیں۔اور اسی طرح ان کی کھالیں ان کا فضلہ وہ مال ہیں جن کو وہ کمائے گا۔

اور اسی طرح چوپایوں کا گوبر کل کا کل مال ہے الا اینکہ اس کی حرمت وحلت اس کی بو کے مطابق ہے اور اسی طرح پلیدی اور وہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو پیٹ میں سے نکلے الا اینکہ پلیدی بہت زیادہ ہو کہ اس میں غائب ہو جائے کہ وہ خبیث مال ہے جس میں کوئی بھلائی نہیں اور اس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور گائے کا گھی اور اس کا دودھ مال ہے اور سرسبزی ہے اور تونگری ہے اس کے لیے جو اس کا مالک ہو اور جس کو وہ حاصل ہو جائے۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ گائے کو دوہ رہا ہے اور اس کا دودھ پی رہا ہے تو اگر فقیر ہے تو غنی ہو جائے گا اور اگر غنی ہے تو مال میں اور زیادتی ہوگی اگر غلام ہے تو آزاد ہو جائے گا اور اپنی آزاد کرنے والی مالکہ سے شادی کر لے گا اور جس نے گائے کو گابھن بھی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی اس سال میں بھلائی اور سرسبزی کی امید ہے جو یقیناً ہوگی

مینڈھا: اس کی تعبیر وہی مذکورہ موٹا آدمی ہے جس کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھیں۔شریف غنی مضبوط بہادر ہو اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے مینڈھا پال لیا یا اس کا مالک بن گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شان و مال پائے گا اور موٹے آدمی کو مسخر کرے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اس کو ذبح کر لیا اور گوشت مقصود نہ تھا یا اس کو قتل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ صاحب عزت مضبوط آدمی پر کامیابی حاصل کرے گا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اس کی کھال کھینچی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس کا مال لے لے گا اور اس آدمی میں جدائی ہو جائے گی اور اگر اس کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس آدمی کا مال کھائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مینڈھے پر سوار ہے اور وہ اس کو جس طرح چاہتا ہے ادھر ادھر پھیرتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس سے بھلائی پائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مینڈھے کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک شخص کا خرچ برداشت کر رہا ہے اور اگر مینڈھا اس پر سوار ہو گیا اور اس نے خود اس کو نہیں اٹھایا تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ آدمی اس خواب کو دیکھنے والے پر سوار ہو جائے گا اور اس کو مجبور کر دے گا اور اگر یہ دیکھا کہ مینڈھے کو اس نے نیچے گرا دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا اس پر غالب آجائے گا اور اس کی قوت وشوکت چلی جائے گی۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ بہت مینڈھوں کی ایک جماعت کا مالک ہو گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شریف لوگوں پر اور بڑے لوگوں پا قابو پالے گا اور اسی طرح اگر یہ دیکھا کہ وہ مینڈھوں کو چرا رہا ہے جس نے یہ دیکھا کہ وہ قربانی کے لیے مینڈھا ذبح کر رہا ہے تو اس کی تعبیر غلام کو آزاد کرنے یا قیدی کو چھڑانے یا مرض سے شفا یا قرض کے ادا کرنے یا محتاجی کے بعد تونگری پانے سے ہے۔

بکری: اس کی تعبیر شریف اور عمدہ عورت ہے جو صاحب نصیب ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کوئی بکری پالی یا اس کا مالک بنا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اسی طرح کی عورت پائے گا۔اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے اس کا گوشت کھانے کے لیے اس کو ذبح کیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے بھلائی پائے گا اور اگر بکری کو ذبح کیا اور اس کو کھانے کی نیت نہ تھی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی عورت سے نکاح کرے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ بکری اس کے گھر سے نکل گئی یا کھو گئی یا چرا لی گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی کے متعلق وہ امر پیدا ہو جائیگا جو اس کو برا معلوم ہوگا۔

بکری کی چربیاں: اور انکا گوشت اور انکی کھالیں اور ان کے دودھ اور اون اور گوبر سب کے سب اس کے لیے مال غنیمت ہیں جو ان کو پالے۔

سخلہ: بکری کا بچہ ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس کو بکری کا بچہ دیا گیا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا بچہ پیدا ہوگا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ بکری کا بچہ ذبح کر رہا ہے لیکن گوشت کے لیے نہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا بچہ یا اس کے خاندان میں کوئی مر جائے گا۔اگر اس نے یہ دیکھا کہ وہ بکری کے بچے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس بچے کے سبب سے مال پائے گا۔اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ پکی ہوئی بکری کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اچھا رزق پائے گا اور سرسبزی حاصل کرے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کچا گوشت کھا رہا ہے یا اس گوشت سے کسی انسان کو مار رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی انسان کی غیبت کر رہا ہے اور اس کا گوشت

کھا رہا ہے یا اس کو اپنی زبان سے نقصان پہنچا رہا ہے۔

جس نے یہ دیکھا کہ وہ بھنا ہوا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسا رزق پائے گا جس میں رنج وکلفت ہوگی حتیٰ کہ نا امیدی تک پہنچ گیا ہوگا

جس نے یہ دیکھا کہ اس کے گھر میں یا اس کے مکان میں کھال اتری ہوئی بکری آ گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ کوئی انسان مرجائے گا اور اگر بکری کے بعض اعضاء کی کھال اتری ہوئی ہو تو اس عضو کی نسبت جس کی طرف ہوگی وہ مر جائے گا اور اگر بکری کا پیر یا اس کا کوئی عضو کھا لیا تو اس کے خاندان میں سے کوئی مرجائے گا اور اگر اس کا پہلو یا پسلی کھا لیا تو وہاں ایک عورت مرجائے گی اور یہ سب جب ہوگا کہ گوشت تازہ ہو۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ بکری چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ لوگوں پر اس کی حکومت قائم ہوگی۔

بھیڑ: اگر نر ہو تو مثل مینڈھے کے اس کی تعبیر عزت و نصیبہ میں ہوگی اور تمام ان باتوں میں جس کا ہم نے ذکر کیا ہے مینڈھے کے مثل اس کی تعبیر ہوگی اور مادہ کی تعبیر مثل بکری کے ہوگی البتہ اس کی عزت بکری سے کم ہوگی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھیڑ مثل گائے کے ہے البتہ سرسبزی و بھلائی میں وہ گائے سے کم ہے۔

بال: مثل اون کے ہیں اور اسی طرح اس کا نجس مادہ اور اسکا دودھ مثل بکری کے ہے لیکن عزت میں اس سے کم ہے لیکن بکرے کا گوشت اگر کسی نے خواب میں کھایا۔ کچھ تھوڑا کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کھانے والا بیمار ہوگا۔

قصاب: اگر نامعلوم ہے تو اس کی تعبیر ملک الموت سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے قصاب سے کچھ گوشت خریدا اور اس کو اپنے مکان تک پہنچا دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عضو جس کی طرف منسوب ہے اس میں تکلیف پائیگا اگر اس نے اس کی قیمت ادا کر دی تو اس مصیبت کا ثواب ملے گا اور اگر قیمت ادا نہیں کی تو اس مصیبت میں اس کو رنج ہوگا اور اس کا کوئی ثواب نہ ملے گا۔

اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ بکری بن گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بھلائی پائے گا اور بکری کے تمام اندر کی اشیاء جیسے جگر و چربی اور تلی و دل و گردہ وغیرہ سب کی تعبیر اموال منقولہ سے کی جاتی ہے جس کو وہ نکال لے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ان کو کھا رہا ہے یا کھایا تو نہیں لیکن اس کے قبضے میں ہے تو ان کی تعبیر بھی مال سے کی جاتی ہے۔ اور کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ پکا ہوا ہے یا بھونا ہوا ہے یا توے پر تلا ہوا ہے اور اسی طرح ہر حیوان کا سوائے بکری کے اور سب سے افضل آدمی کے اجزاء ہیں۔ اور بکری کا یا کسی حیوان کا سر کھانا طویل العمری کی دلیل ہے و نیز اس کی تعبیر مال اور کثرت سے خیر ہونے کی کی جاتی ہے۔ اور سب سے افضل آدمی کا سر ہے۔ واللہ اعلم۔

جملہ جنگلی نر جانور: ان کی تعبیر ان لوگوں سے کی جاتی ہے جن کا دین نہیں۔ جماعت مسلمین کو انہوں نے چھوڑ دیا اور اپنی خواہشات کی تابعداری کی۔ یہ تعبیر اس وقت ہوگی جب کہ خواب میں اس کے شکار کا قصد نہ ہو۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ جنگلی گدھے یا بیل یا اونٹ پر سوار ہوا یا ان پر قابض ہوا یا ان پر قابو پایا یا ان کو اپنے گھر میں لایا یا ان سے خلط ملط کیا اور شکار کا قصد نہ تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسے شخص کو داخل ہونے کا موقع دے رہا ہے جس کا کوئی دین نہیں اور اس کو قابو دے رہا ہے۔ اور اگر یہ دیکھا کہ اس سے جھگڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس صفت کے آدمی سے وہ جھگڑ رہا ہے اور چونکہ دونوں کے جنس اور نوع میں اختلاف ہے اسلیے خواب میں جو غالب ہوگا وہی تعبیر میں بھی غالب سمجھا جائے گا اور اگر جھگڑا ایک ہی جنس میں واقع ہو تو ان دونوں میں سے جو خواب میں غالب ہوگا وہ تعبیر میں مغلوب سمجھا جائے گا جیسا کہ ہم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک کے قصہ میں بیان کیا اور اگر خواب میں ان جانوروں میں سے کسی ایک کے شکار کا قصد کیا تو اس کی تعبیر مال وغنیمت سے کی جائے گی جس کو وہ حاصل کرے گا اور شکار کے ارادہ کی صورت میں نر و مادہ کا کوئی فرق نہیں ہے البتہ مادہ وحشی جانور کے شکار کا ارادہ ہو تو اس کی تعبیر عورت اور مرد اور لونڈیوں سے کی جاتی ہے۔ یعنی اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ ہرنی کا شکار کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کو حسین لونڈی ملے گی یا یہ کہ وہ خوبصورت عورت سے شادی کرے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ ہرنی کو ذبح کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ باکرہ لونڈی کی بکارت توڑے گا۔ اگر ذبح کرنا پیٹھ کے پیچھے سے ہو یا ایسی جگہ سے جو ذبح کی جگہ نہیں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جائے گا۔

جنگلی گائے: اس کی تعبیر خوبصورت عورت سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کی اس نے ہرنی یا گائے کو قتل کیا اور شکار کا ارادہ نہ تھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک عورت سے بہت مال پائے گا۔

خرگوش کی تعبیر: ایسی عورت سے کی جاتی ہے جو نہ نفع دے نہ نقصان۔

ان جنگلی جانوروں کی اولاد جن کا گوشت کھایا جاتا ہے:

ان کی تعبیر بچوں سے کیجاتی ہے اور کبھی لڑکوں سے۔ اس کے لیے جو ان میں سے کچھ پائے اور جس نے دیکھا کہ جنگلی جانور اس کے قبضے میں ہیں یا ان سے کچھ پایا ہے اور وہ اس کے مطیع ہیں کہ جس طرح چاہتا ہے ان کو پھراتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک قوم پر حاکم ہوگا۔

جنگلی جانوروں کی کھالیں: اور ان کے دودھ چربی اور اس کے تمام اجزاء کی تعبیر ان کے مال سے کی جاتی ہے جس کی طرف تعبیر میں منسوب ہوں اور وہ اس کے لیے غنیمت ہیں۔ جو اس سے کچھ پالے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیاوی مقصد میں صبح کی اس کیلئے اللہ کی رضامندی سے کچھ نہیں (مسند الفردوس)

ہاتھی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جو صاحب ہیبت اور بڑا قہار ہو اور عجمی ہو تو اگر اس نے یہ دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے یا اس کا مالک بنا ہے یا اس کو گھیر رہا ہے یا اس میں تصرف کر رہا ہے لیکن کھیتی کے کام میں نہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شان وشوکت و دبدبہ وغلبہ پائے گا یا یہ عجمی بادشاہ کے پاس رتبہ پائے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ ہاتھی کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر گوشت اس نے کھایا اسی قدر مال بادشاہ سے پائے گا۔ اور اسی طرح اگر اس نے کوئی چیز اس کے بال یا کھال یا ہڈی یا اس کے کسی جز سے لی تو اس کی تعبیر وہی مال پانے کی ہوگی۔ اور اگر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنگ میں ہاتھی پر سوار ہے تو وہ ہاتھی والوں پر غالب آئے گا۔

حکایت: کہتے ہیں کہ جزیرہ صقلیہ میں ایک جماعت رہتی تھی ان کے بادشاہ نے مسلمانوں سے جنگ کا ارادہ کیا اور زبردست بحری بیڑہ تیار کیا۔ پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے اور طبل ونقارہ اس کے سامنے بج رہے ہیں جب وہ نیند سے ہوشیار ہوا تو اپنے بعض پادریوں کو بلوایا اور ان کو خواب سنایا تو انہوں نے اس کے ارادہ میں فتح وکامیابی کی بشارت دی۔ بادشاہ نے ان سے دلیل طلب کی تو انہوں نے بتایا کہ ہاتھی جنگلی جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے اور قوت وجبروت میں سب سے زیادہ ہے جو اس پر سوار ہوگا اس کو بھی قہر وغلبہ حاصل ہوگا۔ لیکن طبل ونقارے تو یہ خوشی ومسرت وبشارت اور مملکت کی آواز بلند ہونے کی دلیل ہے اس لیے طبل ونقارے خوشی کے وقت میں ہی بادشاہوں کے سامنے بجاتے ہیں۔ بادشاہ نے ان سے جب یہ بات سنی تو اس کو ان کا کہنا پسند آیا پھر ان کو رخصت کر دیا۔ پھر اس نے مسلمانوں کے علماء کی جماعت کو بلوایا اور ان کو بھی خواب سنایا تو انہوں نے اپنے ایک عالم شیخ کی طرف اشارہ کیا تو شیخ نے فرمایا اگر تو مجھے امان دے تو میں تیرے اس خواب کی تعبیر بتاؤں اس نے اس کو امان دی اور قسم کھائی۔ تو اس وقت شیخ نے فرمایا اے بادشاہ میں تیرے اس ارادے اور نکلنے میں کوئی بھلائی نہیں پاتا لہٰذا تو اس لشکر کو نہ بھیج کیونکہ وہ واپس نہ لوٹے گا اور مغلوب ومقہور ہوکر آ جائے گا اور اس تعبیر کے بیان میں مجھ پر الزام نہ لگا کہ میں نے مسلمان ہونے کی وجہ سے ایسی تعبیر بتائی۔ تو بادشاہ نے کہا شیخ تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔ شیخ نے جواب دیا۔ میری دلیل اللہ کی کتاب ہے اس نے پوچھا وہ کیا۔ تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ اور اس سورۃ کو آخر تک پڑھا۔ (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا) تو بادشاہ نے کہا اچھا یہ تو ہاتھی کے متعلق تمہاری دلیل تھی اب نقاروں کے بارے میں کیا دلیل ہے تو شیخ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ قول: فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (کہ جس وقت صور پھونکا جاوے گا تو وہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا آسان نہ ہوگا)۔ پس جب بادشاہ نے یہ سنا تو گھبرا گیا اور ڈر گیا اور اس کو رد نہیں کیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ اگر تو مسلمان نہ ہوتا تو میں تیرے کلام کو سچ مانتا لیکن تو یہ برا جانتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے لڑیں تو اس سے شیخ نے فرمایا اے بادشاہ تجھ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ پھر شیخ اس کے پاس سے معہ اپنی جماعت کے چلے گئے۔ بادشاہ شیخ کے کلام پر غور کرنے لگا اور اس کا یہ ارادہ پست ہو گیا کہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے لشکر بھیجے۔ جب یہ خبر نصرانیوں کے جرنیلوں ان کے پادریوں اور علماء کو ملی تو بادشاہ کے روبرو آئے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ تیری عزت ہمیشہ رہے اور فتح وکامیابی تجھے حاصل ہوتی رہے تو ایک مسلمان شخص کے کلام کی تصدیق کرتا ہے جو ہم کو برا سمجھتا ہے اور اس بات کو برا سمجھتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے جنگ کریں۔ اگر ہم کو اجازت دے تو ہم اس کو نیزوں کی نوک سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ بادشاہ نے ان کو اس بات سے منع کر دیا اور ان کو اس بات کی اجازت دی پھر وہ اس کے سیدھے جانب کھڑے ہو گئے اور اس کو ہمت بندھائی اور اس نے ان کے کہنے کو مان لیا اور اپنے لڑکے کو فوج کی کمان دے دی۔ پھر وہ روانہ ہوئے اور سنہرے جہازات وغیرہ ان کو لے کر دریا میں روانہ ہوئے۔ راستے میں فیرواں کا لشکر سمندر عبور کر کے آ گیا۔ ان سے جنگ کی۔ چنانچہ تین دن کے بعد ان کو اس طرح فنا کر دیا کہ ایک بھی شخص آخر میں نہ بچ سکا اور تمام جہاز چھین لیے اور ان میں سے ایک شخص بھی بچ کر نہ جا سکا جب بادشاہ کو ان کے کٹنے کا حال معلوم ہوا تو اس شیخ کے پاس جنہوں نے تعبیر دی تھی قاصد بھیج کر ان کو بلوایا اور ان سے معذرت کی اور کہا مجھ پر ناراض نہ ہو جیئے۔ پھر خفیہ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا پھر ان کے ساتھ احسانات عظیم کیے اور ان کو حکم دیا کہ اس کے پاس رات دن رہیں۔ اور اس کو قرآن مجید پڑھائیں اور یہ خبر اہل صقلیہ میں پھیل گئی۔ کرمانی کہتے ہیں کہ اگر کسی نے دن میں خواب دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔

شیر: بڑی قوت والا دشمن ہے۔ جو شان وشوکت والا مسلط دشمن ہے۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ شیر سے جھگڑ رہا ہے یا جنگ کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی مسلط دشمن سے جنگ کر رہا ہے اور اگر یہ دیکھا کہ وہ شیر پر سوار ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس کو پھیرتا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بڑی شوکت پائے گا اور مسلط دشمن کو مجبور کر دے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کا استقبال کر رہا ہے لیکن اس سے مخالطت نہیں کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو سلطان سے یا کسی مسلط شخص سے گھبراہٹ وبیقراری حاصل ہوگی لیکن کوئی نقصان نہ ہوگا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ شیر اس سے خلط ملط کر رہا ہے یا اس کے پاس آ جا رہا ہے یا اس کے گھر میں شیر آ گیا ہے تو اس کی تعبیر وہی آدمی ہے جس کی صفت بیان کی گئی اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ شیر کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سلطان سے یا مسلط آدمی سے مال پائے گا اور اسی طرح اگر اس نے یہ دیکھا کہ اس کے اعضاء سے کچھ کھا رہا ہے اور شیر کی کھال کی تعبیر ایک معزز مسلط آدمی کا ترکہ ہے تو جس نے خواب میں شیر کی کھال پائی وہ ایک بڑے آدمی کی میراث پائے گا۔

شیرنی: کی تعبیر شیر کے مثل ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیرنی کے سر کا گوشت کھا رہا ہے یا پورا سر کھا رہا ہے یا اس کا مالک بنا ہوا ہے یا اس کو اپنے پاس رکھا ہے تو اس کی تعبیر عظیم ملک ہے۔ اور جس نے شیرنی کا دودھ خواب میں پیا وہ رزق اور بھلائی پائے گا اور اپنے دشمن پر کامیاب ہوگا۔

تینڈوا: اس کی تعبیر سخت دشمن سے کی جاتی ہے۔ جس کی دشمنی اور سطوت و شوکت زیادہ ہو انتہائی خطرناک ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ تینڈوے سے جھگڑ رہا ہے اور جنگ کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس قسم کے آدمی سے جنگ کر رہا ہے۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ تینڈوے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عزت و بزرگی اور خوشی حاصل کریگا اور اسی قسم کے آدمی پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اور تینڈوے کا دودھ اگر اس نے خواب میں پیا یا اس کے قبضے میں آیا تو اس کو سخت رنج حاصل ہوگا۔ اور اس کا گوشت اور اس کی کھال اور اس کے تمام اعضاء کی تعبیر مال سے ہے جو اس دشمن سے حاصل کرے گا۔

وبر: اس کی تعبیر تینڈوے کی تعبیر کے مثل ہے۔

چیتا: اس کی تعبیر احمق دشمن سے کی جاتی ہے۔ جو لوگوں کے مرتبہ سے ناواقف ہو اور اکثر اوقات اس کی تعبیر چور سے بھی کی جاتی ہے اور اس کی تعبیر درندوں کی تعبیر کے مثل ہے الا اینکہ جس نے اس کا دودھ پیا وہ جلد کوئی بھلائی پاوے گا۔

بجو: اس کی تعبیر بری اور قبیح عورت سے کی جاتی ہے۔ اور اس کی تعبیر اس طرح ہوگی جیسی اوپر بیان ہوئی۔ الا اینکہ جس نے خواب میں اس کا دودھ پیا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی خیانت کرے گی۔ اور اس سے غداری کرے گی اور اگر بجو نر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ذلیل ملعون دشمن ہے۔

بھیڑیا: اس کی تعبیر ظالم دشمن سے کی جاتی ہے یا کسی بہادر جھوٹے مکار چور سے اور کبھی ایسے دشمن سے جو اس سے جھگڑا کرتا ہو اور اس صفت پر ہو اور اس کی تعبیر بھی اس طرح ہوگی جیسی کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں الا اینکہ جو اس کا دودھ پیے وہ بہت بھلائی پائے گا اور اگر وہ رنجیدہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کی کشائش فرماوے گا اور اگر فقیر ہوگا تو غنی ہو جاوے گا۔

بلی: اس کی تعبیر چور ڈاکو سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بلی اس کے گھر میں یا اور کسی کے گھر میں داخل ہوئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ چور داخل ہوگا اور اگر خواب میں دیکھا کہ بلی کوئی چیز لے گئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ چور وہاں سے کوئی چیز لے کر جائے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے بلی کو قتل کیا یا اس کو ذبح کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن پر کامیابی حاصل کرے گا اور اگر کسی نے دیکھا کہ بلی اس سے لڑ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بہت جلد مرض گھیرے گا اگر بلی مغلوب ہو گئی تھی تو جلد شفا پائے گا اور اگر بلی نے اس کو کاٹ کھایا تو اس کا مرض بہت دیر تک رہے گا۔ امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ وہ کامل ایک سال بیمار رہے گا اور جنگلی بلی گھریلو بلی سے زیادہ سخت ہے۔

نیولا: اس کی تعبیر بلی کی تعبیر کے مثل ہے الا اینکہ اس سے کمزور ہے۔

بندر: اس کی تعبیر مغلوب دشمن سے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس پر اس کے گناہ و خباثت کی وجہ سے بدل گئی ہے اور اس کی تعبیر درندوں کی تعبیر کے مثل ہوتی ہے۔

سؤر: اس کی تعبیر بڑے شوکت والے آدمی سے کی جاتی ہے۔ جس کی طبیعت اور دین میں خباثت ہو اور جس نے اس کا کچھ بھی حصہ خواب میں پایا۔ خواہ گوشت ہو کہ خون یا بال وغیرہ اس کی تعبیر حرام مال سے کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے تعبیر کے بیان میں بتایا گیا۔ الا اینکہ جس نے اس کا دودھ خواب میں پیا اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی عقل اور مال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی۔

کتا: اس کی تعبیر دشمن سے کی جاتی ہے لیکن سخت دشمن میں نہیں بلکہ دوست ہو جائے گا۔ لیکن کم ذات کم مروت ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ کتا اس پر بھونک رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کم مروت والے شخص سے ایسی بات سنے گا جو اس کو بری معلوم ہو جس نے یہ دیکھا کہ کتا اس سے جھگڑ رہا ہے یا اس کو کاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بری بات کے علاوہ اور کچھ پائے گا۔ اگر کتے نے اس کو کاٹ لیا۔ اور اس کے کپڑوں کو پھاڑ دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص اسی قدر اس سے ناگوار بات پائے گا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے کتے کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے مال حاصل کرے گا اور غالب آ جائے گا۔

اور جس نے یہ دیکھا کہ وہ کتے کو باندھے ہوئے ہے یا اس کی مدد سے کسی چیز پر غالب ہے تو کتے کی ایسی حالت میں تعبیر یہ ہوگی کہ وہ دشمن نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کے ذریعے وہ اپنے معاملات میں مدد حاصل کرے گا۔

کتیا کا دودھ: جس نے خواب میں اس کو پی لیا اس کے لیے تعبیر یہ ہے کہ بہت زیادہ خوف ہوگا اور تمام کونچیوں والے جانوروں کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن ہیں ان کی قوت کے مطابق۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سانپ: اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ جس قدر وہ بڑا ہوگا اس

کی صورت ہیبت ناک ہوگی اسی لحاظ سے پکا دشمن ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ سانپ سے لڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی دشمن سے لڑ رہا ہے اور اگر یہ دیکھا کہ وہ سانپ پر غالب آ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ دشمن پر غالب ہو گیا اور اگر یہ دیکھا کہ سانپ اس پر غالب آ گیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ دشمن اس پر غالب آ جائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ سانپ نے اس کو کاٹ کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن سے اسی قدر تکلیف پائے گا جس قدر سانپ نے اس کو کاٹا ہے۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے سانپ کو قتل کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن پر غالب آئے گا اور اگر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن کے دو ٹکڑے کر دے گا اور اگر اس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ سانپ سے ڈر رہا ہے اور سانپ اس کو نظر نہیں آتا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو اس کے دشمن سے امن ملے گا۔

اور اگر اس کو دیکھا تو اس سے خوف تو ہوگا لیکن اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اور جو شخص خواب میں کسی ایسی چیز سے ڈرے، جس کو وہ نہیں دیکھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو امن حاصل ہوگا۔ اور اگر وہ چیز نظر آ جائے گی جس سے وہ ڈر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ واقع ہو جائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ سانپ اس کے گھر میں داخل ہوا اور اس نے اس کو گھر میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی عورت یا کوئی عزیز اس کا دشمن ہے اور اگر یہ دیکھا کہ اس کے گھر سے سانپ نکلا تو کوئی دور کا آدمی اس کا دشمن ہے۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ سانپ اس کے مقعد سے یا کان سے یا پیٹ سے نکلا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی اولاد میں سے کوئی اس کا دشمن ہے اور اس سے نکلے گا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ سانپ کا مالک ہوا اور اس سے کچھ ڈر نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن نہیں ہے بلکہ ملک اور نعمت ہے۔ جس قدر سانپ بڑا ہوگا اسی قدر زیادہ حاصل ہوگی اور اگر سانپ سیاہ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ فوج کی کمان کرے گا اور اگر سفید ہے تو اس کا نصیبہ اور اس کی سعادت ہے۔ اور اگر ایسے سانپ کا مالک ہوا جو چکنا اور نرم ہے کہ اس میں بدی نہیں ہے تو شاہی خزانوں میں سے کسی خزانہ کا پانا اس کی تعبیر ہوگی۔

بچھو: اس کی تعبیر مکار دشمن سے کی جاتی ہے۔ جس کی زبان کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ اپنی زبان سے دوست دشمن سب کو کاٹتا ہے اس کا نہ دین ہے نہ قول اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بچھو نے اس کو کاٹ لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک دشمن اپنی زبان سے اسکی غیبت کر رہا ہے اور اس کے متعلق وہ بات کر رہا ہے جو اس کو ناگوار ہوگی اگر اس نے خواب میں بچھو کو مار دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس دشمن پر کامیاب ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بچھو اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے لوگوں کو کٹوا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ خواب دیکھنے والا لوگوں کی غیبت کرے گا اور جس نے یہ دیکھا کہ اس نے بچھو کا گوشت کھا لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دشمن سے مال پائے گا۔

جس نے یہ دیکھا کہ بچھو اس کے پیٹ یا گھر یا بچھونے یا قمیص یا لحاف میں داخل ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک دشمن اس کے ساتھ لگا ہوا ہے کہ اس کی بات سن کر لوگوں سے اس کی چغلی کھاتا ہے اس کے علاوہ اور امور میں بچھو کی تعبیر اسی طرح ہوگی جیسی ہم نے سانپ کے بارے میں بیان کی۔

بھڑ: اس کی تعبیر مکھی سے زیادہ شوکت والے سے کی جاتی ہے اگر کسی نے یہ دیکھا کہ بھڑیں یا مکھیاں اس پر ہجوم کر رہی ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگوں کے غوغا اور کمینوں سے اپنے متعلق کوئی بات سنے گا۔

چیونٹی: اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص کو دیکھنا ہے جو خوب کماتا ہو بہت برکت والا ہو اپنے دوست کو نفع پہنچانے والا ہو اس کی تعبیر اس طرح ہوگی جیسی کہ پہلے گذر چکی۔

کھٹمل یا مچھر: اس کی تعبیر ضعیف انسان سے کی جاتی ہے اور اسی طرح پتنگے بھی اگر کسی نے خواب میں مچھر یا کھٹمل اس کے مکان یا جگہ یا مقام میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ کے رہنے والے اور ان کی نسل اور شاخیں زیادہ ہوں گی اور جس نے یہ دیکھا کہ مچھر یا کھٹمل اس کی جگہ سے نکل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والے موت کی وجہ سے کسی جگہ منتقل ہو کر چلے جائیں گے اور مکھی کی تعبیر بھی اسی طرح ہے الا اینکہ وہ کمزور لوگ ہیں۔

ٹڈی اور مکھی: اس کی تعبیر سپاہیوں سے ہے جو اس جگہ آئیں گے اور ان کا نقصان ٹڈیوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوگا اگر کسی نے یہ دیکھا کہ فوجی اور لشکری کسی معلوم زمین میں یا کسی معلوم گاؤں میں پھر رہے ہیں۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ ٹڈیاں آئیں گی۔

گوبر و نجاست میں پیدا ہونے والے کیڑے گبرولے اور مکڑی اور ہر قسم کی مکھیاں:

اس کی تعبیر کمزور اور رذیل لوگوں سے کی جاتی ہے الا اینکہ مکڑی کی تعبیر ایسے آدمی سے کی جاتی ہے جو عابد، زاہد، پاک باطن اپنے امور کا خیال رکھنے والا، نیا نیا توبہ کر کے عبادت کرنے والا ہو۔

قدموں کے نشان پر چلنے والا: اس کی تعبیر عنکبوت کی تعبیر کی ضد میں ہوگی۔ یعنی ایسے شخص سے تعبیر کی جائے گی جو نافرمان خبیث ہو لوگوں میں فساد کراتا ہو۔ ایک کو دوسرے کے خلاف کرتا ہو۔

چوہیا: اس کی تعبیر ایسی عورت سے کی جاتی ہے جس کے دل میں برائی ہو فساد کرنے والی ہو اس کے علاوہ نر و مادہ کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ اس نے چوہے یا چوہیا کو شکار کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اپنے خطبہ میں یہ بھی فرماتے تھے کہ) دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے (رزین بیہقی عن الحسن مرسلاً)

کہ وہ اس قسم کی عورت کو پائے گا۔ اور باقی امور اس کی تعبیر کے اسی طرح 13
ہیں جیسے پہلے بیان کر دیئے گئے۔

اس باب کی مناسبت سے چند قصے بیان کیے جاتے ہیں

حکایت: ایک شخص محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں ایک بوری اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سانپ اور بچھو بھرے ہوئے ہیں۔ آپ نے تعبیر دی کہ تو نے برے لوگوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے اور ان کی دشمنی اپنے لیے مول لی ہے اور وہ ضرور تجھ پر غلبہ پالیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں۔ بادشاہ نے مجھ کو عرب کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا ہے اور اسی لیے وہ مجھ سے دشمنی کر رہے ہیں۔

حکایت: ایک دوسرے شخص نے حضرت کے پاس آ کر عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا سانپ میرے گھر میں ہے اور اس نے میرے ہاتھ اور کمر میں کاٹ کھایا ہے۔ جس کے کاٹنے سے مجھ کو تکلیف ہوئی۔ تو شیخ نے اس سے دریافت فرمایا۔ کیا تیرے بہن بھائی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا تیرے گھر میں کوئی عزیز ہے جس کے دل میں تیری برائی ہے اور عنقریب اس سے تجھ کو سخت نقصان پہنچے گا تو اس شخص نے عرض کیا کہ میرا ایک سوتیلا بھائی ہے۔ جس نے ہمارے باپ کے ترکہ کو جمع کر لیا اور تین دن ہوئے کہ لے کر بھاگ گیا۔

حکایت: ایک شخص حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے پاس کانچ کا ایک پیالہ ہے۔ جس میں میں کھانا کھایا کرتا ہوں تو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا اس میں چیونٹیاں ہیں تو جعفر صادق رحمہ اللہ نے دریافت کیا کہ کیا تیری بیوی ہے۔ اس نے عرض کیا ہاں تو فرمایا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا اس کو گھر سے نکال دے کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں تو آدمی اپنے گھر بہت مغموم واپس ہوا۔ اس کی بیوی نے اس کو مغموم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو اس نے اس سے جو کچھ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا تھا بیان کیا۔ تو اس نے پوچھا کہ تو نے کیا ارادہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ غلام کو بیچ دوں گا۔ تو عورت نے کہا کہ اگر اس کو بیچنا چاہتا ہے تو پہلے مجھ کو طلاق دے دے۔ آدمی نے یہ سن کر فوراً غلام کو ایک استاد کے ہاتھ بیچ دیا۔ جب عورت کو یہ معلوم ہوا تو غلام کے پیچھے بھاگ گئی۔ جب اس کے بھاگنے کا حال اس کے گھر والوں کو معلوم ہوا تو اس کو ڈھونڈنے نکلے تو دیکھا کہ وہ غلام کے ساتھ شہر حران کو بھاگ گئی اور غلام کے لیے کوشش کی اور اس کو خرید کر اس کے ساتھ شادی کر لی۔

پانی کے جانور اور تازہ مچھلی کو خواب میں دیکھنے اور اس کی تعبیر کا بیان

تازہ مچھلی: اگر بہت بڑی خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر اس شخص کے لیے جوان کو پائے یا ان میں سے کچھ پائے مال اور غنیمت ہے۔ اور اگر چھوٹی ہوں تو اس کی تعبیر رنج و غم سے کی جاتی ہے۔ اور اگر ایک یا دو مچھلی خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر ایک یا دو عورتیں ہیں۔ اور تازہ مچھلی کے گوشت اور ان کی چربی ان کے چھلکے اس کے لیے جو کھائے یا ان کا مالک ہو اس کی تعبیر مال اور غنیمت ہے۔ اور یہ مال و غنیمت یا تو کسی بادشاہ سے ملیں گے یا کسی عورت سے اور خشک و نمکین مچھلی کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے غلام یا خادم یا بھائی سے اس کو رنج و غم پہنچے گا۔ خواہ مچھلی بڑی ہو کہ چھوٹی اس معاملے میں جو بھی خواب میں ان کو دیکھے یکساں ہے۔

مگرمچھ: اس کی تعبیر مکار دشمن چور ڈاکو سے کی جاتی ہے جس پر نہ دوست کو اعتبار ہو نہ دشمن کو اور اس کا گوشت اور کھال اور ہڈی اور اجزاء سب کے سب اسکے دشمن کا مال ہے۔ تو جس نے ان میں سے کچھ خواب میں پایا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اپنے دشمن سے اسی قدر مال پائے گا۔

مینڈک: ایک ہو یا دو جوان کو خواب میں دیکھے اس کی تعبیر ایسے آدمی سے کی جاتی ہے جو عابد ہو اور جس بات میں وہ لگا ہوا ہو اس میں کوشش کرتا ہو۔ اور مینڈک اگر زیادہ ہوں تو وہ اللہ عز و جل کا لشکر ہیں اور اس کے بندے تو اگر کسی نے خواب میں ان کو کسی گھر یا محلہ یا زمین میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہاں کے رہنے والوں پر عذاب نازل ہوگا۔

کچھوا: اس کی تعبیر بھی عابد و مجتہد سے کی جاتی ہے نیز یہ کہ بہت بڑا عالم باعمل ہوگا اگر کسی نے خواب میں کچھوے کو دیکھا اس کو اپنے قبضہ میں پایا یا اس کو اپنے گھر میں لایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی عالم کو پائے گا کہ اس کے اور اس عالم کے درمیان تعلق و سبب ہو جائیگا اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ کچھوے کا گوشت کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عالم سے کچھ علم حاصل کرے گا اور اگر کسی نے خواب میں کچھوے کو راستہ پر یا کوڑے کی جگہ پر دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ علم کی اس جگہ میں قدر نہیں ہو رہی ہے اور اگر یہ دیکھا کہ کچھوا محفوظ ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ علم کی اس جگہ قدر ہو رہی ہے۔

کیکڑا: اس کی تعبیر ایسے بڑے اخلاق والے آدمی سے کی جاتی ہے جو بہت مضبوط قسم کا ہے کسی معاملے میں نظر ثانی نہیں کرتا اور مبارک نہیں ہے اور اس کی تعبیر جیسے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے شان و شوکت والے اور مغرور شخص سے کی جاتی ہے اور تمام دریائی اور نہری جانوروں کو خواب میں دیکھنا ان کی خلقت اور صفات کے مطابق ہوگا اور سب کی تعبیر یہ ہوگی کہ بادشاہ اور امراء

اور سلاطین کے اپنے اپنے طبقہ کے مطابق مددگار ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

شکاری پرندے جیسے گدھ، عقاب، شاہین، شکرا وغیرہ پرندوں کو خواب میں دیکھنے اور اس کی تعبیر کا بیان:

شکاری پرندے: ان کی تعبیر شرف و بلندی کے لحاظ سے بادشاہ سے کی جاتی ہے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس نے گدھ کو پایا اور گدھ اس کا مطیع ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مال اور سلطنت اور ریاست پائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ گویا گدھ نے اس کو اٹھالیا ہے یا اس کو لے کر اڑا ہے تو اگر عرض میں اڑا یعنی اوپر کی طرف نہیں گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ترقی کر کے سلطان تک پہنچ جائے گا اور بزرگی اور بلندی پائے گا اور اگر وہ آسمان کی طرف اڑا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ سفر میں مر جائے گا کیونکہ وہ اس حالت میں ملک الموت ہے۔

عقاب: اس کی تعبیر ظالم اور جابر بادشاہ سے کی جاتی ہے جو جنگی اور سخت قوت والا ہو۔ اور اس کی تعبیر تمام امور میں جو ہم نے بیان کر دیا ہے گدھ کی تعبیر کے مطابق ہوگی اور اسی طرح باز اور شاہین اور تمام شکاری پرندوں کی تعبیر اسی طرح ہوگی جیسے کہ ہم نے بیان کر دی۔

چیل: اس کی تعبیر ایسے بادشاہ سے کی جاتی ہے جو ذکر کے قابل نہ ہو اور متواضع اور مقتدر ہو۔

الو: اس کی تعبیر کمزور چور سے کی جاتی ہے جو نہ کسی کا مددگار ہو نہ ساتھی۔

کوا: اس کی تعبیر جھوٹے فاسق سے کی جاتی ہے جس کا دین نہ ہو۔ اس طرح جنگلی کوا اور رخمہ (یہ ایک قسم کا مردار خور پرندہ ہے جو گدھ کی ایک قسم ہے) امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جس نے دن کو خواب میں رخمہ دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سخت مرض میں مبتلا ہوگا۔

ہدہد: اسکی تعبیر ایسے شخص کی ہے جو سلطان کا خادم ہو بہت سی معلومات رکھتا ہو اور بادشاہ کو ایسی باتیں بتاتا ہو جس سے اس کے ملک میں زیادتی ہو اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ہدہد کی تعبیر ایسے حسابدان منشی سے کی جاتی ہے جو صاحب بصیرت ہو اور صاحب ہیبت ہو اور تصرفات کرنا جانتا ہو۔

کلنگ: اس کی تعبیر مسکین آدمی سے کی جاتی ہے۔

شتر مرغ مادہ: اس کی تعبیر مسافر دیہاتی عورت سے کی جاتی ہے

شتر مرغ نر: اس کی تعبیر اجنبی غیر شادی شدہ شخص سے کی جاتی ہے۔

مرغ: اس کی تعبیر عجمی آدمی یا غلام سے کی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی تعبیر مؤذن یا منادی کرنے والے سے کی جاتی ہے جس کی آواز لوگ ہمیشہ سنتے رہیں۔ جیسے مؤذن وغیرہ۔

مرغی: اس کی تعبیر مبارک عورت سے کی جاتی ہے اگر مرغیاں خواب میں زیادہ دیکھے تو اس کی تعبیر لونڈیوں اور عورتوں سے کی جاتی ہے جو خوشی یا شادی کے موقع پر جمع ہوں۔

تیتر مادہ: اس کی تعبیر بے وفا عورت سے کی جاتی ہے جس کا کوئی عقیدہ نہ ہو اور اس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔

جنگلی کبوتر: اس کی تعبیر ایسی عورت سے کی جاتی ہے جو کھیل کود اور خوشی سے محبت رکھے۔

طوطا: اس کی تعبیر یتیم لڑکے یا لڑکی سے کی جاتی ہے

مور: اگر نر ہو تو اس کی تعبیر مال یا جمال یا پیروی کرنے والے ہیں۔

کبوتری: اس کی تعبیر عورت سے ہے اکثر تو بیوی ہے ورنہ بیٹی ہے۔ اگر کبوتر زائد ہوں تو ان کی تعبیر اولاد سے ہوتی ہے۔

مورنی: اس کی تعبیر عجمی خوبصورت عورت سے کی جاتی ہے جو حسن و جمال والی ہوتی ہے۔ بدصورت مورنی کی تعبیر خوبصورت عورت سے ہوتی ہے جس سے نہ محبت ہو نہ قابل اعتبار۔

شہد کی مکھی نر: اس کی تعبیر مبارک چالاک لڑکے سے کی جاتی ہے

فاختہ: اس کی تعبیر ایسی عورت سے کی جاتی ہے جس کی حیا اور دین کم ہو۔ ان پر جملہ پرندوں کی تعبیر ایک ہی طریقہ سے کی جاتی ہے۔ تو اگر کسی نے یہ دیکھا کہ انکو کھایا یا اسکا مالک ہوا تو اس کی تعبیر اسی طرح عورت سے ہے۔ اور جس نے اس کے پر یا انڈے شکار کر کے یا جال سے یا پھندے سے پائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک فریب ہے جو اس نے عورت کے لیے تیار کیا ہے اور اگر اس نے اس کو تیر سے یا پتھر سے مارا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عورت پر تہمت لگا رہا ہے۔

بلبل: اس کی تعبیر مبارک نیک بخت لڑکے سے کی جاتی ہے۔

چنڈول: اس کی تعبیر چھوٹے لڑکے سے کی جاتی ہے۔

چڑا: اس کی تعبیر بہت زیادہ موٹے آدمی سے کی جاتی ہے اور چڑیا سے عورت مراد ہوگی۔ الا اینکہ اس میں بدبختی ہوگی۔ اور جب چڑیاں زیادہ ہوں گی تو اس کی تعبیر مال و غنیمت سے کی جائے گی جبکہ وہ شکار کی جائیں۔ اسی طرح جملہ وہ پرندے جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اگر ان میں سے بڑی تعداد خواب میں شکار سے حاصل ہو تو اس کی تعبیر مال و غنیمت ہے۔ چڑیوں کی آواز جو خواب میں سنے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اچھی خبریں سنے گا۔

ابابیل: اس کی تعبیر اس عابد سے کی جاتی ہے جو بھلائی اور برکت کے کاموں میں زیادہ کوشش کرنے والا ہو۔

لعل یا پدڑی: کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو زیادہ سفر کرتا ہو ہمیشہ مثل اونٹ کے سفر کرے۔

لٹورا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ جو اس کو خواب میں دیکھے گا اس کو رشد و

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی دولت ایک خوشنما اور لذیذ چیز ہے۔ جو آدمی اس کو جائز طور سے حاصل کرتا ہے خدا اس کو برکت دیتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

ہدایت ملے گی۔ یہ آدم علیہ السلام کا رہبر ہے۔

پانی کے پرندے: جو شخص ان کو پانی میں دیکھے اس کی تعبیر بادشاہ کے مددگاروں اور خادموں سے کی جاتی ہے لیکن اگر ان کو خشکی میں دیکھے گا تو اس سے بھلائی اور سرسبزی معلوم ہوگی۔ اور نیلے پرندوں میں کوئی بھلائی نہیں۔ کیونکہ وہ رنج کی دلیل ہے۔ لیکن نامعلوم پرندے جن کی نوعیت معلوم نہیں تو اس کی تعبیر فرشتوں کی ہے اور ان کے دیکھنے کی تعبیر اس طرح ہے جو فرشتوں کے دیکھنے کی ہوتی ہے اور اس کی تفصیل پہلے بیان کردی گئی ہے۔

حکایت: ایک شخص امام محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے مدینہ منورہ میں مسجد کے کنگورہ پر ایک سفید کبوتری دیکھی ہے جس کے حسن کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا پھر ایک شکرا (شکاری پرندے کا نام ہے) آیا اور کبوتری کو اٹھا لیا تو ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے حجاج کی شادی ہو جائے گی۔ چنانچہ چند دن نہ گذرے تھے کہ حجاج نے اس لڑکی سے شادی کر لی تو ان سے پوچھا گیا کہ ابا عبداللہ تم کو کیسے یہ تعبیر معلوم ہوئی تو ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ کبوتری کی تعبیر تو عورت ہے۔ اور اس کی چمک اس کی تعبیر اس کا حسن ہے اور مسجد کا کنگورہ (شرافہ) اس لڑکی کی شرافت ہے تو میں نے مدینہ میں حسن میں اس سے زیادہ بہتر اور شرف میں اس سے زیادہ نسب کا کسی کو نہ پایا اور میں نے شکرے پر غور کیا تو اس کی تعبیر ظالم و جابر سلطان تھی تو میں نے حجاج بن یوسف سے زیادہ ظالم کسی کو نہ پایا تو میں نے اس کی تعبیر یہی سمجھی۔ تو جو لوگ آپ کی مجلس میں تھے اس تعبیر پر تعجب کرنے لگے۔

حکایت: ایک قصہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ سے کہا میں نے ایک موٹا پرندہ دیکھا نامعلوم وہ کونسا پرندہ تھا کہ وہ آسمان سے اترا اور ایک درخت پر گرا اور پھول چننے لگا پھر وہ اڑ گیا۔ تو اس وقت امام کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر تو یہ ہے کہ علماء مریں گے۔ چنانچہ اسی سال حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کا انتقال ہو گیا۔

حکایت: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سونے والا جو دیکھا ہے اس وقت دیکھا (یعنی خواب میں دیکھا) کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو ٹھونگیں ماریں جس پر آپ سے دریافت کیا گیا۔ امام اس کی کیا تعبیر ہوگی۔ تو آپ نے فرمایا لازماً مجھے ایک عجمی قتل کرے گا۔ چنانچہ چار دن نہ گزرے تھے کہ ابولولو لعنہ اللہ نے آپ پر ضرب لگائی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حکایت: ایک شخص حضرت امام محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے خواب میں یہ دیکھا ہو کہ وہ انڈے توڑ رہا اور سفیدی لیتا جا رہا ہے اور زردی چھوڑتا جا رہا ہے۔ محمد بن سیرینؒ نے اس سے فرمایا کہ اس آدمی سے کہہ کہ میرے پاس آئے اور خود مجھ سے پوچھے۔ تو اس نے کہا کہ میں اس کی طرف سے آپ سے کہہ رہا ہوں۔ اور آپ اس کی جو تعبیر دیں گے میں اس سے کہہ دوں گا۔ تو امام نے فرمایا کہ نہیں۔ وہ شخص اسی کا تکرار کرتا جاتا تھا آپ وہی جواب دیتے جاتے تھے۔ آخر میں اس نے اقرار کر لیا کہ یہ خواب جس نے دیکھا ہے وہ میں ہی ہوں۔ تو محمد بن سیرینؒ نے اس سے فرمایا۔ میرے سامنے قسم کھا کہ تو نے ہی یہ خواب دیکھا ہے۔ تو اس نے قسم کھائی کہ اسی نے اس خواب کو دیکھا ہے۔ تو امامؒ نے اپنے پاس والوں سے فرمایا اس کو پکڑ کر سلطان کے پاس لے جاؤ اور خبر دو کہ یہ قبر کھودنے والا ہے مردوں کے کفن لے جاتا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا۔ میرے آقا میں آپ کے ہاتھ پر اللہ کے لیے اسی وقت توبہ کرتا ہوں اور مرنے تک اب وہ کام نہ کروں گا جو اس وقت تک کرتا رہا۔

حکایت: ایک اور شخص امام محمد بن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا کہ میں نے ایک پرندہ جس کو کونج کہا جاتا ہے پکڑ کر اس کو ذبح کرنا چاہا ہے جب میں نے اس کے حلق پر چھری رکھی تو وہ پلٹ جاتا ہے وہ تین مرتبہ اسی طرح پلٹتا رہا۔ چوتھی مرتبہ میں نے اس کو ذبح کر دیا۔ تو امام نے اس سے فرمایا کہ اچھا خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو نے ایک باکرہ عورت سے صحبت کرنی چاہی تو تین مرتبہ تو نے اس پر قدرت نہیں پائی چوتھی مرتبہ تو اس پر قادر ہوا تو اس نے عرض کیا حضرت آپ نے سچ فرمایا واقعی پانچ راتوں میں یہی قصہ ہوا۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے تبسم فرمایا اور تھوڑی دیر سر جھکائے رہے پھر خواب دیکھنے والے سے فرمایا میرے نزدیک آ۔ جب وہ آپ کے قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ خواب کا کچھ حصہ باقی رہ گیا۔ اس نے عرض کیا وہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ لونڈی کی ہوا آواز سے نکلی۔ اس نے عرض کیا آپ نے صحیح فرمایا اور آدمی شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

پیشہ و کاریگری و کھیل کود کے متعلقات کو خواب میں دیکھنے اور اس کی تعبیر کا بیان

تولنے اور ناپنے والا: جو شخص ان کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر قاضی سے کی جاتی ہے بشرطیکہ وہ نامعلوم ہوں۔ اگر یہ دیکھا کہ وہ تالیاں بجا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ قاضی کے احکام ظلم پر مبنی ہیں۔ اور اگر اس طرح دیکھا کہ وہ دونوں ناچ رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ قاضی کے احکام عدل پر مبنی ہیں۔ اور قاضی عادل ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ تولنے والا اور ناپنے والا بنا ہوا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ قاضی ہوگا اور نامعلوم قاضی اگر کسی نے خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ ہے۔

خطیب: اس کی تعبیر دین میں فقیہہ بننے سے کی جاتی ہے۔ اور اسی طرح عطار کی تعبیر ہے۔

صراف: اس کی تعبیر ایسے عالم سے کی جاتی ہے جس سے بجز دنیوی متاع کے اور کوئی فائدہ نہ ہو۔

کپڑا بیچنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو عالی مرتبت ہو اور دنیا میں بڑی شان پیدا کرے یا تو حکیم ہو یا شاعر۔

خزانچی: اس کی تعبیر ایسے بڑے شاعر سے کی جاتی ہے جو لوگوں کی عزتوں کو پارہ پارہ کرے۔

درزی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو اپنے دین کو دنیا کے بدلے میں بیچے۔ اور اس کے ہاتھ پر بہت سے دنیوی امور انجام پائیں۔

پوستین سینے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بڑا مالدار ہو اور جس کی کمائی پاک ہو۔

رفو کرنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بہت جھگڑالو ہو۔

موچی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کے اور مردوں و عورتوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کردے۔

بردہ فروش: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو سلطان کے حالات کی خبر رکھے۔

بڑھئی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کو مقہور کرے۔

لوہار: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو ملک و سلطنت و قوت کا مالک ہو۔

شراب بیچنے والا۔ کلال: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بھلائی اور برائی میں سے ایک دوسرے کے پیچھے رہتا ہو۔

دھوبی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں سے ان کے گناہوں کی وجہ سے بغض رکھتا ہو اور ان کو گناہوں سے توبہ کرائے۔

باورچی اور گوشت بھوننے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو اپنے رزق کی طلب میں بہت باتیں کرنے والا ہو اور خوب مال حاصل کرے۔

قصاب: اگر نا معلوم ہو تو اس کی تعبیر ملک الموت ہے اور پہچانا ہوا شخص ہو تو اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو دنیا حاصل کرنے میں دوڑتا رہتا ہو۔

ملاح: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کے اور بادشاہوں اور سلاطین کے دوا اور علاج اور ہمنشینی کے اصول سے واقف ہو۔

سنار: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو جھوٹا اور فریبی ہو اور جو اپنے معاملات میں ٹھیک نہ ہو۔

سینگی لگانے والا اور دھنیا: اس کی تعبیر لکھنے والے شخص سے کی جاتی ہے۔

دھنیا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو حق کی بات کرے اور نیک کام کرے اور خبیث کو اچھے سے تمیز کرے۔

چکی چلانے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو جانوروں کو کرایہ پر دے یا حمال ہو۔

ساقی: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جس کے دوست بھائی بند جان پہچان والے زیادہ ہوں۔

زین بیچنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو مرد و عورت کے درمیان جھوٹی باتیں لگاتا ہو۔

رنگنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جس کے پاس جھوٹ، بہتان، باطل اور ریاکاری کی باتیں زیادہ ہوں۔

بقال: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کے کلام کو سمجھنے والا حجتوں کو جاننے والا اور بدباطنی سے دور ہو۔

سکہ ڈھالنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کے جھگڑوں اور ان کے درمیان کے واقعات کی کھوج میں رہتا ہے۔

کاٹنے والا: بال کاٹنے والے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بہت مال والا بہت نقصان پہنچانے والا بہت فائدہ پہنچانے والا ہو۔

ڈھال بنانے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو لوگوں کو اٹھائے اور ان کو دوسری جگہ منتقل کرے۔

اونٹ کو ذبح کرنے والا: ٹوکرہ بنانے والا، شیشہ بنانے والا، تانبے کے برتن بنانے والا، پانی میں غوطہ لگانے والا ان تمام کی تعبیر بال کاٹنے والے کی تعبیر کے قریب قریب ہے۔ کیونکہ اس کی تعبیر عورتوں سے کی جاتی ہے۔

استاد: بچوں کا استاد اگر وہ گمراہ ہو گیا تو وہ سلطان یا وزیر ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بچوں کے ساتھ مکتب میں ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر بڑھے گی اور وہ ارذل عمر تک پہنچ جائے گا۔

جولاہہ: اس کی تعبیر مسافر آدمی سے کی جاتی ہے۔

خزان: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جس کی نسل اور اولاد زیادہ ہو لیکن اس کو معاش حاصل کرنے میں بڑی دقت ہو۔

معمار: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جس کے ہاتھ پر لوگ توبہ کریں۔

زخم چیرنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بھڑواگری کرتا ہو۔

منجم، کاہن اور جادوگر: اس کی تعبیر جھوٹے شخص سے کی جاتی ہے۔ الا اینکہ وہ سلطان سے قریب ہوگا۔

تعویذ گنڈے کرنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو شیریں کلامی و چرب زبانی سے لوگوں کو دھوکا دے۔

افسوں گر، گھوڑوں کا سائیس، حمال، جانوروں کا نگران:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا ختم نہ ہوگی جب تک کمینہ بن کمینہ کی ملکیت نہ ہوگی۔ (مجمع)

ان تمام کی تعبیر والیان حکومت سے کی جاتی ہے۔
مچھلی بیچنے والا ، سری بیچنے والا: ان دونوں کی تعبیر ایسے شخصوں سے کی جاتی ہے جو لوگوں کے سروں کے مالک ہوں۔
تصویر بنانے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے۔
تیل بیچنے والا: اس کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو اس شخص کو جو اس کے ساتھ ملے یا اس کے ساتھ معاملہ کرے خوب آراستہ و پیراستہ کرے۔
کفن چور: اگر وہ امن و امانت والا شخص ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ علوم حکمت میں مستغرق رہے گا۔ اور اگر اس کے علاوہ ہے تو وہ طلب رکھنے والا شخص ہے۔
قبروں کو اور زمین کو کھودنے والا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ اگر اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دے یا اس کے جانور نے اس کو روندا اور اس کا منبر ٹوٹ گیا اور اس سے گر گیا تو اگر وہ نزع کی حالت میں ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مر جائے گا۔ یا اپنی چادر کو لپیٹ لیا یا اس کی بیٹھک الٹ گئی یا اس کا عمامہ کھل گیا یا اس کی ٹوپی گر گئی یا اس کا ہاتھ یا زبان گر گئی یا اندھا ہو گیا تو ان سب کی تعبیر یہ ہے کہ یا تو وہ اپنے منصب سے معزول ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ واللہ اعلم۔

متفرق چیزوں کو خواب میں دیکھنے اور اس کی تعبیر کا بیان:

نور: اس کی تعبیر ہدایت سے کی جاتی ہے اور اندھیرے کی تعبیر گمراہی سے۔ اور راستہ کی تعبیر راہ حق ہے۔ اور (راستہ سے مڑنا) اس کی تعبیر حق سے مڑنا ہے اور باطل اور گمراہی کی طرف جانا ہے۔
ویران زمین: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ویران زمین میں ہے تو اسکی تعبیر گمراہی سے ہے اور قلعہ کی تعبیر محفوظ رہنا ہے بشرطیکہ اس نے خواب میں یہ دیکھا ہو کہ وہ قلعہ میں ہے۔
لپٹی ہوئی کتابیں: اس کی تعبیر چھپی ہوئی خبر سے ہے۔ پھیلی ہوئی کتابوں کی تعبیر ظاہری خبر سے ہے۔
مہر: اس کی تعبیر کسی معاملے کی تحقیق ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہر لگی ہوئی کتابوں کی تعبیر میراث ہے جیسے ارشاد الٰہی ہے۔ يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ اے یحییٰ میراث کو قوت سے لے لے۔
علوم و فقہ کی کتابیں: اس کی تعبیر علوم اور حکمت سے ہے۔
کتب شعر: اس کی تعبیر گمراہی و مکر و جھوٹ سے ہے۔
قرآن مجید: اس کی تعبیر حکمت ہے جس کو آدمی حاصل کرے گا اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین و علم اور مال جمع کر رہا ہے اور اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے۔
اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ قرآن مجید کو پھاڑ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی کا انکار کر رہا ہے اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ قرآن شریف کے اوراق کھا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کلام الٰہی کا مذاق اڑا رہا ہے اور اس کے بعض احکام سے ٹھٹول کرے گا۔ اور ان کی تحقیر کریگا۔ اور اس کا دین چلا جائے گا۔
اگر کسی نے خواب میں اپنا بازو یا پنڈلی یا کپڑے یا بعض اعضاء کو دیکھا کہ لوہا بن گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عمر طویل ہوگی اور اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ غلام یا قیدی بن گیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر تنگی آئے گی اور وہ ذلیل ہوگا اور اس کا مال چلا جائے گا اور وہ رنج و غم میں پڑ جائے گا اس کی عزت چلی جائے گی۔
اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بعض اعضاء کانچ بن گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر کوتاہ ہوگی اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے کوئی چیز کرایہ سے لی یا کسی کو کرایہ سے دی تو اس کی تعبیر ایسے منافع سے ہے۔ جو نہ اس سے دور ہی کیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی اس کے لیے کھینچے جاسکتے ہیں اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے غلام فروخت کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ رنج و غم سے نکل گیا اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے غلام خریدا ہے تو اس کی تعبیر پہلے کی ضد میں ہوگی اور جس نے خواب میں لونڈی کو خریدتے دیکھا تو یہ خواب اس خواب سے بہتر ہے جس میں لونڈی کو بیچتا ہے۔
اور خواب میں مشک دیکھنے کی تعبیر فرح و سرور ہے اور خواب میں عود کی خوشبو کا معلوم ہونا اس کی تعبیر یہ ہے کہ ذکر نیک ہوگا اور اسی طرح ہر خوشبو دار بخور کی تعبیر یہ ہے کہ محمود ہے۔
اور زعفران کی تعبیر جمع شدہ پاک مال سے ہے البتہ اگر اس سے رنگ دیا تو اس کی تعبیر مرض سے ہے کنبھ کی تعبیر بھی یہی ہے اور لوبان کی تعبیر کسی مبارک انسان سے علم و تفقہ حاصل کرنے سے کی جاتی ہے اور شہد کی تعبیر جمع شدہ مال سے ہے اور کبھی اس کی تعبیر میراث سے بھی ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جو شہد اور حلوے سے بنے اس کی تعبیر مال اور پاک رزق ہے اور حلوے کا اپنے ہاتھ سے بنانا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی جد و جہد سے رزق میں وسعت پائے گا اور اگر اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا بلکہ کسی اور نے اس کے لیے بنایا تو اس کی تعبیر غنیمت کے اموال میراث اور آمدنی سے کی جاتی ہے اور شہد کی تعبیر علم اور قرآن ہے اور نکاح کی امراض سے شفاء پانے سے دی جاتی ہے اور شکر اور اس کی شرینی اور اگر خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے کچھ کھایا ہے تو اس کی تعبیر اشرفیوں اور روپوں سے کیجاتی ہے کبھی اس کی تعبیر شیریں ولذیذ کلام سے کی جاتی ہے۔
دوائیں: خواب میں اس کا یہ دیکھنا کہ وہ دواؤں کو استعمال کر رہا ہے اور اس کو پی رہا ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو عافیت و شفاء اور برکت حاصل ہوگی۔
دونوں عیدیں: اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ رنج و غم سے نکلے گا اور یہ دونوں جس کو نظر آجائیں اسکے معاش میں وسعت کی دلیل ہے۔

ماتم: خواب میں اگر دیکھے تو اس کی تعبیر خوشی سے ہے اور خوشی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر رنج ہے۔

کھیل: اس کی تعبیر غم سے ہوگی۔ اور غم کی تعبیر کھیل سے ہوگی۔

قید: اس کی تعبیر میں اختلاف ہے اور وہ درحقیقت ثابت قدمی ہے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مقید ہے اور ایسا نظر آیا کہ اس میں صلاحیت اور بھلائی ہے مثلاً مسجد میں یا نماز میں یا اللہ کے راستے میں قید یعنی بندھا ہوا ہے تو اس کی تعبیر دین میں ثابت قدمی ہے اور گناہوں سے رکنا ہے۔

اور جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اپنے شہر میں یا اپنے مکان میں قید ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی شادی ہوگی اور وہ ان حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہے کیونکہ یہ ثابت قدمی ہے اس حالت کی جو اس حالت کے مناسب ہو مثلاً کسی نے یہ دیکھا کہ اس کا پاؤں کسی جال میں یا پھندے میں یا کنوئیں میں یا گڑھے میں بندھا ہوا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایک ناگوار کام پر ٹھہرا ہوا ہے اور وہ جس قدر اس سے ممکن ہو رہا ہے اس کے لیے بندوبست کر رہا ہے۔

زین اور گدھے کا پالان: اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ جانور پر رکھا ہے تو اس کی تعبیر عورت ہے۔

شطرنج: اس کی تعبیر باطل باتوں اور جھوٹ اور بہتان ہے اور کبھی اس کی تعبیر کلام اور جنگ سے بھی کی جاتی ہے اور اسی طرح نرد اور ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ نرد ضعیف اور ظاہری خبر ہے

مہرے: خواب میں اس سے کھیلنے کی تعبیر شور و غوغا اور جھگڑے ہیں اسی طرح نگینوں اور اخروٹ سے کھیلنے کی تعبیر ہے۔

دوات: اسکی تعبیر عورت ہے اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ دوات ٹوٹ گئی یا چوری ہوگئی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عورت مر گئی۔

قلم: اگر کسی نے قلم قرآن مجید کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیر علم وحکمت سے کی جائے گی اور اگر دوات کے ساتھ دیکھا تو اس کی تعبیر لڑکے سے کی جائے گی۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ اگر انسان نے خواب میں یہ دیکھ لیا کہ اس کا معاملہ جم گیا اور اس کا مقصد پورا ہوگیا اور دنیا میں اپنے مطلوب کو حاصل کر لیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی حالت بدل جائے گی اور اس کے معاملے میں نقصان آئے گا ارشاد الٰہی ہے کہ حَتّٰٓی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ. حتیٰ کہ جب وہ خوش ہو گئے ان باتوں پر جو ان کو عطا کی گئی تھیں تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور وہ بے خبر ہی رہے اور یہی مطلب ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا جو امر پورا ہو گیا اس کا نقص شروع ہو گیا زوال کا انتظار کر جب کہا جائے کہ پورا ہو گیا۔ اور بھی اچھی طرح یاد رکھو کہ خواب میں جھوٹ بات ملانا خواب کو خراب کر دیتا ہے

اور اس کے اصولی فوائد کو بدل دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور ممانعت میں بہت تشدد فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے“

اور فرمایا کہ جس نے اپنے نبی یا اپنے والدین یا اپنے دوست سے جھوٹ کہا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔

اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین شخصوں کو قیامت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا ایک وہ جو خواب جھوٹ بیان کرتا ہو اس کو حکم دیا جائے گا کہ دو جَو کو ملا کر گانٹھ لگائے اور وہ نہ کر سکے گا ایک وہ شخص جو بتوں کی تصویر بنائے اس کو کہا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں پھونک نہ سکے گا اور تیسرا وہ آدمی جس نے ایسی قوم کی امامت کی جو اس کو ناپسند کرتے ہوں۔

اور چاہیے کہ جو شخص خواب میں ایسی بات دیکھے جو اس کو ناگوار ہو یا اس کو گھبراہٹ ہو جائے وہ جب نیند سے بیدار ہو اپنے بائیں بازو کی طرف تین بار تھوکے اور اللہ سے شیطان مردود کی پناہ مانگے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین سے منقول ہے۔

اس قدر جو لکھا گیا وہ امام محمد بن سیرینؒ سے منقول ہے

خواب میں قرآن کی سورتوں کو پڑھنے کی تعبیر کا بیان:

شیخؒ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے ہم کو اور تمام مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔

سورۂ فاتحہ: جس نے سورہ فاتحہ کو پورا یا کچھ خواب میں پڑھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ایسی دعائیں کرے گا جو قبول ہوں گی اور ایسا فائدہ حاصل کرے گا جس سے اس کو مسرت ہوگی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا سات عورتوں سے نکاح کرے گا جو متفرق جگہ کی ہوں گی اور وہ مستجاب الدعوات ہوگا اور اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دعا کے بعد پہلے اور بعد الحمد للہ رب العالمین پڑھا کرتے تھے۔

سورہ بقرہ: جس نے اس کو خواب میں پورا پڑھا یا کچھ پڑھا خواہ ایک حرف ہی کیوں نہ ہو یا اس پر کسی نے پڑھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہوگی اور دین میں صلاحیت ہوگی اور کبھی اس کی تعبیر یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کا پڑھنے والا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگا جہاں اس کو عزت و بزرگی حاصل ہوگی اور یہ تعبیر بھی کہی جاتی ہے کہ اگر وہ قاضی ہوگا تو اس کی مدت قریب ہوگی اور اگر عالم ہوگا تو اس کی عمر طویل ہوگی اور حالت اچھی ہوگی۔

سورۂ آل عمران: اگر کسی نے خواب میں اس سورت کی تلاوت پوری کی یا کچھ کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خاندان میں وہ بدنصیب رہے گا اور بڑھاپے میں خوب رزق پائے گا اور بہت سفر کرنے والا ہوگا۔

سورۂ نساء: جس نے خواب میں اس سورۂ کی تلاوت کی اس کی تعبیر

یہ ہے کہ اس کی آخری عمر میں اس کے ایک خوبصورت عورت ہوگی جو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ رکھے گی اور قوی حجت والا اور فصاحت میں اور بولنے میں بہت قوی ہوگا۔

سورۂ مائدہ: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کھلانے پلانے میں کریم النفس ہوگا مگر ایک ظالم قوم سے اس کو مصیبت پہنچے گی۔

سورۂ انعام: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دین کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوگا اور اس کو اچھا رزق ملے گا۔

سورۂ اعراف: جو شخص خواب میں اس سورۃ کی تلاوت کرے گا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا ہر علم سے فائدہ اٹھائے گا اور بہت ممکن ہے کہ غربت میں مرے۔

سورۂ انفال: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو عزت وکامیابی کا تاج ملے گا اور وہ اپنے دین میں سلامت رہے گا۔

سورۂ توبہ: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ صالحین سے دوستی رکھے گا۔

سورۂ یونس: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے پوری یا کچھ تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے مال پر کچھ آفت آئے گی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسکا پڑھنے والا خوشخبری دینے اور بھلائی کرنے میں مستعد رہے گا۔

سورۂ ہود: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسکے دشمن بہت ہوں گے اور مسافرت کو ترجیح دے گا۔

سورۂ یوسف: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر والے اس کے دشمن ہوں گے۔ اور مسافرت میں فائدہ وحظ پائے گا

سورۂ رعد: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کو محتاجی ملتی رہے گی اور ایک قول ہے کہ اس کی وفات قریب ہوگی۔

سورۂ ابراہیم: جو شخص اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں اور تسبیح کرنے والوں میں سے ہوگا۔

سورۂ حجر: جس نے خواب میں اس سورۃ کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان میں محفوظ رہے گا اور مسکین رہے گا اور اگر اس کا پڑھنے والا بادشاہ ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی مدت قریب ہوگی اور اگر قاضی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی سیرت اچھی ہوگی اور اگر تاجر ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ خاندان والوں میں فضیلت حاصل کرے گا اور اگر عالم ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا عزت کی حالت میں انتقال ہوگا۔

سورۂ نحل: اگر کسی نے خواب میں اس کی تلاوت کی تو اسکی تعبیر یہ ہے کہ وہ رزق اچھا پائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوں میں سے ہوگا اگر چہ ان کی صحبت میں نہ رہا ہو۔

سورۂ اسراء: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر بادشاہ ظلم کرے گا اور یہ تعبیر بھی ہوسکتی ہے کہ وہ ایک قوم کے مکر سے محفوظ رہے گا اور وہ ایک فتنہ سے ڈرتا رہے گا حالانکہ وہ اس سے بری ہوگا۔

سورۂ کہف: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر دراز ہوگی اور اس کی حالت درست ہوگی اور جس قوم سے پناہ حاصل کرے گا ان سے فائدہ اٹھائے گا۔

سورۂ مریم: جس نے خواب میں اس کو پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ تنگی میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس پر کشادگی اور آسانی فرمادے گا۔

سورۂ طٰہٰ: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ رات کی نماز کو دوست رکھے گا اور نیک کام کرے گا اور دینداروں کے ساتھ رہنا پسند کرے گا۔

سورۂ انبیاء: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے متعلق لوگوں میں نیک گمانی رہے گی۔

سورۂ حج: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اسے حج اور عمرہ کی توفیق ہوگی اور اگر بیمار ہے تو مر جائے گا۔

سورۂ مومنون: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کے دل میں رات میں زیادہ دیر تک عبادت میں کھڑے رہنے کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی کرنے کی محبت ہوگی۔ اور ایک ایسے مرض کا خوف ہے جو بڑا خطرناک ہے۔

سورۂ نور: جس نے اس کی خواب میں تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرے گا اور اللہ ہی کیلئے بغض رکھے گا۔ اور دنیا میں اس کو کوئی مرض لاحق ہوگا۔

سورۂ فرقان: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حق کو پسند کرے گا اور باطل اس کو ناگوار ہوگا۔

سورۂ شعراء: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو رزق حاصل کرنے میں دقت ہوگی اور کوئی چیز بغیر مصیبت کے نہ پائے گا اور سفر کو دوست رکھے گا اور فائدہ کم اٹھائے گا۔

سورۂ نمل: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ حق پسند کرے گا اور باطل کو برا سمجھے گا اور اپنی قوم کا سردار ہوگا اور علم اور سرداری پائے گا۔

سورۂ قصص: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کسی زمین کے ذریعہ مصیبت میں مبتلا کرے گا خواہ وہ جنگل میں ہو یا شہر میں یا گھر میں یا قبلہ (یعنی مسجد) میں جس میں وہ نماز پڑھتا ہے۔

سورۂ عنکبوت: جس نے اس کوخواب میں پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ بشارت دے رہا ہے کہ اس کو تنہائی کی مصیبت میں مبتلا نہ کرے گا۔

سورۂ روم: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے دل میں نفاق ہے اور یہ خواب دیکھنے والا اگر بادشاہ ہے تو عالم ہو جائے گا اور اگر قاضی یا تاجر ہے تو بہت سے فوائد حاصل کرے گا۔

سورۂ لقمان: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کتابت اور حکمت حاصل کرے گا۔

سورۂ سجدہ: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ عقیدہ توحید میں قوی ہوگا اور یقین درست ہوگا۔

سورۂ احزاب: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کی تعریف کرنے والا ہوگا اس کی عمر زیادہ ہوگی اور دوستوں کے ساتھ مکر زیادہ کرے گا۔

سورۂ سبا: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بڑا بہادر ہوگا۔ ہتھیار اٹھانے سے محبت ہوگی۔

سورۂ فاطر: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اللہ عزوجل کو دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں سے ایک ولی ہوگا۔

سورۂ یٰسین: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا دین ٹھیک رہے گا۔

سورۂ صافات: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو حلال ذریعہ سے رزق ملے گا اور اس کے دولڑکے پیدا ہونگے۔

سورۂ ص: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بڑا غیرت والا ہوگا عورتوں سے اس کو محبت زیادہ ہوگی اور ان کے ساتھ چلنے کو پسند کرے گا۔

سورۂ زمر: جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ اس سورۃ کی تلاوت کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی عمر اسقدر طویل ہوگی کہ وہ اپنے پوتے کو دیکھے گا۔ اور یہ تعبیر بھی ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا سفر کرے گا کہ اپنے وطن کو نہ لوٹے گا۔

سورۂ غافر: (المومن) جس نے خواب میں اس سورۂ کی تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کا یقین صحیح وسلامت ہوگا۔

سورۂ فصلت: (حٰم السجدہ) جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا ایک ایسی قوم کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا جو بحکم الٰہی شریعت کے احکام پر عمل کریں گے۔

سورۂ شوریٰ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے تو اس کا پڑھنے والا علم و عمل سے فائدہ اٹھائے گا۔

سورۂ زخرف: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے رزق میں سختی پیش آئے اور آخری عمر میں اس کا حال تنگ ہو اور اسکے حظِ دنیوی میں کمی آ جائے۔

سورۂ دخان: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ ظالموں کے ظلم اور عذاب قبر وعذاب جہنم اور ضعف یقین سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ جاثیہ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ زاہدوں میں سے ہوگا۔

سورۂ احقاف: جو شخص اس کی خواب میں تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہوگا۔ لیکن آخری عمر میں اس کو اچھی توبہ نصیب ہوگی۔

سورۂ قتال: (محمد) جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پاس فرشتہ اچھی صورت میں آئے گا۔

سورۂ فتح: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا۔

سورۂ حجرات: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا اللہ کے بندوں کے دلوں میں صلح و آشتی پیدا کرے گا۔

سورۂ ق: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا علم اچھا ہوگا۔ اور اس کے شہر والے اس کے محتاج رہیں گے اور اس کی عمر کا آخری حصہ اول سے بہتر رہے گا اور نہایت قوی ہوگا۔

سورۂ ذاریات: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا زمین کی نباتات میں سے جس قدر چاہے حاصل کرے گا اور ہر مذہب کی طرف وہ مائل رہے گا۔

سورۂ طور: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے سبب سے اللہ عزوجل راضی رہے گا۔

سورۂ نجم: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اس کی اولاد بہت ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی میں مریں گے اور وہ شخص صاحب علم وتقویٰ ہوگا۔

سورۂ قمر: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس پر جادو کیا جاوے گا۔ اور وہ اس سے نجات پائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔

سورۂ رحمٰن: جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ یہ سورۃ پڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں نعمت اور آخرت میں رحمت پائے گا۔

سورۂ واقعہ: جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ یہ سورۃ پڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ نیکیوں اور طاعتوں کی طرف سبقت کرنے والا ہوگا۔

سورۂ حدید: جس نے خواب میں یہ دیکھا کہ وہ یہ سورۃ پڑھ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اچھے اثر کا ہوگا اور دین میں صحیح ہوگا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ کم کر (یعنی مت کر) تجھ پر موت آسان ہو جائے گی اور قرض کم کر (یعنی مت کر) تو آزادی کی زندگی بسر کرے گا۔ (کنز)

سورۂ مجادلہ: جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ اس سورۃ کی تلاوت کر رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اہل باطل سے جھگڑنے والا اور ان کو دبانے والا ہوگا۔

سورۂ حشر: جس نے خواب میں دیکھا کہ یہ سورۃ پڑھ رہا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور اس کے دشمنوں کو ہلاک کرے گا۔

سورۂ ممتحنہ: خواب میں اس کے پڑھنے والے کو مصیبت پہنچے گی اور اس کا ثواب اس کو ملے گا۔

سورۂ صف: خواب میں اس کو پڑھنے والا شہید مرے گا۔

سورۂ جمعہ: جس نے خواب میں اس سورۃ کو پڑھا اس کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت کی بھلائیاں جمع کر دے گا۔

سورۂ منافقون: خواب میں اس کا پڑھنے والا نفاق سے بری رہے گا۔

سورۂ تغابن: جس نے خواب میں اس کو پڑھا وہ ہدایت اور ایمان پر مرے گا۔

سورۂ طلاق: جو شخص خواب میں اس کو پڑھے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان اس قدر جھگڑا ہو جائے گا کہ نوبت جدائی تک پہنچ جائے گی مگر مرد مہر ادا کرے گا۔

سورۂ تحریم: خواب میں اس کا پڑھنے والا محرمات کے ارتکاب سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ ملک: اس کو جو خواب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے گا۔ اور اس کی املاک اور خیرات زیادہ ہوگی۔

سورۂ ن: جو اس کو خواب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ سے اس کو عنایت اور کامیابی اور قضاءت حاصل ہوگی۔

سورۂ حاقہ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کو مار کاٹ کا خوف ہوگا۔ اور وہ حق پر رہے گا۔

سورۂ معارج: اس کو خواب میں پڑھنے والا امن سے اور تاکید کے ساتھ فتح مند رہے گا۔

سورۂ نوح: اس کو خواب میں پڑھنے والا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والوں میں سے ہوگا اور دشمنوں پر مظفر ومنصور رہے گا۔

سورۂ جن: اس کو خواب میں پڑھنے والا جنات سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ مزمل: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی سیرت اچھی ہو گی اور وہ صابر رہے گا۔

سورۂ مدثر: جس نے اس کو خواب میں پڑھا وہ رزق کی تنگی میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی تنگی دور فرما دے گا۔

سورۂ قیامۃ: اس کو خواب میں پڑھنے والا قسم سے ہمیشہ بچتا رہے گا۔ اور کبھی قسم نہ کھائے گا۔

سورۂ انسان یا دہر: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کو سخاوت کی توفیق عطا ہوگی اور شکر کرنے کی نعمت اس کو ملے گی۔

سورۂ مرسلات: اس کو خواب میں پڑھنے والے کے رزق میں اللہ تعالیٰ وسعت عطا فرمائے گا اور اس کے دشمنوں کو گونگا بنا دے گا۔

سورۂ نباء: اس کو خواب میں پڑھنے والے کے دل سے جملہ رنج وغم نکل جائیں گے اور اس کی شان بڑھ جائے گی۔ اور اس کا ذکر جمیل بلند ہوگا۔

سورۂ نازعات: اس سورۃ کو خواب میں پڑھنے والے کے دل سے جملہ رنج وغم نکل جائیں گے۔

سورۂ عبس: اس کو خواب میں پڑھنے والا صدقات زیادہ دے گا اور زکوٰۃ نکالے گا۔

سورۂ تکویر: اس کو خواب میں پڑھنے والے کے سفر مشرق کی جانب زیادہ ہوں گے اور سفر کامیاب رہے گا۔

سورۂ انفطار: اس کو خواب میں پڑھنے والے کو سلاطین کا قرب حاصل ہوگا اور وہ اس کی عزت کریں گے۔

سورۂ تطفیف: اس کو خواب میں پڑھنے والے کو وفا وعدل نصیب ہوگا۔

سورۂ انشقاق: اس کو خواب میں پڑھنے والے کی اولاد ونسل زیادہ ہوگی۔

سورۂ بروج: اس کو خواب میں پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ فکروں سے نجات دے گا اور ہر قسم کے علوم سے نوازے گا۔

سورۂ طارق: اس کو جو شخص خواب میں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو ذکر وتسبیح کی کثرت الہام فرمائے گا۔

سورۂ اعلیٰ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کے لیے اس کے کام آسان ہونگے۔

سورۂ غاشیہ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کا مرتبہ بلند ہوگا اور اس کا علم پھیلے گا۔

سورۂ فجر: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کو ہیبت ورونق کا لباس ملے گا۔

سورۂ بلد: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کو کھانا کھلانے اور یتیموں کی خاطر داری کرنے کی توفیق ملے گی اور ضعیفوں پر رحم کرنے کا خیال ہوگا۔

سورۂ شمس: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اللہ تعالیٰ اس کو عمدہ سمجھ اور زیرکی تمام امور میں عطا فرمائے گا۔

سورۂ لیل: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی عزت کا پردہ چاک ہونے سے محفوظ رہے گا۔

سورۂ ضحیٰ: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے وہ یتیموں اور مساکین کی عزت کرے گا۔

سورۂ انشراح: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز آدمیوں میں سب سے بدتر مرتبہ اس بندہ کا ہوگا جس نے دوسرے کی دنیا کے واسطے اپنی آخرت گنوائی۔ (مشکوٰۃ)

سینے کو احکام اسلام کے سمجھنے کے لیے منشرح فرمادے گا اور اس کے سب معاملات آسان ہو جائیں گے۔
سورۂ تین: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو جلد پورا فرمائے گا اور اس کے رزق میں آسانی فرمادے گا۔
سورۂ علق: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اس کی عمر طویل ہوگی اور اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔
سورۂ قدر: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے وہ بھلائی پائے گا اور اسکا حال اچھا رہے گا۔
سورۂ بینہ: جو اس کو خواب میں پڑھے اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ ایک نیک قوم کو ہدایت دے گا۔
سورۂ زلزال: جس نے اس کو خواب میں پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے کافروں کے قدم ہلا دے گا۔
سورۂ عادیات: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو اچھے گھوڑے عطا فرمائے گا جس سے وہ فائدہ اٹھائے گا۔
سورۂ قارعہ: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی اس کو اللہ تعالیٰ عبادت وتقوی کی عزت کرے گا۔
سورۂ مقابر (تکاثر): جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے گا وہ مال کو جمع کرنا چھوڑ دے گا اور زاہد ہو جائے گا۔
سورۂ عصر: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے اسکو صبر کی توفیق ہوگی اور حق پر اس کی اعانت ہوگی۔
سورۂ ہمزہ: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی وہ مال کو جمع کرے گا اور نیک کاموں میں خرچ کرے گا۔
سورۂ فیل: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے گا اس کے دشمنوں پر اس کی مدد ہوگی اور اس کے ہاتھ پر اسلامی فتوحات بہت ہوں گی۔
سورۂ قریش: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی وہ مساکین کو کھانا کھلائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں ملا دے گا۔
سورۂ ماعون: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے گا وہ اپنے مخالفین واعداء پر کامیابی حاصل کرے گا۔
سورۂ کوثر: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے گا دارین میں اس کا خیر بہت ہوگا۔
سورۂ کافرون: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے گا اس کو کافروں سے جہاد کی توفیق ہوگی۔
سورۂ نصر: جو شخص خواب میں اس کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے دشمنوں پر مدد دے گا۔ ونیز اس سورہ کے پڑھنے والے کے جلد وفات کی دلیل ہے کیونکہ یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہوئی تھی۔ (یعنی اس کے نزول کے بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی) اور ایک شخص نے ابن سیرینؒ سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے گویا میں سورۂ نصر پڑھ رہا ہوں تو امام نے اس سے فرمایا کہ تجھ کو وصیت کرنی چاہیئے کہ تیری موت قریب آ گئی۔ اس نے عرض کیا کہ یہ کیوں۔ آپ نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ آخری سورۃ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے نازل ہوئی ہے۔
سورۂ مسد (لہب): جو شخص اس کو خواب میں پڑھے وہ اپنا مقصود پا لے گا۔ اور اسکا ذکر بلند اور اس کی توحید قوی ہوگی۔ اور اس کے عیال کم ہونگے اور اس کی زندگی خوب گذرے گی۔
سورۂ اخلاص: جو شخص اس کو خواب میں پڑھے اس کو توبہ کی توفیق ہوگی اس کا کوئی بچہ زندہ نہ رہے گا۔ کیونکہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنی نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اور بعض علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ جس نے سورۃ اخلاص کو خواب میں تلاوت کی اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا قائل ہے اور پڑھنے والے کے لڑکے کو اس وقت تک موت نہ آئے گی۔ جب تک وہ اپنے کل اہل خاندان کو دفن نہ کردے۔ اور وہ اکیلا مرے گا۔
سورۂ فلق: جس نے اس سورۃ کو خواب میں پڑھا وہ برائیوں سے محفوظ رہے گا۔
سورۂ ناس: جس نے خواب میں اس کی تلاوت کی وہ بلیات سے محفوظ رہے گا اور شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں رہے گا۔
اور اب وہ تمام باتیں آخری ہوگئیں جو حضرت امام محمد بن سیرین وغیرہ رحمہم اللہ سے صحیح روایت کے ذریعے منقول ملی ہیں۔
وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری دنیا گویا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے پونجی نیک دینداری کی ہے (مشکوٰۃ)

باب۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وصیتیں

حضرت لقمان علیہ السلام کی غیر قرآنی وصایا

۱۔اے بیٹے، دنیا کے سمندر میں غرق ہونے سے بچ تقویٰ کی کشتی کو ایمان سے بھر، توکل کے ذریعہ، ورنہ نجات پانا مشکل ہے۔

۲۔اے بیٹے جھوٹ بولنے والے کے چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے۔

۳۔اے بیٹے جنازوں کی شرکت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

۴۔اے بیٹے لوگوں سے اچھی بات خندہ پیشانی سے کر یہ تجھے محبوب بنادے گی۔

۵۔اے بیٹے لوگوں کی تعریف کا خواہشمند نہ ہو۔

۶۔اے بیٹے جب کسی کے گھر جاؤ تو زبان اور آنکھ کی حفاظت کرو

۷۔اے بیٹے جسم کو گندگی سے، زبان کو غیبت و گالی سے پاک رکھ

۸۔رات کو نرم اور آہستہ بات کر۔

۹۔کسی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

۱۰۔آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ سو۔

۱۱۔لوگوں کے سامنے دانتوں میں خلال اور ناک میں انگلی نہ کر۔

۱۲۔عاجزی، انکساری، تواضع و تذلل، میانہ روی، اعتدال اختیار کر

۱۳۔زندگی گزار! اللہ تعالیٰ کے ساتھ صدق سے، نفس کے ساتھ دشمنی وقہر سے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے، دوستوں سے نصیحت، فقیروں سے سخاوت، دشمنوں کے ساتھ حلم سے، جاہلوں سے خاموشی سے، بزرگوں کے یہاں حاضری سے، علماء سے تواضع اور طلب کے ساتھ۔

حجۃ الوداع، حجۃ البلاغ (تبلیغ کا حج)

لوگو! مجھے امید نہیں کہ میں اور تم پھر اس مجلس میں اس جگہ جمع ہوں گے۔ جبل رحمت پہاڑی سے کمر لگا کر ۹ ذی الحجہ عرفات کے میدان میں فرمایا لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس جگہ اکٹھے نہ ہوں گے۔ تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں تمہارے اس مہینے میں عنقریب تم اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ لوگو! جاہلیت کی ہر بات کو میں اپنے قدموں کے نیچے روندتا ہوں۔

لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو لیا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو جس کا آنا تمہیں ناگوار ہے نہ آنے دیں۔ اگر وہ نہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اچھی طرح پہناؤ۔

لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قران اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہوگی۔

لوگو! مرحبا! خدا کی سلامتی، حفاظت، مدد تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہیں ترقی و ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔ خدا تمہیں اپنی پناہ میں رکھے۔ مصیبتوں سے بچائے اور سلامت رکھے۔ میں تمہیں تقویٰ اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں۔ عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو ڈراتے رہو گے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی، تکبر بڑھ کر چلنے کو خدا کے بندوں اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو گے۔ اور آخرت اسی کے لیے ہے جو زمین میں سرکشی اور بگاڑ نہیں چاہتے اور عاقبت صرف متقین کے لیے ہے۔ میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو حاصل ہوں گی۔ مجھے ڈر نہیں رہا کہ تم مشرک بن جاؤ گے لیکن ڈر یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ۔ جیسے پہلی امتیں ہلاک ہوئیں۔

لوگو! تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ فرمایا خدا ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا۔ فرمایا خدارا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنانا۔ کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔

بس اب میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور اسے چھوڑ دینے والا ہوں۔ گھر میں جو کچھ تھا وہ راہ خدا میں دے دیا گیا ہے اور اسلحہ مسلمانوں کو۔ اس دنیا کی آخری شب میں حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں چراغ جلانے کے

لیے ذرا سا تیل بھی نہ تھا جو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پڑوسن سے قرض لے کر جلایا۔ آخری دن فجر کی نماز میں مسلمانوں کی صفیں حجرہ مبارکہ سے ملاحظہ فرما کر چہرہ مبارک پر بشاشت اور مسکراہٹ پیدا ہوئی اور نماز ابو بکر صدیق ؓ کی اقتداء میں ادا فرمائی۔ زندگی مبارک میں دوسری فرض نماز نہیں آسکی۔ نزع کی حالت طاری ہوئی تو پانی کے پیالے میں دست مبارک ڈال ڈال کر چہرہ مبارک پر پھرا لیتے تھے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو جاتا تھا۔ زبان مبارک سے فرماتے تھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَات

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ موت کے سکرات ہوتے ہیں۔ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا بیٹی! یہی تو مزوں کو کرکرا کرنے والی ہے آرزوں، خواہشوں کو توڑنے والی، جماعتوں کو جدا کرنے والی، بیویوں کو بیوہ کرنے والی، اولاد کو یتیم کرنیوالی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا رو پڑیں تو ان کے آنسو دست مبارک سے پونچھے۔ فرمایا بیٹی رو نہیں۔ سیدا شباب اہل الجنۃ حسن حسین کو بلایا۔ وہ بھی رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو چوما اور ان کے احترام کے بارے میں وصیت فرمائی پھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بلایا اور نصائح فرمائیں۔ پھر حضرت علی مرتضی ؓ کو بلایا۔ انہوں نے سر مبارک اپنی گود میں لے لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے اور کف مبارک حضرت علی ؓ کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔ فرمایا لونڈی، غلام کے بارے میں خدا کو یاد رکھو انہیں خوب کھلاؤ پہناؤ۔ ان کے ساتھ ہمیشہ نرمی سے بات کرو۔ علی ؓ خوب صبر و سکت سے رہو۔ حضرت علی ؓ باہر چلے گئے تو عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے سر مبارک اپنی رانوں پر رکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن ابو بکر ؓ کے ہاتھ میں تازی مسواک تھی۔ وہ مسواک استعمال فرمائی۔ اس کے بعد زبان مبارک سے نکلا اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ نماز اور لونڈی غلام کے حقوق پھر فرمایا اَللّٰھُمَّ بِرَفِیْقِ الْاَعْلٰی اے خدا برترین رفیق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آنکھ کی پتلی بدل گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی وصایا

میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن الخطاب ؓ کو خلیفہ بنا دیا لہٰذا ان کی بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا۔

میں نے تو خیر خواہی کا ارادہ کیا ہے۔ میں غیب کی بات نہیں جانتا۔ ظلم کرنے والے کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اس کے بعد اس وصیت نامے پر مہر لگائی اور حضرت صدیق اکبر ؓ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میری نیت میں اس فرمان سے صرف ان لوگوں کی نیکی ہے۔ میں نے فتنہ کا اندیشہ کیا اس لیے ان لوگوں کے معاملہ میں عمل کیا۔ جس کو تو خوب جانتا ہے۔ ان کے لیے میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔ میں نے ان پر ان کے سب سے بہتر کو سب سے قوی تر کو سب سے زیادہ راہ راست پر چلانے والے کو والی بنایا۔

انتقال سے کچھ قبل فرمایا۔ میری یہ دو استعمال چادریں محفوظ رکھنا۔ جب میں مر جاؤں تو ان دونوں کو دھو ڈالنا اور مجھے ان کا ہی کفن دینا۔ کیونکہ نئے کپڑے کا زندہ آدمی بہ نسبت مردے کے زیادہ حاجت مند ہے۔ فرمایا میری زوجہ اسما رضی اللہ عنہا مرنے کے بعد مجھے غسل دیں۔

حضرت عمر بن خطاب ؓ کی وصایا

ایک روز لوگوں سے فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے ایک مرغ نے میرے چونچ ماری اور یہ مجھے بغیر میری موت کے نزدیکی کے نہیں دکھایا گیا۔ پھر فرمایا چند طبقوں نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اپنا دین اور اپنی خلافت ضائع کر دے۔ اگر موت نے میرے ساتھ عجلت کی تو خلافت ان چھ آدمیوں کے مشورے سے ہوگی۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت تک راضی رہے۔ وہ ہیں حضرت علی ؓ، حضرت عثمان ؓ، حضرت طلحہ ؓ حضرت زبیر ؓ، حضرت عبدالرحمٰن ؓ، حضرت سعد بن وقاص ؓ۔

پھر فرمایا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کرو کہ عمر ؓ چاہتا ہے کہ اپنے دونوں صاحبوں کے پاس دفن ہونا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر اجازت دی کہ عمر ؓ کو اپنے پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا جنازہ تیار ہونے کے بعد دوبارہ اجازت مانگنا۔ اگر میرے لحاظ میں اجازت دی ہو اور اس وقت نہ دیں تو مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔

صاحبزادے حضرت عبداللہ ؓ کو وصیت فرمائی۔ پیارے بیٹے ایمان کی خصلتوں کو لازم پکڑنا۔ وہ یہ ہیں۔ گرمی کی شدت میں روزے رکھنا، تلوار سے جہاد کرنا، مصیبت پر صبر کرنا، سردیوں میں اچھی طرح وضو کرنا، ابر کے دن نماز میں جلدی کرنا۔

عربوں کو وصیت فرمائی چادر اوڑھو، تہہ بند باندھو، نشانہ بازی، تیراکی کی مشق کرو، اپنے دادا عدنان کے بیٹے معد کی سی سادہ زندگی موٹا کھانا، موٹا پہننا اختیار کرو، بھائیوں کی طرح رہو، تنعم کی زندگی سے بچو، گھوڑوں پر کود کر بیٹھا کرو۔ رکابیں کاٹ ڈالو۔ دھوپ میں رہنے کی عادت ڈالو یہ عربوں کا حمام ہے۔

حضرت عثمان غنی ؓ کی وصایا

باغیوں کے محاصرے کے بعد ایک خط میں تحریر فرمایا۔ اللہ کے بندے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمل کرتے رہو جو شخص جس کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس کیلئے آسان ہے (مسلم)

عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام السلام علیکم۔ تمہیں اس خدائے برتر کی یاد دلاتا ہوں جس نے تمہیں گمراہی سے نکال کر اسلام کا انعام عطا فرمایا وسعت رزق، دشمن پر غلبہ اور اپنی نعمتوں سے ڈھانک دیا۔

ان قوموں کو دیکھو جو باہمی اختلاف سے برباد ہو گئیں۔ ان سے عبرت پکڑو۔ تمہارا اختلاف تمہیں ایک ساتھ نماز بھی نہیں پڑھنے دے گا۔ دشمن تم پر مسلط کر دیا جائے گا۔ خون ریزی کو ناپسند کرتا ہوں۔ اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں صرف حق اور عدل کا دامن پکڑو میں خدا سے اپنی اور تمہاری مغفرت چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ خدا اس امت کے دل بھلائی پر جمع کر دے اور فسق سے ان کو دور کر دے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ الْمُسْلِمُونَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصایا

اپنی سب اولاد کو مخاطب کیا۔ چست بن کر عبادت پر کمر بستہ رہو اسلام پر ہی مرنا، سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا۔ آپس میں ملاپ رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آپس کا ملاپ نماز، روزے سے بھی زیادہ افضل ہے۔ رشتہ داروں کا خیال رکھنا، یتیموں، پڑوسیوں کی مدد کرنا، قرآن، نماز، بیت اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، زکوٰۃ، ذمیوں کے حقوق، تمہارے نبی کے صحابی، تمہارے غلام، امر بالمعروف نہی عن المنکر سے غافل نہ رہنا۔ دعا فرمائی خدایا ہم سب کو ہدایت نصیب فرما۔ دنیا سے بے رغبت کر دے۔

ابن ملجم کے زخمی کرنے کے بعد ہوش آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت حسن یا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیں۔ تو فرمایا میں تمہیں اس چیز پر چھوڑوں گا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا ہے۔ پھر قاتل کے لیے فرمایا کہ اسے اچھا کھانا اور نرم بستر دینا و نیز فرمایا! لوگوں سے ان کی عقلوں کا خیال رکھتے ہوئے گفتگو کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا جائے؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وصایا

سلاطین سے بچنا اور ڈرنا جیسے آگ سے، شدید ضرورت کے بغیر دربار شاہی میں نہ جانا، اس سے علم کا وقار قائم رہے گا۔

سلطان کو بھی تنہائی میں ٹوکو اگر وہ کوئی غلط اقدام کرے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمل نہ کرو اگر نہ مانے تو اس کے لیے دعا کرو اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سمجھانے کی کوشش کرتے رہو۔

علم دین کے حاصل کرنے کو مقدم کرو۔ پھر جائز ذرائع سے مال حاصل کرو۔ علم و مال ایک ساتھ نہیں حاصل ہوتے۔ علماء سے ملو تو ضرورتاً علمی بحث کرو۔ دوسروں سے وہ بھی نہیں۔ اپنے اساتذہ پر تنقید بے ضرورت نہ کرو۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہا کرو۔ اپنے شاگردوں سے مثل اولاد کے پیش آ ؤ۔ علمی مجالس میں غصہ نہ کرو۔ مسئلہ کا جواب بقدر ضرورت دیا کرو۔

مہمات دین، عقائد اختلافی مسائل میں عوام سے گفتگو نہ کرو۔ دنیاوی مسائل مال و تجارت میں لوگوں سے زیادہ گفتگو نہ کرو ورنہ حریص مال کہلاؤ گے۔

حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی کی وصایا

بیٹا میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور خائف رہنے کی اور اپنے والدین اور جملہ مشائخ کے حقوق کو ضروری سمجھنے کی کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اپنے بندے سے اور حق کی حفاظت کر کھلے اور چھپے۔ مت چھوڑ تلاوت قرآن کو زبان و دل سے غور و فکر، حزن و گریہ کے ساتھ۔ رجوع کر آیات محکمہ میں سب احکام کی کہ قرآن حجت خدا ہے مخلوق پر۔ علم دین سے ایک قدم بھی نہ ہٹ۔ علم فقہ پڑھ۔ عامی، جاہل، صوفی نہ بن۔ بازاریوں سے بھاگ کہ چور ہیں دین کے ڈاکو ہیں۔ اور مسلمانوں کے حق میں عقائد اختیار کر اہل سنت کے، اور اجتناب کر بدعت سے۔ خلا ملا نہ رکھ نوعمر لڑکوں سے، عورتوں بدعتیوں امیروں، عوام الناس سے یہ تیرے دین کو برباد کر دیں گے۔ تھوڑی دنیا پر قناعت کر، تنہائی اختیار کر، رویا کر خوف خدا سے، حلال روزی کھا یہ کنجی ہے نیکیوں کی۔ ہاتھ نہ لگا حرام کو یہ آگ ہے قیامت کی۔ حلال لباس پہن حلاوت پائے گا ایمان وعبادت میں۔ مت بھول اللہ کے سامنے حاضر ہونے کو۔ شب کی نماز اور دن کے روزوں کی کثرت رکھ۔ نماز اور دیگر امور دین میں جماعت مسلمین کو نہ چھوڑ۔ امام و پیشوا نہ بن۔ حکومت کا طلبگار نہ ہو۔ جو اس کا طالب ہے وہ فلاح نہیں پاتا۔ دستاویزات پر دستخط نہ کیا کر۔ امراء وسلاطین کا ہمنشین نہ بن۔ اور سفر کیا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سفر کیا کر تندرست رہو گے اور مال غنیمت پاؤ گے۔ مشائخ کے قلب کا بہت خیال رکھ بلاوجہ اس میں گرانی نہ آنے پائے۔ تعریف پر پھول مت، مذمت پر غمگین نہ ہو۔ مدح و مذمت کا اثر تیرے اوپر یکساں ہو جانا چاہیے۔ مخلوق سے حسن اخلاق و عاجزی اختیار کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھکتا ہے اللہ اسے اونچا کرتا ہے اور جو بڑا بنتا ہے اللہ اسے نیچا دکھاتا ہے۔ ہر حالت میں نیک و بد کے ساتھ تہذیب کا برتاؤ کر۔ ساری مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھ۔ دیکھ ان کو شفقت واحترام سے۔ ہنسامت کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے معلوم ہے تم کو معلوم ہو جاتا تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ بے خوف نہ ہو اللہ کی خفیہ تدبیر سے، ناامید نہ ہو اس کی رحمت سے، زندگی گزار خوف و امید کے درمیان۔ جان و مال و آبرو سے اللہ والوں کا خدمت گزار بنا رہ۔ ان کے اوقات و عادات کا لحاظ رکھ۔ ان پر اعتراض نہ کر۔ ہاں اگر خلاف شریعت کوئی بات ہو تو ان کا اتباع مت کر۔ ان پر اعتراض کرنے والا

فلاح نہ پائے گا۔لوگوں سے کچھ نہ مانگ نہ ان کا مقابلہ کر۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

بعض قلوب زمین پر اللہ کے محبوب ہیں۔طالب کو بچے سے بھی کلمہ نافع کے حاصل کرنے میں دریغ نہ ہو۔

عام اہل دنیا والوں کے لیے میری وصیت ہے کہ نماز کے تمام اعمال و اذکار میں دل وزبان کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔زبان و دل سے اللہ کے ذکر کی وصیت کرتا ہوں۔خصوصاً مجلس، محفل، راستوں میں اور کھانے اور وضو کے وقت وضو کے ذکر سے نماز میں وسوسے کم آتے ہیں۔تمام دینی بھائیوں کو ہر وقت باوضو رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔یہ مراقبہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھا ہوں اس سے قول وفعل درست ہو جائیں گے۔

اے میرے پیارے بیٹے تجھے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور والدین ومشائخ کے حقوق ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

سفر بھی کیا کرتا کہ تیرا نفس پست ہو۔ہر اچھے اور برے آدمی کا اکرام کر۔تمام انسانوں پر رحم کر۔لایعنی سے بچ۔لوگوں سے سوال نہ کر۔کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اس میں یہ پانچ خصلتیں دیکھ لے۔مالداری سے فقر کو مقدم رکھنے والا ہو۔جہالت کے مقابلہ علم کو، علم کے مقابلے میں عمل کو، دنیا پر آخرت کو، دنیا کی عزت سے اللہ کے راستے کی ذلت کو مقدم رکھتا ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

اس فقیر کی پہلی وصیت ہے اعتقاد وعمل میں کتاب قرآن مجید اور سنت پر مضبوطی سے قائم رہے اور ہمیشہ ان دونوں میں غور وفکر کرے۔اور دونوں میں سے روزانہ کچھ نہ کچھ پڑھتا رہے۔

فقیر نے شیعوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ اہل بیت کی محبت کا دعوی کرتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں۔فرمایا ان کا مذہب باطل ہے۔اور ان کے مذہب کا باطل ہونا لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے۔جب فقیر نے لفظ امام کے متعلق غور کیا تو معلوم ہو کہ شیعوں کی اصطلاح میں امام معصوم ہوتا ہے۔جس کی اطاعت فرض اور مخلوق کے لیے مقرر ہوتا ہے۔امام کے حق میں باطنی وحی تجویز کرتے ہیں۔حقیقت میں وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔اگرچہ زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

ہم لوگوں میں ایک بری عادت زیادہ مہروں کی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کی اتباع میں ہماری دنیا اور آخرت کی عزت وکامیابی ہے انہوں نے بارہ اوقیہ ایک اونس چاندی جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں اپنی ازواج مطہرات واہل بیت کا جو سب سے بہتر ہیں مقرر فرمایا۔

وصیت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں جو کوئی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو پاوے وہ میرا سلام پہنچائے۔اس فقیر کی بڑی آرزو ہے کہ اگر روح اللہ کا زمانہ پاوے تو سلام پہنچانے میں سبقت کروں۔اگر میں وہ زمانہ نہ پا سکوں تو میری یا تبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانے کو پاوے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے۔کیونکہ ہم لشکر محمدیہ کے آخری لشکر میں سے ہوں گے۔

مشائخ کے یہاں مرید وہ ہے جو اللہ سے طلب مزید کرتا رہے۔شیخ کی اتباع ایسی کرے جیسے بچہ ماں کی کرتا ہے۔اپنے بڑوں کے خلاف مزاج فیصلوں سے دل میں تنگی بھی نہ آئے۔

اپنے نفس کا محاسبہ ہر فرض نماز کے بعد کرو۔اس کے ذریعے خطائیں کم ہونے لگیں گی۔اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اس کے مراقبے کو قلب میں راسخ کرلو۔بدسلوکی کرنے والوں کو معاف کرو۔اپنے کو حقارت سے دوسروں کو احترام سے دیکھو۔جمعے کا دن خاص طور سے آخرت کا دن بنائے۔دنیا کی اس میں آمیزش نہ ہونے دو۔

عاقل وہ ہے جو آخرت کی طرف متوجہ ہے۔اطاعت خداوندی میں برکت رزق وعمر ہے۔دنیا وآخرت کی کامیابی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔داخلہ جنت عقل حلال میں ہے۔تیرا کیا کیا ہونا چاہیے۔زاد راہ تقوی، پونجی افلاس، اخلاص سفر، منزل قبر، ساتھی یقین، تدبیر عجز وانکساری، گھر خلوت ہو، مجلس مسجد ہو، درس حکمت ہو، نظر عبرت ہو، محافظ حیا ہو، عادت حسن خلق ہو، معلم قناعت ہو، نصیحت کرنے والی قبریں ہوں، واعظ حوادث ایام ہوں، سماع تیرا ذکر موت، تیرا ہتھیار وضو ہو، تیری سواری پرہیزگاری، تیرا دشمن شیطان ہو، تیرا عدو نفس ہو، دنیا قید خانہ ہو، خواہش نفس داروغہ جیل کی مانند، تیرا قلعہ دین، تیرا اشعار شرع ہو، تیری محبوب کتاب اللہ ہو، تیری رفیق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو، تیرا راس المال اللہ کے ساتھ حسن ظن، تیرا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا، اشیاء میں شریر ترین نفس ہے، اس کے مددگار تکبر حسد چغلی عادات ذمیمہ ہیں نفس کو تقوی کی لگام دے، تواضع کی زنجیر میں جکڑ دے، شرع کو اس کا قید خانہ، عبادت کو اس کا داروغہ بنادے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

محمد بن عمر بن الحسین الرازی جو اپنی دنیا کے آخری اور اپنی آخرت کے اولین وقت میں ہے۔اور یہ وہ وقت ہے جس میں ہر سنگدل نرم ہو جاتا ہے۔اور اپنے آقا کی طرف ہر مغرور غلام رخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کی تعریف ان اوصاف کے ساتھ کرتا ہوں جو اس کے بڑے بڑے فرشتوں نے اپنی ترقی کے عظیم ترین اوقات میں اور اس کے عالی اور عظیم پیغمبروں نے مشاہدات کے کامل ترین اوقات میں کی ہیں۔کمال الوہیت کی بناء پر وہ جس ثناء وتعریف کا مستحق ہے۔

یہ ایک مفلس کی آخری کوشش ہے اور تو اس سے بلند ہے کہ ایک کمزور کو لغزش میں پڑ جائے تو شکنجے میں جکڑے، تو اے وہ ذات جس کے اقتدار میں نہ عارفوں کی معرفت سے اضافہ نہ خطا کاروں کی خطا سے کمی ہوسکتی ہے میری فریادرسی کر مجھ پر رحم کر میری لغزش پر پردہ ڈال اور میرے گناہ مٹادے۔

تو نے کہا کہ میں وہی کرتا ہوں جو بندہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے تو نے کہا ہے کہ کون بے قرار کی دعا کو قبول کرتا ہے؟ تو نے کہا کہ جب میرے بندے مجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوتا ہوں تو بے نیاز ہے اور کریم ہے میں محتاج کمینہ کچھ لے کر نہیں آیا ہوں۔ یہ یقین کر کے کہ تیرے سوا میرا کوئی نہیں اور تیرے سوا کوئی احسان کرنے والا نہیں پاتا۔ میں اپنی لغزشوں، قصوروں، عیوب اور کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو میری امید اور دعا کو نا کام واپس نہ کر۔ اور اپنے عذاب سے، موت سے پہلے، موت کے وقت، موت کے بعد محفوظ رکھ۔ سکرات موت اور موت کے آنے کو مجھ پر آسان کر۔ اور آلام وانتظام کی وجہ سے، مجھ کو سختی میں مبتلا نہ کر۔

حضرت قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ کی وصایا

فقیر حقیر محمد ثناء اللہ عثمانی حنفی مجددی پانی پتی لکھتا ہے کہ اس گنہگار کی عمر اسی سال کی ہو چکی ہے اور یقین جو کہ موت سے عبارت ہے۔ سر پر آ گیا مہلت باقی نہیں رہی وہ یہ چند کلمے بطور وصیت اپنی اولاد اور احباب کے لیے لکھتا ہے کہ ان میں بعض کی رعایت فقیر کے لیے مفید اور ضروری اور کچھ دوستوں و اولاد کے لیے ضروری و مفید ہیں۔ پہلی کا خیال رکھنے سے فقیر کی روح ان سے خوش رہے گی۔ حق تعالیٰ جزا عطا فرمائیں گے۔ ورنہ آخرت میں دامن گیر ہوں گا۔ دوسری قسم کی رعایت سے دنیا اور آخرت میں بدلہ نیک پائیں گے۔ ورنہ نتائج برے دیکھیں گے۔

نوع اول یہ ہے کہ تجہیز و تکفین و غسل و دفن موافق سنت کے کریں۔ اور حضرت شہید مرزا مظہر جان جاناں نے جو رضائی کی استر و ابرہ کی دو چادریں مرحمت فرمائی تھیں ان کا کفن دیں۔ عمامہ خلاف سنت ہے اس کی ضرورت نہیں۔ نماز جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ صالح امام حافظ محمد علی، حکیم سکھو، یا حافظ پیر محمد بجالائیں۔

قبر میں مردہ اس ڈوبنے والے غوطہ کھانے والے کی طرح ہوتا ہے جو اس پکار کا منتظر ہوتا ہے۔ جو اس کے باپ، بھائی، دوست کی جانب سے پہنچے۔

حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ

فقیر کی تجہیز و تکفین میں سنت نبوی میں سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے۔ اس کے بعد میری قبر پر دکان نہ لگائی جائے۔ کیونکہ میں زندگی میں بھی اس کا مخالف ہوں۔ میں بندگان خدا میں سے ایک ہوں میں نے خدا کے نام پر تعلیم دی ہے۔

حضرت سید عبدالحق عرف شاہ میر بادشاہ بخاری رحمۃ اللہ کی وصایا

۱۲۸۷ء تا ۱۳۵۴ء بنام صاحبزادے حضرت سید قادر علی بادشاہ آستانہ کڑپا آندھرا۔

اللہ اکبر! جب کسی شخص پر موت کی علامات و آثار ظاہر ہوں چاہیے کہ گناہوں سے توبہ کرے۔ استغفار پڑھے۔ خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اس وقت اس کے پاس دین دار پاک لوگ رہیں۔ ہر کس و ناکس کو وہاں آنے نہ دیں۔ شور و پکار، قصے کہانیاں، اور فضول باتیں نہ کریں۔ خوشبوئیں مہکائیں۔ مکان اور بیمار کا بستر اور لباس پاک صاف رکھیں۔ کلمہ طیبہ اور سورۃ یٰسین اور قرآن شریف پڑھیں۔ لیکن بیمار کو کچھ نہ کہیں۔ جب روح جسم سے پرواز کر جائے۔ تو فوراً میت کا سر مشرق کی جانب کر دیں۔ لباس بدل ڈالیں۔ آنکھیں بند کر دیں۔ ٹھوڑی باندھ دیں۔ اور تجہیز و تکفین میں زنہار زنہار تاخیر نہ کریں۔ بہت جلدی کریں۔ پہلے گرم پانی جس میں کافور، ریٹھا اور بیر کی پتیاں ڈال کر گرم کیا گیا ہو۔ جسم تر کر کے بہت آہستگی سے تمام جسم مل کر میل کچیل دور کر دیں۔ ذرا سا بٹھلا کر اور نرمی کے ساتھ پیٹ ملیں تا کہ کچھ کثافت خارج ہو جائے۔ پھر اچھی طرح سے دھو کر پاک کر دیں۔ پھر وضو کرائیں اور غسل دیں۔ غسل دینے والے سب کے سب پاک صاف اور باوضو ہیں۔ غسل و پانی دینے والے چار پانچ اشخاص کے علاوہ کسی اور کو غسل کی جگہ نہ آنے دیں۔ پردے میں نہلائیں۔ پردے کا اہتمام کریں۔ غسل دینے والے بھی میت کی ستر کو نہ دیکھیں۔ اگر میت میں کوئی عیب پایا تو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ بہت احتیاط و ہوشیاری سے غسل دیں۔ طہارت میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ پھر کفن پہنائیں۔ جو لوگ دیکھنا چاہیں ان کو دکھائیں۔ اور ان کو دیکھنے کی دعوت نہ دیں۔ غسل و کفن سے پہلے نہ دکھائیں۔ اس لیے کہ روح نکلنے پر کچھ تغیر ہوتا ہے۔ جنازے کی مسہری کو دھولیں۔ عود کا دھواں دے کر تیار رکھیں۔ پھر میت کو لٹا کر لے جائیں۔ میت کو شال دوشالہ نہ اڑھائیں۔ نماز جنازہ کسی نیک دل مقدس شخص سے پڑھوائیں۔ دفن فوراً کر دیں۔ اور فاتحہ نہ بھولیں۔

اے فرزند ارجمند! یہ بات خوب یاد رکھو کہ جب میں مر جاؤں ہرگز ہرگز تم نہ رونا۔ اور نہ غم کرنا بلکہ خوشی خوشی جلدی جلدی تجہیز و تکفین کر دینا۔

حضرت سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ کی وصایا

ملکی کام وزیروں کے صلاح مشورے سے انجام پاتے ہیں۔ فتح و کامرانی فقیروں کی دعا سے اور تندرستی دردمندوں کا درد دور کرنے سے نصیب ہوتی ہے۔ مجرموں کے قصور معاف کرنے سے خدا کی جانب سے

رحمت کی امید رکھنی چاہیئے۔

حکومت ورعایا پروری مجھ سے بن نہ آئی۔قیمتی عمر مفت میں ضائع ہوگی۔

سلطنت کا قیام انصاف سے ہوتا ہے۔

۱۔اس گناہگار کو غرق معاصی کو تربت مقدسہ مطہرہ چشتیہ سالم کے قریب دفن کریں۔اس لئے کہ گناہوں کے دریاؤں میں ڈوبے ہوئے کو اس درگاہ غفران سے پناہ والتجا کرنے کے سوا کچھ اور ٹھکانہ نہیں۔

۲۔مبلغ چودہ روپے بارہ آنے جو ٹوپیوں کی سلائی کے عالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں۔وہ ان سے لے کر مجھ بے چارے کے کفن دفن میں صرف کریں۔

۳۔اور جو مبلغ تین سو روپیہ قرآن کی لکھائی کے صرف خاص میں ہیں۔وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں۔اس لیے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے۔میرے کفن میں یہ روپیہ صرف نہ کریں۔

۴۔اس سرگشتہ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہگار تباہ روز کو دربار عظیم الشان اللہ تعالیٰ کے روبرو ننگے سر لے جانے سے نظر رحمت زیادہ ہوگی۔

حضرت غازی انور پاشا شہیدؒ کی وصیت

اپنی بیگم نجیبا کو حسب ذیل وصیتی خط تحریر فرمایا تھا۔شکست ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء نجیبا!

تمہارا آخری خط میرے پاس ہے جسے میں اپنے دل کے قریب ہمیشہ رکھوں گا۔گو میں تمہارا حسین چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔مگر تمہاری حسین انگلیوں کو تمہارے خط کی سطروں پر لہراتے ہوئے محسوس کرتا ہوں۔وہ انگلیاں جو کبھی میرے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھیں۔اور اب فی الحال میں تم سے بہت دور آگ اور خون کے سمندر سے محارب ہوں۔جو تمہارے قلب کے لئے تکلیف دہ ہوگا۔

تم نے لکھا ہے کہ مجھے جنگ اور تلوار سے عشق ہے اور یہ کہ میں نے اس کے علاوہ کسی اور سے محبت نہیں کی۔گو میں تمہاری تکذیب نہیں کرنا چاہتا۔لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے سوا میں نے کسی سے محبت نہیں کی میں تمہیں چھوڑ کر نہ دولت کی تمنا میں آیا ہوں۔نہ اپنے لیے کسی ملک کی ہوس میں جیسا کہ میرے دشمنوں نے میرے خلاف الزام لگایا ہے۔دراصل یہ ایک فریضہ ہے جو مشیت نے مجھ پر عائد کیا ہے اور مجھے تم سے دور لے آیا ہے۔یہ عظیم فریضہ جہاد ہے جس کی نیت ہی انسان کو جنت کا مستحق بنا دیتی ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ میری نیت ہی جہاد کی نہیں بلکہ میں فی الحال اس میں مشغول ہوں۔گو تمہاری مفارقت میرے دل کو پاش پاش کر دیتی ہے۔مگر مجھے فخر ہے کہ میں نے اپنے اس جذبہ پر قابو پالیا ہے۔

دنیاوی علائق میں تمہاری محبت میرے ارادوں میں حارج ہو سکتی تھی۔مگر اللہ کا احسان یہ ہے کہ میں نے اس کمزوری پر قابو پالیا ہے۔کہ تمہاری محبت کو خدائی احکامات پر قربان کر سکوں۔تم کو بھی فخر کرنا چاہیئے کہ تمہارے شوہر کا ایمان اس قدر پختہ ہے کہ وہ تمہاری محبت کو اللہ کے حکم پر نثار کرنے کو تیار ہے۔

تم اللہ کی محبت کو دنیاوی علائق پر ترجیح دو تم اس طرح میرے ارادوں کو اور مضبوط کردو گی۔

ہاں دیکھو تم اپنے شوہر کی میدان جنگ سے واپسی کی دعا کبھی نہ کرنا کیونکہ یہ خود غرضی ہوگی۔جو اللہ کی ناپسندیدگی کا باعث ہوگی دعا کرو کہ تمہار شوہر کامیاب ہو کر لوٹے یا شہادت حاصل کرے۔

پیاری نجیبا وہ لمحہ کیسا شاندار ہوگا۔جب وہ سر جس کو تم حسین ترین کہا کرتی تھیں۔جسم سے جدا ہو جائے گا۔وہ جسم بھی جو تمہاری محبت بھری نگاہوں میں بجائے ایک سپاہی کے جسم کے ایک خوبصورت حسین جسم نظر آتا ہے۔

ہماری زندگیاں چند روزہ ہیں۔اور موت یقینی ہے پھر موت سے خوف کیوں۔پلنگ پر لیٹ کر کوئی کیوں مرے میدان جنگ میں شہادت کا متمنی کیوں نہ ہو۔شہادت دراصل موت نہیں بلکہ وہ زندگی ہے اور دائمی زندگی ہے۔

اسی لیے میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میری زندگی کے حالات تمام و کمال میرے بچوں کو بتلائے جائیں تاکہ سن شعور میں وہ اسلام کی خدمت میں بھیجے جائیں۔

اچھا پیاری اب رخصت! خدا ہی جانتا ہے کہ میرے دل میں یہ خیال کیونکر آتا ہے کہ اس کے بعد میں تمہیں کبھی خط نہ لکھ سکوں گا۔کون جانتا ہے کہ میں کل ہی جام شہادت نوش کرلوں۔دیکھو میری شہادت پر رونے کے بجائے اپنے دل کو تسکین دینا۔تاکہ میری شہادت تمہارے لیے باعث فخر و مباہات ہو۔

نجیبا! اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ عالم خیال میں تمہیں گلے لگالوں۔ان شاء اللہ اب ہم دونوں جنت میں ملیں گے۔اور پھر کبھی جدا نہ ہوں گے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی وصایا

میں اپنے سب دوستوں کو کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض ہے۔خواہ بذریعہ کتاب ہو یا بذریعہ صحبت خیر۔اس کی کوئی صورت نہیں کہ فتنہ دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بہت کثرت ہے اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

منتسبین کو وصیت:

میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں۔کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے سورہ یٰسین شریف، تین بار قل ہو اللہ پڑھ کر مجھے بخش دیا کریں۔

میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ

14

میری زبان سے کچھ کلفتیں پہنچی ہوں۔اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہوں۔خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹوں بڑوں سے استدعا کرتا ہوں۔ کہ دل سے معاف کردیں۔اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے۔ میں بھی ان کے لیے یہ دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی دارین میں عفو و عافیت عطاء فرمائیں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اور اگر معاف کی نیت نہ ہو تو حسب متوفی شرعی مجھ سے عوض لے لیں۔خدا کے لیے قیامت میں مواخذہ نہ رکھیں۔ کہ اس کا کسی طرح تحمل نہیں۔

اسی قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حقوق میں ہوں میں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے محض خدائے تعالیٰ کے راضی کرنے کے اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر سب معاف کرتا ہوں۔

روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط رکھیں۔ ضرورت میں بلا اجازت تجویز طبیب حاذق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

بدون رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھاویں۔ بدون سخت تقاضے کے ہمبستر نہ ہوں بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔ فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔ غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ سخت مزاجی وتند خوئی کی عادت نہ کریں۔ رفق وضبط تحمل کو اپنا شعار بنائیں۔

زیادہ تکلف سے بہت بچیں افعال واقوال میں بھی۔ طعام ولباس میں بھی۔ مقتداء کو چاہیے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے نہ زیادہ اختلاط کرے نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی وصیت

کیمیا گری کے چکر میں نہ پڑنا۔
ہمزاد جنوں کو قابو کرنا عملیات کرنا ٹھیک نہیں۔
صرف شکر الٰہی میں مداومت کرنا۔
کبھی کسی کی ضمانت نہ کرنا۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی وصایا

میں ان علمائے حق کا پرچم لیے پھرتا ہوں۔ جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں (انگریزوں) کی تیغ بے نیام کا شکار ہوئے تھے رب ذوالجلال کی قسم! مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔لوگوں نے پہلے ہی کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے۔ وہ شروع ہی سے تماشہ دیکھنے کے عادی ہیں۔ میں اس سرزمین میں مجدد الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں۔ اور شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا متبع ہوں۔ سید احمد شہیدؒ کی غیرت کا نام لیوا اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی جرات کا پانی دیوا ہوں۔ میں ان پانچ مقدمہ ہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحائے امت کے لشکر کا خدمت گزار ہوں۔ جنہیں حق کی پاداش میں عمر قید اور موت کی سزائیں دی گئیں۔ مولانا یحییٰ علیؒ مولانا عبدالرحیمؒ صادق پوری، قاضی میاں جانؒ، میاں عبدالغفارؒ، مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ کو ۱۸۶۶ء میں سزائے موت کا حکم سنا کر صرف اس لیے عمر قید میں تبدیل کردیا گیا کہ پھانسی کی شہادت عزیز جانتے تھے۔ ہاں ہاں میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں۔ میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں قاسم نانوتویؒ کا علم لے کر نکلا ہوں۔ میں نے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے نقش قدم پر چلنے کی قسم کھارکھی ہے۔ میں زندگی بھر اسی راہ پر چلتا رہا ہوں اور چلتا رہوں گا۔ میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں۔ میرا ایک ہی نصب العین ہے اور وہ برطانوی سامراج کی لاش کو کفنانا یا دفنانا ہے۔ ہر شخص اپنا شجرہ نسب رکھتا ہے۔ میرا یہی شجرہ نسب ہے۔ میں سر اونچا کرکے فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں اس خاندان کا ایک فرد ہوں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی وصایا

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یعنی جو شخص وصیت کرکے مرے وہ سیدھے راستے محضر اور سنت پر مرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مرا۔

بچوں کو جب تک قرآن کریم ناظرہ مکمل اور دین کی ضروری معلومات سے پوری طرح واقفیت نہ ہو جائے کسی دوسرے کام میں نہ لگائیں۔

سفر آخرت کی تیاری کے یوں تو بہت سے شعبے ہیں۔ لیکن ان میں سے زیادہ سنگین معاملہ حقوق العباد کا ہے کیونکہ وہ صاحب حق کی معافی کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا وہ اس سے آج معاف کرالے ایسے وقت سے پہلے کہ نہ اس کے پاس دینار ہوگا نہ درہم" (مشکوٰۃ باب الظلم)

حدیث میں کسی مسلمان بھائی کی معذرت قبول کر لینے اور اسے معاف کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ بلکہ ایک حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر ایسا گناہ ہوگا جیسا ظلماً محصول وصول کرنے والے پر ہوتا ہے۔ ابن ماجہ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس شخص سے اس کا بھائی معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آنے پائے گا۔

(ترغیب وترہیب منقول العذر والنذر)

حضرت مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وصایا

عزیزوں کو مجھے اک راز کی ہے اب خبر کرنا
اگر محفوظ رہنا ہو تو طیبہ میں گزر کرنا
جہاں اب پھنسنے والا ہے فتن میں دین وایمان کے
بہت مشکل ہے مومن کو کہیں باہر بسر کرنا
جو ناقدری میں گذری وہ تو گذری زندگی اپنی
جو باقی ہے اسی کی قدر تم اب عمر بھر کرنا
دعائیں مانگنا اس کی کہ اب جو عمر باقی ہے
خدا تم کو عطا کر دے مدینہ میں بسر کرنا
بھروسہ بھول کر بھی تم نہ کرنا اپنی دولت پر
نہیں آسان کسی کو اس کٹھن منزل کا سر کرنا
بلالیں جس کو مرضی ہو نکالیں جس کو جی چاہے
انہیں کے دست قدرت میں ہے سب زیر وزبر کرنا
ہمیشہ عجز و زاری سے ہمیشہ آہ و نالہ سے
فقط ایک اس کی رحمت پر جما کر تم نظر کرنا
امیدیں اس سے رکھنا جس کی رحمت ہے جہانوں پر
اسی سے مانگنا اور بس اس پر تم نظر کرنا
یہ مرکز ہے مہاجر ہے مسلمانوں کا اول سے
پہنچ جاؤ مقدر سے تو غفلت سے حذر کرنا
تجارت کے ارادے سے نہ آنا اس طرف ہرگز
قناعت سے یہاں رہنا شرافت سے گذر کرنا
حرم میں خوب جا جا کر مزے لینا عبادت کے
اسی میں آ کے پڑ رہنا وہیں شام وسحر کرنا
کسی پہ نکتہ چینی سے ہمیشہ محترز رہنا
کہیں باہر نکلنا ہو تو بس نیچی نظر کرنا
بہت غیرت ہے ان کو اس حرم کے بسنے والوں پر
اگر منظور ہو بسنا تو ڈر ڈر کے بسر کرنا
حماقت ہے کہ غیبت کر کے خود حبط عمل کر لو
نہ باہم تفرقے پھیلا کے پھر سب کو نڈر کرنا
ہمیں توفیق مل جائے کہ سب شیر وشکر بن کر
یہی سیکھیں عدو سے بھی ہے بہتر در گذر کرنا
یہ اخلاق نبوت ہیں یہی تعلیم ہے ان کی
بہت آسان ہے تم کو عمل چاہو اگر کرنا
تمہیں سنت سے الفت ہو تو چلنا اس طریقے پر
کوئی چاہے نہ چاہے تم عمل اس پر مگر کرنا
وصیت ہے یہی میری بس اپنے سب عزیزوں کو
مدینہ آ کے بس جانا یہیں آ کر گذر کرنا
یہی صورت ہے بخشش کی کہ توبہ ہر گھڑی کرنا
اگر ٹوٹے تو پھر کرنا مگر اس سے حذر کرنا
جو چاہو زندگی عزت کی اس کی ایک صورت ہے
خدا کو یاد کرنا پھر نہ اس میں کچھ کسر کرنا
جو شب میں آنکھ کھل جائے تمہاری اپنی قسمت سے
تو پھر تسبیح و استغفار کر کر کے سحر کرنا
تمہارا کام اک یہ ہو کہ سنت پر عمل کرنا
ہر اک بدعت سے تم ڈرنا حذر کرنا حذر کرنا
شریعت پر عمل کرنا یہی شیوہ ہے مومن کا
بہت معیوب ہے دیں میں اگر کرنا مگر کرنا
بہت بچنا تنعم اور تکبر کے طریقوں سے
بس اک مسکین بن کر زندگی اپنی بسر کرنا
اگر درپے ہو کوئی بھی کسی ایذا رسانی کے
تجاہل عارفانہ کر کے پھر بھی درگذر کرنا
اگر تم سے لڑے کوئی تو اس سے صلح کر لینا
اگر غصہ کرے کوئی تم نیچی نظر کرنا
گذر کرنا بڑے انصاف سے اپنے پرایوں میں
ہمیشہ بات سچ کہنا نہ طمع سیم وزر کرنا
بہت شدت سے رہنا کافروں میں مثل دشمن کے
مقابل ہو اگر ان کے تو پھر سینہ سپر کرنا
کھٹکتے ان سے رہنا جو تمہارے دین کے دشمن ہوں
جو دشمن پر مناسب ہے وہی ان پر نظر کرنا
پس پردہ جو در پے ہے تمہیں برباد کرنے کے
وہ تم سے مکر کرتے ہیں مت ان سے درگزر کرنا
ترقی ہم نے سمجھی ہے سمجھنا دوست دشمن کو
تم اس پر کچھ نظر کرنا خدارا پھر نظر کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام کرنا چاہتے (تو یادداشت کیلئے) اپنی انگوٹھی میں دھاگہ باندھ دیا کرتے (الہلال)

کوئی مرد خدا اہل تصرف کاش پیدا ہو
کہیں تم نے سنا ہے صرف باتوں کا اثر کرنا
میرا تو کام سمجھانا ہے مانو یا نہ مانو تم!
تمہارا نفع ہو گا تم ہی چاہو گے اگر کرنا
جو گذرو روضہ انور پہ تم اپنے مقدر سے
پس مردن مجھے بھی یاد کر کے بہرہ ور کرنا
بہت مذموم ہے شرعاً مچانا شور میت پر
ہے لازم صبر کر کے بس خموشی سے بسر کرنا
گریباں چاک کرنا اور دھاڑیں مار کر رونا
کبھی حرکت نہ تم ہرگز مثال نوحہ گر کرنا
اجازت ہے تمہیں اس کی کہ دل میں غم زدہ رہنا
اور اس کی بھی اگر چاہو تو اپنی چشم تر کرنا
یہ اسلامی شریعت ہے کہ چپ رہنا مصائب پر
یہ رسم جاہلیت ہے کہ بین و شور و شر کرنا
جہاں سب ملک اس کی ہے تو پھر یہ ناصبوری کیوں
اسی کے دست قدرت میں ہے سب کچھ خیر وشر کرنا
گذرنا ابن آدم کا نہیں ہے بات حیرت کی
ہے سنت حضرت آدم کی دنیا سے سفر کرنا
شفیع المذنبینؐ کے سامنے سے مجھ کو لے جانا
بقیع پاک میں میرے لیے تیار گھر کرنا
ٹھہرنا قبر پر کچھ دیر یہ بھی ایک سنت ہے
کلام اللہ پڑھ کر پھر عنایت کی نظر کرنا
بہت مکروہ شرعاً ہے نقل منسوخ دینوں کی
بہت مبغوض ہے دشمن کی صورت میں بسر کرنا
نہ رکھنا تم ذرا سا غم کسی کے کہنے سننے کا
عمل دیں پہ کیے جانا نہ کچھ خوف وخطر کرنا
جو کرنا ہے وہی کرنا فقط نقلوں میں غیروں کی
خدارا شرع اسلامی کو مت زیر و زبر کرنا
ہمیشہ پالنا بچوں کو اسلامی طریقوں پر
کہ آساں ہو انہیں ان پر عمل کرنا بسر کرنا
نمازیں ان کو پانچوں وقت پڑھوانا مساجد میں
پھر اسلامی عقائد سے بھی ان کو باخبر کرنا
بچانا ہر قدم پر ان کو کافر کے تشبہ سے
نہ کرنا نذر آتش ان کو تم اس سے حذر کرنا
بہت وسعت ملی ہے ہم کو دیں میں عیش وعشرت کی
اسی حد میں بسر کرنا یہی چاہو اگر کرنا
جو ہو بے دین تم صحبت سے اس کے بھاگتے رہنا
کسی مسلم پر ذلت کی نہ تم ہرگز نظر کرنا
اگر ہو تم کو ملنا ہی تو ملنا ہوشیاری سے
کسی پر جلد بازی سے نہ حکم خیر و شر کرنا
ہمیشہ تم الگ رہنا بس اب جھگڑوں کی باتوں سے
اگر بچنا ہو طوفاں سے تو ساحل پر بسر کرنا
سمندر میں ہے طوفاں زور پر سن لو سفر والو!
نہ لنگر توڑنا کشتی کا جس پر ہو سفر کرنا
نہیں میں منع کرتا تم کو ہرگز زیب و زینت سے
حدود شرع میں رہنا تجاوز سے حذر کرنا
فقط تعلیم دے دے کر بس اونچی ڈگریاں لینا
تغافل ہی تغافل ہے ہمارا سر بسر کرنا
یہی درخواست ہے میری کہ مجھ کو عفو کر دینا
بہت کافی ہے مجھ کو بس یہ اتنی سی نظر کرنا
اگر تم عفو کر دو کاش مجھ کو میرے جیتے جی
کرم ہو گا مجھے بھی اس کرم سے باخبر کرنا
دعا یہ ہے خدا تم کو نوازے دین و دنیا میں
تمہاری قدر میں نے کچھ نہ کی تم در گذر کرنا
میری حالت ابھی کچھ ہے تو تھوڑی دیر میں کچھ ہے
بہت دشوار ہے مجھ کو تمہیں جلدی خبر کرنا
وہ سب کچھ کہہ دیا میں نے جو مجھ کو تم سے کہنا تھا
نہ کہنا مجھ سے پھر لازم تھا ہم کو بھی خبر کرنا
ضرورت ہے جہاں کو اب اسی مہدی کے آمد کی
جنہیں آساں ہو گا پھر جہاں کو آ کے سر کرنا
بلا کر میرے بچوں کو بسا لے اب مدینے میں
خدایا سہل ہے تجھ کو ادھر کرنا ادھر کرنا
بہت حالت ہے خستہ ملت مرحوم کی اب تو
میرے مولا کرم کرنا میرے مولا نظر کرنا

وصیت کرنیوالے کیلئے ہدایت

انسان کو اپنی زندگی کے لیے ایک پل کا بھروسہ نہیں۔ جب بلاوا آتا ہے ..... سب کچھ دل میں رہ جاتا ہے اس لیے سب کاموں کے لیے وصیت لکھ کر رکھیں تاکہ ورثاء شریعت کی روشنی میں وصیت کے مطابق عمل کر کے حق تلفی، مقدمہ بازی اور باہمی کشیدگی سے باز رہیں۔ جائیداد اور اہم چیزوں اور لین دین کا ریکارڈ اور دیگر مندرجات صحت وعافیت کے زمانے میں ہی مکمل رکھیں۔ اور وقت کے تقاضوں کے مطابق وصیت میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ کسی اور رشتہ دار کو اپنی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد میں مثلاً بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتیاں ۱/۳ مال سے زائد کی، کسی کے لیے وصیت کرنا یا وارث کو دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں۔ (ھدایہ) اگر وارث غریب اور ضرورت مند ہوں تو بہتر ہے کہ سارا مال ان کے لیے چھوڑ جائیں۔ ۱/۳ میں سے کسی کو وصیت دینے کی وصیت نہ کریں۔ اور اگر وارث متمول ہوں تو بھی بہتر ہے کہ پورے ۱/۳ کی وصیت نہ کریں بلکہ ۱/۳ سے کم میں غیر وارث رشتہ داروں، خدمت گزاروں کے لیے یا کسی مسجد اور دینی مدرسہ کے لیے یا علماء، صلحاء کے لیے وصیت کر سکتے ہیں۔ (ھدایہ) عبادات کے لیے فدیہ کی وصیت کر کے جائیں۔ اگر وصیت نہ کریں گے تو وارثوں کے ذمہ فدیہ ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ وصیت کر دی تو ان پر ۱/۳ تک لازم ہوگا۔ اگر ادا نہ کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے۔ آپ پر گناہ نہ ہوگا۔ فارم وصیت پر کرنے سے پہلے کسی معتمد علیہ عالم سے مشورہ کرلیں۔

وصیت کی باتیں

۱۔ اگر بندگان خدا میں سے کسی کو بھی مجھ سے اذیت پہنچی ہو یا ان کی حق تلفی ہوئی ہو للہ و معاف فرمادیں۔ آخرت پر مواخذہ نہ رکھیں۔

۲۔ میرے مرنے کے وقت میرے پاس سورۃ یٰسین اور کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔ بے مقصد ہجوم اور دنیاوی باتیں نہ ہوں۔

۳۔ مجھ پر نوحہ، ماتم وغیرہ نہ کرنا نہ ہی فوٹو لینا۔

۴۔ مسنون طریقہ سے غسل دے کر کفن دفن میں جلدی کرنا اور حتی الامکان کسی کے انتظار کی وجہ سے تاخیر نہ کرنا۔ اور قبر میں سنت کے مطابق ٹھیک داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لٹانا۔ صرف چہرے کا رخ قبلہ کی طرف کر دینے کا دستور غلط ہے۔

۵۔ جہاں میرا انتقال ہو وہیں کسی عام قبرستان میں حتی الامکان کسی بزرگ کے پاس دفن کرنا۔

۶۔ دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس ٹھہر کر تلاوت و دعاء مغفرت کرنا۔

۷۔ ہمیشہ تلاوت کار خیر اور صدقہ وغیرہ کا ثواب حسب توفیق بخشتے رہنا۔ مالی عبادت کا ثواب پہنچانا چاہو تو حسب توفیق رقم کسی کار خیر میں لگا دے یا کسی مسکین کی مدد کردے، اللہ تعالیٰ کے ہاں سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بھی خلاف سنت بہت بڑے اعمال سے بدر جہا بہتر ہے۔

۸۔ شریعت کے مطابق ترکہ تقسیم کرنا، اور میرے ایصال وثواب کے لیے اجتماع نہ کیا جائے۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے مقام پر حسب توفیق ایصال ثواب کرتا رہے۔

۹۔ اولاد کو دینی تعلیم، اخلاقی تربیت، سادہ لباس، رزق حلال، نیز بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالنا۔

۱۰۔ اور کسی متبع سنت بزرگ سے تعلق رکھنا۔

۱۱۔ حتی الامکان کسی کی ضمانت نہ کرنا اور سفید کاغذ پر بغیر سمجھے کسی دستاویز پر دستخط نہ کرنا۔

۱۲۔ سودی قرض کے لیے لین دین، ہمزاد و جنات اور کیمیا گری کے چکر میں نہ پڑنا۔

۱۳۔ وقت کو اپنے کام میں اور شرعی احکام میں یا خدمت عوام میں یا اپنے آرام میں صرف کرنا۔

۱۴۔ محاسبہ نفس اور ذکر الٰہی اور درود شریف واستغفار پر مداومت کرنا۔

۱۵۔ کبھی روضہ انور پر حاضری ہو تو میرا اسلام و درخواست شفاعت عرض کرنا۔

۱۶۔ بزرگان دین علماء و اولیاء کرام کی صحبت کو لازم پکڑیں اور دل سے ان کا احترام کریں مگر کسی بھی بڑے سے بڑے پیر کو صفات خداوندی مثلاً بگڑے کام بنا دینے یا کچھ عطا کرنے یا چھین لینے میں شریک یا مختار ہرگز نہ سمجھیں کیونکہ مشرک کی بخشش از روئے قرآن ہرگز نہ ہوگی۔ اور فقط خدا ہی کو اپنا کارساز سمجھیں۔ فقط اس ہی سے مدد مانگیں۔

باب ۱۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہداء کربلا

یوں تو دنیا کی تاریخ کا ہر ورق انسان کے لئے عبرتوں کا مرقع ہے۔ خصوصاً اس کے اہم واقعات تو انسان کے ہر شعبۂ زندگی کے لئے ایسے اہم نتائج سامنے لاتے ہیں جو کسی دوسری تعلیم و تلقین سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے قرآن کریم کا ایک بہت بڑا حصہ قصص اور تاریخ پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید نے تاریخ کو تاریخ کی حیثیت سے یا کسی قصہ و افسانہ کی صورت سے مدون و مرتب شکل میں پیش کیا۔ اس میں یہی اشارہ ہے کہ تاریخ خود اپنی ذات میں کوئی مقصد نہیں بلکہ وہ نتائج ہیں جو تاریخ اقوام اور ان میں پیش آنے والے واقعات سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے قصص کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نتائج کے لئے پیش فرمائے ہیں۔ سیدنا و سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا واقعہ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس میں ایک طرف ظلم و جور اور سنگدلی و بے حیائی و فحش کشی کے ایسے ہولناک اور حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کو ان کا تصور بھی دشوار ہے۔ اور دوسری طرف آل اطہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ اور ان کے ستر بہتر متعلقین کی چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ پر جہاد اور اس پر ثابت قدمی اور قربانی و جانثاری کے ایسے محیر العقول واقعات ہیں۔ جن کی نظیر تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اور ان دونوں میں آنے والی نسلوں کے لئے ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ

حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں منافقین کی سازشیں، بھولے بھالے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے واقعات پیش آتے ہیں مسلمانوں کی آپس میں تلوار چلتی ہے۔ مسلمان بھی وہ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔

خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر پہنچتا ہے تو خلافت راشدہ کا رنگ نہیں رہتا ملوکیت کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ سخت فتنہ کا ہے آپ اپنے بعد کے لئے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے اور خلافت اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے۔ باقتضاء حالات یہاں تک کوئی نامعقول یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ کوفہ سے چالیس مسلمان خوشامد پسند آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا۔ اس کے لئے بیعت خلافت لی جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شروع میں کچھ تامل بھی ہوتا ہے۔ اپنے مخصوصین سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا ہے کوئی موافقت میں رائے دیتا ہے کوئی مخالفت میں۔ یزید کا فسق و فجور بھی اس وقت کھلا نہیں تھا۔ بالآخر بیعت یزید کا قصد کیا جاتا ہے اور اسلام پر یہ پہلا حادثہ عظیم ہے کہ خلافت نبوت ملوکیت میں منتقل ہوتی ہے۔

اسلام پر بیعت یزید کا واقعہ

شام و عراق میں معلوم نہیں کس کس طرح خوشامد پسند لوگوں نے یزید کے لئے بیعت کا چرچا کیا۔ اور یہ شہرت دی گئی کہ شام و عراق کوفہ و بصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے۔

اب حجاز کی طرف رخ کیا گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مکہ و مدینہ کو اس کام کے لئے مامور کیا گیا۔ مدینہ کا عامل مروان تھا۔ اس نے خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کے لئے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ غلط ہے یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی سنت نہیں بلکہ کسریٰ اور قیصر کی سنت ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی۔ اور نہ اپنے کنبہ و رشتہ میں۔

حجاز کے عام مسلمانوں کی نظریں اہل بیت اطہار پر لگی ہوئی تھیں۔ خصوصاً حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما پر جن کو وہ بجا طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ وہ اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے کے منتظر تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

ان حضرات کے سامنے اول تو کتاب و سنت کا یہ اصول تھا کہ خلافت

اسلامیہ خلافت نبوت ہے۔ اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں۔ کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو۔ بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔

دوسرے یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ اس کو تمام ممالک اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے۔ ان حضرات نے اس سازش کی مخالفت کی اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر ہی رہے۔ اسی حق گوئی اور حمایت حق کے نتیجہ میں مکہ و مدینہ میں دار ورسن اور کوفہ و کربلا میں قتل عام کے واقعات پیش آئے۔

حضرت معاویہؓ مدینہ میں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود ۵۱ھ میں حجاز کا سفر کیا مدینہ طیبہ تشریف لائے ان سب حضرات سے نرم و گرم گفتگو ہوئی سب نے کھلے طور پر مخالفت کی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ سے شکایت اور ان کی نصیحت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہ شکایت کی یہ حضرات میری مخالفت کرتے ہیں۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان کو نصیحت کی کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ان پر جبر کرتے ہیں اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ آپ کو ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلط ہے وہ حضرات میرے نزدیک واجب الاحترام ہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ شام و عراق اور عام اسلامی شہروں کے باشندے یزید کی بیعت پر متفق ہو چکے ہیں۔ بیعت خلافت مکمل ہو چکی ہے۔ اب یہ چند حضرات مخالفت کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتلایئے کہ مسلمانوں کا کلمہ ایک شخص پر متفق ہو چکا ہے اور ایک بیعت مکمل ہو چکی ہے کیا میں اس بیعت کو مکمل ہونے کے بعد توڑ دوں؟

ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ تو آپ کی رائے ہے آپ جانیں۔ لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ ان حضرات پر تشدد نہ کیجئے۔ احترام و رفق کے ساتھ ان سے گفتگو کیجئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ایسے ہی کروں گا۔ (ابن کثیر)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ کے زمانے میں یہ محسوس کرتے تھے کہ ہمیں مجبور کیا جائے گا اس لئے مع اہل و عیال مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ:

آپ سے پہلے بھی خلفاء تھے اور ان کے بھی اولاد تھی۔ آپ کا بیٹا کچھ ان کے بیٹوں سے بہتر نہیں ہے۔ مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے وہ رائے قائم نہیں کی۔ جو آپ اپنے بیٹے کے لئے کر رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔ آپ مجھے تفریق ملت سے ڈراتے ہیں۔ سو آپ یاد رکھیں کہ میں فرقہ بین المسلمین کا سبب ہرگز نہیں بنوں گا۔ مسلمانوں کا ایک فرد ہوں اگر سب مسلمان کسی راہ پر پڑ گئے تو میں بھی ان میں شامل رہوں گا۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ میں کبھی اس کو قبول نہیں کروں گا۔ پھر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر خطاب کیا انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔

اجتماعی طور پر معاویہؓ کو صحیح مشورہ

اس کے بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ خود جا کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت پر اصرار کریں۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں جو آپ کے پیشرؤوں کی سنت ہے۔

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کسی کو متعین نہیں فرمایا بلکہ مسلمانوں کی رائے عامہ پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ ان کے خاندان کا ہے نہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں۔

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔

اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے نہ قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس پر اصرار رہا کہ اب تو یزید کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو چکی ہے اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔

سادات اہل حجاز کا بیعت یزید سے انکار

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تو یہ معاملہ یہیں تک رہا کہ شام و عراق کے عام لوگوں نے تو یزید کی بیعت کو قبول کر لیا اور دوسرے حضرات نے جب یہ دیکھا کہ یزید پر مسلمانوں کی بڑی تعداد مجتمع ہو گئی تو بحالت مجبوری انہوں نے بھی مسلمانوں کو انتشار اور تفرقہ سے بچانے کے لئے اس کی بیعت قبول کر لی۔ مگر اہل مدینہ اور خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیعت یزید سے انکار پر ثابت قدم رہے۔ اور کسی کی پرواہ کئے بغیر حق بات کا اعلان کرتے رہے۔ کہ یزید ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کو خلیفۃ المسلمین بنایا جائے۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور یزید بن

معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ لے لی۔

حضرت معاویہؓ کی وفات اور وصیت

وفات سے پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو کچھ وصیتیں فرمائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ اہل عراق حسین رضی اللہ عنہ کو تمہارے خلاف آمادہ کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو اور مقابلہ میں تم کامیاب ہو جاؤ تو ان سے درگزر کرنا اور ان کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا احترام کرنا۔ ان کا سب مسلمانوں پر بڑا حق ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر صفحہ ۴ جلد ۴)

یزید کا خط ولید کے نام

یزید نے تخت خلافت پر آتے ہی والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو خط لکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت خلافت پر مجبور کرے۔ اور ان کو اس معاملہ میں مہلت نہ دے۔ ولید کے پاس جب یہ خط پہنچا تو فکر میں پڑ گیا۔ کہ اس حکم کی تعمیل کس طرح کرے۔ مروان بن حکم جوان سے پہلے والی مدینہ رہ چکا تھا اس کو مشورہ کے لئے بلایا اس نے مشورہ دیا کہ ابھی تک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر مدینہ میں شائع نہیں ہوئی۔ مناسب یہ ہے کہ ان لوگوں کو فوراً بلالیا جائے اگر وہ یزید کی بیعت کرلیں تو مقصد حاصل ہے ورنہ سب کو وہیں قتل کر دیا جائے۔

ولید نے اسی وقت عبداللہ بن عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ اس نے ان دونوں حضرات کو مسجد میں پایا۔ اور امیر مدینہ ولید کا حکم پہنچا دیا۔ اس سے ان دونوں نے کہا تم جاؤ ہم آتے ہیں۔ اس کے جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ وقت امیر کی مجلس کا نہیں۔ اس وقت ہمیں بلانے میں کوئی خاص راز ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی ذکاوت سے پوری بات سمجھ گئے تھے۔ فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اب وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں میں انتقال کی خبر مشہور ہونے سے پہلے وہ ہمیں یزید کی بیعت پر مجبور کریں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا اب کیا رائے ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جا کر اپنے جوانوں کو جمع کر لیتا ہوں اور پھر ان کو ساتھ لیکر ولید کے پاس پہنچتا ہوں میں اندر جاؤں گا اور نوجوانوں کو دروازہ پر چھوڑ جاؤں گا۔ کہ کوئی ضرورت پڑے تو ان کی امداد حاصل کر سکوں۔ اس پر قرارداد کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ ولید کے پاس پہنچے وہاں مروان بھی موجود تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد اول تو ولید اور مروان کو نصیحت کی کہ تم دونوں میں پہلے کشیدگی تھی اب میں آپ دونوں کو مجتمع دیکھ کر خوش ہوا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے تعلقات خوشگوار رکھے۔ اس کے بعد ولید نے یزید کا خط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر اور اپنی بیعت کا تقاضا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہار افسوس کیا اور بیعت کے متعلق یہ فرمایا کہ میرے جیسے آدمی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ خلوت میں پوشیدہ طور پر بیعت کر لوں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ سب کو جمع کر لیں اور بیعت خلافت کا معاملہ سب کے سامنے رکھیں اس وقت میں حاضر ہوں گا جو کچھ ہوگا سب کے سامنے ہو جائے گا۔ ولید ایک عافیت پسند انسان تھا اس بات کو قبول کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو واپسی کی اجازت دے دی۔

حضرت حسینؓ اور حضرت زبیرؓ مکہ چلے گئے

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر راتوں رات مدینہ سے نکل گئے۔ جب وہ تلاش کرنے پر ہاتھ نہ آئے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تعاقب کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی یہی صورت اختیار کی کہ اپنی اولاد اور متعلقین کو لیکر مدینہ سے نکل گئے۔ اور دونوں مکہ مکرمہ پہنچ کر پناہ گزین ہو گئے۔ یزید کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ولید بن عتبہ کی سستی پر محمول کر کے ان کو معزول کر دیا۔ ان کی جگہ عمرو بن سعید اشدق کو امیر مدینہ بنایا اور ان کی پولیس کا افسر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی عمرو کو بنایا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ ان دونوں بھائیوں میں شدید اختلاف ہے۔ عمرو بن زبیر، عبداللہ بن زبیر کی گرفتاری میں کوتاہی نہ کرے گا۔

گرفتاری کے لئے فوج کی روانگی

عمرو بن زبیر نے پہلے تو رؤساء مدینہ میں جو لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے ان سب کو بلا کر سخت تشدد کیا اور مار پیٹ کے ذریعہ ان پر رعب جمانا چاہا۔ اس کے بعد بمشورہ عمرو بن سعید دو ہزار جوانوں کا لشکر لیکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا۔ ابو شریح خزاعی نے عمرو بن سعید کو اس حرکت سے روکا کہ مکہ مکرمہ میں قتل و قتال جائز نہیں۔ جو لوگ حرم مکہ میں پناہ گزین ہیں ان کی گرفتاری کے لئے بھیجنا خدائے تعالیٰ کی حدود کو توڑنا ہے۔ مگر عمرو بن سعید نے ان کی بات نہ مانی۔ اور حدیث میں تاویلیں کرنے لگا۔ (صحیح بخاری)

عمرو بن زبیر دو ہزار کا لشکر لیکر روانہ ہو گیا۔ اور مکہ سے باہر قیام کر کے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجے کہ مجھے یزید کا حکم ہے کہ تمہیں گرفتار کروں۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مکہ مکرمہ کے اندر قتال ہو۔ اس لئے تم خود کو میرے حوالے کر دو۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے چند نوجوانوں کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔ جنہوں نے اس کو شکست دی اور عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی تھوڑی سی روزی پر راضی ہو جاتا ہے خدا اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی)

نے ابن علقمہ کے گھر میں پناہ لی۔ دوسری طرف جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکلے تو راستہ میں عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ ملے۔ دریافت کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ فرمایا اس وقت تو مکہ مکرمہ کا قصد ہے۔ اس کے بعد استخارہ کروں گا کہ کہاں جاؤں۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ میں آپ کو خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ مکہ ہی میں رہیں۔ خدا کے لئے آپ کوفہ کا رخ نہ کریں۔ وہ بڑا منحوس شہر ہے۔ اس میں آپ کے والد ماجد قتل کئے گئے اور آپ کے بھائی کو بے یارو مددگار چھوڑا گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں پہنچ کر مقیم ہو گئے۔ اور اطراف کے مسلمان ان کی خدمت میں آنے جانے لگے۔

اہل کوفہ کے خطوط

ادھر جب اہل کوفہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی اور یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تو کچھ شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم بھی یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے پر تیار نہیں۔ آپ فوراً کوفہ آ جائیے۔ ہم سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ یزید کی طرف سے کوفہ کا امیر جو نعمان ابن بشیر ہے اس کو یہاں سے نکال دیں گے۔

اس کے دو روز بعد اسی مضمون کا ایک خط لکھا اور دوسرے خطوط حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ جسمیں یزید کی شکایات اور اس کے خلاف اپنی نصرت و تعاون اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا یقین دلایا گیا۔ اور چند وفود بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ وفود اور خطوط سے متاثر ہوئے۔ مگر حکمت و دانشمندی سے یہ کیا کہ بجائے خود جانے کے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ یہ خط لکھ بھیجا کہ:

''بعد سلام مسنون! مجھے آپ لوگوں کے خط ملے اور حالات کا اندازہ ہوا۔ میں اپنے معتمد چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں تا کہ وہ حالات کا جائزہ لیکر مجھے خط لکھے۔ اگر وہ حالات کی تحقیق کے بعد مجھے خط لکھیں گے تو میں فوراً کوفہ پہنچ جاؤں گا۔

مسلم بن عقیل کوفہ جانے سے پہلے مدینہ طیبہ پہنچے تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز ادا کی۔ اور اپنے اہل و عیال سے رخصت ہوئے۔ کوفہ پہنچ کر مختار کے گھر پر مقیم ہوئے۔ یہاں کے حضرات ان کے پاس آنے جانے لگے۔ جب کوئی نیا آدمی آتا تو مسلم بن عقیل اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر سناتے تھے۔ جس کو سن کر سب پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے چند روز کے قیام سے یہ اندازہ لگالیا کہ یہاں کے عام مسلمان یزید کی بیعت سے متنفر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے بے چین ہیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت خلافت شروع کر دی۔ چند روز میں صرف کوفہ سے اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت کر لی۔ اور یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔

مسلم بن عقیلؒ نے حضرت حسینؓ کو کوفہ کے لئے دعوت دے دی

اس وقت مسلم بن عقیل کو یہ اطمینان ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائیں تو بے شک پورا عراق ان کی بیعت میں آ جائے گا۔ حجاز کے لوگ ان کے پہلے ہی تابع اور دلدادہ ہیں۔ اس لئے ملت اسلام کے سر سے باسانی یزید کی مصیبت ٹل جائے گی۔ اور ایک صحیح معیاری خلافت قائم ہو جائے گی۔ انہوں نے ہدایت کے موافق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دے دی۔ (کامل ابن اثیر)

حالات میں انقلاب

مگر یہ خط لکھنے کے بعد بحکم قضاء قدر اس طرف حالات بدلنا شروع ہو گئے۔ یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کے حاکم تھے۔ ان کو جب یہ اطلاع ملی کہ مسلم بن عقیل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت لے رہے ہیں۔ لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں کہا کہ:

''ہم کسی سے لڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اور نہ محض شبہ یا تہمت پر کسی کو پکڑتے ہیں لیکن اگر تم نے سرکشی اختیار کی اور اپنے امام (یزید) کی بیعت توڑی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تلوار سے تم لوگوں کو سیدھا کر دوں گا۔ جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں قائم رہے گا۔'' (ابن کثیر)

عبداللہ بن مسلم نے براہ راست ایک خط یزید کو بھیج دیا جس میں مسلم بن عقیل کے آنے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے بیعت لینے کا واقعہ ذکر کر کے لکھا کہ: ''اگر تمہیں کوفہ کی کچھ ضرورت ہے اور اس کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو یہاں کے لیے کوئی قوی آدمی کو فوراً بھیجئے جو آپ کے احکامات کو قوت کے ساتھ نافذ کر سکے۔ موجودہ حاکم نعمان بن بشیر یا تو کمزور ہیں یا قصداً کمزوری کا معاملہ کر رہے ہیں''۔

یزید نے کہا بے شک اس وقت سرجون نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نکالا جس میں کوفہ کی امارت پر عبیداللہ بن زیاد کو مقرر کیا گیا تھا۔

کوفہ پر ابن زیادہ کا تقرر مسلم بن عقیل کے قتل کا حکم

یزید نے اس کے مشورے کو قبول کر کے عبیداللہ ابن زیاد کو کوفہ اور بصرہ دونوں کا حاکم بنا دیا۔ اور اس کو خط لکھا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل کو گرفتار کرے اور قتل کر دے۔ یا کوفہ سے نکال دے۔ ابن زیاد کو یہ خط ملا تو فوراً کوفہ جانے کا عزم کر لیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط اہل بصرہ کے نام

ادھر ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ایک خط اشراف اہل بصرہ کے نام پہنچا۔ جس کا مضمون یہ تھا:

''آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے اور بدعات پھیلائی جا رہی ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرو۔ اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لیے کوشش کرو۔ (کامل ابن اثیر ص ۹ ج ۴)

یہ خط خفیہ بھیجا گیا تھا اور سب نے اس خط کو راز میں رکھا۔ لیکن منذر بن جارود کو یہ خیال ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خط لانے والا خود ابن زیاد کا جاسوس ہو اس لیے اس نے یہ خط ابن زیاد تک پہنچا دیا۔ اور جو شخص خط لے کر آیا تھا۔ اس کو بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے اس قاصد کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کے بعد تمام اہل بصرہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا۔ جس میں کہا کہ: ''جو شخص میری مخالفت کرے میں اس کے لیے عذاب الیم ہوں۔ اور جو موافقت کرے اس کے لیے راحت ہوں۔ مجھے امیر المؤمنین نے کوفہ جانے کا حکم دیا ہے''

ابن زیاد کوفہ میں

اس کے بعد ابن زیاد اپنے ساتھ مسلم بن عمر باہلی اور شریک بن اعور کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوفہ کے لوگ پہلے سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہچانتے بھی نہ تھے۔ جب ابن زیاد کوفہ پہنچا تو ان لوگوں نے یہی سمجھا کہ یہی حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ جس مجلس سے گذرتا سب یہ کہہ کر اس کا استقبال کرتے تھے کہ: مرحبابک یا ابن رسول اللہ

ابن زیاد یہ منظر خاموشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اور دل میں کڑھتا تھا کہ کوفہ پر تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا پورا تسلط ہو چکا ہے۔

اب پورے شہر کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر مشہور ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ ادھر نعمان بن بشیر والی کوفہ کو یہ خبر ملی تو باوجود یزید کا ملازم ہونے کے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتے تھے۔ اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔

ابن زیاد خاموشی کے ساتھ یہ سب مظاہرے اور والی کوفہ کا معاملہ دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر نعمان کو آواز دی کہ دروازہ کھولو میں ابن زیاد ہوں یزید کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اس وقت دروازہ کھولا گیا۔ اور وہ اندر جانے کے بعد پھر بند کر دیا گیا۔

کوفہ میں ابن زیاد کی پہلی تقریر

اگلے روز صبح ہی ابن زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم بنایا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ تم میں سے جو شخص مظلوم ہو اس کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ اور جو اپنے حق سے محروم کر دیا گیا ہے اس کو اس کا حق دیا جائے اور جو شخص اطاعت اور فرمانبرداری کرے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ اور جو سرکشی اور نافرمانی کرے یا جس کی حالت اس معاملہ میں مشتبہ ہو اس پر تشدد کیا جائے۔ خوب سمجھ لو۔ کہ میں امیر المؤمنین کا تابع فرمان رہ کر ان کے احکام ضرور نافذ کروں گا۔ میں نیک چلن لوگوں کے لیے مہربان باپ اور اطاعت کرنے والوں کے لیے حقیقی بھائی ہوں۔ اور میرا کوڑا اور میری تلوار صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو میری اطاعت سے بغاوت کریں۔ اور میرے احکام کی مخالفت کریں۔ اب آپ لوگ اپنی جانوں پر رحم کھائیں اور بغاوت سے باز آئیں۔

مسلم بن عقیل کے تاثرات

ادھر مسلم بن عقیل جو مختار ابن ابی عبید کے گھر مقیم تھے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت لے رہے تھے۔ ان کو جب زیاد کی اس تقریر کا علم ہوا تو یہ خطرہ ہوا کہ ان کی مخبری کر دی جائے گی۔ اس لیے وہ مختار کا گھر چھوڑ کر ہانی بن عروہ کے مکان پر آ گئے۔ دروازہ پر پہنچ کر ہانی بن عروہ کو باہر بلایا وہ باہر آئے۔ تو مسلم بن عقیل کو اپنے دروازہ پر دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ مسلم بن عقیل نے کہا کہ میں تمہارے پاس پناہ لینے کے لیے آیا ہوں۔ ہانی بن عروہ نے جواب دیا کہ آپ مجھ پر بڑی مصیبت ڈال رہے ہیں اگر آپ میرے گھر کے اندر نہ آ گئے ہوتے تو میں یہی پسند کرتا کہ آپ واپس لوٹ جائیں۔ مگر اب کہ آپ داخل ہو چکے تو میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں۔ اچھا آ جایئے۔ مسلم ان کے مکان میں روپوش ہو گئے۔ کوفہ کے مسلمان ان کی خدمت میں خفیہ آتے جاتے رہے۔

مسلم کی گرفتاری کے لئے ابن زیاد کی چالاکی

ادھر ابن زیاد نے اپنے ایک خاص دوست کو بلا کر تین ہزار درہم دیئے اور اس کام پر مامور کیا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگائے۔ یہ شخص مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس پہنچا جن کے متعلق کچھ لوگوں سے سنا تھا کہ وہ مسلم بن عقیل کے رازدار ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو اس شخص نے علیحدہ لے جا کر ان سے کہا کہ میں شام کا باشندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کرم فرمایا ہے کہ مجھے اہل بیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطاء فرمائی۔ یہ تین ہزار درہم میں اس لیے لایا ہوں کہ اس شخص کے سپرد کر دوں جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لے رہا ہے۔ مجھے لوگوں سے پتہ چلا ہے کہ آپ کو اس شخص کا علم ہے بہر حال مسلم ابن عوسجہ نے اس شخص سے حلف اور عہد لیا کہ راز فاش نہ کرے گا۔ یہ شخص چند روز تک ان کے

پاس آتا جاتا رہا۔ کہ وہ اس کو مسلم بن عقیل سے ملا دیں گے۔

ابن زیاد: ہانی بن عروہ کے گھر میں

اتفاقاً ہانی بن عروہ جن کے گھر میں مسلم بن عقیل روپوش تھے بیمار ہو گئے۔ ابن زیاد ان کی بیماری کی خبر پا کر عیادت کے لیے ان کے گھر پہنچا۔ اس وقت عمارہ بن عبد سلولی نے ان سے کہا کہ یہ موقع غنیمت ہے کہ اس وقت دشمن (ابن زیاد) تمہارے قابو میں ہے۔ قتل کرادو۔ ہانی بن عروہ نے کہا کہ شرافت کے خلاف ہے کہ میں اس کو اپنے گھر میں قتل کردوں۔ یہ موقع نکل گیا۔

مسلم بن عقیلؓ کی انتہائی شرافت اور اتباع سنت

شریک ابن اعور نے بھی اس موقع کو غنیمت جان کر مسلم بن عقیل سے کہا کہ یہ فاجر آج شام کو میری عیادت کے لیے آنے والا ہے جب یہ آ کر بیٹھے تو آپ یکبارگی اس پر حملہ کر کے قتل کر دیں۔ پھر آپ مطمئن ہو کر قصر امارت پر بیٹھیں اگر میں تندرست ہو گیا تو بصرہ پہنچ کر وہاں کا انتظام آپ کے حق میں درست کر دوں گا۔

شام ہوئی اور ابن زیاد کے آنے کا وقت ہوا۔ تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اندر جانے لگے۔ اس وقت شریک بن اعور نے کہا کہ آج موقع ہاتھ سے جانے نہ دینا جب وہ بیٹھ جائے تو فوراً قتل کر دینا مگر اس وقت بھی ان کے میزبان ہانی بن عروہ نے کہا کہ مجھے پسند نہیں کہ وہ میرے گھر میں مارا جائے۔

اہل حق اور اہل باطل میں فرق

یہاں یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنی موت سامنے نظر آرہی ہے اور نہ صرف اپنی موت بلکہ اپنے پورے خاندان اہل بیت کی موت اور اس کے ساتھ ایک صحیح اسلامی مقصد کی ناکامی دیکھ رہے ہیں۔ اور جس شخص کے ہاتھوں یہ سب کچھ ہونے والا ہے وہ اسی طرح ان کے قابو میں ہے کہ بیٹھے بیٹھے ان کو ختم کر سکتے ہیں۔ مگر اہل حق اور خصوصاً اہل بیت اطہار کا جوہر شرافت اور تقاضائے اتباع سنت دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ اس وقت بھی ان کا ہاتھ نہیں اٹھتا۔ یہی اہل حق کی علامت ہے کہ وہ اپنی ہر حرکت وسکون اور ہر قدم پر سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک ہمارا یہ قدم صحیح ہے یا نہیں۔ اور اگر کتاب وسنت سے یا تقاضائے شرافت سے ان کی اجازت نظر آتی ہو تو اپنا سب کچھ قربان کرنے اور مقصد کو نظر انداز کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

ہانی بن عروہ پر تشدد مار پیٹ

جب ہانی کی یہ پختگی دیکھی تو ابن زیاد نے اور اس کے مصاحب خاص مہران نے ہانی کے بال پکڑ کر ان کو مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کے ناک اور منہ سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اب بھی تم مسلم کو ہمارے حوالے کر دو۔ ورنہ تمہیں قتل کر دیں گے۔

ہانی نے کہا میرا قتل تیرے لیے آسان نہیں اگر ایسا کرو گے تو تمہارے قصر امارت کو تلواریں گھیر لیں گی اس پر ابن زیاد اور برافروختہ ہوا۔ اور مار پیٹ شدید کر دی۔

اسماء بن خارجہ جو ہانی کو گھر سے بلا کر لائے تھے۔ اور ان کو اطمینان دلایا تھا کہ آپ کوئی فکر نہ کریں وہ اس وقت کھڑے ہوئے۔ سختی سے ابن زیاد سے کہا کہ اے غدار تو نے ہمیں ایک شخص کو لانے کو کہا جب ہم اسے لے آئے تو تو نے اس کا یہ حال کر دیا۔ اس پر ابن زیاد نے ہاتھ روکا۔

ہانی کی حمایت میں ابن زیاد کے خلاف ہنگامہ

ادھر شہر میں مشہور ہو گیا کہ ہانی بن عروہ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ جب یہ خبر عمرو بن حجاج کو پہنچی تو وہ قبیلہ مذحج کے بہت سے جوانوں کو لے کر موقع پر پہنچے اور ابن زیاد کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اب تو ابن زیاد کو اور فکر پڑ گئی۔ قاضی شریح کو کہا کہ آپ باہر جا کر لوگوں کو بتلائیں کہ ہانی بن عروہ صحیح سالم ہیں۔ قتل نہیں کیے گئے میں خود ان کو دیکھ کر آیا ہوں اور شریح کے ساتھ اپنا ایک آدمی بطور جاسوس لگا دیا کہ ابن زیاد کے کہنے کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ قاضی شریح کا یہ قول سن کر عمرو بن حجاج نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب اطمینان ہے تم واپس چلے جاؤ۔

ہانی بن عروہ کے متعلق شہادت کی خبر اور اس کے خلاف قبیلہ مذحج کے ہنگامہ اور ابن زیاد کے قصر کے محاصرہ کی اطلاع جب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ بھی مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نکلے اور جن اٹھارہ ہزار مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کو جمع کیا چار ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اور جمع ہوتے جا رہے تھے۔ یہ لشکر ابن زیاد کے قصر کی طرف بڑھا۔ تو ابن زیاد نے قصر کے دروازوں کو مقفل کر دیا۔ مسلم بن عقیل اور ان کے ساتھیوں نے قصر کا محاصرہ کر لیا اور مسجد اور بازار ان لوگوں سے بھر گیا۔ جو ابن زیاد کے مقابلے پر آئے تھے۔ اور شام تک اس میں اضافہ ہوتا رہا۔

ابن زیاد کے ساتھ قصر امارت میں صرف تیس سپاہی اور کچھ خاندان کے سادات تھے۔ ابن زیاد نے ان میں چند ایسے لوگوں کو منتخب کیا جن کا اثر ورسوخ ان قبائل پر تھا جو مسلم بن عقیل کے ساتھ محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اور ان کو کہا کہ تم باہر جا کر اپنے اپنے حلقہ اثر کے لوگوں کو مسلم بن عقیل کا ساتھ دینے سے روکو۔ مال وحکومت کا لالچ دے کر یا حکومت کی سزا کا خوف دلا کر۔ جس طرح بھی ممکن ہو ان کو مسلم سے جدا کر دو۔

ادھر سادات اور شیعہ کو حکم دیا کہ تم لوگ قصر کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو اس بغاوت سے روکو۔ اور اسی خوف وطمع کے ذریعہ انکو محاصرہ سے واپس جانے کی تلقین کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتنا ہی عمل اختیار کرو جتنا کر سکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا ہے جب تک کہ تم خود نہ اکتا جاؤ۔ (مشکوٰۃ)

محاصرہ کرنے والوں کا فرار اور مسلم بن عقیلؓ کی بے بسی

جب لوگوں نے اپنے سادات شیعہ کی زبانی باتیں سنیں تو متفرق ہونا شروع ہو گئے۔ عورتیں اپنے بیٹوں بھائیوں کو محاذ سے واپس بلانے کے لیے آنے لگیں۔ یہاں تک کہ مسجد میں مسلم بن عقیل کے ساتھ صرف تیس لوگ رہ گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلم بن عقیل بھی یہاں سے واپس ابواب کندہ کی طرف چلے۔ جب وہ دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ رہا تھا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تن تنہا کوفہ کے گلی کوچوں میں سراسیمہ پھر رہے تھے کہ اب کہاں جائیں۔ بالآخر کندہ کی عورت طوعہ کے گھر پہنچے انکے لڑکے بلال اسی ہنگامہ میں باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ دروازے پر واپسی کا انتظار کر رہی تھی مسلم نے اس سے پانی مانگا۔ پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے۔ عورت نے کہا کہ اب آپ پانی پی چکے اب اپنے گھر جایئے۔ مسلم خاموش رہے۔ اسی طرح تین مرتبہ کہا تو مسلم خاموش رہے پھر اس نے ذرا سختی سے کہا کہ میں آپ کو دروازہ پر نہ بیٹھنے دوں گی۔ آپ اپنے گھر جایئے۔

اس وقت مسلم نے مجبور ہو کر کہا کہ اس شہر میں نہ میرا کوئی گھر ہے نہ خاندان تو کیا تم مجھے پناہ دو گی۔ میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہوں میرے ساتھ میرے ساتھیوں نے دھوکہ کیا ہے عورت کو رحم آ گیا۔ اور مسلم کو اپنے گھر میں داخل کر لیا۔ اور شام کا کھانا پیش کیا۔ مسلم نے کھانا نہ کھایا۔ اسی عرصہ میں عورت کے لڑکے بلال واپس آ گئے دیکھا کہ ان کی والدہ بار بار کمرے کے اندر جاتی ہیں بات پوچھی تو عورت نے اپنے لڑکے سے بھی چھپایا۔ اس نے اصرار کیا تو اس شرط پر بتلا دیا کہ کسی سے اظہار نہ کرے۔ اس طرف ابن زیاد نے دیکھا کہ لوگوں کا شور و شغب قصر کے ارد گرد نہیں ہے۔ تو اپنے سپاہی کو بھیجا کہ دیکھو کیا حال ہے اس نے آ کر بتایا کہ میدان صاف ہے کوئی نہیں۔

اس وقت ابن زیاد اپنے قصر سے اتر کر مسجد میں آیا اور منبر کے گرد اپنے خواص کو بٹھلایا اور اعلان کرایا کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ مسجد بھر گئی۔ تو ابن زیاد نے یہ خطبہ دیا۔

''ابن عقیل بے وقوف جاہل نے جو کچھ کیا وہ تم نے دیکھ لیا اب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم جس شخص کے گھر میں ابن عقیل کو پائیں گے ہمارا ذمہ اس سے بری ہے اور جو کوئی اس کو ہمارے پاس پہنچائے گا اس کو انعام ملے گا۔ اور اپنی پولیس کے افسر حصین ابن نمیر کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں کے دروازں پر پہرہ لگا دو۔ کوئی باہر نہ جا سکے۔ اور پھر سب گھروں کی تلاشی لو۔''

اس تلاشی کے درمیان جب اس عورت کے لڑکے بلال نے یہ محسوس کیا کہ بالآخر وہ ہمارے گھر سے گرفتار کئے جائیں گے۔ تو اس نے خود مخبری کر کے عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کو اس کا پتہ بتلا دیا اس نے اپنے باپ محمد بن اشعث کو اور اس نے ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی۔ ابن زیاد نے محمد بن اشعث کی سرکردگی میں ستر سپاہیوں کا ایک دستہ اس کے گرفتار کرنے کیلئے بھیج دیا۔

مسلم بن عقیلؓ کا ستر سپاہیوں سے تنہا مقابلہ

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جب ان کی آوازیں سنیں تو تلوار لے کر دروازے پر آ گئے۔ اور سب کا مقابلہ کر کے ان کو دروازے سے نکال دیا۔ وہ لوگ پھر لوٹے تو پھر مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں زخمی ہو گئے۔ مگر ان کے قابو میں نہ آئے۔ یہ لوگ چھت پر چڑھ گئے۔ اور پتھر برسانے شروع کیے۔ اور گھر میں آگ لگا دی۔ مسلم بن عقیل ان سب حربوں کا تن تنہا مقابلہ کر رہے تھے۔ کہ محمد بن اشعث نے ان کے قریب ہو کر پکارا کہ:

''میں تمہیں امن دیتا ہوں اپنی جان کو ہلاک نہ کرو۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا یہ لوگ تمہارے چچا زاد بھائی ہیں۔ نہ تمہیں قتل کریں گے نہ تمہیں ماریں گے۔''

مسلم بن عقیلؓ کی گرفتاری

مسلم بن عقیل تن تنہا ستر سپاہیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے زخموں سے چور چور ہو کر تھک چکے تھے۔ ایک دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ گئے۔ اور ان کو ایک سواری پر سوار کر دیا گیا۔ اور ہتھیار ان سے لے لیے گئے۔ ہتھیار لینے کے وقت ابن عقیل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے کہ امن لینے کے بعد ہتھیار چھینے جا رہے ہیں محمد بن اشعث نے ان سے کہا کہ فکر نہ کریں آپ کے ساتھ کوئی ناگوار معاملہ نہ کیا جائے گا۔ ابن عقیل نے فرمایا کہ یہ سب محض باتیں ہیں اور اس وقت محمد بن عقیل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

محمد بن اشعث کے ساتھیوں میں سے عمرو بن عبید بھی تھا جو امان دینے کے خلاف تھا۔ اس نے کہا کہ اے مسلم جو شخص ایسا اقدام کرے۔ جو آپ نے کیا جب پکڑا جائے تو اس کو رونے کا حق نہیں۔

مسلم بن عقیلؓ کی حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے سے روکنے کی وصیت

ابن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا ہوں بلکہ میں حسین رضی اللہ عنہ اور آل حسین رضی اللہ عنہ کی جانوں کے لئے رو رہا ہوں۔ جو میری تحریر پر عنقریب کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ اور تمہارے ہاتھوں اسی بلا میں گرفتار ہوں گے جس میں میں گرفتار ہوں۔''

اس کے بعد محمد بن اشعث سے کہا کہ: ''تم نے مجھے امان دیا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ تم اس امان سے عاجز ہو جاؤ گے۔ لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے تو اب کم از کم تم میری ایک بات مان لو۔ وہ یہ کہ ایک آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس فوراً روانہ کر دو۔ کہ جوان کو میری

حالت کی اطلاع کر کے یہ کہہ دے کہ آپ راستے ہی سے اپنے اہل بیت کو لے کر لوٹ جائیں کوفہ والوں کے خطوط سے دھوکہ نہ کھائیں یہ وہی لوگ ہیں جن کی بے وفائی سے گھبرا کر آپ کے والد اپنی موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔''

محمد بن اشعث نے حلف کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

محمد بن اشعث نے وعدہ کے مطابق حضرت حسین کو روکنے کے لیے آدمی بھیجا

اس کے ساتھ ہی محمد بن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا ایک آدمی کو خط دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت تک مقام زبالہ تک پہنچ چکے تھے۔ محمد بن اشعث کے قاصد نے یہاں پہنچ کر خط دیا۔

خط پڑھ کر حضرت حسین نے فرمایا: کل ما قدر نازل عندا لله تحسب انفسنا و فساد امتنا (کامل ابن کثیر ص ۱۶ ج ۴)

''جو چیز ہو چکی ہے وہ ہو کر رہے گی۔ ہم صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں کا ثواب چاہتے ہیں۔ اور امت کے فساد کی فریاد کرتے ہیں۔''

الغرض یہ خط پا کر بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی نہیں کیا اور جو عزم کر چکے تھے۔ اس کو لیے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

ادھر محمد بن اشعث ابن عقیل کو لے کر قصر امارت میں داخل ہوئے اور ابن زیاد کو اطلاع دی کہ میں ابن عقیل کو امان دے کر آپ کے پاس لایا ہوں۔

ابن زیاد نے غصہ سے کہا کہ تمہیں امان دینے سے کیا واسطہ میں نے تمہیں گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا یا امان دینے کے لیے۔ محمد بن اشعث خاموش رہ گئے۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت اور وصیت

مسلم بن عقیل پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ محمد بن اشعث کا امان دینا کوئی چیز نہیں ابن زیاد مجھے قتل کرے گا۔ مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے وصیت کرنے کی مہلت دو۔ ابن زیاد نے مہلت دے دی اور انہوں نے عمر بن سعد سے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان قرابت ہے اور میں اس قرابت کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جو راز ہے میں تنہائی میں بتلا سکتا ہوں۔ عمر بن سعد نے اس کو سننے کی ہمت نہ کی۔ ابن زیاد نے کہا کچھ مضائقہ نہیں تم سن لو ان کو علیحدہ کر کے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کام یہ ہے کہ میرے ذمے سات سو درہم قرض ہیں جو میں نے کوفہ کے فلاں آدمی سے لئے تھے وہ میری طرف سے ادا کر دو۔ دوسرا کام یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بھیج کر ان کو راستہ سے واپس کر دو۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد سے ان کی وصیت پورا کرنے کی اجازت مانگی۔ تو انہوں نے کہا بے شک امین آدمی کبھی خیانت نہیں کرتا۔ تم ان کا قرض ادا کر سکتے ہو۔ باقی رہا حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ سو اگر وہ ہمارے مقابلہ کے لئے نہ آئیں تو ہم بھی ان کے مقابلہ کیلئے نہ جائیں گے۔ اور اگر وہ آئے تو ہم مقابلہ کریں گے۔

مسلم بن عقیل اور ابن زیاد کا مکالمہ

ابن زیاد نے کہا کہ اے مسلم تو نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں کا نظم مستحکم اور ایک کلمہ تھا۔ سب ایک امام کے تابع تھے۔ تم نے آ کر ان میں تفرقہ ڈالا۔ اور لوگوں کو اپنے امیر کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاملہ یہ نہیں بلکہ اس شہر کوفہ کے لوگوں نے خطوط لکھے۔ کہ تمہارے باپ نے ان کے نیک اور شریف لوگوں کو قتل کر دیا۔ ان کے خون ناحق بہائے اور یہاں کے عوام پر کسریٰ و قیصر جیسی حکومت کرنی چاہی۔ اس لئے ہم اس پر مجبور ہوئے کہ عدل قائم کرنے اور کتاب و سنت کے احکام نافذ کرنے کی طرف لوگوں کو بلائیں اور سمجھائیں۔

اس پر ابن زیاد اور زیادہ برافروختہ ہوا کہ ان کو قصر امارت کی اوپر کی منزل پر لے جاؤ اور سر کاٹ کر نیچے پھینک دو۔ مسلم بن عقیل اوپر لے جائے گئے۔ وہ تسبیح و استغفار پڑھتے ہوئے اوپر پہنچے۔ اور ابن زیاد کے حکم کے موافق ان کو شہید کر کے نیچے ڈال دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مسلم بن عقیل کو قتل کرنے کے بعد ہانی بن عروہ کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان کو بازار میں لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

ابن زیاد نے ان دونوں کے سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیئے۔ یزید نے شکریہ کا خط لکھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ عراق کے قریب پہنچ گئے ہیں اس لئے جاسوس اور خفیہ رپورٹر سارے شہر میں پھیلا دو۔ اور جس پر ذرا بھی حسین رضی اللہ عنہ کی تائید کا شبہ ہو اس کو قید کر لو۔ مگر سوا اس شخص کے جو تم سے مقاتلہ کرے کسی کو قتل نہ کرو۔

حضرت حسینؓ کا عزم کوفہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اہل کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط اور بہت سے وفود پہلے پہنچ چکے تھے۔ پھر مسلم بن عقیل نے یہاں کے اٹھارہ ہزار مسلمانوں کی بیعت کی خبر کے ساتھ ان کو کوفہ کے لئے دعوت دے دی۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا عزم کر لیا۔

جب یہ خبر لوگوں میں مشہور ہوئی تو بجز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اور کسی نے ان کو کوفہ جانے کا مشورہ نہیں دیا۔ بلکہ بہت سے حضرات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشورہ دیا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں۔ اہل عراق و کوفہ کے وعدوں، بیعتوں پر بھروسہ نہ کریں وہاں جانے میں آپ کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

عمر بن عبدالرحمٰن کا مشورہ

عمر بن عبدالرحمٰن حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ ایسے شہر میں جارہے ہیں جہاں یزید کے حکام اور امراء موجود ہیں۔ان کے پاس بیت المال ہے اور لوگ عام طور پر درہم و دینار کے پرستار ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہی لوگ آپ کے مقابلہ پر نہ آئیں۔جنہوں نے آپ سے وعدے کئے اور بلایا ہے۔اور جن کے قلوب پر بلاشبہ آپ زیادہ محبوب ہیں۔ بہ نسبت ان لوگوں کے جن کے ساتھ ہوکر وہ آپ سے مقابلہ کریں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ ان کی نصیحت کو سنا اور فرمایا کہ میں آپ کی رائے اور مشورہ کا خیال رکھوں گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مشورہ

ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو تشریف لائے اور فرمایا کہ میں یہ خبریں سن رہا ہوں ان کی کیا حقیقت ہے۔آپ کا کیا ارادہ ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں ارادہ کر چکا ہوں۔اور آج کل میں جانے والا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی میں اس سے آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں خدا کے لئے آپ مجھے یہ بتلائیں کہ آپ کسی ایسی قوم کے لئے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنے اوپر مسلط ہونے والے امیر کو قتل کر دیا ہے۔اور وہ لوگ اپنے شہر پر قابض ہو چکے ہیں۔اور اپنے دشمن کو نکال چکے ہیں تو بیشک آپ کو ان کے بلانے پر فوراً چلے جانا چاہئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا اچھا میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں پھر جو کچھ سمجھ میں آئے گا عمل کروں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوبارہ تشریف لانا

دوسرے روز ابن عباس رضی اللہ عنہما پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بھائی میں صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا۔ مجھے آپ کے اس اقدام سے آپ کی اور اہل بیت کی ہلاکت کا شدید خطرہ ہے۔ اہل عراق عہد شکن بے وفا لوگ ہیں۔ آپ ان کے پاس نہ جائیے۔ آپ اسی شہر مکہ میں اقامت کریں۔ آپ اہل حجاز کے مسلم رہنما اور سردار ہیں۔اور اگر اہل عراق آپ سے مزید تقاضا کریں تو آپ ان کو لکھیں کہ پہلے امیر و حکام کو اپنے شہر سے نکال دو پھر مجھے بلاؤ تو میں آجاؤں گا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرے بھائی اگر آپ جانا طے ہی کر چکے ہیں تو خدا کے لئے اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ اسی طرح اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل کئے جائیں۔ جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ قتل کئے گئے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ کیلئے روانگی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نزدیک ایک دینی ضرورت سمجھ کر خدا کے لئے عزم کر چکے تھے۔مشورہ دینے والوں نے ان کو خطرات سے آگاہ کیا۔مگر مقصد کی اہمیت نے ان کو خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔اور ذی الحجہ ۶۰ھ کی تیسری یا آٹھویں تاریخ کو آپ مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔اس وقت یزید کی طرف سے مکہ کا حاکم عمرو بن سعید بن العاص مقرر تھا۔اس کو ان کی روانگی کی خبر ملی تو چند آدمی راستہ پر ان کو روکنے کے لئے بھیجے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے واپسی سے انکار فرمایا اور آگے بڑھ گئے۔

فرزق شاعر کی ملاقات اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد

راستہ میں فرزق شاعر عراق کی طرف سے آتا ہوا ملا۔حضرت حسین کو دیکھ کر پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بات کاٹ کر ان سے پوچھا کہ یہ تو بتلاؤ اہل عراق و کوفہ کو تم نے کس حال میں چھوڑا ہے؟ فرزق نے کہا کہ اچھا ہوا آپ نے ایک واقف حال تجربہ کار سے بات پوچھی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ: ”اہل عراق کے قلوب تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔اور تقدیر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے“

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو اور فرمایا: ”اللہ ہی کے ہاتھ میں تمام کام وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں ہے۔اور اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر کریں گے۔اور ہم شکر کرنے میں بھی انہی کی اعانت طلب کرتے ہیں۔ کہ ادائے شکر کی توفیق دے۔اور اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد میں حائل ہو گئی۔تو وہ شخص خطاء پر نہیں جس کی نیت حق کی حمایت ہو اور جس سے دل میں خوف خدا ہو۔“

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا خط واپسی کا مشورہ

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر پائی تو ایک خط لکھ کر اپنے بیٹوں کے ہاتھ روانہ کیا تیزی سے پہنچیں اور راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔خط کا مضمون یہ تھا۔

”میں خدا کے لئے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرا خط پڑھتے ہی مکہ کی طرف لوٹ آئیں۔ میں محض خیر خواہانہ عرض کر رہا ہوں۔ مجھے آپ کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔اور خوف ہے کہ آپ کے سب اہل بیت اور اصحاب کو ختم کر دیا جائے۔اور اگر خدانخواستہ آپ آج ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے پیشوا اور ان کی آخری امید ہیں۔آپ چلنے میں جلدی نہ کریں اس خط کے پیچھے میں خود بھی آ رہا ہوں میرا انتظار فرمائیں۔والسلام (ابن اثیر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمائی کرنا اور کمانا“ (اعمال میں سے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے) (بیہقی)

یہ خط لکھ کر عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے پہلے یہ کام کیا کہ یزید کی طرف سے والی مکہ عمر بن سعید کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اس سے کہا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے ایک پروانہ امان کا لکھ دیں۔ ان سے اس کا بھی وعدہ تحریری دے دیں۔ کہ اگر وہ واپس آ جائیں تو ان کے ساتھ مکہ میں اچھا سلوک کیا جائے گا۔ عامل مکہ عمر بن سعید نے پروانہ لکھ دیا۔ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے بھائی یحیٰی بن سعید کو بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔

یہ دونوں راستہ میں جا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملے اور عمر بن سعید کا خط ان کو سنایا۔ اور اس کی کوشش کی کہ لوٹ جائیں۔ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اپنے اس عزم کی ایک اور وجہ بیان کی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خواب اور انکے عزم مصمم کی ایک وجہ

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم دیا گیا ہے میں اس حکم کی بجا آوری کی طرف جا رہا ہوں۔ خواہ مجھ پر کچھ بھی گزر جائے

انہوں نے پوچھا کہ وہ خواب کیا ہے۔ فرمایا کہ آج تک میں نے وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار سے جا ملوں۔ (کامل ابن اثیر ص ۱۲ ج ۴)

بالآخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی جان اور اولاد کے خطرات اور سب حضرات کے خیر خواہانہ مشوروں نے بھی ان کے عزم مصمم میں کوئی کمزوری پیدا نہ کی اور وہ کوفہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

ابن زیاد حاکم کوفہ کی طرف سے حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کی تیاری

ابن زیاد جو کوفہ پر اس لئے حاکم مقرر کیا گیا تھا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سخت سمجھا گیا۔ اس کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی پولیس کے افسر حصین بن نمیر کو آگے بھیجا کہ قادسیہ پہنچ کر مقابلہ کی تیاری کرے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب مقام حاجر پر پہنچے تو اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھ کر قیس...... کے ہاتھ روانہ کیا خط میں اپنے آنے کی اطلاع اور جس کام کے لئے ان کو اہل کوفہ نے بلایا تھا اس میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت تھی۔

کوفہ والوں کے نام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا خط اور قاصد کی دلیرانہ شہادت

قیس جب یہ خط لیکر قادسیہ تک پہنچے تو یہاں ابن زیاد کی پولیس کے انتظامات تھے۔ ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا۔ ابن زیاد نے ان کو حکم دیا کہ قصر امارت کی چھت پر چڑھ کر (معاذ اللہ) حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر سب و شتم اور لعن وطعن کریں۔

قیس چھت پر چڑھ گئے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد بآواز بلند کہا کہ:

"اے اہل کوفہ! حسین بن علی رضی اللہ عنہما حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور اس وقت خلق اللہ میں سب سے بہتر ہیں۔ میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں تم ان کا استقبال کرو۔"

اس کے بعد ابن زیاد کو برا بھلا کہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔

ابن زیاد ان کی دلیری اور جانبازی پر حیران رہ گیا۔ حکم دیا کہ ان کو قصر کی بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ ظالموں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ قیس نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

راہ میں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات اور انکا واپسی کیلئے اصرار

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے راستے میں ایک پڑاؤ پر اچانک عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اور کیا مقصد ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ بتلایا۔ عبداللہ نے الحاح وزاری سے عرض کیا کہ:

"اے ابن رسول اللہ! میں تمہیں اللہ کا اور عزت اسلام کا واسطہ دے کر کہتا ہوں۔ کہ آپ اس ارادہ سے رک جائیں۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور حرمت قریش اور حرمت عرب کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ اگر آپ بنی امیہ سے ان کے اقتدار کو لینا چاہیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ آپ ایسا ہرگز نہ کریں۔ اور کوفہ نہ جائیں اپنی جان کو بنی امیہ کے حوالے نہ کریں"۔ (ابن اثیر)

مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا ارادہ ملتوی نہ کیا اور کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر پا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا مشورہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث سے یہ عہد لیا تھا کہ ان کے حالات کی اطلاع حضرت حسین کو پہنچا کر ان کو راستہ سے واپس کر دیں۔ اور محمد بن اشعث نے وعدہ کے مطابق آدمی بھیج کر اس کی اطلاع کرائی۔ یہ خط اور پھر ان کے قتل کی اطلاع دوسرے ذرائع سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مقام ثعلبیہ میں پہنچ کر ملی۔ یہ خبر سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعض ساتھیوں نے بھی ان سے بااصرار عرض کیا کہ خدا کے لئے اب آپ یہیں سے لوٹ جائیں۔ کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی ساتھی ومددگار نہیں۔ بلکہ ہمیں قوی اندیشہ ہے کہ کوفہ کے یہی لوگ

جنہوں نے دعوت دی تھی آپ کے مقابلہ پر آ جائیں گے۔

مسلم بن عقیلؓ کے عزیزوں کا جوش انتقام

مگر یہ بات سن کر بنوعقیل سب کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے واللہ ہم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا قصاص لیں گے۔ یا انہیں کی طرح اپنی جان دے دیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اب یہ تو سمجھ چکے تھے کہ کوفہ میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اور نہ اس دینی مقصد کا اب کوئی امکان ہے جس کیلئے یہ آہنی عزم لیکر چلے تھے۔ لیکن بنوعقیل کے اس اصرار اور مسلم بن عقیل کے تازہ صدمہ سے متاثر ہو کر فرمایا کہ اب ان کے بعد زندگی میں کوئی خیر نہیں۔ اور ساتھیوں میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ آپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نہیں آپ کی شان کچھ اور ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جب اہل کوفہ آپ کو دیکھیں گے تو آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ پھر آگے بڑھنا طے کر کے سفر کیا گیا اور مقام زبالہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

راستے میں جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا گزر ہوتا اور ان کا قصد معلوم ہوتا تھا ہر مقام سے کچھ لوگ ان کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہاں بھی کچھ لوگ ساتھ ہو لئے۔

مقام زبالہ پر پہنچ کر یہ خبر ملی کہ آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ ابن لقیط جن کو راستہ سے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔

حضرت حسینؓ کی طرف سے اپنے ساتھیوں کو واپسی کی اجازت

یہ خبریں پانے کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اہل کوفہ نے ہمیں دھوکہ دیا اور ہمارے متبعین ہم سے پھر گئے۔ اب جس کا جی چاہے واپس ہو جائے۔ میں کسی کی ذمہ داری اپنے سر لینا نہیں چاہتا۔

اس اعلان کے ساتھ راستہ سے ساتھ ہونے والے بدوی لوگ سب داہنے بائیں چل دیئے۔ اور اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ان کے ساتھ آئے تھے۔

یہاں سے روانہ ہو کر مقام عقبہ پر پہنچے تو ایک عرب ملے اور کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ لوٹ جائیں۔ آپ نیزوں بھالوں اور تلواروں کی طرف جا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے اگر وہ خود اپنے دشمنوں سے نمٹتے اور ان کو اپنے شہر سے نکال کر آپ کو بلاتے تو وہاں جانا ایک صحیح رائے ہوتی۔ لیکن اس حال میں کسی طرح آپ کا جانا مناسب نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تم کہہ رہے ہو مجھ پر بھی پوشیدہ نہیں لیکن تقدیر الٰہی پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

ابن زیاد کی طرف سے حرّ بن یزید ایک ہزار کا لشکر لے کر پہنچ گئے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی چل رہے تھے۔ کہ دوپہر کے وقت دور سے کچھ چیزیں حرکت کرتی نظر آئیں غور کرنے پر معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار فوج ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ایک پہاڑی کے نزدیک پہنچ کر محاذ جنگ بنایا۔

حضرات محاذ کی تیاری میں مصروف ہی تھے کہ ایک ہزار گھوڑے سوار فوج حر بن یزید کی قیادت میں مقابلہ پر آ گئی۔ اور ان کے مقابلہ پر آ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ سب لوگ خوب پانی پی کر اور گھوڑوں کو پلا کر سیراب ہو جاؤ۔ حر بن یزید کو حصین بن نمیر نے ایک ہزار سواروں کی فوج دے کر قادسیہ سے بھیجا تھا۔ یہ اور اس کا لشکر آ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔

دشمن کی فوج نے بھی حضرت حسینؓ کے پیچھے نماز ادا کی اور تقریر سنی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور سب نماز کے لئے جمع ہو گئے۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فریق مقابل کو سنانے کے لئے ایک تقریر فرمائی۔ جس میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اور تمہارے سامنے یہ عذر رکھتا ہوں کہ میں نے اس وقت تک یہاں آنے کا ارادہ نہیں کیا جب تک تمہارے بے شمار خطوط اور وفود میرے پاس نہیں پہنچے۔ جن میں بیان کیا گیا تھا کہ اس وقت تک ہمارا کوئی امام اور امیر نہیں آپ آ جائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنا دیں۔

میں تمہارے بلانے پر آ گیا اب اگر تم اپنے وعدوں اور عہدوں پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر کوفہ میں جاتا ہوں۔ اور اگر اب تمہاری رائے بدل گئی ہے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا تھا۔ وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔

تقریر سن کر سب خاموش رہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور حر بن یزید سے خطاب کر کے فرمایا تم اپنے لشکر کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھو گے یا ہمارے ساتھ۔ حر نے کہا کہ نہیں آپ ہی نماز پڑھائیں۔ ہم سب آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر پڑھائی اور پھر اپنی جگہ تشریف لے گئے۔ حر بن یزید اپنی جگہ چلے گئے۔

اس کے بعد نماز عصر کا وقت آیا تو پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور سب شریک جماعت ہوئے۔ عصر کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو طلحہ سے ایسے ملاقات کر کہ وہ تجھے دیکھ کر ہنسے اور تو اسکو دیکھ کر ہنسے (طبرانی)

نے ایک خطبہ دیا۔

میدان جنگ میں حضرت حسینؓ کا دوسرا خطبہ

خطبے میں حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ سے ڈرو۔ اور اہل حق کا حق پہچانو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہوگا۔ ہم اہل بیت اس خلافت کے لئے ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو حق کے خلاف اس کا دعویٰ کرتے ہیں اور تم پر ظلم و جور کی حکومت کرتے ہیں۔ اور اگر تم ہمیں نا پسند کرتے ہو اور ہمارے حق سے جاہل ہو اور اب تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو تمہارے خطوط میں لکھی تھی اور تمہارے قاصدوں نے مجھ تک پہنچائی تھی تو میں لوٹ جاتا ہوں۔ (کامل ابن اثیر ص ۱۹ ج ۴)

اس وقت حر بن یزید نے کہا کہ ہمیں ان خطوط اور وفود کی کچھ خبر نہیں کہ وہ کیا ہیں اور کس نے لکھے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دو تھیلے خطوط سے بھرے ہوئے نکالے اور ان کو ان لوگوں کے سامنے انڈیل دیا۔ حر نے کہا کہ بہر حال ہم ان خطوط کے لکھنے والے نہیں ہیں اور ہمیں امیر کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ ہم آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفہ نہ پہنچادیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے تو موت بہتر ہے۔

اس کے بعد حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو جائیں اور واپس لوٹ جائیں۔ مگر اب حر بن یزید نے اس ارادہ سے روکا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا۔ ''تمہاری ماں تمہیں روئے تم کیا چاہتے ہو'' حر بن یزید نے کہا بخدا اگر تمہارے سوا کوئی دوسرا آدمی میری ماں کا نام لیتا تو میں اسے بتا دیتا اور اس کی ماں کا اسی طرح ذکر کرتا۔ لیکن تمہاری ماں کو برائی کے ساتھ ذکر کرنا کسی قدرت میں نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ حر بن یزید نے کہا ارادہ یہ ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس پہنچادوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو پھر میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ حر نے کہا تو پھر میں بخدا آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ کچھ دیر تک یہی ردو کد ہوتی رہی۔

حر بن یزید کا اعتراف

پھر حر نے کہا مجھے آپ کے قتال کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ میں آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں جب تک آپ کو کوفہ نہ پہنچادوں۔ اس لئے آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی ایسا راستہ اختیار کریں جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ یہاں تک کہ میں ابن زیاد کو خط لکھوں اور آپ بھی یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی ایسا مخلص پیدا کر دے کہ میں آپ کے مقابلہ اور آپ کے ایذا سے بچ جاؤں۔

اس لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں جانب چلنا شروع کر دیا اور حر مع اپنے لشکر کے ساتھ چلتا رہا۔ اسی اثناء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پھر ایک خطبہ دیا جس میں حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

حضرت حسینؓ کا تیسرا خطبہ

''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھے جو اللہ کے حرام کو حلال سمجھے اور اللہ کے عہد کو توڑ دے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ گناہ اور ظلم و عدوان کا معاملہ کرے۔ اور یہ شخص اس کے لئے ایسے افعال واعمال دیکھنے کے باوجود کسی قول یا فعل سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے کہ اس کو بھی اس ظالم بادشاہ کے ساتھ اس کے مقام (یعنی دوزخ) میں پہنچا دے۔

اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یزید اور اس کے امراء وحکام نے شیطان کی پیروی کو اختیار کر رکھا ہے اور رحمان کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے ہیں اور زمین میں فساد پھیلا دیا ہے۔ حدود الٰہیہ کو معطل کر دیا ہے۔ اسلامی بیت المال کو اپنی ملکیت سمجھ لیا ہے اللہ کے حرام کو حلال کر ڈالا اور حلال کو حرام ٹھہرایا۔

اور میں دوسروں سے زیادہ حقدار ہوں اور میرے پاس تمہارے خطوط اور وفود تمہاری بیعت کا پیغام لیکر پہنچے ہیں اور یہ کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ اور میری جان کو اپنی جانوں کے برابر سمجھو گے۔

اب اگر تم اس بیعت پر قائم ہو تو ہدایت پاؤ گے۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان آپ لوگوں کی جانوں کے ساتھ اور میرے اہل وعیال آپ لوگوں کے اہل وعیال کے ساتھ۔ تم لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہیے۔

اور اگر تم ایسا نہیں کرتے بلکہ میری بیعت کو توڑتے ہو اور میرے عہد سے پھر جاتے ہو تو وہ تم لوگوں سے کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ یہی کام تم میرے باپ علی رضی اللہ عنہ اور بھائی حسن رضی اللہ عنہ اور چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر چکے ہو۔

اور وہ آدمی بڑا فریب میں ہے۔ جو تمہارے عہد و پیمان سے دھوکہ کھائے۔ سو تم نے خود اپنا آخرت کا حصہ ضائع کر دیا اور اپنے حق میں ظلم کیا۔ اور جو شخص بیعت کر کے توڑتا ہے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تم سے مستغنی فرمادیں۔ والسلام (کامل ابن اثیر)

خود ابن یزید نے خطبہ سن کر کہا کہ میں آپ کو اپنی جان کے بارے میں خدا کی قسم دیتا ہوں کیونکہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ اگر آپ قتال کریں گے تو قتل کئے جائیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھے موت سے ڈرانا چاہتے ہو۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس پر توجہ نہیں دیتے۔ آپ کے جواب میں میں صرف وہی کہہ سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لئے نکلنے والے ایک صحابی

1 نے اپنے بھائی کی نصیحت کے جواب میں کہا تھا۔ بھائی نے اسے کہا کہ تم کہاں جاتے ہو۔قتل کردیئے جاؤ گے۔تو صحابی نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

سأمضی و ما بالموت عار علی الفتی
اذا مانوی خیرا و جاھد مسلما
فان عشت لم اندم وان مت لم الم
کفی بک فلا ان تعیش و ترغما

''یعنی میں اپنے ارادہ کو پورا کروں گا اور موت میں کسی جوان کے لئے کوئی عار نہیں جبکہ اس کی نسبت خیر ہو۔ اور مسلمان ہو کو جہاد کررہا ہو۔ پھر اگر میں زندہ رہ گیا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مر گیا تو قابل ملامت نہ ہوں گا۔ اور تمہارے لئے اس سے بڑی ذلت کیا ہے کہ ذلیل دخوار ہو کر زندہ رہو''۔

حر بن یزید کچھ تو پہلے سے اہل بیت کا احترام دل میں رکھتا تھا کچھ خطبوں سے متاثر ہو رہا تھا۔ یہ کلام سن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

طرماح بن عدی کا معرکہ میں پہنچنا

اس حال میں چار آدمی کوفہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مددگار پہنچے جن کا سردار طرماح بن عدی تھا۔ حر بن یزید نے چاہا کہ انہیں گرفتار کرے یا واپس کردے۔ مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ میرے مددگار اور رفیق ہیں ان کی ایسی ہی حفاظت کروں گا جیسی اپنی جان کی کرتا ہوں۔ حر بن یزید نے ان کو آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے کوفہ کے حال دریافت کئے۔ انہوں نے بتلایا کہ کوفے کے جتنے سردار تھے۔ ان سب کو بڑی بڑی رشوتیں دے دی گئیں اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے۔ اب وہ سب آپ کے مخالف ہیں البتہ عوام کے قلوب آپ کے ساتھ ہیں۔ مگر اس کے باوجود جب مقابلہ ہوگا تو تلواریں ان کی بھی آپ کے مقابلہ پر آئیں گی۔

طرماح بن عدی کا مشورہ

طرماح بن عدی جب حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں آ کر شامل ہوئے تو آپ نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ تو کوئی قوت اور جماعت نہیں۔ اگر آپ کے قتال کے لئے حر بن یزید کے موجودہ لشکر کے سوا کوئی بھی نہ آئے تب بھی آپ ان پر غالب نہیں آ سکتے۔ اور میں تو کوفہ سے نکلنے سے پہلے کوفہ کے سامنے آپ کے مقابلہ پر آنے والا اتنا بڑا لشکر دیکھ چکا ہوں جو اس سے پہلے کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھا تھا۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ایک بالشت بھی ان کی طرف نہ بڑھیں۔ آپ میرے ساتھ چلیں آپ کو اپنے پہاڑ آجا میں ٹھہرا دوں گا۔ وہ نہایت محفوظ قلعہ جیسا ہے۔

ہم نے ملوک، غسان اور ضمیر اور لقمان بن منذر کے مقابلے میں اسی پہاڑ میں پناہ لی۔ اور ہمیشہ کامیاب ہوئے۔ آپ یہاں جا کر مقیم ہو جائیں۔ پھر آجا اور سلمی دونوں پہاڑوں پر بسنے والے قبیلہ طے کے لوگوں کو بلائیں۔ بخدا دس دن نہ گزریں گے کہ اس قبیلہ کے لوگ پیادہ اور سوار آپ کی مدد کے لئے آجائیں گے۔ اس وقت اگر آپ کی رائے مقابلے ہی کی ہو تو میں آپ کے لئے بیس ہزار بہادر سپاہیوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو آپ کے سامنے اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے۔ اور جب تک ان میں سے کسی ایک کی آنکھ بھی کھلی رہے گی کسی کی مجال نہیں کہ آپ تک پہنچ سکے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی قوم کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔ مگر ہمارے اور حر بن یزید کے درمیان ایک بات ہو چکی ہے۔ اب ہم اس کے پابند ہیں۔ اس کے ساتھ کہیں جا نہیں سکتے۔ اور ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ طرماح بن عدی رخصت ہو گئے اور اپنے ساتھ سامان رسد لے کر دوبارہ آنے کا وعدہ کر گئے۔ اور پھر آئے بھی مگر راستے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی غلط خبر سن کو لوٹ گئے۔

حضرت حسینؓ کا خواب

اس طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے رہے اور نصر بنی مقاتل تک پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ کو ذرا غنودگی ہوئی تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہتے ہوئے بیدار ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے علی اکبر نے سنا تو گھبرا کر سامنے آئے اور پوچھا ابا جان کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی گھوڑ سوار میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ کچھ لوگ چل رہے ہیں اور ان کی موتیں ان کے ساتھ چل رہی ہیں۔ اس سے میں سمجھا کہ یہ ہماری موت ہی کی خبر ہے۔

حضرت علی اکبرؓ کا مومنانہ ثبات قدم

صاحبزادے نے عرض کیا ابا جان کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اسی ذات کی جس کی طرف سب بندگان خدا کا رجوع ہے کہ بلاشبہ ہم حق پر ہیں۔ صاحبزادے نے عرض کیا پھر ہمیں کیا ڈر ہے۔ جبکہ ہم حق پر مر رہے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو شاباش دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطاء فرمائے تم نے اپنے باپ کو صحیح حق ادا کیا۔

اسکے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ پھر روانہ ہوئے۔ مقام نینوی تک پہنچے تو ایک سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا۔ یہ سب اس کی انتظار میں اتر گئے۔ اس نے آ کر حر بن یزید کو سلام کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلام بھی نہ کیا۔ اور حر کو ابن زیاد کا ایک خط پہنچایا جس میں لکھا تھا کہ:

''جس وقت تمہیں میرا یہ خط ملے تو حسین رضی اللہ عنہ پر میدان تنگ کر دو اور ان کو کھلے میدان کے سوا کسی پناہ کی جگہ میں نہ اترنے دو۔ اور ایسے میدان کی طرف لے جاؤ جہاں پانی نہ ہو اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک میرے اس حکم کی تعمیل نہ کر دو گے تمہارے ساتھ رہے گا۔''

یہ خط پڑھ کر حر نے اس کا مضمون حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنا دیا اور اپنی مجبوری ظاہر کی۔ کہ اس وقت میرے سر پر جاسوس مسلط ہیں۔ میں کوئی مصالحت نہیں کر سکتا۔

اصحاب حسینؓ کا ارادہ قتال اور حسین کا جواب کہ میں قتال میں پہل نہیں کروں گا

اسوقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے زبیر بن القین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر آنے والی گھڑی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہے اور ہمارے لئے موجودہ لشکر سے قتال کرنا آسان ہے بلسبت اس کے جو اس کے بعد آئے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں قتال میں پہل نہیں کرنا چاہتا۔ زبیر بن القین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ قتال کی ابتداء نہ کریں۔ بلکہ ہمیں اس بستی میں لے جائیں جو حفاظت کی جگہ ہے اور دریائے فرات کے کنارے پر ہے۔ اس پر اگر یہ لوگ ہمیں وہاں جانے سے روکیں تو ہم قتال کریں۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کونسی بستی ہے۔ کہا گیا کہ عقر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں عقر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ عقر کے لفظی معنی ہلاکت کے ہیں۔

عمر بن سعد چار ہزار کا مزید لشکر لے کر مقابلے پر پہنچ گیا

ابھی یہ حضرات اسی گفتگو میں تھے کہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو مجبور کر کے چار ہزار فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ عمر بن سعد نے ہر چند چاہا کہ اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے کی مصیبت سے نجات مل جائے۔ مگر ابن زیاد نے کوئی بات نہ سنی اور ان کو مقابلہ کے لئے بھیج دیا۔ عمر بن سعد یہاں پہنچا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کوفہ آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے پورا قصہ بتلایا اور یہ کہ میں اہل کوفہ کا بلایا ہوا آیا ہوں۔ اگر اب بھی ان کی رائے بدل گئی ہے تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔ عمر بن سعد نے ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ واپس جانے کے لئے تیار ہیں۔

حضرت حسینؓ کا پانی بند کر دینے کا حکم

ابن زیاد نے جواب دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے صرف ایک بات رکھو کہ یزید کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ جب وہ ایسا کریں تو پھر ہم غور کریں گے۔ کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے اور عمر کو حکم دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر پانی بالکل بند کر دو۔ یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے۔ ان حضرات پر پانی بالکل بند کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ جب یہ سب حضرات پیاس سے پریشان ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو تیس سوار اور تیس پیادوں کے ساتھ پانی لانے کے لئے بھیج دیا۔ پانی لانے پر عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ بھی ہوا۔ مگر بالآخر بیس مشکیں پانی کی بھر لائے۔

حضرت حسینؓ اور عمر بن سعد کی ملاقات کا مکالمہ

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ آج رات کو ہماری ملاقات اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ہو جانی چاہئے۔ تاکہ ہم سب کے سامنے گفتگو کریں۔ عمر بن سعد اس پیغام کے مطابق رات کو ملے۔

حضرت حسینؓ کا ارشاد کہ تین باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لو

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے بارے میں آپ تین صورتوں میں سے کوئی اختیار کر لو۔

۱۔ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں۔

۲۔ یا میں یزید کے پاس پہنچ جاؤں اور خود اس سے اپنا معاملہ طے کروں

۳۔ یا مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچا دو۔ جو حال وہاں کے عام لوگوں کا ہوگا میں اسی میں بسر کروں گا۔

بعض لوگوں نے آخری دو صورتوں کا انکار کیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دو صورتیں پیش نہیں فرمائیں۔ عمر بن سعد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر پھر ابن زیاد کو خط لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کی آگ بجھا دی اور مسلمانوں کا کلمہ متفق کر دیا۔ مجھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تین صورتوں کا اختیار دیا ہے اور ظاہر ہے ان میں آپ کا مقصد پورا ہوتا ہے اور امت کی اس میں صلاح وفلاح ہے۔

ابن زیاد کا ان شرطوں کو قبول کرنا اور شمر کی مخالفت

ابن زیاد بھی عمر بن سعد کے اس خط سے متاثر ہوا اور کہا کہ یہ خط ایک ایسے شخص کا ہے جو امیر کی اطاعت بھی چاہتا ہے اور اپنی قوم کی عافیت کا بھی خواہشمند ہے۔ ہم نے اس کو قبول کر لیا۔

شمر ذی الجوشن نے کہا کہ کیا آپ حسین رضی اللہ عنہ کو مہلت دینا چاہتے ہیں کہ قوت حاصل کر کے پھر تمہارے مقابلہ پر آئے۔ وہ اگر آج تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کبھی تم ان پر قابو نہ پاسکو گے۔ مجھے اس میں عمر بن سعد کی سازش معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ راتوں کو آپس میں باتیں کرتے ہیں ہاں آپ حسین رضی اللہ عنہ کو اس پر مجبور کریں کہ وہ آپ کے پاس آجائیں پھر آپ چاہیں سزا دیں چاہیں معاف کریں۔

ابن زیاد نے شمر کی رائے قبول کر کے عمر بن سعد کو اسی مضمون کا خط لکھا

اور خود شمر ذی الجوشن ہی کے ہاتھ عمر بن سعد کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر عمر بن سعد اس حکم کی تعمیل فوراً نہ کریں تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جگہ تم خود لشکر کے امیر ہو۔

ابن زیاد کا خط عمر بن سعد کے نام

''امابعد! میں نے تمہیں اس لئے نہیں بھیجا کہ تم جنگ سے بچو یا ان کو مہلت دو یا ان کی سفارش کرو۔ اگر حسین اور ان کے ساتھی میرے حکم پر صلح کرنا اور میرے پاس آنا چاہتے ہیں تو ان کو صحیح سالم یہاں پہنچا دو۔ ورنہ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ان کو قتل کرو۔ مثلہ کرو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور پھر قتل کے بعد ان کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند ڈالو۔ اگر تم نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو تم کو ایک فرمانبردار کی طرح انعام ملے گا اور اگر اس کی تعمیل نہیں کرتے تو ہمارے لشکر کو فوراً چھوڑ دو اور چارج شمر کے سپرد کر دو۔ والسلام۔

شمر یہ حکم اور یہ خط لیکر روانہ ہونے لگا تو اس کو خیال آیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں اس کے پھوپھی زاد بھائی عباس جعفر عثمان بھی ہیں۔ ابن زیاد سے ان چاروں کے لئے امان حاصل کیا اور روانہ ہو گئے۔ شمر نے یہ پروانہ امان کسی قاصد کے ہاتھ ان چاروں بزرگوں کے پاس بھیج دیا۔ یہ پروانہ دیکھ کر یک زبان ہو کر بولے ''ہمیں امان دیا جاتا ہے۔ اور ابن رسول اللہ کو امن نہیں دیا جاتا ہمیں تمہارے امان کی حاجت نہیں۔ اللہ کا امان تمہارے امان سے بہتر ہے تجھ پر لعنت ہے اور تیرے امان پر بھی''

شمر یہ خط لیکر جب عمر بن سعد کے پاس پہنچا تو سمجھ گیا کہ شمر کے مشورے سے یہ صورت عمل میں آئی ہے۔ کہ میرا مشورہ رد کر دیا گیا۔ اس کو کہا کہ تم نے بڑا ظلم کیا کہ مسلمانوں کا کلمہ متفق ہو رہا تھا اس کو ختم کر کے قتل و قتال کا بازار گرم کر دیا۔ بالآخر حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچایا گیا۔ آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرما دیا کہ اس ذلت سے موت بہتر ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

شمر ذی الجوشن اس محاذ پر محرم کی نویں تاریخ کو پہنچا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اسی حالت میں کچھ اونگھ آ کر آنکھ بند ہوگئی اور پھر ایک آواز کے ساتھ بیدار ہو گئے۔ آپ کی ہمشیرہ زینب نے یہ آواز سنی تو دوڑی آئیں اور وجہ پوچھی فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے فرمایا کہ اب ہمارے پاس آنے والے ہو۔

ہمشیرہ یہ سن کر رو پڑیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تسلی دی۔ اسی حالت میں شمر کا لشکر سامنے آ گیا۔ آپ کے بھائی عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حریف مقابل سے گفتگو ہوئی۔ اس نے بلا مہلت قتال کا اعلان سنایا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایک رات عبادت میں گزارنے کے لئے مہلت مانگی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ آج کی رات قتال ملتوی کر دو۔ تاکہ میں آج کی رات میں وصیت اور نماز و دعا اور استغفار کر سکوں۔ شمر اور عمر بن سعد نے اور لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد مہلت دے دی اور واپس ہو گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تقریر اہل بیت کے سامنے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل بیت اور اصحاب کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی۔ یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا۔ اور ہمیں کان، آنکھ، دل دیئے۔ جن سے ہم نے آپ کی آیات سمجھیں اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ ہمیں آپ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمالیجئے''۔

اس کے بعد فرمایا: ''میرے علم میں آج کسی شخص کے ساتھی ایسے وفا شعار نیکوکار نہیں ہیں جیسے میرے ساتھی اور نہ کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ ثابت قدم نظر آتے ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کل ہمارا آخری دن ہے۔ میں آپ سب کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ سب اس رات کی تاریکی میں متفرق ہو جاؤ اور جہاں پناہ ملے چلے جاؤ۔ اور میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑو اور مختلف علاقوں میں پھیل جاؤ۔ کیونکہ دشمن میرا طلب گار ہے۔ وہ مجھے پائے گا تو دوسروں کی طرف التفات نہ کرے گا''۔

یہ تقریر سن کر آپ کے بھائی اور اولاد اور آپ کے بھائیوں کی اولاد اور عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے یک زبان ہو کر بولے کہ واللہ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ آپ کے بعد باقی نہ رکھے۔

پھر بنو عقیل کو خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارے ایک بزرگ مسلم بن عقیل شہید ہو چکے ہیں۔ وہی کافی ہیں۔ تم سب واپس ہو جاؤ۔ میں تمہیں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھلائیں گے کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کو موت کے سامنے چھوڑ کر اپنی جان بچا لائے۔ بلکہ واللہ ہم اپنی جانیں اور اولاد و اموال قربان کر دیں گے۔

مسلم بن عوسجہ نے اسی طرح کی ایک جوشیلی تقریر کی کہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں آپ کے سامنے قتال کرتا ہوا جان دے دوں گا۔

آپ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بے قرار ہو کر رونے لگیں تو آپ نے تسلی دی۔ اور یہ وصیت فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمدہ اخلاق اہل جنت کے اعمال سے ہیں۔ (مجمع)

حضرت حسینؓ کی وصیت اپنی ہمشیرہ اور اہل بیت کو

''میری بہن میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت پر تم کپڑے پھاڑنا اور سینہ کوبی وغیرہ ہرگز نہ کرنا۔ آواز سے رونے چلانے سے بچنا''

یہ وصیت فرما کر باہر آ گئے اور اپنے اصحاب کو جمع کر کے تمام شب تہجد اور دعا و استغفار میں مشغول رہے۔ یہ عاشوراء کی رات تھی۔ صبح کو یوم عاشوراء اور روز جمعہ اور ایک روایت کے مطابق شنبہ۔ صبح نماز سے فارغ ہوتے ہی عمر بن سعد لشکر لے کر سامنے آ گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس وقت کل بہتر اصحاب تھے۔ تیئس سوار اور چالیس پیادہ۔ آپ نے بھی مقابلہ کے لئے اپنے اصحاب کی صف بندی فرمائی۔

حر بن یزید حضرت حسینؓ کے ساتھ

عمر بن سعد نے اپنے لشکر کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ہر ایک حصہ کا ایک امیر بنایا تھا۔ ان میں سے ایک حصہ کا امیر حر بن یزید تھا۔ جو سب سے پہلے ایک ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس کے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت کا جذبہ بھی بیدار ہو چکا تھا۔ اس وقت اپنی سابقہ کارروائی پر نادم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب ہوتے ہوئے یکبارگی گھوڑا دوڑا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں آ ملے اور عرض کیا کہ میری ابتدائی غفلت اور آپ کو واپسی کے لئے راستہ نہ دینے کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ واللہ مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف اس حد تک پہنچ جائیں گے۔ اور آپ کی بات نہ مانیں گے۔ اگر میں یہ جانتا تو ہرگز آپ کو نہ روکتا۔ اب تائب ہو کر آیا ہوں۔ اس لئے اب میری سزا تو یہی ہے کہ میں آپ کے ساتھ قتال کرتا ہوا جان دے دوں اور ایسا ہی ہوا۔

دونوں لشکروں کا مقابلہ، حضرت حسینؓ کا لشکر کو خطاب

حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آگے بڑھ کر باآواز بلند فرمایا: ''لوگو! میری بات سنو جلدی نہ کرو۔ تاکہ میں حق نصیحت ادا کر دوں۔ جو میرے ذمہ ہے۔ اور تاکہ میں تمہیں اپنے یہاں آنے کی وجہ بتلا دوں۔ پھر اگر تم میرا عذر قبول کرو اور میری بات کو سچا جانو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو اس میں تمہاری فلاح و سعادت ہے۔ اور پھر تمہارے لئے میرے قتال کا کوئی راستہ نہیں۔ اور اگر تم میرا عذر قبول نہ کرو تو تم سب مل کر مقرر کر و اپنا کام اور جمع کر لو اپنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گزرو میرے ساتھ اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ (یہ وہ الفاظ ہیں جو نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے تھے۔ مترجم)

بہنوں کی گریہ وزاری اور حضرت حسینؓ کا اس سے روکنا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بہنوں اور عورتوں کے کانوں میں پڑے تو ضبط نہ کر سکیں۔ رونے کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ان کو نصیحت کر کے خاموش کر دیں اور اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے صحیح کہا تھا کہ عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ۔

حضرت حسینؓ کا دردانگیز خطبہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ جب دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے متوجہ کر چکے اور عورتوں کو خاموش کر دیا تو ایک دردانگیز و نصیحت آمیز بلیغ و بے نظیر خطبہ دیا۔

حمد و ثناء اور درود و سلام کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! تم میرا نسب دیکھو میں کون ہوں۔ پھر اپنے دلوں میں غور کرو کیا تمہارے لئے جائز ہے کہ تم مجھے قتل کرو۔ اور میری عزت پر ہاتھ ڈالو۔ کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا میں اس باپ کا بیٹا نہیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی وصی اولی المؤمنین باللہ تھا۔ کیا سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ میرے باپ کے چچا نہیں۔ کیا جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں تھے۔ کیا تمہیں یہ حدیث مشہور نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو سید اشباب اہل الجنۃ اور قرۃ عین اہل السنۃ فرمایا ہے۔ اگر تم میری بات کی تصدیق کرتے ہو اور واللہ میری بات بالکل حق ہے میں نے عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اور اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو تمہارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ پوچھو جابر بن عبداللہ سے دریافت کرو ابو سعید یا سہل بن سعد سے معلوم کرو زید بن ارقم یا انس سے وہ تمہیں بتلائیں گے کہ بیشک انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ کیا یہ چیزیں تمہارے لئے میرا خون بہانے سے روکنے کو کافی نہیں۔ مجھے بتلاؤ کہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے قصاص میں مجھے قتل کر رہے ہو۔ یا میں نے کسی کا مال لوٹا ہے یا کسی کو زخم لگایا ہے''۔

اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے رؤساء کوفہ کا نام لیکر پکارا۔ اے شیث بن ربعی اے حجاز بن الجراء اے قیس ابن اشعث اے زید بن حارث کیا تم لوگوں نے مجھے بلانے کے لئے خطوط نہیں لکھے۔ یہ سب لوگ مکر گئے کہ ہم نے نہیں لکھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے خطوط موجود ہیں''۔

اس کے بعد فرمایا: ''اے لوگو! اگر تم میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی ایسی زمین میں چلا جاؤں گا جہاں مجھے امن ملے''۔

قیس بن اشعث نے کہا کہ آپ اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کے حکم پر کیوں نہیں اتر آتے۔ وہ پھر آپ کے بھائی ہیں آپ کے ساتھ برا سلوک نہ کریں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بھی تمہاری یہی رائے ہے۔ واللہ میں اس کو کبھی قبول نہ کروں گا۔ یہ فرما کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اتر آئے۔

اس کے بعد زبیر بن القین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کو نصیحت کی۔ کہ آل رسول کے خون سے باز آ جائیں۔ اور بتلایا کہ اگر تم اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے اور ابن زیاد کا ساتھ دیا تو خوب سمجھ لو کہ تم کو کبھی ابن زیاد سے کوئی فلاح نہ پہنچے گی۔ وہ تم کو بھی قتل و غارت کرے گا۔ ان لوگوں نے زبیر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا کہ ہم تم سب کو قتل کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجیں گے۔

زبیر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ ظالمو! اب بھی ہوش میں آؤ۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا سمیہ کے بیٹے (ابن زیاد) سے زیادہ محبت و اکرام کا مستحق ہے۔ اگر تم ان کی امداد نہیں کرتے تو ان کو اور ان کے چچازاد بھائی یزید کو چھوڑ دو کہ وہ آپس میں نبٹ لیں۔ بخدا یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہم تم سے اس پر ناراض نہ ہوگا۔

جب گفتگو طویل ہونے لگی تو شمر نے پہلا تیر ان پر چلا دیا اس کے بعد حر بن زید رضی اللہ عنہ جو اب تائب ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے آگے بڑھے اور لوگوں کو خطاب کیا:

''اے اہل کوفہ تم ہلاک و برباد ہو جاؤ۔ کیا تم نے ان کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ آ جائیں تو تم ان کو قتل کر دو۔ تم نے کہا تھا کہ ہم اپنی مال و جان آپ پر قربان کریں گے۔ اور اب تم ہی ان کے قتل کے درپے ہو۔ ان کو اس کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ کہ خدا کی طویل و عریض زمین میں کہیں چلے جائیں جہاں ان کو اور اہل بیت کو امن ملے۔ ان کو تم نے قیدیوں کی مثل بنا لیا ہے۔ اور دریائے فرات کا جاری پانی ان پر بند کر دیا ہے۔ جس کو یہودی نصرانی، مجوسی سب پیتے ہیں۔ اور جس میں اس علاقے کے خنزیر لوٹتے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ اور انکے اہل بیت پیاس سے بے ہوش ہو رہے ہیں۔ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے ان کی اولاد کے بارے میں نہایت شرمناک سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تم کو پیاسا رکھے۔ اگر توبہ نہ کرو اور اپنی حرکت سے باز نہ آؤ۔

اب حر بن یزید پر بھی تیر پھینکے گئے۔ وہ واپس آ گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے آگے کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے بعد تیر اندازی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ فریق مخالف کے بھی کافی آدمی مارے گئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء بھی بعض شہید ہوئے۔ حر بن یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر شدید قتال کیا۔ بہت سے دشمنوں کو قتل کیا۔ مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ حبیب بن مظہر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ جنت کی خوشخبری تمہارے لئے ہے۔ اگر میں یہ جانتا کہ میں بھی تمہارے پیچھے شہید ہونے والا ہوں تو میں تم سے تمہاری وصیت دریافت کرتا۔ انہوں نے کہا ہاں میں ایک وصیت کرتا ہوں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جب تک زندہ ہو ان کی حفاظت کرنا۔

اس کے بعد شقی و بدبخت شمر نے چاروں طرف سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر حملہ بول دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رفقاء نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا کوفہ کے لشکر پر جس طرف حملہ کرتے تھے۔ میدان صاف ہو جاتا تھا۔ جب عروہ بن قیس نے یہ حالت دیکھی تو عمر بن سعید سے مزید کمک طلب کی۔ اور شیث بن ربعی سے کہا کہ تم کیوں آگے نہیں بڑھتے اس وقت شیث سے رہا نہ گیا اور کہا کہ تم سب گمراہ ہو۔ ابن علی رضی اللہ عنہ جو اس وقت روئے زمین پر سب سے بہتر ہیں ان سے قتال کرتے ہو۔ اور سمیہ زانیہ کے لڑکے ابن زیاد کا ساتھ دیتے ہو۔

عمرو بن سعد نے جو کمک اور تازہ دم سپاہی بھیجے یہ آ کر مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ اصحاب حسین رضی اللہ عنہ نے بھی نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور گھوڑے چھوڑ کر میدان میں پیادہ آ گئے۔ اس وقت حر بن یزید نے سخت قتال کیا۔ اب دشمنوں نے خیموں میں آگ لگانا شروع کی۔

گھمسان کی جنگ میں نماز ظہر کا وقت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر رفقاء شہید ہو چکے تھے۔ اور دشمن کے دستے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ابوثمامہ صائدی نے عرض کیا کہ میری جان آپ پر قربان ہو میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے قتل کیا جاؤں۔ لیکن دل یہ چاہتا ہے کہ ظہر کا وقت ہو چکا ہے یہ نماز ادا کر کے پروردگار کے سامنے جاؤں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آواز بلند فرمایا کہ جنگ ملتوی کرو یہاں تک کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ ایسی گھمسان جنگ میں کون سنتا۔ طرفین سے قتل و قتال جاری تھا۔ اور ابوثمامہ رضی اللہ عنہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کے مطابق ادا فرمائی۔ نماز کے بعد پھر قتال شروع ہوا۔ اب یہ لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچ چکے تھے۔ حنفی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ سب تیر اپنے بدن پر کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔ اس وقت زبیر بن القین رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدافعت میں سخت قتال کیا۔ یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بجز چند رفیقوں کے کوئی نہ رہا تھا۔ اور یہ رفقاء بھی دیکھ رہے تھے کہ ہم نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بچا سکتے ہیں نہ خود بچ سکتے ہیں تو اب ان میں سے ہر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کو انکے اعمال کے سبب پسند کرے وہ ان میں اٹھایا جائیگا (مجمع)

شخص کی یہ خواہش تھی کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے پہلے شہید ہو جاؤں اس لئے ہر شخص نہایت شدت وشجاعت سے مقابلہ کر رہا تھا۔اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت علی اکبرؓ یہ شعر پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

انا ابن علی بن الحسین بن علی
نحن و رب البیت اولی بالنبی

یعنی میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا بیٹا ہوں قسم ہے رب البیت کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔کم بخت مرہ ابن منقذ نے ان کو نیزہ مار کر گرا دیا۔پھر کچھ اور شقی آگے بڑھے اور لاش کے ٹکڑے کر دیئے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور کہا خدا تعالیٰ اس قوم کو برباد کرے جسنے تجھ کو قتل کیا ہے۔یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے بے وقوف ہیں۔تیرے بعد اب زندگی پر خاک ہے۔ان کی لاش اٹھا کر خیمے کے پاس لائی گئی۔عمر بن سعد نے قاسم بن حسن رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار ماری وہ گرے اور ان کے منہ سے نکلا یا عماہ۔تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر ان کو سنبھالا اور عمر پر تلوار سے حملہ کیا۔کہنی سے اس کا ہاتھ کٹ گیا۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے قاسم رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے کاندھے پر اٹھا کر لائے اور اپنے بیٹے اور دوسرے اہل بیت کے برابر لٹا دیا۔اب حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقریباً تنہا بے یار ومددگار رہ گئے۔لیکن ان کی طرف بڑھنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔اس طرح بہت دیر تک یہی کیفیت رہی کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا اسی طرح لوٹ جاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل اور اس کے گناہ کو اپنے سر لینا نہ چاہتا تھا۔یہاں تک کہ قبیلہ کندہ کا ایک شقی القلب مالک بن نسیر آگے بڑھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر تلوار سے حملہ کیا۔آپ شدید زخمی ہو گئے۔اپنے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنی گود میں بٹھالیا۔بنی اسد کے ایک بدنصیب نے ان کو بھی تیر مار کر ہلاک کر دیا۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس معصوم بچہ کا خون لیکر زمین پر بکھیر دیا اور دعا کی یا اللہ تو ہی ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔

اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیاس حد کو پہنچ چکی تھی۔آپ پانی پینے کیلئے دریائے فرات کے قریب تشریف لے گئے۔ظالم حصین بن نمیر نے آپ کے منہ پر نشانہ کر کے تیر پھینکا جو آپ کو لگا اور دہن مبارک سے خون جاری ہو گیا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت حسینؓ کی شہادت

اس کے بعد شمر دس آدمی ساتھ لیکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ شدید پیاس اور اپنے زخموں کے باوجود ان کا دلیرانہ مقابلہ کر رہے تھے۔اور جس طرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑھتے، یہ بھاگتے نظر آتے تھے۔اہل تاریخ نے کہا کہ یہ ایک بے نظیر واقعہ ہے کہ جس شخص کی اولاد اور اہل بیت قتل کر دیئے گئے ہیں اس کو خود شدید زخم لگے ہوں اور وہ پانی کے ایک ایک قطرے سے محروم ہو اور وہ اس وقت ثبات قدمی سے مقابلہ کر رہا ہے کہ جس طرف رخ کرتا ہے مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگتے ہیں۔

شمر نے جب یہ دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے ہر شخص بچنا چاہتا ہے تو آواز دی کہ سب یکبارگی حملہ کرو۔اس پر بہت سے بدنصیب آگے بڑھے۔نیزوں اور تلواروں سے یکبارگی حملہ کیا اور یہ ابن رسول اللہ خیر خلق اللہ فی الارض ظالموں کا دلیرانہ مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

شمر نے خولی بن یزید سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو وہ آگے بڑھا مگر ہاتھ کانپ گئے۔پھر شقی بدبخت سنان بن انس نے یہ کام انجام دیا۔آپ کی لاش کو دیکھا تو تینتیس زخم نیزوں کے اور چونتیس زخم تلواروں کے ان کے علاوہ

فرضی اللہ عنهم و ارضاه ورزقنا حبه وحب من والده

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عام اہل بیت کے قتل سے فارغ ہو کر یہ ظالم علی اصغر حضرت زین العابدین کی طرف متوجہ ہوئے شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا۔حمید بن مسلم نے کہا کہ سبحان اللہ تم بچہ کو قتل کرتے ہو اور جب کہ وہ مریض بھی ہے۔شمر نے چھوڑ دیا۔عمر بن سعد آگے آئے اور کہا کہ ان عورتوں کے خیمہ کا پاس کوئی نہ جائے اور اس مریض بچہ سے کوئی تعرض نہ کرے۔

لاش کو روندا گیا

ابن زیاد شقی کا حکم تھا کہ قتل کے بعد لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں میں روندا جائے عمر بن سعد نے چند سواروں کو حکم دیا انہوں نے یہ بھی کر ڈالا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

مقتولین اور شہداء کی تعداد

جنگ کے خاتمہ پر مقتولین کی شمار کی گئی تو حضرت حسین کے اصحاب میں بہتر حضرات شہید ہوئے اور عمر بن سعد کے لشکر کے اٹھاسی سپاہی مارے گئے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو اہل غاضریہ نے ایک روز بعد دفن کیا۔

حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء کے سر ابن زیاد کے دربار میں

خولی بن یزید اور حمید بن مسلم ان حضرات کے سر کو لیکر کوفہ روانہ ہوئے۔اور ابن زیاد کے سامنے پیش کئے۔ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے سب سروں کو سامنے رکھا۔اور ایک چھڑی سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دہن مبارک کو چھونے لگا۔زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے نہ رہا گیا اور بول اٹھے کہ چھڑی ان متبرک ہونٹوں کے اوپر سے ہٹالیں۔قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ان ہونٹوں کو بوسہ دیتے

تھے۔ یہ کہہ کر رو پڑے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر تم سن رسیدہ بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہاری بھی گردن مار دیتا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے باہر آ گئے۔ کہ اے قوم عرب تم نے سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا امیر بنا لیا۔ وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرے گا۔ اور شریروں کو غلام بنائے گا تمہیں کیا ہوا کہ اس ذلت پر راضی ہو گئے۔

بقیہ اہلِ بیت کو کوفہ میں اور ابن زیاد سے مکالمہ

عمر ابن سعد دو روز کے بعد بقیہ اہل بیت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں اور بہنوں اور بچوں کو ساتھ لے کر کوفہ کے لئے نکلے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں عورتوں بچوں کے سامنے یہ منظر آیا تو کہرام مچ گیا اور گویا زمین و آسمان رونے لگے۔ عمر بن سعد نے ان سب اہل بیت کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ زینب رضی اللہ عنہا بہت میلے اور خراب کپڑے پہن کر پہنچیں اور ان کی باندیاں ان کے گرد تھیں اور ایک طرف جا کر خاموش بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے پوچھا یہ علیحدہ بیٹھنے والی کون ہے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کئی مرتبہ اسی طرح دریافت کیا۔ مگر زینب رضی اللہ عنہا خاموش رہیں جب کسی لونڈی نے کہا کہ یہ زینب رضی اللہ عنہا بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابن زیاد بولا شکر ہے اللہ کا جس نے تمہیں رسوا کیا اور قتل کیا اور تمہاری بات کو جھوٹا کیا اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کڑک کر بولیں شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں محمد مصطفیٰ کے نسب سے شرف بخشا اور قرآن ہمارے پاک کرنے کو بیان کیا۔ رسوا وہ ہوتا ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے۔

ابن زیاد نے غصہ میں آ کر کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے غیظ سے شفا دی۔ اور تمہارے سرکش کو ہلاک کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا دل بھر آیا۔ رونے لگیں اور کہا کہ تو نے ہمارے سب چھوٹوں بڑوں کو قتل کر دیا۔ اگر یہی تیری شفا ہے تو شفا سمجھ لے۔

اس کے بعد ابن زیاد علی اصغر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کا نام پوچھا بتلایا کہ علی نام ہے۔ اس نے کہا وہ تو قتل کر دیا گیا۔ علی اصغر رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ وہ میرے بڑے بھائی تھے۔ ان کا نام بھی علی تھا۔ ابن زیاد نے ان کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا تو علی اصغر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بعد ان عورتوں کا کون کفیل ہو گا۔ ادھر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی پھوپھی ان کو لپٹ گئیں اور کہنے لگیں۔ کہ اے ابن زیاد! کیا ابھی تک ہمارے خون سے تیری پیاس نہیں بجھی۔ میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں اگر ان کو قتل کرے تو ہم کو بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔

علی اصغر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن زیاد! اگر تیرے اور ان عورتوں کے درمیان کوئی قرابت ہے تو ان کے ساتھ کسی صالح متقی مسلمان کو بھیجنا۔ جو اسلام کی تعلیم کے مطابق ان کی رفاقت کرے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہا۔ اچھا اس لڑکے کو چھوڑ دو کہ خود اپنی عورتوں کے ساتھ جائے۔

اس کے ابن زیاد نے ایک نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں حسین رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کیا۔ مجمع میں عبداللہ بن عفیف ازدی بھی تھے۔ کھڑے ہو گئے جو نابینا تھے اور ہمہ وقت مسجد میں رہتے تھے۔ کہا اے ابن زیاد تو کذاب بن کذاب ہے۔ تم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور صدیقین کی سی باتیں بناتے ہو۔ ابن زیاد نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو ان کے قبیلہ کے لوگ چھڑانے کے لئے کھڑے ہو گئے اس لئے چھوڑ دیئے گئے۔

حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا پھر یزید کے پاس شام بھیجا گیا

ابن زیاد کی شقاوت نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو ایک لکڑی پر رکھ کر کوفہ کے بازاروں اور گلی کوچوں میں گھمایا جائے کہ سب لوگ دیکھ لیں۔ اس کے بعد اس کو اور دوسرے اصحاب کے سروں کو یزید کے پاس ملک شام بھیج دیا۔ اور اسی کے ساتھ عورتوں بچوں کو بھی روانہ کیا۔ یہ لوگ شام پہنچے تو انعام کے شوق میں حر بن قیس جوان کو لیکر گیا تھا فوراً یزید کے پاس پہنچا۔ یزید نے پوچھا کیا خبر ہے۔ اس نے میدان کربلا کے معرکہ کی تفصیل بتلا کر کہا کہ امیر المومنین کو بشارت ہو کہ مکمل فتح حاصل ہوئی۔ یہ سب مارے گئے اور ان کے سر عورتیں اور بچے حاضر ہیں۔

یہ حال سن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور کہا کہ میں تم سے اتنی ہی اطاعت چاہتا تھا کہ بغیر قتل کے گرفتار کر لو۔ اللہ تعالیٰ ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اس نے ان کو قتل کرا دیا۔ خدا کی قسم اگر میں یہاں ہوتا تو میں معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرماوے یہ کہا اور اس شخص کو کوئی انعام نہیں دیا۔

سر مبارک جس وقت یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگا کر حصین بن ہمام کے یہ اشعار پڑھے

الی قومنا ان ینصفونا فانصفت
خواصب فی ایماننا تقطر الدما
یخرقن ھا ما من رجا ل اعزۃ
علینا ولھم کانوا اعق و اظلما

"یعنی ہماری قوم نے ہمارے لئے انصاف نہ کیا تو ہماری خونچکاں تلواروں نے انصاف کیا۔ جنہوں نے ایسے مردوں کے سر پھاڑ دیئے جو ہم پر سخت تھے۔ اور وہ تعلقات قطع کرنے والے ظالم تھے"۔

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ آپ نے کہا اے یزید تو اپنی چھڑی حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر لگاتا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے

کہ ان کو بوسہ دیتے تھے۔ اے یزید قیامت کے روز تو آئے گا۔ تو تیری شفاعت ابن زیاد ہی کرے گا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ آئیں گے تو ان کے شفیع محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ یہ کہہ کر ابو برزہ رضی اللہ عنہ مجلس سے نکل گئے۔

یزید کے گھر میں ماتم

جب یزید کی بیوی ہندہ بنت عبداللہ نے یہ خبر سنی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے اور ان کا سر لایا گیا ہے اور کپڑا اوڑھ کر باہر نکل آئیں اور کہنے لگیں امیر المؤمنین کیا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ خدا ابن زیاد کو ہلاک کرے اس نے جلدی کی اور قتل کر ڈالا۔ ہندہ سن کر رو پڑی

یزید نے کہا کہ حسین رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں یزید کی ماں سے اور میرے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید کے دادا سے بہتر ہیں۔ ان میں پہلی بات کہ میرا باپ بہت رہے یا ان کا اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کرے گا۔ وہ دونوں وہاں پہنچ چکے ہیں اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس کے حق میں فیصلہ کیا ہے۔

اور دوسری بات کہ ان کی والدہ میری ماں سے بہتر ہیں تو میں قسم کھاتا ہوں کہ بے شک صحیح ہے ان کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری والدہ سے بہتر ہیں۔

رہی تیسری بات کے ان کے دادا میرے دادا سے بہتر ہیں سو یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مسلمان جس کا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہے اس کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ ان کی یہ سب باتیں صحیح و درست تھیں مگر جو آفت آئی وہ ان کی سمجھ کی وجہ سے آئی۔ انہوں نے اس آیت پر غور نہیں کیا

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ
مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ

اس کے بعد عورتیں، بچے یزید کے سامنے لائے گئے۔ اور سر مبارک اس مجلس میں رکھا ہوا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دونوں صاحبزادیاں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سکینہ رضی اللہ عنہا پنجوں کے بل کھڑے ہو کر سر مبارک کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اور یزید ان کے سامنے کھڑا ہو کر چاہتا تھا کہ نہ دیکھیں۔ جب ان کی نظر اپنے والد ماجد کے سر پر پڑی تو بے ساختہ رونے کی آواز نکل گئی۔ ان کی آواز سن کر یزید کی عورتیں بھی چلا اٹھیں اور یزید کے محل میں ایک ماتم برپا ہو گیا۔

یزید کے دربار میں زینبؓ کی دلیرانہ گفتگو

ایک شامی شخص نے صاحبزادی کے متعلق ناشائستہ الفاظ کہے تو ان کی پھوپھی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نہایت سختی سے کہا کہ نہ تو تجھے کوئی حق ہے نہ یزید کو اس پر۔ یزید برہم ہو کر کہنے لگا کہ مجھے سب اختیار حاصل ہے۔ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ واللہ جب تک تو ہماری ملت و مذہب سے نہ نکل جائے تجھے کوئی اختیار نہیں۔ یزید اس پر اور زیادہ برہم ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پھر تیزی سے جواب دیا، بالآخر خاموش ہو گیا۔

اہل بیت کی عورتیں یزید کی عورتوں کے پاس

اس کے بعد ان کو زنان خانہ میں اپنی عورتوں کے پاس بھیج دیا یزید کی عورتوں میں سے کوئی نہ رہی جس نے ان کے پاس آ کر گریہ و بکاء اور ماتم نہ کیا ہو۔ اور جو زیورات وغیرہ ان سے لے لئے گئے تھے۔ ان سے زائد ان عورتوں نے ان کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سکینہ کہنے لگی کہ میں نے کوئی کافر یزید سے بہتر نہیں دیکھا۔

علیؓ بن حسینؓ یزید کے سامنے

اس کے بعد علی اصغرؓ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں سامنے لائے گئے۔ انہوں نے سامنے آ کر کہا کہ اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح قید میں دیکھتے تو ہماری قید کھول دیتے۔ یزید نے کہا سچ ہے۔ اور قید کھول دینے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد علی اصغرؓ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح مجلس میں بیٹھا ہوا دیکھتے تو اپنے قریب بلا لیتے۔ یزید نے ان کو اپنے قریب بلا لیا۔ اور کہا کہ اے علی بن حسین رضی اللہ عنہما تمہارے والد نے ہی مجھ سے قطع رحمی کی اور میرے حق کو نہ پہچانا۔ اور میری سلطنت کے خلاف بغاوت کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ کیا۔ جو تم نے دیکھا۔ علی اصغرؓ نے قرآن کی آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے:

''یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''جو کوئی مصیبت تمہیں پہنچتی ہے زمین میں یا تمہاری جانوں پر سو وہ کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے زمین کے پیدا کرنے سے قبل اور یہ کام اللہ کے لئے آسان ہے (اور تمام کاموں کا تابع تقدیر ہوتا) اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے اس پر زیادہ غم نہ کرو۔ اور جو چیز مل جائے اس پر زیادہ خوش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا''۔

یزید یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر حکم دیا کہ ان کو اور ان کی عورتوں کو مستقل مکان میں رکھا جائے۔ اور یزید کوئی ناشتہ اور کھانا نہ کھاتا تھا جس میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو نہ بلاتا ہو۔ ایک روز ان کو بلایا تو ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بھائی عمرو ابن الحسین رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ یزید نے عمرو بن الحسین رضی اللہ عنہ سے بطور مزاح کہا کہ تم اس لڑکے (یعنی اپنے لڑکے خالد) سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں کر سکتا ہوں بشرطیکہ آپ ایک چھری ان کو دے دیں اور ایک مجھے۔ یزید نے کہا کہ آخر سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ یزید شروع میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھا۔ اور ان کا سر مبارک لایا گیا تو خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک (من وجہ) سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل سرور کا داخل کرنا ہے مومن پر۔ (طبرانی)

جب یزید کی بدنامی سارے عالم اسلام میں پھیل گئی اور وہ سب مسلمانوں میں مبغوض ہوگیا تو بہت نادم ہوا اور کہنے لگا۔ کاش میں تکلیف اٹھالیتا۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنے گھر میں رکھتا اور ان کو اختیار دے دیتا کہ جو وہ چاہیں کریں۔ اگرچہ اس میں میرے اقتدار کو نقصان ہی پہنچتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کا ان کی قرابت کا بھی حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اس نے مجبور کر کے قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو یا کسی سرحدی مقام پر پہنچادو مگر اس نالائق نے قبول نہ کیا اور ان کو قتل کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں میں مجھے مبغوض کر دیا ان کے دلوں میں میری عداوت کا بیج بو دیا کہ ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھنے لگا۔ اللہ اس ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔

اہل بیت کی مدینہ کو واپسی

اس کے بعد جب یزید نے ارادہ کیا کہ اہل بیت اطہار کو مدینہ واپس بھیج دیں تو نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لئے ان کے مناسب شان ضروریات سفر مہیا کریں اور ان کے ساتھ کسی امانت دار متقی آدمی کو بھیجے۔ اور اس کے ساتھ ایک حفاظتی دستہ فوج کا بھی بھیج دے جو ان کو مدینہ تک بحفاظت پہنچائے۔ اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو رخصت کرنے کے لئے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اللہ ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو حسین رضی اللہ عنہ جو کچھ کہتے میں قبول کر لیتا۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا تو ان کو ہلاکت سے بچاتا۔ اگرچہ مجھے اپنی اولاد کو قربان کرنا پڑتا لیکن جو مقدر تھا وہ ہوگیا۔ صاحبزادے تمہیں کوئی ضرورت ہو مجھے خط لکھنا اور میں نے تمہارے ساتھ جانے والوں کو بھی یہ ہدایت کر دی ہے۔

تنبیہ: یزید کی یہ زود پشیمانی اور بقیہ اہل بیت کے ساتھ بظاہر اکرام کا معاملہ محض اپنی بدنامی کا داغ مٹانے کیلئے تھا۔ یا حقیقت میں کچھ خدا کا خوف اور آخرت کا خیال آ گیا۔ یہ تو علیم وخبیر ہی جانتا ہے۔ مگر یزید کے اعمال اور کارنامے اس کے بعد بھی سب سیہ کاریوں ہی سے لبریز ہیں۔ مرتے مرتے بھی مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لئے لشکر بھیجے ہیں۔ اسی حال میں مرا ہے۔ عاملہ اللہ بما ہو اہلہ (مؤلف)

اس کے بعد اہل بیت ان لوگوں کی حفاظت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے ان لوگوں نے راستہ میں اہل بیت کی خدمت بڑی ہمدردی سے کی۔ رات کو ان کی سواریاں اپنے سامنے رکھتے تھے اور جب کسی منزل پر اترتے تو ان سے علیحدہ ہو جاتے اور چاروں طرف پہرہ دیتے تھے اور ہر وقت ان کی ضروریات کو دریافت کر کے پورا کرنے کا اہتمام رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ سب حضرات اطمینان کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے۔

وطن پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی بہن زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ اس شخص نے ہم پر احسان کیا ہے کہ سفر میں راحت پہنچائی۔ ہمیں کچھ اس کو صلہ دینا چاہئے۔ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا تو کچھ ہے نہیں۔ دونوں نے اپنے زیوروں میں سے دو کنگن اور دو بازوبند سونے کے نکالے اور ان کے سامنے پیش کئے اور اپنی بے مائگی کا عذر پیش کیا۔ اس شخص نے کہا واللہ اگر میں نے یہ کام دنیا کے لئے کیا ہوتا تو میرے لئے یہ انعام بھی کم نہ تھا۔ لیکن میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ جو کہ قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔

آپ کی زوجہ محترمہ کا غم وصدمہ اور انتقال

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ رباب بنت امری القیس بھی آپ کے ساتھ اسی سفر میں تھیں۔ اور شام بھیجی گئیں۔ پھر سب کے ساتھ مدینہ پہنچیں۔ تو باقی عمر اسی طرح گزار دی۔ کہ کبھی مکان کے سایہ میں نہ رہتی تھیں۔ کوئی کہتا کہ دوسری شادی کرلو تو جواب دیتی تھیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کسی کو اپنا خسر بنانے کے لئے تیار نہیں۔ بالآخر ایک سال بعد وفات ہوگئی۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے قتل کی خبریں مدینہ میں پہنچیں تو مدینہ میں کہرام تھا۔ مدینہ کے در و دیوار رو رہے تھے۔ اور جب خاندان اہل بیت کے یہ بقیہ نفوس مدینہ پہنچے تو مدینہ والوں کے زخم از سر نو تازہ ہو گئے۔

عبداللہ بن جعفر کو انکے دو بیٹوں کی تعزیت

جس وقت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ان کے دو بیٹے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہو گئے تو بہت لوگ ان کی تعزیت کو آئے۔ ایک شخص کی زبان سے نکل گیا کہ ہم پر یہ مصیبت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اس کو جوتا پھینک کر مارا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو میں بھی ان کے ساتھ قتل کیا جاتا۔ واللہ آج میرے بیٹوں کا قتل ہی میرے لئے تسلی ہے۔ کہ اگر میں حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد نہ کرسکا تو میری اولاد نے یہ کام کر دیا۔

واقعہ شہادت کا اثر فضائے آسمانی پر

عام مؤرخین ابن اثیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دو تین مہینہ تک فضا کی یہ کیفیت رہی کہ جب آفتاب طلوع ہوتا اور دھوپ در و دیوار پر پڑتی تو سرخ ہوتی تھی۔ جیسے دیواروں کو خون لپیٹ دیا گیا ہو۔

شہادت کے وقت حضور کو خواب میں دیکھا گیا

بیہقی نے دلائل میں بسند روایت لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہ نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ دوپہر کا وقت ہے اور آپ پراگندہ بال پریشان حال ہیں آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا ہے۔ فرمایا! حسین رضی اللہ عنہ کا خون ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کروں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسی وقت لوگوں کو خبر دے دی کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ اس خواب سے چند روز کے بعد حضرت حسین کی شہادت کی اطلاع پہنچی اور حساب کیا گیا تو ٹھیک وہی دن اور وہی وقت آپ کی شہادت کا تھا۔

اور ترمذی نے سلمی سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اسطرح دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ڈاڑھی پر مٹی پڑی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے۔ فرمایا کہ میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر موجود تھا۔

ابو نعیم نے دلائل میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر میں نے جنات کو روتے دیکھا ہے۔

حضرت حسینؓ کے بعض حالات وفضائل

آپ ہجرت کے چوتھے سال ۵ شعبان کو مدینہ طیبہ میں رونق افروز عالم ہوئے اور ۱۰ محرم ۶۱ھ میں بعمر ۵۵ سال شہید ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تحنیک فرمائی یعنی کھجور چبا کر اس کا رس ان کے منہ میں ڈالا اور کان میں اذان دی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور حسین رضی اللہ عنہ نام رکھا ساتویں روز عقیقہ کیا۔ آپ بچپن ہی سے شجاع ودلیر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارہ میں فرمایا

''حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے یا اللہ جو حسین رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے تو اسے محبوب رکھ''۔

ابن حبان، ابن سعد، ابو یعلی، ابن عساکر ائمہ حدیث نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

من سره ان ينظر الى رجل من اهل الجنة و فى لفظ سيدى شباب اهل الجنة فلينظر الى حسين بن على

''جو چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے یا یہ فرمایا کہ نوجوان اہل جنت کے سردار کو دیکھے وہ حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے''۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے فرمایا وہ شوخ لڑکا کہاں ہے۔ یعنی حسین رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ کی گود میں گر پڑے۔ اور آپ کی داڑھی میں انگلیاں ڈالنے لگے۔ آپ نے حسین رضی اللہ عنہ کے منہ پر بوسہ دیا اور فرمایا۔ یا اللہ میں حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ بھی اس سے محبت کریں اور اس شخص سے بھی جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے۔

ایک روز ابن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سامنے سے آرہے ہیں۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شخص اس زمانہ میں اہل آسمان کے نزدیک سارے اہل زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نہایت سخی اور لوگوں کی امداد میں اپنی جان ومال پیش کرنے والے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے لئے کسی کی حاجت پوری کرنا میں اپنے ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر سمجھتا ہوں۔

حضرت حسینؓ کی زریں نصیحت

فرمایا کہ لوگ اپنی حاجات تمہارے پاس لائیں تو ان سے ملول نہ ہو کیونکہ ان کے حوائج تمہاری طرف یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اگر تم ان سے ملول و پریشان ہو گئے تو یہ نعمت مبدل بہ قہر ہو جائے گی۔ (یعنی تمہیں لوگوں کا محتاج کر دیا جائے گا کہ تم ان کے دروازوں پر جاؤ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک روز حرم مکہ میں حجر اسود کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے۔

''یا اللہ آپ نے مجھ پر انعام فرمایا مجھے شکر گزار نہ پایا میری آزمائش کی تو مجھے صابر نہ پایا مگر اس پر بھی آپ نے نہ اپنی نعمت مجھ سے سلب کی اور نہ مصیبت کو مجھ پر قائم رہنے دیا۔ یا اللہ کریم سے تو کرم ہی ہوا کرتا ہے۔''

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے اور ان کے ساتھ جہاد میں شریک رہے اور ان کی صحبت میں رہے۔ یہاں تک کہ وہ شہید کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اپنے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ وہ امارت چھوڑ کر مدینہ چلے آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ مدینہ میں آ گئے اور جب تک بیعت یزید کا فتنہ شروع نہیں ہوا مدینہ ہی میں مقیم رہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں آپ کے اہل بیت کے تینتیس حضرات شہید ہوئے۔ (اسعاف الراغبین)

قاتلان حسین کا عبرتناک انجام

چندیں اماں نداد کہ شب را سحر کند

جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے اور پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت حصین بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بد دعا نکلی کہ:

''یا اللہ رسول اللہ کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز قیامت کے روز خلق نیک ہوگی (مشکوٰۃ)

اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں یا اللہ ان کو چن چن کر قتل کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے فرمادے۔ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔''

اول تو ایسے مظلوم کی بددعا پھر سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت میں کیا شبہ تھا دعا قبول ہوئی اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بری طرح مارے گئے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔کوئی قتل کیا گیا۔کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا یا مسخ ہو گیا۔یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئے اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں۔بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔

قاتل حسینؓ اندھا ہو گیا

سبط ابن جوزیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتاً نابینا ہو گیا تو لوگوں نے سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے اور اس پر قاتلان حسین رضی اللہ عنہ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ڈانٹا اور خون حسین رضی اللہ عنہ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی صبح اٹھا تو اندھا تھا۔(اسعاف)

منہ کالا ہو گیا

نیز ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تارکول کی طرح ہو گیا ہے لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے تمہیں کیا ہوا۔اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

آگ میں جل گیا

نیز ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی۔مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی۔اس شخص نے کہا بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا سدی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی پانی کتنا ہی پیا جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا۔یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

ہلاکت یزید

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا۔تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں۔اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہو گیا۔

کوفہ پر مختار کا تسلط اور تمام قاتلان حسینؓ کی عبرتناک ہلاکت

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی واقعہ شہادت سے پانچ ہی سال بعد ۶۶ھ میں مختار نے قاتلان حسین رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہو گئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہو گیا۔اس نے اعلان عام کر دیا کہ قاتلان حسین کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے۔اور قاتلان حسینؓ کی تفتیش و تلاش پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا۔ایک روز میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کئے گئے وہ قتل حسینؓ میں شریک تھے اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاشی و گرفتاری شروع ہوئی۔

عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا۔پیاس کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ذبح کر دیا گیا۔

شمر ذی الجوشن جو حضرت حسینؓ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کر لیا گیا انہوں نے رحم کی درخواست کی مختار نے کہا ظالمو! تم نے سبط رسول پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے سب کو قتل کیا گیا اور مالک بن بشیر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ٹوپی اٹھائی تھی اس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عثمان بن خالد اور بشیر بن شمیط نے مسلم بن عقیل کے قتل میں اعانت کی تھی ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا قبول ہی ہوتی ہے۔اگرچہ وہ بدکار بھی ہو تو اس کی بدکاری کا وبال اس کی ذات پر ہے۔(فتح وعمدہ)

عمر بن سعد جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر لشکر کی کمان کر رہا تھا اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا۔ اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا تھا جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا کہ تو جانتا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں۔ اسکو بھی قتل کر دیا گیا۔ اور مختار نے کہا کہ عمر بن سعد کا قتل تو حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بدلہ میں اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی۔ اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہو سکتا۔

حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تیر مارا تھا اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا اسی میں ہلاک ہوا۔

زید بن رفاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے تیر مارا۔ اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی تیر پیشانی پر لگا اور ہاتھ پیشانی پر بندھ گیا۔ اول اس پر تیر اور پتھر برسائے گئے پھر زندہ جلا دیا گیا۔

سلام بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا۔ اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا یہ عبرت ناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی ہے۔

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ.

عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے۔ کاش وہ سمجھ لیتے۔

مرقع عبرت

عبدالملک بن عمیر لیثی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصر امارت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا۔ پھر اسی قصر میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا پھر اسی قصر میں مختار کا سر کٹا ہوا مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا۔ میں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو شاید اس فتنے کا علم ہو گیا تھا۔ وہ آخر عمر میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال اور نوعمروں کی امارت سے۔ ہجرت کر کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

نتائج و عبرتیں

واقعہ شہادت کی تفصیل آپ نے سنی۔ اس میں ظلم و جور کے طوفان دیکھے۔ ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا۔ دیکھنے والوں نے یہ محسوس کیا کہ ظلم و جور اور فسق اور فجور ہی کامیاب ہے۔ مگر آنکھ کھلی تو معلوم ہو کہ یہ سب طلسم تھا۔ جو آنکھ جھپکنے میں ختم ہو گیا اور دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ظلم و جور کو فلاح نہیں۔ ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔

پند اشت ستم گر کہ ستم برما کرد
بر گردن دے بماند و برما بگذشت

اور یہ کہ جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا تھا۔ وہ درحقیقت آج تک زندہ ہیں۔ اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے۔ اور صدیاں گذر گئیں۔ کروڑوں انسان ان کے نام پر مرتے ہیں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کو پیغام حیات سمجھتے ہیں۔

اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ایک محسوس حقیقت ہو کر سامنے آ گئی کہ حق و باطل کے معرکہ میں آخری فتح و کامیابی حق کی ہوا کرتی ہے۔

اس میں عام لوگوں کے لئے اور بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو حکومت و اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر ظلم و عدل سے قطع نظر کر لیں۔ بڑی نشانیاں ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ معرکہ حق و باطل میں کسی وقت حق کی آواز دب جائے۔ اہل حق شکست کھا جائیں تو یہ بات نا حق کے حق ہونے کے خلاف ہے۔ نہ باطل کے باطل ہونے کے منافی۔ دیکھنا انجام کار کا ہے کہ آخر میں حق پھر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے۔

اسوۂ حسینی

آخر میں پھر اس کلام کا اعادہ کرتا ہوں جو اس کتاب کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حب اہل بیت اطہار جزو ایمان ہیں۔ ان پر وحشیانہ مظالم کی داستان بھلانے کے قابل نہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور دردانگیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں رنج و غم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں۔ لیکن ان کی سچی اور حقیقی محبت و عظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی تاثر یہ نہیں کہ سارے سال خوش و خرم پھریں کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اور صرف عشرہ محرم میں واقعہ شہادت سنکر رو لیں۔ یا ماتم برپا کر لیں یا بغیر یہ داری کا کھیل تماشہ بنائیں۔ سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے۔ اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگرچہ سردی پڑ رہی ہو۔ کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو۔ شہدائے کربلا کے نام کی سبیل کا ڈھونگ بنایا جاتا ہے۔ بلکہ حقیقی ہمدردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کے لئے انہوں نے یہ قربانی پیش کی۔ ان کے اخلاق و اعمال کی پیروی کو سعادت دنیا و آخرت سمجھیں۔ وہ مقصد اگر آپ نے اس رسالہ اور اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اسکی دعا کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہے (الاحادیث المشکاۃ)

ارشادات اور خطبات کو بغور پڑھا ہے۔ تو اس کے متعین کرنے میں آپ کو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ ملے گی۔ میں یاددہانی کے لئے پھر آپ کے کچھ کلمات کا اعادہ کرتا ہوں۔

حضرت حسینؓ نے کس مقصد کے لئے قربانی پیش کی

اس رسالہ کے صفحہ ۲۶ پر آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ خط پڑھا جو اہل بصرہ کے نام لکھا تھا۔ جس کے چند جملے یہ ہیں۔

''آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مٹ رہی ہے۔ اور بدعات پھیلائی جارہی ہیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرو اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لئے کوشش کرو''۔ (کامل ابن اثیر ص ۹ ج ۴)

فرزوق شاعر کے جواب میں جو کلمات کوفہ کے راستہ میں آپ نے ارشاد فرمائے۔ اس کے چند جملے رسالہ ھذا کے صفحہ ۵۱ پر یہ ہیں۔

اگر تقدیر الٰہی ہماری مراد کے موافق ہوئی تو ہم اللہ کا شکر کریں گے اور ہم شکر ادا کرنے میں بھی اس کی اعانت طلب کرتے ہیں۔ کہ ادائے شکر کی توفیق دی اور اگر تقدیر الٰہی مراد میں حائل ہوگئی تو اس شخص کا کوئی قصور نہیں۔ جس کی نیت حق کی حمایت ہو اور جس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ (ابن اثیر)

صفحہ ۶۰ میں میدان جنگ کے خطبہ کے یہ الفاظ ذرا غور سے پڑھیئے۔ جس میں ظلم وجور کے مقابلہ کے لئے محض اللہ کے لئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ صفحہ ۴۶ پر میدان جنگ کا تیسرا خطبہ اور اس کے بعد کے حر بن یزید کے جواب میں ایک صحابی کے اشعار مکرر غور سے پڑھیئے۔ جس کے چند جملے یہ ہیں۔

''موت میں کسی جوان کے لئے عار نہیں۔ جبکہ اس کی نیت خیر اور مسلمان ہو کر جہاد کررہا ہو''۔

صفحہ ۶۷ پر عین میدان کارزار میں صاحبزادہ علی اکبرؓ کی حضرت حسینؓ کا جواب سن کر یہ کہنا کہ ''ابا جان کیا ہم حق پر نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف سب بندگان خدا کا رجوع ہے۔ بلاشبہ ہم حق پر ہیں''۔ اس کو مکرر پڑھیئے۔

صفحہ ۴۷ پر اہل بیت کے سامنے آپ کے آخری ارشادات کے یہ جملے پھر پڑھیئے۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ راحت میں بھی اور مصیبت میں بھی۔ یا اللہ میں آپ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ہمیں شرافت نبوت سے نوازا اور ہمیں کان آنکھ اور دل دیئے جس سے ہم آپ کی آیات سمجھے۔ اور ہمیں آپ نے قرآن سکھایا اور دین کی سمجھ عطا فرمائی۔ ہمیں آپ اپنے شکر گزار بندوں میں داخل فرمالیجئے۔

ان خطبات اور کلمات کو سننے پڑھنے کے بعد بھی کیا کسی مسلمان کو یہ شبہ ہوسکتا ہے۔ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جہاد اور حیرت انگیز قربانی اپنی حکومت واقتدار کے لئے تھے۔ بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو اس مقدس ہستی کی عظیم الشان قربانی کو ان کی تصریحات کے خلاف بعض دنیوی عزت و اقتدار کی خاطر قرار دیتے ہیں۔ حقیقت وہی ہے جو شروع میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سارا جہاد صرف اس لئے تھا کہ:

☆ کتاب وسنت کے قانون کو صحیح طور پر رواج دیں۔

☆ اسلام کے نظام عدل کو از سر نو قائم کریں۔

☆ اسلام میں خلافت نبوت کی بجائے ملوکیت وآمریت کی بدعت کا مقابلہ کریں۔

☆ حق کے مقابلہ میں نہ زور وزر کی نمائش سے مرعوب ہوں اور نہ جان ومال اور اولاد کا خوف اس راستہ میں حائل ہو۔

ہر خوف وہراس اور مصیبت ومشقت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں اور اسی پر ہر حال میں توکل واعتماد ہو۔ اور بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی اس کے شکر گزار بندے ثابت ہوں۔

کوئی ہے جو جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم کربلا شہید جور وجفا کی اس پکار کو سنے اور ان کے مشن کو ان کے نقش قدم پر انجام دینے کیلئے تیار ہو۔ ان کے اخلاق حسنہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرائے۔

یا اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت اطہار کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔

ایک تاریخی مکالمہ

اب میں آپ کے سامنے ایک مکالمہ پیش کرتا ہوں جس میں بیک وقت دو کردار ایک دوسرے سے جذبات میں بالکل مختلف، ایک کا نظریہ حیات کبر ونخوت، خود ستائی، اور نشہ اقتدار اور گھٹیا جذبات کے ذریعہ سرشاری، کامیابی اور سکون تلاش کرنا اور دوسرے کا نظریہ زندگی خدا شناسی، عزم کی پختگی، حق گوئی، کسی سے مرعوب ہوئے بغیر شریفانہ جذبات سے منوررہ کر کامیابی اور ابدی چین کا یقین۔ پہلے کردار کا نمونہ حجاج بن یوسف ہے، جس کا ظلم وستم دنیا میں مشہور ہے اگر چہ اس وقت کے بادشاہ بھی باوجود ظلم وستم کے دین اسلام کی اشاعت کا کام کرتے رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی دیندار اور عادل بادشاہوں کے مقابلہ میں وہ بدترین شمار ہوتے تھے۔ اس وجہ سے لوگ حجاج سے بہت بیزار تھے۔ حجاج، مروان ابن عبدالملک کی طرف سے حاکم مقرر تھا۔ یہ وہی حجاج تھا جس نے محمد بن قاسم جرنیل کو سندھ کی فتح کرنے پر معمور کیا تھا۔ جن کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام کی ابتدا ہوئی۔ دوسرے کردار کا نمونہ حضرت سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی اور بڑے علماء میں سے ہیں۔ اس وقت کی حکومت اور بالخصوص حجاج

کوان سے بغض و عداوت تھی۔ حضرت سعید نے حجاج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ شکست کے بعد سعید چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ مگر بعد میں گرفتار ہو کر حجاج کے سامنے پیش ہوئے۔ ذرا سوال و جواب غور سے پڑھیئے۔

حجاج: تیرا نام کیا ہے؟

سعید: میرا نام سعید ہے۔ (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے)

حجاج: کس کا بیٹا ہے؟

سعید: جبیر کا بیٹا ہوں (اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز)

حجاج: نہیں تو شقی بن کسیر ہے (حجاج کو اچھے معنی ہونے والا نام پسند نہیں آیا اس لئے کہا، شقی کہتے ہیں بد بخت اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز کو کہتے ہیں)

سعید: میرا نام میری والدہ تجھ سے زیادہ جانتی تھیں۔

حجاج: تو بھی بد بخت تیری ماں بھی بد بخت۔

سعید: غیب کا جاننے والا تیرے سوا کوئی اور ہے۔ (یعنی علام الغیوب)

حجاج: دیکھ اب میں تجھے موت کے گھاٹ اتارتا ہوں۔

سعید: تو میری ماں نے میرا نام درست رکھا۔

حجاج: اب میں تجھے زندگی کے بدلے کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔

سعید: اگر میں یہ جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے۔ تو تجھ کو معبود بنالیتا۔

حجاج: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟

سعید: وہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے۔ جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔

حجاج: خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے؟

سعید: میں ان کا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کیئے کا ذمہ دار ہے۔

حجاج: میں ان کو برا کہتا ہوں یا اچھا؟

سعید: جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔

حجاج: ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے؟

سعید: جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا

حجاج: سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟

سعید: اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے

حجاج: حضرت علی رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟

سعید: اگر میں جنت میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں

حجاج: میں قیامت میں کیسا آدمی ہوں گا؟

سعید: میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔

حجاج: تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں کرتا؟

سعید: میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا

حجاج: تو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟

سعید: کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں۔ اور وہ شخص کیا ہنسے گا جو مٹی کا بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔

حجاج: میں تو ہنستا ہوں۔

سعید: اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے۔

حجاج: میں تجھے قتل کرنے والا ہوں۔

سعید: میری موت کا سبب پیدا کرنے والا اپنے کام سے فارغ ہو چکا۔

حجاج: میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔

سعید: اللہ پر کوئی بھی جرات نہیں کر سکتا جب تک اپنا مرتبہ معلوم نہ کرے اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے

حجاج: میں کیوں نہیں جرات کر سکتا۔ حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔

سعید: میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود ہی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

حجاج: ہم جو امیر المومنین کے لئے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔

سعید: میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا۔

حجاج: حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔

سعید: اچھی چیزیں ہیں۔ اگر اپنی شرط کے موافق ہوں۔

حجاج: شرط کیا ہے؟

سعید: یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں ورنہ ہر دودھ پلانے والی، دودھ پیتے کو بھول جائے گی۔ اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گا۔

حجاج: ہم نے جو جمع کیا وہ اچھی چیز نہیں؟

سعید: تو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔

حجاج: کیا تو اس میں سے کوئی چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے؟

سعید: میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرے۔

حجاج: تیرے لئے ہلاکت ہو۔

سعید: ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں

داخل کر دیا جائے۔
حجاج: (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طرح قتل کروں؟
سعید: جس طرح سے قتل ہونا اپنے لئے پسند ہو۔
حجاج: کیا تجھے معاف کر دوں؟
سعید: معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے۔ تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں۔
حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ (قارئین توجہ فرمائیں یہ ہیں اعلیٰ جذبات اور کردار کی وسعت، موت کے وقت ہنستے ہوئے شکست میں فتح حاصل کر لینا)
حجاج کو اس ہنسنے کی اطلاع دی گئی اس نے پھر بلایا اور پوچھا
حجاج: تو کیوں ہنسا؟
سعید: تیری اللہ پر جرات اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو تجھ پر ہے؟
حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی۔ پھر جلاد سے مخاطب ہو کر کہا میرے سامنے اس کی گردن اڑا دو۔
سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھی اور قبلہ رخ ہو کر پڑھا
اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ " میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف پھیر لیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور میں نہیں ہوں مشرکین سے)

حجاج: اس کا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا چنانچہ فوراً پھیر دیا گیا۔
سعید: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ الْکَافِیْ بِالسَّرَائِرِ " یعنی جدھر تم پھیرو ادھر بھی خدا ہے۔ بھیدوں کا جاننے والا ہے"
حجاج: اوندھا ڈال دو (یعنی زمین کی طرف کر دو)
سعید: مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَ فِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی " ہم نے زمین ہی سے تجھ کو پیدا کیا اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے"
حجاج: اس کو قتل کر دو۔
سعید: میں تجھ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اس کو محفوظ رکھنا جب میں تجھے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا۔ اس کے بعد وہ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ.
انتقال کے بعد ان کے بدن سے بہت خون نکلا۔ جس سے حجاج کو بہت حیرت ہوئی۔ اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرہ بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا اس لئے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا بخلاف اور لوگوں کے جن پر ذہنی دباؤ ہوتا ہے کہ خوف سے ان کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے۔ (الامارت والسیاست)

باب۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عجیب تاریخی واقعات

از حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مزار پر

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مزار مبارک کی وجہ سے یہ پورا علاقہ ''اعظمیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اب تو یہ شہر کا خاصا بارونق علاقہ ہے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عہد مبارک میں یہ ایک قبرستان تھا۔ اور چونکہ خلیفہ کی کنیز ''خیزران'' یہاں دفن ہوئی تھی، اس لیے ''مقبرۃ الخزران'' کے نام سے مشہور تھا۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مشہور راوی محمد اسحٰق بھی اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ لیکن اب دوسری قبریں تو بے نشان ہو چکی ہیں۔ اور ان کی جگہ آبادی نے لے لی ہے۔ البتہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کا مزار ابھی باقی ہے اور اس کے قریب ایک شاندار مسجد جامع الامام ابی حنیفہ کے نام سے تعمیر کر دی گئی ہے۔

ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو اذان مغرب کی دلکش صدا گونج رہی تھی۔ مزار پر حاضری سے پہلے مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔ پھر شوق و ذوق کے جذبات دل میں لیے مزار پر حاضری ہوئی۔ ایسا محسوس ہوا کہ سرور وسکون اور نورانیت نے مجسم ہو کر اس مبارک مزار کے گرد ایک ہالہ بنا لیا ہے۔ سامنے وہ محبوب شخصیت آسودہ تھی جس کے ساتھ بچپن ہی سے تعلق خاطر کی کیفیت یہ رہی ہے کہ ان کا اسم گرامی آتے ہی دل میں عقیدت ومحبت کی پھواریں پھوٹتی محسوس ہوتی ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس دور میں کوفہ میں پیدا ہوئے جب یہ شہر علم وفضل کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے چپہ چپہ پر بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کے حلقہ ہائے درس آراستہ تھے۔ اور علم حدیث کا کوئی بھی طالب کوفہ کے علماء سے بے نیاز نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت امام صاحب کے والد ماجد کا نام ثابت تھا، اور ان کا انتقال امام صاحب کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کی والدہ نے بعد میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے نکاح کر لیا تھا، اور آپ ان کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔ (حدائق الحنفیہ ص ۳۰ بحوالہ مفتاح السعادہ)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مزار ہمیشہ مرجع خاص وعام رہا۔ بلکہ خطیب بغدادی اپنی پسند سے امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول روایت کیا ہے کہ:

حضرت امام صاحب کے مزار پر بیٹھ کر ایسا سرور وسکون محسوس ہوا جیسے کوئی بچہ ماں کی آغوش میں پہنچ کر سکون محسوس کرتا ہے۔ دل چاہتا تھا کہ یہ کیفیت طویل سے طویل تر ہوتی چلی جائے، لیکن کافی دیر ہو چکی تھی اٹھے بغیر چارہ نہیں تھا۔ بادل نخواستہ یہاں سے رخصت ہوئے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب ہی دو مزارات اور ہیں ان میں ایک حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور دوسرے صاحب مزار کا نام حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ مشہور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ یہ قبیلہ بنو عبس سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے وطن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ اسلام لے آئے تھے۔ جن کا اصل نام ''حسل'' تھا اور لقب ''یمان''۔ اسلام لانے کے بعد یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوئے اتفاق سے یہ ٹھیک وہ وقت تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری فرما رہے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے کے لیے ابوجہل کا لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کی راستہ میں ابوجہل کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے دونوں کو گرفتار کر لیا اور کہا کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ''ہم تو مدینہ جا رہے ہیں''۔ اس پر ابوجہل کے لشکر والوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہیں اس وقت تک آزاد نہیں کریں گے جب تک تم ہمارے ساتھ یہ معاہدہ نہ کرو کہ صرف مدینہ جاؤ گے، لیکن ہمارے خلاف جنگ میں ان کا ساتھ نہیں دو گے۔ مجبوراً ان حضرات نے معاہدہ کر لیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ ذکر کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آنے والے فتنوں کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا اور بہت سے منافقین کی نشاندہی بھی فرما رکھی تھی۔ اسی لیے آپ کو ''صاحب السر'' (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دار) کہا جاتا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو قسم دے کر پوچھا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی لعنت کی اللہ کے غضب کی اور اللہ کی آگ کی بددعا کسی کو نہ دیا کرو'' (بیہقی)

کہ ”میرا نام تو منافقین کی فہرست میں شامل نہیں“۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا۔ (کنز العمال ص ۳۴۴، ج ۱۳) 16

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ مسلسل مصروف جہاد رہے۔ دینور کا علاقہ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے فتح ہوا۔ ایران اور اعراق کی فتوحات میں آپ نے غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ کسریٰ کے دربار میں آپ ہی نے وہ ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس نے کسریٰ کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا۔

ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا عامل (گورنر) مقرر فرما دیا تھا۔ آپ کسریٰ کے دارالحکومت کے گورنر بن کر پہنچے تو اس شان سے کہ ایک دراز گوش پر سوار تھے، جس کے پالان کے ساتھ تھوڑا ساز ادراہ رکھا ہوا تھا۔ اہل مدائن نے آپ کا استقبال کیا اور پیش کش کی کہ ہم آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے جواب دیا

طَعَامًا اٰكُلُهٗ وَعَلَفَ حِمَارِیْ هٰذَا مِنْ تِبْنٍ ”بس میرے لیے یہ کافی ہے کہ مجھے اپنے کھانے کے لیے کھانا مل جائے اور میرے اس دراز گوش کا چارہ“

عرصہ دراز تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اسی سادگی کے ساتھ مدائن کے گورنر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ ایک مرتبہ یہاں سے مدینہ طیبہ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے سے راستے میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ مقصد یہ تھا کہ اگر مدائن سے کچھ مال و دولت لے کر آئے ہوں تو پتہ چل جائے۔ لیکن دیکھا کہ وہ جس حال میں گئے تھے اسی حال میں واپس آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ

انہی کے برابر میں دوسرے مزار پر صاحب مزار کا نام عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ لکھا ہوا ہے۔ آپ کے بارے میں احقر کو پوری تحقیق نہ ہو سکی کہ کون بزرگ ہیں؟ جہاں تک حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے وہ مشہور انصاری صحابی ہیں۔ لیکن ان کا قیام مدینہ طیبہ میں ہی رہا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ (الاصابہ ص ۲۱۴ ج ۱)

عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ نام کے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ ایک عبداللہ بن جابر الانصاری البیاضی رضی اللہ عنہ اور دوسرے عبداللہ بن جابر العبدی رضی اللہ عنہ۔ لیکن دونوں بزرگوں کے نہ حالات دستیاب ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہوں نے کہاں وفات پائی، (ملاحظہ ہو الاصابہ ص ۲۷۷، ج ۲) لہٰذا ایک احتمال تو یہ ہے کہ صاحب مزاران میں سے کوئی بزرگ ہوں۔

دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ہوں اور مدائن میں آ کر مقیم ہو گئے ہوں۔ لیکن معمولی جستجو سے احقر کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کا کوئی تذکرہ نہیں مل سکا۔ جس سے اس احتمال کی تصدیق یا تکذیب ہو سکے۔

بہرکیف! اس علاقے میں مشہور یہی ہے کہ یہ صحابہ میں سے ہیں۔

ایک عجیب ایمان افروز واقعہ

یہ ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے اس وقت عراق میں بادشاہت تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی قبریں اس وقت یہاں جامع مسجد سلمان رضی اللہ عنہ کے احاطہ میں نہیں تھیں۔ بلکہ یہاں سے کافی فاصلے پر دریائے دجلہ اور مسجد سلمان کے درمیان کسی جگہ واقع تھیں۔

۱۹۲۹ء میں بادشاہ وقت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ اس سے فرما رہے ہیں کہ ہماری قبروں میں پانی آ رہا ہے۔ اس کا مناسب انتظام کرو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دریائے دجلہ اور قبروں کے درمیان کسی جگہ کھدائی کر کے دیکھا جائے کہ دجلہ کا پانی اندرونی طور پر قبروں کی طرف رس رہا ہے یا نہیں۔ کھدائی کی گئی۔ لیکن پانی رسنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ چنانچہ بادشاہ نے اس بات کو ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔

لیکن اس کے بعد پھر.... غالباً ایک سے زیادہ مرتبہ .... وہی خواب دکھائی دیا۔ جس سے بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی۔ اور اس نے علماء کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اس وقت عراق کے کسی عالم نے بھی بیان کیا۔ کہ انہوں نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اسوقت مشورے اور بحث وتمحیص کے بعد رائے یہ قرار پائی۔ کہ دونوں بزرگوں کی قبر مبارک کو کھول کر دیکھا جائے اور اگر پانی وغیرہ آ رہا ہو تو ان کے جسموں کو منتقل کیا جائے۔ اس وقت کے علماء نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

چونکہ قرون اولیٰ کے دو عظیم بزرگوں اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں کو کھولنے کا یہ واقعہ تاریخ میں پہلا واقعہ تھا۔ اس لیے حکومت عراق نے اس کا بڑا زبردست اہتمام کیا۔ اس کے لیے ایک تاریخ مقرر کی تا کہ لوگ اس عمل میں شریک ہو سکیں۔ اتفاق سے وہ تاریخ ایام حج کے قریب تھی۔ جب اس ارادے کی اطلاع حجاز میں پہنچی۔ تو وہاں حج پر آئے ہوئے لوگوں نے حکومت عراق سے درخواست کی کہ اس تاریخ کو قدرے مؤخر کر دیا جائے۔ تا کہ حج سے فارغ ہو کر جو لوگ عراق آنا چاہیں وہ آ سکیں۔ چنانچہ حکومت عراق نے حج کے بعد ایک تاریخ مقرر کر دی۔

کہا جاتا ہے کہ مقررہ تاریخ پر نہ صرف اندرون عراق بلکہ بیرون ملکوں سے بھی خلقت کا اس قدر اژدھام ہوا کہ حکومت نے سب کو یہ عمل دکھانے کے لیے بڑی بڑی سکرینیں دور تک فٹ کیں تا کہ جو لوگ براہ راست قبروں کے پاس یہ عمل نہ دیکھ سکیں۔ وہ ان سکرینوں پر اس کا عکس دیکھ لیں۔

اس طرح یہ مبارک قبریں کھولی گئیں اور ہزار ہا افراد کے سمندر نے یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا مکان آسمان کی طرف اٹھا اور خدا سے فراخی کا سوال کر۔ (الاتحاف)

حیرت انگیز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تقریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود دونوں بزرگوں کی نعش ہائے مبارک صحیح وسالم اور تروتازہ تھیں۔ بلکہ ایک غیر مسلم ماہر امراض چشم وہاں موجود تھا۔ اس نے نعش مبارک کو دیکھ کر بتایا کہ ان کی آنکھوں میں ابھی تک وہ چمک موجود ہے۔ جو کسی مردے کی آنکھوں میں انتقال کے کچھ دیر بعد بھی موجود نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ وہ شخص یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

نعش مبارک کو منتقل کرنے کے لیے پہلے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قریب جگہ تیار کر لی گئی تھی۔ وہاں تک لے جانے کے لیے نعش مبارک کو جنازے پر رکھا گیا۔ اس میں لمبے لمبے بانس باندھے گئے۔ اور ہزار ہا افراد کو کندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اس طرح اب ان دونوں بزرگوں کی قبریں محفوظ جگہ پر بنی ہوئی ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب انصاری مدظلہم کا بیان ہے کہ ۱۹۳۹ء کا واقعہ مجھے یاد ہے۔ اس زمانے میں اخبارات کے اندر اس کا بڑا چرچا ہوا تھا۔ اور اس وقت ہندوستان سے ایک ادبی گھرانے کا جوڑا عراق گیا ہوا تھا۔ ان دونوں میاں بیوی نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور غالباً بیوی نے اپنے اس سفر کی روداد ایک سفرنامے میں تحریر کی جو کتابی شکل میں شائع ہوا اور اس کی ایک کاپی مولانا مدظلہم کے پاس محفوظ ہے۔

اس سفرنامے میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس وقت کسی غیر ملکی فرم کے ذریعے اس پورے عمل کی عکس بندی بھی کی گئی تھی۔ اور بہت سے غیر مسلم بھی یہ واقعہ خاص طور سے دیکھنے آئے تھے۔ وہ اس اثر انگیز منظر سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ بہت سے لوگوں نے اس منظر کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اپنی دین کی حقانیت کے ایسے معجزے کبھی کبھی دکھلاتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ہم ان کو آفاق میں بھی اور خود ان کے وجود میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے، تاکہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہی (دین) حق ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اگر عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی کے صاحبزادے ہیں تو یہ عجیب وغریب اتفاق ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کے دادا کے ساتھ بھی بعینہ اسی طرح کا واقعہ پیش آچکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے سب سے پہلے شہید تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن فرمایا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی تنگدستی کا یہ عالم تھا کہ شہداء کے لیے کفن تک میسر نہ تھے۔ اس لیے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا جس میں چہرہ تو چھپ گیا لیکن پاؤں کھلے رہے۔ جن پر گھاس ڈالی گئی۔ اتفاق سے یہ قبر نشیب میں واقع تھی۔ چالیس سال بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں سیلاب آ گیا اور وہاں سے ایک نہر بھی نکالنی تھی۔ اس موقع پر قبر کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں کھولا گیا تو دونوں بزرگوں کے اجسام بالکل صحیح وسالم اور تروتازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ان کے چہرے پر جو زخم تھا۔ ان کا ہاتھ اس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے ہاتھ وہاں سے ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا پھر ہاتھ دوبارہ وہاں رکھا تو خون بند ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد ص ۵۶۲ و ۵۶۳، ج ۳)

دارالامارۃ

دونوں مزارات پر حاضری کے بعد ہم جامع کوفہ سے باہر نکلے۔ مسجد کی مغربی دیوار کے ساتھ ایک گلی قبلے (جنوب) کی طرف گئی ہے۔ یہاں سے گزر کر جب مسجد کے جنوبی سرے پر پہنچے تو دیوار قبلہ کے ساتھ ساتھ ایک قلعہ نما عمارت کے کھنڈر نظر آئے۔ یہ کوفہ کا دارالامارۃ تھا۔ پہلی صدی ہجری میں سیاسی اکھاڑ پچھاڑ کا اکھاڑہ، مختصر سے عرصے میں نہ جانے یہاں کتنے گورنر آئے اور گئے اور اہل کوفہ نے کسی کو ٹکنے نہ دیا۔

کوفہ چونکہ متنوع قبائل کا شہر تھا اور یہاں ہر طرح کے لوگ آ کر بس گئے تھے۔ خاص طور پر سیاسی خلفشار کے بہت سے سرگروہ یہاں آباد تھے۔ اس لیے انہوں نے کسی گورنر کو زیادہ عرصہ چلنے ہی نہ دیا۔ حد تو یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی پر جو عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے علاوہ عراق کے فاتح اور کوفہ کے بانی بھی تھے یہ الزام لگا دیا کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں بھی کوفہ کے انتشار پسندوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اگرچہ یہ لوگ اظہار عقیدت ومحبت کرتے تھے لیکن ان کو بھی سارے زمانہ خلافت میں عملاً پریشان ہی رکھا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے والے بھی یہی لوگ تھے، اور پھر انہیں بے یار ومددگار چھوڑ کر سانحہ کربلا کا سبب بھی یہی بنے۔

اس دارالامارۃ میں کتنے گورنر آئے اور مارے گئے اس کا عبرت ناک واقعہ عبدالملک بن عمیر لیثی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان اس دارالامارۃ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے اس امارت میں سب سے پہلے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا پھر اسی قصر میں عبیداللہ بن زیاد کا کٹا ہوا سر مختار بن عبید ثقفی کے سامنے دیکھا۔ پھر اسی قصر میں مختار کا کٹا ہوا سر مصعب بن عمر کے سامنے دیکھا۔ پھر اسی جگہ

مصعب بن عمیر کا کٹا ہوا سر آپ کے سامنے دیکھا...... عبدالملک پر یہ سن کر خوف سا طاری ہو گیا اور وہ یہاں سے منتقل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکان

کوفہ کے دارالامارۃ کے دائیں جانب ایک قدیم طرز کا پختہ مکان ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکان تھا۔ یہ بات یہاں اتنی معروف ہے کہ یہ جگہ زیارت گاہ خاص و عام بنی ہوئی ہے۔ لیکن اپنے محدود مطالعے میں احقر کو کوئی تاریخی دلیل ایسی نہیں مل سکی جس کی بنا پر یقین سے کہا جاسکے کہ یہ مکان واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا تھا۔ کوفہ کے حالات میں احقر کو کہیں اس کا ذکر نہیں مل سکا۔ لیکن اہل کوفہ میں یہ بات جس قدر مشہور ہے کہ اس کے پیش نظر یہ کچھ بعید بھی نہیں ہے کہ یہ واقعہ درست ہو۔

یہ ایک چھوٹا سا مکان ہے جس کا دروازہ شمال کی طرف کھلتا ہے اور دروازے میں داخل ہوتے ہی ایک مختصر سا صحن ہے جس کی مشرقی دیوار کے دونوں کونوں میں دو چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی اقامت گاہ تھی۔ مکان کا اصل حصہ مغرب کی طرف ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی سرنگ نما راہداری ہے جو ایک چھوٹے سے دالان نما کمرے پر ختم ہوتی ہے۔ جس میں ایک کنواں بھی ہے۔ دالان کی جنوبی دیوار میں ایک دروازہ ہے جو ایک بڑے کمرے میں کھلتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ کمرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقامت گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس کے جنوب مغربی کونے میں ایک چھوٹا سا آتشدان بھی بنا ہوا ہے۔

مکان کی چھتیں خاصی نیچی ہیں اور انداز تعمیر قدیم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مکان شروع سے اپنے اصل نقشے پر چلا آتا ہے۔ یعنی اس کو بار بار تعمیر کیا جاتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی دیواریں اب سیمنٹ کی بنی ہوئی ہیں لیکن نقشہ وہی رکھا گیا ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اصحاب کہف کے غار میں

چنانچہ صبح آٹھ بجے کے قریب ہم ملک افضل صاحب کی رہنمائی میں پہلے اصحاب کہف کے مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مسئلے میں علماء اور محققین کی آراء بہت مختلف رہی ہیں۔ کہ اصحاب کہف کا وہ غار جس میں وہ تین سو سال سے زیادہ سوتے رہے۔ کس جگہ واقع ہے؟ بعض حضرات نے اس کی جگہ ترکی کے شہر افسس میں بتائی ہے۔ بعض نے اندلس کے ایک غار کو اصحاب کہف کا غار قرار دیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اردن میں واقع ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ شام میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ وہ یمن میں ہے۔ لیکن اردن کے ایک محقق محمد تیسیر ظبیان صاحب جو وہاں کے رسالے "الشریعۃ" کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۹۷۶ء میں پاکستان تشریف لائے تو حضرت والد ماجد قدس سرہ سے ملاقات کے لیے دارالعلوم بھی تشریف لائے۔ اس وقت انہوں نے بڑے جزم اور وثوق کے ساتھ بتایا کہ یہ غار حال ہی میں عمان کے قریب ایک پہاڑ پر دریافت ہو گیا ہے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ میں نے اس کی تحقیق کے لیے ایک مقالہ بھی لکھا ہے جو دلائل و قرائن اس وقت انہوں نے ذکر کیے ان کے پیش نظر یہ بات بہت قرین قیاس معلوم ہوتی تھی کہ غالباً اصحاب کہف کا یہ غار وہی ہوگا۔

اس وقت سے اس مقام کو دیکھنے کی خواہش تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دس سال بعد آج پوری ہوئی۔ تیسیر ظبیان صاحب کا تو اب انتقال ہو چکا ہے۔ لیکن وہ اپنی تحقیق کے نتائج ایک مفصل کتاب میں محفوظ کر گئے ہیں۔

"اصحاب کہف" کا واقعہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے، اور اسی واقعہ کی وجہ سے قرآن کریم کی ایک پوری سورت کا نام "سورۂ کہف" ہے۔ "کہف" عربی زبان میں غار کو کہتے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک بت پرست بادشاہ کے زمانے میں کچھ نوجوان دین و توحید پر ایمان لے آئے تھے اور شرک و بت پرستی سے بیزار تھے۔ بت پرست بادشاہ اور اس کے کارندوں نے ان پر ظلم و ستم توڑنے شروع کیے لہٰذا یہ لوگ بستی سے فرار ہو کر ایک غار میں مقیم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند مسلط فرما دی اور یہ سالوں تک پڑے سوتے رہے غار کا محل وقوع ایسا تھا کہ سورج کی روشنی اور ہوا تو بقدر ضرورت اندر پہنچتی تھی لیکن دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی تھی۔ کئی سال گزرنے کے بعد بت پرست بادشاہ کی حکومت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ ایک موحد اور صحیح العقیدہ نیک بادشاہ برسر اقتدار آ گیا۔ اس کے زمانے میں یہ لوگ اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ بھوک لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے میں سے ایک ساتھی کو سکے دے کر شہر بھیجا اور یہ تاکید کی کہ خفیہ طریقے پر جا کر کوئی حلال کھانا خرید لائے۔ وہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ابھی تک اسی بت پرست بادشاہ کا زمانہ ہے، اسی لیے خطرہ تھا کہ اگر ان لوگوں کا اتا پتا انہیں معلوم ہو گیا تو وہ ظلم و ستم میں کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔ چنانچہ یہ صاحب چھپتے چھپاتے بستی میں پہنچے اور ایک نانبائی کی دکان سے کھانا خریدنا چاہا، لیکن جب سکہ اس کے حوالے کیا تو وہ بہت پرانے زمانے کا تھا۔ جس سے سارا راز کھل گیا۔ انہیں یہ معلوم ہو کر اطمینان ہوا کہ حکومت بدل چکی ہے۔ شدہ شدہ بادشاہ وقت کو بھی اطلاع پہنچی اور ان صاحب نے اپنے ساتھیوں کو بھی نئے حالات کی اطلاع دے دی۔

قرآن کریم نے اجمالی طور پر مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اس دور کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں کی قدردانی کے طور پر ان کے اوپر ایک مسجد بھی تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

قرآن کریم نے اپنے عام اسلوب کے مطابق اس واقعہ کی تاریخی اور جغرافیائی تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ یہ واقعہ کس دور میں اور کہاں پیش آیا؟ چنانچہ تاریخی روایات کی بنیاد پر مفسرین اور مؤرخین نے اس سلسلے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ زیادہ تر محققین کا رجحان یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عروج آسمانی کے کچھ عرصہ بعد ہی، یعنی پہلی سے تیسری صدی عیسوی تک کا ہے۔ اس وقت اس علاقے پر نبطی بت پرست بادشاہ کی حکمرانی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ دین عیسوی جو فلسطین کے علاقے میں ظاہر ہوا تھا اس کے اثرات یہاں تک پہنچ رہے تھے۔ انہی کی بناء پر یہ نوجوان اس دین کے حلقہ بگوش ہوئے۔ پھر جس زمانے میں یہ سعید روحیں غار میں محوِ خواب تھیں اس دور میں رفتہ رفتہ دین عیسوی کے پیروکار اس علاقے کو نبطی حکمرانوں سے آزاد کرا کر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور یہاں کے باشندوں نے بھی دین عیسوی قبول کر لیا۔

پھر جب نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان حضرات کو بدلے ہوئے حالات معلوم ہوئے۔ تو اگرچہ انہیں دین برحق کی نشر و اشاعت سے خوشی ہوئی۔ لیکن انہوں نے اپنے لیے یہی پسند کیا کہ دنیا کے ہنگاموں سے الگ اسی غار میں اپنی باقی زندگی گزار دیں۔ لوگوں نے اصرار بھی کیا کہ وہ اب شہر میں آ جائیں۔ لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے اور اپنی باقی زندگی اسی غار میں گزار دی۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ وقت ان کا حال معلوم کر کے ان کی زیارت کے لیے غار میں پہنچا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن دوسری روایات ان کی وفات کے بارے میں خاموش ہیں۔

تاہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت تفسیر ابن جریر رضی اللہ عنہ میں مروی ہے جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اصحاب کہف کا غار ایلہ (خلیج عقبہ) کے قریب (یعنی اردن میں) واقع ہے۔ اس روایت اور متعدد دوسرے قرائن کی بنیاد پر آخر دور کے بہت سے محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ کہ یہ غار اردن میں واقع ہے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے قصص القرآن میں اس موضوع پر بہت مفصل بحث کی ہے۔ اور متعلقہ تاریخی اور جغرافیائی شواہد کی روشنی میں اسی کو درست قرار دیا ہے کہ یہ غار اردن میں ہے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی ارض القرآن میں اردن کے قدیم شہر پٹرا کو رقیم قرار دیا ہے۔ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بھی تفسیر معارف القرآن میں مفصل بحث کے بعد اسی طرف رجحان ظاہر فرمایا ہے کہ یہ غار اردن میں ہے۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی رائے بھی یہی تھی۔

ان تمام حضرات کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اردن کے مشہور تاریخی شہر پٹرا کا اصل نام رقیم تھا۔ جسے رومی حکومت نے بدل کر پٹرا کر دیا اور یہ غار اسی کے قریب کہیں واقع تھا۔

لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن کے محقق تیسیر ظبیان صاحب کو کسی طرح پتہ چلا کہ عمان کے قریب ایک پہاڑ پر ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں اور مردہ ڈھانچے موجود ہیں۔ اور اس غار کے اوپر ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اس غار کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ یہ جگہ عام راستے سے ہٹ کر واقع تھی۔ اسی لیے کئی کلومیٹر دشوار گزار راستہ طے کر کے وہ اس غار کے دہانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

تیسیر ظبیان صاحب کے الفاظ ہیں

''ہم ایک اندھیرے غار کے سامنے کھڑے تھے جو ایک دور افتادہ جگہ اور ایک چٹیل پہاڑ پر واقع تھا۔ غار میں اس قدر اندھیرا تھا کہ ہمارا اندر داخل ہونا مشکل ہو گیا۔ ایک چرواہے نے ہمیں بتایا کہ غار کے اندر کچھ قبریں ہیں اور ان میں بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہیں۔ غار کا دروازہ جنوب کی سمت تھا اور اس کے دونوں کناروں پر دو ستون تھے جو چٹان کو کھود کر بنائے گئے تھے۔ میری نظر اچانک ان ستونوں پر بنائے ہوئے نقوش پر پڑی تو اس پر بیزنطی نقوش نظر آ رہے تھے۔ غار کو ہر طرح سے پتھروں کے ڈھیروں اور ملبے نے چھپایا ہوا تھا۔ اور یہاں سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ایک بستی تھی جس کا نام ''رجیب'' تھا۔

اس نئے دریافت شدہ غار کے اندر جو سکے پڑے ہوئے ملے ہیں ان میں سے کچھ لڑاجان کے زمانے کے ہیں۔ (موقع اصحاب الکہف ص ۳۵)

جس سے اس خیال کو بہت تقویت ملتی ہے کہ یہی اصحاب کہف کا غار ہے۔ قرآن کریم نے اصحاب کہف کو

اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ (غار اور رقیم والے)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں بادشاہ روم کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تو وہ راستے میں شام و حجاز کے راستے پر ایک پہاڑ سے گزرے۔ جس کا نام جبل الرقیم تھا اس میں ایک غار بھی تھا جس میں کچھ ڈھانچے تھے اور وہ بوسیدہ بھی نہیں ہوئے تھے۔ نیز تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ اس غار سے گذرے تھے اور اسے اصحاب کہف کا غار قرار دیا تھا۔ فتوح الشام میں واقدی نے بھی حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا ایک طویل قصہ لکھا ہے کہ وہ شام کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور راستہ بھول گئے۔ بالآخر بھٹکتے بھٹکتے جبل الرقیم کے پاس پہنچے تو اسے دیکھ کر پہچان گئے۔ اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ اصحاب کہف کا غار ہے۔ چنانچہ وہاں نماز پڑھ کر عمان شہر میں داخل ہوئے۔ (موقع اصحاب الکہف ص ۴۶ و ۴۷ و ۱۰۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دعا لا الہ الا اللہ ہے۔ (الاتحاف)

یہ غار عمان شہر سے سات کلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور اردن کی مرکزی شاہراہ جو عقبہ سے عمان تک گئی ہے۔ اس سے اس کا فاصلہ تین کلومیٹر ہے۔ ہم تقریباً ۹ بجے صبح یہاں پہنچے۔ اب کاروں کے لیے پہاڑ کے اوپر تک جانے کے لیے راستہ بنا دیا گیا ہے۔ کار سے اتر کا تھوڑا سا اوپر چڑھے تو ایک کشادہ صحن سا ہے۔ جس میں قدیم طرز تعمیر کے کچھ ستون وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اس صحن کو عبور کر کے غار کا دھانہ ہے۔ دھانہ کے فرش پر ایک خاصی چوڑے پتھر کی بنی ہوئی ایک چوکھٹ سی ہے۔ اس سے غار کے اندر اترنے کے لیے تقریباً دو سیڑھیاں نیچے جانا پڑتا ہے۔ یہاں آ کر یہ غار تین حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ ایک حصہ دھانے سے سیدھا شمال تک گیا ہے۔ دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف مڑ گیا ہے۔ اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف۔ مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں بنی ہوئی ہیں۔ مشرقی حصے کی ایک قبر میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی ہے۔ اس سوراخ میں جھانک کر دیکھیں تو ایک انسانی ڈھانچہ صاف نظر آتا ہے۔ اگر اندھیرا ہو تو غار کا مجاور موم بتی جلا کر اندر کا منظر دکھا دیتا ہے۔

لیکن غار کا جو حصہ جنوب سے شمال کی طرف سیدھا گیا ہے۔ وہ تقریباً سپاٹ ہے۔ اور اسی کے بارے میں تیسیر ظبیان کا خیال یہ ہے کہ یہی وہ ''فجوہ'' ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ جب ۱۹۶۱ء میں غار کی صفائی اور کھدائی کا کام شروع ہوا تو رفیق الدجانی کہتے ہیں کہ غار کی اسی درمیانی جگہ میں ایک جانور کا جبڑا پڑا ہوا ملا۔ جس میں ایک نوکیلا دانت اور چار داڑھیں محفوظ تھیں۔ تیسیر ظبیان صاحب کا خیال ہے کہ یہ اصحاب کہف کے کتے کا جبڑا تھا۔ اس کے علاوہ اسی جگہ پر رومی، اسلامی، اور عثمانی دور کے بہت سے سکے ٹھیکری کے برتن، کوڑیوں کے ہار، پیتل کے کنگن اور انگوٹھیاں بھی پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اب یہ ساری چیزیں ایک الماری میں جمع کر کے غار کی شمالی دیوار میں محفوظ کر دی گئی ہیں۔ جو ہم نے بھی دیکھیں۔

غار کے مشرقی حصے میں ایک اوپر کو بلند ہوتی ہوئی چھوٹی سی سرنگ ہے۔ جو دھواں نکالنے والی چمنی کی شکل میں ہے۔ یہ سرنگ غار کی چھت پر جو مسجد بنی ہوئی ہے اس میں جا کر نکلی ہے۔ لیکن جب یہ غار دریافت ہوا، اس وقت اس سرنگ کے بالائی دھانے پر ایک پتھر رکھا ہوا ملا تھا۔ اتفاق سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے لشکر کے ایک جرنیل اسامہ بن منقذ نے اپنی کتاب ''الاعتبار'' میں بھی ذکر کیا ہے۔ کہ میں تیس شہسواروں کے ساتھ اس غار میں گیا۔ اور وہاں نماز پڑھی۔ لیکن وہاں ایک تنگ سرنگ تھی اس میں داخل نہیں ہوا۔ تیسیر ظبیان کا خیال ہے کہ یہ وہی تنگ سرنگ ہے۔ (موقع اصحاب الکہف، ص ۴۹)

غار کو جب صاف کر کے دیکھا گیا تو اس کی دیواروں پر خط کوفی اور خط یونانی میں کچھ عبارتیں لکھی ہوئی تھیں، جو اب پڑھی نہیں جاتیں۔

غار سے باہر نکلے تو سامنے کے صحن میں ایک گول دائرہ بنا نظر آیا۔ مجاور نے بتایا کہ غار کی دریافت کے وقت یہاں ایک زیتون کے درخت کا تنا برآمد ہوا تھا۔ رفیق الدجانی صاحب نے لکھا ہے کہ زیتون کا یہ درخت بدوی دور کا ہے۔ اور اس کے قریب ایک مسقف قبر بھی تھی۔ اور جب ہم نے پہلے پہل یہاں کھدائی اور صفائی شروع کی تو آس پاس کے معمر لوگوں نے بتایا کہ زیتون کا یہ درخت بیس سال پہلے تک تر و تازہ تھا اور ہم اس کا پھل بھی کھایا کرتے تھے۔

غار کے ٹھیک اوپر ایک قدیم مسجد کی دیواریں ایک محراب سمیت چند فٹ تک ابھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جب شروع میں تیسیر ظبیان اور رفیق دجانی صاحب یہاں پہنچے تھے، اس وقت یہ مسجد نظر نہیں آتی تھی۔ کھدائی اور صفائی کے بعد مسجد برآمد ہوئی۔ یہ مسجد دس میٹر لمبی اور دس میٹر چوڑی ہے۔ اور کھدائی کے دوران اس کے بیچ میں چار گول ستون برآمد ہوئے۔ جو رومی طرز کے ہیں۔ یہاں سے رومی بادشاہ جسٹن کے عہد (۵۱۷ء۔ ۵۲۷ء) کے کچھ پیتل کے سکے بھی کھدائی کے دوران برآمد ہوئے، ڈیڑھ میٹر کے برابر ایک چھوٹا سا کمرہ بھی نکلا جس کی چھت کو شاید اذان کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی کے قریب کچھ مٹی کے لوٹے بھی پائے گئے جو وضو میں استعمال ہوتے ہوں گے۔ یہیں سے ایک کتبہ بھی برآمد ہوا جس کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ احمد بن طولون کے بیٹے خمارویہ کے زمانے (۸۹۵ء عیسوی) میں اس مسجد کی مرمت کی گئی تھی۔

بہر کیف! عہد حاضر کی اس عظیم قرآنی دریافت کی زیارت زندگی کے یادگار ترین تجربات میں سے ایک تھی۔ اصحاب کہف کا واقعہ دیدہ بینا کے لیے عبرتوں کے بے شمار پہلو رکھتا ہے۔

نجف میں

کوفہ کے بعد نجف کے لیے روانگی ہوئی۔ اب تو کوفہ اور نجف کے درمیان کئی کلومیٹر کا فاصلہ ہے اور درمیان میں خاصا طویل جنگل پڑتا ہے جس میں کوئی آبادی نہیں ہے۔ لیکن کوفہ کے عہد عروج میں کوفے کی آبادی نجف تک تقریباً مسلسل تھی۔ اور جس جگہ کو اب نجف کہا جاتا ہے اسے قدیم دور میں ''ظہر الکوفہ'' یا ''ظاہر الکوفہ'' (کوفہ کا پچھواڑہ) کہا جاتا ہے۔ یہاں ربض اور نجف کے نام سے دو چشمے تھے جن سے آس پاس کے نخلستان سیراب ہوتے تھے۔ اور چونکہ خطرہ یہ تھا کہ ان چشموں کا پانی قریبی قبرستان اور آبادی کو نقصان پہنچائے گا۔ اس لیے اس علاقے کی زمین کو اس طرح ڈھلوان بنایا گیا تھا کہ اس کی اونچائی کوفہ کی سمت رہے تاکہ پانی کا بہاؤ ادھر کا رخ نہ کرے۔ (مراصد الاطلاع للبغدادی ص ۱۳۶۰، ج ۳)

رفتہ رفتہ یہاں آبادی بڑھتی رہی اور کوفہ کی آبادی سمٹتے سمٹتے جامع کوفہ کے آس پاس رہ گئی اور اس طرح یہ پورا علاقہ اس چشمہ کے نام پر

''نجف'' کہلانے لگا جو ایک مستقل شہر بن گیا۔

آج کل نجف میں شیعہ صاحبان کی ایک بڑی درسگاہ ہے اور ان کے مراجع میں سے ایک اہم مرجع آقائے خوئی کا قیام بھی یہیں ہے۔ بلکہ نجف شہر میں داخل ہونے کے بعد ہمارے رہنما نے ہمیں وہ مکان بھی دکھایا جس میں ایرانی انقلاب کے رہنما خمینی سالہا سال عراقی حکومت کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے مقیم رہے۔

نجف کی مختلف سڑکوں سے گزر کر ہم اس شاندار سنہری عمارت کے پاس پہنچے جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفون ہونا تاریخی اعتبار سے خاصا مشکوک ہے۔ اگر چہ اب یہ بات تواتر کے ساتھ مشہور ہو چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار یہی ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام تدفین کے بارے میں تاریخی روایات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں۔

جبل المقطم

سلطان صلاح الدین کا یہ قلعہ جس پہاڑی پر واقعہ ہے وہ ایک پہاڑ کا ٹکڑا ہے جسے جبل المقطم کہا جاتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقدس پہاڑ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے دامن میں عبادت کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض تاریخی روایات میں حضرت لیث بن سعد سے یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے یہ علاقہ فتح کیا تو مصر کے سابق بادشاہ مقوقس نے یہ پہاڑ ستر ہزار دینار میں خریدنے کی پیشکش کی اور وجہ یہ بتائی کہ ہماری کتابوں میں اس پہاڑ کے بڑے فضائل مذکور ہیں اور یہ لکھا ہے کہ اس پہاڑ پر جنت کے درخت اگیں گے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے بذریعہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''مسلمان جنت کے درخت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس لیے یہاں مسلمانوں کا قبرستان بنا دو''۔ چنانچہ اسے قبرستان بنا دیا گیا۔ لیکن یہ روایت اسناد کے اعتبار سے مضبوط نہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے مزار پر

ان تمام مقامات سے ہوتے ہوئے بالآخر ہم امام شافعیؒ کے مزار پر پہنچے۔ یہ پورا محلہ حضرت امام ہی کے نام پر ''حارۃ الشافعی'' کہلاتا ہے اور یہاں حضرت امام شافعیؒ کے مزار پر بڑی شاندار عمارت بنی ہوئی ہے۔ جس کے ساتھ ایک بڑی مسجد بھی ہے۔ ہم نے نماز مغرب اسی مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد مزار پر حاضر ہوئے۔ ہم جیسے طالب علموں کو دن رات حضرت امام شافعیؒ کے اقوال اور آپ کی فقہی آراء سے جس قدر واسطہ رہتا ہے اس کی بناء پر آپ سے عقیدت و محبت اور تعلق خاطر ایک طبعی امر ہے۔ عرصے سے آپ کے مزار مبارک پر حاضری کا اشتیاق بھی تھا۔ جو بحمد للہ آج پورا ہوا۔ مزار کے مواجہہ میں کچھ دیر بیٹھ کر سرور و سکون کا ایک عجیب عالم رہا یہ اس فقیہ امت کا مزار تھا جس کی رہنمائی اور ہدایت سے کروڑوں مسلمان فیض یاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ جن کی فقہ نے حنفی فقہ کے بعد دنیا میں سب سے زیادہ رواج پایا اور جن کے مقلدین چار دانگ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت لیث بن سعد رحمہ اللہ کے مزار پر

مسجد امام شافعیؒ کے احاطے ہی میں امام شافعیؒ کے مزار سے ذرا ہٹ کر حضرت لیث بن سعد کا مزار واقع ہے۔ حضرت لیث بن سعد بھی اونچے درجے کے ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں امام شافعی کا قول یہ ہے کہ

اللیث افقه من مالک ، الا ان اصحابه لم یقوموا به

لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ بڑے فقیہ ہیں۔ البتہ ان کے شاگردوں نے (ان کی فقہ کو محفوظ رکھنے کا) اہتمام نہیں کیا۔

روایت حدیث میں بھی امام تھے اور قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ان کے کسی شاگرد نے ان سے کہا کہ ہم بسا اوقات آپ کی زبان سے ایسی احادیث سنتے ہیں جو آپ کی کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ اس پر حضرت لیث بن سعد نے فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے اپنے سینے کی تمام حدیثیں اپنی کتابوں میں لکھ لی ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ جتنی احادیث میرے سینے میں محفوظ ہیں اگر میں وہ سب لکھنا چاہوں تو یہ سواری ان لکھی ہوئی کتابوں کے لیے کافی نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے علم و فضل کے ساتھ مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی آمدنی بیس ہزار سے پچیس ہزار دینار سالانہ تک تھی لیکن فیاضی، سخاوت اور اللہ کے رستے میں خرچ کرنے کا عالم یہ تھا کہ ساری عمر کبھی ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کے صاحب زادے فرماتے ہیں کہ سال کے آخر میں بعض اوقات مقروض ہو جاتے تھے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار پر

عمان شہر سے نکلنے کے بعد ہم سب سے پہلے ایک انتہائی خوبصورت وادی سے ہوتے ہوئے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے جو اس علاقے میں سب سے بلند چوٹی نظر آتی تھی۔ اور وہاں سے دور تک پھیلی ہوئی سبز پوش وادیاں بڑی خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں۔ پہاڑ کے ایک کنارے پر ایک خوبصورت مسجد بنی ہوئی تھی۔ ملک افضل صاحب نے بتایا کہ حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار اسی مسجد کے ایک کمرے میں واقع ہے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے تو اس کے ایک کمرے میں ایک نہایت طویل قبر بنی ہوئی تھی۔ اس کی لمبائی بارہ سے پندرہ گز کے درمیان ہوگی۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔

حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے ان کا اسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رقت کے وقت کی دعا کو غنیمت جانو کیونکہ یہ رحمت کی حالت ہے۔ (کشف الخفاء)

گرامی تو اگرچہ قرآن کریم میں مذکور نہیں ہے لیکن ان کا نام لیے بغیر ان کے متعدد واقعات قرآن پاک میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جہاد کرنے پر آمادہ کرنا چاہا اور پوری قوم نے انتہائی سرکشی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعوت کو رد کر دیا۔ تو حضرت یوشع علیہ السلام پہلے شخص تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کو ہمت دلانے کی کوشش کی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا جو واقعہ سورۂ کہف میں بیان ہوا ہے اس میں جو نوجوان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے ایک صحیح حدیث کے مطابق یہی حضرت یوشع علیہ السلام تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کو نبوت عطا فرمائی گئی اور بنی اسرائیل کی سربراہی بھی انہی کو عطا ہوئی اور فلسطین کے عمالقہ سے جہاد کا جو مشن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں تشنۂ تکمیل رہ گیا تھا وہ آپ ہی کے ہاتھوں پورا ہوا۔ آپ نے بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین پر قابض جابر و ظالم قوم عمالقہ سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطاء فرمائی اور آپ پوری ارض مقدس پر قابض ہو گئے۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

وادی شعیب میں

اسی وادی میں حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار ہے۔

جس جگہ یہ مزار مبارک واقع ہے وہ آجکل ایک فوجی مرکز کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ اور ممنوعہ علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن ملک افضل صاحب خصوصی طور پر اجازت لیکر ہمیں اندر لے گئے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم دائیں جانب مڑے تو ایک چھوٹی سی مسجد نظر آئی۔ اس مسجد کے اندر حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار ہے۔ یہاں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قبر کی لمبائی یہاں بھی حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار کی طرح غیر معمولی تھی۔

یہاں مقامی طور پر یہ مشہور ہے کہ جس جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار واقع ہے یہ مدین ہی کا علاقہ ہے۔ بلکہ جب ہم حضرت شعیب علیہ السلام کے مزار سے باہر نکلے تو ملک افضل صاحب نے ایک چھوٹا سا کنواں دکھایا۔ جو من کے بغیر تھا اور اس پر ایک لوہے کا ڈھکن اس طرح ڈھکا ہوا تھا کہ وہ اوپر سے ایک گٹر معلوم ہوتا تھا۔ ملک صاحب نے بتایا کہ یہاں یہ مشہور ہے کہ یہ مدین کا وہی کنواں ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ کے نام سے آیا ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں پانی بھرنا چاہ رہی تھیں اور ہجوم کی وجہ سے بھر نہیں سکتی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پانی بھر دیا اور یہیں سے حضرت شعیب علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ ان کے تعارف کی ابتداء ہوئی۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی ذات گرامی اس دور کے تمام اعلیٰ فضائل و مناقب کا مجموعہ تھی۔ آپ سابقین اولین میں سے ہیں۔ اور اس وقت اسلام لے آئے تھے جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔ آپ ان دس خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اور جن کو خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ آپ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی ہے جنہیں دو مرتبہ ہجرت کی سعادت نصیب ہوئی۔ پہلی بار آپ رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں ہمیشہ نہ صرف شامل رہے۔ بلکہ ہر موقعہ پر اپنی جانبازی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت و اتباع کے انمٹ نقش قائم فرمائے۔

غزوہ بدر کے موقع پر ان کے والد کفار مکہ کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے آئے تھے۔ اور جنگ کے دوران اپنے بیٹے (حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ) کو نہ صرف تلاش کرتے تھے بلکہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح ان سے آمنا سامنا ہو جائے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اگرچہ اپنے والد کے کفر سے بیزار تھے۔ لیکن یہ پسند نہ کرتے تھے کہ ان پر اپنے ہاتھ سے تلوار اٹھانی پڑے۔ اس لیے وہ جب بھی سامنے آ کر مقابلہ کرنا چاہتے تو یہ کترا جاتے۔ لیکن باپ نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور آخر انہیں مقابلہ کرنا ہی پڑا۔ اور جب مقابلہ سر پر آ ہی گیا تو اللہ تعالیٰ سے جو رشتہ قائم تھا۔ اس کی راہ میں حائل ہونے والا ہر رشتہ ٹوٹ چکا تھا۔ باپ بیٹے کے درمیان تلوار چلی اور ایمان کفر پر غالب آ گیا۔ باپ بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو چکا تھا۔

غزوہ احد کے موقع پر جب کفار کے ناگہانی حملے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مغفر کے دو حلقے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک میں اندر گھس گئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر نکالا۔ یہاں تک کہ اس کشمکش میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کے دو دانت گر گئے۔ دانت گر جانے سے چہرے کی خوشنمائی میں فرق آ جانا چاہئے تھا لیکن دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ ان کے دانتوں کے گرنے سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے حسن میں کمی آنے کے بجائے اور اضافہ ہو گیا۔ لوگ کہتے تھے کہ کوئی شخص جس کے سامنے کے دانت گرے ہوئے ہوں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے زیادہ محبوب کون تھے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''ابوبکر رضی اللہ عنہ'' پوچھا گیا کہ ''ان کے بعد کون؟'' فرمایا ''عمر رضی اللہ عنہ'' پھر پوچھا گیا کہ ''ان کے بعد کون؟'' اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ''

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے، تو اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لائے۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ''مجھے اپنے گھر لے چلیئے''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''آپ میرے گھر میں کیا کریں گے؟ وہاں آپ کو شاید میری حالت پر آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو؟''

لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا۔ گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

''آپ کا سامان کہاں ہے؟ یہاں تو بس ایک نمدہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ نظر آرہا ہے۔ آپ امیر شام ہیں آپ کے پاس کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟''

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھالائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو رو پڑے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

''امیر المؤمنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری حالت پر آنکھیں نچوڑیں گے۔ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لیے اتنا اثاثہ کافی ہے جو اسے اپنی خوابگاہ (قبر) تک پہنچادے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کی مسجد سے نکل کر ہم نے شمال کو جانے والی سڑک پر دوبارہ سفر شروع کیا تو ذرا چلنے کے بعد دائیں ہاتھ پر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا مزار تھا۔ یہ بھی ان مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہمیں سے ہیں جن کی شجاعت و بسالت کی داستانوں سے شام کی فتوحات کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ واقدی کی فتوح الشام کے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ ہیرو ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھی جن کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ جنگ کے وقت نہ صرف یہ کہ وہ سینے پر زرہ نہیں پہنتے تھے بلکہ قمیص بھی اتار دیتے تھے اور ننگے بدن لڑا کرتے تھے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا مزار

یہاں سے شمال کی طرف شاید دو تین کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ بائیں ہاتھ پر ایک عمارت نظر آئی یہ عمارت سرسبز کھیتوں اور باغات کے درمیان واقع ہے۔ اور اس میں فاتح اردو حضرت شرحبیل ابن حسنہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے مزارات اس میدان سے کافی فاصلے پر ایک بستی میں واقع ہیں۔ اس بستی کا نام غالباً انہی مزارات کی وجہ سے ''مزار'' مشہور ہے۔ چنانچہ ہم لوگ میدان موتہ سے اس بستی کی طرف روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر حاضری و سلام عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ امتیازی خصوصیات کے حامل ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ امتیاز انہی کو حاصل ہے کہ ان کا نام قرآن کریم میں مذکور ہے۔

(فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِنْهَا وَطَرًا.........) سورۃ الاحزاب۔

یہ اعزاز کسی دوسرے صحابی کو حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح آپ کی ایک امتیازی سعادت یہ بھی ہے کہ حضور رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا ہوا تھا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کے ساتھ ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ ہم نے نماز ظہر اسی مسجد میں ادا کی۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مزار پر

یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ وہاں بھی حاضری اور سلام عرض کرنے کی سعادت ملی۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی تھے۔ جو عمر میں ان سے دس سال بڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وشباہت بہت ملتی تھی۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ'' (بخاری ومسلم)

تم صورت میں بھی میرے مشابہ ہو اور اخلاق میں بھی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غریب نواز بہت تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کی بہت مدد کرتے تھے اس لیے ان کا لقب ابوالمساکین مشہور ہوگیا تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ آپ نے کفار کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی اور آپ ہی نے نجاشی کے دربار میں وہ پراثر تاریخی تقریر فرمائی۔ جس کے نتیجے میں نجاشی مسلمان ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تکلیف کو ہٹادے اے لوگوں کے رب اے لوگوں کے اللہ۔ (ابن حبان)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

یہاں سے کچھ فاصلے پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے وہاں بھی حاضری ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے اور ان کے اشعار پورے عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد باقاعدہ شاعری ترک کر دی۔ ایک جہاد کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے فرمائش کی کہ ''اپنے اشعار سے قافلے کو گرماؤ'' حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ باتیں چھوڑ چکا ہوں'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹوکا اور فرمایا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر اسے ماننا چاہیے'' اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے موقع کی مناسبت سے یہ اشعار پڑھے

يَا رَبِّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَنْزِلَنْا سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتَ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّا قَيْنَا
اِنَّ الْكُفَّارَ قَدْ بَغَوْا اَعَلَيْنَا وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَيْنَا

''اے پروردگار! آپ کی توفیق نہ ہوتی تو ہمیں ہدایت نہ ملتی''
''نہ ہم صدقہ کر سکتے نہ نمازیں پڑھ سکتے''
''اب آپ ہی ہم پر سکینت نازل فرمایئے''
''اور جب ہم دشمن کے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھئے''
''کفار نے ہمارے خلاف سر اٹھایا ہوا ہے''
''اگر وہ فتنہ برپا کرنا چاہیں گے تو ہم کرنے نہیں دیں گے''

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے موقع پر مسجد حرام میں داخل ہوئے اور طواف کے لیے آگے بڑھے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے راستہ بناتے ہوئے چل رہے تھے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

سب سے پہلے ہم اس مزار پر حاضر ہوئے جو حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور اسلام کے لیے ان کی خدمات سے کوئی مسلمان ناواقف ہے؟ شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی آتے ہی عقیدت و محبت کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس نہ کرتا ہو۔ مکہ مکرمہ میں اسلام سے پہلے انہوں نے غلامی کی زندگی گزاری۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد یہ ان چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے۔

یہاں تک کہ اس دور میں جب حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف حاصل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ''(توحید کے) اس پیغام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور کون ہے؟'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''حرو عبد'' یعنی ایک آزاد شخص ہے اور ایک غلام۔ آزاد شخص سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور غلام سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

اسلام لانے پر ان کے آقا نے ان پر جو ظلم و ستم توڑے اس کے واقعات مشہور ہیں انہیں چلچلاتی ہوئی دھوپ میں تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹایا جاتا اور لات و عزیٰ کو معبود ماننے پر مجبور کیا جاتا۔ لیکن ان کے منہ سے ''احد، احد'' کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ بالآخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کیا۔

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

اسی قبرستان میں ذرا سا چل کر ایک اور مزار ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی آرام گاہ ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ تھا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا نکاح کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ یہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ اور جنگ بدر میں ابوجہل وغیرہ کے قتل ہو جانے کے بعد کفار مکہ کی سرداری انہی کے حصے میں آئی تھی۔ اور اسی لحاظ سے وہ غزوہ احد اور غزوہ خندق وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مد مقابل تھے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم انہی ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن ہیں۔ یہ بڑے پائے کی مقرر بھی تھیں اس لیے ان کا لقب

"طیبۃ النساء" مشہور ہو گیا تھا۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں روم کی فوجوں سے یرموک کے مقام پر جو فیصلہ کن معرکہ ہوا تھا اس میں یہ دوسری مسلم خواتین کے ساتھ شریک تھیں۔ یہ خواتین اپنے زخمی رشتہ داروں کی مرہم پٹی وغیرہ کے لیے جایا کرتی تھیں۔ اور جنگ کے سخت موقع پر مسلمانوں کی ہمت بھی بڑھایا کرتی تھیں۔ لیکن غزوہ یرموک کے موقع پر ایسے گھمسان کی جنگ ہوئی کہ خواتین کو اپنے دفاع کے لیے دست بدست لڑائی میں بھی حصہ لینا پڑا۔ اس موقع پر حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے اپنے خیمے کے ستون سے ۹ رومی فوجیوں کو ٹھکانے لگایا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

یہیں پر "اسماء" نام کی ایک اور خاتون کا مزار ہے۔ یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا۔ یہ بھی مشہور صحابیہ ہیں۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن ہیں۔ اور بالکل ابتداء میں اسلام لے آئی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ ان کے ساتھ تھیں۔ ۷ ہجری میں اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ سے واپس مدینہ طیبہ آئیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے۔ جس کا واقعہ پیچھے گزر چکا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کرا دیا۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئیں تو ذوالحلیفہ کے مقام پر ان کے یہاں ولادت ہوئی اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ اس کے باوجود انہوں نے احرام باندھ کر حج کا سفر جاری رکھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض وفات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہی ان کی تیمار داری فرماتی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ اور ان سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے۔ ایک مرتبہ ان کے دو بیٹوں محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کے درمیان بحث ہو گئی۔ محمد بن ابی بکر نے کہا کہ میرے والد (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) افضل ہیں اور محمد بن جعفر نے کہا کہ میرے والد (یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے کہا "تم فیصلہ کرو" حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میں نے عرب کا کوئی جوان جعفر سے بہتر نہیں دیکھا اور کوئی ادھیڑ شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں پایا۔

باب ۱۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جنات کے حالات

جنات کی پیدائش کا واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک آگ پیدا فرمائی تھی۔ اس آگ میں نور بھی تھا اور ظلمت بھی۔ نور سے فرشتے پیدا کئے اور دھوئیں سے دیو (شیاطین)۔ اور آگ سے جنات کو پیدا فرمایا۔ چونکہ فرشتے نور سے پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا بالطبع طاعت الٰہی میں مصروف ہوگئے۔ دیو (شیاطین) چونکہ ظلمت سے پیدا ہوئے تھے اسلئے وہ اضطراری طور پر کفر، ناشکری، تمرد اور سرکشی میں پڑ گئے۔ جنات کے مادہ میں چونکہ نور اور ظلمت دونوں چیزیں تھیں اس لئے ان میں سے بعض ایمان کے نور سے مشرف ہوئے اور بعض حکم الٰہی سے کفر گمراہی میں مبتلا ہوگئے۔ (عجائب القصص)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتح العزیز میں جنات کی پیدائش کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے۔ جس کے وہم و خیال کی طاقت عقل، شہوت اور غضب پر غالب ہے۔ اور یہ غلبہ اس حد تک ہے کہ ان کے ہر اختیاری فعل میں عقل، شہوت یا غضب ان کے وہم وخیال کے تابع ہوکر رہتی۔ اور اس مخلوق کا جسم آگ اور ہوا سے مرکب ہے۔ مادہ کی لطافت کے اعتبار سے اس مخلوق کے جسم انسان کی روح ہوائی کے مشابہ ہیں۔ جنات کے جسم اور انسان کی روح ہوائی میں یہ فرق ہے کہ انسان کی روح ہوائی تو عناصر اربعہ کا خلاصہ ہوتی ہے اور جنات کے جسم آگ اور ہوا سے مرکب ہوتے ہیں اور ان کا جسم مختلف شکلیں اختیار کرسکتا ہے۔ ظاہری جسم کا تغیر خوف یا گھبراہٹ کے عالم میں یا سرور ومسرت کے موقع پر انسان میں بھی مشاہدہ ہے۔ بہرحال یہ مخلوق کبھی اصل صورت پر باقی رہ کر مسامات اور رگوں کے ذریعے جسم انسانی میں داخل ہوکر تغیرات کا باعث ہوتی ہے اور کبھی کوئی کثیف جسم اختیار کر کے اچھی بری یا ہولناک شکل وصورت میں ظہور میں آتی ہے۔

آدم سے پہلے زمین پر جنات ہی آباد تھے

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً سوا لاکھ برس پہلے اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا کر کے زمین پر آباد کیا تھا۔ دنیا میں جنوں کی نسل کی بود و باش کے لئے جگہ نہ رہی تو حق تعالیٰ نے کچھ جنات کو ہوا میں رہنے کے لئے جگہ عطا فرمائی اور کچھ جنات پہلے آسمان پر رہنے لگے۔

وہیب بن منبہ کی طویل روایت کا ایک حصہ یہ ہے۔ جنات کی افزائش نسل کا یہ عالم تھا کہ ایک حمل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔ جب ان لوگوں کی تعداد ستر ہزار ہوگئی اور بیاہ شادی کا سلسلہ جاری رہا تو پھر ان کی اولاد کا کوئی حد وحساب نہ رہا۔ ابلیس نے بھی بنوالجان کی ایک لڑکی سے شادی کرلی۔ اس کے بھی بہت سی اولاد پیدا ہوئی۔ جن اور جان کی نسل کے لئے دنیا میں رہنے کے لئے جگہ نہ رہی۔

جنات میں آٹھ سو نبی مبعوث اور سب شہید ہوئے

جنوں کی سرکشی اور بدکرداری کو دیکھتے ہوئے حق تعالیٰ نے آٹھ سو نبی آٹھ سو سال میں بھیجے۔ ہر سال ایک نبی آتا رہا اور جنات اس کو قتل کرتے رہے۔

عجائب القصص میں جنات میں انبیاء کی بعثت اور جنات کی کفر و سرکشی کا حال اس طرح لکھا ہے۔

جس وقت زمین پر جنات کی آبادی بڑھ گئی حق تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا۔ جنات حکم الٰہی میں کمر بستہ رہے۔ جس وقت جنات کو دنیا میں آباد ہوئے ۳۶ ہزار سال گزر گئے تو کفر اختیار کر کے مورد عذاب الٰہی بنے۔ حق تعالیٰ نے تمام متکبروں کو ہلاک کردیا اور باقی ماندہ نیک بخت افراد میں سے ایک شخص کو حاکم بنا کر نئی شریعت عطا فرمائی۔ دوسرا دور یعنی مزید ۳۶ ہزار سال پورے ہونے کے بعد پھر گمراہی اور نافرمانی اختیار کی۔ اس بار بھی عذاب الٰہی نے ان کو ٹھکانے لگا دیا۔ جو لوگ بچ رہے ان میں سے پھر ایک شخص کو حق تعالیٰ نے ان کا حاکم بنایا۔ دوسرا دور ختم ہوتے ہی پھر فتنہ وفساد کا دور شروع ہوگیا۔

زمین پر شریر جنات کے سوا کوئی نیک جن کا وجود باقی نہ رہا تو حق تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج بھیج کر اشرار جنات کا قتل عام کردیا۔ بے شمار جنات ہلاک ہو گئے۔ جو بچ رہے وہ پہاڑوں اور غاروں میں جا کر چھپ گئے۔ یہ ہے جنات کی ایک لاکھ چوالیس ہزار سال کی تاریخ اور ان کی سیاہ کاری کے کارنامے۔

ابلیس کی روحانی ترقی اور فرشتوں میں شمولیت

ابلیس فرشتوں کی صف میں:

ابلیس چونکہ عبادت الٰہی کا دلدادہ تھا۔ اس کا کل وقت عبادت میں گزرتا تھا خدا تعالیٰ نے اس کو آسمان پر بلایا۔ فرشتے اس کی عبادت دیکھ کر ششدر رہ

گئے اور فرشتوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ ایسا عبادت گزار اور فرمانبردار بندہ فرشتوں میں شامل کئے جانے کے لائق ہے۔حق تعالیٰ نے فرشتوں کی درخواست منظور فرما کر ابلیس کو فرشتوں کی جماعت میں شامل کر لیا۔ابلیس ایک ہزار سال تک پہلے آسمان پر رہا۔عبادت کا ذوق وشوق چونکہ روز افزوں تھا۔حق تبارک وتعالیٰ نے اس کو ترقی عطاء فرما کر دوسرے آسمان پر اٹھالیا۔غرض اسی طرح عبادت کرتے کرتے اور ترقی حاصل کرتے کرتے ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔رضوان علیہ السلام کی سفارش پر ابلیس کو جنت میں داخلے کی اجازت مل گئی۔اور شیطان بصد اعزاز واحترام جنت میں رہنے لگا۔ابلیس جنت میں پہنچ کر بھی عبادت کرتا رہا۔فرشتوں کی تعلیم وارشادات کے فرائض انجام دیتا رہا۔ابلیس کے درس وخطابت کی یہ شان تھی کہ عرش کے نیچے یاقوت کا منبر بچھایا جاتا تھا۔سر پر نور کا پھریرا فضا میں لہراتا تھا۔

جنات کی ہدایت کے لئے ابلیس کی آمد:

فرشتے دنیا والوں کے حالات سے باخبر تھے۔ابلیس بارگاہ الوہیت میں عرض گذار ہوا کہ مجھے شریر اجنہ کی ہدایت کے لئے زمین پر جانے کی اجازت عطا کی جائے۔ابلیس فرشتوں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ زمین پر آ گیا۔

ابلیس کے قاصدوں کا قتل:

ابلیس نے زمین پر آ کر انہیں لوگوں میں سے ایک شخص کو اپنا ایلچی بنا کر جنوں کے پاس بھیجا۔جنات نے اسے قتل کر دیا۔کچھ عرصہ کے بعد دوسرا قاصد بھیجا وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ابلیس کے متعدد قاصد قتل ہو گئے۔ایک قاصد کسی طرح جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔اس نے اس شریر قوم کے پورے حالات بیان کئے۔ابلیس نے حق تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی فرشتوں کی ایک بھاری جمعیت اس کی مدد کے لئے آ گئی۔فرشتوں کی فوج نے جنات کا اسقدر قتل عام کیا کہ ساری زمین خالی ہو گئی۔بہت تھوڑے سے پہاڑوں میں چھپ کر جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔جنات سے زمین پاک ہو جانے کے بعد حق تعالیٰ نے ابلیس کو زمین کی خلافت عطا فرمائی۔اب تو اس کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی زمین پر عبادت کرتا نظر آتا کبھی ساتویں آسمان پر اور کبھی جنت میں۔

ابلیس کی خلافت ارضی کا خاتمہ اور آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنائے جانے کی تیاریاں آدم علیہ السلام کا خمیر اور زمین کا واویلا

معارج النبوت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے اس گفتگو کے بعد زمین کو وحی بھیجی کہ "اے زمین باتو خلقے موجودی سازم کہ بعضے از ایشان اطاعت فرمان کنند وبعض عصیان ورزند مسطیعان راہ در بہشت وعاصیاں رابآتش دوزخ سپارم"

اے زمین تجھ سے ایک مخلوق پیدا کر رہا ہوں۔اس میں سے بعض میرے فرمانبردار اور اطاعت شعار ہوں گے اور بعض میرے احکام کی نافرمانی کریں گے۔اطاعت شعاروں کو بہشت میں جگہ دوں گا اور گناہگاروں کو دوزخ کے حوالے کر دوں گا۔

زمین فرمان الٰہی سنتے ہی تھرا گئی اور عرض گذار ہوئی۔الٰہی مجھ میں تیری دوزخ کی آگ برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔اس کے بعد حضرت جبرئیل کو حکم ہوا کہ جاؤ ہر قسم کی زمین کی ایک مشت خاک لے آؤ۔حضرت جبرئیل زمین پر آئے۔زمین نے خداوند وحدہ کی قسم دے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مشت خاک لینے سے منع کر دیا۔پھر حضرت اسرافیل آئے۔ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔تیسرے نمبر پر حضرت عزرائیل علیہ السلام بھیجے گئے۔انہوں نے زمین کے نالہ وشیون کی کوئی پرواہ نہ کی۔اور حکم الٰہی کی تعمیل کر کے واپس چلے گئے۔اس کے بعد حق تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام عالم وجود میں:

جس وقت آدم علیہ السلام کے جسم میں حکم الٰہی سے روح داخل ہوئی اور آنکھوں میں قوت بینائی پیدا ہوئی تو عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا نظر آیا۔

شیطان عزازیل سے ابلیس بن گیا:

شیطان کا اصلی نام عزازیل تھا۔ابدی لعنت کا سزاوار بن کر اس کا نام عزازیل سے ابلیس کر دیا گیا۔صورت مسخ کر کے اس درجہ ہولناک بنا دی گئی کہ اگر کوئی شخص دیکھ لے تو ہیبت کے مارے مر جائے۔جنت میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔

درازی عمر اور آدم علیہ السلام پر کامل تسلط کی درخواست:

اب عزازیل نہ تھا ابلیس تھا۔اس کی تمام عمر کی عبادت ایک گناہ کی نحوست سے اکارت ہو چکی تھی۔شقاوت ابدی پر مہر لگ چکی تھی۔ابلیس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی "خدایا میری عمر دراز کر دی جائے۔قیامت تک مجھے موت نہ آئے"۔

حق تعالیٰ نے یہ درخواست منظور فرما لی۔شیطان پر یہ آفت آدم علیہ السلام پر حسد کرنے کی وجہ سے آئی تھی۔شیطان نے خدا کی قسم کھا کر کہا" تیری عزت کی قسم میں آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا"۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا"میرے اطاعت شعار اور معصوم بندوں پر تیرا وار نہ چل سکے گا۔تیرے دام فریب میں تیرے متبع اور گمراہ لوگ ہی پھنسیں گے۔

ابلیس کے کامل تسلط کے بعد بنی آدم کی حفاظت کا غیبی انتظام:

ایسی حالت میں جبکہ ابلیس کو بنی آدم پر پورا پورا تسلط اور اختیار عطا فرمایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اضطراب حق بجانب تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی حق تعالیٰ سے درخواست کی۔

''یا اللہ تو نے شیطان کو مجھ پر مسلط کر دیا مگر تیری امداد کے بغیر میں اپنی حفاظت سے قاصر ہوں۔ حکم ہوا کہ تیری ہر اولاد کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کروں گا جو شیطان کے شر سے بچاتا رہے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا اللہ اعانت میں مزید اضافہ ہو۔'' حکم ہوا ایک نیکی کا بدلہ دس گنا یا زیادہ دوں گا۔ اور گناہ صرف ایک ہی شمار ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا الٰہی اس سے بھی زیادہ تیری اعانت درکار ہے۔ ''حکم ہوا'' روح قبض ہونے تک توبہ قبول ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا الٰہی کچھ اور بھی عنایت ہو۔ ''حکم ہوا'' کہ گناہگار بندوں کو میری رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دوں گا۔

آدم علیہ السلام سے بدلہ لینے کے لئے سانپ اور مور سے شیطان کی خفیہ سازش:

سانپ شیطان کو جنت میں لے جانے پر رضامند ہو گیا۔

شیطان اماں حوا کو بہکانے میں کامیاب:

جنت میں پہنچ کر ابلیس زار و قطار رونے لگا۔ آدم علیہ السلام نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے ناصحانہ انداز میں آدم و حوا سے کہا کہ تمہارا یہ اعزاز و اکرام چند روزہ ہے۔ تمہیں ہمیشہ جنت میں رہنا بھی نہیں ہے ایک روز موت آئے گی۔ یہ تمام اعزاز و مناصب چھن جائے گا۔ تمہارے انجام کا خیال کر کے میرا دل بھر بھر آ رہا ہے۔ آدم نے کہا ان سے بچنے کی بھی کوئی تدبیر ہے؟ شیطان نے کہا کیوں نہیں یہ جو سامنے درخت کھڑا ہے جس کا پھل کھانے کی تمہیں ممانعت ہے اگر تم اس کا پھل کھا لو تو موت سے بچ جاؤ گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ کچھ بھی ہو۔ میں خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔

اماں حوا نے درخت گندم کا نصف پھل کھا لیا اور کچھ دیر انتظار میں بیٹھی رہی۔ جب ان پر کوئی مضر اثر ظاہر نہ ہوا تو آدم علیہ السلام نے بھی نصف پھل کھا لیا۔ آدم کے معدے میں ابھی یہ پھل پہنچے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ان کے جسم سے جنت کی پوشاک اتر گئی۔ اور وہ ننگے کھڑے ہو گئے۔ مجبور ہو کر انجیر کے پتوں سے ستر چھپانا پڑا۔

اولاد آدم علیہ السلام کو فسق و فجور میں مبتلا کرنیکی کوشش:

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میدان میں بھی آباد تھی اور پہاڑوں میں بھی۔ جو لوگ میدان اور شہروں میں آباد تھے۔ وہ بنو قابیل کے نام سے مشہور تھے۔ اور جو لوگ پہاڑوں میں آباد تھے وہ بنو شیث کہلاتے تھے۔ بنو شیث خود تو صاحب جمال تھے۔ مگر ان کی عورتیں بدصورت تھیں۔ اور بنو قابیل بدصورت تھے مگر ان کی عورتیں خوبصورت تھیں۔ ابلیس لعین بنو قابیل کے پاس حسین و جمیل شکل میں متشکل ہو کر ملازم ہو گیا اور ان کی خدمت کرنے لگا۔ ابلیس نے دوران ملازمت ایک مزمار تیار کیا۔ ابلیس اس انداز سے اسے بجایا کرتا تھا کہ سننے والے بے تاب اور مسحور ہو جاتے تھے۔ بنو آدم نے چونکہ اس سے پہلے کبھی ایسی خوش آواز نہ سنی تھی اس لئے مزمار سننے کے لئے ابلیس کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں ابلیس کے مزمار کی عام شہرت ہو گئی۔ لوگ دور دور سے اس کو سننے کے لئے آنے لگے۔

عید کے موقع پر بنو قابیل کے ہاں ایک میلہ لگتا تھا۔ عورتیں اور مرد جمع ہوتے تھے۔ ابلیس اس عظیم اجتماع میں مزمار بجایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ بنو شیث عید کے موقع پر بنو قابیل کے ہاں آئے اور ان کی عورتوں کے حسن و جمال کو اس اجتماع میں بے پردہ دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ بنو شیث نے واپس جا کر اسی قسم کا میلہ پہاڑوں پر لگایا۔ بدمعاش مردوں اور عورتوں کے اختلاط سے اس میلے میں خوب حرام کاری ہوئی۔

کعب بن قرظی کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، پانچ حضرات مقتدائے دین گزرے ہیں۔ ان حضرت کی بڑی تعداد میں لوگ معتقد اور مقلد تھے۔ ان حضرات کی وفات کا قوم نے سخت صدمہ محسوس کیا۔ ابلیس لعین نے انسانی شکل میں آ کر ان حضرات متبعین سے کہا۔ اگر تم ان حضرات کی تصاویر بنا کر رکھ لو تو ان حضرات کی جدائی کا صدمہ فی الجملہ کم ہو جائے گا۔ اور ان حضرات کی عدم موجودگی سے عبادت میں بے کیفی بھی جاتی رہے۔ ان لوگوں نے شیطان کے مشورہ پر عمل کیا اور ان حضرات کی مورتیاں بنا کر رکھ لیں۔ ان لوگوں کے مرنے کے بعد ابلیس نے ان کی اولاد سے کہا کہ تمہارے باپ دادا تو ان ہی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے۔ تم بھی ان کی پوجا کیا کرو۔ ان بتوں کو حق تعالیٰ نے اپنے ملک کے انتظام و اصرام وغیرہ کے لئے خلعت و سلطنت عطاء فرمایا ہے۔ اس لئے ان بتوں کی پوجا نہیں کی جائے گی تو خدا کی عبادت بھی قبول نہ ہوگی۔ ان بتوں کو خدا کے ہاں ایک خاص درجہ اور مرتبہ حاصل ہے۔ ان بتوں کی سفارش بارگاہ الوہیت میں مقبول ہے۔ شیطان کی ان باتوں میں آ کر لوگ ان بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ اس کے بعد تیسرے دور میں یہی بت معبود حقیقی بن گئے۔ بت اور خدا میں کوئی تمیز باقی نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان عقائد فاسدہ کی تردید کہیں اس طور سے کی۔ کہ حکومت اور شہنشاہیت خدا تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ اور کہیں اس طور پر کہ یہ بت تو جمادات میں سے ہیں۔ کیا یہ اپنے منہ سے بول سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔ (جمع الجوامع)

ابلیس لعین حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں:

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ طوفان کے بعد جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم زمین پر آباد ہوگئی تو ابلیس لعین نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ نے مجھ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ اس احسان کے بدلے میں آپ جو بات مجھ سے دریافت فرمائیں گے اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے شیطان کی بات سن کر منہ پھیر لیا۔ وحی آئی کہ اگر تمہیں کچھ پوچھنا ہو تو ابلیس سے پوچھ لو۔ وہ تمہیں صحیح صحیح جواب دے گا۔ نوح علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا۔ یہ بتا دنیا میں تیرا یار و مددگار کون ہے؟ ابلیس نے جواب دیا میرے یار و مددگار وہ لوگ ہیں جو بخل اور تکبر کرتے ہیں اور ہر کام میں عجلت کے عادی ہیں۔

ابلیس لعین نمرود کے روپ میں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود بن کنعان کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے۔ یہ کافر روئے زمین کا بادشاہ تھا بڑی شان و شوکت اور دبدبہ کا حکمران تھا۔ اسی نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا

عجائب القصص میں ہے کہ جب نمرود کو ابلیس کی خلافت عظمیٰ ملی تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور اپنے بت بنوا کر تمام قلمرو میں پوجا کے لئے بھیجے تھے۔

شیطان اور قوم لوط:

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بت پرستی کے علاوہ لڑکوں سے فعل حرامی کرتی تھی۔ اس قوم میں اس فعل کا رواج شیطان نے دیا تھا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابلیس ایک حسین لڑکے کے روپ میں ایک باغ میں آتا تھا۔ اور پھل پھول کا نقصان کر جاتا تھا۔ جب باغ کا مالک پکڑنے کو جاتا تو بھاگ جاتا۔ جب اس کے باغ میں بہت نقصان ہوا اور وہ مالک اس کے پکڑنے سے عاجز اور حیران ہوا تو ابلیس نے کہا میں ایک شرط پر باغ میں آنا جانا بند کر دوں گا۔ جب تم مجھے اپنے تصرف میں لا کر یہ کام کرو۔ باغ کا مالک راضی ہوگیا۔ شدہ شدہ یہ فعل شنیع ہر ایک باغ میں ہونے لگا اور آہستہ آہستہ ساری قوم اس مرض میں مبتلا ہوگئی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ایسے مواضعات میں آباد تھی جہاں باغات اور زراعت کی فراوانی تھی بہت ہی زرخیز علاقہ تھا۔ لیکن یہ لوگ پرلے درجے کے بدکار تھے۔ ایک سال قحط پڑا تو ان لوگوں نے اجناس خوردنی کو ذخیرہ کر لیا۔ لوگ دور دور سے غلہ کی خریداری کے لئے ان کے پاس آنے لگے۔ شیطان نے ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں متشکل ہو کر ان لوگوں سے آ کر کہا کہ عنقریب ایسا وقت آرہا ہے کہ آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ برسے گا نہ زمین سے ایک دانہ پیدا ہوگا۔ تمہارے پاس جو شخص غلہ کی خریداری کے لئے آئے۔ لواطت کئے بغیر اس کے ہاتھ چیز فروخت نہ کرنا۔ لوط کی قوم نے ایسا ہی کیا۔ پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ لوگ راستے پر بیٹھ جاتے اور ہر آنے جانے والے کے ساتھ اپنا منہ کالا کرتے تھے۔

اس کے بعد جب شیطان آسمان پر گیا تو فرشتوں کی زبان سے یہ سن کر کہ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے صابر و شاکر ہیں بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوا اب مجھے حضرت ایوب کی اولاد پر مسلط کر دیا جائے۔ اولاد کی موت پر یقیناً ایوب علیہ السلام کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ان کی اولاد پر تسلط فرما دیا۔ ابلیس نے حضرت ایوب علیہ السلام کے مکان کو ہلا کر گرا دیا۔ اور اس کے نیچے دب کر ان کی تمام اولاد ہلاک ہوگئی۔ اس موقع پر ابلیس ان کی خادمہ کی شکل میں آ کر رونے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا کیوں رو رہی ہے۔ کیا بات ہے۔ خادمہ نے عرض کیا کہ آپ کا مکان گر پڑا اور آپ کے سارے بچے دب کر مر گئے۔ حضرت ایوب نے یہ سن کر صابرانہ انداز میں خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ان کے نوکر کی صورت میں آ کر کہنے لگا۔ ذرا گھر کی تو خبر لو وہ تو منہدم ہوگیا ہے۔ آپ کے بچوں کا خون بہہ رہا ہے۔ پیٹ پھٹ گئے ہیں۔ آنتیں باہر نکل پڑی ہیں۔ یہ کہہ کر بری طرح رونے لگا۔ حضرت ایوب علیہ السلام اس صدمہ عظیم سے رو پڑے اور کہنے لگے اگر میں پیدا نہ ہوتا تو بہتر تھا۔ ابلیس یہ الفاظ سن کر خوش ہوا اور سمجھا بس اب میرا داؤ چل گیا۔ مگر اس کے فوراً بعد حضرت ایوب علیہ السلام استغفار پڑھنے لگے اور شیطان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

ابلیس اور فرعون:

نمرود کی طرح فرعون نے بھی خدائی دعویٰ کیا تھا۔ فرعون کی خدائی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت قحط پڑا۔ مخلوق پریشان ہو کر فرعون کے پاس آئی۔ عرض کیا آپ کیسے خدا ہیں۔ آپ کی خدائی میں اس قدر قحط۔ بارش برسایئے تاکہ قحط رفع ہو جائے۔

ابلیس نے رات کو اپنے لشکر کو جمع کیا اور حکم دیا کہ رات بھر تم سب لوگ شہر پر پیشاب کی بارش کرو۔ صبح کو جب لوگ خواب سے بیدار ہوئے۔ مکانات، دیواروں اور زمین پر تری دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ مگر جب باہر نکلے اور ہوا کے ساتھ بدبو پھوٹنے لگی تو پریشان ہوگئے۔ دوڑے ہوئے فرعون کے پاس آئے اور شکایت کی یہ کیسی بارش تھی۔ بدبو کے سبب دماغ پھٹا جا رہا ہے۔

فرعون نے ابلیس کو بلا کر پوچھا۔ رات کیسی بارش ہوئی تھی؟ ابلیس نے جواب دیا کہ جس زمین کا تجھ جیسا خدا اور مجھ جیسا وزیر ہوگا وہاں ایسی بارش نہ ہوگی تو اور کیسی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا دینے کی کوشش:

تنبیہ الغافلین میں ہے ایک دن ابلیس حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگا کہ تمہیں مردوں کو زندہ کرنے اور اندھے کوڑھیوں کو بینا تندرست کر دینے کی قوت حاصل ہے۔ خدائی کا دعویٰ کیوں نہیں کرتے؟ میرا لشکر آپ کی مدد کے لئے تیار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ معجزات میرے اختیاری افعال نہیں خدا کی قدرت کے کرشمے ہیں۔ جا دور ہو تو مجھے گمراہ کرنے آیا ہے۔

مکحول ابوعثمان کہتے ہیں ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر نماز میں مشغول تھے۔ ابلیس نے آ کر کہا آپ قضا و قدر پر کیوں ایمان نہیں رکھتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں۔ ابلیس نے کہا اگر یہ بات ہے تو آپ اس پہاڑی کی چوٹی پر سے زمین پر گر پڑیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا امتحان و آزمائش لینے کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے بندوں کا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت المقدس میں ایک مقام پر شیطان کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا مردود ملعون یہ تو بتا تو میری امت کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ ابلیس نے جواب دیا کہ میں آپ کی امت کو آپ کی پوجا کرنے کی تعلیم دوں گا۔

قارون یا شیطان الانس:

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا اس قدر صاحب دولت اور مالدار تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں چالیس اونٹوں پر صندوق میں بار ہوتی تھیں۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو اس نے بنی اسرائیل کے جہلاء کو جمع کر کے کہا کہ لو اب موسیٰ تمہارے مال پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ موسیٰ زکوٰۃ کے بہانے تمہارا مال لیکر تمہیں فقیر و تنگدست بنانا چاہتا ہے۔ تم لوگ خاموش بیٹھے ہو جواب کیوں نہیں دیتے۔ بنی اسرائیل نے کہا تو ہمارا سردار ہے۔ جیسا حکم ہو تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔

قارون نے ایک بدکار عورت کو ایک طباق زرد جواہر کا دے کر اس بات پر تیار کر لیا کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام مجلس وعظ میں آئیں تو بنی اسرائیل کے سامنے زور زور سے یہ بات کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہفتہ میں ایک بار وعظ کہا کرتے تھے۔ چنانچہ وعظ کے دن جب لوگ مجلس وعظ میں جمع ہوئے تو قارون نے بصد شان و شوکت مجلس میں آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانا شروع کیا۔ وہ فاحشہ عورت بھی مجلس کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس عورت نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دامن عصمت کو تہمت سے آلودہ کرے، مگر خدا تعالیٰ نے اس کی زبان پھیر دی۔ اس عورت نے با آواز بلند کہا۔

''اے بنی اسرائیل قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہے۔ کل مجھ کو اپنے گھر لے جا کر ایک طباق زر و جواہر کے دے کر کہا تھا کہ مجلس وعظ میں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانا۔ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام خدا کے پیغمبر اور نبی برحق ہیں۔ اور جو برائیاں میں نے کی تھیں ان سے توبہ کرتی ہوں۔

ابلیس اور حضرت زکریا علیہ السلام:

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم جب حاملہ ہوئیں تو ان کے پاس سوائے زکریا علیہ السلام کے اور کوئی شخص نہ تھا۔ یہودیوں نے حضرت زکریا علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگا کر قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں ایک بڑے درخت سے آواز آئی۔ یا نبی اللہ میرے اندر آ جاؤ۔ درخت بیچ میں سے پھٹ گیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اس میں بیٹھ گئے اس کے بعد درخت کے دونوں حصے باہم مل گئے۔ شیطان نے آپ کی چادر کا کونہ پکڑ لیا تھا۔ وہ درخت سے باہر رہ گیا۔ بنی اسرائیل آپ کی تلاش کرتے کرتے اس درخت کے پاس آئے تو ابلیس نے انسانی صورت میں منتقل ہو کر کہا۔ کہ میں نے زکریا علیہ السلام سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔ وہ اپنے جادو کے زور سے درخت میں چھپ گیا ہے۔ بنی اسرائیل کو اس بات پر یقین نہیں آیا۔ تو ابلیس نے حضرت زکریا علیہ السلام کی چادر کا کونا دکھایا۔ بنی اسرائیل کہنے لگے اس درخت کو آگ لگا دینی چاہئے۔ ابلیس نے کہا نہیں بلکہ آرے سے چیر ڈالو۔

جتنے انسان پیدا ہوتے ہیں
اتنے ہی جنات بھی پیدا ہوتے ہیں

روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تھا۔ کہ اولاد جتنی اولاد آدم کی پیدا کروں گا اتنی ہی اولاد تیری بھی پیدا کروں گا۔ چنانچہ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ ہر انسان کے ساتھ حق تعالیٰ جن بھی پیدا کرتا ہے جو اس کو برائی پر اکساتا رہتا ہے۔

جنات مذکر بھی ہوتے ہیں اور مؤنث بھی:

گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنات کی ایک قسم انسان جیسی ہے۔ وہ انسانوں کی طرح مذکر مؤنث ہوتے ہیں۔ آپس میں بیاہ شادی بھی کرتے ہیں اور ان کے اولاد بھی پیدا ہوتی ہے۔

شیطان ہر روز دس انڈے دیتا ہے:

حیوۃ الحیوان میں شیطان کی افزائش نسل کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابلیس کی داہنی ران میں مرد کی شرمگاہ اور بائیں میں عورت کی شرمگاہ پیدا کی ہے۔ جس سے ہر روز دس انڈے نکلتے ہیں۔ ہر انڈے سے شیطان اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھے پاکیزہ رزق دے اور مجھ سے صالح عمل کرا۔ (الدر المنثور)

شیطانیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جب اللہ نے ابلیس کی نسل اور اس کی زوجہ پیدا کرنی چاہی تو شیطان پر غصہ کا القاء کیا۔ غصہ کی وجہ سے آگ کی ایک چنگاری پیدا کی۔ اس چنگاری سے حق تعالیٰ نے ابلیس کی بیوی پیدا کی۔

شیطان کی بیوی بچوں کے نام:

شیطان نے اپنی بعض اولاد کو بعض مخصوص کاموں پر لگا رکھا ہے۔

حضرت مجاہد کے قول کے مطابق ان کے نام اور کام یہ ہیں۔

لاقیس، ولہان: یہ دونوں وضو اور نماز پر مامور ہیں۔ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

ہیفاف: یہ لڑکا صحرا پر مامور ہے۔ صحرا میں شیطانیت پھیلاتا ہے۔

زلعبور: یہ بازاروں پر مامور ہے۔ جھوٹی تعریف اور جھوٹی قسموں پر لوگوں کو اکساتا ہے۔

بثر: مصیبت زدہ لوگوں کو جہالت کے کام، نوحہ ماتم، گریبان چاک کرنا، چہرے کو نوچنے کی ترغیب دیتا ہے۔

ابیض: یہ انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں وسوسے ڈالنے پر مامور ہے۔

اعور: یہ شیطان زنا پر مامور ہے۔ زنا کے وقت مرد و عورت کی شرمگاہوں پر سوار رہتا ہے

واسم: اس شیطان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں بغیر سلام کئے یا اللہ کا نام لئے داخل ہوتا ہے تو وہ گھر والوں میں فساد کرانے کا سبب بنتا ہے۔

مطوس: یہ شیطان غلط اور بے بنیاد افواہیں لوگوں میں پھیلاتا ہے۔

(حیوۃ الحیوان)

روایت ہے کہ جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو شیطان بھی موجود تھا۔ فرمایا تو یہاں کیوں آیا ہے۔ شیطان نے جواب دیا اس لئے کہ یہ لوگ دل سے تو میرے ہمنوا ہیں اور ظاہر میں آپ کا کلمہ بھریں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا نکل مردود کہیں کے۔ شیطان نے کہا کہ دنیا میں لوگ پانچ باتوں سے ہلاک ہوئے ہیں میں دو باتیں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ فوراً وحی آئی کہ شیطان سے دو باتیں تو پوچھ لو باقی تین باتیں آپ سے غیر متعلق ہیں۔ شیطان نے کہا ان میں سے ایک تو حسد ہے حسد کی وجہ سے میں بارگاہ الٰہی سے مردود و ملعون ہوا۔ اور دوسری چیز حرص ہے اگر آدم جنت میں ہمیشہ رہنے کی حرص نہ کرتے تو ان کو جنت سے نہ نکالا جاتا۔

جو شخص صبح کو دیر تک سوتا رہتا ہے شیطان

اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر آیا جو طلوع آفتاب کے وقت خواب سے بیدار ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے۔

غزوہ احد میں شیطان نے اعلان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے

جس وقت غزوہ احد میں حضرت خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا۔ صحابہ کی جماعت منتشر ہوگئی۔ چار پانچ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے شیطان نے اعلان کیا "قتل محمد" محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔

شیطان ہمبستری میں بھی شریک ہوتا ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرو تو بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَارَزَقْتَنَا پڑھ لیا کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ کو بچہ پیدا کرنا منظور ہوا تو اس کو شیطان کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی مانگی۔ کہ میری امت کے ظالم اور مظلوم دونوں کی مغفرت فرمائی جائے۔ حق تعالیٰ نے ظالم کی مغفرت سے انکار فرما دیا۔ مزدلفہ کی شب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دعا فرمائی۔ حق تعالیٰ نے شرف قبولیت عطاء فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمانے لگے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور اس وقت تو آپ تبسم نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آج کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے اللہ کے دشمن شیطان کو دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ اسے جس وقت میری دعا قبول ہو جانے کی خبر ہوئی۔ تو وہ اپنے آپ کو کوستے پیٹتے ہوئے اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔

فرشتے وسواس پر مطلع ہو جاتے ہیں

علامہ شیخ تقی الدین نے لکھا ہے کہ انسان کے دل میں جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے اس کا علم فرشتے اور شیطان کو برابر درجہ میں رہتا ہے۔ فرشتے چونکہ نیکی بدی لکھتے رہتے ہیں۔ اس لئے وسواس سے مطلع رہتے ہیں۔ اور شیطان بنی آدم کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے اور اس کا کام بھی وسوسہ ڈالنا ہے۔

گھنٹی اور گھونگھرو کے ساتھ شیطان رہتا ہے:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک باندی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک لڑکی کو جس کے پاؤں میں گھونگھرو بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

17

خدمت میں لے گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لڑکی کے پیر سے گھونگھرو نکال کر پھینک دیئے اور کہا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر گھونگھرو کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے۔

سنن ابو داؤد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان تم میں سے کسی کے پاس نماز کے اندر آتا ہے۔ اور ایک بال اس کے پیچھے کی طرف پکڑ کر کھینچتا ہے تو نمازی کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا ہے۔ ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ وہ نماز میں مشغول رہے۔ جبتک اپنے کانوں سے نہ سن لے۔ یا بدبو محسوس نہ ہو۔

ایک وسوسہ شیطان کا اس قسم کا ہے۔ کہ وہ پیشاب کرنے کے بعد لوگوں کو اس شبہ میں مبتلا رکھتا ہے کہ ابھی احلیل صاف نہیں ہوا ایسا نہ ہو کہ پھر قطرہ آ جائے اور وہ لوگ اس بارے میں درجہ تکلف کرتے ہیں کہ اس کا بیان تہذیب سے خارج ہے۔

بت پرستوں کے ساتھ شیطان کا کھیل کود:

شیطان بت پرستوں کی قوم سے ان کی عقل کے مطابق کھیلتا ہے۔ کبھی شیطان مردوں کی تعظیم کی نیت سے ان کی مورتیاں قبروں پر رکھ کر ان بتوں کی پرستش کے لئے بلاتا ہے۔ مشرکین نے ایسا ہی کیا کہ انہوں نے نبیوں کی مورتیاں بنا کر ان کی قبروں پر رکھ کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ کہیں مشرکین کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ یہ بت ان ستاروں کی صورت پر ہیں جو انکے عندیہ میں عالم میں تاثیر کرتے ہیں۔ مشرکین نے ان بتوں کے لئے خاص مکانات بنوائے ان کی خدمت کے لئے خادم مقرر کئے۔ چنانچہ ایک اسی قسم کا بت خانہ اصفہان کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر تھا۔ یہ بت خانہ کسی مشرک نے زہرہ ستارہ کے نام پر بنوایا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس بت خانہ کو مسمار کرا دیا تھا۔ اس طرح ایک بت خانہ بادشاہ قالوس نے آفتاب کے نام پر فرغانہ میں بنوایا تھا۔ معتصم باللہ نے اس بت خانہ کو ویران کیا تھا۔

یحییٰ بن بشیر کا بیان ہے کہ ہندوستان میں بت پرستی کا رواج بہرمن نے دیا تھا۔ اسی شخص نے بت بنائے اور لوگوں کو بت پرستی سکھائی۔ ہندوستان کا سب سے بڑا بت خانہ صوبہ سندھ میں ہیولا اکبر نام کا ایک بڑا بھاری بت تھا۔ دو دو ہزار کوس سے لوگ اس کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا الہ الا اللہ اور استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے بنی آدم گناہ کرتے کرتے ہلاک ہو گئے اور انہوں نے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے مجھے ہلاک کر دیا۔

کتاب حیوۃ الحیوان کے مصنف نے لکھا ہے کہ مجھ سے ایک ایماندار حامل قرآن نے بیان کیا تھا کہ میں نے چار جن عورتوں سے پے در پے نکاح کئے۔ اسی طرح ایک اور شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک جن عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو مجھے اس کی بات کا یقین نہ آیا۔ اور میں نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ جسم لطیف اور جسم کثیف یکجا جمع ہو سکیں۔ پھر عرصہ کے بعد وہ شخص مجھے نظر آیا۔ تو اس کے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس شخص نے بتایا کہ میرا اپنی جن بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا اس نے میرا سر پھاڑ دیا۔

جنات تین قسم کے ہوتے ہیں:

حیوۃ الحیوان میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ نے جنات کو تین قسموں پر پیدا کیا ہے ایک قسم جنات کی وہ ہے جو حشرات الارض کی صورت میں ہوتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو ہوا میں ہوا کی طرح رہتے ہیں۔ تیسری قسم جنات کی بنی آدم جیسی ہے۔

جنات کی تین خصوصیتیں:

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ جنات تین خصوصیتوں کے حامل ہیں۔

۱۔ جنات دنیا میں انسانوں کو نظر نہیں آتے۔ مگر جنت میں انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں گے۔ دنیا کی طرح انسانی نظروں سے محجوب نہ ہوں گے۔

۲۔ جنات جو شکل و صورت اختیار کرتے ہیں یا جس مخلوق کا روپ اختیار کرتے ہیں ان کی آواز بھی اس مخلوق جیسی ہو جاتی ہے۔

۳۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جب کوئی انسان عزیمت پڑھتا ہے یا ان کو قسم دی جاتی ہے تو اس کو پورا کرنے پر مجبور ہیں۔

سہل بن عبداللہ کی ایک سات سو سالہ صحابی جن سے ملاقات

علامہ ابن الجوزی نے کتاب الصفرۃ میں سہل بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ میں شہر عاد کے اطراف میں مصروف گشت تھا۔ یکا یک مجھے ایک شہر پتھر سے تعمیر شدہ نظر آیا۔ شہر کے وسط میں ایک عالیشان قصر تھا۔ جب میں اس قصر میں پہنچا تو میں نے اس قصر کے صحن میں ایک عظیم الجثہ بوڑھے کو اون کا جبہ پہنے ہوئے دیکھا۔ میں نے اتنی لمبی چوڑی مخلوق کبھی نہ دیکھی تھی۔ حیرت استعجاب میں پڑ گیا۔ نماز سے فراغت کے بعد میں نے اس کو سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر اس جن نے مجھ سے کہا۔ جبہ میرے جسم پر سات سو برس سے ہے۔ یہ آج تک کہیں سے پھٹا نہیں۔ کپڑے جسم کی میل کچیل سے پھٹا نہیں کرتے۔ حرام غذا اور گناہوں کی نجاست سے پھٹتے ہیں۔ اسی جبہ کو پہن کر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کر کے ایمان لایا۔ اور اسی جبہ کو پہن کر میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ میں ان جنوں میں سے ہوں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (تفسیر مظہری)

جنات بھی انسان کی طرح مختلف مذاہب رکھتے ہیں:

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ جس طرح انسانوں کے مختلف مذاہب ہیں اسی طرح جنات بھی مختلف مذاہب رکھتے ہیں جنات مسلمان بھی ہیں، ہندو بھی، عیسائی بھی، اور یہودی بھی، قدریہ بھی، مرجیہ بھی، رافضی بھی ہیں اور تفضیلیہ بھی مجوسی بھی ہیں اور ستارہ پرست بھی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی سے ایک جن کی ملاقات:

شیخ صاحب موصوف نے اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے کہ میں ایک روز مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جن نے کتے کی شکل میں متشکل ہو کر مجھ سے توحید کے بارے میں کچھ سوالات کئے میں نے جواب دیا۔ جب وہ کتا چلا گیا تو فراش نے مسجد کے صحن کو دھویا۔ میں نے فراش کو بتایا وہ کتا نہ تھا۔ بلکہ جن علمی سوالات پوچھنے آیا تھا۔

صحابی جنات کی تعداد کتنی ہے:

اسی کتاب میں دوسری جگہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی مرتبہ جنوں کو تبلیغ یا ان کے مقدمہ کے تصفیہ کے لئے مختلف مقامات پر تشریف لے گئے۔ ان مقامات کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مکہ مکرمہ کے اندر درہ حجون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو اسلام کی دعوت دی۔

۲۔ دو مرتبہ مدینہ میں میدان بقیع غرقد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو اسلام کا پیغام پہنچایا، ان دونوں مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان دونوں راتوں میں جنوں کی تعداد بے شمار بیان فرمائی۔ جنات کے قاصدوں کی دعوت پر چار جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا ثابت ہے

۱۔ ایک بار جب آپ مفقود ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مصروف تھے۔ صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا کی طرف سے آتے ہوئے ملے۔

۲۔ مکہ کے اونچے علاقے میں۔

۳۔ مدینہ سے باہر۔ جس میں حضرت زبیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

۴۔ ایک سفر میں جس میں بلال بن حارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے

روایات متذکرہ سے اگرچہ صحابی جنات کی تعداد معلوم نہیں ہوتی۔ مگر اتنا ضرور ثابت ہے کہ قوم جنات کی ایک بڑی تعداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق نما پر مشرف با اسلام ہو چکی تھی۔ پھر ان اصحاب کی ذریت بھی مسلمان ہو گئی۔

دارالعلوم دیوبند میں جنات بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں:

بعض اساتذہ دارالعلوم کی زبانی معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں جنات بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک روز رات کو بارہ بجے کے دوران گشت میں ایک بند کمرے میں دو سانپ کے بچوں کو آپس میں لڑتے اور کھیل کرتے دیکھا۔ ان سانپ کے بچوں کے سامنے کتابیں کھلی ہوئی رکھیں تھیں۔ حضرت مہتمم صاحب نے یہ حرکت دیکھ کر ان کو ڈانٹ کر کہا یہ مطالعہ کا وقت ہے یا لڑنے کا۔ یہ سنتے ہی وہ دونوں سانپ مقررہ انسانی شکل میں متشکل ہو کر معذرت کرنے لگے۔ اور وعدہ کیا ان شاء اللہ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات کو آسمان پر جانے کی اجازت تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان موقوفی وحی کا جو زمانہ تھا۔ اس زمانہ میں آسمان پر شیاطین کو آنے جانے کی ممانعت نہ تھی۔ ایسی جگہ جا کر بیٹھ جاتے۔ جہاں سے وہ فرشتوں کی باتیں سن سکیں۔ (رواہ البیہقی)

شیطان بھی مرد کے ساتھ مباشرت میں شرکت کرتا ہے

تفسیر خازن میں آیت متذکرہ بالا کی تفسیر میں یہ قول بھی مذکور ہے

وقیل ان الشیطان یقعد علی ذکر الرجل وقت الجماع فذالم یقل بسم اللہ اصاب معہ امراتہ و انزل فی فرجھا کما ینزل الرجل

شیطان ہمبستری کے وقت مرد کی شرمگاہ پر بیٹھا رہتا ہے اگر مرد نے بسم اللہ نہ پڑھی تو مجامعت میں شریک ہو کر مرد کے ساتھ منزل ہوتا ہے۔

جنات انسان عورتوں سے بھی مباشرت کرتے ہیں:

تفسیر خازن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے کہ ان سے کسی شخص نے پوچھا کہ میری عورت سو کر اٹھی تو اس کی شرمگاہ سے آگ نکل رہی تھی۔ فرمایا تیری عورت کے ساتھ جن نے ہمبستری کی ہے۔

خاتم سلیمان اور شیطان:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر اسم اعظم کندہ تھا۔ حاجت بشریہ سے فراغت حاصل کرنے کے وقت آپ اس کو انگلی سے نکال کر رکھ دیتے تھے۔ حضرت کی خادمہ امینہ اس کو حفاظت سے رکھ لیتی تھیں۔ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام اس انگوٹھی کو امینہ کے پاس رکھ کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو نے میرا ظاہر عمدہ بنایا ہے پس میرے اخلاق بھی عمدہ بنادے (آئینہ دیکھتے وقت کی دعا)۔ (الاتحاف)

کسی کام کو چلے گئے۔ شیطان نے آپ کی صورت میں متشکل ہو کر امینہ سے انگوٹھی لے لی اور تخت پر بیٹھ کر حکمرانی شروع کر دی۔

کچھ دیر بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے امینہ سے انگوٹھی طلب کی۔ تو اس نے کہا تم کون ہو انگوٹھی تو حضرت سلیمان علیہ السلام لے گئے اور وہ اپنے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام عالم مایوسی میں محل شاہی سے باہر آ گئے اور دریا کے کنارے ایک مچھیرے کے ہاں ملازمت کر لی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام مچھلیاں دریا کے کنارے سے اٹھا کر بازار پہنچا دیا کرتے تھے۔ شام کو خدمت کے معاوضہ میں آپ کو دو مچھلیاں مل جاتی تھیں۔ ایک مچھلی فروخت کر کے روٹی خرید لیتے اور دوسری بھون کر روٹی کے ساتھ کھا لیتے۔ اسی طرح چالیس روز گزر گئے۔

ستاروں کے ٹوٹنے سے قریش پر خوف و ہراس طاری ہو گیا:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لئے جانے کے بعد آسمان سے ستاروں کا ٹوٹنا موقوف ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ستارے ٹوٹنے لگے تو قریش نے اس خوف سے کہ خدا جانے کیا بلا نازل ہونے والی ہے۔ چوپایوں اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا۔ عبد یا ئیل کاہن نے کہا اس کام میں جلدی نہ کرو۔ یہ دیکھو کہ بڑے تارے ٹوٹ رہے ہیں یا چھوٹے؟ اگر بڑے ستارے ٹوٹ رہے ہوں تو سمجھ لینا دنیا کے خاتمے کا وقت آ گیا۔ ورنہ یہ حال کسی نبی کی آمد کا پیش خیمہ ہے۔ (رواہ ابونعیم عن ابی کعب)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت پہنایا تو شیاطین کو آسمانی خبر حاصل کرنے سے روک دیا گیا اور ان پر ستاروں کی آگ پھینکی جانے لگی۔ شیاطین نے ابلیس سے شکایت کی تو اس نے کہا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارض مقدس میں کوئی نبی مبعوث ہوا ہے۔ شیاطین تحقیقات کے لئے ارض مقدس گئے اور لوٹ کر آ گئے۔ وہاں ارض مقدس میں کسی نبی کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد ابلیس اس جستجو میں مکہ گیا تو وہاں اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حرا میں جبرئیل کے ساتھ دیکھا۔ ابلیس نے اپنے دوستوں سے واپس آ کر کہا کہ مکہ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ نگران کے ساتھ جبرئیل ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سواد بن اقارب سے کہا کہ اپنے اسلام لانے کی بات سناؤ۔ سواد نے کہا ایک جن میرا دوست تھا۔ میں رات کو سویا ہوا تھا اس نے مجھے جگا کر کہا اٹھو۔ سمجھ لو جان لو۔ لوی بن غالب میں سے ایک رسول مبعوث کیا گیا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عجبت للجن و اجناسها و شدها العیس با ھلاسھا

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ماموٴمنوھا مثل ارجاسھا

فانھض الی صفوۃ من ھاشم واسم بعینک الی راسھا

جنات میں سے میں تعجب کرتا ہوں اور جنات کے ہم جنس لوگوں سے تعجب کرتا ہوں اور اس سے کہ وہ اپنے اونٹوں پر کجاوے باندھتے ہیں۔ وہ جنات مکہ کی طرف میل کرتے ہیں اور ہدایت کی خواہش کرتے ہیں۔ ان جنات میں جو مؤمن ہیں وہاں کے نجس جنات کی مثل نہیں ہیں۔ تو اس خلاصہ کی طرف جا، جو ہاشم میں سے ہے اور اپنی آنکھوں کو ذرا ہاشم کی طرف اٹھا کر دیکھ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بنی ہاشم کے راس ہیں۔

یہ اشعار سنا کر اس نے مجھے تہدید آمیز انداز سے کہا، اے سواد اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کو مبعوث کیا تو اس نبی کے پاس جا، ہدایت پائے گا۔

حضرت تمیم داری کہتے ہیں کہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ میں شام میں تھا۔ میں کسی کام سے جنگل میں گیا۔ رات ہو گئی وہیں لیٹ گیا۔ اچانک مجھے آواز آئی۔ کسی شخص نے مجھ سے کہا کہ جن کسی شخص کو اللہ تعالیٰ سے نجات نہیں دلا سکتا۔ میں نے کہا خدا کی قسم تو نے کیا کہا۔ تو آواز آئی کہ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا ہے۔ ہم نے مقام حجون میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اب جنات کا مکر و فریب دور ہو گیا۔ اب جنات آگ کے شعلوں سے مارے جاتے ہیں۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر مسلمان ہو جا۔

حضرت تمیم داری فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اٹھتے ہی ایک کاہن سے رات کے واقعہ کا ذکر کیا۔ تو اس نے کہا کہ جن نے جو کچھ تجھ سے کہا سچ کہا۔ اس نبی نے حرم سے ظہور کیا ہے۔ اور اس کی ہجرت کی جگہ مدینہ ہے وہ خیر الانبیاء ہے۔ تو ان کی طرف کیوں نہیں جاتا۔ (رواہ ابونعیم)

جنات کا قبول اسلام اور بارگاہ رسالت میں جوق در جوق آمد

نصیبین کے جنات کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

کعب احبار کہتے ہیں کہ جب نصیبین سے سات جن اسلام قبول کر کے بطن نخلہ سے اپنی قوم میں واپس آئے تو تین سو جنوں کا وفد حجون میں آ کر رکا۔ اور احقب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت اقدس میں سلام عرض کیا اور کہا حضور ہماری قوم کا ایک وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے حجون میں حاضر ہے۔ شرف باریابی عطا فرمایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رات کو حجون میں ملاقات ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی میں مقام نخلہ میں ٹھہرے۔ نصف شب کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ نصیبین کے سات جن حسا، مسا، شاصر، ناصرہ، ابن الارب، امین، انضم آئے اور انہوں نے نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سنی۔ اور اسلام لے آئے۔ اور وہاں واپس آ کر اپنی قوم کی تبلیغ میں مشغول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھے دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچا۔ (الجامع)

ہو گئے۔اس واقعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا۔

وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ (خازن)

دوسرا واقعہ: حضرت علقمہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص لیلۃ الجن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں، لیکن ایک رات مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اطلاع دیئے بغیر باہر تشریف لے گئے ہم لوگ ساری رات پریشان رہے، صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حرا کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جنات کا ایک قاصد آیا تھا میں نے ان کے پاس جا کر قرآن پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنات کے قدموں کے نشانات اور جنات نے جو آگ جلائی تھی اس کے آثار دکھائے۔ (ترمذی)

جن صحابی کی وفات

معاذ بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، ایک شخص نے آ کر بیان کیا کہ میں نے جنگل میں دو بگولے آپس میں لڑتے دیکھے لڑتے رہے اور کچھ دیر کے بعد جدا ہو گئے۔ میں دونوں کے لڑنے کی جگہ گیا۔ اس مقام پر دو سانپ مرے ہوئے نظر آئے۔ ایک سانپ میں سے مشک کی سی خوشبو آ رہی تھی۔ میں حیران ہو کر ان دونوں سانپوں کو الٹنے پلٹنے لگا۔ ان میں سے ایک سانپ بہت پتلا زرد رنگ کا تھا۔ مشک کی سی خوشبو اسی سانپ میں سے آ رہی تھی۔ میں نے اس سانپ کو کپڑے میں لپیٹ کر زمین میں دفن کر دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں چل دیا راستہ میں آواز آئی، اے اللہ کے بندے تو نے بہت اچھا کام کیا۔ یہ دو سانپ ان جنات میں سے تھے جو بنی شعیبان اور بنی قیس میں سے ہیں۔ ان دونوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تھی۔ جس سانپ کو تم نے کفن دے کر دفن کیا تھا، وہ شہید تھا اور ان جنات میں سے تھا جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وحی الٰہی سنی تھی۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابلیس کے پڑپوتے کی ملاقات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک بوڑھے آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہو کر سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور فرمایا تیری آواز اور لہجہ تو جنات کا معلوم ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیری عمر کتنی ہے۔ جواب دیا جس وقت قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اس وقت میری عمر تین چار سال تھی۔ اس زمانہ میں لوگوں کی باتیں سمجھتا۔ لوگوں کو خراب کرتا اور لوگوں کو قطع رحمی کی ترغیب دیتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بوڑھا آدمی ایسے برے اعمال کی ترغیب میں دن رات مشغول رہتا ہو۔ اس سے زیادہ برا شخص کوئی دنیا میں نہیں۔

ہامہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملامت نہ کیجئے۔ میں نے ایسے اعمال سے خدا سے توبہ کر لی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں میں مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں رہتا تھا۔

ہامہ نے کہا یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے تورات کی تعلیم دی تھی۔ آپ بھی مجھے تعلیم فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہامہ کو سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ نباء، سورۂ کورت، معوذتین اور سورۂ اخلاص کی تعلیم فرمائی۔ اور فرمایا اے ہامہ جب تجھے کوئی حاجت ہو تو ہمارے پاس پیش کی جیو۔ اور ہم سے ملتے رہنا۔ (بیہقی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں ایک صحابی جن کا کفن دفن:

حضرت عمر بن عبدالعزیز مکہ تشریف لے جا رہے تھے۔ صحرا میں آپ نے ایک مردہ سانپ دیکھا آپ نے فرمایا زمین کھودنے کا اوزار لاؤ۔ آپ نے گڑھا کھود کر اس سانپ کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ یکایک آواز آئی۔ خدا کی رحمت ہو تجھ پر اے سرق میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے سرق تو صحرا میں مرے گا اور میری امت کا ایک بہتر آدمی تجھ کو دفن کرے گا۔

یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا تو کون شخص ہے خدا تجھ پر رحم کرے اس نے جواب دیا میں جن ہوں اور یہ سانپ سرق ہے سرق ان جنات میں سے ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ اس کے اور میرے سوا اب کوئی نہیں رہا تھا۔

حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں عزی کا قتل:

ابو طفیل کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کرنے کے بعد خالد بن ولید کو نخلہ کی طرف بھیجا۔ نخلہ میں عزی کا بت تھا۔ یہ بت تین میخوں پر قائم تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے ان میخوں کو کاٹ کر جس مکان میں یہ بت نصب تھا اسے منہدم کرا دیا۔

سحر اور جن کے اثرات کا بیان:

سحر کے معنی لغت میں امر مخفی اور پوشیدہ چیز کے ہیں اور علمی اصطلاح میں ایسے عجیب و غریب امور کا نام ہے جن کے وجود میں آنے کے اسباب

نظر سے پوشیدہ ہوں۔تفسیر کبیر میں امام رازی نے فرمایا ہے۔

لفظ سحر اصطلاح شریعت میں ایسے امر کے لئے مخصوص ہے جس کا سبب مخفی ہو اور وہ اصل حقیقت کے خلاف خیال میں آنے لگے۔

سحر کی حقیقت:

علماء اہل سنت کی رائے ہے کہ سحر واقعی ایک حقیقت ہے اور مضرت رساں اثرات رکھتا ہے اور حق تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مصلحت کاملہ کے پیش نظر اس میں اس طرح کے مضر اثرات رکھ دیئے ہیں جس طرح زہر یا دوسری نقصان رساں ادویات میں موجود ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ سحر بذات خود قدرت الٰہی سے بے نیاز ہو کر مؤثر بالذات ہے، سحر کو مؤثر بالذات سمجھنا کفر خالص ہے۔علامہ حماد الدین ابن کثیر نے لکھا ہے۔

سحر کے احکام:

فقہائے اسلام نے سحر کے متعلق تصریح کی ہے۔کہ جن اعمال میں شیاطین ارواح خبیثہ اور غیر اللہ سے استعانت کی جائے اور ان کو حاجت روا قرار دے کر منتروں کے ذریعے ان کی تسخیر سے کام لیا جائے تو وہ شرک کے مترادف ہے۔اور اس کا عامل کافر ہے۔اور جن اعمال میں ان کے علاوہ دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں اور ان کے ذریعے دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے ان کا مرتکب حرام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مہلک باتوں سے بچو۔یعنی شرک اور جادو سے۔(بخاری)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے۔

علامہ فودی کہتے ہیں کہ عمل سحر حرام ہے۔اور وہ بالاجماع کبائر میں سے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سات مہلک چیزوں میں شمار کیا ہے۔اور سحر کی بعض صورتیں کفر ہیں۔اور بعض کفر تو نہیں ہیں مگر سخت معصیت ہیں پس اگر سحر کا کوئی منتر یا کوئی عمل کفر کا مقتضی ہے تو وہ کفر ہے۔ ورنہ نہیں۔بہرحال سحر کا سیکھنا اور سکھانا قطعاً حرام ہے۔

کلدانی سحر کے بڑے پکے ماہر تھے:

معتبر تاریخوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نمرود کے زمانہ میں حکمائے بابل نے چھ طلسم ایسے عجیب وغریب تیار کئے تھے کہ عقل ووہم کی رسائی ان تک دشوار تھی۔

ا۔کلدانیوں نے ایک بط بنائی تھی۔اس بط کی یہ خاصیت تھی کہ جب کوئی چور یا جاسوس شہر میں داخل ہوتا تو یہ خود بخود بولنے لگتی تھی۔لوگ سمجھ جاتے تھے کہ شہر میں کوئی چور یا جاسوس آیا ہے۔وہ اس کو تلاش کر کے فوراً گرفتار کر لیتے۔

سحر کے اثرات

علامہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک غیر آباد مقام پر کچھ دن خدمت کرنے کے بعد بادشاہ جنات وہموش سے میری ملاقات ہوئی۔دوران ملاقات کئی مسائل پر گفتگو ہوئی۔بادشاہ وہموش سے میں نے علامات سحر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھ سے خدا اور سلیمان علیہ السلام کی قسم لی۔کہ ان باتوں میں کبھی دروغ بیانی سے کام نہ لوں گا۔مجھ سے کہا کہ سحر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو حجرہ مسقف میں بند کر کے اس کے آگے دروازہ بند کر دیا جائے۔ایسی حالت میں جب تک کہ اس حجرہ کا تالا نہ کھول دیا جائے باہر نکلنا ناممکن ہے اور جب کسی انسان کے ہاتھ پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے تو اس کو تکلیف محسوس ہوتی ہے یہ تکلیف اس وقت تک رفع نہیں ہوسکتی جب تک کانٹے کو نکال نہ دیا جائے۔

بادشاہ وہموش نے بتایا کہ سحر زدہ مریض حسب ذیل علامات سے پہچانا جاتا ہے:

ا۔سحر کی ایک قسم یہ ہے کہ میاں بیوی محبت پیار سے رہتے ہوں یکا یک مرد اپنی بیوی سے برگشتہ ہو جائے اس مقصد کے لئے سحر کا عمل مرد کے لئے کیا جاتا ہے۔

۲۔عورت اپنے شوہر کو بغض کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے سحر سے پہلے اپنے شوہر کی عاشق زار ہوتی ہے اس صورت میں سحر کا عمل عورت کے لئے کیا جاتا ہے۔

یا عورت اپنے شوہر کو سور کتے سے حقیر اور مبغوض سمجھنے لگتی ہے تو مرد کو اپنی بیوی کی طرف سے باندھ دیا جاتا ہے۔وہ اپنی بیوی سے ہمبستری کی قدرت سے محروم ہو جاتا ہے۔

نئی دلہن کے لئے بھی سحر کیا جاتا ہے۔دلہن اپنے شوہر کو بری اور غصے کی نظر سے دیکھنے لگتی ہے۔

ایک قسم کا سحر عورتوں کے لئے مخصوص ہے کہ وہ اپنے شوہر کی ہمبستری کو برا سمجھنے لگتی ہیں۔

مرد کے مفاصل (جوڑوں) میں یکا یک تکلیف پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک قسم کا سحر ایسا ہے کہ عورت کے پیٹ اور سر میں پانی پیدا ہو جاتا ہے اور ایک قسم کا سحر ایسا ہے عورت کی شکل وصورت تبدیل ہو جاتی ہے۔

عورت کے اولاد کی پیدائش بند ہو جاتی ہے ماہواری آتی رہتی ہے مگر استقرار حمل نہیں ہوتا۔

جن کے اثرات:

جنات چونکہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں اس لئے نہ اس مخلوق کی صحیح تعداد کا علم ہوسکتا ہے اور نہ اس قوم کے تفصیلی حالات ہی معلوم ہوسکتے ہیں۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں جنات کی کثیر تعداد اسلام قبول کر کے مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوگئی تھی۔ پھر بھی انسانوں کی طرح بیاہ شادی توالد وتناسل سے اس قوم کی تعداد اس دنیا کے کل انسانوں سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہ ہوگی۔

جس طرح انسانوں میں کوئی کسی مذہب کا پیرو کار ہے اور کوئی کسی کا۔ اسی طرح جنات کے مذاہب بھی انسانوں کی طرح مختلف ہیں۔ کوئی صحیح راستہ پر ہے اور کوئی غلط راستہ پر ہے، کوئی نیک بخت ہے کوئی بد بخت۔ کوئی نیک ہے تو کوئی بدمعاش۔

دنیا میں نیک انسان جس طرح اپنی جنس کے افراد کو ستانا سخت گناہ تصور کرتے ہیں اسی طرح نیک جنات بھی انسان کو آزار نہیں پہنچاتے۔ ایذاء رسانی شریر نفوس کا خاصہ ہے۔ خواہ وہ انسان ہوں یا جنات۔ انسان کی ایذاء رسانی سے محفوظ رہنے کے لئے حکومت کی طرف سے بھی انتظامات ہوتے ہیں اور ہر شخص قانون حفاظت خود اختیاری کے تحت اپنی حفاظت کے کچھ نہ کچھ انتظامات رکھتا ہے۔

لیکن جنات چونکہ ہماری آنکھوں سے نظر نہیں آتے اور نہ ان کو ایذا پہنچاتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے جنات کے شر سے حفاظت ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے۔

شریر جنات کی تعداد:

جنات کی ایذا رسانی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی تھیں اس سلسلہ میں انہوں نے بسمائیل وزیر شاہ جنات کا قول نقل کیا ہے۔

بسمائیل کہتے ہیں کہ جنات عورتوں اور مردوں کو ستایا کرتے ہیں۔ وہ بہت سی قسم کے ہیں۔ مجھے بھی ان میں بہت سوں کا حال معلوم ہے ایسے جنات کی ستر قومیں ہیں اور ہر قوم میں ستر ہزار قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ میں ستر ہزار افراد۔ اگر آسمان سے سوئی پھینکی جائے تو وہ زمین پر نہ گرے گی ان کے سروں پر رک جائے گی۔

باب۱۴۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابلیس نامہ

آغاز حدیث:

روایت ہے سلمان بن وارد سے اور وہ روایت کرتے ہیں سعید بن مسیتب سے اور وہ عروہ بن زبیر سے۔ خوشنود ہو اللہ تعالیٰ ان سب سے۔ کہا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے باہر نکلے ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان کی طرف اور ہمارے ساتھ تھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پس سنی ہم نے ایک آواز مانند آواز زنجیر کے پس پوچھا ہم نے کیا ہے یہ آواز یا رسول اللہ۔ ''فرمایا ابلیس ہے دشمن اللہ کا اپنے زیور وزینت میں''۔

پس عرض کیا علی رضی اللہ عنہ نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماؤ اس کو تا ظاہر ہووے وہ ہم پر۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس کو کہ تو ظاہر ہو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے واسطے نہیں تو ہلاک ہوگا آج کے دن۔ کہا راوی عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے پس ظاہر ہوا ابلیس ہم سب پر یہاں تک کہ دیکھا ہم سب نے پس یک بیک ہے وہ ابلیس بوڑھا اور کانا اور درازی اس کی اچھی آنکھ کی اس کی ناک کی درازی کے برابر۔ اور تھا اس کے سر پر تاج اس پر آویزاں تھی کل زینت جواہرات وغیرہ۔ اور اس کی کمر پر پٹکا بندھا ہوا تھا۔ جس پر تھی ہر ایک طریق اور اس کے ہاتھ میں تھی ہر ایک گھنٹی۔ پس کہا السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس جواب نہیں دیا اس کو سلام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ وہ ہے جیسا تو کہتا ہے یعنی سلام خدا کی طرف سے ہے۔ تیری جانب سے نہیں۔ لیکن تو ہے دشمن اللہ کا اور دشمن اپنا۔ پس فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یہ کلاہ جو تیرے سر پر دھری ہے۔ ابلیس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ دنیا ہے اپنی آرائش کے ساتھ اس کو زینت دیتا ہوں دلوں میں رغبت کرنے والوں کے۔ تا کہ زیادہ کریں حرص اور طمع اس پر۔ پس فرمایا سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔ پس یہ کیا جو دیکھتا ہوں اس کو تیری کمر میں یعنی پٹکا۔ کہا ابلیس نے یہ پٹکا خواہشیں دنیا کی ہیں۔ اور ظاہر کرتا ہوں میں ان خواہشوں کو بنی آدم کے دلوں پر۔ یہاں تک کہ نہیں چھوڑتے ہیں کسی خواہش کو جو مقدور ہو اس پر۔ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کیا ہے یہ گھنٹی تیرے ہاتھ میں۔ کہا ابلیس نے جس وقت دیکھتا ہوں دو شخص جھگڑے ہوئے تو ہلاتا بجاتا ہوں یہ گھنٹی ان دونوں میں۔ پس دونوں کرتے ہیں سب برے کام اور کہتے ہیں سب جھوٹ اور بہتان۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہتا ہے تو میرے حق میں اور میرے یاروں کے حق میں۔ کہا ابلیس نے یعنی تم تو معصوم ہو یعنی بے گناہ اور پاک، نہیں نزدیک ہوا ہوں میں تم سے کبھی۔ یعنی مجھے تمہارے پاس آنے کی قدرت نہیں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری اطاعت نہیں کی ہے ایام جاہلیت میں پس کیونکر حالت اسلام میں مطیع ہوگا۔ اور لیکن عمر رضی اللہ عنہ جس روز سے مسلمان ہوئے اس کے غلبہ اور قوت دین سے میں بھاگتا ہوں۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ پس اس سے شرمندہ ہوں جیسے شرم کرتے ہیں اس سے آسمان کے فرشتے۔ اور لیکن علی رضی اللہ عنہ پس اپنے کو اس سے نہیں سلامت رکھ سکتا ہوں۔ بالکل بلکہ ہمیشہ مغلوب ہوں۔ اور آپ کے باقی یار پس میں اور وہ۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے ہیں تیرے دوست میری امت میں سے۔ ابلیس نے کہا میرے دوست گیارہ قسم کے ہیں۔ پہلا ان میں بادشاہ ظالم عدل وانصاف نہ کرنے والا اور دوسرا تکبر کرنے والا، اور تیسرا سوداگر چوری کرنے والا، کم کرنے والا وزن اور ناپ میں، اور چوتھا شراب پینے والا، اور پانچواں بیاج (سود) کھانے والا، اور چھٹا چغلی کھانے والا، اور ساتواں ناحق قتل کرنے والا، اور آٹھواں ناحق یتیم کا مال کھانے والا، اور نواں زکوٰۃ نہ دینے والا، اور دسواں دنیا کو اختیار کرنے والا آخرت پر، اور گیارہواں دور امید رکھنے والا ہر آن ہر لحظہ موت نزدیک ہوتی ہے سو اس کو بھول کر ہزاروں سال جینے کی فکر کرنا بڑی نادانی ہے۔ غرض یہ سب دوست ابلیس کے اور دشمن خدا کے ہیں۔ پس فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیونکر پاتا ہے تو اپنے کو نماز کی حالت میں۔ ابلیس نے کہا پکڑتی ہے تب لرزہ جب کھڑے رہتے ہیں لوگ نماز پر۔ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قرآن پڑھایا جاتا ہے تو تیرا کیا حال ہوتا ہے۔ بہرا ہو جاتا ہوں۔ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پس حج کرنے کے وقت تیرا کیا حال ہوتا ہے۔ ہوتا ہوں قیدی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' پس وقت

جہاد کے تیرا کیا حال ہوتا ہے۔ ابلیس نے کہا باندھے جاتے ہیں دونوں ہاتھ میرے گردن کی طرف یعنی مشکیں باندھی جاتی ہیں۔ پس صدقہ اور خیرات کے وقت تیرا کیا حال ہوتا ہے۔ ابلیس نے کہا پس گویا خیرات کرنے والا پکڑتا ہے آرہ۔ پس اس آرے کو رکھتا ہے میرے سر پر اور کاٹتا ہے مجھ کو دو ٹکڑے پھینکتا ہے آدھا مشرق کی طرف اور آدھا مغرب کی طرف۔ کس لئے ایسا تیرا حال ہوتا ہے اے ملعون۔ ابلیس نے کہا اسلئے کہ تحقیق ان خیرات کرنے والوں کے لئے ہیں صدقہ دینے میں تین خصلتیں یعنی تین مرتبے ہیں۔ نہیں صبر ہے مجھ کو ان مرتبوں پر، پہلا مرتبہ ان سے یہ کہ اللہ اس کا قرض دار ہوتا ہے۔ دوسرا ہوتا ہے صدقہ دینے والا بہشت کے وارثوں سے۔ اور تیسرا یہ کہ صدقہ دینے والوں کے نفس محفوظ رہتے ہیں۔ میری گمراہی سے چالیس دن۔ پھر کون سی مصیبت بزرگتر ہے مجھ پر اس سے۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیا تو جانتا ہے کتنے ہیں شیطان۔ کہا ابلیس نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مامور ہوا ہوں میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ کہوں۔ جانیئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کا شمار دسواں حصہ چوپائے جانوروں کا ہے۔ اور آدمی اور چوپائے دسواں حصہ پرندوں کا۔ اور آدمی اور چوپائے اور پرندے دسواں حصہ جنات کے۔ اور آدمی اور چوپائے اور پرندے اور جنات دسواں حصہ شیاطین کا ہیں۔ اور آدمی اور چوپائے اور پرندے اور جنات اور شیطان دسواں حصہ یاجوج و ماجوج کا ہے۔ اور بنی آدم و چوپائے و پرندے و جن و شیاطین و یاجوج و ماجوج دسواں حصہ آسمان کے فرشتوں کے ہیں اسی طرح انتہا تک ساتوں آسمان کی۔ پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کون سی خصلتوں سے پہچانتا ہے میری امت کی ہلاکت کو۔ ابلیس نے کہا جب قبول کریں گے مجھ سے تین خصلتیں۔ پس تحقیق ہلاک ہوویں قیامت تک۔ پہلی خصلت بخیلی ہے پس تحقیق وہ سب گناہوں کا سر ہے۔ اور دوسری بازی اور بیہودگی پس تحقیق وہ شاخ ہے کفر سے اور تیسرے فراموش کرنا گناہوں کو اپنے۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت مرحومہ ہے۔ مغفرت کرے گا خدائے تعالیٰ گناہ پچاس برس کے ایک ساعت توبہ کرنے سے۔ ابلیس نے کہا سچ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور البتہ میں امر کروں گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض امت کو وہ چیز جو باطل کرے ان کے اعمال کو۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز سے امر کرے گا میری بعض امت کو۔ ابلیس نے کہا لیکن بوڑھے مرد پس نہیں امر کرتا ہوں ان کو اس چیز کا جو نہیں اٹھایا جاوے ان سے اور وہ اطاعت نہ کریں میری اس امر میں اور میں امر کروں گا ان کو جھوٹ کہنے اور غیبت کرنے اور جھوٹی گواہی دینے اور نماز کے واسطے سستی کرنے اور عبادت میں ڈھیل کرنے کو یعنی بوڑھوں سے ایسے گناہ اچھی طور ادا ہوتے ہیں۔ لیکن پس جوان میں امر کرتا ہوں ان کو جھوٹ کہنے اور غیبت کرنے اور جھوٹی گواہی دینے اور طرف بدی اور بدفعلی اور بدکاری کے اور تکبر اور غرور کے اور دیکھنے حرام کی طرف یعنی جس چیز کو دیکھنا مسلمانوں کو حرام ہے۔ لیکن لڑکے پس وہ ہیں ہماری بغلوں کے بیچ ہم بازی کرتے ہیں ان سے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اور لیکن بوڑھیاں پس امر کرتا ہوں ان کو بہتان اور زیادہ باتیں کرنے اور جادو کرنے اور لوگوں کی آبرو گرانے میں اور نماز کی تحقیر کرنے میں اور لیکن جوان عورتیں پس نہیں ہے میرے اور ان کے درمیان خلاف مگر ہزار سے ایک عورت میرے مخالف ہو گی۔ اسی طرح جوان مرد ہزار میں سے ایک یعنی تمام جوان عورت و مرد میرے مطیع ہیں اور قسم ہے مجھے اس کی جس نے مجھے مہلت دی زندہ رہنے کی قیامت تک تحقیق کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے نہیں نیت کرتا ہے نیکی کی جو کرے اس کو مگر سونپتا ہوں اس کے ساتھ ایک شیطان کو جس کو متقاضی کہتے ہیں۔ تقاضا کرتا ہے وہ شیطان ان لوگوں کے نزدیک یہاں تک کہ خبر دیتا ہے اس کی جو کرتا ہے اور منت رکھتا اس سے لوگوں کے پاس اللہ پر یعنی اس نیک عمل کو وہ شخص لوگوں میں ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھتا ہے پس ناچیز ہوتا ہے اس کا اجر اور نہیں قصد کرتا ہے کوئی نماز کا مگر پھیرتا ہوں اس کو اس سے یہاں تک کہ فوت ہو جاتا اس کا وقت پس اگر رد کر دے وہ نمازی یعنی میرا فریب نہ قبول کرے تو بھیجتا ہوں اس کی طرف آدمیوں سے اس کو جو پھیر دیوے اس کو اس نماز سے طرف باتوں کے یا کسی سبب کی طرف سبھوں سے۔ پس وہ نمازی آتا ہے نماز کو بعد اس کے جو تحقیق فوت ہو جاتا ہے وقت۔ پس جلد جلد ادا کرتا ہے اس نماز کو جیسے ٹھونگتا ہے دانہ کو مرغ۔ پس رد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر نماز اس کی کو۔ مگر جب توبہ کرے کیونکہ توبہ مٹا دیتی ہے گناہوں کو اور ڈالوں گا درمیان ان کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ظلم از روئے بہتان کے۔ پس کہوں گا ظلم کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور کیا عمر رضی اللہ عنہ نے اور کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا اور ایسا اور علی رضی اللہ عنہ ایسا اور ایسا مدح کروں گا علی رضی اللہ عنہ کی ایک گروہ کے نزدیک یہاں تک کہ دوستی رکھیں گے ان کی ایسی دوستی کہ زیادہ حد سے ہو اور فضیلت دیں گے ان کو ابراہیم اور اسمٰعیل اور جبرائیل و میکائیل علیہ السلام پر۔ پس ہمیشہ بغض رکھنے والے ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے ساتھ گالیوں اور مذمت کے نزدیک دوسروں کے۔ بدتر اس چیز سے جو ہوتی ہے مذمت کے یہاں تک کہ قبول کریں گے مجھ سے اور زیادتی کریں گے بغض میں۔ پس نہیں زیادہ کریں گے آپ کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو عباس اور اولاد عباس کی امداد کر (تین دفعہ یہ دعا کی) (جمع الجوامع)

یاروں کے لئے سوائے بغض وعداوت کے یہاں تک کہ آوے گی ان کو موت اور وہ رہیں گے اسی عادت پر۔ پس کونسا عمل اور کونسی توبہ قبول ہوگی ان سے۔ کہتا ہے راوی پس روئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ گریہ شدید کے اور فرمایا تحقیق یہ سب ہونے والا ہے۔ اور اللہ اعانت طلب کیا گیا ہے۔ یعنی ان باتوں کے نہ ہونے میں اللہ سے مدد چاہیں تو وہی مدد کرنے والا ہے۔ پس ابلیس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جنت کو اور پیدا کئے اس کے لئے لوگ اور پیدا کئے ان کے واسطے نیک اعمال جو کریں گے موافق اس کے ایسے ہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا اور وہ لوگ امر سے حق تعالیٰ کے عمل کریں گے اور پیدا کیا دوزخ کو اور پیدا کیا اس کے لئے لوگوں کو اور پیدا کیا ان کے واسطے بد اعمال جو کریں عملوں کو اور ایسا ہی قول ہے خدائے تعالیٰ کا۔ خدائے تعالیٰ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارے اعمال کو پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دیکھا ہے تو دوزخیوں کی خصلتوں سے۔ پس کہا ابلیس نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شرک کرنا۔

آیا نہیں وحی بھیجی حق تعالیٰ نے آپ کی طرف اور یہ آیت اور اگر پروردگار تیرا چاہتا ہے تو ہرگز نہیں کرتے وہ لوگ اس کو۔ اور فرمایا حق تعالیٰ نے آیا پس جو شخص کہ زینت دیا گیا اس کو بدعمل پس جانا اس کو نیک۔ پس تحقیق اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور راہ راست دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ پس نہ جاوے تیرا نفس ان پر حسرتوں سے اور کہا خدائے تعالیٰ نے پس ڈھانپا ہم نے ان کو تو وہ نہیں دیکھتے راہ راست کو۔ پس کیا علاج مسکینوں کا جب ارادہ کرے حق تعالیٰ ان کی گمراہی کا جیسا فرمایا اللہ برکت والے اور بلند نے۔ وہ لوگ کہ ارادہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے کہ پاک کرے ان کے دلوں کو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تحقیق وہ جو ظاہر ہوتا ہے بھید کہنا شیطان سے واسطے غمگین کرنے کے ان کو جو ایمان لائے۔ شیطان نہیں ضرر پہنچا سکتا اس کو کسی چیز کا مگر ارادے سے اللہ کے پس کیا علاج ہے میرا جب گمراہ کرے مجھ کو اللہ تعالیٰ۔ پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خبر دے مجھ کو اے ابلیس کون چیز توڑتی ہے تیرے سو کو۔ کہا ابلیس نے بہت استغفار کرنا۔ فرمایا حضرت نے کون چیز گلاتی ہے تیرے جسم کو۔ کہا ابلیس نے سہل کرنا خیل کو یعنی گھوڑے دوڑانے خدا کی راہ میں کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کو۔ حضرت نے فرمایا پس کون چیز ذلیل و ناقص کرتی ہے تیرے منہ کو۔ ابلیس نے کہا اذان دینے والے۔ پس کون چیز مارتی ہے تجھے تازیانے۔ ابلیس نے کہا پڑھنا قرآن کا۔ حضرت نے فرمایا پس کون چیز تم کو داخل کرتی ہے زمین میں ساتویں حصہ طبقہ میں جو سب سے نیچے ہے۔ ابلیس نے کہا صلہ رحمی کرنا یعنی ماں باپ اور خویشوں سے سلوک کرنا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز پکاتی ہے تیرے گوشت کو۔ ابلیس نے کہا گناہوں سے توبہ کرنے والا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز طمانچے مارتی ہے تیرے گال پر۔ ابلیس نے کہا وہ شخص جو ڈھانپتا ہے اپنی آنکھوں کو اس سے جس کو دیکھنا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز نقصان کرتی ہے تیری زندگی کو۔ ابلیس نے کہا جو کہ برابر ناپتا ہے اور بے نقصان تولتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز عذاب دیتی ہے تجھ کو۔ ابلیس نے کہا ذکر خدا تعالیٰ کے کرنے والے صبح اور شام۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز ایذاء دیتی ہے تجھ کو۔ ابلیس نے کہا نمازی لوگ صف اول میں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون چیز چنی گئی ہے تیری محبت میں میری امت سے۔ کہا ابلیس نے کہ پینے والا شراب کا۔ حضرت نے فرمایا پس کون ہے تیرے ہمراہ کھانے والا۔ ابلیس نے کہا جو کہ نہیں پرواہ کرتا ہے کہ کہاں سے کھایا حرام سے یا حلال سے۔ حضرت نے فرمایا پس ہم نشین تیرا کون ہے۔ ابلیس نے کہا یار حرام کار و دغابازی و تکرار کرنے والا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے تیرا خیر خواہی کرنے والا۔ ابلیس نے کہا جس نے حاصل کیا مال کو جھوٹی سوگند (قسم) کھا کر۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے تیرا قاصد۔ ابلیس نے کہا چغل خور۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے تیرا ہمکلام ابلیس نے کہا جو لوگ کہ دوست رکھتے ہیں عالم کی طرف سے جھوٹ کہنے کو۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے تیری آنکھ کی ٹھنڈک۔ ابلیس نے کہا قسم کھانے والا طلاق پر اگرچہ وہ سچی ہو۔ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کس لئے ایسا ہے اے ملعون ابلیس نے کہا اس لئے کہ تحقیق جب وہ عادت کرے طلاق کی قسم پر کبھی توڑتا اور کبھی وفا کرتا ہے۔ تو اپنی قسم کو ایک بار پس عود کرتا ہے زانی ہو کر اور اس کی اولاد زنا کی ہوتی ہے۔ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پس کون ہے تیرا دوست ابلیس نے کہا جس نے کہ دھیان کیا تحقیق نماز کے وقت میں ہوں پس تاخیر کیا اس کو ایک ساعت بعد ساعت کے۔ حضرت نے فرمایا پس کون ہے لوگوں میں بزرگ تر تیرے نزدیک ابلیس نے کہا جو کہ آپ سے بغض رکھتے ہیں اور ان لوگوں سے عداوت اور اشارہ کیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے لوگوں سے افضل تیرے نزدیک۔ ابلیس نے کہا بہت ضرر پہنچانے والا لوگوں کو

سب لوگوں سے۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کہاں ہے تیرا گھر ابلیس نے کہا نہانے کی جگہ۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کہاں ہے تیرے بیٹھنے کی جگہ ابلیس نے کہا بازار میں۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کیا ہے تیرا پڑھنا ابلیس نے کہا شعر۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کیا ہے تیری اذان ابلیس نے کہا راگ کے ساز یعنی تنبورہ و سرود وغیرہ۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کیا ہے تیری کتاب اور کون ہیں تیرے مدد کرنے والے ابلیس نے کہا جو کہ حکم کرتا ہے لوگوں کو ناحق پر۔ابلیس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر لوگ نہیں نقصان کریں ناپ کو اور نہیں کم کریں تول کو تو البتہ مر جاؤں میں بھوک کے سبب۔اور ہر غنی کے لئے ایک خزانچی ہے۔اور میرے خزانچی ناپ اور تول میں نقصان کرنے والے ہیں۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمایا پس کیا ہے تیرا شربت۔ابلیس نے کہا نشے کی چیز میرا شربت ہے اور چغلی میرا میوہ ہے۔ اور غیبت میری مجلس ہے۔اور جھوٹی قسم کھانا میری تمنا ہے۔اور کھانا پینا بائیں ہاتھ سے میری خواہش ہے۔اور کھولنا شرمگاہ کا میرا تجمل ہے۔اور پہننا جوتا بائیں پاؤں میں پہلے داہنے پاؤں کے میرا ارادہ ہے۔اور پیشاب کرنا سمت قبلہ کی طرف رضامندی ہے اور چٹخانا انگلیوں کا میری تسبیح ہے۔انگلیوں میں انگلیوں کو ملانا گرد زانوں کے میری خوشی ہے۔اور کاٹنا رحم کو میرا صلہ ہے اور توڑنا توبہ کا میرا شکر ہے اور سونا نزدیک نماز عشاء کے میری راحت ہے۔اور نہیں کوئی طلب میں مال حرام اور فرج حرام کے جس کا میں رفیق نہیں اور نہیں کوئی مجامعت کرنے والا جس حال میں کہ بسم اللہ نہ کہے آگے اس کے مگر میں رہوں گا۔اس کے ساتھ یعنی مجامعت کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھنے والے کے ساتھ میں رہتا ہوں اور آپ سچا نہیں جانتے ہیں تو پڑھتا ہوں میں آیت کو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور شریک ہو ان کے مال اور اولاد میں۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون اعمال تیری طرف زیادہ بغض رکھنے والے ہیں۔ابلیس نے کہا نماز بچوں کی اور روزہ انکا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیا ہے کوئی عورت سے جو نہیں قدرت رکھتا تو ان پر ابلیس نے کہا ہاں مریم بیٹی عمران کی اور آسیہ بیوی فرعون کی اور بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ بعد مسلمان ہونے کے اور فاطمہ بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون ہے مردوں سے جو قدرت نہ پائے تو اس پر۔ ابلیس نے کہا وہ مرد ہے جو نہیں دیکھتا ہے کسی اجنبی عورت کے منہ کے طرف اور نہیں نظر کرتا عورتوں اجنبی کی طرف مگر وہ نظر ایک تیر ہے۔ میرے تیروں سے یعنی عورت اجنبی پر شہوت سے نظر کرنا ابلیس کا تیر ہے۔ آیا تو نے نہیں جانا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فتنہ داؤدؑ کا نہیں آیا مگر نظر کرنے کی طرف سے۔یوسف سے زلیخا نے نہیں قصد کیا بدی کا جب تک نہ دیکھا یوسف کو پس برکت دے اللہ تعالیٰ عورتوں میں کہ مردوں کا شکار ان ہی میں ہے۔یعنی فریفتہ کرنا ان کا۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون مرد ہے جو زیادہ دوست ہے تیری طرف۔تونگر جو چور ہے اور عالم جو بدکار ہے۔حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس کون مرد ہے زیادہ بغض رکھنے والا تیری طرف سے۔ابلیس نے کہا وہ تونگر جو سخی ہے اور وہ عالم جو پرہیزگار ہے۔اور ابلیس نے کہا وہ ایک عالم جو پرہیزگار ہے سوخت تر ہے مجھ پر ہزار عابد سے اور وہ عورت جو فاجرہ ہے وہ دوست تر ہے میری طرف ہزار بدکار مردوں سے۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق شیطان متعین ہیں لوگوں کے ساتھ جب جمع ہوتے ہیں لوگ مسجدوں میں تو ڈالتے ہیں ان پر خواب اور اونگھنے کو یہاں تک کہ وہ توڑ ڈالتے ہیں ان کی طہارت کو۔اور دوسرے شیطان جو متعین ہیں ناپنے والوں کے ساتھ سو نہیں چھوڑتے ہیں ان کو جو پورا تولیں یہاں تک کہ پکڑ لیتے ہیں یعنی روکتے ہیں پورا ناپنے کو۔اور دوسرے نہیں ہے ان کا کوئی شغل مگر یہ کہ ترغیب دیتے ہیں لوگوں کو طرف اس چیز کے جو وہ لوگ کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ لوگ جانتے ہیں اپنے کاموں کو پس باطل ہوتے ہیں ان کے۔کیونکہ صدقہ جب پوشیدہ ہووے تو لکھے جاتے ہیں ثواب ان کے ننانوے کے دگنے اور اگر چاہتا پروردگار تو عذاب نہ کرتا کسی کو اور البتہ توبہ بخشا اللہ تعالیٰ مجھ کو اور لیکن تمام ہوا کلمہ پروردگار آپ کا جو یہ ہے پس ایک گروہ بہشت میں ہے اور دوسرا گروہ دوزخ میں ہے۔

یا اللہ یا رحمٰن مترجم اور سب مسلمانوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ حذیفہ اور اس کی والدہ کو بخش دے۔(ابن عساکر)

باب ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ ملتان کے کچھ جواہر

پاکیزہ خطہ

(از حضرت اسد ملتانی مرحوم)

خطہ پاکیزہ ملتان و سندھ
ہست تصویر عرب در ملک ہند
سوئے ریگستان و نخلستان نگر
جلوہ خاک حجاز آید نظر
مے کند اعلان ہر نخل بلند
ایں زمیں از فیض یثرب بہرہ مند
از خرام اشتراں آیم بہ وجد
یاد می آید مرا صحرائے نجد
ہیں کہ در ملتانیان حق پرست
روح اوصاف حجازی مضمرست
اہل ملتاں از تکلف بے نیاز
سادہ دل شیریں زبان مہماں نواز
مایہ ناز است بہر ایں زمیں
نقش پائے ابن قاسم برجبیں
درضلالت خانہ ہندوستان
اولیں گہوارہ اسلامیاں
ماندہ است ایں سر زمین اولیاء
قبلہ مقصود ارباب صفاء
ایں مقدس خاک را اے کردگار
از ہوائے مغربی محفوظ دار

اسلامی نقطہ نظر سے دنیا کا سب سے پہلا انسان حضرت آدم علیہ السلام کو تسلیم کیا جاتا ہے ان کا ہبوط باتفاق مؤرخین جزیرہ سراندیپ (لنکا) پر ہوا۔ جس کی توثیق امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب الامام محمد بن علی الباقر۔ الامام جعفر الصادق کی روایات سے ہوتی ہے۔ جن کو ابن الفقیہ الہمدانی متوفی بعد ۲۷۹ھ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

وَفِی الْحَدِیْثِ اَنَّ آدَمَ اُھْبِطَ بِالْھِنْدِ عَلٰی. جَبَلِ سَرَانْدِیْبَ وَاُھْبِطَتْ حَوآءَ بِجِدَّۃٍ وَاِبْلِیْسَ اللَّعِیْنَ بِمِیْسَانَ وَالْحَیَّۃِ بِاَصْبَھَانَ.

نیز حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام ہند میں سراندیپ پہاڑ پر اتارے گئے اور حوا جدہ میں اور ابلیس لعین ”میسان“ میں اور سانپ اصفہان میں۔

میسان:

ملتان نے اپنی زندگی میں انقلابات زمانہ کے تحت جس قدر نام پائے ان میں اس کا سب سے پہلا نام ”میسان“ جس کی تواریخ تائید کرتی ہیں۔قدیم زمانہ میں میسان ہی ملتان کا اولین نام تھا۔ جس کی تصدیق و توثیق خانجہاں لودھی یکے از امرائے جہانگیری اپنی تصنیف لطیف مراۃ الافاغنہ صفحہ ۷ پر ان الفاظ میں کرتا ہے۔ جس کا قلمی نسخہ پبلک لائبریری باغ لانگے خاں ملتان میں موجود ہے۔

”ابلیس راہبر آدم گماشت ،باعانت مارو طاؤس در بهشت آمده و بخوردن شجر ممنوع فریب داده و از نعمات بهشت محروم ساخت و بحکم اهبطو منها جمیعا از جنت بدار دنیا منتقل شد. آدم بسراندیپ حوا به جده و ابلیس درزمیں ملتان دمار باصفهان و طاؤس در هندوستان افتادند“

یعنی جنت بدر ہونے کے بعد حضرت آدم جزیرہ سراندیپ (لنکا) میں حوا جدہ میں شیطان ملتان میں سانپ ایران میں اور مور ہندوستان میں اترا اور ملتان کو سب سے پہلے اولاد آدم نے ہی آباد کیا۔

ملتان:

مول استھان پورہ ملتان بن گیا۔ عام خیال ہے کہ مولتان کا نام مالی استھان تھا۔ اور یہ اس لیے کہ سکندر کے وقت یہاں ہندوؤں کی ایک شاخ مالی آباد تھی۔

ایک روایت کے مطابق ادیتہ دیوتا کی نسبت سے مولتان نام پایا۔ یہ بت صدیوں تک قائم رہا اور ان طلائی تحائف کی رعایت سے جو اس بت پر چڑھائے جاتے تھے۔ ملتان کو عرب سیاحوں نے بیت الذہب کا نام دیا۔ (ابن الاثیر)

قدیم باشندے:

قدیم ملتان کے باشندے سیاہ فام، کوتاہ قد، اور چپٹی ناک والے تھے۔ ایرانی نژاد سمیری لوگوں نے وسطی ایشیاء کی پہاڑیوں سے اتر کر پہلے پہل دجلہ اور فرات کی وادی میں بودوباش اختیار کی۔ آبادی کے دباؤ کی وجہ سے وہ مشرق کی طرف بڑھے اور انہوں نے وادی سندھ کو اپنا مستقر بنا کر شاندار سمیری تہذیب کی بنیاد ڈالی۔ یہ لوگ دراز قد گندمی رنگ متناسب الاعضاء اور خوش شکل تھے۔ باہمی میل جول سے جو نسل تیار ہوئی۔ وہ جاذب نظر تھی۔

آریاؤں کے غلبہ نے اس تہذیب کا خاتمہ کر کے ملتان کے ابتدائی باشندوں کو کلیۃً اپنا وطن چھوڑ کر جنوب کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

عربوں کی آمد کے بعد یہاں کے لوگ اسلام سے متاثر ہوئے۔ اگر چہ انہوں نے اپنی ذاتیں برقرار رکھیں اور پرانی رسم و رواج کے پابند رہے مگر بلحاظ عقائد پختہ مسلمان بن گئے۔ یہاں کے باشندے زیادہ متناسب الاعضاء مؤثر قد و قامت اور گندمی یا سانولے رنگ کے ہوتے ہیں۔

طوفان نوحؑ:

تاج الدین مفتی کی غیر مطبوعہ ''تاریخ پنجاب میں جو ۱۸۶۸ء میں لکھی گئی۔ اور مسٹر احمد ربانی کے قلمی کتب خانہ لاہور میں موجود ہے۔ یہ روایت درج ہے کہ نوح علیہ السلام کے طوفان کے وقت ملتان آباد تھا۔

نامور مؤرخ البیرونی اپنی کتاب ماللہند کے صفحہ ۱۵۵ پر لکھتا ہے کہ:

''گیارھویں صدی عیسوی میں میرے قیام ملتان کے دوران ملتان کے باشندے اسے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو تیس سال پرانا بتاتے ہیں''۔

اس کی تائید آثار قدیمہ سے ہوتی ہے جو ملتان اور اس کے توابات میں پائے گئے۔ ان کی رو سے ماہرین آثار قدیمہ نے اس کی عمر میں دو لاکھ سال قیاس کی ہے۔

موجودہ تاریخیں اس کی قدامت اس حد تک تسلیم کرتی ہیں کہ دس ہزار سال قبل جب آرین وادی سندھ میں پہنچے تو انہوں نے ملتان کو آباد کیا۔

ہندوؤں کی متبرک کتاب رگ وید، علم انسانی میں سب سے پرانی کتاب ہے جو ملتان کے علاقہ کے دریاؤں کے کنارے بیٹھ کر کئی صدیوں میں لکھی گئی۔ رگ وید کے اشلوک کا زمانہ مؤرخین نے چھ ہزار سال سے آٹھ ہزار سال قبل مسیح تحقیق کیا ہے۔

عرب اقتدار

قاسمی دور:

محمد بن قاسم فتح ملتان کے بعد دیپالپور تک پیش قدمی کر چکا تھا۔ کہ اسے واپس بلایا گیا۔ اس کی واپسی کا ہندوؤں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ اس کی رحمدلی فیاضی اور رواداری کو یاد کر کے روتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ فرط عقیدت سے اس کا بت بنا کر مدتوں اسے پوجتے رہے۔ خود محمد بن قاسم کو بھی واپس بلائے جانے کا صدمہ تھا۔ اس نے سترہ برس کی عمر میں مردان کارزار کی سرداری کی جبکہ اس کے ہم عصر کھیل کود میں مشغول تھے۔

محمد بن قاسم کے بعد وادی سندھ کی اسلامی حکومت خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پوتے داؤد بن نصر کے سپرد ہوئی۔ جس نے عکرمہ بن ریحان شامی کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ خلیفہ بن سلیمان بن عبدالملک نے اپنے زمانے میں حبیب بن مہلب کو سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا۔ ۹۹ھ میں سلیمان بن عبدالملک کی وفات پر عمر بن عبدالعزیز خلیفہ منتخب ہوئے۔ انہوں نے عمرو بن مسلم باہلی کو سندھ و ملتان کا گورنر مقرر کیا۔ اس کے زمانہ میں داہر کا بیٹا جے سنگھ اور دیگر راجاؤں نے عمر بن عبدالعزیز کے تبلیغی خطوط سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور کچھ جالندھر کا علاقہ اسلامی مملکت میں شامل ہوا۔

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جنید بن عبدالرحمٰن اس علاقہ کا گورنر بنا۔ جس نے مارواڑ کا علاقہ فتح کر کے اسلامی مملکت میں شامل کیا۔ اس نے اپنے وقت کی فتوحات میں ساڑھے چھ لاکھ قیدی بنائے۔ آٹھ کروڑ درہم روپیہ شاہی خزانے میں جمع کرایا۔ اسی قدر روپیہ اور قیدی فوجیوں میں تقسیم کئے۔ اور ایک کروڑ درہم مصارف سلطنت کے لیے بچائے۔ جنید کے بعد تمیم بن زید ۱۱۱ھ میں سندھ کا گورنر بنا اس وقت سندھ کا خزانہ ایک کروڑ اسی لاکھ کی خطیر رقم سے معمور تھا۔ جو اس نے رعایا پر فیاضی سے خرچ کیا۔

اس کا شمار اسخیائے عرب میں ہوتا تھا۔ اس کی اچانک موت سے ایسی بدنظمی پھیلی کہ داہر کا لڑکا جے سنگھ اور دوسرے راجے اور قبائل اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے۔ اور اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ ملتان سندھ سے الگ ہو گیا۔ اور ایک خودمختار ریاست بن گیا۔ جس پر بنو اسامہ نے ساٹھ سال حکومت کی۔

تمیم کی وفات کے بعد حکم بن عوانہ کلبی سندھ کا گورنر بنا۔ یہ محمد بن قاسم کے صاحبزادہ عمر کو ہمراہ لایا جو باپ کی طرح عقل مند مدبر دانشور اور بہادر ثابت ہوا۔ اس نے بحیثیت سپہ سالار سرکشوں کی سرکوبی کی اور عرب اقتدار کو بحال کیا۔ مزید فتوحات کر کے باپ کی روایت کو زندہ کیا۔ اس نے اسلامی سلطنت کے استحکام اور اپنی فتوحات کی یادگار کے طور پر دریائے سندھ کے غربی کنارے محفوظ کے بالمقابل ایک نیا شہر منصورہ کے نام سے آباد کیا۔ جو اس کے فاتح و منصور واپس جانے کی یادگار بنا۔ اور سندھ کا دارالسلطنت رہا۔

غزنوی دور:

ملتان پر عربوں نے ۹۵ھ میں قبضہ کیا ۱۳۲ھ تک ملتان کا تعلق خاندان بنی امیہ سے رہا۔ اموی حکومت کی بساط اٹھنے کے بعد اس کا تعلق

بنو عباس سے ہوا۔ تیسری صدی ہجری یعنی خلیفہ معتصم کے زمانے تک ملتان عباسی حکومت کے تحت رہا۔

محمد بن قاسم کے قریباً اڑھائی سو سال تک ہند پر راجپوت براجمان رہے۔

۹۷۰ھ میں سامانی بادشاہوں کے زمانہ میں افغانوں نے صوبہ کابل اور صوبہ ملتان کے درمیان حد فاصل قائم کر دی حکومت غزنی کے زمانہ میں الپتگین کا جرنیل سبکتگین بار بار ملتان پر حملہ آور ہوا۔ ۹۸۰ھ میں امیر سبکتگین برسر اقتدار آیا۔ اس نے شمال مغربی سرحد کے بعض علاقے فتح کر کے پشاور اور کابل میں اسلامی حکومت قائم کی اور فتح ہندوستان کے لیے راستہ صاف کر دیا۔

سلطان محمد تغلق نہایت فاضل آدمی تھے۔ اہل علم و دانش کا بڑا قدردان تھا۔ علم ادبیات، منطق فلکیات اور ریاضیات کے علوم پر عبور رکھتا تھا۔ فلسفہ یونان کا بڑا ماہر تھا۔ قرآن اور فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ کا حافظ تھا۔ برنی کے بیان کے مطابق اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں جب یہ گورنر ملتان تھا۔ اس کی مجلس فضلاء و شعراء سے ہمیشہ بھری رہتی تھی۔ اسی میں برابر شہنامہ فردوسی دیوان سنائی دیوان خاقانی اور خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے۔ پھران پر بحث وتمحیص ہوتی تھیں۔ اگر پند و نصائح کا کوئی شعر سن لیتا تو اسی وقت رو دیتا تھا۔ اسکی تہذیب و شائستگی کا یہ عالم تھا۔ کہ جب دربار میں بیٹھتا تو دن کا دن اور رات کی رات گذر جاتی لیکن اپنا زانو تک نہ بدلتا۔ اس نے دو مرتبہ حضرت سعدی کو ملتان آنے اور مدرسہ بنوا دینے کی پیشکش کی مگر وہ اپنی پیری و ضعیفی کی وجہ سے خود نہ تو آسکے لیکن اپنی دو قلمی کتابیں گلستان و بوستان بھیج دیں۔

امیر تیمور:

ہلاکو اور چنگیز خان کا جانشین، خداداد صلاحیتوں کا مالک دلیر اور نڈر چغتائی ترک امیر تیمور نے سلطنت دہلی کے سیاسی انتشار اور برعظیم کی بے انداز دولت کی شہرت کی بنا پر ہندوستان کا رخ کیا تیمور کے ہوا خواہ اس کے مذہبی عصبیت کو حملہ ہند کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ مگر جگہ بہ جگہ بدنصیب مسلمان مقتولین کے کٹے ہوئے سروں سے بنائے گئے مینار اس نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔

اسکی اپنی لکھی ہوئی تزک تیموری میں تحریر ہے کہ ہندوستان کو فتح کرنے کے لیے میں نے اپنے امیران لشکر اور فرزندان دلبند سے مشورہ کیا۔ فرزندان والاقدر نے تو تسخیر ہند کو ضروری قرار دیا مگر امیران لشکر نے تذبذب کا اظہار کیا میں نے قرآن سے دریافت کیا تو یہ آیت کریمہ برآمد ہوئی۔

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ.

یہ سن کر سب نے سر جھکا لیا اور چپ ہو گئے۔ جس پر امیر تیمور نے ہند پر حملہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا اور اس کے تحت اپنے پوتے پیر محمد خان کو ہراول دستے کے طور پر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ جس نے دریائے سندھ عبور کر کے اوائل ۱۳۹۸ء میں ملتان اور اچ پر قبضہ کر لیا۔

ستمبر ۱۳۹۸ء میں امیر تیمور نے ایک بھاری لشکر جرار کے ساتھ دریائے سندھ، دریائے جہلم اور دریائے چناب اور راوی کو عبور کر کے لاہور کے حاکم مبارک خان کو شکست دی۔ جس نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔

اکتوبر ۱۳۹۸ء میں اس نے ملتان کے تیسرے تاریخی قلعہ تلمبہ پر حملہ کیا اسے فتح کرنے کے بعد اس نے وہاں دربار لگایا۔ اہل سادات آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء و فضلاء کو زر فدیہ معاف کیا۔ اور تحائف مختلفہ و اسپ ہائے عربی عطاء کر کے سرفراز کیا۔ تلمبہ سے فارغ ہو کر دیپالپور سے ہوتا ہوا پاکپتن پہنچا۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کے بعد سرسہ، فتح آباد کیتھل اور پانی پت کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا ۱۸ دسمبر ۱۳۹۸ء کو فاتحانہ حیثیت سے دہلی میں داخل ہوا۔ یہاں پہنچتے پہنچتے اس نے ایک لاکھ ہندو قیدی بنائے مگر انہیں دہلی پر قبضہ کرنے سے پہلے ٹھکانے لگا دیا۔ ہردوار کے مندروں کو مسمار کرنے کے بعد امیر تیمور ۱۹ مارچ ۱۳۹۹ء کو سمرقند روانہ ہوا۔ اور لاہور ملتان اور دیپالپور کا خضر خان ملتانی کو گورنر مقرر کر گیا۔ تیمور کی واپسی کے بعد ملتان خود مختار ہو گیا۔

تیمور نے دہلی پر قبضہ کرتے وقت راستہ میں آنے والے جن جن شہروں کو تباہ و برباد کیا اور ان کو اپنا تسلط جمانے کے بعد دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ اپنے حملوں کے دوران اس نے مساجد اور دینی مدارس کو نقصان نہیں پہنچایا وہ اہل علم کا بھی پاس کرتا تھا۔

خضر خان ملتانی:

خاندانِ تغلق کے آخری بادشاہ ناصر الدین محمود نے انتظامی سہولت کے لیے اپنی مملکت کو چار حصوں میں تقسیم کر کے نظامتِ ملتان سید خضر خان کے سپرد کی۔ یہ شریف المنسب، حلیم الطبع اور نیک و پارسا ملتان میں ہی ملک سلمان والئی ملتان کے گھر پیدا ہوا تھا۔ اسے بعد ازاں ملک مردان والئی ملتان نے اپنا متبنےٰ بنا لیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ ملتان کا گورنر بنا دیا گیا۔ ۱۳۹۸ء میں سارنگ خان نے ملتان پر حملہ کیا مگر شکست کھائی امیر تیمور نے دہلی واپسی پر خضر خان کو پنجاب میں اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔ ۱۴۱۴ء سلطان محمود تغلق کی وفات پر لاہور سے آگے بڑھ کر دہلی پر قبضہ کر کے خاندان سادات کی بنیاد رکھی۔

سلطان حسین لنگاہ:

خاندان سادات کی اگرچہ ملتان پر ۳۸ سال حکومت رہی مگر اس کا نظم و نسق تسلی بخش ثابت نہ ہوا۔ اس لیے اہل ملتان نے ذائقہ حکومت بدلنے کا فیصلہ کیا اور سب کی نظر انتخاب شیخ یوسف قریشی پر پڑی جو حضرت بہاؤالدین زکریا کی اولاد میں سے تھے۔ ملتان میں یہ پہلا انتخاب تھا۔ شیخ یوسف قریشی نے اپنے حسن و انتظام سے خود کو اس کا اہل بھی ثابت کیا۔ اس زمانہ میں رائے سہرہ لنگاہ سندھی کا ملتان میں بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اس نے اپنی

لڑکی شیخ یوسف قریشی کے عقد میں دے کر قلعہ میں آمدورفت شروع کر دی۔ اور ایک دن موقع پا کر بڑی عیاری سے پہرہ داروں کو قتل کرا کے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور شیخ یوسف کو بھاگ جانا پڑا۔ رائے سہرہ نے قطب الدین لنگاہ کے نسب سے ملتان میں لنگاہ عملداری کی بنیاد رکھی اور چنیوٹ، شورکوٹ کو فتح کر کے ولایت ملتان کو وسعت دی۔ اور ۱۴۶۹ء تک کامیاب حکومت کی۔ ۱۴۷۰ء میں اس کے لڑکے سلطان حسین لنگاہ نے مملکت ملتان کی عنان اقتدار سنبھالی۔ شاہان ملتان میں سلطان حسین لنگاہ بڑا ذی علم بادشاہ تھا۔

نصیحت نامہ

عزیز و دوستو یارو یہ دنیا دار فانی ہے
دل اپنا مت لگاؤ تم لحد میں جا بنانی ہے
تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری تیری کیسی نادانی ہے
گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ
کہاں ہیں باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے
نہ کر بل اپنی دولت پر نہ طاقت پر نہ حشمت پر
کہ اس دنیا کی ہر اک چیز تجھ کو چھوڑ جانی ہے
تو کر نیکی نمازیں پڑھ خدا کو یاد کر ہر دم
کہ آخر میں تیری ہر نیکی تیرے کام آنی ہے
نہ ہو شیطان کے تابع نہ بے فرمان رب کا ہو
نبی کے در کا خادم بن مراد اچھی جو پانی ہے
شریعت کی غلامی کر گناہوں سے تو بچ یارا
بری حالت ہو ظالم چور کی جو مرد زانی ہے
تو روزی کھا حلال اپنی سراپا نور تقویٰ بن
کہ تقویٰ میں ترقی ہے یہ نعمت جاودانی ہے
خدا یاد آئے جس کو دیکھ کر وہ پیر کامل ہے
سوا مرشد کے دنیا کی محبت کس نے مٹانی ہے
شریعت کا غلام ہووے عجب اخلاق ہو اس میں
دل اس کا مثل آئینہ ہو یہ اس کی نشانی ہے
قریشی دست بستہ عرض کرتا ہے سنو بھائی
قسم رب کی نہ جھوٹ اس میں نہ لائق بدگمانی ہے
اے بندہ کر تو بندگی دولت بڑی ہے زندگی
عصیاں سے کر شرمندگی عاصی کا گھر فی النار ہے
کیوں ظلم پر باندھی کمر اے بے حیا کچھ خوف کر
دنیا سے کرنا ہے سفر پھر گور ہے گھر بار ہے
مادر پدر فرزند و زن ہیں جیتے جی سب خندہ زن
پہنا دیا جس دم کفن ایک ایک سب اغیار ہے
جھولے جو تھے افلاک میں وہ مل گئے ہیں خاک میں
ہے موت سب کی تاک میں مفلس ہو یا زردار ہے
یہ دوست ہوں گے گور تک پاچھے پھریں گے ان کے پگ
الفت کی کٹ جاتی ہے رگ کوئی نہیں دلدار ہے
اب زندگی کا راج ہے کر لے جو کرنا آج ہے
حق کی عبادت کچھ نہ کی گور اپنی آتش سے بھری
دوزخ کی سیدھی راہ لی دہکا جہاں انگار ہے
پوجا نہ کیجئے گور کی غیبت نہ کیجئے اور کی
عادت نہ کیجئے جور کی یہ تو برا اطوار ہے
مت جان اچھا آپ کو کر دور دل سے پاپ کو
آداب کر ماں باپ کو پھر تو تو برخوردار ہے
جو چاہے اپنی بہتری بد کام سے رہنا بری
گر حور ہو یا ہو پری اس کام پر پھٹکار ہے
چھوٹے بڑے کا پاس کر دل میں نہ کچھ وسواس کر
اللہ کی بخشش آس کر یہ راہ نیکو کار ہے
اک عرض سن میری ذرا اول نہ دے قرض آشنا
اور جو کسی کو دے دیا پھر مانگنا اک عار ہے
جو چاہے تو اپنا بھلا مت کر کسی کا تو برا
تیرا برا ہو برملا یہ فعل بدکردار ہے
دنیا کو ہو آخر فنا ہے دین کو یارو بقا
اس جا نہیں رہنا سدا وہ سمجھے جو ہوشیار ہے

مقبرہ کی آواز

یہ مضمون حضرت علی کرم وجہ اللہ کے ایک کلام سے ماخوذ ہے جس کو اردو میں نظم کر دیا گیا ہے۔

مقبرہ میں اترنے والے سن
ٹھہر ہم پر گزرنے والے سن
عاجزوں کی ذرا صدا سن لے
زیر دستوں کی التجا سن لے

ہم بھی اک دن زمین پر چلتے تھے
باتوں باتوں میں ہم مچلتے تھے
مالک نقد و جائیداد تھے ہم
بزم عالم میں بامراد تھے ہم
ہم بھی رکھتے تھے قصر عالی شان
ہم بھی تھے مالک زمین و مکان
ہم بھی رکھتے تھے کچھ زن و فرزند
تھے جو دل پارہ جگر پیوند
ہم بھی رکھتے تھے دوست احباب
تھے ہمارے بھی خادم و ابواب
کچھ بتا دو یہ سب کہاں ہیں آج
یک بیک سب کے سب نہاں ہیں آج
جن کو مر مر کے میں نے پالا تھا
جن کے گھر کا میں ایک اجالا تھا
جن کے ہر کام کا مدار تھا میں
جن کی بگڑی کا سازگار تھا میں
دین و دنیا کی ساری مکروہات
جن کی خاطر تھی میری سرد نرات
ہے کہاں آج وہ میری اولاد
کہ نہیں کرتی بھول کر بھی یاد
جس پر تھا کل مدار راحت کا
جس کو دعوی تھا کل محبت کا
جس کی الفت کا دل میں تھااک داغ
کیا کسی گھر کا بن گئی وہ چراغ
آج وہ زینت حرم ہیں کہاں
مہبط الفت و کرم ہیں کہاں
کون آباد ہیں میرے گھر میں
ملک کس کی ہے نقد و زیور میں
کوئی کرتا نہیں ہے یاد مجھے
سب نے چھوڑا ہے نامراد مجھے
ہم ہر اک راہ گذرکو تکتے ہیں
فاتحہ کے لیے ترستے ہیں
کہ کوئی بندہ خدا آ جائے
فاتحہ بے کسوں پر پڑھتا جائے
اے زمین پر مچلنے والے دیکھ
کبر و نخوت سے چلنے والے دیکھ
ہم سے عبرت پکڑ لے غفلت کیش
یہی منزل تجھے بھی ہے در پیش
بھیج اس کے لیے کوئی سامان
جس میں ہونا ہے کل تجھے مہمان
اپناسامان اپنے ہاتھ سے باندھ
صبح چلنا ہے تجھ کو رات سے باندھ
کل نہ بھیجے گا کوئی خویش و عزیز
اپنے ہاتھوں سے بھیج اپنی چیز
چیز یاں کوئی بھی مفید نہیں
لیکن رحمت سے کچھ بعید نہیں
زاد تقویٰ ہے بس یہاں تو ضرور
ظلمت قبر میں یہی ہے نور
اس کو فسانہ و خیال نہ جان
بات حق کہہ رہا ہوں مان نہ مان
وعظ ہے قبر میں نشانی میری
گرچہ خاموش ہے زبان میری
دل کے کانوں سے سن فغاں میری
درس عبرت ہے داستان میری
جانے والے تو جا کے پھیلا دے
میری آواز سب کو پہنچا دے

ہماراماضی وحال

یاد ایام کہ آباد یہ میخانہ تھا
بزم جمشید ہر ایک گوشہ کاشانہ تھا
قصرِ قیصر تھا ہر اک حجرہ خام اپنے لیے
جام جم اپنا سفا لیں خم و پیمانہ تھا
بوریا اپنے لیے تخت سلیمانی تھا
جامہ فقر میں بھی جلوہ سلطانی تھا
گردش جام تھی یاں گردش ایام نہ تھی
مال و دولت کی سروں میں ہوس و خام نہ تھی

عام تھے ساقی ومہوش کے وہ الطاف و کرم
صبح سے کم کسی حالت میں میری شام نہ تھی
اب وہ میخانہ وہ میخوار وہ ساقی نہ رہا
رونے والا بھی میرے حال پر باقی نہ رہا
جس نے ہر رسم ضلالت کو مسل ڈالا تھا
جس نے طاغوت کو پیروں میں کچل ڈالا تھا
جس نے تہذیب سکھائی تھی جہاں والوں کو
علم و حکمت کے خزانوں کو اگل ڈالا تھا
آج وہ مصلح اقوام وہ دین کا معیار
انقلابات زمانہ کا ہوا خود ہی شکار
چھوڑ کر اپنی روش سے ہم ہوئے جدت کے شکار
نقد گم ہو گیا پایا نہیں موہوم ادھار
نقل غیروں کی اتاری تھی وہ حاصل نہ ہوئی
ھنس کی چال چلے اپنی بھی بھولے رفتار
نہ وہ تقویٰ نہ دیانت نہ وہ وضع اسلاف
نہ وہ سیرت نہ وہ صورت نہ وہ پچھلے اوصاف
اب نہ وہ خود ادب داں نہ بزرگ ان پہ شفیق
نہ وہ اخلاص نہ وہ صدق نہ وہ غیبی توفیق
نہ کوئی نظم نہ ناظم نہ امیر و مامور
جتنے افراد ہیں مجمع کے ہیں اتنے ہی طریق

حضرت ام سلیمؓ کی حکایت:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئیں تھیں۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح ثانی نہیں کیا تھا اس کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور صاحبزادہ ابوعمیر پیدا ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے تو ان سے ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انھیں نہلایا دھلایا کفن پہنایا اور ایک چار پائی پر لٹا دیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا اس روز روزہ تھا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا خوشبو وغیرہ لگائی رات کو خاوند آئے کھانا وغیرہ کھایا۔ بچہ کا حال پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا ہے وہ بے فکر ہو گئے رات کو خاوند نے صحبت کی صبح کو اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دیدے پھر وہ اسے واپس لینے لگے تو اسے واپس کر دینا چاہئے یا اسے روک لے، واپس نہ کرے وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیے، روکنے کا کیا حق ہے؟ مانگی چیز کا واپس کرنا ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا تمہار الڑکا اللہ کی امانت تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اس پر رنج ہوا۔ کہنے لگے تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس سارے واقعہ کو عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اور فرمایا شاید اللہ جل شانہ اس رات میں برکت فرماویں۔ ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے جن سے نو بچے ہوئے اور سب نے قرآن شریف پڑھا۔

فائدہ: بڑے صبر وہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مرجائے اور اس کو اس طرح برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے کیونکہ خاوند کا روزہ تھا اور خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہو جاتا۔

1

باب ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشین گوئی

اشعار قصیدہ

پارینہ قصہ شویم از تازہ ہند گویم
افتاد قرن دوئم کے افتد از زمانہ

قدیم قصہ کو نظر انداز کر کے ہندوستان کی آنے والی ان افتادوں کو بیان کرتا ہوں۔ جو آئندہ زمانہ میں پیش آئیں گی۔

صاحب قرن ثانی نیز آل گورگانی
شاہی کنند اما شاہی چو ظالمانہ

صاحب قرن دوم اور تمام بادشاہان نسل گورگانی بادشاہی کریں گے جو ظالمانہ ہوگی۔

عیش و نشاط اکثر گیرد جگہ بخاطر
گم میکنند یکسر آں طرز ترکیانہ

عیش ونشاط ان کے دلوں میں گھر بنالے گا۔اور یک لخت اپنی ترکانہ طرز کو ترک کردیں گے۔

رفتہ حکومت ازشان آید بغیر مہمان
اغیار سکہ رانند از ضرب حاکمانہ

ان سے حکومت چھوٹ کر غیر (انگریزوں) کی مہمان ہو جائے گی اور اغیار (انگریز) اپنی حکمرانی کا سکہ چلائیں گے۔

بعد آں شود چو جنگے با روسیان و جاپان
جاپان فتح یابد بر ملک ...... روسیانہ

اس کے بعد روس اور جاپان میں لڑائی ہوگی جس میں جاپان کو روس پر فتح حاصل ہوگی۔

سرحد جدا نمائند از جنگ باز آیند
صلح کنند اما صلح منافقانہ

لڑائی ختم کر کے اپنی اپنی سرحدیں قائم کرلیں گے صلح ہوگی مگر یہ صلح منافقانہ ہوگی۔

کوریا پر تسلط قائم کرنے کے لیے جاپان نے ۱۹۰۴ء میں روس کے خلاف اعلان جنگ کر کے دریائے زرد، روسی پورٹ اور ویلاڈی واسٹک کے روسی بحری بیڑے کو گرفتار کر کے روسیوں کو مکران کے علاقے سے مار بھگایا تھا۔اور ۱۹۰۵ء میں روس کے باقی ماندہ بحری بیڑے بھی گرفتار کرلیے گئے۔ اس لیے روس کو مجبوراً جاپان سے صلح کر کے سرحدیں جدا کرنی پڑیں۔

دو کس بنام احمد گمرہ کنند بے حد
سازند ازول خود تفسیر فی القرآنہ

دوایسے شخص ہوں گے جن کے نام میں احمد شریک رہے گا۔ یہ اپنے دل سے قرآن کی تفسیریں بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کریں گے۔

طاعون و قحط یکجا گردد بہ ہند پیدا
پس مومناں بمیرند ہر جا ازیں بہانہ

ہندوستان میں امراض طاعون وقحط ساتھ ساتھ نمودار ہوں گے اور مسلمانوں کی موت کا یہ بہانہ بن جائے گا۔

یک زلزلہ کہ آید چو زلزلہ قیامت
جاپاں تباہ گردد یک نصف ثالثانہ

ایک زلزلہ قیامت کی طرح آئے گا جس سے جاپان کا 1/4 حصہ یا بطریق ثانیہ 1/16 حصہ تباہ ہوجائے گا۔

جاپان کے دوشہروں یعنی ٹوکیو اور کوہامہ میں جو قیامت خیز زلزلہ ۱۹۲۳ میں برپا ہوا وہ ظاہر ہے۔

تا چار سال جنگی افتد بہ بر غربی
فاتح الف بہ گردد برجیم کے سقانہ

اس کے بعد یورپ میں چار سال سخت لڑائی ہوگی۔ جس میں الف منسوب بہ انگلستان جیم منسوب بہ جرمن پر مکاری ودغابازی سے فتح پا جائے گا۔

یورپ کی پہلی جنگ عظیم جو ۱۴ اگست ۱۹۱۴ سے آغاز ہو کر ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو گیارہ بجے ختم ہوئی برطانیہ کی تحقیقاتی کمیٹی اور کمیشن نے سولہ سال کی تحقیقات کے بعد رپوٹ کی کہ جنگ مذکورہ میں ایک کروڑ تیس لاکھ سے زائد اور اکتیس لاکھ کے قریب جانی نقصان ہوا ہے۔

جنگ عظیم باشد قتل عظیم ...... سازد
یکصد وسی ویک لک باشد شمار جانہ

یہ جنگ عظیم ہوگی جس میں قتل عظیم ہوگا اور ایک کروڑ اکتیس لاکھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میرا دل اپنے دین کی طرف متوجہ کر اور اپنی رحمت سے میری حفاظت کر۔ (مجمع)

جائیں تلف ہوں گی۔

اظہار صلح باشد چو صلح پیش بندی
بل مستقل نہ باشد ایں ظلح درمیانہ

بطور صلح پیش بندی ہو جائے گی مگر یہ صلح آپس میں مستقل نہ رہے گی

ظاہر خموش لیکن پنہاں کنند ساماں
جیم والف مکرر ودر.........مبارزانہ

دونوں بظاہر خموش رہیں گے مگر در پردہ لڑائی کی تیاریاں کریں گے اور مکرر جرمن اور انگریزوں کے درمیان لڑائی ہوگی۔

وقتیکہ جنگ جاپاں با چیں رفتہ باشد
نصرانیاں بہ پیکار آئیندبا ...... ہمانہ

جب کہ چین جاپان سے لڑ رہا ہوگا۔اسی دوران نصرانی بھی آپس میں برسر پیکار ہو جائیں گے۔

پس سال بست و یکم آغاز جنگ دوئم
مہلک ترین اول باشد بہ ...... جارحانہ

(جنگ اول) کے اکیس سال کے بعد یہ دوسری جنگ شروع ہوگی جو اپنی جارحانہ نوعیت میں جنگ اول سے زیادہ تر مہلک ہوگی۔

یہ یورپ کی دوسری جنگ عظیم تھی۔ جو تین ستمبر ۱۹۳۹ کو آغاز ہو کر ۹ مئی ۱۹۴۵ کو ختم ہوئی۔

امداد ہندیاں ہم از ہندداده ......باشند
لا علم ازیں کہ باشند آں جملہ رائیگانہ

ہندوستانی اس جنگ میں مدد دیں گے مگر اس سے بالکل باخبر رہیں گے کہ آگے چل کر ان کی یہ مدد بالکل رائیگاں جائیگی۔

آلات برق پیما اسلحہ حشر برپا
سازند اہل حرفہ مشہور آں زمانہ

بجلیوں کو ناپ دینے والے آلات اور حشر برپا کرنے والے ہتھیار اس زمانے کے اہل سائنس تیار کریں گے۔

باشی اگر بہ مشرق شنوی کلام مغرب
آید سرود غیبی بر طرز ...... عرشیانہ ۔

اگر تم مشرق میں ہو گے تو مغرب کی بات چیت سن سکو گے۔ نغمے اور ترنم عرشیانہ طریق سے غیب سے سنائی دیں گے۔

مندرجہ بالا دونوں اشعار میں یورپی؟؟؟؟؟ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً ریڈیو، ٹیلی فون وغیرہ

دوالف و روس وہم چیں مانند شہد شیریں
بہ الف و جیم اولی ہم جیم ......ثانیانہ

با برق تیغ رانند کوہ غضب ......دوانند
تا آنکہ فتح یا بند از کینہ ...... و بہانہ

ایک الف منسوب بہ امریکہ اور دیگر بہ انگلستان نیز روس و چین باہم شہد کی طرح بیٹھے ہوکر (اتفاق کر کے) الف منسوبہ بہ اٹلی جیم منسوب بہ جرمنی و جیم منسوب ثانی بہ جاپان پر بجلی کی طرح تلوار چلائیں گے اور غضب کے پہاڑ لڑھکائیں گے اور حتی کہ ان پر کینہ پن اور بہانہ سے فتح پائیں گے۔

ایں غزوہ تابہ شش سال مانند بہ دہر پیدا
پس مرد مان بمیرند ہر جاں از ...... بہانہ

یہ جنگ پورے روئے زمین پر چھے سال تک لڑی جائیگی اور ہر جگہ انسانوں کی موت کا ایک بہانہ بن جائے گا۔

نصرانیاں کہ باشند ہندوستان سپارند
تخم بدی بکارند از فسق ...... جاودانہ

موجودہ انگریز ہندوستان (۶) کی حکمرانی چھوڑ دیں گے مگر اپنی کمینہ برائیوں کا تخم ہمیشہ کے لیے بو جائیں گے (۶) جیسا کہ ۴۷، ۴۸ میں ہو اہے۔

تقسیم ہند گردد در دو حصص ہویدا
آشوب و رنج پیدا از مکر از بہانہ

(۷) ہندوستان کی تقسیم دو حصوں میں ہو جائے گی مگر مکرو بہانہ سے باہم رنج و آشوب پیدا ہو جائیں گے (۷)۔

جیسے دو جون کو اعلان ہوا اور ہندوستان ڈومینین قرار ہو کر پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم ہوا۔

بے تاج بادشاں شاہی کنند ناداں
اجرا کنند فرماں فی الجملہ مہلانہ
بے پردگی سراید بردہ دری درآئید
عفت فروش باطن معصوم ظاہرانہ

عورتیں بے پردگی اور مرد پردہ دری کے عادی ہو جائیں گے عورتیں بظاہر معصوم بنی رہیں گی مگر در پردہ خوب عفت فروشی ہوگی۔

دختر فروش باشند عصمت فروش باشند
مردان سفلہ طینت باوضع زاہدانہ

کمینہ مرد جن کی ظاہری وضع قطع بالکل زاہدانہ ہوگی در پردہ دختر فروشی کا ارذل پیشہ انجام دیں گے۔

شوق نماز روزہ حج و زکوۃ فطرہ
کم گردد و برائید یک بار خاطرانہ

نماز روزہ حج زکوۃ اور فطرانہ کا شوق مسلمانوں میں بالکل کم اور بار خاطر بن جائے گا۔

خون جگر بنو شم با رنج با تو گویم
ترک گرداں ایں طرز راہبانہ

اپنے خون جگر پئے ہوئے اور تجھ سے بے حد رنج کھاتے ہوئے کہتا ہوں کہ خدا کیلئے اس عیسائی طرز کو ترک کر دے

قہر عظیم آئید، بہر سزا کے شاید
آخر خدا باسازو یک حکم قاتلانہ

ایک ایسا قہر آئے گا کہ جو اس قسم کی سزاؤں کا سزاوار ہو گا کہ یعنی خداوند عالم خود ایک حکم قاتلانہ صادر فرمائیگا۔

مسلم شوند کشند افغاں شوند ......حیراں
از دست نیزہ بنداں یک قوم ہندوانہ

مسلماں مارے جائیں گے اور تباہ پریشان ہوں گے ان نیزہ بندوں کے ہاتھوں سے جو ہندوؤں کی ایک قوم (۸) ہو گی

(۸) یعنی سکھوں کے ہاتھوں سے حضرت سرور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آثار قریب قیامت میں ہی ایک جگہ ارشاد ہے جس کی تشریح یوں کی ہے کہ عورتیں اپنے سروں کے بال کٹوائیں گی گھوڑوں کی سواری کریں گی جن کی زین اونچی ہو گی قہر الٰہی آئے گا۔ لانبے بالوں والی ایک قوم کے لوگ مسلمانوں کے قتال وجدال پر اتر آئیں گے بعد میں خدا کی قدرت سے فنا کر دیئے جائیں گے

ارزاں شود برابر جائیداد و جان مسلم
خون مے شود روانہ چوں بہر...... بیکرانہ

مسلمانوں کی جائیداد و جان و مال دونوں برابر کی سستی ہو جائیں گی اور ان کا خون سمندر کی طرح جاری ہو جائے گا۔

از قلب پنج آبی خارج شوند رناری
قبضہ کنند مسلم بر ملک ......غاصبانہ

پنجاب کے قلب سے دوزخی خارج ہو جائیں گے اور ان کی جائیدادوں پر مسلمان قبضہ کرلیں گے

بر عکس ازیں برآید در شہر مسلماناں
قبضہ کنند ہندو بر شہر ......جابرانہ

اسکے برعکس مسلمانوں کے شہر میں یہ واقعہ رونما ہو گا کہ ہندو شہر پر زبردستی قبضہ کرلیں گے۔

شہر عظیم باشد اعظم تریں...... مقتل
صد کربلا چوں کربل ہر جا بہ خانہ خانہ

مسلمانوں کا سب سے بڑا اسلامی شہر سب سے بڑی قتل گاہ بنے گا۔ اور ہر کربلا کے برابر کربلا مچ جائے گی۔

رہبرز مسلماناں در پردہ یا ر آناں
امداد واوہ واشد از عہد فاجرانہ

ایسے مسلم رہبر بھی ہوں گے جو در پردہ مسلمانوں کی دشمنوں کے دوست ہوں گے۔ اور اپنے فاجرانہ عہد و پیاں کے مطابق ان کی امداد کریں گے۔

ازگ شش حروفی بقال کینہ پرور
مسلم شود بخاطر از لطف آں یگانہ

ایک کینہ پرور بنیا جس کا چھ حرفی نام گ سے شروع ہو گا یعنی گاندھی خدا کے فضل سے اس کا دل مسلمان (۹) ہو جائے گا۔

اسی لیے مسٹر گاندھی نے ہندوستان کے ارباب اقتدار کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسوہ پر چلنے کی تاکید کی تھی۔

ایں قصہ بین العیدین از شین دنون شرطیں
ساز و ہنود بدراں معتوب فی ......زمانہ

یہ قصہ دونوں عیدوں کے درمیان جب کہ چاند شرطیں منزل (اول منزل) سے اور افتاح بروج دوازدہم کے پچاسویں قطر محوری سے گذر جائیگا تو رونما ہو گا اور تمام دنیا ہندوؤں پر اظہار ملامت کرے گا۔

ماہ محرم آید چوں تیغ با مسلماں
سازند مسلم آندم اقدام جارحانہ

پھر ماہ محرم میں مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار آ جائے گی۔ اس وقت مسلمان جارحانہ اقدام شروع کر دیں گے۔

بعد او شود چو شورش در ملک ہند پیدا
مسلماں نماید آندم یک عزم ...... غازیانہ

اس کے بعد پورے ملک ہندوستان میں شورش برپا ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمان جہاد کا مصمم ارادہ کرے گا۔

نیز ہم حبیب اللہ صاحب قرآن من اللہ
گیرد نصرت اللہ شمشیر ......ازمیانہ

ساتھ ہی ساتھ اللہ کا ایک حبیب جو اللہ کی طرف سے صاحب قرآن کا درجہ رکھے گا۔ اللہ کی مدد سے اپنی تلوار نیام سے نکال کر اقدام کرے گا۔

ازغازیان سرحد لرزو زمیں چوں مرقد
بہر حصول مقصد آئند ......والہانہ

سرحد کے بہادر غازیوں سے زمین مرقد کی طرح ہلنے لگے گی جو اپنے مقصد میں کامیابی کے لئے پروانہ وار آئیں گے۔

غلبہ کنند ہمچو مورد ملخ شباشب
حقاکہ قوم افغان باشند فاتحانہ
یہ چیونٹیوں مکوڑوں کی طرح راتوں رات غلبہ کریں گے اور حق بات یہ ہے کہ قوم افغان برابر فتح یاب ہو جائے گی۔

یکجا شوندافغان دہم دکنیاں و ایران
فتح کنند انہاں کل ہند غازیانہ
افغانی ودکنی اور ایرانی مل کر ہندوستان مردانہ وار فتح کرلیں گے۔

کشتہ شوند جملہ بد خواہ دین و ایمان
خالق نمائد اکرام از لطف خالقانہ
دین اسلام کے تمام بدخواہ مارے جائیں گے اور تبارک وتعالیٰ اپنا لطف نازل فرمائے گا۔

خرم شود مسلم از لطف و فضل یزداں
کل ہند پاکی باشد از رسم ......ہندوانہ
خدا کے فضل وکرم سے قوم مسلمان خوش ہو جائے گی ۔ اور پورا ہندوستان ہندوانہ رسوم سے پاک ہوجائے گا۔

چوں ہند مغرب قسمت خراب گردد
تجدید یاب گردد جنگ سہ نوبتانہ
ہندوستان کی طرح یورپ کی قسمت خراب ہو جائے گی اور تیسری جنگ عظیم پھر چھڑ جائے گی۔

ازدوالف کہ گفتم یک الف الف گردد
حملہ ساز باشد بر الف ......مغربانہ
جن الفوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک الف (امریکہ) بدلگام گھوڑے کی طرح الف یعنی سیدھا ہو کر شریک جنگ ہوگا اور روس الف مغربانہ یعنی انگلستان پر حملہ کردے گا۔

جیم شکست خوردہ بار برابر آید
آلات نار آرد مہلک ......جہنمانہ
شکست خوردہ جیم یعنی جرمنی روس کے ساتھ شریک ہو کر اور جہنمی اسلحہ آتش فشاں تیار کر کے ہمراہ لائے گا۔

کاہد الف جہاں گویک نقطہ رونماند
الاکہ رسم و یادش باشد ...... مورخانہ
الف یعنی انگلستان ایسے مٹیں گے کہ ان کا ایک لفظ بھی صفحۂ ہستی پر بجز تاریخوں میں ان کی یاد کے اور نام کے کچھ باقی نہ رہے گا۔

تعزیر غیب یابد مجرم خطابت گیرد
دیگر نہ سرفرازد برطرز ...... راہبانہ
غیب سے سزا ملے گی گناہ گار نام پائے گا اور پھر کبھی عیسائی طرز سر نہ اٹھائے گا۔

دنیا خراب کردہ باشند بے ایماناں
گیرند منزل آخر فی النار ......دوزخانہ
بے ایمان ساری دنیا کو خراب کردیں گے ۔ آخر کار ہمیشہ کے لئے جہنمی آگ کا نذرانہ ہوجائیں گے۔

رازیکہ گفتہ ام من دریکہ سفتہ ام من
باشد برائے نصرت اسناد ......غائبانہ
وہ راز بستہ ہیں جو میں نے کہا ہے اور موتیوں کی طرح پرو دیا ہے۔ تیری نصرت وکامیابی کے لئے ایک اسناد غیبی کا کام دے گا۔

عجلت اگر بخواہی نصرت اگر بخواہی
کن پیروی خدارا در قول ......قدسیانہ
اگر تو جلدی چاہتا ہے اور فتح چاہتا ہے تو خدا کے لئے احکام الٰہی کی پیروی کر۔

چوں سال بھتری از کان زھوقا آید
مہدی عروج سازد بعہد ......مہدیانہ
جب آئندہ کان زھوقا کا سال شروع ہوگا تو امام مہدیؑ اپنی مہدیانہ عہدہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش
از سال کنت کنزاً باشد چنیں ......بیانہ
نعمت خاموش ہوجاؤ! اور خدا کے رازوں کو آشکارا مت کر۔ کنت کنزاً (۵۴۷ھ) میں میں نے یہ اشعار لکھے ہیں۔

باب۷۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عجیب گفتگو

ایک راہب اپنے گرجا میں معتقدین کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانت کے الفاظ بیان کررہا تھا۔ حضرت سلطان بایزید بسطامیؒ اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ وہاں سے گذر رہے تھے۔ اطلاع پاکر حضرت بایزید گرجے میں چلے گئے۔ اور خموشی سے بیٹھ گئے۔ راہب کی زبان بند ہوگئی۔ نہ فضیلت عیسیٰ علیہ السلام بیان ہوسکے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسا ویسا لفظ نکل سکے۔ کہنے لگا مجمع میں کوئی مسلمان آ گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ کھڑا ہو کر میرے سوالات کو جواب دے حضرت بایزید مجمع میں کھڑے ہوگئے۔

راہب: بتاؤ وہ ایک کیا ہے جس کا دوسرا نہیں؟

بایزیدؒ: ایسا ایک جس کا کوئی ثانی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس ہے۔

راہب: وہ دو کیا ہیں جس کا تیسرا نہیں؟

بایزیدؒ: وہ دو رات دن ہیں جن کا تیسرا نہیں۔

راہب: وہ تین چیزیں کیا ہیں جن کا چوتھا نہیں؟

بایزیدؒ: وہ تین چیزیں جن کا چوتھا نہیں۔ عرش، کرسی اور قلم ہیں

راہب: وہ چار چیزیں بتائیں جن کا پانچواں نہیں؟

بایزیدؒ: قرآن، زبور، تورات اور انجیل (یعنی چار آسمانی صحیفے)

راہب: وہ پانچ چیزیں بتائیں جن کا چھٹا نہیں ہے؟

بایزیدؒ: وہ پانچ فرض نمازیں ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء۔

راہب: آپ براہ کرم اب وہ چھ چیزیں بتائیں جن کا ساتواں نہ ہو؟

بایزیدؒ: وہ ستہ ایام یعنی چھ دن ہیں جن میں زمین وآسمان کی تخلیق ہوئی۔

راہب: ایسی سات چیزوں کے نام بتائیں جن کا آٹھواں نہیں ہے؟

بایزیدؒ: وہ سات چیزیں سات آسمان ہیں جن کا آٹھواں نہیں

راہب: ایسی آٹھ چیزیں کونسی ہیں جن کی نویں نہیں؟

بایزیدؒ: یہ آٹھ حاملین عرش ہیں جن کا ذکر یوں ہے:

وَيَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ (سورۃ الحاقہ)

راہب: وہ نو چیزیں کیا ہیں جن کا دسواں نہیں؟

بایزیدؒ: یہ نو کا عدد حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی نو بستیاں ہیں جن میں مفسدین آباد تھے۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

وَكَانَ فِي الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ (سورۃ نمل آیت ۴۸)

راہب: عشرہ کاملہ کیا ہے؟

بایزیدؒ: جو شخص حج تمتع کرے اور قربانی کی طاقت رکھتا ہو اس کو دس روزے رکھنے چاہئیں۔ ان دس دن کے روزوں کو عشرہ کاملہ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: تلک عشرۃ کاملۃ

راہب: وہ گیارہ بارہ اور تیرہ چیزیں کیا ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے؟

بایزیدؒ: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اور بارہ مہینے حضرت یوسف علیہ السلام نے تیرہ چیزوں کو سجدہ کرتے دیکھا تھا۔

اِنِّيۡ رَاَيۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَيۡتُهُمۡ لِيۡ سٰجِدِيۡنَ. (القرآن سورۃ یوسف آیت ۴)

راہب: وہ کون سی قوم ہے جس نے جھوٹ بولا پھر بھی بہشت میں گئی اور وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا پھر بھی جہنم میں گئے؟

بایزیدؒ: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جھوٹ بولا (مگر بعد میں توبہ کی) اور بہشت میں گئے۔ اور یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی تکذیب میں سچے ہیں لیکن دوزخ میں جائیں گے۔

وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيۡءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيۡسَتِ الۡيَهُوۡدُ عَلٰى شَيۡءٍ (سورۃ بقرہ آیت ۱۱۳)

راہب: وہ چودہ چیزیں کیا ہیں جن کو اللہ سے تکلم کا شرف حاصل ہے؟

بایزیدؒ: سات آسمان اور سات زمین قرآن کریم میں ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ (سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۱)

راہب: وہ قبر کون سی ہے جو اپنے مدفون کو لئے پھری؟

بایزیدؒ: حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی۔

راہب: وہ پانی کون سا ہے کہ جو نہ آسمان سے برسا اور نہ زمین سے نکالا گیا؟

بایزیدؒ: حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جو پانی بھیجا تھا وہ گھوڑوں کا پسینہ تھا۔

راہب: وہ چار چیزیں کیا ہیں جو نہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں اور نہ باپ کی پیٹھ سے؟

بایزیدؒ: وہ مینڈھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا۔ صالح علیہ السلام کی اونٹنی۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام۔

راہب: جو خون زمین پر سب سے پہلے بہایا گیا وہ کس کا تھا؟

بایزیدؒ: سب سے پہلے ہابیل کا خون بہایا گیا جسے اپنے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا۔

راہب: وہ کون سی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور پھر اس کو خود خرید کیا؟

بایزیدؒ: یہ مومن کے نفوس اور اموال ہیں قرآن کریم میں ہے

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ. (القرآن سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱)

راہب: وہ کیا چیز ہے جسے خدا نے پیدا کیا اور پھر خود اس کے متعلق دریافت کیا؟

بایزیدؒ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۷)

راہب: اچھا اب بتائیں کہ ایک درخت میں بارہ ٹہنیاں ہیں ہر ٹہنی میں تیس پتے ہیں۔ اور ہر پتے میں پانچ پھول ہیں دو پھول دھوپ میں تین پھولوں پر سایہ پڑ رہا ہے یہ کیا ہے؟

بایزیدؒ: درخت سے مراد سال ہے جس میں بارہ ٹہنیاں ہیں یعنی بارہ مہینے اور ہر ٹہنی کے تیس پتے یعنی ہر مہینے کے تیس دن ہیں اور ہر دن میں پانچ پھول یعنی پانچ وقت کی نمازیں ہیں۔ جن میں ظہر اور عصر سورج کی روشنی میں ادا کی جاتی ہیں اور تین نمازیں مغرب اور عشاء رات کے سایہ میں یعنی غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہیں۔ فجر کی نماز بھی طلوع آفتاب سے پہلے ادا کی جاتی ہے۔

راہب: وہ کیا ہے جس نے کعبہ کا طواف کیا حالانکہ اس میں نہ روح ہے نہ حج فرض ہے؟

بایزیدؒ: یہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جب طوفان کی حالت میں یہ کشتی جزیرۃ العرب پہنچی تو بیت اللہ کا طواف کیا اگرچہ بیت اللہ بھی پانی میں تھا مگر اس کشتی نے بتقدیر الٰہی مکمل طور پر طواف کیا۔

اب حضرت سلطان العارفین بایزیدؒ نے فرمایا کہ آپ اب میرے ایک سوال کا جواب دے دیں۔ راہب بولا کہ پوچھئے۔

بایزیدؒ: جنت کی کنجی کیا ہے؟

راہب: (خاموش رہا)

بایزید: جواب کیوں نہیں دیتے؟

سامعین: ہاں ہاں جواب دیجئے۔ آپ کے کتنے ہی مشکل سوالات کا حضرت نے فی الفور جواب دیا ہے آپ ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے رہے ہے۔

راہب: اگر میں اس سوال کا جواب دوں تو مجھے مسلمان ہونا پڑیگا۔

سامعین: نہیں نہیں۔ آپ جواب دیں۔

راہب: (بولا) کلید جنت ہے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''

ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا۔ ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیض پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی۔ میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب میں کہا۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ: اسلام علیک ورحمۃ اللہ

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

میں نے پوچھا ''اللہ تم پر رحم کرے۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟''

کہنے لگی: مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

(جسے اللہ گمراہ کردے اس کا کوئی رہنما نہیں ہوتا)

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے، اس لیے میں نے پوچھا ''کہاں جانا چاہتی ہو؟''

کہنے لگی سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی)

میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے۔ اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے،

میں نے پوچھا: ''کب سے یہاں بیٹھی ہو؟''

کہنے لگی: ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا. (پوری تین راتیں)

میں نے کہا: ''تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آ رہا، کھاتی کیا ہو؟''

جواب دیا۔ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ. (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے)۔

میں نے پوچھا: ''وضو کس چیز سے کرتی ہو؟''

کہنے لگی: فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا. پاک مٹی سے تیمم کرو

میں نے کہا کہ ''میرے پاس کچھ کھانا ہے، کھاؤ گی''۔

جواب میں اس نے کہا اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔

(رات تک روزوں کو پورا کرو)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنی قضا میں عادل ہے۔ (الدیلمی)

میں نے کہا: ''کہ یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے''۔

بولی: وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

میں نے کہا: ''سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے۔''

کہنے لگی: وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. اگر تمہیں ثواب کا علم ہو تو روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

میں نے کہا ''تم میری طرح بات کیوں نہیں کرتیں؟''

جواب ملا: مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ.

انسان جو بات بھی بولتا ہے۔ اس کے لیے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے۔

میں نے پوچھا: ''تم ہو کون سے قبیلہ سے؟''

کہنے لگی: لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ

جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو۔

میں نے کہا: ''معاف کرنا مجھ سے غلطی ہوئی''۔

بولی: لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ.

آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے۔

میں نے کہا: ''اگر چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور اپنے قافلے سے جا ملو''۔

کہنے لگی: وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْہُ اللّٰہُ۔

(تم جو بھی بھلائی کرو، اللہ اسے جانتا ہے)

میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھالیا، مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔

(مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)

میں نے اپنی نگاہیں نیچی کرلیں اور اس سے کہا: ''سوار ہو جاؤ''

لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بگڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے، اس پر وہ بولی:

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ۔

تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے۔

میں نے کہا: ''ذرا ٹھہرو اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا۔ وہ بولی:

فَفَھَّمْنٰھَا سُلَیْمٰنَ۔ ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان (علیہ السلام) کو سمجھا دیا۔

میں نے اونٹنی کو باندھا، اور اس سے کہا: ''اب سوار ہو جاؤ'' وہ سوار ہو گئی اور یہ آیت پڑھی: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ.

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے رام کر دیا اور ہم اس کو کرنے والے نہیں تھے، اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں) میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا میں بہت تیز تیز دوڑا جارہا تھا اور ساتھ ہی زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا یہ دیکھ کر وہ بولی:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ.

اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو۔

اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا، اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے، اس پر اس نے کہا:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

(قرآن مجید میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو، وہ پڑھو)

میں نے کہا: تمہیں اللہ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے

بولی: وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُوْلُوا الْاَلْبَابِ.

(صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں)

کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔

''تمہارا کوئی شوہر ہے؟''

بولی: لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَلَکُمْ تَسُؤْکُمْ.

(ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں) اب میں خاموش ہو گیا، اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا، میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی، قافلہ سامنے آ گیا تو میں نے اس سے کہا۔ یہ قافلہ سامنے آ گیا ہے، اس میں تمہارا کون ہے؟ کہنے لگی:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا. مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں میں نے پوچھا کہ ''قافلہ میں ان کا کیا کام ہے؟''

بولی: وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ۔ علامتیں ہیں اور ستارے ہی سے وہ راستہ معلوم کرتے ہیں (میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں۔ چنانچہ میں اسے لے کر خیمے کے پاس پہنچ گیا۔ اور پوچھا یہ خیمے آ گئے ہیں۔ اب بتاؤ تمہارا (بیٹا) کون ہے؟

کہنے لگی: وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا ○ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ○ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ. یہ سن کر میں نے آواز دی یا ابراہیم یا موسیٰ یا یحییٰ تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ فَابْعَثُوْآ اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖٓ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّھَآ اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْہُ اب اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو اور پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے سو اس میں سے تمہارے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ اگر تو چاہے (کہ یہ مسلمان شہید ہو جائیں تو) تیری عبادت زمین پر نہیں کی جائے گی (یہ جنگ احد میں فرمایا)۔ (بیہقی)

واسطے کچھ کھانا لے آئے۔ یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لایا۔ وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا۔ تو عورت نے کہا: كُلُوا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو یہ سبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں۔

اب مجھ سے رہا نہ گیا میں نے ان لڑکوں سے کہا "تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے؟ جب تک تم مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ۔"

لڑکوں نے بتایا کہ "ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے، چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا۔ اور یہ پابندی اس نے اس وقت لگائی ہے۔ کہ کہیں زبان سے کوئی ناجائز یا نامناسب بات نہ نکل جائے۔ جو اللہ کی ناراضی کے سبب بنے۔ میں نے کہا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ.

دلچسپ مفید

از حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

ابدال: کسی نے کہا میں ابدال ہو گیا ہوں فرمایا: پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں۔

ہمدردی: عوام کی قومی ہمدردی کی بابت فرمایا: ہمدردی نہیں ہمہ دردی ہے۔

تہذیب: تہذیب جدید، تعذیب جدید ہے۔

قرب و جوار: ایک قاری صاحب کا خط آیا ہے کہ اگر حضرت کے قرب و جوار میں کوئی ملازمت مل جائے تو مناسب ہے فرمایا: کہ قرب و جوار میں یہاں تو جوار ملے گی اور وہ چاہتے ہیں کہ پراٹھے ملیں۔

شارع۔ شارح: فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارع نہیں شارح ہیں یعنی قرآن کی شرح فرماتے ہیں۔ شارع حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں۔

آگرہ۔ آگرہ: فرمایا: آگرہ کی طرف مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ سب مبلغ آگرہ ہی میں آگرے ہیں دوسری اور کسی طرف بھی توجہ دو۔

مبلغ۔ مبلغ: فرمایا: تبلیغ کا کام مبلغ اور اور مبلغ دو سے چلتا ہے۔

جمنا بہنا: فرمایا: جمنا کو جمنا کس نے کہا اس کو تو بہنا کہنا چاہئے۔ کہیں سے کہیں سے بہہ کر آتی ہے اور گاؤں کے گاؤں تباہ کر دیتی ہے۔

جہلم۔ علم: جہلم (جہل سے مرکب) کی بجائے علم ہونا چاہئے۔

تکثیر۔ تکمیل: تکثیر اعمال ضروری نہیں۔ تکمیل اعمال ضروری ہے

امدادی۔ اشرفی: فرمایا: آج کل اپنے نام کے ساتھ امدادی، قاسمی، رشیدی، اشرفی لکھتے ہیں چاہے واقع میں کوڑی بھی نہ ہوں، لغو حرکت ہے۔

آمین کی اذان: فرمایا: آمین بالجہر تو حدیث میں آئی ہے۔ مگر آمین کی اذان کس حدیث میں ہے۔

وصول۔ اصول: فرمایا: عورت اہل وصول ہے اہل اصول نہیں ہے۔ تم اہل اصول ہو تو ذرا اپنی ذات کے لئے پابندی کر کے دکھلا دو۔ اپنے لئے بھی کچھ رقم مقرر کر لو تو مانیں۔ جیسا تم اپنی ذات کے لئے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے دو۔

دروغ۔ داروغہ: کسی داروغہ کو جھوٹ بولنے پر فرمایا کہ داروغہ صاحب دروغ نہ بولو۔

شیخ زادہ: کسی شیخ زادہ کو خوش ہو کر فرمایا کہ تم شیخ زادہ نہیں بلکہ شیخ سے بھی زیادہ ہو۔

گدی۔ گدھے: آج کل سجادہ نشینی میں بھی میراث ہی چلتی ہے۔ چاہے گدی پر گدھے ہی بیٹھیں۔

آمین بالشر: کسی جگہ مقلدوں اور غیر مقلدوں میں آمین کہنے پر جھگڑا تھا۔ انگریز موقع پر تحقیقات کو خود آیا اور یہ فیصلہ کیا کہ آمین کی تین قسمیں ہیں ایک بالجہر یہ تو سنت ہے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ ایک بالسر یہ بھی سنت ہے احادیث سے ثابت ہے۔ ایک بالشر ہے جس سے مشتعل کرنا مقصود ہے۔ یہ روکنے کے قابل ہے

حلیم۔ عذاب علیم: جن لوگوں نے دہلی کا حلیم کھایا ہے نہ معلوم کس نے اس کا نام حلیم رکھ دیا۔ یہ غضب ناک بلکہ عذاب علیم ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کیسی لذت ہوتی ہے۔ میں نے ایک دفعہ کھایا تھا بہت ہی مرچیں تھیں مگر لذیذ ایسا تھا کہ ایک رکابی کے بعد دوسری خریدی پھر تیسری خریدی۔ والد صاحب زیادہ مرچیں کھانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ان کی بات میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اب میں دوسرے جوانوں کو مرچوں سے منع کرتا ہوں۔ مگر ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ تو میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ تو نے بھی تو والد صاحب کی بات کو نہ مانا تھا۔ اس طرح یہ تیری بات کو نہیں مانتے۔

عذاب قبر: امام غزالیؒ کہتے ہیں۔ کہ مجھے تعجب ہے ان احمقوں پر جو پوچھتے ہیں کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا اس تحقیق کی کیا ضرورت ہے فکر تو اس کی چاہئے کہ اس سے نجات کا کیا طریقہ ہے۔

حضرت علیؓ و معاویہؓ: فرمایا: مولانا نعیم صاحب لکھنوی سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بابت کیا تحقیق ہے۔ کون حق پر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ کیا کام کرتے ہیں کہا جوتے بیچتے ہیں اور تم کیا کرتے ہو کہا میں کپڑے رنگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم اطمینان رکھو تمہارے پاس یا حافظ جی کے پاس ان کا مقدمہ نہیں آوے گا۔ تم جا کر اپنا کپڑا رنگو اور حافظ جی اپنے جوتے بیچیں تمہارے پاس یہ مقدمہ آوے تو کہہ دینا کہ ہمارے

حق اختیار سے خارج ہے ان کے مقدمہ کا فیصلہ اللہ میاں کے ہاں ہو رہا ہے گا۔

حقیقی تواضع: فرمایا: جو بار بار جھک کر سلام کرتا ہو ہر شخص سے آپ اور جناب سے بات کرتا ہو اور کہتا ہو کہ میں نالائق ہوں۔ اس کا ایک امتحان بتاتا ہوں کہ جس وقت وہ یہ کہیں کہ میں نالائق ہوں اس وقت آپ ذرا یہ کہہ دیجئے ہاں صاحب واقعی آپ تو نالائق ہیں۔ پھر دیکھئے وہ کتنا ناچتے ہیں امید ہے کہ ساری عمر کے لئے دشمن ہو جائیں

پار۔ دو چار: فرمایا: حضرت بزرگوں کی صحبت میں رہ کر دین آتا ہے۔ ضابطہ کا دین تو کتاب سے آسکتا ہے۔ مگر حقیقی دین بلا کسی کی جوتیاں سیدھی کئے بلکہ بلا جوتیاں کھائے نہیں آتا۔ کچھ بے فکرے ہنستے ہوئے ایک بزرگ کو ملے تو فرمایا کہ تم کو پل صراط پر چڑھنا تو معلوم ہے اور اترنے کی خبر نہیں۔ پھر کیسے ہنسی آتی ہے۔ یعنی پار ہوں گے یا دو چار ہوں گے۔

عجیب چور: ایک بدوی نے چوری کی اور چوری کر کے روپیہ داہنے ہاتھ میں لے کر نماز کی نیت ایک امام کے پیچھے باندھ لی۔ اتفاق سے اس کا نام موسیٰ تھا اور نماز جہری تھی۔ امام نے پڑھا وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى (یعنی اے موسیٰ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے) تو آپ فوراً کہتے ہیں۔ قاتلک اللہ ما اسحرک (تجھے خدا غارت کرے تو کتنا بڑا جادوگر ہے)۔

عافیت کی دعا: فرمایا: ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ کہیں چور پکڑے جا رہے تھے یہ بھی کہیں وہاں موجود تھے۔ یہ بھی پکڑ لئے گئے انہوں نے دل میں سوچا کہ یا اللہ میں نے کیا قصور کیا کہ چوروں میں داخل کر لیا گیا۔ الہام ہوا کہ تم نے دعا مانگی تھی کہ ایسا سامان کر دیجئے کہ مجھے دو روٹی اس وقت اور دو روٹی اس وقت مل جایا کرے اور عافیت کا نہیں کہا تھا سو ہم نے اس کا سامان کر دیا۔ دو روٹی اس وقت دو روٹی اس وقت مل جایا کرے گی۔ انہوں نے توبہ کی کہ یا اللہ غلطی ہوئی اپنی رحمت سے معاف کر دیجئے۔ توبہ کا کرنا تھا کہ حاکم کا پروانہ پہنچا کہ فلاں شخص رہا کر دیا جائے۔ وہ بے قصور ہے۔ ان لوگوں کی دعا میں بھی ادب سکھلایا جاتا ہے۔

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میرے ہی خط پر آپ نے جواب لکھ دیا یہ میری بڑی اہانت کی۔ فرمایا: کہ بندہ خدا میں نے تو اعانت کی ہے؟ اہانت نہیں کی ایسے ایسے خوش فہم دنیا میں آباد ہیں۔

بزرگی کی قیمت: ایک بزرگ نے بازار میں کسی چیز کو خریدنے کے لئے اس کی قیمت پوچھی۔ دکاندار نے کہا کہ قیمت تو اسقدر ہے لیکن چونکہ آپ بزرگ ہیں اس لئے آپ کو اس قدر کم میں ملے گی۔ سن کر بہت روئے کہ بس جی۔ میری بزرگی کی قیمت ایک ٹکا ہے اور فرمایا کہ میں دین فروش نہیں کیا بزرگی اس لئے اختیار کی ہے کہ دنیوی فائدہ ہو۔

ململ۔ کمبل: فرمایا اب تو یہ حالت ہے کہ ذرا نماز وظیفہ کوئی پڑھنے لگے اور چار آدمی اس کو شاہ صاحب یا صوفی صاحب کہنے لگے۔ تو سمجھیں گے کہ ہم کامل مکمل بلکہ ململ یعنی کمبل پوش ہو گئے۔

یزید۔ بایزید: عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: کہ خاوند کو تم پر حاکم ہونا قرآن سے ثابت ہے، غرض زوجیت اطاعت کا سبب ہے۔ وہ یزید ہی سہی تمہارا تو وہ بایزید ہے۔ تم کو نافرمانی کا کیا حق ہے۔ ہاں اگر وہ فرض نماز، روزہ سے منع کرے تو اس کی نافرمانی کا حق ہے۔

تکلیف اور حقیقت: ایک شخص میرے پاس آئے۔ اب آکر یہ نہیں کہ بیٹھ جاتے تصویر کی طرح کھڑے ہیں مجھے بہت برا معلوم ہوا میں نے آخر لکھنا چھوڑ کر ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ بیٹھے کیوں نہیں، کہنے لگے کہ بلا اجازت کیسے بیٹھتا میں نے کہا اچھا اب دو ہفتہ تک اجازت نہیں۔ اسی وقت بیٹھ گئے۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے تم تو کہتے تھے کہ بلا اجازت نہ بیٹھوں گا۔ کچھ جواب نہیں دیا۔ ایک شخص آئے ان سے میں نے پوچھا کہ آپ کب جائیں گے۔ کہنے لگے کہ جب حکم ہو۔ میں نے کہا اچھا دو برس تک حکم نہیں۔ کہنے لگے کہ مجھے فلاں فلاں کام ہے۔ میں نے کہا بندہ خدا پہلے کیوں نہ بتلا دیا۔ کچھ نہیں تکلف رہ گیا ہے۔ محبت اور خلوص نہیں رہا۔

بے جا تقویٰ: ایک وہمی تھے۔ وہ جب وضو کرتے تھے پورا چہرہ حوض میں گردن سمیت ڈبو دیتے ایک شخص نے کہا کہ آج میں تمہارا وضو کراؤں گا۔ چنانچہ لوٹے میں پانی لیا اور ان کو وضو کرایا۔ کہنے لگے کہ آج تو میرا وضو ہو گیا۔ انہوں نے کہا بس ایسے ہی ہمیشہ کیا کریں۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو نیت توڑ کر پھر حوض پر گئے اور منہ اس کے اندر ڈبویا جب چین ہوا۔ اللہ بچاوے ایسے تقویٰ سے۔

بے موقع ان شاء اللہ: ایک احمق چلا جا رہا تھا کسی نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا بازار جا رہا ہوں گدھا خریدوں گا۔ اس نے کہا ان شاء اللہ کہہ لو تو کہنے لگے۔ روپیہ میری جیب میں ہے گدھا بازار میں پھر ان شاء اللہ کہنے کا کیا موقع ہے۔ آگے گیا تو کسی نے جیب میں سے روپیہ اڑا لیا۔ اپنا سا منہ لے کر واپس آیا۔ پھر وہ شخص ملا پوچھا کہاں سے آ رہے ہو۔ کہا میں بازار گیا تھا ان شاء اللہ اور میرا روپیہ چوری ہو گیا ان شاء اللہ اور گدھا میں نے نہیں خریدا ان شاء اللہ اور اب میں مفلس ہوں ان شاء اللہ اب اس کو ان شاء اللہ کا سبق ایسا یاد ہوا کہ واقع میں جو موقع ان شاء اللہ کا نہ تھا اس میں بھی ان شاء اللہ داخل کر دیا۔

تین ہزار برس کی مہمانی: فرمایا: ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاش کی کیا سبیل ہے فرمایا: حدیث میں آیا ہے کہ ضیافت تین دن

ہے۔ہم اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ میاں کے یہاں کا ہر دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے۔تو ہم تین ہزار برس تک تو اللہ میاں کے مہمان ہیں۔جب چوتھا ہزار شروع ہوگا تو معاش کی سبیل پوچھنا۔

نبی اور امتی کا فرق:ایک دفعہ ایک پادری کہہ رہا تھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں۔کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اندھوں کو سوانکھا کرتے تھے۔اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اندھے کو سوانکھا نہیں کیا۔نعمان خان نے جواب دیا کہ لاؤ میں یہ کردوں۔وہ پادری یک چشم تھا کہنے لگا اچھا تم میری دونوں آنکھوں کو برابر کردو۔آپ نے کہا نبی اور امتی میں کچھ فرق ہونا چاہئے نبی تو دوسری آنکھ کو بینا کر کے دونوں کو برابر کرتے مگر میں یہ کرسکتا ہوں کہ تندرست آنکھ کو بھی پھوڑ دوں اس سے دونوں برابر ہوجائیں گی۔اس کے بعد اس کی آنکھ میں انگلی دینے لگا کہ بولو پھوڑ دوں اس سے مجمع کو ہنسی آگئی اور پادری کی تقریر کا رنگ اکھڑ گیا اور یہ حضرت جیت گئے۔گو بات بے ڈھنگی تھی مگر آج کل مناظرہ میں ایسے ہی لوگ اچھے رہتے ہیں کیونکہ آج کل جیتنے اور ہارنے کا مدار اس پر ہے کہ مجلس پر کسی کا اثر جم جائے اور تقابل کا رنگ اکھڑ جائے۔بات معقول ہو یا نامعقول

انوکھے جوابات:ایک گنوار کا قصہ ہے کہ وہ بازار میں گزر رہا تھا سڑک کے کنارے ایک پادری کو یہ کہتے سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔گنوار نے آگے بڑھ کر پادری سے پوچھا کہ تیرا خدا کتنی عمر کا ہے۔اس نے کہا کہ خدا کی کوئی ابتداء ہی نہیں وہ تو زمین و آسمان سے بھی پہلے موجود تھا اور ہمیشہ رہے گا۔گنوار نے کہا کہ اتنی بڑی عمر میں تیرے خدا کا ایک ہی بیٹا ہوا۔تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا رہا اس وقت میری عمر پچاس سال سے زیادہ ہے اور اس وقت بیس بچے میرے ہوچکے اور اگر زندہ رہا تو اور بھی ہوں گے۔تو تیرے خدا سے تو میں ہی اچھا ہوں۔اس جواب سے پادری لاجواب ہوگیا۔لوگوں نے اسے دھمکایا کہ بیوقوف خدا کی شان میں بے ادبی کرتا ہے۔کہا میں اپنے خدا کو تھوڑا ہی کہتا ہوں۔میں اس کے خدا کو کہتا ہوں جس کا بیٹا یہ عیسیٰ علیہ السلام کو بتلاتا ہے۔

ایک پٹھان نے کسی جولاہے سے پوچھا کہ میاں جی کس حال میں ہیں۔کہا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں کہ خدا نے مجھ کو جولاہا بنادیا۔جس سے مجھ کو کوئی کچھ کہہ لیتا ہے کوئی دو چار ڈنڈے لگالیتا ہے تو قیامت میں مجھے کسی کی نماز ملے گی کسی کے روزے ملیں گے۔پٹھان نہیں بنایا اگر پٹھان ہوتا تو قیامت میں دوسرے لوگ میرے سب اعمال لے جاتے۔

میرٹھ کے ایک رئیس نے ایک غریب نوکر کے طمانچہ مار دیا تھا پھر اس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوا تو اس کو ایک روپیہ دیا پھر دوسرے نوکر سے کہا کہ اس سے پوچھنا کہ اب کیا حال ہے۔کہنے لگا میں تو دعا کرتا ہوں کہ ایسا طمانچہ روز لگ جایا کرے۔بس یہ طریقہ تلافی کا بہت اچھا ہے۔اس سے بچوں کے اخلاق پر بھی برا اثر نہیں ہوتا۔اور ظلم کا دفعیہ بھی ہوجائے گا۔

اولاد کے لئے تعویذ:کسی صاحب نے بذریعہ خط اولاد کا تعویذ طلب کیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس تعویذ ہوتے تو کم از کم ایک درجن بچے تو اپنے بھی ہوتے۔

کبر۔کبر کا جواب:ایک صاحب نے لکھا کہ میں منتظر کو سلام نہیں کرتا یہ کبر ہے۔فرمایا کہ یہ کبر کا جواب ہے کبر نہیں۔

جاہل امام:فرمایا:ایک گاؤں میں تین چوہدری تھے۔موسیٰ اور ابراہیم ایک مرتبہ امام نے نماز میں سبح اسم پڑھی۔آخر میں صحف ابراہیم وموسیٰ پڑھا۔اس پر چوہدری عیسیٰ نے کہا کہ تم نے موسیٰ اور ابراہیم کا تو نام لیا مگر میرا نام نہیں لیا۔امام نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ آپ کا نام لوں گا۔پھر جب نماز پڑھی تو تینوں کا نام لے دیا۔یعنی صحف ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ پڑھ دیا۔

شیعہ مذہب پر پیشاب:فرمایا:مولوی فضل حق صاحب کو قطرہ کا عارضہ تھا اس وجہ سے وہ ڈھیلا نہ لیتے تھے صرف پانی سے استنجا کر لیتے تھے۔کسی متعصب شیعی نے طعن کے طور پر کہا کہ اب تو آپ بھی پانی سے استنجا کرنے لگے ہیں اس کا سبب دریافت کیا۔مولوی صاحب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ جب سے مجھے مسلسل بول کا مرض ہوگیا ہے۔تب سے میں شیعوں کے مذہب پر پیشاب کرنے لگا ہوں۔پھر فرمایا کہ اہل علم کے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہوتی۔یوں کسی مضرت کی وجہ سے ڈر جائیں وہ اور بات ہے۔ایسے تو کٹ کھنے کتے سے بھی ڈرتا ہے مگر ان کے دل میں کسی کی ہیبت نہیں ہوتی۔

شیطان کی بیعت:فرمایا:کہ شیخ صاحب کو کسی صاحب نے ادھر ادھر کی باتیں سنا کر پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہیں۔انہوں نے جواب دیا کہ ہاں شیطان سے بیعت ہوں لیکن اگر آپ کو اس سے کامل زیادہ پاؤں تو آپ سے ہوجاؤں گا۔شیخ صاحب نے مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری کی صحبت پائی تھی۔اس وجہ سے اسقدر پکے ہوگئے تھے۔مولوی صاحب مولود شریف کراتے تھے مگر شیخ صاحب اس میں شریک نہ ہوتے تھے۔

شجرہ۔ثمرہ:کسی صاحب نے لکھا کہ ایک شجرہ بھی روانہ فرمادیں جواب:گو اس کا ثمرہ نہ ہو۔

دگرگوں جگر خوں:کسی نے لکھا کہ حج کو جارہا ہوں دعا فرمادیں کہ حجر اسود کے بوسہ کے وقت حالت دگرگوں نہ ہو۔

جواب:اگر ایسی دگرگوں ہو کہ جگر خوں ہو تو مطلوب ہے۔

شریفہ۔شریف:کسی صاحب نے عرض کیا حضرت شریفہ لے

آ ؤں ممکن ہے کہ حضرت کی کھانسی کے لئے مفید ہو مزاحاً کہا کہ اگر آپ آئیں تو کسی شریف کو لایئے شریفہ کو نہ لایئے۔ دو ہی (منکوحہ) بہت ہیں کوئی فوج تھوڑا جمع کرنا ہے۔

گرگ زادہ۔ گرگ شود: ایک ہندو رئیس کا انتقال ہو گیا ایک دوسرے ہندو صاحب تعزیت کے لئے گئے جا کر تعزیت کی اور یہ الفاظ کہے خدا کرے کہ آپ اپنے والد صاحب کے قدم بقدم ہوں اور ضرور رہوں گے کیونکہ ''گرگ زادہ گرگ شود'' یعنی آخر بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہوتا ہے

بہو کی حکایت: فرمایا ایک بہو کی حکایت ہے کہ نئی نئی شادی ہو کر سسرال آئی۔ مگر بولتی نہ تھی۔ ساس نے کہا بہو تو بولتی کیوں نہیں۔ کہنے لگی کہ میری ماں نے منع کر دیا تھا کہ ساس کے گھر بولنا مت۔ ساس نے کہا کہ تیری ماں بے وقوف ہے۔ ضرور بولا کر۔ بہو نے کہا پھر تو کچھ بولوں۔ ساس نے کہا ضرور بول۔ اب بہو بولتی ہے تو کیا نور برساتیں ہیں۔ کہتی ہیں کہ اماں ایک بات تم سے پوچھتی ہوں وہ کہ اگر تمہارے لڑکے کا انتقال ہو جائے اور میں بیوہ ہو جاؤں تو تم میری کہیں اور شادی کر دو گی کہ یونہی بٹھلائے رکھو گی۔ ساس نے کہا بہو تو بس خاموش ہی رہا کرو۔ تیری ماں کا منع کرنا ہی صحیح رائے پر ہے۔

قصائی۔ بیل: ایک صاحب کے آہستہ بولنے پر جس سے سنائی بھی نہیں دیا متنبہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ لوگ کہتے ہوں گے کہ کس قصائی سے پالا پڑا میں کہتا ہوں کہ کن بیلوں سے پالا پڑا۔ قصائی اور بیلوں کا جوڑ بھی ہے۔

غیبت اپنی ماں کی: فرمایا: کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے۔ خواجہ صاحب نے بہت ہی تعجب آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ ماں کی غیبت کرے۔ فرمایا آپ کو کیوں تعجب ہوا ہاں یہی فرماتے ہیں کہ میں اگر غیبت کروں تو اپنی ماں کی کروں تا کہ اگر میری نیکیاں کسی کے پاس جاویں تو ماں ہی کے پاس کیوں نہ جائیں۔ گھر کی نعمت گھر میں ہی رہے۔ کہیں باہر نہ جائے۔ اس لئے یہ فرمادیا تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔

لینا۔ دینا: ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شخص ان کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ یہ بزرگ اس کو پیسے دیا کرتے تھے۔ اس نے یہ سمجھ کر کہ محسن ہے گالیاں دینی چھوڑ دیں۔ ان بزرگ نے روپیہ پیسہ دینا چھوڑ دیا۔ اس شخص نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت یہ کیا فرمایا بھائی یہ تو دینا لینا ہے تم پہلے کچھ دیا کرتے تھے ہم بھی دیتے تھے۔ تم نے دینا چھوڑ دیا ہم نے بھیجنا چھوڑ دیا۔

دل شکنی۔ شکم شکنی: فرمایا: کہ یہاں پر مرحوم مولوی محمد عمر صاحب تھے وہ اکثر بیمار رہتے تھے ایک شخص نے میری اور ان کی دعوت کی۔ مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا اس بھلیمانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہ تھے۔ جب کھانے بیٹھے میں نے میزبان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھائیں۔ جب تم کو چاول پکانا نہیں آتا تو کیوں پکائے۔ سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی۔ کہیں سے روٹی لاؤ کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں۔ میں نے کہا کہ گھر میں نہیں تو محلہ سے مانگ کر لاؤ۔ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا۔ خوب پیٹ بھر کر روٹی کھائی میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے کہنے لگے اس کی دل شکنی ہو گی۔ میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہو گی۔ میں نے اس کی تادیب کے لئے یہی انتظام کیا جس سے اس کو ہمیشہ کے لئے سبق مل گیا۔ گو میری پھر اس شخص نے کبھی دعوت نہیں کی۔

دیہاتی کی اطاعت: ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک دیہاتی آدمی ہدیۃ کچھ کپڑا لایا۔ ایک گٹھڑی کی صورت میں تھا۔ میں اس وقت ڈاک لکھ رہا تھا۔ اس نے ڈاک کے خطوط پر وہ گٹھڑی رکھ دی۔ مجھ کو ناگوار ہوا۔ میں نے غصہ میں کہا کہ میرے سر پر رکھ دے۔ اس نے گٹھڑی اٹھائی اور میرے سر پر رکھ دی۔ اس کو تھام کر کھڑا ہو گیا تا کہ گر نہ جائے۔ فلاں مفتی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے وہ اس پر خفا ہونے لگے۔ میں نے کہا کہ کس پر خفا ہوتے ہو یہ تو غیر مکلّف ہے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ میرے سر پر رکھ دے۔ اس کا کیا قصور؟ بلکہ حکم کی اطاعت کی ہے۔

۲۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک لڑکا چھوٹا سے جس کی عمر تقریباً پانچ یا چھ برس کی ہو گی۔ اپنے باپ کے ساتھ میرے کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دے کر دروازہ کی چوکی پر کھڑا کر دیا اور اس سے کہا کہ منہ پر تھپڑ مار۔ اس نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا اس کا باپ اس کو ڈانٹنے لگا۔ میں نے کہا تم اس پر ناحق خفا ہوتے ہو اس کا کوئی قصور نہیں۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ کس کے منہ پر مار۔ میرا ہی کلام ناتمام تھا۔ میں ہی قصوروار ہوں۔ اس کی کوئی خطا نہیں۔

کوّے کی قسمیں: ایک شخص نے حضرت والا سے یہ دریافت کیا کہ کوے کی کتنی قسمیں ہیں تو فرمایا مجھ کو معلوم نہیں اگر آپ فرمائیں تو آدمی کی قسمیں بیان کر دوں۔ اور یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ کونسی قسم میں داخل ہیں۔ بس یہ شخص تو ایسے خاموش ہوئے کہ بول کر نہیں دیا۔

مال۔ کمال: سفر رنگون میں فرمایا: کہ یہاں مال تو بہت ہے مگر کمال نہیں۔ اور ہمارے اطراف میں الحمدللہ بقدر ضرورت مال بھی ہے اور کمال بھی۔ یہاں ضرورت کے موافق بھی کمال نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی ایک کمال ہی ہے کہ کمال نہیں۔

حکیم الامت خود اپنی نظر میں: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

سے تھانہ بھون میں متعینہ ایک پولیس افسر نے بیعت کی درخواست کی۔ جس کے جواب میں آپ نے انہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھا۔

''میں ایک خشک طالب علم ہوں اس زمانہ میں جن چیزوں کو لوازم درویشی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے میلاد شریف، گیارہویں، عرس، نیاز، فاتحہ، قوالی وتصرف ومثل ذالک میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اس خشک طریقہ پر رکھنا پسند کرتا ہوں''۔

میں نہ صاحب کرامت ہوں۔ اور نہ صاحب کشف نہ صاحب تعریف ہوں اور نہ عامل۔ صرف اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔ اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا۔ نہ اپنی حالت نہ اپنی کوئی تعلیم نہ امور دینیہ کے متعلق کوئی مشورہ چھپانا چاہتا ہوں۔ عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا البتہ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ضرور ہوتا ہوں۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش، اس لئے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک کہتے ہیں میرا مزاج یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ حرفی ہی اذیت ہو۔

سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ خواہ مالی جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر، کسی کی غیبت، خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈالنا یا کوئی ناگوار، رنجیدہ معاملہ کرنا اور اگر اپنی غلطی سے ایسی بات ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

مجھے ان کا اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر صرف شکایت ہوتی ہے۔ مگر ان امور میں کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اسے نجات دے۔ یہ ہے کہ کچا چٹھا ورنہ لوگوں نے تو:

منش کردہ ام رستم داستاں
وگرنہ یلے بود در سیتاں

حال: ایک طالب علم نے لکھا کہ میں نے اپنے قلب کو آپ کی تنبیہ کے بعد ایسا پایا جیسے اس کے اندر گوہ در گوہ ہو رہا ہو۔ جواب بھیجا کہ: مبارک ہو! یہ گوہ خاکساری کی خاک سے مل کر کھاد کا کام دے گی اور ایسی اجناس پیدا ہوں گی کہ روحانی غذا ہو جاویں گی۔

حال: ایک طالب علم نے غلبہ خشیت میں لکھا کہ مجھے سخت خطرہ درپیش ہے آپ نے تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ تو بحر معرفت کا قطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا کر دریا کر دے۔

حال: ایک طالب علم نے لکھا کہ میں بالکل کورا ہو گیا ہوں۔ فرمایا کورا ہونا برا نہیں کور ہونا برا ہے۔ بلا سے کورا ہو کور نہ ہو۔

تری حاضر جوابی سے ہر اک مسرور ہوتا ہے
ترا سادہ سے فقرہ مصرعہ منشور ہوتا ہے

باب ۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے خلفائے کرام کے بارے میں صدیوں پہلے پیشین گوئی

حکیم الامت حضرت تھانوی کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیو بند، ڈھاکہ وسابقہ مشرقی پاکستان تشریف لے گئے وہاں اپنے میزبان سے معلوم ہوا کہ بنارس میں ایک کتاب سنسکرت زبان میں ہے جس کی بے شمار جلدیں ہیں۔اس کتاب کی ایک جلد یہاں ڈھاکہ میں اس خاندان کے ایک فرد کے پاس موجود ہے اس جلد میں ممتاز دینی شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں۔اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں۔حضرت قاری صاحب نے احقر کے نام اپنی ایک گرامی نامہ کے اندر اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہے۔

وکیل احمد شیروانی غفرلہ

خادم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

السلام علیکم تحریر فرمودہ واقعہ میں تحریف ہوگئی ہے شاید ناقل کی یادداشت کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ۳۵ سال قبل میں ڈھاکہ گیا تھا۔قیام حکیم حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے یہاں ہوا جو اصل سے لکھنو کے باشندے تھے۔باپ کے زمانہ سے ڈھاکہ میں آباد ہوگئے تھے۔نہایت ذکی اور ذہین تھے۔انہوں نے اتفاقی طور پر ذکر کیا کہ بنارس کے رہنے والے ایک صاحب یہاں ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک کتاب جو سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے اس کی بارہ جلدیں تو بنارس میں ہیں اور باقی جلدیں (شاید دس بیس یا کم وبیش ہوں صحیح یاد نہیں رہا) ہردوار میں ہیں۔صرف ایک جلد کی نقل ان صاحب کے پاس ہے جو ہندوستان سے متعلق ہے ان جلدوں میں ممتاز شخصیتوں کے حالات وواقعات درج ہیں۔میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص سے تو ہمیں بھی ملاؤ شاید کچھ واقعات کا علم ہو۔اس سے ملاقات کا وقت لے لیجئے چنانچہ وقت مقررہ پر ان سے ملاقات ہوئی وہ صاحب نوجوان اور خوش رو تھے۔بات چیت شروع ہوئی ان صاحب نے حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ وہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔میں نے کہا کہ اگر ہندوستان کی شخصیتوں کے حالات دریافت کروں تو آپ بتلائیں گے؟ انہوں نے کہا ضرور مگر شرط یہ ہے کہ جن صاحب کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو ان کا سن ولادت آپ بتلائیں میں نے کہا بہت اچھا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ذکر:

اس کے بعد میں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے بارے میں بتلایئے اور ان کا سن ولادت میں نے بتلا دیا۔اور اس نے فوراً کتاب کھولی اور بیان کرنا شروع کیا یعنی اس میں پڑھ پڑھ کر سنایا کہ:

”ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہوگی علم بہت وسیع ہوگا۔شہرت کافی ہوگی۔ایسا رشی صدیوں مین پیدا ہوتا ہے۔اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہونگے وطن تھانہ بھون ہوگا ان کے ایک بھائی ہونگے جو ذہانت اور ذکاوت میں اوروں سے کم نہیں ہونگے مگر علمی لائن کے آدمی نہیں ہونگے۔نہ شہرت یافتہ ہونگے مولانا کے اولاد نہ ہوگی۔مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی اور سب دیندار لوگ ہونگے۔متقی ہونگے۔“

غرض حضرت تھانویؒ کی بڑی عظمت بیان کی میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت تھانوی کی شخصیت معروف مشہور ہے ممکن ہے اس کی شہرت پر سنی سنائی باتیں نقل کر دی ہوں تو میں نے حضرت کے کچھ خانگی حالات پوچھے تو اس نے وہ بھی من وعن بیان کئے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آسکتے تھے۔تو پھر میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کا حال بیان کیجئے اس نے کہا ان کی ولادت کا سن بتایئے۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ خلیفہ تھانوی کا ذکر:

میں نے حضرت کے خلیفہ مجاز کا حضرت مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ کے متعلق پوچھا اور ان کا سن ولادت بتایا تو اسنے کہا کہ:

”یہ حضرت کے خلفاء میں ممتاز شخصیت ہیں ان کی عمر اتنی ہے حال ایسا ہے۔(اور وہ صحیح کہاحتی کہ اس نے کہا کہ) وہ اپنی جائداد وقف علی الاولاد کریں گے“

حالانکہ یہ واقعہ ایسا تھا کہ صرف میرے ہی علم میں تھا۔مولانا الہ آبادی دیو بند تشریف لائے اور وقف علی الاولاد کے بارے میں مسودات ساتھ

لائے تھے اور مجھے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر کسی سے نہیں کیا صرف تجھ سے کیا ہے اس کا افشاء نہ کیا جائے مگر اس شخص نے کتاب سے پورا پورا واقعہ جو مجھ پر پیش آیا تھا سب بیان کر دیا۔

حضرت تھانوی کے خلفاء کرام کا ذکر:

پھر اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء کتنے ہیں؟ تو اس نے پوری فہرست سنا دی۔ حالانکہ اس وقت بعض خلفاء کو اجازت بیعت ہوئی تھی۔ ان کے بعد پھر دوسروں کو ہوئی مگر اس نے ان کے نام بھی بتائے۔

حضرت قاری طیب صاحب کا ذکر:

اس فہرست میں میرا نام بھی آیا اس نے کہا کہ: ''ان کے ایک خلیفہ طیوب ہیں جو دیابان (دیوبند) کے رہنے والے ہیں''

حالانکہ میں نے اس سے اپنا تعارف بھی نہیں کرایا تھا نہ میزبان نے کرایا اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا۔ میں نے سن ولادت بتایا اور پوچھا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ اس نے کہا:

''بڑے عالم ہیں ان کی شہرت بہت ہونے والی ہے؟ اور سفر کثرت سے کریں گے حتی کہ بیرون ہند کے سفر بھی بہت کریں گے۔''

اس وقت تک میں نے صرف افغانستان کا سفر کیا تھا۔ دوسرے ممالک کا جن میں ایشیاء یورپ مڈل ایسٹ اور افریقہ وغیرہ شامل ہیں ابھی تک سفر نہیں ہوا تھا۔ مگر اس نے ساری تفصیل بتلا دی پھر کہا کہ وہ تین بھائی ہیں۔ ایک نوعمری میں انتقال کر جائے گا۔ دو بھائی زندہ رہیں گے ان کی دو بہنیں ہونگی ایک نوعمری میں گزر جائے گی دوسری زندہ رہے گی اور وہ صاحب اولاد ہوگی ان کے والد کی دو شادیاں ہونگی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوگی یہ سب اولاد دوسری بیوی سے ہوگی''

اب یہ سارے واقعات خانگی تھے۔ جن کا علم میرے سوا شاید آج تک بھی کسی کو نہیں معلوم۔ پھر اس نے میری شادی کا ذکر کیا اور رامپور (سسرال) کا قصہ بیان کیا کہ بیوی وہاں کی رہنے والی ہوگی اور اپنے گھر کی رئیسہ ہوگی پھر میں نے مزید احتیاط کے طور پر کہا کہ ایک شخص مولوی وصی الدین ہیں (جو اس وقت سفر میں میرے ساتھ تھے اور دارالعلوم دیوبند کے طالب علم تھے) میں نے ان کے بارے میں پوچھا۔ اور ان کا سن ولادت بتایا اس نے مولوی وصی الدین کے خانگی حالات سنائے جو صرف مولوی صاحب ہی کے علم میں تھے اور وہ بھی حیران رہ گئے۔

حضرت حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد:

اس سفر سے واپسی کے بعد تھانہ بھون حاضر ہو کر سارا واقعہ حضرت تھانوی کو سنایا حضرت نے فرمایا کہ:

''اس واقعہ کی تغلیط کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی یہ سارے واقعات کتاب میں درج ہوں۔ اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین پر منکشف ہوئے ہوں اور وہ لکھ لیے گئے ہوں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں اور فرمایا:

ھذا کتاب من رب العلمین و ھذا کتاب من الرب العلمین.

دائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ان تمام ان بنی آدم کے نام اور حالات لکھے ہوئے ہیں جو جنتی ہونے والے ہیں اور بائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں ان تمام لوگوں کے اسماء اور احوال لکھے ہوئے ہیں جو جہنمی ہونے والے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ارشاد فرمایا تو دونوں کتابیں غائب تھیں۔

میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام میں ایک کتاب برآمد ہوئی جس میں خاص قواعد کے ذریعہ دنیا کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں واقعات کا استخراج کیا جا سکتا تھا۔ لوگوں میں اس کتاب کا چرچا ہوا اور وہ فتنہ کی صورت اختیار کر گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا سفر کیا اور اس کتاب پر قبضہ کیا اور گیارہ قبریں کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبریں تیار ہو گئیں تو ایک دن شب میں کسی وقت پہنچ کر اس کتاب کو ایک قبر میں دفن کر کے گیارہ کی گیارہ قبروں کو اوپر سے برابر کرا دیا جس سے یہ فتنہ ختم ہو گیا وہ واقعہ جس کے بارے میں آپ نے تصحیح چاہی۔ فقط

محمد طیب رئیس عمومی دارالعلوم دیوبند وارد حال لاہور ۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

نیز حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے بھی ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے بھی اس کتاب کو دیکھا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کتاب میں حضرت تھانوی کی وفات کی تاریخ اور دن بھی درج تھا۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ نے اپنی مجلس میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ:

''جب مولانا طیب صاحب اس واقعہ کا بیان کرتے کرتے اس جملہ پر پہنچے کہ: ''ایسا رشی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے'' تو اس وقت حضرت رحمتہ اللہ علیہ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے فوراً دیوار سے ہٹ کر فرمایا: ''میری ہی کیا خصوصیت ہے جو بھی آتا ہے اس کی نظیر صدیوں میں آتی ہے'' حضرتؒ کے اس ارشاد سے تواضع، انکساریت اور فنائیت اتم درجے میں ظاہر ہوتی ہے''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنی پامالی قوم مضر پر سخت کر دے۔ (احمد)

حضرت حکیم الاسلام کی منامی تقریر

خواتین سے حکیمانہ خطاب

حضرت حکیم الاسلام مولانا طیب صاحب اپنے وقت کے اکابر علماء اور مشائخ طریقت میں سے تھے جن کی زندگی میں کئی کراماتیں ظہور پذیر ہوئیں اور ہزاروں بندگان خدا کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی دولت ہاتھ لگی اور خصوصاً اہل ثروت اور اہل منصب و وجاہت حضرات کو حضرت کے دست حق پرست پر ہدایت کی راہ نصیب ہوئی۔ اسی قسم کی ایک بصیرت افروز تقریر حاجی وزیر سیٹھ پونا کے مکان پر عالم خواب میں حضرت نے فرمائی۔ جس کو لوگوں نے سن کر محفوظ کرلیا۔ پھر اس کو مرتب کر کے حاجی محمد حنیف صاحب کی صاحبزادی طاہرہ صاحبہ کی جانب سے شائع کیا گیا۔ جو افادہ عام کی خاطر پیش ہے۔

فرمایا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید یا بقر عید کی نماز کے لیے عید گاہ تشریف لے گئے۔ اور اس موقع پر عورتوں کی ایک جماعت کے پاس بھی تشریف لے گئے جو نماز کے لیے عید گاہ آئیں ہوئیں تھیں اور ان کو ارشاد فرمایا:

عورتوں کو صدقہ کا حکم

کہ اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ اور خیرات کیا کرو اس لیے کہ میں نے تمہارا زیادہ حصہ دوزخ میں دیکھا ہے یہ سن کر عورتوں نے کہا یارسول اللہ اس کا سبب کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر لعن طعن بہت کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی نافرمانی و ناشکری کرتی رہتی ہو اور فرمایا کہ میں نے عقل و دین میں کمزور ہونے کے باوجود ہوشیار مرد کی عقل پر غالب آنے والا تم سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر عورتوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہماری عقل اور دین میں کیا کمی ہے۔

عورتوں کے دو مرض اور علاج

آپ نے فرمایا کہ عورت کی گواہی آدھے مرد کی گواہی کے برابر نہیں ہے۔ (یعنی دو عورتوں کی گواہی مل کر ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے) انہوں نے کہا جی ہاں۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی وجہ عورت کی عقل کی کمزوری ہے اور کیا ایسا نہیں کہ جس وقت عورت ایام حیض میں ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزے رکھتی ہے انہوں نے کہا جی ہاں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ دین میں نقصان کی وجہ ہے۔

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بھی مردوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے جایا کرتیں تھیں اسی لیے عید یا بقر عید کی نماز کے لیے عید گاہ آئی ہوئیں تھیں۔ اور عورتوں کے لیے حکم تھا کہ مردوں سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں رہیں اس لیے وہ مردوں کے مجمع سے الگ ہو کر کنارہ پر بیٹھیں ہوئیں تھیں۔

نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ شاید خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچی اور وہ اس سے محروم رہیں۔ اس خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور وعظ و نصیحت فرمائی اور عورتوں کے اندر جو باطنی امراض پائے جاتے ہیں ان میں سے دو مخصوص مرض ذکر فرمائے ایک تو یہ کہ وہ لعن طعن زیادہ کرتی ہیں جہاں کہیں چند عورتیں جمع ہو جاتیں ہیں تو ان کا کام بس یہی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی غیبت کریں ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے پر لعن طعن کریں۔

ایسے ہی ان میں ایک دوسرا مرض یہ ہے کہ ان کا شوہر ان کی آسائش اور راحت و آرام کے لیے کتنے ہی انتظامات کردے اور اس کے لیے چاہے جس قدر پاپڑ بیلے مگر ان اللہ کی بندیوں سے کبھی بھی شکر ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ ناشکری کیا کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں مرض کی اصل تکبر ہے جب انسان میں تکبر آتا ہے خود بنی پیدا ہوتی ہے تو پھر وہ دوسرے کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ اسے حقیر نظروں سے دیکھتا ہے اور تکبر دو ہی چیزوں پر ہوتا ہے علم پر یا مال پر اور حقیقت میں ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں کہ اس پر تکبر کیا جائے شیخی بگھاری جائے اسلئے کہ تکبر اس چیز پر کیا جاتا ہے جو ذاتی ہوتی ہے علم کا حال تو یہ ہے علم حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات سے آیا ہے ابتداء آدم علیہ السلام کو دیا گیا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا. اور پھر آدمؑ کے بعد دیگر انبیاءؑ کو ملا اور انبیاءؑ کے واسطے سے عامۃ المومنین کو اس سے معلوم ہوا کہ علم انسان کا ذاتی کمال نہیں اور جو چیز ذاتی نہیں ہوتی اس پر فخر نہیں کیا جاتا شیخی نہیں بگھاری جاتی۔ ایسا ہی حال مال کا بھی ہے انسان جب دنیا میں آیا تھا خالی آیا تھا۔ اور جب دنیا سے جائے گا خالی ہاتھ جائے گا اگر مال انسان کا ذاتی چیز ہوتی تو وہ اس کی ابتداء پیدائش سے اس کے ساتھ ہوتی۔ اور دنیا سے جاتے وقت بھی وہ اس کے ساتھ جاتا۔ معلوم ہوا کہ مال بھی انسان کا ذاتی سرمایہ نہیں وہ اس دنیا کی مختصر سی زندگی گزارنے کے لیے اس کے حوالے کردیا گیا ہے اور جو چیز اپنی ذاتی نہیں ہوتی اس پر تکبر کرنا حماقت ہے۔ اور اس سے دل لگانا اور محبت رکھنا اس سے بھی بڑی حماقت ہے۔

عورت کی دینی کمزوری:

اور اس سے دل لگانا اور محبت رکھنا بہت زیادہ ہے اور وہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتی ہیں۔ اسی محبت مال سے تکبر پیدا ہوتا ہے جو ایک دوسرے پر لعن طعن اور شوہروں کی ناشکری کا ذریعہ بنتا ہے اسی لیے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان کے عیوب کو کم تر درجے کا مت سمجھو بلکہ یہ اتنے بڑے ہیں کہ ان کی وجہ سے تم پر خدا کا عذاب ہوگا۔ اور تم قہر

خداوندی میں گرفتار ہو کر جہنم میں جاؤ گی اور میں نے عذاب جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دیکھی ہے۔اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا علاج بھی بیان کر دیا کہ زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرتی رہا کرو! صدقہ کی کثرت سے مال کی محبت کم ہوگی اور اس کی وجہ سے تکبر کا جو مرض پیدا ہوتا ہے وہ بھی ختم ہوگا۔اور جہنم سے حفاظت ہوگی عورتوں کو چاہیے کہ ان عیوب وروگ سے اپنی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے نمازوں کے بعد دعا کیا کریں اور اس کے علاج کی فکر کیا کریں۔اور علاج یہی ہوسکتا ہے کہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں (بیعت اصلاح کرے) اور توبہ کرکے اپنا عمل ٹھیک کرے۔اس کی دعاء وتوجہ اوراس کے بتائے ہوئے اعمال سے یہ روگ دور ہوسکتا ہے اور ساتھ ہی زیادہ صدقہ وخیرات کرتی رہا کریں۔

اللہ تعالیٰ عمل خیر کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

طاہرہ حاجی حنیف

قطعات مجذوب

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لیے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفی قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

غم عشق جا کر بھی غم کم نہ ہو گا
کہ پھر غم نہ ہونے کا کیا غم نہ ہو گا
نہ کر غم نہ جانے کی ہر گز تمنا
گیا غم تو یہ دل کا عالم نہ ہوگا

یہ کیا زاہد خشک تو چاہتا ہے
کہ ہر شے کا دل سے خلو چاہتا ہے
عبث ہے عبث سعی ترک تمنا
کہ دل فطرتاً آرزو چاہتا ہے

شر سے ہے کونسا بشر خالی
ہاں مگر ہو نہ شر ہی شر خالی
کچھ تو سامان خیر ہو دل میں
اب تو ہے تیرا گھر کا گھر خالی

اصلاح میں اپنی کر نہ سستی
ہمت پہ ہے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامت
سستی کا علاج بس ہے چستی

جلا کردۂ دست دلدار ہوں میں
سیاہ دل تھا یا اب پر انوار ہوں میں
سنوارا ہے کس درجہ بگڑے ہوئے کو
مجھے دیکھ آئینہ یار ہوں میں

منبع صد کرم ترا لطف بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہی تو فتح یاب تھا
دیکھا جو چشم غور سے بحر جہاں سراب تھا
سمجھے تھے جس کو واقعہ آنکھ کھلی تو خواب تھا

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا راہ رو کا کام ہے
تجھ کو رہبر لے چلیگا دوش پر
یہ ترا رہ رو خیال خام ہے

جذبات ہی پہ اپنے نہ مجذوب شاد رہ
جزبات ہیچ ہیں جو مرتب عمل نہ ہو
کتنے ہی خوشنما ہوں فریب نظر سمجھ
جھوٹے ہیں پھول بعد کو پیدا جو پھل نہ ہو

ظاہر و باطن کا ہر چھوٹا گناہ
اس سے بچ رہرو کہ ہے وہ سدِّ راہ
لب پہ ہر دم ذکر بھی ہو دل میں ہر دم فکر بھی
پھر تو بالکل راستہ ہے صاف تا دربار شاہ

حرص و ہوا میں اے بشر قلب کو مبتلا نہ کر
بخشش رب ہے، یہ گہر اس کی چمک فنا نہ کر
کر نہ خراب آب وگل تا نہ ہو پیش حق خجل
دل کو لگا بکار دل حسرت ماسوا نہ کر

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں
عبث اپنے جی کو جلانا برا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی نادان نہیں ہے
وساوس کا لانا کہ آنا برا ہے

سوچ ماضی کو نہ استقبال کو
ٹھیک رکھ تو بس اپنے حال کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو جعفر کے اہل میں اس کی شہادت کے بعد ذمہ دار ہوجا۔(جمع الجوامع)

19

کیا ہوا کیا ہو گا اس غم میں نہ پڑ
تو عبث سر لے نہ اس جنجال کو
کیانتیجہ ہو گا کیونکر ہو گا یہ ادہام چھوڑ
کام کر اور جس کا ہے کام اس پہ تو انجام چھوڑ
اجر لے ناکام ہو کر بھی نہ رب کا کام چھوڑ
وقت ہے، جدو جہد کا راحت و آرام چھوڑ
وہ کتنا ہی شکستہ ہو وہ کیسا ہی نکما ہو
نظر بر لطف ساقی تو کیے جا پیش جام اپنا
بھریگا یا نہیں کتنا بھریگا اور بھریگا کب
سروکار اس سے کیا تجھ کو کیے جا تو تو کام اپنا
کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر
نہ لگے دل تو کچھ ملال نہ کر
حسب ارشاد حضرت مرشد
فعل کر فکر انفعال نہ کر
دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں
اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر
ترا تو فرض ہے دل لگانا
لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امر غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کیے جا مزہ گو نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے
رہنا نہ چاہیے تو اگر مفت کے انتشار میں
پیش نظر یہ گر رہے دیکھ تلاش یار میں
اپنے جو بس کی بات ہو رہ بس اسی میں منہمک
پیچھے نہ اسکے پڑ کبھی جو نہ ہو اختیار میں
جو بھی عالم میں ترا عالم رہے
بس سر تسلیم ترا خم رہے
عشق میں جب تک ہے تیرے دم میں دم
بس تصور یار کا ہر دم رہے
مالک ہے، جو چاہے کر تصرف
کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے
بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یارب
حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

تربیت دیکھ تری مضمر ہے
مختلف واقعات عالم میں
تنگ نیر گی جہاں سے نہ ہو
شکر کر شادی میں صبر کر غم میں
تو ہو کسی بھی حال میں مولا سے لو لگائے جا
قدرت ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر، کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرہ میں پھڑ پھڑائے جا
ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یونہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ در یونہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا
کتنی ہی مشکلات ہوں پرواہ نہ چاہیے
اقدام راہ حق میں دلیرانہ چاہیے
لیکن یہ گر رسائی منزل کا یاد رکھ
کوشش تو خوب چاہیے دعویٰ نہ چاہیے
سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
مدنظر ہو مرضی جانا نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے کر تو یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ کرنا چاہیے
فکر حصول مرضی جانا نہ چاہیے
اس دھن میں جو بھی حال ہو پروانہ نہ چاہیے
ہر ہر قدم میں راہ طلب میں ہیں مشکلیں
ہر ہر قدم ہمتِ مردانہ چاہیے
طلب تیری مجذوب اگر تام ہو
ابھی زیب پہلو دل آرام ہو
یہ کوشش جو تیری ہے کوشش نہیں
وہ کوشش ہی کب ہے جو ناکام ہو
سختی رہ سے نہ ڈر ہاں ایک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل، راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتداء کرنا ہے مشکل، انتہا مشکل نہیں
طرق عشق جو ہیں سب کا خلاصہ اے دل
بس یہ ہے دوست سے غافل نہ کسی آن رہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو سفر کی مسافت اس کیلئے سمیٹ دے اور سفر اس پر آسان کردے (الاتحاف)

اس کا اک گر تجھے تلقین کئے دیتا ہوں
ذکر اور فکر رہے دھن رہے، اور دھیان رہے
کامیابی تو کام سے ہو گی
نہ کہ حسن کلام سے ہو گی
فکر اور اہتمام سے ہو گی
ذکر کے التزام سے ہو گی
دل تجھ کو دیا حق نے تو حق اس کا ادا کر
سب چھوڑ خیالات بس یاد خدا کر
اللہ نے بخشے تجھے اعضائے طاعت
کر ایک یہی کام نہ کچھ اس کے سوا کر
لب پہ ذکر اللہ کی تکرار ہو
دل میں ہر دم حق کا استحضار ہو
اس پہ تو کر لے اگر حاصل دوام
پھر تو بس کچھ دن میں بیڑا پار ہو
چاہے اطمینان اگر مجذوب تو
کر نہ کیفیات کی ہرگز ہوس
عقل و ایماں ہیں رفیق دائمی
آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس
رکھ نظر میں ہمیشہ دوباتیں
اے دو عالم کی خیر کے طالب
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی
اور نہ ہو عقل شرع پر غالب
عقل سے عاشق نہ عاقل عشق سے بیگانہ ہو
جو بھی طالب ہو بیک جا عاقل و دیوانہ ہو
الغرض مجذوب سا جامع ہو جذب و ہوش کا
عاقل دیوانہ ہو دیوانہ فرزانہ ہو
یہ میں کب کہتا ہوں زہد و ہوش سے بیگانہ بن
ہاں مگر مجذوب سا تو زاہد و فرزانہ بن
عشق سے بھی آشنا کر اپنے زہد و ہوش کو
زاہد مستانہ بن فرزانہء دیوانہ بن

فارم

دستاویز

وصیت نامہ

مع ضروری یادداشتیں

منجانب........................ ابن..

ترغیب وصیت

حدیث شریف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو۔ پھر وہ دوراتیں بھی اس طرح گذارے کہ اس کے پاس اس کی لکھی ہوئی وصیت نہ ہو۔ (متفق علیہ) اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وصیت کر کے مرا۔ وہ صراط مستقیم اور طریق سنت پر مرا۔ اور تقوی اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت پر مرا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مرد وعورت ساٹھ سال تک اللہ کی اطاعت کرتے ہیں، پھر ان کی موت قریب آ جاتی ہے۔ پس وہ وارث کو نقصان دینے کے لیے وصیت کرتے ہیں پس واجب ہوتی ہے ان کے لئے آگ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فارم دستاویز

وَصیت نامہ

وضروری یادداشتیں

منکہ..............ولد..............قوم..............عمر..............مسلک..............

پیشہ..............سکونت..............شناختی کارڈ نمبر..............

بقائمی حواس بغیر جبر و ترغیب کسی کے وصیت لکھتا ہوں۔ کہ اللہ پاک کی ذات و صفات اور افعال میں خاصان خدا شریک نہیں۔ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کے یار، ازواج وآل صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرتا ہوں۔ رسومات شرک و بدعات سے نفرت کرتا ہوں۔ اور مرزائیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اور اپنے ورثاء کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کے اور بندوں کے حقوق واجب ہیں۔ حسب حکم شریعت ان کی ادائیگی کریں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔

دستخط وصیت کنندہ

بقایا عبادات مع فدیہ

		سیر	من
قضانمازیں مع وتر	تعداد......فدیہ گندم		
قضاروزے فرض	تعداد......فدیہ گندم		
سجدہ تلاوت	تعداد......فدیہ گندم		
صدقہ فطر	تعداد......فدیہ گندم		
	میزان گندم		

فی فدیہ ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک

احتیاطاً ۲ سیر گندم

فدیہ کی گندم ،صدقہ فطر اور قربانی وغیرہ کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بوقت اداء کے ہو________ یہی حال حج کے خرچہ کا ہے۔

تفصیل

	پیسہ	روپیہ
قیمت گندم فی من کل قیمت گندم		
زکوۃ واجب الادا کل قیمت رقم		
قضاء قربانی جتنے سال نہ کی ہو موجودہ قیمت قربانی ہر سال کل میزان		
حج فرض اگر ذمہ ہے تو حج بدل کرانے کا موجودہ خرچہ اندازاً		
دیگر اگر کچھ ذمہ ہو۔		
فدیہ عبادات کی رقم کل میزان		

مسئلہ: اگر نمازوں اور روزوں کا فدیہ اور حج کا خرچ ۱/۳ مال سے زائد ہو جائے تو ادا کرنا وارثوں پر واجب نہیں، سب کی اجازت ہو تو درست ہے۔ مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں (بہشتی زیور)

اگر غریب ہو تو جہاں سے حج بدل کرانے کا خرچہ پورا ہو، وہاں سے کرا لے

نوٹ: اگر وصیت کنندہ صحت مند ہے تو ہمت کر کے نمازیں روزے خود پورے کرے۔ ورنہ وصیت واجب ہے۔

قرضہ واجب الادا مع امانت

تفصیل مع نام وپتہ قرض خواہ	پیسہ	روپیہ

میزان

قرضہ واجب الوصول مع امانت

تفصیل مع نام وپتہ مقروض	پیسہ	روپیہ

میزان

تفصیل جائیداد	نمبر خسرہ	مقام مالیت	روپیہ
		میزان مالیت	

تفصیل ترکہ سامان وغیرہ میت	مالیت روپیہ	میزان ہائے تخمینہ بذمہ میت	روپیہ
		فدیہ عبادات وغیرہ میزان	
		قرضہ واجب الادا یا امانتیں میزان	
		کل میزان	
		میزان مالیت ترکہ جائیداد	
		قیمت سامان وغیرہ میزان	
		قرضہ یا امانتیں قابل وصول میزان	
		میزان کل مالیت ترکہ میت	
		اندازاً بقایا قرض میزان	
		یا	
		بقایا مالیت میت بعد وضع قرضہ وغیرہ میزان	
میزان			

آخری التجا: اگر قرضہ ترکہ سے زائد ہو گیا تو بالغ اولاد ادائیگی کر سکے تو بہتر ورنہ قرض خواہوں سے معاف کرایا جائے۔

۱/۳ حصہ ترکہ کے لیے اگر وصیت کرنا چاہے مع مالیت

	پیسہ	روپیہ
غریب رشتہ دار غیر وارث		
مساجد		
مدرسہ یا ادارہ		
خدمت گار		
فقراء و مساکین		

نوٹ: ادائیگی قرضہ اور اجراء وصیت کے بعد باقی ترکہ کسی عالم سے تقسیم کرا کر اپنے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیں اور قانونی اندراجات بھی مکمل کرلیں

نابالغ اولاد تعلیم وشادی کیلئے خصوصاً ہر ایک کا حصہ ممتاز کر کے بچہ اگر سمجھدار ہو تو اسی کا قبضہ معتبر ہے ورنہ ولی کا قبضہ کرادیں اور اس کی تفصیل ذیل میں لکھ دیں۔	ضروری کاغذات کیا اور کہاں ہیں وصیت پر عمل کرانے والے کا نام

نمبر شمار	نام وارثان	خصوصی ہدایات و تاثرات

قابل اعتماد خاص دوست کا نام مع پتہ	نامکمل کام

بیوی/شوہر خصوصی وصیتیں	آئندہ رشتہ لین دین کے لیے رائے	نصیحت کی کچھ اور باتیں

نوٹ: تمام وصیت بعد الموت قابل عملدر آمد ہے اگر اس میں شریعت کے خلاف کچھ لکھا گیا ہو تو فتوے پر عمل کریں

العبد ____ وصیت کنندہ کے دستخط مع انگوٹھا ____

العبد ____ وارث ____	العبد ____ وارث ____

العبد ____ وارث ____	العبد ____ وارث ____

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد

اگر کچھ رجسٹری کرانا چاہیں تو اس خالی جگہ میں تفصیل لکھ کر رجسٹری کرالیں

مہر رجسٹرار صاحب

باب۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شوق وطن

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کوئی مشقت اور تعب اور فکر اور رنج اور اذیت اور غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا بھی لگ جاوے جس میں اس کے گناہوں کا کفارہ نہ ہوتا ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سائب رضی اللہ عنہا سے فرمایا بخار کو برامت کہو وہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسا بھٹی لوہے کے میل کو دور کرتی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم رضی اللہ عنہ نے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں یعنی آنکھوں کی مصیبت میں گرفتار کرتا ہوں پھر وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض میں جنت دیتا ہوں، روایت کیا اس کو بخاریؒ نے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان کسی بلائے جسمانی یعنی مرض وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتہ کو (جو اس کے اعمال صالح لکھا کرتا ہے) حکم ہو جاتا ہے کہ جو نیک کام یہ پہلے سے (یعنی! حالت صحت میں کیا کرتا تھا وہ سب لکھتے رہو) پھر اللہ تعالیٰ اگر اس کو شفا دیتا ہے تو اس کو پاک وصاف کر دیتا ہے۔ اور اگر وفات دیتا ہے تو اس کے ساتھ مغفرت ورحمت کا معاملہ فرماتا ہے۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ نے۔

محمد بن خالد اپنے باپ اور دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندے کے لیے کوئی مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجویز ہوتا ہے جس پر وہ اپنے عمل کے ذریعہ سے پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کے جسم پر یا اس کے مال یا اسکی اولاد میں کوئی بلا مسلط کر کے اس کو صبر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد نے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جسوقت اہل مصیبت کو ثواب عطا ہوگا اسو قت اہل عافیت تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی (تاکہ ہم کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے پاس کوئی نیک عمل ایسا نہیں جو ان کا کفارہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم میں مبتلا فرماتا ہے تاکہ وہ اس کا کفارہ ہو جائے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

طاعون کی فضیلت میں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون (سے، مسلمانوں کے لیے شہادت کا درجہ ملتا ہے) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء پانچ قسم کے ہیں۔ طاعون والا اور جس کو پیٹ کی بیماری ہو (جیسے اسہال، استسقاء) اور جو غرق ہو جائے (ڈوب جائے) اور جس پر مکان گر پڑے اور جو جہاد میں شہید ہو جائے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کی نسبت دریافت کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (بعض کے لیے) ایک طرح کا عذاب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے (بطور عذاب کے) بھیجتا ہے۔ (اس بعض سے مراد کفار ہیں۔ جیسا تقابل مؤمنین اس کا قرینہ ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل ایمان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جو شخص وقوع طاعون کے وقت اپنی بستی میں صابر اور امیدوار ثواب ہو کر اس اعتقاد سے کہ وہی ہوگا جو مقدر ہے ٹھہرا رہے گا۔ تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: یہ ثواب صرف وہاں ٹھہرے رہنے اور نہ بھاگنے سے ملتا ہے۔ گو اس میں مرنے اور طاعون میں مر جانے کے فضائل اس کے علاوہ ہیں۔ فقط۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد سے بھاگنے والا۔ اور اس میں ثابت قدم رہنے والوں کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

ف: اس کے دونوں جملوں سے معلوم ہوا کہ طاعون والوں کو گھر بیٹھے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ اور جہاد ثواب میں سب اعمال سے افضل ہے۔ فقط۔

علم کندی سے روایت ہے کہ میں ابوعبس غفاری کے ساتھ ایک چھت پر تھا۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ! طاعون سے شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں۔ فرمانے لگے کہ اے طاعون تو مجھے لے لے۔ (کہ میں متمنی ہوں) روایت کیا اس کو عبدالبر مروزی واحمد طبرانی نے شرح الصدور میں۔

موت کی ترجیح حیات پر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحفہ (مرغوب، دلپسند) مسلمان کا موت ہے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی موت کو ناگوار سمجھتا ہے۔ حالانکہ موت اس کے لیے دین میں خرابی پڑنے سے بہتر ہے۔

ف: یعنی موت میں یہ نفع ہے کہ دین کے بگڑنے کا اندیشہ نہیں اور حیات میں اس کا خوف لگا ہے۔ خصوصاً جب اس کے اسباب بھی جمع ہوں۔ نعوذ باللہ منہ۔ فقط۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مؤمن کا جیل خانہ اور مقام قحط ہے۔ (کہ راحت ونعمت دونوں کم ہیں) سو جب دنیا کو چھوڑتا ہے تو جیل خانہ اور مقام کو چھوڑتا ہے۔ (کیونکہ آخرت میں راحت اور نعمت دونوں کامل ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت ہر مسلمان کے گناہوں کا کفارہ ہے کہ اس کی تکالیف سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں کل یا بعض علی اختلاف الاحوال۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی جو شخص میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے موت کو اس کا محبوب بنا دیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری نصیحت یاد رکھو تو تم کو موت سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہونی چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے آدمی کے انتقال کرنے کو پس اس مثال کے مشابہ پاتا ہوں جیسے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے۔ یعنی اس تنگی وتاریکی سے دنیا کی کشادگی میں آتا ہے۔ (کہ آنے کے قبل اس کو بڑی راحت کی جگہ سمجھتا تھا۔ مگر دنیا کی لذت وراحت دیکھ کر پھر وہاں جانا نہیں چاہتا۔ اس طرح دنیا میں رہ کر آخرت سے گھبراتا ہے مگر وہاں جا کر پھر یہاں آنا پسند نہ کرے گا۔

بعض مؤمنین پر شدت موت کی مصلحت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض اوقات مؤمن سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے سو اس کے کفارہ کے لیے اس پر موت کے وقت (نزع) میں شدت کی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کافر سے کوئی نیک کام ہو جاتا ہے تو اس کا صلہ دینے کے لیے موت کے وقت اس پر سہولت کی جاتی ہے۔

مرنے کے وقت مؤمن کے لیے عزت وبشارت

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن دنیا سے رخصت اور آخرت کی آمد کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو اس کے پاس آسمان سے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے آفتاب کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ منتہائے نظر کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت اس کے سر کے پاس آ کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے جان جس کو خدا کے حکموں پر اطمینان تھا۔ اللہ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف چل رہ اس طرح (آسانی سے) نکلتی ہے جیسا کہ مشک سے پانی کا قطرہ ڈھلک آتا ہے۔ گو تم (ظاہر میں) اس کے خلاف حالت دیکھو کہ شدت سے جان نکلی تو وہ شدت جسم پر ہوتی ہے (روح کو راحت ہوتی ہے) غرض فرشتے اس روح کو نکال لیتے ہیں۔ اور نکالنے کے بعد ملک الموت کے ہاتھ میں چشم زدن کے لئے بھی نہیں چھوڑتے۔ بلکہ اس (بہشتی) کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ اور اس سے خوشبو ایسی نکلتی ہے۔ جیسے دنیا میں مشک کی تیز سے تیز خوشبو ہو پھر وہ اس کو لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ سو فرشتوں کے جس گروہ پر ان کا گذر ہوتا ہے۔ وہ پوچھتے ہیں یہ پاکیزہ روح کون ہے۔ وہ اس کے اچھے سے اچھے نام سے جو دنیا میں مشہور تھے بتلاتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ اسی حالت سے وہ اس کو قریب والے آسمان یعنی سماء دنیا کی طرف پھر وہاں سے سب آسمانوں سے گذر کر ساتویں آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا نام علیین میں لکھ دو۔ اور اس کو (سوال قبر کے لیے) پھر زمین کی طرف لے جاؤ۔ سو اس کی یہ روح بدن میں لوٹائی جاتی ہے۔ برزخ کے مناسب نہ کہ دنیا کی طرح پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اور اس کو بٹھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے۔ جو تمہاری طرف اور تم میں مبعوث ہوئے وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں وہ کہتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ پھر آسمان سے ایک منادی (منجانب اللہ) ندا دیتا ہے۔ کہ میرے بندہ نے صحیح جواب دیا اس کے لیے جنت کا فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو۔ اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اس کو جنت کی ہوا اور خوشبو پہنچتی ہے۔ اور منتہائے نظر تک اس کے لیے قبر میں کشادگی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو نے اسکو پیدا کیا اور ہدایت کی اور تو نے اسکی روح قبض کی ہے (الاتحاف)

پاس ایک شخص عمدہ لباس میں عمدہ خوشبو والا آتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے کہ تجھ کو خبر مسرت کا مژدہ ہو یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوتا تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے تو چہرے سے خیر معلوم ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔ میت بار بار کہتی ہے کہ اے رب جلدی قیامت قائم کر دیجئے کہ میں اپنے اہل و مال میں جاؤں جو قیامت میں ملیں گے روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی وغیرہم نے۔

جعفر محمد سے اور وہ اپنے باپ ابن الخزرج سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو ایک انصاری کے سرہانے دیکھا اور فرمایا کہ اے ملک الموت! میرے صحابی سے نرمی کرو کہ وہ مؤمن ہے ملک الموت نے کہا آپ دل خوش رکھیے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھیں اور یقین کیجئے کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ نرم ہوں۔

براء نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے ایک حریر لے کر آتے ہیں جس میں مشک وعنبر اور ریحان بسا ہوتا ہے اور اس کی روح اس طرح نرمی سے نکل آتی ہے۔ جیسے آٹے سے بال نکل آتا ہے۔ اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اے جان! جس کو خدا کے حکموں کا اطمینان تھا تو حق تعالیٰ کی رحمت اور سامان عزت کی طرف اس حالت میں چل کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر جب روح نکلتی ہے تو اسے مشک و ریحان پر رکھ کر اوپر سے وہ حریر لپیٹ دیا جاتا ہے اور علیین کی طرف اس کو لے جاتے ہیں۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب مؤمن ملائکہ کو دیکھتا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دیں (یعنی روح نہ نکالیں)۔ وہ کہتا ہے کہ مقام ہموم وسموم کی طرف واپس کرتے ہو مجھ کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے چلو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ملک الموت خدا کے مقبول بندے کے پاس آتے ہیں تو اس کو سلام کرتے ہیں۔ اور ان کا سلام یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ السلام علیک یا ولی اللہ اٹھو اور اس گھر سے جس کو خالی کر دیا ہے اس گھر کی طرف چلو جس کو معمور کر دیا ہے۔ یعنی دار دنیا سے دار آخرت کی طرف۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی روح قبض کرنا چاہتا ہے تو ملک الموت کو حکم ہوتا ہے کہ اس کو میرا سلام کہنا سو جب ملک الموت اس کی قبض روح کے واسطے آتے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھ کو سلام فرماتا ہے (سبحان اللہ کیا دولت ہے ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ مؤمن کے پاس موت کے وقت فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے اور ان کی معرفت سے کہا جاتا ہے۔ کہ جہاں تو جاتا ہے وہاں سے ڈرنا نہیں سو اس کا خوف جاتا رہتا ہے اور دنیا اور اہل دنیا کی مفارقت پر غم مت کرنا اور جنت کے مژدہ سے خوش ہو سو وہ ایسی حالت میں مرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ یعنی اس کو چین دیتا ہے۔ اور انہی سے آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا الخ کی تفسیر میں منقول ہے کہ اوقات موت و دفن وحشر میں اس کو بشارت دی جاتی ہے سو جنت میں جانے پر بھی اس کی بشارت کی فرحت اس کے قلب سے نہ جاوے گی۔

مرنے کے بعد ارواح کی باہمی ملاقات:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤمن کی روح قبض کیجاتی ہے۔ تو خدا کے مرحوم بندے اس طرح آگے بڑھ کر اس سے ملتے ہیں جیسے دنیا میں کسی خوشخبری لانے والے سے ملا کرتے ہیں۔ پھر (ان میں سے بعضے) کہتے ہیں کہ ذرا اس کو مہلت تو دو کہ دم لے لے کیونکہ دنیا میں یہ بڑے کرب میں تھا۔ بعد اس کے اس سے پوچھنا شروع کرتے ہیں۔ فلانے شخص کا کیا حال ہے اور فلانی عورت کا کیا حال ہے کیا اس نے نکاح کر لیا ہے پھر اگر ایسے شخص کا حال پوچھ بیٹھے جو اس شخص سے پہلے مر چکا ہے اور اس نے کہہ دیا کہ وہ مجھ سے پہلے مر چکا ہے۔ تو انا للہ پڑھ کر کہتے ہیں کہ بس اس کو اس کے ٹھکانے یعنی دوزخ کی طرف لے جایا گیا۔ سو جانے کی بری جگہ ہے اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے رشتہ دار اور خاندان والوں کے سامنے جو کہ آخرت میں ہیں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر عمل نیک ہوا تو خوش اور بشاش ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اے اللہ یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے سو اپنی یہ نعمت اس پر پوری کیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے اور ان پر گنہگار کا بھی عمل پیش ہوتا ہے سو کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کے دل میں نیکی ڈال جو تیری رضا اور قرب کا سبب ہو جائے۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کی اولاد عالم ارواح میں اس طرح اس کا استقبال کرتی ہے جیسے کسی باہر گئے ہوئے کا (آنے کے وقت) استقبال کیا کرتے ہیں۔

ثابت بنانی سے منقول ہے کہ ہم کو یہ روایت پہنچی کہ جب کوئی مرتا ہے تو (عالم ارواح میں پہنچنے کے وقت) اس کے اہل اقارب جو پہلے مر چکے ہیں اس کو ہر چہار طرف سے گھیر لیتے ہیں اور وہ اس سے مل کر اور یہ ان سے مل کر اس مسافر سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اپنے گھر آتا ہے۔

تجہیز و تکفین کے وقت:

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ جو میت مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں رہتی ہے اپنے جسد کو دیکھتی ہے کہ کیونکر اس کو غسل دیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس کے ساتھ محبت رکھ اور اس کے محبّ سے بھی محبت رکھ۔ (مسلم)

جاتا ہے کیونکر اسکو کفن دیتے ہیں کیونکر اس کو لے چلتے ہیں اور لاش ابھی تختہ ہی پر ہوتی ہے کہ اس سے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ جو تیری تعریف کر رہے ہیں سن لے (کہ بشارت عاجلہ مقدمہ ہے خیر آئندہ کا)

ف: اسی طرح کی روایت کہ اس سے فرشتے یہ بات کہتے ہیں حضرت سفیان سے بھی ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے مقصود ملائکہ کا اس قول سے اس وقت اس کا جاہ وکھلانا اور دل بڑھانا اور آئندہ کے لیے امید دلانا ہے۔

مؤمن کے محبوب ہونے میں آسمان کے نزدیک:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر انسان کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازہ جس سے اس کے اعمال چڑھتے ہیں اور ایک دروازہ جس سے اس کا رزق اترتا ہے سو جب بندہ مؤمن مر جاتا ہے وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

مؤمن کے محبوب ہونے میں زمین کے نزدیک:

عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ جو شخص زمین کے کسی ٹکڑے پر سجدہ کرتا ہے وہ ٹکڑا قیامت میں اس کے لیے گواہی دے گا اور اس کے مرنے کے دن اس پر روتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمین مؤمن (کے مرنے) پر چالیس دن تک روتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن جب مر جاتا ہے تمام مواقع خیر کے اس کے مرنے پر اپنی آرائش کرتے ہیں سو کوئی حصہ ان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی تمنا نہ کرتا ہو کہ وہ اس میں مدفون ہو۔

جنازہ کے ساتھ فرشتوں کے چلنے میں:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ اس شخص کا کیا صلہ ہے جو کسی میت کے ساتھ اس کی قبر تک تیری رضا جوئی کے واسطے جاوے ارشاد ہوا کہ صلہ اس کا یہ ہے کہ میرے فرشتے اس (کے جنازے کے) ساتھ جاویں گے۔ اور اس کی روح پر اور (نیک) روحوں کے ساتھ دعاء کریں گے۔

قبر یعنی عالم برزخ کی نعمتیں:

سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جب سے منکر نکیر کی آواز اور قبر کے دبانے کا مجھ سے ذکر فرمایا ہے کوئی چیز مجھ کو (تسلی میں) نافع نہیں ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا منکر نکیر کی آواز اہل ایمان کے کانوں میں ایسی ہوگی جیسے سرمہ آنکھ میں (لذت بخش ہوتا ہے) اور قبر کا دبانا مؤمن کے حق میں ایسا (راحت بخش ہوگا) جیسے مادر مشفقہ سے بیٹا سر درد کی شکایت کرے اور وہ اس کے سر کو نرم نرم دبائے لیکن اے عائشہ رضی اللہ عنہا خرابی تو یہ ان لوگوں کی ہے جو خدا کے (وجود یا احکام کے) بارہ میں شک رکھتے تھے وہ کس طرح قبروں میں دبائے جاویں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبایا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ مؤمن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے ع بیا بیا وفرود آ کہ خانہ خانہ تست۔ تو ان سب میں میرے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔ جو میری سطح پر چلتے تھے سو جب آج میں تیری کار پرداز بنائی گئی ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھے گا پس حد نظر تک وہ اس پر فراخ ہو جاتی ہے اور بہشت کی طرف اس کے لیے دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے (یعنی صالح کے لیے) یا دوزخ کے خندقوں میں سے ایک خندق ہے (یعنی طالح کے لیے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مردہ دفن ہوتا ہے تو دو فرشتے سیاہ رنگ نیلگوں چشم اس کے پاس آتے ہیں ان میں ایک منکر اور دوسرا نکیر کہلاتا ہے وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو ان شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو پہلے ہی سے آثار دیکھ کر جانتے تھے کہ تو یوں کہے گا پھر ہفتاد در ہفتاد ہاتھ اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے پھر وہ قبر منور کر دی جاتی ہے۔ پھر وہ شخص کہتا ہے کہ مجھ کو چھوڑ دو اپنے گھر والوں کے پاس جا کر ان کو سب خبر کر دوں وہ کہتے ہیں کہ دولہا کی طرح سو رہ جس کو وہی شخص جگاتا ہے جو اس کے متعلقین میں سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی دلہن یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز اس خواب گاہ سے محشور فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے وہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے پس اگر وہ مؤمن ہوا تو نماز اس کے سرہانے آجاتی ہے اور زکوۃ اس کے داہنے طرف اور روزہ اس کے بائیں طرف اور خیر اور نیکی اور احسان لوگوں کے ساتھ کیا تھا وہ پیروں کی جانب آجاتا ہے۔ سو اگر سرہانے کی طرف عذاب آتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر داہنی طرف سے آتا ہے تو زکوۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہیں ملے گی پھر بائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے کہ میری طرف سے جگہ

نہیں ملے گی پھر پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو امور خیر اور جو نیکی اور احسان کے کام لوگوں کے لیے کیے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہیں ملے گی اسی طرح حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر جسد تو اپنی اصل یعنی خاک میں مل جاتا ہے یعنی (اکثر ورنہ بعض کے اجساد بحالہ رہتے ہیں) اور روح اس کی ہوائے لطیف یا ارواح طیبہ میں رہتی ہے اور وہ سبز پرندہ کے قالب میں ہوکر درخت جنت میں جاگزیں ہوتی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت شب جمعہ یا روز جمعہ کو وفات پاتا ہے عذاب قبر اور امتحان قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بلاحساب ملے گا اور قیامت میں وہ اسطرح آوے گا کہ اس کے ساتھ یا تو گواہ ہونگے جو اس کی بھلائی کی گواہی دیں گے یا کوئی مہری سند ہوگی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے غیر مولود یعنی غیر وطن میں مرجاتا ہے تو اس کے مولد سے لیکر جہاں اس کا چلنا پھرنا ختم ہوگیا ہے (یعنی جہاں مرا ہے) وہاں تک اس کے لیے قبر میں کشادگی کردی جاتی ہے

ف: اس سے پردیس میں مرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ جس سے اکثر محبان دنیا گھبراتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب احوال میں سے زیادہ رحم کرنے والا بندہ پر اس حالت میں ہوتا ہے جب وہ اپنے قبر کے گڑھے میں رکھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عالم مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے علم کی ایک صورت بنادیتا ہے وہ قیامت تک اس کا انیس رہتا ہے۔ اور حشرات الارض کو اس سے ہٹاتا ہے۔

ف: اگر اس دنیا کے کیڑے مکوڑے مراد ہیں تب تو یہ حکم غالباً کسی خاص خاص عالم کے لیے ہے اور اگر عالم برزخ کے وہ کیڑے مکوڑے مراد ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے تو ہر عالم کے لیے ہوسکتا ہے۔

امام احمدؒ نے زہد میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ خیر یعنی علم دین سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ میں معلم اور طالب علم کے لیے ان کی قبروں کو منور رکھتا ہوں تاکہ وہ اس مکان میں گھبرائیں نہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دشمن سے مقابل ہوا اور ثابت قدم رہا حتیٰ کہ مقتول ہوا یا غالب آیا تو قبر میں اس کا امتحان (یعنی سوال وجواب) نہ ہوگا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جہاد میں سرحد کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو امتحان قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضرت سلمان بن صرد رضی اللہ عنہ اور خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوجاوے اس کو قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر شب کو سورہ ملک پڑھ لیا کرے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے اور ہم اس کا نام عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مانعہ (یعنی بچانے والی عذاب سے) رکھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسند ضعیف مروی ہے کہ ماہ رمضان میں مردوں سے یا ماہ رمضان کے مردوں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

ف: حدیث کے ترجمہ میں جو کہا گیا کہ (ماہ رمضان میں مردوں سے یا رمضان کے مردوں سے) حدیث میں دونوں احتمال ہیں اول کہ معنی یہ ہیں کہ جب رمضان آتا ہے تو تمام مردوں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔ اور دوسرے کے معنی یہ ہوئے کہ جو مردے رمضان میں مرتے ہیں ان سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور سند کا ضعیف ہونا ایسی باتوں میں مضر نہیں ہاں احکام میں مضر ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم وحدہٗ لاشریک کی کھا کر کہتے ہیں کہ میں نے ثابت بنانی کو ان کی لحد میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے جب ہم نے ان پر کچی اینٹیں چنیں۔ تو ایک اینٹ گر پڑی میں دیکھتا کیا ہوں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور وہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اے اللہ اگر کسی کو آپ نے قبر میں نماز پڑھنا عطا فرمایا ہے کہ مجھے بھی عطا کیجئے۔ سو خدا تعالیٰ نے ان کی دعا رد نہیں فرمائی۔ بلکہ جیسا موسیٰ علیہ السلام کو یہ دولت عطا ہوئی ہے (اخرجہ مسلم) اس طرح ان کو عطا ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صحابی کسی قبر پر بیٹھ گئے اور بوجہ نشان نہ ہونے کے ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ سو دیکھتے کیا ہیں کہ اس کے اندر ایک آدمی ہے جو سورہ ملک پڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو پورا ختم کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر خبر کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت عذاب سے بچانے والی ہے۔ اور وہ نجات دینے والی ہے کہ مردے کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مؤمن کو (قبر میں) قرآن مصحف دیا جاتا ہے جس میں وہ پڑھتا ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ کسی موقع پر انہوں نے قبر کھودی (اور اتفاق سے اس کے پاس پہلے سے قبر تھی) پس اس کی طرف ایک طاق سا کھل گیا، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اور اس

20 کے آگے قرآن رکھا ہے جس میں وہ پڑھ رہا ہے اور اس کے سامنے ایک باغ سبز ہے۔ اور یہ قصہ جبل احد میں ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص شہداء میں سے ہیں کیونکہ ان کے چہرے پر زخم بھی دیکھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قرآن پڑھے پھر مر جاوے اور اس کو یاد کرنے نہیں پایا تھا تو ایک فرشتہ قبر میں آ کر اس کو تعلیم دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا وہ اس کو حفظ کر چکا ہوگا (تاکہ مراتب میں کمی نہ رہے جیسا کہ ایک روایت میں عطیہ اونی کا قول آیا ہے)۔ (حتی یشبہ علیہ)

ف: یہ اعمال یعنی قرآن ونماز وغیرہ قبر میں بطور وجوب وتکلیف کے نہیں بلکہ تلذذ وزیادت درجات کے لیے ہیں۔

قیس بن قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مؤمن نہیں ہوتا اس کو مردوں کیساتھ کلام کرنے کی اجازت نہیں ملتی عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مردے بھی باہم کلام کرتے ہیں فرمایا ہاں اور باہم ملتے جلتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی (قبر کی) زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے۔ وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہاں تک کہ یہ جانے والا اٹھ کھڑا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر گزرتا ہے۔ جس کو دنیا میں پہچانتا تھا اس کو سلام کرتا ہے وہ اس کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح شہداء کی سبز پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں بہشت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پیتی پھرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں آ کر قرار پکڑتی ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی روح ایک پرندہ کے قالب میں جنت کے درخت میں جا گزیں رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسد کی طرف واپس لے آوے۔

ام بشر بن البراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مردے آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارے خاک میں ملی (یہ بطور ترحم کے فرمایا) جیسا محاورہ ہے نفس مطمئنہ جنت میں سبز پرندوں کے قالب میں ہوتی ہے سو اگر پرندے درختوں کی ڈالیوں میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ پہچانتے ہیں) تو وہ ارواح بھی ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔

کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارواح المؤمنین کا حال پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبز پرندوں کے قالب میں رہتی ہیں بہشت میں جہاں چاہتی ہیں کھاتی پھرتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح مؤمنین کی ساتویں آسمان میں ہیں (وہاں سے) اپنے منازل کو جوان کو جنت میں ملیں گے دیکھتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں۔ بجز تین چیزوں کے (کہ مرنے پر بھی وہ باقی رہتی ہیں) یا ایسا علم جس کا نفع پہنچ رہا ہو (مثل تصنیف وتدریس ووعظ) یا نیک فرزند جو اس کے لیے دعا کرتا ہو یا تو صدقہ جاریہ (مثل وقف وغیرہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چار شخص ایسے ہیں کہ ان کا ثواب بعد مرنے کے بھی جاری رہتا ہے۔ ایک وہ جو جہاد میں سرحد کی حفاظت کرتا ہو اور ایک وہ شخص جو علم (دین) سکھلائے اور ایک وہ شخص جو کوئی صدقہ دے جاوے تو جب تک وہ جاری رہے گا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور ایک وہ شخص جو فرزند صالح چھوڑ جاوے کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے کہ جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کرے بس اس کو اس طریقہ نیک کا ثواب بھی ملے گا اور ان شخصوں کے کرنے سے بھی ثواب ملے گا جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بدون اس کے کہ ان کے ثواب میں سے کچھ کم کیا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی مروی ہے کہ جو شخص کتاب اللہ کی ایک آیت یا علم دین کا ایک باب یعنی ایک مسئلہ بھی سکھلا دے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا ثواب بڑھاتا رہتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منجملہ ان نیکیوں کے جو مؤمن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتی رہتی ہیں وہ یہ ہیں: ایسا علم جس کو شائع کیا ہو یا فرزند صالح جس کو چھوڑ مرا ہو یا قرآن مجید جس کو میراث میں چھوڑا ہو یا مسجد جس کو بنایا ہو یا مسافر خانہ جس کو بنایا ہو یا نہر جس کو جاری کیا ہو اور ایک روایت میں یا کوئی درخت لگایا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرمائے گا وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار یہ بات مجھ کو کہاں سے نصیب ہوئی ارشاد ہوگا کہ تیری اولاد کی دعا سے جو تیری مغفرت کے لیے کی تھی۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز بعضے آدمی کے ساتھ پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہونگی وہ عرض کرے گا کہ یہ کہاں سے آئیں ارشاد ہوگا کہ تیرے واسطے تیری اولاد کے استغفار کرنے کی بدولت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت اپنی قبر میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا متوقع مدد ہوتا ہے ،وہ دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا ماں یا اولاد یا کسی دوست کی جانب سے اس کو پہنچ جاوے پس جب وہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی دعا کے سبب اہل قبور پر پہاڑوں کے برابر ثواب پہنچاتا ہے اور زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لیے دعائے مغفرت مانگنا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں مرگئیں تو سب میں افضل کونسی خیرات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی پس انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہہ دیا کہ یہ ام سعد کو ثواب پہنچانے کے واسطے ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نفل صدقہ دیا کرے تو اپنے والدین کی طرف سے (بھی) دیا کرے ان کو اس کا ثواب مل جاوے گا اور اس دینے والے کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔

حجاج بن دینار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی ایک خدمت (حیات) کے بعد دوسری خدمت (بعد ممات) یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کے (ثواب پہنچانے کے لیے) نماز پڑھ لیا کرو اور اپنے روزے کے ساتھ ان کی طرف سے روزہ رکھ لیا کرو اور اپنے صدقے کے ساتھ ان کی طرف سے صدقہ دیا کرو۔

شعبی سے منقول ہے کہ انصار کی عادت تھی کہ جب کوئی مرجاتا تو اس کی قبر پر آمد و رفت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے (ثواب بخشنے کے لیے) قرآن پڑھا کرتے تھے، کہتا ہوں کہ اگر ان کے اعتقاد میں قرآن کا ثواب نہ پہنچتا تو وہ قرآن نہ پڑھا کرتے اور ان کا یہ اعتقاد بلا دلیل نہیں ہے۔ (اور ان کی دلیل بجز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہے) تو (ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے) قرآن کا ثواب پہنچنا ثابت ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نیک ہمسایہ آخرت میں کچھ کام آتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا دنیا میں کام آتا ہے سائل نے عرض کیا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح آخرت میں کام آتا ہے۔

عبداللہ بن نافع مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے میں مرگیا اور وہیں دفن کر دیا گیا اس کو ایک شخص نے (خواب میں) دیکھا کہ وہ دوزخی ہے وہ مغموم ہوا پھر ساتویں یا آٹھویں دن بعد دیکھا کہ وہ جنتی ہے ،اس نے پوچھا، جواب دیا کہ ہمارے پاس ایک شخص صلحاء میں سے دفن کیا گیا اس کی سفارش آس پاس کے چالیس آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوئی۔ ان میں سے ایک میں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گزر ہوا فرمایا کہ یہ دونوں مردے معذب ہو رہے ہیں اور اسی حدیث میں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ کھجور کی لے کر بیچ میں سے اس کو چیر کر دو حصہ کر کے ایک ایک کو گاڑ دیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مصلحت سے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں ان سے عذاب ہلکا ہو جاوے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو برزہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر میں دو شاخ کھجور کی رکھ دینا۔ شرح الصدور میں مذکور ہے کہ یہ حدیث اس کی اصل ہے۔ جو قبور کے پاس درخت لگا دیتے ہیں۔

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت ارمیہ پیغمبر علیہ السلام کا گزر چند قبروں پر ہوا جن کے مُردوں کو عذاب ہو رہا تھا ایک سال کے بعد جو پھر ادھر سے گزر ہوا تو دیکھتے کیا ہیں کہ عذاب کو سکون ہو گیا تھا عرض کیا اے پاک پروردگار میں اول سال جوان قبور پر گزرا تھا تو ان کے مردے معذب ہو رہے تھے اور اس سال جو گزرا تو عذاب کو سکون ہو گیا آسمان سے ایک آواز آئی اے ارمیا ان کے کفن پھٹ گئے اور بال جھڑ گئے اور قبریں (ٹوٹ پھوٹ کر) بے نشان ہو گئیں میں نے (اس حالت میں) جوان کو دیکھا تو مجھ کو رحم آیا اور میں یہی معاملہ کرتا ہوں ان لوگوں کیساتھ جن کی قبریں بے نشان ہو جاویں۔ اور جن کے کفن پھٹ جاویں اور جن کے بال جھڑ جاویں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ملک الموت کو میرے گنہگاران امت میں سے مستحق دوزخ کی روح کے قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں ملک الموت کو ارشاد ہوتا ہے کہ ان گنہگاروں کو بشارت دیدو کہ بقدر اپنے اعمال کے نار میں محبوس رہ کر اتنے اتنے انتقام کے بعد جنت میں جاؤ گے کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ارحم الرحمین ہیں۔

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم مر جاؤ گے اور لوگ تمہارے لیے ساڑھے تین ہاتھ لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی قبر کی پیمائش کریں گے پھر تمہارے پاس واپس آ کر تم کو غسل اور کفن دیں گے اور خوشبو ملیں گے۔ پھر تم کو اٹھا کر لے جاویں گے یہاں تک کہ اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو عبد القیس کو بخش دے۔ تین دفعہ فرمایا۔ (ابن سعد)

قبر میں رکھ دیں گے اور پھر تم پر مٹی ڈال دیں گے پھر جو لوگ چلے آویں گے تو تمہارے پاس دو ممتحن (امتحان لینے والے) قبر کے یعنی منکر نکیر آ پہنچیں گے جن کی آواز مثل سخت گرج کے ہوگی اور آنکھیں مثل برق درخشاں کے (چمکتی ہوئی بجلی) ہوں گی سو تم کو ہلا ڈالیں گے اور حاکمانہ گفتگو کریں گے اور ہول بٹھلا دیں گے سو اس وقت اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری کیا کیفیت ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عقل اس وقت درست ہوگی، فرمایا ہاں! عرض کیا کہ بس کام چلا لوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا ہماری عقلیں ہماری طرف عود کر آویں گی، فرمایا ہاں تمہاری عقل کی (جو آج حالت ہے اس وقت وہی ہوگی۔

حکیم ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک حساب قبر میں ہے اور ایک آخرت میں ہے سو جس شخص کا قبر میں حساب ہو جاوے اس نے نجات پائی اور جس کا قیامت میں حساب ہوا وہ معذب ہوا حکیم ترمذی نے (اس کی شرح میں) کہا ہے کہ مؤمن کا تو قبر میں اس لیے حساب ہو جاتا ہے تا کہ کل قیامت کے دن اس کو سہل ہو جاوے اس لیے برزخ میں کسی قدر کلفت دے کر اس کو (گناہوں سے) پاک صاف کر دیتا ہے تا کہ قبر سے بدلہ لیا ہوا یا نکلے پھر قیامت میں بچا رہے اور غیر مؤمن کا حساب قیامت کے دن پر رہتا ہے اور برزخ کا عذاب علاوہ حساب کے ہے۔

ف: پہلی روایت سے گناہ گاروں کو بھی نزع کے وقت بشارت ملنا ثابت ہوا مصطفیٰ کہتا ہے کہ اس بشارت میں گو عذاب کا بھی ذکر ہے۔ کہ فلاں فلاں گناہ کی سزا مل کر جنت ملے گی لیکن یہ ایسا ہے جیسے کسی قتل کے مجرم کو جس کو یقین ہو چکا ہو کہ پھانسی ہوگی اس کو حکم سنایا جائے کہ بجائے پھانسی کے سات سال کی سزا رہ گئی اور سات سال کے بعد پچاس گاؤں بھی ملیں گے۔ تو خوشی کے مارے اس کی کیا حالت ہوگی پھر یہ کہ یہ عذاب کی خبر مرتے وقت سنائی جاوے گی لیکن ابھی ان گناہوں کے مغفرت کے چند ذرائع باقی ہیں۔ مثلاً اس کی اولاد کی دعا یا کسی مسلمان کی دعا یا کوئی صدقہ جاریہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا دیگر مؤمنین کی شفاعت یا سب سے اخیر میں ارحم الراحمین کا ترحم۔ یہ سب احادیث سے ثابت ہیں۔

اور دوسری روایت سے مؤمنین کے لیے عام طور پر یہ بشارت ثابت ہوئی کہ وہ منکر نکیر کو قبر میں صحیح جواب دیں سکیں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال میں (ہماری عقلیں) کا لفظ ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاں فرمانا صاف بتاتا ہے کہ یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مؤمنین کو شامل ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مؤمن کی عقل سوال کے وقت صحیح ہوگی اور عقل کے صحیح ہونے پر جواب ٹھیک دے سکنے کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح تسلیم کیا اس سے وہ امید بہت قوی ہو جاتی ہے اور تیسری روایت سے یہ ثابت ہوا کہ قبر کی سختی بھی مصلحت سے خالی نہیں اس سے آخرت کی سختیوں سے نجات ہو جاتی ہے تینوں حدیثوں سے یہ تینوں مضمون صاف ثابت ہوتے ہیں تو اس سے ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ گناہ گار پر بھی جو تکلیفیں آتی ہیں وہ بھی سہولت اور رحمت اور امید سے خالی نہیں ہوتیں۔ فقط۔

محشر کی راحت وسہولت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ عرش میں اس روز سایہ دے گا کہ سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا ایک بادشاہ عادل اور ایک وہ جوان جس کی نشو ونما خدا کی عبادت میں ہوا ایک وہ شخص جس کا قلب مسجد میں لگا رہا جب وہاں سے باہر جاوے جب تک پھر وہاں نہ آوے اور ایک وہ دو شخص جن میں باہم اللہ کے واسطے محبت ہو کہ اسی کو لیے ہوئے ملیں اور اسی کو لیے ہوئے الگ ہوں ایک وہ شخص جو اللہ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو جائیں اور ایک وہ شخص جس کو کوئی آن بان والی عورت بلاوے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور ایک وہ شخص جو کوئی خیرات دے اور اس کو اس طرح مخفی کرے کہ اس کے داہنے ہاتھ کا خرچ کیا ہوا بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تین قسم کی جماعت ہو کر میدان حشر میں آئیں گے ایک قسم پیادہ ایک قسم سوار اور ایک قسم اپنے منہ کے بل۔ شراح نے کہا ہے کہ پیادہ وہ اہل ایمان ہونگے جنہوں نے نیک اور بد عمل ملے جلے کیے تھے اور سواروں کی نسبت کہا ہے کہ وہ عالی درجہ کے لوگ ہیں جو ایمان میں کامل ہیں اور کفار منہ کے بل الٹے چلائے جاویں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا سو معلوم ہوا کہ اوروں کو بھی لباس ملے گا اس کی نسبت مرقات میں ہے کہ مقبولین قبروں میں سے برہنہ پا برہنہ بدن اٹھیں گے لیکن ان کو ان کا کفن پہنا دیا جائے گا پھر اونٹنیوں پر سوار کر کے محشر میں حاضر کیے جاویں گے پس یہ لباس پہننا جو حدیث میں ہے خدائی خلعتوں اور بہشتی حلوں پر محمول ہوگا جو برگزیدہ جماعت کو پہنایا جاوے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حساب کے وقت مؤمن کو اپنے قریب کر کے اس پر دامن رحمت رکھ کر چھپا لے گا اور فرما دے گا کہ تجھ کو فلاں فلاں گناہ یاد ہیں عرض کرے گا ہاں اے پروردگار، یہاں تک کے اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ اپنے جی میں سمجھے گا کہ میں تباہ ہوا ارشاد ہوگا کہ

میں نے دنیا میں بھی وہ گناہ چھپائے تھے آج بھی معاف کرتا ہوں پس اس کی نیکیوں کا رجسٹر اس کو دے دیا جائے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ ارشاد فرمایئے کہ قیامت کے روز (کہ بہت طویل ہوگا) کھڑے رہنے کی قوت کس کو ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر اس قدر ہلکا ہوجاوے گا جیسے فرض نماز میں کھڑا ہونا ہلکا ہوتا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کی نسبت پوچھا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی یعنی قیامت کا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح جواب ارشاد فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا حوض اس سے بھی زیادہ وسیع ہے جیسے ایلہ سے عدن تک فاصلہ ہے وہ برف سے زیادہ سفید ہے، شہد سے زیادہ شریں ہے۔ اور اس کے برتن ستاروں کی گنتی سے زیادہ ہیں اور میں غیر لوگوں کو اس سے اسطرح ہٹاؤں گا جس طرح کوئی شخص لوگوں کے اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے جب وہ لوگ اپنے اونٹوں کو اس حوض پر پانی پلاتے ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہم کو اس روز پہچانیں گے فرمایا ہاں تمہاری ایک نشانی ہوگی جو کسی اور امت میں نہ ہوگی وہ یہ کہ تم میرے پاس اس حالت سے آؤ گے کہ تمہارا چہرا اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے روشن ہوں گے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں سب کے بعد داخل ہوگا اور دوزخ سے سب کے بعد نکلے گا وہ ایک شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اور کہا جائیگا کہ اس کے روبرو اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور بڑے گناہ اٹھائے رکھو (یعنی پیش نہ کرو) غرض چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور کہا جائے گا فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں اور انکار کی مجال نہ ہوگی اور اس اندیشہ میں ہوگا کہ اب بڑے گناہ پیش کیے جائیں گے پھر اس سے کہا جائے گا تیرے لیے بجائے ایک ایک گناہ کے ایک ایک نیکی ہے اس وقت کہے گا اے رب میں نے اور بھی بہت سی باتیں گناہ کی کی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتیں (مراد اس سے بڑے گناہ ہیں یعنی ان کے عوض میں بھی تو نیکیاں ملنی چاہئیں راوی کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان جو کچلیوں کے پاس ہیں ظاہر ہوگئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دوزخ کے حال میں بیان فرمایا کہ ان کے سامنے سے ایک شخص اہل جنت میں سے گزرے گا تو ایک شخص ان میں سے کہے گا کہ اے فلانے تو تو مجھ کو نہیں پہچانتا میں وہ ہوں جو تجھ کو پانی پلایا تھا اور کہے گا اور میں وہ ہوں جو تجھ کو وضو کا پانی دیا تھا وہ جنتی اس شخص کی شفاعت کرے گا اور جنت میں داخل کرادے گا۔

جنت کی جسمانی وروحانی لذتیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنی اور نہ کسی بشر کے قلب پر گذریں۔ اور اگر چاہو یہ آیت پڑھ لو (کہ اس سے اس کی تصدیق ہوجائے گی) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ الخ یعنی کسی شخص کو خبر نہیں جو کچھ اہل جنت کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی بیبیوں میں سے ایک عورت بھی اہل زمین کی طرف جھانک لے تو تمام آسمان وزمین کے درمیان کی چیزوں کو روشن کر دے۔ اور اس کو خوشبو سے پر کردے۔ اور اس کے سر پر جو اوڑھنی ہے وہ تمام دنیا و مافیہا سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس تک چلا جاوے اور اس کو قطع نہ کر سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول گروہ جو جنت میں داخل ہوں گے چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوں گے پھر جوان سے بعد کے مرتبے میں ہیں وہ بہت تیز روشن ستارے کے مثل ہوں گے۔ سب کے قلوب (دل) ایک آدمی کے قلب جیسے ہوں گے کہ ان میں نہ اختلاف ہوگا اور نہ بغض ہوگا۔ ان میں ہر شخص کے پاس حور عین (یعنی گوری گوری بڑی آنکھ والی عورت) میں سے دو بیبیاں ہوں گی جن کی ساق (پنڈلی) کا گودا استخوان اور گوشت کے اندر سے بوجہ غایت حسن کے نظر آوے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اس میں کھائیں گے اور پئیں گے لیکن نہ تھوکیں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ تمہارے لیے یہ امر قرار پاچکا ہے کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہوگے اور ہمیشہ ہمیشہ جوان رہو گے آرام سے رہو گے اور کبھی سختی نہ دیکھو گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں اپنے شر نفس اور اسکے اسراف و وسواس سے تیری پناہ لیتا ہوں (الکنز)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو پکاریں گے اے اہل جنت وہ عرض کریں گے۔ ہم حاضر ہیں اور خدمت گزار ہیں اور خیر سب کی سب آپ کے ہاتھوں میں ہے (یعنی کیا ارشاد ہے) فرماویں گے تم راضی بھی ہو گئے عرض کریں گے اے رب راضی کیوں نہ ہوتے حالانکہ آپ نے ہم کو ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں ہیں جو آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائیں ارشاد ہوگا کہ میں تم کو اس سے بھی بڑھ کر ایک چیز دوں، عرض کریں گے اے رب اس سے افضل کیا چیز ہوگی ارشاد ہوگا کہ میں تم پر ہمیشہ اپنی رضا مندی مبذول رکھوں گا اور اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی عمارت کیسی ہے فرمایا ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی اور گارا اس کا مشک خالص ہے کنکریاں اس کی موتی اور یاقوت ہیں اور مٹی اس کی زعفران ہے۔

اور نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں گھوڑے بھی ہونگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تجھ کو جنت میں لے جاوے تو جب تیرا جی چاہے گا کہ یاقوت سرخ کے گھوڑے پر تجھ کو سوار کیا جاوے جو تجھ کو جہاں جہاں تیرا جی چاہے لیے پھرے تب ہی ایسا ہو جاوے گا، اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے تو تجھ کو ہر قسم کی چیزیں ملیں گی جو چیز تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت ہو۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادنیٰ اہل جنت ایسا ہوگا جس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہونگی اور اس کے لیے ایک قبہ موتی اور زبرجد اور یاقوت کا اتنا بڑا کھڑا کیا جاوے گا جیسا جابیہ سے صناء کا فاصلہ ہے اور اسی اسناد سے یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت پر تاج ہونگے کہ ادنیٰ موتی ان کا مشرق و مغرب کے درمیان کی چیزوں کو روشن کر سکتا ہے۔

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک دریا پانی کا ایک شہد کا ایک دودھ کا اور ایک شراب کا ہوگا۔ پھر ان دریاؤں سے آگے نہریں نکل نکل کر چلی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک جگہ ہوگی جہاں حوریں جمع ہو کر بلند آواز سے جس کے مثل خلائق نے نہ سنا ہوگا یہ گائیں گی کہ نحن الخالدات الخ یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی فنا نہ ہوں گی اور ہم آرام سے رہنے والی ہیں کبھی سختی نہ جھیلیں گی اور ہم راضی رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی اس شخص کے لیے بڑی خوش حالی ہے کہ وہ ہمارا ہو اور ہم اس کی ہوں۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے رب کو کھلم کھلا دیکھو گے ایک اور روایت میں ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ البدر میں چاند کو دیکھا اور فرمایا کہ تم اپنے رب کو اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اس کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو زحمت نہیں ہوتی (جیسا شاہان دنیا کی سواری دیکھنے میں ہوتی ہے)۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماویں گے تم کچھ اور زیادہ چاہتے ہو کہ تم کو دوں وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا، کیا آپ نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں پس پردہ اٹھا دیا جاوے گا پس اللہ تعالیٰ کا جمال باکمال دیکھیں گے اور کوئی چیز ان کو ایسی عطا نہ ہوئی تھی جو اپنے رب کی طرف نظر کرنے سے زیادہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ کا وہ شخص ہوگا جس کو اپنے باغ اور بیویاں اور سامان نعمت اور خدمت گار اور اسباب مسرت ایک برس کی مسافت تک نظر آئیں گے اور سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہوگا جو حق تعالیٰ کے دیدار سے صبح شام مشرف ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ دفعتاً ان کے روبرو ایک نور بلند ہوگا تو دیکھتے کیا ہیں کہ اوپر سے حق تعالیٰ کا ظہور ہوا اور ارشاد ہوگا کہ السلام علیکم یا اہل الجنۃ اور اسی آیت کی یہی تفسیر ہے۔

پس حق تعالیٰ اہل جنت کو اور اہل جنت حق تعالیٰ کو دیکھیں گے اور جب تک ادھر دیکھتے رہیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے یہاں تک کہ وہ ان سے پردہ میں ہو جاوے گا اور نور جو اس کا اثر ہے باقی رہ جاوے گا۔

ف: ذرا ان حدیثوں کے مضامین میں غور کیا جاوے ایسی بے غل و غش اور ابدی نعمتیں دنیا میں کسی سلطان ہفت اقلیم کو بھی میسر ہیں؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل دوزخ نے جو کہ حقیقتاً اہل دوزخ ہیں (یعنی کافر) وہ اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے لیکن بعض آدمیوں کو تم میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) ان کے گناہوں کے سبب دوزخ کا اثر پہنچے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کو

ایک خاص طور کی موت دیدے گا یہاں تک کہ جب وہ بالکل کوئلہ ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ شفاعت والوں کو ان کی شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ بعض نے کہا کہ ایک مدت تک سزا پا کر بالکل مر جاویں گے بعض نے کہا ہے کہ قلت احساس میں مردے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان دوزخ سے رہائی پا کر جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے اور جو دنیا میں جو ایک کے حقوق جو دوسرے کے ذمہ تھے ان کا عوض معاوضہ ہوگا یہاں تک کہ جب بالکل پاک صاف ہو جاوئیں گے تو دخول جنت کے لیے اجازت مل جاوے گی۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پل صراط پر گزرنے کا بیان کر کے فرمایا کہ مسلمانوں کو دوزخ سے رہائی ہو جائے گی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کسی کا حق دنیا میں ثابت ہو جائے تو وہ بھی اتنا اس کے حصول کا تقاضہ نہیں کرتا جتنا مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائیوں کے واسطے اصرار کریں گے جو دوزخ میں ہونگے عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار یہ لوگ ہمارے ساتھ روزہ رکھتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے ارشاد ہوگا جن کو پہچانتے ہو نکال لو اور ان کے چہروں میں آگ کا ذرا اثر نہ ہوگا تو وہ لوگ بہت سے خلق کو نکال لیں گے پھر عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار جن کی نسبت آپ نے ہم کو فرمایا تھا ان میں سے کوئی دوزخ میں رہا نہیں یعنی پہچان والوں کو سب کو نکال لیا گو دوسرے اہل ایمان موجود ہیں ارشاد ہوگا دوبارہ جاؤ جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان دیکھو اس کو بھی نکال لو۔ تو بہت سی خلقت کو (اس وقت) نکال لیں گے۔ پھر ارشاد ہوگا کہ اب کی بار پھر جاؤ اور جس کے دل میں نصف دینار کے برابر ایمان دیکھو اس کو بھی نکال لو سو بہت سے خلقت کو (اس وقت) نکال لیں گے پھر ارشاد ہوگا اب کی بار پھر جاؤ اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان پاؤ اس کو بھی نکال لو۔ سو بہت سی خلقت کو (اس وقت) نکال لیں گے پھر عرض کریں گے کہ ہم نے اس میں کوئی ایماندار نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ملائکہ شفاعت کر چکے پیغمبر شفاعت کر چکے اب بجز ارحم الرحمین کے کوئی باقی نہ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ ایک مٹھی دوزخ سے لے گا اور ایسے لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کبھی خیر کی ہی نہ ہوگی اور وہ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے۔ پھر ان کو ایک نہر میں ڈال دے گا۔ جو لب جنت پر ہوگی اور اس کا لقب نہر الحیاۃ ہے تو اسطرح اس میں سے تروتازہ ہو کر نکلیں گے جیسے سیلاب کے بہائے ہوئے خاک و خاشاک میں دانہ نکل آتا ہے۔ غرض موتی کی طرح (آبدار ہو کر) نکل آویں گے۔ اور ان کے گردن پر خاص نشان ہوں گے۔ اہل جنت کہیں گے کہ یہ رحمٰن کے آزاد کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر کسی عمل کے جس کو کیا ہو اور بغیر کسی خیر کے جس کو آخرت میں بھیجا ہو جنت میں داخل کیا ہے، پھر ان سے کہا جاوے گا کہ تمہارے لیے وہ بھی ہے جو تم نے دیکھا اور اس کے ساتھ اس کے برابر اور بھی۔

ف: جو لوگ محض رحمت خداوندی سے سب سے اخیر میں دوزخ سے نکالے جائیں گے یہ بات یقینی ہے کہ یہ لوگ کافر نہیں کیونکہ کافر کی بخشش کی شریعت میں بالکل نفی ہے، کافر کے لیے ابدالاباد تک جہنم ہی میں رہنا ہے۔

آخرت کا شوق پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دن میں یا رات میں کوئی فرصت کا وقت کر کے کتاب کے سب مضمونوں کو دل میں جمع کر کے خیال ہی کے طور پر یہی یہ سوچا کرے کہ دنیا رنج و تکلیف کا گھر ہے وہ کون سا دن ہوگا کہ وطن اصلی یعنی آخرت کی جدائی کے دن ختم ہوں گے اور رحمت کے فرشتے مجھے لینے کو آئیں گے اور موت سے پہلے کچھ بیماری ہوئی ہوگی تو اس سے میرے گناہ معاف ہو جاویں گے اور پاک صاف ہو جاؤں گا پھر دم نکلنے کے وقت فرشتوں سے وہ خوشخبریاں سنوں گا جو کتاب میں لکھی ہیں اور یوں عزت و آبرو کے ساتھ مجھ کو فرشتے لے جائیں گے پھر قبر میں ایسی ایسی باتیں دیکھوں گا اور بزرگوں کی اور اعزاء اور اقارب اور دوستوں کی روحوں سے ملاقات ہوگی اور یوں جنت میں سیر کرتا پھروں گا اور اگر کوئی میرا عمل باقیات صالحات کی قسم سے ہوگا یا میرے بعد کسی مسلمان بھائی نے میرے لیے دعا کر دی تو ان کی برکت سے ان نعمتوں میں اور بھی ترقی ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت میں اس طرح آرام و آسانی ہوگی۔ پھر جنت میں ایسی ایسی ظاہری اور باطنی لذتیں ہوں گی۔

غرض فرصت کے وقت یہ سب باتیں سوچ کر مزے لیا کرے اور اگر عذاب کی خبریں یاد آویں تو خیال کرے کہ اس سے بچنا تو ممکن ہے ایسے کاموں سے بچا رہوں جن پر عذاب ہوتا ہے تو عذاب کیوں ہوگا۔ اس شغل اور خیال باندھنے سے آخرت کا شوق بڑھے گا اور دنیا سے دلچسپی کم ہوتی جائے گی اور بجائے اس کے کہ دنیا سے محبت تھی دنیا سے وحشت اور نفرت پیدا ہونے لگے گی اور جو آخرت سے وحشت تھی بجائے اس کے آخرت سے دلچسپی اور محبت پیدا ہونا شروع ہوگی اور یہ شغل اور تصور علاوہ اس نفع کے خود بھی عبادت ہے اور شریعت میں اس کا حکم ہے اور اس کی فضیلت آئی ہے۔ اس کا ثبوت ان حدیثوں سے ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ وہ گناہوں سے صاف کرتی ہے۔ اور دنیا سے بے رغبتی بناتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو میرے گناہ اور خطا اور جہالت کو معاف کردے۔ (البخاری)

رضین بن عطاء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو موت سے غافل دیکھتے تھے۔ تشریف لاتے اور دروازے کے بازو پکڑ کر تین بار پکار کر فرماتے۔

اے لوگو اہل اسلام موت تمہارے پاس ضروری اور لازم ہو کر آ پہنچی۔ موت مع اپنے متعلقات کے آ پہنچی موت انبساط اور راحت اور کثرت مبارکہ کے ساتھ آ پہنچی اہل جنت کے مقبولان رحمٰن کے لیے جن کی سعی اور رغبت جنت میں تھی۔

شرح الصدور میں ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا شہداء کے ساتھ کوئی اور بھی محشور ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جو شخص موت کو دن رات میں بیس بار یاد کیا کرے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص جس طرح میں نے بیان کیا ہے مراقبہ کیا کرے تو اس کا یاد کرنا موت کو بیس مرتبہ سے زیادہ ہو جاوے گا، کیونکہ جو روایات محل ہیں مراقبہ کا وہ (بیس سے کہیں) زیادہ ہے۔

امید کو اوسط درجہ پر رکھنے کا بیان:

مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ ایمان کا کمال نہ صرف خوف سے ہوتا ہے اور نہ صرف امید سے بلکہ خوف اور امید کے درمیان رہنے سے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور اس رسالہ میں تمام مضامین امید ہی امید کے لکھے گئے ہیں۔ خوف کے مضامین بالکل نہیں لکھے گئے اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری غرض یہ ہے فقط امید ہی رکھنا چاہئے خوف کو بالکل بھلا دیا جائے بلکہ ہماری غرض ایسے مضامین کے لکھنے سے دنیا سے نفرت دلانا اور آخرت کا شوق پیدا کرنا ہے اور اس غرض کے پورا ہونے میں امید کے مضامین کو زیادہ دخل ہے کیونکہ جب آخرت کا شوق پیدا ہوگا تو نیک کاموں کی خواہ مخواہ ہمت ہوگی اور یہ ہمت ہی اصل غرض ہے۔ عذاب کی خبریں سنانے سے یہ بھی سمجھ آ گیا ہوگا کہ خوف کی خبریں، امید کی خبریں دونوں اصل غرض میں (کہ وہ ہمت اعمال کی دلاتا ہے) شریک اور یکساں ہیں۔ پس اس رسالے کے مضامین جو صرف امید دلانے والے ہیں درحقیقت خوف کے مضامین کی تائید کرنے والے ہیں۔ (کیونکہ جو غرض خوف کے مضامین سے تھی وہ ان سے ہے) نہ کہ خوف کے مضامین کے خلاف کوئی بات ثابت کرنے والے ہیں تو یہ نہ ہونا چاہئے کہ آدمی خوف کو بالکل بھلا دے کیونکہ حق تعالیٰ نے کمال ایمان کی علامت یہ فرمائی ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ یعنی مؤمن کامل کی ایک یہ بھی صفت ہے کہ پروردگار کے عذاب سے ڈرتا ہو کیونکہ پروردگار کا عذاب ایسی چیز نہیں جس سے کوئی بے خوف ہو جاوے۔ مصطفیٰ

زیادتی عمر کے متعلق تحقیق

تیسرے باب کے اخیر میں ایک شبہ اور اس کا جواب مذکور ہوا ہے۔ (وہ شبہ یہ تھا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موت کو حیات پر ترجیح ہے مگر بعض احادیث میں موت کی تمنا کرنے پر ممانعت آئی ہے اس کا جواب یہ تھا کہ اس اعتبار سے حیات کو موت پر ترجیح ہو سکتی ہے کہ زندگی زیادہ ہوگی تو نیکیاں بڑھیں گی یا گناہوں سے توبہ ہو سکے گی۔ ورنہ ترجیح موت ہی کو ہے۔ کیونکہ موت کے بعد ہی تمام نعمتیں آخرت کی مل سکتی ہیں) اب یہاں بھی اس جواب کو ذرا صاف طور سے بیان کیا جاتا ہے وہ بیان یہ ہے کہ اگر غور کیا جاوے تو ثابت ہو جاوے گا کہ جن حدیثوں سے زندگی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے وہ حدیثیں حقیقت میں ان حدیثوں کی تائید کرتی ہیں جن سے موت کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ان حدیثوں میں خود موجود ہے کہ موت کی تمنا اس واسطے نہیں کرنی چاہئے کہ زندگی میں بلکہ نیکیوں کی زیادتی اور گناہوں سے توبہ کے لئے زندگی کی تمنا کرے۔

مطلب یہ ہوا کہ زندگی بڑھنے سے موت کی بہتری کی امید ہے اس واسطے زندگی کا بڑھنا بہتر ہے ورنہ زندگی خود مقصود نہیں تو ترجیح موت ہی کو ہوئی جیسا کہ تیسرے باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہے جو ہم یہاں لکھتے ہیں۔

بعض اہل شوق کے قصے

ان قصوں کے لکھنے سے یہ فائدہ ہے کہ انسان کی طبعی بات ہے اپنے ہم جنسوں کے حالات سے زیادہ اثر قبول کرتا ہے تو ان قصوں کو آخرت کا شوق پیدا کرنے میں زیادہ اثر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی ایسا نبی نہیں جس کو دنیا و آخرت کے رہنے میں اختیار نہ دیا گیا ہو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مرض میں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے سخت بستگی آواز نے پکڑا۔ اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ میں سمجھ گئی کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہوگا۔

مسند احمد میں ہے کہ ملک الموت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تا کہ ان کی روح قبض کریں، انہوں نے فرمایا اے ملک الموت کیا کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی روح قبض کرے۔ ملک الموت جناب باری میں حاضر ہوئے ارشاد ہوا کہ ان سے کہو کہ کیا کسی دوست کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست سے ملنا ناپسند کرے، انہوں نے یہ سن کر فرمایا تو بس میری روح ابھی قبض کر لے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اپنی محبت کو میرے نزدیک میرے نفس اور گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب کر دے۔ (الاتحاف)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے دعا کی اے اللہ میری قوت ضعیف ہوگئی اور میری رعیت پھیل گئی مجھ کو اپنے پاس اٹھالیجئے اس طور پر کہ نہ میں ضائع کیا جاؤں، نہ تقصیر کروں، پس اس سے آگے نہیں بڑھے کہ اٹھالیے گئے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ تمہارے اس شہر میں ایک عابد تھا وہ مسجد سے نکلا جب رکاب میں پاؤں رکھا تو ملک الموت اس کے پاس آ کھڑے ہوئے اس نے کہا مرحبا میں تمہارا مشتاق تھا۔ پس انہوں نے اس کی روح قبض کرلی۔

خالد بن معدانؓ سے روایت ہے کہ کوئی جاندار خشکی میں یا دریا میں ایسا نہیں کہ میں موت سے اپنی طرف سے فدیہ ہونا پسند کروں۔ اگر موت کوئی نشان ہوتا کہ لوگ دوڑ کر وہاں پہنچ سکتے تو مجھ سے پہلے اس تک کوئی نہیں پہنچتا مگر جو زور میں مجھ سے زیادہ ہوتا

ابو مسہرؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو سعید بن عبدالعزیز تنوخی سے یہ کہتے سنا کہ خدا تم کو تا دیر سلامت رکھے، انہوں نے کہا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مجھ کو جلدی اپنی رحمت میں بلالے۔

عبیدہ ابن مہاجرؓ سے روایت ہے کہ اگر کہا جائے کہ جو شخص اس لکڑی کو چھولے وہ مرجائے تو میں فوراً کھڑا ہو کر اس کو چھولوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا بازار کا۔ فرمایا اگر ممکن ہو کہ قبل واپسی کے میرے لیے موت خرید لو تو ضرور خرید لینا۔

حضرت عبداللہ بن ابی ذکریاؓ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ اگر مجھ کو دو امر کا اختیار دیا جائے ایک یہ کہ میری سو سال کی عمر ہو طاعت الٰہی میں اور ایک یہ کہ آج ہی کے دن یا اسی گھڑی میری جان قبض کرلی جاوے۔ تو اسی کو پسند کروں کہ آج ہی کے دن یا اسی گھڑی میری جان قبض ہو جائے۔ بوجہ اشتیاق کے خدا کی طرف اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نیک بندوں کی طرف۔

احمد بن ابی الحواری سے منقول ہے کہ میں نے ابو عبداللہ الباجی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مجھ کو ایک تو یہ اختیار دیا جائے کہ مجھ کو تمام دنیا مل جائے جب سے میں پیدا ہوا ہوں اس طرح پر کہ اس میں حلال طور پر عیش کروں پھر قیامت میں کچھ باز پرس بھی نہ ہو اور ایک یہ اختیار دیا جائے کہ اسی وقت میرا دم نکل جائے تو میں اسی کو ترجیح دوں کہ اسی وقت میرا دم نکل جائے۔ کیا تجھ کو یہ مرغوب نہیں اہل اطاعت سے جاملے۔

ف: اگر کہا جاوے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت آئے اگر موت شوق کی چیز ہے تو انہوں نے فرشتہ کے ساتھ سختی کیوں فرمائی۔ جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ اس وقت عیاناً آئے تھے اور صحاح کی اس حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں جبرئیل علیہ السلام کو بصورت اصل دیکھنے کے متحمل نہیں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کو اصلی صورت میں کوئی معائنۃً نہیں دیکھ سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں وہ بصورت بشر آتے تھے۔ پس نہ پہچاننا کچھ عجب نہیں پس اس سے شوق موت کی نفی نہیں ہوتی۔

ارشاد عارف جامی

دلا تا کے دریں کاخ مجازی
کنی مانند طفلاں خاک بازی
توئی آں دست پرورمرغ گستاخ
کہ بودت آشیاں بیروں ازیں کاخ
چرا از آشیاں بیگانہ گشتی
چو د و نان چغد ایں ویرانہ گشتی
بیفشاں بال و پر نہ آمیزش خاک
پر تا کنگر ایوان افلاک
بھلا فانی جہاں میں کب تک اے دل
رہے گا کھیل تیرا آب اور گل
تو ہی ہے لاڈ کا پالا وہ طائر
قفس سے آشیاں ہے تیرا ظاہر
ہوا اس آشیاں سے کیوں تو محروم
بنا ہے اس بیاباں کا تو کیوں بوم
ہٹا کر بال و پر سے خاک تن کو
لگا پرواز عرش ذوالمنن کو

بعضے اشعار اہل ذوق

اگر گاہ گاہ ان کو پڑھ لیا کریں تو بوجہ اس کے کہ خود کلام کا موزوں ہونا بھی خاص اثر رکھتا ہے یہ اشعار آتش شوق کو زیادہ مشتعل کر دیں گے۔

ارشاد عارف شیرازی

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم
راحت جاں طلبم وزپے جاناں بردم
نذر کردم کہ گر آید بسرایں غم روزے
تادرمیکدہ شاداں و غزل خواں بردم
کیا مبارک ہے وہ دن جب ہو دنیا سے سفر
جان کو چین ملے اور ملے وہ دلبر

نذر کی ہے جو غم ھجر کسی دن ہو بسر
وجد میں آ کے کروں میں درساقی پہ گذر

ارشادعارف رومی

بشنواز نے چوں حکایت میکند
وز جدائیہا شکایت میکند
کزنیستان تامرا ببریدہ اند
از نفیرم مردوزن نالیدہ اند
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تابگویم شرح درد اشتیاق
ہر کسے کو دور ماندازاصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش
من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوش حالان و بد حالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من
وزدرون من نجست اسرار من
سرمن از نالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش راآں نورنیست
تن زجان و جاں زتن مستور نیست
لیک کس رادید جاں دستور نیست
آتش است ایں بانگ وے نیست باد
ہر کہ این آتش ندارد نیست باد
نے سے سنیئے کیا حکایت کرتی ہے
یوں جدائی کی شکایت کرتی ہے
جب سے کاٹا ہے نیستاں سے مجھے
مردوزن روتے ہیں نالوں سے مرے
چاہتی ہوں سینہ صد پاش فراق
تاسناؤں حال درد اشتیاق
اصل سے اپنی ہوا ہے جو جدا
چاہتا ہے پھر زمانہ وصل کا
میں ہر ایک محفل میں روئی زار زار
نیک و بد کو سمجھی اپنا غمگسار
بن گئے اپنے سمجھ میں میرے یار
پر نہ سمجھے راز میرا زینہار
راز میرا ہے کہاں نالہ سے دور
پر کہاں وہ چشم و گوش سر میں نور
تن ہے جاں سے جان ہے تن سے قریب
پر ہوادیدار جاں کس کو نصیب
آگ ہے یہ نالہ مت سمجھو ہوا
جس میں یہ شعلہ نہ ہو وہ ہو فنا

پیر چنگی کے بے ہوش ہونے کا قصہ

دردونیا اور بدن سے چھٹ گیا
وہ جہان جاں کے صحرا میں گیا
روح نے اس کی وہاں یوں عرض کی
مجھکو رہنے دیتے گریاں دائمی
جاں مری خوش رہتی اس گلزار سے
مست رہتی غیب کے انوار سے
چلتی اڑتی پھرتی یاں بے پاؤ پر
کھاتی رہتی بے لب و دندان شکر
ذکر کرتی میں ترا بے درد سر
بولتی ہنستی فرشتوں سے مگر
بند آنکھوں سے یہ عالم دیکھتی
اور بے ہاتھوں کے یاں گل توڑتی
بنگئی بحر عسل میں غوطہ زن
چشمہ ایوب سے نکھرا بدن
حضرت ایوبؑ جس سے سر بسر
بن گئے تھے صاف چوں نور سحر
آسماں دس حصے بڑھ جائے اگر
تب بھی اس عالم سے ہو گا تنگ تر
مثنوی بن جائے گرچہ آسماں
نصف حصہ بھی نہ ہو اس کا بیاں
گو زمین و اسماں اعلیٰ بنے
دل کے ٹکڑے ان کی تنگی نے کیے
یہ جہاں جو خواب میں آیا نظر
اس نے کھولے بند غم سے میرے پر
اس جہاں کی راہ گر ہوتی عیاں
کوئی بھی رہتا نہ ایک لحظ یہاں

روح کہتی تھی خوشی میں ٹھہر جا
دیکھ یہ احسان و رحمت کی فضا
حکم آیا فائدہ کیا حرص سے
پیر کا کانٹا جو نکلا راہ لے
روک تو ہوتی ہے میٹھی چیز سے
روک کب ہوتی ہے کڑوی کے لئے
موت میرے حق میں اک میٹھا ہی پھل
ہے حیات جاوداں مجھ کو اجل
قتل کر ڈالو مجھے اے مہربان
قتل ہے میری حیات جاوداں
موت ہے میری حیات اے یار من
کیوں رہے کب تک رہے ہجر وطن
موت ہوتی گر نہ آرام و سکون
تو نہ کہتا رب کہو تم راجعون
ہے وہی راجع جو لوٹے شہر کو
سوئے وحدت چھوڑ حجر دہر کو

حضرت علی کی اپنے قاتل سے چشم پوشی کرنے کا قصہ

بولے دشمن کو ہوں ہر دم دیکھتا
پر نہیں کرتا کبھی غصہ ذرا
موت مثل روح ہے میری شفیق
اس جہاں کی زندگی کی ہے رفیق
موت ہے بے موت کے مجھ کو روا
بے سرو سامانیاں ساماں میرا
جب ہوئیں محتاجیاں ساماں میری
پائی تو نے روح ملک بابقا
ہے بظاہر موت باطن میں ہے حیات
ہے بظاہر ابتری باطن ثبات
جیسے بچہ پیٹ سے باہر چلا
اس نے یاں پائی نئی نشوونما
موت سے ہے جس کی جاں کو کچھ خطر
اس کو آخر تہلکہ کی کیا خبر
موت سے جب عشق والفت ہے مجھے
تہلکہ سے مجھ کو بچنا چاہیئے

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

بولے حمزہ جن دنوں تھا میں جواں
موت ہے سمجھوں تھا میں ترک جہاں
موت کے منہ میں کوئی جاتا نہیں
اور برہنہ سوئے مار آتا نہیں
لیکن اب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میاں
مجھ پہ غالب نہیں فانی جہاں
خیمہ گاہ شاہ حس سے دور ہے
نور حق سے فوج سب معمور ہے
نور سے بھرپور ہر خیمہ طناب
اس کا احسان کردیا سب دور خواب
موت کو سمجھا ہے جو فوز عظیم
جلد آجا اس کو کہتا ہے کریم
مرگ بینوتن زرہ سے لو سنوار
حشر بینو جلد دوڑو سوئے یار

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خوشی سے انتقال فرمانے کا قصہ

جب مرض سے ہو گئے لاغر بلالؓ
مردنی چھائی ہوا چہرہ نڈھال
دیکھ کر بولیں یہ بی بی ہے غضب
بولے وہ حضرت نہیں یہ ہے طرب
اب تلک تھا قیدی جنگ حیات
تجھ کو کیا معلوم یہ عیش ممات
ان جوابوں میں جو وہ خوش ذات تھا
لالہ وگل رخ سے اس کے مات تھا
روشنی چہرہ کی اور آنکھوں کا نور
اس کی باتوں کے تھے شاہد ضرور
بولیں یوں بی بی فراق اے خوش خصال
آپ یوں بولے نہیں یہ ہے وصال
بولیں وہ رہگیر غربت ہو چلے
اقرباء سے اپنے رخصت ہو چلے
بولے وہ حضرت نہیں اے جان من
روح غربت سے چلی سوئے وطن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو ابا قتادہ کی حفاظت کر جیسی رات بھر اس نے میری حفاظت کی ہے (عبدالرزاق)

بولیں وہ کیا حالت حسرت ہے یہ
آپ بولے جان من دولت ہے یہ
بولیں وہ میں تم کو دیکھوں گی کہاں
آپ بولے عرش رب کے درمیان
مثل آدم یاں ہوا تھا مبتلا
لیکن اب ہر سو ہے میرا سلسلہ
میں کنویں جیسے جہاں میں تھا گدا
اب ہوں سلطان قصر سلطانی ملا
قصر سے ہوتا ہے جیسے انس شاہ
قبر ہے مردہ کا محل عز و جاہ

خلیفہ ہارون رشید کے صاحب زادے کی موت کا دل گداز واقعہ

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی۔ وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور اکثر قبرستان چلا جاتا وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے دنیا کے مالک تھے لیکن اس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتی کے تم قبروں میں پہنچ گئے کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا سوال و جواب ہوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتا

تَرُوعُنِي الْجَنَائِزُ كُلَّ يَوْمٍ وَيَحْزُنُنِي بُكَاءُ النَّائِحَاتُ

مجھے جنازے ہر دن ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والیوں کی آوازیں مجھے غمگین رکھتی ہیں۔ ایک دن وہ اپنے باپ بادشاہ کی مجلس میں آیا اس کے پاس وزراء امراء سب جمع تھے اور لڑکے کے بدن پر ایک کپڑا معمولی اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی ارا کین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المؤمنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا اگر امیر المؤمنین اس کو تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حالت سے باز آجائے امیر المؤمنین نے یہ بات سن کر اس سے کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کر رکھا ہے اس نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن ایک پرندہ وہاں بیٹھا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھ کو پیدا کیا تو میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جا وہ پرندہ وہاں سے اڑ کر اس کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا پھر کہا اب تو اپنی جگہ چلا جا۔ وہ ہاتھ سے اڑ کر اپنی جگہ چلا گیا اس کے بعد عرض کیا کہ ابا جان اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کر رہے ہیں اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جدائی اختیار کر لوں یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔ اور ایک قرآن شریف صرف اپنے ساتھ لیا چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت قیمتی انگوٹھی بھی اس کو دے دی (کہ احتیاج کے وقت اس کو فروخت کر کے کام میں لائے) وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچ گیا اور مزدوروں میں کام کرنے لگا ہفتہ میں صرف ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا اور آٹھ دن تک وہ مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور آٹھویں دن پھر شنبہ کو مزدوری کر لیتا اور ایک درہم اور ایک دانق (یعنی درہم کا چھٹا حصہ) مزدوری لیتا اس سے کم یا زیادہ نہ لیتا ایک دانق روزانہ خرچ کرتا ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی اس کو بنوانے کے لیے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا کسی نے بتایا ہو گا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے میں نے دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا بیٹھا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہے اور قرآن شریف دیکھ کر پڑھ رہا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ لڑکے مزدوری کرو گے کہنے گا کیوں نہیں کریں گے مزدوری کے لیے تو پیدا ہوئے ہیں آپ بتائیں کیا خدمت مجھ سے لینی ہے میں نے کہا کہ گارے مٹی (تعمیر) کا کام لینا ہے۔ اس نے کہا ایک درہم اور ایک دانق مزدوری ہو گی اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لیے جانا ہو گا۔ اس کی دونوں شرطیں منظور کر لیں اور اس کو لا کر کام پر لگا دیا۔ مغرب کے وقت جب میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کے بقدر کام کیا میں نے اس کو مزدوری میں دو درہم دیئے اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا۔ ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن میں پھر اس کی تلاش میں نکلا وہ مجھے کہیں نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کی کہ ایسی ایسی صورت کا ایک لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ملے گا لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس سے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے آٹھ دن کو اپنی تعمیر بند کر دی اور شنبہ کے دن اس کی تلاش کو نکلا۔ وہ اسی طرح بیٹھا قرآن شریف پڑھتا ہوا ملا۔ میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا۔ اس نے وہی پہلی دو شرطیں بیان کیں میں نے منظور کر لیں وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا۔ مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی۔ کہ پچھلے شنبہ کو اس نے اکیلے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا۔ اس لیے اس مرتبہ میں نے ایسی طرح چھپ کر کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ اس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا تو یہ منظر دیکھا کہ وہ ہاتھ میں گارا لے کر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑتے چلے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ کا ولی ہے اور اللہ کے اولیاء کے کاموں کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین درہم دینا چاہے۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اتنے درہم کا کیا کروں گا۔ اور ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا

گیا۔ میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا اور تیسرے شنبہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے تحقیق کی ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویرانہ جنگل میں پڑا ہے۔ میں نے ایک شخص کو اجرت دے کر اس پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچا دے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر اس جنگل ویراں میں پہنچا کہ میں نے دیکھا کہ وہ بے ہوش پڑا ہے۔ آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے آنکھ کھولی اور مجھے پہچان لیا۔ میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ پر سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اس نے سر ہٹایا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو یہ ہیں۔

يَا صَاحِبِي لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ   فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيمُ يَزُوْلُ
وَإِذَا حَمَلْتَ إِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً   فَاعْلَمْ بِأَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

''میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکے میں نہ پڑ عمر ختم ہوتی جا رہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہو جائیں گی اور جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان میں جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھا یا جائے گا''۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ ابو عامر جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے اسی کپڑے میں مجھے کفن دے دینا۔ میں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لیے نئے کپڑے لے آؤں۔ اس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ یہ جواب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے انہوں نے بھی اپنے وصال کے وقت یہی فرمائش کی تھی کہ میری انہی چادروں میں کفن دے دینا اور جب ان سے نئے کپڑے کی اجازت چاہی گئی تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا۔ لڑکے نے کہا کفن پرانا ہو یا نیا بہر حال بوسیدہ ہو جائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے۔ اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا۔ اور یہ انگوٹھی اور قرآن شریف ہارون رشید تک پہنچا دینا۔ اور اس کا خیال رکھنا کہ خود انہی کے ہاتھ میں دینا۔ اور یہ کہہ کر دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکے کی حالت میں آپ کو موت آ جائے یہ کہہ کر اس کی روح نکل گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا۔ اس کے انتقال کے بعد وصیت کے موافق میں نے اس کو دفن کر دیا اور دونوں چیزیں گورکن کو دے دیں اور قرآن شریف اور انگوٹھی لے کر بغداد پہنچا اور قصر شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی۔ میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہو گیا اول ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار گھوڑے سوار تھے۔ اس کے بعد اسی طرح یکے بعد دیگرے دس لشکر نکلے ہر ایک میں تقریباً ایک ایک ہزار سوار تھے دسویں جتھے میں خود امیر المؤمنین بھی تھے۔ میں نے زور سے آواز دے کر کہا اے امیر المؤمنین آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت، رشتہ داری کا واسطہ ذرا سا توقف کر لیجئے میری آواز پر انہوں نے مجھے دیکھا میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی یہ امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچا دوں۔ بادشاہ نے ان کو دیکھ کر پہچان لیا تھوڑی دیر سر جھکایا ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور ایک دربان سے کہا اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو جب میں واپسی پر بلاؤں تو میرے پاس پہنچا دینا۔ جب وہ باہر سے واپسی پر مکان پر پہنچے تو محل کے پردے گرا کر دربان سے فرمایا اس شخص کو بلا کر لاؤ۔ اگر چہ وہ میرا غم تازہ کرے گا۔ دربان میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ امیر المؤمنین نے بلایا ہے اور اس کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ پر ہی اکتفا کرنا۔ یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا۔ اس وقت امیر بالکل تنہا بیٹھے تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آ جاؤ۔ میں قریب جا کر بیٹھ گیا، کہنے لگے کہ تم میرے اس بیٹے کو جانتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں میں ان کو جانتا ہوں۔ کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے مٹی کی مزدوری کرتے تھے کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا ہے۔ میں نے کہا کرایا ہے۔ کہنے لگے تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت تھی۔ کہ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ میں نے کہا امیر المؤمنین پہلے اللہ جل شانہ سے معذرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذر خواہ ہوں۔ مجھے اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہے۔ مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا۔ کہنے لگے تم نے اپنے ہاتھوں سے اس کو غسل دیا۔ میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے۔ اپنا ہاتھ لاؤ میرا ہاتھ لے کر اپنے سینے پر رکھ دیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ "اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں۔ اے وہ شخص جس کے مکان (قبر) دور ہے لیکن اس کا غم میرے قریب ہے۔ بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش کو مکدر کر دیتی ہے۔ وہ مسافر ایک چاند کا ٹکڑا تھا۔ (یعنی اس کا چہرہ) جو خالص چاندی کی ٹہنی پر تھا (یعنی اس کے بدن پر) پس چاند کا ٹکڑا بھی قبر میں پہنچ گیا اور چاندی کی ٹہنی بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون رشید نے بصرہ اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر ساتھ تھے۔ اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون رشید نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ''اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی بھی نہ لوٹے گا موت

نے کم عمری ہی کے زمانہ میں اس کو جلدی سے اچک لیا۔ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لیے انس اور دل کا چین تھا۔ طویل راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی۔ تو نے موت کا پیالہ پیا ہے۔ جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پیئے گا۔ بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پیئے گا۔ چاہے جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا رہنے والا ہو۔ پس سب تعریفیں اسی وحدہ لاشریک کے لیے ہیں۔ جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے یہ کرشمے ہیں"۔ ابو عامر کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر ابر کی طرح نور ہی نور پھیل رہا ہے۔ اس نور کے ابر میں اس لڑکے نے مجھے آواز دے کر کہا۔ ابو عامر تمہیں حق تعالیٰ جل شانہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ تم نے میری تجہیز و تکفین کی اور میری وصیت پوری کی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ میرے پیارے تیرا کیا حال گذرا۔ کہنے لگا میں ایسے مولا کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے۔ مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں۔ نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا۔

یہ ایک مشہور حدیث پاک کا مضمون ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ کا پاک ارشاد ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھیں نہ کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال گذرا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کے لیے جن کے پہلو رات کو خوابگاہوں سے دور رہتے ہیں۔ (یعنی تہجد گزاروں کے لیے) وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گذرا۔ نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے۔ نہ کوئی نبی رسول جانتا ہے اور یہ مضمون قرآن پاک میں بھی ہے۔

ترجمہ: "کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے"۔ (درمنثور) (سورۃ سجدہ ع ۲)

اس کے بعد لڑکے نے کہا حق تعالیٰ شانہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو بھی دنیا سے اس طرح نکل آئے جیسے میں نکل آیا۔ اس کے لیے یہی اعزاز اور اکرام ہیں جو میرے لیے ہوئے۔

صاحب روض کہتے ہیں۔ کہ یہ سارا قصہ مجھے اور طریقے سے بھی پہنچا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کسی شخص نے ہارون رشید سے اس لڑکے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے بادشاہ ہونے سے پہلے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا۔ بہت اچھی تربیت پائی تھی قرآن پاک بھی پڑھا تھا اور علوم بھی پڑھے تھے جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میری دنیا سے اس نے کوئی راحت نہ اٹھائی چلتے وقت میں نے ہی اس کی ماں سے کہا تھا کہ اس کو یہ انگوٹھی دے دو۔ اس کی انگوٹھی کا یاقوت بہت زیادہ قیمتی تھا۔ مگر یہ اس کو بھی کام میں نہ لایا۔ مرتے وقت واپس کر گیا۔ یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار تھا۔ (روض)

جس باپ کی دنیا داری سے یہ صاحب زادہ رنجیدہ ہو کر گیا ہے۔ یعنی ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک بادشاہوں میں ان کا شمار ہے۔ دولت اور ثروت کے ساتھ لغزش تو ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن ان کے دینی کارنامے تاریخ کی کتابوں میں کثرت سے موجود ہیں۔ بادشاہت کے زمانہ میں سو رکعت نفل روزانہ پڑھنے کا معمول مرتے وقت تک رہا۔ اور اپنے ذاتی مال سے ایک ہزار درہم روزانہ صدقہ کیا کرتے تھے۔ ایک سال حج کیا کرتے اور ایک سال جہاد میں شرکت کرتے۔ جس سال خود حج کو جاتے اپنے ساتھ سو علماء کو مع ان کے بیٹوں کے حج کو لے جاتے۔ اور جس سال خود حج نہ کرتے۔ تین سو آدمیوں کو ان کے پورے خرچہ اور سامان لباس وغیرہ کے ساتھ حج کو بھیجا کرتے۔ جن کو خرچ بھی بہت وسعت سے دیا جاتا اور لباس بھی عمدہ دیا جاتا ویسے بھی عطایا کی بہت کثرت ان کے یہاں تھی۔ سوال کرنے والوں کے لیے بھی اور بغیر سوال کے ابتداءً بھی علماء کا ان کی مجلس میں بہت اعزاز تھا اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ابو معاویہ ضریر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث نابینا نے ایک مرتبہ ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد ہارون رشید نے ان کے ہاتھ دھلائے۔ اور یہ کہا کہ علم کے اعزاز میں میں نے ہاتھ دھلائے ہیں۔

ایک عاشق کا ملامت کرنے والے کو جواب دینے کا قصہ

بولا عاشق ناصحا کب تک یہ پند — ختم کر بس عشق ہے ایک سخت بند
قتل ہونے سے تو مجھے مت ڈرا — میں بہت تشنہ ہوں اپنے خون کا
عاشقوں کو عشق میں ہردم موت ہے — عاشقوں کو ہے کہاں اک طور فوت
نور حق کرتا ہے بے حد جاں عطا — اور وہ کرتا ہے ان سب کو فدا
ایک کی لیتا ہے دس وہ رودرس — پڑھ لے قرآن میں ایک نیکی کے دس
قتل کر دے گر مجھے وہ مہرباں — وجد میں قربان کروں میں اس پہ جان
درحقیقت موت ہے یہ زندگی — اس سے جب چھوٹا تو ہے پابندگی
قتل کر دو قتل مجھ کو مہرباں — قتل ہے میری حیات جاوداں

☆☆☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو عظیم رب ہے تجھ کو تیری مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں سما سکتی (الکنز)

باب ۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامات قیامت

س: قیامت کی کچھ نشانیوں کا بیان کیجیے؟

ج: گناہوں کی کثرت، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، امانت میں خیانت، گانے بجانے، ناچ رنگ کی زیادتی، بے علم و کم علم پیشوا بننے لگیں، کم درجہ کے لوگ جیسے چرواہے وغیرہ اونچے اونچے مکان بنوانے لگیں۔ نا قابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں۔ خدا تعالیٰ کے مال کو اپنی ملک سمجھنے لگیں اور زکوٰۃ کو ڈنڈ کی طرح بھاری سمجھنے لگیں۔ دین کا علم دنیا کمانے کو حاصل کریں۔ شراب کی کثرت ہونے لگے۔ بعد کے لوگ پہلے بزرگوں کو برا کہنے لگیں۔

س: جب یہ نشانیاں ہوں گی تو اس وقت حکومتوں کا کیا حال ہوگا اور قیامت کے آنے کے لیے کیا کیا صورتیں ہوں گی؟

ج: اس وقت سب ملکوں میں نصاریٰ انگریزوں کی حکومت ہوگی۔ اس زمانے میں ملک شام میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص ایسا ہوگا جو بہت سے سیدوں کا خون کرے گا۔ شام اور مصر میں اس کا حکم جاری ہوگا۔ پھر اسی زمانہ میں رومی مسلمان بادشاہ اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے جنگ ہوگی اور ایک جماعت نصاریٰ سے صلح ہوگی۔ یہاں تک کہ موافقین نصاریٰ اور مسلمانوں سے ذرا سی بات کے بڑھ جانے سے جنگ ہو جائے گی۔ اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا۔ اور ملک شام بھی نصاریٰ کے قبضے میں چلا جائیگا اور بچے کھچے مسلمان مدینہ طیبہ چلے جائیں گے اور خیبر جو مدینہ طیبہ کے پاس ایک مقام ہے۔ وہاں تک نصاریٰ کی علمداری ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمانوں کو امام مہدی کی تلاش ہوگی۔ امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے اور اس خیال سے کہ حکومت کے لیے مسلمان میرے پیچھے نہ پڑیں۔ مکہ معظمہ چلے جائیں گے۔ مگر لوگ تلاش کرتے کرتے مکہ معظمہ پہنچیں گے اور امام مہدی کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پالیں گے اور زبردستی ان سے حاکم وقت بننے کی بیعت کریں گے۔ آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خلیفہ (یعنی حاکم بنائے ہوئے) امام مہدی ہیں۔ بیعت کی شہرت کے بعد مدینہ منورہ کی مسلمان فوجیں مکہ معظمہ چلی جائیں گی اور ملک شام اور اعراق اور یمن کے اولیاء ابدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرب کی فوجیں جمع ہو جائیں گی اور خراسان کا ایک شخص حضرت امام مہدی کی مدد کے واسطے ایک بڑی فوج لے کر آئے گا اب ایک اور شخص جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا اور سیدوں کا دشمن ہوگا وہ امام مہدی کے سید ہونے کی وجہ سے لڑنے کو فوج بھیجے گا۔ مگر یہ فوج ابھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہاڑی کے نیچے ٹھہری ہوئی ہوگی کہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے مگر دو شخص ان میں سے بچیں گے ایک ان میں سے حضرت امام مہدی کو جا کر خبر دیگا اور دوسرا اس سفیانی شخص کو جا کر خبر کرے گا۔ نصاریٰ سب طرف سے فوجیں جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں گے۔ اس لشکر میں نو لاکھ ساٹھ ہزار فوجی ہوں گے۔ ادھر امام مہدی مکہ معظمہ سے چل کر مدینہ منورہ روضہ مبارک حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے ملک شام کو روانہ ہوں گے۔ ابھی شہر دمشق تک پہنچیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلے میں آ جائے گی ادھر امام مہدی کی فوج تین حصوں میں بٹ جائے گی ایک حصہ تو بھاگ جائے گا۔ ایک حصہ شہید ہو جائے گا اور ایک حصہ کو فتح ہوگی۔ امام مہدی ملک کا انتظام شروع کر دیں گے اور ہر طرف فوجیں روانہ کر دیں گے۔ پھر قسطنطنیہ فتح کرنے کے لیے جائیں گے اور ستر ہزار آدمی اس شہر کو فتح کرنے کے لیے کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوں گے۔ جس وقت اس شہر کی فصیل کے مقابل میں پہنچیں گے۔ نعرہ تکبیر بلند کریں گے۔ پس اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز کی برکت سے شہر پناہ کی سامنے کی دیوار ٹوٹ جاوے گی اور مسلمان فتح یاب ہوں گے اور انصاف کے ساتھ ملک کا انتظام کریں گے۔ یہ زمانہ بیعت سے لے کر اب تک کا چھ سات سال کا ہوگا۔ اسی دوران ایک جھوٹی خبر مشہور ہوگی۔ کہ شام میں دجال آ گیا۔ امام مہدی وہاں کا سفر شروع فرمادیں گے۔ مگر راستے ہی میں تحقیق ہو جائے گی کہ یہ خبر غلط ہے تو پھر اطمینان سے آپ شہروں کا انتظام کرتے ہوئے ملک شام پہنچ جائیں گے۔ مگر وہاں ابھی کچھ ہی عرصہ گزرے گا کہ دجال بھی نکل آئے گا۔ جو کہ یہودیوں کی قوم سے ہوگا اور دعویٰ نبوت کا کرے گا۔ پھر ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر وہ دعویٰ خدائی شروع کر دے گا اور بہت سے ملکوں سے گزرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہنچ جائے گا۔ راستہ میں بہت سے بد دین اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے قریب آ کر ٹھہرے گا مگر شہر کے اندر حفاظت ملائکہ کی وجہ سے نہ جا سکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے تیرے اسم اعظم کے اور تیری بڑی رضامندی کے وسیلہ سے مانگتا ہوں (الدیلمی)

پھر وہاں سے مدینہ منورہ جائے گا وہاں بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا اور اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ البتہ مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا۔ جس کی وجہ سے سست ایمان والے مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے اور دجال کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے خوب بحث کریں گے۔ آخر کار دجال غصے میں آ کر اس بزرگ کو قتل کر دے گا اور پھر وہاں سے ملک شام روانہ ہوگا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے گا تو حضرت امام مہدی وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور جنگ کے انتظام میں مشغول ہوں گے۔ عصر کا وقت آ جائے گا۔ مؤذن اذان کہے گا اور لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے اور جامع مسجد کے مشرق کی طرف کے مینارہ پر آ کر ٹھہر جائیں گے اور وہاں سے سیڑھی لگا کر نیچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدی لڑائی کا سب سامان سپرد کرنا چاہیں گے۔ آپ فرمائیں گے کہ یہ سب انتظام آپ ہی رکھیں میں تو خاص دجال کے قتل کرنے کو آیا ہوں۔ رات گذر کر جب صبح ہوگی تو حضرت امام مہدی لشکر کو ترتیب دیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑا ایک نیزہ منگا کر دجال کی طرف بڑھیں گے اور مسلمان دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے۔ بہت شدید لڑائی ہوگی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سانس جہاں تک پہنچے گا وہاں تک کے دشمن فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔ دجال کی نظر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہنچے گی وہ آپ کو دیکھ کر بھاگے گا اور آپ اس کا پیچھا کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر نیزے سے اس کو قتل کریں گے اور مسلمان دجال کے لشکر کو قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر در شہر تشریف لے جا کر مظلومین دجال کو تسلی دیں گے۔ اس وقت کوئی کافر نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدی کا انتقال ہو جائے گا اور تمام انتظام عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اس کے بعد یاجوج ماجوج نکلیں گے۔ جن کے رہنے کی جگہ شمالی جانب ختم آبادی سے آگے سات ولایت باہر ہے۔ جہاں سمندر شدت سردی کی وجہ سے اس قدر جما ہوا ہے کہ جہاز بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے کوہ طور پر تشریف لے جائیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑا فتنہ پھیلائیں گے آخر کار اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئیں گے چالیس برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا جائیں گے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن ہوں گے آپ کے بعد ایک شخص یمن کے رہنے والے آپ کی جگہ بیٹھیں گے اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کریں گے۔ اور ان کے بعد اور بھی کئی بادشاہ آگے پیچھے ہوں گے۔ اس کے بعد نیک باتیں کم ہوتی جائیں گی اور بری باتیں بڑھتی جائیں گی۔ اس وقت آسمان پر ایک دھواں چھا جائے گا اور زمین پر برسے گا۔ جس سے مسلمانوں کو زکام ہو گا اور کافروں کو بے ہوشی ہوگی۔ چالیس روز کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا۔ قریب ہی بقرعید کا مہینہ آ جائے گا۔ دسویں تاریخ کے بعد اچانک ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا جائے گا۔ بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے۔ چوپائے جنگل میں جانے کو چلانے لگیں گے۔ تمام ڈر اور گھبراہٹ سے بیقرار ہوں گے جب تین رات کے برابر وہ ایک رات ہو چکے گی اس وقت سورج تھوڑی روشنی کے ساتھ مغرب کی طرف سے نکلے گا اب اس وقت کسی کا ایمان یا توبہ قبول نہ ہوگی۔ اور جب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا دوپہر سے پہلے ہوتا ہے تو اسوقت خدا تعالیٰ کے حکم سے پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس کے بعد اپنی عادت کے مطابق اسی طرح نکلتا رہے گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گذریں گے کہ کوہ صفا جو مکہ معظمہ میں ہے زلزلہ آ کر پھٹ جائے گا اور اس جگہ سے ایک جانور عجیب شکل کا نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیز رفتاری سے زمین پر پھر جائے گا اور ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سے نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے چہرہ روشن ہو جائے گا اور بے ایمان والوں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ مہر لگا دے گا۔ جس سے تمام چہرہ میلا ہو جائے گا پھر یہ کام کر کے غائب ہو جائے گا اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت بخش چلے گی جس سے سب ایمانداروں کی بغل سے کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مر جائیں گے۔ اس کے بعد کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو شہید کریں گے۔ حج بند ہو جائے گا۔ قرآن شریف دلوں اور کاغذوں سے نکل جائے گا۔ خدا تعالیٰ کا خوف مخلوق کی شرم دلوں سے نکل جائے گی۔ کوئی اللہ اللہ کرنیوالا نہ رہے گا۔ اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی۔ لوگ سواریوں پر اور پیدل ادھر پہنچ جائیں گے۔ اور جو رہ بھی جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی وہ سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی۔ یہ اس لیے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اسی ملک میں جمع ہوگی۔ اس لیے ایسا ہوگا۔ پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی اس وقت دنیا کو بہت ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال میں گذریں گے کہ دفعتاً جمعہ کے دن محرم کے مہینے میں دسویں تاریخ کو صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کاموں پر ہوں گے صور پھونک دیا جائے گا۔ جس کی آواز سے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پہاڑ زمین آسمان سب پھٹ جائیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ جب آفتاب مغرب کی جانب سے نکلا تھا اس وقت سے صور پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہو گا۔ اس کے بعد قیامت کا دن شروع ہو جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے خیر کے اوائل اور اواخر اور تمام تر خیر کو طلب کرتا ہوں (کشف الخفاء)

آخرت کا بیان

آخرت کی تعریف:

س: آخرت کسے کہتے ہیں؟

ج: اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے کہ جہاں مرنے کے بعد قبروں سے اٹھا کر حساب کتاب ہوگا۔ اعمال تولے جائیں گے ہر نیک و بد سے سوال ہوگا۔ نیکوں کے اعمال دائیں ہاتھ میں اور بدوں کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ پھر ایک پل جس کو پل صراط کہا جاتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی دوزخ کے اوپر رکھی جائے گی۔ اس پر سے سب کو گزرنے کا حکم ہوگا جو نیک لوگ ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جو بد ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔

جنت کی تعریف:

س: جنت کیا ہے؟

ج: جنت ایک ایسے محل کا نام ہے جس میں اوپر نیچے سو درجے ہیں۔ ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ یعنی پانچ سو برس کی مسافت کا۔ اس کی عمارت میں ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اور ایک اینٹ سونے کی اور گارا مشک کا ہے۔ اور جنت کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔ اور مٹی زعفران ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں دو باغ ایسے ہیں کہ جن کے برتن اور سب سامان سونے کا ہے۔

جنت کے سو درجوں میں سے سب سے بڑا درجہ فردوس کا ہے۔ اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں۔ اور دودھ، شراب، شہد اور پانی کی نہریں ہیں۔ اسی جنت الفردوس کے اوپر عرش ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تم جنت الفردوس کو مانگو جنت کے درختوں کا تنا سونے کا ہوگا۔ اور جنتیوں کا چہرہ بغیر داڑھی مونچھ کے ہوگا۔ اور تیز روشنی والے تارے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ چمکتا ہوگا۔ اور خدمت کے لیے حور و غلمان دیئے جائیں گے۔ حوریں اسقدر خوبصورت ہوں گی کہ اگر دنیا میں ان کے دوپٹے کا پلو ذرا بھی ظاہر ہو تو سورج بھی ماند پڑ جائے گا۔ جس قسم کا کھانا چاہے گا فوراً مل جائے گا۔ قسم قسم کے میوے ہوں گے۔ وہاں نہ پیشاب کی ضرورت ہوگی نہ پاخانہ کی بلکہ ایک ڈکار آئیگی جس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ کہاں تک جنت کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا۔ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا جس میں ایسا مزہ آئے گا کہ کسی چیز میں نہ آئے گا۔

حوض کوثر:

س: حوض کوثر کسے کہتے ہیں؟

ج: حوض کوثر ایک حوض ہے۔ جس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینے کی راہ کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس کے اندر ستاروں سے زیادہ چمکدار آبخورے ہیں۔ جو ایک شخص ایک دفعہ اس کا پانی پی لے گا پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ یہ حوض کوثر خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن عطا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس کا پانی عطا فرمائیں گے۔

دوزخ کی تعریف:

س: دوزخ کیا چیز ہے؟

ج: دوزخ ایک ایسی جگہ کا نام ہے جہاں آگ ہی آگ ہے۔ جو دنیا کی آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہے اور وہ اس قدر زیادہ گہری ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر اس کے اوپر سے چھوڑا جائے تو ستر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے اس کی آگ کو تین ہزار برس تک دھونکا گیا بالکل سیاہ رنگ کی ہے اس میں اس قدر جوش ہوگا کہ ستر ہزار فرشتے ستر ہزار زنجیروں میں اس کو جکڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کے اندر اونٹ کے برابر سانپ اور کاٹھی کے برابر بچھو ہوں گے۔ ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ کھانے کو پیپ، خون، تھوہر کا کانٹے دار درخت ملے گا جب گلے میں تھوہر کا درخت پھنس جائے گا تو پینے کو ایسا کھولتا ہوا پانی ملے گا کہ ہونٹوں کو جلا کر اسقدر سجا دے گا کہ اس کی سوجن سے سینے تک ڈھک جائے گا۔ اور جو بوند پیٹ میں اس پانی کی پہنچ جائے گی وہ تمام آنتوں کو کاٹ ڈالے گی۔ غرض یہ کہ تکلیف ہی تکلیف ہے ایسی تکلیف کسی چیز میں نہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو دوزخ سے محفوظ رکھیں۔

جزا و سزا کا بیان

قبر کا عذاب:

س: مردہ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک کس حال میں رہتا ہے؟

ج: مرنے کے بعد مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے۔ یہ فرشتے مردہ سے آ کر تین سوال کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا رسول کون ہے؟ دین تیرا کیا ہے؟ اگر اس نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے ایسا نفس طلب کرتا ہوں جو تجھ سے ہی قرار پکڑے (الدر المنثور)

ٹھیک ٹھیک جواب دیا تو فرشتے اس کو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں جنت کی طرف کی کھڑکی کھول دیتے ہیں جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ مزے میں پڑ کر سورہتا ہے۔اور اگر وہ مردہ ٹھیک ٹھیک جواب نہ دے اور ایماندار نہ ہو تو اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا ہے۔قبر اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے اور دوزخ کی طرف کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں۔جس سے اس کو تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔

س: مردہ تو بے جان ہوتا ہے اس سے یہ سوال و جواب، اور آرام و راحت اور تکلیف کا احساس کیسے ہوتا ہے۔

ج: مردہ بظاہر بے جان معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں جاندار ہوتا ہے۔ جو روح موت کے وقت نکال لی جاتی ہے۔ وہی روح دوبارہ سوال و جواب کے وقت اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر وہ جاندار ہو کر جواب دیتا ہے۔

س: ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ چند دنوں کے اندر قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے نشان تک باقی نہیں رہتا۔ پھر اس کو وہاں آرام تکلیف کیا معلوم ہوگی؟

ج: اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم بھی ہے جہاں پر اس دنیا کی سب چیزوں کے اجسام موجود ہیں اس عالم کو عالم مثال اور برزخ بھی کہتے ہیں۔فرشتے جس وقت روح نکال کر لے جاتے ہیں۔تو پھر اس جسم میں وہی روح ڈال دیتے ہیں اور اس جسم سے سوال کرتے ہیں۔اور اس جسم کے قبر میں موجود ہونے تک تکلیف و آرام پہنچتا رہتا ہے۔

اور اگر مردے کو دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے یا کوئی درندہ یا بھیڑیا کھا جائے تو پھر سوال جواب اس عالم مثال کے جسم سے کیا جاتا ہے اور اسی کو تکلیف و آرام پہنچتا ہے اس طرح جب مردہ قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے تو پھر اس عالم مثال میں روح کو تکلیف و آرام ملتا ہے اور قیامت کے دن تک اسی کو راحت و تکلیف ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت کے بعد اس دنیاوی جسم کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حسب سابق شکل عطاء فرمادیں گے۔اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہی جسم جنت یا دوزخ میں رہے گا۔

دفن میں کیا حکمت ہے:

س: مردہ کو کیوں دفن کیا جاتا ہے۔ہندوؤں کی طرح جلایا کیوں نہیں جاتا؟

ج: انسان کی اصل مٹی ہے کیونکہ مٹی ہی سے انسان پیدا ہوا۔تو مٹی انسان کی ماں ہوئی اور انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم اور دوسرے روح سے اور روح ہی سے انسان بڑھتا اور پرورش پاتا ہے۔تو گویا روح انسان کے لیے مربی اور پرورش کرنے والی ہوئی۔اور جس طرح کہ باپ بچے کی تربیت کرتا ہے اسی طرح روح بھی انسان کی پرورش کرتی ہے۔تو روح مثل باپ کے اور مٹی مثل ماں کے ہوئی۔اور قاعدہ یہ ہے کہ جب باپ سفر کرتا ہے تو بچے کو ماں کے سپرد کر جاتا ہے۔نہ کہ باورچن کے یعنی آگ کے جو کہ انسان کے لیے مثل باورچن کے ہے۔اور آگ کا کام تو پکانے کا ہے نہ کہ پرورش کا۔لہٰذا جب روح نے سفر کیا تو جسم کو اسکی ماں یعنی مٹی کے سپرد کیا نہ کہ باورچن (آگ) کے۔پس یہ وجہ ہے دفن کرنے کی اور جلانا تو سخت بے رحمی کی بات ہے کیونکہ اس میں تو اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کو ایذاء پہنچائی جاتی ہے۔نیز جلانا بے حیائی کی بات بھی ہے۔کہ جس چیز کو وہ زندگی میں چھپاتا تھا اب جس وقت وہ جلایا جائے گا تو پہلے کفن جل جائے گا اور مردہ ننگا رہ جائے گا جس پر سب کی نظریں پڑیں گی اور اگر عورت ہوئی تو پھر کس قدر بے عزتی ہوگی۔حیادار قوم تو اس کو کبھی بھی پسند نہیں کرسکتی کہ اپنے ماں باپ بہن بھائی اور دیگر اعزہ کی چیزوں کو مرنے کے بعد دیکھے تو ان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے۔اور نیز اس لیے بھی جلانا بری بات ہے کہ جلانے سے بدبو ہوا میں پھیل کر مختلف بیماریاں پھیلاتی ہے اور دفن کرنے سے تو اندر ہی اندر پھول پھٹ کر مٹی میں مل جاتا ہے۔اور مٹی اندر ہی اندر سب کو جذب کر لیتی ہے۔تو ان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے لہٰذا عقلاً بھی دفن کرنا ضروری ہے۔

س: آپ نے کہا کہ جلانے سے تکلیف ہوگی تو جب اس میں روح ہی نہیں تو تکلیف کس طرح ہوگی؟

ج: جب ایک عرصے تک کسی سے متعلق رہتا ہے تو اس کو تکلیف و آرام میں دیکھ کر رنج و خوشی ہوتی ہے چنانچہ ایک دوست کو تکلیف میں دیکھ کر رنج اور آرام میں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔اگر کسی کا کپڑا لے کر جلا دیا جائے تو اس کے مالک کو تکلیف ہوتی ہے۔حالانکہ وہ کپڑا اس کے جسم سے علیحدہ ہے جسم پر نہیں۔مگر چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک عرصہ تک تعلق رہ چکا ہے اس لیے اس کے جلنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔اسی طرح چونکہ روح ایک عرصہ تک جسم میں رہی ہے تو جسم کا روح سے تعلق ہے اور عالم ارواح میں وہ روح موجود ہے۔تو جس وقت جسم کو جلایا جائے گا روح کو تکلیف ہو گی اور یہ تکلیف اس کو ہم نے دی تو یہ کس قدر ظلم کی بات ہے۔پس معلوم ہوا کہ جلانے سے روح کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

س: آپ نے پہلے بیان کیا کہ اگر مردہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دے گا تو نجات ہو جائے گی ورنہ پھر وہ عذاب دائمی میں مبتلا ہو گا۔اب سوال یہ ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک جوابات کیا ہیں جن سے مردہ ہمیشہ ہمیشہ آرام میں رہے گا؟

ج: سنیئے اور یاد رکھنے کی کوشش کیجیے۔

پہلا سوال تو یہ کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ یعنی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے صحت اور پاکدامنی طلب کرتا ہوں۔(الادب المفرد)

نے زندگی کس مذہب پر گزاری؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا دین اسلام ہے اور پھر تیسرا سوال یہ کہتے ہیں کہ تیرا رسول اور پیغمبر کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رسول اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

پس اس طرح کے جوابات دینے سے عذاب قبر دائمی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے اور اگر خدانخواستہ وہ جواب سے عاجز ہوگا اور ہر سوال کے جواب میں: لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) کہا تو پھر اس کے لیے عذاب دائمی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہے گا کیونکہ یہ بات سوائے کافر کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا اور جس کا ایمان پر خاتمہ ہوا ہے وہ ان شاء اللہ ٹھیک ٹھیک جوابات دے گا۔

دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت:

س: انسان مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟

ج: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا نام قیامت ہے محرم کی دسویں تاریخ جمعہ کا دن صبح کے وقت لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا اور اس کی آواز ایسی ہیبت ناک ہوگی کہ سب مر جائیں گے اور زمین اور آسمان پھٹ جائیں گے دنیا فنا ہو جائے گی۔ تقریباً چالیس سال اسی سنسانی کی حالت میں گزر جائیں گے۔ پھر جب حق تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام دنیا پھر بیدار ہو جائے تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے دن (ملک شام) میں سب جمع ہوں گے اور اس دوبارہ صور پھونکنے کے بعد لوگ اس طرح زندہ ہونگے جیسے بارش ہوتے ہی مینڈک ندی نالوں میں سے اور کھوے زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں کہ ذرات جو مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ صور پھونکتے ہی پہلے کی طرح جسم ہو کر بھاگنے لگیں گے۔

دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کی کیفیت:

س: پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

ج: زندہ ہونے کے بعد یہ ہوگا کہ سب لوگ میدان قیامت میں جمع ہوں گے آفتاب بہت نزدیک ہو جائے گا۔ جس کی گرمی سے لوگوں کے دماغ پکنے لگیں گے اور جس کے جسقدر زیادہ گناہ ہوں گے اسی قدر زیادہ پسینہ آئے گا۔ بھوک و پیاس کی شدت سے پریشان ہو جائیں گے۔ اور جن نیک لوگوں نے دنیا میں لذت والی چیزوں سے اجتناب کیا ہوگا ان کے لیے حق تعالیٰ زمین کی مٹی کو میدہ بنا کر لذیذ روٹی تیار کرائیں گے اور وہ نیک بندوں کو کھلائی جائے گی اور اس روٹی کے اندر دنیا کی تمام قسم کی لذت موجود ہوگی۔ اس روٹی کے کھانے کے بعد ان کی بھوک دور ہو جائے گی اور حوض کوثر کا پانی پی کر پیاس بجھائیں گے۔ حساب و کتاب کے انتظار میں جب کافی مدت گذر جائے گی تو پریشان ہو جائیں گے اور گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کے لیے حاضر ہوں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام سفارش سے معذوری ظاہر فرمائیں گے۔ پھر آخر میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لیے حاضر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفارش فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے بعد حق تعالیٰ کا عرش زمین پر اترے گا اور اس پر حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی۔ پھر حساب و کتاب شروع ہو جائے گا اور اعمال کے وزن کیے جائیں گے۔ بعض بندے بے حساب جنت میں جائیں گے۔ نیکوں کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پھر جہنم پر ایک پل صراط رکھی جائے گی اس پر چلنے کا حکم ہوگا جو نیک ہوں گے وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے اور جو بد ہوں گے وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے اور جس کی نیکی اور بدی دونوں برابر ہوں گی اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام پر جس کا نام اعراف ہے رکھا جائے گا۔

س: اور جو گنہگار مسلمان دوزخ میں جائیں گے کیا وہ پھر دوزخ سے نکلیں گے؟

ج: جی ہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام علماء، اولیاء، شہداء، وحفاظ اور دوسرے نیک بندے ان گنہگاروں کی بخشش کے لیے حق تعالیٰ سے سفارش فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول کریں گے۔ اور جس جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کو بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے۔

س: کیا کافر اور مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ قرآن پاک کی اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سوائے مشرک کے اور سب کی بخشش ہو جائے گی وہ آیت یہ ہے:

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کرا دیا جاوے۔

اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

ج: جیسے مشرک کی بخشش نہ ہوگی۔ ایسے ہی کافر کی بھی نہ ہوگی چنانچہ دوسری جگہ کافروں کے لیے ارشاد ہے:

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اور تیسری جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور منافق عورتوں اور کفار کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رکھنے کا۔

اور چوتھی جگہ ارشاد ہے:

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سفر میں تنگی اور واپسی میں غم سے۔ (احمد)

سے (دوسروں کو) روکا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہرگز نہ بخشیں گے۔"

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ جیسے مشرکین کی بخشش نہیں ہوگی ایسے ہی کافروں کی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ حالانکہ مشرک تو خدا کو مانتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ دوسروں کو بھی ذات وصفات میں شریک ٹھہراتا ہے اور جو خدا تعالیٰ کو سرے سے ہی نہ تسلیم کرے اس کی ذات وصفات کا انکار کرے۔ اس کی بخشش تو بطریق اولیٰ نہ ہونا چاہیئے۔

س: کیا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی خروج نہ ہوگا؟

ج: جی ہاں! جب تمام لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو کبھی موت نہ آئے گی۔ موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر دوزخیوں اور جنتیوں کے سامنے ذبح کرا دیں گے اور فرمایا جائے گا کہ اب نہ دوزخیوں کو موت ہے اور نہ جنتیوں کو۔

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے؟

ج: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے پس ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے

"اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے"

ان آیات سے تو مسلمانوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کفار کے بارے میں ارشاد ہے:

"البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جائیں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی لعنت برسا کرے گی (اور) وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے۔"

اور ارشاد ہے کہ: "اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے"۔

س: کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

ج: کافر اسے کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو پیغمبروں کو، آسمانی کتابوں، قرآن شریف، فرشتے، جنت، دوزخ، حساب وکتاب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کو نہ مانے۔

اور مشرک اسے کہتے ہیں کہ جو خدا کی ذات اور اس کی صفات میں دوسرے کو شریک کرے دوسرے کو پوجے جیسے ہندو بتوں کو پوجتے ہیں سجدہ کرتے ہیں۔ سورج، پیپل، آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

س: آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ تو کیا جو بعضے مسلمان مرد اور عورتیں، بزرگوں اور شہیدوں کے مزاروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ بھی شرک ہے؟

ج: اگر تعظیم اور عبادت کے خیال سے جس طرح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جاتا ہے ایسے ہی ان کے مزاروں کو بھی سجدہ کرتے ہیں تو وہ بھی مشرک ہیں۔ مگر یہ یاد رہے کہ کسی کو محض سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر مشرک کا حکم نہ لگایا جائے۔ جب تک کہ اس کا اس ارادے سے سجدہ کرنا معلوم نہ ہو یا اس کی نیت کا حال معلوم نہ ہو۔

اسی طرح اگر یہ پھول، مٹھائی وغیرہ اس لیے چڑھاتے ہیں کہ بزرگ ہم سے خوش ہوں گے اور خوش ہو کر ہمارا کام بنا دیں گے تو یہ بھی خلاف شریعت اور شرک ہے اور اگر بطور تحفہ اور سلام ایسا کرتے ہیں تو یہ شرک نہیں مگر بدعت ضرور ہے۔ ہر مسلمان کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے کہ کسی بزرگ کے مزار پر نہ سجدہ کریں اور نہ چراغ جلائیں اور نہ پھول چڑھائیں۔ کیونکہ یہ ہندوؤں کا فعل ہے کہ وہ اپنے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ دیکھنے میں دونوں کام ایک ہیں مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اور سجدہ کے بارے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے کسی کو سجدہ نہ کرو اگر غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

قیامت کی علامت متوسط وہ ہیں جو ظاہر تو ہوگئی ہیں مگر ابھی تک انتہا کو نہیں پہنچیں۔ ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کی علامات ظاہر ہونے لگیں گی۔ علامات متوسط کی فہرست بہت طویل ہے۔

مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگاری کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو۔ دنیاوی اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہ شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو۔ لیڈر بہت اور امانت دار کم ہوں گے۔ قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق رذیل ترین اور فاسق ہوں گے۔ بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے پولیس کی کثرت ہوگی ظالموں کی پشت پناہی کرے گی بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے لڑکے حکومت کرنے لگیں گے تجارت بہت پھیل جائے گی یہاں تک کہ تجارت میں عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی مگر کساد بازاری ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا ناپ تول میں کمی کی جائے گی لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لیے حاصل کی جائے گی۔ قرآن کو گانے بجانے کا آلہ

بنالیا جائے گا ریاء، شہرت اور مالی منفعت کے لیے ہوگا۔ گا کر قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی۔ اور فقہاء کی قلت ہوگی۔ علماء کو قتل کیا جائے گا۔ اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے۔ اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔

ایمانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا۔ جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھا سمجھا جائے گا۔ اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کیے جائیں گے۔ بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی۔ مسجدوں میں شور و شغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی۔ سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ سلام ہر مسلمان کو کرنا چاہیئے۔ خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ طلاقوں کی کثرت ہوگی۔ نیک لوگ چھپتے پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا۔ لوگ فخر اور ریاء کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اتنی بڑی تعداد میں بھیجے گا کہ وہ ہر بلندی سے اتریں گے اور تیز رفتاری کے باعث پھسلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔

یاجوج ماجوج

یہ انسانوں ہی کے دو بڑے بڑے وحشی قبیلوں کے نام ہیں۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر سورۂ کہف اور سورۂ انبیاء میں آیا ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں ان کی بعض تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ البتہ ان کے موجودہ محل وقوع کی صراحت قرآن و حدیث میں نہیں ملتی۔ تاہم علامہ جمال الدین قاسمیؒ نے اپنی تفسیر ''محاسن التاویل'' میں بعض محققین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ داغستان کے علاقہ میں قوقاز یعنی کوہ قاف کے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کے پیچھے دو قبیلے پائے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام آقوق اور دوسرے کا نام ماقوق تھا۔ پھر عرب ان کو یاجوج اور ماجوج کہنے لگے۔ یہ دونوں قبیلے بہت سی امتوں میں معروف ہیں۔ اور ان کا ذکر اہل کتاب کی کتابوں میں بھی آیا ہے۔ پھر ان دونوں قبیلوں کی نسل ہی سے روس اور ایشیا کی بہت سی قومیں پیدا ہوئیں۔ (حاشیہ)

احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ جغرافیہ کے مشہور مسلمان عالم شریف ادریسی متوفی ۵۶۰ھ نے جو دنیا کا نقشہ تیار کیا تھا اس میں بھی یاجوج ماجوج کا محل وقوع مسجد اقصیٰ کے بالکل آخری کنارے پر شمال کی جانب دکھایا ہے ان کے اور دنیا کی باقی آبادی کے درمیان طویل پہاڑی سلسلہ حائل ہے۔ صرف ایک راستہ نقشہ میں دکھایا ہے جہاں پہاڑ نہیں۔ اس علاقہ کے مغرب اور جنوب میں جو بستیاں اس نقشہ میں دکھائی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ رغوان، خرقان، شندران، منغ قشان، نجعہ، خاقان۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بڑے بڑے واقعات ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں اور ان سب کے آخر میں ایک آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔ (مسلم، ابوداؤد، الترمذی، وابن ماجہ)

۱۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میری امت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا۔ ایک وہ جماعت جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور ایک وہ جماعت جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوگی۔ (نسائی، کتاب الجہاد، ومسند احمد، کنز العمال، بحوالہ الفتارۃ ومجمع الزوائد بحوالہ اوسط طبرانی)

یہ حدیث امام نسائی کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پائے ان کو میرا سلام پہنچا دے۔ (الدر المنثور بحوالہ مستدرک حاکم)

۳۔ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی۔ زمین میں دھنسا دینے والا ایک واقعہ مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں دجال، دھواں، نزول عیسیٰ علیہ السلام، یاجوج ماجوج، دابۃ (الارض)، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ اور ایک آگ جو عدن کی گہرائی سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔ چھوٹی اور بڑی چیونٹیوں کو جمع کر دے گی۔ (یعنی ہر چھوٹے بڑے ضعیف اور قوی آدمی کو محشر میں جمع کر دے گی) (طبرانی حاکم ابن مردویہ اور کنز العمال)

۴۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ توراۃ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات لکھی ہوئی ہیں اور (یہ کہ) عیسیٰ ابن مریم ان کے پاس دفن کیے جائیں گے۔ (ترمذی، والدر المنثور)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی کہ جس کے اول میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ علیہ السلام اور درمیان میں مہدی۔

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی عورت کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی آنکھ بے نور (اور) باہر کو نکلی ہوئی ابھری ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوف ہوا کہ (شاید) یہ دجال ہو (پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھنے تشریف لے گئے) تو اسے ایک چادر کے نیچے (لیٹا ہوا) پایا وہ اس وقت کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ اس کی ماں نے اسے فوراً خبردار کیا کہ اے عبداللہ یہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں ان کے پاس جا۔ یہ سنتے ہی وہ چادر سے باہر آ گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اسکی ماں کو کیا ہو گیا اللہ اسے غارت کرے اگر وہ اس کو (اپنے حال پر) چھوڑ دیتی تو یہ اپنی حقیقت ضرور ظاہر کر دیتا (یعنی اس کی باتیں سن کر جو وہ تنہائی میں کر رہا تھا ہمیں اس کی حقیقت حال معلوم ہو جاتی) پھر آپ نے اس لڑکے سے پوچھا: اے ابن صائد تجھے کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا: میں حق دیکھتا ہوں اور باطل دیکھتا ہوں اور ایک تخت پانی پر (بچھا ہوا) دیکھتا ہوں۔ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا حال واضح نہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تو شہادت دیتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں؟" اس نے کہا کیا آپ شہادت دیتے ہیں کہ میں رسول اللہ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں (اور تو ان میں سے نہیں کہ تجھ پر ایمان لاتا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے آئے، اور اسے (اس کے حال پر) چھوڑ دیا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پھر اس کے پاس تشریف لائے تو اسے کھجور کے باغ میں پایا۔ وہ اسوقت بھی بڑبڑا رہا تھا اور اس مرتبہ بھی اس کی ماں نے بتا دیا اے عبداللہ یہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس عورت کو کیا ہو گیا اللہ اسے غارت کرے۔ اگر یہ اسے نہ بتاتی تو وہ اپنی حقیقت ظاہر کر دیتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ (اس کی بے خبری میں) اس کی کچھ باتیں سن لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ وہی دجال ہے یا نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ یہ بچہ عجیب و غریب باتیں کرتا ہے اور بعض غیب کی باتیں بھی کرتا ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن الصیاد نے یہ جواب دیا کہ: "میں ایک تخت سمندر پر دیکھتا ہوں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابلیس کا تخت ہے"۔

یہ واقعہ ہے اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ بعد میں جب بذریعہ وحی یہ معلوم ہو گیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندیشہ ختم ہو گیا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں حق پر مسلسل ڈٹی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت قریب) آپہنچے اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔ (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ میں اس وقت رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دجال یاد آ گیا تھا (اس کے خوف سے رو پڑی) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میری زندگی میں نکلا تو میں تمہارے لیے کافی ہوں۔ اور اگر دجال میرے بعد نکلا تو (تمہیں اس کے فریب سے پھر بھی خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسکے دعویٰ خدائی کی تکذیب کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ کانا ہوگا اور) تمہارا رب کانا نہیں ہے۔ مردہ اصفہان کے (ایک مقام) یہودیہ میں نکلے گا۔

قیامت اور علامات قیامت

قیامت صور اسرافیل کی اس خوفناک چیخ کا نام ہے۔ جس سے پوری کائنات زلزلہ میں آ جائے گی۔ اس ہمہ گیر زلزلہ کے ابتدائی جھٹکوں ہی سے دہشت زدہ ہو کر دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ اس چیخ اور زلزلہ کی شدت دم بدم بڑھتی جائے گی جس سے تمام انسان اور جانور مرنے شروع ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا۔ زمین پھٹ پڑے گی۔ پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے ستارے اور سیارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ آفتاب کی روشنی فنا اور پورا عالم تیرہ و تار ہو جائے گا۔ آسمانوں کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اور پوری کائنات موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع، اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔ سود، جوا، گانے باجے کے آلات، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی۔ بے حیائی اور حرامی اولاد کی کثرت ہوگی۔ دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی۔ ناگہانی اور اچانک اموات کی کثرت ہوگی۔ لوگ موٹی گدیوں پر سواری کر کے مسجدوں کے دروازوں تک آئیں گے۔ انکی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر لباس باریک اور چست ہونے کے باعث وہ ننگی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے۔ مومن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا۔ مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

علامات متوسط میں اور بھی بہت سی علامات ہیں۔ ان سب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دور میں دی تھی جبکہ ان کا تصور بھی مشکل تھا مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کوئی علامت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گذر رہی ہے۔ جب یہ سب علامات اپنی انتہا کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر فتنے کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچادے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں بری قضا اور سخت بلا سے۔ (مسلم)

فہرست علامات قیامت

علامات قیامت بترتیب زمانی

۱۔ قیامت سے پہلے ایسے بڑے بڑے واقعات رونما ہونگے کہ لوگ ایک دوسرے سے پوچھا کریں گے کیا ان کے بارے میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمایا ہے؟

۲۔ تیس بڑے بڑے کذاب ظاہر ہوں گے۔ سب سے بڑے کذاب کا نام دجال ہوگا۔

۳۔ لیکن (نزول عیسیٰ علیہ السلام تک) اس امت میں ایک جماعت حق کے لیے برسرپیکار رہے گی۔

۴۔ جو اپنے مخالفین کی پرواہ نہ کرے گی۔

امام مہدی:

۵۔ اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے۔

۶۔ جو نیک سیرت ہوں گے۔

۷۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت (اولاد) میں سے ہوں گے۔

۸۔ اور انہی کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔

۹۔ جو آیت قرآنیہ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ کی رو سے قرب قیامت کی ایک علامت ہے

۱۰۔ مسلمانوں کا ایک لشکر جو اللہ کی پسندیدہ جماعت پر مشتمل ہوگا ہندوستان پر جہاد کرے گا۔ اور فتح یاب ہو کر اس کے حکمرانوں کو طوق سلاسل میں جکڑ لائے گا۔

۱۱۔ جب یہ لشکر واپس ہوگا تو شام میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پائے گا۔

خروج دجال سے پہلے کے واقعات:

۱۲۔ رومی اعماق یا دابق کے مقام تک پہنچ جائیں گے۔ ان سے جہاد کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہوگا جو اس زمانہ کے بہترین لوگوں میں سے ہوگا۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوں گے تو رومی اپنے قیدی واپس مانگیں گے۔ اور مسلمان انکار کریں گے اس پر جنگ ہوگی جنگ میں ایک تہائی مسلمان فرار ہو جائیں گے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا۔ ایک تہائی شہید ہو جائیں گے جو افضل الشہداء ہوں گے اور باقی ایک تہائی مسلمان فتح یاب ہوں گے۔ جو آئندہ ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔

۱۳۔ پھر یہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔

۱۴۔ جب وہ غنیمت تقسیم کرنے میں مشغول ہوں گے تو خروج دجال کی جھوٹی خبر مشہور ہو جائے گی۔ جسے سنتے ہی یہ لشکر وہاں سے روانہ ہو جائے گا۔

خروج دجال:

۱۵۔ اور جب یہ لوگ شام پہنچیں گے تو دجال واقعی نکل آئے گا۔

۱۶۔ اس سے پہلے تین بار ایسا واقعہ پیش آ چکا ہوگا کہ لوگ گھبرا اٹھیں گے۔

۱۷۔ خروج دجال کے وقت اچھے لوگ کم ہوں گے۔ باہمی عداوتیں پھیلی ہوئی ہوں گی۔

۱۸۔ دین میں کمزوری آ چکی ہوگی۔

۱۹۔ اور علم رخصت ہو رہا ہوگا۔

۲۰۔ عرب اس زمانے میں کم ہوں گے۔

۲۱۔ دجال کے اکثر پیرو عورتیں اور یہودی ہوں گے۔

۲۲۔ یہودیوں کی تعداد ستر ہزار ہوگی جو مرصع تلواروں سے مسلح ہوں گے اور ان پر بیش قیمت دبیز کپڑے "ساج" کا لباس ہوگا

۲۳۔ دجال شام اعراق کے درمیان نکلے گا۔

۲۴۔ اور اصفہان کے ایک مقام "یہودیہ" میں نمودار ہوگا۔

دجال کا حلیہ

۱۔ دجال جوان ہوگا (اور عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ ہوگا)

۲۔ (رنگ گندمی اور) بال پیچ دار ہوں گے۔

۳۔ دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی۔

۴۔ ایک (بائیں) آنکھ سے کانا ہوگا۔

۵۔ دوسری (دائیں) آنکھ میں موٹی پھلی ہوگی۔

۶۔ پیشانی پر کافر اس طرح لکھا ہوگا۔ (ک ف ر)

۷۔ جسے ہر مومن پڑھ سکے گا خواہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو

۸۔ وہ ایک گدھے کی سواری کرے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔

۹۔ دجال کی رفتار بادل اور ہوا کی طرح تیز ہوگی۔

۱۰۔ تیزی سے پوری دنیا میں پھر جائے گا (جیسے زمین اس کے واسطے لپیٹ دی گئی ہو)

۱۱۔ اور ہر طرف فساد پھیلائے گا۔

۱۲۔ مگر (مکہ معظمہ) اور مدینہ طیبہ اور (بیت المقدس) میں داخل نہ ہو سکے گا۔

۱۳۔ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے

۱۴۔ اور (مکہ معظمہ) مدینہ طیبہ کے ہر راستے پر فرشتوں کا پہرا ہوگا جو اسے اندر گھسنے نہ دیں گے۔

۱۵۔ لہٰذا وہ مدینہ طیبہ کے باہر (ظرف احمر میں کھاری زمین کے ختم پر اور خندق کے درمیان) ٹھہرے گا۔

۱۶۔اور بیرون مدینہ پر اس کا غلبہ ہو جائے گا۔
۱۷۔اس وقت مدینہ طیبہ میں (تین) زلزلے آئیں گے جو ہر منافق مرد و عورت کو مدینہ سے نکال پھینکیں گے۔
۱۸۔یہ سب منافقین دجال سے جا ملیں گے۔
۱۹۔عورتیں دجال کی پیروی سب سے پہلے کریں گی۔
۲۰۔غرض مدینہ طیبہ ان سے بالکل پاک ہو جائے گا اس لیے اس دن کو یوم نجات کہا جائے گا۔
۲۱۔جب لوگ اسے پریشان کریں گے تو وہ غصہ کی حالت میں واپس ہوگا۔

فتنہ دجال:

۲۲: فتنہ دجال اتنا سخت ہوگا کہ تاریخ انسانی میں اس سے بڑا فتنہ نہ کبھی ہوا نہ آئندہ ہوگا۔
۲۳۔اس لیے تمام انبیاء کرام اپنی اپنی امتوں کو اس سے خبردار کرتے رہے۔
۲۴۔مگر اس کی جتنی تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں کسی اور نبی نے نہیں بتلائیں۔
۲۵۔وہ (پہلے نبوت کا اور اس کے بعد) خدائی کا دعوی کرے گا۔
۲۶۔اس کے ساتھ غذا کا بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔
۲۷۔زمین کے پوشیدہ خزانوں کو حکم دے گا تو وہ باہر نکل کر اس کے پیچھے ہو جائیں گے۔
۲۸۔مادرزاد اندھے اور ابرص کو تندرست کر دیگا۔
۲۹۔اللہ تعالٰی اس کے ساتھ شیاطین بھیجے گا۔ جو لوگوں سے باتیں کریں گے۔
۳۰۔چنانچہ وہ کسی دیہاتی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے ماں باپ کو زندہ کر دوں تو مجھے تو اپنا رب مان لے گا؟ دیہاتی وعدہ کرلے گا تو اس کے سامنے دو شیطان اس کے ماں باپ کی صورت میں آ کر کہیں گے کہ بیٹا تو اس کی اطاعت کر یہ تیرا رب ہے۔
۳۱۔نیز دجال کے ساتھ دو فرشتے دو نبیوں کے ہمشکل ہوں گے جو اس کی تکذیب لوگوں کی آزمائش کے لیے اس طرح کریں گے کہ سننے والوں کو تصدیق کرتے ہوئے معلوم ہوں گے۔
۳۲۔جو شخص اس کی تصدیق کرے گا (کافر ہو جائے گا) اور اس کے پیچھے تمام نیک اعمال باطل اور بے کار ہو جائیں گے جو اس کی تکذیب کرے گا اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔
۳۳۔اس کا ایک عظیم فتنہ یہ ہوگا کہ جو لوگ اس کی بات مان لیں گے ان کی زمینوں پر دجال کے کہنے پر بادلوں سے بارش ہوتی نظر آئے گی اور اسی کے کہنے پر ان کی زمین نباتات اگائے گی ان کے مویشی خوب فربہ ہو جائیں گے اور مویشیوں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے اور جو لوگ اس کی بات نہ مانیں گے ان میں قحط پڑے گا اور ان کے سارے مویشی ہلاک ہو جائیں گے۔
۳۴۔غرض اس کی پیروی کرنے والے کے سوا سب لوگ اس وقت مشقت میں ہوں گے۔
۳۵۔اور عیسٰی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی اسے قتل کرنے پر قادر نہ ہوگا۔
۳۶۔(نہروں اور وادیوں کی صورت میں) اس کے ساتھ ایک جنت ہوگی اور ایک آگ۔ لیکن حقیقت میں جنت آگ ہوگی اور آگ جنت۔
۳۷۔جو شخص اس کی آگ میں گرے گا اس کا اجر و ثواب یقینی اور گناہ معاف ہو جائیں گے۔
۳۸۔اور جو شخص دجال پر سورۂ کہف کی ابتدائی (دس) آیات پڑھ دے گا وہ اس کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ حتیٰ کہ اگر دجال اسے اپنی آگ میں بھی ڈال دے تو وہ اس پر ٹھنڈی ہو جائے گی۔
۳۹۔دجال تلوار (یا آرے) سے ایک (مومن) نوجوان کے دو ٹکڑے کر کے الگ الگ ڈال دے گا۔ پھر ان کو آواز دے گا تو اللہ کے حکم سے وہ زندہ ہو جائے گا۔
۴۰۔اور دجال اس سے پوچھے گا بتا تیرا رب کون؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ مجھے آج پہلے سے زیادہ تیرے دجال ہونے کا یقین ہے۔
۴۱۔دجال کو اس شخص کے علاوہ کسی اور کے مارنے اور زندہ کرنے پر قدرت نہ دی جائے گی۔
۴۲۔اس کا فتنہ چالیس روز رہے گا جن میں سے ایک دن ایک سال کے برابر اور ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہو گا۔ باقی ایام حسب معمول ہوں گے۔
۴۳۔اس زمانہ میں مسلمانوں کے تین شہر ایسے ہونگے کہ ان میں سے ایک تو دو سمندروں کے سنگم پر ہوگا دوسرا حیرا کے مقام پر اور تیسرا شام میں۔ وہ مشرق کے لوگوں کو شکست دے گا اور اس شہر میں سب سے پہلے آئے گا جو دو سمندروں کے سنگم پر ہے۔
۴۴۔شہر کے لوگ تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔
۴۵۔ایک گروہ وہیں رہ جائے گا۔ اور دجال کی پیروی کرے گا اور ایک دیہات میں چلا جائے گا۔
۴۶۔اور ایک گروہ اپنے قریب والے شہر میں منتقل ہو جائے گا۔ پھر دجال اس قریب والے شہر میں آئے گا۔ اس میں بھی لوگوں کے اسی طرح تین گروہ ہو جائیں گے اور تیسرا گروہ اس قریب والے شہر میں منتقل ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں برے اخلاق سے۔ (ترمذی)

جائے گا جو شام کے مغربی حصہ میں ہوگا۔

۴۷۔ یہاں تک کہ مومنین اردن و بیت المقدس میں جمع ہو جائیں گے۔

۴۸۔ اور دجال شام میں فلسطین کے ایک شہر تک پہنچ جائے گا۔ جو باب لد پر واقع ہوگا۔

۴۹۔ اور مسلمان افیق نامی گھاٹی کی طرف سمٹ جائیں گے۔ یہاں سے وہ اپنے مویشی چرنے کے لیے بھیجیں گے جو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔

۵۰۔ بالآخر مسلمان بیت المقدس کے ایک پہاڑ پر محصور ہو جائیں گے۔

۵۱۔ جس کا نام جبل الدخان ہے۔

۵۲۔ اور دجال پہاڑ کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر مسلمانوں کی ایک جماعت کا محاصرہ کر لے گا۔

۵۳۔ یہ محاصرہ سخت ہوگا۔

۵۴۔ جس کے باعث مسلمان سخت مشقت اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۵۵۔ حتی کہ بعض لوگ اپنی کمان کی تانت جلا کر کھائیں گے

۵۶۔ دجال آخری بار اردن کے علاقہ میں افیق نامی گھاٹی پر نمودار ہو گا۔ اس وقت جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا وادی اردن میں موجود ہوگا۔ اور وہ ایک تہائی مسلمانوں کو قتل کر دیگا۔ ایک تہائی کو شکست دے گا اور صرف ایک تہائی مسلمان باقی بچیں گے۔

۵۷۔ جب محاصرہ طول کھینچے گا تو مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا اب کس کا انتظار ہے اس سرکش سے جنگ کرو تا کہ شہادت یا فتح میں ایک چیز تم کو حاصل ہو جائے چنانچہ سب لوگ پختہ عہد کر لیں گے کہ صبح ہوتے ہی نماز فجر کے بعد دجال سے جنگ کریں گے۔

نزول عیسیٰ علیہ السلام:

۵۸۔ وہ رات سخت تاریک ہوگی اور لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہوں گے۔

۵۹۔ کہ صبح کی تاریکی میں اچانک کسی کی آواز سنائی دے گی کہ تمہارا فریادرس آ پہنچا۔ لوگ تعجب سے کہیں گے یہ تو کسی شکم سیر کی آواز ہے۔

۶۰۔ غرض نماز فجر کے وقت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔

۶۱۔ نزول کے وقت وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ:

۶۲۔ آپ مشہور صحابی حضرت عروۃ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ ہوں گے۔

۶۳۔ قد و قامت درمیانہ، رنگ سرخ و سفید

۶۴۔ اور بال شانوں تک پھیلے ہوئے۔ سیدھے، صاف اور چمکدار ہوں گے۔ جیسے غسل کے بعد ہوتے ہیں۔

۶۵۔ سر جھکائیں گے تو ان سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے یا ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے۔

۶۶۔ جسم پر ایک زرہ

۶۷۔ اور ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑے ہوں گے۔

۶۸۔ جس جماعت میں آپ کا نزول ہوگا وہ اس زمانے کے صالح ترین آٹھ سو مرد چار سو عورتوں پر مشتمل ہوگی۔

۶۹۔ ان کے استفسار پر آپ اپنا تعارف کرائیں گے۔

۷۰۔ اور دجال سے جہاد کے بارے میں ان کے جذبات و خیالات معلوم فرمائیں گے۔

۷۱۔ اس وقت مسلمانوں کے امیر امام مہدی ہوں گے۔

۷۲۔ جن کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہو چکا ہوگا۔

مقام نزول وقت اور امام مہدی:

۷۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کی مشرقی سمت میں سفید مینارے کے پاس یا بیت المقدس میں امام مہدی کے پاس ہوگا۔

۷۴۔ اس وقت امام مہدی نماز فجر پڑھانے کیلئے آگے بڑھ چکے ہوں گے۔

۷۵۔ اور نماز کی اقامت ہو چکی ہوگی۔

۷۶۔ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امامت کے لیے بلائیں گے مگر وہ انکار کریں گے۔

۷۷۔ اور فرمائیں گے کہ یہ اس امت کا اعزاز ہے کہ اس کے بعض لوگ بعض کے امیر ہیں۔

۷۸۔ جب امام مہدی پیچھے ہٹنے لگیں گے تو آپ ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے تم ہی پڑھاؤ۔ کیونکہ اس نماز کی اقامت تمہارے لیے ہو چکی ہے۔

۸۰۔ چنانچہ اس وقت کی نماز امام مہدی ہی پڑھائیں گے۔

۸۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان کے پیچھے پڑھیں گے۔

۸۲۔ اور رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد یہ جملہ فرمائیں گے۔ قَتَلَ اللّٰهُ الدَّجَّالَ وَاَظْهَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

دجال سے جنگ:

۸۳۔ غرض نماز فجر سے فارغ ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھلوائیں گے۔ جس کے پیچھے دجال ہوگا اور اس کے ساتھ ستر ہزار مسلح یہودی ہوں گے۔

۸۴۔ آپ ہاتھ کے اشارہ سے فرمائیں گے۔ میرے اور دجال کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنی سماعت اور بصارت کے شر سے۔ (ترمذی)

۸۵۔دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے۔(جیسے رانگ اور چربی پگھلتی ہے)

۸۶۔اس وقت جس کافر پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے گی مرجائے گا۔اور جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہیں تک سانس پہنچے گی۔

۸۷۔مسلمان پہاڑ سے اتر کر دجال کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں گے اور یہودیوں پر ایسا رعب چھاجائے گا کہ ڈیل ڈول والا یہودی تلوار تک نہ اٹھا سکے گا۔

۸۸۔غرض جنگ ہوگی اور دجال بھاگ کھڑا ہوگا۔

قتل دجال اور مسلمانوں کی فتح:

۸۹۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا تعاقب کریں گے۔

۹۰۔اور فرمائیں گے کہ میری ایک ضرب تیرے لیے مقدر ہو چکی ہے جس سے تو بچ نہیں سکتا۔

۹۱۔اس وقت آپ کے پاس دو نرم تلواریں اور ایک حربہ ہوگا

۹۲۔جس سے آپ دجال کو باب لد پر قتل کردیں گے۔

۹۳۔پاس ہی افیق نامی گھاٹی ہوگی

۹۴۔حربہ اس کے سینہ کے بیچوں بیچ لگے گا۔

۹۵۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا خون جو آپ کے حربہ پر لگ گیا ہوگا۔مسلمانوں کو دکھائیں گے۔

۹۶۔بالآخر دجال کے ساتھی یہودیوں کو شکست ہوجائے گی

۹۷۔اور ان کو مسلمان چن چن کر قتل کریں گے۔

۹۸۔کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی۔

۹۹۔حتیٰ کہ درخت اور پتھر بول اٹھیں گے کہ یہ ہمارے پیچھے کافر یہودی چھپا ہوا ہے آکر اسے قتل کردو۔

۱۰۰۔باقی ماندہ تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے

۱۰۱۔عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب توڑ دیں گے۔یعنی نصرانیت کو مٹادیں گے۔

۱۰۲۔پھر آپ کی خدمت میں اطراف واکناف کے لوگ جو دجال کے دھوکہ فریب سے بچے رہے ہوں گے۔حاضر ہوں گے اور آپ ان کو جنت میں عظیم درجات کی خوشخبری دے کر دلاسہ وتسلی دیں گے۔

۱۰۳۔پھر لوگ اپنے اپنے وطن واپس ہوجائیں گے۔

۱۰۴۔مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت وصحبت میں رہے گی۔

۱۰۵۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقام فج الروحاء میں تشریف لے جائیں گے۔وہاں سے حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔

۱۰۶۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جاکر سلام عرض کرینگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے۔

یاجوج ماجوج:

۱۰۷۔لوگ امن اور چین کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے کہ یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ جائے گی۔

۱۰۸۔اور یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے۔

۱۰۹۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو طور کی طرف جمع کرلیں۔کیونکہ یاجوج ماجوج کا مقابلہ کسی کے بس کا نہ ہوگا۔

۱۱۰۔یاجوج ماجوج اتنی بڑی تعداد میں تیزی سے نکلیں گے کہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے معلوم ہوں گے۔

۱۱۱۔وہ شہروں کو روند ڈالیں گے۔زمین میں (جہاں پہنچیں گے) تباہی مچاویں گے۔اور جس پانی پر گذریں گے اسے پی کر ختم کردیں گے۔

۱۱۲۔ان کی ابتدائی جماعت جب بحیرہ (طبریہ) پر گذرے گی تو اس کا پورا پانی پی جائے گی اور جو ان کی آخری جماعت وہاں سے گذرے گی تو اسے دیکھ کر کہے گی۔"یہاں کبھی پانی (کا اثر) تھا □ó□"

۱۱۳۔بالآخر یاجوج ماجوج کہیں گے کہ اہل زمین پر تو ہم غلبہ پاچکے۔آؤ اب آسمان والوں سے جنگ کریں۔

۱۱۴۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اس وقت محصور ہوں گے۔جہاں غذا کی سخت قلت کے باعث لوگوں کو ایک بیل کا سر سو دینار سے بہتر معلوم ہوگا۔

یاجوج ماجوج کی ہلاکت:

۱۱۵۔لوگوں کی شکایت پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یاجوج ماجوج کے لیے بددعا فرمائیں گے۔

۱۱۶۔پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں (اور کانوں) میں ایک کیڑا (اور حلق میں ایک پھوڑا) نکال دے گا۔

۱۱۷۔جس سے سب کے جسم پھٹ جائیں گے۔

۱۱۸۔اور وہ سب (دفعتہً) ہلاک ہوجائیں گے۔

۱۱۹۔اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے۔مگر پوری زمین یاجوج ماجوج کی لاشوں کی (چکناہٹ اور) بدبو سے بھری ہوگی۔

۱۲۰۔جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی۔

۱۲۱۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے

۱۲۲۔پس اللہ تعالیٰ (ایک ہوا اور) لمبی گردنوں والے (بڑے بڑے) پرندے بھیج دے گا۔جو ان کی لاشیں اٹھا کر (سمندر میں اور جہاں اللہ چاہے گا) پھینک دیں گے۔

۱۲۳۔پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش برسائے گا جو زمین کو دھو کر آئینہ کی

طرح صاف کردے گی۔

۱۲۴۔اور زمین اپنی اصلی حالت پر ثمرات برکات سے بھر جائے گی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکات:

۱۲۵۔دنیا میں آپ کا نزول (وقیام) امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے ہوگا۔

۱۲۶۔اور اس اُمت میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہونگے۔

۱۲۷۔چنانچہ ایک قرآن وحدیث (اور اسلامی شریعت) پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی اس پر چلائیں گے۔

۱۲۸۔اور (نمازوں میں) لوگوں کی امامت کریں گے۔

۱۲۹۔آپ کا نزول اس امت کے آخری دور میں ہوگا۔

۱۳۰۔اور نزول کے بعد دنیا میں چالیس سال قیام کریں گے

۱۳۱۔اسلام کے دور اول کے بعد یہ اس امت کا بہترین دور ہوگا۔

۱۳۲۔آپ کے ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

۱۳۳۔اور جو لوگ اپنا دین بچانے کے لیے آپ سے جا ملیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں گے۔

۱۳۴۔اس زمانے میں اسلام کے سوا دنیا کے تمام ادیان و مذاہب مٹ جائیں گے اور دنیا میں کوئی کافر باقی نہ رہے گا۔

۱۳۵۔جہاد موقوف ہو جائے گا۔

۱۳۶۔اور خراج وصول کیا جائے گا

۱۳۷۔نہ جزیہ

۱۳۸۔مال وزر لوگوں میں اتنا عام کریں گے کہ مال کوئی قبول نہ کرے گا۔

۱۳۹۔زکوٰۃ صدقات کا لینا ترک کر دیا جائے گا۔

۱۴۰۔اور لوگ ایک سجدے کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند کرینگے۔

۱۴۱۔ہر قسم کی دینی و دنیوی برکات نازل ہوں گی۔

۱۴۲۔پوری دنیا امن و امان سے بھر جائے گی

۱۴۳۔سات سال تک کسی بھی دو کے درمیان عداوت نہ پائی جائے گی۔

۱۴۴۔سب کے دلوں سے بخل وکینہ وبغض وحسد نکل جائے گا

۱۴۵۔چالیس سال تک نہ کوئی مرے گا نہ بیمار ہوگا۔

۱۴۶۔ہر زہریلے جانور کا زہر نکال لیا جائے گا۔

۱۴۷۔سانپ اور بچھو بھی کسی کو ایذاء نہ دیں گے۔

۱۴۸۔بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے۔

۱۴۹۔یہاں تک کہ بچہ اگر سانپ کے منہ میں ہاتھ دے گا تو وہ گزند نہ پہنچائے گا۔

۱۵۰۔درندے بھی کسی کو کچھ نہ کہیں گے۔

۱۵۱۔آدمی شیر کے پاس سے گذرے گا تو شیر نقصان نہ پہنچائے گا۔

۱۵۲۔حتی کہ کوئی لڑکی شیر کے دانت کھول کر دیکھے گی تو وہ اسے کچھ نہ کہے گا۔

۱۵۳۔اونٹ شیروں کے ساتھ چیتے گائیوں کے ساتھ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے۔

۱۵۴۔بھیڑیا بکریوں کے ساتھ ایسا رہے گا جیسے کتا ریوڑ کی حفاظت کے لیے رہتا ہے۔

۱۵۵۔زمین کی پیداواری صلاحیت اتنی بڑھ جائے گی۔ کہ بیج ٹھوس پتھر میں بویا جائے گا تو اگ آئے گا۔

۱۵۶۔ہل چلائے بغیر بھی ایک مد سے سات سو مد گندم پیدا ہوگی۔

۱۵۷۔ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اسے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے نیچے لوگ سایہ حاصل کریں گے۔

۱۵۸۔دودھ میں اتنی برکت ہوگی کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو ایک گائے پورے قبیلے کو اور ایک بکری پوری برادری کو کافی ہوگی۔

۱۵۹۔غرض نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زندگی بڑی خوشگوار ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح اور اولاد:

۱۶۰۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد دنیا میں نکاح فرمائیں گے۔

۱۶۱۔اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔

۱۶۲۔نکاح کے بعد دنیا میں آپ کا قیام انیس سال رہے گا

آپ کی وفات اور جانشین:

۱۶۳۔پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہو جائے گی۔

۱۶۴۔اور مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر آپ کو دفن کریں گے۔

۱۶۵۔لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبیلہ بنی تمیم کے ایک شخص کو جس کا نام مقعد ہوگا خلیفہ مقرر کریں گے۔

۱۶۶۔پھر مقعد کا بھی انتقال ہو جائے گا۔

متفرق علامات قیامت:

۱۶۷۔اور آپ کے بعد اگر کسی کی گھوڑی بچہ دے گی تو قیامت تک اس پر سواری کی نوبت نہیں آئے گی۔

۱۶۸۔زمین میں دھنس جانے کے تین واقعات ہوں گے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔

دھواں

۱۶۹۔ایک خاص دھواں ظاہر ہوگا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔

۱۷۰۔اس سے مومنین کو تو زکام سا محسوس ہوگا مگر کفار کے سر ایسے ہو جائیں گے جیسے انہیں آگ پر بھون دیا گیا ہو۔

آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا:

۱۷۱۔ قیامت کی ایک علامت یہ ہوگی کہ ایک روز آفتاب مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔

۱۷۲۔ جسے دیکھتے ہی سب کافر ایمان لے آئیں گے۔ مگر اس وقت ان کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا اور گناہگار مسلمانوں کی توبہ بھی اس وقت قبول نہ ہوگی۔

دابۃ الارض:

۱۷۳۔ اور ایک جانور زمین سے نکلے گا۔

۱۷۴۔ جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔

یمن کی آگ:

۱۷۵۔ پھر ایک آگ یمن (عدن کی گہرائی) سے نکلے گی۔ جو لوگوں کو محشر (شام) کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔

۱۷۶۔ اور سب مومنین کو ملک شام میں جمع کر دے گی۔

۱۷۷۔ مقعد کی موت کے بعد تیس سال گذرنے نہ پائیں گے۔ کہ قرآن لوگوں کے سینوں اور مصاحف سے اٹھالیا جائے گا۔

۱۷۸۔ پہاڑ اپنے مرکزوں سے ہٹ جائیں گے اس کے بعد قبض ارواح ہوگا۔

مومنین کی موت اور قیامت:

۱۷۹۔ ایک خوشگوار ہوا آئے گی جو تمام مومنین کی روحیں قبض کرلے گی اور کوئی مومن دنیا میں باقی نہ رہے گا۔

۱۸۰۔ پھر دنیا میں صرف بدترین لوگ رہیں گے۔

۱۸۱۔ اور گدھوں کی طرح جماع کیا کریں گے۔

۱۸۲۔ پہاڑ دھن دیئے جائیں گے اور زمین چمڑے کی طرح پھیلا کر سیدھی کر دی جائے گی اس کے بعد قیامت کا حال پورے دنوں کی اس گابھن کی طرح ہوگا جس کے مالک ہر وقت اس انتظار میں ہوں کہ دن رات میں نہ معلوم کب بچہ جن دے۔

۱۸۳۔ بالآخر انہی بدترین لوگوں پر قیامت آجائے گی۔

قیامت کس طرح آئے گی اس کی ہولناک تفصیلات قرآن اور احادیث نبویہ میں مختلف عنوانات کے ساتھ بہت کثرت سے بیان کی گئی ہیں۔

فتنہ تاتار

انہی علامات سے فتنہ تاتار ہے جس کی پیشگی خبر احادیث صحیحہ میں دی گئی تھی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے یہ روایات ذکر کی ہیں بخاری میں حدیث کے الفاظ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ تم ترکوں سے جنگ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی، چہرے سرخ اور ناکیں چھوٹی اور چپٹی ہوں گی۔ ان کے چہرے (گولائی اور موٹائی میں) ایسی ڈھال کی مانند ہوں گے۔ جس پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔ اور قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ تم ایک ایسی قوم سے جنگ کرلو جس کے جوتے بالوں کے ہونگے۔

اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ان کی یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے:

"یَلْبَسُوْنَ الشَّعْرَ" یعنی وہ بالوں کا لباس پہنتے ہونگے۔ ان احادیث میں جس قوم سے مسلمانوں کو جنگ کی خبر دی گئی ہے یہ تاتاری ہیں جو ترکستان سے قہر الٰہی بن کر عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اس قوم کی جو جو تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھیں وہ سب کی سب فتنہ تاتاری میں رونما ہو کر رہیں۔ یہ فتنہ ۶۵۶ھ میں اپنے عروج پر پہنچا جب کہ تاتاریوں کے ہاتھوں سقوط بغداد کا عبرتناک حادثہ پیش آیا۔ انہوں نے بنو عباس کے آخری خلیفہ معتصم کو قتل کر ڈالا۔ اور عالم اسلام کے پیشتر ممالک ان کی زد میں آ کر زیروزبر ہو گئے۔ شارح مسلم علامہ نووی رحمہ اللہ نے وہ دور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کیونکہ ان کی ولادت ۶۳۱ھ میں اور وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی۔ وہ انہی حادثات کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

"یہ سب پیشین گوئیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں کیونکہ ان ترکوں سے جنگ ہو کر رہی۔ وہ سب صفات ان میں موجود ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔ آنکھیں چھوٹی چہرے سرخ ناکیں چھوٹی اور چپٹی، چہرے عریض، ان کے چہرے ایسی ڈھال کی طرح ہیں جن پر تہ بہ تہ چمڑا چڑھا دیا گیا ہو بالوں کے جوتے پہنتے ہیں غرض یہ ان تمام صفات کے ساتھ ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔ مسلمانوں نے ان سے بارہا جنگ کی ہے اور اب بھی ان سے جنگ جاری ہے۔ ہم خدائے کریم سے دعا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے حق میں بہرحال انجام بہتر کرے ان کے معاملہ میں بھی اور دوسروں کے معاملہ میں بھی اور مسلمانوں پر اپنا لطف وحمایت ہمیشہ برقرار رکھے اور رحمت نازل فرمائے۔ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ بولتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

نار الحجاز

قیامت کی انہی علامات سے ایک حجاز کی وہ عظیم آگ ہے جس کی پیشگی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ بخاری اور مسلم نے یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْئُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰی" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ سرزمین حجاز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھے خوف سے امن دے میری امانت کی حفاظت کر اور میرا قرض ادا کر دے (مستدرک الحاکم)

سے ایک آگ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی"

اور فتح الباری میں یہ بھی روایت ہے جس میں مزید تفصیل ہے

"کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ: قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ حجاز کی وادیوں میں سے ایک وادی ایسی آگ سے بہہ پڑے جس سے بصرہ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ بصریٰ مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان شام کا مشہور شہر ہے جو دمشق سے تین مرحلہ (تقریباً ۴۸ میل) پر واقع ہے۔ یہ عظیم آگ بھی فتنہ تاتار سے تقریباً ایک سال پہلے مدینہ طیبہ کے نواح میں انہی صفات کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے جو ان احادیث میں بیان کی گئی ہیں یہ آگ جمعہ ۶ جمادی الثانیہ ۶۵۴ھ کو نکلی اور بحر زخار کی طرح میلوں میں پھیل گئی جو پہاڑ اس کی زد میں آگئے انہیں راکھ کا ڈھیر بنا دیا اتوار ۲۸ رجب (۵۲ دن) تک مسلسل بھڑکتی رہی اور پوری طرح ٹھنڈی ہونے میں تقریباً تین ماہ لگے۔ اس آگ کی روشنی مکہ مکرمہ ینبوع تیماء حتیٰ کہ حدیث کی پیش گوئی کے مطابق بصرہ جیسے دور دراز مقام پر بھی دیکھی گئی۔

صحیح مسلم کے مشہور شارح علامہ نووی جو اسی زمانہ کے بزرگ ہیں وہ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

حدیث میں جس آگ کی خبر دی گئی ہے یہ علامات قیامت میں سے ایک مستقل علامت ہے اور ہمارے زمانہ میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ ۶۵۴ھ میں نکلی ہے جو بہت عظیم آگ تھی مدینہ طیبہ سے مشرقی سمت میں حرہ کے پیچھے نکلی ہے تمام اہل شام اور سب شہروں میں اس کا علم بدرجہ تواتر پہنچ چکا ہے اور خود مجھے مدینہ کے ان لوگوں نے خبر دی ہے کہ جو اس وقت وہاں موجود تھے۔

مشہور مفسر علامہ محمد بن احمد قرطبیؒ بھی اسی زمانہ کے بلند پایہ عالم (متوفی ۶۷۱ھ) ہیں انہوں نے اپنی کتاب "التذکرہ بامور الآخرۃ" میں اس آگ کی مزید تفصیلات بیان کی ہیں بخاری و مسلم کی اسی حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

حجاز میں مدینہ طیبہ میں ایک آگ نکلی ہے اس کی ابتداء زبردست زلزلہ سے ہوئی جو بدھ ۳ جمادی الثانی ۶۵۴ھ کی رات میں عشاء کے بعد آیا اور جمعہ کے دن چاشت کے وقت تک جاری رہ کر ختم ہو گیا اور آگ قریظہ کے مقام پر حرہ کے پاس نمودار ہوئی جو ایسے عظیم شہر کی صورت میں نظر آ رہی تھی جس کے گرد فصیل بنی ہوئی ہو اور اس پر کنگرے برج اور مینار سے بنے ہوئے ہوں۔ کچھ ایسے لوگ بھی دکھائی دیتے تھے جو اسے ہانک رہے تھے جس پہاڑ پر گزرتی تھی اسے ڈھا دیتی اور پگھلا دیتی تھی اس مجموعہ میں سے ایک حصہ سرخ اور نیلا نہر کی سی شکل میں نکلتا تھا۔ جس میں بادل کی سی گرج تھی وہ سامنے کی چٹانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا اور عراقی مسافرین کے اڈہ تک پہنچ جاتا تھا اس کی وجہ سے راکھ ایک بڑے پہاڑ کی مانند جمع ہو گئی پھر آگ مدینہ کے قریب تک پہنچ گئی مگر اس کے باوجود مدینہ میں ٹھنڈی ہوا آتی رہی اس آگ میں سمندر کے سے جوش و خروش کا مشاہدہ کیا گیا میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ میں نے اس آگ کو پانچ یوم کی مسافت سے فضا میں بلند ہوتا ہوا دیکھا اور میں نے سنا ہے کہ وہ مکہ اور بصرہ کے پہاڑوں سے بھی دیکھی گئی ہے علامہ قرطبیؒ آگے فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں سے ہے۔

اسی زمانہ کے ایک بزرگ قاضی القضاۃ صدر الدین حنفی ہیں جو دمشق میں حاکم رہے ہیں ان کی ولادت ۶۴۲ھ میں ہوئی قاضی القضاۃ ہونے سے پہلے یہ بصرہ میں ایک مدرسہ کے مدرس تھے اور آگ کے واقعہ کے وقت بھی بصریٰ میں تھے انہوں نے مشہور مفسر اور مورخ حافظ ابن کثیر کو خود بتایا کہ جن دنوں یہ آگ نکلی ہوئی تھی میں نے بصریٰ میں ایک دیہاتی کو خود سنا جو میرے والد کو بتا رہا تھا کہ ہم لوگوں نے اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی ہیں۔

یہ بعینہ وہ بات ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں دی تھی کہ اس آگ سے بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی اس آگ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتیں ارشاد فرمائی تھیں ایک یہ کہ وہ آگ حجاز میں نکلے گی دوسری یہ کہ اس سے ایک وادی بہہ پڑے گی اور تیسری یہ کہ اس سے بصریٰ کے مقام پر اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی یہ سب باتیں من وعن کھل کر ظاہر ہو گئیں۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ایسے معجزات ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد ظاہر ہوئے اور آئندہ کے جن واقعات کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے بلاشبہ وہ بھی ایک ایک کر کے سامنے آتے جائیں گے اور آئندہ نسلوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کی تازہ ترین دلیل بنیں گے۔

قیامت کی پہلی علامت

قیامت کی علامتوں میں سب سے پہلی علامت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سراپا مسعود اور وفات ہے کیونکہ آپ کے پیدا ہونے کے بعد کمالات میں سے سب سے بہترین کمال جو نبوت و رسالت ہے دنیا سے منقطع ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کی وجہ سے آسمانی وحی اور خبر کا سلسلہ دنیا سے موقوف ہوا۔ آپ پر جہاد کے حکم کی تکمیل ہوئی تاکہ زمین کو مفسدوں سے پاک کر دیں یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔

قرب قیامت کے زمانے کے اولیاء کرام و ابدال عظام مہدی کی تلاش کریں گے بعض آدمی مہدیت کے جھوٹے دعویٰ کریں گے اور اس اثناء میں مہدی رکن و مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو میرے کان اور میری آنکھ تندرست رکھ۔ (الادب)

آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور جبراً کر کے آپ سے بیعت کر لے گی اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گذشتہ ماہ رمضان میں چاند و سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ نداء آئے گی۔

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا.

اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے حضرت امام مہدی سید اور اولاد فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا میں سے ہیں آپ کا قد و قامت قدرے لمبا بدن چست رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح مشابہ ہوگا نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے پوری طرح مشابہت رکھتے ہوں گے۔ آپ کا اسم شریف محمد والد کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا زبان میں قدرے لکنت ہوگی جس کی وجہ سے تنگ دل ہو کر کبھی کبھی ران پر ہاتھ مارتے ہونگے آپ کا علم لدنی ہوگا (خداداد ہوگا) بیعت کے وقت عمر چالیس سال ہوگی خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی شام عراق اور یمن کے اولیاء اکرام و ابدال عظام آپ کے مصاحبت میں اور ملک عرب کے بے انتہا آدمی آپ کے افواج میں داخل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے جس کو رتاج الکعب کہتے ہیں نکال کر مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے جب یہ خبر اسلامی دنیا میں منتشر ہوگی تو خراسان سے ایک شخص کہ جس کے لشکر کا مقدمۃ الجیش منصور نامی کے زیر کمان ہوگا ایک بہت بڑی فوج لے کر آپ کی مدد کے لیے روانہ ہوگا جو راستے میں ہی بہت سے عیسائی اور بد دینوں کا صفایا کر دے گا۔ وہ سفیانی کہ جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے جو اہل بیت کا دشمن ہوگا جس کی ننھیال قوم بنو کلب ہوگی حضرت امام مہدی کے مقابلہ کے واسطے فوج بھیجے گا جو فوج مکہ مدینہ کے درمیان ایک میدان میں آ کر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ اس فوج کے نیک و بد عقیدہ والے سب کے سب دھنس جائیں گے اور قیامت کے دن ہر ایک کا حشر اس کے عقیدہ اور عمل کے موافق ہوگا مگر ان میں سے صرف دو آدمی بچ جائیں گے ایک امام مہدی کو اس واقعہ سے مطلع کرے گا اور دوسرا سفیانی کو۔

آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا:

آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اعتراف کر لیں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس کے بعد معمولی روشنی و نورانیت کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا دوسرے لوگ اسی چرچا و تذکرہ میں ہونگے کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا جس میں سے ایک نادر شکل کا جانور جس کے خروج کی افواہ قبل ازیں دو مرتبہ ملک یمن و نجد میں مشتہر ہو چکی ہوگی برآمد ہوگا بلحاظ شکل یہ حسب ذیل سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہوگا (۱) چہرے میں آدمی سے (۲) پاؤں میں اونٹ سے (۳) گردن میں گھوڑے سے (۴) دم میں بیل سے (۵) سرین میں ہرن سے (۶) سینگوں میں بارہ سنگھا سے (۷) ہاتھوں میں بندر سے اور نہایت فصیح اللسان ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہوگی تمام شہروں میں ایسی سرعت و تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور کوئی بھاگنے والا اس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا اگر وہ صاحب ایمان ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے اس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچ دے گا جس کی وجہ سے اس کا تمام چہرہ منور ہو جائے گا اگر صاحب ایمان نہ ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے اس کی ناک اور گردن پر سیاہ مہر لگائے گا جس کے سبب اس کا تمام چہرہ مکدر اور بے رونق ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر ایک دستر خوان پر چند آدمی جمع ہو جائیں گے تو ہر ایک کے کفر و ایمان میں بخوبی امتیاز ہو سکے گا۔ اس جانور کا نام دابۃ الارض ہے۔ جو اس کام سے فارغ ہو کر غائب ہو جائے گا آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دابۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ایک سو بیس سال کا عرصہ ہوگا دابۃ الارض کے غائب ہونے کے بعد جنوب کی طرف سے ایک نہایت فرحت افزا ہوا چلے گی جس کے سبب ہر صاحب ایمان کی بغل میں ایک درد پیدا ہوگا جس کے باعث افضل فاضل سے فاضل، ناقص سے ناقص فاسق سے پہلے بالترتیب مرنے شروع ہو جائیں گے قرب قیامت کے وقت حیوانات، جمادات، چابک اور تسمہ پا وغیرہ کثرت کے ساتھ گویا ہونگے جو گھروں کے احوال اور دیگر امور سے خبر دیں گے۔

جب تمام اہل ایمان اس جہاں سے کوچ کر جائیں گے تو اہل حبش کا غلبہ ہوگا اور تمام ممالک میں ان کی سلطنت پھیل جائے گی خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے حج موقوف ہو جائے گا قرآن شریف دلوں زبانوں اور کاغذوں سے اٹھا لیا جائے گا خدا ترسی، حق شناسی، خوف آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہو جائے گا، شرم و حیا جاتی رہے گی۔ بر سر راہ گدھوں اور کتوں کی طرح زنا کریں گے حکام کا ظلم و جہل اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی پس دیہات ویران ہو جائیں گے بڑے بڑے قصبے گاؤں کی مانند اور بڑے بڑے شہر قصبوں کی مانند ہو جائیں گے قحط و وباء اور غارت گری کی

آفتیں پے در پے نازل ہونے لگیں گی جماع زیادہ ہوگا اولاد کم رجحانیت الی الحق دلوں سے اٹھ جائے گی جہالت اس قدر بڑھ جائے گی کہ کوئی لفظ اللہ تک کہنے والا نہ رہے گا اسی اثناء میں ملک شام میں امن وارزانی نسبتاً زیادہ ہوگی پس دیگر ممالک سے ہر قسم کے لوگ آفتوں سے تنگ آ کر مع عیال واطفال کے ملک شام کی طرف چلنے شروع ہو جائیں گے کچھ عرصہ کے بعد ایک بہت بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہو کر لوگوں پر بڑھے گی جس سے لوگ بے تحاشا بھاگیں گے آگ ان کا تعاقب کرے گی جب لوگ دوپہر کے وقت تھک تھکا کر پڑ جائیں گے تو آگ بھی ٹھہر جائے گی جب دھوپ تیز نکل آئے گی تو آگ پھر ان کا پیچھا کرے گی جب شام ہو جائے گی تو ٹھہر جائے گی اور آدمی بھی آرام کر لیں گے صبح ہوتے ہی پھر آگ تعاقب کرے گی اور آدمی اس سے بھاگیں گے اس طرح کرتے کرتے ملک شام تک پہنچا دے گی اس کے بعد آگ لوٹ کر غائب ہو جائے گی بعد ازاں کچھ لوگ حب وطن اصلی کی وجہ سے اپنے ملکوں کی طرف روانہ ہونگے مگر بحیثیت مجموعی بڑی آبادی ملک شام میں رہے گی قرب قیامت کی یہ آخری علامات ہیں اس کے بعد قیام قیامت کی اول علامت یہ ہوگی کہ لوگ تین چار سال تک غفلت میں پڑے رہیں گے اور دنیاوی نعمتیں، اموال اور شہوت رانیاں بکثرت ہو جائیں گی کہ جمعہ کے دن جو یوم عاشورہ بھی ہوگا صبح ہوتے ہی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جائیں گے۔ کہ ناگاہ ایک باریک لمبی آواز آدمیوں کو سنائی دی گی یہی نفخ صور ہوگا تمام اطراف کے لوگ اس کے سننے میں یکساں ہوں گے اور حیران ہونگے کہ یہ آواز کیسی ہے کہاں سے آئی ہے پس رفتہ رفتہ یہ آواز مانند کڑک بجلی کے سخت وبلند ہوتی جائے گی آدمیوں میں اس کی وجہ سے بڑی بے چینی بے قراری پھیل جائے گی۔ جب وہ پوری سختی پر آجائے گی تو لوگ ہیبت کی وجہ سے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ زمین میں زلزلہ آئے گا جس کے ڈر سے لوگ گھروں کو چھوڑ کر میدانوں میں بھاگیں گے اور وحشی جانور خائف ہو کر لوگوں کی طرف میل کریں گے زمین جا بجا شق ہو جائے گی سمندر ابل کر قرب جوار کی مواضعات پر چڑھ جائیں گے۔ آگ بجھ جائے گی۔ نہایت محکم وبلند پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تیز ہوا کے چلنے سے ریت کے موافق اڑیں گے۔ گرد وغبار کے اٹھنے اور آندھیوں کے آنے کے سبب جہاں تیرہ وتار ہو جائے گا۔ وہ آواز دم بدم سخت ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اس کے نہایت ہولناک ہونے پر آسمان پھٹ جائیں گے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

جب آدمی مر جائیں گے تو ملک الموت ابلیس کی قبض روح کے لیے متوجہ ہونگے یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھرے گا ملائکہ گرز ہائے آتشیں سے مار مار کر لوٹا دیں گے اور اس کی روح قبض کر لیں گے سکرات موت کی جتنی تکالیف تمام افراد بنی آدم پر گزری ہیں اس تنہا پر گزریں گی۔ نفخ صور کے مسلسل چھ ماہ تک پھونکنے کے بعد نہ آسمان رہے گا نہ ستارے نہ پہاڑ نہ سمندر اور نہ کوئی چیز سب کے سب نیست ونابود ہو جائینگے۔ فرشتے بھی مر جائیں گے۔ مگر کہتے ہیں کہ آٹھ چیزیں فناء ہونے سے مستثنیٰ ہیں:

اول عرش، دوم کرسی، سوم لوح چہارم قلم، پنجم بہشت، ششم صور، ہفتم دوزخ، ہشتم ارواح یعنی کہ روحیں لیکن ارواح کو بھی بے خودی و بے ہوشی لاحق ہو جائے گی۔ بعضوں کا قول ہے کہ یہ آٹھ چیزیں بھی تھوڑی دیر کے لیے معدوم ہو جائیں گی۔ حاصل کلام جب سوائے ذات باری کے کوئی اور باقی نہ رہے گا۔ تو خداوند رب العزت فرمائے گا کہاں ہیں بادشاہان و مدعیان سلطنت، کس کے لیے آج کی سلطنت ہے۔ پھر خود ہی ارشاد فرمائے گا ''خدائے یکتا وقہار کے لیے ہے''۔ پس ایک وقت تک ذات واحد ہی رہے گی۔ پھر ایک مدت کے بعد کہ جس کی مقدار سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا از سر نو سلسلہ پیدائش کی بنیاد قائم کرے گا۔ آسمان، زمین اور فرشتوں کو پیدا کرے گا۔ زمین کی ہیت اس وقت ایسی ہوگی کہ اس میں عمارتوں، درختوں، پہاڑوں اور سمندروں وغیرہ کا نشان نہ ہوگا اس کے بعد جس جس مقام سے لوگوں کو زندہ کرنا مقصود ہوگا تو اسی جگہ پہلے ان کی ریڑھ کی ہڈی کو پیدا کر کے رکھ دیا جائے گا۔ اور ان کے دیگر اجزاء جسمانی کو اس ہڈی کے متصل رکھ دیں گے۔ ریڑھ کی ہڈی اس ہڈی کو کہتے ہیں جس سے تمام جسم کی ہڈیوں کی پیدائش شروع ہوتی ہے۔ ترتیب اجزاء کے بعد ان اجزائے مرکبہ پر گوشت و پوست چڑھا کر جو صورت ان کی مناسب حال ہو عطا ہو جائے گی قالب جسمانی کے تیار ہونے کے بعد تمام ارواحوں کو صور میں داخل کر کے حضرت اسرافیل کو حکم ہوگا کہ ان کو پوری طاقت سے پھونکیں اور خود خداوند کریم ارشاد فرمائیگا۔ قسم ہے میرے عزو جلال کی کوئی روح اپنے قالب سے خطا نہ کرے۔ پس روح اپنے اپنے جسموں میں اس طرح آئیں گی جیسے گھونسلوں میں پرندے صور اسرافیل میں تعداد ارواح کے مطابق سوراخ ہیں جن میں سے روحیں پھونکنے پر مور وملخ کی طرح اپنے اپنے قالبوں میں داخل ہو جائیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کا رابطہ جسموں سے قائم ہو جائیگا اور سب کے سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد صور پھر پھونکا جائے گا جس کی وجہ سے زمین پھٹ کر تمام لوگ برآمد ہوں گے اور گرتے پڑتے آواز صور کی جانب دوڑیں گے یہ صور بیت المقدس کے اس مقام پر جہاں صخرہ معلق ہے پھونکا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو بڑا معاف کرنے والا معافی پسند ہے مجھے معاف کردے۔ (احمد)

جائے گا۔ نفخ ارسال ارواح الی الابدان میں اور اس نفخ ثانی میں چالیس برس کا عرصہ ہوگا۔ قبروں میں سے آدمی اسی شکل میں پیدا ہوں گے جیسے کہ بطن مادر سے، یعنی برہنہ تن، بے ختنہ، بے ریش ہوں گے۔ مگر صرف سروں پر بال اور منہ میں دانت ہوں گے تمام خرد وکلاں، گونگے، بہرے، لنگڑے اور ناتوں سب کے سب سلیم الاعضاء پیدا ہوں گے۔ سب سے پہلے زمین میں سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے۔ آپ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر جگہ جگہ سے انبیاء علیہم السلام صدیقین شہداء اور صالحین اٹھیں گے۔ بعد ازاں عام مومنین پھر فاسقین پھر کفار تھوڑی تھوڑی دیر بعد یکے بعد دیگرے برآمد ہوں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ہوں گے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آپ کے پاس اور دیگر امتیں اپنے اپنے پیغمبروں کے پاس مجتمع ہو جائیں گی۔ شدت ہول و خوف کے سبب تمام کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوں گی۔ کوئی شخص کسی کی شرم گاہ کی طرف نظر نہیں ڈال سکے گا۔ اگر ڈالے بھی تو بچوں کی طرح دواعی شہوت سے خالی ہوگا۔ جب تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر کھڑے ہو جائیں گے تو آفتاب اس قدر نزدیک کر دیا جائے گا کہ کہیں گے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے آسمان کی طرف چمکنے والی بجلیاں اور خوفناک آوازیں سنائی دینگی آفتاب کی گرمی کی وجہ سے تمام کے بدنوں سے پسینہ جاری ہو جائے گا پیغمبروں اور نیک بخت مومنوں کے تو صرف تلوے تر ہوں گے۔ عام مومنین کے ٹخنے، پنڈلی، گھٹنے، زانوں، کمر، سینہ اور گردن تک حسب اعمال پسینہ چڑھ جائے گا۔ کفار منہ اور کانوں تک پسینہ میں غرق ہو جائیں گے اور اس سے ان کو سخت تکلیف ہوگی۔ بھوک پیاس کی وجہ سے لوگ لاچار ہوکر خاک پھانکنے لگیں گے۔ اور پیاس بجھانے کی غرض سے حوض کوثر کی طرف جائیں گے۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حوض عطا کئے جائیں گے مگر وہ لطافت و وسعت میں حوض کوثر سے بہت کم ہوں گے۔ گرمی آفتاب کے سوا اور بھی نہایت ترسناک و ہولناک امور پیش آئیں گے۔ ایک ہزار سال کی مقدار تک لوگ انہیں تکالیف و مصائب میں مبتلا رہیں گے اور سات گروہوں تک جن کا ذکر آگے آئے گا سایہ میں جگہ دی جائے گی۔ تمام روایتوں سے ثابت ہے کہ سایہ والا گروہ چالیس فرقوں پر مشتمل ہوں گے۔ پس آخر لوگ لاچار ہوکر شفاعت کی غرض سے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے کہ یا ابو البشر تم ہی وہ شخص ہو جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا فرشتوں سے سجدہ کرایا جنت میں سکونت عطا فرمائی اور تمام اشیاء کے نام سکھائے پس آج آپ ہماری شفاعت کیجئے تاکہ ہم کو خداوند کریم ان مصائب سے نجات دے۔ آپ فرمائیں گے کہ خداوند کریم آج اس قدر برسر غضب ہے کہ ایسا کبھی نہ تھا نہ آئندہ ہوگا چونکہ مجھ سے ایک لغزش سرزد ہوئی ہے وہ یہ کہ باوجود ممانعت میں نے گیہوں کا دانہ کھا لیا تھا پس اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں، مجھ میں شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اول پیغمبر ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ پس لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام آپ ہی وہ پیغمبر ہیں جو سب سے پہلے آدمیوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے اور آپ کو خدا نے بندہ شکرگزار کا لقب عطا فرمایا ہے ہماری حالت زار کو دیکھ کر ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے کہ آج خداوند کریم ایسا برسر غضب ہے کہ نہ کبھی تھا نہ ہوگا اور مجھ سے ایک لغزش ہوئی ہے وہ یہ کہ میں نے ادب کا لحاظ نہ کر کے اپنے بیٹے کی غرقابی کے وقت بارگاہ الٰہی میں اس کی نجات کا سوال کیا تھا پس اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں میرا منہ نہیں کہ شفاعت کرسکوں مگر ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ خداوند قدوس نے ان کو اپنا خلیل فرمایا ہے۔ پس لوگ آپ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خلیل کے خطاب سے ملقب کیا ہے اور آگ کو آپ کے واسطے بردوسلام کر دیا۔ امام پیغمبران بنایا۔ پس ہماری شفاعت کیجئے۔ تاکہ ان تکالیف سے رہائی ہو آپ فرمائیں گے آج خدائے قدوس اس قدر برسر غضب ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا نہ ہوگا مجھ سے تین مرتبہ ایسا کلام سرزد ہوا ہے کہ جس میں جھوٹ کا وہم ہو سکتا ہے۔ پس اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اس لئے مجھ میں شفاعت کرنے کی قوت نہیں ہے۔ یہ بات معلوم کرنے کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حسب ذیل تین موقعوں پر ایسا کلام سرزد ہوا ہے جس میں جھوٹ کا وہم ہوسکتا ہے اول یہ کہ ایک مرتبہ آپکی قوم نے عید کے دن عمدہ عمدہ کھانے پکا کر اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیے پھر بت خانے کے دروازوں کو بند کر کے عید منانے کے لئے نہایت کروفر کے ساتھ میدان میں آ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلئے آپ نے ستاروں کی طرف دیکھ کر جواب دیا کہ میری طبیعت ناساز معلوم ہوتی ہے یہ اول کلام ہے۔ جس سے ایہام کذب ہوسکتا ہے دوم یہ کہ جب قوم میدان مذکور میں چلی گئی تو آپ تبر ہاتھ میں لے کر بت خانے میں قفل کھول کر داخل ہوئے اور بتوں سے کہنے لگے کہ یہ لذیذ نعمتیں کیوں نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں وہ جنت تجھ سے مانگتا ہوں جس کا سایہ تیرا عرش ہے۔ (مسند الفردوس)

کھاتے۔ جب انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو فرمانے لگے کہ مجھ سے کیوں نہیں بولتے جب اس پر بھی وہ خاموش رہے تو آپ نے تمام کو توڑ ڈالا مگر بڑے بت کے صرف ناک کان توڑے اور تبر کو اس کے کندھے پر رکھ دیا اور دروازے کو بدستور مقفل کر کے گھر تشریف لے آئے کفار جب میدان سے واپس آئے تو اس ماجرے کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے اور اس فعل کے مرتکب کے تجسس میں ہوئے ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ہم نے ایک جوان مسمّٰی ابراہیم کو بتوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے یہ کام اس کا معلوم ہوتا ہے پس ابراہیم علیہ السلام کو بلا کر پوچھا گیا یہ کام تو نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس بڑے بت نے کیا ہے دیکھو تبر کندھے پر دھر رکھا ہے اور غصہ میں آ کر بیچاروں کو توڑ ڈالا ہے پس تم لوگ انہیں شکستہ اور مجروح بتوں سے پوچھو تا کہ وہ حقیقت حال کو خود بیان کریں۔ یہ دوسرا ایہام کذب ہے سوم یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے شہر کو چھوڑ کر حران میں اپنے چچا کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں چچازاد بہن سارہ سے شادی کر لی پھر یہاں سے بھی بوجہ مخالفت دینی چچا سے جدا ہو کر اور سارہ کو اپنے ساتھ لے کر مصر کی طرف ہجرت کی اس وقت مصر میں ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر خوبصورت عورت کو زبردستی چھین لیتا تھا اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہوتی تھی تو اس کو قتل کرا دیتا تھا اگر سوائے شوہر کے کوئی اور وارث ساتھ ہوتا تھا تو اس کو کچھ دے دلا کر راضی کر لیتا تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں پہنچے تو اس ماجرے کو سن کر حیران ہو گئے اتنے میں اس ظالم بادشاہ کے سپاہیوں نے آ کر پوچھا کہ ''یہ عورت تیری کون ہوتی ہے؟'' آپ نے فرمایا کہ ''یہ میری بہن ہے'' یہ اس لئے فرمایا کہ سارہ آپ کی چچازاد بہن تھیں نیز بموجب اس حکم کے اِنَّمَا الْمُؤ مِنُوْنَ اِخْوَۃٌ.

(سب مومن آپس میں دینی بھائی بہن ہوتے ہیں) اور سارہ کو بھی سمجھا دیا کہ تم سے کوئی پوچھے تو یہ کہنا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ یہ تیسرا ایہام کذب ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ اس ظالم بادشاہ کے آدمی حضرت سارہ کو لے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول ہوئے۔ خداوند کریم نے اپنی قدرت کاملہ سے ان تمام پردوں اور دیواروں کو جو درمیان میں حائل تھیں اٹھا دیا یہاں تک کہ لحظہ بھی حضرت سارہ آپ کی نظر سے غائب نہ ہوئیں۔ سپاہیوں نے حضرت سارہ کو اس ظالم کے مکان میں لے جا کر بٹھا دیا۔ جب وہ ظالم آپ کے پاس آیا تو تین مرتبہ نیت بد سے ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ہر مرتبہ اس کے اعضاء شل ہو کر بے ہوشی کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی اور تائب ہو کر حضرت سارہ سے طالب دعا ہوتا تھا کہ میری رہائی ہو۔ پس آپ کی دعا سے بحال ہو جاتا تھا آخر کار اس نے سپاہیوں کو بلا کر کہا کہ یہ جادوگرنی ہے اس کو فوراً یہاں سے لے جاؤ اور ہاجرہ کو اس کے ہمراہ کر کے نہایت احتیاط کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دو۔ آپ مصر کو ناپسند کر کے ملک شام کی طرف روانہ ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کی یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایہام کذب کا قصہ تمام ہوا۔

آمدم بر سر مطلب، حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں سے فرمائیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ خداوند کریم نے ان کو اپنا کلیم بنایا ہے۔ پس لوگ آپ کی طرف آئیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ ہی وہ شخص ہیں جن سے بغیر کسی واسطہ خداوند تعالیٰ نے گفتگو کی اور تورات اپنی دست قدرت سے لکھ کر دی۔ ہماری شفاعت کیجئے آپ جواب دیں گے اللہ تعالیٰ آج اس قدر بر سر غضب ہے کہ نہ کبھی ایسا ہوا نہ ہوگا میرے ہاتھ سے ایک قبطی شخص بغیر اس کی اجازت مقتول ہو چکا ہے۔ اس کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں اس لیے مجھ میں شفاعت کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ ہاں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے ''اے عیسیٰ علیہ السلام خدا نے آپ کو روح اور کلمہ کہا جبرائیل علیہ السلام کو آپ کا رفیق بنایا آیات بینات عطا کیں۔ آج ہماری شفاعت کیجئے تا کہ خداوند تعالیٰ ان مصائب سے نجات دے'' آپ فرمائیں گے خدا تعالیٰ آج کے دن اس قدر بر سر غضب ہے نہ کبھی ایسا ہوا تھا نہ ہوگا چونکہ میری امت نے کبھی تو مجھ کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور کبھی عین خدا اور ان اقوال کی تعلیم کو میری طرف منسوب کیا پس میں ان اقوال کی تحقیقات کے مواخذہ سے ڈرتا ہوں تاب شفاعت نہیں رکھتا۔ البتہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہیں گے ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ محبوب خدا ہیں خدا نے آپ کو اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کی خوشخبری دی ہے۔ پس اگر دیگر لوگوں کو خدا کی طرف سے ایک قسم کے عتاب کا خوف ہو تو صحیح مگر آپ تو اس سے محفوظ و مامون ہیں آپ خاتم النبیین ہیں۔ اگر آپ بھی ہم کو نفی میں جواب دیں تو ہم کس کے پاس جائیں آپ ہمارے لیے درگاہ الٰہی میں شفاعت کیجئے تا کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی ہو آپ ارشاد فرمائیں گے مجھ ہی کو خدا نے اس لائق بنایا ہے تمہاری شفاعت کرنی آج میرا حق ہے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم درگاہ ایزدی کی جانب متوجہ ہوں گے حق تعالیٰ اس روز جبرائیل علیہ السلام کو براق دے کر تمام لوگوں کے سامنے بھیجے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر آسمان کی طرف روانہ ہوں گے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ اللہ نے فرمایا میری رحمت میرے غضب سے آگے بڑھ گئی ہے'' (بخاری)

آدمیوں کو آسمان پر ایک نہایت نورانی کشادہ مکان دکھائی دے گا۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو جائیں گے اس مکان کا نام مقام محمود ہے پس جب لوگ اس مکان میں آپ کو داخل ہوتے دیکھ لیں گے۔ تو آپ کی تعریف وتوصیف کرنے لگیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے عرش معلیٰ پر تجلی الٰہی نظر آئیگی جس کو دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات روز تک مسلسل سربسجود رہیں گے تب ارشاد الٰہی ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھاؤ جو کہو گے سنوں گا جو مانگو گے دوں گا اگر شفاعت کرو گے تو قبول کروں گا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھا کر خدائے قدوس کی اس قدر حمد وثناء بیان کریں گے کہ اولین وآخرین میں سے کسی نے نہ کی ہوگی آپ فرمائیں گے کہ اے خدا تو نے بذریعہ جبرائیل وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جو چاہے گا سو دوں گا پس میں اس عہد کا ایفا چاہتا ہوں حق تعالیٰ جواباً ارشاد فرمائے گا جبرائیل نے جو پیغام پہنچایا تھا وہ بالکل بجا اور درست تھا آج بے شک میں تجھ کو خوش کروں گا اور تیری شفاعت قبول کروں گا زمین کی طرف جاؤ میں بھی زمین پر جلوہ افروز ہونے والا ہوں بندوں کا حساب لے کر ہر ایک کو حسب اعمال جزا دوں گا۔

پس حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر واپس تشریف لے آئیں گے۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں گے کہ خدا نے ہمارے حق میں کیا ارشاد فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیں گے کہ خدائے قدوس زمین پر جلوہ افروز ہونے والا ہے۔ ہر ایک کو حسب اعمال جزا دے گا۔ اسی اثناء میں ایک بہت بڑا نور نہایت ہولناک آواز کے ساتھ آسمان سے زمین پر اترے گا۔ قریب آنے پر فرشتوں کی تسبیح وتحلیل کی آوازیں سنائی دیں گی۔ لوگ ان سے پوچھیں گے کہ ہمارا پروردگار اسی نور میں ہے۔ فرشتے جواب میں کہیں گے خداوند کریم کی شان اس سے کہیں برتر ہے۔ ہم تو آسمان دنیا کے فرشتے ہیں۔ اور اتر کر زمین کے دور ترین کناروں پر صف بستہ ہو جائیں گے۔ بعد ازاں اس سے کہیں زیادہ نور معہ ہولناک آواز سے آسمان سے نازل ہوگا۔ نزدیک پہنچنے پر لوگ پھر پوچھیں گے کیا تجلیات الٰہی اسی نور میں ہیں۔ فرشتے جواب دیں گے کہ خدائے قدوس اس سے کہیں برتر ہے۔ ہم دوسرے آسمان کے فرشتے ہیں پس یہ فرشتے بھی پہلے فرشتوں کے قریب صف بستہ ہو جائیں گے اسی طرح ہر ایک آسمان کے فرشتے پہلے سے زیادہ عظمت وجلال کے ساتھ یکے بعد دیگرے اتر کر سابق فرشتوں کے قریب سلسلہ وار صف بستہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد عرش معلیٰ کے فرشتے نازل ہو کر سب کے آگے صف بستہ ہو جائیں گے۔ پھر حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ جس کی آواز سنتے ہی تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ مگر صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام جو تجلیات الٰہی کو کوہ طور پر دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ برداشت کر سکیں گے۔ پس حق تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما کر نزول فرمائے گا۔ اس عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس کے اگلے حصے کو اس مقام پر جہاں آجکل بیت المقدس میں صخرہ معلق ہے رکھ دیں گے۔ اس عرش کے زیر سایہ بموجب حدیث ذیل سات گروہوں کو جگہ دی جائے گی۔ (۱) بادشاہ عادل (۲) نوجوان عابد۔ (۳) وہ شخص جو محض ذکر الٰہی اور نماز کی غرض سے ہمیشہ مسجد سے دلی لگاؤ رکھے (۴) وہ شخص جو خلوت او رتنہائی میں شوق وخوف الٰہی کی وجہ سے تضرع وزاری کرے۔ (۵) وہ دو شخص جو خالصاً لوجہ اللہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور ظاہر وباطن میں یکساں ہوں۔ (۶) وہ شخص جو خیرات اس طرح کرے کہ سوائے خدا کے اور اس کے کوئی نہ جانے۔ (۷) وہ شخص جس کو زن حسینہ وجمیلہ وصاحب ثروت بغرض فعل بد طلب کرے اور وہ محض خوف الٰہی کی وجہ سے باز رہے۔ بعض روایتوں میں ان کے علاوہ کچھ اور گروہوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

یہ واضح رہے کہ عرش کا سایہ ان گروہوں پر نہایت سخت گرمی وتیزی آفتاب کی حالت میں ہوگا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔ کیفیت نزول عرش بوجہ بے ہوشی کے کسی کو معلوم نہ ہوگی۔ اس کے بعد پھر اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ جس کے سبب تمام لوگ ہوش میں آجائیں گے اور عالم غیب وشہود کے درمیاں جو پردے آج تک حائل تھے اٹھ جائیں گے اور فرشتوں، جن، اعمال، اقوال، بہشت ودوزخ، عرش، تجلیات الٰہی وغیرہ سب کو لوگ دیکھ لیں گے۔ سب سے پہلے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئیں گے۔ بعد اس کے مرضی مولا کے موافق بالترتیب تمام لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔ اس وقت چاند سورج کی روشنی بے کار ہو جائے گی۔ آسمان وزمین خدا کے نور سے روشن ہوں گے۔ اول جو حکم خداوند کی طرف سے بندوں پر صادر ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ بندے خاموش کر دیئے جائیں گے۔ اسکے بعد یہ ارشاد ہوگا کہ اے بندو! عہد آدم علیہ السلام سے لے کر اختتام دنیا تک جو بھلی بری باتیں تم کرتے تھے میں سنتا تھا اور فرشتے ان کو لکھتے تھے۔ پس آج تم پر کسی قسم کا جور وظلم نہ ہوگا۔ بلکہ تمہارے اعمال تم کو دکھا کر جزا اور سزا دی جائے گی۔ جو شخص اپنے اعمال کو نیک پائے اس کو چاہئے کہ خدا کا شکر کرے جو اپنے اعمال کو بری صورت میں پائے وہ اپنے تئیں ملامت کرے۔ اس کے بعد جنت ودوزخ کے حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ تاکہ لوگ

ان کی حقیقت کا معائنہ کرلیں۔ پس جنت کو تجلیات الٰہی سے نہایت آراستہ وپیراستہ کر کے حاضر کر دیا جائے گا اور دوزخ بھی اس حالت میں کہ اس میں آگ کے شعلے وچنگاریاں بڑے بڑے محلوں کی مقدار میں اونٹوں کی قطار کی مانند پے درپے اٹھتی ہوں گی اور نہایت مہیب آوازوں کے ساتھ خدا کی تسبیح جن وانس اور بتوں کو اپنے لیے بطور غذا طلب کرتی ہوئی جن کو لوگ سن کر لرز جائیں گے اور ڈر کے مارے زانوں کے بل گر پڑیں گے حاضر کر دی جائے گی۔ اس دن اگر کوئی شخص ستر پیغمبروں کے اعمال کے موافق بھی عمل رکھتا ہوتو وہ بھی کہے گا کہ آج کے لیے میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا۔ دوزخ کی گرمی و بدبو اس قدر ہوگی کہ ستر سال کی مسافت تک پہنچتی ہوگی۔ اس وقت حکم ہوگا کہ دوزخیوں میں سے ایک ایسے شخص کو جس کے برابر دنیا میں کسی نے آرائش وراحت کی زندگی نہ اٹھائی ہو اور ایک ایسے جنتی کو جس کے برابر تکالیف ومصائب دنیوی کسی نے نہ برداشت کی ہوں۔ حاضر کرو۔ جب دونوں پیش کر دیئے جائیں گے تو پھر ملائکہ کو حکم ہو گا کہ بہشتی کو بہشت کے دروازے پر اور دوزخی کو دوزخ کے دروازے پر تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے کھڑا کر کے واپس لے آؤ جب وہ دونوں میدان محشر میں واپس آئیں گے تو بہشتی سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے اپنی تمام عمر میں کبھی سختی بھی دیکھی ہے کہے گا نہیں کیونکہ میرے رگ وریشے میں اس قدر راحت وفرحت سما گئی ہے کہ کوئی سختی میرے خیال تک میں نہیں رہی۔ پھر دوزخی سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی تمام عمر میں کبھی آرام بھی پایا تھا؟ کہے گا میرے روئیں روئیں میں اسقدر تکالیف، رنج والم وبے آرامی سرایت کر گئی ہے۔ کہ راحت کا خیال دوہم بھی تو نہیں رہا۔

اس کے بعد اعمال ذی صورت بنا کر پیش کر دیئے جائیں گے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، عتاق، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی وغیرہ وغیرہ عرض کریں گے، خداوندا! ہم حاضر ہیں سب کو حکم ہوگا تم سب نیک اعمال ہوا پنی اپنی جگہ کھڑے رہو۔ موقع پر تم سب سے دریافت ہوگا۔ ان کے بعد اسلام حاضر ہو کر کہے گا۔ خداوندا تو سلام ہے میں اسلام ہوں۔ حکم ہوگا قریب آ کیونکہ آج تیری ہی وجہ سے لوگوں سے مواخذہ ہوگا اور تیرے ہی سبب سے لوگوں سے درگذر کی جائے گی۔ لفظ اسلام سے کلمۂ توحید مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ بعد ازاں ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ہر ایک کے اعمال نامہ کو اس کے پاس بھیج دو۔ پس ہر ایک کا اعمالنامہ اس کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ مؤمنین کے سامنے کے رخ سے دائیں ہاتھ میں کفار کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں۔ جب ہر ایک اپنے اپنے اعمال نامے کو دیکھے گا تو حکم خدا کے بموجب ایک ہی نظر میں اپنے نیک وبد اعمال کو ملاحظہ کرے گا۔ لیکن ہر ایک کی حالت اصلی اور مرتبے کے اظہار کے لیے خداوند کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوگی کہ ہر ایک سے اعمال کے متعلق سوال کیا جائے۔ اول کافروں سے توحید وشرک سے متعلق سوال ہوگا۔ وہ جواب دیتے ہوئے شرک سے صاف انکار کر دیں گے۔ کہ ہم نے ہرگز شرک نہیں کیا۔ ان کو قائل کرنے کے لیے زمین کے اس قطعہ کو جس پر وہ شرک کرتے تھے اور اس رات دن اور مہینے کو جس میں وہ کفر کرتے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کو جن پر ان کی اولاد کے روزانہ افعال ظاہر کیے جاتے تھے۔ اور ملائکہ کو جو انکے اقوال وافعال کو قلمبند کرتے تھے۔ بطور گواہ بلایا جائے گا۔ مگر جب کمال انکار کی وجہ سے تمام مذکورہ بالا شہادتیں ان کے لیے مسکت ثابت نہ ہوں گی تو ان کی زبانوں پر مہریں لگا دی جائیں گی تب ان کا ہر عضو اعمال سیۂ پر گویا ہو جائے گا۔ شہادت ختم ہونے پر اولاً وہ اپنے اعضاء پر لعن طعن کریں گے کہ ہم نے جو کچھ کیا تھا تمہارے ہی لیے کیا تھا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم خدا کے حکم سے تمہاری تابعداری میں تھے اب اسی کے حکم سے گویا ہوئے بے شک تم ظالم تھے کیونکہ تم نے مالک حقیقی کی خلاف ورزی کر کے ہم کو بھی اپنے ساتھ مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ خدا نے جو ہم کو تمہارا مطیع بنایا تھا اس کا تم نے کچھ شکر یہ ادا نہیں کیا نہ ہماری تابعداری کی اصلی غرض سمجھنے کی کوشش کی۔ ہم تو سوائے سچ کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پس وہ لاچار ہو کر اپنے شرک وکفر کا اقرار کر لیں گے اور ملزم قرار پائیں گے۔ ثانیاً وہ طرح طرح کے عذر پیش کریں گے اول یہ کہیں گے کہ ہم احکام الٰہی کے جاننے سے بالکل بے خبر تھے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ میں نے پیغمبروں کو معجزات دے کر بھیجا انہوں نے میرے احکام کو نہایت امانت داری کے ساتھ پہنچایا۔ تم نے کیوں غفلت کی اور احکام کو کیوں تسلیم نہیں کیا۔ جواب میں کہیں گے نہ تو ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا نہ کوئی حکم پہنچا۔ پس اول حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آپ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ اے جھوٹو! اے حق سے منہ موڑنے والو! کیا تم کو یاد نہیں کہ میں نے تم کو ساڑھے نو سو برس کی مدت دراز تک طرح طرح کے وعظ سنا کر عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ احکام الٰہی پہنچائے، کتنی محنت و کوشش کی اعلانیہ وپوشیدہ طور پر، خدا کی واحدانیت اور اپنی رسالت کے اثبات میں کس قدر کوشش وجانفشانی کی۔ کھلی دلیلوں اور معجزوں سے ان کو ثابت کیا کیا تمہیں یاد نہیں کہ فلاں مجلس میں میں نے تم سے اس طرح کہا تھا اور تم نے ایسا جواب دیا تھا۔ اسی طرح اپنی تبلیغ اوران کے انکار کے دیگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور برائیاں ترک کرنیکا سوال کرتا ہوں۔ (احمد)

قصص یاد دلائیں گے۔ مگر وہ صاف مکر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تمہیں جانتے بھی نہیں اور نہ کبھی تم سے کوئی خدائی حکم سنا۔ اس پر خداوند کریم ارشاد فرمائے گا کہ اے نوح اپنی تبلیغ رسالت کے گواہ پیش کرو آپ عرض کریں گے میرے گواہ امتیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پس اس امت کے علماء صدیقین اور شہداء حاضر کر دیئے جائیں گے وہ عرض کریں گے ہاں ہم ان کے گواہ ہیں بے شک تو نے ان کو رسول بنا کر تبلیغ احکام کے لیے اس قوم کے پاس بھیجا تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ الخ امت نوح علیہ السلام کے کافر کہیں گے کہ نہ تو تم ہمارے زمانے میں تھے نہ تم نے ہماری حالت دیکھی نہ ہماری گفتگو سنی۔ پھر تمہاری شہادت ہمارے مقدمہ میں کیونکر قابل سماعت ہو سکتی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے کہ جو کچھ میری امت نے کہا وہ بالکل بجا و درست ہے۔ کیونکہ ان کو اس حقیقت حال کا ثبوت دنیا میں بذریعہ خبر الٰہی جو معائنہ و مشاہدہ سے کہیں قوی ہے پہنچا ہے۔ تب جا کر یہ کافر ساقط ہو کر ملزم قرار پائیں گے۔ ان کے بعد اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ علیہم السلام کی امتیں بالترتیب مقابلہ و مباحثہ کر کے بالآخر قائل ہو جائیں گی۔ اور ملزم قرار پائیں گی۔ اس کے بعد عذر و معذرت کرتے ہوئے کہیں گے۔ اے خداوندا فی الواقع ہم نے نہیں سمجھا خطا وار گنہگار ہیں۔ لیکن ان تمام خرابیوں کے باعث اور لوگ تھے پس ہمارے عذاب کو ان کی گردنوں پر رکھ اور ہم کو دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ وہاں تیرے احکام کو قبول کر کے نیک عمل کریں۔ بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا کہ تمہارا عذر قابل سماعت نہیں۔ جو سمجھانے کا حق تھا وہ ادا ہو چکا تم کو ہم نے مدت دراز تک فرصت دی تھی۔ اب دنیا میں واپس جانا ناممکن ہے۔ پس ان کے جو کچھ نیک اعمال ہوں گے وہ نیست و نابود کر دیے جائیں گے اور اعمال بد کو برقرار رکھا جائے گا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے زعم میں جو کچھ نیک اعمال بتوں کے لیے کیے تھے وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ماسوا ان کے جو کچھ انہوں نے خدا کے لیے کیے تھے۔ ان کا یہ سبب جہالت و معرفت و مخالفت احکام الٰہی دنیا میں صلہ دے دیا گیا۔ اس لیے آخرت میں جزا کے مستحق نہ رہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کا گروہ علیحدہ کر دو۔ آپ عرض کریں گے کس حساب سے۔ ارشاد باری ہوگا کہ فی ہزار ایک آدمی جنت کے لیے اور نوسوننانوے دوزخ کے واسطے۔ اس وقت لوگوں میں اس قدر ہلچل ہو گی کہ بیان سے باہر ہے۔

باب۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احوال قبر

''ہر جاندار کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اور تم کو تمہاری پوری مزدوری تو بس قیامت ہی کے دن ملے گی۔ تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا''

برزخ اور اہل برزخ کے حالات، مؤمن کے لیے قبر کی روشنی، قبر کی کشادگی، مؤمن کا اعزاز و اکرام اور قبر میں منکر نکیر کا سوال و جواب، نافرمانوں کے لیے قبر کی تنگی، اور دردناک سزائیں، قیامت، حشر نشر، میدان حشر کی نفسانفسی، دھوپ اور بھوک پیاس، حساب کتاب اور ہاتھ پیروں کی گواہی، اہل دوزخ اور دوزخ کے المناک عذاب، اژدھے، سانپ، بچھو، کانٹے دار کھانے، کھولتا ہوا گرم پانی، اور بدبودار خون اور پیپ کا پینا، پل صراط وغیرہ سے گذرنے کی حالتیں اور اہل جنت کے انعامات، حوض کوثر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت فرمانا اور جنتوں میں قسم قسم کی نعمتیں، نہریں، باغات اور میوہ جات، حور وقصور، بالاخانے اور بازار، اور اللہ کا دیدار جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں۔ یہ سب چیزیں تفصیل سے ذکر کی گئی ہیں اور پوری کتاب کو قرآن شریف کے حوالوں سے مستند اور مزین کیا گیا ہے۔

موت کے وقت اور موت کے بعد مؤمن کا اعزاز

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں قبرستان گئے۔ جب قبر تک پہنچے تو دیکھا ابھی لحد نہیں بنائی گئی ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس باادب اس طرح بیٹھ گئے کہ جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس سے وہ زمین کرید رہے تھے جیسے کوئی غمگین کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بلاشبہ جب مؤمن بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے فرشتے آتے ہیں۔ جن کے سفید چہرے سورج کی طرح روشن ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن ہوتا ہے اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ یہ فرشتے اس قدر ہوتے ہیں کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر (حضرت) ملک الموت تشریف لاتے ہیں۔ حتی کہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور اس کی رضامندی کی طرف نکل کر چل۔ چنانچہ اس کی روح اس سہولت سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ میں سے (پانی کا قطرہ) بہتا ہوا باہر آ جاتا ہے۔ پس اسے حضرت ملک الموت علیہ السلام لے لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے (جو دور تک بیٹھے ہوتے ہیں) پل بھر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے حتیٰ کہ اسے لے کر اسی کفن اور خوشبو میں رکھ کر آسمان کی طرف چل دیتے ہیں۔ اس خوشبو کے متعلق ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو مشک کی پائی گئی ہے اس جیسی وہ خوشبو ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اس روح کو لے کر فرشتے (آسمان کی طرف) چڑھنے لگتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی ان کا گذر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے؟ وہ اس کا اچھے سے اچھا نام لیکر جواب دیتے ہیں۔ جس سے دنیا میں بلایا جاتا تھا۔ کہ فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ اسی طرح پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں چنانچہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس روح کو لے کر اوپر چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں ہر آسمان کے مقربین دوسرے آسمان تک اسے رخصت کرتے ہیں۔ (جب ساتویں آسمان تک پہنچ جاتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندہ کو کتاب علیین میں لکھ دو اور اسے زمین پر واپس لے جاؤ کیونکہ میں نے انسان کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں ان کو لوٹا دوں گا۔ اور اسی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ چنانچہ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں جو آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ جو تمہارے اندر بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا عمل کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ سو اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔

اس کے بعد ایک منادی آسمان سے آواز دیتا ہے۔ (جو اللہ کا منادی ہوتا ہے) کہ میرے بندہ نے سچ کہا سو اس کے لیے جنت کے بچھونے بچھا دو۔ اور اس کو جنت کے کپڑے پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ چنانچہ جنت کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے جنت کا آرام اور خوشبو آتی رہتی ہے اور اس کی قبر اتنی کشادہ کر دی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے۔

اس کے بعد نہایت خوبصورت چہرے والا، بہترین لباس والا اور پاکیزہ خوشبو والا ایک شخص اس کے پاس آکر کہتا ہے کہ خوشی کی چیزوں کی بشارت سن لے یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حقیقت میں چہرہ کہنے کے لائق ہے اور اس لائق ہے کہ اچھی خبر لائے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل صالح ہوں۔

اس کے بعد وہ خوشی میں کہتا ہے کہ اے رب! قیامت قائم فرما۔ اے رب! قیامت قائم فرما تا کہ میں اپنے اہل وعیال اور مال میں پہنچ جاؤں۔

کافر کی ذلت:

اور بلاشبہ جب کافر بندہ دنیا سے جانے اور آخرت کا رخ کرنے کو ہوتا ہے تو سیاہ چہروں والے فرشتے آسمان سے اس کے پاس آتے ہیں جن کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں اور اس کے پاس اتنی دور تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔ پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں۔ حتی کہ اسکے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں اے خبیث جان! اللہ کی ناراضگی کی طرف نکل، ملک الموت کا یہ فرمان سن کر روح اس کے جسم میں ادھر ادھر بھاگتی پھرتی ہے۔ لہٰذا ملک الموت اس کی روح کو جسم سے اس طرح نکالتے ہیں جیسے بوٹیاں بھوننے کی سیخ بھیگے ہوئے اون سے صاف کی جاتی ہے۔ یعنی کافر کی روح کو جسم سے زبردستی اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون کانٹے دار سیخ پر لپٹا ہوا ہو اور اس کو زور سے کھینچا جائے۔ پھر اس کی روح کو ملک الموت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ میں لیتے ہی دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کے برابر بھی ان کے پاس نہیں چھوڑتے حتی کہ فوراً ان سے لیکر اس کو ٹاٹوں میں لپیٹ دیتے ہیں جو ان کے پاس ہوتے ہیں۔ اور ان ٹاٹوں میں ایسی بدبو آتی ہے۔ جیسی کبھی کسی بدترین سڑی ہوئی مردہ نعش سے روئے زمین پر بدبو پھوٹتی ہو۔ وہ فرشتے اسے لیکر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت پر بھی پہنچتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ کون خبیث روح ہے۔ وہ اس کا برے سے برا وہ نام لیکر کہتے ہیں جس سے وہ دنیا میں بلایا جاتا تھا فلاں کا بیٹا فلاں ہے۔ حتی کہ وہ اسے لیکر پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ اور دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں مگر اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ جیسے اللہ جل شانہ نے فرمایا:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (سورۂ اعراف)

''ان کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ کبھی جنت میں داخل ہوں گے۔ جب تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے۔ اور اونٹ سوئی کے ناکہ میں جا نہیں سکتا لہٰذا وہ بھی جنت میں نہیں جاسکتے''۔

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ دو۔ جو سب سے نیچے زمین میں ہے۔ چنانچہ اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (سورۂ حج)

اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اسکی بوٹیاں نوچ لیں۔ یا اس کو ہوا نے دور دراز جگہ میں لے جاکر پھینک دیا۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں۔ کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے نہیں پتہ۔ پھر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تمہارے اندر بھیجے گئے ہیں؟ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے نہیں پتہ۔

جب یہ سوال و جواب ہو چکتے ہیں تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ کہا اس کے نیچے آگ بچھا دو اور اس کے لیے دوزخ کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور دوزخ کی تپش اور سخت گرم لو آتی رہتی ہے اور قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔ حتی کہ اس کی پسلیاں بھینچ کر آپس میں ادھر ادھر چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے پاس ایک شخص آتا ہے جو بدصورت اور برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے اس کے جسم سے بری بدبو آتی ہے۔ وہ شخص اس سے کہتا ہے کہ مصیبت کی خبر سن لے۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا برا عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ اس ڈر سے کہ میں قیامت میں یہاں سے زیادہ عذاب میں گرفتار ہوں گا یوں کہتا ہے کہ اے رب قیامت قائم نہ کر۔

ایک روایت میں ہے جب مؤمن کی روح نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے درمیان کا ہر فرشتہ اور وہ سب فرشتے جو آسمان میں ہیں۔ سب کے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر دروازے والے فرشتے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح کو ہماری طرف سے لیکر چڑھایا جائے اور کافر کے بارے میں فرمایا کہ اس کی جان رگوں سمیت نکالی جاتی ہے۔ اور آسمان وزمین کے

درمیان کا ہر فرشتہ اور وہ سب فرشتے جو آسمان میں ہیں سب کے سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ہر دروازے والے اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اس کی روح کو ہماری طرف سے لیکر نہ چڑھایا جائے۔

مؤمن، کا قبر میں نماز کا دھیان:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سورج چھپ رہا ہو سو جب اس کی روح لوٹائی جاتی ہے تو آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھتا ہوں۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ گویا وہ اس وقت اپنے آپ کو دنیا ہی میں تصور کرتا ہے کہ سوال و جواب کو رہنے دو مجھے فرض ادا کرنے دو۔ وقت ختم ہوا جا رہا ہے میری نماز جاتی رہے گی۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ بات وہی کہے گا جو دنیا میں نماز کا پابند تھا۔ اور اس کو ہر وقت نماز کا خیال لگا رہتا تھا۔

● اس سے بے نمازیوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اپنے حال کا اس سے اندازہ لگائیں اور اس بات کو خوب سوچیں کہ جب اچانک سوال ہو گا تو کیسی پریشانی ہو گی؟

قبر میں مؤمن کا بے خوف ہونا اور اسکے سامنے جنت پیش ہونا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مردہ اپنی قبر میں پہنچ کر بے خوف اور با اطمینان بیٹھتا ہے پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (تو دنیا میں) کس دین میں تھا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں اسلام میں تھا۔ پھر اس سے سوال ہوتا ہے کہ (تیرے عقیدے میں) یہ کون ہیں۔ (جو تمہاری طرف بھیجے گئے) وہ جواب دیتا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہمارے پاس اللہ کے پاس سے کھلے معجزے لیکر آئے سو ہم نے ان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ (دنیا میں) کوئی آدمی اللہ کو نہیں دیکھ سکتا پھر میں کیسے دیکھ لیتا؟

پھر اس کے سامنے دوزخ کی طرف سے ایک روشندان کھولا جاتا ہے (جس کے ذریعے) وہ دوزخ کو دیکھتا ہے کہ آگ کے انگارے آپس میں ایک دوسرے کو کھاتے جاتے ہیں۔ (جب وہ دوزخ کا منظر دیکھ لیتا ہے) تو اس سے کہتے ہیں کہ دیکھ اللہ نے تجھے کس مصیبت سے بچایا۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف سے ایک روشندان کھولا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ جنت کی رونق اور جنت کی دوسری چیزیں دیکھ لیتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت تیرا ٹھکانہ ہے۔ تو یقین پر ہی زندہ رہا اور یقین ہی پر قیامت کے روز قبر سے اٹھے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا کہ نافرمان خوفزدہ اور گھبرایا ہوا اپنی قبر میں بیٹھتا ہے اس سے سوال ہوتا ہے کہ تو دنیا میں کس دین میں تھا۔ وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں۔ پھر اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال ہوتا ہے کہ تیرے عقیدہ میں یہ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس بارے میں میں نے وہی کہا جو اور لوگوں نے کہا۔ پھر اس کے سامنے جنت کی طرف ایک روشندان کھولا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اس کی رونق اور اس کے اندر کی دوسری چیزیں دیکھ لیتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دیکھ تو نے خدا کی نافرمانی کی۔ خدا نے تجھے کس نعمت سے محروم کیا۔

پھر اس کے سامنے دوزخ کی طرف ایک روشندان کھولا جاتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ دوزخ کو دیکھ لیتا ہے۔ کہ آگ کے انگارے ایک دوسرے کو کھائے جاتے ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے تو شک ہی پر زندہ رہا اور شک ہی پر تجھے موت آئی۔ اور ان شاء اللہ قیامت کو بھی اسی شک پر اٹھے گا۔

مؤمن سے فرشتوں کا کہنا کہ دلہن کی طرح سو جا اور منافق اور کافر کو زمین کا بھینچنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں جن میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں کہ تو کیا کہتا ہے ان صاحب کے بارے میں جو تمہاری طرف بھیجے گئے اگر وہ مؤمن ہے تو جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

یہ سن کر وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا پھر اس کی قبر ستر ہاتھ مربع کشادہ کر دی جاتی ہے۔ پھر منور کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اب تو سو جا۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں کو اپنا حال بتانے کے لیے جاتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں یہاں آ کر جانے کا قانون نہیں! تو سو جا جیسا کہ دلہن سوتی ہے۔ جسے اسکے شوہر کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ لہٰذا وہ آرام سے قبر میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے قیامت کے روز اس جگہ سے اٹھائے گا۔

اور اگر مرنے والا منافق ہوتا ہے تو وہ منکر نکیر کو جواب دیتا ہے کہ میں نے جو لوگوں کو کہتے سنا وہی کہا۔ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہم

تو خوب جانتے تھے کہ تو ایسا ہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ اس کو بھینچ دے چنانچہ زمین اس کو بھینچ دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ قبر کے اندر عذاب میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کو خدا اسے وہاں سے اٹھائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۵ از ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والے عالم برزخ میں مطمئن ہوں گے اور ان کے ہوش وحواس سالم رہیں گے حتیٰ کہ ان کو نماز کا دھیان ہوگا۔ فرشتوں کے سوال کا جواب دینے میں بے خوف ہوں گے۔ اور جب اپنا اچھا حال دیکھ لیں گے۔ تو پھر گھر والوں کو خوشخبری دینے کے لیے فرشتوں سے کہیں گے۔ کہ میں ابھی نہیں سوتا گھر والوں کو خبر کرنے جاتا ہوں۔ اور انتہائی خوشی میں اپنا انجام بخیر دیکھ کر فوراً ہی قیامت قائم ہونے کا سوال کریں گے تاکہ جلد سے جلد جنت میں پہنچیں۔ جس پر خداوند عالم کا کرم ہو اس کے ہوش وحواس باقی رہتے ہیں اور اس سے اللہ جل شانہ صحیح جواب دلاتے ہیں جیسا کہ سورۂ ابراہیم میں فرمایا۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ. ”ایمان والوں کو اللہ اس پکی بات یعنی کلمہ طیبہ سے دنیا اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قبر کے جانچنے والوں (یعنی منکر نکیر) کا تذکرہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس وقت ہماری عقلیں واپس کر دی جائیں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ایسے ہی ہو گے جیسے آج ہو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اس کے منہ میں پتھر۔ یعنی جب عقل ٹھیک ہوگی اور ایمان کی دولت کو ساتھ لیکر جاؤں گا تو سوال وجواب سے ڈرنا کیا؟ میں ان کو ایسا جواب دوں گا کہ جیسے سوال کرنے والے کے منہ میں پتھر دے دیا جاتا ہے۔

برزخ والوں کا مؤمن سے پوچھنا کہ فلاں کا کیا حال ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرشتے مؤمن کی روح کو لیکر ان مؤمنین کی ارواح کے پاس لے جاتے ہیں جو پہلے سے جا چکے ہیں تو وہ ارواح اس کے پہنچنے پر ایسی خوش ہوتی ہیں کہ اس دنیا میں تم بھی اپنے کسی غائب کے آنے پر اتنا خوش نہیں ہوتے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے۔ پھر وہ خود ہی آپس میں کہتے ہیں۔ کہ اچھا ابھی ٹھہرو پھر پوچھ لینا، چھوڑ دو ذرا آرام کرنے دو۔ چونکہ دنیا کے غم میں مبتلا تھا۔ پھر وہ بتانے لگتا ہے کہ فلاں اس طرح ہے اور فلاں اس طرح ہے۔ اور وہ کسی شخص کے بارے میں کہتا ہے کہ جو اس سے پہلے مر چکا تھا۔ کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔ یہ سن کر وہ کہتے ہیں جب وہ دنیا سے آ گیا اور ہمارے پاس نہیں آیا تو ضرور اس کو دوزخ میں پہنچا دیا گیا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۴۲)

برزخ والوں پر زندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں:

طبرانی میں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تمہارے اعمال تمہارے رشتہ داروں اور خاندان والوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جو آخرت میں پہنچ چکے ہیں۔ اگر تمہارا عمل نیک ہو تو وہ خوش ہوتے ہیں اور خداوند کریم سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ آپ کا فضل اور رحمت ہے۔ سو آپ اپنی نعمت اس پر پوری فرما دیجئے اور اسی پر اس کو موت دیجئے اور اگر برا عمل ان کے سامنے پیش ہوتا ہے تو کہتے ہیں اے اللہ اس کے دل میں نیکی ڈال دے۔ جو تیری رضا اور تیرے قرب کا سبب ہو جائے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۲۷ ج ۲)

قبر کا مؤمن کو دبانا ایسا ہوتا ہے
جیسے ماں بیٹے کا سر دباتی ہے

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے آپ نے منکر نکیر کی ہیبت ناک آواز اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی ہے اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! منکر نکیر کی آواز مؤمن کے کانوں میں ایسی ہوگی جیسے ایک سریلی آواز کانوں میں بھلی معلوم ہوتی ہے جیسے آنکھوں میں سرمہ لگانے سے آنکھوں کو لذت محسوس ہوتی ہے اور مؤمن کو قبر کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ اپنے بیٹے کا سر دباتی ہے اور وہ اس سے آرام وراحت پاتا ہے۔ اور یاد رکھ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے اور قبر میں اس طرح بھینچے جائیں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جائے۔ (شرح الصدور ص ۴۶)

زمین وآسمان کا مؤمن سے محبت کرنا
اور اس کی موت پر رونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے لیے آسمان کے دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کا عمل چڑھتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق اترتا ہے جب مؤمن مر جاتا ہے تو دونوں دروازے اس کے مرنے پر روتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۱۵۱ از ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں تنگی دنیا اور تنگی روز قیامت سے۔ (ابن السنی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک جب مؤمن مرجاتا ہے تو اس کے مرنے پر قبرستان اپنے آپ کو سجا لیتے ہیں لہٰذا ان کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جو یہ تمنا نہ کرتا ہو کہ یہ مجھ میں دفن ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے مرنے پر چالیس دن تک زمین روتی ہے اور یہ مضمون حضرت مجاہد تابعی سے بھی منقول ہے۔ (شرح الصدور ص ۴۱)

حضرت عطاء الخراسانی فرماتے ہیں کہ جو بندہ زمین کے کسی حصے میں سجدہ کرتا ہے وہ حصہ قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گا اور اس کے مرنے کے دن روئے گا۔ (ایضاً از ابونعیم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی سے دریافت فرمایا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا بازار کا قصد ہے۔ فرمایا ہو سکے تو میرے لیے موت خریدتے لانا۔ مطلب یہ تھا کہ ہمیں اس دنیا میں رہنا پسند نہیں ہے اگر قیمت سے بھی موت ملے تو خرید لیں۔

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو شخص سب سے پہلے فلاں چیز چھو لے تو وہ اسی وقت مرجائے گا تو مجھ سے پہلے کوئی شخص اس چیز کو نہیں چھو سکتا ہاں اگر مجھ سے زیادہ دوڑ سکتا ہو اور مجھ سے پہلے پہنچ جائے تو اور بات ہے۔ (شرح الصدور ص ۵ از ابن سعد)

مؤمن ہوتا ہے تو نماز اس کے سرہانے آ جاتی ہے۔ اور روزے اس کے داہنی طرف آ جاتے ہیں اور زکوٰۃ اس کے بائیں طرف آ جاتی ہے اور نفل کام جو کیے تھے مثلاً صدقہ اور نفل نماز اور لوگوں کے ساتھ جو خیر اور نیکی بھلائی کی تھی وہ اس کے پیروں کی طرف آ جاتی ہے اگر اس کے سرہانے کی جانب سے عذاب آتا ہے تو نماز کہتی ہے میری طرف سے جگہ نہ ملے گی۔ پھر اس کی داہنی طرف سے عذاب آتا ہے تو روزے کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے جگہ نہ ملے گی پھر بائیں طرف سے عذاب آتا ہے تو زکوٰۃ کہتی ہے کہ میری طرف سے جگہ نہ ملے گی۔ پھر پیروں کی طرف سے عذاب آتا ہے تو امور خیر صدقہ اور احسان کے کام جو لوگوں کے ساتھ کیے تھے وہ کہتے ہیں کہ ہماری جانب سے جگہ نہ ملے گی۔ (الترغیب والترہیب ص ۳۷۱ ج ۴)

سورۂ ملک اور الم سجدہ پڑھنے والا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگا لیا اور ان کو پتہ نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ خیمے میں بیٹھے بیٹھے اچانک دیکھتے کیا ہیں کہ اس میں ایک انسان ہے جو سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے۔ پڑھتے پڑھتے اس نے پوری سورت ختم کر دی۔ یہ واقعہ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت عذاب روکنے والی ہے اور اس کو اللہ کے عذاب سے بچا رہی ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷ از ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ قرآن میں ایک سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں اس نے ایک شخص کی سفارش کی یہاں تک کہ وہ بخش دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ وہ سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (المشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۷ ترمذی وابوداؤد وغیرہ)

حضرت خالد بن معدان تابعی سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک اور سورۂ الم سجدہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے کے لیے قبر میں اللہ سے جھگڑیں گی اور دونوں میں سے ہر ایک کہے گی کہ ”اے اللہ اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا دے“ یہ بھی فرماتے تھے کہ یہ پروں کی طرح اپنے پڑھنے والوں پر پر پھیلا دیں گی اور اسے عذاب قبر سے بچا لیں گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۹ از داری)

ان دونوں سورتوں کو عذاب قبر سے بچانے میں بڑا دخل ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا روایت سے ظاہر ہوا ایک حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سورتوں کو پڑھے بغیر نہ سوتے تھے۔ (المشکوٰۃ المصابیح ص ۱۸۸ از ترمذی وغیرہ)

فائدہ: جس طرح سورۂ الم سجدہ اور سورۂ ملک قبر کے عذاب سے بہت زیادہ بچانے والی ہیں اسی طرح چغل خوری کرنا اور پیشاب سے نہ بچنا دونوں فعل عذاب قبر میں بہت زیادہ مبتلا کرنے والے ہیں۔

پیٹ کے مرض میں مرنے والا:

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو اس کے پیٹ کے مرض نے قتل کیا اس کو قبر میں عذاب نہ دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۷ از احمد والترمذی)

پیٹ کے مرض کئی ہیں ان میں سے جو بھی موت کا سبب بن جائے اس کو قبر میں عذاب نہ ہوگا۔ ہر ایک کو حدیث شریفہ کا مضمون شامل ہے۔ مثلاً استسقاء، ہیضہ، پیٹ کا درد وغیرہ۔

جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرنے والا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے اس کو خدا قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

رمضان میں مرنے والا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بلاشبہ رمضان کے مہینہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے تمام حوائج اللہ سے مانگو یہاں تک کہ نمک بھی۔“ (سیوطی)

میں مردوں سے قبر کا عذاب اٹھالیا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص جمعہ کے دن وفات پا گیا وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

مجاہد اور مرابط اور شہید:

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے پاس شہید کے لیے چھ انعام ہیں۔(۱) خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخش دیا جاتا ہے اور جنت میں جو اس کا ٹھکانہ ہے وہ اسے دکھایا جاتا ہے۔(۲) اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔(۳) اور وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔(جو صور پھونکے جانے کے وقت لوگوں کو ہوگی) اور۔(۴) اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا۔جس کا (ایک ایک) یاقوت دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہوگا اور۔(۵) بہتر حور عین اس کے جوڑے کے لیے دی جائیں گی اور (۶) ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسلامی ملک کی حفاظت کے لیے سرحد پر ایک دن ایک رات گذارنا ایک مہینہ کے (نفلی) روزے رکھنے اور راتوں رات نماز میں ایک ماہ تک کھڑے رہنے سے بہتر ہے۔اور یہ حفاظت کرنے والا اگر (اسی حالت میں) مرگیا تو جو عمل وہ کرتا تھا اس کا ثواب اس کے لیے برابر (قیامت تک) جاری رکھا جائے گا اور اس کا رزق جاری رہے گا۔(جو شہیدوں کے لیے جاری رہتا ہے) اور قبر میں فتنہ ڈالنے والوں سے امن میں رہے گا۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۳۲۹ از صحیح مسلم)

ایک شخص کو زمین نے قبول نہ کیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا وہ اسلام سے پھر کر مشرکین سے جاملا۔تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ اس کو زمین قبول نہ کرے گی۔اس کے بعد جب وہ مرگیا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اسکی قبر کی طرف تشریف لے گئے تو اسے قبر سے باہر پڑا ہوا پایا۔یہ دیکھ کر انہوں نے وہاں کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کو ہم نے کئی بار دفن کیا مگر زمین نے اسے قبول نہیں کیا۔ہر بار اس کو زمین نے باہر پھینک دیا۔لہٰذا ہم نے باہر ہی چھوڑ دیا۔(مشکوۃ المصابیح ص ۵۳۵ از بخاری و مسلم)

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن میں پانی تھا آپ اپنا ہاتھ تر کر کے بار بار چہرہ پر پھیرتے اور فرماتے تھے لا الہ الا اللہ موت کی بڑی سختی ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ ابراہیم بن ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہ مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر معلوم ہوئی کہ جب مؤمن مرجاتا ہے اور جنت میں اپنا مرتبہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے تمنا کرتا ہے کہ مجھ کو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھوں۔

روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت مفت کی چیز ہے (مثل مال غنیمت کے) اور نافرمانی مصیبت ہے اور فقر و تنگدستی آرام کی چیز ہے۔اور تونگری عذاب ہے اور عقل تحفہ ہے اور نادانی گمراہی ہے اور ظلم شرمندہ کرنے والا ہے اور عبادت آنکھ کی ٹھنڈک ہے، رونا اللہ کے خوف سے نجات ہے، آگ جہنم سے اور ہنسنا بدن کی خرابی ہے اور توبہ کرنے والا گناہ سے مثل اس شخص کے ہے جو بے گناہ ہے۔

روایت ہے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے پاس تم لوگ حاضر رہو اور لا الہ الا اللہ پڑھ کر سناؤ اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔کیونکہ جو مرد اور عورت سمجھدار اور عقل مند ہیں وہ بھی اس وقت میں گھبرا جاتے ہیں اور شیطان ان کے پاس آ کر اپنی فکر میں رہتا ہے۔قسم اس ذات پاک کی کہ ملک الموت کا دیکھنا ہزار تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مؤمن پر موت کی شدت اور سختی ہوتی ہے تو اس کے اعضاء آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں السلام علیکم ہم تم سے قیامت تک کے لیے جدا ہوتے ہیں۔اور تم ہم سے قیامت تک کے لیے جدا ہوتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں میت کے لیے مرنے سے کچھ پہلے اس طرح دعا کرتے تھے یا اللہ اس کو بخش دے اور اس کے سونے کی جگہ ٹھنڈی کر دے اور اسکی قبر کشادہ کر اور بعد مرنے کے آرام سے رکھ۔ اور اس کی روح کو نیکوں کی روح سے ملادے۔

دوسری روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیوں نہ بتاؤں تم لوگوں کو اسم اعظم حضرت یونس علیہ السلام کی دعا یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

جو مسلمان اپنے مرض موت میں چالیس بار اس کو پڑھے اور مرجائے تو شہید کا ثواب اس کو دیا جاوے اور اگر اچھا ہو گیا تو بھی گناہوں سے پاک و صاف ہو گیا۔

جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ملک الموت سب لوگوں میں نماز تلاش کرتے ہیں اور جب موت کے وقت روح قبض کرنے آتے ہیں تو اگر میت نمازی ہے تو شیطان کو جو اس کے پاس ہے دفع کرتے ہیں اور ایسی مشکل کے وقت اس کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سکھاتے ہیں اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں شر اور جنگ سے۔(مجمع)

کے بعد روح قبض کرتے ہیں۔

روایت ہے حسن رضی اللہ عنہ سے کہ زمین پر جس قدر مکان ہیں ہر ایک مکان والے کو روزانہ تین بار ملک الموت تلاش کرتے ہیں جس کو دیکھتے ہیں کہ اس کی روزی ختم ہو گئی ہے اور عمر کی مدت پوری ہو چکی ہے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ پھر جب گھر والے روتے چلاتے ہیں تو ملک الموت دروازہ پر کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابعدار ہیں قسم خدا کی ہم نے اس کی روزی کو نہیں چھین لیا اس کی عمر نہیں گھٹائی۔ ہم پھر تمہارے پاس آویں گے اور پھر آویں گے۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں خدا کی قسم اگر گھر والے ان کو دیکھتے اور ان کا کلام سنتے تو اپنے مردہ کو بھول جاتے اور اپنی حالت پر روتے۔

روایت ہے خیثمہ رضی اللہ عنہ سے کہ ملک الموت ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس میں آئے اور ایک شخص کی طرف تعجب سے کچھ دیر تک دیکھتے رہے۔ جب ملک الموت چلے گئے تو اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا ملک الموت۔ اس نے کہا وہ میری طرف اس طرح دیکھتے تھے کہ گویا میری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا مجھے ہندوستان میں پہنچا دیجئے۔ آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر ہندوستان میں رکھ دیوے۔ ہوا نے اس کو ہندوستان میں پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے پوچھا تم کیوں اس شخص کو غور سے دیکھتے تھے کہا مجھے تعجب اس بات سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم میرے پاس پہنچا ہے کہ اس کی روح ہندوستان میں قبض کرو۔ اور یہ آپ کے پاس بیٹھا ہے۔

روایت ہے جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ پہلے زمانہ میں ملک الموت ناگاہ آ کر روح قبض کرتے تھے۔ آدمیوں کو کسی قسم کی بیماری نہ ہوتی تھی لوگوں نے ملک الموت کو گالیاں دینی شروع کیں اور لعنت کرنے لگے تب ملک الموت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی تب اللہ تعالیٰ نے بیماری کو پیدا کیا اور سب لوگ بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے لگے۔ اور ملک الموت کو بھول گئے۔ اور کہنے لگے کہ فلاں بیماری میں انتقال کیا۔

روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام نہایت شرم و حیا والے تھے جب باہر جاتے تو دروازہ بند کر دیتے تھے۔ ایک دن گھر سے دروازہ بند کر کے نکلے جب واپس آئے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک شخص کھڑا ہے آپ نے پوچھا تو کون ہے۔ کہا میں وہ شخص ہوں کہ بادشاہوں سے نہیں ڈرتا اور دربان مجھ کو اندر جانے سے نہیں روک سکتے۔ آپ نے فرمایا قسم خدا کی تم ملک الموت ہو۔ مبارک ہو تم اللہ تعالیٰ کا حکم لائے ہو یہ کہہ کر اسی جگہ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔

روایت ہے عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے کوئی ایسا گھر نہیں ہے کہ ملک الموت ہر روز پانچ بار لوگوں کو تلاش نہ کرتے ہوں کہ ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی روح قبض کروں۔ کعب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ ہر گھر کے دروازہ پر ملک الموت کھڑے ہو کر سات بار نظر کرتے ہیں کہ کوئی ایسا ہے جس کی روح قبض کروں۔

ثابت بن بنانی روایت کرتے ہیں کہ رات و دن چوبیس گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ ملک الموت لوگوں پر گزر نہ کرتے ہیں پھر اگر قبض روح کا حکم ہوا ہے تو قبض کرتے ہیں نہیں تو چلے جاتے ہیں۔ ابن نجار نے تاریخ بغداد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ملک الموت روزانہ ہر ایک کے چہرہ کو ستر بار دیکھتے ہیں اور جس کی روح قبض کرنے کے واسطے گئے ہیں اگر وہ ہنستا ہے تو کہتے ہیں ہائے تعجب میں اس کی روح قبض کروں گا اور یہ ہنستا ہے۔

روایت ہے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو تمام ارواح کے قبض کرنے پر مقرر کیا ہے۔ سوائے شہدا بحر کے کہ اللہ تعالیٰ خود ان کی ارواح قبض کرتا ہے۔ شہداء بحر وہ لوگ ہیں جو حج کرنے کے واسطے سمندر کی راہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں ان کا انتقال ہوا۔

روایت ہے خیثمہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ جب میری موت کا وقت قریب ہو تو پہلے سے مجھ کو خبر دینا۔ ملک الموت نے کہا آپ سے زیادہ میں نہیں جانتا جس طرح آپ کو موت کے وقت کی خبر نہیں مجھ کو بھی خبر نہیں جب عرش کے نیچے سے مجھ کو کاغذ ملتا ہے اس وقت جس کا نام اس میں لکھا رہتا ہے اس کی روح قبض کرتا ہوں۔ ایسی ہی روایت ہے معمر سے

روایت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ پہلے زمانے میں ایک شخص بہت بدکار تھا۔ رات کو گناہ کے کام میں رہتا تھا اس نے ستانوے آدمی کو بے گناہ قتل کیا اور ایک روز اپنے گھر سے نکلا اور ایک عبادت خانے میں جا کر عابد سے کہا کہ اگر کوئی شخص ستانوے آدمی کو بے گناہ قتل کرے تو اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے اس عابد کو بھی قتل کیا۔ پھر دوسرے عابد کے پاس گیا اس سے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ اس نے اس عابد کو بھی قتل کیا۔ پھر تیسرے عابد کے پاس گیا اس سے بھی یہی سوال کیا اور یہی جواب پایا۔ اس نے اس کو بھی قتل کیا۔ پھر چوتھے عابد کے پاس گیا اس

سے بھی یہی سوال کیا کہ ایک شخص نے ہر قسم کا گناہ کیا اور ایک سو آدمی کو بے گناہ قتل کیا اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ عابد نے جواب دیا کہ قسم خدا کی اگر میں یہ کہوں اللہ توبہ نہیں قبول کرے گا تو میں جھوٹا ہوں۔ سامنے عبادت خانہ ہے وہاں اللہ کے بندے عبادت کرتے ہیں تو بھی وہاں جا ان کے ساتھ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو۔ وہ شخص شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہوا عبادت خانہ کی طرف روانہ ہوا جب آدھے راستے کے قریب پہنچا ملک الموت آئے اور اس کی روح کو قبض کیا۔ اب عذاب کے فرشتے اور رحمت کے فرشتے آئے۔ آپس میں جھگڑنے لگے۔ عذاب کے فرشتوں نے اس کو عذاب کرنا چاہا اور رحمت کے فرشتوں نے آرام دینا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلے کے واسطے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیجا کہ اختلاف نہ کرو۔ بلکہ جہاں سے یہ شخص آیا ہے اور جہاں جاتا ہے ان دونوں بستیوں کو ناپ لو جو بستی اسکے قریب پڑے اسی میں اس کو شمار کرو۔ فرشتوں نے دونوں طرف کی زمین ناپی تو عابدوں کی بستی کے قریب بقدر ایک انگلی کے پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے سب گناہ بخش دیئے اور بخاری کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں طرف کی زمین کو حکم دیا تو جہاں سے وہ آتا ہے وہ زمین زیادہ ہوگئی اور عابدوں کی طرف زمین گھٹ گئی۔ اس حدیث کو ابو عمرو اور مقدام بن معدی کرب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

روایت ہے ربعی رضی اللہ عنہ سے کہ ہم چار بھائی تھے ایک بھائی جس کا نام ربیع تھا ہم سب سے زیادہ نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا تھا۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بھائی کا انتقال ہوگیا میں دوڑتا ہوا آیا دیکھا اس کی لاش چادر سے چھپائی ہے۔ میں اپنے بھائی کے سرہانے بیٹھ گیا اور سبحان اللہ اور انا للہ پڑھنے لگا۔ ناگاہ ربیع نے چادر سے منہ کھول کر کہا السلام علیکم ہم نے کہا وعلیکم السلام اور پوچھا تم نے مرنے کے بعد سلام کیا۔ کہا ہاں میں اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور اس کو راضی اور خوش پایا اور مجھ پر بہت رحمت اور مہربانی کی اور مجھ کو سبز لباس جنت کے ریشمی کپڑوں کا پہنایا۔ تم لوگ ہوشیار ہو جاؤ کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کے منتظر ہیں تم لوگ جلدی میری تجہیز و تکفین کرو اور دیر مت کرو اتنا کہہ کر وہ چپ ہوگیا۔

روایت ہے بشیر رضی اللہ عنہ سے کہ میں شہر مدائن میں ایک میت کے پاس گیا دیکھا کہ اس کے شکم پر ایک اینٹ رکھی ہے اور بہت سے آدمی اس کے قریب بیٹھے ہیں میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد وہ گھبرا کر چارپائی سے کود پڑا۔ سب لوگ وہاں سے بھاگے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا تیرا کیا حال ہے اور تو نے کیا دیکھا اس نے بیان کیا کہ میں کوفے میں چند بڈھوں کے پاس جایا کرتا تھا ان لوگوں نے مجھے اپنے مذہب میں کھینچ لیا تھا اور مجھ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پر تبرا کرنے میں شامل کر لیا تھا۔ بشیر کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا استغفار پڑھ اور اب ایسا کلام نہ کر۔ اس نے جواب دیا کہ اب مجھ کو نفع نہیں ہو سکتا مجھ کو فرشتے دوزخ میں ڈالنے کے واسطے لے جا چکے اور میں نے دوزخ کو دیکھ لیا۔ فرشتوں نے کہا کچھ دیر کے لیے تجھ کو فرصت دی جاتی ہے کہ اپنے ساتھیوں سے اس حال کو بیان کر اور تیرا وہی ٹھکانہ ہے یہ کہہ کر گرا اور مر گیا۔

روایت ہے ابراہیم بن عبدالرحمٰن سے کہ عبدالرحمٰن بن عوف مرض الموت کی حالت میں بے ہوش ہوئے سب نے جانا کہ انتقال ہوگیا۔ اور چادر اوڑھا کر چلے گئے جب ہوش ہوا تو کہا میرے پاس دو فرشتے خوفناک سخت دل والے آئے اور کہا ہمارے ساتھ چل اللہ کے پاس تیرا فیصلہ ہو گا۔ اور مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے پھر دو فرشتے ان سے ملے یہ دونوں نہایت رحم دل اور مہربان تھے۔ پوچھا اس کو کہاں لے جاتے ہو۔ چھوڑ دو یہ ماں کے پیٹ سے نیک بخت پیدا ہوا ہے۔ اس کے بعد دو مہینے زندہ رہ کر انتقال کیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں۔

روایت ہے وہیب بن الورد سے کہ مؤمن کی روح قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ ان دو فرشتوں کو نہ دیکھ لے جو دنیا میں اس کا عمل لکھتے تھے۔ پس اگر اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی ہے تو یہ دونوں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تم کو نیک بدلہ دے تم ہمارے اچھے دوست تھے تم نے ہم کو اچھی مجلس میں بٹھایا اور اچھا عمل ہمارے سامنے کیا اور اچھا کلام ہم کو سنایا۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تم کو اچھا بدلہ دے اور اگر اس نے ایسا عمل کیا جس سے اللہ راضی نہیں تو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تم کو اچھا بدلہ نہ دے۔ تو نے ہم کو بری مجلس میں بٹھایا اور برے عمل ہمارے سامنے کیے۔ اور برے کلام ہم کو سنائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے تجھ کو اچھا بدلہ نہ دے۔ اور اب کبھی لوٹ کر نہیں آنے والا ہے۔

روایت ہے ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے کہ میرا ایک بھتیجا بدکار تھا وہ بیمار ہوا اور عرصہ تک مریض رہا مگر میں اس کے دیکھنے کو نہ گیا ایک روز بازار گیا دل میں خیال ہوا کہ وہ میرا بھتیجا ہے اس کا کام اللہ کے اختیار میں ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور تمام رات اس کے نزدیک رہا ناگاہ دیکھا کہ دو سیاہ فرشتے کلہاڑی لیے ہوئے چھت سے اترے ایک نے دوسرے سے کہا اس کے پاس جا کر دیکھو کچھ نیک عمل ہے یا نہیں و۔ یرے بھتیجے کے قریب آیا اور اس کے سر کو سونگھا۔ سر میں قرآن شریف کو نہ پایا اس کے پیٹ کو سونگھا ایک دن بھی اس کو روزہ دار نہ پایا۔ اس کے پاؤں کو سونگھا اس کو بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے نہ پایا نہ نماز کے واسطے مسجد کی طرف جاتے پایا اس کے بعد اس کا دوسرا ساتھی آیا اور اس کے سر کو سونگھا اور پیٹ کو سونگھا اور دونوں پاؤں کو سونگھا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا ہائے تعجب یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں

سے ہے اور اس میں ایک صفت بھی ان صفتوں میں سے نہیں پائی جاتی۔

روایت ہے سفیان ثوریؒ سے کہ جب ملک الموت گردن کی رگ پکڑتے ہیں تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ اور کسی کو نہیں پہچانتا اور دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کو بھول جاتا ہے۔ اگر اس پر موت کی سختی نہ ہوتی تو تلوار لے کر سب کو قتل کرتا۔

روایت ہے محمد ابن منکدر سے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس میں گیا اور وہ انتقال کر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام کہنا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوقتادہ کا انتقال ہوا تو پندرہ دن کے بعد ان کی لڑکی ام البنین عبداللہ بن انیس کے پاس آئی۔ یہ بیمار تھے ام البنین نے کہا اے میرے چچا میرے باپ کو سلام کہنا۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

روایت ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت کی ہتھیلی پر اپنی قدرت سے نور کے حرفوں میں لکھتا ہے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ اور حکم کرتا ہے کہ فلاں شخص میرا خاص بندہ ہے وفات کے وقت اس کو اپنی ہتھیلی دکھاؤ جب اس کی روح دیکھتی ہے تو پلک مارنے سے بھی جلد اڑ کر اس کی طرف چلی جاتی ہے۔

روایت ہے عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہ جب سفیانؒ کو مرض میں سختی پہنچی تو گھبرائے اور بے صبری ظاہر کی۔ مرحوم بن عبدالعزیز ان کے پاس آئے اور کہا اتنی بے صبری کیوں ہے۔ تم اس پروردگار کے پاس جاؤ گے جس کی عبادت ساٹھ برس تک تم نے کی اور ہر روز روزہ رکھا اور نماز پڑھی ہے اور حج کیا ہے اگر کسی پر تمہارا احسان ہو اور تم اس سے ملاقات کرو تو کیا تم کو یہ خیال نہ ہوگا کہ وہ میرے احسان کا بدلہ دے گا اس کے کہنے سے ان کو اطمینان ہوا اور بے صبری جاتی رہی اور ابونعیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر مرض کی تکلیف زیادہ ہوئی تو گھبرائے ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ گھبرانا کیسا اگر آپ کی روح قبض کی گئی تو آپ اپنے ماں باپ علی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور اپنے نانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور نانی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کے پاس اور اپنے ماموں قاسم رضی اللہ عنہ اور طیب رضی اللہ عنہ اور طاہر رضی اللہ عنہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی خالہ رقیہ اور ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنھن اجمعین کے پاس جاؤ گے اس کہنے سے اطمینان ہو گیا۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن کی روح جب سفر میں قبض کرتا ہے تو اس کی مسافرت پر رحم فرما کر عذاب نہیں کرتا اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس پر کوئی رونے والا نہیں تمہیں اس پر رو۔ اور پیغمبر کے ساتھ اس کو ملا دو۔

روایت ہے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مر جائے تو قبر کو برابر کرنے کے بعد اس کے سرہانے کھڑے ہو کر کہو اے فلاں ابن فلاں تو مردہ سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر کہو اے فلاں ابن فلاں تو مردہ بیٹھے گا پھر کہو اے فلاں ابن فلاں تو مردہ پوچھے گا کیا کہتے ہو اس وقت کہو یاد رکھنا اس بات کو جس پر دنیا میں تھے یعنی گواہی لا الٰہ الا اللہ کی اور اللہ کو رب ماننا اور اسلام کو دین ماننا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننا۔ اور قرآن کو امام ماننا۔ اس وقت منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں چلو یہاں سے اس کے پاس بیٹھ کر کیا کریں اس کو آخرت کی دلیل سکھا دی گئی اور اللہ تعالیٰ اس کی دلیل لے لیتا ہے۔ پہلے فلاں کی جگہ میت کا نام دوسرے فلاں کی جگہ ماں کا نام لے۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی جگہ پر حوا کا نام لے اور فلاں ابن حوا کہے۔ اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں بیان کیا ہے۔

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردوں کو نیک لوگوں کی قبروں کے درمیان میں دفن کرو اس واسطے کہ مردوں کو برے ہمسائے سے تکلیف پہنچتی ہے جیسے زندوں کو برے ہمسائیوں سے تکلیف پہنچتی ہے۔

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ہم لوگ ان کا جنازہ لے کر نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشانی ہوئی اور بہت غمگین ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھے اور آسمان کی طرف دیکھتے رہے پھر قبر میں داخل ہوئے اور زیادہ غمگین ہوئے۔ کچھ دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور مسکرائے ہم لوگوں نے اس کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ کو قبر کا تنگ ہونا یاد آیا اور زینب کے ضعف کا خیال ہوا۔ اس سبب سے مجھ کو بڑا غم ہوا پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اس پر آسانی کرے اللہ تعالیٰ نے آسانی کی لیکن اس پر بھی قبر کے مل جانے کی ایسی آواز ہوئی کہ پورب سے پچھم تک کے کل جانداروں نے سوائے جن وانسان کے اس کی آواز سنی۔

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن کیے گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی اور سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیر تک تسبیح پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور سب لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیوں تسبیح پڑھی فرمایا اس کی روح جب عرش کے قریب پہنچی تو خوشی سے عرش ہلنے لگا اور اس کے واسطے ساتوں آسمانوں کے دروازے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہونے سے۔ (شرح السنۃ)

کھول دیئے گئے اور اس کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے حاضر تھے اس کی قبر تنگ ہو کر کھل گئی۔ اور میری دعا سے اللہ تعالیٰ نے کشادہ کیا۔

روایت ہے عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی بیماری میں قل ھو اللہ احد پڑھے گا اور اس بیماری میں مر جائے گا تو قبر میں عذاب سے محفوظ رہے گا اور ضغطہ قبر اس کو نہ ہوگا۔ اور قیامت کے دن ملائکہ اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کو پل صراط سے پار کر کے جنت کے دروازے تک پہنچا دیں گے۔

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میت مؤمن کو دفن کرتے ہیں تو وہ وقت اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب قریب غروب کے ہے۔ پس مردہ بیٹھتا ہے اور اپنی دونوں آنکھیں ملتا ہے گویا ابھی وہ خواب سے اٹھا ہے۔ نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے اس وقت مجھ سے نہ بولو ابھی مجھے عصر کی نماز پڑھنی ہے۔

روایت ہے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جو شخص تہجد کے وقت اٹھے تو چاہیے کہ نماز تہجد کسی قدر بلند آواز سے پڑھے۔ بلند آوازی شیطان اور خبیث جن کو دور کرتی ہے اور جو فرشتے اوپر یا مکان میں رہتے ہیں وہ کان لگا کر اس آواز کو سنتے ہیں اور اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں جب صبح ہوتی ہے تو یہ رات آنے والی رات کو وصیت کرتی ہے کہ اس کو تہجد کے وقت اٹھا دینا اور اس پر آسانی کرنا اسی طرح ہر رات دوسری رات کو وصیت کرتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے دفن کے وقت دعا کی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجِرْہُ مِنَ الشَّیْطَانِ یعنی اے اللہ اس کو پناہ دے شیطان سے اگر اس وقت اس کے پاس شیطان نہ آتا تو آپ ایسی دعا نہ کرتے۔

روایت ہے مسلم سے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مرتے وقت وصیت کی کہ جب مجھ کو دفن کر کے فارغ ہونا تو میری قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھہر جانا۔ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرتے ہیں۔ تاکہ تمہاری وجہ سے مجھ کو گھبراہٹ نہ ہو اور اطمینان سے فرشتوں کو جواب دوں۔

کتاب السنّت میں راشد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کی دلیل اچھی طرح سیکھو تم سے اس کا سوال کیا جائے گا اور انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرنے کے قریب ہوتا تو قبر کی دلیل سکھاتے تھے اور لڑکا جب بولنے لگتا تو اس کو بھی یاد کراتے تھے اور کہتے تھے تجھ سے جب کوئی پوچھے تیرا رب کون ہے تو کہو اللہ میرا رب ہے اور جب کوئی تجھ سے پوچھے کہ تیرا دین کیا ہے تو کہو اسلام میرا دین ہے۔ اور جب کوئی پوچھے تمہارا نبی کون ہے۔ تو کہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔

روایت ہے سہل بن عمار رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے یزید بن ہارون کو موت کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیسا معاملہ کیا کہا میری قبر میں دو فرشتے بڑے سخت دل خوفناک صورت کے آئے اور سوال کیا تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے تو میں نے اپنی سفید داڑھی پکڑ کر کہا کہ ہم سے ایسا سوال کرتے ہو اس کا جواب تو ہم نے اسی برس تک لوگوں کو سکھایا ہے تب وہ دونوں فرشتے چلے گئے۔

ف: منکر اور نکیر کی صورت سب جانداروں کی صورت سے علیحدہ ہے نہ وہ آدمی کے مثل ہیں نہ فرشتہ کے نہ جانور کے نہ چوپایہ کے بلکہ ان کی شکل نئی قسم کی ہے جو کسی سے مشابہت نہیں رکھتی ان میں محبت نہیں جو کوئی ان کو دیکھے گا اپنے حواس میں نہ رہے گا مگر مؤمن کے ایمان کے فرشتے کے سامنے یہ فرشتے نرم بن جائیں گے اور مؤمن کو خوف نہ ہوگا۔

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ بعض میت کو قبر میں عذاب نہ ہوگا اور نہ ان کے پاس منکر نکیر آئیں گے اور یہ تین قسم کے ہیں ایک وہ کہ ایسے نیک عمل کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب قبر اور سوال منکر ونکیر کا موقوف کر دیا ہے (مثلاً جہاد میں شہید ہو گئے)

دوسرے وہ ہیں کہ موت کے وقت ان پر ایسی سختی کی گئی کہ اس کے عوض میں عذاب وسوال اٹھا دیا جائے گا۔

تیسرے وہ ہیں کہ ایسے دن (مثلاً جمعہ کا دن یا جمعہ کی رات) دنیا سے گذرے کہ اس دن عذاب وسوال نہیں ہے۔

روایت ہے نسائی میں ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے جہاد میں دشمن سے مقابلہ کیا اور مضبوط دل ہو کر لڑا یہاں تک کہ وہ قتل کیا گیا یا دشمن پر غالب ہوا وہ قبر میں عذاب نہ کیا جائے گا۔

لکھا ہے کہ جو مؤمن جمعہ کے دن مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پردہ اٹھا دیتا ہے اور وہ مرتے وقت اپنے مرتبہ کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس مقرر ہے دیکھ لیتا ہے۔ اس واسطے کہ جمعہ کے دن دوزخ کی آگ روشن نہیں کی جاتی۔ اور اس کے دروازے بند کیے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کا داروغہ اس دن اپنا کام نہیں کرتا۔ پس اللہ تعالیٰ جس بندہ کی روح جمعہ کو قبض کرتا ہے تو یہ اس کی نیک بختی اور اسکے نیک خاتمہ ہونے کی دلیل ہے بلکہ جمعہ کے دن وہی مؤمن مرے گا جو اللہ کے پاس نیک بخت ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مؤمن جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرے گا اس کو شہید کا ثواب ملے گا اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔

روایت ہے ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے مدینہ میں انتقال کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا کیا خوب ہوتا اگر یہ شخص سفر میں مرا ہوتا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جو آدمی اپنے گھر سے جتنی دور مرے گا اتنی ہی دور تک حساب سے جنت میں اس کو

زیادہ جگہ دی جائے گی۔

روایت ہے ابویزید سے جو بحرین کے رہنے والے ہیں کہ میں نے ایک مسافر کو بحرین میں غسل دیا میں نے دیکھا کہ اس کے بدن پر لکھا ہے طوبیٰ لک یا غریب۔ یعنی اے مسافر تجھ کو مبارک ہو پھر غور سے دیکھا تو چمڑا اور گوشت کے درمیان میں لکھا تھا۔ اس روایت کو آجری نے کتاب الغرباء میں لکھا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقام بدر کے قبرستان میں میرا گذر ہوا میں نے دیکھا ایک قبر پھٹی اس میں سے ایک مرد نکلا اس کی گردن میں لوہے کا طوق تھا اس نے مجھے پکارا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ مجھ کو پانی پلاؤ۔ مجھے تعجب ہوا پھر میں نے دیکھا کہ ایک مرد نکلا اس کے ہاتھ میں کوڑا تھا اس نے مجھے پکار کر کہا اے عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کو پانی نہ پلانا یہ کافر ہے اور اس کو کوڑا مارنے لگا یہاں تک کہ وہ قبر میں چلا گیا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا یہ عذاب اس کو قیامت تک ہوتا رہے گا۔

ایک شخص شراب پیتا تھا جب نشہ سے ہوش میں آتا تو اس کی ماں نصیحت کرتی اور کہتی اے میرے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خوف کر وہ جواب دیتا تو کیا گدھی کی مانند بکتی ہے۔ وہ شخص بعد عصر کے مرا اس وقت سے ہمیشہ بعد عصر کے یہ قبر پھٹتی ہے اور وہ شراب خوار نکل کر تین بار گدھے کی مانند چلاتا ہے پھر قبر برابر ہو جاتی ہے۔

روایت کی ابواسحاق رحمہ اللہ نے کہ میں ایک میت کے غسل دینے کو بلایا گیا جب میں نے اس کا کپڑا نکالا تو دیکھا کہ اس کی گردن میں ایک سانپ لپٹا ہے۔ مجھے تعجب ہوا لوگوں نے بیان کیا یہ شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا تھا۔

روایت ہے عمرو بن مسلم رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مرد قبر کھودنے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے دو قبریں کھود کر تیار کیں۔ تیسری قبر کھود رہا تھا کہ مجھے آفتاب کی گرمی معلوم ہوئی۔ میں نے قبر کے اوپر اپنی چادر پھیلا دی اور اس کے سائے میں کھودنے لگا۔ اتفاقاً میں نے دیکھا کہ دو شخص گھوڑے پر سوار آئے اور پہلی قبر میں کھڑے ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا لکھو اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ تین میل لمبی اور تین میل چوڑی۔ پھر دوسری قبر پر آئے اور کہا لکھو اس نے پوچھا کیا لکھوں کہا جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے۔ پھر تیسری قبر پر آئے جس کو میں کھود رہا تھا اور کہا لکھو اس نے پوچھا کیا لکھوں کہا کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیانی فاصلے کے برابر یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور جنازہ کی انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں چند آدمی ایک جنازہ لے کر آئے اور پہلی قبر پر گئے۔ میں نے پوچھا یہ مردہ کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ شخص پانی پلاتا تھا اس کی اولاد بہت ہے اس کے پاس کچھ نہ تھا ہم لوگوں نے اس کے واسطے چندہ جمع کیا میں نے کہا اس کی مزدوری نہ لوں گا۔ بقیہ اس کی اولاد کو دے دو۔ اور میں دفن میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا جنازہ آیا جس میں سوائے چار آدمی جنازہ لانے والوں کے دوسرا کوئی نہ تھا۔ اسکو دوسری قبر پر لے گئے میں نے پوچھا یہ مردہ کیسا ہے۔ انہوں نے کہا مسافر گھوڑے پر سوار مرا پڑا تھا اس کے پاس کچھ نہ تھا میں نے اس کی بھی مزدوری نہ لی۔ اور دفن میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد تیسرے جنازے کے انتظار میں عشاء تک قبرستان میں بیٹھا رہا۔ پھر ایک سردار کی عورت کا جنازہ آیا میں نے ان سے اپنی مزدوری طلب کی۔ انہوں نے مجھے بہت مارا اور اس کو دفن کر کے چلے گئے۔

روایت ہے کہ ایک مرد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اس کا آدھا سر آدھی داڑھی سفید تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری یہ حالت کس طرح ہوئی اس نے کہا میں فلاں قبرستان کی طرف گیا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا ایک شخص ایک آدمی کو درہ مارتا ہے جب درہ اس کے جسم پر پڑتا ہے تو سر سے پاؤں تک وہ آگ ہو جاتا ہے۔ مجھ کو دیکھ کر وہ آدمی لپٹ گیا اور فریاد کی کہ میری مدد کرو۔ درہ مارنے والے نے کہا ہرگز مدد نہ کرنا یہ کافر ہے۔

روایت ہے ایک شخص مدینہ منورہ میں تھا اس کی بہن نے انتقال کیا اس کو دفن کر کے گھر آیا تو یاد آیا کہ روپے کی تھیلی قبر میں چھوٹ گئی۔ ایک آدمی کو ساتھ لے کر گیا اور قبر کھود کر تھیلی نکالی پھر اپنے ساتھی سے کہا کہ الگ ہو جاؤ میں اپنی بہن کو دیکھوں کہ کس حالت میں ہے۔ جب لحد کا تختہ نکالا دیکھا کہ تمام قبر آگ سے بھر گئی۔ فوراً تختہ لگا کر قبر کو برابر کر دیا اور اپنی ماں کے پاس جا کر پوچھا میری بہن کس حال میں دنیا سے گزری تھی۔ ماں نے کہا وہ نماز آخیر وقت میں پڑھتی تھی اور کبھی بے وضو بھی پڑھ لیتی تھی اور جب ہمسایہ لوگ سو جاتے تو ان کے دروازوں پر جاتی اور کان لگا کر ان کی باتیں سنتی اور لوگوں سے بیان کرتی۔

روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور فرمایا سب انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ روایت ہے کہ ثابت بنانی ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو قبر میں کسی میت کو نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو مجھ کو بھی اس نماز کی اجازت دے۔ جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ثابت بنانی کا جب انتقال ہوا میں نے غسل و کفن دے کر لحد میں رکھا اور تختے برابر کیے اتفاقاً ایک تختہ گر پڑا میں نے دیکھا وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ابرہیم مہلبی کہتے ہیں کہ میرے پاس آنے جانے والوں نے بیان کیا جب ہم لوگ ثابت بنانی کی قبر کی طرف گزرتے ہیں تو قبر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنا کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں عاجزی اور سستی سے۔ (مسلم)

روایت ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار جنگل میں میرا گزر ہوا جب رات ہو گئی تو میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہرا۔ قبر سے تلاوت قرآن کی آواز ایسی خوش الحان آتی تھی کہ میں نے کبھی ایسی آواز نہیں سنی۔ بس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی آواز تھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی ارواح کو زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھ کر جنت کے درمیان لٹکاتا ہے جب رات ہوتی ہے تو ان ارواح کو ان کے بدن میں ڈالتا ہے اور وہ تمام رات تلاوت قرآن اور نماز میں رہتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو ان کو اصلی جگہ بلا لیتا ہے۔

روایت ہے کہ فردوس دیلمی میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص قرآن شریف یاد کرتا ہے اور ختم کرنے سے پہلے انتقال کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں فرشتہ مقرر کرتا ہے کہ پورا قرآن شریف اس کو حفظ کرائے یہاں تک کہ قیامت کے دن حافظ قرآن ہو کر اپنی قبر سے اٹھے گا۔

حکایت: علامہ ابن جوزی نے عیون الحکایات میں فریابی سے روایت کی ہے کہ شہر قیساریہ میں ایک عورت نے انتقال کیا اس کی لڑکی نے خواب میں دیکھا وہ کہتی ہے کہ تم لوگوں نے مجھ کو تنگ کفن دیا میں اپنے ساتھیوں میں شرمندہ ہوں۔ گھر میں فلاں جگہ دینار رکھے ہیں اس سے میرے واسطے کفن خرید کر فلاں عورت فلاں روز ہمارے پاس آئے گی اس کے ساتھ وہ کفن بھیج دو۔ لڑکی کہتی ہے کہ صبح کو میں گھر میں اس جگہ گئی تو دیکھا چار دینار موجود ہیں۔ اس کے بعد لڑکی اس عورت کے پاس گئی دیکھا وہ صحیح سالم ہے۔ لڑکی نے اس سے کہا کہ آج تیری موت آئے تو مجھ کو خبر دینا تیرے ذریعے سے ماں کے پاس مجھ کو کچھ بھیجنا ہے۔ یہ عورت اسی روز مر گئی لڑکی نے کفن خرید کر اس کے کفن میں رکھ دیا۔ رات کو لڑکی نے خواب دیکھا کہ ماں کہتی ہے کہ فلاں عورت نے تیرا کفن مجھ کو دیا اللہ تجھ کو جزائے خیر دے۔

روایت ہے کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے بعض آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر سڑنے اور بدبودار ہو جانے کا حکم میں نہ کرتا تو آدمی اپنی میت کو گھروں میں رکھتے۔

حکایت: شیخ اسمٰعیل خضری جو بہت بڑے عالم اور دیندار بزرگ تھے وہ ایک بار یمن کے قبرستان میں گئے اور چیخ مار کر رونے لگے اور بہت غمگین ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد قہقہہ مار کر ہنسے اور خوشی کے آثار ان کے چہرے سے ظاہر ہوئے کسی نے ان سے رونے اور ہنسنے کا حال پوچھا فرمایا میں نے دیکھا کہ مُردوں پر سخت عذاب ہو رہا ہے۔ اس لیے میں رونے لگا۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ان کی مغفرت اور نجات کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب دور کیا۔ اس میں ایک عورت گانے بجانے والی تھی وہ بولی اے اسمٰعیل تیری دعا کی برکت سے اللہ نے مجھ کو بھی بخش دیا۔ اس لیے میں ہنسنے لگا۔

روایت ہے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے طائف میں انتقال کیا میں ان کے جنازہ میں حاضر تھا دیکھا کہ آسمان سے ایک چڑیا آئی اور کفن کے اندر داخل ہو گئی۔ ہم لوگوں نے اس کو تلاش کیا مگر نہ پایا حاضرین نے یقین کیا کہ یہ ان کا نیک عمل تھا۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو قبر سے یہ آواز سنی۔

يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ یعنی اے روح آرام کرنے والی تو چل اپنے پروردگار کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو میری جنت میں۔

روایت ہے کہ طاؤس نے اپنے لڑکے سے وصیت کی کہ میرے دفن کے بعد تختہ اٹھا کر دیکھنا اگر میں قبر میں نہ ہوں تو اللہ کی تعریف کرنا۔ یہ دلیل ہوگی میرے جنت میں پہنچنے کی۔

روایت ہے کہ اخبار المدینہ میں بکر بن محمد سے کہ ایام حرہ میں جو سخت لڑائی کا زمانہ تھا اور سب لوگ لڑنے میں مشغول تھے اور مسجد نبوی میں تین روز تک اذان و جماعت نہ ہوئی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تنہا مسجد نبوی میں حاضر رہتا تھا میں گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب گیا ظہر کا وقت ہوا قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی میں نے وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھی پھر اقامت کی آواز سنی اور ظہر کی نماز ادا کی پھر جب عصر کا وقت ہوا تو اذان و اقامت کی آواز قبر مبارک سے سنی اسی طرح تین دن تک ہر نماز کے وقت اذان و اقامت کی آواز سنتا اور نماز ادا کرتا رہا

روایت ہے کہ منہال بن عمرو سے کہ میں دمشق میں تھا قسم خدا کی میں نے دیکھا جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو دمشق سے روانہ کیا تو ایک شخص سورہ کہف تلاوت کر رہا تھا اور جب اس نے یہ آیت پڑھی۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ ”یعنی کیا تو نے خیال کیا کہ اصحاب کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں سے عجیب تھے“۔ سر مبارک سے آواز آئی۔

اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِىْ وَحَمْلِىْ۔

”یعنی اصحاب کہف سے زیادہ تعجب کے قابل میرا قتل کرنا اور میرے سر کو روانہ کرنا ہے“

حکایت: زین الدین بوشی کہتے ہیں کہ عبد الرحمٰن فقیہ مقام منصورہ میں رہتے تھے اس وقت اہل فرنگ نے کتنے مسلمانوں کو قید کیا اور کتنوں کو شہید کیا تھا۔ عبد الرحمٰن فقیہ قرآن شریف تلاوت کرتے تھے یہ آیت پڑھی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ

اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کو مردہ خیال نہ کرو وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں۔ پھر جب عبدالرحمٰن فقیہ قتل کیے گئے تو ایک فرنگی آیا اسکے ہاتھ میں نیزہ تھا اس نے نیزہ سے ان کو کونچا اور طعنہ سے کہا اے مسلمانوں کے پیشوا تم کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ زندہ ہو اور روزی پاتے ہو اب یہ بات کہاں ہے۔ فقیہ نے سر اٹھا کر دوبارہ کہا: حی و رب الکعبۃ یعنی وہ زندہ ہیں قسم ہے رب کعبہ کی۔ یہ سن کر فرنگی گھوڑے سے اتر پڑا اور ان کے سر کو بوسہ دیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان کی لاش ہمارے شہر میں لے چلو۔

روایت کی حاکم نے تاریخ نیشاپور میں اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے قبرستان میں گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا:

يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ تُخْبِرُوْنَا بِاَخْبَارِكُمْ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ نُخْبِرَكُمْ

یعنی اے قبر والو تم پر سلام اور اللہ کی رحمت تم اپنا حال ہم سے کہو گے یا ہمارا حال سننا چاہتے ہو۔ ایک قبر سے آواز آئی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اے امیر المؤمنین آپ فرمایئے کہ ہمارے بعد کیا ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری بیبیاں دوسروں کے نکاح میں آئیں اور تمہارا مال ورثہ میں تقسیم کر دیا گیا اور تمہاری اولاد یتیم خانوں میں بھیج دی گئی اور تمہارے مکانات پر تمہارے دشمنوں نے قبضہ کیا یہ ہمارے یہاں کا حال ہے اب تم لوگ اپنا حال بیان کرو۔ ایک مردہ نے جواب دیا جس کا کفن سڑ گیا تھا سر کے بال گر گئے تھے بدن کے چمڑے ریزہ ریزہ ہو گئے تھے آنکھیں بہہ گئی تھیں بدن سے پیپ اور زرد پانی جاری تھے کہ جو دنیا میں ہم نے کیا تھا آج اس کا بدلہ پاتے ہیں اور جو نہیں کیا اس پر افسوس کرتے ہیں اور ہم اپنے اعمال میں بند ہیں۔

روایت ہے یونس بن ابی الفراط سے کہ ایک شخص قبر کھودتا تھا آرام کرنے کے واسطے کچھ دیر قبر میں بیٹھ گیا اس کی پیٹھ میں سرد ہوا لگی اس نے پھر کر دیکھا کہ ایک سوراخ ہے انگلی سے کشادہ کیا تو دیکھا قبر ہے اور بہت بڑا میدان ہے اس میں ایک بڈھا آدمی بیٹھا ہے اس کے بالوں میں مہندی کا خضاب ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کسی نے ابھی کنگھی کی ہے۔

روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہ جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مجھے ہمیشہ تمنا رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ خواب میں ان کے حال سے مجھے آگاہ کرے۔ میں نے ایک بار عالیشان محل دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس کا مکان ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مکان سے نکل آئے۔ میں نے خیریت پوچھی فرمایا اگر میرا رب غفور رحیم نہ ہوتا تو میں برباد ہو جاتا میں نے پوچھا آپ پر کیا حالت گذری کہا مجھے انتقال کیے کتنے دن ہوئے میں نے کہا بارہ برس گذر گئے فرمایا ابھی اپنا حساب دے کر فارغ ہوا ہوں۔

روایت کی بیہقی نے بشر بن منصور سے کہ ایک آدمی قبرستان میں رہتا اور جو جنازہ آتا اس کی نماز پڑھتا تھا شام کو قبرستان کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مردوں کی مغفرت کی دعا کر کے مکان روانہ ہو جاتا تھا ایک دن بغیر دعا کیے مکان چلا آیا۔ رات کو سویا تو خواب دیکھا کہ ایک گروہ اس کے پاس آیا میں نے پوچھا تم کون ہو اور کس لیے آئے ہو انہوں نے کہا ہم لوگ قبرستان کے مردے ہیں تم شام کو ہر روز ہم کو تحفہ دیتے تھے آج تم نے محروم کیا میں نے پوچھا وہ کیا تحفہ ہے۔ کہا کہ تمہاری دعائے مغفرت۔ یہ سن کر عہد کیا کہ ہر روز تم کو یہ تحفہ پہنچاتا رہوں گا پھر ناغہ کبھی نہیں کیا۔

روایت ہے ابوعبداللہ شامیؒ سے کہ ہم لوگ جہاد کے لیے ملک روم میں گئے دو آدمی ہمارے ایک طرف دشمن کی تلاش میں نکلے۔ ایک رومی ملا اس سے یہ دونوں لڑے ایک ان میں سے شہید ہو گیا دوسرے نے واپس آنا چاہا پھر دل میں خیال کیا کہ میرا ساتھی تو جنت میں گیا اگر میں لوٹ جاؤں تو افسوس اور شرم کی بات ہے۔ میں نے اس سے مقابلہ کیا اور تلوار ماری مگر وار خالی گیا۔ رومی نے مجھ کو زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر چڑھ کر قصد کیا کہ مجھے ذبح کرے۔ فوراً میرا ساتھی شہید کھڑا ہوا اور اس کی گردن پکڑ کر زمین پر دے مارا اور ہم دونوں نے مل کر اس کو قتل کیا۔ پھر ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے۔ میرا ساتھی ایک درخت کے نیچے جا کر جس طرح شہید ہو کر گرا تھا اسی طرح گرا۔

فائدہ: معتبر کتابوں میں میت اور لاش کی گفتگو کے بارے میں اور ارواح سے ملاقات ہونے کے متعلق بہت سی روایات لکھی ہیں۔ نیک اور پرہیزگار لوگوں سے کبھی کبھی ارواح ملاقات کرتی ہیں اور بات چیت کرتی ہیں۔ زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ نے مرنے کے بعد بہت سی باتیں کی ہیں۔ کلمہ طیبہ پڑھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی چاروں خلیفہ کے برحق ہونے کی شہادت دی اور ان کی خوبیاں بیان کیں اور بہت سے حالات و واقعات آئندہ ہونے والے بیان کیے۔ اسی طرح خارجہ بن زید اور ثابت بن قیس بن شماس نے بھی مرنے کے بعد گفتگو کی اور شہیدوں نے بھی باتیں کیں اور اپنے ساتھیوں کی مدد کی۔ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ میت کی گفتگو کو محدثین کی جماعت نے صحیح طریقہ سے روایت کیا ہے۔

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس آپ کے قریب تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک سلام کا جواب دیا اور فرمایا اے اسماء رضی اللہ عنہا یہ جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبرئیل و میکائیل کے ساتھ اڑتے ہیں میرے پاس

آئے اور سلام کیا۔ اور کہا فلاں دن جہاد میں مشرکین نے میرے بدن کے اگلے حصہ میں تلوار اور نیزہ کے تہتر زخم لگائے تھے جب میں نے نیزہ داہنے ہاتھ میں لیا تو داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر جب بائیں ہاتھ میں لیا تو بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بعوض دونوں ہاتھوں کے دو باز وعنایت کیے اور جبرئیل و میکائیل کے ساتھ میں اڑتا ہوں اور جنت میں جہاں چاہتا ہوں سیر کرتا ہوں اور میوے کھاتا ہوں۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اندیشہ ہے کہ اس واقعہ کو لوگ انکار کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر اس کو بیان کردیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھکر پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی پھر جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا حال صحابہ کو سنایا۔

روایت ہے ابی اسید رضی اللہ عنہ سے کہ ایک مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ انتقال کر چکے کوئی صورت ایسی ہوسکتی ہے کہ میں اپنے ماں باپ پر احسان کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں چار طریقہ سے تو ان کے ساتھ احسان کرسکتا ہے۔

ایک تو ان کے حق میں دعا کرنا

دوسرے جو وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا

تیسرے جو دوست ان کے ہیں ان کی تعظیم وعزت کرنا

چوتھے جو ان کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا

فائدہ: روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بغیر وصیت کے مرے گا وہ دوسرے مردوں سے کلام نہ کرے گا یعنی مانند گونگے کے قیامت تک رہے گا۔ اصحاب نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردے بھی آپس میں کلام کرتے ہیں۔ فرمایا ہاں کرتے ہیں اور ملاقات کرنے بھی جاتے ہیں۔

روایت کی احمد بن محمد نیسا پوری نے اپنی کتاب میں حامد بن یحییٰ سے کہ مکہ معظمہ میں ایک خراسانی آدمی رہتا تھا اس کے پاس سب لوگ روپیہ امانت رکھتے تھے اور جب چاہتے لے لیتے تھے۔ ایک آدمی بارہ ہزار اشرفی اس کے پاس امانت رکھ کر سفر میں چلا گیا۔ خراسانی نے اس کو اپنے مکان میں دفن کردیا اور بیمار ہوکر انتقال کرگیا۔ اس کے بعد وہ آدمی آیا اور اس کے لڑکوں سے اشرفیاں طلب کیں۔ لڑکوں نے کہا ہم کو تمہاری اشرفیوں کی خبر نہیں۔ پھر لڑکوں نے مکہ کے علماء سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح اس کی امانت ادا کریں۔ علماء نے جواب دیا خراسانی نیک آدمی تھا اور ہم کو خبر ملی ہے کہ نیکوں کی ارواح زمزم کنوئیں میں رہتی ہیں۔ جب آدھی رات گزرے تو تم زمزم کے قریب جاکر اپنے باپ کو پکارو۔ یقین ہے کہ وہ جواب دے گا۔ جب وہ جواب دے تو اشرفیوں کا حال پوچھنا تین رات تک لڑکوں نے برابر پکارا مگر جواب نہ ملا۔ پھر علماء کے پاس جاکر حال بیان کیا علماء نے کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

تمہارا باپ دوزخی ہوگیا تم یمن کے اس میدان میں جاؤ جس کو برہوت کہتے ہیں اس میں ایک کنواں ہے اس کا نام بھی برہوت ہے اس میں دوزخیوں کی ارواح رہتی ہیں جب آدھی رات گزرے تو برہوت کے قریب جاکر پکارو۔ جب لڑکوں نے یہاں پکارا اس نے فوراً جواب دیا۔

روایت کی ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور عمرو بن سلیمان سے کہ ایک یہودی مرگیا اس کے پاس ایک مسلمان کی امانت تھی اس کا لڑکا مسلمان ہوگیا جب اس نے امانت طلب کی تو لڑکے نے تلاش کی مگر نہ پایا شعیب جبائی کے پاس جاکر حال بیان کیا انہوں نے کہا کہ تم سنیچر کے دن برہوت کے نزدیک جاکر اپنے باپ کو پکارو وہ تم کو جواب دے گا پھر اس سے امانت کا حال پوچھو لڑکے نے برہوت کے قریب جاکر دوبار پکارا یہودی نے جواب دیا اس نے پوچھا کہ تو نے امانت کہاں رکھی ہے جواب دیا کہ دروازے کی چوکھٹ کے نیچے دفن ہے وہاں سے نکال کردے دو۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کے لیے دنیا ایسی تنگ ہے جیسے بچہ کے لیے ماں کا شکم۔ جس وقت بچہ شکم سے علیحدہ ہوتا ہے تو اس مکان کی جدائی کا اس کو بڑا غم ہوتا ہے اور روتا ہے پھر جب دنیا کو روشن اور بہت بڑی دیکھتا ہے اور دودھ پیتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے پہلا مکان نہایت تنگ اور نہایت اندھیرا تھا اور رہنے کے لائق نہ تھا اور اسی طرح مؤمن دنیا سے نکلنے کو برا جانتا ہے اور موت سے ڈرتا ہے لیکن جب دنیا کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جائے گا اور اس کی بڑائی خوبی دیکھے گا تب سمجھے گا کہ دنیا بہت تنگ اور خراب جگہ تھی اور رہنے کے لائق ہرگز نہ تھی اور دنیا میں دوبارہ جانے کو بھی ہرگز پسند نہ کرے گا جس طرح بچہ دنیا میں آنے کے بعد ماں کے شکم میں جانے کو پسند نہیں کرتا۔

روایت ہے کہ دلائل النبوت میں کہ ثابت بن قیس یمامہ میں شہید ہوئے اور قیمتی زرہ پہنے ہوئے تھے اور ایک مسلمان ان کے بدن سے زرہ اتار کر لے گیا وہاں دوسرا مسلمان سوتا تھا ثابت نے خواب میں آکر اس سے کہا کہ میں تجھ سے دو وصیت کرتا ہوں خبردار اس کو بھولنا نہیں اس کو جھوٹا خواب نہ سمجھنا پہلی وصیت یہ کہ جب میں شہید ہوا تو ایک مرد مسلمان نے میری زرہ اتار لی اس کا مکان اس محلے کے فلاں کنارے پر ہے اس کے دروازہ پر گھوڑا لمبی رسی سے بندھا چرتا ہے زرہ گھر میں رکھ کر اوپر سے ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہے تم خالد بن ولید کے پاس جاکر کہنا کہ کسی آدمی کو بھیج کر وہاں سے زرہ منگوالے دوسری وصیت یہ کہ جب تو مدینہ میں پہنچے تو امیر المؤمنین کے پاس جاکر کہنا کہ مجھ پر اس قدر قرض ہے اور میرے دو غلام ہیں یعنی غلام کو بیچ کر میرا قرض ادا کریں جب مرد مسلمان خواب سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

اٹھا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یہ حال بیان کیا کہ خالد رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر زرہ منگوالی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خواب کا حال بیان کیا امیر المؤمنین نے اس کی وصیت کے بموجب غلام بیچ کر اس کا قرض ادا کیا راوی کہتا ہے کہ یہ ثابت بن قیس کی کرامت ہے کہ بعد مرنے کے ان کی وصیت جاری کی گئی روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک دن بعد نماز صبح کے فرمایا کہ رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ آج شام ہمارے پاس تم روزہ افطار کرنا اور اس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے اور اسی دن شہید ہوئے۔

روایت ہے کہ ابو القاسم ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے سعد کو جو بڑے محدث تھے خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے بار بار کہتے تھے اے ابو القاسم اللہ تعالیٰ حدیث پڑھانے والوں کے واسطے ہر مجلس کے عوض میں جنت میں مکان تیار کرتا ہے۔

روایت ہے کہ صلصال سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی ہر نماز فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت کا پردہ ہے جب مرے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔

روایت ہے کہ تاریخ بغداد میں محمد سالم رضی اللہ عنہ سے کہ قاضی یحییٰ ابن اکثم کو میں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا کہ مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کیا اور خطاب کیا کہ اے نالائق بڈھے اگر تیری داڑھی سفید نہ ہوتی تو تجھ کو آگ میں جلا دیتا میرے تمام اعضاء خوف سے تھرتھرانے لگے اسی طرح تین بار خطاب کیا پھر جب مجھ کو کچھ افاقہ ہوا تو میں نے عرض کی اے میرے پروردگار تیری طرف سے جس حدیث قدسی کی روایت مجھ کو ملی ہے وہ تو اس طرح کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری طرف سے کونسی حدیث تجھ کو ملی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے میں نے عرض کی کہ حدیث بیان کی مجھ سے عبدالرزاق بن ہمام انہوں نے معمر بن راشد سے انہوں نے ابن شہاب زہری سے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے انہوں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے جبرائیل سے جبرائیل نے تجھ سے روایت کی کہ بے شک تو نے فرمایا ہے۔

مَاشَابَ عَبْدٌ فِي الْإِسْلَامِ شَيْبَةً إِلَّا اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ أَنْ أُعَذِّبَهُ فِي النَّارِ

''یعنی اسلام میں رہ کر جو بندہ نہایت بوڑھا ہو جائے تو مجھے شرم آتی ہے کہ آگ سے اس کو عذاب کروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سچ کہا عبدالرزاق نے اور سچ کہا معمر نے اور سچ کہا زہری نے اور سچ کہا انس نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور سچ کہا جبرائیل نے اور میں نے یہ حدیث فرمائی ہے اے میرے فرشتو اس کو جنت میں لے جاؤ''۔

روایت ہے کہ حفص بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے ابوزرعہ کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ پہلے آسمان میں فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان سے پوچھا کہ کس عمل سے آپ کو یہ مرتبہ ملا۔ کہا میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھیں اور ہر حدیث میں لکھتا تھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مرتبہ بخشا۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں کہ مردے کے حق میں جب کوئی بدخواہی کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے تو فرشتے اس کو سناتے ہیں۔ اس سے ان کو صدمہ پہنچتا ہے اسی واسطے حدیثوں میں مردہ کی برائی بیان کرنے کی بہت ممانعت آئی ہے۔ آدمی کو لازم ہے کہ جب کوئی مر جائے تو اس کی خوبی اور بھلائی بیان کرے اور برائیوں سے درگزر کرے اس کا نام نہ لے۔

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے جس گھر میں کوئی مر جاتا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اس صدقے کے ثواب کو حضرت جبرئیل نور کے طبق میں رکھ کر اس کی قبر پر جاتے ہیں اور کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ اے قبر والو یہ تحفہ تمہارے گھر والوں نے تم کو بھیجا ہے اس کو قبول کرو۔ پس مردہ خوش ہوتا ہے اور اپنے ہمسائیہ کو خوشخبری سناتا ہے اور اس کے ہمسائے جن کا کوئی تحفہ نہیں پہنچتا غمگین رہتے ہیں۔

روایت ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کی طرف سے حج کرے تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والے کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ان دونوں کو پورے پورے حج کا ثواب ملتا ہے بغیر کمی کے۔

روایت ہے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میت کا تذکرہ نہ کرو مگر بھلائی کے ساتھ اگر وہ جنتی ہے تو تم گنہگار ہو گے اور اگر دوزخی ہے تو وہی اس کے لیے کافی ہے۔

روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے واسطے تحفے بھیجو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا تحفہ بھیجیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمنوں کی ارواح جمعہ کی رات کو آسمان سے دنیا کی طرف آتی ہیں اور اپنے مکان کے مقابل کھڑی ہو کر ہر ایک روح غمگین آواز سے پکارتی ہے اے میرے گھر والو! اے میرے خاندان والو! اے میرے قرابت والو! مہربانی کر کے ہم کو کچھ دو۔ اللہ تم پر رحم کرے اور ہم کو یاد رکھو اور مت بھولو ہم قید خانے میں ہیں اور بہت غم میں مبتلا ہیں پس ہم پر رحم کرو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ اور نہ بند رکھو ہم سے اپنی دعا اور صدقہ کو اور تسبیح کو شاید اللہ رحم کرے ہم پر قبل اس کے کہ تم

بھی ہمارے مثل ہو جاؤ۔ افسوس ہائے شرمندگی۔ اے اللہ کے بندو! ہمارا کلام سنواور ہم کو نہ بھولو۔ تم جانتے ہو کہ یہ مکان جو آج تمہارے قبضے میں ہے کل کے دن ہمارے قبضے میں تھا اور ہم اللہ کی راہ میں کچھ خرچ نہ کرتے تھے اور اللہ کی راہ میں کچھ نہ دیتے تھے پس وہ مال ہم پر بلا ہو گیا دوسرے لوگ اس سے نفع لیتے ہیں اور اس کا حساب وعذاب ہم پر ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک روح ہزار بار مردوں اور عورتوں کو پکارتی ہے۔ مہربانی کرو ہم پر درہم سے یا روٹی کے ٹکڑے سے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ روئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم لوگ بھی روئے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو شیخ ابن الحسن بن علی نے اپنی کتاب میں

روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر پہلے دن اور پہلی رات سے بھی زیادہ سخت وقت آتا ہے۔ تم لوگ صدقہ دے کر اپنی میت پر رحم کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے دن میدان محشر میں مؤذن کی گردن سب سے بلند رہے گی اور قبر میں اس کا بدن محفوظ رہے گا۔

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حافظ قرآن انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کو حکم دیتا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھائے۔ زمین کہتی ہے کہ اے رب میں کیونکر اس کا گوشت کھا سکتی ہوں۔ جب تک کہ تیرا کلام پاک اس کے سینے میں ہے۔

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مردہ اپنی قبر میں ایسا ہے کہ جیسے دریا میں کوئی ڈوبتا اور فریاد کرتا اور وہ منتظر رہتا ہے کہ میرا باپ یا ماں یا لڑکا یا دوست میرے واسطے دعا کرے۔ پھر جب یہ دعا کرتے ہیں تو یہ دعا ان کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اور جب زمین والے دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کی مانند ثواب قبر والوں کو پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کا تحفہ مردوں کے لیے یہی ہے کہ ان کے لیے استغفار کریں۔

کسی بزرگ نے کنویں میں دیکھا کہ ایک شخص پانی کے اوپر تختہ پر بیٹھا ہے انہوں نے پوچھا تو کون ہے جن ہے یا انسان ہے؟ کہا میں انسان ہوں۔ پھر پوچھا تو یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ اس نے جواب دیا میں شہر انطا کیہ کا رہنے والا ہوں میں دنیا سے انتقال کر چکا ہوں مجھ پر قرض ہے اس کے عوض اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قید کیا ہے میرے لڑکے انطا کیہ میں ہیں انہوں نے مجھ کو اپنے دل سے بھلا دیا اور میرا قرض ادا نہ کیا۔ یہ سن کر وہ آدمی کنویں سے نکلا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ چلو پہلے اس کا قرض ادا کریں اس کے بعد جہاد کریں گے۔ غرض وہ دونوں آدمی انطا کیہ کی طرف گئے اور قرض ادا کر کے لوٹے جب وہ اس کنویں کے پاس آئے تو نہ کنواں دیکھا نہ کنویں کا کوئی نشان پایا۔

رات کو یہاں سو رہے۔ خواب میں وہ آدمی آیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو نیک بدلہ دے۔ تم نے میرا قرض ادا کیا اب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جنت میں جگہ دی اور اجازت دی کہ میں جہاں چاہوں سیر کروں۔

روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت نازل کی ہے کہ قبر میں گناہ لے کر داخل ہوگی اور قیامت کے دن جب قبر سے اٹھے گی تو گناہوں سے پاک صاف ہو کر اٹھے گی۔ بسبب استغفار مسلمانوں کے۔

حکایت: امام یافعی یمنی جو اپنے وقت کے زبردست عالم اور ولی اللہ تھے وہ کتاب روض الریاحین میں لکھتے ہیں کہ ایک عورت جس کا نام باہیہ تھا نہایت عبادت گذار تھی۔ مرتے وقت اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا خداوند تجھ پر میرا بھروسہ تھا اور بعد مرنے کے بھی تجھی پر میرا بھروسہ ہے موت کے وقت مجھے رسوا نہ کر اور قبر میں مجھے آرام دے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا لڑکا ہمیشہ جمعہ کی رات کو اور جمعے کے دن اس کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو اور سب مردوں کو بخشتا اور استغفار اور دعا کرتا تھا کہ الٰہی تو ان سے خوش رہ۔ اور ان کے گناہ معاف فرما۔ وہ لڑکا بیان کرتا ہے کہ ایک بار ماں کو میں نے خواب میں دیکھا سلام کیا اور کہا اے ماں تو کس حال میں ہے جواب دیا موت کی تکلیف بہت سخت ہے میری قبر میں پھول بچھے ہیں اور عمدہ عمدہ ریشمی تکیے لگے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ پھر میں نے پوچھا اے ماں تجھے کچھ ضرورت ہے کہا ہاں بیٹے ہماری زیارت نہ چھوڑنا اور دعا و استغفار اور تلاوت قرآن جو ہمارے واسطے کرتے ہو اس کو کبھی نہ چھوڑنا۔ میں تیری زیارت سے خوش ہوتی ہوں۔ جب تو زیارت کیواسطے آتا ہے تو کل مردے کہتے ہیں اے باہیہ تیرا لڑکا آتا ہے اس کا آنا ہم سب کو مبارک ہے۔ میں نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت میرے پاس آئی میں نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ جواب دیا ہم قبرستان کے مردے ہیں تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں اور تم سے سوال کرتے ہیں کہ اپنی دعا ہمارے واسطے برابر جاری رکھنا۔

روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی جمعے کی رات یا جمعے کے دن مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے نجات دے گا اور جب قیامت کے دن وہ میدان محشر میں آئے گا اس کے بدن پر شہیدوں کی مہر ہوگی۔

انسانوں کا قبروں سے نکلنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے زمین پھٹ کر مجھے ظاہر کرے گی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ قبروں سے ظاہر ہوں گے۔ پھر بقیع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اپنے حلال کے ساتھ حرام سے بے پرواہ کر دے۔ (الکنز)

(یعنی قبرستان) میں جاؤں گا لہٰذا وہ قبروں سے نکل کر میرے ساتھ جمع کر دیئے جائیں گے۔ پھر میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا (حتیٰ کہ وہ بھی قبروں سے نکل کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ میں حرمین والوں کے درمیان محشور ہوں گا)۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۶ از ترمذی)

جو لوگ قبروں میں دفن ہیں مسلم ہوں یا کافر وہ دوسری مرتبہ صور کی آواز سن کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو لوگ آگ میں جلا دیئے گئے یا سمندروں میں بہا دیئے گئے یا جن کو درندوں نے پھاڑ کھایا ان کی روحوں کو بھی جسم عطا کیا جائے گا اور لامحالہ وہ بھی حاضر محشر ہوں گے۔

قبروں سے ننگے اور غیر مختون نکلیں گے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے روز ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ جمع کیے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا مرد عورتیں سب ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے اگر ایسا ہوا تو بڑی شرم کا مقام ہوگا اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! قیامت کی سختی اسقدر ہوگی اور لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا دھیان ہی نہ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۸۳ از بخاری ومسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک قیامت کے روز تم ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے۔ یہ فرما کر قرآن مجید کی آیت:

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ط

ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتداء کی تھی اس کو دوبارہ اسی طرح لوٹائیں گے۔ تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ سب سے پہلے قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس لیے سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا کہ انہوں نے سب سے پہلے فقیروں کو کپڑے پہنائے تھے۔ یا اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کی وجہ سے سب سے پہلے ننگے کیے گئے جبکہ کافروں نے ان کو آگ میں ڈالا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جس کو کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے دوست کو پہناؤ۔ چنانچہ جنت کے کپڑوں میں سے دو باریک اور نرم سفید کپڑے ان کو پہنانے کے لیے لائے جائیں گے ان کے بعد مجھے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۹۴ از دارمی)

باب۲۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبر سے اٹھتے وقت کی حالت

بھکاریوں کی حالت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی لوگوں سے سوال کرتے کرتے اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ذراسی بھی بوٹی نہ ہوگی۔

یعنی بھیک مانگنے والے کو رسوا اور ذلیل کرنے کے لیے میدان حشر میں اس حال میں لایا جائے گا۔ کہ اس کے چہرے پر بس ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی اور گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی۔ اور تمام لوگ اسے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ دنیا میں لوگوں سے سوال کر کے اپنی عزت کھوتا تھا آج بھی اس کی کچھ عزت نہیں اور سب کے سامنے ذلیل ہو رہا ہے۔

جس نے ایک بیوی کے ساتھ ناانصافی کی ہو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد کے پاس دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے درمیان انصاف نہ کیا تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۹)

جو قرآن شریف بھول گیا ہو:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور پھر اسے غفلت اور سستی کی وجہ سے بھلا دیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اجذم ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱)

اجذم ہوگا یعنی کوڑھی ہوگا اس کے ہاتھ یا انگلیاں گری ہوئی ہوں گی اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دانت گرے ہوئے ہوں گے۔ بظاہر یہ آخری معنی ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف پڑھتے رہنے سے یاد رہتا ہے اور پڑھتے رہنا زبان اور دانتوں کا عمل ہے لہٰذا اس کی سزا دانتوں کا ندارد ہونا ہی مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت آتی ہو اور وہ اسے بھول جائے۔

بے نمازیوں کا حشر:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے نماز نہ نور ہوگی نہ دلیل نہ نجات کا سامان ہوگی۔ اور قیامت کے روز اس کا حشر فرعون، قارون، ہامان، اور ابی بن خلف، کے ساتھ ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سونے چاندی کے جس مالک نے اس میں سے ان کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہ کیا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لیے آگ کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ جو دوزخ میں تپائی جائیں گی۔ پھر ان سے اس کا پہلو اور ماتھا یعنی پیشانی اور اس کی پشت کو داغ دیا جائے گا۔ جب بھی وہ تختیاں ٹھنڈی ہو ہو کر دوزخ کی آگ میں واپس کر دی جائیں گی تو پھر بار بار نکالی جاتی رہیں گی اور ان سے داغ دیا جاتا رہے گا۔ اور یہ سزا اس کو اس دن میں ملتی رہے گی جو پچاس ہزار برس کا دن ہوگا۔ یہاں تک کہ سب بندوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ پھر آخر کار وہ اس مصیبت سے نجات پا کر اپنا راستہ پائے گا جو جنت کی طرف ہوگا یا دوزخ کی طرف۔

حاضرین میں سے کسی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کا حکم بھی ارشاد فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اونٹوں والا ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا اور ان کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز ان کو پانی پلائے اس روز ان کا دودھ بھی نکال لیوے۔ تو اس کو ان اونٹوں کے نیچے صاف میدان میں لٹا دیا جائے گا اور اس کے اونٹ خوب موٹے تازے سب کے سب وہاں موجود ہوں گے ان میں ایک بچہ بھی غیر حاضر نہ ہوگا وہ اونٹ اپنے کھروں سے اس کو روندیں گے اور اپنے مونہوں سے اس کو کاٹیں گے۔ جب ان کا پہلا گروہ گزر چکے گا تو بعد کا گروہ اس پر لوٹا دیا جائے گا۔ پچاس ہزار برس کے دن میں بندوں کے درمیان فیصلے ہونے تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف پائے گا یا دوزخ کی طرف۔

سوال کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں اور گائیوں کا حکم بھی ارشاد

فرمائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائیوں کا مالک اور بکریوں کا مالک ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کو صاف میدان میں ان کے نیچے لٹا دیا جائے گا۔ان میں سے وہاں ایک گائے یا بکری غیر حاضر نہ ہوگی اور نہ کوئی ان میں مڑے ہوئے سینگوں کے ہوگی اور نہ کوئی بے سینگوں کی اور نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں کی۔ پھر یہ گائیں اور بکریاں اس پر گذریں گی اپنے سینگوں سے اس کو مارتی جائیں گی اور کھروں سے روندتی جائیں گی۔ جب ان کا پہلا گروہ گزر چکے گا تو آخر کا گروہ اس پر لوٹا دیا جائے گا پچاس ہزار برس کے دن میں فیصلے ہونے تک اس کو یہی سزا ملتی رہے گی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف پائے گا یا دوزخ کی طرف۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۱۱۵)

قیامت کے روز سب سے زیادہ بھوکے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ڈکار لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز سب سے زیادہ دیر تک وہی بھوکے رہیں گے جو دنیا میں سب سے زیادہ دیر تک پیٹ بھرے رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۴۲)

دو غلے کا حشر:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو دنیا میں دو چہروں والا تھا (یعنی ایسا شخص کہ اس گروہ کے سامنے اس کی تعریف اور دوسروں کی مذمت کرتا ہو اور پھر جب دوسروں میں جائے تو ان کی تعریف اور اس گروہ کی برائی کرتا ہو) تو قیامت کے روز اس کی دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۲)

کنسوئی لینے والے:

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے بنا کر (یعنی اپنی طرف سے گھڑ کر) جھوٹا خواب بیان کیا اسے قیامت کے روز مجبور کیا جائے گا دو کے بیچ گرہ لگائے اور ان میں ہرگز گرہ نہ لگا سکے گا (لہٰذا عذاب میں رہے گا) اور جس نے کسی گروہ کی بات کی طرف کان لگائے حالانکہ وہ سنانا نہ چاہتے تھے تو قیامت کے روز اس کے کان میں سیسہ (پگھلا کر) ڈالا جائے گا اور جس نے کوئی تصویر جاندار کی بنائی اسے قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونک کر زندہ کر۔ اور وہ روح نہ پھونک سکے گا۔

ذلت کا لباس:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا میں شہرت (تکبر اور اتراوے) کا لباس پہنا اسے خدا قیامت کے روز ذلت کا لباس پہنائے گا۔

زمین غصب کرنے والا:

ارشار فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے ذرا سی زمین بھی بغیر حق کے لے لی اس کو قیامت کے روز ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ظلماً ایک بالشت زمین بھی لی اس کو خدائے عزوجل مجبور کرے گا کہ اسے اتنا کھودے کہ ساتویں زمین کے آخر تک پہنچ جائے۔ پھر قیامت کا روز ختم ہونے تک جب تک لوگوں میں فیصلہ نہ ہو۔ وہ ساتوں زمینیں اس کے گلے میں طوق کی طرح ڈال دی جائیں گی۔

آگ کی لگام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے کوئی علم کی بات پوچھی گئی جسے وہ جانتا تھا اور اس نے وہ چھپالی تو قیامت کے دن اس کے (منہ میں) آگ کی لگام دی جائے گی۔

چونکہ اس نے بولنے کے وقت زبان بند رکھی اس لیے جرم کے مطابق سزا تجویز ہوئی کہ آگ کی لگام لگائی گئی۔

غصہ پینے والا:

حضرت سہل رضی اللہ عنہ اپنے باپ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے غصہ پی لیا حالانکہ وہ غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے پر قدرت رکھتا تھا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ساری مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے اپنے لیے اختیار کرلے۔

حرمین میں وفات پانے والا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مدینہ میں ٹھہرا اور اس نے مدینہ کی تکلیف پر صبر کیا میں قیامت کے روز اس کے لیے گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ اور جو شخص حرم مکہ یا حرم مدینہ میں مرگیا اسے اللہ قیامت کے روز امن والوں میں اٹھائے گا۔

جو حج کرتے ہوئے مر جائے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے اچانک سواری سے گر پڑے جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی اور وفات ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو پانی اور بیری سے غسل دو (بیری کے پتے پانی میں پکائے ہوئے ہوں تو صابن کی طرح نظافت اور صفائی کا فائدہ دیتے ہیں) اور اس کو (احرام کے) دونوں کپڑوں میں کفن دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میرا باطن میرے ظاہر سے اچھا کردے۔ (ترمذی)

شہداء:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جس کسی کے زخم لگ گیا اور اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کس کس کے زخم آیا ہے (یعنی) نیت کا حال اللہ ہی خوب جانتا ہے تو وہ قیامت کے روز اس زخم کو لیکر اس حال میں آئے گا کہ اس کا خون خوب بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

نور کامل والے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجدوں کو اندھیروں میں جانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کو قیامت کے دن پورا نور عنایت کیا جائے گا۔

اذان دینے والے:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان دینے والے قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔

خدا کے لیے محبت کرنے والے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر پر ہوں گے اور نبی اور شہید ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ تو بے خوف اور بے غم ہو کر نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور نبی و شہید دوسروں کی سفارش میں لگے ہوں گے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۴۲۶)

عرش کے سایہ میں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات شخصوں کو اس دن اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے علاوہ اور کسی کا سایہ نہ ہوگا۔

۱۔ مسلمان کا منصف بادشاہ

۲۔ وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی گزاری۔

۳۔ وہ مرد جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے جب وہ مسجد سے نکلتا ہے جب تک واپس نہ آ جائے۔ (اس کا جسم باہر اور دل مسجد کے اندر رہتا ہے)

۴۔ وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ کے لیے محبت کی اسی محبت کی وجہ سے جمع ہوتے ہیں اور اسی کو دل میں رکھتے ہوئے جدا ہو جاتے ہیں۔

۵۔ وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلے

۶۔ وہ مرد جس کو صاحب حسن اور ذی جاہ عورت نے (برے کام کے لیے) بلایا اور اس نے ٹکا سا جواب دے دیا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔

۷۔ وہ شخص جس نے ایسے چھپا کر صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۶۸ از بخاری و مسلم)

نور کے تاج والے

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس نے عمل کیا قیامت کے روز اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی اچھی ہوگی۔

روزہ اور قرآن کی شفاعت:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزے عرض کریں گے کہ اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے سے اور (دیگر) خواہشات سے روک دیا تھا لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے اور قرآن عرض کرے گا اے رب میں نے اس کو رات کو سونے سے روک دیا تھا۔ (کیونکہ یہ رات کو مجھ کو پڑھتا یا سنتا تھا) لہٰذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائیے۔

اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالآخر دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے روز اپنے آدمیوں کے لیے شفاعت کرنے والا بن کر آئیگا۔ (پھر فرمایا کہ) دونوں سورتوں بقرہ اور آل عمران کو پڑھا کرو جو بہت زیادہ روشن ہیں کیونکہ وہ قیامت کے روز دو بادلوں یا دو سائبانوں یا پرندوں کی دو جماعتوں کی طرح جو صف بنائے ہوئے ہوں آئیں گی اور اپنے پڑھنے والے کے لیے بڑے زور سے سفارش کریں گی۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ

قیامت کے احوال اور ہولناک مناظر اس کتاب سے آپ کو معلوم ہو گئے لیکن معلوم ہونا ہی کافی نہیں۔ عبرت اور نصیحت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ عموماً کتاب صرف علم کی حد تک محدود رکھنے کے لیے پڑھتے ہیں۔ اور عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ بدعملی اور غفلت و ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے۔ ذرا غور تو کریں کہ پچاس ہزار سال کا دن کیسے کٹے گا؟ پیشیاں ہوں گی۔ حساب ہوگا۔ اعمال کا وزن ہوگا۔ دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ سورج بہت زیادہ قریب ہو گا۔ آسمان و زمین بدل چکے ہوں گے۔ پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑ رہے

ہوں گے۔عمارتیں ختم ہو چکی ہوں گی۔ دھوپ ہی دھوپ ہوگی۔نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔قریب سے قریب ترین عزیز بھی ایک دوسرے سے بھاگ رہے ہوں گے۔حقوق کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعہ ہوگی۔ داہنے ہاتھ میں جنہیں اعمال نامے ملیں گے وہ جنتی ہوں گے اور جن کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے وہ اصحاب نار یعنی دوزخی ہوں گے۔ان حالات کو سامنے رکھ کر اس کتاب کو بار بار پڑھیں تاکہ تفصیلی حالات بھی سامنے آتے رہیں۔خود بھی پڑھیں گھر میں سب کو جمع کر کے مذاکرہ کریں۔مجلسوں اور محفلوں میں سنائیں اور عبرت اور بصیرت کی نیت سے پڑھیں۔اور بار بار سوچیں کہ ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں۔کیا یہ حالات نجات دلانے والے ہیں؟ کیا قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں اپنے موجودہ اعمال کے ذریعہ سایہ پکڑ سکتے ہیں؟ کیا ہم حوض کوثر پر پہنچنے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانے کے لائق ہیں؟ اور تھوڑی بہت جو نیکیاں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مظالم کی وجہ سے وہ اہل حقوق کو مل جائیں اور خود خالی ہاتھ کھڑے رہ جائیں؟

دنیا میں قاضی ہیں، اعزازی مجسٹریٹ ہیں، چیف جسٹس ہیں، ہائی کورٹ کے جج ہیں یہ لوگ حکومتوں کے ملازم ہیں۔مخلوق کے بنائے ہوئے غیر شرعی قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں شرعی قوانین کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔رشوتیں لے رہے ہیں۔ وطن، قوم اور زبان کی عصبیت کے پیش نظر ظالمانہ فیصلے کر دیتے ہیں۔ہم وطن، ہم قوم، ہم زبان ہونے کی وجہ سے مظلوم کے خلاف اور ظالم کے موافق فیصلے کرتے ہیں۔ حاکم بھی شریک ظلم ہو کر مظلوم پر ظلم کرتا ہے۔جھوٹے دعوؤں اور بہتانوں کو بنیاد بنا کر سزائیں دی جا رہی ہیں۔ان مظالم کے نتائج آخرت میں کیا ہوں گے؟ اس کا خیال نہ شاہ کو ہے نہ صدر کو نہ وزیر کو ہے۔ نہ جج کو، حکام کے سامنے، ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے لوگ پیش ہوتے ہیں۔دنیا پھر کے فیصلے کر رہے ہیں اپنی ذات کے فیصلے سے بے خبر ہیں۔قاضی روز جزا کے سامنے حاکم ومحکوم، ظالم و مظلوم سب کی پیشی ہوگی۔ وہاں انصاف کے ساتھ فیصلے ہوں گے۔ جن لوگوں نے دنیا میں غیر شرعی فیصلے کیے رشوتیں لیں، ظالموں کو جتایا، روز قیامت ان فیصلہ کرنے والوں کے بھی فیصلے ہوں گے۔جن مظلوموں کے خلاف فیصلے دیئے تھے ان میں بہت سے آزاد ہوں گے۔اور فیصلہ دینے والے بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔

فضیحت بود بروز شمار بندہ آزاد و بحوالہ در زنجیر

عہدوں کے الیکشن ہوتے ہیں، غیبتیں ہوتی ہیں، تہمتیں دھری جاتی ہیں، اخبارات کے دفتروں میں بیٹھ کر جھوٹی خبریں گھڑی جاتی ہیں، مخالفین کو اور ان کے ہمدردوں کو قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ان مظالم کا کیا نتیجہ ہوگا؟

اس سے غافل ہیں دنیا کی ظاہری سرسبزی اور میٹھے میٹھے جھوٹے منافع بہت مرغوب ومحبوب ہیں۔گناہوں کے ذریعہ خالق کائنات جل مجدہ کو ناراض کر کے رقمیں اور عہدے حاصل کیے ہیں۔ بنگلے ہیں، کوٹھیاں ہیں، اخبارات میں فوٹو چھپ رہے ہیں۔ریڈیو، ٹی وی پر انٹرویو آ رہے ہیں۔اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم کامیاب ہیں۔کامیابی کے دھوکہ میں آخرت کے حساب سے بے خبر ہیں۔اولاد کو گناہوں کی راہ پر ڈال رہے ہیں۔مست ہیں بیہوش ہیں۔موت کے بعد والے عذابوں کے لیے اپنی جانوں کو اور اپنی اولاد کو تیار کر رہے ہیں۔

گناہوں کے ذریعے حاصل کیے ہوئے اموال اور عہدے اور مخلوق پر کیے ہوئے مظالم اور ظالمانہ فیصلے جب عذاب کی صورت میں ظاہر ہوں گے تو اس وقت کہیں گے: مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ

(کہ میرا مال میرے کام نہیں آیا میری سلطنت اور اقتدار جاتا رہا۔

اپنا حساب اسی دنیا میں کرتے رہیں وہاں بھی تو اپنا حساب خود کرنا ہوگا۔

قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا.

"اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار کر رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال اس کے واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا (اس سے کہا جائے گا کہ) اپنا نامہ اعمال پڑھ لے۔آج تو خود اپنا آپ ہی حساب کرنے کے لیے کافی ہے"

جس نے اپنا یہاں حساب کر لیا اس کے لیے وہاں آسانی ہوگی کیونکہ جو یہاں حساب کرتا ہوگا گناہ چھوڑتا رہے گا۔فرائض و واجبات کا اہتمام کرے گا۔اور زیادہ سے زیادہ نفلی عبادت میں لگے گا۔اور جو حساب سے غافل رہے گا۔ وہ گناہوں میں لت پت رہے گا اور آخرت میں اعمال صالحہ سے خالی ہونے کی وجہ سے سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ذرا پچاس ہزار سال کا تصور کرو اور اس دن کے حالات کو ذہن میں لاؤ اور اپنے احوال و اعمال کو دیکھو پھر فیصلہ کرو کہ ہماری زندگی کامیابی والی زندگی ہے یا آخرت کے عذاب میں مبتلا کرنے والی ہے؟

بار بار محاسبہ اور مراقبہ کرو۔نفس کو جھنجھوڑو اور اس سے پوچھو کہ کل آخرت کے دن کے لیے تو نے اپنے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اگر یہاں مراقبہ کر کے نفس کا محاسبہ کر کے نفس کو سمجھا بجھا کر گناہوں سے توبہ کرالی اور بار بار توبہ کراتے رہے اور گناہ چھوڑتے رہے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے رہے تو امید ہے کہ روز قیامت کامیابی ہو جائے اور اللہ جل شانہ بلا حساب یا آسان حساب لے کر جنت میں بھیج دے۔

خوب سمجھ لو غور وفکر، عبرت موعظت مسلمان کا شیوہ ہے۔اور غفلت اور بدعملی مومن کا کام نہیں۔اپنی جان کو اور گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میری باریک ہڈیوں اور نازک چمڑے پر رحم کر۔(الکنز)

باب۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احوال آخرت

حکم ہوگا کہ جس جس شخص نے عمل کیا ہے وہ اپنے اپنے معبود سے خود جا کر طالب جزا ہو۔ پس جس وقت وہ اپنے معبودوں کی جستجو میں ہوں گے تو بت پرستوں کے واسطے وہ شیاطین جو بتوں سے تعلق رکھ کر بت پرستی و سرکشی کے باعث بنے تھے اور خواب و بیداری میں نئے نئے کرشمے دکھاتے تھے، سامنے آجائیں گے اور جو جماعتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کو و دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کو پوجتی تھیں۔ چونکہ یہ صالحین ان بد اعمال سے بیزار رہتے اور درحقیقت ان کی گمراہی کے باعث بھی شیاطین ہی تھے۔ لہٰذا وہی شیاطین ان کے سامنے آجائیں گے۔ پس جو فرشتے انتظام پر مامور ہوں گے وہ ان سے دریافت کریں گے کیا تمہارے معبود یہی ہیں وہ اپنے پورے یقین کے ساتھ بوجہ اس مناسبت معنوی کے جو ان کو بتوں کے ساتھ تھی کہیں گے درحقیقت ہمارے معبود یہی ہیں۔ ملائکہ ان سے کہیں گے کہ انہیں کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم کو تمہارے اعمال کی جزا و سزا تک پہنچادیں۔ پس یہ بسبب شدت پیاس اپنے معبودوں سے پانی طلب کریں گے اس پر ان کے لیے سراب یعنی چمکتا ہوا ریتا نمودار ہو جائے گا وہ اس کو پانی سمجھ کر دوڑیں گے، پہنچتے پر ان کو معلوم ہوگا کہ وہ آگ ہے جو بڑی لپیٹوں سے ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے اس وقت دوزخ میں سے لمبی لمبی گردنیں نکلیں گی جو دانوں کی طرح ان کو چن چن کر دوزخ میں ڈال دیں گی۔ جب کفار آگ میں مجتمع ہو جائیں گے تو شیطان آگ کے منبر پر چڑھ کر سب کو اپنی طرف بلائے گا۔ وہ اس گمان سے کہ یہ ہمارا سردار ہے کسی نہ کسی مکر حیلہ سے ہم کو نجات دلائے گا۔ اسکے پاس آجائیں گے۔ پس شیطان کہے گا کہ خدا کے تمام احکام بجا و درست تھے، میں تمہارا اور تمہارے باپ کا دشمن تھا۔ مگر یاد رہے کہ تم میں سے کسی کو زبردستی سے اپنی طرف نہیں کھینچا البتہ برے کاموں کی ترغیب دی تم نے بسبب کم عقلی و خام طبعی میرے وسوسوں کو سچا جان کر اختیار کیا پس اس وقت اپنے آپ ہی پر ملامت کرو نہ کہ مجھ پر۔ علاوہ ازیں مجھ سے کسی قسم کی نجات و خلاصی دلانے کی امید نہ رکھنا۔ اس یاس و ناامیدی کے جواب کو سن کر آپس میں لعن وطعن کرنے لگیں گے تابع و متبوع سب یہ چاہیں گے کہ اپنے وبال کو دوسرے پر ڈال کر خود سبکدوش ہو جائیں مگر یہ خیال محال و بے سود ہوگا اور قہر کے فرشتے ان کو کشاں کشاں اس مقام تک پہنچادیں گے جو ان کے اعمال و عقائد سے مناسبت رکھتا ہوگا۔ دوزخ کی آگ یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ گرم ہے اس کا رنگ شروع میں سفید تھا پھر ہزار برس بعد سرخ ہوگیا اب سیاہ ہے۔

اس کے سات طبقے ہیں جن میں ایک ایک بڑا پھاٹک ہے اول طبقہ گناہ گار مسلمانوں اور ان کفار کے لیے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے مخصوص ہے دیگر طبقات مشرکین، آتش پرست، دہریے، یہودی، نصاریٰ و منافقین کے لیے مقرر ہیں ان طبقوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) جحیم (۲) جہنم (۳) سعیر (۴) سقر (۵) لظیٰ (۶) ہاویہ (۷) حطمہ۔ ان طبقات میں سے ہر ایک میں نہایت وسعت، قسم قسم کے عذاب اور رنگ برنگ کے مکانات ہیں مثلاً ایک مکان ہے جسکا نام غیؔ ہے جس کی سختی سے باقی دوزخ بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے ایک اور مکان ہے جس میں انتہائی سردی ہے جس کو زمہریر کہتے ہیں اور ایک مکان ہے جس کو جب الحزن یعنی غم کا کنواں کہتے ہیں اور ایک کنواں ہے جس کو طینۃ الخبال یعنی زہر و پیپ کی کیچڑ کہتے ہیں ایک پہاڑ ہے جس کو صعود کہتے ہیں اس کی بلندی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے جس پر کفار کو چڑھا کر نار دوزخ کی تہہ میں پھینکا جائے گا ایک تالاب ہے جس کا نام آب حمیم ہے پانی اسکا اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچتے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جاتا ہے کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جاتی ہیں اور نیچے کا لب سوج کر سینے و ناک تک پہنچتا ہے زبان جل جاتی ہے اور منہ تنگ ہو جاتا ہے۔ حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے، معدے، اور انتڑیوں کو پھاڑ دیتا ہے ایک اور تالاب ہے جس کو غساق کہتے ہیں اس میں کفار کا پسینہ پیپ اور لہو بہہ کر جمع ہو جاتا ہے ایک چشمہ ہے جس کا نام غسلین ہے اس میں کفار کا میل کچیل جمع ہوتا ہے اس قسم کے اور بھی بہت سے خوفناک مکانات ہیں اہل دوزخ کے بہت چوڑے چکلے جسم بنادئے جائیں گے تاکہ سخت عذاب زیادہ ہو اور ان کے ہر ایک رگ و ریشہ کو ظاہراً باطناً طرح طرح کے عذاب پہنچائیں گے مثلاً جلانا، کچلنا، سانپ بچھوؤں کا کاٹنا، کانٹوں کا چبھونا، کھال کا چیرنا، مکھیوں کا زخم پر بٹھانا وغیرہ وغیرہ شدت گرمی و آگ کے پہنچتے ہی ان کے جسم جل کر نئے جسم پیدا ہو جایا کریں گے یہاں تک کہ

ایک گھڑی میں سات سو جسم بدلتے رہیں گے مگر یہ واضح رہے کہ جسم کے اصلی اجزاء برقرار رہیں گے صرف گوشت پوست جل کر دوبارہ پیدا ہوتا رہے گا۔ اور غم حسرت ناامیدی، خلل شکم وغیرہ تکلیفات بقدر جسامت برداشت کریں گے۔ بعض کافروں کی کھال بیالیس بیالیس گز موٹی ہوگی دانت پہاڑوں کی مانند، بیٹھنے میں تین تین منزل کی مسافت کے برابر جگہ گھیریں گے۔ مدت دراز کے بعد سوائے دیگر عذاب کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کردیا جائے گا کہ جو تمام عذابوں کے مجموعے کے برابر ہوگا۔ آخر کار نہایت بے چین و بیقرار ہوکر غذا طلب کریں گے۔ حکم ہوگا کہ درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ خاردار اور سخت ہے اور جحیم کی تہہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دیدو۔ جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا۔ پس کہہ دیں گے دنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جایا کرتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ جحیم سے پانی لادو۔ پانی کے منہ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے کہ پیشانی و سینہ تک پہنچ جائیں گے زبان سکڑ جائے گی اور حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔ اس حالت سے بیقرار ہوکر سردار جہنم کے سامنے آہ وزاری کریں گے کہ ہم کو تو مار دے تاکہ ان مصائب سے نجات پالیں، ہزار سال کے بعد وہ جواب دے گا کہ تم تو ہمیشہ اسی میں رہو گے، پھر ہزار سال کے بعد خداوند کریم سے دعا کریں گے کہ اے خدائے قدوس ہماری جان لے لے اور اپنی رحمت سے اس عذاب سے نجات دیدے۔ ہزار سال کے بعد بارگاہ ایزدی سے جواباً ارشاد ہوگا۔ خبردار خاموش رہو ہم سے استدعا نہ کرو۔ تم کو یہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوگا۔ آخر مجبور ہوکر کہیں گے آؤ بھائی صبر کرو کیونکہ صبر کا پھل اچھا ہے۔ اور خداوند کریم کو تضرع وزاری کے ساتھ ایک ہزار برس تک یاد کریں گے، آخر بالکل ناامید ہوکر کہیں گے۔ بیقراری وصبر ہمارے حق میں برابر ہے۔ کسی طرح شکل نجات نظر نہیں آتی۔ ان کو سر کے بل کھڑا کیا جائے گا۔ ان کے جسم مسخ ہوکر کتوں، گدھوں بھیڑیوں، بندروں، سانپوں اور دیگر حیوانات وغیرہ وغیرہ کی شکل میں ہو جائیں گے دنیا میں جو لوگ تکبر کرتے ہیں ان کو میدان حشر میں پاؤں میں لتا کر روند دیا جائے گا یہ کافروں کی حالت کا بیان ہے۔

میدان محشر میں مسلمانوں کی حالت حسب عمل گوناگوں ہوگی ایک جماعت جو خالصاً لوجہ اللہ ایک دوسرے سے ملاقات ومحبت وجدائی وفراق کرتی تھی خدا کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوگی اور بعض کو جو توکل سے آراستہ تھے اور مہمات دین ودنیا کی نہایت راستی سے انجام دیتے تھے ان کے چہرے کو چودھویں رات کے مانند بنا کر بے حساب وکتاب جنت کے لئے جدا کردیا جائے گا اور وہ لوگ جو ترک دنیا کرکے اعلائے کلمہ توحید میں شب وروز کوشاں تھے بے حساب وکتاب جنت کے لئے علیحدہ کر دیئے جائیں گے اور ان لوگوں کو بھی جو راتوں میں نہایت ادب وحضور قلب سے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، سادات الناس کا خطاب دے کر بے حساب وکتاب جنت کے لیے جدا کردیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ جماعت جو ظاہراً و باطناً ہمیشہ ذکر وطاعت الٰہی میں مصروف رہتی تھی اور تنگی اور آسائش کی حالت میں یکساں حمد الٰہی کرتی تھی، اشرف الناس کے خطاب سے ملقب کی جائے گی۔ باقی ماندہ مسلمان ومنافقین مختلف گروہوں پر تقسیم کردیئے جائیں گے، نمازی نمازیوں میں روزے دار روزے داروں میں، حاجی حاجیوں میں، سخی سخیوں میں، مجاہد مجاہدین میں، منکسر المزاج اہل تواضع میں، محسنین وخوش اخلاق اپنی جنس میں، اہل ذکر وظیفہ گزار اہل خوف وترحم، عادل ومنصف اہل شہادت، اہل صدق ووفاء علمائے راسخین وزہاد، عوام کالانعام، حکام، ظالم، خونی وقاتل، زانی دروغ گو، چور، رہزن، ماں باپ کو تکلیف دینے والے، سود خوار، رشوت خوار، حقوق العباد کے تلف کرنے والے، شراب خوار یتیموں اور بے کسوں کا مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے، نماز نہ پڑھنے والے، امانت میں خیانت کرنے والے، عہد کو توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوکر اپنی جنس میں جاملیں گے پھر ان گروہوں میں سے وہ لوگ جو مذکورہ صفات میں دو تین یا چار یا اس سے زیادہ اوصاف رکھتے ہوں، جدا کرکے الگ گروہوں میں تقسیم کردیے جائیں گے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والے کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گزر کر پامال کردو پس وہ بار بار گزر کر ان کو روندتے رہیں گے سود خواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ بچھو بھر دیے جائیں گے اور آسیب زدہ حالت میں ہوں گے۔ مصوروں کو یہ عذاب دیا جائیگا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں۔ جھوٹا خواب بیان کرنے والوں کو مجبور کیا جائے گا کہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائیں چغل خوروں کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ اسی طرح بعض فاسقین پر سرزنش و مواخذہ ہوگا جس وقت میدان محشر کفار سے بالکل خالی ہو جائے گا اور ہر ملت اور ہر قرن کے مسلمان، میدان حشر میں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے تو خدائے قدوس ان پر ظاہر ہوکر فرمائے گا "اے لوگو! تمام مذاہب وادیان کے لوگ اپنی جگہ چلے گئے، تم کیوں اب یہاں ٹھہرے ہو؟" وہ عرض کریں گے وہ تو اپنے معبودوں کے ساتھ چلے گئے جب ہمارا معبود ہم کو اپنے ساتھ لے گا اس وقت ہم بھی اس کے ساتھ چلیں گے۔ ارشاد باری ہوگا میں ہوں تمہارا معبود۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔ لیکن چونکہ آدمی اس صورت کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میرا گناہ بخش دے اور میری خصلت میں فراخی کر۔ (مسلم)

نہ پہچانیں گے کہ یہ خدا کی تجلی ہے۔ کہیں گے ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں تو ہمارا معبود نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے اپنے معبود کو دیکھا ہے وہ کہیں گے ہماری کیا طاقت تھی کہ ہم اس کو دیکھ سکتے پھر خداوند کریم فرمائے گا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس کے ذریعے اس کو پہچان سکو۔ وہ کہیں گے ہاں۔ پس وہ تجلی پوشیدہ ہو کر دوسری تجلی نمایاں ہو گی جس کی پنڈلی سے پردہ اٹھے گا۔ اس کو دیکھتے ہی سب کہیں گے۔ کہ تو ہی ہمارا پروردگار ہے۔ اور سب سربسجود ہو جائیں گے۔ مگر منافقین بجائے سجدہ کرنے کے پشت کے بل گریں گے۔ حکم ہو گا کہ دوزخ و جنت کو میدان حشر کے درمیان رکھو۔ اس کے بعد اعمال کا حساب میدان حشر میں لیا جائے گا سب سے پہلے نماز کا حساب اس طور پر لیا جائے گا کہ اپنی تمام عمر میں کتنی نمازیں اس نے پڑھی ہیں اور کتنی ذمہ واجب ہیں اور ارکان و آداب ظاہری و باطنی کیونکر ادا کیے ہیں اور کس قدر نوافل پڑھے ہیں اور اگر اس کے فرائض ترک ہوئے ہوں تو ایک فرض کے عوض ستر نوافل قائم ہو سکیں گے۔ نماز انسانی صورت میں حاضر ہو جائے گی۔ جو نمازیں بلا خشوع و خضوع و ذکر الٰہی و درود و وظائف پڑھی گئی ہوں گی وہ بے دست و پا ہوں گی۔ جن نمازوں میں ان امور مذکورہ کا لحاظ رکھا گیا ہو وہ نہایت آراستہ و پیراستہ ہوں گی اس کے بعد دیگر عبادات بدنی کا بھی مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد کا اسی طور پر حساب و کتاب ہو گا۔ نیز زہد، حرص دینی علوم، خون، زخم، اکل و شراب، ناجائز خرید و فروخت، حقوق العباد وغیرہ وغیرہ کا حساب ہو گا۔ ظالموں سے مظلوموں کو اس طور سے بدلہ دیا جائے گا کہ اگر ظالم نے نیکیاں کی ہیں تو اس کے حسب ظلم مظلوموں کو دلوائی جائیں گی۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہیں تو مظلوم کے گناہ حسب اندازہ ظلم ظالم کی گردن پر پڑ جائیں گے۔ البتہ ظالموں کا ایمان و عقیدہ نہ دیا جائے گا۔ بعض ایسے عالی ہمت بھی ہوں گے۔ کہ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اپنی نیکیوں کو بغیر کسی عوض کے دوسروں کو بخش دیں گے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی مقام میزان میں اس قسم کے حاضر ہوں گے۔ کہ ایک کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ دوسرا ایسا ہو گا جس کی صرف ایک نیکی ہو گی۔ اول الذکر کو حکم ہو گا کہ کہیں سے ایک نیکی مانگ لائے تو نیکیوں کا پلڑا ابڑھ جائے گا اور تو جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ وہ بے چارہ تمام لوگوں سے استدعا کرے گا۔ مگر کہیں سے کامیابی نہ ہو گی آخر مجبور اواپس آئے گا۔ جب آخر الذکر کو یہ حال معلوم ہو جائے گا تو کہے گا کہ بھائی میری تو صرف ایک ہی نیکی ہے۔ اور باوجود اتنی خوبیوں کے تجھ کو ایک نیکی بھی کسی نے نہ دی بھلا مجھ کو کون دے گا۔ لے یہ ایک نیکی بھی تو ہی لے لے تاکہ تیرا کام تو بن جائے میرا اللہ مالک ہے۔ خداوند کریم اپنے بے پناہ فضل و کرم سے ارشاد فرمائے گا۔ ان دونوں کو جنت میں لے جا کر ایک درجے میں چھوڑ دو۔ تمام چھوٹی و بڑی نیکیاں میزان میں داخل کر دی جائیں گی۔ لیکن ان کا وزن حسب عقیدہ ہو گا۔ یعنی جسقدر عقیدہ پختہ اور خالص ہو گا اتنی ہی زیادہ وزنی ہو گی جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک شخص کی ننانوے برائیاں ہوں گی اور صرف ایک نیکی اور یہ تولتے وقت بارگاہ ایزدی میں عرض کرے گا۔ اے خداوند امیری اس نیکی کی اتنی برائیوں کے مقابلے میں کیا حقیقت ہے کہ تولی جائے جب میں دوزخ کے لائق ہوں تو بغیر تولے مجھ کو بھیج دے۔ اس وقت ارشاد باری ہو گا کہ ہم ظالم نہیں یہ ضرور تولی جائے گی۔ چنانچہ جس وقت وہ برائیوں کے مقابلے میں تولی جائے گی تو اس کا پلڑہ جھک جائے گا اور وہ مستحق جنت قرار پائے گا۔ (شاہ رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں) کہ میرے علم میں یہ نیکی شہادت فی سبیل اللہ ہے جو تمام عمر کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ واللہ اعلم

اگرچہ پل صراط اور میزان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے مگر اظہر یہ ہے کہ میزان بہت سی ہوں گی چنانچہ یہ آیہ کریمہ: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے یہی مفہوم ہے اس طور سے یہ بھی قیاس میں آتا ہے کہ پل صراط بھی بہت سے ہوں گے۔ خواہ ہر امت کے لیے یا ہر قوم کے لیے۔ واللہ اعلم۔

قبل اس کے کہ میدان محشر سے پل صراط پر گزرنے کا حکم ہو گا تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا۔ پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبروں علیہم السلام کے ساتھ چلنے کا حکم ہو گا۔ اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب اور جوان سے کمتر ہوں گے ان کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کم ہوں گے ان کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے آس پاس خفیف سی روشنی ہو گی۔ اور ان سے بھی جو گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی۔ جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہو گی۔ جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے۔ یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہو گا کہ اس پر ہو کر جنت میں چلو۔ وہ پندرہ ہزار سال کی مسافت میں ہے۔ جن میں سے پانچ ہزار بیچ میں چلنے کے اور پانچ ہزار اترنے کے ہیں۔ حاصل کلام جب میدان محشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہو گی کہ اے لوگو۔ اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ تاکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح، بعض ہوا، بعض گھوڑے،

بعض اونٹ بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت اور مشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے۔ جوان میں بعض کو تو چھوڑ دیں گے بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اسی طرح سے رشتہ، امانتیں، لوگوں کے ساتھ ہو جائیں گی پس جنہوں نے ان کی رعایت نہ کی ہوان کو دوزخ میں کھینچ کر ڈال دیں گے اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز روزہ درود وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے۔ اور خیرات آگ کے اوران کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی۔ مگر پیغمبران امتوں کے حق میں (رب سلم سلم) کہیں گے۔

جب مسلمان پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر فریاد کریں گے، بھائیو ذرا ٹھہرنا کہ تمہارے نور کے طفیل سے ہم بھی چلے چلیں۔ وہ جواب دیں گے ذرا پیچھے چلے جاؤ جہاں سے ہم نور لائے ہیں تم بھی وہیں سے لے آؤ۔ پس جب پیچھے جائیں گے تو بے پناہ تاریکی اور ہول دیکھیں گے۔ آخر کار نہایت بے قرار ہو کر واپس لوٹیں گے اور دیکھیں گے کہ پل صراط کے سرے پر ایک بہت بڑی دیوار قائم ہے۔ اور دروازہ بند ہو گیا ہے۔ پس نہایت ہی گڑگڑا کر مسلمانوں کو پکاریں گے۔ کہ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے جواب ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہو؟ وہ جواب دیں گے کہ بے شک تم ہمارے ساتھ تو تھے لیکن بظاہر، اور دل میں شک وشبہ کرتے ہوئے ہمارے حق میں برائیاں اور کفار کی بھلائیاں چاہتے تھے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ جن کا ساتھ دیتے تھے انہی سے جاملو۔ اس اثنا میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نچلے درجے میں پہنچا دیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی اور ہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ رستہ میں دوزخ آئے گی۔ لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں۔ اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جاملیں گے۔ دنیا میں جو ایک دوسرے سے شکایت رکھتے تھے وہ سب ایک ہو جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے یہاں پہنچ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تفتیش حال کریں گے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام اہل جنت کا چہارم حصہ ہوگی۔ دریافت حال کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے گا کہ ابھی میری امت میں سے ہزار ہا آدمی دوزخ میں پڑے ہیں تو بوجہ اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اللعالمین ہیں غمگین ہو کر درگاہ الٰہی میں عرض کریں گے''

اے خدا میری امت کو دوزخ سے خلاصی دے'' یہ شفاعت بھی شفاعت کبریٰ کے مانند جو آنجناب نے کی تھی ہوگی۔ یعنی سات روز تک سربسجود رہ کر عجیب وغریب حمد وثناء بیان فرمائیں گے تب بارگاہ الٰہی سے حکم ہوگا کہ جس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دوسرے پیغمبر علیہم السلام بھی اپنی اپنی امتوں کی شفاعت کریں گے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الٰہی فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر بمعیت امت دوزخ کے کنارے پہنچ کے فرمائیں گے۔ اپنے اپنے رشتہ داروں اور واقف کاروں کو یاد کر کے ان کی نشانی بتاؤ تا کہ یہ فرشتے ان کو دوزخ سے نکال لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوگا۔ علاوہ ازیں شہداء کو ستر، حافظوں کو دس، علماء کو حسب مراتب لوگوں کی شفاعت کا حق ہوگا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے کر جنت میں تشریف لائیں گے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس وقت تمام اہل جنت کا تیسرا حصہ ہوگی۔ پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تفتیش فرمائیں گے کہ اب میری امت میں سے کس قدر دوزخ میں باقی ہیں؟ جواب ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تو ہزارہا دوزخ میں موجود ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بدستور سابق بارگاہ ایزدی میں شفاعت کریں گے۔ حکم ہوگا کہ کسی جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور سابق علماء اولیاء شہداء وغیرہ کو دوزخ کے کنارے لے جا کر فرمائیں گے، کہ اپنے اپنے رشتہ داروں، واقف کاروں وغیرہ کو یاد اور پہچان کر کے دوزخ سے نکلوالاؤ اس وقت بھی ہزارہا آدمی دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام اہل جنت کا نصف حصہ ہوگی۔ اس شفاعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر دریافت فرما کر بدستور ہائے سابق شفاعت کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ جس کے دل میں آدھے ذرے کر برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لاؤ۔ پس بدستور سابق ایک بہت بڑی تعداد جہنم سے برآمد ہو کر جنت میں داخل ہوگی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تمام اہل جنت سے دوچند ہو جائے گی۔ اور موحدین میں سے کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ مگر وہ موحدین جنکو انبیاء علیہم السلام کا توسل حاصل نہ ہوگا۔ یعنی ان کو پیغمبروں کے آنے کا علم نہیں ہوا ہو۔ وہ جو پیغمبروں کو معلوم کر کے منحرف ہو گئے ہوں۔ ان کے حق میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے مگر خداوند کریم فرمائے گا ان سے تمہارا کوئی تعلق نہیں بلکہ ان کو میں خود بخشوں گا۔ اسی اثناء میں مشرکین اور ان موحدین میں نزاع ہوگا۔ مشرکین بطور طعنہ کہیں گے کہ تم تو توحید کے متعلق دنیا میں ہم سے جھگڑتے تھے اور اپنے تئیں سچے بتاتے تھے مگر معلوم

ہوا کہ تمہارا خیال محض خام تھا۔ دیکھو ہم اور تم یکساں ایک ہی بلا میں مبتلا ہیں۔ پس اس وقت خدائے قدوس فرمائے گا۔ کیا انہوں نے شرک و توحید کو یکساں سمجھ لیا ہے قسم ہے عزت وجلال کی کہ میں کسی موحد کو مشرک کے برابر نہ کروں گا۔ پس ان تمام موحدین کو اس روز کے آخر میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے دوزخ سے اپنے دست قدرت سے نجات دے گا۔ اس وقت ان لوگوں کے جسم کوئلہ کی طرح سیاہ ہوں گے لہٰذا آب حیات کی نہر میں جو جنت کے دروازوں کے سامنے ہے غوطہ لگا دیں گے۔ جس سے ان کے بدن صحیح سالم ہو کر تروتازہ ہو جائیں گے اور ایک مدت کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ مگر ان کی گردنوں پر ایک سیاہ داغ رہے گا اور اہل جنت میں ان کا لقب جہنمی ہو گا۔ پس وہ ایک مدت کے بعد درگاہ الٰہی میں عرض کریں گے "خداوندا! جب تو نے دوزخ سے ہم کو نجات دی تو اس نشان و لقب کو بھی اپنے فضل و کرم سے ہم سے دور کر دے" پس خدا کی مہربانی سے وہ نشان اور لقب بھی ان سے دور ہو جائے گا۔ سب سے آخری شخص جو دوزخ سے برآمد ہو کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، ایک ایسا شخص ہو گا کہ اس کو دوزخ سے نکال کر کنارہ پر بٹھا دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اس کو ہوش آئے گا تو کہے گا کہ میرے منہ کو اس طرف سے پھیر دو۔ پس اس سے عہد لیا جائے گا۔ کہ اس کے سوا اور کچھ تو نہ مانگے گا۔ جب وہ پختہ عہد کر لے گا تو اس کا منہ پھیر دیا جائے گا۔ جب وہ جنت کی جانب نظر کرے گا تو اس کو نہایت تروتازہ درخت دکھائی دیں گے۔ پس وہ شور مچائیگا۔ الٰہی مجھ کو وہاں پہنچا دے۔ پھر اس سے بدستور سابق عہد لے کر وہاں پہنچا دیا جائے گا اور اسی ترتیب سے خوشنما درخت وعمدہ مکانات کو دیکھ کر نقض عہد کرتا ہوا جنت کے پاس پہنچ جائے گا۔ اور وہ جب جنت کی تروتازگی و رونق دیکھے گا تو تمام عہود سابقہ کو توڑ کر نہایت گڑگڑا کر جنت میں داخل ہونے کا خواستگار ہو گا۔ لیکن جب اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے گی تو اس خیال میں پڑ جائے گا کہ جنت تو معمور ہو چکی ہے اب میرے لیے اس میں مکان کی گنجائش کہاں ہو گی۔ حق تعالیٰ فرمائے گا جا وہاں جگہ کی کمی نہیں ہے۔ عرض کرے گا کہ خداوند شاید تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے۔ حالانکہ تو رب العلمین ہے۔ خداوند کریم فرمائے گا کہ جس قدر تجھے مانگنا ہو مانگ لے میں اس سے دو چند عطا کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گا اور یہ اہل جنت میں سے ادنیٰ مرتبہ کا ہے۔ حاصل کلام جب تمام اہل جنت اپنے اپنے مقاموں پر برقرار ہو جائیں گے تو ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے کہیں گے۔ فلاں دوزخی ہم سے حق باتوں پر جھگڑتا تھا نہ معلوم اب وہ کس حالت میں ہے۔ پس ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور بینائی میں قوت عطا کی جائے گی کہ جس سے وہ دوزخی بہت آہ وزاری کر کے جنت کے کھانے اور پانی طلب کرے گا۔ یہ جواب دیں گے کہ جنت کی نعمتوں کو خدا نے تم پر حرام کر دیا ہے۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو کیونکر سچا پایا۔ وہ نہایت ہی پشیمانی اور عاجزی ظاہر کرے گا۔ اور اس کے بعد اہل جنت کھڑکی بند کر لیں گے۔ پھر اہل جنت اپنے اہل وعیال کی حالت دریافت کریں گے۔ فرشتے جواب دیں گے کہ وہ سب حسب اعمال جنت میں اپنے اپنے مکانوں میں موجود ہیں۔ اہل جنت کہیں گے کہ ہم کو بغیر ان کے کچھ لطف نہیں آتا۔ ان کو ہم تک پہنچاؤ۔ ملائکہ جواب دیں گے کہ یہاں ہر شخص اپنے عمل کے موافق رہ سکتا ہے۔ اس سے تجاوز کا حکم نہیں۔ پس وہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں عرض کریں گے خداوند تجھ پر روشن ہے کہ ہم جب تک دنیا میں تھے تو کسب معاش کرتے تھے اور اس سے اپنے اہل وعیال کی پرورش ہوتی تھی اور وہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوتے تھے۔ اب جب تو نے بلا مشقت ایسی ایسی نعمتیں عنایت فرمائیں تو ہم ان کو کیونکر محروم کر سکتے ہیں۔ امیدوار ہیں کہ ان کو ہم سے ملا دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہو گا کہ ان کی اولادوں کو ان تک پہنچا دو تا کہ ان کو کسی بات کی تنگی نہ ہو۔ پس اہل وعیال کو ان سے ملا دیا جائے گا اور ان کو اصلی اعمال کی جزا کے علاوہ، والدین کے طفیل سے بہت کچھ عطا ہو گا۔ اندرون جنت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درجات عالیہ کے لیے شفاعت کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ اور لوگ جتنی زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہوں گے اتنے ہی مراتب اپنے استحقاق سے زیادہ حاصل کریں گے جب تمام لوگ دوزخ و جنت میں داخل ہو چکیں گے تو جنت و دوزخ کے درمیان منادی ہو گی کہ اے اہل جنت! جنت کے کناروں پر آ جاؤ۔ اور اے اہل دوزخ! دوزخ کے کناروں پر آ جاؤ۔ اہل جنت کہیں گے کہ ہم کو تو ابدالآباد کا وعدہ دلا کر جنت میں داخل کیا ہے اب کیوں طلب کرتے ہو؟ اور اہل دوزخ نہایت خوش ہو کر کناروں کی طرف دوڑیں گے، اور کہیں گے کہ شاید ہماری مغفرت کا حکم ہو گا۔ پس جس وقت سب کناروں پر آ جائیں گے تو ان کے مابین موت کو چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کر دیا جائے گا اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو۔ سب کہیں گے ہاں، جانتے ہیں کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے موت کا پیالہ نہ پیا ہو۔ اس کے بعد اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ اس کو حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے پھر وہ منادی آواز دے گا اے اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو کہ اب موت نہیں اور اے اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو کہ اب موت نہیں۔ اہل جنت اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو یہ شادی مرگ ہو جاتی۔ اور اہل دوزخ اس قدر رنجیدہ ہوں گے کہ اگر موت ہوتی تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو میری امت میں جمعرات کی صبح سویرے میں برکت دے۔ (ابن ماجہ)

یہ غم کے مارے مر جاتے۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ دوزخ کے دروازوں کو بند کر کے اس کے پیچھے بڑے بڑے آتشی شہتیر بطور پشتیبان لگا دو تا کہ دوزخیوں کے نکلنے کا خیال بھی نہ رہے۔ اور اہل جنت کو جنت میں ابدالاباد تک رہنے کا یقین واطمینان ہو جائے۔ جنت کی دیواریں سونے چاندی کی اینٹوں اور مشک وزعفران کے گارے سے بنی ہوئی ہیں۔ اس کی سڑکیں اور پٹڑیاں زمرد یاقوت اور بلور سے، اس کے باغیچے نہایت پاکیزہ ہیں جن میں بجائے بجری، زمرد، یاقوت اور موتی وغیرہ پڑے ہیں۔ اس کے درختوں کی چھالیں طلائی اور نقرئی ہیں۔ شاخیں بے خار و بے خزاں، اس کے میوؤں میں دنیا کی نعمتوں کی گونا گوں لذتیں ہیں۔ ان کے نیچے ایسی نہریں ہیں جن کے کنارے پاکیزہ اور جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان نہروں کی چار قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا پانی نہایت شیریں و خنک ہے۔ دوسری وہ جو ایسے دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزہ نہیں بگڑتا۔ تیسری ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزاء وخوش رنگ ہیں۔ چوتھی نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں علاوہ ان کے تین قسم کے چشمے ہیں ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔ دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں۔ اس کی خاصیت گرم ہے۔ مثلاً چاء وقہوہ۔ تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جوان سے کم تر ہیں ان میں سر بمہر گلاس مرحمت ہوں گے۔ جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح اس میں سے تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔ اور دیدار الٰہی کے وقت ایک اور چیز عنایت ہوگی جس کا نام شراب طہور ہے۔ جو ان تمام چیزوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند وبزرگ وسایہ دار ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا۔ جنت کے فرش و فروش ولباس وغیرہ نہایت عمدہ اور پاکیزہ ہیں اور ہر شخص کو وہی لباس عطا کیے جائیں گے جو اس کو مرغوب ہوں گے۔ اور مختلف اقسام کے لباس ہوں گے۔ سندس استبرق، اطلس، زربفت وغیرہ اور بعض ان میں سے ایسے نازک وباریک ہوں گے کہ ستر تہوں میں بھی بدن نظر آئے گا۔ جنت میں نہ سردی ہے نہ گرمی نہ آفتاب کی شعاعیں نہ تاریکی بلکہ ایسی حالت ہے جیسے طلوع آفتاب سے کچھ پیشتر ہے۔ مگر روشنی میں ہزار ہا درجے اس سے برتر ہوگی۔ جو عرش کے نور کی ہوگی نہ کہ چاند سورج کی۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ اگر وہاں کا لباس وزیور زمین پر لایا جائے تو اپنی چمک دمک سے جہان کو اس قدر روشن کر دے گا کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند ہو جائے گی۔ جنت میں ظاہری کثافت وغلاظت یعنی پیشاب، پاخانہ، حدث، تھوک، بلغم، ناک کا رینٹ، پسینہ ومیل بدن وغیرہ بالکل نہ ہوں گے صرف سر پر بال ہوں گے اور داڑھی مونچھ ودیگر قسم کے بال جو جوانی میں پیدا ہوتے ہیں بالکل نہ ہوں گے۔ اور نہ کوئی بیماری ہوگی اور باطنی کثافتوں یعنی کینہ، بغض، حسد، عیب جوئی، اور غیبت وغیرہ سے دل صاف ہوں گے۔ سونے کی حاجت نہ ہوگی اور خلوت واستراحت کے لیے پردہ والے مکانوں میں میلان کریں گے۔ ملاقات اور ترتیب مجلس کے وقت صحن اور میدانوں میں میلان کریں گے۔ ان کی غذاؤں کا فضلہ خوشبودار ڈکاروں اور معطر پسینے سے دفع ہوا کرے گا۔ جس قدر کھائیں گے ہضم ہو جایا کرے گا۔ بدہضمی اور گرانی شکم کا نام تک نہ ہوگا۔ جماع میں نہایت حظ حاصل ہوگا۔ اور انزال ایک نہایت فرحت بخش ہوا کے نکلنے سے ہوا کرے گا نہ کہ منی سے۔ جماع کے بعد عورتیں پھر باکرہ ہو جایا کریں گی۔ مگر بکارت کے ازالہ کی تکلیف اور خون وغیرہ کے نکلنے سے پاک ہوں گی۔ سیر وتفریح کے واسطے ہوائی سواریاں اور تخت ہوں گے۔ جو ایک گھنٹہ میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرتے ہوں گے۔ جنت میں ایسے قبے برج اور بنگلے ہوں گے۔ جو ایک ہی یاقوت یا موتی یا زمرد یا دیگر جواہرات سے رنگ برنگ بنے ہوں گے۔ جن کی بلندیاں وعرض ساٹھ ساٹھ گز ہوں گی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی مکان کی بلندی وعرض یکساں نہ ہو تو مکان ناموزوں ہوتا ہے۔ اہل جنت کی خدمت، راحت، آسائش وآرام وغیرہ کے لیے حور وغلمان وازواج موجود ہوں گے۔

باب ۲۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قیامت کا منظر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور اس یقینی دن میں سب مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی۔ تو ایک سیاہ سائبان ان پر چھا جائے گا کہ تاریکی کی شدت کی وجہ سے کوئی کسی کو دکھائی نہ دے گا سب لوگ اپنے قدموں پر کھڑے ہوں گے۔ ان کے اور ان کے رب کے درمیان ستر سال (کی مسافت کے بقدر) فاصلہ ہوگا۔ یکایک فرشتوں پر خالق تبارک وتعالیٰ کا جلوہ پڑے گا۔ زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا جائے گی۔ تاریکی پھٹ جائے گی۔ سب مخلوق پر رب کا نور چھا جائے گا۔ ملائکہ عرش کے گرد اگرد گھیرا باندھے رب کی تسبیح اور حمد پاکی بیان کر رہے ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام مخلوق صف در صف کھڑی ہوگی اور ہر امت الگ گوشہ میں قائم ہوگی۔ یکدم اعمالنامے اور میزان عدل لائے جائیں گے۔ میزان ایک فرشتے کے ہاتھ میں آویزاں ہوگی۔ جو کبھی اس کے پلڑے کو اوپر اٹھاوے گا اور کبھی جھکا دے گا۔ اعمالنامے اس میں رکھے جائیں گے۔ اسی حالت میں جنت کا پردہ اٹھایا جائے گا اور جنت قریب لائی جائے گی۔ پھر بھی مسلمانوں سے جنت کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ کا ہوگا۔ جنت کی ایک ہوا چلے گی۔ جس کی خوشبو مشک کی طرح مسلمان محسوس کریں گے۔ پھر دوزخ کا سرپوش اٹھایا جائے گا۔ اور اس کی بدبو کا ایک جھونکا تیز دھوئیں کے ساتھ چلے گا جس کی بو مجرم محسوس کریں گے حالانکہ ان کے اور دوزخ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ پھر دوزخ کو ایک بڑی زنجیر میں کس کر کھینچ کر لایا جائے گا انیس فرشتے اس کے موکل ہوں گے اور ہر فرشتے سے مددگار ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ تمام موکل اور انکے مددگار دوزخ کے دائیں بائیں اور پیچھے چلتے ہوئے گھیرے میں لیے کھینچتے لائیں گے۔ ہر فرشتے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب سے دوزخی چیخیں گے، گدھے کی ابتدائی اور انتہائی آواز کی طرح دوزخ کی آوازیں ہوں گی۔ اس میں دشواریاں ہوں گی، تاریکی ہوگی، دھواں ہوگا، شور ہوگا۔ دوزخ دوزخیوں پر غضب ناک ہوگی اور شدت غضب کی وجہ سے شعلے اٹھیں گے۔ فرشتے دوزخ کو لاکر جنت اور موقف (قیام گاہ حشر) کے درمیان نصب کردیں گے۔ دوزخ آنکھ اٹھا کر سب مخلوق کو دیکھے گی اور منہ زوری کر کے ان کی طرف بڑھ کر سب کھا جانا چاہے گی لیکن موکل اس کو زنجیروں سے روک لیں گے۔ اگر کہیں چھوٹ جائے تو ہر مومن و کافر کو کھا جائے۔ دوزخ جب دیکھے گی کہ مجھے روک دیا گیا ہے تو اس میں سخت جوش آجائے گا اور شدت غضب کی وجہ سے پھٹ پڑنے کے قریب ہو جائے گی پھر دھاڑیں مارے گی اور سب مخلوق اس کے دانت پیسنے کی آوازیں سنیں گے دل کانپ جائیں گے۔ دھڑک کے نکلنے لگیں گے۔ ہوش اڑ جائیں گے آنکھیں اٹھی کی اٹھی رہ جائیں گی تڑپ کر دل حلق تک آجائیں گے۔

دوزخ کی حالت:

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی حالت ہم سے بیان فرمائیے۔ فرمایا ہاں وہ اس زمین سے ستر گنا بڑی ہے کالی ہے، تاریک ہے، اسکے سات سر ہیں ہر سر پر تیس دروازے ہیں ہر دروازہ کا طول تین روز کی راہ کے برابر ہے اس کا بالائی لب ناک کے سوراخ سے لگتا ہوگا۔ اور زیریں لب کو وہ گھسیٹتی ہوئی چلے گی اس کی ناک کے ہر سوراخ میں مضبوط بندش اور ایک بڑی زنجیر ہوگی۔ جس کو ستر ہزار فرشتے تھامے ہوں گے۔ فرشتے بھی سخت مزاج تندخو جن کے دانت باہر کو نکلے ہوئے آنکھیں انگاروں کی طرح رنگ آگ کے شعلوں کی طرح۔ ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اٹھتا ہوا۔ سب کے سب زبردست خدا کے حکم کی تعمیل کے لیے تیار۔ اس وقت دوزخ سجدہ کرنے کی اجازت مانگے گی۔ اللہ اجازت دے دے گا۔ دوزخ سجدہ کرے گی۔ جب تک خدا چاہے گا۔ پھر اللہ حکم دے گا سر اٹھا۔ دوزخ سر اٹھائے گی اور کہے گی وہ اللہ ہر حمد کا مستحق ہے۔ جس نے مجھے ایسا بنایا کہ میرے ذریعہ سے نافرمانوں سے انتقام لیتا ہے۔ کسی دوسری مخلوق کو ایسا نہیں بنایا کہ جس کے ذریعہ سے انتقام لے پھر رواں سہل الادا اور خوب چلی ہوئی زبان سے بلند آواز سے کہے گی۔ جس قدر خدا چاہے اس کے لیے استحقاق حمد ہے۔ پھر ایک دھاڑ مارے گی تو کوئی مقرب فرشتہ، کوئی مرسل پیغمبر اور کوئی میدان قیامت کے حاضرین میں سے ایسا نہ بچے گا کہ (دہشت کی وجہ سے) دوزانوں نہ بیٹھ جائے! پھر دوبارہ دھاڑ مارے

گی۔تو کسی کی آنکھ میں کوئی آنسو ایسا نہ ہوگا کہ باہر نہ آجائے۔پھر تیسری بار دھاڑے گی تو یہ (ہیبت پیدا ہو جائے گی کہ) اگر کسی انسان یا جن کے اعمال بہتر پیغمبروں کے برابر ہوں گے تو وہ بھی اس میں گر پڑیں۔پھر چوتھی بار دھاڑ مارے گی تو ہر چیز کا بولنا بند ہو جائے گا۔صرف جبرائیل میکائیل اور اللہ کے دوست عرش کو پکڑے رہیں گے مجھے بچا، مجھے بچا میں اور کچھ نہیں مانگتا۔اس کے بعد دوزخ آسمان کے ستاروں کے برابر شمار میں چنگاریاں پھینکے گی۔اور ہر چنگاری مغرب سے اٹھنے والے ابر عظیم کی طرح (سرخ) ہوگی۔یہ چنگاریاں تمام مخلوق کے سروں پر گریں گی۔

پل صراط:

پھر ایک راستہ (صراط) نصب کیا جائے گا۔اس میں سات سو یا سات پل تیار کیے جائیں گے۔ہر دو پلوں کا درمیانی فاصلہ ہزار سال کے راہ کے برابر ہوگا (دوزخ کے سات خانے یا سات درجے ہوں گے) ایک خانہ سے دوسرے خانہ تک پل صراط کا عرض پانچ سو برس کی مسافت کے بقدر ہو گا۔اسی طرح دوسرے خانہ سے تیسرے خانہ تک اور چوتھے سے پانچویں تک اور پانچویں سے چھٹے تک اور چھٹے سے ساتویں خانہ تک پانچ پانچ سو برس کے راستہ کے برابر پل صراط کا عرض ہوگا۔ساتواں درجہ تمام درجات سے ستر حصہ زیادہ گرم فراخ گہرا بڑے بڑے انگاروں والا ہے اور ہر قسم کے عذابوں پر حاوی ہے قریب ترین درجہ کے شعلے پل صراط سے گزر کا ادھر ادھر اور اونچائی میں تین میل تک جائیں گے۔دوزخ کے ہر درجہ حرارت کی شدت، انگاروں کی کلائی اور انواع عذاب کی کثرت کے لحاظ سے اپنے بالائی طبقہ سے ستر گنا زیادہ ہوگا۔ہر درجہ میں سمندر بھی ہونگے اور دریا بھی اور پہاڑ بھی۔ہر پہاڑ کی اونچائی ستر ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔دوزخ کے ہر درجہ میں ایسے ستر پہاڑ ہونگے اور ہر پہاڑ کے ستر درے اور درے میں ستر ہزار درخت تھوہر کے اور ہر درخت کی ستر شاخیں اور ہر شاخ پر ستر سانپ اور ستر بچھو ہونگے۔ہر سانپ کی لمبائی تین میل کی مسافت کے بقدر ہوگی اور بچھو بڑے بڑے بختی اونٹوں کی طرح ہونگے۔ہر درخت پر ستر ہزار پھل ہونگے اور ہر پھل دیو کے سر کے برابر ہوگا۔ہر پھل کے اندر ستر کیڑے اور ہر کیڑہ اتنا لمبا جتنی مسافت پر تیر جاکر گرتا ہے۔بعض پھلوں میں کیڑے نہیں ہوں گے بلکہ کانٹے ہونگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔دوزخ کے سات دروازے ہونگے۔ہر دروازہ کے ستر وادی اور ہر وادی کا گہراؤ ستر سال کی مسافت کے بقدر ہوگا۔ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدھے، ہر اژدھے کی باچھ (گوشہ لب) میں ستر ہزار بچھو ہر بچھو کے ستر ہزار منکے (پشت کی ہڈی کا مہرہ) اور ہر منکے میں مٹکا بھر زہر ہوگا۔جو کافر و منافق پہنچے گا۔اس کو پورا زہر پینا ہوگا۔

غرض جس وقت مخلوق گھٹنے ٹیکے بیٹھی ہوگی اور دوزخ مست اونٹ کی طرح بے تاب ہوگی۔تو بلند آواز سے ایک منادی ندا کرے گا۔فوراً انبیاء، صدیق، شہید اور نیک لوگ اٹھ کھڑے ہونگے۔پھر پیشی ہوگی۔جس میں آپس کے حقوق لوٹائے جائیں گے پھر دوسری پیشی روحوں اور بدنوں کا باہم جھگڑا ہوگا بدن روحوں پر غالب آئیں گے تیسری پیشی اللہ کے سامنے ہوگی اور اعمال نامے اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں گے۔کسی کے دائیں ہاتھ میں کسی کے بائیں ہاتھ میں اور کسی کو اعمال نامہ (الٹے ہاتھ میں) پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا جن کو دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ان کو اللہ کی طرف سے نور رحمت ہوگا۔فرشتے اس عزت پر ان کو مبارکباد دیں گے وہ اللہ کی رحمت سے پل صراط سے پار ہو کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

جنت کی نعمتیں:

جنت کے دربان پوشاکیں، سواریاں، زیور جوان کے مناسب ہوگا پیش کریں گے سب لوگ متفرق ہو کر اپنے اپنے مخصوص مکانوں کی طرف جائیں گے اور خوش خوش اپنے محلوں کی طرف لوٹیں گے اور اپنی ازواج کے پاس جائیں گے اور ایسی نعمتیں دیکھیں گے جن کو زبان بیان نہیں کر سکتی۔نہ ان کی آنکھوں نے پہلے دیکھی ہونگی نہ دل میں ان کا تصور آیا ہوگا۔غرض اندازہ مقررہ کے موافق کھائیں گے، پئیں گے، زیور اور لباس پہنیں گے، بیویوں کو گلے لگائیں گے، پھر اپنے خالق کی حمد کریں گے جس نے ان کا غم دور کر دیا۔گھبراہٹ سے امن دیا۔اور حساب کو آسان کیا۔پھر اللہ کی دی ہوئی نعمت کا شکر کریں گے اور کہیں گے حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم کو یہ راہ دکھائی۔اگر خدا ہم کو راہ نہ دکھاتا تو ہم خود یہ راہ پانے والے نہ تھے۔دنیا سے جو لوگ کچھ توشہ لائے ہونگے اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہونگی۔دنیا میں وہ یقین و ایمان رکھتے تھے۔تصدیق کرتے تھے۔عذاب سے ڈرتے تھے، رحمت کے امیدوار تھے اور ثواب کی رغبت رکھتے تھے۔اس وقت نجات پانے والے نجات پا جائیں گے اور کافر تباہ ہو جائیں گے۔

بائیں ہاتھ میں اعمال:

جن کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں اور پس پشت سے دیے جائیں گے ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہو جائیں گے ان کی ناک پر داغ لگایا جائے گا۔ان کے بدن بڑے اور بدن کی کھالیں موٹی ہو جائیں گے جب اعمال نامہ کو دیکھیں گے اور گناہوں کا معائنہ کریں گے کہ بغیر اندراج کے ان کا کوئی چھوٹا بڑا نہیں بچا ہے تو پکاریں گے ہائے ہم تباہ ہوگئے۔ان کے دل افسردہ اور (نتیجہ کے متعلق) برے خیالات ہونگے۔خوف کی شدت اور غم کی کثرت ہوگی۔سر افگندہ نظریں خوف زدہ اور گردنیں جھکی ہوئی ہونگی۔نظر چرا کے دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو نگاہ نہ لوٹ سکے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ جو تو نے ہم کو رزق دیا ہے اس میں برکت کر اور ہم کو آتش دوزخ سے بچا (ابن السنی)

24

ایک امر عظیم نظر آئے گا۔ سخت، دشوار اور ہر جہتی مصیبت اضطراب آفریں گھبرا دینے والی۔ دہشت انگیز غم افزا ذلیل کن، دلوں کو فکر مند بنانے والی اور آنکھوں کو رلانے والی، اس وقت وہ اللہ کی بندگی کا اقرار اور اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے اور یہ اقرار ہی ان کے لیے آگ، ذات غم، بدبختی، الزام اور غضب (کی صورت) بن جائے گا۔ رب کے سامنے دوزانوں بیٹھے گناہوں کا اقرار کرتے ہونگے آنکھیں نیلی ہونگی۔ بے نظر دل گڑھے میں گر رہے ہونگے کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا۔ جوڑ جوڑ کانپ رہا ہوگا۔ کچھ بولا نہ جائے گا آپس کی رشتہ داریاں کٹ چکی ہونگی نہ برادری باقی ہوگی، نہ نسب کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا سب خود اپنی ہی مصیبت میں مبتلا ہونگے۔ جس کا ازالہ نہ کرسکیں گے۔ دنیا میں لوٹ کر جانے کی درخواست کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ دنیا میں جس چیز کو نہیں مانتے تھے اس کا یقین ہو جائے گا۔ نہ پینے کو پانی کہ پیاس بجھے، نہ کھانے کو کھانا کہ پیٹ بھرے نہ پہننے کو کپڑا کہ تن ڈھکے۔ پیاسے بھوکے ننگے۔ ہارے ہوئے جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا غمگین پریشان کیے ہوئے کہ جان و مال کمائی اور اہل عیال غرض ہر طرف سے گھاٹے میں ہونگے اس حالت میں اللہ دوزخ کے موکلوں کو حکم دے گا۔ اپنے کارندوں کو ساتھ لے کر اپنے ہتھیاروں سمیت یعنی زنجیریں، طوق، اور گرز اٹھائے ہوئے دوزخ سے باہر آجائیں۔ حسب الحکم موکل باہر آکر ایک گوشہ میں حکم کے منتظر کھڑے ہو جائیں گے بدبخت ان کو دیکھیں گے۔ جکڑ بند کے سامان اور ان کے کپڑوں کو دیکھیں گے تو (حسرت سے) اپنے ہاتھ دانتوں سے کاٹیں گے اور انگلیاں کھا جائیں گے اور موت کو پکاریں گے آنسو بہنے لگیں گے پاؤں لڑکھڑا جائیں گے اور ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے۔ حکم ہوگا ان کو پکڑو۔ گردنوں میں طوق ڈالو۔ جہنم میں داخل کردو۔ اور زنجیریں خوب جکڑ دو۔ اس کے بعد اللہ جس شخص کو جس درجہ جہنم میں ڈالنا چاہے گا۔ اس درجہ کے موکلوں کو بلا کر فرمائے گا ان کو گرفتار کرلو۔ چنانچہ ایک ایک آدمی کی طرف ستر ستر موکل بڑھیں گے۔ خوب جکڑ کر باندھیں گے۔ بھاری طوق گردنوں میں اور زنجیریں ناک کے نتھنوں میں ڈالیں گے۔ جن کی وجہ سے دم گھٹنے لگے گا۔ پھر پشت کی طرف سے سروں کو قدموں سے ملا دیا جائے گا۔ جس سے پشت کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اس تکلیف سے ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی رگیں پھول جائیں گی (طوق کی گرمی سے) گردنوں کا گوشت جل جائے گا۔ رگوں کا پوست اتر جائے گا۔ سروں کے اندر دماغ کھولنے لگیں گے۔ اور بہہ کر کھال پر گریں گے اور قدموں تک پہنچ جائیں گے۔ بدن کی کھالیں گر پڑیں گی گوشت نیلے ہو جائیں گے اور پیپ ان سے بہنے لگے گا گردنیں مونڈھوں سے کانوں تک طوق سے بھری ہونگی جس کی وجہ سے گوشت سوختہ ہو جائے گا۔

ہونٹ کٹ جائیں گے دانت اور زبانیں باہر نکل آئیں گی چلائیں گے چیخیں گے، طوقوں سے شعلے نکلتے ہونگے جن کی گرمی خون کی طرح رگوں میں دوڑے گی طوق کھوکھلے ہونگے جن کے اندر آگ کی لپیٹ دوڑتی ہوگی طوقوں کی گرمی دلوں تک پہنچے گی اور دلوں کی کھال کو کھینچے گی۔ دل اچھل کر گلے تک آجائیں گے۔ دم سخت گھٹ جائے گا۔ آوازیں بند ہو جائیں گی۔ اسی دوران میں اللہ جہنم کے موکلوں کو حکم دے گا۔ ان کو لباس پہناؤ۔ موکل کپڑے پہنائیں گے۔ کرتے پہنائیں گے انتہائی کالے بدبودار، کھردرے جہنم کی گرمی سے بھڑکتے ہوئے اگر پہاڑ پر رکھ دیئے جائیں تو ان کو بھی پگھلا دیں۔ پھر اللہ حکم دے گا۔ ان کو ہنکا کر ان کے گھروں کو لے جاؤ موکل دوسری زنجیریں لائیں گے جو پہلی زنجیروں سے لمبی اور موٹی ہونگی ہر فرشتہ ایک زنجیر لے کر ایک گروہ کو اس میں باندھ دے گا اور زنجیر کا کنارہ اپنے کاندھے پر رکھ کر قیدیوں کی طرف پشت پھیر کر منہ کے بل کھینچتا ہوا لے چلے گا اور پیچھے سے ستر ہزار فرشتے ہر گروہ کو گرزوں سے مارتے ہوئے ہنکائیں گے پھر جہنم پر لے جائیں گے اور کہیں گے یہ وہ آگ ہے۔ جس کو تم نہیں جانتے تھے کیا یہ جادو ہے کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا اس میں داخل ہو کر صبر کرو یا نہ کرو۔ دونوں برابر ہیں۔ تمہارے اعمال کی تم کو سزا دی جائے گی جب دوزخ پر لے جا کر کھڑا کیا جائے گا تو جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے سرپوش اٹھا لیا جائے گا آگ بھڑکنے لگے گی۔ شعلے اٹھتے ہونگے۔ سخت دھواں نکلتا ہوگا۔ آسمان کے ستاروں کی طرح اوپر کو چنگاریاں اڑیں گی اور ستر سال کی راہ کے بقدر اوپر کو جائیں گی۔ پھر لوٹ کر لوگوں کے سروں پر گریں گی۔ جن کی وجہ سے بال جل جائیں گے کھوپڑیاں اکڑ جائیں گی اس وقت جہنم بہت اونچی آواز سے چلائے گی۔ اے دوزخیو! ادھر آؤ۔ اے دوزخیو! میری طرف آؤ۔ اپنے رب کی عزت کی قسم میں تم سے ضرور بدلہ لوں گی پھر کہے گی حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے مجھے ایسا بنایا کہ اس کے غضب کی وجہ سے میں غضبناک ہوتی ہوں اور میرے ذریعے سے اپنے دشمنوں سے وہ انتقام لیتا ہے۔ پروردگار میری گرمی اور قوت میں اضافہ کردے۔ اتنے میں دوزخ کے اندر سے کچھ دوسرے ملائکہ نکلیں گے جو ہر امت کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا کر سرنگوں منہ کے بل جہنم میں پھینک دیں گے اور سروں کے بل لڑھکتے ہوئے ستر سال کی راہ تک چلے جائیں گے۔ آخر میں جب دوزخ کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچیں گے تو وہاں بھی ان کو ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا۔ ہر انسان کی ستر کھالیں تہہ بہ تہہ ہو جائیں گی۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچنے کے بعد سب سے پہلے زقوم کھانے کو ملے گا۔ جس کی گرمی اوپر ہی سے نمودار ہو گی۔ تلخی تیز اور کانٹوں کی کثرت ہوگی۔ دوزخی اس کو چبا ہی رہے ہوں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں آگ سے جہنمیوں کے لئے ہلاکی ہے (بیہقی)

گے کہ ناگہاں فرشتے گرزوں سے مارنا شروع کریں گے جن سے ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ پھر ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ اور وہ ستر برس کی راہ کے بقدر بغیر کسی وادی میں قرار پکڑے سروں کے بل لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے۔ آخر کار پھر ہر شخص کی ستر کھالیں بنادی جائیں گی۔ اور وہاں بھی خوراک تھوہر کی ملے گی۔ مگر منہ کے اندر ہی رہے گی نگلنے کی طاقت نہ ہوگی بلکہ حلق میں نیچے سے دل اور باہر سے خوراک آ کر جمع ہو جائے گی۔ جس سے پھندا لگے گا اور پانی کے لیے فریاد کریں گے۔ ان گھاٹیوں میں کچھ وادیاں ہوں گی جن کے دھانے جہنم کی طرف گرتے ہوں گے۔ دوزخی چل کر ان نالوں پر پہنچیں گے اور پینے کے لیے اوندھے منہ ان پر گر پڑیں گے۔ گرتے ہی ان کے چہروں کی کھالیں کٹ جائیں گی جب پانی نہ پی سکیں گے تو ادھر سے رخ پھیر لیں گے ابھی چشموں پر اوندھے منہ ہی ہوں گے کہ فوراً ملائکہ جالیں گے اور گرزوں سے ماریں گے جن سے ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی پھر ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے اور وہ کہیں قرار پکڑے بغیر ایک سو چالیس برس کی مسافت کے بقدر شعلوں اور سخت دھویں میں لڑھکتے ہوئے چلے جائیں گے آخر کچھ نالوں پر جا کر ٹھہریں گے وہاں ہر آدمی کی ستر کھالیں بدل کر دوسری ستر کھالیں دی جائیں گی چونکہ وادیوں پر چشموں کی انتہا ہوگی اس لیے چشموں کا پانی پئیں گے مگر پانی اتنا گرم ہوگا کہ پیٹ میں نہیں ٹھہرے گا یہاں تک کہ اللہ ہر شخص کو سات نئی کھالیں دے دے گا۔

جب پانی پیٹ میں کچھ ٹھہرے گا تو آنتوں کو کاٹ کر ٹکڑے کر دے گا اور آنتیں سرینوں کی راہ نکل جائیں گی اور پانی کا باقی حصہ رگوں میں پھیل جائے گا جس سے گوشت پگھل جائے گا اور ہڈیاں پھٹ جائیں گی اور پھر اوپر سے فرشتے جا پکڑیں گے اور پشت پر اور چہروں پر اور سروں پر گرزوں سے ماریں گے اور ہر گرز کی تین سو ساٹھ دھاریں ہوں گی۔ سروں پر پڑنے کی وجہ سے پشت ٹوٹ جائے گی۔ پھر کھینچ کر اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔ وسط دوزخ میں پہنچیں گے تو بدن کی کھالوں میں آگ بڑھکنے لگے گی اور کانوں میں پھیل جائے گی اور ناک کے نتھنوں اور پسلیوں سے شعلے نکلیں گے اور بدن سے کچھ لہو پھوٹ نکلے گا اور آنکھیں باہر نکل کر رخساروں پر لٹک جائیں گی پھر ان شیطانوں کے ساتھ جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا اور ان معبودوں کے ساتھ جن سے مصیبت کے وقت فریاد کرتے تھے ملا کر خوب باندھ کر تنگ مقامات میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس وقت وہ موت کو پکاریں گے مگر موت نہیں آئے گی۔

پھر ان کے دنیوی مال کو آگ میں تپا کر پیشانیوں اور پہلوؤں پر داغ لگائے جائیں گے اور پشت پر وہ گرم سونا چاندی رکھا جائے گا تو پیٹ کی طرف سے پشت کو پھاڑ کر نکل آئے گا۔ یہ لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے اور شیطانوں اور پتھروں یعنی اپنے معبودوں کے ساتھ بندھے ہوئے گناہوں کی وجہ سے ان کے بدن پہاڑوں کی طرح کر دیے جائیں گے تاکہ عذاب کی شدت زیادہ ہو۔ ایک ایک کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی تین روز کی مسافت کے برابر اور موٹائی تین راتوں کی مسافت کے مثل ہوگی۔ یسر اقرع (ملک شام میں ایک پہاڑ کا نام) کی برابر ہوگا منہ میں بتیس دانت ہوں گے۔ بعض دانت سر سے اوپر نکلے ہوئے اور بعض داڑھی سے نیچے نکلے ہوئے۔ ناک بڑے ٹیلے کے برابر بالوں کی لمبائی اور موٹائی درخت صنوبر کی طرح اور بالوں کی کثرت دنیا بھر کے جنگلوں کی برابر بالائی لب سکڑا ہوا اور نچلا لب نوے ہاتھ لٹکا ہوا ہاتھ کا طول دس دن کی مسافت کے برابر اور موٹائی ایک دن کی مسافت کے بقدر ہر آنکھ کوہ حرا کی طرح۔ جب سر کے اوپر تارکول ڈالا جائے گا تو آگ بڑھکنے لگے گی۔ اور التہاب بڑھتا ہی جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے اس کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی ایسی حالت میں دوزخ سے باہر آ جائے کہ دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گردن میں طوق پڑے ہوں اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور زنجیر کھینچتا ہوا باہر نکل آئے اور لوگ اس حالت میں اس کو دیکھ لیں تو بھاگ کھڑے ہوں اور جہاں ممکن ہو بھاگ جائیں۔

دوزخ کی گرمی:

دوزخ کی گرمی تاریکی انواع وعذاب کی گوناگونی اور فرودگاہوں کی تنگی سے دوزخیوں کے گوشت نیلے ہو جائیں گے ہڈیاں لپٹ جائیں گی۔ دماغ کھولنے لگیں گے۔ ابل کھا کر کھالوں پر آ پڑیں گے کھالیں جل جائیں گی۔ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو جائیں گے ان سے پیپ بہنے لگے گی۔ جسموں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔ ہر کیڑا گورخر کی طرح موٹا ہوگا۔ گدھوں اور عقابوں کی طرح ان کے ناخن بھی ہوں گے۔ کھال اور گوشت کے اندر دوڑیں گے۔ کاٹیں گے پھنکارے ماریں گے۔ ڈرے ہوئے جنگلی جانوروں کی طرح گھومیں گے۔ گوشت کھائیں گے خون پئیں گے۔ سوائے گوشت اور خون کے ان کے کھانے پینے کی کوئی اور چیز نہ ہوگی۔ پھر فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر انگاروں پر اور نیزوں کے بھالوں کی طرح نوکیلے پتھروں پر قوت اور شدت کے ساتھ گھسیٹیں گے۔ اور اس طرح بحر جہنم کی طرف ستر سال کی مسافت کے بقدر لے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جوڑ جوڑ پارہ پارہ ہو جائے گا اور روزانہ ستر ہزار نئی کھالیں ملیں گی۔ آخر لے جا کر جہنم کے مؤکلوں کے سپرد کر دیں گے جہنم کے مؤکل ٹانگیں پکڑ کر جہنم کے سمندر میں پھینک دیں گے۔ بحر جہنم کی گہرائی سوائے خالق کے کسی کو معلوم نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ جان کر شرک کروں (الدر المنثور)

جہنم کی تفصیل:

بعض روایات میں آیا ہے کہ تورات میں لکھا ہے کہ بحر جہنم کے مقابلہ میں دنیوی سمندر ایسا ہے جیسے اس دنیوی سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا چشمہ۔ بحر جہنم میں پھینکے جانے کے بعد جب دوزخی عذاب کا مزا چکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے اس سے پہلے جو کچھ ہم کو عذاب دیا گیا تھا وہ تو اس کے مقابلہ میں محض ایک خواب تھا۔ غرض ان کو بحر جہنم میں غوطہ دیا جائے گا اور جہنم میں جوش آنے کی وجہ سے پھر وہ اوپر کو ابھریں گے تو ستر بانہہ سمندر ان کو پھینک دے گا ہر بانہہ آدھے گز کا نہ ہوگا بلکہ اتنا ہوگا جتنا مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ۔ فرشتے پھر گرز مار مار کر ان کو ہنکا کر لوٹا کر سمندر کی گہرائی کے اندر ستر سال کی مسافت تک لے جائیں گے۔ دوبارہ وہ پھر ایک سو چالیس برس کی مسافت کے بقدر ابھریں گے اور سانس لینا چاہیں گے تو فرشتے فوراً آگے بڑھ کر گرز مار مار کر ستر بانہہ قعر سمندر میں لے جائیں گے اور ہر بانہہ کی مقدار مشرق سے مغرب تک کے فاصلے کے برابر ہوگی۔ ہر شخص جب سر اٹھائے گا تو ستر ہزار گرز سر پر پڑیں گے۔ ایک بھی خطا نہیں جائے گا۔ جب تک خدا چاہے گا وہ اسی حال میں رہیں گے یہاں تک کہ گوشت اور ہڈیاں فنا ہو جائیں گی صرف جانیں رہ جائیں گی تو ایک موج آ کر ستر سال کی مسافت کے بقدر دوری پر کسی ساحل کی طرف ان کو پھینک دے گی۔ ساحل پر ستر ہزار غار ہوں گے۔ ہر غار کی ستر ہزار شاخیں ہوں گی۔ ہر شاخ کا طول ستر سال کی مسافت کے برابر ہوگا اور ہر شاخ کے اندر ستر ہزار اژدھے ہوں گے اور ہر اژدھے کی لمبائی ستر گز ہوگی۔ اور ستر دانت ہوں گے۔ ہر دانت میں مٹکا بھر زہر ہوگا۔ ہر اژدھے کے ہر گوشہ لب میں ایک ہزار بچھو ہوں گے اور ہر بچھو کی پشت پر ستر مہرے ہوں گے اور ہر مہرے کے اندر مٹکا بھر زہر ہوگا۔ ان غاروں میں آنے کے بعد ان کی روحوں کو نئے بدن اور نئی کھالیں دی جائیں گی اور لوہے کے طوق پہنائے جائیں گے۔ سانپ اور بچھو آ کر ان سے لٹک جائیں گے۔ ہر آدمی کو ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو اول سانپ بچھو گھٹنوں تک اوپر کو آئیں گے۔ دوزخی صبر کریں گے۔ پھر سینے تک اٹھ آئیں گے اس پر بھی صبر کریں گے۔ پھر گلے کی ہنسلی تک اوپر کو آئیں گے اس پر بھی صبر کریں گے۔ پھر ناک کے نتھنوں، لبوں زبانوں اور کانوں کو پکڑ کر لٹک جائیں گے اور اس طرح تمام سانپ اور بچھو اپنا زہر ان کو پلائیں گے۔ اسوقت سوائے جہنم کی طرف بھاگنے اور اس میں گر پڑنے کے ان کے لیے کوئی فریاد رس نہ ہوگا۔ سانپ گوشت چبائیں گے۔ خون پئیں گے اور بچھو ڈسیں گے اس وجہ سے گوشت گر پڑے گا اور جوڑ جوڑ الگ ہو جائے گا۔ اور جب بھاگ کر دوزخ میں جا گریں گے تو ستر برس تک سانپوں اور بچھوؤں کے زہر کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلائے گی۔ ستر برس کے بعد جلا ڈالے گی اور از سر نو بدن کی کھالیں پیدا کر دی جائیں گی۔ وہاں کھانے کے لیے فریاد کریں گے۔ فرشتے ایک قسم کا کھانا لا کر دیں گے جس کا نام ویلمہ ہوگا۔ مگر وہ لوہے سے بھی زیادہ سخت خشک ہوگا اس کو چبائیں گے مگر کچھ بھی نہیں کھا سکیں گے۔ مجبوراً تھوک دیں گے اور شدت بھوک کی وجہ سے اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں کو کھا جائیں گے پھر کہنیوں تک کلائیاں کھا جائیں گے پھر مونڈھوں تک کہنیوں سمیت کھا جائیں گے صرف مونڈھوں کے منہ رہ جائیں گے۔ اس کے آگے منہ نہیں پہنچے گا اس لیے نہ کھا سکیں گے۔ پھر لوہے کے آنکڑوں میں ان کی کوچیں اٹکا کر درخت زقوم میں لٹکا دیئے جائیں گے۔ ہر شاخ میں ستر ہزار الٹے لٹکے ہوں گے۔ مگر شاخ نیچے کو نہیں جھکے گی۔ نیچے سے جہنم کی آگ کی لپٹ لگے گی اور ستر برس تک جھلستی رہے گی۔ یہاں تک کہ جسم پگھل جائیں گے۔ اور جانیں رہ جائیں گی۔ پھر از سر نو کھالیں اور جسم پیدا کیے جائیں گے اور ہاتھوں کو پورے باندھ کر لٹکایا جائے گا اور سرینوں کے اندر آگ کی لپٹ گھس کر دلوں کو کھائے گی اور نتھنوں سے اور کانوں سے اور منہ سے باہر نکلے گی یہ حالت ستر سال تک رہے گی۔ جب ہڈیاں اور گوشت پگھل کر ختم ہو جائے گا اور صرف جانیں رہ جائیں گی تو از سر نو کھالیں اور بدن پیدا کیئے جائیں گے اور اس مرتبہ آنکھوں میں آنکڑے ڈال کر لٹکایا جائے گا۔ اسی طرح برابر عذاب ہوتا رہے گا۔ کوئی جوڑ اور سر کا کوئی بال ایسا نہیں بچے گا جہاں آنکڑے چبھو کر زقوم کے درخت سے ستر سال تک لٹکایا نہ جائے اس طرح ہر ہر جوڑ سے موت کا مزہ آئے گا مگر موت نہیں آئے گی اس کے بعد اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جب فرشتے اس طرح کے عذاب دے چکیں گے اور چھوڑ دیں گے تو ہر آدمی کو زنجیر میں باندھ کر منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے اندر ان کی فرودگاہوں میں لے جائیں گے۔ ہر شخص کی قیام گاہ اس کے اعمال کے موافق ہوگی۔ کسی کی قیام گاہ کا عرض طول ایک مہینے کے راستے کے برابر ہوگا جہاں آگ دہکتی ہوگی اور اس مکان میں سوائے اس شخص کے کوئی مقیم نہ ہوگا۔ کسی کی قیام گاہ کا طول انیس دن کی مسافت کے بقدر ہوگا اس طرح قیام گاہیں تنگ اور چھوٹی ہوتی جائیں گی۔ یہاں تک کہ بعض کی قیام گاہ صرف ایک دن کی مسافت راہ کے بقدر ہوگی۔ اور مکانوں کی تنگی فراخی کے مناسب ہی عذاب ہوگا۔ کسی کو الٹا لٹا کر عذاب دیا جائے گا۔ کسی کو چت لٹا کر کسی کو بٹھا کر کسی کو گھٹنوں کے بل کسی کو کھڑا کر کے یہ تمام مقامات عذاب پانے والوں کے لیے نیزے کی نوک سے بھی زیادہ تنگ ہوں گے۔ بعض کے ٹخنوں تک آگ ہوگی۔ بعض کے گھٹنے تک، بعض کے کولھو تک، بعض کی کمر تک، بعض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ میں ضعیف ہوں اپنے متعلق میری اُمید سے میری ضعیفی قوی کر دے (ابن ابی شیبہ)

کی ہنسلی تک، بعض آگ میں غرق ہوں گے۔ کبھی آگ کا جوش ان کو اوپر لے آئے گا، کبھی گھما کر نیچے قعر کے اندر ستر مہینے کی راہ کے بقدر لے جائے گا ان فرودگاہوں میں لے جا کر ہر ایک کو اس کے ساتھی کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ وہاں اتنا روئیں گے کہ آنسو سوکھ جائیں گے تو خون کے آنسوؤں سے روئیں گے۔ اگر ان کے اشکوں میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چلنے لگیں۔

دوزخ کی تہہ میں دوزخیوں کے اجتماع کا ایک دن ہوگا اس دن کے بعد پھر کبھی ان کا اجتماع نہ ہوگا بحکم خداوندی ایک منادی دوزخ کی تہہ میں منادی دے گا جس کی آواز قریب بعید اور دوزخ کے بالائی اور زیریں حصوں والے سب سنیں گے۔ اس منادی کا نام حشر ہوگا حشر پکارے گا دوزخیو! جمع ہو جاؤ۔ سب جہنم کی تہہ میں جمع ہو جائیں گے۔ دوزخ کے فرشتے بھی ساتھ ہوں گے دوزخی باہم مشورہ کریں گے۔ دنیا میں جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے۔ کیا آج اللہ کے عذاب کے مقابلے میں تم ہمارے کام آسکتے ہو۔ دنیا میں جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے ہم سب دوزخ میں ہیں۔ اللہ بندوں کا فیصلہ کر چکا۔ یہ بڑے بننے والے کمزوروں سے کہیں گے تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہم سے فریاد کرتے ہو۔ وہ کہیں گے کہ ہم کو نا خوشی نہیں بلکہ تم کو خوشی نہ ہو۔ تم ہی یہ عذاب ہمارے سامنے لائے ہو۔ یہ بری جگہ ہے (پھر) یہ ضعیف لوگ بڑے لوگوں کے متعلق کہیں گے پروردگار جو شخص یہ عذاب ہمارے سامنے لانے کا سبب بنا اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دے۔ وہ بڑے بننے والے کہیں گے اگر خدا ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے کمزور لوگ کہیں گے یہ بات نہیں، بلکہ شبانہ روز کی تمہاری مکاری اس کا سبب ہے کیونکہ تم ہم کو مشورہ دیتے تھے کہ ہم اللہ کے منکر ہو جائیں اور اس کے ہمسر قرار دیں (آج) ہم تم سے اور ان (جھوٹے) معبودوں سے جن کی پرستش کی تم ہم کو دعوت دیتے تھے بیزار ہیں۔ پھر سب کے سب اپنے ساتھی شیطانوں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ شیطان کہیں گے کہ ہم گمراہ تھے تم کو بھی ہم نے بہکایا۔ آخر کار شیطان اونچی آواز سے کہے گا۔ دوزخیو! اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور تم کو جنت کی طرف بلایا تھا مگر تم نے اس کی دعوت کو نہ مانا اور اس کے وعدہ کو سچا نہ جانا۔ اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا (آج) اس کے خلاف کیا میری تم پر کوئی زبردستی تو تھی نہیں صرف اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو دعوت دی تم نے دعوت قبول کی۔ اب مجھے برا نہ کہو۔ خود اپنے کو ملامت کرو میں نہ تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ اپنی مدد۔ اللہ کے سوا جن کو تم پوجا کرتے تھے آج ان کا منکر ہوں۔ اس کے بعد ایک اعلانچی اعلان کرے گا۔ ظالمو پر خدا کی لعنت۔ اس وقت کمزور بڑے بننے والوں پر اور بڑے کمزوروں پر لعنت کریں گے اور سب ساتھ والے شیطانوں پر۔ اور ساتھ والے شیطان ان پر لعنت بھیجیں گے۔ اور وہ ساتھ والے شیطانوں سے کہیں گے کاش ہمارے تمہارے درمیان فاصلہ مشرق و مغرب کے فاصلہ کے برابر ہو جائے اور آج تم برے ساتھی ہو اور دنیا میں برے مددگار تھے۔ اس کے بعد لوگ اپنی جماعت پر نظر ڈالیں گے اور ایک دوسرے سے کہے گا آؤ ان مؤکلوں سے درخواست کریں کہ اللہ سے ہماری سفارش کر دیں تا کہ اللہ ایک دن کا عذاب ہی ہمارے لیے ہلکا کر دے۔ مؤکلوں سے گفتگو کرنے میں ان کو ستر سال لگیں گے اور اس پوری مدت میں وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ آخر مؤکلوں سے گفتگو کریں گے۔ وہ کہیں گے کیا پیغمبر تمہارے پاس احکام لے کر نہیں پہنچے تھے۔ سب بالاتفاق جواب دیں گے کیوں نہ تھے۔ مؤکل کہیں گے تو اب پکارے جاؤ مگر کافروں کی پکار اب بیکار ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ مؤکلوں نے کوئی اچھا جواب نہیں دیا۔ تو مالک (منصرم دوزخ) سے فریاد کریں گے اور کہیں گے مالک تم ہی ہمارے رب سے دعا کرو۔ کہ اللہ ہماری موت کا حکم دے دے۔ مالک بقدر مدت دنیا تو کوئی جواب ہی نہیں دے گا۔ کوئی بات ہی نہیں کرے گا۔ پھر جواب دے گا تو کہے گا۔ فیصلہ موت سے پہلے تو مدتوں تم کو یہاں رہنا ہوگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ مالک نے بھی ان کو کوئی مفید جواب نہیں دیا۔ تو رب سے فریاد کریں گے اور کہیں گے پروردگار اب تو ہم کو یہاں سے نکال دے۔ اگر دوبارہ ہم نے تیری نافرمانی کی تو بلاشبہ ہم ظالم ہوں گے۔ ستر سال تک اللہ کوئی جواب نہیں دے گا اور جیسے کتوں سے کہا جاتا ہے ویسے ہی ان سے فرمائے گا اسی ذلت میں پڑے رہو۔ مجھ سے بات بھی نہ کرو۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا رب بھی ان پر رحم نہیں فرماتا اور کوئی مفید جواب نہیں دیتا تو ایک دوسرے سے کہے گا۔ ہم اس عذاب پر صبر کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں۔ ہم کو رہائی نہیں ملے گی۔ نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے۔ نہ دل بہلانے والا دوست۔ اگر ایک بار ہم کو پھر دنیا میں لوٹا نا مل جائے تو ضرور ہم اہل ایمان میں سے ہو جائیں۔

دوزخیوں کی حالت:

اس کے بعد فرشتے ان کو لوٹا کر ان کے مقامات پر لے جائیں گے۔ ان کے قدم ڈگمگا چکے ہوں گے حجتیں ناکارہ ہو چکی ہوں گی۔ اللہ کے غضب کو دیکھ چکے ہوں گے اور اس کی رحمت سے ناامید ہو چکے ہوں گے سخت بے چینی سامنے ہوگی۔ رسوائی اور طویل خواری ان پر اپنے ڈیرے ڈال دے گی۔ حسرت کے ساتھ اپنے دنیوی قصوروں پر فریاد کریں گے۔ اپنا اور اپنے اتباع کرنے والوں پر بوجھ بھی اس سے کچھ کم نہیں ہو جائے گا۔ ان پر عذاب مٹی کے ذروں اور سمندروں کے قطروں سے زیادہ ہوگا۔

دوزخ کے فرشتوں سے واسطہ ہوگا۔ جن کا کام حکم کی فوری تعمیل اور کلام سخت ہوگا۔ جسم بڑے بڑے بجلی کی طرح کوندتے چہرے انگاروں کی طرح آنکھیں شعلہ آتش کی طرح رنگ دانت باہر کو نکلے ہوئے بیل کے سینگوں کی طرح ناخن ہاتھوں میں لمبے بھارے آتشیں گرز لیے ہوئے کہ اگر پہاڑوں پر ماریں تو وہ بھی چورا چورا ہو جائیں۔ ان گرزوں سے اللہ کے نافرمانوں کو ماریں گے تو اس پر اگر ان کی آنکھیں آنسوؤں کے بعد خون بہائیں گی تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر وہ ان فرشتوں کو پکاریں گے تو وہ جواب نہیں دیں گے۔ روئیں گے تو ان کو رحم نہیں آئے گا۔ ٹھنڈے پانی کے لیے فریاد کریں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ پانی دیں گے جو منہ کے قریب پہنچتے ہی چہروں کو بھون ڈالے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخیوں پر روزانہ ایک بڑا بادل آئے گا۔ جس میں نگاہوں کو اچکنے والی بجلیاں اور کمر کو توڑ دینے والی گرج ہوگی اور ایسی تاریکی ہوگی کہ دوزخ کے فرشتوں کو بھی دوزخی نہ دیکھ سکیں گے۔ ابر بلند آواز سے پکار کر کہے گا اے اہل دوزخ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم پر بارش کروں۔ سب بالاتفاق جواب دیں گے۔ ہاں ہم پر ٹھنڈا پانی برسا۔ بادل سے کچھ دیر تک پتھر برسیں گے جو ان کے سروں پر گر کر کھوپڑیاں توڑ دیں گے پھر کچھ دیر کھولتے پانی کے دریا برسیں گے اور انگارے اور کوڑے اور لوہے کے آنکڑے برسیں گے۔ پھر سانپ بچھو کیڑے مکوڑے اور زخموں کا دھوون برسے گا۔ جب جہنم پر یہ بارش ہوگی تو اس کا سمندر ابلے گا۔ قعر سمندر سے موجیں اٹھیں گی اور جہنم کے اندر ہر میدان اور پہاڑ سے اونچی ہو جائیں گی۔ تمام دوزخیوں کو غرق کر دیں گی۔ مگر موت کسی کو نہیں آئے گی۔ نافرمانوں پر جو اس کے اندر ہوں گے۔ جہنم کا غضب، حرارت، زفیر، شعلے، دھواں، تاریکی، لو، گرم پانی، بھڑکتی اور دہکتی آگ، شدت پروردگار کے غضب کی وجہ سے اور بڑھ جائے گی۔ ہم دوزخ سے دوزخ کے کاموں سے اور دوزخیوں کے ساتھ رہنے سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اے اللہ تو ہمارا بھی مالک ہے اور دوزخ کا بھی۔ ہم کو دوزخ کے حوض میں نہ اتارنا۔ ہماری گردنوں میں اس کے طوق نہ ڈالنا۔ ہم کو اس کے لباس نہ پہنانا۔ اسکا زقوم ہم کو نہ کھلانا۔ اس کا گرم پانی ہم کو نہ پلانا۔ اس کے موکلوں کو ہم پر مسلط نہ کرنا۔ ہم کو اس کی آگ کا لقمہ نہ بنانا۔ اپنی رحمت سے پل صراط سے ہم کو گزار دینا۔ اس کی چنگاریاں اور شعلوں کا رخ ہماری طرف سے پھیر دینا۔ ہم کو اپنی رحمت سے اس سے اس کے دھوئیں سے اس کی سختی سے اور عذاب سے بچالینا۔ آمین یارب العالمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر جہنم کا ادنی دروازہ مغرب میں کھول دیا جائے تو تانبے کی طرح مشرق کے پہاڑ اس کی وجہ سے پگھل جائیں۔ اگر جہنم کی ایک چنگاری اڑ کر مغرب میں گر جائے اور آدمی مشرق میں ہو تو اس کا دماغ کھولنے لگے اور ابل کر بدن پر آگرے۔

کم عذاب والے لوگ:

سب سے کم عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جن کو عذاب کے جوتے پہنائے جائیں گے۔ ان کی بھی حالت یہ ہوگی کہ آگ ان کے کانوں سے ناک کے سوراخوں سے نکلے گی اور دماغ کھولیں گے ان سے متصل وہ لوگ ہوں گے جو دوزخ کے پتھر پر ایسے تڑپیں گے جیسے بھنا جانے والا دانہ آگ سے۔ ایک پتھر سے تڑپ کر دوسرے پتھر پر گر پڑیں گے دوزخیوں کو ان کے اعمال کے موافق عذاب دیا جائے گا ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ان کے اعمال سے بھی اور ان کے مقام واپسین سے بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت نہیں کرتے ان کا عذاب یہ ہوگا کہ شرمگاہوں کو آنکڑے میں چھو کر ان کو دوزخ میں بقدر مدت دنیا لٹکا دیا جائے گا۔ کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے صرف جانیں رہ جائیں گی۔ پھر ان کو اتار کر از سر نو جسم اور کھالیں دی جائیں گی پھر ان کو عذاب دیا جائے گا اور بقدر مدت دنیا۔ ستر ہزار فرشتے ہر آدمی کو کوڑے ماریں گے یہاں تک کہ بدن پگھل جائیں گے اور جانیں رہ جائیں گی یہ کیفیت ان کے عذاب کی ہوگی۔

چور کا عذاب یہ ہوگا کہ اس کا بند بند کاٹا جائے گا۔ پھر از سر نو دیا جائے گا۔ اور ہر آدمی کی طرف ستر ہزار فرشتے چھریاں لیے ہوئے کاٹنے کے لیے بڑھیں گے۔

جھوٹی گواہی:

جھوٹی گواہی دینے والوں کی سزا یہ ہوگی کہ زبانوں میں آنکڑے ڈال کر ان کو لٹکا دیا جائے گا پھر ہر آدمی کو ستر ہزار فرشتے کوڑے ماریں گے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم پگھل جائیں گے اور جانیں رہ جائیں گی۔

مشرکوں کا عذاب اس طرح ہوگا کہ ان کو جہنم کے غار میں ڈال کر منہ بند کر دیا جائے گا اور یہ سانپ، بچھو، بکثرت انگارے شعلے اور سخت دھواں ہوگا۔ ہر گھڑی ہر شخص کو ستر ہزار کھالیں از سر نو ملتی رہیں گی۔

سرکش مغروروں جیسے فرعون ہامان نمرود وغیرہم کا عذاب اس طرح ہو گا۔ کہ آگ کے صندوقوں میں ڈال کر قفل لگا کر دوزخ کے نچلے طبقے میں ڈال دیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ہر ساعت ننانوے رنگ کا عذاب ہوگا اور روزانہ ایک ہزار نئی کھالیں دی جائیں گی۔

مال غنیمت میں خیانت کرنے والے خیانت کا مال ساتھ لے کر آئیں گے پھر جہنم کے سمندر میں اس مال کو ڈال دیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ غوطہ مار کر اس کے اندر سے نکال کر لاؤ۔ اس حکم کی غرض یہ ہوگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو موذنوں کو بخش دے۔ (کشف الغماء)

کہ وہ بحر جہنم کی تہہ تک پہنچ جائیں مگر اس کی گہرائی سے سوا اس کے پیدا کرنے والے کے اور کوئی واقف نہیں۔غرض جب تک خدا چاہے گا وہ غوطہ مارتے رہیں گے۔ پھر سانس لینے کے لیے سر اوپر نکالیں گے تو ہر شخص کی طرف ستر ہزار فرشتے لوہے کے گرز لے کر بڑھیں گے۔اور مار کر پھر سمندر میں لڑھکا دیں گے۔ یونہی ہمیشہ ان کو عذاب ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دوزخیوں کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے کہ وہاں وہ احقاب (مدتوں) تک رہیں گے۔ یہ معلوم نہیں کہ کتنے احقاب رہیں گے۔ہاں ایک حقب اسی ہزار برس کا اور برس تین سو ساٹھ دن کا اور دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کا ہوگا۔

پس ہلاکت ہوگی دوزخیوں کے لیے اور ہلاکت ہوگی آگ کی لپٹ مارنے ان کے چہروں کی جو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اور ہلاکت ہوگی ان کے سروں کی جن پر کھولتا پانی ڈالا جائے گا حالانکہ وہ درد کی بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور ہلاکت ہوگی ان آنکھوں کی کہ جو ڈھکن بھی نہ اٹھا سکتی تھیں جبکہ وہ نیلی پڑ جائیں گی اور آگ میں پتھرا جائیں گی۔اور ہلاکت ہوگی ان کانوں کی جو داستانیں سننے میں مزے لیتے تھے جبکہ ان سے شعلے نکلیں گے اور ہلاکت ہوگی ناک کے ان سوراخوں کی جو مردار کی بدبو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے جبکہ آگ کی وجہ سے وہ پارہ پارہ ہوں گے اور ہلاکت ہوگی ان گردنوں کی جو درد بھی برداشت نہیں کرتی تھیں۔اس وقت جب ان میں طوق ڈالے جائیں گے۔اور ہلاکت ہوگی ان کھالوں کی جو کھردرا لباس بھی نہیں اٹھا سکتی تھیں۔ جبکہ ان کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ جو چھونے میں کھردرا اور سڑاند والا ہوگا۔اور آگ کے شعلے اس سے بھڑکتے ہوں گے۔اور ہلاکت ہوگی ان پیٹوں کو جو بھوک کے دکھ پر صبر نہیں کر سکتے تھے جبکہ ان کے اندر زقوم اور گرم پانی پھرے گا۔ اور آنتوں کے ٹکڑے کر دے گا۔اور ہلاکت ہوگی ان قدموں کی جو ننگے پاؤں نہیں رہ سکتے تھے جبکہ ان کو آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے۔اور ہلاکت ہوگی دوزخیوں کی طرح طرح کے عذاب سے۔الٰہی اپنے اس علم عظیم اور فضل عام کی برکت سے ہم کو دوزخی نہ بنانا۔

والدین

روایت: جو کوئی اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے،قبر میں اس کے پہلو پر مینہ کے قطروں کی مانند آتش کی چنگاریاں برسیں گی۔

نقل: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عاق والدین کا بلبلانا، رونا،عذاب کی عقوبت کی صورت دیکھ کر و سن کر عرش کے نیچے ان کی شفاعت کے لیے سجدہ کریں گے تب حق تعالیٰ فرمائے گا اے حبیب میرے سر اٹھا۔ جب تک ان کے والدین ماں باپ ان سے راضی نہ ہوں گے میں مغفرت نہیں کروں گا۔تو اپنے مکان کو جا ان کا خیال مت کر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کے موافق جنت میں پھر جاویں گے۔پھر دوسری بار ان کا بلبلانا سن کر عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑیں گے۔حق تعالیٰ فرماوے گا اے حبیب میرے سر اٹھا۔ جو مانگتا ہے سو مانگ۔ جو لوگ ماں باپ کو ایذا اور رنج دیتے ہیں۔ جب تک ان کے ماں باپ ان کے گناہ عفو نہ کریں گے میں ان کو نہیں چھوڑوں گا اور تو جا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناچار حکم کے موافق پھر آویں گے۔ پھر تیسری بار ان کا رونا سن کر آپ کا دل پگھل جائے گا۔ بے اختیار عرض کریں گے اے میرے اللہ دوزخ کے دروازے کو کھولنے کا حکم کرتا کہ ان کے عذاب کو دیکھوں۔عرض قبول ہوگی۔ایک فرشتہ دروازے کو کھولے گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جا کر دیکھیں گے۔تو کتنے مرد اور عورتیں آتش کی سولی پر لٹکے ہوں گے۔ بعضوں کے سروں پر زبانیہ لوہے کے گرزوں سے مارے گا۔ بعضوں کے بازو اور پیٹوں پر آتش کے تیر چلاوے گا اور بعضوں کی پشت اور زانوں پر آتش کے تازیانے مارے گا۔ سانپ بچھو ان کے پاؤں کے نیچے دوڑتے اور کاٹتے ہوں گے۔ مالک فرشتہ دوزخ کا سردار اور نگہبان ہے اس کے علاقہ میں جو جو فرشتے ہیں ان کو زبانیہ کہتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بد احوال دیکھ کر بے اختیار رحمت و درد کے مارے روتے ہوئے پھر عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑیں گے۔تب حق تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے فرمائے گا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ماں باپ تھوڑے جنت میں تھوڑے اعراف میں تھوڑے دوزخ میں ہیں۔تو ان کو راضی کر کے ان کے گناہ معاف کروا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے اے میرے اللہ دوزخ میں جو ہیں ان کو مجھے دکھلا۔تب حق تعالیٰ دکھلائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کے موافق بہشت اور اعراف اور دوزخ میں ان کے ماں باپ کے پاس جا کر کہیں گے۔تمہاری اولاد کے گوشت کو آتش کھا گئی ان کی ہڈی تک جل گئی ان کا رنگ کالا ہو گیا۔فرشتے ان کو عذاب کرتے ہیں ان کا رونا سن کر میرا دل بہت ہی غم و درد میں ہے۔اب ان کے گناہ معاف کرو۔ وہ اپنی اولاد کی سب تقصیر جو دنیا میں تھی بیان کریں گے۔کوئی کہے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے فرزند اور دختر کی شفاعت مت کرو کیونکہ وہ دنیا میں میری بہت حقارت و سبکی کرتے تھے اور میرا دل توڑتے تھے۔آپ خوب کھاتے پیتے تھے۔میں مگر بھوکا پیاسا رہتا تھا۔ ماں بھی ایسا ہی کہے گی کہ اے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم میرا بیٹا اپنی جورو کو اچھے کپڑے اور زیور بنا دیتا تھا مجھ کو بھوکا رکھتا تھا۔اسی طرح ہر ایک ماں اور باپ اپنے دختروں سے اور فرزندوں سے دنیا میں جو رنج و ایذاء اٹھائے سو ظاہر کریں گے۔ان کے دل کی آرزو نہیں نکلے گی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں گے۔اے لوگو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو مجھ پر رحم کر اور مجھ سے درگذر کر۔(المسانید)

تم نے جو دنیا میں اپنی اولاد سے دکھ پایا اب دنیا گزر گئی اس کی نعمتیں سب جاتی رہیں اور میرا حکم یہی ہے تم اس کی تقصیر معاف کرو۔حق تعالیٰ فرماوے گا اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں مت پڑ۔اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک ان کے دلوں میں ان کی طرف سے رضا و خوشنودی نہ دیکھوں گا دوزخ سے نہ نکالوں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماویں گے اے پروردگار اے ارحم الرحمین مالک کو حکم کر کہ ان کو اولاد کا عذاب دکھا دے۔شاید اس وقت مہر پدری و مادری سے ان کی تقصیروں کو معاف کریں۔ایسا ہی حکم ہوگا۔تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو ساتھ لے کر ان کی طرف جاویں گے۔جب وہ اپنی اولاد کے رنگ برنگ کے عذاب اور خرابیاں دیکھیں گے اپنی ایذاء و رنج کو بھول کر پکار کر روتے ہوئے کہیں گے۔اے ہمارے جگر بندو! تم پر اتنا سخت عذاب ہوگا ہم نہیں سمجھتے تھے کوئی اپنے فرزندوں کے لیے کوئی اپنی دختروں کے لیے بے اختیار روئے گا اس وقت دوزخی اپنے ماں باپ کی آواز پہچان کر سر اٹھا کر کہیں گے اے ہمارے ماں باپ اب رحم کرو ہمارے گوشت پوست کو آتش کھا گئی ہمارے کلیجے ٹکڑے ہو گئے ہم کو اب کچھ طاقت نہیں رہی۔تم دنیا میں ہم پر دھوپ پڑنے نہیں دیتے تھے ایک کانٹا ہمارے پاؤں میں چبھتا تھا تو تم غمگین ہوتے تھے اب مہر پدری و مادری کرو کیوں اس طرح ہم پر دوزخ پسند کرتے ہو رحم نہیں کرتے۔تب ان کے ماں باپ یہ رونا سن کر بے اختیار روتے ہوئے ان سے کہیں گے کہ اے شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت کرو۔میں کہوں گا حق تعالیٰ تمہارے واسطے تمہاری اولاد پر غضب میں ہے۔تم شفاعت کرو وہ کہیں گے اے ہمارے اللہ ہمارے مولا اپنی رحمت سے ہماری اولاد پر رحم کر۔اور دوزخ سے نکال۔حق تعالیٰ کہے گا میں تمہارے دلوں کی بات جانتا ہوں اب تم اپنے فرزندوں سے بہ دل راضی ہوئے ہو۔کہیں گے اے پروردگار ہم بہ دل راضی ہوئے تو بھی راضی ہو۔حق تعالیٰ مالک کو فرمائے گا جو ماں باپ راضی ہیں ان کی اولاد کو چھوڑ۔جن کے ماں باپ راضی نہیں ہیں ان کو مت چھوڑ۔بلکہ اسی کے موافق جن کے ماں باپ راضی ہوں گے ان کو دوزخ سے نکال کر نہر الحیٰوۃ کے پانی میں نہلاوے گا۔تو ان کے بدن کے گوشت پوست اول کی مانند بھر آوے گا۔پس بہشت میں داخل ہوں گے۔

مسلمانوں کو رنج دینے کے عذاب

مجاہدؒ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ دریا کے کنارے کی مانند جہنم کا بھی کنارہ ہے اس میں اونٹوں کے برابر سانپ بچھو ہیں۔دوزخی فریاد کریں گے اے پروردگار ہم کو دوزخ سے نکال کر کنارے پہنچا۔جب کنارے جاویں گے وہاں کے سانپ بچھوؤں کے عذاب سے عاجز ہو کر پھر فریاد کریں گے کہ ہم کو دوزخ میں داخل کر۔اور جب دوزخ میں آویں گے جسم میں کھجلی ایسی اٹھے گی کہ تاب نہ لاسکیں گے۔جب کھجلاویں گے بدن کا پوست ستر گز لمبا ہوگا اور بدن کی ہڈیاں نظر آویں گی۔فرشتے پوچھیں گے اے دوزخیو! یہ عذاب کیسا ہے کہیں گے افسوس ایسا سخت عذاب اور کون سا ہوگا۔فرشتے کہیں گے۔تم اپنے بھائی مسلمان کو رنج و ایذاء دیتے تھے سو یہ اس کی سزا ہے۔اے بھائی مسلمانو مؤمن بھائی بہنوں کو ایذاء اور رنج دینے سے ڈرو۔ان کو ضرر مت دو۔

حدیث: جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس ؓ سے فرمایا کہ وضو سے ہمیشہ رہنے کی اگر قدرت ہو تو ہمیشہ وضو سے رہو۔کیونکہ ملک الموت جس وقت بندہ کی روح قبض کرتا ہے اور وہ بندہ اس وقت اگر وضو سے ہے تو اس کو شہید کا مرتبہ ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو میرے گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو ذلیل کردے (مشکل الآثار)

باب ۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنت ودوزخ

پل صراط کی تفصیل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے جہنم کے پل صراط کے سات پل ہوں گے ایک پل کا دوسرے پل سے ستر سال کا فاصلہ ہوگا اور پل صراط کی چوڑائی تلوار کی دھار کی طرح ہوگی اس پر سے پہلا گروہ پلک جھپکنے کی طرح سے تیزی سے گزر جائے گا دوسرا گروہ اچکنے والی بجلی کی طرح تیسرا گروہ تیز ہوا کی طرح چوتھا گروہ پرندوں کی طرح پانچواں گروہ دوڑتے ہوئے گھوڑوں کی طرح چھٹا گروہ تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح اور ساتواں گروہ پیدل چلتا ہوا گزرے گا پل پر گزرنے والوں میں سے آخر میں ایک آدمی رہ جائے گا اس کو حکم دیا جائے گا گزر وہ دو قدم جونہی پل پر رکھے گا فوراً ایک پاؤں پھسل جائے گا وہ گھٹنوں کے بل چلے گا تو آگ اس کے بال اور کھال پر کچھ اثر کرے گی تو وہ پیٹ کے بل گھسیٹتا جائے گا۔ دوسرا پاؤں بھی قابو نہ دے گا ایک ہاتھ سے پکڑ کر چلے گا اور دوسرا ہاتھ لٹکتا رہے گا آگ اس کو دکھ پہنچاتی رہے گی اور وہ گمان کرے گا کہ بچ نہیں سکتا مگر پیٹ کے بل سرکتا رہے گا یہاں تک کہ پار ہو جائے گا پار نکل کر پل کی طرف دیکھ کر کہے گا بابرکت ہے وہ خدا جس نے مجھے تجھ سے خلاصی دی میرا خیال ہے کہ میرے رب نے جو عنایت مجھ پر کی ایسی اگلوں پچھلوں میں سے کسی پر نہیں کی۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور دکھ پایا اس کے بعد اللہ نے مجھے تجھ سے بچالیا اتنے میں ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے سامنے ایک حوض پر لے جائے گا اور کہے گا اس میں غسل کرلے اور اسکا پانی پی لے۔ وہ غسل کرے گا اور پانی پیئے گا تو اس کو بہشت والوں کی خوشبو اور رنگ محسوس ہوگا پھر فرشتہ اس کو جہنم کے دروازے پر کھڑا کرے گا اور کہے گا جب تک تیری اجازت اللہ کی طرف سے آئے یہیں توقف کر وہ شخص دوزخیوں کی طرف دیکھے گا تو کتے کی طرح رونے کی چیخوں کی آواز سنے گا تو روتے ہوئے کہے گا پروردگار میرا منہ دوزخیوں کی طرف سے پھیر دے میرے رب میں اس کے علاوہ تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا رب العلمین کی طرف سے وہی فرشتہ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے جنت کی جانب پھیر دے گا اور اس کی قیام گاہ سے جنت کے دروازے تک ایک تیر کی مسافت ہوگی وہ آدمی جنت کے دروازے کو اور اس کی وسعت کو دیکھے گا اور جنت کے دونوں بازوؤں کی درمیانی وسعت تیز پرندے کی چالیس سال کی اڑان کے برابر ہوگی بندہ عرض کرے گا پروردگار تو نے مجھ پر پورا احسان کیا مجھے دوزخ سے خلاصی دی اور میرا منہ آگ سے جنت کی طرف پھیر دیا اب میرے اور جنت کے درمیان صرف ایک تیر کا فاصلہ ہے میرے رب میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنی عزت کے طفیل مجھے جنت کے دروازے میں داخل فرمادے اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ نہیں مانگوں گا صرف میرے اور دوزخیوں کے درمیان اس دروازے کو آڑ بنادے میں دوزخ کی آہٹ بھی محسوس نہ کروں نہ دوزخ والوں کو دیکھوں رب العلمین کی طرف سے وہی فرشتہ آئے گا اور کہے گا اے آدم زاد تو کس قدر جھوٹا ہے کیا تو نے سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندہ کہے گا اور قسم کھائے گا عزت رب کی قسم میں اور کچھ نہ مانگوں گا فرشتہ اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے دروازے میں داخل کردے گا اور خود بارگاہ الٰہی میں چلا جائیگا وہ شخص اپنی دائیں بائیں اور سامنے بقدر مسافت ایک سال جنت میں نظر کرے گا لیکن سوا درختوں اور پھلوں کے کوئی دیکھائی نہ دے گا نزدیک ترین درخت کا فاصلہ اس کی قیام گاہ سے ایک تیر کی مسافت کے برابر ہوگا وہ محسوس کرے گا کہ اس درخت کی جڑ سونے کی، شاخیں سفید چاندی کی، پتے حسین ترین کپڑوں کی طرح اور پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبو دار ہیں یہ حیرت آفرین منظر دیکھ کر عرض کرے گا پروردگار تو نے مجھے جہنم سے نجات دی جنت کے دروازے میں داخل فرمایا اور پورا پورا احسان کیا اب میرے اور اس درخت کے درمیان ایک تیر کی مسافت ہے میں اسکے علاوہ تجھ سے اور کچھ درخواست نہیں کروں گا وہی فرشتہ آئے گا اور کہے گا آدمی تو کتنا جھوٹا ہے کیا تو نے زیادہ نہ مانگنے کا وعدہ نہیں کیا تھا اب کیوں سوال کر رہا ہے تیری قسم کہاں گئی تجھے شرم نہیں آتی آخر اس کا ہاتھ پکڑ کر جنت کے اندر قریب ترین مکان تک لے جائے گا اچانک ایک سال کی راہ کے فاصلے پر سامنے موتی کا ایک محل نظر آئے گا قصر کو اپنے سامنے اور گزشتہ قیام گاہ کو اپنے پیچھے دیکھ کر اس کو ایسا معلوم ہوگا گویا وہ ہیچ تھا بے ساختہ عرض کرے گا پروردگار! میں یہ مکان تجھ سے مانگتا ہوں اس کے بعد کسی چیز کی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو ابی سلمہ کو بخش اور اس کا درجہ بلند کردے۔ (بیہقی)

درخواست نہیں کروں گا فوراً ایک فرشتہ آئے گا اور کہے گا کیا تو نے اپنے رب کی قسم نہیں کھائی تھی تو کس قدر جھوٹا ہے جا تجھے وہ دے دیا جب اس مکان پر پہنچے گا۔ تو آگے کا سماں دیکھ کر خیال کرے گا کہ اس کا مکان اس کے مقابلے میں ایک خواب ہے عرض کرے گا میں تجھ سے اس مکان کی درخواست کرتا ہوں فوراً وہی فرشتہ آئے گا کہے گا آدم زاد تو اپنا وعدہ پورا کیوں نہیں کرتا کیا تو نے مزید سوال نہ کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ فرشتہ اس کو ملامت کرے گا کیونکہ فرشتہ کو محسوس ہوگا کہ حیران کن چیزیں دیکھ کر اسکی جان خود نکلی جارہی ہے اس لیے کہے گا جا یہ تیرا ہے اس کو اس مکان کے بعد ایسا مکان نظر آئے گا جس کے مقابلہ میں پچھلے تمام مکان ہیچ ہوں گے دیکھ کر حیران رہ جائے گا بات بھی نہ کر سکے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کا قاصد اس سے کہے گا کیا وجہ ہے اب سوال کیوں نہیں کرتا۔ بندہ عرض کرے گا آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ میں نے رب العزت کی قسم کھالی ہے بخدا اب مجھے اس سے ڈر لگتا ہے اور اس سے شرم آتی ہے اللہ فرمائے گا (بندے) کیا تو اس بات پر راضی ہو جائے گا کہ قیامت کے روز آفرینش سے یوم فنا تک کل دنیا جمع کر کے اور اس کو دس گنا کر کے تجھے دے دوں۔ وہ شخص عرض کرے گا۔ پروردگار تو رب العلمین ہے (کیا مجھ سے مذاق کرتا ہے) اللہ فرمائے گا میں ایسا کر سکتا ہوں تو جو کچھ چاہے سوال تو کر بندہ عرض کرے گا مجھے آدمیوں سے ملا دے فوراً ایک فرشتہ آئے گا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پیدل جنت میں لے جائیگا یہاں تک اس کے سامنے ایک چیز آئے گی اور ایسی ہوگی کہ گویا اس کے مقابلہ کی کوئی چیز پہلے دیکھی نہ ہوگی بندہ فوراً سجدے میں گر پڑے گا اور سجدہ میں کہے گا میرے رب نے مجھ پر جلوہ فرمائی کی ہے فرشتہ کہے گا سر اٹھا یہ تیرا گھر ہے اور تیرے سب مکانوں میں کم درجے کا ہے۔ بندہ کہے گا اگر خدا میری نظر کی حفاظت نہ کرتا تو وہ اس قصر کے نور سے خیرہ ہو جاتی۔ غرض وہ اس قصر میں اترے گا سامنے سے ایک آدمی آئے گا اس کے چہرے اور کپڑوں کو دیکھکر یہ شخص حیران رہ جائے گا خیال کرے گا کہ فرشتہ ہے وہ آدمی آکر کہے گا السلام وعلیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اب آپ کے آنے کا وقت آیا۔ یہ شخص سلام کا جواب دینے کے بعد کہے گا۔ بندہ خدا تم کون ہو۔ وہ کہے گا۔ میں آپ کا محافظ ہوں اور اس مکان کی نگرانی میرے سپرد ہے۔ اور میری طرح آپ کے ایک ہزار محافظ ہیں ہر محافظ کے ذمے آپ کے ایک ایک محل کی نگرانی ہے۔ آپ کے ہزار محل ہیں ہر محل میں ہزار خادم۔ ایک بیوی اور ایک حور آپ کے لیے ہے۔ یہ شخص محل میں داخل ہوگا دیکھے گا کہ محل ایک سفید موتی کا گنبد ہے جس کے اندر ستر کمرے ہیں ہر کمرے پر ستر بالا خانے ہیں۔ اور بالاخانہ کے ستر دروازے ہیں اور ہر دروازے پر موتی کا قبہ ہے۔ یہ شخص قبوں میں داخل ہو کر کھولے گا اس سے پہلے وہ قبے کسی نے نہیں کھولے ہوں گے وسط قبہ میں اس کو سرخ موتی کا ایک گنبد نظر آئے گا جس کا طول ستر گز ہوگا اور ہر ایک کے ستر دروازے ہونگے۔ کوئی موتی دوسرے موتی کا ہم رنگ نہ ہوگا۔ ہر موتی کے گنبد میں بیویاں ہوں گی بچھی ہوئی جلوہ گاہیں ہوں گی اور تخت ہونگے قصر کے اندر داخل ہوگا تو ایک حور ملے گی حور اس کو سلام کرے گی یہ شخص سلام کا جواب دے گا۔ پھر متحیر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ حور کہے گی اب ہماری ملاقات کیلیے آپ کو وقت ملا میں آپ کی بیوی ہوں۔ یہ شخص اس کے چہرے کو دیکھے گا تو اپنے چہرے کا عکس حور کے چہرے میں نظر آئے گا جیسے آئینہ میں دیکھتا ہے حور ستر جوڑے پہنے ہوگی ہر جوڑا ستر رنگ کا ہوگا اور ہر رنگ دوسرے سے جدا ہوگا۔ انتہائی شفاف ہونے کی وجہ سے لباس کے باہر سے پنڈلی کی ہڈی کی مینگ بھی نظر آئے گی جب اس کی طرف سے ذرا بھی منہ پھیرے گا اور پھر دوبارہ دیکھے گا تو اس کی آنکھ میں حور کا حسن ستر گنا زائد نظر آئے گا حور اس کے لیے آئینہ ہوگی۔ اور وہ حور کے لیے آئینہ۔ ہر قصر کے ۳۶۰ دروازے ہوں گے۔ ہر دروازہ پر موتی یاقوت اور جواہر کے ۳۶۰ قبے ہونگے۔ ہر قبے کا رنگ دوسرے قبہ سے جدا ہوگا جب قصر سے باہر سر نکال کر جھانکے گا۔ تو بقدر مسافت زمین اس کو اپنا ملک نظر آئے گا اور جب اس کی سیر کرے گا تو سو برس تک اپنے ہی ملک میں چلتا رہے گا ملک کے اندر جس چیز پر پہنچے گا۔ اس میں سب کچھ نظر آئے گا تمام محلات میں فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور اللہ کی طرف سے سلام اور تحفے لائیں گے۔ ہر فرشتہ کے پاس وہ ہدیہ ہوگا جو دوسرے کے پاس نہ ہوگا فرشتے روزانہ ہی دن کو آکر سلام کیا کریں گے اور ان کے ساتھ تحائف ہونگے اس قول کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ.

اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جنت والے اس کو مسکین کہیں گے کیونکہ اس کے مکان سے ان کے مکان اعلیٰ ہوں گے۔ اس مسکین کے اسی ہزار رکاب دار ہوں گے جب وہ کھانا کھانا چاہے گا تو بہشت کے خوانوں میں سے ایک خوان لاکر رکھیں گے۔ جو سرخ یاقوت کا ہوگا۔ اور یاقوت زرد اس میں جڑا ہوگا اس کے کنارے موتی یاقوت اور زمرد کے ہوں گے۔ اور پائے موتیوں کے۔ ایک کنارہ کا طول بیس میل ہو گا۔ ستر قسم کے کھانے اس پر چنے جائیں گے سامنے خادم کھڑے ہوں گے۔ ہر خادم کے پاس ایک پیالہ ہوگا جس میں کھانا ہوگا اور ایک گلاس میں پانی ہوگا۔ ہر پیالے اور گلاس میں اس قسم کا کھانا اور شربت ہوگا جو دوسرے پیالے اور گلاس میں نہ ہوگا۔ ایک کھانا دوسرے کھانے سے اور ایک شربت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ اہل مقبرہ بقیع الغرقد (جنت البقیع والوں) کو بخش دے۔ (بیہقی)

دوسرے شربت سے مشابہ نہ ہوگا۔ اول کا مزہ اور لذت آخر کے مزہ اور لذت کی طرح محسوس ہوگا۔ ہر رنگ کے کھانے اور شربت کا کچھ حصہ یہ جنتی ضرور حاصل کرے گا اور جب خوان سامنے سے اٹھایا جائے گا تو ہر خادم کو اس (پس خوردہ) کھانے اور شربت میں سے اس کا کچھ حصہ ضرور ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اونچے درجوں والے اس کی زیارت کریں گے (یعنی اوپر سے دیکھیں گے) اور یہ ان کی زیارت نہیں کرے گا اونچے درجے والے کی خدمت میں آٹھ لاکھ خدمت گار لگے ہوں گے۔ ہر خادم کے ہاتھ میں ایک پیالہ ہوگا۔ جس میں کھانا ہوگا جو کھانا ایک پیالہ میں ہوگا وہ دوسرے میں نہ ہوگا۔ ہر رنگ کا کھانا جنتی کچھ نہ کچھ ضرور کھائے گا اور کھانا اٹھائے جانے کے وقت ہر خادم کو (پس خوردہ) کھانے اور شربت میں سے اس کا حصہ ملے گا۔ ہر جنتی کی بہتر بیویاں حوریں اور دو بیویاں انسانی نسل سے ہوں گی۔ ہر بیوی کا قصر یاقوت سبز رنگ کا ہوگا جس میں یاقوت سرخ جڑے ہوں گے۔ ہر قصر کے ستر ہزار دروازے ہونگے ہر دروازہ پر موتی کا قبہ ہوگا ہر بیوی ستر ہزار جوڑے پہنے گی ہر جوڑے میں ستر ہزار رنگ ہونگے۔ کوئی جوڑا دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر بیوی کے پیش خدمت ہزار لونڈیاں کھڑی ہونگی اور ستر ہزار لونڈیاں اس کی مصاحب ہونگی ہر لونڈی کو اس کی بیوی نے کام پر لگائے رکھا ہوگا۔ جب اس کا کھانا سامنے لایا جائے گا تو ستر ہزار لونڈیاں خدمت میں کھڑی ہونگی ہر لونڈی کے ہاتھ میں کھانے سے بھرا ہوا پیالہ اور شربت سے بھرا ہوا گلاس ہوگا۔ ایک پیالہ اور ایک گلاس کا کھانا اور شربت دوسرے پیالہ اور گلاس میں نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے (جنتی) بھائی کو اپنے اس بھائی کا احوال جاننے کا شوق ہوگا جس سے دنیا میں اس کو لوجہ اللہ محبت ہوگی۔ وہ کہے گا کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس کا کیا ہوا اس کو اندیشہ ہوگا کہ کہیں وہ تباہ نہ ہو گیا ہو۔ اللہ اس کے دل کے خیال سے واقف ہوگا۔ اور فرشتوں کو حکم دے گا کہ میرے بندے کو اس کے بھائی کے پاس لے جاؤ۔ فرشتہ اس کے پاس ایک عمدہ اونٹنی جس پر بجائے پالان نور کے نمدے پڑے ہونگے لائے گا۔ جنتی اس کو سلام کرے گا۔ فرشتہ سلام کا جواب دینے کے بعد کہے گا۔ اٹھ کر سوار ہو اور اپنے بھائی کے پاس چلو۔ جنتی سوار ہو جائے گا۔ اور جنت میں ہزار برس کا فاصلہ اس سے بھی جلد طے کرلے گا جتنی دیر میں تم اونٹنی پر سوار ہو کر تیز رفتاری کے ساتھ ایک فرسخ طے کرتے ہو۔۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی کے گھر پہنچ جائے گا۔ اور پہنچ کر اس کو سلام کرے گا وہ سلام کا جواب دے گا اور خوش آمدید کہے گا۔ بھائی آپ کہاں تھے مجھے تو آپ کے متعلق اندیشہ ہو گیا تھا۔ دونوں اٹھ کر گلے ملیں گے اور کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم کو ملایا۔ دونوں اللہ کی حمد ایسی خوش آوازی سے کریں گے کہ کسی نے کبھی (نہ) سنی ہوگی۔ اللہ فرمائے گا۔ میرے بندو۔ یہ بندگی کا وقت نہیں ہے بلکہ (اللہ کی طرف سے) تحائف (ملنے اور تمہاری طرف سے) مانگنے کا وقت ہے جو چاہو مجھ سے مانگو میں دوں گا۔ دونوں عرض کریں گے پروردگار اس درجہ میں ہم دونوں کو جمع کردے۔ اللہ اس درجہ میں دونوں کی نشست گاہیں ایک خیمہ کے اندر بنا دے گا۔ جس کے چوطرفہ کناروں پر موتی اور یاقوت ہونگے۔ اور ان کی بیویوں کے مقام اس کے علاوہ ہوں گے وہاں کھائیں گے اور پئیں گے اور لطف اٹھائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ جنتی جب کوئی لقمہ لے کر اپنے منہ میں رکھے گا اور دل میں کسی دوسرے کھانے کی خواہش اس وقت پیدا ہوگی تو اللہ اس لقمہ کو اسی مرغوب کھانے میں تبدیل کردے گا۔

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی زمین کیسی ہوگی۔ فرمایا چاندی کے چکنے مرمریں پتھروں کی۔ اس کی مٹی مشک کی ہوگی ٹیلے زعفران کے ہونگے۔ چوطرفہ احاطہ کی دیواریں موتی یاقوت اور سونے چاندی کی ہونگی کہ اندر سے باہر کی چیز اور باہر سے اندر کی چیز نظر آئے گی۔ جنت میں کوئی قصر ایسا نہ ہوگا جس کا اندرون بیرون سے، بیرون اندرون سے دکھائی نہ دیتا ہو۔ جنت میں ہر شخص تہبند اور چادر اور بلا تراشے ہوئے اور بغیر سیے ہوئے جوڑے پہنے گا ہر شخص موتیوں کے تاج پہنے گا۔ تاج کے گرداگرد موتی یاقوت اور زمرد ہوں گے اور سونے کی دو زنجیریں لٹکتی ہوں گی، گردن میں سونے کا گلوبند ہوگا۔ جس کا حاشیہ مروارید اور یاقوت سبز کا ہوگا۔ ہر آدمی ہاتھ میں تین کنگن پہنے ہوگا۔ ایک کنگن سونے کا ایک چاندی کا ایک موتیوں کا۔ تاج کے نیچے موتی اور یاقوت کے سربند ہونگے جوڑوں کے اوپر باریک ریشم کا لباس اور باریک ریشم موٹا ریشمی لباس اور سبز حریری لباس ہر شخص پہنے ہوگا۔ سب تکیہ لگائے ایسے بستروں پر بیٹھے ہونگے جن کا استر ریشمی دریائی کا اور ابرہ خوبصورت سرخ نفیس کپڑے کا ہوگا۔ اس میں دھاریاں سرخ یاقوت کی ہونگی تخت کے پائے موتی کے ہونگے۔ ہر تخت پر ایسا ہزار طرح کا بستر ہوگا اور ہر بستر میں ستر رنگ ہونگے کوئی بستر دوسرے کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر تخت کے سامنے ستر ہزار مسندیں ہوں گی ہر مسند ستر رنگ کی ہوگی۔ کوئی مسند دوسرے کے مشابہ نہ ہوگی۔ ہر تخت کے دائیں بائیں ستر ہزار کرسیاں ہونگی۔ کوئی کرسی دوسری کرسی کے مشابہ نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام اہل جنت اعلیٰ ادنیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر جوان، بے بال، بے ریش و بردت، گہری سرگیں آنکھوں والے ہونگے حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز تھا اہل جنت کی عورتیں سب ایک مقدار کی ہونگی۔ مذکورہ بالا تکمیل کے بعد جنت کے اندر ایک منادی ندا کرے گا۔ اس کی آواز اوپر نیچے اور قریب بعید والے سب

سنیں گے وہ کہے گا۔ "اے اہل جنت! کیا تم کو اپنے گھر پسند آئے۔ سب بالاتفاق جواب دیں گے ہاں خدا کی قسم ہمارے رب نے ہم کو عزت کی جگہ اتارا۔ ہم یہاں سے نہ منتقل ہونا چاہتے ہیں۔ نہ اس کے عوض دوسرے گھر کے خواست گار ہیں۔ ہم اپنے رب کے جوار کو پسند کرتے ہیں۔ اے اللہ اے ہمارے رب ہم نے تیری منادی کی ندا سنی اور اس کو سچا جواب دیا اے اللہ اے ہمارے رب اب ہم تیرے چہرے کی طرف دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ تیرا دیدار سب سے بڑا ثواب ہے۔ اس وقت اللہ جنت کو جس کا نام دارالسلام ہوگا اور اسی جنت میں اللہ کی فرودگاہ اور مجلس ہوگی حکم دے گا اپنی سجاوٹ کرلے آراستہ ہو جا اور اس کے لئے تیار ہو جا کہ میں اپنی زیارت اپنے بندوں کو کراؤں گا۔ جنت رب کا حکم سنے گی اور بات ختم ہونے سے پہلے ہی حکم کی تعمیل کرے گی۔ اپنی سجاوٹ کرلے گی اور اللہ سے ملاقات کرنے والوں کے لیے تیار ہو جائے گی اللہ ایک فرشتہ کو حکم دے گا میری ملاقات کے لیے میرے بندوں کو بلا۔ وہ فرشتہ بارگاہ الٰہی سے نکل کر لذت آگیں اور اونچی آواز سے پکارے گا اے اہل جنت! اے اللہ کے دوستو! اپنے رب کی زیارت کرو۔ اس کی آواز ہر نیچے اور اوپر والا جنتی سنے گا اور سب اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہو کر سایہ میں سفید مشک اور زرد زعفران کے ٹیلوں کی جانب چل دیں گے اور دروازہ کے پاس سلام کریں گے ان کا سلام ہوگا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَبِّنَا

"ہمارے رب کی طرف سے ہم پر سلام ہو"۔ پھر داخلہ کی اجازت طلب کریں گے اجازت مل جائے گی تو اندر داخل ہونے کا ارادہ کریں گے۔ جونہی دروازہ میں داخل ہوں گے عرش کے نیچے سے ہوا چلے گی جس کا نام مثیرہ ہوگا اور مشک و زعفران کے ٹیلوں کا غبار اڑ کر ان کے گریبان سروں اور کپڑوں پر ڈال دے گی۔ اندر داخل ہونگے تو اپنے رب کے تخت اور کرسی کی طرف نظر اٹھائیں گے تو ایک نور جگمگاتا دکھائی دے گا مگر رب جلوہ انداز نہ ہوگا۔ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب تو ہر نقص سے پاک ہے تو قدوس ہے تو ملائکہ اور روح کا رب ہے تو برکت والا اور عالی مرتبہ ہے، ہم کو اپنا چہرہ دکھا۔ اللہ نور کے پردوں کو حکم دے گا کہ ہٹ جاؤ فوراً ایک کے بعد دوسرا حجاب اٹھتا جائے گا یہاں تک کہ ستر حجاب اٹھ جائیں گے ہر (تحتانی) حجاب اپنے (فوقانی) متصل حجاب سے ستر گنا نورانیت میں زائد ہوگا۔ اس کے بعد پروردگار جلوہ انداز ہوگا فوراً سب سجدہ میں گر پڑیں گے اور جتنی دیر اللہ چاہے گا پڑے رہیں گے اور سجدہ میں کہیں گے ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تیرے ہی لیے ہر حمد اور اظہار کی پاکی ہمیشہ سزاوار ہے تم نے ہم کو دوزخ سے بچایا جنت میں داخل فرمایا جنت بڑا اچھا گھر ہے ہم تم سے کامل طور پر رضا مند ہیں۔ تو بھی ہم سے راضی ہو اللہ فرمائے گا میں تم سے کامل طور پر راضی ہوں اور یہ بندگی اور حمد و ثناء کرنے کا وقت نہیں خوش عیشی اور راحت کا وقت ہے مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ آرزو کرو میں (آرزو) سے زیادہ دوں گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل جنت بغیر منہ سے کہے ہوئے آرزو کریں گے کہ اللہ نے جو کچھ ان کو عطا فرمایا ہے وہ ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ فرمائے گا جو کچھ میں نے تم کو عطا کیا ہے وہ اسی کی مثل اور جو میں تم کو دوں گا سب کو تمہارے لیے ہمیشہ قائم رکھوں گا اہل جنت اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھائیں گے اور رب العزت کے نور کی شدت کی وجہ سے نظریں نہ اٹھا سکیں گے اس مجلس کا نام "**مشرقی قبہ عرش رب العلمین**" ہوگا۔

اللہ ان سے فرمائے گا اے میرے بندو اے میرے جوار (رحمت) کے ساکنو۔ اے مجھ سے محبت کرنے والو۔ اے میرے دوستو۔ اے وہ لوگو جن کو میں نے اپنی مخلوق اور اپنی اطاعت گذاروں میں سے انتخاب کیا ہے تمہارے لیے مرحبا۔

اس کے بعد (ان لوگوں کو) عرش رب العزت کے سامنے نور کے کچھ منبر نظر آئیں گے۔ منبروں سے نیچے نور کی کرسیاں ہوں گی۔ کرسیوں کے نیچے فرش ہوں گے۔ کرسیوں کے نیچے غالیچے اور غالیچوں کے نیچے مسندیں ہوں گی۔ رب العزت فرمائے گا اپنی عزت پر بیٹھو۔ سب سے بڑھ کر رسول منبروں پر بیٹھ جائیں گے۔ پھر انبیاء بڑھ کر کرسیوں پر بیٹھ جائیں گے اور صالحین بڑھ کر مسندوں پر بیٹھ جائیں گے۔ اسکے بعد نور کے خوان بچھائے جائیں گے۔ ہر خوان پر ستر رنگ ہوں گے اور ان کی آرائش مروارید اور یاقوت سے کی گئی ہوگی۔ رب العزت خدمت گاروں سے فرمائے گا ان کو کھانا کھلاؤ۔ ہر خوان پر موتی اور یاقوت کے ستر پیالے رکھ دیئے جائیں گے۔ ہر پیالہ میں ستر رنگ کا کھانا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا میرے بندو کھاؤ۔ بندے حسب مشیت خداوندی کھائیں گے۔ اور ایک دوسرے سے کہے گا اس کھانے کے مقابلہ میں وہ کھانا ہیچ ہے جو ہمارے گھروں میں ہے۔ رب العزت خادموں سے فرمائے گا میرے بندوں کو پلاؤ۔ خادم مشروب لا کر پلائیں گے۔ اہل جنت باہم کہیں گے کہ ہمارے مشروبات اس مشروب کے مقابلہ میں ایک خواب ہیں۔ رب العزت فرمائے گا تم نے ان کو کھلا پلا دیا اب میوے دو۔ خادم پھل لے کر آئیں گے۔ اہل جنت اس میں سے کچھ کھائیں گے اور کہیں گے اس کے مقابلہ میں ہمارے پھل بے حقیقت ہیں۔ رب العزت خادموں سے فرمائے گا تم نے ان کو کھلا پلا دیا اور میوے بھی کھلا دیئے اب ان کو لباس اور زیور پہناؤ۔ خادم لباس اور زیور لا کر پہنائیں گے۔ اہل جنت باہم کہیں گے کہ اس کے مقابلہ میں ہمارے لباس اور زیور محض خواب ہیں۔ لوگ کرسیوں پر ہی ہوں گے کہ اللہ زیر عرش سے ہوا بھیجے گا۔ ہوا زیر عرش

سے مشک اور کافور کا غبار جو برف سے زیادہ سفید ہوگا۔ لاکر ان کے سروں، کپڑوں اور گریبانوں میں ڈال دے گی۔ اور ان کو معطر کر دے گی۔ پھر خوان پس خوردہ کھانوں سمیت اٹھا لیے جائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب العزت فرمائے گا اب مجھ سے مانگو میں عطاء کروں گا۔ تمنا کرو میں اس سے زیادہ دوں گا۔ سب بالاتفاق کہیں گے اے اللہ! اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری خوشنودی مانگتے ہیں۔ اللہ فرمائے گا میرے بندو! میں تم سے راضی ہوں۔ سب سجدہ میں گر پڑیں گے اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہیں گے۔ رب العزت فرمائے گا میرے بندو سر اٹھاؤ۔ یہ عبادت کا وقت نہیں خوش عیشی اور راحت کا وقت ہے۔ بندے سر اٹھائیں گے نور رب کی وجہ سے ان کے چہرے درخشاں ہوں گے۔ رب العزت فرمائے گا اب اپنے گھروں کو واپس جاؤ۔ سب لوگ بارگاہ خداوندی سے نکل آئیں گے۔ سامنے غلمان سواریاں لیے کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص اپنی اونٹنی یا خچر پر سوار ہو جائے گا۔ اس کے ہمراہ ستر ہزار غلام بھی اسی جیسی سواری پر ہوں گے۔ راستہ میں سے جو بھی ان میں سے اپنے علاقہ کو جانا چاہے گا چلا جائے گا۔ باقی اس کے ہم رکاب ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ قصر آ جائے گا جہاں اس کو جانا مقصود ہوگا۔ قصر پر پہنچ کر جنتی اپنی بیوی کے پاس جائے گا وہ کھڑی ہو جائے گی وہ مرحبا کہے گی اور کہے گی میرے محبوب آپ تو بڑے حسن نور، جمال والے لباس، خوشبو اور زیور کے ساتھ آئے۔ مگر میں آپ سے جدا نہ تھی۔ رحمٰن کی طرف سے ایک فرشتہ اونچی آواز میں پکارے گا۔ اے اہل جنت یونہی ہمیشہ نو بنو نعمتیں تم کو ملتی رہیں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ہر دروازے سے اہل جنت کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے (آج) تم پر سلام ہو۔ یہ دار آخرت (تمہارے لیے اچھا ہے) تمہارا رب تم کو سلام فرماتا ہے۔ فرشتوں کے ساتھ (بطور ہدیہ) کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے اور زیور ہوں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جنت کے سو درجے ہوں گے اور ہر دو درجوں کے درمیان ایک امیر ہوگا جس کی برتری اور بزرگی کا سب اقرار کریں گے جنت کے پہاڑ سفید مشک اور زرد زعفران کے ہوں گے۔

اہل جنت جب کھا کر ڈکار لیں گے تو ان کی ڈکار مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگی جب پانی پئیں گے تو ان کی جلد بدن سے (پسینہ کی طرح) پھوٹ کر نکلے گا۔ پاخانہ پیشاب کی ان کو ضرورت نہ ہوگی نہ تھوکیں گے نہ ناک جھاڑیں گے نہ درد سر ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اہل جنت بالائی طبقہ والے اور نچلے طبقہ والے سب آرام کے ساتھ تکیہ لگائے دو ساعت تک صبح کا کھانا کھائیں گے۔ چار ساعت تک خالق کی بزرگی بیان کریں گے اور دو ساعت باہم ملاقات کریں گے۔ جنت میں رات بھی ہوگی اور دن بھی وہاں کی رات کی تاریکی دنیا کے دن کی سفیدی سے ستر حصے زائد روشن ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ادنیٰ بخشش والا جنتی وہ ہوگا۔ کہ اگر اس کے تمام جن و انس مہمان ہو کر آ جائیں تو اس کے پاس کرسیاں، بستر، غالیچے اور مسندیں اتنی ہوں گی کہ سب بیٹھ جائیں گے سب تکیے لگا لیں گے اور ان کی ضرورت سے زائد خوان، پیالے، خدمت گار، کھانا پینا سب کچھ ہو اور اس میزبان کو صرف اتنی تکلیف ہو جتنی ایک آدمی کے آنے سے ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جنت کے بعض درختوں کے تنے سونے کے بعض کے چاندی کے بعض کے یاقوت کے اور بعض کے زمرد کے ہوں گے۔ اور شاخیں بھی تنوں کی طرح ہوں گی۔ اور پتے حسین ترین کپڑوں کی طرح ہوں گے۔ اور پھل مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے میٹھے ہوں گے۔ ہر درخت کی لمبائی پانچ سو برس کے راستہ کے برابر اور جڑ کی موٹائی ستر سال کے راستہ کے برابر ہوگی۔ جب آدمی نگاہ اٹھا کر درخت کی چوٹی کی طرف دیکھے گا تو اس کی چوٹی کی شاخیں اور اس کے پھل نظر آئیں گے۔ اور ہر درخت کے پھل ستر ہزار قسم کے ہوں گے۔ اور کسی کا رنگ بھی دوسرے پھل کے مزہ کا نہ ہوگا۔ جس قسم کے پھل کی خواہش ہوگی وہی شاخ جس میں وہی پھل ہوگا پانچ سو یا پچاس برس کی یا اس سے کم مسافت کی راہ سے نیچے کو جھک آئے گی۔ یہاں تک کہ اگر خواہش کرنے والا چاہے گا تو اس کو ہاتھ سے لے لے گا۔ اور اگر نہ لے سکے گا اور اپنا منہ کھول دے گا تو وہ منہ میں آ جائے گا۔ جس پھل کو درخت سے توڑ لے گا فوراً اس کی جگہ اس سے خوبصورت اور عمدہ دوسرا پھل اللہ تعالیٰ پیدا کر دے گا۔ جب آدمی اپنی غرض پوری کر چکے گا اور بس کر لے گا تو شاخ وہیں کی وہیں لوٹ جائے گی۔ جہاں سے جھکی تھی۔ بعض درخت پھلدار نہ ہوں گے۔ بلکہ ان میں شگوفے ہوں گے۔ جن میں مشک اور کافور ہوگا۔ بعض درختوں کے شگوفوں میں ریشم، کپڑوں کے جوڑے، باریک ریشمی کپڑے، اور خوبصورت نفیس سرخ لباس ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اہل جنت ہر جمعہ کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے۔ فرماتے تھے کہ اگر بہشت کا ایک درخت آسمان سے نیچے لٹکا دیا جائے۔ تو سورج کی روشنی کو ماند کر دے۔ فرماتے تھے جنت میں محل ہیں ہر محل میں چار نہریں ہیں۔ ایک صاف پانی کی، دوسری صاف دودھ کی، تیسری صاف شراب کی اور چوتھی صاف شہد کی۔ اگر جنتی کسی نہر کا پانی پئے گا تو پینے کے آخر میں مشک کی خوشبو آئے گی۔ جنت کے چشموں کا پانی ملائے بغیر نہروں کا پانی نہیں پئیں گے۔ ایک چشمہ کا نام زنجبیل دوسرے کا نام تسنیم، تیسرے کا نام ہے کافور۔ چشمہ کافور سے اہل قربت

ہی پئیں گے۔فرماتے تھے کہ اگر اللہ یہ فیصلہ نہ کر چکا ہوتا کہ اہل جنت (شراب طہور کے) کا سے لینے میں چھینا جھپٹی کریں گے تو اہل جنت کبھی ان کو منہ سے الگ نہ کرتے۔فرماتے تھے کہ اہل جنت ایک لاکھ سال یا اس سے بھی دور کی مسافت سے باہم ملاقات کے لئے جائیں گے اور اپنے بھائیوں کے پاس سے لوٹ کر اپنے گھروں کو جائیں گے۔جس قدر تم لوگوں کو اپنے گھر کے راستہ کی شناخت ہوتی ہے اس سے زیادہ انکو اپنے گھروں کے راستوں کی شناخت ہوگی۔فرماتے تھے کہ اہل جنت جب دیدار الٰہی حاصل ہونے کے بعد واپسی کا ارادہ کریں گے تو ہر شخص کو ایک ایک سبز انار دیا جائے گا۔جس میں ستر دانے ہوں گے اور ہر دانہ میں سو رنگ ہوں گے کوئی دانہ دوسرے کے رنگ پر نہیں ہوگا۔بارگاہ الٰہی سے واپسی میں جنت کے بازاروں میں گزریں گے جہاں خرید و فروخت نہ ہوگی۔لیکن وہاں زیور کپڑوں کے جوڑے، ریشم کا باریک اور موٹا کپڑا، ریشم آراستہ اور منقش خوبصورت موتی اور یاقوت کے معلق سر بند تخت ہوں گے۔جس قدر ان اصناف میں سے اٹھا سکیں گے بازاروں سے لے لیں گے۔مگر بازاروں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ وہاں حسین ترین تصویریں ہوں گی جیسے آدمیوں کی تصویریں ہوتی ہیں۔ ہر تصویر کے سینہ پر لکھا ہوگا کہ جو شخص آرزو مند ہو اس کا حسن میری طرح ہو جائے۔اللہ اس کے حسن کو میری طرح کر دے۔چنانچہ جو شخص تمنا کرے گا اس کے چہرے کا حسن اس تصویر کی طرح ہو جائے اللہ اس کا حسن ویسا ہی کر دے گا۔جب یہ لوگ اپنے گھر لوٹ آئیں گے تو غلمان صف بستہ کھڑے ہوئے مرحبا کہتے ہوئے اور سلام کرتے ہوئے سامنے آئیں گے اور ہر ایک اپنے برابر والے کو بشارت دے گا یہاں تک کہ یہ خوشخبری اس کی بیوی (حور) کو پہنچ جائے گی۔ بیوی سے خوشی ضبط نہ ہوگی۔فوراً کھڑی ہو جائے گی۔اور دروازہ پر آ کر مرحبا کہہ کر اور سلام کر کے استقبال کرے گی۔دونوں باہم گلے ملیں گے۔اور معانقہ کرتے ہوئے اندر آ جائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت باہر نکل آئے تو مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل جو کوئی بھی اس کو دیکھے گا اس کے حسن پر فریفتہ ہو جائے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے آخری شربت جو اہل جنت کھانے کے بعد پئیں گے اس کو طہور اُدھا قاً کہا جائے گا۔(پاک لبریز) اس کی ایک گھونٹ پینے کے بعد کھایا پیا سب ہضم ہو جائے گا۔اور مشک کی طرح اس کی خوشبو ہوگی۔اہل جنت کے پیٹ میں (کبھی) دکھ نہیں ہوگا۔ طہور پینے کے بعد کھانے کی خواہش ہوگی ہمیشہ ان کا یہی طریقہ رہے گا۔

فرماتے تھے کہ اہل جنت کی سواریاں اللہ نے سفید یاقوت سے بنائی ہیں۔ فرماتے تھے تین جنتیں ہیں۔(ایک کا نام) الجنۃ (دوسری) عدن اور (تیسری) دارالسلام۔عدن سے ستر کروڑ حصے چھوٹی ہے۔یعنی ستر کروڑ حصوں میں سے ایک حصہ کے برابر ہے۔الجنۃ کے محل باہر سے سونے کے اور اندر سے زمرد کے ہوں گے۔ان کے برج یاقوت سرخ کے اور جھروکے موتیوں کی لڑیوں کے۔

فرماتے تھے جنتی اپنی ایک بیوی کے پاس ایک دفعہ سات سو سال کی بقدر لطف اندوز رہے گا۔اور منتقل نہ ہوگا۔پھر محل سے دوسری بیوی جو پہلی سے زیادہ حسین ہوگی۔پکارے گی بھائی اب ہماری باری کا وقت ہوگیا۔ جنتی کہے گا تم کون ہو۔وہ کہے گی میں ان میں سے ہوں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

جنت کی پہلی نعمت

جنت آٹھ ہیں جن میں سے سات تو سکونت کے لیے مخصوص ہیں۔ اور آٹھویں دیدار الٰہی کے لیے۔جس کو بارگاہ الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں۔ جنتوں کے نام حسب ذیل ہیں:

جنت الماویٰ ، دارالمقام، دارالسلام ، دارالخلد، جنت النعیم، جنت الفردوس، جنت العدن۔

جنت الفردوس تمام جنتوں سے برتر و اعلیٰ ہے اور اس میں سب سے بہترین طبقہ جنت العدن ہے۔ جہاں تجلیات الٰہی نمودار ہوتی ہیں۔اور گوناگوں بے اندازہ نعمتیں عطاء فرمائی جاتی ہیں۔مگر آٹھویں جنت کے نام میں علماء کا اختلاف ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ علیین ہے۔لیکن قرآن مجید میں یہ آیا ہے کہ علیین اہل جنت کا دفتر اور مقرب فرشتوں اور بنی آدم کی حاضری کا مقام ہے۔نہ کہ طبقہ جنت۔بعض علماء نے اس کو جنت الکثیف کہا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ:''مسلمان مشک کے ٹیلوں پر جمع ہوں گے یکایک ہوا چلے گی جس سے مشک اڑ کر ان کے کپڑوں اور چہروں پر پڑے گا۔اور ان کی معطری پہلے سے دوگنی ہو جائے گی اسی اثناء میں خدائے قدوس کی تجلیات کا ظہور ہوگا۔جس سے ہر شخص کو بقدر استعداد انوار و برکات مرحمت ہوں گے اور کلام بھی ہوگا''۔اس فقیر کے خیال میں اس کا نام مقعد صدق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس آیت کریمہ: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے درجے عدد میں اتنے ہیں جتنی کلام مجید کی آیتیں اور تمام درجوں سے برتر و بالا وہ درجہ ہے کہ جس کا نام وسیلہ ہے۔اور یہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کا

رہنے والا وزیر کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ اہل جنت میں سے کسی کو کوئی نعمت بغیر اس کے طفیل کے نہ پہنچے گی۔ اور یہ طبقے اس طرح ایک دوسرے پر حائل نہیں ہیں جیسے مکانوں کی چھتیں۔ بلکہ ان تمام کی چھت عرش الٰہی ہے۔ اور یہ اس طریقہ پر ہیں جیسے باغ کے نیچے کا حصہ اور اوپر کا حصہ اور ان درجات کی وسعت پر سوائے رب العزت کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور نیچے کے درجے والوں کو اوپر کے درجے والے اس طرح نظر آئیں گے گویا آسمان کے کناروں پر ستارے ہیں۔ اس قدر معلوم رہے کہ جنت الماوئی سب سے نیچے، جنت العدن وسط میں اور جنت الفردوس سب سے اوپر ہے۔ اہل جنت میں سے ادنیٰ شخص کو دنیاوی آرزوؤں سے دس گنا زیادہ مرحمت ہوگا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ادنیٰ اہل جنت کی ملک حشم وخدم اسباب لذت وغیرہ وغیرہ اسی سال کی مسافت کے برابر پھیلاؤ میں ہوں گے۔ اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے جس وقت اس کو جنتی توڑے گا تو اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ وزیور کے برآمد ہوگی۔ اور اپنے مالک کی ہمنشین وخدمت گزار ہوگی۔ اہل جنت کے قد وقامت مانند حضرت آدم علیہ السلام ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے۔ اور دیگر اعضاء انہی قد وقامت کی مناسبت سے ہوں گے۔ بلحاظ صورت نہایت حسین وجمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا ذکر الٰہی اس طرح بے تکلف دل اور زبانوں پر جاری ہوگا جیسے دنیا میں سانس اور جیسا کہ جنت کی نعمتوں سے بدن کو لذت حاصل ہوگی اسی طرح سے باطنی لذات یعنی انوار وتجلیات الٰہی بھی حاصل ہوتی رہیں گی۔ مثلاً جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام سبحان اللہ ہے جیسا کہ ذائقہ میں لذت دیتا ہے اسی طرح خدا کی تنزیہ وتسبیح کی لذات سے آگاہ کرتا ہے۔ جنت کی سب سے بہتر وافضل نعمت دیدار الٰہی ہے۔ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کی حیثیت سے لوگوں کی چار قسمیں ہوں گی۔ ایک تو وہ جو سال بھر میں ایک مرتبہ دوسرے وہ جو ہر جمعے کو تیسرے وہ جو دن میں دو مرتبہ مشرف ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ صبح وعصر کی نماز نہایت ہی خشوع وخضوع سے پڑھنے سے اس دیدار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ چوتھی جماعت اخص الخاص بمنزلہ غلمان وخدام ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہیں گے۔ طریقہ دیدار یہ ہوگا کہ سات طبقوں کے اوپر آٹھویں طبقے میں ایک کشادہ اور وسیع میدان زیر عرش موجود ہے وہاں نور، زمرد، یاقوت، موتی، چاندی، اور سونے وغیرہ کی کرسیاں حسب مراتب رکھی جائیں گی اور جن لوگوں کی کرسیاں نہیں ہیں ان کو مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھائیں گے اور ہر شخص اپنی جگہ نہایت خوش وخرم ہوگا دوسروں کے مراتب کی افزونی کی وجہ سے اس کو کسی طرح کا خیال نہ ہوگا اور اسی اثناء میں ایک نہایت فرحت افزاء ہوا چل کر ان پر ایسی پاکیزہ خوشبوئیں چھڑک دے گی جو

انہوں نے نہ کبھی دنیا میں اور نہ بہشت میں دیکھی ہوں گی۔ اس وقت خداوند کریم ان پر اس طور سے جلوہ افروز ہوگا کہ کوئی شخص ایک دوسرے کے درمیان حائل نہ ہوگا۔ اور ہر شخص کو اس قدر قرب حاصل ہوگا کہ وہ اپنے دل کے رازوں کو اس طرح عرض کرے گا کہ دوسرے کو خبر نہ ہوگی۔ خدائے قدوس کے خطاب سراً وجہراً سنے گا اسی اثناء میں حکم ہوگا کہ شراب طہور اور نہایت لذیز نعمتوں سے ان کو سرفراز کرو۔ دیدار الٰہی دیکھنے والوں کو اس قدر استغراق ہوگا کہ لذت دیدار کے سوا تمام چیزوں کو بھول جائیں گے جب یہاں سے رخصت ہوں گے تو راستہ میں ایک بازار دیکھیں گے جن میں ایسے ایسے تحفے وتحائف مہیا ہوں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے نہ کان نے سنے ہوں گے۔ جو شخص جس کا طالب ہوگا مرحمت کی جائے گی جنت میں تین قسم کے راگ ہوں گے۔ ایک تو یہ کہ جس وقت ہوا چلے گی تو درخت طوبیٰ کے ہر پتے و شاخ سے خوش الحان آوازیں سنائی دیں گی۔ جس سے سامعین محو ہو جایا کریں گے۔ اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہ ہوگا۔ جس میں درخت طوبیٰ کی شاخ نہ ہو۔ دوم یہ کہ جس طرح شادی بیاہ وغیرہ میں ترتیب واجتماع وسماع کرتے ہیں اسی طرح جنت میں حوریں اپنی خوش الحانیوں سے ہر روز اپنے شوہروں کو محظوظ کریں گی۔ تیسرے یہ کہ دیدار الٰہی کے وقت بعض مطرب خوش الحان بندوں کو کہ جیسے حضرت اسرافیل علیہ السلام وحضرت داؤد علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ خدا کی پاکی بیان کرو۔ اس وقت ایک ایسا عجیب لطف حاصل ہوگا کہ تمام سامعین پر وجد طاری ہو جائے گا۔ خدام اہل بہشت تین قسم کے ہوں گے ایک ملائکہ جو خدائے قدوس اور ان کے مابین بطور قاصد ہوں گے۔ دوم غلمان جو حوروں کی طرح ایک جدا مخلوق ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے پھریں گے۔ تیسرے اولاد مشرکین جو قبل از بلوغ انتقال کر چکی ہوگی بطور خدام رہیں گے۔ بعض لوگ بوجہ اس کے کہ ان کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی نہ تو جنت کے مستحق ہوں گے نہ دوزخ کے۔ بلکہ پل صراط سے اترتے ہی جہنم کے کنارے پر روک دیئے جائیں گے۔ نیز وہ لوگ جن تک دعوت پیغمبران نہ پہنچی ہوگی اور انہوں نے نہ تو نیک اعمال کیے ہوں گے اور نہ کوئی بدی وشرک کیا ہوگا۔ بلکہ چوپایوں کی طرح کھانے پینے اور جماع وغیرہ میں عمر بسر کرتے رہے ہوں گے۔ اور وہ لوگ بھی جو فساد عقل وجنوں کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز کرنے سے قاصر رہے ہوں اس مقام میں جس کا نام اعراف ہے۔ تا اختتام روز حشر کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ رہیں گے اور دخول جنت کی توقع رکھتے ہوں گے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد محض فضل الٰہی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور بمنزلہ خدام رہیں گے۔ اور جنوں میں جو کافر ہوں گے وہ دوزخ میں رہیں گے اور جو صالحین ہوں گے وہ دائمی راحت

میں رہیں گے۔ کیونکہ جن وانس دونوں مکلف بالشرع ہیں جیسا کہ سورۂ رحمٰن میں بار بار ذکر آیا ہے۔ اور پرندوں اور چوپایوں کا بھی حشر ہوگا۔ اسی طرح پر کہ مظلوم ظالم سے بدلہ لے گا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ

جب ایک دوسرے سے بدلہ لے چکیں گے تو ان کو خاک کر دیا جائے گا۔ مگر حسب ذیل چند اشیاء کو فنا نہ ہوگی۔ مثلاً جانوروں میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا دنبہ، حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اصحاب کہف کا کتا۔ نباتات میں سے اسطوانہ حنانہ (یعنی وہ ستون جو منبر بننے سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے سہارے سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ مکانات میں خانہ کعبہ، کوہ طور، صخرہ بیت المقدس اور وہ جگہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس اور مابین منبر واقع ہے۔ ان کو مناسب صورتوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حاصل کلام اہل دوزخ ہمیشہ دوزخ میں اور اہل جنت ابدالاباد تک جنت میں رہیں گے اور بے شمار نعمتوں سے کہ: لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ مالا مال رہیں گے۔ خداوند کریم ہم تمام مسلمانوں کا خاتمہ بالایمان کرے۔ اور ہول قبر وحشر سے نجات دے کر جنت میں پہنچائے اور اپنی خوشنودی اور رضامندی میں رکھے۔ بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ الطاہرین۔

جنت کس چیز سے بنی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کس چیز سے بنی ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اور اس کا مصالحہ جس سے اینٹیں جوڑی گئی ہیں تیز خوشبودار مشک ہے۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں اور اس کی مٹی زعفران ہے۔ جو شخص جنت میں داخل ہوگا ہمیشہ نعمت میں رہے گا اور کبھی کسی چیز کا محتاج نہ ہوگا۔ ہمیشہ زندہ رہے گا اور موت نہ آئے گی۔ نہ جنتیوں کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی ان کی جوانی فنا ہوگی۔

جنت کی وسعت:

سورۂ حدید میں ارشاد ہے۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔

''اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف ایسی جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں''

جنت بہت بڑی جگہ ہے اس کی وسعت کا اندازہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کو جو کچھ ملے گا اس کی وسعت کو سامنے رکھ کر لگایا جاسکتا ہے بعض روایات میں ہے کہ کوئی ادنیٰ جنتی ایک ہزار سال کی مسافت میں اپنی نعمتوں کو دیکھے گا (الترغیب والترہیب)

اور ایک روایت میں ہے ادنیٰ جنتی کو جو جگہ ملے گی پوری دنیا اور دنیا جیسی دس گنی جگہ کے برابر ہوگی (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۹۲ از مسلم)

سورۂ حدید میں ہے کہ عام مسلمانوں کے ذہن میں اور سمجھ کے قریب لانے کے لیے جنت کی وسعت کو آسمان وزمین کی وسعت کے برابر بتایا گیا ہے اور سورۂ آل عمران میں: عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ فرمایا ہے جس میں سماء (آسمان) کو بصیغہ جمع لایا گیا ہے یعنی جنت کی وسعت تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس کی مزید تشریح اور اس کے متعلق سوال و جواب ادنیٰ جنتی کے تذکرے میں ملاحظہ فرمائیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں سارے عالم اگر اس میں سے ایک میں جمع ہو جائیں تو سب سما جائیں (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۹۷)

جنت کے دروازے:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو بھی کوئی مسلمان وضو کرے اور اچھی طرح پانی پہنچا دے اور پھر وضو کے بعد یوں کہے کہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ اس حدیث سے جنت کے آٹھ دروازے معلوم ہوئے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۹)

داخلے کے بعد اہل جنت کا پہلا ناشتہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن زمین ایک روٹی بن جائے گی۔ جس کو جبار وقہار اپنے دست قدرت میں لے گا الٹے پلٹے گا جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹتا پلٹتا ہے (الٹ پلٹ کر مستوی بنا کر) اللہ تعالیٰ زمین کو اہل جنت کی اولین مہمانی قرار دیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہی تھا کہ ایک یہودی آ پہنچا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم! رحمٰن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل فرمائے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی پہلی مہمانی کس چیز سے ہوگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچانا۔ (ابن حبان)

کہ ہاں بتادے۔اس نے اس طرح بیان کیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ زمین کی ایک روٹی بن جائے گی جسے اہل جنت سب سے پہلے ناشتے میں کھائیں گے۔راوی کہتے ہیں کہ اس یہودی کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف دیکھ کر اس طرح ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔یہ ہنسنا اس خوشی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علوم انبیاء سابقین کو دیئے تھے مجھ کو بھی دیئے ہیں۔جن میں سے بعض چیزیں نقل درنقل ہوکر یہودیوں میں بھی مشہور ومعروف ہیں۔

اس کے بعد اس یہودی نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بتاؤں کہ اہل جنت کا سالن کیا ہوگا۔(جس سے اولین مہمانی کی وہ روٹی کھائیں گے جو زمین سے بنی ہوگی)۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی بتادے۔اس یہودی نے کہا بیل ہوگا اور مچھلی ہوگی۔ان کی کلیجی کے زائد حصے سے ستر ہزار افراد کھائیں گے۔

جنت میں کھانے پینے کے لیے بے انتہا نعمتیں ہوں گی۔جب جنت میں قیام ہوجائے گا تو برابر کھاتے پیتے رہیں گے۔مگر سب سے پہلے بطور ابتدائی مہمانی کے جو ناشتہ پیش کیا جائے گا وہ زمین کی روٹی کا ہوگا۔اور اس ناشتے کے کھلانے میں یہ مصلحت ہے کہ زمین میں طرح طرح کے مزے ودیعت رکھے ہیں جو مختلف علاقوں اور ملکوں میں پھلوں اور غلوں اور سبزیوں اور دیگر اشیاء میں پائے جاتے ہیں اور چونکہ کسی بھی شخص نے زمین سے پیدا ہونے والی ہر نعمت نہیں کھائی ہے بلکہ کوئی اس پھل سے محروم ہے اور کسی کو وہ پھل نصیب نہیں ہوا اس لیے زمین کی روٹی بنا کر اہل جنت کو پہلے اس کے تمام مزے بحیثیت مجموعی چکھادیئے جائیں گے۔تاکہ جنت کی نعمتوں کو جب کھائیں پئیں تو ہر شخص کا یقین اس طرح سے عین الیقین ہوجائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی میں نے یا کسی دوسرے نے کھایا پیا ہے وہ سب جنت کی ہر نعمت کے سامنے ہیچ ہے۔

فائدہ:یہودی نے جو روٹی کے ساتھ مچھلی اور بیل کا ناشتہ بتایا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔جس سے معلوم ہوا کہ اس نے صحیح بات کہی ہے۔یہ جو کہا کہ کلیجی کے زائد حصے سے ستر ہزار افراد کھائیں گے اس کے متعلق شارح مسلم علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ جگر میں ایک ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے جو کھانے میں جگر کا بہترین حصہ ہے۔کلیجی کا زائد حصہ اس کو فرمایا ہے۔

سوال:زمین کی روٹی کس طرح کھائی جاسکے گی؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ زمین کے ذرات غذا میں مل جاتے ہیں تو کھائی نہیں جاتی اور کرکرا پن ظاہر ہوجاتا ہے۔

جواب:دنیا میں جسقدر بھی غلے اور پھل میوے،سبزیاں،ترکاریاں،اور غذائیں ہیں سب زمین ہی سے نکلتی ہیں۔جس قادر قیوم نے زمین سے ایسی چیزیں نکال دیں اس کو قدرت ہے کہ عین زمین ہی کو کھانے کی چیز بنادیوے۔اور اس میں ایسی کیفیت پیدا فرماوے جس سے زبان بھی مزہ لے سکے اور حلق سے بھی بآسانی اتر جائے۔

اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اہل جنت کا قد وقامت،پاکیزگی اور حسن وجمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح (چمکتی دمکتی) ہوں گی۔اور جو لوگ ان کے بعد دوسرے نمبر پر داخل ہوں گے ان کی صورتیں بہت زیادہ روشن ستارہ کی طرح سے منور ہوں گی۔سب جنتیوں کے دل ایک ہی دل پر ہوں گے۔(یعنی ان کی آپس میں ایسی محبت ہوگی جیسے قالب بہت ہوں اور قلب ایک ہو)ان میں آپس میں اختلاف نہ ہوگا نہ بغض ہوگا۔ہر ایک کے لیے حورعین میں سے کم از کم دو بیویاں ہوں گی۔ان میں سے ہر بیوی کی پنڈلی کا گودا حسن کی وجہ سے (ہڈی اور) گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔یہ لوگ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے نہ بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے نہ ناک سے رینٹ آئے گا نہ تھوکیں گے۔ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں میں خوشبو پھیلنے کے لیے جو چیز جلے گی وہ عود ہوگی۔اور ان کا پسینہ مشک (کی طرح خوشبودار ہوگا) سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے۔ان کا قد بلندی میں ساٹھ ہاتھ ہوگا۔(مشکوۃ المصابیح ۴۹۶)

اس حدیث سے اہل جنت کے حسن وجمال اور ان کی بیویوں کی خوبصورتی کا حال معلوم ہوا۔نیز ان کی صفائی وستھرائی کا بھی پتہ چلا کہ ان کو نہ ناک صاف کرنے کی ضرورت ہوگی اور نہ تھوکنے کی حاجت ہوگی۔اور نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کی ضرورت ہوگی۔پسینہ جو آئے گا وہ گرمی کی وجہ سے نہ ہوگا۔بلکہ کھانا ہضم ہوجانے کا ذریعہ ہوگا۔(جس کا بیان آگے آئے گا)اور وہ پسینہ خوشبودار اور خوشگوار ہوگا۔

حدیث بالا میں اہل جنت کی انگیٹھیوں میں جلنے والی چیز عود ہوگی۔ذہن میں لانے کے لیے "عود" کو اگر لکڑی سمجھ لیجئے جس کے برادے سے اگربتیاں بنتی ہیں۔چونکہ اگر قیمتی چیز ہے اس لیے دوسری لکڑی کی باریک باریک سلائیوں پر اس کا برادہ لپیٹ کر اگربتی بنائی جاتی ہے۔جنت میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔لہٰذا خوشبو کے لیے عود ہی سلگ رہا ہوگا۔(اس کے برادہ کی بتیاں بنانے کی حاجت نہ ہوگی)اور یہ وہاں کا عود ہوگا یہاں کے عود پر قیاس نہ کریں یہ انگیٹھیاں آگ سے جل رہی ہوں گی یا کسی دوسری چیز سے؟اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں دیکھی۔

25

فائدہ: بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا اور جنت میں جو بھی داخل ہوگا آدم علیہ السلام کی صورت پر ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (بخاری شریف)

سوال: اتنے لمبے آدمی بھلا کیا اچھے معلوم ہوں گے؟

جواب: جب سب ہی ایک قد کے ہوں گے تو کسی کا قد بھی اعتدال سے باہر معلوم نہ ہوگا۔ اور سب ہی کو پسند آئے گا۔

فائدہ ثانیہ: حدیث میں جو لفظ: بُکْرَۃً وَ عَشِیًّا (صبح وشام) فرمایا اس کے متعلق شراح حدیث لکھتے ہیں کہ اس سے حقیقی صبح وشام مراد نہیں ہے کیونکہ وہاں طلوع وغروب نہ ہوگا۔ بلکہ ایک ہی طرح کا سماں ہوگا لیل ونہار کی آمدورفت نہ ہوگی فتح الباری میں ایک ضعیف روایت نقل کی ہے کہ عرش الٰہی کے نیچے ایک پردہ لٹکا ہوا ہے اس کا لپیٹ دیا جانا شام کی علامت ہوگی۔ اور اس کا پھیل جانا صبح کی نشانی ہوگی۔ یعنی مقررہ وقفہ گذر جانے پر اس پردہ سے صبح وشام کی علامت ظاہر ہوا کرے گی۔ اور یہ تسبیح الٰہی میں مشغول ہونے کے اوقات ہوں گے۔ اور گو جنت میں ہمہ وقت بلا اختیار سانس کی طرح تسبیح جاری ہوگی مگر اپنے اختیار سے بھی صبح وشام تسبیح میں مشغول ہونے کو پسند کریں گے۔ اس کی مزید توضیح ان شاء اللہ آگے آئے گی۔

اہل جنت کے داڑھی نہ ہوگی اور ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت اجرد اور امرد ہوں گے۔ ان کی آنکھیں (ایسی حسین ہوں گی کہ بغیر سرمہ لگائے ہی) سرگیں ہوں گی نہ ان کی جوانی فنا ہوگی نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے۔

اہل جنت اجرد وامرد ہوں گے یعنی ان کے جسم پر بال نہ ہوں گے اور (مرد وعورت) بے داڑھی کے ہوں گے۔ جسم پر بال نہ ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ سر کے بالوں کے علاوہ کسی بھی جگہ بال نہ ہوں گے۔ اور دوسرا یہ مطلب کہ بعض جگہوں کے بالوں کو دور کرنا پڑتا (مثلاً زیر ناف اور بغلیں) وہاں تو بالکل ہی بال نہ ہوں گے۔ اور سینہ اور پنڈلیوں وغیرہ پر جو بال ہوں گے بہت ہلکے ہوں گے خوب بھرے ہوئے نہ ہوں گے۔ جن سے کھال کی خوبصورتی دب جائے۔ سر کے بالوں کا علیحدہ مستقل ذکر کسی روایت میں نہیں پایا گیا۔ لیکن بخاری شریف کی روایت میں جو یہ فرمایا کہ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے سر پر بال ہوں گے۔

چہرے پر داڑھی نہ ہونے کی تمنا جنت میں پوری ہو جائے گی۔ ہمارے ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا کہ داڑھی نہ ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟ فرمایا کہ اس کا جواب ان سے طلب کرو جو داڑھی منڈاتے ہیں۔ بہر حال جنت میں تو ہر چیز حسین ہوگی۔ داڑھی نہ ہونے پر مردوں کا حسن دوبالا رہے گا اور اندر سے بال نکل کر نہ آئیں گے۔ جن کو مونڈنا پڑے اور اس کی وجہ سے کھال خراب ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک (خدائی) منادی (جنتیوں میں) پکار کر اعلان کر دے گا کہ اے جنت والو! تمہارے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو گے۔ کبھی بیمار نہ ہوگے اور یہ (بھی) طے شدہ ہے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہ آئے گی۔ اور (یہ کہ) ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہوگے۔ اور (یہ کہ) ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے کبھی محتاج نہ ہوگے۔

اہل جنت کی عمریں:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں جانے والا جو شخص بھی اس دنیا سے رخصت ہو گا چھوٹا ہو یا بڑا (داخلہ جنت کے وقت) سب تیس سال کے کر دیئے جائیں گے۔ اس سے کبھی آگے نہ بڑھیں گے۔

تیس سال کی عمر درمیانی عمر ہے۔ اس میں نہ بچگانہ نادانی ہوتی ہے نہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔ نہ بڑھاپا آتا ہے نہ بڑھاپے کے آثار ہوتے ہیں اس عمر میں شباب کامل اور فہم کامل دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ ہوش وحواس بجا اور اعضاء صحیح سالم ہوتے ہیں اسی لیے یہ عمر اہل جنت کے لیے رکھی گئی ہے۔ چھوٹا ہو یا بڑا ہر شخص تیس سال کا کر دیا جائے گا۔ یعنی تیس سال کی عمر کے جو اوصاف واحوال ہوتے ہیں (جن کا اوپر ذکر ہوا) تمام اہل جنت ان سے متصف ہوں گے۔ ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے۔ مگر نہ بڑھاپا آئے گا نہ جوانی میں کمزوری آئے گی نہ ہوش حواس میں خلل پیدا ہوگا نہ دانت اکھڑیں گے نہ بینائی میں فرق آئے گا۔ بعض روایات میں اہل جنت کی عمر ۳۳ سال بھی وارد ہوئی ہے۔

جنت کے باغات:

سورۂ نباء میں فرمایا: ''بلاشبہ پرہیز گاروں کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ باغ ہیں اور انگور ہیں اور نوخیز ہم عمر عورتیں ہیں اور لبالب بھرے ہوئے شراب کے جام ہیں''۔

اور سورۂ ذاریات میں ارشاد ہے: ''بے شک پرہیز گار لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے ان کے رب نے ان کو جو عطاء فرمایا ہوگا وہ اسے لے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھے اپنے عذاب سے اس روز بچا کہ جب اپنے بندوں کو اٹھائے گا (رموز الحقائق)

رہے ہوں گے بلاشبہ وہ اس سے پہلے دنیا میں اچھے کام کرنے والے تھے"۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں بہترین تیز رفتار ہلکے پھلکے گھوڑے پر سوار ہو کر گزرنے والا سو برس تک چلتا رہے تو اس کے سایہ کو طے نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ وَذٰلِکَ الظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ یعنی سورۂ واقعہ میں وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ پھیلا ہوا سایہ فرمایا ہے۔ وہ یہی (درخت والا) سایہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ایک بہت چھوٹا سا لکڑی کا ٹکڑا لیا۔ جو ان کی انگلیوں کے بیچ میں ٹھیک طرح دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔ اس کو لیکر فرمایا۔ اے جریر رضی اللہ عنہ اگر تم جنت میں اتنی سی لکڑی ہی تلاش کرو گے تو نہ پاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ نخل و شجر کہاں جائیں گے؟ (جن کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے) فرمایا کہ نخل و شجر تو وہاں ہوں گے لیکن لکڑی کے نہ ہوں گے۔ ان کے تنے موتیوں کے اور سونے کے ہوں گے اور اوپر کھجوریں لگی ہوں گی۔

سورۂ رحمٰن کے تیسرے رکوع کے نصف اول میں دو باغوں کا ذکر ہے۔ جو خاص مقربین کیلئے ہیں۔ یعنی ہر مقرب کے لیے دو دو باغ ہوں گے۔ پھر نصف دوم میں دوسرے باغوں کا ذکر ہے۔ جو عامہ ءمومنین کے لیے ہوں گے۔ اور ہر شخص کو دو دو ملیں گے مگر مقربین کے باغوں سے درجے میں کم ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف رکھا اس کے لئے (یعنی ہر متقی کے لیے) دو باغ ہون گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ کثیر شاخ والے ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو بہتے چلے جاویں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے بچھونوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر کمخواب موٹے ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل نزدیک ہوگا۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں ہوں گی جن پر ان لوگوں سے پہلے نہ کسی انسان نے تصرف کیا ہو گا نہ کسی جن نے۔ سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بھلا حسن کارکردگی کا بدلہ حسن عطاء کے سوا کیا ہے؟ سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے"۔

یہ جو فرمایا کہ ان باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی ان کے متعلق معالم التنزیل میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے کہ ایک قسم تر میوؤں کی (یعنی پھلوں کی) اور ایک قسم خشک میوؤں کی ہوگی۔

اس کے بعد عام مؤمنین کے باغوں کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے:

"اور ان باغوں سے کم درجے کے دو باغ اور ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں جوش مارنے والے دو چشمے ہوں گے سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سو اے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی سوائے انس و جن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤمن بندے (پل صراط سے پار ہو کر) دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر ان کو روک دیا جائے گا۔ اور آپس میں جو ایک دوسرے پر دنیا میں ظلم کیے تھے ان کا قصاص (بدلہ) دلا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ظلم و زیادتی سے (بالکل) پاک وصاف ہو جائیں گے تو ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔ سو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے ان میں سے ہر شخص اپنی جنت والے مقام کی طرف اس سے زیادہ راہ یاب ہوگا جس قدر کہ اپنے دنیاوی گھر کے راستہ سے واقف تھا۔

جبکہ جنت میں داخل ہونے سے قبل ہی آپس کے حقوق اور مظالم کا فیصلہ ہو جائے گا اور دلوں میں جو کینہ اور کپٹ تھا وہ باہر نکال دیا جائے گا تو دشمنی کا کوئی سبب باقی نہ رہے گا۔ اور جب کہ ادنیٰ جنتی بھی اس خیال میں ہو گا کہ مجھے وہ کچھ ملا ہے جو کسی کو بھی نہیں ملا تو حسد و جلن کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔

اہل جنت کی دل لگی:

سورۂ طور میں فرمایا: "وہاں آپس میں جام شراب کی چھینا چھپٹی کریں گے اس شراب میں (نشہ نہ ہوگا لہٰذا اس کے پینے سے) بک بک نہ ہوگی اور نہ کوئی بیہودہ بات (عقل و متانت کے خلاف نکلے گی)"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ دلوں کے پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ (طبرانی)

یہ چھینا جھپٹی بطور خوش طبعی اور دل لگی کے ہوگی کیونکہ وہاں کسی کے لیے کچھ بھی کسی چیز کی کمی نہ ہوگی دوستوں میں چھین چھپٹ کر کھانے سے لطف دوبالا ہو جاتا ہے جسے اجتماعیات کے خوگر جانتے ہیں۔

جنتیوں کا لباس اور زیور:

سورۂ کہف میں ارشاد فرمایا: "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ انجام دیئے تو ایسے لوگوں کا ہم اجر ضائع نہ کریں گے۔ جو اچھے طریقے پر کام کرے۔ ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور یہ لوگ سبز رنگ کے کپڑے زیب تن کریں گے۔ جو سندس اور استبرق کے ہوں گے۔ اور وہاں مسہریوں پر تکیئے لگائے بیٹھیں گے کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (جنت) کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

اس آیت شریفہ میں اول تو جنتی بندوں کے کنگنوں کا ذکر فرمایا کہ ان کو سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے سورۂ دہر میں فرمایا: وَحُلُّوا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃ "یعنی ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے" دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ جنتیوں کے کنگن سونے کے بھی ہوں گے۔ اور چاندی کے بھی۔ ثانیاً جنتیوں کے لباس کا ذکر فرمایا کہ سندس اور استبرق کے سبز کپڑے پہنیں گے۔ کہ "سندس" باریک اور استبرق موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے۔ یعنی دونوں طرح کے ریشم کے کپڑے ہوں گے۔ حسب خواہش باریک وموٹے پیش کردیئے جائیں گے۔ جس کپڑے کو جی چاہے گا پہنے گا۔

مفسر سدی نے اترابا کی تفسیر بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ آپس میں اخلاق اور محبت والفت کے اعتبار سے برابر ہوں گے۔ بہنوں کی طرح میل سے رہیں گی آپس میں حسد، جلن، اور بغض نام کو نہ ہوگا۔ سوکنوں والی کشیدگی اور لڑائی ودشمنی نہ ہوگی۔

سورۂ ص میں فرمایا: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ

"اور ان کے پاس نگاہ کو روکنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی"

یعنی ان کی نظر بس شوہروں ہی پر پڑے گی اور دل بس شوہروں ہی سے لگا ہوا ہوگا۔ شوہروں کے علاوہ کسی غیر کی طرف ذرا نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک صبح یا ایک شام کو اللہ کے راستے میں نکل جانا ساری دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے۔ اور اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان وزمین کے درمیان جو کچھ ہے اس کو روشن کردے۔ اور خوشبو سے بھر دے۔ پھر فرمایا البتہ اس کا دوپٹہ ساری دنیا سے اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ جنت کی عورت کی پنڈلی کی سفیدی ستر جوڑوں کے اندر سے نظر آئے گی۔ حتی کے پنڈلی کے اندر کا گودا (تک) نظر آئے گا (اور یہ بات اس لیے ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (اور وہ عورتیں اس قدر شفاف اور رنگت کی صاف ہوں گی کہ گویا وہ یاقوت ہیں یا مرجان ہیں) پھر فرمایا یاقوت تو ایسا پتھر ہے کہ اگر تو اس میں ایک لڑی داخل کردے اور پھر اس کو صاف طریقہ پر دیکھنا چاہے تو پتھر کے باہر سے دیکھ سکتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی مرد کے پاس ایک عورت آئے گی اور اس کے مونڈھے پر ہاتھ مارے گی۔ مرد اس کے چہرے پر نظر ڈالے گا تو اس کا رخسار آئینہ سے زیادہ صاف نظر آئے گا۔ اور جنتی عورت پر جو موتی ہوں گے ان میں سے ادنی موتی پورب پچھم کے درمیان کو روشن کرسکتا ہے اور اس پر ستر جوڑے ہوں گے جو اس قدر شفاف ہوں گے کہ ان کے اندر کو نظر پار ہوجائے گی۔ اور جنتی مرد اس کے کپڑوں کے باہر سے اس کی پنڈلی کا گودا دیکھ لے گا۔

حور عین:

حور جمع ہے حوراء کی یعنی وہ عورت جس کی آنکھ کی سفیدی اور سیاہی خوب گہری اور تیز ہو۔ عین جمع ہے عیناء کی یعنی وہ عورت جس کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں۔ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ان عورتوں کے لیے لفظ حور بولا جاتا ہے جن کو اللہ پاک نے اپنی قدرت کاملہ سے جنتی مردوں کی زوجیت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ یہ عورتیں دنیا والی مؤمن عورتوں کے علاوہ ہوں گی۔ سورۂ دخان میں فرمایا ہے: وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ (اور حور عین کے ساتھ ہم ان کا بیاہ کریں گے)

سورۂ رحمٰن میں فرمایا: "ان (بہشتوں کے محلوں میں) خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہوں گی سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ وہ حوریں خیموں میں محفوظ ہوں گی سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ (وہ جن کے لیے منتخب ہوں گی) ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کو نہ چھوا ہوگا سوائے انس وجن تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

سورۂ واقعہ میں فرمایا:

"اور ان کے لیے حور عین ہوں گی پوشیدہ رکھے ہوئے موتی کی مانند"

سورۂ صافات میں فرمایا: "اور انکے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔ (جن کی رنگت ایسی صاف ہوگی کہ) گویا بیضے چھپے ہوئے"۔

پہلی آیت میں پوشیدہ موتی کی طرح فرمایا یعنی وہ عورتیں صفائی اور سفیدی میں تازہ موتیوں کی طرح چمکتی ہوں گی۔ اور دوسری آیت میں چھپے

ہوئے انڈے سے تشبیہ دی۔ جو کہ گرد وغبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتا ہے۔
مفسر بیضاوی لکھتے ہیں کہ انڈے سے تشبیہ جو دی گئی ہے یہ تشبیہ صفائی میں ہے اور زردی ملی ہوئی سفیدی میں بھی ہے۔ جس سفیدی میں کسی قدر زردی ملائی گئی ہو وہ بدن کا بہترین رنگ مانا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باحوال خلقہ واسرار کتابہ۔

حورعین کی ایک خاص دعاء اور شوہروں سے ہمدردی:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ رمضان کے لیے شروع سال سے ختم سال تک جنت سجائی جاتی ہے۔ پس جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے حورعین پر جنت کے پتوں کی ہوا چلتی ہے جس سے متاثر ہو کر وہ یوں دعاء کرتی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار اپنے بندوں سے ہمارے لیے ایسے شوہر مقرر فرما جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔
حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جو کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو حورعین میں سے اس کی بیوی دنیا کی بیوی سے کہتی ہے کہ تیرا برا ہو اس کو تکلیف نہ دے۔ کیونکہ وہ تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔
ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت اور اس کی دوسری نعمتیں اس وقت موجود مخلوق ہیں حورعین بھی موجود مخلوق ہیں۔
حافظ منذریؒ نے الترغیب و الترہیب میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت نقل کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنت میں) دنیا والی (مؤمنہ) عورتیں افضل ہوں گی یا حورعین؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا والی (مؤمن) عورتیں حورعین سے اس قدر افضل ہوں گی جیسے (لحاف کا) اوپر کا کپڑا اس کے اندر والے استر سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس وجہ سے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لئے کہ دنیا والی عورتیں نمازیں پڑھتی ہیں اور روزے رکھتی ہیں اور اللہ عزوجل کی عبادت کرتی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض مرتبہ ایک عورت دنیا میں (یکے بعد دیگرے) دو یا تین یا چار مردوں سے نکاح کر لیتی ہے پھر اسے موت آ جاتی ہے۔ وہ جنت میں داخل ہوگی اور اس کے شوہر بھی اس کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے (تو اس صورت میں) ان میں سے اس کا شوہر کون ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس کو اختیار دے دیا جائے گا جس کے ساتھ چاہے رہے۔ لہٰذا وہ اس کو اختیار کر لے گی جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا تھا۔ اور کہے گی اے رب دنیا کے اندر یہ ان سب سے زیادہ میرے ساتھ بااخلاق تھا اسی کو میرا جوڑا بنا دیجئے یہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا خوش خلقی دنیا اور آخرت کی بھلائی لے اڑی۔
یہ روایت سند کے اعتبار سے قوی نہیں ہے۔ بعض روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ دنیا میں جس عورت نے پہلے شوہر کے بعد نکاح کر لیا وہ جنت میں آخری شوہر کو ملے گی۔ جو بھی صورت ہو بہرحال یہ حق ہے کہ جنتی مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو بغیر جوڑے کے رہ جائے۔ بعض لوگ اکثر پوچھتے پھرتے ہیں کہ دو شوہروں والی کا کیا ہوگا؟ اس مسئلہ پر کوئی حکم فقہی تو موقوف نہیں جو معرکۃ الاراء بنا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو تجویز فرمائیں سب کے لیے بہتر ہی ہوگا۔

جنت میں حورعین کا ترانہ:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں حورعین کے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے جس میں آوازیں بلند کرتی ہیں اور یہ کہتی ہیں کہ ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی ہلاک نہ ہوں گی ہم ہمیشہ چین و آسائش میں رہیں گی۔ کبھی محتاج نہ ہوں گی۔ ہم (اپنے شوہروں سے ہمیشہ) خوش رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اس کے کیا کہنے جو ہمارے لیے ہے اور ہم اس کے لیے ہیں۔ (یہ ترانہ ایسی دلکش آواز میں گاتی ہیں کہ) ایسی آوازیں مخلوق میں کسی نے نہیں سنی ہیں۔

مردوں کے لئے کثرت ازواج:

جنت میں ایک مرد کو کتنی بیویاں ملیں گی۔ اس کے متعلق بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ

(یعنی حورعین میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور بہت سی روایت جمع کی ہیں۔ مسند احمد کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ادنیٰ جنتی کے لیے دنیاوی بیویوں کے علاوہ بہتر بیویاں ہوں گی۔
ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ دو بیویاں بنی آدم میں سے ہوں گی اور بہتر بیویاں وہ ہوں گی جن کی تخلیق اللہ تعالیٰ اس عالم میں فرمائیں گے۔
ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ بہتر بیویاں حورعین سے اور بہتر دنیا کی عورتوں سے ملیں گی۔
ان کے علاوہ اور بھی چند روایات صاحب فتح الباری نے نقل کی ہیں اس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ کوئی امر آسان نہیں مگر جسے تو آسان کرے۔ (کشف الخفاء)

سلسلہ کی روایات سنداً قوی ہیں۔ اور ضعیف بھی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جنتیوں کو دوسری نعمتوں کے ساتھ کثرت ازواج کی نعمت سے بھی نوازا جائے گا اور ایسا تو کوئی بھی نہ ہوگا جس کو کم از کم دو بیویاں نہ ملیں۔

محدث طبرانی کی المعجم الکبیر سے نقل کیا ہے کہ اہل جنت مباشرت کریں گے۔ (لیکن نہ تو عضو مخصوص میں ضعف آئے گا نہ شہوت منقطع ہوگی اور نہ مرد کی منی نکلے گی نہ عورت کی)

اس دنیا کی لذتوں میں کدورتیں ملی ہوئی ہیں۔ جنت کی لذتوں میں چونکہ کدورت نہ ہوگی اس لیے بستر اور جسم کو تھیڑ دینے والا مادہ خارج نہ ہو گا۔ اور انزال کے وقت جو لذت یہاں محسوس ہوگی اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر بغیر انزال کے جنت میں لذت محسوس ہوگی۔ اور چونکہ جنت میں ہر چیز خواہش کے مطابق ہوگی اس لیے جب تک جی چاہے مباشرت کریں اور جب جی چاہے گا چھوڑ دیں گے۔

فائدہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن جب جنت میں بچہ کی خواہش کرے گا تو اس کا حمل اور وضع حمل اور اسکی (پوری) عمر (جو اہل جنت کے لیے مقرر ہے یعنی ۳۰ یا ۳۳ سال) یہ سب کچھ خواہش کے مطابق ایک گھڑی میں ہو جائے گا۔ بعض اہل علم نے فرمایا کہ جنت میں جماع ہوگا مگر اولاد نہ ہوگا۔ طاؤس مجاہد اور ابراہیم نخعیؒ سے بھی مروی ہے۔ اسحٰق بن ابراہیم نے مندرجہ بالا حدیث نقل کر کے فرمایا جنتی اولاد کی خواہش نہ کرے گا۔

حضرت ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جنت میں اہل جنت کی اولاد نہ ہوگی۔

مطلب یہ کہ جنت ہر خواہش کے پورا ہونے کی جگہ ہے۔ اگر اہل جنت میں سے کسی کی خواہش اولاد ہونے کے لیے ہوگی تو خواہش قانوناً پوری ہو جانا ضروری ہوگا۔ لیکن چونکہ جنت میں توالد اور تناسل موزوں نہ ہوگا۔ اس لیے اہل جنت کے قلوب میں اللہ تعالیٰ اولاد کی خواہش پیدا نہ فرمائیں گے۔ رہی یہ بات کہ جنت میں توالد کیوں زیبا نہیں تو اس کا سبب وہیں معلوم ہو سکے گا۔

جنت کا بازار جس میں دیدار الٰہی اور حسن و جمال میں اضافہ ہوگا

حضرت سعید بن المسیبؒ (تابعی) کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے کہا کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور تجھے جنت کے بازار میں اکٹھا کر دے۔ حضرت سعیدؒ نے پوچھا کیا جنت میں بازار (بھی) ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ بلاشبہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اپنے اعمال کے مطابق درجات اور منازل میں اتریں گے۔ اس کے بعد دنیا کے دنوں میں سے یوم جمعہ کی مقدار میں ان کو اجازت دی جائے گی کہ اپنے رب کی زیارت کریں۔ پس وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے۔ اسی وقت خدا تعالیٰ اپنے عرش کو ظاہر فرمادے گا۔ اور اپنا دیدار کرانے کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں ظاہر ہوگا (جو لوگ دیدار الٰہی کے لئے جمع ہوں گے) ان کے لئے نور کے اور موتیوں کے اور یاقوت کے زبرجد اور سونے کے اور چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے (اور حسب مراتب) جنتی ان پر بیٹھیں گے نعمتوں اور نوازشوں کی وجہ سے کوئی ان میں گھٹیا اور کمتر تو نہ ہوگا (لیکن) مرتبہ کے اعتبار سے جو سب سے کمتر ہوں گے مشک اور زعفران کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے اور یہ ٹیلوں پر بیٹھنے والے کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہ کریں گے (کیونکہ ایسا خیال آ گیا کہ ہم گھٹیا ہیں تو رنج ہوگا اور جنت میں رنج کا نام نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ فرمایا ہاں کیا سورج کو اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی شبہ رکھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں فرمایا اسی طرح تم اپنے پروردگار کو دیکھنے میں کوئی شبہ نہ کرو گے سورۂ کہف کے آخر میں فرمایا:

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کہیں جانا نہ چاہیں گے"

چونکہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہر خواہش پوری کی جائیگی اس لئے وہاں سے کہیں جانے کو جی نہ چاہے گا اور نہ منتقل ہونے کی ضرورت ہوگی۔ سب کچھ وہیں موجود ہوگا کروڑوں اور اربوں میل جنت کا پھیلاؤ ہوگا آپس میں ملنا جلنا ہوگا محبت اور بے تکلفی ہوگی۔ عزیز و قریب، دوست احباب سب وہیں موجود ہوں گے۔ خالق کائنات راضی ہوگا پھر اس صورت میں وہاں سے باہر جانے کا ارادہ کرنا کتنا بے معنی ہے۔

خداوند تعالیٰ کی طرف سے اعلان رضامندی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ (عزوجل) جنت والوں سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو! وہ عرض کریں گے کہ:

لَبَّیْکَ رَبَّنَا وَ سَعْدَیْکَ وَ الْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ

(اے رب ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہیں اور سب بھلائی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ ان سے دریافت فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ اے پروردگار! جب کہ آپ نے ہم کو وہ نعمتیں دی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے اور کسی کو نہیں دیں تو اس کے باوجود ہم راضی

کیوں نہ ہوتے؟ اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے کیا تم کو اس سے (بھی) افضل نعمت دے دوں؟ وہ عرض کریں گے یا اللہ اس سے افضل اور کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں اللہ جل شانہٗ فرمائیں گے کہ خوب سمجھ لو میں ہمیشہ کے لیے تم پر رضامندی نازل کرتا ہوں پس کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔

جنت میں جو کچھ ہوگا اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں گے اور ہمیشہ کے لیے اپنی رضامندی کا اعلان فرمادیں گے۔ ایک شریف غلام کے لیے سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آقا اس کا راضی ہو اگر سب کچھ موجود ہو اور آقا ناراض ہو یا اس کی ناراضگی کا احتمال ہو تو نعمتوں کے استعمال سے تکدر ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں پریشانی رہتی ہے۔ اللہ جل شانہ اپنی رضامندی کا اعلان فرما کر اہل جنت کو ہمیشہ کے لیے مطمئن فرما دیں گے کہ ہم تم سے ہمیشہ کے لیے راضی ہیں۔ اس اعلان پر جو خوشی ہوگی اس عالم میں اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ قرآن شریف میں جگہ جگہ رضی اللہ عنہم ورضواعنہ کا اعلان فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں سے راضی ہوں گے اور جنتی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوں گے یعنی وہاں کسی بھی چیز کی کوئی کمی نہ ہوگی دلوں پر کسی بات کا ذرا میل نہ آئے گا جو کچھ بھی ملا ہوگا اس سے نفس راضی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی داد و دہش اور انعام واکرام پر دل وجان سے خوش ہوں گے۔

وَجَعَلْنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ. فرماتے تھے جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں اگر سات سو برس گھوڑے کا سوار چلے تو طے نہ کر سکے۔ اس کے نیچے دریا بہتے ہوں گے۔ اس کی ہر شاخ پر شہر تعمیر ہیں۔ ہر شہر کی لمبائی دس ہزار میل ہے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کا فاصلہ اتنا ہے جیسے مشرق و مغرب کے درمیان۔ سلسبیل کے چشمے ان محلات سے نکل کر ان شہروں تک جاتے ہیں۔ اس درخت کے ایک پتے کے سایہ میں ایک بڑا عظیم الشان گروہ آسکے گا۔ فرماتے تھے جنتی جب اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو وہ کہے گی قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھ کو آپ سے ملنے کی عزت بخشی جنت کی کوئی چیز مجھے آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔ جنتی بھی ایسا ہی جواب دے گا فرماتے تھے جنت میں ایسی چیزیں ہیں جن کی صفت بیان کرنے والے بیان نہیں کر سکتے۔ نہ سارے عالم کو ان کا تصور ہوسکتا نہ سننے والوں کے کانوں نے ان کو سنا ہے۔ نہ مخلوق کی آنکھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

فرماتے تھے کہ لوجہ اللہ محبت کرنے والوں کو اللہ جنت عدن کے اندر سرخ یاقوت کے ستون پر فروکش کرے گا۔ جس کی موٹائی ستر ہزار برس کی راہ پر برابر ہوگی۔ اس ستون پر ستر ہزار کمرے ہوں گے۔ اور ہر کمرہ کا ایک قصر ہوگا۔ لوجہ اللہ محبت کرنے والے اوپر سے تمام جنت کو دیکھیں گے۔ ان کی پیشانی پر نور سے لکھا ہوگا۔ لوجہ اللہ باہم محبت کرنے والے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی اپنے اہل جنت کو جھانکے گا تو اس کے چہرے کے نور سے بہشت والوں کے قصر بھر جائیں گے۔ جیسے آفتاب کی روشنی سے زمین والوں کے گھر بھر جاتے ہیں۔ ایک جنتی دوسرے سے کہے گا یہ روشنی لوجہ اللہ باہم دوستی کرنے والوں (کے چہرہ) کی ہے۔ یہ کہتے ہی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو جائے گا۔

فرماتے تھے جنتی کے حسن کی فضیلت جنت کے خادموں کے حسن پر ایسی ہوگی جیسے ستاروں پر چودھویں کے چاند کی فضیلت۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کی عورتیں لذت آگیں تان کے ساتھ ختم طعام کے وقت گائیں گی اور کہیں گی ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہیں مریں گی بے خوف ہیں ہم کو کبھی خوف نہ ہوگا۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ ہم جوان ہیں کبھی بوڑھی نہ ہوں گی۔ ہم لباس پوش ہیں کبھی برہنہ نہ ہوں گی۔ ہم بہترین خوبصورت ہیں اور بزرگ لوگوں کی بیبیاں ہیں۔

فرماتے تھے جنت کے پرندوں کے ستر ہزار پر ہوں گے۔ ہر پر کا رنگ دوسرے پر کے رنگ کے مشابہ نہ ہوگا۔ ہر پرندہ کی جسامت طول میں ایک میل اور عرض میں ایک میل ہوگی۔ اگر مومن ان پرندوں میں سے کسی کے گوشت کا خواہشمند ہوگا تو اس پرندہ کو لا کر پیالہ کے اندر رکھ دیا جائے گا۔ وہ پھڑ پھڑائے گا جس سے ستر رنگ کے کھانے گریں گے۔ کچھ پکا ہوا (گوشت) کچھ بھونا ہوا اور مختلف رنگوں کے ان کا مزہ من (بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں غیب سے ملنے والا ایک قسم کا گوند یا ترنجبین سے زیادہ پاکیزہ اور مکھن سے زیادہ لطیف ہوگا اور چھاچھ سے زیادہ سفید ہوں گے۔ جب مومن کھا چکے گا تو پرندہ پر پھڑ پھڑا کر اڑ جائے گا۔ اور اس کا ایک پر بھی کم نہ ہوگا۔ اہل جنت کے پرندے اور گھوڑے جنت کے باغوں اور جنتیوں کے محلات کے آس پاس چریں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اہل جنت کو خدا تعالیٰ سونے کی انگوٹھیاں عطاء فرمائے گا۔ جن کو وہ پہنیں گے۔ یہ خواتیم خلد ہوں گے۔ اور پھر وہ مروارید یاقوت اور لولوء کی انگوٹھیاں عطاء فرمائے گا۔ یہ دارالسلام میں اللہ کی ملاقات کے وقت ملیں گے۔ فرماتے تھے اہل جنت جب اپنے رب کی زیارت کریں گے تو (اللہ کی طرف سے پیش کردہ طعام مہمانی کو) کھائیں گے اور لطف اندوز ہوں گے۔

رب العزت فرمائے گا داؤد خوش آوازی سے میری بزرگی کے ترانے گا۔ داؤد حسب مشیت خدا اللہ کی مجد بیان کریں گے۔ آپ کی خوش آوازی اور لذت آگینی کے سبب جنت کی ہر چیز سکوت کی حالت میں ہو جائے گی۔ اور کان لگائے گی۔ پھر رب العزت اہل جنت کو لباس اور زیور عطاء فرمائے گا۔ اس کے بعد جنتی اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ آئیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ تو اس کو پل صراط پر سے گذار دے۔ (کنز)

فرماتے تھے ہر جنتی کا ایک درخت ہوگا جس کا نام طوبیٰ ہوگا۔ جب کوئی اعلیٰ لباس پہننا چاہے گا تو وہ طوبیٰ کے پاس جائے گا۔ طوبیٰ کے شگوفے کھل جائیں گے اور وہ چھ رنگ کے ہوں گے۔ ہر شگوفہ میں ستر رنگ کے کپڑے ہوں گے۔ کوئی کپڑا نہ دوسرے کے رنگ کا ہوگا نہ اس کے نقوش دوسرے کے نقوش کی طرح ہوں گے۔ جنتی جس میں سے چاہے گا لالہ کی پتی سے زیادہ لطیف کپڑا لے لے گا۔ فرماتے تھے اہل جنت کی ہر بیوی کے سینہ پر لکھا ہوگا تو میرا محبوب ہے۔ اور میں تیری حبیب۔ میرے لیے نہ تیری طرف سے روگردانی ہے نہ کوئی رکاوٹ نہ میرے دل میں تیری طرف سے کوئی کبیدگی ہے نہ کدورت۔ جنتی اپنی بیوی کے سینہ کو دیکھے گا تو گوشت اور ہڈیوں کے اندر سے اس کے جگر کی سیاہی اس کو دکھائی دے گی۔ (اس سیاہی میں اس کو کب اپنا چہرہ نظر آئے گا) پس اس کا جگر اس کے لیے آئینہ ہوگا۔ اور اس کا جگر اس کے لیے عکس نما۔ اور اس جگر کی سیاہی سے بیوی کے حسن میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوگا۔ جیسے پرونے والے دھاگہ سے یاقوت میں کوئی عیب نہیں ہو جاتا۔ اس کی سفیدی موتی کی طرح اور آب یاقوت کی طرح ہوگی۔ اللہ نے فرمایا ہے: كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ فرماتے تھے اہل جنت موتی اور یاقوت کی اونٹنیوں اور خچروں پر سوار ہوں گے۔ اونٹنی اور خچر کا قدم وہاں پڑے گا جہاں تک اس کی آخری نظر پہنچے گی۔ ہر گھوڑے کی جسامت ستر میل کی بقدر ہوگی۔ مہاریں اور لگام میں موتی اور زمرد کی لڑیاں ہوں گی۔

آیت: فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا (سورۂ دہر آیت نمبر ۱۱)

یعنی اللہ قیامت کے دن ان کو شدت حساب اور جہنم کے ہول سے محفوظ رکھے گا۔ اس روز میدان قیامت میں جہنم کو انیس مؤکل فرشتے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر مؤکل کے ساتھ ستر ہزار زبردست کام کرنے والے ہوں گے۔ سب درشت مزاج اور تندخو ہوں گے۔ دانت باہر کو نکلے ہوئے۔ آنکھیں انگاروں کی طرح رنگ شعلہ کی مثل ناک کے نتھنوں سے شعلے نکلتے ہوئے اور دھواں اٹھتا ہوا۔ امر خداوندی کی تعمیل کے لیے تیار۔ مضبوط بندشوں اور بڑی زنجیروں سے جکڑے ہوئے دائیں بائیں اور کبھی آگے چلتے ہوئے کھینچ کر لائیں گے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا۔ اس وقت دوزخ کی پھنکاریں اور دھاڑیں اور دھنساؤ اور تاریکی اور کڑک اور شدت غضب کی وجہ سے اٹھتے ہوئے شعلے ہوں گے۔ اس طرح چل کر وہ آئے گی۔ فرشتے اس کو لاکر جنت اور قیام گاہ خلائق کے درمیان کھڑا کر دیں گے۔ جہنم منہ اٹھائے گی تو مخلوق دکھائی دے گی۔ منہ زوری کر کے ان کو کھانے کے لیے بڑھنا چاہے گی مگر مؤکل زنجیروں سے اس کو روک دیں گے۔ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو ہر مؤمن اور کافر کو چٹ کر جائے۔ جب اس کو روک دیا جائے گا تو اس میں ایک قوی جوش پیدا ہوگا کہ شدت غضب سے پھٹی پڑے گی۔ پھر زور کی ایک اندرونی سانس کھینچے گی کہ اس کے دانت بجنے کی آواز ساری مخلوق سنے گی۔ اس وقت دل لرز جائیں گے اڑنے لگیں گے باہر نکلنے لگیں گے۔ آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ اچھل کر دل حلق میں آجائیں گے۔ میدان حشر میں کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ایسا نہ بچے گا جو دو زانو ہو کر بیٹھ نہ جائے۔ پھر دوزخ باہر کو سانس لے گی تو کسی شخص کی آنکھ کا کوئی قطرہ بغیر باہر نکل پڑنے کے نہیں رہے گا۔ پھر تیسرا سانس کھینچے گی تو اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال بہتر انبیاء کے برابر ہو جائیں تب بھی وہ خیال کرے گا کہ میں اس میں ضرور گروں گا۔ بچاؤ نہ ہوگا۔ پھر چوتھی بار دم کھینچے گی تو ہر چیز خاموش ہو جائے گی۔ جبرئیل، میکائیل، اور خلیل الرحمٰن (حضرت ابراہیم) رسی کو پکڑے ہوئے کہتے ہوں گے نفسی نفسی میں اور کچھ نہیں صرف اپنا بچاؤ چاہتا ہوں۔ دوزخ آسمان کے ستاروں کے شمار کے مطابق چنگاریاں پھینکے گی یہ چنگاریاں مخلوق کے سروں پر گریں گی۔ یہی وہ شر ہے جس سے اللہ ان مؤمنوں کو بچائے گا جو اپنی نذروں کو پورا کرتے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اللہ اہل توحید وایمان اور اہل سنت کو اس روز کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ وہی اپنی رحمت کے ساتھ ان سے ملاقات کرے گا۔ ان کے حساب کو آسان کرے گا۔ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور وہاں ہمیشہ اپنے کرم سے رکھے گا۔ کافروں، مشرکوں اور بت پرستوں کو خرابی درخرابی خوف بالا خوف اور عذاب درعذاب میں مبتلا کرے گا۔ جہنم میں داخل کرے گا۔ اور ہمیشہ ہمیش وہاں رکھے گا۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا ہے وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا چہروں پر تروتازگی ہوگی اور دلوں میں سرور ہوگا۔ صورت یہ ہوگی کہ قیامت کے دن جب مؤمن قبر سے باہر آئے گا تو اس کے سامنے ایک شخص خنداں وفرحاں جس کا چہرہ آفتاب کی طرح ہوگا آئے گا۔ اس کے کپڑے سفید ہوں گے اور سر پر تاج ہوگا۔ مؤمن کے قریب آکر کہے گا اے اللہ کے ولی آپ کے لیے سلامتی ہو۔ مؤمن کہے گا آپ پر بھی سلام ہو۔ بندہ خدا آپ کون ہیں؟ کیا کوئی فرشتہ ہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ مؤمن کہے گا کیا آپ کوئی پیغمبر ہیں وہ کہے گا نہیں۔ تو کیا آپ اہل قرب میں سے ہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ خدا کی قسم مؤمن کہے گا تو پھر آپ کون ہیں۔ وہ کہے گا میں آپ کا عمل صالح ہوں۔ میں دوزخ سے نجات اور جنت ملنے کی آپ کو خوشخبری دینے کے لیے آیا ہوں۔ مؤمن کہے گا بندہ خدا کیا آپ ان باتوں سے واقف ہیں کہ مجھے بشارت دے رہے ہیں۔ وہ کہے گا جی ہاں۔ مؤمن کہے گا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ وہ کہے گا آپ میرے اوپر سوار ہو جائیں مؤمن کہے گا سبحان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھ کو بدن کی سلامتی دے یا اللہ میرے کانوں کو سلامت رکھ۔ (کنز)

اللہ! آپ جیسے پرسوار ہونا مناسب نہیں وہ کہے گا کیوں نہیں۔ میں دار دنیا میں مدت تک آپ کے اوپر سوار رہا۔ اب میں لوجہ اللہ آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ میرے اوپر سوار ہو جایئے۔ مؤمن اس پر سوار ہو جائے گا۔ وہ کہے گا آپ اندیشہ نہ کریں میں جنت کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ مؤمن اس بات سے اتنا خوش ہوگا کہ خوشی کا اثر چہرہ سے نمودار ہوگا۔ چہرہ جگمگا جائے گا۔ اس پرنور چمکے گا۔ اور دل میں سرور ہوگا۔

آیت وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا کا یہی مطلب ہے۔ رہا کافر کا تو وہ قبر سے باہر آنے کے بعد اپنے سامنے ایک بدہیئت آدمی کو دیکھے گا۔ جس کی آنکھیں نیلی، رنگ اس سے بھی زیادہ کالا جیسے تاریک رات میں رال کا ہوتا ہے۔ کپڑے بھی سیاہ زمین پر گھسیٹا ہوا اور رعد کی طرح گڑگڑاتا ہوا آئے گا۔ اس کی سرانڈ مردار کی سرانڈ سے بھی بری ہوگی۔ کافر اس کی طرف سے منہ پھیر لینا چاہے گا۔ اور پوچھے گا بندہ خدا تو کون ہے وہ کہے گا نہیں خدا کی قسم میں تیرا عمل بدہوں۔ کافر کہے گا تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ وہ کہے گا میں تیرے اوپر سوار ہونا چاہتا ہوں۔ کافر کہے گا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے چھوڑ دے۔ تو مجھے تمام مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا۔ وہ کہے گا کہ خدا کی قسم اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مدت تک تو مجھ پر سوار رہا۔ آج میں تجھ پر سوار ہوں۔ غرض وہ کافر پر سوار ہو جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمایا وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ کا یہی مطلب ہے۔

اس سے آگے اللہ نے اپنے دوستوں کا ذکر کیا ہے اور چونکہ انہوں نے مصائب پر اوامر کی تعمیل پر ممنوعات سے اپنے نفس کو روکنے پر اور تقدیر الٰہی پر صبر کر رکھا تھا اس لیے اس کے بدلے میں خوش خبری کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو جنت اور ریشمی خلعت عطاء فرمائے گا۔ جنت میں رہ کر لطف اندوز ہوں گے اور خلعت پہنیں گے۔

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ.

کا مطلب یہی ہے کہ جنت کے اندر پردہ دار مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا

یعنی نہ ان کو دھوپ کی گرمی لگے گی نہ سخت سردی۔ کیونکہ جنت میں نہ سردی کا موسم ہوگا نہ گرمی کا۔

وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا

جنت کے سائے سے مراد ہے۔ جنت کے درختوں کا سایہ یعنی اہل جنت، جنت کے پھل اگر چاہیں گے تو کھڑے ہو کر کھائیں گے چاہیں گے تو بیٹھ کر کھائیں گے۔ چاہیں گے کہ لیٹ کر پھل لینا چاہیں گے تو خود پھل ان کے پاس آ جائیں گے۔ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا کا یہی مطلب ہے۔

وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ

ان چاندی کے ظروف اور کوزوں کا دور ہوگا۔ اکواب وہ کوزے جن کے سرگول ہوں گے اور قبضے نہ ہوں گے۔ قواریر یعنی مینا مگر چاندی کے دنیا کے مینا مٹی سے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کے مینا چاندی کے ہوں گے۔ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا یعنی برتنوں کے اندازے پر کوزے بنائے گئے ہیں۔ اور برتن خادم کی ہتھیلی کے مطابق اتنے کہ جب لوگ پی لیں تو سیراب ہو جائیں اور برتن میں کچھ باقی نہ رہے۔ تو گویا اندازہ سے مراد ہوا برتن کا خادم کے ہاتھ اور سیرابی کے مطابق ہونا۔

وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا۔ کاس سے مراد ہے شراب جو شراب برتن میں ہو وہ خمر نہیں کاس ہے اور جو برتن میں نہ ہو وہ کاس نہیں ہے خمر ہے۔

كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا۔ یعنی اس سب میں زنجبیل (سونٹھ یا چشمہ زنجبیل کا پانی) آمیختہ ہوگا۔

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا۔ یعنی وہ چشمہ جو عدن سے نکل کر ہر جنت سے گزر کر پھر جنت عدن کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس طرح تمام جنتوں میں عموماً اس کا بہاؤ ہوگا۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ. ولدان سے مراد ہیں غلمان جو کبھی بوڑھے نہ ہوں گے۔ مخلدون سے مراد یہ ہے کہ کبھی بڑے نہ ہونگے نابالغ ہی رہیں گے۔

اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا. یعنی حسن اور سفیدی میں تم ان کو موتی خیال کرو گے۔ منثورا بکھرے ہوئے موتی۔ یعنی کثرت میں پراگندہ جن کی تعداد معلوم نہ ہو۔

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ . جب وہاں یعنی جنت میں تم دیکھو گے۔

رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا . تو عالی شان نعمت اور بڑا ملک تم کو دیکھائی دے گا۔ کیونکہ ایک جنتی کو ایک قصر ملے گا۔ جس میں ستر قصر ہوں گے۔ پھر ہر قصر میں ستر گھر ہوں گے۔ اور ہر گھر ایک کھوکھلے موتی کا ہوگا۔ ہر موتی کی بلندی ایک فرسخ لمبائی ایک فرسخ چوڑائی ایک فرسخ ہوگی۔ ہر موتی میں چار ہزار سونے کی کرسیاں ہوں گی۔ کرسیوں کے پائے یاقوت سرخ کے ہوں گے۔ تخت پر بستر ہوں گے۔ ہر بستر اپنے رنگ پر ہوگا۔ جنتی ستر خلعت دریائی کے پہنے بائیں ہاتھ پر سہارا دیئے تکیہ لگائے تخت پر بیٹھا ہوگا۔ سب سے اندر بدن سے متصل تاج ہوگا۔ جس کے ستر کونے ہوں گے اور ہر کونہ پر ایک موتی ہوگا۔ جس کی قیمت مشرق ومغرب کے تمام مال کے برابر ہوگی۔ ہاتھ میں کنگن ہوں گے ایک سونے کا ایک چاندی کا اور ایک موتیوں کا۔ ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں میں انگوٹھیاں ہوں گی۔ سونے اور چاندی کی جن میں رنگا رنگ کے نگینے ہوں گے۔

سامنے دس ہزار خادم لڑکے ہوں گے۔ جو نہ کبھی بڑے ہوں گے نہ بوڑھے۔ سامنے یاقوت سرخ کا ایک خوان رکھا جائے گا۔ جو ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہوگا۔ خوان میں سونے چاندی کے ستر ہزار برتن رکھے ہوں گے۔ اور ہر برتن میں ستر رنگ کا کھانا ہوگا جنتی اگر کوئی لقمہ کسی کھانے کا ہاتھ سے اٹھائے گا اور اس اثناء میں کسی دوسرے رنگ کے کھانے کی خواہش دل میں پیدا ہوگی۔ تو فوراً وہ لقمہ پلٹ کر خواہش کے مطابق حالت پر ہو جائے گا۔ سامنے غلمان کھڑے ہوں گے۔ جن کے ہاتھوں میں چاندی کے کوزے اور برتن ہوں گے۔ ان کے پاس شراب اور پانی بھی ہو گا۔ جنتی چالیس آدمیوں کے کھانوں کے بقدر تمام اقسام میں سے کھائے گا۔ جب کھانا کھا چکے گا تو غلمان اس کی پسند کا شربت پلائیں گے۔ جب ڈکار آئے گی تو اللہ اس کے لیے خواہش طعام کے ہزار دروازے کھول دے گا۔ اور پانی پی کر جب اس کو پسینہ آئے گا تو اللہ کھانے پینے کی اشتہاء کے ہزار دروازے کھول دے گا۔ (یعنی ڈکار اور پسینہ آنے کی وجہ سے کھانا تحلیل ہو جائے گا۔ اور کھانے پینے کی ہزار گنا اشتہاء پیدا ہو جائے گی۔ اونٹنیوں کے برابر پرندے دروازوں سے داخل ہوں گے۔ اور جنتی کے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ہر پرندہ دنیا کے ہر گانے سے زیادہ لذت آگیں خوش آوازی کے ساتھ اپنی صفت بیان کرے گا۔ اور کہے گا اے اللہ کے دوست مجھے کھالے میں اتنی مدت جنت کے باغوں میں چرتا رہا ہوں۔ اور فلاں چشموں میں سے میں نے پانی پیا ہے۔ تمام پرندے جنتی کے سامنے خوبی کے ساتھ اپنی آوازیں نکالیں گے۔ جنتی ان کی طرف نگاہ اٹھائے گا۔ تو سب سے زیادہ بلند آواز خوش بیان پرندہ کو پسند کرے گا۔ اللہ ہی واقف ہے کہ کتنی دیر اس کے دل میں یہ خواہش رہے گی۔ یکایک وہ پرندہ خوان پر گر جائے گا۔ کچھ نمکین خشک کیا ہوا کچھ بھونا ہوا برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں۔ جنتی اس میں سے کھائے گا۔ جب سیر ہو جائے گا اور بس کرے گا تو وہ ویسا ہی پرندہ بن کر اسی دروازے سے نکل کر چلا جائے گا۔ جس سے داخل ہوا تھا۔ جنتی مسہری پر ہوگا اور اس کی بیوی سامنے ہوگی۔ جنتی کو انتہائی صفائی اور سفیدی کی وجہ سے اپنے چہرے کا عکس بیوی کے چہرے میں نظر آئے گا۔ جب اس سے قربت کرنا چاہے گا تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھے گا۔ لیکن اس کو (اپنی غرض کے لیے) بلانے سے شرما جائے گا۔ بیوی اس کا مقصد سمجھ جائے گی۔ وہ خود قریب آ جائے گی۔ اور کہے گی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ذرا میری طرف نگاہ تو اٹھائیے۔ آج آپ میرے لیے ہیں اور میں آپ کے لیے۔ جنتی اس سے قربت کرے گا اس وقت اس میں گزشتہ سو مردوں کی طاقت اور چالیس مردوں کی رغبت جمع ہوگی۔ وقت قربت وہ اس کو دوشیزہ پائے گا۔ چالیس روز برابر مشغول رہے گا۔ ضرورت سے فارغ ہوگا تو مشک کی خوشبو بیوی کی طرف سے محسوس کرے گا۔ اس کی وجہ سے اس کی محبت اور بڑھ جائے گی۔ جنت کے اندر ایسی چار ہزار آٹھ سو بیویاں اس کی ہوں گی۔ ہر بیوی کے ستر خدمت گار اور لونڈیاں ہوں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خدمت گار یا لونڈی کو دنیا میں بھیج دیا جائے تو ساری دنیا والے اس پر کٹ مریں۔ اور فنا ہو جائیں۔ اور اگر ایک حور اپنے گیسو زمین پر نمودار کر دے تو اس کے نور سے سورج کی روشنی بجھ جائے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خادم اور مخدوم کے درمیان کتنا فرق ہوگا۔ فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ جتنا فرق مدھم ستارے اور چودھویں کے چاند میں ہوا ہے۔ فرمایا جب جنتی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا جس کے پاس ستر جوڑے کپڑے کے ہوں گے۔ ہر جوڑے کا رنگ الگ ہو گا۔ سب جوڑے فرشتہ کی دو انگلیوں میں چھپے ہوئے ہوں گے۔ فرشتہ آ کر دروازہ پر کھڑا ہوگا اور دربان سے کہے گا میں رب العالمین کا قاصد ہوں۔ اللہ کے دوست سے میرے لیے اجازت طلب کرو۔ دربان کہے گا میں خود اس سے خطاب کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ہاں اپنے برابر والے دربان سے کہتا ہوں اس طرح ستر دروازوں تک ایک دربان دوسرے سے کہتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ جنتی کو اطلاع پہنچ جائے گی۔ کہ اللہ کا قاصد آنا چاہتا ہے۔ جنتی اجازت دے دے گا۔ فرشتہ اندر آ جائے گا اور کہے السلام علیک یا ولی اللہ۔ رب العزت آپ سے راضی ہے اور آپ کو سلام کہتا ہے۔ (اس پیام کو سنتے ہی جنتی اتنا خوش ہوگا کہ) اگر اللہ اس کے لیے کبھی نہ مرنے کا فیصلہ نہ کر چکا ہوتا تو خوشی کی وجہ سے مرجاتا۔

آیت وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ ذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم. کا مطلب یہی ہے۔ اور یہی مطلب ہے آیت اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْماً وَّمُلْكاً كَبِيْرًا کا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ وہاں دیکھیں گے تو عظیم الشان نعمتیں جو جنتی کو حاصل ہوں گی اور بڑی حکومت دیکھیں گے کہ رب العالمین کا قاصد بھی بغیر اجازت لیے اندر داخل نہ ہوگا۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا:

عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ

ان کا بالائی لباس سبز ریشم کا باریک اور دبیز ہوگا۔

استبرق دبیز دریائی بالائی لباس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بدن سے متصل اندرونی لباس تو سفید ریشمین ہوگا۔

وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ

ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ دوسری آیت میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا اللہ مجھے شر نفس سے بچا اور میری نفس کی ہدایت پر امداد کر۔ (ابن حبان)

يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَ لُؤْلُؤًا

ان کوسونے اورموتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔یعنی تین طرح کے کنگن ہوں گے۔چاندی کے سونے کے اورموتیوں کے۔

وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا

ان کارب ان کوشراب طہور پلائے گااس کی صورت یہ ہوگی کہ جنت کے دروازہ پرایک درخت کی جڑ سے دوچشمے پھوٹ کرنکلیں گے۔آدمی جب پل صراط سے نکل کران چشموں میں جائے گا تو ایک چشمہ میں جا کرنہائے گا۔ جس کی خوشبومشک سے بھی پاکیزہ ہوگی۔اس کا گہراؤستر گز قدآدم کے برابر ہوگا۔اہل جنت میں مردہوں یاعورتیں سب کے سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے یعنی ۳۳ سال کے ہوں گے۔بچہ بڑاہوکر۳۳ سال کا ہوجائے گااور بوڑھا گھٹ کر۳۳ سال کا ہوجائے گا۔اہل جنت مردہوں یاعورتیں سب کے سب یوسف بن یعقوب علیہ السلام کے برابرحسین ہوں گے۔جنتی (ایک چشمہ میں نہاکر) دوسرے چشمہ کا پانی پیئے گا۔ پیتے ہی دل کے اندر جو کچھ کھوٹ ،فکر ،حسد،غم ہوگا دور ہوجائے گا اوراس پانی سے اللہ اس کے دل کو (تمام امراض نفسانیہ سے) پاک کردے گا۔اس کا دل حضرت ایوب علیہ السلام کے دل کی طرح اورزبان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کی طرح عربی ہوگی۔ اس کے بعدسب جنتی چل کر جنت کے دروازے پرپہنچیں گے۔دربان کہیں گے آپ کا مزاج ٹھیک ہے۔جنتی کہیں گے جی ہاں۔دربان کہیں گے تو ہمیشہ کے لیے اندرآجایئے۔دربان داخلہ سے پہلے ان کو بشارت دیدیں گے کہ داخل ہونے کے بعد کبھی وہ جنت سے نہیں نکلیں گے۔سب سے اول جب آدمی اندرداخل ہوگا اور دنیا میں اعمال لکھنے والے دونوں فرشتے یعنی کراماً کاتبین اس کے ہمراہ ہوں گے۔تو سامنے ایک فرشتہ آئے گا جس کے ساتھ سبز یاقوت کی ایک عمدہ اونٹنی ہوگی۔اس کی مہار سرخ یاقوت کی ہوگی۔پالان کا اگلااور پچھلا حصہ موتی یاقوت کا ہوگااور پالان کے دونوں پہلوسونے اور چاندی کے ہوں گے۔فرشتے کے ساتھ لباس کے ستر جوڑے بھی ہوں گے۔جنتی جوڑے پہن لے گا۔فرشتہ اس کے سر پرتاج رکھدے گا۔جنتی کے جلو میں درمکنوں (سیپ کے اندر چھپا ہوا صاف شفاف موتی) جیسے دس ہزار غلمان ہوں گے۔اے اللہ کے دوست سوار ہو جایئے یہ آپ کا ہے اوراس کی طرح آپ کے لیے اوربھی ہیں۔جنتی سوار ہو جائے گا۔اس اونٹنی کے (پرندہ کی طرح) دو بازو ہوں گے اور بقدر رسائی نگاہ اس کا قدم ہوگا۔جنتی اس پرسوار ہوکر جلو میں دس ہزار غلمان کو لیے ہوئے اور دنیا والے دونوں فرشتوں کوہمراہ لے کر چل دے گا یہاں تک کہ اپنے محلات کے پاس پہنچ کراترے گا۔اسی سورت میں اس کے آگے اللہ نے فرمایا ہے یہ اچھا ثواب تمہارے اعمال کے بدلہ میں تم کو ملے گا۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا اورتمہارے اعمال کی قدر کی جائے گی یعنی اللہ تعالیٰ اعمال کی قدردانی فرمائے گا۔اورثواب میں جنت عطاءفرمائے گا۔

باب ۲۷

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دوا سے علاج

بیماری اور شفاء

دوا اور توکل:

خدائے تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے اور انہی کی دی ہوئی تاثیر ہے جب تک انہیں منظور ہے دواؤں میں تاثیر رکھتے ہیں۔ جب منظور نہیں ہوتا تاثیر نہیں ہوتی۔ اور لاکھ علاج کرو بیماری نہیں جاتی اس واسطے کسی دوا کو یہ نہ سمجھو کہ اچھا کرتی ہے۔ اچھا تو خدائے تعالیٰ کرتے ہیں۔ اگر اس وقت اچھا کرنا منظور ہوگا اس میں اثر دیں گے ورنہ نہیں۔

ہمیں علاج کا حکم ہے ہم کرتے ہیں۔ مگر انہی پر بھروسہ ہے اسی لئے انہی سے دعا کرتے رہو وہ چاہیں گے تو خاک میں اثر دے دیں گے نہیں چاہیں گے تو کشتوں کو خاک کر دیں گے۔ مگر علاج ضرور کرتے رہو کہ حکم ہے۔ ہاں جن کو اطمینان ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھیں اور علاج نہ کریں تو ان کے دل میں کوئی برا خیال نہ آئے گا۔ ہر وقت شکر ہی ادا کریں گے ان کو دوا نہ کرنا بھی جائز ہے

مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوا کی ہے۔ دوا بتائی ہے اس لئے افضل یہی ہے کہ ہر وقت صبر شکر رکھیں اور یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے بے انتہا محبت ہے اس قدر کہ ماں کو اپنے بچے سے اس کے پاسنگ بھی نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہماری بھلائی ہی ہوتی ہے۔ جب بیماری آتی ہے تو ہمارے گناہ کم ہوتے ہیں اور ہم صبر کرتے ہیں تو بڑے درجے بڑھتے ہیں۔ ہم سے اور آفتیں ٹل جاتیں ہیں۔ ہمارے دماغ میں جو بڑائی کے خیالات ہوتے ہیں وہ کم ہو جاتے ہیں۔ عاجزی اور لاچاری دیکھ لیتے ہیں اپنے کو جو بے نیاز سمجھتے ہیں اب ہر ہر بات میں محتاج ہو جاتے ہیں۔ صحت و تندرستی کی جو بے شمار نعمت ہے قدر نہ تھی۔ اب قدر معلوم ہوتی ہے آگے کو اس پر شکر کرتے ہیں۔ غرض ہم مسلمانوں کے واسطے تو بیماری بھی ایک بڑی رحمت ہے۔ بلکہ نعمت ہے۔ مگر اس میں سخت امتحان بھی ہے کہ ہم صبر اور شکر کریں اور خدائے تعالیٰ نے جو کچھ مقدر کر دیا ہے اس کو اچھا سمجھیں۔ ایسا نہ ہو کہ گھبرا اٹھیں اور برے الفاظ زبان سے بکنے لگیں کہ نعوذ باللہ اللہ میاں کو بھی ہم ہی ملے تھے بیمار کرنے کو۔ ہماری تقدیر پھوٹ گئی قدرت بھی اندھی ہی ہو کے کام کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی بیبیاں گھبرا گھبرا کر ایسے لفظ کہہ جاتی ہیں اور بعض باتوں سے تو ایمان بھی جاتا رہتا ہے۔

اب ذرا سوچو تو تکلیف کی تکلیف اٹھائی اور سارا ثواب گیا۔ روپیہ خرچ ہوا اور کفر کی باتوں سے ایمان بھی گیا۔ دنیا بھی گئی دین بھی گیا۔ اور اگر خدانخواستہ پھر توبہ بھی نہ کی اور ایسے ہی موت آ گئی تو کافر کے کافر ہو کر مرے۔ ساری عمر کی کمائی، ایمان کی دولت، ذرا گھبراہٹ میں کھو دی۔ اللہ ہم سب کو بچائے۔

اور اب یہ بھی دیکھو کہ اگر ہم نے ذرا ہمت باندھ لی دل مضبوط کر لیا اور یہ ٹھان لی کہ جب ہمارے اللہ میاں کو یہی پسند ہے تو جان بھی قربان ہے ہم ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالیں گے۔ تو ایسے میں اگر موت آ گئی تو دیکھو ہم نے جن کی مرضی پر جان دی ہے تو وہ جو ہمیں ویسے ہی سب کچھ دیتے ہیں اب کیا کیا کچھ نہ دیں گے اور اچھے ہو گئے تو تندرستی بھی ملی اور ثواب اور بڑے درجے ملے ان میں سے ذرا سی کمی نہ ہوئی۔ دین بھی رہا اور دنیا بھی۔ جب جی گھبرائے اپنے اللہ میاں سے ہی دعا کیوں نہ کریں وہی حکیم کے دل میں ڈال دیں گے کہ توجہ کرے۔ وہی دوا میں اثر دیں گے اور چاہے ویسے ہی اچھا کر دیں۔

غرض بیماری تو ایک نعمت ہے مگر چونکہ اس میں سخت امتحان ہے اور ڈگمگانے کا بھی اندیشہ ہے۔ اس کی تمنا و دعا کرنا جائز نہیں۔

علاج کرانے میں جن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

۱۔ چھوٹی موٹی بیماری میں دوا نہ کرنا چاہیئے۔ کھانے پینے چلنے پھرنے ہوا کے بدلنے سے اس کی تدبیر کر لینا چاہیئے۔ جیسے گرم ہوا سے سر میں درد ہو گیا ہو تو سرد ہوا میں بیٹھ جائے۔ یا کھانا کھانے سے پیٹ میں بوجھ ہو گیا ہو تو ایک دو وقت فاقہ کر لیں یا نیند کی کمی سے سر میں درد ہو گیا تو سو رہیں۔ یا زیادہ سونے سے سستی ہو گئی تو کم سوئیں۔ یا دماغ سے زیادہ کام لیا تھا اس سے خشکی ہو گئی ذرا محنت کم کریں اس کو آرام و فرحت دیں۔ جب ان تدبیروں سے کام نہ چلے تو اب دوا کو اختیار کریں۔

۲۔مرض خواہ کیسا ہی سخت ہو گھبراؤ مت۔اس سے علاج کا انتظام خراب ہو جاتا ہے۔خوب استقلال اوراطمینان سے علاج کرو۔

۳۔مسہل اور قے اور فصد کی عادت نہ ڈالو۔یعنی بلا سخت ضرورت کے ہر سال مسہل یا قے یا فصد نہ لیا کرو۔اگر مسہل کی عادت پڑ جائے تو اس کے چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ جب موسم مسہل کا قریب آوے غذا کم کر دو۔ریاضت زیادہ کرو۔کوئی ایسی دوا کھاتے رہو جس سے پاخانہ کھل کر آتا رہے۔جیسے ہڑ کا مربہ،گلقند یا جوارش مصطگی وغیرہ۔پھر اگر مسہل کے دنوں میں طبیعت کچھ میلی بھی رہے تو کچھ پروانہ کرو اور مسہل کو ٹال دو اس طرح سے عادت چھوٹ جائے گی۔

۴۔بدون سخت ضرورت کے بہت تیز دوائیں نہ کھاؤ۔ایسی دواؤں میں یہ خرابی ہے کہ اگر موافق نہ آئیں تو نقصان بھی پورا کریں گی۔خاص کر کشتوں سے بہت بچو کیونکہ یہ جب نقصان کرتے ہیں تو تمام عمر روگ نہیں جاتا۔البتہ رانگ اور مونگے کا کشتہ بہت ہلکا ہوتا ہے اس میں چنداں خوف نہیں۔اور ہڑتال اور سنکھیا اور زہریلی دواؤں کے کشتوں کے پاس نہ جاؤ اور حرام اور نجس دوا نہ کھاؤ نہ لگاؤ۔

۵۔جب کوئی دوا ایک مدت دراز تک کھانا ہو تو کبھی کبھی ایک دو دن کو چھوڑ دیا کرو یا اس کی جگہ اور دوا بدل دیا کرو۔کیونکہ جس دوا کی عادت ہو جاتی ہے اس کا اثر نہیں ہوتا۔

۶۔جب تک غذا سے کام چلے دوا کو اختیار نہ کرو مثلاً مسہل کے بعد طاقت آنے کیلئے جوان آدمی کو یخنی کافی ہے اس کو مشک وعنبر وغیرہ کی ضرورت نہیں۔البتہ بوڑھے آدمی کو یخنی قبض کرتی ہے اور اس کے ہضم کرنے کے لئے بھی طاقت چاہیے۔ایسے شخص کو کوئی معجون وغیرہ بنا لینا بہت مناسب ہے۔

۷۔دوا کو بہت احتیاط سے ٹھیک تول کر نسخہ کے موافق بناؤ۔اپنی طرف سے مت گھٹاؤ بڑھاؤ۔

۸۔دوا کو پہلے حکیم کو دکھلاؤ اگر بری ہو اس کو بدلواؤ۔

۹۔دل،جگر،دماغ،پھیپھڑا اور آنکھ وغیرہ جو نازک چیزیں ہیں ان کے لئے ایسی دوائیں استعمال مت کرو جو بہت تیز ہیں یا بہت ٹھنڈی یا بہت تحلیل کرنے والی ہیں۔یا زہریلی ہیں۔ہاں جہاں سخت ضرورت ہو لاچاری ہے۔مثلاً جگر پر آکاس بیل نہ رکھیں۔کھانسی میں سنکھیا کا کشتہ نہ کھائیں۔آنکھ میں نرا کافور نہ لگائیں بلکہ جب تک آنکھ میں باہر کی دوا سے کام چل سکے اندر دوا نہ لگائیں۔

۱۰۔علاج ہمیشہ ایسے طبیب سے کرائیں۔جو حکمت کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار بھی ہو علاج غور اور تحقیق سے کرتا ہو۔بے سوچے سمجھے نسخہ نہ لکھ دیتا ہو۔مسہل دینے میں جلدی نہ کرتا ہو۔کسی کا نام مشہور سن کر دھوکے میں نہ آؤ۔

۱۱۔بیماری میں پرہیز کو دوا سے زیادہ ضروری سمجھو اور تندرستی میں پرہیز ہرگز نہ کرے۔فصل کی چیزوں میں سے جس کو دل چاہے شوق سے کھاؤ مگر یہ خیال رکھو کہ پیٹ سے زیادہ نہ کھاؤ اور پیٹ میں گرانی پاؤ تو فاقہ کر لو۔

۱۲۔یوں تو ہر بیماری کا علاج ضروری ہے خاص کر ان بیماریوں کے علاج میں ہرگز غفلت مت کرو اور بچوں کے لئے تو اور زیادہ خیال کرو۔زکام،کھانسی،آنکھ دکھنا،پسلی کا درد،بدہضمی،بار بار پاخانہ جانا،پیچش،آنت اترنا،حیض کی کمی یا زیادتی،بخار جو ہر وقت رہتا ہو،یا کھانا کھا کر رہ جاتا ہو،کسی جانور یا آدمی کا کاٹ کھانا،زہریلی دوا کھا لینا،دل دھڑکنا،چکر آنا،جگہ جگہ سے بدن پھڑکنا،تمام بدن کا سن ہو جانا اور جب بھوک بہت بڑھ جائے یا بہت گھٹ جائے یا نیند بہت بڑھ جائے یا بہت گھٹ جائے یا پسینہ بہت آنے لگے یا بالکل نہ آئے یا کوئی اور بات اپنی ہمیشہ کی عادت کے خلاف پیدا ہو جائے۔تو سمجھو کہ بیماری آتی ہے۔جلدی حکیم سے خبر کر کے تدبیر کرو اور غذا وغیرہ میں بے ترکیبی نہ ہونے دو۔

۱۳۔نبض دکھلانے میں ان باتوں کا خیال رکھو کہ نبض دکھلانے کے وقت پیٹ نہ بھرا ہو نہ بہت خالی ہو۔کہ بھوک سے بے تاب ہو۔طبیعت پر نہ زیادہ غم ہو نہ زیادہ خوشی ہو نہ سو کر اٹھنے کے بعد فوراً دکھلائے نہ بہت جاگنے کے بعد نہ کسی محنت کا کام کرنے کے بعد نہ دور سے چل کر آنے کے بعد۔نبض دکھلانے کے وقت چار زانوں ہو کر بیٹھو یا چار پائی پر یا پیڑھی پر پاؤں لٹکا کر بیٹھو۔کسی کروٹ کو زیادہ زور دے کر مت بیٹھو۔نہ کوئی سا ہاتھ ٹیکو۔تکیہ بھی نہ لگاؤ۔جس ہاتھ کی نبض دکھاؤ اس میں کوئی چیز مت پکڑو۔نہ ہاتھ کو بہت سیدھا کرو نہ بہت موڑو بلکہ بازو کو پسلیوں سے ملا کر ڈھیلا چھوڑ دو۔سانس بند نہ کرو۔طبیب سے نہ ڈرو۔اس سے نبض میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔اگر لیٹ کر نبض دکھلانا ہو تو کروٹ پر مت لیٹو۔چت لیٹ جاؤ۔

۱۴۔قارورہ رکھنے میں ان باتوں کا خیال رکھو۔قارورہ ایسے وقت کیا جائے کہ آدمی عادت موافق نیند سے اٹھا ہو۔ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو۔سبز ترکاری کے کھانے سے قارورے میں سبزی آ جاتی ہے۔زعفران اور املتاس سے زردی آ جاتی ہے اور مہندی لگانے سے سرخی آ جاتی ہے۔روزہ رکھنے اور نیند نہ آنے سے اور زیادہ تکان سے اور بہت بھوک اور دیر تک پیشاب روکنے سے زردی یا سرخی آ جاتی ہے۔کبھی بہت جاگنے سے قارورہ کا رنگ سفید ہو جاتا ہے۔بہت پانی پینے سے رنگ ہلکا ہو جاتا ہے۔دستوں کے بعد قارورہ قابل اعتبار نہیں رہتا۔غذا کھانے سے بارہ گھنٹہ بعد کا قارورہ پورے اعتبار کے قابل ہے۔جب صبح کو قارورہ دکھلانا ہو تو رات کو بہت پیٹ بھر کر نہ کھائے۔زچہ کا قارورہ قابل اعتبار نہیں۔رات کو اگر کئی بار پیشاب کیا تو صبح کا قارورہ قابل اعتبار نہیں۔اگر قارورہ چھ گھنٹے رکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ جب کسی کو پیار کرتا ہے تو اس کو مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی (مناجات اور فریاد کی) آواز سنے۔(الاتحاف)

رہا تو دکھلانے کے قابل نہیں رہا۔ اور بعضے قارورے اس سے بھی کم میں خراب ہو جاتے ہیں۔ غرض جب دیکھیں کہ اس کے رنگ اور بو میں فرق آ گیا تو دکھلانے کے قابل نہیں رہا۔

۱۵۔ جلدی جلدی بے ضرورت حکیموں کو نہ بدلو۔ حکیم کو خوش رکھو اس کے خلاف مت کرو۔ اگر فائدہ نہ ہو تو اس کو الزام مت دو۔ اس کو دے کر احسان مت جتلاؤ۔

۱۶۔ مریض پر سختی مت کرو اس کی سخت مزاجی کو جھیلو۔ اس کے سامنے ایسی بات نہ کرو جس سے اس کو نا امیدی ہو جائے۔ چاہے کیسی ہی اس کی حالت خراب ہو۔ اس کی تسلی کرتے رہو۔

بعض بیماریوں کے ہلکے ہلکے علاج

ان علاجوں کے لکھنے سے یہ مطلب نہیں کہ ہر آدمی حکیم بن جاوے۔ بلکہ اتنی غرض ہے کہ ہلکی ہلکی معمولی شکایتیں اگر اپنے آپ کو یا بچوں کا ہو جائیں اور حکیم دور ہو تو ایسے وقت میں جیسے عورتوں کی عادت ہے کہ سستی کی وجہ سے نہ حکیم کو خبر کرتی ہیں اور ناواقف ہونے کی وجہ سے خود بھی کوئی تدبیر نہیں کر سکتیں۔ آخر کو وہ مرض یونہی بڑھ جاتا ہے۔ پھر مشکل پڑ جاتی ہے۔ تو ایسے موقعوں کے واسطے اگر عورتوں کو کچھ واقفیت ہو جاوے تو ان کے کام آوے۔ اور دوسرے بعض بیماریوں کے پرہیز اور بعض بیماریوں سے بچنے کے طریقے معلوم ہو جاویں گے۔ تو اپنی اور اپنے بچوں کی حفاظت کر سکیں گی۔ تیسرے بعض دواؤں کا بنانا اور حکیم کے بتلائے ہوئے علاج کے برتاؤ کا طریقہ اور مریض کی خدمت کرنا اور اس کو آرام دینے کا سلیقہ آ جاوے گا اس واسطے تھوڑا تھوڑا لکھ دیا ہے۔

سر کی بیماریاں

سر کا درد: یہ کئی طرح کا ہوتا ہے اور ہر ایک کا علاج جدا ہے۔ مگر یہاں ایسی دوائیں لکھی جاتی ہیں کہ کئی طرح کے دردسر میں فائدہ دیتی ہیں۔ اور نقصان کسی طرح کا نہیں کرتیں۔

دوا: تین ماشہ بنفشہ، تین ماشہ گل بچکن، تین ماشہ گل نیلوفر پانی میں پیس کر پیشانی پر لیپ کریں۔

دوسری دوا: تین ماشہ آڑو کی گٹھلی کی گری پانی میں پیس لیں اور تین ماشہ تخم کاہو الگ خشک پیس لیں۔ پھر دونوں کو ملا کر پیشانی اور کنپٹی پر لیپ کریں۔

دماغ کا ضعیف ہونا: اگر مزاج گرم ہے تو خمیرہ گاؤزبان کھائیں۔ اور اگر مزاج سرد ہے تو خمیرہ بادام کھائیں۔ ان دونوں خمیروں کی ترکیب سب بیماریوں کے بیان ختم ہونے کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ وہاں دیکھ لو اور بھی لمبے لمبے نسخے سب اسی جگہ ساتھ ہی لکھ دیئے ہیں۔ بیچ میں جہاں ایسے نسخوں کا نام آوے گا اس جگہ اتنا لکھ دیا جاوے گا کہ اس کو خاتمہ میں دیکھو۔ تم خاتمہ کا یہی مطلب سمجھ جانا۔

آنکھ کی بیماریاں

آئینہ یا کوئی چمکدار چیز آفتاب کے سامنے کر کے آنکھ پر اس کا عکس ہرگز مت ڈالو اس سے کبھی دفعۃً بینائی جاتی رہتی ہے۔

دوا: جس سے آنکھ کی بہت سی بیماریوں سے حفاظت رہے اور نگاہ کو قوت ہو۔ انار شیریں اور انار ترش کے دانے اور دانوں کے بیچ کے پردے اور گودا لے کر کچلیں اور کسی تہہ کپڑے میں چھان لیں۔ جو عرق نکلے وہ آب انار کہلاتا ہے۔ یہ عرق ڈیڑھ چھٹانک اور اس میں شہد چھٹانک بھر ملا کر مٹی یا پتھر کے برتن میں ہلکی آنچ پا پکائیں اور جھاگ اتارتے رہیں۔ یہاں تک کہ گاڑھا ہو کر جمنے کے قریب ہو جاوے۔ پھر شیشی میں احتیاط سے رکھ لیں اور ایک ایک سلائی اپنے اور اپنے بچوں کی آنکھ میں لگایا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آنکھ کی بیماریوں سے حفاظت رہے گی اور بینائی میں ضعف نہ آئے گا۔

دوسری دوا: کہ وہ بھی آنکھ کو اکثر بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ تازہ آملے یعنی آملے لے کر کچل کر پانی نچوڑ لیں اور چھان کر لوہے کے برتن میں پکائیں۔ یہاں تک کہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر شیشی میں احتیاط سے رکھ لیں۔ اور ایک ایک سلائی لگایا کریں۔

کان کی بیماریاں

فائدہ: پیٹ بھر کر کھانا کھا کر فوراً سو رہنے سے کان جلدی بہرے ہو جاتے ہیں۔ جب تک کھانا کھانے کے بعد دو گھنٹے نہ گزر جائیں۔ ہرگز مت سویا کرو۔

فائدہ: اگر کان میں کوئی دوا ڈالو خواہ تاثیر میں گرم ہو یا سرد ہمیشہ نیم گرم ڈالو۔

فائدہ: اگر بچپن سے عادت رکھیں کہ کبھی کبھی کان میں روغن بادام تلخ پانچ بوند نیم گرم ٹپکا لیا کریں تو امید ہے کہ اخیر عمر تک کبھی سننے میں فرق نہ آوے۔

دوا: جس سے کان کا میل نکل جاتا ہے۔ سہاگہ کھیل کیا ہوا خوب باریک پیس کر تھوڑا سا کان میں ڈالیں اور اوپر سے کاغذی لیموں کا عرق نیم گرم پانچ چھ بوند ٹپکا دیں۔ جس کان میں دوا ڈالیں اسی طرف کی کروٹ پر سو رہیں۔ دو تین دن میں میل بالکل صاف ہو جائے گا اور سلائی وغیرہ سے میل نکلوانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

ناک کی بیماریاں

فائدہ: اگر سرسام میں نکسیر جاری ہو جاوے تو اس کو مت بند کرو۔ البتہ اگر بہت زیادہ ہو جاوے تو بند کر دینا چاہیے۔

نکسیر: اگر خفیف جاری ہووے تو امرود کے پتوں کا پانی نچوڑ کرناک میں چڑھانے سے بند ہو جاتی ہے۔

دوا: جو ہر طرح کی نکسیر کو مفید ہے اور ہر عمر میں استعمال کر سکتے ہیں۔ تین ماشہ سفید صندل، تین ماشہ رسوت، اور تین ماشہ گلنار اور چار رتی کافور ان سب کو چھ تولہ گلاب میں پیس کر اس میں کپڑا بھگو کر پیشانی پر رکھیں۔

نزلہ اور زکام: آجکل یہ بہت ہونے لگا ہے اس کو ہلکا مرض نہ سمجھو۔ بلکہ شروع ہوتے ہی فکر کر کے علاج اور پرہیز کرو۔ یہ جو مشہور ہے کہ تین دن تک دوا نہ پیو۔ یہ بات پہلے زمانہ میں تھی۔ جس وقت طبیعتیں قوی ہوتی تھیں اور بیماری کو خود دفع کر دیتی تھیں۔ اب طبیعتیں کمزور ہو گئیں۔ اب اس بات کے بھروسے میں نہ رہیں زکام اگر ہمیشہ رہے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ اور اگر شروع ہو کر بند ہو جاوے تو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی جنون ہو جاتا ہے۔ جس طرح کا زکام ہو فوراً حکیم سے کہہ کر اس کا علاج کرنا چاہیے۔ اور غذا زکام میں مونگ کی دال رکھو۔ چکنائی اور مٹھائی اور دودھ دہی اور ترشی سے پرہیز لازم سمجھو۔ اور شروع زکام میں سر پر تیل نہ ملو۔ آخیر میں مضائقہ نہیں۔ اور شروع زکام میں چھینک لینے کے لئے کوئی ہلاس نہ سونگھو اس سے بعض دفعہ آنکھ میں پانی اتر آتا ہے اور بینائی جاتی رہتی ہے۔ اور جب زکام بالکل اچھا ہو جاوے تو کوئی دوا دماغ کی طاقت کی ضرور کھالیا کرو۔ ۹ ماشہ خمیرہ گاؤزبان میں دو چاول مونگے کا کشتہ ملا کر کھاویں اور خمیرہ اور کشتہ کی ترکیب خاتمہ میں آوے گی۔

زبان کی بیماریاں

فائدہ: جو منہ آنے کی اکثر قسموں کو نافع ہے۔ ایک ایک ماشہ گاؤزبان سوختہ یعنی گاؤزبان کی جلی ہوئی چھائی اور کتھا سفید اور طباشیر اور گل ارمنی اور گلنار بڑی الائچی کے دانے اور کباب چینی باریک پیس کر منہ میں چھڑکیں اور منہ لٹکا دیں۔

دانت کی بیماریاں

فائدہ: گرم چیز جیسے زیادہ گرم روٹی یا جلتا سالن وغیرہ کھا کر اوپر سے ٹھنڈا پانی مت پیو اس سے دانتوں کو نقصان پہنچتا ہے اور دانت سے کوئی سخت چیز مت توڑو اس سے دانت اور آنکھ دونوں کو صدمہ پہنچتا ہے۔ برف کثرت سے چبانا بھی مضر ہے۔

منجن: جو کہ عورتوں کے لئے بہت مفید ہے۔ دو تولہ بادام کے چھلکے جلے ہوئے اور چھ ماشہ زرد کوڑی کی راکھ اور چھ ماشہ رومی مصطگی سب کو باریک پیس کر رکھ لیں اور ہر روز ملا کریں۔

دوسرا منجن: جو دانتوں کے درد اور داڑھ گلنے اور نکلنے کے لئے مفید ہے۔ مصطگی رومی، عاقر قرحا، نمک لاہوری، تمباکو سب تین تین ماشہ لے کر باریک پیس کر ملیں اور منہ لٹکا دیں۔

حلق کی بیماریاں:

گلا دکھنا: شہتوت کا شربت دو چار دفعہ چاٹ لیں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور بیماریوں میں حکیم سے پوچھیں۔

سینہ کی بیماریاں

آواز بیٹھ جانا: اگر زکام کھانسی کی وجہ سے ہے تو زکام کھانسی کا علاج کرنا چاہیے۔ اگر یونہی بیٹھ گئی ہو تو یہ دوا کریں۔

ساڑھے تین ماشہ ابریشم خام مقرض اور پانچ ماشہ بیخ سوسن اور چار ماشہ اصل السوس مقشر یعنی ملٹھی چھلی ہوئی اور نو دانہ سپستان یعنی لہسوڑہ اور دو تولہ مصری۔ ان سب کو جوش دے کر چھان کر چائے کی طرح گرما گرم پیئں۔

گولی کہ: سرد اور گرم کھانسی کے لئے مفید ہے اور بلغم کو آسانی سے نکالتی ہے۔ تین ماشہ رب السوس اور تین ماشہ مویز منقہ اور نشاستہ اور صمغ عربی اور کتیرہ اور مغز کدوئے شیریں چاروں چیزیں ایک ایک ماشہ اور پانچ ماشہ قند سفید پیس کر بہدانہ کے لعاب میں گوندھ کر سیاہ مرچ کے برابر گولیاں بنالیں اور ایک ایک گولی منہ میں رکھیں۔

لعوق: یہ کھانسی کے لئے بہت مفید ہے اور اس سے دمہ کے دورے بھی کم پڑتے ہیں اور قبض بھی رفع ہوتا ہے۔ چار ماشہ دو تولہ مغز املتاس پانی میں بھگو کر مل کر چھان لیں۔ پھر اسی پانی میں دس ماشہ مغز بادام شیریں پیس لیں۔ پھر بیس تولہ قند سفید ملا کر شربت سے ذرا گاڑھا قوام کر لیں۔ اور پھر کتیرہ صمغ عربی آرد باقلہ تینوں چیزیں سات سات ماشہ پیس کر ملا لیں اور دو تولہ روغن بادام اس میں ملا کر رکھ لیں۔ اور تین تولہ روز چاٹیں۔

دل کی بیماریاں

ہول دلی اور غشی یعنی بیہوشی: جب دل میں کسی وجہ سے ضعف بڑھ جاتا ہے ہول دلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب زیادہ ضعف ہو جاتا ہے تو غشی ہو جاتی ہے اور جب غشی جلدی جلدی ہونے لگتی ہے تو آدمی کسی وقت مر جاتا ہے۔ اس کا پورا علاج حکیم سے کرانا چاہیے۔ لیکن یہ دوا کسی حال میں نقصان نہیں کرتی اور اکثر حالتوں میں مفید ہوتی ہے۔ ایک عدد مربہ آملہ پانی سے دھو کر ایک ورق چاندی کا لپیٹ کر اول کھا کر پانچ ماشہ گل سیوتی اور پانچ ماشہ تخم کاسنی اور چار ماشہ گل گاؤزبان اور تین ماشہ برگ بادرنجبویہ گرم پانی میں بھگو کر چھان کر دو تولہ شربت سیب ملا کر پی لیں اور اگر عرصہ تک صرف آملہ کا مربہ ہی کھاتے رہیں تو خفقان یعنی دھڑکن کو کھو دیتا ہے۔ اور جب کسی کو غشی آوے تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے منہ پر مارو۔ دل بائیں چھاتی کے نیچے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ مغموم کی فریاد رسی کو پسند کرتا ہے۔ (مجمع)

معدہ یعنی پیٹ کی بیماریاں

فائدہ: معدہ کی صحت کا بڑا خیال رکھو۔ بے بھوک ہرگز نہ کھاؤ اور جب بھوک لگنے کے بعد کھاؤ تو تھوڑی سی بھوک چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو اور یوں نہ سمجھو کہ تھوڑا کھانے سے جان کو کیا لگے گا بلکہ زیادہ کھانے سے ہضم میں فتور ہوتا ہے اور جان کو نہیں لگتا اور تھوڑا کھایا ہوا خوب ہضم ہوتا ہے اس سے زیادہ خون پیدا ہوتا اور کھانے میں زیادہ تکلف نہ کرو اور ہمیشہ عمدہ اور نرم غذا کھانے کی عادت نہ ڈالو بلکہ ہر قسم کی غذا کی عادت رکھو۔ اگر خاص چیز کی عادت ہو جاتی ہے پھر اور غذا نقصان کرنے لگتی ہے اور کبھی کبھی نفلی روزہ بھی رکھ لیا کرو اس میں ثواب بھی ملتا ہے اور پیٹ کی کثافت بھی تحلیل ہو جاتی ہے۔ اور بہت سے بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے۔

فائدہ: تربوز کھیرا ککڑی وغیرہ ہلکی چیزیں پیٹ بھرے پر نہ کھاؤ اور نہ نہار منہ کھاؤ بلکہ ایسے وقت کھاؤ نہ بہت بھوک ہو اور نہ بالکل پیٹ بھرا ہو۔ بہت بھوک میں ان چیزوں کے کھانے سے بعض دفعہ یہ چیزیں بالکل صفرا یعنی پت بن جاتی ہیں اور ہیضہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بھرے پیٹ پر کھانے سے دوسری غذا کو اچھی طرح ہضم نہیں ہونے دیتیں۔

فائدہ: چکنائی زیادہ کھانے سے معدہ ضعیف ہو جاتا ہے۔

فائدہ: حتی الامکان مسہل کی عادت نہ ڈالو اس سے معدہ کی قوت بالکل جاتی رہتی ہے۔

فائدہ: معدہ بالکل بیچ پیٹ میں ہے اگر معدہ پر کوئی دوا لگانا ہو تو بیچ پیٹ میں یعنی ناف تک لگاؤ۔

قے روکنے کا بیان: بعض دفعہ مسہل پینے سے متلی ہونے لگتی ہے اس کا دفعیہ یہ ہے کہ بازو خوب کس کر باندھو اور ٹہلاؤ اور الائچی اور پودینے کے پتے چباؤ۔

ہیضہ کا بیان: یہ سخت بیماری ہے اس کا علاج کسی ہوشیار حکیم سے جلدی کرانا چاہیے۔ یہاں نسخے ایسے لکھے جاتے ہیں جو کسی حالت میں نقصان نہ کریں۔ خواہ دست بند کرنے ہوں یا جاری رکھنے ہوں۔ ایک نسخہ تو یہ ہے۔

چھ ماشہ گل سرخ تین چھٹانک گلاب میں جوش دیں جب آدھا رہ جائے تو دو تولہ شربت انار شیریں ملا دیا جائے اور چھ رتی نارجیل دریائی اور ایک ماشہ زہر مہرہ خطائی عرق بید مشک میں گھس کر بغیر چھانے ملا دیا جائے۔ اور دو تین دفعہ میں پئیں۔ اس کے پینے سے اگر پیٹ میں کچھ مادہ ہوتا ہے تو ایک دو دست ہو جاتے ہیں اور اگر کچھ مادہ نہیں تو اسی سے دست بند ہو جاتے ہیں۔

رال بہنا: اگر بہت ہو تو جوارش مصطگی تین ماشہ سے چھ ماشہ تک کھلا دیا کریں۔

منہ آ جانا: اگر پیدائش کے وقت سے خیال رکھیں کہ شہد میں ذرا سا نمک ملا کر کبھی کبھی زبان پر مل دیا کریں تو منہ نہیں آتا اور دوائیں اس کی زبان کی بیماریوں کے بیان میں لکھی گئیں ہیں۔

گانٹھی یعنی گلے آ جانا: جب دائی اس کو اٹھائے تو بہت ہے کہ اپنی انگلی شہد میں ڈبو کر اس پر ذرا سے پسا ہوا لاہوری نمک چھڑک کر اٹھاوے۔

سوتے میں گھبرا کر اٹھنا: ایسے بچوں کو مکھن اور مصری یا بادام اور مصری چٹاتے رہیں۔

دوسری دوا: معدے کو قوی کرنے والی جوارش مصطگی تین ماشہ سے چھ ماشہ تک ہر روز کھلا دیا کریں۔ اس کا نسخہ خاتمہ میں ہے۔

ہیضہ: پورا علاج حکیم سے پوچھو۔ صرف اتنا سمجھ لو کہ جس طرح ممکن ہو بیمار کو آرام دو اس کو سلانے کی کوشش کرو اس میں نبض چھوٹ جانا اور ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو جانا زیادہ بری علامت نہیں گھبراؤ مت۔

قبض: غذا بہت کم اور نرم دیں۔ تین ماشہ ایلوا چھ ماشہ املتاس ہری مکوہ کے پانی میں یا گلاب میں پیس کر نیم گرم پیٹ پر لیپ کریں اگر اس سے نہ جائے تو گھٹی دیں۔ اگر اس سے بھی نہ جائے تو حکیم سے پوچھیں۔

پیچش: کچی پکی سونف میں برابر کی شکر ملا کر دودھ پلائی کو کھلانا اور بچے کو بھی کھلانا نہایت مفید ہے۔

خروج مقعد: یعنی کانچ نکلنا۔ پرانی چھلنی کا چمڑا جلا کر اس پر چھڑکیں اور ہاتھ سے اندر کو دبائیں۔

چیچک: چیچک والے کے پاس چراغ رکھ کر گل نہ کریں دور ہٹا کر گل کریں اس کی بو نقصان کرتی ہے۔ اسی طرح گوشت وغیرہ اتنی دور پکائیں کہ اس کے بھگار کی خوشبو اس کی ناک تک نہ پہنچے۔ چیچک اکثر نکلتے جاڑوں میں ہوا کرتی ہے۔ ان دنوں میں احتیاطاً یہ دوا کھلا دیا کریں۔ رتی دو رتی سچے موتی، عرق بید مشک اور عرق کیوڑہ میں کھرل کر کے رکھ لیں اور ایک چاول خمیرہ گاؤزبان یا شربت عناب میں ملا کر ہر روز بچہ کو کھلا دیا کریں۔

جگر کی بیماریاں

جگر کلیجہ کو کہتے ہیں۔ یہ پیٹ میں داہنی پسلیوں کے نیچے ہے۔ جب جگر پر کوئی دوا لگانا ہو تو داہنی پسلیوں کے نیچے لگاؤ۔ جب بیمار کے منہ پر یا ہاتھ پیروں پر ورم سا معلوم ہو تو سمجھ لو کہ اس کے جگر یا اس کے آس پاس کسی چیز میں ضعف آ گیا ہے۔ علاج میں دیر نہ کرو۔ اور جب تک اچھا حکیم نہ ملے معجون دبید الورد پانچ ماشہ کھا کر اوپر سے آدھ پاؤ عرق مکو اور دو تولہ شربت بزوری ملا کر پلاتے رہو۔ اور لعاب دار چیزوں سے پرہیز رکھو۔

استسقا یعنی جلندر کی بیماری: اس کا علاج حکیم سے کراؤ اور مکوہ کی بھوجی اس میں بہت فائدہ دیتی ہے۔ اگر سب غذاؤں کی جگہ اس کو کھایا جائے تو بہت بہتر ہے۔

تلی کی بیماریاں

تلی پیٹ میں بائیں پسلیوں کے نیچے ہے اگر اس میں کوئی دوا لگانا ہو تو بائیں پسلیوں کے نیچے لگاؤ۔

لیپ: بڑھی ہوئی تلی کے لئے نہایت مفید ہے۔ ببول کا گوند اور کتیرا اور زراوند مدحرج سب چیزوں ڈھائی ڈھائی ماشہ اور اشق ڈیڑھ تولہ۔ ان سب کو آدھ پاؤ سرکہ میں خوب پیس کر مرہم سا بنا کر ایک کپڑا تلی کے برابر کاٹ کر اس پر یہ مرہم لگا کر تلی پر چپکا دیں۔ جتنی تلی کم ہوتی جاوے گی کپڑا چھوٹتا جاوے گا۔ اتنا کپڑا کترتے جاویں۔ اگر تلی بڑھی ہوئی ہو اور تیز بخار بھی ہو تو حکیم سے علاج کراؤ۔

انتڑیوں کی بیماریاں

دست آنا: اگر زیادہ کھانے سے یا اتفاقیہ دست آنے لگیں تو پیٹ کی بیماری میں اس کا علاج دیکھ لو۔ اور اگر زیادہ دست آئیں۔ یا عرصہ تک آتے رہیں۔ یا دورہ کے طور پر آئیں تو علاج میں غفلت نہ کرو۔ کسی ہوشیار حکیم سے رجوع کرو۔

قولنج: ایک انتڑی کا نام قولون ہے اس کے درد کو قولنج کہتے ہیں۔ اور عام لوگ اس کو پیٹ کا درد کہتے ہیں۔ اور یہ درد ناف کے برابر داہنی طرف نیچے کو ہوتا ہے۔ اس میں ارنڈی کا تیل چار تولہ پی لینا بہت مفید ہے۔ ایک دو دست آ کر درد جاتا رہتا ہے۔

فائدہ: قولنج والے کو جب تک خوب بھوک نہ لگے کھانا مت دو اور دودھ سے پرہیز کراؤ۔ البتہ اگر اس کو دودھ کی عادت ہو اور کچھ نقصان نہ کرے۔ تو گرم گرم دے دو۔ لیکن حکیم سے پوچھ لینا چاہیے

پیچش (فائدہ): پیچش میں تیز نہ چلو اور اونچے نیچے میں پاؤں نہ ڈالو۔ بلکہ زیادہ چلو پھرو بھی نہیں۔ پیچش میں چلنے پھرنے میں احتیاط نہ کرنے سے بعض اوقات کمر ٹوٹ جاتی ہے۔

بواسیر: خون میں جب سودا بڑھ جاتا ہے تو پاخانہ کے مقام پر خارش ہوا کرتی ہے۔ اور سوزش رہتی ہے۔ اگر خون بھی آئے تو خونی بواسیر ہے اور جو خون نہ آئے تو بادی ہے۔ اس میں ایسی تیز دوا نہ لگانی چاہیے جس سے خون بالکل بند ہو جائے نہیں تو اور بہت سی بیماریوں کا ڈر ہے۔ جیسے سل، جنون وغیرہ اور بواسیر میں اکثر قبض بھی رہتا ہے۔ اس قبض کے لئے ہمیشہ مسہل لینا برا ہے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ جب قبض ہو تو سوتے وقت ایک ہرڑ مربکی کھا لیا کریں۔

دوا: جس سے بواسیر کا خون بند ہو جاتا ہے چھ ماشہ گیندے کے پتے اور چھ ماشہ ہارسنگھار کے پھول پانی میں پیس کر چھانکر دو تولہ شربت انجبار ملا کر ایک ماشہ ملتانی مٹی باریک پیس کر چھڑک کر پئیں۔

غذا: مسور کی دال کھائیں۔

گردہ کی بیماری

گردے ہر شخص کے دو ہوتے ہیں۔ اور کوکھ کے مقابل کمر میں ان کی جگہ ہے۔ جب کوئی دوا گردے میں لگانا ہو تو کوکھ سے کمر تک لگاؤ اور کبھی کبھی قولنج اور درد گردہ میں شبہ ہو جاتا ہے۔ ان دونوں کی پہچان یہ ہے کہ قولنج کا درد اول پیٹ سے شروع ہوتا ہے۔ اور درد گردہ کمر میں ایک جگہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ درد گردہ میں سانس لینے کے ساتھ ایک چبک سی گردہ تک ہو جاتی ہے۔ پورا سانس نہیں آتا۔

اگر معمولی دواؤں سے آرام نہ ہو تو چار تولہ کسٹرائیل یعنی ارنڈی کا تیل تین چھٹانک سونف کے عرق میں ملا کر پئیں اس کے پینے سے دست بھی آ جاتے ہیں اور پیشاب بھی کھل کر آ جاتا ہے اور گردہ میں سے فاسد مادہ نکل جاتا ہے نہایت مفید ہے۔

مثانہ یعنی پھکنے کی بیماریاں

جس جگہ پیشاب جمع رہتا ہے اس کو مثانہ کہتے ہیں۔ اس کی جگہ پیڑو میں ہے۔ اگر پیشاب بند ہو یا کسی وجہ سے دوا مثانہ پر لگانا ہو تو پیڑو پر لگاؤ۔

پیشاب میں جلن ہونا: بہروزہ کا تیل دو بوند تاشہ پر یا روٹی کے ٹکڑے پر ڈال کر کھائیں آزمایا ہوا ہے۔

دوسری دوا: شیرہ تخم خرفہ سیاہ پانچ ماشہ، شیرہ تخم خیارین چھ ماشہ، پانی میں نکال کر چھان کر دو تولہ شربت بنفشہ ملا کر ایک ایک ماشہ طباشیر کتیرا باریک پیس کر چھڑک کر پئیں۔

پیشاب کا رک جانا: ٹیسو کے پھول دو تولہ سیر بھر پانی میں پکا کر گرم گرم پانی سے ناف کے نیچے دھارو اور دھارنے کے بعد ان پھولوں کو ناف کے نیچے گرم گرم باندھ دو۔

مثانہ کا کمزور ہو جانا: اور بار بار پیشاب آنا اور بلا ارادہ پیشاب خطا ہونا اور بچوں کا سوتے میں پیشاب نکل جانا اس کے لئے یہ معجون نفع دیتی ہے۔ ترکیب یہ ہے فلفل سیاہ، پیپل، سونٹھ، خرفہ، دارچینی، خولنجان یہ سب دوائیں دو دو ماشہ تودری سرخ، تودری سفید، بہمن سرخ، بہمن سفید، بوزیدان، اندر جو شیریں، ناگر موتھا، بالچھڑ یہ سب چیزیں چھ چھ ماشہ سب کو کوٹ چھان کر پندرہ تولہ شہد میں ملا کر رکھ دیں۔ بڑے آدمی ایک تولہ روز کھایا کریں اور بچوں کو چھ ماشہ کھلائیں۔

رحم کی بیماریاں

عورتوں کے جسم میں ناف کے نیچے تین چیزیں ہیں سب سے اوپر مثانہ اس کے نیچے دبا ہوا رحم جس میں بچہ رہتا ہے۔ اور اس کے نیچے دبی ہوئی انتڑیاں۔ جب رحم پر کوئی دوا لگانا ہو تو ناف کے نیچے لگائیں۔ اگر رحم

26 کے امراض سے حفاظت منظور ہے تو ہمیشہ ان باتوں کا خیال رکھیں۔

(۱) حیض میں اگر ذرا کمی یا زیادتی پائیں تو فوراً علاج کریں۔

(۲) دائیاں آجکل بالکل اناڑی ہیں۔اس لئے فقط ان کی رائے سے علاج نہ کریں۔طبیب سے پوچھ لیں۔

(۳) معمولی امراض میں اندر رکھنے کی دوا سے بچیں۔پینے کی دوا اور لیپ سے کام نکالیں۔

(۴) زچہ خانہ میں چاہے عورت تندرست ہو اس کی بھی دوا اور غذا حکیم سے پوچھ کر کریں۔ورنہ ہمیشہ کے لئے تندرستی خراب ہو جاتی ہے۔

(۵) اگر ورم ہو تو پیٹ بلا اجازت طبیب کے ہرگز نہ ملوائیں۔اس سے بعض وقت سخت نقصان پہنچتا ہے۔

(۶) بچہ گرانے کی تدبیر ہرگز نہ کرائیں۔

دھونی حیض کھولنے والی: گاجر کے بیج آگ پر ڈال کر اوپر ایک طباق سوراخ دار ڈھانک کر سوراخ پر بیٹھیں۔اور اس طرح دھونی لیں کہ دھواں اندر پہنچے۔

فائدہ: مسور کی دال اور مسور اور آلو اور سٹھی چاول اور خشک غذائیں حیض کو روکتی ہیں۔

استحاضہ: یعنی عادت سے پہلے یا بہت زیادہ خون آنے لگنا۔اگر گرم چیز کھانے سے نقصان ہوتا ہو یا گرمی کے دنوں میں یہ بیماری زیادہ ہوتی ہو۔اور منہ کا رنگ زرد رہتا ہو۔تو سمجھو کہ مزاج میں گرمی بڑھ کر خون پتلا ہو گیا اور رگوں میں نہیں رک سکا۔اس کی دوائیں یہ ہیں۔

ایک دوا: ٹھنڈا پانی ٹب میں بھر کر اس میں بیٹھیں اور کمر اور ناف کے نیچے ٹھنڈے پانی سے دھاریں۔اور استحاضہ کی ایک قسم یہ ہے کہ اندر کسی رگ کا منہ کھل جانے سے خون جاری ہو جاوے۔پہچان اس کی یہ ہے کہ یکلخت بہت سا خون آتا ہے۔اور ایسے استحاضہ کا غریبی علاج یہ ہے کہ جس وقت خون شدت سے جاری ہو تو دو تولہ پیڈول مٹی لے کر سٹھی کے چاولوں کی پتلی پیچ میں گھول کر تھوڑی تھوڑی پلائیں اور ملتانی مٹی کے ٹکڑے پانی میں ڈال رکھیں۔اور پینے کو یہی پانی دیں۔اور گلاب میں کپڑے کی بتی بھگو کر اور اس بتی پر سرمہ خوب لپیٹ کر اندر رکھیں اور اگر کوئی اور وجہ ہو تو حکیم سے علاج کراؤ۔

کمر اور ہاتھ پاؤں اور جوڑوں کا درد

کمر کا درد: کبھی سردی پہنچ جانے سے ہونے لگتا ہے ایسی حالت میں دو تولہ شہد آدھ پاؤ سونف کے عرق میں ملا کر پئیں۔اور چھ ماشہ کلونجی دو تولہ شہد میں ملا کر چاٹا کریں۔اور کوکھ کے درد کے لئے بھی یہی علاج فائدہ مند ہے۔اور کبھی کمر میں درد اس لئے ہونے لگتا ہے۔کہ سردی کے دنوں میں بچہ پیدا ہوا تھا۔اور غذا اچھی طرح نہیں ملی۔اس صورت میں گوشت کی یخنی گرم مصالحہ ڈال کر پینا اور انڈا کھانا بہت مفید ہے۔اور اگر انڈا نمک سلیمانی کے ساتھ کھاویں تو زیادہ مفید ہے۔

اختناق الرحم: اس میں یکلخت دل گھبرانے لگتا ہے اور دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔اور ہاتھ پیر گرنے لگتے ہیں۔اور رنگ زرد ہو جاتا ہے۔جن لڑکیوں کو یا بیواؤں کو شادی نہ ہونے کی وجہ سے یہ مرض ہے تو سب سے بہتر تدبیر شادی کر دینا ہے۔

فائدہ: گٹھیا میں خربوزہ اور پھوٹ بقدر ہضم فائدہ مند ہے۔

بخار کا بیان

اس کی سینکڑوں قسمیں ہیں اور اس کے علاج کے لئے بڑے علم اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔اس جگہ صرف بعضی باتیں چھوٹی کام کی بخار کے متعلق لکھی جاتی ہیں۔

ا۔بخار کا علاج ہمیشہ یونانی حکیم سے کرانا چاہئے۔اور دیر اور غفلت نہ کرنا چاہئے۔

۲۔بخار جاڑہ میں باری کے وقت بیمار کو گرم جگہ میں نہ رکھنا چاہئے۔لیکن ہوا سے بچاویں اور لرزہ کے وقت کپڑا اوڑھا دیں۔اور بدن کو دبائیں اور لرزہ اترنے کے اگر پسینہ نہ ہو تو ہوا کا کچھ ڈر نہیں۔

کمزوری کے وقت کی تدبیر کا بیان

بعض وقت عرصہ تک بخار آنے سے یا اور کسی بیماری میں مبتلا رہنے سے آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔اس وقت بعض لوگ اس کو جلد طاقت آنے کے لئے بہت سی غذا یا میوے وغیرہ کھلا دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔یہاں ایسے وقت کی مناسب تدبیریں لکھی جاتی ہیں۔

ا۔یاد رکھو کہ کمزوری میں ایکدم زیادہ کھانے سے یا بہت طاقت کی دوا کھا لینے سے فائدہ نہیں پہنچتا۔بلکہ بعض وقت نقصان پہنچ جاتا ہے۔فائدہ اسی غذا سے اور اتنی ہی مقدار سے پہنچتا ہے جو باآسانی ہضم ہو جائے۔اور اگر غذا مقدار میں زیادہ کھالی یا زیادہ قوی ہوئی تو مریض کو اس کی برداشت نہ ہو گی۔اور ہضم میں قصور ہو گا۔تو ممکن ہے کہ مرض پھر لوٹ آوے۔اور پیٹ میں سدے پڑ جاویں۔یا ورم ہو جاوے۔لہٰذا کمزوری کی حالت میں آہستہ آہستہ غذا کو بڑھاؤ۔اگر ایک دو چمچہ شوربہ ہی یا ایک انڈا ہی ہضم ہو سکتا ہو تو یہی دو۔زیادہ نہ دو۔اگرچہ مریض بھوک بھوک پکارے۔بھوکا رہنے سے نقصان نہیں ہوتا اور زیادہ کھا لینے سے نقصان ہو جاتا ہے۔ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دو دو چمچہ کر کے دن میں شوربہ تین چار دفعہ دو۔لیکن یہ خیال رکھو کہ دو مرتبہ میں تین چار گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ ہو۔تاکہ پہلی غذا ہضم ہو چکے تب دوسری غذا پہنچے۔ورنہ تداخل اور بدہضمی کا اندیشہ ہے۔غرض ہر کام میں آہستہ آہستہ زیادتی کریں۔غذا دینے میں گھی دینے میں، چلنے پھرنے میں، بولنے

چالنے، لکھنے پڑھنے، اور مریض کو خوش رکھیں کوئی بات رنج دینے والی اس کے سامنے نہ کہیں۔ نہ اسکو بالکل اکیلا چھوڑیں نہ اس کے پاس خلاف مزاج مجمع کریں۔ نہ بہت روشنی میں رکھیں نہ بہت اندھیرے میں۔ بہتر یہ ہے کہ دوا اور غذا اور جملہ تدبیریں طبیب معالج کی رائے سے کریں۔ اور یہ نہ سمجھیں کہ اب مرض نکل گیا۔ اب حکیم سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

۲۔ کمزور آدمی کو اگر بھوک خوب لگتی ہے اور خوراک خوب کھالیتا ہے لیکن طبیعت اٹھتی نہیں۔ اور پاخانہ پیشاب صاف نہیں ہوتا اور طاقت نہیں آتی تو سمجھ لو کہ مرض ابھی باقی ہے اور یہ بھوک جھوٹی ہے

۳۔ کمزور آدمی کو دوپہر کا سونا اکثر مضر ہوتا ہے۔

۴۔ کمزور آدمی کو اگر بھوک نہ لگے تو سمجھو کہ مرض کا مادہ اسکے بدن میں ابھی باقی ہے۔

ورم اور دنبل وغیرہ کا بیان

تین جگہ کے ورم کو ہرگز نہ روکنا چاہیئے۔ ایک کان کے پیچھے دوسرا بغل کا تیسرا جنگاسہ یعنی چڈے کا۔ ان جگہوں کے ورم پر کوئی ٹھنڈی دوا جیسے اسپغول وغیرہ ہرگز نہ لگاؤ۔ بلکہ جب بغل میں کھکرالی یعنی کچرالی نکلے تو پیاز بھون کر یعنی بھلبھلا کر نمک ملا کر باندھو۔ تا کہ پک جائے پھر بہنے کی تدبیر کرو۔ روکنا ہرگز نہ چاہیئے۔ خاص کر جب طاعون کا چرچا ہو۔ کیونکہ طاعون میں اکثر ان تینوں جگہ گلٹی نکلتی ہے۔ بٹھلانے کی دوا دینا بالکل موت ہے۔

دوا جو دنبل کو پکاوے: السی اور میتھی کے بیج اور املی کے بیج اور کبوتر کی بیٹ سب دوائیں دس دس ماشہ کوٹ چھان کر اڑھائی تولہ پانی اور اڑھائی تولہ دودھ میں پکائیں۔ کہ گاڑھا ہو جاوے۔ پھر نیم گرم باندھیں۔ اور پیپل کے تازہ پتے اور پان گرم کر کے باندھنا بھی پھوڑے کو پکا دیتا ہے۔

بال کے نسخوں کا بیان

دوا بال اگانے والی: ایک جونک لائیں اور چار تولہ تل کا تیل آگ پر چڑھا دیں جب خوب جوش آ جاوے اس وقت جونک کو مار کر فوراً تیل میں ڈال کر اتنا پکائیں کہ جونک جل جاوے۔ پھر اس کو اسی تیل میں رگڑ لیں۔ اور جس جگہ کے بال زخم وغیرہ سے گر گئے ہوں وہاں یہ تیل لگائیں۔ بہت جلد بال جم آئیں گے۔ ماش کی دال اور آنولہ سے سر کا دھونا بھی بالوں کے واسطے نہایت مفید ہے۔ اس سے بال سیاہ رہتے ہیں اور مقوی دماغ بھی ہے۔

دوا بال اڑانے والی: چھ ماشہ بے بجھا ہوا چونہ اور چھ ماشہ ہڑتال پیس کر انڈے کی سفیدی میں ملا کر جہاں کے بال اڑانا منظور ہوں اس جگہ لگائیں۔ بال صاف ہو جائیں گے۔

چوٹ لگنے کا بیان

سر کی چوٹ: ایک پارچہ گوشت کا لے کر اس پر ہلدی باریک پیس کر چھڑک کر نیم گرم کر کے باندھو نہایت مفید ہے اور اگر سر کی چوٹ میں بے ہوشی ہو جاوے تو فوراً ایک مرغ ذبح کر کے اس کے پیٹ کی آلائش نکال کر کھال سمیت گرم گرم سر پر باندھو۔ بہت جلد ہوش آ جاوے گا۔

آنکھ کی چوٹ: ایک ایک تولہ میدہ اور پٹھانی لودھ پیس کر ایک تولہ گھی میں ملا کر گرم کر کے اس سے آنکھ کو سینکیں۔ پھر اسی کو گرم کر کے باندھیں اگر اس سے چوٹ نہ نکلے تو گوشت کے پارچہ پر تھوڑی ہلدی اور پٹھانی لودھ چھڑک کر باندھیں۔

زہر کھا لینے کا بیان

سنکھیا یا کوئی اور زہر کھا لینا: اس دوا سے قے کرا دیں۔ دو تولہ سویا کے بیج آدھ سیر پانی میں اوٹا لیں اور چھان کر پاؤ سیر تل کا تیل یا گھی اور ایک تولہ نمک ملا کر نیم گرم پلائیں جب خوب قے ہو جائے۔ دودھ خوب پیٹ بھر کر پلائیں۔ اگر دودھ سے بھی قے آئے تو نہایت ہی اچھا ہے۔ برابر دودھ پلاتے رہیں۔ اور اگر دودھ سے قے نہ آئے تب بھی زہر کو مار دیتا ہے اور مریض کو سونے ہرگز نہ دیں۔ خواہ کوئی ساز ہر کھایا ہو یا کسی زہریلے جانور نے کاٹا ہو

افیون کھا لینا: ایک تولہ سویا کے بیج اور ایک تولہ مولی کے بیج اور چار تولہ شہد سیر بھر پانی میں اوٹا کر اس میں نمک ملا کر نیم گرم پلائیں اور قے کرا دیں اور قے ہونے کے بعد بڑے آدمی کے لئے دو ماشہ ہینگ دو تولہ شہد میں ملا کر اور بچہ کے لئے چار رتی ہینگ یا اس سے بھی کم چھ ماشہ شہد میں ملا کر پانی میں حل کر کے پلائیں اور نالی کے ساگ کا چھٹانک بھر پانی افیون خوردہ کو پلانا اکسیر ہے۔ نالی کا ساگ مشہور ہے۔ پانی کے اوپر بیل پھیلتی ہے۔

دھتورہ کھا لینا: اس کا اتار وہی ہے جو افیون کا تھا۔

اسبغول کوٹ کر چبا کر کھا لینا: افیون کے بیان میں جو دوا قے کی لکھی ہے اس سے قے کر کے پھر پانچ ماشہ تخم خرفہ پانی میں پیس کر پانچ ماشہ چار تخم چھڑک کر مصری ملا کر پئیں۔

زہریلے جانور کے کاٹنے کا بیان

چاہے کوئی زہریلا جانور کاٹے یا کاٹنے کا شبہ ہو گیا ہو سب کے لئے یہ یاد رکھو کہ کاٹنے کی جگہ سے ذرا اوپر فوراً بند لگا دو یعنی خوب کس کر باندھ دو اور کاٹنے کی جگہ افیون کا لیپ کر دو۔ تا کہ وہ جگہ سن ہو جاوے اور زہر پھیلے نہیں۔ پھر اس جگہ ایسی دوائیں لگاؤ جو زہر کو چوس لے اور ایسی دوائیں پلاؤ جو زہر کو اتار دے اور مریض کو سونے نہ دے۔

دوا زہر کو چوسنے والی: پیاز چولہے میں بھون کر نمک ملا کر باندھیں

تیسری دوا: اس جگہ بھری سینگیاں یا جونکیں لگوا دیں۔

چوتھی دوا: کاسٹک یا گندھک کا تیزاب لگا دیں اس سے زخم ہو جاتا ہے۔ اور زخم ہو جانا زہر کے لئے اچھا ہے۔

فائدہ: اگر کاٹنے کی جگہ دوا سے آپ سے زخم ہو جاوے تو جب تک زہر اترنے کا یقین نہ ہو جاوے اس کو بھرنے نہ دیں۔

اگر کنکھجورا کسی کے چمٹ جائے یا کان میں گھس جائے تو تھوڑی سفید شکر اس کے اوپر ڈالیں۔ فوراً ناخن کھال میں سے نکل جائیں گے اور اگر پیاز کا عرق کنکھجورے پر ڈال دیں تو جگہ بھی چھوڑ دے اور فوراً مر جائے اور ناخنوں کے زخموں پر پیاز بھلبھلا کر باندھنا اکسیر ہے۔

بلی: اسمیں بھی زہر ہوتا ہے بچوں کی حفاظت رکھیں۔ پودینہ کھلائیں۔ اور پیاز چولہے میں بھون کر پودینہ ملا کر نیم گرم باندھیں۔

کیڑے مکوڑوں کے بھگانے کا بیان

سانپ: پاؤ سیر نوشادر کو پانچ سیر پانی میں گھول کر سوراخوں اور تمام مکان میں چھڑک دیں۔ سانپ بھاگ جائے گا۔ اور کبھی کبھی چھڑکتے رہیں تو اس مکان میں سانپ نہ آئے گا۔

دوسری تدبیر: بارہ سنگھے کا سینگ اور بکری کا کھر اور بیخ سوسن اور عاقر قرحا اور گندھک برابر لے کر آگ پر ڈال کر مکان کو بند کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد کھول دیں اگر وہاں سانپ ہوگا تو بھاگ جائے گا

بچھو: مولی کچل کر اس کا عرق بچھو پر ڈال دیں تو بچھو مر جائے گا اگر اس کے سوراخ پر مولی کے ٹکڑے رکھ دیں تو نکل نہ سکے گا اور وہیں مر جائے گا۔

پسو: اندرائن کی جڑ یا پھل پانی میں بھگو کر تمام گھر میں چھڑک دیں تمام پسو بھاگ جائیں گے۔

چوہے: سنکھیا سے مر جاتے ہیں لیکن بچوں والے گھر میں رکھنے میں خطرہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مردار سنکھ اور سیاہ کنگی پیس کر رکھ دیں یا کالی کٹکی اور بزرالبنج ملا کر رکھیں۔

چیونٹیاں: ہینگ سے بھاگتی ہیں۔

کپڑوں کا کیڑا: افسنتین یا پودینہ یا لیموں کے چھلکے یا نیم کے پتے یا کافور کپڑوں اور کتابوں میں رکھ دیں۔

سفر کی ضروری تدبیروں کا بیان

۱۔ سفر کرنے سے پہلے پیشاب پاخانہ سے فراغت کرلو۔ اور کھانا تھوڑا کھاؤ تاکہ طبیعت بھاری نہ ہو۔

۲۔ سفر میں کھانا ایسا کھاؤ جس سے غذا زیادہ بنتی ہو جیسے قیمہ، کباب، کوفتہ، جس میں گھی اچھا ہو اور سبزترکاریوں سے غذا کم بنتی ہے لہٰذا مت کھاؤ۔

۳۔ بعضے سفر میں پانی کم ملتا ہے ایسے سفر میں خرفا کے بیج آدھ سیر اور تھوڑا سرکہ ساتھ رکھو۔ نو ماشہ بیج پھانک کر چند قطرے سرکہ کے پانی میں ملا کر پی لیا کرو اس سے پیاس کم لگتی ہے۔ اگر بیج نہ ہو تو تھوڑا سرکہ پانی میں ملا کر پینا بھی کافی ہے۔ اگر حج کے سفر میں اس کو ساتھ رکھے تو بہت مناسب ہے۔

۴۔ اگر سفر میں عرق کافور بھی ساتھ رکھے تو مناسب ہے اس سے پیاس بھی نہیں لگتی اور ہیضہ کے لئے بھی مفید ہے اس کی ترکیب ہیضہ کے بیان میں گزر چکی ہے۔

۵۔ اگر لو میں چلنا ہو تو بالکل خالی پیٹ چلنا برا ہے۔ اس سے لو کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ پیاز خوب باریک تراش کر دہی یا کسی ترش چیز میں ملا کر چلنے سے پہلے کھالیں۔

دوسری دوا: لو لگے ہوئے کے لئے مفید ہے۔ چھ ماشہ چنے کا ساگ خشک لے کر پاؤ بھر پانی میں بھگو دیں اور اوپر کا صاف پانی لیکر پلا دیں اور اس ساگ کو ہاتھوں اور پیروں کے تلوؤں پر لیپ کریں۔

حمل کی تدبیروں اور احتیاطوں کا بیان

۱۔ حمل میں قبض نہ ہونے پاوے جب پیٹ میں ذرا بھی گرانی معلوم ہو تو ایک دو وقت صرف شوربہ زیادہ چکنائی دار پی لے اگر اس سے قبض نہ جاوے تو دو تین تولہ منقیٰ یا مربہ کی ہریڑ کھالے اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو یہ نسخہ استعمال کرے۔ اس سے حمل کو کسی طرح کا نقصان نہیں۔ اور معدہ کو قوی کرتا ہے اور بچہ کو گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

۲۔ حمل میں دوائیں نہ استعمال کرے۔ سونف، تخم کسوس، حب القرطم، بالچھڑ، تخم خربزہ، گوکھرو، ہنس راج، سداب، زیرہ خطمی تخم خیارین، تخم کاسنی، املتاس کے چھلکے اور جس کو حمل گرنے کا عارضہ ہو وہ ان دواؤں سے بھی پرہیز رکھے۔ گل بنفشہ خمیرہ بنفشہ آلو بخارہ۔ سپستان، ریشہ خطمی، اور حمل میں اگر دستوں کی ضرورت ہو تو یہ دوا استعمال نہ کرے۔ ارنڈی کا تیل، جلاپا، ریوند چینی، ترنجبین، سنا، غاریقون، شربت دینار اور حاملہ کو یہ غذائیں نقصان کرتی ہیں۔ لوبیا، چنا، تل، گاجر، مولی، چقندر، ہرن کا گوشت، زیادہ مرچ، زیادہ کھٹائی، تربوز، خربوزہ، زیادہ ماش کی دال لیکن کبھی کبھی ڈر نہیں۔ یہ چیزیں نقصان نہیں کرتیں۔ انگور، امرود، ناشپاتی، سیب، انار، جامن، پپیتا، آم، بٹیر، تیتر اور چھوٹے چھوٹے پرندوں کا گوشت۔

اسقاط یعنی حمل گر جانے کی تدبیروں کا بیان

اسقاط کے بعد غذا بالکل بند کر دیں جب بھوک زیادہ ہو تو خربزہ کے چھلے ہوئے بیج دو تین تولہ ذرا بھون کر اور ذائقہ کے موافق لاہوری نمک اور کالی مرچ ملا کر کھائیں یا منقیٰ سینک کر کھلائیں۔ تین دن تک اور کچھ غذا نہ دیں۔

زچہ کی تدبیروں کا بیان

۱۔ جب نواں مہینہ شروع ہو جاوے۔ ہر روز ایک ماشہ مصطگی باریک پیس کر اس میں نو ماشہ روغن بادام اور ذرا سی مصری ملا کر روز چاٹ لیا کرے اور روغن بادام اچھا نہ ملے تو گیارہ بادام چھیل کر خوب باریک پیس

کر مصری ملا کر چاٹ لیا کرے اور جس کا معدہ قوی ہو اس کو مصطگی ملانے کی ضرورت نہیں اور گائے کا دودھ جسقدر ہضم ہو سکے پیا کرے۔

بچوں کی تدبیریں اور احتیاطوں کا بیان

۱۔ سب سے بہتر ماں کا دودھ ہے بشرطیکہ مسان کا مرض نہ ہو اور اگر مسان کا مرض ہو تو سب سے مضر ماں کا دودھ ہے۔

۲۔ جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو گہوارہ میں جھلانا اور لوری (گیت) اس کو سنانا بہت مفید ہے۔ گود میں لیں یا گہوارے میں لٹا دیں بچہ کا سر اونچا رکھیں۔

۳۔ بچہ جس وقت سے پیدا ہوتا اس کا دماغ فوٹو کی سی خاصیت رکھتا ہے۔ جو کچھ اس میں آنکھ کی راہ سے یا کان کی راہ سے پہنچتا ہے منقش ہو جاتا اور تمام عمر محفوظ رہتا ہے اگر اچھی تعلیم دینی ہو تو بچہ کے سامنے تمیز اور سلیقہ کی باتیں کریں۔ کوئی حرکت خلاف تہذیب نہ کریں اور کوئی بات بری منہ سے نہ نکالیں۔ کلمہ کلام پڑھتے رہیں۔

۴۔ جب دودھ چھڑانے کے دن نزدیک آویں اور بچہ کچھ کھانے لگے تو اس کا خیال رکھے کہ کوئی سخت چیز ہرگز نہ چبانے دیں اس سے ڈر ہے کہ دانت مشکل سے نکلیں اور ہمیشہ کے لئے دانت کمزور رہیں۔

بچوں کی بیماریوں اور علاج کا بیان

فائدہ: بچوں کو بہت تیز دوا مت دو۔ خواہ گرم ہو جیسے اکثر کشتے یا سرد ہو جیسے کافور۔ اس کی احتیاط دودھ پینے تک تو بہت ہی ہے۔ پھر بھی چودہ پندرہ برس کی عمر تک خیال رکھو۔ اور دودھ پیتے بچہ کے علاج میں دودھ پلائی کو پرہیز رکھنے کی بہت ضرورت ہے اور جب تک بچہ بارہ برس کا نہ ہو جائے۔ فصد ہرگز نہ لیں ہاں اگر بہت ہی لاچاری ہو تو بھری سینگیاں لگالیں۔

سوکھا: اس میں بچے کو پیاس بہت لگتی ہے اور تالو کی حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دم بدم سوکھتا چلا جاتا ہے۔ اخیر میں کھانسی بھی ہو جاتی ہے اور دست آنے لگتے ہیں۔ علاج یہ ہے کہ کدو یعنی لوکی یا خرفہ دو تولہ کچل کر روغن گل ملا کر ٹکیا بنا کر سر پر رکھیں۔ جب گرم ہو جاوے بدل دیں۔ اور دو ماشہ تخم خرفہ اور تخم کاسنی گاؤزبان کے عرق میں پیس کر چھان کر ایک تولہ شربت انار شیریں ملا کر چار رتی طباشیر اور زہرمہرہ دو تولہ عرق بید مشک میں گھس کر ملا کر پلائیں اور اگر دست آتے ہیں تو تخم خرفہ اور تخم کاسنی کو ذرا بھون کر پیسیں اور اگر کھانسی ہو تو دو ماشہ ملٹھی کے ساتھ پیس دیں۔ اور ہاتھ پاؤں پر ہر روز مہندی لگانا اور ٹھنڈے پانی سے دھونا بھی مفید ہے اگر بچہ دودھ پیتا ہے تو دودھ پلائی کو ٹھنڈی غذا دیں۔ جیسے کدو، تری، پالک، کھیرا، آلو وغیرہ اور اس کو بھی ٹھنڈی دوائیں پلائیں اور اگر بچہ دودھ نہ پیتا ہو تو اس کے لئے سب سے بہتر غذا آش جو ہے۔ اور جب دست ہوں تو کھچڑی یا ساگودانہ دیں۔

بچہ کا بہت رونا اور نہ سونا

اگر کہیں درد یا تکلیف ہے تو اس کا علاج کریں نہیں تو یہ دوا دیں۔ چرونجی، خشخاش سفید، خشخاش سیاہ، السی، تخم خرفہ، تخم کاہو، انیسون، سونف، زیرہ سیاہ، سب کو چھ چھ ماشہ لے کر کوٹ چھان کر قند سفید پانچ تولہ کا قوام کر کے یہ دوائیں ملالیں۔ دو ماشہ سے سات ماشہ تک خوراک ہے۔ اس سے بڑوں کو بھی خوب نیند آتی ہے۔ البتہ جس بچے کو ام الصبیان کا دورہ پڑتا ہے اس کو نہ دیں۔ کسی بچے کو افیون نہ دیں۔ اخیر میں بہت نقصان لاتی ہے۔ افیون کی جگہ یہی دوا دیں۔

کان کا درد: اس کی پہچان یہ ہے کہ بچہ بہت روئے اور کوئی ظاہری سبب معلوم نہ ہو اور بار بار اپنا ہاتھ کان کی طرف لے جائے اور جب اس کے کان پر نرمی سے ہاتھ پھیریں تو آرام پائے اس کے لئے یہ دوائیں مفید ہیں۔

فائدہ: کان میں دوا ہمیشہ نیم گرم ڈالو اور بچوں کے کان میں بہت تیز دوا نہ ڈالو۔ بہرہ ہونے کا ڈر ہے۔

کان بہنا: باہر کی کسی دوا سے اس کا روک دینا اچھا نہیں البتہ کھانے کی اس دوا سے دماغ کو طاقت دینا اور رطوبت کو خشک کرنا چاہئے۔ ایک چاول مونگہ کا کشتہ چھ ماشہ اطریفل کشنیزی یا اطریفل زمانی میں ملا کر سوتے وقت ایک سال تک کھلائیں وار ہفتہ میں ایک دو دن ناغے کر دیا کریں اور باہر سے اس دوا سے کان صاف کریں نیم کے پانی سے کان دھوئیں۔

آنکھ دکھنا: زیرہ اور اخروٹ کی گری برابر لے کر باریک پیس لیں ذرا سا منہ کا لعاب ملا کر پھر پیسیں کہ مرہم سا ہو جائے۔ پھر ذرا سا دودھ بکری یا گائے کا ملا کر آنکھ کے اوپر لیپ کریں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد بدل دیں اور جو علاج بڑوں کی آنکھ دکھنے کے بیان میں لکھے گئے ہیں وہ بھی بچوں کو فائدہ دیتے ہیں اور اگر آنکھ دکھ جانے کے بعد چالیس روز تک یہ دوا کھلائیں تو امید ہے کہ آئندہ بالکل آنکھ دکھنے سے امن ہو جائے گا۔ کالی مرچ پانچ عدد، مصری ایک تولہ، بادام پانچ دانہ پیس کے دو تولہ گائے کے مکھن میں ملا کر ہر روز چٹائیں۔

دواء اور پرہیز

آنکھوں کی بیماریاں

آنکھیں انسانی بدن کے اعضائے شریفہ میں شامل ہیں۔ یہ نور بصارت کی اس عظیم نعمت سے فیض یاب ہیں جس کا کوئی جواب دنیا میں نہیں ملتا۔ ایوان جسم کے ان نورانی دریچوں کی حفاظت کے لئے مطب سلمانی کی ادویات ملاحظہ کرنے سے پیشتر امراض کو آنکھوں سے دور رکھنے کے لئے ذیل کی مفید تدابیر ملاحظہ فرمائیں۔

مفید تدابیر

☆ چلتے وقت نگاہ کو جہاں تک ممکن ہو سکے فضا میں دور تک پھینکیں۔
☆ ناکافی روشنی میں اور مسلسل مطالعہ سے پرہیز کریں۔
☆ آنکھوں پر رات کی نیند کبھی حرام نہ کریں خصوصاً سینما ہالوں کے مہلک اندھیرے اجالوں سے بچیں۔
☆ صبح بیدار ہوں تو سب سے پہلے آنکھوں کو اچھی طرح دھوئیں
☆ بلاضرورت بھی چشمہ نہ لگائیں جنسی بداعتدالیوں سے بچیں۔
☆ مسواک کرتے وقت تالو کو بھی خوب صاف کریں۔
☆ علی الصبح باغ یا سبزہ زار کو آنکھوں کے سامنے لایا کریں۔شیریں اور صاف پانی کے تالاب میں غوطہ لگا کر آنکھیں کھول دینا بفضلہ نگروں سے محفوظ رکھتا ہے۔
☆ نہاتے وقت آنکھوں پر سرد پانی کے چھینٹے مارنا اور سرد پانی سے آنکھوں کو ٹکور کرنا مفید اثرات کا حامل ہے۔

سینے کی بیماریاں

سینہ کے صندوق میں انسانی جسم کی ایک نہایت ہی قیمتی شے مقفل رہتی ہے اور یہ ہیں پھیپھڑے۔پھیپھڑوں کا صحیح وسالم رہنا وجود انسان کی بقاء کی لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا مچھلی کے لئے پانی ماؤف پھیپھڑوں کی صحت کے لئے مطب سلمانی کی کوششیں آگے ملاحظہ ہوں۔اس سے قبل وہ تدابیر درج ہیں جنہیں انسان حفظ ماتقدم کے طور پر اختیار کرے تو وہ پھیپھڑوں کے مہلک امراض سے بفضلہ محفوظ رہ سکتا ہے۔یہ تدابیر مریض اصحاب کے لئے بھی مفید ہیں۔
☆ روزانہ صبح کی سیر اور ہلکی سی ورزش کو اپنا معمول بنائیں اور دوران سیر کھلی فضاؤں میں جا کر خوب گہرے گہرے سانس لیں۔
☆ بیس سال کی عمر سے پہلے شادی نہ کرائیں ورنہ ایسی شادی عموماً خانہ بربادی کا موجب ہوتی ہے۔
☆ دودھ، دہی، مکھن اور تازہ پھلوں کو حتی المقدور خوب کھائیں اور اس کے برعکس چٹخارہ دار اشیاء سے کامل پرہیز رکھیں۔
☆ لکھنے پڑھنے یا چلنے پھرنے کے دوران میں اپنی کمر کو ہمیشہ سیدھا رکھیں یہ پھیپھڑوں کی تقویت کا موجب ہوگا۔
☆ لکھنے، پڑھنے یا چلنے پھرنے یا مشقت کرنے کے کام میں لگاتار منہمک رہنا بڑا نقصان دہ ہے۔لازم ہے کہ کام کے دوران میں چند منٹ رک کر گہرے گہرے سانس لیتے رہیں۔اس سے انتشار طبع دور ہو کر پھیپھڑے تازہ دم ہو جائیں گے۔

دل کی بیماریاں

☆ قصہ دارورسن بازی طفلاں نہ دل......اور جب دل کا پانسہ پلٹ جائے تو پھر زندگی کی بازی ہر جاتی ہے۔
☆ جسم انسانی کے اعضائے رئیسہ کے اس شہنشاہ یعنی ''دل'' کی صحت وتقویت برقرار رکھنے کے لئے مطب سلمانی کے ذرائع ملاحظہ ہوں۔
☆ ابتداءً اس ضمن میں ذیل کے نقاط دیکھ لیجیے
☆ امراض قلب عموماً ورزش، رنج، مسرت، خوف وغیرہ کی زیادتی کے سبب پیدا ہوتے ہیں ان سے بچئے۔
☆ تمباکو، چائے یا کافی کی زیادتی، استعمال اور شراب نوشی سے کلیتہً بچتے رہنا چاہیے یہ سب دشمن قلب اشیاء ہیں۔
☆ کثرت مطالعہ سخت ذہنی مشقت اور کثرت مباشرت سے بھی آخر کار امراض قلب کا موجب بنا کرتے ہیں۔
☆ خفقان یا اختلاج قلب کے حملہ کے وقت مریض کو مکمل ذہنی و جسمانی سکون دیں اور بہترین مفرح وخوشبودار اشیاء کھلائیں اور پلائیں۔
☆ دورہ کے وقت اگر زور سے سانس روک لیا جائے یا سر گھٹنوں کے درمیان جھکا دیا جائے یا آنکھ کے ڈیلوں کو دبا جائے تو عموماً دورہ ختم ہو جایا کرتا ہے۔

معدہ کی بیماریاں

معدہ جسم انسانی میں مشکیزہ کی شکل کا وہ عضو ہے جس سے انسان کی صحت کی کھیتی سیراب ہوتی ہے۔معدہ کی صحت سے غفلت برتے تو خود قدرت انسانی جسم کی نشونما سے غفلت برتنے رکھتی ہے اور نتیجۃً تمام اعضائے بدن معطل اور بے کار ہو کر رہ جاتے ہیں۔معدہ کو تندرست رکھنے کے لئے چند حکیمانہ نکات ملاحظہ ہوں۔
☆ کھانا ہمیشہ بھوک لگنے پر کھائیں اور تھوڑی سی بھوک باقی ہونے پر کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں۔
☆ طبیعت کی کسلمندی کے وقت غذا بہت تھوڑی مقدار میں اور لطیف کھائیں۔
☆ لیمن، سوڈا اور برف کی عادت کبھی نہ ڈالیں۔
☆ ایک وقت میں ایک ہی سالن کھائیں۔
☆ عین وقت مقررہ پر کھانا کھائیں۔
☆ چٹنی اور چٹپٹے کھانے بہت کم کھائیں۔
☆ کھانا ہمیشہ چبا چبا کر کھائیں۔
☆ پانی پیتے وقت پانی کو ایک ایک گھونٹ کر کے آہستہ آہستہ پئیں
☆ روٹی ہمیشہ بلا چھانے کے آٹے کی کھائیں۔
☆ سرکہ کا ہفتہ میں ایک دو بار استعمال امراض معدہ سے بچاؤ ہے

جگر اور تلی کی بیماریاں

جگر کیا ہے؟ گویا انسانی بدن کی ایک قدرتی خون ساز مشین ہے۔ جب یہ مشین بگڑ جائے تو جسم انسانی کی کھیتی سوکھ کر ویران ہونے لگتی ہے۔ قدیم اور جدید حکماء برسوں کی تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر جگر میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور اس بگاڑ کے اصلاح کی کوشش نہ کی جائے تو انسان کی صحت وتندرستی کا گلشن خزاں زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ذیل میں ہم چند ہدایات پیش کرتے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے انسان امراض جگر میں مبتلا ہونے سے بچا رہتا ہے۔

چند ہدایات

☆ دواؤں اور غذاؤں کا بہت زیادہ استعمال جگر میں خرابی پیدا کر کے استسقے میں مبتلا کر دیتا ہے۔

☆ چکنی چیزوں کے استعمال سے جگر میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

☆ کڑوی ادویات اور خوشبو دار اشیاء جگر کو مفید ہیں۔

☆ ورم جگر کے دوران میں اسہال شروع نہیں ہونے چاہیے۔

☆ تلی معدہ کا خادم ہے اور یہ عضو جس قدر چھوٹا ہوگا اتنا ہی بدن فربہ اور مضبوط ہوگا۔ اس کا بڑھ جانا صحت گھٹ جانے کے مترادف ہے

اضافہ تلی کا بلا دوا علاج

☆ کھانا کھاتے اور پانی پیتے وقت طحال کو ہاتھ دبا لیا جائے۔

☆ قضائے حاجت کے وقت بائیں پاؤں کے نیچے ڈھیلا رکھ کر اوپر زور دیا کریں۔

☆ ان دونوں ترکیبوں کے ذریعے چند ہی روز میں بڑھتی ہوئی تلی درست ہو جائے گی

آنتوں کی بیماریاں

انتڑیاں ہماری ہضم شدہ غذا کے فضلے کا ذریعہ اخراج ہے۔ اس فضلہ کا انتڑیوں میں پڑا رہنا انسانی صحت کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوگا لہٰذا معدہ اور انتڑیوں کی صفائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اس مقصد کے لئے تقریباً انہی ہدایات کی پابندی کریں جن کا ذکر پیشتر ازیں معدہ کی بیماریوں کے تحت کیا جا چکا ہے یعنی:

ہدایات:

☆ کھانا کامل بھوک لگنے پر کھائیں۔ اور کچھ بھوک رکھ کر کھانے سے ہاتھ اٹھالیں۔

☆ طبیعت کی کسلمندی کے وقت ثقیل غذا ہرگز نہ کھائیں۔

☆ برف نوشی کی مسلسل عادت نہ ڈالیں۔

☆ ایک وقت میں ایک ہی سالن کھائیں

☆ کھانا ہمیشہ وقت مقررہ پر کھائیں۔

☆ پاخانہ کبھی نہ روکیں۔ یہ امر صحت کے لئے تباہ کن ہوگا۔

☆ جلاب متواتر اور زیادہ نہ لیں اس کی وجہ سے انتڑیاں کمزور ہو جاتیں ہیں۔

مردوں کی خاص بیماریاں

زوجین کی باہمی محبت ایک قدرتی تقاضا ہے۔ لیکن ہوس اور حیوانیت کی کثافتوں سے پر مسرت زندگی میں تباہی نمودار ہو جاتی ہے۔ جریان احتلام اور ضعف باہ جیسے خوفناک امراض اس تباہی کی مختلف شکلیں ہیں۔ ان امراض کا علاج بہت مشکل کام ہے۔ کیونکہ ایسے مریض اپنی مخصوص افتاد کی وجہ سے نفسیاتی لحاظ سے معالج کی تدریج کا ساتھ نہیں دیتے اور ہر وقت ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مشتاق رہتے ہیں۔ لہٰذا دوائیں پیش کرنے سے پہلے ہم مریض حضرات کے لئے چند ہدایات عرض کرنا چاہتے ہیں۔

☆ معالج کو اپنی تمام شکایات بلاکم وکاست اور بلا تکلف وشرم بیان کر دینی چاہئیں۔

☆ سالہا سال کی بے اعتدالیوں سے پیدا شدہ مرض دو چار ہفتوں میں ہرگز زائل نہیں ہوسکتا اس کے لئے مستقل مزاجی کے ساتھ مہینوں کے علاج کی ضرورت ہے۔

☆ تمام خلاف وضع فطری افعال (جلق، اغلام، اور کثرت مباشرت) سے عمر بھر کے لئے توبہ کر لینا ضروری ہے ورنہ کبھی شفاء نہ ہوگی۔ خواہ دنیا کی قیمتی سے قیمتی اور مؤثر سے مؤثر دوائیں کیوں نہ استعمال کی جائیں۔

☆ ازدواجی مسرت وگلشن پر نفس پرستی کی باد سموم چلا کر اپنے اور اپنے بچوں کے لئے ویرانیاں بپا نہ کیجئے۔

☆ آوارگی نفس کی گھناؤنی بے حیائی کی بجائے شادی کی روح نوازیوں کو مطمع نظر بنایئے۔

عورتوں کی بیماریاں

''وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ''! ''عورت کے بغیر انسان کامل ایماندار بھی نہیں بن سکتا''۔ ''عورت گھر کی زینت وزیبائش ہے۔ یہ حقائق کس قدر اعلیٰ وارفع حیثیت رکھتے ہیں۔ طبی نقطہ نگاہ سے بھی عورت بڑے بلند مقام کی مالک ہے۔ کیونکہ فطرت نے اسے تولید نسل انسانی کا عظیم الشان کام سپرد کر رکھا ہے۔ اندریں حالات عورتوں کی صحت سے اغماض برتنا ایک نہایت ہی ناقابل معافی جرم ہوگا۔ ذمہ دار مردوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اور اپنی مستورات کی صحت کا خاص خیال رکھیں۔ اس مقصد کے لئے ذیل کی ہدایات کی پابندی کیجئے۔

چند مفید ہدایات

مخصوص امراض نسوانی (خواہ کوئی مرض کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو) علاج فوری طور پر ہونا چاہیے۔

☆ دوران حمل میں لباس ڈھیلا ڈھالا، غذا سادہ اور ہلکی اور ناشتہ پھلوں کے رس سے ہونا چاہیے۔

☆ ہر نوجوان عورت کے لئے مناسب ورزش ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے روزانہ چکی پیسنا نہایت مفید نتائج پیدا کرے گا۔

☆ عورتوں کے لئے دلی مسرت، کھلی اور صاف ہوا، جسمانی صفائی، محنت اور مشقت اور خانگی انتظامات اصل ذریعہ صحت ہیں۔

☆ عورتوں کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کو کبھی نہیں روکنا چاہیے

بچوں کی بیماریاں

ننھے بچے گویا ماں باپ کے لئے فردوسی کھلونے اور روحانی مسرتوں کا ذریعہ ہیں۔ یہ بے زبان معصوم جب بیمار ہو جائیں تو محبت کے مارے والدین پریشان ہو جاتے ہیں۔ آیئے آپ کو علاج بچگان کے متعلق کچھ ضروری باتیں بتلائیں۔

☆ بچوں کے اکثر ناگہانی امراض محض غذا اور لباس کے پرہیز سے دور ہو جاتے ہیں۔

☆ بچوں کو کبھی تیز ادویات نہ دینی چاہئیں۔

☆ بچے کو بطور حفظ ماتقدم ہفتہ میں ایک بار کیسٹرائیل کا ایک چمچہ پلا دینا چاہیے۔

☆ بچے کے جسم کو صاف رکھنا اسے ڈھیلے لباس پہنانا اور اس کی غذا کا لحاظ رکھنا اس کی صحت کا ضامن ہوگا۔

امراض بچگان کی علامات

☆ اگر بچہ بار بار روئے اور پاؤں کو ملے تو اسے چمونوں کی شکایت ہوگی۔

☆ اگر بچہ روتے روتے کانوں کی طرف ہاتھ لے جائے تو اسے کان درد ہوگا۔

☆ زبان پر میل جمی ہو تو قبض اور بدہضمی کی علامت ہوگی۔

☆ بخار تنفس کی تیزی، نتھنوں کا پھولنا پسلی میں گڑھا پڑنا نمونیہ کی علامت ہوگی۔

☆ بچہ چلا کر روئے اس کی پیشانی پر بل پڑیں۔ تو پیٹ درد ہوگا۔

☆ بچوں کو سلانے کے لئے افیون یا کسی نشی چیز کی عادت کبھی نہ ڈالیں

غذا اور پرہیز

ذیل میں چند ایسی غذاؤں کی فہرست درج کی جاتی ہے جو متعلقہ امراض میں مفید یا مضر پڑتی ہیں۔ اس فہرست میں صرف انہی اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے جو ہمارے ہاں عام طور پر مستعمل ہیں۔ ان کے علاوہ اور کسی شے کی ماہیت کے بارے میں مشورہ مطلوب ہو تو کسی قابل طبیب سے مشورہ فرمالیں۔

ضعف دماغ کے لئے

مفید غذائیں: مکھن، بالائی، بکری کا دودھ (خصوصاً بکری کو مغزیات کھلا کر حاصل کردہ دودھ)، بکری کا بھیجا، بادام شیریں (چھلے ہوئے) خشخاش، ناریل (کھوپہ) اور دوسرے تمام مغزیات دھنیہ، سونف، سیب، انڈہ، مرغی، جو اور چاول۔

مضر غذائیں: بینگن، اور تمام ترش اشیاء علاوہ ازیں رات کی کم خوابی کھانے کے فوراً بعد دماغی کام اور کثرت مباشرت۔

امراض چشم

مفید غذائیں پیاز، سونف، شلجم

مضر غذائیں تمام ترش قابض اشیاء

دل کی بیماریوں کے لئے

مفید غذائیں: جو، الائچی خورد، بادام شیریں چھلے ہوئے، پستہ، منقہ، کشمش آم شیریں، انگور، سنگترہ شیریں، مالٹا، سیب، شہتوت شیریں، بہی، شلجم، کدو لانبا، پالک، خرفہ کا ساگ، تندرست گائے اور بکری کا دودھ، بالائی۔

مضر غذائیں: ادرک، بھنڈی، بینگن، چائے، کریلا، گوبھی، مسور، اس کے علاوہ ہر قسم کی گرم و ثقیل اشیاء۔

سینہ اور پھیپھڑوں کے امراض کے لئے

مفید غذائیں: پالک، پیٹھا، پیلو تندرست بکری اور گائے کا دودھ ابلے ہوئے انڈے کی زردی شہد میں ملا کر دوران نمونیا دیں

مضر غذائیں: آلو بخارہ، برف، چھاچھ، ترش، لیموں اور دوسری تمام ترش اشیاء۔

تلی و جگر کی بیماریاں

مفید غذائیں: انجیر، جامن، ناشپاتی، پیٹھا، شلجم، مولی اور اونٹنی کا دودھ

مضر غذائیں: تیز مرچ مصالحہ، گھی اور تمام مرغن اشیاء

معدہ کے امراض کے لئے

مفید غذائیں: باجرہ، ماش، مسور، پالک پیٹھا، پیلو، خرفہ کا ساگ، شلجم، کدو لانبا، گنا، انار، امرود، (نرم و گداز) سونف، الائچی کلاں، کالی مرچ، انڈا نیم برشت اور تھوڑی مقدار میں چائے

مضر غذائیں: جوار، چنا، آلو، بھنڈی، بینگن، پیاز، توری، کدو، گول

سیب، کیلا، سخت ناشپاتی اور برف۔

آنتوں کی بیماریاں

مفید غذائیں: انار شیریں (خصوصاً اسہال اور پیچش کے لئے) بہی، بھیڑ کا دودھ، دہی میٹھا۔

مضر غذائیں: باجرہ، کچنار، اور تمام ثقیل اور مضر معدہ غذائیں

امراض ریح

مفید غذائیں: مونگ، بکری کا دودھ، بکری، مرغی، بٹیر، تیتر، اور تیتر کا شوربہ، خربوزہ (تھوڑی مقدار میں) پالک، کدو لانبا، گندل کا ساگ، خرفہ کا ساگ، شلجم۔

مضر غذائیں: باجرہ، ماش، چنا، موٹھ، گوبھی ہر قسم، مولی، مٹر، کچنار، بینگن، گول کدو، کریلا، کھیرا، کیلا، گاجر، سیب، ناشپاتی، بیر، بڑا گوشت، خالی گوشت اور بھینس کا دودھ۔

امراض جلد وخون

مفید غذائیں: انگور، بیر (تھوڑی مقدار میں)، شہتوت، شلجم، مولی، گھی، بیسنی روٹی، چاول۔

مضر غذائیں: سرخ مرچ، بڑا گوشت، بینگن اور تمام گرم وترش اشیاء۔

صفراوی بخار

مفید غذائیں: مونگ، جو، چھاچھ، کدو، پالک، کھیرا، گاجر، سکنجبین لیموں، آلو بخارا، آم (تھوڑی مقدار) ساگو دانہ، جامن، فالسہ، تربوز، (اس کے ہمراہ چاول بھی نہ کھائیں)

مضر غذائیں: ادرک، چنا، گیہوں، اور دوسری تمام ثقیل اور دیر ہضم اشیاء۔

ضعف باہ وضعف اعصاب

مفید غذائیں: اخروٹ، پستہ، چلغوزہ، چھوہارا، کھجور، تل، بادام شیریں (مقشر) سیب، آم، انگور، کیلا، لہسوڑے، (جریان واحتلام کے لئے) چنا، پیاز، پیٹھا، بھنڈی، شلجم، لانبا کدو، اور بھیڑ کا دودھ۔

مضر غذائیں: افیون، برف، آلو، بھنڈی، بینگن، توری، گوبھی، لیموں، اور تمام ترش اشیاء، زیادہ ٹھنڈی اشیاء۔

علاوہ ازیں: تمام نفسانی محرکات مثلاً فحش خیالات وکثرت مباشرت

غذائیں جو ایک ساتھ نہ کھانی چاہئیں

دہی کو تیز گرم روٹی یا پلاؤ کے ساتھ کھانا مضر ہے۔ دودھ کے ساتھ کانجی، سرکہ، امرود، گوشت، مچھلی، املی، ککڑی، تربوز، لیموں، جامن کھانا مضر ہے۔ مچھلی اور شہد ایک وقت میں کھانا مضر ہے۔ چاول اور سرکہ کا ایک ساتھ کھانا، خربوزہ اور دہی کا ایک ساتھ کھانا مضر ہے۔

چند مفید باتیں

☆ پر معدہ ہو کر نہ کھائیں۔ (حدیث شریف)

☆ کم کھانا حکیم کے نہ جانا

☆ جینے کے لئے کھاؤ، کھانے کے لئے نہ جیو۔

☆ کھانا خوب چبا چبا کر کھائیں۔ دانتوں کا کام معدے سے نہ لیں۔ پیٹ کی بہت سی بیماریوں سے بچت رہے گی۔

چند مفید طبی چٹکلے

☆ ہچکی روکنے کے لئے پسی ہوئی عمدہ نمک چھکنی کی نسوار دیں بیحد مفید ہے۔

☆ ہیضے میں پوست الائچی خورد چار تولہ سیر بھر پانی میں جوش دے کر دو دو تولہ پلائیں فائدہ ہوگا۔

☆ رکا ہوا پیشاب جاری کرنے کے لئے مریض کو گرم پانی سے بھرے ٹب میں بٹھا دیں۔

☆ پیچش میں مسنون تخم بارتنگ چھ ماشہ گائے کی چھاچھ کے ساتھ دیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

☆ ہر روز نہار منہ باسی پانی پینا قبض کے لئے مفید ہے۔

☆ یرقان میں گنے کی گنڈیری کثرت سے چوسیں نہایت مفید ہے

☆ درد گردہ میں مولی کا تازہ پانی مصری ملا کر پینا مفید ہے۔

☆ لرزہ روکنے کے لئے پانچ رتی نوشادر بیری کے پتے میں لپیٹ کر کھلا دیں۔

☆ افیون کے زہر کے لئے بنولہ کی گریاں گھوٹ کر پلانا مفید ہے

☆ دورہ مرگی روکنے کے لئے پسی ہوئی رائی سونگھائیں۔ جلد ہوش آ جائے گا۔ (انشاء اللہ)

☆ دارچینی کی تھوڑی تھوڑی مقدار دن میں تین چار بار چبانا قوت حافظہ بڑھاتا ہے۔

☆ دردسر میں قبض کشائی عموماً مفید رہتی ہے۔

☆ ضعف دماغ کے لئے زردی بیضاء مرغ دودھ میں پھینٹ کر پینا مفید ہے۔

☆ خناق میں مغز املتاس کو گرم پانی میں حل کر کے غرارے کرنا مفید ہے۔

☆ تخم بہ دانہ منہ میں ڈال کر چوسنا کھانسی کے لئے مفید ہے۔

نسخہ نمک سلیمانی

نام دوا: وزن ہندسوں میں

نمک لاہوری: ۵۷تولہ ۶ ماشہ

نمک سانبھر: ۸تولہ ۳ ماشہ

نوشادر: ۸تولہ ۳ ماشہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز جس میں تمام مسلمان مرد و عورتوں کیلئے دعا نہ مانگی جائے ناقص ہے۔ (الکنز)

تخم کرفس: ۲ تولہ ۱۱ ماشہ
ہینگ: ۱۰ تولہ ۴ رتی
زیرہ سیاہ (سرکے میں بھگویا ہوا): ۱۰ ماشہ ۴ رتی
دارچینی قلمی: ۷ ماشہ
حب القرطم: ۷ ماشہ
مرچ سیاہ: ۲۱ ماشہ
مرچ سفید (دکھنی مرچ): ۲۱ ماشہ
اذخر (یعنی مرچیا گند): ۱۹ ماشہ ۲ رتی
افتیمون ولایتی: ۱۰ ماشہ ۴ رتی
سونٹھ: ۷ ماشہ
انیسون رومی: ۷ ماشہ
ملٹھی: ۷ ماشہ
زیرہ سفید: ۱۰ ماشہ ۴ رتی
سوڈا بائی کارب: ۵ تولہ ۶ ماشہ
ایسڈ ٹاٹری: ۵ تولہ ۶ ماشہ

ترکیب: نمک لاہوری کے ٹکڑے کر کے ایک مٹی کے برتن میں رکھ کر گرم تنور میں رکھ دیں۔ جب تنور کی آگ سرد ہو جائے تو نکال لیں اور کوٹ لیں اور ہر دوا کو الگ الگ کوٹ کر وزن کے موافق تول کر ملا لیں اور سبز رنگ کی بوتل میں رکھ کر چند روز جو میں دفن کر دیں اور اگر بلا دفن کئے بھی کام میں لاویں تو کچھ حرج نہیں۔ خوراک ایک ماشہ، کھیرے ککڑی وغیرہ کو اس کے ساتھ کھاویں تو نقصان نہ ہو

گولی ہاضم: نمک سیاہ اور مرچ سیاہ اور آکھے کے سربند پھول جو کھلے نہ ہوں اور خشک پودینہ ان سب کو ایک ایک تولہ لے کر خوب کوٹ چھان کر عناب کی برابر گولیاں بنالیں۔ اور کھانے کے بعد ایک گولی کھالیا کریں۔ اور ہیضہ کے دنوں میں ہر روز ایک گولی نہار منہ کھالیا کریں تو بہت مفید ہے۔

مسہل کا بیان

فائدہ: بدون کسی حکیم کی رائے کے مسہل ہرگز مت لو

فائدہ: مسہل میں املتاس کو جوش نہ دو

فائدہ: املتاس کے ساتھ بادام یا کوئی چکنی چیز ملا لیں تا کہ انتڑیوں میں پیچ نہ کرے۔

فائدہ: اگر مسہل میں سنا ہو تو اسکو گھی سے چکنا کر کے بھگوور نہ پیٹ میں پیچ ہوگا۔

فائدہ: مسہل لے کر سوؤ مت۔ ورنہ دست نہ آویں گے اور نقصان ہوگا۔

حکمت کے انمول نسخے

(حضرت حکیم الامتؒ کی پاکٹ سے نسخہ داد مجرب)

گندھک، مٹی کا تیل، گندھک کو باریک کر کے مٹی کے تیل میں ملا کر داد پر ملتے ہی ملتے داد ہمیشہ کو جاتا رہتا ہے۔ لیکن لگتا بہت ہے۔ اس لئے اعضاء رئیسہ مثل دماغ وغیرہ پر اس کا استعمال نہ کریں۔ دوسرے اعضاء پر استعمال کریں۔ بعد استعمال فوراً مٹی کے تیل سے اس عضو کو دھو ڈالیں۔ پھر اس کی تیزی محسوس نہ ہوگی۔

نسخہ درد سر ہر قسم کو مفید ہے مجرب: بادیاں، گل اسطوخدوس ۱۶، کشنیز خشک ۲، فلفل سیاہ ۱، مغز بادام شیریں ۵ عدد، باریک سائیدہ نبات سفید، آمیختہ سفوف سازند ایک تولہ، مقدار خوراک تولہ۔

برائے جریان: یہ نسخہ قوت باہ کو مفید اور جریان کے لئے بے حد مفید ہے۔ اگرچہ جریان دس بارہ سال سے ہو۔

موسلی سفید ۶، تالمکھانہ سمندر سوکھ ۶، سروالی ۶، پوست چھال مولسری ۶، چھال سینبھل ۶، گوند سینبھل ۶، تخم اوٹنگن ۶، لہسوڑہ ۶، برم ڈنڈی ۶، بہوپھلی تج ۶، میدہ ۶، لکڑی ۶، پھلی ببول ۲ تولہ، گوکھرو ۲ تولہ، کوفتہ پختہ دو چند نبات سفید آمیختہ سفوف سازند مقدار خوراک تولہ۔ ہمراہ شیر گاؤ۔

دیگر نسخہ جریان مجرب: یہ نسخہ جریان کے لئے مجرب ہے۔ اور مادہ تولید از سر نو پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہ دونوں نسخے جریان کے قبض کرتے ہیں اس واسطے حب ثلاثہ کو ضرور اس کے ہمراہ استعمال کریں۔ نسخہ حب ثلاثہ آگے مذکور ہوتا ہے۔ تخم املی خستہ کو لے کر چھاچھ میں بھگو دیں اور جس برتن میں بھگوئیں اس میں املی کے وزن سے دو چند وزن کا لوہا ڈال دیں۔ اس طریقہ خاص پر وہ تخم دس گیارہ روز میں پھٹ جاویں گے ان کو خوب صاف کریں اور سایہ میں ذرا خشک کر کے کوٹ لیں۔ جب کسی قدر کٹ جاوے پھر دھوپ میں بالکل خشک کر کے باریک کر لیں۔ اور تخم املی کے وزن سے دو چند کھانڈ سفید ملا دیں۔ اور صبح کو ہمراہ شیر گاؤ بمقدار ۹ ماشہ استعمال کریں۔ ۲۱ روز کے استعمال سے عمر بھر کی شکایت رفع ہو جائے گی۔ ان دونوں نسخوں کے ہمراہ صبح و شام حبوب ثلاثہ دو عدد بعد طعام ضرور کھاویں۔ تا کہ قبض نہ ہو

حب ثلاثہ: علاوہ قبض کے یہ گولیاں رطوبت معدہ و درد قولنج و رطوبت اعصاب وغیرہ کو بھی مفید ثابت ہوئی ہیں۔

نسخہ حب ثلاثہ یہ ہے۔ صبر ......، ساذج ہندی در لعاب گھیکوار باریک سائیدہ حبوب بقدر نخود سازند ۷ عدد، اگر لعاب گھیکوار زیادہ ہو جاوے تو دھوپ میں رکھ کر خشک کر لیویں لیکن سات عدد سے کم نہ کریں۔ بعد خشک ہونے کے حبوب بناویں۔

حبوب مقوی باہ و ممسک: یہ نسخہ قوۃ باہ و امساک دائمی پیدا کرتا ہے۔ جریان والوں کو بوجہ جریان کے امساک نہیں رہتا۔ اس لئے کم از کم اکیس روز اس کو کھاویں۔ اگر تندرست آدمی بھی اس کو استعمال کرے تو قوت دیتا ہے اور

خون پیدا کرتا ہے اس میں کسی قسم کا ضرر نہیں۔ نسخہ حبوب ممسک یہ ہے۔ کہ سلاجیت.....تولہ، اصلی کشتہ قلعی آمیختہ تولہ، حبوب بقدر دانہ مسور سازند اور ایک یا دو گولی صبح وشام ہمراہ دودھ یا آب تازہ استعمال کریں۔ مجرب ہے۔

طلا مقوی باہ: سم الفار ایک تولہ، زردی بیضہ مرغ ایک عدد، روغن چنبیلی......زعفران تولہ، بیر بوٹی دو تولہ، کیچوا تین تولہ، اول سم الفار اور زردی بیضہ مرغ کو روغن چنبیلی میں ڈال کر کھرل کریں۔ پھر زعفران بیر بوٹی کیچوا کو ڈال کر کھرل کریں پھر بطریق معروف طلاء بناویں۔

حب الشفاء عظیم النفع: دردکہنہ ودرد گرم وسرد وجمیع علل حارہ وباردہ وتپ مزمنہ کو مفید ہے۔ تپ میں نوبت سے قبل کھلائیں۔ اور نسخہ درد مفاصل وقولنج کو مجرب ہے۔ اس کی مداومت عمر طبعی کو پہنچاوے اور افیون کی عادت کو چھڑوادے۔ تخم جوز ماثل ۷۰ تولہ، زنجبیل ۱۴ تولہ صمغ عربی ۷ تولہ ہر ایک را علیحدہ علیحدہ باریک سائیدہ آب آمیختہ حبوب بقدر دانہ مسور سازند

سفوف موتی جھارا کو مفید ہے

مروارید ۲، ورق طلاء ۲، ورق نقرہ ۲، باریک سائیدہ سفوف سازند، خوراک ۲ چاول

طلا درازی ذکر: زفت ۲، عقرقرحا تولہ، چربی گردبز تولہ، مغز ساق گاؤ تولہ، باہم آمیختہ طلا سازند، ذکر کو اول کسی موٹے کپڑے سے ملیں۔ اور پھر اس کو لگاویں۔

سگ گزیدہ کا علاج: تین روز تک ببول یعنی کیکر کے پتوں کا عرق پلاویں۔ اور نمک و دہی چاول وکھویا وغیرہ سے پرہیز کریں۔ اس کے پلانے سے قے آتی ہے۔ اگر شدت سے قے آنے لگے تب ایک دو چمچہ دہی کا دیں اس سے زیادہ نہ دیں۔ مجرب ہے۔

آنکھ دکھنے کی گولی: سفیدہ کاشغری ۶، صمغ عربی ۲، کتیرا ۱ ایک، باریک سائیدہ در سفیدی بیضہ مرغ ۱ عدد، حبوب بقدر مسور بستہ نگہدارد بوقت ضرور در چشم باندازد۔

دیگر پٹھانی لود، شب یمانی بریاں ۲، رسوت ۲، در آب برگ مکوہ سبز سائیدہ بر چشم ضماد و سازند بقدر ضرورت۔

حبوب بخار ہر قسم: یہ گولی ہر روز کے بخار و دو روزہ وسہ روزہ و چہار روزہ سب کو مفید ہے۔ مجرب ہے اگر بخار سے کے قبل دو گولی کھالی جاوے تو ان شاء اللہ پھر بخار ہرگز نہ چڑھے گا۔ جدوار خطائی ۳، فلفل سیاہ ۳، شب یمانی بریاں ایک، گل مغزہ ۳، نمک لاہوری ۳، مغز کرنجوہ ۲، ساق ۳، نار مشک ایک، دار فلفل ایک، رزشک ۳، بیدانہ ۳، طباشیر ایک، آب برگ گرونجہ ۴، آب برگ سرس ۴، آب برگ تاتورہ (یعنی دھتورہ) ۴، باریک سائیدہ حبوب بقدر نخود سازند۔

عقلمند اور خوبصورت بچہ پیدا ہونیکی ترکیب (خاص نسخہ)

اس نسخہ کے استعمال سے جو بچہ پیدا ہوگا خواہ لڑکا ہو یا لڑکی بہت خوبصورت اور ذہین وذکی پیدا ہوگی۔ کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ جب عورت کے حمل کو چھ ماہ ہوچکیں تو پھر ہر ماہ کی چودہ تاریخ کورات کے وقت عورت خود گلاس یا چینی کا بہت صاف برتن لے کر چاند کی روشنی میں بیٹھ کر اس گلاس یا برتن میں عرق بید مشک ڈالے اور پھر ورق نقرہ بیس عدد کو ایک ایک کر کے ڈالے اور حل کرتی رہے۔ جب سب حل ہو جاویں تو اگر موسم گرمی کا ہو تو شربت صندل ۲ تولہ ورنہ شربت انگور ۲ تولہ ڈال کر وہیں بیٹھ کر پیوے۔ اسی طرح جب دوسرا مہینہ آوے اس کی چودہ تاریخ کو پھر تیسرے مہینہ کی چودہ تاریخ کو پیوے۔ اس مہینہ میں اگر بچہ ہوگا تو نہایت خوبصورت ذہین وذکی ہوگا ورنہ جب تک بچہ نہ ہو برابر ہر مہینے کی چودہ تاریخ کو اسی طرح چاند کی روشنی میں بیٹھ کر حل کر کے پیا کرے۔ یہ نسخہ بہت ہی مجرب ہے۔

برائے حفاظت حمل: اگر عورت مدت حمل میں اکثر گلقند آفتابی خانہ ساز ۲ تولہ، مصطگی رومی باریک ایک تولہ سائیدہ آمیختہ استعمال میں رکھے حمل کو کسی قسم کا ضرر نہ ہو۔ اور بوقت پیدائش آسانی ہو۔ اور قبض کی شکایت بھی نہ ہو۔

نسخہ بواسیر ہر قسم کو مفید: مغز تخم نیب کولی ۹، مغز تخم بکائین ۳، ہلیلہ سیاہ ۶، رسوت زرد ۶، مقل ارزق ۶، مغز تخم کرنجوہ ۶، مصطگی رومی ایک، فلفل سیاہ ایک، صبر باریک ۶، سائیدہ درلعاب گھیکوار ۳ عدد، آمیختہ حبوب بقدر نخود سازند مقدار خوراک اول ایک گولی سے شروع کریں اور تین گولی تک استعمال کرسکتے ہیں۔ صبح کے وقت ہمراہ آب تازہ یا عرق بادیان ۳ تولہ کھاویں۔

مرہم مسہ بواسیر: مردار سنگ ایک، رسوت ۶، ڈنڈی ہارسنگھار ۳، تخم بکائن ۶، سورنجان تلخ ۳، تخم گندنا ۶، سفید کاشغری ۳، باریک سائیدہ در آب یا در روغن چنبیلی، آمیختہ ضماد سازند۔

دیگر برائے بواسیر ہر قسم: پورا درخت ستیاناسی لے کر اس کو کوٹ کر باندھ لیں۔ انشاء اللہ تین روز میں بالکل شکایت رفع ہو جاوے گی۔

دیگر فقیری نسخہ مجرب: ریوند چینی کو خوب باریک پیس کر عرق برگ شہدی میں گولی بیر صحرائی کے برابر بناوے۔ صبح کو تازہ پانی سے استعمال کرے۔ بواسیر ہر قسم کو مفید ہے۔ مجرب ہے۔

برائے دفع کردن ریم از گوش: برگ بانسہ، برگ سنبھالو، برگ مدار، در روغن کنجد سوختہ دوسہ قطرہ در گوش چکانند قرحہ گوشت را از ریم پاک کند۔

حبوب امساک مجرب: دانہ تخم تمر ہندی، سہ چہار روز در آب خیسانیدہ پوست آن دور نمودہ بادو چند قند کہ سفید باشد کوفتہ مقدار نخود حب بستہ نگہدارد رند دو حب بوقت ضرورت بخوانند۔ اگر امساک سخت گردد آب لیمو بنوشند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے ہر ایک ختم پر دعا مستجاب ہوتی ہے۔ (الکنز)

سرمہ مقوی بصر: سرمہ سیاہ، سرمہ سفید اس کو بکرے کے گردہ کی چربی میں مجرب کر کے پلاس میں جلادیں جب اس کا دھواں بند ہو جاوے تو اس کو گلاب خالص میں بجھادیں بہت مفید ہے۔

خاص سرمہ: ایک سیاہ سانپ مار کر اس کے منہ میں سرمہ سیاہ خالص باریک کردہ خالص گھی دونوں کو مثل گولی بنا کر اس کے منہ میں رکھ کر بند کر کے دفن کر دیں بعد چالیس روز کے نکالیں اگر اس سرمہ کا رنگ بالکل سنہرا ہو گیا ہو تو اب یہ اصلی طریقہ پر کار آمد ہوگا ورنہ بیکار ہے۔ اور اس سرمہ کو جو سانپ کے منہ سے نکالا ہے خالص سرمہ دو چند میں ملا کر استعمال کریں ممیرہ کی خاصیت رکھتا ہے۔ اور اگر بینائی بالکل ختم کے قریب ہو اس کو بھی مفید ہے۔

کھانسی خشک کو مفید: بالائی شیر تولہ، صمغ عربی سائیدہ ماشہ، شکر آمیختہ بخورند تولہ۔

چورن ہاضم مجرب ہے: (مقوی معدہ وتبخیر کو مفید) نمک لاہوری تولہ، نمک سیاہ تولہ، نمک سانبھر تولہ، الائچی خورد ۶ عدد، الائچی کلاں ۶، زیرہ سیاہ ۵، زیرہ سفید ۵، مرچ سیاہ ۶، مرچ سفید ۶، سونف ۶، پودینہ خشک ۶، سوڈا کھانے کا ۳، ست لیمو، ست اجوائن، ست پودینہ، زہر مہرہ، ورق نقرہ، سب کو کوٹ کر سفوف بنالیں مقدار خوراک ایک ماشہ رات کو استعمال کریں۔

نسخہ دافع قبض ومخرج بلغم: یہ نسخہ زکام کہنہ کو بھی مفید ہے۔ صبر سقوطری ۴ تولہ، فلفل سیاہ ۲ تولہ، سہاگہ ۲ تولہ، اجوائن دیسی ۹، کوفہ پختہ در شیرہ گھیکوار بقدر نخود بقدر ضرورت حبوب سازند مقدار خوراک ایک تا دو بوقت خواب بخورند۔

نسخہ مجرب کھانسی ودمہ: السی، کوفتہ وشکر سفید ہم وزن آمیختہ ۶ ماشہ صبح وشام بخورند۔

نسخہ مالش برائے ضعف اعصاب: روغن مالکنگنی ۶، روغن زیتون ۶، زردی بیضہ مرغ باہم آمیختہ مالش سازند۔

نسخہ حب مفرح ومقوی قلب: کہار ترپہلہ ۳، مروارید ناسفتہ ۲، ورق طلاء ۱، ورق نقرہ ۳، زمرد سبز ایک، زہر مہرہ خطائی ۲، در عرق بید مشک ۳ تولہ ومشک محلول ساختہ، حبوب بقدر فلفل، سازند۔

ماء الذہب: تیزاب شورہ تین حصے، تیزاب نمک ۴ حصے، ان دونوں کو ایک بڑی بوتل میں ڈال کر ملالیں مگر اس کے منہ کا کچھ حصہ کھلا رہنے دیں۔ پھر اس میں سے ایک تولہ لے کر اس میں چھ ماشہ سونا ڈال دیں۔ کچھ عرصہ میں سونا حل ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس محلول میں تین تولہ پانی ملالیں۔

افعال منافع: ضعف باہ، ضعف عامہ، اور ضعف اعضائے رئیسہ میں نہایت مفید ہے۔ مقدار خوراک ۵ قطرے ماء اللحم عنبری یا عرق گاؤزبان دس تولہ میں ملا کر پلائیں۔

طلاء جدید (نسخہ): سم الفار ۲ تولہ، شیر آک ۵ تولہ، بیر بہوٹی جلوتری، قرنفل، عقرقرحا، جوز بوا، ہر ایک چھ تولہ، مشک، زعفران، ہر ایک ایک تولہ، روغن گاؤ ایک سیر۔

افعال وخواص: مجلوق اور ضعیف الباہ اشخاص کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ کمزوری کو دور کر کے اعصاب میں طاقت پیدا کرتا ہے۔ بڑی عمر کے لوگ اس کا استعمال کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

نسخہ جل جانے کو بہت مفید ہے: روغن السی، آب چونا، اس کو باہم ملا کر پکاویں۔ جب صرف روغن باقی رہ جائے تو جس جگہ جل گیا ہو لگاویں۔ اور اگر لگانے سے کچھ سوزش معلوم ہو تو سفیدہ کاشغری اور کافور اور بڑھاویں۔

دیگر: کات ۲ سفید، کافور ایک، مردار سنگ ۳ پیس کر روغن گاؤ میں ضماد کریں۔

نسخہ بواسیر خونی وپیچش: انبہ ہلدی ۳ تولہ، موم خالص ۲ تولہ، انبہ ہلدی کو موم کی ہمراہ خوب کوٹ لے اور اس کل دوا کی گولیاں بقدر کنار دشتی کے بنالیں۔ شب کو بعد کھانا کھانے کے ایک یا دو گولی کھا کر سو جایا کریں چالیس روز۔

طلاء نادر: بے ضرر اور نایاب۔ اسرار ملتومہ میں سے ہے۔ پچاس پچاس سال کے بوڑھوں پر آزمایا گیا۔ مجرب ثابت ہوا۔ انار قندھاری شیریں کا گودا مع چھلکا دانے دور کر کے آدھ پاؤ، تیل سرسوں خالص آدھ پاؤ۔ ترکیب: گودا مع چھلکا تیل میں تین روز تک پڑا رہنے دیں اس کے بعد ایک ظرف آہنی میں ڈال کر چولہے پر رکھیں۔ جب گودا اور چھلکا جل جائے تو تیل تو اوپر سے مقطر کرلیں اور بحفاظت شیشی میں رکھیں۔ حشفہ چھوڑ کر حسب قاعدہ عضو پر تین چار منٹ تک مالش کریں۔ اور ایک ہفتہ تک ایسا ہی عمل کریں۔ پرہیز بجز سرد پانی کے اور کچھ نہیں۔

برائے جریان (گرم): لعاب بہہ دانہ ۳، شیرہ عناب ۵ دانہ، شیرہ مغز کدوئے شیریں ۲، شربت نیلوفر ۶ تولہ، بوقت صبح پئیں اور سہ پہر کو سفوف سنگ جراحت اور ستاور ہم وزن کوٹ پیس کر ہم وزن شکر سفید ملا کر خوراک چھ ماشہ تا ایک تولہ ہمراہ شیر گاؤ کھائیں۔ بوقت خواب مربع ہلیلہ کھائیں۔

برائے دافع سبل: شورہ قلمی ۶، پھٹکری ۶ باہم سائیدہ بریاں نمایند، بقدر ریگ سرخ در عرق گلاب ۶ حل کردہ یک دو میل در چشم کشند۔

برائے ترطیب وتنویم: شیرہ خشخاش ۳، شیرہ تخم کاہو مقشر ۴، در آب برآوردہ نبات سفید داخل کردہ بخورند۔

برائے سعال: لعوق شمعون، اکثیر ستو ہمچناں دیاقوزہ۔

حبوب برائے ہیضہ: گل مدار نا شگفتہ، یعنی آک کی کلیاں جو سایہ میں خشک کی جاویں ۴ تولہ، سیاہ مرچ ایک تولہ، نمک سیاہ ایک تولہ، فلفل دراز ایک تولہ، سہاگہ بریاں ایک تولہ، پودینہ خشک ایک تولہ، ان سب دواؤں کو عرق گلاب خالص میں خوب باریک پیس کر چنے کی برابر گولیاں بنالی جاویں۔ بوقت ضرورت دو گولی دو گھنٹہ کے بعد عرق گلاب یا عرق سونف یا عرق پودینہ یا عرق الائچی کیساتھ جو مل جاوے دیتے رہیں۔ غذا سے پرہیز رہے۔

برائے سعال عارضی خصوصی موسم سرما: بادام شیریں ۵ دانہ، سیاہ

مرچ ۵ دانہ، مصری ۵، درآب سائیدہ ۶، ٹکیہ بنا کر قدرے قدرے چبائیں۔ یا خشک پیس کر چٹکی چٹکی کھاویں۔

نسخہ حبوب ہاضم: نوشادر دو تولہ آکھ کے پھول ۲ تولہ، بنگلہ پان ۲ تولہ، بالچھڑ، ایک تولہ، زنجبیل ایک تولہ، بادیاں ایک تولہ، پودینہ خشک ایک تولہ، کپور کچری ایک تولہ، پوست ہلیلہ قابلی ایک تولہ، پوست ہلیلہ زرد ایک تولہ، سہاگہ چوکیا ۲ تولہ، فلفل دراز ایک تولہ، برگ سناء ۲ تولہ، نمک سیاہ ایک تولہ، نمک لاہوری ایک تولہ، نمک دیسی ۲ تولہ، الائچی کلاں ایک تولہ، جلوتری ایک تولہ، جائفل ایک تولہ، ان سب کو کوٹ کر عرق لیموئے کاغذی اور عرق برگ مولی اور سرکہ ہم وزن میں ملا کر تخم ریٹھ کی برابر گولیاں بنالیں۔

نسخہ بواسیر مجرب: ڈیڑھ سیر گائے کا خالص دودھ لے کر اولاً اس کی دہی جمائی جائے۔ پھر آدھ پاؤ رسوت کو دہی کے مقطر پانی میں بھگو دیا جائے۔ پھر اس کی گولیاں چنے کی برابر بنالی جائیں۔ بہت مفید گولیاں ہوتی ہیں

شربت ابریشم برائے تفریح وتقویت قلب وتصفیہ خون وتقویت دماغ مفید: ابریشم خام مقرض ۲۰ تولے، گل گاؤزبان ۱۰ تولہ، گاؤزبان گیلانی ۱۰ تولہ برادہ صندل سفید ۴ تولہ، بادرنجبویہ ۷ تولہ، گل سیوطی ۷ تولہ، کشنیز خشک ۵ تولہ، خس ۵ تولہ، عناب ۱۰ تولہ، دانہ ہیل ۱۵ تولہ، بطریق معروف عرق کشید، در یک سیر عرق ڈیڑھ سیر شکر سفید، اندوختہ دو بوتل، شربت سازند، ایک تولہ روح کیوڑہ اضافہ نمایند، خوراک تین تولہ واگر عرق بنوشند ۵ تولہ نوش فرمایند۔

نسخہ منجن: سپاری سوختہ ۵ تولہ، ماز وسوختہ ۳ تولہ، شاخ گوزن سوختہ ایک تولہ، فلفل سیاہ سوختہ ۹، گل سرخ ۶، بنسلوچن ۶، الائچی سفید ۶، پوست ہلیلہ زرد ۶، مصطگی رومی ۶، سمندر جھاگ ۶، پھٹکری سفید ۶، نمک لاہوری ۲ تولہ، آرد جو ولایتی ۳، کوفتہ بیختہ سفوف ساختہ بطور منجن استعمال کردہ آید۔

برائے درد زانو: کالے بینگن کے پتے ہاون دستہ میں کوٹ کر ان میں تھوڑی سی ہلدی ملائیں اور اتنا میٹھا تیل ملائیں کہ ٹپکے نہیں۔ پھر اس کی دو بڑی بڑی پوٹلیاں بنا کر توے پر گرم کر کے گھنٹہ بھر تک سینکیں پھر وہی پتے کھول کر گھٹنے پر رکھ کر باندھیں۔

نسخہ برائے کھانسی: بادام ۶ عدد، سیاہ مرچ ۲۱ عدد، مصری ۳، رب السوس ۳ پیس کر سیاہ مرچ کے برابر گولیاں بنالی جائیں۔ اور جس وقت کھانسی ہو ایک ایک گولی منہ میں رکھ کر چوسی جاوے۔

برائے قوت اعضائے رئیسہ: یاقوت رمانی ۳ مثقال، عقیق یمانی ایک مثقال، یشب سفید ایک مثقال، زہر مہرہ اصلی ۲ مثقال، ورق طلاء ایک مثقال، درعرق گلاب سائیدہ، حب بقدر نخود ببندند۔

روغن برائے درد زانو: روغن سرسوں چار تولہ میں کافور ۲، ہینگ ۲، پیس کر مالش کیجائے۔

نسخہ طلاء مقوی: سلاجیت ایک، عنبر اشہب ایک، مومیائی ایک، روغن سرخ چار تولہ، روغن موم ۲ تولہ، باہم آمیختہ بمالند مقدار ۲ رتی یا ۳ رتی سارے عضو پر لیپ کیا جاوے۔ کسی جگہ کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ پاک اور بے ضرر چیز ہے۔ اس کی دوائیں یونانی دواخانے سے مل سکیں گی۔

سفوف مانع تبخیر: آملہ خشک ایک، دودھ گائے میں بھگو کر جب جذب ہو جاوے سایہ میں خشک کر لیں۔ سفوف ملا کر کچی کھانڈ ملا کر ۶ ماشہ یا ۹ ماشہ ہمراہ شیر گاؤ استعمال کنند۔

خارش کا مجرب نسخہ ہر قسم کو مفید ہے: یہ نسخہ خارش کو دو تین روز میں بالکل صاف کر دیتا ہے۔ برگ مدار ڈھائی پتہ، روغن تل۔ برگ مدار کو روغن تل میں ڈال کر جلالیں۔ جب تیل میں آگ لگ جاوے اور وہ سب پتہ جل کر کوئلے کی مانند ہو جاویں تو اس کو لکڑی سے کھرل کر لیں۔ مثل مرہم کے ہو جائے گا۔ اس کو استعمال کریں۔

حلوہ مقوی دماغ وباہ ومولد منی: ثعلب مصری ۱۰ تولہ، موصلی سفید ۱۰ تولہ، مغز بادام بیس تولہ، نشاستہ ۵ تولہ، کھویا شیر ۴۰ تولہ، گھی، زعفران ایک، عرق بید مشک ۵ تولہ، مصری۔ خوراک ایک تولہ ہمراہ ربع حب بالائیش عرق شیر وقت صباح۔

حلوہ بنانے کی ترکیب: یہ ہے کہ مغز بادام اور نشاستہ اور کھویہ علیحدہ علیحدہ ہر ایک کو گھی میں خوب بھون لیا جاوے۔ مغز بادام کو کوٹ کر بعد میں بھونا جاوے۔ بعد میں مصری کا قوام بنا کر سب چیزیں کوٹ کر اور یہ بھونی ہوئی چیزیں سب ملائی جائیں۔ اور زعفران کو بید مشک میں حل کر کے وہ بھی ملالی جائے۔ اگر حلوہ نہ تیار کرائیں تو کسی دوسری میٹھی چیز پیڑہ وغیرہ میں ملا کر صبح کو کھالیا جائے۔

معجون مقوی باہ در مزاج بارد: مغز شیریں ۵ دانہ، چہار مغز ایک تولہ، مویز منقی ۷ دانے، دودھ میں پیس کر چھان کر سبوس تین تولہ اسپغول مسلم ۳ تولہ ڈال کر بطور کھیر پکا کر قند سے شیریں کر کے ناشتہ فرماویں۔

دوائے مقوی ومرطب: کشیرو خام مقشر ایک تولہ، مغز بادام مقشر ۵ عدد، مویز منقے ۷ عدد دودھ میں پیس کر کھیر پکا کر شیریں کر کے تناول فرماویں۔

دوائے مقوی ومغلظ: انجیر ولایتی ۴ عدد دودھ میں جوش دے کر مل کر چھان کر آرد سنگھاڑہ خشک ۶ کھیر پکا کر قند سے شیریں کر کے تناول فرماویں۔

غذائے مغلظ منی: دال ماش شب کو نمک کے پانی میں بھگو دیں۔ صبح کو دھو کر پوست علیحدہ کر دیں۔ دال نخود علیحدہ شب کو نمک کے پانی میں بھگو دیں۔ صبح پانی علیحدہ کر کے دال ماش مقشر کے ہمراہ معمولی طور پر پکا کر بگھار پیاز کا دے کر ادرک مقشر پودینہ ملا کر تناول فرماویں۔

گولی ممسک ومقوی باہ: جدوار خطائی ایک زعفران ۴، چھوارہ مصفےٰ ایک عدد۔ مشک ۲ رتی، بیر بہوٹی پیس کر شیر برگد میں ملا کر چھوٹی کٹوری یا کاشک میں ایک چراغ روغن زرد سے روشن کیا جاوے۔ اس کی لو پر کٹوری یا کاشک جس میں دوا رکھی ہے پندرہ منٹ تک گرم کیا جاوے۔ بعدہ گولیاں بقدر نخود بناویں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز قدر کی نہیں (ترمذی وابن ماجہ)

حلوائے مقوی باہ دافع جریان در ہر عمر: نخود ایک نارجیل خام میں جس میں پانی ہو بھر کر رکھ دیں۔ چار روز بعد نخود نکال کر سایہ میں خشک کر کے پیس کر میدہ بنالیں۔ پھر میدہ گندم ملا کر روغن زرد گاؤ زن میں بریاں کریں۔ اور مصری شیر گاؤ میں ڈال کر بطور حلوہ پکائیں۔ جب گھی چھوڑ دے اتار کر ثعلب مصری پنجہ دار ۹، شقاقل مصری ۶، گوند ببول ۶، تودری ایک تولہ تال مکھانہ ایک تولہ پیس کر مغز بادام ۴ تولہ چلغوزہ چار تولہ، مغز اخروٹ ۴ تولہ، مغز کدوئی ۴ تولہ، مغز تخم پیٹ ۲ تولہ، تخم خشخاش ایک تولہ، کشمش ایک تولہ نیم کوب کر کے ملادیں۔ زعفران ۳، عرق کیوڑہ ۳ تولہ میں حل کر کے ورق نقرہ ۳۰ عدد اضافہ کریں۔ خوراک دو تولہ صبح ہمراہ شیر گاؤ۔

سانپ ڈسے ہوئے کا علاج: مرغی کا چوزہ لے کر اس کے مقعد کے اردگرد سے پر اکھاڑ کر جس جگہ سانپ نے ڈسا ہے اس پر چوزے کی مقعد کو لگائے رکھیں۔ جب وہ مرجاوے دوسرے چوزے کو اسی طرح کریں۔ وہ مر جاوے تو اور چوزے کو اسی طرح لگاوے۔ جب چوزے مرنے بند ہو جائیں۔ سمجھ لے کہ زہر خارج ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا۔

حب ہیضہ کہ مرض را بحالت ردی صحت بخشد: پوست بیخ مدار ۲ تولہ، فلفل سیاہ ایک تولہ، باریک پیس کر آب ادرک میں گولیاں بقدر فلفل بنا کر ۲، ۲ گولی ہمراہ عرق گلاب یا عرق بادیاں یا آب برگ نیم۔

سفوف مخرج حصاۃ گردہ ومثانہ بلا تکلیف: کنجشک جس کو مولاک کہتے ہیں اس کو ذبح کر کے کل اجزاء لے کر ایک مٹی کے برتن میں منہ بند کر کے رکھیں اور اوپر سے گل حکمت کر کے اوپلوں کی آنچ میں پھونک دیں۔ اسی طرح حجر الیہود کو ایک مٹی کے برتن میں شورہ قلمی تہ دے کر رکھیں۔ اور اوپر سے گل حکمت کر کے پھونک لیں۔ اور شورہ قلمی کو ایک کڑاہی میں یا توے میں بچھا کر آگ پر رکھیں۔ اور اس پر گندھک آملہ سار کو خوب باریک پیس کر چٹکی چٹکی چھڑکیں۔ اپنے آپ کو اس کے دھوئیں کے رخ سے محفوظ رکھیں۔ جلدی جلدی شورہ کو چلاتے جائیں۔ ذرا سی دیر میں شورہ پگھل جائے گا اس میں آگ پیدا ہو جائے گی۔ اس کو اتار کر جلدی سے بجھالیں۔ پوست خریزہ کو جلا کر اس کی راکھ سے نمک بنالیں یہ چار جز ہوئے۔ سب کو برابر برابر لیکر ۳ ماشہ کی مقدار میں کھائیں۔ اوپر سے انڈہ ہولی ایک بوٹی معروف بقدر ۶ ماشہ اور فلفل سیاہ پانی میں پیس کر ۶، ۷ روز تک پی لیا کریں۔ سنگ مثانہ اور سنگ گردہ ریزہ ریزہ ہو کر بلا تکلیف نکل جائے گا۔

حب تقویت اعضاء رئیسہ: مروارید ناسفتہ ایک، یاقوت سرخ ۴، زمرد سبز ایک، ورق نقرہ ۲، ورق طلاء ۴، کشتہ مرجان ایک، کشتہ قلعی ایک، کہار خراطین ۲، کہار بہ پہلہ ۲، مشک ایک، عنبر اشہب ۲، زعفران خالص ایک، تخم گاؤزبان ۲، کشتہ فولاد ایک، محلول کرنے والی ادویہ کو عرق بید مشک میں محلول کر کے سب کو ملا کر لعاب صمغ ۲ عربی میں بقدر نخود گولیاں بنالیں۔ ایک ایک گولی صبح وشام ہر طرح کے ضعیف المزاج کو مفید ہو گی بشرطیکہ بخار نہ ہو۔ موسم سرما شربت انگور کے ساتھ اور موسم گرما شربت انار اور دیگر مفرحات مناسبہ کے ساتھ استعمال فرماویں۔

حب ثلثہ: صبر سقوطری ۷، تیز پات، برگ گھیکوار ۷ عدد تینوں اجزاء اسی طریقے سے لیکر گولیاں بنالیں اگر دوا خشک نہ ہو تو آفتاب میں رکھ کر خشک کر لیں۔ تیز پات ایک پیسہ کی خواہ کتنی ہی ہو دافع قبض اور ملین شکم ہے۔ بلغمی مزاج کے لئے نیز ریح باسوری کے لئے بے حد سودمند ہے۔

حب جدری: گل نیب حلتیت، فلفل سیاہ، مویز منقی چاروں چیزوں کو ہم وزن لیکر پیس کر گولیاں بنالیں۔ موتی جہار اور چیچک کے نکالنے کے لئے بے حد مفید ہے۔ موتی جہار اس کے کھانے سے بہت جلد نکل آتا ہے اور بخار جاتا رہتا ہے۔ اس کو قوی کرنے کے لئے مروارید ناسفتہ ایک یا دو گولی میں رکھ کر کھلائیں۔

حب اختناق الرحم: حب بلسان، عود بلسان، جند بید ستر، فلفل سیاہ، زعفران، دارچینی، گل اسطوخدوس سب کو ہم وزن لیکر گلقند اصلی میں پیس کر اس کا شیرہ میں حبوب بقدر نخود بنالیں۔ جن عورتوں کو دورہ کی شکایت ہو ایک ایک گولی صبح وشام شربت بزوری ۱۰ تولہ، آب کدوئی ۵ تولے کے ساتھ استعمال کریں۔ بے حد مفید ہے

سرمہ مقوی بصر: سانپ سیاہ کے پھن کو جس کو کچلا نہ گیا ہو کاٹ لیں اور اس میں سرمہ سیاہ جس کو گائے کے گھی میں خوب کھرل کیا گیا ہو گولہ بنا کر رکھیں اور اس کے منہ کو سی کر ایک مٹی کے برتن میں رکھ کر گل حکمت کر کے اوپلوں کی آگ میں پھونک لیں۔ جب ٹھنڈا ہو جائے اس سرمہ کی ڈلی کو نکال کر کھرل کریں۔ اور اس میں ایک تولہ کی مقدار پر زمرد سبز سنگ یشب ۲، مروارید ناسفتہ ایک ڈالیں اور آب افشردہ گل چنبیلی یک صد عدد کے ساتھ کھرل کریں۔ نہایت مقوی بصر ہو گا۔

مرہم آکلہ: بچہ سگ نوزائیدہ کو ذبح کر کے مع کل اجزاء کے ایک مٹی کے برتن میں رکھ کر گل حکمت کر کے اپلوں کی آگ میں پھونک لیں۔ پھر اس کو نکال کر باریک سفوف کر لیں۔ اور سفوف ایک تولہ لے کر روغن چنبیلی ایک تولہ، روغن گل ۲ تولہ، روغن صندل ایک تولہ ملا کر زخموں پر لگائیں۔ اور صرف راکھ مذکورہ بھی علاوہ مرہم کے لگائیں۔

سنون پیریا: شب یمانی بریاں ایک تولہ، برگ گل کیلہ سوختہ ۷ عدد، تخم املتاس بریاں ۷ عدد، دم الاخوین ایک تولہ، باریک سائیدہ سفوف کر لیں۔ اور کچلا ۳ عدد ایک بکری کی نلی میں رکھ کر منہ بند کر کے پھونک لیں۔ اور دال ارہر ۲ تولہ، مرچ سرخ ۲ تولہ، نمک طعام ۲ تولہ، بھلانواں ۲ تولے، کتھ سفید ۲ تولے، مرچ سرخ ۲ تولہ، تمباکوئے خوردنی ۲ تولہ کو خوب باریک کر کے ایک مٹی کے برتن میں رکھ کر گل حکمت کر کے پھونک لیں۔ پھر سب کو ملا کر خوب باریک کر کے صبح وشام استعمال کریں۔ اور تھوڑی دیر کلی نہ کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے دُعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غصہ کرتا ہے۔ (ترمذی)

باب ۲۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دُعاء سے علاج

جھاڑ پھونک کا بیان

جس طرح بیماری کا علاج دوادارو سے ہوتا ہے اسی طرح بعضے موقع پر جھاڑ پھونک سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے دوادارو کا بیان لکھنے کے بعد تھوڑا سا بیان جھاڑ پھونک کا بھی لکھنا مناسب سمجھا دوسرے یہ کہ بعض جاہل عورتیں بچوں کی بیماری میں یا اولاد ہونے کی آرزو میں ایسی ڈانواڈول ہو جاتی ہیں کہ خلاف شرع کام کرنے لگتی ہیں۔ کہیں فال کھلواتی ہیں کہیں چڑھاوے چڑھاتی ہیں۔ کہیں واہی تباہی منتیں مانتی ہیں کہیں کسی کو ہاتھ دکھاتی ہیں۔ بددین اور ٹھگ لوگوں سے تعویذ گنڈے یا جھاڑ پھونک کراتی ہیں بلکہ بعض جاہل تو ایسے وقت میں سیتلا بھوانی تک کو پوجنے لگتے ہیں جس سے دین بھی خراب ہوتا ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے۔ بلکہ بعض باتوں سے تو آدمی کافر و مشرک ہو جاتا ہے۔

ہر قسم کا درد: خواہ کہیں ہو یہ آیت بسم اللہ سمیت تین دفعہ پڑھ کر دم کریں اور کسی تیل وغیرہ پر پڑھ کر مالش کریں یا باوضو لکھ کر باندھیں:

وَبِالۡحَقِّ اَنۡزَلۡنٰهُ وَ بِالۡحَقِّ نَزَلَ وَ مَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَ نَذِيۡرًا.

دماغ کا کمزور ہونا: پانچوں نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار یَا قَوِیُّ پڑھو

نگاہ کی کمزوری: بعد پانچوں نماز کے یَا نُوۡرُ گیارہ بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

زبان میں ہکلا پن ہونا یا ذہن کا کم ہونا: فجر کی نماز پڑھ کر ایک پاک کنکری منہ میں رکھ کر یہ آیت اکیس بار پڑھیں۔

رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ وَ يَسِّرۡلِيۡ اَمۡرِیۡ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِیۡ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ اور روزمرہ ایک بسکٹ پر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الخ لکھ کر چالیس روز کھلانے سے بھی ذہن بڑھتا ہے۔

ہولدلی: یہ آیت بسم اللہ سمیت لکھ کر گلے میں باندھیں ڈورا اتنا لمبا رہے کہ تعویذ دل پر پڑا رہے۔ اور دل بائیں طرف ہوتا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

پیٹ کا درد: یہ آیت پانی وغیرہ پر تین بار پڑھ کر پلاویں یا لکھ کر پیٹ پر باندھیں۔ لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ وَّ لَا هُمۡ عَنۡهَا يُنۡزَفُوۡنَ

ہیضہ اور ہر قسم کی وبا طاعون وغیرہ: ایسے دنوں میں جو چیزیں کھاویں پیویں پہلے تین بار اس پر سورہ انا انزلناہ پڑھ کر دم کر لیا کریں انشاء اللہ حفاظت رہے گی اور جس کو ہو جائے اس کو بھی کسی چیز پر دم کر کے کھلاویں پلاویں انشاء اللہ تعالیٰ شفا ہوگی۔

تلی بڑھ جانا: یہ آیت بسم اللہ سمیت لکھ کر تلی کی جگہ باندھیں۔

ذٰلِكَ تَخۡفِيۡفٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٌ

ناف ٹل جانا: یہ آیت بسم اللہ سمیت لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں ناف اپنی جگہ آ جاوے گی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔

اَللّٰهُ يُمۡسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا وَلَئِنۡ زَالَتَا اِنۡ اَمۡسَكَهُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيۡمًا غَفُوۡرًا.

بخار: اگر بدون جاڑے کے ہو یہ آیت لکھ کر باندھیں اور اسی کو دم کریں۔ قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِيۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ

اور اگر جاڑے سے ہو تو یہ آیت لکھ کر گلے میں یا بازو پر باندھیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖهَا وَ مُرۡسٰهَا اِنَّ رَبِّيۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ.

پھوڑا پھنسی یا ورم: پاک مٹی پنڈول وغیرہ چاہے ثابت ڈھیلا چاہے پسی ہوئی لے کر اس پر یہ دعا تین بار پڑھ کر تھوک دیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ بِتُرۡبَةِ اَرۡضِنَا بِرِيۡقَةِ بَعۡضِنَا لِيُشۡفٰى سَقِيۡمُنَا بِاِذۡنِ رَبِّنَا. اور اس پر تھوڑا پانی چھڑک کر وہ مٹی تکلیف کی جگہ یا اس کے آس پاس دن میں دو چار بار ملا کرے۔

سانپ بچھو یا بھڑ وغیرہ کا کاٹ لینا: ذرا سے پانی میں نمک گھول کر اس جگہ ملتے جاویں اور قل یا پوری سورۃ پڑھ کر دم کرتے جاویں بہت دیر تک ایسا ہی کریں۔

سانپ کا گھر میں نکلنا یا کہ آسیب ہونا: چار کیلیں لوہے کی لیکر ایک ایک پر یہ آیت پچیس پچیس بار دم کرکے گھر کے چاروں کونوں پر زمین میں گاڑ دیں انشاء اللہ تعالیٰ سانپ اس گھر میں نہ رہے گا۔ وہ آیۃ یہ ہے۔اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا. فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا اس گھر میں آسیب کا اثر بھی نہ ہوگا۔

باولے کتے کا کاٹ لینا: یہی آیت جو اوپر لکھی گئی ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ سے رُوَيْدًا تک ایک روٹی یا بسکٹ کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ایک ٹکڑا روز اس شخص کو کھلاویں۔انشاء اللہ تعالیٰ ہڑک نہ ہوگی۔

بانجھ ہونا: چالیس لونگیں لے کر ہر ایک پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے اور جس دن عورت پاکی کا غسل کرے اس دن سے ایک لونگ روزمرہ سوتے وقت کھانا شروع کرے اور اس پر پانی نہ پیئے اور کبھی کبھی میاں کے پاس بیٹھے اٹھے آیۃ یہ ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا. وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

انشاء اللہ تعالیٰ اولاد ہوگی۔

حمل گرجانا: ایک تاگہ کسم کا رنگا ہوا عورت کے قد کے برابر لے کر اس میں نو گرہ لگاوے اور ہر گرہ پر یہ آیت پڑھ کر پھونکے انشاء اللہ تعالیٰ حمل نہ گرے گا اور اگر کسی وقت تاگہ نہ ملے تو کسی پرچہ پر لکھ کر پیٹ پر باندھے آیت یہ ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ.

بچہ ہونے کا درد: یہ آیۃ ایک پرچہ پر لکھ کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ران میں باندھے یا شیرینی پر پڑھ کر اس کو کھلاوے انشاء اللہ تعالیٰ بچہ آسانی سے پیدا ہوآیت یہ ہے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ. وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ

بچہ زندہ نہ رہے: اجوائن اور کالی مرچ آدھ پاؤ لے کر پیر کے دن دوپہر کے وقت چالیس بار سورہ والشمس اس طرح پڑھے کہ ہر دفعہ کے ساتھ درود شریف بھی پڑھے۔اور جب چالیس بار ہو جاوے پھر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور اجوائن اور کالی مرچ پر دم کردے اور شروع حمل سے یا جب سے خیال ہوا ہو دودھ چھڑانے تک روزمرہ تھوڑا تھوڑا دونوں چیزوں سے کھالیا کرے انشاء اللہ اولاد زندہ رہے گی۔

ہمیشہ لڑکی ہونا: اس عورت کا خاوند یا کوئی دوسری عورت اس کے پیٹ پر انگلی سے کنڈل یعنی دائرہ ستر بار بناوے اور ہر دفعہ یا متین کہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا پیدا ہوگا۔

بچہ کو نظر لگ جانا یا رونا یا سوتے میں ڈرنا یا کمیڑہ وغیرہ ہو جانا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کرے اور یہ دعا لکھ کر گلے میں ڈال دے۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ ان شاء اللہ سب آفتوں سے حفاظت رہے گی۔

چیچک: ایک نیلا گنڈا سات تار کا لے کر اس پر سورہ الرحمٰن جو ستائیسویں پارہ کے آدھے پر ہے پڑھے اور جب یہ آیت آیا کرے۔ فَبِاَیِّ الآءِ الخ اس پر دم کرکے ایک گرہ لگا دے۔سورۃ ختم ہونے تک اکتیس گرہیں ہو جائیں گی۔پھر وہ گنڈا بچہ کے گلے میں ڈال دیں۔اگر چیچک سے پہلے ڈال دیں تو انشاء اللہ چیچک سے حفاظت رہے گی اور اگر چیچک نکلنے کے بعد ڈالیں تو زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔

ہر طرح کی بیماری: چینی کی طشتری پر سورہ الحمد اور یہ آیتیں لکھ کر روزمرہ بیمار کریں پلایا کرے بہت ہی تاثیر کی چیز ہے۔آیات شفا یہ ہیں۔

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا. قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ

محتاج اور غریب ہونا: بعد نماز عشاء کے آگے پیچھے گیارہ گیارہ بار درود شریف اور بیچ میں گیارہ تسبیح یا معز کی پڑھ کر دعا کیا کریں اور چاہے یہ دوسرا وظیفہ پڑھ لیا کریں کہ بعد نماز عشاء کے آگے پیچھے سات سات دفعہ درود شریف اور بیچ میں چودہ تسبیح اور چودہ دانے (یعنی چودہ سو چودہ مرتبہ یا وھاب پڑھ کر دعا کیا کریں۔انشاء اللہ تعالیٰ فراغت اور برکت ہوگی۔

آسیب لپٹ جانا: ان آیتوں کو پڑھ کر بیمار کے کان میں دم کرے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں بھوک سے، وہ بھوک جو نیند کو ختم کرتی ہے الخ (ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ)

اور پانی پڑھ کر اس کو پلاوے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعَالَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآاِلٰہَ اِلَّاھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔

اور سورہ والسماء و طارق سات بار کان میں دم کرنا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کہنا بھی آسیب کو بھگا دیتا ہے۔

کسی طرح کا کام اٹکنا: بارہ روز تک روز اس دعا کو بارہ ہزار مرتبہ پڑھ کر ہر روز دعا کیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ کیسا ہی مشکل کام ہو پورا ہو جاوے گا۔ یَا بَدِیْعُ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ

دیو کا شبہ ہونا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلاویں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس پانی میں نہلاویں اور یہ دعا چالیس روز تک روزمرہ چینی کی تشتری پر لکھ کر پلایا کرے۔ یَاحَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَ بَقَآئِہٖ یَاحَیُّ انشاء اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر اس بیمار کے لئے بھی بہت مفید ہے جس کو حکیموں نے جواب دے دیا ہو۔

خاوند کا ناراض یا بے پرواہ رہنا: بعد نماز عشاء کے گیارہ دانے سیاہ مرچ کے لیکر آگے پیچھے گیارہ بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ تسبیح یالطیف یاودود کی پڑھیں اور خاوند کے مہربان ہونے کا خیال رکھیں۔ جب سب پڑھ چکیں تو ان سیاہ مرچوں پر دم کر کے تیز آنچ میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں انشاء اللہ تعالیٰ خاوند مہربان ہو جائے گا۔ کم سے کم چالیس روز کریں۔

دودھ کم ہونا: یہ دونوں آیتیں نمک پر سات بار پڑھ کر ماش کی دال میں کھلائیں۔ پہلی آیت وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ

دوسری آیت وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ

دوسری آیت اگر آٹے کے پیڑے پر پڑھ کر گائے بھینس کو کھلاویں تو خوب دودھ دیتی ہے۔ جن کو اور زیادہ جھاڑ پھونک کی چیزیں جاننے کا شوق ہو وہ ہماری کتاب اعمال قرآنی کے تینوں حصے اور شفاء العلیل اور ظفر جلیل دیکھ لیں۔ اور ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھو کہ قرآن کی آیت بے وضو مت لکھو اور نہانے کی ضرورت میں بھی مت پڑھو اور جس کاغذ پر قرآن کی آیت لکھ کر تعویذ بناؤ اس کاغذ پر ایک اور کاغذ سادہ لپیٹ دو۔ تاکہ تعویذ لینے والا اگر بے وضو ہو تو اس کے ہاتھ میں لینا درست ہو۔ اور چینی کی تشتری پر بھی آیت لکھ کر بے وضو کے ہاتھ میں مت دو بلکہ تم خود پانی سے گھول دو۔ اور جب تعویذ سے کام نہ رہے اس کو پانی میں گھول کر کسی ندی یا نہر یا کنویں میں چھوڑ دو۔

مریض کا حال دریافت کرنا

یہ نقش جو ذیل میں لکھا ہے اس کو لکھ کر مریض کے سر پر سات مرتبہ اتارے پھر آگ میں ڈالے۔ اگر حروف سفید ہوں سحر ہے۔ اگر حروف سرخ ہوں آسیب وغیرہ ہے۔ اور اگر حروف غائب ہوں آسیب پری کا ہے اور اگر حروف سیاہ رہیں تو مرض بدنی ہے۔ وہ نقش یہ ہے۔ ۱۸۳۱۱ ع ۹ ح ۴ ع ۳۳۱۱۱۲

حصار

عامل کو چاہیے کہ عمل کرنے سے قبل وضو کر کے تین مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھے اور اپنے تمام جسم پر دم کرے اور پھر چاقو لیکر ایک خط اپنے سامنے داہنی جانب سے شروع کرے اور شروع کرتے وقت ایک سانس میں سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ الخ۔ پڑھے اور اپنے داہنی طرف ایک خط کھینچے اور سورۃ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ الخ ایک سانس میں پڑھے پھر بائیں جانب خط کھینچے اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ الخ ایک سانس میں پڑھے پھر اپنے پیچھے ایک خط کھینچے۔ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ ایک سانس میں پڑھے۔

برائے سنگین مقدمہ مجرب

سخت سے سخت مقدمہ کے لئے ان اسماء کا پڑھنا مفید ہے کئی مرتبہ کا آزمودہ ہے۔ یہ اسماء ایک لاکھ اکاون ہزار مرتبہ بطور ختم پڑھے انشاء اللہ کامیاب ہو۔ یہ عمل برائے افادہ عام درج ہے۔ انشاء اللہ بعد تجربہ کے بہت مفید ثابت ہوگا۔ مکان اور کپڑے پاک ہونا چاہیے۔ خوشبو بھی لگا دیں اور وہ اسماء یہ ہیں۔

یَاحَلِیْمُ ، یَاعَلِیْمُ ، یَاعَلِیُّ ، یَاعَظِیْمُ

تسخیر حکام مجرب ہے:

ان اسماء کو حاکم کے سامنے پڑھتا رہے نرم ہو جاوے گا۔

یَا سُبُّوْحُ ، یَا قُدُّوْسُ ، یَاغَفُوْرُ ، یَاوَدُوْدُ

ایضاً مجرب ہیں:

ان چار حروف کو اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھ کر حاکم کو سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی دعا میں تمام مومنین اور مومنات کو شامل کرلیا اسکی دعا قبول ہوگی (حلیۃ الاولیاء)

کرے اور فوراً مٹھی بند کرے حاکم مطیع ہو۔ الف، باء، سین، میم 27

برائے اصلاح زوجین مجرب ہے:

میاں بیوی میں باہم سلوک کرانے کے لئے یہ لکھ کر دے یا دم کر کے کھلائے یا پلادے انشاء اللہ فوراً محبت ہوگی مجرب ہے وہ یہ ہے۔

يَا يُّهَا النَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْآ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ. الف بين فلان بن فلان و فلان بنت فلانة كما الفت بين موسى و هارون مَثَلاً كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِىْ السَّمَآءِ تُؤْتِىْ اُكُلَّهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ.

بغض میں مجرب ہے: سورۃ تبت بغیر بسم اللہ کے نمک و سرسوں میں موی ہر دو کس لے کر اکیس مرتبہ پڑھے اور ہر چیز پر علیحدہ علیحدہ پڑھے اور ہر بار دونوں کا نام لیکر جن میں عداوت کرانی ہو عداوت جانی ہو جاوے۔ غیر محل شرعی میں نہ کرے۔

ویرانی ظالم مجرب ہے: اگر ایک آب خورہ آب نارسید کے ۶۳ ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے پر سورۃ تبت بغیر بسم اللہ کے پڑھے اور ظالم کے گھر پر تمام ٹھیکریاں ڈال دیں تو ظالم تباہ و برباد ہو جاوے۔ اس کو ہفتہ یا بدھ کو کرے اور اگر دوسرا اپنے اوپر کرے تو اس کے اتارنے کا یہی طریقہ ہے اس کے علاوہ بہت عمل مجرب ہے۔ لیکن مختلف خطرات و نیز بمصالح عوام درج نہیں۔

دفع دشمن: جو شخص اس دعا کو ہمیشہ درمیان فرض و سنت فجر دس مرتبہ پڑھ لیا کرے اور کاغذ پر لکھ کر اپنی بازو پر باندھ لے تو کوئی دشمن اس پر غالب نہ آوے گا۔ دعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللهِ الْقَادِرِ الْقَاهِرِ الْقَوِيِّ الْكَافِيْ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّ عَدُوِّيْ هُوَاَ قُوٰى مِنْهُ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ اَللّٰهُمَّ رَبِّ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمْ.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ (ترمذی)

باب ۲۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمات کفر

والحمد للہ علی ما ھدانی للاسلام و ما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علی اجمعھم خصوصا علی سیدھم و خاتمھم و شفیع العالمین و خطیب الانبیاء یوم الدین و علی الہ و اصحابہ واتباعہ اجمعین.

دستور القضاۃ میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مسئلے میں اگر کئی وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ کفر کی نہ ہو تو فتوی کفر پر نہ دینا چاہیئے۔ فقیر کہتا ہے کہ لیکن چاہیئے کہ خود کفر کی ایک وجہ سے بھی پرہیز کرے۔

مسئلہ۔ سب شیخین یعنی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو برا کہنے سے کافر ہوتا ہے۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان دونوں بزرگوں پر فضیلت دینے سے کافر نہ ہوگا۔ ہاں اس پر بدعتی ہوگا۔

مسئلہ۔ خدا کے دیدار کو ناممکن جاننا کفر ہے یعنی دیدار الٰہی کا منکر کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق جسمانیت کا عقیدہ رکھنا اور یوں کہنا کہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں یہ کفر ہے اگر کفر کا کلمہ اپنے اختیار سے کہے گا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کلمہ کفر ہے تب بھی اکثر علماء کی رائے پر وہ کافر ہوگا معذور نہ ہوگا یعنی نہ جاننے کا عذر قبول نہ ہوگا۔ اور اگر کفر کا کلمہ بغیر ارادہ کے زبان سے نکل جائے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کسی شخص نے مدت دراز کے بعد کفر کا ارادہ کیا تو ابھی سے کافر ہو جائیگا۔

مسئلہ۔ اگر حرام قطعی کو حلال یا حلال قطعی کو حرام کہے گا یا فرض کو فرض نہ جانے گا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر مردار کا گوشت بیچتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ گوشت مردار کا نہیں حلال گوشت ہے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ خدا سے نہیں ڈرتا اس نے کہا نہیں تو کافر ہوگا۔ لیکن محمد بن فضیلؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر قطعی میں اس طور پر گناہ کرے تو کافر ہوگا نہیں تو نہیں۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ وہ شخص اگر خدا ہوگا تو میں بھی اپنا حق اس سے لے لوں گا۔ کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر یوں کہے کہ خدا تیرے ساتھ کفایت نہیں کرتا میں تیرے ساتھ کیونکر کفایت کرسکوں گا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر یوں کہے کہ آسمان پر میرا خدا ہے اور زمین پر تو ہے کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کسی کا لڑکا مر جائے اور وہ کہے کہ خدا اس کا محتاج تھا تو کافر ہوگا اور دوسرے نے جواب میں کہا کہ خدا نے تجھ پر ظلم کیا ہے تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کسی پر ظلم کرے اور مظلوم کہے کہ اے خدا تو اسے مت قبول کر اگر تو قبول کرے گا تو میں قبول نہ کروں گا (یہ بات کہنے کی وجہ سے) کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کہے کہ میں عذاب وثواب سے بیزار ہوں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی بغیر گواہوں کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنایا ہے یا کہے کہ فرشتوں کو میں نے گواہ بنایا ہے تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ مجمع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کہے کہ میں نے دائیں طرف کے اور بائیں طرف کے فرشتوں کو گواہ بنالیا ہے تو کافر نہ ہوگا اگرچہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کسی جانور نے آواز کی اور اس پر کسی شخص نے کہا کہ بیمار مر جائے گا یا کہا کہ غلہ مہنگا ہوگا یا کسی جانور نے آواز کی پس سفر سے واپس ہو گیا یعنی جانور کی آواز کی وجہ سے سفر کا ارادہ موقوف کر دیا تو اس کے کفر میں اختلاف ہے۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ خدا جانتا ہے کہ میں ہمیشہ تجھ کو یاد کرتا ہوں اس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ کافر ہوگا۔ اگر کہے کہ خدا جانتا ہے کہ تیری غمی اور خوشی میں ایسا ہوں جس طرح اپنی غمی اور خوشی میں ہوں اس صورت میں بھی بعض نے کہا ہے کہ وہ کافر ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اس آدمی کی نیکی اور بدی میں اسی طرح مال و جان سے سعی کرتا ہے جیسے اپنی نیکی اور بدی میں مستعدی کرتا ہے تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ خدا کی قسم اور تیرے پاؤں کی قسم تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ روزی خدا کی طرف سے ہے لیکن بندے سے ڈھونڈنا ضروری ہے تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ فلاں اگر نبی ہوگا تو میں اس پر ایمان نہیں لاؤں

گا۔یا کہے کہ اگر خدا مجھ کو نماز کا حکم کرے گا تو بھی میں نماز نہ پڑھوں گا یا کہے کہ قبلہ اگر اس طرف ہوگا تو نماز نہ پڑھوں گا۔کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ آدم علیہ السلام کپڑا بنتے تھے دوسرے نے کہا پھر تو ہم سب جولاہے ہیں تو یہ دوسرا شخص کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کوئی کہے کہ آدم علیہ السلام اگر گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم سب بدبخت نہ ہوتے (اس بات کہنے کی وجہ سے) کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے دوسرے نے کہا کہ یہ بے ادبی ہے۔یہ دوسرا شخص کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ ناخن کاٹنا سنت ہے دوسرے نے کہا اگرچہ سنت ہے مگر میں نہیں کاٹتا تو کافر ہوگا اور اگر کہے کہ سنت کس کام آئے گی تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔اگر کوئی کسی نیک کام کرنے کو کہے اور دوسرا کہے کہ کیا شور وغل مچا رکھا ہے اگر اس نے یہ بات اس کے رد کرنے کی نیت سے کہی ہے تو کافر ہو جائے گا۔فتاوی سراجی میں لکھا ہے کہ اگر قرض خواہ یوں کہے کہ اگر وہ جہاں کا خدا ہے تو بھی میں اس سے اپنا قرض لے لوں گا۔تو کافر ہو جائے گا۔اور اگر یوں کہے کہ اگر وہ پیغمبر ہے تو بھی لے لوں گا تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے دوسرے نے کہا کہ میں خدا کے حکم کو کیا جانتا ہوں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کوئی شخص فتوی دیکھ کر کہے کہ یہ کیا فتوی کا بوجھ لائے اگر یہ شریعت کی خفت کے طور پر کہا یعنی شریعت کو معمولی سمجھ کر کہا تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ شریعت کا حکم ایسا ہے دوسرے نے زور سے ڈکار لی اور کہا کہ شریعت کے لئے ہے تو (بوجہ توہین شریعت) کافر ہوگا اگر کسی نے کہا کہ فلاں آدمی سے صلح کر لے اس نے کہا کہ بت کو سجدہ کر لوں گا لیکن اس سے صلح نہ کروں گا تو کافر نہ ہوگا کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بت کو سجدہ کرنے سے بھی اس کے ساتھ صلح کرنا زیادہ برا ہے۔اگر کوئی فاسق آدمی نیک لوگوں سے کہے کہ آؤ مسلمانی کی سیر کرو اور اشارہ کرے فاسقوں کی مجلس کی طرف تو کافر ہو جائے گا۔

مسئلہ۔اگر کسی شراب خور نے کہا کہ وہ آدمی خوش رہے جو ہماری خوشی پر خوش رہتا ہے ابوبکر طرخانؒ نے فرمایا کہ وہ کافر ہوگیا۔

مسئلہ۔اگر کوئی عورت کہے کہ لعنت ہے۔عالم شوہر پر تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ جب تک مجھے حرام ملتا ہے حلال کے قریب کیوں جاؤں تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کوئی بیماری کی حالت میں کہے کہ اگر تو چاہے تو مجھ کو مسلمان مار اور اگر تو چاہے تو کافر مار تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔فتاوی سراجی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر روزی کشادہ فرما اور مجھ پر ظلم نہ کر (یعنی اگر میری روزی فراخ نہیں کرتا تو مجھ پر ظلم کرتا ہے) ابونصرؒ اس کے کفر میں توقف کرتے ہیں۔اور ظاہر یہ ہے کہ کافر ہوگا کیونکہ خدا کی ذات کے متعلق ظلم کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔

مسئلہ۔ایک شخص نے اذان کہی اور دوسرے نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگایا یا موئے مبارک کو حقارت سے مویک کہا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی ظالم بادشاہ کو عادل کہے تو امام ابومنصور ماتریؒ نے فرمایا کہ کافر ہوگا اور امام ابوالقاسمؒ نے فرمایا کہ کافر نہ ہوگا کیونکہ اس نے کبھی ضرور عدل کیا ہوگا۔

مسئلہ فتاوی حمادیہ اور فتاوی سراجی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ جو خراج وغیرہ بادشاہ کے خزانے میں ہے وہ سب بادشاہ کی ملک ہیں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔فتاوی سراجی میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ علم غیب رکھتا ہے دوسرے شخص نے کہا کہ ہاں میں علم غیب رکھتا ہوں تو یہ دوسرا شخص کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کوئی کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے بغیر مجھ کو بہشت میں لے جائے تو مجھے بہشت منظور نہیں اس کے کفر میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا کہے کہ تجھ پر اور تیرے مسلمانی پر لعنت ہے۔تو کافر ہوگا اور جامع الفتاوی میں لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کافر نہ ہوگا اور سراجی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر فرشتے اور پیغمبر سب گواہی دیں کہ تیرے پاس چاندی نہیں ہے تب بھی میں یقین نہیں کروں گا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ او کافر اور اس نے کہا کہ اگر میں ایسا نہ ہوتا تو تمہارے ساتھ میل جول نہ رکھتا۔تو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ کافر ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کہا کہ تیرے ساتھ رہنے سے کافر ہونا بہتر ہے تو کافر نہ ہوگا۔کیونکہ اس کی مراد سے اس سے دور رہنا ہے۔

مسئلہ۔اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ نماز پڑھ۔وہ جواب میں کہے تو نے اتنا عرصہ نماز پڑھ کر کیا حاصل کیا۔یا کہا کہ اتنی مدت نماز پڑھ کر میں

نے کیا حاصل کیا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے کسی دوسرے شخص سے کہا کہ تو کافر ہو گیا اس دوسرے نے کہا تم اپنے نزدیک ہم کو کافر سمجھ لو تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کہا جائے کہ مجھے عورت خدا سے زیادہ محبوب ہے تو کافر ہو گا۔اسے توبہ کرنا لازم ہے۔اگر توبہ کر لی تو عورت سے دوبارہ نکاح کر لے یعنی توبہ کے بعد تجدید نکاح ضروری ہے۔

مسئلہ۔اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے کہے کہ مجھے مسلمانی سکھلا تا کہ میں تیرے نزدیک مسلمان ہو جاؤں اگر مسلمان جواب میں کہے ابھی ٹھہر جا جب تک فلاں عالم یا فلاں قاضی کے پاس نہ جائے وہ تجھ کو سکھا دیں گے پس اس وقت تو ان کے نزدیک مسلمان ہونا اس شخص کے کفر میں اختلاف ہے۔زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا۔اگر واعظ نے کہا کہ ٹھہر جا کہ تو فلاں دن میرے وعظ کی مجلس میں اسلام لانا اس صورت میں فتوی اس پر ہے کہ کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کہا کہ مجھے کھیل کود نے نماز روزہ سے پکڑ رکھا ہے یعنی نماز روزہ کی فرصت نہیں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کہے کہ تو اتنے دن نماز چھوڑ دے تا کہ تو نماز چھوڑنے کا لطف اٹھائے تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کہے کہ کام عالموں کا بھی وہی ہے اور کام کافروں کا بھی وہی ہے تو کافر ہوگا۔اگر یہ بات کسی معین عالم کو کہی تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر دعا میں کہا کہ اے خدا اپنی رحمت مجھ سے دور نہ رکھ تو یہ الفاظ کفر کے الفاظ میں سے ہیں۔

مسئلہ۔اگر کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ تو مرتد ہو جا تا اس صورت میں اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی تو یہ کفر کی رہنمائی کرنے والا شخص کافر ہوگا۔

مسئلہ۔کفر پر راضی ہونا خواہ اپنے لیے ہو خواہ غیر کے لیے کفر ہے۔اور صحیح یہ ہے کہ اگر کفر کو برا جانتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ دشمن کافر ہو جائے اس چاہنے پر یہ چاہنے والا کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کوئی شخص شراب پینے کی مجلس میں واعظوں کی طرح بلند جگہ پر بیٹھ کر ہنسی مذاق کی باتیں کرے اور تمام اہل مجلس ان باتوں سے ہنسیں تو تمام کافر ہوں گے۔

مسئلہ۔اور کوئی شخص آرزو کرے اور کہے کہ زنا یا قتل ناحق حلال ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔کافر ہوگا۔اور اگر آرزو کرے اور کہے کہ کاش شراب حلال ہوتی یا ماہ رمضان کے روزے فرض نہ ہوتے تو کافر نہ ہوگا۔اور اگر کوئی شخص کہے کہ خدا جانتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔حالانکہ اس نے وہ کام کیا ہے تو اس کے کفر میں دو قول ہیں۔صحیح بات یہ ہے کہ یہ کافر ہوگا۔اور امام سرخسیؒ سے منقول ہے کہ اگر قسم کھانے والا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کلام میں جھوٹ بولنا کفر ہے اس صورت میں وہ کافر ہوگا اور اگر اعتقاد نہیں رکھتا ہے تو کافر نہ ہوگا۔حسام الدین کا فتویٰ امام سرخسیؒ کے قول پر ہے۔

مسئلہ امام طحاویؒ نے کہا ہے کہ مومن ایمان سے خارج نہ ہوگا مگر جب ایسی چیز کا انکار کرے جس پر ایمان لانا واجب ہے۔

مسئلہ۔امام ناصر الدینؒ نے فرمایا کہ جس چیز کے اختیار کرنے سے یقیناً مرتد ہو جاتا ہے اس چیز کے ظاہر ہونے سے مرتد ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔اور جس چیز کے اختیار کرنے سے مرتد ہونے میں شک ہو اس چیز کے ظاہر ہونے سے مرتد ہونے کا حکم نہ لگانا چاہیے۔کیونکہ جو بات یقین کے درجے میں ثابت ہے وہ شک سے زائل نہ ہوگی۔اور حال یہ ہے کہ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ہے اور مسلمان کو کافر کہنے کے فتوی میں جلدی نہ کرنی چاہیے کیونکہ جس نے کسی کے جبر سے کفر کا کلمہ کہا علماء نے اس پر بھی کفر کا حکم نہیں لگایا۔

مسئلہ۔فتاوی تاتارخانیہ میں ینابیع سے نقل کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جب تک کفر پر اعتقاد نہ رکھے گا کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ مسلمان کافر نہیں ہوتا مگر جس وقت کفر کا قصد کرے گا کافر ہوگا۔

مسئلہ۔مضمرات میں نصاب الاحتساب اور جامع صغیر سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے کفر کا کلمہ قصداً کہا لیکن اس کا اعتقاد کفر پر نہیں ہے تو بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کافر نہ ہوگا۔کیونکہ کفر اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے۔اور اس کو کفر پر اعتقاد نہیں ہے۔اور بعض علماء نے کہا کہ کافر ہوگا اس لئے یہ رضا بالکفر ہے۔

مسئلہ۔اگر کوئی جاہل کفر کا کلمہ کہے اور یہ نہیں جانتا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔بعض علماء نے فرمایا کہ کافر نہ ہوگا کیونکہ وہ نہ جاننے کے سبب معذور ہے۔اور بعض علماء نے کہا کہ کافر ہوگا کیونکہ جہالت عذر نہیں ہے۔

مسئلہ۔اگر میاں بیوی میں کوئی مرتد ہو جائے تو اس کے مرتد ہونے سے نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔قاضی کے حکم پر موقوف نہیں رہتا۔یہ منتقی کی روایت ہے۔

مسئلہ۔اگر کسی نے آتش پرستوں کی مانند ٹوپی پہنی یا ہندوؤں کی مانند لباس پہنا۔بعض علماء نے کہا کہ کافر ہوگا اور بعض نے کہا کہ کافر نہ ہو گا۔اور بعض متاخرین نے کہا کہ ضرورت کی وجہ سے پہنے گا تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔اگر کسی نے زنار باندھا اس صورت میں قاضی ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر کفار کے ہاتھ سے خلاصی پانے کے لیے باندھا ہوگا

تو کافر نہ ہوگا۔ اور اگر تجارت کے فائدے کے لیے باندھا ہو تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ جب مجوس نوروز کے دن یا ہندو دیوالی اور ہولی کے دن جمع ہوں یا خوشی کریں۔ اور کوئی مسلمان کہے کہ ان لوگوں نے کیا اچھا طریقہ اپنایا ہے۔ کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ مجمع النوازل سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد گناہ صغیرہ کرے پس دوسرا شخص اس سے کہے کہ توبہ کرو اور وہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔ کہ توبہ کروں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کسی نے مال حرام سے صدقہ کیا اور ثواب کی امید رکھی تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ صدقہ لینے والا اگر جانتا ہے کہ صدقہ مال حرام سے ہے باوجود یہ جاننے کے اگر دعاء کرے اور صدقہ دینے والا آمین کہے تو دونوں کافر ہوں گے۔

مسئلہ۔ کسی فاسق نے شراب پی اس حالت میں اس کے رشتہ دار آئے اور اس پر روپے نچھاور کیے یا سب نے اس کو مبارک باد دی ان دونوں صورتوں میں وہ سب کافر ہو گئے۔

مسئلہ۔ اپنی عورت سے لواطت حلال جاننے سے کافر نہ ہوگا اور اجنبی عورت سے لواطت جاننے سے کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ حیض کی حالت میں جماع حلال جاننا کفر ہے اور استبراء رحم کے زمانہ میں جماع حلال جاننا بدعت ہے کفر نہیں ہے۔

مسئلہ۔ خسروانی میں لکھا ہے کہ اگر ایک آدمی بلند جگہ پر بیٹھ جائے اور لوگ اس سے ٹھٹھے کے طور پر مسائل پوچھیں اور وہ مذاق کے طور پر جواب دے تو کافر ہو جائے گا۔ بلند مکان پر بیٹھنا شرط نہیں (یعنی جس حالت میں بھی دین کا مذاق اڑایا جائے کفر ہے) دینی علوم کے ساتھ مذاق اڑانا کفر ہے۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ مجھ کو علم کی مجلس سے کیا غرض یا کہے کہ جن باتوں کو علماء کہتے ہیں ان کو کون کر سکتا ہے (یا کہے کہ علماء کے کہنے کا منکر ہوں) تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کہے کہ زر چاہیے علم کیا کام آئے گا کافر ہوگا۔ مسئلہ۔ اگر کہے کہ ان علوم کو کون سیکھے یہ تو کہانیاں ہیں یا یوں کہے کہ یہ تو مکر و فریب ہیں یا کہے مجھے دانشمندوں (علماء) کا حیلہ پسند نہیں کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر ایک شخص کہے کہ میرے ساتھ شرع کی طرف چل دوسرے نے کہا کہ پیادہ لے آ تو کافر ہوگا۔ اور اگر کہے کہ چل قاضی کے پاس اور وہ کہے کہ پیادہ لے آ تو کافر نہ ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کسی سے کہے کہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھ وہ کہے ان الصلوۃ تنہا کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی قرآن کریم کی آیت پیالے میں رکھے اور پیالے کو پر کر کے کہے کا سادھا قا کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ دیگ میں جو کچھ باقی رہ جائے اس پر اگر کہے والباقیات الصالحات تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی آدمی بسم اللہ کہہ کر شراب پیے یا بسم اللہ کہہ کر زنا کرے تو کافر ہوگا اور اسی طرح اگر بسم اللہ کہہ کر حرام کھائے تو بھی کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر رمضان شریف کا مہینہ آیا اور کسی آدمی نے کہا کہ مصیبت سر پر آ گئی تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ اگر کوئی کسی سے کہے کہ چل فلاں آدمی کو امر بالمعروف کریں پس اگر وہ جواب میں کہے کہ اس نے میرا کیا کیا ہے کہ میں اس کو امر بالمعروف کروں تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ کوئی اگر قرض دار سے کہے میری رقم اسی دنیا میں دے دو کیونکہ آخرت میں کوئی (زر) رقم نہ ہوگی اور وہ جواب میں کہے کہ دس اشرفی اور دے دو اور آخرت میں مجھ سے لے لینا اور اس جگہ پر دے دوں گا تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ بادشاہ کو اگر کسی نے سجدہ عبادت کیا تو بلا اتفاق کافر ہو جائے گا اور اگر تعظیم کی نیت سے سجدہ کیا جیسا کہ تعظیم کے لیے سلام کیا جاتا ہے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ فتاوٰی ظہیریہ میں لکھا ہے کہ کافر نہ ہوگا اور موید الدرایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ سجدہ با جماع جائز نہیں (خواہ عبادت کے لیے ہو خواہ تعظیم کے لیے) لیکن دوسرے طریقے سے خدمت کرنا مثلاً بادشاہ کے سامنے کھڑا ہونا یا ہاتھ چومنا پیٹھ جھکانا وغیرہ جائز ہے۔

مسئلہ۔ جو کوئی بتوں کے نام پر یا کسی کنوئیں یا دریا یا نہر یا گھر اور چشمہ اور اس کے مانند کسی اور چیز پر ذبح کرے گا۔ پس وہ ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔ اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی (یعنی نکاح سے نکل جائے گی) اور اس کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا۔

مسئلہ۔ دستور القضاۃ میں امام زاہد ابو بکر سے نقل کیا ہے۔ جو شخص کافروں کی عید کے دن مثلاً مجوس کے نوروز میں اور اسی طرح ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی اور دسہرے میں جائے اور کافروں کے ساتھ کھیل کود میں شریک ہو تو کافر ہوگا۔

مسئلہ۔ زندگی سے مایوس آدمی کا ایمان مقبول نہیں ہے۔ اور یاس (زندگی سے مایوس آدمی) کی توبہ حالت مایوسی میں مقبول ہے یا نہ اس میں دو قول ہیں صحیح قول یہی ہے کہ قبول ہوتی ہے

مسئلہ شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ جو شخص عالم کے حادث ہونے کا انکار کرتا ہے۔ یا حشر اجساد کا انکار کرتا ہے یا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم

نہیں ہے اور ایسے ہی کسی ایسی چیز کا انکار کرتا ہے جو دین کی ضروریات میں سے ہے تو وہ شخص بالاتفاق کافر ہوگا۔ اور جن کے عقیدے اہل سنت کے خلاف ہیں جیسے رافضی اور خارجی اور معتزلہ وغیرہ جو باطل فرقے ہیں۔ کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے۔ منتقی میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ میں کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا ہوں اور ابواسحاقؒ اسفرائنی نے فرمایا کہ جو کوئی اہل سنت کو کافر جانتا ہے میں اس کو کافر جانتا ہوں اور جو اہل سنت کو کافر نہیں جانتا میں اس کو کافر نہیں جانتا۔

مسئلہ۔ علامہ علم الہدیٰ نے بحرالمحیط میں لکھا ہے کہ جو ملعون، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اہانت کرے یا ان کے دین کے امور میں سے کسی امر میں یا ان کی صورت مبارک میں یا ان کے اوصاف میں سے کسی وصف شریفہ میں عیب لگائے اگرچہ دل لگی (مذاق) کے طور پر ہو خواہ وہ مسلمان ہو خواہ وہ ذمی ہو خواہ حربی کافر ہے۔ اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اس کی توبہ قبول نہیں اور اس بات پر اجماع امت ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی کی توہین اور بے ادبی کرنا اور ان کو خفیف جاننا کفر ہے۔ بے ادبی کرنے والا کافر ہوگا۔ خواہ حلال جان کے بے ادبی کی ہو یا حرام جان کر۔

مسئلہ۔ روافض خزلہم اللہ جو کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے خوف سے خداتعالیٰ کے بعض احکام نہیں پہنچائے (تبلیغ نہیں کی) تو یہ کفر ہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں کہ اس نے مجھے اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہ تھے۔ بلاشبہ ہمارے رب کے تمام رسول حق لائے ان سب پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ خصوصاً ان کے سردار اور ان کے خاتم تمام جہانوں کے شفاعت کرنے والے اور قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے خطیب پر اور ان کی آل پر اور صحابہ اور ان کے تمام تابعداروں پر آمین ثم آمین۔

۳۰ محرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۸۷ء بروز جمعرات

دین سے پھر جانے کا بیان

مسئلہ (۱): اگر خدانخواستہ کوئی عورت اپنے ایمان اور دین سے پھر گئی تو تین دن کی مہلت دی جاوے گی اور جو اس کو شبہ پڑا ہو اس شبہ کا جواب دیدیا جاوے گا۔ اگر اتنی مدت میں مسلمان ہوگئی۔ تو خیر نہیں تو ہمیشہ کے لئے قید کر دیں گے جب توبہ کر لے گی تب چھوڑیں گے۔

مسئلہ (۲): جب کسی نے کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا اور جتنی نیکیاں اور عبادت اس نے کی تھی سب اکارت گئی نکاح ٹوٹ گیا۔ اگر فرض حج کر چکی ہے تو وہ بھی ٹوٹ گیا اب اگر توبہ کر کے پھر مسلمان ہوئی تو اپنا نکاح پھر سے پڑھاوے اور پھر دوسرا حج کرے۔

مسئلہ (۳): اسی طرح اگر کسی کا میاں توبہ توبہ بے دین ہو جاوے تو بھی نکاح جاتا رہا۔ اب وہ جب تک توبہ کر کے پھر سے نکاح نہ کرے عورت سے کچھ واسطہ نہ رکھے۔ اگر کوئی معاملہ میاں بی بی کا سا ہوا تو عورت کو بھی گناہ ہوا اور اگر وہ زبردستی کرے تو اس کو سب سے ظاہر کر دے شرماوے نہیں دین کی بات میں کیا شرم۔

مسئلہ (۴): جب کفر کا کلمہ زبان سے نکالا تو ایمان جاتا رہا۔ اگر ہنسی دل لگی میں کفر کی بات کہے اور دل میں نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے جیسے کسی نے کہا کیا خدا کو اتنی قدرت نہیں جو فلاں کام کر دے۔ اس کا جواب دیا ہاں نہیں ہے تو اس کہنے سے کافر ہو گئی۔

مسئلہ (۵): کسی نے کہا اٹھو نماز پڑھو جواب دیا کون اٹھک بیٹھک کرے یا کسی نے روزہ رکھنے کو کہا تو جواب دیا کون بھوکا مرے یا کہا کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر میں کھانا نہ ہو۔ یہ سب کفر ہے۔

مسئلہ (۶): اس کو گناہ کرتے دیکھ کر کسی نے کہا خدا سے ڈرتی نہیں جواب دیا ہاں نہیں ڈرتی تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۷): کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا کیا تو مسلمان نہیں ہے جو ایسی بات کرتی ہے جواب دیا ہاں نہیں ہوں تو کافر ہوگئی۔ اگر ہنسی میں کہا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ (۸): کسی نے نماز پڑھنا شروع کی اتفاق سے اس پر کوئی مصیبت پڑ گئی اس نے کہا یہ سب نماز ہی کی نحوست ہے وہ کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۹): کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اس لئے تمنا کر کے کہا کہ ہم بھی کافر ہوتے تو اچھا تھا کہ ہم بھی ایسا کرتے تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۱۰): کسی کا لڑکا مر گیا اس نے یوں کہا یا اللہ یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا مجھے کیوں ستایا تو اس کہنے سے وہ کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۱۱): کسی نے یوں کہا اگر خدا بھی مجھ سے کہے تو یہ کام نہ کروں۔ یا یوں کہا کہ جبرئیل بھی اتر آویں تو ان کا کہنا نہ مانوں تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۱۲): کسی نے کہا کہ میں ایسا کام کرتی ہوں کہ خدا بھی نہیں جانتا۔ تو کافر ہوگئی۔

مسئلہ (۱۳): جب اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی رسول کی کچھ حقارت کی یا شریعت کی بات کو برا جانا عیب نکالا کفر کی بات پسند کی ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور کفر کی باتوں کو جن سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ ہم نے پہلے ہی حصہ میں سب عقیدوں کے بیان کرنے کے بعد بھی بیان

کیا ہے۔ وہاں دیکھ لینا چاہیئے۔ اور اپنے ایمان کے سنبھالنے میں بہت احتیاط کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ایمان ٹھیک رکھے۔ اور ایمان ہی پر خاتمہ کرے۔ آمین یارب العالمین۔

مسئلہ (۱۴): ہر ہفتہ نہا دھو کر ناف سے نیچے اور بغل وغیرہ کے بال دور کر کے صاف ستھرا کرنا مستحب ہے۔ ہر ہفتہ نہ ہو تو پندرھویں دن سہی۔ زیادہ سے زیادہ چالیس دن اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ اگر چالیس دن گذر گئے اور بال صاف نہیں کیے تو گناہ ہوا۔

مسئلہ (۱۵): اپنے ماں باپ اور شوہر وغیرہ کو نام لیکر پکارنا مکروہ اور منع ہے۔ کیونکہ اس میں بے ادبی ہے۔ لیکن ضرورت کے وقت جس طرح ماں باپ کا نام لینا درست ہے اسی طرح شوہر کا نام لینا بھی درست ہے۔ اسی طرح اٹھتے بیٹھتے بات چیت کرتے ہر بات میں ادب تعظیم کا لحاظ کرنا چاہیئے۔

مسئلہ (۱۶): کسی جاندار چیز کو آگ میں جلانا درست نہیں جیسے بھڑوں کا پھونکنا۔ کھٹمل وغیرہ کا پکڑ کا آگ میں ڈال دینا۔ یہ سب ناجائز ہے۔ البتہ اگر مجبور ہو کر بغیر پھونکے کام نہ چلے تو بھڑوں کا پھونک دینا یا چارپائی میں کھولتا ہوا پانی ڈال دینا درست ہے۔

مسئلہ (۱۷): کسی بات کی شرط بدھنا جائز نہیں۔ جیسے کوئی کہے کہ سیر بھر مٹھائی کھا جاؤ تو ہم ایک روپیہ دیں گے۔ اور اگر نہ کھا سکے تو ایک روپیہ ہم تم سے لیں گے۔ غرض جب دونوں طرف سے شرط ہو جائز نہیں البتہ اگر ایک ہی طرف سے ہو تو درست ہے۔

مسئلہ (۱۸): جب کوئی دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں تو ان کے پاس نہ جانا چاہیئے۔ چھپ کے ان کو سننا بڑا گناہ ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی دوسروں کی بات کی طرف کان لگاوے اور ان کو ناگوار ہو قیامت کے دن اس کے کان میں گرم گرم سیسہ ڈالا جاوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیاہ شادی میں دولہا دلہن کی باتیں سننا دیکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ (۱۹): شوہر کے ساتھ جو باتیں ہوئی ہوں جو کچھ معاملہ پیش آیا ہو کسی اور سے کہنا بڑا گناہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ان بھیدوں کے بتانیوالے پر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا غصہ اور غضب ہوتا ہے۔

مسئلہ (۲۰): اسی طرح کسی کے ساتھ ہنسی اور چہل کرنا کہ اس کو ناگوار ہو یا تکلیف ہو درست نہیں۔ آدمی وہیں تک گدگدائے جہاں تک ہنسی آئے۔

مسئلہ (۲۱): مصیبت کے وقت موت کی تمنا کرنا اپنے کو کوسنا درست نہیں۔

مسئلہ (۲۲): اپنے شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں ہے۔ تم کو اس کے سامنے سے اور اس کو تمہارے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے۔ مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں۔

مسئلہ (۲۳): جس طرح خود مردوں کے سامنے آنا اور بدن کھولنا درست نہیں اسی طرح تانک جھانک کے مردوں کو دیکھنا بھی درست نہیں عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ مرد ہم کو نہ دیکھیں، ہم مردوں کو دیکھ لیں تو کچھ حرج نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کواڑ کی راہ یا کوٹھے پر سے مردوں کو دیکھنا دولہا کے سامنے آ جانا یا اور کسی طرح دولہا کو دیکھنا یہ سب ناجائز ہے۔

مسئلہ (۲۴): نامحرم کے ساتھ تنہائی کی جگہ پر بیٹھنا لیٹنا درست نہیں اگرچہ دونوں الگ الگ اور کچھ فاصلے پر ہوں۔ تب بھی جائز نہیں۔

مسئلہ (۲۵): اپنے پیر کے سامنے آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر محرم کے سامنے آنا اس لئے یہ بھی جائز نہیں۔ اسی طرح لے پالک لڑکا بالکل غیر ہوتا ہے۔ لڑکا بنانے سے سچ مچ لڑکا نہیں بن جاتا سب کو اس سے وہی برتاؤ کرنا چاہیئے جو بالکل غیروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جو نامحرم رشتہ دار ہیں جیسے دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد بھائی وغیرہ یہ سب شرع میں غیر ہیں سب سے گہرا پردہ ہونا چاہیئے۔

مسئلہ (۲۶): ہیجڑے، خوجے، اندھے کے سامنے آنا بھی جائز نہیں۔

باب ۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقوش مقدسہ ونقوش عجیبہ

تعمیر بیت اللہ الکریم

چند پتھروں کی چنی ہوئی اس سادہ سی عمارت کی چھت کو خدا کے جلام و قدسیت نے اپنا نشیمن بنایا۔ اور اسے ایسا لازوال دوام بخشا کہ ہزار ہا برس کے حوادثات وانقلابات اس کی قبولیت وصداقت پر دھبہ نہ لگا سکے۔ مزید برآں اس چاردیواری کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا کہ چار ہزار برس کے دوران انقلاب ارضی وسماوی نے سمندروں کو جنگل اور جنگلوں کو سمندروں میں تو تبدیل کر دیا۔ لیکن آج تک اس مقدس گھر کی بنیاد کو کوئی حادثہ متاثر نہ کر سکا اور نہ ہی کوئی طاقت نقصان پہنچا سکی روئے زمین پر اس سے زیادہ قدیم اور کہنہ عمارت اور کوئی نہیں۔ اور رب ذوالجلال کی شان پر قربان جائیں کہ اس انتہائی سادہ سی عمارت کو چار ہزار سال کے طویل عرصہ میں صرف چند بار بنانے اور تعمیر کرنے کی نوبت آئی۔

جس کی تفصیلات محدثین اور مورخین نے پوری شرح وبسط سے رقم فرمائی ہیں۔

قابل اعتماد روایات کے مطابق بیت اللہ شریف کی تعمیر گیارہ مرتبہ ہوئی۔

(۱) ملائکہ عظام (۲) حضرت آدم علیہ السلام (۳) حضرت شیث علیہ السلام

(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) جرہم (۶) اما لکہ۔

(۷) قصی بن کلاب (۸) قریش (۹) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

(۱۰) حجاج بن یوسف (۱۱) سلطان مراد خان

تعمیر ملائکہ عظام:

امام بغویؒ لکھتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ۲ ہزار سال قبل فرشتوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔ اور زمین میں رہنے والے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا طواف کرنے اور حج کرنے کا حکم دیا۔

تعمیر حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام، حضرت جبرئیل امین کی رہنمائی میں مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں جبرئیل نے پر مار کر کعبہ شریف کی بنیادیں ظاہر کر دیں جو انتہائی گہری تھیں۔ پھر فرشتے پانچ مختلف پہاڑوں سے بڑی بڑی وزنی چٹانیں لائے جن میں سے ایک چٹان تیس آدمی ملکر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ وہ انہیں بنیادوں میں ڈالتے تھے۔ اس طرح بیت اللہ شریف کی زمین میں بنیاد پڑ گئی۔ پھر اسی بنیاد پر سطح زمین پر بیت اللہ شریف تعمیر کیا گیا۔

تعمیر حضرت شیث علیہ السلام:

بعض روایات کے مطابق یاقوت کا وہ خیمہ جو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ کی جگہ اتارا گیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا۔ تب انہی بنیادوں پر آپ کی اولاد نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ شریف تعمیر کیا۔

تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام:

حضرت جبرئیل امین نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنیادوں کی نشاندہی کی۔ اس وقت یہ جگہ ایک ابھرے ہوئے سرخ ٹیلے کی شکل میں تھی۔ اس جگہ پر حضرت خلیل اللہ اور ذبیح اللہ نے کھدائی شروع کر دی۔ حتی کہ وہ قدیم بنیادیں ظاہر ہو گئیں۔ جن پر انہوں نے تعمیر کرنی تھی۔ چنانچہ حضرت خلیل اللہ معمار کی حیثیت سے اپنے مقدس ہاتھوں سے دیواریں چن رہے تھے اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ مزدور کی حیثیت سے پتھر لانے کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ اس طرح یہ مقدس تعمیر حد تکمیل کو پہنچ گئی۔

تعمیر قبیلہ جرہم:

قبیلہ جرہم جو کہ مکہ کے بالائی علاقہ میں رہائش پذیر تھا اور نشیبی علاقہ میں قبیلہ عمالقہ رہائشی تھا۔ ان دونوں کی جنگ ہوئی اور جرہم عمالقہ پر غالب آ گئے۔ اور صدیوں ان کی حکومت قائم رہی۔ اس دوران ایک مرتبہ زبردست سیلاب آیا۔ جس سے کعبہ شریف زمین بوس ہو گیا۔ پھر قبیلہ جرہم نے اسے ازسرنو تعمیر کیا۔

تعمیر عمالقہ:

کچھ عرصہ بعد عمالقہ جرہم پر غالب آئے اور انہوں نے اپنے دور میں کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔

تعمیر قصی بن کلاب:

جب قصی بن کلاب کی حکومت مستحکم ہو گئی تو اس نے قریش کو جمع کر کے کعبہ شریف کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی اور کعبہ شریف کی ازسرنو تعمیر کی

گئی۔ اس سے پہلے کعبہ شریف کی چھت نہیں تھی۔ انہوں نے کھجور کے تختوں اور ٹہنیوں کی چھت بنائی۔

تعمیر قریش:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر کا پروگرام بنایا۔ تعمیر کی ضرورت چند وجوہ کی بناء پر تھی۔ جن میں بیت اللہ شریف کا ایک نشیبی جگہ پر ہونا بھی ہے۔ جس کی وجہ سے بیت اللہ شریف کی دیواروں کا اکثر سیلاب کی زد میں اثر انداز ہونا ہے۔ جو کہ قابل تعمیر ہو رہی تھیں۔ اسی بناء پر قریش مکہ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا حتمی پروگرام بنالیا۔ اس تعمیر کو ان حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

(۱) حجر اسود سے رکن عراقی تک دروازہ کا حصہ بنو عبد مناف اور بنو زہرہ بنائیں۔ (۲) حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنو مخزوم اور بنو تمیم تعمیر کریں اور قریش کے دیگر قبائل بھی ان کا ساتھ دیں۔

(۳) رکن یمانی اور رکن شامی کا درمیانی حصہ بنو جمح اور بنو سہم بنائیں۔

(۴) حطیم کی جانب والی دیوار کی بنو عبدالدار بن کسی، بنو اسد بن عبدالعزیٰ اور بنو عدی بن کعب بنائے۔ اسطرح یہ تعمیر مکمل ہوئی۔

تعمیر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

قریش کی تعمیر بیت اللہ کو ابھی ایک صدی بھی نہیں گذرنے پائی تھی۔ کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے تعمیر بیت اللہ کی خدمت سرانجام دینا ضروری ہو گیا۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کانوں میں تعمیر کعبہ کے متعلق سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی آواز گونج رہی تھی۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے عائشہ اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت قریب نہ ہوتا۔ تو میں بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کرتا اور جن چیزوں کو قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے انہیں شامل کر دیتا۔ یعنی میں ابرہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی تعمیر کا عزم مصمم کر کے تعمیر کا کام شروع کرا دیا۔ اور بیت اللہ شریف کو حضرت ابرہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا مبارک تھا۔ تعمیر کر دیا۔

چنانچہ کعبہ شریف کے دو دروازے مشرق اور مغرب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے مطابق بنوائے۔ جب کہ پہلے ایک دروازہ تھا۔ اسی طرح حطیم کا جو حصہ تعمیر ابراہیمی علیہ السلام میں شامل تھا۔ جسے قریش نے خرچہ کی کمی کے باعث چھوڑ دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے کعبہ شریف میں شامل کر دیا۔ کعبہ شریف کے اندر اور باہر کی دیواروں اور چھت پر کستوری وعنبر سے خوشبودار پلستر کرا دیا۔ اس طرح سفید ریشم سے تیار شدہ نفیس کپڑے کا غلاف بھی چڑھا دیا۔ قریش نے کعبہ شریف میں پتھر کے چھ ستون بنائے تھے۔ جبکہ آپ نے تین ستون ختم کر کے تین ستون عود کی خوشبودار لکڑی سے بنوائے۔

تعمیر حجاج بن یوسف:

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی تعمیر تقریباً دس سال تک رہی۔ آپ کی شہادت کے بعد جب عنان حکومت حجاج بن یوسف کے ہاتھ آئی تو اس نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر عبداللہ بن زبیر کی تعمیر کے برعکس کر دی جائے۔ تو اس نے ایک بار ابراہیمی بنا کے برعکس قریش کی تعمیر کے مطابق بنا دیا۔ حطیم کا حصہ بھی نکال دیا۔ مشرقی دروازہ اونچا کر دیا۔ غربی دروازہ بند کر دیا۔

تعمیر سلطان مراد خان:

بیت اللہ شریف زمینی وآسمانی حوادثات سے صدیوں محفوظ رہا۔ لیکن ایک ہزار سال کے بعد سیلاب کی ستم ظریفی سے زمین بوس ہو گیا۔ جس کی تعمیر جدید کا شرف رب العزت نے سلطان مراد خان کو عنایت فرمایا

چنانچہ یہی موجودہ تعمیر سلطان مراد خان عثمانی کی ہے۔

البتہ ضرورت کے مطابق مرمت وغیرہ کا کام بعد میں بھی ہوتا رہا اور اب بھی ہوتا رہتا ہے۔ واللہ ہو الموفق للصواب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانو احتیاجی ومفلسی اور ذلت وخواری سے پناہ مانگا کرو۔ (رواہ النسائی)

باب ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و نعت

سوزش دل

(آغا حشر کاشمیری)

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے
اے دعاء ہاں عرض کر عرش الٰہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے دن گردش ایام کے
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسر پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں درپئے آزار ہیں
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزش غم کے لئے
کر رہے ہیں زخم دل فریاد مرہم کے لئے
رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا
ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے
آئے ہیں اب تیرے در پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں
حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

حمد

ظاہر مطیع و باطن ذاکر مدام تیرا
زندہ رہوں الٰہی ہو کر تمام تیرا
دنیا سے اس طرح ہو رخصت غلام تیرا
ہو دل میں یاد تیری ہو لب پہ نام تیرا
زنہار ہو نہ شیطاں عاجز پہ تیرے غالب
بندہ نہ نفس کا ہو ہرگز غلام تیرا
زور کشش سے تیرے کر جائے قطع دم میں
راہ دراز تیری یہ ست گام تیرا
یہ بد لگام و بد رگ نفس شریر و سرکش
اے شہسوار خوباں ہو جائے رام تیرا
مورد رہے یہ ہر دم تیری تجلیوں کا
ہو جائے قلب میرا بیت الحرام تیرا
سینہ میں ہو منقش یا رب کتاب تیری
جاری رہے زباں پر ہر دم کلام تیرا
اپنے کرم سے کرنا مجھ کو بھی ان میں شامل
جن پر عذاب یا رب ہو گا حرام تیرا
ہے خوبی دو عالم اک حسن خاتمہ پر
کرنا سر اس مہم کو ادنیٰ ہے کام تیرا
رحمت سے بخش دینا میرے گناہ سارے
روز جزا نہ دیکھوں میں انتقام تیرا
محشر میں ہو پہنچ کر اس تشنہ لب کو حاصل
تیرے نبیؐ کے ہاتھوں کوثر کا جام تیرا
دونوں جہاں میں مجھ کو مطلوب تو ہی تو ہے
ہو پختہ کار وحدت مجذوب خام تیرا
دونوں جہاں کا دکھڑا مجذوب رو چکا ہے
اب آگے فضل کرنا یا رب ہے کام تیرا

مناجات

(حفیظ جالندھری)

اے دو جہاں کے والی　　کون و مکان کے والی
اے بیش و کم کے مالک　　لوح و قلم کے مالک
شاہ و گدا کے خالق　　ارض و سماء کے خالق
ایمان دینے والے　　تلقین دینے والے
پروردگار میرے　　آمرز گار میرے
اے دین دینے والے　　قرآن دینے والے
اے بیکسوں کے حامی　　اے بے بسوں کے حامی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے نابالغ بچوں کی دعا مقبول ہوتی ہے جب تک کہ (بالغ ہو کر گناہوں کا ارتکاب نہ کریں) (کنز)

دنیا بسانے والے عقبیٰ بنانے والے
تقصیر وار ہوں میں غفلت شعار ہوں میں
عمر عزیز ساری عصیاں میں ہے گزاری
بے فائدہ گنوائی کچھ بھی نہ کی کمائی
میری گنہگاری میری سیاہ کاری
عیبوں کا حال سارا ہے تجھ پہ آشکارا
تو جانتا ہے سب کچھ پہچانتا ہے سب کچھ
دو دن کی زندگی پر اس عارضی خوشی پر
بھولا رہا ہمیشہ پھولا رہا ہمیشہ
ہے اعتراف مجھ کو کر دے معاف مجھ کو
ناشاد رہا ہوں برباد رہا ہوں
کر غیب سے وہ ساماں یہ مشکلیں ہوں آساں
اے دو جہاں کے سلطاں اے انس و جاں کے سلطان
بن کر غلام تیرا خدمت ہو کام میرا
جب تیرے پاس آؤں ایمان ساتھ لاؤں

مناجات

بادشاہا جرم مارا در گزار
ما گنہگاریم تو آمرز گار
تو نکو کاری و مابد کردہ ایم
جرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم
سالہا در بند عصیاں گشتہ ایم
آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم
دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم
ہمقرینِ نفس و شیطان ماندہ ایم
روز و شب اندر معاصی بودہ ایم
غافل از امر و نواہی بودہ ایم
بے گناہ نگذشت برما ساعتے
باحضور دل نہ کر دم طاعتے
بر درآمد بندہ بگریختہ
آبروئے خود بعصیاں ریختہ
مغفرت دارد امید از لطف تو
زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
اندراں دم کز بدن جانم بری
از جہاں با نور ایمانم بری

یا اللہ

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

چومن پُرجرم و عصیانم توی غفار یا اللہ
چومن با عیب چو نقاصنم توی ستار یا اللہ
بخواب مستی و غفلت ز سرتاپا گنہگارم
بہ ذکر و طاعت خود کن مرا بیدار یا اللہ
چنیں کز فعل زشت من خلائق جملہ بیزارند
تو باماباش خوشنود و مشو بیزار یا اللہ
چناں کن از کرم برمن بناء توبہ مستحکم
کہ رانم برزباں ہر لحظہ استغفار یا اللہ
چناں کن از کرم دردل بحق احمد مرسل
عذاب مرگ چوں گردد مرا دشوار یا اللہ
نیابد در وجود من زنیکی ہیچ کردارے
بہ بخشا برمن عاصی بد کردار یا اللہ
رود ہر لحظہ در طاعت دل من جانب دیگر
چنیں وسواس شیطانی زمن بردار یا اللہ
معین الدین عاصی را کہ می نالد بصد زاری
گناہم بخش ایماں را سلامت دار یا اللہ

مجموعہ نعت شریف جدیدہ

ترجمہ: میری آنکھوں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی حسین نہیں دیکھا۔ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی صاحب جمال نہیں جنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی کے مطابق پیدا کئے گئے ہیں۔ (ترجمہ کلام حضرت حسان بن ثابت)

ترجمہ: ❁ اے عبد مناف (ابو طالب) میں اپنے بعد اس مؤحد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں جو اپنے باپ کی وفات کے بعد اکیلا ہے۔ ❁ اس کا باپ اس حال میں اسے داغ مفارقت دے گیا کہ وہ ابھی گہوارے میں سونے والا تھا اور میں نے اس حالت میں اس کی سرپرستی کی کہ میں اس کے لئے بمنزلہ ماں کے تھا ❁ جو اپنے جسم و جان سے زیادہ بچے کو عزیز رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ میں اجل کے وعدہ کی سیاہی سے خائف اور بے بس ہو گیا۔ ❁ اور میں نے اس بارہ میں اپنے اہل بیت کو وصیت کی کہ اس بیٹے کی وجہ سے جو مجھ سے قبل ہی قبر میں چھپ گیا ہے۔ ❁ میں نے ایسا عمداً نہیں کیا بلکہ مجبوری کی بناء پر کیا ہے۔ عبد مناف نے اس وصیت کو قبول کیا اور قول و قرار پختہ ہی ہوا کرتا ہے۔ ❁ اس نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے بھائی کے بیٹے کو کوئی آنچ کر نہیں لے

جاسکے گا بلکہ میں اس کے ساتھ بیٹے کی طرح محبت کروں گا۔ ❁ میں اسے اپنے پاس رشد وہدایت کا دروازہ سمجھتا ہوں۔ ❁ بلکہ ہدایت ورہنمائی حاصل کرنے کے لئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امیدیں وابستہ کی جائیں گی۔ ❁ عہد وپیمان کرنے والے جانتے ہیں کہ محبت تو سب امور میں سے بہترین ہے۔ ❁ بے شک میرا بیٹا اہل نجد کا سردار ہے۔ وہ بہادر نوجوانوں پر غلبہ حاصل کریگا۔

ترجمہ: ❁ بے شک آمنہ کے فرزند حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بمنزلہ اولاد کے ہیں۔ ❁ جب فرزند آمنہ نے میری اونٹنی کی مہار پکڑلی تو میرا دل اس کی محبت سے بھر آیا اور اس وقت سرخی مائل سفید اونٹوں کا قافلہ زاد سفر لیکر کوچ کے لئے تیار کھڑا تھا۔ ❁ میری آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو بہنے لگے جو افراد کے درمیان جدائی کے مواقع پر بہتے ہیں۔ ❁ میں نے اس بارے میں صلہ رحمی کی رعایت اور اپنے بڑوں کی وصیت کی پاسداری کی۔ ❁ میں نے اسے اپنے چچاؤں کے ہمراہ سفر کا حکم دیا۔ جو سرخ چہروں والے اور چنے ہوئے بہادر ترین لوگ ہیں۔ ❁ وہ ایک دور دراز کے معلوم سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ اگرچہ جانا پہچانا ہے لیکن مسافت بہت طویل ہے۔ ❁ یہاں تک کہ وہ بصرہ کے لوگوں کے پاس پہنچے راستے میں ایک جگہ ان کی ملاقات ایک یہودی عالم سے ہوئی۔ ❁ جس نے انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سچی باتیں بتائیں اور حاسدوں کے ایک گروہ سے محفوظ رکھا۔ وہ یہودی تھے۔ انہوں نے وہی علامتیں دیکھیں جو بحیرا نے دیکھی تھیں۔ یعنی بادلوں کا سایہ اور مضبوط لوگوں کی قدر شناسی۔ ❁ یہود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے تھے۔ لیکن بحیرا نے زبیر کو انہیں اس سے باز رکھا۔ اور اس ضمن میں بہترین کوشش کی۔ بحیرا نے روکا وہ بحث وتکرار کرتا رہا اور بالاخر اپنی قوم سمیت اس نے یہ ناپاک ارادہ ترک کردیا۔ ❁ بحیرا نے دریس کو بھی منع کیا اور وہ بھی اپنی بات سے باز آگیا۔ بحیرا ایک ایسا عالم تھا جس کا حکم رشد وہدایت پر مبنی تھا۔

ترجمہ: ❁ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بیعت کی کہ جب تک زندہ رہیں گے کفر، شرک اور ظلم کے خلاف جہاد کرتے رہیں گے۔ ❁ غزوہ خندق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودتے جاتے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین وتدفین کے بعد کسی اور مرنے والے پر افسوس کروں گا؟ ❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ پس ہم جب تک جئیں گے اس مصیبت کے برابر مصیبت کو نہیں دیکھیں گے۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اس قلعے کی مانند تھے جس میں پناہ لینے والے محفوظ ہوتے ہیں۔ ❁ ہم ایک آئینہ کے سامنے تھے۔ جب بھی آپ صبح و شام آتے جاتے ہم نور وہدایت کو صبح وشام دیکھتے تھے۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بعد ہم پر دن کے وقت تاریکی چھاگئی اور اس تاریکی پہ مزید تاریکی کا اضافہ ہوا۔ ❁ پس اے بہترین ذات جو پسلیوں کے درمیان رہی اور اے بہترین میت جو مٹی کے اندر کبھی رہی۔ ❁ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں کے معاملات ایک ایسی کشتی میں ہو گئے جو سمندر میں بلند موجوں میں گھر گئی ہو۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ تو نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بدلہ (ثواب) ملے گا۔ ❁ کیا تو ایسے شخص کی ہجو کرتا ہے جسکا تو ہمسر نہیں؟ پس تم دونوں میں جو شریر ہے وہ اس پر فدا ہو جائے جو تم دونوں سے بہتر ہے۔ ❁ تو نے ایک مبارک، مؤحد، نیک اور اللہ تعالیٰ کے امین کی ہجو کی جن کی عادت ہی وفا ہے۔ ❁ پس تم میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا ہے اور (یا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتا ہے برابر ہیں۔ ❁ پس میرا باپ اور میرے باپ کا باپ اور میری آبرو (آپ لوگوں کے مقابلے میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو کے واسطے ڈھال ہے۔

حضرت رافع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ میں بکریوں کو چراتا تھا، اور اپنے کتے کے ذریعہ ڈاکوؤں اور ہر بھیڑیئے سے ان کی حفاظت کرتا تھا۔ ❁ اور جب میں نے بھیڑیئے کو پکارتے ہوئے سنا جو میرے قریب ہی سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دے رہا تھا۔ ❁ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑا اور تیاری کرتے ہوئے سواری کا قصد کیا۔

❁ پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچی بات کہتے ہوئے پایا۔ جس میں کوئی جھوٹ نہیں تھا۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق بات کی خوشخبری سنائی یہاں تک کہ شریعت واضح ہو چکی۔ ❁ اور میں نے روشنی کو دیکھا جو میرے اردگرد کو منور کرتی ہے اور جب میں چلتا ہوں تو میرے آگے اور بائیں روشنی کرتی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ کیا تم نرم پتھریلی زمین میں رہنے والی سلمی کے خیال سے بیقرار ہو؟ یا رشتہ داروں میں کوئی حادثہ پیش ہوا؟ ❁ تم ''لوئی'' میں ایک فرقہ دیکھو گے جس کو کفر سے نہ وعظ وتذکیر روکتی ہے اور نہ کوئی بھیجا جانے والا پیغمبر۔ ❁ انکے پاس ایک سچا رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا تو انہوں نے جھٹلایا اور کہا کہ تم ہم میں سے نہیں ٹھہر سکتے

خفاف بن الصلت کے اشعار

ابن حجر سے روایت ہے کہ مرزبانی نے معجم الشعراء میں کہا ہے کہ حضرت خفاف بن نصلۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اشعار سنائے۔

❁ کہ میرے پاس وجرہ کے بیابان کے جنات میں سے مجھے خواب میں خبر دینے والا آیا۔ ❁ مجھے کئی راتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتا رہا۔ پھر ڈر کے کہا کہ پھر نہیں آؤں گا۔ ❁ تو میں ناجیہ نامی اونٹنی پر سوار ہوا اور اس کو پیٹھ پر مارا تو

وہ ٹیلوں پر سے تیزی کے ساتھ گزرتی گئی۔ ❁ یہاں تک کہ میں کوشش کرتا ہوا مدینہ پہنچا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے۔

روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار کی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ بعض بیان سحر کی طرح ہوتے ہیں۔ اور بعض اشعار حکمت کی باتوں کی مانند ہوتے ہیں۔

حضرت عامر بن الطفیل بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ زمین اور آسمان اس نور پر روتے ہیں جو بندوں کے لئے سراج تھا۔

❁ جن کے ذریعہ ہم نے حق کی راہ کی طرف رہنمائی پائی اور ہم راہ کو نہیں جانتے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ آپ کی مصیبت نے صبح کو سواد بن قارب کو ملول کیا اور میں دیکھتا ہوں کہ اس کے بعد مصیبت بڑھتی گئی۔ ❁ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمائے دل میں ایک پوشیدہ غم کو باقی چھوڑا۔ اور کیا اس شخص کا دل ہوتا ہے جس کا نبی وفات پا جائے؟

❁ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سرسبز پہلو کے ساتھ خوش خوش آتے تھے۔ اب پہلو خشک ہو گیا ہے۔ جستجو کرنے والے ناکام رہ گئے۔

حضرت عبداللہ بن مالک ارحبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ میری عمر کی قسم اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے وفات نہیں پائی۔

❁ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ تو اے پست و بلند زمین میں سب سے بہترین۔

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ سنو! نبی لوئی کو غضب و دشمنی کی بات پہنچاؤ۔ کہ اللہ تعالیٰ اکیلے لوگوں کے رب ہیں۔ جن کی شان ہر شریک سے بلند تر ہے۔ ❁ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور ہدایت کی دلیل اور ہر ہدایت کی جگہ ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و خوبی میں بہت اضافہ کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو ہر شان میں بلند کیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

❁ اگر مصر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار کے اوصاف وہ لوگ سن لیتے تو حضرت یوسف کے سودے میں نقدی خرچ نہ کرتے۔

❁ اگر زلیخا کی سہیلیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں کو دیکھ لیتیں تو وہ ہاتھوں کی جگہ اپنے دلوں کو کاٹ لیتیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ میری عزت فرماتے تھے اور ہم غار کی تاریکی میں تھے۔ تم کسی چیز سے نہ ڈرو۔ بے شک اللہ ہمارے تیسرے ہیں۔ اور وہ ہمارے وکیل ہیں۔

❁ اور بے شک ان لوگوں کا مکر وفریب جن کے حملوں سے ڈرایا جاتا ہے وہ شیطان کے حیلے اور مکر ہیں جو کافروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنے اعمال کے سبب ہلاک کرنے والے ہیں۔ اور ان کا انجام آگ بنانے والے ہیں۔ ❁ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑنے والے اور ان سے جانے والے ہیں۔ صبح کے وقت یا رات کے وقت چلنے والے ہیں۔

❁ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زمین سے ہجرت کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے مقابلے ہمارے لئے ایک ایسی قوم ہو گی۔ جو عزت والی اور مدد کرنے والی ہو گی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ تو میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں آج مشہور ہیں۔ ❁ مجھے یقین ہے کہ جس کو تم پکارتے ہو وہ اس کا خالق ہے۔ قریب ہے کہ میری آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی سبقت کرتے ہوئے جاری ہوں۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں۔ اور ایک ثقہ کی طرف سے حق لیکر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امانت کو پورا پورا ادا کرنے والے ہیں۔ اور اس کے واپس کرنے میں کوئی کمزوری نہیں ہوتی۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جو نہ گمراہ ہیں اور نہ ظلم کرتے ہیں۔ ❁ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے مثل ایک نبی پایا۔ جس جوان کو بھی پسند کرنے کا اختیار دیا جائے۔ تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کرے گا۔ ❁ پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں آج چودھویں کا چاند نکل آیا۔ جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا۔ ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔ ❁ اے وہ ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واجب الاطاعت حکم لیکر آئے ہیں۔ ❁ ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں اے خوش بخت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پڑوسی ہیں۔

حضرت مجفیہ بن نعمان عتکی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ اے عمرو! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ امر آیا جس کو دفع نہیں کیا جا سکتا ❁ پس ہمارے دل زخمی ہیں اور ہمارے آنسو جاری ہیں اور لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ ❁ اے عمرو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور وفات ہمارے نزدیک برابر ہیں۔ اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں ہم اس کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔

شاہ رکن عالمؒ ملتانی

❁ ذی مسلم کے پڑوسیوں کی طرف میرا اشوق بڑھ گیا ہے۔ بان اور علم کے ذکر

سے میرا دل حیرت میں پڑ گیا اور بے قرار ہو گیا۔

❁ طیبہ کی سرزمین سے تو مجھے عشق ہے اور صاحب الآیات اور حکم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے شوق میں ایسا ہو گیا ہے۔ ❁ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہترین خلائق ہیں اور جہانوں میں ان کا نام نامی سب سے بہتر ہے۔

❁ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات انتہائی بلند ہیں۔ اور ان کی قدر و منزلت سب امتوں سے بھی اوپر ہے۔ ❁ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین حق کے ساتھ تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم تمام مخلوقات کے خالق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ ❁ کل قیامت کی پیشی کے وقت جب وقوف طول کھینچے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت فرمانے والے ہوں گے۔

❁ ان جیسا کون ہے؟ اور نور کی روشنی انہیں جانتی پہچانتی ہے۔ اس طرح لوح و قلم بھی ان سے متعارف ہیں۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کی آب و تاب کے سامنے تو سورج و چاند بھی دیگر خدام میں شامل ہیں۔

❁ عرش گواہی دیتا ہے اور کرسی اعتراف کر رہی ہے۔ کہ ان دونوں کا نور دراصل سید الامم کا نور ہے۔ ❁ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے چشمے بہہ نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے مریضوں نے شفا پائی۔

عمرو بن الحیل (کفیل) رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ جدائی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے آنکھوں میں پھرتے ہوئے آنسوؤں سے مدد کرو۔

❁ کاش جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس دن سے پہلے میری موت واقع ہو جاتی۔ اور جو مصیبت مجھے پہنچی وہ مجھے نہ پہنچتی۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

❁ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سایوں اور رحم مادر میں آسودہ حال تھے۔ جب آپ کی تخلیق ہو رہی تھی۔ ❁ پھر آپ دنیا میں تشریف لائے اس حال میں کہ نہ آپ بشر تھے نہ گوشت اور نہ خون۔ ❁ بلکہ آپ ایک نطفہ تھے جو کشتی میں سوار ہوا تھا۔ جب لوگ طوفان نوح میں مر رہے تھے اور غرق ہو رہے تھے ❁ آپ پشت سے رحم کی طرف منتقل ہو رہے تھے۔ جب ایک عالم ختم ہو جاتا تو دوسرا شروع ہو جاتا۔ ❁ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عالم سے دوسرے عالم کو منتقل ہوتے ہوتے ایک ایسے بلند و بالا اور بزرگ خاندان میں منتقل ہوئے کہ اس کی عظمت کے مقابلے میں نطق کے پہاڑ بھی نیچے ہیں۔ نطق کا معنی ابن کثیر نے پہاڑ لیا ہے۔ (سیرۃ ابن کثیر ۳ ص ۵)

حضرت (ابوطفیل) عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جن کے سبب ہماری گمراہیاں ختم ہوئیں۔

❁ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گروہ ہمارا نگہبان ہے اور ان کو ہمارے اوپر فضیلت حاصل ہے۔ اور ان کا ہمارے اوپر حق واجب ہے۔

مولانا سید یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

❁ آپ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے۔ اور اپنی سخاوت سے کائنات پر چھا گئے۔

❁ اپنے جمال سے اندھیروں کو دور کر دیا۔ آپ کے مبارک افعال و اعمال سے سورج نے روشنی پائی۔ ❁ آپ کے تمام خصال حسین ہیں آپ کی ہدایت اور گفتار سے ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد پر درود بھیجو آپ کے فضائل اور جلالت قدر کی وجہ سے۔

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

❁ آسمان کے ستارے گرد آلود ہوئے اور دن کا سورج میلا ہو گیا۔ اور دن رات تاریک ہوئے۔ ❁ اور زمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ہی غمگین ہے۔ ❁ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر (مشرق اور مغرب کے) تمام ملک رولیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مصر اور یمنی روئیں۔ آپ پر سردار روئیں۔ کعبہ پردے ارکان روئیں۔ ❁ اے رسولوں کے خاتم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا چہرہ مبارک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نازل کرنے والا رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت ابوذئاب مدجی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

❁ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے ساتھ تشریف لائے۔ اور میں نے دولت کو رسوائی کی جگہ پر چھوڑا۔

❁ کون بنوسعد کو بات پہنچائے گا۔ کہ میں نے فانی ہونے والے کے مقابلے میں باقی رہنے والی چیز کو خریدا۔

سید احمد کبیر رفاعی نے فرمایا:

❁ دوری مجبوری کی حالت میں اپنی روح کو روضہ اطہر پر بھیج دیتا تھا۔ کہ میری نائب بن کر آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے۔ اب براہ راست حاضری کا موقع ملا اپنا دست مبارک عنایت فرمایئے تاکہ اس کا بوسہ سے میرے ہونٹ لطف اندوز ہوں۔

مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا

❁ اے وہ کہ تو نے روح و اجسام کو پیدا کیا۔ اے وہ کہ تو نے چمن میں پھولوں کو اگایا۔

❁ پھولوں کو مختلف رنگ عطاء کئے۔ آسمانوں کو ستاروں سے سجایا

❁ ہواؤں کو حامل رحمت بنا کر بھیجا موسلا دھار بارشیں نازل کیں۔ تر و تازہ گلستانوں کو رعنائی سے سیراب کیا۔ پھل اور کھجور کے گوشے پیدا کئے۔ بوسیدہ اجسام کو از سر نو اٹھانے والا تو ہے۔ جسمے میں روح پھونکنے والا تو ہے۔

❁ اے اللہ میرے پروردگار! تیری ستائش کی کوشش کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کی دعا کو قبول کرنا چاہتا ہے تو اس کو دعا کی توفیق دیتا ہے۔ (الکنز)

نعت

(مظہر جانجاناں)

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفریں مصطفیٰ بس
محمد حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد از تو میخواہم خدا را
الٰہی از تو عشق مصطفیٰ را

ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی

السلام اے ذکر تو روح رواں
السلام اے یاد تو جانانِ جان
السلام اے جلوہ نور احد
السلام اے مظہر ذات صمد
السلام اے مایہ راز حیات
السلام اے وجہ خلق کائنات
السلام اے رحمۃ للعالمین
السلام اے ہادی دنیا و دیں
السلام اے عالم امی لقب
السلام اے سید والا نسب
السلام اے پیکر خلق عظیم
السلام اے آیت رب کریم
السلام اے رہبر راہ صفا
السلام اے مجتبیٰ و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
السلام اے رونق بزم زمیں
السلام اے زینت عرش بریں
السلام اے راز حسن زندگی
السلام اے ناز عجز و بندگی
السلام اے مونس بے چارگاں
السلام اے دستگیر بے کساں
السلام اے مأمن و ماوائے ما
السلام اے والی و مولائی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ندیم

لولاک ذرہ زجہاں محمد است — سبحان من یراہ
چہ شان محمد است — سیپارہ کلام الٰہی خدا گواہ!
آن ہم عبارتے زبانِ محمد است — نازد بنام پاک محمد کلام پاک
نازم باں کلام کہ جاں محمد است — توحید را کہ نقطہ پرکار دین ماست
دانی! کہ نکتہ زبیاں محمد است — سر قضا و قدر ہمیں است اے ندیم
پیکان امر حق زکسانِ محمد است

آغا کاشمیری

الصلوٰۃ اے ماتھی دستانِ محشر را کفیل
السلام اے یوم پرسش حسبنا نعم الوکیل
الصلوٰۃ اے درد عصیاں را دوائے جاں نواز
السلام اے آتش جاں را نوید سلسبیل
الصلوٰۃ اے محو شوقت خستگاں شرق و غرب
السلام اے در فراقت گریہ ہائے گنگ و نیل
الصلوٰۃ اے چشم مہرت بندگی ام را صلہ
السلام اے کیف دردت عشق را اجر جمیل

مرزا مظہر جانجاناں

والشمس نگر عارض تابانِ محمد ﷺ
واللیل ببیں کاکل پیچانِ محمد ﷺ
بروند مرا سوئے جناں حور و ملائک
گفتند کہ ایں است ثنا خوان محمد ﷺ
من جانب شاہان زماں روے نیارم
دریوزہ گرستم زگدایان محمد ﷺ
دروصف گل قدس کنم نغمہ سرائی
من بلبل خوش لہجہ بستان محمد ﷺ
ترساں نشود از الم نارجہنم
آنکس کہ زند دست بدامان محمد ﷺ
ایں حجت دعوائی مسلمانی مابیں
داریم بدل الفت یارانِ محمد ﷺ

مظہر چہ تواں کرد بیاں وصف جمالش
شد خالق کونین ثناء خواں محمد ﷺ

خواجہ باقی باللہ ۱۶۰۳ء

گرم فیض ازل دل و دست
کہ درہم ریزم این بت خانہ ہست
ازیں اقبال یا بم احترامے
کنم خاصاں احمد ﷺ را سلامے
سرشک افشاں زمیں بوس ثناء گو
بسلطان رسالت آورم رو
چو در نظارہ روشن کنم رائے
درین نظارہ جاوید افتم از پائے
تماشا را جگر بخشم کہ می جوش
تمنا را دہن گیرم کہ خاموش
بدل گویم سعادت ہم نشیں است
مقام قاب قوسین تو این است
جمال خواجہ معراج وجود است
قبول درۃ التاج وجود است
نسیم راحتش پیک امین است
زمین خدمتش عرش برین است

مولانا محمد قاسم نانوتوی

بحق آنکہ او جانی جہان است
فدائے روضہ اش ہفت آسمان است
بحق آنکہ محبوبش گرفتی
برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی ز جملہ عالم آں را
بما بگذاشتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمہ گلہا تو اورا
نمودی صرف اوہر رنگ و بو را
ہمہ نعمت بنام او نمودی
دو عالم رابکام او نمودی
ہاں کہ رحمت للعالمین است
بدرگاہت شفیع المذنبین است
بحق سرور عالم محمد ﷺ
بحق برتر عالم محمد ﷺ
بذات پاک خود کاں اصل ہستی است
ازو قائم بلندی ہا و پستی است
ثنائے او نہ مقدور جہاں است
کہ کنہش برتر از کون و مکان است

مرزا مظہر جانجاناں

سوئت گردم اے قاصد خوش خرامے
بکوئے حبیبم رساں یک پیامے
کہ اے شاہ خوباں و گردوں مقامے
گزر کن گہے جانب ایں غلامے
یکے سینہ بریاں یکے چاک داماں
سلامت بگوید صبحے یکے ہمچو شامے
بیا جان من ساقی مے فروشے
کہ از تشنگی جاں دہد تشنہ کامے
مکن التفائے بہ فردوس مظہر
بگو مدحت کوئے او صبح و شامے

حاجی جان محمد قدسی ۱۶۴۶ء

مرحبا سید ﷺ مکی و مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
من بیدل بجمال تو ﷺ عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بو العجبی
چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی ﷺ لقبی ہاشمی ﷺ و مطلبی ﷺ
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو ﷺ چہ عالی نسبی
نسبت خو بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی
ذات پاک تو ﷺ کہ در ملک عرب کرظہور
زان سبب آمدہ قرآں بزبان عربی
شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامیکہ رسیدی ﷺ نہ رسد ہیچ نبی ﷺ

نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام
زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریں رطبی
ماہمہ تشنہ لبا نیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ زحد میگرزد تشنہ لبی
بردر فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی
عاصیانیم زما نیکی اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعۃ بکن از بے سببی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے درماں طلبی

شمس تبریزی

یا رسول ﷺ اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی
نازنین حضرت حق صدر بزم کائنات
نور چشم انبیاء چشم و چراغ ما توئی
در شب معراج بودت جبرئیلؑ اندر رکاب
پانہادہ برسریر گنبد خضراء توئی
یارسول ﷺ اللہ تو دانی امتانت عاجزاند
عاجزا نرا پیشوا و رہنمائے ما توئی
شمس تبریزی چہ داند نعت گوئی ہائے تو
مصطفیٰ ﷺ ومجتبیٰ ﷺ و سید اعلیٰ توئی

شورش کاشمیری

خود رب دو جہاں ہے خریدار مصطفیٰ ﷺ
دیکھے تو کوئی گرمی بازار مصطفیٰ ﷺ
لاؤں کہاں سے شہپر جبریل کی اڑان
دل کھنچ رہا ہے جانب دربار مصطفیٰ ﷺ
پیر مغاں! سنبھل کہ ادب کا مقام ہے
آتے ہیں میکدے میں قدح خوار مصطفیٰ ﷺ
غار حرا سے کرب وبلا کے مقام تک
دیدہ وروں پر فاش ہیں اسرار مصطفیٰ
قرآں کی آیتوں میں سراپا ڈھلا ہوا
تمثیل بے مثال ہے کردار مصطفیٰ ﷺ
سجدوں کی چاندنی سے جبینیں نکھر گئیں
آنکھوں میں بس گئے درودیوار مصطفیٰ ﷺ
شورش! یہ فیض خواجہ کونین دیکھ لوں
جی چاہتا ہے کوچہ وبازار مصطفیٰ ﷺ

افق کاظمی امروہوی

نبی ﷺ عالم رسول اکرم شہ جلالت سریر تم ہو
نظیر جس کی نہیں جہاں وہ، وہ ہادی بے نظیر تم ہو
تمہی ہو اصل وجود عالم تمہی ہو وجہ شہود عالم
یہ محفل ہست وبود عالم ہے جس سے رونق پذیر تم ہو
یہ ظلمت کفر وشرک وبدعت زمانہ تاریک ہو رہا تھا
ضیا سے جس کی ہوا یہ روشن وہ اک سراج منیر تم ہو
تمہیں مواخات کے مدرس تمہیں مساوات کے مبلغ
اٹھادیا جس نے بزم ملت سے فرق شاہ وفقیر تم ہو
ہراک فریق زماں کے ہادی ہراک طریق جہاں کے رہبر
تمام اقوام و انبیاء کے امام تم ہو امیر تم ہو

حسرت موہانی ۱۹۵۱ء

مرکز عشق دل کسا مصدر حسن جاں فزا
صورت و سیرت خدا صلی علیٰ محمد ﷺ
مونس دل شکستگاں پشت پناہ خستگاں
شافع عرصہ جزا صلی علیٰ محمد ﷺ
حسرت اگر رکھے ہے تو بخشش حق کی آرزو
ورد زبان رہے صدا، صلی علیٰ محمد ﷺ

گوہر ہوشیارپوری

آپ کا علم بے مثال آپ کا حلم بے عدیل
مظہر صد تجلیات، صلی علیٰ محمد ﷺ
وجہ ہزار انبساط، گوشہ چشم التفات
راز شکست مشکلات، صلی علیٰ محمد ﷺ
پہنچی نوید مغفرت، یعنی کلید مغفرت
میرا وظیفہ نجات، صلی علیٰ محمد ﷺ

بہادر شاہ ظفر ۱۸۶۲ء

اے سرور دو کون شہنشاہ ذوالکرام
سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی ایک دعا مانگے تو اپنی دعا پر وہ آمین بھی کہا کرے (ابن عدی)

موکب تیرا ملائک و مرکب ترا براق
مولد ہے تیرا مکہ و معبد ترا حرم
رنگ ظہور سے ترے گلشن رخ حدوث
نور وجود سے ترے روشن دل قدم
ہوتا کبھی نہ قالب آدم میں نفخ روح
بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تیری دم
ٹوٹا جو کفر قوت اسلام سے ترے
صد جائے سے شکستہ ہے زنار موج یم
تو تھا سریر اوج رسالت پر جلوہ گر
آدم علیہ السلام جہاں ہنوز پس پردہ عدم
کرتا تھا تیرے اسم مبارک کو دل پر نقش
اس واسطے عزیز جہاں ہو گیا درم
اے معدن کرم تیری ہمت کے روبرو
کمتر ہے سنگریزہ سے قدر رنگین جم
محروم تیرے دست مبارک سے رہ گیا
کیونکر نہ چاک گریباں کرے قلم
عالم کو تیرا نور ہوا باعث ظہور
ادم تیرے ظہور سے ہے مظہر اتم
واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثناء
والشمس ہے ترے رخ پر نور کی قسم
قرآن میں جبکہ خود ہو ثنا خواں تیرا خدا
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم
تیری جناب پاک میں ہے یہ ظفر کی عرض
صدقے میں اپنی آل کے اے شاہ ختم
صیقل سے اپنے لطف وعنایت کے دور کر
آئینہ ضمیر سے میرے غبار غم
پہنچا نہ آستاں مقدس کو تیرے میں
اس غم سے مثل چشمہ ہوئی میری چشم نم
پر خاک آستاں کو تیری اپنی چشم نم میں
کرتا ہوں سرمہ سیل تصور سے دم بدم

مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی ۱۸۳۱ء

اسی سے ہے مقصود اصلی خطاب
وہی ہے گا مضمون ام الکتاب
خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے
وہ ساری صحیفوں کا عنوان ہے
وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو کون
ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
نبی البرایا رسول کریم
نبوت کے دریا کا در یتیم
حبیب خدا سید المرسلین
شفیع الوریٰ ہادی راہ دین
محمد ہے نام اس کا احمد لقب
بیان ہو سکے منقبت ان کی کب
دل ان کا جو ہے مخزن سر غیب
مبراء خطا سے ہے بے شک وہ ریب
زبان ان کی ہے ترجمان قدم
ہوا باغ دین جس سے رشک ارم
بہ ظاہر جو ہے مقطع انبیاء
حقیقت میں مطلع اصفیاء
ہے اول ہی پیدا ہوا ان کا نور
بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور
کہ جب سب سے اکمل وہ انسان ہوا
تو بے شک وہ تصویر رحماں ہوا
ہے دستور یہ ناظموں کا تمام
کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام
سو تھا انبیاء کا قصیدہ عجیب
ہوا ختم ان کا بہ نہج غریب
تخلص کا موقع تھا یا دوجہاں
سو تصویر ناظم ہوئی واں عیاں
الٰہی ہزاروں درود اور سلام
تو بھیج ان پر اور ان کی امت پر عام

امانت لکھنوی ۱۸۵۸ء

ہوئی کیا کیا چڑھائی فرقہ باطل کی مولا پر
ولیکن پاؤں حضرتؐ کا نہ راہ راست سے سرکا
حرم سے بت نکلوا کر کیا اسلام کو داخل
محمد نے کیا کیا احترام اللہ کے گھر کا

جو اس کا دوست ہے اللہ کا وہ دوست بے شک ہے
عدو ان کا جو ہے حق کہ وہ دشمن ہے داور کا
کسی کی شان میں بھی آیۂ لولاک آیا ہے
خدا کے سامنے کیا رتبہ ہے اپنے پیمبر ﷺ کا
پڑھو صلِ علیٰ یارو محمد ﷺ وہ محمد ﷺ
کہ حق میں جس محمدؐ کے یہ ہے ارشاد داور کا
اگر پیدا نہ کرتا اے محمد ﷺ تجھ کو دنیا میں
نشان ظاہر نہ پھر ہوتا زمین پر چرخ اخضر کا
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

علامہ محمد اقبال

وہ زمین ہے مگر اے خوابگاہ مصطفیٰ
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر سے سوا
خاتم ہستی میں تو تاباں ہے مانند نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمین
تجھ میں راحت اس شہنشاہ معظم کو ملی
جس کے دامن میں امان اقوام عالم کو ملی
نام لیوا جس کے شہنشاہ عالم کے ہوئے
جانشین قیصر کے وارث مسند جم کے ہوئے
ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام
ہند ہی بنیاد ہے اس کی نہ فارس ہے نہ شام
آہ یثرب دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطہ جاذب تاثر کی شعاؤں کا ہے تو
جب تلک باقی ہے تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہر و شبنم بھی ہیں

بہادر شاہ ظفر المتوفی ۱۸۶۲ء

کشتہ ہوں کس کے طرۂ عنبر شمیم کا
خوشبو ہے میری خاک سے دامن نسیم کا
گلشن ہو خلد کا کہ چمن ہو نعیم کا
کیا دل لگے ہے تیری گلی کے مقیم کا
دولت سے عشق کہ میرا ہر قطرۂ سرشک
تکمہ ہے میری حبیب میں در یتیم کا
دکھلائیں سوزش دل بیتاب ہم اگر
کانپ اٹھے شعلہ خوف سے نار جحیم کا
آنکھوں میں اپنے نور اسی سے ہے اے ظفر
یہ مردمک ہے سایہ محمد ﷺ کے میم کا

مفتی محمد شفیع

اے کاش پھر مدینہ میں اپنا قیام ہو
دن رات پھر لبوں پہ درود و سلام ہو
پھر ذکر لاالہ میرا حرز جان رہے
اور وقت واپسیں یہی میرا کلام ہو
محراب مصطفیٰ میں معراج سر نصیب
پھر سامنے وہ روضۂ خیر الانام ہو
پھر بھی موجہہ میں درود و سلام کا
پرکیف وہ نظارہ ہر خاص و عام ہو
پھر کاش میں مکین حرم مصطفیٰ بنوں
فضل خدا سے روضۂ جنت مقام بنوں
جس کو وہ خود یہ کہہ دیں کہ میرا غلام ہے
دوزخ کی آنچ اس پہ یقیناً حرام ہے

نعت

(اختر)

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
سات پردوں میں چھپا تھا حسن کائنات
اب کسی نے اس کو عالم میں آشکارا کر دیا
شوکت غرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصر کسریٰ کر دیا

آدمیت کا غرض سامان مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
کہہ دیا لاتقنطوا اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سر بسر محو تمنا کر دیا

سلطان ما

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ)

در جان چو کرد منزل جانان ما محمدؐ
صد در کشاد در دل از جان ما محمدؐ
از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد
پژمردہ چوگیاہیم باران ما محمدؐ
ما طالبان خدائیم بر دین مصطفائیم
بر در گہش گدائم سلطان ما محمدؐ
در باغ بوستانم دیگر مجو معینے
با غم بس است قرآن بستان ما محمدؐ

بارگاہ رسالتمآبؐ

ایک شخص سراپا رحمت ہے اک ذات ہے یکسر نور خدا
ہم ارض و سما کو دیکھ چکے لیکن کوئی اس جیسا نہ ملا
سجدے تھے جبیں تک آ پہنچے یثرب کی زمیں تک آ پہنچے
ہم عین یقین تک آ پہنچے اے صل علیٰ اے صل علیٰ
اس ذات پہ حجت ختم ہوئی نبیوں کی شہادت ختم ہوئی
یعنی کہ نبوت ختم ہوئی پھر کوئی نہ اس کے بعد آیا
سورج نے ضیاء اس چشم سے لی اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا
اس نور مجسم سے پہلے اس ذات مکرم سے ہٹ کر
تاریخ کے ظلم زاروں میں دولت بھی رہی حشمت بھی رہی
اس در سے ہمیں جب نسبت ہے دارا و سکندر چیز ہیں کیا

طیبہ کے مسافر

حضور شہ بحر و بر جانے والے
لئے جا ہماری نظر جانے والے
قدم کو تیری آ نگاہوں میں رکھ لوں
تیرے اس در پاک پہ جانے والے
ہم غم نصیبوں کو بھی یاد رکھنا
حبیب دو عالم کے گھر جانے والے
تڑپتے ہیں کس طرح فرقت کے مارے
ارے دیکھ لے اک نظر جانے والے
نہ کر خوف منزل نہ کر فکر جادہ
وہ خود ہیں تیری رہبر جانے والے
انہی کے تصور کو ان کی طلب کو
بنا لے رفیق سفر جانے والے
مبارک ہو وہ پرسکون زندگانی
مکدر فضا سے گزر جانے والے
انہیں بھی ذرا اک نظر دیکھ لینا
ملیں پاپیادہ اگر جانے والے
خدا تجھ کو باکیف و باسوز رکھے
میرے دل کو بے چین کر جانے والے

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۱۸۹۲ء

ہو جائے میرا شوق ہی رہبر کسی صورت
جوں نقش قدم جا پڑوں در پر کسی صورت
ہے سر میں ہوائے کشش شوق مدینہ
جوں باد صباء پہنچوں گا اڑ کر کسی صورت
جوں نقش قدم سر نہ اٹھاؤں تیرے در سے
گر جا پڑوں مرمر کے وہاں پر کسی صورت
کھایا کروں بس ٹھوکریں زوار کی تیرے
اے کاش ہوں در کا تیرے پتھر کسی صورت
دیں ساقی کوثر جو مجھے بادہ الفت
چھوٹے نہ لبوں سے میرے ساغر کسی صورت
ہو جا کہیں سر سبز مرا نخل تمنا
آ جائے نظر مجھے گنبد اخضر کسی صورت
ہو مغز پریشان وہیں مشک ختن کا
کھل جائے جو وہ زلف معنبر کسی صورت

نعت

(مولانا جامیؒ)

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی نہ محروماں چرا غافل نشینی
بدہ دستے زیا افتادگاں را کنی دلداری دلدار گاں را

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے دعا اپنی اُمت کی قیامت میں شفاعت کیلئے محفوظ کر رکھی ہے (الکنز)

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے | کنیں بر حال لب خشکاں نگاہے
اگرچہ غرق دریائے گناہم | فتادہ خشک لب بر خاک راہم
گہے رقیم زاں ساخت غبارے | گہے چیدیم زخاشاک وخارے
بخود درماندہ ام ازنفس خودرائے | خدا را از خدا در خواہ مارا
چو چوگاں سرفگندہ آوری روئے | بمیدان شفاعت امتی گوئے
بحسن اہتمامت کار جامی | طفیل دیگراں یا بد تمامی

....

نسیماں جانب بطحا گزر کن | زاحوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمدؐ | زراہ لطف سوئے من نظر کن
فدائے روضہ خیر البشر کن | مشرف گرچہ شد جامی زلطفت
خدایا ایک کرم بار دگر کن

عالی نسبی

(حضرت خواجہ قدسیؒ)

مرحبا سید مکی و مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
من بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ بہ جمال است بدیں بوالعجبی
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی
بر در فیض تو ایستادہ بسد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی
نسبتے خود بہ سکت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

شورش کاشمیری

سیرت کے درخشاں موتی ہیں اصحاب مدینہ رولتے ہیں
سینا پہ گئے تو کچھ نہ ملا جو کچھ بھی ملا یثرب سے ملا
جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا
اونٹوں کے چرانے والوں نے اس شخص کی صحبت میں رہ کر
قیصر کے بستر کو روندا کسریٰ کا گریبان چاک کیا
اس نام کی عظمت عرش پر ہے اس شخص کا چرچا فرش پر ہے
وہ ذات نہیں تو کچھ بھی نہیں قرآن کی ہر آیت سے کھلا
بطحا کے مسافر دیکھ کے چل یہ اس کے نقوش پا ہی تو ہیں
تاریخ کے لالہ زاروں میں از غار حرا تا کرب وبلا
کیا بات کہی ہے مرشد نے اللہ کی اس پر رحمت ہو
سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

شمع رسالت

(مولانا ظفر علی خان)

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈھے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآن کے سیپاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بو بکر و عمر عثمان و علی
ہم مرتبہ ہیں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

نعت

(حفیظ جالندھری)

سما سکتی ہے کیونکر حب دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جب کہ نقش حب محبوب خدا دل میں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے
محمد کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمد کی محبت آن ملت شان ملت ہے
محمد کی محبت روح ملت جان ملت ہے
محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال و جان، اولاد سے پیارا
یہی جذبہ تھا ان مردان غیرت مند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

سلام عقیدت

سلام اس پر کہ جس کے دم سے دنیا میں بہار آئی
سلام اس پر کہ معطر کر رہی ہے جس کی دانائی
سلام اس پر اور اس کے آل واصحاب مطہر پر
ابو بکر و عمر عثمان اور حسین و حیدر پر
سلام اس پر کہ جس کے شیر دل قدسی سفیروں نے
جہان کی وسعتوں میں پرچم اسلام لہرایا
سلام اس اسوۂ حسنہ پہ جس کا خلق قرآن تھا
سلام اس پر جو خود گنجینہ اسرار یزداں تھا
سلام اس ناخدا پر آخری انسان کامل پر
سفینہ ڈوبتے انسان کا لایا جو کہ ساحل پر
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کو عافیت بخشی
ضعیفوں اور مظلوموں پر لطف و رحم فرمایا

دعا حضرت شیخ الہندؒ

سب مراتب ہیں تیری ذات مقدس سے ورے
کس زبان سے کہوں ہے مرتبہ اعلیٰ تیرا
نور خورشید چمکتا ہے ہر ایک ذرہ میں
چشم بینا ہے تو ہر شے میں ہے جلوہ تیرا
بیم دوزخ ہے اسے اور نہ شوق جنت
جس کو مطلوب ہے اک درد کا ذرہ تیرا
تیرے دیوانوں کو کیا قید علائق سے گزند
دونوں عالم سے بھی آزاد ہے بردہ تیرا
ہم سیاہ بخت اگر ایسے ہی ناکام رہے
کیسے جانیں گے کہ کیا فضل ہے ربا تیرا

نعت

(بزمانہ قید بیجاپور-مولانا محمد علی جوہر)

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہے مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے ہیں وعدے
ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

سلام علی رحمت للعالمین

سلام اس پر جو تھا صدر محفل پاکبازوں میں
سلام اس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

(شورش کاشمیری)

ہوں میرے ماں باپ قربان اس مقدس نام پر
عائشہؓ کے سینکڑوں احسان ہیں اسلام پر
جن کی عصمت کی گواہی دی کلام اللہ نے
جن کی غیرت کے نشان ہیں دامن ایام پر
جن کو بخشا تھا پیمبر نے حمیرا کا لقب
مہر و مہ کی رونقیں قربان اس کے نام پر
جس کے فرزندوں نے سیل بیکراں کے روپ میں
اپنی سطوت کے علم لہرائے روم و شام پر
جس پہ باندھا تھا خدا کے دشمنوں نے اتہام
آج تک انسان شرمندہ ہے اس الزام پر
سید الکونین کی سیرت کا نورانی ورق
جیسے صیقل جگمگاتی ہو رخ صمصام پر
ہم گنہگاروں کا شورش کون ہے اس کے سوا
خواجہ کونین کی رحمت ہے خاص و عام پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے رب' تیرے نام کے ساتھ میں نے پہلو رکھا میرے گناہ بخش دے (سوتے وقت کی دعا)۔(ابوداؤد)

اکبر الہ آبادی ۱۹۴۱ء

وقائع ان کے عزم وفکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیل مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقی میخانہ یزداں پرستی تھیں
وہ آنکھیں مظہر انوار راز بزم ہستی تھیں

انہیں پر بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں
اسی محفل کی بخشش خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبع انسان کا
اسی دربار نے خلعت پہنایا نور ایمان کا

قاری محمد طیب ۱۹۸۳ء

نبی اکرمؐ شفیع اعظم دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے کھڑے ہوئے ہیں سلام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی ناخدا ہمارا خبر تو عالی مقام لے لو
قدم قدم پہ ہے خوف رہزن زمین بھی دشمن فلک بھی دشمن
زمانہ ہم سے ہوا ہے بدظن تمہیں محبت سے کام لے لو
کبھی تقاضا وفا کا ہم سے کبھی مذاق جفا ہے ہم سے
تمام دنیا خفا ہے ہم سے خبر تو خیر الانام لے لو
یہ کیسی منزل پہ آگئے ہیں نہ کوئی اپنا نہ ہم کسی کے
تم اپنے دامن میں آج آقاؐ تمام اپنے غلام لے لو
یہ دل میں ارماں ہے اپنے طیب مزار اقدس پہ جا کے اک دن
سناؤں ان کو میں حال دل کا کہوں میں ان سے سلام لے لو

مولانا ظفر علی خان ۱۹۵۶ء

اے خاور حجاز کے درخشندہ آفتاب
صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

زینت ازل کی ہے تو ہے رونق ابد کی تو
دونوں میں جلوہ ریز ہے تیرا ہی رنگ و آب

چوما ہے قدسیوں نے تیرے آستانہ کو
تھامی ہے آسماں نے جھک کر تری رکاب

شایاں ہے مجھ کو سرور کونین کا لقب
نازاں ہے تجھ پہ رحمت دارین کا خطاب

برسا ہے شرق و غرب پہ ابر کرم تیرا
آدم کی نسل پر ترے احساں ہے بے حساب

پیدا ہوئی نہ تیری مواخات کی نظیر
لایا نہ کوئی تیری مساوات کا جواب

صدہا ترے غلام نصاریٰ کی قید میں
دن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب

دنیا کے گوشہ گوشہ میں اگرچہ آج کل
امت تری رہین ستم ہائے بے حساب

اے قبلہ دوعالم والے کعبہ دو کون ﷺ
تیری دعا ہے حضرت باری میں مستجاب

یثرب کے سبز پردے سے باہر نکال کر
دونوں دعا کے ہاتھ بصد کرب و اضطراب

حق سے یہ عرض کر کے ترے ناسزا غلام
عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

علامہ اقبال

صف بستہ تھے عرب کے جوانان تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروس زمین شام

اک نوجوان صورت سیماب مضطرب
آکر ہوا امیر عساکر سے ہم کلام

اے ابو عبیدہؓ رخصت پیکار دے مجھے
لبریز ہوگیا میرے صبرو سکوں کا جام

بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسول ﷺ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام

جاتا ہوں میں حضور رسالت ﷺ پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام

یہ ذوق وشوق دیکھ کے پرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام

بولا امیر فوج کہ وہ نوجواں ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام

پوری کرے خدائے محمدؐ تری مراد
کتنا بلند تیری محبت کا ہے مقام

پہنچے جو بارگاہ رسول امینؐ میں تو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پورے ہوئے وعدے کئے تھے حضورؐ نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تم دونوں کیلئے برکت کرے تمہارے اوپر برکت کرے اور تم کو خیر پر جمع کرے (دولہا دلہن کیلئے دعا)۔ (الترمذی)

ساحر صدیقی المتوفی ۱۹۵۹ء

جس جا بھی تیرے قرب کے آثار ملے ہیں
معمور تجلی در و دیوار ملے ہیں
صبحوں کو ملے ہیں لب و رخسار کے پرتو
راتوں کو تیرے گیسوئے خمدار ملے ہیں
سرکار سر بزم تکلم کی اجازت
عنوان کئی تشنۂ اظہار ملے ہیں
گزرے ہیں جہاں شمع رسالت کے فدائی
راہوں کے نشانات ضیاء بار ملے ہیں
نبیوں کو رہی جن کی معیت کی تمنا
قسمت سے ہمیں قافلہ سالار ملے ہیں
وہ رحمت جاوید وہ انوار مجسم
صد شکر بہ این دیدہ بیدار ملے ہیں
اب جی میں ہے ساحر کہ اسی بزم میں رہیے
بن مانگے جہاں گنج گوہر بار ملے ہیں

تابش دہلوی

میرے وجود کو وہ نازشِ حیات کرے
نگاہ لطف جو وہ فخر کائنات کرے
خدا کرے مجھے عشق نبی سے مل جائے
وہ سوز عشق جو عیشِ جہاں کو مات کرے
گناہ گار بھی تیرے ہیں رحمت عالم!
ادھر بھی ایک نظر چشم التفات کرے
نبیؐ نے بخشا ہے قرآں بھی سیف بھی ہم کو
زمانہ ہم سے کرے تو سنبھل کے بات کرے
فضائے طیبہ ہے ایسی کہ جاوداں ہو جائے
اگر قیام یہاں عمر بے ثبات کرے
قبول ہو نہ ہو دل کا یہی تقاضا ہے
در نبیؐ پہ فدا ساری کائنات کرے
وہ جس کے حق میں بھی تلخی نہیں تھی اے تابش
عجب نہیں میری ہر بات کو نبات کرے

مولانا الطاف حسین حالیؒ

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیروزبر کرنے والا
قبائل کو شیروشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی

کر کے روشن رخ انور سے زمین کے سب دشت
پھر کیا عالم بالا کو مشرف از گشت
الغران میں سے کر طے شش و ہفت و نہ وہشت
شب معراج عروج تو ز افلاک گزشتہ
بمقامیکہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی
خاکروبی تیرے کوچے کی ملائک اعظم
آ کے پلکوں سے سدا کرتے ہیں ہو کر باہم
انبیاء چومتے ہیں آ تری چوکھٹ ہر دم
نسبت خود لبسگت کر دم و بس مضعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی
کر کے تک بہر خدا حجرے کا دروازہ باز
اپنے مشتاقوں کو اک بار دکھا جلوۂ ناز
ایک میں ہی نہیں شائق تیرا اے بندہ نواز
بردر فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز

رومی و طوسی و ہندی یمنی و عربی
درد فرقت سے تمہارے ہے میرا حال تباہ
جو گزرتی ہے میرے دل پہ خدا ہے آگاہ
لطف سے آپ کے ہو حشر میں امت کا نباہ
عاصیا نیم زما نیکی اعمال مخواہ
سوئے ماروئے شفاعت بکن از بے سببی
درد فرقت شب ہجراں غمِ دوری تیری
کیا کیا بیماریاں امداد کے دل میں ہیں بھری
آہ تجھ بن میں کہوں کس سے یہ اب حالِ دلی
سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی
مرحبا سید مکی مدنی العربیؒ

سید امین گیلانی

ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
جسم میں جب تک جان رہے
یہ تیرا ایمان رہے
سدا رہے یہ تجھ کو یاد
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
ختم نبوت ہے ایمان
ختم نبوت دین کی جان
یہ اسلام کی ہے بنیاد
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
اس سے کرے گا جو انکار
وہ اسلام کا ہے غدار
دین ہوا اس کا برباد
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
بات یہ ہے بالکل ظاہر
کہیں گے ہم اس کو کافر
جو بھی کرے منسوخ جہاد
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
یہی ہے مومن کی پہچان
کرتا ہے حق کا اعلان
سہہ لیتا ہے ہر افتاد
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!
حق منوا کر چھوڑیں گے
باطل کا منہ توڑیں گے
عزم ہمارا ہے فولاد!
ختم نبوت زندہ باد! ختم نبوت زندہ باد!

....

بلبل کے ترانوں میں ہے کیوں روح فزائی
یہ طرز اسے نعتِ پیمبر نے سکھائی
طوطی نے ادا نغمۂ دلکش کی اڑائی
تعریف محمدؐ سے اسے یہ روش آئی
ہر سرو پہ حق سرہ کیوں کہتی ہے قمری
عاشق قد احمد پہ سدا رہتی ہے قمری
ہمشکل ہے ہر برگ شجر دست دعا کا
مشتاق ہے دیدارِ رسول دو سرا کا
جھونکا سحر و شام معطر وہ ہوا کا
کہتا ہے کہ ہوں محو میں اک نور خدا کا
انگشت شہادت ہے رسالت پہ ہر اک شاخ
شاہد ہے محمدؐ کی رسالت پہ ہر اک شاخ
گل اس کے سراپا کی صفت کیونکہ بیاں ہو
جو خازن اسراء خدائے دوجہاں ہو
اے حضرت جبرئیل ادھر آؤ کہاں ہو
مداح کی جانب نظر اس وقت تو ہاں ہو
مضمون کوئی چوٹی کا سر عرش سے لا دو
یا صورت گنجینہ اسراء دکھا دو
تو ہے ممدوح خدا اے شہ والا حسبی
بندہ جو حمد کا دعویٰ کرے ہے بے ادبی
دیکھ کر شان تیری کہتا ہے ہر شیخ وصبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان بعد فدایت چہ عجب خوش لقبی
دیکھ کر حسن و جمال آپ کا اے شاہ امم
جن و انس ملائک ہوئے ششدر پیہم
کہا یوسف نے یہ بھر کر کے محبت کا دم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

نخل بستانِ محبت سے تمہاری گل و بر
ایک عالم لئے جاتا ہے یہ دامن بھر کر
رہ گیا میں ہی پڑا ترے در دولت پر
چشم رحمت بکشا، سوئے من انداز نظر
ظلمت کفر ہوئی تیرے سبب خلق سے دور
نور رحمت سے ترے ہو گیا عالم معمور
یاں تلک ہے تری خاطر ترے رب کو منظور
ذات پاک تو چوں در ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بہ زبان عربی
منحصر تیرا نہیں جن و بشر پر انعام
لطف و احسان ہے تیرا ساری خلائق پہ مدام
تجھ سے گلزار ہے کونین کا گلزار تمام
نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام
زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریں رطبی
سر پر ہر عاصی کے ہے احسان ختم المرسلین ﷺ
دور تک ہے گوشہ داماں ختم المرسلین ﷺ
یہ بھی ہے دونوں کی قربت کے لئے محکم دلیل
بن گیا حکم خدا فرمان ختم المرسلین ﷺ
ہے گنہگاروں کو بھی مژدہ ریاض خلد کا
اللہ اللہ لطف بے پایاں ہے ختم المرسلین ﷺ
رحمت خاص ان پر نازل ہو رہی ہے عرش سے
اور ہمارے واسطے فیضان ختم المرسلین ﷺ
بخشش امت کا وعدہ کر لیا اللہ نے
ہو گیا ہر طرح اطمینان ختم المرسلین ﷺ
رنگ اور نکہت ملا کرتے ہیں باغ خلد کو
ہے مدینہ مرکز بستاں ختم المرسلین ﷺ
روشنی سے شمع کی موجودگی کا ہے یقین
عین عرفانِ خدا عرفان ختم المرسلین ﷺ

ہمشیرہ محترمہ مولانا محمد اشرف سلیمانی

اڑایا ہے ہواؤں کے اشاروں پر
مدینہ میں پہنچے گا میرے دل کی فغاں ہو کر
کہے گا ہادی برحق ﷺ سے دل کی داستاں میری
کہے گا میری مجبوری میرے منہ کی زباں ہو کر
سنے گا التجا میری خدا تیرے وسیلے سے
کیا ہے فخر خود اس نے تمہارا راز داں ہو کر
میں دل کے چند ٹکڑے پیش کرتی ہوں حضوری میں
کہ اخلاص و یقین آئے ہیں ان میں ارمغاں ہو کر
میں جاؤں گی عقیلہ ایک دن محبوب ﷺ کے در پر
تمنا دل کی بر آئے گی نظر آستاں ہو کر

خواجہ غلام فرید ۱۹۰۱ء

اتھاں میں مٹھڑی جند جان بلب
اوتاں خوش وسدا وچ ملک عرب
توڑے دھکڑے دھوڑے کھانڈری ہاں
تیڈے نام توں مفت وکانڈری ہاں
تیڈی باندیاں دی میں باندڑی ہاں
ہے درد دے کتیاں نال ادب
وہ سوہناں ڈھولن یار سجن
وہ سانول ہوت حجاز وطن
آ ڈیکھ فرید دا بیت حزن
ہم روز ازل دی تانگھ طلب

ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

(فلائٹ لیفٹیننٹ ظفر اقبال)

فرما گئے یہ ختم نبوت کے تاجدار ﷺ
تا حشر میرے بعد نبوت نہ آئے گی
قرآن وہ کتاب ہدایت ہے جس کے بعد
بے شک کوئی کتاب ہدایت نہ آئے گی
میں ہوں وہ جس پہ دین کی تکمیل ہو گئی
اب کوئی دین کوئی شریعت نہ آئے گی
اصحاب ہیں جو میرے ستاروں کی مثل ہیں
اب ان سے بڑھ کر کوئی جماعت نہ آئے گی
امت ہے میری آخری امت جہاں میں
کوئی نیا نبی امت نہ آئے گی
کذاب قادیاں نے مگر کر دیا کمال
شاید اسے یقین تھا قیامت نہ آئے گی
شاید اب بھی اس کے امتی توبہ کریں امین
کب تک انہیں حیاء انہیں غیرت نہ آئے گی

وصف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

یا الٰہی !سر بہ سجدہ ہے قلم بہر سخن
راہ نعت مصطفیٰ ﷺ پر کردے اس کو گامزن

ہو بیان کچھ شان عالی احمد مختار کا
ہے یہی اہل محبت کے لئے خمر کہن

مکہ مولد طیبہ مورد حوض موعد حبذا
حشر کے دن رب سلم امتی کی ہے لگن

انبیاء سب مقتدی ہیں لیلۃ المعراج میں
اور امام الانبیاء مہمان رب ذوالمنن

پہنچے جب سدرہ پہ تو جبرئیل یہ کہہ کر رکے
ہست سوزاں این تجلی من بتابم پرزدن

قاب قوسین اور دنیٰ، اللہ اکبر یہ مقام
اختیار خمر پر راجح ہوا شرب لبن

عرش ،کرسی، حوض، جنت سب کا نظارہ کیا
کیا مبارک ہے سفر، ہیں بے تکاں روح و بدن

تحفہ قرب و محبت پنجگانہ حاضری
یادگار خلعت اکرام ہے بے شبہ وظن

ذات مرسل ہے رحیم اور وصف مرسل بھی رحیم
ان کی امت خیر امۃ قرن ہے خیر الزمن

ہے لقب امی ولیکن جس طرف بھی دیکھیے
ان سے روشن عقل و دل دین و فراست علم و فن

آئینہ بن کر ملے تھے جب حرا میں جبرئیل
آشکارا ہو گیا تھا سر علم من لدن

ذات عالی پر جہاں سے جو بھی پڑھتا ہے سلام
لا کے پہنچاتے ہیں خدمت میں ملائک من وعن

سامنے آ کر پڑھے جو اس کو وہ سنتے ہیں خود
ہے یہ ثابت اس پر شاہد بیہقی ہے سنن

خاک پاک قبر اطہر !عرش اعظم سے عزیز
متصل رہتا ہے جس سے شاہ والا کا کفن

نور انور بقعہ انوار میں محجوب ہے
جن کے ذروں سے ہیں روشن شمس و مہتاب وزمن

حق تعالیٰ جس پہ فرمادے کرم وہ خوش نصیب
گاہے گاہے چشم دل سے دیکھ لے کوئی کرن

جسم اعطر کے پسینے کی مہک اللہ رے
رشک خوشبو زین غنچہ زیب گل جان چمن!

زلف شبگوں فیض بخش مشک ،عنبر، آبنوس
آب دندان مجلی سے خجل در عدن

تاب کس کو ہے کہ دیکھے قد رعنا ایک نظر
ان کے آگے سرنگوں جنت کے سب سرووسمن

پر حیا و سرگیں آنکھوں میں ڈورے سرخ ہیں
نرم ریشم سے ہتھیلی بے نمونہ تن بدن

وہ نبی لا کذب ، وہ ابن عبدالمطلب
ان کی اس آواز پر نصرت ہوئی جلوہ فگن

دو جہان کی بادشاہی،ان کے قدموں پہ نثار
بار احسان سے کیا ہے دشمنوں کو منفعل

بخشا اعزاز،ان کو جو تھے لائق گردن زدن
کعبہ میں داخل ہوئے اور شکر کا سجدہ کیا

داد مفتاحش بدست مانع داخل شدن
روشنی ہے ہر صحابی میں ہدایت کے لئے

جسقدر ابر نبوت جس پہ ہے سایہ فگن
ہر دعا مقبول ہے ابن ابی وقاصؓ کی

ہے معیت غار میں صدیقؓ کو دفع الحزن
ابن یاسرؓ فتنہ شیطان سے محفوظ ہیں

ہے عمرؓ کے سامنے ملعون کا آنا کٹھن
ہے ملائک کو حیا عثمانؓ ذی النورین سے

ہیں ختن ثانی علیؓ مرتضیٰ خیبر شکن
روضہ اقدس پہ حاضر اور لب پر السلام

یہ تصور قلب کو ہے مانع رنج و محن !!
زگناہ زندگیم تباہ، کنوں خجل شدہ آمدم
بہ غلام عاصی سرنگوں نظر کرم نظر کرم

سید نفیس الحسینی

اللہ اللہ محمدؐ تیرا نام اے ساقی
ان گنت تجھ پہ درود اور سلام اے ساقی

بعد اللہ کے ہے تیرا مقام اے ساقی
کس کی جراءت ہے کرے اس میں کلام اے ساقی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور بارش کی حالتوں میں دعا رد نہیں ہوتی ۔(مستدرک حاکم)

از ازل تا ابد تیری ہی سرداری ہے
سید الکل ہے تو ہے سب کا امام اے ساقی
واسطہ تجھ کو ابراہیم کی فرزندی کا
ایک کوثر کا چھلکتا ہوا جام اے ساقی
آلؑ اطہار کے صدقے ہو عطا اک ساغر
اک پیالہ پیئے اصحاب کرامؓ اے ساقی
خستہ جانوں سے کوئی پوچھے حلاوت اس کی
راحت جان و جگر ہے ترا نام اے ساقی
نازنین سے اک بڑھ کے جہاں میں آئے
ہے تری ذات مگر مسک ختام اے ساقی
تجھ پہ اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا سلام
ہم غلاموں کی بھی جانب سے سلام اے ساقی
سوچتا ہوں غم دل عرض کروں یا نہ کروں
ان دنوں فکر سے ہے جینا حرام اے ساقی
خوار ہے عالم اسلام نصاریٰ کے تلے
آج امت کا دگرگوں ہے نظام اے ساقی
نگہ لطف غریبوں پہ خدارا ہو جائے
پھر سنور جائے یہ بگڑا ہوا کام اے ساقی
دل میرا ڈوب رہا ہے کہ تہی دامن ہوں
ہونے والی ہے ادھر زیست کی شام اے ساقی
اک امید شفاعت ہے فقط زاد سفر
جس سے ہمت سی ہے کچھ گام بہ گام اے ساقی
لاج رکھنا کہ تیرے رحم و کرم پر ہے نفیس
ہے تیرے در کا غلام ابن غلام اے ساقی

....

ذکر رسول پاک ہے فخر زبان انس و جن
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولہ دل جواں قوت خاطر من
سنیئے اگر بہ گوش ہوش ورد ملک ہے رات دن
صل علیٰ محمد ﷺ صل علیٰ محمد ﷺ
خضر رکوع ہے یہی شوق سجود اسی سے ہے
حالت ذوق وجد کا دل میں ورود اسی سے ہے
دین خدائے پاک کی شان ونمود اسی سے ہے
منبع خیر ہے یہی ہمت وجود اسی سے ہے
صل علیٰ محمد ﷺ صل علیٰ محمد ﷺ
ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام ﷺ خار کو پھول کرے سنوار کر
ہے یہ وہ نام ارض کو کر دے سما ابھار کر
اکبر اسی کا ورد تو صدق سے بیشمار کر
صل علیٰ محمد ﷺ صل علیٰ محمد ﷺ

قصیدہ بردہ شریف

کیا ہوا آنکھوں کو تیری رو رہی ہیں زار زار
کیا ہوا دل کو تیرے کیوں اس قدر کھاتا ہے غم
ہے عبث تیرا گماں چھپتا نہیں ہے راز عشق
اس کو افشاء کر رہے ہیں سوز دل اور چشم نم
کیا تمہیں یاد آ گئے ہمسایگان ذی سلم
خون کے آنسو جو آنکھوں سے رواں ہیں دم بدم
یا صبا لائی ہے سمت کاظمہ سے ایک پیام
یا ہوا بجلی سے روشن رات میں کوہ اضم
یوں نہ ویرانوں پہ روتا گر نہ ہوتا سوز عشق
مضطرب کرتے نہ تجھ کو قصہ بان وعلم
عشق سے انکار کرنا تیرا ممکن ہی نہیں
ہیں گواہ معتبر صورت تیری اور چشم نم
خط اشک اور لاغری نے عشق ثابت کر دیا
زرد رخساروں پہ گویا سرخی شاخ عنم
ہاں خیال یار نے مجھ کو جگایا رات بھر
لذتوں کو کر دیا ہے عشق نے رنج و الم
تھی نصیحت خوب لیکن اس کو سنتا کس طرح
ناصحا عاشق کے حق میں ہے سماعت کالعدم
تھی ضعیفی کی نصیحت پھر بھی دل بدظن ہوا
گو نصیحت میں ضعیفی ہے بہت دور از تہم
ناصحا تو عشق میں کر معذرت میری قبول
ہے اگر انصاف تجھ میں کر نہ مجھ پر یہ ستم
اب تو واقف ہو چکے اغیار بھی تیرے سوا
درد میرا ہو نہیں سکتا کسی صورت سے کم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا محجوب رہتی ہے جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے (والشفاء)

نفس امارہ نے نادانی سے کچھ پرواہ نہ کی
یوں تو پیری کی نصیحت تھی نہایت محترم
نیکیوں سے میں نے اس مہمان کی خاطر نہ کی
آن پہنچی جب ضعیفی سر پہ میرے ایکدم
کاش میں پہچانتا توقیر اس مہمان کی
پس چھپا لیتا سفیدی سر کی از رنگ کتم
کون ہے جو نفس سرکش کو میرے یوں پھیر دے
روکتے ہیں جیسے گھوڑوں کو لگاموں سے بہم
خواہشوں کو روک، ہرگز نفس کا تابع نہ ہو
تا نہ کر دے ختم یا پھر عیب والا کم سے کم
باز رکھ حسن عمل کو لذت تشہیر سے
اس چراگاہ ہوس سے دور رکھ اپنا قدم
نفس کی خواہش گناہوں سے نہیں ہوتی ہے دور
جس طرح جوع البقر میں پر نہیں ہوتا شکم
نفس کی ہیں عادتیں مانند طفل شیر خوار
دودھ پیتا جائیگا جب تک چھڑائیں گے نہ ہم
لذتیں چکنی غذا کی زہر قاتل تھیں مگر
کھانیوالے نے نہ جانا اس میں پوشیدہ ہے سم
مکر سے کر خوف ان کے شکم سیری ہو کہ بھوک
آفتیں خالی شکم کی کچھ نہیں سیری سے کم
ان گناہوں کو جو آنکھوں میں بسے ہیں دور کر
ہو پشیماں اور بہا اشک ندامت دم بدم
نفس وشیطاں کا مخالف بن نہ مان ان کا کہا
ان کی اچھی بھی نصیحت جھوٹ سے کیا کچھ ہے کم
کی نصیحت دوسروں کو اور خود ہیں بے عمل
ہو نصیحت کا اثر کیا بے عمل جب خود ہیں ہم
زاد راہ آخرت کی اک نفل کا بھی تو نہیں
جز نمازِ فرض و روزہ کچھ نہیں رکھتے ہیں ہم
تو نہ کر ان کی اطاعت ہوں یہ حاکم یا عدو
جانتا ہے خوب تو مکرِ عدو مکرِ حکم
مجھ کو قول بے عمل سے توبہ کرنی چاہیے
گویا بانجھ عورت سے امید نسل رکھتے ہیں ہم

سنت بیداری شب پر کیا میں نے ستم
طاعت شب کے سبب تھا جن کے قدموں پر ورم
بھوک کی شدت کے باعث اور فاقوں کے سبب
آپ نے پتھر باندھا ناز پروردہ شکم
زر کے بن کر جب پہاڑ آئے کہ مائل ہوں حضور
کچھ توجہ نہ کی تھی آپ وہ عالی ہمم
ایسی حاجت پر بھی تقویٰ کو کیا مضبوط تر
سچ ہے حاجت غالب آ سکتی نہیں جب ہو عصم
امر و نہی کے پیمبر ہیں نہیں ان کا جواب
ہیں نہایت صاف گو وہ قول لا ہو یا نعم
وہ حبیب ایسے ہیں جن سے ہے شفاعت کی امید
ہوں گی نازل آفتیں پیش آئیں گے جب رنج وغم
کیا کرے مائل ضرورت ان کو دنیا کی طرف
گر نہ ہوتے آپ تو دنیا بھی ہوتی کالعدم
ہیں محمد سید کونین شاہ جن و انس
اور شہنشاہِ دو عالم مالکِ عرب و عجم
دعوت حق آپ نے دی اور کیا جس نے قبول
اس نے ایسی ڈور تھامی جو نہ ہو گی منفصم
سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے خَلق میں اور خُلق میں
انبیاء میں سب سے اکمل آپ کا علم و کرم
انبیاء سب ملتمس ہیں تا کہ مل جائے انہیں
ایک جرعہ بحر سے یا قطرہ از ابر کرم
اپنے حد مرتبہ پر سب کھڑے ہیں رو برو
جیسے نکتہ حرف میں اعراب لفظوں میں بہم
جو نصاریٰ نے کہا عیسیٰ کے حق میں تو نہ کہہ
جس قدر ممکن ہو کے مدح نبی محترم
جو شرف ہو ذات اقدس کی طرف منسوب کر
جتنی عظمت چاہیے کر شان والا میں رقم
صورت وسیرت میں ہیں سرکار عالی مرتبت
اس لیے ان کو کیا حق نے حبیب محترم
کوئی عالم میں نہیں ان کا محاسن میں شریک
حسن میں جوہر ہے یکتا جو نہ ہو گا منقسم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن ختم کرتے تو اپنے اہل کو بلاتے اور دعا مانگتے تھے۔ (الحلیہ)

حد نہیں ہے کوئی حضرت کے کمال وفضل کی
ہوئے بیاں کس منہ سے توصیف شہ خیر الامم
ان کی عظمت کے برابر معجزے ہوتے اگر
ہوتے زندہ نام سے سب استخواں ہائے رمم
باز رکھا امتحاں سے جس سے عاجز ہو سمجھ
مہربانی کی نہ بچئے یوں گماں وشک سے ہم
سر باطن کی حقیقت نے کیا خلقت کو دنگ
دور سے نزدیک سے بس فہم بھی ہے منفحم
(یہ مصرعہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے)
انتہائے علم کہتی ہے وہ ہیں خیر البشر
جملہ مخلوقات میں رکھتے ہیں وہ شان اتم
جو رسولان جلیل القدر کے تھے معجزے
آپ ہی کے نور سے پایا تھا سب نے یہ کرم
وہ ہیں مثل شمس جو ظاہر ہو چھوٹا دور سے
اور آنکھیں قرب سے ہوتی ہیں خیرہ ایکدم
اہل دنیا کس طرح ان کی حقیقت پا سکے
خواب غفلت میں ہیں گویا قوم خوابیدہ ہیں ہم
آفتاب فضل ہیں وہ سب ستارے انبیاء
کرتے ہیں ظلمت میں ظاہر سب پہ انوار کرم
ہو گیا خورشید روشن اور منور سب جہاں
آپ کے نور ہدایت سے ہوئیں زندہ امم
کیا عظیم الخلق صورت ہے مزین خلق سے
حسن صورت مشتمل ہے خندہ روئی سے بہم
تازگی میں ہیں وہ غنچہ اور شرف میں مثل بدر
دہر میں ہمت ہیں اور بخشش میں دریائے کرم
ہے وہ خوش قسمت جو سونگھے اور بوسہ دے اسے
اے خوشا خوشبوئے خاک تربت شاہِ امم
ان کی پیدائش سے ساری خوبیاں ظاہر ہوئیں
پاک ان کی ابتداء اور پاک ان کا مختتم
ہیں جلال و رعب میں سرکار عالی بے نظیر
جیسے گرد و پیش رکھتا ہے کوئی فوج وحشم
ہیں وہ دندان مبارک مثل موتی سیپ میں
معدن نطق و تبسم ہے وہ دہن محترم

اہل فارس کو ولادت کی خبر مل گئی
ہو گئے دہشت زدہ اور چھا گیا رنج و الم
قصر کسریٰ گر پڑا اور پارہ پارہ ہو گیا
اور پراگندہ ہوئے کسریٰ کے ساتھی ایک دم
آتش فارس نے ٹھنڈی سانس لی افسوس سے
نہر بھی چشموں کو بھولی ازرہ اندوہ وغم
اہل ساوہ تھے پریشاں خشک چشمے دیکھ کر
لوٹتے تھے گھاٹ سے غصہ میں پیاسے پر الم
اندھے اور بہرے تھے سنتے کس طرح خوشخبریاں
بلکہ خوف برق بھی ان کو نہ تھا از رنج وغم
دی خبر اقوام کے سب کاہنوں نے بعدازاں
دین ان کے ہو گئے باطل ہوئے سب کالعدم
پانی پانی ہو گئی تھی آگ مارے رنج کے
اور پانی ہو گیا تھا آتشیں از سوز وغم
کی فغاں جنات نے انوار بھی چمکے ادھر
نور حق روشن ہوا الفاظ ومعنیٰ سے بہم
بعدازاں یوں ٹوٹتے تاروں کو دیکھا چرخ نے
اور منہ کے بل گرے سب سرنگوں ہو کر صنم
بھاگتے تھے راستے سے وحی کے شیطان یوں
ایک پیچھے دوسرے کے سر پر رکھ اپنا قدم
تھا وہ لشکر ابرہہ کا یا پراگندہ سی فوج
سنگریزے جن پر پھینکے تھے ید شاہ امم
لے کے نام اللہ کا پھینکا جو کنکر آپ نے
حضرت یونس کو اگلا جیسے ماہی کا شکم
ابر کی مانند وہ سایہ فگن تھے آپ پر
تا بچائے گرم موسم کی حرارت سے بہم
قلب پاک مصطفیٰ سے چاند کو نسبت ہے خاص
ماہ منشق کی قسم کھاتا ہوں میں سچی قسم
سر جھکائے آپ کی دعوت پر اشجار آ گئے
پیڑ سے چلتے ہوئے رکھتے نہ تھے گو وہ قدم
ان درختوں نے لکیریں خوب کھینچی اور لکھا
ڈالیوں سے اپنی وسط راہ میں با پیچ وخم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے ہاتھ اٹھاتے پھر ان کو چہرہ پر پھیر لیتے (احمد)

کیا نظر آتا انہیں کفار تھے سب کور چشم
غار میں جو ہو گئے تھے جمع با خیر و کرم
صدق اور صدیق اکبر غار ہی میں تھے چھپے
غار میں کوئی نہیں کفار کہتے تھے بہم
دیکھ کر انڈے کبوتر کے ادھر مکڑی کا جال
تھا گماں کفار کو اس میں نہیں شاہ امم
کی حفاظت آپ کی ایسی خدائے پاک نے
زرہ اور قلعوں سے مستغنی ہوئے شاہ امم
اس وحی کا تو نہ منکر ہو جو آئے خواب میں
آنکھیں سوتی تھیں مگر رہتا تھا دل بیدار ہم
تھا وہ معراج نبوت کا زمانہ آپ کے
پس نہ کر انکار ہرگز مثل خواب محتلم
جب زمانے نے ستایا میں نے لی ان کی پناہ
جب ملی ان کی مدد بس دور تھا سب رنج وغم
دست اقدس سے طلب کی دین ودنیا جب کبھی
سرفرازی ہو گئی جب مل گیا دست کرم
بارک اللہ سعی سے حاصل نہیں ہوتی ہے وحی
اور نہ علم غیب پر کوئی نبی ہے متہم
اس شعر میں نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارک مصنف کے جسم پر ڈال دی اور دست مبارک پھیرا۔
جب چھوا دست مبارک ہو گئی کامل شفا
اور رہا پائی جنوں سے اکثروں نے از کرم
خشک سالی کی سفیدی ہو گئی کافور سب
اک دعا نے آپ کی برسا دیا ابر کرم
ہو گئی کثرت سے بارش ندیاں بہنے لگیں
موج دریا کی نظر آتی تھی سیلاب عرم
اس لیے مداح ہیں توصیف میں عاجز تمام
فہم انسان سے بالا ان کے اخلاق وشیم
مصحف رحمٰن کی سب آیتیں ہیں لا جواب
ہے صفت اس کی قدیم اور ہے وہ موصوف قدم
چھوڑ دے مجھ کو بیاں کرنے نبی کے معجزات
جو ہے شب میں مثل مہمانی کی آگ اوپر علم

حسن ہوتا ہے دوبالا موتیوں کا ہار میں
یا لڑی سے بھی جدا کر دو نہ ہو گی قدر کم
ہر زمانہ سے بری ہیں اور سناتی ہیں ہمیں
عاقبت کا حال بھی اور قصۂ عادوارم
معجزہ قرآن کا برتر رہے گا تا ابد
اس کے آگے معجزات انبیاء ہیں کالعدم
ہیں وہ مستحکم مخالف کو نہیں اس میں جگہ
شبہ وشک کی اس لیے ہیں وہ بجائے خود حکم
جو لڑا قرآن سے آخر وہ عاجز آ گیا
کر دیا دشمن نے بھی اپنا سر تسلیم خم
جو عجائب ان میں پوشیدہ ہیں ان کا کیا شمار
خواہ کثرت سے پڑھو ہو گا نہ اس کا شوق کم
ہو گئی آنکھیں جو ٹھنڈی میں نے قاری سے کہا
تھام حبل اللہ کو ہے فتح تیری معتصم
اس نے سب اپنی بلاغت سے کیا دعووں کو ختم
جیسے ہوں محفوظ غیرتمند کے اہل حرم
ہے معانی آیتوں کے مثل دریا موجزن
گوہر دریا سے بہتر ان کا ہے حسن قیم
آتش دوزخ کے ڈر سے تو اگر ان کو پڑھے
شعلہ نار جہنم اس سے ہو جائے گا کم
ہیں وہ مثل حوض کوثر جس سے ہوتی ہیں سفید
عاصیوں کی صورتیں جو تھی سیاہ مثل حمم
ہیں ترازو عدل کی اور راستی کے ہیں صراط
ہے بغیر ان کے قیام انصاف کا بس کالعدم
مت تعجب کر تو حاسد پر جو ہے انکار اسے
ہے تجاہل اس کا گرچہ ہے وہ پکا ذی فہم
ہیں وہ برتر اور ذی شان معتبر کے واسطے
اور وہ ہیں نعمت عظمیٰ برائے مغتنم
بدر کامل جس طرح سے رات میں کرتا ہے سیر
مکہ سے اقصیٰ گئے معراج میں شاہ امم
روشنی سورج کی کیونکر دیکھتی بیمار آنکھ کو
ذائقہ کیا آب شریں کا ملے جب ہو سقم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو اپنی طرف سے ابتداء کرتے۔(طبرانی)

اے شہ والا ترے دربار میں آتے ہیں سب
پا پیادہ اور سوار اشتران تازہ دم
طے کیے سارے مدارج اور ملا ایسا مقام
ہے پرے ادراک کے اور قاب قوسین سے نہ کم
مسجد اقصیٰ میں بن کر انبیاء کے پیشوا
آپ تھے مخدوم باقی انبیاء سب تھے خدم
طے کیا سات آسمانوں کا سفر با انبیاء
ساتھ افواج ملائک کے تھے باشان وحشم
مرتبہ باقی نہ رکھا پڑھنے والوں کے لیے
ہر بلند و پست پر تھا آپ کا فیض قدم
ہر بزرگی غیر شرکت جمع کر لی آپ نے
طے کیے سب مرتبوں کو آپ غیر مزد ہم
ہیں عظیم الشان رتبے جو ملے سرکار کو
ہیں پرے ادراک کے جو کچھ ہوئے حاصل نعم
کردیئے پست آپ نے سب مدارج اور مقام
جب بلند ہوئے مدعو بلندی پر یگانہ باحشم
تاکہ ہوں اسرار پوشیدہ سے واقف بعد وصل
حق نے ظاہر کردیئے سب راز از فضل وکرم
اے مسلمانو یہ خوشخبری ہے اپنے واسطے
اک ستون ایسا ملا مضبوط از فضل وکرم
جبکہ ان کو حق نے خود خیر الرسل فرما دیا
طاعت حق کے سبب ہم ہو گئے خیر الامم
سن کے بعثت کی خبر تھرا گئے اعدا کے دل
شیر کی آواز سے جیسے ڈرے غافل غنم
جنگ کے میدان میں کفار کی حالت نہ پوچھ
جسم تھے نیزوں پہ ان کے جیسے کندوں پر لحم
لشکر اسلام تھا مہمان ان کے صحن میں
چاہتا تھا ہر نفس ملجائے دشمن کا لحم
تیز رو گھوڑوں پہ تھا وہ لشکر دریا مثال
جنگ سے میدان میں موجیں لگاتا دم بدم
جنگ کی دہشت سے ان کو بھاگنا منظور تھا
آرزو رکھتے تھے کھالیں چیل وگدھ ان کا لحم

ڈر کے مارے یوں گزر جاتی تھیں راتیں بے شمار
ہاں سوا راتوں کے جن کے ہیں مہینے محترم
اجر کی امید والے دعوت حق کے مرید
کفر کی بنیاد کو کرتے تھے بالکل کالعدم
دین حق یوں ان کے دم سے آخرش ظاہر ہوا
مل گئے بچھڑے ہوئے اور ہوگئی غربت بھی کم
جیسے مل جائے کسی کو نیک شوہر اور پدر
بیوگی کا اور یتیمی کا اسے پھر کیا ہو غم
تھے وہ مثل کوہ پوچھو دشمنوں سے ان کا حال
کچھ اگر دیکھا ہے ان کو شامل جنگ وصدم
دشمنوں کے جسم کو بے زخم چھوڑا نہیں
کارفرما اس طرح تھے ان کے نیزوں کے قلم
گو مسلح تھے مگر رکھتے تھے سجدے کے نشاں
تھے صحابہؓ مثل گل کفار مانند سلم
پوچھ لو بدر وحنین واحد سے بھی ان کا حال
موت کے اقسام ہرگز تھے وبا سے کچھ نہ کم
یوں سپیدی سرخ روئی سے بدل جاتی تھی سب
زخم کھا کر جب ہوا کرتے تھے ان کے سر قلم
بوئے نصرت جب صبا لائے تو یہ سمجھے گا تو
مثل غنچوں کے غلافوں میں تھے وہ عالی ہمم
تھے وہ گھوڑوں پر سوار ایسے کہ ٹیلوں پر درخت
زین کی پرواہ نہ تھی ان شہسواروں کو بہم
ہوش غائب تھے عدو کے سختیوں سے جنگ کی
فرق کر سکتے نہیں تھے سورما ہے یا غنم
ہو مدد جس کو رسول سید لولاک ﷺ کی
شیر بھی جنگل میں گر انکو ملے مارے نہ دم
بارہا قرآن نے دشمن کو نیچا کر دیا
اور ذلیلوں نے بھی سر کر دیا دشمن کے خم
ہو کے امی تھے وہ عالم ہے یہ کافی معجزہ
جاہلیت اور یتیمی میں ادیب ذی حکم
دوست ان کا ہو نہیں سکتا محروم مدد
اور ذلیل خوار ہو گا دشمن شاہ امم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے ہتھیلی کا رخ منہ کی طرف کرلیا کرتے۔(طبرانی)

2 اپنی ملت سے کیا محفوظ امت کو تمام
جس طرح جنگل میں رکھے شیر بچوں کو بہم
نعت گوئی کی کہ اپنا خاتمہ بالخیر ہو
یوں تو ساری عمر دنیا کی خوشامد کی نہ کم
ہے یہ ڈر دونوں نے ڈالا طوق گردن میں مری
ہوں میں گویا اونٹ قربانی کا از قسم نعم
ہر دو حالت میں شکار گمرہ طفلی ہوا
کچھ نہ حاصل ہو سکا مجھ کو بجز جرم و ندم
حیف میرے نفس نے سودا کیا نقصان سے
یعنے دنیا کو خریدا کرکے عقبیٰ کالعدم
ہے شفاعت کی مجھے امید میرے نام سے
ہے محمدؐ اس میں اور ہیں آپ مشفق محترم
حشر میں گر دستگیری کی نہ میری آپ نے
پھر تو میری شومئی تقدیر سے پھسلے قدم
آخرت کو جس نے بیچا صرف دنیا کے لیے
ہے بڑا نقصان اس کے حق میں یہ بیع وسلم
ہوں تو عاصی پر نہیں ٹوٹا ہے پیماں آپ سے
دین کی رسی نہ ہو گی منقطع شاہ امم
ہے بعید از شان گر محروم مجھ کو کر دیا
اور لوٹوں آپ کی شفقت سے غیر محترم
وقف جب سے ہو گیا ہوں مدح میں سرکار کی
پا لیا اپنی رہائی کا مددگار نعم
آپ کی بخشش نہ چھوڑے گی کسی محتاج کو
جس طرح گلزار ٹیلوں کو کرے ابر کرم
مجھ کو دولت کی نہیں خواہش کبھی مثل رہبر
جس نے حاصل کی تھی دولت بن کے مداح حرم

کیوں کہ دنیا اور عقبیٰ آپ کی بخشش سے ہیں
اور علوم باطنی سے آپ کے لوح و قلم
یوں تو عصیاں ہیں بہت اے نفس مت مایوس ہو
سامنے بخشش کے بے شک ہیں یہ ادنیٰ اور کم
اے مکرم تر جہاں سے جز ترے میرا ہے کون
حادثات عام میں جب گھیر لیں رنج و الم
کم نہ ہو گا آپ کا رتبہ شفاعت سے مری
جلوہ گر جب ہو بہ اسم منتقم وہ ذی کرم
رحمت حق ہو گی جب تقسیم مجھ کو ہے امید
میرے عصیاں سے سوا ہو گا مرے رب کا کرم
میرے رب امید کو میری نہ رد فرمایئے
تیری رحمت پر بھروسہ ہے نہ کر تو کالعدم
لطف فرما دو جہاں میں اپنے بندہ پر کریم
سختیوں میں ہے بہت بے صبر با رنج و الم
ابر رحمت کو ترے دے حکم تا برسائے خوب
تا ابد اپنے نبی پر رحمت و فضل و کرم
جب تلک باد صبا چلتی رہے گلزار میں
اور اونٹوں کو طرف میں ساربان پُر نغم
مغفرت قاری کی ہو بخشش مصنف کی بھی ہو
بس یہی ہے التجا تجھ سے مرے رب کرم
آلؓ پر اصحابؓ پر اور تابعین پاک پر
صاحب تقویٰ پہ اور جو ہیں حلیم و ذی کرم
اے خدا راضی ہو ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ سے
اور علی مرتضیٰؓ سے تھے جو اصحاب کرم

☆☆☆☆☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے پھر اس کو دعا دیتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔ (مشکوٰۃ)

باب ۳۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام منظوم

عرض حال

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اس میں بپا تھا
جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرضۂ تیغ جہلا و سفہا ہے
جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں سمیٹ رہاہے
بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے
روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کے اب رو بقضا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلہ ہے
ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہی دست چلا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
اے چشمۂ رحمت بابی انت وامی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے
کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے
جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انہیں سے تیری پھر مدح و ثنا ہے
برتاؤ ترے جب کہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے
امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے
گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے
خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے
ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلہ ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
سبب یا علامت گر ان کو سمجھائیں
تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں
یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ
یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے!
بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے!
کنارہ ہے دور اور طوفان بپا ہے!
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے!
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا
نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا
وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بناء کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا
کہ اس گھر سے ابلے گا چشمہ ہدیٰ کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا تھا نہ کوئی جویا
قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر
چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں
جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بو قبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحانے کی وہ ودیعت
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ. سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز معزز نہیں۔ (الاتحاف)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہء کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
حقیقت کا گر ان کو ایک اک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا
بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پرستش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پرواہ ہے ابرار و احرار کی واں
تم اووروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ
جتائی انہیں وقت کی قدر و قیمت
دلائی انہیں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑ دیں گے سب آخر رفاقت
ہو فرزند و زن اس میں یا مال و دولت
نہ چھوڑے گا پر ساتھ ہرگز تمہارا
بھلائی میں جو وقت تم نے گزارا

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت
کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت
شب و روز پہنچاتے ہیں اس کو راحت
وہ جو حق سے اپنے لئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لئے چاہتے ہیں
خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی
کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی
نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ملتزم کے پاس جو دعا انسان مانگے وہ قبول ہوتی ہے۔ (الکنز)

طلب سے ہے دنیا کی گریاں یہ نیت
تو چمکو گے واں ماہ کامل کی صورت
امیروں کو تنگی کی اسطرح پر
کہ ہیں تم میں جو اغنیاء اور تونگر
اگر اپنے طبقہ میں ہوں سب سے بہتر
بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور
نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز
اٹھاتے نہ ہوں بے دھڑک گام ہرگز
دیئے پھیر دل ان کے مکر و ریا سے
بھرا ان کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا انہیں کذب سے افتراء سے
کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
رہا قول حق میں نہ کچھ باک ان کو
بس اک شوب میں کر دیا پاک ان کو

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت
ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت
نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے
کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے
خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے
اگر اختلاف ان میں باہمدگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

رہ حق میں تھی ڈور اور باگ ان کی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ ان کی
بھڑکتی تھی نہ خودبخود آگ ان کی
شریعت کے قبضے میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا
ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا
ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
زمانے میں پھیلائی ایک توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق

لئے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے
کہا بڑھ کہ لبیک یزدانیوں نے
ہر ایک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ہر اک میکدہ سے بھرا جا کہ ساغر
ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر
گرہ میں لیا باندھ حکم پیمبر
کہ حکمت کو اک گمشدہ لعل سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا
دو طرفہ برابر درختوں کا سایہ
نشان جابجا میل و فرسنگ کے برپا
سر راہ کنویں اور سرائیں مہیا
انہی کے ہیں سب نے یہ چربے اتارے
اسی قافلہ کے نشاں ہیں یہ سارے

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے برتن میں کھا کرا سے پاک وصاف کر دیا فرشتے اس پر رحمت کی دعا کرتے ہیں (الدیلمی)

حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے
جلال ان کا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا
یہ تھا علم پرواں توجہ کا عالم
کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس ان کی ہوتی نہ تھی کم
بجھاتا تھا آگ ان کی باراں نہ شبنم
حریم خلافت میں اونٹوں پہ لد کر
چلے آتے تھے مصر و یونان کے دفتر

مؤرخ جو ہیں آج تحقیق والے
تفحص کے ہیں جن کے آئیں نرالے
جنہوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے
زمین کے طبق سر بسر چھان ڈالے
عرب ہی نے دل ان کے جا کر ابھارے
عرب ہی سے گو بھرنے سیکھے ترارے

گروہ ایک جو گویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر
گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احسان یہ اک اہل دیں پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنیں ہیں وہ کب سے

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی
سنی برمحل ان کی شیوا بیانی
وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی
وہ خطبوں کی مانند دریا روانی
وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے
تو سمجھے تھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے

ابوبکر رازی علی ابن عیسیٰ
حکیم گرامی حسین ابن سینا
حنین ابن اسحاق قسیس دانہ
ضیاء ابن بیطار راس الاطباء
انہی کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا
انہی سے ہوا پار مغرب کا کھیوا
ہوا گو کہ پامال بستان عرب کا
مگر اک جہاں ہے غزل خوان عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا
سپید و سیہ پر ہے احسان عرب کا
وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی
کنوڈی رہیں گی ہمیشہ عرب کی
پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا
گیا چھوٹ سرشتہ دین ھدیٰ کا
رہا سر پہ باقی نہ سایا ہما کا
تو پورا ہوا عہد جو تھا خدا کا
کہ ہم نے بگاڑا نہیں کوئی اب تک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جب تک

ہوئی مقتضی جبکہ حکمت خدا کی
کہ تعلیم جاری ہو خیر الوریٰ کی
پڑے دھوم عالم میں دین ھدیٰ کی
تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی
کہ پھیلاؤ دنیا میں حکم شریعت
کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت

وہ ملت کے گردوں پہ جس کا قدم تھا
ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا
وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا
نشان اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلمان

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری
بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری
نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں ایک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کے جیتے ہیں سارے
گڈریے کا وہ حکم بردار کتا
کہ بھیڑوں کی ہر دم ہے رکھوال کرتا
جو ریوڑ میں ہوتا ہے پتے کا کھڑکا
تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہے بپھرا
گر انصاف کیجئے تو ہم سے بہتر
کہ غافل نہیں فرض سے اپنے دم بھر
وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں
ذخیرے ہر اک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر اک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں
ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں
اسی طرح راہ طلب میں ہیں پویا
بہت دور ابھی ان کو جانا ہے گویا

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی
خود اقبال ہے آج ان کا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی
زمانے کے ساتھی ترقی کے عامی
نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے
نہ بے فکر ہیں قوم کی تقویت سے

جو گرتے ہیں گر کے سنبھل جاتے ہیں وہ
پڑے زد تو بچ کر نکل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچے میں جا کے ڈھل جاتے ہیں وہ
جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ
ہر اک وقت کا مقتضیٰ جانتے ہیں
زمانے کے تیور وہ پہچانتے ہیں

بگاڑے ہیں گردش نے جو خاندانی
نہیں جانتے ہیں بس کہ روٹی کمانی
دلوں میں یہ یک قلم سب نے ٹھانی
کہ کیجئے بسر مانگ کر زندگانی
جہاں قدر دانوں کا ہیں کھوج پاتے
پہنچتے ہیں واں مانگتے اور کھاتے
کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے
کہیں روشناسی سے ہیں کام لیتے
کہیں جھوٹے وعدوں پہ ہیں دام لیتے
یونہی ہیں وہ دے دے کے دم دام لیتے
بزرگوں کے نازاں ہیں جس نام پر وہ
اسے بیچتے پھرتے ہیں در بدر وہ

بہت آگ چلموں کی سلگانے والے
بہت گھانس کی گٹھڑیاں لانے والے
بہت دربدر مانگ کر کھانے والے
بہت فاقے کر کر کے مر جانے والے
جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر
تو نکلیں گے نسل ملوک ان میں اکثر

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں
ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں
فرنگی کے پیسے کو مردار سمجھیں
تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

کریں نوکری بھی تو بے عزتی کی
جو روٹی کمائیں تو بے حرمتی کی
کہیں پائیں خدمت تو بے عزتی کی
قسم کھایئے ان کی خوش قسمتی کی
امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مصاحب
تو جاتے ہیں ہو کر حمیت سے تائب
امیروں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے
خمیر ان کا اور ان کی طینت جدا ہے
سزا وار ہے ان کو جو ناسزا ہے
روا ہے انہیں سب کو جو ناروا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی طبیعت دعا کی طرف کھل گئی اس کیلئے رحمت کے دروازے کھل گئے (ترمذی)

شریعت ہوئی ہے نکونام ان سے
بہت فخر کرتا ہے اسلام ان سے

طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی
تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی
جو کی حضرت عشق نے رہنمائی
تو کردی بھرے گھر کی دم میں صفائی
پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے
یونہی مٹ گئے یاں ہزاروں گھرانے

نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا
نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا ہوس میں خودی سے گزرنا
تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا
سدا خواب غفلت میں بے ہوش رہنا
دم نزع تک خود فراموش رہنا

پہلا سبق تھا کتاب ھدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان
پڑی ہیں سب اجڑی ہوئی خانقاہیں
وہ درویش سلطان کی امید گاہیں
کھلی تھیں جہاں علم باطن کی راہیں
فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں
کہاں ہیں وہ جذب الٰہی کے پھندے
کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے
وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں
وہ اخبار دیں کے مبصر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں
محدث کہاں ہیں مفسر کدھر ہیں
وہ مجلس جو کل سر بسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتے نہیں واں

بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ امت
سفیہوں سے منوا کر اپنی فضیلت
سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت
پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیل دولت
یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارث انبیاء اب
بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر
نہیں ذات والا میں کچھ جن کے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر
کہ تھے ان کے اسلاف مقبول داور
کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے
بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی
جگر جس سے شق ہوں وہ تحریر کرنی
گناہ گار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہادیوں کا ہمارے سلیقہ
شریعت کے احکام تھے وہ گوارا
کہ شیدا تھے ان پر یہود اور نصاریٰ
گواہ ان کی نرمی کا قرآن ہے سارا
خود الدین یسر نبی نے پکارا
مگر یاں کیا ایسا دشوار ان کو
کہ مومن سمجھنے لگے بار ان کو

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے بین کرنے والی کیلئے رحمت کی دعا نہیں کرتے۔ (احمد)

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جاجا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے
کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے
مخالف کی ریس اس میں کرنی بری ہے
نشان غیرت دین حق کا یہی ہے
مخالف کی الٹی ہر اک بات سمجھو
وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

مخالف کا اپنے گر نام لیجئے
تو ذکر اس کا ذلت و خواری سے کیجئے
کبھی بھول کر طرح اس میں نہ دیجئے
قیامت کو دیکھو گے اس کے نتیجے
گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرا
مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرا

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی
کیا طبع دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی
ہر اک قوم کے دل سے نفرت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و ویلم
ہوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم

مجالس میں غیبت کا زور اس قدر ہے
کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے
نہ بھائی کو بھائی سے یاں در گزر ہے
نہ ملا کو صوفی کو اس سے حذر ہے
اگر نشہ مے ہو غیبت میں پنہاں
تو ہشیار پائے نہ کوئی مسلماں

اگر مرجع خلق ہے ایک بھائی
نہیں ظاہرا جس میں کوئی برائی
بھلا جس کو کہتی ہے ساری خدائی
ہر اک دل میں عظمت ہے جس کی سمائی
تو پڑتی ہیں اس پر نگاہیں غضب کی
کھٹکتا ہے کانٹا سا نظروں میں سب کی

اگر پاتے ہیں دو دلوں میں صفائی
تو ہیں ڈالتے اس طرح جدائی
ٹھنی دو گروہوں میں جس دم لڑائی
تو گویا تمنا ہماری بر آئی
بس اس سے نہیں مشغلہ خوب کوئی
تماشہ نہیں ایسا مرغوب کوئی

اسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن
ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن
نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے ان بن
سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن
یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جس نے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جس نے

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر
کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر
ضلالت یہود و نصاریٰ کی اکثر
یو نہیں جو کتاب اس پیمبر پر آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

اب اس فلسفہ پر جو ہیں مرنے والے
شفااور مجسطی کے دم بھرنے والے
ارسطو کی چوکھٹ پہ سر دھرنے والے
افلاطون کی اقتدا کرنے والے
وہ تیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسے شخص پر جس نے اس پر ظلم کیا ہو بددعا کرے اس نے اپنا بدلہ لے لیا (مسند ابی یعلی)

نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل
نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

وہ طب جس پہ غش ہیں ہمارے اطباء
سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا
بتانے میں ہیں بخل جس کے بہت سا
جسے عیب کی طرح کرتے ہیں اخفا
فقط چند نسخوں کا ہے وہ سفینہ
چلے آئے ہیں جو کہ سینہ بسینہ

برا شعر کہنے کو گر کچھ سزا ہے
عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے
مقرر جہاں نیک و بد کی سزا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

خلف ان کے یاں جو کہ جادو بیاں ہیں
فصاحت میں مقبول پیر و جواں ہیں
بلاغت میں مشہور ہندوستان ہیں
وہ کچھ ہیں تو لے دے کے اس گوں کے یاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں
تو بھانڈ ان کی غزلیں مجالس میں گائیں
طوائف کو ازبر ہیں دیوان ان کے
گویوں پہ بے حد ہیں احسان ان کے
نکلتے ہیں تکیوں میں ارمان ان کے
ثناء خواں ہیں ابلیس و شیطان ان کے
کہ عقلوں پہ پردے دیئے ڈال انہوں نے
ہمیں کر دیا فارغ البال انہوں نے
شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے
تباہ ان کی حالت بری ان کی گت ہے
کسی کو کبوتر اڑانے کی لت ہے
کسی کو بٹیریں لڑانے کی دھت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اورچنڈو کا رسیا ہے کوئی

ہوئی ان کی بچپن میں یوں پاسبانی
کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی
لگی ہونے جب کچھ سمجھ بوجھ سیانی
چڑھی بھوت کی طرح سر پہ جوانی
بس اب گھر میں دشوار تھمنا ہے ان کا
اکھاڑوں میں تکیوں میں رمنا ہے ان کا

اگر شش جہت میں کوئی دلربا ہے
تو دل ان کا نادیدہ اس پر فدا ہے
اگر خواب میں کچھ نظر آگیا ہے
تو یاد اس کی دن رات نام خدا ہے
بھری سب کی وحشت سے روداد ہے یاں
جسے دیکھئے قیس و فرہاد ہے یاں
اگر ماں ہے دکھیا تو ان کی بلا سے
اپاہج ہے باوا تو ان کی بلا سے
جو ہے گھر میں فاقہ تو ان کی بلا سے

جو مرتا ہے کنبہ تو ان کی بلا سے
جنہوں نے لگائی ہو لو دلربا سے
غرض پھر انہیں کیا رہی ماسوا سے
عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا
نشانہ اسے پھبتیوں کا بنانا
شماتت سے دل بھائیوں کا دکھانا
یگانوں کو بیگانہ بن کے چڑانا
نہ کچھ درد کی چوٹ ان کے جگر میں
نہ قطرہ کوئی خون کا چشم تر میں

کسی نے یہ اک مرد دانا سے پوچھا
کہ نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا؟
کہا عقل جس سے ملے دین و دنیا
کہا گر نہ ہو اس سے انساں کو بہرا
کہا پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعث افتخار و بشر ہے

کہا گر نہ ہو یہ بھی اس کو میسر
کہا مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھ کر
کہا در ہو یہ بھی اگر بند اس پر
کہا اس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر
وہ ننگ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اس کی نحوست سے چھوٹے

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں
گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں
شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے اب سراسر ظفر کا

نہ بد خواہ سمجھو بس اب یاوروں کو
لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبروں کو
دو الزام پیچھے نصیحت گروں کو
ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو
کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے
برے ہیں کہ اچھے وطیرے تمہارے
یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زبوں ہے۔
عزیزوں کی غفلت وہی جوں کی توں ہے
جہالت وہی قوم کی رہنموں ہے
تعصب کی گردن پہ ملت کا خوں ہے
مگر اے امید اک سہارا ہے تیرا
کہ جلوہ یہ دنیا میں سارا ہے تیرا

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انساں
نہیں قوم کے ہیں سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گر یاں
جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں ان میں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ
ملے ریت میں ریزہ زر بھی ہیں کچھ
جو بے غم ہیں ان میں غمخوار بھی ہیں
جو بے مہر ہیں کچھ تو کچھ یار بھی ہیں

انہیں غافلوں میں خبردار بھی ہیں
خرابات میں چند ہوشیار بھی ہیں
جماعت سے اپنی نرالے بھی ہیں یاں
نکموں میں کچھ کام والے بھی ہیں یاں
فرائض میں گو دین کے سب ہیں قاصر
نہ مشغول باطن نہ پابند ظاہر
مساجد سے غائب ملاہی میں حاضر
مگر ایسے فاسق ہیں ان میں نہ فاجر
کہ مذہب پہ حملے ہیں جو ہر طرف سے
وہ دیکھ ان کو ہٹ جائیں راہ سلف سے
اسیری میں جو گرم فریاد ہیں یاں
وہی آشیاں کرتے آباد ہیں یاں
قفس سے وہی ہوتے آزاد ہیں یاں
چمن کے جنہیں چہچے یاد ہیں یاں
وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

جب آئے انہیں ہوش کچھ وقت کھو کر
رہیں بیٹھ قسمت کو اپنی نہ رو کر
کریں کوشش سب بہم ایک۔ ہو کر!
رہیں داغ ذلت کا دامن سے دھو کر
نہ ہو تاب پرواز اگر آسماں تک
تو واں تک اڑیں ہو رسائی جہاں تک

ہلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو
جہاں عطر حکمت سے ہوتا نہ خوشبو
نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو
نہ حق پھیلتا ربع مسکوں میں ہر سو
حقائق پہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے
ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا
اثر ان میں دین کا نمایاں نہ ہوتا
جدا کفر سے نور ایماں نہ ہوتا
مساجد میں یوں ورد قرآں نہ ہوتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق کہ دعا سے نازل شدہ بلاؤں وغیر نازل شدہ بلاؤں میں نفع پہنچتا ہے۔ تو اے اللہ کے بندو اپنے اوپر دعا کو لازم پکڑو۔ (مشکوۃ)

خدا کی ثناء معبدوں میں نہ ہوتی
اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

اگر ہیں تونگر تو بیکار ہیں سب
اپاہج ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب
تعیش کے ہاتھوں سے لاچار ہیں سب
تن آسانیوں میں گرفتار ہیں سب
برابر ہے یاں ان کا ہونا نہ ہونا
نہ کچھ جاگنا ان کا بہتر نہ سونا

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے ان کی
جدھر ہے زمانہ میں نکبت ہے ان کی
مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی
تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی
وجود ان کا اصل البلیات ہے یاں
خدا کا غضب ان کی بہتات ہے یاں

مگر اک فریق اور ان کے سوا ہے
شرف جس سے نوع بشر کو ملا ہے
سب اس بزم میں جن کا نور و ضیاع ہے
سب اس باغ کی جن سے نشو ونما ہے
ہوئے جو کہ پیدا ہیں محنت کی خاطر
بنے ہیں زمانہ کی خدمت کی خاطر

مشقت میں عمر ان کی کٹتی ہے ساری
نہیں آتی آرام کی ان کی باری
سدا بھاگ دوڑ ان کی رہتی ہے جاری
نہ آندھی میں عاجز نہ مینہ میں ہے عاری
نہ لو جیٹھ کی دم ڑاتی ہے ان کا
نہ ٹھر ماگھ کی جی چھڑاتی ہے ان کا

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے
نشان جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے
نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثناء کے
نمائش سے بیزار دشمن ریاء کے

ریاضت سب ان کی خدا کے لئے ہے
مشقت سب ان کی رضا کے لئے ہے

خدا نے عطا کی ہے جو ان کو قوت
سمائی ہے دل میں بہت اس کی عظمت
نہیں پھیرتی ان کا منہ کوئی زحمت
نہ کرتی زبر ان کو کوئی صعوبت
بھروسے پہ اپنے دل و دست و پا کے
سمجھتے ہیں ساتھ اپنے لشکر خدا کے

انہیں کا اجالا ہے ہر رہگور میں
انہی کی ہے روشنی دشت و در میں
انہی کا ظہور ہے سب خشک و تر میں
انہی کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں
انہی سے یہ رتبہ تھا آدم نے پایا
کہ سر اس سے روحانیوں نے جھکایا
یہی نوجواں پھرتے ہیں آزاد جو ہیں
کمینوں کی صحبت میں برباد جو ہیں
شریفوں کی کہلاتے اولاد جو ہیں
مگر ننگ آباؤاجداد جو ہیں
اگر نقد فرصت نہ یوں مفت کھوتے
یہی فخر آباؤاجداد ہوتے
ہمیشہ سے جو کہتے آئے ہیں سب یاں
کہ ہے علم سرمایہ فخر انساں
عرب اور عجم ہند اور مصر و یونان
رہا اتفاق اس پہ قوموں کا یکساں
یہ دعوی تھا اک جس پہ حجت نہ تھی کچھ
کھلی اس پہ ابتک شہادت نہ تھی کچھ
کیا علم نے ان کو ہر فن میں یکتا
نہ ہمسر رہا ان کا کوئی نہ ہمتا
ہر اک چیز ان کی ہر اک کام ان کا
سمجھ بوجھ سے ہے زمانے کی بالا
ثنائے کو سب ان کی تکتے ہیں ایسے
عجائب میں قدرت کے حیراں ہوں جیسے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو ایک غائب شخص کسی غائب کیلئے دعا کرے۔ (مشکوۃ)

نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا
تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اٹھانا
ذرا تیز ہانکو جو ہے دور جانا
زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے
تو وقت اے عزیزو یہی زور کا ہے

کرو یاد اپنے بزرگوں کی حالت
شدائد میں جو ہارتے تھے نہ ہمت
اٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت
غریبی میں کرتے تھے کسب فضیلت
جہاں کھوج پاتے تھے علم و ہنر کا
نکل گھر سے لیتے تھے رستہ ادھر کا

جنہوں نے کہ تعلیم کی قدرو قیمت
نہ جانی مسلط ہوئی ان پہ ذلت
ملوک اور سلاطین میں کھوئی حکومت
گھرانوں پہ چھائی امیروں کے نکبت
رہے خاندانی نہ عزت کے قابل
ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل

نہ پاس ان کے چادر نہ بستر ہے گھر کا
نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور ہے گھر کا
نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا
صراحی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا
کنول مجلسوں میں قلم دفتروں میں
اثاثہ ہے سب عاریت کا گھروں میں

جو مغرب سے آئے نہ مال تجارت
تو مر جائیں بھوکے وہاں اہل حرفت
ہو تجار پر بند راہ معیشت
دکانوں میں ڈھونڈھے نہ پائے بضاعت
پرائے سہارے ہیں بیرو پار واں سب
طفیلی ہیں سیٹھ اور تجار واں سب

کرو قدر ان کی ہنر جن میں پاؤ
ترقی کی ان کو رغبت دلاؤ
دل اور حوصلے ان کے مل کر بڑھاؤ
ستوں اس کھنڈر گھر کے ایسے بناؤ
کوئی قوم کی جس سے خدمت بن آئے
بٹھائیں انہیں سر پہ اپنے پرائے

کرو گے اگر ایسے لوگوں کی عزت
تو پاؤ گے اپنے میں تم اک جماعت
بڑھائے گی جو قوم کی شان و شوکت
گھرانوں میں پھیلائے گی خیر و برکت
مدد جس قدر تم سے وہ آج لے گی
عوض تم کو کل اس کا دوچند دے گی

ذخیرہ ہے جب چیونٹا کوئی پاتا
تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا
انہیں ساتھ لے لے کہ ہے یاں سے جاتا
فتوح اپنی ایک ایک کو ہے دکھاتا
سدا ان کے ہیں اس طرح کام چلتے
کمائی سے ایک اک کی لاکھوں ہیں پلتے

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر
گنیں آپ کو کہ جو عالم کا سرور
فرشتوں سے جو سمجھیں اپنے کو بڑھ کر
خدا کا بنے جو کہ دنیا میں مظہر
نہ ہو مردمی کا نشان اس میں اتنا
مسلم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

حضورؐ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن مطلب کی پاکیزگی ءاخلاق

جواں نے کعبہ سے جب گھر کی جانب قصد فرمایا
تو شیطاں اس سے پہلے جانب مکہ چلا آیا
یہاں پر بنت مرالحثعمیہ اک حسینہ تھی
حسینہ تھی مگر اطوار و عادات میں کمینہ تھی
ادھر سے آ رہا تھا یہ جوان پاک سیرت بھی
جسے آنکھیں جھکا کر شہر میں چلنے کی عادت تھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچو یعنی ظلم اور ایسے کام نہ کرو جس سے کوئی مظلوم تمہارے لئے بددعا کرے۔

ہوئی آ کر اچانک اب وہ عورت راہ میں حائل
نکالیں منہ سے بے شرمی کی باتیں سخت لا طائل
کہا سو اونٹ لے لے اور میری جانب توجہ کر
شراب وصل کی خاطر گری ہوں تیرے قدموں پر
حیا و شرم کے باعث ادھر گردن خمیدہ تھی
ادھر عورت وفورِ جوش خوں سے آبدیدہ تھی
اب اس نے اس طرح دستِ جواں کو زور سے کھینچا
زبردستی اٹھا کر لے ہی جائے گی اسے گویا

رحمۃ للعالمین جلد دوم صفحہ ۱۰۶ سردار عبداللہ کی عفت نفس کا ایک واقعہ ابونعیم وخرائطی وابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت مرالخثعمیہ نے ان سے اظہار محبت کیا اور اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے سو اونٹوں کا عطیہ ان کو دینا چاہا۔ لیکن انہوں نے اس درخواست کے جواب میں یہ قطعہ پڑھ کر سنایا:

اما الحرام فالممات دونه
والحل لاحل فاستبينه
فكيف الى السوء الذى تبغينه
يحم الكريم عرضه ودينه

بدی کے جوش کو پایا جو یوں ایمان کا طالب
جوان ہاشمی کی شرم پہ غصہ ہوا غالب
کراہت اور نفرت سے جھٹک کر ہاتھ عورت کا
زباں سے اس طرح گویا ہوا پتلا شرافت کا
مجھے معلوم ہے کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بدتر موت سے فعل حرام ایسا
اگر تو عقد کو کہتی تو شاید مان جاتا میں
مطابق رسم قومی کے تجھے بیوی بناتا میں
مگر تو نے بے شرمی دکھائی اور بہکایا!
فریب و مکر سے مجھ کو گناہ کرنے پر اکسایا!
تیری صورت سے بھی ہے اب مجھے احساس نفرت کا
شریف انساں پہ لازم ہے بچانا دین وعزت کا
متانت سے کہا جو کچھ کہا جھڑکا نہ دی گالی
فقط جاتے ہوئے مردانہ غصے کی نظر ڈالی
دکھائی مرد عالی ظرف نے جب شوکت ایماں
ہوئی شرمندہ عورت پست ہو کر رہ گیا شیطاں

غرض اس حادثے کے بعد عبداللہ گھر پہنچا
سلامت لے کے ایماں کو پسر پیش پدر پہنچا
جلال ہاشمی سے مشتعل تھا چہرہ انور
کہ تھا عورت کی گستاخی کا صدمہ زخم تھا دل پر
پدر نے برہمی کا حال اس سے پوچھنا چاہا
پسر چپ تھا کہ چپ رہنا ہی غیرت کا تقاضا تھا

ابو طالب کی ثابت قدمی

ابو طالب نے فرمایا عجب الٹا زمانہ ہے
یہ اچھی دوستی ہے واہ کیا عمدہ بہانہ ہے
وہ صبح نور جس کے چہرۂ انور کی برکت سے
کیا کرتے ہیں باراں کی تمنا ابر رحمت سے
وہ دامن جو یتیموں کو پناہیں دینے والا ہے
جو اندھوں کو بصیرت کی نگاہیں دینے والا ہے
وہ جس کا نام لینے سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
اسی کو قتل کر دینے کی اب ہوتی ہیں تدبیریں
کریں بیداد ہم پر اور ہمیں سے داد بھی چاہیں
ہمارا قتل ہو اور ہم سے امداد بھی چاہیں
ہمیں منظور ہے قطع تعلق اہل مکہ سے
نہیں ہم چاہتے رسم تملق اہل مکہ سے
یہ کہہ کر آل عبدالمطلب کو گھر میں بلوایا
کیا کنبہ اکٹھا اور سارا حال بتلایا
بنی ہاشم اگرچہ آج تک ایماں نہ لائے تھے
مگر اہل حمیت ہاشمی ماؤں کے جائے تھے

شعب ابی طالب میں محصوری کا زمانہ

بڑی سختی سے کرتے تھے قریش اس گھر کی نگرانی
نہ آنے دیتے تھے غلہ ادھر تا حد امکانی
کوئی غلے کا سودا اگر باہر سے آ جاتا
تو رستے ہی میں جا کر بو لہب کمبخت بہکاتا
پہاڑوں کا درہ اک قلعہ محصور تھا گویا
خدا والوں کو فاقوں مارنا منظور تھا گویا
رسول اللہ لیکن مطمئن تھے اور صابر تھے
خدا جس حال میں رکھے اسی حالت پہ شاکر تھے

وہ بھوکی بچیوں کا روٹھ کر نی الفور من جانا
خدا کا نام سن کر صبر کی تصویر بن جانا
تڑپنا بھوک سے کچھ روز آخر جان کھو دینا
وہ ماؤں کا فلک کو دیکھ کر چپ چاپ رو دینا
گزارے تین سال اس رنگ سے ایمان والوں نے
دکھا دی شان استقلال اپنی آن والوں نے
رضا و صبر سے دن کٹ گئے ان نیک بختوں کے
کہ کھانے کے لئے ملتے رہے پتے درختوں کے
دکھائی شکل اس آغاز کہ انجام نے اک دن
چچا کو دی خبر اس مصدر الہام نے اک دن
کہ دیمک کھا چکی ہے ظالموں کے عہد نامے کو
شکستہ کر دیا اللہ نے باطل کے خامے کو
ہے عبرت کا سبق اس انتباہِ آسمانی میں
فقط نامِ خدا باقی ہے اس تحریر فانی میں

شکستِ معاہدۂ باطل

ابی طالب اٹھے گھر سے نکل کر شہر میں آئے
تھے جن کے دستخط اس عہد نامے پر وہ بلوائے
کہا میرے بھتیجے سے ملی ہے یہ خبر مجھ کو
دیکھاؤ چل کے وہ تحریر اپنی اک نظر مجھ کو
میں اس کو چھوڑ دوں گا قول ہے اس کا اگر باطل
وہ حق پر ہے تو پھر اس عہد نامے کا اثر باطل

ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات

روایت ہے کہ دسواں سال تھا عہد نبوت کا
کہ ٹوٹا آخری رشتہ بھی انسانی حمایت کا
ابو طالب سدھارے جانب ملک عدم آخر
اٹھا سر سے چچا کا سایہ لطف و کرم آخر
وہ ام المسلمین جو مادر گیتی کی عزت ہے
وہ ام المسلمین قدموں کے نیچے جس کے جنت ہے
خدیجہؓ طاہرہ یعنی نبی کی باوفا بی بی
شریک راحت و اندوہ پابندِ رضا بی بی
دیار جاودانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی
گئیں دنیا سے آخر سوئے فردوس بریں وہ بھی
یہ بی بی تھیں وہ ہمدرد یتیمی تھے محمد کے
یہ دونوں غمگساران قدیمی تھے محمد کے
مشیت کو مگر مد نظر تھی شان یکتائی
محمد کی یہ تنہائی ہی تھی سامان یکتائی
قریش اس وقت تک نام ابوطالب سے ڈرتے تھے
عرب کے لوگ ان کے مرتبے کا پاس کرتے تھے
ابو طالب کے اٹھ جانے سے ڈر جاتا رہا دل سے
یہ ہستی اک سپر تھی ہٹ گئی مد مقابل سے

ہادیٔ اسلام کا سفر طائف

وہ ہادی جو نہ ہو سکتا تھا غیر اللہ سے خائف
چلا اک روز مکے سے نکل کر جانب طائف
دیا پیغام حق طائف میں طائف کے رئیسوں کو
دکھائی جنسِ روحانی کمینوں کو خسیسوں کو
نبی کے ساتھ یہ بد بخت پیش آئے رعونت سے
جو سرکردہ تھا ان میں بول اٹھا فرط حقارت سے
اگر اللہ تجھ ایسوں کو نبی پاک کرتا ہے
تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے
کہا اک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی
پیمبر ہی نہیں ملتا جسے تیرے سوا کوئی
ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا
نہایت بانک پن سے سانپ نے گویا دہن کھولا
اگر میں مان لوں تم کر رہے ہو راست گفتاری
تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیے تم سے
مجھے پھر بات بھی کوئی نہ کرنا چاہیے تم سے
یہ طعن سوقیانہ سن کے بھی ہادی نہ گھبرایا
اٹھا اور اٹھ کر اطمینان و آزادی سے فرمایا
کہ حق پہ دل نہیں جمتا تو اچھا خیر جانے دو!
یہ پیغام ہدایت شہر والوں کو سنانے دو!
یہ کہہ کر شہر کی جانب چلا اسلام کا ہادی
سنایا قیدیان لات کو پیغام آزادی
مگر بھڑکا دیا لوگوں کو ان تینوں شریروں نے
دکھائی شیطنت شیطان کے سچے مشیروں نے

پتھروں کی بارش

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے مینہ پتھروں کا رحمت عالم پہ برسانے
وہ ابر لطف جس کے سائے کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اس کے جسم پر پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے آنے والے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
فرشتے جن پہ آ آ کر جبین شوق رکھتے تھے
وہ پائے نازنیں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے
جگہ دیتے تھے جن کو حاملان عرش آنکھوں پر
وہ نعلین مبارک خاک و خوں سے بھر گئیں یکسر
حضورؐ اس جور سے جب چور ہو کر بیٹھ جاتے تھے
شقی آتے تھے بازو تھام کر اوپر اٹھاتے تھے
اسی مہمان نوازی کا نمونہ پھر دکھاتے تھے
خدائے قاہر و قہار کا صبر آزماتے تھے
یہ جسمانی عقوبت اس پہ یہ طرہ رنج روحانی
خدا پر مضحکہ کرتے تھے یہ بیداد کے بانی
کوئی کہتا تھا آپ اعجاز اپنا کوئی دکھلائیں
کم از کم یہ تو ہو ہم پر یہ پتھر ہی پلٹ آئیں
کوئی کہتا تھا تم پر سے بلا کیوں ہٹ نہیں جاتی
ہمارے غرق ہونے کو زمیں کیوں پھٹ نہیں جاتی
کوئی کہتا تھا میں ایسے خدا سے ڈر نہیں سکتا
کہ جو اپنے پیغمبر کی حفاظت کر نہیں سکتا
غرض یہ بانیانِ شر یہ فرزندان تاریکی
نبی پر مشق کرتے جا رہے تھے سنگ باری کی
مگر اس رنگ میں جب تک زباں دیتی رہی یارا
دعائے خیر ہی کرتا رہا اللہ کا پیارا

ایک لڑکی سے اوباشانہ چھیڑ

سر بازار اک دن ہو گئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے
زبان فحش سے ہاتھوں کی رندانہ اشارت سے
بے چاری سٹپٹا کر دوسری جانب لگی چلنے
تو اس کو کر دیا بے ستر ایک نامرد اجہل نے
لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاک دامن کا
کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاک دامن کا
نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم لڑکی نے محمد کی دہائی دی
پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں
کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمد کے مدینے میں

ایک مسلمان کا پاس غیرت

یہ فقرہ کہہ اٹھی یونہی زبان بے اختیار اس کی
سنی اک راہ چلتے مرد مسلم نے پکار اس کی
وہ دوڑا بدمعاشوں میں کھڑا دیکھا نحیفہ کو
عبا اپنی اتاری اور اوڑھا دی اس عفیفہ کو
نظر آیا جو اسلامی حمیت کا یہ نظارہ
تو ان بازاریوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا
کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
کوئی بولا نہیں یہ بات ہے وہ اس کی دختر ہے
مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جواں مردی
پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں
ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
مسلمان نے متانت سے کہا اے قوم بداختر
ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آ پڑے تنہا پہ جرات آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

ادھر سے بیسیوں تیغوں کے چرکے تھے کچوکے تھے
ادھر اک مرد نے رستے سر بازار روکے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چلدی
پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہو کر لاش خود سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی

یہودی جمع ہو کر آ پڑے تنہا دلاور پر
گریں چوبیس تیغیں بحر جرات کے شناور پر
گھرا تھا مرد مومن مجمع اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت

نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور دمامہ
نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا
رسول اللہ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں
ارادہ آپ نے اب رخصت زہرا کا فرمایا
محبت سے جناب مرتضٰی کو پاس بلوایا
بہت احساس تھا حیدر کی ناداری کا ہادی کو
کہا ہے کچھ تمہارے پاس اخراجات شادی کو
متاع دنیوی جو حصہ زہرہ میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو تا کہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا نہ بد زیب اور نہ بھدا تھا
بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ سامان تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہرہ جن کے گھر تسلیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھیں مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے ایک جبین سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے
علی المرتضٰی نے آج تاج ھل اتی پایا
دلہن کی شکل میں اک پیکر صدق و صفا پایا
ادھر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرہ اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہر و وفا لائی

رحمت للعالمین بیٹی کے گھر میں

عشاء پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ھادی زمانے کا
در بیت علی پر اذن مانگا اندر آنے کا
بشفقت سادہ پانی کا پیالہ گھر سے منگوایا
دعا دم کر کے خود تھوڑا سے پانی نوش فرمایا
دیئے پانے کے چھینٹے سینے و بازوے حیدر پر
یہی پانی رسول اللہ نے چھڑکا پاک دختر پر
محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
دعا کی اے خدا یہ عقد آئے راس دونوں کو
ہو ان کی نسل یارب دو جہاں میں خیر کا باعث
یہ عقد خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث
خداوندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کر دے
عمل میں دے اثر ان کے ارادے خیر سے بھر دے
دعا کے بعد دختر سے پھر اتنی بات فرما دی
کہ میں نے مرد افضل تر سے کر دی ہے تیری شادی
ادب سے سر جھکائے سامنے ایستادہ تھے دونوں
حیا داری کی اک زندہ شبیہ سادہ تھے دونوں
ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پر کیف نظارہ
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں کی بارش

ہٹیں ہٹ کر جمیں پھر ٹولیاں بزدل شریروں کی
رسول پاک پر ہونے لگی بوچھاڑ تیروں کی
ادھر جسموں کی دیواریں اٹھا دیں باوقاروں نے
بساط عشق پر جانیں بچھا دیں جانثاروں نے
صحابہ نے دیا تیروں کا تیروں سے جواب ان کو
بناتے تھے نشانہ آپ خود عالی جناب ان کو
کمانیں تاب لاتی تھیں نہ زور دست ہادی کی
مگر تھی معجزانہ شان اس حسن ارادی کی
علی اک سمت سعد اک سمت انہیں چورنگ کرتے تھے
ابو بکر و عمر اک سو جہاد و جنگ کرتے تھے
زبیر و طلحہ تھے سینہ سپر سرکار عالی پر
یہ پروانے مٹے جاتے تھے حسن بے مثالی پر
قریش اللہ کے مرسل پہ یہ نرغہ کر کے آتے تھے
صحابہ بڑھ کر تیغوں سے لپٹ کر زخم کھاتے تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہر مومن فتنہ رسیدہ توبہ کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (المشکاۃ)

ادھر سے پے در پے تیروں کی اک بوچھاڑ آتی تھی
ادھر سے ڈھال طلحہ بن عبیداللہ کی چھاتی تھی
یہی وہ تھے جو حامی تھے غلاموں اور ضعیفوں کے
مخالف تھے شریروں کے مؤید تھے شریفوں کے
ادھر سینے تھے ان کے اس طرف خون ریز بھالے تھے
یہ سب تھے پا پیادہ اس طرف جنگی رسالے تھے

بے گناہوں کے قتل کی منادی

مسلمانوں کی اخلاقی بلندی کا یہ آئینہ
جلائے ڈالتا تھا سینہء کفار میں کینہ
یہ صورت دیکھ کر کفار کے اشرار گھبرائے
خیال آیا کہیں مکہ مسلماں ہی نہ ہو جائے
چڑھا ان خوں کے پیاسوں کو ایسا جوش خونخواری
ہوئی اب قیدیوں کو قتل کر دینے کی تیاری
تعین ہو گیا تاریخ کا بھی قتل گاہ کا بھی
ہوئے تیار اب جلاد بھی دستہ سپہ کا بھی
منادی ہو گئی جو بھی تماشہ دیکھنے آئے
جواں و پیر کوئی بھی ہو نیزہ ساتھ میں لائے
کرے ان قیدیوں پہ آ کے اک اک وار ہر کوئی
بنے اس حصہ داری میں حصہ دار ہر کوئی

قیدی اپنے قتل کی خبر سنتے ہیں

خبر یہ کو بہ کو قریہ بہ قریہ در بہ در پہنچی
یہ سب طے ہو گیا تو قیدیوں کو بھی خبر پہنچی
جناب زید کے پاس ایک عورت یہ خبر لائی
کہ تم کل قتل ہو جاؤ گے کیوں کیسی سزا پائی
یہ سن کر نور چھایا چہرۂ زید ابن ثابت پر
نہ پایا تھا کبھی یہ رنگ سیار و ثوابت پر
کہا تو قتل جس کو کہہ رہی ہے یہ شہادت ہے
بہت مشکل سے ملتی ہے یہ اک ایسی سعادت ہے
یہ سن کر محو حیرت ہو گئی وہ نیک دل عورت
قریشی قوم کی جلادیوں پر تھی خجل عورت
ہزاروں برچھیاں گاڑی گئیں اس جسم لاغر میں
ہوئی تسلیم جاں اک نعرۂ اللہ اکبر میں
لب مقتول پہ اس شان سے اللہ اکبر تھا
زمیں بے تاب و مضطر تھی فلک حیران و ششدر تھا
صدا تکبیر کی کچھ اس طرح چھائی فضاؤں پر
پڑی اک تھرتھری انبوہ باطل کی صداؤں پر
دلوں میں ہول پھر پیدا ہوا کچھ تھڑ دلے بھاگے
چھری لے کے بڑھا نسطاس صفوان کا غلام آگے
جناب زید کے لاشے کا سر ملعون نے کاٹا
تن مقتول سے گردے نکالے اور لہو چاٹا
کیا لاشوں کا مثلہ اب گروہ اہل مکہ نے

گناہ بے گناہی

خطا یہ تھی کہ یہ اللہ کو واحد سمجھتے تھے
زمین و آسمان کے شاہ کو واحد سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ قرآن پر ایماں لائے تھے
قوانین صداقت ان کی جان و دل پہ چھائے تھے
خطا یہ تھی خدا کو قادر مطلق سمجھتے تھے
محمدؐ کو نبی قرآن کو برحق سمجھتے تھے
خطا یہ تھی کہ پروانے تھے یہ شمع رسالت کے
اصول ان کو پسند آئے تھے انصاف و عدالت کے

محبوب خدا مزدوروں کے لباس میں

حدیں قائم ہوئیں خندق کی دست پاک ہادی سے
ہوئے مصروف کار اہل وفا ذوق ارادی سے
ہوئی تفویض دس دس گز زمیں ہر اک جماعت کو
بذوق و شوق ہر اک فرد تھا حاضر اطاعت کو
زمیں پر دیدنی تھی آسمانی نور کی صورت
نبی شامل تھا مزدوروں میں اک مزدور کی صورت
یہ محنت فی سبیل اللہ تھی حق سرمایہ تھا ان کا
یہ تھے اللہ کے مزدور عالی پایہ تھا ان کا
نگاہ عرش سوئے فرش تھی حیرت سے آئینہ
جمی تھی بازوؤں پر گرد اٹا تھا خاک سے سینہ
وجود ان کے تھے محو کار آنکھیں محو یار ان کی
وہ رشک مہر و ماہ تھا راحت لیل و نہار ان کی
وہ ہم آہنگی سے آتے تھے رجز ان کی زبانوں پر
زمیں پر کام کرتے تھے صدا تھی آسمانوں پر

پیٹ پر پتھر

گزارے بیس دن اور بیس راتیں اس مشقت میں
رخ شامی پہ خندق کھود لی ارباب ہمت نے
مگر اک مرحلہ پر ہو گئی حائل چٹان ایسی
اسے کوئی بشر توڑے کسی میں نہ تھی جان ایسی
لگائی ضرب ہر اک نے ہر اک نے پھاوڑا مارا
مگر یہ سنگدل پتھر نہ ہارا ہر کوئی ہارا
لگا کر ضرب پتھر پر جواں و پیر سب ہارے
پیغمبر کی طرف تکنے لگے اللہ کے پیارے
گذارش کی یہ پتھر ہو گیا ہے کام میں حائل
غلامان نبی کی قوتیں ہیں بھوک سے زائل
کیا نظارہ حسن صابری کا چشم شاہد نے
کہ پتھر باندھ رکھا تھا شکم پر ہر مجاہد نے
تبسم لب پہ آیا اور شکم سے پیرہن سرکا
ہوا آئینہ سب پر حوصلہ صبر پیغمبر کا
عجب عالم نظر آئے یہاں فاقہ گزاری کے
کہ دو پتھر بندھے تھے پیٹ پر محبوب باری کے
کئی دن سے میسر تھا نہ کچھ جز آب حضرت کو
کسی نے بھی نہ پایا تھا مگر بے تاب حضرت کو

ضرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اُڑھا دی چادر حیرت فلک پر اس نظارے نے
لیا دست مبارک میں کدال اللہ کے پیارے نے
زبان پاک سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
لگائی اک ضرب ایسی کہ پتھر سے ضیاء نکلی
ضیاء ایسی کہ چمکے جس سے دامن کہساروں کے
کھلے اہل نظر پر باب کچھ رنگین نظاروں کے
مرقع قصر ہائے احمریں شام کا پایا
اشارہ اہل دیں نے غلبہء اسلام کا پایا
لگائی دوسری اک ضرب جب اللہ والے نے
دکھایا اک نیا منظر مقدر کے اجالے نے
اجالے میں جھلک تھی فارس کے قصر مدائن کی
یہ ضربِ دستِ حق کنجی تھی کسرائی خزائن کی
پڑی ضرب سوم سنگین چٹان اب پارہ پارہ تھی
نبی کے ہاتھ کی قوت جہاں میں آشکارا تھی
نظر خیرہ ہوئی اس مرتبہ بھی وہ چمک دیکھی
یمن کا ملک دیکھا شہر صنعا کی جھلک دیکھی
یہ نظارے فتوحات ممالک کے اشارے ہیں
نبیؐ کے ہاتھ نے سب کام امت کے سنوارے ہیں

حضرت صفیہؓ کی دلاوری

صفیہؓ بنت عبدالمطلب ہمشیرہ حمزہؓ کی
کہ تھا جن کا ظہور ہوبہو تصویر حمزہ کی
نظر رکھتی تھی وہ میدان پر ہر دم جھروکے سے
مبادا دشمنان دیں ادھر آ جائیں دھوکے سے
یہودی قوم کی بستی میں تھیں تیاریاں ہر دم
بغاوت کے نظر آتے تھے آثار و نشاں ہر دم
بسا اوقات کچھ دستے مسلح ہو کہ آتے تھے
کھڑے رہتے تھے آدمی راہ پر پھر لوٹ جاتے تھے
اچانک اک نرالا فتنہ سالوس بھی دیکھا
بزیر سایہ دیوار اک جاسوس بھی دیکھا
یہ صورت تھی بلاشک قصر امن آثار میں رخنہ
یہودی ڈھونڈتا تھا قلعہ کی دیوار میں رخنہ
صفیہ خود مسلح ہو کر نکلیں قلعہ سے باہر
لگائی چوب سے اک ضرب اس مرد مسلح پر

مسلمان عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

یہ ضرب دست حق تھی کھل گیا خاطی کا بھنڈارا
دماغ و استخواں کا رہ گیا اک بدنما گارا
یہ نقشہ دیکھ کر دشمن کے دستے پھر نہیں ٹھہرے
وہ سمجھے قلعہ میں ہیں اچھے خاصے فوج کے پہرے
دوبارہ رخ نہ اس جانب کیا پر ان لعینوں نے
سبق ایسا سکھایا مسلمہ پردہ نشینوں نے
کیا ہمشیر حمزہؓ نے وہ کارِ دلیرانہ
قیامت تک زبانوں پر رہے گا جس کا افسانہ
وہ بزدل ہیں بوقت خطرہ جو ورلاپ کرتی ہیں
مسلماں عورتیں اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں

باب ۳۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِمامِ حَرمِ نبوی کا تاریخی خطبہ کا اُردو ترجمہ

یہ امامِ حرم کے خطبے کا عربی متن ہے' جو علمائے کرام اور خطباء حضرات کے استفادے کیلئے اعراب لگا کر پیش کیا جا رہا ہے تا کہ وہ کبھی کبھار اپنے جمعہ کے خطبات میں اس کے اقتباسات پڑھا کریں تو شیخ حذیفی کی اتباع کرتے ہوئے اس فریضے کو سرانجام دے سکیں گے جو حرمین کے تحفظ کے سلسلے میں ان پر عائد ہوتا ہے۔ ویسے بھی اس خطبے کے الفاظ ایسے بابرکت ہیں کہ کبھی کبھی ان کو پڑھ کر ایمان تازہ کیا جا سکتا ہے۔

گر خواہی تازہ داشتن داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حمد وثناء اور درود وسلام:

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا پالنے والا اور اس کائنات کا حقیقی بادشاہ ہے۔ اس نے اپنے اولیاء کے دلوں کو ہدایت اور یقین کی قوت سے روشن فرمایا اور ان کی فہم وفراست کو وحی کے نور سے تقویت بخشی۔ جس کو چاہا اپنی رحمت سے ہدایت عطا فرمائی اور جسے چاہا اپنی حکمت سے گمراہ کیا۔ چنانچہ کافروں اور منافقوں کے قلوب نورِ حق کو قبول کرنے سے اندھے ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی پوری حجت اس کی تمام مخلوق پر قائم ہو گئی۔

میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں اور اس کا ایسا شکر کرتا ہوں جو اس کی ذات اور اس کی عظیم بادشاہت کے لائق ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہی قیامت کے دن کا مالک ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اوّلین وآخرین کے سردار ہیں۔ جن کو قرآن کے ساتھ تمام مسلمانوں کیلئے رحمت اور خوشخبری بنا کر بھیجا گیا۔ اے اللہ! درود وسلام اور برکتیں بھیج اپنے بندے اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر' اور آپ کی آل واصحاب وتابعین پر۔

تمہید: (۱)

امابعد! مسلمانو! اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اے اللہ کے بندو! بلاشبہ انسان پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت سچا دین ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ گمراہی کے اندھوں کو ایمان کی بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایسا نور دیدیا جسے لئے ہوئے وہ لوگوں میں چلتا ہے' کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے۔ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا''۔ (۱۲۲:۶)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے' کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے؟ پس نصیحت تو سمجھ دار لوگ ہی قبول کرتے ہیں''۔ (۱۹:۱۳)

اللہ کے نزدیک قابل قبول مذہب صرف اسلام ہے:

اللہ کا دین آسمان وزمین میں اور اوّلین وآخرین کیلئے صرف دین اسلام ہے۔ شریعت کے احکام ہر نبی کیلئے مختلف رہے' ہر نبی کو وہی احکام دیئے گئے جو اس کی اُمت کیلئے ہونا چاہیے تھے' اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور علم سے جس حکم کو مناسب سمجھا منسوخ کر دیا اور جسے چاہا برقرار رکھا' لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو تمام شریعتوں کو منسوخ فرما دیا اور ہر انس وجن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا مکلف بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ فرما دیجئے' لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں' جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمینوں میں ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لے آؤ اور اس کے رسول پر جو نبی اُمی ہیں' جو کہ اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور تم ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ''۔ (۱۸۵:۷)

یہود ونصاریٰ اسلام لائے بغیر نجات نہیں پا سکتے

ارشاد نبوی ہے: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' جو بھی یہودی یا عیسائی میری (نبوت ورسالت کی) خبر سن لے اور مجھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو وحی کی گئی ہے کہ تم قبروں میں فتنہ کے اندر گرفتار کیے جاؤ گے (مسلم سوف)

پر ایمان نہ لائے وہ جہنم میں داخل ہوگا''۔

پس جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنم میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اعلان فرما چکے ہیں:

''بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے''۔(۱۹:۳)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین طلب کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا''۔(۸۵:۳)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی شریعت کے ساتھ بھیجا جو سب سے افضل ہے اور ایسا دین دے کر مبعوث فرمایا جو سب سے مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین میں وہ تمام (بنیادی) اصول جمع فرما دیئے جو انبیاء سابقین علیہم السلام کو دیئے گئے تھے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں۔ اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے''۔(۱۳:۴۲)

یہود و نصاریٰ کی گمراہی کی وجہ:

یہود و نصاریٰ کے پیشواؤں کو یقین ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہی سچا دین ہے لیکن مسلمانوں سے حسد، کبر، حب دُنیا اور نفسانی اغراض اسلام اور ان کے درمیان حائل ہیں۔ علاوہ ازیں یہود و نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ہی اپنی آسمانی کتاب میں تحریف کر چکے تھے اور اُنہوں نے اپنے دین کو بدل کر رکھ دیا (۱) پس وہ کفر و گمراہی پر قائم ہیں۔

مسلمانوں کے خلاف ایک خطرناک تحریک:

حق و باطل کے بارے میں مختصر تمہید کے بعد (میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں):

آج کل جاری ایک نئی تحریک ہم مسلمانوں کیلئے بڑی تکلیف دہ ہے، جو مختلف مذاہب کو اور مسلمانوں اور شیعہ کو ایک دوسرے کے قریب لانے کیلئے چلائی جارہی ہے۔

اور ہمیں ان نام نہاد دانش داروں کی طرف سے چلائی جانے والی (اتحادِ مذاہب کی) دعوت بھی بہت خطرناک اور بری لگ رہی ہے، جو اسلام کے بنیادی اور اساسی عقائد سے بھی واقفیت نہیں رکھتے۔ (اور تمام مذاہب کو ایک ثابت کر کے مسلمانوں کو یہودیوں و عیسائیوں کے ساتھ اتحاد و یگانگت اور شرعی احکام میں تساہل اور چشم پوشی کا مشورہ دے رہے ہیں) (۱)

خصوصاً جبکہ آج کی جنگیں عقیدہ و مذہب کی بنیاد پر لڑی جارہی ہیں اور تمام تر مفادات بھی اسی پر مرکوز ہو چکے ہیں، تو ایسی دعوت و تحریک اسلام اور مسلمانوں کیلئے اور بھی زیادہ خطرناک ہوگی۔

اس تحریک کا علمی تجزیہ:

بے شک اسلام یہود و نصاریٰ کو تو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ خود کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل ہو جائیں، اسلام کو مان کر باطل سے چھٹکارا حاصل کریں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''آپ فرما دیجئے، اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلمہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو رب قرار نہ دے۔ پھر اگر وہ لوگ نہ مانیں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو (یہ بات) ماننے والے ہیں''۔(۶۴:۳)

اسی طرح اسلام یہود و نصاریٰ کو اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے دین پر قائم رہیں بشرطیکہ اسلام کے ماتحت رہیں مسلمانوں کا جزیہ دیتے رہیں اور امن و امان برقرار رکھیں۔ (۲) اسلام یہود و نصاریٰ کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''دین میں جبر نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح طور پر جدا ہو چکی ہے''۔(۲۵۶:۲)

لیکن اسلام چونکہ سراپا رواداری اور انسانیت کیلئے خیر خواہی ہے اس لئے وہ یہ ضرور بتاتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کا دین باطل ہے۔ (ان سے اتحاد نہیں ہو سکتا، اور انسانیت کو یہ بتانا اس لئے ضروری ہے تاکہ سب پر حجت الٰہیہ قائم ہو جائے، اس کے بعد) جو ایمان لانا چاہتا ہے وہ ایمان لے آئے، جو کفر پر اڑا رہنا چاہتا ہے وہ بے شک اڑا رہے۔ (یہود و نصاریٰ کا دین چونکہ باطل ہے، اس لئے وہ اپنے دین پر رہتے ہوئے کبھی مسلمانوں کے بھائی نہیں بن سکتے ہاں اگر) یہود و نصاریٰ اور مشرکین اسلام میں داخل ہونا چاہیں تو اسلام ان کو اپنی آغوش میں لے لے گا اور یوں وہ مسلمانوں کے دینی بھائی بن سکتے ہیں، کیونکہ اسلام میں کسی رنگ و نسل کی وجہ سے کوئی تعصب روا نہیں رکھا گیا۔ اس پر انسانی تاریخ شاہد ہے اور اس

بارے میں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو''۔(۴۹:۱۳)

☆ باقی رہا اسلام کے ساتھ یہودیت یا عیسائیت کا جوڑ (جس کی آج کل مکار کافروں کی طرف سے تحریک چلائی جارہی ہے) تو یہ بالکل ہی ناممکن اور محال ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور نہیں برابر ہوسکتا اندھا اور آنکھوں والا اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ' اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے سنوار دیتا ہے' اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''۔(۳۵:۱۹تا۲۲)

ایک اور خطرناک نظریہ:

اسی طرح یہ نظریہ بھی باطل ہے (۱) کہ مسلمان بعض شرعی احکام سے دستبردار ہو جائیں اور یہود و نصاریٰ کو مائل کرنے کیلئے بعض دینی احکام میں تساہل اور چشم پوشی سے کام لیں' یا کفار سے دوستی رکھیں' تو یہود و نصاریٰ قریب ہو سکتے ہیں۔ سچا مسلمان ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ (نہ ہی یہود و نصاریٰ دوستی سے مسلمانوں کے قریب ہو سکتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں' آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں' گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو''۔(۵۸:۲۲)

حق کی حمایت اور باطل سے نفرت فرض ہے:

الغرض مسلمان اور کافر میں کوئی رشتہ نہیں' مگر اس کے باوجود اسلام کسی مسلمان کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ کفار پر ظلم کرے' کیونکہ اسلام نے مسلمانوں کو کفار کے ساتھ بھی انصاف کرنے کا پابند کیا ہے۔

ہاں مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حق کا دفاع کرے اور دین کی نصرت کرے اور باطل سے نہ صرف دشمنی رکھے بلکہ اس کی قوت توڑنے کی کوشش کرے۔ اسلام اور کفر کے درمیان یہ امتیاز جب ہی حاصل ہوسکتا ہے کہ اسلام کے عقائد اور بنیاد کو پوری قوت سے پکڑا جائے۔ ایمان پر ثابت قدمی اور اسلام کے احکام کی سختی کے ساتھ پابندی ہی سے مسلمان دنیا میں سعادت مند ہو کر اپنی عزت اور اپنے حقوق کا تحفظ کر سکتا ہے۔ دین پر استقامت ہی سے حق کو مستحکم اور باطل کو باطل قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس تحریک کے نتائج:

اس کے برعکس مذاہب کو باہم قریب دکھانے کی جو تحریک چلائی جارہی ہے تو یہ (نہ صرف) اسلام کے بالکل منافی ہے بلکہ مسلمانوں کو بہت بڑے فساد اور فتنہ میں ڈال دے گی۔ اس کے نتائج عقیدۂ اسلام میں پیوندکاری' ایمان کی کمزوری اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی جیسے بھیانک ہوں گے حالانکہ اللہ نے اہل ایمان کو تو آپس میں دوستی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں''۔(۹:۷۱)

جبکہ اللہ نے کفار کو چاہے کسی بھی گروہ سے تعلق رکھتے ہوں ایک دوسرے کا دوست بتایا ہے۔ (اس لئے وہ ایک دوسرے کے دوست تو ہو سکتے ہیں' مسلمانوں کے دوست ہرگز نہیں ہو سکتے) چنانچہ فرمایا:

''اور کافر کافروں کے دوست ہیں۔ اگر تم نے اس طرح نہ کیا تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو جائے گا''۔(۸:۷۳)

مشہور مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر یوں کی ہے:

''یعنی اگر تم نے مشرکین سے علیحدگی اختیار نہ کی اور اہل ایمان سے دوستی نہ کی' تو بہت بڑا فتنہ لوگوں میں برپا ہو جائے گا۔ فتنہ سے مراد مسلمانوں کا کفار سے گھل مل جانا اور دین کی حقیقت کا مشتبہ ہو جانا ہے۔ پس مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اختلاط سے بہت خطرناک فساد واقع ہو جائے گا''۔

اور اللہ کا ارشاد ہے:''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں''۔(۵:۵۱)

اسلام اور یہودیت میں کوئی تعلق نہیں:

اسلام اور یہودیت میں کیا جوڑ ہوسکتا ہے جبکہ اسلام اپنی پاکیزگی' روشنی' نورانیت' شرافت و عدالت' رواداری' وسعت ظرفی' بلند اخلاقی اور جن و انس کیلئے عام ہونے میں بے مثال ہے۔ اور یہودیت مادہ پرستی' تنگ نظری' انسانیت کے ساتھ کینہ پروری' اخلاقی انحطاط' اندھیر نگری اور لالچ و طمع کا مجموعہ ہے۔ تو اسلام اور یہودیت میں کیا جوڑ ہوسکتا ہے؟

کیا کوئی مسلمان اس بہتان کو قبول کر سکتا ہے جو یہودی حضرت مریم صدیقہ عابدہ علیہا السلام پر لگاتے ہیں؟

کیا مسلمان یہودیوں کی اس بات کو برداشت کر سکتے ہیں جس میں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ولد الزنا کہتے ہیں؟

بناء بریں (اللہ کے) قرآن اور شیطان کی ''تلمود'' (یہودیوں کی مذہبی کتاب) کے درمیان کیونکر قرب و تعلق ہوسکتا ہے؟

اسلام اور عیسائیت میں کوئی جوڑ نہیں:

اسی طرح مسیحیت اور نصرانیت کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام صاف ستھرا دین توحید ہے۔ سراپا رحمت و انصاف ہے اور مکمل شریعت ہے' جبکہ عیسائیت گمراہی کا مجموعہ ہے۔ گمراہ عیسائیت کہتی ہے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں یا وہ خود اللہ ہیں یا تیسرے معبود ہیں۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرسکتی ہے کہ معبود رحم مادر میں پرورش پائے؟ کیا عقل مانتی ہے کہ معبود کھائے پیئے' گدھے کی سواری کرے' سوئے اور بول و براز کرے؟ تو ایسے بے ہودہ مذہب کو اسلام سے کیا نسبت؟ اسلام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کا قائل ہے اور اس میں یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں' بنی اسرائیل کے رسول ہیں اور اللہ کے افضل ترین رسولوں میں سے ہیں۔

شیعیت اور اسلام میں کوئی مناسبت نہیں:

اور اہلسنت اور شیعہ کا آپس میں کیا جوڑ؟ اہلسنت تو حاملین قرآن و حاملین حدیث ہیں۔ انہی کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت فرمائی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد کیا اور سنہری تاریخ رقم کی۔ جبکہ دوسری طرف روافض (یعنی شیعہ) کا یہ حال ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر لعنت بھیجتے ہیں اور یوں دین اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کرتے ہیں' اس لئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو وہ حضرات ہیں جنہوں نے ہم تک دین پہنچایا ہے' سو جو شخص ان پر لعن وطعن کرے وہ اسلام کو ڈھائے گا۔

شیعہ کی اسلام سے دوری کی پہلی وجہ:

☆ اور اہلسنت و روافض میں قرب کیونکر ہوسکتا ہے' حالانکہ یہ روافض خلفاء ثلاثہ (یعنی حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم) کو گالیاں دیتے ہیں اگر ان میں عقل ہوتی تو سمجھ جاتے کہ ان کی گالیاں در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر تھے اور ان کی زندگی میں ان کے وزیر رہے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ بھلا یہ مرتبہ اور کس کو مل سکا جو ان دونوں حضرات نے پایا؟

شیعہ کے گمراہ ہونے کی واضح دلیل:

☆ یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں بنفس نفیس شریک رہے ہیں۔ مذہب شیعہ کے باطل ہونے کیلئے یہی دلیل کافی ہے۔ اور رہے حضرت عثمان ؓ تو وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں کے شوہر تھے اور (یہ بات بالکل واضح ہے کہ) اللہ اپنے رسول کیلئے سب سے بہترین ساتھیوں اور سب سے بہترین داماد کے سوا کسی اور کو پسند نہیں کرتا۔ اگر یہ روافض اپنے خیال میں سچے ہیں تو بھلا یہ بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء ثلاثہ کی اسلام دشمنی کو واضح کیوں نہ کیا؟ اور امت کو اس سے کیوں نہ ڈرایا؟

☆ (خلفاء ثلاثہ پر طعن و تشنیع کا دائرہ کار صرف انہیں تک محدود نہیں) بلکہ یہ طعن و تشنیع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیچڑ اچھالنے کے مترادف ہے' اس لئے کہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا اور اپنی خوشی سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی تھی اور (صرف یہی نہیں بلکہ) آپ تو خلفاء ثلاثہ کے وزیر' عقیدت کیش اور خیر خواہ تھے۔ سو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کافر کو داماد اپنا داماد بنا سکتے ہیں اور کیا آپ کسی کافر کے ہاتھ پر بیعت کرسکتے ہیں؟ سبحان اللہ! یہ تو بہتان عظیم ہے۔

☆ اور ان روافض کا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعنت کرنا در حقیقت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعنت کرنا ہے' اس لئے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض اللہ کی رضا کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر (پیشگی) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کی تھی۔ سو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ کسی کافر کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوسکتا ہے کہ وہ لوگوں پر حکومت کرتا پھرے؟ سبحان اللہ! یہ تو حضرت حسن پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اس پر اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اس بارے میں مجبور تھے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان روافض میں عقل نام کی کوئی چیز ہی نہیں' اس لئے کہ یہ بات تو ان دونوں حضرات کی شان میں ایسا نقص ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نقص ہو ہی نہیں سکتا۔

شیعہ کی اسلام سے دوری کی دوسری وجہ:

اور یہ لوگ مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیسے لعنت بھیجتے ہیں؟ حالانکہ ان کے ام المؤمنین ہونے کی تصریح خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''نبی مؤمنین کے ساتھ خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں''۔ (۶:۳۳)

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ام المؤمنین پر وہی شخص لعنت کرسکتا

ہے جس کے نزدیک ام المؤمنین اس کی ماں نہ ہوں' اس لئے کہ جس کی ماں موجود ہوتی ہے وہ اس پر لعنت نہیں کرتا بلکہ اس سے محبت کرتا ہے۔

شیعہ کی اسلام سے دوری کی تیسری وجہ:

اور اہلسنّت و روافض ایک دوسرے کے قریب کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ یہ روافض گمراہی کے امام اور سرغنے ''خمینی'' کو معصوم کہتے ہیں اور خود یہ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ خمینی ان کے مہدی کا نائب ہے۔ وہ مہدی جس کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ''سامرہ'' مقام کے ایک غار میں گھس گیا ہے۔ چونکہ خمینی مہدی کا نائب ہے اور نائب کا حکم وہی ہوتا ہے جو اصل کا' چنانچہ جب مہدی معصوم ہے تو خمینی بھی معصوم ٹھہرا' کیونکہ وہ اس کا نائب ہے۔ اور (ان روافض نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ) یہ اپنے ہر فقیہ کی ولایت اور معصومیت کے بھی قائل ہیں' یہ (ان کے عقیدے کا) کس قدر کھلا تضاد ہے گویا انہوں نے اپنے مذہب کی بنیادیں خود ہی کھوکھلی کر دی ہیں اور (یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں' اس لئے کہ) جھوٹ کا یہی حال ہوتا ہے کہ اس کی باتیں ایک دوسرے سے متصادم ہوتی ہیں اور یوں خود ہی اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔

شیعہ یہود و نصاریٰ سے زیادہ خطرناک ہیں:

تمام اہل بیت ان روافض اور ان کے اس باطل عقیدہ سے بری ہیں۔ اور ان کے مذہب کے بطلان پر شرعاً و عقلاً اتنے دلائل ہیں کہ انتہائی کدو کاوش کے بغیر ان کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔ سو ان کو چاہئے کہ (اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر) دین اسلام میں داخل ہو جائیں۔ ہم اہلسنت تو بال برابر بھی ان کے قریب نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ اسلام کے حق میں یہود و نصاریٰ سے زیادہ خطرناک ہیں' ان پر کبھی بھی کسی بھی طرح بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ (ان کے مکر و فریب سے دفاع کرنے کیلئے) ہر وقت ان سے چوکنا رہیں اور ان کی گھات میں بیٹھے رہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یہی لوگ دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیں۔ اللہ ان کو غارت کرے کہاں پھرے چلے جاتے ہیں''۔ (۶۳:۴)

واضح رہے کہ رفض و شیعیت کا نسب خاص عبداللہ بن سبا یہودی اور ابو لؤلؤ مجوسی سے ملتا ہے۔

مسلمانو! کفر کے مقابلے میں متحد ہو جاؤ:

پس اے مسلمانو! اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ مسلمان اپنے عقیدہ میں حق و باطل کا امتیاز کرے۔ جسے اللہ نے اچھا قرار دیا اسے اچھا سمجھے اور جسے اللہ نے ناپسندیدہ بتایا اسے مکروہ و مبغوض سمجھے۔ سب مسلمان باہمی مدد و نصرت کے ذریعہ ایک ہو جائیں کیونکہ مسلمانوں کے تمام دشمنوں کو ان کے باطل دین اور کافرانہ عقائد نے اسلام دشمنی پر متحد کر دیا ہے۔ اور یہ آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے دشمنان اسلام مسلمانوں کے خلاف متحد رہے ہیں اور اس کا کوئی امکان نہیں کہ کفار مسلمانوں سے خوش ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور ہرگز یہود و نصاریٰ آپ سے راضی نہیں ہو سکتے الا یہ کہ آپ ان کے مذہب کے پیروکار بن جائیں''۔ (۲:۱۲۰)

اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

''اور کفار تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے' یہاں تک کہ تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں اگر ان کے بس میں ہو''۔ (۲:۲۱۷)

صہیونی حکومت کے قیام کے مقاصد:

چنانچہ ''فلسطین'' میں ایک صیہونی و یہودی حکومت کی داغ بیل صرف اس لئے ڈالی گئی تا کہ اسلام سے مسلح جنگ کا آغاز کر کے علاقہ کو ہولناک حالات سے دو چار کر دیا جائے۔ اور صیہونی حکومت کے قیام کے بعد یہودی استعمار نے عالم اسلام کے خلاف متعدد ایسی بنیادی اور اجتماعی سازشوں کا آغاز کیا' جن کا غم مسلمانوں کو آج بھی کھائے جا رہا ہے۔

یہودیوں کی ایک بڑی سازش:

ان سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ تھی کہ عالم اسلام سے شرعی عدالتوں کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ خود ساختہ قوانین اور غیر اسلامی عدالتوں کا اجراء کیا جائے۔ چنانچہ کفار اس میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ سعودیہ کی اسلامی حکومت اس سازش کا شکار نہ ہو سکی اور یہاں آج بھی شرعی عدالتیں قائم ہیں' اور اسلامی (عرب) حکومتوں میں صرف سعودیہ حکومت ہے جو توحید کی علمبردار ہے؟

تازہ ترین خوفناک یہودی سازش:

بیشتر ممالک اسلامیہ میں شرعی و اسلامی عدالتیں ختم کرنے میں کامیابی کے بعد آخر میں یہود و نصاریٰ نے علاقہ میں نئی سازشوں کا جال پھیلایا' تا کہ ان کو عسکری اور فوجی مداخلت کا بہانہ ملے۔ چنانچہ یہاں بعث' اشتراکیت اور قومیت جیسے مذاہب کفریہ اور غیر مسلم احزاب کے نام سے عسکری انقلابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ حالانکہ ان جماعتوں اور مذاہب کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا۔

صدام کس سازش کی پیداوار:

چنانچہ ان مذاہب کفریہ نے صدام جیسے لوگوں کو جنم دیا' جس کے نتیجے

میں شریعت مطہرہ اور علم نبوت سے مسلح جنگ چھیڑ دی گئی۔ پھر تمام وسائل بروئے کار لائے گئے اور حق کی آوازوں کو دبا دیا گیا۔ کفار کی سازشوں نے رنگ دکھایا اور خاندان کے خاندان مغربی ممالک کی طرف کوچ کر گئے۔ چنانچہ وہ حکومتیں جو فوجی انقلابات کا شکار ہوئی تھیں' مغربی اثرات کی وجہ سے دین میں کمزور ہوتی چلی گئیں۔ پھر ہر نئی حکومت پہلی حکومت کو تباہی و بربادی کا ذمہ دار ٹھہرا کر اس پر لعنت بھیجتی رہی۔ والعیاذ باللہ! بعض اسلامی ممالک کی حالت تو اس قدر ناگفتہ بہ ہو چکی ہے کہ اب وہاں نماز باجماعت ادا کرنا بہت بڑا جرم ہے' جس پر سزا دی جاتی ہے۔ **ولا حول ولا قوة الا باللہ !!!**

جب یہ حالات ہوں تو نصرت الٰہیہ' دینی عزت اور شرافت کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے؟

جزیرۂ عرب پر یہود و نصاریٰ کی یلغار:

صہیونی حکومت کا قیام' اسلامی ممالک سے شرعی عدالتوں کا خاتمہ اور ان کی جگہ خود ساختہ نظام اور غیر اسلامی قانون کے اجراء' مسلمانوں میں اسلام کے بالمقابل مذاہب اور جماعتوں کی ترویج و تشکیل اور اس کے نتیجے میں صدام حسین جیسے شخص کے منظر عام پر آ جانے کے بعد بڑی طاقتوں کیلئے گویا وہ تمام اسباب مہیا ہو گئے جن پر وہ اصل سازش کو پروان چڑھا سکتے تھے۔ چنانچہ عالمی طاقتوں نے باقاعدہ فوجی و عسکری مداخلت کا راستہ ہموار کرنے کیلئے قصداً جعلی بحران پیدا کرنا شروع کر دیئے' جبکہ وہ اقتصادیات پر پہلے ہی قابض ہو چکے تھے۔

مملکت حرمین کے خلاف بڑی طاقتوں کے عزائم:

اور اب تو بڑی طاقتوں کے یہ عزائم کھل کر سامنے آ چکے ہیں کہ مملکت حرمین شریفین کو ایسی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے جو باہم لڑتی جھگڑتی رہیں۔ یوں اسلام دشمنی کے عقیدہ کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

یاد رکھیں! عالمی طاقتیں مملکت حرمین کی سخت ترین دشمن ہیں کیونکہ یہ مملکت اسلام کا بہت بڑا مرکز اور قلعہ ہے۔ اس بارے میں امریکہ' برطانیہ اور ان کے ہمنوا حکومتوں کے مکروہ عزائم طشت از بام ہو چکے ہیں۔ کفار کی تمام حکومتیں حرمین کی اس مملکت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں بلکہ تمام کفریہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی ہیں۔ اس لئے ان حکومتوں میں سے کسی پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا (خصوصاً جبکہ امریکہ و برطانیہ کی طرف سے مملکت حرمین کو اس کی بقاء اور سلامتی سے متعلق دھمکیاں دی جا رہی ہیں تو ان کی کھلی دشمنی' بدنیتی' نقصان پہنچانے کے عزائم اور مملکت حرمین کی تباہی کے منصوبے بالکل عیاں ہو چکے ہیں۔

امریکہ کو امام مدینہ کا انتباہ:

امریکہ کان کھول کر سن لے کہ وہ مملکت حرمین کو تنہا نہ سمجھے۔ مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام مسلمان حرمین شریفین کی مملکت کے دفاع کیلئے متحد ہیں۔ کیونکہ ارض حرمین اہل ایمان کا آخری مرکز ہے۔

عالمی طاقتوں کے اہداف:

عالمی طاقتوں کے ناپاک عزائم اور ان کے اہداف یہ چھ اُمور ہیں:

☆ صہیونی و یہودی حکومت اسرائیل کو مستحکم کرنا۔

☆ مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کر کے یہودیوں کی دیرینہ آرزو پوری کرنا۔

☆ عرب مسلم ممالک پر یہودیوں کی فوجی و عسکری برتری کو برقرار رکھنا۔

☆ خلیج کی دولت پر قبضہ جمانا تا کہ اہل خلیج کو بچا کھچا ہی مل سکے۔

☆ اسلام کی دعوت پر فیصلہ کن وار کرنا۔

☆ ہر اس چیز کی تحریک چلانا جو اسلام کے خلاف ہو' جس سے اسلام کے عطا کردہ بہترین اخلاق کو تباہ کیا جا سکے اور عرب اسلامی ممالک کو باہمی لڑائیوں میں مصروف رکھا جا سکے۔

عالم اسلام کو ترکی سے عبرت لینی چاہیے:

مسلمانو! تمہیں ''ترکی'' سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ جب کمال اتاترک ملعون نے سیکولر حکومت قائم کی اور ترکوں پر زبردستی کفریہ نظام مسلط کیا۔ ترک حکام نے نہ صرف اسلام کو پس پشت ڈالا بلکہ اُنہوں نے اسلام سے ہر جگہ دو بدو جنگ کی اور اب تک وہ اسلام کے خلاف صف آرا ہیں۔ وہ یہودیوں کے ساتھ عسکری عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کفار ترک حکومت سے صرف اس شرط پر خوش ہیں کہ وہ یہودیوں کی خدمت گزار اور فرمانبردار بنی رہے۔ ترکی نے یہود و نصاریٰ کیلئے اپنا دین و ایمان سب کچھ قربان کر دیا لیکن ترکی کو کوئی یورپی ملک اپنے ساتھ ملانے کو تیار نہیں۔ ترکی کا جرم کیا ہے؟ یہی کہ وہ کسی زمانہ میں اسلام کا مرکز رہا تھا۔

ترکی کے حالات سے عبرت پکڑو اور یاد رکھو تم احکام اسلام سے کتنے ہی دستبردار ہو جاؤ' کفار تم سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ان کو راضی رکھنے کے بجائے اپنے دین اور اپنے حق کا دفاع کرو۔ مسلمانو! کفار کی یہ دشمنی دین پر مبنی ہے۔

عراق کے مظلوم عوام کا محاصرہ کیوں؟

اگر دشمنی کی بنیاد دین اسلام نہیں تو بتاؤ چھ سال سے عراقی عوام کا محاصرہ کیوں جاری ہے؟ بتاؤ آخر عراق کے کمزور عوام کا قصور کیا ہے؟

سوائے اس کے وہ مسلمان ہیں۔ رہا صدام اور اس کا حکمران ٹولہ تو محاصرہ اور اقتصادی ناکہ بندی سے انہیں قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا۔

عالمی طاقتیں اس ظلم کا جواز یہ بتاتی ہیں کہ عراق نے اقوام متحدہ کی قرار داد کی مخالفت کی ہے۔ جبکہ یہ صرف ایک قرار داد ہے مگر دوسری طرف یہودی دُشمن کو دیکھیں اس نے اب تک اقوام متحدہ کی ایک نہیں ساٹھ قراردادوں کو مسترد کر رکھا ہے۔ بلکہ اس نے آج تک ایٹمی ہتھیاروں کے خلاف قرارداد پر دستخط نہیں کئے حالانکہ یہ خطہ ایسا آتش فشاں اور فتنہ وفساد سے پر ہے کہ تباہ کن اسلحہ کو برداشت کرنے کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتا۔

صدام کس کا آلہ کار؟

عراقی عوام پر جاری ظلم میں خود صدام کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ صدر صدام وہی کچھ کرتا ہے جو دُشمنانِ اسلام چاہتے ہیں۔

امریکہ کو خیر خواہانہ نصیحت:

میں امریکہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ ہمارے خطہ میں مداخلت بند کر دے۔ جہاں تک خلیج میں امن وامان اور اس کے تحفظ کا معاملہ ہے تو اس کی ذمہ داری خود خلیجی ممالک پر (جن میں سرفہرست سعودیہ ہے) عائد ہوتی ہے نہ کہ امریکہ پر۔ (لہٰذا امریکہ تحفظ کے نام سے لائی ہوئی فوجیں واپس لے جائے)

امریکہ اپنی طاقت پر غرور نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آرہی ہے کہ جب بھی کمزور مغلوب (ومظلوم) ہوئے ہیں قوت والوں کو تباہ وبرباد کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ تباہی رب العالمین کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لئے کمزوروں کی بے سروسامانی سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔

امریکہ افغانستان سے عبرت حاصل کرے:

امریکیوں کو افغانستان کے مسلمانوں سے سبق لینا چاہئے جنہوں نے لاٹھیوں سے جہاد شروع کیا اور اس وقت کی بڑی طاقت کو نیست ونابود کر دیا۔ یاد رکھیں ٹیکنالوجی ہی سب کچھ نہیں اصل قوت تو ایمان کی ہے۔

بھیڑیا کیسے بھیڑوں کا نگہبان ہوسکتا ہے؟

جزیرۂ عرب میں امن و امان کے قیام کی ذمہ داری خود یہاں کی حکومتوں پر ہے بلکہ یہ ان کا فرض ہے۔ بیرونی ملکوں کی مداخلت کی کیا ضرورت؟ بلکہ آج یہ خطہ یعنی جزیرۂ عرب جن خطرناک مشکلات اور ہولناک اضطراب سے دوچار ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا اصل سبب خود یہی بڑی طاقتیں ہیں۔ ان کفریہ طاقتوں کا طریق واردات یہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی حادثہ پیش آجائے جو در پردہ انہیں کا اپنا پیدا کردہ ہوتا ہے تو یہ اس کو حل کرنے کے بہانے وہاں کود پڑتی ہیں۔ عنوان تو اس ملک کو پیش خطرات ومصائب سے نجات دلانے کا ہوتا ہے مگر درحقیقت یہ طاقتیں اس آڑ میں اس ملک کیلئے سب سے بڑا خطرہ ومصیبت بن جاتی ہیں۔

بھیڑیا کیسے بھیڑوں بکریوں کا نگہبان ہو سکتا ہے؟

یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکالنا مسلمانوں پر فرض ہو چکا ہے:

اے اللہ کے بندو! مسلمانوں اور کافروں کے درمیان عداوت مذہبی بنیادوں پر ہے۔ (تو پھر وہ مسلمانوں کے خیر خواہ کیسے ہو سکتے ہیں؟) اور امریکہ اگرچہ بذات خود ایک عیسائی حکومت ہے لیکن اس کی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ امریکہ کا کسی معاملے میں کوئی حکم واختیار نہیں چلتا یہودی جیسے چاہتے ہیں اسے استعمال کرتے ہیں۔ مگر مسلمان بلاد حرمین میں امریکہ کے عسکری وجود کو کسی حال میں بھی قبول نہیں کر سکتے۔ مسلمان امریکہ یا کسی بھی کفریہ طاقت کے مسلح وجود کو جزیرۂ عرب میں برداشت نہیں کر سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جزیرۂ عرب میں دو دین باقی نہ رہ سکتے''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی: ''یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو''

سو (اس وقت جب یہود ونصاریٰ نے ارض حرمین میں اور اس کے چاروں طرف اپنے فوجی اڈے بنائے ہوئے ہیں تو مسلمانوں پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کو جزیرۂ عرب سے نکالنا فرض ہو چکا ہے۔

مسلمانوں کی پستی کا علاج:

اے مسلمانو! تم پر عذاب کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ تباہی و بربادی سے نجات کیلئے توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ نافرمانی اور گناہوں ہی کی وجہ سے مصیبت و بلا نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے ان سے نجات ملتی ہے۔

اے وہ شخص جس نے شراب پی کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی! اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر تو اس توبہ کے ذریعہ پورے معاشرہ کی اصلاح کی معاون ثابت ہوگا۔ اے وہ شخص جس نے زنا یا بدفعلی کا ارتکاب کر کے اللہ کی نافرمانی کی! اللہ کے سامنے توبہ کر۔ اے وہ شخص جس نے منشیات کے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں سوائے مصیبت اور فتنہ کے کچھ باقی نہیں رہا۔ (ابن ماجہ)

ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی! اپنے رب کے سامنے توبہ کر' اس لئے کہ تو عنقریب اسی کی طرف لوٹ کر جائے گا۔ اے وہ شخص جس نے نماز چھوڑنے کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی! اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کر۔ اے وہ شخص جس نے کسی مسلمان کے مال یا عزت کو نقصان پہنچا کر اس پر ظلم کیا ہے! اپنے رب کی طرف رجوع کر۔

اپنے اموال کو سود سے پاک کرو' اس لئے کہ سود ان اسباب میں سے ہے' جس سے ہلاکت اور جنگیں مسلط ہوتی ہیں۔ لین دین اور خرید و فروخت کے معاملات کو ان اُمور سے پاک کرو جو دین اسلام و نصوص شریعت کے موافق نہ ہوں' تاکہ بنکوں میں ہونے والے ہر قسم کے معاملات احکام اسلام کے ماتحت' ان کے موافق اور ان سے مزین ہو جائیں۔

دعوت و تبلیغ ہر مسلمان کا فریضہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دو۔ دعوت الی اللہ اور دعوت الی الاسلام کو مستحکم کرو۔ مسلمانوں کو دین سکھاؤ۔ عالم اسلام میں دینی تعلیم کیلئے مدارس اسلامیہ قائم کرنے کا خاص اہتمام کرو۔ اللہ کی طرف دعوت دینا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور ان علماء پر دعوت الی اللہ کا اہتمام کرنا بطور خاص فرض ہے جن کے عقیدہ' علم اور استقامت و تصلب پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور جو صاحب فتویٰ ہیں' لوگ اپنے ان مسائل کے حل کیلئے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں' جن میں وہ ایسے فتویٰ کے محتاج ہوتے ہیں جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔

مسلمانوں کو چند نصیحتیں:

اے مسلمانو! ان گروہوں سے بچو جو تفرقہ پیدا کرنے والے ہیں۔ ان خواہشات اور گمراہیوں سے بچو جو افتراق و انتشار پیدا کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب و عقاب سے بچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو خصوصی دوست مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے' تمہارے نقصان کی تمنا رکھتے ہیں' بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت کچھ ہے' ہم ان کی علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے' اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو کہ ان لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے بالکل محبت نہیں رکھتے' حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصے کے مارے اپنی انگلیاں چبا ڈالتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں' بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو۔ اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کیلئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں' اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی' بلاشبہ جو کچھ یہ کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے قابو میں ہے''۔ (۳-۱۱۸ تا ۱۲۰)

اللہ تعالیٰ میرے لئے اور آپ کے لئے قرآن عظیم میں برکت عطا فرمائیں۔ مجھے اور آپ کو قرآن کی آیات و ذکر حکیم سے نفع پہنچائیں اور ہمیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و ہدایات سے نفع پہنچائیں۔ میں اپنے لئے آپ کیلئے اور تمام مسلمانوں کیلئے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت طلب کرتا ہوں' بے شک وہی غفور و رحیم ہے۔

ترجمہ خطبہ ثانیہ

حمد و صلوٰۃ:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جو صالحین کے دوست ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں' جس نے مسلمانوں کو عزت بخشی اور کفار کو ذلیل کیا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو وعدہ کے سچے اور امین ہیں۔ اے اللہ اپنے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور تمام اصحاب پر رحمتیں' برکتیں اور سلامتی نازل فرما۔ امابعد:

مسلمانوں کو دعوت عمل:

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو' اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جبکہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان' بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو صرف انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ اس کی لپیٹ میں وہ نیک لوگ بھی آسکتے ہیں جو گناہ کرنے والوں کو گناہوں سے روکنے کی کوشش نہیں کرتے) اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں''۔ (۸-۲۴ـ۲۸)

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر اکٹھے ہو جاؤ۔ کتاب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرو۔ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ تمام اسلامی ممالک کو چاہئے کہ وہ آپس میں محبت کرنے والے اور ایک دوسرے کیلئے معاون ہوں۔ خصوصاً اس عظیم خطرہ کے سامنے جس نے اسلامی ممالک پر دھاوا بول دیا ہے۔ اور کفار کا یہ منصوبہ ہے کہ وہ ان کے معاملات میں اس طرح بے جا دخل اندازی

اور سازشیں کر کے ان کو منتشر اور ایک دوسرے سے دور کر کے تباہ کر دیں۔

اسلامی ممالک کی ذمہ داری:

ان حالات میں تمام ممالک اسلامیہ خصوصاً خلیجی ممالک پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت و تعاون کا راستہ اختیار کریں۔ خلیجی ممالک پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی اُمور میں کسی انفرادی رائے اور اختلافی فیصلہ کا ارتکاب نہ کریں۔ خلیج کے ممالک میں سے کوئی ملک بھی سعودی حکومت کے ساتھ مشورہ کئے بغیر کوئی قرارداد منظور نہ کرے۔ اس لئے کہ یہ مملکت ان سب ممالک کی بقا کا ذریعہ ہے۔ یہ ممالک اللہ سے قوت حاصل کرنے کے بعد اس مملکت سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہ مملکت ان سب خلیجی ممالک کیلئے ایک مضبوط ستون ہے۔

ان ممالک پر یہ بھی لازم ہے کہ عراق پر حملہ کرنے کیلئے اللہ کے دُشمنوں کو فوجی اڈوں میں سے قطعاً کوئی اڈہ نہ دیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مؤمنین کو ایک جسم کی طرح بنایا ہے اور اعداء اسلام کو اڈہ دینے سے عراقی مسلمانوں کو ہی نقصان پہنچے گا۔ اگرچہ یہ کٹھن مسئلہ بظاہر حل ہونے کو ہے مگر اس سے اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ بڑی طاقتیں اپنے مفادات و اغراض کی خاطر کوئی اور مشکل پیدا نہیں کریں گی۔ سو یہ ضروری ہے کہ یہ کافر لوگ ان ممالک میں اپنا ایسا کوئی وفادار تلاش نہ کر سکیں جو ان کے (خفیہ مقاصد) کیلئے راہ ہموار کرے۔ ان پر یہ بھی لازم ہے کہ امریکہ یا کسی بھی کافر حکومت کو کسی اسلامی مملکت پر حملہ کیلئے بحری جنگی بیڑہ اتارنے کیلئے اپنی بندرگاہ پر جگہ دینے کی بدترین سخاوت نہ کریں۔ نہ اپنے علاقوں میں ان کو فوجی اڈہ بنانے کی اجازت دیں۔

اے مسلمانو! اللہ ہی سے ڈرو۔ ممالک اسلامیہ و عربیہ پر لازم ہے کہ وہ ان جنگی بیڑوں اور یہود و نصاریٰ کی فوجوں کو یہاں سے نکال باہر کرنے میں سعودیہ کا بھرپور ساتھ دیں' اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جزیرۂ عرب میں دو دین قائم نہیں رہ سکتے''۔

اس خطہ کی حکومتیں اپنی ذمہ داری اور امن قائم کرنے کی مسئولیت کا پورا احساس رکھتی ہیں' اگر یہ خطہ بڑی طاقتوں کی مداخلت سے آزاد اور مامون ہو جائے تو اس کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں۔

کفار کا مسلمانوں سے بُغض و حسد

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو ایک دوسرے کے معاون و مددگار بن جاؤ۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ یہ کافر لوگ تم سے حسد کرتے ہیں' حتیٰ کہ یہاں کی خوشگوار فضا سے بھی۔ اس لئے کہ ان کے شہر کارخانوں کے دھوئیں سے اور ان کے عبادت خانے ان کے معاصی اور اللہ کی ناپسندیدہ اخلاق سوز حرکتوں کی آلودگی اور نحوست سے ملوث ہیں۔ اس لئے وہ تمہاری ہر چیز سے حسد کرتے ہیں۔ اور سب سے عظیم الشان چیز جس میں وہ تم سے حسد کرتے ہیں وہ دین اسلام اور اخلاق ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سنو:

''عنقریب دوسری قومیں تم پر حملہ کرنے اور تمہیں مٹا ڈالنے کیلئے ایسے ٹوٹ پڑیں گی اور اس کیلئے ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گی جیسے کھانے والے کھانے کے پیالے پر ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہوئے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ایسا اس زمانہ میں ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں تمہاری تعداد اس زمانہ میں بہت زیادہ ہوگی لیکن تم سیلاب کی جھاگ اور خس و خاشاک کی طرح ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کے قلوب سے تمہاری ہیبت نکال دیں گے اور تمہارے قلوب میں ''وھن'' ڈال دیں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وھن کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دُنیا کی محبت اور موت سے نفرت وھن ہے۔

دُعاء

اللہ کے بندو! بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں''۔ سو تم سید الاوّلین والآخرین پر درود و سلام بھیجو۔

اللهم صل علی مُحمد ۔۔۔۔۔۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرمایئے جیسے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی' بے شک آپ تعریفوں کے لائق بزرگی والے ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل فرمایئے جیسے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر برکت نازل فرمائی' بے شک آپ لائق حمد اور بزرگی کے مالک ہیں۔

اے اللہ! خلفاء راشدین ابوبکر' عمر' عثمان و علی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہو جایئے۔

اے رب العالمین ان سے بھی راضی ہو جایئے جو قیامت تک ان کا بہتر طریقے سے اتباع کرنے والے ہیں۔

اے اللہ! اے ارحم الراحمین! ہم سے بھی اپنی رحمت سے راضی ہو جایئے۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور غلبہ عطا فرمایئے اور کفر اور کافروں کو ذلیل و خوار فرمایئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا۔ (مسند احمد)

اے اللہ! کفر کے سرداروں کو اپنے عذاب میں گرفتار فرما دیجئے۔

اے اللہ! ان کی گفتگو اور ان کے تعلقات میں اختلاف ڈال دیجئے۔

اے اللہ! جو بھی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھتا ہو اسے تباہ کر دیجئے۔

اے اللہ! یا رب العالمین! کفریہ طاقتوں کو آپس میں لڑا دیجئے۔ اور انہیں مسلمانوں سے ہٹا کر آپس کی لڑائی میں مشغول کر دیجئے۔

یا اللہ! دُشمنانِ اسلام کی مکاریوں اور تدبیروں کو بیکار کر دیجئے۔

یا اللہ! جو بھی ہمارے ساتھ اور ہمارے شہروں کے ساتھ شر اور برائی کا ارادہ رکھتا ہو اس کا شر اور اس کی برائی اسی کے خلاف استعمال فرمائیے۔ اس کے اور جس شر و تدبیر کا وہ ارادہ رکھتا ہے اس کے درمیان آپ حائل ہو جائیے۔

یا رب العالمین! بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ! ہم ہر کافر کے مقابلے میں آپ ہی کو سامنے کرتے ہیں (یعنی آپ سے مدد طلب کرتے ہیں)

یا اللہ! ہم مشرکین کے مقابلے میں آپ ہی کے ذریعہ دفاع کرتے ہیں۔

یا اللہ! یہود و نصاریٰ کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لیجئے۔ یا اللہ! ہندو و مشرکین کو (اپنے عذاب و وبال میں) پکڑ لیجئے۔ یا اللہ! ان پر اپنا ایسا عذاب نازل فرما دیجئے جو مجرم قوم سے واپس نہیں کیا جاتا۔ یا اللہ! اُنہوں نے پوری زمین کو فساد، ظلم اور گناہوں سے بھر دیا ہے، یا اللہ! ہم ان کے مقابلے میں آپ ہی سے مدد کے طالب ہیں اور ان کے شر سے آپ ہی سے پناہ مانگتے ہیں۔

یا اللہ! ہم روافض کے شر سے آپ ہی کی پناہ مانگتے ہیں، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

یا اللہ! مسلمانوں کے قلوب میں باہم اُلفت پیدا فرما دیجئے۔ ان کی اصلاح فرمائیے۔ اور سلامتی کے راستوں کی طرف ان کی رہنمائی فرمائیے۔ ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال دیجئے اور ان کی اپنے اور ان کے دُشمنوں کے خلاف مدد فرمائیے اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرمائیے اور جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارے حکمران کی حفاظت فرما اور اسے ان اُمور کی توفیق عطا فرما جو آپ کو پسند ہوں اور جن سے آپ راضی ہوں۔ یا اللہ! ان کو ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے بنا دیجئے۔

یا اللہ! دینی و دُنیوی اُمور میں ان کی مدد فرمائیے۔

یا اللہ! جب اُمور مشتبہ ہوں (حق پہچاننا اور حق پر چلنا انتہائی دشوار ہو) تو ان کی حق کی طرف رہنمائی فرمانا۔

یا اللہ! ان کے باطن کی اصلاح فرما دیجئے۔ یا اللہ، یا رب العالمین! مسلمانوں کو اپنی مرضیات اور پسندیدہ اُمور کی توفیق عنایت فرما دیجئے۔

اللہ کے بندو! ''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف، احسان اور رشتہ داروں کے ساتھ تعاون کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔ اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم اس کو اپنے ذمہ لو اور قسموں کو ان کے مستحکم کرنے کے بعد مت توڑو جبکہ تم اللہ تعالیٰ کو ان پر گواہ بھی بنا چکے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو''۔ (۹۰، ۹۱)

تم اس اللہ کو یاد کرو جو عظیم و جلیل ہیں، اللہ تمہیں یاد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرو اللہ اور زیادہ دیں گے۔ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ پاک جگہ ہے اس میں دجال کبھی داخل نہ ہوگا۔ (طبرانی)

باب۳۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمِ اسلام کے تاریخی واقعات

۵۳ق ھ/۵۷۱ء/۵۵۵ء

ولادت مبارک خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲۲اپریل ۹ ربیع الاول) ولادت ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ۔ ۵۶۰ء ولادت حضرت حسان بن ثابتؓ مدینہ وحضرت حکیم بن حزامؓ بیت اللہ وحضرت ابو سفیان بن حربؓ مکہ معظمہ۔ ۵۶۸ء ولادت حضرت امیر حمزہؓ وحضرت عباس بن عبدالمطلبؓ۔ مکہ معظمہ۔ ۵۶۹ء ولادت حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ وعمار بن یاسرؓ وحضرت عدی بن حاتمؓ وعمرو بن ہشام۔

۵۳ق ھ/۵۷۰ء

ولادت ام المومنین حضرت سودہؓ۔ شادی سردار عبداللہ بن عبدالمطلبؓ۔

۵۳ق ھ/۵۷۱ء

وفات سردار عبداللہؓ مدینہ طیبہ۔ (ولادت ۵۴۶ء مکہ معظمہ)

۵۰ق ھ/۵۷۳ء

ولادت حضرت عبداللہ ابو بکر صدیقؓ مکہ معظمہ۔ واقعہ شق صدر۔ ولادت حضرت عبادہ بن صامتؓ۔

۴۷ق ھ/۵۷۶ء

وفات حضرت سیدہ آمنہؓ مقام ابواء مدینہ طیبہ۔ ولادت حضرت عمرو بن عاص القریشیؓ۔

۴۶ق ھ/۵۷۷ء

ولادت حضرت عثمان غنیؓ وحضرت ابوحذیفہؓ۔ وفات سردار عبدالمطلب مکہ معظمہ ۵۸۰ء ولادت حضرت بلالؓ وحضرت زید بن حارثہؓ ۵۸۴ء ولادت حضرت عمر فاروقؓ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ وحضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وحضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ (عشرہ مبشرہ)

۳۱ق ھ/۵۹۲ء

ولادت ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ مکہ معظمہ وحضرت ابوقتادہ انصاریؓ

۲۹ق ھ/۵۹۴ء

ولادت ام المومنین حضرت میمونہؓ مقام سرف مکہ معظمہ وحضرت اویس قرنی عاشق رسولؐ (یمن)

۲۸ق ھ/۵۹۴ء

نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (ام المومنین) ولادت حضرت زبیر بن عوام وحضرت سعید بن زیدؓ وحضرت طلحہ بن عبیداللہ القرشیؓ (عشرہ مبشرہ) و حضرت کعب بن مالک انصاریؓ وحضرت ابوایوب انصاریؓ۔

۲۶ق ھ/۵۹۷

ولادت ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ وحضرت جعفر طیار بن سردار ابی طالبؓ۔ ۵۹۸ء ولادت حضرت قاسم بن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ۔

۲۳ق ھ/۶۰۰ء

ولادت سیدہ زینب بنت رسولؐ۔ وفات حضرت قاسم ابن رسولؐ مکہ معظمہ ولادت حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ وعبدالرحمٰن بن صخر ابو ہریرہؓ۔

۲۱ق ھ/۶۰۲ء

ولادت ام المومنین حضرت ام سلمہؓ۔ مکہ معظمہ وحضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ۔

۲۰ق ھ/۶۰۳ء

ولادت ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ وسیدہ رقیہ بنت رسولؐ مکہ معظمہ وحضرت علی المرتضیٰؓ۔ بیت اللہ۔

۱۹ق ھ/۶۰۴ء

تعمیر بیت اللہ نو اور حجر اسود کو بمطابق فیصلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔

۱۸ق ھ/۶۰۵ء

ولادت ام المومنین حضرت حفصہؓ وحضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ وسیدہ ام کلثوم بنت رسولؐ مکہ معظمہ۔ ۶۰۶ء ولادت امیر معاویہؓ بن ابوسفیانؓ مکہ معظمہ۔

۱۵ق ھ/۶۰۸ء

ولادت ام المومنین حضرت جویریہؓ۔ ۶۰۹ء ولادت حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ مکہ معظمہ۔

۱۳ق ھ/ ۶۱۰ء

بعثت نبوت ابتدائے نزولِ وحی۔ آغاز نزول قرآن مجید۔ ولادت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہریٰؓ مکہ معظمہ وام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ مصر۔ اوّلین اسلام لانیوالے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ سیدہ زینب بنت رسولؐ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت علی المرتضیٰؓ۔ حضرت بلال عاشق رسولؐ وحضرت زید بن حارثہؓ۔ نماز فجر وعصر کا مسلمانوں پر فرض ہونا۔ وفات مومن نبوت حضرت ورقہ بن نوفلؓ۔ مکہ معظمہ۔

۱۰ق ھ/ ۶۱۳ء

ولادت ام المومنین حضرت صفیہؓ مکہ معظمہ وحضرت اسامہ بن زیدؓ و حضرت زید بن ثابت انصاری وحضرت انس بن مالکؓ وحضرت عبداللہ بن رسولؐ وحضرت صہیب رومیؓ۔

۹ق ھ/ ۶۱۴ء

ولادت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (مکہ معظمہ) ہجرت حبشہ وفات حضرت عبداللہ۔

۸ق ہجری/ ۶۱۵ء

حضرت امیر حمزہؓ وحضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام ولادت حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ۔ ۶۱۶ پیدائش حضرت موسیٰ اشعریؓ یمن۔

۴ق ہجری/ ۶۱۹ء

سفر طائف۔ واقعہ شق قمر۔ واقعہ معراج۔ فرضیتِ نماز خمسہ۔

۳ق ہجری/ ۶۲۰ء

وفات سردار ابی طالبؓ وام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ (مکہ معظمہ) ۱۰ رمضان ولادت حضرت عبداللہ بن عباسؓ (مکہ معظمہ) نکاح حضرت سودہؓ (امام المومنین) و نکاح حضرت عائشہ صدیقہؓ (مکہ معظمہ) وفات حضرت سکران بن عمرو بن عبدودؓ (حبشہ)

۲ق ہجری/ ۶۲۱ء

بیعت عقبہ اولیٰ۔ ۶۲۲ء بیعت عقبہ ثانی۔

یکم ہجری/ ۶۲۳ء

ہجرت مدینہ طیبہ۔ مسجد قباء کی بنیاد۔ داخلہ مدینہ طیبہ۔ بنیاد مسجد نبوی۔ اذان اول۔ ولادت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (مدینہ طیبہ قباء) رخصتی حضرت عائشہ صدیقہؓ ۵ شوال (مدینہ طیبہ)

۲ہجری/ ۶۲۴ء

غزوۂ بدر۔ نماز کی رکعتوں میں اضافہ۔ وفات حضرت عثمان بن مظعونؓ۔ سب سے پہلے جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ وفات سیدہ رقیہ بنت رسولؐ۔ نکاح سیدہ فاطمۃ الزہریٰؓ۔ فرضیت زکوٰۃ۔ تحویل قبلہ۔ فرضیت رمضان کے بعد پہلا روزہ۔ پیدائش مروان بن الحکم (مکہ معظمہ) وفات ابولہب (مکہ معظمہ) عمرو بن ہشام "ابوجہل" جنگ بدر میں مارا گیا۔ (شہداء بدر کی تعداد چودہ ہے)

۳ھ/ ۶۲۵ء

غزوۂ اُحد۔ شہادت حضرت امیر حمزہؓ وحضرت عبداللہ بن جحشؓ و حضرت ابوسلمہ عبداللہؓ غزوات ذات الرقاع۔ بیئر معونہ۔ بنی نضیر۔ ذات الرجیع۔ واقعۂ افک احکام تیمم۔ حرمت شراب۔ ولادت حضرت امام حسنؓ مدینہ طیبہ۔ حضرت خبیب بن عدی انصاریؓ کو مکہ معظمہ میں اوّل سولی (شہادت) اور سولی چڑھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنا۔ شہادت حضرت مصعب بن عمیرؓ (احد) وحضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ۔ (شہدائے اُحد کی تعداد ستر ہے) وحضرت عمرو بن معاذؓ)

۴ھ/ ۶۲۶ء

غزوات دومۃ الجندل۔ بنی مصطلق۔ خندق۔ نکاح حضرت زینب بنت خزیمہؓ (ام المومنین) ووفات (مدینہ طیبہ) ولادت حضرت امام حسنؓ (مدینہ طیبہ) نکاح حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) نکاح حضرت حفصہؓ (ام المومنین) مدینہ طیبہ وفات حضرت ابومرثد کنانہ بن حصین الغنویؓ وحضرت سعد بن معاذؓ مدینہ ذیقعدہ ۵ھ نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ (ام المومنین) احکام پردہ۔ غزوہ بنو قریظہ۔

۵-۶ھ/ ۶۲۷ء

غزواتِ خیبر۔ بنی لحیان۔ ذی قردہ۔ صلح وعمرہ حدیبیہ۔ احزاب۔ ولادت سیدہ زینب بنتِ علیؓ (مدینہ طیبہ) نکاح حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ و حضرت جویریہؓ بنت الحارث (ام المومنین) وفات حضرت ام رومانؓ والدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ (مدینہ طیبہ) وفات حضرت فاطمہ بنت اسدؓ (مدینہ طیبہ)

۶-۷ہجری/ ۶۲۸ء

مکاتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنام مقوقش و دیگر امراء۔ غزوۂ خیبر (شہدائے خیبر کی تعداد انیس ہے) غزوہ وادی القریٰ وذات نکاح حضرت ماریہ قبطیہؓ وحضرت صفیہؓ وحضرت میمونہؓ (ام المومنین) وفات بادشاہ حبشہ نجاشیؓ۔

۸ہجری/ ۳۰-۶۲۹ء

ولادت حضرت ابراہیمؓ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فتح مکہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا زمانہ فتنہ میں ہتھیار بیچنے سے۔ (طبرانی)

غزوۂ حنین۔ غزوۂ طائف۔ جنگ موتہ۔ شہادت حضرت زید بن حارثہؓ وحضرت جعفر طیارؓ وحضرت عبداللہ بن رواحہؓ وفات سیدہ زینب بنتِ رسولؐ (مدینہ طیبہ) حرمت متع۔ شہادت حضرت ایمنؓ (حنین) ولادت حضرت محمد بن ابی بکر صدیقؓ (ذوالحلیفہ) شہداء جنگ موتہ تیرہ ہیں۔

۹ ہجری/ ۳۱-۶۳۰ء

وفات حضرت سیدہ ام کلثومؓ بنت رسول (مدینہ طیبہ) فرضیت حج حضرت ابوبکر صدیقؓ امیر الحج۔ آیت ربٰو۔ غزوۂ تبوک۔

۱۰ ہجری/ ۶۳۱ء

وفات ربیع الاوّل حضرت ابراہیمؑ بن رسول اللہ (مدینہ طیبہ) حجۃ الوداع۔

۱۱ ہجری/ ۶۳۲ء

وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم آغازِ خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ وفات سیدہ فاطمۃ الزہرائؓ (مدینہ طیبہ) ۱۲ھ وفات۔ حضرت ابوالعاصؓ (دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) وحضرت ابوحذیفہؓ۔

۱۳ ہجری/ ۶۳۴ء

وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ خلافت حضرت عمرِ فاروقؓ شہادت حضرت فضل بن عباسؓ۔ واقعہ یرموک۔ شہادت حضرت عکرمہؓ بن ابوجہل (یرموک) معزولی حضرت خالد بن ولیدؓ۔

۱۴ ہجری/ ۶۳۵ء

فتح دمشق۔ بعلبک۔ حمص وانطاکیہ۔ حضرت تمیم داریؓ نے مسجد نبوی میں چراغ روشن کیا۔

۱۵ ہجری/ ۶۳۶ء

جنگ قادسیہ۔ شہادت حضرت عبداللہ بن عمرؓ (اُمِ مکتومؓ)

۱۶ ہجری/ ۶۳۷ء

وفات اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہؓ (مدینہ طیبہ) تعمیر بصرہ وکوفہ۔ فتح بیت المقدس۔

۱۸ ہجری/ ۶۳۹ء

وفات ام المومنین حضرت سودہؓ (مدینہ) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ومعاذ بن جبلؓ (عمواس) وحضرت ابو بن کعب انصاریؓ (مدینہ) ولادت حضرت محمد ابن الحنفیہؓ۔ ملک شام میں مرض طاعون سے پچیس ہزار آدمی لقمہ اجل ہوئے۔

۲۰ ہجری/ ۶۴۱ء

وفات اُمّ المومنین حضرت زینب بنتِ جحشؓ وحضرت صفیہ بنت سردار عبدالمطلبؓ وحضرت بلالؓ (دمشق)

۲۱ ہجری/ ۶۴۲ء

وفات حضرت خالد بن ولیدؓ (حمص) دور خلافت حضرت عمر فاروقؓ مصر فتح ہوا۔ فتح نہاوند۔ ولادت خواجہ حسن بصریؒ (مدینہ طیبہ) فتح جرجان۔ طبرستان بیغاء ایران اور روسی علاقوں پر قبضہ۔

۲۲ ہجری/ ۶۴۳ء

فتح اندلس۔ کرمان۔ ہرات۔ مرو۔ بلخ۔ خراسان۔ سندھ بلوچستان کے علاقوں پر قبضہ۔ ولادت حضرت عامر بن شرجیل الشعبیؒ۔

۲۳ ہجری/ ۶۴۴ء

شہادتِ عمر فاروقؓ۔ خلافت حضرت عثمانِ غنیؓ وفات حضرت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ۔

۲۵ ہجری/ ۶۴۶ء

وفات حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلبؓ وحضرت ابوسفیان بن حارثؓ۔ پیدائش یزید اوّل وعبدالملک بن مروان۔

۲۸ ہجری/ ۶۴۸ء

فتوحاتِ افریقہ۔ قبرص۔ آذربائیجان وغیرہ۔ وفات حضرت اُمِ ایمنؓ دورِ خلافت حضرت عثمانِ غنیؓ۔

۳۲ ہجری/ ۶۳۵ء

وفات حضرت عباسؓ وحضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ وحضرت ابوذر غفاریؓ وحضرت ابودرداءؓ۔ ایران میں اسلامی سلطنت کا قیام۔

۳۴ ہجری/ ۶۵۵ء

وفات حضرت ابوسفیان بن حربؓ (مدینہ طیبہ) وحضرت عبادہ بن الصامتؓ (بیت المقدس)

۳۵ ہجری/ ۶۵۶ء

شہادت حضرتِ عثمانِ غنیؓ (مدینہ طیبہ) خلافت حضرت علی المرتضیٰؓ۔ شہادت حضرت عبدالرحمٰنؓ وحضرت معبدؓ بن حضرت عباسؓ (افریقہ) وفات حضرت ابوطلحہ بن عبیداللہ القرشیؓ (بصرہ) وحضرت عامرؓ وحضرت مسطح بن اثاثہؓ۔

۳۶ ہجری/ ۶۵۶ء

وفات حضرت سلیمان فارسیؓ (مدائن بصرہ) پیدائش ۴۰۵ء ایران اصفہان واقعہ جنگ جمل (بصرہ) ولادت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت میں چار بڑے فتنے ہوں گے آخری فتنہ گانوں کا ہوگا۔ (ابوداؤد)

بکر صدیقؓ وفات حضرت زبیر بن عوام عشرہ مبشرہ (سفوان)

۳۷ ہجری/ ۶۵۷ء

واقعہ صفین (فرات) عہد نامہ کی تکمیل۔ وفات حضرت اویس قرنیؒ (یمن) وحضرت عمار بن یاسرؓ (صفین)

۳۸ ہجری/ ۶۵۸ء

ولادت حضرت امام زین العابدین (مدینہ طیبہ) قتل حضرت محمد بن ابی بکر صدیقؓ (مصر)

۴۰ ہجری/ ۶۶۰ء

شہادت حضرت علی مرتضیٰؓ (کوفہ مسجد) خلافت حضرت حسنؓ۔ اعلانِ خلافت حضرت امیر معاویہؓ (کوفہ) وفات حضرت اسماء بنت عمیسؓ و حضرت تمیم داریؓ (فلسطین) وحضرت ابوقتادہ انصاریؓ۔ (کوفہ)

۴۲ ہجری/ ۶۶۲ء

وفات ام المومنین حضرت حفصہؓ (مدینہ طیبہ) پیدائش حجاج بن یوسف (طائف)

۴۲ ہجری/ ۶۶۲ء

وفات حضرت عقیل بن ابی طالبؓ وحضرت عمرو بن العاص القرشیؓ (مصر) ۴۳ھ میں پیدائش معاویہ بن یزید۔

۴۴ ہجری/ ۶۶۴ء

وفات ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ (مدینہ طیبہ) فتح کابل

۴۵ ہجری/ ۶۶۵ء

پیدائش حضرت سعید بن الجبیرؒ۔ وفات حضرت زید بن ثابت انصاریؓ (مدینہ طیبہ) شہادت حضرت قثم بن عباسؓ وحضرت سعید بن عثمانِ غنیؓ (سمرقند) وفات حضرت عدی بن حاتمؓ۔

۴۸ ہجری/ ۶۶۸ء

پیدائش ولید بن عبدالملک

۴۹ ہجری/ ۶۶۹ء

شہادت حضرت حسنؓ (از زہر مدینہ طیبہ)

۵۰ ہجری/ ۶۷۰ء

وفات اُم المومنین حضرت صفیہؓ۔ (مدینہ طیبہ) پیدائش حضرت ابوبکر محمد بن مسلم (امام زہریؒ) وفات حضرت کعب بن مالک الانصاریؓ و حضرت مغیرہ بن شعبہؓ (کوفہ)

۵۱ ہجری/ ۶۷۱ء

وفات حضرت میمونہؓ ام المومنین مقام سرف (مکہ معظمہ) وحضرت سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ وحضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ ۵۳ھ وفات حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ (مکہ معظمہ) دور خلافت امیر معاویہؓ مسجد میں محراب اور مینار کا اضافہ کیا گیا۔ اور جمعہ کا خطبہ منبر پر بیٹھ کر پڑھا جانے لگا۔

۵۴ ہجری/ ۶۷۴ء

وفات حضرت اسامہ بن زیدؓ (مدینہ طیبہ) وحضرت ابوایوب انصاریؓ (قسطنطنیہ) فتوحات سمرقند و بخارا وفات حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ (قرقیسیا) وفات حضرت ثوبانؓ (حمص شام) وحضرت عمرو بن حزمؓ (مدینہ طیبہ) وحضرت عمران بن حصینؓ وحضرت فضالۃ بن عبید اللہ الانصاریؓ و حضرت کعب بن عمرو الانصاریؓ وحضرت ہشام بن حکیم بن حرام القرشیؓ۔

۵۵ھ/ ۶۷۵ء

وفات حضرت سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ (مقامِ عتیق مرقد مدینہ منورہ)

۵۶ھ/ ۶۷۶ء

وفات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ وحضرت جویریہؓ (مدینہ طیبہ)

۵۸ھ/ ۶۷۸ء

وفات حضرت عبیداللہ بن عباسؓ ولادت حضرت امام محمد باقرؒ (مدینہ) وفات حضرت حسان بن ثابتؓ وحضرت حکیم بن حزامؓ۔

۵۹ھ/ ۶۷۹ء

وفات ام المومنین حضرت ام سلمہؓ (مدینہ) وحضرت ابومحذورہؓ موذن مکہ معظمہ وحضرت ابوہریرہؓ (مدینہ طیبہ)

۶۰ھ/ ۶۸۰ء

وفات حضرت امیر معاویہؓ (دمشق) شہادت حضرت مسلم بن عقیلؓ (کوفہ) خلافت یزید بن معاویہ پیدائش سلیمان بن عبدالملک۔

۶۱ھ/ ۶۸۰ء

واقعہ کربلا ۱۰ محرم مطابق ۱۰ اکتوبر شہادت حضرت حسینؓ واصحابہ۔

۶۲ھ/ ۶۸۱ء

وفات سیدہ زینب بنت علیؓ (دمشق) فتح خوارزم وسمرقند واقعہ حرہ میں (۳۰۶) مہاجر و انصار جلیل القدر اصحابی شہید کیے گئے۔ ولادت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (حلوان مصر)

۶۴ھ/ ۶۸۳ء

وفات یزید بن معاویہ، خلافت معاویہ بن یزید و وفات، ترمیم کعبہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (احمد)

خلافت مروان بن الحکم۔

۶۵ھ/ ۶۸۵ء

خلافت عبدالمالک بن مروان' وفات مروان بن الحکم (دمشق) و حضرت زید بن ارقمؓ وحضرت جابر بن سمرہ عامریؓ کوفہ' ۶۷ھ عبیداللہ بن زیاد میدان جنگ میں قتل ہوا۔

۶۸ھ/ ۶۸۸ء

وفات حضرت عبداللہ بن عباسؓ (طائف) وحضرت عدی بن حاتمؓ (کوفہ) خلافت مختار ثقفی' اس نے شمر عمرو بن سعد اور اس کے دو بیٹوں اور حرمل کو قتل کروادیا۔

۷۰ھ/ ۶۹۰ء

پیدائش یزید بن عبدالملک و ہشام بن عبدالملک ۷۲ھ پیدائش مروان الحمار (جزیرہ)

۷۳ھ/ ۶۹۲ء

شہادت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (مکہ معظمہ) وفات حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ (مکہ معظمہ) کعبہ کی تعمیر نو' حجاج بن یوسف وفات حضرت عبداللہ بن عمرؓ (مکہ معظمہ)

۷۴ھ/ ۶۹۳ء

وفات حضرت جابر بن عبداللہؓ (مدینہ) وحضرت سلمہ بن اکوعؓ (مدینہ طیبہ)

۸۱ھ و ۸۲ھ/ ۷۰۰ء

پیدائش حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ وفات حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ و حضرت ابوسعید خدریؓ وحضرت محمد ابن الحنفیہؒ وحضرت قاضی شریح وحضرت صہیب رومیؓ (مدینہ)

۸۳ھ/ ۷۰۲ء

ولادت حضرت امام جعفر صادقؒ وفات حضرت عمرو بن ابوسلمہ عبداللہؓ ۸۵ھ پیدائش یزید ناقص وفات حضرت واثلہ بن اسقعؓ۔

۸۶ھ/ ۷۰۵ء

وفات خلیفہ عبدالملک بن مروان و ۸۷ھ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ خلافت ولید بن عبدالملک ۹۰ھ پیدائش ولید ثانی بن یزید' ۹۱ھ وفات حضرت سہیل بن سعد السعدیؓ (مدینہ) تسخیر ماوراء النہر' روم' صاغان وغیرہ۔ ۹۲ھ وفات حضرت انس بن مالکؓ۔

۹۳ھ/ ۷۱۲ء

۳۰ اپریل حضرت طارق بن زیادؒ ہسپانیہ کے ساحل پر اترے اور کشتیوں کو آگ لگادی۔ فتح اندلس' حضرت عمادالدین محمد بن قاسمؒ کا سندھ پر حملہ اور فتح سندھ۔

۹۵ھ/ ۷۱۴ء

شہادت حضرت زین العابدینؒ وحضرت سعید بن جبیرؒ پیدائش حضرت امام مالکؒ وخلیفہ منصور ابوجعفر عبداللہ و رابعہ بصریؒ' فتح موقان و مدینۃ الباب' وفات حجاج بن یوسف (واسط)

۹۶ھ/ ۷۱۵ء

وفات خلیفہ ولید' خلافت سلیمان' چین اور کاشغر پر حملہ۔

۹۷ھ/ ۷۱۶ء

خلیفہ سلیمان نے گانے بجانے پر پابندی لگا دی اور نماز بروقت پڑھنے کا حکم دیا۔

۹۹ھ/ ۷۱۸ء

شہادت محمد بن قاسمؒ وفات سلیمان بن عبدالملک۔ پیدائش حضرت امام سفیان ثوریؒ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

۱۰۱ھ/ ۷۲۰ء

شہادت عمر بن عبدالعزیزؒ (حمص) خلافت یزید ثانی بن عبدالملک' ۱۰۲ھ وفات حضرت ابوطفیل' عامر بن واثلہؓ (مکہ معظمہ)

۱۰۵ھ/ ۷۲۴ء

وفات یزید ثانی' خلافت ہشام بن عبدالملک' فتح قونیہ (مروان الحمار) وفات حضرت عامر بن شرحبیل الشعبیؒ

۱۰۷ھ/ ۷۲۶ء

فتح قیساریہ۔

۱۰۸ھ/ ۷۲۷ء

وفات امام قاسم بن محمد ابی بکر صدیقؒ (مدینہ) پیدائش سفاح عبداللہ (مقام حمیمہ)

۱۱۰ھ/ ۷۲۸ء

وفات حضرت خواجہ حسن بصریؒ۔ جنگ ارض روم

۱۱۱ھ/ ۷۲۹ء

ولادت حضرت امام ابو یوسف (کوفہ) ۱۱۲ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے قیصریہ اور حجرہ فتح کیا۔

۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء

وفات حضرت امام باقرؒ ۱۱۸ھ پیدائش حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (مرو) ۱۲۱ھ حضرت زید الشہیدؒ تیر سے شہید ہوئے اور ان کا بیٹا یحییٰؒ بعمر ۱۸ سال شہید ہوا۔

۱۲۴ھ/ ۷۴۳ء

وفات حضرت ابوبکر محمد امام زہریؒ۔

۱۲۵ھ/۷۴۳ء

وفات خلیفہ ہشام، خلافت ولید ثانی ۱۲۶ھ قتل ولید ثانی۔

۱۲۶ھ/۷۴۴ء

خلافت یزید ناقص، خلافت ابراہیمؒ، خلافت مروان ثانی، وفات یزید ناقص، قتل ابراہیم ومروان ثانی۔

۱۲۷ھ پیدائش مہدی ابوعبداللہ محمد (اہواز) خلیفہ یزید ناقص نے گانے بجانے اور شراب پر پابندی لگادی۔

۱۲۹ھ/۷۴۷ء

ولادت حضرت امام موسیٰ کاظمؒ وطبیب جالینوس، ابومسلم خراسانی کا اعلان بغاوت، فتنہ اباضیہ

۱۳۲ھ/۷۴۹ء

خلافت عباسیہ (ابوعباس السفاح) کا آغاز، ۱۳۵ھ میں وفات حضرت حسین ذی الدمعہؒ۔ خلیفہ مروان الحمار قتل ہوا (بوسیر)

۱۳۶ھ/۷۵۲ء

وفات عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ (کوفہ)

۱۳۷ھ/۷۵۴ء

خلافت المنصور عباسی، جنگ نصیبین، عبدالرحمٰن الداخل سپین پہنچا اور اموی حکومت کی بنیاد رکھی۔

۱۴۰ھ/۷۵۷ء

خلیفہ المنصور عباسی نے شہر بغداد کی بنیاد رکھی۔ ۱۴۹ھ میں تعمیر مکمل ہوئی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا۔

۱۴۸ھ/۷۶۵ء

وفات حضرت امام جعفر صادقؒ (مدینہ) وابن ابی لیلیٰؒ پیدائش خلیفہ ہارون الرشید وخلیفہ الہادی عباسی۔

۱۵۰ھ/۷۶۷ء

وفات حضرت امام ابوحنیفہؒ وابن اسحاقؒ (بغداد) پیدائش حضرت امام شافعیؒ استادسیس کا دعویٰ

۱۵۲ھ/۷۶۹ء

پیدائش حضرت امام علی رضاؒ (مدینہ طیبہ)

۱۵۳ھ/۷۷۰ء

افریقہ میں اباضیوں کے خلاف زبردست مہم

۱۵۶ھ/۷۷۳ء

وفات حضرت امام اوزاعیؒ وحضرت خواجہ حبیب عجمیؒ (بصرہ)

۱۵۸ھ/۷۷۵ء

وفات خلیفہ المنصور عباسی (مقام بطن) خلیفہ کے حکم سے عباد بن کثیر اورامام ثوری کا قتل

۱۵۹ھ/۷۷۶ء

خلافت مہدی، حکیم مقنع نے دعویٰ خدائی کیا۔ مصنوعی چاند نکالا اور خودکشی کرلی۔

۱۶۱ھ/۷۷۸ء

مسجد نبوی میں توسیع، وفات حضرت امام سفیان ثوریؒ (بصرہ) وخواجہ داؤد طائیؒ بغداد۔

۱۶۲ھ/۷۷۹ء

وفات ابراہیمؒ وقاضی ابوبکر بن ابی سیرہؒ مہدی نے مکہ معظمہ میں سڑکیں وعالیشان عمارتیں اور حوض بنوائے۔

۱۶۴ھ/۷۸۱ء

پیدائش حضرت امام احمد بن حنبلؒ (بغداد) ومحاسبی ابوعبداللہ شافعی فقیہ بصرہ۔

۱۶۶ھ/۷۸۲ء

تعمیر مسجد الحرام، ۷۸۵ء خلافت الہادی وفات خلیفہ مہدی عباسی، پیدائش ابن سعدؒ (بصرہ)

۱۷۰ھ/۷۸۶ء

خلافت ہارون الرشید وفات خلیفہ الہادی عباسی، پیدائش خلیفہ مامون الرشید (موجد پولو) ۱۷۱ھ پیدائش امین الرشید۔

۱۷۲ھ/۷۸۸ء

وفات خلیفہ عبدالرحمٰن سپین، خلافت ہشام اول۔

۱۷۶ھ/۷۹۲ء

وفات خواجہ ابوالفضل عبدالواحدؒ۔ فتح ارض روم

۱۷۸ھ/۷۹۴ء

عباسی خلافت میں یحییٰ برمکی کی وزارت اور کلی اختیارات۔ ۱۷۹ھ پیدائش حضرت ابراہیم بن ادہم (مکہ معظمہ) والمعتصم باللہ (کوفہ)

۱۸۰ھ/۷۹۶ء

وفات خلیفہ ہشام اول وحضرت امام مالکؒ وحماد بصریؒ وحضرت عبداللہ بن مبارکؒ (مدینہ) ۱۸۱ھ پیدائش امام دارمی، سمرقند دارم۔

۱۸۳ھ/ ۷۹۹ء

وفات حضرت امام موسیٰ کاظمؒ وامام ابو یوسفؒ ۱۸۵ھ وفات حضرت رابعہ بصریؒ

۱۸۷ھ/ ۸۰۳ء

ولادت حضرت بایزید بسطامیؒ وفات خواجہ فضیل بن عیاضؒ جعفر برمکی کے قتل سے برامکہ کا زوال خلیفہ ہارون الرشید نے شہنشاہ روما (نقفور) کو خط لکھا۔

۱۹۰ھ/ ۸۰۵ء

وفات یحییٰ برمکی و حضرت امام شیبانیؒ خلیفہ ہارون الرشید کی فتوحات روم۔

۱۹۳ھ/ ۸۰۸ء

وفات خلیفہ ہارون الرشید خلافت امین الرشید ۱۹۴ھ ولادت حضرت امام بخاریؒ (بخارا) وحضرت امام محمد الجوادؒ ۱۹٦ھ پیدائش واثق باللہ خلیفہ عباسی۔

۱۹۸ھ/ ۸۱۳ء

قتل خلیفہ امین الرشید خلافت مامون الرشید (خراسان) (قرآن مجید مخلوق ہے)

۲۰۰ھ/ ۸۱۵ء

پیدائش امام ابوداؤد سجستانی ۲۰۲ھ پیدائش حضرت امام مسلمؒ (نیشاپور) وفات خواجہ معروف کرخیؒ (بغداد)

۲۰۳ھ/ ۸۱۸ء

شہادت امام علی رضاؒ وفات مشہور طبیب جالینوس

۲۰۴ھ/ ۸۱۹ء

ابتدائے دولت عثمانیہ وفات حضرت امام شافعیؒ (مصر)

۲۰۵ھ/ ۸۲۰ء

بنیاد دولت طاہریہ ۲۰۷ھ پیدائش المتوکل علی اللہ جعفر عباسی۔

۲۰۹ھ/ ۸۲۴ء

پیدائش حضرت امام ترمذی (ترمذ) وحضرت امام ابن ماجہ (ایران) ۲۱۰ھ پیدائش المہتدی باللہ عباسی۔

۲۱۲ھ/ ۸۲۷ء

ولادت امام علی نقیؒ۔ فتنہ خلق القرآن۔ ۲۱۵ھ ولادت ابوعبدالرحمٰن احمد (امام نسائی) خراسان۔

۲۱۸ھ/ ۸۳۳ء

وفات عبدالملک بن ہشامؒ وخلیفہ مامون الرشید (رقہ) خلافت المعتصم باللہ۔

۲۲۱ھ/ ۸۳٦ء

شہادت امام محمد الجوادؒ المعتصم نے سرمن رائ شہر آباد کیا اور دارالخلافہ بنایا۔ پیدائش مستعین باللہ خلیفہ

۲۲۳ھ/ ۸۳۷ء

بابک خرمی کا قتل ۲۲۷ھ وفات خلیفہ معتصم باللہ ۲۲۹ھ پیدائش المعتمد علی اللہ۔

۲۳۰ھ/ ۸۴۴ء

خلیفہ واثق باللہ کی تخت نشینی پیدائش حضرت جنید بغدادیؒ وفات ابن سعدؒ (بغداد)

۲۳۲ھ/ ۸۴۷ء

وفات خلیفہ واثق باللہ خلافت التوکل ولادت حضرت امام حسن عسکریؒ (مدینہ) پیدائش ابن جریر طبری طبرستان وفات ابن معینؒ پیدائش المعتز باللہ

۲۳۸ھ/ ۸۵۲ء

وفات عبدالرحمٰن ثانی سپین حکومت محمد اول ۸۵۴ء سندھ میں حکومت ہباری ۲۳۹ھ پیدائش حضرت امام طحاویؒ (مصر)

۲۴۱ھ/ ۸۵۵ء

وفات حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔ مصر کے موضع سویدا میں دس دس پونڈ پتھروں کی بارش ۲۴۲ھ پیدائش معتضد باللہ عباسی وفات محاسبی ابو عبداللہ شافعی فقیہ بغداد۔

۲۴۴ھ/ ۸۵۸ء

ولادت حضرت حسین بن منصور حلاج (فارس بیضاء)

۲۴۵ھ/ ۸۵۹ء

وفات حضرت خواجہ ذوالنون مصریؒ

۲۴۷ھ/ ۸٦۱ء

قتل خلیفہ متوکل عباسی خلافت المنتصر عباسی پیدائش حضرت ابوبکر شبلی

۲۴۸ھ/ ۸٦۲ء

وفات خلیفہ المنتصر عباسی خلافت المستعین عباسی ۲۵۰ھ پیدائش علامہ ابوجعفر محمد کلینی ایران۔

۲۵۲ھ/ ۸٦٦ء

قتل خلیفہ المستعین عباسی خلافت المعتز عباسی اس نے گھوڑوں کو سونے کے زیور پہنائے اور سونے کا تاج بنوایا۔

۲۵۴ھ/ ۸٦۸ء

دولت طولونیہ دولت صفاریہ ایران کی ابتداء وفات خواجہ ابوالحسن سری سقطیؒ بغداد۔

۲۵۵ھ/ ۸٦۹ء

قتل خلیفہ المعتز عباسی خلافت المہتدی عباسی وفات حضرت امام علی

نقیؒ وعلامہ دارمی و امام عتبیؒ ولادت محمد الہدی بن امام حسن عسکریؒ (سرمن رای) وفات حضرت ابواسحٰق حربیؒ۔

۲۵۶ھ/۸۷۰ء

قتل المہتدی عباسی، خلافت المعتمد عباسی، وفات حضرت امام بخاریؒ وابن عبدالحکمؒ (فسطاط)

۲۵۹ھ/۸۷۳ء

پہلے مسلمان سائنس دان الکندی کی وفات، شہادت از زہر حضرت امام حسن عسکریؒ (سرمن رای)

۲۶۱ھ/۸۷۵ء

وفات حضرت امام مسلمؒ وحضرت بایزید بسطامیؒ (بسطام)

۲۶۲ھ/۸۷۶ء

وفات خواجہ سلطان ابراہیم بن ادھم (شام) ۲۶۴ھ پیدائش المکتفی باللہ

۲۶۸ھ/۸۸۲ء

فوات احمد بن طولون، ۲۷۲ھ وفات خواجہ حذیفہ مرعشیؒ (مرعش)

۲۷۳ھ/۸۸۶ء

وفات محمد اندلسیؒ حکومت منذر اموی، وفات حضرت امام ابن ماجہؒ (قزوین رمضان)

۲۷۵ھ/۸۸۸ء

وفات المنذر، حکومت عبداللہ اموی، وفات حضرت امام ابوداؤدؒ (بصرہ) وابن قتیبہؒ۔ ۲۷۹ھ وفات خلیفہ المعتمد علی اللہ۔

۲۷۸ھ/۸۹۱ء

قرامطہ کی بغاوت، وفات الموفق عباسی، دریائے نیل خشک ہوگیا۔

۲۷۹ھ/۸۹۲ء

وفات خلیفہ المعتمد، خلافت المعتضد، وفات امام ترمذی ۲۸۲ھ پیدائش المقتدر باللہ، ۲۸۷ھ وفات خواجہ امین الدین ابی ہبیرہ بصریؒ و پیدائش قاہر باللہ عباسی۔

۲۸۹ھ/۹۰۲ء

وفات خلیفہ المعتضد، خلافت المکتفی، ۲۹۲ھ پیدائش خلیفہ المستکفی باللہ، دریائے دجلہ میں سیلاب آیا جس کی وجہ سے بغداد ویران ہوگیا۔ سیلاب کا پانی ۲۱ گز اونچا تھا۔

۲۹۵ھ/۹۰۸ء

وفات خلیفہ المکتفی، خلافت المقتدر، ۲۹۶ھ ابتدائے دولت فاطمیہ ۲۹۷ پیدائش راضی باللہ ومتقی باللہ۔

۲۹۸ھ/۹۱۱ء

وفات حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ ۲۹۹ھ خلافت عبدالرحمٰن ناصر اندلسی وفات خواجہ محمد ممشاد علی دینوریؒ

۳۰۱ھ/۹۱۴ء

حضرت منصور حلاج کا دعویٰ "اناالحق" اور گرفتاری۔ پیدائش مطیع اللہ عباسی۔

۳۰۳ھ/۹۱۵ء

وفات حضرت امام نسائیؒ (مکہ معظمہ) ۱۳ صفر ۳۰۵ھ پیدائش امام دارقطنی (بغداد)۔

۳۰۹ھ/۲۲-۹۲۱ء

مصر پر عباسیوں کا قبضہ، حضرت منصور حلاج کا قتل ۱۸ ذیقعد (بغداد)

۳۱۱ھ/۹۲۳ء

وفات مشہور مورخ طبری (بغداد) و محمد بن زکریا الرازیؒ۔ قرامطہ نے حاجیوں کا قتل عام کیا۔

۳۱۷ھ/۹۲۹ء

وفات ابوالقاسم البغویؒ قرامطیوں نے مکہ معظمہ میں قتل عام کیا اور حجراسود کو نکال کر لے گئے۔ بیس سال تک اس کے پاس رہا۔

۳۲۰ھ/۹۳۲ء

قتل خلیفہ المقتدر، خلافت القاہر بغدادی ۳۲۱ھ وفات امام الطحاویؒ (قرافہ)

۳۲۲ھ/۹۳۴ء

معزول خلیفہ القاہر، خلافت الراضی، وفات حضرت ابوالحسن اشعریؒ

۳۲۹ھ/۹۴۰ء

وفات خلیفہ الراضی خلافت ابراہیم المتقی، ۳۳۰ھ بغداد میں سخت قحط پڑا۔ وفات حضرت ابواسحٰق شامی چشتیؒ (شام) وفات علامہ ابوجعفر محمد کلینی مصنف الکافی، ومتی بن یوسف مشہور فلسفی اور طبیب حاذق (بغداد)

۳۳۳ھ/۹۴۴ء

معزول خلیفہ المتقی، خلافت المستکفی

۳۳۴ھ/۹۴۵ء

قتل المستکفی، خلافت المطیع ۹۴۹ بغداد میں شیعہ سنی فسادات وفات حضرت ابوبکر شبلیؒ بغداد

۳۳۹ھ/۹۵۰ء

حجراسود واپس مکہ معظمہ لایا گیا، وفات ابونصر فارابی وخلیفہ قاہر باللہ و مستکفی باللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کبھی کسی شخص نے کسی مجمع سے ایسی بات کہی جس کو وہ سمجھتے نہ ہوں تو وہ بات ضرور ان کے لئے فتنہ ہوگی۔ (ابن السنی)

۳۴۷ھ/ ۹۵۸ء

عراق اور شام پر روسیوں کا حملہ‘ وفات مشہور مورخ مسعودیؒ۔

۳۴۹ھ/ ۹۶۰ء

کثیر تعداد میں ترکوں کا قبول اسلام‘ معز الدولہ نے بغداد کی بہت سی مساجد بند کرا دیں۔

۳۵۰ھ/ ۹۶۱ء

وفات خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر‘ خلافت مستنصر الاموی‘ وفات ابن حوقلؒ ولادت خواجہ ابوالحسن علی خرقانیؒ

۳۵۲ھ/ ۹۶۳ء

نوحہ‘ ماتم اور مراسم محرم کی ابتداء‘ عید غدیر کی ابتداء‘ غزنہ پر الپتگین کا قبضہ‘ ۳۵۵ھ وفات ابوالحاتم بن حبانؒ (سیسان)

۳۵۶ھ/ ۹۶۶ء

سرکاری طور پر ماتم کروایا گیا‘ قتل ابو الفرج اصفہانی وفات خواجہ ابو احمد ابدالی چشتیؒ

۳۵۷ھ/ ۹۶۷ء

وفات خلیفہ المتقی قید‘ عراق اور شام میں بدامنی‘ ۹۷۱ء پیدائش سلطان محمود غزنوی ۱۲ اکتوبر۔

۳۶۱ھ/ ۹۷۲ء

مصر میں جامعہ ازہر کی عمارت مکمل‘ ۳۶۴ھ وفات خلیفہ مطیع اللہ (مقام واسط) ۳۶۲ھ پیدائش البیرونی (خوارزم) ۳۶۸ھ پیدائش ابن عبدالبر (قرطبہ) و ابن سینا۔

۳۶۶ھ/ ۹۷۶ء

وفات خلیفہ المستنصر‘ خلافت ہشام ثانی الاموی‘ ۳۷۶ھ پیدائش حضرت ابوالقاسم عبدالکریم امام قشیری‘ ۳۷۴ھ (خراسان) پیدائش ابن حزم (قرطبہ) و خواجہ ابو یوسف چشتی (چشت)

۳۷۸ھ/ ۹۸۸ء

بغداد میں دنیا کی سب سے بڑی رسدگاہ تعمیر ہوئی‘ وفات حضرت ابو نصر سراج صوفیؒ۔

۳۸۰ھ/ ۹۹۰ء

ہندوستان میں راجہ جے پال اور سبکتگین کی پہلی جنگ‘ ۳۸۴ھ پیدائش ابوبکر احمد بن حسین امام بیہقی (شعبان‘ نیشاپور بیہق)

۳۸۵ھ/ ۹۹۵ء

وفات امام دار قطنیؒ۔ ۹۹۷ء وفات سلطان سبکتگین الپتگین کا غلام اور داماد

۳۸۹ھ/ ۹۹۹ء

سلطان محمود غزنوی کی تخت نشینی‘ ۳۹۰ھ پیدائش حضرت ابوبکر احمد خطیب بغدادی‘ ۳۹۱ھ وفات ماہر فلکیات ابو محمود حامد بن خضر خجندی۔

۳۹۵ھ/ ۱۰۰۵ء

سلطان محمود غزنوی کا ملتان پر حملہ

۳۹۷ھ/ ۱۰۰۷ء

بغداد میں فسادات‘ وفات ابو نصر کلا بازی‘ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملے۔

۳۹۹ھ/ ۱۰۰۸ء

سلطان محمود غزنوی کا انند پال پر حملہ‘ معزول خلیفہ ہشام ثانی خلافت محمد مہدی الاموی۔

۴۰۰ھ/ ۱۰۰۹ء

سلطان محمود کا نگر کوٹ پر حملہ‘ خلافت دوبارہ مستعین‘ خلافت دوبارہ محمد مہدی‘ خلافت ہشام دوبارہ‘ ولادت مخدوم علی ہجویری (افغانستان)

۴۰۱ھ/ ۱۰۱۱ء

سندھ میں سومرہ حکومت‘ سلطان محمود غزنوی کا ملتان پر قبضہ۔

۴۰۴ھ/ ۱۰۱۴ء

خلیفہ الحاکم فاطمی نے بے پردہ عورتوں کو قتل کروا کر دریا میں پھینکوا دیا۔ پیدائش خواجہ ابوالحسن علی ہنکاری۔

۴۰۸ھ/ ۱۰۱۸ء

خلافت عبدالرحمٰن الرابع اندلس‘ ۱۰۲۱ء حکومت الظاہر فاطمی‘ وفات خواجہ ابو محمد ابدال چشتیؒ ۴۰۸ھ وفات خواجہ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ بغداد و خواجہ ابوالفرح محمد طرطوسیؒ۔

۴۱۳ھ/ ۱۰۲۲ء

ایک مصری باطنی نے حجر اسود کو ہتھوڑا مار کر توڑ دیا۔

۴۱۴ھ/ ۱۰۲۳ء

خلافت عبدالرحمٰن الخامس‘ خلافت محمد المستکفی (اندلس)

۴۱۶ھ/ ۱۰۲۵ء

سلطان محمود غزنوی نے سومنات کو توڑا‘ ۴۱۸ھ خلافت ہشام ثالث (اندلس)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلامتی آدمی کی فتنہ (کے زمانہ) میں یہ ہے کہ اپنے گھر کو لپٹا رہے (یعنی بلا ضرورت اختلاط چھوڑ دے) (کنوز)

۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء

وفات سلطان محمود غزنویؒ تخت نشینی مسعود غزنوی اندلس میں طوائف الملوکی کا آغاز، وفات مشہور مورخ ابن مسکویہؒ۔ ۴۲۵ھ وفات حضرت ابوالحسن علی خرقانیؒ (خرقان)

۴۲۸ھ/۱۰۳۷ء

وفات حضرت ابوبکر اصفہانیؒ و ابن سیناؒ، ۴۲۹ھ ال سلجوق کی ابتداء (رکن الدین) ۴۳۰ھ پیدائش خواجہ مودود چشت (چشت) وفات حضرت ابونعیم اصفہانی۔

۴۳۳ھ/۱۰۴۱ء

تخت نشینی مودود غزنوی، ۴۴۰ھ مراکش اور الجیریا میں دوبارہ خطبہ عباسی، ۴۴۰ھ وفات مشہور مورخ وسائنس دان البیرونیؒ ومودود غزنوی ۲۲ دسمبر، پیدائش ابو یعقوب یوسف ہمدانی۔

۴۴۱ھ/۱۰۴۹ء

ولادت شیخ ابونصر جام (نامق) ۴۴۵ھ پیدائش امام غزالی ۴۵۱ھ فتنہ و قتل بساسیری، ۴۵۲ھ پیدائش ابوالحسن زرین، ۱۰۵۴ء پیدائش مشہور شاعر ابومحمد قاسم بن علی حریری بصرہ۔

۴۵۸ھ/۱۰۶۶ء

مدرسہ نظامیہ بغداد کی ابتداء الپ ارسلان کی حکومت وفات حضرت ابن حزمؒ وخواجہ ابویوسف چشتیؒ (چشت) وامام بیہقی (نیشاپور)

۴۶۱ھ/۱۰۶۹ء

جامعہ دمشق میں آتشزدگی، وفات خطیب البغدادیؒ۔ پیدائش حضرت سید یوسف گردیزی، ۴۶۲ھ وفات ابن عبدالبرؒ (مقام شاطبہ)

۴۶۵ھ/۱۰۷۲ء

الپ ارسلان کا انتقال اور حکومت ملک شاہ سلجوق، وفات حضرت خواجہ علی ہجویریؒ (لاہور) وابوالقاسم عبدالکریم حضرت امام قشیریؒ (نیشاپور)

۴۷۱ھ/۱۰۷۸ء

ولادت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (ایران نیف)

۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء

طلیطلہ پر عیسائیوں کا قبضہ، وفات امام الحرمین الجوینیؒ

۴۷۹ھ/۱۰۸۶ء

حرمین میں عباسیوں کا خطبہ، عیسائیوں پر یوسف بن تاشقین کی فتح، وفات شیخ ابوالحسن ہنکاری۔

۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء

شہادت نظام الملک وزیر، وفات ملک شاہ سلجوقی ۴۸۷ھ وفات خلیفہ مقتدی بامر اللہ، ۴۹۰ھ پیدائش شیخ ابونجیب وجیہہ الدین سہروردی زنجان وفات شاہ عبداللہ حسنی سندھ۔

۴۹۱ھ/۱۰۹۸ء

انطاکیہ اور حمص پر صلیبی قبضہ، صلیبی جنگیں، وفات خواجہ ابوالحسن کرخیؒ

۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء

عیسائیوں نے شام اور حمص میں مسلمانوں کا قتل عام کیا اور بیت المقدس پر قبضہ، وفات حضرت شیخ ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ۔

۴۹۴ھ/۱۱۰۱ء

حسن بن صباح کی قیادت میں فدائیوں کا عروج، ۱۱۰۳ء فرنگیوں کا عکہ پر قبضہ، ۴۹۹ھ پیدائش ابن عساکر (دمشق)۔

۵۰۰ھ/۱۱۰۶ء

وفات یوسف بن تاشفین، ۵۰۳ھ طرابلس پر فرنگیوں کا قبضہ۔

۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء

وفات حضرت محمد امام غزالیؒ ۵۱۲ھ وفات خلیفہ مستظہر باللہ و شیخ ابو سعید محمد مبارک المخزومی حنبلیؒ ۵۱۰ھ پیدائش ابن جوزی (بغداد) وفات حضرت ابوعلی فارمدی (طوس) وحریری

۵۲۰ھ/۱۱۲۶ء

وفات ابن رشد، ۵۲۴ھ وفات محمد بن تومرت المہدی و خلیفہ آمر باحکام اللہ فاطمی ۵۲۰ھ پیدائش سید تاج الدین عبدالرزاق (بغداد) وفات ابوالحسن زرین عبدری القریشیؒ۔

۵۲۷ھ/۱۱۳۳ء

وفات خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ ۵۲۹ھ وفات خلیفہ مسترشد باللہ، پیدائش سلطان صلاح الدین ایوبی (تکریت) ۵۳۳ھ۔

۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء

سلطان سنجر اور تاتاریوں کے درمیان جنگ، پیدائش حضرت شیخ ابو موسیٰ نصر بغدادی، وفات حضرت ابویعقوب یوسف ہمدانیؒ (مرو) وحضرت دابوالقاسم اسمٰعیل اصفہانیؒ۔

۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء

ولادت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (خراسان) وفات شیخ احمد جامؒ (نامق)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں بڑا گنہگار وہ ہے جو باطل میں غوروخوض کرنے والا ہو۔ (الاتحاف)

۵۴۲ھ/ ۱۱۴۷ء

نورالدین محمود زنگی نے فرنگیوں سے تین قلعے واپس لئے ۵۴۴ھ پیدائش امام فخر الدین رازی، مقام رے دامریکہ سب سے بڑا موجد ایڈیسن۔

۵۴۷ھ/ ۱۱۵۲ء

وفات شاہ یوسف گردیزیؒ (ملتان)

۵۴۹ھ/ ۱۱۵۴ء

پیدائش حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (سہرورد) دمشق پر نورالدین زنگی کا قبضہ ۵۵۵ھ پیدائش ابن اثیر (جزیرہ ابن عمر) وفات خسرو شاہ۔

۵۵۷ھ/ ۱۱۶۲ء

نورالدین زنگی نے روزہ مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کی اور دو یہودیوں کو قتل کیا۔ یہ دونوں یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو سرنگ کے ذریعے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سلطان نورالدین زنگی کا کارنامہ ہے۔

۵۵۸ھ/ ۱۱۶۳ء

سلطان نورالدین زنگی کی فرنگیوں پر فتح، وفات عبدالمومن والی عرب، پیدائش شیخ نجیب الدین متوکل۔

۵۶۰ھ/ ۱۱۶۵ء

پیدائش شمس الدین محمد سبزواری (عراق) بغداد میں رافضیوں کی بے اعتدالیاں، ۵۶۲ھ وفات شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ ۵۶۳ھ وفات شیخ ابو نجیب ضیاء الدین (بغداد) و پیدائش چنگیز خاں (تموجین) مشرقی سائبیریا۔

۵۶۴ھ/ ۱۱۶۸ء

پیدائش شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، ۵۶۵ھ حکومت سلطان صلاح الدین ایوبی۔

۵۶۷ھ/ ۱۱۷۱ء

آخری فاطمی امام العاضد کی معزولی اور عباسی خطبہ کا اجراء وفات خلیفہ مستنجد باللہ۔

۵۷۰ھ/ ۱۱۷۴ء

شام پر سلطان صلاح الدین کا قبضہ، وفات سلطان نورالدین زنگی۔

۵۷۲ھ/ ۱۱۷۶ء

سلطان شہاب الدین غوری کا ملتان پر قبضہ، پیدائش محمد عثمان (لعل شہباز قلندرؒ) افغانستان، وفات مشہور مورخ حضرت ابن عساکرؒ و خطیب بغدادیؒ۔

۵۷۵ھ/ ۱۱۷۹ء

وفات خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ (بخارا)

۵۷۷ھ/ ۱۱۸۱ء

پرنس آزمات کی مدینہ کی طرف فوج کشی اور عزیز الدین فرخ شاہ کی کامیاب مدافعت۔

۵۸۰ھ/ ۱۱۸۴ء

وفات ایلغازی ۵۸۲ھ سلطان شہاب الدین غوری کا لاہور پر قبضہ، پیدائش شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (چاولی مشائخاں ملتان)

۵۸۳ھ/ ۱۱۸۷ء

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو فتح کیا، پیدائش خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (اوش)

۵۸۵ھ/ ۱۱۸۹ء

پیدائش خواجہ علی عزیزان رامیتی بخارا

۵۸۷ھ/ ۱۱۹۱ء

سلطان شہاب الدین غوری اور پرتھوی راج میں جنگ، اگلے برس سلطان شہاب الدین غوری کو فتح ہوئی، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (قتل) مقام حلب۔

۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء

وفات سلطان صلاح الدین ایوبی (دمشق) پیدائش مخدوم جلال الدین سرخ (اوچ بخاریاں) وفات میر تقی میر۔

۵۹۲ھ/ ۱۱۹۶ء

مکہ معظمہ میں ایسی سخت آندھی آئی جس سے پوری دنیا میں اندھیرا چھا گیا، پیدائش مخدوم علی احمد صابر (ملتان)، وفات شیخ عبدالوہاب بغدادی (حلب) و حضرت شیخ ابراہیم بغدادیؒ (واسط)

۵۹۴ھ/ ۱۱۹۷ء

علاؤالدین خوارزم شاہ کا بخارا پر قبضہ، بختیار خلجی نے بنگال فتح کیا۔ پیدائش شیخ سعدی شیراز

۵۹۵ھ/ ۱۱۹۸ء

دہلی پر سلطان شہاب الدین کا قبضہ، وفات ملک عزیز بادشاہ مصر ۵۹۷ھ وفات ابن الجوزیؒ بغداد، پیدائش نصیر الدین طوسی۔

۶۰۱ھ/ ۱۲۰۴ء

ملک العادل ایوبی اور فرنگیوں میں صلح، ۱۲۰۵ء قطب الدین ایبک کی حکومت رسم تاجپوشی لاہور، وفات حضرت شیخ ابوبکر عبدالعزیز جیلانی بغدادی (جبال) و حضرت شیخ حافظ عبدالرزاق بغدادی (بغداد)

۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء

وفات امام فخر الدین رازیؒ پیدائش شاہ شرف الدینؒ (بوعلی قلندر) قطب مینار دہلی اونچائی ۲۴۲ فٹ محیط نیچے ۱۵۰ فٹ اوپر ۳۰ فٹ سیڑھیاں ۳۷۸۔

۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء

قتل غیاث الدین محمود وفات قطب الدین ایبک تخت نشینی آرام شاہ ۶۰۷ھ یا ۶۱۷ھ وفات خواجہ عثمان ہارون ۶۰۸ھ پیدائش ابن خلکان (موصل) شکست آرام شاہ تخت نشینی شمس الدین التمش۔

۶۱۲ھ/۱۲۱۵ء

وفات خواجہ حاجی شریف زندنیؒ (۵۸۶ھ ۶۱۲ھ) وسید عزیز اللہ پیر مکی لاہور یکم جنوری پیدائش شیخ صدر الدین عارف ملتان ۶۱۶ھ وفات خواجہ عارف ریوگری بخارا۔

۶۲۰ھ/۱۲۲۳ء

شہادت شیخ فرید الدین عطارؒ ۶۲۲ھ وفات خلیفہ الناصر لدین اللہ و خلیفہ ظاہر بامر اللہ (۶۲۳ھ) ۶۲۵ھ پیدائش ابن فرح الاشبلی وفات ۲۵ اگست چنگیز خاں کانسو ضلع جنگ شوئی۔

۶۳۰ھ/۱۲۳۳ء

وفات حضرت ابن اثیرؒ (موصل ۶۳۲ھ وفات شیخ شہاب الدین سہروردی قتل (۵۸۷ھ)۔

۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء

وفات خواجہ معین الدین اجمیریؒ (اجمیر) تخت نشینی رکن الدین فیروز شاہ (دہلی) اور وفات حکومت رضیہ سلطانہ (دہلی) وفات خواجہ بختیار کاکیؒ (دہلی) وسلطان شمس الدین التمش (دہلی) ۲۶ اپریل۔

۶۳۴ھ/۱۲۳۸ء

پیدائش خواجہ نظام الدین اولیاء (بدایوان) ومشہور طبیب قطب الدین شیرازی وفات ۷۱۰ھ۔

۶۳۷ھ/۱۲۴۰ء

حکومت معز الدین بہرام شاہ وفات ابن عربی وحضرت بدیع الدین شاہ مدار ورضیہ سلطانہ (کیتھل)

۶۳۹ھ/۱۲۴۲ء

حکومت علاؤ الدین مسعود شاہ (دہلی) ۶۴۰ھ وفات المستنصر باللہ پیدائش ابن فوطی بغداد ۱۲۴۶ء وفات علاؤ الدین مسعود شاہ حکومت ناصر الدین محمود پسر سلطان التمش۔

۶۴۷ھ/۱۲۵۰ء

پیدائش شاہ رکن الدین عالم (ملتان) ۶۵۶ھ ہلاکو خاں نے بغداد کو تاخت وتاراج کیا اور خلیفہ المستعصم کو شہید کیا۔ ۶۵۱ھ پیدائش حضرت امیر خسرو (قصبہ پٹیالی)

۶۵۹ھ/۱۲۶۱ء

وفات ابن طقطقی شہادت خلیفہ المستنصر باللہ وفات حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ ۶۶۱ھ پیدائش حضرت امام ابن تیمیہ (حران)

۶۶۴ھ/۱۲۶۵ء

وفات حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ (پاکپتن) ۶۶۱، ۶۶۷ھ وفات شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ (ملتان) ۱۲۶۶ء میں وفات ناصر الدین محمود حکومت غیاث الدین بلبن۔

۶۷۱ھ/۱۲۷۲ء

وفات شیخ نجیب الدین متوکلؒ (دہلی) ومولانا جلال الدین رومیؒ (قونیہ) وحضرت خواجہ نصیر الدین طوسیؒ۔

۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء

وفات مخدوم شہباز قلندرؒ (سندھ) ۶۷۶ھ وفات حمید الدین ناگوری وحضرت شمس الدین سبزواری ملتان۔

۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء

وفات ابن خلکانؒ (قاہرہ) ۶۸۴ھ وفات شیخ صدر الدین عارف (ملتان) وامام بیضاوی شیراز

۶۸۶ھ/۱۲۸۷ء

وفات غیاث الدین بلبن، حکومت کیقباد (دہلی) وفات شیخ حسام الدینؒ ملتان۔

۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء

حکومت جلال الدین خلجی ۱۲ جون وفات کیقباد (بلبن کا پوتا)

۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء

وفات حضرت جلال الدین سرخ (اوچ بخاریاں) وخواجہ علی احمد صابر کلیر وشیخ سعدیؒ شیراز وحضرت مولانا بدر الدین اسحٰقؒ (پاکپتن) ۶۹۳ھ پیدائش حضرت امام ابن قیم (دمشق)

۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء

حکومت علاؤ الدین خلجی۔ ۶۹۹ھ وفات حضرت ابن فرح الاشبلیؒ

۶۹۵ھ پیدائش حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء۔

۶۹۹ھ/۱۳۰۰ء

تخت نشینی عثمان بانی دولت عثمانیہ ترکی، پیدائش ابن کثیر ۷۰۳ھ پیدائش ابن بطوطہ مراکش، طنجہ۔

۷۰۱ھ/۱۳۰۲ء

وفات خلیفہ الحاکم بامر اللہ ۷۰۷ھ پیدائش مخدوم جہانیاں (جہان گشت) اوچ بخاریاں ۷۱۴ھ پیدائش ابن خطیب وفات سلطان علاؤالدین خلجی حکومت شہاب الدین (عمر خاں)۔

۷۱۶ھ/۱۳۱۶ء

حکومت قطب الدین مبارک خلجی، قتل کافور ملک، وفات خواجہ علی عزیزان رامیتنیؒ وخواجہ محمودؒ انجیر فغنوی (انجیر) ۷۱۸ھ پیدائش محمد بہاء الدین نقشبند (بخارا)

۷۲۰ھ/۱۳۲۰ء

حکومت غیاث الدین تغلق ۷۲۳ھ/۷۳۳ھ وفات شیخ احمد بن محمد قندھاریؒ (ملتان) ۷۲۳ھ۔

۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء

وفات بوعلی قلندرؒ پانی پت، حکومت سلطان محمد تغلق دہلی، وفات حضرت نظام الدین اولیاءؒ وحضرت امیر خسروؒ دہلی وغیاث الدین تغلق، حکومت محمد شاہ تغلق (جونا خاں)۔

۷۲۸ھ/۱۳۳۸ء

وفات امام ابن تیمیہؒ قید دمشق، ۷۳۴ھ وفات برہان الدین غریبؒ ۷۳۲ھ پیدائش ابن خلدون تیونس۔

۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء

وفات شیخ رکن الدین شاہ رکن عالم ملتان، ۷۳۶ھ وفات شاہ شمس الدین ترک پانی پتؒ۔ پیدائش ۲۶ شعبان امیر تیمور۔

۷۴۰ھ/۱۳۴۰ء

وفات مولانا علاؤ الدین خجندی، ۷۴۷ھ میں حسن گنگو بہمنی بانی دولت بہمنیہ ہوا۔

۷۵۱ھ/۱۳۵۱ء

وفات امام ابن قیم دمشق، حکومت فیروز شاہ تغلق ۷۶۱ھ تخت نشینی مراد اول عثمانی، بنیاد قلعہ سرہند حضرت امام رفیع الدینؒ ۷۵۵ھ وفات خواجہ محمد بابا سماسیؒ سماس۔

۷۶۵ھ/۱۳۶۵ء

وفات حضرت جلال الدین کبیر الاولیاءؒ وخواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ

۷۷۳ھ پیدائش حافظ ابن حجر عسقلانی (قاہرہ)

۷۷۲ھ/۱۳۷۱ء

وفات خواجہ شمس الدینؒ و۷۷۴ھ ابن کثیر و۷۸۵ھ سید جلال الدینؒ جہاں گشت اوچ بخاریاں، ۷۷۶ھ وفات ابن خطیب (غرناطہ قید میں) ۷۷۹ھ وفات ابن بطوطہ (مراکش)

۷۹۰ھ/۱۳۸۹ء

وفات فیروز شاہ تغلق، حکومت محمد تغلق وحضرت ابوبکر شاہ دہلوی وفات خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندی، حکومت متوکل (سہ بارہ) وفات ابوبکر۔

۷۹۲ھ/۱۳۹۱ء

تخت نشینی بایزید یلدرم عثمانی، وفات شمس الدین محمد (حافظ شیرازیؒ)

۷۹۳ھ/۱۳۹۲ء

حکومت مظفر شاہ گجراتی ۱۳۹۴ء وفات ناصر الدین محمد تغلق ثانی (ابوبکر کا چچا) وہمایوں خاں سکندر شاہ ۸ مارچ ۱۳۹۴ء حکومت ناصر الدین محمود ونصرت شاہ دہلی۔

۷۹۸ھ/۱۳۹۷ء

نکوپولس کی جنگ میں بایزید یلدرم نے متحدہ یورپی فوجیوں کو شکست دی، حکومت ناصر الدین محمود۔

۸۰۱ھ/۱۴۰۰ء

تیمور لنگ کا حملہ دہلی، وفات ظاہر برقوق وخواجہ محمد علاؤ الدین عطارؒ (جغانیاں)

۸۰۵ھ/۱۴۰۴ء

تخت نشینی محمد اول عثمانی، وفات شیخ راجو قتالؒ پیدائش خواجہ عبید اللہ احرار (تاشقند) ۸۰۷ھ ۱۷ شعبان امیر تیمور سمرقند گور میر۔

۸۰۸ھ/۱۴۰۷ء

وفات ابن خلدون ۸۱۸ھ بھی لکھا ہے (قاہرہ) وخلیفہ المتوکل علی اللہ عباسی ومولانا نور الحق والدین۔

۸۱۳ھ/۱۴۱۲ء

وفات غیاث الدین سلطان بغداد ومظفر شاہ گجراتی ۸۱۵ھ وفات خلیفہ المستعین باللہ ومحمود شاہ۔

۸۱۷ھ/۱۴۱۶ء

پیدائش مولانا عبد الرحمٰن جامی وشیخ احمد عارف ردولی، ۸۱۹ھ وفات سید شمس الدین صحرائی سمرقند، ۱۴۲۱ء ۲۰ مئی وفات خضر خاں دہلی ۱۴۲۲ء

وفات تاج الدین فیروز شاہ۔

۸۲۴ھ/۱۴۲۳ء

تخت نشینی مراد ثانی عثمانی' حکومت مبارک شاہ عثمانی دہلی' وفات خواجہ گیسودرازؒ (سید محمد حسینی)

۸۲۷ھ/۱۴۲۶ء

وفات حضرت نعمت اللہ ولیؒ ۸۳۷ھ وفات شیخ عبدالحقؒ (ردولی) وقتل مبارک شاہ ۳۴-۲-۱۹ دہلی ۱۴۳۶ء وفات احمد شاہ ولی' حکومت علاؤالدین احمد شاہ' (۱۴۴۴ء)

۸۴۲ھ/۱۴۴۱ء

وفات سلطان ابراہیم شرقی' ۸۴۴ھ وفات احمد بن ارسلان وسلطان محمد شاہ ۱۴۵۱ء حکومت بہلول خاں لودھی ۱۴۴۵ء ۱۳ اکتوبر پیدائش علامہ جلال الدین سیوطی مصر۔

۸۵۲ھ/۱۴۵۱ء

وفات حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ پیدائش احمد بن محمد قسطلانی (قاہرہ) وفات حضرت امام حجر عسقلانیؒ وعلاؤالدین احمد شاہ حکومت ہمایوں (احمد ولی کا پوتا)

۸۵۴ھ/۱۴۵۳ء

دہلی پر بہلول لودھی کا قبضہ' ۸۶۶ھ وفات حضرت شیخ احمد عارفؒ (ردولی)

۲۵۷ھ/۱۴۵۶ء

وفات خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ (استنبول) فتح کیا۔

۸۵۸ھ/۱۴۵۷ء

وفات شیخ محمد بن احمد عارفؒ۔ ۸۶۰ھ پیدائش مولانا عبدالقدوس گنگوہی (ردولی) وفات علاؤالدین احمد شاہ عادل' ۱۴۶۱ء حکومت نظام شاہ' ۴ ستمبر وفات ہمایوں ظالم۔

۸۶۳ھ/۱۴۶۲ء

وفات قطب شاہ گجراتی' ۸۷۰ھ پیدائش بابا گورونانک ۸۸۰ وفات سید گدارحمٰن باخدا (کشمیر) ۱۴۸۲ء وفات محمد شاہ سوم حکومت محمود شاہ۔

۸۸۵ھ/۱۴۸۳ء

تخت نشینی بایزید ثانی عثمانی' پیدائش ظہیر الدین محمد بابر (فرغانہ) ۸۹۵ھ وفات خواجہ عبیداللہ احرارؒ پیدائش سید کمال کیتھلی بغداد' ۱۴۸۹ء وفات بہلول لودھی' حکومت سکندر لودھی۔

۸۹۷ھ/۱۴۹۴ء

غرناطہ پر عیسائیوں کا قبضہ' وفات مولانا عبدالرحمٰن جامی تخت نشینی بابر (فرغانہ) (۹۰۴ھ) وفات حضرت شمس الدین عارفؒ (طبرستان)

۹۰۷ھ/۱۵۰۳ء

ایران میں صفوی حکومت کی ابتداء واسماعیل صفوی' ۹۰۸ھ میں بابر کا کابل پر قبضہ۔

۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء

وفات حافظ جلال الدین سیوطیؒ۔ ۹۱۳ھ پیدائش نصیر الدین ہمایوں۔

۹۱۶ھ/۱۵۱۱ء

حکومت ابراہیم لودھی' وفات یوسف علی عادل شاہ بانی دولت بیجاپور' و احمد شاہ گجراتی وحضرت شاگدارحمٰن ثانیؒ۔

۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء

تخت نشینی سلیم اول عثمانی آغاز خلافت عثمانیہ پیدائش خواجہ محمد املنکی (بخارا)

۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء

سماٹرا میں مسلم حکومت (علی شاہ) کی ابتداء ۹۲۳ھ وفات احمد بن محمد قسطلانی (قاہرہ) وسید محمد فضیل بن عثمانؒ (ٹھٹھہ سندھ) و ۲۱ نومبر سکندر شاہ لودھی' ۱۵۱۸ء وفات محمود شاہ۔

۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء

خلافت سلیمان قانونی عثمانی' ۹۲۷ھ پیدائش عبدالاحد (سرہند)

۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء

جنگ پانی پت اور ہندوستان میں شہنشاہ بابر کی حکومت کا آغاز' ۹۳۳ھ بہمنی حکومت کا خاتمہ' ابراہیم لودھی دوران جنگ قتل ہوا۔

۹۴۴ھ/۱۵۳۷ء

وفات شیخ مولانا عبدالقدوس گنگوہیؒ۔ ۹۴۵ھ پیدائش شیخ حسین دلال حسین لاہوری)

۹۴۶ھ/۱۵۴۰ء

ہمایوں کا فرار اور ہندوستان پر شیر شاہ سوری کی حکومت۔ وفات بابا گورونانک کرتار پور (شکر گڑھ)

۹۴۹ھ/۱۵۴۳ء

پیدائش شہنشاہ جلال الدین اکبر (موضع عمر کوٹ سندھ) ۱۵ اکتوبر۔

۹۵۲ھ/۱۵۴۶ء

وفات شیر شاہ سوری' حکومت اسلام شاہ' ۹۵۸ھ پیدائش مولانا شیخ

عبدالحق محدث دہلوی۔

۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء

تعمیر مسجد حرام، حکومت محمد عادل شاہ سوری، ۹۶۱ھ حکومت ابراہیم شاہ سوری، ۹۶۲ھ شہنشاہ اکبر کی تاجپوشی عمر ۱۳ سال (بمقام کلانور گورداس پور)

۹۶۴ھ/۱۵۵۶ء

قتل ہموں بقال، ۹۶۹ھ قتل بیرم خان، وفات امام بری عبداللطیفؒ (راولپنڈی)

۹۷۰ھ/۱۵۶۲ء

وفات محمد غوث گوالیاریؒ۔ ۹۷۴ھ خلافت سلیم ثانی عثمانی، وفات میاں سید علی ثانی شیرازی سندھ۔

۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء

پیدائش شیخ احمد فاروقی سرہندی سرہند، و خواجہ محمد باقی باللہ (افغانستان) وفات مولانا درویش محمد (اسفرہ) ۹۷۷ھ پیدائش نورالدین جہانگیر (موضع فتح پور آگرہ)

۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء

خلافت مراد ثالث عثمانی، وفات شیخ رکن الدین گنگوہی و سید کمال الدین حسن کیتھلیؒ (کرنال)، شہنشاہ جلال الدین اکبر نے سورت کا قلعہ فتح کرلیا، پیدائش بابا پاک رحمان گوجرانوالہ۔

۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء

پیدائش میاں وڈے حافظ محمد اسماعیل (موضع چینہ) وفات حضرت شیخ جلال الدین تھانیسرؒ۔ ۱۵۷۷ء تعمیر دربار صاحب امرتسر، بنیاد حضرت میاں میر لاہوریؒ نے رکھی۔

۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء

شہنشاہ اکبر نے کشمیر فتح کیا، ۹۹۸ھ احمد نگر کی حکومت کا خاتمہ شہادت سید موسیٰ پاک شہید (ملتان) وفات ۲۷ ذیقعد حضرت مخدوم نوح ہالائی سندھ۔

۱۰۰۰ھ/۱۵۹۲ء

پیدائش شہاب الدین شاہ جہاں، ۱۰۰۱ھ وفات شیخ مبارک ناگوریؒ پیدائش خواجہ محمد صادق سرہندی۔

۱۰۰۳ھ/۱۵۹۵ء

خلافت محمد ثالث، وفات مراد ثالث، ۱۰۰۴ھ وفات عبدالقادر بدایونی و ابوالفیض فیضی علامہ، ۱۰۰۵ھ پیدائش خواجہ محمد سعید سرہندی۔

۱۰۰۷ھ/۱۵۹۹ء

وفات شیخ عبدالاحد سرہندیؒ ۱۰۰۸ھ وفات خواجہ محمد املنگی بخارا، ۱۰۱۱ھ قتل ابوالفضل علامہ۔

۱۰۰۹ھ/۱۶۰۱ء

پیدائش خواجہ محمد معصوم سرہندی، ۱۰۱۲ھ وفات خواجہ محمد باقی باللہ (دہلی)

۱۰۱۲ھ/۱۶۰۴ء

خلافت احمد اول عثمانی۔

۱۰۱۴ھ/۱۶۰۶ء

وفات شہنشاہ جلال الدین اکبر ۱۷ اکتوبر (آگرہ) تخت نشینی نورالدین جہانگیر، وفات حضرت ملا علی قاری (مکہ معظمہ) ولال حسین لاہوریؒ (۱۰۱۷ھ، ۱۰۷۸ھ) ۱۶۱۱ء جہانگیر نے نور جہاں سے نکاح کیا۔

۱۰۲۱ھ/۱۶۱۳ء

وفات محمد قاسم (فرشتہ مورخ) ۱۰۲۳ھ وفات شاہ سکندر کیتھلیؒ ۱۰۲۵ھ وفات خواجہ محمد صادق سرہندیؒ و خواجہ محمد فرخ سرہند و خواجہ محمد عیسیٰ سرہندیؒ (سرہند میں مرض طاعون) فرزندان حضرت مجدد الف ثانیؒ۔

۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء

خلافت مصطفیٰ اول عثمانی ۱۰۲۷ھ خلافت عثمان ثانی، پیدائش حضرت شاہ محمد یحییٰ سرہندی۔

۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء

نومبر پیدائش محی الدین اورنگزیب عالمگیر (گجرات انڈیا)

۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء

دوبارہ خلافت مصطفیٰ اول عثمانی، ۱۰۳۲ھ خلافت مراد الرابع

۱۰۳۴ھ/۱۶۲۵ء

وفات شیخ احمد فاروقی، حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ (سرہند) و شیخ نظام الدین تھانیسر۔

۱۰۳۶ھ/۱۶۲۷ء

وفات عبدالرحیم خان خانان، ۱۰۳۷ھ وفات نورالدین جہانگیر کشمیر مرقد شاہدرہ لاہور، حکومت شاہجہاں۔

۱۰۳۹ھ/۱۶۳۰ء

پیدائش حضرت محمد سلطان باہو (جھنگ) و مجلسی محمد باقر اصفہان

۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء

وفات حضرت میاں میر لاہوریؒ ۱۰۵۰ھ خلافت ابراہیم عثمانی وفات شیخ ابوسعید گنگوہی و پیدائش شیخ عبدالاحد (گل شاہ) سرہند۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم گناہ نہ کرتے تو مجھے اس سے ایک بڑی چیز (یعنی خودپسندی) کا تم پر خوف ہوتا (بیہقی)

۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء

وفات مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔۱۰۵۳ھ پیدائش بہادر شاہ اول (برہان پور حیدر آباد)

۱۰۵۵ھ/۱۶۴۵ء

وفات ملکہ نور جہاں' ۷ دسمبر و منیر احمد لاہور' ۱۰۵۸ھ خلافت محمد رابع عثمانی' ۱۰۵۲ھ وفات شیخ مادھوؒ لاہور' وفات شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ ۱۰۵۶ھ پیدائش صوفی شاہ عنایت اللہ۔

۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء

وفات حاجی خلیفہ مصنف کشف الظنون

۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء

معزول شاہجہاں حکومت اورنگ زیب عالمگیر' شاہی مسجد دہلی کی تعمیر مکمل ہوئی۔

۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء

وفات خواجہ محمد سعید سرہندیؒ قتل سرمدؒ دہلی' پرتگال تاجروں کی ہندوستان میں آمد۔

۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء

وفات شاہ ولی اللہؒ ۱۰۷۹ھ وفات خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ۔ پیدائش میاں شاہ عنایت قادری' ۱۰۸۳ھ تعمیر بادشاہی مسجد (لاہور) ۱۰۸۵ھ وفات حضرت میاں وڈے صاحب لاہور

۱۰۸۶ھ/۱۶۷۶ء

وفات شہاب الدین شاہجہان (قید آگرہ) ۱۶۸۴ء وفات خواجہ محمد یحیٰ سرہندیؒ (سرہند) ۱۰۹۳ھ پیدائش خواجہ محمد زبیر سرہندی و چلپی زادہ (اسماعیل عاصم افندی) استنبول۔

۱۱۰۰ھ/۱۶۹۰ء

خلافت احمد ثانی' وفات حضرت محمد سلطان باہوؒ جھنگ' ۱۱۰۲ھ پیدائش چمکنی میاں عمر صاحب پشاور' وفات حاجی بہادر کوہاٹ' پیدائش خوشحال خاں خٹک۔

۱۱۰۳ھ/۱۶۹۳ء

پیدائش حضرت بابا بلھے شاہ (اوچ بخاریاں) و شاہ عبداللطیف بٹھائی (سندھ) مقام ہالہ

۱۱۰۶ھ/۱۶۹۶ء

خلافت مصطفیٰ ثانی' وفات شائستہ خاں امیر الامراء ۱۱۱۵ھ خلافت احمد ثالث' پیدائش شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' ۱۱۱۰ھ وفات مجلسی محمد باقر شیخ الاسلام اصفہان۔

۱۱۱۸ھ/۱۷۰۸ء

وفات اورنگزیب عالمگیر (دکن) حکومت بہادر شاہ اول ہندوستان میں ولندیزیوں کی آمد۔

۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء

خلافت محمود اول عثمانی' انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کا عروج' وفات میاں شاہ عنایت قادریؒ لاہور' وفات شیخ محمد زکی مطہریؒ حجاز پیدائش خواجہ نور محمد مہاروی چشتیاں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۱۴۵ھ شہادت قاضی عبدالرحمٰن مخدوم کھوڑا سندھ۔

۱۱۵۲ھ/۱۷۳۹ء

ہندوستان پر نادر شاہ کا حملہ اور دہلی میں قتل عام' وفات خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ (سرہند) ۱۲ فروری نادر شاہ نے لاہور کو فتح کیا اور محمد شاہ رنگیلے کی گرفتاری۔

۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء

پیدائش مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' ۱۱۶۰ھ ایران میں نادر شاہ افشار کا قتل' احمد شاہ ابدالی کا عروج' حیدر آباد دکن کی بنیاد آصف جاہ صوبے دار نے رکھی۔

۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء

ایران میں احمد شاہ ابدالی درانی کے لقب سے تخت پر بیٹھا' وفات آصف جاہ اول دکن۔

۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء

پیدائش مولانا شاہ محمد رفیع الدین محدث دہلوی و سلطان ٹیپو (فتح علی) ۲۰ نومبر۔

۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء

کریم خان زند نے ایران میں صفوی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ وفات شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ (سندھ)

۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء

ہندوستان میں حکومت عزالدین عالمگیر دوم' پیدائش شاہ عبدالقادر محدث دہلوی۔

۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء

ترکی میں خلافت عثمان ثالث' بنگال میں جنگ پلاسی اور شہادت نواب سراج الدولہ۔

۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ء

خلافت مصطفیٰ ثالث ۱۱۷۳ھ دہلی میں حکومت شاہجہان سوم و شاہ عالم

دوم' پنجاب میں مرہٹوں کا عروج' وفات اسماعیل عاصم افغدی شیخ الاسلام' مورخ' شاعر جمادی الثانی (استنبول)

۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء

پانی پت کی تیسری لڑائی' احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں مرہٹوں کی تباہی۔

۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء

وفات شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (عظیم الدین شاہ) ۱۱۷۷ھ خلافت عبدالحمید اول عثمانی' ۱۱۷۹ھ پیدائش قبلہ عالم بابا نور محمد (آزاد علاقہ) وفات محمد بن سعود (درعیہ حجاز) میسور کی پہلی لڑائی۔

۱۱۸۰ھ/۱۷۶۷ء

وفات خواجہ سید قطب الدینؒ و مخدوم محمد زمان لواری (سندھ) ۱۱۸۳ھ پیدائش خواجہ محمد سلیمان تونسوی ۱۷۶۹ء پیدائش نپولین فرانس ۱۷۷۳ء وفات احمد شاہ درانی۔

۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء

پیدائش ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی (دہلی ۱۱۹۳ھ پیدائش مولانا محمد اسماعیل شہید دہلی' وفات مولانا محمد صدیق۔

۱۱۹۶ھ/۱۷۸۲ء

وفات نواب حیدر علی ۶ ستمبر' تخت نشینی سلطان ٹیپو۔ (ریاست میسور)

۱۱۹۹ھ/۱۷۸۵ء

وفات مولانا فخر الدین دکنی (دہلی) ۱۲۰۱ھ پیدائش سید احمد بریلوی (بریلی) وفات ۱۶ شعبان چمکنی میاں عمر صاحب چمکنی پشاور۔

۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء

خلافت سلیم ثالث' ۱۲۰۶ھ وفات خواجہ نور محمد مہارویؒ (چشتیاں) پیدائش بابا امیر الدین (گورداسپور) وفات محمد بن عبدالوہاب حجاز' پیدائش مولانا غلام محی الدین قصوری۔

۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء

وفات فیض اللہ خاں بانی (ریاست رام پور) وفات حافظ محمد جمال اللہ (رام پور)

۱۲۱۰ھ/۱۷۹۵ء

ایران میں قاچاری حکومت کی ابتداء (آقا محمد) ۱۲۱۱ھ وفات سید بابا بلھے شاہؒ (قصور)

۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء

مصر میں نپولین نے مملوکوں کو شکست دی' قاہرہ پر قبضہ کر کے جامع مسجد میں نماز ادا کی۔

۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء

شہادت سلطان ٹیپو ۴ مئی ہندوستان میں انگریزی راج' پیدائش مولانا حبیب اللہ محدث قندھاری افغانستان ۱۸۰۰ء پیدائش آغا خاں اول حسن علی شاہ' ۱۸۰۳ء وفات عبدالعزیز بن محمد (حجاز)

۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء

مصر میں محمد علی پاشا گورنر بنا۔ ۱۲۲۱ھ میں حکومت اکبر دوم وفات شاہ عیسیٰ ولی (ملتان) پیدائش مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی و آرنلڈ سر تھامس (انگلستان)

۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء

خلافت مصطفیٰ رابع عثمانی' ۱۲۲۳ھ خلافت محمود عثمانی' پیدائش حاجی امداد اللہ مہاجر مکی' وفات خواجہ حاجی احمد (سندھ) ۱۲۳۰ھ پیدائش مولانا سید عبداللہ غزنوی (کابل غزنی) ۱۲۳۴ھ شہادت مظفر خاں ملتان' پیدائش سر سید احمد خاں دہلی۔

۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء

وفات عبدالعلی بحر العلوم ۱۲۳۸ھ مصر نے سوڈان پر قبضہ کر لیا۔ وفات مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ و مولانا شاہ محمد رفیع الدین محدث دہلویؒ و مساری بن سعود (حجاز)

۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء

وفات حضرت مولانا عبدالعزیز محدث دہلوی۔ ۱۲۴۳ھ روس نے ترکی پر حملہ کر دیا۔ وفات حضرت شاہ حسین بھورے والے (رتڑ چھتڑ) پیدائش حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۲۴۵ھ وفات محمد فیض اللہ خاں تراہی تر۔

۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء

بالاکوٹ کے مقام پر سید احمد بریلوی و مولانا شاہ محمد اسماعیل سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء

پیدائش حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی' ۱۲۵۰ھ۔

۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء

دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی حکومت' انگریزوں نے بادشاہ دہلی کے اختیارات میں کمی کر دی۔ پیدائش ۹ دسمبر سید مہدی علی خاں (محسن الملک) اوٹاوہ و سید جمال الدین افغانی کابل پیدائش حضرت مولانا الطاف حسین حالی (پانی پت) پیدائش مرزا غلام احمد قادیانی' ۱۲۵۵ھ سلطان محمد نے گنبد خضرا کو سبز رنگ کروایا اور از سر نو گنبد کی ۱۲۳۳ھ میں تعمیر کی۔

۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء

خلافت سلطان عبدالمجید اول' ۱۲۵۸ھ افغانستان کے امیر شجاع الملک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چیزیں بھی (بڑے گناہ) ہیں۔ زنا کرنا، چوری کرنا، ڈکیتی کرنا۔ (بخاری و مسلم)

کا قتل' ۱۲۵۹ھ وفات عبداللہ بن ثنیان (حجاز و مولانا محمد علی رامپوری)

۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء

انگریزوں نے دوست محمد خاں کو بادشاہ افغانستان تسلیم کرلیا۔ ۱۲۶۱ھ پیدائش خواجہ غلام فرید (چاچڑاں) مولانا عبداللہ محدث غازی پوری (اعظم گڑھ مئو) و مولانا عبداللہ پیر بارو۔

۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء

الجزائر پر فرانس کا قبضہ' ۱۲۶۵ھ وفات محمد علی پاشا۔ (خدیو مصر) پیدائش قبلہ عالم حافظ عبدالکریم راولپنڈی' وفات مولانا حبیب اللہ قندھاریؒ محدث (قندھار پیدائش ایڈیسن امریکہ)

۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء

وفات خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ پیدائش سید حاکم علی شاہ (لاہور) و مولانا غلام اللہ قصوری

۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء

وفات قبلہ بابا نور محمد تیراہیؒ۔ پیدائش مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (کرول جہلم) و حضرت مولانا محمود الحسن دیو بندی و عبدالرحمٰن بن فیصل (حجاز) ۱۸۵۴ء پیدائش لین پول ۱۸ دسمبر۔

۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء

پیدائش حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ ۱۰ شوال' معزول واجد شاہ (اودھ) کشمیر میں ڈوگرہ راج کا آغاز' پیدائش محمد داؤد سلیمان پھلواری (پٹنہ پھلور) پیکنگ میں فوجی انقلاب۔

۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء

میرٹھ میں ہندوستان کی جنگ آزادی کا آغاز' ۱۲۷۵ھ پیدائش حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑہ۔

۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء

دہلی میں انگریزی قبضہ' بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری' ہندوستان پر برطانیہ کا براہ راست قبضہ۔

۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء

پیدائش حضرت خواجہ الٰہی بخش فیروز پوری و پیر جماعت علی شاہ و مولانا شبلی نعمانی' ۷ اکتوبر کو بہادر شاہ ظفر کو رنگون میں قید کیا۔ ۱۲۷۹ھ وفات بہادر شاہ ظفر رنگون قید میں۔

۱۲۸۴ھ/۱۸۶۸ء

وفات مفتی صدر الدین دہلی ۱۵ محرم مدرسہ دارالعلوم دیو بند قائم ہوا۔

۱۸۶۳ء پیدائش ہنری فورڈ ریاست مشی گن امریکہ ایڈیسن نے ۱۸۷۲ء میں بولنے والی مشین فوٹو گراف ایجاد کی۔

۱۲۸۵ھ/۱۸۶۹ء

نہر سویز مکمل ہوئی (کھدائی ۱۸۵۹ء کل لاگت تیس کروڑ روپے (عرصہ دس سال)

۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء

پیدائش مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹ و ۱۸۷۵ء مولانا عبدالحمید بدھوانہ جھنگ' ۱۸۷۰ء افتتاح میو ہسپتال لاہور' لاگت ڈیڑھ لاکھ روپے پیدائش مارکونی ۲۵ اپریل ۱۸۷۴ء

۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء

خلافت مراد خامس عثمانی' خلافت عبدالحمید ثانی' پیدائش خاں لیاقت علی خاں (کرنال) و علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری محدث دیو بند و قائداعظم محمد علی جناح کراچی۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء

روس اور ترکی کے درمیان جنگ' سر سید احمد خاں کی تحریک علی گڑھ کالج کا قیام ۹ نومبر پیدائش علامہ محمد اقبال (سیالکوٹ) و آغا خاں سوم ۲ نومبر کراچی۔

۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء

پیدائش حضرت مولانا حسرت موہانی (اودھ) و رضا شاہ پہلوی (ایران) ۱۸۷۹ء پیدائش حضرت مولانا حسین احمد مدنی و منشی محمد دین فوق سیالکوٹ۔

۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء

وفات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیو بندی' ۱۲۹۸ھ وفات حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ (امرتسر) پیدائش ابن سعود شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن (ریاض) و حضرت مولانا محمد علی جوہر (رامپور) وفات آغا خان اول' حکومت عبدالرحمٰن (افغانستان) تیونس پر فرانس کا قبضہ' پیدائش ۲۲ نومبر ۱۸۸۱ء انور پاشا استنبول۔

۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء

شہادت مدحت پاشا' روسی بیڑہ قسطنطنیہ پہنچا' مہدی سوڈانی کی انگریزوں سے جنگ' پیدائش حضرت فقیر نور محمد سروری قادری کلاچی و حضرت سید سلیمان ندوی (پٹنہ) فونٹین پن ایجاد ہوا۔

۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء

وفات مہدی سوڈانی' ۱۳۰۳ھ وفات عبدالحئی فرنگی محلؒ (نواب کلب علی خان) وفات آغا خاں دوم۔ پیدائش مولانا شبیر احمد عثمانی بجنور و مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی (ایمن آباد گوجرانوالہ) ۱۳۰۳ھ پیدائش مولانا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اپنا گناہ برا معلوم ہوا اس کیلئے بخشش ہوگی اگرچہ بخشش طلب نہ کرے (الکنز)

محمد الیاس دہلویؒ و۱۳۰۴ھ مولانا احمد علی لاہوری گوجرانوالہ۔

۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء

وفات واجد علی شاہ کلکتہ' پیدائش ذوالحجہ حضرت مولانا محی الدین احمد ابوالکلام آزاد (مکہ معظمہ) ومرزا محمود بشیر الدین قادیانی' وحضرت مولانا نعیم الدین (مراد آبادی) وحضرت صاحبزادہ محمد عمر بیر بل سرگودھا) ۱۸۸۸ء پیدائش عصمت انونو (سمرنا ترکی) ومولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی (لودھیانہ)

۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء

وفات فیض الحسن سہارن پوریؒ ۱۳۰۹ھ پیدائش حضرت پیر غلام محی الدین گولڑہ راولپنڈی' وفات نواب صدیق حسن خان بھوپال ۳ فروری پیدائش پیر محمد شاہ بھیرہ شریف سرگودھا۔

۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء

بانس بریلی میں جامعہ منظر الاسلام قائم ہوا۔ ام دو مان میں انگریزوں اور درویشوں میں جنگ' پیدائش حضرت مولانا سید عطاء اللہ بخاریؒ (پٹنہ) ۱۳۱۳ھ میں مولانا غلام رسول مہر' ضلع جالندھر ۱۸۹۲ء امریکہ میں ہنری فورڈ نے پٹرول سے چلنے والی موٹر بنائی۔ ۱۸۹۶ء پیدائش حاجی محمد اسحاق لدھیانہ

۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء

مڈغاسکر پر فرانس کا قبضہ' قتل ناصر الدین قاچار' وفات سید جمال الدین افغانی' ونوبل الفریڈ ۱۸۹۶ء ایڈیسن نے بلب بجلی ایجاد کیا۔ امریکہ

۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء

وفات سر سید احمد خان (علی گڑھ) حکومت حبیب اللہ خاں "کابل" ایران کے بحری محاصل پر روس کا قبضہ' پیدائش ۱۱ رمضان مولانا محمد زکریا (کاندھلہ) و مولانا داؤد غزنوی امرتسر و سردار عبدالرب نشتر پشاور' وفات خواجہ فقیر محمد چوراہیؒ و احمد بن خالد مورخ' پیدائش حضرت شاہ محمد اسماعیل کرمانوالے' پیدائش خان بہادر چودھری فقیر حسین (بھروال امرتسر) وسید محمد اظہار الحق سہیل (امروہہ)۔

۱۳۱۶ھ/ ۱۹۰۱ء

وفات امیر عبدالرحمٰن خاں وخواجہ میر صادق علی شاہ (رتر چھتر) وخواجہ غلام فرید چاچڑاں' پیدائش حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ ۱۹۰۲ء وفات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (مکہ معظمہ) پیدائش مولانا محمد عمر اچھروی (قصور) ۱۹۰۴ء پیدائش الحاج خواجہ نواب الدین موہروی (کشمیر) و چودھری فضل الٰہی گجرات (سابق صدر پاکستان) ۱۹۰۰ء پیدائش ابوالاثر حفیظ جالندھری' جالندھر۔

۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۴ء

وفات خواجہ اللہ بخش تونسویؒ ۱۹۰۵ء وفات حضرت سید نذیر حسین محدث دہلویؒ۔

پیدائش حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اورنگ آباد و بہادر یار جنگ حیدر آباد دکن۔

۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء

وفات مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تقسیم بنگال' ہندوستان میں مسلم لیگ کا قیام' پیدائش مولانا سردار محمد لائل پوری' (دیال گڑھ گورداسپور) وشاہ سعود بن عبدالعزیز حجاز۔

۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء

افغانستان اور انگریزوں میں دوستی۔

۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء

ایران کی آزادی روس اور برطانیہ کے ہاتھوں ختم' پیدائش مولانا محمد یوسف ۲۵ جمادی الاول ومحمد ایوب خاں ۱۴ مئی (ریحانہ ہزارہ) ومرزا ناصر احمد قادیانی وفات خواجہ معظم الدین مرولوی

۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

ترکی میں دستوری حکومت کا قیام' پیدائش مولانا محمد یوسف بنوری (۸ مئی پشاور) پیدائش حاجی محمد طفیل ملتانی امرتسر ونواب مظفر علی قزلباش وعزیز احمد لاہور ومیجر جنرل ریٹائرڈ جمالدار خاں پشاور۔

۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

معزول عبدالحمید ثانی' خلافت محمد خامس عثمانی' ایران میں اینگلو پرشین آئل کمپنی کا قیام' پیدائش حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف' بھوجیانی (امرتسر) مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کا قیام۔

۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

اٹلی نے لیبیا پر قبضہ کیا جنگ طرابلس بلقان کا آغاز' فرانس اور بلجیئم میں کانگو کا بٹوارہ' وفات شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد۔

۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء

وفات حاجی سید عابد حسین بانی دارالعلوم دیوبند و ڈپٹی نذیر احمد دہلوی و حضرت بابا امیر الدین شیخوپورہ' پیدائش سعادت حسن منٹو امرتسر و قاضی محمد عیسیٰ کوئٹہ وسید مطلوب الحسن بجنور' پیدائش حضرت مولانا صاحبزادہ فیض الحسن شاہ (سیالکوٹ) ۱۹۱۳ء پیدائش' شاہ خالد بن عبدالعزیز ریاض' سعودی عرب' وپیر احمد علی شاہ جالندھر انڈیا۔

۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء

جنگ عظیم اول کا آغاز' وفات مولانا شبلی نعمانی ومولانا الطاف حسین حالی انڈیا' پیدائش گجرانوالہ' مفتی جعفر حسین ولد حکیم چراغ دین۔

32

۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء

وفات مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی' پیدائش اندرا گاندھی انڈیا و لاہور' بیگم نسیم جہاں باغبانپورہ میاں برادری ۲۵ ستمبر' وفات وقار الملک' شریف مکہ نے برطانیہ کی شہ پر ترکوں سے بغاوت' مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان میثاق لکھنؤ' ۱۹۱۷ء ۱۶ اگست پیدائش محمد ابراہیم علی چشتی لاہور۔

۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء

برطانیہ کا یروشلم پر قبضہ' خلافت محمد سادس عثمانی' امیر حبیب اللہ کا قتل افغانستان' پیدائش جمال عبدالناصر ۱۵ جنوری (بنی مور مصر) وانور سادات (مصر ۲۵ دسمبر) وصوفی محمد علی سرگودھا' نومبر۔

۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء

حکومت امان اللہ خاں (کابل) ہندوستان میں رولٹ ایکٹ جلیانوالہ باغ امرتسر میں جنرل ڈائر نے گولی چلوائی۔ پیدائش حضرت مولانا مفتی محمود

۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء

شام کی آزادی' شہادت انور پاشا' وفات شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ قیام جامعہ ملیہ اسلامیہ' لاہور میں انجمن خدام الدین قائم ہوئی وفات مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی۔

۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء

وفات حضرت مولانا احمد رضا خان بریلویؒ ۲۵ صفر و مولانا محمد علی جوہر وفد کے ساتھ لندن گئے۔ جلالۃ الملک شاہ سعود نے ملک حجاز اور نجد کے سلطان ہونے کا دعویٰ کیا۔ جنگ سقاریہ میں ترکوں نے یونانیوں کو شکست دے دی۔ کوگئی ۲۲ جنوری' پیدائش احمد سیکوطورے۔

۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء

سعودی عرب میں شاہ فیصل ابن سعود کا اقتدار' خلافت عبدالمجید عثمانی شہادت انور پاشا۔

۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء

نومبر پیدائش محمد ادریس بھوجیانی امرتسر (مولف کتاب ہذا) وفات عبدالحنان والد سردار عبدالرب نشتر وروتجن موجد ایکسرے' مولانا غلام اللہ قصوری۔

۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۴ء

ترکوں اور اتحادیوں کے مابین معاہدہ لوزان' معزول خلافت عبدالمجید ثانی ایران میں قاچاری حکومت کا خاتمہ' سعودی سلطان کا حجاز پر مکمل قبضہ' مصطفیٰ کمال اتاترک ترکی کے صدر منتخب ہوئے' سعد زاغلول مصر کے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ وفات نواب وقار الملک' برطانیہ نے روس کی سویت حکومت کو تسلیم کیا' امریکہ وفات صدر روڈروسن۔

۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء

ایران میں محمد رضا پہلوی برسر اقتدار آئے۔ عرب لیگ کا قیام

۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء

برطانیہ نے نجد و حجاز کی آزادی تسلیم کر لی۔ وفات ممتاز حکیم حافظ محمد اجمل خان دہلی۔

۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء

وفات حضرت میاں شیر محمد شرقپور' پیدائش ذوالفقار علی بھٹو' وفات عبدالرحمٰن بن فیصل' عالمی عدالت کا قیام ۲ اگست' وفات ۸ دسمبر راولپنڈی مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری۔

۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء

قائداعظم نے چودہ نکات پیش کئے' بچہ سقہ کا افغانستان میں عروج' امان اللہ خاں کا فرار اور نادر شاہ کی حکومت' وفات خواجہ محمود چراغ تونسویؒ۔

۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء

علامہ اقبال نے مسلم لیگ کے جلسہ الٰہ آباد میں تصور پاکستان پیش کیا۔ وفات مولانا محمد علی جوہر لندن' مدفن بیت المقدس' وفات ۵ جون سر تھامس و امریکہ کے عظیم موجد ایڈیسن' پیدائش مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کھیم کرن' وفات قاضی علامہ محمد سلیمان منصور پوری' حج سے واپسی پر بحری جہاز' نماز جنازہ مولانا محمد اسماعیل غزنویؒ نے پڑھائی (میت سپرد سمندر) ۱۹۳۱ء انجمن احرار اسلام قائم ہوئی۔ وفات ۲۹ دسمبر لین پول مورخ۔

۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۲ء

آزادی عراق ۱۳۵۲ھ نادر شاہ کا قتل اور محمد ظاہر شاہ کا اقتدار (افغانستان) وفات مولانا انور شاہ کشمیری (دیوبند) ۲ صفر حجاز کا نام سعودی عرب رکھا گیا۔

۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء

قائداعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کی' کوئٹہ زلزلے سے تباہ۔ وفات خواجہ الٰہی بخش فیروز پوری چک نمبر ۲۸۴ گ ب (رجانہ) ٹوبہ ٹیک سنگھ پیدائش حضرت خواجہ محمد معصوم موہروی (گجرات) وفات سلیمان پھلواروی۔

۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء

آزادی مصر' فارس کا سرکاری نام ایران رکھا گیا۔ وفات ڈاکٹر مختار انصاری وقبلہ عالم حافظ عبدالکریمؒ (راولپنڈی) پیدائش آغا خاں چہارم شہزادہ کریم آغا خاں' ۱۳ دسمبر جنیوا' وفات علامہ راشد الخیری۔

۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء

تقسیم فلسطین کی تجویز برطانیہ کے سیل کمیشن نے شائع کی' وفات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کا گناہ اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ جو کچھ سنے زبان سے بے تحاشہ کہہ ڈالے۔ (ابوداؤد)

حضرت سید مہر علی شاہ گولڑویؒ لاہور ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔

۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء

دوسری جنگ عظیم کا آغاز، وفات ۲۱ اپریل حضرت علامہ اقبال لاہور و اتاترک و حضرت مولانا شوکت علی، ۱۳۵۸ھ وفات حضرت پیر جماعت علی شاہؒ ۱۶ شعبان علی پور سیداں۔

۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء

۲۳ مارچ مسلم لیگ نے لاہور میں قرارداد پاکستان منظور کی۔ وفات حاجی عبدالرحمٰن قصوریؒ و سید حاکم علی شاہ لاہوری۔

۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء

تاسیس جماعت اسلامی، پیدائش محمد معمر قذافی صدر لیبیا) آزادی لبنان ۲۶ نومبر۔

۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء

فلسطین و شرق اردن پر برطانیہ اور فرانس کا قبضہ، وفات حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ و مولانا عبدالقادر قصوریؒ۔

۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء

وفات مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت انڈیا، وحضرت میاں مظہر قیوم (رتر چھتر انڈیا) سنگاپور پر جاپانی فوج کا قبضہ، سندھ برطانیہ کی حکومت نے حضرت سید صبغت اللہ پیر پگارا کو پھانسی کی سزا دی۔

۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۴ء

عرب لیگ کا قیام، وفات نواب بہادر یار جنگ و حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، لاہور، مرقد بہاول پور و سیالکوٹ کریم بخش کو نگا پہلوان۔

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء

دوسری جنگ عظیم ختم، فلسطین میں یہودیوں کا داخلہ، ایران سے روسی اور امریکی فوجوں کا انخلاء، قتل احمد ماہر پاشا مصر، وفات گاموپہلوان، ۱۷ اگست انڈونیشیا آزاد ہوا۔ ہندوستان میں کیپرلس مشن کی آمد، قیام اقوام متحدہ جنرل اسمبلی، ہیروشیما پر ایٹم بم گرایا گیا۔ جاپان۔

۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء

آزاد البانیہ و شام اور اردن و ہنگری، ہندوستان میں عبوری حکومت کا قیام، وفات منشی محمد دین فوق، ۱۴ ستمبر لاہور۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء

۱۴ اگست قیام پاکستان، کشمیر پر بھارت کا حملہ، دکن اور جونا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ و مولانا محمد عبداللہ و مولانا عبدالرحیمؒ حاجی امام الدین خلیفہؒ حاجی امان اللہ انصاریؒ اور بہت سی نامور شخصیتیں ۲۷ رمضان کو موضع بھوجیاں ضلع امرتسر میں شہید کر دی گئیں۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح بنے۔ امریکہ، وفات ہنری فورڈ۔

۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء

کراچی وفات قائداعظم و حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ۔ حیدرآباد دکن پر بھارت کا حملہ اور قبضہ، کشمیر میں جنگ بندی، فلسطین میں اسرائیل کا قیام، عرب اسرائیل جنگ، اگست کراچی ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا، نیشنل بنک آف پاکستان کا قیام۔

۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۹ء

شام میں پہلا فوجی انقلاب، اخوان المسلمین کے بانی حسن البنا کی شہادت مصر، وفات حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ (سرگودھا) و مولانا شبیر احمد عثمانیؒ۔ کراچی و والدہ مؤلف زینب بی بیؒ۔ ۷ جولائی ۱۹۵۰ء ٹوبہ ٹیک سنگھ، راولپنڈی ستمبر ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔ پیدائش شریفاں بی بی (بیٹی مؤلف)

۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء

الجزائر میں جنگ آزادی کا آغاز، سوڈان، لیبیا آزاد ہوا۔ ڈاکٹر مصدق نے ایران تیل کمپنی کو قومیالیا، راولپنڈی ۱۶ اکتوبر شہادت نوابزادہ لیاقت علی خاں، شاہ عبداللہ کا اردن میں قتل اور شاہ حسین کا اقتدار، وفات مولانا حسرت موہانی ۱۳ مئی و مولوی محمد علی لاہوری (احمدی) و حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۳۱ اگست)

۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء

شاہ فاروق مصر کی جلاوطنی اور جنرل نجیب برسر اقتدار آئے۔ عراق میں فیصل دوم کی تخت نشینی وفات جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز ابن سعود ۸ نومبر مکہ معظمہ، واپسی فریضہ حج یکم نومبر مؤلف ۔۱۹۵۲ء وفات برادرم محمد شفیع ولد نبی بخش ۲۶۴ ر۔ ب فیصل آباد۔

۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء

تخت نشینی جلالۃ الملک شاہ سعود بن عبدالعزیز، حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو پھانسی کی سزا دی لیکن اس پر عمل نہ ہو سکا۔ وفات مفتی کفایت اللہ دہلویؒ و حافظ محمد سلیمان بھوجیانی بھوبیا اصل پیدائش شمیم اختر بیٹی۔

۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۴ء

جنرل نجیب کی علیحدگی، جمال عبدالناصر مصر کے صدر بنے۔ وفات مولانا سلیمان ندویؒ مشرقی پاکستان میں یوم کشمیر منایا گیا۔

۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء

سکندر مرزا پاکستان کے گورنر جنرل بنے، میثاق بغداد اور سینٹ میں پاکستان،

ترکی ایران عراق شامل ہوئے ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ پیدائش شوکت حیات نسیم (فرزند) لاہور وفات سعادت حسن منٹو۔ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات بگڑ گئے۔

۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء

پاکستان کے پہلے صدر سکندر مرزا بنے' مراکش اور تیونس کی آزادی اسرائیل کا مصر پر حملہ' مصر نے نہر سویز کو قومی ملکیت میں لے لیا۔

۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء

عراق پر عبدالکریم قاسم کا قبضہ اور فیصل شاہ عراق کا قتل۔ ملایا' ملائیشیا' اردن آزاد ہوئے۔ متحدہ عرب جمہوریہ (مصر و شام) کا قیام' سوڈان پر فوجی حکومت کا قبضہ' وفات آغا خاں سوم ۱۱ جولائی و حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ (دیوبند) و پیر محمد شاہؒ بھیرہ ۲۶ مارچ و مولانا محمد علی قصوری۔

۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء

دوبئی' گنی' موریطانیہ' کیمرون آزاد ہوئے' پاکستان میں مارشل لاء جنرل محمد ایوب خاں برسراقتدار آئے۔ نئی دہلی وفات مولانا ابوالکلام آزاد (دہلی ۲۲ فروری) و حضرت میاں غلام اللہ شرقپور (شیخوپورہ) ۷ ربیع الاول و حضرت فقیر نور محمد سروری قادری' فیصل آباد (مدفن کلاچی) و کراچی ۱۴ فروری سردار عبدالرب نشتر سابق گورنر پنجاب انتقال کر گئے۔

۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء

سنگاپور آزاد ہوا' وفات خان محمد خاں والد جناب ندیم کوموی صاحب (اکتوبر) ٹوبہ ٹیک سنگھ' عرب امارتوں کا قیام عمل میں آیا۔

۱۳۷۹ھ/ ۱۹۶۰ء

وفات مولانا مولوی محمد ابراہیم پٹیالہ دوست محمد ضلع شیخوپورہ (۱۱ ستمبر) مصر میں اسوان ہائی ڈیم کی تعمیر' آزادی ایٹوری گوسٹ ۷ اگست دھونی' کمرون' گیلبن' مالی' ماریطینیا آزاد ہوئے۔

۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء

صومالیہ' کویت' بحرین' نائیجیریا' سینگال' وسط افریقہ آزادی ہوئے۔ شام اور مصر کا اتحاد ختم' ترکی میں عدنان مندریس کو پھانسی دی گئی۔ وفات ملک غلام محمد ۲۷ فروری ٹوبہ ٹیک سنگھ ۲۱ اگست حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (خطیب اعظم) ملتان و بابائے اردو مولوی عبدالحق لاہور' پیدائش الحاج مشتاق احمد فرزند) ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء

پاکستان میں نئے آئین کا نفاذ' یمن میں امامت ختم' عبداللہ سلاسل کا فوجی انقلاب' لاہور ۱۷ رمضان وفات حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ مفسر قرآن و خواجہ ناظم الدین (گورنر جنرل پاکستان)

۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء

یمن میں جمہوریت' زنجیبار آزاد ہوا' عراق میں فوجی انقلاب اور صدر قاسم کا قتل' آزادی ملائیشیا ۱۶ دسمبر وفات مولوی تمیز الدین (سپیکر) و سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کراچی و جنرل قاسم۔

۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۴ء

وزیر اعظم انڈیا قتل حضرت مولانا عبدالقادر بریلوی فیصل آباد' تخت نشینی جلالۃ الملک شاہ فیصل بن عبدالعزیز حجاز' امریکہ نے نیا جٹ طیارہ اے گیارہ بنالیا۔

۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء

بومدین نے بن باللہ کی حکومت الجزائر الٹ دی' وفات حضرت شاہ محمد اسماعیل کرمانوالےؒ (اوکاڑہ) و قبلہ الحاج خواجہ نواب الدین موہرویؒ و زوجہ مؤلف (محمد بی بی) ۱۰ اپریل ٹوبہ ٹیک سنگھ وفات حضرت مولانا محمد یوسف بانی جماعت تبلیغی (۲ اپریل لاہور مرقد دہلی) وفات مرزا محمود بشیر الدین (ربوہ) وزیر اعلیٰ سردار پرتاپ سنگھ کیروں (انڈیا) پاک بھارت جنگ' وفات وزیر اعظم مسٹر چرچل (لندن) کیمبیا جزائر مالدیپ آزاد ہوئے۔

۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

اعلان تاشقند' شام میں بعث پارٹی کا اقتدار (نورالدین عطاشی صدر بنے) وفات سیٹھ غلام رسول ٹوپیون سندھ و تحریک پاکستان کے مخلص لیڈر مولوی فضل الحق و سید قطب شہید مصر۔

۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء

اسرائیل کا مصر پر حملہ صحرائے سینا پر قبضہ' وفات محترمہ فاطمہ جناح کراچی و صاحبزادہ محمد عمر بیربلؒ و حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ ۱۱۹ اکتوبر ۱۹۶۸ء وفات حاجن جھنڈو بی ۲۶۴ ر ب و محمد ابراہیم علی چشتی ۱۱ جولائی لاہور و ٹوبہ ٹیک سنگھ میاں جی غلام قادر امام مسجد محمدی۔

۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صدر پاکستان مستعفی' جنرل آغا محمد یحییٰ خاں نے صدارت سنبھالی' ہمشیرہ رسولاں بی بی لاہور و حاجی شہاب الدین چک ۲۶۴ ر ب فیصل آباد' مراکش میں پہلی سربراہی کانفرنس' سوڈان میں جعفر نمیری کا فوجی انقلاب' لیبیا میں فوجی انقلاب' مسجد اقصیٰ میں یہودیوں نے آگ لگادی۔

۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء

وفات جمال عبدالناصر صدر مصر و وزیر اعلیٰ ملک فیروز خان نون۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے اس کو گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ (کنوز)

۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت' دسمبر مشرقی پاکستان پر روس اور امریکہ کی ملی بھگت سے بھارت کا حملہ اور قبضہ۔

نشان حیدر پانے والے آٹھ جانباز بہادر

۱۔ کیپٹن محمد سرور ۲۷ جولائی ۱۹۴۸ء (۲) میجر طفیل محمد اگست ۱۹۵۸ء (۳) میجر راجہ عزیز بھٹی ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء (۴) لانس نائیک محمد محفوظ دسمبر ۱۹۷۱ء (۵) میجر شبیر شریف (۶) پائلٹ آفیسر راشد منہاس (۷) سوار محمد حسین (۸) میجر محمد اکرم دسمبر ۱۹۷۱ء۔

وفات خان خورشید خاں ریٹائرڈ نائب تحصیلدار ٹوبہ ٹیک سنگھ' نومبر ملتان ریڈیو سٹیشن قائم ہوا' وفات مولانا محمد اسحاق لودھی ایبٹ آباد (پنج پیر)

۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

شیخ مجیب الرحمٰن کی رہائی' پاکستان دولت مشترکہ سے الگ ہوا' شملہ میں پاک بھارت مذاکرات۔

۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

پاکستان میں نئے آئین کا نفاذ اور جنگی قیدیوں کی واپسی اور مصر اور دیگر عرب ممالک پر اسرائیل کا حملہ' عربوں کا تیل کو پہلی بار معاشی ہتھیار بنانا' افغانستان میں سردار داؤد نے بادشاہت کا خاتمہ کر دیا۔ وفات مولانا احمد الدین گکھڑوی و مولانا زین العابدین فیصل آباد و پیر الحاج عبدالرزاق بجواڑی و ڈاکٹر نجم الدین بٹ ٹوبہ ٹیک سنگھ و مولانا محمد علی لکھوی (مدینہ منورہ) و سابق صدر ترکی عصمت انونو و سابق صدر امریکہ جانسن انتقال کر گئے۔ عبدالصمد خاں اچکزئی کوئٹہ' عراق کے وزیر دفاع اور دو اعلیٰ حکام قتل کر دیئے گئے۔

۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس' بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیا' قادیانیوں کو پاکستان حکومت نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا' شمالی یمن میں کرنل ابراہیم حمیدی کا انقلاب' وفات نور الامین سابق نائب صدر پاکستان و فیلڈ مارشل سابق صدر محمد ایوب خاں ہزارہ' مصر وزیر خارجہ عمر سقاف سعودی عرب و مفتی اعظم امین الحسینی فلسطین و چودھری منظور قادر ماہر قانون و حکیم احمد حسن قرشی و استاد امانت علی خاں' و پیرزادہ عبدالستار کراچی و ماموں حاجی امام دین چک نمبر ۲۶۴ ر ب و میاں عبدالغفور مہجور وکیل و چودھری عالم الدین واہلہ نمبردار ٹوبہ ٹیک سنگھ' پیدائش مشتاق احمد پٹیالہ' دوست محمد شیخوپورہ وفات انڈیا کے مشہور موسیقار رتن' کوریا کے صدر پر دوران تقریر حملہ ہوا۔ ان کی بیوی جاں بحق ہو گئی۔ مگر انہوں نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ امریکہ کے سفیر کو قبرص میں گولی مار کر ہلاک کر دیا' پرتگال میں انقلاب (صدر اور وزیر اعظم مفرور ہو گئے' بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا۔ ریاست سوات مقام پٹن قیامت خیز زلزلہ' وفات مولانا انیس الرحمٰن فیصل آباد۔

۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

جلالۃ الملک شاہ فیصل کو ریاض میں شہید کر دیا گیا' قاتل کو قتل کر دیا گیا۔ تخت نشینی جلالۃ الملک شاہ خالد' پیرس اور وہانہ میں ترکی سفیروں کا قتل' انڈیا میں موہن لال منہاس جج ہائی کورٹ و بنگلہ دیش میں شیخ مجیب الرحمٰن بمعہ کنبہ قتل' انڈیا سابق صدر رادھا کشن و دیوان سنگھ مفتون و صوت العرب بلبل نیل (ام کلثوم) مصر و زیڈ اے بخاری کراچی و سابق صدر پرتگال ہیلی سلاسل و شاعر اردو ضمیر کاظمی لاہور و جنرل فرانکو سپین و نائب صدر چین انتقال کر گئے' بنگلہ دیش میں دوسری مرتبہ فوجی انقلاب' سائیگون میں تیس سال بعد جنگ ختم' مصر نے نہر سویز آٹھ سال بعد کھولی' نائیجیریا میں فوجی انقلاب ایران کے جنرل فاطمی و رہوڈیشیا کے چیف آف سٹاف ہوائی حادثہ میں جاں بحق' اگست بہاول پور ریڈیو سٹیشن قائم ہوا۔

۱۳۹۵ھ/۱۹۷۶ء

پاکستان جنرل اسمبلی کا رکن بنا' شیخ عبدالعزیز بن صالح امام مسجد نبوی و شیخ احمد عبداللہ السبیل امام کعبہ پاکستان میں تشریف آوری۔ مصر کے صدر انور سادات و متحدہ عرب امارات کے زید بن سلطان دوبارہ صدر منتخب ہو گئے۔ چین کے وزیر اعظم چواین لائی و مارشل چوتھ و چیئرمین ماؤزے تنگ و ملائیشیا کے وزیر اعظم تنکو عبدالرحمان انتقال کر گئے۔ کمبوڈیا کے صدر سہانوک مستعفی' نائیجیریا میں فوجی انقلاب جنرل مرتضیٰ محمد کا قتل' لبنان میں امریکی سفیر واتاشی اور ڈرائیور' گجرات کے چودھری محمد انور سماں ان کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا' چیف آف سٹاف خادم البشر بنگلہ دیش ہوائی حادثہ میں جاں بحق۔

۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

وفات حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھنؤ و مولانا محمد رفیق خاں پسرور و مولانا عبیداللہ احرار و مولانا میاں محمد باقر تاندلیاں والا۔ افغانستان میں نئے آئین کے تحت سردار محمد داؤد ملک کے صدر بنے' کانگو کے کرنل اپانچو نئے سربراہ مملکت' پاکستان کا نظم و نسق فوج نے سنبھال لیا۔ ۵ جولائی شام جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے قوم کو خطاب فرمایا۔ ترکی میں مخلوط حکومت سلیمان ڈیمرل نئے وزیر اعظم بنے' وفات حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ایران کے جنرل فاصل و اردن کی ملکہ عالیہ و یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم اور ان کی اہلیہ ہوائی حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ لبنان کے وزیر کمال جملات و میرین گوابی صدر جمہوریہ کانگو و ترکی کے سفیر طہٰ کریم (غیر ملک) و شمالی یمن کے صدر کرنل ابراہیم الحمدی صنعا میں اور ان کے بھائی کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رخصت کو قبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہوتا ہے۔ (کنوز)

متحدہ وفاق کے نائب وزیر سیف بن عیاش (ابوظہبی) (وعبداللہ الحاجری سابق وزیر اعظم یمن ان سب کو گولیاں مار کر جاں بحق کر دیا' زیر خارجہ انتھونی لندن ومیکاریوس صدر نکوسیا قبرص وعبدالمطلب اے ایم مالک سابق گورنر بنگلہ دیش انتقال کر گئے۔ وفات یکم نومبر' امیر کویت صباح السالم الصباح انتقال کر گئے۔ آزادی اسلامی جموٹی ۲۷ جون۔

۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۲۱ جنوری مدینہ منورہ میں کھدائی کے وقت حضرت عبداللہ بن سردار عبدالمطلبؓ اور پانچ اصحابہ کرامؓ کے جسم اطہر نکلے جو کہ تروتازہ تھے ان سب کو پورے احترام کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ وفات صوفی غلام مصطفیٰ تبسم لاہور وابن انشاء کراچی وپیرزکوڑی شریف وصوفی فیض محمد و ملک محمد حسین ٹوبہ ٹیک سنگھ و حاجی بشیر احمد گوجرانوالہ و حاجی عبدالغفور جہانیاں ومولانا محمد شفیع ملتان وسابق وزیر احمد نواز گردیزی ملتان وریاست علی چھٹہ وکیل لاہور' ولیفٹیننٹ جنرل اکبر خاں سفیر برائے لندن ومولوی علی احمد صمصام وحضرت سید عثمان علی شاہ کر مانوالے انتقال کر گئے۔ وفات ۱۲ مئی منظور حسین ماہر القادری مشہور شاعر مکہ معظمہ مرقد جنت المعلیٰ' ورائے نجیب اللہ خاں کمالیہ (حادثہ کار) اٹلی کے وزیر اعظم مورو وسردار محمد داؤد خاں بمعہ کنبہ ہلاک افغانستان شمالی یمن کے صدر احمد الحسین الغاشمی بم سے جاں بحق' جنوبی یمن کے صدر سالم روبایا علی وعراق کے سابق وزیر اعظم وحاجی میرداد خاں جمالی کوئٹہ ان سب کو گولیاں مار کر جاں بحق کیا گیا' بنگلہ دیش میں ضیاء الرحمٰن صدر منتخب ہو گئے۔ پاکستان کے صدر چودھری فضل الٰہی مستعفی ہو گئے۔ جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے صدر مملکت کا حلف اٹھایا' وفات پاپائے روم ششم اٹلی' پوپ پال اول ومسز گولڈا میئر سابق وزیر اعظم اسرائیل وڈاکٹر عبدالرشید چودھری ۲۳ ستمبر و چودھری جمال الدین وکیل ٹوبہ ٹیک سنگھ' کینیا کے صدر جوموکنیاٹا و ۲۸ دسمبر الجزائر کے صدر محی الدین (بومدین) انتقال کر گئے اگست اسلام آباد براڈ کاسٹنگ ہاؤس کی عمارت کا افتتاح۔

۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

ایران سے شہنشاہ محمد رضا شاہ پہلوی اور یوگنڈہ سے صدر عدی امین ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ ایران میں ہنگاموں کے دوران ۶۵ ہزار افراد ہلاک' آیت اللہ خمینی کا ایران پر قبضہ ۱۹ جنوری وفات حاجی محمد طفیل ملتان و ۱۰ فروری عمر حیات پہلوان ۱۹ مارچ وہمشیرہ کلثوم ٹوبہ ٹیک سنگھ والیس اے رحمان سابق جسٹس لاہور وغلام نبی میمن راولپنڈی ومسیح الرحمٰن بنگلہ دیش' بادشاہ سلطان یحییٰ پطری ملائیشیا انتقال کر گئے۔ افغانستان میں امریکی سفیر کا قتل' ایران سے سابق وزیر اعظم شاہ پور بختیار ملک سے فرار وسابق کئی جرنیلوں کو بحکم آیت اللہ خمینی گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ ایران کے سابق وزیر اعظم امیر عباس ہویدا کو اور آیت اللہ مطہری کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ ۴ اپریل سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دی گئی۔ موریطانیہ کے وزیر اعظم کرنل احمد ویوسف اور وزیر خزانہ وزیر تجارت اور اعلیٰ حکام اور شاہد صدیق سرگودھا ہوائی حادثہ میں جاں بحق' وفات لیہ ۲۶ جون مولانا محمد عبداللہ المعروف پیر بارو بعمر ۱۳۶ سال' وگوجرانوالہ سابق سیشن جج عبدالرحمان ووزیر خزانہ شیخ عبدالقادر وعباس علی بیرسٹر وسابق جسٹس ایس اے محمود لاہور وچیکوسلاویہ کے سابق صدر جنرل لڈوگ وانگولا کے صدر نیٹو انتقال کر گئے۔ مصر میں عام انتخابات' صدر سادات کامیاب ہو گئے اور ریفرنڈم میں تاحیات صدر بنے۔ (۱۹۸۰) ۶ اکتوبر ۱۹۸۱ کو مصر میں پریڈ کے موقعہ پر گولیاں لگنے سے جاں بحق' سکائی لیپ وزنی ۷۷ ٹن آسٹریلیا کے سمندر میں گری۔ مولانا غلام مرشد ومولانا ابوالخیر مودودی لاہور ومولانا ابوالاعلیٰ مودودی (امریکہ) مرقد' لاہور ومرغوب صدیقی وجہاں آرا بیگم شاہنواز لاہور ومولانا عبدالسلام قدوائی کراچی ومولانا رزاق الخیری کراچی انتقال کر گئے' نومبر میں بیت اللہ پر ملحدین کا قبضہ جنوری ۱۹۸۰ء میں ۶۲ ملحدین کے سر قلم کر دیئے گئے۔ ۲۷ دسمبر افغانستان پر روس کا قبضہ۔

۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

وفات مولانا حامد علی خاں ملتان ومولانا احتشام الحق تھانوی کراچی و مولانا محمد طاہر پنجپیر ومولانا حکیم عبدالرحمٰن قلعہ میہاں سنگھ ومولانا محمد یوسف گکھڑوی ومولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی' وممتاز روحانی پیشوا مخدوم محمد اشرف بہاول نگر وروحانی پیشوا شہسوار گوجرہ والحاج حافظ سید اختر حسین شاہ سجادہ نشین علی پور سیداں سیالکوٹ وممتاز صوفی عبدالحمید خان پور ومولانا قاری حبیب اللہ ٹوبہ ٹیک سنگھ انتقال کر گئے' وفات عمر حیات پہلوان کی والدہ ٹوبہ ٹیک سنگھ و والدہ ملک محمد یونس ۲۱ مارچ جمعہ صد سالہ تقریب دارالعلوم دیوبند انڈیا' وفات پاکستان میں ریاض الخطیب سفیر سعودی عرب' وسیکرٹری تعلیم بریگیڈیئر اکرام امین و بریگیڈیئر ظفر علی خاں صدر مملکت کے ملٹری سیکرٹری و بریگیڈیئر ٹرائف آر خاں سفیر لندن ویوگوسلاویہ کے ٭ رٹیٹو انتقال کر گئے۔ ایران میں مشہور لیڈر امیر عباس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ لائبیریا میں فوجی انقلاب صدر ٹوبرٹ ہلاک' انڈیا میں عام انتخابات مسز اندرا گاندھی جیت گئی' سابق صدر وی وی گرے انڈیا انتقال کر گئے' سنجے گاندھی ہوائی حادثہ میں جاں بحق' بوتسوانا کے صدر سرسیتے خاما وعمان کے وزیر اعظم عبدالمجید شرف وسابق شہنشاہ ایران محمد رضا پہلوی مصر وسابق

صدر پاکستان آغا محمد یحییٰ انتقال کر گئے' صوفی شاعر حیات میرٹھی بہاول پور وقاہرہ فضائیہ کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل محمود شاکر عبدالمنعم و مصطفیٰ علی ہمدانی انتقال کر گئے' پاکستان میں جون میں عشر زکوٰۃ نظام رائج ہوا' وفات اسلام آباد' جاپانی سفیر ہیروشی فیوٹو و جاپان کے وزیر اعظم اوہیرا و سابق اٹارنی جنرل چودھری نذیر احمد لاہور انتقال کر گئے' چودھری اصغر علی وڑائچ گوجرہ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ وفات فیروزسنز کے سابق چیئرمین عبدالحمید خاں لاہور' ترکی میں فوجی انقلاب ۲۰ اگست سعودی عرب میں ہوائی جہاز کو آگ لگ گئی ۲۶۵ مسافر جاں بحق' دوسرا حادثہ ۱۶ ستمبر تیسرا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء عراق و ایران میں جنگ' یکم اکتوبر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جناب صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کا ۹۰ کروڑ مسلمانوں کی طرف سے خطاب' اس عمارت میں پہلی مرتبہ قرآن مجید کی تلاوت ہوئی' ۱۰ اکتوبر جناب صدر مملکت پاکستان کا وطن واپسی پر راولپنڈی میں شاندار استقبال کیا گیا۔ ۱۱ اکتوبر الجزائر میں قیامت خیز زلزلہ ہزاروں افراد ہلاک اور لاکھوں لاپتہ' ۱۴ اکتوبر وفات مولانا مفتی محمود کراچی (آبائی گاؤں دفن ہوئے) سابق وزیر اعلیٰ سندھ محمد ایوب کھوڑو و سابق وزیر اعظم چودھری محمد علی کراچی و فرانس کے وزیر دفاع و روس کے سابق وزیر اعظم کوسیچن انتقال کر گئے۔ پرتگال کے وزیر اعظم و وزیر دفاع ہوائی حادثہ میں جاں بحق۔ ہمشیرہ قائد اعظم شیریں بائی کراچی' فیصل آباد کے عبدالحمید قاسمی انتقال کر گئے۔ امریکہ میں عام انتخابات صدر ریگن کامیاب ہوئے۔

۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

وفات سابق صوبائی وزیر خان بہادر جلال الدین پشاور' ممتاز حکیم الحاج محمد یوسف جہانیاں و ممتاز ادیب اردو حکیم یوسف حسن راولپنڈی انتقال کر گئے۔ تیسری اسلامی سربراہی کانفرنس مکہ معظمہ (طائف) تحریک پاکستان کے رکن رانا نصر اللہ خاں' و مولانا غلام غوث ہزاروی و مولانا حافظ عبدالشکور قاسمی کاموں کے و مولانا احمد علی بانی جامعہ عربیہ گجرات و نامور صحافی اور مصنف محمد عثمان حیدر آباد' سندھ سابق بھارتی وزیر خارجہ عبدالکریم چھاگلہ بمبئی انتقال کر گئے۔ وفات حضرت مولانا محمد رفیق مدنپوری فیصل آباد و ممتاز عالم دین مولانا عبدالحق سرگودھا انتقال کر گئے۔ امریکہ کے صدر ریگن پر قاتلانہ حملہ مگر صحت یاب ہو گئے۔ وفات معروف شاعر ابراہیم خلیل' وفات نامور قانون دان حاجی خورشید عالم ایڈووکیٹ حافظ آباد' حسینہ شیخ بحیثیت صدر عوامی لیگ بنگلہ دیش پہنچی' وفات سید سردار علی شاہ روزنامہ مہران حیدر آباد کے چیف ایڈیٹر' امریکہ میں شہر ڈیٹرائیٹ کی عدالت میں پہلے مسلمان الحاج آدم عبدالشکور صاحب جج مقرر ہوئے۔ صدر ضیاء الرحمان اور دو فوجی اعلیٰ آفیسر چھ باڈی گارڈ چٹاگانگ میں ہلاک وفات نواب میر عطا محمد خاں جمالی کوئٹہ و غلام حیدر پٹویون سندھ' ایران ابوالحسن بنی صدر کو پارلیمنٹ نے نااہل قرار دے دیا۔ بنی صدر کا ایران سے فرار۔ فیصل آباد وفات سینئر وکیل چودھری منور علی گل ۲۶۴ ر ب حادثہ ٹریفک' وفات سماجی شخصیت حاجی محمد رفیق سہگل چنیوٹ و ممتاز شاعر و مصنف الطاف مشہدی سرگودھا' و ریٹائرڈ جسٹس محمد منیر لاہور و سابق گورنر پنجاب نواب مشتاق احمد گورمانی لاہور انتقال کر گئے۔ ایران میں بم کے دھماکہ سے ۷۴ افراد پارلیمنٹ کے ممبر اور وزیر ہلاک' تہران کی بڑی جیل کے گورنر محمد کچوئی اور گورنر جنرل انصاری کو جیلان میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ وفات ممتاز روحانی شخصیت بابا ظہور الحسنین شاہ حیدر آباد۔ میانوالی کے نامور ادبی و دینی شخصیت محمد ایوب خاں چغتائی والحاج حافظ خواجہ قمرالدین سیالوی سرگودھا انتقال کر گئے۔ ایران میں صدارتی انتخاب جناب محمد علی رجائی صدر بنے اور محمد الجواد وزیر اعظم بنے۔ ایران کرمان شاہ میں شدید زلزلہ پانچ ہزار افراد ہلاک۔ روزنامہ مشرق کے سینئر رکن و خوشنویس مسٹر شاہد فاروق کراچی و خان بہادر چودھری فقیر حسین آف بھروال لاہور و جسٹس وحید الدین احمد کراچی و مارکیٹ کے چیئرمین سردار خاں میانوالی و بزرگ صحافی اور نیوز ایجنٹ عبدالحمید خاں نیازی میانوالی و ممتاز صنعت کار محمد حسین انصاری گوجرانوالہ' ممتاز ماہر تعلیم مسٹر ایس ایم شریف لاہور انتقال کر گئے۔ تائیوان کا طیارہ اندرون ملک پرواز کے دوران پھٹ گیا' عملہ اور ۱۱۰ مسافر ہلاک ہو گئے۔ وفات مشہور جاسوس ڈسکو پوپوف' رہائشی یوگوسلاویہ) اصلی جمیز فائڈ وفات پا گئے۔ ایران میں محمد علی رجائی صدر مملکت و وزیر اعظم ڈاکٹر محمد الجواد باہنر بم کے دھماکہ سے جاں بحق۔ افتتاح القاسم سٹیل ملز کراچی' جناب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ۳۱ اگست کو کیا۔ وفات حاجی عبدالواحد سونڈھ ٹوبہ ٹیک سنگھ و سجادہ نشین پیر حاجی احمد شاہ گجرات و ہٹلر کا وزیر جنگ البرٹ سپیئر لندن انتقال کر گئے۔ ایران میں آیت اللہ مہدی کانی وزیر اعظم بنے' لبنان میں فرانسیسی سفیر لیوس ڈیمیرے کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ ابوظہبی عجمان کے حکمران شیخ رشید بن حمید النعیمی' سیالکوٹ فاتح راجوری کرنل رحمت اللہ و ملتان خیر المدارس کے سربراہ مولانا محمد شریف جالندھری (مدینہ طیبہ)' انڈیا ہندی سماچار کے ایڈیٹر لالہ جگت نرائن کو قتل کیا گیا۔ وفات راولپنڈی سابق وفاقی ہیلتھ سیکرٹری سی کے حسن انتقال کر گئے۔ لاہور ۲۹ ستمبر ہندوستان کا بوئنگ طیارہ اغوا (رہائی) ایران عالم دین حجۃ الاسلام عبدالکریم مشہد میں بم سے اور چیف آف سٹاف اور وزیر دفاع کرنل موسیٰ نامجو اور دیگر اعلیٰ آفیسر ہوائی حادثہ میں جاں بحق' ۱۴ اکتوبر ایران حجۃ الاسلام علی محمد خمینائی ملک کے صدر بنے۔ ۶ اکتوبر مصر میں پریڈ کے موقع پر فوجیوں نے گولیاں چلا کر انور

سادات صدر مصر اور پرائیویٹ سیکرٹری مسٹر حفیظ و وزیر دفاع جنرل ابو غزالہ اور دیگر اعلیٰ حکام کو ہلاک کر دیا۔۱۰ اکتوبر کو انور سادات کو اسی مقام پر سپرد خاک کر دیا گیا۔۱۳ اکتوبر مصر میں ریفرنڈم صدارتی جناب حسنی مبارک صدر بنے' ۱۷ اکتوبر وفات موشے دایاں سابق وزیر اعظم اسرائیل' سمبڑیال کے ماہر تعلیم اور فارسی کے محقق پروفیسر اکبر منیر' فیصل آباد ۲۹ اکتوبر ممتاز عالم دین مفتی نواب الدین رضوی لاہور' ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس سید نور حسین شاہ' سوہدرہ فضل الدین اور سماجی کارکن بابا محمد ادریس کے صاحبزادے فضل الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ ریٹائرڈ میجر خوشی محمد انتقال کر گئے۔ انقرہ ترکی کے سابق وزیر اعظم بلند ایجویت کو چار ماہ قید۔ لاہور رشید حبیبی المعروف قائم الدین ریڈیو پاک لاہور' بنگلہ دیش جسٹس عبدالستار صدر بنے۔ وفات راولپنڈی کوٹلہ کے سجادہ نشین میاں خورشید عالم و کراچی ایم اے ایچ اصفہانی و لاہور رویت ہلال کمیٹی کے رکن مولانا عبدالمالک مہدی حسن واثلی کے وزیر اعظم و لاہور ممتاز طبیب حکیم آفتاب احمد قرشی و لاہور ۱۹ دسمبر ممتاز عالم دین مولانا فضل قدیر ندوی و لاہور سابق چیف جسٹس حمود الرحمٰن انتقال کر گئے۔ البانیہ کے وزیر اعظم مہمت شمو نے خودکشی کر لی۔ اسلام آباد ۲۸ دسمبر مجلس شوریٰ قائم ہوئی۔

۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

بمبئی علی گڑھ یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر نواب احمد سعید چھتاری' لاہور قومی اسمبلی کے سابق رکن میجر ریٹائرڈ غلام حیدر چیمہ' وفات نارووال دینی راہنما اور ممتاز شاعر مولانا سید جواد حسین کلیم' نئی دہلی ریاست کم کے سابق حکمران پی ٹی نندیائے جوگیال' وزیر خارجہ پاکستان آغا شاہی مستعفی' صاحبزادہ یعقوب علی خاں وزیر خارجہ بنے۔ وفات ڈھاکہ نامور ماہر تعلیم اور ادیب مسٹر انعام الحق اسلام آباد' نامور شاعر جوش ملیح آبادی (شبیر حسین خاں) ولفٹیننٹ جنرل الطاف قادر ٹوبہ ٹیک سنگھ' فیصل آباد و ممتاز تاجر اور تحریک پاکستان کے سرگرم رکن شیخ محمد الدین' وہاڑی معروف شخصیت چودھری بشیر احمد میواتی انتقال کر گئے۔ پشاور ارباب سکندر خلیل سابق گورنر کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ وفات مصر ۹ مارچ شیخ ازہر بھارت احمد آباد ممتاز سیاست دان اچاریہ کرپلانی' لاہور ممتاز شاعر احسان دانش ۲۲ مارچ انتقال کر گئے۔ بنگلہ دیش ۲۵ مارچ مارشل لاء نافذ' جنرل ایس ایم ارشاد برسر اقتدار آئے۔ وفات ۲ مئی کراچی سینئر وزیر میر رسول بخش تالپوری اردن کے سابق وزیر اعظم شریف حسین ناصر انتقال کر گئے۔ ۵ مئی الجزائر کے وزیر خارجہ محمد یحییٰ اور اعلیٰ آفیسر ہوائی حادثہ میں جاں بحق۔ لاہور ۲۶ مئی طبی بورڈ کے صدر' مجلس شوریٰ کے رکن' ممتاز حکیم نیر واسطی انتقال کر گئے۔ پشاور مجلس شوریٰ کے رکن گل محمد نے دریا کابل میں چھلانگ لگا کر خودکشی کی۔ وفات پشاور بلند پایہ محقق اور ماہر تعلیم ڈاکٹر عمر حیات ملک' گجرات سابق صدر پاکستان فضل الٰہی چودھری ۲ جون۔ گوجرانوالہ مجلس احرار کے سرگرم رکن حاجی یوسف علی انتقال کر گئے۔ جدہ ریاض ۱۳ جون جلالۃ الملک شاہ خالد بن عبدالعزیز طائف میں انتقال کر گئے۔ تخت نشینی جلالۃ الملک شاہ فہد بن عبدالعزیز' ۱۵ جون برطانیہ اور ارجنٹائن کی جنگ بند' اسلام آباد مجلس شوریٰ کے رکن شہزاد خاں کو نامعلوم افراد نے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ لاہور وفات ۲۰ جولائی مؤتمر عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری نوابزادہ محمود علی خاں' کھٹمنڈو نیپال ۲۶ جولائی ملکہ ایشوریا کے والد لفٹیننٹ جنرل کیندرا شمشیر جنگ بہادر' لاہور ۲۷ جولائی زرعی یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم' گوجرانوالہ ۲۸ جولائی مشہور مصنف حافظ سید عنایت علی شاہ' گوجرانوالہ یکم اگست مولانا معین الدین خٹک کراچی انتقال کر گئے۔ بیروت ۲۲ اگست انخلاء فدائین فلسطین۔ لاہور ۵ ستمبر نامور شاعر تائب رضوی' ۹ ستمبر وزیر اعظم جموں کشمیر شیخ محمد عبداللہ (مرقد سرینگر دربار بل شریف) فیصل آباد ۱۳ ستمبر روزنامہ ملت کے مالک سردار عبدالعلیم' کراچی ۱۴ ستمبر معروف شخصیت اور مجلس شوریٰ کے رکن مسٹر ظہور الحسن بھوپالی' سکھر ۱۵ ستمبر مجلس شوریٰ کے رکن جرائیل صدیقی انتقال کر گئے۔ لبنان ۱۵ ستمبر بشیر جمائل صدر لبنان اور ۲۶ اعلیٰ آفیسر اور وزراء بم سے ہلاک' فیصل آباد ۱۵ ستمبر افتتاح ریڈیو سٹیشن' ایران ۱۷ ستمبر سابق وزیر خارجہ صادق قطب زادہ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ بیروت ۱۹ ستمبر اسرائیل نے فلسطین کے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ لندن ۲۳ ستمبر نواب مظفر علی قزلباش' سابق وزیر اعلیٰ پنجاب (مرقد لاہور) انتقال کر گئے۔ سکردو ۱۰ اکتوبر افتتاح ریڈیو سٹیشن' کراچی ۲۴ اکتوبر سابق وزیر خارجہ عزیز احمد' نئی دہلی لالہ پیارے لال مہاتما گاندھی کے سیکرٹری' کراچی اردو افسانہ نگار غلام عباس' لاہور ۶ نومبر نامور ادیب و شاعر حافظ نذیر احمد (شباب کیرانوی) و گجرات شیخ الحدیث مولانا حافظ فیض علی' ۱۱ نومبر سابق وزیر قانون سردار صغیر احمد دروس کے صدر برزنیف انتقال کر گئے۔ ۲۴ نومبر مشہور شاعر راز مراد آبادی' ۲۲ دسمبر ممتاز شاعر اور پاکستانی قومی ترانے کے خالق ابوالاثر حفیظ جالندھری' اسلام آباد ۲۵ دسمبر (دوران تقریر) ریٹائرڈ میجر جمال دار خاں (مرقد پشاور) انتقال کر گئے۔

۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ٹوکیو شمالی کوریا کے نائب صدر کنگ ایانگ' نئی دہلی پارلیمانی امور کے ماہر پیلو مودی کہونہ ممتاز عالم دین مولانا حافظ حبیب اللہ' کراچی اے کے سومار' انتقال کر گئے ۶ مارچ نئی دہلی میں ساتویں غیر جانبدار سربراہی کانفرنس' ۹ مارچ کو جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے

آخری اجلاس سے خطاب فرمایا۔ فیصل آباد کے مزاحیہ شاعر آذر عسکری انتقال کر گئے۔ وفات ۱۱ اپریل رائے ونڈ کے بانی تبلیغی جماعت الحاج محمد عبداللہ' افغان آباد ملتان مولانا ابوالحسن قاسمی' پکینگ لیو چنگزئی انتقال کر گئے۔ روس جناب آندروپوف ملک کے صدر بنے۔ لندن انتخابات میں کنزرویٹو پارٹی ۳۹۸ نشستیں حاصل کر کے کامیاب ہوئی۔ واشنگٹن رابرٹ کاور جنیا' پائلٹ ہوائی جہاز ۱۹۴۵ء میں جاپان پر ہیروشیما پر ایٹمی بم گرایا تھا) عمان معمر ترین اردنی باشندہ حاجی خلیل احمد یمنی بعمر ۱۵۳ سال' فیصل آباد ترقیاتی بنک پاکستان کے چیف منیجر احمد سعید خاں' کراچی قومی اسمبلی کے رکن میجر ریٹائرڈ عبدالنبی (اجمیر شریف مرقد رحیم یار خاں)' کراچی سابق گورنر مغربی پاکستان اختر حسین' نئی دہلی ممتاز عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے چانسلر مولانا قاری محمد طیب' لاہور سیاسی وسماجی کارکن میاں عبدالرشید سیالکوٹ' پروفیسر محمد سعید قریشی فیصل آباد والحاج محمد عالم و رانا اللہ بخش جھنگ' سماجی کارکن عبدالحمید شاہ سالار فیصل آباد' جماعت اہلحدیث کے ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ (سعودی عرب)' لاہور ریٹائرڈ جنرل عبدالحمید خاں و شیخ آفتاب حسین چیف جسٹس وفاقی شرعی کی والدہ ماجدہ' کویت ۴ اگست اسلامی نظریہ کونسل کے رکن' قاضی سعداللہ خاں' فیصل آباد سمندری ۱۱ اگست ممتاز عالم دین مولانا محمد علی جانباز' پشاور تحریک پاکستان کے ممتاز رکن بیگم شیریں وہاب' پشاور ۱۷ اگست ممتاز عالم دین اور اسلامی نظریہ کونسل کے رکن مولانا شمس الحق و گوجرانوالہ مقامی شاعر اثر لدھیانوی کی اہلیہ و لاہور جماعت خاکسار کے ممتاز رہنما منیر عبدالرحیم و گجرات میجر اکرم شہید کے والد ماجد ملک حاجی علی محمد' گوجرانوالہ ۱۹ اگست لاہور نیشنل بنک آف پاکستان کے سابق مینجنگ ڈائریکٹر پیر حمید الدین (لندن)' لاہور ممتاز ماہر تعلیم اور مصنف پرنسپل افضل نور انتقال کر گئے۔ ۳۱ اگست اسرائیل کے وزیر اعظم بیگن مستعفی' یکم ستمبر چلی کے گورنر جنرل منیجر اوسیودا' دو باڈی گارڈ گولیاں لگنے سے جاں بحق' ومنیلا فلپائن مسٹر بلنیو ایکنیو کا قتل و بھیرہ وفات چودھری عبدالکریم گوندل ڈائریکٹر محکمہ تعلیم و گوجرانوالہ بحالت سجدہ نماز صبح میں حاجی اللہ لوک' بہاول پور ۲۴ ستمبر وفاقی مجلس شوریٰ کے رکن علامہ رحمت اللہ ارشد انتقال کر گئے۔ ابوظہبی گیف ائر کا ہوائی جہاز گر کر تباہ بمعہ عملہ ۱۲۰ افراد جاں بحق۔ پشاور ۲۴ اکتوبر وفات صوبہ سرحد کے گورنر جناب فضل حق کے والد ماجد پیر فضل رزاق۔ اٹک ۲۲ نومبر ممتاز ماہر تعلیم و مصنف پروفیسر شیخ محمد اقبال انتقال کر گئے۔ میڈورڈ ۲۸ نومبر کولمبیا کا جمبو جیٹ طیارہ گر کر تباہ ۱۷۹ افراد جاں بحق مگر تیرہ افراد بچ گئے۔ نائیجیریا ۲۸ نومبر طیارہ دوران ملک پرواز گر کر تباہ ۶۰ افراد جاں بحق' سابق گورنر بلوچستان میر گل خاں نصیر مرقد بلوچستان' ۱۱ دسمبر معروف شاعر سید انور کرمانی و کراچی جید عالم دین عبدالحق ربانی بعمر ۸۰ سال مرقد حیدر آباد انتقال کر گئے۔ ٹوکیو جاپان میں انتخاب حکمران پارٹی کو شکست سابقہ وزیر اعظم کامیاب۔ فلسطین سے جناب یاسر عرفات اور ان کے حامی فوج کا مکمل انخلا (پی ایل او)' ۲۲ دسمبر بھوپال کے سابق قانون ساز اسمبلی کے سپیکر اور مجاہدین آزادی سلطان محمد خاں بعمر ۸۰ سال و رباط ۲۳ دسمبر مراکش شاہ حسن کے بھائی شہزادہ عبداللہ بعمر ۸۰ سال انتقال کر گئے۔ ۲۷ دسمبر ٹوکیو جاپان میں ناکاسونی یا موہیرہ دوبارہ وزیر اعظم منتخب ہو گئے' اوکاڑہ ۲۸ دسمبر تحریک پاکستان کے بزرگ رکن حاجی نیاز دین' ڈھاکہ بنگلہ دیش و دمشق شام کے وزیر اطلاعات اور حافظ الاسد کے دست راست احمد سکندر احمد' ۲۹ دسمبر نئی دہلی اردو کے ممتاز نقاد محقق وادیب سکالر دانشور پروفیسر ڈاکٹر کلیم الدین بہار پٹنہ میں انتقال کر گئے۔ ۳۱ دسمبر پنجاب سرحد آزاد کشمیر میں زلزلہ کے جھٹکے کئی مکان گر گئے اور جانی نقصان بھی ہوا۔ نائیجیریا میں فوجی انقلاب۔

۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

گوجرانوالہ وفات ۲ جنوری ممتاز ماہر تعلیم گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ کے شعبہ معاشیات کے سربراہ پروفیسر افتخار احمد ملک بہاول پور' کراچی داؤد مجلس شوریٰ کے رکن پیر اللہ بخش گیلانی و شیخوپورہ تحریک پاکستان کے رکن خان حمید اللہ خان ایڈووکیٹ و ملتان عالم دین و مذہبی سکالر مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری' کھاریاں تحریک پاکستان کے نامور کارکن ولایت خاں آبائی گاؤں موضع ڈوگہ' میانوالی ۱۳ جنوری میانوالی کے مشہور سجادہ نشین صاحبزادہ عبدالمالک صاحب کے والد ماجد مولانا غلام جیلانی' پشاور ۱۴ جنوری مولانا خلیل الرحمٰن فاضل دیوبند ہری پور و گجرات ممتاز عالم دین مولانا نذیر اللہ خاں' تل ابیب ۱۵ جنوری باغی لبنانی کرسچین ملیشیا کا لیڈر میجر سعد حداد مرض سرطان بعمر ۴۸ سال انتقال کر گئے۔ ومراکش کاسابلانکا میں چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس' ۱۸ جنوری جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدر پاکستان نے کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ وگکھڑ منڈی معمر ترین شخصیت حاجی خدا بخش بعمر ۱۶۰ سال' تحریک ختم نبوت و مجلس احرار کے ممتاز رہنما اور ممتاز عالم دین مولانا تاج محمود و لاٹھیانوالہ کے بچوں کے علاج کے معروف ڈاکٹر غلام محمد' ۲۵ جنوری آزاد کشمیر کے ممتاز مذہبی رہنما مولانا عبدالعزیز راجوڑی' وفرانس پیرس متحدہ عرب امارات سفیر خلیفہ احمر عبدالعزیز المبارک گولی لگنے سے انتقال' لیبیا کے ۴۵ سالہ سفارتی نمائندہ عامر التغازی حملے سے و اسلام آباد سابق فارن سیکرٹری ممتاز علوی بعمر ۶۷ سال انتقال کر گئے۔ ونئی دہلی کشمیری حریت پسند رہنما مقبول بٹ کو دہلی میں تہاڑ جیل میں پھانسی دی گئی۔ ۱۶

فروری رات دس بج کر بیس منٹ پر زلزلہ آیا۔ مراکش ۱۹ فروری آغا دیر میں زلزلہ سے ہزاروں افراد جاں بحق (۲۹ فروری ۱۹۶۰ء کو بھی شدید زلزلہ آیا تھا) لاہور ۲۱ فروری وفات پاکستان کے ممتاز ماہر اقتصادیات و مصنف ڈاکٹر ایس ایم اختر' اسلام آباد ممتاز عالم دین اور روحانی پیشوا مولانا اللہ یار خاں انتقال کر گئے۔ ۲۳ فروری جشن آزادی بروناعی' دارالاسلام یکم جنوری کو آزاد ہوا۔ وپشاور تحریک پاکستان کے رکن میاں محمد شفیع انتقال کر گئے۔ ۲۶ مارچ برما کے شہر مانڈلے میں خوفناک آتشزدگی' ہزاروں افراد بے گھر اور ہلاک کئی عمارتیں خاکستر' جدہ امریکہ میں سعودی عرب کے سابق سفیر علی عبداللہ علی رضا' پیرس ۲۷ مارچ امہ امن کمیٹی کے چیئرمین گنی کے صدر احمد سیکوطورے امریکہ میں مرقد گئی ۳۱ مارچ تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر سردار علی صابری و ماڑن ہال لارڈ بروک انتقال کر گئے۔

انا لله وانا اليه راجعون ٥ اللهم اغفرلهم ووسع قبورهم وادخلهم فى جنت الفردوس.

سيد ولد ادم' محسن اعظم' خاتم الانبياء والمرسلين رحمة للعلمين' شفيع المذنبين ابوالقاسم محمد بن عبدالله نورمن نورالله' محسن انسانيت' رحمت دوعالم صلى الله عليه واله و اصحابه وازواجه وبارك وسلم دائماً ابدًا فداه ابى و امى و روحى و جسدى و قلبى و كل شيى ماعندى.

اور ناموس رسالت کے پروانے صحابہؓ وصحابیات کرامؓ تابعینؒ وآئمہ عظامؒ اولیائے امت و بزرگان دینؒ سیاسی رہنما اور اہم واقعات۔

سن ولادت وسن انتقال ہجری وعیسوی از ۲۲ اپریل ۵۷۱ تا ۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء تقریباً تین ہزار نام میں نے پوری کوشش اور محنت سے جو کہ مختلف مقامات پر تحریر تھے۔ ایک جگہ جمع کر دیئے ہیں اور حتی المقدور پندرہویں صدی ہجری کو مکمل کرنے کی سعی کی ہے' خداوند قدوس مقبول فرمائے۔

اور اتفاق سے ۲۹ اپریل ۱۹۸۴ء بروز اتوار شب معراج ہے اور ماہ اپریل ختم ہو رہا ہے اور اسی کے ساتھ اس اہم مضمون کو بھی ختم کیا جاتا ہے۔

وما توفيقى الا بالله العلى العظيم سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم برحمتك يا ارحم الراحمين يا رب العلمين. امين ثم امين.

باب ۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی تاریخ

التاریخ

وقت کا بیان کرنا۔ تاریخ الشیٔ کسی چیز کے واقع ہونے کا وقت جمع تواریخ۔

علم التاریخ...... جس میں حوادث وواقعات مع تاریخ بیان کئے جائیں۔

دوسری تعریف ایسا متعین دن جس کی طرف دوسرے ایام کی نسبت کی جائے۔

غرض وغایت

تاریخ ایسا مفید علم ہے جس سے امم ماضیہ وانبیاء سابقین کے حالات اور دینی ودنیاوی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ (تذکرہ الفنون ص ۷)

نسب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمؑ تک

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب شیبہ بن ہاشم عمرو بن عبد مناف مغیرہ بن قصی زید بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ عامر بن الیاس بن مضر بن مزار بن معد بن عدنان بن اد (ادد) بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسمٰعیلؑ بن ابراہیم خلیل اللہ بن تارح آذر بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عیبر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ ادریس النبی بن یرد بن مہلیل بن قینن بن یانش بن شیث بن آدمؑ۔ (سیرت ابن ہشام ص ۱ تا ۳/ ج ۱)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

تمام عرب کے جد اعلیٰ حضرت اسمٰعیلؑ ہیں (ابن ہشام ص ۷/ ج ۱)

حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ لڑکے تھے (۱) نابت (۲) قیذار (۳) اذبل (۴) بلشاد (۵) مسمعا (۶) ماشی (۷) دما (۸) اذر (۹) طیما (۱۰) یطور (۱۱) نبش (۱۲) قیذ ما۔ ان سب کی والدہ کا نام رعلہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی ہے۔ حضرت اسمٰعیل کی عمر ۱۳۰ برس تھی اپنی والدہ کے ساتھ حطیم کعبہ میں دفن کئے گئے۔ ان کی والدہ حضرت ہاجرہ مصر کی تھیں۔ (ابن ہشام ص ۵ تا ۶/ ج ۱)

زمانہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمؑ تک

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے درمیان ۵۷۱ سال، حضرت عیسیٰؑ اور وفات موسیٰؑ کے درمیان ۱۷۱۶ سال، حضرت موسیٰؑ وحضرت ابراہیمؑ کے درمیان ۵۴۵ برس، حضرت ابراہیمؑ اور طوفان نوحؑ کے درمیان ۱۰۸۱ برس اور طوفان نوحؑ اور حضرت آدمؑ کے درمیان ۲۲۴۲ سال، مؤرخین کے مشہور قول کے مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور حضرت آدمؑ کے درمیان ۶۱۵۵ برس کا فاصلہ ہے۔

(دروس التاریخ الاسلامی محی الدین خیاط ص ۲۱/ ج او شرف المکالمہ ص ۱۸)

آدمؑ تا نوحؑ (۲۲۰۰) نوحؑ تا ابراہیمؑ (۱۱۴۳) ابراہیمؑ تا موسیٰؑ (۵۷۵) موسیٰؑ تا داؤدؑ (۵۷۹) داؤدؑ تا عیسیٰؑ (۱۰۵۳) عیسیٰؑ تا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (۶۰۰) آدمؑ تا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم (۶۱۵۰)۔ (تلقیح ابن جوازی ص ۳)

ولادت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے سے دنیا میں جنات آباد تھے۔

(البدایہ والنہایہ ص ۷۱/ ج ۱)

انبیاء علیہم السلام کی عمریں

حضرت آدمؑ	۱۰۰۰	حضرت شیثؑ	۹۱۲
حضرت ادریسؑ	۳۶۵	حضرت نوحؑ	۱۰۰۰
حضرت ہودؑ	۴۶۵	حضرت صالحؑ	۲۸۰
حضرت ابراہیمؑ	۱۲۰	حضرت اسمٰعیلؑ	۱۳۰
حضرت اسحٰقؑ	۱۸۰	حضرت یعقوبؑ	۱۶۰
حضرت یوسفؑ	۱۱۰	حضرت شعیبؑ	۲۲۵
حضرت موسیٰؑ	۱۲۰	حضرت ہارونؑ	۱۳۰
حضرت ایوبؑ	۸۸	حضرت داؤدؑ	۱۰۰
حضرت سلیمانؑ	۵۲	حضرت زکریاؑ	۲۰۷
حضرت یحییٰؑ	۱۹۵	حضرت عیسیٰؑ	۳۰

(البدایہ والاتقان وبیاض معروفی)

لمبی عمروں والے

حضرت آدمؑ	۱۰۰۰	حضرت شیثؑ	۹۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے پڑوسیوں میں محبوب کر دیتا ہے۔ (الدیلمی)

حضرت ہودؑ	۴۶۵	شداد	۹۰۰
لقمان بن عادیاالاکبر	۵۰۲	قس بن ساعدہ	۳۸۰
سلمان فارسیؓ	۲۵۰	عبدالمسیح بن عمرو غسانی	۱۵۰
عدی بن حاتم طائی	۱۸۰	زہیر بن ابی سلمیٰ	۱۲۰
حکیم بن حزام	۱۲۰	زر بن حبیش اسدی	۱۲۰
حضرت نوحؑ	۱۰۵۰	نمرود	۸۰۰
ذوجدن شاہ حمیر	۳۰۰	درید بن صمہ	۲۰۰
حسان بن ثابت	۱۲۰	مولانا عبدالغنی بارہ بنکوی	۱۰۴

تلقیح ابن جوزی ص ۲۳۱، صادی ص ۱۷ ۳ ج ۴، تقریب التہذیب و تذکرۃ الحافظ۔

انبیاء و اکابر اسلام کے پیشے

کاشتکاری......حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت الیسعؑ، سعد بن وقاصؓ، عروۃ بن زبیرؓ، آل ابی بکرؓ، عبدالرحمٰن بن اسود، ابن سیرینؒ، عبدالرحمٰن بن زید۔

پارچہ بافی......حضرت آدمؑ، حضرت حواؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت شیثؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، شیخ عبداللہ بن ابی ایوب انصاریؒ، امام ابوحنیفہؒ، اسمٰعیل الحائک مفتی شام، محدث جرثومہ تابعیؒ، فرقد سنجی تابعیؒ، شیخ خیر نساجؒ، مشہور زاہد حضرت مجمعؒ، شیخ محمد بخاری نقشبندؒ، خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، شیخ ابوبکر نساجؒ، شیخ احمد نہروانیؒ، شیخ علی رامیتنیؒ، مومن عارف منیریؒ، حضرت عطا سلمیؒ، شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، سکندر ذوالقرنین، جمشید بادشاہ، حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ ابن ذکنونؒ۔

صباغی......حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ابوایوب انصاریؓ۔

بزازی......حضرت ابراہیمؑ، صدیق اکبرؓ، عثمان غنیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، امام ابوحنیفہؒ، ابن سیرینؒ، جنید بغدادیؒ۔

نجاری......حضرت نوحؑ، حضرت زکریاؑ، خاقانیؒ۔

تجارت......حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہارونؑ، ہاشم، خواجہ ابو طالب، رسول اکرمؐ۔

بکریاں چرانا......حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت لقمانؑ، سرکار دوعالمؐ

قبل مسیح تاریخیں

۲۱۰۰ ق م

حمورابی شاہ بابل نے منصفانہ قوانین بنائے۔

۱۹۲۵ ق م:

ہیتیوں نے شہر بابل پر قبضہ کیا۔

۱۵۰۰ ق م:

آریہ قوم کی ہندوستان میں آمد۔ مہابھارت کی جنگ۔

۱۴۵۵ ق م

راجہ یدھشٹر خود برف کے پہاڑ میں ہلاک ہوا۔

۱۳۶۲ ق م

مصر میں توتخ ایمن تخت نشین ہوا۔

۱۲۰۰-۸۰۰ ق م

رگ وید کی تصنیف

۱۰۰۰ ق م

زرتشت پارسیوں کے پیغمبر نے زرتشتیت کی تعلیم دی۔

۱۰۰۰-۹۷۴ ق م

حکومت حضرت داؤدؑ۔ ۱۰۰۸-۹۷۸ ق م، حضرت سلیمانؑ۔

۹۷۸ ق م

ہیکل بیت المقدس تعمیر حضرت سلیمانؑ۔

۸۰۰ تا ۳۱۵ ق م

ہند میں شاستروں کے فلسفہ کا دور۔

۸۰۰ ق م

تعمیر سد مآرب ۱۵۰ فٹ لمبا، مثل دیوار ۵۰ فٹ چوڑا، دائیں بائیں تین سو مربع میل زمین بہشت زار (حاشیہ ترجمہ شیخ الہند۔ ص ۵۷۳) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۴۰۰ برس پہلے ملک سبا کو تباہ کر کے ریگستان بنا دیا (اصح السیر ص ۵۵)۔

۶۰۴-۵۶۱ ق م

بخت نصر جس نے ۵۸۷ ق م ہیکل سلیمان منہدم کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مزدور کو رکھے تو اس کی مزدوری طے کر دے۔ (کشف الخفاء)

۵۰۰ق م

بابل ومصر اور وادی سندھ کے تمدن وتہذیب کا آغاز۔

۵۹۹ق م

ولادت مہاویر بانی جین مت' وفات ۵۷۲ق م۔

۵۶۳ق م

ولادت گوتم بدھ' وفات بعمر ۸۰ سال ۴۸۳ق م۔

۴۱۵ق م

اندر پرست قدیم' حال شہر دہلی بسایا گیا۔

۳۲۶ق م

سکندر اعظم کا حملہ ہندوستان' وفات ۳۲۳' عمر ۳۳ برس۔

۳۲۲-۲۹۸ق م

حکومت چندر گپت موریہ' پایہ تخت پاٹلی پتر (پٹنہ)

۳۰۲-۲۹۸ق م

یونانی سفیر میکستھینز کی ہند میں آمد۔

۲۹۸-۲۷۳ق م

عہد بندوسار پسر چندر گپت موریہ۔

۲۷۳-۲۳۲ق م

عہد اشوک پسر بندوسار' امن واخلاق کا دور۔

بعد مسیح تاریخیں

۱۲۰ء تا ۱۶۲ء

حکومت راجہ کنشک۔

۲۲۷ء

اردشیر ایران کا پہلا بادشاہ۔

۲۴۹ء

اصحاب کہف کا واقعہ' ۵۴۹ء میں تین سو برس پر بیدار ہوئے (حاشیہ تفسیر حقانی ۱۵/۷۱)

۳۲۰ء تا ۳۳۰ء

حکومت چندر گپت اول پایہ تخت پاٹلی پتر۔

۳۲۰ء تا ۴۶۷ء

حکومت خاندان گپت۔

۳۳۰ء تا ۳۷۵ء

سمدر گپت پسر چندر گپت' ۳۷۵ء تا ۴۱۳ء وکرمادتیہ پسر سمدر گپت۔

۴۰۵ء تا ۴۱۱ء

چینی سیاح فاہیان کی ہند میں آمد۔

۴۵۰ء تا ۵۴۰ء

منگولیا قوم ہون نے گپت حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

۵۴۰ء

قوم ہون کے آخری حکمران مہر گل کا خاتمہ۔ ۶۲۲ء سن ہجری کا آغاز۔

۶۰۶ء تا ۶۴۷ء

حکومت ہرش وردھن۔ راجدھانی تھانیسر سے قنوج بنائی۔

۶۵۰ء تا ۱۲۰۰ء

عہد راجپوت شمالی وجنوبی ہند میں ان کے کئی راجاؤں کو مسلمانوں نے شکست دی۔

۷۵ھ/۶۹۴ء

اسلامی سکہ جاری ہوا۔ دوسری صدی ہجری میں سمرقند میں کاغذ سازی کی بنیاد پڑی۔

۹۲ھ/۷۱۱ء

طارق بن زیاد نے بارہ ہزار لشکر سے ایک لاکھ عیسائیوں کو ہرا کر اندلس فتح کیا۔

۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء

عیسائیوں نے غرناطہ پر قبضہ کر کے ایک ایک مسلمان قتل کیے اور مسلم کتب خانے جلائے۔

۹۳ھ/۷۱۲ء

سترہ سالہ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ وملتان فتح کیا۔

۳۹۱ھ/۱۰۰۱ء

محمود غزنوی نے راجہ پنجاب جے پال کو پشاور کے قریب شکست دی۔

۳۹۸ھ/۱۰۰۸ء

محمود غزنوی نے پشاور کے قریب راجہ آنند پال کو شکست دی۔

۳۹۹ھ/۱۰۰۹ء

نگرکوٹ (کانگڑہ) پرمحمود غزنوی کا کامیاب حملہ۔

۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء

محمود غزنوی کا قنوج پر حملہ اور راجیہ پال کی اطاعت۔

۴۱۲ھ/۱۰۲۱ء

محمود غزنوی نے ترلوچن پال پسر آنند پال پر حملہ کر کے لاہور فتح کیا۔

۴۱۶ھ/۱۰۲۵ء

کاٹھیاواڑ میں سومنات پرمحمود غزنوی کا کامیاب حملہ۔

۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء

محمد غوری نے پرتھوی راج رائے پتھورا کو قتل کر کے دہلی اور اجمیر فتح کیا۔

۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء

محمد غوری نے جے چند کو شکست دے کر قنوج اور بنارس فتح کیا۔

۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء

بنیاد جامع مسجد جونپور تعمیر سلطان ابراہیم شرقی۔

۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔

۹۰۳ھ/۱۴۹۸ء

اسپین سے تین کشتیوں پر ۱۲۰ ملاح کے ساتھ واسکوڈی گاما کالی کٹ پہنچا۔

۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء

پانی پت کی پہلی جنگ بابر اور ابراہیم لودھی کے درمیان۔

۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء

پانی پت کی دوسری جنگ اکبر اور ہیمون کے درمیان۔

۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء

بنیاد مسجد فتح پور سیکری، تکمیل ۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء۔

۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء

جونپور دریائے گومتی کے پل کی بنیاد ''صراط المستقیم'' تاریخی نام۔

۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء

تعمیر مسجد عبدالنبی دہلی، موجودہ دفتر جمعیتہ علماء ہند

۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء

ہلدی گھاٹی کی جنگ اکبر اور رانا پرتاب کے درمیان۔

۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء

اہل ہالینڈ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام۔

۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء

مغل دور میں ولیم ہاکنس کی آمد۔

۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء

تکمیل مسجد اجمیر تعمیر شاہجہاں (خرچہ چالیس ہزار روپے)

۱۰۴۸ھ/۱۶۳۹ء

لال قلعہ دہلی تعمیر شاہجہاں، تکمیل ۱۰۵۸ھ۔

۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء تا ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء

جامع مسجد دہلی تعمیر شاہجہاں (خرچہ دس لاکھ روپے)

۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء

فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام ۱۱۰۱ھ/۱۶۹۰ء شہر کلکتہ کی بنیاد۔

۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء

نادر شاہ ایران کا دہلی پر حملہ، بیشمار دولت، تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرا لے گیا۔

۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء تا ۱۱۷۷ھ/۱۷۶۴ء

شاہ افغانستان احمد شاہ ابدالی کے ہند پر کئی حملے نے حکومت مغلیہ کمزور کر دی۔

۱۱۷۴ھ/۱۷۶۱ء

پانی پت کی تیسری جنگ احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے درمیان۔

۱۱۵۹ھ/۱۷۴۶ء تا ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء

پہلی جنگ کرناٹک انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان۔

۱۱۶۲ھ/۱۷۴۹ء تا ۱۱۶۸ھ/۱۷۵۵ء

دوسری جنگ کرناٹک۔

۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ء تا ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء

تیسری جنگ کرناٹک، انگریز کامیاب ہوئے۔

۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء

ہندو پاک پہلی جنگ، کشمیر کے لئے

۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

چین نے ہندوستان پر زبردست حملہ کر کے ہزاروں مربع کلو میٹر زمین پر قبضہ کرلیا۔

۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء

ہندو پاک دوسری جنگ، کشمیر ہی کے لئے۔

۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

جنگ مغربی و مشرقی پاکستان اس میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا۔

(گولڈن تاریخ ہندوستان و دیگر کتب)

اہم تاریخی واقعات

۵۵ھ/۶۷۵ء

عقبہ بن نافع نے افریقہ فتح کر کے شہر قیروان اور مسجد قیروان تعمیر کئے۔

۷۵ھ/۶۹۴ء

اسلامی سکہ جاری ہوا۔ ۷۰۸ھ/۱۳۰۸ء خواجہ اشرف جہانگیر نے اردو نثر کی پہلی کتاب لکھی۔

۹۲ھ/۷۱۱ء

طارق بن زیاد نے بارہ ہزار لشکر سے ایک لاکھ عیسائی فوج کو شکست دے کر اندلس فتح کیا۔

۸۹۷ھ/۱۴۹۱ء

عیسائیوں نے غرناطہ پر قبضہ کر کے ایک ایک مسلمان قتل کیے اور کتب خانے جلائے۔ دوسری صدی ہجری میں سمرقند میں صنعت کاغذ کی بنیاد پڑی۔

۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء

بنیاد جامع مسجد جونپور، تعمیر سلطان ابراہیم شرقی۔

۸۹۷ھ/۱۴۹۲ء

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا۔

۹۰۳ھ/۱۴۹۸ء

اسپین سے تین کشتیوں پر ۱۲۰ ملاح کے ساتھ واسکوڈی گاما کالی کٹ آیا۔

۹۷۶ھ/۱۵۶۸ء

بنیاد مسجد فتح پور سیکری، تکمیل (۹۷۹ھ/۱۵۷۱ء)

۹۸۱ھ/۱۵۷۳ء

جونپور دریائے گومتی کیج پل کی بنیاد، تاریخی نام "صراط المستقیم"۔

۹۸۳ھ/۱۵۷۵ء

تعمیر مسجد عبد النبی دہلی، موجودہ دفتر جمعیت علماء ہند۔

۱۰۱۱ھ/۱۶۰۲ء

ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام (۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) ولیم ہاکنس مغل دور میں ہندوستان آیا۔

۱۰۴۱ھ/۱۶۳۱ء

بنیاد تاج محل آگرہ تعمیر شاہجہاں ۲۲ برس میں تین کروڑ روپے سے بنا۔

۱۰۴۷ھ/۱۶۳۷ء

تکمیل مسجد اجمیر تعمیر شاہجہاں (خرچہ چالیس ہزار روپے)

۱۰۴۸ھ/۱۶۳۹ء

لال قلعہ دہلی تعمیر شاہجہاں (تکمیل ۱۰۵۸ھ)

۱۰۶۰ھ/۱۶۵۰ء تا ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۷ء

جامع مسجد دہلی تعمیر شاہجہاں (خرچہ دس لاکھ روپے)۔

۱۰۷۴ھ/۱۶۶۴ء

فرنچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام (۱۱۰۱ھ/۱۶۹۰ء) شہر کلکتہ کی بنیاد۔

۱۱۵۱ھ/۱۷۳۸ء

بعہد محمد شاہ اسی کروڑ سے زائد مالیت اور تخت طاؤس وغیرہ لوٹ کر نادر شاہ ایران کی طرف لے گیا (دلی خراب شد/۱۱۵۱ھ)

۱۱۵۹ھ/۴۸-۱۷۴۶ء

پہلی جنگ کرناٹک (۱۱۶۲ھ/۵۴-۱۷۴۹ء) دوسری جنگ کرناٹک۔

۱۱۶۹ھ/۶۳-۱۷۵۶ء

تیسری جنگ کرناٹک۔

۱۱۵۴ھ/۱۷۷۰ء

قحط بنگال و بہار جس میں ایک تہائی آبادی بھوک سے مرگئی۔

۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء

انگریزوں نے نزد کلکتہ سیرام پور میں پہلا پریس قائم کیا۔

۱۲۰۵ھ/۱۷۹۱ء

بنیاد امام باڑہ آصف الدولہ لکھنؤ بہ ہنگام قحط سالی

۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء

مولوی اکرم علی نے نزد کلکتہ سیرام پور میں اردو کا پہلا پریس قائم کیا۔

۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء

ایسٹ انڈیا ریلوے جاری ہوئی (۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء) پہلا اسٹیمر ہندوستان آیا۔

۱۲۳۷ھ/۱۸۲۲ء

اردو ٹائپ کا پہلا اخبار ''جام جہاں نما'' کلکتہ سے نکلا۔

۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء

اردو کا پہلا اخبار دہلی سے جاری ہوا (۱۲۵۵ھ/۱۸۴۰ء) ڈاک کا ٹکٹ پہلی بار استعمال کیا گیا۔

۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء

بمبئی میں جی آئی پی ریلوے جاری ہوئی (ایشیا کی پہلی ریل گاڑی)

۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء

گنگا سے نہر نکالی گئی (۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء) بمبئی میں پانی کے نل جاری ہوئے۔

۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء

مدراس میں ہائیکورٹ قائم ہوا۔

۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء

کارلائل مارکس نے سرمایہ داری کے خلاف کتاب ''سرمایہ'' شائع کی۔

۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء

نہر سویز بنی جو بحیرہ روم و بحیرہ قلزم کو ملاتی ہے جس کی لمبائی ۱۶۸ کلو میٹر، چوڑائی ۹۰ میٹر، گہرائی ۱۱ میٹر ہے جس سے انگلینڈ سے ہندوستان آنے میں ۷۰۰۰ کلومیٹر کی بچت ہوتی ہے۔

۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء

کلکتہ اور اس کے مضافات میں ریل جاری ہوئی۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء

روس اور ترکی میں خوفناک جنگ شروع ہوئی۔

۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء

دو پیسے والا پوسٹ کارڈ جاری ہوا۔

۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء

بمبئی میں مدرسہ انجمن اسلام قائم ہوا۔ (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء) میسور میں ریلوے اسٹیشن بنا۔

۱۲۹۹ھ/۱۸۸۲ء

کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں ٹیلی فون جاری ہوا۔

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

کوچین میں ٹراموے جاری ہوئی۔ پرنس جارج پنجم نے عجائب خانہ بمبئی کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء

انقلاب روس، نکلوس زار روس کی تخت سے معزولی، حکومت اشتراکیت کا قیام۔

۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء

ترکوں نے یونانیوں کو شکست دے کر ایشیائے کوچک سے نکال دیا۔

۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء

لندن میں یونیورسٹی قائم ہوئی۔ بدھوں کے ظلم سے چینی مسلمانوں نے بغاوت کی۔

۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء

ہندوستان میں ستی کی رسم موقوف ہوئی۔

۵۷-۱۳۵۶ھ/۳۸-۱۹۳۷ء

ہندوستان کا مشہور قحط جس میں آٹھ لاکھ آدمی مر گئے۔

۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی ۲۵ برس بعد ہندوستان میں واپسی۔

۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء

لندن پر جرمنوں کی بمباری، جرمنی کا رومانیہ کے خلاف اعلان جنگ۔

۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء

روس اور جرمنی میں دوستانہ معاہدہ۔

۱۳۶۴ھ/۱۵ اگست ۱۹۴۵ء

پہلا ایٹم بم ہیروشیما جاپان پر گرایا گیا (۲۴۰۰۰۰ آدمی مر گئے)

۱۹۳۱ء، ۱۹۳۸ء، ۱۹۵۵ء، ۱۹۷۱ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۶ء اور ۱۹۸۰ء

دریائے ٹونس اعظم گڑھ کے زبردست سیلاب

۱۳۷۶ھ/ یکم اپریل ۱۹۵۷ء

ہندوستان میں نئے اعشاریہ سکے جاری ہوئے۔

۱۳۷۸ھ/ یکم اکتوبر ۱۹۵۸ء

نئے میٹرک باٹ چالو ہوئے۔

اہم معلومات

☆......وفات آدمؑ کے وقت ان کے بیٹے، پوتے پڑپوتے چالیس ہزار تھے۔(ابن کثیر ص۹۶)

☆......سہ منزلہ کشتی نوحؑ تین سو ہاتھ لمبی، پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی۔(جمل)

☆......حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے بیس ہاتھ چوڑے تیس ہاتھ اونچے آگ کے مکان میں ڈالا۔(حاشیہ جلالین ص۲۷۷)

☆......حضرت یوسفؑ کے زلیخا سے دولڑکے افرائیم اور منشاء تھے۔ (البدایہ والنہایہ ا/۲۱۰)

☆......حضرت داؤد ستر آوازوں میں زبور تلاوت کرتے تھے۔ (البدایہ ۲/۱۶)

☆......قارون کے خزانے کی کنجیاں ستر خچروں پر لادی جاتی تھیں۔ (البدایہ ا/۳۰۹)

☆......نمرود نے چار سو برس حکومت کی اور چار سو برس اس کی ناک میں مچھر گھسا رہا۔(البدایہ ا/۱۴۸)

☆......حضرت سلیمانؑ، ذوالقرنین، بخت نصر اور نمرود نے پوری دنیا پر حکومت کی۔(حاشیہ جلالین ۴۰)

☆......ذوالقرنین نے ترک میں سو میل لمبی اور پچاس میل چوڑی دیوار بنائی (حاشیہ جلالین ۲۵۲ و صاوی ۳/۲۷)

☆......شہداد نے تین برس میں جنت بنوائی نو سو برس اس کی عمر تھی۔ (صاوی ۴/۳۱۷)

☆......دیوار چین کی لمبائی تین ہزار کیلومیٹر، اونچائی پندرہ میٹر اور چوڑائی نو میٹر (المنجد فی الادب والعلوم ۱۵۰)

☆......تعداد انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار، تعداد رسل تین سو تیرہ (شرح عقائد ۱۰۱ و مشکوٰۃ ۲/۵۱۱)

☆......جنت میں ہمیشہ مرد ۳۳ برس کے اور عورتیں ۱۷ برس کی رہیں گی (تفسیر عزیزی پ ۳۰)

☆......مشرکین کی نابالغ اولاد اہل جنت کی خادم ہوں گی (تفسیر مظہری ۱۲/۲۶۲)

☆......غار حرا کا طول چار گز اور عرض دو گز (ذخیرہ معلومات ۳۴)

☆......دنیا میں کل ۳۰۶۴ زبانیں بولی جاتی ہیں۔(ذخیرہ معلومات ا/۷۲)

☆......ابراہہ کے لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی (ترجمہ سیرت ابن ہشام ۸۷)

☆......لندن و پیرس کی زنان اعلیٰ خاندان ہندوستانی کرگھوں کے نازک ترین کپڑے پہنا کرتی تھیں۔(نقش حیات ا/ ۱۶۵)

☆......چاہ زم زم چوڑا چار گز اور گہرا اٹھتر گز۔

☆......ابو مسلم خولانیؒ نے مسیلمہ کذاب کو نبی نہیں مانا تو اس نے آگ میں جھونک دیا، ابو مسلم آگ سے نکل کر یمن سے مدینہ منورہ آگئے۔ حضرت عمرؓ نے معانقہ کیا اور فرمایا کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس کے ساتھ خلیل اللہ کا معاملہ ہوا (کشکول باطن ۱۰۲)

☆......ہجرت کے پانچ ماہ بعد حضرت انسؓ کے مکان میں ۴۵ مہاجرین اور ۴۵ انصارؓ کے درمیان مواخات ہوئی (فتح الباری ۷/۲۱۰)

☆......علامہ اصمعی م ۲۱۳ھ نے قرآن تین دن میں حفظ کرلیا۔ ان کو صرف رجز کے بارہ ہزار اشعار یاد تھے۔ (تاریخ حدیث)

☆......حماد راویہ م ۱۵۵ھ نے ایک مجلس میں ۲۹ سو قصیدے سنائے ان کو بانت سعاد کے ۷۰۰ قصیدے یاد تھے۔

☆......ابو تمام م ۲۳۱ھ اور متنبی م ۳۵۴ھ کو ایک لاکھ سے زیادہ اشعار یاد تھے۔(تاریخ حدیث)

☆......آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے والوں میں سے تیرہ ہزار اشخاص کے حالات قلم بند کئے گئے۔(سیرۃ النبی)

☆......فن اسماء الرجال میں پانچ لاکھ اشخاص کے تذکرے موجود ہیں۔(تاریخ الحدیث از عبدالصمد)

☆...... مامون رشید م ۲۱۸ھ نے بغداد میں پہلا کتب خانہ بیت الحکمت قائم کیا جس میں دس لاکھ کتابیں تھیں اس کے علاوہ بغداد میں ۳۶ کتب خانے تھے، ہلاکو م ۶۶۳ھ نے جب ان کتابوں کو دجلہ میں ڈالا تو دریا پر پل بندھ گیا اور سات دن تک پانی رنگین رہا۔

☆......زبیدہ زوجہ ہارون نے ایک کروڑ سات لاکھ مثقال سونا سے پہاڑوں کو کٹوا کر حنین سے مکہ تک نہر زبیدہ بنوائی۔

☆...... مدرسہ نظامیہ بغداد کی بنیاد ۴۵۷ھ میں الپ ارسلان کے وزیر نظام الملک طوسی م ۴۸۵ھ نے ڈالی' ذوالقعدہ ۴۵۹ھ/۱۰۶۷ء میں مدرسہ کا افتتاح ہوا' اس کا سالانہ خرچہ چھ یا سات لاکھ دینار تھا۔ سعدی شیرازیؒ یہیں کے پڑھے تھے۔

☆...... مدارس عربیہ کا نصاب درس نظامیہ ملاں نظام الدین بن قطب الدین سہالوی فرنگی محلی م۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء نے مرتب کیا۔

☆...... جنگ عظیم ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے مقتولین:...... روس ۱۷ لاکھ' جرمنی ۱۶ لاکھ' فرانس ۱۳ لاکھ ۷۰ ہزار' اٹلی ۴ لاکھ ۶۰ ہزار' آسٹریا ۸ لاکھ' برطانیہ ۷ لاکھ ۶ ہزار' ترکی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار' بلجیئم ایک لاکھ دو ہزار' بلغاریہ ایک لاکھ' رومانیہ ایک لاکھ' سرویا و مانٹی نیگرو ایک لاکھ' امریکہ ۵۰ ہزار' میزان ۷۳ لاکھ ۳۸ ہزار' زخمیوں' اسیروں اور گمشدگان کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ (رحمۃ اللعالمین ۲/۲۲۸)

☆......۲ھ تا ۹ھ تمام غزوات و سرایا کے کل مقتولین ۱۰۱۸' مہا بھارت کے مقتولین کروڑوں سے کم نہیں۔ (رحمۃ للعالمین ۲/۲۲۸)

☆......روشنی کی رفتار فی سیکنڈ ۳۰۰۰۰۰ کلومیٹر ہ زمین کی سورج سے دور ۱۵۴۲۱۴۰۰۰ کلومیٹر

☆......انسان کے جسم میں ۲۰۶ ہڈیاں' ۵۰۰ رگیں ہیں۔

(مخزن المعلومات ۳۲۲)

عالم اسلام

اس وقت دنیا میں کل ۲۲۸ ممالک ہیں جن میں ۱۷۱ آزاد ہیں۔ اسلامی ممالک ۵۹ ہیں جن میں آزاد ۴۳ ہیں۔ اسلامی ممالک افریقہ میں ۳۵' ایشیا میں ۲۱' آسٹریلیا میں ۲' یورپ میں ایک۔ دنیا کے تمام ممالک کا رقبہ ۱۴ کروڑ مربع کلومیٹر' ان میں اسلامی ممالک کا مجموعی رقبہ ۳ کروڑ مربع کلو میٹر سے زائد ہے۔ دنیا کی آبادی ۱۹۹۱ء میں پانچ ارب آٹھ کروڑ ہے' جن میں ایک ارب ستر کروڑ مسلمان ہیں۔ ایشیا میں مسلمان اسی کروڑ' افریقہ میں تیس کروڑ' آسٹریلیا' امریکہ اور یورپ میں سات کروڑ۔ رقبہ میں سب سے بڑا اسلامی ملک سوڈان رقبہ ۲۵ لاکھ مربع کلومیٹر۔ آبادی میں سب سے بڑا اسلامی ملک انڈونیشیا آبادی سولہ کروڑ سے زائد۔ آبادی میں سب سے بڑا اسلامی شہر کراچی آبادی ۷۵ لاکھ اور رقبہ میں سب سے بڑا قاہرہ (مصر) ہے۔ یورپ کے واحد مسلم ملک کی مسلم آبادی ۷۵ فیصد ہے۔ ترکی وہ مسلم ملک ہے جو دو براعظم یورپ اور ایشیا میں بٹا ہوا ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی مسجد دو لاکھ مربع کلومیٹر مسجد الحرام ہے جس میں چار لاکھ نمازیوں کی جگہ ہے۔ آسٹریلیا کے ایک مسلم ملک نیوگنی میں مسلم آبادی ۹۵ فیصد اور اس کے دوسرے مسلم ملک پاپوا میں ۹۰ فیصد ہے۔ عالم اسلام کے پاس اس وقت ۸۵ لاکھ سے زائد فوج ہے۔ (مفتاحی جنتری سن ۱۹۹۶ء)

تقاویم

مذہبی اور معاشرتی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر دنوں' ہفتوں' مہینوں اور برسوں کو مجتمع کرنے کے طریقوں کو تقویم کہتے ہیں۔ نجومی نصف النہار سے نصف النہار تک' مسلمان غروب سے غروب تک' ہندو طلوع سے طلوع تک اور مدنی ضروریات میں نصف لیل سے نصف لیل تک کے وقفہ کو دن مانتے ہیں۔ شمس و قمر کی ضیاباری کے زمانے یوم شمس اور ماہ قمری سے موسوم ہیں۔ تقویم کی اصل پیچیدگی کا سبب ہیئتی ادوار کا تباین بنیاد ہے۔

مصری تقویم

قدیم ترین زمانے سے مصریوں کا سال بارہ مہینوں پر مشتمل تھا' ہر ماہ تیس دن کے تھے' اختتام سال پر پانچ دنوں کا اضافہ کر کے سال کے دنوں کی مجموعی تعداد ۳۶۵ کر لیتے تھے۔ تیس دن کے مہینے مقرر کرنے کا فائدہ یہ تھا کہ گاہے گاہے قمری مہینوں سے مطابقت ہو جاتی اور ۳۶۵ دن کا سال مقرر کرنے سے شمسی سال سے تعلق بھی رہتا' گویا اس میں قمری اور شمسی دونوں نظام کا لحاظ رکھا گیا۔ ہر ایک مصری مہینے کسی نہ کسی تیوہار سے منسوب تھے' اس تقویم میں مستقل کسی ایک سن کا رواج نہ تھا' یہ کمی عصر بطلیموس میں دور کی گئی۔ مصری تقویم ۴۶ ق م تک سرکاری طور سے مستعمل رہی' جب تک جولیس قیصر نے رومی تقویم میں اصلاح نہ کر لی۔

بابلی تقویم

بابلی تقویم کے اصول تین ہزار سال قبل مسیح مدون ہو چکے تھے' بارہ ماہ کا سال اور ہر ماہ رویت ہلال سے شروع ہوتا' پہلا مہینہ نیسانو اور آخری ادارو تھا' دوسری قمری تقویموں کی طرح اس میں بھی عموماً آخری مہینہ دہرایا جاتا تھا تاکہ ہر مہینے اپنے معینہ موسم میں واقع ہوں۔ بخت نصر اول کے عہد حکومت ۷۴۷ ق م سے ہر مہینے کے مشاہد اور مہینوں کے مفوضہ ایام کا باضابطہ اندراج ہونے لگا۔

یونانی تقاویم

رومی عہد سے قبل تمام یونانی تقویمیں قمری تھیں اور ہر فرقہ کی الگ الگ تقویم رائج تھی چنانچہ بخوف نے ایک سو یونانی تقاویم کی فہرست پیش کر کے تحقیق کی راہ کھولی۔ اختلاف تقاویم کے وقت حسب ضرورت بطور لوند تیرھواں مہینہ بڑھا کر موسم سے مطابقت کر لیا کرتے تھے۔ مہینوں کی

لمبائی کی تعین اور اس میں ردوبدل کرنا عمال حکومت کے ہاتھ میں تھا۔ یونانی تقویم سکندر کی فتوحات کی بدولت مغربی ایشیا میں حتیٰ کہ مصر تک پھیل گئی لیکن ایشیا کی یونانی تقویمیں خالص شمسی ہوگئیں۔

رومی تقویم

رومی تقویم جو آج دنیا میں مستعمل ہے اس کا ماخذ شہر روم کی مقامی تاریخ ہے۔ ابتدا میں اس کے مہینے دس اور سال کے ایام ۳۰۴ ہوا کرتے تھے سال کا آغاز مارچ سے ہوتا تھا' نوما نے جنوری وفروری کا اضافہ کیا' اولاً رومی مہینے قمری تھے' تمام جمہوری عہد میں سال کا معمولی طول ۳۵۵ دن رہا' مارچ' مئی' جولائی اور اکتوبر ۳۱ دن کے اپریل' جون' اگست' ستمبر' نومبر' دسمبر اور جنوری ۲۹ دن کے۔ فروری ۲۸ دن کا ہوتا تھا لیکن رومی تقویم کی چاند سے کامل مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے اس تقویم کو قمری نظام سے منحرف ہونا پڑا اور یہ انحراف ۴۰۰ھ قبل مسیح ہو چکا تھا۔

عیسوی جولیائی تقویم

۶۳ ق م میں جولیس قیصر پیشوائے اعظم ہوا' شہر روم کی بنیاد کے سات آٹھ برس پر یکم جنوری ۴۶ ق م میں قیصر روم جولیس سے موسوم شمسی تقویم کے سال کا آغاز ہوا' اس کا مجوز اسکندریہ کا باشندہ سوسی جی نس فلکی تھا' اس تقویم میں تین سال متواتر ۳۶۵ دن کے اور چوتھا سال ۳۶۶ دن کا مقرر ہوا تاکہ سال کے ہر چھوٹے بڑے دن اپنی جگہ پر واقع ہوتے رہیں' جولیس کی اصلاح سے پہلے مصری تقویم سرکاری طور پر رائج تھی' عیسوی ماہ کی تفصیل یہ ہے۔

جون واپریل وستمبر اور نومبر تیس دن عیسوی کے جو مہینے باقی ہیں اکتیس دن

گر برابر چار حصے ہوں سنہ مطلوب کے فروری انتیس دن ہے ورنہ اٹھائیس دن

جولیائی تقویم میں سال کی لمبائی تقریباً گیارہ منٹ چودہ سیکنڈ بڑھ جاتی ہے جس سے گیارہ ہزار سال میں ماہ جنوری موسم سرما سے ہٹ جاتا کیونکہ ہر چار سو برس پر تین دن کا فرق پڑ جاتا ہے جس کی اصلاح گریگوروی تقویم میں کی گئی۔

عیسوی گریگوروی تقویم

عیسائیوں کے تیرہویں پوپ گریگوروی نے سولہویں صدی عیسوی میں دس دن گھٹا کر فرمان جاری کر دیا کہ ۴/ اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد والے دن کو ۱۵/ اکتوبر ۱۵۸۲ء شمار کیا جائے اور یوم کبیسہ جو ہر چوتھے سال جولیائی تقویم میں بڑھ جاتا ہے آئندہ ان صدیوں میں نظر انداز کر دیا جائے جو چار پر تقسیم نہ ہو سکیں۔

انگلستان میں ۲/ ستمبر ۱۷۵۲ء/ ۴/ ذوالقعدہ ۱۱۶۵ھ تک جولیائی تقویم رائج تھی' اس کے بعد والے دن پر گیارہ دن بڑھا کر ۳/ ستمبر کے بجائے ۱۴/ ستمبر ۱۷۵۲ء/ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۱۶۵ھ اختیار کی گئی۔

کبیسہ سال کے اکائی و دہائی کے اعداد چار پر تقسیم ہو جائیں اور کچھ نہ بچے تو سال کبیسہ ہے ورنہ معمولی' لیکن صدیاں اس وقت کبیسہ ہوتی ہیں جب ان کے صفروں کو نظر انداز کر کے چار پر پوری پوری منقسم ہو جائیں۔

یہودی تقویم

قدیم یہودی تقویم معمولی قسم کی قمری تقویم تھی' سال کے بارہ مہینے تھے اور ہر مہینہ رویت ہلال سے شروع ہوتا تھا اور حسب ضرورت بارہواں مہینہ دہرایا جاتا تھا جو ادار کے نام سے موسوم تھا' ابتداء لوند کی ذمہ داری حکام پر تھی' پھر عیسوی ابتدائی صدیوں میں بیت المقدس کی دینی مجلس عظمٰی کے سپرد ہوئی' یہودیوں میں آج کل جو تقویم رائج ہے اس کی ابتداء تخلیق کائنات سے جس کی ابتداء ۷/ اکتوبر ۳۷۶۱ ق م سے شمار کرتے ہیں۔

ہندی یا شک تقویم

۲۲/ مارچ ۱۹۵۷ء یکم چیت ۱۸۷۹ شک سے حکومت ہند نے پوری مملکت میں شک تقویم کو رائج کیا' اس تقویم کے اصول گریگوری ہیں' اس کا سال ناقص ۳۶۵ دن اور کامل ۳۶۶ دن کا ہوتا ہے متواتر تین سال ناقص (معمولی) اور چوتھا سال کامل (کبیسہ) ہوتا ہے' اس تقویم کا آغاز چہار شنبہ ۲۲/ مارچ ۷۸ء سے ہوا' جب بھی شک سنہ کو عیسوی کے مطابق کرنا ہو تو شک کے سال پر ۷۸ کا عدد بڑھا دیں تو عیسوی سنہ حاصل ہو جائیگا اور عیسوی سنہ سے ۷۸ گھٹا دیں تو شک کا سنہ ہو جائیگا۔

ہجری یا اسلامی تقویم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی ایذارسانی سے ۶۲۲ء میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی' اسی کی یادگار یہ تقویم ہے اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ حاکم یمن حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس لکھا کہ آپ کے خطوط پر تاریخ درج نہیں ہوتی' آئندہ خطوط تاریخ کے ساتھ لکھا کریں' حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا' کسی نے آنحضورؐ کی وفات کے وقت سے' کسی نے بعثت کے وقت سے تاریخ کے اجراء کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے ناپسند فرمادیا کہ وفات سے آپ کا صدمہ تازہ ہوگا اور بعثت کے وقت ہم ضلالت کفر میں تھے۔ حضرت علیؓ نے ہجرت کا مشورہ دیا کہ اس وقت سے فتوحات اسلام کا دروازہ کھلا' حضرت عمرؓ نے اس کو پسند فرمایا اور ہجرت کے سترہ سال کے بعد ۲۰/ جمادی الاخریٰ ۱۷ھ/ ۹/ جولائی ۶۳۸ کو ہجری تقویم کی بنیاد ڈالی۔ حضرت عثمانؓ کی رائے پر سال کا پہلا مہینہ محرم مقرر ہوا' اور ہجری سنہ کا آغاز جمعہ یکم محرم ۱ھ/ ۱۶/ جولائی ۶۲۲ء/ ۲۸/ اساڑھ ۵۴۴ شک سے ہوا۔ اہل عرب چاند کی پہلی تاریخ کو غرہ اور آخری کو سلخ کہتے ہیں' مہینہ رویت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی مزدوری اسے دے دو جبکہ وہ ابھی اپنے پسینہ میں ہو۔ (مجمع)

ہلال سے رویت ہلال تک ۲۹/ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے، کبھی تین مہینے متواتر ۲۹ دن کے اور مسلسل چار مہینے ۳۰ دن کے ہو سکتے ہیں، ۲۹/ دن کا ماہ ناقص اور ۳۰ دن کا کامل کہلاتا ہے۔ ۳۵۴ دن کا سال ناقص (معمولی) اور ۳۵۵ دن کا کامل (کبیسہ) ہوتا ہے۔ ہجری مہینے تقریباً ۳۳ سال شمسی میں دورہ پورا کر لیتے ہیں۔ (ملخص از مفتاح التقویم ترقی اردو بورڈ دہلی ص ۲۱ تا ۳۷)

واقعہ اصحاب فیل

۵۲۹ء میں بلاد یمن پر حبشیوں کا حملہ ہوا، لشکر نجاشی کا سپہ سالار ارباط یمن کا پہلا بادشاہ ہوا، بلاد یمن پر ۵۲۹ء سے ۶۰۱ء تک شاہان حبش کا تسلط رہا، ارباط کا چچازاد لڑکا ابرہۃ الاشرم یمن کا دوسرا حاکم ہوا، اس کی حکومت ۵۴۹ء سے ۵۷۱ء تک قائم رہی، ابرہہ انتہائی متعصب عیسائی تھا، اس نے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک نہایت خوبصورت گرجا تعمیر کرایا تا کہ سادہ خانہ کعبہ کو چھوڑ کر لوگ اس مرصع گرجا کا طواف کیا کریں، عرب میں یہ خبر پہنچی تو قبیلہ کنانہ کے ایک شخص نے جا کر وہاں پاخانہ کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ عرب کے کچھ آدمیوں نے وہاں آگ جلائی تھی، ہوا سے اڑ کر گرجا میں جا لگی وہ بالکل جل گیا، ابرہہ نے غصہ میں قسم کھالی کہ اب خانۂ کعبہ منہدم کر کے رہوں گا، ہاتھیوں کے ساتھ مکہ پر فوج کشی کی، راہ میں جو قبیلہ مزاحم ہوا اس کو تہ تیغ کر ڈالا، اطراف مکہ میں جو مویشی ملے پکڑ لئے جن میں عبدالمطلب کے دو سو اونٹ تھے وہ چند روسا قریش کو لیکر ابرہہ کے پاس گئے، عبدالمطلب نہایت وجیہہ بارعب سردار قریش تھے، ابرہہ دیکھ کر مرعوب ہو گیا، شاندار استقبال کیا، تخت سے اتر کر فرش پر اپنے ساتھ بٹھایا، عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کا مطالبہ کیا، ابرہہ نے کہا سخت تعجب ہے آپ نے اونٹ کی بات کی، خانہ کعبہ کا کوئی ذکر نہیں؟ عبدالمطلب نے کہا انا رب الابل وللبیت رب یمنعہ، میں اونٹ کا مالک ہوں اور بیت اللہ کا مالک اللہ ہے وہ اس کو بچائے گا، ابرہہ نے اونٹ واپس کر دیئے، عبدالمطلب نے ان سب اونٹوں کو بیت اللہ کی نذر کر دیا، قریش سے کہا کہ مکہ خالی کر دو، خود چند آدمیوں کو لیکر کعبہ کے دروازہ پر گئے، خوب گڑگڑا کر دعائیں کیں اور کہا اے اللہ بندہ اپنا گھر بچاتا ہے تو اپنا گھر بچا پھر ساتھیوں سمیت پہاڑ پر چڑھ گئے، ابرہہ ۶۰ ہزار کا لشکر لیکر کعبہ گرانے کیلئے بڑھا، مکہ کے قریب مُغمّس نامی میدان میں ابرہہ کا پڑاؤ تھا، ہاتھیوں کا لشکر آگے بڑھانا چاہا سب ہاتھی وہیں بیٹھ گئے ذرا بھی آگے نہ بڑھے کہ اچانک سمندر کی طرف سے چھوٹے چھوٹے پرندے چونچ اور پنجوں میں کنکریاں لئے آئے اور لشکر پر برسانے لگے کنکریاں سر پر گرتیں اور نیچے نکل کر کام تمام کر دیتیں، اس طرح سارا لشکر تباہ ہو گیا، ابرہہ کو چیچک نکل آئی بدن سڑ گیا پیپ اور خون بہنے لگا، ایک ایک عضو کٹ کر گرا، سینہ پھٹا اور دل باہر آ گیا، جب سب مر گئے تو خدا نے ایک سیلاب بھیجا جو سب کو بہا کر دریا میں لے گیا، اس سال کو عام الفیل کہا جاتا ہے، یہ واقعہ شنبہ ۱۷/ محرم ۲/ مارچ ۵۷۱ء کو پیش آیا، اس کے ۵۰ یا ۵۵ روز بعد آنحضور کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(زرقانی ص ۱/ ۸۳ و ابن ہشام ص ۸۷ و تفسیر طبری ص ۳۰/ ۴۹ و تفسیر ابن کثیر ص ۴/ ۸۷۵)

ظہور قدسی ولادت باسعادت

ولادت خواجہ عبداللہ والد ماجد رسول اللہ ۵۴۷ء، وفات بعمر ۲۴ سال ۵۷۱ء آنحضور کی ولادت سے دو ماہ قبل۔

واقعہ اصحاب فیل شنبہ ۱۷/ محرم، ۲/ مارچ ۵۷۱ء

ولادت آنحضور دوشنبہ ۹/ ربیع الاول ۱ عام فیل، ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی شمسی، واقعہ فیل کے پچاس روز بعد، والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے سات روز دودھ پلایا پھر ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے سات روز دودھ پلایا۔ جنہوں نے آنحضور کے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا اس کے بعد حلیمہ سعدیہؓ نے دودھ پلایا اور قبیلہ ہوازن میں پانچ برس ۵۷۶ء تک پرورش کی پھر ایک سال دو ماہ دس دن والدہ ماجدہ نے تربیت کی، ۵۷۷ء میں والدہ کے انتقال کے بعد جب آپ چھ برس کے تھے تو دادا عبدالمطلب نے کفالت کی، دو برس دادا کی کفالت میں رہے، جب آپ آٹھ برس دو ماہ دس دن کے ہوئے تو بقول راجح بعمر بیاسی سال مارچ ۵۷۹ء میں عبدالمطلب بھی رحلت کر گئے تو چچا ابوطالب نے کفالت کی، نو دس برس کی عمر میں ۵۸۰ء و ۵۸۱ء میں خدمت گلہ بانی انجام دی۔ ۵۸۳ء میں بعمر بارہ سال چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا اور مقام تیماء میں بحیرا راہب نے آپ میں علامات نبوت کی شہادت دی، آپ بیس برس کے تھے کہ بازار عکاظ میں حرب فجار واقع ہوئی، شوال میں حرب فجار ختم ہوئی ذوالقعدہ ۵۹۰ء میں معاہدہ حلف الفضول ہوا جس میں آنحضور بھی شریک تھے۔ ۵۹۱ء تا ۵۹۶ء شغل تجارت اور صادق و امین کا خطاب۔ بعمر پچیس برس حضرت خدیجہؓ کے مال تجارت کے ساتھ شام کا دوسرا سفر جس میں مقام بصریٰ میں نسطورا راہب نے علامات نبوی کی شہادت دی۔ ۵۹۶ء میں بعمر ۲۵ سال دو ماہ دس دن حضرت خدیجہؓ سے نکاح ہوا، وہ چالیس برس کی تھیں، ۵۹۸ء میں ولادت حضرت قاسمؓ ۶۰۰ء میں ولادت حضرت زینبؓ و وفات حضرت قاسمؓ ۶۰۳ء میں ولادت حضرت رقیہؓ بعمر ۳۵ برس ۶۰۵ء میں تعمیر کعبہ اور حجر اسود نصب کر کے زبردست جھگڑا ختم کرنا۔ ۶۰۶ء تا ۶۰۹ء عزلت، رسوم جاہلیت سے نفرت اور غار حرا میں یاد خدا میں انہماک، ۶۰۹ء میں بکثرت رویائے صادقہ کا ظہور،

طلوع آفتاب رسالت

بعمر چالیس سال ۹/ فروری ۶۱۰ء ۴۱ میلادی اور ۱ نبوی ۹/ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ بعثت ونبوت، وضواور نماز فجر وظہر کا حکم ہوا بقول دیگر بعمر چالیس برس چھ ماہ ۱۷/ رمضان ۱۳/ اگست ۶۱۰ء کو غار حراء میں نبوت ملی۔

۱ نبوی ۶۱۰ء

آغاز نزول قرآن، اسلام حضرت خدیجہؓ وابوبکرؓ وعلیؓ وزید بن حارثہؓ ولادت حضرت فاطمہؓ۔

۳ نبوی ۶۱۲ء

علانیہ دعوت اسلام، کوہ صفا کا مشہور خطبہ، سفارت قریش وجواب ابو طالب، مسلمانوں پر کفار کے مظالم۔

رجب ۵ نبوی اپریل ۶۱۴ء

حبشہ ہجرت اولیٰ ۶ نبوی، قبول اسلام حضرت حمزہؓ وحضرت عمرؓ۔

محرم ۷ نبوی اکتوبر ۶۱۵ء

حبشہ ہجرت ثانیہ.....محرم ۷ نبوی تا ۹ نبوی ۶۱۸ء تین برس شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کی محصوری۔

شوال ۱۰ نبوی اپریل ۶۱۹ء

وفات ابو طالب وحضرت خدیجہؓ، سفر طائف، ایام حج میں تبلیغ اسلام، حضرت سودہؓ وحضرت عائشہؓ سے نکاح۔

۲۷/ رجب ۱۱ نبوی ۹/ مارچ ۶۲۰ء

واقعہ معراج اور نماز پنجگانہ کی فرضیت۔

ذوالحجہ ۱۱ نبوی جولائی ۶۲۰ء

عقبہ منیٰ میں مدینہ کے چھ آدمیوں کا قبول اسلام اور مدینہ میں اسلام کا آغاز

ذوالحجہ ۱۲ نبوی جون ۶۲۱ء

بیعت عقبہ اولیٰ، مدینہ کے بارہ اشخاص کی بیعت اسلام، مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن ام مکتومؓ کی تبلیغ وتعلیم اسلام کیلئے مدینہ روانگی۔

۱۳ ذوالحجہ ۱۳ نبوی ۲۸/ جون ۶۲۲ء

بیعت عقبہ ثانیہ، مدینہ کے تہتر مرد، دوعورتوں کی بیعت اسلام ومعاہدہ حمایت۔

مدینہ ہجرت نبویؐ

شب جمعہ ۲۷/ صفر ۱۴ نبوی کو آنحضورؐ اور ابوبکرؓ مکہ سے نکلے، جمعہ، شنبہ، یکشنبہ، ۲۷/ ۲۸/ ۲۹ صفر ۱ھ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ستمبر ۶۲۲ء تین روز غار ثور میں روپوش رہے جو مکہ سے پانچ میل دور ہے۔

یکم ربیع الاوّل بروز دوشنبہ غار ثور سے روانگی، دوشنبہ ۸/ ربیع الاول ۱ھ ۲۰/ ستمبر ۶۲۲ء کو قبا میں داخلہ، مسجد قبا کی تعمیر، ۱۲/ ربیع الاول ۱ھ ۲۴ ستمبر جمعہ کو مدینہ میں داخلہ، ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام۔

۱ھ تعمیر مسجد نبوی، ظہر، عصر، وعشاء میں چار رکعت کی فرضیت، یہود مدینہ سے معاہد، مہاجرین وانصار میں مواخات، ولادت عبداللہ بن زبیر، اذان کی ابتداء، شوال میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی، سریہ حمزہؓ وعبیدہؓ وسعدؓ۔

۲ھ ۱۵/ شعبان تحویل قبلہ، رمضان کے روزہ کی فرضیت، صدقہ فطر ونماز عیدالفطر کی مشروعیت، قریش کے مدینہ پر حملہ کے منصوبے، جہاد کی اجازت، صفر، غزوہ ابواء، ربیع الاول، غزوہ بواط، جمادی الاولیٰ، غزوہ عشیرہ، غزوہ بدر اولیٰ، رجب، سریہ عبداللہ بن جحشؓ، ۱۷ رمضان، غزوہ بدر کبریٰ، مسلمان ۳۱۳، ۱۴ شہید، کفار ۱۰۰۰، ۷۰ مقتول، ۷۰ گرفتار۔ غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، وفات حضرت رقیہؓ، نکاح حضرت فاطمہؓ۔

۳ھ محرم، غزوہ غطفان، ربیع الثانی، غزوہ بحران، جمادی الاخریٰ، سریہ زید بن حارثہؓ، ۱۵/ شوال، غزوہ احد، شہادت حضرت حمزہؓ، مسلمان ۶۵۰، ۷۰ شہید، ۴۰ زخمی، کفار ۳۰۰۰، ۴۰ مقتول، غزوہ حمراء الاسد، احکام وراثت، ممانعت نکاح مشرکہ، شوال، حرمت شراب کا حکم، رمضان، ولادت حضرت حسنؓ، حضرت حفصہؓ وحضرت زینب بنت خزیمہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؓ کا نکاح۔

۴ھ محرم، سریہ ابوسلمہؓ وسریہ عبداللہ بن انیسؓ، صفر، واقعہ رجیع وحادثہ بیر معونہ جس میں ۷۰ صحابہ کی شہادت، ربیع الاول، غزوہ بنی نضیر، جمادی الاولیٰ، غزوہ ذات الرقاع، شعبان، غزوہ بدر ثانیہ وولادت حضرت حسینؓ، شوال، حضرت ام سلمہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، ربیع الثانی، وفات حضرت زینب بنت خزیمہؓ۔

۵ھ ربیع الاول، غزوہ دومۃ الجندل، شعبان، غزوہ بنی المصطلق (مریسیع) قصہ افک، حد زنا، پردہ وتیمم کا حکم، شوال، غزوہ خندق، ذوالقعدہ، غزوہ بنو قریظہ اور یہود بنو قریظہ کا خاتمہ، آنحضورؐ کا حضرت جویریہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح۔

۶ھ محرم، سریہ محمد بن مسلمہؓ، ربیع الاول، غزوہ بنی لحیان وغزوہ ذی قرد وسریہ عکاشہؓ، ربیع الآخر، سریہ ذی القصہ وسریہ جموم، جمادی الاولیٰ، سریہ طرف وسریہ عیص، رجب، سریہ وادی القریٰ، شعبان، سریہ دومۃ الجندل وسریہ فدک، شوال، سریہ عبداللہ بن رواحہؓ وسریہ کرز بن جابرؓ، ذوالقعدہ، بیعت رضوان وصلح حدیبیہ، ذوالحجہ، سلاطین عالم، قیصر روم، کسریٰ پرویز، نجاشی، مقوقس وغیرہ کے نام دعوت اسلام کے خطوط۔

اسلامی ریاست کی ابتداء

۷ھ محرم، فتح خیبر، مسلمان ۱۴۰۰، ۱۵ شہید، یہودی ۱۰۰۰۰، ۹۳ مقتول، یہیں آنحضورؐ کو زہر دیا گیا۔ فتح فدک، فتح وادی القریٰ، صفر، سریہ غالب لیثیؓ، جمادی الاخریٰ، سریہ زید بن حارثہؓ، سریہ صدیق اکبرؓ، سریہ فاروق اعظمؓ، رمضان سریہ اسامہؓ، شوال، سریہ مرہ وسریہ بشیر بن سعدؓ، سریہ عبداللہ بن ابی حدردؓ، سریہ عبداللہ بن حذافہ، درندے، پنجہ دار پرندے، گدھے اور خچر کی حرمت، حضرت صفیہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، ذوالقعدہ، عمرۃ القضاء، حکم رمل، حضرت میمونہؓ سے آنحضورؐ کا نکاح، حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ کا قبول اسلام۔

۸ھ ربیع الاول، سریہ ذات اطلاح وسریہ ذات عرق، جمادی الاولیٰ، جنگ موتہ، مسلمان ۳۰۰۰، ۱۲ شہید، دشمن ایک لاکھ اور بقول دیگر دو لاکھ، جمادی الاخریٰ، سریہ ذات السلاسل، رجب، سریہ سیف البحر، پنجشنبہ ۲۰/ رمضان، فتح مکہ اور کعبہ پر اذان بلالؓ، صنم کدہ عزیٰ، سواع اور منات کا انہدام، شوال، غزوہ حنین، غزوہ نخلہ و اوطاس، محاصرہ طائف اور پہلی بار منجنیق کا استعمال، آنحضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی وفات، ذوالحجہ، آنحضورؐ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کی ولادت۔ ذوالقعدہ، عمرہ جعرانہ۔

۹ھ محرم، سریہ عیینہ بن حصن، صفر، سریہ قطبہ بن عامر، ربیع الاول، سریہ ضحاک بن سفیانؓ وسریہ علقمہ بن محرزؓ، ربیع الآخر، سریہ حضرت علیؓ، رجب، غزوہ تبوک، سریہ خالد بن ولیدؓ، مسجد ضرار کا انہدام، فرضیت حج، حج صدیق اکبرؓ، ۶/ شعبان، آنحضورؐ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کی وفات، ایلاء وتخییر، حکم لعان، حکم زکوٰۃ وجزیہ، حرمت سود۔

۹ھ ۱۰ھ عام الوفود، فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کے وفود آ کر داخل اسلام ہوئے، وفود کی تعداد ۳۵ ہے اور بقول دیگر ساٹھ سے زیادہ ہے۔

۱۰ھ ربیع الاول، وفات حضرت ابراہیم، رمضان، سریہ حضرت علیؓ سوئے یمن، جمعہ ۹/ ذوالحجہ ۹/ مارچ ۶۳۲ء حجۃ الوداع۔

۱۱ھ ۲۹/ صفر ۲۷/ مئی ۶۳۲ء آنحضورؐ کے مرض کی ابتداء، جیش اسامہ کی تیاری، دوشنبہ ۱۲/ ربیع الاول ۲۸/ جون ۶۳۲ء وقت چاشت آنحضورؐ کی وفات حسرت آیات، تدفین شب چہارشنبہ ۳۴ گھنٹے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ کے کل ایام ۸۱۵۶۔ اور دنیوی زندگی کے کل ایام ۲۲۳۳۰، ۸ گھنٹے خلافت صدیق اکبرؓ، رومیوں کے خلاف حضرت اسامہؓ کی لشکر کشی، قبائل میں شورش، سجاح کا فرار، ۳/ رمضان وفات حضرت فاطمہؓ۔ (سیرت الرسول ومرقع عہد رسالت الجمعیۃ بکڈپو دہلی)

آنحضورؐ کے چچا

(۱) غیداق (۲) قثم (۳) ابوطالب (۴) مقوم (۵) حجل (مغیرہ) (۶) حارث (۷) عبداللہ والد ماجد آنحضورؐ (۸) زبیر (۹) حمزہؓ (۱۰) عباسؓ (۱۱) ضرار (۱۲) ابولہب۔ ان میں حمزہؓ وعباسؓ ایمان لائے۔

آنحضورؐ کی پھوپھیاں

(۱) صفیہؓ (۲) اروی (۳) عاتکہ (۴) ام حکیم البیضاء (۵) برہ (۶) امیمہ۔ حضرت صفیہؓ ایمان لائیں اور کہا گیا ہے کہ اروی اور عاتکہ بھی ایمان لائیں اور مدینہ ہجرت کی۔

کنیزیں

(۱) ماریہ قبطیہؓ، صفر ۷ھ میں مقوقس نے ہدیۃً بھیجا، وفات ۱۶ھ، مدفن جنت البقیع، (۲) ریحانہ بنت شمعون، بنو قریظہ سے تھیں، بنو نضیر میں شادی ہوئی تھی، اسیر ہو کر آئیں۔

خلافت ابوبکرؓ (دار السلطنت مدینہ منورہ)

ولادت ابوبکرؓ ۵۷۳ء وفات ۲۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ۲۳/ اگست ۶۳۴ء (عمر ۶۳ برس) ابتداء خلافت ۱۳/ ربیع الاول ۱۱ھ ۹/ جون ۶۳۲ء (مدت خلافت دو سال ۳ ماہ)

۱۱ھ قبائل میں شورش، اسامہ بن زیدؓ کی رومیوں کے خلاف لشکر کشی۔

۱۲ھ فتنہ ارتداد کا استیصال، مسیلمہ کذاب کا قتل، عراق پر فوج کشی، فتوحات کاظمہ، ندار، ولجہ، انبار، کرخ۔

۱۲ھ ۱۳ھ قرآن کریم کی تدوین، منکرین زکوٰۃ کی تادیب

۱۳ھ شام پر فوج کشی، محاصرہ دمشق

خلافت فاروق اعظمؓ

ولادت عمر فاروقؓ ۵۸۲ء شہادت بدست ابولولو مجوسی، یکم محرم ۲۴ھ ۷/ نومبر ۶۴۴ء، (عمر ۶۳ برس) آغاز خلافت ۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ ۲۴/ اگست ۶۳۴ء (مدت خلافت دس سال چھ ماہ)

۱۴ھ فتح قادسیہ و دمشق و حمص ۱۵ھ جنگ یرموک اور رومیوں پر فتح

۱۶ھ مدائن میں داخلہ، فتح عراق، فتح بیت المقدس، فتح خوزستان۔

۱۷ھ ۶۳۸ء فتح جزیرہ، عراق عجم پر حملہ، فتح نہاوند، حضرت خالدؓ کی معزولی، توسیع حرم، بصرہ میں نہر ابوموسیٰ، نہر معقل

۱۸ھ ۶۳۹ء توسیع مسجد نبوی، قحط سالی، طاعون عمواس جس میں ۲۵۰۰۰ مسلمان فوت ہوئے۔

۱۹ھ جنگ قیساریہ، شام کی مکمل فتح۔ ۲۰ھ فتح ہمدان۔

۲۱ھ اطاعت اصفہان، عمرو بن عاصؓ کی مصر پر فوج کشی اور فتح فسطاط۔

۲۲ھ فتوحات رے، فارس و اسکندریہ، اطاعت طبرستان، آذربائیجان و آرمینیہ، فتح خراسان۔

۲۳ھ فتوحات طرابلس الغرب، کرمان و مکران (سندھ) رقبہ فتوحات فاروقی ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل۔

خلافت عثمان غنیؓ

ولادت عثمان غنیؓ ۵۷۵ء شہادت ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ/ ۱۷ جون ۶۵۶ء یوم جمعہ (عمر ۸۲ سال) ابتدا خلافت ۴ محرم ۲۴ھ/ ۱۰ نومبر ۶۴۴ء (مدت خلافت بارہ سال)

۲۵ھ سکندریہ کی بغاوت اور رومیوں کی شکست، آرمینیہ و آذربائیجان کی بغاوت اور اس کا استیصال۔ ایشیائے کوچک پر امیر معاویہؓ کی فوج کشی اس میں مسلم نوآبادیات کا آغاز، عمرو بن العاصؓ کی ولایت مصر سے معزولی۔

۲۷ھ طرابلس، تیونس، مراکش والجزائر کی فتح' اسپین پر پہلا حملہ' امیر معاویہؓ کا جزیرہ قبرص پر حملہ اور اس کی اطاعت' اسلامی بحری بیڑہ کا آغاز۔

۲۸ھ مصحف صدیقی کی اشاعت' لغات ستہ کی تنسیخ' لغت قریش میں نقول عثمانی۔

۲۹ھ بغاوت ایران' خراسان وغیرہ' فارس پر دوبارہ قبضہ' تعمیر مسجد نبوی' معزولی ابوموسیٰ اشعریؓ۔

۳۰ھ فتح طبرستان' خراسان پر دوبارہ قبضہ' فتح طخارستان' کرمان' سجستان' غزنہ تا کابل' معزولی ولید بن عقبہؓ۔

۳۱ھ سواحل شام پر رومی بیڑہ کا حملہ اور شکست' عبداللہ بن سبا کا فتنہ و اسلام دشمنی۔

۳۲ھ امیر معاویہؓ کا قسطنطنیہ پر حملہ' قبرص کی بغاوت اور مکمل فتح۔

۳۳ھ امیر معاویہؓ کا اناطولیہ پر حملہ' ابن سبا کا بصرہ سے اخراج' کوفہ و مصر اس کا جانا۔

۳۴ھ بغاوت افریقہ اور اس کا استیصال' حضرت عثمانؓ کے خلاف کوفہ سے بغاوت کا آغاز۔

۳۵ھ بغاوت کے خلاف صحابہؓ کا تحقیقاتی کمیشن' مدینہ پر باغیوں کی شورش مکان کا محاصرہ شہادت عثمان غنیؓ۔

خلافت علیؓ مرتضیٰ

ولادت علیؓ مرتضیٰ ۶۰۰ء' شہادت بدست ابن ملجم ۱۷ رمضان ۴۰ھ/ ۲۴ جنوری ۶۶۱ء (عمر ۶۳ برس)

ابتداء خلافت ذوالحجہ ۳۵ھ/ جون ۶۵۶ء (مدت خلافت چار سال نو ماہ) (دارالسلطنت کوفہ)

۳۶ھ والی شام امیر معاویہؓ و دیگر اموی عمال کی معزولی' امیر معاویہؓ سے مقابلہ کی تیاری و مقتدر صحابہؓ کی غیر جانبداری' حضرت عائشہؓ کی مکہ سے بصرہ روانگی' جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

۳۷ھ کوفہ دارالخلافت' امیر معاویہؓ کی شام میں حضرت علیؓ کے خلاف تحریک۔ صفر ۳۷ھ/ جولائی ۶۵۷ء جنگ صفین و تحکیم' اس جنگ میں ستر ہزار مسلمان مقتول ہوئے' حکم کا فیصلہ۔

۳۸ھ شام میں امیر معاویہؓ کی حکومت' خوارج کا آغاز' مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ' بحری راستہ سے کوکن پر حملہ۔

۳۹ھ امیر معاویہؓ کا مختلف حصوں پر قبضہ۔

۴۰ھ حضرت علیؓ و امیر معاویہؓ میں صلح' شہادت حضرت علیؓ ۱۷ رمضان ۴۰ھ

خلافت حسن بن علیؓ

ولادت حضرت حسنؓ شعبان ۳ھ/ فروری ۶۲۵ء۔ وفات ربیع الاول ۵۰ھ/ اپریل ۶۷۰ء (عمر ۴۷ سال)

ابتداء خلافت شوال ۴۰ھ تا ربیع الاول ۴۱ھ جولائی ۶۶۱ء (مدت خلافت چھ ماہ)

۴۱ھ امیر معاویہؓ کے حق میں حضرت حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری و صلح۔ امیر معاویہؓ کا عراق پر حملہ (خلافت راشدہ کا تیس سالہ دور' الجمعیۃ بکڈپو دہلی ۱۳۸۲ھ)

خلافت بنی امیہ ۹۱ برس (دارالخلافت دمشق)

۱- بیعت بدست امیر معاویہؓ و خلافت ۴۱ھ/ ۶۶۱ء تا ۶۰ھ/ ۶۸۰ء ۱۹ سال ۳ ماہ (عمر ۸۰ برس)

۲- خلافت یزید بن معاویہؓ ۶۰ھ/ ۶۸۰ء تا ۶۴ھ/ ۶۸۳ء ۳ سال چھ ماہ (عمر ۳۸ سال)

دعویٰ خلافت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۲۸ رجب ۶۳ھ/ ۱۲ اپریل ۶۸۳ء

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی روانگی مکہ معظمہ ۷ شعبان ۶۰ھ/ ۱۳ مئی ۶۸۰ء۔

شہادت حضرت حسینؓ بمیدان کربلا ۱۰ محرم ۶۱ھ/ ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء۔

واقعہ حرہ ۶۳ھ/ ۶۸۳ء جس میں فوج یزید نے مدینہ پر لشکر کشی کی' سترہ سو مہاجرین و انصار اور دس ہزار عام مسلمین علاوہ عورتوں اور بچوں کے شہید ہوئے۔

شمارہ	اسماء خلفاء	سن خلافت	مدت خلافت	عمر
۳	معاویہ بن یزید	۶۴ھ	صرف تین ماہ	۲۳ برس
۴	مروان بن حکم	۶۴ھ/۶۸۴ءتا۶۵ھ/۶۸۵ء	صرف نو ماہ	۶۳ برس
۵	عبدالمالک بن مروان	۶۵ھ/۶۸۵ءتا۸۶ھ/۷۰۵ء	۲۱ برس	۶۷ برس
۶	ولید بن عبدالملک	۸۶ھ/۷۰۵ءتا۹۶ھ/۷۱۵ء	۹ برس ۷ ماہ	۴۲ برس
۷	سلیمان بن عبدالملک	۹۶ھ/۷۱۵ءتا۹۹ھ/۷۱۸ء	۳ برس	۴۵ برس
۸	عمر بن عبدالعزیز	۹۹ھ/۷۱۸ءتا۱۰۱ھ/۷۲۰ء	۲ برس ۵ ماہ	۳۹ برس
۹	یزید بن عبدالملک	۱۰۱ھ/۷۲۰ءتا۱۰۵ھ/۷۲۳ء	۴ برس ایک ماہ	۴۰ برس
۱۰	ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ/۷۲۳ءتا۱۲۵ھ/۷۴۳ء	۱۹ برس ۹ ماہ	۵۵ برس
۱۱	ولید بن یزید	۱۲۵ھ/۷۴۳ءتا۱۲۶ھ/۷۴۴ء	ایک برس ۲ ماہ	۴۰ برس
۱۲	یزید بن ولید	۱۲۶ھ/۷۴۴ءتا	۶ ماہ	۴۶ برس
۱۳	ابراہیم بن ولید	// تا //	۴ ماہ	۴۷ برس
۱۴	مروان بن محمد	۱۲۷ھ/۷۴۴ءتا۱۳۲ھ/۷۵۰ء	۵ برس ۱۰ ماہ	۶۲ برس

خلافت بنی عباس (۶۵۶ سال' دارالخلافت بغداد)

شمارہ	اسماء خلفاء	سن خلافت	مدت خلافت	عمر
۱	ابوالعباس سفاح	۱۳۲ھ/۷۵۰ءتا۱۳۶ھ/۷۵۴ء	۴ برس	۳۳ برس
۲	ابوجعفر منصور	۱۳۶ھ/۷۵۴ءتا۱۵۸ھ/۷۷۵ء	۲۲ برس	۶۳ برس
۳	مہدی بن منصور	۱۵۸ھ/۷۷۵ءتا۱۶۹ھ/۷۸۵ء	۱۰ برس	۴۳ برس
۴	ہادی بن مہدی	۱۶۹ھ/۷۸۵ءتا۱۷۰ھ/۷۸۶ء	ایک برس ۳ ماہ	۶۲ برس
۵	ہارون رشید	۱۷۰ھ/۷۸۶ءتا۱۹۳ھ/۸۰۹ء	۲۳ برس ۲ ماہ	۴۷ برس
۶	امین بن ہارون رشید	۱۹۳ھ/۸۰۹ءتا۱۹۸ھ/۸۱۳ء	۴ برس ۸ ماہ	۲۸ برس
۷	مامون بن ہارون رشید	۱۹۸ھ/۸۱۳ءتا۲۱۸ھ/۸۳۳ء	۲۰ برس	۴۸ برس
۸	معتصم بن رشید	۲۱۸ھ/۸۳۳ءتا۲۲۷ھ/۸۴۲ء	۸ برس	۳۸ برس
۹	واثق بن معتصم	۲۲۷ھ/۸۴۲ءتا۲۳۲ھ/۸۴۷ء	۵ برس ۹ ماہ	۳۲ برس
۱۰	متوکل بن معتصم	۲۳۲ھ/۸۴۷ءتا۲۴۷ھ/۸۶۱ء	۱۴ برس ۹ ماہ	۴۰ برس
۱۱	منصر بن متوکل	۲۴۷ھ/۸۶۱ءتا۲۴۸ھ/۸۶۲ء	۶ ماہ	۲۶ برس
۱۲	مستعین بن معتصم	۲۴۸ھ/۸۶۲ءتا۲۵۲ھ/۸۶۶ء	۳ برس ۹ ماہ	۳۱ برس
۱۳	معتز بن متوکل	۲۵۲ھ/۸۶۶ءتا۲۵۵ھ/۸۶۸ء	۲ برس ۷ ماہ	۲۴ برس
۱۴	مہدی بن واثق	۲۵۵ھ/۸۶۸ءتا۲۵۶ھ/۸۶۹ء	۱۱ ماہ	۳۸ برس
۱۵	معتمد بن متوکل	۲۵۶ھ/۸۶۹ءتا۲۷۹ھ/۸۹۲ء	۲۱ برس ۶ ماہ	۵۰ برس
۱۶	معتضد بن موفق	۲۷۹ھ/۸۹۲ءتا۲۸۹ھ/۹۰۲ء	۹ برس ۹ ماہ	۴۷ برس

۱۷	مکتفی بن معتضد	۲۸۹ھ/۹۰۲ء تا ۲۹۵ھ/۹۰۸ء	۶ برس ۶ ماہ	۳۳ برس
۱۸	مقتدر بن معتضد	۲۹۵ھ/۹۰۸ء تا ۳۲۰ھ/۹۳۲ء	۲۵ برس	۳۸ برس
۱۹	قاہر بن معتضد	۳۲۰ھ/۹۳۲ء تا ۳۲۲ھ/۹۳۴ء	ایک برس ۵ ماہ	۳۵ برس
۲۰	راضی بن مقتدر	۳۲۲ھ/۹۳۴ء تا ۳۲۹ھ/۹۴۰ء	۶ برس	۳۲ برس
۲۱	متقی بن مقتدر	۳۲۹ھ/۹۴۰ء تا ۳۳۳ھ/۹۴۴ء	۴ برس	۶۰ برس
۲۲	مستکفی بن مکتفی	۳۳۳ھ/۹۴۴ء تا ۳۳۴ھ/۹۴۵ء	ایک برس ۴ ماہ	۴۲ برس
۲۳	مطیع بن مقتدر	۳۳۴ھ/۹۴۵ء تا ۳۶۳ھ/۹۷۳ء	۲۹ برس ۵ ماہ	۶۳ برس
۲۴	طائع بن مطیع	۳۶۳ھ/۹۷۳ء تا ۳۸۱ھ/۹۹۱ء	۱۷ برس ۸ ماہ	۷۶ برس
۲۵	قادر بن اسحٰق	۳۸۱ھ/۹۹۱ء تا ۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء	۴۱ برس ایک ماہ	۸۶ برس
۲۶	قائم بن قادر	۴۲۲ھ/۱۰۳۱ء تا ۴۶۷ھ/۱۰۷۴ء	۴۴ برس ۹ ماہ	۷۶ برس
۲۷	مقتدی بن محمد	۴۶۷ھ/۱۰۷۴ء تا ۴۸۷ھ/۱۰۹۴ء	۱۹ برس ۸ ماہ	۳۸ برس
۲۸	مستظہر بن مقتدی	۴۸۷ھ/۱۰۹۴ء تا ۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء	۲۵ برس	۴۱ برس
۲۹	مسترشد بن مستظہر	۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء تا ۵۲۹ھ/۱۱۳۴ء	۱۷ برس ۷ ماہ	۴۳ برس
۳۰	راشد بن مسترشد	۵۲۹ھ/۱۱۳۴ء تا ۵۳۰ھ/۱۱۳۵ء	۱۱ ماہ	۳۰ برس
۳۱	مقتفی بن مستظہر	۵۳۰ھ/۱۱۳۵ء تا ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء	۲۴ برس	۶۱ برس
۳۲	مستنجد بن مقتفی	۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء تا ۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء	۱۱ برس	۶۸ برس
۳۳	مستضئ بن مستنجد	۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء تا ۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء	۹ برس	۳۹ برس
۳۴	ناصر بن مستضئ	۵۷۵ھ/۱۱۷۹ء تا ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء	۴۶ برس ۱۱ ماہ	۷۰ برس
۳۵	ظاہر بن ناصر	۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء تا ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء	۹ ماہ	۵۲ برس
۳۶	مستنصر بن ظاہر	۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء تا ۶۴۱/۱۲۴۳ء	۱۸ برس	۵۲ برس
۳۷	مستعصم بن مستنصر	۶۴۱ھ/۱۲۴۳ء تا ۶۵۶ھ/۱۲۵۸ء	۱۶ برس	۵۰ برس

پھر خلافت عباسیہ مصر کو منتقل ہوگئی

شمارہ	اسمائے سلاطین	سن سلطنت	کیفیت
۱	سلطنت عثمان خاں غازی	۶۹۹ھ/۱۳۰۰ء تا ۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء	(بانی سلطنت عثمانیہ)
۲	اُرخاں بن عثمان خاں	۷۲۷ھ/۱۳۲۷ء تا ۷۶۱ھ/۱۳۶۰ء	
۳	مراد خاں اول بن اُرخاں	۷۶۱ھ/۱۳۶۰ء تا ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء	(دارالسلطنت ایڈریانوپل)
۴	بایزید یلدرم بن مراد خاں اول	۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء تا ۸۰۵ھ/۱۴۰۲ء	(اسکے نام سے یورپ لرزتا تھا)
۵	محمد خاں اول بن بایزید یلدرم	۸۱۶ھ/۱۴۱۳ء تا ۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء	(۱۱سال خانہ جنگی کے بعد)
۶	مراد خاں ثانی بن محمد خاں اول	۸۲۵ھ/۱۴۲۲ء تا ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء	
۷	محمد خاں ثانی بن مراد خاں دوم	۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء تا ۸۸۶ھ/۱۴۸۱ء	(۸۵۷ھ میں قسطنطنیہ فتح کیا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو پڑوسی کی نگہداشت کی وصیت کرتا ہوں۔(مسند احمد)

۸	بایزید ثانی بن محمد خاں دوم	۸۸۶ھ/۱۴۸۱ءتا۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء	(سب سے بڑا جنگی بحری بیڑہ تیار کیا)
۹	سلیم خاں اول بن بایزید دوم	۹۱۸ھ/۱۵۱۲ءتا۹۲۶ھ/۱۵۲۰ء	(مشرقی ممالک فتح کیا)
۱۰	سلیمان خاں اعظم بن سلیم خاں اول	۹۲۶ھ/۱۵۲۰ءتا۹۷۴ھ/۱۵۶۶ء	(ترکوں کا عروج دور تھا)
۱۱	سلیم خاں ثانی بن سلیمان خاں اول	۹۷۴ھ/۱۵۶۶ءتا۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء	
۱۲	مراد خاں ثالث بن سلیم خاں دوم	۹۸۲ھ/۱۵۷۴ءتا۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء	
۱۳	محمد خاں ثالث بن مراد خاں سوم	۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ءتا۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ء	
۱۴	احمد خاں اول بن محمد خاں سوم	۱۰۱۲ھ/۱۶۰۳ءتا۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء	
۱۵	مصطفیٰ خاں اول بن محمد خاں سوم	۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ءتا۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء	(ڈیڑھ سال)
۱۶	عثمان خاں ثانی بن احمد خاں اول	۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ءتا۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ء	
۱۷	مراد خاں رابع بن احمد خاں اول	۱۰۳۱ھ/۱۶۲۲ءتا۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ء	
۱۸	محمد ابراہیم خاں بن احمد خاں اول	۱۰۴۹ھ/۱۶۳۹ءتا۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ء	
۱۹	محمد خاں رابع بن ابراہیم خاں اول	۱۰۵۸ھ/۱۶۴۸ءتا۱۰۹۹ھ/۱۶۸۸ء	
۲۰	سلیمان خاں ثانی بن ابراہیم خاں	۱۰۹۹ھ/۱۶۸۸ءتا۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ء	
۲۱	احمد خاں ثانی بن ابراہیم خاں	۱۱۰۴ھ/۱۶۹۲ءتا۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ء	
۲۲	مصطفیٰ خاں ثانی بن محمد خاں رابع	۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ءتا۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء	
۲۳	احمد خاں ثالث بن محمد خاں رابع	۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ءتا۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء	
۲۴	محمود خاں اول بن مصطفیٰ خاں ثانی	۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ءتا۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء	
۲۵	عثمان خاں ثالث بن مصطفیٰ خاں ثانی	۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ءتا۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ء	
۲۶	مصطفیٰ خاں ثالث بن احمد خاں ثالث	۱۱۷۱ھ/۱۷۵۸ءتا۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء	
۲۷	عبدالحمید خاں اول بن احمد خاں ثالث	۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ءتا۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء	
۲۸	سلیم خاں ثالث بن مصطفیٰ خاں ثالث	۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ءتا۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ء	
۲۹	مصطفیٰ خاں رابع بن عبدالحمید خاں اول	۱۲۲۲ھ/۱۸۰۷ءتا۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ء	
۳۰	محمد خاں ثانی بن عبدالحمید خاں اول	۱۲۲۳ھ/۱۸۰۸ءتا۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء	
۳۱	عبدالحمید خاں اول بن محمود خان ثانی	۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ءتا۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء	
۳۲	عبدالعزیز خاں بن محمود خاں ثانی	۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ءتا۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء	
۳۳	مراد خاں خامس بن عبدالمجید خاں اول	۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء	(اسی سال معزول ہو گئے)
۳۴	عبدالحمید خاں ثانی بن عبدالمجید خاں اول	۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ءتا۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء	
۳۵	محمد خاں خامس بن عبدالمجید خاں اول	۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ءتا۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء	
۳۶	عزیز الدین یوسف خاں بن عبدالعزیز خاں	۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء	(کچھ دنوں کے لئے)
۳۷	وحید الدین خاں بن عبدالمجید خاں اول	۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ءتا۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء	
۳۸	عبدالمجید خاں ثانی بن عبدالعزیز خاں	۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء	۶ ماہ پر معزول کئے گئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مزدور کی مزدوری اس کے پسینے خشک ہونے سے پہلے دے دو۔ (ابن عساکر)

اور جمہوری حکومت قائم ہوئی جس کے پہلے صدر مصطفیٰ کمال' دوسرے عصمت انونو اور تیسرے رفیق سادام تھے

سلطنت اندلس

۱۔ طارق بن زیاد نے رجب ۹۲ھ/ ۷۱۱ء بعہد ولید بن عبدالملک سات ہزار فوج سے اندلس فتح کیا' وہاں امیر کا تقرر خلفائے بنوامیہ کرتے رہے۔ ۱۳۲ھ/ ۷۵۰ء میں بنوعباس سلطنت پر قابض ہوگئے۔

۲	عبدالرحمٰن بن معاویہ	۱۳۸ھ/ ۷۵۵ء تا ۱۷۲ھ/ ۷۸۸ء	(قرطبہ دارالخلافت' تعمیر جامع قرطبہ' اسپین کا دور ترقی)
۳	ہشام بن عبدالرحمٰن	۱۷۲ھ/ ۷۸۸ء تا ۱۸۰ھ/ ۷۹۶ء	
۴	حکم بن ہشام	۱۸۰ھ/ ۷۹۶ء تا ۲۰۶ھ/ ۸۲۱ء	
۵	عبدالرحمٰن بن حکم	۲۰۶ھ/ ۸۲۱ء تا ۲۳۸ھ/ ۸۵۲ء	
۶	محمد بن عبدالرحمٰن	۲۳۸ھ/ ۸۵۲ء تا ۲۷۳ھ/ ۸۸۶ء	(ترقی علوم و توسیع حکومت و تعمیرات)
۷	منذر بن محمد	۲۷۳ھ/ ۸۸۶ء تا ۲۷۵ھ/ ۸۸۸ء	
۸	عبداللہ بن محمد	۲۷۵ھ/ ۸۸۸ء تا ۳۰۰ھ/ ۹۱۲ء	

(۹) عبدالرحمٰن بن محمد ۳۰۰ھ/ ۹۱۲ء تا ۳۵۰ھ/ ۹۶۱ء یہ امیر المومنین اور خلیفہ اعظم کے نام سے پکارے گئے' بڑے مدبر تھے' اندلس کو رشک جنت بنا دیا' یورپ کی موجودہ ترقی انہیں کی رہین منت ہے۔ ان کے بعد پانچ خلیفہ ہوئے پھر طوائف الملوکی اور ہر صوبہ وضلع میں خودمختار حکومتیں بن گئیں۔

(۱۰) افریقہ کے امیر مرابطین یوسف بن تاشفین نے ۴۸۴ھ/ ۱۰۹۱ء میں نام نہاد سلاطین کو معزول کر کے اندلس پر شاندار حکومت قائم کی اور اسی خاندان میں ۵۴۱ھ/ ۱۱۴۷ء تک حکومت رہی۔

(۱۱) ۵۴۱ھ/ ۱۱۴۷ء میں موحدین نے حکومت پر قبضہ کر کے شاندار حکومتیں کیں پھر خانہ جنگی سے تباہ ہوگئے اور ۶۲۶ھ/ ۱۲۲۹ء میں قرطبہ پر عیسائیوں نے قبضہ کرلیا۔ ۸۹۷ھ/ ۱۴۹۲ء میں اندلس (غرناطہ) سے مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت خانہ جنگیوں کے سبب ختم ہوگئی۔

حکومت غزنویہ افغانستان و ہند

تاریخ اسلام کی دو سو تیرہ سالہ شاندار حکومت جس میں چودہ بادشاہ گزرے۔

۱	ابواسحٰق سبکتگین بن الپتگین	۳۶۶ھ/ ۹۷۷ء تا ۳۸۷ھ/ ۹۹۷ء	۲۱ برس (بانی حکومت)
۲	اسمٰعیل بن سبکتگین	۳۸۷ھ تا	۷ ماہ
۳	محمود بن سبکتگین	۳۸۷ھ/ ۹۹۷ء تا ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء	۳۵ برس (شاندار کارنامے والے)
۴	محمد بن محمود	۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء تا ۴۲۲ھ/ ۱۰۳۱ء	و ۴۳۲ھ تا ۴۳۳ھ
۵	مسعود بن محمود	۴۲۲ھ/ ۱۰۳۱ء تا ۴۳۳ھ/ ۱۰۴۱ء	۱۱ برس
۶	مودود بن مسعود	۴۳۳ھ/ ۱۰۴۱ء تا ۴۴۱ھ/ ۱۰۴۹ء	۹ برس
۷	عبدالرشید بن محمود	۴۴۱ھ/ ۱۰۴۹ء تا ۴۴۴ھ/ ۱۰۵۲ء	۴ برس
۸	فرخ زاد بن مسعود	۴۴۴ھ/ ۱۰۵۲ء تا ۴۵۱ھ/ ۱۰۵۸ء	۶ برس
۹	ابراہیم بن مسعود	۴۵۱ھ/ ۱۰۵۸ء تا ۴۹۲ھ/ ۱۰۹۹ء	۴۲ برس
۱۰	مسعود بن ابراہیم	۴۹۲ھ/ ۱۰۹۹ء تا ۵۰۸ھ/ ۱۱۱۴ء	۱۶ برس
۱۱	ارسلان بن مسعود	۵۰۸ھ/ ۱۱۱۴ء تا ۵۱۲ھ/ ۱۱۱۸ء	۵ برس
۱۲	بہرام بن مسعود	۵۱۲ھ/ ۱۱۱۸ء تا ۵۴۷ھ/ ۱۱۵۲ء	۳۵ برس
۱۳	خسرو بن بہرام	۵۴۷ھ/ ۱۱۵۲ء تا ۵۵۵ھ/ ۱۱۶۰ء	۸ برس
۱۴	ملک شاہ بن خسرو	۵۵۵ھ/ ۱۱۶۰ء تا ۵۷۹ھ/ ۱۱۸۳ء	۲۴ برس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے خادم کو مارے پیٹے پھر اللہ کو یاد کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ مارنے سے باز آجائے۔" (بیہقی)

ہند میں مسلمانوں کی آمد

۱ ۱۵ھ/ ۶۳۶ء بعہد فارق اعظمؓ، حکم بن العاصؓ صحابی نے گجرات کا ایک علاقہ اور بھروچ فتح کیا۔
۲ ۹۳ھ/ ۷۱۱ء میں محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ و ملتان فتح کیا۔
۳ ۱۰۷ھ/ ۷۲۵ء بعہد ہشام بن عبدالملک اموی، جنید بن عبدالرحمٰن مری نے مالوہ اور بھروچ کا وسیع رقبہ فتح کیا
۴ ۱۶۰ھ/ ۷۷۶ء میں بحکم خلیفہ مہدی عباسی، عبدالملک بن الشہاب نے گجرات کا شہر باربد فتح کیا جس میں ربیع بن صبیح تبع تابعیؒ بھی تھے وہیں مدفون ہیں
۵ محمود غزنوی ۳۸۷ھ/ ۹۹۷ء تا ۴۲۱ھ/ ۱۰۳۰ء نے ۳۹۱ھ/ ۱۰۰۱ء سے ۴۱۸ھ/ ۱۰۲۷ء تک لاہور، ملتان، پشاور، راولپنڈی، نگرکوٹ، کانگڑہ، قنوج، متھرا اور سومنات پر متعدد حملے کئے، پنجاب مسلمانوں کے زیرنگیں آ گیا۔
۶ غزنیں کے حکمران محمد غوری ۵۶۷ھ/ ۱۱۷۱ء تا ۶۰۲ھ/ ۱۲۰۶ء نے ۵۸۹ھ/ ۱۱۹۳ء میں جے چند کو شکست دے کر دہلی، اجمیر اور قنوج میں اسلامی پرچم لہرادیا۔

حکومت خاندان غلامان (۸۵ سال)

خاندان ترکی کا قطب الدین ایبک محمد غوری کا غلام بانی حکومت غلامان ہے۔

۱	قطب الدین ایبک	۶۰۲ھ/ ۱۲۰۶ء تا ۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء	(دلی میں ایک جامع مسجد اور قطب مینار بنوایا)
۲	آرام شاہ بن قطب الدین	۶۰۶ھ/ ۱۲۱۰ء تا ۶۰۷ھ/ ۱۲۱۱ء	
۳	شمس الدین التمش	۶۰۷ھ/ ۱۲۱۱ء تا ۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء	(اجین اور گوالیار فتح کیا)
۴	رکن الدین فیروز بن شمس الدین	۶۳۳ھ/ ۱۲۳۶ء تا ۶۳۴ھ	
۵	رضیہ سلطانہ	۶۳۴ھ/ ۱۲۳۶ء تا ۶۳۷ھ/ ۱۲۳۹ء	(بہت بہادر اور فیاض تھی)
۶	معزالدین بہرام شاہ بن شمس الدین	۶۳۷ھ/ ۱۲۳۹ء تا ۶۳۹ھ/ ۱۲۴۱ء	
۷	علاء الدین مسعود بن رکن الدین	۶۳۹ھ/ ۱۲۴۱ء تا ۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء	
۸	ناصر الدین محمود	۶۴۴ھ/ ۱۲۴۶ء تا ۶۶۴ھ/ ۱۲۶۶ء	(درویش تھا کتابت قرآن سے گزر کرتا)
۹	غیاث الدین بلبن	۶۶۴ھ/ ۱۲۶۶ء تا ۶۸۵ھ/ ۱۲۸۶ء	(جلیل القدر سلطان تھا)
۱۰	کیقباد غیاث الدین کا پوتا	۶۸۵ھ/ ۱۲۸۶ء تا ۶۸۹ھ/ ۱۲۹۰ء	(عیاش تھا جلال الدین خلجی نے تخت سے اتار دیا)

حکومت شاہان خلجی (۳۳ برس)

۱	جلال الدین فیروز خلجی	۶۸۹ھ/ ۱۲۹۰ء تا ۶۹۵ھ/ ۱۲۹۶ء	(بانی حکومت خلجی)
۲	علاؤالدین خلجی	۶۹۵ھ/ ۱۲۹۶ء تا ۷۱۶ھ/ ۱۳۱۶ء	(گجرات، رنتھمبور، چتوڑ،

جیسلمیر و دکن فتح کیا، رعایا کی خوشحالی، نشہ آور اشیاء پر پابندی اور اشیاء کی قیمت گھٹائی)

۳	قطب الدین مبارک بن علاء الدین خلجی	۷۱۶ھ/ ۱۳۱۶ء تا ۷۲۰ھ/ ۱۳۲۰ء	خلجی دور ہی میں عربی فارسی، ترکی، افغانی،

تاتاری، چینی اور ہندی کے میل سے ایک نئی لشکری زبان اردو پیدا ہوئی۔

حکومت شاہان تغلق (۹۳ سال)

خلجی زوال کے بعد روسائے ترکستان جو سندھ میں آباد تھے شاہان تغلق کے نام سے صاحب تخت ہوئے۔

۱	غیاث الدین تغلق	۷۲۰ھ/ ۱۳۲۰ء تا ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء	(بانی حکومت تغلق)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہ تم لوگ غلام کو نہ پیٹو بے شک تم لوگ نہیں جانتے کہ تم کس سے ملتے ہو“ (بیہقی)

۲	محمد تغلق	۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء تا ۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء	(بڑے درجہ کا عالم تھا)
۳	فیروز تغلق	۷۵۲ھ/۱۳۵۱ء تا ۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء	(اس نے رفاہ عام کے بہت کام کئے)
۴	غیاث الدین تغلق ثانی	۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء تا ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء	
۵	ابوبکر تغلق بن ظفر خاں	۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء تا ۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء	
۶	ناصر الدین محمد تغلق	۷۹۲ھ/۱۳۹۰ء تا ۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء	
۷	سکندر تغلق بن ناصر الدین محمد	۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء تا ۷۹۶ھ	
۸	ناصر الدین محمود تغلق بن ناصر الدین محمد	۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء تا ۸۱۵ھ/۱۴۱۳ء	

تیمور لنگ کا حملہ

۸۰۱ھ/۱۳۹۸ء میں تیمور لنگ سمرقند سے ایک لاکھ لشکر کے ساتھ قتل و غارت کرتا ہوا دہلی پہنچا اور بہت تباہی مچا کر واپس ہو گیا' اس کے نائب سید خضر خاں نے تغلق حکمراں کو بھگا کر اپنی حکومت قائم کر لی۔

سیدوں کی حکومت (۳۷ برس)

۱	سید خضر خاں	۸۱۵ھ/۱۴۱۳ء تا ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء	(بانی حکومت سادات
۲	سید مبارک	۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء تا ۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء	
۳	سید محمد	۸۳۷ھ/۱۴۳۳ء تا ۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء	
۴	سید علاء الدین شاہ	۸۴۹ھ/۱۴۴۵ء تا ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء	حکومت سادات لودھیوں نے ختم کردی

حکومت شاہان لودھی (۷۶ سال)

۱	بہلول لودھی	۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء تا ۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء	(بانی لودھی حکومت)
۲	سکندر لودھی	۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء تا ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء	نہایت جری اور بیدار مغز تھا
۳	ابراہیم لودھی	۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء تا ۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء	

رعونت شاہ کے سبب اس کے صوبیدار دولت خاں لودھی نے کابل کے مغل شاہ بابر کو بلایا۔ جس نے جنگ پانی پت میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور دہلی فتح کر کے سلطنت مغلیہ قائم کی۔

سلطنت مغلیہ کا قیام

۱	ظہیر الدین محمد بابر	۹۳۳ھ/۱۵۲۶ء تا ۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء	(بانی سلطنت مغلیہ) عمر ۴۹ مدفن کابل
۲	نصیر الدین محمد ہمایوں	۹۳۷ھ/۱۵۳۰ء تا ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء	(شیر شاہ نے قنوج میں ہمایوں کو شکست دیدی)

حکومت خاندان سوری (۱۵ برس)

۱	شیر شاہ سوری	۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء تا ۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء	بانی حکومت سوری' بڑا مدبر تھا

بہبود عوام کے بہت سے کام' سڑکیں' سرائیں' کنویں' عبادتگاہیں' مدارس اور شفاخانے بنوائے۔

سلیم شاہ سوری	۹۵۲ھ/۱۵۴۵ء تا ۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء	
عادل شاہ سوری	۹۶۰ھ/۱۵۵۳ء تا ۹۶۲ھ/۱۵۵۵ء	(ہمایوں نے دوبارہ حکومت حاصل کرلی)

خودمختار حکومت بنگال (۲۶۰ برس)

خاندان تغلق کے زوال کے بعد خودمختار چھ حکومتیں قائم ہوئیں ان میں بنگال کی بھی حکومت ہے جس کا بانی شمس الدین بھنگرہ تھا' یہ حکومت ۷۴۲ھ/۱۳۴۲ء تا ۹۸۲ھ/۱۵۷۴ء قائم رہی۔

خودمختار حکومت جونپور (۸۵ سال)

بانی حکومت خواجہ جہاں ملک الشرق ۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء تا ۸۸۱ھ/۱۴۷۶ء شمالی ہند میں اس کی وسعت تھی' علمی ترقی کے اعتبار سے بڑی اہمیت اور مشرق کا بغداد مانی جاتی تھی۔

خودمختار حکومت کشمیر (۲۶۹ برس)

پراسرار درویش شاہ میر نے ۷۲۷ھ میں حکومت کی بنیاد رکھی جو ۹۹۶ھ تک قائم رہی' مغلوں کے ہاتھوں ختم ہوئی اس میں چند بیدار مغز بادشاہ ہوئے۔

خودمختار حکومت مالوہ (۱۳۹ سال)

خاندان سلطان شہاب الدین غوری کا دلاور خاں بانی حکومت ۸۰۲ھ/۱۳۹۹ء تا ۹۴۲ھ/۱۵۳۵ء پھر حکومت گجرات میں ضم ہوگئی شاہان مالوہ نے علم وفن کو بہت ترقی دی۔

خودمختار حکومت گجرات (۱۶۸ برس)

گورنر گجرات مظفر شاہ نے ۸۱۱ھ/۱۴۰۸ء میں خودمختاری کا اعلان کیا' اسے اکبر بادشاہ نے ۹۷۹ھ میں فتح کیا۔ اس میں بھی چند لائق اور جری بادشاہ گزرے۔

خودمختار حکومت خاندیش (۲۱۲ سال)

بانی ملک راجی فاروقی ۷۹۶ھ/۱۳۹۴ء تا ۱۰۰۸ھ/۱۵۹۹ء اکبر بادشاہ نے اسے بھی فتح کرلیا' یہ حکومت بھی علم وہنر میں شاندار تھی۔

ہند میں یورپین اقوام کی آمد

پندرہویں صدی عیسوی میں یورپین اقوام نے ہندوستان کے راستے تلاش کیے۔ ۹۰۳ھ/۱۴۹۸ء میں پرتگیزی ملاح واسکوڈی گاما افریقہ کے جنوب سے ہوتا ہوا جنوبی ہند پہنچا' بیس برس میں پرتگیزیوں نے مغربی ساحل کے کچھ علاقے گوا وغیرہ حاصل کرلئے پھر اسپین' ہالینڈ' انگلینڈ اور فرانس بھی آگے بڑھے اور تجارت کے نام پر ساحل ہند پر فیکٹریاں کھولیں۔ آہستہ آہستہ فوجی طاقت بڑھا کر حاکمانہ دراز دستیاں شروع کردیں' گوا' دمن' دیو اور انجدیو پر چار سو برس سے زائد پرتگیزیوں کا حاکمانہ تصرف رہا جو بعد جواہر لال نہرو ۱۹ دسمبر ۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ کو ختم ہوا۔

انگریزوں نے زوال پذیر حکومت مغلیہ کی جگہ اپنی حکومت ہی قائم کرلی۔

حکومت برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی

ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد ۱۶۰۰ء/ ۱۰۰۹ھ اور بعد جہانگیر ۱۱ جنوری ۱۶۱۳ء/ ۱۰۲۲ھ کو ہندوستان میں قائم ہوئی۔ سورت' احمد آباد' کھمبے میں تجارتی مراکز بنانے کی اجازت لیکر بتدریج اپنی دراز دستیوں سے حکومت قائم کرلی ۱۷۸۴ء/۱۱۹۸ھ تک کمپنی حکمراں تھی پھر سرکار انگلیشیہ نے ایک بورڈ آف کنٹرول بنا کر انتظام حکومت میں شامل ہوگئی۔ ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ میں انگریزوں سے مشہور جہاد حریت ہوا جو ۱۰ مئی کو میرٹھ سے شروع ہوا' برٹش سرکار نے ۱۸۵۷ء میں کمپنی کو توڑ کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی جو ۱۹۴۷ء/۱۳۶۶ھ تک رہی۔

انگریزوں کی طرح فرانسیسیوں نے بھی ایک ایسٹ انڈیا کمپنی بنا کر ہندوستان میں حکومت قائم کرنی چاہی تو کرناٹک کے میدان میں فرانسیسیوں اور انگریزوں میں ۱۷۴۶ء سے ۱۷۶۳ء تک تین لڑائیاں ہوئیں' فرانسیسی ہار گئے۔

۱۷۵۷ء بنگال کی جنگ پلاسی میں میر جعفر کی غداری سے لارڈ کلائیو نے نواب سراج الدولہ کو شکست دی اور ۱۷۵۷ء سے ۱۷۶۰ء تک بنگال کا گورنر رہا۔ جنگ بکسر ۱۷۶۴ء سے پورے بنگال پر انگریزوں کی عملداری ہوگئی۔

۱۷۶۱ء حیدر علی نے راجہ میسور کو ہٹا کر خود حکومت سنبھالی پھر سلطان ٹیپو بن حیدر علی ۱۷۸۲ء میں حکمراں ہوا' حیدر علی اور سلطان ٹیپو نے انگریزوں سے چار جنگیں کیں' ٹیپو کے وزیر میر صادق کی غداری سے ۴ مئی ۱۷۹۹ء/۱۲۱۳ھ کو سلطان ٹیپو شہید کردیئے گئے۔ ۱۷/ اگست ۱۸۰۳ء انگریزوں نے احمد نگر اور آگرہ پر قبضہ کیا۔

۱۸۰۳ء شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔

۱۸۵۷ء علماء حق کا بمیدان شاملی انگریزوں سے جہاد اور حافظ ضامن کی شہادت۔

۱۸۵۸ء ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کا خاتمہ اور ملکہ وکٹوریہ کا اعلان اقتدار۔

۱۸۸۵ء انڈین نیشنل کانگریس کا قیام۔ ۱۹۲۹ء میں کانگریس نے آزادی کا نصب العین اختیار کیا۔

۱۹۰۶ء مسلم لیگ کا قیام

۱۹۱۲ء شیخ الہند کی تحریک انقلاب کی ابتداء (عرف ریشمی رومال کی تحریک)

۱۴/ اگست ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء...... پہلی جنگ عظیم' یہ جنگ انگلینڈ اور جرمنی کے درمیان ہوئی انگلینڈ کے ساتھ امریکہ ہوگیا' جرمنی کو شکست ہوئی اس کے بعد ہی مغلوب اقوام میں احساس آزادی اور عورتوں میں جذبہ خود اختیار پیدا ہوا۔

۱۹۱۷ء انگریز نے ہندوستان کو بتدریج حکومت خود اختیاری دینے کا اعلان کیا۔ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۰ء تحریک خلافت

۱۹۱۹ء قیام جمعیۃ علماء ہند...... ۱۳/ اپریل ۱۹۱۹ء حادثہ جلیانوالہ باغ (۱۵۰۰) آدمی ہلاک ہوئے۔ ۱۹۲۱ء تحریک عدم تعاون

۱۹۳۰ء کانگریس سے جمعیۃ العلماء کا الحاق...... گاندھی جی کی پرامن ستیہ گرہ کی تحریک' ہند میں ایثار وحب الوطنی کا جذبہ

۱۹۳۱ء ہندو مسلم اختلاف وشورش مسجد مچھلی بازار کانپور کا بلوہ

۱۹۳۲ء آریہ سماج کی شدھی سنگھٹن کی تحریک

۱۹۳۹ء تا ۹/ مئی ۱۹۴۵ء دوسری جنگ عظیم جس میں برطانیہ امریکہ فرانس اور چین نے اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی اور جرمنی کے نازی ڈکٹیٹر ہٹلر اور مشرق بعید میں وسعت پذیر جاپانی شہنشاہیت کو شکست دی جنگ کے بعد غلام ممالک کی آزادی کا آغاز ہوا۔

انجمن اقوام متحدہ

دوسری عالم گیر جنگ کے اختتام ۱۹۴۵ء میں امن وسلامتی اور نوع انسانی کی ترقی کے لئے یہ ادارہ قائم ہوا جس کا صدر دفتر نیویارک امریکہ ہے دنیا کے ۱۸۰ ممالک اس کے ممبر ہیں۔

تقسیم ہندو پاک

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ ہندوستان و پاکستان کی آزاد خود مختار حکومت کا قیام

۲۶/ جنوری ۱۹۵۰ء

ہند میں قیام جمہوریت پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد

بنگلہ دیش

دسمبر ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان خانہ جنگیوں کے سبب مغربی پاکستان سے الگ ہو کر خود مختار ملک بنگلہ دیش بن گیا اسے خود مختار بنانے میں ہندوستان نے پوری مدد دی۔

فتوحات اسلام

ابتداء اسلام میں کفار کے مظالم پر مسلمانوں کو صبر کا حکم تھا جب ظلم کی انتہاء ہوگئی تو ۱۱/ صفر ۲ھ/ ۶۲۳ء کو جہاد کی اجازت دی گئی۔ جس جہاد میں آنحضورؐ شریک ہوئے وہ غزوہ اور جس میں شریک نہ ہوئے وہ سریہ یا بعث کہا جاتا ہے غزوات کی تعداد بقول راجح ستائیس ہے نو کے اندر قتال کی نوبت آئی۔ سرایا کی تعداد ۳۵ سے ۵۶ تک منقول ہے۔

محرم ۷ھ مئی ۶۲۸ء فتح خیبر وفدک

۲۰/ رمضان ۸ھ ۱۱/ جنوری ۶۳۰ء فتح مکہ۔ شوال ۸ھ فتح حنین

خلافت ابوبکرؓ ۱۱ھ/ ۶۳۲ء تا ۱۳ھ/ ۶۳۴ء فتح عراق ملک شام پر حملے

خلافت عمر فاروقؓ ۱۳ھ/ ۶۳۴ء تا ۲۴ھ/ ۶۴۴ء عظیم الشان فتوحات شام ایران منہ بیسیائے کوچک آذربائیجان کے کچھ علاقے بعلبک شہزاد اور حمص کے معرکوں کی فتوحات ۸۶ ہزار قلعے اور شہر فتح ہوئے فتوحات کا رقبہ ساڑھے ۲۲ لاکھ مربع میل۔

۱۵ھ/ ۶۳۶ء حکم بن العاصؓ نے گجرات کا ایک علاقہ اور بھروچ فتح کیا۔

خلافت عثمانؓ ۲۴ھ/ ۶۴۴ء تا ۳۵ھ/ ۶۵۶ء فتح افریقہ جزائر بحر روم اوڈھوس اور قبرص پر قبضہ ایران کے غیر مفتوحہ اور دور افتادہ علاقوں کی فتح اسپین پر پہلا حملہ۔

خلافت علیؓ ۳۵ھ/ ۶۵۶ء تا ۴۰ھ/ ۶۶۱ء خانہ جنگیوں بغاوتوں اور فتنوں کا دبانا خانہ جنگیوں کے سبب افریقہ پر رومیوں او رباز نطینیوں نے دوبارہ قبضہ کرلیا۔

۴۸ھ/ ۶۶۸ء امیر معاویہؓ نے روم کے اکثر شہر فتح کئے بجانب دریا قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔

۵۰ھ/ ۶۷۰ء مقامات شمالی افریقہ وصحرائے اعظم فتح کئے حاکم طنجہ کو باجگذار بنایا۔

۶۱ھ/ ۶۸۰ء بعہد یزید مسلم بن زیاد نے خوارزم اور بخارا فتح کئے۔

۶۲ھ/ ۶۸۲ء عقبہ بن نافع نے مغرب اقصیٰ فتح کیا۔

۸۴ھ/ ۷۰۳ء بعہد عبدالملک پھر بازنطینیوں اور رومیوں کے علاقے فتح ہوئے

۹۳ھ/ ۷۱۲ء محمد بن قاسم ثقفی نے ہند میں راجہ داہر کو ہرا کر سندھ و ملتان کے علاقے فتح کئے۔

۹۲ھ/ ۷۱۱ء طارق بن زیاد نے اندلس فتح کیا اسی سال جزیرہ سارڈینیا فتح ہوا۔

۹۸ھ/ ۷۱۷ء یزید بن مہلب نے جرجان وطبرستان فتح کئے

۱۰۴ھ/ ۷۲۳ء بعہد یزید بن عبدالملک جراح بن عبداللہ نے آرمینیہ فتح کیا۔

۱۰۷ھ/ ۷۲۵ء بعہد ہشام بن عبدالملک جنید بن عبدالرحمٰن مروی نے مالوہ اور بھروچ کا وسیع رقبہ فتح کیا

۱۱۴ھ/ ۷۳۲ء عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی نے فرانس پر حملہ کر کے اس کے دو صوبے اکٹیانا اور یور گونیا روند کر چارلس مارٹل کو شکست دی اور بورڈیو تک پہنچ کر اسے فتح کیا۔

۱۱۷ھ/ ۷۳۵ء حبیب ابوعبیدہ نے سوڈان فتح کیا۔

۱۱۹ھ/ ۷۳۷ء فرغانہ وخوقند فتح ہوئے اور ترکوں کو شکست ہوئی

۱۳۱ھ/ ۷۴۸ء مروان بن محمد گورنر آرمینیہ نے کاکیشیا فتح کیا بادشاہ نے جزیہ دینا منظور کیا اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے رومی ممالک کے بیسیوں قلعے فتح کئے۔

۱۲۲ھ/ ۷۴۰ء حبیب بن ابوعبیدہ نے بحکم عبداللہ گورنر مغرب جزیرہ صقلیہ (سسلی) فتح کیا۔

۲۲۴ھ/ ۸۳۹ء مسلمان مشرقی افریقہ کا رخ کر کے زنجبار و جنوبی افریقہ تک پہنچے۔

۲۲۶ھ/۸۴۱ء بحر اوقیانوس کے پچاس سے زائد جزیروں پر قبضہ ہوا۔

۲۳۰ھ/۸۴۴ء تا ۲۳۵ھ/۸۴۹ء یعقوب بن لیث و دیگر جرنیلوں نے ترکستان وافغانستان کو زیر کیا' بیشتر آبادیاں مسلمان ہوئیں۔

۳۷۲ھ/۹۸۲ء راجہ جے پال نے حملہ کر کے غزنی کو تباہ کرنا چاہا' سلطان سبکتگین نے اسے شکست دیکر پشاور کے چند علاقے قبضہ کر لئے اسی سال ایک عبیدی سردار نے جنیوا فتح کیا۔

۳۷۶ھ/۹۸۶ء راجہ جے پال نے پھر حملہ کیا تو پشاور اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک مسلمان قابض ہو گئے۔

۳۹۱ھ/۱۰۰۱ء بعہد محمود غزنوی راجہ جے پال نے حملہ کیا اور شکست کھائی۔ جہلم تک تعاقب کر کے اس کو گرفتار کر لیا۔

۳۹۸ھ/۱۰۰۸ء محمود غزنوی نے راجہ انند پال کی ریشہ دوانی و قرامطہ سازش سے تنگ آ کر ریاست بھاٹیہ فتح کر لیا۔

۴۰۶ھ/۱۰۱۵ء محمود غزنوی نے نارائن اور تھانیسر فتح کئے۔

۴۰۹ھ/۱۰۱۸ء حملہ کر کے راجہ جے پال کو مطیع بنایا۔

۴۱۳ھ/۱۰۲۲ء تک محمود غزنوی نے شمالی ہند کے علاقے فتح کئے۔

۴۱۶ھ/۱۰۲۵ء سومنات پر کامیاب حملہ

۵۸۳ھ/۱۱۸۷ء سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا۔

۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء سلطان شہاب الدین غوری نے دہلی واجمیر فتح کئے۔

۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء میرٹھ علی گڑھ' قنوج' گوالیار' آگرہ' بنارس و گجرات فتح ہوئے۔

۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء بہار و بنگال فتح ہوئے۔

۶۲۶ھ/۱۲۲۹ء سلطان شمس الدین التمش نے اڑیسہ فتح کیا۔

۶۹۵ھ/۱۲۹۶ء علاء الدین خلجی نے دکن فتح کیا۔

۷۰۹ھ/۱۳۱۰ء بعہد علاء الدین خلجی ملک کافور و خواجہ حاجی نے تلنگانہ' کرناٹک و مالابار فتح کئے۔

۷۲۷ھ/۱۳۲۶ء سلطان اُرخاں نے ساحل باسفورس تک ایشیائے کوچک فتح کیا۔

۷۶۱ھ/۱۳۶۰ء سلطان مراد خاں اول نے تھریس اور رومانیہ فتح کئے۔

۷۷۸ھ/۱۳۷۶ء بلغاریہ' سربیہ' یونان' پولینڈ' روس' ہنگری اور آسٹریا نے متحد ہو کر ترکوں پر حملہ کیا لیکن شکست کھا گئے۔ سربیہ اور بلغاریہ نے خراج دینا منظور کیا۔

۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء سلطان بایزید یلدرم نے مشرقی یورپ میں ڈینوب تک کا علاقہ فتح کیا۔

۷۹۹ھ/۱۳۹۷ء فرانس' پولینڈ' انگلستان' جرمنی' اٹلی' آسٹریا' ہنگری اور بوسنیا نے مل کر چھ لاکھ تعداد سے بیالیس ہزار ترکوں پر حملہ کیا' نکوپولس کے میدان میں جنگ ہوئی' مسلمانوں نے عیسائیوں کو مار بھگایا' انگلستان' فرانس' پولینڈ' اٹلی' جرمنی اور بوسنیا کے شہزادے قید ہوئے' بایزید یلدرم نے کہہ دیا کہ جاؤ ترکوں سے مقابلہ کی تیاریاں کرو۔

۸۰۴ھ/۱۴۰۲ء بایزید یلدرم نے یونان فتح کیا' آسٹریا و ہنگری کے کچھ حصے قبضہ کئے۔

۸۲۸ھ/۱۴۲۵ء ترکوں نے سربیہ فتح کیا۔

۸۵۷ھ/۱۴۵۳ء محمد خاں ثانی نے قسطنطنیہ فتح کیا۔

۸۶۰ھ/۱۴۵۶ء رومانیہ' بلغاریہ' یوگوسلاویہ اور ہنگری فتح کئے۔

۸۶۵ھ/۱۴۶۱ء محمد خاں ثانی نے بحر یونان کے جزائر روڈوس اور ٹورنٹو شہر اٹلی فتح کئے۔

۹۰۶ھ/۱۵۰۰ء ترکوں نے بحر روم میں وینس' اٹلی' سپین و فرانس کے متحدہ بحری بیڑوں کو شکست دی۔

۹۲۰ھ/۱۵۱۴ء سلیم خاں اول نے آرمینیہ' جارجیا و علاقہ کوہ قاف فتح کر کے اپنی حکومت میں لے لیا۔

۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء شہنشاہ اکبر نے جنوبی ہندوستان فتح کیا۔

۱۰۸۰ھ/۱۶۶۹ء اورنگ زیبؒ نے چٹاگانگ آسام اور اراکان کے علاقے فتح کئے۔

حقانیت اسلام کا ایک ثبوت

بغداد سے چالیس میل پر حضرت سلمان فارسیؓ کا مزار ہے اس نسبت سے یہ بستی سلمان پاک سے موسوم ہے' اس کا قدیم نام مدائن تھا جو مدتوں عراق عجم کا دارالسلطنت رہا۔ یہاں سے دو فرلانگ پر دو صحابیؓ رسول حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی قبریں تھیں اور قریب ہی دریائے دجلہ' حضرت حذیفہؓ کی قبر میں پانی اور حضرت جابرؓ کی قبر میں نمی آنے لگی۔ شاہ فیصل اول اور مفتی اعظم عراق نے خواب میں ان دونوں بزرگوں کو دیکھا جو فرما رہے ہیں کہ ہماری قبروں کو منتقل کر دو۔ مفتی صاحب نے قبر کھولنے کا فتویٰ دیا۔ شاہ نے تاریخ کا اعلان کیا' اخبارات نے شائع کیا' ترکی اور مصر سے سرکاری وفود آئے' بیرونی ممالک سے ہر مذہب وعقیدہ کے تقریباً پانچ لاکھ اشخاص جمع ہو گئے' یہ چھوٹی سی بستی بغداد ثانی بن گئی' عشرہ اخیرہ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ/ اپریل ۱۹۳۲ء دوشنبہ ۱۲ بجے دن میں تمام حکومتوں کے سفراء' عراقی پارلیمنٹ کے ممبران' شاہ فیصل اور لاکھوں نفوس کے درمیان پہلے حضرت حذیفہؓ کی پھر حضرت جابرؓ کی نعش مبارک کرین کے ذریعہ نکالی گئی۔ شاہ فیصل' مفتی اعظم عراق' وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور ولی عہد شاہ فاروق نے بڑے احترام سے کاندھا دیا اور شیشہ کے تابوت میں رکھا' نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ داڑھی کے بال بالکل صحیح حالت میں تیرہ سو سال پہلے کے نہیں بلکہ چند ساعت پہلے کے معلوم ہوتے تھے' حیرت انگیز بات یہ کہ دونوں بزرگوں کی آنکھیں چمک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ شخص مؤمن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو مگر اس کا پڑوسی برابر میں بھوکا رہے'' (بیہقی)

رہی تھیں۔ بہت سے لوگوں نے نگاہیں ڈالیں مگر آنکھ نہ ٹھہر سکی‘ بڑے بڑے ڈاکٹر دنگ رہ گئے‘ ایک ماہر چشم جرمن ڈاکٹر یہ دیکھ کر فوراً مفتی اعظم کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا اور کہا کہ حقانیت اسلام کا اس سے بڑا کوئی ثبوت نہیں ہوسکتا۔

تابوت پر رکھ کر رونمائی کے لئے چہروں سے کفن ہٹایا گیا‘ عراقی فوج نے سلامی دی‘ توپیں سر ہوئیں پھر مجمع نے نماز جنازہ ادا کی۔ بادشاہوں اور علماء نے کاندھوں پر تابوت اٹھائے پھر حکومتوں کے سفراء پھر اعلیٰ حکام نے کاندھا دیا پھر بقیہ حضرات اس سعادت سے مشرف ہوئے‘ ہوائی جہازوں نے غوطے لگا لگا کر سلامیاں دیں اور پھول برسائے‘ جگہ جگہ عورتوں نے تابوت رکوا کر زیارت وگلپاشی کی‘ اس طرح چار گھنٹوں کے بعد دونوں تابوت مقبرہ سلمان پاک پہنچے۔ اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں اور توپوں کی گرج کے ساتھ اسلام کے یہ دونوں زندہ شہید حضرت سلمان فارسیؓ کی قبر کے قریب سپرد خاک کئے گئے۔ دوسرے روز بغداد کے سنیماؤں میں اس کے فلم دکھائے گئے پھر بغداد کے بہت سے غیر مسلم خاندان مشرف با اسلام ہوگئے۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ جنوری ۱۹۷۹ء وتاج جنتری مکتبہ اشاعت الاسلام دہلی)

مختلف دور میں اشیاء کے بھاؤ بعہد علاء الدین خلجی

گیہوں ۱۱۹ سیر‘ چاول ۱۷۹ سیر‘ چنا ۱۷۹ سیر‘ ارد ۱۷۹ سیر‘ جو ۲۲۴ سیر‘ گھی ۳۳ سیر‘ سرسوں کا تیل ۶۷ سیر‘ لال کھانڈ ۲۴ سیر۔

بعہد محمد تغلق

گیہوں فی من پختہ ۹‘ شالی دھان فی من پختہ ۶‘ چاول فی من پختہ ۹‘ چنا فی من پختہ ۳‘ شکر سفید فی من پختہ ۳‘ مصری فی من پختہ ۳۔

بکری کا گوشت

اسی عہد میں ابن بطوطہ آیا اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ بنگال کے اندر گرانی میں چاول فی روپیہ من اور ارزانی میں فی روپیہ سولہ من‘ سوتی کپڑا فی روپیہ تیس گز۔

بعہد فیروز تغلق

گیہوں فی من پختہ ۵‘ جو فی من پختہ ۳‘ چنا فی من پختہ ۳‘ گھی فی سیر پختہ اڑھائی پیسہ‘ شکر فی سیر ساڑھے تین پیسہ۔

بعہد ابراہیم لودھی

غلہ فی روپیہ ۱۰ من‘ گھی فی روپیہ ۵ سیر‘ کپڑا فی روپیہ ۱۰ گز‘ ایک خاندان ۵ روپیہ ماہوار میں باعزت گزارہ کرسکتا تھا۔

بعہد اکبر بادشاہ

گیہوں فی من ۸‘ جو فی من ۵‘ شالی دھان فی من ۲‘ چنا فی من ۵‘ مونگ فی من ۱۱‘ ماش فی من ۱۰‘ موٹھ فی من ۶‘ شکر سفید فی من ۱۲۔

بعہد دیگر شہنشاہ اکبر

گیہوں فی روپیہ ۴ من‘ مونگ فی روپیہ پونے آٹھ من‘ تیل فی روپیہ ایک من ۲۴ سیر‘ نمک فی روپیہ ۲ من ۳۰ سیر‘ کھانڈ فی روپیہ ۱۸ سیر‘ باجرہ فی روپیہ ۳ من‘ گھی فی روپیہ ۱۵ سیر۔

بعہد جہانگیر

ایک آنہ روز میں ایک آدمی نہایت آرام سے بسر کرسکتا تھا۔

بعہد عالمگیر

ڈھاکہ میں چاول فی روپیہ ۷ من ۱۰ سیر‘ ساحل کارمنڈل پر مچھلی ۲۰ پونڈ ۳‘ کٹک میں مکھن فی سیر ۲‘ نمک ۲۸ من‘ بڑی بڑی سو مچھلیاں ۲‘ گائے کا گوشت نصف سیر چند کوڑی میں۔

انگریزوں کا منحوس دور

انگریز یہاں سے بیشمار دولت اور غلہ لے گئے‘ ہندوستان کی ارزانی گرانی سے بدل گئی‘ کلکتہ کا سنہ وار بھاؤ دیکھئے

۱۷۳۸ء	چاول فی روپیہ	۲من ۳۰سیر	گیہوں	۲من ۲۰سیر	سرسوں کا تیل	۱۲سیر
۱۷۵۰ء	//	۲من ۱۰سیر	//	۲من ۱۰سیر	//	۱۰سیر
۱۷۵۸ء	//	۱من ۳۰سیر	//	۱من ۳۵سیر	//	ساڑھے ۸سیر
۱۷۸۲ء	//	۱من ۵سیر	//	۱من ۵سیر	//	۷سیر
۱۸۲۵ء	//	۳۰سیر	//	۳۲سیر	//	۶سیر
۱۸۵۸ء	//	۱۵سیر	//	۱۸سیر	//	۵سیر
۱۸۸۰ء	//	۱۲سیر	//	۱۱سیر	//	ساڑھے ۴سیر

عہد وکٹوریہ ۱۸۹۰ء

گیہوں فی روپیہ ۲۵ سیر' چاول فی روپیہ ۱۲ سیر' گھی فی روپیہ ۲ سیر' دودھ فی روپیہ ۹ سیر' چنا فی روپیہ ۲۸ سیر۔

عہد جارج پنجم

گیہوں فی روپیہ ۸ سیر' چاول فی روپیہ ۴ سیر' چنا فی روپیہ ۹ سیر' دال فی روپیہ ۴ سیر' گھی فی روپیہ ۸ چھٹانک' دودھ فی روپیہ ۴ سیر' جارج پنجم کے بعد کا زمانہ اور منحوس ہے۔ (نقش حیات ۱۹۷ تا ۲۰۲)

انگلستان وہندوستان کے قحط ارزانی گرانی سے بدل گئی' کلکتہ کا سن وار بھاؤ دیکھئے۔

انگلستان و ہندوستان کے قحط

صدی	انگلستان	ہندستان	وسعت قحط
۱۰۰۰ء تا ۱۱۰۰ء	۲۰ قحط	۲ قحط	ہر دو مقامی
۱۱۰۰ء تا ۱۲۰۰ء	۱۵ قحط	ا قحط	نواح دہلی
۱۲۰۰ء تا ۱۳۰۰ء	۱۹ قحط	۳ قحط	مقامی
۱۳۰۰ء تا ۱۴۰۰ء	۱۶ قحط	۳ قحط	مقامی
۱۴۰۰ء تا ۱۵۰۰ء	۹ قحط	۲ قحط	مقامی
۱۵۰۰ء تا ۱۶۰۰ء	۱۵ قحط	۳ قحط	مقامی
۱۶۰۰ء تا ۱۷۰۰ء	۶ قحط	۳ قحط	غیر معین

سترہویں صدی تک انگلستان میں ۱۰۰ قحط اور ہندستان میں ۱۷ قحط انگریزوں کے آنے کے بعد حالات الٹ گئے۔

۱۷۰۰ء تا ۱۸۰۰ء	۷ قحط	۱۱ قحط	کئی صوبے
۱۸۰۰ء تا ۱۹۰۰ء	ا قحط	۳۱ قحط	ملک گیر

انیسوی صدی میں ہندستان کے اندر قحط سے ہلاکت و بربادی کی تفصیل۔

۱۸۰۰ء تا ۱۸۲۵ء	۵ قحط	اس ۲۵ برس میں قحط سے پچاس لاکھ آدمی مرے
۱۸۲۶ء تا ۱۸۵۰ء	۲ قحط	اس ۲۵ سال میں قحط سے دس لاکھ آدمی مرے۔
۱۸۵۱ء تا ۱۸۷۵ء	۶ قحط	اس ۲۵ برس میں ۵۰ لاکھ اور بقول دیگر ایک کروڑ آدمی مرے
۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۰ء	۱۸ قحط	اس مدت میں قحط سے دو کروڑ ۶۰ لاکھ آدمی مرے۔
۱۸۶۰ء تا ۱۹۱۰ء		پچاس برس میں بھوک اور فاقے سے تین کروڑ نفوس مرے۔
۱۷۹۳ء تا ۱۹۰۰ء		۱۰۷ برسوں میں ساری دنیا میں جنگوں سے قریب ۵۰ لاکھ جانیں گئیں
۱۸۹۱ء تا ۱۹۰۰ء		دس برس میں صرف قحط سے ہندستان میں ایک کروڑ نوے لاکھ سے زائد آدمی مرے۔ (نقش حیات ص ۲۰۵ تا ۲۰۷)

ہندستان کی بھوک مری افلاس و بدحالی اور انگلستان کی خوشحالی و فارغ البالی کی کھلی وجہ یہ تھی کہ انگریز نے اپنے اقتدار میں ہندستان کا سونا' چاندی' غلہ وغیرہ نہایت کثیر مقدار میں انگلستان پہنچایا۔

ہندوستانی رقم انگلستان میں

جنگ پلاسی اور جنگ واٹرلو کے درمیان پندرہ ارب روپیہ انگلستان گیا۔ بحساب مسٹر ہنڈومن سالانہ ساٹھ کروڑ روپیہ انگلستان جاتا رہا۔

بقول سرولیم ڈگبی ۱۹۰۰ء تک اکیانوے ارب بیس کروڑ روپیہ آئینی طور پر ہندستان سے نکلا بحساب مسٹر ہنڈومن ۱۸۳۲ء تا ۱۹۴۵ء ایک کھرب اٹھارہ ارب اسی کروڑ روپے نکلے بحساب وٹھل بھائی پٹیل ۱۹۳۳ء تک بنک آف انگلینڈ میں چار کھرب پچاس ارب روپے پہنچے۔ (نقش حیات ص ۱۸۸/ ج ا)

غیر آئینی طور پر جو رقمیں لوٹ کھسوٹ کر پہنچیں ان کا اندازہ نہیں۔

ہندوستانی غلہ انگلستان میں

جہازوں میں غلہ بھر بھر کر بہت کثرت سے انگلستان بھیجا گیا' صرف ۱۸۸۳ء میں ۱۱۸۶۸۳۷۱۰ من گیہوں ہندوستان سے باہر گیا یعنی فی منٹ ۲۲۹ من۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق چاول فی منٹ ۱۱۸ من' گیہوں فی منٹ ۶۵ من' دال ارہر فی منٹ ۵۰ من' دل مسور فی منٹ ۵۵ من' مونگ پھلی فی منٹ ۶۵ من' ہندستان سے نکلے۔ ۱۹۱۳ء کی مقدار برآمد' چاول ۶ کروڑ ۷۵ لاکھ من' گیہوں تین کروڑ ۵۰ لاکھ من' کپاس ڈیڑھ کروڑ من' جوٹ سوا دو کروڑ من' چائے ۳۶ لاکھ من' ۱۹۱۶ء کی برآمدت گیہوں ۲۳۸۰۰۰۰ ٹن' ۱۹۱۷ء گیہوں ۲۹۱۰۰۰۰ ٹن' ۱۹۱۸ء گیہوں ۴۵۱۰۰۰۰ ٹن' ۱۹۱۹ء چاول ۵۶۵۰۰۰۰۰۰ من' یہ اعداد و شمار سرکاری محکموں نے شائع کئے' جو راز داری میں گیا اس کا اندازہ نہیں (نقش حیات مولانا مدنی ص ۲۰۳/ ج ا)

ہندستان کی خوشحالی

ہندوستان قدیمی زمانہ سے ایسا مالدار تھا کہ روئے زمین پر ایسا دولت مند کوئی ملک نہ تھا۔ منڈیوں میں اناج کے ڈھیر کی طرح صرافوں کی دکانوں پر روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگے ہوتے تھے۔ بنگال کے جگت سیٹھوں کا کاروبار بنک آف انگلینڈ کے برابر پھیلا ہوا تھا۔ سوت کے تاجر عبدالغفور کا سرمایہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرمایہ کے برابر تھا۔ محمد تغلق سالانہ دو لاکھ جوڑے کپڑے اور دس ہزار گھوڑے تقسیم کرتا۔ روزانہ بیس ہزار آدمی شاہی مہمان خانہ میں کھانا کھاتے۔ باورچی خانہ میں روزانہ اڑھائی ہزار گائیں اور دو ہزار بکریاں ذبح کی جاتیں۔ روزانہ دو سو علماء بادشاہ کے ساتھ کھانا کھاتے۔ دہلی میں ستر شفا خانے' مسافروں کے دو ہزار مسافر خانے اور رباطیں اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آپ شوربا پکائیں تو ذرا اس کا پانی بڑھا دیا کریں اور اپنے پڑوسی کا خیال کیا کریں۔'' (مسلم)

ایک ہزار مدرسے تھے۔ جہانگیر سال میں دو مرتبہ سونے چاندی اور قیمتی دھاتوں سے بارہ بارہ بار تولا جاتا تھا اور یہ سب سونا چاندی فقیروں محتاجوں پر تقسیم کر دیا جاتا تھا' جہانگیر کا وزن تین من دس سیر تھا۔ اسی طرح شہنشاہ اکبر اور دوسرے شاہان مغلیہ تولے جاتے' روزانہ تین ہزار روپیہ خیرات کرنے کا معمول تھا۔ افراط زر کی وجہ سے شاہجہاں نے ایک کروڑ روپے کی لاگت سے ساڑھے تین گز لمبا پانچ گز اونچا سونے کا تخت طاؤس بنوایا۔ عالمگیرؒ جب بادشاہ ہوئے تو آگرہ اور دہلی کے خزانوں کی پڑتال کا حکم دیا۔ چھ ماہ تک کئی ہزار نفوس چاندی کے سکے تولتے رہے۔ ابھی صرف ایک کونہ تولا جا سکتا تھا اشرفی اور جواہرات کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ کام روک کر عالمگیرؒ دکن کی مہم پر چلے گئے۔ (نقش حیات مولانا مدنی ص ۱۶۵ تا ۱۶۹)

تیرہ بار تعمیر کعبہ

ان اول بیت وضع للناس
بنی البیت خلق و بیت الالہ
مدی الدھر من سابق یکرم
ملائکتہ' آدم' ولدہ خلیل' عمالقہ' جرھم
قصی' قریشی و نجل الزبیر
وحجاج بعدھم یعلم
وسلطاننا الملک المرتجیٰ
مراد ھوالماجد الاعظم

(۱) تعمیر ملائکہ حضرت آدمؑ سے دو ہزار برس قبل فرشتے طواف و حج کرتے تھے۔

(۲) تعمیر آدمؑ لبنان' طور سینا' طور زیتا' جودی' حراء پانچ پہاڑوں کے پتھر سے۔

(۳)...... تعمیر شیث بن آدمؑ پتھر اور مٹی سے۔

(۴)...... تعمیر ابراہیمؑ طول ۳۲ ہاتھ دوسری جانب ۳۱ ہاتھ' عرض ۲۲ ہاتھ' دوسری جانب ۲۰ ہاتھ' حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اٹھاتے تھے عمر ۳۰ برس تھی' زمین کے برابر دو دروازے بغیر کواڑ کے تھے' دیواروں کی بلندی ۹ ہاتھ' چھت نہ تھی' اندر ایک کنواں بنوایا' بیت اللہ کے خزانے اور نذر و نیاز رکھنے کے لئے۔

(۵)...... تعمیر عمالقہ (تعمیر حضرت ابراہیمؑ کے انہدام کے بعد)

(۶)...... تعمیر جرہم (سیلاب سے منہدم ہونے پر) اولاد نوح میں عمالقہ و جرہم دو قبیلے مکہ میں رہتے تھے۔

(۷)...... تعمیر قصی بن کلاب' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں پشت میں' جدت کے ساتھ از سر نو تعمیر مع چھت۔

(۸) تعمیر عبدالمطلب درمیان تعمیر قصی و قریش' اس تعمیر کو شہرت نہ ملی۔

(۹) تعمیر قریش' ایک عورت کعبہ کو دھونی دے رہی تھی کہ غلاف کعبہ جل گیا' دیواریں کمزور ہو گئیں پھر سیلاب نے آ کر دیواروں میں شگاف کر دیا۔ قریش نے منہدم کر کے حلال کمائی سے از سر نو تعمیر کی' حلال رقم کم ہونے کی وجہ سے جانب حطیم کعبہ کی تھوڑی زمین چھوڑ دی' دیواریں ۱۸ ہاتھ بلند کر دیں' اندر دو قطار میں چھ ستون بنا کر چھت لگائی' ایک پرنالہ بنایا' رکن شامی کی طرف اندر زینہ بنایا' بہت اونچی کرسی پر ایک دروازہ لگایا' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کندھوں پر پتھر اٹھا لاتے عمر مبارک ۳۵ برس تھی' حجر اسود نصب کر کے قریش کا زبردست جھگڑا ختم کیا' اس تعمیر اور تعمیر ابراہیمؑ میں ۲۶۴۵ برس کا فاصلہ ہے۔

(۱۰) تعمیر عبداللہ بن زبیرؓ ربیع الاول ۶۴ھ/۶۸۳ء میں شامی فوج یزید نے مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور منجنیق سے کعبہ پر پتھر برسائے' شنبہ ۶ ربیع الاول کو ایک شامی نے غلاف کعبہ میں آگ لگا دی' عمارت کعبہ کو کافی نقصان پہنچا۔ نصف جمادی الآخری کو ابن زبیرؓ نے کعبہ کا انہدام شروع کیا۔ ۱۷ رجب ۶۴ھ یا ۶۵ھ کو تعمیر مکمل ہوئی۔ دو ہاتھ چوڑی دیوار ۲۷ ہاتھ بلند' اندر ایک قطار میں تین ستون' آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق بناء ابراہیم پر حطیم کو کعبہ میں داخل کر لیا۔ زمین کے برابر دو دروازے رکھے' اس وقت یہ حادثہ ہوا کہ فدیہ اسمٰعیل ذبیح اللہ کے جنتی مینڈھے کے سینگ جل گئے جو اندرون کعبہ محفوظ تھے اس تعمیر اور تعمیر قریش کے درمیان ۸۲ برس کا فصل ہے۔

(۱۱) تعمیر حجاج' قتل عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد حجاج نے خلیفہ عبدالملک سے اجازت لی کہ ابن زبیرؓ نے خانہ کعبہ میں ایسی زیادتی کی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی' اس نے پھر حطیم کی زمین کعبہ سے باہر کر دی' مغربی دروازہ بند کیا' اندر پاٹ کر ساڑھے چار ہاتھ بلندی پر مشرقی دروازہ لگایا' بقیہ عمارت اور تین طرف کی دیواریں تعمیر ابن زبیرؓ ہیں جو اب تک قائم ہیں' یہ تغیر ۷۳ھ/۶۹۲ء میں ہوا' محدثین کی روایت ہے کہ بعض سلاطین ہارون الرشید وغیرہ نے ابن زبیرؓ کے مطابق تعمیر کعبہ بنوانا چاہا تو امام مالکؒ نے شدت سے روک دیا تا کہ تعمیر کعبہ بادشاہوں کا کھیل نہ بن جائے۔

(۱۲) ۱۰۲۱ھ/۱۶۱۲ء میں سلطان احمد ترکی نے چھت بدلوائی' دیواروں اور میزاب رحمت کی مرمت کرائی۔

(۱۳) تعمیر سلطان مراد' چہارشنبہ ۱۹ شعبان ۱۰۳۹ھ/۱۶۳۰ء صبح سے شب پنجشنبہ ۲۰ شعبان تک مکہ میں بارش ہوتی رہی' زبردست سیلاب آ گیا نصف دیوار کعبہ تک پانی بھر گیا۔ اہل مکہ کے گھروں میں پانی داخل ہوا' تقریباً ایک ہزار آدمی مر گئے۔ ۲۰ شعبان کی شام کو مشرقی' مغربی اور شامی دیوار کعبہ کے بعض حصے منہدم ہو گئے' سلطان مراد نے ساڑھے چھ مہینے میں ۲۰ ذوالحجہ ۱۰۴۰ھ تک تعمیر و مرمت کرائی جو تا حال قائم ہے۔ بقول شاہ عبدالعزیزؒ حجر اسود کی طرف تعمیر ابن زبیرؓ ہے اور تین طرف سلطان مراد کی تعمیر ہے۔

(۱۴) بعہد سلطان ابن سعود معلوم ہوا کہ چھت اور مغربی وشمالی دیواروں میں ضعف وشگاف ہوگیا ہے تو جمعہ ۱۸ رجب ۱۳۷۷ھ تا ۱۱ شعبان ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء اصلاح ومرمت ہوئی۔ ابن سعود نے کواڑوں اور چوکھٹ کی تجدید کی۔

تین عظیم مسجدیں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر نہ کیا جائے مگر صرف تین مسجدوں کے لئے ۱۔مسجد الحرام ۲۔مسجد اقصیٰ ۳۔اور میری یہ مسجد (مسجد نبوی) (مشکوٰۃ ص ۶۲/۱)۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مرد کی نماز اس کے گھر میں ایک نماز ہے اور محلہ کی مسجد میں ایک نماز پچیس نماز کے برابر اور جامع مسجد میں پانچ سو نماز کے برابر اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نماز کے برابر اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں بھی پچاس ہزار نماز کے برابر اور مسجد الحرام میں ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۳)

بیت المقدس

مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کا مقدس مقام، مسلمان کا قبلہ اول، معراج کی پہلی منزل، بیت المقدس کے جنوب سطح سمندر سے تین ہزار چھ سو فٹ بلند کوہ صیہون ہے جس کا پہلا نام جے لیس تھا پھر یروشلم ہوا، عبرانی زبان میں یروشلم کا معنی دارالامان مگر عہد اسلامی کے سوا بیت المقدس میں اکثر خون خرابہ ہوتا رہا۔ یہود کی نافرمانیوں اور فساد برپا کرتے رہنے سے کبھی ان پر ظالم بادشاہ جالوت اور کبھی بابلی فرماں روا بخت نصر مسلط ہوئے جنہوں نے شہر میں گھس کر مسجد میں آگ لگائی، ہزاروں یہودیوں کو قتل کیا اور بہتوں کو گرفتار کیا۔ بخت نصر کے غلبہ کے بعد پھر یہود کو عروج نہ مل سکا۔

بیت المقدس کی قدیم تاریخ پردہ خفا میں ہے صرف انیس سو سال کی تاریخ محفوظ ہے۔

تاریخ بیت المقدس

حضرت داؤد علیہ السلام	۱۰۰۰ق م	قبۃ الصخرہ تعمیر عبدالملک	۶۹۱ء
تعمیر ہیکل حضرت سلیمانؑ	۹۷۰ق م	شہر پر فاطمیوں کا قبضہ	۹۶۹ء
بخت نصر نے شہر تباہ کیا	۵۸۷ق م	مرمت قبۃ الصخرہ مامون رشید	۸۳۱ء
جلاوطنی کے بعد یہود کی واپسی	۵۳۸ق م	تاتاریوں کا حملہ	۱۰۷۷ء
فلسطین زیر اقتدار فارس	۵۳۸تا۵۳۲ق م	پہلی صلیبی جنگ، گاڈفری	۱۰۹۹ء
تعمیر ہیکل زروبابل بن سالتی	۵۲۰ق م	صلیبی اقتدار	۱۰۹۹ء تا ۱۱۸۷ء
تعمیر فصیل نحمیاہ	۴۴۲ق م	صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا	۱۱۸۷ء
سکندر اعظم	۳۳۲ق م	تیسری صلیبی جنگ	۱۱۸۸ء تا ۱۱۹۲ء
انطوخیوس نے ہیکل تباہ کیا	۱۶۸ق م	چوتھی صلیبی جنگ	۱۱۹۶ء
ہیکل کی بحالی	۱۶۵ق م	پانچویں صلیبی جنگ	۱۲۰۲ء
فلسطین پر رومی اقتدار	۶۳ق م تا ۶۳۷ق م	بچوں کی صلیبی جنگ	۱۲۱۲ء
پومپیائی نے آکر ہیکل تباہ کیا	۶۳ق م	چھٹی صلیبی جنگ	۱۲۱۷ء
ہیرود اعظم کی تعمیر ہیکل وفصیل	۲۰ء	ساتویں صلیبی جنگ	۱۲۲۷ء
ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴ء	عیسائیوں کا تصرف	۱۲۲۹ء تا ۱۲۴۲ء
روم سے یہود کا اخراج	۴۹ء	خوارزمیوں کا قبضہ	۱۲۴۲ء تا ۱۲۴۷ء
جنگ یہود	۶۶ء	مملوک کا اقتدار	۱۲۴۷ء تا ۱۵۰۷ء
طیطس رومی نے یروشلم تباہ کیا	۷۰ء	آٹھویں صلیبی جنگ	۱۲۴۸ء تا ۱۲۵۴ء
یروشلم میں رومی فوج کا قیام	۷۰ء تا ۱۳۲ء	الملک الظاہر بیبرس	۱۲۶۰ء تا ۱۲۷۷ء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمسایہ کے حق میں جبریل نے مجھے اتنی وصیت کی کہ میں نے اس کے وارث ہونے کا گمان کرلیا۔ (مجمع)

یہودیوں کی بغاوت	۱۳۲ء
رومیوں نے معبد گرا کر ہل چلا دیا	۱۳۵ء
پھر تعمیر ہیڈرین شہر کا نام ایلیا	۱۳۶ء
قیصر روم قسطنطین نے مشہد اور کلیسائے نشور تعمیر کیا	۳۳۵ء
حضرت مریمؑ کے گرجا کی تعمیر	۵۳۲ء
خسرو نے بیت المقدس پر قبضہ کیا	۶۱۴ء
آنحضورؐ کا معراج میں مسجد اقصیٰ جانا	۶۲۰ء
ہرقل نے خسرو کو شکست دی	۶۲۸ء
حضرت عمرؓ نے بیت المقدس فتح کیا	۶۳۷ء
بنیاد مسجد عمرؓ	۶۳۷ء
بیت المقدس اسلامی شہر	۶۳۷ء تا ۱۰۹۹ء
منصور قلاوون	۱۲۷۹ء تا ۱۲۹۰ء
نویں صلیبی جنگ	۱۲۷۰ء تا ۱۲۷۲ء
مسلمان نے عکہ فتح کیا	۱۲۹۱ء
محمد ثانی نے قسطنطیہ فتح کیا	۱۴۵۳ء
فلسطین پر ترکان عثمان کا اقتدار	۱۵۱۷ء تا ۱۹۱۷ء
بیت المقدس میں تعمیرات سلیمان اعظم	۱۵۳۷ء تا ۱۵۴۲ء
قبضہ محمد علی والی مصر	۱۸۳۲ء
یروشلم پر فرنگی قبضہ	۱۹۱۷ء
بیت المقدس اسلامی شہر	۱۹۴۸ء
بیت المقدس پر یہودی تصرف	۱۹۶۷ء

(تاریخ بیت المقدس)

بیت المقدس ان گنت زیارت گاہوں والا دنیا کا قدیم ترین شہر اس پر ۳۳ سے زائد صدیاں گزر چکیں' بار بار اجڑا اور بسا' ہادرین اور بخت نصر کے وقت مکمل برباد ہوا۔ کبھی کبھی زمین کے برابر کر کے اس پر ہل چلائے گئے' اہل شہر قتل یا جلاوطن ہوئے' کئی بار زلزلے سے کھنڈر بنا' بیس بار محصور اور اٹھارہ مرتبہ ازسرنو تعمیر ہوا' اہل شہر شاید ہی کبھی بیس سال تک پرسکون رہے ہوں۔ بیت المقدس کے کئی نام ہیں' یروشلم' جیبوس' یوری سلیم' ایلیا' البلاط اور گولڈن سٹی۔ (تاریخ بیت المقدس)

مسجد نبوی

۱ھ/۶۲۲ء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد رکھی' ابتدا میں طول ۶۰ ہاتھ (۹۰ فٹ) عرض ۵۰ افٹ' بلندی تقریباً ۱۰ فٹ' دیواروں کی موٹائی ڈیڑھ فٹ' تین دروازے' چھت کھجور کے پتوں کی اور فرش کچا' فتح خیبر کے بعد ۷ھ/ ۶۲۸ء میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توسیع کر کے ۱۵۰ فٹ اور عرض ۱۵۰ فٹ یعنی سو ہاتھ مربع کر دیا۔ مسجد سے متصل ازواج مطہرات کے نو حجرے تعمیر ہوئے۔

۱۸ھ میں حضرت عمرؓ نے طول ۱۴۰ گز (۲۱۰ فٹ)' عرض ۱۲۰ گز (۱۸۰ فٹ) اور چھ دروازے بنوائے

۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے لمبائی ۱۶۰ گز' چوڑائی ۱۵۰ گز کر دی اور نقش و نگار سے آراستہ کیا۔ جانب قبلہ اضافہ کیا جس کی محراب ''محراب عثمانی'' سے موسوم ہوئی۔ ۸۸ھ سے ۹۱ھ تک توسیع ولید بن عبدالملک سے طول ۲۰۰ گز (۳۰۰ فٹ) اور عرض ۱۶۲ گز (۲۵۰ فٹ) ہو گیا۔

۱۶۱ھ سے ۱۶۵ھ تک خلیفہ مہدی نے لمبائی ۳۰۰ گز اور چوڑائی ۱۸۰ گز کر دی پھر معتصم باللہ نے تعمیر کرائی۔ ملک ناصر نے صحن کے دالان بنوائے' ملک اشرف نے یہ دالان توڑ کر نیا بنوایا۔ ۸۵۳ھ میں شاہ ظاہر حقیق نے روضہ پاک اور مسجد کی چھت دوبارہ بنوائی۔ ۹۲۴ھ میں ملک ناصر غازی نے دوبارہ دیواریں بنوائیں۔ ۹۸۰ھ/۱۵۷۲ء میں سلیم خان ثانی نے عظیم الشان تعمیر کی۔ ۹۹۹ھ میں سلطان مراد نے لمبائی میں اضافہ کیا۔ ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء تا ۱۲۶۶ھ میں سلطان عبدالمجید نے ازسرنو تعمیر کی۔ گنبد خضریٰ بنوایا' عمارت منقش گنبد نما اور آیات قرآنی سے مزین کیا۔ انہی کے نام پر باب مجیدی ہے۔ ان کے بعد سلطان عبدالعزیز نے کام کی تکمیل کی۔ ۱۳۳۶ھ میں فخری پاشا نے محراب نبوی و محراب عثمانی کی مرمت کرائی۔ ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء میں عبدالعزیز بن سعود نے چاروں طرف صحن کی زمین پر پتھر کا فرش بنوایا۔ نئی توسیع سے پہلے طول ۱۳۸ فٹ اور عرض ۲۱۶ فٹ تھا۔ ۱۳۶۸ھ میں سلطان عبدالعزیز نے توسیع کا اعلان کیا۔ ۱۳۷۲ھ میں سعود بن عبدالعزیز نے عمارت جدید کی بنیاد رکھی۔ چاروں طرف مکانات خرید کر گرائے جو ۲۲۹۵۵ مربع میٹر ہوتے ہیں۔ پہلے باب جبرائیل' باب رحمت' باب مجیدی' باب الذ باب السلام پانچ دروازے تھے پھر دس ہوئے۔ اسی اسی گز بلند پانچ مینار' دیواروں سے لگے ۴۸۴ مربع ستون' نئے گول ستونوں کی تعداد ۲۳۲' مسجد کی کمانیں ۶۸۹' کھڑکیاں ۱۴۴' دیواروں کی بنیاد چھ گز گہری اور میناروں کی ۲۲ گز گہری' عہد نبوی میں رقبہ ۲۴۷۵ مربع میٹر' اضافہ فاروقی ۱۱۰۰ مربع میٹر' اضافہ عثمانی ۴۹۴ مربع میٹر' اضافہ ولید ۲۳۹۶ مربع میٹر' اضافہ مہدی ۲۴۵۰ مربع میٹر' اضافہ ملک اشرف ۱۲۰ مربع میٹر' اضافہ سلطان عبدالمجید ۱۲۹۲ مربع میٹر۔ اس طرح سعودی دور تک کل رقبہ ۱۰۳۲۹ مربع میٹر تھا۔

سعودی توسیع کے بعد ۱۶۳۲۷۰۰۰۰۰ مربع میٹر ہو گیا پھر مزید اضافہ ہوا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے کی جگہ محراب النبیؐ ہے اس کے دائیں استن حنانہ کا نشان ہے جہاں کھجور کا ایک تنا تھا اسی پر ٹیک لگا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تھے اس کے قریب ایک خوبصورت منبر بنا ہے منبر اور روضہ پاک کے درمیان کی جگہ جنت کی کیاری ہے اس میں چند ستون ہیں۔ ایک ستون عائشہؓ ہے یہاں حضرت عائشہؓ نماز پڑھتی تھیں، یہی ستون سریرؓ و ستون ابی لبابہؓ ہے۔ ان ستونوں سے حضرت سریرؓ و حضرت ابولبابہؓ نے غلطی کی معافی کے لئے اپنے کو باندھ دیا تھا، معافی پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارک سے کھولا، ایک ستون وفد ہے جہاں وفود سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات فرماتے تھے۔ مسجد کے چاروں طرف دالان ہیں، قبلہ کی طرف دالان کے دائیں روضہ مبارکہ ہے جس کے کنارے کنارے خوشنما مضبوط جالیاں ہیں، اندر غلاف پوش کمرہ ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبریں ہیں۔ جالی سے ہٹ کر مواجہ میں مؤدب کھڑے ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے زندگی میں مجھے دیکھا اور فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی (فیض القدیر شرح جامع صغیر ص ۱۴۰ جلد ۶)

قرآن کریم کا ۲۳ سالہ نزول

سنہ ۱ نبوی العلق، القلم، المزمل، المدثر

سنہ ۲ نبوی الاعلیٰ، التکویر، القیمہ، الاخلاص، الفیل، قریش، الفجر، التین، اللہب، الفلق، الناس،

سنہ ۳ نبوی الشمس، اللیل، الضحیٰ، الانشراح، البلد، الطارق، البروج، عبس، الفاتحہ، الشعراء، الطور، الذریٰت، ق، الغاشیہ، العدیت، التکاثر

سنہ ۴ نبوی الفرقان، النمل، سبا، فاطر، النجم، القمر، الرحمٰن، الواقعہ، الملک، الحاقہ، المعارج،

سنہ ۵ نبوی المرسلت، الدہر، نوح، ص، طٰہٰ، مریم، الماعون، الکوثر

سنہ ۶٬۵ نبوی الصفت، جز حم سجدہ، یٰسین

سنہ ۶ نبوی النبا، العصر، المطففین، الانفطار، الکفرون

سنہ ۷٬۶ نبوی النزعت، الانشقاق، الروم،

سنہ ۷ نبوی القارعہ، الانبیاء

سنہ ۸ نبوی القدر، البینہ، الھمزہ

سنہ ۹ نبوی العنکبوت، السجدہ، لقمان، الزلزال

سنہ ۱۰ نبوی النمل، المومنون، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الجن۔

سنہ ۱۱٬۱۰ نبوی الاحقاف

سنہ ۱۱ نبوی المومن، الانعام، یونس، ہود، یوسف، الرعد، ابراہیم، الحجر۔

سنہ ۱۲٬۱۱ نبوی الزمر، الاعراف،

سنہ ۱۲ نبوی بنی اسرائیل، الکہف، القصص، جز حم السجدہ۔

سنہ ۱۳ نبوی و ۱ھ الحج، التغابن

سنہ ۱ھ محمد ۲٬۱ھ البقرہ

سنہ ۲ھ الانفال

سنہ ۳٬۲ھ آل عمران

سنہ ۳ھ النساء، المائدہ، الصف

سنہ ۴٬۳ھ الجمعہ

سنہ ۴ھ الحشر

سنہ ۵ھ المنافقون، جز الاحزاب، النور

سنہ ۶ھ الطلاق، الفتح، المجادلہ۔

سنہ ۷ھ التحریم، جز الاحزاب

سنہ ۸ھ الممتحنہ، الحدید۔

سنہ ۹ھ التوبہ، الحجرات

سنہ ۱۰ھ النصر، **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا**

(مرتبہ عہد رسالت، الجمعیۃ بکڈپو دہلی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

قرآن مجید سے متعلق کچھ تاریخیں

رمضان ۱۰ھ عرضہ اخیرہ ہوا جس میں آیات وسور کی ترتیب، لغت قریش کی تجدید وغیرہ ہوئی۔

سنہ ۱۱ھ نزول قرآن ختم ہوا۔

سنہ ۱۲ھ بعہد صدیقی نسخہ اجماعی تیار ہوا۔

سنہ ۱۵ھ بعہد فاروقی نماز تراویح میں پورا قرآن پڑھنے کی سنت جاری ہوئی۔

سنہ ۲۸ھ بعہد عثمانی لغات ستہ کی تنسیخ اور اجماع عام کے ساتھ لغت قریش میں نقول عثمانی تیار ہوئیں۔

بعہد مرتضوی ...... ابوالاسود دؤلی تابعی نے ضبط اعراب کے لئے فتحہ کے واسطے حرف کے اوپر اس طرح - کسرہ کیلئے اس طرح - اور ضمہ کے واسطے حرف کے برابر اس- نقطے لگائے۔

سنہ ۷۵ھ قرآن کے تیس پارے اور ہر پارے چار حصوں میں تقسیم کئے گئے۔

سنہ ۷۵ھ گورنر عراق حجاج بن یوسف کے حکم سے نصر بن عاصم، یحییٰ، خلیل بن احمد وغیرہ نے حروف پر مروجہ اعراب و نقطے لگائے جو تاحال رائج ہیں۔

قرآن حکیم سے متعلق اعداد وشمار

سورتیں ۱۱۴...... رکوعات ۵۵۸...... آیات ۶۶۶۶......
کلمات ۷۷۹۳۴...... حروف ۳۲۳۶۷۱...... (تفسیر اتقان ص ۹۳ تا ۱۰۰)
زبر ۵۳۲۴۲......زیر ۳۹۵۸۲......پیش ۸۸۰۴...... مدات
۱۷۷۱...... تشدیدات ۱۲۵۲...... نقطے ۱۰۵۶۸۴......
الف ۴۸۸۷۲...... ب ۱۲۲۲۸...... ت ۱۱۹۹...... ث ۱۲۷۶......
ج ۳۲۷۳...... ح ۱۹۷۳...... خ ۲۴۱۶...... د ۵۶۴۲......
ذ ۴۶۹۷...... ر ۱۱۷۹۳...... ز ۱۵۹۰...... س ۵۸۹۱......
ش ۲۲۵۳...... ص ۲۰۱۳...... ض ۱۶۰۷...... ط ۱۲۷۴......
ظ ۸۴۲...... ع ۹۲۲۰۰...... غ ۲۲۰۸...... ف ۸۴۹۹......
ق ۶۸۱۳...... ک ۹۵۲۲...... ل ۳۴۳۲......
م ۲۶۵۳۵...... ن ۲۶۵۶۰...... و ۲۵۵۳۶...... ھ ۱۹۰۷۰......
لا ۳۷۲۰...... ء ۴۱۱۵...... ی ۲۵۹۱۹......(کاشف الحسر وبستان المحدثین)
اتفاقی سجدے ۱۴...... اختلافی سجدے ۱۵......مع عند المتقدمین ۱۵، عند المتاخرین ۱۸

اقسام آیات

آیات وعدہ ۱۰۰۰......آیات وعید ۱۰۰۰......آیات امر ۱۰۰۰......آیات نہی ۱۰۰۰۔
آیات تحلیل ۲۵۰...... آیات تحریم ۲۵۰...... آیات امثال ۱۰۰۰
آیات قصص ۱۰۰۰......آیات تسبیح ۱۰۰......آیات متفرقہ ۶۶......جملہ آیات ۶۶۶۶۔

اعجاز قرآن باعداد حروف

قرآن حکیم کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے کل حروف ۱۹ ہیں، ۱۹ کے عدد کو قرآن میں خاص اہمیت حاصل ہے، بسم اللہ کا ہر لفظ جتنی بار قرآن میں آیا ہے وہ تعداد ۱۹ سے تقسیم ہوتی ہے جیسے لفظ اسم پورے قرآن میں ۱۹ بار آیا ہے۔ اللہ ۲۶۹۸ مرتبہ (۱۴۲×۱۹)۔ الرحمٰن ۵۷ دفعہ (۳×۱۹)۔ الرحیم ۱۱۴ بار (۶×۱۹)۔ سب سے پہلے سورہ علق کی چند آیات نازل ہوئیں جو آخر قرآن سے ۱۹ ویں سورہ اور اس کی آیات بھی ۱۹ ہیں۔

قرآن کے حروف مقطعات کل ۱۴ ہیں جو حروف تہجی کا نصف ہیں، ان حروف مقطعات کا مجموعہ بھی ۱۴ ہے۔ یہ حروف ۲۹ سورتوں کے شروع میں آئے ہیں یعنی ۲۹+۱۴+۱۴=۵۷ (۳×۱۹) یہ سب بسم اللہ سے مرتبط ہیں، مثال کے طور پر سورہ شوریٰ اور سورہ ق کے شروع میں حرف ق ہے جو دونوں سورہ میں ۵۷، ۵۷ بار آیا ہے، جن کی تعداد ۱۱۴ ہوتی ہے اتنی ہی قرآن کی کل سورتیں ہیں جو ۱۹ سے منقسم ۱۱۴ (۶×۱۹)۔ اگر ق سے قرآن مراد ہو تو واضح ہے کہ پورا قرآن ۱۱۴ سورتوں میں منقسم اور منحصر ہے۔ غور کیجئے سورہ ق میں کل حرف ق ۵۷ (۳×۱۹) ہے، اس سورہ کی تیرہویں آیت میں اخوان لوط وارد ہے، قرآن میں کل بارہ جگہ لوط کا ذکر ہے اور ہر جگہ قوم لوط مذکور ہے مگر یہاں اخوان لوط کہا گیا، اگر یہاں بھی قوم لوط کہا جاتا تو ایک ق کا اضافہ ہو جاتا جس سے تعداد حروف کا اعجاز کا نقشہ بگڑ جاتا یہ کس قدر حکیمانہ انداز ہے۔ اسی طرح سورہ اعراف، سورہ مریم اور سورہ ص میں حرف ص ۱۵۲ بار ہے (۸×۱۹) غور کرنے کا مقام ہے کہ سورہ اعراف کی ۶۹ ویں آیت میں ایک لفظ بصطۃ آیا ہے جو کہیں عربی زبان میں ص سے مستعمل نہیں، مگر اس آیت میں س کے بجائے ص سے مستعمل ہے اگر یہاں س ہوتی تو ایک ص کم ہو جاتا اور ص کی تعداد ۱۹ سے منقسم نہ ہوتی۔ سورہ القلم ن سے شروع ہوتی ہے، اس سورہ میں حرف نون ۱۳۳ مرتبہ ہے (۷×۱۹)۔ سورہ طٰہٰ کے ط اور ہ کی تعداد ۳۴۲ (۱۸×۱۹) ہے۔ سورہ یٰسین میں ی اور س کی تعداد ۲۸۵ (۱۵×۱۹) ہے۔ الغرض ہر ایک سورہ کے حروف مقطعات کی تعداد اس سورہ میں اتنی ہی مقدار میں مذکور ہے جو ۱۹ سے تقسیم ہو سکے۔

(تفصیل دیکھئے کمپیوٹر سے ایک تحقیق ص ۸ تا ۳۲ ڈاکٹر رشاد مصری مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

دور نبوت کے مفتیان

(۱) ابوبکر صدیقؓ (۲) عمر فاروقؓ (۳) عثمان غنیؓ
(۴) علی مرتضیٰؓ (۵) عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۶) سلمانؓ
(۷) ابی بن کعبؓ (۸) عبداللہ بن مسعودؓ (۹) معاذ بن جبلؓ
(۱۰) عمار بن یاسرؓ (۱۱) زید بن ثابتؓ (۱۲) حذیفہؓ
(۱۳) ابوالدرداءؓ (۱۴) ابوموسیٰ اشعریؓ۔

مدینہ کے مفتیان تابعین

(۱) سعید بن المسیبؒ (۲) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحرثؒ (۳) عبیداللہؒ
(۴) قاسمؒ (۵) عروہؒ (۶) سلیمانؒ (۷) خارجہؒ (حیاۃ الحیوان اردو ص ۱/۲۰۰)

سات قدیم عجائب

(۱) ڈائنا کا مندر: ڈائنا اشوریوں کی دیوی جس کے مجسمہ میں سینہ پر بہت سے پستان بناتے تھے۔ یونانیوں نے ڈائنا کا بت تنومند جوان عورت کی صورت میں بنایا، اس کا مندر قدیم یونانی شہر افس میں تھا یہ شہر ویران ہو کر وہاں دوسرا تر کی شہر بسا جو ایشیائے کوچک میں ہے پانچویں صدی قبل مسیح یونانی مورخ ہیروڈوٹس معائنہ کے بعد لکھتا ہے کہ سنگ مرمر کا مندر چاروں طرف سنگ مرمر کے ستون کی قطاریں، ہر زاویہ میں یونانی تصاویر سے آراستہ بیٹھک پر مزید آٹھ آٹھ ستون ۳۵۶ قبل مسیح ہیروسٹراٹس ظالم بادشاہ نے

اسے گرادیا' یونانیوں نے چندہ کر کے دوبارہ مندر بنایا ۴۲۵ فٹ لمبا' ساٹھ ساٹھ فٹ بلند سنگ مرمر کے ۱۲۸ ستون' دیواریں مصور' ۲۶۰ء میں عیسائیوں نے مندر گرا کر وہاں گرجا بنایا اب اس کا بھی نشان نہیں۔

(۲) مقبرہ موسولس: چوتھی صدی قبل مسیح ایشیائے کوچک میں ساحل شہر پدرم پر موسولس بادشاہ تھا جو ۳۵۳ قبل مسیح مر گیا۔ اس کی بیوی نے اس کا یادگاری مقبرہ تعمیر کرایا۔ مقبرہ کی چھت پر سنگ مرمر کے ۳۶ مخروطی ستون جن پر بارہ منزلہ مخروطی منارہ اور منارہ کے اوپر بادشاہ کے رتھ کی تصویر جسے چار عمدہ گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ عمارت ۱۴۰ فٹ بلند' ستون اتنے پتلے کہ دور سے نظر نہ آئیں' منارہ فضا میں معلق معلوم ہوتا تھا' بارہویں صدی عیسوی تک عمارت موجود تھی' اس کا پتھر اکھاڑ کر عیسائیوں نے اپنا قلعہ بنایا۔ ۱۵۱۴ء میں اس شہر پر سلطان سلیم کے حملہ کے وقت باقی پتھر بھی عیسائی اکھاڑ لے گئے۔

(۳) اسکندریہ کا منارہ: شہر اسکندریہ اسکندر اعظم کی فتح مصر کی یادگار ہے۔ ۲۸۵ قبل مسیح حاکم اسکندریہ بطلیموس اول نے اسکندریہ کے پاس جزیرہ فردس میں ایک منارہ بنوایا۔ رومن مورخ پلائی لکھتا ہے کہ سنگ مرمر کا یہ منارہ چھ سو فٹ (سو قد آدم) بلند' نیچے دو منزلیں مربع' اوپر کی دو گول' بالائی منزلیں چھوٹی ہوتی گئیں' بنیادیں سنگلاخ سیسہ پگھلا کر بنیں تا کہ سمندر کی موجوں سے نقصان نہ ہو' جہاز رانوں کے مشعل راہ کے لئے منارہ پر رات دن آگ روشن رہتی' منارہ کے اندر تین سو کمرے فوجی پہرہ کے لئے تھے۔ فتح مصر کے بعد عربوں نے عرصہ دراز تک اس منارہ سے کام لیا۔ ولید بن عبدالملک نے اس کے نیچے خزانہ سن کر کھدائی کرائی پھر تعمیر کرا دی مگر چوٹی کا آئینہ گر کر چور ہو گیا۔ نصف عمارت مسجد بنا دی۔ ۱۳۷۵ء میں ساری عمارت زلزلہ سے گر گئی۔

(۴) مشتری کا مجسمہ: ایتھنز میں فیڈیاس نے غالباً ۴۵۰ قبل مسیح مشتری دیوتا کا لکڑی کا ایک بت بنایا جس کے اوپر ہاتھی دانت اور سونا جڑا۔ اس کا لباس اور جوتا سونے کا سر پر تاج زیتون کی شاخ و پتوں کا' دائیں ہاتھ میں نشان فتح جو ہاتھی دانت اور سونے بنا عورت کا مجسمہ' بائیں ہاتھ میں پچہ کاری کا عصا جس پر جھکا ہوا ایک گدھ' یہ بت مندر کے بیچ سونے' آبنوس' ہاتھی دانت اور جواہرات کے تخت پر نصب بت خانہ لمبا دونوں کنارے پر چھ چھ اور پہلوؤں پر تیرہ تیرہ ستون تین حصوں میں ستونوں کی دو قطاریں' اندر ۹۵ فٹ لمبا ۴۳ فٹ چوڑا۔

(۵) روڈس کا بت (کلوس): بحر متوسط میں جزیرہ روڈس والوں نے شاہ مصر بطلیموس کی مدد سے ۲۹۰ قبل مسیح ایک دشمن کو شکست دی' اس یادگار میں کانسی کا ایک بڑا بت برہنہ آدمی کی صورت ۱۵۰ فٹ لمبا بنایا۔ پلائنی نے زمین پر گرا ہوا اس کو دیکھا وہ لکھتا ہے کہ بت کے ہاتھ کا انگوٹھا کوئی آدمی ہاتھ پھیلا کر قبضہ میں نہیں لا سکتا۔ لمبے مجسمہ سے بھی لمبی اس کی انگلیاں جسم کا بوجھ سنبھالنے کے لئے پنڈلیوں کے اندر سنگین ستون' پورا بت مرکب دھات کانسی کا پتھر کی ٹانگیں جن پر دھات کی چادریں' پاؤں سے سر تک زینہ جس سے چڑھ کر اس کی آنکھوں میں آگ جلاتے جو جہازوں کی رہنمائی کرتی' اس کے کھنڈر عربوں کی فتح تک موجود تھے۔

(۶) بابل کے معلق باغ: بخت نصر ۶۰۴ تا ۵۶۱ ق م بنی اسرائیل پر ظلم کرنے میں مشہور' اس نے ۳۰ میل رقبہ میں شہر بابل نیا تعمیر کرایا اور اپنی بیوی کی تفریح کے لئے ایک عجیب باغ پتھر کی چند منزلہ چھتوں پر لگوایا' ہر اوپر کی چھت چھوٹی ہوتی گئی' کل بلندی ۳۵۰ فٹ' ہر چھت پر اتنی مٹی ڈالی گئی جو درختوں کی نشو و نما کے لئے کافی ہو' بالائی منزل پر ایک تالاب بنایا جس سے پورے باغ کو پانی پہنچتا' چھتیں بانس پاٹ کر سیسہ پگھلائی گئیں تا کہ تری سے نقصان نہ ہو ہر چھت کے نیچے بڑے بڑے ایوان سامان تعیش سے آراستہ' موسم بہار میں ہرے بھرے درختوں کے پتے پوری عمارت کو ڈھانک لیتے باغ بالکل معلق نظر آتا جس کی خوشبو سے پورا شہر معطر ہو جاتا۔

(۷) اہرام مصر: قاہرہ سے چند میل پر چھ ہزار سال پہلے کے اہرام اب تک موجود ہیں جن کو بادشاہوں نے اپنے مقبرہ کے لئے بنوایا' ان میں بادشاہ خوفو کا ہرم کبیر ۴۸۱ فٹ بلند' جانب شمال ۶۱۲ فٹ لمبا اور تین طرف ۷۵۵ فٹ ۷ انچ ہے۔ پہلے اس پر چکنا پلستر تھا وہ اکھڑ گیا۔ لوگ با آسانی اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اندر چند کمرے مقبرہ کے لئے بنے ہیں' ماموں رشید نے کھدوایا کہ شاید نیچے خزانہ ہو مگر کچھ نہ ملا۔ یہ اہرام پہاڑ معلوم ہوتے ہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان اہرام جیزہ کے قریب پتھر کا ایک مجسمہ ابوالہول ہے جس کا جسم شیر کا اور سر انسان کا' اس کا طول ۹۷ فٹ اور ۵۷ فٹ بلند ہے۔ (عید نمبر سالگرہ روزنامہ انقلاب ۱۹۲۸ء)

حیات شہداء

امیر معاویہؓ کے وقت میدان احد میں نہر کھودی گئی تو عبداللہ بن عمر اور عمرو بن جموح کی نعش اس طرح نکلی کہ زخم پر ہاتھ پڑا ہوا تھا۔ ہاتھ ہٹایا گیا تو خون بہنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ پھر وہیں جا کے چپک گیا

(حیات الحیوان ص ۳۵۱/ ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے انسان کا قتل ہو جانا اچھی موت ہے (مسند احمد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تعداد روایت

ابوہریرہؓ	۵۳۷۴	ابورافع مولیٰ النبی	۶۸	عثمان بن ابی العاص	۲۹
عبداللہ بن عمرؓ	۲۶۳۰	عوف بن مالکؓ	۶۷	یعلی بن امیہؓ	۲۸
انس بن مالکؓ	۲۲۸۶	عدی بن حاتمؓ	۶۶	عتبہ بن عبدؓ	۲۸
عائشہ صدیقہؓ	۲۲۱۰	ام حبیبہ ام المومنینؓ	۶۵	ابواسیدؓ ساعدی	۲۸
عبداللہ بن عباسؓ	۱۶۶۰	عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۶۵	عبداللہ بن مالکؓ	۲۷
جابر بن عبداللہؓ	۱۶۶۰	عمار بن یاسرؓ	۶۴	ابومالک اشعریؓ	۲۷
ابوسعید خدریؓ	۱۱۷۰	سلمان فارسیؓ	۶۰	ابوحمید ساعدیؓ	۲۶
عبداللہ بن مسعودؓ	۸۴۸	حفصہ ام المومنینؓ	۶۰	یعلی بن مرۃؓ	۲۶
عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۷۰۰	اسماء بنت عمیسؓ	۶۰	عبداللہ بن جعفرؓ	۲۵
عمر بن الخطابؓ	۵۳۷	جبیر بن مطعمؓ	۶۰	ابوطلحہ انصاریؓ	۲۵
علی ابن ابی طالبؓ	۵۳۶	اسماء بنت ابی بکرؓ	۵۸	عبداللہ بن سلامؓ	۲۵
ام سلمہ ام المومنینؓ	۳۷۸	واثلہ بن الاسقعؓ	۵۶	سہل بن ابی حثمہؓ	۲۵
ابوموسیٰ اشعریؓ	۳۶۰	عقبہ بن عامر جہنیؓ	۵۵	ابوالملیح ہذلیؓ	۲۵
براء بن عازبؓ	۳۰۵	شداد بن اوسؓ	۵۰	فضل بن عباسؓ	۲۴
ابوذر غفاریؓ	۲۸۱	فضالہ بن عبیدؓ	۵۰	ابوواقد لیثیؓ	۲۴
سعد بن ابی وقاصؓ	۲۷۱	عبداللہ بن بشیرؓ	۵۰	رفاعہ بن رافعؓ	۲۴
ابوامامہ باہلیؓ	۲۷۰	سعید بن زید بن عمروؓ	۴۸	عبداللہ بن انیسؓ	۲۴
حذیفہ بن الیمانؓ	۲۲۵	عبداللہ بن زیدؓ	۴۸	اوس بن اوسؓ	۲۴
سہل بن سعدؓ	۱۸۸	مقدام بن معدکربؓ	۴۷	الشریدؓ	۲۴
عبادہ بن صامتؓ	۱۸۱	کعب بن عجرۃؓ	۴۷	لقیط بن عامرؓ	۲۴
عمران بن حصینؓ	۱۸۰	ام ہانی بنت ابی طالبؓ	۴۶	ام قیس بن محصنؓ	۲۴
ابوالدرداءؓ	۱۷۹	ابوبرزۃؓ	۴۶	عامر بن ربیعہؓ	۲۲
ابوقتادۃؓ	۱۷۰	ابوجحیفہؓ	۴۵	قرہ	۲۲
بریدہ اسلمیؓ	۱۶۷	بلال المؤذنؓ	۴۴	السائبؓ	۲۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ خود کو ذلیل کرے۔ (الفوائد)

ابی بن کعبؓ	۱۶۴	جندبؓ بن عبداللہ	۴۳	سعد بن عبادہؓ	۲۱
معاویہ بنؓ ابی سفیان	۱۶۳	عبداللہ بن مغفلؓ	۴۳	الربیع بنت معوذؓ	۲۱
معاذ بن جبلؓ	۱۵۷	المقدادؓ	۴۲	ابو برزہؓ	۲۰
ابوایوب انصاریؓ	۱۵۵	معاویہ بن حیدہؓ	۴۲	ابوشریحؓ	۲۰
عثمان بن عفانؓ	۱۴۶	سہل بن حنیفؓ	۴۰	عبداللہ بن جرادؓ	۲۰
جابر بن سمرہؓ	۱۴۶	حکیم بن حزامؓ	۴۰	مسور بن مخرمہؓ	۲۰
ابوبکر صدیقؓ	۱۴۲	ابوثعلبہ خشنیؓ	۴۰	عمرو بن امیہؓ	۲۰
مغیرہ بن شعبہؓ	۱۳۶	ام عطیہؓ	۴۰	صفوان بن عسالؓ	۲۰
ابوبکرہؓ	۱۳۲	عمرو بن العاصؓ	۳۹	سراقہ بن مالکؓ	۱۹
اسامہ بن زیدؓ	۱۲۸	خزیمہ بن ثابتؓ	۳۸	سبرہ بن معبد جہنیؓ	۱۹
ثوبان مولی النبیؐ	۱۲۸	زبیر بن العوامؓ	۳۸	تمیم داریؓ	۱۸
نعمان بن بشیرؓ	۱۱۴	طلحہ بن عبید اللہؓ	۳۸	خالد بن ولیدؓ	۱۸
ابومسعود انصاریؓ	۱۰۲	عمرو بن عنبسہؓ	۳۸	عمرو بن حریثؓ	۱۸
جریر بن عبداللہ بجلیؓ	۱۰۰	عباسؓ بن عبدالمطلب	۳۵	ابوحوالہ ازدیؓ	۱۸
عبداللہ بن ابیؓ اوفی	۹۵	معقلؓ	۳۴	اسید بن حضیرؓ	۱۸
زید بن خالدؓ	۸۱	فاطمہ بنت قیسؓ	۳۴	فاطمہؓ بنت النبیؐ	۱۸
اسماء بنت یزیدؓ	۸۱	عبداللہ بن زبیرؓ	۳۳	النواس بن سمعانؓ	۱۷
کعب بن مالکؓ	۸۰	خباب بن ارتؓ	۳۲	عبداللہ بن سرجسؓ	۱۷
رافع بن خدیجؓ	۷۸	عرباض بن ساریہؓ	۳۱	صعب بن جثامہؓ	۱۶
سلمہ بن اکوعؓ	۷۷	معاذ بن انسؓ	۳۰	قیس بن سعدؓ	۱۶
میمونہ ام المومنینؓ	۷۶	عیاض بن حمارؓ	۳۰	محمد بن مسلمہؓ	۱۶
وائل بن حجرؓ	۷۱	صہیبؓ	۳۰	مالک بن حویرثؓ	۱۵
زید بنؓ ارقم انصاری	۷۰	ام فضل بنت حارث	۳۰	ابولبابہ بن عبدالمنذر	۱۵
		خولہ بنت حکیمؓ	۱۵	سلیمان بن صردؓ	۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ویسا ہی ہے جیسا کہ باپ کا حق لڑکے پر (مشکوٰۃ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی خلقت کو بڑا حسین بنایا اس کو شرافت و بزرگی بخشی اس کو زمین اور آسمان دنیا پر بادشاہت عطا فرمائی اور اس کے ساتھ ساتھ جن کی حفاظت و دربانی کے اعزاز سے بھی نوازا لیکن اس نے اپنے رب کے سامنے تکبر کیا اور ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھا اور اپنے ماتحتوں کو اپنی عبادت کی طرف بلایا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو دھتکارے ہوئے شیطان میں بدل دیا اس کی خلقت کو بگاڑ دیا تمام اعزازات اس سے سلب کر لئے اس پر اپنی لعنت فرمائی اور اس کو اپنے آسمانوں سے نکال دیا اور آخرت میں اس کا اور اس کے گروہ و متبعین کا ٹھکانہ دوزخ قرار دیا۔

ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اس کے غضب سے اور اس عمل سے جو اس کے غضب کا سبب بنے اور عطائے نعمت کے بعد اس کے چھن جانے سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔

''شیطان'' کا معنی ومطلب

شیاطین نافرمان جنات کو کہتے ہیں اور یہ ابلیس کی اولاد میں سے ہیں (مردہ) وہ جنات کہلاتے ہیں جو زیادہ سرکش ہیں اور زیادہ گمراہ ہیں اور یہ جنات ابلیس کے معاون ہیں۔

جوہریؒ نے فرمایا ہے کہ ہر سرکش نافرمان چاہے انسان ہو یا جن ہو یا چوپایہ ہو اس کو شیاطین کہتے ہیں۔ جریر نے کہا ہے۔

ایام یدعوننی الشیطان من غزل
وهن یهو یننی اذکنت شیطان

جس زمانہ میں وہ عورتیں مجھے غزل خوانی کی وجہ سے شیطان کہا کرتی تھیں۔ اسی زمانہ میں میرے شیطان ہونے کے باوجود مجھے محبت کرتی تھیں۔

اور اہل عرب سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں کسی شاعر نے اپنی اونٹنی کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

تلاعب مثنی حضرمی کانه
تسمعج شیطٰن بذی فروع فقر

یعنی میری حضرمی اونٹنی بار بار اس طرح اچھلتی ہے جیسا کہ سانپ چٹیل میدان میں پیچ وتاب کھاتا ہوا جارہا ہو۔

''ابلیس'' کا معنی ومطلب

ابن درید فرماتے ہیں کہ کچھ اہل لغت کی رائے یہ ہے کہ ابلیس مشتق ہے ابلاس سے ابلاس کے معنی مایوس ہونے کے آتے ہیں کیونکہ شیطان بھی خدا کی رحمت سے مایوس ہے عرب والے کہتے ہیں ابلس الرجل ابلاسا فهو مبلس جب کوئی مایوس ہو۔

باب ۳۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایات گلستان سعدی (تلخیص شدہ)

بادشاہی کے لئے ہمدردی اور رحم ضروری ہے

ایک بادشاہ نے رعایا کے مال پر دست ظلم دراز کیا تھا۔ اس حد تک کہ مخلوق ظلم سے دوسرے مقامات پر چلی گئی تھی۔ جب رعایا کم ہوگئی تو ملک کے زر تحصیل میں کمی ہوگئی اور خزانہ خالی رہ گیا۔ دشمنوں نے حرص وطمع کی اور حملہ آور ہوئے۔ ایک مرتبہ اس کی مجلس میں کتاب شاہنامہ پڑھ رہے تھے۔ وزیر نے بادشاہ سے پوچھا کیا یہ معلوم ہے کہ فریدوں جو خزانہ اور فوج نہیں رکھتا تھا۔ پھر سلطنت اس پر کیسے مقرر ہوئی کہا کہ جیسا تو نے سنا مخلوق اس کے پاس حمایت کے لئے جمع ہوگئی اور مدد کی اس نے بادشاہی پائی۔ وزیر نے کہا: اے بادشاہ! جب مخلوق کا جمع ہونا بادشاہی کا باعث ہے تو آپ مخلوق کو پریشان فرماتے ہیں۔ شاید آپ بادشاہت کرنے کا خیال نہیں رکھتے۔ بادشاہ کو بخشش چاہئے تاکہ اس کے پاس جمع ہو جائیں اور رحم چاہیے تاکہ اس کی سلطنت کی پناہ میں بے خوف بیٹھے رہیں۔ وزیر کی نصیحت بادشاہ مخالف طبیعت کے موافق نہ ہوئی اور وزیر کو قید خانہ بھیج دیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ بادشاہ کے چچا کے لڑکے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ باپ کا ملک طلب کیا۔ وہ قوم جو اس کے ظلم کے ہاتھوں تنگ آ گئی تھی ان کے پاس جمع ہوگئی یہاں تک کہ ملک ان کے قبضہ میں آ گیا۔

جو بادشاہ عاجزوں پر ظلم کرنا جائز رکھتا ہے
اس کا دوست سختی کے دن طاقتور دشمن بن جاتا ہے
رعایا سے صلح کر اور دشمن کی جنگ سے بےخوف بیٹھ جا
اس لئے کہ عادل بادشاہ کیلئے رعیت ہی لشکر ہے

میں نے ایک معمولی افسر کے لڑکے کو اغلمس (ایک بادشاہ کا نام ہے) کے محل کے دروازے پر دیکھا کہ عقل اور دانائی اور سمجھ وزیر کی حد تعریف سے زیادہ رکھتا تھا۔ بچپن کے زمانے سے ہی بزرگی کے آثار اس کی پیشانی میں ظاہر تھے۔ حاصل کلام بادشاہ کی نظر میں مقبول ہوگیا کیونکہ وہ ظاہر اور باطنی خوبی رکھتا تھا۔ اور بزرگی عقل سے ہے عمر سے نہیں۔ اس کے ہم جنس نے اس کے عہدے پر حسد کیا اور بددیانتی کی اس پر تہمت لگائی اور اس کے مار ڈالنے میں بے فائدہ کوشش کی۔

"دشمن کیا مار سکتا ہے جب دوست مہربان ہو"

بادشاہ نے پوچھا ان حسد کرنے والے کی دشمنی کا سبب کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ: بادشاہ سلامت کی دولت کے سایہ میں میں نے سب کو راضی کیا مگر حسد کرنے والے کہ وہ راضی نہیں ہوتے' سوائے میری نعمت کے زوال کے بادشاہ سلامت کی دولت اور اقبال ہمیشہ بلند رہے"

بدنصیب لوگ آرزو کے ساتھ
صاحب اقبال کی نعمت ومرتبے کا زوال چاہتے ہیں۔
اگر چمگادڑ کی آنکھ دن کو دیکھے
تو چشم آفتاب کا کیا گناہ
اگر تو سچ بات چاہتا ہے تو ایسی ہزاروں آنکھوں کا
اندھا ہونا بہتر ہے۔ آفتاب سیاہ ہوجانے سے

بچپن کی تربیت طبیعت بن جاتی ہے:

عرب کے چوروں کی ایک جماعت ایک پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے قافلے کا راستہ بند کر دیا تھا۔ اس طرف کے ملکوں کے منتظمین نے ان کی ایذا رسانی کو دور کرنے کے لئے مشورہ کیا کہ اگر یہ جماعت اسی طریقہ پر ایک عرصہ تک قائم رہی تو مقابلہ ناممکن ہو جائے گا۔ کئی بہادروں کو جو جنگ دیکھے ہوئے اور جنگ کئے ہوئے تھے روانہ کیا وہ پہاڑ کی گھاٹی میں چھپ گئے۔ رات کے وقت جب چور واپس آئے اور مست ہو کر سو گئے بہادر جو گھاٹی میں چھپے ہوئے تھے وہ باہر آ گئے اور انہوں نے ایک ایک کا ہاتھ مونڈھوں پر باندھ دیا اور صبح بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا۔ بادشاہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ان سب کو مار ڈالو اتفاقاً ان سب میں ایک نوجوان تھا ایک وزیر نے کہا اس لڑکے نے ابھی زندگی کے باغ سے پھل نہیں کھایا ہے۔ اس کا خون بخش کر بندے کو ممنون فرمائیں۔ اور یہ بات بادشاہ کی بلند رائے کے موافق نہ آئی جواب دیا: ان کی نسل اور بنیاد کو قطع کر دینا بہت بہتر ہے کیونکہ آگ بجھانا اور چنگاری چھوڑ دینا سانپ کو

مارنا اور اس کے بچے کی پرورش کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ وزیر نے کہا: جو کچھ آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے۔ اگر ان بروں کی صحبت میں پرورش پاتا تو ان کی خصلت اختیار کر لیتا اور انہی میں سے ایک ہو جاتا لیکن ناچیز کو امید ہے کہ وہ نیکوں کی صحبت میں پرورش پائے گا اور عقلمندوں کی خصلت اختیار کرے گا۔ کیونکہ ابھی یہ بچہ ہے اس قوم کی دشمنی اور نافرمانی کی عادت ابھی اس کی طبیعت میں قرار نہیں پائی۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

ہر بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت (اسلام) پر اور اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں یا مجوسی۔

اور یہ مثال بھی خوب ہے: نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کے ساتھ بیٹھا' اس کی نبوت کا خاندان گم ہو گیا

اصحاب کہف کا کتا چند دن نیکوں کے ساتھ رہا وہ آدمی بن گیا

وزیر کے کہنے پر بادشاہ نے کہا میں نے بخش دیا اگر چہ میں نے مصلحت نہیں دیکھی۔ وزیر لڑکے کو ناز و نعمت سے لے آیا اور ایک ادب سکھانے والے استاد کو اس کی تربیت کے لئے مقرر کیا۔ ایک روز وزیر اس کی اچھی عادتوں میں سے تھوڑی بادشاہ کے دربار میں بیان کر رہا تھا کہ قدیم جہالت اس کی سرشت سے نکل گئی ہے۔ بادشاہ کو اس بات سے ہنسی آئی اور کہا:

آخر کار بھیڑیئے کا بچہ بھیڑیا ہو گا

اگرچہ وہ انسان کے ساتھ ساتھ بڑا ہو

دو برس اس واقعہ کے بعد گزر گئے محلّہ کے بدمعاشوں کا ایک گروہ اس کے ساتھ مل گیا یہاں تک کہ وہ فرصت کے وقت وزیر اور اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالا اور بے انتہا مال و دولت اٹھا لے گیا اور چوروں کے غار میں باپ کی جگہ بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے افسوس کرتے ہوئے کہا

اچھی تلوار برے لوہے سے کوئی شخص کیسے بنا سکتا ہے۔

اے عقلمند نالائق تربیت سے لائق نہیں ہو سکتا۔

بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہی ہے کہ نیکوں کے ساتھ بدی کرنا

ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی

ایک بادشاہ زادہ پست قد اور دبلا تھا اور اس کے دوسرے بھائی بلند قد آور اور خوبصورت تھے۔ ایک دفعہ باپ نے ذلت سے اس کو دیکھا تو لڑکا سمجھ گیا اور کہا اے باپ: پست قد عقلمند بہتر ہے بلند بے وقوف سے۔

باپ اپنے بیٹے کی بات سن کر ہنسا۔ چند دنوں کے بعد ایک قوی دشمن بادشاہ پر حملہ آور ہوا جب لشکر دونوں جانب سے مقابل ہوا۔ پہلا شخص جو میدان میں اترا وہ بادشاہ کا پست قد اور دبلا بیٹا تھا۔ اس نے بڑی بہادری سے دشمن کی فوج پر حملہ کیا اور چند جنگ جو سپاہیوں کو مار ڈالا۔ دشمن کی فوج زیادہ تھی اور یہ لوگ تھوڑے تھے۔ ایک جماعت نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ اسی لڑکے نے للکار کر کہا: اے مردو کوشش کرو ہرگز عورتوں کے کپڑے نہ پہنو۔ سواروں کی اس کے کہنے سے دلیری بڑھ گئی اور انہوں نے ایک دم حملہ کر دیا اور ان لوگوں کو فتح نصیب ہوئی۔ باپ نے اس کے سر اور آنکھوں کو چوما اور بغل گیر ہوا اور ہر روز زیادہ توجہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنا ولی عہد بنا دیا۔ اس کے بھائیوں نے حسد کیا اور اس کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ اس کی بہن نے کھڑکی سے دیکھ لیا اور کھاتے وقت کھڑکی کو کھٹکھٹایا' لڑکا عقلمند تھا تاڑ گیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا ناممکن ہے کہ ہنرمند مر جائیں اور بے ہنران کی جگہ لیں۔ باپ کو اس حال سے آگاہ کر دیا گیا۔ اس کے بھائیوں کو بلایا اور واجبی سزا دی۔ پس ہر ایک کے لئے اطراف کے ملکوں سے ان کی مرضی کے مطابق حصہ مقرر کر دیا۔ یہاں تک کہ فتنہ دب گیا اور جھگڑا ختم ہو گیا۔

جب تک مصیبت نہ آئے عافیت کی قدر معلوم نہیں ہوتی:

ایک بادشاہ ایک عجمی غلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھا ہوا تھا غلام نے اس سے پہلے دریا کو نہیں دیکھا تھا۔ رونا گڑگڑانا شروع کیا اور اس کے جسم پر لرزہ پڑ گیا۔ بادشاہ کا عیش اس سے تلخ ہو گیا کیونکہ نازک طبیعت سے ایسی باتوں کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ ایک عقل منداس کشتی میں تھا بادشاہ سے کہا اگر آپ حکم دیں تو میں اس کو ایک طریقہ سے خاموش کر دیتا ہوں۔ کیا بے انتہا مہربانی اور بخشش ہو گی۔ حکم دیا کہ غلام کو دریا میں ڈال دیں کئی دفعہ اس نے غوطے کھائے۔ اس کے بعد اس کے بال پکڑ لئے اور کشتی کے پاس لے آئے۔ جب اوپر چڑھا ایک کونے میں بیٹھ گیا اور قرار پایا' بادشاہ کو تعجب ہوا پوچھا کہ کیا حکمت تھی جواب دیا کہ اس نے پہلے اس نے ڈوبنے کی تکلیف نہیں دیکھی تھی اور کشتی پر سلامت رہنے کی قدر نہیں جانتا تھا۔

انسان کی بے بسی:

عجم کا ایک بادشاہ بڑھاپے کے زمانے میں بیمار تھا۔ زندگی سے ناامید ہو گیا تھا۔ اتنے میں ایک سوار پھاٹک سے داخل ہوا اور خوشخبری دی کہ فلاں قلعہ کو ہم نے مالک کی بدولت فتح کیا اور دشمن قید ہو گئے۔ اس طرف کی جملہ رعایا اور فوج (ہمارے) تابع ہو گئی۔ بادشاہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: یہ خوشخبری میرے لئے نہیں ہے بلکہ میرے دشمنوں کے لئے ہے یعنی سلطنت کے وارثوں کے لئے۔

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی:

ایک مستجاب الدعوات فقیر بغداد میں آیا۔ لوگوں نے حجاج بن یوسف کو اطلاع دی اس کو طلب کیا اور کہا میرے لئے دعائے خیر کرو۔ کہاں اے خدا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو خصلتیں جو پشت پر ہلکی اور میزان پر بھاری۔ طویل خاموشی اور حسن خلق ہیں۔ (بیہقی)

اس کی جان لے لے (حجاج نے کہا) خدا کے واسطے یہ کیا دعا ہے (فقیر نے) کہا: یہ دعائے خیر ہے، تیرے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے۔

ایک بے انصاف بادشاہ نے ایک پرہیزگار سے پوچھا، کہ کونسی عبادت زیادہ فضیلت رکھتی ہے جواب دیا: تیرے لئے دوپہر کا سونا تاکہ اس تھوڑی دیر میں تو مخلوق کو نہ ستائے۔

ایک ظالم کو میں نے دوپہر کو سویا ہوا دیکھا
میں نے یہ فتنہ ہے اس کا سوجانا ہی بہتر ہے
اور وہ شخص کہ جس کی نیند اس کی بیداری سے بہتر ہے
ایسی بری زندگی سے اس کا مرجانا ہی بہتر ہے

ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے:

پشین کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سلطنت کی نگہبانی میں سستی کرتا تھا اور فوج کو تنگی میں رکھتا۔ آخرکار ایک سخت دشمن حملہ آور ہوا تمام بھاگ گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے بے وفائی کی تھی۔ ان میں سے ایک کی مجھ سے دوستی تھی میں نے اس کو ملامت کی اور کہا: کمینہ ہے اور ناشکرا سلفہ ہے اور حق شناس نہیں ہے کہ تھوڑا سا حال بدلتے ہی قدیم مالک سے پھر جائے اور برسوں کی نعمتوں کے حق کو ختم کردے، کہا اگر براہ کرم مجھ کو معذور جانیں تو بہتر ہے کہ میرا گھوڑا بھوکا تھا اور خوگیر گروی تھی۔ بادشاہ اگر رقم دینے میں سپاہی کے ساتھ بخیلی کرے تو سپاہی اس کے ساتھ سر کٹانے میں جوانمردی نہیں کرسکتا۔

شاہی پر فقیر کی برتری

ایک برطرف شدہ وزیر فقیروں کے حلقے میں آیا۔ ان کی صحبت کی برکت نے اس پر اثر کیا اور اس کو دلی اطمینان حاصل ہوا۔ بادشاہ دوبارہ اس سے خوش ہوگیا اور عہدہ (وزارت) پر بحال کیا۔ اس نے قبول نہیں کیا اور کہا برطرفی بہتر ہے۔

جو لوگ گوشہ عافیت میں بیٹھ گئے انہوں نے
کتوں کے دانت اور لوگوں کے منہ بند کردئے
کاغذ پھاڑ ڈالا اور قلم توڑ دیا
اور عیب گیروں کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہے

بادشاہ نے کہا: بالضرور ہمارے لئے ایک کارگزار عقلمند چاہیے جو سلطنت کی تدبیر کے لائق ہو۔ کہا کامل عقل مند کی نشانی تو یہ ہے کہ ایسے کاموں کے لئے راضی نہ ہو۔

ہما تمام پرندوں پر اس لئے بزرگی رکھتا ہے
کہ وہ ہڈیاں کھاتا ہے اور جانور کو تکلیف نہیں دیتا

بادشاہوں کی رفاقت کا ادب:

لوگوں نے سیاہ گوش سے پوچھا تجھ کو شیر کی ملازمت کس لئے پسند آئی۔ اس نے کہا اس کے شکار کا جوٹھ کھاتا ہوں اور دشمنوں کے شر سے اس کے دبدبہ کی پناہ میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ اس سے کہا: اب تو اس کی حفاظت کے سایہ میں آگیا ہے اور اس کی نعمت کے شکر کا اقرار کیا ہے۔ تو تو کیوں نزدیک نہیں آتا تاکہ تجھ کو اپنے خاصوں کی جماعت میں داخل کرے اور تیرا اپنے مخلص غلاموں میں شمار کرے۔ اس نے کہا: اسی طرح میں اس کے حملہ سے بھی بے خوف نہیں ہوں۔

عقلمندوں نے کہا ہے، بادشاہوں کی طبیعت کی رنگارنگی سے زیادہ پرہیز کرنا چاہئے کہ کبھی تو سلام کرنے سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور کبھی گالی دینے پر خلعت دیتے ہیں۔

قناعت میں نجات ہے

دوستوں میں سے ایک دوست نے ناموافق زمانے کی شکایت میرے پاس لے آیا کہ آمدنی تھوڑی رکھتا ہوں اور متعلقین بہت فاقہ کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا اور کئی مرتبہ میرے دل میں آیا کہ کسی دوسرے ملک میں چلا جاؤں تاکہ جس حالت میں بھی میں زندگی بسر کروں کسی شخص کو میرے بھلے برے کی خبر نہ ہو۔

پھر مجھے دشمنوں کی خوشی کا خیال آتا ہے کہ میرے پیچھے بھلا برا کہتے ہوئے ہنسیں گے اور میری کوشش کو متعلقین کے حق میں بے مروتی پر گمان کریں گے۔

اور اس علم حساب میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، میں کچھ جانتا ہوں، اگر آپ کی عزت و مرتبے کے سبب سے کوئی خدمت مقرر ہو جائے جو دل کے اطمینان کا باعث ہو تو تمام عمر میں اس کا شکریہ ادا نہ کرسکوں، میں نے کہا اے بھائی بادشاہ کی نوکری میں دو پہلو ہیں۔ امید بھی ہے اور خوف بھی یعنی روٹی کی امید اور جان کا خوف اور عقلمندوں کی رائے کے خلاف ہے کہ اس امید پر اس خوف میں پڑنا۔

کہا یہ تو آپ نے میرے حسب حال نہیں کہا اور میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ آپ نے نہیں سنا جو شخص خیانت نہیں کرتا اس کا ہاتھ حساب کے وقت نہیں کانپتا۔ میں نے کہا لومڑی کی حکایت تمہارے حسب حال ہے لوگوں نے اس کو بھاگتے دیکھا۔ کسی نے اس سے کہا: کیا آفت ہے؟ جو اس قدر خوفزدہ ہے اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ اونٹوں کو بیگار میں پکڑ رہے ہیں۔ اگر حسد کرنے والے غرض سے کہہ دیں کہ یہ بھی اونٹ کا بچہ ہے تو میں گرفتار ہو جاؤں تو پھر کس کو میرے چھڑانے کی فکر ہوگی۔ تم میں بھی اسی طرح فضیلت ہے، دیانت ہے، تقویٰ ہے اور امانت ہے لیکن عیب جو گھات میں لگے ہوئے ہیں اور دشمن کونوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کے عمدہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اعلیٰ اخلاق کو پسند کرتا ہے اور رذیل اخلاق کو مکروہ جانتا ہے۔ (المغنی)

اطوار کے خلاف وہ کچھ بیان کر دیں تو تم بادشاہ کے محل عتاب میں آ جاؤ گے۔ پس میں اسی میں مصلحت دیکھتا ہوں کہ قناعت کے ملک کی حفاظت کرو اور ریاست چھوڑ دینے کا ارادہ کرو۔

دریا میں فائدے بہت ہیں اگر تم سلامتی چاہو تو کنارے پر ہے

دوست نے یہ بات سنی اور خفا ہو گیا اور میری گفتگو سے منہ پھیر لیا۔ اور رنج بھری باتیں کرنے لگا۔ میں نے دیکھا وہ آزردہ ہو رہا ہے۔ تو میں دفتر کے افسر کے پاس گیا۔ اور اس کا ایک معمولی خدمت پر تقرر رہوا۔ ایک عرصہ اس واقعہ پر گزر گیا اور اس سے بلند تر مرتبہ پر مقرر رہوا۔ اس طرح اس کی سعادت کا ستارہ ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وزارت کے بلند مرتبہ پر پہنچ گیا۔

اسی قریب میں مجھے دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا جب میں مکہ کی زیارت سے واپس ہوا ایک دو منزل اس نے میرا استقبال کیا اور اس نے کہا جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ ایک جماعت نے حسد کیا اور مجھ پر خیانت کا اتہام لگایا۔ بادشاہ نے (دام ملکہ) حقیقت کے معلوم کرنے میں زیادہ کوشش نہیں کی۔

حاصل کلام: قسم قسم کے عذاب میں گرفتار رہوا۔ یہاں تک کہ اسی ہفتہ میں جبکہ حاجیوں کی سلامتی کی خوشخبری پہنچی مجھے سخت قید سے آزاد کیا اور میری موروثی جائیداد میرے لئے خاص کر دی۔ میں نے کہا اس مرتبہ میرے مشورے کو تم نے قبول نہیں کیا۔ بادشاہوں کی ملازمت دریا کے سفر کی طرح ہے۔ خطرناک اور فائدہ مند یا خزانہ پائے یا طلسم میں مر جائے۔

نوشیرواں عادل:

نوشیروان عادل کے لئے شکار گاہ میں ایک شکار کئے ہوئے جانور کے کباب لگا رہے تھے اور نمک نہیں تھا۔ غلام کو ایک گاؤں کی طرف دوڑایا تاکہ نمک لے آئے۔ نوشیروان نے کہا قیمت سے لو تاکہ طریقہ نہ پڑ جائے اور گاؤں ویران نہ ہو جائے۔ لوگوں نے کہا اتنی (کم) مقدار سے کیا خلل پیدا ہوگا۔ کہا: ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی تھی جو کوئی آیا اس پر اضافہ کرتا گیا' اب اس حد تک پہنچ گئی ہے۔

اگر بادشاہ رعیت کے باغ سے ایک سیب کھاتا ہے
تو اس کے غلام جڑ سے درخت اکھیڑ دیتے ہیں
اگر بادشاہ آدھے انڈے کیلئے ظلم جائز رکھتا ہے
تو اس کے سپاہی ہزاروں مرغ کے سیخ پر کباب لگاتے ہیں

مخلوق خدا پر ظلم کا انجام:

میں نے ایک وزیر کے متعلق سنا ہے کہ رعایا کے گھر تباہ کر رہا تھا تاکہ بادشاہ کا خزانہ آباد کرے عقل مندوں کے قول سے بے خبر تھا۔ انہوں نے کہا ہے جو شخص خدائے بزرگ و برتر کو ناراض کرتا ہے تاکہ کسی مخلوق کو راضی رکھے تو اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو اس پر مقرر کر دیتا ہے تاکہ اسی حالت میں اس کو ہلاک کرے۔

جلانے والی آگ بھی سپند کے ساتھ ایسا نہیں کرتی
جیسا کہ درد مند دل کی آہ کرتی ہے

کہتے ہیں کہ تمام حیوانات کا سردار شیر ہے اور جانوروں میں سب سے زیادہ ذلیل گدھا ہے اور باتفاق بوجھ لے جانے والا گدھا انسان کو پھاڑنے والے شیر سے بہتر ہے۔

بادشاہ کو اس کی بری عادتوں میں سے چند اس کی طرز و روش سے معلوم ہو گئیں۔ اس کو شکنجہ میں جکڑ دیا اور اقسام کی سزاؤں سے اس کو نیم مردہ کر دیا۔

بادشاہ کی خوشنودی حاصل نہیں ہوتی
جب تک کہ تو مخلوق کی دل جوئی نہ کرے
اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تجھ پر رحم کرے تو
تو خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی کر

بیان کرتے ہیں کہ مظلوموں میں سے ایک مظلوم اس کے پاس سے گزرا اس کی تباہ حالت کو غور سے دیکھ کر کہا۔

قطعہ

ایسا نہ چاہیے کہ جو شخص عہدے سے قوت بازو رکھتا ہے
تو وہ لوگوں کا مال زبردستی مفت کھا لے
سخت ہڈی کو نگل سکتے ہیں
لیکن جب وہ وسط شکم جاتی ہے تو پھاڑ دیتی ہے

عہدہ و منصب پر غرور کا انجام:

ایک ظالم نے ایک نیک آدمی کے سر پر پتھر مارا۔ فقیر میں بدلہ لینے کی طاقت نہیں تھی پتھر کو حفاظت سے رکھا تھا اس وقت تک کہ بادشاہ کو اس سپاہی پر غصہ آ گیا اور کنواں میں قید کر دیا۔ فقیر وہاں آیا اور اس کے سر پر پتھر مارا اس نے کہا تو کون ہے اور یہ پتھر تو نے کس لئے مارا۔ کہا: میں فلاں شخص ہوں اور یہ وہی پتھر ہے جو فلاں تاریخ تو نے میرے سر پر مارا تھا۔ کہا اتنے عرصے تک تو کہاں تھا۔ کہا میں تیرے مرتبے سے خوف کرتا رہا اب میں نے تجھ کو کنواں میں دیکھا اور موقع کو غنیمت سمجھا۔

مظلوم پر رحم کا انعام:

ایک بادشاہ کو ایک خوفناک بیماری تھی جس کے ذکر کا اعادہ نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ یونان کے حکیموں کی ایک جماعت نے اتفاق کیا کہ اس درد کی کوئی دوا

نہیں ہے۔ مگر اس آدمی کا پتہ جو اتنی صفتوں سے موصوف ہو۔ (بادشاہ نے) طلب کرنے کا حکم دیا۔ ایک زمیندار کے لڑکے کو اس شکل وصورت کا پائے جیسا کہ حکیموں نے کہا تھا اس کے باپ اور ماں کو بلایا اور بے انتہا نعمت دے کر خوش کردیا اور قاضی نے فتویٰ دیا کہ رعیت میں سے ایک کا خون بہانا بادشاہ کی جان کی سلامتی کے لئے جائز ہے۔ جلاد نے ارادہ کیا۔ لڑکے نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مسکرایا۔ بادشاہ نے پوچھا ایسی حالت میں ہنسنے کا کیا موقع ہے۔ کہا لڑکے کا ناز باپ اور ماں پر ہوتا ہے اور دعویٰ قاضی کے پاس کے جاتے ہیں اور انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں۔ اب باپ اور ماں نے دنیاوی مال و دولت کے واسطے مجھ کو قتل کرنے کے لئے سونپ دیا اور قاضی نے میرے مار ڈالنے کا فتویٰ دیدیا اور بادشاہ اپنی بہتری میری ہلاکت میں دیکھتا ہے اور سوائے خدائے بزرگ و برتر کے میں کوئی جائے پناہ نہیں دیکھتا۔

بادشاہ کا دل اس بات سے بھر آیا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا میری ہلاکت زیادہ بہتر ہے۔ ایسے لڑکے کا بے گناہ خون بہانے سے اس کے سر اور آنکھوں کو چوما اور گود میں اٹھالیا اور آزاد کردیا اور بے اندازہ مال و دولت عطا کیا۔ کہتے ہیں کہ اسی ہفتے میں اس نے صحت پائی۔

دوسروں کے لئے گڑھا کھودنے والا خود اس میں گرتا ہے

عمرولیث کا ایک غلام بھاگ گیا تھا۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور اس کو پکڑ لائے۔ وزیر کو اس سے ملال تھا۔ اس کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تاکہ دوسرے غلام ایسی حرکت نہ کریں۔ غلام نے عمرولیث کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا اور کہا

جو کچھ میرے سر پر گزرے جب آپ پسند فرماتے ہیں تو جائز ہے۔

جب حکم مالک کا (اختیاری ہے) تو غلام (خلاف مرضی) مالک سے دعویٰ کرسکتا ہے۔ لیکن محض اس وجہ سے کہ اس خاندان کی نعمت میں پلا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ قیامت میں میرے خون کے مواخذہ میں آپ گرفتار ہوں۔ اجازت دیجئے کہ میں وزیر کو مار ڈالوں پھر اس وقت اس کے قصاص میں خون بہانے کا حکم فرمائیے تاکہ آپ مجھ کو حق پر ماریں۔ بادشاہ کو ہنسی آئی۔ وزیر سے کہا کیا مصلحت دیکھتا۔ وزیر نے کہا اے دنیا کے مالک مصلحت تو یہی دیکھتا ہوں کہ خدا کے لئے اور اپنے باپ کی قبر کے صدقے اس کو آزاد کردیجئے تاکہ مجھ کو بھی یہ کسی بلا میں مبتلا نہ کرے۔ قصور تو میرا ہی ہے۔

حق شناسی:

زوزن کے بادشاہ کا ایک وزیر تھا جو نیک باطن اور نیک ظاہر تھا تمام لوگوں کی ان کے سامنے عزت کرتا اور غیاب میں بھی اچھا کہتا۔ اتفاقاً اس کی ایک حرکت بادشاہ کی نگاہ میں ناپسند ہوئی جرمانہ کیا اور سزا دی۔ بادشاہ کے سپاہی جو اس کی سابقہ نعمتوں کا اقرار کرتے تھے اور اس کے شکریہ میں گرد تھے۔ اس کی حوالات کے زمانے میں نرمی اور مہربانی سے پیش آتے اور سختی اور ایذا رسانی کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ بادشاہ کی ناراضی کا جو سبب تھا ان میں سے بعض کی جواب دہی سے وہ فارغ ہوا اور بعض کی وجہ سے وہ قید خانہ میں رہا۔ بیان کرتے ہیں کہ اطراف کے بادشاہوں میں سے ایک نے پوشیدہ طور پر اس کے پاس پیغام بھیجا کہ اس طرف کے بادشاہوں نے ایسے بلند مرتبہ بزرگ کا رتبہ نہیں پہچانا اور انہوں نے بے عزتی کی۔ اگر آپ کی عزیز رائے (اللہ آپ کو نیکی سے رہا کرے) ہماری جانب توجہ کرے تو تمہارے دل کی رعایت کرنے میں جس قسم کی بھی ہو کامل طور پر کوشش کی جائے گی اور اس سلطنت کے اراکین آپ کے دیدار کے آرزومند ہیں اور اس تحریر کے جواب کے منتظر ہیں۔ وزیر جب اس سے واقف ہوا تو خطرے کا خوف کیا۔ فوراً ایک مختصر سا جواب اگر ظاہر ہو تو فتنہ نہ پیدا ہو خط کے پیچھے ہی لکھ دیا اور روانہ کردیا۔ ایک جاسوس نے جو اس سے واقف تھا بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وزیر جس کو آپ نے قید فرمایا ہے۔ اطراف کے بادشاہوں کے ساتھ خط و کتابت رکھتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہوگیا اور اس خبر کی تحقیقات کا حکم دیا۔ قاصد کو گرفتار کیا گیا اور خط پڑھا گیا۔ لکھا تھا (میرے متعلق) امیروں کا اچھا خیال میری فضیلت سے زیادہ ہے اور قبولیت کی جو خلعت (بزرگی) عطا فرمائی گئی ہے بندے میں اس کو قبول کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ میں نے اس خاندان کی نعمتوں میں پرورش پائی ہے کس قدر خیالات کے بدل جانے پر قدیم صاحب نعمت کے ساتھ بے وفائی نہیں کرسکتا۔

بادشاہ کو اس کی حق شناسی کی خصلت پسند آئی۔ خلعت اور نعمت عطا کیا اور معافی مانگی کہ میں نے غلطی کی جو تم کو بے گناہ و بے قصور قید کیا۔ کہا: اے مالک! غلام اس معاملہ میں مالک کی کوئی غلطی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی ایسی تھی کہ اس غلام کو کوئی تکلیف پہنچے۔ پس آپ کے ہاتھ سے پہنچنا بہتر ہے کیونکہ آپ کی سابقہ نعمتوں کے حقوق اس غلام پر ہیں اور نعمتوں کا احسان ہے۔

فقیروں کی آہ کا اثر:

ایک ظالم جو فقیروں کی لکڑی ظلم سے خریدتا اور آسودہ حالوں کو قیمت بڑھا کر جبراً دیتا۔ ایک صاحب دل نے اس کے پاس سے گزرا اور کہا۔

کیا تو سانپ ہے کہ جس کو دیکھتا ہے ڈس لیتا ہے
یا الو ہے کہ جہاں بیٹھتا ہے ویران کر دیتا ہے۔
اگر تیرا زور ہم پر چل سکتا ہے
تو غیب داں خدا پر نہیں چل سکتا

اہل زمین پر تو ظلم مت کر
تا کہ کوئی دعا آسمان کے اوپر نہ جائے

حاکم اس کے کہنے سے رنجیدہ ہوا۔اور اس کی نصیحت سے منہ پھیر لیا اور اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ دولت و مرتبے نے اس کو گناہ میں پھانسا (پس اس کا مقام دوزخ ہے) یہاں تک کہ ایک رات باورچی خانہ کی آگ لکڑیوں کے ڈھیر میں لگ گئی اور اس کا تمام سامان جلا گئی اور اس کو نرم بستر سے گرم خاک پر بٹھا دیا۔ اتفاقاً اسی شخص کا اس پر گزر ہوا۔اس کو دیکھا۔دوستوں سے کہہ رہا تھا میں نہیں جانتا کہ یہ آگ کیسے لگی۔اس نے جواب دیا فقیروں کے دل کی آہ سے۔

زخمی دلوں کی آہ سے ڈر
کیونکہ دل کا زخم آخر کار ظاہر ہو جاتا ہے
جہاں تک ہو سکے کسی کا دل نہ دکھا
کہ ایک آہ ایک دنیا کو تباہ کر دیتی ہے

ظلوم وجہول انسان:

ایک شخص کشتی لڑنے میں ہنر میں کامل ہو گیا تھا۔تین سو ساٹھ عمدہ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک پیچ سے لڑتا۔مگر اس کا دل شاگردوں میں سے ایک کو کامل بنانے کی طرف زیادہ راغب تھا۔تین سو انسٹھ پیچ اس کو سکھا دیئے۔سوائے ایک پیچ کے کہ اس کے سکھانے میں ٹال مٹول کر رہا تھا۔اور دیر کر رہا تھا مختصر یہ کہ وہ نوجوان قوت اور ہنر میں کامل ہو گیا۔اس کے زمانے میں کسی شخص کو اس سے مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اس زمانے کے بادشاہ کے سامنے اس نے کہا تھا۔استاد کو جو فضیلت کہ مجھ پر ہے وہ صرف بزرگی اور حق استادی کی وجہ سے ہے ورنہ قوت میں میں اس سے کم نہیں ہوں۔بادشاہ کو یہ بات بری معلوم ہوئی۔ حکم دیا کہ کشتی لڑیں۔ایک کشادہ میدان ہموار کر دیا گیا۔سلطنت کے اراکین امرا اور روئے زمین کے پہلوان حاضر ہوئے۔نوجوان مست ہاتھی کی طرح آلپٹا۔ایسے حملے سے کہ اگر کانسے کا پہاڑ ہوتا تو اپنی جگہ سے اکھاڑ دیتا۔استاد سمجھ گیا کہ جوان قوت سے اس سے بڑھا ہوا ہے۔اس نادر داؤ سے جو چھپا رکھا تھا اس سے مقابلہ ہوا۔نوجوان اس کا توڑ نہ سمجھ سکا۔استاد نے دونوں ہاتھ سے اس کو زمین سے سر پر اٹھا لیا اور زمین پر پٹک دیا۔مخلوق سے شور وغل بلند ہوا۔بادشاہ نے حکم دیا کہ استاد کو خلعت اور مال و دولت عطا کرے۔لڑکے کو جھڑکی دی اور ملامت کی کہ اپنے پرورش کرنے والے سے تو نے برابری کا دعویٰ کیا اور انجام کو نہ پہنچا۔

(نوجوان نے کہا: اے روئے زمین کے بادشاہ! طاقت سے مجھ پر غلبہ نہ پا سکا بلکہ علم کشتی سے ایک باریک پیچ مجھ سے رہ گئی تھی اور ہمیشہ وہ مجھ سے ٹال مٹول کر رہا تھا۔اسی باریک پیچ سے وہ مجھ پر غالب آیا۔کہا ایسے ہی دن کے لئے میں نے چھپا رکھا تھا کہ عقلمندوں نے کہا ہے دوست کو اتنی قوت مت دے کہ اگر وہ دشمنی کرنا چاہئے تو طاقتور بن سکے۔کیا تو نے نہیں سنا اس شخص نے کیا کہا جو اپنے شاگرد کی بے وفائی دیکھی۔

یا تو وفا دنیا میں تھی ہی نہیں
یا شاید کسی نے اس زمانے میں نہیں کی
جس کسی نے مجھ سے علم تیراندازی سیکھا
آخر کار اسی نے مجھے نشانہ بنایا

ایک اللہ والے کی بادشاہ کو تبلیغ:

ایک فقیر تنہا ایک صحرا کے گوشہ میں بیٹھا ایک بادشاہ کا اس کے پاس سے گزر ہوا۔فقیر نے اس وجہ سے کہ بے فکری قناعت کی سلطنت ہے۔ اس کی طرف توجہ نہیں کی اور بادشاہ اس وجہ سے کہ حکومت میں قہر وغضب ہوتا ہے۔رنجیدہ ہو گیا۔کہا یہ کفنی پہنے والوں کی جماعت چوپایوں جیسی ہے۔صلاحیت اور آدمیت نہیں رکھتے اس (فقیر) کے پاس آ کر وزیر نے کہا۔اے جوانمرد: روئے زمین کا بادشاہ آپ کے پاس آیا۔آپ نے تعظیم نہیں کی اور ادب کے شرائط پورے نہیں کئے۔فقیر نے کہا: بادشاہ سے کہہ دو کہ تعظیم کی امید اس شخص سے رکھے جو بادشاہ سے نعمت کی امید رکھتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ بادشاہ رعیت کی نگہبانی کے لئے ہے نہ کہ رعیت بادشاہوں کی خدمت کے لئے۔

بادشاہ کو فقیر کی باتیں درست دکھائی دیں۔کہا: کچھ مجھ سے طلب کرو۔ کہا: میں بھی چاہتا ہوں کہ دوبارہ (تشریف لا کر) مجھ کو زحمت نہ دیں۔ بادشاہ نے کہا مجھے نصیحت کرو کہا:

(دین و دنیا کی نیکی) حاصل کر لے اب دولت تیرے ہاتھ میں ہے
کیونکہ یہ دولت و سلطنت ہاتھوں ہاتھ چلی جائے گی

اللہ والوں کی فکر:

ایک وزیر حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس گیا اور دعا کی خواہش کی کہ رات دن بادشاہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اس کی بھلائیوں کا امیدوار اور اس کے غضب سے ڈرتا رہتا ہوں۔ذوالنون مصری نے رو دیا اور فرمایا اگر میں خدائے بزرگ و برتر سے ایسا ڈرتا جیسا کہ تو بادشاہ سے (ڈرتا ہے) تو میں (میرا شمار) بھی صدیقوں میں ہوتا۔

اگر (فقیر کو) آرام کی امید اور تکلیف کا خوف نہ ہوتا
تو فقیر کا پاؤں آسمان کے اوپر ہوتا

اگر وزیر خدا سے ایسا ڈرتا
جیسا کہ بادشاہ سے تو فرشتہ ہو جاتا

قیدی کی نصیحت:

ایک بادشاہ نے ایک بے گناہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔اس نے کہا: اے بادشاہ اس غصہ کی وجہ سے جو آپ کو مجھ پر ہے (قیامت کے دن) اپنی تکلیف (کے اسباب) نہ پیدا کر یہ عذاب مجھ پر تھوڑی دیر میں ختم ہو جائے گا اور اس کا گناہ تجھ پر ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا۔

بادشاہ کے لئے اس کی نصیحت فائدہ مند ہوئی اور اسکے قتل کا خیال چھوڑ دیا۔

جہاندیدہ آدمی کا جھوٹ:

ایک مکار نے اپنے گیسو بٹے یعنی وہ علوی ہے اور حجاز کے قافلے کے ساتھ شہر میں آیا۔اور اس طرح ظاہر کیا کہ حج سے آ رہا ہے اور ایک اچھا قصیدہ بادشاہ کے پاس لے گیا اور دعویٰ کیا کہ اس نے کہا ہے بادشاہ نے اس کو مال دیا اور عزت کی اور بے حد مہربانی سے پیش آیا۔اتنے میں بادشاہ کے مصاحبین میں سے ایک نے جو اسی سال سفر دریا سے آیا تھا کہا: کہ میں نے اس کو عیدالاضحیٰ کے دن شہر بصرہ میں دیکھا ہے۔معلوم ہوا کہ حاجی نہیں ہے۔دوسرے نے کہا میں اس کو پہچانتا ہوں اس کا باپ نصرانی تھا۔شہر ملاطیہ میں۔معلوم ہوا کہ شریف نہیں ہے اور اس کے اشعار دیوان انوری میں پائے گئے۔بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو مارو اور شہر سے نکال دو کہ اس قدر جھوٹ پے در پے کیوں کہا۔اس نے کہا: اے روئے زمین کے بادشاہ ایک بات باقی رہ گئی ہے۔آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔اگر درست نہ ہو تو آپ جو سزا بھی دیں میں اس کا مستحق ہوں۔بادشاہ نے کہا وہ کیا ہے۔کہا:

اگر کوئی مفلس تیرے پاس دہی لائے
تو اس میں دو پیانہ پانی ہے اور ایک چمچہ دہی
اگر آپ سچی بات سننا چاہتے ہیں تو مجھ سے سنو
کہ جہاندیدہ بہت جھوٹ کہتا ہے

بادشاہ کو ہنسی آئی اور کہا اس سے زیادہ سچی بات اس نے اپنی تمام عمر میں نہ کہی ہوگی۔حکم دیا جس چیز کو اس کی توقع دلائی گئی تھی حاضر کریں اور اس کا دل خوش کر کے اس کو رخصت کریں۔

ہارون الرشیدؒ کا انصاف:

ہارون الرشید کا ایک لڑکا باپ کے پاس آیا۔غصہ میں بھرا ہوا تھا کہ مجھ کو فلاں سپاہی کے لڑکے نے ماں کی گالی دی۔ہارون الرشید نے ارا کین سلطنت سے پوچھا ایسے شخص کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔ایک نے قتل کرنے کا مشورہ دیا اور ایک نے زبان کاٹنے اور دوسرے نے جرمانہ کرنے اور شہر بدر کرنے۔ہارون رشید نے کہا اے لڑکے بزرگی تو یہ ہے کہ تو معاف کر دے اور اگر معاف نہیں کر سکتا تو تو بھی اس کو ماں کی گالی دے۔اتنی کہ حد سے نہ بڑھے۔پس اس وقت ظلم تیری جانب سے ہوگا اور دعویٰ دشمن کی جانب سے۔

مکافات عمل:

بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا۔ایک چھوٹی کشتی ہمارے پیچھے ڈوب گئی۔دو بھائی ایک بھنور میں پڑ گئے۔بزرگوں میں سے ایک نے ملاح سے کہا ان ہر دو بھائیوں کو پکڑ لو (ڈوبنے سے بچا لو) ہر ایک کے لئے میں تجھ کو پچاس دینار دوں گا۔ملاح پانی میں گیا ایک کو بچا لیا اور دوسرا ہلاک ہو گیا۔میں نے کہا اس کی زندگی باقی نہیں رہی تھی۔اسی لئے تو نے اس کے پکڑنے میں دیر لگائی اور اس دوسرے کے لئے تو نے جلدی کی۔ملاح مسکرایا اور کہا جو کچھ تو نے کہا درست ہے۔لیکن ایک دوسرا سبب بھی ہے میں نے کہا وہ کیا ہے کہا میرا دلی میلان۔اس ایک کو بچانے کے لئے اس طرف زیادہ تھا کیونکہ ایک وقت میں بیابان میں عاجز آ گیا تھا مجھ کو اونٹ پر بٹھا لیا اور اس دوسرے کے ہاتھ سے میں نے لڑکپن میں کوڑے کھائے تھے۔میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے جس نے نیک عمل کیا اس کا فائدہ اس کی ذات کے لئے ہے اور جس نے برائی کی اس کا نقصان بھی اسی پر ہے۔

جہاں تک ہو سکے تو کسی کا دل نہ دکھا
کیونکہ اس راستے میں کانٹے ہی کانٹے ہیں
حاجت مند فقیر کی حاجت برلا
کیونکہ تیرے بھی بہت سی حاجتیں ہونگی

قناعت اختیار کر اور ذلت سے محفوظ رہ:

دو بھائی تھے ایک بادشاہ کی نوکری کرتا تھا اور دوسرا قوت بازو سے کھاتا۔ایک مرتبہ اس تونگر نے فقیر سے کہا کیوں نوکری نہیں کرتا۔تاکہ کام کرنے کی تکلیف سے نجات پا لیتا۔جواب دیا: تو کیوں کام نہیں کرتا' تاکہ نوکری کی ذلت سے رہائی پا لیتا۔عقلمندوں نے کہا ہے جو کی روٹی کھانا اور (عزت سے) بیٹھنا بہتر ہے زریں پٹی کمر پر باندھے اور خدمت میں کھڑے رہنے سے۔

ہاتھ سے گرم چونا ملانا
بہتر ہے امیر کے سامنے سینہ پر ہاتھ باندھنے سے
قیمتی عمر اسی میں صرف ہو گئی
کہ گرما میں کیا کھاؤں اور سرما میں کیا پہنوں

اے بے شرم پیٹ ایک روٹی پر قناعت کر
تا کہ خدمت کے لئے جھکنا نہ پڑے

بے جا گفتگو کرنا بے وقوفی ہے:

عقلمندوں کی ایک جماعت نوشیروان کے دربار میں کسی مصلحت ملکی میں گفتگو کر رہی تھی اور بزرجمہر جوان کا سردار تھا خاموش تھا۔ عقلمندوں نے اس سے پوچھا اس بحث میں ہمارے ساتھ کیوں شریک نہیں ہوتے۔ اس نے کہا۔ وزیر طبیبوں کے مانند ہوتے ہیں اور طبیب دوا نہیں دیتا مگر بیمار کو پس جب میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری رائے درست ہے تو میرا اس میں گفتگو کرنا عقلمندی نہیں ہے۔

جب کام میری زیادتی کے بغیر نکل جاتا ہے
تو مجھ کو اس میں گفتگو نہیں کرنا چاہئے
اور اگر میں دیکھوں کہ نابینا ہے اور سامنے کنواں ہے
(ایسی صورت میں) اگر میں خاموش بیٹھوں تو گناہ ہے

وزیر باتدبیر:

ایک بادشاہ کے لئے ایک چینی نوعمر لونڈی لے آئے۔ نشہ کی حالت میں اس سے ہم بستر ہونا چاہا۔ لونڈی نے منع کیا۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ اس کو ایک حبشی کو دیدیا۔ جس کا اوپر کا ہونٹ ناک کے نتھنے سے بھی اوپر ہو گیا تھا اور اس کا نچلا ہونٹ گریبان تک لٹک رہا تھا۔ ایسا بدصورت کہ صخرہ جن بھی اس کی صورت سے بھاگتا تھا اور اس کے بغل سے گندھک کے چشمے کی بدبو مہکتی۔

تو کہے گا کہ قیامت تک بدصورتی
اس پر ختم ہے اور یوسفؑ پر خوبصورتی

بیان کرتے ہیں کہ زمانے میں حبشی کا نفس خواہشمند تھا۔ اور شہوت غالب تھی۔ اس کے شوق میں جوش ہوا۔ اس کی بکارت کو زائل کر دیا۔ صبح بادشاہ نے لونڈی کو تلاش کیا۔ نہ پایا۔ اس سے واقعہ (شب) بیان کیا گیا۔ غصہ ہو گیا اور حکم دیا کہ حبشی کو اس لونڈی کے ساتھ مضبوط باندھیں اور محل کی چھت سے خندق کے گڑھے میں گرا دیں۔ ایک نیک ذات وزیر نے سفارش کے لئے چہرہ زمین پر رکھ دیا اور کہا بے چارے حبشی کا اس میں کوئی قصور نہیں کیونکہ تمام غلام بادشاہ کی نوازش کے عادی ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا اگر اس سے ہم بستر ہونے میں ایک رات تاخیر کرتا تو کیا اچھا ہوتا۔ میں اس کو لونڈی کی قیمت سے زیادہ دے دیتا۔ کہا: اے مالک! آپ نے جو کچھ فرمایا درست ہے لیکن آپ نے نہیں سنا کہ حکماء نے اسی بارے میں کہا ہے

کوئی پیاسا دھوپ کا جلا جب چشمہ آب حیات پر چلا جائے
تو یہ خیال نہ کرو کہ وہ مست ہاتھی سے اندیشہ کریگا

بھوکا، فاسق، خالی گھر میں، دستر خوان پر
عقل یقین نہیں کر سکتی کہ وہ رمضان کا اندیشہ کریگا

بادشاہ کو یہ لطیفہ پسند آیا اور کہا: اب حبشی کو میں نے تجھے بخش دیا۔ لونڈی کو کیا کروں۔ وزیر نے کہا لونڈی کو بھی حبشی ہی کو بخش دیجئے کہ کتے کا جوٹھا کتے ہی کے لائق ہے۔

فتوحات کا راز

سکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ تو نے مشرق و مغرب کے ملکوں کو کیونکر فتح کیا۔ حالانکہ سابقہ بادشاہوں کے پاس خزانے، عمر، ملک اور لشکر اس سے زیادہ تھے اور ایسی فتح حاصل نہیں ہوئی کہا: اللہ بزرگ و برتر کی مدد سے جس ملک کو میں نے فتح کیا۔ اس کی رعیت کو نہیں ستایا اور گذشتہ لوگوں کے عمدہ رسم و رواج کو میں نے باطل نہیں کیا اور بادشاہوں کا نام میں نے نیکی کے سوا نہیں لیا۔

عقلمند اس شخص کو بزرگ نہیں کہتے
جو بزرگوں کا نام برائی سے لے
یہ سب چیزیں بیکار ہیں کیونکہ چلے جانے والی ہیں
خوش نصیبی، تخت، حکومت اور شاہی کروفر
مردوں کی نیک نامی کو ضائع مت کر
تا کہ تیری نیک نامی برقرار رہے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی:

میں نے ایک فقیر کو دیکھا، کعبہ کی دہلیز پر سر رگڑ رہا تھا اور رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے غفور! اے رحیم! تو جانتا ہے کہ ظالم اور جاہل (انسان) سے کیا ہو سکتا ہے۔

عابد اپنی عبادت کا بدلہ چاہتے ہیں اور سوداگر اپنے سامان کی قیمت میں ناچیز بندہ امید لے کر آیا ہوں نہ کہ عبادت، بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ نہ کہ تجارت کے لئے۔ ہمارے ساتھ وہ کام (عفو) کر جس کا تو اہل ہے اور ہمارے ساتھ ایسا کام (عذاب) مت کر جس کے ہم اہل ہیں۔

غیرت ایمانی:

عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگوں نے دیکھا۔ اللہ آپ پر رحم کرے کہ حرم کعبہ میں کنکریوں پر سر رکھ دیئے تھے اور کہہ رہے تھے: اے خدا! بخش دے اور اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کے دن مجھ کو (قبر سے) نابینا اٹھا، تا کہ میں نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو جاؤں۔

اللہ والوں کی رحمدلی:

ایک چور ایک پرہیزگار کے گھر میں آیا۔ بہت کچھ ڈھونڈا کچھ نہ پایا رنجیدہ ہو گیا پرہیزگار کو خبر ہوئی۔ وہ کمبل جس پر وہ سوتا تھا چور کے راستے

میں ڈال دیا تا کہ محروم نہ جائے۔

میں نے سنا ہے کہ خدا کے راستے کے جوانمردوں نے دشمنوں کا دل بھی نہیں دکھایا تجھے یہ مقام کب حاصل ہوگا تجھ کو دوستوں سے مخالفت ہے اور جھگڑا ہے

کچھ پہچان پیدا کر:

چند سفر کرنے والے سفر میں متفق تھے اور رنج و راحت میں شریک تھے۔ میں نے خواہش کی کہ میں بھی ان کا ساتھی بن جاؤں وہ راضی نہیں ہوئے میں نے کہا یہ بزرگوں کی مہربانی اور اخلاق سے دور ہے کہ فقیروں کی صحبت سے منہ پھیر لیں اور فائدہ پہنچانے میں تامل کریں۔ ان میں سے ایک نے کہا: اس بات سے جو تو نے سنا ہے رنجیدہ مت ہو کہ ان دنوں ایک چور فقیروں کی صورت میں آیا تھا خود کو ہمارے حلقے میں داخل کر دیا۔ چونکہ فقیروں کی حالت (تمام عیوب سے) پاک ہوتی ہے اس لئے ہم نے اس کے متعلق فاسد خیالات نہیں کئے اور اس کو دوستی کے لئے قبول کیا۔ ایک روز ہم رات تک چلتے رہے اور رات کے وقت ایک قلعے کے نیچے سو گئے تھے۔ ایک گمراہ چور نے دوست کا لوٹا اٹھالیا کہ طہارت کے لئے جا رہا ہوں حالانکہ لوٹنے کے لئے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ فقیروں کی نظر سے غائب ہو گیا۔ ایک برج پر چڑھ گیا اور زیورات کا صندوقچہ چرالیا۔ جب دن روشن ہوا۔ وہ اندھیرے میں چلنے والا۔ بہت سا راستہ طے کر لیا تھا اور بے گناہ ساتھی سوئے ہوئے تھے۔ صبح سب کو قلعے میں لا کر خوب مارا اور قید کر دیا۔ اس تاریخ سے ہم نے صحبت ترک کر دی ہے اور گوشہ نشینی کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے۔

میں نے کہا شکر و احسان خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہے کہ میں فقیروں کے فائدوں سے محروم نہیں رہا۔ اگرچہ بظاہر میں صحبت سے جدا رہا لیکن اس حکایت سے جو آپ نے کہا میں مستفید ہو گیا اور مجھ جیسے کے لئے تمام عمر یہ نصیحت کار آمد ہوئی۔

بناوٹی پرہیز گار:

ایک زاہد ایک بادشاہ کا مہمان تھا۔ جب کھانے کے لئے بیٹھے اس سے کم کھایا۔ جتنی کہ اس کو خواہش تھی اور جب نماز کے لئے اٹھے۔ اس سے زیادہ پڑھی کہ اس کی عادت تھی تا کہ نیکی کا گمان اس کے حق میں زیادہ ہو۔

جب وہ اپنے گھر آیا دسترخوان طلب کیا تا کہ کھانا کھائے اس کا ایک عقلمند لڑکا تھا کہا: اے باپ! بادشاہ کی مجلس میں کیوں کھانا نہیں کھایا؟ کہاں میں نے ان کے سامنے کچھ نہیں کھایا تا کہ کام آئے (لڑکے نے) کہا: نماز بھی پڑھ لے کیونکہ تو نے ایسا کام نہیں کیا جو کام آئے۔

نزدیکان بے بصر:

شہر بعلبک کی جامع مسجد میں ایک وقت میں چند باتیں بطور وعظ کہہ رہا تھا ایک ایسے مجمع سے جو افسردہ تھا۔ جن کا دل مردہ تھا۔ عالم ظاہر (دنیا) سے عالم باطن (دین) کے راستہ پر نہیں پہنچا تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے کلمات اثر نہیں کر رہے ہیں اور میری آگ گیلی لکڑی میں نہیں لگ رہی ہے مجھے افسوس ہوا کہ (میرا نصیحت کرنا گویا) چوپایوں کو تعلیم دینا اور اندھوں کے محلے کو آراستہ کرنا ہے لیکن معنی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور تقریر کا سلسلہ دراز تھا۔ اس آیت کے معنی میں کہ ہم گردن کی رگ سے زیادہ اس سے قریب ہیں۔ سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تھا کہ میں کہہ رہا تھا

دوست میری جان سے بھی زیادہ میرے نزدیک ہے
اور یہ زیادہ تعجب کی بات ہے کہ میں اس سے دور ہوں
میں کیا کروں اور کس سے کہوں کہ وہ
میری آغوش میں ہے اور میں اس سے دور ہوں

میں اس بات کی شراب سے مست تھا اور بچی ہوئی شراب کا پیالہ ہاتھ میں تھا کہ ایک راہرو نے مجلس کے کنارے پر گزر کیا اور آخری دور نے اس میں اثر کیا ایک نعرہ مارا۔ دوسرے بھی اس کی موافقت میں شور مچانے لگے اور حاضرین مجلس شور میں آ گئے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ جو دور کے لوگ ہیں اور باخبر ہیں وہ تو نزدیک ہیں اور جو نزدیک کے لوگ ہے اور اندھے ہیں وہ دور ہیں۔

معصیت اور مصیبت:

میں نے دریا کے کنارے ایک پرہیز گار کو دیکھا وہ تیندوے کا زخم رکھتا تھا اور کسی دوا سے وہ اچھا نہیں ہوتا تھا۔ مدتوں تک اس سے بیمار رہا۔ اور خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہمیشہ ادا کرتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تو کس نعمت کا شکر ادا کرتا ہے کہا: اس بات کا شکر کہ میں مصیبت میں گرفتار ہوں گناہوں میں نہیں۔

ہاں خدا کے نیک بندے گناہ کے مقابلے میں مصیبت کو اختیار کر لیتے ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ یوسف صدیق نے اس حالت میں کیا کہا' کہا: اے میرے پروردگار! مجھے قید زیادہ پسند ہے' اس کام سے جس کی طرف یہ عورتیں بلا رہی ہیں۔

اللہ والوں کی وفاداری:

ایک فقیر کو ایک ضرورت پیش آئی۔ دوست کے گھر سے ایک کمبل چرالی اور خرچ کر لیا۔ حاکم نے حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈال۔ کمبل کے مالک نے سفارش کی کہ میں نے اس کو معاف کر دیا (حاکم نے) کہا: تیری سفارش سے میں شرعی حد نہیں چھوڑ سکتا۔ کہا: جو کچھ کہ آپ نے فرمایا درست ہے لیکن جو شخص کہ وقف کے مال سے چرالیتا ہے اس کا ہاتھ کاٹنا ضروری نہیں ہے کیونکہ فقیر مالک نہیں ہوتا۔ جو کچھ کہ فقیروں کا ہے وہ محتاجوں کے لئے وقف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کی شرافت و بزرگی اس کے دین کے اندر اور اس کے حسب کے اندر اس کا حسن خلق ہے۔" (مسلم)

ہے۔حاکم نے اس سے ہاتھ اٹھالیا اور ملامت کرنے لگا کہ کیا دنیا تیرے لئے تنگ ہوگئی تھی کہ تو نے چوری نہیں کی۔مگر ایسے دوست کے گھر میں کہا: اے مالک! کیا آپ نے نہیں سنا کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ دوستوں کے گھر میں جھاڑو پھیر دے اور دشمنوں کا دروازہ نہ کھٹکھٹا۔

جنتی بادشاہ اور دوزخی فقیر:

ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ بادشاہ جنت میں ہے اور پرہیز گار دوزخ میں۔ پوچھا: اس کے اعلیٰ مراتب کی کیا وجہ ہے۔اور اس کے نچلے درجنوں کی کیا وجہ ہے۔ کیونکہ لوگ اس کے خلاف خیال کرتے تھے۔آواز آئی کہ یہ بادشاہ فقیروں پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے جنت میں ہے اور یہ پرہیز گار بادشاہوں کی ہم نشینی کی وجہ سے دوزخ میں ہے۔

آزاد درویش:

ایک پیدل چلنے والا ننگے سر ننگے پاؤں حجاز کے قافلے کے ساتھ کوفہ سے نکلا اور ہمارے ساتھ ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ نقد ہی نہیں رکھتا تھا خوشی خوشی سے چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔

نہ میں اونٹ پر سوار ہوں اور نہ اونٹ کی طرح بوجھ اٹھایا ہوا ہوں
نہ رعیت کا بادشاہ ہوں اور نہ بادشاہ کا غلام ہوں
مجھے نہ موجود (کے چوری جانے) کا غم ہے اور نہ معدوم کی پریشانی
میں آرام سے سانس لیتا ہوں اور عمر گزارتا ہوں

ایک شتر سوار نے اس سے کہا: اے فقیر! تو کہاں جا رہا ہے واپس ہو جا کیونکہ تو سختی سے مرجائے گا۔اس نے نہیں سنا اور بیابان میں قدم رکھا اور چلا گیا جب ہم مقام نخلہ محمود میں پہنچے تو مالدار کو موت آ گئی فقیر اس کے سرہانے آیا اور کہا: ہم سختی کی وجہ سے نہیں مرے اور تو اونٹ پر مر گیا۔

ریاکاری کا مقتول:

ایک عابد کو ایک بادشاہ نے بلایا۔اس نے سوچا کہ ایسی دوا کھاؤں کہ کمزور ہو جاؤں۔شاید اس اعتقاد میں جو مجھ سے رکھتا ہے زیادتی کرے۔بیان کیا ہے کہ وہ دوا قاتل تھی۔اس نے کھائی اور مر گیا۔

وہ شخص جس کو میں پستے کی طرح مغز ہی مغز خیال کیا تھا
وہ پیاز کی طرح چھلکے پر چھلکا نکلا
وہ پرہیز گار جن کا رخ مخلوق کی طرف ہے
وہ گویا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھتے ہیں
جب بندہ اپنے خدا کو پکارتا ہے
تو چاہیے کہ خدا کے سوا کسی اور کوئی نہ جانے

بے جا نصیحت سے پرہیز

(ڈاکوؤں نے) ایک قافلہ کو یونان کی سرزمین میں لوٹ لیا اور بے انتہا دولت لے گئے۔سوداگروں نے بہت آہ وزاری کی اور خدا اور پیغمبر کے واسطے دیئے۔کوئی فائدہ نہ ہوا۔

جب سیاہ دل چور فتح مند ہوگیا تو وہ قافلے کے رونے کا کیا غم کریگا

حکیم لقمان بھی اس قافلہ میں تھے۔قافلہ والوں میں سے ایک شخص نے ان سے کہا۔ان کو آپ نصیحت کیجئے اور وعظ فرمایئے۔شاید تھوڑا سا ہمارا مال چھوڑ دیں کیونکہ افسوس ہوگا کہ اتنی دولت ضائع ہو جائے کہا زیادہ افسوسناک تو یہ ہے کہ حکمت کی باتیں ان سے کہیں۔

جس لوہے کو زنگ کھا جائے
صیقل سے اس کا زنگ دور نہیں کر سکتے
سیاہ دل کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ
لوہے کی کیل پتھر میں نہیں گھستی
سلامتی کے زمانے میں شکستہ دلوں کی خبر لو
کیونکہ غریبوں کے شکستہ دلوں کا جوڑنا بلاؤں کو رد کر دیتا ہے
اگر مانگنے والا تجھ سے کوئی چیز عاجزی سے طلب کرے
تو دیدے ورنہ ظالم زبردستی سے چھین لے گا

شیخ کی نصیحت:

اللہ تعالیٰ کی بخششوں نے ایک گنہگار کے راستے میں توفیق کا چراغ رکھ دیا۔وہ اہل تحقیق (اولیاء) کے حلقے میں آ گیا۔فقیروں کی برکت اور ان کے سچے اقوال کی وجہ سے اس کی بری عادتیں اچھے خصائل سے بدل گئیں۔حرص اور خواہشات کو چھوڑ دیا لیکن برا بھلا کہنے والوں کی زبان اس کے حق میں ویسی ہی دراز تھی کہ وہ پہلے ہی طریقے پر ہے اور اس کے زہد اور نیکی کرتے تھے۔

عذر اور توبہ کر کے خدا کے عذاب سے نجات پا سکتے ہیں
لیکن لوگوں کی زبان سے نہیں چھوٹ سکتے

لوگوں کی زبانوں کے ظلم سہنے کی طاقت نہ رہی۔پیر طریقت کے پاس اس نے شکایت کی اور کہا: میں لوگوں کی زبانوں سے رنجیدہ ہوں۔پیر نے اس کو جواب دیا کہ تو اس نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے کہ تو اس حالت سے بہتر ہے جیسا کہ لوگ تجھے خیال کرتے ہیں۔لیکن مجھے کہ "لوگوں کا اچھا خیال میرے حق میں یہ ہے کہ میں کامل ہوں اور حالانکہ میں بالکل ناقص ہوں" رنج کرنا اور غم کھانا ضروری ہے۔

تصوّف کی حقیقت:

ایک مشائخ سے پوچھا کہ تصوف کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا: اس سے

پہلے دنیا میں ایک جماعت تھی۔ بظاہر پراگندہ اور دل مطمئن اور اب ایک مخلوق ہے جن کا ظاہر مطمئن ہے اور دل پراگندہ۔

انسانیت کا تقاضا:

مجھے یاد ہے کہ ایک رات ایک قافلے کے ساتھ میں تمام رات چلتا رہا تھا اور صبح جنگل کے کنارے سو گیا تھا۔ ایک دیوانہ جو اس سفر میں ہمارے ساتھ تھا۔ صبح کے وقت ایک نعرہ لگایا اور جنگل کا راستہ لیا اور دم بھر کے لئے آرام نہیں کیا۔ جب دن نکلا میں نے اس سے پوچھا وہ کیا حالت تھی؟ کہا: میں نے بلبلوں کو دیکھا وہ درختوں پر شور مچا رہی تھیں اور چکور پہاڑوں پر' اور میڈک پانی میں اور چوپائے جنگل میں' میں نے سوچا کہ یہ مروت نہیں ہے کہ تمام تسبیح پڑھتے رہیں اور میں غفلت میں سوتا رہوں۔ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

بادشاہی جہان کے غم کا نام ہے:

ایک بادشاہ کی زندگی کی مدت ختم ہو گئی۔ وہ کوئی وارث نہیں رکھتا تھا۔ اس نے وصیت کی کہ صبح پہلا شخص جو شہر کے دروازے سے داخل ہو شاہی تاج اس کے سر پر رکھ دو اور سلطنت اس کے حوالہ کر دو۔ اتفاقاً سب سے پہلا شخص جو داخل ہوا ایک فقیر تھا جو تمام عمر ایک ایک لقمہ جمع کرتا تھا اور پیوند پر پیوند لگاتا تھا۔ سلطنت کے ارا کین اور دربار کے امراء نے بادشاہ کی وصیت پوری کی اور قلعوں اور خزانوں کی کنجیاں اس کے سپرد کیں۔ اس نے چند دنوں بادشاہت کی۔ یہاں تک کہ سلطنت کے بعض امیروں نے اس کی فرمانبرداری سے منہ پھیر لیا اور سلاطین ہر جانب سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مقابلے کے لئے لشکر آراستہ کئے۔ مختصر یہ کہ فوج اور رعایا بھی باغی ہو گئی اور اس کے شہروں کا کچھ حصہ اس کے قبضہ تصرف سے نکل گیا۔ فقیر اس حالت سے رنجیدہ دل تھا۔ اتنے میں اس کا ایک پرانا دوست جو فقیری کے زمانے میں اس کا ساتھی تھا سفر سے واپس آیا اور اس کو ایسے مرتبہ پر دیکھا۔ کہا خدائے بزرگ و برتر کا احسان ہے کہ تیرے بلند نصیب نے تیری مدد کی۔ اور اقبال اور زمانے نے رہبری کی۔ کہ تیرا پھول کانٹے سے اور کانٹا پاؤں سے نکل گیا۔ بے شک سختی کے ساتھ آسانی ہے۔

کہا: اے عزیز! تو مجھے تعزیت (کے الفاظ) کہہ یہ مبارک بادی کا مقام نہیں ہے جب تم نے دیکھا تھا مجھے ایک روٹی کا غم تھا اور اب ایک جہاں کا غم ہے۔

رئیس کی ہمدردی:

دمشق کے دوستوں کی دوستی سے مجھے رنج پہنچا۔ میں بیت المقدس کے بیابان میں چلا گیا اور حیوانوں کے ساتھ میل جول اختیار کر لیا۔ اس وقت تک کہ انگریزوں کی قید میں گرفتار ہو گیا۔ طرابلس کی خندق میں مجھے بھی یہودیوں کے ساتھ مٹی اٹھانے کے کام میں لگا دیا۔ حلب کا ایک رئیس کہ ہماری ان کی پہلے کی شناسائی تھی اس طرف آ نکلا۔ مجھے پہچان لیا۔ کہا: یہ کیا حالت ہے یہ تو رنج کا باعث ہے۔ میں نے کہا: کیا کہوں۔

اس کو میری حالت پر رحم آیا اور دس دینار دے کر مجھ کو انگریزوں کی قید سے چھڑا لیا۔ اور اپنے ساتھ حلب لے گیا۔ اس کی ایک لڑکی تھی سو دینار مہر پر مجھ سے شادی کر دی۔ جب ایک مدت گزر گئی بداخلاقی اور لڑائی جھگڑا شروع کر دیا اور زبان درازی کرنے لگی اور میری زندگی کو تلخ کر دیا۔

ایک مرتبہ عیب گوئی کے لئے اس نے زبان درازی کہنے لگی۔ کیا تو وہی نہیں ہے کہ میرے باپ نے تجھ کو انگریزوں کی قید سے دس دینار دے کر خریدا تھا۔ میں وہی ہوں کہ دس دینار میں مجھے انگریزوں کی قید سے خرید لیا اور سو دینار میں تیرے ہاتھ فروخت کر دیا۔

روزگار کا غم:

ایک بادشاہ نے ایک عابد سے پوچھا جس کے اہل و عیال زیادہ تھے کہ آپ کا عزیز وقت کس طرح گزرتا ہے۔ اس نے کہا: تمام رات مناجات میں' اور صبح خدا سے حاجتیں طلب کرنے میں اور تمام دن اخراجات کی فکر میں۔ بادشاہ کو عابد کے اشارے کا مطلب معلوم ہو گیا حکم دیا کہ اس کی تنخواہ مقرر کر دیں تا کہ متعلقین کا بوجھ اس کے سر سے اٹھ جائے۔

عیش پرستی فساد کا سبب ہے:

عابدوں میں سے ایک عابد تھے جو جنگل میں زندگی بسر کرتے اور درختوں کے پتے کھاتے۔ ایک بادشاہ ملنے کے لئے ان کے پاس گیا اور کہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو شہر میں آپ کے لئے ایک مقام تجویز کروں تا کہ اطمینان عبادت کے لئے اس سے بہتر حاصل ہو اور دوسرے بھی آپ کی ذات بابرکت سے مستفید ہوں اور آپ کے نیک اعمال کی پیروی کریں۔ زاہد کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ منہ پھیر لیا ایک وزیر نے اس سے کہا: بادشاہ کی دل جوئی کے لئے ضروری ہے کہ آپ دو تین دن کے لئے شہر آ جائیں اور مکان کی کیفیت معلوم کر لیں۔ اگر آپ کے عزیز وقت کی صفائی میں غیروں کی صحبت سے کوئی حرج واقع ہوا تو (واپسی کا) اختیار حاصل ہے۔ کہتے ہیں کہ عابد شہر میں آ گئے۔ بادشاہ کا خاص خانہ باغ ان کے لئے خالی کر دیا گیا۔ وہ بہشت کے جیسا دلکش اور روح کو فرحت بخشنے والا مقام تھا۔ بادشاہ نے فوراً ایک لونڈی خوبصورت اس کے پاس روانہ کی اس کی صفت یہ ہے کہ۔

اسی طرح اس کے بعد ہی ایک لڑکا نہایت خوبصورت اور سڈول جسم روانہ کیا۔ عابد مزیدار کھانے کھانا اور عمدہ کپڑے پہننا' میوے' عطریات اور مٹھائیوں سے لطف اندوز ہونے لگا اور لونڈے اور لونڈی کے خوبصورت چہرے پر نگاہ ڈالنے لگا (عقل مندوں نے) کہا ہے' حسینوں کے زلف عقل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اخلاقی بلندیوں کو اور اعلیٰ اخلاق کو اور گھٹیا اور پست اخلاق کو ناپسند کرتا ہے۔'' (بیہقی)

کے پاؤں کی زنجیر ہے اور سیانے پرندوں کے لئے جال ہے۔

حاصل کلام اس کے اطمینان قلب کے وقت کی دولت زائل ہوگئی۔ دوبارہ بادشاہ نے اس کے دیکھنے کی خواہش کی۔ عابد کو دیکھا۔ پہلی حالت سے بدل گیا ہے سرخ اور سفید (رنگ) نکھرا ہے اور موٹا ہوگیا ہے۔ ریشمی تکیہ پر ٹیکا لگایا ہوا اور غلام پری پیکر مور کے پردوں کا پنکھا لئے سر کے پیچھے کھڑا ہے۔ بادشاہ نے اس کی حالت کی سلامتی پر خوشی کی اور ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ بادشاہ نے گفتگو کے اختتام پر کہا جیسا میں ان دونوں جماعتوں کو درست رکھتا ہوں کوئی نہیں رکھتا۔ ایک عالموں کی دوسری زاہدوں کی (جماعت)۔ عقل مند تجربہ کار ماہر وزیر نے جو اس کے ساتھ تھا کہا: اے روئے زمین کے بادشاہ! دوستی کی شرط یہ ہے کہ دونوں جماعتوں کے ساتھ نیکی کیجئے۔ عالموں کو زر دو کہ وہ اور زیادہ پڑھیں اور زاہدوں کو کچھ نہ دیں تاکہ وہ زاہد رہیں۔

حقیقی زاہد:

(اسی قصے کی مانند) اسی طرح ایک بادشاہ کو ایک مہم پیش آئی۔ کہا (منت مانی) اگر کام کا انجام میرے مقصد کے موافق ہوا تو زاہدوں کو اتنے درہم دوں گا جب اس کی حاجت پوری ہوگئی اور اس کے دل کی پریشانی جاتی رہی تو شرط پوری ہونے پر نذر کا ادا کرنا ضروری ہوا۔ ایک خاص غلام کو درہموں کی تھیلی دی کہ زاہدوں کو دے آئے۔ کہتے ہیں کہ وہ غلام عقلمند اور ہوشیار تھا تمام دن پھرتا رہا اور رات کے وقت واپس آیا اور درہموں کو چوم کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا اور عرض کیا: زاہدوں کو جہاں تک میں نے تلاش کیا نہیں پایا۔ بادشاہ نے کہا: یہ کیا کہہ رہا ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس ملک میں چار سو زاہد ہیں کہا: اے دنیا کے مالک جو زاہد ہے وہ لیتا نہیں اور جو لیتا ہے وہ زاہد نہیں۔ بادشاہ ہنسا اور مصاحبوں سے کہا جتنا کہ مجھے فقیروں اور خدا پرستوں سے عقیدہ اور اقرار ہے اس شوخ چشم کو دشمنی اور انکار ہے اور حق اسی کی جانب ہے۔

خیرات لینے کا حکم:

لوگوں نے ایک مستند عالم سے پوچھا خیرات کی روٹی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں کہا اگر روٹی اطمینان قلب کے لئے لیتا ہے تو حلال ہے اور اگر اطمینان سے (اس لئے) بیٹھے کہ روٹی حاصل ہو تو حرام ہے۔

صاحب دل نے روٹی گوشہ عبادت کے لئے قبول کی نہ کہ گوشہ عبادت روٹی کے لئے۔

اول طعام بعد میں کلام:

ایک فقیر ایک ایسے مکان میں آیا کہ اس مکان کا مالک نہایت سخی تھا۔ اہل فضل کی ایک جماعت اس کی صحبت میں تھی۔ اور ہر ایک خوش طبعی کی باتیں اور لطیفے کہہ رہا تھا۔ فقیر نے جنگل کا راستہ طے کیا تھا۔ تھکا ہوا تھا اور کچھ کھایا نہیں تھا۔ ان میں سے ایک نے بطور خوش طبعی کہا: آپ کو بھی کچھ کہنا چاہئے۔ کہا مجھے آپ حضرات کی سی لیاقت و قابلیت نہیں ہے۔ اور میں نے کچھ پڑھا نہیں ہے۔ مجھ سے ایک بیت (سن کر) قناعت کرو۔ سب نے اشتیاق سے کہا کہئے۔ کہا:

میں بھوکا روٹی کے دستر خوان پر
ایسا ہی ہوں جیسے کہ عورتوں کے حمام کے دروازے پر مجرد آدمی

دوستوں نے اس کی انتہائی عاجزی کو جان لیا اور اس کے سامنے دستر خوان بچھا دیا۔ صاحب دعوت نے کہا: اے یار تھوڑی دیر ٹھہر جا کہ میری ماما ئیں کوفتے تل رہی ہیں۔ فقیر نے سر اٹھایا اور ہنس کر بولا:

میرے دستر خوان پر کوفتے نہ ہوں تو نہ ہوں
محنت کشیدہ کیلئے روکھی روٹی ہی کوفتہ ہے

عوام سے دور رہنے کا نسخہ:

ایک مرید نے پیر سے کہا میں کیا کروں میں مخلوق سے تکلیف میں ہوں۔ کثرت سے میری ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ میری اوقات کو ان کی آمد و رفت سے پریشانی لاحق ہوتی ہے کہا: جو فقیر ہیں ان کو کچھ قرض دو اور جو تونگر ہیں ان سے کچھ طلب کرو۔ ایک بھی تیرے پاس نہ آئے گا۔

نصیحت سے نفع اٹھانے کی شرط:

ایک عالم نے اپنے باپ سے کہا ان واعظوں کی رنگین اور دلآویز باتیں مجھ پر اثر نہیں کرتیں۔ اس لئے کہ میں ان کا فعل ان کے قول کے مطابق نہیں پاتا۔ باپ نے کہا: اے لڑکے! محض اس باطل خیال کی وجہ سے ہرگز نہ چاہیے کہ نصیحت کرنے والوں کی تربیت سے منہ پھیر لیں اور عالموں کو گمراہی سے منسوب کریں اور معصوم عالم کے طلب کرنے میں عام فائدوں سے محروم رہیں۔ تو اس اندھے کے جیسا ہے کہ ایک رات کیچڑ میں پھنسا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا اے مسلمانو میرے راستے میں چراغ لے آؤ۔ ایک خوش طبع عورت نے سنا اور کہا: تو چراغ کو نہیں دیکھ سکتا، چراغ سے کیا دیکھے گا۔ اسی طرح مجلس وعظ پارچہ فروش کی دکان کی طرح ہے۔ وہاں جب تک نقد ہی نہیں دے گا سامان نہیں لے سکتا۔ اور یہاں جب تک عقیدت نہ لائے گا سعادت حاصل نہ کرے گا۔

رضائے خداوندی کے لئے تکلیف اٹھانا لازمی ہے

رندوں کی ایک جماعت ایک فقیر کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی اور گالیاں دیں مارا، اور رنج پہنچایا۔ اس نے تاب نہ لاکر اپنے پیر طریقت کے پاس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بداخلاقی، نحوست و بدشگونی ہے اور حسن ملکہ بڑھوتری ہے اور صدقہ بری موت کو مٹاتا ہے۔'' (بیہقی)

شکایت کی کہ ایسا واقعہ ہوا۔ کہا: اے لڑکے! فقیروں کی کفنی خدا کی رضامندی کا لباس ہے۔ جو شخص اس لباس میں سختی کو برداشت نہیں کرتا وہ جھوٹا دعویدار ہے۔ اور کفنی اس پر حرام ہے۔

بڑا دریا ایک پتھر پھینکنے سے گدلا نہیں ہوتا
جو عارف رنجیدہ ہو جائے وہ ابھی پانی کا ایک قطرہ ہے
اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو برداشت کر
کیونکہ معاف کرنے کی وجہ سے تو گناہوں سے پاک ہو جائیگا
اے بھائی جب آخرکار خاک ہوجانا ہے
تو تو مرکر خاک ہونے سے پہلے خاک بن جا

پہلوان کی کمزوری:

ایک خدارسیدہ نے ایک پہلوان کو دیکھا۔ غصہ میں بھرا ہوا تھا اور منہ سے کف نکلتا ہوا۔ کہا اس کی یہ کیا حالت ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں نے اس کو گالی دی ہے (خدا رسیدہ نے) کہا: یہ کمینہ ہزار سیر کا وزن اٹھالیتا ہے اور ایک بات کی تاب نہیں لاتا۔

صوفی کی علامت:

ایک بزرگ سے میں نے دریافت کیا کہ صاف دل دوستوں کی کیا خصلت ہے۔ کہا: ان میں ادنیٰ وہ شخص ہے جو دوستوں کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھے۔ عقل مندوں نے کہا ہے جو بھائی اپنی فکر میں ہو وہ نہ بھائی ہے اور نہ دوست۔

سخاوت:

لوگوں نے ایک حکیم سے پوچھا۔ سخاوت اور شجاعت میں کون چیز بہتر ہے انہوں نے کہا: جس شخص میں سخاوت ہو وہ شجاعت کا محتاج نہیں ہے۔

بہرام گور کی قبر پر لکھا ہوا ہے
کہ بخشش کا ہاتھ طاقتور بازو سے بہتر ہے
مال کی زکوٰۃ نکال کیونکہ انگور کی ٹہنیوں کو
جب باغبان قلم کرتا ہے تو وہ انگور زیادہ دیتا ہے

علم اور مال کا فرق:

مصر میں ایک امیر کے دو لڑکے تھے۔ ایک علم سیکھتا اور دوسرا مال جمع کرتا۔ آخرکار وہ بہت بڑا عالم ہو گیا اور دوسرا مصر کا وزیر بن گیا۔ وہ تونگر حقارت کی نظروں سے عالم کو دیکھتا اور کہتا کہ میں سلطنت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ اور یہ ویسا ہی فقیری میں رہا۔ کہا: اے بھائی! خدائے بزرگ و برتر کی نعمتوں کا شکر مجھ پر زیادہ واجب ہے کہ میں نے پیغمبروں کی میراث پائی یعنی علم اور تجھ کو فرعون اور ہامان کی میراث ملی یعنی ملک مصر۔

سوال کی ذلت سے فاقہ کی تکلیف بہتر ہے:

میں نے ایک فقیر کا حال سنا کہ فاقہ کی آگ میں جل رہا تھا۔ اور پیوند پر پیوند لگا تھا۔ کسی نے اس سے کہا تو کیا بیٹھا ہے کہ فلاں شخص اس شہر میں غنی دل اور عام احسان رکھتا ہے۔ شریفوں کی خدمت کے لئے مستعد ہے اور دلوں کے دروازے پر بیٹھا ہے۔ اگر تیری صورتحال پر جیسی بھی ہے واقف ہو جائے تو عزیزوں کی دل جوئی کرنا ممنونیت سمجھے گا اور غنیمت جانے گا۔ کہا: خاموش رہ کہ سختی اور فقیری میں مرجانا کسی کے پاس حاجت لے جانے سے بہتر ہے۔

تندرستی کا راز:

عجم کے ایک بادشاہ نے ایک تجربہ کار طبیب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ کئی سال تک وہ عرب کے ممالک میں رہا۔ کوئی شخص علاج کے لئے اس کے پاس نہ آیا اور اس نے علاج نہیں کروایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس نے شکایت کی کہ اس غلام کو صحابہ کے علاج کے لئے آپ کی خدمت کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔ اتنی مدت میں کسی نے توجہ نہیں کی تاکہ وہ خدمت جو بندے کے لئے مقرر کی گئی ہے بجالائے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس جماعت کا ایک طریقہ ہے۔ جب تک بھوک غالب نہیں ہوتی نہیں کھاتے اور ابھی بھوک باقی رہتی ہے تو کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں حکیم نے کہا: تندرستی کا سبب یہی ہے۔ سلام کیا اور چلا گیا۔

کم کھانے کا فائدہ:

دو خراسانی فقیر ایک دوسرے کے ساتھ سفر کر رہے تھے ایک کمزور تھا جو دو رات کے بعد کھانا کھاتا اور دوسرا قوی تھا جو ایک دن میں تین بار کھانا کھاتا۔ اتفاقاً ایک شہر کے دروازے پر جاسوسی کی تہمت میں گرفتار ہوئے۔ دونوں کو ایک گھر میں قید کر دیا اور دروازہ مٹی سے بند کر دیا۔ دو ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ بے قصور ہیں۔ دروازہ کھول دیا۔ لوگوں نے قوی کو دیکھا مردہ تھا اور ضعیف زندہ سلامت تھا۔ لوگ اس سے تعجب میں رہ گئے۔ ایک حکیم نے کہا اس کے خلاف ہوتا تو تعجب تھا کیونکہ یہ زیادہ کھانے والا تھا۔ بھوک کی تاب نہ لا سکا۔ مر گیا۔ اور دوسرا صابر تھا۔ اس نے مجبوراً اپنی عادت کے موافق صبر کیا اور سلامتی کے ساتھ چھٹکارا پایا۔

ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے:

ایک جوانمرد کو تاتار کی لڑائی میں ایک گہرا زخم لگا۔ کسی نے کہا کہ فلاں سوداگر نوش دارو رکھتا ہے اگر تو طلب کرے تو دینے میں کوتاہی نہ کرے گا۔ کہتے ہیں کہ سوداگر بخالت میں مشہور تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ابوذر! تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں اور رک جانے جیسی کوئی پرہیزگاری نہیں اور حسن خلق جیسا کوئی حسب نہیں۔“ (بیہقی)

جوانمرد نے کہا: اگر میں دوا مانگوں خدا معلوم وہ دے یا نہ دے اور اگر دے بھی تو فائدہ کرے یا نہ کرے۔ الحاصل اس سے مانگنا زہر قاتل ہے۔ عقلمندوں نے کہا ہے مثلاً اگر آب حیات عزت کے عوض فروخت کریں تو عقل مند ہرگز نہ خریدے گا کیونکہ عزت سے مرنا بہتر ہے ذلت کی زندگی سے۔

اگر تو خوش خصلت کے ہاتھ سے اندرائن کھائے

تو وہ اس شیرنی سے بہتر ہے جو ترشرو کے ہاتھ سے ملے

موقع و محل کی رعایت:

ایک فقیر کو کچھ ضرورت پیش آئی۔ کسی نے کہا: فلاں شخص زیادہ دولت رکھتا ہے اور سخاوت اس کی سرشت میں داخل ہے۔ اگر وہ تیری ضرورت سے واقف ہو جائے یقیناً اس کے پورا کرنے میں دیری جائز نہ رکھے گا۔ کہا: میں اس کو نہیں جانتا۔ کہا میں تیری رہبری کرتا ہوں۔ اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس شخص کے گھر آیا۔ اس شخص کو دیکھا ہونٹ لٹکائے ترشرو بیٹھا ہے۔ پلٹ گیا اور کچھ نہ کہا۔ کسی نے اس سے پوچھا تو نے یہ کیا حرکت کی کہا: میں نے اس کی بخشش کو اس کی صورت پر قربان کر دیا۔

حاتم طائی سے زیادہ بلند ہمت لکڑ ہارا:

لوگوں نے حاتم طائی سے پوچھا تو نے اپنے سے زیادہ بلند ہمت دنیا میں کسی کو دیکھا ہے یا سنا ہے۔ کہا: ہاں! ایک روز چالیس اونٹ میں نے قربان کئے تھے۔ عرب کے امیروں کی دعوت کے لئے۔ ایک صحرا کے گوشہ میں ضرورت کے لئے چلا گیا تھا۔ میں نے ایک لکڑ ہارے کو دیکھا لکڑیوں کا گٹھا جمع کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا حاتم کی مہمانی میں کیوں نہیں گیا کہ ایک مخلوق اس کے دستر خوان پر جمع ہوئی ہے۔ کہا:

جو شخص اپنی محنت سے روٹی کھاتا ہے

وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا

میں انصاف سے کہتا ہوں کہ اس کی ہمت اور جوانمردی میں نے اپنے سے زیادہ دیکھی۔

حکمت الٰہی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک فقیر کو دیکھا۔ برہنہ ہونے کی وجہ سے وہ ریت میں چھپا ہوا تھا۔ کہا: اے موسیٰ! دعا کرو کہ خدائے بزرگ و برتر مجھے روزی عطا کرے۔ میں بے تابی کی وجہ سے تنگ آ گیا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور چلے گئے۔ چند دن کے بعد جب واپس ہوئے اس کو دیکھا کہ گرفتار ہے اور لوگوں کی بھیڑ اس کے اطراف ہے۔ فرمایا: یہ کیا حالت ہے۔ لوگوں نے کہا شراب پی ہے اور جھگڑا کیا ہے اور ایک آدمی کو مار ڈالا ہے۔ اب قصاص کا حکم دیا گیا ہے۔

اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق کو کشادہ فرما دیتا تو وہ یقیناً زمین پر اس کی نافرمانی کرتے۔

ضرورت کی اہمیت:

میں نے ایک صحرائی عرب کو شہر بصرہ کے جوہریوں کے بازار میں دیکھا وہ بیان کر رہا تھا کہ میں ایک وقت جنگل میں راستہ بھول گیا تھا اور توشہ جو اندازے کے موافق تھا (اب) میرے پاس کچھ نہ رہا۔ مرنے کا یقین کر لیا۔ یکا یک میں نے موتیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی پائی۔ میں کبھی اس خوشی اور مسرت کو نہ بھولوں گا کیونکہ میں سمجھا کہ اس میں بھنے ہوئے گیہوں ہیں اور پھر اس رنج اور مایوسی کو (نہ بھولوں گا) جب میں نے کھول کر دیکھا کہ موتی ہیں۔

ہر حال میں شکر کرنا چاہیے:

میں نے کبھی زمانے کی گردش کی شکایت نہیں کی اور زمانے کے حوادثات سے کبھی ترش رو نہیں ہوا مگر ہاں ایک وقت جب کہ میرے پاؤں ننگے تھے۔ اور جوتے (خریدنے) کی طاقت نہ تھی۔ کوفے کی جامع مسجد میں آیا۔ رنجیدہ دل تھا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے پاؤں نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کیا اور جوتا نہ ہونے پر میں نے صبر کیا۔

لالچی فقیر:

ایک بھیک مانگنے والے فقیر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے زیادہ مال و دولت جمع کی تھی۔ ایک بادشاہ نے اس سے کہا۔ لوگ کہتے ہیں کہ تو بہت مال رکھتا ہے۔ ہم کو ایک مہم درپیش ہے اگر اس سے تھوڑے سے مال سے تو مدد کرے جب زر مال گزاری وصول ہو گا ادا کر دیا جائے گا۔ اور شکریہ ادا کیا جائے گا۔ فقیر نے کہا: اے روئے زمین کے بادشاہ! بلند مرتبہ بادشاہوں کے لائق نہیں ہے کہ مجھ جیسے فقیر کے مال سے ہاتھ آلودہ کرے کیونکہ میں نے ایک ایک دانہ مانگ کر جمع کیا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کچھ پروا نہیں میں ایک کافر کو دے رہا ہوں۔ بری چیزیں بروں کے لئے ہیں۔

ہم نے سنا اس نے بادشاہ کی نافرمانی کی اور دلیلیں پیش کرنے لگا اور شوخ چشمی کرنے لگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مضمون گفتگو (مال) کو جبراً اور دھمکا کر اس سے چھین لو۔

دنیادار کی آنکھ:

میں نے ایک سوداگر کو دیکھا ڈیڑھ سو بار بردار اونٹ رکھتا تھا اور چالیس غلام اور خدمت گار۔ ایک رات وہ جزیرہ کش میں مجھے اپنے کمرے میں

لے گیا تمام رات نہیں سویا اور بہکی بہکی باتیں کرتا رہا۔ کہ میراں فلاں سامان ترکستان میں ہے اور فلاں مال ہندوستان میں اور یہ فلاں زمین کی دستاویز ہے اور فلاں چیز کا فلاں شخص ضامن ہے اور کبھی کہتا کہ اسکندریہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہاں کی آب و ہوا اچھی ہے۔ پھر کہتا نہیں کیونکہ مغربی سمندر پریشان کن ہے۔ اے سعدی! ایک دوسرا سفر درپیش ہے اگر وہ طے کر لیا جائے تو اپنی تمام عمر میں گوشہ نشین ہو جاؤں گا اور قناعت کر لوں گا۔ میں نے کہا وہ کونسا سفر ہے۔ کہا: فارس سے گندھک چین لے جاؤں گا۔ اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ اس کی بڑی قیمت ہے اور وہاں سے چینی برتن روم لے جاؤں گا اور روم کا ریشم ہندوستان کا لوہا حلب میں اور حلبی آئینہ یمن اور یمنی چادریں پارس میں۔ بس اس کے بعد سفر ترک کر دوں گا اور ایک دوکان پر بیٹھ جاؤں گا۔ ایسی دیوانی باتیں اتنی بیان کیں کہ اس سے زیادہ کہنے کی طاقت نہ رہی۔ کہا سعدی! تم بھی کچھ بیان کرو۔ جو تم نے دیکھا یا سنا ہو۔ میں نے کہا:

تو نے یہ سنا ہے کہ غور کے جنگل میں
سال گذشتہ ایک سردار گھوڑے سے گر پڑا
اس نے کہا دنیا دار کی تنگ آنکھ کو
یا قناعت بھر سکتی ہے یا قبر کی مٹی

ایک پہلوان کا سفر:

ایک پہلوان کا قصہ بیان کرتے ہیں وہ مخالف زمانے سے نالاں تھا۔ اور معدہ کی فراخی (زیادہ بھوک) اور تنگدستی سے عاجز ہو گیا تھا۔ باپ کے پاس اس نے شکایت کی اور اجازت مانگی کہ سفر کا ارادہ ہے شاید کہ بازوؤں کی قوت سے مقصد کا دامن حاصل کر لوں۔

باپ نے کہا: اے لڑکے! یہ مشکل خیال دل سے نکال دے اور قناعت کے لئے سلامت بیٹھا رہ۔ عقلمندوں نے کہا دولت کوشش سے نہیں ملتی اور اس کا علاج سکون ہے۔

لڑکے نے کہا: اے باپ! سفر کے فائدے بہت ہیں دل کو فرحت، حصول منفعت، عجیب چیزوں کا دیکھنا نادر باتوں کا سننا، شہروں کی سیر اور دوستوں کی ہم نشینی اور مرتبہ اور ادب کا حاصل کرنا، مال اور دولت کی زیادتی، دوستوں سے شناسائی اور زمانے کا تجربہ جیسا کہ راستے کے چلنے والوں (عارفوں) نے کہا ہے۔

باپ نے کہا: اے لڑکے! سفر کے فائدے جس طریق پر تو نے بیان کئے بہت ہیں مگر ان پانچ جماعتوں کے لئے سزاوار ہے۔ اول سوداگر کے لئے جو نعمت اور قدرت کے باوجود غلام اور لونڈیاں رکھتا ہو۔ اور چست و چالاک خدمت گار ہر روز ایک نئے شہر میں اور ہر رات ایک نئے مقام میں اور ہر وقت ایک سیر گاہ میں اور ہر گھڑی دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

دوسرا عالم جو شیریں بیانی اور فصاحت کی قوت اور بلاغت کے سرمایہ سے جہاں جاتا ہے لوگ اس کی خدمت کے لئے آگے بڑھتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں۔

تیسرا خوبصورت کہ صاحب دلوں کا دل اس کی ملاقات کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ تھوڑی خوبصورتی زیادہ مال سے بہتر ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اچھی صورت زخمی دلوں کے لئے مرہم ہے۔ اور بند دروازوں کی کنجی ہے۔ یقیناً اس کی ملاقات کو ہر جگہ غنیمت جانتے ہیں اور اس کی خدمت کو اپنے پر احسان سمجھتے ہیں۔

چوتھا خوش آواز جو وادی گلے سے پانی کو بہنے سے اور پرندے کو پرواز سے باز رکھے اور اس فضیلت کے وسیلہ سے مشتاقوں کے دلوں کو شکار کر لیتا ہے۔ اور اہل باطن اس کی ہم نشینی کی رغبت کرتے ہیں اور طرح طرح کی خدمت کرتے ہیں۔

پانچواں وہ صاحب پیشہ جو اپنے بازوؤں کی کوشش سے روزی حاصل کرے تاکہ ایک لقمے کے لئے اس کی عزت ریزی نہ ہو۔

اے لڑکے یہ باتیں جو میں نے بیان کیں سفر میں دلجمعی کا سبب بنتی ہیں اور اچھی زندگی کا باعث اور جو شخص ان باتوں سے محروم ہے وہ باطل خیال سے دنیا میں سفر کرتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا نام ونشان تک نہیں سنتا۔

لڑکے نے کہا: اے باپ! عقلمندوں کے قول میں کیسے مخالفت کروں انہوں نے کہا ہے رزق اگرچہ قسمت میں ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کے اسباب سے تعلق ضروری ہے اور بلا اگرچہ مقدر میں ہے اس کے داخل ہونے کے دروازوں سے پرہیز کرنا واجب ہے۔

اس حالت میں جو میں ہوں، مست ہاتھی کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہوں اور اس شیر سے جو غصے میں ہو پنجہ لڑا سکتا ہوں۔ بابا جان پس اسی میں مصلحت ہے کہ میں سفر کروں کیونکہ مفلسی کی زیادہ میں طاقت نہیں رکھتا۔ یہ کہا اور باپ کو رخصت کیا اور دعا کی التجا کی اور چل دیا۔ اس طرح وہ ایک ایسے دریا کے کنارے پہنچا جس کی تیز روانی سے پتھر پتھر سے ٹکرا رہا تھا اور اس کا شور کوسوں تک جا رہا تھا۔

لوگوں کے مجمع کو دیکھا کہ ہر ایک کچھ رقم دے کر کشتی میں بیٹھ رہا ہے اور سامان سفر باندھ رہا ہے۔ نوجوان کی بخشش کا ہاتھ بند تھا۔ تعریف میں زبان کھول دی۔ کتنی ہی عاجزی کی۔ لوگوں نے مدد نہ کی۔ بے مروت ناخدا ہنستا ہوا واپس ہو گیا اور کہا:

بغیر رقم کے تو کسی پر زور (حکومت) نہیں کر سکتا
اور اگر تو رقم رکھتا ہے تو زور کا محتاج نہیں ہے
اگر رقم نہیں رکھتا ہے تو زور سے دریا سے پار نہیں ہو سکتا
دس مردوں کے زور سے کیا فائدہ ایک آدمی کی رقم دے

نوجوان کا دل ملاح کے طعنہ سے غصہ میں آ گیا چاہا کہ اس سے بدلہ لے کشتی جا چکی تھی۔ آواز دی کہا: اگر ان کپڑوں پر جن کو میں نے پہنا ہے تو قناعت کرے تو (دینے میں) دریغ نہیں، ملاح نے حرص کی اور کشتی لوٹا لائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کی سعادت میں سے ہے حسن خلق اور اس کی شقاوت و بدقسمتی میں سے بداخلاقی۔'' (طبرانی)

جب جوان کا ہاتھ اس کی داڑھی اور گریبان تک پہنچا اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بے دھڑک مارنے لگا۔ اس کے دوست کشتی سے اتر آئے تا کہ ملاح کی مدد کریں جب انہوں نے بھی ایسی بدخلقی (مار) دیکھی۔ بھاگ گئے۔ اسی میں مصلحت دیکھی کہ اس سے صلح کر لیں اور کشتی کا کرایہ معاف کر دیں۔

گذشتہ قصور کی معافی میں اس کے قدموں پر گر پڑے اور منافقت سے اس کے سر اور آنکھوں کا بوسہ لئے اس کو کشتی میں بٹھالیا اور روانہ ہو گئے جب وہ اس ستون کے پاس پہنچے جو اہل یونان کا تعمیر کیا ہوا پانی میں کھڑا تھا۔ ملاح نے کہا کشتی میں خلل پیدا ہو گیا ہے۔ تم میں سے ایک جو زیادہ طاقت والا ہے اس ستون پر چڑھ جائے اور کشتی کی رسی پکڑے تا کہ ہم مرمت کر لیں۔ جوان جو دلاوری کا غرور سر میں رکھتا تھا۔ رنجیدہ دل دشمن کا خوف نہیں کیا اور حکیموں کے قول پر عمل نہیں کیا جو کہتے ہیں جس کسی کے دل کو تو نے تھوڑا رنج پہنچایا ہو اگر اس کے بعد سو دفعہ آرام پہنچایا ہو تو اس کے ایک رنج کے بدلے سے مطمئن نہ رہ کیونکہ زخم سے تیر کی نوک نکل آتی ہے مگر دل میں ٹیس رہ جاتی ہے۔

یہاں تک کہ اس نے کشتی کی رسی پہونچے پر لپیٹ لی اور ستونوں پر چڑھ گیا۔ ملاح نے رسی اس کے ہاتھ سے چھڑالی اور کشتی چلا دی۔ بیچارہ حیران رہ گیا۔ دو دن تک مصیبت اور تکلیف اٹھاتا رہا اور سختیاں برداشت کیں۔ تیسرے دن نیند نے اس کا گریبان پکڑا اور پانی میں گرادیا۔ ایک رات دن بعد وہ کنارے سے جالگا اس کی زندگی تھوڑی سی رہ گئی تھی۔ درختوں کے پتے کھانے لگا اور گھاس کی جڑیں نکالنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے تھوڑی قوت پائی۔ جنگل کا راستہ لیا اور چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ پیاسا اور بے تاب ہو گیا۔ ایک کنویں پر پہنچا لوگوں کو دیکھا پینے کا پانی ایک پیسہ لے کر پلا رہے ہیں۔ جوان کے پاس پیسہ نہیں تھا پانی طلب کیا انہوں نے رحم نہیں کیا اس نے ظلم کا ہاتھ دراز کیا اور چند آدمیوں کو مارا۔ لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور بے خوف مارا پیٹا زخمی ہو گیا۔

مجبوراً وہ ایک قافلہ کے پیچھے ہو گیا اور چل دیا رات کے وقت ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں چوروں کا خطرہ تھا۔ قافلہ والوں کو دیکھا ان کا جسم کانپ رہا ہے اور ہلاکت کا یقین کر لئے ہیں کہا: خوف نہ کرو ان سب میں ایک میں ہوں جو تنہا پچاس آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور دوسرے جوان بھی میری مدد کریں۔ اس نے یہ کہہ دیا اور قافلے کے لوگ اس کی شیخی پر قوی دل ہو گئے۔ اور اس کی ملاقات پر خوشی کرنے لگے اور توشہ و پانی سے انہوں نے اس کی مدد کی جوان کی معدے کی آگ بھڑک رہی تھی اور طاقت کی باگ چھوٹ گئی تھی۔ چند لقمے بھوک کی وجہ سے کھا لئے اور اس کے بعد چند گھونٹ پانی پی لیا۔ اس کے پیٹ کا دیو سکون پایا اور سو گیا۔ ایک بوڑھا تجربہ کار اس قافلہ میں تھا۔ اس نے کہا: اے لوگو! میں تمہارے اس نگہبان سے اس سے زیادہ خوف کرتا ہوں جتنا کہ چوروں سے۔ جیسا کہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی کے پاس چند درہم جمع ہو گئے تھے اور رات کو اس کی فکر سے گھر میں نہیں سوتا تھا ایک دوست کو اپنے پاس بلایا تا کہ تنہائی کی وحشت اس کے دیدار سے دور ہو۔ کئی رات اس کی صحبت میں رہا یہاں تک کہ اس کے درہم سے واقف ہو گیا۔ لے گیا' کھا لیا اور سفر کیا۔ لوگوں نے صبح کو دیکھا وہ غریب رو رہا تھا اور ننگا ہے۔ کسی نے پوچھا کیا حالت ہے؟ شاید تیرے وہ درہم چور لے گیا کہا: نہیں خدا کی قسم نگہبان لے گیا۔

تم کیا جانو! کہ ممکن ہو یہ بھی چوروں کی جماعت میں سے ہو اور چالاکی سے ہم میں آملا ہو تا کہ موقع پا کر دوستوں کو خبر کرے۔ مصلحت یہی دیکھتا ہوں کہ اس سوئے ہوئے کو چھوڑ دیں اور سفر کریں۔ جوانوں کو بوڑھے کی نصیحت درست معلوم ہوئی اور بہت زیادہ خوف پہلوان کا ان کے دل میں بیٹھ گیا۔ سفر کر گئے اور جوان کو سوتا چھوڑ گئے۔ اس وقت بیدار ہوا جب کہ دھوپ اس کے شانوں پر چمکی سر اٹھایا دیکھا قافلہ چلا گیا ہے۔ بیچارہ بہت گھوما کہیں پتہ نہ چلا بھوکا پیاسا عاجز ہو کر اور موت کا یقین کر کے کہا

وہ کون ہے جو مجھ سے بات چیت کرے اور قافلہ تو جا چکا
مسافر کا سوائے مسافر کے کوئی غمخوار نہیں ہوتا
مسافروں پر وہ شخص سختی کرتا ہے
جو میں زیادہ نہ رہا ہو

وہ بیچارہ اسی گفتگو میں تھا کہ ایک بادشاہ کا لڑکا شکار میں اپنے لشکریوں سے جدا ہو گیا تھا اس کے سرہانے کھڑا ہوا سن رہا تھا اور اس کی حالت دیکھ رہا تھا۔ اس کی صورت پاکیزہ دیکھی اور اس کی حالت پریشان۔ دریافت کیا کہاں سے آیا ہے اور یہاں کیسے آیا؟ بعض حالات جو اس پر گزرے تھے بیان کئے شہزادے کو اس کی تباہ حالت پر رحم آیا۔ خلعت اور نعمت عطا کیا اور ایک معتبر شخص کو اس کے ساتھ روانہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر آ گیا۔ باپ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہو گیا اور اس کی سلامتی پر شکر ادا کیا۔ رات کو جو کچھ اس پر گزرا تھا کشتی کی حالت ملاح کا ظلم اور گاؤں والوں کی زیادتی کنویں پر اور قافلے والوں کی بے وفائی راستہ میں باپ سے بیان کیا۔ باپ نے کہا: اے لڑکے! کیا جاتے وقت میں نے نہیں کہا تھا کہ مفلسوں کے لئے دلیری کا ہاتھ بند ہے اور شیر کے جیسا پنجہ ٹوٹا ہوا۔

لڑکے نے کہا: جب تک کہ تکلیف نہ اٹھائے خزانہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور جب تک جان کو خطرے میں نہ ڈالے دشمن پر فتح نہیں پائے گا۔ اور جب تک دانہ نہ بوئے خرمن حاصل نہ کرے گا۔ آپ نہیں دیکھتے کہ میں نے جو تھوڑی سی تکلیف اٹھائی کس قدر راحت پائی۔ میں نے ایک ڈنگ کھائی کس قدر شہد لایا۔

اگرچہ (مقررہ) رزق سے زیادہ نہیں کھا سکتے
لیکن طلب کرنے میں سستی نہیں کرنا چاہئے
غوطہ لگانے والا اگر مگرمچھ کے حلق کا خوف کریگا

تو ہرگز قیمتی موتی حاصل نہیں کر سکتا

حکمت: چکی کے نیچے کا پاٹ حرکت نہیں کرتا۔ اسی لئے وزنی بوجھ اٹھاتا ہے۔

غضبناک شیر غار کے اندر کیا کھائے گا
گرے ہوئے باز کو کیا غذا ملے گی
اگر تو گھر ہی میں شکار کرے گا
تو تیرے ہاتھ اور پاؤں مکڑی کے جیسے ہو جائیں گے

باپ نے بیٹے سے کہا: اس دفعہ آسمان نے تیری مدد کی اور خوش نصیبی نے رہبری کی کہ ایک صاحب دولت تیرے پاس آ گیا تجھ پر رحم کیا اور تیری شکستہ حالی کو مہربانی سے درست کر دی۔ ایسا اتفاق شاذ و نادر ہوتا ہے اور نادر پر حکم نہیں لگا سکتے۔

شکاری ہر دفعہ گیدڑ کو پکڑ کر نہیں لاتا
ممکن ہے کہ ایک دن تیندوا اسکو پھاڑ ڈالے

یہ ایسا ہی واقعہ ہے پارس کے ایک بادشاہ کی انگوٹھی میں ایک قیمتی نگینہ تھا ایک دفعہ تفریح کے لئے چند مصاحبین کے ہمراہ شیراز کی عیدگاہ میں گیا۔ فرمایا کہ یہ انگوٹھی عضد الدین کی گنبد پر نصب کریں جو شخص اس انگوٹھی کے حلقے سے تیر پار کرے گا انگوٹھی اسی کی ہوگی۔ اتفاقاً چار سو تیر انداز جو اس کی خدمت میں تھے تیر مارے سب کا نشانہ خطا ہوا مگر ایک لڑکا جو مسافر خانے کی چھت پر ادھر ادھر تیر پھینک رہا تھا۔ بادصبا نے اس کا تیر انگوٹھی کے حلقے سے پار کر دیا۔ خلعت اور انعام پایا اور انگوٹھی اس کو عطا کی گئی۔ بیان کرتے ہیں کہ لڑکے نے تیر و کمان کو جلا دیا لوگوں نے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا جواب دیا تا کہ پہلی خوبی باقی رہے۔

منہ کھائے آنکھ شرمائے:

میں نے ایک فقیر کا قصہ سنا وہ ایک غار میں بیٹھا ہوا تھا اور دروازہ اہل دنیا کے لئے بند کر دیا۔ اور بادشاہوں اور مالداروں کی اس کی نظروں میں بلند میں کوئی شان اور ہشت تھی۔

جو شخص اپنے پر سوال کا دروازہ کھول دیتا ہے
زندگی بھر وہ محتاج رہتا ہے
حرص کو چھوڑ دے اور بادشاہی کر
بے طمع گردن بلند رہتی ہے

اس نواح کے ایک بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ آپ کے کرم اور مردانہ اخلاق سے یہ امید ہے کہ ایک بار روٹی اور نمک آپ ہمارے ساتھ کھائیں۔ شیخ نے رضامندی ظاہر کی اس لئے کہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ دوسرے دن بادشاہ اس کی تشریف آوری کی معذرت کے لئے گیا۔ عابد اپنی جگہ سے اٹھا اور بادشاہ سے بغل گیر ہوا۔ مہربانی کی اور تعریف کی جب وہ چلا گیا ایک مرید نے پوچھا: شیخ نے اتنی نرمی جو آج بادشاہ کے ساتھ کی خلاف عادت تھی۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہا: کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ ایک صاحب دل نے کہا ہے

تو جس کے دستر خوان پر بیٹھے
اس کی تعظیم کے لئے اٹھنا ضروری ہے
کانوں سے ہو سکتا ہے کہ تمام عمر میں
دف، چنگ اور بانسری کی آواز نہ سنے
آنکھیں باغ کی سیر سے صبر کر سکتی ہیں
اور دماغ بغیر گلاب اور سیوتی کے بسر کر سکتا ہے
اگر پروں سے بھرا ہوا تکیہ نہ ہو
تو سر کے نیچے پتھر لے کر انسان سو سکتا ہے
اگر ایک ساتھ سونے والا دلبر پاس نہ ہو
تو ہاتھ کو اپنی گود میں لے سکتا ہے
لیکن یہ ہنر اور پر پیچ پیٹ
صبر نہیں کرتا کہ کسی ادنیٰ چیز سے موافقت کرے

ہمسایہ:

میں ایک مکان خریدنے کی فکر میں تھا ایک یہودی نے کہا خرید لو کہ میں بھی اس محلے کا ایک مالک ہوں۔ اس گھر کی حقیقی تعریف مجھ سے پوچھو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ میں نے کہا: بجز اس کے کہ تو میرا ہمسایہ ہے۔

چوروں کے سردار کا انعام:

ایک شاعر چوروں کے ایک امیر کے پاس گیا اور تعریف کی۔ حکم دیا اس کے کپڑے اتار لو اور اس کو گاؤں سے نکال دو۔ غریب ننگا سرما میں جا رہا تھا۔ کتوں نے اس کا پیچھا کیا۔ چاہا کہ کوئی پتھر اٹھائے اور کتوں کو بھگائے۔ زمین پر برف جمی ہوئی تھی۔ عاجز ہو گیا اور کہا: یہ کیسے حرام زادے آدمی ہیں کتوں کو کھول دیتے ہیں اور کو باندھے ہوئے ہیں۔ چوروں کے امیر نے بالا خانہ سے دیکھا، سنا، ہنسا، اور کہا: اے حکیم! مجھ سے کچھ طلب کر، کہا: میں اپنے کپڑے مانگتا ہوں اگر بطور انعام عطا کرے۔

چوروں کے سردار کو اس پر رحم آیا اس کے کپڑے واپس دے دیئے اور ایک چمڑے کی قبا اور چند درہم اس پر اضافہ کر دیا۔

نجات کا طریقہ:

ایک شخص مسجد میں بڑے شوق سے اذان دیتا ایسے لہجے میں کہ سننے والوں کو اس سے نفرت ہوتی۔ صاحب مسجد ایک امیر تھا۔ عادل، نیک خصلت، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو رنجیدہ دل کرے۔ کہا: اے جوانمرد! اس مسجد کے قدیم موذن بھی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے میں نے پانچ دینار مقرر کئے ہیں۔ تجھ کو دس دینار دیتا ہوں، تم کسی دوسرے مقام پر چلے جاؤ، وہ اس بات پر راضی ہو گیا اور چلا گیا۔ چند دن کے بعد کسی راستے

میں امیر کے پاس آ کر کہا: اے مالک! آپ نے مجھ پر ظلم کیا کہ دس دینار دے کر آپ نے مجھے مسجد سے نکال دیا جس مقام پر میں گیا ہوں بیس دینار دے رہے ہیں کہ دوسری جگہ چلا جاؤں۔ میں قبول نہیں کر رہا ہوں امیر ہنسا اور کہا ہرگز نہ لو وہ پچاس دینار دینے پر راضی ہو جائیں گے۔

تاجر اور درویش کا فرق:

ایک فقیر گدڑی پہنا ہوا حجاز کے قافلے میں ہمارے ساتھ تھا۔ عرب کے ایک امیر نے اس کو ایک سو دینار قربانی کے لئے دئے۔ خفاجہ کے چوروں نے یکا یک قافلے پر حملہ کر دیا اور سارا مال لوٹ کر لے گئے۔ سوداگر آہ و زاری کرنے لگے اور بے فائدہ فریاد کرنے لگے۔ مگر وہ نیک فقیر اپنے حال پر تھا اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ میں نے کہا: شاید تمہاری اشرفیاں چور نہیں لے گیا۔ اس نے کہا ہاں لے گیا۔ لیکن مجھ کو ان سے ایسی محبت نہیں تھی کہ جدائی کے وقت میں دل شکستہ ہو جاؤں۔

ہنر کی اہمیت:

ایک عقلمند لڑکوں کو نصیحت کر رہا تھا اے باپ کے پیارے بچو! ہنر سیکھو کیونکہ دنیا کا ملک اور دولت اعتماد کے قابل نہیں ہے۔ اور سونا اور چاندی معرض خوف میں ہے یا چور ایک ہی بار لے جائے گا یا صاحب مال تھوڑا تھوڑا کھا جائے گا لیکن ہنر ایک بہتا چشمہ ہے اور ہمیشہ رہنے والی دولت ہے اگر ہنر مند سے دولت چلی جائے تو کوئی غم نہیں کیونکہ بذات خود دولت ہے وہ جہاں جائے گا قدر دیکھے گا اور بلند مقام پر بیٹھے گا اور بے ہنر ایک ایک لقمہ مانگتا رہے اور سختی اٹھائے گا۔

عہدے کے بعد حکومت کرنا بہت مشکل ہے
جو ناز کا عادی ہو گیا ہو اس کو لوگوں کا ظلم سہنا مشکل ہے
ایک وقت ملک شام میں فتنہ برپا ہوا
ہر ایک اپنے اپنے مقام سے چلا گیا
دہقانوں کے عقلمند لڑکے ! ! ! !
بادشاہ کی وزارت کے عہدے پر پہنچے
وزیر کے کم عقل لڑکے ! ! !
بھیک مانگنے کیلئے دہقانوں کے پاس گئے

دانا استاد:

ایک فاضل استاد ایک شہزادے کو تعلیم دے رہا تھا اور بے دھڑک مارتا تھا۔ اور بے حد جھڑکتا تھا۔ ایک دن لڑکے نے تاب نہ لا کر باپ کے سامنے شکایت کی اور اپنے دردمند جسم سے کپڑے اتارے۔ باپ کا دل بھر آیا۔ استاد کو بلایا اور کہا رعایا کے لڑکوں پر اتنی سختی نہیں کرتے جتنی کہ میرے بچوں پر اس کا سبب کیا ہے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ سنجیدہ گفتگو کرنی اور پسندیدہ حرکات عام طور پر لوگوں کے لئے ضروری ہیں اور بادشاہوں کے لئے خاص طور پر اس وجہ سے کہ جو کچھ ان کے ہاتھ سے ہوگا اور زبان سے نکلے گا وہ یقیناً لوگوں میں مشہور ہو جائے گا اور عام لوگوں کے قول و فعل کا اتنا اعتبار نہیں ہے۔

پس بادشاہزادے کے استاد پر فرض ہے کہ شہزادوں کے اخلاق کی آراستگی میں (اللہ ان کو اچھی ترقی عطا فرمائے) اس سے زیادہ کوشش کریں جتنی کہ عام لوگوں کے حق میں کی جاتی ہے۔

بادشاہ کو عالم کی اچھی تدبیر اور اس کا خوبی سے جواب دینا پسند آیا۔ خلعت اور نعمت عطا کیا اور اس کے عہدے درجہ کو بلند کر دیا۔

طبیعتوں کا فرق:

ایک بادشاہ نے لڑکے کو ایک ادیب کے سپرد کیا کہا: اس کو ایسی تعلیم دو جیسی کہ اپنے بچوں کو۔ ایک سال اس کے لئے کوشش کرتا رہا کارگر نہ ہوئی۔ ادیب کے لڑکے فضیلت اور بلاغت میں کامل ہو گئے۔ بادشاہ نے عقلمند سے جواب طلب کیا اور عتاب فرمایا کہ تو نے وعدہ خلافی کی اور عہد کو پورا نہیں کیا۔ کہا روئے زمین کے مالک پر پوشیدہ نہ رہے کہ تربیت ہمیشہ یکساں ہوتی ہے لیکن طبیعت مختلف۔

اگر چاندی اور سونا پتھر سے نکلتا ہے
لیکن تمام پتھروں میں سونا اور چاندی نہیں ہوتا
ستارہ سہیل تمام عالم پر چمکتا ہے (اسکے اثر سے)
کہیں خوشبودار چمڑا ہوتا ہے اور کہیں بدبودار

منہ مانگی مصیبت:

ایک فقیر کی بیوی حاملہ تھی۔ حمل کا زمانہ پورا ہو گیا اور فقیر کو تمام عمر لڑکا نہیں ہوا تھا۔ کہا: اگر اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطا فرمائے تو سوائے اس گدڑی کے جو پہنا ہوا ہوں جو کچھ میری ملک میں ہے فقیروں کو دے دوں گا۔ اتفاقاً لڑکا پیدا ہوا۔ شرط کے موافق فقیروں کے لئے دسترخوان بچھایا۔ چند سال کے بعد جب میں سفر شام سے واپس آیا اور اس دوست کے محلہ سے گزرا اور اس کی حال دریافت کی لوگوں نے کہا کوتوال کی حوالات میں ہے۔ میں نے پوچھا: کیا سبب جواب دیا اس کے لڑکے نے شراب پی اور لڑائی کی اور ایک کا خون بہا دیا اور شہر سے بھاگ گیا اسی سبب سے باپ کے گلے میں طوق ہے اور بیڑی پاؤں میں۔ میں نے کہا: اس مصیبت کو اس نے خدائے بزرگ و برتر سے دعا مانگ کر طلب کیا ہے۔

اے عقلمند مرد اور حاملہ عورتیں — اگر ولادت کے وقت سانپ جنیں
تو عقلمند کے پاس اس سے بہتر ہے — کہ نالائق بچے جنیں

باب۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایات بوستان سعدی (تلخیص شدہ)

شہنشاہی کے سنہری اصول:

شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے مرتے وقت نوشیروان (کسریٰ ایران کے بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا یہاں مراد نوشیروان ہے۔ ہرمز نوشیروان کا لڑکا ہے) نے ہرمز سے یہ کہا کہ فقیر کے دل کا نگہبان رہنا اور اپنے آرام کی فکر میں نہ پڑنا۔ اگر تو صرف اپنا آرام چاہے گا تو تیرے ملک میں کسی کو بھی آرام نہ ملے گا۔ کسی عقل مند کو یہ بات پسند نہ آئے گی کہ چرواہا (یعنی بادشاہ غفلت کرے اور ظالم ظلم کرتا پھرے) سویا ہوا اور بھیڑیا بکریوں میں ہو۔ محتاجوں اور فقراء کا خیال رکھنا' اس لئے کہ بادشاہ رعیت کی وجہ سے ہی تاجدار ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ کی مثال ایک درخت کی سی ہے اور عوام اس کی جڑ' اور درخت جڑ سے ہی مضبوط بنتا ہے۔ جب تک ہو سکے مخلوق کی دل جوئی کرنا' ان پر ظلم نہ کرنا' اگر تو ایسا کرے گا تو سمجھو اپنا نقصان کرے گا۔ اگر تو سیدھا راستہ چاہتا ہے تو نیکوں کا راستہ امید (حدیث میں ہے کہ الایمان بین الخوف و الرجاء یعنی ایک مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کے عذاب سے ڈرتا رہے اور رحمت کا امیدوار رہو) اور خوف ہے' اگر تو اپنے ملک میں نقصان سے ڈرتا ہے تو تجھے لوگوں پر ظلم وستم نہ کرنا چاہئے۔ اگر لوگوں کو تنگ کرے گا تو اس ملک میں آرام کی بو بھی نہیں پائے گا۔ اگر تو (ذمہ دار انسان کے لئے متعلقین کی رضا جوئی ضروری ہے) دوسروں کا پابند ہے تو لوگوں کی رضامندی کا خیال رکھ۔ ورنہ تو تنہا رہ جائے گا۔ کیونکہ ایسے بادشاہوں کی اپنی سرزمین میں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ جہاں کی عوام اپنے بادشاہ سے تنگ اور پریشان نہ ہو۔ دلیر اور متکبر لوگ جو اللہ سے نہ ڈرتے ہیں ان سے ڈرنا۔ اگر ملک والوں کے دل کو خراب رکھے گا تو پھر ملک کو خواب میں ہی آباد دیکھے گا۔ عقلمند اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ظلم سے خرابی اور بدنامی ہوتی ہے۔ رعایا کو ظلم سے قتل نہ کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ سلطنت کی پناہ اور کمر ہیں۔ تیری بھلائی اسی میں ہے کہ کاشتکار ظلم وستم کا شکار نہ ہوں۔ اس لئے کہ خوش دل مزدور زیادہ کام کرتا ہے جو تیرے ساتھ اکثر بھلائی کرتا ہو اس کے ساتھ برائی سے پیش آنا انسانیت کے خلاف ہے۔

خسرو کا شیرویہ کو نصیحت کرنا کہ ظلم سے دور رہ:

خسرو نے شیرویہ (شیرویہ خسرو پرویز کا لڑکا ہرمز کا پوتا' نوشیروان کا پڑپوتا ہے۔ ویہ بمعنی مانند ہوتا ہے۔ نوشیرویہ کے معنی شیر کی مانند ہیں) سے کہا کہ جب اس کی غفلت اور لاپرواہی کی شکایت ملی کہ تو جس کام کی بھی نیت کرے بہترین سمجھ اور تدبیر سے رعایا کی بہتری کو مدنظر رکھنا تاکہ رعایا تجھ سے خوش رہ۔ رعایا ظلم سے دور بھاگتی ہے اور حاکم کا برا نام دنیا میں مشہور کر دیتی ہے اور جس عمارت کی بنیاد کمزور ہو وہ کبھی بھی مضبوط نہیں ہوتی۔ شیر (یعنی بیواؤں اور یتیموں کی آہیں سب کے لئے تباہ کن ہیں) اور تلوار چلانے والا خرابی کرتا ہے۔ وہ چراغ جو (یعنی ایک بیوہ کی آہ سے پورا شہر برباد ہو جاتا ہے) ایک بیوہ جلاتی ہے۔ تو نے اکثر دیکھا ہوگا کہ پورے شہر کو جلا دیتا ہے جو حکمران حق وانصاف سے حکومت کرے۔ دنیا میں اس سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں اگر وہ مر بھی جائے تو لوگ اسے یاد رکھتے ہیں۔ اور اس کی قبر پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن ان میں بہتر وہ ہے جس کا ذکر بھلائی سے کیا جائے۔ رعایا پر اللہ سے ڈرنے والے کو مقرر کر اس لئے کہ پرہیزگار شخص ملک کا معمار ہوتا ہے اور ایسے شخص کو مقرر کرنا جو مخلوق کو ستائے ان پر ظلم کرے' جس کی وجہ سے وہ اس کے لئے بدعا کریں وہ شخص تیرا بدخواہ اور مخلوق کے لئے خونخوار ہے۔ اگر بدوں کو پائے گا تو خود اپنی جان کا دشمن ہوگا۔ اپنے دشمن کو ایسی سزا نہ دے جس سے صرف اس کا مالی نقصان ہو بلکہ اس برائی کو جڑ سے ختم کردے۔ اگر کوئی حاکم ظلم کرتا ہے تو جتنی جلدی ہو سکے اسے اس ظلم سے روک بلکہ اسے ایسی سخت سزا دے کہ وہ آگے کے لئے مثال بن جائے۔ بھیڑیے کا سر پہلے ہی کاٹ دینا چاہئے اس سے پہلے کہ وہ لوگوں کی بھیڑ بکریاں پھاڑ ڈالے۔

تاجروں اور سیاحوں کی حفاظت

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک تاجر شاہی لشکر کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں انہیں چوروں نے مسلح تھے گھیر لیا اور تاجر کو قیدی بنا لیا۔ اس وقت اس تاجر قیدی نے دوہائی دی جب ڈاکو (یعنی شاہی لشکر کے ہوتے ہوئے ڈاکوؤں کو جرات ہو تو پھر وہ لشکر اور عورتوں کی جماعت یکساں ہیں۔

بادشاہ کے ہوتے ہوئے تاجروں کو ستائیں تو سمجھو کہ اس شہر پر بھلائی کا دروازہ بند ہو گیا کیونکہ عقلمند لوگ اس جگہ نہیں جاتے جہاں برے رواج کی شہرت سن لیں۔ اے بادشاہ اگر تجھے نیک نامی اور پسندیدہ نیکی چاہیے تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتیاط بدگمانی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (الاسرار)

تجھے قاصدوں اور تاجروں سے بہتر معاملہ رکھنا چاہیے۔ وہ سلطنت تباہ ہو جاتی ہے جہاں سے مسافر رنجیدہ لوٹیں کیونکہ مسافر اور سیاح ہی نیک نامی دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ مہمانوں اور مسافروں کی سلامتی تیری ذمہ داری ہے اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ تیری نیک نامی کا باعث ہرگز نہ ہوں گے۔

بادشاہ کیلئے تدبر اور حکمت سے کام لینا ضروری ہے:

ایک شخص دریائے عمان (عمان مشہور دریا ہے جس میں موتی بکثرت پیدا ہوتے ہیں یا دریائے شور کے کنارے ایک قصبہ ہے) سے آیا۔ جو جنگل اور دریا کا بہت سفر کئے ہوئے تھا۔ جس نے عرب' ترک' تاجیک اور روم کو دیکھا تھا۔ اس کے پاک نفس میں ہر جنس کے علوم تھے۔ جو دنیا گھومے ہوئے اور سمجھ کو جمع کئے ہوئے تھا۔

صورت میں تن آور اور درخت کی طرح قوی تھا لیکن بے سروسامانی کی وجہ سے سخت عاجز تھا۔ اس کے کپڑوں میں دو سو پیوند لگے ہوئے تھے۔ ان چیتھڑوں کے اور وہ درمیان میں جھلسا ہوا وہ دریا کے کنارے سے شہر میں آیا۔ یہاں کا بادشاہ بڑا نیک نام اور تدبر والا تھا۔ اس شخص نے بادشاہ سے ملنا چاہا تو بادشاہ کے خدمتگاروں نے اس کی تواضع کی اور نہلا دھلا کر اچھی پوشاک پہنا کر اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ جب اس نے بادشاہ کی چوکھٹ پر سر رکھا تعریف کرتے ہوئے سینے (بڑے لوگوں کے سامنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بات کی جاتی تھی) پر ہاتھ رکھا میں نے اس سلطنت میں کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی جہاں لوگوں کو تکلیف یا رنجیدہ دیکھا ہو نہ کسی کو شراب سے مست دیکھا بلکہ مجھے سارے شراب خانے ویران دکھائی دیئے۔ بادشاہ کے لئے ملک کی یہی آراستگی کافی ہے کہ کسی کی تکلیف سے خوش نہ ہو۔ بادشاہ کو اس شخص کی گفتگو کا یہ حسن بہت پسند آیا۔ اس نے اسے پاس بلایا اور عزت بخشی اور انعام و اکرام سے نوازا۔ پھر بادشاہ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بادشاہ کو اپنی سرگزشت سنائی۔ اپنے وطن کے بارے میں بادشاہ کو بتایا تو وہ بادشاہ سے قرب میں دوسروں سے بڑھ گیا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ ملک کی وزارت ایسے ہی شخص کے لائق ہے لیکن رفتہ رفتہ تاکہ مجلس والے میری رائے کی کمزوری پر نہ ہنسیں۔ پہلے اس کو عقل سے آزمانا چاہیے۔ پھر اس کے ہنر کو دیکھ کر اس کے مطابق اس کا مرتبہ بڑھانا چاہیے۔ جب قاضی غور سے دستاویزات لکھتا ہے تو اسے علماء سے شرمندگی نہیں اٹھانا پڑتی (غلطی کا امکان نہیں ہوتا) اس وقت تک سوچ لے جب تک تیر تیری چٹکی میں ہے۔ نہ اس وقت جب کہ تیر ہاتھ سے چھوڑ دے۔ اگر کوئی نیکی اور تمیز میں حضرت یوسفؑ کی طرح ہے تو اسے عزیز مصر بننے میں کافی سال لگیں گے جب تک بہت سا زمانہ نہ گزر جائے کسی کی گہرائی کو نہیں پہنچا جاسکتا۔ بادشاہ نے اس کے ہر قسم کے اخلاق کی تحقیق کی ۔وہ عقل مند' پاکیزہ دین انسان تھا۔ اس کو نیک عادت روشن سمجھ' بات کو تولنے والا اور انسانوں کے مرتبے کو پہچاننے والا اور اس کو رائے میں بڑوں سے بھی بہتر اور زیادہ دیکھا تو اس کو داہنا وزیر بنا کر بٹھایا۔ وہ اپنی دانا اور جان کاری کام میں لایا کہ احکام میں کسی کا دل نہ توڑا وہ ملک کو اس طرح قابو میں لے آیا کہ اس سے کسی کو رنج نہ پہنچا۔ سب نکتہ چینوں کی زبان بند کردی۔ اس لئے کہ اس کے قلم سے کسی کے لئے ایک حرف برا نہ نکلا۔ وہ حاسد جس نے اس کی ایک جو خیانت نہ دیکھی اس کے لئے گیہوں کی طرح تڑپنا مفید نہ ہوا۔ اس کے روشن دل سے بادشاہ نے نیا سایہ حاصل کیا۔ جس کی وجہ سے پرانا وزیر حسد میں مبتلا ہوگیا اس نے اس عقل مند میں کوئی خرابی نہ دیکھی جس میں وہ طعنہ زنی کرسکتا۔ امانت دار اور مخالف کی مثال طشت اور چیونٹی کی سی ہے جو اس میں طاقت سے سوراخ نہیں کرسکتی۔ بادشاہ کے دو نوکر تھے جن کا چہرہ سورج کی طرح تھا۔ وہ ہمیشہ خدمت کے لئے سرہانے کمربستہ رہتے تھے۔ دونوں حور پری کی طرح پاکیزہ صورت تھے۔ جیسے چاند سورج تیسرے سے پاک (یعنی جیسے چاند سورج جیسا اور تیسرا کوئی نہیں ہے اس طرح ان دونوں جیسا تیسرا کوئی اور نہ تھا۔ دونوں اس قدر حسین تھے کہ ایک دوسرے پر فوقیت نہیں دی جاسکتی تھی اور ہر ایک کی نظیر صرف اس کے آئینے کی تصویر تھی کوئی دوسرا نہیں تھا۔ وزیر کی دانائی اور بات کی شیرینی نے ان دونوں کے اندر اثر کیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ وزیر کے اوصاف اور اخلاق اچھے ہیں تو طبعاً اس کے خیر خواہ اور دوست ہوگئے۔

انسانی خواہش نے اس میں بھی اثر کیا لیکن ایسی خواہش نہیں جو نا عاقبت اندیشوں کو شر کے ساتھ ہوتی ہے۔ وزیر کو اس معاملے میں کچھ موقع ملا خباثت کی وجہ سے یہ معاملہ بادشاہ کے پاس لے گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ نئے وزیر کا خادموں کی طرف رجحان ہے اور وہ خیانت کو پسند کرنے والا اور شہوت پرست ہے۔ پردیسی بے پرواہ زندگی بسر کرتے ہیں کیونکہ وہ اس ملک اور حکومت کے پلے ہوئے نہیں ہیں۔ ایسا بے حیا بے غیرت مناسب نہیں ہے۔ جو شاہی محل میں بدنامی لائے۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کہ شاہی نعمت کو فراموش کروں جو تباہی دیکھوں اس پر خاموش رہوں۔ محض خیال سے یہ بات جلد نہ کہہ سکا۔ بلکہ میں نے اس بات کا ذکر اس وقت تک نہ کیا جب تک خود یقین نہ آ گیا۔ میرے نوکروں میں سے ایک نے اپنی آنکھ سے یہ دیکھا ہے کہ نیا وزیر ان دونوں میں سے ایک کو بغل میں دبائے ہوئے تھا میں نے سب کچھ آپ کے آگے بیان کردیا اب آپ کی جو رائے۔ میں نے تو ایسا ہی آزمایا اب آپ بھی آزمالیں برائی (یعنی وزیر نے ایسی برائی کی کہ وہ اس بدعا کا مستحق ہے) کے ساتھ واقع کی تفصیل بیان کی خدا کرے برے شخص کو نیک دن نصیب نہ ہو۔ دشمن نے جب برائی پر قابو پالیا بڑوں کے دل کو آگ سے جلایا چنگاری (یعنی ابتداً فتنہ معمولی ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے) سے آگ روشن کرسکتے ہیں۔ پھر پرانے درخت کو جلا سکتے ہیں۔

اس خبر نے بادشاہ کو ایسا گرم کیا کہ اس کو ایسا جوش (ہم نے اس مصرع میں منجل کا ترجمہ کیا ہے بعض نسخوں میں مرجل ہے جس کے معنی ہانڈی کے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو خصلتیں ہیں وہ مومن کے اندر جمع نہیں ہوسکتیں' بخیلی اور بداخلاقی۔'' (بیہقی)

ہیں یعنی اس کے دماغ میں ہانڈی کا سا جوش) آیا۔ جیسا کہ سر پر درانتی چلی ہے۔ غصہ میں فقیر کے خون میں ہاتھ رنگنا چاہا لیکن بردباری نے آگے ہاتھ کر دیا کہ پالے ہوئے کو مارنا بہادری نہیں ہے۔ دادودہش کے بعد ظلم کرنا غلطی ہے۔ اپنے پروردہ کو مت ستا جب (یعنی جب تو نے اس کو قوی بنایا ہے تو اپنی قوت سے اسے ختم نہ کر) وہ تیرا ترکش سنبھالے ہوئے ہے تو اس کو تیر نہ مار۔ نعمت سے اس کو نہ پالنا چاہیے۔ جب تو ظلم سے اس کا خون پینا چاہتا ہے اس کے ہنروں (یعنی اس اجنبی کے ہنروں کا یقین کر کے اس کو وزیر بنایا ہے) کا جب تک تجھے یقین نہ ہو گیا وہ شاہی محل میں تیرا مصاحب نہ بنا۔ اب جب تک تجھے اس کی خطا کا یقین نہ ہو جائے دشمن کے کہنے سے اس کو نقصان نہ پہنچا۔ یہ سوچ کر بادشاہ نے اس راز کو پوشیدہ رکھا کیونکہ وہ داناؤں کی بات سنے ہوئے تھا کہ اے عقل مند دل راز کا قید خانہ ہے (یہ حکیموں کا قول ہے) جب تو کہہ چکا تو وہ زنجیر سے واپس نہیں آ سکتا۔ بادشاہ نے اپنے نئے وزیر کی پوشیدہ ور پر نگرانی کی اس نے دیکھا کہ وزیر اور پری چہرہ لڑکا تنہائی میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ اچانک ان دونوں میں سے ایک کی طرف دیکھا وہ پری چہرہ والا مسکرا دیا۔ ایسے دو شخص (جن دو شخصوں میں محبت ہوتی ہے ان کی نگاہیں گفتگو کر لیتی ہیں زبان خاموش رہتی ہے) کہ ان کی جان اور ہوش ایک ہوں آپس میں بات کر لیتے ہیں اور چپ رہتے ہیں حالانکہ چسکے دیکھنے والا سیراب نہیں ہوتا جیسا کہ استسقاء کی بیماری والا دجلہ سے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ کے لئے وزیر کے بارے میں بدی کا گمان یقینی ہو گیا۔ جنون اس پر غضب ناک ہو گیا۔ پھر بھی حسن تدبیر سے چپکے سے اس کو کہا کہ اے نیک نام میں نے تجھے عقل مند سمجھا۔ سلطنت کے رازوں پر امین بنایا میں نے تجھے عقلمند اور باہوش گمان کیا۔ تجھے بے حیا اور ناپسند نہ جانا ایسا بلند مرتبہ تیری جگہ نہیں ہے۔ یہ میری غلطی ہے اس میں تیری کوئی خطا نہیں ہے۔ جب میں ہی کسی بداصل کی پرورش کروں تو لامحالہ وہ میرے حرم میں خیانت روا رکھے گا۔ ساری بات سننے کے بعد اس وزیر نے سر اٹھایا اور قوم کے بادشاہ سے کہا کہ جب میرا دامن جرم سے پاک ہے مجھے دشمن کی خباثت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میری طبیعت (یعنی ان دونوں غلاموں سے مجھے کوئی عشق ہے نہ ان میں سے کسی کو بغل میں لئے ہوئے تھا) میں ہرگز یہ خیال نہ گزرا تھا۔ نہ معلوم کس نے ایسی بات کہی جو مجھ پر نہیں گزری۔ بادشاہ نے بگڑ کر کہا کہ اے وزیر اب بہانے نہ تراش اور حجت بازی نہ کر یہ سن کر نئے وزیر نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ وہ تو جو کچھ کہے اس پر تعجب نہیں وہ حاسد جو اپنی جگہ مجھے دیکھ رہا ہو اس کی زبان پر بدی کے علاوہ میرے متعلق اور کیا آ سکتا ہے۔ میں نے اسے اس وقت ہی دشمن سمجھ لیا تھا جب بادشاہ نے اس کو میرے ماتحت بٹھا دیا تھا۔ جب بادشاہ نے مجھے اس پر فضیلت دے دی تھی لیکن بادشاہ نہ سمجھ تھا کہ وہ میرے درپے دشمن ہے۔ مجھے قیامت تک وہ آدمی دوست نہیں سمجھ سکتا جو یہ دیکھ رہا ہو کہ میری عزت میں اس کی ذلت ہے۔ اس پر میں تجھے ایک صحیح قصہ سناتا ہوں اگر ابتدا آپ خادم کی بات سنیں۔

ایک شخص نے خاص شیطان کو خواب میں دیکھا جو قد میں صنوبر کی طرح تھا اور جس کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا۔ اس نے اس کو دیکھا اور کہا کہ اے چاند جیسے لوگوں کو تیرے حسن کی خبر نہیں ہے وہ تجھے خوفناک چہرہ والا سمجھتے ہیں۔ حمام میں (حماموں کی دیواروں پر بھیانک اور بدہیئت تصویریں منقش کرنے کا دستور تھا) بری تصویر بناتے ہیں۔ یہ سن کر ابلیس ہنسا اور اس نے کہا کہ وہ میری شکل نہیں ہے۔ لیکن قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے ان کی جڑ (حضرت آدمؑ کو بہکا کر گیہوں کھلا دیا تھا اور جنت سے نکلوا دیا) بہشت سے اکھاڑ پھینکی ہے تو اب مجھے کینہ کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھتے۔ میرا تو ویسا ہی بھلا نام ہے لیکن دشمن حسد کی وجہ سے اچھا نہیں کہتے۔ یہ قصہ سنانے کے بعد نئے وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ وہ وزیر جس کی آبرو میرے مرتبہ نے بہادی ہے۔ اس کے مکر سے ایک فرسخ بھاگنا چاہیے۔ لیکن مجھے بادشاہ کے غصہ کی فکر نہیں ہے۔ بے قصور انسان بات کرنے میں بری ہوتا ہے۔ جب میرے قلم سے صحیح بات نکلی ہے تو مجھے سب نکتہ چینوں کا کیا غم ہے۔ جس کارکن نے معاملہ میں کھوٹ نہ کیا ہو تو وہ دفتر والوں کے دعوے سے نہیں ڈرتا۔ اگر محتسب چکر لگائے تو صرف اس کو فکر ہو گی۔ جس کے ترازو کے باٹ کم ہوں۔ بادشاہ اس کے بات کرنے سے حیران ہو گیا۔ حکمرانی کے ہاتھ پیٹنے لگا کہ مجرم مکاری اور زبان درازی سے جرم سے نہیں بچ سکتا جو اس نے کیا ہے میں نے صرف تیرے مخالف (یعنی میں نے صرف معزول وزیر کے کہنے سے یقین نہیں کیا بلکہ تیری حرکتوں کو خود دیکھا ہے) سے نہیں سنا ہے۔ کیا؟ میں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے کہ دربار میں اتنے لوگوں کے مجمع میں تیری نگاہ ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑتی۔ وزیر یہ سن کر ہنسا اور کہا کہ یہ بات سچی ہے۔ سچائی چھپانی نہیں چاہیے۔ اگر آپ سنیں تو اس میں ایک نقطہ ہے۔ خدا کرے آپ کی دانائی جاری اور حکومت قوی رہے کہ بادشاہ کو نظر نہیں آتا کہ بے طاقت فقیر مالدار کو حسرت سے دیکھتا ہے۔ میری جوانی کی طاقت جاتی رہی۔ جوانی کھیل کود میں ختم ہو گئی۔ ان کے دیکھنے سے میں نہیں رک سکتا اس لئے کہ وہ زینت اور حسن کے سرمایہ دار ہیں۔ میرا بھی کبھی پھول جیسا چہرہ تھا۔ حسن میں میرا جسم بھی بلور کی طرح تھا۔ اب (بڑھاپے میں بالوں کا گالا بن جانا اور بدن کا تکلے کی طرح ہو جانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اب کفن کی تیاری کرو) اس انتہا پر مجھے یقین ہو گیا ہے اس لئے کہ میرے بال گالا اور بدن تکلا ہو گیا ہے۔ میرے بال بھی رات کی طرح کالے اور گھنگھریالے تھے۔ نزاکت کی وجہ سے قبا بدن پر تنگ تھی۔ دو طرف موتی منہ میں تھے۔ جیسے کہ چاندی کی اینٹوں کی دیوار کھڑی ہے۔ ان کو حسرت سے کیوں نہ دیکھوں اس لئے کہ مجھے اپنی تلف کردہ عمر یاد آ رہی ہے۔ وہ پیارے دن مجھ سے رخصت ہو گئے اچانک یہ دن بھی ختم ہو جائے گا۔ عقلمند (یعنی اس نئے نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر خوش خلقی آدمی ہوتا تو خوبصورت آدمی ہوتا۔ (الکنز)

اس خوبصورتی سے انداموں کا جواب دیا کہ بادشاہ مطمئن ہو گیا) نے جب معنی کے ان موتیوں کو گوندھا اس نے کہا کہ اس سے بہتر کہنا ناممکن ہے۔ بادشاہ نے حکومت کے ذمہ داروں کو دیکھا کہ اس سے بہتر لفظ ومعنی نہ چاہو (مخواہ کا خطاب ارکان دولت کی طرف ہے اور یہ صورت فارسی میں جائز ہے) ایسے شخص کو معشوق کا دیکھنا جائز ہے) جو اس خوبی سے عذر خواہی کرنا جانتا ہو۔ بادشاہ نے سوچا کہ اگر میں سمجھ کی وجہ سے آہستگی نہ برتتا تو اس کے دشمن کے کہنے پر اس کو مٹا دیتا۔ تیزی (بغیر سوچے تلوار چلانا افسوس کا باعث ہوتا ہے) میں جلدی سے تلوار کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا۔ افسوس کے ہاتھ کی پشت کو دانتوں کی طرف لے جاتا ہے۔ صاحب غرض کی بات ہرگز نہ سننا چاہیے۔ اس لئے کہ اس پر کار بند رہ کر پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ بادشاہ کے عقلمند وزیر کی تدبیر سے نیکی سے ملک میں اس کا نام پھیل گیا۔ انصاف اور شرافت سے سالوں حکومت کی۔ جب مر گیا تو اس کے بعد بھی اس کی نیک نامی باقی رہی) جو بادشاہت میں دینداری کی وجہ سے بازی لے گئے ہیں) بادشاہ دین پرور ہیں وہ دین کی طاقت سے حکومت کی بازی جیت لیتے ہیں۔

عادل بادشاہ کی سوچ:

ایک منصف بادشاہ کے پاس ایسی قبا تھی جس کے دونوں طرف استر تھا۔ کسی نے اس سے کہا کہ اے نیک دل بادشاہ چینی دیبا کی ایک قبا (ایسی قبا سلوالے جس کا ابرا دیبا کا ہو) سلوادے تو بادشاہ نے جواب دیا کہ یہاں تک تو پردہ پوشی اور آرام ہے اور اس کے آگے زیب وزینت ہے۔ میں خراج اس لئے وصول نہیں کرتا کہ اپنے لئے تخت وتاج کی زینت کروں اگر عورتوں کی طرح جسم پر جوڑا سجاؤں تو پھر بہادری سے دشمن کی مدافعت کب کر سکوں گا۔ مجھ میں بھی (میرا جی بھی عیش وعشرت کرنا چاہتا ہے مگر سرکاری خزانہ عوام کی ملکیت ہوتا ہے) سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں لیکن خزانہ تنہا میرا نہیں ہے۔ خزانے لشکر کے لئے بھرے جاتے ہیں آراستگی اور زیور کے لئے نہیں وہ سپاہی جو بادشاہ سے خوش نہ ہو وہ مملکت کی سرحدوں کی حفاظت نہیں کرتا۔ جب دشمن (بادشاہ تو ٹیکس اسی لئے وصول کرتا ہے کہ اس کو لشکر پر خرچ کرے تاکہ سرحدیں دشمن سے محفوظ رہیں) اس سے گدھا اور بادشاہ خراج لے گیا۔ تو اس تخت وتاج میں تو کیا اقبال دیکھے گا۔ کمزور پر زور کرنا شرافت نہیں ہے۔ کمینہ پرور چیونٹی سے دانہ چھینتا ہے۔ رعایا ایک درخت ہے اگر تو اس کی پرورش کرے گا دوستوں کی خواہش کے مطابق پھل کھائے گا بے رحمی سے اس کی جڑ اور پھل نہ توڑ اس لئے کہ نادان کو خود اپنے اوپر افسوس کرنا پڑتا ہے۔ جوانی اور نصیبہ سے وہی لوگ پھل کھاتے ہیں جو ماتحتوں پر سختی نہیں کرتے۔ اگر کوئی کمزور گر پڑے تو خدا کے سامنے اس کی فریاد سے ڈر اگر ملک نرمی سے حاصل کر سکتا ہے تو لڑ کر ایک بال کی جڑ سے بھی خون نہ بہا۔ جوانی کی قسم کہ پورے روئے زمین کی بادشاہت مناسب نہیں جب خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکے۔

جمشید بادشاہ کی وصیت:

مبارک طبیعت جمشید (جمشید مشہور بادشاہ ہے جس نے سینکڑوں سال بادشاہت کی پھر ضحاک کے ہاتھوں مارا گیا) نے ایک چشمہ کے پتھر پر کندہ کر دیا کہ اس چشمہ پر مجھ جیسے بہت سوں نے دم لیا جو پلک جھپکنے میں چلے گئے۔ میں نے دنیا بہادری اور زور سے حاصل کی لیکن اسے میں نے ساتھ قبر میں نہ لے جا سکا۔ جب کسی دشمن پر تجھے قابو حاصل ہو جائے تو اس کا خون اپنی گردن پر نہ لینا چاہئے بلکہ اس کے لئے غصہ ہی کافی ہے۔ زندہ پریشان دشمن تیرے چاروں طرف تیری گردن پر اس کے خون سے بہتر ہے۔

بادشاہ کے لئے پہچان ضروری ہے:

شیخ سعدی نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ دارا مبارک خاندان کا) دارا ایران کا مشہور بادشاہ تھا جو سکندر کی جنگ میں خود اپنے لشکر کے ہاتھوں مارا گیا) شکار کے روز اپنے لشکر سے جدا ہو گیا کہ اچانک بادشاہ کے آگے ایک چرواہا دوڑتا ہوا سامنے آیا۔ بادشاہ نے ترکش سے تیر نکال لیا جنگل میں دشمن کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لئے کہ گھر میں تو پھول کانٹے سے پاک ہوتا ہے۔ خوف زدہ چرواہا چلایا کہ میں دشمن نہیں ہوں۔ مجھے مارنے کی کوشش نہ کر میں تو وہی ہوں جو بادشاہ کے گھوڑے پالتا ہوں۔ خدمت گزاری کے لئے اس گزرگاہ میں لایا ہوں۔ بادشاہ کا دھڑکتا دل اپنی جگہ پر آیا۔ وہ ہنسا اور کہا کہ اے بے وقوف تیری غیبی فرشتے نے مدد کر دی (سروش حضرات جبرائیل یا ہر پیغام لانے والے فرشتے کو کہا جاتا ہے) ورنہ میں تو چلہ کان کے برابر (جب کمان زہ کر لی جاتی ہے تو بس تیر چل ہی پڑتا ہے) کھینچ چکا تھا۔ چراگاہ کا نگہبان ہنسا اور اس نے کہا کہ یاروں سے نصیحت کو نہ چھپانا چاہئے۔ یہ قابل تعریف تدبیر اور بہتر رائے نہیں ہے کہ بادشاہ دوست دشمن میں تمیز نہ کر سکے۔ سرداری میں جینے کی یہ شرط ہے کو تو ہر ماتحت پہچانے کہ وہ کون ہے۔ تو نے مجھے بارہا دربار میں دیکھا ہے۔ گھوڑوں اور چراگاہ کے حالات معلوم کئے ہیں۔ اب اگر میں مہربانی سے تیرے سامنے آیا تو پھر تو مجھے دشمن سے ممتاز نہ کر سکا۔ اے نامور بادشاہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہزاروں گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے کو نکال لاؤں۔ میں عقل اور سمجھ سے چرواہا پن کرتا ہوں۔ تو بھی اپنے ریوڑ کو قائم رکھ۔ اس سلطنت میں نقصان کا غم ہے جہاں بادشاہ کی تدبیر چرواہے سے بھی کم ہو۔

رعایا پر جو بھی ظلم ہے وہ بادشاہ کی طرف سے ہے:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ تو انصاف چاہنے والے کی فریاد کب سن سکتا ہے جب تیری خوابگاہ کا پردہ ساتویں آسمان (کیوان زحل ستارے کو کہتے ہیں اور وہ ساتویں آسمان پر ہے) پر ہو۔ ایسے آرام کہ یا نیندے کہ فریاد کان میں آ

سکے اگر کوئی انصاف چاہنے والا فریاد کرے۔ تیرے زمانے میں ظالم (بادشاہ کی غفلت سے اگر کسی ظالم کو ظلم کرنے کا موقع ملے تو یہ ظلم دراصل بادشاہ کی جانب سے ہے) سے کون نالاں ہے بلکہ ظالم جو ظلم کر رہا ہے وہ تیرا ظلم ہے۔ کتے نے قافلے کا دامن چاک نہیں کیا بلکہ اس بے وقوف کاشتکار نے جس نے کتا پالا ہے۔ اے سعدی بات کہنے میں تو دلیر ہے جب تلوار (یعنی جو نصیحتیں بھی کر سکتا ہے کر ڈال) تیرے ہاتھ میں ہے تو فتح کر جو کچھ تو جانتا ہے کر ڈال اس لئے کہ سچی بات کا کہنا بہتر ہے تو نہ رشوت خور ہے نہ فریب دہ زبان کو بند کر (اگر نصیحت نہیں کرنا چاہتا ہے تو پھر اپنی کتابوں سے حکمت کی باتیں دھو ڈال اور خاموش ہو ورنہ لالچ کو چھوڑ کر بے دریغ نصیحت کر) اور کتاب سے دانائی کو دھو ڈال۔ لالچ کو ختم کر دے اور پھر جو چاہے کہہ۔

مسکین کی فریاد:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ عراق میں ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک مسکین محل کے نیچے کہہ رہا ہے کہ تو بھی کسی دروازے کا امیدوار ہے۔ لہٰذا دروازے پر پڑے ہوؤں کی امید پوری کر۔ دردمندوں کے دل کو فکر سے چھڑا تا کہ تیرا دل بھی دردمند نہ ہو۔ انصاف چاہنے والے کے دل کی پریشانی بادشاہ کو گدی سے اتار پھینکتی ہے تو دوپہر میں آرام سے سویا ہے۔ تو پردیسی سے کہہ دے کہ باہر گرمی سے جل۔ اس شخص کو خدا انصاف دیتا ہے جو بادشاہ سے انصاف نہ چاہ سکے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کی عوام پیروی:

شیخ سعدی فرماتے ہیں ایک بزرگ عمر ابن عبدالعزیز کا قصہ بیان کرتا ہے کہ اس کی انگوٹھی پر ایک نگ تھا جس کی قیمت لگانے سے جوہری بھی عاجز تھے۔ اس جہان کے روشن کرنے والے جسم کو تو رات میں کہے گا کہ وہ موتی چمک میں دن کی طرح ہے۔ اتفاقاً ایک خشک سال آیا کہ لوگوں کے لئے چودھویں رات کے چاند (لوگوں کے چودھویں کے چاند جیسے چہرے کمزور اور زرد ہو کر پہلی تاریخ کے چاند کی طرح ہو گئے) جیسا ہلال بن گیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی کہ ان کو نہ آرام تھا نہ قوت۔ تو خود آرام کرنا حق نہ سمجھا۔ جب کوئی انسانوں کے منہ میں زہر دیکھ رہا ہو تو بہترین پانی اس کے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے۔ اس نے حکم دیدیا کہ اس انگوٹھی کو اس نے چاندی کے عوض فروخت کر دیں اس کی نقدی ایک ہفتہ تک لٹائی۔ درویش اور مسکین اور محتاج کو دی۔ ملامت کرنے والوں نے (نگینہ فروخت کر کے خیرات کر دینے پر ملامت کرنے والوں نے کہا کہ اب ایسا نگینہ ہاتھ نہ آئے گا) اس کو طعنہ دیا کہ دوسرا اب اس جیسا ہاتھ نہ لگے گا تو اس نے جواب دیا۔ آنسوؤں کی بارش اس کے رخساروں پر شمع کے موم کی طرح بہہ رہی تھی کہ بادشاہ کے لئے زینت بڑی ہے۔ جب کسی بھی شہری کا دل کمزوری سے زخمی ہو میرے لئے بے نگ انگوٹھی مناسب ہے لیکن رعایا کا غمگین دل مناسب نہیں ہے۔ اس آدمی کا دل (اگر بادشاہ رعایا کی خاطر رات کو جاگے گا تو رعایا آرام سے سوئے گی) ٹھنڈا ہے جو مردوں اور عورتوں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دے۔ ہنرمندوں نے اپنی خوشی میں دوسرے کے غم کی وجہ سے رغبت کی۔ مجھے یقین نہیں کہ فقیر آرام سے سو سکے۔ اگر بادشاہ تخت پر آرام سے سوئے اگر وزارات میں وہ جاگے تو لوگ آرام و راحت سے سو سکتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ عادت اور سید ھا راستہ اتابک ابوبکر بن سعد کو حاصل ہے کہ فارس میں کوئی بھی کسی فتنہ کا نشان نہیں دیکھتا۔ مجدد چاند جیسے چہرے والوں کے ایک پانچ شعر مجھے سننے میں بھلے معلوم ہوئے جو گذشتہ شب لوگ ایک مجلس میں پڑھ رہے تھے۔

طریقت خدمت خلق کے علاوہ کچھ نہیں:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ پہلے بادشاہوں کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ جب زنگی (اتابک خاندان کا شیراز کا دوسرا بادشاہ زندگی ہے جو ۵۱۰ میں مرا اس کے بعد اس کا بیٹا تھا کہ تخت نشین ہوا) نے تخت پر تکلہ جانشین ہوا اس کے زمانے میں (یعنی اس کی پہلی ایک خوبی اس کو دوسرے بادشاہوں پر فوقیت دے دیتی ہے) کوئی کسی سے ناخوش نہیں تھا۔ وہ بازی لے جاتا اگر اس میں صرف یہی ایک خصلت ہوتی۔

ایک بار اس نے ایک صاحب دل سے کہا میری بے نتیجہ عمر ضائع ہوئی جب حکومت اور ملک اور تخت ختم ہو جانے والی چیز ہے تو پھر دنیا سے فقیر کے علاوہ کوئی دولت نہیں لے گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ عبادت کے گوشے میں بیٹھوں شاید (عمر کے باقی) کچھ دنوں میں کچھ حاصل کرلوں جب روشن دل عقلمند نے سنا تو غصہ سے بگڑ گیا کہ اے تکلہ بس مخلوق (اصل خلق اللہ کی خدمت ہے) کی خدمت کے علاوہ طریقت اور کچھ نہیں ہے۔ تاکہ تسبیح اور مصلے اور گدڑی میں تو اپنی بادشاہ کے تخت پر رہ اور پاکیزہ اخلاق کے ذریعہ درویش بنا رہ۔ سچائی اور ارادت پر کمر بستہ رہ۔

بیہودہ باتوں اور ڈینگوں سے زبان روکے رکھ۔ طریقت میں عمل درکار ہے۔ دعوے نہیں کیونکہ بے عمل دعوے کی کوئی اصل نہیں۔ وہ بزرگ جو صفائی کی دولت رکھتے ہیں۔ قبا (یعنی شاہی لباس میں فقیری کرتے ہیں) کے نیچے ایسی ہی گدڑی چھپائے رکھتے ہیں۔

مخلوق خدا کا دشمن ہمارا دشمن ہے:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ملک شام کے اطراف میں ایک غار تھا جیسے خدادوست نام والے ایک شخص نے اپنا مسکن بنایا۔ اس کے صبر کی وجہ سے اس کے تاریک گوشے میں قناعت کے خزانے میں اس کا قدم جم گیا۔ اس زمانے کے بڑے لوگوں نے اس کے دروازے پر سر رکھا لیکن وہ لوگوں کے دروازے پر سر نہ جھکاتا تھا۔

خداشناس پاکباز تمنا کرتا ہے اپنے دل سے بھیک کی خواہش ترک کرنے

کی جب ہر لمحہ اس کو نفس کہے کہ دے تو ذلت کے ساتھ اس کو گانوں در گانوں پھراتا ہے۔ جس جگہ یہ خدا دوست مرد تھا وہاں ایک ظالم حاکم کی حکومت تھی۔ وہ حاکم جس کو کمزور پاتا طاقت سے اس کا پنجہ موڑ دیتا۔ وہ عالم کو تباہ کرنے والا' بے رحم' بے باک اور فنا کر دینے والا تھا۔ اس کی بدمزاجی سے سب کا منہ ترش تھا۔ بہت سے لوگ اس کے ظلم اور ذلت سے بچنے کے لئے بھاگ نکلے اور انہوں نے اس کا برا نام ملکوں میں مشہور کر دیا۔ کچھ لوگ مسکین اور زخمی دل رہ گئے۔ انہوں نے بھی خوف کی وجہ سے غائبانہ ملامت کرنا اختیار کر لیا۔ ظلم کا ہاتھ جس جگہ دراز ہوتا ہے اس جگہ کے لوگ خوشی اور راحت سے محروم ہی ہوتے ہیں۔ وہ حاکم بھی کبھی کبھی شیخ کے دیدار کو آتا تھا مگر وہ خدا دوست اس کی طرف دھیان نہ کرتا۔ ایک مرتبہ حاکم نے اس سے کہا کہ اے نیک بخت نفرت سے ہماری طرف منہ نہ پھیر تجھے معلوم ہے کہ مجھے تیرے ساتھ دوستی کا خیال ہے تو تجھے مجھ سے دشمنی کیوں ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ میں تمام ملک کا سردار نہیں ہوں لیکن عزت میں کسی فقیر سے تو کم نہیں ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے ساتھ کسی سے بہتر معاملہ کر مگر میرے ساتھ ایسا برتاؤ تو کر جیسا ہر شخص سے کرتا ہے۔ عابد ہوشیار نے یہ بات سنی تو بگڑ گیا اور کہا کہ اے بادشاہ ہوش کر۔ تیرے وجود سے مخلوق کو پریشانی ہے اور میں مخلوق کی پریشانی پسند نہیں کرتا ہوں۔ جب تو میرے دوستوں کا دشمن ہے تو میں تجھے اپنا دوست نہیں سمجھتا۔ اگر یہ ہو بھی جائے کہ تیری میری دوستی ہو جائے لیکن خدا تو تجھے دشمن سمجھتا ہے۔ خدا سے دوستی رکھنے والے کی اگر لوگ کھال کے بھی ٹکڑے کر دیں تو وہ دوست کے دشمن کا دوست نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس سنگدل کے سونے پر تعجب آتا ہے جبل سے پورا شہر تنگ دل ہو کر سوئے۔ آگاہ! اگر شہر عقل اور ہوش رکھتا ہے تو احسان اور رحم پر کمر باندھ اور کوشش کر۔

صرف اپنا نہیں بلکہ سب کا غم رکھو:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک رات لوگوں کی آہ نے ایسی آگ لگائی کہ آدھا بغداد جل گیا۔ اس دھول اور دھوئیں میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس نے شکر ادا کیا کہ میری دکان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ایک جہاں دیدہ نے جب اسے دیکھا تو کہا کہ اے ابوالہوس تجھے صرف اپنا ہی غم تھا۔ تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ پورا شہر آگ سے جل جائے اگر چہ تیری سرائے کنارے پر ہو۔ جب لوگوں کو پیٹ پر پتھر باندھے دیکھے تو سنگ دل کے علاوہ کون معدہ بھر سکتا ہے۔ مالدار خود لقمہ لے کے کھا سکتا ہے جب وہ دیکھ رہا ہے کہ فقیر خون (خون کھانے سے مراد غم کھانا ہے) کھا رہا ہے۔ یہ نہ کہہ کہ تیری تیمارداری کرنے والا تندرست ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی بیمار کی طرح پیچ و تاب میں ہے۔ نرم دل دوست جب منزل پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ بھی نہیں سوتے کیونکہ بچھڑے ہوئے ابھی راستے میں ہیں۔ بادشاہوں کے دل پر بوجھ رہتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ لکڑہارے کا گدھا گارے میں پھنسا ہے۔ اگر کسی کے گھر میں کوئی نیک بخت ہے تو اس کے لئے سعدی کا ایک حرف کافی ہے۔ تیرے سمجھنے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ اگر کانٹے بوئے گا تو پھول ہرگز نہ کاٹے گا۔

حکومت چلانے کی کامیاب تدبیر:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ مغرب کے ایک شہر (باختہ مغرب اور مشرق دونوں کے معنی میں آتا ہے) میں ایک شخص رہتا تھا جس کے دو بیٹے تھے۔ دونوں نہایت بہادر' متکبر اور ہاتھی جیسے۔ وہ بہترین تلوار باز خوبصورت اور عقل مند تھے۔ ان کے باپ نے ہمیشہ دونوں کو بارعب گھوڑ دوڑ کا شوقین اور جنگ جو پایا۔ اس شخص نے مرتے وقت اپنی زمین کے دو حصے کئے۔ ہر ایک لڑکے کو اس میں سے ایک حصہ دے دیا تا کہ زمین کی وجہ سے ان میں آپس میں سرکشی نہ کریں اور ان کی تلواریں آپس میں نہ اٹھیں۔ چند دن بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ موت نے امید کے راستے ڈھیلے کر دیئے۔ موت نے اس کے کام کے ہاتھ کو باندھ دیا۔ وہ مملکت دو بادشاہوں کے لئے ہو گئی۔ اس لئے کہ خزانہ اور سپاہی بے حد اور ان گنت تھے۔ اپنی رائے کے مطابق اپنی بھلائی کے لئے ہر ایک نے ایک راستہ اختیار کیا۔ ایک نے انصاف کیا تا کہ مال جمع کرے۔ ایک نے مہربانی کرنا اپنی عادت بنائی۔ روپیہ خرچ کیا اور غریبوں کی دیکھ بھال کی۔ رات کے لئے فقیروں کے لئے مسافر خانہ بنایا۔ روٹیاں بانٹیں اور لشکر کو نوازا۔ خزانے خالی کر ڈالے اور لشکر جمع کیا۔ جیسا کہ عیش کے وقت لوگ کرتے ہیں۔ گرد کی طرح خوشی کی آوازیں آسمانوں تک جاتی تھیں جیسا کہ ابوبکر سعد کے زمانے میں شیراز ہے (یعنی ابوبکر کے دور میں جس طرح خوشیاں مناتے ہیں اور جشنوں میں آوازیں آسمان تک پہنچتی ہیں) وہ نیک طبیعت' عقلمند بادشاہ ہے خدا کرے اس کی امید کی شاخ پھلے۔ اس نامور لڑکے کا قصہ سنو جو نیک قدم مبارک عادت تھا۔ ہر خاص و عام کی دلداری کا پابند۔ صبح و شام خدا کی تعریف کرنے والا۔ اس ملک میں روپے پیسے والا اطمینان سے سفر کرتا ہے۔ جہاں بادشاہ منصف اور فقیر پیٹ بھرا ہو۔ اس کے زمانے میں کسی کو کانٹا تو کیا پھول کی پتی بھی نہیں لگی۔ ملک کی تائید سے بڑوں پر برا بن گیا۔ بڑوں نے (یعنی بڑے بڑے سردار اس کی ہر تحریر پر سر تسلیم خم کرتے تھے) اس کی تحریر پر سر جھکایا۔

دوسرے (لڑکے) نے چاہا کہ تخت و تاج کو بڑھائے۔ اس نے کاشتکاروں پر ٹیکس کا اضافہ کر دیا۔ تاجروں کے مال میں لالچ کرنے لگا۔ اس بے چاروں کی جان پر ہلاکت ڈھائی۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ فقیروں کا دشمن تھا بلکہ حقیقتاً وہ خود اپنا دشمن تھا۔ اضافہ کی لالچ میں نہ خود کھایا نہ اپنے ہاتھ سے کسی کو دیا۔ مگر عقل مند جانتے ہیں کہ اس نے برا کیا۔ مکاری سے اس نے جب تک لشکر جمع کیا۔ تنگ آ کر لشکر ادھر ادھر ہو گیا۔ جب تاجروں کو معلوم ہوا کہ اس بے ہنر کے ملک میں ظلم ہے تو انہوں نے اس جگہ سے خرید و فروخت بند کر دی کھیتی نہ اگی تو رعایا جل بھن گئے۔ جب اس کے اقبال نے اس سے منہ پھیر لیا۔ لامحالہ دشمن اس پر قابو پا گیا۔ آسمان کی دشمنی نے

اس کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دی۔ دشمن کے گھوڑوں کے سموں نے اس کی سرزمین روند دی۔ وفاداری کس سے چاہے (یعنی جب خود غدار تھا تو دوسرے وفادار کیسے ہوتے) جب عہد پیمان توڑ ڈالے ٹیکس کس سے وصول کرے۔ جب کوئی کاشتکار بھاگ گئے وہ بدباطن بھلائی کی کیا امید رکھے جس کے پیچھے لگی ہوئی ہو۔ لفظ کن کے کاف میں (کن بمعنی ہو جا قرآن پاک میں ہے کہ حق تعالیٰ جب کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہتا ہے تو لفظ کن فرما دیتا ہے اور وہ ہو جاتی ہے تو کن سے مراد ازل ہے اور کاف سے مراد ازل کا پہلا دن) جب اس کا نصیب اوندھا تھا۔ اس نے وہ نہ کیا جو نیکوں نے کرنے کو کہا۔ اس بھلے مانس کے لئے نیکوں نے کیا کہا۔ تو فائدہ اٹھا جب اس ظالم نے نہ اٹھایا۔ اس کا خیال غلط تھا اور اس کی تدبیر بھی کمزور تھی اس لئے کہ انصاف میں وہ تھا جو اس نے ظلم سے چاہا۔

فقیری اور بادشاہی:

شیخ سعدی فرماتے ہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ سلطنت سے بڑھ کر کوئی رتبہ ہی نہیں ہے کیونکہ درویش کے ملک سے (ظاہری سلطنت تو زوال پذیر ہے اور درویش کو جو تسلیم و رضا کی دولت حاصل ہوتی ہے وہ ناقابل زوال ہے) بڑھ کر کوئی چیز قابل اطمینان نہیں ہے۔ ہلکے بوجھ والے (حدیث شریف میں ہے کہ ہلکے پھلکے نجات پا گئے اور بوجھ والے ہلاک ہوئے) تیز جاتے ہیں یہی سچ ہے اور صاحب دل سچی بات سنتے ہیں۔ خالی ہاتھ والا ایک روٹی کی طلب کرتا ہے جبکہ بادشاہ ملک کی بقدر غم کھاتا ہے۔ فقیر کو جب شام کی روٹی مل جاتی ہے تو وہ ایسے آرام سے سوتا ہے جیسے کہ شام کا بادشاہ۔ غم اور خوشی دونوں گزر جاتے ہیں۔ مرنے پر یہ دونوں چیزیں سر سے نکل جاتی ہیں۔ خواہ (یعنی مرنے کے بعد امیر و غریب یکساں ہیں) وہ ہو جس کے سر پر لوگوں نے تاج رکھا ہے۔ خواہ وہ ہو جس کی گردن پر ٹیکس واجب ہے۔ اگر کوئی بڑا زحل پر ہے اگر کوئی مفلس قید خانہ میں ہے اس وقت جب کہ موت دونوں کے سر پر لٹک پڑے ان میں سے ایک کو دوسرے سے پہچانا نہیں جا سکتا۔

انسانی کھوپڑی کی گفتگو:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے دجلہ کے کنارے ایک کھوپڑی پڑی تھی ایک عابد کا وہاں سے گزر ہوا اس نے کھوپڑی کو دیکھا تو وہ یوں لگا کہ کبھی میں حکمرانی کا دبدبہ رکھتی تھی۔ سر پر بڑائی کی ٹوپی رکھتی تھی۔ آسمان نے میری مدد اور فتح کی موافقت کی۔ حکومت کی طاقت سے میں نے عراق پر قبضہ کر لیا۔ مجھے لالچ (مجھے کرمان کے فتح کرنے کا خیال تھا کہ موت آ گئی اور کیڑوں نے میرا سر کھا لیا) تھا کہ کرمان کو بھی ہڑپ کر لوں اچانک کیڑوں نے میرا سر کھا لیا ہوش کے کان سے غفلت کی روئی نکال تاکہ تیرے کان میں مردوں کی نصیحت آئے۔

برائی کا انجام برا ہے:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک پہلوان کنویں میں گر پڑا جس کے ڈر سے نڈر بھی مادہ تھا۔ پہلوان نے لوگوں کا برا سوچنے کے علاوہ کچھ نہ دیکھا تھا۔ جب وہ کنویں میں گرا تو اس نے اپنے سے زیادہ عاجز کسی کو نہ دیکھا۔ وہ تمام رات کنویں میں پڑا روتا رہا اور چلاتا رہا لیکن کسی نے اس کی چیخ و پکار پر کان نہ دھرے۔ ایک شخص کا گزر جب کنویں پر سے ہوا اور اس نے پہلوان کو کنویں میں گرا دیکھا تو اس نے اس کے سر پر پتھر مارا اور کہا تو بھی کبھی کسی کی فریاد کو پہنچا تھا کہ آج فریاد کو پہنچنے والے کا خواہشمند ہے تو نے تو (یہ اس سے مذاق میں کہا ورنہ وہ تو ظالم تھا) تمام نیک آدمی کے بیج کی شکایت کی تھی دیکھ لامحالہ تو نے کیا پھل پایا۔ تیری زخمی جان پر کون مرہم رکھے جبکہ تیرے لگائے ہوئے زخموں سے دل نالاں ہیں۔ تو ہمارے لئے راستے میں کنواں کھودتا تھا لامحالہ تو اوندھا کنویں میں گرا۔ دو آدمی خاص و عام کے لئے کنواں کھودتے ہیں ایک نیک طبیعت دوسرا بدنام۔ ایک اس لئے کہ پیاسے کا حلق تر کرے اور دوسرا اس لئے کہ لوگ سر کے بل اس میں گریں۔ اگر تو برا کرتا ہے تو نیکی کی توقع نہ رکھ۔ اس لئے کہ جھاؤ کبھی انگور کے پھل نہیں دیتا۔ جس شخص نے خزاں کے موسم میں جو بویا ہے تو کٹنے کے وقت وہ گیہوں حاصل نہیں کرے گا۔ تھور کے درخت کو تو اگر جان لگا کے پرورش کرے تو یہ نہ سمجھو کہ اس سے یہی کھائے گا۔ کنیر کی شاخ کھجور کا پھل نہ لائے گی۔ تو نے جو بویا ہے اسی کی توقع رکھ۔

ایک بزرگ کی حجاج کو نصیحت:

شیخ سعدی ایک نیک انسان کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے حجاج بن یوسف کی عزت نہ کی (حجاج بن یوسف ثقفی مشہور ظالم گورنر تھا) جس پر حجاج غضبناک ہوا۔ کچہری کے سپاہی کو گھور کر دیکھا کہ اس کے لئے چمڑا بچھائے اور اس پر ریتا (سر دربار اگر کسی کو قتل کیا جاتا تھا تو چمڑا بچھا کر اس پر ریتا پھیلا دیتے تھے۔ اس پر قتل کرتے تھے تاکہ خون ادھر نہ بہے) پھیلائے سعدی فرماتے ہیں کہ ظلم کے متلاشی کے پاس جب دلیل نہیں رہتی تو لڑائی کے لئے چہرہ میں غصہ بھرتا ہے۔

باخدا آدمی یہ سب دیکھ کر پہلے ہنسا اور پھر رویا۔ حجاج سنگدلی کے باوجود تعجب میں پڑ گیا۔ تو اس نے اس نیک مرد سے پوچھا کہ یہ ہنسنا اور پھر رونا کیسا؟ تو اس شخص نے کہا کہ زمانے کے ظلم سے روتا ہوں اس لئے کہ چار بے سہارا بچے رکھتا ہوں۔ خدائے پاک کی مہربانی سے ہنستا ہوں کہ مٹی میں مظلوم بن کر جا رہا ہوں۔ ظالم بن کر نہیں۔ کسی شخص نے حجاج سے کہا کہ اے مشہور بادشاہ نہ کہ اس بڈھے گنوار کے قتل سے ہاتھ اٹھا لے اس لئے کہ کچھ لوگ اسی کا سہارا رکھتے ہیں۔ سب کو یکبارگی مار ڈالنا (یعنی بچوں کا اس پر گزارہ ہے یہ مر جائے گا تو وہ سب مر جائیں گے) درست نہیں بڑائی اور درگزر اور بخشش کی عادت ڈال اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال کر۔ شاید تو اپنے ہی خاندان کا دشمن ہے (جو دوسرے خاندانوں پر ظلم کرتا ہے وہ دراصل اپنے خاندان کا دشمن ہے) کہ خاندانوں کے لئے بدی پسند کرتا ہے جبکہ دل تیرے داغوں سے زخمی ہیں۔ تو یہ نہ سمجھ کہ مرنے کے دن تیرے سامنے بھلائی آئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس بات کو گوارا نہ کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہو جائیں۔ (رواہ مسلم)

گی۔ جو مظلوم نہیں سویا اس کی آہ سے ڈر اس کی صبح کے وقت دھوئیں سے ڈر تو نہیں ڈرتا کہ کوئی پاک باطن کسی رات میں سوز جگہ سے یارب کہے۔ غصہ میں اس نے حجاج پر ایسے ہاتھ پھینکے کہ حجاج کے دلیل کے ہاتھ باندھ دیئے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کہ شیطان نے برائی کی اور نیکی نہ دیکھی ناپاک بیج سے پاک پھل پیدا نہیں ہوسکتا۔ لڑتے وقت کسی کا پردہ چاک نہ کر اس لئے کہ تیرے بھی کچھ عیب پردے میں ہوں گے۔ شیر مردوں کو تحت نہ للکار جبکہ تو مکہ بازی میں بچوں سے بھی نہیں جیت سکتا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک نہ سنی اور اس کا خون بہادیا۔ اللہ کے حکم (یعنی اللہ کو یہی منظور تھا سو ہوا) سے بھاگنا کون جانتا ہے۔ وہ بزرگ اس رات اسی فکر میں سویا خواب میں اسی درویش کو دیکھا اور یہ کہتے سنا کہ حجاج مجھے تھوڑی دیر سے زیادہ سزا نہ دے سکا مگر اس پر قیامت تک کے لئے عذاب مسلط ہوگیا۔

باپ کی بیٹے کو نصیحت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص لڑکے کو نصیحت کر رہا تھا کہ اے لڑکے! چھوٹوں پر ظلم نہ کر اس لئے کہ ایک روز کوئی بڑا تجھ سے بھی بھڑے گا۔ دیکھ اے کم عقل لڑکے تو نہیں ڈرتا کہ کسی روز چیتا تجھے پھاڑ ڈالے بچپن میں مجھے بھی پنجہ کا زور تھا۔ مجھ سے کمزوروں کا دل رنجیدہ تھا میں نے طاقتوروں کا ایک گھونسہ کھایا پھر کبھی کمزوروں پر زور نہیں کیا۔

بادشاہ کو ظلم سے توبہ کرانے والا بزرگ:

شیخ سعدی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کا قصہ بتاتے ہیں کہ اس بادشاہ کو نہرو (نہرو ایک قسم کا پھوڑا ہے جس کی جڑیں دھاگہ کی طرح بدن میں پھیل جاتی ہیں) کی بیماری نے تنکے کی طرح کر دیا۔ بدن کی کمزوری نے اس کو اس حد تک عاجز کر دیا کہ وہ کمتر لوگوں پر بھی حسد کرنے لگا۔ جیسا کہ شاہ (شطرنج) اگرچہ بساط پر نام آور ہے مگر جب کمزور پڑ جائے تو پیادہ سے بھی کم ہے۔ ایک ہم نشین نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ حضور کی عمر دراز ہو اس شہر میں ایک ایسا مبارک قدم انسان ہے کہ پرہیزگاروں میں بھی اس جیسے کم ہیں۔ لوگ اس کے سامنے (اس کی دعا سے فوراً مدعا حاصل ہوتا ہے) اپنی مشکلات نہیں لے گئے کہ دم بھر میں مدعا حاصل نہ ہوگیا ہو۔ اس بزرگ کو دعا کے واسطے یہاں بلا لیجئے تاکہ آسمان سے زمین پر رحمت پہنچ جائے۔ بادشاہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اور اس مبارک قدم بزرگ کو بلا لیا اور اس سے کہا کہ اے ہوشمند میرے بارے میں دعا فرما دیجئے کہ میں سوئی کی طرح دھاگوں والی بیماری سے بندھا ہوا ہوں۔ جھکی کمر بڈھے نے یہ بات سنی اور سخت غصہ میں اس طرح بادشاہ سے مخاطب ہوا کہ خدا انصاف کرنے والے پر مہربان ہے بخشش کر اور خدا کی بخشش دیکھ میری دعا تیرے لئے کب مفید ہوگی جبکہ مظلوم قیدی تو کنویں (سخت قسم کے مجرموں کی کنویں میں بند کر دیا جاتا تھا) اور قید میں ہیں۔ جب تو نے مخلوق پر بخشش نہیں کی تو دولت سے راحت کہاں دیکھ سکے گا۔ تجھے خطا (انسان کو پہلے تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے پھر ہی کسی بزرگ کی دعا مفید ہوسکتی ہے) کا عذر کرنا چاہیے۔ پھر کسی نیک بزرگ سے دعا کرانی چاہئے۔ اس کی دعا تیری دستگیری کب کرسکتی ہے جبکہ مظلوموں کی بددعا تیرے درپے ہے۔ عجم کے بادشاہ نے یہ بات سنی تو پہلے تو غصہ اور شرمندگی سے بگڑ گیا پھر اپنے دل میں سوچا کہ میں رنجیدہ کیوں ہوتا ہوں درویش نے جو کچھ کہا ہے صحیح ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جو بھی قید میں ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد بزرگ نے دو رکعت نماز ادا کی عاجزی کا ہاتھ خدا کی طرف اٹھایا۔ اے آسمان کے بلند کرنے والے (یعنی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ وہ گناہوں کی وجہ سے مرض کی قید میں تھا اب اس کو اچھا کر دے) اس کو تو نے جنگ میں گرفتار فرمایا صلح پر اس کو چھوڑ دے۔ وحی کے ہاتھ ابھی دعا کے لئے اٹھے تھے کہ پڑا ہوا بیمار اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ تو یہ کہے گا (یعنی اس کو مرض سے نجات پا کر ایسی خوشی ہوئی کہ رقص طاؤسی کرنے لگا) کہ مور کی طرح خوشی سے اڑ جائے گا۔ اس نے حکم دے دیا کہ اس کے موتیوں کے خزانے کو لوگوں نے بزرگ کے پیروں اور سر پر نچھاور کر دیا۔ باطل کی خاطر حق کو چھپانا نہ چاہیے۔ اس تمام خزانے سے اس نے دامن جھٹک دیا اور کہا نہرو کی جڑ کی طرف دوبارہ نہ جانا (دوبارہ ظلم و ستم نہ کرنا ورنہ پھر مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔) ایسا نہ ہو کہ دوبارہ نہرو سر ابھار لے۔ جب ایک بار تو گر چکا ہے تو اب اپنے پیروں کو سنبھال کہ دوبارہ جگہ سے نہ پھسلے۔

سعدی سے سن لے اور یہ سچی بات ہے کہ کوئی گر کر (یعنی ضروری نہیں کہ توبہ کرنے سے ہر بار معافی ہو جائے) ہر مرتبہ نہیں اٹھا کرتا۔

بادشاہ کی حسرت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ مصر میں ایک بڑا سردار جب انتقال کر گیا تو اس کے دل کو روشن کر دینے والے چہرے سے اس کا حسن جاتا رہا۔ عقل مندوں نے اس کے مرنے پر ہاتھ کو کاٹا اس لئے کہ طلب میں موت سے بچاؤ کی کوئی دوا نہیں۔ تمام تخت اور ملک زوال کو قبول کرتے ہیں صرف اللہ ہی ہے جس کی حاکمیت اور ملک ہمیشہ رہنے والا ہے۔ جب اس کی زندگی کا دن رات کے قریب ہوا (یعنی اس کی موت کا وقت آ گیا) تو لوگوں نے سنا کہ وہ آہستہ سے کہتا تھا کہ میری طرح کا عزیز (مصر کے بادشاہ کو عزیز کہا جاتا تھا) مصر میں کوئی نہ تھا مگر میں نے دنیا جمع کی اس کا پھل نہ کھایا اور عاجزوں کی طرح اس دنیا سے جا رہا ہوں۔ بہتر رائے والا وہی ہے جس نے دیا اور کھایا۔ دنیا اپنے لئے جمع کی (یعنی نیکیاں کر کے دنیا سے اپنا ذخیرہ آخرت میں جمع کیا)

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اس میں کوشش کر جب تک وہ تیرے پاس ہے جو تجھ سے رہ جائے گا وہ (یعنی اس پر مرتے وقت افسوس ہوگا اور خدائی مواخذہ کا خوف ہوگا) افسوس ہے اور خوف جان گھلانے والے بستر پر آقا ایک ہاتھ سمیٹتا ہے۔ ایک (نزع کے وقت انسان عموماً ایک ہاتھ سکوڑتا ہے اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمانو! قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص مجھ سے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (رواہ ابن النجار)

دراز کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سکوڑ کر ظلم وحرص سے ہاتھ کھینچے اور دراز کر کے بخشش کی طرف ہاتھ بڑھانے کا اشارہ کرتا ہے) پھیلاتا ہے اس وقت تجھے ہاتھ کے ذریعے دکھا رہا ہے۔اس لئے کہ خوف نے اس کی زبان باندھ دی ہے۔اس کا ایک ہاتھ تو دینے اور بخشش میں پھیلا اور دوسرا ہاتھ ظلم اور حرص سے کوتاہ ہوا۔اب کہ تیرا ہاتھ ہے کوئی کانٹا (کسی کی مدد کر کے اس کی تکلیف دور کر) نکال۔پھر کفن سے کب ہاتھ نکال سکے گا۔کافی وقت ایسا ہوگا کہ چاند ستارے سورج چمکیں گے مگر تو قبر کے سرہانے سے سر نہ اٹھائے گا۔

زمانہ کی تیزی:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جب اپر سلان (ایپ ارسلان پیٹ بھرا شیر یہ قزل ارسلان کے باپ کا بھی نام ہے) کا انتقال ہوا تو اس کے لڑکے کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا اور پچھلے بادشاہ کو تخت وتاج سے ہٹا کر قبر کے سپرد کر دیا گیا۔نہ بیٹھنے کی جگہ (یعنی ایسی تنگ قبر جس میں نہ بیٹھنے کی گنجائش تھی نہ چلنے پھرنے کی) نہ ٹہلنے کی۔بادشاہ کے انتقال کے دوسرے روز نیا بادشاہ گھڑسواری کر رہا تھا کہ ایک شخص کی نظر اس پر پڑی تو اس نے کہا کہ کیا اوندھا ملک اور زمانہ ہے۔کل بادشاہ مرا اور آج بیٹے کا پیر رکاب میں ہے۔ زمانہ کی گردش ایسی ہے۔تیز رفتار بدعہد اور ناپائیدار جب بوڑھا اپنا زمانہ ختم کرتا ہے جوان دولت والا گہوارے سے سر اٹھاتا ہے۔دنیا سے دل نہ لگا یہ بیگانہ ہے۔گوجے کی طرح کہ ہر روز ایک گھر میں ہے ایسے دلبر کے ساتھ زندگی گزارنا مناسب نہیں جس کا شوہر ہر صبح نیا ہو۔اس سال نیکی کر جب گانوں کا قبضہ میں ہے کیونکہ دوسرے سال گانوں کا مالک دوسرا ہوگا۔

ظالم بادشاہ کو ایک دیہاتی کی نصیحت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ غور (ایک علاقہ کا نام ہے یا ایک شہر کا غوری خاندان جو ہندوستان کا حکمران رہا ہے اسی طرف منسوب ہے) کے علاقہ میں ایک ظالم بادشاہ کی حکومت تھی۔بادشاہ کا ظلم اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ گانوں والوں کے گدھے زبردستی پکڑ لیتا تھا اور ان پر بھاری بوجھ لادتا اور ان کو چارہ بھی نہ دیتا تھا۔دو ایک روز میں بے کھائے پیئے یہ گدھے مر جاتے تھے۔جب زمانہ کسی کمینے کو بڑا بنا دیتا ہے تو وہ فقیر کے دل پر بار ڈالتا ہے۔جب کسی خود پرست کی حویلی اونچی ہوتی ہے تو وہ پیشاب اور کوڑا نچلی چھت پر ڈالتا ہے۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک بار یہ بادشاہ شکار کے ارادے سے باہر نکلا ایک شکار کے پیچھے دوڑتے ہوئے اپنے لشکر سے دور ہو گیا۔اندھیرا پھیلنے اور اکیلا ہونے کی وجہ سے راستہ بھٹک گیا۔ناکام ہو کر رات میں ایک گاؤں میں ڈیرا ڈال دیا۔بادشاہ نے دیکھا کہ ایک کردی ہڈی ہاتھ میں لئے ایک طاقتور بوجھ لے جانے والے گدھے کو ہڈی سے اس برے طریقے سے مار رہا تھا گویا اس کی ہڈیاں توڑ دے۔بادشاہ یہ دیکھ کر بگڑ گیا اور بولا اے جوان! اس بے زبان پر تیرا ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔کمزور پر زور آزمائی نہ کر اگر تجھ میں طاقت ہے تو خودنمائی نہ کر اس شخص نے بادشاہ کی یہ بات سن کر غصہ سے جواب دیا کہ میں نے یہ کام خواہ مخواہ نہیں کیا۔جب تو اس بارے میں نہیں جانتا ہے تو اپنے کام سے کام رکھ۔بہت سے آدمی (تجھے بظاہر ان کا کام غلط معلوم ہوگا لیکن غور سے دیکھے گا تو اس کام میں مصلحت نظر آئے گی) جو تیرے نزدیک معذور نہیں ہیں۔اگر غور سے دیکھے گا تو مصلحت سے خالی نہیں ہیں۔اس کی گفتگو بادشاہ پر گراں گزری بادشاہ نے پوچھا کہ تو اس ظلم میں کیا خوبی دیکھتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ تو عقل سے بیگانہ ہے۔وہ ہنسا کہ اے بے عقل ترک چپ رہ شاید خضر کا حال تیرے کان میں نہیں پڑا۔خضر کو تو کوئی نہ دیوانہ کہتا ہے نہ مست۔اس نے غریبوں کی کشتی کیوں توڑی تھی۔اس مصلحت سے میں گدھے کو لنگڑا بنا رہا ہوں بادشاہ نے کہا کہ اے ظالم انسان! تجھے کیا معلوم کہ خضر نے ایسا کیوں کیا تھا۔اس سمندر میں ایک ظالم انسان تھا جس کی وجہ سے جزیروں کے باشندے اس سے نالاں تھے۔ایک دنیا اس کے ہاتھ دریا کی طرح متلاطم تھی تو خضر نے اس کشتی کو اس مصلحت سے توڑا کہ کہیں وہ کشتی ظالم سردار نہ پکڑ لے۔سالم سامان دشمن کے ہاتھ جانے سے بہتر ہے کہ وہ شکستہ ہو۔ روشن باطن گاؤں والا یہ سن کر ہنسا اور بولا کہ پھر تو حق میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اپنے گدھے کا پیر کسی نادانی کی وجہ سے نہیں توڑ رہا ہوں بلکہ مجھے اپنے ظالم بادشاہ کا خوف ہے اس جگہ لنگڑا رنجیدہ گدھا اس سے بہتر ہے کہ بادشاہ کے پاس بوجھ اٹھانے والا ہو۔تو اسے کچھ نہیں کہتا جس نے کشتی پکڑی کہ اس نے قیامت تک کے لئے کیسی بدنامی حاصل کر لی۔ایسے ملک اور حکومت پر تھو ہے جو اس نے چلائی کہ اس پر برائی قیامت تک کے لئے رہی۔ظالم نے (ظالم سے کیونکہ ظلم کا بدلہ لیا جائے گا لہٰذا اس کا ظلم خود اپنے اوپر ہے) اپنے اوپر ظلم کیا نہ کہ غریب ماتحتوں پر۔اس لئے کہ کل لذت اور ذلت کی اس محفل (یعنی میدان حشر) میں وہ چنگل سے اس کا گریبان پکڑے گا۔گناہوں کا بوجھ اس کی گردن پر (مظلوم کے گناہ ظالم پر لادے جائیں گے) دھرے گا۔ کہ وہ اپنے کئے کی ذلت سے سر نہ اٹھائے گا۔ میں مانتا ہوں کہ آج گدھا اس کا بوجھ اٹھاتا ہے اس دن (قیامت کے روز) گدھے کا بوجھ وہ کیسے اٹھائے گا۔اگر تو انصاف سے پوچھے تو بدنصیب وہ شخص ہے جس کے آرام سے دوسرے کو تکلیف ہے۔یہی کچھ دن اس کی راحت کے ہوتے ہیں جس کی خوشی لوگوں کے رنج میں ہے۔اگر وہ مردہ دل سو کر نہ اٹھے (سونے کے بعد زندہ نہ اٹھے) تو بہتر ہے جس وجہ سے لوگ آزردہ دل ہو کر سوئیں۔بادشاہ نے یہ سب کچھ سنا مگر کچھ نہیں بولا اپنے گھوڑے کو باندھا اور زین کے نمدے پر سر رکھ کر لیٹ گیا۔ساری رات پریشانی اور سوچ میں بادشاہ کو نیند نہ آئی جب مرغ سحر کی آواز اس کے کان میں آئی رات کی ساری پریشانی کو بھول گیا۔سوار تمام رات بادشاہ کو ڈھونڈتے رہے تھے۔صبح کو انہوں نے گھوڑے کی پیٹھ پہچانی جب اس میدان میں انہوں نے گھوڑے اور بادشاہ کو دیکھا تو اس طرف دوڑ پڑے انہوں نے تعظیم میں سر زمین پر رکھ دیئے لشکر کی پٹار سے زمین سمندر بن گئی۔ بڑے لوگ بیٹھے اور انہوں نے دسترخوان طلب کیا۔کھایا پیا اور محفل آراستہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن لوگوں کے اخلاق برے ہوں وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔ (الترمذی وابن ماجہ)

کی جب بادشاہ کی طبیعت میں مستی کا جوش آیا تو اسے گذشتہ رات کا گانوں والا یاد آیا۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اسے پکڑ کر لے آئیں۔ سپاہی اسے پکڑ کر اور ہاتھ پاؤں باندھ کر بادشاہ کے تخت تک لے آئے۔ جب جلاد نے تیز تلوار سونتی تو وہ سمجھ گیا کہ اب اس کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ یہ سوچ کر اس کے جو دل میں آیا اس نے کہہ دیا۔ جیسے جب چاقو سر پر رکھا جاتا ہے قلم کی نوک تیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کے سر پر تلوار دھری جاتی ہے اور وہ زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے تو اس کے جو دل میں آتی ہے کہہ جاتا ہے۔ وہ بھی غصہ سے گویا ہوا جس رات قبر میں سونا مقدر ہے گانوں میں وہ رات بسر نہیں ہو سکتی۔ تیری بے رحمی سے تمام عالم میں تیرے ظلم کا شہرہ ہے صرف میں ہی تیرے ظلم کے ہاتھ سے نالاں نہیں ہوں بلکہ تمام مخلوق تجھ سے پریشان ہے۔ ان تمام مخلوق میں سے ایک مجھے بھی مرا ہوا سمجھ۔ مجھے حیرت ہے کہ صرف میرا کہنا ہی تجھے گراں گزرا ہے اگر مار سکتا ہے تو سب کو مار ڈال۔ اگر میری بد گوئی تجھے گراں گزری ہے تو انصاف سے کام لے کر بد گوئی کی جڑ کو ختم کر دے۔ تیری تدبیر کا مقصد ظلم کو ختم کرنا ہونا چاہیے نہ کہ ایک بیچارے بے گناہ کو قتل کرنا۔ جب تو نے ظلم کیا ہے تو توقع نہ رکھ کہ تیرا نام جہاں میں نیکی سے پھیلے۔ میں نہیں سمجھتا تیری آنکھیں کیسے سوتی ہیں۔ جب تیرے ہاتھ کے ستائے ہوئے نہیں سوتے۔ سمجھ لے اس طرح بادشاہ قابل تعریف کب سو سکتا ہے کہ لوگ صرف دربار میں ہی اس کی تعریف کریں اور پیٹھ پیچھے ملامت کریں۔ یہ سن کر بادشاہ غفلت کی سرمستی سے ہوش میں آیا۔ جس گاؤں میں اس کے نصیبہ نے (یعنی اس کو نصیحت حاصل ہوئی) بہتر دکھائی تو اس نے اس گاؤں کی سرداری اس گاؤں والے کو دے دی۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ تو عقل و اخلاق عالموں (انسان عالموں سے تو سیکھتا ہے لیکن اس قدر نہیں جس قدر عیب جو جاہل سے اپنے حالات دشمن سے سنو اس لئے کہ دوست تو جو کچھ تم سے ہوتا ہے اس کی آنکھ کو بھاتا ہے تعریف کرنے والے دوست نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ جو تمہاری برائی کی طرف تمہاری نشاندہی کریں خوش مزاج، میٹھی طبیعت والے دوست سے بہتر بدمزاج شخص بہتر سرزنش کرتا ہے تجھے اس سے بہتر کوئی نصیحت نہ کرے گا اور اگر تو سمجھدار ہے تو تجھے ایک اشارہ کافی ہے۔

خیر خواہ وہ ہے جو عیب بتا دے:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ جب مامون (مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا) کا دور آیا۔ مامون نے ایک چاند جیسے جسم والی لونڈی خریدی۔ جو حسن اور انداز میں یکتا تھی۔ چہرہ کے اعتبار سے آفتاب جسم کے لحاظ سے پھولوں کی شاخ کی طرح۔ عقل میں ایسی کہ عقل مندوں کو مات کر دے۔

عاشقوں کے خون میں انگلیاں (اس کے پوروں پر مہندی نہ تھی بلکہ عاشقوں کا خون تھا) ڈبوئے ہوئے۔ انگلیوں کے سروں فاصلہ ختم کو عنابی بنائے ہوئے اس کی عابد فریب ابرو پر نیل (سنگھار میں ابروؤں پر نیل کا خط کھینچا جاتا تھا) ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ آسمان پر دھنک کمان، خلوت کی رات میں اس حور کی نسل کی گڑیا نے شاید اپنے آپ کو مامون کے سپرد نہ کیا۔ تو وہ غصہ میں بھڑک اٹھا۔ چاہتا تھا کہ اس کے سر کو جوزا (جوزا آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج ہے۔ جس کی شکل دو جڑواں انسانوں کی طرح بنائی جاتی ہے) کی طرح دو ٹکڑے کر دے۔ وہ بولی یہ سر موجود ہے تو چاہے تو اسے تیز تلوار سے اتار پھینک مگر میرے ساتھ سونا اور نشست برخاست کی کوشش نہ کر۔ مامون نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ میری کون سی عادت تجھے ناپسند آئی ہے۔ یا کسی نے تجھے کوئی تکلیف پہنچائی ہے جو تو انکار کرتی ہے۔ تو وہ بولی اگر میری بات سن کر تو مجھے مار بھی ڈالے اور میرا سر پھاڑ ڈالے مگر بات یہ ہے کہ مجھے تیرے منہ کی بدبو سے سخت تکلیف ہے۔ جنگ کا تیر اور ستم کی تلوار یکبارگی مارتی ہے مگر منہ کی بدبو پے در پے ختم کرتی ہے۔ نیک بخت بادشاہ نے یہ بات سنی تو پریشان ہو گیا اور اپنے اوپر سخت پیچ و تاب کھانے لگا وقتی طور پر اس کا دل رنجیدہ ہوا دوا اور خوشبو (گندہ ذہنی کا خوشبو سے علاج کیا اور غنچہ کی طرح معطر ہو گیا) لگائی تو غنچہ ہو گیا۔ اس نے پری چہرہ کو ہم نشین اور دوست بنا لیا کہ اس نے میرا عیب بتا دیا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تیرا خیر خواہ وہ ہے جو بتا دے کہ تیرے راستے میں فلاں کانٹا ہے۔ غلط راستے پر چلنا اور یہ کہنا کہ تو ٹھیک جا رہا ہے۔ پورا ستم اور بہت بڑا ظلم ہے۔ جب تک تیرے عیب تیرے سامنے نہ بتائے جائیں تو نادانی سے اپنے عیب کو بھی ہنر سمجھے گا۔ یہ مت کہہ شہد (شیریں ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اس شخص سے جو سقمونیا (یعنی جو شخص صفراوی امراض میں مبتلا ہے اس کو دوا سقمونیا استعمال کرنی چاہئے اس کے سامنے میٹھے کے فضائل بیان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں) کے لائق ہے۔

ایک روز ایک دارو فروش نے کیا اچھی بات کہی کہ اگر تجھے شفا چاہیے تو کڑوی دوا پی جو معرفت کی چھلنی میں چھنی ہوئی ہو اور عبادت کے شہد میں ملی ہوئی ہو۔

ایک درویش کی حق گوئی:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص بادشاہ کسی نیک مرد فقیر سے کسی بات پر برہم ہو گیا۔ اور اسے قید خانہ میں ڈلوا دیا۔ نیک مرد کے دوستوں نے اس سے چپکے سے کہا کہ تجھے یہ بات نہ کہنی چاہئے تھی تو نیک مرد نے جواب دیا کہ سچی بات کرنا عبادت ہے۔ میں قید خانہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ قید تھوڑی دیر کے لئے ہے۔ اسی وقت جبکہ یہ بات چپکے سے ہوئی مگر بادشاہ کو اس بات کا علم ہو گیا یہ سن کر ہنسا کہ یہ اس کا بیہودہ خیال (یعنی وہ سمجھ رہا ہے کہ میں اس کو چند دن کے لئے قید کر رہا ہوں میں تو اس کو حبس دوام کی سزا دی ہے) ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ جیل خانہ میں مرے گا۔ ایک غلام یہ پیغام درویش تک لے گیا۔ وہ بولا اے غلام بادشاہ سے کہہ دے کہ دنیا تھوڑی سی دیر سے زیادہ (یعنی میں یہ نہیں سمجھتا بلکہ میرے نزدیک تو دنیا ہی چند روزہ ہے اور درویشوں کے یہاں دنیا کا رنج و خوشی کوئی حقیقت نہیں رکھتا) نہیں ہے اگر تو دستگیری کرے تو میں خوش نہیں ہوں اگر تو سر قلم کرے تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی بدبختی اس میں ہے کہ وہ بد اخلاق ہو۔ (ذکرہ الخرائطی وابن عساکر)

میرے دل میں غم نہ آئے گا۔ تیرے پاس اگر لشکر، حکم اور خزانہ ہے میرے پاس اگر بال بچے محرومی اور غم ہے جب ہم موت کے دروازے میں داخل ہوں گے ایک ہفتہ میں برابر (چند دن میں دونوں کا جسم یکساں طور پر گل سڑ کر برابر ہو جائے گا) ہو جائیں گے۔ اس چند روزہ دولت سے دل نہیں لگا۔ اپنا جسم آگ سے نہ جلا۔ تجھ سے پہلے لوگوں نے تجھ سے زیادہ جمع نہیں کیا بلکہ انہوں نے ظلم کر کے جہاں کو جلایا۔ اس طرح سے زندگی گزار کہ لوگ تیرا ذکر بھلائی سے کریں۔ جب تو مرے تو قبر پر لعنت نہ کریں۔ بری رسموں کا قانون نہیں بنانا چاہیے کہ لوگ ایسا قانون بنانے والے پر خدا کی پھٹکار بھیجیں۔ زبردست طاقت والے کا انجام بھی قبر ہے کہ قبر کی مٹی اسے زیر کرے گی۔

ظالم نے از روی جفا (روی از جفا کو از روئی جفا پڑھ کر ترجمہ کیا ہے اگر دل تنگ روی پڑھا جائے تو اس کے معنی ہونگے وہ شخص جس کے چہرہ پر دل تنگی رونما ہو) حکم دیا کہ اس کی زبان گدی سے کھینچ لیں۔ درویش نے کہا تو نے جو حکم میرے بارے میں دیا اس سے مجھے کوئی خوف نہیں مجھے اپنے بے زبان ہو جانے کا بھی غم نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ بدون کیسے بھی جان (کیونکہ اللہ دلوں کی بات بھی جانتا ہے) جاتا ہے۔ مجھے بے نوائی برداشت کرنی پڑے خواہ ظلم اگر انجام بخیر ہو جائے تو کیا غم ہے۔ تیرا ماتم کا وقت (یعنی مرنے کا وقت جو در اصل ماتم کا وقت ہے وہ در اصل شادی کا وقت ہے) بھی شادی ہے۔ اگر تجھے بہتر خاتمہ میسر آ جائے۔

بوسیدہ ہڈیوں کی نصیحت:

ایک پہلوان کے مقدر میں روزی نہ تھی۔ اس کے شب و روز بڑی مشکل میں بسر ہوتے تھے۔ اپنا پیٹ پالنے کے لئے مٹی ڈھونے کا کام کرتا تھا۔ اس لئے کہ پہلوانی کے ذریعے روزی کمانا ناممکن ہے۔ زمانہ کی پریشانی سے ہمیشہ اس کا دل مشقت میں تھا اور جسم رنجیدہ رہتا تھا۔ کبھی اس کی جنگ بے باکی سے قتل کرنے والے زمانہ سے ہوتی اور کبھی نصیب کی وجہ سے اس کا منہ بنا ہوا ہوتا۔ کبھی لوگوں کے شیریں عیش کو دیکھنے سے اس کے گلے سے پانی کڑوا (لوگوں کے عیش و عشرت کو دیکھ کر اسے پانی بھی کڑوا لگتا تھا) اترتا۔ کبھی اپنے بگڑے کاموں سے روتا کہ کسی نے اس سے زیادہ سخت زندگی بسر کرنے والا دیکھا ہے؟ لوگ شہد مرغ اور حلوان کھاتے ہیں پر میری روٹی ساگ کا منہ بھی نہیں دیکھتی اگر تو انصاف سے پوچھے تو یہ بات اچھی نہیں ہے کہ میں تو ننگا ہوں اور بلی کے لئے پوستین (وہ ننگا تھا اور بلی کے بدن پر بال ہوتے ہیں) ہے۔ ہائے اگر آسمان کوئی ایسا راستہ بنا دیتا کہ کوئی خزانہ میرے ہاتھ میں ڈال دیتا۔ شاید کچھ دن میں دل کی حسرت نکال دیتا۔ اپنے پر سے محنت کی گرد جھاڑ دیتا۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک روز وہ زمین کھود رہا تھا کہ اس میں سے ٹھوڑی کی بوسیدہ ہڈیاں ملیں۔ اس کا ہار (اس ٹھوڑی پر دانت جھڑ گئے تھے) مٹی میں ٹوٹا ہوا تھا اور دانتوں کے موتی گرے ہوئے تھے۔ اس کی بے زبان منہ ٹھوڑی نصیحت اور راز کی بات کہہ رہی تھی کہ اے خواجہ محرومی سے موافقت کر مٹی کے نیچے منہ کا یہی حال ہوتا ہے چاہے وہ شکر کھائے ہوا ہو یا خون دل پلٹے ہوئے۔ زمانہ کی گردش کا غم نہ کر اس لئے کہ بسا اوقات زمانہ بے جا بھی گردش کرتا ہے۔ اسی وقت جب اس کے دل میں یہ خیال آیا غم نے اس کی طبیعت سے اپنا سامان ایک طرف رکھ دیا کہ اے بے راہ اور بے تدبیر اور بے ہوش نفس غم کا بوجھ برداشت کر اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال خواہ انسان سر پر بوجھ اٹھائے یا آسمان (مرتے وقت متکبر اور مزدور یکساں ہے) کی بلندی پر لیا جائے جس وقت موت کی وجہ سے اس کا حال دگرگوں ہوگا۔ دونوں چیزیں اس کی سر سے نکل جائیں گی غم اور خوشی ہمیشہ باقی نہیں رہتی مگر عمل کا بدلہ اور نیک نام باقی رہتا ہے۔ بخشش باقی رہتی ہے نہ تاج و تخت۔ حکومت اور مرتبے اور لشکر پر بھروسہ نہ کر اس لئے کہ یہ چیزیں تو تجھ سے پہلے بھی تھیں اور تیرے بعد بھی رہیں گی۔ سونا نچھاور کر دے جب تجھے دنیا چھوڑ کر جانا ہے اس لئے کہ سعدی موتی نچھاور کرتا (یعنی اپنا کلام جو موتیوں کی طرح ہے) اگر وہ سونا نہیں رکھتا۔

اصول حکمرانی:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ جب تک تدبیر سے کام نکلے دشمن سے نرمی برتنا لڑائی سے بہتر ہے جب دشمن کو طاقت سے شکست نہ دی جا سکے تو انعام کے ذریعے فتنہ کا دروازہ بند کرنا چاہئے۔ اگر تجھے دشمن سے نقصان کا اندیشہ ہو تو احسان کے تعویذ سے اس کی زبان بندی کر دے دشمن کے لئے گھوکھر کے بجائے سونا بچھا دے۔ اس لئے کہ احسان تیز دانتوں کو کند کر دیتا ہے۔ تدبیر اور خوشامد کے ذریعہ دنیا سے فائدہ اٹھا۔ جب کوئی ہاتھ نہ کاٹا جا سکے تو اسے بوسہ دے۔ تدبیر سے وہ رستم بھی قید میں آ جاتا ہے کہ جس کی کمند سے اسفندیار (اسفندیار ابن گشتاسپ کو مشہور پہلوان رستم نے ہلاک کر دیا تھا) نہ بچ سکا۔ موقع سے دشمن کی کھال کھینچ لینی چاہئے۔ پھر اس سے دوست کی طرح رعایت (یعنی دشمن پر فتح پانے کے بعد اس پر کرم کرنا چاہئے) پر پت کم درجہ کے آدمی سے لڑنے سے بچ اس لئے کہ بسا اوقات میں نے قطرہ سے سیلاب بنتا دیکھا ہے۔ جب تک ہو سکے پیشانی پر گرہ نہ ڈال اس لئے کہ دشمن اگر چہ کمزور ہو اس کا دوست ہونا بہتر ہے۔ اس کا دشمن تازہ دم اور دوست زخمی ہوگا جس کے دشمن دوستوں سے زیادہ ہوں۔ اپنے سے زیادہ تعداد کے لشکر پر حملہ نہ کر اس لئے کہ انگلی نشانہ پر نہیں ماری جا سکتی۔ اگر تو لڑائی میں اس سے زیادہ قوی ہے تو کمزور پر زور کرنا بہادری نہیں ہے۔ اگر تو ہاتھی کے زور والا اور شیر کے پنجہ والا ہے تب بھی میرے نزدیک جنگ سے صلح بہتر ہے۔ اگر تمام تدبیروں سے ہاتھ عاجز آ جائے تو تلوار پر ہاتھ لے جانا درست ہے۔ اگر دشمن صلح چاہتا ہے تو سر نہ موڑ اور اگر وہ لڑائی چاہے تو باگ نہ موڑ۔ اس لئے کہ اگر وہ لڑائی کا دروازہ نہ بند کرے گا تو تیرا مرتبہ اور ہیبت ایک ہزار گنا ہو جائے گا۔ اگر وہ لڑائی کا پیر رکاب میں لائے تو اللہ میدان حشر میں تجھ سے حساب نہ لیں گے۔ جب فتنہ سر اٹھائے تو جنگ کے

لئے تیار رہ اس لئے کہ کینہ پرور پر مہربانی کرنا غلطی ہے جب تو مہربانی اور خوشی سے کسی سے گفتگو کرے گا تو اس کا غرور اور تکبر اور زیادہ ہو جائے گا۔ جب دشمن عاجزی کے ساتھ تیرے دروازے پر آئے تو دل سے کینہ اور سر سے غصہ نکال دے جب وہ امان چاہے کرم اختیار کر مگر اس کے مکر سے ڈرتا رہ۔ بوڑھوں کی تدبیر سے انحراف نہ کر اس لئے کہ پرانا آدمی تجربہ کار ہوتا ہے۔ جوان تلوار سے اور بوڑھے عقل سے کانسی کی دیوار اٹھا کر ڈال دیتے ہیں۔ لڑائی کے دوران میں بچاؤ کی جگہ (یعنی گھسنے سے پہلے نکلنے کی فکر کر) سوچ رکھ تجھے کیا معلوم کہ فتح کس کے حصہ میں آئے۔ جب تو دیکھے کہ لشکر ایک دوسرے سے جدا ہو گیا تو اپنی پیاری جان کو تنہا برباد نہ کرا گر تو کنارے پر ہے تو چل دینے کی کوشش کر اگر درمیان میں ہے تو دشمن کا لباس (تا کہ دشمن تجھے اپنا آدمی سمجھے) پہن لے۔ اگر تو ایک ہزار اور دشمن دو سو ہے جب رات ہو جائے تو دشمن کے ملک میں نہ ٹھہر اندھیری رات میں پچاس سوار کمین گاہ سے نکل کر پانچ سو سواروں کی طرح دبدبہ سے زمین ہلا دیتے ہیں اگر تو رات میں راستے طے کرنا چاہتا ہے تو پہلے کمین گاہوں سے بچاؤ کر لے۔ دونوں لشکروں کے درمیان جب لشکر ایک روزہ مسافت طے کرے تو اس کا طاقتور پنجہ ختم ہو جاتا ہے۔ تب آرام اٹھائے ہوئے تھکے ہوئے لشکر پر حملہ کر دے اس لئے کہ اس نادان نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ جب تو دشمن کو شکست دے دے پھر بھی جھنڈا نہ گرا تا کہ اس کے زخم دوبارہ نہ بھر جائیں۔ بھاگے ہوئے کے پیچھے زیادہ دور تک نہ دوڑ ایسا نہ ہو کہ تو اپنے لشکر سے دور ہو جائے۔ لڑائی کی گرد کی وجہ سے تو ہوا کو ابر کی طرح دیکھے گا تو وہ تجھے نیزے اور تلوار سے گھیر لیں گے۔ لشکر مال غنیمت کے پیچھے نہ پڑے کہ بادشاہ کی پشت (بادشاہ بے یار و مددگار رہ جائے) خالی رہ جائے۔ لشکر کے لئے بادشاہ کی حفاظت لڑائی کے میدان میں جنگ کرنے سے بہتر ہے۔ کوئی بہادر جب ایک مرتبہ بہادری دکھائے تو اس کی بہادری کی بقدر اس کا مرتبہ بڑھا دینا چاہئے۔ صلہ ملنے پر اس کی بہادری میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور اگلی مرتبہ وہ جان دینے پر بھی آمادہ ہو جائے گا۔ اور یاجوج سے جنگ پر بھی نہ ڈرے گا۔ راحت کے وقت لشکر کو خوش رکھ تا کہ سختی کے وقت کام آئے۔ جنگی بہادروں کی اب دست بوسی کر لے نہ کہ اس وقت جب (صلح کے وقت سپاہیوں کی خاطر مدارت اخلاص پر مبنی ہو گی اور جنگ کے وقت خوشامد پر محمول ہو گی) دشمن نکارہ بجائے جس سپاہی کے پاس ساز و سامان ہی نہ ہو وہ جنگ میں مرنے پر کس طرح آمادہ ہو گا۔ اپنے ملک کی حفاظت لشکر کے ذریعے اور لشکر کی حفاظت مال کے ذریعے کر۔ بادشاہ کا دشمن پر غلبہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ جب اس کا لشکر آرام سے اور پیٹ بھرا ہوتا ہے یہ انصاف نہ ہو گا کہ لشکر سختی جھیلے کیونکہ وہ اپنے سر کی قیمت کھاتا ہے جب خزانے کو لشکر سے بچا کر رکھتا ہے تو اس کو تلوار کی طرف ہاتھ بڑھانا برا معلوم ہوتا ہے وہ لشکر جنگ کی صف میں کیا بہادری کرے گا جبکہ اس کا ہاتھ خالی ہو اور کام خراب ہو۔

انتظامی قواعد:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ دشمن سے جنگ کے لئے بہادروں کو بھیج۔ شیروں سے لڑنے کے لئے خونخوار شیروں کو بھیج۔ زمانہ دیکھے ہوؤں کی رائے کے مطابق کام کر۔ اس لئے کہ پرانا بھیڑیا شکار کا تجربہ رکھتا ہے۔ تلوار باز جوانوں سے (نا تجربہ کار بہانہ اس قدر خوفناک نہیں جس قدر کہ باتدبیر بوڑھا) نہ ڈر فنون کے جاننے والے بوڑھوں سے بچ۔ ہاتھی کو پچھاڑنے والے شیروں کو پکڑ لینے والے نوجوان بھی لومڑی کے حیلے نہیں جانتے۔ جہاندیدہ انسان عقل مند ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے گرم و سرد بہت آزمایا ہے۔ ذہین اور عقلمند نوجوان بزرگوں کی بات سے سر نہیں موڑتے۔ اگر تجھے سجی ہوئی مملکت چاہیے تو بڑے کام نوجوانوں کے ہاتھ (کسی مملکت کا بہتر نظم جب ہی قائم ہو گا جب کہ نظم و ضبط بوڑھوں کے ہاتھ میں ہو) نہ دے۔ لشکر کا پیشوا اس شخص کے سوا کسی کو نہ بنا جو بہت سی لڑائیوں میں رہا ہو شکاری کتا چیتے سے منہ نہیں موڑتا لڑائی نہ دیکھا ہوا شیر لومڑی سے بھاگ جاتا ہے جب لڑکا شکار میں پلا ہوا گر اس کو جنگ پیش آ جائے تو وہ نہ ڈرے گا۔ کشتی شکار نشانہ بازی اور گیند سے جنگ جو انسان بہادر (کشتی گیری شکار بازی نشانہ بازی اور چوگاں بچوں میں بہادری پیدا کرتے ہیں) بن جاتا ہے۔ عیش اور زنا اور حمام میں پلا ہوا پریشان ہوتا ہے۔ جب لڑائی کا دروازہ کھلا دیکھتا ہے دو مرد اس کو زین پر بٹھائیں تو یہ ہو گا کہ اس کو بچہ بھی زمین پر پٹخ (اس قدر نا تجربہ کار ہے کہ دو آدمیوں کے سہارے گھوڑی کی زین پر بیٹھتا ہے تو بچہ بھی اس کو مارے گا) دے گا۔ لڑائی میں تو جس کی پشت دیکھے اس کو مار دے اگر دشمن نے اس کو نہیں (بھاگنے والا سپاہی لشکر کی تباہی کا باعث ہوتا ہے) مارا ایسے تلوار باز مرد سے ہیجڑا بہتر ہے جو کہ جنگ کے دن سر موڑ کر عورت کی طرح بھاگے۔

پہلوان کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار گرگیں (ایران کے ایک پہلوان کا نام ہے) نے اپنے لڑکے کو بلا کر یہ نصیحت کی کہ جب لڑائی کی کمان میان اور ترکش باندھا اگر تو عورتوں کی طرح بھاگنا چاہے تو مت جا۔ بہادروں کی آبروریزی نہ کر۔ وہ سوار جو لڑائی میں پشت دکھائے اس نے اپنے آپ کو ہی نہیں بلکہ بہادروں کو تباہ (بھاگنے والا سپاہی پورے لشکر کی تباہی کا باعث بنتا ہے) کرتا ہے۔ بہادری ان ہی دو دوستوں سے ہوتی ہے جو جنگ کے حلقوں میں پھنس جائیں۔ دو ہم جنس ہم نوالہ ہم زبان جنگ کے درمیان میں جان سے کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تیر کے سامنے سے نکلنے سے شرم آتی ہے جب کہ بھائی دشمن کے پنجہ میں قیدی ہو جب تو دیکھے کہ دوست دوست نہ ہوں تو مال غنیمت کے بجائے پسپائی سمجھ۔ یعنی لشکریوں کی باہمی ناموافقت شکست کا سبب ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کی عمر زیادہ ہو اور اس کے ساتھ اس کے اخلاق بھی بہت اچھے ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حکومت کی دو طاقتیں:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ اے کمزوروں کی پرورش کرنے والے بادشاہ دو آدمیوں کی پرورش کر۔ ایک طاقتور کی دوسرے راز دار (بادشاہ کو لشکر اور عقل مندوں کی پرورش کرنی چاہیے) کی کیونکہ ایسے لوگ ناموروں سے بازی لے جاتے ہیں جو عقل منداور سپاہی کی پرورش کرتے ہیں جس نے قلم اور تلوار کی مشق نہ کی اگر وہ مرجائے تو اس پر ہائے کا نعرہ نہ لگا۔ انشاپرداز اور تلوار باز کی نگہداشت کر نہ کہ کو نپٹے کی۔ اس لئے کہ عورت سے بہادری نہیں ہوسکتی انسانیت یہ نہیں ہے کہ تیرا دشمن سامان جنگ جمع کرنے میں لگا ہو اور تو ساقی اور ستار میں مدہوش ہو۔ بہت سے دولت مند بازی میں لگے رہے اور بازی کی وجہ سے اچانک دولت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

دشمن سے کبھی بے خوف نہ ہو:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ دشمن کی جنگ سے ڈر بلکہ صلح کے پیام سے اس سے زیادہ ڈر۔ بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے دن میں صلح کی آیت پڑھی مگر جب رات ہوئی تو سوتے ہوئے کے سر پر لشکر چڑھا دیا۔ بہادروں کو پچھاڑنے والے زرہ پہن کر سوتے ہیں۔ اس لئے کہ بستر عورتوں کی خوابگاہ ہے۔ بہادر انسان خیمہ میں گھر کی عورت کی طرح ننگے نہیں سوتے۔ (یعنی بہادر انسان جنگ کے خیمہ میں ہتھیار پہن کر سوتے ہیں عورتیں گھر میں ہتھیار سے ننگی سوتی ہیں) جنگ کی تیاری خفیہ طور پر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ دشمن خفیہ طور پر حملہ کرتا ہے۔ واقف کار بہادروں کا کام احتیاط ہے۔ فوج کا اگلا حصہ لشکر گاہ کے لئے کانسی کی دیوار ہے۔

دشمن سے حفاظت کی تدبیر:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ دو کمزور دشمنوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا عقلمندی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر دونوں آپس میں مشورہ کریں گے تو ان کا کوتاہ ہاتھ دراز ہو جائے گا۔ اس لئے ایک کو حیلہ میں مشغول رکھ دوسرے کے وجود سے ہلاکت پیدا کر۔ اگر کوئی دشمن لڑائی پر آمادہ ہو تو تدبیر کی تلوار سے اس کی خونریزی کر دے۔ جا اور اس کے دشمن سے دوستی (اگر تو دشمن سے دوستی کرلے تو تیرا دشمن خود بخود تنگ آجائے گا) کرلے تاکہ اس کے بدن پر کپڑا قید خانہ بن جائے جب دشمن کے لشکر میں اختلاف ہو تو اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے کیونکہ جب بھیڑیئے ایک دوسرے کو ستانا پسند کریں تو ان میں بکری آرام سے رہتی ہے۔ جب دشمن دشمن کے ساتھ مشغول ہو تو دل کے آرام کے ساتھ (جب تیرا دشمن اپنے کسی دشمن سے برسرپیکار ہے تو تجھے اطمینان حاصل ہے) دوست کے ساتھ بیٹھ۔

نرمی کا ہتھیار بھی ضرور آزماؤ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو لڑائی کی تلوار سونتے تو خفیہ طور پر صلح کے راستہ کی نگاہ رکھ۔ اس لئے کہ لشکر چیرنے والے خود کو پھاڑنے والے پوشیدہ طور پر صلح جوئی اور علی الاعلان جنگ (دانائی یہی ہے کہ حالات جنگ میں بھی صلح پر آمادہ رہنا چاہئے) کرتے ہیں۔ مرد میدان کی خفیہ طور پر دل جوئی کر ہوسکتا ہے کہ وہ گیند کی طرح آپ کے قدموں میں آپڑے۔ اگر دشمن کا کوئی سردار تیرے چنگل میں آجائے تو اس کو قتل کرنے میں تاخیر کرنی چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس لشکر کا بھی کوئی سردار کسی گھیرے میں گرفتار رہ جائے۔ اگر تو نے اس زخمی قیدی کو مار ڈالا تو پھر اپنے قیدی کو بھی (یعنی وہ بدلے میں تمہارا قیدی قتل کر دے گا) نہ دیکھے گا۔ قیدیوں کی وہی دستگیری کرتا ہے جو خود قید میں گرفتار رہا ہو۔ اگر کوئی سردار تیرے حکم پر سر دھرے اگر تو اس سے اچھا معاملہ کرے گا تو دوسرا بھی سر دھرے گا اگر تو خفیہ طور پر دس دلوں کو ہاتھ میں لے لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ سو بار شب خون مارے۔

یتیموں پر رحم کرو:

شیخ سعدیؒ یتیموں سے بھلائی کرنے کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ جس کا باپ مرگیا ہو اس کے سر پر سایہ کر۔ اس کا غبار جھاڑ اور اس کا کانٹا نکال۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کو کیا ہوا ہے کہ وہ سخت عاجز ہے۔ بے جڑ کا درخت کبھی تازہ (یتیم بچے کی مثال بے جڑ درخت کی سی ہے جو کبھی سرسبز و شاداب نہیں رہتا) نہیں ہوتا۔ جب تو کسی یتیم کو سامنے سر ڈالے دیکھے اپنے بچے کے رخسار پر بوسہ نہ دے۔ یتیم اگر روتا ہے اس کا ناز کون اٹھاتا ہے اگر وہ غصہ کرتا ہے اس کا بوجھ کون اٹھاتا ہے۔ خبردار وہ رو نہ پڑے اس لئے کہ عرش عظیم لرزتا ہے۔ جب یتیم روتا ہے محبت سے اس کی آنکھ کے آنسو پونچھ دے۔ مہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ دے۔ اگر اس کے سر سے اس کا سایہ (اس کا باپ مرگیا ہے) چلا گیا ہے تو اپنے سایہ میں اس کی پرورش کر۔ میرا سر اس وقت ایک بادشاہ کا سر تھا جب میں باپ کی گود میں سر رکھتا تھا اگر میرے جسم پر مکھی بیٹھتی تھی تو بہت سے آدمیوں کی طبیعت پریشان ہو جاتی تھی اب اگر مجھے قیدی بنا کر لے جائیں میرے دوستوں میں سے کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بچوں کے درد کی مجھے خبر ہوگی اس لئے کہ بچپن میں میرے سر سے باپ کا سایہ چلا گیا تھا۔

خجند کے سردار کے سردار کو کسی خواب میں دیکھا جس نے ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالا تھا۔ وہ باغیچوں میں ٹہلتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اس کانٹے کی بدولت میرے اوپر کس قدر پھول کھلے ہیں جب تک ہوسکے تو رحم سے خالی نہ رہ۔ جب تو رحم کرے گا تجھ پر (حدیث شریف میں ہے کہ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والے تم پر رحم کریں گے) رحم کریں گے۔ جب تو احسان کر تو متکبر (اگر قدرت تجھے یہ موقع دے کہ تو دوسروں پر احسان کر سکے تو گھمنڈ نہ کر اس لئے کہ وہ تلوار جس سے دوسرے گھائل ہوئے ہیں اب بھی کھنچی ہوئی

ہے) نہ بن کہ میں سردار ہوں اور دوسرا کمزور ہے۔ اگر اس کو زمانہ کی تلوار نے گرایا ہے اب کیا زمانہ کی تلوار کھینچی ہوئی نہیں ہے۔ جب تو ہزاروں دولت (مرتبہ) کو دغا دینے والے دیکھے تو اللہ کے انعام کا شکر ادا کر کہ بہت سے انسان تجھ سے امید رکھتے ہیں تو کسی کے ہاتھ سے امید نہیں رکھتا۔ میں نے پڑھا ہے کہ کرم سرداروں کی سیرت ہے۔ میں نے غلط کہا ہے یہ تو پیغمبروں کا (کرم سرداروں کی نہیں بلکہ پیغمبروں کی سیرت ہے) اخلاق ہے۔

انسانی ہمدردی:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک ہفتہ تک کوئی مسافر حضرت خلیل اللہ کے مہمان خانہ میں نہ آیا۔ اپنی اس مبارک عادت کی وجہ سے وہ صبح کا کھانا نہیں کھاتے کہ شاید کوئی بیچارہ (روزمرہ صبح سے شام تک مہمان کے منتظر رہتے) راستہ سے آجائے۔ ایک روز باہر نکلے اور ہر طرف دیکھا کہ ایک شخص بید جیسا اکیلا جنگل میں چلا آرہا ہے اس کا سر اور بال بڑھاپے کی وجہ سے برف کی طرح سفید تھے۔

اسے دیکھا اس کی دلداری کے لئے خوش آمدید کہا اپنی سخیوں والی عادت کے مطابق کھانے کی دعوت دی کہ اے میری آنکھوں کی پتلی روٹی اور نمک کھا کر مہربانی کیجئے۔ اس نے دعوت قبول کی اور ساتھ چل دیا کیونکہ وہ ان کے اخلاق جانتا تھا (ان پر خدا کا سلام) خلیل اللہ کے مہمان خانے کے محافظوں نے بوڑھے کمزور کو عزت سے بٹھایا۔ اس کے آگے دسترخوان لگادیا اور اس کے ساتھ خود بھی بیٹھ گئے۔ جب سب نے بسم اللہ شروع کی لیکن اس بوڑھے نے بسم اللہ نہ پڑھی۔ خلیل نے جب یہ دیکھا تو اس سے کہا کہ اے بڑی عمر کے بوڑھے میں تجھ میں بوڑھوں کا صدق اور سوز نہیں دیکھتا ہوں۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ جس وقت تو کھانا کھلائے تو روزی دینے والے کا نام لے۔ بوڑھے نے کہا کہ میں تمہاری بات نہیں مانتا تمہارا راستہ برا ہے کیونکہ میں نے ایک آتش پرست پیر سے سنا ہے نیک شگون پیغمبر نے جان لیا کہ تباہ حال بوڑھا آتش پرست ہے۔ اس کو ذلت کے ساتھ نکال دیا۔ جب اس کو بیگانہ دیکھا اس لئے کہ پاک لوگوں کے پاس ناپاک برا ہوتا ہے۔ خدائے بزرگ کی جانب سے جلال کے ساتھ وحی آئی کہ اے خلیل میں نے سو سال تک اس کو روزی اور جان دی تجھے اس سے تھوڑی دیر کے لئے بھی نفرت ہوئی۔ اگر وہ آگ کے سامنے سجدہ کرتا ہے تو سخاوت کا ہاتھ کیوں پیچھے ہٹاتا ہے۔

عابد کی حکایت مکار بیباک کے ساتھ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مفلوک الحال شخص ایک صاحب دل کے پاس آیا کہ میں دلدل میں بری طرح پھنس گیا ہوں کیونکہ ایک کمینہ کے دس درہم مجھ پر واجب ہیں جس میں ایک دانگ کا میرے دل پر دس من وزن ہے۔ اس کی وجہ سے میرا حال ساری رات پریشان رہتا ہے۔ اس نے باتوں سے میرا دل ایسا ہی زخمی کر دیا ہے جس طرح تقاضوں کی آمد و رفت میں دروازہ گھس گیا ہو۔ شاید خدا نے جب سے اس کو ماں نے جنا ہے ان دس درہموں کے علاوہ کچھ دیا ہی نہیں ہے وہ شخص دین کی کتاب کا الف بھی نہیں جانتا۔ لاینصرف کے باب کے علاوہ اس نے کچھ نہیں پڑھا ہے۔ سورج نے کسی دن بھی پہاڑ سے سر نہ ابھارا کہ اس دیوث نے دروازہ پر زنجیرہ نہ بجائی ہو۔ میں اسی فکر میں ہوں کہ کوئی سخی مجھے چاندی دے کر اس سنگ دل سے دستگیر کر دے بوڑھے مبارک طبیعت نے جب اس کی بات سنی تو اسے دو اشرفیاں دے دیں۔ وہ شخص خوشی خوشی تازہ رو ہو کر باہر آیا ایک شخص بولا اے شیخ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ اگر وہ مر جائے تو اس پر رونا (ایسا برا شخص ہے کہ اس کا مر جانا بہتر ہے) نہ چاہیے۔ یہ ایسا گداگر ہے کہ نر شیر پر زین کسنا (نر شیر پر زین کسنا بہت ہی چالاک شخص کا کام ہے) ہے۔ ابوزید کے سامنے (ابوزید مشہور شطرنج باز اور مکار شخص ہے) گھوڑا اور فرزین رکھ دیتا ہے۔ عبادت گزار یہ بات سن کر غصہ سے بولا کہ چپ رہ اگر وہی درست ہے جو میں نے خیال (یعنی وہ مقروض تھا) کیا ہے تو میں نے مخلوق سے اس کی آبرو بچادی ہے۔ اگر اس نے بے حیائی اور مکاری کی ہے تو ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ میں افسوس کروں گا۔ اس لئے کہ ایسے مکار بیہودہ گو کے ہاتھ سے میں نے اپنی آبرو بچالی ہے۔

ضرورت کے وقت کیلئے بچا کر رکھنا ضروری ہے:

گاؤں کی بی بی نے ایک لڑکی سے کیا بھلی بات کہی کہ مالداری کے زمانے میں تنگی کے وقت کے لئے کچھ رکھ دے۔ مشک اور ٹھلیا ہر وقت بھری رکھ۔ اس لئے کہ گاؤں میں ہر وقت نہر نہیں بہتی ہے۔ دنیا کے ذریعہ آخرت کو حاصل کیا جا سکتا ہے سونے سے دیو کا پنجہ (دیو سفید ایک دیو تھا جو جنگ میں رستم کے ہاتھوں مارا گیا) موڑا جا سکتا ہے خالی ہاتھ سے کوئی امید پوری نہیں ہوتی ہے سونے کے ذریعے تو سفید دیو کی آنکھ نکال سکتا ہے۔ اگر تو تنگ دست ہے تو یار کے سامنے نہ جا۔ اگر چاندی رکھتا ہے آگ (یعنی اس کے گھر پر آ اور سونا چاندی لا کر خرچ کر) اور لا خالی ہاتھ حسینوں پر نہ ڈال کیونکہ بدون مال کے انسان کسی قابل نہیں اور اگر جو کچھ بھی تیرے پاس ہے ہتھیلی پر رکھ لے گا تو ضرورت کے وقت تیری ہتھیلی خالی ہوگی فقرا تیری کوشش سے بھی قوی (گر اپنا سب کچھ فقیروں میں تقسیم کر دے گا تو فقیر مالدار نہ بنیں گے مگر تو فقیر بن جائے گا۔) نہ ہوں گے اور مجھے ڈر ہے کہ تو کمزور ہو جائے گا۔

ہمسائے کی ہمدردی:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بیوی نے اپنے شوہر سے شکایت کی کہ کوچے کے بنئے سے آٹا نہ خریدنا اس لئے کہ یہ تو گندم نما جو فروش ہے۔ گندم فروشوں کے بازار سے جا کر گندم لے کر آ اس کی دوکان

میں خریداروں کی وجہ سے نہیں بلکہ مکھیوں کے ہجوم کی وجہ سے ایک ایک ہفتہ کسی نے اس کا چہرہ (یعنی اس کی دوکان پر گاہک تو نظر نہیں آتا مکھیاں بھنکتی ہیں) نہیں دیکھا۔ اس نیازمند نے دلداری کے ساتھ بیوی سے کہا کہ اے گھر کی رونق اس دکاندار نے ہماری توقع پر یہاں دوکان لی ہے۔ اس کا نفع روکنا انسانیت نہیں ہے۔ نیک اور سچی لوگوں کی روش اختیار کر۔ جب تو کھڑا ہے کسی گرے ہوئے کا ہاتھ پکڑ نیک انسان بے رونق دوکان کے خریدار (کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے یہاں گاہک کم آتے ہیں لہٰذا انہی کے ذریعے اس کا بھلا ہو جائے) سنتے ہیں اگر تو سچی بات سننا چاہتی ہے تو سخی دل ہے۔ سخاوت شاہ مرداں حضرت علیؓ کا شیوہ ہے۔

نفلی عبادت سے مخلوق کو راحت پہنچانا افضل ہے:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حجاز کے راستے میں ہر قدم پر دو رکعت نماز پڑھتا خدا کے راستے میں اس قدر تیز چلنے والا کہ ببول کے کانٹے (کیونکہ کانٹا نکالنے سے بھی سفر میں خلل پڑتا ہے) پیر سے نہ نکالتا تھا بالآخر طبیعت کو پریشان کرنے والے خیالات سے کسی وجہ سے اس کو اپنا کام اچھا معلوم ہوا۔ شیطان کی مکاری کی وجہ سے وہ غرور میں پھنس گیا کہ اس سے بہتر راستہ کوئی اور (شیطان نے اس کو یہ سمجھا دیا کہ وہ سب سے بہتر عبادت گزار ہے) نہیں چل سکتا۔ اگر رحمت حق اس کو نہ آلیتی تو غرور اس کا سر سیدھے راستے سے موڑ دیتا۔ ایک ہاتف نے غیب سے پکارا کہ اے نیک بخت مبارک طبیعت اگر تو نے عبادت کی ہے تو گھمنڈ نہ کر کہ تو کوئی تحفہ اس دربار میں لایا ہے۔ ایک دل کو احسان کے ذریعہ آرام پہنچانا ہر پڑاؤ پر ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

عبادت وہی عبادت ہے جس میں دوسروں کا نقصان نہ ہو:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے سپاہی کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ اے بابرکت اٹھ اور رزق کا دروازہ کھٹکھٹا۔ جا! تاکہ تجھے بھی دستر خوان سے حصہ دیں کیونکہ تیری اولاد مصیبت میں ہے۔ اس نے کہا کہ آج بادشاہ نے روزہ رکھا ہے لہٰذا آج اس کا باورچی خانہ ٹھنڈا ہوگا۔ فاقہ سے زخمی بیوی یہ سن کر بہت ناامید ہوئی۔ دل میں سوچا کہ بتا بادشاہ تجھے اس روزے سے کیا (جو روزہ فاقہ زدوں کے لئے مزید مصیبت کا سامان بنے وہ بے کار ہے) حاصل بلکہ اس کا روزہ نہ رکھنا ہمارے بچوں کی عید ہے۔ وہ روزہ خود جس کے ہاتھ سے بھلائی ہو دنیا پرست تمام عمر کے روزے رکھنے والے سے بہتر ہے۔ روزہ رکھنا اس کے لئے ٹھیک ہے جو کسی عاجز کو (روزہ کا ماحصل تو یہ ہونا چاہئے کہ اپنا دوپہر کا کھانا کسی دوسرے کو کھلا دے) دوپہر کی روٹی کھلائے ورنہ کیا ضرورت ہے کہ تو تکلیف اٹھائے۔ اپنے آپ سے ہی لے (روزے کی وجہ سے جو دوپہر کا کھانا بچے وہ خود ہی شام کو کھالے) اور خود ہی کھالے گوشہ نشین نادان کے خیالات کفر اور دین کا انجام یکساں کر دیتے ہیں ہیں۔ صفائی پانی میں بھی ہے اور آئینہ میں بھی لیکن صفائی (پانی کی صفائی آئینہ کی صفائی سے بدرجہا بہتر ہے۔ پانی کی صفائی دوسروں کے لئے مفید ہے تو عبادت وہی بھلی ہے جس سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے) میں تمیز کرنی چاہئے۔

بے مثال سخاوت:

ایک شخص بہت زیادہ سخی تھا' اس کا روزینہ سخاوت کی بقدر نہ تھا۔ خدا کرے کوئی کمینہ مالدار نہ ہو۔ سخی کو کبھی تنگدستی نہ ہو۔ جس کسی کی ہمت بلند ہوتی ہے اس کا مقصد بہت کم رسی میں پھنستا ہے۔ (کیونکہ اس کے مقاصد بھی بلند ہوتے ہیں تو وہ بہت کم حاصل ہوتے ہیں) جیسا کہ بہنے والا سیلاب کہ پہاڑ پر اونچائی پر (بلند ہمت انسان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور مقاصد بہنے والے سیلاب کی طرح ہیں) نہیں ٹھہرتا۔ وہ شخص دل کا اتنا غنی تھا کہ اپنے وسائل سے زیادہ سخاوت کرتا تھا اور اسی وجہ سے لامحالہ تنگ دست رہتا تھا ایک بار قید خانہ میں پڑے قیدی نے اسے مختصراً لکھا کہ اے نیک انجام مبارک طبیعت مجھے کچھ درہم دے کر میری مدد کرو کیونکہ میں چند دن سے قید میں پڑا ہوں اور بڑی تکلیف میں ہوں۔ جب یہ خط اسے ملا وہ شخص بڑا پریشان ہوا کیونکہ اس وقت اس کے پاس قیدی کو دینے کے لئے کچھ پاس نہ تھا۔ وہ اس کے لئے اپنی قیمتی سے قیمتی چیز خرچ کر ڈالتا مگر اس وقت اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ قید خانہ کے نگران کے پاس اس مرد خدا نے نگران بھیجا کہ اے ایک آزاد مرد کے بارے میں نیک نام لوگو کچھ دنوں کے لئے اس قیدی کے دامن سے ہاتھ (یعنی کچھ دن کے لئے اس کو قید سے آزاد کر دو) ہٹا لو اور اگر وہ بھاگ جائے گا تو میں ذمہ دار ہوں وہ قید خانہ میں پہنچا اور قیدی سے کہا کہ اٹھ جتنا بھی بھاگ سکے اس شہر سے بھاگ جا۔ چڑیا جب پنجرہ کا دروازہ کھلا دیکھے تو اس کو ایک سانس کے لئے بھی قرار نہیں آتا۔ قیدی کو موقع ملا تو وہ فوراً وہاں سے فرار ہو گیا۔ قید خانہ کے نگران نے جب اسے وہاں موجود نہ پایا تو اس سخی کو گرفتار کر لیا کہ تو جرمانہ دے یا اس شخص کو لے کر آ۔ نیک مرد نے عاجزوں کی طرح قید خانہ کا راستہ لیا کیونکہ پنجرے سے بھاگا ہوا پرندہ پکڑا (یعنی قیدی کو تو اب وہ نہ لا سکتا تھا) نہیں جا سکتا۔

وہ کچھ دن قید خانہ میں رہا اپنے بارے میں نہ کسی کو سفارش کے لئے خط لکھا اور نہ فریاد کی۔ قید خانہ میں وہ بہت تکلیف میں تھا کئی راتوں سے وہ سویا نہیں تھا۔ وہاں سے ایک نیک آدمی کا گزر ہوا جب اس نے اس کی یہ حالت دیکھی تو اس سے کہا کہ میرا یہ خیال تو نہیں ہو سکتا کہ تو نے کسی کا مال مارا ہے پھر کیا معاملہ پیش آیا کہ تو قید خانہ میں ہے۔ اس نے کہا اے بابرکت سانس والے میں نے حیلہ گری سے کسی کا مال نہیں کھایا ہے میں نے ایک کمزور کو قید سے زخمی دیکھا میں نے اپنے عوض اسے قید سے رہائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اخلاق خوبیوں کے ساتھ اور محاسن اخلاقی کے کمال کے ساتھ۔" (بیہقی)

دلوادی۔عقل کی رو سے مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں آرام سے رہوں اور دوسرا قیدی ہو۔انجام کار وہ شخص قید کے دوران ہی مر گیا۔مگر نیک نامی لے گیا۔کیا خوب زندگی ہے کہ اس کا نام نہ مرا زندہ دل جسم مٹی کے نیچے سویا ہوا اس جہان سے بہتر ہے (ایک زندہ دل انسان مر کر بھی دنیا بھر کے زندہ مردہ دلوں سے بہتر ہے) جو زندہ مردہ دل ہو۔زندہ دل ہرگز ہلاک نہیں ہوتا۔زندہ دل جسم اگر مر جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

اللہ کی مخلوق کیساتھ احسان کے معنی میں ایک واقعہ:

ایک شخص جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک پیاسے کتے کو دیکھا جو زندگی کی آخری سانس لے رہا تھا۔اسے کتے پر ترس آیا۔اپنی ٹوپی کا ڈول بنا کر اپنی پگڑی کو اس میں رسی کی طرح باندھا اور کنوئیں میں سے پانی لا کر کمزور کتے کو تھوڑا سا پانی پلایا۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیکی کے بدلہ اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے۔خبردار اگر تو ظالم ہے تو ڈر۔سخاوت کی عادت ڈال اور وفا کو پیشہ بنا کسی شخص نے کتے کے ساتھ نیکی کو بھی ضائع نہیں کیا۔تو نیک انسان کے ساتھ بھلائی کب ضائع ہوگی۔کرم کر جس پر بھی تیرے ہاتھ سے ہو سکے۔خدا نے نیکی کا دروازہ کسی پر بند نہیں فرمایا ہے۔اگر جنگل میں تیرا کنواں نہ ہو تو کسی زیارت گاہ میں (یعنی) اگر مسافروں کے لئے کنواں نہیں کھدوا سکتا تو کسی راہ گزر پر چراغ ہی جلا دے) چراغ ہی رکھ دے۔خزانے میں سے بہت کچھ دے دینا اتنا نہیں ہے جتنا کہ مزدور کی جانب سے (تنگدست کو تھوڑا دینے پر جو ثواب مل جاتا ہے' مال دار کو بہت کچھ خرچ کرنے پر بھی وہ نہیں ملتا) ایک دینار دینے پر طاقت کے مطابق ہر شخص بوجھ لے جاتا ہے چیونٹی کے آگے ٹڈی کی ٹانگ یا پیر بھاری ہے۔

اے نیک بخت تو مخلوق کے ساتھ بھلائی کرتا کہ کل کو خدا تجھ پر سخت گیری نہ کرے۔اگر گر بھی پڑے تو قیدی (تجھ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اللہ اس کو معاف کر دے گا) نہ رہے گا۔نوکر کو تکلیف دہ حکم نہ دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ حاکم بن جائے۔جب تیری قدرت اور مرتبہ ہمیشگی کے ساتھ ہو۔تب بھی عام فقیر انسان پر زور نہ کر۔اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ مرتبہ اور قدرت والا ہو جائے۔جیسا کہ پیادہ اچانک فرزیں) پیادہ اور فرزیں شطرنج کی دو مہروں کے نام ہیں بعض اوقات چالوں میں پیادہ فرزین بن جاتا ہے اور اس کو وزیر کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے) ہو جاتا ہے نصیحت سننے والے نیک ہیں۔انسان میں کسی طرف سے کینہ نہیں ہوتا۔کھلیان کا مالک تباہی کرتا ہے کہ بالیاں (سٹے) چننے والے پر ناراض ہوتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ خدا مسکین کو دولت دے دے اس کے غم کا بوجھ اس کے دل پر رکھ دے۔بہت سے طاقت ور ہیں کہ وہ سخت ہیں بہت سے گرے ہوؤں کے نصیب نے مدد کی۔کمزوروں کا دل نہ توڑنا چاہئے یہ نہ ہو کہ کسی دن وہ خود کمزور ہو جائے۔

حالات کی گردش:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک درویش بھکاری نے ایک تاجر کے سامنے دست سوال دراز کیا جو مزاج اور سیاہ دل نے اس کو نہ دینار دیا نہ پیسہ بلکہ بے عقلی سے اس پر غصہ سے چیخ پڑا۔اور اس سے سخت بدسلوکی کا معاملہ کیا کہ اس بھکاری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔اس کا دل اس کے ظلم سے خون ہو گیا۔غم سے سر ابھارا اور بولا ہائے تعجب ہے کہ مالدار اس وقت ترش رو کیوں۔شاید وہ بھیک کی کڑواہٹ سے نہیں ڈرتا۔کوتاہ نظر نے اپنے نوکر سے ذلت اور پوری بھڑکی کے ساتھ اس کو نکال دیا۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر نہ کرنے کی وجہ سے اس سے زمانہ برگشتہ ہو گیا۔اس کی بزرگی نے تباہی میں سر دھڑ عطارد نے سیاہی میں قلم (عطارد ایک سیارہ کا نام ہے جو آسمان کا منشی کہلاتا ہے) رکھا۔بدبختی نے اس کو لہسن کی طرح ننگا کر بٹھایا۔نہ اس کا ساز و سامان رہا نہ بوجھ لادنے والا۔تقدیر نے اس کے سر پر فاقہ کی خاک اڑائی۔بازی گر کی طرح اس کی تھیلی اور ہاتھ (بازی گر اپنے کرتب سے روپے اور تھیلیاں دکھاتا ہے لیکن انجام کار اس کے پاس کچھ نہیں رہتا) صاف ہو گیا۔اس کی حالت دگرگوں ہو گئی اس کے بعد جب اس کی تباہی پر ایک زمانہ گزر گیا اس کا غلام ایک سخی سے ملا جو دل اور ہاتھ کا مالدار اور روشن طبیعت تھا۔پریشان حال مسکین کو دیکھ کر اس طرح خوش ہوتا تھا کہ جیسے مسکین مال کو دیکھ کر۔ایک رات ایک شخص نے اس کے دروازے پر صدا لگائی۔سختی جھیلنے کی وجہ سے اس کے قدم ست تھے۔رحم دل نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ تھکے ہوئے کو خوش کر دے۔جب وہ دسترخوان (جب وہ فقیر کو روٹی دینے گیا تو چیخ مار کر رونے لگا) سے حصہ اس کے پاس لے گیا اس نے بے خود ہو کر نعرہ مارا۔جب مالک کے پاس لوٹ کر آیا تو مالک نے اس کے چہرے کے آنسو دیکھ کر وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میرا دل سخت بے چین ہو گیا۔اس پریشان حال بوڑھے کا احوال سن کر۔اس لئے کہ آپ سے پہلے میں اسی شخص کا غلام تھا جو کہ جائیدادوں' زمین اور چاندی کا مالک تھا۔اب عزت اور ناز کا ہاتھ اس سے کوتاہ ہو گیا۔تو سوال کا ہاتھ دروازوں پر پھیلاتا ہے وہ ہنسا اور بولا اے لڑکے یہ ظلم نہیں ہے زمانہ کی گردش کا کسی پر ظلم نہیں ہے کیا یہ وہی بدنصیب تاجر نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے آسمان پر سر رکھتا تھا اور میں وہی ہوں کہ جسے اس روز اس نے مجھے دروازے سے نکلوا دیا تھا۔اب زمانہ نے اس کو میرے زمانہ میں پہنچا دیا ہے۔آسمان نے دوبارہ میری طرف دیکھا اور میرے چہرے سے غم کی گرد دھوئی۔خدا اگر کسی مصلحت سے کوئی دروازہ بند کرتا ہے تو اپنے فضل و کرم سے دوسرا دروازہ کھول دیتا ہے۔بہت سے بے سروسامان مفلس ہیں جو پیٹ بھرے ہو گئے اور بہت سے مالداروں کا کام درہم برہم ہو گیا۔

کمزوروں پر رحم کھاؤ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار نیک مردوں کی سیرت میں اگر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ میں تمہیں خبر دوں اہل جہنم کے بارے میں؟ ابوہریرہ نے کہا جی ہاں فرمایا کہ ہر تند خو بد اخلاق متکبر ہے" (بیہقی)

تو نیک مرد اور نیک چلن ہے۔ ایک بار شبلی (ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں جو حضرت جنید بغدادی کے خلیفہ تھے) گندم فروش کی دوکان سے گیہوں کا بورا کندھے پر رکھ کر گاؤں میں لے گئے۔ اچانک ان کی نظر غلہ میں ایک چیونٹی پر پڑی جو پریشان ہر طرف سے دوڑ رہی تھی۔ اس پر شفقت کی وجہ سے رات بھر (اس چیونٹی کی پریشانی اور بے چینی دیکھ کر بے چین ہو گئے) نہ سو سکے۔ صبح اس کو اس کے ٹھکانے پر واپس لائے اور بولے! انسانیت نہ ہوگی کہ اس پریشان چیونٹی کو اس کی جگہ سے (یعنی) چیونٹی کو جگہ سے بے جگہ کرنا انسانیت نہیں ہے) پریشان کروں۔

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ پریشان لوگوں کے دل کو مطمئن کرنا تاکہ تجھے اطمینان ہو۔ پاک نسل فردوسی (شاہنامہ کو مصنف مشہور شاعر ہے) نے کیا اچھا کہا ہے خدا اس کی قبر پر رحمت نازل کرے۔ اس چیونٹی کو نہ ستا جو ایک دانہ کھینچنے والی ہے اس لئے کہ وہ بھی جان رکھتی ہے اور پیاری جان اچھی ہے۔ وہ سیاہ باطن اور سنگ دل ہے جو یہ چاہے کہ کوئی چیونٹی بھی تنگ دل ہو۔ طاقت کا ہاتھ کمزوروں کے سر پر نہ مار کہ کسی دن چیونٹی کی طرح اس کے پاؤں میں آئے۔ شمع نے پروانے کے حال پر ترس نہ کھایا دیکھ مجمع میں (یہ شمع کا پگھلنا اس کی بے رحمی کی وجہ سے ہے) کیسی جلی میں مانتا ہوں کہ بہت سے تجھ سے کمزور ہیں آخر کوئی تو تجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔

احسان کے ذریعے دلوں کا شکار:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ راستے میں ایک نوجوان میرے سامنے آیا جس کے پیچھے اس کی بکری بھاگی چلی آ رہی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ یہ بکری جو تیرے پیچھے چلی آ رہی ہے وہ اس رسی اور بندش کی وجہ سے آئی ہے یہ سن کر اس نے بکری کا پٹا اور زنجیر کھول دی تو اس نے دائیں اور بائیں طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ راستہ پر اسی طرح اس کے پیچھے دوڑ رہی تھی اس لئے کہ اس شخص کے ہاتھ سے جو اور خوید (خوید بوزن دوید ہے جو کہ سبز چارے کو کہا جاتا ہے) کھائے ہوئے تھی۔ جب وہ کھیل کود سے اپنی جگہ واپس لوٹا مجھے دیکھا اور بولا اے صاحب رائے رسی اس کو میرے ساتھ نہیں لے کر چلتی بلکہ احسان اس کے گلے کی رسی ہے مہربانی جو مست ہاتھی نے دیکھی ہے فیل بان پر (فیل بان چونکہ ہاتھی پر احسان کرتا اس لئے وہ مستی کی حالت میں بھی اس پر حملہ نہیں کرتا ہے) حملہ نہیں کرتا ہے۔ اے نیک مرد بدوں پر مہربانی کر کتا جب تیری روٹی کھاتا ہے تو تیری حفاظت کرتا ہے۔ اس شخص پر چیتے کے دانت کوذ ہو جاتے ہیں جس کے پنیر پر (چیتے کو پنیر کھلا کر ہلاک کیا جاتا ہے) وہ دو دن زبان مل دیتا ہے۔

دوسروں کو کھلانے والے بنو:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے جنگل میں ایک لومڑی کو بے ہاتھ پاؤں کے دیکھا وہ خدا کی کاریگری اور مہربانی پر حیران رہ گیا کہ وہ زندگی کیسے بسر کرتی ہے۔ ایسے ہاتھ پاؤں ہوتے ہوئے کہاں سے کھاتی ہے۔ فقیر دیوانہ وار اسی سوچ میں تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک شیر ایک گیدڑ کو پنجہ میں دبائے آیا اور اسے کھانا شروع کیا۔ جب سیر ہو کر کھا چکا تو بچا ہوا گوشت اس لومڑی نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ دوسرے دن بھی یہی اتفاق ہوا کہ روزی پہنچانے والے نے اس دن کی خوراک اس کو پہنچا دی یہ واقعہ دیکھ کر وہ شخص بہت متاثر ہوا۔ خدا پر یقین اس کا ایسا پکا ہوا سوچنے لگا کہ اگر میں بھی چیونٹی کی طرح ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں گا تو دینے والا مجھے غیب سے روزی بھیج دے گا اس لئے کہ ہاتھی بھی اپنی طاقت کے بل پر روزی نہیں کھاتے۔ تھوڑے دنوں تک ٹھوڑی گریبان میں ڈالے رکھی اور ہاتھ پہ ہاتھ دھر کر بیٹھ گیا مگر اس کا غم نہ غیر نے کیا نہ کسی دوست نے۔ اس کی رگیں اور ہڈیاں اور کھال ستار (یعنی وہ سوکھ کر ستار کی طرح بن گیا) کی طرح ہو گئیں جب ضعف کی وجہ سے اس کا صبر اور ہوش نہیں رہا دیوار کی محراب سے اس کے کان میں آیا کہ اے کمینہ جا اور پھاڑنے والا شیر بن جا۔ اپنے آپ کو لومڑی کی طرح نہ ڈال۔ ایسی کوشش کر کہ شیر کی طرح تجھ سے بچ رہے۔ لومڑی کی طرح بچے ہوئے سے کیوں پیٹ بھرتا ہے۔ جس کی گردن شیروں کی طرح موٹی ہے۔ اگر وہ لومڑی کی طرح پڑا رہے۔ تو کتا اس سے بہتر ہے پنجہ میں لا اور دوسروں کو کھلا دوسروں کے بچے ہوؤں پر کان نہ دھر۔ جب تک ہو سکے اپنے بازوؤں کے ذریعے کھا۔ جب تک تیری کوشش تیری ترازو (ترازو سے مراد بازو ہے یعنی جب تک تیرے بازو میں قوت ہے) میں ہے مردوں کی طرح تکلیف اٹھا اور آرام پہنچا لوگوں کی محنت کی کمائی ہیجڑا کھاتا ہے۔ اے نصیحت قبول کرنے والے جا اور دستگیری کر نہ کہ اپنے آپ کو گرا دے کہ میری دستگیری اس بندہ خدا کی مہربانی ہے۔ جس کے وجود سے مخلوق کو راحت ہے۔ جس سر میں بھیجا ہے وہ کرم اختیار کرتا ہے کم ہمت لوگ بے گیری کا چھلکا ہیں دونوں جہان میں وہ نیکی دیکھتا ہے جو خلق خدا کو نیکی پہنچاتا ہے۔

بخیل عابد کا قصہ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک روم کے اطراف میں ایک پاک طبیعت حق شناس شخص رہتا ہے تو میں اور چند سیاح اس سالک کی زیارت کا قصد کر کے چل پڑے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو اس نے ہر ایک کے سر آنکھ اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ رو کار اور عزت سے بٹھایا اور خود بھی بیٹھ گیا۔ میں نے اس کا سونا، کھیتی، نوکر اور سامان دیکھا لیکن ایسا (مالدار تھا لیکن بے پھل کے درخت کی طرح) بے مروت، جیسے بے پھل کا درخت وہ اخلاق اور مہربانی میں تو بہت تیز انسان تھا لیکن اس کا چولہا (یعنی مہمانوں کے لئے اس چولہے پر بھی کھانا نہ پکتا تھا) بہت ٹھنڈا تھا۔ اس کو تمام رات سکون اور نیند نہ آئی تسبیح و تحلیل کی وجہ سے اور ہمیں نیند کی وجہ سے صبح کو اس نے کمر کسی اور دروازہ کھولا اور گذشتہ رات کی سی مہربانی

شروع کی ایک شہر میں لطیفہ گو خوش طبع مسافر اس سرزمین میں ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے میزبان سے کہا کہ ہمیں بوسہ نصیحت کے ساتھ (نصیحت بوسہ کی با کا اگر نقطہ بول کر اوپر دو نقطے کر دیئے جائیں تو توشہ بن جائے گا) دیجئے اس لئے کہ فقیر کے لئے بوسہ سے توشہ بہتر ہے خدمت گاری میں میرے جوتے نہ اٹھا۔ مجھے روٹی (بھوکے کو کھانا نہ دیا جائے تو اس سے اس کو کیا فائدہ) دے اور سر پر جوتے مارے۔ ایثار کی وجہ سے لوگ بازی لے گئے ہیں۔ شب زندہ دار لوگ مرے ہوئے دل کے نہیں ہوتے ہیں۔ تار کے پاسبان (تار ترکستان کا ایک علاقہ ہے) کو بھی میں نے ایسا ہی دیکھا۔ مردہ دل مگر آنکھ رات کو زندہ رکھنے والا۔ شرافت' سخاوت اور روٹی دیتا ہے۔ بیہودہ باتیں خالی ڈھول کی طرح ہوتی ہیں۔ قیامت کے دن بہشت میں وہ شخص ہوگا جس نے حقیقت طلب کی اور دعویٰ چھوڑ دیا۔ حقیقت سے دعوے کو ٹھیک کیا جاسکتا ہے۔ مگر بے اصل باتیں کمزور ٹیکن ہے۔

حاتم طائی کی سخاوت:

حاتم طائی کے پاس اس کے گھوڑوں میں دھوئیں کی طرح ایک تیز رو گھوڑا تھا صبا کی سی تیزی والا گرج کی آواز والا مشکی جو کہ رفتار میں بجلی سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا۔ اپنی رفتار سے پہاڑ اور جنگل میں اولے برساتا (تیز رفتاری میں اس کی آواز ایسا سماں باندھ دیتی تھی گویا تڑ تڑا تڑا اولے برس رہے ہیں) تھا۔ ایک سیلاب کی سی چال جنگل طے کرنے والا کہ ہوا بھی گرد کی طرح اس سے پیچھے رہ جاتی تھی۔ لوگوں نے سلطان روم سے حاتم کی باتیں کیں کہ سخاوت میں اس جیسا کوئی نہیں ہے اور اس کے گھوڑے جیسا بھاگنے والا کوئی اور نہیں ہے۔ جنگل اس طرح طے کرتا ہے جیسا کہ پانی پر کشتی اور اس کی رفتار سے زیادہ کوا بھی نہیں اڑ سکتا۔ یہ تعریف سن کر بادشاہ نے عقل مند وزیر سے یہ کہا کہ ڈینگیں مارنا بے خطا کی شرمندگی ہے۔ میں حاتم سے تازی نسل کا گھوڑا مانگوں گا اگر اس نے مہربانی کی اور گھوڑا دے دیا تو میں سمجھوں گا کہ اس میں بڑائی کی شان ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو خالی ڈھول کی طرح آواز ہے۔ سلطان روم نے اپنا قاصد دس آدمیوں کے ہمراہ حاتم کے پاس روانہ کر دیا کہ وہ حاتم سے سلطان روم کے لئے گھوڑا مانگ کر لائے۔ قاصد جب حاتم کی قیام گاہ پر اترا تو اس وقت بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔ حاتم نے ان کی بڑی عزت کی۔ حاتم کی قیام گاہ پر انہوں نے ایسا آرام پایا جیسا کہ کوئی پیاسا رواں نہر پر حاتم نے دستر خوان بچھایا گھوڑا ذبح کیا۔ ان کے دامن میں شکر دی اور مٹھی میں سونا۔ رات وہ اس جگہ ٹھہرے دوسرے دن قاصد نے سلطان روم کا پیغام حاتم تک پہنچایا وہ کہہ رہا تھا اور حاتم دیوانہ کی طرح پریشان تھا۔ حسرت سے دانتوں سے ہاتھ کاٹتا تھا۔ اے نصیبہ ور نیک دانا تو نے اس سے پہلے مجھ سے پیغام کیوں نہ کہا کیونکہ میں اسی ہوا کی رفتار والے دلدل کی طرح دوڑنے والے گھوڑے کے کباب گذشتہ رات تمہیں کھلا چکا ہوں۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ بارش اور بہاؤ کی وجہ سے گھوڑوں کی چراگاہ نہ جایا جاسکے گا اور کسی قسم کی طرف میری توجہ اور راستہ نہ تھا۔ اور اس گھوڑے کے سوا میرے خیمہ میں کوئی دوسرا سامان نہ تھا۔ جس سے میں تمہاری تواضع کرتا۔ اپنے رسم و رواج کے مطابق میں نے انسانیت نہ سمجھی کہ مہمان فاقہ سے دل زخمی ہو کر سوئیں۔ مجھے ملک میں آشکارہ نام چاہیے گو پھر مشہور سواری نہ ہو۔ قاصد کی روانگی پر انہیں حاتم نے درہم اور خلعت اور گھوڑے دیئے۔ نیک اخلاق طبعی ہوتے ہیں نہ کہ (بناوٹ سے نیک خلقی نہیں آتی) کسبی۔ جب قاصد نے حاتم کی سخاوت سلطان روم تک پہنچائی تو اس نے اس کی طبیعت پر ہزار آفرین کہی۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ حاتم کے اس مختصر سے قصہ پر خوش نہ ہو اس سے بھی عجیب قصہ سن۔

بے مثال سخاوت:

یمن میں ایک بادشاہ تھا ناموروں سے وہ دیت کی بازی (مشہور سخیوں سے بھی زیادہ سخی تھا) جیت لے گیا تھا۔ اس لئے کہ خزانے بخش دینے میں اس کا نظیر نہ تھا۔ اس کو بخشش کا بادل کہا جاسکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے ہاتھ بارش کی طرح درہم برساتے تھے۔ کوئی شخص حاتم کا نام اس کے سامنے نہ (حاتم کا نام سن کر اس کو غصہ آتا تھا) لیتا تھا کہ اس کے سر میں غصہ بھر جاتا کہ اس ہوا تولنے والے (ہوا تولنے والا یعنی مفلس) کی باتیں کب تک جس کے پاس نہ ملک ہے نہ حلم ہے' نہ خزانہ میں نے سنا ہے کہ اس نے ایک شاہی جشن منایا۔ چنگ کی طرح (چنگ کی آواز سے جملہ اہل مجلس خوش ہوتے ہیں اسی طرح سب کو خوش کر دیا) اس محفل میں مخلوق کو نوازا۔ کسی نے اس کے سامنے حاتم کے ذکر کا باب کھولا۔ دوسرے نے اس کی تعریف شروع کر دی۔ جسے سن کر وہ شخص حسد اور کینہ پر آمادہ ہو گیا اور ایک شخص کو حاتم کے قتل پر مقرر کر دیا کہ جب تک میرے زمانے میں حاتم ہے میرا نام نیک نہ ہو سکے گا۔ بلا ڈھونڈنے والے نے بنی طے کا راستہ لیا اور اس سخی (حاتم) کے قتل کے درپے ہو گیا۔ ایک جوان نے راستہ میں اس کا استقبال کیا۔ جس سے اس کو محبت کی بو آئی۔ خوبصورت' عقلمند اور شیریں زبان (یہ جوان کی صفات ہیں) وہ اس رات میں اس کو اپنا مہمان بنا کر لے گیا۔ اس نے شرافت برتی اور غم خواری کی اور معافی چاہی۔ نیکی سے بدخواہ کا دل اچک لیا۔ صبح کو اس کے ہاتھ پیر پر چند بوسے دیئے کہ ہمارے پاس چند دن ٹھہر۔ اس نے کہا کہ اب میں تمہارے پاس مقیم نہیں رہ سکتا اس لئے کہ مجھے ایک بڑا معاملہ درپیش ہے۔ حاتم نے کہا کہ اگر تو وہ ہمارے درمیان رکھے گا تو ایک دوستوں کی طرح میں پوری کوشش کروں گا۔ اس نے کہا: اے بہادر دھیان لگا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ بہادر پردہ پوش ہوتے ہیں۔ شاید اس وطن میں تو حاتم کو جانتا ہوگا جو کہ مبارک نام اور نیک سیرت ہے۔ اس کا سر شاہ یمن نے مانگا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ دونوں میں کیا دشمنی ہے۔ اگر تو میری اس جگہ تک رہنمائی کر دے جہاں وہ ہے دوست تیری مہربانی سے مجھے یہ توقع ہے۔ یہ سن کر نو جوان ہنسا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں کہیں ہو خدا سے ڈرتے رہو اور نیکیوں سے بدیوں کو مٹاتے رہو اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے رہو۔ (سنن الترمذی)

حاتم تو میں ہی ہوں۔ میرا سر موجود ہے۔ تلوار سے میرا تن سر سے جدا کرلے۔ یہ مناسب نہیں کہ جب صبح روشن ہو جائے تو تجھے کوئی نقصان پہنچے۔ یا تو ناامید ہو۔ جب حاتم نے سر رکھ دیا۔ جوان کی ذات سے چیخ نکلی۔ زمین پر گر پڑا اور اٹھا۔ کبھی اس کی زمین چومی اور کبھی ہاتھ پیر۔ اپنی تلوار پھینک دی اور ترکش رکھ دیا۔ فرمانبرداروں کی طرح سینہ پر ہاتھ رکھا اور حاتم سے کہا کہ اگر میں تیرے جسم پر ایک پھول بھی ماروں تو میں مرد نہیں ہوں بلکہ مردوں کی شریعت میں (یعنی تجھ جیسے شریف پر ہاتھ اٹھانا مردوں کا کام نہیں ہے) عورت ہوں۔ اس شخص نے حاتم کی دونوں آنکھیں چومی بغل گیر اہوا اور وہاں سے واپس یمن کا راستہ لیا۔ جب وہ بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے اس مرد کی دونوں ابروؤں کے درمیان سے (یعنی پیشانی سے) فوراً اندازہ لگایا کہ اس نے کام نہیں کیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا خبر رکھتا ہے۔ شکاردان سے سیر (فتراک چمڑے کا ایک تھیلا زین سے آویزاں ہوتا ہے جس میں شکار کر کے ڈال لیتے تھے) کیوں نہیں باندھا۔ شاید تجھ پر نامور نے حملہ کر دیا تو کمزوری سے لڑائی کی تاب نہ لایا۔ چالاک بہادر نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ کی تعریف کی اور آداب بجالایا اس نے کہا کہ اے بخشش اور ہوش والے بادشاہ اس طور پر حاتم کی باتیں سن۔ میں نے حاتم کو نامور پایا۔ میں نے اس کو بہادر اور عقل مند دیکھا۔ اس کو بہادری میں اپنے سے زیادہ دیکھا۔ اس کی مہربانی نے میری کمر دوہری کر دی۔ اپنے احسان اور بڑائی کی تلوار سے اس نے مجھے مار ڈالا۔ پھر اس نے بادشاہ کو حاتم کے جو کرم دیکھے تھے بتائے۔ بادشاہ نے طے والوں کی تعریف کی۔ قاصد کو اشرفیاں اور درہم دیئے کہ حاتم کے نام پر کرم کی مہر ہے۔ اس کو حق ہے اگر لوگ یہ گواہی (لوگ اس کی تعریف صحیح کرتے ہیں جیسی اس کی شہرت ہے حقیقتاً وہ ویسا ہی ہے) دیں کہ اس کی حقیقت اور شہرت ساتھ ساتھ ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاتم کی لڑکی کا قصہ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قبیلہ طے والوں نے ایمان کا حکم نامہ منظور نہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قبیلہ طے کی طرف ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ایک لشکر روانہ کیا۔ جس نے ان میں سے ایک جماعت کو قیدی بنا کر پکڑ لیا ان میں حاتم کی لڑکی بھی تھی۔ مسلمانوں کا لشکر چاہتا تھا کہ انہیں کی تلوار سے انہیں مار ڈالیں کہ حاتم کی لڑکی نے ان سے درخواست کی کہ میں حاتم کی لڑکی ہوں۔ اس نامور حاکم (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے میری درخواست کریں۔ اے محترم! مجھ پر کرم کیجئے۔ اس لئے کہ میرا باپ اہل کرم میں سے تھا۔ پاک رائے پیغمبر کے حکم سے اس کے ہاتھ پیر سے زنجیر کھول دی گئی۔ مگر اس بقیہ قوم میں انہوں نے تلوار سونت لی۔ اس لئے کہ انہوں نے مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا تھا۔ حاتم کی بیٹی نے جلاد سے عاجزی سے کہا کہ سب کے ساتھ میری گردن بھی مار دے۔ کیونکہ میں قید سے رہائی شرافت نہیں سمجھتی ہوں کہ میں اکیلی رہوں اور میرے ساتھی رسی میں ہوں۔ طے کے بھائیوں پر روتے ہوئے وہ یہ کہہ رہی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں جب اس کی آواز آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم کی بیٹی کے طفیل وہ قوم اس کو بخشش دی اور پھر انعام دیا کہ اصل اور جوہر (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لڑکی نے اپنی قوم کے ساتھ شرافت کا ثبوت دیا ہے کہ وہ صبح اور صحیح جوہر کی ہے) خطا نہیں کرتا۔

بادشاہ کا تحمل:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا۔ اس وقت وہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ شدید بارش کی وجہ سے سارا جنگل ہی کیچڑ بنا ہوا تھا۔ اس پر تاریکی اطراف پر دامن لٹکائے ہوئے تمام رات صبح تک وہ غصہ میں بیہودہ بکتا رہا اور لعنت اور گالیاں دیتا رہا۔ اس کی زبان سے نہ دشمن بچا نہ دوست، نہ بادشاہ اس لئے کہ وہ جنگل اور زمین بادشاہ کا تھا۔ اللہ کا کرنا کہ ملک کا بادشاہ اس وقت شکارگاہ میں تھا۔ مع بلے اور گیند کے۔ بادشاہ نے وہ ساری غلط باتیں سنیں جن کے سننے کا نہ اس کو صبر تھا اور نہ جواب کا موقع اچانک اس شخص کی نظر بادشاہ پر پڑی فکر مند ہوا کہ بادشاہ نے ٹیلہ پر سے سب ماجرا سنا ہے۔ بادشاہ نے شرما کر نوکروں کو دیکھا کہ اس شخص کا غصہ مجھ پر کیوں ہے۔ ایک بولا اے بادشاہ اس کو تلوار سے مار دے۔ اس لئے کہ اس نے کسی کو نہ چھوڑا۔ نہ لڑکی نہ بیوی نہ بادشاہ۔ اس نے سبھی کو گالیاں دی ہیں۔ بلند مرتبہ بادشاہ نے نگاہ ڈالی۔ اس شخص کو مصیبت میں دیکھا اور اس کے گدھے کو کیچڑ میں۔ تو اسے اس شخص کے حال پر رحم آیا۔ مسکین انسان کے حال پر بخشش کی اس کی نامناسب باتوں کے غصہ کو پی گیا۔ بادشاہ نے اس شخص کو سونا دیا اور گھوڑا اور پوستین کی قبا۔ غصہ کے وقت پیار کیا ہی بھلا (انسان کا کمال یہی ہے کہ غصہ کے مقام پر بھی پیار سے کام لے)۔ ہے کسی شخص نے اس سے کہا کہ اے بے عقل و بے ہوش بوڑھے تو قتل سے بچ گیا۔ وہ بولا چپ رہ اگر میں اپنے درد کی وجہ سے نالاں ہوا (میں مصیبت زدہ تھا میرا واویلا بھی درست تھا۔ اس نے جو کچھ دیا وہ اس کی شرافت کا تقاضا تھا) اس نے اپنا مناسب انعام دیا۔ برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اگر تو انسان ہے تو اس کے ساتھ احسان کر جس نے تیرے ساتھ برا کیا ہے۔

تکبر کی نحوست:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک مغرور نے جو تکبر میں مست تھا۔ بھکاری پر دروازہ بند کر دیا۔ وہ بھکاری تھک کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اس حال میں کہ جگر گرم اور سینہ کی جلن (یعنی رنج کی وجہ سے اس کا سینہ جل رہا تھا اور ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا) سے اس کی آہ ٹھنڈی تھی۔ اس کی آہیں ایک اندھے نے سن لیں اور اس سے پوچھا کہ تجھے گرمی اور غصہ میں کس چیز نے مبتلا کر دیا ہے۔ اس بھکاری نے اس ظلم کو جو اس پر ہوا تھا بیان کرتے

ہوئے رو دیا۔ نابینا نے اس کی بپتا سنی اور بولا اے فلاں رنج ختم کر اور آج رات میرے پاس افطار کر۔ اخلاق اور تدبیر سے اس کا گریبان کھینچا۔ بھکاری کو اپنے گھر لایا اور دسترخوان بچھایا۔ روشن طبیعت درویش نے پیٹ بھرا۔ کہا اللہ تجھے بینائی دے۔ رات میں اس کی نرگس (یعنی آنکھوں سے) سے چند قطرے ٹپکے صبح جب وہ بیدار ہوا تو اپنی آنکھوں سے دنیا دیکھ سکتا تھا۔ سارے شہر میں یہ قصہ اور جوش پھیلا کہ گذشتہ رات ایک اندھا بینا ہو گیا۔ یہ خبر اس سنگدل صاحب نے بھی سنی جس سے تنگدل ہو کر درویش واپس ہوا تھا۔ وہ تنگدل اس شخص کے پاس پہنچا جو بینا ہو چکا تھا اور اس سے پوچھا کہ یہ سخت کام تجھ پر آسان کیسے ہو گیا۔ جہاں کو روشن کرنے والی تیری شمع کس نے روشن کر دی۔ اس نے جواب دیا کہ اے ظالم پریشان زمانہ تو کم نظر اور بدعقل تھا کہ ہما کے بدلے الو میں پھنس (یعنی دنیا کے لالچ کی وجہ سے ایک بزرگ کو گھر سے نکال دیا) گیا۔ میرے منہ پر یہ دروازہ اسی نے کھولا جس پر تو نے اپنا دروازہ بند کیا تھا۔ اگر بزرگوں کی خاک پر بوسہ دے گا۔ بزرگی کی قسم تیرے سامنے روشنی (بزرگوں کی خاک کو بوسہ دینے سے دل روشن ہو جاتے ہیں) آئے گی۔ جو لوگ دل کے اندھے ہیں وہی اس دنیا سے غافل ہیں جب نصیب پھرے نے ملامت سنی حسرت کی انگلی دانتوں سے کاٹی کہ میرا شہباز تیرے جال کا شکار بن گیا۔ دولت میری تھی تیرے نام ہو گئی۔ وہ شخص کس طرح سے شہباز کو پکڑ سکتا ہے جو چوہے کی طرح حرص میں دانت گاڑھے ہو۔

صدقہ بلا کو ٹالتا ہے:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نے کسی ضرورت مند بوڑھے کو ایک دانگ (درہم کا چھٹا حصہ ہوتا تھا اور درہم ۳ تولہ ۲ ماشہ ۴ دمڑی کا ہوتا تھا) دیا تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے۔ کچھ دنوں بعد وہ نوجوان کسی جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ نے اس کو قتل گاہ میں بھیج دیا جب سپاہی اس کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے تو سپاہیوں کی بھاگ دوڑ اور نوجوان کی بے بسی بوڑھے فقیر نے بھی دیکھی۔ جوانمرد مسکین پر بوڑھے کا دل زخمی ہو گیا کیونکہ اسی نوجوان نے ایک بار اس کا دل اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ بوڑھا یہ دیکھ کر رونے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ بادشاہ مر گیا۔ دنیا رہ گئی اور وہ اچھی عادتیں اپنے ساتھ لے گیا۔ اس بوڑھے کی چیخ و پکار تلوار سونتے ہوئے سپاہیوں نے سنی تو بوڑھے کو بھی گرفتار کر لیا اور اسے گردن سے باندھ کر بادشاہ کے روبرو پیش کی۔ بادشاہ نے اس کو دھمکا کر دریافت کیا اور رعب دکھایا کہ تجھے میرا مرنا چاہنا (تو میرے مرنے کا خواہاں ہے) کس بنا پر تھا؟ جبکہ میری عادت نیک اور ٹھیک ہے۔ آخر انسانوں کی بدخواہی (اچھے بادشاہ کی موت کی تمنا مخلوق کی بدخواہی ہے) تو نے کیوں کی۔ بہادر بوڑھے نے زبان کھولی کہ اے بادشاہ میرے سامنے ایک بے خطا نوجوان کو سزا دی جا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر میں یہی سمجھا کہ عادل بادشاہ مر گیا۔ جب ہی یہ ظلم ہو رہا ہے۔ فقیر کی یہ بات سن کر بادشاہ خوش ہوا بوڑھے کو کچھ نہ کہا اور انعام بھی دیا۔ اور اس نوجوان کی سزا بھی معاف کر دی۔ اب جانب سے جوان گرتا پڑتا جا رہا تھا اور ہر جانب بھاگ رہا تھا۔ قصاص کے چوراہے سے (عموماً چوراہے پر قتل کرتے تھے تا کہ عبرت حاصل ہو) ایک شخص نے اس سے پوچھا تو نے کیا کیا کہ تیری جان کو چھٹکارا ملا تو نوجوان نے اس کے کان میں کہا کہ اے ہوشمند ایک جان کی وجہ سے ایک دانگ کے بدلے (یعنی ایک شخص نے ایک دانگ کی وجہ سے مجھے بچا لیا) میں قید سے چھوٹ گیا۔ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص مٹی میں بیج اس لئے ڈالتا ہے کہ ضرورت کے دن پھل دے گا۔ سخت مصیبت کو ایک جوتال (معمولی صدقہ بڑی مصیبت کو ٹال دیتا ہے) دیتا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ لاٹھی نے عوج کو مار (حضرت موسیٰ کی معمولی لکڑی کی عوج بن عنق کو قسا کہ ڈالا تھا) ڈالا۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ہے کہ عطا اور بھلائی بلا کو دفع کرنے والی ہے۔

سایہ دار درخت کا اجر:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے خواب میں حشر کا میدان دیکھا۔ روئے زمین آفتاب کی وجہ سے گرم تانبا تھی۔ آدمیوں کا آسمان پر غل تھا۔ گرمی کی وجہ سے دماغ کھول رہا تھا مگر ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو سایہ میں تھا۔ اس کے گلے میں جنت کا لباس تھا۔ خواب دیکھنے والے نے اس سے پوچھا کہ اے مجلس کی زینت کے انسان بتا۔ اس مجلس میں تیرا مددگار کون تھا۔ تو نے دنیا میں کون سی نیکی کی تھی جو تجھے آج یہ شان نصیب ہوئی ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرے گھر کے دروازے پر انگور کی بیل تھی ایک بار ایک نیک مرد اس کے سایہ میں سویا اس بھلے انسان نے اس نا امیدی کے وقت منصف حاکم (اللہ) سے میرے گناہ کے بارے میں درخواست کی کہ اے خدا اس بندہ کی بخشش فرما اس لئے کہ میں نے اس سے ایک وقت آرام پایا ہے۔

بروں پر احسان نقصان ہے:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص کی چھت پر بھڑوں نے اپنا چھتا بنا لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اسے اس جگہ سے اکھاڑ پھینکے مگر اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ تجھے ان سے کیا مطلب ہے۔ چھتا کو نہ اکھاڑ۔ بیچارے اپنے رہنے کی جگہ سے پریشان ہوں گے۔ بیوقوف شوہر اپنے ارادہ سے باز رہا۔ ایک دن بھڑوں نے اس کی بیوی کو ڈنگ مارا جب اس کا شوہر دوکان سے گھر واپس آیا تو اس پر بے عقل بیوی نے بہت غصہ کیا۔ بے عقل بیوی دروازے اور کوٹھے اور کوچہ میں شور کر رہی تھی اور شوہر کہہ رہا تھا اے عورت لوگوں پر منہ نہ بنا کسی پر الزام نہ دے تو نے ہی تو کہا تھا کہ مسکین بھڑوں کو نہ مار۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ ان ہی کے اخلاق (وعادات) کے موافق برتاؤ کرو۔ (الحاکم)

سعدی فرماتے ہیں کہ بروں کے ہاتھ کوئی بھلائی کس طرح کرے۔ بروں کی برداشت کرنا برائی کو بڑھاتا (اگر انسان بروں سے تحمل برتتا ہے تو وہ اور سرکش ہوجاتے ہیں) ہے۔

شہزادہ کی محبت میں فقیر زادہ کی فنائیت:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں کسی فقیر کا لڑکا ایک شہزادہ پر عاشق تھا۔ شہزادہ روز ایک میدان میں چوگان کھیلنے جاتا تھا یہ لڑکا وہاں پہلے سے موجود ہوتا تھا۔ مگر یہ عشق یکطرفہ ہی تھا۔ کیونکہ شہزادہ کو اس کے دل کا حال معلوم نہیں تھا مگر رقیبوں کو اس کے درد کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے لڑکے سے کہا کہ آئندہ یہاں پھر نہ آنا لڑکا تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلا گیا مگر اس کو جب دوست کا چہرہ یاد آیا تو اس نے پھر دوست کے کوچہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ شہزادہ کے غلام نے جب اسے دوبارہ وہاں دیکھا تو اس کو مارا۔ اس کا سر اور ہاتھ توڑ دیئے کہ ایک بار جب ہم تجھے بتا چکے کہ یہاں نہ آ تو تو کیوں آیا۔ لڑکا پھر وہاں سے چلا گیا مگر اس کو صبر اور قرار نہ تھا وہ دوست کے چہرے سے صبر نہ کرسکتا تھا۔ شہزادہ کے پہرے دار مکھی کی طرح جبراً اس کو شکر سے ہٹا دیتے تھے۔ وہ فوراً پھر واپس آجاتا تھا کسی نے اس لڑکے سے کہا کہ اے بے حیا دیوانے تعجب ہے تو لکڑی اور پتھر کا سہارا لیتا ہے۔ اس نے کہا کہ میرے اوپر یہ ظلم اس کے ہاتھوں ہوا ہے۔ دوست کے ہاتھ سے نالاں ہونا مناسب نہیں ہے۔ میں تو اب بھی اس کی دوستی کا دم بھرتا ہوں۔ خواہ وہ مجھے اپنا دوست سمجھے یا دشمن سمجھے۔ اس کے بدون صبر کی توقع نہیں) یعنی جب اس کا دیدار بھی موجب بے قراری ہے تو اس کے بدون کیسے قرار آئے گا) ہے اس لئے کہ اس کے ہوتے ہوئے بھی مجھے قرار نہیں نہ مجھ میں صبر کی طاقت ہے۔ نہ لڑائی کی۔ نہ ٹھہرنے کا امکان ہے نہ بھاگنے کے قدم۔ لہٰذا مجھ سے یہ نہ کہہ اس دربار سے سر موڑ لے۔ چاہے وہ میخ کی طرح میرے سر کو رسی سے کس دے۔ پھر بھی میں یہاں آنا نہ چھوڑوں گا کیونکہ دوست کے قدموں پر جان دیا ہوا پروانہ اس پروانہ سے بہتر ہے جو تاریک گوشہ میں زندہ ہو۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تو اس کے بلے کا زخم کھائے لڑکے نے کہا کہ میں گیند کی طرح اس کے قدموں میں گر پڑوں گا۔ اس نے کہا کہ اگر وہ تیرا سر تلوار سے کاٹ دے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کا غم نہ ہوگا جب کسی سے محبت ہوجائے تو وہ اپنے معشوق کی تھوڑی سی بات پر ناخوش نہیں ہوتا مجھے اپنے سر کی اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ میری مانگ پر تاج ہے یا کلہاڑا۔

مجھ بے صبرے پر غصہ نہ کر۔ اس لئے کہ عشق میں صبر کی کوئی صورت نہیں بنتی ہے۔ حضرت یعقوب کی طرح اگر آنکھیں سفید (قرآن میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں سفید ہوگئیں تھیں) بھی ہوجائیں تو بھی یوسف کے دیدار کی امید منقطع نہ کروں گا۔ ایک دن لڑکے نے شہزادے کے رکاب کا بوسہ لے لیا۔ شہزادہ بگڑ گیا اور اس نے باگ موڑ دی۔ لڑکا ہنسا اور بولا باگ نہ موڑ۔ اس لئے کہ بادشاہ کسی سے باگ نہیں (تو شہزادہ ہے بادشاہ ہر شخص کے حاجت روا ہوتے ہیں) موڑتا ہے۔ اے شہزادے تیرے وجود کے سامنے میری ہستی نہ رہی۔ تیری یاد میں میری خودی نہ رہی۔ اگر تو میری کوئی خطا بھی دیکھے تو عیب نہ لگا۔ اس لئے کہ تو نے ہی میری گریبان سے سر (یعنی اب میں ہمہ اوست کے مقام پر ہوں میں نہیں ہوں تو ہی تو ہے) نکالا ہے۔ اسی ہمت سے میں نے تیری رکاب پر ہاتھ ڈالا ہے کیونکہ میں اپنے آپ کو گنتی میں نہیں (تیرے وجود کے سامنے میرا وجود فنا ہوچکا ہے) لاتا۔ میں نے اپنے نام پر قلم کھینچ دیا ہے۔ اپنے مقصد کو میں نے پامال کردیا ہے۔ مجھے تو تیری مست آنکھ کا تیر ہی مار ڈالے گا۔ پھر تجھے اپنے ہاتھ میں تلوار سونتنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو نہ کل میں آگ لگا دے اور جلد جا تا کہ جنگل میں نہ خشک رہے نہ تر۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا طالب:

ایک بوڑھا صبح کو مانگنے نکلا اس نے ایک مسجد کا دروازہ دیکھا اور صدا دی۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ یہ مخلوق کا گھر نہیں ہے کہ تجھے کوئی چیز دیں۔ اپنی راہ لے اور یہاں شرارت نہ کر۔ اس نے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے کہ اس کی کسی کے حال پر عنایت نہیں ہے۔ اس شخص نے غصے سے جواب دیا کہ کیا غلط بات کرتا ہے۔ اس گھر کا مالک ہمارا خدا ہے۔ اس نے نگاہ کی مسجد کی قندیل اور محراب کو دیکھا۔ جگر سوزی سے ایک نعرہ مارا کہ اس جگہ سے آگے بڑھنا ظلم (اللہ کے دربار سے محروم رہنا کسی طرح مناسب نہیں لہٰذا یہیں پڑاؤ ڈالوں گا) ہے۔ اس در سے محروم رہنا افسوسناک ہے۔ میں کسی کوچہ سے ناامید ہو کر واپس نہیں ہوا تو اللہ کے دروازے سے شرمندہ ہو کر کیسے واپس جاؤں۔ میں اسی جگہ بھیک کا ہاتھ پھیلاؤں گا اس لئے کہ میں اتنا تو جانتا ہوں کہ یہاں سے خالی ہاتھ واپس نہ ہوں گا۔

سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ وہ ایک سال مجاور بنا بیٹھا رہا۔ فریادیوں کی طرح ہاتھ اٹھائے رہا۔ ایک رات اس کی عمر کا پیر مٹی میں دھنس گیا۔ کمزوری کی وجہ سے اس کے دل نے تڑپنا شروع کردیا۔ صبح کو ایک شخص اس کی طرف پہنچا۔ اس شخص کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ اس نے سنا کہ بوڑھا شخص گنگناتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا جس نے بھی سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے وہ ضرور کھلا ہے۔ صابر اور بردبار طلب گار (جب دنیا کا طالب بھی مایوس نہیں ہوتا تو اللہ کے طالب کے لئے مایوسی حرام ہے) چاہیے۔ اس لئے کہ میں نے کسی کیمیا گر کو ملول ہوتے ہوئے نہیں سنا۔ وہ کس طرح روپیہ خاک میں ملاتے ہیں تا کہ ہوسکتا ہے کہ کسی دن تانبے کو سونا کردیں۔ سونا کوئی چیز خریدنے کے لئے بہتر ہے۔ دوست کے ناز سے بہتر کوئی چیز (سونے چاندی کا مقصد اشیاء حاصل کرنا ہے تو اللہ کی ذات سے بہتر اور کیا شے ہو سکتی ہے) نہ خرید سکے گا۔ اگر کسی معشوق سے تیرا دل تنگ ہوجائے تو کوئی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کی آفت بھول جانا ہے۔ (الکنز)

دوسرا غمگسار تیرے ہاتھ آ جائے گا۔ بدمزاجی کی وجہ سے کڑوی زندگی نہ گزار اس کی آگ کو دوسرے پانی سے بجھا دے۔ اگر تیرا معشوق حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تو اس وجہ سے اس کو نہ چھوڑ۔ اس شخص سے دل ہٹایا جا سکتا ہے جس کے بارے میں تجھے معلوم ہو کہ اس کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے۔

سچا سائل:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نے تمام رات عبادت کی صبح کو دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بوڑھے کے کان میں ہاتف نے کہا کہ تو نامراد ہے۔ اپنا راستہ پکڑ ذلت سے نکل جا یا کھڑا روتا رہ۔ دوسری رات بزرگ نے پھر عبادت میں گزاری ایک مرید کو بزرگ کے حال کا علم تھا اس نے کہا کہ اے حضرت جب تجھے معلوم ہے کہ اس جانب سے تیری قبولیت کا دروازہ بند ہے تو بے کار اتنی کوشش نہ کر۔ لڑکے کی یہ بات سن کر بزرگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حسرت سے لڑکے کی طرف دیکھا اور کہا: اے لڑکے! تجھے یہ خیال کیوں ہوا کہ اگر اس نے باگ موڑ لی ہے تو میں شکار سے ہاتھ اٹھا لوں گا۔ ہاں ناامیدی سے میں اس وقت واپس ہوتا جب میں اس راستہ کے سوا کوئی دوسرا راستہ دیکھتا۔ جب بھکاری کسی دروازے سے محروم لوٹے اور وہ دوسرے راستہ سے واقف ہے تو اسے کیا غم ہے۔ اگرچہ میں سن چکا ہوں کہ اس کوچہ میں میرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے ایک رات وہ بزرگ سجدہ کی حالت میں مصروف عبادت تھا کہ اچانک اس کے دل کے کان میں یہ آواز آئی۔ اگرچہ اس کے نصیب میں قبولیت نہیں تھی مگر ہم نے بخش دی کیونکہ اس کا یہ عمل کہ اس کے لئے ہمارے لئے کوئی پناہ نہیں ہماری بارگاہ میں قبول ہو گیا۔

نماز نہ پڑھنے پر باپ کی بیٹے کو نصیحت:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ نیشا پور (خراسان کا ایک مشہور شہر) میں کسی شخص کا بیٹا عشاء کی نماز پڑھے بغیر سو گیا تو اس نے اپنے لڑکے کو نیند سے جگا کر کہا اے لڑکے اگر تو انسان ہے تو یہ توقع نہ رکھ کہ بغیر کوشش کئے کسی قیام پر پہنچ جائے گا۔ جو کا سمیلان (سمیلان ایک قسم کی گھاس ہے جو کھیتی کے کٹنے کے بعد خود بخود اگ آتی ہے لیکن وہ بالکل بے کار چیز ہے) قائم نہیں رہتا۔ عوام کی طرح بے منفعت وجود ہے۔ اس لئے اپنی کوشش اور لیاقت سے فائدے کی امید رکھ اور نقصان سے ڈر۔ اس لئے کہ فارغ البال زندگی والے بے نصیب (بے فکر انسان کبھی کوئی ترقی نہیں کر سکتا) رہتے ہیں۔

مجھے میرا اللہ پہنچائے گا:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور فاریاب کا ایک بوڑھا مغرب کی سرزمین کی طرف جا رہے تھے راستہ میں ایک دریا پڑا جسے ہم دونوں عبور کرنا چاہتے تھے مگر اس وقت میرے پاس صرف ایک درہم تھا کشتی والا ایک درہم کے عوض صرف ایک آدمی بیٹھانا چاہتا تھا۔ کافی کوشش کے باوجود اس پر تیار نہ ہوا کہ ایک درہم کے عوض دونوں کو بیٹھائے۔ لہٰذا اس کشتی پر سوار ہو گیا اور وہ درویش کنارے پر ہی رہا۔ ملاحوں نے کشتی کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا اس لئے کہ وہ کشتی والا بے خوف تھا۔ اپنے ساتھی کے غم میں مجھے رونا آ گیا۔ میرے رونے پر وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا اے عقلمند مجھ پر غم کر مجھے وہی ذات لائے گی جو کشتی لے کر جا رہی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پانی کی سطح پر مصلیٰ بچھایا۔ میں سمجھا کہ میرا وہم یا خواب (پانی پر مصلیٰ بچھانے کو میں حقیقت نہ سمجھا بلکہ محض وہم و خیال سمجھا) ہے۔ ساری رات حیرت و تعجب کی وجہ سے میری آنکھ نہ لگی۔ صبح کو اس نے مجھے دیکھا اور کہا ہے اے مبارک خیال دوست تو تعجب میں پڑ گیا تجھے یہاں تک کشتی لائی اور مجھے میرا اللہ۔ میری اس بات کا اہل ظاہر یقین نہ کریں (سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے جو اس بزرگ کی کرامات بتائی ہے اس پر اہل ظاہر کو یقین نہ آئے گا) گے کہ ابدال (ابدال اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہوتا ہے) پانی اور آگ میں چلتے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ وہ بچہ جو آگ کو نہیں پہچانتا ہے۔ مہربان ماں اس کی نگہداشت کرتی ہے۔ تو وہ لوگ کہ جو حال میں مستغرق (چونکہ اولیاء اللہ حال میں ڈوبے رہتے ہیں اور خودی سے بالکل غافل ہوتے ہیں لہٰذا خدا ان کے وجود کی خود حفاظت فرماتا ہے) ہیں۔ یہ سمجھ اللہ کے منظور نظر ہیں۔ آگ کی گرمی سے ابراہیم خلیل اللہ کی نگہداشت کرتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صندوق کو دریائے نیل میں ڈوبنے سے بچاتا ہے۔

جب بچہ تیراک کے ہاتھ میں ہے وہ نہیں ڈرتا اگرچہ دجلہ پھاٹ دار ہے تو دریا کی سطح پر کیسے قدم دھر سکتا ہے۔ ابدال کی طرح کہ تو زمین پر (وہ انسان جو خشکی پر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے سمندر میں خدا اس کی کیا حفاظت کرے گا) فاسق ہے۔

رضا بالقضاء:

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ شام کے علاقے میں لوگوں کو اس خبر سے بڑا اضطراب ہوا کہ ایک مبارک طبیعت انسان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ اس درویش کی یہ بات میرے کانوں میں گونج رہی ہے جو اس نے اس وقت کہی جب اس کے ہاتھ اور پیر میں بیڑیاں پہنائی جا رہی تھیں۔ اس نے کہا اگر بادشاہ (اللہ) اشارہ نہ کرے کس میں دم ہے کہ لوٹے (حوادث سب خدا کی مشیت سے ہیں) ایسے دشمن کو دوست سمجھنا چاہیے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ دوست نے مسلط (یہ رضا بالقضا کا مقام ہے) کیا ہے۔ درویش نے کہا کہ خواہ عزت ہو یا مرتبۂ ذلت ہو یا قید ہو میں اللہ ہی کی جانب سے سمجھتا ہوں نہ کہ عمر اور زید کی جانب سے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ اے عقل مند بیماری سے نہ ڈر اگر طبیعت تجھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتویٰ دینے پر وہ دلاور ہوں گے جو جہنم میں جانے کی پرواہ نہ کرتے ہوں (کنز العمال)

کڑوی دوا (حق تعالیٰ آرام میں مبتلا کر کے نیک بندوں کی اصلاح فرماتے ہیں اور مصیبتوں اور گناہوں کا کفارہ بناتے ہیں) بھیجے جو دوست کے ہاتھ سے آئے وہ کھالے اس لئے کہ بیمار طبیب سے زیادہ عقل نہیں رکھتا۔

شمع اور پروانے کی گفتگو:

شیخ سعدی فرماتے ہیں مجھے یاد ہے کہ ایک رات میری آنکھ نہ لگی میں نے سنا ایک پروانہ شمع سے کہہ رہا تھا کہ میں عاشق ہوں اگر میں جلوں تو مناسب ہے مگر تیرا یہ رونا اور جلنا اب کیوں ہے۔ شمع نے پروانے کو جواب دیا کہ اے میرے مسکین عاشق مجھ سے میرا میٹھا دوست شہد بچھڑ گیا ہے (چھتے سے شہد نچوڑ کر موم علیحدہ کیا جاتا ہے اس سے شمع بنتی ہے) ہے جب سے شیریں مجھ سے جدا ہوئی ہے تو فرہاد کی طرح میرے سر میں آگ لگ گئی ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی اور ہر منٹ درد کا سیلاب اس زرد رخسار پر پیچے کو بہہ رہا تھا۔ کہ اے ابوالہوس تیرا کام عشق نہیں ہے کہ نہ تو تو صبر رکھتا ہے اور نہ ٹھہرنے کی طاقت اے پرانے تو ایک شعلہ کے سامنے سے بھاگتا ہے مگر میں کھڑی ہوں تا کہ سب جل جاؤں عشق کی آگ نے اگر تیرا پر جلایا ہے مجھے دیکھ کر عشق نے مجھے پیر سے سر تک جلا دیا ہے۔ اس حالت میں رات کا کچھ حصہ نہ گزرا تھا کہ اچانک شمع کو ایک پری چہرہ نے بجھا دیا۔ (کسی نازنین نے شمع گل کر دی) جب شمع کے سر سے دھواں نکل رہا تھا تو وہ کہہ رہی تھی کہ اے صاحب ذر (ے عشق کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے اگر تو عاشقی سیکھنا چاہتا ہے تو جلنے سے مر کر ہی راحت پائے گا۔ مقتول دوست کی قبر پر نہ رو بلکہ اس پر خوشی کر کہ وہ مقبول ہو گیا ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ اگر تو عاشق ہے تو اپنے مرض سے غسل صحت نہ کر بلکہ سعدی کی طرح غرض سے ہاتھ دھو لے۔ فدائی معشوق سے ہاتھ نہیں کھینچتا ہے خواہ اس کے سر پر تیر اور پتھر برسیں۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ دریا میں قدم نہ رکھ اگر جاتا ہے تو جسم کو طوفان کے سپرد کر دے۔

عاجزی کا انعام:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ بارش کا ایک قطرہ بادل سے ٹپکا اور سمندر میں گرا۔ جب قطرہ نے سمندر کی وسعت دیکھی تو بہت شرمندہ ہوا کہ جس جگہ سمندر ہے میں کیا ہوں اگر وہ ہے تو یقیناً میں نہیں (سمندر کے وجود کے سامنے میری حیثیت کچھ نہیں) ہوں۔ جب اس نے اپنے آپ کو حقارت سے دیکھا تو ایک سیپی نے اپنی آغوش میں لے لیا اور اپنی گود میں دل سے اس کی پرورش کی۔ آسمان نے اس کا کام اس جگہ پہنچایا کہ بادشاہ کے لائق نامور موتی بنا۔ سعدی فرماتے ہیں کہ بلندی اس کو حاصل ہوئی ہے جو پست ہوا۔

حضرت بایزیدؒ کی تواضع:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ عید کی صبح کو حضرت بایزید بسطامی غسل کر کے غسل خانہ سے باہر نکلے کسی شخص نے بے خبری میں اس کے سر پر خاک کا طشت گرا دیا جس کی وجہ سے ان کی دستار اور داڑھی خاک آلود ہو گئی۔ مگر اس حالت میں بھی ان کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے کہ اے نفس: میں دوزخ کے قابل ہوں ذرا سی راکھ سے منہ کیوں بناؤں۔

عقل مند درویش اور متکبر قاضی کا قصہ:

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ پرانے کپڑے پہنے ایک مفلس فقیر (فقہ کا جاننے والا) قاضی کے دربار میں صف اول میں جا کر بیٹھ گیا۔ قاضی کو اس کی یہ بات ناگوار گزری۔ قاضی کے مصرف (مصرف کے معنی بتانے والا یہ ایک طرح کا عہدہ ہوا کرتا تھا جس کا کام لوگوں کا قاضی سے تعارف کرانا اور ان کو حسب مراتب بٹھانا ہوا کرتا تھا) نے اس کی آستین پکڑ کر اسے وہاں سے ہٹا دیا کہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرا مقام اونچا نہیں ہے اس لئے پیچھے بیٹھ یا پھر یہاں سے چلا جا۔

درویش نے مصرف کی یہ باتیں سنیں اور ایک آہ کھینچ کر اس مقام سے اٹھ کر اس سے کم درجہ پر جا بیٹھا اسی محفل میں کسی بات پر فقیہوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہو گیا۔ فقیہوں نے اس بارے میں جدل کا راستہ (گفتگو میں جب حق کا اظہار مدنظر نہ ہو بلکہ اپنی بڑائی ہو تو یہ جدل ہے) بنایا۔ ان کی باتوں میں انا پرستی اور "میں" آ گئی۔ انہوں نے آپس میں فتنہ کا دروازہ کھولا نہیں اور ہاں میں گردنیں ابھاریں۔ جیسے چالاک مرغے لڑائی میں چونچ اور پنجے کے ذریعہ ایک دوسرے میں گتھ جاتے ہیں۔ ان میں کوئی دیوانہ کی طرح غصہ کی وجہ سے بے خود تھا۔ کوئی زمین پر دوہتھڑ مارتا تھا۔ ایسی مشکل گرہ (مسئلہ) میں پھنس گئے تھے جس کے کھولنے کا کسی کو راستہ نہ ملا۔ پرانے کپڑوں والا بھی آخری صف میں بیٹھا یہ سب سن رہا تھا۔ آخر وہ جھاڑی کے شیر کی طرح غرایا اور اہل مجلس سے گویا ہوا کہ کسی مسئلے کو سنبھالنے کے لئے غصے سے پھولی رگیں کام نہیں آتیں بلکہ قوی اور معنوی بریان اور دلائل ہی کی گتھی کو سلجھاتے ہیں۔ میرے پاس بھی بات (دلائل) کا گیند بلا ہے۔ یہ سن کر اہل مجلس نے اس مفلس فقیہ سے کہا کہ اگر اس مسئلہ کے بارے میں تو خوب جانتا ہے تو بیان کر۔

اس مفلس فقیہ نے فصاحت کے قلم سے اس مسئلہ کو دلوں پر ایسا منقش کیا جیسا کہ نگ کا نقش بات کو ظاہر سے حقیقت کی طرف لے گیا اور دعوے کے سر پر قلم پھیر دیا۔ اہل مجلس نے اس کی فصاحت پر ہزار آفرین کہی۔ اس نے اپنی بات کے گھوڑے کو یہاں تک دوڑایا کہ قاضی گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس کر رہ گیا۔ اور اس سے اس حد تک عاجز ہوا کہ اپنی محراب سے نکلا اور اپنی پگڑی اعزاز اور مہربانی میں اس کے سامنے پیش کر دی کہ افسوس میں نے تیرا مرتبہ نہ پہچانا جس کی وجہ سے تیری تشریف آوری

میں نہ لگا مجھے افسوس ہے کہ تیرے پاس اس پونجی (علم اور معارفت) کے ہوتے ہوئے تجھے اس جگہ (بے مرتبہ) پر دیکھ رہا ہوں۔ قاضی کا مصرف دلداری کے لئے اس کے سامنے آیا تا کہ قاضی کی پگڑی اس کے سر پر رکھ دے تو اس نے ہاتھ اور زبان سے مصرف کو روکا کہ دور ہو۔ میرے سر پر غرور کا پائے بند (دستار علماء کو مغرور اور متکبر بناتی ہے) نہ رکھ۔ ورنہ کل کو میں بھی پرانے لباس والوں پر پانچ گز کی پگڑی کی وجہ سے غصے ہوں گا۔ جب لوگ مجھے اس دستار کے ہوتے ہوئے آقا اور بڑا صدر کہہ کر پکاریں گے تو یہ سارے لوگ مجھے اپنی نگاہ میں حقیر نظر آئیں گے۔ شیریں پانی کو ہر شخص ممتاز (یعنی اچھی چیز اچھے ظرف کی محتاج نہیں ہے) کر لیتا ہے خواہ وہ زریں پیالے میں ہو یا مٹی کے برتن میں۔ انسان کے سر میں عقل اور گودا چاہیے۔ تیری طرح مجھے اچھی پگڑی نہیں چاہئے۔ انسان سر کی بڑائی سے کوئی چیز نہیں (پگڑی باندھ کر سر بڑا کر لینے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بن جاتا۔ کدو کا سر بھی بڑا ہوتا ہے لیکن وہ بے مغز ہوتا ہے۔ تو اپنی داڑھی اور پگڑی کی وجہ سے اپنی گردن نہ ابھار۔ اس لئے کہ پگڑی کی حقیقت روئی اور تیری مونچھوں کی حقیقت گھاس کے سوا کچھ نہیں۔ جو لوگ محض دیکھنے میں آدمی ہیں تصویر کی طرح تو یہی بہتر ہے کہ وہ چپ رہیں۔ ہنر کے اندازے سے مقام تلاش کرنا چاہیے۔ زحل کی طرح بلندی اور نحوست (زحل ستارہ بلند ہے لیکن منحوس سمجھا جاتا ہے) نہ ظاہر کر۔ نہ کل چاہے کتنا بلند ہی کیوں نہ ہو۔ اس کی بلندی کسی کام کی نہیں کیونکہ خود اس میں گنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس عقل و ہمت کے ہوتے ہوئے میں تجھے انسان نہیں کہہ سکتا خواہ تیرے پیچھے سو غلام چلتے ہوں۔ ایک کوڑی نے جو مٹی میں تھی تو کیا اچھی بات کہی جب اس کو ایک لالچی جاہل نے اٹھایا کہ مجھے کوئی بھی کسی چیز کے بدلے نہ خریدنا چاہے گا۔ اپنی دیوانگی سے مجھے ریشمی کپڑے میں لپیٹ۔ کوئی مالدار محض اپنے مال کی وجہ سے دوسرے سے بہتر نہیں ہے۔ جیسے اگر گدھا اطلس کی جھول بھی پہن لے تب بھی وہ گدھا ہی رہے گا۔ چست بات کہنے والے انسان نے یہ باتیں کر کے بات کے پانی سے دل کا کینہ (دل کا غبار) دھولیا۔ اسی محنت مگر حق بات سن کر قاضی حواس باختہ ہوا۔ اپنے ظلم میں خود ایسا گرفتار ہوا کہ بول پڑا۔ بیشک یہ سخت دن ہے۔ قاضی کو تعجب میں مبتلا چھوڑ کر وہ جوان اس مجلس سے باہر نکل گیا اور پھر کسی نے اس کا نشان نہ پایا۔ کچھ دیر بعد جب اہل مجلس کے حواس بحال ہوئے تو انہوں نے شور کیا کہ تو بتا کہ ایسا گستاخ کہاں کا رہنے والا ہے۔ چوبدار کو اس شخص کے پیچھے روانہ کیا کہ اسے ڈھونڈ کر لائے اس نے جب لوگوں سے اس جوان کے متعلق پوچھا کہ کسی نے اس صفت اور صورت کا دیکھا ہے ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس قسم کا شیریں گفتار اس شہر میں ہم فقط سعدی کو سمجھتے ہیں۔

گنجہ کے شہزادے کے توبہ کا قصہ

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں گنجہ (گنجہ ایک شہر کا نام ہے تبریز کے قریب ہے) کا ایک شہزادہ تھا جو نااہل' ناپاک اور زور آور تھا۔ ایک بار وہ نشہ کی حالت میں مسجد میں آ گیا۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں جام تھا اور نشہ میں مست ہو کر گا رہا تھا۔ مسجد کے حجرہ میں ایک پارسا بزرگ ٹھہرا ہوا تھا۔ جس کی زبان میٹھی اور دل صحیح تھا کچھ لوگ اس بزرگ کا وعظ سن رہے تھے۔ اس بزرگ کی مجلس سے ایک شخص اٹھا اور بزرگ سے اس بدمست شہزادے کے بارے میں دعا کے لئے کہا کہ رندمست کے لئے آخر ایک مرتبہ دعا کر دیجئے۔ اس لئے کہ ہم تو بے زبان اور بے ہاتھ ہیں۔ باخبر دل کی جلا دینے والی ایک آہ سترتیغ و تیر سے قوی ہوتی ہے۔ جہاندیدہ انسان نے ہاتھ اٹھایا کہ اے نشیب و فراز کے مالک یہ لڑکا زمانہ سے خوش وقت ہے۔ اے اللہ اس کے تمام اوقات کو خوش بنا دے۔ بزرگ کی یہ دعا سن کر مجلس سے ایک اور شخص اٹھا اور اس نے بزرگ سے کہا کہ اے سچائی کے پیشوا آپ اس بد کے لئے کیوں نیکی چاہتے ہو کیونکہ بدعہد کے نصیبہ کی نیک خواہی شہر کی مخلوق کے سر کی بدخواہی کے برابر ہے۔ تیز ہوش دیکھنے والے نے کہا جب بات کی حقیقت تجھے معلوم نہ ہو تو جوش نہ دکھا۔ میں نے بڑی باتوں سے مجلس کو سجایا ہے۔ انصاف کے پیدا کرنے والے سے میں نے اس کی توبہ کی درخواست کی ہے۔ اس لئے کہ جب وہ بری عادت سے باز آ جائے گا تو بہشت میں باقی رہنے والے عیش کو پہنچ جائے گا۔ شراب کا عیش تو یہی پانچ روز کا ہے۔ مگر اس کے چھوڑ دینے میں ہمیشہ کا عیش ہے۔ بزرگ کے دعا دینے والی بات کسی شخص نے شہزادے کے سامنے بیان کر دی۔ جسے سن کر شہزادے کی آنکھوں میں بےخودی کی وجہ سے آنسو آ گئے۔ شہزادے نے بزرگ کے پاس ایک شخص کو بھیجا کہ قدم رنجہ فرمائیں تا کہ میں سر دھروں نادانی اور بدچلنی کا خیال دل سے نکال دوں۔ بزرگ نے شہزادے کی دعوت قبول کی جب یہ بزرگ شاہ کے دربار میں پہنچے تو ان کے استقبال کے لئے دروازہ پر سپاہی دو رویہ کھڑے ہو گئے۔ دربار میں شاہ اور اہل مجلس نشہ میں مست تھے۔ کوئی بےخود کوئی نیم مست کوئی ہاتھ میں صراحی لئے شعر پڑھنے والا۔ ایک جانب گویے کی آوازیں دوسری طرف ساقی کی صدا کہ پی۔ لعل جیسے رنگ کی شراب میں مست تھے۔ ستار چی ستار کی طرح نیند سے بغل میں سر دیئے ہوئے تھا۔ مغرور دوستوں میں سے کسی کی نرگس کے سوا (نرگس کے علاوہ سب نیند سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھے اس جگہ آنکھ نہ کھلتی تھی طبلہ اور ستار ایک دوسرے سے ساز گار تھے نالہ زار سے دھیمی سر پیدا ہو رہی تھی۔ بزرگ نے جب شاہ کا یہ رنگ دیکھا تو انہوں نے حکم دیا کہ باجا و آواز کے آلات توڑ دیئے جائیں آناً فاناً ساری چیزیں چورا چورا کر دی گئیں۔ انہوں نے بزرگ کے حکم پر ستار کو توڑ ڈالا۔ لارود کو پھاڑ ڈالا۔ گویے نے سر سے گانے کا خیال نکال دیا۔ میخانہ پر میں نے مٹکے پر پتھر مارے شراب بہہ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ خوشامد اور چاپلوسی کرنا اور حسد کرنا طلب علم کے سوا نہیں ہے۔'' (بیہقی)

ستار اوندھا ہو گیا۔ جیسے کشتہ بطخ سے خون جاری (شراب کی بطخ سے لعل گوں شراب بہنے کا یہ منظر تھا کہ گویا بطخ ذبح کر دی ہے) ہو گیا۔ مٹکی نو ماہ شراب سے حاملہ (بھری ہوئی) تھی اس فتنہ میں اس نے جلد لڑکی جن دی۔ انہوں نے مشک کو پیٹ تک پھاڑ ڈالا۔ اس پر پیالہ کی آنکھیں پر اشک تھیں۔ بزرگ کے حکم پر مکان کے صحن کے پتھر اکھاڑ کر اس کی جگہ نئے پتھر لگا دیئے اس لئے کہ یاقوت رنگ کی شراب کا ابٹن سنگ مرمر کے چہرے سے دھونے سے نہیں جاتا اگر چہ بچہ مست ہوا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اس نے ان دنوں بہت شراب پی لیکن اس دن کے بعد سے شہزادہ ایسا بدلہ کہ پھر جو بھی ہاتھ میں سارنگی پکڑتا تو ڈھیرے کی طرح لوگوں کے ہاتھ سے طمانچے کھاتا اور اگر کوئی فاسق کندھے پر ستار رکھتا تو وہ طنبورہ کی طرح اس کے کان اینٹھتا۔ وہ جوان (شہزادہ) جس کا سر تکبر اور خودی سے مست تھا بوڑھوں کی طرح عبادت کے گوشے میں بیٹھ گیا۔ اس کے باپ نے کئی بار ڈانٹ کر اس سے کہا کہ نیک چلن اور مہذب بات والا بن لیکن وہ نہ سمجھا باپ نے اس پر سختی کی قید خانہ اور بیڑیوں کی سزا بھی دی مگر اس کو ایسی مفید نہ ہوئی جیسی کہ نصیحت۔

نیک آقا اور سرکش غلام کا قصہ:

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ جو تمام زمانے کا ہنر مند تھا اس کا ایک غلام تھا جو نہایت بدمزاج اور برے اخلاق کا تھا۔ بدصورت بھی ایسا کہ شہر کے بدصورتوں سے بازی لے گیا تھا اور غلیظ ایسا کہ اس کے دانت اژدھے کی طرح زہر آلود رہتے۔ روحوں والی آنکھ کا پانی ہمیشہ چہرہ پر نمودار (چندھا تھا) رہتا تھا۔ اس کے بدن سے ہروقت شدید بو نکلتی رہتی تھی۔ کھانے پکتے وقت ابرو پر گرہ ڈالتا (بدمزاجی کرتا) مگر جب کھانا پک جاتا تو اپنے آقا کے ساتھ ران ملا کر بیٹھتا اور دمادم روٹی کھانے میں ساتھ رہتا۔ اس قدر نمک حرام اور کام چور تھا کہ مرتے کے منہ میں بھی پانی نہ ڈالے۔ اس پر کوئی نصیحت کام کرتی تھی نہ مار پیٹ سے قابو آتا تھا۔ دن رات اس کی وجہ سے گھر درہم برہم تھا۔ اپنی خبیث طبیعت کی وجہ سے لوگوں کو پریشان کرتا۔ کبھی کانٹے اور تنکے راستے میں ڈال دیتا کبھی مرغیوں کو کنوئیں میں پھینک آتا۔ اس کے چہرے پر وحشت برستی تھی۔ غرض یہ غلام کسی کام کا نہ تھا۔ بلکہ ہڈ حرام تھا کسی نے غلام کے آقا سے کہا کہ تیرے غلام میں نہ ادب ہے نہ ہنر اور نہ ہی یہ خوبصورت پھر تو اس سے کیا چاہتا ہے۔ جتنی برائیاں اس غلام میں ہیں ان کے ہوتے ہوئے اس کا وجود اس لائق نہیں کہ تو اس کا ظلم برداشت کرے اور بلاوجہ اس کا بوجھ اپنے کندھے پر اٹھائے۔ اگر تو کہے تو میں تیرے لئے ایک خوبصورت نیک عادت غلام لے آؤں۔ اس بدمزاج غلام کو بردہ فروش کے یہاں لے جا کر بیچ آ۔ اور اگر وہ اس غلام کا سودا ایک پیسہ میں بھی کرلے تو انکار نہ کرنا اور اگر سچ پوچھے تو یہ مفت میں بھی گراں (مہنگا) ہے۔ نیک طبیعت انسان نے یہ بات سنی ہنسا کہ اے مبارک ذات یار بے شک اس غلام کی طبیعت اور عادت بری ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے میری طبیعت نیک ہو جاتی ہے جب اس کی بہت برداشت کرلوں گا تو ہر شخص کا ظلم برداشت کر سکوں گا۔ میں نے شرافت نہ سمجھا کہ اس کو بیچوں اور کسی دوسرے سے اس کا عیب کہوں۔ اس کی مصیبت کو برداشت کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ اس کو کسی کے حوالے کروں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ پسند نہیں کہ جو چیز مجھے ناپسند ہے وہ اپنے کسی بھائی کے سر ڈال دوں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر تو تکلیف میں ہے تو دوسرے کو اس میں مبتلا نہ کر۔ برداشت کرنا ابتداء تجھے زہر معلوم ہوگا لیکن شہد بن جائے گا جب طبیعت میں رچ بس جائے گا۔

موت کی طاقت:

حضرت شیخ سعدی بیان فرماتے ہیں کہ آذربائیجان کے شہر اردبیل میں ایک شخص رہتا تھا جو نہایت بہادر اور طاقت ور تھا طاقتور اتنا کہ اپنا تیر بیلچہ کے آر پار کر دیتا تھا۔ ایک بار لڑائی کے دوران ایک کمبل پوش اس کے سامنے آیا۔ جو دنیا کو آگ لگا دینے والا جنگ باز تھا۔ جنگجوئی میں بہرام گور کی طرح تھا۔ اس کے کاندھے پر گورخر کے چمڑے کی کمند تھی۔ اردبیل کے جنگجو نے کمبل پوش پر خزنگ کے بنے ہوئے سو تیر چلائے لیکن ایک تیر بھی کمبل پوش کے کمبل سے آگے نہ بڑھا۔ وہ بہادر (کمبل پوش) دستان پہلوان (رستم کے باپ کا نام ہے) کی طرح آگے بڑھا اس کو کمند کے بیچ میں پھنسایا اور لے گیا۔ اور اسے لشکر گاہ میں خیمہ کے دروازے پر خونی چوروں کی طرح گردن سے باندھ دیا۔ وہ تمام رات غیرت اور شرم کی وجہ سے نہ سویا۔ صبح کو ایک خادم نے اسے اس طرح بندھا دیکھ کر قیچیہ میں سے کہا کہ تو جو لوہے کو ناوک اور تیر سے بیندھ دیتا تھا کمبل پوش کی قید میں کیسے آ گیا۔ سعدی فرماتے ہیں کہ وہ کہتا تھا اور خون کے آنسو روتا تھا تجھے معلوم نہیں کہ موت کے دن کوئی نہیں جیا میں وہی تھا کہ نیزہ بازی اور تلوار بازی کے طور طریقے رستم کو سکھائے۔ جب میرے نصیبہ کا بازو قوی تھا بیلچے کی موٹائی مجھے کمبل معلوم ہوتی (بیلچے میں اس آسانی سے تیر آر پار کر دیتا تھا جیسا کہ کمبل میں) تھی۔ اب جب کہ اقبال (نصیب) قابو میں نہیں ہے میرے تیر کے سامنے کمبل بھی بیلچے سے کم نہیں ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ موت کے دن نیزہ زرہ کو پھاڑ دیتا ہے بے موت کے کرتے سے بھی نہیں گزرتا ہے۔ موت کے قہر کی تلوار جس کی گدی میں ہے وہ ننگا ہے چاہے اس کی زرہ چند (کٹی) نہ کی ہے اور اگر نصیب مددگار ہو اور زمانہ پشت پناہی کرے تو ننگا بھی خنجر سے نہیں مارا جا سکتا۔ نہ ہی کسی عقلمند نے اپنی کوشش سے موت سے جان بچائی ہے نہ

بیوقوف مضر چیز کھانے سے مرا ہے۔

ایک کردی اور طبیب کا قصہ:

حضرت شیخ سعدی بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات کردی (کرد ایک قوم تھی جو جنگل میں بکریاں چراتی تھی) کے پیٹ میں درد اٹھا۔ درد کی شدت کی وجہ سے وہ رات سو نہ سکا۔ صبح وہ حکیم کے پاس پہنچا۔ حکیم نے اسے دیکھ کر کہا چونکہ اس نے زرکی پتی (زرایک قسم کی گھاس ہے جس میں مشک کی سی خوشبو ہوتی ہے) کھائی ہے۔ پر مجھے حیرت ہے کہ اس نے رات کیسے پوری کرلی۔ اس لئے کہ تاتاری کے تیر کی نوک مضر کھانا کھانے سے بہتر (مضر صحت خوراک تاتاری کے تیر سے زیادہ مہلک ہے) ہے۔ حکیم کہہ رہا تھا کہ اگر ایک لقمہ سے انتڑی میں گرہ پڑ جائے تو نادان (کھانے والے کی) کی تمام عمر رائیگاں جاتی ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ تقدیر سے طبیب اسی رات مر گیا۔ اور اس قصہ کو چالیس سال گزر گئے وہ کردی اب تک زندہ ہے۔

موت سے چھٹکارا نہیں:

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک گدھ چیل کے سامنے بولا کہ مجھ سے زیادہ دوربین کوئی نہیں ہوگا۔ چیل بولی کہ اتنی زیادہ شیخی اچھی نہیں ہوتی۔ آج جنگل کے اطراف میں تجھے کیا دکھتا ہے۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دن کے فاصلہ سے گدھ نے اوپر سے نیچے نظر دوڑائی اور چیل سے بولا کہ اگر تجھے یقین آ جائے تو میں نے دیکھا ہے کہ گیہوں کا ایک دانہ زمین پر پڑا ہے چیل کو تعجب کی وجہ سے یقین نہ آیا۔ انہوں نے سر او نچائی سے نشیب کی طرف کر دیا۔ جب گدھ دانہ کے قریب پہنچا اس پر لمبی قید چمٹ گئی۔ وہ شکاری کے بچھائے ہوئے پھندا میں بری طرح پھنس گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ اس دانے کے کھانے سے زمانہ اس کی گردن میں جال ڈال دے گا۔ ہر سیپی موتی سے حاملہ نہیں بنتی ہے۔ نہ ہر بار چالاک نشانہ پر مار سکتا ہے۔ چیل نے جب گدھ کو جال میں پھنسے دیکھا تو گدھ سے بولی اس دانہ کے دیکھنے سے کیا فائدہ جب تجھے دشمن کے جال کی بینائی نہ تھی۔ سعدی فرماتے ہیں کہ وہ کہہ رہا تھا اور اس کی گردن پھنسی تھی۔ تقدیر سے بچاؤ مفید نہیں ہے (باوجود بچاؤ کے مقدر کا لکھا پیش کر رہا ہے) موت نے جب اس کا خون بہانے کے لئے ہاتھ نکال لیا تو تقدیر نے اس کی باریک بینی بند کر دی جس پانی کا کنارہ موجود نہ ہو۔ اس میں تیراک کا غرور کام نہیں آتا ہے۔

پردہ پوشی کی فضیلت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ شیخ ابوسلیمان داؤد قبیلہ طے کے رہنے والے تھے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حضرت موسیٰ رضا اور حبیب رائی کے مرید تھے۔ ایک شخص ان بزرگ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک صوفی کو راستے میں بے ہوش پڑا دیکھا ہے۔ وہ اس حالت میں ہے کہ اس کا لباس اور پگڑی قے آلود ہے اور کتوں کا مجمع اس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہے۔ (عموماً شرابیوں کو قے آ جاتی ہے) نیک عادت والے نے جب یہ قصہ سنا تو کہنے والے سے ابروئیں چڑھائیں تھوڑی دیر تک وہ اس شخص پر بگڑتے رہے پھر اس سے کہا کہ اے دوست مہربان دوست آج ہی کے دن کام آتا ہے) یعنی یہی وقت ہے کہ تو اس کی مدد کرلے۔ جا اور اس بری جگہ سے اس کو اٹھا کر لے آیا کیونکہ اس شخص کی یہ حرکت شرع میں ممنوع ہے اور گدڑی پر عار ہے جا اور بہادروں کی طرح اسے کمر پر لاد کر لے آ۔ اس لئے کہ مست طریقت کی بارے پر قابو نہیں رکھتا ہے۔ سننے والا اس بات سے تنگ دل ہوا۔ فکر میں پھنس گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں اس شخص کی حالت یہ تھی کہ نہ تو اس میں اس بات کی طاقت تھی کہ ان کا حکم نہ مانے۔ نہ اس بات کی رغبت تھی کہ مست کو کندھے پر لے آئے۔ تھوڑی دیر تک پیچ و تاب کھاتا رہا۔ مگر کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی۔ جب حکم سے سرکشی کا راستہ نہ ملا۔ تو کمر باندھی اور مجبوراً اس صوفی کو اپنے کندھے پر اٹھا کر شہر کی طرف آیا۔ لوگوں نے جب صوفی کو اس حالت میں اس کے کندھے پر دیکھا تو پورا شہر اس کے گرد جمع ہو گیا۔ کوئی طعنہ دیتا کہ اس فقیر کو دیکھو کیا پارسائی، تقویٰ اور دین ہے کوئی یہ کہتا کہ صوفیوں کو دیکھو شراب پیتے ہیں اپنا چوغہ شراب کے بدلے گروی کئے ہوئے ہیں۔ کوئی ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مدہوش ہے۔ اور وہ نیم بے ہوش ہے۔ غرض پورا دن اس نے اسی مصیبت اور غم میں گزارا۔ مجبوراً اس مست کو صوفی کے گھر لے گیا۔ رات بھر وہ شرم اور فکر میں نہ سویا کہ گردن پر دشمن کے ظلم کی تلوار شہر کی بدنامی اور عوام کے جوش سے بہتر ہے دوسرے دن جب وہ ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اسے دیکھ کر ہنسے اور بولے کہ گلی کوچوں میں بھائی کی آبروریزی نہ کر۔ ورنہ زمانہ شہر میں تیری آبروریزی کرے گا (چونکہ تو نے اس مست کی آبروریزی تنہائی میں کی تھی لہٰذا تیری آبروریزی برملا (سربازار) ہوئی۔

سرداروں کو عوام کا کیا علم:

شیخ سعدی بیان فرماتے ہیں کہ ایران کا حاکم طغرل خزاں کی رات میں ایک غلام چوکیدار کے پاس سے گزرا۔ تو اس نے چوکیدار کو برف اور بارش اور بہاؤ کے برسنے سے سہیل ستارہ کی طرح لرزتے دیکھا۔ رحم سے اس کا دل اس پر جوش میں آ گیا۔ چوکیدار کے پاس گیا اور بولا کہ ابھی میری پوستین کی قبا پہن لو اور بالا خانے کے کنارے تھوڑی دیر انتظار کر میں غلام کے ہاتھ تیرے لئے سردی سے بچاؤ کے لئے باہر بھیجتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک کو شک پیدا ہو تو اس کی بابت مجھ سے پوچھے۔ (مجمع)

ابھی سلطان یہی کہہ رہا تھا کہ موسم بہار کی ہوا چل پڑی۔ بادشاہ شاہی محل میں گھس گیا۔ پری جیسے چہرے والا لڑکا اس کے محل میں موجود تھا۔ جس کی طرف سلطان کی طبیعت کا جھکاؤ تھا۔ اس ترک (محبوب لڑکے) کا نظارہ اس کو ایسا بھلا معلوم ہوا کہ مسکین چوکیدار سے کیا ہوا۔ وعدہ اس کے ذہن سے نکل گیا۔ ادھر چوکیدار پوستین کی قبا کے انتظار میں ساری رات کھڑا رہا۔ کیونکہ اس نے پوستین کا صرف نام ہی سنا تھا اور اب اس کی بدبختی کی وجہ سے کاندھے پر آنے سے رہ گئی۔ شاید کہ جاڑے کی تکلیف اس کے لئے کافی نہ تھی کہ آسمان کے ظلم نے اس کے لئے انتظار کا اور اضافہ کردیا۔ سعدی فرماتے ہیں کہ غور کر جب بادشاہ غفلت میں سوگیا جب صبح ہوئی تو نقاری نے اس سے کیا کہا اے نیک بخت سلطان شاید تو بھول گیا جب تیرا ہاتھ معشوق کی بغل میں پہنچا کہ تو نے کسی غریب سے کیا وعدہ کیا تھا۔ تیری رات عیش و مستی میں کٹتی ہے تجھے کیا معلوم کہ رات میں ہم پر کیا گزرتی ہے۔

سعدی فرماتے ہیں کہ قافلے کے سردار دیگ میں سر دیئے ہوتے ہیں اس کو ریتے میں دھنسے ہوؤں کی کیا فکر ہے۔ اے کشتی والے پانی پر کھڑا رہے اس لئے کہ بے سہارا لوگوں کے سر سے پانی گزر گیا ہے اے مست جوانو ٹھہرو اس لئے کہ قافلہ میں سست بوڑھے بھی ہیں۔ قیام گاہ پر دل کے آرام سے سونے والے بھوکے پیٹ والوں کا حال نہیں جانتے ہیں۔

گدھے کی نصیحت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی جنگل میں سے گزر رہا تھا بہت زیادہ تھک گیا تھا کہ اپنی بے بسی پر رونے لگا کہ اس جنگل میں مجھ سے زیادہ کون مسکین ہوگا۔ اس کی بات ایک لدھو گدھے نے سنی تو بولا اے بے تمیز میری طرح تو بھی آسمان کے ظلم سے نالاں ہے۔ جا شکر ادا کر اگرچہ تیرے پاس سواری کے لئے گدھا تک نہیں لیکن تو انسان کے بوجھ تلے چلنے والا گدھا بھی نہیں ہے۔

شرابی کی نصیحت:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک فقیہہ ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے ایک شرابی کو نشے میں مست و بے ہوش پڑے دیکھا اسے اس طرح پڑے ہوئے دیکھ اپنی پارسائی پر مغرور ہوگیا تکبر سے اس کی طرف دھیان نہ کیا۔ اس ست جوان نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ اے بوڑھے جا خدا کا شکر ادا کر۔ اس لئے کہ تو نعمت میں ہے تکبر نہ کر کیونکہ تکبر کرنے سے محرومی آتی ہے۔ اگر تو کسی کو قید میں دیکھے تو اس پر نہ ہنس ایسا نہ ہو کہ تو بھی قید میں پڑ جائے کیا آخر تقدیر کے امکان میں یہ نہیں ہے کہ کل کو میری طرح تو بھی کہیں مست پڑا ہو۔ اگر آسمان نے تیرا حصہ مسجد میں لکھ دیا ہے تو دوسرے پہ جو کنشت میں ہے اس پر طعنہ زنی نہ کر۔ اے مسلمان! شکرانہ میں ہاتھ جوڑ کہ آتش پرست کا جینو تیری کمر پر نہیں بندھا ہے۔

سومنات کا مندر اور حضرت شیخ سعدیؒ:

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے سومنات (سومنات) کے (جونا گڑھ کے علاقہ میں ایک بت خانہ تھا جو محمود غزنوی کے حملوں میں تباہ ہوگیا تھا اب ہندسرکار نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے منات عرب کا مشہور بت تھا) میں ہاتھی دانت کا بنا ہوا بت دیکھا۔ جڑاؤ جیسے جاہلیت میں منات مصور نے اس بت کو اتنا خوبصورت بنایا تھا جس سے زیادہ خوبصورت نہ بن سکے۔ اس بے جان صورت کو دیکھنے کے لئے ہر گوشہ سے قافلے رواں تھے۔ چین اور جنگل کے رائے صاحبان سعدی کی طرح اس سنگ دل بت کی وفا کے لالچ میں تھے۔ بڑے زبان آور ہر جگہ سے چل کر اس بے زبان کے آگے گڑگڑاتے تھے۔ اس ماجرے کو کھولنے سے میں عاجز آگیا کہ جان دار بے جان کو کیوں پوجتا ہے۔ اس مندر میں میری شناسائی ایک پجاری سے ہوگئی۔ وہ پجاری بھلی بات کہنے والا اور حجرہ کا شریک اور یار تھا۔ ایک بار نرمی سے میں نے اس سے پوچھا کہ اے برہمن اس سرزمین کے کارناموں سے مجھے تعجب ہے کہ اس بے طاقت و بے جان جسم (بت) پر فریفتہ ہیں۔ اور گمراہی کے کنویں میں قیدی ہیں۔ نہ تو اس بت کے ہاتھ میں طاقت ہے اور نہ پاؤں میں رفتار۔ کہ اگر تو اسے گرادے تو وہ اپنی جگہ سے بھی نہیں اٹھ سکتا۔ تو نے نہیں دیکھا کہ اس بت کی آنکھیں کہربائی ہیں۔ ان تنگ چشموں سے وفا ڈھونڈھنا غلطی ہے۔ (تنگ چشم یعنی جو نہ دیکھ سکے معشوق کو تنگ چشم اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ تکبر کی وجہ سے نگاہ بھر کر کسی کو نہیں دیکھتا ہے) میری گفتگو سن کر اس دوست (پجاری) نے مجھے اپنا دشمن سمجھا۔ غصہ سے آگ کی طرح ہوگیا اور مجھ سے الجھ گیا۔ شور شرابہ کر کے پجاریوں اور بت خانہ کے پیر کو اکٹھا کردیا۔ میں نے اس انجمن میں بھلائی کا منہ نہ دیکھا چونکہ ٹیڑھا راستہ ان کے نزدیک سیدھا تھا لہٰذا ان کی آنکھوں میں سیدھا راستہ ٹیڑھا نظر آیا۔ میں نے خاطر تواضع (خوشامد) کے علاوہ کوئی راستہ نہ دیکھا۔ میں نے بڑے برہمن کی تعریف شروع کردی کہ اے استاد اور ژند کی تفسیر کے پیر (ژند مشہور کتاب ہے جو زردمست کی طرف منسوب ہے۔ استاد اس کی ایک شرح ہے) مجھے بھی اس بت کے نقش کے ساتھ خوش اعتقادی ہے اس لئے کہ عمدہ شکل اور دل کش صورت ہے۔ میری نگاہ میں اس کی صورت نادر معلوم ہوتی ہے لیکن مجھے حقیقت کا پتہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں ابھی ابھی اس رات کا مالک (معتقد) بنا ہوں۔ اس لئے بد اور نیک میں کم تمیز کرتا ہوں لیکن تو سمجھتا ہے کیونکہ اس بساط کا زرین ہے اس زمین کے بادشاہ کا مخلص ہے کہ دیکھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عالم مرتا ہے تو خدا اس کے علم کی صورت بنا دیتا ہے جو قبر میں قیامت تک اس کا ساتھ دیتا ہے۔ (الجامع)

دیکھی کی گمراہی ہے ٹھنڈک اسی مسافر کو ہے جو باخبر ہے۔اس بت کی صورت میں کیا حقیقت ہے مجھے بھی بتا تا کہ میں سب سے پہلے عبادت گزاروں میں ہوں۔میری ان خوشامدانہ باتوں سے برہمن کا منہ خوشی سے چمک اٹھا۔اس سے میری باتوں کو پسند کیا اور کہا کہ اے اچھا بولنے والے تیرا سوال بالکل ٹھیک ہے اور تیرا کام عمدہ ہے۔جو شخص دلیل کا متلاشی ہوتا ہے وہ مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔برہمن کہنے لگا کہ تیری طرح میں بھی سفر میں بہت گھوما ہوں۔بتوں کو اپنے آپ سے بے خبر ہی دیکھا ہے۔اس بت کے علاوہ اس لئے کہ یہ بت ہر صبح جہاں وہ ہے وہاں سے منصف خدا کے سامنے ہاتھ اٹھاتا ہے۔اگر تو بھی اس بت کی یہ کرامات دیکھنا چاہتا ہے تو آج رات تو بھی اس جگہ ٹھہر جا کیونکہ آنے والے کل کو تیرے اوپر یہ راز کھل جائے گا۔پیر (برہمن) کے حکم پر میں رات کو وہاں رہا۔جیسا بیژن مصیبت کے کنویں قیدی (بیژن رستم کا بھانجا ہے جس کو منیژہ کے عشق کی پاداش میں افراسیاب نے کنویں میں قید کر دیا تھا) شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ وہ رات میرے لئے قیامت کے دن کی طرح لمبی تھی۔پجاری میرے چاروں طرف بلاوضونماز میں تھے۔وہ برہمن جنہوں نے پانی کو کبھی (غسل کے لئے) تکلیف نہ دی تھی۔ان کی بغلوں سے اتنی شدید بدبو آرہی تھی جیسے سورج میں مردہ سڑ رہا ہو۔شاید میں نے کوئی بڑا گناہ کیا تھا اس لئے میں نے اس رات بڑا عذاب اٹھایا۔تمام رات اسی غم کی قید میں پھنسا رہا میرا ایک ہاتھ دل پر تھا اور ایک دعا میں کہ اچانک نقارچی نے نقارہ پیٹ دیا۔مرغ نے برہمن کی موت کا اعلان کر دیا۔(مرغ کی اذان کو برہمن کی موت کا پیغام قرار دیا ہے) رات کے سیاہ پوش خطیب نے بلا کسی اختلاف کے دن کی تلوار میان سے سونت لی (قاعدہ تھا کہ فاتح سیاہ کپڑے پہن کر اور ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر خطبہ دیتا تھا) سوختے میں صبح کی آگ لگ گئی۔ایک دم سے پوری دنیا روشن ہوگئی۔بے عقل پجاری بغیر منہ دھوئے دروازے اور جنگل اور کوچہ سے پاخانہ میں آ گئے انسانوں میں سے کوئی شخص شہر اور کوچہ میں نہ رہا۔بت خانہ میں اس قدر لوگ تھے کہ سوئی دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ابھی میں غنودگی اور غصہ کی کیفیت میں تھا کہ اچانک اس بت نے اپنے ہاتھ اٹھا دیئے ایک بارگی ان سے شور پیدا ہوا تو یہ کہے گا کہ دریا میں جوش آ گیا۔

جب مجمع سے بت خانہ خالی ہوگیا تو برہمن نے ہنستے ہوئے مجھے دیکھا۔ مجھ سے کہنے لگا اب تو بت کو بے جان نہ سمجھے گا کیونکہ اب تیرے سامنے مشکل نہیں رہی۔حقیقت کھل گئی ہے اور باطل ختم ہوگیا ہے۔ برہمن کی بات سن کر تھوڑی دیر کے لئے میں مکاری سے رو پڑا کہ میں اس بات سے شرمندہ ہوں۔ جو میں نے کہی تھی۔میرے رونے سے ان کافروں کا دل میری طرف جھکا۔

جب میں نے دیکھا کہ بت خانہ کے پجاریوں میں اعتبار والا بن گیا ہوں میں خوشی سے زمین میں نہ سمایا۔ایک رات جب سارے پجاری سو گئے تو میں نے مضبوطی سے بت خانہ کا دروازہ بند کیا بچھو کی طرح دائیں اور بائیں دوڑا کیونکہ میں اس بت کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس بے جان بت نے حرکت کیوں کی۔میں نے تخت کے نیچے اور اوپر نظر ڈالی وہاں میں نے زرروزی کا پردہ دیکھا اس پردہ کے پیچھے ایک آتش پرست پنڈا رسی کا سرا ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا اس آتش پرست کو بت کے اندر چھپے دیکھ اور رسی کا سرا اس کے ہاتھ میں دیکھ کر مجھے اس بت کا حال معلوم ہوگیا تھا جیسا کہ حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم ہوگیا کہ لامحالہ جب یہ پجاری رسی کھینچتا ہے تو وہ بت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیتا ہے۔وہ پجاری مجھے وہاں دیکھ کر شرمندہ ہوگیا۔کیونکہ عیب کھل جانا اس کے لئے اور اس مندر کے لئے بہت بڑی بدنامی تھی مجھے دیکھ وہ بھاگا میں بھی اس کے پیچھے دوڑا اور اس کو پکڑ کر ایک کنویں میں اوندھا گرا دیا۔اس لئے کہ میں سمجھتا تھا کہ اگر وہ پجاری زندہ بچ گیا تو یقیناً میرے قتل کی کوشش کرے گا۔وہ چاہے گا کہ مجھے جلد سے جلد ہلاک کر دے تا کہ میں اس کا راز ظاہر نہ کروں۔ جب میں نے دیکھا کہ میں نے اس برہمن کو مار کر شور برپا کر دیا ہے تو میں فوراً اس جگہ کو چھوڑ دیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔اس قیامت کے بعد میں ہندوستان آ گیا اور وہاں سے یمن کے راستہ سے حجاز میں اس تمام کڑواہٹ سے جو مجھ پر گزری تھی آج کے علاوہ میرا منہ میٹھا نہ ہوا۔

قبر کے کیڑے:

شیخ سعدی فرماتے ہیں جمشید کا ایک نازوں کا پالا مر گیا تو جمشید نے اس کا کفن ریشم سے تیار کئے ہوئے کپڑے کا کفن اس کے لئے بنوایا۔چند روز کے بعد جمشید اس کی قبر کے گنبد کے پاس آیا تا کہ اس پر زاری اور سوز سے روئے۔ جب اس کی نظر اس کی بوسیدہ قبر کے اندر پڑی تو اس نے وہ ریشمیں کفن بوسیدہ دیکھا۔ جسے دیکھ کر اس پر ہیبت طاری ہوگئی۔فکر سے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے یہ کفن کا کپڑا جبراً ریشم کے کیڑے سے چھینا تھا مگر قبر کے کیڑوں نے اس سے دوبارہ چھین لیا۔سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دن دو شعروں نے میرا جگر کباب بنا دیا جو پڑھنے والا رباب پڑھ رہا تھا ہائے افسوس ہمارے بغیر عرصے تک پھول اگیں گے اور لالہ زار کھلے گا۔ بہت سے تیرے اور دے اور اروی بہشت گزریں گے مگر ہم مٹی اور اینٹ ہوں گے۔(تیر دے ماہ اروی بہشت فارسی مہینوں کے نام ہیں)۔

☆☆☆☆☆



مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانے والا
ہر قسم کی اسلامی معلومات، ہزاروں عنوانات پر مشتمل

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

دینی دسترخوان

تالیف
حضرۃ مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی مدظلہ العالی

تقاریظ
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240)

جدید اسلامی انسائیکلوپیڈیا

مدینہ منورہ میں ترتیب دیا جانیوالا
ہر قسم کی اسلامی معلومات پر مشتمل
مستند مجموعہ

دینی دستر خوان

جلد سوم

تالیف

حضرۃ مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی دامت برکاتہم العالیہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

دینی دسترخوان

تاریخ اشاعت..................شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
ناشر..............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوسکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور
ادارۃ الانور.........نیوٹاؤن........کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.......اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن.......بنک موڑ.......فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذی اصطفیٰ اما بعد

بندہ کے والدمکرم الحاج عبدالقیوم صاحب مہاجرمدنی عارف کامل حضرت مولانا عبدالغفورمدنی قدس سرہٗ کے متوسلین میں سے ہیں۔اپنے مرشد ومربی اور دیگر علمائے حق سے محبانہ ومخلصانہ ارادت وخادمانہ تعلق کے باعث دین کا صحیح ذوق' علوم و معارف قرانیہ سے خاص ربط' طریق سنت نبوی سے محبت اوراس پرعمل اوراسلاف واکابرامت کی تعبیرات پرکامل اعتماد رکھتے ہیں۔آپ کوعرصہ بارہ سال سے مدینہ منورہ (علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام) میں قیام کی سعادت حاصل ہے۔

محترم والدصاحب دامت برکاتہم نے آج سے تقریباً ۲۰ برس قبل بندہ سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ایسی کتاب ترتیب دی جائے جس میں ایک مسلمان کے جملہ دینی ضروریات کے تمام مضامین بقدر کفایت بیان کردیئے جائیں۔بحمداللہ ان کی یہ تمنا ''دینی دسترخوان'' کی اشاعت کی صورت میں تکمیل پذیر ہورہی ہے۔اس دسترخوان پران شاءاللہ اہل ذوق کی انواع و اقسام کی شیریں روحانی غذائیں' دل ودماغ کی فرحت وتسکین کے لئے مقویات اورتفریح ولطافت کے لئے نمکینی کلام سے تواضع کی گئی ہے اورمہمان نوازی کا سلیقہ رکھنے والے ایک مخلص میزبان کی طرح جامع کتاب نے اپنی بساط کے مطابق ہرچیز اپنے مہمانوں کے سامنے لارکھی ہے۔کہ جس شخص کو جولقمہ خوش ذائقہ لگے'نوش جان کرے اور جونوالہ پسند آئے تناول کرے۔ غرضیکہ دینی'علمی'اخلاقی اوراسلامی معلومات کا یہ خزینہ اپنی طرز کا جدید ''اسلامی انسائکلو پیڈیا'' کہلانے کے قابل ہے۔

اس کتاب کی تالیف کے دوران محترم والدصاحب پراس کی تکمیل واشاعت کے جذبات وارفتگی کی حدتک غالب رہے۔اس کے لئے انہوں نے بلامبالغہ سینکڑوں کتب کا مطالعہ کیا۔بےشمار رسائل دیکھے'متعدد اصحاب علم سے مراجعت کی' کئی کئی راتیں مسلسل جاگ کرکاٹیں اوراس محنت شاقہ کے بعد یہ بیش بہا علمی ذخیرہ مرتب فرمایا۔

الحمدللہ ''دینی دسترخوان'' کے دوایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب نے مثالی مقبولیت حاصل کی ہے۔اب تیسری طباعت بہت ساری مزید خوبیوں اوراضافوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔بارگاہ خداوندی میں التجاہے کہ وہ اس کتاب کوحضرت مؤلف ممدوح' ناشراوران سطور کے راقم کے لئے وسیلہ مغفرت وذریعہ نجات بنائیں اسے قبولیت ونافعیت عامہ عطافرمائیں اورزیادہ سے زیادہ مسلمانوں کواس سے نفع مند ہونے کی توفیق عطافرمائیں۔

والسلام

طالب دُعاء

محمد اسحاق

ناظم ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

پیش لفظ

اسلام جب عالم میں پھیلا اور اقوام عالم کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری مسلم زعماء پر آئی تو اس ذمہ داری کو سنبھالنے کیلئے ان حضرات نے اپنے کام کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا تا کہ ہر ہر شعبہ اور ہر ہر موضوع پر صحیح کام ہو سکے۔

چنانچہ خلفاء کے ذمہ تو سیاست تھی۔ انہوں نے عوام الناس کے حقوق کا تحفظ کیا۔ ان کے جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی خدمت سرانجام دی علمائے متکلمین کے ذمہ اسلام کے عقائد اور بنیادی نظریات کی تفہیم وتشریح کا کام لگا، محدثین نے حدیث سے تحفظ واشاعت کا کام کیا فقہاء نے اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح اور اخذ واستنباط کا کام کیا۔ اور صوفیائے کرام نے عوام الناس کی اخلاقی تربیت کا کام اپنے ذمہ لیا اور ہر طبقہ نے اپنے کام کو خوب نبھایا۔

تاریخ اسلام دراصل مسلمانوں کے انہیں طبقات کی کاوشوں اور حُسنِ کارکردگی سے عبارت ہے۔ تاریخ اسلام کا ہر ہر ورق اس بات کا گواہ ہے کہ کس طرح مسلمانوں نے انسانیت کی خدمت، تربیت اور ان کی راہنمائی کی۔

دینی دسترخوان کی پہلی اور دوسری جلد تو علماء وخلفاء کے کارناموں اور کاوشوں پر مشتمل ہیں۔ بعد میں اس طرف توجہ ہوئی کہ اسلامی سرمایہ کا ایک اہم گوشہ جس کا تعلق تصوف سے ہے اس پر بھی اپنے بھائیوں کی معلومات کے لئے سامان کی فراہمی ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں دینی دسترخوان دو جلدوں سے آگے بڑھانا پڑا اور اس طرح تصوف کے خاص موضوع پر دینی دسترخوان کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ پاک حضرت مؤلف کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور دین کے اس دسترخوان کو مستند دینی وروحانی غذاؤں سے سجانے پر اللہ پاک انہیں دنیا وآخرت کی خیر وبرکت سے نوازیں۔ اس دسترخوان کو ہماری روحانی سیرابی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

امید ہے قارئین ہماری اس کاوش کی قدردانی فرمائیں گے۔ اور عوام وخواص کے لئے اس کتاب کا مطالعہ علم نافع کا سبب ہوگا۔ اللہ پاک دینی دسترخوان کی اس تیسری جلد کی تیاری میں ہمہ قسم خدمات سرانجام دینے والے تمام حضرات کی کوشش وکاوش کو ان کے لئے دنیا وآخرت کی سرفرازیوں کا سامان بنائیں۔

والسلام

محمد اسحٰق

عشرہ اول شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

اجمالی فہرست

دینی دسترخوان جلد۳ کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا

۱- تفسیر بیان القرآن - مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

۲- نشر الطیب - حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ

۳- جمال الاولیاء - حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ

۴- **التکشف** - حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ

۵- شریعت وتصوف - حضرت مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ

۶- جہاد - حضرت مولانا مسیح اللہ رحمہ اللہ

۷- مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

۸- مکتوبات معصومیہ - خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ

۹- مکتوبات صدی حضرت احمد یحیٰی منیری رحمہ اللہ

۱۰- قول الجمیل - حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ

۱۱- کشف المحجوب - حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ

۱۲- اصلاح المسلمین - حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ

۱۳- اسماء حسنٰی - حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ

۱۴- نعت عظمٰی - حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ

۱۵- ختمات اولیاء - حضرت سید عبداللہ شاہ رحمہ اللہ

۱۶- مقامات فضلیہ - حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ

۱۷- انوار معصومیہ - حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ

۱۸- عمدۃ السلوک - حضرت سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ

۱۹- حالات نقشبندیہ رحمہ اللہ

۲۰- قوت القلوب علامہ حضرت قشیری رحمہ اللہ

۲۱- ھادی عالم - بے نقط سیرت رحمہ اللہ

۲۲- علوم القرآن - شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ

۲۳- احکام میت - عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ

۲۴- بصائر حکیم الامت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ

۲۵- کتاب الاذکیاء - علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ

۲۶- اصول دعوت اسلام - حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ

۲۷- نماز نبوی مولانا الیاس فیصل مدنی رحمہ اللہ

۲۸- تفسیر انوار البیان - مفتی محمد عاشق الٰہی مدنی رحمہ اللہ

۲۹- معمولات نبوی حضرت سراج الحق رحمہ اللہ

۳۰- فن اسلامی الدکتور عفیف البہنیسی

۳۱- نماز حنفی حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ

۳۲- ہدیہ موسویہ - حضرت قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ
بن حضرت مولانا محمد موسیٰ نقشبندی رحمہ اللہ

۳۳- تفسیر عثمانی - علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

۳۴- جواہر النقشبندیہ عباسیہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ

۳۵- مبشرات منامیہ حضرت عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ

۳۶- تفسیر ابن کثیر اردو علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ

۳۷- حضرات القدس - خواجہ محمد کشمی رحمہ اللہ

۳۸- مسلم کے دن رات - حضرت فاروق صاحب رحمہ اللہ

۳۹- خاندان نقشبندیہ کی علمی خدمات ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمہ اللہ

۴۰- لیل ونہار حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

۴۱- تعارف تصوف - حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ

۴۲- تصنیفا تحضرت محمود یوسف لدھیانوی مدظلہ
ناشر عالمی ادارہ تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان

۴۳- دعوات فضلیہ - حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ

۴۴- اوراد فضلیہ - حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمہ اللہ

فہرست مضامین

معارف مجددیہ

دوائے دل

کشف حقیقت

کشکول اصلاحی

اصلاح المسلمین

گلہائے رنگارنگ

کرامات اولیاء

باب ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسمائے حُسنیٰ

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِهَا

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا اوران کا ورد کیا وہ جنت میں جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب اسماء اللہ تعالیٰ)

ہم نے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے پیش نظر اور برکت حاصل کرنے کے لئے اور قارئین کے فائدے کے لئے سب سے پہلے ان اسمائے حسنیٰ کو ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ان کی فضیلت' خواص اور پڑھنے کا طریقہ بھی لکھ دیا ہے تا کہ پڑھنے والوں کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور ان اسمائے مبارکہ کے یاد کرنے اور اُن کا ورد رکھنے کی تبلیغ ہو۔

(از افادات: حضرت عبداللہ شاہ بنیری قدس سرہٗ)

اسمائے حسنیٰ پڑھنے کا ادب:

بوقت تلاوت ہر قاری کو چاہیے کہ اللہ کے ناموں کے ساتھ جل جلالہ مثلاً الرحمٰن جل جلالہ پڑھے۔

فوائد وخواص:

جو کوئی اس کا ورد ہمیشہ جاری رکھے گا' رب کریم اس کو دنیا و عقبیٰ کی سعادتوں سے مالا مال فرمادے گا اور جو دعا کرے گا اللہ پاک اس کو قبول کرے گا (مگر شرائط دعا کا لحاظ ضروری ہے)

شرائط دعاء:

رزق پیٹ میں حلال ہو' زبان جھوٹ سے غیبت سے پاک ہو' ورنہ ان شرائط کے بغیر دعا صرف صورت دعا ہے اور شرائط کے ساتھ حقیقت دعا ہے جو کہ مطلوب ہے اور دل میں حضور عجز و انکسار ہو۔ حدیث قدسی ہے **انا عندالمنکسرة قلوبھم** ''میں شکستہ دل والوں کے ساتھ ہوں''

ہر کجا پستی بود آب آنجا رود۔ جہاں پستی ہوتی ہے' پانی ادھر جاتا ہے۔ حضور قلب کو قبولیت اعمال میں بڑا دخل ہے۔

واقعہ: نقل کیا گیا ہے کہ ایک سائل غلاف کعبہ مبارکہ کو پکڑے زارو قطار رو رہا تھا' حجاج بن یوسف طواف میں تھا اس کو رحم آیا اور پوچھا کیوں روتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ سالوں سے ایک سوال کرتا ہوں مگر قبول نہیں ہوتا اس لئے روتا ہوں۔ حجاج نے اس کو اپنی تلوار دے دی اور کہا میں حجاج ہوں۔ یہ تلوار پکڑ لو تین دن کے بعد میں پھر آؤں گا اگر ان تین دنوں میں تیرا سوال قبول ہو گیا تو بہتر ورنہ اس تلوار سے تیرا سر قلم کر دوں گا۔ حجاج چلا گیا اور سائل نے بڑے حضور اور تضرع سے دعا مانگنا شروع کی جو اللہ پاک نے قبول فرمائی تین دن بعد حجاج آ گیا' دیکھا کہ سائل ہشاش بشاش بیٹھا ہوا ہے' حجاج نے پوچھا کہ سوال قبول ہوا یا نہیں؟ عرض کیا قبول ہوا۔ حجاج نے کہا کہ لاؤ میری تلوار مجھے دے دو' اسماء حسنیٰ اور اسماء النبی ﷺ کی خاصیت میں کوئی شک نہیں۔ اجابت دعا کے لئے تریاق ہیں لیکن شرائط کا لحاظ ضروری ہے۔ الغرض مقصد اصلی اپنے گناہوں کی معافی ہے۔ (رواہ البخاری و مسلم ۱۲)

جنت میں داخلہ:

حضرت ابوہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو حفظ کیا اور ان کا ورد کیا وہ جنت میں جائے گا۔ جنت میں وہ نعمتیں ہیں کہ جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے باہر ہے' خاص کر اس میں اللہ کا دیدار ہے جو کہ تمام نعمتوں سے بالاتر ہے۔

ایک کم سو کیوں ہیں:

حدیث شریف میں ایک کم سو کا لفظ کیوں بڑھایا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ننانوے کی تاکید ہو جائے' نہ اٹھانوے رہ جائیں اور نہ سو ہو جائیں۔ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں عدد جفت جائے گا اور اللہ کو طاق عدد پسند ہے۔ **اللہ وتر یحب الوتر** اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔

پڑھنے کا طریقہ:

ترمذی میں اسماء اس طرح سے مذکور ہیں۔ **ھو اللہ الذی لاالہ الا ھو الرحمن** سے **الصبور** تک۔

میرے شیخ العرب والعجم متبع سنت متنفر عن البدعۃ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی نور اللہ مرقدہ نے اس اسماء مبارکہ کے پڑھنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ ان اسماء کو پڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے جو بہت نافع ہے۔

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک باسمائک الحسنی کلھا ھو اللہ جل جلالہ الذی لا الہ ھو الرحمن جل جلالہ سے **الصبور جل جلالہ** تک اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔ **الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد لیس کمثلہ شی الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد.**

اللہ جل جلالہ

اللہ کا معنی معبود برحق ہے۔ یہ اسم ذات ہے۔ جو تمام صفات کاملہ سے متصف ہے اور تمام صفات ناقصہ سے پاک ہے اس نام کا اطلاق بغیر ذات واجب الوجود کے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔

خاصیت:

ہزار بار روزانہ پڑھنے سے دل میں قوت ایمانی کا اضافہ ہوتا ہے۔ شکوک وشبہات دل سے نکل جاتے ہیں اور اگر سو بار روزانہ پڑھے تو دل گناہ کے زنگ سے دھل جاتا ہے' جب انسان گناہ کرتا ہے تو دل کالا ہو جاتا ہے۔

ذکر کے فضائل:

ہر گناہ زنگست بر مرات دل دل شود زیں زنگہا خوار وخجل

ترجمہ:

ہر گناہ دل کے شیشے پر کالا داغ بن جاتا ہے اس سے دل ذلیل اور شرمندہ ہو جاتا ہے۔ اس سیاہی کے مٹانے کا علاج ذکر اللہ ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ **لکل شی صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ** ''ہر چیز کا زنگ اتارنے کے لئے صیقل ہے اور دل کا زنگ اتارنے کا صیقل اللہ کا ذکر ہے'' (بیہقی)

ذکر کن ذکرتا ترا جان است
پا کئے دل زذکر رحمان است

صوفیا کرام دل پر اسم ذات کا مراقبہ کرتے ہیں' اور کراتے ہیں تا کہ دل اسم ذات کے انوار سے منور ہو کر اچھے اعمال کی طرف راغب ہو جائے اور برے اعمال سے متنفر ہو جائے۔ دل سلطان البدن ہے اس کی اصلاح سے تمام اعضاء صالح ہو جاتے ہیں' بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے **الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب**

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے یہ ٹکڑا اگر مردہ ہے تو انسان حیوان سے بدتر ہے اگر زندہ ہے تو فرشتوں سے بالاتر! حدیث شریف میں ہے کہ **مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت** مثال اس شخص کی جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کو جو نہیں کرتا ہے زندہ اور مردہ جیسی ہے یعنی ذاکر زندہ ہے' اور غافل مردہ ہے' ذکر بہت بڑی نعمت ہے۔ **ولذکر اللہ اکبر**۔ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا ہے حدیث شریف میں ہے۔

لیس یتحسر اھل الجنۃ علی شئی الاعلیٰ ساعۃ مرت بھم لم یذکر اللہ عزوجل فیھا۔ (طبرانی)

ترجمہ: ''اہل جنت کو جنت میں کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی کے جو ان سے بغیر اللہ بزرگ وبرتر کے ذکر کے گزر گئی ہوگی'' حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر نعمت ذکر کے مقابلے میں ہیچ ہے اور یہی ذکر ہے جو انسان کو شیطان کے وسوسوں سے بچاتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ **الشیطٰن جاثم عی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ تعالیٰ خنس و اذا غفل وسوس۔**

ترجمہ:

''شیطان انسان کے دل پر جما بیٹھا ہوا ہے' جب اللہ پاک کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور غافل ہو جاتا ہے تو وسوسہ ڈالتا ہے'' اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

اللہ پاک نے تمام ارکان اسلام کے مقدار اور اوقات مقرر فرمائے ہیں لیکن ذکر ایک ایسی پسندیدہ عبادت ہے جس کے لئے اللہ پاک نے نہ تو مقدار مقرر فرمائی ہے اور نہ وقت بلکہ ارشاد فرمایا ہے۔ **یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا**

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ پاک کو یاد کیا کرو بہت کثرت کے ساتھ'' حدیث شریف میں کہ ''کوئی جماعت ذکر الٰہی میں مشغول نہیں ہوتی مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ یعنی فرشتوں کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے باوجود علائق دینوی اور ضروریات زندگی کے سب کو چھوڑ کر میرے ذکر میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے راضی نہ ہوں تو کن سے راضی ہوں گا ان کو نہ بخشوں تو کن کو بخشوں گا۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لایزال لسانک رطبا بذکر اللہ تعالی

(تفسیر ابن کثیر)

یعنی ہر وقت تیری زبان اللہ پاک کے ذکر سے تازہ رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا جنت کے باغیچوں

سے گزر ہوتو ان سے کھاؤ۔ یعنی ان سے فائدہ اٹھاؤ' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ دنیا میں جنت کے باغیچے کیا ہیں' فرمایا ذکر کے حلقے۔

ذکر خفی کی فضیلت ذکر جلی پر:

فرمایا وہ ذکر جس کو فرشتے نہیں سنتے' (یعنی کراماً کاتبین) وہ ستر گنا بہتر ہے۔ اس ذکر سے جس کو سنتے ہیں۔ (بیہقی)

میاں عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین راہم خبر نیست

یہی ذکر خفی سلسلہ نقشبندیہ کا پہلا سبق ہے جس کو مراقبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب مراقبہ سے دل زندہ ہو جاتا ہے (جس کو ذکر قلبی کہا جاتا ہے) تو یہ ذکر چوبیس گھنٹے جاری رہتا ہے۔ انسان سوئے یا جاگے' بولے یا چپ رہے' پاک ہو یا ناپاک' دل اپنا ذکر کرتا رہتا ہے اور یہ ولایت کا پہلا زینہ ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو یہ نعمت عظمیٰ نصیب فرمائے۔ آمین۔

ہمارے حضرت الشیخ کا واقعہ!

میرے مربی روحانی حضرت عبدالغفور عباسی مدنی نور اللہ مرقدہ کا وقت آخر آ گیا۔ زبان حرکت کرتی تھی اور زبان سے اللہ اللہ نکلتا تھا ڈاکٹر نے قلب پر آلہ (مائیکروسکوپ) رکھا اور کہا کہ قلب میں تو حرکت ہے ابھی جان باقی ہے لہٰذا ڈاکٹر نے ایک اور انجکشن کی تیاری کرنا چاہی تو عرض کیا گیا ڈاکٹر صاحب یہ قلب نہیں مرے گا یہ وہ قلب ہے جس نے اللہ کے فضل سے ہزاروں قلوب کو ذکر اللہ سکھا کر زندہ کیا ہے۔ یقین کرو کہ حضرت صاحب کی روح پرواز کر چکی ہے تو ڈاکٹر نے گردن کے پاس آلہ لگا کر کہا واقعی روح پرواز کر چکی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون (ثبت است برجریدہ) عالم دوام ما) کما تعیشون تموتون جس حال میں زندگی گزارو گے اسی حال میں مرو گے' وکما تموتون تحشرون اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں تمہارا حشر ہوگا۔ اللہ پاک ایسا حسن خاتمہ ہم سب کو نصیب کرے۔ آمین

زندگی کا مقصد:

لب لباب اور نچوڑ یہ نکلا کہ مقصد زندگی کا تین اور صرف تین چیزیں ہیں ذکر حق' فکر حق اور رضائے حق یعنی ذکر حق زبان سے' فکر حق دل سے اور مقصد دونوں کا صرف رضائے حق ہے۔

اے طالب راہ خدا مشغول شودر ذکر ہو
اے سالک راہ ہدی مشغول شودر ذکر ہو
اے خفتہ دل بیدار شو غفلت مکن ہوشیار شو
در ذکر حق ہوشداد شو مشغول شودر ذکر ہو
ہر دم خدا را یاد کن دل راز غم آزاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شودر ذکر ہو

میرے محسن اعظم' مربی روحانی' عالم ربانی' واقف اسرار قرآنی حضرت شیخ عبدالغفور عباسی مدنی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ہم مریدین کو ترغیب ذکر کے لئے بوقت مراقبہ یہ اشعار پڑھتے تھے۔

مومنان ذکر خدا بسیار گو تا بیابی دردو عالم آبرو

(اے مومنو! اللہ کا بہت ذکر کیا کرو' تا کہ دونوں جہان میں باعزت رہو)

ذکر خاص الخاص ذکر سر بود
آنکہ ذاکر نیست اوخاسر بود

قرآن کریم میں ہے: اے ایمان والو! غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارے میں۔



اللہ پاک کے ننانوے صفاتی نام

الرحمٰن

الرحمٰن: بے حد رحم والا

یہ رحم عام ہے مومن فاسق' فاجر' کافر سب کو شامل کرلیا گیا ہے۔ اسی لئے کافر یا فاسق یا فاجر کا رزق اس کی بدعملی کی وجہ سے بند نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات کافر یا فاجر کو مومن صالح سے زیادہ دیتا ہے۔

الرحیم

الرحیم: انتہائی مہربانی۔ اس کا مادہ بھی رحم ہے لیکن اس اسم پاک کا تعلق محض مومنین کے ساتھ ہے۔ وکان بالمومنین رحیما اللہ پاک خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔ تو رحمان کا تعلق دنیا سے رہا اور رحیم کا انتہائی عقبی کے ساتھ' اس اسم مبارک کے ساتھ اللہ پاک نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو بھی نوازا ہے۔ بالمومنین رؤف الرحیم۔ مومنوں پر بہت رحم کرنے والا مہربان اور نیز رحم کا حکم اللہ پاک نے بندوں پر بھی کیا ہے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء

زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تمہارے اوپر رحم کرے گا۔

مومنوں کو چاہیے کہ اسماء حسنیٰ کے معانی اپنے آپ میں پیدا کریں۔

خاصیت: جو کوئی روزانہ ان دو ناموں (الرحمٰن اور الرحیم) کو سو بار پڑھے گا اللہ پاک مخلوق کو اس پر مہربان کردے گا' غفلت اور سختی اس کے دل سے دور کردے گا۔

الملک

الملک: بادشاہ حقیقی۔ ملک وہ ذات ہے جو تمام مخلوق کی خالق و رازق ہے' مخلوق سب اس کی محتاج ہے۔

خاصیت: اگر نماز فجر کے بعد بلا ناغہ ۱۲۰ مرتبہ پڑھا جائے تو غناء حاصل ہوگی اور عزت میں زیادتی ہوجائے گی۔

القدوس

۴-القدوس: نہایت پاک۔ قدس معنی پاک کے ہیں۔

خاصیت: دل امراض قلب' ریا' حسد اور بغض وغیرہ سے پاک ہوجائے گا اور اگر یہ چار صفات ملا کر پڑھے تو سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ و الروح فرشتوں کی ایک جماعت کا ذکر بھی یہی کلمات ہیں۔

السلام

السلام: ہر عیب سے سالم۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہر عیب سے سالم ہے اس کی صفات بھی ہر نقص سے پاک ہیں۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد جاری رکھے گا ان شاء اللہ آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہے گا۔

المؤمن

المؤمن: امن دینے والا۔ اللہ کی ذات اپنی مخلوق کو دنیوی اور اخروی تکالیف سے امن دینے والی ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ پاک ایک منادی کو حکم دے گا' آواز دے دو! جس کا نام میرے کسی نبی کے نام پر ہو وہ جنت میں چلا جائے۔ لیکن جو مومن رہ جائیں گے اللہ پاک ان کو فرمائے گا میں مومن ہوں اور میں نے دنیا میں تم کو مومن بنایا' تو تم میرے حکم سے جنت میں چلے جاؤ (یا اللہ کمال ایمان کے ساتھ میدان حشر میں بھی ہمیں پیشی نصیب فرما آمین)

خاصیت:

جو کوئی اس کا ورد کرے گا مخلوق اس کی تابعداری کرے گی اور دشمن کے خوف سے امن رہے گا۔

المھیمن

المھیمن: ہر چیز کا کمال قدرت کے ساتھ محافظ۔ ہر حیوان کی موت اور زیست کا مالک' ہر رزق کھانے والے کے رزق کا ذمہ دار یہ تینوں صفات ذات واجب الوجود کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔

خاصیت: جو کوئی روزانہ سو بار اس اسم مبارک کی تلاوت

کرے گا قلب اس کا روشن ہو جائیگا۔ اسرارالٰہی اس پر منکشف ہو جائیں گے۔

العزیز

۸-العزیز: بڑی عزت اور بڑی قوت کا مالک۔

فان العزة لله جميعا. عزت صرف اللہ کے لئے ہے عزیز اس کو کہا جاتا ہے جو خود کسی کا محتاج نہ ہو دوسرے اس کے محتاج ہوں۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کی روزانہ تلاوت کم از کم سو بار کرے گا دنیا میں باعزت رہے گا کسی کا محتاج نہیں رہے گا۔

الجبار

الجبار: بڑا زبردست بڑی طاقت کا مالک۔

اللہ جبار ہے اور مخلوق مجبور ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی کو لب کشائی کا حق نہیں ہے۔ يفعل ما يشاء و يحكم ما يريد جو چاہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرے اس کا حکم دیتا ہے۔ نہ کسی سے اجازت مانگنے کا محتاج ہے نہ مشورے کا۔

خاصیت: جو کوئی مسبعات عشرہ کے بعد اکیس بار پڑھے گا اللہ اس کو ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے گا اور اللہ اس کو صاحب ثروت و جاہ کردے گا مسبعات عشرہ یہ ہیں۔

۱-سورۃ فاتحہ (بسم اللہ اور آمین کے ساتھ) سات بار۔

۲-سورۃ الناس سات بار ۳-سورۃ فلق سات بار

۴-سورۃ اخلاص سات بار ۵-سورۃ کافرون سات بار

۶ - کلمہ تمجید سات بار.

۷- اس کے بعد عدد ما علم الله وزنة ما علم الله و ملأ ما علم الله تین بار پڑھ لے.

۸- اللهم صل على سيدنا محمد عبدك و نبيك و حبيبك و رسولك النبى الامى و على اله و اصحابه و بارك و سلم. سات بار

۹- سات بار اللهم اغفرلى ولوالدى ولمن توالد و جميع المومنين و المومنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم و الاموات انك قريب مجيب الداعوات يا قاضى الحاجات برحمتك يا ارحم الراحمين.

۱۰- سات بار اللهم يارب افعل بى و بهم عاجلا واجلا فى الدنيا والاخرة ماانت له اهل ولا تفعل بنايا مولا ناما نحن له اهل انك غفور حليم جواد كريم ملك بر رؤف رحيم.

یہ دس چیزیں خضر علیہ السلام نے رسول خدا ﷺ سے سیکھ کر شیخ ابراہیم کو تعلیم کیں۔

المتکبر

المتکبر: بہت بزرگ تر۔ جس کے مقابلے میں تمام عالم مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان ووهم
واز ہر چہ گفتہ ایم وشنید ایم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

حدیث قدسی ہے کہ بڑائی میری تہبند ہے اور عظمت میری چادر ہے جو کوئی ان میں میرے ساتھ شرکت کرے گا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ قرآن کریم میں ہے وله الكبرياء فى السموات و الارض خاص اس کے لئے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

خاصیت: کثرت تلاوت موجب عزت وحصول جاہ ہے۔

الخالق

الخالق: پیدا کرنے والا۔

الباری

الباری: ایسا خالق جس کی خلقت میں کوئی نقص نہ ہو۔

المصور

المصور: ایسی ذات جو مخلوق کی صورتیں بناتا ہو۔

چونکہ مخلوق کی صورتیں اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں مخلوق میں سے جو تصویریں بنائے گویا وہ خالق کی خالقیت کا مقابلہ کا دعویٰ کرنے والا ہے اس لئے فرمایا

ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ المصورون

قیامت کے دن سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

خاصیت: اگر بانجھ عورت سات روز روزہ رکھے اور سادہ پانی سے روزہ کھولے اس کے بعد ۲۱ بار الباری المصور پڑھے ان شاءاللہ نرینہ اولاد اللہ تعالیٰ دے گا۔

الغفار

الغفار: بہت زیادہ ڈھانکنے والا۔

غفار، غافر، غفور تینوں اللہ کی صفات ہیں سب کے معنی پردہ پوشی کرنا، عیوب چھپانا، گناہوں پر پردہ ڈالنا ہے لیکن غفار میں زیادہ مبالغہ ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کرے گا خصوصاً جمعہ کے دن تو رزق میں برکت ہوگی اور مغفرت سے نوازا جائے گا۔

القہار

القہار: بڑا غالب اور صاحب قدر۔

یعنی ہر چیز اس کے مقابلہ میں مغلوب اور بے بس ہو اور یہ قدرت صرف اللہ کی ذات میں ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کے وظیفہ سے حب دنیا دل سے نکلتی ہے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے سفلی عمل کی وجہ سے اگر شوہر بیوی سے ہم بستری پر قادر نہ ہو تو چاہیے کہ اس مبارک اسم کو چینی کی پلیٹ پر لکھ کر مسحور کو پلایا جاوے ان شاءاللہ سحر دفع ہوجائے گا۔

الوہاب

الوھاب: ہبہ کرنے والا، بخشش کرنے والا۔

خاصیت: فجر کی نماز کے بعد اگر تین سو بار یہ اسم مبارک پڑھا جایا کرے اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے تو اللہ پاک اس شخص پر رزق کے دروازے کھول دے گا اور اگر سوا لاکھ پڑھے تو نور علی نور!

الرزاق

الرزاق: روزی دینے والا۔

رزق جسمانی ہو جیسے کھانے کا اناج۔ گوشت وغیرہ یا روحانی ہو جیسے معارف وعلوم دینیہ۔ رزق روحانی سے روح ترقی کرتی ہے، قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔

الفتاح

الفتاح: کھولنے والا۔

اللہ اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے خزانوں کو کھولنے والا ہے۔

خاصیت: فجر کی نماز کے بعد دونوں ہاتھ سینہ پر رکھ کر ۷۰ بار اس اسم مبارک کو پڑھنے سے دل میں ہدایت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

العلیم

العلیم: جاننے والا۔

علیم اس ذات کو کہا جائیگا جس کا علم ازلی و ابدی ہو۔ موجودات کے ظاہر و باطن پر حاوی ہو اس کے علم سے ذرہ برابر چیز باہر نہ ہو اور علم اس کا ذاتی ہو، وہبی نہ ہو۔ جیسے انبیاءؑ کا علم۔ انبیاءؑ کا علم زیادتی قبول کرتا ہے۔ رسول خدا ﷺ کو حکم ہے

وقل رب زدنی علما اور کہہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔ یہاں علم اضافے کا محتاج تھا۔ لیکن علم خداوندی ایسا نہیں تو علیم صرف اللہ کی صفت ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کو کثرت سے ذکر کرنے سے اللہ پاک انسان پر علم و معرفت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جو **رب زدنی علما** پڑھے گا علم میں اضافہ پائے گا۔

القابض

القابض: بند کرنے والا۔

یہ قبض عام ہے، رزق کو بند کرنے والا وہی ہے اور ارواح کو قبض کرنے والا بھی وہی ہے اور دلوں سے ایمان و عقل و ہدایت کو بھی وہی قبض کرتا ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارکہ کو چالیس روز چار لقموں پر لکھ کر کھا

لے تو قبر کے عذاب اور فاقہ سے محفوظ رہے گا۔

الباسط

الباسط: کھولنے والا۔ فراخ کرنے والا رزق کو کھولنے والا۔

خاصیت: ہر نماز کے بعد بہتر (۷۲) بار پڑھنا فراخی رزق کے لئے مفید ہے۔

الخافض

الخافض: نیچے کرنے والا۔ یعنی جس کو خدا چاہے ذلت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔ کوئی اس کا یار و مددگار اس کو نہیں بچا سکتا۔ **اسفل السافلین** میں جا پہنچتا ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو پانچ سو بار پڑھے اللہ پاک اس سے مشکلات دور فرمائے گا اور حاجتیں پوری ہو جائیں گی اور دشمن پر فتح دینا بھی اس کی خاصیت ہے۔

الرافع

الرافع: اونچا کرنے والا۔ جن کو چاہے ذلت و پستی سے تاج و تخت کا مالک بنا دے۔

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ کیوں کیا اور ان سے پوچھا جائے گا۔ بے نیاز ذات ہے۔

خاصیت: اگر ستر بار روزانہ پڑھا جائے تو دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔

المعز

المعز: عزت دینے والا۔ یہ اسی ذات کی صفت ہے جو قدرت کاملہ کا ملک ہے۔

خاصیت: جو کوئی پیر کی رات یا جمعہ کی رات نماز مغرب کے بعد چالیس بار پڑھے گا لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت پیدا ہوگی اور معزز ہوگا۔

المذل

المذل: ذلیل کرنے والا۔ یہ ضد ہے عزت کی جیسے عزت دینا کسی کے بس کی نہیں اسی طرح ذلت بھی کسی کے اختیار میں نہیں، جیسا کہ آیت سابقہ سے ثابت ہے۔

خاصیت: حالت سجدہ میں ۷۵ بار پڑھنے سے حاسدین کے حسد سے محفوظ رہے گا اور اگر کثرت کے ساتھ اس کا ورد کرتا ہے تو لوگ اس کے حقوق ادا کرتے رہیں گے۔

السمیع

السمیع: سننے والا۔

سماع سے ماخوذ ہے۔ تو سمیع میں مبالغہ ہے اللہ سماع آلات کا محتاج نہیں، دور و نزدیک دونوں یکساں ہیں۔ آواز بلند و پست میں فرق نہیں یہاں تک کہ اگر اندھیری رات میں چیونٹی پتھر پر رینگتی ہے تو اس کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے۔

خاصیت: جمعرات کے دن نماز چاشت کے بعد پچاس بار اس کا ورد دعاؤں کی قبولیت کے لئے مؤثر ہے۔

البصیر

البصیر: دیکھنے والا۔ ماخذ اس کا بصر ہے، جس کے معنی دیکھنا ہے لیکن بصیر میں مبالغہ ہے بصیر وہ ذات ہے جو بلا آلات چھوٹے سے چھوٹا خفیہ سے خفیہ ذرے کا ذرہ روشنی میں اور اندھیرے میں یکساں دیکھتا ہے اس کے دیکھنے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہے۔

خاصیت: نماز جمعہ کے بعد سو بار پڑھنے سے نظر میں روشنی پیدا ہوتی ہے اور جمعرات کے دن فجر کی سنتوں اور فرض نماز کے درمیان پڑھنے سے دل نورانی ہو جاتا ہے۔

الحکم

الحکم: حکم فیصلہ کرنے والا۔ اللہ فیصلہ کرنے والا ہے، جو فیصلہ اللہ نے حق و باطل، حلال و حرام وغیرہ کے درمیان کیا ہے وہ اٹل ہے اس میں تغیر و تبدل کا حق کسی کو نہیں۔ اس طرح میدان حشر میں بھی فیصلے کا حق صرف اس کو حاصل ہے۔

خاصیت: اخیر شب کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کے وظیفہ سے قلب میں اسرار الٰہی نمودار ہوتے ہیں کم از کم ۹۹ بار پڑھے۔

العدل

العدل: انصاف کرنے والا۔ عدل مصدر ہے۔ اس میں یہ

نسبت عادل کے مبالغہ ہے۔ یعنی محض عدل جس میں ناانصافی کا تصور محال ہو تو یہ عدل صرف خداوند کریم کے لئے خاص ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو شب جمعہ یا یوم الجمعہ روٹی کے بیس ٹکڑوں پر لکھ کر کھالے اللہ پاک مخلوق کو اس کا مسخر فرمائے گا۔

اللطیف

اللطیف: لطف سے ماخوذ ہے بمعنی مہربان کے۔

اللہ لطیف بعبادہ. اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور بمعنی باریک بین کے بھی آتا ہے۔

خاصیت: رزق میں تنگی ہو یا بچی کے نکاح کے لئے صحیح رشتہ نہ آتا ہو یا بیمار ہو مگر اس کا غمگسار نہ ہو تو مسنون طریقے سے وضو بنائے اور دو رکعت نفل پڑھے عجز و انکسار کے ساتھ سو بار اس اسم مبارک کو پڑھ لے ان شاء اللہ کامیابی ہو جائے گی۔

الخبیر

الخبیر: ہر چیز سے باخبر۔ یعنی جو چیز ظاہر ہو یا پوشیدہ جیسا کہ دل کے راز۔ اللہ انسان کا بھی خالق ہے اور اس کے پوشیدہ رازوں کا بھی خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہوتا۔

خاصیت: اس اسم مبارک کے ورد کی بدولت اگر کسی موذی مرض یا مفسد آدمی کے شر میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا۔

الحلیم

الحلیم: بردبار۔ یعنی لوگوں کو ان کے گناہوں پر فوری سزا نہیں دیتا بلکہ ایک وقت معین کے لئے ان کو ڈھیل دیتا ہے۔

خاصیت: اگر کوئی آفیسر یا امیر آدمی اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے تو اس کی عزت و وقار برقرار رہے گا، نیز پانی پر پڑھ کر کھیت میں پھینک دے تو فصل آفت سے محفوظ رہے گی۔

العظیم

العظیم: بہت بڑا۔ اللہ کی عظمت وفہم انسان سے بالاتر ہے۔ وراء الوریٰ ہے۔ بموجب حدیث قدسی عظمت اللہ کی تہبند ہے اور ایک تہبند میں دو انسان نہیں آسکتے تو اللہ کے ساتھ کوئی کیسے اس میں آسکتا ہے۔ بندے کی صفت عجز و انکسار ہے اور اسی میں اس کے لئے وقار ہے۔

خاصیت: اس اسم پاک کو بلاناغہ روزانہ کم از کم سو بار پڑھنے سے انسان لوگوں کی نظر میں باعظمت ہو جاتا ہے۔

الغفور

الغفور: بہت بخشنے والا۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبرو بت پرست باز آ

اے میرے بندے گناہ سے باز آجا، جو کچھ کیا باز آجا۔ ضد مت کر میرا در بار محرومی کا دربار نہیں، میں تو غفور ہوں تو میرا بندہ ہے۔

خاصیت: تعویذ بنا کر بخار والے کو باندھ دو بخار اتر جائے گا۔

الشکور

الشکور: بہت بڑا قدر دان۔ موجودہ نعمتوں پر شکر کرنے سے زیادہ نعمتوں کا بخشنے والا۔

الشکر قید الموجود وصید المفقود. (شکر موجودہ نعمتوں کو محفوظ رکھتا ہے اور غیر موجودہ کو کھینچ لیتا ہے)

جنتی جنت میں کہیں گے "ساری تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے ہم سے رنج و غم دور کیا، واقعی ہمارا رب بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا قدر دان ہے" (القرآن)

خاصیت: جس کو معاشی تنگی ہو تو چاہیے کہ اس اسم مبارک کا ورد کرے اور اگر ضعف بصر ہو تو اس اسم مبارک کو اکتالیس بار پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اس پانی کو آنکھ پر ملتا رہے انشاءاللہ شفا ہوگی۔

العلی

العلی: بہت بلند مرتبے والا۔ **وھو العلی العظیم** ۔ اللہ بہت بلند مرتبے والا ہے اور بہت باعظمت ہے۔ اس کے علو اور عظمت کا اندازہ عقل کے احاطے میں نہیں آسکتا۔

خاصیت: اگر مسافر اس کا تعویذ بنا کر پاس رکھے گا تو جلد اقارب سے مل جائے گا۔ اگر محتاج اپنے پاس رکھے گا تو غنی ہو جائے گا۔

الکبیر

الکبیر: بہت بڑا۔ اللہ سب سے بڑا ہے کہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں۔

خاصیت: اگر کوئی اپنے عہدہ سے معذول ہو گیا ہو تو سات روز متواتر اس اسم کو ہزار بار روزانہ پڑھ لیا کرے ان شاء اللہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے گا اگر میاں بیوی میں ناچاقی ہو تو کسی چیز پر دم کر کے کھلا دی جائے ان شاء اللہ شیر شکر ہو جائیں گے۔

الحفیظ

الحفیظ: بہت نگہداشت کرنے والا۔

اللہ کی حفاظت ہر آن میں، ہر زمان میں، ہر مکان میں، ہر چیز پر حاوی ہے اس کی حفاظت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

خاصیت: اس اسم مبارک کے ورد سے انسان ہر آفت سے محفوظ رہتا ہے اگر تعویذ بنا کر گلے میں ڈالے یا بازو پر باندھ لے تو جنات اور جادو کے اثر سے مامون رہتا ہے۔

المقیت

المقیت: قوت سے ہے یعنی رزق دینے والا۔

اور یہ رزق روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی۔ پتھر کے اندر کیڑے کے منہ میں برگ سبز بلا شگاف پہنچاتا ہے اور روحانی قوت اللہ والوں کے دلوں میں۔

خاصیت: اگر بچہ بدخوئی کرتا ہو یا روتا ہو تو سات بار آبخورہ پر دم کر کے اس کو پلایا جاوے۔ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

الحسیب

الحسیب: حساب کرنے والا۔ قیامت کے دن اللہ پاک بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لے گا، مومن کو جنت از روئے فضل اور کافر کو دوزخ از روئے عدل دے گا۔

خاصیت: جس کو مصیبت یا غم پیش آ جائے چاہیے کہ پانچ سو بار حسبی اللہ و نعم الوکیل کو کثرت سے پڑھے۔

ظالم سے نجات پانے کے لئے اکسیر ہے اگر دشمن و چور وغیرہ کا خطرہ ہو تو آٹھ روز متواتر حسبی اللہ الحسیب کا وظیفہ پڑھے ابتداء جمعرات کے دن سے ہو کم از کم تین سو بار روزانہ پڑھے۔

الجلیل

الجلیل: بہت بڑا قدر والا۔ جلیل اسی ذات کو کہا جاتا ہے جس کی شان بہت اونچی ہو اس کا حکم تمام مخلوق پر غالب ہو۔

خاصیت: زعفران سے لکھ کر تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھ لے یا کثرت کے ساتھ تلاوت کرتا رہے اللہ پاک مخلوق کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت پیدا فرماوے گا۔

الکریم

الکریم: بلا حساب دینے والا۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خور داری

اے کریم ذات جب کہ غیب کے خزانوں سے آتش پرست اور عیسائیوں کو رزق دیتے ہو۔

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

مسلمانوں کو کیسے محروم کرو گے جب کہ کافروں پر دنیا میں نظر کرم رکھتے ہو باوجود کفر کے ان کے رزق کو بند نہیں کرتے۔

خاصیت: جو کوئی بستر پر لیٹ کر اس اسم کو پڑھتا رہے یہاں تک کہ اس حالت میں سو جائے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اکرمک اللہ (اللہ تجھے مکرم و معزز کرے)

الرقیب

الرقیب: بہت زیادہ حفاظت کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ رقیب ہیں اللہ کا علم ہر بات پر محیط ہے۔ ویسے ہی اس کی حفاظت ہر چیز پر حاوی ہے۔

خاصیت: اس کے ورد سے مال اور اولاد محفوظ رہتے ہیں اگر حمل گرنے کا خطرہ ہو تو عورت اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اس اسم مبارک کو سات بار پڑھے ان شاء اللہ حمل گرنے سے محفوظ رہے گا۔

المجیب

المجیب: قبول کرنے والا، جواب دینے والا۔

خاصیت:

جوکوئی اس اسم مبارک کاورد کثرت کے ساتھ کرتا ہے اس کی دعاؤں کواللہ پاک قبولیت کاشرف عطافرماتا ہے۔

الواسع

الواسع: بہت زیادہ فراخ۔ اللہ ہر چیز سے فراخ ہے بہ اعتبار مغفرت ہرایک کے لئے فراخ ہے۔

خاصیت: اس اسم مبارک کی کثرت ورد سے وسعت علم اور وسعت رزق وسعت صدر وغنا ظاہری و باطنی نصیب ہوتا ہے۔

الحکیم

الحکیم: بہت اچھا جاننے والا یا حکمت والا' استحکام والا

خاصیت: جوکوئی اس اسم مبارک کا زیادہ ورد کرے گا اللہ اس پر حکمت کے دروازے کھول دے گا۔

الودود

الودود: ود سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں محبت۔ اللہ مومنوں کے ساتھ محبت کرتا ہے **والذین امنوا اشد حبا لله** (ایمان والے اللہ کے ساتھ نہایت محبت کرتے ہیں)

خاصیت: اگر یومیہ ایک ہزار بار پڑھا جائے تو اللہ کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی اگر کھانے کی چیز پر دم کرکے بیوی کو کھلا دے تو شوہر کے ساتھ انتہائی محبت پیدا ہو جائے گی۔

المجید

المجید: انتہا درجہ باعظمت۔ اللہ اس درجہ کا مالک ہے کہ مخلوق اس کا تصور نہیں کرسکتی۔ اللہ پاک اپنی ذات میں بھی بزرگ و برتر ہے اور صفات میں بھی **لیس کمثله شئی.**

خاصیت: برص' آتشک' سوزاک وغیرہ موذی امراض میں اگر کوئی مبتلا ہو تو ایام بیض ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کے روزے رکھے افطار سے قبل اس اسم پاک کو کثرت سے پڑھ کر پانی پر دم کرکے پی لے ان شاء اللہ شفا ہو جائے گی۔

الباعث

الباعث: بھیجنے والا۔ جیسا کہ انبیاء عظام کو مخلوق کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

خاصیت: جوکوئی چاہے کہ اس کا دل زندہ ہو جائے اور انوار الٰہی کا محل بن جائے تو سوتے وقت سیدھا ہاتھ سینہ پر رکھ کر ۱۰۱ بار اس اسم مبارک کو پڑھ کر دم کرے ان شاء اللہ اس کا دل زندہ ہو جائے گا۔

الشہید

الشہید: شہید۔ بمعنی شاہد کے بھی آتا ہے۔

خاصیت: اولاد یا بیوی اگر نافرمان ہو ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر ایک ہزار بار اس اسم پاک کو پڑھے اور ان پر دم کرے انشاء اللہ سب فرمانبردار ہو جائیں گے۔

الحق

الحق: بذات خود ثابت' شہنشاہیت کا واحد مالک۔

خاصیت: تکالیف کے رفع کے لئے اس اسم مبارک کو مربع کاغذ کے چار کونوں پر لکھے اور بوقت صبح صادق ہتھیلی پر رکھ کر آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگے' اللہ تکالیف کو رفع کرے گا اور اگر روزانہ سو بار **لاالہ الا اللہ الملک الحق المبین.** کو انسان اپنا وظیفہ بنالے تو اللہ پاک اس کو غنی بنادے گا اور اگر کوئی ناحق قید کیا گیا ہو تو آدھی رات کے وقت سر ننگا کرکے عاجزی کے ساتھ ایک سو آٹھ بار ان کلمات مبارکہ کو پڑھ کر دعا مانگے۔ انشاء اللہ قید سے رہائی پائے گا۔

الوکیل

الوکیل: کارساز۔ کارساز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے کاموں کو بنا رہے ہیں وہی کارساز حقیقی ہیں۔

کار ساز ما بساز کار ما　　فکر ما در کار ما آزار ما

ہمارے کام کو بنانے والا ہمارے کام کو بناتا ہے۔ تو ہماری فکر اپنے کاموں کے لئے بیکار ہے۔ **وھو نعم المولی و نعم الوکیل.** وہی اچھا مولی اور اچھا وکیل ہے۔

خاصیت: جوکوئی اس اسم مبارک کو کثرت سے ورد کرے گا اللہ پاک غیب سے اس کی ضرورت پوری فرمائے گا۔

القوی

القوی: بڑی قوت والا۔ یہ صفت صرف اللہ میں موجود ہے باقی کائنات ضعیف اور محتاج ہے۔

المتین

المتین: شدت قوت کا مالک۔ یہ بھی اللہ پاک کی خاص صفت ہے کامل القوت، جامع القدرت اللہ پاک ہیں۔ بندہ بہت کمزور اور ضعیف ہے۔ ذو القوۃ المتین۔ اللہ قوت والے مضبوط ہیں۔

خاصیت: دودھ نہ اترتا ہو یا کمی ہو دھو کر پلا دیا جائے ان شاءاللہ دودھ ہو جائے گا۔

الولی

الولی: دوست۔ اللہ پاک مومنوں کے دوست ہیں اللہ ولی الذین امنوا اللہ مونوں کے دوست ہیں کارساز ہیں۔

خاصیت: جو شوہر بیوی سے خوش نہ ہو اس اسم مبارک کو اس کے سامنے جاتے ہوئے پڑھ لیا کرے۔ ان شاءاللہ نیک خلق و خصلت ہو جائے گی۔

الحمید

الحمید: ہر حمد کا مستحق۔ ہر حمد کا مستحق وہ ہوگا جو تمام صفات کاملہ سے موصوف ہو اور تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہو اور یہ صفت صرف ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ الحمد لله رب العالمین. ہر حمد صرف اللہ کے لئے ہی ہے جو رب العالمین ہیں۔

خاصیت: کوئی بھی اگر ۴۵ روز تک بلا ناغہ ۹۳ بار خلوت میں بیٹھ کر پڑھے گا ان شاءاللہ اخلاق حمیدہ کا مالک بن جائے گا۔

المحصی

المحصی: ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرنے والا۔

خاصیت: جوکوئی اس نام نامی کا کثرت سے ورد کرے غلطی سے محفوظ رہے گا اور اگر شب جمعہ ایک ہزار بار پڑھے گا عذاب قبر اور حشر میں حساب کی سختی سے محفوظ رہے گا۔

المبدئ

المبدئ: پہلی بار پیدا کرنے والا۔ اور یہ صفت صرف اللہ ہی کے لئے ہے کیونکہ مخلوق کی ایجاد اسی نے کی انسان ایک شئی غیر مذکور تھا، اللہ نے اس کو وجود بخشا اور سمیع اور بصیر بنایا۔

المعید

المعید: فنا کے بعد اٹھانے والا۔ اللہ پاک دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔ انه هو يبدئ و يعيد ۔ وہی ذات اول بار پیدا کرنے والی ہے اور وہی ذات مرنے کے بعد پھر لوٹانے والی ہے تو یہ کام اور کسی کے بس کا نہیں ہے۔

خاصیت: اگر حاملہ عورت کے پیٹ پر صبح صادق کے وقت سیدھا ہاتھ رکھ کر ننانوے بار پڑھا جائے تو حمل ضائع نہ ہوگا لیکن اجنبی کا ہاتھ نہیں اپنے شوہر کا اور جو المعید کا ورد کثرت سے کرے گا بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں گی۔

المحیی

المحیی: ہر چیز کو زندہ کرنے والا

الممیت

الممیت: ہر زندہ کو مارنے والا۔

خاصیت: ان دونوں ناموں (المحیی اور الممیت) کو نو اسی بار پڑھ کر اپنے جسم پر دم کیا کرے ان شاءاللہ قید اور ہر تکلیف سے محفوظ رہے گا۔

اور الممیت کو اگر کثرت سے پڑھ لیا کرے تو ان شاءاللہ بری عادتوں سے چھٹکارا پائے گا۔

الحی

الحی: کامل حیات والا۔ کامل حیات وہ ہے جس کے پیچھے موت کا خطرہ نہ ہو۔ ازلی ہو ابدی ہو فنا اس کے لئے محال ہو کل شی ء هالک الا وجهه۔ ہر چیز کے لئے فنا ہے بغیر ذات واجب الوجود کے تو کامل حیات صرف اللہ کے لئے ہے۔

خاصیت: اگر بیمار اس اسم مبارک کو حالت مرض میں پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ مرض سے نجات پائے گا۔

القیوم

القیوم: وہ ذات جو خود قائم ہو اور قائم رکھنے والی ہو۔

جب رسول کریم ﷺ کو کوئی پریشانی ہوتی تھی تو **یاحی یا قیوم برحمتک استغیث** پڑھا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے دریائے نیل کے کنارے پر پہنچے تو قوم نے عرض کیا کہ فرعون بمعہ لشکر پیچھے سے آرہا ہے دریا پار کرنے کے لئے تجویز کریں تو جواب میں فرمایا کہ پڑھو **اھیا اشراھیا** یہ عبرانی زبان ہے اس کے معنی عربی میں **یاحی یا قیوم** ہے یہی اسم اعظم ہے۔

خاصیت: جو کوئی دریا میں غرق ہونے کا خطرہ محسوس کرے اسے چاہیے کہ اس اسم اعظم کا ورد کرے انشاء اللہ غرق ہونے سے محفوظ ہو جائے گا۔

الواجد

الواجد: غنی ذات۔ اللہ پاک غنی ہے کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں اور مخلوق سب اس کی محتاج ہے

خاصیت: جو کوئی کھانے کے لقمہ پر اس اسم مبارک کو پڑھ کر دم کرے گا اللہ اس کے دل کو قوت عنایت فرمائے گا۔

الماجد

الماجد: مجد سے ہے یعنی انتہا درجہ کی عظمت اور شرف والا۔

یہ صفت صرف اسی ذات بابرکات کے لئے ہے وہ اپنی بزرگی میں یکتا ہے تمام مخلوق سے بزرگی میں بالاتر ہے۔ شرف میں بے نظیر ہے۔ **ان العزة لله جميعا** بے شک ساری عزت صرف اللہ کے لئے ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کا کثرت سے ذکر کرے گا اللہ اس کے قلب کو قوت اور نورانیت بخشے گا۔

الواحد

الواحد: وحدت، یگانگی۔ بے شک اللہ واحد ہے اور اس کی وحدت ذاتی ہے نہ ذات میں اس کا ثانی ہے نہ صفات میں اور یہی عقیدہ اساس ایمان ہے۔ سیدنا علی مرتضیٰ سے ایک دہری نے سوال کیا کہ بتاؤ اللہ سے پہلے کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کیا تجھے گنتی آتی ہے؟ کہا ہاں! فرمایا گنو! اس نے کہا ایک، دو، تین حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک سے پہلے کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں تو فرمایا کہ خدا بھی ایک تو ایک سے پہلے کیا ہوگا۔

خاصیت: جس شخص کی اولاد نہ ہوتی ہو اس اسم اعظم کو تعویذ بنا کر اپنے پاس رکھے ان شاء اللہ صالح اولاد کا باپ بن جائے گا۔

الاحد

الاحد: واحد اور احد بہ اعتبار لفظی معنی کے ایک ہیں۔ لفظ احد صرف اللہ پاک کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ **قل ھو اللہ احد**۔ کہو اللہ ایک ہے۔

خاصیت: اسی اسم مبارک کے عدد سے توحید میں پختگی اور دل میں انوار پیدا ہوتے ہیں۔

الصمد

الصمد: بے پرواہ۔ وہ کسی کا محتاج نہیں البتہ تمام کائنات اس کی محتاج ہے۔ جس کا کام سب کے بغیر چلے اور اس کے بغیر کسی کا کام نہ چلے۔

القادر

القادر: قدرت والا۔ قادر وہ ذات ہے جس کا حکم بغیر کسی رکاوٹ اور امداد کے جاری ہو سکے اور کوئی اس کو در نہ کر سکے اللہ قادر ہے۔

خاصیت: جو کوئی دو رکعت نفل پڑھ کر سو بار القادر پڑھے گا دشمن اس پر نقصان پہنچانے کی قدرت نہ پائے گا اور اگر کوئی مشکل کام پیش آجائے تو ہر نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھنے سے حل ہو جائے گا۔

المقتدر

المقتدر: زیادہ قدرت والا۔ اس میں بہ نسبت القادر کے مبالغہ ہے۔

خاصیت: جو کوئی سوتے سے اٹھ کر اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کی تدبیر آسان فرما دے گا اور دل سے غفلت دور ہو جائے گی۔

المُقَدِّمُ

المقدم: آگے کرنے والا۔ یعنی بعض چیزوں کو بعض پر مقدم کرے جیسے اولیاء کو عوام الناس پر یا علماء کو عوام پر۔

خاصیت: میدان جنگ میں اگر کثرت سے اس کا ورد کیا جائے تو اللہ پاک اس کو قوت عطا فرمائے گا اور دشمن پر غالب آ جائے گا۔

المُؤَخِّرُ

المؤخر: پیچھے کرنے والا۔ اللہ پاک اپنے نافرمانوں کو فرمانبرداروں سے پیچھے کر دے گا۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم پاک کا کثرت سے ورد کرے گا اللہ پاک اس کو گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے گا۔

الأَوَّلُ

الاول: سب سے پہلے۔ اللہ پاک ہر چیز سے اول ہیں نہ زمین تھی نہ آسمان نہ آدم تھا نہ ملک **کنت کنزا مخفیا فاردت ان اعرف فخلقت الخلق** میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ پہچانا جاؤں تو مخلوق کو پیدا کیا۔ تو وہی اول ہیں باقی سب پیچھے۔

خاصیت:

یوم الجمعہ اگر مسافر ایک ہزار بار اس اسم مبارک کا ورد کرے اللہ پاک اس کو گھر جلد پہنچا دے گا اگر لڑکا پیدا نہ ہوتا ہو تو چالیس روز متواتر روزانہ چالیس بار پڑھے انشاء اللہ مطلب پورا ہو جائے گا۔

الآخِرُ

الآخر: سب سے پیچھے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مکرم کو روزانہ ایک ہزار بار ورد کرے گا غیر اللہ کی محبت اس کے دل سے نکل جائے گی۔

الظَّاهِرُ

الظاہر: اللہ ظاہر ہے۔ یعنی نشانیوں سے اگر عقل سلیم کا مالک غور سے سوچے تو اللہ کی ذات میں کوئی خفا نہیں روز روشن سے زیادہ روشن اور ظاہر ہے۔

خاصیت: جو شخص اس اسم مبارک کو نماز اشراق کے بعد تلاوت کرے گا اللہ اس کے قلب کو نور ایمان سے منور کرے گا۔

البَاطِنُ

الباطن: پوشیدہ۔ اللہ انسان کے وہم و خیال سے پوشیدہ ہے **لا تدرکه الابصار** آنکھیں ان کو نہیں دیکھ سکتی ہیں اس لئے وہ باطن ہیں۔

خاصیت: جو کوئی دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس آیت کا وظیفہ کرے۔

ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٔ علیم اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرما دے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جس دل میں وساوس شیطانی اور خیالات فاسدہ ہوں وہ اس آیت کریمہ کا ورد کیا کرے۔ ان شاء اللہ وساوس اور خیالات فاسدہ سب ختم ہو جائیں گے۔

الوَالِي

الوالی: کارساز و مالک۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے امور کا کارساز ہے۔

خاصیت:

جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے گا حوادث مثلاً غرق و حرق وغیرہ سے محفوظ رہے۔

المُتَعَالِي

المتعالی: بہت عالی مرتبت:

یعنی علو مرتبت میں یکتا ہے۔

خاصیت: اگر حائضہ عورت اس اسم مبارک کا ورد کرے گی تو حیض کی تکلیف سے محفوظ رہے گی۔

البر

البر: نیکی کرنے والا۔ اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

خاصیت: محبِ دنیا کو دل سے نکالنے کے لئے اس اسم مبارک کی تلاوت بہت مفید ہے۔

التواب

التواب: بار بار توبہ قبول کرنے والا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ میری طرف لوٹتا ہے اور ہاتھ اٹھا کر سوال کرتا ہے تو مجھے حیا آتی ہے کہ اس کو خالی واپس کروں پس انسان کو چاہیے کہ اللہ پاک سے حیا کرے۔

خاصیت: جو کوئی نماز چاشت کے بعد ۳۶۰ بار پڑھے گا اللہ پاک اس کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے گا اور اگر اس سے بھی زیادہ بار پڑھے گا تو اللہ پاک اس کے ہر کام کو درست فرمائے گا اور طاعت الٰہی میں سکون نصیب ہو جائے گا۔

المنتقم

المنتقم: سزا دینے والا۔ اللہ پاک نافرمانوں کے لئے منتقم ہے۔

خاصیت: جو کوئی اپنے دشمن سے تنگ آ جائے اور دفعیہ کی طاقت نہ ہو تو تین جمعے تک اس اسم مبارک کا ورد رکھے یا تو اللہ انہیں اس کا دوست بنا دے گا یا خود ان سے انتقام لے لے گا۔

العفو

العفو: درگزر کرنے والا۔ اللہ پاک عفو ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو میں کیا دعا مانگوں؟ فرمایا:

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

اے اللہ تو عفو ہے عفو کو پسند کرتا ہے مجھے معاف کر دے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارکہ کا ورد زیادہ کرے گا اللہ پاک اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔

الرؤف

الرؤف: مہربان۔ اللہ پاک رؤف ہیں اس میں بہ نسبت رحیم کے مبالغہ ہے۔ واللہ رؤف بالعباد. اللہ پاک بے حد مہربان ہیں بندوں پر بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتوں سے سب کو نوازتا ہے نہ اس کے خیر کا محتاج نہ ضرر سے ترساں اور پھر ہر کس و ناکس پر بے حد مہربان۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مکرم کی کثرت سے تلاوت کرے گا اللہ کی مخلوق اس پر مہربان ہو گی اور اگر حالت غصہ میں دس بار درود شریف پڑھ کر دس بار اس کو پڑھے گا غصہ ختم ہو جائے گا۔

مالک الملک

مالک الملک: سارے جہان کا بادشاہ۔ اللہ پاک مالک حقیقی ہے اس لئے اس کی مالکیت دائمی ہے۔ لازوال ہے حقیقت میں کوئی اور بادشاہ نہیں اگر ظاہری طور پر ہے تو عارضی ہے دائمی نہیں۔

خاصیت: یہ وظیفہ پڑھنے سے انسان غنی ہو جاتا ہے۔

ذوالجلال والاکرام

ذوالجلال والاکرام: بزرگی اور بخشش والا۔

بزرگ وہ ہوتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور یہ صفت بغیر ذات اقدس کے اور کسی میں نہیں پائی جاتی۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کثرت سے کرے گا اس کو عزت اور بزرگی نصیب ہو جائے گی۔

المقسط

المقسط: عدل کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا قیامت کا دن عدل کا دن ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا فیصلہ اسی دن ہو گا۔ مظلوم بکری کا بدلہ ظالم بکری سے لیا جائے گا۔ کتنی شرم کی بات ہو گی اس وقت کہ مالک زنجیروں سے جکڑا ہوا ہو اور ملازم خادم آزاد ہو۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک پر مداومت کرے گا شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا اور سات سو بار تلاوت کرے گا تو اللہ پاک سے اپنا جائز مقصود حاصل کرے لے گا۔

الجامع

الجامع: جمع کرنے والا۔ اللہ پاک منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کر لے گا اور اللہ نے روح کو جسد کے ساتھ جمع کیا

ہے۔ جو کوئی اس اسم پر مداومت کرے گا اپنے احباب کے ساتھ جمع رہے گا اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو یہ دعا پڑھے ان شاءاللہ مل جائے گی۔

اللهم يا جامع الناس ليوم لا ريب فيه اجمع ضالتي.

اور جائز محبت کے لئے بے انتہائی مجرب ہے یہ پڑھے۔

اجمع بيني و بين فلان او فلانة

الغنی

۸۸-الغنی: ہر چیز سے بے پرواہ۔ اللہ غنی مطلق ہے **الله الغنی و انتم الفقراء**۔ اللہ غنی ہے اور تم محتاج ہو۔

خاصیت: جو کوئی کسی درد میں مبتلا ہو تو اس اسم مبارک کو پڑھ کر اس جگہ پر دم کرے ان شاءاللہ شفا ہو جائے گی اور جو کوئی ستر بار ہر روز تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں برکت ڈالے گا۔

المغنی

المغنی: غنی بنانے والا۔ اللہ وہ غنی ذات ہے کہ جس کو چاہے اس کو غنی بنادے انسان کا فقر ذاتی ہے غنا عارضی ہے۔ دنیا میں خالی ہاتھ ننگا بدن آتا ہے اور پھر دنیا سے خالی ہاتھ صرف کفن میں وہ بھی اگر نصیب ہو تو قبر میں چلا جاتا ہے تو درمیان میں عاری غنا کا کیا اعتبار۔

خاصیت:

اگر روزانہ ایک ہزار بار تلاوت کرتا ہے تو مخلوق سے بے نیاز رہے گا اور اگر یومیہ گیارہ سو بار یاغنی پڑھے گا اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے تو غنِ ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو جائے گا اور بہتر وقت صبح صادق سے طلوع آفتاب تک خواہ نماز فجر سے پہلے ہو یا بعد اور عشاء کی نماز کے بعد ہے۔

المانع

المانع: منع کرنے والا۔ اللہ مانع ہے اس لئے ممنوعات شرعیہ سے اس نے اپنے بندوں کو منع فرمایا۔ یا اللہ جسے تو دے اسے کوئی رد نہیں کر سکتا اور جس کو تو نہ دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کی کوشش تیرے مقابلے میں نفع نہیں پہنچا سکتی۔

خاصیت: اس اسم مبارک کی کثرت سے تلاوت کرنے والے سے اللہ پاک شر دفع کر دیگا اور صبح اور شام جو اس کی تلاوت کرے گا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

الضار

الضار: ضرر پہنچانے والا۔ اگر تمام عالم کسی کو ضرر پہنچانا چاہے مگر اللہ نہ چاہے تو نہیں پہنچا سکتا۔ قرۃ العین کو فرمایا کہ اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی! اپنے نفس کو آگ سے بچاؤ میں تیرے لئے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

خاصیت: جو کوئی شب جمعہ سو بار اس اسم کا وظیفہ کرے گا اسے قرب الٰہی حاصل ہو جائیگا اور آفات سے محفوظ رہے گا۔

النافع

النافع: نفع پہنچانے والا۔ نفع ونقصان صرف اسی ذات پاک کے اختیار میں ہے۔ نہ کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

خاصیت: جو کوئی کشتی میں سوار ہو کر اس اسم مبارک کا ورد کرتا رہے غرق ہونے سے محفوظ رہے گا اور اگر کام شروع کرنے سے پہلے النافع کو اکتالیس بار پڑھے کام حسب منشاء انجام پائے گا۔

النور

النور: (روشن ظاہر) **الله نور السموات والارض** اللہ پاک آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اسی نور نے اور اشیاء کو بھی نور کی صفت سے یاد فرمایا ہے لیکن انکا نور ہونا ذاتی نہیں بلکہ خداداد نعمت ہے جیسا کہ اللہ کے ساتھ الوہیت میں کوئی شریک نہیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بشریت کے مقام میں کوئی شریک نہیں۔

بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اس کا قلب اور روح نور ایمان سے منور ہو جائیں گے۔

الهادی

الهادی: راستہ بتانے والا۔ اللہ پاک ہادی مطلق ہے منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ رسول کریم ﷺ اور قرآن بھی ہدایت یعنی راستہ بتانے والے ہیں بالذات ہدایت صرف اللہ پاک کی صفت ہے نبی پاک ﷺ کے حق میں ارشاد ہے۔

وانک لتهدی الی صراط مستقیم

خاصیت: جو کوئی کثرت کے ساتھ اس اسم مبارک کا ورد کرے گا اللہ پاک اس کو ہدایت پر قائم رکھے گا۔

البدیع

البدیع: عالم کو پیدا کرنے والا۔ بغیر مثال سابق کے اللہ تعالیٰ مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر ہر نوع میں خاص خاص اوصاف پیدا کئے جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں اور یہ قدرت صرف اسی خلاق علی الاطلاق کی ہے۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم کو ستر ہزار بار پڑھے گا مطالب و مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اگر کوئی غم یا مصیبت پیش آ جائے تو ایک ہزار بار **یابدیع السموت والارض** پڑھے۔ ان شاء اللہ غم اور مصیبت دور ہو جائے گی، اگر عشاء کی نماز کے بعد **یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع** کو بارہ روز تک روزانہ بارہ سو مرتبہ پڑھے تو جس کام کے لئے پڑھے گا ان شاء اللہ عمل پورا کرنے سے پہلے کام ہو جائے گا۔ بزرگوں کے عملیات میں بھی یہ وظیفہ موجود ہے اور مجرب ہے۔

الباقی

الباقی: ہمیشہ رہنے والا۔ اللہ ابدی الابد ہے۔ مستقبل میں اس کے لئے فنا نہیں اور قدیم بھی۔

خاصیت: جو کوئی اس اسم مبارک کو روزانہ ایک ہزار بار پڑھے گا ہر قسم کے ضرر اور نقصان سے محفوظ رہے گا۔

الوارث

الوارث: تمام مخلوقات کا وارث۔ اللہ پاک تمام مخلوقات کا وارث ہے۔ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے تو زمین و آسمان اور جو ان میں ہیں سب فنا ہو جائیں گے اسی لئے ارشاد فرمایا ہے۔

انا نحن نرث الارض و من علیھا و الینا یرجعون

بے شک ہم زمین اور جو کچھ زمین پر ہے سب کے وارث ہیں اور ہماری طرف سب کی بازگشت ہے تو اصلی مالک ہر چیز کا خدا ہے اس لئے کہ اس کا خالق بھی تو خدا ہے۔ انسان کی ملکیت عارضی اور فانی ہے بے چارہ تصور کے گھوڑے پر سوار ہے۔

خاصیت: طلوع آفتاب کے وقت اگر سو بار پڑھا جائے تو رنج و تکالیف سے محفوظ رہے گا۔

الرشید

الرشید: راہنما۔ اللہ پاک رشید ہے مسترشدین کی راہنمائی فرماتا ہے۔ **والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا**

خاصیت: جس کو کسی کام کے حل کی تدبیر سمجھ نہ آوے مغرب اور عشاء کی نماز کے درمیان ایک ہزار بار اس اسم مبارک کو پڑھے عقدہ حل ہو جائے گا اور اگر ہمیشہ اس کا ورد جاری رکھے تو مہمات حل ہوں گی اور کاروبار میں ترقی ہوگی۔

الصبور

الصبور: بہت صبر کرنے والا۔ اللہ پاک صبور ہیں بندے اس کے لئے شریک ٹھہراتے ہیں اس کے لئے بیٹے بیٹیاں مقرر کرتے ہیں اور باوجود قدرت کے دنیا میں ان کو سزا نہیں دیتا ہے اور سزا کو تو چھوڑ دو اپنے احسانات و انعامات سے محروم نہیں فرماتا ہے نہ ان کے رزق میں کمی کرتا ہے نہ آسمان سے ان پر پتھر برساتا ہے۔ نہ زمین میں ان کو دھنساتا ہے بلکہ سب کچھ یوم الحشر پر چھوڑ رکھا ہے اور اگر بعض سرکشوں کو دنیا میں سزا دی ہے تو اپنی قدرت کے اظہار اور مخلوق کی عبرت کے لئے دی ہے جیسا کہ قوم لوط پر پتھر برسائے قارون کو زمین میں دھنسایا تو اللہ پاک خود بھی صبور ہیں اور صبر کرنے والوں کو پسند بھی فرماتے ہیں۔ **واللہ یحب الصابرین**. اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

خاصیت: اگر کسی کو رنج و غم پیش آئے تو اس اسم اعظم کو روزانہ ۱۲۰ بار چند روز تک پڑھے ان شاء اللہ رنج و غم سے نجات پائے گا اور اطمینان قلبی نصیب ہو جائے گا اور اگر روزانہ ورد رکھے تو دشمنوں کے ضرر اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رہے گا۔

باب ۲

اسماء النبی ﷺ

تعداد: رسول اکرم ﷺ کے دوسو ایک نام ہیں اور بعض صوفیہ کرام کے نزدیک ایک ہزار نام ہیں اور ابن فارس کے نزدیک دو ہزار بیس نام ہیں لیکن صاحب دلائل الخیرات نے دو سوایک نام ذکر فرمائے ہیں اور لکھے بھی ہیں۔

سیدنا محمد: ان سب میں زیادہ مشہور نام محمد ﷺ ہے۔ یہ نام آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے رکھا ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے خاندان میں تو اس قسم کا نام نہیں تھا آپ نے کیوں یہ نام رکھا جواب دیا میں امید کرتا ہوں کہ آسمان اور زمین والے اس کی تعریف کریں گے اور آدم سے لے کر نبی کریم ﷺ کی پیدائش تک یہ نام کسی کے لئے نہیں رکھا گیا تھا۔

اور حضرت کعب الاحبار جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں انہی نے میلاد النبی میں فرمایا ہے کہ اللہ پاک نے جب نور محمدی ﷺ کو پیدا کیا تو اس نے سجدے میں جا کر الحمدللہ پڑھ لیا رب العزت نے فرمایا و لذالک خلقتک و سمیتک محمدا

(میں نے اسی حمد کے لئے تجھے پیدا کیا ہے اور تیرا نام محمد رکھا)

احقر کو یہ وجہ تسمیہ زیادہ پسند ہے ذیل میں ان ناموں کی تفصیل بیان ہوتی ہے۔

(از افادات: حضرت عبداللہ شاہ بنیری قدس سرہ)

سیدنا محمد

محمد کا معنی بہت تعریف کیا گیا۔ تعریف میں مبالغہ ہے اور اس میں شک نہیں جتنی بھی تعریف رسول اللہ ﷺ کی کی گئی ہے وہ مخلوق میں سے کسی کی نہیں ہوئی۔ اللہ نے اپنے نام کے ساتھ کلمہ شہادت میں کلمہ توحید میں اذان اور اقامت میں اپنے نام مبارک کے بعد ان کا نام محمد رسول اللہ ﷺ مقرر فرمایا۔

سیدنا احمد

یہ بھی حمد میں مبالغہ کا صیغہ ہے جن کی حمد کی گئی ہے ان میں سب سے برتر اور سب سے افضل ہیں۔

سیدنا حامد

تعریف کرنے والا۔ جو تعریف اور حمد آپ نے رب العزت کی شان میں فرمائی ہے اور کسی نے نہیں کی ہے۔

سیدنا محمود

حمد کیا گیا۔ یہ نام زبور داؤد علیہ السلام میں آیا ہے۔

سیدنا احید

یہ نام تورات میں آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میرا نام قرآن میں محمد، انجیل میں احمد اور تورات میں احید ہے یہ نام اس لئے ہے کہ روز قیامت میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے بچالوں گا۔

سیدنا وحید

بمعنی واحد، وحید اس لئے کہ آپ ﷺ ذات اور صفات میں منفرد ہیں مخلوق میں آپ ﷺ کے برابر نہ کوئی علم میں ہے نہ اسرار میں نہ انوار میں نہ خصائل میں نہ شمائل میں۔

سیدنا ماح

کفر کو محو نیست و نابود کرنے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں وہ ہوں کہ میری وجہ سے ان لوگوں کے گناہ مٹا دیئے جائیں گے جو میری متابعت کو اختیار کریں گے۔

حاشر

حدیث میں ہے میں وہ ہوں جو کہ ساری مخلوق کا حشر میرے قدم پر ہوگا یعنی میں آگے ہوں گا اور وہ میرے پیچھے ہوں گے اور یہ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے حشر رسول کریم ﷺ کا ہوگا بعد میں مخلوق کا۔ جنت میں پہلے آپ اور آپ کی امت داخل ہوگی بعد میں مخلوق او یہ وہ اعزاز ہے جو کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔

عاقب

پیچھے آنیوالا۔ اور رسول اللہ ﷺ سارے انبیاء سے پیچھے آئے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ پھر دنیا میں آسمان سے نزول فرمائیں گے لیکن وہ شریعت محمدی ﷺ پر چلیں گے اور اپنی نبوت نہیں چلائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ مسلک حنفی پر فیصلے کریں گے۔

عاقب کے معنی پیچھے چھوڑنے والے کے بھی آتے ہیں اور رسول کریم ﷺ نے تمام مخلوق کو مقامات قرب میں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

طٰہٰ

رسول کریم علی التحیۃ و التسلیم نے فرمایا ہے قرآن میں میرے سات نام ہیں ایک ان میں سے طٰہٰ ہے اور معنی اس کے طاہر یا ہادی ہیں۔ طا سے طاہر اور ہا سے ھادی۔

یٰس

معنی یا انسان۔ دوسری تفسیر یا سید البشر اس میں رسول کریم ﷺ کی تعظیم اور تمجید کی طرف اشارہ ہے تمام بنی نوع انسان کا سردار۔

طاہر

پاک۔ رسول اکرم ﷺ پاک ہیں ہر عیب سے اخلاق میں بھی پاک ہیں۔ وانک لعلی خلق عظیم اور جسد مبارک بھی پاک ہے یہاں تک کہ علماء کا اتفاق ہے کہ جس نطفہ سے رسول کریم ﷺ کی پیدائش ہوئی ہے وہ پاک ہے۔

مطہر

ہا کا زبر یعنی پاک کیا ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ہر عیب سے پاک کیا ہے۔

طیب

پاک خوشبودار۔ رسول اکرم ﷺ پاک خوشبودار تھے۔ خوشبو کا یہ حال تھا کہ کسی بچے کے سر پر دست مبارک رکھتے تو اس کے سر سے خوشبو آتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کے سر پر دست مبارک رکھا گیا ہے اور جس راستہ سے تشریف لے جاتے تھے وہ معطر ہو جاتا تھا۔

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم

ترجمہ: اے بہتر ان لوگوں سے جن کی ہڈیاں قبروں میں دفن کی گئیں ہیں پس خوشبودار ہوگئی اس کی جہ سے ہموار زمین اور غیر ہموار زمین۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه
فیه العفاف و فیه الوجود والکرم

ترجمہ: میرا نفس قربان ہو اس قبر پر جسمیں آپ ﷺ آرام فرما ہیں۔ اسی میں عفت ہے اور اسی میں سخاوت ہے اور اسی میں کرم ہے۔

سیدنا سید

سردار۔ حدیث شریف میں ہے۔

اناسید ولد آدم الخ تمام انبیاء علیہم السلام میدان حشر میں مخلوق کو کہیں گے۔ انطلقوا الی سید ولد آدم دوسری حدیث میں ہے۔ انا سیدالناس یوم القیامة اور سردار تمام انبیاء قوم مرسلین نفسی نفسی کہیں گے اور آپ ﷺ کو کہا جائے گا اشفع تشفع شفاعت کرو آپ ﷺ کی شفاعت قبول ہے۔

سیدنا رسول

سیدنا نبی

ان دونوں ناموں سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن میں یاد فرمایا ہے۔ یایها الرسول یایها النبی رسول اور نبی کی تعریف میں بہت روایات ہیں آسان فرق یہ ہے کہ رسول صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی رسول کی کتاب پر عمل کرواتا ہے۔ جتنے انبیاء و رسول پہلے گزر چکے ہیں ان کی رسالت یا نبوت نیا بتاتھی۔ سب سے اللہ پاک نے عہد لیا تھا کہ اگر تم نے میرے حبیب ﷺ کا زمانہ پالیا تو لتومنن به ولتنصرنه اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے۔ یہ اقرار اظہار سیادت کے لئے ہوا تھا۔

سیدنا رسول الرحمة

اللہ پاک نے آپ ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ کفاروں کے لئے بھی دنیا میں رحمت ہیں کہ وہ دنیاوی عذاب سے محفوظ ہیں اور مومنین کے لئے دنیا اور عقبی دونوں میں رحمت ہیں۔

سیدنا قیم

معانی بہت ہیں ایک لیتا ہوں القائم بامور الخلق و مدبر العالم فی جمیع امورهم اور یقیناً رسول کریم ﷺ نے امت کے تمام حوائج دینی اور دینوی کا خیال رکھا ہے اور ان کا نفع ونقصان سب ان کو بتادیا ہے۔

سیدنا جامع

جمع کرنے والا ہے تمام ان کمالات کا جو تمام انبیاء و رسولوں میں ہے۔ کیونکہ آپ بذرة الوجود ہیں تمام گویا کہ آپ ﷺ بیج ہیں اور تمام عالم درخت کے مانند ہیں۔ درخت کا وجود بیج پر ہوتا ہے۔

سیدنا مقتف

سیدنا المقفی

دونوں اسمائے مبارکہ قفا سے ہیں جس کے معنی پیچھے کے ہوتے ہیں اور رسول کریم ﷺ سب انبیاء اور رسولوں سے پیچھے دنیا میں آئے۔ تو دفتر نبوت آپ ﷺ پر سر بمہر ہو گیا۔ اب کوئی نبی پیچھے آنے والا نہیں اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے قفا الکل یعنی ہر چیز کو پیچھے چھوڑا۔ دنیا اور دنیا کی سب نعمتیں فراموش کر دیں کسی چیز کی طرف التفات تک نہیں کیا۔ بلکہ اپنے مولیٰ کی محبت اور معرفت میں ہی مستغرق رہے۔

سیدنا رسول الملاحم

ملاحم جمع کا صیغہ ہے مفرد اس کا ملحمة ہے۔ معنی اس کا لڑنا ہے اور اس میں رسول کریم ﷺ کے جہاد کی طرف اشارہ

ہے کہ دین حق کے اعلاء کے لئے آپ ﷺ نے اتنے جہاد کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نبی یا رسول نے اتنے نہیں کئے ہیں اور یہ سلسلہ جہاد امت میں بھی جاری رہے گا یہاں تک کہ دجال اعور کو قتل کر دیا جائے گا۔

سیدنا رسول الراحت

یہ نام اس لئے ہے کہ مومنوں کے لئے دنیا میں سبب راحت ہیں اس لئے کہ پہلی امتوں پر جو تکلیفیں آئی تھیں وہ اس امت سے اٹھالی گئیں۔

وجبت شفاعتی لعصاۃ امتی اور کافروں کے لئے بھی دنیا میں راحت ہے کہ وہ دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں

سیدنا کامل

یعنی کامل ہیں اللہ کی عبادت میں ہر عابد سے کامل ہیں تمام فضائل میں کامل ہیں، علوم میں، اعمال میں، اخلاق میں، احوال میں اور اوصاف میں۔

سیدنا اکلیل

زبور میں اس نام سے مشہور تھے۔ اکلیل بمعنی تاج کے ہیں جیسے بادشاہ کی زینت تاج سے ہے، اسی طرح عالم وجود کی زینت آپ ﷺ سے ہے تو آپ ﷺ تاج الوجود اور زینت الوجود ہیں۔

سیدنا مدثر

سیدنا مزمل

یہ دونوں نام ہم معنی ہیں۔ اے کپڑے اوڑھے ہوئے۔ معنی بہت بیان ہوئے ہیں ایک معنی یہ ہے اے نبوت کی چادر کو اوڑھے ہوئے اٹھو، تبلیغ شروع کرو۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان دونوں ناموں سے ابتدائے نبوت میں یاد فرمائے گئے ہیں جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو پھر

یایھا النبی اور **یایھا الرسول** سے یاد فرمایا گیا ہے۔

سیدنا عبداللہ

یہ وہ ممتاز نام ہے جو کہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا ہے کہ کسی کو ''عبداً الشکورا'' کسی کو نعم العبد کہا گیا ہے لیکن عبداللہ کا خطاب خاص ہمارے نبی کے لئے ہے اس کا معنی ہے اللہ کا بندہ۔ مقام عبدیت اشرف المقامات میں سے ہے ایجاد عالم عبدیت کے لئے ہوئی۔ **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** تو مقام عبدیت میں جو ممتاز تھے وہ ہمارے نبی محترم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ کا نام نامی عبداللہ رکھا گیا۔ معراج جو اشرف المقامات میں سے ہے کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس میں شرف عبدیت سے نوازا گیا۔

سبحن الذی اسری بعبدہ اور **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** اور یہ نام اللہ جل شانہٗ کو بہت پیارا تھا اور رسول کریم ﷺ کو بھی بہت پیارا تھا۔

سیدنا حبیب اللہ

اللہ پاک کا دوست۔ عبداللہ ابن عباس عنھما رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں ابراہیم اللہ کا خلیل ہے۔ موسیٰ اللہ کا نجی ہے اور عیسیٰ روح اللہ ہے لیکن خبردار رہو میں اللہ کا حبیب ہوں ولا فخر تو حبیب کے معنی میں وہ مبالغہ ہے جو خلیل میں نہیں۔

سیدنا صفی اللہ

صفا سے ہے یعنی اپنی محبت کو اللہ کے لئے صاف کیا ہے کسی مخلوق کو اللہ پاک کے مقابلے میں دل میں جگہ نہیں دی ہے۔

سیدنا نجی اللہ

مناجات سے ہے اور یہ وہ کلام ہے جو راز میں ہو جیسے **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** یعنی رسول علیہ السلام سے شب معراج میں اللہ پاک نے وہ راز و نیاز کیا جو کسی اور کے ساتھ نہیں کیا ہے۔

سیدنا کلیم اللہ

اللہ پاک سے ہم کلام ہونے والا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شب معراج میں اللہ پاک نے آپ ﷺ سے کلام فرمایا ہے۔

سیدنا خاتم الانبیاء

یعنی نبیوں کے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والا آیت شریفہ میں خاتم النبیین کا لقب پانے والا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ سے یہ ارشاد فرمایا۔ **انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی من بعدی** آپ میرے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ

کے لئے ہارون لیکن بات اتنی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور فرمایا ہے رسول کریم ﷺ نے ''بے شک اللہ نے لکھا تھا مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے ۵۰ ہزار برس پہلے اور اس کا عرش اُس وقت پانی پر تھا اور من جملہ اس لکھے ہوئے میں سے لوح محفوظ میں یہ بھی لکھا ہوا تھا محمد نبی آخرالزمان ﷺ ہیں اور نبوت آپ ﷺ پر ختم ہے''۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مخلوق کو ہدایت کا راستہ بتلاتے ہیں شیطان کے پنجہ سے نکال کر صراط مستقیم پر لگاتے ہیں تا کہ قیامت کے دن کسی کو عذر نہ رہے اور یہ مقصد انبیائے سابقین سے پورا نہ ہوا تھا۔ حضرت محمد ﷺ جب تشریف لائے تو اس مقصد کو تائید الٰہی کی بدولت علی وجہ الاتم پورا کیا۔ خاتم النبیین کے تاج سے آپ ﷺ نوازے گئے اور تا قیامت ایسے خلفاء چھوڑ دیئے جن کو علماء ربانیین کہا جاتا ہے کہ تبلیغ کے مشن کو چلاتے رہیں گے۔

سیدنا خاتم الرسل

یعنی جب انبیاء علیہم السلام ان پر ختم ہوئے تو رسل بدرجہ اولیٰ ختم ہوئے تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں۔

سیدنا محیی

یعنی زندہ کرنے والا۔ ایک کافر کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس نے جواب میں کہا کہ میری بیٹی مرگئی ہے اس کو زندہ کرو۔ پھر میں ایمان لے آؤں گا تو وہ آپ ﷺ کی دعاء اور اللہ کے حکم سے زندہ ہوگئی اور رسول کریم ﷺ کے برحق ہونے کی شہادت دی اور حضرت جابرؓ کی بکری ذبح کی گئی تھی اور بھونی گئی تھی رسول کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس پر رکھ کر کچھ فرمایا وہ زندہ ہو کر اٹھ گئی اور کان کو ہلاتی رہی۔ مردہ دلوں کو نور ایمان کے ساتھ زندہ کیا اور مومنوں کو حیات دائمی اور جنت کے اعلیٰ مقامات بھی آپ ﷺ کی وجہ سے ملیں گے اور آپ ﷺ تمام عالم کے لئے روح اور حیات ہیں۔

سیدنا منج

یعنی نجات دینے والا۔ تو نبی کریم ﷺ اپنی امت کے لئے دنیا اور عقبیٰ میں سبب نجات ہیں۔ دنیا میں کفر سے اسلام میں لائے نیز کفر کی وجہ سے کافروں پر جو عذاب آنے والا تھا اس سے ان کو نجات مل گئی۔ ترجمہ آیت۔ اور نہیں ہے اللہ ان کو عذاب دینے والا اس حال میں کہ آپ ﷺ ان میں ہیں اور نہیں ہے اللہ پاک ان کو عذاب دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار پڑھتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے میری امت کو دو امان دیئے ہیں ایک تو میرا وجود اور جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو پھر استغفار قیامت تک اور آخرت میں خلود فی النار سے یہ سبب شفاعت کے نجات دلوا دیں گے۔

سیدنا مذکر

یعنی نصیحت کرنیوالا۔ تذکیر بہت بڑی نعمت ہے الست کا جو عہد اللہ پاک نے ازل میں مخلوق سے لیا تھا دنیا میں آ کر بھول گئے تو اللہ پاک نے اس عہد کی یاددہانی کیلئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے سب کے سب یعنی یاددہانی کراتے رہے لیکن تکمیل اس کی نبی رحمت ﷺ پر کی گئی۔

سیدنا ناصر

یعنی مدد کرنے والا۔ مومنوں کی مدد کی ہے نصیحت کے ذریعہ سے علم دین کے سکھانے اور کفر سے اسلام کی طرف لانے سے۔

سیدنا منصور

یعنی مدد کیا گیا۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی ہے دنیا میں اور عقبیٰ میں۔ دنیا میں تو اللہ پاک نے دشمنوں پر غالب فرمایا اور کفاروں پر ایک مہینہ کی مسافت سے رعب بیٹھ جاتا اور آخرت میں امت کے لئے قبولیت شفاعت کی وجہ سے منصور ہوئے۔

سیدنا نبی الرحمة

یعنی رحمت والا نبی۔ اس لئے کہ وجود عالم کے لئے آپ ﷺ کا وجود رحمت ہے۔ وما ارسلنک الا رحمة للعالمین

سیدنا نبی التوبة

یعنی توبہ کا نبی۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے اللہ پاک کے نام کے ساتھ محمد علیہ السلام کا نام لکھا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کے نام کو وسیلہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے

ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور یہ پہلی توبہ ہے جو نوع انسانی سے قبول ہوئی۔ آپ ﷺ کی امت موصوف بالتوابین ہے۔

حدیث شریف میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ اللہ کی قسم میں اللہ سے مغفرت مانگتا ہوں اور رجوع کرتا ہوں اس کو دن میں ستر بار سے زائد اور سو تک کی بھی روایت ہے اور آپ ﷺ سے یہ بھی روایت ہے فرمایا کہ میرے دل پر زنگ آ جاتا ہے تو میں اللہ سے ستر بار مغفرت مانگتا ہوں لیکن سمجھنا چاہئے کہ یہ زنگ گناہ کا نہیں تھا بلکہ انوار کے حجابات ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ ہر وقت مقامات قرب میں ترقی کرتے رہتے تھے تو نیچے کے مقام سے استغفار کرتے تھے تو گویا ہر وقت استغفار میں مشغول رہتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر روز مقامات قرب میں سو درجے طے فرماتے تھے۔

سیدنا حریص

یعنی تمہارے ایمان پر حریص ہیں دلیل اس کی یہ آیت ہے۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم.** دوسری آیت **ان تحرص علی هداهم الخ** حرص کا معنی شدت طلب اور بلاشک رسول کریم نے امت کی ہدایت کے لئے وہ تکالیف برداشت کی ہیں جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ **لیلا و نهار اسرا و علانیة** ایک ایک کو اور جماعتوں کو گھروں میں بازاروں میں دعوت ایمان دیتے رہے او وہ لوگ الٹا ستاتے رہے دھمکاتے رہے پتھر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ سر کا خون جوتوں میں جمع ہو جاتا تھا۔ کمزوری کی وجہ سے دیواروں کو تکیہ لگاتے تھے اور پھر بھی یہی دعا مانگتے تھے **اللهم اهد قومی فانهم لایعلمون فجزاه الله عنا و عن سائر المسلمین** آمین۔ اور جیسا کہ ظاہراً بنی نوع انسان کے اسلام پر حریص تھے اسی طرح اصلاح باطن پر بھی حریص تھے اپنے اعمال حسنہ اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ان کے باطن کو منور فرمایا اور یہ اصلاح کا سلسلہ امت کے صلحاء میں تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

سیدنا معلوم

تو آپ ﷺ معلوم ہیں محتاج تعریف نہیں۔

سیدنا شهیر

آپ ﷺ مشہور ہیں اطراف زمین میں، مشرق میں ہو یا مغرب، جنوب ہو یا شمال۔ اس لئے آپ ﷺ کی دعوت روئے زمین پر پھیل گئی اور اسی طریقہ سے امم ماضیہ میں بھی مشہور تھے ان کے انبیاء آپ کا ذکر خیر فرماتے تھے اور اسی طرح آسمانوں میں بھی۔

سیدنا شاهد

سیدنا شهید

آپ بنص آیت قرآنی شاہد ہیں **انا ارسلنک شاهدا**۔ میں نے آپ کو امت پر شاہد بنایا یا کہ آپ کو شاہد بھیجا ہے گزشتہ انبیاء کی تبلیغ اور ان کی امتوں کے انکار پر **ویکون الرسول علیکم شهیدا** یعنی امم سابقہ اپنے انبیاء کی تبلیغ سے منکر ہو جائیں گی اور کہیں گی کہ ان رسولوں نے اے اللہ آپ کے احکام ہمیں پہنچائے نہیں ورنہ تو ہم ضرور ایمان لے آتے تو اللہ تعالیٰ امت محمدی ﷺ کو ان امتوں پر شہادت کے لئے بلائیں گے یہ شہادت دیں گے تو وہ امتیں اعتراض کریں گی کہ تم کیسے شہادت دیتے ہو تم تو ہمارے زمانہ میں نہیں تھے وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب میں پڑھا تھا وہ سچے اور اس کا نبی بھی سچا ہے۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام کو اللہ پاک بلائیں گے وہ شہادت دیں گے کہ یا اللہ میری امت سچی ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر شاہد ہو جائیں گے۔ یا اللہ ہمیں اس کا اہل بنا۔ شاہد کے لئے شریعت میں عادل ہونا ضروری ہے یا اللہ ہمیں گمراہی سے محفوظ فرما۔ آمین۔

سیدنا مشهود

یعنی ان کے پاس فرشتے حاضر رہتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ بسا اوقات فرشتے حاضر خدمت رہتے ہیں۔

سیدنا بشیر سیدنا مبشر

سیدنا نذیر سیدنا منذر

یعنی اہل اطاعت کو ثواب، مغفرت اور جنت کی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اہل معصیت کو دوزخ کی آگ سے۔

سیدنا نور

دلیله قوله تعالیٰ قد جاء کم من الله نور ایک تفسیر میں نور محمدؐ مراد لئے گئے ہیں دوسری تفسیر میں قرآن کریم اور اس میں شک نہیں کہ دونوں نور ہیں۔ نور آپ ﷺ کو باعتبار نور ہدایت ہونے کے فرمایا گیا ورنہ ذات ﷺ آپ کی بشر تھی۔ آپ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور سید البشر کہلائے۔

سیدنا سراج

یعنی چراغ ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو سراج کے لقب سے یادفرمایا ہے۔ وسراجاً منیرا تو آپ ﷺ قلوب مومنین کے لئے سراج ہیں جو احکام اللہ کی طرف سے لائے اس کے ذریعے سے مومنین و عارفین کے قلوب کو منور فرمایا تو اپنی ذات میں نیر ہیں اوروں کے لئے منیر ہیں۔ سراج حسی ظلمت حسی کو زائل کر کے خفی اشیاء کو ظاہر کرتا ہے اور نور محمدی ﷺ ظلمت جہل کو زائل کر کے معانی خفیہ بصائر پر ظاہر کرتا ہے اور پھر سراج معنوی یعنی نور نبوی ﷺ تا قیام قیامت بصورت ہدایت موجود رہے گا نہ اس کے لئے حجاب ہے نہ کوئی رکاوٹ۔ جب بھی اہل ایمان اس سے اقتباس کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ نور غائب نہیں ہوتا بلکہ موجود ہے ہر زمان میں ہر مکان میں۔ یا اللہ ہمیں اس نور سے اقتباس کی اہلیت نصیب فرما۔ آمین!

سیدنا مصباح

یعنی چراغ۔ یہ سراج کا ہم معنی ہے اس لئے مزید تشریح کا محتاج نہیں۔

سیدنا هدی

یعنی اپنی ذات میں مکمل ہدایت ہیں مقصد مبالغہ ہے یا بمعنی ہادی کے ہیں۔ یعنی امت کو سیدھا راستہ بتانے والے اور جس نے اس راستے کو اختیار کیا تو منزل مقصود تک پہنچ گیا۔

سیدنا مهدی

راستہ بتانے والا۔ اور آپ مخلوق کو اللہ کا راستہ بتاتے تھے یہاں تک کہ مخلوق کو آپ کی ہدایت کی بدولت ایمان نصیب ہوا۔ اللہ کی معرفت اور توحید نصیب ہوئی۔

سیدنا منیر

نورانی بنانے والا۔ دلیل آیت کریمہ **و سراجا منیرا** تو آپ ﷺ خود بھی نور ہیں اوروں کو بھی نور سے منور کر دیا تو آپ ﷺ فی نفس منیر ہیں۔ اللہ پاک نے پہلے آپ ﷺ کا نور پیدا کیا آپ ﷺ منیر لغیرہ ہیں۔ بعد میں جب امت آپ ﷺ کی شریعت کی روشنی میں چلتی ہے تو راہ نجات پر فائز ہو جاتی ہے۔

سیدنا داع

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک معنی داع اللہ اللہ پاک کو یاد کرتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ **انما ادعو ربی الخ** دوسرا معنی **دعا الی الله** یعنی مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے والا جیسا آیت شریفہ میں ہے **وداعیا الی الله باذنه** دوسری آیت میں بھی **قل هذه سبیلی ادعو الی الله.**

سیدنا مدعو

بلایا گیا۔ اللہ پاک نے آں سرور عالم ﷺ کو اعزازی ناموں سے بلایا ہے جیسے **یاایها النبی یاایها الرسول** دوسرے انبیاء اپنے ناموں سے یاد کئے گئے ہیں نیز آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کو بھی اعزازی ناموں سے یاد کیا گیا۔ **یاایها الذین آمنوا** اور امم سابقہ **یاایها المساکین** سے یاد کئے گئے ہیں۔ کتنا بڑا فرق ہے دونوں خطابوں میں۔ یا یہ معنی **ادن یاخیر البریة ادن یااحمد ادن یا محمد** یہ آواز اس وقت دی گئی جب کہ شب معراج میں جبرئیل امین آگے جانے سے قاصر رہے اور کہا۔

اگر یک سرموئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر ایک بال برابر پرواز کروں تو تجلیات ربانی میرے پروں کو جلا دیں گے تو آپ ﷺ تنہا رہ گئے آپ ﷺ کے اور رب ذوالجلال کے درمیان ستر ہزار حجابات نور کے حائل تھے۔ رب العزت نے اپنے مہمان کو آواز دی قریب آ جاؤ۔ قریب آ جاؤ قریب آ جاؤ۔ اب میرے اور تیرے درمیان اور کسی کی گنجائش نہیں۔ یہاں تک نہ ملک مقرب آ سکتا

ہے نہ نبی مرسل۔

سیدنا مجیب

جواب دینے والا۔ تو آپ ﷺ سب سے پہلے جواب دینے والے ہیں۔ جب اللہ پاک نے فرمایا الست بربکم قالوا بلی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں آپ ہمارے رب ہیں اور اصحاب کرام نے بھی اگر کسی دعوت میں یا اپنے حوائج میں بلایا ہے تو جواب لبیک کے ساتھ دیا ہے کبھی انکار نہیں کیا۔

سیدنا مجاب

یعنی آپ ﷺ کی دعا رب کریم نے قبول کی ہے جو کچھ اللہ پاک سے مانگا ہے دیا گیا ہے یہاں تک کہ شفاعت عظمٰی کی اجازت کے لئے جب سربسجود ہو جائیں گے تو حکم ہو جائے گا اشفع تشفع سر اٹھاؤ شفاعت شروع کرو قبول ہو جائے گی کوئی دوسرا اجرات نہیں کر سکے گا یہ صرف آپ ﷺ ہی کا مقام ہے۔ آپ ﷺ کی امت قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔

سیدنا حفی

نہایت مہربان۔ اور یقیناً آپ ﷺ بہت مہربان تھے اپنے اصحاب پر اہل بیت پر اولاد پر اور آپ ﷺ بہت مہربان تھے اپنی قوم پر اور بہت اہتمام فرماتے تھے انکی نصیحت ہدایت اور دعوت اسلام پر۔

سیدنا عفو

معنی ظاہر ہے قرآن میں تورات میں حضور ﷺ کا وصف عفو سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی فطرت میں اذیت کی برداشت اور غیر کے ساتھ حسن سلوک تھا کبھی اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی انسان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائی کسی مسلم کو لعنت سے یاد نہیں کیا افسوس آج کل مسلمان مسلمان کو بغیر ثبوت شرعی کے کفر میں دھکیلتے ہیں اور اپنی عاقبت کو برباد کرتے ہیں۔ جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہو گئے لب مبارک زخمی ہو گیا' خون چہرہ انور ﷺ سے بہتا تھا اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ناگوار گزرا' عرض کیا آپ ﷺ ان کے حق میں بددعاء کریں تو اس حالت میں یہ جواب ارشاد فرمایا۔ انی لم ابعث لعانا بل بعثت داعیا ورحمة

سیدنا ولی

بمعنی قریب دوست اور یہ یقینی امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے دوست بھی ہیں اور قریب بھی۔

سیدنا حق

ضد ہے باطل کی یعنی اللہ کی طرف سے حق لے کر مخلوق کی ہدایت کے لئے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔

سیدنا قوی

قوی ہیں اوامر کی متابعت میں اور نواہی سے اجتناب میں قوی ہیں حقوق اللہ کی ادائیگی میں اور حقوق العباد کی ادائیگی میں۔

سیدنا امین

یہ وہ مبارک نام ہے جس سے نبوت سے پہلے قریش مکہ آپ ﷺ کو یاد کرتے تھے اور حدیث میں ہے انی لامین فی الارض و امین فی السماء.

سیدنا مامون

مامون وہ ہوتا ہے جس سے شر کا کسی کو خطرہ نہ ہو' معنی ظاہر ہے۔

سیدنا کریم

قرآن کریم سے ثبوت انه لقول رسول کریم اور حدیث سے انا اکرم ولد آدم. اکرم وہ ہوتا ہے جو غیر پر افضل ہو۔

سیدنا مکرم

صیغہ اسم مفعول ہے بزرگی دی گئی بزرگی دینے والا اللہ پاک ہے۔

سیدنا مکین

صاحب رتبہ۔ اس میں رسول کریم ﷺ کی علو منزلت کی طرف اشارہ ہے اور اسی علو منزلت کی وجہ سے آپ ﷺ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا اور کسی نبی کو یہ مقام حاصل نہیں اور آپ ﷺ کے اسم مبارک کو اپنے اسم مبارک کے ساتھ ملایا

تو ابتداء میں ساق عرش پر آپ ﷺ کا نام نامی لکھا اور اخیر میں کلمہ شہادت میں اور کلمہ توحید میں اپنے نام کے ساتھ ملایا۔

سیدنا متین

سخت قوی۔ آپ ﷺ سخت قوی تھے اللہ پاک کے دین میں دین خداوندی کے اجراء میں نہ کسی سے ڈرے نہ سستی اختیار کی بلکہ شدت کے ساتھ اعداء اللہ کا مقابلہ کیا اور اللہ پاک نے آپ ﷺ کو غالب فرمایا۔

سیدنا مبین

آیت شریف حتی جاء هم الحق و رسول مبین اس پر دلالت کرتی ہے۔

سیدنامومل

امیدوار (دوسری میم کے زیر سے) یعنی امیدوار ہے اپنے رب سے فضل عظیم کا اور فتحہ کے ساتھ معنی یہ ہوگا اصحاب اور امت کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ تعلیم دین اور اصلاح حال اور شفاعت کے لئے دنیا وعقبیٰ میں۔

سیدناوصول

وصل کا مبالغہ ہے اور رسول کریم ﷺ اور صلہ رحمی اور صلہ دینی دونوں کے لئے رعایت فرمانے والے تھے اور صلہ کا یہ حال تھا کہ جب رضاعی بہن شیما ہوازن کے قیدیوں کے ساتھ قید ہو کر آ گئی تو رسول ﷺ نے بہت عزت کی۔ اپنی چادر ان کے لئے بچھائی اور اس پر بٹھا دیا اور فرمایا اگر میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو عزت کیساتھ رہو گی اگر واپس جانا چاہتی ہو تو اجازت دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جانے کو پسند کرتی ہوں تو علاوہ تحائف کے ایک غلام ایک لونڈی دے کر رخصت کیا۔

سیدنا ذوقوة

قوت والے ہیں قوی کے ہم معنی ہیں۔ تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

سیدنا ذوحرمة

عزت کا مالک، بزرگی والا۔ آپ ﷺ کی عزت اور بزرگی کا عقیدہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور کمی اس میں حرام ہے۔

سیدنا ذومكانة

مکین کا ہم معنی ہے تشریح گزر گئی ہے۔

سیدنا ناذوعز

عزت والے یعنی جلیل القدر جن کی نظیر نہیں قال اللہ تعالیٰ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين۔ مومنین کی عزت بسبب متابعت کے ہے اور رسول کریم ﷺ کی اصالتاً ہے۔

سیدنا ذوفضل

صاحب فضیلت۔ ایک ایسا کمال ہے جس کی وجہ سے انسان غیر پر فوقیت حاصل کرتا ہے اور نیز رسول علیہ السلام کی فضیلت تمام عالم پر تمام کمالات میں ثابت ہے۔

سیدنا مطاع

مانے گئے۔ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور امت نے آپ ﷺ کو مانا ہے جتنی تعظیم اور محبت ان کے قلب میں ہے اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

سیدنا مطیع

فرمانبردار۔ آپ ﷺ اللہ کی احکام کے منقاد تھے ایک لمحہ آپ ﷺ نے غفلت نہیں کی ہے اور اپنے اور اللہ کے درمیان کے حقوق کی یا اپنے اور مخلوق کے درمیان کے حقوق کی ہمیشہ رعایت فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ آپ ﷺ سید المعصومین تھے۔ کمال عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

سیدنا قدم صدق

نیک پیش رو۔ سہیل بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا معنی رحمت سابقہ جس کو اللہ پاک نے محمد ﷺ کی ذات بابرکات میں رکھا ہے تو آپ ﷺ امام الصادقین ہیں۔

سیدنا رحمة

بڑی رحمت۔ دلیل اس کی یہ آیت ہے وما ارسلنک الا رحمة للعالمين آپ ﷺ تمام عالم کے لئے اس آیت کی بناء پر رحمت ہیں عباس مرسی فرماتے ہیں تمام انبیاء رحمت سے پیدا ہوئے ہیں لیکن محمد علیہ السلام عین رحمت ہیں۔

محمد ﷺ بہ نفس نفیس رحمت ہیں اس لئے جس نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی تو نجات پائی جنہوں نے قبول نہیں کی مستحق عذاب بن گئے۔

سیدنا بشریٰ

خوشخبری دینے والا۔ حضور ﷺ بشری للمومنین تھے۔یعنی مومنوں کو دوزخ سے نجات اور جنت کی بشارت دینے والے تھے۔

سیدنا غوث

سیدنا غیث

سیدنا غیاث

غوث: فریادرس' غیث: باران رحمت' غیاث: ہمہ تن فریادرس۔

مخلوق گمراہی میں گھری ہوئی تھی۔مشرف بہ اسلام ہوگئی اور باران رحمت اس لئے ہیں۔آنے سے مخلوق کے مردہ قلوب زندہ ہوگئے۔تو آپ ﷺ مخلوق کے لئے غوث بھی ہیں اور غیث بھی ہیں اور غیاث بھی ہیں۔

سیدنا نعمۃ اللہ

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔دلیل یعرفون نعمة الله ثم ینکرونها یعنی محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں کہ اللہ کا نبی ہے پھر بھی انکار کرتے ہیں۔

سیدنا ھدیۃ اللہ

اللہ کا تحفہ۔ترجمہ: بے شک اللہ نے مجھے رحمت اور ہدیہ بنا کر بھیجا ہے۔ایک قوم کو اوپر لے جانے کے لئے دوسری کو نیچے لے جانے کے لئے یعنی مومنوں کا مقام اونچا اور کافروں کا نیچا۔

ابوالعباس مرسی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے عطیہ تھے اور ہمارے نبی ﷺ ہمارے لئے ہدیہ تھے اور عطیہ اور ہدیہ میں بڑا فرق ہے۔عطیہ محتاج کو دیا جاتا ہے اور ہدیہ محبوب کو۔

سیدنا عروۃ وثقیٰ

مضبوط دستاویز' مضبوط رسی۔اس میں شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ کا دین اور شریعت مضبوط رسی ہے اس پر چلنے والا اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اعلیٰ علیین پر پہنچ جاتا ہے اور آیت کریمہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا صراط اللہ

اللہ کا راستہ۔رسول کریم ﷺ کا راستہ ہے جو آپ ﷺ کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا۔

سیدنا صراط مستقیم

سیدھا راستہ۔اور یہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں ابن عباس عنہما سے یہ تفسیر نقل کی گئی ہے۔تفسیر ابن جریر وغیرہ میں رسول کریم علیہ السلام اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی متابعت کو صراط مستقیم کہا گیا ہے۔

سیدنا ذکر اللہ

اللہ کی یاد کا سبب۔ الا بذکر الله تطمئن القلوب مجاہدؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ذکر اللہ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اس لئے کہ جو کوئی آپ ﷺ کو دیکھتا تھا اللہ یاد آتا تھا اللہ کی وحدانیت کا قائل ہوتا تھا تو آپ ﷺ اللہ کی یاد کے لئے ذریعہ بنتے تھے اور یہ معنی بھی لیا گیا ہے کہ اللہ کا یاد کیا ہوا اور اس میں شک نہیں کہ تمام مخلوق میں اللہ پاک نے حضور ﷺ کا ذکر مقدم کیا ہے۔لوح محفوظ میں پہلے آپ ﷺ کا ذکر ہے ساق عرش پر آپ کا ذکر ہے۔آسمانوں میں آپ ﷺ کا ذکر ہے جس نے حضور ﷺ کی متابعت کی اس نے اللہ پاک کی متابعت کی جس نے آنجناب ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اس نے اللہ پاک کے دست قدرت پر بیعت کی تو حضور ﷺ ہر طریقہ سے ذکر اللہ ہیں۔

سیدنا سیف اللہ

اللہ کی تلوار۔اس میں یہ اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے دین کے لئے جیسے لسانی تبلیغ کی ہے ویسے جہاد بالسیف بھی کیا ہے اور اللہ نے آپ ﷺ کو فتح بھی دی ہے تو آپ ﷺ سیف اللہ ہیں۔

سیدنا حزب اللہ

اللہ کے لشکر۔ جماعت چنانچہ آپ ﷺ نے ایک جماعت موحدین کی بنا کر کلمہ توحید اور نظم اسلام پر قائم کی اس لئے آپ ﷺ حزب اللہ ہیں اور الا ان حزب اللہ ھم الغالبون. اللہ کی جماعت بے شک غالب ہوتی ہے۔

سیدنا النجم الثاقب

چمکتا ہوا ستارہ۔ آپ ﷺ چمکتا ہوا ستارہ ہیں۔ جیسا کہ ستارے کی روشنی میں رات کے اندھیرے میں راہ گیر راستہ معلوم کرتا ہے اس طرح آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کی وجہ سے ظلمت کفر میں اسلام کی روشنی ظاہر ہوئی تو آپ ﷺ نجم ہدایت ہیں۔

سیدنا مصطفی

پسند کیا ہوا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں صاف اور برگزیدہ کیا ہے۔ ان اللہ اذا احب عبدا فان صبر اجتباہ و ان رضی اصطفاہ. رسول کریم ﷺ نے تکالیف پر صرف صبر ہی نہیں بلکہ رضا کا اظہار کیا ہے اس لئے مصطفیٰ بن گئے اور یہ انتہا درجہ کا قرب ہے۔

سیدنا مجتبیٰ

سیدنا متقی

چنے ہوئے۔ تو یہ بمعنی مصطفیٰ کے ہو گئے پاک چنا ہوا' مصطفیٰ مجتبیٰ متقی سب قریب المعنی ہیں۔

سیدنا امی

ناخواندہ۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے خاص اسماء میں سے ہے اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے کفاک بالعلم فی الامی معجزۃ (ایک امی کے اندر علم اولین و آخرین کا ہونا بڑا معجزہ ہے)

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانہ چند ملت بشست

وہ یتیم کہ جس نے قرآن کو پڑھا نہ تھا اس تمام ملتوں کے کتب خانوں کو دھولیا جس کو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔

سیدنا مختار

اختیار دیا گیا۔ یہ نام تورات میں مذکور تھا۔ تفصیل اسم متوکل میں آ جائے گی۔

سیدنا اجیر

اجرت دیئے گئے۔ امت کو عذاب دوزخ سے چھڑانے والے۔

سیدنا جبار

شکستہ حال کو جوڑنے والا۔ اس نام سے زبور داؤد علیہ السلام میں مشہور تھے۔ ۴۴ ویں باب میں ہے کہ تقلد ایھا الجبار سیفک اپنی تلوار کو گلے میں ڈال دواے جابر اور باہمت نبی (اور جہاد کرو کفار سے' اسلام کا بول بالا اور کفر کا منہ کالا کرنے کے لئے) یا یہ معنی کہ شکستہ دل اور پریشان حال بندوں کے دلوں پر جبیرہ یعنی پٹی لگاؤ۔ ان کے دکھ درد میں ان کو سہارا دو۔

سیدنا ابو القاسم

قاسم کے باپ۔

سیدنا ابو الطاهر

سیدنا ابو لطیب۔

سیدنا ابو ابراهیم

یہ اسماء رسول کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کے اسماء کنیہ ہیں۔ اول تین صاحبزادے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ طیب اور طاہر ایک صاحبزادے کے نام ہیں یا الگ الگ ہیں۔ اور ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں اور یہ اسم کنیہ اولاً جبرئیل امین نے کہا تھا۔

سیدنا مشفع

مقبول شفاعت۔ میدان حشر میں جب مخلوق نفسی نفسی پکارے گی۔ رشتہ دار رشتہ دار سے بیزار ہو جائیں گے۔ جہنم میدان حشر کے قریب آ جائے گی تو اس حالت میں رسول کریم ﷺ شفاعت کے لئے اللہ پاک سے اجازت طلب کریں گے۔ حق تعالیٰ ان الفاظ سے اجازت مرحمت فرمائیں گے۔ سل تعط مانگو دیا جائے گا اشفع تشفع سفارش کرو منظور کی جائے گی۔ یہی ہے مقام محمود۔

سیدنا شفیع

شفاعت کرنے والے۔ مبالغہ ہے شفاعت میں شفاعت کے معنی ہیں کسی کی حاجت برآری میں واسطہ بننا۔ رسول کریم ﷺ خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ مخلوق کو خالق سے ملانے والے ہیں۔

سیدنا صالح

نیکوکار۔ مراد اس صلاحیت سے قرب خداوندی کے لئے صلاحیت ہے اور اس صلاحیت کے درجات ہیں جتنا مخلوق کے تعلق سے آزاد اور رب العباد کی عبادت میں ممتاز ہوگا اتنا ہی صلاحیت میں ممتاز ہوگا اور اس صفت میں آپ ﷺ ممتاز ہیں تو آپ ﷺ قرب الٰہی میں بھی ممتاز ہیں۔

سیدنا مصلح

نیک بنانے والا۔ آپ ﷺ خلق کے لئے مصلح ہیں۔ نصیحت اور ہدایت کے ذریعہ سے مخلوق کو جہل سے اور کفر سے نجات دلا کر ظاہر کی بھی اصلاح کی اور باطن کی بھی۔ سنا گیا ہے کہ ایک پتھر پہاڑ یا زمین سے نکلا تھا بخط قدرت اس پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا **محمد تقی مصلح و سیدامین.**

سیدنا مھیمن

اس کے معنی رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہ معنی شاہد اور امین کے آتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اللہ جل شانہ کے احکام کے امین ہیں۔

سیدنا صادق

سچے۔ آپ ﷺ حدیث میں صادق اور مصدوق سے موسوم ہیں اور جب قوم نے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور کہا انک کاذب آپ جھوٹے ہیں تو آپ ﷺ مغموم ہوگئے۔ جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا **انک لصادق.** آپ ﷺ سچے ہیں اور یہ کفار بھی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ سچے ہیں از روئے عناد نہیں مانتے اور آپ ﷺ کے لئے صدق واجب تھا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نبی معصوم تھے۔

سیدنا مصدق

سچا مانا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قول اور فعل میں سچا کہا ہے۔ ارواح نے قبل ظہور اجساد کے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی ہے اور اگر دال کے زیر بھی مصدق پڑھ لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے اللہ پاک کی تصدیق کی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور کتب سابقہ کی تصدیق کی ہے۔

سیدنا صدق

بہت سچا۔ مبالغہ ہے آیت شریفہ **و کذب بالصدق اذ جاءہ** ایک تفسیر کے بموجب صدق سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سیدنا المرسلین

معراج کے واقعہ میں آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو دیکھا میں نے موتی کا ایک مکان جو نور سے چمکتا تھا وہاں مجھے تین خطابات مل گئے۔

انک سید المرسلین و امام المتقین قائد الغر المحجلین

اور سید المرسلین کا معنی رسولوں کا سردار ہے۔

سیدنا امام المتقین

نیکوں کا پیشوا۔ حدیث شریف **انا اتقاکم للہ.** اسم تفضیل ہے سب سے زیادہ متقی۔

سیدنا قائد الغرالمحجلین

پیشوا ہیں پیشانی چمکنے والوں کے۔ حدیث شریف میں ہے

ان امتی تدعون یوم القیامة غرا محجلین.

میری امت قیامت کے دن سفید پیشانی والی کہہ کر بلائی جائے گی۔ اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں وضو کیا اس کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ میدان حشر میں اس امت کی یہ خاص نشانی ہوگی۔ اس سے پہچانے جائیں گے۔

سیدنا خلیل الرحمن

اللہ کا دوست۔ خلیل وہ ہے جو اپنی محبت کو اپنے محبوب کے لئے خالص کردے۔ فرمایا **لی مع اللہ وقت لایسع فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل** میرا اللہ پاک کے ساتھ ایک ایسا وقت

ہوتا ہے جس میں نہ ملک مقرب کی گنجائش ہوتی ہے نہ رسول کی۔

سیدنا بر

نیک۔ وہ ذات جو موصوف ہے نیکی کے ساتھ اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو کہ تمام فضائل وفواضل کے لئے جامع ہے۔

سیدنا مبر

نیکی کرنے والا۔ اگر معنی اسم مصدر کا لیا جائے تو مبالغہ ہے نیکی میں۔

سیدنا وجیہ

عزت والے' جاہ والے' شرف والے' صاحب منزلت دنیا میں اور عقبیٰ میں۔

سیدنا نصیح
سیدنا ناصح

نصیحت دینے والے' خیر خواہی کرنے والے۔ رسول اللہ ﷺ کی نصیحت اللہ کے بندوں کے لئے اور اس میں کوشش اس حد تک پہنچ چکی ہے جس کی انتہا کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ نصیح صیغہ مبالغہ ہے۔

سیدنا وکیل

امت کے کام کرنے والے۔ کفیل کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو یہ معنی ہوگا کہ مطیعین امت کے لئے دخول جنت کے ضامن ہیں۔ اور وکیل بمعنی موکول کے بھی آتا ہے تو معنی یہ ہوگا کہ شریعت کے احکام اللہ پاک نے آپ ﷺ کو سونپ دیئے ہیں تو آپ ﷺ نے اجتہاد سے جو حکم دیا ہے وہی حکم خداوندی سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ **وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی**. رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی حکم نہیں فرماتے ہیں مگر وہ مطابق حکم خداوندی کے ہوتا ہے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود۔ رسول اللہ ﷺ کا کہا ہوا اللہ پاک کا کہا ہوا ہوتا ہے۔ اگرچہ رسول علیہ السلام کی زبان سے نکلے۔

سیدنا متوکل

بھروسہ کرنے والے۔ اس نام سے تورات میں مشہور تھے اور شعیاء علیہ السلام کو بھی اللہ پاک نے فرمایا تھا **انی باعث نبیا امیا مولدہ بمکۃ و مھاجرہ طیبۃ عبدی المتوکل** میں ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں۔ پیدائش ان کی مکہ میں ہوگی ہجرت کی جگہ مدینہ ہوگی۔ وہ میرے متوکل بندے ہوں گے۔ آپ ﷺ کا نام مبارک متوکل تھا۔

سیدنا کفیل

ضامن۔ اور آپ ﷺ ضامن ہیں امت کے افسوس اور ندامت کے دن حدیث شریف میں **من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ تکفلت لہ بالجنۃ** جو کوئی مجھے زبان اور شرمگاہ کی بے جا استعمال نہ کرنے کی ضمانت دے گا میں اس کو جنت میں لے جانے کی ضمانت دوں گا۔ جو مجھے ایک کام کی ضمانت دے گا میں اس کو جنت کی ضمانت دوں گا۔ وہ کام یہ ہے کہ لوگوں سے کوئی سوال نہ کرے۔

سیدنا شفیق

مہربان۔ آپ ﷺ امت پر مہربان ہیں جو چیز ان پر باعث تکلیف بن جاتی ہے اس کو دور فرماتے ہیں جیسے پچاس نمازوں کو پانچ پر لائے تا کہ ان پر شاق نہ ہو۔

سیدنا مقیم السنۃ

سنت کو قائم کرنے والا۔ اسی نام سے تورات اور زبور میں یاد کئے جاتے تھے۔ تورات میں عبارت یہ تھی۔ ترجمہ: ہرگز نہ اٹھائے گا اللہ اس کو جب تک کہ سیدھا نہ کرے۔ ان کی وجہ سے بگڑی ہوئی امت کو **لا الہ الا اللہ** سے اور داؤد علیہ السلام نے یہ دعا مانگی **اللھم ابعث لنا ای لناس یعنی محمدا مقیم السنۃ بعد الفترۃ**. اور ملت عوجا سے مراد قریش کی ملت ہے۔ تبلیغ کے ذریعہ سے کج روی سے نکال کر توحید پر ان کو قائم کریں گے۔

سیدنا مقدس

پاک کئے گئے۔ بعض انبیاء کی کتابوں میں اس نام سے موسوم تھے اور آپ ﷺ کو اللہ پاک نے گناہوں سے پاک کیا ہے اس لئے مقدس ہیں۔

سیدنا روح القدوس

پاک روح والے۔ جیسا کہ آپ ﷺ گناہوں سے پاک تھے۔ اخلاق و اوصاف میں بھی پاک تھے اسی طرح روح مبارک بھی پاک تھی۔

سیدنا روح الحق

حق کی روح۔ اگر حق سے مراد اللہ پاک کا نام ہو تو اظہار شرف کے لئے ہے جیسے روح اللہ اور اگر حق سے مراد دین حق اور ایمان باللہ لیا جائے تو آپ ﷺ روح ہیں ایمان کی اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ایمان کا وجود بھی مخلوق میں نہ ہوتا۔

سیدنا روح القسط

عدل کی روح۔ آپ ﷺ سے پہلے قبائل عرب کشت و خون اور لوٹ مار کو اپنا وقار سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد وہ قساوت ختم ہوگئی۔ روح زمین عدل وانصاف سے بھر گئی تو آپ ﷺ روح القسط ہیں۔

سیدنا کاف

کفایت کرنے والے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے لئے کافی ہیں۔ علماء کا فیصلہ ہے کہ توراۃ وانجیل وغیرہ کو پڑھنا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غصہ نہ کرتے اور یہ تو اس زمانے کی تورات تھی اب اس میں کتنی تبدیلیاں ہو چکی ہیں تو مسلمان کے لئے محمد ﷺ کافی اور ان کی کتاب بھی کافی ہے۔ یہی ہے سبیل نجات۔

سیدنا مکتف

اکتفا کرنے والے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک پر دنیائے دون سے اکتفا کیا تھا۔ ہمہ تن ہمہ وقت اللہ پاک کی یاد میں مشغول رہتے تھے۔ نہ بدن کے لئے اچھے لباس کی فکر نہ پیٹ کے لئے اچھے کھانوں کا خیال رکھا۔

سیدنا بالغ.

پہنچنے والے۔ یعنی اللہ کے پاس پہنچے والے۔ بلغ العلی بکمالہ. اس درجہ قریب پر پہنچ چکے ہیں جس کا ادراک عقل انسانی سے بالاتر ہے۔ فھو اقربُ الخلق الی اللہ (آپ اللہ سے تمام مخلوقیں زیادہ قریب ہیں)

سیدنا مبلغ

پہنچانے والے۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں دعوت اور تبلیغ کے لئے۔ ہدایت (یعنی منزل مقصود تک پہنچانا) میرا کام نہیں اللہ کا کام ہے اور ابلیس گناہوں کو مزین کرنے والا ہے لیکن کسی کو اپنے تصرف سے گمراہ نہیں کرسکتا ہے۔

سیدنا شاف

تندرستی دینے والے۔ تو آپ ﷺ شافی تھے۔ دل کو کفر و جہالت اور امراض جسمانی وروحانی سے اپنی دعا کی برکت سے۔

سیدنا واصل

اللہ تک پہنچا ہوا۔ بالغ کی تشریح یہاں بھی ہے۔

سیدنا موصول

اللہ تک پہنچا ہوا۔ مراد اس سے قرب ہے۔

ع قرب اور اوصال ے گوید وصل اور امحال ے گوید

ترجمہ: اللہ کے قرب کو وصال کہا جاتا ہے۔ حقیقی وصال تو محال ہے۔ رسول کریم ﷺ ایسے قرب کے مقام پر فائز ہو گئے جس کا تصور غیر کے لئے ناممکن ہے۔

سیدنا سابق

ہانکنے والا۔ ابرار کو دارالقرار کی طرف ہانکیں گے اور فجار کو نصائح ومواعظ کے ذریعہ اللہ کی طرف بلانے والے تھے۔

سیدنا سابق

پہلے۔ آپ ﷺ سب سے پہلے ہیں۔ خلقت میں اول ما خلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ پاک نے میرا نور پیدا کیا اور پہلے ہیں۔ اللہ پاک کے قرب میں تمام مخلوق سے اور پہلے ہوں گے۔ امامت میں شفاعت میں دخول جنت میں اور آپ ﷺ پہلے ہیں تمام فضائل اور اخلاق حمیدہ وغیرہ ذالک۔

سیدنا ہاد

راہنما۔ اور آپ ﷺ اللہ کے بندوں کو اللہ کا راستہ بتانے والے ہیں۔

سیدنا مهد

صیغہ اسم فاعل ہے۔ یعنی زیادہ ہدیہ دینے والے۔ اس میں اشارہ ہے زیادہ سخاوت کی طرف۔

سیدنا مقدم

پیشوا۔ سابق کے ہم معنی ہیں۔

سیدنا عزیز

غالب جلیل القدر۔ لانظیر له بڑی عزت والے ہیں ان کی کوئی نظیر نہیں۔

سیدنا فاضل

صاحب فضیلت

سیدنامفضل

فضیلت دیا گیا۔ اس میں شک نہیں آپ ﷺ کو رب العزت نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے اولوالعزم رسولوں نے جیسے ابراہیم وموسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام نے اللہ پاک سے سوال کیا تھا کہ ہمیں محمد ﷺ کی امت سے بنا۔

سیدنا فاتح

کھولنے والے۔ حدیث معراج میں ہے اللہ پاک نے فرمایا وجعلنک فاتحا و خاتما اور حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ وجعلنی فاتحا و خاتما تو آپ ﷺ فاتح ہیں ہر چیز کے لئے آپ ﷺ فاتح ہیں اور کھولنے والے ہیں امت پر رحمت کے دروازوں کو اور جنت کے دروازوں کو اور خشت اخیر ہیں قصر نبوت کے لئے۔

سیدنا مفتاح

اس میں مبالغہ ہے یعنی آپ ﷺ سخت سے سخت امور کے کھولنے والے ہیں۔

سیدنا مفتاح الرحمة

رحمت کو کھولنے والا۔ دنیا میں اگر کوئی کسی پر رحم کرتا ہے تو آپ ﷺ کی متابعت کی وجہ سے ہے اور آخرت میں اگر کسی پر رحم کیا جائے گا تو آپ ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے ہوگا تو آپ ﷺ مفتاح رحمت ہیں۔ دنیا میں بھی اور عقبیٰ میں بھی۔

سیدنا مفتاح الجنة

جنت کی کنجی۔ حدیث شرف میں فرمایا ہے روز قیامت میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ کھولنے کے لئے کہوں گا تو خازن فرشتہ پوچھے گا آپ ﷺ کون ہیں۔ میں کہوں گا میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ جواب دے گا مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں گا۔ تو وہ کھول دے گا اس معنی پر آپ ﷺ جنت کی کنجی ہیں۔

سیدنا علم الایمان

ایمان کی نشانی۔ آپ ﷺ علامت ہیں ایمان کی اور اللہ پاک کی معرفت کی اور نیز آپ ﷺ کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔ لاایمان لمن لا محبة له (جس کے دل میں میری محبت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں)۔

سیدنا علم الیقین

یقین کی نشانی۔ یقین سے مراد اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے اور اسی کی آپ ﷺ علامت ہیں۔

سیدنا دلیل الخیرات

نیکیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے تو آپ نیکیوں کی طرف دلالت کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ کی متابعت کی وجہ سے نیکی حاصل ہوسکتی ہے۔

سیدنا مصحح الحسنات

نیکیوں کو صحیح کرنے والے۔ جو نیکی آپ ﷺ کی سنت اور متابعت کے موافق ہو وہ صحیح ہے جو آپ ﷺ کی سنت کے موافق نہ ہو اگرچہ وہ نیکی معلوم ہوتی ہو وہ رد ہے۔

سیدنا مقیل العثرات

لغزشوں کو معاف کرنے والا۔ آپ ﷺ قصور کرنے والے کو بجائے سزا دینے کے معاف فرمایا کرتے تھے۔ بسبب اپنے حلم کے۔

سیدنا صفوح عن الزلات

لغزشوں سے روگردانی کرنے والے۔ حضور ﷺ کے حق

میں اگر کسی سے کوئی غلطی ہوتی تھی تو آپ ﷺ معاف کر دیتے تھے۔ حضور ﷺ کی صفت یہ تھی کہ اپنی تکلیف سے اوروں کو بچاتے تھے اوروں کے تکلیف دینے کو برداشت کرتے تھے۔

سیدنا صاحب الشفاعة

شفاعت کا مالک۔ شفاعت کی جو چند اقسام ہیں ایک شفاعت کبریٰ ہے وہ تمام مخلوق کی تکلیف کو میدان حشر میں کم کرنا ہے۔ دوسری شفاعت بعض لوگوں کو بلاحساب جنت میں لے جانا ہے۔ تیسری شفاعت مستحق دوزخ کو دوزخ سے چھڑانا ہے۔ چوتھی شفاعت مومنوں کو دوزخ سے نکالنا۔ پانچویں شفاعت بعض لوگوں کے جنت میں درجات بلند کرنا یہاں تک کہ بعض کفار کے عذاب میں آپ ﷺ کی وجہ سے تخفیف ہو جائے گی جیسے ابوطالب یا جیسے ابولہب پر پیر کے دن عذاب کم ہوتا ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں اپنی کنیز ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

سیدنا صاحب المقام

مقام محمود کے مالک۔ یہ وہ اونچا مقام ہے جو کہ قیامت کے دن ایک ہستی کو ملے گا اور وہ ہستی رسول اللہ ﷺ کی ہے اور اسی کے لئے ہر امتی ہر اذان کے بعد دعا مانگتا ہے۔

سیدنا صاحب القدم

سبقت کے مالک۔ اور آپ ﷺ نے ہر کار خیر میں مخلوق پر سبقت حاصل کی۔

سیدنا مخصوص بالعز

سیدنا مخصوص بالمجد

سیدنا مخصوص بالشرف

یہ تینوں نام قریب المعنی ہیں اس لئے کہ آپ عزت میں علوشان ہیں، رفعت و منزلت میں یکتا ہیں اور باقی مخلوق میں اگر یہ صفت پائی گئی ہیں تو آپ ﷺ کی متابعت کی بدولت حاصل ہوئی ہیں۔

سیدنا صاحب الوسیلة

وسیلے کا مالک۔

سیدنا صاحب السیف

تلوار کا مالک۔ اس میں اشارہ ہے رسول کریم ﷺ کے جہاد کی طرف اور آپ ﷺ کی شجاعت کی طرف۔

سیدنا صاحب الفضیلة

اوصاف حمیدہ کے مالک جیسے علم، علم شجاعت، حیات سخاوت وغیرہ۔

سیدنا صاحب الازار

تہبند والے۔ آنحضرت ﷺ ہمیشہ استعمال تہبند کا فرماتے تھے جو کہ پنڈلی کے نصف تک ہوتا تھا اور پاجامہ کو پسند فرمایا ہے۔

سیدنا صاحب الحجة

دلیل کے مالک۔ مراد اس سے معجزات ہیں اور یہ علاوہ قرآن کے تین ہزار بتائے گئے ہیں اور قرآن کریم کے اندر ساٹھ ہزار معجزات ہیں جو کہ قیامت تک رہیں گے۔ قرآن سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ سب ملا کر تریسٹھ ہزار معجزات ہو گئے اور عمر مبارک بھی تریسٹھ سال ہی تھی۔

سیدنا صاحب السلطان

قدرت اور قوت کا مالک۔ اور یہ صفات آپ ﷺ میں موجود تھے امام غزالی فرماتے ہیں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو نبوت اور سلطنت دونوں دی تھیں۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ پاک نے سلطنت دی تھی۔ اس کی طاقت سے زمین پر دین خداوندی قائم کیا۔

سیدنا صاحب الرداء

چادر والے۔ آپ ﷺ کندھے مبارک پر چار گز لمبی ڈھائی گز چوڑی چادر ڈالتے تھے اور کتب سابقہ میں بھی حضرت کی یہ صفت بیان کی گئی تھی۔

سیدنا صاحب الدرجة الرفیعة

اونچے درجے کا مالک۔ آپ ﷺ تمام مخلوق سے اونچے درجے کے مالک ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ سید الاولین ہیں۔

سیدنا صاحب التاج

تاج کے مالک۔ مراد اس سے عمامہ ہے۔ سلاطین عجم کے تاج ہوتے ہیں اور عرب کے عمامے ہوتے ہیں تو رسول ﷺ کا عمامہ مبارکہ بجائے تاج کے استعمال ہوتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے علماء کرام اور صوفیائے عزام میں یہ سنت قریب الاختتام ہے۔ باریکململی ٹوپی یا قراقلی کو فخر سمجھتے ہیں۔

سیدنا صاحب المغفر

خود والے۔ آں سرور عالم ﷺ بوقت جہاد خود سر مبارک پر رکھا کرتے تھے تا کہ تلوار یا پتھر کی زد سے محفوظ رہیں۔

سیدنا صاحب اللواء

جھنڈے والے۔ مراد اس سے یا تو لواء الحمد ہے جو میدان حشر میں آپ ﷺ کو دیا جائے گا یا وہ جھنڈا مراد ہے جو بوقت جہاد ساتھ لے جاتے تھے۔

سیدنا صاحب المعراج

اوپر جانے والے۔ اللہ پاک نے حضور ﷺ کو اپنی ملاقات کے لئے جسد اطہر کے ساتھ آسمانوں سے اوپر بلایا تھا اور وہیں نمازوں کا تحفہ عطا ہوا تھا۔

ترجمہ: اللہ پاک نے فرمایا اے محمد ﷺ یہ پانچ نمازیں ہیں ہر دن اور ہر رات میں ہر نماز کے بدلے میں دس نمازیں (تو پانچ ضرب دس کے پچاس) اور جس نے اچھے کام کا ارادہ کیا لیکن کسی وجہ سے وہ نہ کر سکا تو ایک نیکی کا ثواب اس کو دیا جائے گا اور اگر کر دیا تو دس گنا دیا جائے گا اور جس نے برے کام کا ارادہ کیا لیکن کیا نہیں تو اس پر کچھ نہیں لکھا جائے گا اور اگر سرزد ہوا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔

نوٹ: اس گناہ کے مٹانے کے لئے اللہ پاک نے استغفار اور توبہ مقرر فرمایا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له.

ترجمہ: گناہ سے صحیح توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

سیدنا صاحب القضیب

قضیب کے معانی ہیں تلوار اور عصا۔ انجیل میں ہے آپ ﷺ کے پاس قضیب یعنی تلوار ہوگی اس سے جہاد کریں گے اور آپ ﷺ کی امت بھی جہاد کرے گی تو قضیب بمعنی تلوار کے ہیں اور عصا کے معنی بھی مستعمل ہے۔ کیونکہ بوقت خطبہ آپ ﷺ عصا کو ہاتھ میں لیتے تھے اور یہی طریقہ خلفاء راشدین میں بھی جاری رہا۔

سیدنا صاحب البراق

براق والے۔ علوی مخلوقات میں سے ہے۔ خچر سے چھوٹا ہے گدھے سے بڑا ہے رنگ سفید ہے۔ چہرہ انسان جیسا ہے اور جسد گھوڑے جیسا ہے دم آہو جیسی ہے' سینہ سرخ یاقوت کا ہے اور پیٹھ سفید موتی کی ہے۔ اس کے دو پر ہیں جن سے اڑتا ہے۔ نہ نر ہے نہ مادہ ہے۔ شب معراج میں حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے اور میدان حشر میں بھی اس پر سوار ہو کر ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ تشریف لائیں گے۔

سیدنا صاحب الخاتم

صاحب مہر۔ مہر نبوت جس کی تشریح کتب احادیث میں ہوگئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جو جسد مبارک میں پشت سے تھوڑا اونچا بائیں کولھے کی سمت میں کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔ اس کے اردگرد کچھ بال بھی تھے اور یہ اس وقت ظاہر ہوئی تھی جب کہ پہلی مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کا شق صدر ہوا تھا۔ یا مراد اس سے وہ انگوٹھی بھی ہے جو کہ انگشت مبارک میں تھی جو کہ فرامین پر مہر لگانے میں مستعمل ہوتی تھی۔

سیدنا صاحب العلامة

نبوت کی نشانی کا مالک۔ تو وہ علامت جو تورات اور انجیل میں بیان ہوئی تھیں وہ سب آپ ﷺ میں موجود تھیں۔

سیدنا صاحب البرهان

دلیل کا مالک۔ آیت شریف قد جاء کم برھان من ربکم۔ بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ گئی ہے مراد اس سے رسول اللہ ﷺ ہیں اور برہان کا اطلاق قرآن کریم پر بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی اللہ کا برہان ہے اور رسول اکرم ﷺ اس لئے برہان ہیں کہ ان کے پاس دلائل واضح ان کی نبوت پر موجود تھے۔ جیسے شق القمر، تسلیم حجر و شجر اور نیز کتب

سابقہ کی آپ ﷺ کی نبوت پر شہادت۔

سیدنا صاحب البیان

صاف بیان کرنے والے۔ فصیح اللسان تھے۔ ہر آدمی کے ساتھ اس کی عقل کے مطابق کلام فرماتے تھے۔

سیدنا فصیح اللسان

صاف زبان والے۔ حدیث شریف میں انا افصح العرب تمام عرب سے میں زیادہ فصیح ہوں۔ وانا اھل الجنۃ یتکلمون بلغت محمد ﷺ اور جنت والے محمد ﷺ کی زبان یعنی عربی بولیں گے۔

سیدنا مطہر الجنان

پاک دل والے۔ اور تھا دل رسول ﷺ کا پاک اور صاف بشریت سے اور پاک تھا ہر اس صفت سے جو مخل ہو آداب ابدیت میں۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کے قلب مبارک کو اپنے لئے چن لیا اور پھر رسالت پر مبعوث فرمایا۔

سیدنا رؤف

شفقت والے۔ آیت کریمہ بالمومنین رؤف الرحیم۔ دونوں اسماء تقارب المعنی ہیں رؤف میں بہ نسبت رحیم کے زیادہ مبالغہ ہے۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کے قلب مبارک میں مخلوق کے لئے شفقت ڈالی تھی۔ اس لئے اپنے اسمائے حسنیٰ میں سے ان دونوں ناموں میں سے سرفراز فرمایا۔

سیدنا رحیم

رحم والے۔ رحم کا یہ حال تھا کہ پتھر مارنے والوں کے لئے بھی دعاء فرماتے تھے۔

اللھم اغفر لقومی فانھم لایعلمون.

سیدنا اذن خیر

بھلائی والے کان۔ یعنی اچھی چیز کو سنتے ہیں شر کو نہیں۔

سیدنا صحیح الاسلام

درست اسلام والے۔ اگر ذاتی اسلام مراد لیا جائے تو بلاشک مخلوق میں مضبوط اسلام اور اکمل ایمان اور اتم عبودیت آپ ﷺ کو حاصل تھی اور اگر اس سے مراد آپ ﷺ کا دین لیا جائے تو یقیناً وہ اللہ پاک کی حفاظت میں تغیر و تبدل سے قیامت تک محفوظ رہے گا۔

سیدنا سید الکونین

دو جہاں کے سردار۔ دنیا میں بھی آپ ﷺ سردار ہیں۔ عقبیٰ میں بھی آپ ﷺ سردار ہیں۔

سیدنا عین النعیم

نعمت کا چشمہ۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔

سیدنا عین الغر

رئیس ایک ممتاز قوم کے مراد اس سے یہ امت ہے یہ اکرم الامم ہے۔ غر المحجلین ان کی صفت ہے اور آپ ﷺ ان کے سردار ہیں۔

سیدنا سعداللہ

سیدنا سعدالخلق

اللہ کا نیک بخت کیا ہوا وہ تمام مخلوق میں نیک بخت۔

سیدنا خطیب الامم

تمام امتوں کے خطیب۔ روز محشر میں جب فصل قضاء کے لئے مخلوق جمع ہو جائے گی تو تمام انبیاء علیہم السلام پر سکتہ طاری ہوگا۔ اللہ پاک رسول ﷺ کی زبان سے ایسے الفاظ حمد کے نکلوادیں گے کہ کبھی کسی نے سنے نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد سفارش شروع ہو جائے گی۔ اولین آخرین آپ ﷺ کی فضیلت کا اقرار کریں گے۔

سیدنا علم الھدیٰ

ہدایت کا نشان۔ آپ ﷺ علامت ہیں ہدایت کے جس نے آپ ﷺ کی اقتداء کی وہ اصل باللہ ہوا۔ جس نے آپ ﷺ سے محبت کی وہ راہ راست پر قائم رہا۔

سیدنا کاشف الکرب

سختیوں کے دور کرنے والے۔ دنیا کی تکلیفیں ہوں یا عقبیٰ کی۔ آپ ﷺ کی شفاعت سے دور ہو جائیں گی۔

سیدنا رافع الرتب

رتبوں کو اونچا کرنے والے۔ یعنی جنہوں نے آپ ﷺ کی متابعت کی ان کے درجے بلند ہوگئے۔

سیدنا عزالعرب

عربوں کی عزت۔ عرب آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے جہالت میں تھے۔ شجر اور حجر جیسی بے حس چیزوں کی پوجا کرتے تھے۔ بھوک کی وجہ سے ہڈیوں کو چوستے تھے۔ آپس میں ہمیشہ قتل وقتال میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ ان میں مبعوث ہوگئے تو جماد کی عبادت کی بجائے رب العباد کی عبادت شروع کردی۔ اور کسریٰ اور قیصر کے ملک کو فتح کر کے مالدار ہوگئے۔

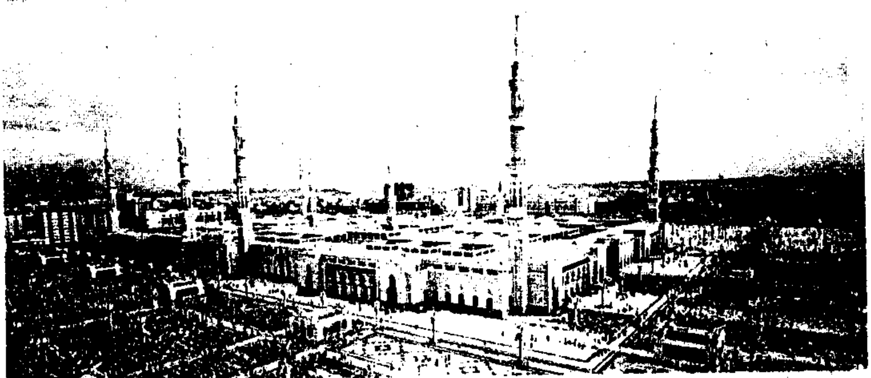
سیدنا صاحب الفرج

کشادگی والے۔ بلاشک آپ ﷺ کی شفاعت آپ ﷺ کے دامن مبارک سے چمٹنا آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا آپ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا۔ تمام مشکلات کے حل کیلئے اکسیر اعظم ہے۔

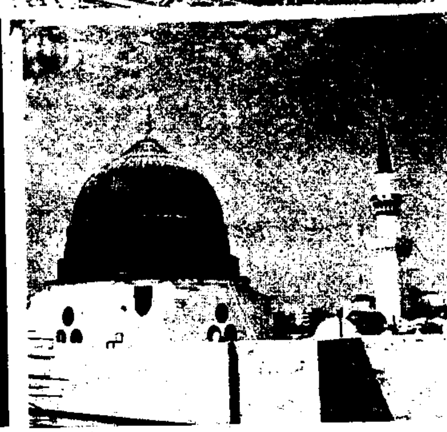
دعاء

جب اسماء النبی ختم ہوجائیں تو یہ دعا پڑھے اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے توسل سے ہر دعا قبول ہوتی ہے۔

اللھم یارب بجاہ نبیک المصطفیٰ و رسولک المرتضیٰ طھر قلوبنا من کل وصف یباعدنا عن مشاھدتک و محبتک و امتنا علی السنة و الجماعة والشوق الی لقائک من احب لقاء الله احب الله لقاہ واذا احب الله لقاءہ رضی عنه بفضله و رحمته یا ذالجلال والاکرام.







باب ۳

سیرت النبی ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پوری انسانیت کے لئے مشعل راہ اور کامیابی کا نسخہ کیمیاء ہے۔ اس لئے اس باب میں اولاً حضور ﷺ کے خصائل' فضائل' عادات و اطوار' حلیہ مبارک اور عظمت شان کا بیان ہے اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدنی زندگی کے حالات سالانہ ترتیب کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے معجزات' آل واصحاب اور دیگر متعلقات ہیں۔

حلیہ مبارک وعادات واطوار ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس نے ہماری طرف ایک رسول کو بھیجا جو عربی ہاشمی مکی مدنی سردار امین سچی خبریں دینے والے سچی خبریں دیئے گئے قریشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جو کہ آپ ﷺ کے محب خاص اور راز دار بااختصاص تھے۔ رحمت نازل فرماوے۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے مدعا یہ ہے کہ علماء ہمیشہ سے نبی ﷺ کے شمائل کو جمع کرتے رہے۔ عاشق سرگشتہ ومہجور جب محروم الوصال ہوتا ہے تو منزل محبوب یا خدوخال ہی کو یاد کر کے اپنے دل کو سمجھاتا ہے۔ اور محبوب کے جمال اور اوصاف کا بیان وتذکرہ کر کے اپنا جی بہلاتا ہے۔ حسن عمل کا کوئی وسیلہ میرے پاس نہیں اور عمر تمام معاصی اور لغزشوں میں صرف ہوئی۔ اس لئے میں نے آپ ﷺ کے شمائل ومدائح وفضائل کے تذکرہ کا دامن پکڑا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سے اور سب مسلمانوں سے اس کو قبول فرماوے۔ مستحق جمیع محامد کا وہی رب العالمین ہے۔ رسول اللہ ﷺ (اپنی ذات میں) عظیم تھے۔ (نظروں میں) معظم تھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ بالکل میانہ قد آدمی سے تو قامت میں قدرے نکلے ہوئے تھے اور دراز قد سے قامت میں کم تھے۔ سر مبارک (اعتدال کے ساتھ) کلاں تھا۔ موئے سر سید ھے قدرے بل دار تھے۔ اگر سر کے بالوں میں مانگ نکل آتی تو مانگ نکلی رہنے دیتے ورنہ نہیں (یعنی ابتداء اسلام میں ایسا معمول تھا) اور بعد میں تو قصداً مانگ نکالتے تھے۔ آپ ﷺ کے موئے سر نرمہ گوش سے تجاوز کر جاتے تھے جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھاتے ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ مبارک چمکدار تھا۔ پیشانی فراخ تھی ابرو خمدار بالوں سے پر تھی اور باہم پیوستہ نہ تھیں۔ ان دونوں کے درمیان میں ایک رگ تھی کہ وہ غصہ میں ابھر جاتی تھی۔ بلند بینی تھی۔ بینی مبارک پر ایک نور نمایاں تھا۔ کہ جو شخص تامل نہ کرے آپ ﷺ کو دراز بینی سمجھے۔ ریش مبارک بھری ہوئی تھی۔ پتلی خوب سیاہ تھی۔ رخسار مبارک سبک تھے۔

دہن مبارک (اعتدال کے ساتھ) فراخ تھا۔ دندان مبارک باریک آمدار تھے اور ان میں (ذرا ذرا) ریخیں تھیں۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ گردن مبارک ایسی (خوبصورت) تھی جیسی تصویر کی گردن (خوبصورت تراشی جاتی ہے) صفائی میں چاندی جیسی تھی۔ بدن جسامت میں معتدل اور پر گوشت اور کسا ہوا تھا۔ شکم اور سینہ مبارک ہموار تھا اور سینہ قدرے ابھرا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان قدرے (اوروں سے زائد) فاصلہ تھا جوڑ پر کی ہڈیاں کلاں تھیں۔ کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ ﷺ کا بدن روشن تھا۔ سینہ اور ناف کے درمیان لکیر کی طرح بالوں کی ایک متصل دھاری چلی جاتی تھی اور ان بالوں کے سوا ندیین (وغیرہ) پر بال نہ تھے۔ (البتہ) دونوں بازو اور شانوں سینہ کے بالائی حصہ پر (مناسب مقدار سے) بال تھے۔ کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی فراخ تھی۔ کفین اور قدمین پر گوشت تھے (ہاتھ پاؤں کی) انگلیاں لمبی تھیں۔ یا راوی نے بلند کہا ہے (کہ اس کا بھی وہی حاصل ہے) اعصاب آپ ﷺ کے برابر تھے۔ آپ ﷺ کے تلوے گہرے تھے۔ قدم مبارک ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان پر سے ڈھل جاتا۔ جب چلنے کے لئے پاؤں اٹھاتے تو قوت سے پاؤں اکھڑتا تھا اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا اور تواضع کے ساتھ قدم بڑھا کر چلتے۔ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا گویا کسی بلندی سے پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف کو دیکھنا چاہتے تو پورے پھر کر دیکھتے نگاہ نیچی رکھتے آسمان کی طرف نگاہ کرنے کی نسبت زمین کی طرف آپ ﷺ کی نگاہ زیادہ رہتی۔ عموماً عادت آپ ﷺ کی گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی نگاہ بھر کر نہ دیکھتے۔ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چلنے میں آگے کر دیتے۔ جس سے ملتے خود ابتداء سلام فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ ہر وقت ہمیشہ سوچ میں رہتے۔ کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہیں ہوتا تھا اور بلاضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی۔ آپ ﷺ کا کلام فیصل کن ہوتا۔ آپ ﷺ نرم مزاج تھے۔ نعمت اگر قلیل بھی ہوتی تب بھی اس کی تعظیم فرماتے اور کسی نعمت کی مذمت نہ فرماتے مگر کھانے کی چیز کی مذمت اور مدح دونوں نہ

فرماتے۔ جب امر حق کی کوئی شخص ذرا مخالفت کرتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصے کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا جب تک کہ اس حق کو غالب نہ کر لیتے اور اپنے نفس کے لئے غضبناک نہ ہوتے تھے اور نہ نفس کے لئے انتقام لیتے اور جب آپ ﷺ اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ کرتے اور جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو ہاتھ کو لوٹتے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو اس کو یعنی داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی سے متصل کرتے۔ یعنی اس پر مارتے اور جب آپ ﷺ کو غصہ آتا تو آپ ﷺ ادھر سے منہ پھیر لیتے اور کروٹ بدل لیتے اور جب خوش ہوتے تو نظر نیچی کر لیتے۔ اکثر ہنسنا آپ ﷺ کا تبسم ہوتا اور اس میں دندان مبارک جو ظاہر ہوتے تو ایسے معلوم ہوتے جیسے بارش کے اولے۔

آپ ﷺ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر رہنے کے وقت کو تین حصوں پر تقسیم فرماتے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کیلئے اور ایک حصہ اپنے نفس کے لئے۔ پھر اپنے حصے کو اپنے اور لوگوں کے درمیان میں تقسیم فرما دیتے اور اس حصہ وقت کو خاص اصحاب کے واسطے سے عام لوگوں کے کام میں لگا دیتے اور لوگوں سے کسی چیز کا اخفاء نہ فرماتے اور اس حصہ امت میں آپ ﷺ کا طرز یہ تھا کہ اہل فضل (یعنی اہل علم وعمل) کو آپ ﷺ اس امر میں اوروں پر ترجیح دیتے کہ ان کو حاضر ہونے کی اجازت دیتے اور اس وقت کو ان لوگوں پر بقدر ان کی فضیلت دینیہ کے تقسیم فرماتے۔ سو ان میں سے کسی کو ایک ضرورت ہوتی کسی کو دو ضرورتیں ہوتیں۔ کسی کو زیادہ ضرورتیں ہوتیں سو ان کی حاجت میں مشغول ہوتے۔ اور ان کو ایسے شغل میں لگاتے جس میں ان کی اور بقیہ امت کی اصلاح ہو۔ وہ شغل یہ کہ وہ لوگ آپ ﷺ سے پوچھتے اور ان کے مناسب حال امور کی ان کو اطلاع دیتے اور آپ ﷺ یہ فرمایا کرتے کہ جو تم میں حاضر ہے وہ غیر حاضر کو بھی خبر کر دیا کرے اور جو شخص اپنی حاجت کسی ذی اختیار تک پہنچاوے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں انہی باتوں کا ذکر ہوتا تھا اور اس کے خلاف دوسری بات قبول نہ فرماتے لوگوں کے حوائج اور منافع کے سوا دوسری لایعنی اور مضر باتوں کی سماعت ہی نہ فرماتے۔ آپ ﷺ اپنی زبان کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے تھے اور لوگوں کی تالیف قلب فرماتے تھے اور ان میں تفریق نہ ہونے دیتے تھے۔ اور ہر قوم کے آبرو دار آدمی کی آبرو کرتے اور ایسے آدمی کو اس قوم پر سردار مقرر فرما دیتے تھے اور لوگوں کو امور مضرہ سے حذر رکھنے کی تاکید فرماتے رہتے تھے مگر کسی شخص سے کشادہ روی اور خوش خوئی میں کمی نہ کرتے تھے۔ اپنے ملنے والوں کی حالت کا استفسار رکھتے تھے اور لوگوں میں جو واقعات ہوتے تھے آپ ﷺ ان کو پوچھتے رہتے تاکہ مظلوم کی نصرت اور مفسدوں کا انسداد ہو سکے اور اچھی بات کی تحسین اور تصویب اور بری بات کی تقبیح اور تحقیر فرماتے۔ آپ ﷺ کا ہر معمول نہایت ہی اعتدال کے ساتھ ہوتا تھا اس میں بے انتظامی نہیں ہوتی تھی کہ کبھی کسی طرح کر لیا کبھی کسی طرح کر لیا۔ لوگوں کی تعلیم مصلحت سے غفلت نہ فرماتے بوجہ اس احتمال کے کہ غافل ہو جاویں گے یا اکتا جاویں گے۔ ہر حالت کا آپ ﷺ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا حق سے کبھی کوتاہی نہ کرتے اور ناحق کی طرف کبھی تجاوز کر کے نہ جاتے۔ لوگوں میں سے آپ ﷺ کے مقرب بہترین ہوتے۔ سب میں افضل آپ ﷺ کے نزدیک وہ شخص ہوتا جو عام طور سے سب کا خیر خواہ ہوتا۔ اور سب سے بڑا رتبہ اس شخص کا ہوتا جو لوگوں کی غمخواری واعانت بخوبی کرتا۔ رسول ﷺ کا بیٹھنا اور اٹھنا سب ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا اور اپنے لئے کوئی جگہ بیٹھنے کی معین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی جگہ متعین کرنے سے منع فرماتے اور جب کبھی کسی مجمع میں تشریف لے جاتے تو جس جگہ مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم فرماتے اور اپنے جلیسوں میں سے ہر شخص کو اس کا حصہ اپنے خطاب وتوجہ سے دیتے۔ یعنی سب پر جدا جدا متوجہ ہو کر خطاب فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا ہر جلیس یوں سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کو کسی کی خاطر عزیز نہیں۔ جو شخص کسی ضرورت کے لئے آپ ﷺ کو لے کر بیٹھ جاتا یا کھڑا رکھتا تو جب تک وہی شخص نہ ہٹ جاتا آپ ﷺ اس کے ساتھ مقید رہتے۔ جو شخص آپ ﷺ سے کچھ حاجت چاہتا تو بدون اس کے کہ اس کی حاجت پوری

فرماتے یا نرمی سے جواب دیتے اس کو واپس نہ کرتے۔ آپ ﷺ کی کشادہ روئی اور خوش خوئی تمام لوگوں کے لئے عام تھی۔ گویا جائے ان کے باپ کے ہو گئے اور تمام لوگ آپ ﷺ کے نزدیک حق میں مساوی تھے۔ البتہ تقویٰ کی وجہ سے متفاوت تھے کہ حق میں سب آپ ﷺ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم اور علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ اسمیں آوازیں بلند نہ کی جاتی تھیں اور کسی کی حرمت پر کوئی داغ نہ لگایا جاتا تھا اور کسی کی غلطیوں کی اشاعت نہ کی جاتی تھی۔ آپ ﷺ کے اہل مجلس ایک دوسرے کی طرف تقویٰ کے سبب متواضعانہ مائل ہوتے تھے۔ اس میں بڑوں کی توقیر کرتے تھے اور چھوٹوں پر مہربانی کرتے تھے اور صاحب حاجت کی اعانت کرتے تھے اور بے وطن پر رحم کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو رہتے۔ نرم اخلاق تھے۔ آسانی سے موافق ہو جاتے تھے۔ نہ سخت خو تھے نہ درست گو تھے۔ نہ چلا کر بولتے اور نہ نامناسب بات فرماتے۔ نہ کسی کا عیب بیان کرتے اور نہ مبالغہ کے ساتھ کسی کی مدح فرماتے۔ جو بات آپ ﷺ کی طبیعت کے خلاف ہوتی اس سے تغافل فرما جاتے اور اسے مایوس نہ فرماتے بلکہ خاموش ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے تین چیزوں سے تو اپنے آپ کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ فرماتے تھے۔ کسی کو عار نہ دلاتے تھے اور نہ کسی کا عیب تلاش کرتے تھے۔ اور وہی کلام فرماتے جس میں امید ثواب کی ہوتی اور جب آپ ﷺ کلام فرماتے تھے آپ ﷺ کے تمام جلیس اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آ کر بیٹھ گئے ہوں اور جب آپ ﷺ ساکت ہوتے تب وہ لوگ بولتے۔ آپ ﷺ کے سامنے کسی بات میں نزاع نہ کرتے آپ ﷺ کے پاس جو شخص بولتا اس کے فارغ ہونے تک سب خاموش رہتے۔ اہل مجلس میں سے ہر شخص کی بات رغبت کے ساتھ سنتے جاتے۔ کسی کے کلام کی بےقدری نہ کی جاتی۔ جس بات سے سب ہنستے آپ ﷺ بھی ہنستے۔ جس سے سب تعجب کرتے آپ ﷺ بھی تعجب فرماتے اور پردیسی آدمی کی بے تمیزی کی گفتگو پر تحمل فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب کسی صاحب حاجت کو طلب حاجت میں دیکھو تو اس کی اعانت کرو۔ اور کوئی آپ ﷺ کی ثناء کرتا تو آپ ﷺ اس کو جائز نہ رکھتے۔ البتہ اگر کوئی احسان کی مکافات کے طور پر کرتا اور کسی کی بات کو نہ کاٹتے یہاں تک کہ وہ حد سے بڑھنے لگتا اس وقت اس کو ختم کرا دینے سے یا اٹھ کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیئے۔ حاضرین کی طرف نظر کرنے میں اور ان کے عرض و معروض سننے میں برابری فرماتے تھے اور فکر باقی اور فانی میں فرماتے تھے اور حلم آپ ﷺ کا صبر یعنی ضبط کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا۔ سو آپ ﷺ کو کوئی چیز ایسا غضبناک نہ کرتی تھی۔ بیدار مغزی آپ ﷺ کی چار امر کی جامع ہوتی تھی۔ ایک نیک بات کو اختیار کرنا تا کہ اور لوگ آپ ﷺ کی اقتداء کریں۔ دوسرے بری بات کو ترک کرنا تا کہ اور لوگ بھی باز رہیں۔ تیسرے رائے کو ان امور میں صرف کرنا جو آپ ﷺ کی امت کے لئے مصلحت ہو۔ چوتھے امت کے لئے ان امور کا اہتمام کرنا جن میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کے کاموں کی درستی ہو۔

شمائل متفرق:

رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک چمکتا ہوا تھا۔ آپ کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ بڑی بڑی آنکھیں تھیں۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ مژگانیں آپ کی دراز تھیں۔ دونوں ابروؤں کے درمیان قدرے کشادگی تھی۔ ابرو خمدار تھی۔ بنی مبارک بلند تھی۔ دندان مبارک میں کچھ ریخیں تھیں۔ چہرہ مبارک گول تھا۔ جیسے چاند کا ٹکڑا۔ ریش مبارک گنجان تھی کہ سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ شکم اور سینہ ہموار تھا۔ سینہ چوڑا تھا دونوں شانے کلاں تھے۔ استخواں بھاری تھیں۔ دونوں کلائیاں اور بازو اور اسفل بدن بھے ہوئے تھے۔ دونوں کف دست اور قدم کشادہ تھے۔ سینہ سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ قدم مبارک میانہ تھا نہ تو بہت زیادہ دراز اور نہ بہت کوتاہ کہ اعضاء ایک دوسرے میں دھے ہوئے ہوں اور رفتار میں کوئی آپ ﷺ کے ساتھ نہ رہ سکتا تھا۔ آپ ﷺ کا قامت قدرے درازی کی طرف نسبت کیا جاتا تھا۔ بال قدرے بل دار تھے۔ جب ہنستے تو دندان مبارک ظاہر ہوتے تو جیسے برق کی روشنی

نمودار ہوتی اور جیسے اولے بارش کے ہوتے ہیں۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ گردن نہایت خوبصورت تھی۔ چہرہ مبارک پھولا ہوا نہ تھا اور نہ بالکل گول تھا۔ بدن گٹھا ہوا۔ گوشت ہلکا تھا۔ آنکھوں میں سفیدی کے ساتھ سرخی تھی۔ جوڑ بند کلاں تھے۔ جب زمین پر پاؤں رکھتے تو پورا پاؤں رکھتے تھے۔ تلوے میں زیادہ گڑھا نہ تھا۔ ہمارے حبیب ﷺ کے دونوں کف دست اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ سر مبارک کلاں تھا۔ جوڑ کی ہڈیاں بڑی تھیں نہ تو بہت طویل القامت تھے اور نہ کوتاہ قامت تھے کہ بدن کا گوشت ایک دوسرے میں دھنسا ہوا ہو۔ آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں ایک گونہ گولائی تھی رنگ گورا تھا۔ اس میں سرخی دمکتی تھی۔ سیاہ آنکھیں تھیں۔ مسگان دراز تھی۔ شانے کی ہڈیاں اور شانے بڑے بڑے تھے۔ بدن مبارک بے موتھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی۔ جب کسی کروٹ کی طرف چیز کو دیکھنا چاہتے تو پورا پھر کر دیکھتے۔ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ ﷺ خاتم النبیین تھے اور حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ ایڑیوں کا گوشت ہلکا تھا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔ جب آپ ﷺ کی طرف نظر کرو تو یوں سمجھو کہ آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرمہ پڑا ہے حالانکہ سرمہ پڑا نہ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو چالیس برس کے ختم پر نبی بنایا پھر مکہ تیرہ برس رہے کہ آپ ﷺ پر وحی ہوتی تھی۔

ترسیٹھ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ترسیٹھ سال کی روایتیں زیادہ ہیں اور باوجود اتنی عمر کے آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بیس بھی نہ تھے اور محققین نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں سفید بال کل سترہ تھے اور حضرت جابر بن سمرہؓ نے فرمایا کہ میں نے مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک سرخ اور ابھرا ہوا گوشت مثل بیضہ کبوتر کے دیکھا اور حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ وہ مثل چھپر کھٹ (مسہری) کی گھنڈی کے تھی اور عمرو بن اخطب انصاریؓ سے روایت ہے کہ کچھ بال جمع تھے اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی کمر پر ایک ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ مثل مٹھی کے تھی اور اس کے گرداگرد تل تھے جیسے مسے ہوتے ہیں۔ حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ جوڑا (یعنی مخطط لنگی چادر) پہنے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا اور حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ ﷺ کے چہرے میں آفتاب چل رہا ہے۔ اور جب آپ ﷺ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی اور حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ دور سے سب سے زیادہ جمیل اور نزدیک سے سب سے زیادہ شیریں اور حسین معلوم ہوتے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو اول وہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ ﷺ سے محبت کرتا تھا۔ میں نے آپ ﷺ جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو دیکھا۔

آپ ﷺ کے طیب ومطیب ہونے میں:

اور حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی عنبر اور کوئی مشک اور کوئی چیز رسول اللہ ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار نہیں دیکھی۔ اور آپ ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن اس شخص کو مصافحہ کی خوشبو آتی رہتی۔ اور کبھی کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ خوشبو کے سبب دوسرے لڑکوں میں پہچانا جاتا اور آپ ﷺ ایک بار حضرت انسؓ کے گھر میں سوئے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کو پسینہ آیا تھا تو حضرت انسؓ کی والدہ ایک شیشی لا کر آپ ﷺ کے پسینے کو جمع کرنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس بارہ میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملاویں گے اور یہ پسینہ اعلیٰ درجے کی خوشبو ہے۔ رسول اللہ ﷺ جس راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ ﷺ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ ﷺ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔ یہ خوشبو خود آپ ﷺ کے بدن مبارک میں تھی اور ابراہیم بن

اسمٰعیل مزنی نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ مجھ کو ایک بار رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا۔ سو اس میں سے مشک کی لپٹ آ رہی تھی اور مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء میں جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ ﷺ کے بول و براز کو نگل جاتی اور اس جگہ نہایت ہی پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح روایت کیا ہے اور اسی لئے علماء آپ ﷺ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ مالک بن سنان یوم احد میں آپ ﷺ کا خون زخم چوس کر پی گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی اور عبداللہ بن زبیر نے آپ ﷺ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا اور برکتؒ اور آپ ﷺ کی خادمہ ام یمن رضی اللہ عنہا نے آپ کا بول پی لیا تھا۔ سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسے شیریں نفیس پانی ہوتا ہے اور آپ ﷺ مختون آون نال کٹے ہوئے سرمہ لگے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت آمنہ آپ کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو پاک صاف جنا کہ کوئی آلودگی آپ ﷺ کو لگی ہوئی نہ تھی اور آپ ﷺ باوجودیکہ ایسا سوتے تھے کہ خراٹے بھی لینے لگتے مگر بدون وضو کئے ہوئے نماز پڑھ لیتے تھے یعنی سونے سے آپ ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔

آپ ﷺ کی قوت بصر و بصیرت میں:

آپ ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا اور اس پر نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی تو اس وقت خانہ کعبہ کو دیکھ لیا تھا اور آپ ﷺ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی قوت بدنیہ:

آپ ﷺ نے ابو رکانہ کو کشتی میں گرا دیا تھا۔ وہ دوسری تیسری بار پھر آپ ﷺ سے مقابل ہوا۔ آپ ﷺ ہر بار میں اس کو پچھاڑ پچھاڑ دیتے تھے اور آپ ﷺ تیز چلتے تھے کہ جیسے زمین لپٹی چلی آ رہی ہو۔ آپ ﷺ کا ہنسنا تبسم ہوتا تھا۔ اور جب گوشہ کی کسی چیز کو دیکھتے تھے تو پورے اس طرف مڑ کر دیکھتے۔

آپ ﷺ کے بعض خصائص:

آپ ﷺ کو کلمات جامع عطا کئے گئے۔ اور تمام زمین آپ ﷺ کے لئے مسجد اور آلہ طہارت بنائی گئی۔ آپ ﷺ کے لئے غنیمت کو حلال کیا گیا آپ ﷺ کے لئے شفاعت کبریٰ اور مقام محمود مخصوص کیا گیا اور آپ ﷺ جن و انس اور تمام خلائق کی طرف مبعوث ہوئے۔

آپ ﷺ کے کلام و طعام و منام و قعود و قیام:

آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی جیسے کہ موتی کے دانے پرو دیئے گئے ہوں۔ اور آپ ﷺ کھاتے اور سوتے بہت کم تھے۔ کھاتے ہوئے سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نشست کھانے کے لئے ایسی ہوتی جیسے کھڑے ہونے کے لئے کوئی تیار ہو کر بیٹھتا ہے۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ میں غلام کی طرح کھاتا ہوں اور غلام کی طرح بیٹھتا ہوں اور آپ ﷺ کا سونا داہنی کروٹ پر ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کی بعض صفات و مکارم اخلاق شجاعت و سخاوت و ہیبت و جاہ و بے نفسی و ایثار وغیرہ میں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی تھی۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ہمبستری میں چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور حضور ﷺ سے مروی ہے کہ مجھ کو اور لوگوں پر چار چیزوں میں فضیلت دی گئی۔ سخاوت و شجاعت اور قوت مردمی اور مقابل پر غلبہ اور آپ ﷺ نبوت کے قبل بھی اور بعد میں بھی صاحب وجاہت تھے۔ حضرت قبیلہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو ہیبت کے مارے کانپنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے غریب دل کو برقرار رکھ (یعنی ڈر مت) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم

سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے روبرو عتبہ بن عمرو کھڑے ہوئے تو خوف سے کانپنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ طبیعت پر آسانی کرو۔ میں کوئی جابر بادشاہ نہیں ہوں اور آپ ﷺ کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم کشف میں عطا کی گئی تھیں اور آپ ﷺ کی حیات میں بلاد حجاز اور یمن اور تمام جزیرہ عرب اور نواحی شام وعراق فتح ہو گئے تھے اور آپ ﷺ کے حضور میں خمس اور صدقات اور عشر حاضر کئے جاتے تھے۔ فرمایا کہ مجھ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ میرے لئے کوہ احد سونا بن جاوے اور پھر رات کو اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہے بجز ایسے دینار کے جس کو کسی واجب مطالبہ کے لئے تھام لوں اور آپ ﷺ کمال سخاوت کے سبب مقروض رہتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے جس وقت وفات فرمائی ہے تو آپ ﷺ کی زرہ اہل وعیال کے اخراجات میں رہن رکھی ہوئی تھی۔ غالب اوقات آپ ﷺ کمبل اور موٹا کھیس اور گاڑھی چادر پہنتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اس کی خوشی کی بات سے آپ ﷺ خوش ہوتے تھے اور فرمایا جب مجھ کو ہوش آیا بتوں سے اور شعر گوئی سے مجھ کو نفرت تھی۔ آپ ﷺ لوگوں کے ایذاء دینے پر سب سے زیادہ صابر تھے اور سب سے بڑھ کر حلیم تھے۔ برائی کرنے والے سے درگزر فرماتے تھے۔ کسی کام کے دو پہلوؤں میں جو آسان ہوتا آپ ﷺ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔ عتبہ بن ابی وقاص نے احد کے روز آپ ﷺ پر پتھر چلایا۔ اس سے آپ ﷺ کے دندان رباعیہ زیریں جانب راست کا شکستہ ہو گیا۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان پر بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت کیجئے کیونکہ ان کو خبر نہیں اور آپ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو یعنی آدمی یا جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو جہاد کیا وہ اور بات ہے اور نہ کسی عورت کو مارا نہ کسی خادم کو مارا۔

اور آپ ﷺ درماندوں کا بار اٹھا لیتے تھے اور نادار آدمی کو مال دے دیتے یا دلوا دیتے اور مہمان کی مہمانی کرتے اور حق معاملات میں آپ ﷺ اعانت فرماتے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک بار نوے ہزار درہم آئے (تقریباً پچیس ہزار روپے ہوتا ہے) اور ایک بورئیے پر رکھے گئے۔ سو آپ ﷺ نے کسی سائل سے عذر نہیں کیا یہاں تک کہ سب ختم کر کے فارغ ہو گئے۔

بعض اخلاق جمیلہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر نہ کوئی شجاع دیکھا اور نہ مضبوط دیکھا اور نہ فیاض دیکھا اور نہ دوسرے اخلاق کے اعتبار سے پسندیدہ دیکھا اور ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور بڑا شجاع وہ شخص سمجھا جاتا جو میدان جنگ میں آپ ﷺ سے نزدیک رہتا۔ جب آپ ﷺ غنیم کے قریب ہوتے تھے کیونکہ اس شخص کو بھی اس صورت میں غنیم کے قریب رہنا پڑتا تھا اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ شرم و حیا میں اس سے بھی بڑھ کر تھے جیسے کنواری لڑکی پردہ میں ہوتی ہے اور آپ ﷺ نہایت لطیف الجلد نرم اندام تھے اور کسی شخص کو بری و ناگوار بات نہ فرماتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نہ آپ ﷺ بروئے عادت سخت گو تھے اور نہ مکلفاً سخت گو بنتے تھے۔

اور نہ بازاروں میں خلاف وقار باتیں کرنے والے تھے اور برائی کے عوض برائی سے نہ دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ غایت حیا سے آپ ﷺ کی نگاہ کسی شخص کے چہرے پر نہیں ٹھہرتی تھی۔ یعنی آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈالتے تھے اور کسی نامناسب چیز کا اگر کسی ضرورت سے ذکر کرنا ہی پڑتا تو کنایہ میں فرماتے۔ دعوت منظور فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے۔ اگرچہ وہ ہدیہ طعام یا دعوت گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا۔ اور ہدیہ کا بدل بھی دیتے تھے اور دعوت غلام کی اور آزاد کی اور لونڈی کی اور غریب کی سب کی قبول فرما لیتے اور مدینہ کی انتہا آبادی پر بھی اگر مریض ہوتا اسکی عیادت فرماتے اور معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے اور اپنے اصحاب سے ابتداء مصافحہ کی فرماتے اور کبھی اپنے اصحاب میں پاؤں پھیلائے ہوئے نہ دیکھے گئے۔ کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے اور تبسم فرمانے میں اور خوش

مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے۔ بعض اوقات فرستادوں کی خود خدمت فرماتے جیسے نجاشی بادشاہ کے فرستادے آئے تھے اور آپ ﷺ قیامت میں تمام اولاد آدم کے سردار ہوں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی کی قبر شریف کی زمین شق ہوگی اور آپ ﷺ باہر تشریف لاویں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور سب سے اول آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول ہوگی۔ اور آپ ﷺ غایت تواضع سے دراز گوش پر بھی سوار ہوتے تھے اور کبھی اپنے پیچھے بھی کسی کو بٹھلا لیتے اور غریبوں کی عیادت فرماتے تھے اور محتاجوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور اپنے کپڑے میں (خود) جوں دیکھ لیتے۔ کسی خادم پر موقوف نہ رکھتے اور یہ دیکھنا اس خیال سے تاکہ کسی اور کی نہ چڑھ گئی ہو۔ اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے اور اپنے کپڑے میں خود پیوند لگا لیتے اور اپنی پاپوش کو خود (وقت حاجت کے) سی لیا کرتے اور اپنا اور گھر والوں کا کام کر لیا کرتے اور گھر میں جھاڑو دے لیا کرتے اور خدمت گار کے ساتھ کھانا کھا لیتے اور اس کے ساتھ آٹا گندھوا لیتے۔ اپنا سودا بازار سے خود لے آتے اور سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے اور عدل کرنے والے اور عفیف اور سچ بولنے والے تھے حتیٰ کہ ابو جہل بن ہشام باوجود اس کے کہ آپ ﷺ کا کامل دشمن تھا مگر اخنس بن شریک نے بدر کے روز جب اس سے پوچھا اے ابوالحکم! یہاں تو میرے اور تیرے سوا اور کوئی موجود نہیں جو ہماری بات کو سن لے گا تو مجھ کو یہ بتلا کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ ابو جہل نے کہا کہ واللہ محمد ﷺ سچے ہیں اور محمد ﷺ نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔

جب مجلس میں بیٹھتے تو دونوں پاؤں کھڑے کر کے ملا کر ان کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا کر بیٹھتے اور ویسے بھی اکثر نشست آپ ﷺ کی ایسی ہیئت سے ہوتی آپ ﷺ چار زانو بھی بیٹھے ہیں اور بعض اوقات اوکڑو بغل میں ہاتھ دے کر بیٹھ جاتے اور جب آپ ﷺ چلتے تو جمعیت خاطر یعنی طمانیت کے ساتھ چلتے۔ آپ ﷺ کی چال سے یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ نہ آپ ﷺ کے دل میں تنگی ہے کہ گھبرائے ہوئے چلیں اور نہ طبیعت میں سستی ہے کہ پاؤں نہ اٹھتا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا الفاظ کو شمار کرنا چاہتا تو شمار کر سکتا تھا اور آپ ﷺ خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی متواتر تین روز بھی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہاں تک کہ آخرت کو روانہ ہو گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا اور کبھی کبھی آپ ﷺ چارپائی پر آرام فرماتے جو کھجوروں کے بان سے بنی ہوتی حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں اس کا نشان پڑ جاتا۔

فاقہ آپ ﷺ کو بہ نسبت تونگری کے زیادہ محبوب تھا۔ رات بھر بھوک سے کروٹیں بدلتے رہتے اور اگر آپ ﷺ چاہتے تو اپنے رب سے تمام روئے زمین کے خزائن اور اس کی پیداوار اور اس کی فراخ عیشی کا سامان مانگ لیتے لیکن آپ ﷺ یہی فرمایا کرتے کہ مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائیوں نے اس سے زیادہ سخت حالت پر صبر کیا اور اپنی اسی حالت پر گزر گئے۔

آپ ﷺ کی خشیت و مجاہدہ:

آپ ﷺ نے فرمایا کاش میں ایک درخت ہو جاتا جو کاٹ دیا جاتا۔ آپ ﷺ برابر مغموم رہتے تھے کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہ تھا۔

آپ ﷺ کا حسن و جمال:

اللہ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا جو خوش آواز اور خوش رو نہ ہو۔ لوگوں کا آپ ﷺ پر اس طور پر عاشق نہ ہونا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہوا کرتے تھے بسبب غیرت الٰہی کے ہے کہ آپ ﷺ کا جمال جیسا تھا غیروں پر ظاہر نہیں کیا۔ جیسا خود حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال بھی جس درجہ کا تھا وہ بجز حضرت یعقوب علیہ السلام یا زلیخا کے اوروں پر ظاہر نہیں کیا۔ نزدیک جگہ جانے میں دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور دور جانے میں ناقہ پر اور معرکہ حرب میں خچر پر اور کسی مدد چاہنے والے کی پکار پر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے

تا کہ جلدی پہنچ جاویں اور معرکہ میں کمال ہے ثابت قدم رہنا اس لئے گھوڑے کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ ایسا جانور اختیار کیا کہ وہ بھاگنے میں کم ہو یعنی خچر۔

چادر اوڑھنے میں بہت اہتمام فرماتے۔ غصہ آپ ﷺ کو بیتاب نہیں کرتا تھا۔ کسی قسم کی وعدہ خلافی یا حق سے جنبش کا صدور ممکن ہی نہ تھا۔ نہ قصداً نہ سہواً۔ نہ صحت میں نہ مرض میں۔ نہ واقعی مراد لینے میں نہ خوش طبعی میں نہ خوشی میں نہ غضب میں۔

آپ ﷺ کے اعتدال تزین:

یوم فتح مکہ آپ ﷺ کے سر کے بال چار حصے ہو رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مہندی اور نیل کا خضاب کیا ہے یعنی ایسی ترکیب سے کہ بال سیاہ نہ ہوں۔ آپ ﷺ کے بالوں کا پکنا سرخ رنگ کا تھا اور عبداللہ بن عقیل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک حضرت انسؓ کے پاس خضاب کیا ہوا دیکھا۔ (محققین کے نزدیک اور روایات میں تطبیق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال پکنے تو لگے تھے مگر بہت کم پکے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت اکثر اوجاع وغیرہ میں مہندی رکھ دینے کی تھی۔ ایسا اتفاق ہوا ہوگا اس سے وہ سفید بال رنگین ہو گئے۔ آپ ﷺ کی آستین گٹہ تک ہوتی اور آپ ﷺ چادر یمانی کو پسند فرماتے تھے اور کبھی بالوں کی سیاہ چادر بھی پہنتے تھے اور ایک بار رومی جبہ تنگ آستین کا بھی پہنا ہے۔ نعلین شریف میں انگلیوں میں پہننے کے دو دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان میں اور ایک وسطی اور اس کے پاس والی کے درمیان میں اور ایک پشت پر کا تسمہ بھی دوہرا تھا۔ اور آپ ﷺ گاہ گتھے ہوئے نعلین میں نماز بھی پڑھ لیتے تھے کیونکہ وہ پاک ہوتے تھے اور اس وقت عرف میں یہ خلاف ادب نہ ہوگا اور آپ ﷺ نے چاندی کی انگشتری بنوائی تھی اور اس سے مہر لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کی تلوار قبیلہ بنی حنیفہ کی ساخت کی تھی اور اسکی مٹھ کی گھنڈی یعنی تلوار پکڑنے میں جس جگہ پر ہاتھ رہتا ہے اس کے سرے پر جو روک ہوتی وہ چاندی کی تھی۔ آپ ﷺ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کو دونوں شانوں کے درمیان میں چھوڑ لیتے تھے۔ آپ ﷺ کبھی کلاہ بدون عمامہ کے اور کبھی عمامہ بدون کلاہ کے پہن لیتے اور آپ ﷺ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا اور آپ ﷺ نصف ساق تک لنگی باندھتے تھے اور اجازت اس سے نیچے کی بھی ہے مگر ازار ٹخنوں سے نہ لگنا چاہئے۔ اور آپ ﷺ مسجد میں ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر چت لیٹے تھے۔ حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ پر ایک کپڑا قطری تھا کہ اس کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال رکھا تھا اور لوگوں کو اسی طرح نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ کھانا کھاتے تھے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیتے تھے۔ اکثر آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے چوکی میز پر کبھی کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی طشتری میں کھایا بلکہ دسترخوان پر کھاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سرکہ کو اور روغن زیتون کو اور شیریں چیز کو اور شہد کو اور کدو کو پسند کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے مرغ کا اور سرخاب کا اور بکری کا اور اونٹ کا اور گائے کا گوشت کھایا ہے۔ اور آپ ﷺ ثرید کو یعنی شوربے میں توڑی ہوئی روٹی کو پسند کرتے تھے۔ آپ ﷺ فلفل اور مصالحہ بھی کھاتے تھے۔ آپ ﷺ نے خرمائے نیم پختہ تازہ اور خرمائے خشک اور چقندر اور حیس یعنی کھجور اور پنیر کا مالیدہ بھی کھایا ہے اور آپ ﷺ کو کھرچن خوش معلوم ہوتی تھی اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ برکت طعام کی اس میں ہے کہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھوئے اور کھانے کے بعد بھی دھوئے۔ آپ ﷺ ککڑی خرما کے ساتھ کھاتے تھے۔ آپ ﷺ خرما تر کرکے اس کا زلال اور دودھ اور پانی سب ایک ہی پیالہ میں پیا کرتے تھے جو لکڑی کا موٹا سے بنا ہوا تھا اور اس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دودھ کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دے سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا ہے اور جب آپ ﷺ پانی پیتے تھے تو درمیان میں دوبار یا تین بار سانس لیتے تھے۔ خوابگاہ پر جاتے اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپ ﷺ سوتے تھے

چمڑے کا تھا جس کے اندر پوست خرما بھرا تھا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ایک کمبل تھا۔ ہم اس کو دوہرا کر دیا کرتے اور آپ ﷺ اس پر سویا کرتے۔

آپ ﷺ ایک دراز گوش پر سوار تھے جس کا لگام پوست خرما کی رسی کا تھا اور پوست خرما ہی کا بنا ہوا اس کا پالان تھا۔ آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک پرانے پالان پر حج کیا ہے اور اس پالان پر ایک کملی تھی جو چار درہم ایک روپے کی بھی نہ تھی۔ اس پر یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ اس کو ایسا حج مبرور بنایئے جس میں نمائش اور قصد شہرت نہ ہو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس پر عوض بھی دیتے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر ایک بار تیس رات دن اس حالت میں گزرے ہیں کہ میرے پاس کوئی کھانے کی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ بجز اتنی قلیل مقدار کے جو بلال کی بغل میں آ جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کا بوسہ لیا۔ اپنا منہ تو آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا اور ہاتھوں کو آپ ﷺ کی کلائیوں پر رکھا اور یہ الفاظ کہے ہائے نبی ہائے صفی ہائے خلیل۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا اپنے آگے سے دیکھتا ہوں۔ اور آپ ﷺ ہمیشہ دل سے بیدار رہتے تھے اور باوجود اس بیدار دلی کے آپ ﷺ کی نماز فجر کا قضا ہو جانا ایک حکمت الٰہی کے سبب سے تھا جو اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قضا کا حکم امت پر ظاہر ہو جائے۔

خوش طبعی:

ایک اعرابی سے جس نے سواری کے لئے جانور مانگا تھا فرمایا تھا کہ میں تجھ کو اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ یہ سمجھا کہ تکلم کے وقت جو بچہ ہے اس پر سوار کرنا مراد ہے اس لئے کہا کہ میں بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ باعتبار ماضی کے جو بچہ تھا وہ مراد ہے۔ اور جیسے آپ ﷺ نے ایک بڑھیا عورت سے فرمایا تھا کہ جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی اور جب وہ گھبرائی تب آپ ﷺ کے جواب سے ظاہر ہو گیا کہ مطلب یہ ہے کہ جانے کے وقت کوئی بڑھیا نہ رہے گی سب جوان ہوں گی۔

تم خیر الخلق کے اوصاف کو میرے مدائح میں دیکھو گویا وہ نقش و نگار ہیں جبکہ اس پر دھاری دھار کپڑا فخر کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اس کپڑے کی زینت نقش و نگار سے ہوتی ہے اسی طرح کلام مدحی کی زینت آپ ﷺ کے اوصاف سے ہے۔

آپ ﷺ محسن ہیں شفیق ہیں رحیم ہیں زینت دی ہے آپ ﷺ کو ایسے اخلاق نے جو مثل باد بہاری کے مفرح ہیں نہ آپ ﷺ درشت خو ہیں اور نہ تنگ اخلاق ہیں۔ آپ ﷺ صورت جسمانیہ میں بھی مکمل ہیں کوئی خلق آپ ﷺ کے مشابہ نہیں۔ آپ ﷺ کے حسن سے نگاہ سیر نہ ہوتی تھی۔ سبک رخسار تھے۔ خوشنما اور خندان دندان تھے۔ دانتوں کے درمیان ریخیں تھیں اور وہ دانت روشن تھے۔ ان کے روبرو موتی کی کیا حقیقت تھی۔ بلند بنی اور باریک بنی دراز گردن اور روشن گردن اور چاندی کے مثل تھی جو صاف کی ہوئی ہو جس میں میل نہ رہا ہو۔ گنجان داڑھی والے تھے جس نے آپ ﷺ کے حسن کو اور زینت دے دی۔ جیسا نازک اندام عورت کی آنکھوں کو آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی تیزی رونق دیتی ہے۔ سر پر بال رکھتے تھے جو کانوں تک پہنچتے تھے اور معطر تھے۔ مثل مشک کے رنگ میں اور خوشبو میں اور جب وہ خوشبو پھیلتی تھی۔

آپ کے پسینہ میں جو کہ چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھا خوشبو مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر لگاتی تھیں۔

کسی لپٹنے والے سائل کو آپ ﷺ نہ جھڑکتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے کرم سے خطاوار کی خطا کو معاف فرما دیتے اور درگزر فرماتے اور جو کوئی عذر کرتا ہوا آتا آپ ﷺ اس کا عذر قبول فرماتے۔

آپ ﷺ کے پاس کوئی ایسا سائل نہیں آیا جو آپ ﷺ کے دست مبارک کی عطا کی امید رکھتا ہو مگر وہ ایسی حالت میں واپس گیا کہ اس کے ہاتھ میں ثروت ہوتی۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جناب حضور ﷺ نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور بھول گئے

جو بھول گئے اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے اور بعض شے اس میں سے ہوتی ہے کہ میں اسے بھول گیا تھا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ روز بدر ایک شخص مسلمانوں میں سے پیچھے ایک شخص کے جو مشرکوں میں سے تھے دوڑتا تھا کہ ناگاہ اس نے ایک کوڑے مارنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی کہ اس نے کہا بڑھ اے حیزوم سو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مشرک آگے اس کے چت پڑا ہے اور ناک اس کی ٹوٹ گئی ہے اور منہ پھٹ گیا ہے۔ کوڑے کے مارنے سے اور یہ سب جگہ سبز ہو گئی ہے۔ وہ شخص مسلمان انصاری تھا اور حضرت ﷺ کے حضور میں اس نے اس واقعہ کو بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ آسمان سوم کے فرشتے کی مدد تھی۔

ف: حیزوم فرشتہ کے گھوڑے کا نام ہے۔

حضرت حمزہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے جبرئیل کو ان کی اصلی صورت پر دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھ نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ دکھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے اور حضرت جبرئیل کعبہ پر اترے آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے فرمایا کہ نگاہ اٹھاؤ انہوں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جسم مانند زبرجد اخضر یعنی زمرد سبز چمکتے ہوئے کے تھا سو غش کھا کر گر گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حنظلہ بن حذیم کے سر پر ہاتھ رکھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی سو یہ حال ہو گیا کہ کسی آدمی کے منہ میں ورم ہوتا یا بکری کے تھن میں ورم ہوتا اور وہ ورم والا محل ورم کو حنظلہ کے سر میں موضع مس جناب رسول اللہ ﷺ پر لگا دیتا تو صاف ورم جاتا رہتا۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا سیدھے ہاتھ سے کھا اس نے کہا کہ میں سیدھے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا حالانکہ ہاتھ اس کا اچھا تھا یہ بات اس نے غلط اور بیبا کی سے براہ استنکاف کہی تھی۔ تب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو سیدھے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اسکا ایسا ہی حال ہو گیا۔

سابقین میں آپ ﷺ کے فضائل:

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد ﷺ کا نام عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد ﷺ کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی شرف دی ہوئی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ**. سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے شخص کے نام کو ملایا ہو گا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے ان کے واسطۂ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا مصداق ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا محکی عنہ ہوں۔ اول آیت میں ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دعا ہے کہ ہماری اولاد میں ایک جماعت مطیع پیدا کیجیو اور اس جماعت میں ایک پیغمبر قائم کیجیو۔ مراد اس سے محمد ﷺ ہیں۔

توراۃ میں آپ ﷺ کی یہ صفت لکھی ہے۔ اے پیغمبر ہم نے تم کو بھیجا ہے۔ امت کے حال کا گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور گروہ امیین کی پناہ بنا کر (مراد اس سے امت محمدیہ ﷺ ہے جیسا کہ خود حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم ایک امی جماعت ہیں) آپ میرے بندے اور میرے پیغمبر ہیں میں نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھا ہے نہ آپ ﷺ بد خلق ہیں اور نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتے پھرتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی میں نہیں کرتے بلکہ

معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔

مشکوٰۃ میں ترمذی سے بروایت عبداللہ بن سلام مروی ہے کہ تورات میں نعت محمد ﷺ کی لکھی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ مدفون ہوں گے۔

محبت:

ترجمہ: حضرت رسالت پناہ ﷺ حسن صورت و سیرت سب انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کے ہیں اور وہ سب حضرات آپ ﷺ سے علم و کرم میں لگا نہیں کھاتے اور تمام انبیاء علیہ السلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے طالب ایک کف دست یعنی چلو کے ہیں۔ آپ ﷺ کے دریائے معرفت سے تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے حضور میں اپنی حد اور مرتبہ کے موافق کھڑے ہیں اور وہ ان کی حد آپ ﷺ کی کتاب علم سے مثل نقطہ کے ہے۔ یا آپ ﷺ کے حکمتوں کی کتاب سے مثل اعراب کے۔ (عطر الوردہ)

شرف و نزاعت نسب میں:

ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں محمد ہوں۔ عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب اور عجم۔ مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی قریش میں۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا یعنی بنی ہاشم میں پس میں ذاتی طور پر سب سے اچھا ہوں اور خاندانوں میں سب سے اچھا ہوں۔

زمانہ جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباؤ امہات سب اس سے منزہ رہے۔ پس میرے نسب میں اس کا کوئی میل نہیں۔

عثمان ثقفیہ کہتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ ﷺ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا جو نور سے معمور ہو گیا تھا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے تھے مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ جب حضرت آمنہ سے آپ ﷺ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر آئے اور موافق معمول بچوں کے آپ ﷺ کی آواز نکلی تو میں نے ایک کہنے والے کو سنا کہ کہتا ہے رحمک اللہ پھر روشنی ہوگئی یہاں تک میں نے روم کے بعض محل دیکھے پھر میں نے آپ ﷺ کو دودھ دیا یعنی اپنا نہیں بلکہ آپ کی والدہ کا کیونکہ شفا کو کسی نے مرضعات میں ذکر نہیں کیا اور لٹا دیا تھا تھوڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب اور زلزلہ چھا گیا اور آپ ﷺ میری نظر سے غائب ہو گئے۔

کسریٰ محل میں زلزلہ پڑ جانا اور اس سے چودہ کنگروں کا گر پڑنا اور بحیرہ طبریہ کا دفعۃً خشک ہو جانا اور فارس کے آتش کدہ کا بجھ جانا جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا کہ کبھی نہ بجھا تھا۔ (بیہقی)

ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کیا کہ اے جماعت یہود کے سو سب جمع ہو گئے اور میں سن رہا تھا کہنے لگے تجھ کو کیا ہوا کہنے لگا کہ احمد ﷺ کا وہ ستارہ آج شب میں طلوع ہو گیا جس کی ساعت میں آپ ﷺ پیدا ہونے والے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو ایک یہودی نے کہا اے گروہ قریش کیا تم میں آج کی شب کوئی بچہ پیدا ہوا ہے انہوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں۔ کہنے لگا کہ دیکھو کیونکہ آج کی شب اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں ایک نشانی ہے (جس کا لقب مہر نبوت ہے) چنانچہ قریش نے اس کے پاس سے جا کر تحقیق کیا تو خبر ملی عبداللہ بن عبدالطلب کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے وہ یہودی آپ ﷺ کی والدہ کے پاس آیا انہوں نے آپ ﷺ کو ان لوگوں کے سامنے کر دیا جب اس یہودی نے وہ نشانی دیکھی تو بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کہنے لگا بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو چکی ہے اور اے گروہ قریش سن رکھو واللہ یہ تم پر ایسا غلبہ حاصل کریں گے کہ مشرق اور مغرب سے اس کی خبر شائع ہوگی۔

آپ کی پیدائش کا روز وہ مبارک دن ہے اہل فارس نے اپنی فراست سے (کہ اس وقت آیات بینات بکثرت ظاہر ہوئیں اور اوضاع فلکیہ بھی) دریافت کر لیا وہ لوگ ڈرائے گئے کہ زمانہ ان کی زوال سلطنت اور پیش آنے والے مصائب کا

(بسبب ولادت سرور کائنات ﷺ) قریب آ گیا۔۱۲ء اور نوشیروان کا محل بوقت ولادت باسعادت بحالت شکستی ایسا پاش پاش ہو گیا جیسے لشکر کسریٰ پھر مجتمع ہونا نصیب نہ ہوا (آپ ﷺ کے میلاد شریف کے وقت) آتش مجوس (جو ہزار سال سے برابر روشنی تھی بسبب افسوس کے (بوجہ بطلان) سرد ہو گئی اور نہر فرات ایسی حیران اور بے خود ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر سادہ کے کھالے میں جا پڑی اور زیادہ عجیب یہ ہے کہ قبول حق سے ان کا اندھا اور بہرا ہونا' اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہن نے تمام اقوام کو یہ خبر دے دی تھی کہ ان کا ناراست و کج دین آئندہ قائم نہیں رہے گا اور وہ مجوس یا عام کفار اختیار راہ صواب سے اندھے اور بہرے ہو گئے) بعد دیکھنے شعلہ ہائے آتش کے اطراف آسمان میں جو جنات پر مارے جاتے تھے مثل اوندھے اور منہ کے بل گرنے تہہائے روئے زمین کے ۱۲ء

(عطر الوردہ)

زمانہ طفولیت کے بعض واقعات:

جھولا فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا ہے تو آپ ﷺ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا ہے وہ یہ ہے اللہ اکبر کبیرا والحمدللہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا جب آپ ذرا سیانے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے۔

حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا کہ ماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا۔

جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کی رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور آسودہ ہو کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا ہم سب نے خوب سیر ہو کر پیا۔ شوہر کہنے لگا! اے حلیمہ تو تو بڑی برکت والے بچے کو لائی۔ میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہاں ہی چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں وہ تو بات ہی اور تھی۔ دو سال پورے ہو گئے اور میں نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑایا اور آپ کا نشو نما اور بچوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے پھر ہم آپ ﷺ کو آپکی والدہ کے پاس لائے مگر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اور رہیں اس لئے آپ ﷺ کی والدہ سے اصرار کر کے وباء مکہ کے بہانے پھر لے گئے آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا اور مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹایا اور شکم چاک کیا جا کر دیکھا آپ ﷺ کھڑے ہیں مگر رنگ خوف سے متغیر ہے میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا تھا؟ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کر کے اس میں کچھ ڈھونڈ کر نکالا معلوم نہیں کیا تھا۔

ارشاد فرمایا کہ ان دو سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا پھر اسی طرح سو کے ساتھ ہزار کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے آپ کو بشارت سنا دی کہ آپ ﷺ نبی ہونے والے ہیں۔ قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔

آپ پستان راست کا شیر پیا کرتے تھے اور پستان چپ اپنے حلیمہ کے بیٹے کے لئے ہمیشہ چھوڑ دیتے تھے۔ بول براز کپڑے میں نہیں کیا ستر آپ ﷺ کا برہنہ نہ ہوتا اور جو کپڑا اتفاقاً اٹھ جاتا تو فرشتے فوراً ستر چھپا دیتے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو ابو طالب چلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو (یہ لڑکے جناب رسول اللہ ﷺ تھے جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادے کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور

آسمان میں کہیں بدلی کا نشان نہ تھا۔ سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا اور خوب پانی برسا۔

راہب نے آپ ﷺ کو علامات نبوت سے پہچانا۔ اور قافلہ کی دعوت کی۔ اور ابوطالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں۔ ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ سو ابوطالب نے مال تجارت وہیں بیچا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

آپ ﷺ جب ابو طالب اور ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو وہ بھوکے رہتے۔

صرف دو مہینے حمل پر گزرے تھے کہ حضرت عبداللہ شام کو قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کو گئے تھے وہاں سے پھرتے ہوئے مدینہ میں اپنے ماموں کے پاس بیمار ہو کر ٹھہر گئے اور وہاں ہی وفات پائی۔

آپ ﷺ کی والدہ آمنہ آپ ﷺ کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے درمیان مکہ و مدینہ کے موضع ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔

جب آٹھ سال کے ہوئے عبدالمطلب کی بھی وفات ہوئی۔

چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا حضرت حمزہؓ دو عورتوں کے دودھ کی وجہ سے آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں۔

شاباش آن صدف کہ چناں پرورد گہر
آبا ازد مکرم وابنا عزیز تر
صلوا علیہ ما طلع الشمس و القمر
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شباب سے نبوت تک:

جب آپ ﷺ چودہ یا پندرہ سال کے ہوئے ایک لڑائی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں اپنے اعمام کو عدد کے تیروں سے بچاتا تھا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ساتھ جاوے گا۔ آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا اس راہب نے میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں۔ میسرہ نے کہا قریش اہل حرم میں سے۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اترا۔ خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔

ورقہ نے کہا اے خدیجہ...... محمد ﷺ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ ﷺ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین اور خوش خو اور صادق القول ہونے کے سبب آپ ﷺ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے اعمام سے ذکر کیا نکاح ہو گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام)

خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر:

ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں۔ اہل الرائے نے مشورہ یہ دیا کہ مسجد حرم کے دروازے سے کل صبح جو سب سے پہلے آوے اس کے فیصلہ پر سب عمل کرو سب سے اول حضور ﷺ تشریف لائے سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ﷺ ہیں امین ہیں۔

فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ چنانچہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلہ تھام لے اور خانہ کعبہ تک لاویں۔ جب وہاں تک پہنچا تو آپ ﷺ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔

آپ ﷺ کو خلوت محبوب ہو گئی۔ آپ ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی روز رہتے۔ سچے اور واضح خواب دیکھنے لگے۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور سورۂ اقراء کی شرع کی آیتیں آپ ﷺ پر لائے اور آپ ﷺ مشرف بہ نبوت ہو گئے۔

ایک بار کفار نے جمع ہو کر ابوطالب سے کہا کہ یا تو تم محمد ﷺ کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ انہوں

نے حوالہ کرنا قبول نہ کیا۔ کفار نے آپ ﷺ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا۔ ابو طالب آپ ﷺ کو لے کر مع تمام بنی ہاشم و بنی مطلب کے ایک شعب یعنی گھاٹی میں واسطے محافظت کے جا رہے۔ اور کفار نے آپ ﷺ سے اور بنی ہاشم و بنی مطلب سے برادری قطع کر دی اور سوداگروں کو منع کر دیا ان لوگوں کے پاس کوئی چیز نہ بیچیں۔ اور ایک کاغذ اس قطع علاقہ کے عہد کا لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا۔

کیڑے نے اس عہد نامہ کے کاغذ کو بالکل کھالیا بجز اللہ کے نام کے کہ اس میں کہیں کہیں تھا ایک حرف نہیں چھوڑا۔

آپ ﷺ بدستور دعوت الی اللہ میں مشغول ہوئے یہ عہد نامہ بخط منصور میں لکھا گیا تھا۔

شعب سے نکلنے کے آٹھ ماہ بعد حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور ان کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی الہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

آپ ﷺ طائف بن ثقیف کی طرف تشریف لے گئے وہاں کے سرداروں نے آپ ﷺ کی کچھ مدد نہ کی بلکہ سفلے لوگوں کو بہکا کر آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی۔ آپ ﷺ وہاں سے ملول ہو کر مکہ کو واپس ہوئے۔ جب آپ ﷺ بطن نخلہ میں کہ ایک دن کی راہ پر مکہ سے ہے پہنچے رات کو وہاں رہ گئے۔ آپ ﷺ قرآن مجید نماز میں پڑھ رہے تھے کہ سات یا نو جن نینوے کے کہ ایک قریہ ہے موصل میں وہاں پہنچے اور کلام اللہ سن کر ٹھہر گئے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے وہ ظاہر ہوئے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی وہ سب بے توقف مسلمان ہو گئے۔

حج میں اسلام کی دعوت فرما رہے تھے کہ کچھ لوگ انصار نے یہود مدینہ سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر عنقریب پیدا ہوں گے۔ اور وہ انصار سے مغلوب رہتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ پیغمبر پیدا ہوں گے۔ ہم ان کے ساتھ ہو کر تم کو قتل کریں گے۔ انصار نے آپ ﷺ کی دعوت سن کر کہا کہ یہ وہی پیغمبر معلوم ہوتے ہیں جن کا ذکر یہود کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے ان سے آملیں۔ اور چھ آدمی ان میں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ ستر آدمی شرفائے انصار میں سے آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور عہد و پیمان ساتھ آپؐ کے کیا کہ آپ ﷺ جو مدینہ کو تشریف لے جاویں گے ہم خدمت گاری میں کوتاہی نہ کریں گے اور جو کوئی دشمن آپ ﷺ کے مدینہ پر چڑھ آوے گا ہم اس سے لڑیں گے ایک گھاٹی پر یہ دونوں بیعتیں ہوئیں۔

آپ ﷺ مستعد ہو گئے کہ ایسی قوم کو ڈرانے لگے جنہوں نے حماقت نے مخالفت کی اور حسد سے تکذیب کی اور حق سے تکبر کیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تہمتوں سے بری کیا جو انہوں نے آپ ﷺ پر لگائی تھیں۔ اور ان کو اختراع کیا تھا۔ حمایت خداوندی نے زرہوں کے اوپر تلے پہننے کی ضرورت نہ رکھی سو نیزے اور تلواریں کیا چیز ہیں۔

یا رب صل وسلم دائماً آبدا
علی حبیبک من زانت به العصر

واقعات:

آپ ﷺ مسجد حرام میں سوتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ وہ (یعنی پیغمبر ﷺ) ان (حاضرین) میں سے کون سے ہیں۔ دوسرا بولا وہ جو سب سے اچھے ہیں۔ تیسرا بولا تو پھر جو سب سے اچھا ہے اسی کو لے لو آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ بولے نہیں آپ ﷺ کو اٹھا کر لے گئے۔ (رواہ البخاری)

اول آپ ﷺ کا سینہ اوپر سے اسفل بطن تک چاک کیا گیا اور آپ ﷺ کا قلب نکالا گیا اور ایک زریں طشت میں زمزم شریف کا پانی تھا اس سے آپ ﷺ کا قلب دھویا گیا۔ پھر ایک اور طشت آیا جس میں ایمان اور حکمت تھا وہ قلب میں بھر دیا گیا اور اس کے اصلی مقام پر اس کو رکھ کر درست کر دیا گیا۔

پھر آپ ﷺ کے پاس ایک دابہ سفید رنگ حاضر کیا گیا جو براق کہلاتا ہے جو دراز گوش سے ذرا اونچا اور خچر سے ذرا نیچا تھا۔ جو اس قدر برق رفتار ہے کہ اپنے منتہائے نظر پر قدم رکھتا ہے (کذا رواہ مسلم) اور اس پر زین ولگام لگا ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ سوار ہونے لگے تو وہ شوخی کرنے لگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

نے کہا تجھ کو کیا ہوا۔ آپ ﷺ سے زیادہ مکرم عند اللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا۔ بس وہ براق عرق عرق ہو گیا۔ (رواہ الترمذی)

اور آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی آپ ﷺ کو جبرئیل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔

جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا کہ اتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھیئے۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے یثرب مدینہ میں نماز پڑھی۔ پھر ایک سفید زمین پر آپ ﷺ کا گزر ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اتر کر نماز پڑھیئے آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ ﷺ نے مدین میں نماز پڑھی۔

ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے۔ آپ ﷺ نے طور سینا پر نماز پڑھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ اسلام سے کلام فرمایا ہے۔ (النسائی)

آپ ﷺ کا گزر ایک عجوزہ پر ہوا جو سر راہ کھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے جبرئیل علیہ اسلام یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چلئے چلئے۔ آپ ﷺ چلتے رہے۔ ایک بڈھا راستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ ﷺ کو بلاتا ہے کہ اے محمد ﷺ ادھر آیئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا کہ انہوں نے آپ ﷺ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیکم یا اول السلام علیکم یا آخر۔ السلام علیکم یا حاشر۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان کو جواب دیجئے۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ بڑھیا جو آپ ﷺ نے دیکھی وہ دنیا تھی۔ سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے۔ اور جس نے آپ ﷺ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا۔ اور اگر آپ ﷺ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دے دیتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی اور جنہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام تھے۔ (رواہ البیہقی)

ایک شخص پر گزر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس میں اور لا کر رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کی امت میں ایسا شخص ہے۔ جس کے ذمے لوگوں کے بہت سے حقوق وامانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لادتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کا ایسی قوم پر گزر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔

پھر آپ ﷺ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے پھر نادم ہو مگر اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سنی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جنت کی آواز ہے۔ کہ کہتی ہے کہ اے رب جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو دیجئے۔ کیونکہ میرے بالا خانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشتریاں اور دستہ دار کوزے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھ کو دیجئے کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مسلم اور مسلمہ اور مومن اور مومنہ اور جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا اور جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے۔ جنت نے کہا کہ میں راضی ہو گئی۔ پھر ایک وادی پر گزر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔ کہتی ہے کہ اے رب مجھ سے جو وعدہ کیا ہے یعنی دوزخیوں سے بھرنے

کا مجھ کو عطا فرما کیونکہ میری زنجیروں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہوگئی اور ابو سعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے میں آپ ﷺ سے کچھ دریافت کرتا ہوں۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ پھر ایک اور نے مجھ کو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت پر نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اس پر ہر قسم کی آرائش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے اس نے بھی کہا کہ اے محمد ﷺ میری طرف نظر کیجئے۔ آپ ﷺ سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اور اسی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اس کو جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ ﷺ اس کو جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی یعنی اس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ آپ ﷺ آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھریوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا یہ سود کھانے والے ہیں اور آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں جن سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے اور آپ ﷺ کا گزر ایسی عورتوں سے ہوا کہ پستانوں سے بندھی لٹک رہی تھی اور وہ زنا کرنے والیاں تھیں اور آپ ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جاتا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا۔ اور وہ لوگ چغلخور اور عیب چین تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ ﷺ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گزر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہاں تک کہ آپ کا گزر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اوپر اٹھائیے اور دیکھئے سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے۔ اور کہا گیا یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور ان کے علاوہ آپ ﷺ کی امت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

(کذا رواہ الترمذی)

بیت المقدس پہنچنے کا واقعہ

جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہ السلام اپنے مراقب کو باندھتے تھے۔ اے محمد ﷺ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ کو حور عین دکھلا دے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جائیے اور ان کو سلام کیجئے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہوں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے۔ سو وہاں سے ہٹ کر

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی۔ ہم سب صف باندھ کر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے۔ سو میرا ہاتھ جبرئیل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ ﷺ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ ملائکہ نے کہا کیا ان کے پاس پیغام الٰہی نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بلانے کے لئے بھیجا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے کہا اللہ ان پر تحیت نازل فرماوے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلفی ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ) پھر ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور ان سبھوں نے اپنے رب پر ثناء کی۔

پھر محمد ﷺ نے رب کی ثناء کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثناء کی۔ اور میں بھی اپنے رب کی ثناء کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے جس نے مجھ کو رحمۃ اللعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر دینی ضروری امر کا بیان ہے (خواہ صراحتاً خواہ اشارتاً) اور میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے نفع دین کے لئے پیدا کی گئی ہے اور میری امت کو امت عادلہ بنایا۔ اور میری امت کو ایسا بنایا کہ وہ اول بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانے میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا۔ اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا سب کا ختم کرنے والا بنایا یعنی نور میں اول اور ظہور میں آخر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے خطاب کر کے فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمد ﷺ تم سب پر فائق ہو گئے۔

ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف نہ لے گئے۔ گو درمیان میں بیت المقدس میں بھی اترے۔ اور بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح بعد موت کے چڑھتی ہیں۔ سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گزرا۔ تم نے بعض میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ سو وہ اس زینے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا:

روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سن کر کہا مرحبا آپ ﷺ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔

جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔

جب میں وہاں پر پہنچا تو حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام موجود ہیں اور دونوں باہم خلیرے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا ان دونوں نے جواب دیا۔ تیسرے آسمان کی طرف لے کر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر کہا۔ مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو۔ اور تمہارے نبی ان سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔

جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے۔ یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا

انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر چڑھے یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام موجود تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

پھر مجھ کو جبرئیل آگے لے کر چڑھے یہاں تک چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام وہاں موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے رونے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے۔ جن کی امت کے جنت میں داخل ہونے والے میری امت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے۔

پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السلام آگے لے کر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ ﷺ کے جد امجد ابراہیم ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی۔ یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں۔ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السلام موجود ہیں بہت حسین ہیں۔ اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں اور میری امت سے بھی دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے میرے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے۔ سو میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی۔

پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا۔ سو اس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام حجر کے مٹکے۔ اور اس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائی سطح پر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک نہر پر پہنچے۔ جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ ﷺ کے رب نے آپ ﷺ کو دی ہے۔ اس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے۔ اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ میں نے ایک برتن لے کر اس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ اس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں اور جو احکام اوپر سے آتے ہیں وہ اول اس پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے عالم دنیا میں لائے جاتے ہیں۔ اور اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔

مسلم میں ہے کہ وہ پروانے تھے سونے کے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتوں نے چھپالیا۔ ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنت میں داخل کیا گیا تو اس میں موتیوں کے جھنڈ ہیں اور مٹی اس کی مشک ہے۔

ارشاد فرمایا کہ بیت المعمور ایک مسجد ہے۔ آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے اوپر گرے۔ اس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ باہر نکل آتے ہیں تو ان کی باری دوبارہ نہیں آتی۔

حدیث مذکور میں یہ بھی ہے بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جاوے تو اس کو بھی کھا لے۔ پھر وہ بند کر دیا گیا۔

بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ

میں ایک ہموار میدان میں پہنچا۔ جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی۔ سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں۔ بزار نے حضرت علیؓ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اس میں جبرئیل علیہ السلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے۔ یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو دین حق دے کر مبعوث فرمایا کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبے کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں۔

بدو گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — انانم زصحبت چرا تافتی
بگفتا فرا تر مجالم نماند — بماندم کہ نیروئے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

عبدالرزاق نے بواسطہ معمر کے حسن سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیرؓ سے اس روایت کو ثابت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے رویت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے انہوں نے فرمایا کہ تم تعجب کرتے ہو کہ خلط ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور روایت حضرت محمد ﷺ کے لئے۔ اور طبرانی نے کہا کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔

پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورۂ بقرہ عنایت ہوئی اور جو شخص آپ ﷺ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اس کے گناہ معاف کئے گئے۔

(کذا رواہ مسلم)

اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو کرنے نہ پاوے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لیا تو کم از کم دس حصے کر کے لکھی جاوے گی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاوے گی اور اگر اس کو کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی۔

ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا۔ اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح الصدر ووضع وزر ورفع ذکر مرحمت فرمایا۔ سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری امت کو خیر امت اور امت عادلہ بنایا۔ اور اول بھی اور آخر بھی بنایا۔ ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ ﷺ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینہ میں اپنی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش عالم نور میں سب سے اول اور بعث میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلے میں سب سے مقدم بنایا۔ اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورۂ بقرہ بلا شرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا۔ اس کے اسناد میں ابو جعفر ہیں جن کو قوم کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے۔

اور پانچ نمازیں کے ملنے سے مراد یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں اور ظاہرا یہ سب کلام مقام رویت میں ہوئے ہیں۔

نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے۔ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معرج نبوی ﷺ کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے۔ کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ ﷺ کو جب معراج ہوئی۔ آپ ﷺ میرے گھر میں سوتے تھے آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے بیدار کیا۔ جب آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی رضی اللہ عنہا میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جیسا تم نے دیکھا تھا۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے

ساتھ پڑھی جیسا تم دیکھ رہی ہو۔ پھر آپ ﷺ باہر جانے کے لئے اٹھے میں نے آپ ﷺ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہیے آپ ﷺ کی تکذیب کریں گے اور آپ ﷺ کو ایذاء دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا۔ کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے۔ سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی گئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر کھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا میں اس کو دیکھتا تھا اور وہ جو جو مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

آپ ﷺ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے ایسے ظاہر و باہر و تیز رو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔

ہجرت:

چند مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی نصرانی تھا۔ اس نے مسلمانوں کو اچھی طرح جگہ دی۔ کفار قریش نے کئی شخصوں کو تحفہ و ہدایا دے کر نجاشی کے پاس بھیجا کہ مسلمانوں کو اپنے پاس جگہ نہ دے۔

نجاشی نے کہا جو کلام ان پر اترا ہے اس میں سے کچھ پڑھو۔ انہوں نے سورۂ مریم شروع کی وہ بہت متاثر ہوا اور مسلمانوں کو تسلی دی اور فرستادگان قریش خائب و خاسر رد کر دیا۔ (کذافی تواریخ حبیب الہٰ) یہ بادشاہ مسلمان ہو گئے تھے۔

۱- اور تو ہرگز نہ دیکھے گا کسی آپ ﷺ کے دوست کو کہ اس کو آپ ﷺ کی برکت سے مدد نہ پہنچی ہو۔ اور نہ تو ان کا کوئی دشمن دیکھے گا کہ اس کو شکست فاش نہ پہنچی ہو۔

۲- آپ ﷺ نے اپنی امت اجابت کو اپنے دین کے مضبوط و مستحکم قلعہ میں اتارا (ان کو کوئی مغلوب و مقہور نہیں کر سکتا) جیسا کہ شیر اپنے بچوں کو لے کر اپنے بیشہ میں فروکش ہوتا ہے کہ کسی کا مقدور نہیں کہ ان کو وہاں ستا سکے۔

۳- اور بہت دفعہ کلام اللہ نے خاک مذلت پر ڈال دیا اس شخص کو جس نے آنحضرت ﷺ کی شان میں جھگڑا کیا اور ان کی نبوت کا انکار کیا اور بہت دفعہ غالب ہوئیں دلائل آپ ﷺ کی اثبات رسالت کی۔ منکر شدید الخصومہ پر عطر الوردہ چنانچہ اس موقع پر صحابہ کا غلبہ ہوا اور کلام اللہ نے نجاشی پر اثر کیا۔ ۱۲ منہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دولت ایمان سے مشرف ہوئیں عورتوں میں سے سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نوجوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ اور آزاد شدہ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ۔ اور بعد ازیں حضرت عثمانؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایمان لائے اور روز بروز لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

جب آپ ﷺ پر آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکارا اور سب لوگوں کو جمع کر کے شرک پر رہنے کی حالت میں عذاب سے ڈرایا۔ ابولہب نے آپ ﷺ کی شان میں سخت الفاظ کہے۔ سورۃ تبت تب ہی نازل ہوئی۔ جس میں اس کی اور اس کی بیوی کی مذمت ہے اور وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ بہت دشمنی رکھتی تھی۔ اس ابولہب کے دو بیٹے تھے عتبہ اور عتیبہ۔ آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما ان کے نکاح میں تھیں۔

عتبہ نے تو ایسی بے حیائی کی کہ آپ ﷺ کے سامنے جا کر یہ کلمات کہہ دیئے۔ اس گستاخی پر آپ ﷺ نے بددعا دی۔

اللھم سلط علیه کلبا من کلابک یا اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے۔ رات کو شیر آیا اور عتبہ کو مار کر چلا گیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے بھی ارادہ ہجرت حبشہ کا کیا۔ مکہ سے نکل کر برق الغماد تک کہ چار منزل مکہ سے پہنچے تھے کہ مالک بن دغنہ کہ سردار قوم قارہ کا تھا' ملا اور ان کو اپنی پناہ میں مکہ میں لے آیا اور سب کفار قریش سے کہہ دیا۔ فرمایا! مجھ کو سوائے خدا کے کسی کی پناہ میں رہنا منظور نہیں وہ اپنی پناہ توڑ کر چلا گیا۔ مسلمان ہمراہی آپ ﷺ کے اکثر چھپے رہتے اور انتالیس تک

شمار اہل اسلام پہنچی تھی۔ آپ ﷺ ارقم کے گھر میں تھے۔ اس زمانہ میں عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام دو بڑے سردار تھے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی یا اللہ دین اسلام کو عزت دے۔ اسلام عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام سے۔ سو حضرت عمرؓ کے حق میں وہ دعا قبول ہوئی۔

آپ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لائے کسی کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا اور امن طلب کیا۔ مطعم نے امن دیا اور ہمراہ آپ ﷺ کے مسجد آیا۔ آپ ﷺ اس پر مطعم کا شکر یہ فرمایا کرتے تھے کہ بدر کے کفار قیدی لائے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا سفارش کی گفتگو کرتا تو اس کی خاطر سے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیتا۔

کبھی آنکھ بسبب درد کے آفتاب کی روشنی کو برا سمجھتی ہے اور کبھی دہن بسبب بیماری کے ذائقہ آب شیریں کو ناپسند کرتا ہے۔ کفار قریش مثل ابوجہل وغیر دارالندوہ میں کہ قریب خانہ کعبہ کے ایک مکان مشورت کا تھا جمع ہوئے یہ قرار پائی کہ ہر قبیلہ قریش میں سے ایک ایک آدمی منتخب ہوا اور سب مجتمع ہو کر رات کو محمد ﷺ کے مکان پر جا کر محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ حکم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ کو ہجرت کر جاویں۔ آپ ﷺ شب کو گھر میں تھے۔ کفار نے دروازہ مبارک گھیر لیا۔ آپ ﷺ امانتیں حضرت علیؓ کو سپرد کر کے گھر سے نکل گئے اور بقدرت خداوندی کسی کو نظر نہ آئے۔ اور ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے جا کر ان کو ہمراہ لے کر نہایت احتیاط سے غار ثور میں جا چھپے۔ یہاں کفار نے گھر میں جا کر آپ ﷺ کو نہ دیکھا تو تلاش میں مشغول ہوئے اور تلاش کرتے ہوئے غار تک پہنچے۔

قصیدہ بردہ:

اور میں قسم کھاتا ہوں اس خیر وکرم کی جس کو غار ثور نے جمع کر رکھا تھا (یعنی حضور ﷺ وابوبکر صدیقؓ) ایسے حال میں کہ ہر چشم کفار آپ ﷺ کے دیکھنے سے اندھی تھی۔ پس آپ ﷺ کہ سراپا صدق تھے حضرت صدیق غار سے ہٹے نہیں اور کفار کہتے تھے کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔ انہوں نے گمان کیا کہ کبوتر اشرف المخلوقات کے گرد نہیں پھرے (اور انہوں نے انڈے نہیں دیئے) اور مکڑی نے آپ ﷺ پر جالا نہیں تنا۔ خداوند تعالیٰ کی حمایت وحفاظت نے آپ ﷺ کو دوہری بنی ہوئی زرہ یا اوپر تلے دو زرہوں کے پہننے سے اور بلند قلعوں میں پناہ گیر ہونے سے بے پرواہ کر دیا۔

تین دن تک آپ ﷺ غار میں رہے۔ عامر بن فہیرہ کہ حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے متصل غار کے بکریاں چراتے تھے وہ دودھ بکریوں کا آپ ﷺ کو اور حضرت ابوبکرؓ کو پلا جاتے۔ اور عبداللہؓ بیٹے ابوبکر صدیقؓ کے کہ جوان تھے۔ مکہ میں قریش کی مجالس میں جا کر خبریں دریافت کر کے رات کو آپ ﷺ کے حضور میں آ کر بیان کر دیتے تھے۔

راہ میں عجائب وغرائب معاملات واقعہ ہوئے۔ کہ بیان میں ان کے طول ہے۔ تواریخ حبیب الہ میں دیکھ لیا جاوے۔ مدینہ کے لوگ بخیال آپ ﷺ کی تشریف آوری کے ہر روز کے استقبال کے لئے مکہ کی راہ پر آتے اور دوپہر کے قریب لوٹ جاتے۔ جس روز آپ ﷺ پہنچے اس روز بھی انتظار کر کے لوٹ چلے تھے کہ ایک بارگی ایک یہودی نے ایک ٹیلہ پر سے آپ ﷺ کی سواری دیکھی اور چلا کر ان پھرنے والوں سے کہا یا معاشر العرب ھذا جدکم یعنی اے گروہ عرب۔ یہ تمہارا حظ یعنی خوش نصیبی کا سامان آ پہنچا۔ وہ لوگ پھرے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ اہل مدینہ کی اس روز خوشی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شوق میں یہ نظم پڑھتی تھیں۔

۱۔ یعنی ہم پر بدر نے طلوع کیا ثنیاالوداع سے۔

۲۔ ہم پر شکر کرنا فرض ہے جب تک اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگنے والا ہے

۳۔ اے نبی ﷺ جو ہم میں مبعوث ہوئے ہیں آپ ﷺ ایسا حکم لیکر آئے ہیں کہ اس کی اطاعت ضروری ہے۔

تیسرے دن حضرت علیؓ بھی امانتیں ادا کر کے آپ ﷺ سے آملے پھر آپ ﷺ نے شہر مدینہ کے اندر تشریف رکھنے کا ارادہ کیا۔ ہر ایک کی آرزو تھی کہ ہمارے محلے میں ٹھہرے۔ فرمایا میری اونٹنی مامور ہے جہاں بیٹھ جاوے گی وہاں ہی مقیم ہوں گا۔ اونٹنی چلتے چلتے وہاں آ بیٹھی جہاں اب منبر مسجد شریف ہے۔ متصل اس جگہ کے حضرت ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ وہاں اسباب آپ ﷺ کا اتارا گیا اور آپ ﷺ ان کے گھر ٹھہرے۔ پھر آپ ﷺ نے وہ زمین جہاں اونٹنی بیٹھی تھی

خریدی اور مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔

۱- اور آپ ﷺ کو غار میں دونوں صاحبوں کے ہونے کے وقت کی ایسی منقبت شریفہ مبارک ہو کہ آپ کے قبل کسی بشر نے اس کو حاصل نہیں کیا۔۱۲منہ

۲- اور دونوں صاحبوں نے اس غار سے نکل کر ہجرت کی جبکہ مدینہ کے سفر کا عزم کیا اور مدینہ پہنچ کر سفر ختم ہو گیا۔۱۲منہ

۳- آپ ﷺ سے مدینہ پاکیزہ ہو گیا۔ جب آپ ﷺ وہاں مقیم ہوئے اور آپ ﷺ جس وقت اس میں پہنچے اس کی خوشبو سے معطر پھیل گئی۔

بعد تشریف آوری کے مدینہ میں عبداللہ بن سلام جو علمائے یہود میں تھے آپ ﷺ کی ملاقات کے لئے آئے۔ اور آپ ﷺ سے تین سوال کئے اور جواب صحیح پا کر ایمان لے آئے۔

ہجرت کا سال اول:

جہاد فرض ہوا۔ حضرت حمزہؓ کو تیس مہاجرین کے ساتھ بھیجا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں۔ یہ ماجرا رمضان میں ہوا اور حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کو ساٹھ مہاجرین کے ساتھ بطن رابغ کی طرف شوال میں روانہ کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیس مہاجرین کے ساتھ خرار کی طرف کہ ایک موضع ہے قریب جحفہ کے ذیقعدہ میں روانہ کیا کہ قافلہ قریش سے تعرض کریں۔ یہ سب سریے تھے۔ پھر صفر میں غزوہ ابواء واقع ہوا اس میں خود تشریف فرما ہوئے۔ ابواء ایک گاؤں تھا درمیان مکہ اور مدینہ کے اس کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔ اور اسی سال آغاز اذان کا ہوا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رخصت ہو کر آئیں اور اسی سال مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت مقرر ہوا۔

سال دوم:

ربیع الاول میں غزوہ بواط واقع ہوا کہ ایک مقام ہے ناحیہ رضوی میں۔ قافلہ قریش سے تعرض مقصود تھا مگر مقابل نہیں ملا پھر غزوہ عشیرہ (بظم عین) واقع ہوا کہ ایک زمین ہے بنی مدلج کی۔ ناحیہ ینبع میں جمادی الاولیٰ و الاخری میں اور اس میں قافلہ قریش سے تعرض کا ارادہ تھا جو مکہ سے شام کو جاتا تھا مگر ملا نہیں اور یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی کے وقت آپ ﷺ پھر تشریف لے گئے تھے اور وہ انہیں ملا اور غزہ بدر کا سبب ہو گیا۔ اسی لئے اس غزوہ عشیرہ کو غزہ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی بطن نخلہ کی طرف بھیجا اور اسی واقعہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیه** اور سب سے زیادہ عظیم الشان غزوہ بدر رہا جس کا لقب بدر کبریٰ ہے۔ رمضان میں آپ ﷺ نے خبر سنی کہ قافلہ قریش شام سے مکہ کو جا رہا ہے۔ آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنھم کو لے کر جو کہ تین سو تیرہ تھے اس کے تعرض کے لئے چلے۔ یہ خبر مکہ پہنچی تو کفار قریش ایک ہزار مسلح آدمی لے کر روانہ ہوئے اور گو قافلہ دوسرے راہ سے نکل کر مکہ جا پہنچا مگر یہ قریش کے لوگ بھی اس غرض سے چلے کہ مقام بدر پر جا کر ڈیرہ ڈالیں گے اور خوب جشن کریں گے تاکہ تمام عرب میں ہماری ہیبت چھا جاوے اور یہ احتمال بھی نہ تھا کہ تین سو آدمی وہ بھی بے سروسامان ہم سے مقابل ہوں گے۔ مفت میں نیک نامی ہاتھ آوے گی۔ اللہ تعالیٰ کو اسلام کا اعزاز اور کفر کا اذلال مقصود تھا۔ باہم مقابلہ ہوا اور اہل اسلام مظفر و منصور اور کفار مقتول و اسیر و مخذول ہوئے۔ سورۂ انفال میں یہی قصہ ہے اور اس تمام قصہ سے شوال میں فراغ ہو گیا۔ پھر سات روز بعد بنی سلیم کے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر بدر کے دو مہینہ بعد غزوہ سویق ہوا۔ وہ اس طرح ہوا کہ جب کفار بدر میں شکست کھا کر مکہ پہنچے تو ابوسفیان دو سو سوار لے کر بارادہ جنگ مدینہ کو چلے۔ مدینہ کے قریب پہنچے تھے کہ مسلمانوں کو خبر ہو گئی۔ آپ ﷺ خود مسلمانوں کو لے کر چلے گئے۔ کفار بھاگ گئے اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستو جو کہ زاد راہ تھا پھینک گئے۔ اس لئے اس کا لقب غزوہ سویق ہوا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ میں ہوا۔ پھر بقیہ ذی الحجہ مدینہ میں قیام فرمایا اس کے بعد نجد کو غطفان سے غزوہ کرنے کے لئے چلے اور ختم سفر تک وہاں قیام کیا مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ اور اسی سال نصف شعبان میں تحویل قبلہ ہوئی اور زکوٰۃ فرض ہوئی قبل فرض ہونے روزہ کے اور آخر شعبان میں روزہ فرض ہوا اور آخر رمضان میں صدقہ فطر واجب ہوا اور عیدین کی نماز اور قربانی اسی سال مقرر ہوئیں۔ اور جمعہ اس سے پہلے سال میں فرض ہو گیا تھا۔ اور اسی سال مراجعت بدر کے ایک روز قبل آپ ﷺ کی صاحبزادی بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری صاحبزادی کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ حضرت

عثمانؓ اسی سبب سے ذی النورین کہلاتے ہیں اور بدر ہی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔

سال سوم:

بعد ربیع الاول کے پھر قریش کے تعاقب میں تشریف لے چلے اور نجران تک پہنچے اور ربیع اور جمادی الاولیٰ وہاں رہے مگر لڑائی نہیں ہوئی۔ پھر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ پھر بنی قینقاع کا کہ یہود مدینہ سے تھے بوجہ نقض عہد کے پندرہ روز محاصرہ فرمایا۔ پھر عبداللہ بن ابی کی سفارش پر چھوڑ دیا۔ یہ عبداللہ بن سلام کی برادری ہے اور اسی نقض عہد کے سبب کعب بن الاشرف کے قتل کا حکم دیا چنانچہ قتل کیا گیا اور اسی سال شوال کی ابتداء میں غزوہ احد واقع ہوا۔

طلحہ بن خویلد وسلمہ بن خویلد کے بغرض مقاتلہ آنے کی خبر سن کر حضرت ابوسلمہ کو ڈیڑھ سو مہاجرین وانصار کی ہمراہی میں مقابلہ کے لئے بھیجا۔ لڑائی نہیں ہوئی اور غنیم کے مواشی ہاتھ آئے۔ وہ لے کر مدینہ آ پہنچے پھر پانچویں محرم کو خالد بن سفیان کے لشکر جمع کرنے کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن انیس کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وہ اس کو قتل کر کے اس کا سر لائے۔ بظاہر مسلمان ہوئے اور درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کچھ لوگ کر دیجئے کہ ہم کو احکام سکھلا دیں۔ آپ نے دس آدمی سات کر دیئے۔ جب یہ لوگ رجیع پر کہ ایک تالاب ہے قبیلہ ہذیل پہنچے تو ہذیل کو مدد کے لئے بلایا اور بدعہدی کی۔ بعضے اس وقت شہید ہوئے جیسے عاصمؓ اور بعضے پکڑ لئے گئے جیسے خبیبؓ اور بعد میں شہید کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ نے ستر آدمی اصحاب میں سے کہ قراء کہلاتے تھے ساتھ کر دیئے۔ جب یہ حضرات بیر معونہ میں پہنچے۔ کفار نے ان میں رعل وذکوان وعصیہ بھی حسب روایت بخاری تھے تقریباً سب کو شہید کر ڈالا۔ عامر بن طفیل نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ یا تو مجھ کو ملک بانٹ دیجئے یا اپنے بعد مجھ کو اپنا خلیفہ بنا دیجئے ورنہ بڑا لشکر لا کر آپ ﷺ سے لڑوں گا۔ آپ ﷺ نے بددعا کی۔ اللھم اکفنی عامرا وہ طاعون سے مر گیا۔ آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک ان قراء کے قاتلوں پر قنوت میں بددعا فرمائی۔ پھر وہ مسلمان ہو کر آ گئے۔ یہود بنی نضیر نے آپ ﷺ سے عہد کیا کہ ہم آپ ﷺ کے موافق رہیں۔ آپ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا کر باہم مشورہ کرنے لگے کہ دیوار پر سے ایک پتھر لڑھکا کر آپ ﷺ کو قتل کریں۔ آپ ﷺ کو وحی سے اطلاع ہو گئی آپ ﷺ اٹھ کر مدینہ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے یا تو دس دن کے اندر نکل جاؤ ورنہ لڑائی ہو گی۔ وہ لڑائی کے لئے تیار ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی اور ان کے قلعہ کو محصور کر لیا۔ آخر وہ تنگ ہو کر نکل جانے پر راضی ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب ہتھیار چھوڑ جاؤ اور جس قدر اسباب ہمراہ لے جا سکو لے جاؤ۔ بعضے خیبر میں جا بسے بعضے شام میں۔ بعضے اور جگہ۔ سورۂ حشر میں یہی قصہ ہے اور اسی سال شراب حرام ہوئی اور حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے۔

سال چہارم:

کچھ کفار جمع ہوئے ہیں مدینہ پر چڑھنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ ایک ہزار آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے وہ خبر سن کر متفرق ہو گئے۔ آپ ﷺ چند روز وہاں مقیم رہ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اسی غزوہ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں لگیں۔ انہوں نے مکاتب بنا دیا۔ حضور ﷺ نے بدل کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمایا اور اسی غزوہ میں قصہ افک کا دردناک واقعہ ہوا۔ حی بن اخطب بنی نضیر میں بڑا مفسد تھا۔ یہ خیبر میں جا رہا تھا چند مفسدوں کو لے کر مکہ پہنچا اور قریش کو آپ ﷺ کی لڑائی کے واسطے آمادہ کیا اور تدبیر اور آدمیوں سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مختلف قبائل مل کر دس ہزار ہو گئے اور مدینہ کو چلے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر بمشورہ حضرت سلمانؓ مدینہ کے پاس بجانب کوہ سلع کے خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دوسری جانب شہر پناہ اور عمارات محکم تھیں اور بعد مرتب ہونے خندق کے ایک شخص نعیم بن مسعودؓ نے کہا کہ قبیلہ غطفان سے تھے اور تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ہنوز ان کے اسلام کی کفار کو اطلاع نہ ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ میں ایک تدبیر خلاف ڈالنے کی قریش اور بنی قریظہ میں کر سکتا ہوں کیونکہ میرے اسلام کی ان کو خبر نہیں۔ وہ میرا اعتبار کریں گے۔ آپ ﷺ نے حسب قاعدہ الحرب خدعۃ اجازت دی وہ بنی قریظہ میں گئے اور کہا کہ تم نے جو قریظہ اور غطفان سے موافقت اور محمد ﷺ سے عہد شکنی کی بے جا کیا۔ اگر یہ لوگ بے محمد ﷺ کے کام تمام کئے ہوئے پھر گئے۔ محمد ﷺ تم پر فوج

کشی کریں گے اور تم کو تنہا ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ یہود نے کہا کہ اب اس کی کیا تدبیر ہے۔ نعیم نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کہلا بھیجو کہ چند سردار یا اولاد سرداروں کی تم کو بطور رہن یعنی اول کے دے دیں کہ تمہارے پاس رہیں۔ اگر محمد ﷺ تمہارا قصد کریں گے تو ان سرداروں کی حفاظت کی ضرورت سے یہ لوگ تمہاری مدد کو ضرور آئیں۔ اگر وہ لوگ اس کو منظور کرلیں تو سمجھ لو کہ دل سے ان کو تمہارا خیال ہے اور اگر نہ مانیں تو وہ دل سے تمہارے دوست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پیغام دیتے ہیں۔ پھر نعیم وہاں سے قریش کے پاس آئے اور اپنا خیر خواہ ہونا ظاہر کر کے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ قریظہ محمد ﷺ سے در پردہ مل گئے ہیں اور محمد ﷺ نے ان کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا دل تب صاف ہو جب تم قریش میں سے کچھ اعیان ہمارے ہاتھ گرفتار کرادو سو انہوں نے اس کا وعدہ کرلیا ہے۔ سو اگر وہ تم سے آدمی طلب کریں تو ہرگز نہ دیجیو۔ اور وہاں سے اٹھ کر غطفان کے لوگوں سے بھی اس طرح کہہ دیا۔ قریظہ کی طرف سے یہاں وہی پیغام آیا۔ قریش نے انکار کر دیا اور پورے طور سے ہر ایک کو دوسرے سے بدگمانی ہو کر اچھا خاصا بگاڑ ہو گیا۔ جب احزاب کو زیادہ دن گزر گئے۔ ادھر بنی قریظہ کی ناموافقت سے ان کے دل افسردہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پرزور ہوا نہایت تند بھیجی کہ خیمے اکھڑ گئے گھوڑے بھاگنے لگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب ٹھہرنا صلاح نہیں اور اسی رات لشکر کفار کا چلا گیا۔ جب آپ ﷺ بعد فتح غزوہ احزاب دولت خانہ میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نہا رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر چڑھائی کیجئے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت لشکر روانہ کیا اور معہ لشکر بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا۔ انہوں نے گھبرا کر درخواست کی کہ ہم اس طرح اترتے ہیں کہ سعد بن معاذؓ جو ہمارے لئے حکم دیں ہم کو منظور ہے۔ انہوں نے بعد اترنے کے یہ حکم دیا کہ مردان کے قتل کئے جاویں اور عورتیں لڑکے لونڈی غلام بنائے جاویں۔ اور مال و جائیداد ان کا سب ضبط ہو۔ چنانچہ اس طرح کیا گیا اور اسی زمانہ میں ابو رافع یہودی قتل کیا گیا۔ یہ بڑا مالدار سوداگر تھا اور خیبر کے قریب ایک گڑھی میں رہا کرتا تھا۔ احزاب کو لڑائی کی ترغیب دینے میں بھی شریک تھا۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کو چند انصاریوں پر سردار کر کے اس کے قتل کو بھیجا۔ انہوں نے پہنچ کر رات کو اس کو قتل کیا۔ پہلے غزوہ عسفان ہوا جس میں حسب روایت ترمذی "صلوۃ الخوف" نازل ہوئی اور اس کے بعد سریہ خبط کہتے ہیں جھڑے ہوئے پتوں کو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے شدت جوع سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھائے تھے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو تین سو مہاجرین کے ساتھ بھیجا تھا اور عنبر ماہی اسی سفر میں دریا سے موج کے ساتھ کنارے پر آ گئی تھی جو بہت بڑی تھی اور اس غزوہ کا نام غزوہ سیف البحر بھی ہے۔

سال پنجم:

آپ ﷺ بنی لحیان کی طرف غزوہ کے ارادے سے چلے وہ خبر سن کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں دو روز مقیم رہ کر فوج کے دستے مختلف جوانب بھیجے مگر وہ لوگ ہاتھ نہیں آئے۔ آپ ﷺ چودہ دن کے بعد واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ سریہ نجد بنی حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے اور وہ بعد گفتگو کے مسلمان ہو گئے۔ آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ آپ ﷺ نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے یہ خواب بیان کیا۔ اصحاب تو شوق و تمنائے مکہ میں بیقرار تھے۔ خواب سن کر تیاری سفر کی کر دی اور آپ ﷺ بھی مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ متصل مکہ کے پہنچ گئے اور قریش نے سن کر کہا کہ ہم مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں گے۔ آپ ﷺ نے وہاں سے پھر کر حدیبیہ پر قیام کیا۔ یہ ایک کنواں ہے اس کے پاس میدان ہے۔ آپ ﷺ وہاں ٹھہرے پھر ایک دراز قصہ کے بعد جو کہ بخاری شریف میں مذکور ہے اس پر صلح ہوئی کہ اگلے سال آ کر عمرہ کریں اور تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں اور دس برس مدت صلح کی ٹھہری۔ اس عرصہ میں فیما بین (آپس میں) لڑائی نہ ہو اور آپ ﷺ کے حلیفوں سے قریش نہ لڑیں اور قریش کے حلیفوں سے آپ ﷺ نہ لڑیں۔ عکاشہ بن محصن کو چالیس ہمراہیوں کے ساتھ غمر کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ خبر سن کر بھاگ گئے اور ان کے دو سو اونٹ ہاتھ آئے جن کو لے کر مدینہ آ گئے زید بن حارثہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ ان کی طرف روانہ کئے گئے اور بیس اونٹ ہاتھ آئے اور اسی مہینہ میں یہی زیدؓ عیص کی

جانب بھیجے گئے اور ابوالعاص بن ربیع آپ ﷺ کے داماد یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر قریش کا مال تجارت لئے ہوئے شام سے آتے تھے۔ وہ سب لے لیا گیا اور ابوالعاص نے مدینہ میں آ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لی اور درخواست کی کہ یہ مال مجھ کو واپس کرادو۔ حضور ﷺ نے سب مسلمانوں سے اجازت لے کر واپس کر دیا۔ انہوں نے مکہ میں آ کر سب کی امانتیں ادا کیں اور مسلمان ہو گئے۔ سریہ عبدالرحمٰن بن عوف کا شعبان میں دومتہ الجندل کی طرف بھیجا گیا تھا۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور اسی سال شوال میں عرینین کے مقابلہ کے لئے سریہ کوز بن خالد فہری کا ہوا۔ بیس آدمی بھیجے تھے وہ لوگ پکڑے گئے اور قتل کئے گئے۔ جیسا کہ حدیثوں میں ہے غابہ ایک مقام ہے مدینہ طیبہ کے قریب ہے یہاں آپ کے کچھ اونٹ چر رہے تھے کہ عبدالرحمٰن فزاری راعی کو قتل کر کے اونٹ ہانک لے گیا۔ آپ کچھ آدمی لیکر تشریف لے چلے۔ سلمٰی بن اکوع نے اس روز بہت کام کیا اور ان کو ذی قرد تک بھگاتے چلے گئے اور سب اونٹ چھڑا لئے۔ صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضور ﷺ حدیبیہ سے مدینہ واپس آ کر بیس روز تقریباً ٹھہرے تھے کہ غزوہ خیبر واقعہ ہوا۔ آپ ﷺ وہاں صبح کو پہنچے وہ لوگ آلات زراعت لے کر صبح کو نکلے تھے کہ آپ ﷺ کو دیکھ کر قلعہ میں گھس گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ آپ ﷺ نے محاصرہ کر لیا۔ سات قلعے خیبر میں تھے۔ سب قلعے بتدریج فتح ہو گئے۔ بعد فتح ہونے کے آپ ﷺ نے یہود خیبر کے جلاوطن ہونے کا حکم دیا اور ان کے اموال اور باغ اور زمین سب ضبط کر لئے۔ یہود نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو یہاں کے تردد کے لئے مزدوروں کی حاجت ہوگی اگر آپ ﷺ ہم کو جلاوطن نہ کریں تو یہ کام ہم کریں گے۔ آپ ﷺ نے یہ بات ان کی قبول فرمائی۔ اور ارشاد کیا کہ جب تک ہم چاہیں تمہیں رکھیں گے جب چاہیں نکال دیں گے۔ پیداوار میں سے نصف حصہ انکا مقرر کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ جزیرہ عرب کو کفار سے خالی کرانا منظور ہوا تو یہود خیبر کو بھی نکال دیا۔ وہ سب شام کو چلے گئے۔ منجملہ غنائم خیبر کے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت دحیہؓ کے حصہ میں آئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے لے کر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ خیبر میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب مع اور مہاجرین حبشہ کے وہیں تشریف لائے اور انہی کے ساتھ کشتی پر حضرت ابوموسیٰ اشعری مع اسعرین کے آئے اور خیبر میں ہی ایک یہود نے دست کے گوشت میں زہر ملا کر آپ ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ اس دست گوشت نے مجھ سے کہہ دیا ہے کہ مجھ میں زہر ملا ہے اور اسی غزوہ میں گدھے کے گوشت کی حرمت بیان فرمائی اور اسی غزوہ میں متعہ کی ممانعت فرمائی اور غزوہ اوطاس میں پھر مباح ہوا تھا پھر حرام ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ متعہ حرام ہے قیامت تک۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔ پھر آپ ﷺ خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں کچھ یہود اور کچھ عرب تھے بعد جنگ کے وہ بھی فتح ہوا اور آپ ﷺ وادی القریٰ میں چار روز رہے۔ جب یہود تیماء کو یہ خبریں پہنچیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کر لی اور اپنے اموال پر قابض رکھے گئے۔ حضرت عمرؓ نے خیبر اور فدک والوں کو نکالا تھا اور تیماء اور وادی القریٰ والوں کو اس لئے نہیں نکالا کہ یہ مواضع شام میں سے ہے۔

۱- سریہ ابی بکرؓ بجانب نجد بنی فزار آرہ کے مقابلہ میں۔
۲- سریہ عمرؓ بجانب ہوازن۔
۳- سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب بشیر بن دارام یہودی۔
۴- سریہ بشیر بن سعد بجانب بنی مرہ۔
۵- ایک سریہ بجانب حرقات از قبیلہ جہینہ۔
۶- سریہ غالب بن عبداللہ کلبی بجانب بنی الملوع بمقام کرید۔
۷- سریہ بشیر بن سعد بجانب جماعت عیینہ ازیمن وغطفان وحیان۔
۸- سریہ ابی حدرد اسلمی۔
۹- ایک سریہ بجانب اضم۔
۱۰- سریہ عبداللہ بن حزافہ سہمی اور خیبر کے بعد ایک غزوہ ذات الرقاع ہوا اس میں غطفان سے مقابلہ ہوا اور اس کو غزوہ نجد اور غزوہ بنی انمار بھی کہتے ہیں اور اسی سال قحط پڑا آپ ﷺ کی دعا سے پانی برسا رمضان میں۔

نمبر ۷: اوپر کے بعض سرایا اسی سنہ میں ہوئے مگر تاریخ متمیز نہ ہونے سے میں نے سب کو تبعاً خیبر کے ذیل میں ذکر کر

دیا اسی سنہ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں عمرۃ القضا واقع ہوا صلح حدیبیہ میں جو شرط ٹھہری تھی اس کے موافق حدیبیہ کے ایک سال بعد ذیقعدہ میں آپ عمرۃ القضا کے لئے مکہ کو مع اصحاب تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ سفر حدیبیہ میں جو لوگ ساتھ تھے وہ ضرور چلیں مکہ پہنچ کر عمرہ کیا اور وہاں حضرت میمونہ بن حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور تیسرے دن حسب شرط مدینہ کو روانہ ہوئے اور اسی روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی بچی آپ ﷺ کے پیچھے پکارتی ہوئی ہولی آپ ﷺ نے اس کی خالہ کو جو حضرت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں سپرد کردی۔

سال ہفتم:

غزوہ موتہ یہ جمادی الاولیٰ میں ہوا۔ سبب اس کا یہ ہوا کہ آپ ﷺ کا ایک قاصد حارث بن عمیر آپ ﷺ کا نامہ مبارک حاکم بصریٰ کے پاس لئے ہوئے جاتا تھا راہ میں حاکم شہر موتہ نے کہ ارض شام سے ہے جس کا نام شرجیل بن عمرہ غسانی تھا اس کو قتل کرڈالا آپ ﷺ نے اس قاتل پر تین ہزار کا لشکر بھیجا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر بنایا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جاویں تو جعفر بن ابی طالبؓ کو امیر بنادیں اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو اور جو وہ بھی شہید ہو جاویں تو ایک مسلمان کو مسلمانوں میں سے چنانچہ سب اسی ترتیب سے شہید ہوئے تب مسلمانوں نے حضرت خالد بن الولیدؓ کو امیر کیا اور لڑائی فتح ہوئی غزوہ ذات السلاسل ہوا آپ ﷺ نے سنا تھا کہ قضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کی طرف آنا چاہتی ہے آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو تین سو آدمی کے ہمراہ اس طرف روانہ کیا پھر آپ ﷺ کو خبر ملی کہ مجمع اعداء کا زیادہ ہے تو دو سو آدمی دے کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بھیجا اور ان میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ لوگ بڑھتے چلے جاتے تھے کچھ غنیم ملے مسلمانوں نے حملہ کیا تو سب بھاگ کر متفرق ہوگئے۔ غزوہ ذی الخلصہ کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے جریر بن عبداللہ کو احمس کے ڈیڑھ سو سوار کے ساتھ ایک مکان کے منہدم کرنے کو بھیجا تھا جو قبیلہ خشعم میں کہ اہل یمن میں سے تھے کعبہ کے نام سے مقرر کیا تھا پھر اسی سال رمضان میں فتح مکہ ہوا اعظم فتوح اور مدار اعزاز اسلام آپ ﷺ نے قریش کی اس عہد شکنی کی خبر پا کر تیاری لشکر کشی کی مکہ پر فرمائی اور مع لشکر مہاجرین وانصار و دیگر قبائل عرب کوچ فرمایا بارہ ہزار آدمی لشکر ظفر پیکر میں تھے موکب ہمایوں داخل مکہ ہوا اور قتال ہوا بہت کفار مارے گئے اور بڑے بڑے سردار قریش شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور جو حاضر ہوئے ان کی جان بخشی فرمائی گئی اور اس روز تھوڑی دیر کے لئے حرم میں قتال کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگئی تھی اور فتح کا قصہ نہایت مبسوط ہے تواریخ حبیب الہ میں دیکھ لیا جاوے یہاں اختصار مدنظر ہے اور آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کے بتوں کو خود نیست و نابود کیا اور بعضے بت نواح مکہ میں تھے ان کے توڑنے مٹانے کے لئے سرایا روانہ فرمائے چنانچہ حضرت خالدؓ کو عزیٰ کے مٹانے کو کہ قریش اور بنی کنانہ کا بت تھا اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو سواع کی طرف کہ ہذیل کا بت تھا اور سعد بن زید اشہلیؓ کو مناۃ کی طرف کہ مشلل میں قدید کے قریب اوس اور خزرج وغسان وغیرہم کا بت تھا روانہ کیا اور یہ سب کارگزاری کر کے آگئے۔ آپ ﷺ وہاں کے ان کفار پر کہ بقصد جنگ جمع ہو کر نکلے تھے بارہ ہزار آدمی کا لشکر لے گئے اور قتال شروع ہوا درمیان میں کچھ پریشانی لشکر اسلام میں شروع ہوگئی مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے فتح دی۔ یہ قصہ مقام حنین میں ہوا پھر کفار حنین سے بھاگ کر اوطاس میں جمع ہوگئے لشکر اسلام سے وہاں بھی شکست پائی اور اس کے بعد شوال کے مہینہ میں آپ ﷺ نے طائف کا کہ وہاں بنی ثقیف تھے محاصرہ کیا یہ لوگ اوطاس سے بھاگ کر طائف میں قلعہ کے اندر پناہ گزین ہوگئے تھے خود حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوگئے اور لات بت ان کے ہاں تھا وہ بھی توڑا گیا فزاری کو بنی تمیم کی طرف پچاس سوار کے ساتھ غزوہ کے لئے بھیجا وہ لوگ مقابلہ سے بھاگے اور کچھ مرد و عورتیں گرفتار ہوئے اور مدینہ لائے گئے بعد مقابلہ مسلمان ہوگئے۔ آپ ﷺ نے ان کو خوب عطیہ بھی دیا۔ اسی سال حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ حضور اقدس ﷺ کے پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

سال ہشتم:

ایک لشکر بنی کلاب کی طرف بھیجا اور بعد قتال کے کفار کو ہزیمت ہوئی۔ پھر ربیع الاخر میں علقمہ بن مجزر مدلجی کو حبشہ کی طرف بھیجا اور کفار بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ کو ایک بت خانہ منہدم کرنے بھیجا۔ حاتم طائی اسی قبیلہ سے تھا۔ چنانچہ وہ بت خانہ منہدم کیا گیا اور کچھ قیدی پکڑے گئے۔ حاتم کے بیٹے عدی بھاگ گئے اور ان کی بہن قید کی گئی۔ آپ ﷺ نے ان کی بہن کو اس کی درخواست پر رہا کر دیا اور سواری بھی دی۔ اس نے عدی سے جا کر تعریف کی۔ عدی آئے اور مسلمان ہو گئے۔ غزوہ تبوک واقع ہوا۔ آپ ﷺ کو خبر پہنچی کہ ہرقل بادشاہ روم آپ ﷺ پر لشکر لاتا ہے۔ آپ ﷺ کو مناسب معلوم ہوا کہ خود اس پر لشکر لے جاویں۔ قبائل عرب کو کہلا بھیجا۔ بہت آدمی جمع ہوئے۔ تیس ہزار آدمی اس غزوہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مع لشکر موضع تبوک میں پہنچے اور متوقف ہوئے اور ہرقل نے مارے ڈر کے کہ آپ ﷺ کو پیغمبر برحق سمجھتا تھا ادھر رخ نہ کیا۔ آپ ﷺ نے اطراف وجوانب میں لشکر بھیجے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو اکیدر حاکم دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ وہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ بعض نے کہا مسلمان ہو گیا۔ ابو عامر راہب ایک بڑا مفسد قوم خزرج سے تھا۔ منافقین کو کہلا بھیجا کہ ایک مسجد بنا دیں وہ جگہ مشورہ کی ہو گی۔ وہ سفر تبوک سے پہلے مسجد قبا کے متصل بنوا چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر پر مطلع فرمایا اور یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا۔ آپ ﷺ نے اس کو کھدوا ڈالا اور جلا دیا اور اسی سال حج فرض ہوا۔ اسی سال حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔

سال دہم:

اس میں آپ ﷺ خود حج کو تشریف لے گئے۔ اور آپ ﷺ نے ایسی باتیں فرمائیں جیسے کوئی وداع کرتا ہے۔ ایک لاکھ آدمی سے زیادہ جمع ہو گئے تھے اور اسی حج میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم اور اسی حج سے واپس ہوتے ہوئے ایک منزل غدیر خم نام میں خطبہ تاکید محبت کا حضرت علیؓ کے ساتھ فرمایا۔ کیونکہ بعض لوگوں نے جو یمن میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے ان کی بیجا شکایتیں آپ سے کی تھیں۔

من القصیدۃ:

ترجمہ: آپ ﷺ کفار سے ہر میدان میں جنگ لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ بسبب نیزہائے مجاہدین کے اس گوشت بے حس وحرکت کے مشابہ ہو گئے جو تختہ قصاب پر رکھا ہو۔

۲- دین اسلام دریائے لشکر کو جو گھوڑے تیز و نرم رفتار پر سوار ہے کھینچ رہا ہے۔ ایسے حال میں کہ وہ دریا دلیروں کی موج کو جو باہم متصادم ہے پھینک رہا ہے۔ (یعنی دلیروں کی صفیں آپس میں متلاطم ہیں)

۳- لشکر اسلام (ثبات قدم میں) پہاڑوں کی مانند ہے (اگر تجھ کو میرے قول کا یقین نہیں آتا تو) ان کا حال (وکیفیت استقلال) ان کے مقابل سے دریافت کر لے کہ اس نے جنگ گاہ میں کیا حال دیکھا ہے۔

۴- اور ان کا حال مقامات جنگ سے یعنی حنین سے اور بدر سے اور احد سے کفار کے انواع موت کو پوچھ لے۔ جو ان کے حق میں وبا سے بھی زیادہ سخت ہیں ضرر میں۔

۵- اور جس کی نصرت بذریعہ رسول ﷺ ہو گی اگر اس کو شیر اپنے بیشوں میں ملے تو وہ دم بخود رہ جاویں۔

اعتقاد تھا کہ اہل باطل کعبہ پر غالب نہ آویں گے۔ بعد فتح مکہ کے سب عرب کا اعتقاد حقیقت اسلام کا ہوا اور فوج درفوج اہل عرب اسلام میں داخل ہوئے اور قریات اور قبائل کے لوگ مسلمان ہو گئے۔ کچھ آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں واسطے سیکھنے شرائع اسلام کے بھیج دیتے وہ لوگ جو حضور ﷺ میں حاضر ہوتے تھے وفد کہلاتے تھے۔ آپ ﷺ وفود کی بہت خاطر داری اور توقیر کرتے اور انعام دے کر رخصت کرتے۔ نیز عام اہل عرب اس کے بھی منتظر تھے کہ آپ ﷺ کا معاملہ آپ کی قوم سے کیا ہوتا ہے۔ قریش کے اسلام قبول کرنے سے بھی اور لوگ نرم ہوئے۔ اکثر وفود تبوک کے بعد حاضر ہوئے۔ وفد بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب بھی آیا تھا اور ان میں بعضے لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے تھے۔

من القصیدۃ:

اے بہترین ان کے کہ سائل دوڑتے ہوئے اور تیز رواونٹنیوں کی پشتوں پر سوار ہوکر ان کی درگاہ کا قصد کرتے ہیں (جیسے وفود آتے ہیں)

اور اے وہ ذات کہ وہ بڑی نشانی ہے متامل کے لئے اور وہ بڑی نعمت ہے قدر دان کے لئے (کہ آپ ﷺ کی قدر سمجھ کر وفود آتے تھے)

اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں ہر ایک مجیب دعوت حق ہے (کہ آپ ﷺ نے جہاں بھیج دیا چلے گئے) اور امیدوار (عطائے حق) ہے (کہ ثواب کے لئے چلے گئے) جو حملہ کرتا ہے بذریعہ ایسے حربہ کے جو کفر کی بیخ اکھاڑ کر پھینک دے۔ یہاں تک کہ ملت اسلام اپنی غربت اور کمزوری کے بعد متصل القرابۃ ہوگئی۔ اس حال میں کہ وہ ملت اسلام ان سے ملحق وملصق ہے۔ (یعنی ایسی حمایت کی جیسے وہ ان کی قرابت دار ہو چنانچہ وہ اسلام کی خدمات بجالائے۔)

ہرقل شاہ روم کو دحیہ بن خلیفہ کے ہاتھ نامہ مبارک روانہ فرمایا اور وہ باوجود یقین نبوت کے ایمان نہیں لایا۔

کسریٰ شاہ فارس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ۔ اس نے نامہ مبارک کو پھاڑ ڈالا۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نجاشی شاہ حبشی کو عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ۔

مقوقس شاہ مصر کو حاطب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ یہ ایمان نہیں لایا مگر ہدایا بھیجے۔

منذر بن ساوی شاہ بحرین کے علاء بن الحضرمی کے ہاتھ۔ یہ مسلمان ہوگئے اور بدستور برسر حکومت قائم رکھے گئے۔

دو بادشاہ عمان جیفر بن جلندی وعبد بن جلندی کو عمرو بن العاص کے ہاتھ اور یہ دونوں مسلمان ہوگئے۔

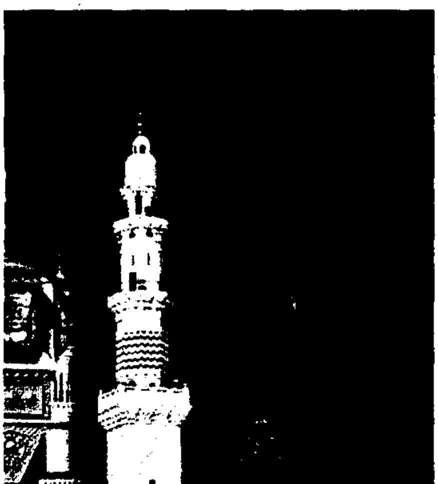
ہوزہ بن علی حاکم یمامہ کو سلیط بن عمرو عامری کے ہاتھ۔ وہ مسلمان نہیں ہوا۔

حارث بن ابی شمر غسانی حاکم غوطہ دمشق کو شجاع بن وہب کے ہاتھ حدیبیہ سے واپس ہونے کے زمانے میں۔

جبلہ بن ایہم غسانی کو شجاع بن وہب کے ہاتھ جب آپ ﷺ تبوک سے تشریف لے آئے تو شاہان حمیر نے ملک یمن سے عرائض مشعر اپنے اسلام کے قاصدوں کے ہاتھ بھیجے ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) حارث بن عبد کلال (۲) نعیم بن عبد کلال (۳) نعمان حاکم ذورعین ومعافر وہمدان (۴) زرعہ ذویزن یہ سب ملوک یمن ہیں اور (۵) فروہ بن عمرو نے جو کہ سلطنت روم کی جانب سے عامل تھا اپنے اسلام کی خبر قاصد کے ہاتھ بھیجی۔ اہل روم نے اول اس کو قید کیا اور پھر قتل کردیا۔ (کذافی سیرت ابن ہشام)

(۶) باذان صوبہ دار یمن از جانب کسریٰ مع اپنے دونوں بیٹوں اور ان لوگوں کے جو اہل فارس اور اہل یمن سے اس کے پاس تھے اسلام لایا اور اپنے اسلام کی خبر آپ ﷺ کے پاس بھیج دی۔ (کذافی تواریخ حبیب الہ مع قصہ سبب اسلامیہ)

یہ سب مکتوب الیہ اور کاتب مل کر پندرہ ہوئے اور سیرۃ ابن ہشام میں رفاعہ بن زید جذامی کے ہاتھ کہ وہ مسلمان ہوگئے تھے ان کی قوم کی طرف ایک فرمان لکھ دینا اور ان لوگوں کا مسلمان ہوجانا مذکور ہے اور بخاری کی شرح کرمانی میں ملوک یمن میں سے ذوالکلاع الحمیری اور ذوعمرو کا مسلمان ہوکر حضور میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہونا مگر آپ ﷺ کی حیات میں نہ پہنچ سکنا لکھا ہے۔



معجزات النبی الحبیب ﷺ

جن کا عورتوں کو چھوڑ دینا:

کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گاؤں میں ایک عورت نوجوان ہے اس پر ایک جن عاشق ہوا ہے نہ کھاتی ہے، نہ پیتی ہے جیسے چاند کا ٹکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا اے جن تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں محمد رسول اللہ ہوں اس عورت کو چھوڑ دے اور چلا جا آپ ﷺ کے یہ فرماتے ہی وہ عورت ہوشیار ہوگئی اور نقاب منہ پر کھینچ لیا اور مردوں سے شرم کرنے لگی اور بالکل صحیح ہوگئی۔

جنیہ کا توبہ کرنا:

ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کیا ہے کہ ان کے ایک بخاری میں خرما بھرے تھے سوایک جنیہ آکر اس سے نکال لے جاتی۔۔۔بسم الله اجیبی رسول الله یعنی اللہ کا نام لے کر کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل سوانہوں نے اس کو پکڑ لیا پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آؤں گی چھوڑ دیا تھا الی آخر الحدیث۔

عالم علوی افلاک وکواکب چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا کواکب کے متعلق اور معراج میں سموات کے طے کرنا افلاک کے متعلق صریح اور عظیم معجزے ہیں

سراقہ پر بددعا کا اثر:

عالم بساط یعنی عناصر متعلق خاک جیسے صحیحین میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفر ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے سو میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک شخص نے آلیا آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی غم مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر آپ نے سراقہ کے لئے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک سخت زمین میں گھس گیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں صاحبوں نے میرے لئے بددعا کی ہے اب دعا کرو میں نجات پاؤں اور میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیروں گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نجات کے لئے دعا کی سو اس نے نجات پائی اور پھر گیا اور جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔اھ

غیب سے پانی کا انتظام ہو جانا:

(۱۵) متعلق آب جیسے صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں لوگ پیاسے ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لوٹا تھا کہ اس سے آپ نے وضو کیا سب لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے لشکر میں نہ پینے کے لئے پانی ہے نہ وضو کے لئے مگر اسی قدر کہ آپ کے اس لوٹے میں ہے کیونکہ چاہ حدیبیہ میں بوجہ قلت پانی کے ایک قطرہ نہ رہا تھا۔ سب کھینچ لیا تھا رواہ البخاری پس آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو لوٹے میں رکھا اور پانی آپ کے انگلیوں سے جوش مارنے لگا سو ہم سب آدمیوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔

قلیل طعام میں برکت کا پیدا ہو جانا:

حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ تم سب کتنے آدمی تھے انہوں نے کہا کہ اگر لاکھ آدمی ہوتے تو کفایت کر جاتا دعوت کے لئے بکری کا بچہ ذبح کیا اور ایک صاع یعنی تین سیر سے کچھ زائد جو کا آٹا تیار کیا اور حضور میں آکے چپکے سے اس کی اطلاع کی جابرؓ سے فرمایا کہ ہانڈی مت اتاریو اور آٹے کو مت پکائیو جب تک میں نہ آؤں جابرؓ کہتے ہیں کہ ہزار آدمی تھے قسم ہے خدا کی سبھوں نے کھایا اور ہماری ہانڈی ویسی ہی خوشی میں رہی اور آٹا اتنا ہی رہا جتنا پہلے تھا اس سے عالم آتش میں بھی ایک امر خارق ظاہر ہوا کہ آگ کا اثر شوربے میں کہ کم کر دینا ہے واقع نہیں ہوا۔ (بلکہ بالعکس وہ افزونی کا سبب بن گئی جیسا چولھے پر سے اتارنے کی ممانعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس افزونی میں آگ کو بھی دخل ہے۔

دشمن پر تیز ہوا کا چلنا وغیرہ

متعلق ہوا جیسے اسی غزوہ خندق میں واقع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار پر پروائی ہوئی ٹھنڈی ہوا بھیجی کہ خوب کڑا کے کا جاڑ

آپڑا اور ہوا نے ان کو نہایت عاجز و تنگ کیا غبار بے شمار ان کے مونہوں پر ڈالا اور آگ ان کی بجھادی اور ہانڈیاں ان کی الٹ دیں اور میخیں ان کی اکھاڑ دیں کہ خیمے ان کے گر پڑے اور گھوڑے ان کے کھل کر آپس میں لڑنے لگے اور چھوٹ کر لشکر میں دند مچا دیا اس وقت آپ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو کفار کی خبر لانے کے لئے مامور فرمایا اور شدت سردی سے محفوظی کے لئے دعا فرمائی حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ یہ برکت دعا کے مجھے جانے آنے میں مطلق سردی نہ معلوم ہوئی بلکہ ایسا حال تھا کہ گویا میں حمام میں چلا جاتا ہوں۔ بعضیه من تواریخ حبیب اللّٰہ

ف: ایسی سخت ہوا کا اُن پر اثر نہ کرنا صریح خارق ہے۔

عالم کائنات الجو

ایسے صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قحط ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ فرما رہے تھے ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا اور عیال بھوکوں مرتے ہیں آپ مینہ کے واسطے دعا کیجئے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس وقت آسمان پر ٹکڑا بھی ابر کا نہ تھا۔ قسم خدا کی ہنوز آپ ہاتھ رکھنے نہیں پائے کہ ابر مانند پہاڑوں کے ہر طرف سے گھر آیا آپ منبر سے اترنے نہیں پائے تھے کہ ریش مبارک سے قطرات مینہ کے گرنے لگے سو اس دن سے دوسرے جمعہ تک مینہ برسا پھر جمعہ کے دن اسی اعرابی نے یا کسی اور شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ مکانات گر پڑے اور مال ڈوب گیا آپ دعا فرمایئے کہ مینہ تھم جاوے آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ گرد ہمارے برسے اور ہم پر نہ برسے اور جدھر ابر کی طرف آپ نے اشارہ کیا وہیں کھل گیا سو مدینہ میں تو بالکل پانی کا برسنا موقوف ہو گیا اور گرد مدینہ کے برستا رہا اطراف سے جو لوگ آتے تھے کثرت مینہ کی بیان کرتے تھے۔

ف: آپ ﷺ کی دعا سے ابر کا فوراً اٹھ آنا اور اشارہ سے ابر کا ہٹ جانا ان دونوں میں ظہور ہے معجزے کا سحاب میں اور جیسے جلالین میں جس کو کمالین نے نسائی و ابن جریر و بزار کی طرف منسوب کیا ہے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دعوت اسلام کے لئے آپ نے کسی کو بھیجا اس نے آپ ﷺ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ کہا کہ رسول اللہ کون ہوتے ہیں اللہ کیا ہوتا ہے سونے کا یا چاندی کا یا تانبے کا معاً اس پر بجلی گری اور اس کی کھوپڑی اڑا دی۔

ف: اس واقعہ میں آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کو بھی ظاہر ہے کہ دخل ہے اعتبار سے ظہور ہے معجزہ کا صاعقہ میں کہ کائنات جو سے ہے۔

عالم جمادات و عالم نباتات:

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے اور میں بھی ساتھ تھا سو جو پہاڑ دریا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پہاڑ جمادات سے اور درخت نباتات سے سو دونوں میں ظہور معجزہ کا ہوا صحیح بخاری جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کے وقت ایک ستون مسجد پر کہ چھوہارے کے درخت کا تھا تکیہ لگا لیتے تھے جب منبر بنا تب آنحضرت ﷺ نے منبر پر خطبہ پڑھنا شروع کیا یکبارگی وہ ستون چھوارے کا چلا کے اس زور سے رونے لگا کہ قریب تھا کہ پھٹ جاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک پر چمٹا لیا سو وہ ستون ہچکیاں لینے لگا جس طرح وہ لڑکا جو رونے سے چپ کرایا جاتا ہے ہچکیاں لیتا ہے یہاں تک کہ تھم گیا حضرت جابر نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ ذکر سنا کرتا تھا اب جو نہ سنا تو رونے لگا۔

ف: یہ ستون باعتبار اصلی حالت کے نباتات سے ہے اور باعتبار موجودہ حالت کے جمادات سے پس اس معجزہ کو دونوں قسموں سے تعلق ہوا اور اس گریہ میں جس طرح مفارقت ذکر کو دخل ہے اسی طرح مفارقت ذاکر یعنی ذات مقدسہ نبویہ کو رونا سینہ سے لگانے سے خاموش ہو جانا پس اس حیثیت سے

یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑے چھوارے لایا اور عرض کیا کہ ان چھواروں کے لئے دعائے برکت کر دیجئے آپ نے چھواروں کو اکٹھا کر کے ان میں دعائے برکت کی اور مجھ سے فرمایا کہ انہیں لے کر اپنے توشہ دان میں ڈال رکھو جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکال لو مگر اسے جھاڑنا مت۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ان چھواروں میں ایسی برکت ہوئی کہ میں نے اتنے وسق کہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع وہ ظرف ہے جس میں ساڑھے تین سیر گندم سما سکیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کئے اور ہمیشہ اس میں سے ہم کھاتے اور کھلاتے رہے کہ وہ توشہ دان ہمیشہ میری کمر میں لگا رہتا تھا یہاں تک کہ بروز شہادت حضرت عثمان کے کہ قریب تیس برس کے زمانہ ہوتا ہے) میری کمر میں سے کٹ کر کہیں گر پڑا اور جاتا رہا۔

ف: یہ معجزہ ایسی چیز میں ظاہر ہوا جو اصل میں نباتات کا ثمرہ ہے اور فی الحال جماد ہے اس کو بھی دونوں سے تعلق ہوا۔

عالم حیوانات ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ تھا بڑا خونخوار جو کوئی باغ میں جاتا اس پر دوڑتا اور کاٹنے کے لئے جھپٹتا آپ نے اس کی ناک میں مہار ڈال دی اور فرمایا جتنی چیزیں آسمان اور زمین میں ہیں سب جانتی ہیں کہ میں رسول خدا ہوں سوا نافرمان جن اور انس کے۔

بیہقی نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور میں تھا جہاز ٹوٹ گیا میں ایک تخت پر بیٹھ گیا بہتے بہتے ایک نیستان میں پہنچا وہاں مجھ سے ایک شیر میری طرف آیا میں نے کہا میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں وہ شیر میری طرف بڑھا آیا اور اپنا کندھا میرے بدن پر مارا پھر میرے ساتھ چلا یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا کر دیا اور تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر بار بار کچھ آوازیں کستا اور میرے ہاتھ سے اپنی دم چھوا دی میں سمجھا کہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

بعض متفرق معجزات:

۱۔ اور اس ہاتھ سے بکری نے دودھ دیا اور اس میں سنگریزے بولے اور شاخیں اور درخت برگ دار ہوگئے۔

۲۔ اور قوم کفار اس ہاتھ کے خاک پھینک دینے سے اندھے ہو گئے اور اس ہاتھ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوتے تھے۔

۳۔ اور پانی کی شیرینی آپ کے لعاب مبارک کے سبب بڑھ گئی اور کھجور کا درخت اسی سال بار آور ہوگیا۔

۴۔ اور تنہ درخت کا آپ کی جدائی سے گریہ وزاری کرنے لگا یہاں تک کہ مجمع میں اس میں سے آواز نکل کر بلند ہوگئی۔

۵۔ اور بھیڑیے اور سوسمار نے دونوں نے سچی شہادت آپ کی رسالت کی دی اس کو حدیث روایت کرتی ہے۔

۶۔ اور اونٹ آپ سے اپنے مالک کی بے راہی کی شکایت کرتا تھا اور آنسو اس کی آنکھوں سے جاری تھے۔

۷۔ اور ایک بڑے لشکر کو ایک صاع سے کھانا کھلا کر شکم سیر کر دیا اور اس سے آسودہ کر دیا جب کہ اس لشکر کو تنگی نے مس کیا۔

۸۔ اے مخاطب آپ کے جو معجزات ظاہر ہوئے ان کے شمار کرنے کا قصد مت کرو مگر جس وقت کہ ریگ اور سن پاروں کا شمار کیا جاوے۔

۹۔ قرآن مجید کا معجزہ کافی معجزہ ہے کہ زمان طویل تک تلاوت کیا جاوے گا اور لکھا جاوے گا۔

۱۔ اس میں بہت سے مضامین ہیں سو نہ کوئی صحیفے ایسے ہیں جس کے معانی پر قرآن مشتمل نہ ہو اور نہ کتابیں ہیں۔

۲۔ سو وہ قرآن شفا ہے جس سے قلوب زندہ ہوتے ہیں اس سے وعظ پند کا قبول کرنے والا فائز المرام ہوتا ہے۔۱۲منہ

مرکوبات:

سات گھوڑے تھے جن کے یہ نام ہیں۔ سکب، مرتجز، طیف، لزاز، ظرب، سبحہ، ورد، اور پانچ خچر تھے ایک دلدل یہ مقوقس شاہ مصر نے بھیجا تھا دوسرا فضہ فروہ نے جو کہ قبیلہ جذام سے تھا بھیجا تھا تیسرا ایک سفید خچر تھا جس کو حاکم ایلہ نے پیش

کیا تھا اور ایک چوتھا اور تھا جو حاکم دومۃ الجندل نے بھیجا تھا اور بعض نے پانچواں بھی کہا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ نے بھیجا تھا اور دراز گوش تین تھے۔ ایک عفیر جو شاہ مصر نے بھیجا تھا دوسرا اور تھا جو فروہ مذکور نے بھیجا تھا اور تیسرا حضرت سعد بن عبادہ نے پیش کیا تھا اور دو یا تین سانڈنیاں تھیں ایک قصوئی دوسری عضباء تیسری جدعاء اور بعض نے یہ دونوں نام ایک کے کہے ہیں اور پینتالیس اونٹنیاں دودھ کی تھیں اور سو بکریاں تھیں اس سے زائد نہ ہونے دیتے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ایک بکری ذبح کر دیتے۔ (زادالمعاد)

کنیزیں:

سراری یعنی وہ کنیزیں جو ہم بستری کے لئے ہوں۔ حضرت ماریہ ان سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ریحانہ حضرت جمیلہ ایک اور جو حضرت زینب نے ہبہ کردی تھی۔

اولاد:

اولاد اول صاحبزادہ قاسم آپ کی کنیت ابوالقاسم ان ہی سے ہے بچپن میں انتقال کر گئے پھر حضرت رقیہ و حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں ان تینوں میں اختلاف ہے کہ بڑی کون سی ہیں پھر عبداللہؓ پیدا ہوئے طیب و طاہر ان ہی کے لقب ہیں یہ بقول صحیح بعد نبوت پیدا ہوئے ان کا بھی بچپن میں انتقال ہو گیا یہ سب حضرت خدیجہ سے ہیں پھر ۸ ہجری میں حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور شیر خوارگی میں انتقال کر گئے صرف حضرت فاطمہؓ آپ کی وفات کے وقت زندہ تھیں چھ ماہ بعد وفات پا گئیں۔

اعمام:

اعمام حضرت حمزہؓ حضرت عباسؓ ابوطالبؓ ابولہب زبیر عبدالکعبہ حارث مقوّل بعض نے یہ دونوں نام ایک ہی کے بتلائے ہیں ضرار قثم مغیرہ عیداق بعض نے ان دونوں کو ایک کہا ہے پس یہ بارہ ہوئے یا دس اسلام صرف دو لائے حضرت حمزہ حضرت عباسؓ بعض نے اور بھی اعمام لکھے ہیں۔

عمات:

عمات حضرت صفیہؓ (۱) یہ اسلام لائیں۔ (۲) عاتکہ (۳) اروی ان دونوں کے اسلام میں اختلاف ہے۔ (۴) برہ (۵) امیمہ (۶) ام حکیم۔

موالی:

موالی یعنی غلام و کنیز، حضرت زید بن حارثہ اسلم ابورافع ثوبان ابوکبشہ، سلیم شقران رباح یسار مدعم کرکرہ انجشہ سفینہ انسیہ افلح عبدیہ طہمان کیسان ذکران مہران مروان بعض نے یہ پانچوں ایک ہی کے نام علی اختلاف الاقوال بتلائے ہیں حنین سندر فضالہ مابور واقد ابو واقد قام ابوطیب ابوموبیہ یہ سب غلاموں کے نام ہیں اور کنیزیں تھیں سلمی ام رافع میمونہ بنت سعد خضیرہ رضوی ریشحہ ام ضمیر میمونہ بنت ابی عسیب ماریہ ریحانہ۔

خدام:

خدام یعنی گھر کے یا خاص خاص کاروبار کرنے والے حضرت انسؓ اکثر کام ان کے متعلق تھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نعل و مسواک کی خدمت ان کے سپرد تھی حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی سفر میں خچر کے ساتھ رہتے اسلع بن شریکؓ یہ ناقہ کے ساتھ رہتے حضرت بلالؓ موذن آمد و خرچ ان کی تحویل میں ہوتا سعد حضرت ابوذرؓ غفاری ایمنؓ بن عبید ان کے متعلق وضو و استنجا کی خدمت تھی اور ان کی والدہ ام ایمن معیقیبؓ ان کے پاس انگشتری رہتی۔

مؤذنین:

کل چار تھے دو مدینہ میں حضرت بلالؓ اور حضرت ابن ام مکتومؓ اور ایک قباء میں حضرت سعد القرظ ایک مکہ میں حضرت ابومحذورہؓ۔

حارسین:

جو پہرہ چوکی دیتے تھے حضرت سعد بن معاذ یوم بدر میں اور حضرت محمد بن مسلمہؓ یوم احد میں اور حضرت زبیر بن

عوام یوم خندق میں اور عباد بن بشرؓ نے بھی بعض اوقات یہ کام کیا مگر جب آیۃ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی آپ نے پہرہ موقوف کیا۔

کاتبین یعنی آپ کے منشی:

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ، حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس، حضرت حنظلہؓ، ربیع اسدی، حضرت مغیرہؓ، بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت خالد بن الولیدؓ، حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص، حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان، حضرت زید بن ثابتؓ اور یہ اکثر اس کام کو کرتے تھے۔

ضارب اعناق:

یعنی جو لوگ آپ کی پیشی میں واجب القتل مجرموں کی گردن مارتے تھے۔ حضرت علیؓ حضرت زبیر بن عوام حضرت مقدادؓ بن عمرو حضرت محمد بن مسلمہؓ حضرت عاصمؓ بن ثابت ضحاکؓ بن سفیان۔

شعراء وخطباء:

یعنی اسلام کی حمایت میں نظم کہنے والے اور تقریر کرنے والے حضرت کعب بن مالکؓ حضرت عبداللہ بن رواحہ حضرت حسانؓ بن ثابت یہ سب شاعر تھے اور مقرر حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے۔ (من المواہب)

اہل بیت

وہ عائشہ ہیں اور میمونہ ہیں اور صفیہؓ ہیں اور حفصہؓ ہیں ان کے بعد ہندہؓ اور زینبؓ ہیں۔

اور جویریہ رضی اللہ عنہا ہیں اور رملہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر سودہ رضی اللہ عنہا ہیں یہ کل نو ہوئیں کہ ان کا ذکر منقح ہے۔

سو اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت بھیجے۔

آپ کو مرض وفات میں کھانسی اٹھتی تھی اور یوں فرماتے تھے مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ.

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ آپ صحت میں فرمایا کرتے تھے کہ جس نبی کی وفات ہوتی ہے اس کا مقام جنت میں رہنے کا دکھلا کر اختیار دے دیا جاتا ہے جب آپ پر مرض کی شدت ہوئی تو اوپر نگاہ اٹھا کر فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى یعنی اے اللہ عالم بالا کے رفقاء کو اختیار کرتا ہوں۔

اللہ کے سوا کسی کے لئے سجدہ جائز نہیں:

قیس بن سعدؓ سے روایت ہے کہ مقام حیرہ میں ایک رئیس کے سامنے رعایا کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر آیا اور حضور میں عرض کیا کہ آپ کے سامنے تو سجدہ کرنا اور زیادہ زیبا ہے آپ نے فرمایا اچھا اگر تم میری قبر پر گذرو تو کیا اس کو بھی سجدہ کرو گے میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا تو بس ایسا مت کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

صحابہؓ ستاروں کی مانند:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کے بعد اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق پوچھا ارشاد ہوا کہ اے محمد آپ کے اصحاب میرے نزدیک بمنزلہ ستاروں کے ہیں کہ کوئی کسی سے زیادہ قوی ہوتا ہے مگر نور سب میں ہے سو جو شخص ان کے اختلاف کی جس شق کو لے لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے روایت کیا اس کو رزین نے اگر حضرت تشریف رکھتے ہوتے تو ہر واقعہ میں نص حاصل ہو سکتی تھی اجتہاد کا باب کیسے واسع ہوتا تو یہ سہولت مخصصہ بوجود اجتہاد کہ رحمت حق بحدیث مذکور ہے۔

آپ ﷺ پر مرض وفات:

ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی کا دورہ ہوتا تھا اس میں شدت ہوگئی جب مرض میں شدت ہوئی حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور انہوں نے سترہ نمازیں پڑھائیں اور درمیان میں ایک وقت نہایت

تکلف سے آپ نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھائی اور ایک روز صحابہؓ کے رنج وغم کو سن کر باہر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر بہت سے وصایا ونصائح ارشاد فرمائیں۔

اے ترا خارے بپا شکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرا نے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

آپ ﷺ کو غسل دینے اور جنازے کا بیان:

اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ کو غسل دینا چاہا تو تحیر ہوا کہ آپ کے کپڑے مثل اموات کے اتارے جاویں یا مع کپڑوں کے غسل دیں جب اس میں اختلاف ہوا اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا اور گھر کے گوشہ سے ایک کلام کرنے والے نے کلام کیا اور یہ نہ جانتے تھے کہ یہ کون ہے کہ مع کپڑوں کے غسل دو پس قمیض کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور قمیض سمیت ملتے تھے اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس وقت ایک تیز خوشبودار ہوا اٹھی اور پھر آپ کا کرتہ نچوڑ دیا گیا ترمذی نے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کو سب سے اصح کہا ہے کہ آپ کو تین سفید یمانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیض اور عمامہ نہ تھا۔

جب آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اس جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا اور حضرت ابوطلحہؓ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اتارا حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور دو صاحبزادے حضرت عباسؓ کے قثم اور فضل اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں۔

اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام تھے اپنی رائے سے ایک کھیس نجران کا بنا ہوا جس کو آپ اوڑھا کرتے تھے قبر شریف میں بچھا دیا تھا مگر ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ پھر وہ نکال لیا گیا اور حضرت بلالؓ نے ایک مشک پانی کی قبر شریف پر چھڑک دی سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور بخاری میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر شریف کو ہان کی شکل کی دیکھی اور دارمی نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آپ کی تشریف آوری مدینہ کے دن سے زیادہ کوئی دن احسن اور روشن تر اور یوم وفات سے زیادہ اقبح اور تاریک تر نہیں دیکھا۔

۱۔لیلیٰ عامریہ کی منزل پر کچھ توقف کرنا مجھ پر لازم ہے تا کہ شوق مجھ کو مضمون لکھوائے اور آنسو لکھنے والا ہو۔

۲۔اور میرا مذہب ہے گھروں سے محبت کرنا گھر والوں کے علاقہ سے اور لوگوں کے اپنی محبوب چیزوں کے باب میں مختلف مذاہب ہیں۔

مولانا مفتی صدرالدین خاں

۱۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔

۲۔اور آپ رحیم اور ہادی اور تعلیم فرمانے والے تھے جس کو رونا ہو آج آپ پر روئے۔

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہو میری ماں اور خالہ اور چچا اور ماموں پھر میری جان اور مال۔

۴۔سو اگر پروردگار عالم ہمارے نبی کو باقی رکھتا تو ہم سعادت اندوز ہوتے لیکن اس کا حکم نافذ ہونے والا ہے۔

۵۔آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت ہو اور آپ جنات عدن میں راضی ہو کر داخل کئے جاویں ۱۲منہ

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح شام نہ پیش کئے جاتے ہوں (کذافی المواہب)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسد کو کھا سکے پس خدا کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

مشکٰوۃ میں منبہ بن وہب سے روایت ہے کہ کعب الاحبار حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو حضرت کعب نے کہا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں ستر ہزار فرشتے نہ آتے ہوں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں اور آپ پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہوتی ہے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے فرشتے اسی طرح کے اور اترتے ہیں اور ایسا ہی کرتے ہیں یہاں تک کہ جب قیامت کے دن زمین قبر کی شق ہوگی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ باہر تشریف لاویں گے کہ وہ آپ کو لے چلیں گے روایت کیا اس کو دارمی نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سب پیغمبروں سے زیادہ ہونگا اس بات میں کہ میرے تابع قیامت کے روز زیادہ ہونگے اور میں سب سے اول دروازہ بہشت کا کھٹکھٹاؤں گا۔

مروی ہے کہ مجھ کو شفاعت کبری عطا کی گئی ہے جو تمام عالم کے واسطے فصل حساب کے لئے ہوگی اور وہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ بخاری و مسلم

میرے ہاتھ میں قیامت کے روز لواء الحمد ہوگا اور میں فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور جتنے نبی ہیں آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے پاس لواء کے نیچے ہونگے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جاوے گا سو سب رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر گذروں گا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب میں ایسے مضامین حمد و ثنا کے القاء فرمائیں گے کہ اب میرے ذہن میں حاضر نہیں روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

۱۔ وہی ہے ایسا محبوب خدا تعالیٰ کا کہ اس کی شفاعت کبری کی امید کی جاتی ہے ہر ہول کے لئے ہولہائے روز قیامت جس میں آدمی بزور داخل کئے جاویں گے۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا سو جس نے آپ کے طریقہ کو مضبوط پکڑ لیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی کو پکڑ لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گی بلکہ قیامت میں بھی وہ ذریعہ شفاعت بنے گی۔

۳۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براہ فضل و کرم و از روئے عہد میری دستگیری آخرت میں یاد نہ فرمائیں گے تو تو کہہ کہ افسوس میری لغزش قدم پر کہ کیوں اعمال صالحہ نہ کئے۔

۴۔ اے بزرگ ترین مخلوقات بوقت نزول حادثہ عظیم و عام کے آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں صرف آپ کا ہی بھروسہ ہے۔

۵۔ اور ہرگز تنگ نہ ہوگا عرصہ قدر و منزلت آپ کا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب شفاعت میری کے اس وقت کہ خداوند کریم، صفت جلوہ فرما ہوگا۔

۶۔ اے میرے نفس اس گناہ کے سبب جو بڑا ہے عفو سے ناامید مت ہو کیونکہ بے شک گناہان کبیرہ درباب بخشش مثل صغیرہ ہیں۔

۷۔ امید ہے کہ میرے پروردگار کی رحمت جب وہ اس کو اپنے بندوں پر تقسیم کرے گا تو وہ رحمت بقدر گناہاں حصہ میں آوے گی۔۱۲) عطر الوردہ)

مشکٰوۃ میں ہے کہ قیامت کے روز جنت کے ہر دروازہ پر آؤں گا اور اس کو کھلواؤں گا خازن جنت پوچھے گا کہ کون ہیں میں کہوں گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہ کہے گا کہ آپ ہی کی نسبت مجھ کو حکم ہوا ہے کہ آپ کے قبل کسی کے لئے نہ کھولوں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوثر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ ایک نہر ہے جنت میں کہ مجھ کو میرے رب نے عطا فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور بخاری کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے دونوں کناروں پر مجوف

موتی ہیں اس میں برتن پانی پینے کے اس قدر پڑے ہیں جتنے ستارے اورنسائی کی روایت میں حضرت عائشہؓ سے ہے کہ وہ وسط جنت میں ہوگی اور اس کے دونوں کناروں پر موتی اور یاقوت کے محل ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے اور اس کے سنگ ریزے موتی اور یاقوت ہیں اور احمد اور ابن ماجہ وترمذی کی روایت میں ابن عمرؓ سے اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور پانی موتی پر چلتا ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابن عباسؓ وہ ایک نہر ہے جنت میں اس کا عمق ستر ہزار فرسخ ہے اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور انبیاء کے قبل اس کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور ترمذی کی روایت میں حضرت انسؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوثر ایک نہر ہے جنت میں اس میں پرندے ہیں جیسے اونٹوں کی گردنیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ وہ تو بڑے لطیف ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ف یہ نہر جنت میں اس حوض کے علاوہ ہے جو میدان قیامت میں ہوگا اور بخاری کی روایت کے موافق اس حوض میں اسی نہر سے پانی گرے گا اور مسلم کی روایت کے موافق دو پرنالوں سے کہ ایک چاندی اور ایک سونے کا ہوگا جنت کا پانی اس حوض میں پہنچے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم موذن کی اذان سنا کرو تو جو وہ کہا کرے تم بھی کہا کرو پھر مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں بھیجتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کیا کرو اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا میں سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واقع ہوگی۔

ارشاد نبوی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی درجہ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے آیت کی تفسیر میں **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ہزار محل جنت میں دیئے ہیں اور ہر محل میں آپ کی شان کے لائق ازواج اور خادم ہیں روایت کیا اس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ بجز انبیاء ومرسلین کے تمام اگلے اور پچھلے میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔

حضرت حذیفہؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک فرشتہ آیا ہے جو اس شب سے قبل کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو آکر سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہؓ تمام اہل جنت کی بیبیوں میں سردار ہوں گی اور حسنؓ اور حسینؓ تمام اہل جنت کے جوانوں میں سردار ہوں گے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

۱۔پس آپ نے ہر قسم کی بزرگی جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے جمع کر لی اور آپ ہر عالی مقام سے جن میں کوئی آپ کو مزاحمت کرنے والا نہ تھا بڑھ گئے یعنی آپ کو وہ بلند ترین مراتب امثل فضائل مخصہ مذکورہ مقام جنت کے نصیب ہوئے جو اور انبیاء کو حاصل نہیں ہوئے۔

۲۔اور بہت بڑی ہے قدر ان مراتب کی جو آپ کو عطا کیے گئے اور فہم ادراک ان نعمتوں کا جو آپ کو منجانب خداوند تعالیٰ عطا کی گئیں دشوار تر ہے ۱۲ (عطر الردہ)

آپ کے افضل المخلوقات ہونے میں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اولین وآخرین میں زیادہ مکرم ہوں روایت کیا اس کو ترمذی ودارمی نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس شب معراج میں براق حاضر کیا گیا تو وہ سوار ہونے کے

وقت شوخی کرنے لگا جبریل علیہ السلام نے فرمایا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرتا ہے تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جوان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو پس وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (کذا فی سنن الترمذی)

حضرت انسؓ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار اپنے کلام میں فرمایا کہ بنی اسرائیل کو مطلع کردو کہ جو شخص مجھ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہو گا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا خواہ کوئی ہو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا اے موسیٰ قسم ہے اپنے عزت و جلال کی میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جوان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان و زمین اور شمس و قمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا قسم ہے اپنے عزت و جلال کی کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جاویں پھر امت کے فضائل کے بعد یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھ کو اس امت کا نبی بنا دیجئے ارشاد ہوا اس امت کا نبی اسی میں سے ہو گا عرض کیا کہ تو مجھ کو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے بنا دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہو گئے وہ پیچھے ہوں گے البتہ تم کو اور ان کو دار الجلال (جنت) میں کر دوں گا روایت کیا اس کو حلیہ میں (کذا فی الرحمۃ المہداۃ)

ا۔آپ اسم با مسمی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار دنیا آخرت جن وانس کے اور ہر دو فریق عرب وعجم کے ہیں۔

۲۔اور آپ کی ذات بابرکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبہ الوہیت تو چاہے منسوب کر دے وہ سب قابل تسلیم ہونگی اور آپ کی قدر عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کر وہ سب صحیح ہوں گی۔

۳۔پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان وملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں۔ (عطر الوردہ)

ا۔آپ نے ہم کو ایسی چیزوں سے نہ آزمایا جن کے دریافت کرنے میں ہماری عقول عاجز اور درماندہ ہو جائیں کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مرغوب تھی اس لئے ہم کسی حکم کے قبول کرنے میں شک میں نہ پڑے اور سلوک طریق شریعت میں حیران وسرگردان یا مبتلائے وہم نہ ہوئے چنانچہ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ جو اشکالات مذکورہ ظاہر الفاظ سے واقع ہو سکتے تھے قواعد شرعیہ سے وہ بالکل صاف کر دیئے گئے۔

۲۔آپ کے کمالات ظاہری و باطنی کی دریافت نے تمام خلق کو عاجز کر دیا پس نہیں دیکھا جاتا اشخاص قریب المنزلہ یعنی خواص میں یا بعید المنزلہ یعنی عوام میں در باب دریافت کمالات حضرت مگر عاجز وساکت یعنی آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں اور اسی عدم احاطہ کیفیت کمالات کے سبب شرعیہ کافی ہیں۔

۳۔آپ کا حال عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ و باطنیہ میں مثل آفتاب کے ہے کہ وہ دور سے چھوٹا بقدر قوس یا آئینہ کے معلوم ہوتا ہے اور ناظر بسبب نہایت کے بعد اس کی واقعی مقدار نہیں معلوم کر سکتا ہے اور اگر اس کو پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت کے چشم بینندہ عاجز و درماندہ و خیرہ ہو جاتی ہے اور اس کی پوری حقیقت دریافت نہیں کر سکتی اسی لئے بعض امور میں گونہ حیرت ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر کے شعر کی شرح میں معلوم ہوا (عطر الورد)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ اپنے مرض وفات میں فرماتے تھے کہ میں نے جو کھانا (زہر آلود) خیبر میں (کچھ) کھالیا تھا ہمیشہ اس کی تکلیف (کچھ نہ کچھ) پاتا رہا اور اب وہ وقت ہے کہ اس زہر سے میری رگ قلب کٹ گئی۔ (بخاری)

خواب استراحت نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک ورم میں مبتلا ہو گئے۔

شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو عبدیت ثابت حاصل ہوئی۔

۳۔اس دعوے کو جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے اے مخاطب غافل تو چھوڑ دے اور ایسا دعویٰ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مت کرو بلکہ ان کو افضل العباد سمجھ اور اس کے سوا آپ کی مدح شریف میں جس وصف کمال کا

تیرا جی چاہے حکم جازم اور قطعی دعوے کرو اور ان پر خوب مستحکم اور استوار (یعنی نہ عبدیت) کی نفی کرو اور نہ دوسرے بشر کے مساوی سمجھو بلکہ افضل العباد اعتقاد کرو عطر الوردہ عباس بن مرداسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دعا کی سو اس طرح قبول ہوئی کہ سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے کہ ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا آپ نے دعا کی کہ اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت سے دیکر ظالم کو بخش دیں سو اس شام کو یہ دعا منظور نہیں ہوئی جب مزدلفہ میں صبح ہوئی پھر دعا کی سو منظور ہوگئی سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا ابو بکرؓ و عمرؓ نے عرض کیا کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع نہیں معلوم ہوتا سو کس سبب سے آپ ہنستے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے آپ نے فرمایا کہ عدو اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا اور ہائے واویلا مچانے لگا سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آ گئی۔

روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں اس کے قریب روایت کیا (کذافی المشکوٰۃ)

ف: لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں جن کے ایفاء کا قصد مصمم ہے مگر ایفاء سے عاجز ہو گیا۔ حق تعالیٰ خصماء کو قیامت میں راضی فرمادیں گے۔

لمعات میں آپ کے طائف تشریف لے جانے کے قصہ میں جب وہاں کے کفار نے آپ کو ایذاء شدید پہنچائی روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام پہاڑ کے فرشتہ کو لے کر نازل ہوئے تاکہ آپ سے اجازت لے کر ان کفار کو ہلاک کر دے آپ نے اس فرشتہ سے فرمایا نہیں مجھ کو امید ہے کہ ان کی پشتوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا توحید کے ساتھ ذکر کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہونگے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل و مال کے عوض مجھ کو دیکھ لے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی اور بشر کی طرح غصہ آجاتا ہے سو جس کسی مومن مرد یا مومن عورت پر میں (غصہ میں) بد دعا کر دوں تو آپ اس بد دعا کو اس شخص کے لئے تزکیہ اور تطہیر کر دیجئے روایت کیا اس کو احمد نے۔ (کذافی الرحمۃ المهداۃ)

چھٹی روایت: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے دوست ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ہنوز نہیں آئے الحدیث روایت کیا اس کو مسلم نے (کذافی المشکوٰۃ) صحابہ کی ایسی استعداد تھی کہ اگر وہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے جب بھی محبت میں ہم سے زیادہ ہوتے۔

ابی جمعہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے کہا یا رسول اللہ کوئی ہم سے بھی بہتر ہے کہ ہم اسلام لائے اور جہاد کیا آپ نے کہا ایک قوم ہے جو تمہارے بعد ہونگے کہ مجھ پر ایمان لاویں گے اور مجھ کو نہیں دیکھا روایت کیا اس کو احمد اور دارمی نے۔

۱۔ اے گروہ اسلام ہم کو خوشخبری ہے بیشک ہمارے لئے عنایات خاصہ باری تعالیٰ سے ایسا ستون محکم عنایت ہوا ہے جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ الی یوم القیامہ ثابت و قائم رہے گا یعنی ہمارا دین ناسخ ہے اور کبھی مثل اور ادیان کے منسوخ نہ ہوگا۔

۲۔ جب کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے حضرت کو جو ہم کو طاعت خداوندی کی طرف بلانے والے ہیں افضل و اکرم رسل اللہ کہہ کر پکارا تو ہم اس ذریعہ سے سب امتوں سے افضل ہوئے کیونکہ رسول کا افضل ہونا امت کی افضلیت کا واقعی سبب ہے۔

۳۔ اگر میں گناہ کر رہا ہوں یا کیا ہے تو میرا ذمہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنے والا نہیں ہے اور نہ میری امید کی رسی کٹنے والی یعنی میں بسبب ارتکاب جرائم حضرت کی شفاعت سے ناامید نہیں ہوں۔

۴۔ خداوند تعالیٰ شانہ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کومنزہ کردیااس عیب سے کہ آپ کاامیدوار آپ کے مکارم وعطایا سے محروم کیا جاوے اور بھی اس خلل سے پاک کردیا ہے آپ کا مدد چاہنے والا آپ کی درگاہ سے غیر موقر وغیر محترم ناکارہ واپس آئے بلکہ ہمیشہ کامیاب ومحترم ہوتا ہے۔۱۲ (عطر الوردہ)

آپ کے حقوق میں جوامت کے ذمہ ہیں جن میں ام الحقوق محبت ومتابعت فی الاصول والفروع ہے جاننا چاہیے کہ کسی سے محبت اوراس محبت کا، مقتضاء متابعت ہونا تین سبب سے ہوتی ہے۔ایک کمال محبوب کا جیسے عالم سے محبت ہوتی ہے شجاع سے محبت ہوتی ہے اوردوسرا جمال جیسے کسی حسین سے محبت ہوتی ہے تیسرا انوال یعنی عطا واحسان جیسے آپنے صنم و صربی سے محبت ہوتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں تین وصف علی سبیل الکمال مجتمع ہیں۔جس درجہ کی محبت ہوگی اسی درجہ کا اتباع ہوگا اور ظاہر ہے کہ محبت علی سبیل الکمال واجب ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔(بخاری)

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں ہے (یعنی وہ تو بہت ہی محبوب ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک خود اس کے نفس سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی کہ آپ میرے نزدیک میرے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوئی۔

فرمایا میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا عرض کیا گیا کہ قبول کس نے نہیں کیا فرمایا جس نے اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے قبول نہیں کیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا پھر آپ نے حکم سزا کا دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا اے اللہ اس پر لعنت کر کس قدر کثرت سے اس کو (اس مقدمہ میں) لایا جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت مت کرو میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے روایت کیا اس کو بخاری نے نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی مومن خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر اس پر لعنت نہ کرنا چاہئے۔

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

۱۔ اے جانے والے بجانب گیارہ زار کے اللہ کے لئے اس کے باغ درخت بال میں ذرا ٹھہرنا اور میری طرف سے دفاتر غم اس کے رہنے والوں کو پڑھ کر سنانا۔

۲۔ اگر وہ میری حالت بیماری کے بارہ میں دریافت کریں جب سے میں ان سے غائب ہوا ہوں پس قلب اپنے خفقان میں ہے اور سر اپنے دوران میں ہے۔

۳۔ اگر وہ میرے اشک چشم کے متعلق اپنے بعد کے زمانہ میں تحقیق کریں تو بطور حکایت کے کہنا کہ مثل ابر کے ہے اس کے برسنے میں اور مثل بحر کے ہے اس کے جوش میں۔

۴۔ لیکن وہ محبت باوجود اس تمام تر ماجرا کے فریفتہ ہے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پس آپ کا خیال اس کے قلب میں ہے اور آپ کا تذکرہ اس کی زبان پر ہے۔

۵۔ اور بہت زمانہ طویل سے دعا کر رہا ہے اور دعا میں الحاح اور مبالغہ کر رہا ہے تا کہ وہ آپ کے باغ میں طواف کرے اور آپ کے ریحان سے خوشبو آئے۔

۶۔ اے وہ ذات پاک جن کا رتبہ تمام خلائق پر بلندی میں فائق ہو

گیا یہاں تک کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں ثنا فرمائی۔

۷۔ اللہ تعالیٰ آپ پر درود نازل فرمائے زمانہ کے اخیر تک تفضل کرتا ہوا اور ترحم فرماتا ہوا اور آپ کو اپنے احسانات موعودہ عطا فرمادے۔۱۲ منہ

عروہ بن مسعود رئیس مکہ نے آپ کی مجلس شریف سے مکہ واپس جا کر لوگوں سے بیان کیا کہ اے میری قوم واللہ میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر وکسریٰ ونجاشی کے پاس گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں واللہ جب کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرہ اور بدن کو مل لیتا ہے اور جب آپ ان کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لئے گویا اب لڑ پڑیں گے اور جب آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور وہ لوگ آپ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے تک نہیں۔الحدیث

براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے اور قبر تک پہنچے ہنوز مردہ لحد میں نہیں رکھا گیا تھا (کچھ دیر ہو گئی) آپ اور ہم آپ کے اردگرد اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے (یعنی نہایت سکون وسکوت کے ساتھ) یہ مواہب میں ہے کہ جب آپ کی صوت پر صوت کا بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے تو اپنی آراء واہواء کے آپ کی سنت اور حکم پر بڑھانے کی نسبت کیا گمان کرتے ہو اور جب آپ کی مجلس سے بلا اذن جانا جائز نہیں تو آپ کی تفاصیل دین سے دوسری طرف جانا کیسے جائز ہوگا۔

امیر المومنین ابوجعفر نے امام مالک سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں گفتگو کی امام مالکؒ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین تم کو کیا ہوا اس مسجد میں آواز مت بلند کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات کے بعد وہی ہے جو حالت حیات میں تھا سو ابوجعفر دب گیا اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو آپ نے دو شخص اہل طائف کو فرمایا تھا کہ تم مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو روایت کیا اس کو بخاری نے۔(کذا فی المشکوٰۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ اگر تنہا بھی ہوں تو ملاقات کے وقت بوجہ اپنی جلالت وعظمت کے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ایک بڑے حشم وخدم میں ہیں۔۱۲ منہ

گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور اب تک باہر آکر دستمال نہیں ہوا اپنی چمک اور دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو ان دو کانوں سے نکلا ہو جن میں ایک کان زبان مبارک ہے یعنی کلام بلاغت انتظام اور دوسری دولب شریف و دندان درخشاں خلاصہ یہ کہ وہ موتی جو ہنوز صدف سے نہیں نکلا وہ کمال (صفائی) میں آپ کے کلام اور دندان سے مشابہ ہے گو ان کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا (ان اوصاف سے آپ کا معظم سورتاً ومعناً ہونا ثابت ہے اور یہ مقتضی ہے کمال محترم وواجب التوقیر ہونے کو) ۱۲ عطر الوردہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ردالمختار میں ہندیہ سے نقل کیا ہے کہ تاجر کا کپڑا کھولنے کے وقت اس غرض سے تسبیح یا درود پڑھنا کہ خریدار کو کپڑے کی عمدگی جتلانا مقصود ہے یا چوکیدار جگانے کے لئے ایسا کرے اسی طرح کسی بڑے آدمی کے آنے کے وقت اس غرض سے درود پڑھنا کہ لوگوں کو اس کے آنے کی اطلاع ہو جاوے تو لوگ کھڑے ہو جاویں یا اس کے لئے مجلس میں جگہ کر دیں یہ سب مکروہ ہے۔

سنن ابن ماجہ باب صلوٰۃ الحاجت میں عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک شخص نابینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر چاہے تو دعا کر دوں اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے اے محمد ﷺ

میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ پوری ہووے اے اللہ آپ کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

اس میں جو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے اس سے نداء غائب کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو آپ کی خدمت میں حاضر تھا انجاح الحاجت میں ہے کہ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے کتاب الدعوات میں نقل کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور بیہقی نے تصحیح کی ہے اور اتنا زیادہ کیا ہے کہ وہ کھڑا ہو گیا اور بینا ہو گیا۔

انجاح الحاجت میں بعد تصحیح حدیث مذکور کے کہا کہ طبرانی نے کبیر میں عثمان بن حنیفؓ المذکور سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس کسی کام کو جایا کرتا اور وہ اس کی طرف التفات نہ فرماتے اس نے عثمان بن حنیف سے کہا انہوں نے فرمایا تو وضو کر کے مسجد میں جا اور وہی دعا اوپر والی سکھلا کر کہا کہ یہ پڑھ چنانچہ اس نے یہی کیا اور حضرت عثمانؓ کے پاس جو پھر گیا تو انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم کی اور کام پورا کر دیا۔ الحدیث۔

مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آئی۔ دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے نداء بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لئے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لئے خواص کو بھی روکا جاتا ہے دوسرے وہ حضرات یہ نداء حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

مشکوٰۃ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب لوگوں پر قحط ہوتا تو حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے واسطہ سے دعا بارش کی کیا کرتے تھے اور فرماتے کہ اللہ ہم پہلے آپ کے دربار میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کیا کرتے تھے آپ ہم کو بارش دیتے تھے اور اب ہم آپ کے دربار میں اپنے پیغمبر کے چچا کا توسل کرتے ہیں سو ہم کو بارش دیجئے چنانچہ بارش ہوتی تھی روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جب کہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسل پر کسی صحابیؓ سے نکیر منقول نہیں اس لئے اس میں اجماع کے معنی آ گئے۔

ابوالجوزاء سے روایت ہے کہ مدینہ میں سخت قحط ہوا لوگوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کر دو یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان حجاب نہ رہے چنانچہ ایسا ہی کیا تو بہت زور کی بارش ہوئی الحدیث روایت کیا اس کو دارمی نے۔ (کذا فی خیر المواعظ)

باب الکرامات

ف: اوپر توسل بالقول ثابت ہوا تھا اس سے توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے کہ یہ آپ کے نبی کی قبر جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور نبی کی ملابس چیز کو متبرک سمجھنا بوجہ اس کے کہ علامت ہے۔

مواہب میں بسند امام ابوالمنصو رصباغ ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلال سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا.

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور ان محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ میں ہوئی ہے اھ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا

اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔
۱۔اور جس شخص کی نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے ہو تو فتح اور نصر اور ظفر اس کے لشکر میں ہے۔
۲۔اس بندہ نے آپ کو یا رسول اللہ مستغیث ہو کر اور امید کی چیزوں کا امیدوار ہو کر پکارا ہے سو اس کے لئے سوا آپ کے لطف کے کوئی نظر گاہ نہیں۔
۳۔اے اللہ ہم پر ہمارے سردار خیر الامم کے قلب کو مہربان کر دیجئے کیونکہ آپ کی طرف سے عطوف کا انتظار ہے ۱۲منہ
آیت وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ حضرت عباسؓ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ نے فرمایا کہ میں (رسول تو ہوں ہی مگر دوسرے فضائل حسبی ونسبی بھی رکھتا ہوں چنانچہ میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے خلق کو (جو کہ جن وغیرہ کو بھی شامل ہے) پیدا کیا اور مجھ کو ان کے بہترین (یعنی انسان) میں سے کیا پھر ان انسانوں کے دو فرقے (عجم و عرب) بنائے اور مجھ کو بہترین فرقہ (یعنی عرب) میں کیا پھر ان (عرب) کو مختلف قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں بنایا پھر ان (قریش) کو کئی خاندان بنائے اور مجھ کو بہترین خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں بنایا پس میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب میں افضل ہوں اور خاندان کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہوں۔

جب سورۃ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ آپ کے مرض میں نازل ہوئی سو آپ نے توقف نہیں فرمایا جمعرات کے روز باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھے اور حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مدینہ میں اعلان کر دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سننے کو جمع ہو جاؤ چنانچہ بلالؓ نے پکار دیا اور چھوٹے بڑے سب جمع ہو گئے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر حمد وثناء وصلوٰۃ علی الانبیاء کے بعد فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں عربی حرمی مکی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(کذا فی الجلد الاول من فتاوی مولانا عبدالحی ۵۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسانؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے کہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مفاخر بیان کرتے اور مشرکین کے مطاعن کا جواب دیتے اور آپ ﷺ ارشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ حسان کی تائید روح القدس سے فرماتا ہے جب تک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت یا مدافعت کرتے رہیں گے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ایک مجمع حضرت زید بن ثابت کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ باتیں کیجئے انہوں نے فرمایا کہ میں کیا کیا باتیں کروں کہ احاطہ بیان سے خارج ہیں اس کے بعد کچھ حالات بیان کئے) (کذا فی الشمائل الترمذی)

۱۔ اور جب سے میں نے تعریفات حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے افکار کو لازم کر دیئے ہیں تو میں نے اس کو اپنی نجات کے لئے عمدہ مصاحب اور ضامن پایا ہے۔
۲۔ اور وہ تونگری جو بذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوگی وہ ہرگز کسی ہاتھ کو خالی محتاج نہیں چھوڑے گی بلکہ سب کو مالا مال کر دے گی کیونکہ آپ کا فیض مثل عام باران کے ہے کہ وہ زمینہائے لائق زراعت کو جس میں اس کا پانی بخوبی ٹھہرتا ہے تروتازہ کرتا ہے۔
۱۔ ہاں رات کو خیال محبوب میرے پاس آیا اور مجھے بیدار کیا اور حقیقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کس طرح دریافت کر سکتے ہیں۔

ایسی حالت میں کہ اب محبوب تک رسائی کی بھی توقع نہ رہی تو محبوب کے قائم مقاموں کو ہی غنیمت سمجھنا چاہئے بقول مولانا رومی۔

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
چارہ نبود در مقامش جز چراغ
چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

فضائل صحابہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اصحابؓ کا اکرام کرو کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔ روایت کیا نسائی نے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارہ میں میرے بعد ان کو نشانہ (اعتراضات کا) مت بنانا جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو شخص ان سے بغض کرے گا میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا اور جو ان کو ایذا دے گا اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اصحاب کو برا مت کہو کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی ان صحابہ کے ایک مد یعنی ایک سیر اور بلکہ نصف مد کے درجہ کو بھی نہ پہنچے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

فضائل اہل بیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لئے بھی محبت رکھو کہ وہ تم کو نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے کے سبب سے (یعنی اللہ تعالیٰ جب محبوب ہیں اور میں اس کا رسول اور محبوب ہوں اور اہل بیت میرے منتسب و محبوب ہیں تو ان سے بھی محبت رکھو) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہے جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی جو شخص اس میں سوار ہوا اس کو نجات ہوئی اور جو شخص اس سے جدا رہا ہلاک ہوا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم میں ایسی (دو) چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عزت یعنی اہل بیت اور ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے سو ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: کتاب اللہ سے مراد احکام شریعت ہیں جو دلائل اربعہ سے ثابت ہیں جن کے ماخذ میں صحابہ و اہل بیت و فقہاء و محدثین ہیں۔

ارشاد ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس کا اقتدا کرلو گے ہدایت پا جاؤ گے روایت کیا اس کو رزین نے حضرت عمرؓ سے اور جیسا کہ حق تعالیٰ کا عام ارشاد ہے فَاسْئَلُوْآ اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کہ اس میں سب علماء داخل ہو گئے اور کتاب اللہ کا اطلاق مطلق حکم شرعی پر خود حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ میں فرمایا کہ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت واپس دلوائی اور ایک شخص کو سوتا زیانوں اور سال کی جلاوطنی کی سزا دی اور عورت کے لئے بشرط اس کے اعتراف کے رجم تجویز فرمایا صحیحین میں یہ روایت ہے حالانکہ ان احکام مذکورہ میں سے بعض قرآن مجید میں نہیں ہیں پس تمسک کتاب اللہ سے مراد حدیث تمسک باحکام شرعیہ ہوا اور تمسک بالعترۃ سے مراد محبت اہل بیت کی ہوئی کہ وہ بھی واجبات ایمانیہ سے ہے جیسا کہ حضرت عباسؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک تم لوگوں سے (کہ میرے اہل بیت ہو) اللہ اور رسول کے واسطے محبت نہ رکھے روایت کیا اس کو ترمذی نے عبد المطلب بن ربیعہ سے پس حاصل حدیث کا دو چیزوں کی تاکید ہوئی احکام شرعیہ پر عمل کرنا اور حضرات اہل بیت سے محبت رکھنا۔

حدیث افک میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے بارہ میں فرمایا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِىْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ کوئی شبہ کی گنجائش نہیں پس ان سے محبت رکھنا واجب ہوا قرآن مجید میں ان کو امہات المؤمنین فرمایا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کرنے

والے کی مدح فرمائی ہے چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرے بعد جو شخص نیک سلوک کرے گا وہ بڑا سچا اور نیکوکار ہے روایت کیا اس کو احمد نے۔

فضائل علماء

ورثۃ الانبیاء: جو شخص علم دین کو دنیا کے کسی مطلب کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت میں جنت کی خوشبو بھی نہ پاوے گا۔

عالم کے لئے تمام مخلوق آسمان اور زمین کی اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے کواکب پر۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کی نسبت پوچھا گیا جو بنی اسرائیل میں تھے ایک تو عالم تھا کہ فرض مع اس کے ضروری متعلقات کے پڑھ لیتا اور پھر لوگوں کو دین کی تعلیم دینے بیٹھ جاتا اور دوسرا دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا سو ان میں کون افضل ہے۔ فرمایا کہ یہ جو عالم تھا۔

زیارت نبوی:

ان شاء اللہ تعالیٰ تین جمعہ نہ گزرنے پاویں گے کہ زیارت نصیب ہوگی وہ یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ ںِالنَّبِیِّ الْاُمِیِّ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ (دیگر) جو شخص دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے دولت زیارت نصیب ہو وہ یہ ہے صلی اللہ علی النبی الامی (دیگر) نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستر بار اس درود شریف کو پڑھنے سے دولت زیارت نصیب ہو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیدنا محمدِ بحر انوارک معدن اسرارک ولسان حجتک وعروس مملکتک وامام حضرتک وطراز ملکک وخزائن رحمتک وطریق شریعتک المتلذذ بتوحیدک انسان عین الوجود والسبب فی کل موجودٍ عین اعیان خلقک المتقدم من نور ضیائک صلوٰۃ تدوم بدوامک وتبقی ببقائک لا منتھی لھا دون علمک صلوٰۃ ترضیک وترضیه وترضی بها عنا یا رب العلمین۔ (دیگر) اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لئے شیخ نے لکھا ہے اللھم رب الحل والحرم ورب البیت الحرام ورب الرکن والمقام ابلغ لروح سیدنا ومولٰنا محمد ا منا السلام مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پر ہونا اور ظاہری وباطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔

حکایت:

ایک عاشق بامراد جنہیں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی انہوں نے اپنا مکمل خواب حضرت حکیم الامت کی خدمت میں بذریعہ خط رجب ۱۳۱۹ء سے آگاہ کیا۔

لکھتے ہیں کہ تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے لوگ کہہ رہے ہیں یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں۔ ایک نقاب چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے ہیں میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں جاگ رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور کے کلام مبارک کی آواز برابر سنتا ہوں اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے (مجھ کو یاد نہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں اس کی کیا اصلیت ہے اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا اور چہار شنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا فقط۔

تنبیہ: یہ ارشاد ہوا کہ یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں الخ براہ شفقت و بطور رخصت ہے حکم اور عزیمت نہیں علاوہ دلائل شرعیہ کے خود خواب ہی میں اس کا قرینہ موجود ہے۔ یعنی آہستہ سے ارشاد فرمانا ورنہ احکام کا مقتضا ظاہر ہے کہ اعلان حافظ اشفاق رسول تھانوی جو وضوح و صدق رویاء میں خاص مناسبت رکھتے ہیں ذکر مولد شریف کے از حد شائق و راغب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں دونوں پائے مبارک دراز کئے ہوئے اور چادر سفید پاؤں سے گردن تک ڈالے ہوئے ہیں اور ایک دو پٹہ کمر سے بندھا ہوا ہے اور سفید چوغہ زیب بدن ہے کمترین نے سامنے جا کر سلام عرض کیا ارشاد ہوا کہ جو شخص ہماری تعریف کر کے شفاعت چاہے ہم اس کی شفاعت نہیں کرینگے ہم اس کے شافع ہونگے جو ہماری احادیث پر عمل کرے گا۔ ازنشر الطیب تمت اقتباسات

فضائل درود شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما. اللھم صلی علی سیدنا محمد طب القلوب ودوانھا وعافیۃ الابدان و شفائھا و نورالابصار وضیائھا وروح الارواح و سربقائھا و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم.

آیت درود کی تفسیر:

ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی. بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی یعنی محمد ﷺ پر صلوۃ بھیجتے ہیں۔ اللہ کی صلوۃ کا مطلب رحمت ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے معنی دعا ہیں۔ یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اے ایمان والو (جن ہو یا بشر تم بھی صلوٰۃ پڑھو اور سلام پڑھو) اللہ پاک اچھے اعمال کا مخلوق کو حکم دیتا ہے لیکن خود اس سے بالاتر ہے۔ کیونکہ وہ معبود ہے لیکن صلوٰۃ میں ابتداء اپنی ذات اور فرشتوں سے کی اور بعد میں مومنوں کو حکم دیا اور جیسا کہ رسول کریم ﷺ کی تعظیم اور احترام آیت سے معلوم ہوئی اسی طرح مومنین کی فضیلت بھی ثابت ہوئی اور ان کو حکم ملا کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اپنے آپ کو اللہ کے اخلاق سے متصف کرو جو کام میں کرتا ہوں اس میں میرے شریک رہو۔ اللہ اللہ کیا مبارک شرکت ہے۔ اللہ ہر مومن کو نصیب کرے۔

ایک کے بدلہ دس:

رسول کریم ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے اور خوشی چہرہ انور سے ظاہر ہوتی تھی۔ پھر فرمایا جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا یا محمد ﷺ کیا آپ ﷺ اس بات پر خوش نہیں کہ آپ ﷺ کا امتی آپ ﷺ پر ایک بار سلام بھیجے اور میں اس پر دس بار سلام کہوں۔ یقیناً زیادہ قریب تم میں سے وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھے گا۔ نقل ہے کہ علی بن موفق نے نفلی حج رسول کریم ﷺ کے لئے کیا فراغ کے بعد رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور فرمایا کہ یہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ قیامت کے دن میں تیرے ہاتھ کو پکڑ کر موقف سے سیدھا جنت لے جاؤں گا اور لوگ حساب کے لئے کھڑے ہوں گے اب محبت کیا چیز ہے محبت متابعت کا نام ہے اگر متابعت ہے تو محبت ہے اگر متابعت نہیں تو محبت بھی نہیں ہے کھوکھلے نعرے ہیں۔

تعصی الا لہ وانت تظھر حبہ
واللہ ھذا فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لا طعتہ
ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی اللہ کی نافرمانی بھی کرتے ہو اور محبت کا دعویٰ بھی

کرتے ہو اللہ پاک کی قسم یہ عجیب بات ہے حقیقت تو یہ ہے کہ اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو تم اللہ کے احکام کی متابعت کرتے اس لئے کہ محب محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے مجنوں لیلیٰ کے عشق میں سچا تھا تو اس اس کے کتنے کے قدموں کو چومتا تھا اور تم اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو لیکن رسول ﷺ کی سنت اور اللہ کے فرائض کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

کتاب میں درود لکھنا:

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی کتاب لکھتے وقت میرے اوپر درود لکھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے مغفرت اور دعا مانگتے رہیں گے۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں موجود ہوگا۔

دعا کی قبولیت:

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں ہر دعا کی قبولیت موقوف رہتی ہے جب تک محمد ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے۔

اسی سال کے گناہ معاف:

من صلی علی یوم الجمعة مائة مرة غفرت له خطیئة ثمانین سنة اور فرمایا ہے رسول ﷺ نے جس نے جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجا اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔

پل صراط پر نور:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اوپر درود پڑھنے والے کے لئے پل صراط پر نور ہوگا۔ یعنی وہ درود اس کے لئے نور بن جائے گا اور جو کوئی پل صراط پر نور والا ہوگا وہ آگ والوں میں سے نہیں ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ پل صراط جہنم کے اوپر رکھا گیا ہے۔ میدان حشر سے جنت جانے کا وہی راستہ ہے۔ تو درود شریف مومن کے لئے نور ہوگا نیچے سے دوزخ آواز دے گی' اے مومن! جلدی گزر جا تیرا نور میری آگ بجھاتا ہے۔

ستر ہزار فرشتوں کی دعا:

فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد ﷺ آپ ﷺ پر کوئی درود نہیں پڑھے گا مگر ستر ہزار فرشتے اس پر درود پڑھیں گے۔ یعنی اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں گے۔ اور جن کی مغفرت کے لئے فرشتے دعا کریں گے وہ جنت والوں میں سے ہوگا۔

حوروں کی کثرت:

فرمایا: میرے اوپر بہت درود پڑھنے والے جنت میں زیادہ بیویوں (حوروں) والے ہوں گے۔

مخصوص فرشتوں کی دعاء:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی مجھ پر درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کی خاطر تو اللہ پاک اس درود سے ایک فرشتہ پیدا کر دیتا ہے اس کا ایک پر مشرق میں ہوتا ہے اور دوسرا مغرب میں اور اس کے پاؤں ساتویں زمین میں ہوتے ہیں اور گردن عرش کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ پاک اس فرشتے کو فرماتے ہیں میرے اس بندے کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ اس نے میرے نبی ﷺ پر درود پڑھا۔ وہ فرشتہ قیامت تک اس کے لئے دعا کرتا ہے۔

نجات کی ضمانت:

اور جس نے ہزار بار میرے اوپر درود پڑھا اللہ پاک اس کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام کر دے گا اور ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ پاک اس کو قول ثابت پر یعنی **لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ** پر یہی قول ثابت ہے۔

یعنی دنیا کی زندگانی میں اگر اس پر بہت سے امتحانات اور بہت سے مصائب آئیں گے تو متزلزل نہیں ہوگا اور آخرت میں بھی متزلزل نہیں ہوگا جب کہ قبر میں فرشتے اس سے سوال کریں گے۔ **من ربک و من نبیک وما دینک** تیرا رب کون ہے تیرا نبی کون ہے اور تیرا دین کون سا ہے؟ تو صحیح جواب دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو بلاحساب جنت میں داخل کر دے گا اور آئے گا درود اس کا مجھ پر اس حالت میں وہ نور ہوگا اس کے لئے پل صراط پر قیامت کے دن جس کی مسافت پانچ سو سال کی ہے اور بعض احادیث میں تین ہزار سال کی مسافت ہے' ہزار سال اونچائی' ہزار سال استواء' ہزار سال اترائی اور فضل بن عیاض سے روایت ہے کہ مسافت پندرہ ہزار سال کی

ہے۔ پانچ ہزار اونچائی' پانچ ہزار استواء' پانچ ہزار اترائی' بال سے باریک تلوار کی دھار سے تیز جہنم کے اوپر رکھا گیا ہے۔

عالی شان محل:

اور اللہ ہر درود کے بدلے میں جو مجھ پر بھیجا ہے' ایک عالیشان مکان جنت میں دے دے گا۔ اب تمہاری مرضی ہے تھوڑا پڑھو یا زیادہ پڑھو۔

سعید بن مطرف کا واقعہ:

سعید بن مطرف خیاط جو کہ ایک صالح بندے گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے سوتے وقت ایک تعداد درود شریف کی اپنے اوپر مقرر کی تھی جب اپنے بستر سونے کے لئے آتا تھا تو وہ درود شریف رسول کریم ﷺ پر پڑھتا تھا تو ایک رات میں نے مقدار پوری کی اور آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ نبی علیہ السلام کمرہ کے اندر تشریف لائے۔ سارا کمرہ روشن ہو گیا۔ پھر میرے قریب تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہارا منہ جس سے تم کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھتے ہو میں اس کو چوم لوں۔ میں نے تو بوجہ حیاء منہ ذرا موڑ لیا تو آپ ﷺ نے میرے رخسار پر بوسہ دے دیا۔ تو میں ہیبت کی وجہ سے بیدار ہو گیا اور اپنی بی بی کو بھی بیدار کیا۔ لیکن مکان مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو گیا تھا اور میرے رخسار سے آٹھ دن تک خوشبو میری بی بی کو آتی تھی۔

قبر سے خوشبو:

صاحب دلائل الخیرات کی قبر کی مٹی سے مشک جیسی خوشبو نکلتی تھی۔ درود کی کثرت کی وجہ سے صلی اللہ علیہ وسلم

مشکلات و پریشانیوں کا علاج:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو سخت حاجت درپیش ہو جائے تو چاہئے کہ مجھ پر درود کثرت سے پڑھے۔ زیادہ درود وہموم' غموم' کروب سب کو رفع کرتا ہے۔

محبت کی نشانی:

ایک روایت میں ہے کہ محبت کی نشانی ہمیشہ میرا ذکر کرنا اور زیادہ درود مجھ پر بھیجنا ہے اس لئے کہ من احب شیئا اکثر من ذکرہ جو کسی چیز کے ساتھ محبت کرتا ہے اس کا ذکر بہت کرتا ہے اور رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں کون زیادہ قوی ہے تو فرمایا جو میرے اوپر ایمان لایا ہے اور مجھے دیکھا نہیں اور یہ سوال اس لئے کیا کہ مخلوق ایمان میں متفاوت ہے۔ کسی کا ایمان بہت قوی ہے کسی کا ضعیف اس لئے کہ وہ محض اپنے شوق اور خواہش سے مجھ پر ایمان لایا اور میری محبت کی صداقت کی وجہ سے اس کی نشانی اس مومن میں یہ ہے کہ وہ آرزو کرے گا کہ کاش جو میرے پاس دولت اور ملکیت ہے ان سب کے بدلے میں مجھے دیدار سید الابرار نصیب ہو' اور دوسری روایت میں یہ عبارت ہے کہ سارے روئے زمین کے برابر سونے کے بدلے میں دیدار نصیب ہو۔ یہ مومن برحق ہے اور میری محبت کا سچا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درود کا حکم:

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ علیہ السلام تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے کلام کی بہ نسبت تمہاری زبان سے تمہارے وساس کی بہ نسبت تمہارے دل کی تمہاری روح کی بہ نسبت تمہارے بدل کے اوپر تمہاری بینائی کی بہ نسبت تمہاری آنکھوں کے زیادہ قریب ہو جاؤں؟ کہا! ہاں اے رب۔ فرمایا رب نے **فاکثر الصلوۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم** مجھ پر زیادہ درود پڑھو اگر کسی کو شیخ کامل نہ ملے تو کثرت درود اس کا کام کرتا ہے۔

درود شریف کی دس کرامتیں:

کتاب میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ پر درود پڑھنے میں دس کرامات ہیں۔ (۱) درود پڑھنے والے پر اللہ کی رحمت' (۲) نبی ﷺ کی شفاعت' (۳) فرشتوں کی مطابقت' (۴) فجار اور کفار کی مخالفت' (۵) گناہوں کو نیست و نابود کرنا' (۶) حوائج کا پورا ہونا' (۷) باطن کی صفائی اور نورانیت' (۸) قیامت کی تکالیف سے نجات' (۹) دخول دار القرار یعنی جنت۔ (۱۰) سلام الرحیم الغفار۔ (حدائق الانوار) اختتام اقتباسات اسماء النبیؐ

فضیلت درود شریف:

فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی قوم ایسی مجلس میں نہیں بیٹھے گی جو کہ مجھ پر درود پڑھنے کے بغیر اٹھ کر چلی جائے

مگر وہ متفرق ہو گی اس طرح جیسے کہ انتہائی بد بودار سڑے ہوئے مردار سے اٹھے ہوں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا اس نے جنت کا راستہ چھوڑ دیا۔ حضرت حسینؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جاوے اور مجھ پر درود نہ پڑھے۔

بخیل اربود زاهد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

بخیل اگر تری اور خشکی (تمام روئے زمین) کا زاہد ہو حدیث کے حکم سے جنتی نہ ہوگا اور مشہور مقولہ ہے البخیل عدو الله ولو کان زاهد۔ بخیل اللہ کا دشمن ہے اگر چہ زاہد ہو

بلغ العلے بکماله کشف الدجے بجماله
حسنت جمیع خصاله صلوا علیه وآله

چیدہ چیدہ درود شریف

اللهم اجعل صلوتک وبرکاتک ورحمتک علی سید المرسلین و امام المتقین خاتم النبیین محمد عبدک و رسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمة اللهم ابعثه مقاما محمودا یغبطه فیه الاولون والاخرون. اللهم صل وسلم و بارک علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد افضل مملوح بقولک و اشرف داع الاعتصام بحبلک و خاتم انبیائک و رسلک صلوة تبلغنا فی الدارین عمیم فضلک و کرامة رضوانک ووصلک.

۲- اللهم صل علی محمد و علی آل محمد صلوة تکون لک رضاء وله جزاء ولحقه اداء واعطه الوسیلة والفضیلة و المقام المحمود الذی وعدته.

۳- اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انک حمید مجید. اللهم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انک حمید مجید.

بخشش:

کسی نے امام شافعیؒ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا ان سے دریافت کیا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا کہا بخش دیا پھر ان سے پوچھا کس عمل سے تو کہا ان درودوں کے پڑھنے کی برکت سے۔

۵- اللهم صل علی محمد عدد من صلی علیه وصل علی محمد عدد من لم یصل علیه وصل علی محمد کما امرتنا بالصلوة علیه و صل علی محمد و علی آل محمد کما امرتنا ان نصلی علیه.

آنحضرت ﷺ کی زیارت:

ابن فاکہانی سے روایت ہے کہ جو کوئی درود ذیل کو ستر بار پڑھے گا رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھ لے گا اس پر جبیر اور ابن دواعہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بھی دیکھ لے گا اور جس نے مجھے قیامت میں دیکھا میں اس کی شفاعت کروں گا وہ میرے حوض کوثر سے پانی پئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی جسد کو آگ دوزخ پر حرام کر دے گا وہ درود یہ ہے۔

۵- اللهم صل علی روح محمد فی الارواح وصل علی جسد محمد فی الاجساد و صل علی قبر محمد فی القبور اللهم ابلغ روح محمد منی تحیة و سلاما اللهم صل علی سیدنا محمد کلما ذکره الذاکرون اللهم صل علی سیدنا محمد کلما غفل عن ذکره الغافلون.

حسن بن علی اسرائی نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس درود مبارک کو کسی آفت یا کسی مصیبت کے وقت ایک ہزار بار پڑھے اللہ اس کو مقصد میں کامیاب فرمائے گا۔

۶- اللهم صل علی سیدنا محمد صلوة تنجینا بها من جمیع الاهوال ولافات و تقضی لنا بها جمیع الحاجات و تطهرنا بها من جمیع السیئات و ترفعنا بها عندک اعلیٰ الدرجات و تبلغنا بها اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیات و بعد الممات.

(اخیر میں اگر یہ اضافہ کرے تو بہتر ہوگا) انک علی کل شیء قدیر۔

بینائی کا واپس آ جانا:

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ایک نابینا سرورِ کونین ﷺ کے پاس آئے تھے یہی دعا ان کو بھی بتائی تھی انہوں نے پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بینا کر دیا یعنی ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

۷- اللهم رب الارواح والاجساد البالية اسئلک بطاعة الارواح الرجعة الى اجسادها و بطاعة الاجساد الملتئمة بعروقها و بكلماتک النافذة فيهم و اخذک الحق منهم والخلائق بين يديک ينتظرون فضل قضائک و يرجون رحمتک ويخافون عقابک ان تجعل النور فی بصری و ذکرک باليل والنهار على لسانی وعملا صالحا فارزقنی۔

مسنون دعائیں

دعاء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا فاطمہ کونسی چیز تجھے میری وصیت سے منع کرتی ہے سنو میری وصیت یہ ہے کہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔

ياحی ياقيوم برحمتک استغيث لاتكلنی الى نفسی طرفة عين واصلح لی شانی كله

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح کے وقت یہ دعا مانگتے تھے۔

اللهم ان هذا خلق جديد فافتحه على بطاعتک واختمه لی بمغفرتک ورضوانک وارزقنی فيه حسنة تقبلها منی وزکها و ضعفها لی وما عملت فيه من سيئة فاغفر حالی انک غفور رحيم و دود كريم۔

عیسیٰ علیہ السلام کی دعا:

اللهم انی اصبحت لااستطيع دفع مااكره ولا املک نفع ما ارجوا و اصبح الامر بيد غيری واصبحت مرتهنا بعملی ولا فقير افقر منی

اللهم لاتشمت بی علوی ولا تسوبی صديقی ولا تجعل الدنيا اكبر همی ولا تسلط علی من لا يرحمنی ياحی يا قيوم

اللهم انک تعلم سری وعلانيتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سولی و تعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی اللهم انی اسئلک ايمانا يباشر قلبی ويقينا صادقا حتى اعلم انه لن يصيبنی الا ما كتبت علی والرضا بما قسمت لی ياذالجلال والاكرام۔

حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بندہ کھانا کھالے اور پھر یہ کہے۔

الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منی ولا قوة۔

تو اس حمد اور شکر کی برکت سے اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

میزبان کے لئے دعا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بوالہیثم رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کی دعوت کی جب سب کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کو بدلہ دو عرض کیا گیا ان کو کیا بدلہ دیا جا سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کسی بھائی کے گھر جاؤ اور وہاں کچھ کھاؤ پیو اور پھر اس کے لئے خیر و برکت کی دعا کرو تو یہی تمہاری طرف سے اس کا بدلہ ہے۔

بے چینی خوف و ہراس کی دعا:

اللھم استر عورا تنا و امن روعاتنا

پریشانی کی دعا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب بھی کوئی پریشانی لاحق ہوتی تھی تو یہ مبارک کلمات پڑھا کرتے تھے

لاالہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لاالہ الا اللہ رب السموت ورب الارض و رب العرش الکریم

دعا برائے دفع تفکرات:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب کبھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو فکر اور پریشانی ہوتی تھی تو یہ اسماء پڑھتے تھے **یاحی یاقیوم برحمتک استغیث** اور لوگوں کو بھی فرماتے تھے **یاذالجلال والاکرام** سے چمٹے رہو۔ یعنی ان مبارک ناموں کا ورد کرتے رہو چونکہ یاحی یاقیوم بعض روایات کے مطابق اسم اعظم ہے اور یاذالجلال والاکرام کے متعلق بھی اسم اعظم ہونے کی روایت موجود ہے۔

حضرت یونسؑ کی دعا:

لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین

تو جو مسلمان اپنی کسی مصیبت میں ان کلمات سے دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا اور مشکل آسان کرے گا۔

بیماری سے شفایابی کے لئے دعا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ اپنا داہنا ہاتھ اس کے جسم مبارک پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے۔

اذھب الباس رب الناس فاشف انت الشافی لا شفاء الاشفاء ک شفاء لایغادر سقما

جبریل امین کی دعا:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو جبریل امین آئے اور کہا اے محمد! آپ ﷺ کو تکلیف ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں تو جبرئیل امینؑ نے یہ دعا پڑھ کر جھاڑا اور اللہ نے شفا دی کلمات یہ ہیں۔

بسم اللہ ارقیک من کل شئی یؤذیک من شر کل نفس و حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک

ایک انتہائی جامع اور مبارک دعا:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول ﷺ کی حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں شام کے وقت یہ خاص دعا تھی۔

اللھم انک تسمع کلامی و تری مکانی و تعلم سری و علانیتی لا یخفے علیک شئی من امری و انا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبی اسئلک مسالۃ المسکین و ابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف الضریر و دعاء من خضعت لک رقبتہ و فاضت لک عبرتہ وذل لک جسمہ ورغم لک انفہ اللھم لا تجعلنی بدعائک شقیا و کن بی رء وفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین.

ترجمہ:

اے اللہ تو میری ہر بات سنتا ہے اور جہاں جس حال میں ہوں تو اس کو دیکھتا ہے اور تو میرے ظاہر و باطن سے باخبر ہے تجھ سے میرے کوئی بات چھپی نہیں ہے میں پریشان ہوں محتاج ہوں اور فریادی ہوں پناہ جو چاہوں ترساں ہوں ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں جیسے کوئی عاجز مسکین بندہ سوال کرتا ہے تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے کوئی گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے اور تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ جیسے کوئی خوف زدہ آفت رسیدہ دعا کرتا ہے اور اس بندے کی طرح مانگتا ہوں جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہوئی ہو اور آنسو بہہ رہے ہوں اور تن بدن سے وہ تیرے آگے فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہوں اے اللہ تو مجھے اس دعا میں ناکام ونامراد نہ رکھ اور میرے حق میں بڑا مہربان ونہایت رحیم ہوجا اے ان سب سے بہتر وبرتر جس سے مانگنے والے مانگتے ہیں اور اے بہتر دینے والے۔

باب ۴

غیر منقوط سیرت

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

جناب محمد ولی رازی صاحب نے سیرت طیبہ غیر منقوط نثر میں تحریر فرمائی۔ جس کا نام ''ھادیٔ عالم'' ہے۔
فیضی کی ''سواطع الالہام'' قرآن کریم کی غیر منقوط تفسیر فیضی کے نظریات سے قطع نظر اس میں شک نہیں ضرب المثل بن گئی اور اسے دنیا بھر میں پذیرائی حاصل ہوئی۔ لیکن تفسیر فیضی تو کوئی مستقل تفسیر نہیں بلکہ قرآن کریم کے متن پر تفسیری حواشی ہیں۔ اس کے بالمقابل ''ھادیٔ عالم'' رسول اکرم ﷺ کا مسلسل اور مکمل احوال ہے لوگوں کے واسطے اس کا اک حصہ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے ہر مسلم کی روح مسرور ہو گی۔

''اللہ اللہ! وہ رسول امم مولود ہوا کہ اس کے لئے صدہا سال لوگ دعاء گو رہے۔ اہل عالم کی مرادوں کی سحر ہوئی، دلوں کی کلی کھلی، گمراہوں کو ہادی ملا، گلے کو راعی ملا، ٹوٹے دلوں کو سہارا ہوا، اہل درد کو درماں ملا، گمراہ حاکموں کے محل گرے۔ سال ہا سال کی دہکی ہوئی وہ آگ مٹ کے رہی۔

'' ساری حمد اللہ کے لئے ہے، اسی کے کرم سے ہم معمار حرم (سلام اللہ علی روحہ) اسی کے کرم سے ہم کو حرم کی رکھوالی کا اکرام ملا اور ہم کو وہ مسعود گھر عطاء ہوا کہ دور دور کے امصار و ممالک کے لوگ اس کے لئے راہی ہوئے۔ وہ حرم عطاء ہوا کہ لوگ وہاں آ کر ہر طرح کے ڈر سے دور ہوں، اسی گھر کے واسطے ہم کو لوگوں کی سرداری ملی۔

مولودِ مسعود:

رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکرمہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ کی حاملہ ہو کر دورِ حمل کے ہر دکھ اور ہر الم سے دور رہیں دل کو اک طرح کا سرور سا رہا۔ سالِ مولود کے ماہ سوم کی دس اور دو ہے، سوموار کی سحر ہوئی اور مال کار وہ لمحۂ مسعود آ کے رہا کہ رسول اللہ کی والدہ کی گود اس ولدِ مسعود سے ہری ہوئی۔ اور وہ اہل عالم کی اصلاح کے لئے ماموں ہو کر مولود ہوا۔ اسی لمحۂ مسعود محمود کے لئے سارا عالم مادی کھڑا رہا اور اسی ولدِ مسعود کو ''لولاک'' کا عہدۂ مکرم عطاء ہوا۔

ام رسولؐ حاملۂ رسول ہوئیں، اس کو اللہ کا الہام ہوا کہ اس مولود کا اسم ''احمد'' رکھو!

رسول اللہ لوگوں سے ہمکلام ہوئے اور کہا ''محمد ہوں، ماحی ہوں، احمد ہوں۔

دادا کا رکھا ہوا نام اسم محمد ہے۔ والدۂ مکرمہ کا ارادہ ہوا کہ رسم مکہ کی رو سے وہ ولدِ مسعود کسی دودھ والی کے حوالے ہو۔ وہ دائی گلی گلی گھوم کر رسول اللہ کے گھر آئی۔ اس لئے ام رسولؐ سے کہا، اے والدۂ مکرمہ! اس لڑکے کو ہمارے حوالے کرو! ہادیٔ اکرم ﷺ کی والدۂ مکرمہ دل کے ٹکڑے کو دائی ماں کے حوالے کر کے اس سے ہمکلام ہوئی اور کہا کہ ''اے مائی! اس لڑکے کا معاملہ دوسرے لڑکوں سے الگ ہے''۔

کمال مسرور ہوئی اور لڑکے کو گود میں لے کر والدۂ مکرمہ کے آگے آئی۔ اللہ کے حکم سے اسی دم دائی ماں کا دودھ سواء ہوا۔ ولدِ مسعود کو مکے سے لے کر رواں ہوئے، اللہ کا کرم ہوا اور وہی سواری اس طرح دوڑی کہ ہوا ہو گئی اور اہل کارواں سے آ ملی۔ دائی ماں سواری دوڑا کر آگے آئی اور کہا کہ ''اے لوگو! اللہ کے کرم اور اس کی عطاء سے ہم کو مکے کا وہ مولود ملا ہے کہ سارے عالم کے مولود اس کے آگے کرو، واللہ سارے لڑکوں سے اعلیٰ و اسعد مولود ہم کو ملا ہے''۔

مولود مرسل اس کارواں کے ہمراہ اولاد سعد کے گاؤں آ رہا۔

لوگوں کو احساس ہو کے رہا کہ واللہ! اس ولدِ مکی کا معاملہ سارے لڑکوں سے الگ اور اہم ہے۔

ولدِ مسعود کو لے کر مکہ مکرمہ آئے اور اس کی ماں سے ملا لائے۔

ملائک کی آمد

اک سحر کو ہادی اکرم ﷺ دائی ماں کے اک لڑکے کے ہمراہ گھر سے دور ہو گئے۔ وہاں اللہ کے حکم سے دو ملائک آئے، ولدِ مکی کو لٹا کر اس کے صدرِ مسعود کو کاٹا اور اس سے کوئی کالا حصہ اٹھا کر دور ڈالا۔ اس کو ڈر لگا، اس لڑکے کو والدہ مکرمہ کے حوالے کر کے اس اہم معاملہ سے الگ ہو، والدۂ مکرمہ کے حوالے کر کے دل کا ملال گلے لگائے ہوئے گاؤں لوٹ گئی۔

حرم گئے اس طرح دعاء کی:

''اے اللہ! میرے رہوار محمد (ﷺ) کو لوٹا دے، اے اللہ! اس کو لوٹا دے اور اس کے واسطے سے ہم کو رحم و کرم کا مورد کر!

مکے کے سردار رسول اللہؐ سے ملے اور کہا کہ ماہ کامل کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ! ہادی اکرم ﷺ سرداروں سے ملے اور کہا کہ اگر اللہ کے حکم سے اسی طرح کر کے دکھاؤں اسلام لاؤ گے؟ سردار کا وعدہ ہوا کہ ہاں! ہم کلمۂ اسلام کہہ کر مسلم ہوں گے۔ ہادیٔ اکرم ﷺ اللہ کے آگے دعاء گو ہوئے، سارے لوگ سوئے ماہ کامل رو کر کے کھڑے ہوئے۔ معاً ماہ کامل کے دو حصے ہو گئے اور اک ٹکڑا دوسرے سے الگ ہو کر دور ہٹا۔ اس حال کا مطالعہ کر کے مکے کے گمراہوں کے حواس اڑ گئے اور اس طرح محو ہوئے کہ اک دوسرے سے لاعلم ہو گئے۔

حاکم اصحمہ کا عمدہ سلوک

اہل اسلام کا کارواں حاکم اصحمہ کے ملک آ کر ٹھہرا۔ اصحمہ کا اہل اسلام سے اکرام اور رواداری کا سلوک ہوا۔ مگر اہل مکہ کو اللہ والوں کو آرام کہاں گوارا؟ ہر دو اموال لے کر

حاکم اصحمہ کے ہاں گئے۔

رسول اللہ کے ولدِ عم آگے آئے اور کہا

''اے حاکم! ہم سالہا سال سے لاعلمی کی گہری کھائی گرے رہے اور علم سے دور رہے۔ مٹی کے گھڑے ہوئے الٰھوں کے آگے سر ٹکا کر سارے الٰھوں کے مملوک رہے، مردار کھا کر مسرور رہے۔ ہر طرح کی حرام کاری ہمارا معمول رہی، صلۂ رحمی سے کوسوں دور رہے۔ ہم سے کہا کہ سارے الٰھوں سے دور ہو کر اس اللہ کے ہو رہو کہ وہ واحد ہے۔ ہمارے لئے اس کا حکم ہوا کہ صلۂ رحمی کے عادی ہو، ہمسائے سے عمدہ سلوک کرو اور اس کے واسطے سے ہم کو حلال اور حرام کا علم ہوا۔

سارے مکے کے لوگ اس رسول کے اور ہمارے عدو ہو گئے۔ ہم کو کوڑے مارے گئے، سرِ عام رسواء کئے گئے۔ ہر طرح کے دکھ اور آلام ہم کو ملے اور ہمارے لئے مکے کی وادی حرام کر دی۔ ہمارے سردار اور اللہ کے رسول کا حکم ہوا کہ ہم حاکم عادل کے ملک آکر مکے والوں کے آلام سے رہا ہوں''۔

حاکم اصحمہ کا دل اس کلام سے ملائم ہوا اور کہا کہ اے لوگو! اس کلام کا کوئی حصہ ہمارے آگے کہو! رسول اللہؐ کے ولدِ عم آگے آئے اور اس سورہ کے اول حصے کی ادائیگی کی کہ وہ سورہ روح اللہ رسول کی والدہ کے اسم سے موسوم ہے۔

حاکم اصحمہ روح اللہ رسول کے مسلک کا آدمی رہا۔ اس کلام الٰہی کا سامع ہو کر وہ حامی ہوا۔ عمرو ولدِ عاص اور اس کا ہمراہی وہاں سے کمال ملول اور مرادوں سے محروم ہوئے، مکہ مکرمہ راہی ہوئے۔

رسول اللہؐ کے وہ ہمدم عمر مکرم کو لے کر سوئے ''دار کوہ'' آئے اور وہاں در کھٹکھٹا کے کھڑے ہوئے۔ اس لمحہ رسول اللہ ﷺ وہاں عمر ہمدم اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ رہے۔ عمر ہمدم کو معلوم ہوا کہ عمر در کے ادھر کھڑا ہے۔ کہا کہ اگر عمر اصلاح کے ارادے سے آرہا ہے، ہم سے عمدہ سلوک حاصل کرے گا۔ اور اگر اس کا کوئی اور ارادہ ہے، اسی کی حسام سے اس کو ہلاک کروں گا۔

عمر مکرم آگے آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! اسی ارادے سے اس گھر کو راہی ہوا ہوں اور کلمۂ اسلام کہہ کر رسول اکرمؐ کے حامی ہوئے۔ ہادیٔ اکرم کمال مسرور ہوئے اور اللہ احد کی صداء لگائی''۔

عمر مکرم کے اسلام سے اہل اسلام کو کمال حوصلہ ہوا۔ عمر مکرم اٹھے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! سارے اہل اسلام کو ہمراہ لے کر سوئے حرم آؤ! کہ اللہ کا گھر صدائے لا الٰہ الا اللہ سے معمور ہو۔

(۲) عمر مکرم اہل اسلام کو لے کر حرم آئے اور مکے کے گمراہوں سے کہا کہ اے لوگو! گواہ رہو کہ عمر کو راہِ ہدیٰ مل گئی اور وہ اسلام لا کر اللہ اور اس کے رسول کا حامی ہوا ہے۔ اہل اسلام کھلم کھلا حرم آکر محو حمد الٰہی ہوں گے۔ اگر کسی کو حوصلہ ہو، آگے آئے۔

الحاصل اس طرح عمر مکرم کے واسطے سے اہل اسلام کے لئے حرمِ الٰہی کا در کھلا۔

ہادیٔ اکرم ﷺ دو اور اک سال سارے اہلِ اسرہ کے ہمراہ اس درۂ کوہ کے محصور ہو کر رہے۔ وہ سارا عرصہ اسرۂ رسول کے لئے طرح طرح کے دکھوں اور آلام کا رہا۔ اس لئے کہ اہل مکہ کا ہر معاملہ سارے لوگوں سے رکا رہا۔ لوگ اکل و طعام سے محروم ہو گئے۔ گھاس اور کھال کے ٹکڑے کھا کھا کر رسول اللہؐ کے لئے سارے صدمے سہے۔ اس سارا عرصہ رسول اللہ ﷺ درۂ کوہ سے آکر کلمۂ اسلام کے لئے ساعی رہے۔

سردار اور وہ امراء لائے ہو کہ اس کی اساس عدل ہے۔ اس لئے آؤ معاہدے کا حال معلوم کرو۔ لوگ معاہدے کو لے آئے ہیں۔ اس کو کھولا۔ سارا معاہدۂ مسطور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر معدوم ہوا، اور اللہ کا اسم علیٰ حالہٖ لکھا رہا۔ اہلِ مکہ اس امر سے ٹھٹھر کر رہ گئے۔ عم سردار وہاں سے لوٹ کر ''درۂ کوہ'' آئے اور لوگوں کو سارے معاملے کی اطلاع دی۔ کہا کہ اللہ کے حکم سے ہم کو اس معاہدہ سے رہائی مل گئی۔

عم سردار اور عروس مکرمہ کا وصال

دم ہادیٔ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم عم سردار کے آگے آئے اور کہا کہ اے عم مکرم! لمحۂ وصال آلگا ہے۔ اس لمحہ اگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لو، اللہ سے دعاء کروں گا کہ وہ ساری عمر کے مکروہ اعمال محو کر کے دارالسلام کی دائمی عمر عطاء کرے گا۔

کہ وہ کلمہ کہہ لوں

مسلمہ اول اور سارے مسلموں کی ماں اک عمر رسول اکرم کی ہمراہی اور دلداری کر کے اللہ کے گھر کو سدھار گئی۔

سرورِ عالم صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم، ہمدم مکرم ہمراہ حرم مکہ کو الوداع کہہ کر وہاں سے راہی ہو گئے۔

دلوں کی کلی کھل گئی، سارے لوگوں کے رو مسکراہٹوں سے کھل گئے۔ سرور اور ولولوں سے وہ حال ہوا کہ وہاں کے لوگ اس طرح کے سرور اور ہماہمی سے سدا محروم رہے۔

سارے لوگوں سے اول رسول اللہ کے مددگاروں کے گروہ کو

ہادیٔ عالم اور ہمدم مکرم کی سواری دکھائی دی۔ اولاد عمرو اللہ احد کی صدا لگا کر سوئے رسول دوڑے۔ ہر آدمی ساعی ہوا کہ وہ ہر اک سے اول رسول اللہؐ سے ملے۔

''وداع کی گھاٹی سے ہمارے لئے ماہ کامل طلوع ہوا ہے۔ ہم لوگ اللہ کی حمد کے لئے مامور ہوئے کہ ہم ہر دعاء گو کے ہمراہ حمد کر کے مسرور ہوں۔ اے وہ کہ ہمارے لئے اللہ کی عطاء ہے، اللہ کا حکم لے کر ہمارے لئے وارد ہوا ہے''۔

رسول اکرم ﷺ کا گھر

سواریٔ رسولؐ دو لڑکوں کے اس حصے آ کر رکی، اس حصے سے ملا ہوا اک مددگار رسول کا گھر، رسولؐ اللہ کی ورودگاہ اور آرام گاہ ہوا۔ اس مددگار کے اس گھر کے لئے علماء سے اک اہم معاملہ مروی ہے۔ اس معاملے کی رو سے وہ گھر صدہا سال سے رسولؐ اللہ ہی کا رہا۔ اس لئے کہ اس گھر کی معماری اک حاکمِ صالح کے حکم سے ہوئی۔ اور اسی ارادے سے ہوئی کہ وہاں اللہ کے حکم سے اللہ کا اک رسول ﷺ آ کے ٹھہرے گا۔ اس گھر کا سارا حال علمائے کرام سے اس طرح مروی ہے۔

شهدت علیٰ احمد انه   رسول من الله باری النسم
فلو مد عمری الیٰ عمره   لکنت وزیرا له ابن عم
و جاهدت بالسیف اعدائه   و فرجت عن صدره کل غم

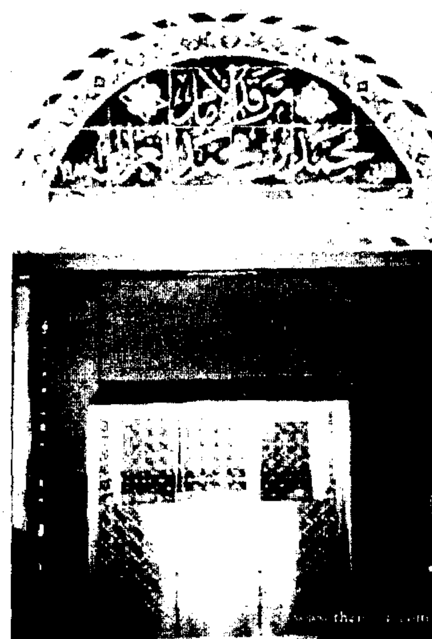
''گواہ ہوا ہوں کہ محمد واحمد (ﷺ) اللہ کا رسولؐ ہے۔ اگر اس حاکم کی عمر کو طول ہوا اور رسول ﷺ اللہ کا دور اس کو ملا، لامحالہ اللہ کے اس رسول کا مددگار رہوں گا۔ اور اس کے اعداء سے معرکہ آراء ہوں گا اور اس کے دل سے ہر الم کو دور کروں گا''۔

علماء کی رائے ہے کہ وہ مددگار رسول کہ اس کا گھر رسول ﷺ کی آرام گاہ ہوا۔ دراصل اسی عالم کی اولاد سے ہے۔

اسرائلی علماء کی آمد

آگے مسطور ہوا کہ اسرائلی علماء کو مکمل علم رہا کہ اک رسولِ امم ﷺ وادیٔ مکہ سے اٹھے گا اور اس رسول ﷺ کے دوسرے کئی احوال علماء کو معلوم رہے اور معمورۂ رسول ﷺ کے دوسرے لوگوں کو وہ سارے احوال اسرائلی علماء سے معلوم ہوئے۔

''لوگو آگاہ ہو رہو! کہ لامحالہ وہ اللہ کا وہی رسول ہے کہ سال ہا سال سے ہم اس کے حال سے آگاہ رہے اور اس کے لئے اللہ سے دعاء گو رہے۔ اس لئے اے لوگو اسلام لے آؤ!





باب ۵

تصوف

قرآن کریم کی روشنی میں

اس باب میں متعدد قرآنی آیات کا ترجمہ اور ان کی روشنی میں معلوم ہونے والے علم تصوف کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اور یہ دراصل حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی ایک تصنیف سے اقتباسات ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل تصوف دراصل قرآن کریم کی تعلیمات کا ہی ایک حصہ ہے۔ آج کل جاہلوں نے اسے شریعت سے متضاد رسوم کا مجموعہ بنادیا ہے یہ حقیقی تصوف نہیں ہے حقیقی تصوف وہی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی تعلیمات کے مطابق انسان کی تربیت کرے۔

اسی کی مدد سے ابتداء ہے اور اسی سے وصول الی المنتہاء ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ
''اور اللہ تعالیٰ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے''
اور دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ
اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ
''اللہ تعالیٰ ہر شئے کو گھیرے ہوئے ہے''
اور بلاشبہ آپ کے رب نے سب لوگوں کا گھیر رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے ان کے پاس کی چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ اور یہ سب آیتیں ان لوگوں کے قول کی صحت پر دال ہیں، جنہوں نے علماء صوفیہ میں سے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، مگر لوگوں کو خدا تعالیٰ کے مکان ہونے کی کیفیت معلوم نہیں (یعنی یہ حضرات احاطہ ذاتیہ کے بھی قائل ہیں اور اہل ظاہر کی طرح صرف احاطۂ صفاتیہ ہی کے قائل نہیں) اور احاطہ کے لئے یہ ضرور نہیں کہ محیط اور محاط دونوں جسم ہوں۔ تفسیر احاطہ کی صرف یہ ہے کہ محاط محیط سے بعید نہ ہو اور نہ محیط محاط سے بعید ہو۔ پھر (جاننا چاہئے) کہ یہ قول جمیع مشائخ صوفیہ ہے جیسے جنیدؒ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے آپ کے حضور میں اثناء گفتگو میں آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف اشارہ نہ کرو، کیونکہ وہ تیرے ساتھ ہے۔ سو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ حضرت جنیدؒ نے اللہ تعالیٰ کے مکان کو عرش کے ساتھ خاص نہیں کیا اور نہ ایک جہت چھوڑ کر خاص کیا۔ خوب سمجھ لو (اور استواء علی العرش یا تو متشابہ ہوگا یا ماول علی حسب اختلاف المسلکین۔ اور حدیث میں لفظ مکان کا اطلاق آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اور قسم ہے میرے مکان کی بلندی کی)۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً
''داخل ہو جاؤ تم تسلیم میں پورے پورے''
جان تو کہ تسلیم تصوف یہ ہے کہ نفس صفات ذمیمہ اور دنیا و آخرت سے مر جاوے، باوجودیکہ وہ زندہ اور باقی رہے۔ حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے، ساکن ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے۔ اور جو اس کے خلاف ہو وہ تسلیم نہیں، کیونکہ جتنی کسر نفس کے مرنے میں ہے، اتنی ہی منازعت باقی ہے (پس لامحالہ تسلیم کے خلاف ہے)۔ اور ہم نے اس تسلیم کے لئے حالت حیات میں ہونے کی شرط اس لئے کہ یہ خطاب احکام تکلیفی کے لئے قائم رکھنے کا ان لوگوں کو ہے جو دنیا میں زندہ ہیں، اہل قبور کو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سمیٹ لیتا ہے اور پھیلا دیتا ہے اپنے دوستوں کو ان سے ماسواء اللہ کو چھڑا کر سمیٹ لیتا ہے اور اپنی کشادگی (راہ کی) عنایت فرماتا ہے، اور یہی جذبہ کہلاتا ہے۔ سو خوب سمجھ لو (یعنی آیت اپنے عموم الفاظ سے اس قبض و بسط واردات کو بھی شامل ہے)۔
عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے کہ میں ایمان کیوں نہیں رکھتا ولیکن (مشاہدۂ احیاء کی اس لئے درخواست کرتا ہوں)
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ
''تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جاوے''
یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان بڑھتا ہے، بڑھتے بڑھتے اطمینان بن جاتا ہے۔ اور یہ وہی چیز ہے جس کو صوفیہ یقین سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر یہ زیادتی کبھی رؤیت سے اور کبھی وجدان سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ ایمان شک کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے اور شک سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ اور یہی معنی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں۔ تو اگر آپ کو اس چیز میں جس کو ہم نے آپؐ پر اتارا ہے، کچھ شک ہو، آخر آیت تک۔ اور اسی طرح قول نبی علیہ السلام میں بھی کہ ہم شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں بہ نسبت ابراہیم علیہ السلام کے۔ میں کہتا ہوں کہ شک کی تفسیروں میں یہ تفسیر سب سے اچھی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ
''اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے''۔
اور یہ آیتیں اور جو ان کے ماخذ ہیں، مشائخ کے اس مقولہ پر کھلی دلالت کر رہی ہیں جو ان حضرات نے فرمایا ہے کہ عارف بجز ذات خدائے برتر کے کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔ نہ عذاب دوزخ سے ڈرتا ہے اور نہ نعیم جنت کے فوت ہونے سے اور نہ تمام دنیا کے فوت ہونے سے اور ایسے ہی مضمون پر قول نبی ﷺ کا بھی دلالت کرتا ہے۔ اے اللہ میرے! میں

پناہ مانگتا ہوں آپ کی آپ سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

''اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے''۔

یعنی اللہ کی ذات کی طرف ہر نیکوکار اور ہر بدکردار اور ہر قرب والے اور ہر بعد والے کا لوٹنا ہے۔ سو بدکردار کا لوٹنا تو دوزخ کی طرف ہوگا، جو غضب کی لکڑیوں سے روشن کی گئی ہے اور حق تعالیٰ کے غصہ اور انتقام اور ناخوشی کی ایندھن سے بھڑکائی گئی ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ اور نیکوکاروں کو لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف دارالسلام میں اور بلند درجوں کی طرف ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ

''آپ ﷺ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو''

محبت کی بنیاد ارادہ ہے۔ پھر وہ ترقی کرتا رہتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ محبت ہو جاتی ہے۔ پھر محبت بڑھتی رہتی ہے، حتیٰ کہ کامل ہو جاتی ہے۔ لیکن شوق اور عشق! سو وہ محبت مشتعلہ کو کہتے ہیں۔ اور اشتعال اس وقت ہوتا ہے جب محبت ترقی پر ہو اور وصال مقصود ہو۔ پھر اگر وصال حاصل ہو گیا تو اشتعال جاتا رہتا ہے، اور محبت ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے۔ جس کی بڑھتی ہو، یہاں تک کہ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور جب محبت وصال کے ساتھ کامل ہو جاتی ہے تو اس کا نام رضاء ہے۔ اور شوق اور اشتعالہ کے لئے کمال محبت لازم نہیں، بلکہ بسا اوقات محبت ناقص ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے وصال مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں سخت اشتعال، سوزندہ ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ بَطْنِىْ مُحَرَّرًا

''جو کچھ میرے پیٹ میں ہے، میں نے اس کو تیرے نام پر خالص کر دینے کی نذر کی''

یعنی بجز آپ کی بندگی کے اور سب چیزوں سے اس کو خالص کر دیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے خالص اور صاف مٹی اور حریۃ اولیاء اللہ کے اعلیٰ مقامات عبودیت سے ہے۔ اور اہل اباحت نے غلطی کی کہ اس سے یہ سمجھ گئے کہ تکالیف شرعی مرتفع ہو کر نفس خدا کی بندگی سے آزاد ہو جاوے۔ اور یہ محض باطل ہے جس کو انہوں نے محض شہوت اور خواہش نفسانی کی وجہ سے اختیار کیا ہے کیونکہ حریۃ تو یہ ہے کہ بندگی میں اعلیٰ درجہ کی صفائی اور خلوص ہو جاوے۔

فرمایا زکریا علیہ السلام نے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَنّٰى لَكِ هٰذَا الخ

''یہ تم کو کہاں سے ملا'' آخر آیت تک

یہ رزق مریم علیہا السلام کے لئے ایک میوہ تھا اور آپؑ پیغمبر نہ تھیں۔ سو اس سے ثابت ہوا کہ یہ آپ کی کرامت تھی اور زکریا علیہ السلام کا معجزہ نہ تھا۔ کیونکہ اول تو زکریا علیہ السلام کو اس کی خبر نہیں ہوئی اور آپؑ نے تعجب ظاہر فرما دیا۔ دوسرے مریم علیہا السلام نے یہ نہیں جواب دیا کہ یہ آپؑ کا معجزہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

(بطور حکایت کے عیسیٰ علیہ السلام سے) ''اور میں خدا کے حکم سے اچھا کر دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور جذامی کو اور زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو''

یہ مضمون مشائخ صوفیہ کے اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ بندہ اخلاق خداوندی سے متصف ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مادرزاد اندھے اور جذامی کے اچھا کرنے اور مردوں کے زندہ کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا اور اذن الٰہی کی قید لگا دی۔ اور یہ مشائخ صوفیہ کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس پر قادر کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

''ہم خدا کو چھوڑ کر باہم ایک دوسرے کو رب نہ بناویں''۔

یہ آیت ان لوگوں کے بطلان پر ذکر کرتی ہے جو صوفیوں میں سے حلول کے قائل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''لیکن ہو جاؤ تم رب والے''۔ یعنی تم اپنے پروردگار کے اخلاق کے ساتھ متصف ہو جاؤ، اپنے قلوب کی بصیرت سے مبصر ہو جاؤ اور ربانی منسوب ہے رب برتر کی طرف بندگی کے

طور پر۔ تو بندہ کا رب ہونا محال ہے اور اس کا ربانی ہونا امر مطلوب وخوبی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا

''اور نہ وہ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو''۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ فرشتوں کو رب بنانا یہ ہے کہ ان کا دل سے ذکر کرے اور ان کی طرف خطرۂ قلبی اور خطرات سری سے التفات کرے۔ ابن عطاء نے فرمایا ہے کہ مخلوق کی طرف التفات کرنے سے بچے جب کہ التفات الی الحق کے اسباب میسر ہیں۔ واسطی نے اس آیت میں فرمایا کہ تمہارے باطن میں ان کی تعظیم کا خطرہ نہ واقع ہو نہ ہو ورنہ شفقت اور رحمت کے ساتھ خلق کی طرف التفات کرنا یا اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور فرشتوں کے ساتھ ایمان لانے کو واجب کیا ہے، خود شریعت میں مطلوب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

(وہ اہل عقل ایسے ہیں کہ)'' ذکر سب حالتوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں''

کیونکہ آدمیوں کی حالت ان احوال ثلثہ سے باہر نہیں ہوئی اور وہ تنہا کھڑا ہونا ہے اور بیٹھنا ہے اور لیٹنا ہے۔ پھر انسان کے لئے سونا اور کھانا اور پینا بھی ضرور ہے۔ تو معلوم ہوا مراد اس سے ذکر روحی اور قلبی ہے کیونکہ وہ جمیع احوال میں ممکن ہے۔ یعنی وہ مراد کی فرد اعظم ہے نہ کہ یہ مراد اسی میں منحصر ہے) سورہ نساء۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمُ

''اور تم بے وقوفوں کو اپنا مال مت دو''

سو بے وقوف کا مصداق مشائخ کے نزدیک نفس ہے۔ یعنی اپنے مالوں میں وہی تصرف کرو جو نفس اور خواہش کے خلاف ہو۔ تو اگر نفس خرچ کرنے کی طرف مائل ہو (یعنی جس خرچ میں کچھ احتمال حظ نفس کا ہو)، تو رک جاؤ۔ اور اگر بخل کی طرف مائل ہو تو خرچ کرو اور نفس کا اتباع اس کی خواہش میں مت کرو اور نہ اس کی طرف بجز اس پر زجر و توبیخ رکھنے کے التفات کرو اور نہ اس سے مشورہ لو، کیونکہ وہ بے وقوف ہے اور عقل و دین سے مشورہ لو۔ اور جو کچھ یہ دونوں کہیں اس پر عمل کرو (مقصود اس تقریر سے سفہاء اور نفس کے حکم کا مشترک ہونا ہے بوجہ اشتراک علۃ کے، نہ سفہاء کی تفسیر کرنا نفوس کے ساتھ۔ خوب سمجھ لو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

''اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے واسطے ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے، پھر اس کو موت آجاوے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا''۔

یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے گھر سے یعنی ان اشیاء دنیویہ سے جن کے ساتھ اس کو دلچسپی ہو، جیسے نفس اور خواہش اور شہوات۔ اور مہاجر سے مراد یہ کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے سواء ہو اس کو چھوڑ دینے والا ہو تو ایسا شخص اگر قبل حصولِ مراد کے مر گیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت رہے گا۔ اور اس کی نیت کو پورا کرنا اور اس کو مقصود تک کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے، پہنچا دینا اللہ کے ذمہ ہوگا (اور مقصود آیت کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک ہجرت کا دوسری ہجرت پر قیاس کرنا ہے۔ اور مرید کو مہاجر فرمانا خود حدیث میں وارد ہے کہ بڑا مہاجر وہ شخص ہے جو اس کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

''اور اس سے زیادہ اچھا دین میں کون شخص ہے جو اپنے رخ کو مطیع کر دے''

یعنی اپنے نفس کو اور اپنی ذات کو اور اپنی صفات کو اور اپنے جسم کو اور اپنے اعضاء کو، سب کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص مخلص کر دے، اور اپنے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی رضامندی کے موافق کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۔

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنالیا''۔

خلیل وہ محبت ہے جو محبوب کی جانب سے بعض معاملات

شریفہ عظیمہ کے ساتھ مخصوص ہو۔تو اس بناء پر ہر خلیل حبیب ہے،اور ہر حبیب خلیل نہیں۔اور اس بناء پر اللہ تعالیٰ کے سب نبی اس کے خلیل ہیں اور اسی طرح تمام انبیاء اور عارفین بھی۔اور فائدہ ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص ذکری کا یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں کوئی دوسرا (اس مرتبہ کا) اللہ تعالیٰ کا خلیل نہ تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ

''اللہ تعالیٰ اس قرآن سے اس شخص کو سلامتی کے راستے دکھلاتا ہے جو اس کی رضامندی کا اتباع کرے''

سبل جمع ہے سبیل کی۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ راستے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بہت ہیں جن کا شمار نہیں۔اور یہ آیت ان کے قول کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔یعنی اس مسئلہ پر جواب اس عنوان سے مشہور ہے کہ طریق وصول الی اللہ کے باندازِ انفاس خلائق ہیں اور ان سب طریقوں کا مرجع ایک ہی مستقیم طریق ہے۔اور جس طریقہ کا مرجع یہ مستقیم طریق نہ ہو اس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوسرے راستوں کا اتباع مت کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ

''اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو''

یہ منجملہ مقامات سالکین کے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

''اور تم تلاش کرو اللہ تعالیٰ کی طرف ذریعہ''

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ زندوں میں ذریعہ شیخ ہے۔یعنی وہ اس کے عموم میں داخل ہے اور اس کے راستہ میں مجاہدہ کرو یعنی اللہ کے راستہ میں یہ صوفیہ کے مجاہدہ کا حکم ہے (یعنی آیت اس کو بھی عام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

''اور مت خرید و میری آیتوں کے عوض میں متاع قلیل کو''

مذاق تصوف پر یہ معنی ہیں نہ خرید و متاع قلیل میری ان کراماتوں اور فراستوں کے عوض جو تم سے مشہور ہوئیں۔ حالانکہ میں نے تم کو ان کے ساتھ مکرم کیا ہے کہ سیر اولہ القاء میں تمہیں قوت حاصل ہو۔نہ اس کے ذریعہ سے تم دنیا (کا مال وجاہ) وصول کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا

''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شرع اور ایک طریق مقرر کیا''

یہ آیت ماتقدم پر دلالت کرتی ہے۔یعنی اس آیت کے مضمون پر يهدى به الله من اتبع الخ یعنی بطریق اثبات ایک نظیر کے دوسری نظیر سے یہ طریق داخل کرنے جزئی کے تحت میں کلی کے کیونکہ اس شرع اور طریق میں بعضے منسوخ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

''اے رسول اللہ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا''

یعنی اس کشف ومشاہدہ کو نہ پہنچایئے،جس کے ساتھ ہم نے آپ کو خاص کیا ہے اور تبلیغ کا امر نہیں کیا کیونکہ یہ لوگ اس کے برداشت کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔اور یہ مضمون مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دال ہے کہ مناسب نہیں کہ اپنے واقعات لوگوں سے بیان کرے۔اور اگر ضرورت پڑے تو شیخ سے کہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد اس پر کافی دلیل ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے تم اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کئے ہیں ان لوگوں کو اس میں کچھ گناہ نہیں جو انہوں نے کھا لیا بشرطیکہ ڈرتے رہیں اور ایمان پر قائم رہیں اور نیک عمل کریں اور پھر ڈرتے رہیں اور ایمان پر رہیں پھر ڈرتے رہیں اور احسان (یعنی اخلاص) اختیار کریں''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایمان کے تین درجے قائم کئے ،پھر چوتھے درجے کو احسان قرار دیا جو عبارت ہے تصوف سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

''اور ایسی چیزوں سے سوال مت کرو کہ اگر تم سے بیان کر دی جاویں تو تم کو ناگوار ہو''

اولیاء اور عارفین سے ایسی چیز کا جوان کے ساتھ خاص ہے اور اس کے پوچھنے کی شدید ضرورت بھی نہیں، سوال کرنا بڑے فتنہ کا سبب ہے، کیونکہ غلبۂ حال کے وقت ضرور جواب دیں گے اور بسا اوقات وہ جواب تمہاری فہم کے موافق نہ ہوگا۔ اور تکذیب ولی کی اگرچہ کفر نہیں پھر بھی وہ خطرناک امر ہے (میں کہتا ہوں کہ یہ قیاس ہے ایک سوال کا دوسرے سوال پر بوجہ اشتراکِ علت کے کہ سورۃ الانعام۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

''سو بعد نصیحت کے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھ''۔

اس میں ظالم کی مجالست سے ممانعت فرمائی بدوں فرق کے ظالم اور فاسق اور کافر میں کیونکہ ظالم سب کو شامل ہے (پس مطلق صحبت بد سے بچنا ثابت ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،'' پھر جب ان کو (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کورات نے ڈھانک لیا ان کے اس قول تک اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔ اور یہ مشاہدات عارفین کی ابتدائی چیزیں ہیں (یعنی انوار دیکھنا بعض احوال میں) تو یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سالک راہِ حق کو چاہئے کہ عاقل ہو، دانا ہو، بڑا سمجھدار ہو، صاحبِ نظر وفکر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں جو اعتقاد جائز ہے اور جو جائز نہیں، اس سے غافل نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

''اور ہم نے ان کو کھینچ لیا اور ان کو راستہ بتایا''۔

یعنی ہم نے ان کو اپنی طرف کھینچ لیا اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرمائی، تاکہ ہمارے لئے مجاہدہ کریں اور راستہ میں ریاضت کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،'' یہ ایسے حضرات ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی ہے تو آپ ان کے طریقہ کی پیروی کیجئے''۔ اس آیت میں اس بات پر کھلی ہوئی دلالت ہے کہ مرید کے لئے ایک شیخ ایسا ہونا ضرور ہے، جس کی وہ پیروی کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ

''اور اس شخص سے زیادہ ظلم کرنے والا کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کی تہمت لگائے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آئی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہ بھیجی گئی ہو''۔

یہ جھوٹے مدعی کو عام ہے، خواہ نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی قسم کی ولایت کا۔ جب جھوٹا ہوگا تو اس آیت میں داخل ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ

''سو جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کو ہدایت کرے یا اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے''۔

ہدایت یہ ہے کہ نفس اور قلب دنیا اور آخرت کو جوان کے درمیان ہے سب کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور صرف اللہ ہی کو اختیار کرے۔ اور کھول دیتا ہے اس کے سینہ کو یعنی اس کے قلب کو وسیع کردیتا ہے، یہاں تک کہ جس چیز کو ترک اور سپرد کیا ہے اس کے آجانے کی اس میں گنجائش ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اس کی وجہ سے کشادہ ہو جاتا ہے سورہ اعراف۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھ کو عدل کا حکم کیا ہے اور عدل یہ ہے کہ تو کسی چیز کی طرف بجز اللہ کے مائل نہ ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ

''اور اس کی عبادت کرو اس کے لئے دین خالص کرکے''

بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ خالق پر علی الدوام نظر رکھنے کی وجہ سے خلق پر نظر کرنے کو فراموش کردے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

''کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی مت کرو''۔

یعنی دنیا سے بقدر ستر ڈھانکنے کے اور بھوک روکنے کے لو اور بس، مگر یہ تم کو گرمی اور سردی دفع کردے۔ اور اس پر زیادتی مت کرو نہ تنعم کے طور پر جیسے نرم لباس اور خوش خوراکی اور نہ آرائش کے طور پر اور نہ غریبوں کے مقابلہ میں تفاخر کے طور پر کیونکہ یہ اسراف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ

"اور پاکیزہ شہر سے اس کی کھیتی نکلتی ہے خدا کے حکم سے"۔

تو پاکیزہ شہر کے عموم میں داخل ہے۔ نفس مؤمن اور آیت میں نفس مؤمن کے اندر جو استعداد ذکر و طاعۃ کی ہے، اس کے ظہور کا بیان ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

"سو یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کی تاکہ تم کو فلاح ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمتوں کے یاد کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ وہ یاد کرنا محبت الٰہی کا سبب بن جائے کیونکہ اپنے محسن کی محبت قلوب کا امر جبلی ہے (اور یہ ایک قسم کا مراقبہ ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ

"اور ہم نے کسی بستی میں نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو سختی اور مصیبت کے ساتھ پکڑا تا کہ وہ عاجزی کریں"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی درگاہ کی طرف لطف سے بلاتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرتے ہیں تو سختی سے بلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً

"پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی مدت مقررہ پوری کر دی چالیس رات"

اور فرمایا نبی علیہ السلام نے جو شخص اللہ تعالیٰ کی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو ان حضرات کا طریقہ (چلہ نشینی) اس آیت اور حدیث سے ماخوذ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ

"عنقریب میں پھیر دوں گا اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں"

یعنی اپنی کرامتوں سے اپنے مشاہدوں سے ان لوگوں کو دور رکھتا ہوں جو خدا کے بندوں یعنی فقیروں اور کمزوروں اور ولیوں پر تکبر کرتے ہیں اور یہ آیت دال ہے ناحق تکبر کرنے والوں کے محجوب ہونے پر کمالات اولیاء و عارفین سے اور اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ تکبر دو قسم پر ہے، بحق اور ناحق۔ سو تکبر بحق غریبوں کا تکبر ہے امیروں پر اور کمزوروں کا زورمندوں پر اور مسلمانوں کا کافروں پر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، نرم ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں، سخت ہیں کافروں کے مقابلہ میں (پس مراد صورت تکبر ہے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا

"اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے"

اور یہ آیت دال ہے اس پر کہ شیخ مربی کو اپنے مرید پر غصہ کرنا جائز ہے (جب کوئی داعی ہو)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "اور آپ ان کافروں کو اس شخص کی حکایت پڑھ کر سنایئے جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں یعنی کرامتیں پھر وہ ان سے نکل بھاگا"۔ جاننا چاہئے کہ اصلاح دو قسم پر ہے، ایک خیر سے نکلنا شر کی طرف اور ایک شر سے نکلنا خیر کی طرف۔ اور یہ دوسری قسم بدل جانا ان صفات کا یعنی کینہ اور حسد اور تکبر اور ان کے امثال کا صفات حمیدہ کے ساتھ، اور فناء یہی ہے۔ اور خیر سے شر کی طرف نکلنا یہ ہے کہ جو شخص مقامات اور درجات تک جس میں وہ ترقی کر رہا ہے پہنچا ہو، پھر ابتداء کی طرف لوٹ آوے اور ان مقامات سے اتر آوے۔ اور جب ابتداء کی طرف سالک اترتا ہے اور وہ مقام ہے ایمان کا۔ تو اکثر اوقات اسی حالت پر باقی رہتا ہے اور بعضے اس پر نہیں ٹھہرتے کہ نعوذ باللہ اسفل السافلین (یعنی کفر) تک گر جاتے ہیں اور ان سے بعضے دفعۃً ہی اسفل السافلین تک گر جاتے ہیں، جیسے ابلیس لعین اور بلعم بن باعوراء۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان نشانیوں کے ساتھ بلند کر دیتے علیین تک۔ اور یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو درجات مشاہدہ تک ہنوز نہیں بلند کیا تھا (کیونکہ واصل راجع نہیں ہوتا اور فانی واپس نہیں ہوتا) لیکن وہ مائل ہو گیا زمین کی طرف یعنی دنیا کو اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ راضی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اس کا نیچے اترنا اس کے عمل اور اس کے سوء اختیار سے تھا جو اس نے اپنے نفس کے لئے تجویز کیا تھا۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ہنوز مقامات کسب اور راستہ میں تھا (کیونکہ جو کسب کے بعد حاصل ہوتا ہے وہ اختیاری نہیں تو اس کے ساتھ زمین کی طرف مائل نہیں ہو سکتا)۔ اور یہ آیت اس امر پر دال ہے کہ ولی کو مأمون ہونا مناسب نہیں۔ جب

تک دار التکلیف میں زندہ ہے (اور مابعد الکسب تک پہنچنا یقیناً معلوم ہو نہیں سکتا تو کیا عجب کہ ہنوز پہنچا نہ ہو)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا

''ان کے ایسے دل ہیں جس کو وہ سمجھتے نہیں اور ان کے ایسی آنکھیں ہیں جس سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے ایسے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں''

جاننا چاہئے کہ قلوب جمع ہے اس کا واحد قلب ہے اور قلب بہت معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور قریب تر فہم عوام کے قلب بدن ہے۔ پھر قلب بدنی میں قلب نفس ہے۔ پھر ایک اور قلب ہے جو قلب نفس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ تو وہ قلب نفس کے اندر ہے، پھر اس قلب میں عقل اور روح ہے جس کو ہم سر کہتے ہیں۔ اور یہ سر اس قلب کا قلب ہے جس میں عقل ہے۔ پھر عقل اور سر یہ دو روحانی نور ہیں۔ پھر خفی ہے بعد اس کے جو سر السر ہے اور اسی طرح اس کا دل اور اس کی آنکھ ہے۔ خوب سمجھ لو تو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

''ان کے ایسے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں''

مراد اس سے وہ قلب ہے جو محل سر و عقل ہے (اس لئے کہ قلب بدن سے تو وہ اس کے مدرکات کو سمجھتے تھے)۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''اور ان کی ایسی آنکھیں ہیں''، اور ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''ان کے ایسے کان ہیں''، مراد ان سے قلب کی آنکھیں اور قلب کے کان ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ حواس ظاہرہ سے تو سنتے دیکھتے تھے۔ یہ لوگ چوپائیوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں کیونکہ چوپائے اور جانوروں کے دلوں میں آنکھیں اور کان نہیں۔ جیسا کہ انسان میں یہ آنکھ اور کان باطنی ہیں اور پھر باوجود اس کے یہ لوگ بے راہ ہو گئے تو یہ چوپایوں اور جانوروں سے بھی زیادہ بے راہ ٹھہرے۔ اور اس تقریر سے وہ ثابت ہو گیا جس کے یہ حضرات قائل ہیں یعنی وجود لطائف کا انسان میں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

''میرا تو کارساز اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی نیکوں کی کارسازی کرتا ہے''

زیادہ توفیق دے کر اور حفاظت فرما کر اور ہدایت الی الحق فرما کر کہ اتنی ان لوگوں کی کارسازی نہیں کرتا جو نیک بلکہ ان کے نفوس کے حوالہ کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

''جو لوگ ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی گشت کرنیوالا شیطانی اثر چھو لیتا ہے تو وہ ذکر کرتے ہیں پھر وہ دفعتہً دیکھنے لگتے ہیں''

یعنی جب ان کو شیطان چھوتا ہے وسوسہ ڈال کر اور پریشان کر کے اور پردے اور حجاب قلب پر ڈال کر تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے وہ پردے دور کر دیتا ہے اور ہٹا دیتا ہے اور قلب ذاکر کو بینا کر دیتا ہے۔ اور کلمات ذکر میں سب سے زیادہ مفید تصفیہ سر میں کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اور یہ مجرب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ

''اور تو اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر''۔

یعنی اپنے دل سے کیونکہ نفس باطن ہے۔ پھر جو ذاکر اس میں ہوگا، وہ بھی ظاہر بات ہے کہ باطن ہوگا۔ سورہ انفال۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

''پس مومن تو وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے''

اس قول تک روزی عزت کی ہے۔ یہ آیت ان چیزوں کے ذکر میں نازل ہوئی جو صوفیہ کے ساتھ خاص ہیں۔ اور صوفیہ ان کے ساتھ خاص ہیں اور وہ احوال قلب ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

''جب کہ آپ اپنے ساتھی سے کہتے تھے کہ غم نہ کرو بالیقین اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے''

یعنی مدد اور حفاظت سے نہ ذات سے کیونکہ ذات سے تو اللہ تعالیٰ ہر مخذول اور منصور اور ظالم اور مظلوم کے ساتھ ہے، لیکن غم جب ہی دور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت معیت کے ساتھ ہے، خذلان کے ساتھ نہیں۔ اور اس لئے کہ ظاہر حضرت صدیقؓ کے حال سے یہ ہے کہ ان کو یہ تو

معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ دونوں سے قریب ہیں، رگ گردن سے بھی قریب تر۔ صرف خوف اس وجہ سے تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ہونا یقیناً معلوم نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی مدد کرتے اور کبھی مدد نہیں کرتے، کیونکہ وہ ان کا اختیاری فعل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ ''ان لوگوں سے قتال کرو جو کافروں میں سے تمہارے قریب ہوں''

یعنی ابتداء اپنے نفس سے کہ اگر وہ کافر ہو کہ وہ مطیع اور فرمانبردار اور مطمئنہ ہو جاوے گا۔ پھر باقی دشمنوں یعنی ہوائے نفسانی اور شہوات اور شیاطین سے مقابلہ کر جو سب سے اقرب ہو، پھر اس کے بعد جو اقرب ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

''یقیناً تمہارے پاس تم ہی میں سے ایسے رسول تشریف لائے ہیں کہ ان پر شاق ہے تمہارا مشقت میں پڑنا تمہاری بھلائی پر حریص ہیں مسلمانوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں''

ایسا ہی تصوف کی تربیت کرنے والے کو ہونا واجب ہے۔ سورہ یونس۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ

''بلکہ ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اس چیز کو جس کے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا''۔ یہ کلمہ عام ہے، گو سبب نزول اس وقت ان کا قرآن کو جھٹلانا ہے۔ اور اکثر آدمیوں میں غالب عادت یہ ہے جس کو وہ نہیں جانتے اس کی تکذیب اور انکار کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ لوگ جس کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف میں اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے وَاِذْ لَمْ یَھْتَدُوْا بِہٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ ھٰذَآ اِفْکٌ قَدِیْمٌ ''اور جب کہ یہ کفار قرآن نہیں سمجھ سکے تو اب یہی کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹی باتیں ہیں''۔ تو یہ سب ہر ایسے شخص کی توبیخ ہے جو ایسے امر کا انکار کرے جس کو انبیاء اور اولیاء سے معلوم کریں اور سنیں۔ (سورۃ ہود) ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِہٖ فُؤَادَکَ ''اور اخبار انبیاء میں سے ہم ایسی خبریں آپ سے بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے قلب کو ہم مضبوط کر دیں''۔ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ احوال اولیاء اور عارفین کے بھی اس قسم کے سلوک سے خالی نہیں ہوئے (یعنی اثنائے سلوک میں ایسے احوال پیش آتے ہیں کہ ان کے تدبر کے لئے اکابر کے حالات یاد دلانے کی ضرورت ہوتی ہے)۔ بالخصوص جب لوگ ان کے واردات میں شک ڈالنے پر جمع ہوں کہ یہ خیالات مالیخولیا اور وسوسۂ شیطانی اور خطرات نفسانی اور القاءِ شیطانی ہیں۔ اور اس قسم کی باتیں کہتے ہیں اور انبیاء کے قصے اور مشائخ متقدمین کی حکایتیں اور ان حضرات کے حالات میں غور کرنا یہ سب ان کی واردات و حالات موجودہ پر ان کی ثبات قلب کا سبب ہو جاتے ہیں، جس طرح انبیاء کے لئے تھا۔ اور اسی لئے مشائخ نے فرمایا ہے کہ سالک کے لئے ایسا شیخ ہونا چاہئے جو ماہر ہو، فاضل ہو۔ واقعاتِ مشائخ کو اور ان کے حالات اور اوقات کو خوب جانتا ہو۔ خوب سمجھ لو!

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ

''اور اسی کی طرف ہر امر لوٹتا ہے''۔

اس میں مشائخ کے اس مقولہ کی صحت پر دلالت ہے جو انہوں نے سیر الی اللہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر شئے اللہ تعالیٰ کی طرف سیر اور رجوع میں ہمیشہ رہتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاوے۔ پھر جب وہ اللہ تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی مقام سے فرمایا بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہاء ہے (اور بعد منتہی ہونے کے) نیک لوگ صفاتِ الطاف و کرم سے عیش حاصل کرتے ہیں اور بد بخت قہر و غضب کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ (سورہ یوسف)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا

''جب کہ کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہ اے میرے باپ میں نے دیکھے گیارہ ستارے''

آخر آیت ثلثہ تک۔ ان آیتوں میں علوم تصوف میں سے بہت سے علوم ہیں۔ اول ارشاد باری تعالیٰ ہے رایت

ان لوگوں کے قول کے بطلان پر دلالت کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ صوفیہ کے خواب ان کی واردات اور واقعات اور احوال کے بارہ میں خیالات ہیں جنکا واقعی وجود نہیں دوسرے یہ کہ مبتدی مرید کے لئے ایک ایسا شخص خیر خواہ ہونا ضرور ہے کہ اس کو اس کے مقصود کی ہدایت کر سکے اور اس کے صلاح و فساد کو جان سکے، کیونکہ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف رجوع کیا، پھر ان کو مصلحت کی بات بتلائی اور ان کو وہ خواب حاسدوں سے چھپانے کا حکم فرمایا۔ تیسری آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے واقعات بجز شیخ کے اور سب لوگوں سے چھپاوے۔ چوتھی آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ شیطان جب کسی میں نبوت اور ولایت یا اور اس طرح کے آثار دیکھتا ہے تو وہ اس حالت کے بگاڑنے کے لئے مستعد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

پانچویں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا

''میرے پروردگار نے اس (خواب) کو سچ کر دیا''

اس کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بعضے خواب ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سچ اور مطابق واقع نہیں کرتا۔ تو آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ بعضے خواب خیال اور پریشان خواب ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ

''بلاتا ہوں اللہ کی طرف اس طور پر کہ میں بصیرت پر ہوں''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ کو صاحب بصیرت، صاحب دعوت ہونا ضروری ہے۔ اس امر میں جس کی طرف مرید کو بلاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں''

(اس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے) کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو مشاہدہ سے محجوب نہیں کرتا جب تک وہ اپنے اور معاملات کو نہ بدلیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں اللہ کی یاد سے''

یعنی زبان اور دل سے اس کا ذکر کرتے ہیں اور تسبیح وتہلیل کرتے ہیں اور اس سے مطمئن ہوتے ہیں اور اس شخص سے خوش ہوتے ہیں۔ (سورہ الحجر)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ

''بیشک اس قصہ میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو فراست رکھتے ہیں''

روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فراستِ مؤمن سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔

پس یہ آیت فراستِ عارفین کے صحیح ہونے پر دال ہے۔ اور فراست ایسے امور کا نام ہے جن کو عام لوگ نہیں دیکھتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ

''سو آپ کو جو حکم ہے اس کو ظاہر کر دیجئے اور مشرکوں سے الگ ہو جایئے''

یعنی پیغامِ حق ادا کر دیجئے پھر خلوت کی طرف رجوع کیجئے اور مشاہدۂ حق تعالیٰ کا مراقبہ کیجئے اور اسی مقام سے مشائخ نے خلوت پر محافظت رکھنے کو اخذ کیا ہے (یعنی خلائق کو جو ان پر حق ہے، نصیحت اور ہدایت کرنا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد یہ ہونا چاہئے)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

''اور جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے شیطان مردود سے''

کیونکہ اس کو غلبہ ان لوگوں پر نہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں، آیت دلالت کرتی ہے اس پر کہ اللہ کے ساتھ پناہ مانگنا شیطان سے شیطان کو عاجز کر دینے والا ہے اور اس کے وسوسوں سے مانع ہے۔ اور اس پر

بھی دلالت ہے کہ شیطان کو قوت اور قدرت ان مسلمانوں پر نہیں جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن بھی ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے''۔

اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آرام پانا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو سمجھنے لگنا اور اللہ کے ساتھ مستغنی ہو جانا۔ پس یہ حالت نہ تبدیل کو مقتضی ہے اور نہ تحویل کو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ''آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلایئے اور یہ راستہ وہی ہے جو طریقت کے نام سے صوفیہ کے نزدیک مشہور ہے۔ حکمت کے ساتھ مراد اس سے دانا ہونا ہے شیخ تربیت کنندہ کا۔ اور اس کا ان تمام امور کو سمجھنا جو ہر ایک مرید کے لئے مناسب ہو، کیونکہ مریدوں کی طاعتیں مختلف ہوئی ہیں۔ سو ان میں سے بعض کو تو کثرت صوم مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں ایسے ہیں کہ نماز روزہ دونوں بہتر ہوتے ہیں۔ اور بعضے ان میں کہ ان کے لئے ان امور کی کثرت مناسب نہیں ہوتی، بصرف زہد عن الدنیا ہوتا ہے۔ اور بعضے ان میں کسب مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں خدمت کرنا مناسب ہوتا ہے اور بعضے ان میں نفس پر مجاہدہ کرنے میں سختی اور تشدد اولیٰ ہوتا ہے اور بعضے ان میں نرمی اور آسانی کرنا لائق ہوتا ہے۔ تو ان امور کا سمجھنا حکمت مذکور ہے۔ اس کو یاد رکھو اور اچھی نصیحت کے ساتھ ان سے کام لینا ہے۔ اعمال طریقہ میں مدارۃ اور نرمی اور پوری شفقت کے ساتھ اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی بتلا دیں کہ اور کچھ مطلب نہیں۔ اور ان کے درجے رفیع ہوں اور ان سے گفتگو ایسے طریق سے کیجئے کہ وہ بہتر ہو۔ یعنی ان سے گفتگو کیجئے لطیف عبارت سے اور اچھے لفظوں سے اور ان کے ساتھ نرم رہیے اور ان کی طرف متوجہ رہیے۔ اور جب ان کو امر و نہی کیجئے اور ان کو بلایئے، اور کسی امر سے ہٹایئے تو ان پر بوجھ نہ ڈالیے، کیونکہ یہ طریق ان کے دلوں میں زیادہ اثر کرنے والا ہے، اور ان میں تعلیم ہے مشائخ صوفیہ کی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اللہ ہی کی رحمۃ سے آپ ان کے لئے نرم ہو گئے، اخیر آیت تک۔ اور اسی طرح قرآن میں جو کیفیت اپنے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کی اور امت پر شفقت کرنے اور ان کے لئے سفارش کرنے کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کی مذکور ہے، وہ سب مشائخ صوفیہ کو بھی اس بات کا خطاب ہے کہ ان امور کو مریدوں کے ساتھ عمل میں لانا ان پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ

''یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں جو ان میں زیادہ صاحب قرب ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں''

اور اللہ تعالیٰ کی طرف ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے وصال کا ذریعہ بنائی جاوے اور وہ مجاہدات اور اذکار لسانی و قلبی اور خلوت کے مراقبات ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کا قرب زیادہ ہوگا یعنی جو شخص واصل زیادہ ہوگا وہ ذریعہ کا زیادہ طالب ہوگا کیونکہ کوئی وصال اور قرب ایسا نہیں جس سے اوپر وصال کے اور بے انتہا مراتب نہ ہوں اور جس کو قرب زیادہ ہوگا وہ اللہ کا پہچاننے والا بھی زائد ہوگا اور زیادتی کا طلب کرنے والا بھی بہت ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ

''اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا''

اور یہ حال ہوتا ہے مرید صادق الارادۃ کا کہ اس کے قلب اور سر کو مضبوط کر دیا جاتا ہے پھر وہ بلا کی پروا نہیں کرتا اور مصیبتوں سے متحیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس کا خبر گیر اور کفایت کرنے والا ہو جاتا ہے اور سلوک کی وادیوں میں اس کو گزارتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے پاس اس کو قرار ہو جاتا ہے ایسا ہی وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے راستہ میں چلنے والوں سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

''اور جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ان کو اپنے راستے بتلا دیں گے''

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا

''اے مخاطب اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور رعب سے بھر جاوے''

ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا تُؤَاخِذْنِیْ
''مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے'' الخ
اور فرمایا کہ اگر پوچھوں میں الخ یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کے مرید کو واجب ہے کہ متحمل ہو شیخ کے روبرو پست رہے گو شیخ اس کو تکلیف دے اور اس کی تحقیر کرے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا
''ابھی میں تم کو اسکا مطلب بتادوں گا جس پر تم صبر نہیں کر سکتے''
مضمون آیہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ کو مرید کے سامنے ایسا کوئی کام کرنا مناسب نہیں جس کا ظاہر برا ہوتا کہ وہ باطن میں مبتلائے انکار نہ ہو جاوے اور اگر اس کو ایسا اتفاق ہو تو اس پر واجب ہے کہ ان کے انکار کو اپنے عمل کی حقیقت بیان کر کے اور اپنے اس فعل کی تاویل کر کے زائل کر دے اور آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ شیخ جب مرید سے تنگ ہو جاوے اور اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کرے تو اس کو مناسب نہیں کہ مرید سے بدوں ظاہری عذر کے مفارقت کرے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ
''اور اپنی طرف درخت کھجور کی ڈالی ہلاؤ، بعضوں نے کہا کہ یہ مریم علیہا السلام کی کرامت ہے''
ارشاد باری تعالیٰ ہے
اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى
''عرش پر رحمان جلوہ گر ہوا''
اور اللہ تعالیٰ کا خاص عرش پر مستوی ہونا ایک خاص تجلی ہے عرش پر ایک خاص صفت کے ساتھ اور مثال اس کی بطور تفہیم کے آفتاب کی مثال ہے زمین پر یعنی اس کی شعاعیں جب بدون حجاب ابر کے زمین پر چمکیں۔ (کہ ذات شمس ارض پر مستقر نہیں مگر شعاع کے واسطہ سے ارض کے ساتھ اس کو ایک تعلق ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ
''جب کہ ہم نے تمہاری ماں سے پوشیدہ کہا''
اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اولیاء اللہ سے تھیں کیونکہ ان سے فرشتوں نے بطور ان کی کرامت کے کلام کیا تھا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ
''اور میں نے تم پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی''
یعنی صفت محبت کے ساتھ میں نے تم پر تجلی کی اور اپنی محبت سے جو کہ تمہارے ساتھ متعلق ہے میں نے تم میں نظر کی صفت محبت کے ساتھ تم پر میری تجلی کرنے سے صفت محبوبیت کی تم کو حاصل ہوگئی تو جس شخص نے تم کو دیکھا تم سے محبت کرنے لگا اور تفسیر تجلی کی وہ پھوہار ڈالنا ہے جو کہ حدیث میں مذکور ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا رشاش ارواح پر فائض فرمایا)
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ
''اور پسند کرلیا میں نے تم کو اپنی ذات کے لئے''
یعنی میں نے تم کو ایسی حالت پر پیدا کیا کہ بجز میری عبادت کے تم میں کسی (ناپسند) چیز سے مناسبت نہیں ہوئی۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے آپ کہیے کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی کیجئے کیونکہ کوئی زیادتی علم کی ایسی نہیں جس کے اوپر بہت سی بے انتہا زیادتیاں نہ ہوں۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا
''اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا تو اس کیلئے زندگی تنگ ہے''۔
کیونکہ جس کو ذکر قلبی و سری میسر نہیں ہے وہ تنگی اور تاریکی میں ہے نہ حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ سنتا ہے اور نہ وہ ملکوت میں داخل ہوتا ہے اور نہ جبروت تک اس کو ترقی ہوتی ہے اور زمین پر جانوروں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے سورہ انبیاء جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے نیکی سابق ہوئی یعنی ہماری محبت ان کے ساتھ ازل میں سابق ہوئی اور یہی سابقہ استعداد ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محبت کی ابتداء محبوب کی جانب سے ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ
''اور ہم نے کوئی رسول اور کوئی نبی آپ سے پیشتر نہیں

بھیجا مگر جب وہ کوئی خیال کرتا تو شیطان اس کے خیال میں کچھ ڈال دیتا تھا''

تو جب نبی اور رسول کا یہ حال ہے تو ولی کے لئے ممکن نہیں کہ القاء شیطانی سے مامون رہے اور اگر ماہر (اس بات کا سمجھنے والا کہ اس میں کیا اصل ہے اور کیا القاء ہے) نہ ہو تو اس کو اپنے کسی واقعہ پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے تاوقتیکہ اپنے شیخ کے روبرو پیش نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اور اللہ کے بارہ میں جہاد کرو یہ وہی ہے جس کا مشائخ سیر فی اللہ نام رکھتے ہیں (سورہ مومنین) پس برتر ہے اللہ جو سچا بادشاہ ہے یعنی وہموں سے اور گمانوں سے اور فکروں سے اور عقلوں سے اور علموں سے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

''آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں''

بعض مشائخ نے کہا کہ اپنے سر کی آنکھیں نیچی رکھیں نامحرم عورتوں سے قلوب کی آنکھیں جمیع ماسوی اللہ سے ارشاد باری تعالیٰ ہے نہیں غافل کرتی ہے ان کو تجارۃ اور بیع اللہ کی یاد سے اور یہی خلوت در انجمن ہے اور یہ حال نبیوں اور بڑے بڑے ولیوں کا ہے اور ایسے اولیاء کم ہوتے ہیں اور بعضے ان میں سے ایسے ہوتے ہیں اس پر صرف خلوت میں قادر ہوتے ہیں اور بعضے جب ان پر حالت کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت قادر ہوتے ہیں اور بعض جب سونے اور جاگنے کے درمیان ہوتے ہیں تو صرف اس وقت اس پر قادر ہوتے ہیں اور بعضے اس پر قادر ہوتے ہیں۔ جب غرق ہو کر سو جاویں اور یہ شیخ واصلین میں سب سے ادنی اور کم رتبہ کا ہے (سورہ فرقان) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جاننا چاہئے کہ یہ آیت بڑی حجت ہے اس قول کے صادق ہونے کی جس کی طرف عارفین گئے ہیں یعنی جس شخص کا قلب اللہ کے سوا کسی اور چیز سے متعلق ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا ہے (محبت میں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ

''سو میں تم لوگوں سے بھاگ گیا''

اسی مقام سے کہا گیا ہے کہ جس امر کی برداشت نہ ہو سکے اس سے علیحدہ ہو جانا پیغمبروں کا طریقہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ

''بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے مرغوب کر دیا ہے''

بڑی سزا عاصی کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی معصیت پر چھوڑ دے پھر نہ اس کو متنبہ کرے اور نہ غفلت سے ہوش میں آنے کی توفیق دے اور وہ لغو عذروں سے گنجائش حاصل کرتا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے میں اس تخت کو آپ کے پاس لائے دیتا ہوں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ آصف کا قول ہے یہ بات غلبہ حال میں جب کہ وہ عین جمع میں تھے کہدی اور یہ کلام اللہ کا تھا کہ اس کو ان کی زبان پر جاری کر دینا تھا۔ درخت سے آواز دی اے موسیٰ میں اللہ ہوں (پھر دوسری بات یہ ہے کہ) ایسی کرامتیں اولیاء اللہ سے بہت ہوا کرتی ہیں اور وہ مسافت بعیدہ کا زمانہ قصیرہ میں قطع کرنا ہے اور دیوار سے پار ہو جانا اور اسی کے مثل اور بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

''قریب تھا کہ وہ اس کو ظاہر کر دیں اگر ہم ان کے دل کو مضبوط نہ رکھتے تو''

یوسف بن حسین رازی سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دو باتوں کا حکم ہوا ان کو دودھ پلاؤ پھر ان کو دریا میں ڈال دو اور دو باتوں سے ممانعت کی گئی اور نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور دو بشارتوں کی بشارت دی گئی ہم ان کو تمہارے پاس لوٹانے والے ہیں اور ان کو رسولوں میں سے کرنے والے ہیں سو مگر بدون ربط قلب کے یہ سب پورے طور سے نافع نہ ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

''اور البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑا ہے''

یعنی بڑا ہے (بے حیائی اور بری باتوں سے روکنے میں اور بڑائی اور شیخی کے دور کرنے میں اور صفات ذمیمہ کے مٹانے میں) اور مشائخ کے نزدیک یہ مجرب ہے خاص کر لا الہ الا اللہ کا ذکر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ

"یہ ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو وجہ اللہ کے طالب ہیں"

یعنی ذات الٰہی کے طالب ہیں (جو کہ وہی مقصود بالذات ہے نہ دنیا نہ آخرت)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

"اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کیں"

سو ظاہری نعمتیں تو اعضا ہیں جیسے آنکھ اور کان اور زبان اور دانت اور ہاتھ اور پیر اور ان کی مانند اور باطنی نعمتیں نفس اور قلب اور عقل اور سر اور خفی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا

"پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو بیم و امید کے ساتھ"

کہا جعفر نے اپنے پروردگار سے ڈر کر اور اپنے پروردگار سے امید رکھ کر جیسا کہ (ربھم کا پہلے ذکر کرنا اور معمول خوف وطمعا کو ذکر نہ کرنا اس پر دال ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى

"اے ایمان والوں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف پہنچائی تھی"

یہ عام مسلمانوں کو ممانعت ہے اور جو انبیاء اور اولیاء اور مومنین متقین کو ایسے امور کی تہمت) سے تکلیف پہنچاتے ہیں جن کی ان کو خبر بھی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ

اور جو چیز تم خرچ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے گا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اپنے بدن اور روح اور راحت میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے اچھا اس کو بدلہ دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا يَسْتَوِی الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ

"اور زندے اور مردے برابر نہیں"

یعنی اللہ والے اور شیطان والے برابر نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

"اور قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بیشک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں سیدھے رستے پر ہیں"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قسم کھائی کہ حضرت ﷺ بھیجے ہوئے نبی ہیں جیسے اور تمام نبی اور فائدہ قسم کا آپکے قلب کا مطمئن کرنا ہے کیونکہ آپ تو جانتے تھے کہ آپ رسولوں میں سے ہیں ولیکن مزید اطمینان کی احتیاج آپ کو بھی ہو سکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَيَهْدِيْنِ

"میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں"

یہ وہی ہے جس کو مشائخ کہتے ہیں یعنی ان کی طریقہ مشہورہ میں سیر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہ یہ سیر مرغوب اور محبوب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِی الْاَيْدِیْ وَالْاَبْصَارِ

"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو صاحب قوت اور صاحب بصیرت تھے" یعنی صاحب قوۃ تھے نفس اور نفسانی خواہشوں اور شیطان پر اور صاحب بصیرت نفس اور عقل اور قلب اور سر خفی کی

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

"تو کیا جس شخص کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہو" فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لیکن نور پس جب داخل ہوتا ہے اس شخص کے باطن میں تو اس کی وجہ سے سینہ اس کا کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور کھل جاتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کی کوئی علامت ہے فرمایا ہاں دھوکہ کے گھر سے دور ہونا اور ہیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا اور موت کے لئے قبل اس کے آنے کے اچھی طرح آمادہ ہو جانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ

''کھڑے ہوجاتے ہیں اس سے کھالوں کے بال''

(یہ ایک قسم ہے وجد کی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

''وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو اور جو دل پوشیدہ رکھتے ہیں''

یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ تزکیہ ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ

''اور اگر اثر کرے تیرے اندر شیطان کے طرف سے کوئی اثر''

یعنی تیرے ظاہر اور باطن میں کوئی فساد ڈال دے جیسے کینہ اور حسد اور غصہ اور عجب اور کذب اور گالی اور مارنا ناحق تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ تو خود شیطان کے دفع کرنے پر قادر نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ

''سو اگر اللہ ارادہ کرے تو تیرے دل پر مہر لگادے''

اگر تو ہم پر سچ کے علاوہ کوئی اور بات کہے۔

مروی ہے کہ ایک امام نے یہ آیت پڑھی اور شبلی اس کے پیچھے تھے۔ سو جب انہوں نے یہ آیت اپنی نماز میں امام سے سنی تو فرمانے لگے کہ (اللہ اکبر) اس طرح تو اچھے لوگوں سے خطاب ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سلب حال سے خوف کرنا واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا

''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بنا رہے۔ اس کے لئے ہم ایک شیطان مقرر کردیں گے''

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات اور اس کے احکام سے اعراض کرے (اور اس میں دلالت ہے کہ محجوبین پر شیاطین مسلط ہوتے ہیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ

''اور ہم نے ان کو پسند کرلیا علم سے تمام جہاں کے لوگوں پر''

اور جو خطائیں ان سے سرزد ہوتی ہیں اس کا اثر ہمارے حکم ازلی اجتباء اور اختیار میں نہیں ہوتا (اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ مراد (اللہ تعالیٰ اس کے نفس کے حوالہ سے نہیں کرتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

''اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں''

یہ نص ہے اس بات پر کہ بڑائی اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین میں ہے اور بڑائی ذات کی۔ صفتہ اور ذات سے صفت جدا ہو نہیں سکتی تو یہ آیت اللہ تعالیٰ کی ذات کے محیط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

''جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں''

اللہ تعالیٰ سے ان کے بیعت کرنے کا اثبات ہے اور اس میں نبی علیہ السلام سے ان کے بیعت کرنے کی نفی نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى

''اور آپ کے رب کی طرف منتہی ہے''

یعنی اللہ عزوجل کی ذات میں فکر نہیں چلتا کیونکہ سب چیزوں کا کہ ان میں فکر بھی ہے۔ منتها الى الرب فرمایا ہے پس فکر في الرب منفی ہوا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ

''ایسی ہی جزا دیتے ہیں ہم شکر کرنے والے کو''

یعنی ہم ہر ولی شاکر کو جزا دیتے ہیں اس طرح کہ ان کو نجات دیتے ہیں اور ان کے اعداء ہلاک ہوتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

''پس اگر ہوگا ان لوگوں سے جو مقرب کئے گئے ہیں''

یہ دلیل ہے اس کی کہ اللہ کا مقرب وہی ہوتا ہے جس کو اللہ مقرب بنائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

"کیا وہ وقت مسلمانوں کے لئے نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے جھک جاویں"

آخر آیت تک یعنی کیا اللہ کی یاد کے لئے مسلمانوں کے دلوں کے جھکنے اور پست ہو جانے اور کھل جانے اور وسیع ہو جانے کا وقت نہیں آیا یعنی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ

"مسلط ہو گیا ان پر شیطان تو اس نے ان کو غافل کر دیا اللہ کے ذکر سے"

اور علامات اس کی یہ ہیں کہ بندہ اپنے آقا کا ذکر نہ کرے اور اگر کوئی ذکر کرے تو اس کو برا معلوم ہو اور ناگوار ہو صحبت علماء اور صلحا کی اور پسند کرے احمقوں اور مسخروں اور اس قسم کے لوگوں کی صحبت کو اور خوش ہو ان کی صحبت سے اور محفوظ ہوتا ہو ان کی مجالست سے اور حرام اس کو زیادہ پسند ہو حلال سے اور معصیت زیادہ محبوب ہو طاعت سے اور اپنے گناہوں پر فخر کرے اور لوگوں کے سامنے گناہوں پر شیخی بگھارے اور لوگوں کو طاعت پر ملامت کرے تو یہ ایسا شخص ہے جس پر شیطان مسلط ہو گیا ارشاد باری تعالیٰ ہے قوت دی ان کو ایک روح سے اپنی طرف سے یعنی قوت دی اس رشاش نور سے جو نفس پر چھڑ کا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ

"اگر اتارتے ہم اس قرآن کو پہاڑ پر تو اس کو بھی تو دیکھتا کہ پست ریزہ ریزہ ہو گیا ہے خدا کے خوف سے"

یعنی اگر کوئی بھی صفت صفات خداوندی سے تجلی کرتی اور یہ صفت جیسے عظمت اور جلال ہے ابن عطاء نے فرمایا کہ اشارہ اس امر کی طرف کیا کہ اس کی صفات کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی اور اس کی تجلی کے سامنے بجز اس کے جس کو اللہ تعالیٰ ہی قوت دے دے کوئی باقی نہیں رہ سکتا اور وہ عارفوں کے قلوب ہیں تو وہ اللہ کے ساتھ قائم ہیں نہ اس کے غیر کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ یعنی اس کی تجلی قائم ہے ان کے ساتھ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ

"نہ بناؤ تم میرے دشمنوں کو اپنے دشمن کو دوست"

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

کہ افضل الایمان یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے عداوت کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ الخ

"اے نبی جب آپ کی خدمت میں مسلمان عورتیں بیعت کی غرض سے حاضر ہوں" آخر آیت تک اس میں اثبات ہے بیعت کا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا

"جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے"

مراد بسبیل الی اللہ سے صوفیہ کا طریق ہے یعنی جو شخص اللہ کے ذات وصفات کو چاہے اس کے راستہ پر چلے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا

اور قسم ہے نفس کی اور اس کی ذات کی کہ جس نے درست کیا اس نفس کو اس طور سے درست کیا کہ وہ بار امانت اٹھانے کے لائق ہو گیا اس کے لئے دو جہتیں ایک جہت تقویٰ کی اور ایک جہت نافرمانی کی اور یہی مراد ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا

"پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری کو"

اور ان دونوں جہتوں کے درمیان ایک جہت ملامت کی بنائی سو اگر نفس نافرمانی اور گناہ کی طرف مائل ہوا تو اس کا نام امارہ بالسوء ہے اور اگر پرہیزگاری کی طرف مائل ہوا تو اس کو مطمئنہ کہتے ہیں پھر جب وہ گناہ کر کے جلد پشیمان ہو تو اس کا نام لوامہ ہے کہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور اپنی شہوت پر

غصہ کرتا ہے اور اپنی لذتوں کو مبغوض رکھتا ہے اور جو گناہ اس نے کیا اس سے توبہ کر لیتا ہے پھر جب اس کی خالص توبہ کامل ہو جاتی ہے تو وہ اب عالم اطمینان میں داخل ہو جاتا ہے سو اس کو اپنی محافظت ضروری ہے۔

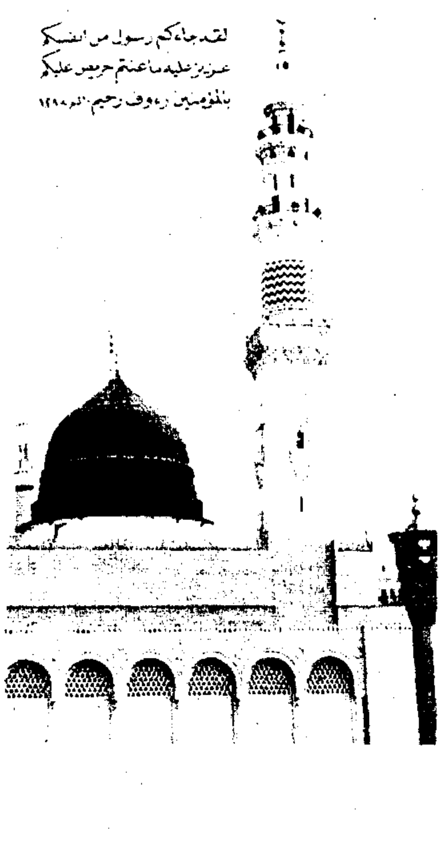
تاکہ قبل حصول مذاق اطمینان پھر واپس نہ ہو جاوے پھر جب اس کو ذوق نصیب ہو جاتا ہے تو اطمینان پر قائم رہنا سہل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی ضروری ہے کہ محافظت رکھے جب تک کہ خوگر نہ ہو جاوے اور اطمینان اس کی صفت لازمہ نہ ہو جاوے۔ محافظت اس پر آسان نہ ہو جاوے اور جب تک کہ دار التکلیف میں ہے رجوع اور واپسی سے امن نہیں ہو سکتا اور نفس ایک ہی ہے اس کی صورتیں جہتیں مختلف ہیں۔ جیسے بدن ایک جسم ہے کبھی صحیح ہے کبھی مریض ہے کبھی مردہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

جن اور آدمیوں سے یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ وسوسہ شیاطین، انس اور شیاطین، جن، دونوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔

شکر خدا کا اس وقت جس کا میں نے قصد کیا تھا تمام ہوا۔ اور شاید بعد میں اس سے زائد بعضے دوسرے مسائل کی جو آیات قرآن سے ثابت ہیں شرح کرنے کی مجھ کو توفیق دی جاوے اور اللہ ہی کے لئے تعریف ہے اول میں بھی اور آخر میں بھی باطن میں بھی ظاہر میں بھی اور رحمت نازل ہو اس کے رسول پر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے ان پر بسیار و بسیار ے۔





باب ٦

تصوف
حدیث کی روشنی میں

اس باب میں

حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف کا اردو حصہ مذکور ہے جس میں احادیث سے علم تصوف اور اس کی اصطلاحات و مسائل پر استدلال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تصوف شریعت سے الگ نہیں ہے بلکہ تصوف بھی علم شریعت کا حصہ ہے۔

معنی ذکر فکر وتصور شیخ

علم کی فضیلت اور اس کی ضرورت

حدیث علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔(ابن ماجہ)

حدیث علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ملے۔(بیہقی)

فائدہ اور ضعف کے شبہ کا جواب خطبہ میں ہو چکا ہے اس عبارت میں اور بعض اوقات ان روایات میں سے بعض ضعف بھی پاؤ گے۔

حدیث اچھی بات بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا اس کا کرنے والا۔ (ترمذی)

فائدہ یہ تینوں حدیثیں علم سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت پر دال ہیں اور اس میں جہلاء صوفیہ کی اصلاح ہے، جو علم کی مذمت کیا کرتے ہیں اور اس کو مقصود کا حجاب سمجھتے ہیں۔

حدیث جو چیز تجھ میں کھٹک پیدا کرے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کر جو کھٹک نہ پیدا کرے۔ (ترمذی)

ذوق سلیم کا معتبر ہونا

حدیث اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھ کو فتویٰ بھی دیدیں۔(احمد)

فائدہ دونوں حدیثیں اس پر دال ہیں کہ ذوق ووجدان بھی معتبر چیز ہے ایسے شخص کا جس کو ایمان کامل حاصل ہو (اور وہ ایسے امور میں (معتبر ہے) جن میں دو دلیلیں متعارض ہوں اور یہ (عمل بالوجدان) عارفین میں مثل عادات طبعیہ کے ہے۔

علوم واحوال باطنیہ

حدیث بعض علوم مخفی اشیاء کی شکل میں ہوتے ہیں۔ ابوعبدالرحمٰن سلمیٰ اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ اس علم کو بجز عارفین باللہ کے کوئی اور نہیں جانتا پھر جب وہ اس علم کے ساتھ گویا ہوتے ہیں تو اس سے وہی لوگ جہالت میں رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں دھوکہ کھائے ہوئے ہیں (مراد انکار وتکذیب ہے کیونکہ اجمالاً تصدیق کر لینا بھی ایک قسم کا علم ہے اور دھوکہ یہ کہ وہ اپنے علم وعمل کو عنداللہ صحیح ومقبول سمجھتے ہیں پس تم ایسے عالم کو حقیر مت سمجھو جس کو خدا تعالیٰ نے اس علم کا کچھ حصہ دیا ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کو حقیر نہیں سمجھا جبکہ وہ علم اس کو دیا۔

حدیث حضرت ابوبکرؓ جو اور لوگوں سے افضل ہو گئے تو نماز وروزہ کی کثرت سے نہیں ہوئے (مراد نفل نماز وروزہ ہے) کیونکہ کثرت اسی میں ہو سکتی ہے۔ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ابوبکر بن عبداللہ مزنی کا قول کہا ہے اور پورا مضمون احیاء میں جو اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جو لوگوں سے فضیلت میں بڑھ گئے ہیں تو نہ کثرت صیام سے نہ کثرت صلوٰۃ سے نہ کثرت روایات سے نہ زیادہ فتوے دینے سے نہ زیادہ علمی تقریر سے بلکہ خاص ایک چیز کی وجہ سے بڑھ گئے ہیں جو ان کے سینے میں بیٹھ گئی ہے۔

فائدہ اس حدیث اور اثر میں اثبات ہے علوم باطنہ واحوال باطنہ کا (اول میں ان علوم کا ذکر ہے ثانی میں ان احوال کا)

اختلافی امور میں لوگوں سے نرمی برتنا

حدیث میری امت کا اختلاف رحمت (بیہقی) مدخل میں حدیث ابن عباسؓ سے ان الفاظ سے مسنداً اختلاف اصحابی لکم رحمۃ یعنی میرے اصحابؓ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے اور اسناد اس کے ضعیف ہیں۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اس عادت کی جس پر صوفیہ عامل ہیں کہ اختلافی امور میں لوگوں کے ساتھ توسع اور نرمی برتتے ہیں۔

علم غیر نافع کا جہل ہونا

حدیث بعض علم جہل ہے۔(ابوداؤد)

فائدہ اس میں صوفیہ کی اس عادت کی اصل ہے کہ وہ ایسے علم کو جہل کہتے ہیں جو موصل الی اللہ نہ ہو (کما قال الشیر ازی علمے کہ بحق نہ نماید جہالت است)۔

مجالس صوفیہ کی فضیلت

حدیث جب تم جنت کے باغوں پر گزرا کرو تو (ان میں) چرا کرو (یعنی ان سے غذائے روحانی حاصل کیا کرو۔(ترمذی) اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد ہوا ذکر کی مجلسیں۔

فائدہ اس میں کھلی فضیلت صوفیہ صافیہ کی مجالس کی ہے کیونکہ وہ مجالس خالص ذکر ہی ہیں خواہ علماً خواہ عملاً (یعنی وہاں افادہ علوم کا ہوتا ہے یا تسبیح وتہلیل کا شغل ہوتا ہے)۔

تائید عادت صوفیہ کے معارف کو اکثر اشعار میں ضبط کرتے ہیں

حدیث بعض اشعار حکمت ہیں۔ (بخاری)

فائدہ اس میں تائید ہے اس عادت کی جس کو اکثر صوفیہ نے اختیار کیا ہے کہ علوم وحقائق کو اشعار میں ضبط کرتے ہیں۔

مخاطب کی رعایت تعلیم اور معاملہ میں

حدیث جب کبھی کسی شخص نے کسی مجمع سے ایسی بات کہی جس کو وہ سمجھتے نہ ہوں تو وہ بات ضرور ان کے لئے فتنہ ہوگئی۔ (مسلم)

حدیث لوگوں سے وہی بات کرو جس کو وہ سمجھ سکیں اور اس چیز کو چھوڑ دو جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔ (بخاری) اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے (یعنی جب بات تو ہو قرآن وحدیث کے موافق اور سمجھ میں آئے نہیں اور اس لئے کسی نے اس کو سچ نہ سمجھا تو تم سب نے خدا اور رسول کی تکذیب کی)۔

حدیث ہم انبیاء کی جماعت کو حکم ہوا کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں ہم سے ابوبکر شخیر کی حدیث کے ایک جزو میں اس کی روایت حدیث عمرؓ سے اس سے مختصر روایت کی گئی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں حدیث عائشہؓ سے یہ ہے کہ تم لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھو اور پوری روایت احیاء میں ہے کہ ہم کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ ان سے ان کے عقول کے موافق کلام کیا کریں۔ اھ

فائدہ اس میں دلالت ہے اس عمل پر جس پر صوفیہ محققین عامل ہیں کہ ہر شخص کو وہی تعلیم کرتے ہیں جس کا وہ اہل ہے اور بعض علوم کو عوام سے مخفی رکھتے ہیں۔

علم رسمی کی مذمت

حدیث علم دو قسم ہے ایک علم (محض) زبان پر الخ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں اور ابن عبدالبر نے حسن کی روایت سے جابر سے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے اور پوری روایت احیاء میں اس طرح ہے کہ علی اللسان کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ علم (زبانی) تو اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اس کی مخلوق پر (یعنی اس علم سے ان لوگوں کو الزام دیا جائے گا کہ تم نے باوجود جاننے کے پھر عمل نہ کیا) اور ایک علم ہے قلب میں (یعنی اس کا اثر قلب پر ہو) سو یہ علم نافع ہے۔

فائدہ اس حدیث میں تقسیم ہے علم کی دو قسموں کی طرف ایک وہ علم جو محض زبان پر ہو اور مقابلہ (اس کا علم نافع کے ساتھ) اس کے غیر نافع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور دوسرا وہ علم جو قلب میں ہو اور اس کو نافع فرمایا ہے۔ اور یہی (قسم اول) تفسیر ہے علم ظاہر کی جس کی صوفیہ مذمت کیا کرتے ہیں جو ظاہر محض ہے جس کا اثر قلب پر نہ پہنچا ہو (کہ قلب میں محبت وخشیت وغیرہ پیدا کرے اور حدیث اس مطلب میں صریح ہے۔

علم باطن کی اصل

حدیث جب تم دیکھو کسی شخص کو کہ اس کو خاموشی اور زہد عطا کیا گیا ہے (ابن ماجہ) اور پورا مضمون احیاء میں اس طرح ہے کہ ایسے شخص سے قریب ہوا کرو کیونکہ اس کو حکمت (یعنی علم حقائق) کی تلقین کی جاتی ہے فقط (منجانب اللہ)

تنبیہ: آگے جہاں تمامہ کا لفظ کہوں گا وہ احیاء سے ہو گا۔ اب احیاء کا نام بار بار نہ لوں گا۔

حدیث: جو شخص اپنے اس علم پر عمل کرتا ہے جو اس نے حاصل کیا ہو اللہ تعالیٰ اس کو ایسا علم عطا فرماتا ہے جو اس نے حاصل نہیں کیا۔ (ابونعیم) نے یہ دونوں حدیث اصل ہیں اس کی جس کو علم باطن کہتے ہیں جو عمل پر مرتب ہوتا ہے اور جس میں درس تدریس کو کچھ دخل نہیں (چنانچہ ورث کے لفظ میں اس کے غیر مکتسب ہونے کی طرف اشارہ ہے)۔

قرب فرائض وقرب نوافل

حدیث (حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) بندہ برابر نوافل کے ذریعہ سے مجھ سے قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں پھر جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا سمع وبصر ہوجاتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

میں کہتا ہوں کہ مشکوٰۃ میں بخاری سے یہ ہے کہ میں اس کا سمع بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کا بصر ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا دست و پا ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور جس سے وہ چلتا ہے اور شروع کا جزو حدیث کا یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) میرے بندہ نے کسی عمل کے ذریعہ سے میرا قرب حاصل نہیں کیا جو میرے نزدیک ادائے فرض سے زیادہ محبوب ہو۔

فائدہ اور یہ حدیث اصل ہے صوفیہ کی ان دو اصطلاحوں کی قرب فرائض وقرب نوافل اور میں نے ان دونوں کی

حقیقت اور ان دونوں عنوانوں کا حدیث کے موافق ہونا کلید مثنوی و مسائل مثنوی میں ذکر کیا ہے۔

اثبات نور باطنی وبعض احوال وہبیہ وبعض علامات کاملین

حدیث رسول اللہ ﷺ نے جب اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ جس شخص کی ہدایت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں الخ۔ (حاکم) اور پوری حدیث یہ ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ سینہ کھلنا کیسا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قلب میں نور ڈالا جاتا ہے تو اس کے سبب سینہ کھل جاتا ہے اور فراخ ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ آیا اس کی کچھ علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں دارالغرور (دنیا) سے ہٹ جانا اور دارالخلود (آخرت) کی طرف متوجہ ہو جانا اور موت آنے سے پہلے اس کے لئے تیار ہو جانا۔

فائدہ اس حدیث میں نور باطنی کا اثبات ہے اور نیز بعض احوال موہوبہ کا اثبات ہے اور نیز اس میں کاملین کی بعض علامات مذکور ہیں۔

شیخ کا اپنی قوم میں مقام اور اہل ارشاد کی فضیلت

حدیث پیر اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں (ابن حبان)

میں کہتا ہوں کہ پیر سے مراد پیرانہ سال (بوڑھا) ہے نہ کہ (پیر بمعنی) مرشد کیونکہ یہ اطلاق جدید ہے (زمانہ نبوی میں نہ تھا اس لئے یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے) اور اسی لئے امام غزالیؒ اس کو شرف عقل کے بیان میں لائے ہیں اور اس کی وجہ میں یہ کہا ہے کہ یہ فضیلت نہ اس کی کثرت مال کے سبب ہے نہ اس کے عظیم الجثہ ہونے کے سبب نہ زیادت قوت کے سبب بلکہ زیادتی تجربہ کے سبب ہے جو کہ اس کی عقل کا ثمرہ ہے اھ (یہ تقریر صاف دلالت کرتی ہے مدعائے مذکور پر) البتہ یہ مضمون (فضیلت مرشد کا) ایک دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء کے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں ابوالدرداء کی روایت سے جیسا کہ تخریج عراقی میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حدیث ثانی کی دلالت مرشدین کی فضیلت پر ظاہری ہے اور (بعد تامل) اس کا استنباط حدیث اول سے بھی اس طرح ممکن ہے کہ جب (بوڑھے شخص کی) فضیلت کا مدار مطلق عقل و تجربہ کو ٹھہرایا گیا تو جس عقل و تجربہ کا تعلق دین سے ہوگا وہ تو بدرجہ اولیٰ مدار فضیلت ہوگا اور ایسے عقل و تجربہ کا مرشدین میں ہونا مشاہدہ سے معلوم ہے تو وہ اس فضیلت کے زیادہ مستحق ہوں گے۔

فضیلت معرفت و عارفین

حدیث جب اور لوگ نیکی کے مختلف انواع سے تقرب حاصل کریں تو تم اپنی عقل سے تقرب حاصل کرو ابونعیم نے حلیہ میں حضرت علیؓ کی روایت سے ذکر کیا ہے اس طرح کہ جب اور لوگ نیکی کی انواع کا اکتساب کریں تم عقل کی انواع کا اکتساب کرو۔ تم ان سب سے نزدیکی اور قرب میں بڑھ جاؤ گے اور اس کے اسناد ضعیف ہیں۔

فائدہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں لائے ہیں اور اس کی نہایت خوبی سے شرح فرمائی ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے اور اس میں اثبات ہے علوم دینیہ کا اور اس کے علماء کی فضیلت کا اور ظاہر ہے کہ اس (عقل مذکور فی الحدیث) کا سب سے بڑا مصداق عارفین اہل طریقت کی عقل ہے جس سے محبوب حقیقی تک خود پہنچتے اور دوسروں کو پہنچاتے ہیں اور اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی ہزار رکعت سے افضل ہیں۔

قرآن کے بعض معانی کا اہل ظاہر سے مخفی ہونا

حدیث قرآن مجید کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے (ابن حبان)

فائدہ اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ نیز قرآن (کے ظاہر و باطن) کی ایک حد (بھی) ہے (کہ وہاں اہل ظاہر یا اہل باطن کا ادراک ختم ہو جاتا ہے) اور ایک طریق اطلاع (بھی) ہے (کہ اس طریق کے ذریعہ سے وہاں تک ادراک کی رسائی ہوتی ہے چنانچہ ظاہر قرآن کے ادراک کا طریق لغات و عربیت و اسباب نزول وغیرہا کی مہارت ہے اور باطن قرآن کے ادراک کا طریق علوم مذکور کے ساتھ ذوق اجتہاد و نور معرفت و امثالہا ہے علی اختلاف مراتب البطون) یہ حدیث اس پر دال ہے کہ بعض اسرار قرآن مجید میں ایسے ہیں جن تک عوام اور خواص کالعوام کے افہام کی رسائی نہیں ہوتی تو اس حالت میں اہل ظاہر کو یہ حق نہیں کہ اہل باطن پر ایسے علوم میں

نکیر (واعتراض) کریں بشرطیکہ کوئی دلیل قطعی لغوی یا شرعی ان علوم کی نفی نہ کرتی ہو (ورنہ انکار واجب ہے)۔

حق تعالیٰ کا مدرک بالکنہ نہ ہونا اور علم نبوی کا محیط بجمیع الواقعیات نہ ہونا

حدیث (ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ) میں آپ کی ثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا آپ ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے اپنی خود ثناء فرمائی۔ امام مسلم نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے کہا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ میں یہ کہتے ہوئے سنا۔

فائدہ: حدیث دو امر پر دال ہے ایک یہ کہ حق تعالیٰ کا ادراک بالکنہ رسول اللہ ﷺ کو بھی نہیں ہوا تو دوسرے کو تو کیا ہوتا کیونکہ کسی شے کا احاطہ یہ ہے کہ اس کا ادراک بالکنہ ہو تو احاطہ کا انتفاء ادراک بالکنہ کا انتفا ہے اور دوسرا امر یہ ہے کہ حضور ﷺ کا علم تمام واقعیات کو محیط نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے کمالات واقعیات میں سے ہیں اور آپ نے اپنے علم کو ان کے لئے اس کو غیر محیط فرمایا ہے۔

رویت حق کا ممتنع ہونا دنیا میں اور ادراک بالکنہ کا آخرت میں بھی

حدیث حق تعالیٰ کے (سامنے) ستر حجاب ہیں نور کے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان چیزوں کو جلا ڈالیں جن کو ان کی بصر ادراک کرتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کے ادراک بصر سے کوئی چیز خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام چیزوں کو جلا ڈالیں) ابن حبان نے کتاب العظمۃ میں ابو ہریرہؓ کی حدیث سے کہ حق تعالیٰ کے اور ان ملائکہ کے درمیان میں جو کہ عرش کے حوالی ہیں ستر حجاب نور کے ہیں اور اس کے اسناد ضعیف ہیں اور اسی کتاب میں حضرت انسؓ کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اپنے رب کو دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان میں ستر حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور طبرانی کے اکبر میں سہل بن سعد کی روایت سے ہے کہ حق تعالیٰ کے آگے ہزار حجاب ہیں نور اور ظلمت کے اور مسلم میں ابو موسیٰ کی روایت سے ہے کہ ان کا حجاب نور ہے اگر وہ ان کو کھول دیں تو ان کی ذات کے انوار تمام ان مخلوقات کو جلا ڈالیں جن تک ان کی بصر پہنچتی ہے (اور ظاہر ہے کہ ان کی بصر کی رسائی سے کوئی مخلوق خارج نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق کو جلا ڈالیں) اور ابن ماجہ میں ادرکہ بصرہ ہے (جیسا سب سے اول روایت میں تھا)۔

میں کہتا ہوں کہ مسلم کی ایک روایت میں بجائے (النور کے) النار ہے (یعنی ان کا حجاب نار ہے اسی نور کو باعتبار تاثیر احراق کے نار فرمادیا) اور کنز العمال میں بروایت کبیر طبرانی کے ابن عمر اور سہل بن سعد کے وظلمۃ کے بعد یہ اور زیادہ ہے کہ کوئی جان ایسی نہیں جو ان حجابوں کی آہٹ کو سن لے کہ فوراً نہ نکل جائے۔

فائدہ اس حدیث میں اثبات ہے حجابوں کا بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان میں اور لفظ حجاب کا اطلاق صوفیہ کی زبانوں پر کثرت سے شائع ہے نیز اس حدیث میں رویت حق کا ممتنع ہونا مذکور ہے **فی الحال تو علی الاطلاق اور فی المآل** (یعنی آخرت میں) حجاب کبریا کے مرتفع ہو جانے سے جس کا حاصل ادراک بالکنہ ہے (دلالت علی الامتناع اس طرح سے ہے کہ کشف حجاب کو جو کہ مقدمہ ہے رویت کا مستلزم الغد ام مدرک فرمایا اور الغد ام میں رویت ممتنع ہے)۔

احوال قلبیہ کا غیر اختیاری ہونا

حدیث بندہ کا دل حق تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث میں بعض احوال قلبیہ کا مطلقاً غیر اختیاری ہونا اور بعض کا اختیار مستقل کے اعتبار سے غیر اختیاری ہونا مذکور ہے (اور انگلیوں کے معنی کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہئے)۔

کائنات کا مظاہر تجلیات ہونا

حدیث حجر اسود (گویا) حق تعالیٰ کا دست مبارک ہے دنیا میں حاکم نے مع تصحیح اس کو عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے نقل کیا اور کتاب الحج میں ابن عباسؓ کی روایت سے یہ اور زیادہ کیا کہ اس سے اپنی مخلوق کے ساتھ مصافحہ فرمائیں گے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بعض کائنات معظمہ بعض تجلیات الٰہیہ کے مظاہر ہوتے ہیں اور اسی مظہریت کی بنا پر حجر اسود کو دست مبارک مجازاً فرمایا گیا (اس سے زیادہ گفتگو اس مضمون میں نہ کرنا چاہئے)۔

مسئلہ مذکورہ در حدیث بالا

حدیث میں حق تعالیٰ کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں احمد نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس حدیث میں نقل کیا ہے جس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہارے رب کا دم مبارک یمن کی طرف سے پاتا ہوں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

فائدہ اس میں بھی وہی مسئلہ مذکور ہے جو اس کے قبل کی حدیث میں تھا اس حیثیت سے کہ بعض کاملین کی برکات خاصہ کو رحمٰن کا دم مبارک فرمایا اسی تجلی خاص کی مظہریت) کی بنا پر۔

شعور جمادات

حدیث سنگریزوں کی تسبیح کی حدیث اس کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ابوذر کی روایت سے ذکر کیا۔

فائدہ اس میں جمادات کے ذی شعور ہونے کا اثبات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ منجملہ محسوسات کے ہے۔

تدقیق در طریق

حدیث شرک میری امت میں (یعنی) بعض میں صاف چٹان پر چیونٹی کے چلنے کی آواز سے بھی زیادہ خفی ہوگا۔

(ابن عدی-ابن حبان)

فائدہ اس حدیث میں وہ امر مذکور ہے جو اہل ارشاد و سالکان طریقت کو جتلاتے رہتے ہیں یعنی اعمال باطنہ میں تدقیق (وکاوش) اور اہل ظاہر اس کو غلو اور تشدد شمار کرتے ہیں (اور اس وجہ سے اہل طریق پر انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے شرک کا ایک درجہ ایسا خفی ارشاد فرمایا اور ظاہر ہے کہ مقصود اس تنبیہ سے اہتمام تحرز ہے یہ تدقیق نہیں تو کیا ہے مگر تعمق نہیں ہے)۔

کتاب الصلوٰۃ

قرب خاص کے علاوہ قرب علمی کا ہونا

حدیث سب سے زیادہ قرب کی حالت جو بندہ کو اللہ سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ سجدہ میں ہو۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ اہل طاعت کے قرب کی حقیقت قرب علمی کے سوا ہے کیونکہ قرب علمی تو اہل عبادت کے ساتھ خاص نہیں (اور یہاں ساجد کے ساتھ خاص کیا گیا ہے) اور یہ وہ قرب خاص ہے جس کی تحصیل کا امر کیا گیا ہے۔

نماز میں مذمومات نفس کا تعین

حدیث جو شخص ایسی دو رکعتیں پڑھے جن میں اپنے نفس سے کسی قسم کی دنیا کی باتیں نہ کرے اس کے تمام گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ) اور یہ حدیث صحیحین میں حضرت عثمانؓ کی روایت سے اول میں زیادت کے ساتھ ہے اور اس میں بشئی من الدنیا نہیں ہے اور طبرانی نے اوسط میں الا بخیر بڑھایا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ جو حدیث النفس کمال صلوٰۃ میں مخل ہے وہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے ہو جیسا کہ یحدث کا لفظ اس پر دال ہے کیونکہ تحدیث اور ہے اور تحدث اور (اور حدیث میں تحدث آیا ہے) پھر وہ (حدیث النفس اختیاری) بھی علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ وہ (مذموم ہے) جو دنیا کی قبیل سے ہو اور جو غیر یعنی دین ہے وہ مذموم نہیں لیکن یہ (مذموم نہ ہونا) ضروری کے ساتھ خاص ہے اور اسی سے اس اشکال کا جواب نکل آیا جو حضرت عمرؓ کے قول پر وارد کیا جاتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے لشکر کی تیاری کیا کرتا ہوں اور نماز کی حالت میں ہوتا ہوں (حاصل جواب یہی ہے کہ یہ حدیث النفس گو اختیاری ہو مگر دین اور ضروری ہے) باقی جو غیر ضروری ہو اس کی نفی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسی ہی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ان دو رکعتوں پر اپنے قلب سے متوجہ رہے (اور یہ نفی) اس لئے ہوتی ہے) کہ توجہ الی الصلوٰۃ توجہ الی غیر الصلوٰۃ کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور اس ضروری (دینی حدیث النفس) کے جائز رکھنے کی طرف میری رائے کی رسائی ہوئی ہے جس کو من الدنیا اور الا بخیر سے اخذ کیا ہے جو اس حدیث میں ہے۔ دوسرے محققین سے بھی رجوع کرلیا جائے۔

نماز میں خشوع اور نماز کے بعد دعا

حدیث نماز تو ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تدعا اور تضرع (ترمذی) اور نسائی نے اس کے قریب قریب فضل بن عباس کی حدیث سے باسناد مضطرب اور پوری حدیث (احیاء میں) اس طرح ہے کہ نماز صرف ان چیزوں کا نام ہے اظہار مسکنت اور تواضع اور تضرع اور رقت قلب اور اظہار ندامت اور یہ کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللھم اللھم کہو (یعنی دعا کرو) جو شخص ایسا نہ کرے اس کی نماز ادھوری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تقنع یدیک الخ کو ترغیب میں بھی ترمذی اور نسائی اور صحیح ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے یعنی دونوں ہاتھ پروردگار سے دعا کرنے کے لئے اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ چہرے کی طرف رہے اور یارب یارب کہو اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز ناقص ہے اور اس کے ترک کو جو موجب نقصان فرمایا گیا ہے۔ یہ نقصان فضیلت میں ہے نہ کہ صحت (نماز) میں۔

فائدہ دو چیزوں پر اس سے دلالت ہوئی ایک خشوع کا نماز میں مطلوب ہونا دوسرے نماز کے بعد دعا کا مشروع ہونا جیسا صلحاء اور نمازیوں میں معتاد ہے کیونکہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نماز کے اندر تو ہو نہیں سکتا۔

طریقہ تکمیل نماز

حدیث جب تم نماز پڑھو تو اس شخص کی سی نماز پڑھو جو دنیا کو چھوڑنے والا ہو (اور اس وجہ سے اس نماز کو آخری نماز سمجھنے والا ہو (ابن ماجہ)

فائدہ اس حدیث میں تعلیم ہے طریقہ تکمیل نماز کی اس مراقبہ سے کہ یہ احتمال رکھے کہ شاید یہ آخری نماز ہو اور یہ طریق عجیب ہے جو تجربہ کرے گا مشاہدہ کر لے گا۔

ولولہ وعشق

حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے باتیں کرتے اور ہم آپ سے باتیں کرتے مگر جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ کی یہ حالت ہو جاتی گویا نہ آپ ہم کو پہچانتے ہوں اور نہ ہم آپ کو ازدی نے ضعفاء میں سوید بن غفلہ کی حدیث سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تھے تو یہ حالت ہو جاتی کہ گویا آپ کسی کو بھی نہیں پہچانتے۔

فائدہ یہ وہی از خود رفتگی اور عشق ہے جس کے اکثر اہل ظاہر منکر ہیں (اور صوفیہ اس کے قائل ہیں)

احضار قلب کا شرط قبول ہونا

حدیث اللہ تعالیٰ ایسی نماز کی طرف نظر بھی نہیں فرماتے جس میں آدمی اپنے قلب کو اپنے بدن کے ساتھ حاضر نہ کرے میں نے اس حدیث کو ان لفظوں سے نہیں پایا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں عثمان بن ابی دہرش کی روایت سے مرسلاً یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے کوئی عمل قبول نہیں فرماتے یہاں تک کہ اس کا قلب اس کے بدن کے ساتھ حاضر ہو۔

(مسند الفردوس)

فائدہ اس میں صریح دلالت ہے اس پر کہ قلب کا حاضر رکھنا جو کہ فعل اختیاری ہے شرط ہے قبول اطاعت کی نہ کہ قلب کا حاضر رہنا جو کہ امر غیر اختیاری ہے (اور احضار کا شرط نہ کہنا تفریط ہے اور حضور کا شرط کہنا افراط ہے)۔

اصلاح باطن کا اصلاح ظاہر کے لئے مستلزم ہونا

حدیث آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی سے شغل کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس کا قلب خشوع والا ہوتا تو اس کے جوارح بھی خشوع والے ہوتے۔ (حکیم ترمذی)

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ باطن کا دعویٰ کرنا کذب ہے جبکہ ظاہری حالت اس کے خلاف ہو (بلکہ باطن جب درست ہوگا ظاہر ضرور ہی درست ہوگا)۔

قطع اسباب مشوشہ

حدیث جس میں ممانعت ہے نماز پڑھنے سے ایسے شخص کے جس پر پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اس قول تک کہ مسلم نے حدیث عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ کھانے کے سامنے آنے پر نماز نہیں اور نہ ایسی حالت میں کہ پیشاب پاخانہ اس سے کشا کشی کرتے ہوں۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اہل طریق کے اس معمول کی کہ وہ اسباب مشوشہ قلب کو قطع کرتے رہتے ہیں۔

غیرت

حدیث یہ روایت کہ ابو طلحہؓ نے اپنے ایک باغ میں نماز پڑھی جس میں ایک درخت تھا اس درخت میں ان کو ایک پرندہ کا پر خوشنما معلوم ہوا پوری حدیث سہو فی الصلوٰۃ ان کے اس باغ کو تصدق کر دینے کے باب میں ہے امام مالک نے عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا ہے کہ ابو طلحہ انصاری نے الخ پھر اسی طرح ذکر کیا (جیسا اوپر گزرا)۔

فائدہ اس حدیث میں حال غیرت کی اصل ہے یعنی ایسی چیز کو اپنے سے جدا کر دینا جو کہ محبوب اور مطلوب سے مانع ہو (جیسا ان صحابی کو باغ کی طرف توجہ ہونے سے نماز میں سہو ہوا انہوں نے اس کو اپنی ملک سے خارج کر دیا)۔

حدیث اے بلال ہم کو راحت دے۔ (دار قطنی)

فائدہ اس حدیث کے دو محمل ہیں ایک راحت دنیا نماز میں اور اس کے مقدمات میں مشغول ہونے کے ساتھ اور دوسرا راحت دنیا نماز سے فارغ ہونے کے ساتھ پہلی راحت لقاء کی ہے اور دوسری راحت رضا کی ہے (اور دونوں مطلوب ہیں) باقی یہ راحت کہ بوجھ اتر گیا یہ خط ہے محجوبین کا اور اس راحت کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مشغولی سے راحت نہیں پاتے جیسے وہ لوگ افطار سے خوش ہوتے ہیں روزے سے خوش نہیں ہوتے بخلاف حال واصلین کے کہ ان کو روزہ سے بھی ایک فرحت ہوتی ہے (فرحت لقاء) اور افطار سے دوسری فرحت ہوتی ہے (فرحت رضا)

اللہ سے حیاء اور اس کا طریق

حدیث ابوہریرہؓ نے پوچھا کہ خدا تعالیٰ سے حیا کرنا کیسے ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے ایسی حیا کرو جیسے اپنی قوم کے مرد صالح سے کرتے ہو۔ (بیہقی-شعب-حدیث سعید بن زید)

فائدہ اس میں آسان طریقے کی تعلیم ہے حیاء کی جو کہ مانع ہے معصیت سے اس طور پر کہ اس امر کو مستحضر رکھا جائے کہ اگر مجھ کو فلاں بزرگ میری قوم کا دیکھتا ہوتا تو میں معصیت پر کبھی اقدام نہ کرتا تو حق تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

عدم تحدید صلوٰۃ اللیل

حدیث وتر (یعنی صلوٰۃ اللیل جس میں تہجد اور وتر دونوں آ گئے) سترہ رکعت ہیں ابن مبارک نے طاؤس کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ آپ شب میں سترہ رکعت پڑھتے تھے (تہجد وتر کی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ صلوٰۃ اللیل دس یا بارہ رکعت کے ساتھ محدود نہیں پس اس عادت پر انکار نہ کیا جائے گا کہ بعض مشائخ شب میں سو رکعت یا زیادہ پڑھتے تھے (اور یہ زیادت تحدیدات پر زیادت نہیں ہے اور یہ فرق سمجھنا اکثر مواقع پر مجتہدین ہی کا کام ہے)۔

حقیروں سے استفادہ

حدیث اگر شیر خوار بچے نہ ہوتے اور کوزہ پشت بوڑھے نہ ہوتے (بیہقی) اور پوری حدیث یہ ہے اور چرنے والے بہائم نہ ہوتے تو تم پر عذاب بارش کی طرح برستا۔

فائدہ اس میں خود بینی کی جڑ قطع کر دی گئی ہے اس طرح سے کہ ایسے لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جائے جو حقیر سمجھے جاتے ہیں

عمل میں مداومت

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو وہ عمل ہے جو دائم ہو گو قلیل ہی ہو۔ (بخاری و مسلم)

فائدہ اور یہ وہ مسئلہ ہے جس میں اہل طریق میں سے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہیں۔

وبال ترک معمولات

حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ جو شخص کوئی عبادت شروع کرے پھر اس کو اکتا کر چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مبغوض رکھتا ہے۔ (ابن السنی)

فائدہ مبغوضیت کے درجات ہیں ادنیٰ درجہ محبت خاصہ سے محروم ہو جانا ہے اور اگر معنی متبادر ہی مراد لئے جائیں (یعنی نفرت و عداوت) تو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس (درجہ متبادرہ) کی طرف اکثر مفضی ہو جاتا ہے اور اہل طریق میں اہل بصیرت و اہل تجربہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ اعراض کی ایک ابتدا ہے اور وہ ترک ہے اور ایک انتہا ہے اور وہ بندہ کا بغض کرنا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو موجب ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے بغض کو بندہ کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے تنزل سے بعد ترقی کے پس (اس تقریر کے بعد) یہ اعتراض واقع نہیں ہوتا کہ اس سے مستحب کا واجب ہونا لازم آتا ہے اور ملالت کی جو قید لگائی یہ احتراز ہے عذر سے (کیونکہ عذر سے ترک کرنا اس کے لئے بلکہ نقص اجر کے لئے بھی موجب نہیں)۔

کتاب الزکوٰۃ

معاد اور معاش ضروری کے درمیان مزاحمت نہیں ہے

حدیث حلال روزی کا تلاش کرنا فرض ہے۔ بعد (دینی) فرائض کے (طبرانی-بیہقی)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ معاد میں مشغول ہونا مانع نہیں ہے ضروری معاش میں مشغول ہونے سے جیسا اہل غلو سمجھتے ہیں (بلکہ معاد میں اعانت و تقویت کا سبب ہوتا ہے)۔

حقوق عباد

خصوصاً مشائخ کے حقوق کی تاکید

حدیث جو شخص آدمیوں کا شکر گزار نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ حق تعالیٰ کے حقوق کا ادا کرنا حقوق خلائق کو ضعیف نہیں کرتا بلکہ اس کو مؤکد کرتا ہے خصوصاً ایسے بندوں کے حقوق کو جو کہ وصول الی الحق میں معین ہوتے ہیں جیسے مشائخ (وہادین) اور ان حضرات کے حقوق یعنی ان کی اطاعت و تعظیم کے مؤکد ہونے پر علاوہ اس حدیث کے اور مستقل دلائل بھی ہیں۔

حدیث جو شخص تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے تم اس کی مکافات کرو (ابوداؤد) اور پوری حدیث یہ ہے کہ اگر تم کو (مکافات کرنے کی) استطاعت نہ ہو تو اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تم کو یہ معلوم ہونے لگے کہ تم نے اس کی مکافات کردی۔

فائدہ اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس سے پہلی حدیث میں تھا (یعنی شکریہ محسن)۔

عدم تنافی درمیان توکل وادخار ضروری

حدیث آپ نے اپنے عیال کے لئے ایک سال کا غلہ جمع فرمایا (بخاری ومسلم) کہ آپ اپنے اہل کا سال بھر کا خرچہ جدا رکھ لیتے تھے۔

فائدہ اس سے ثابت ہوا کہ کسی مصلحت سے (بقدر ضرورت) ذخیرہ رکھ لینا نہ توکل کے منافی ہے اور نہ کمال توکل کے کیونکہ حضور ﷺ کے کامل ہونے میں کسی کو بھی کلام نہیں پھر وہ مصلحت عام ہے خواہ عیال کی مصلحت ہو خواہ نفس کی مصلحت ہو یعنی تحصیل اطمینان وازالہ تشویش کیونکہ طبائع فطرتاً مختلف ہوتی ہیں بعضوں کو یکسوئی بدون اسباب یکسوئی کے میسر نہیں ہوتی پس حضور ﷺ کا ذخیرہ فرمالینا ایسے لوگوں پر رحمت اور شفقت تھی باوجود یکہ آپ کو یکسوئی میں اسباب کی حاجت نہ تھی خوب سمجھ لو۔

تعمیم حسن معاشرہ

حدیث جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف آئے تو تم اس کا اکرام کرو (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اس عادت کی دلیل ہے جو اہل طریق کا معمول ہے کہ ہر شخص کے ساتھ (بلا تخصیص نیک و بد کے) ایسی حسن معاشرت کا معاملہ کرتے ہیں جو اس کے مرتبہ کے مناسب ہے۔

کتاب الصوم

عدم استحقار صغائر

حدیث نظر (بد) ایک زہر آلود تیر ہے ابلیس کے تیروں میں سے۔ (حاکم)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ صغیرہ گناہوں کو سرسری نہ سمجھے کبھی اس کا مفسدہ کبائر سے بھی بڑھ جاتا ہے (گو وہ ذات خاص ہی کی طرف راجع ہو اور کبیرہ جو مفسدہ میں قوی ہوتا ہے وہ مفسدہ عامہ ہے) بالخصوص نظر جو شہوت سے ناشی ہو یا اس سے شہوت ناشی ہو فی الحال یا فی المآل (بسبیل احتمال) اور اس کی وہی حالت ہے جس کو بعض اہل تجربہ نے فارسی (شعر) میں ظاہر کیا ہے۔

درون سینہ من زخم بے نشاں زدہ
بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

کتاب الحج

اتباع معاملات حق مع عبد

حدیث جس کو کسی چیز میں رزق ملتا ہو اس کو چاہئے کہ اس میں لگا رہے اور جس کی معاش کسی چیز میں ہو گئی ہو اس سے منتقل نہ ہو یہاں تک کہ اس میں خود تغیر ہو جائے ابن ماجہ نے انس کی حدیث سے بسند حسن جملہ اولیٰ کے ساتھ اور عائشہ کی حدیث سے ایسی سند کے ساتھ جس میں جہالت ہے اس لفظ سے کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کا رزق کسی خاص ذریعہ سے مسبب فرمادے اس کو چھوڑنا نہ چاہئے جب تک کہ اس میں تغیر یا ناموافقت نہ ہو جائے۔

فائدہ (اہل طریق نے) اسی پر تمام معاملات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے ساتھ واقع ہوتے ہیں قیاس کیا ہے جن کی معرفت بصیرت و فراست و خصوصیات واقعات سے ہو جاتی ہے (اس معرفت کے بعد وہ ان میں تغیر و تبدل از خود نہیں کرتے) اور یہ امر قوم کے نزدیک مثل بدیہیات کے بلکہ مثل محسوسات کے ہے، جس کی وہ اپنے احوال میں رعایت رکھتے ہیں۔

زیارت قبر نبوی ﷺ

حدیث جو شخص میری زیارت میری وفات کے بعد کرے اس نے گویا میری زیارت میری حیات میں کی۔ (دار قطنی)

حدیث جو شخص میری زیارت کرنے کے لئے آئے اور اس کا مقصود بجز میری زیارت کے اور کچھ نہ ہو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ میں اس کا شفیع بنوں۔ (طبرانی)

فائدہ ان دونوں حدیثوں کا مدلول ظاہر ہے اور یہ زیارت (قبر نبوی) مستحبات میں اوروں سے مؤکد ہے خصوصاً عشاق کے نزدیک اور لاتشدالرحال والی حدیث ان اعمال میں ہے جن کا دوسروں سے افضل ہونا منقول نہیں کیونکہ ایسے اعمال کی افضلیت کا محض رائے سے اعتقاد کر لینا بدعت ہے۔

صالحین کی وضع اختیار کرنا

حدیث جو شخص کسی قوم کی شباہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ یہ عام ہے تشبہ محمود اور مذموم دونوں کو اور یہ اصل ہے صلحاء کی وضع اختیار کرنے کی بہ نیت برکت کے نہ بہ نیت دعویٰ کمال غیر حاصل و شہرت کے۔

حدیث اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کی قبر کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ آپ کو اس شخص کا سلام پہنچاتا ہے جو آپ پر آپ کی امت میں سے سلام بھیجے۔ نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے ابن مسعود کی حدیث سے اس لفظ کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں سیاحت کرتے ہیں میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے ہیں۔

فائدہ اور چونکہ یہ امر غیر مدرک بالقیاس ہے اس لئے غیر منصوص کی طرف متعدی نہ ہوگا پس دوسرے اولیاء و مقبولین کے خطاب کا اذن نہ دیا جائے گا خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ ہوں کیونکہ ایسی نص ان کے باب میں نہیں آئی اور ایسے امور میں محض امکان کافی نہیں۔

کتاب القرآن

غلبہ ذکر میں بعض طاعات غیر واجبہ کا ترک کرنا

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس شخص کو تلاوت قرآن مجھ سے دعا کرنے اور حاجت مانگنے کی فرصت نہ لینے دے میں اس کو شاکرین کا ثواب دوں گا۔ (ترمذی) نے ابوسعید کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کو قرآن میرے ذکر یا دعا سے مشغول کر دے میں جس قدر اور سائلوں کو دیتا ہوں اس شخص کو سب سے زیادہ دوں گا۔

فائدہ اس میں اصل ہے مشائخ کے اس معمول کی کہ وہ بعض مریدوں کو بعض طاعات پر محدود کر دیتے ہیں اور بعض طاعات سے روک دیتے ہیں اور مفصل تقریر اس کی رسالہ حقیقۃ الطریقہ میں حدیث بست وسوم کے تحت میں ہے۔

اصل بعض القاب صوفیہ

حدیث اہل قرآن اللہ والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خاص ہیں۔ (نسائی)

فائدہ اس میں اصل ہے ان القاب کی جو صوفیہ میں متعارف ہیں جیسے اہل اللہ اور خاصان خدا اور اسی قسم کے۔

ثابت کرنا ظلمت اور نور کا قلب کے لئے

حدیث یہ قلوب (کبھی) زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسا لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے عرض کیا گیا کہ اس کا جلا کیا ہے آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور موت کا یاد کرنا۔ (بیہقی)

فائدہ اس میں اصل ہے ایسے اطلاقات کی جو قوم میں شائع ہیں جیسے ظلمۃ اور جلا قلوب کے لئے۔

تواجد بہ غرض محمود

حدیث قرآن مجید کی تلاوت کرو اور روؤ اور اگر رو نہ سکو تو رونے کی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اثبات ہے تواجد یعنی اہل وجد کے ساتھ تشبہ کا جبکہ غرض کسی حال محمود کا پیدا کرنا ہو نمائش مقصود نہ ہو (کہ اس کو تشبع بمالم یعط فرمایا گیا ہے)۔

ذکر جلی و خفی کی فضیلتوں کا فرق

حدیث بہترین رزق وہ ہے جو کافی ہو جائے اور بہترین ذکر وہ ہے جو خفی ہو۔ (احمد-ابن حبان)

فائدہ یہ خیر ہونا (ذکر خفی کا) باعتبار اصل کے ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جہر میں کسی عارض کے سبب بھی خیریت اور افضلیت نہ ہو (اور اس عارض کو حضرات صوفیہ جانتے ہیں اور اس پر دلائل رکھتے ہیں۔

بعض احوال میں جمع خاطر کو کثرت ثواب پر ترجیح ہے

حدیث آپ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا کچھ قرآن پڑھو۔ انہوں نے عرض کیا میں پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں (شیخین)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ اجتماع خواطر بعض احوال میں اس درجہ مقصود ہے کہ (اس کی رعایت سے) اس طاعت پر قناعت کر لی جاتی ہے جو اجر میں کم ہے اس لئے کہ اس میں کلام نہیں کہ پڑھنے کا ثواب سننے سے زیادہ ہے۔

عبادات شاقہ کا منکر نہ ہونا

حدیث ابوذر کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں ایک شب اس آیت کے ساتھ قیام فرمایا اسی کو بار بار پڑھتے تھے اور وہ آیت یہ ہے ان تعذبھم الخ (نسائی-ابن ماجہ)

فائدہ اس میں اصل ہے کہ عبادات شاقہ بھی مشروع ہیں جو بکثرت اہل شوق یا اہل خشیۃ سے منقول ہیں (جس پر خشک مزاجوں کا اعتراض ہے)

مغائر شریعت علم کا ابطال اور علم وہبی کا اثبات

حدیث حضرت علیؓ کی حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کوئی خفیہ بات ایسی نہیں فرمائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہو بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرما دے۔ نسائی نے ابوجحیفہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت علیؓ سے کہا کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بجز قرآن کچھ اور شے بھی ہے انہوں نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جان کو پیدا کیا بجز اس کے کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی کتاب کے متعلق فہم عطا فرمائے۔ الحدیث اور وہ بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے کہ کیا تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہ ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک بار یہ کہا کہ ایسی چیز جو لوگوں کے پاس نہیں۔

فائدہ اس میں ابطال ہے جہلاء کے اس (بے بنیاد) زعم کا کہ وہ لوگ ایک علم باطنی منقول کا اثبات کرتے ہیں اس علم ظاہری منقول کے علاوہ اور نیز اس میں اثابت ہے علم وہبی کا جس کی حقیقت فہم صحیح ہے جو نور قلب اور کمال تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے (اور اس میں علم حدیث کی نفی نہیں مقصود حصر اضافی ہے جس سے مقصود علم مزعوم کی نفی ہے)۔

عبادت میں نشاط کی رعایت

حدیث قرآن اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارا دل لگے اور تمہارے بدن میں اثر ہو اور جب الجھنے لگو تو اس وقت گویا تم پڑھتے ہی نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ جب تم الجھنے لگو تو کھڑے ہو جاؤ۔ روایت کیا اس کو شیخین نے جندب بن عبداللہ بجلی کی حدیث سے لفظ ثانی (یعنی فقوموا) میں مگر اس میں ولاتت لہ جلودکم نہیں ہے۔

فائدہ اس میں رعایت ہے نشاط کی عبادت میں اور جب اکتا جائے تو اس کو دوسرے وقت پر رکھے لیکن یہ حکم اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جو عادت عبادت میں راسخ ہو (ایسے شخص کا جب جی گھبرائے تو مؤخر کر دے) باقی قبل رسوخ سو اس وقت اپنے نفس کو مقید کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ عادت میں راسخ ہو جائے (کیونکہ ابتدا میں تو تکلف ہوتا ہی ہے اگر اس وقت بھی ایسا کرنے لگے تو پھر عادت کی نوبت ہی نہ آئے)۔

کتاب الاذکار والدعوات

ذکر کی فضیلت اور ذکر قلبی ولسانی میں جمع کرنے کی فضیلت

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے اور میرے نام پر اس کے ہونٹ ملتے رہیں۔ (ابن ماجہ-ابن حبان)

فائدہ اس حدیث میں فضیلت ہے ذکر کی اور نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذکر قلبی وذکر لسانی کو جمع کرنا (جیسا کہ مجموعہ ذکر نی اور تحرکت اس پر دال ہے) بمقابلہ خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی کے افضل ہے رہی یہ بات کہ ان دونوں (یعنی خالی ذکر قلبی اور خالی ذکر لسانی) میں کون افضل ہے سو یہ ایک مستقل بحث ہے اور

ظاہر روایات کا یہ ہے خالی ذکرقلبی خالی ذکرلسانی سے افضل ہے۔

ذکر فی النفس کی تفسیر اور اس کی تمثیلات میں صوفیائے کرام کا عذر

حدیث حق تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اپنے جی میں میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اپنے جی میں الحدیث۔ (بخاری و مسلم) اور پوری حدیث یہ ہے کہ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے جماعت میں۔ میں اس کا ذکر کرتا ہوں ایسی جماعت میں کہ اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے (یعنی ملائکہ و ارواح طیبہ) اور جب وہ مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باع (یعنی دونوں ہاتھ کی کشادگی اور پھیلاؤ کی قدر) نزدیک ہوتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

فائدہ ذکر فی النفس کو ذکر فی الجماعۃ کے مقابلے میں لانا اس پر دال ہے کہ مراد ذکر فی النفس سے وہ ذکر ہے جس پر جماعت مطلع نہ ہو خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان ہو پس ذکر فی النفس کی تفسیر صرف ذکر بالقلب کے ساتھ کرنا (جیسا بعض نے یہ تفسیر کر کے اس سے ذکر قلبی کی افضلیت علی الاطلاق ثابت کی ہے) بلا دلیل ہے اور نیز اس میں صوفیہ کرام کا عذر ہے اس باب میں کہ وہ ذات وصفات کی تمثیلات لایا کرتے ہیں جیسا اس حدیث میں تقربت واتیت کے جملوں میں، قرب معنوی (الٰہی) کو قرب حسی کے ساتھ تمثیل دی ہے (باعا و ذراعا و ہرولۃ کے قیود میں)۔

حقیقت قبر

حدیث قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ (ترمذی)

حدیث مومنین کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے کعب بن مالک کی حدیث سے کہ مومنین کی ارواح سبز پرندوں میں جنت کے درختوں سے معلق رہتی ہیں اور نسائی نے اس لفظ سے روایت کیا ہے کہ مومن کا نسمہ (یعنی جان گویا) ایک طائر ہے (ترمذی)

فائدہ مجموعہ حدیثین اس پر دلیل ہے کہ لفظ قبر جو نصوص میں وارد ہے اس کی تفسیر عالم برزخ ہے نہ یہ خاص گڑھا۔ چنانچہ مومن قبر میں ہے پھر (اسی حالت میں) وہ عرش سے بھی معلق ہے حالانکہ عرش عین حفرہ نہیں (اور اس تفسیر سے بہت سے اشکالات متعلقہ قبر رفع ہو جائیں گے)۔

بیان تفویض دعا

حدیث ابوہریرہؓ کی حدیث کہ بندہ سب سے زیادہ جو اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اس حالت میں جب وہ سجدہ میں ہو سو (اس میں) کثرت سے دعا کیا کرو۔ (مسلم)

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا ذکر کو عام ہے کیونکہ سجدہ میں جس کی کثرت مطلوب ہے وہ تسبیح ہے جو کہ ذکر ہے اور دعا کثرت سے (سجدہ میں) مطلوب نہیں جیسا کہ اس حدیث کا ظاہر ہے (اور یہ قواعد شرع سے ظاہر ہے پس (صاف) معلوم ہوا کہ تسبیح کو دعا فرما دیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ اہل تفویض (جو کہ دعا نہیں کرتے وہ) بھی اہل دعا ہیں (کیونکہ اہل ذکر تو یقیناً ہیں پس ان پر ترک دعا کا یا حرمان عن برکات الدعا کا شبہ غلط ہے)۔

مجاہدہ اضطراریہ اور اہل اللہ کے بعض شکووں کی حکمت

حدیث جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ اس کے عجز وزاری کو سنیں۔ ابو منصور دیلمی نے۔ مسند الفردوس میں حضرت انس کی حدیث سے اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس پر بلا کی بارش کرتے ہیں اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں اس کو اسی حالت میں رہنے دیا جائے کیونکہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور طبرانی کے نزدیک ابوامامہ کی حدیث سے یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں میرے بندہ کی طرف جاؤ اور اس پر بلا خوب برساؤ اور اس میں یہ بھی ہے کہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور ان دونوں روایتوں کی سند ضعیف ہے۔

فائدہ یہ مجاہدہ اضطراریہ (کہلاتا) ہے اور اس میں اس شکایت کی حکمت بھی مذکور ہے جو بزرگوں سے منقول ہے۔ یعنی حضرات مقبولین جو ظاہراً کبھی اظہار تکلیف کا کر دیتے ہیں گو صورتاً شکایت ہے مگر معنیً اظہار تضرع ہے یہ سمجھ کر کہ حق تعالیٰ کو یہ محبوب ہے۔

عدم تحقیر عاصی باحتمال توبہ

حدیث اصرار کرنے والا نہیں ہے جس شخص نے استغفار کر لیا اگرچہ دن بھر میں ستر مرتبہ (معصیت کی طرف) عود کرے۔

فائدہ اس حدیث میں استغفار کی فضیلت ہے اور یہ بھی ہے کہ کسی عاصی کو جو کہ توبہ کر چکا ہو یا اس کے توبہ کر لینے کا احتمال ہو حقیر نہ سمجھنا چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تائب ذم اصرار سے بری ہے اور ہر عاصی میں احتمال تائب ہونے کا ہے اور مدار ذم کا اصرار ہی تھا پھر کیا حق رہا لوم واستحقار کا اسی لئے اہل اللہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے۔

اعتدال در مجاہدہ

حدیث شب کی مشقت مت جھیلو روایت کیا اس کو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور جامع سفیان میں ابن مسعود پر موقوف کر کے اس طرح ہے کہ اس شب پر غالب آنے کا اہتمام مت کرو (یعنی اس فکر میں مت پڑو کہ ہم تمام شب بیداری میں گزاریں اور نیند سے مغلوب ہو کر کسی حصہ میں نہ سوئیں)

حدیث عمل میں اتنا ہی بار اٹھاؤ جس قدر کہ طاقت رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ (جزا دینے سے) نہیں اکتاتے یہاں تک کہ تم ہی (عمل کرنے سے) اکتا جاؤ گے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث سب سے اچھا دین (کا کام) وہ ہے جو آسان ہو۔ (احمد) (مطلب یہ کہ قصداً ایسی مشقت میں مت پڑو جو مطلوب نہ ہو)

حدیث کوئی ایسا شخص نہیں جو (اعمال میں) شدت کر کے دین پر غالب ہونا چاہئے (یعنی) اس کی کوشش کرے کہ دین کا کوئی عمل کسی درجہ کا مجھ سے فوت نہ ہونے پائے) مگر دین ہی اس پر غالب رہے گا (یعنی وہ اس طرح دین پر محیط نہ ہو سکے گا) پس طریق اعتدال پر چلو جو (کہ افراط وتفریط کے درمیان ہو) اور اگر اعتدال حقیقی سے عاجز ہو تو اس سے قریب قریب رہو (کذا فی حاشیہ البخاری عن ط)۔

فائدہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتدال کا قصد ہی نہ کرو بلکہ بعد قصد اعتدال کے اگر ناکامی ہو تو اس کے قرب ہی کو نعمت سمجھو اور کوتاہی سے استغفار کرتے رہو۔ (بخاری)

فائدہ متعلقہ باحادیث چہارگانہ یہ سب حدیثیں اس پر دال ہیں کہ عمل میں سہل کو اختیار کرے (مطلق مشقت کی نفی مراد نہیں بلکہ وہ مشقت جو قابل برداشت نہ ہو) اور حکمت اس اختیار ایسر میں چند ہیں نمبر۱ خدا تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہونا (کیونکہ اصل منشاء یسر کا رحمت ہے اور جہاں صورت عسر مشروع ہے معنی وہ بھی یسر ہے) نمبر۲۔ خدا تعالیٰ کی نعمت (تیسیر کا مشاہدہ نمبر۳ دوام کی توفیق ہونا (جو کہ عمل شاق میں کم متوقع ہے۔

ترک دوام پر نکیر

حدیث سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو اعمال میں وہ ہے جس پر دوام کیا اگرچہ یہ (عمل) قلیل ہی۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ اس حدیث میں ایک لطیف نکیر ہے ترک دوام پر۔ (اس طرح سے کہ اس کی تحصیل کے لئے قلت عمل کو گوارا فرمالیا تو عدم دوام کے ساتھ عمل کثیر کو بھی پسند نہیں کیا گیا تو ترک دوام ایسا ناپسند ہے کہ اس کا تدارک کثرت عمل سے بھی نہیں ہو سکا)۔

ہزاری روزہ کی اصل

حدیث ابوہریرہ کی حدیث جو شخص رجب کی ستائیسویں کا روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینے کے روزوں کا ثواب لکھیں گے۔ اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ السلام محمد ﷺ پر نازل ہوئے (کوئی خاص ہبوط مراد ہے مثلاً معراج کے لئے) روایت کیا اس کو ابو موسیٰ مدینی نے کتاب فضائل اللیالی والایام میں شہر بن حوشب کی روایت سے وہ ابوہریرہؓ سے۔

فائدہ اگر یہ مہینے آدھے تیس کے لئے جائیں اور آدھے انتیس کے تو ان روزوں کی تعداد سات سوستر ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اصل ہو اس کی جو عام لوگوں میں اور عام عابدین میں مشہور ہے کہ یہ روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے اور اس کا لقب ہزاری روزہ رکھتے ہیں اور شاید انہوں نے کسر کو سہولت کے لئے حذف کر دیا ہو اور میں نے جو اپنے بعض رسائل میں اس کی نفی کی ہے تو وہ اس اثر پر مطلع ہونے کے قبل ہے بشرطیکہ یہ اثر سند کی رو سے ثابت ہو اور مجھ کو سند کا علم نہیں۔

رمضان کی عبادت کا تمام سال پر اثر

حدیث انسؓ کی حدیث جب جمعہ کا دن (معاصی سے) محفوظ رہے (ہفتہ کے) تمام ایام محفوظ رہتے ہیں اور جب رمضان کا مہینہ محفوظ رہے تو تمام سال محفوظ رہتا ہے۔ باب صلوٰۃ کے باب خامس ذکر یوم جمعہ میں یہ حدیث گزر چکی ہے۔

فائدہ اس حدیث میں دلیل ہے اس قول کی جس کو بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ رمضان کی عبادت کو پورے سال کی عبادت وتقویٰ میں دخل ہے (یعنی اگر رمضان میں کوشش کر کے عبادت کرے تو سال بھر تک عبادت سہل ہو جاتی ہے۔

عادات

کتاب آداب الاکل

توجیہ کلام مجازی

حدیث اللہ تعالیٰ بندہ سے قیامت کے روز فرمائیں گے اے ابن آدم میں بھوکا ہوا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔ اس حدیث کو مسلم نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھ کو کھانا نہیں دیا۔

فائدہ اس حدیث میں جواب ہے اس اعتراض کا جو صوفیہ کے اس کلام پر کیا جاتا ہے جس میں اس قسم کے مجازات وارد ہیں۔

اختیار جانب سہل

حدیث رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے سہل چیز کو اختیار فرمایا روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اور اس میں یہ زیادت بھی ہے کہ بشرطیکہ وہ سہل چیز گناہ نہ ہو اور اس زیادت کو مسلم نے بعض طرق میں ذکر نہیں کیا۔

فائدہ اس میں وہ معمول مذکور ہے جس پر محققین قائم ہیں یعنی بلاضرورت مشقتوں میں نہ پڑنا کیونکہ یہ دو چیزیں وہ دو طریق ہیں جو مقصود تک پہنچانے میں برابر ہیں (اور طریق غیر مقصود ہے) اور غیر مقصود میں مشقت کرنا کچھ بھی مفید نہیں اور اس فائدہ کو مکرر دیکھ لو جو باب سابق کے ختم کے قریب چار حدیثوں کے متعلق گزر چکا ہے (اس میں بھی اس کے متعلق مضمون ہے)

ریاء کی مذمت

حدیث ابوداؤد نے ابن عباسؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں کے طعام (قبول کرنے) سے منع فرمایا ہے جو ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہوں۔

فائدہ اس میں ریا وتفاخر کی جو مذمت ہے ظاہر ہے۔

کتاب آداب النکاح

توجیہ کلام مجازی

حدیث حق تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ کو کسی چیز میں ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا اپنے مسلمان بندہ کی روح قبض کرنے میں تردد ہوتا ہے (کیونکہ) اس کو موت ناگوار ہے (سواس کا مقتضا تو یہ ہے کہ اس کو موت نہ دوں) اور بہت سی حکمتوں سے) موت بھی اس کیلئے ضروری ہے (اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کو موت دوں یہ سبب ہو جاتا ہے تردد کا) (بخاری)۔

فائدہ اس سے بھی وہی امر مستفاد ہوتا ہے جو اس کتاب آداب الاکل کی سب سے پہلی حدیث میں ہے (کیونکہ) توقف کو تردد سے تعبیر فرمایا گیا)۔

احوال کا غیر مقصود ہونا

حدیث ہر عمل کرنے والے کو (ابتداء میں) ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کو (اخیر میں) سکون ہو جاتا ہے سو جس کا سکون میری سنت پر مبنی ہو وہ ہدایت پر رہا۔ (احمد-ترمذی)

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ (ایسے) احوال (جوش وخروش جو) نفسانی ہیں ہمیشہ نہیں رہا کرتے اور اصل مقصود عمل بالسنۃ ہے نہ کہ ایسے کیفیات واحوال اور اہل طریق نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مجاہدہ اضطراریہ

حدیث جب بندہ کے گناہ کثرت سے ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی فکر میں مبتلا کر دیتے ہیں تا کہ ان گناہوں کا کفارہ کر دیں روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مگر اس میں (ہم کی جگہ) بالحزن ہے (یعنی غم میں مبتلا کر دیتے ہیں) اس میں لیث بن ابی سلیم ہے جو مختلف فیہ ہے۔

فائدہ اس میں وہ مضمون ہے جس کی اہل طریق تصریح کرتے ہیں یعنی حزن کے منافع اور یہ مجاہدات اضطراریہ سے ہے۔

محض محبت کی خاطر ہدیہ دینا

حدیث آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو باہم محبت بڑھ جائے گی۔ (بخاری)

فائدہ: اس میں اس عادت پر دلالت ہے جس پر اہل طریق عامل ہیں یعنی ہدیہ دینے کا اہتمام خالص محبت کے سبب جو کہ دوسرے لوگوں میں نہیں پایا جاتا کیونکہ دوسروں کے ہدیہ میں کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے۔

کتاب آداب الکسب والمعاش

کسب میں اعتدال کے ساتھ توکل

حدیث آپ نے پرندوں کا ذکر (اس طرح) فرمایا کہ (اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرو تو تم کو پرندوں کی طرح رزق دیں جو صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی)

فائدہ اس میں صراحۃً توکل کی تعلیم ہے اور اشارۃً سعی فی کسب المعاش میں اعتدال کی ترغیب ہے کیونکہ (پرندوں کی) یہ آمدورفت صبح وشام کی یہ بھی سعی ہے (طلب معاش میں)

نرمی

حدیث اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحمت فرمائے جو بیع میں نرم ہو خریدنے میں نرم ہو دوسرے کا حق دینے میں نرم ہو اپنا حق لینے میں نرم ہو۔ (بخاری)

فائدہ اس میں نرمی کی اور معاملہ میں سہولت کی جو تعلیم ہے ظاہر ہے باستثناء اس موقع کے جہاں سختی کا حکم ہے۔

کتاب الحلال و الحرام

اصل چلہ

حدیث ابونعیم نے حلیہ میں ابوایوب کی حدیث سے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص اختیار کرے حکمت (وعلم) کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر ظاہر ہونے لگتے ہیں اور ابن عدی کے پاس اس کے قریب قریب ہے ابوموسیٰ کی حدیث سے اور انہوں نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے چلہ کی (کیونکہ اس کا حاصل بھی چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا ہے) اور برکات ہیں چلہ کے اور اثبات ہے علم لدنی کا کیونکہ جس علم کا اس میں ذکر ہے بلاواسطہ کسب وہ ثمرہ عمل واخلاص کا ہے)

معیار تقویٰ

حدیث جو چیز تم کو کھٹکے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو تم کو کھٹکے نہیں۔ (نسائی-ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں تقویٰ کا معیار عظیم ہے (جو شخص کھٹک کی چیز کو چھوڑ دے گا وہ کبھی حرام میں واقع ہو ہی نہیں سکتا)۔

دعوت قبول کرنے کو کسی شرط مباح سے مشروط کرنا

حدیث ایک فارس کے رہنے والے شخص نے حضور ﷺ کی دعوت کی آپ نے فرمایا میں اور عائشہ دونوں چلیں گے آخر حدیث تک اس کو مسلم نے حضرت انس سے روایت کیا اور پوری حدیث یہ ہے کہ اس فارسی نے کہا کہ نہیں (یعنی حضرت عائشہ نہیں) آپ نے فرمایا کہ نہیں (یعنی میں بھی نہیں جاتا) پھر بعد میں اس نے آپ کی شرط کو منظور کر لیا پس آپ اور حضرت عائشہ دونوں آگے پیچھے ہوتے ہوئے چلے اس نے دونوں کے روبرو چربی پیش کی۔

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اگر دعوت کی منظوری کو کسی جائز شرط سے مشروط کر لے تو یہ امر نہ حق مسلم کے منافی ہے اور نہ حسن اخلاق کے (جیسا آپ نے یہ شرط لگائی کہ اگر حضرت عائشہ کی بھی دعوت کرو تو میں بھی منظور کرتا ہوں اور اس کا منظور نہ کرنا شائد اس وجہ سے ہو کہ کھانا ایک ہی کو کافی ہوگا اس نے چاہا ہو کہ حضور شکم سیر ہو کر کھالیں پھر آخر منظور کر لینا اس خیال سے ہو کہ آپ کی تطییب قلب آپ کے شبع سے اہم ہے اور اس وقت تک حجاب نازل نہ ہوا ہوگا)

کتاب آداب الالفة

حدیث اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (مسلم)

فائدہ اس میں انسان کے مظہر حق ہونے کا مسئلہ مذکور ہے کیونکہ صورۃ حقیقتاً ظہور ہی ہے۔

حدیث آدمی اپنے دوست کے طریق پر ہوتا ہے۔ (ترمذی) اور پوری حدیث یہ ہے کہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کس سے دلی دوستی کرتا ہے۔

فائدہ اس میں بلیغ احتیاط کی تعلیم ہے پیر بنانے میں جو سب

دوستوں میں اعظم ہے اور دوستی کے تعلق میں سب سے ادوم ہے۔

طریقہ نصیحت

حدیث مومن آئینہ ہے دوسرے مومن کا (وجہ تشبیہ عنقریب آتی ہے) (ابوداؤد)

فائدہ اس میں تعلیم ہے ایسے شخص کو نصیحت کرنے کے طریقہ کی جس میں کوئی عیب دیکھے وہ طریقہ یہ ہے کہ خود اس پر تو ظاہر کر دے اور دوسرے پر ظاہر نہ کرے جیسی آئینہ کی شان ہوتی ہے (کہ جب سامنے رکھو تمہارا عیب تم کو تو دکھلا دے گا مگر دوسروں سے کہتا نہ پھرے گا اور تم پر بھی اظہار ایسے طور پر نہ کرے گا جس سے تمہاری دل آزاری ہو)۔

شیخ سے معاملات جبکہ اس سے لغزش صادر ہو

حدیث بچو عالم کی لغزش سے (یعنی اس لغزش میں اس کا اتباع مت کرو) اور اس سے (اس لغزش کے سبب قطع تعلق مت کرو اور اس کے رجوع (الی الصواب) کے منتظر رہو (انتظار کی غایت یہ ہے کہ اگر وہ رجوع نہ کرے اور اسی غلطی پر اصرار رکھے تو قطع تعلق کردو) (بغوی)

فائدہ اس حدیث کے عموم میں (شیخ کے) یہ معاملات بھی آ گئے نمبر ا شیخ سے اگر کوئی لغزش ہو جائے اس سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کرے نمبر ۲ اس کے ساتھ ہی اس فعل میں اس کا اتباع بھی نہ کرے (غرض نہ عقیدت میں غلو کرے کہ فی الفور اس سے قطع کر دے) نمبر ۳ اس میں اس سے قطع تعلق کا بھی مشورہ دیا گیا ہے جبکہ وہ اس امر غیر مشروع پر اصرار کرے۔

نہی از غلو

حدیث دوستی کر اپنے دوست سے اعتدال کے ساتھ۔ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دشمن ہو جائے۔ (ترمذی) اور پوری حدیث یہ ہے کہ دشمنی کر اپنے دشمن سے اعتدال کے ساتھ ممکن ہے کہ وہ کسی دن تیرا دوست ہو جائے۔

فائدہ اس حدیث میں نہی ہے معاملات میں غلو کرنے سے (اور اہل طریق میں اس کی تعلیم کا خاص اہتمام ہے)

حدیث جس میں حضور ﷺ کے ایک پیرزن کے بزرگ داشت فرمانے کا قصہ ہے اور آپ کا یہ ارشاد کہ یہ ہمارے پاس حضرت خدیجہ کے زمانہ میں آتی تھی اور خوبی کے ساتھ نباہ کرنا ایمان کی بات ہے (اس لئے میں اس کی خاطرداری کرتا ہوں) (حاکم)

فائدہ اس میں رعایت ہے حقوق واجبہ ومناسبہ کی۔

اصل عظیم حسن اخلاق

حدیث مسلمان (کامل) وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں (یعنی کسی کو ناحق ایذا نہ پہنچے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ اس میں حسن اخلاق کا بڑا قاعدہ مذکور ہے جس پر ہزاروں احکام متفرع ہوتے ہیں (اگر اس کا استحضار رکھا جائے کہ ہم سے کسی کو اذیت نہ پہنچے تو وہ حسن اخلاق کے ہزاروں شعبوں کو علماً وعملاً محیط ہو جائے گا)

اعزاز معززین ہر قوم

حدیث جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تم اس کا اکرام کرو اور اس کے اول میں ایک قصہ ہے جریر ابن عبداللہ کے آنے کے متعلق (حاکم)

فائدہ یہ حدیث اپنے عموم میں دلالت کرتی ہے ہر رئیس کی مدارات کے مندوب ہونے پر گو وہ کافر ہو اس لئے کہ اس میں مصلحت ہے خواہ خیر پر اس کی تالیف قلب یا شر سے بچاؤ لیکن محض طمع (دینوی) کی غرض سے نہ ہو (کہ وہ جائز نہیں)۔

وضع تہمت میں احتیاط اور اسکی حقیقت

حدیث مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ وہ (یعنی شیطان) تمہارے قلب میں کوئی بری بات ڈال دے اور (اس لئے) آپ نے (ان دونوں صحابی سے) فرمایا تھا کہ ذرا تھم جاؤ (پھر فرمایا کہ) یہ بی بی (جو میرے پاس بیٹھی تھیں) صفیہ تھیں (کوئی اجنبیہ نہ تھیں) (بخاری ومسلم) (خلاصہ واقعہ یہ ہے کہ آپ مسجد میں معتکف تھے حضرت صفیہ آپ کی بی بی آپ کی زیارت کو حاضر ہوئیں جب لوٹنے لگیں تو سامنے سے دو شخص آتے ہوئے نظر پڑے آپ نے پردہ کی وجہ سے ان دونوں سے فرمایا تھم جاؤ یعنی یہاں پردہ ہے کبھی سامنا نہ ہو جائے جب حضرت صفیہ چلی گئیں ان دونوں کو آنے کی اجازت ہوگئی اس وقت آپ نے فرمایا کہ یہ صفیہ تھیں۔ انہوں نے عرض کیا توبہ توبہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ پر کوئی شبہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا انی خشیت الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کا وسوسہ ڈال دینا بعید نہیں خواہ اس وسوسہ پر تم کاربند نہ ہوتے اس لئے میں نے اس کا انسداد کر دیا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ ایسے شبہات

کے مواقع سے بچنا چاہئے اور یہ موقع وہ امور ہیں جن کی ظاہری صورت بعض منکرات کی سی ہو (جیسے منکوحہ کے پاس بیٹھنا اور اجنبیہ کے پاس بیٹھنا دونوں صورت میں مشابہ ہیں ایسے مواقع پر احتیاط یا مدافعت ضروری ہے) باقی جو امور ایسے نہ ہو (گو عوام اس میں بدنام کرتے ہوں جیسے اظہار حق میں بدنام کرنا) ان کی فکر میں پڑنا (اور عوام کے شبہات کو دور کرنے کے اہتمام میں لگنا) یہ خوف ہے ملامت سے جس کے ترک پر مدح کی گئی ہے (قال تعالیٰ لا یخافون لومة لائم ایسا خوف محمود نہیں)

تطییب خاطر اور اس کی شرط

حدیث اللہ تعالیٰ کے نزدیک (من وجہ) سب اعمال سے زیادہ پیارا عمل سرور کا داخل کرنا ہے مومن پر۔ (طبرانی)

فائدہ یہ معمول صوفیہ کا مثل طبعی کے ہے اور (قواعد شرعیہ سے) اس کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ اس سرور کے داخل کرنے سے خود شرور (ومعاصی) میں دخل نہ ہو جائے جیسا ان لوگوں کا طریقہ ہے جنہوں نے اپنے مشرب کا لقب صلح کل رکھا ہے (کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تک نہیں کرتے کہ کسی کا جی برا نہ ہو کیا ان کو قرآن پاک میں یہ حکم نظر نہیں آیا۔ ولا تاخذ کم بهما رافة فی دین الله)

معاملات کا عبادات پر مقدم ہونا

حدیث (حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ) فلانی عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو بیدار رہتی ہے مگر اپنے ہمسایوں کو تکلیف بھی دیتی ہے آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ (احمد، حاکم)

فائدہ اس میں اس کی شناعت ہے کہ لوگوں کو ناحق ایذا دی جائے اور اس میں معاملات کا عبادت پر مقدم ہونا بھی مذکور ہے (یہ باب کس درجہ متروک ہو گیا ہے عملاً بھی تعلیماً بھی)

کتاب آداب العزلة

اصل تدوین حالات بزرگان

حدیث بزرگوں کے ذکر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے حدیث مرفوع میں اس کی کچھ اصل نہیں صرف سفیان بن عیینہ کا قول ہے۔ اسی طرح ابن الجوزی نے صفوة الصفوة کے مقدمہ میں روایت کیا ہے۔

فائدہ یہ اصل ہے بزرگوں کے حکایات جمع کرنے کی اور تبع تابعی کا قول ایسے امر میں حجت ہے۔

توسط در عمل

حدیث اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے یہ حدیث پہلے آ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں میں نے وہ موقع تلاش نہیں کیا بلکہ مشکوٰۃ سے شیخین کی روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اعمال میں سے اتنا ہی اختیار کرو جس کا تحمل کر سکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتے تم ہی اکتا جاؤ گے۔

فائدہ اس میں ترغیب ہے عمل میں توسط اختیار کرنے پر تا کہ مداومت ممکن ہو (کہ مداومت زیادہ مطلوب ہے بہ نسبت کثرت کے۔

پنجشنبہ وشنبہ کے دن سفر

حدیث کعب بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بجز جمعرات وشنبہ کے اور دنوں میں بہت کم سفر میں تشریف لے جاتے بزاز نے صرف یوم الخمیس پر اکتفا کر کے اور خرائطی نے صرف یوم السبت پر اکتفا کر کے اس کو روایت کیا ہے اور دونوں ضعیف الحدیث ہیں۔

فائدہ یہ اصل ہے اس کی جو اکثر بزرگوں کا معمول ہے کہ ان دونوں دنوں میں سفر شروع کرتے ہیں۔ مگر خمیس زیادہ ثابت ہے چونکہ صحاح میں آیا ہے (بخاری میں اس حدیث کعب میں خمیس آیا ہے۔

کتاب السماع

صاحب وجد کا معذور ہونا

حدیث ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک نوجوان بنی اسرائیل میں ایک پہاڑ پر تھا اس نے اپنی ماں سے (کہ وہ بھی وہاں ہی تھی) پوچھا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا (یہ نہیں کہ وہ جانتا نہ تھا بلکہ اپنے محبوب کا نام سننے کے لئے پوچھا کہ سننے میں اور ہی لطف ہے) اس نے کہا کہ اللہ نے پیدا کیا اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر اس نے اپنے کو پہاڑ سے گرا دیا اور پاش پاش ہو گیا۔ (ابن حبان)۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب وجد معذور ہوتا ہے اگرچہ غلبہ میں اپنے کو ہلاک بھی کر ڈالے اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے۔

قطع اسباب تشویش

حدیث جس میں وہ قصہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ابوجہم کا کپڑا اس لئے اتار دیا کہ اس میں پھول بوٹے تھے جس نے آپ کے قلب کو مشغول کر دیا (یعنی مشغولی کے قریب کر دیا جیسا آگے آتا ہے) یہ حدیث کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو اصحاب ستہ نے جن میں بجائے ابن ماجہ کے امام مالک ہیں) بجز ترمذی کے روایت کیا ہے جیسا کہ تیسیر میں ہے اور اسی لئے کتاب الصلوٰۃ میں اس کا موقع میں نے تلاش نہیں کیا اور مالک اور ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ میری نظر نماز میں اس کی طرف جاتی تھی مجھ کو اندیشہ ہوا کہ مجھ کو مشغول نہ کر دے (گو اس کی نوبت نہیں آئی)۔

فائدہ اس میں قلب کو اسباب تشویش سے محفوظ رکھنے کا مضمون ہے۔

فراست کی اصل اور اس کا حکم

حدیث مومن کی فراست سے ڈرو (ڈرنا یہ کہ

؎ پیش اہل دل نگہدارید دل تانباشید از گمان بدخجل

کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے فراست کی اور وہ ایک قسم کا کشف ہے اور جماعت صوفیہ میں کوئی شاذ و نادر ہو گا جس کو اس میں سے کچھ نہ کچھ حصہ نہ دیا گیا ہو اور وہ بھی مثل کشف کے حجت شرعیہ نہیں (گو غلط کم ہوتا ہے جیسے ایک شخص کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو مگر شہادت تنہا اس کی حجت نہیں)

رقص وجد و تواجد کی اصل

حدیث حضرت علیؓ اور حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے حضرت حمزہؓ کی لڑکی میں (کہ کون پرورش کرے) باہم اختلاف کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے (سب کی اس طرح تسلی فرمائی کہ) حضرت علیؓ سے (تو یہ فرمایا کہ) تم میرے اور میں تمہارا وہ (ایک خاص ہیئت پر) رقص کرنے لگے اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے۔ (ابو داؤد)

حدیث بخاری کے پاس بھی ہے اس میں حجل نہیں ہے اور احیاء میں ہے کہ حجل رقص کو کہتے ہیں اور یہ فرح یا شوق سے ہوتا ہے میں کہتا ہوں مجھ کو یہ حدیث نہ سنن ابو داؤد میں ملی اور نہ ان کی مراسیل میں البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب عمرۃ القضا میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اور اسی طرح مرسل امام باقر میں ہے کہ حضرت جعفر کھڑے ہوئے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے گرد رقص کیا اور چکر لگایا (جیسے کوئی قربان ہوتا ہو) نبی ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک شے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبشہ) جب اپنے تابعین میں کسی سے خوش ہوتا تو وہ شخص اٹھ کر نجاشی کے گرد گھومتا ہوا رقص کرتا اور حجل بفتح حاؤ کسر جیم کے معنی ہیں کہ ایک پانوں پر کھڑا ہوا اور وہ ایک خاص ہیئت پر رقص ہے اور حضرت علیؓ کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ تینوں نے ایسا ہی کیا۔ اھ اور قاموس میں حجل کے معنی ہیں ایک پاؤں اٹھا لیا اور رفتار میں آہستگی کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ اچھلا (تو حاصل اس رقص کی ہیئت مخصوصہ کا یہ ہوا کہ ایک پاؤں اٹھا لے اور ایک پاؤں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اچھلتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق (کے غلبہ) سے ہوتا ہے اگرچہ (وہ غلبہ) بے اختیاری سے نہ ہو (اس کو تواجد کہتے ہیں) کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی) بشرطیکہ کسی غرض فاسد ریا وغیرہ سے نہ ہو۔

مباحات میں لوگوں کی موافقت

حدیث حاکم نے ابوذرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان ہی کے اخلاق (وعادات) کے موافق برتاؤ کرو۔ (حاکم)

فائدہ اس میں اس کی تعلیم ہے کہ معاشرات مباحہ میں اپنے رفیقوں کے مذاق کی رعایت رکھنا چاہئے تا کہ ایک کو دوسرے سے وحشت نہ ہو۔

قواعد سے حدیث کا محل اور اس کی حکمت بھی متعین ہے اس میں موافقت صاحب وجد فی القیام بھی داخل ہو گئی لیکن قیام مولد کو اس میں داخل نہ کیا جائے وہاں غلبہ حال ہی نہیں اس لئے وجد نہیں اور التزام اعتقادی و عملی سے مباح کی قید بھی

نہیں نیز اعتقاد قربت کے سبب معاشرات کی بھی قید نہیں جب قیود منتفی ہیں مقید بھی منتفی ہے اور حکم مخصوص تھا مقید کے ساتھ۔ پس حکم بھی منتفی ہو او الله یهدی الی الحق۔

مہلکات

کتاب عجائب القلب عداوت نفس

حدیث تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیری بغل میں موجود ہے (بیہقی)

فائدہ میں کہتا ہوں یہ مضمون قرآن میں ہے کہ نفس بری بات کی بہت فرمائش کرنے والا ہے کیونکہ بری بات کی فرمائش کرنا بڑے دشمن ہی کا کام ہے اور اسی طرح حدیث میں بھی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ بڑا مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے اور یہ حدیث کتاب ریاضتہ النفس میں آئے گی کیونکہ جہاد بھی دشمن ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

جہاد نفس

حدیث ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف واپس آئے (بیہقی) اور یہ پوری حدیث کتاب ریاضتہ النفس میں ہے وہ یہ کہ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

فائدہ میں کہتا ہوں کہ روح المعانی میں **و جاهدوا فی الله حق جهاده** کے تحت میں ہے کہ بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک جماعت غازیوں کی آئی آپ نے فرمایا تم بہت اچھا آتا آئے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے عرض کیا گیا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا بندہ کا مجاہدہ کرنا اپنی ہوائے نفسانی کے ساتھ (اور اس کی اسناد میں ایسا ضعف ہے جو ایسے مضمون میں معاف ہے)

فائدہ ان دونوں حدیثوں کے مضمون کا (کہ مجاہدہ نفس کی ترغیب ہے) مقاصد فن سے ہونا ظاہر ہے۔

دوام انتظار فیوض

حدیث تمہارے ایام عمر میں تمہارے پروردگار کے فیوض (وارد ہوتے) ہیں (شیخین) اور یہ پہلے بھی آ چکی ہے اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ ہاں سن لو اور ان فیوض کے لئے آمادہ رہو۔

میں کہتا ہوں کہ خدا جانے عراقیؒ نے اس حدیث کو شیخین کی طرف کیسے منسوب کر دیا کیونکہ عزیزی نے اس کو طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے محمد بن مسلمہ سے اسی لفظ کے ساتھ اور اس کے ایک نسخہ میں (فتعرضوا کے بعد) لہ ہے اور ایک نسخہ میں لہا ہے (اور اس میں یہ بھی ہے) شاید تم کو ان (فیوض) میں سے کوئی فیض پہنچ جائے جس کے بعد پھر کبھی تم شقی نہ ہو۔ شیخ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس میں نفحات کے معنی میں یہ کہا ہے یعنی ایسی تجلیات جو (خدا تعالیٰ کا) مقرب بنا دیں اپنے بندوں میں جس کو چاہیں پہنچا دیں۔

فائدہ اس حدیث میں دوام مراقبہ (مذکور) ہے اور اس مضمون میں کسی نے خوب کہا ہے گویا اس کا ترجمہ ہی ہے۔

؎ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

شوق و محبت

حدیث اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نیک بندوں کا شوق میرے ملنے کا بہت بڑھ گیا الخ میں نے اس حدیث کی اصل نہیں پائی مگر صاحب فردوس نے اس کو ابو الدرداء کی حدیث سے روایت کیا اور ان کے بیٹے نے مسند الفردوس میں اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ میں ان کے ملنے کا ان سے زیادہ مشتاق ہوں۔

میں کہتا ہوں۔ پس یہ حدیث منجملہ تعلیقات صاحب فردوس کے ہے اور اس کا مضمون صحیح حدیث میں وارد ہے وہ حدیث یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتا ہے کیونکہ شوق آثار محبت میں سے ایک اثر ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اثبات ہے بندہ کے محب ہونے کا بھی اور محبوب ہونے کا بھی۔

تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا

حدیث جب اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے ساتھ بھلائی چاہتے ہیں تو اس کے لئے اس کے قلب میں سے ایک واعظ مقرر کر دیتے ہیں۔

روایت کیا اس کو ابو منصور نے مسند الفردوس میں ام سلمہ کی حدیث سے اور اس کی اسناد جید ہے۔

فائدہ اس حدیث سے تنبیہات قلب سلیم کا معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

تجلی خاص کے لئے وسعت قلب

حدیث اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ کو نہ میری زمین سما سکتی ہے اور نہ میرا آسمان اور مجھ کو میرے مومن بندہ کا قلب جس میں نرمی اور اطمینان (کی صفت) ہو سمو لیتا ہے۔

میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں دیکھی اور اس کے قبل جو ابوعتبہ کی حدیث طبرانی میں ہے اس میں اس قول کے بعد (و آنیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین) یہ ہے (واحبہا الیہ الینہا وارقہا) ان دونوں قول کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کے ظروف اس کے صالح بندوں کے قلوب ہیں اور سب قلوب میں اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب وہ قلوب ہیں جو بہت نرم اور بہت رقیق ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث عتبہ کی جو اس کے قبل وارد ہے اس کی عبارت یہ ہے اور طبرانی میں عتبہ خولانی کی یہ حدیث ہے جس کو وہ نبی ﷺ تک مرفوع کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اہل زمین میں اللہ تعالیٰ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے پروردگار کے ظروف ان کے صالح بندوں کے قلوب ہیں (اور ظروف کی صفت ہے وسعت تو وسعتی قلب المومن کا مضمون ثابت ہو گیا) اور اس حدیث (کی سند) میں بقیہ بن الولید ہیں اور وہ مدلس ہیں مگر اس حدیث میں انہوں نے تحدیث کی تصریح کی ہے (اس لئے تدلیس مضر نہیں) اور مقاصد حسنہ میں اس وسعت) کے معنی یہ کہے ہیں کہ مومن کا قلب مجھ پر ایمان لانے کو اور میری محبت و معرفت کو سما لیتا ہے (کہ دوسری مخلوق مثل ارض و سما کے اس درجہ کو نہیں سما سکتے) اور کلید مثنوی دفتر سادس میں (اس حدیث کی تحقیق میں) ہے کہ امام احمد نے زہد میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حزقیل کے لئے آسمانوں کو کشادہ فرما دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش پر نظر فرمائی پھر حضرت حزقیل نے عرض کیا کہ آپ کی ذات پاک ہے آپ کی کتنی بڑی شان ہے اے میرے پروردگار تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان اور زمین سب عاجز ہو گئے اس سے کہ مجھ کو سمالیں اور مجھ کو مومن کے قلب نے جو کہ اطمینان اور نرمی سے موصوف ہے سمو لیا۔

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے حضرات صوفیہ کے اس قول کی کہ مومن کا قلب عرش اللہ ہے یعنی محل ہے تجلی اعظم کا جس کو وسع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

صحت الہام

حدیث اکثر جنتی لوگ بھولے ہوتے ہیں۔ (بزار)

فائدہ اس میں مومن کی بعض شانوں کا بیان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن کو امور دنیویہ سے دلچسپی نہیں ہوتی اور جس چیز کی طرف التفات نہیں ہوتا ضروری ہے کہ اس میں کثرت سے غلطیاں ہوتی ہیں اور یہ جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مومن ایک سوراخ میں دوبار نہیں کٹواتا اس کا محمل امور دینیہ ہیں مومن ان امور میں ہوشیار و بیدار ہوتا ہے (بس دونوں میں کچھ تعارض نہیں)۔

حدیث میری امت میں کچھ لوگ محدث و مکلم بھی ہوں گے (یعنی جن کو الہام صحیح ہوتا ہو) روایت کیا اس کو بخاری نے ابوہریرہؓ کی حدیث کہ پہلی امتوں میں محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوگا تو عمرؓ ضرور ہیں اور روایت کیا اس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے۔

فائدہ اس حدیث میں الہام کے صحیح ہونے کا مذکور ہے۔

مذمت غلو در حب خلق

حدیث کسی چیز سے زیادہ محبت کرنا (حقیقت شناسی سے) اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

فائدہ اس میں مذمت ہے محبت خلق میں غلو کرنے کی۔

امور غیر مشروعہ کے شبہات میں احتیاط

حدیث تہمت (واشتباہ) کے موقع سے بچو میں نے (ان الفاظ سے) اس کی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حضرت صفیہ کی حدیث سے ثابت ہے جو کتاب العزلۃ کے ذرا قبل گزری ہے۔

فائدہ اس حدیث میں احتیاط (کا حکم ہے) خلاف شرع کے شبہ پیدا کرنے والے امور سے خصوص مقتدا کے لئے (اور اصل طریق یہی ہے اور کسی اہل طریق سے اس کے خلاف اگر منقول ہے کسی عذر قوی سے ہے جو اپنے محل میں معلوم ہے)

محل تقویٰ

حدیث تقویٰ یہاں ہے اور قلب کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

فائدہ اس میں ظاہر تقویٰ کا بدون باطنی تقویٰ کے غیر

معتد بہ ہونا مذکور ہے۔

کتاب تہذیب نفس

امور طبعیہ اور کمال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں

حدیث میں بشر ہوں مجھ کو بھی ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔ (مسلم) اور مسلم ہی کے نزدیک ابو ہریرہؓ کی حدیث سے یہ ہے کہ محمد ﷺ بشر ہیں ان کو ایسا ہی غصہ آتا ہے جیسا دوسرے بشروں کو آتا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ امور طبعیہ کمال نبوت کے منافی نہیں ہوتے چہ جائیکہ کمال ولایت کے منافی ہوں (البتہ ان کے غیر مشروع مقتضاء پر عمل کرنا یہ کمال ایمان کے بھی خلاف ہے)۔

مجاہدہ میں اعتدال

حدیث سب امور میں بہتر درجہ اوسط ہے۔ (بیہقی)

فائدہ یہ حدیث اپنے عموم سے توسط فی المجاہدہ کو بھی شامل ہے (کہ اس میں مشقت بھی ہو اور تحمل بھی ہو)

کراہت طبعی اور رضا میں انتفاء

حدیث اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رضا کے ساتھ اور اگر تجھ سے نہ ہو سکے تو ناگوار چیز پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے۔ (طبرانی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ رضائے کامل میں کراہت طبعی بھی نہیں ہوتی گو الم طبعی ہو ورنہ (اگر کراہت طبعی ہو صرف کراہت عقلی نہ ہو تو) کراہت عقلی تو صبر میں بھی نہیں (تو رضا میں صبر سے فوقیت ہی کیا ہوئی۔ حالانکہ حدیث میں فوقیت منصوص ہے) اور نیز اس حدیث سے تربیت میں استعداد کی رعایت بھی ثابت ہوتی ہے (کہ بعض سے رضا کا مطالبہ کیا گیا بعض سے صبر کا۔

جہاد کفار سے جہاد نفس افضل ہے

حدیث (اصل) مجاہدہ وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے (ترمذی)

فائدہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے کہ جہاد نفس جہاد کفار سے بھی افضل ہے کیونکہ جہاد کفار کا جہاد ہونا خود جہاد نفس پر موقوف ہے (اس لئے کہ اگر جہاد کے حدود ظاہری و باطنی محفوظ نہ ہوں تو وہ جہاد ہی نہیں اور حدود کا محفوظ رکھنا یہ جہاد نفس ہے)۔

کتاب علاج شہوت فرج و بطن

ماکول و مشروب میں توسع اور زہد ایک دوسرے کے منافی نہیں

حدیث ابو سعید خدری کی جو یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کو کھانا نوش فرماتے تو شام کو نہ کھاتے اور جب شام کو نوش فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے میں نے (عراقی نے) اس کی کوئی اصل نہیں پائی اور یہ جو حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے کو اسراف سے بچاؤ اور ایک دن میں دو بار کھانا اسراف میں داخل ہے اس کو بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے فقط (پس حجت نہیں) میں (یعنی اشرف) کہتا ہوں بلکہ حدیث میں اس کے خلاف پر دلالت ہے اور وہ حدیث وہ ہے جس کو ابوداؤد میں باب صفت نبیذ میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے صبح کے وقت خرما بھگو دیتیں جب شام کا وقت ہوتا اور شام کا کھانا نوش فرماتے تو کھانے پر نبیذ نوش فرما لیتے اگر کچھ بچ جاتا تو میں اس کو گرا دیتی (لفظ میں راوی کو شک ہے مگر دونوں لفظ ہم معنی ہیں) پھر شب کو خرما بھگو دیتیں جب صبح ہوتی تو صبح کا کھانا نوش فرماتے اور کھانے پر نبیذ نوش فرماتے اور حضرت عائشہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم اس مشک کو (جس میں نبیذ تیار ہوتا تھا صبح و شام دھو ڈالتے (تا کہ اس میں پہلے نبیذ کا اثر نہ رہے جس سے نئے نبیذ میں تغیر کا احتمال ہو جائے راوی کہتے ہیں کہ) میرے باپ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ ایک دن میں دو بار (نوش فرماتے) انہوں نے فرمایا ہاں۔

فائدہ اس میں دلالت ہے کھانے پینے کی چیزوں میں اور اوقات میں (ایک ظرف زمان ہے) اور ایک ظرف مکان) توسع کرنا بدون غلو کے یہ زہد کے منافی نہیں اور اکتفا فرمانا (وقت میں یا ماکول میں جو وارد ہے) یہ ضرورت سے تھا (کہ سامان مہیا نہ ہوا) قصداً نہ تھا (جیسا بعض غالین مدعین زہد نے سمجھا ہے)۔

اہل خانہ کے ساتھ خلوت میں گفتگو سے خلل نہیں پڑتا

حدیث رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اپنا ہاتھ حضرت

عائشہؓ کی ران پر مارتے تھے اور فرماتے تھے اے عائشہؓ مجھ سے باتیں کرلے میں نے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں پائی میں کہتا ہوں لیکن اس کا مضمون حدیث صحیح سے ثابت ہے جس کو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ پیغمبر ﷺ جب فجر کی دوسنتیں پڑھ چکتے اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے تھے ورنہ لیٹ رہتے تھے۔

فائدہ اس میں اس پر دلالت ہے کہ اہل خانہ کے ساتھ باتیں کرنا مقصود خلوت کے منافی نہیں (وہ مقصود اجتماع خواطر ہے اور تجربہ ہے کہ اہل خانہ سے چونکہ غایت بے تکلفی ہوتی ہے اس سے باتیں کرنے سے قلب مشوش نہیں ہوتا۔ تشویش رعایت سے ہوتی ہے۔

کتاب آفات اللسان

ترک اقوال وافعال عبث

حدیث آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ جو چیز اس کو مفید نہ ہو اس کو چھوڑ دے۔ (ترمذی)

فائدہ تربیت نفس کے لئے یہ حدیث اصل عظیم ہے (جس سے فروع کثیرہ کی حقیقت معلوم ہو کر ان کا لازم الترک ہونا ثابت ہوتا ہے)

ترک جدال

حدیث احمد کے نزدیک ان لفظوں سے ہے کہ بندہ (پورا) مومن نہیں ہوتا جب تک جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے حتیٰ کہ خوش طبعی میں بھی اور جب تک بحث مباحثہ کو نہ چھوڑ دے (فالمراء معطوف علی الکذب) گو سچا ہی ہو۔

فائدہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحث ومباحثہ سے ظلمت پیدا ہوتی ہے کیونکہ ایمان کا کامل نہ ہونا ظلمت ہے اور اسی لئے تم اہل طریقت کو دیکھو گے کہ اس سے سخت نفرت کرتے ہیں۔

میت کی غیبت اشد ہے

حدیث مرے ہوؤں کو برا مت کہو کہ اس سے تم زندوں کو ایذا دو گے۔ (ترمذی)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مرے ہوئے کی غیبت کرنا (زندہ کی غیبت کرنے سے) زیادہ شدید ہے اس لئے کہ وہ دو خرابیوں پر مشتمل ہے۔ ایک مرے ہوئے کی اہانت دوسرے زندہ کی ایذارسانی۔

حدیث ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے اور ترمذی نے غریب بھی کہا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے کہ مردوں کی خوبیاں ذکر کیا کرو اور ان کی برائیوں (کے ذکر سے رکے رہا کرو اور نسائی کی روایت میں حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ہے کہ اپنے مردوں کا ذکر صرف خیر کے ساتھ کیا کرو اور اس کی اسناد جید ہیں۔

فائدہ اس میں بھی وہی مضمون ہے جو اس کی قبل والی حدیث میں ہے اور شاید کسی خاص حکمت کا بیان نہ کرنا (جیسے حدیث سابق میں بیان کی گئی تھی) اشارہ ہو دوسری حکمتوں کی طرف جیسے مردہ سے معاف کرانے کا دشوار ہونا اور جیسے یہ احتمال ہونا کہ اس کی مغفرت ہوگئی ہو اور اس احتمال پر یہ غیبت کرنے والا گویا خدا تعالیٰ کے حکم کا مقابلہ کر رہا ہے۔

کتاب مذمت غضب

غضب کی مذمت

حدیث ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کون چیز مجھ کو غضب الٰہی سے دور کرسکتی ہے آپ نے فرمایا تو غضب مت کرنا (طبرانی) میں کہتا ہوں کہ عارف رومیؒ نے اپنے اس شعر میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

گفت از خشم خدا چہ بوداماں　　گفت ترک خشم خویش اندر زماں

فائدہ اس حدیث کا مضمون سلوک طریق کا ایک باب عظیم ہے (یعنی غصہ کا ضبط کرنا)

قناعت وعافیت

حدیث جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کے نفس میں امن ہو اس کے جسد میں عافیت ہو اس کے پاس اس دن کا کھانے کو ہو تو گویا دنیا بتمامہا اس کے لئے جمع کردی گئی (ترمذی)

چوں ترا نانے وخرقانے بود　　ہر بن موئے تو سلطانے بود

فائدہ اس حدیث میں تعلیم ہے قناعت کی اور (اعمال کے لئے) امن وعافیت کو غنیمت سمجھنے کی۔

بعض طرح کے فقر کی مذمت

حدیث فقر (یعنی محتاجی) قریب ہے کہ کفر ہو جائے اور حسد قریب ہے کہ قدر پر غالب آجائے۔ (بیہقی)

فائدہ اس میں فقر کا مطلقاً محمود نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ سے محبت میں نفع عظیم ہے

حدیث ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور اس کو ان کے درجہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ان ہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کی محبت سے نفع عظیم ہوتا ہے (اسی لئے اہل طریق کو اس کا بہت اہتمام ہے)

کتاب مذمت دنیا

وحشت از دنیا

حدیث دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی باغ وبہار ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس میں دلالت ہے اس پر کہ مومن کی شان یہ ہونا چاہئے کہ اس کا دل دنیا میں نہ لگنا چاہئے (جس طرح قید خانے سے گھبراتا ہے)۔

دنیا سے نفرت

حدیث دنیا بھی راندہ درگاہ ہے اور جو دنیا میں ہے وہ بھی (ترمذی) اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ کی حدیث سے اور اتنا زیادہ کیا کہ مگر (یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں) ذکر اللہ اور جو (چیز) اس کے تابع (اور اس کے متعلق ہے اور عالم اور طالب علم (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ ذکر اللہ میں علم داخل ہے اور عالم وطالب علم کا تعلق علم سے ظاہر ہے اسی طرح سب سامان دین)۔

حدیث ابو موسیٰ کی حدیث کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچائے گا الخ (احمد) اور اس کا تتمہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچائے گا۔ پس تم باقی کو فانی پر ترجیح دو (جبکہ دونوں کی کامل طلب کا جمع ہونا غیر ممکن ہے)۔

حدیث دنیا کی محبت تمام گناہوں کی اصل ہے۔ (بیہقی)

حدیث دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو الخ روایت کیا اس کو احمد نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اس طور پر کہ اس جملہ (مذکورہ) پر اور (اس کے ساتھ) دوسرے اس جملہ پر کہ اس دنیا کو وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہ ہو اکتفا کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے شعب میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے یہ اور زائد کیا ہے کہ وہ دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا کچھ مال نہ ہو اور اس کی سند جید ہے۔

فائدہ ان چاروں حدیثوں میں دنیا سے نفرت دلائی گئی۔

کتاب مذمت بخل

مثل سابق

حدیث جائیداد کا سامان مت کرو کہ اس سے تم میں دنیا کی محبت ہو جائے گی ترمذی نے اور حاکم نے اس لفظ سے کہ تم کو (دنیا کی) رغبت ہو جائیگی۔

فائدہ اس حدیث میں بھی اوپر کی چار حدیثوں والا مضمون ہے اتنی زیادت اور ہے کہ جائیداد میں دنیا کے ساتھ زیادہ تعلق ہو جاتا ہے۔

دنیا جو معین آخرت ہو اس کی مذمت نہیں

حدیث نیک مال نیک آدمی کے لئے اچھا ہے۔ (احمد۔طبرانی)

فائدہ اس میں دلالت ہے کہ دنیا جب دین میں معین ہو تو وہ مذموم نہیں۔

استغناء میں عزت ہے

حدیث مومن کی عزت یہ ہے کہ سب لوگوں سے مستغنی رہے (حاکم)

فائدہ اس حدیث میں عزت کی حقیقت بیان کی گئی ہے کہ وہ استغناء سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ دنیا کے مال وجاہ میں زیادہ کوشش کرنے سے اور اس کا مشاہدہ ہے۔

افادہ میں بخل کرنے کی مذمت

حدیث ابن عمر کی حدیث کہ اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نعمتوں کے ساتھ مخصوص فرماتے ہیں دوسرے بندوں کے نفع کے لئے الخ (طبرانی) اور تتمہ حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص ان منافع میں بندوں پر بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس سے منتقل فرما کر دوسروں کی طرف متصرف کر دیتا ہے۔

فائدہ اس میں تہدید ہے بندوں کو نفع پہنچانے میں بخل کرنے پر خواہ دنیوی منفعت ہو خواہ دینی بالخصوص اگر کمال پر ناز اس کا منشا ہو بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

کتاب مذمت جاہ

حرص دنیا کی مذمت

حدیث دو حریص ایسے ہیں کہ ان کا کبھی پیٹ نہیں بھرتا الخ (طبرانی) میں (اشرف) کہتا ہوں کہ دارمی کی حدیث میں یہ ہے (کہ وہ دو حریص ایک) طالب علم اور (دوسرا) طالب دنیا اور روایت کیا بیہقی نے انسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو حریصوں کا پیٹ نہیں بھرتا ایک علم کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک دنیا کا حریص کہ اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اسی طرح ہے مشکوٰۃ میں۔

فائدہ اس حدیث میں حرص علم کی مدح اور حرص دنیا کی مذمت ہے۔

اصل ذکر قلبی محض

اور بعض اعمال پر ملائکہ کا مطلع نہ ہونا

حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب الاخلاص میں حضرت عائشہؓ کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے کہ ذکر خفی جس کو ملائکہ حافظین اعمال نہ سنتے ہوں اس ذکر پر جس کو وہ سنتے ہوں ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال کی کراماً کاتبین کو بھی اطلاع نہیں ہوتی اور اسی سے بعض نے کہا ہے۔

میاں عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

اور اسی سے اس ذکر قلبی محض کی بھی اصل نکلتی ہے جس میں زبان کی بالکل حرکت نہ ہو (جس کا بعض اہل ظاہر نے انکار کیا ہے البتہ بعض احکام فقہیہ میں جیسے قرأت و نکاح وغیرہ مستقل دلائل سے تلفظ شرط ہے)۔

مذمت نمائش

حدیث بخاری و مسلم میں جندب کی حدیث سے یہ ہے کہ جو شخص شہرت کے واسطے (کچھ عمل کرے گا اور جو شخص اظہار کے لئے کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس (کے عیوب) کا اظہار کرے گا۔

فائدہ اس میں ریاء و نمائش کی جو مذمت ہے ظاہر ہے

وساوس میں مغموم ہونا

حدیث مسلم نے ابن مسعودؓ کی حدیث سے مختصراً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ خالص ایمان کی علامت ہے۔

حدیث ابن عباسؓ کی حدیث کہ خدا کے لئے حمد ہے جس نے شیطان کی چالوں کو وسوسہ کی طرف پھیر دیا کہ اعمال و عقائد سے اس کا تعلق نہ ہونے دیا (ابوداؤد)

فائدہ ان دونوں حدیثوں میں امور غیر اختیاریہ پر مواخذہ کا نہ ہونا مذکور ہے۔ بلکہ (اس سے بڑھ کر) ان دونوں میں ان وساوس پر مسرور ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہی تدبیر بھی ہے اس سے نجات کی کہ کچھ پرواہ نہ کرے بلکہ خوش ہو ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیطان کو مومن کی خوشی گوارا نہیں جب وساوس پر خوش ہوتا دیکھے گا وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

ضعفا کے لئے تعلقات میں ضرر

حدیث مسلم نے ابی ذر کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کبھی دو شخصوں پر بھی حکم نہ بننا اور کبھی کسی یتیم کے مال کے متولی مت بننا۔

فائدہ اس حدیث میں دلالت ہے کہ ضعفاء کو تعلقات غیر واجبہ میں واقع نہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں اس ارشاد کی بنا میں یہی فرمایا ہے کہ (میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں) اور ایسا شخص ایسے تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتا یا تو ان تعلقات کے حقوق ضائع کرے گا یا دوسرے واجبات میں اخلال کرے گا۔

کتاب مذمت کبر

سادگی وضع

حدیث ترک زینت (بھی) ایمان (کے شعبوں میں) سے ہے (ابوداؤد)

فائدہ مدلول اس کا ظاہر ہے یعنی براہ تواضع ترک زینت کرنا (یعنی نہ تو تکلف و تزین کا اہتمام ہو اور نہ میلا کچیلا رہے کہ نظافت کی تاکید آئی ہے)

ترک تعرض بعوام

حدیث ابو ثعلبہ کی حدیث کہ جب تم یہ حالت دیکھو کہ

حرص کی اطاعت کی جارہی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع ہو رہا ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگا ہے تو (اس وقت) تم اپنے نفس کی خبر لو (اور عامہ ناس سے تعرض مت کرو جیسا کہ ایک روایت میں یہ زیادت بھی ہے۔ ودع امر العامتہ۔ اور جن پر باقاعدہ حکومت ہے وہ عامہ سے خارج ہیں) (ابوداؤد-ترمذی)

فائدہ اس میں اس کا ذکر ہے جو بعض بزرگوں کا معمول ہے کہ (بجز مواقع وجوب کے) کسی سے تعرض نہیں کرتے (کیونکہ ان عذروں کے ہوتے ہوئے عدم تعرض کی اجازت ہے) اور ان عذروں کا وجود (اس وقت ظاہر ہے (اور چونکہ یہ عدم تعرض واجب نہیں اس لئے جو بزرگ تعرض کرتے ہیں وہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں)۔

گناہوں میں بعض تکوینی حکمتیں ہیں

حدیث اگر تم سے گناہ صادر نہ ہوں تو مجھ کو تم پر اس سے بھی بڑی بات کا اندیشہ ہے اور وہ خود بینی خود بینی ہے (بیہقی)

فائدہ اس میں وہ مضمون ہے جس کو عارفین ذکر کیا کرتے ہیں یعنی معاصی کی بعض تکوینی حکمتیں اور اس سے معاصی کے ارتکاب کی اجازت لازم نہیں آتی۔ صرف مقصود (اس مضمون) سے مرتکب معصیت کے اس غم کا تحفظ کرنا ہے جو درجہ یاس تک پہنچ جائے۔ (جس سے پھر وہ نہ معصیت سے توبہ کرے نہ معصیت کو ترک کرے)

اصلاح باطن اصل چیز ہے

حدیث اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے میں اشرف کہتا ہوں کہ (چونکہ وہ موقع میں نے تلاش نہیں کیا اس لئے دوسری جگہ سے سند نقل کرتا ہوں سو) عزیزی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو جن میں اعمال ظاہرہ محضہ بھی آگئے کہ وہ بھی خاص ہیئات ہیں صورت کی) اور اموال کو نہیں دیکھتے لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے۔

فائدہ حدیث صریح ہے اصلاح باطن کے اصل ہونے میں (اور اعمال کا ذکر اس کا منافی نہ سمجھا جائے) کیونکہ اعمال بھی بدون اصلاح باطن معتد بہا نہیں ہیں (چنانچہ عقیدہ صحیحہ واخلاص اعمال میں شرط ہے اور یہ دونوں باطن ہیں) اور مولانا رومیؒ کا یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے

ما بروں را ننگریم وقال را
ما دروں را بنگریم و حال را

منجیات

کتاب التوبہ

حقیقت توبہ

حدیث نادم ہونا توبہ ہے (ابن حبان-ابن ماجہ)

فائدہ اس حدیث میں توبہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے

مغلوب کی غلطی سے درگزر

حدیث اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو ایک ایسی زمین میں ہو جو بے آب وگیاہ اور ہلاکت کا مقام ہے الخ (اور ایسے جنگل میں اس کا اونٹ گم ہو گیا جس پر اس کا خورد ونوش کا سامان نہ کھانے پینے کو رہا نہ سواری رہی پس ہلاکت کا منتظر ہو کر لیٹ گیا آنکھ جو کھلی تو کیا دیکھتا ہے کہ اونٹ مع سامان کے پاس کھڑا ہے اس وقت کس قدر خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ توبہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں) (بخاری ومسلم) اور مسلم نے انس کی حدیث میں یہ زیادہ کیا ہے یعنی پھر اس شخص نے شدت خوشی میں یہ کہہ دیا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (حضورؐ فرماتے ہیں کہ) وہ شدت فرح سے چوک گیا اور مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور ابو ہریرہ کی حدیث سے بدون اس زیادتی کے مختصراً روایت کیا ہے۔

فائدہ اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مغلوب کی غلطی معاف ہے (کیونکہ حضورﷺ نے اس غلطی کو نقل کر کے نکیر نہیں فرمایا) اگرچہ وہ فرح ہی سے ہو (جو کہ ایک حالت ناشی عن الدنیا ہے) تو بھلا جو محبت وشوق سے مغلوب ہوا اس کا تو کیا پوچھنا ہے جو کہ ناشی عن الدین کیفیات میں سے ہے۔

کامل پر تغیرات کا طاری ہونا

حدیث میرے قلب پر (بھی) غبار چھا جاتا ہے سو شب وروز میں ستر بار استغفار کرتا ہوں (مسلم-اغرمزنی) سے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ دن بھر میں سو بار (استغفار کرتا ہوں)

فائدہ اس حدیث میں یہ مضمون ہے منتہی پر تغیرات طاری ہوتے ہیں جو اس کی شان کے مناسب ہوتے ہیں سو سالک کو ان سے تنگ دل نہ ہونا چاہئے جبتک وہ معاصی تک نہ پہنچا دیں (اور افضا الی المعصیت اختیاری ہے جس سے بچنے کی قدرت ہے اور حضور ﷺ کا یہ تغیر دوسرے سالکین کی تمکین سے بھی ارفع ہے مگر آپ کے تمکن کے مقابلہ میں تغیر ہے)

فرق درمیان تدقیق وتعمق

حدیث ابوسعید خدریؓ کی اور دوسرے صحابہ کی حدیث کہ تم لوگ ایسے اعمال کر گزرتے ہو کہ وہ تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی تم ان کو بہت خفیف سمجھتے ہو) اور ہم ان کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کبائر میں سے سمجھتے تھے۔ (احمد)

فائدہ اس حدیث میں اصل ہے صوفیہ کے اس طریق کی کہ وہ اعمال میں بال کی کھال نکالتے ہیں اور تدقیق مغائر ہے تعمق کے (جس کی نہی آئی ہے) کیونکہ تدقیق میں تو وہ حدود محفوظ رکھے جاتے ہیں جو لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتے ہیں (اس لئے وہ اس کو تشدد سمجھتے ہیں) اور تعمق میں حدود سے تجاوز ہو جاتا ہے اور وہ حدود سب پر ظاہر (اور سب کو معلوم) ہوتے ہیں۔ پس تدقیق مذکور تو مطلوب اور کمال تقویٰ ہے اور تعمق غلو فی الدین اور بدعت ہے تدقیق کی مثال کوئی چیز رستے میں گر پڑے اور اس کو خود اٹھالے کسی اور سے فرمائش اٹھانے کی نہ کرے اس احتمال سے کہ دوسرے کا حرج یا اس کو گرانی نہ ہو حضرات صحابہ کا یہی معمول تھا اور تعمق کی مثال اپنے گھر اپنی ملک کا کھانا کھانے بیٹھا اور کھانا کم پڑ گیا اور گھر والوں سے مانگا نہیں کہ مشابہ ہے سوال کہ چنانچہ میں نے ایک متقی کو جو اس غلطی میں مبتلا تھے متنبہ کیا بلکہ اس میں ایذاء پہنچانا ہے گھر والوں کو کہ جب ان کو اس کی اطلاع ہوگی کہ باوجود حاجت کے مانگا نہیں۔

دنیا آخرت کا آلہ ہے

حدیث دنیا جائے زراعت ہے آخرت کی مجھ کو اس لفظ کے ساتھ مرفوعاً نہیں ملی اور عقیلی نے ضعفا میں اور ابوبکر بن لال نے مکارم اخلاق میں طارق بن اشیم کی حدیث سے روایت کی ہے کہ دنیا اچھا مقام ہے اس شخص کے لئے جو اس سے آخرت کے لئے سامان جمع کرے (پس بامعانی ثابت ہے اور اسناد ضعیف ہے۔

فائدہ مدلول اس کا ظاہر ہے کہ دنیا بالذات تو مقصود نہیں مگر آخرت کے لئے مقصود ہے پس اہل دنیا کو تو پہلی بات کی خبر نہیں (اس لئے اس کو مقصود بالذات بنائے ہوئے ہیں) اور تارکین دنیا میں جو زاہد ہیں ان کو دوسری بات کی خبر نہیں (اس لئے وہ اس کے ترک میں مبالغہ کرتے ہیں) اور عارفین کو دونوں باتوں کی خبر ہے (اس لئے وہ اس سے اعانت فی الآخرۃ کا کام لیتے ہیں اور علی الاطلاق اس سے نفور نہیں۔

غلبہ تیسیر

حدیث (قدسی) میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (مسلم)

فائدہ اس میں اصل ہے محققین کے مذاق کی کہ ان پر اس کا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بشارت اور آسانی کی باتیں بتایا کرتے ہیں (کہ مشاہدہ رحمت سے یہ مذاق پیدا ہو جاتا ہے)

بلا ولایت کی علامات میں سے ہے حدیث ترمذی نے مع تصحیح روایت کیا اور نسائی نے کبریٰ میں اور ابن ماجہ نے سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون شخص اشد ہیں بلا میں۔ پس اس حدیث کو ذکر کیا مگر اس میں اولیا کا ذکر نہیں ہے (صرف یہی ہے کہ سب سے زیادہ اشد بلا میں انبیاء ہیں) اور طبرانی کے یہاں حضرت فاطمہؓ کی حدیث یہ ہے کہ سب سے زیادہ بلاء میں حضرات انبیاء ہیں پھر صالحین ہیں (صالحین بھی مرادف اولیاء کے ہیں)

فائدہ اس میں بلا کا جو مع الرضاء سے علامات ولایت سے ہونا مذکور ہے اور تم اکثر اولیاء کو دیکھو گے کہ وہ مبتلا ضرور ہوتے ہیں خواہ کسی مرض میں خواہ کسی مخالف (کی مخالفت) میں۔

کسی پر داخل نار ہونے کا حکم نہ لگانا چاہئے

حدیث بزار نے ابوسعید خدری کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اصحاب اعراف کی نسبت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور وہ اپنے باپوں کا کہنا نہ مانتے تھے پس ان کو شہادت تو دخول نار سے مانع ہوگئی اور وہ کہنا نہ ماننا دخول جنت سے مانع ہو گیا اور ایسے لوگ ایک دیوار پر ہوں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہوگی (اعراف یہی ہے) اس حدیث (کی سند) میں عبدالرحمان بن زید بن اسلم ہے اور وہ ضعیف ہے اور حاکم کے یہاں حضرت حذیفہ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ایک قوم ہے کہ ان کی حسنات نے

ان کو دوزخ سے تو پار کر دیا اور ان کی سیات جنت (میں داخل کرنے) سے قاصر رہیں الخ اور حاکم نے کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ اہل معصیت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہ کیا جائے ممکن ہے کہ کوئی حسنہ اس کے لئے دوزخ میں جانے سے مانع ہو جائے۔

کاملین کی لغزشوں کی حکمت

حدیث سن رکھو میں (نماز میں غفلت سے) نہیں بھولتا بلکہ بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ (اس کے احکام کو) مشروع کروں۔ (مالک)

فائدہ اس میں حکمت ہے کاملین کی لغزشوں کی (جو کہ بلا قصد نافرمانی اتفاقاً واقع ہو جاتی ہیں) تاکہ اس وقت وہ حضرات (ان کے تدارک کے متعلق) جو معاملہ کرتے ہیں ان معاملات میں ان کا اقتدا کیا جائے (اور اسی بنا پر مولانا فرماتے ہیں

خون شہیدان راز اب اولیٰ ترست
ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست

اورع کفر گیرد کاملے ملت شود

عدم اعتبار توبہ زبانی محض

حدیث جو شخص گناہ سے توبہ کرے اور اس پر مصر بھی ہو (یعنی نادم نہ ہو) ایسا ہے جیسے احکام الٰہیہ سے استہزا کرتا ہے (کہ ظاہر کچھ باطن کچھ) (ابن ابی الدنیا)

فائدہ اس میں ایسی زبانی توبہ کا قابل اعتبار ہونا مذکور ہے جس کے ساتھ (دل میں) ندامت نہ ہو اور یہ شعر گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے۔

سبحہ برکف توبہ برلب دل پراز ذوق گناہ
معصیت راخندہ می آید بر استغفار ما

بہ سبب بعض اقسام معصیت سے قبض

حدیث بے شک بندہ بعض اوقات محروم ہو جاتا ہے رزق سے بوجہ گناہ کے جس کو اختیار کرتا ہے (ابن ماجہ)

فائدہ اس میں معصیت کی بعض مضرتیں مذکور ہیں جیسے رزق سے محروم ہو جانا اور یہ رزق معنوی کو بھی شامل ہے جیسے بسط (باطنی) پس بعض اقسام قبض کے معصیت سے بھی ہوتے ہیں اور اسی احتمال کے سبب اہل اللہ قبض کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

کتاب صبر و شکر

ظاہر کے لئے باطن اصل ہے

حدیث مہاجر وہ ہے جو برے کاموں کو چھوڑ دے اور (اصل) مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرے (اور اس کو مغلوب کرے) روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے اول جملہ کے ساتھ اور نسائی نے سنن کبریٰ میں دوسرے جملہ کے ساتھ دونوں نے فضالہ ابن عبید کی حدیث سے دو جید سندوں سے۔

فائدہ اس میں باطن کا ظاہر کے لئے اصل ہونا مذکور ہے اور جملہ ثانیہ آخر کتاب ریاضۃ النفس میں گزر چکا ہے۔

خواص بعض درجات توکل مسمیٰ بہ یقین

حدیث کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ان کا یقین اور زیادہ ہوتا تو وہ ہوا پر چلتے یہ حدیث منکر ہے (یعنی غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کیا ہے) یہ اس طرح معروف نہیں ہے (معروف مقابل ہے منکر کا) اور معروف وہ ہے جو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر ابن عبداللہ مزنی کا قول نقل کیا ہے کہ حواریین نے اپنے پیغمبر (عیسیٰ علیہ السلام) کو (ایک بار) نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں۔ وہ (دریا کی طرف) ان کو تلاش کرتے ہوئے چلے جب دریا پر پہنچے دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے چلے آ رہے ہیں پھر حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ابن آدم کو ایک بال برابر بھی یقین ہو تو پانی پر چلنے لگے شرح زبیدی میں ہے کہ میں کہتا ہوں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کس چیز سے پانی پر چلتے ہیں فرمایا ایمان اور یقین سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بھی ایمان رکھتے ہیں جیسا آپ ایمان رکھتے ہیں اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس حالت میں چلو وہ ان کے ساتھ چلے پھر ایک موج آ گئی تو لگے غوطہ کھانے ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہنے لگے ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا تم رب موج سے کیوں نہ ڈرے پھر ان کو آپ نے (دریا سے) نکالا زبیدی کا قول ختم ہوا اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند ضعیف سے معاذ بن جبل کی حدیث

سے روایت کیا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی معرفت ہوتی جیسا معرفت کا حق ہے تو آپ دریاؤں پر چلتے اور تمہاری دعاؤں سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے۔

فائدہ مراد یقین سے اس مقام پر یہ ہے کہ بعض واقعات یومیہ کی نسبت بعض تصرفات حق کا ایسا جازم خیال ہو جس میں جانب مخالف کا احتمال ہی نہ ہو (مثلاً یہ پختہ خیال کرلیا کہ میں اگر پانی پر چلوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کو غرق نہ کریں گے) اور یہ توکل کی ایک قسم ہے اور یقین (بالمعنی المذکور) کی عادۃً یہ خاصیت ہے مگر کسی مانع خاص سے (اس کا تخلف بھی ہو جاتا ہے) اور یہ یقین (بالمعنی) نہ لوازم ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ ایک شخص کامل الایمان ہو اور یہ خیال اس درجہ کا اس کو حاصل نہ ہو) اور نہ خواص ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ یہ خیال اس درجہ کا کسی غیر مومن کو بھی حاصل ہو جائے) البتہ ایمان سے اس (خیال) میں برکت زائد ہو جاتی ہے اور یہی (از دیاد برکت) معنی میں عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے کہ ایمان اور یقین سے اور (یہی معنی ہیں) حدیث معاذ کے اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی یعنی اگر تم کو یقین اور معرفت حاصل ہوتی اور مقصود (ان روایت میں) یقین کی خاصیت کا بیان کرنا ہے نہ کہ اس کی فضیلت کا بیان کرنا اور اگر تم کو یہ اشکال واقع ہو کہ امام غزالیؒ نے اس روایت منکرہ کو کیسے جائز رکھا (کہ اپنی کتاب میں ذکر کر دیا) جبکہ حضرت علیؓ سے ان کا قول منقول ہے کہ اگر مرے لئے سب پردے اٹھا دیئے جائیں تب بھی میرے یقین میں ترقی نہ ہو (بلکہ جتنا یقین اس وقت حاصل ہوتا وہ اب بھی حاصل ہے اور اشکال) اس لئے (ہو سکتا ہے) کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علیؓ تو انتہائی مراتب یقین تک پہنچے ہوئے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ تک پہنچے ہوئے نہ تھے اور اس سے ولی کی فضیلت نبی پر لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے پس جس سے یہ بات لازم آئی ہے وہ بھی باطل ہے (پس اس روایت کی صحت کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا پھر غزالیؒ اس کو کیوں لائے) سو اس اشکال کو اس طرح زائل کرو کہ مراد یقین سے حضرت علیؓ کے قول میں بشرطیکہ یہ قول ثابت بھی ہو ایمان ہے (معنی مراد نہیں جس میں کلام ہے) اور اس کی کوئی دلیل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ایمان کے انتہائی مراتب تک پہنچے ہوئے نہ تھے (نعوذ باللہ منہ) بلکہ ولی کا انتہائی مرتبہ ایمان کا نبی کے ایمان کے ابتدائی مرتبہ تک بھی نہیں پہنچتا چہ جائیکہ اس کے انتہائی مرتبہ تک پہنچ سکے خوب اچھی طرح سمجھ لو (مزید شرح اس کی کلید مثنوی دفتر سادس کے عشر ثالث میں ہے)

جذب کا علت وصول ہونا

حدیث بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرے گا لوگوں نے عرض کیا اور نہ آپ (عمل سے داخل جنت ہوں گے) یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانک لے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اس کا عمل اس کو جنت میں داخل کر دے الخ اور بخاری و مسلم دونوں اس پر متفق ہیں حضرت عائشہ کی حدیث سے اور مسلم اس میں منفرد ہیں جابر کی حدیث سے۔

فائدہ حدیث صریح ہے اس مضمون میں جو اہل طریق نے فرمایا کہ اصل مدار اور علت وصول جذبہ (الٰہیہ) ہے نہ کہ محض سلوک (اور اعمال) البتہ عمل کے شرط ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا اکثر احوال میں اور بعض نے اس کو اس عبارت سے تعبیر کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا ایک جذبہ جن وانس کے تمام اعمال سے افضل ہے۔

گناہوں کے ساتھ احوال کا باقی رہنا استدراج ہے

حدیث عقبہ بن عامر کی حدیث کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواہشیں اور مرادیں دے رہا ہے اور وہ اپنے معصیت پر مصر ہے تو سمجھ لو کہ یہ استدراج ہے (احمد-طبرانی)

فائدہ مراد میں مواجید و اذواق بھی داخل ہو گئے پس ان کی بقاء سے نسبت باطنیہ پر استدلال نہ کیا جائے جیسا کہ اہل باطل کو دھوکا ہو گیا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی نسبت باطنیہ ایسی قوی ہے کہ معاصی سے بھی زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ جو چیز معاصی کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ نسبت مطلوبہ نہیں ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی جانب سے حق کے ساتھ ذکر و طاعت کا تعلق ہو اور حق کی جانب سے (عبد کے ساتھ) رضا کا تعلق ہو (اور ظاہر ہے کہ معاصی کے ساتھ رضا کہاں)

کتاب الخوف والرجاء

بغیر عمل کے رجا غرور ہے

حدیث زید خیلی کی جو یہ حدیث ہے کہ اس لئے حاضر

ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں کہ اللہ تعالیٰ کی کیا علامات ہیں اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہوں اور اس شخص کے متعلق جس کو وہ نہ چاہتے ہوں اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود کی حدیث سے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا تو زید خیر ہے (آپ نے خیل کو خیر سے بدل دیا) اور اسی طرح کہا ہے ابن ابی حاتم نے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام خیر رکھ دیا ان سے کوئی حدیث مروی نہیں اور انہوں نے ان کا ذکر صرف ایک حدیث میں کیا ہے جو مروی ہے یعنی زید خیر کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ اخیر حدیث تک میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ یہ فرماتے تھے۔ اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح کی انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں خیر سے اور اہل خیر سے محبت کرتا ہوں اور جب میں کسی چیز پر قادر ہوتا ہوں تو اس کی طرف دوڑتا ہوں اس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور جب کوئی خیر میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اس پر غمگین ہوتا ہوں اور اس کی طرف مشتاق ہوتا ہوں آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی علامت ہے اس شخص کے متعلق جس کو وہ چاہتے ہیں اور اگر تم کو کسی دوسری بات کے لئے چاہتے (یعنی ضلال و وبال کے لئے) تو تم کو اس کے لئے تیار کرتے پھر پروا بھی نہ کرتے کہ ہم اس کے کسی وادی میں بھی ہلاک ہو جاتے۔

فائدہ اس میں وہ مسئلہ ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے کہ رجاء محض بدون عمل کے باوجود عمل پر قادر ہونے کے محض نفس کا فریب ہے۔

بغیر عمل کے رجاء عاجز کا اعتبار

حدیث تم میں سے کسی کو موت نہ آنے پائے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان نیک رکھتا ہو

فائدہ یہ حدیث اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ رجاء عمل کے ساتھ مشروط نہیں جبکہ عمل پر قدرت نہ ہو جیسا موت کے قرب میں حالت ہوتی ہے۔

اجمال حدیثین بالا

حدیث (قدسی) میں (یعنی حق تعالیٰ) اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں پس میرے ساتھ جو چاہے گمان کرے (ابن حبان) اور یہ حدیث صحیحین میں ابوہریرہؓ سے ہے اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان کر لے۔

فائدہ یہ حدیث مجمل ہے اوپر کی دو حدیثیں اس کی تفصیل کرتی ہیں (یعنی) یہ حسن ظن قدرت کے وقت عمل کے ساتھ معتبر ہے اور عجز کے وقت بدون عمل بھی معتبر ہے) اور ایمان ہر حال میں شرط ہے

عامل آخرت کے لئے

رجاء کا خوف سے زیادہ مفید ہونا

حدیث اگر تم کو ان باتوں کی خبر ہو جس کی مجھ کو خبر ہے تو تم بہت کم ہنسو اور کثرت سے رویا کرو اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ الخ (ابن حبان) پس اس حدیث کا اول حصہ شیخین کا روایت کیا ہوا ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے اس کو اس زیادت کے ساتھ روایت کیا ہے (کہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا) اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ پس جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کے پروردگار فرماتے ہیں کہ آپ میرے بندوں کو ناامید کیوں کرتے ہیں پس آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو امید دلائی اور شوق دلایا (تا کہ زیادت تخویف کا تدارک ہو جائے)۔

فائدہ اس حدیث میں مشیخت کا ادب ہے کہ خوف پر رجا کو غالب رکھا کرے ایسے لوگوں کے لئے جو کہ خوف کی حکمت یعنی اہتمام آخرت کے سامان کی کوشش میں لگے ہوں جیسے صحابہ کی شان تھی (کہ اہتمام آخرت میں شدت سے مشغول تھے جس سے خوف کی غایت حاصل تھی تو ان کے لئے خوف سے زیادہ ضرورت رجا کی ہے)۔

فضیلت مومن بر کعبہ

حدیث مومن کعبہ سے افضل ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے ابن عمر کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ (اے کعبہ) تو کس قدر عظیم ہے اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے مگر) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے (کہ) البتہ مومن کی حرمت تیری حرمت سے اعظم ہے اس کا مال بھی اور اس کی جان بھی اور اس کے ساتھ خیر ہی کا گمان کیا جا سکتا

ہے اور ابن ماجہ کے شیخ یعنی نصر بن محمد بن سلیمان حمصی کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

فائدہ اس حدیث میں مومن کا کعبہ پر فضیلت رکھنا مذکور ہے اگر چہ یہ فضیلت جز ئیہ ہو (اسی لئے اس کا جہت سجدہ ہونا لازم نہیں آتا) اور اسی سے بعض کا مقولہ ہے۔

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیونکہ مومن قلب ہی ہے حسب ارشاد حق تعالیٰ کے کہ ابھی تک ایمان تمہارے قلوب میں داخل نہیں ہوا (پس مومن کا افضل ہونا جیسا کہ حدیث میں ہے اور دل کا افضل ہونا جیسا قول بعض میں ہے ہم معنی ہے اور تم کو یہ خلجان نہ ہو کہ حدیث کا مدلول تو صرف حرمت میں اعظم ہونا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس (مومن) کی حرمت پر حملہ کرنے سے بہ نسبت بے ادبی کعبہ کے من وجہ گناہ زیادہ لازم آتا ہے بوجہ اس کے کہ حق العبد اشد ہے حق اللہ سے اور یہ مستلزم فضیلت (ذات) کو نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ مال مسلم کی افضیلت کے بھی قائل ہوں (کہ وہ بھی دم کے ساتھ مذکور ہے) حالانکہ یہ باطل ہے (سو یہ خلجان نہ ہو) کیونکہ ہم اس قول سے استدلال نہیں کرتے لحرمۃ المومن الخ بلکہ **ما اعظمک** سے استدلال کرتے ہیں جو کہ عظمت ذات (کعبہ) پر دال ہے۔ پس چونکہ مقصود مقابلہ کرنا ہے اس سے یہ قول مومن کی عظمت ذات پر دال ہوگا ورنہ عظمت ذات (کعبہ) کا ذکر بے فائدہ ہوگا اور (حدیث میں) اس کا قائل ہونا جائز نہیں۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافقین یوں کہنے لگیں کہ تم ریا کار ہو۔ روایت کیا اس کو طبرانی نے۔

فائدہ پس اس حدیث میں ایسے اظہار کا جس کو ناواقف ریا کار کہیں اور واقع میں وہ ریا نہ ہو بعض ریاء بعض اخلاص سے خیر ہے اور دلائل خارجیہ سے کہ شیخ کے اظہار میں مصالح خاصہ ہوتے ہیں اس عموم میں ریاء الشیخ کا اخلاص ناقص مرید سے خیر ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ خوب سمجھ لو۔

حدیث حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تیز گرمی کے دن میں بقیع کی طرف چلے اور لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کی آواز سنی تو آپ کے قلب پر یہ امر گراں گزرا پس آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے آگے کر دیا تا کہ کوئی اثر بڑائی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نہ واقع ہو جاوے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے رحمۃ مہداۃ ص ۲۵۶

حدیث ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو اس عالم سے لے جاتا اور ایک مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتے پھر (حسب روایت مسلم) وہ استغفار کرتے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرتا روایت کیا اس کو مسلم اور ترمذی نے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو مجھ کو اس سے زیادہ سخت چیز کا اندیشہ تھا اور وہ عجب یعنی خود بینی ہے۔ (تیسیر ص ۳۱۹، ۳۲۰)

حدیث حضرت انس بن النضر کا قول مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اے معاذ قسم ہے نضر کے پروردگار کی کہ جنت کی خوشبو پاتا ہوں جبل احد کے پیچھے سے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم اور ترمذی نے۔ (تیسیر ۳۲۹)

فائدہ: حال کشف عالم غیب۔ عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا ایک حال رفیع ہے جب کہ اتباع شرع کے ساتھ ہو۔ حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے۔

حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے غزوۂ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں بائیں دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور بہت سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ اس سے پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (تیسیر ص ۳۳۰)

فائدہ حال کشف ملائکہ دیگر ف مسئلہ تمثل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام کا نظر آجانا حضرت سعد کی حدیث میں صریحاً مذکور ہے۔

حدیث: ایک حدیث طویل میں یہ قصہ حارث کی ایک دختر سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا میں نے ان کو انگور کا خوشہ

کھاتے ہوئے دیکھا اور اس وقت مکہ میں میوہ یا پھل کا کہیں نام ونشان نہ تھا اور خود وہ لوہے میں قید تھے۔

حدیث میں حضرت خبیبؓ اور حضرت عاصمؓ کی عظیم کرامتیں مذکور ہیں جو کہ بشرط اتباع شریعت اہل اللہ کے حالات رفیعہ میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بات چیت کر رہے تھے کہ دفعۃً ان لوگوں نے اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اس نے ان کے ایک نیزہ مارا اور پار کر دیا۔ یہ (خوشی کے جوش میں) بول اٹھے اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔ (بخاری ومسلم)(تیسیر ص۳۳۱)

بخاری کی ایک روایت میں حضرت انسؓ ہی سے یہ ہے کہ جب ان کے یوم بیر معونہ میں نیزہ لگا تو خوش ہو کر) خون کو اس طرح لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑکا اور (ملا) پھر کہا کہ قسم رب کعبہ کی میں مراد کو پہنچ گیا۔

فائدہ حال اشتیاق موت۔ ان کے اس قول اور فعل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس عاشقانہ موت کی شدت سے تمنا اور اشتیاق تھا جس کے حصول پر شدت سے خوش ہوئے پس عشاق کے کلام میں جو یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف متوجہ ہوئے اور مہاجرین وانصار سردی میں صبح کے وقت اس کو کھودتے تھے اور ان کے پاس غلام نہ تھے کہ اس کام کو کر لیتے جب آپ نے ان کی مشقت اور فاقہ کی حالت دیکھی تو (ان کے دل بڑھانے کو) دعا کی کہ اے اللہ عیش تو آخرت ہی کا ہے سو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دیجئے صحابہ نے جواب میں (یہ کلام منظوم) عرض کیا نحن الذین الخ یعنی ہم وہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کی ہے جب تک ہم زندہ رہیں گے۔ (بخاری-مسلم-ترمذی)(تیسیر ص۳۳۱)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے لوٹ کر تشریف لائے اسی میں یہ قصہ ہے کہ یوم خندق میں حضرت سعد کی رگ ہفت اندام میں تیر لگا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے کہ قریب ہی سے عیادت فرماتے رہیں گے ان کے لئے مسجد میں ایک خیمہ لگا دیا تھا (ایسی جگہ جہاں نمازیوں کو تنگی نہ ہو جس طرح اعتکاف والے پردہ وغیرہ باندھ لیتے ہیں کہ محفوظ جگہ میں پریشانی و ہجوم وغیرہ سے امن رہتا ہے۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ کے یوم احزاب میں (کہ یوم خندق کا ایک یہ بھی نام ہے) تیر لگا جس سے شہ رگ کٹ گئی سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خون تھمنے کے لئے) اسی پر آگ کا داغ دیا سو (اس سے خون تو تھم گیا مگر) ان کا ہاتھ ورم کر گیا (کیونکہ خون کی آمد جوش پر تھی) پھر جوش سے خون جاری ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ اس پر داغ دیا سو پھر (خون تھم کر) ہاتھ ورم کر گیا۔ جب حضرت سعد نے یہ حالت دیکھی تو دعا کی کہ اللہ میری جان نہ نکلے جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ کی طرف سے ٹھنڈی نہ ہو جاویں۔ کہ میں آنکھوں سے ان کی اس شرارت کی سزا دیکھ لوں جب مروں) چنانچہ ان کی رگ کا خون بند ہو گیا اور ایک قطرہ بھی نہ نکلا یہاں تک کہ (محاصرہ سے تنگ ہو کر) بنو قریظہ ان ہی حضرت سعدؓ کے فیصلہ پر قلعہ سے اترے اور باہر آئے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہم باہر آتے ہیں اس شرط پر کہ حضرت سعد جو ہمارے لئے تجویز کریں وہی کارروائی ہم سے کی جاوے۔

سو انہوں نے موافق قاعدہ شریعت کے ان کے مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا کہ ان کے بالغ مردوں کو قتل کیا جاوے اور ان کی عورتوں کو (اور اسی طرح بچوں کو) زندہ رکھا جاوے۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم نے (اس فیصلہ میں) خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق کیا اور یہ لوگ چار سو تھے۔ جب (حسب فیصلہ مذکور) ان کے قتل سے فراغت ہوئی وہ رگ پھٹ پڑی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور تصحیح کی اس حدیث کی (تیسیر ص۳۳۲)۔

اور کرامت ان کی دو مذکور ہیں۔ ایک خون جاری کا بند ہو جانا، جیسا دوسری حدیث میں ہے اور ایک بند خون کا جاری ہو جانا، جیسا پہلی حدیث میں ہے۔

حدیث: عروہ بن الزبیر نے مسور بن مخرمہ اور مروان

سے حدیث طویل روایت کی ہے اور اس میں منجملہ قصہ حدیبیہ کے یہ حکایت بھی ہے کہ عروہ بن مسعود (یک از رؤساء مکہ جو بغرض تجسس حال مسلمین و گفتگوئے معاملہ صلح وغیرہ آیا تھا وہ) اس کا قول ہے کہ واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار تھوکتے تھے تو صحابہؓ میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ اس کو اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا تھا اور جب آپ ﷺ ان کو کسی کام کی فرمائش کرتے تھے تو اس کے کرنے کو سب دوڑتے اور جب آپ ﷺ وضوء کرتے تو وہ آپ ﷺ کے وضوء کے پانی لینے پر لڑتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو وہ اپنی آوازوں کو آپ ﷺ کے سامنے بالکل پست کر لیتے، اور آپ ﷺ کو تیز نگاہ بھر کر دیکھ نہ سکتے تھے، بسبب آپ ﷺ کی غایت تعظیم کے۔ اور اسی حدیث میں یہ قصہ بھی ہے۔ (یہ اس وقت کے متعلق ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی صلح کو منظور فرما لیا اور باقتضائے وقت بعض شرطیں اس صلح میں بظاہر ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کے دبنے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ پس اس کے متعلق یہ قصہ ہوا) کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت یہ جوش میں تھے۔ ان کو وہ شرائط ناگوار تھیں) اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا، کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا ہوں۔ جو جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ حکم خداوندی کے خلاف نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ (انجام کار) مجھ کو غالب کرنے والا ہے (گو کسی حکمت سے اس میں قدرے توقف ہو)۔ میں نے عرض کیا، کیا آپ ﷺ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے (یعنی پھر صلح توڑ کر ابھی کیوں نہ جا گھسیں) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! یہ تو کہا تھا، لیکن میں نے یہ بھی کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ میں جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا تو

تم ضرور (وقت موعود پر) بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچا۔ ان کا جوش اس وقت تک نہ فرو ہوا تھا۔ اسی کے غلبہ میں کہ وہاں پہنچے۔ اور میں نے کہا (آگے وہی اوپر کے سوالات ہیں اور وہی جوابات ان کے ملے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا) اے ابو بکرؓ کیا یہ (یعنی حضور ﷺ) سچے نبی اللہ نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے مخالف ناحق پر نہیں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے کہا تو پھر اس حالت میں ہم دین کے بارے میں کیوں ذلت گوارا کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ مرد خدا! آپ ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غالب کرنے والے ہیں۔ پس تم آپ ﷺ کی رکاب مضبوط پکڑے رہو (یعنی اتباع و امتثال و تسلیم میں، مستقیم رہو) واللہ آپ ﷺ بلا شبہ حق پر ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ ﷺ ہم سے فرمایا نہ کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جاویں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ انہوں نے فرمایا ہاں! یہ تو فرمایا تھا، لیکن یہ بھی فرمایا تم ضرور بیت اللہ میں جاؤ گے بھی اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس جرأت کے تدارک کے لئے بہت سے اعمال (صالحہ) کئے (کہ صورت گستاخی کی معاف ہو)۔ (بخاری و ابوداؤد) (تیسیر ص ۳۳۳)۔

فائدہ: حضرت صدیقؓ کے جوابوں کا لفظاً و معنیً اتحاد جوابہ نبویہ کے ساتھ مذکور ہیں۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا۔ فناء بھی ثابت ہو گیا۔ جس کی حقیقت غایت تناسب مرید و شیخ میں ہے جو کہ غایت اطاعت و محبت سے پیدا ہو جاتا ہے۔

حدیث: حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اسی حدیث میں پھر یہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بیعت لئے درخت کے نیچے بلایا۔ سو اول ہی جماعت میں میں نے آپ سے بیعت کی۔ پھر اور لوگوں کو بیعت کیا یہاں تک

کہ وسط کی جماعت کی نوبت آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے سلمہ! بیعت کرلو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تو اول ہی جماعت میں آپ ﷺ سے بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر سہی اور آپ ﷺ نے مجھ کو خالی ہاتھ دیکھا تو مجھ کو ایک ڈھال دی۔ پھر بیعت کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اخیر کے لوگوں کی نوبت پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے سلمہ! مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں تو اول کی جماعت کے ساتھ اور نیز وسط کی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر سہی۔ میں نے تیسری بار بھی بیعت کی۔ (مسلم)

(تیسیر ص ۳۳۵)

فائدہ رسم تجدید بیعت مرید قدیم للتاکید۔ بعض دفعہ کسی مصلحت سے اپنے مرید قدیم کو اس کی درخواست پر یا خود اس کو مشورہ دے کر دوبارہ بیعت کرتے ہیں۔ یہ حدیث اس کی مشروعیت کی دلیل ہے۔

حدیث: حضرت علیؓ سے حضرت حاطب کے خط لکھنے کے قصہ میں ہے (یہ خط کفار مکہ کے نام تھا۔ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارادوں کی جنگ کے متعلق اطلاع تھی۔ پھر وہ خط پکڑا گیا اور حاطب سے باز پرس ہوئی۔ اور حاطب نے اپنا جو عذر بیان کیا وہ قبول کیا گیا، مگر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماروں۔ (منافق غصہ میں کہہ دیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ (یعنی حاطب) غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہے اور تم کو کیا خبر کچھ عجب نہیں ہے (یعنی ایسا ہوتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمادیا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہارا گناہ بخش دیا۔ (بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد)

(تیسیر ص ۳۳۹)۔

فائدہ: عادۃ امتحان حقیقت ارادت طالب بعنوان موحش۔ جیسا شیخ صادق گنگوہی نے ایک طالب کے سامنے کہہ دیا لا اللہ الا اللہ صادق رسول اللہ ۔ مقصود تو یہ تھا کہ رسول اللہ صادق فی النبوۃ ہیں۔ اگر سمجھدار ہوا تو اس کو احتمال امتحان کا ہوتا ہے اور وہ دوسرے اقوال وافعال کو بھی نہ دیکھتا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایوب علیہ السلام کپڑے اتارتے ہوئے غسل کر رہے تھے۔ اسی حالت میں ان پر سونے کا ٹڈی دل برسنا شروع ہوا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے ٹکڑے بشکل ٹڈی کے تھے۔ جاندار ٹڈی سونے کی نہ تھی گو داخل تحت القدرۃ یہ بھی ہے۔ سو ایوب علیہ السلام اپنے کپڑے میں بھر بھر کر جمع کرنے لگے۔ پروردگار نے ان کو پکارا کہ اے ایوب! کیا ہم تم کو (پہلے سے بہت ساماں ومتاع دے کر) اس چیز سے جو اس وقت تمہارے پیش نظر ہے، مستغنی نہیں کر چکے ہیں۔ عرض کیا، بے شک! لیکن آپ کے تبرک سے مجھ کو کبھی استغناء نہیں ہو سکتا۔ (بخاری ونسائی) (تیسیر ص ۳۴۷)

فائدہ: عارفین کاملین کی عادت ہے کہ اگر من جانب اللہ ان کو سامان تنعم کا میسر ہو جاوے اور ظاہر کسی فتنہ کا احتمال نہ ہو تو منسوب الی المنعم سمجھ کر اس کے قبول اور استعمال میں مضائقہ نہیں کرتے۔

حدیث: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہو کر میرا ہاتھ پکڑا۔ یہاں تک کہ مکہ کے سنگستان سیلاب گاہ میں تشریف لائے۔ پھر مجھ کو (ایک جگہ) بٹھلا دیا اور میرے گرد ایک خط (دائرے کے طور پر) کھینچ دیا اور فرمایا، اس خط سے باہر مت نکلنا۔ تمہارے پاس کو بہت سے اشخاص گزریں گے۔ سو تم ان سے کلام مت کرنا۔ وہ بھی تم سے کلام نہ کریں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔ (تیسیر ص ۳۴۸)۔

فائدہ: متفرقات تصرف۔ بعض اوقات مشائخ بھی ایسے تصرفات کرتے ہیں۔ کبھی کسی مصلحت سے دوسروں کو بھی اس کا طریقہ بتلا دیتے ہیں۔ مثلاً فلان چیز پڑھ کر اپنے گرد دائرہ کھینچ لینا جس کو حصار کہتے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ باوجود بہت سے مخلوقات خفیہ نظر آنے کے صاحب حصار ان کے گزند سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ حدیث ظاہراً اس کی اصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً از خود ان کا وجود عالم کے لئے رحمت ہے۔

حدیث: حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت بلالؓ سے) ارشاد فرمایا: اے

بلال! تم کس عمل کی بدولت جنت میں میرے آگے آگے چلا کرتے ہو؟ (گو یہ آگے چلنا خادمانہ ہے، مگر خود اس خدمت کی اہلیت بھی تو فضیلت عظیمہ ہے۔ کسی عمل کی برکت سے حاصل ہوئی)۔ کیونکہ مجھ کو کبھی جنت میں داخل ہونے کا اتفاق نہیں ہوا، مگر تمہارے چلنے کی آہٹ اپنے آگے آگے ضرور سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک تو میں نے جب اذان کہی اس کے بعد دو رکعت ضرور پڑھی ہیں اور ایک جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تب ہی وضو کیا ہے۔ اور اس وقت بھی میں نے دو رکعتیں اللہ کا حق اپنے ذمہ سمجھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ ان ہی دو رکعت یا ان دونوں عمل کی برکت سے ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۰)۔

فائدہ: مسئلہ رفع غلط در بعضے کشف۔ بعض سالکوں کو واقعہ میں یہ مکشوف ہوتا ہے کہ ہم بعض حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی سابق و فائق ہو گئے۔ اگر وہ جاہل ہوا، اپنا دین برباد کر لیتا ہے، اگر عالم سمجھا ہوا ہے۔ سعدی نے اسی لئے فرمایا، خیالات نادان خلوت نشین ہم بر زند عاقبت کفر و دین۔ خوب سمجھ لینا چاہئے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو تم اللہ کے عتیق یعنی رہائی دیئے ہوئے ہو دوزخ سے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس روز سے آپؓ کا لقب عتیق ہو گیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۰)

ف: عادت بشارت مر مرید را اکثر شیوخ کی عادت ہے کہ جب کسی مرید کو کوئی دولت باطنی اور حالت محمودہ عطا ہوتی ہے۔ تو اسکو اطلاع کر دیتے ہیں یہ حدیث اسی کی سنیت پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث طویل میں اسلام پیش کیا۔ اس کو کچھ نہ کچھ رکاوٹ ضرور ہوئی (پھر خواہ وہ رکاوٹ جاتی رہی) (سوائے ابوبکرؓ کے کہ ان کو ذرا تردد نہیں ہوا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۳۵۰)

ف: مسئلہ حقیقت صدیقیت۔ محققین نے جو حقیقت صدیقیت بیان کی ہے کہ عقائد شرعیہ نظریہ کا اس کو ذوقاً ادراک ہونے لگے۔

حدیث: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ دفعۃً ابوبکرؓ آ پہنچے۔ یہ بڑی حدیث ہے اور اسی میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بات پر جس میں ایک صحابیؓ سے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں کوتاہی ہو گئی تھی)۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا۔ سو تم لوگوں نے (اول وہلہ میں) میری تکذیب کی (گو بعد میں تصدیق کی) اور ابوبکرؓ نے (اول ہی وہلہ میں) میری تصدیق کی اور (مزید برآں یہ کہ) اپنی جان و مال سے میری ہمدردی کی سو تم میری خاطر سے میرے اس دوست کو ستانا چھوڑو گے بھی اس کو دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا راوی کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی نے ان کو آزردہ نہیں کیا (بخاری)

فائدہ: کسی سے عار و ننگ کرنا اور اس کو اپنے مماثل سمجھنا محض کبر و حسد ہے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کبھی لوگوں کو کوئی (نئی بات) پیش آئی ہے پھر اس کے بارہ میں لوگوں نے بھی کچھ کہا ہو اور حضرت نے بھی کچھ کہا ہو تو قرآن ہمیشہ حضرت عمر ہی کے قول کے موافق نازل ہوا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۱)

ف: حال الہام و فراستہ صادقہ۔ ان کا ثبوت حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت جیش عسرت کا (غزوہ تبوک میں) سامان فرمایا (جس میں حضرت عثمانؓ نے بڑا حصہ امداد کا لیا تھا) اس وقت ارشاد فرمایا کہ عثمان کو کچھ مضر نہیں جو کچھ کریں اس کے بعد (اس سے گناہ کے کام مراد نہیں اور نہ مضرت سے مراد گناہ ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر نوافل طاعات میں کمی کر دیں تو مراتب قرب میں کمی نہ ہو گی کیونکہ یہ عمل کمال قرب کے لئے کافی ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۲)

فائدہ: چونکہ کامل و منتہی کے پاس خود ایسی طاعات خفیہ دقیقہ ہوتی ہیں جو کیفاً نہایت عالی اور موجب کمال قرب ہیں لہٰذا اگر مجاہدات ابتدائیہ میں کمی ہو جاوے تو اس کمال قرب میں خلل انداز نہیں ہوتی۔ حدیث میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

لہٰذا حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوہ طائف کے دن بلایا اور ان سے سرگوشی کی (اس میں دیر ہوگئی ہوگی) سو لوگ باہم کہنے لگے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے بڑی دیر تک سرگوشی فرمائی۔ آپ نے بھی سن لیا) ارشاد فرمایا کہ ان سے میں نے سرگوشی نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے یہ سرگوشی کی گئی ہے تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے کی)

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تمہارے معاملہ (گذاران) میں (ایک گونہ) فکر ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا اور تم کو (تمہاری خدمت گاری کو) وہی نباہیں گے جو بڑے ہمت والے اور پکے ہیں پھر حضرت عائشہؓ نے ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے باپ کو بہشت کے چشمہ سلسبیل سے سیراب کرے (کہ انہوں نے ہماری بڑی خدمت کی) اور عبد الرحمٰن بن عوف نے امہات المومنین کو ایک زمین دی تھی جو چالیس ہزار میں بکی (یہاں کے سکہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتا ہے) (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۴)

فائدہ: بعضے ناواقف جس بزرگ کو اہل وعیال کی فکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ کامل نہیں ہیں۔ تعلقات شیخ کا نباہ کرنا اور اس میں پختگی کی علامت ہے۔

حدیث: حضرت سلمیٰؓ سے جو انصار میں سے ایک بی بی ہیں روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس آئی اور وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا کہ آپ کے رونے کا کیا باعث ہے انہوں نے فرمایا کہ میں اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت سے دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک پر گرد پڑی ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رونے کا کیا باعث ہے آپ ﷺ نے فرمایا میں حسینؓ کے قتل کی جگہ گیا تھا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۴)

حدیث: حضرت عبد الرحمٰن بن زیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے پوچھا کہ ایسا شخص بتاؤ جو طرز و انداز و طریق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مناسبت رکھتا ہوتا کہ ہم بھی اس سے ان چیزوں کو لیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے علم میں ایسا شخص جو طرز و انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مناسبت رکھتا ہو ابن ام عبد یعنی عبد اللہ بن مسعود سے بڑھ کر نہیں ہے جب تک وہ اپنے گھر کی دیوار کی آڑ میں ہوجاتے۔ (بخاری و ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۵)

ف: عادۃ تشبہ بالشیخ بعض اہل محبت کی حکایتیں ہیں کہ انہوں نے عبادات سے گزر کر عادات خوراک و پوشاک اور ہیأت رفتار و گفتار میں بقصد اپنے شیخ کا تشبہ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ پھر قصد کی بھی حاجت نہ رہی۔

من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حدیث: حضرت ابوذرؓ سے ان کے مسلمان ہونے کے قصہ میں ان کا یہ قول مروی ہے کہ میں (مکہ میں) تیس رات اور دن اس حالت سے رہا کہ بجز آب زمزم کے میری کوئی غذا نہ تھی۔ اور اسی سے میں ایسا فربہ ہوا کہ شکم کی جلد میں بل اور شکن پڑ گئے، اور کلیجہ پر ذرا بھوک کا اضمحلال نہیں پایا۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۵۶)

فائدہ: متفرقات امکان مکث بلا غذا۔ بعض اہل ریاضت سے منقول ہے کہ چالیس چالیس روز تک انہوں نے مطلق نہیں کھایا۔ اس قدر کم کھایا کہ عادۃً فوراً انکار کر بیٹھتے ہیں۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرش اور ایک روایت میں ہے کہ رحمان کا عرش، سعد بن معاذ کے مرنے سے ہل گیا (یا تو واقعہ کے عظیم ہونے سے یا شوق ونشاط سے کہ اب ان کی روح میرے پاس آوے گی۔ (بخاری ومسلم وترمذی) (تیسیر ص ۳۵۷)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب سعد بن معاذؓ کا (جن کا اوپر کی حدیث میں بھی مذکور ہے) جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے کہ ان کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے۔ اس کو بری علامت سمجھتے تھے، طعن کیا۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ ﷺ نے (علی سبیل التنزل) ارشاد فرمایا کہ ملائکہ (بھی ان (کے جنازہ کو اٹھائے ہوئے تھے (اس لئے ہلکا معلوم ہوتا تھا)۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اگر تم مجھ کو گزشتہ شب میں دیکھتے تو بہت خوش ہوتے۔ میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا۔ واقعہ میں تم کو داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا حصہ عطاء ہوا ہے۔ (بخاری و مسلم و ترمذی) اور زرقانی کی روایت میں مسلم سے اتنا اور زیادہ ہے کہ ابوموسیٰ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! واللہ! اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ میرا قرآن سن رہے ہیں تو میں آپ ﷺ کی خاطر اس کو خوب ہی بناتا سنوارتا (تیسیر ص ۳۵۸)

فائدہ: اس کی حقیقت یہ ہوئی کہ ایک عبادت کو دوسری عبادت کے واسطے اچھی طرح کرتا ہے۔ اس لئے ہرگز یہ ریا نہیں ہے۔ حدیث میں اس کے استحسان پر صاف دلالت ہے۔ اس نادان کو مدتوں یہ شبہ رہا کہ اکثر کسی کی فرمائش سے جو قرآن عمدہ پڑھنے کی عادت ہے، شاید اچھا نہ ہو۔ الحمدللہ کہ اس حدیث کا سرِ دقیق جس کی ابھی تقریر کی گئی ہے، قلب میں فائز ہوا۔ اور یہ شبہ بالکل دفع ہوگیا۔ پھر اس حدیث پر نظر پڑنے سے اس کی اور تائید ہوگئی، اور حدیث میں زیادہ غور کرنے سے مقبولان الٰہی کی بڑی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ ان کی طلب رضا مثل طلب رضائے حق تعالیٰ کے ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بہت سے (بندگان خدا) ایسے ہیں کہ بال بھی گردآلود، بدن بھی گردآلود (کیونکہ اتنا سامان نہیں کہ بال اور بدن کی خدمت کرسکیں)۔ دو پرانی چادر والے (کہ ایک باندھیں، ایک اوڑھیں)، اور کوئی ان کی ذرہ بھی پرواہ نہ کرے۔ (مرتبہ اتنا بڑا) کہ اگر خدا پر قسم کھا بیٹھیں (اس طرح کہ واللہ تعالیٰ یوں کرے گا)۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم سچی کردے گا۔ (یعنی وہ کام اسی طرح کردیں۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۵۹)۔

فائدہ: فضیلت اولیاء اللہ۔ بعض ناواقفوں کا زعم ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ ہیئت منافی کمال نہیں ہے جیسا اہل کبر اس ہیئت کو حقیر سمجھتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ ﷺ سے بہت سی باتیں سنتا ہوں۔ سو مجھ کو یاد نہیں رہتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی چادر پھیلا! میں نے پھیلا دی (آپ ﷺ نے اس میں کچھ پڑھ دیا۔ میں نے اس کو اپنے سینہ سے لگا لیا، جیسا مسلم کی روایت میں آیا ہے)۔ پھر اس کے بعد میرے سامنے بہت سی حدیثیں فرمائیں۔ سو میں کوئی بات نہیں بھولا، جو میرے سامنے بیان فرمائیں۔ (بخاری و مسلم و ترمذی) اور یہ الفاظ ترمذی کے ہیں۔ (تیسیر ص ۳۵۹)

فائدہ: متفرقات تصرف فی القلب۔ حدیث کی دلالت اس پر ظاہر ہے اور یہ چادر پر کچھ پڑھ دینا، اس تصرف کا ایک طریق تھا بعض مشائخ کے یہاں۔ بعض تصرفات نافعہ فی القلب کا معلوم ہے مثل احکام ذکر یا توجہ بخشی وغیرہ کے۔ پس ایسے تصرفات اگر محتمل فتنہ نہ ہوں مشروع ہیں، گو بتصریح اکابر کمال مقصود نہیں۔

حدیث: عامر بن سعد نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی معاویہ میں تشریف لائے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور اپنے پروردگار سے بڑی دیر تک دعا کی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگیں۔ سو دو تو منظور کیں اور ایک نامنظور کی۔ میں نے یہ دعا کی کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ کرے سو اس کو منظور فرمایا (چنانچہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تمام امت قحط سے مرجاتی)۔ اور میں نے یہ دعاء کی کہ میرے امت کو غرق سے ہلاک نہ کرے۔ اس کو بھی منظور فرمایا چنانچہ غرق سے بھی کبھی تمام اُمت ہلاک نہیں ہوئی اور میں نے یہ دعا کی کہ ان میں باہم جنگ وجدل نہ ہو اس کو نامنظور فرمایا۔ (چنانچہ جنگ وجدل و نا اتفاقی ہونا ظاہر ہے)۔ (مسلم) (تیسیر ص ۳۶۳)۔

فائدہ: اکثر لوگ اجابت دعاء کو لازم ولایت سے سمجھتے ہیں اور اس اعتقاد پر کثرت سے مفاسد علمیہ و عملیہ مرتب ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کا غلط ہونا حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث: حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بغض مت کرنا کہ دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! بھلا آپ ﷺ سے کیونکر بغض کرسکتا ہوں۔ حالانکہ آپ ﷺ کی بدولت تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی آپ ﷺ نے فرمایا، اس طرح کہ تم عرب سے بغض کرنے لگو تو مجھی سے بغض کیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۳۶۵)۔

حدیث: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے پاس اویسؒ بن عامر آدیں گے (جن کو اویس قرنی کہتے ہیں) اور اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ ارشاد ہوا کہ اگر تم سے ممکن ہو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کریں تو ضرور ایسا (اہتمام) کرنا۔ (مسلم) (تیسیر ص۳۶۵)۔

فائدہ: کبھی پیر کو مرید سے نفع ہو جاتا ہے۔

حدیث: مسیتب بن حزنؓ سے روایت ہے کہ ابوطالب کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ (یارسول اللہ ﷺ) آپ ﷺ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت دے دے۔ (نسائی) (تیسیر ص۳۶۶)۔

فائدہ: اصلاح متصرف مختار نبودن کاملین۔ بہت لوگ اس غلطی میں مبتلاء ہیں۔ تصرفات کو مطلقاً کاملین کے اختیار میں سمجھتے ہیں۔

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ احد ایسا پہاڑ ہے اس کو ہم سے محبت ہے اور ہم کو اس سے محبت ہے۔ (بخاری و مسلم) (تیسیر ص۳۷۱)۔

حدیث: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج شب کو میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور ایک روایت میں ہے کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔ (ترمذی) (تیسیر ص۳۷۵)۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز بعض لوگوں سے فرماویں گے کہ میں بیمار ہوا، تو نے میری عیادت نہیں کہ وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں تیری عیادت کیسے کرسکتا ہوں؟ آپ تو رب العالمین ہیں۔

حدیث: ارشاد ہوگا کہ تجھ کو خبر نہیں ہمارا فلانا بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ تجھ کو خبر نہیں، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا۔ پھر اسی طرح حدیث میں کھانا مانگنے کا اور پانی مانگنے کا ذکر آیا ہے (یعنی ارشاد ہوگا کہ ہم نے تجھ سے کھانا مانگا، پانی مانگا۔ وہ بندہ وہی عرض کرے گا اور وہی جواب ملے گا)۔ اور ان دونوں میں جواب یہ ہے کہ تو اس کو میرے پاس پاتا۔ (مسلم) (تیسیر ص۳۷۷)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے اس حدیث میں جس سات شخصوں کا ذکر ہے جن کو حق تعالیٰ قیامت میں عرش کا سایہ دیں گے۔ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے وہ دو شخص بھی ہیں جن میں محض اللہ کے لئے باہم محبت ہے۔ اسی کو لئے ہوئے ملتے ہیں اور اسی کو لئے ہوئے جدا ہو جاتے ہیں۔

حدیث: حضرت عاصم احول سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ چوبیں حضرت انسؓ کے پاس دیکھا۔ اور اس میں دراڑ پڑ گئی تھی۔ آپ نے اس میں چاندی کا پترا لگوالیا تھا (ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا تھا اور اس میں لوہے کا حلقہ تھا۔ حضرت انسؓ نے (اس کی زیادت احترام کے لئے) یہ چاہا کہ اس کی جگہ چاندی یا سونے کا حلقہ لگوالیں۔ (اور استعمال میں اس کو ہاتھ اور منہ سے الگ رکھتے)۔ ابوطلحہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوائی ہوئی چیز کو مت بدلو۔ سو حضرت انسؓ نے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ (بخاری)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ عرصہ عطیہ دیتے ہیں عرض کرتا کہ ایسے شخص کو دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا حاجت مند ہو۔ آپ ﷺ فرماتے کہ اس کو لے لو اور جو مال بھی اس قسم کا تمہارے پاس آوے، اس طرح کہ نہ تو تم اس میں کسی کے دست نگر ہو اور نہ کسی سے سوال کیا ہو تو تم اس کو لے لو اور اپنی ملک بنالو۔ پھر اگر چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو خیرات کرو۔ اور جو نہ آوے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت ڈالو۔ حضرت سالم کہتے ہیں کہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا معمول تھا کہ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ آئی ہوئی چیز کو پھیرتے تھے۔ (بخاری و مسلم و نسائی) (تیسیر ص۳۹۶)

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے ابن صیاد کے قصہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا، تجھ کو کیا نظر آتا ہے؟ کہنے لگا میرے پاس کبھی سچا خبر دینے والا آتا ہے اور کبھی جھوٹا (یہ آنے والے شیاطین تھے)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ پر امر واقعی مشتبہ کیا گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایک بات دل میں چھپالی ہے (بتلا کیا ہے؟ اور روایات میں آیا ہے) کہ آپ ﷺ نے یہ آیت دل

میں سوچ لی، یوم تاتی السماء بدخان مبین. ابن صیاد نے کہا وہ درخ یعنی دخان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ذلیل وخوار رہ تو اپنے اس حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۔

(بخاری و مسلم وابوداؤ دونسائی) (تیسیر ص ۴۱۳)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اہل باطل کو کشف کائنات واشراف خاطر ہوسکتا ہے لوگ دھوکہ میں ہیں۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں نے کوئی شہر ایسا سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک کہ اس شہر پر ستر ہزار بنی اسحاد جہاد نہ کریں گے۔ اور یہ لوگ جب وہاں آ کر اتریں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکیں گے، صرف زبان سے لا الـه الا الله والله اکبر. پس (اس کے اثر سے) اس شہر کی وہ جانب گر پڑے گی جو سمندر میں ہے۔ پھر دوبارہ کہیں گے لا الـه الا الـلـه والـلـه اکبر. سو اس کی دوسری جانب بھی گر پڑے گی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۴۱۴)

مسئلہ صحت اور صدور کرامات

حدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب میری امت کے لوگ پندرہ کام کرنا شروع کریں گے، تو ان پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی۔ اسی حدیث میں (ان پندرہ کاموں میں) یہ بھی ہے کہ گانے والی عورتیں اور بجانے کے ساز کا سامان کیا جاوے گا۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۱۵)

اصلاح حرمت سماع ورقص متعارف

حدیث: حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یاد رکھو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنورتا ہے، تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے، تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو! کہ وہ قلب ہے۔ (بخاری و مسلم وترمذی وابوداؤ دونسائی) (تیسیر ص ۴۱۸)۔

اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاح قلب ہے

حدیث: حضرت ابو مسعود بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے داموں سے (تنزیہا) اور زانیہ کی خرچی سے اور کاہن کے نذرانہ سے (تحریما) منع فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم وترمذی ونسائی وابوداؤ د) (تیسیر ۴۳۰)۔

فائدہ: بازاری عورتوں سے بے تکلف نذرانے لیتے ہیں۔ غیر مشروع تعویذ گنڈوں پر بھی روپے وصول کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص (زینت کے) لباس کو تواضع کی راہ سے چھوڑ دے گا، باوجود یکہ اس پر قادر ہو، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز بر سر مجمع بلائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو اختیار دیں گے کہ ان ایمان کے جوڑوں میں سے جو چاہے پہن لے! ایمان کے جوڑوں کے معنی یہ ہیں کہ ایمان کے انعام میں جو جوڑے عطاء ہوں گے، جو بہ تفاوت کمال ونقصان ایمان متفاوت ہوں گے، مگر اس شخص کو گو اپنے درجہ ایمان کے اعتبار سے اس کا مستحق نہ ہو، مگر اس تواضع کی بدولت اس کو ہر جوڑا کے لینے کا اختیار ہوگا واللہ اعلم)۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۳۸)۔

حدیث: حضرت ابو رمثہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو سبز کپڑے دیکھے ہیں (یعنی لنگی اور چادر) (ترمذی وابوداؤ دونسائی) (تیسیر ص ۴۳۶)

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے ہم کو ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی ہے۔

(بخاری و مسلم وترمذی وابوداؤ دونسائی) (تیسیر ص ۴۳۷)

فائدہ: بعضے درویش اکثر احوال میں کمبل وغیرہ اوڑھتے رہتے ہیں اور احقر کے نزدیک عجب نہیں کہ ان کا لقب صوفی اسی سے ہوا ہو۔ گو اس میں دوسرے اقوال بھی ہیں کہ اگر یہ براہ تصنع وریاء نہ ہو تو یہ حدیث اس کا اصل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا، ان کے جسم پر پورا لباس صوف کا تھا۔ پائجامہ بھی اسی کا اور کرتہ بھی اسی کا اور چادر بھی اسی کی اور ٹوپی بھی اسی کی۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۳۷)۔

حدیث: سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اسی حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ تم فلانے یہودی کے پاس جاؤ!

اور اس سے دینار کا آٹا خرید لو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس آئے اور آٹا لیا۔ یہودی نے کہا آپؓ ان بزرگ کے داماد ہیں جو دعویٰ رسالت کا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں! یہودی نے کہا اپنا دینار لے جایئے اور آٹا آپ کی نذر ہے۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۳۸)

ف: عادۃ قبول ہدیہ بارعایت از کافر۔ بعض بزرگوں پر تشدد دین کا یہ بھی شبہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بزرگی یا کسی بزرگ کی طرف منتسب ہونے کے سبب سے کچھ خدمت یا رعایت بطیب خاطر کرے تو یہ دین فروشی نہیں ہے۔ یہ متشدد دین کے شبہ کا جواب ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک کبوتر کے پیچھے لہو لعب کے طور پر جارہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شیطان ہے کہ ایک شیطان کے پیچھے جارہا ہے۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۴۱)

فائدہ: کبوتر کا شیطان فرمانا چونکہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ سبب ہوگیا معصیت وغفلت کا۔

حدیث: ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خفیہ باتیں کیا بتلایا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ بہت غضبناک ہوئے۔ اور فرمایا کہ کوئی بات خفیہ ایسی نہیں بتلائی جس کو اور لوگوں سے پوشیدہ رکھتے ہیں مگر بے شک مجھ سے چار باتیں ارشاد فرمائی تھیں (اور وہ باتیں دوسروں سے بھی پوشیدہ نہیں جیسا کہ ان باتوں کی تعیین سے ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ بس اچھی طرح اختصاص کی بھی ہوگئی۔ اس نے کہا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ فرمایا، ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کرے۔ آگے پوری حدیث ہے روایت کیا اسکو مسلم اور نسائی نے۔ اور رزین نے حضرت ابن عباسؓ سے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی اندھے کو راستہ بچلادے (تیسیر ص ۴۴۲)۔

حدیث: حضرت علیؓ کو خفیہ تعلیم فرمایا گیا تھا۔ پھر ان سے آج تک اسی طرح چلا آتا ہے۔ اس دعویٰ میں جو سرگوشی حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ کسی امر انتظامی کے متعلق تھی نہ کہ علم تصوف کے کہ اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اور جو سینہ بسینہ چلی آتی ہے وہ نسبت باطنی ہے۔ جاہل درویشوں میں اور ان کے معتقدین میں غیر اللہ کے نذر کا مختلف طریقوں سے بہت رواج ہے۔ ذابح لغیر اللہ کا ملعون ہونا ایسے نذور کی حرمت کو بتلا رہا ہے۔ پس اس کے مذموم بلکہ شرک ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غناء سے بھر دونگا اور تیری محتاجی کو بند کردوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو مشاغل وتعلقات سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو بند نہ کروں گا۔ (ترمذی)

حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنے قلب سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاوے، مگر حق تعالیٰ اہل ایمان کے قلوب کو اس کی طرف محبت اور مہربانی کے ساتھ متوجہ اور مطیع کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی خیر اس کی طرف جلدی پہنچاتے ہیں۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۴۴)

حدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں ﷺ نے ارشاد فرمایا ایسے قرآن پڑھنے میں کوئی (معتدبہ) نفع نہیں جس میں فکر نہ ہو اور ایسی عبادت میں جس میں معرفت نہ ہو۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۴۴۴)

فائدہ: صوفیہ کے طریق کا مدار اعظم یہی فکر ومعرفت ہے)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا مجھ کو اسی وقت جب کہ تم کو نماز پڑھانا شروع کیا ہے، جنت اور دوزخ دکھلائی گئی کہ اس دیوار کی جانب میں ان دونوں کی صورت مثالیہ آگئی تھی۔ سو مجھ کو آج کی برابر کبھی خیر اور شر نظر نہیں پڑا (کیونکہ جنت خیر الاشیاء اور نار شر الاشیاء ہے)۔ (بخاری) (تیسیر ص ۴۴۴)

اثبات عالم مثال

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ مجھ کو اتنا مت بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا (کہ

ان کو اللہ اور ابن اللہ کہنے لگے)۔ میں تو بندہ ہوں سوتم لوگ (مجھ کو) اللہ کا بندہ اور اللہ کا (عظیم الشان) رسول کہا کرو (کہ میرے سب فضائل اس عنوان میں داخل ہو گئے۔ اسی واسطے تفصیل فضائل کے وقت بھی ان ہی فضائل پر اقتصار کرنا واجب ہے۔ اس سے آگے کہ مرتبہ الوہیت ہے، تجاوز درست نہیں۔ (رزین) (تیسیر ص ۴۴۶)۔

حدیث: حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص کو اپنے بھائی مسلمان کی ضروری مدح کرنا ہو، تو اس طرح کہنا چاہئے کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ہے آگے خدا کافی جاننے والا ہے اور خدا کے نزدیک کسی کے پاک ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور یہ جو کہے گا کہ فلاں شخص میرے گمان میں ایسا ایسا ہے۔ وہ بھی اس شرط سے کہ اس کے علم میں بھی وہ شخص ایسا ہو۔ (بخاری ومسلم وابوداؤد) (تیسیر ص ۴۴۶)۔

حدیث: حضرت اسید ابن حضیر سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے خوش مزاج تھے۔ وہ ایک بار لوگوں سے باتیں کررہے تھے اور ان کو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوکھ میں ایک لکڑی جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی (ہلکے سے) چبھو دی۔ وہ شخص کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو بدلہ دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لے لو بدلہ؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا قمیص مبارک بدن سے اٹھا دیا۔ وہ شخص آپ ﷺ سے لپٹ گئے اور آپ ﷺ کی کوکھ سے بوسہ دینے لگے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! بس میرا تو یہ مطلب تھا۔ (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۴۶)۔

فائدہ: بعضے نافہم ولایت وکمال کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ بالکل مردہ دل ہو جاوے اور اس میں کوئی عادت بشریہ نہ رہے۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوش طبعی اگر اعتدال کے ساتھ ہو قولاً یا فعلاً اس طرح سے کہ نہ دوسرے کی تحقیر ہو نہ اس کو ایذاء، تو یہ منافی کمال اور بزرگی کے نہیں ہے۔

حدیث: اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ ایک عورت نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ نیک کام کونسا ہے جس میں ہم کو (اس آیت کی رو سے لا یعصینک فی معروف) آپ ﷺ کے حکم کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (وہ نیک کام یہ ہے) کہ تم نوحہ نہ کرو (یعنی نیک کام ترک نوحہ ہے اس کے خلاف کرنا یعنی نوحہ کرنا جائز نہیں)۔ اس عورت نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں خاندان نے میرے چچا کے مرنے میں (نوحہ کرنے میں) میری مدد کی تھی۔ (یعنی میرے ساتھ مل کر روئے تھے)۔ تو اس کا بدلہ اتارنا ضروری ہے (یعنی ایک نوحہ کی اجازت دے دیجئے، پھر اور جگہ نہ کروں گی)۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا۔ اس نے آپ ﷺ سے مکرر سہ کرر عرض کیا۔ اس بی بی کا قول ہے کہ آپ ﷺ نے ان کا بدلہ اتارنے کے لئے مجھ کو اجازت دے دی، مگر بعد میں اس وقت تک نہ ان کا بدلہ اتارنے میں روئی اور نہ کسی اور جگہ روئی۔ (ترمذی) (تیسیر ص ۴۵۰)۔

فائدہ: بزرگوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات بظاہر کسی ناجائز نوکری کی یا اور کسی ایسے ہی امر کی اجازت دے دیتے ہیں، مگر درحقیقت اس کی اجازت مقصود نہیں ہوتی۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شامیانہ عبدالرحمٰن کی قبر پر لگا دیکھا۔ آپ نے (خادم سے) فرمایا اے لڑکے! اس کو الگ کرو، ان پر تو ان کا عمل سایہ کررہا ہے۔ (بخاری) (تیسیر ص ۴۵۰)۔

حدیث: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کے پختہ بنانے والے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور اس پر بیٹھنے سے اور اس پر لکھنے سے اور اس پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی) (تیسیر ص ۴۵۲) اور ان پر عمارت بھی بناتے ہیں اور ان پر نوشتے لکھتے ہیں اور اہل تشدد دوسری بلا میں مبتلاء ہیں کہ حد سے زیادہ قبور کی تذلیل کرتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابو بریدہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں کھجور کی رکھ دی جاویں۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ترجمۃ الباب میں (تیسیر ص ۴۵۲)

حدیث: عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان العبد اِذَا وُضِعَ فی قبره وتولیٰ عنه اصحابه انه ليسمع قرع نعالهم اذا انصر فوا اخرجه الخمسة الاالترمذی

حدیث: عن ابی هريرهؓ قال قال رسول الله

صلی الله علیه وسلم ان الحصاة لتنا شد الله الذی یخرجها من المسجد لیدعها (ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو (کنکریں مسجد میں بچھی ہوئی ہوتی ہیں، جیسے مسجد الحرام میں اب بھی ہیں، ان کنکریوں میں سے جب کوئی شخص کسی کنکری کو مسجد سے باہر لے جانا چاہتا ہے تو وہ کنکری خدا کا واسطہ دیتی ہے اس شخص کو جو اس کو مسجد سے باہر لے جاتا ہے کہ اس کو وہاں ہی رہنے دے۔ (تیسیر ص ۴۵۵)

فائدہ: سماع موتی یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض نے اس حدیث سے اثبات کیا ہے۔

ف: مسئلہ شعور جمادات۔ اہل کشف کو جمادات کا شعور نطق مکشوف ہوا ہے۔ حدیث سے تاکید اس کی ظاہر ہے کہ اس کنکری میں اتنا شعور ہے جس سے اس کو باہر لے جانے کا ادراک ہوتا ہے، اور اتنا نطق بھی ہے جس سے وہ خدا کا واسطہ دیتی ہے اور صرف عن الظاہر کی کوئی دلیل نہیں۔

حدیث اول۔ طلق بن علی سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے فرستادہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہماری سر زمین میں ہمارا ایک عبادت خانہ مذہب عیسائی کا ہے (ہم اس کو مسجد بنانا چاہتے ہیں)۔ اور اس مقام پر برکت کے لئے چھڑکنے کو ہم نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے وضوء کا پانی مانگا۔ آپ ﷺ نے پانی منگایا، پھر وضوء کیا اور مضمضہ کیا، پھر وہ پانی ایک چھوٹے سے مشکیزہ میں بھر دیا۔ اور فرمایا جب تم اپنی سرزمین میں پہنچو تو اس معبد نصاریٰ کو توڑ ڈالنا اور اس جگہ یہ پانی چھڑک دینا اور اس کو مسجد بنا لینا۔ ہم نے عرض کیا کہ جگہ دور ہے اور گرمی سخت ہے اور پانی خشک ہوا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس میں اور پانی ملا کر بڑھا لینا کہ اس میں برکت ہی بڑھ جاوے گی۔ (نسائی) (تیسیر ص ۴۵۶)

حدیث دوم: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حلاق آپ ﷺ کے بال سر کے اتار رہا تھا اور آپ ﷺ کے اصحابؓ نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا تھا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ایک بال کا بھی کسی شخص کے ہاتھ سے باہر گرنا نہ چاہتے تھے۔ (یعنی کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتا تھا (تیسیر ص ۴۵۷)۔

حدیث سوم: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیمؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (جب ان کے گھر تشریف لے جاتے) ایک چمڑہ کا بستر بچھا دیا کرتیں اور آپ ﷺ (گاہ گاہ) ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے (یہ آپ ﷺ کے قریب کی کچھ رشتہ دار ہیں)۔ جب آپ ﷺ سو کر اٹھتے تو (اس بستر پر سے) آپ ﷺ کا پسینہ اور بال (جو سر وغیرہ کا ٹوٹ جاتا) جمع کر لیتی اور ایک شیشہ میں محفوظ رکھتیں۔ پھر اس کو مرکب خوشبو میں ملاتیں۔ جب حضرت انسؓ کی (کہ ام سلیم کے صاحبزادے ہیں) وفات قریب پہنچی تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ان کے حنوط میں (جو کہ میت کے بدن اور کفن کو لگاتے ہیں) اس مرکب خوشبو میں سے ملایا جاوے (جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک تھا)۔ (بخاری ومسلم ونسائی) (تیسیر ص ۴۵۸)۔

فائدہ: رسم تحصیل تبرکات بزرگان دین کی تلبس کی چیزوں کی رغبت اور اہتمام اور ان سے برکت حاصل کرنا حیات اور موت میں بمقتضائے احادیث ثلثہ مشروع اور ثابت ہے۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے نجاشی رحمۃ اللہ علیہ شاہ حبشہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اور اگر میرے ساتھ یہ بکھیڑا سلطنت کا اور لوگوں کے کاموں کی ذمہ داری کا نہ ہوتا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ کی نعلین مبارک اٹھاتا۔ (ابوداؤد) (تیسیر ۴۵۹)

فائدہ: رسم خدمت کفش برداری۔ اکثر بزرگوں کی جوتیاں اٹھانا سعادت سمجھا جاتا ہے۔ حدیث سے اس کا مرغوب فیہ ہونا ظاہر ہے، لیکن اگر وہ مخدوم خود جزم کے ساتھ منع فرمادیں تو امتثال امر اس خدمت پر مقدم ہے اور خواہ مخواہ کا اصرار ان کو ایذاء پہنچانا ہے جو بہت ہی مذموم عمل ہے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے اس حدیث کے ضمن میں جس میں ہرقل شاہ روم کی گفتگو ابوسفیانؓ کے ساتھ منقول ہے (اور صحابہؓ کی جانب سے ہرقل کے ان اقوال پر انکار نہیں کیا گیا جن سے ان اقوال کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے)۔ یہ مضمون بھی مروی ہے ہرقل ابوسفیان سے کہتا ہے کہ میں نے تم

سے یہ سوال کیا کہ آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے بعد اس کے قبول کرنے کے مسلمان ان کے دین سے ناخوش ہو کر مرتد ہوتا ہے؟ تم نے جواب دیا کہ نہیں۔ اور ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے، جب اس کی تازگی قلوب میں رچ جاتی ہے۔ (بخاری ومسلم) (تیسیر ص۴۶۰)۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء اچھے خوابوں سے ہوئی۔ اور جو خواب دیکھتے تھے، مثل نور صبح کے اس کا ظہور ہو جاتا تھا اور خلوت آپ ﷺ کو پسند ہوگئی۔ پس غار حراء میں آپ ﷺ خلوت نشین ہوتے اور کئی کئی شب محض اس میں عبادت کیا کرتے اور گھر واپس تشریف نہ لاتے۔ اور اس کے لئے کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے۔ پھر حضرت خدیجہؓ کے پاس آ کر اتنی ہی مدت کے لئے اور سامان لے جاتے، یہانتک کہ وحی آ گئی اور آپ ﷺ غار حراء ہی میں تھے۔

حدیث: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے چہرے کے قریب ایک ایسی غیر مفہوم آواز سنائی دیتی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ (ترمذی) (تیسیر ص۴۶۱)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک روز کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان میں برکت کی دعا کر دیجئے! آپ ﷺ نے ان کو ایک جگہ جمع کر کے ان میں برکت کی دعاء کردی۔ پھر فرمایا ان کو لو اور اپنے اس توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا ہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر لے لو۔ اور اس کو جھاڑو نہیں (یعنی خالی مت کرو)۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ سو میں نے اس میں سے اتنے وسق (ایک پیمانہ ہوتا ہے ساٹھ صاع کا) اللہ کی راہ میں دیئے اور ہمیشہ اس میں سے کھاتے کھلاتے رہے اور وہ میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا، یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا دن ہوا تو وہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ اور مجھ کو بڑا رنج ہوا۔ (ترمذی) (تیسیر ص۴۶۵)

فائدہ: مسئلہ حقیقت دست غیب علاوہ کسب متعارف کے آمدنی تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک بطور خرق عادت کے جیسا حدیث میں ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی عمل پڑھا اور اس سے بدوں اس کے کہ ظاہر میں کوئی دینے والا ہو جیب میں یا تکیہ کے نیچے سے مثلاً روزانہ کچھ مل جایا کرے۔ تیسرے یہ کہ بندگان خدا اس کی کچھ خدمت کریں۔ تیسری قسم کو فتوحات کہتے ہیں اور دوسری کو عوام الناس دست غیب کہتے ہیں۔ اور یہ تحقیق کو پہنچ گیا ہے کہ ایسی رقم جن لاتے ہیں۔ خواہ دوسروں کے مال سے کہ چوری اور غصب ہے۔ اور یا اپنے مال سے سو وہ بھی اضطرار اور جبر ہے اور دونوں حرام۔ پہلی قسم البتہ دست غیب حلال ہے جو واقع میں نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہے۔

حدیث: مسور بن مخرمہ سے اس واقعہ کے متعلق کہ جب حضرت علیؓ نے دختر ابو جہل کے نکاح کا پیغام دیا تھا، روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ مجھ سے اس کی اجازت لینا چاہتے تھے کہ اپنی دختر کا علیؓ بن ابی طالب سے نکاح کر دیں۔ سو میں کبھی اجازت نہ دوں گا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ کہتا ہوں کہ اجازت نہ دوں گا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب کو یہ منظور ہو کہ میری دختر کو طلاق دے دیں، اور ان کی دختر سے نکاح کر لیں تو ایسا کریں۔ فاطمہؓ میرا لخت جگر ہے، جس بات سے اس کو بے چینی ہوگی، مجھ کو بھی ہوگی۔ اور جس بات سے اس کو اذیت ہو گی، مجھ کو بھی ہوگی۔

فائدہ: بعض روایات میں آپ ﷺ کا صریح ارشاد اس کے متعلق آیا ہے، مگر باوجود اس کے مصالح مذکورہ حدیث آپ ﷺ کو یہ نکاح ناگوار ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خصوصیت کی جگہ اسی قسم کے مصالح سے کسی امر مباح سے اظہار ناخوشی کے ساتھ اپنے مخصوصین کو روکا جاوے تو یہ تحریک حلال نہیں۔ بزرگوں سے بھی ایسے واقعات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر کی تھی کہ فلاں جگہ میں ذبح کرونگا۔ وہ جگہ ایسی تھی جہاں اہل جاہلیت ذبح کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ میں کوئی بت وغیرہ تھا، جاہلیت کے بتوں میں جس کی عبادت ہوا کرتی ہو؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس میں کوئی میلہ وغیرہ ہوتا تھا، ان لوگوں کے میلوں میں سے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔ (ابوداؤد) اس سے بزرگوں کے نام کے جانوروں کا حکم معلوم کرنا چاہئے۔

حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لئے خلوص (کے ساتھ عبادت) کرے، علم کے چشمے اس قلب سے (جوش زن ہوکر) اس کی زبان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ (رزین)

مسئلہ: اثبات علم اسرار بزرگوں کے کلام میں منصوص ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض خاص بندوں کو بعض علوم وہ عطاء ہوتے ہیں جو نہ منقول ہیں نہ مکتسب ہیں۔ کبھی اس کو علم وہبی سے تعبیر کرتے ہیں، کبھی علم اسرار کہتے ہیں۔ اور خود ان سے اس قسم کے دقائق وحقائق منقول بھی ہیں جو ان سے پہلے کسی کی زبان سے نہیں نکلے۔ یہ حدیث ایسے علوم کی تحقیق اور اعتبار کی اصل ہے۔

حدیث: اسود سے روایت ہے، ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حلقہ میں حاضر تھے، اتنے میں حضرت حذیفہؓ آئے یہاں تک کہ ہمارے پاس آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر نفاق نازل ہو چکا ہے جو تم سے بھی اچھے تھے۔ ہم نے (تعجب سے) کہا کہ سبحان اللہ حق تعالیٰ تو یوں فرماتے ہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہیں (پھر وہ مسلمانوں سے اچھے کیسے ہو سکتے ہیں) اس پر حضرت عبداللہ نے تبسم فرمایا اور حضرت حذیفہ مسجد کی ایک جانب میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت عبداللہ اور ان کے اصحاب منتشر ہو گئے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی
بگذار تا بمیرد در ورد رنج خود رستی

وقیل فی الثانی

گفتگوئی عاشقاں درکار رب
جوشش عشق است نے ترک ادب

ابو ملیکہؓ سے روایت ہے کہ میں نے تیس صحابیوںؓ کو دیکھا جو بدر میں شریک ہوئے تھے (جن کی بڑی فضیلت آئی ہے) سب کے سب اپنے متعلق منافق ہونے کا اندیشہ رکھتے تھے اور اپنے دین کے متغیر ہونے سے بے اندیشہ نہ تھے۔ حدیث سے صحابہ کا بھی یہی مذاق ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ خوف باعتبار مال کے ہے تب تو نفاق کا اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اگر باعتبار حال کے ہے تو نفاق سے مراد بعض آثار نفاق ہیں جو من وجہ نفاق ایک درجہ ہے۔

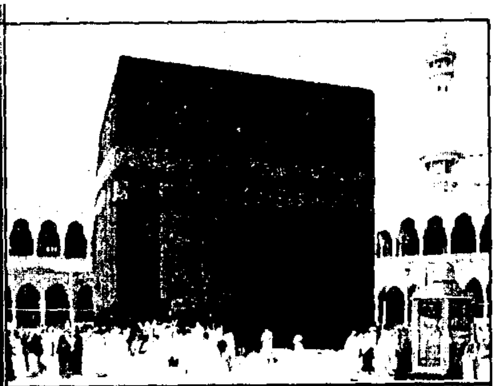
حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مرکب پر سوار تھا آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کرو اس کو اپنے سامنے پاؤ گے اور اسی حدیث میں ہے کہ اگر تم سے ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ جو یقین سے مقرون ہو عمل کرو تو ایسا ضرور کرو اور اگر یہ نہ کر سکو تو پھر ناگوار امور پر صبر کرنے میں بھی خیر کثیر ہے (رزین) (تیسیر ص ۴۵۸)

ف: عادۃ مراقبہ: حفظ اللہ کا جو مطلب ہے وہی حاصل ہے مراقبہ کا جو اہل طریق کے عادات لازمہ سے ہے۔ رہ گئی خاص ہیئت محفل اس کے راسخ ہونے کے لئے مقصود بالذات نہیں اس لئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں۔

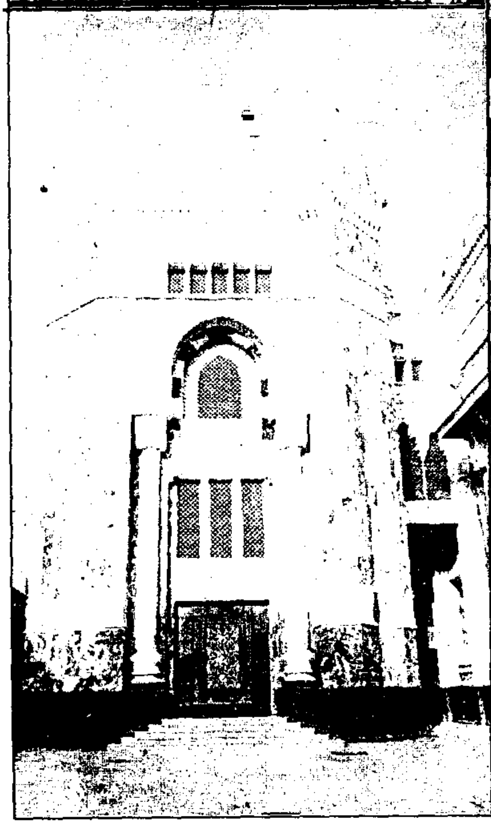
حدیث: حضرت زید سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو بتلائیے کہ مقبول الٰہی اور غیر مقبول الٰہی کی کیا علامت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بتلاؤ کہ تم نے صبح کس حالت میں کی ہے میں نے عرض کیا کہ خیر اور اہل خیر سے محبت رکھتا ہوں اور اگر اس پر قدرت پاتا ہوں تو اس کے کرنے کو دوڑتا ہوں اور اگر وہ خیر میرے ہاتھ سے رہ جاتی ہے تو میں اس پر مغموم ہوتا ہوں اور اس کا مشتاق رہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ بس یہی علامت ہے مقبول کی اور اگر اس کے خلاف کے لئے تمہاری نسبت ارادہ ہوتا تو تم کو اسی کے لئے تیار کر دیتے (یعنی ویسا سامان ہو جاتا) (ترمذی) (تیسیر ص ۴۸۵)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ (حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بعض وسوسے ایسے آتے ہیں کہ کوئلہ ہو جاتا زیادہ محبوب معلوم ہوتا اس سے کہ اس کو زبان پر لاوے آپ نے (خوش ہوکر) فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ کا شکر ہے جس نے شیطان کے فریب اور کوشش کو وسوسہ ہی تک رکھا (آگے نہیں بڑھنے دیا) (ابوداؤد) (تیسیر ص ۴۸۸)


I Love
Dawat-e-Islami









باب ۷

تصوف کیا ہے؟

اس باب میں حضرت مولانا مسیح اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات میں سے تصوف کی حقیقت اور تصوف کی اصطلاحات وعنوانات وغیرہ کے متعلق یہ حصہ مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے تصوف کا صحیح تعارف حاصل ہوگا اور تصوف کی اہمیت و فضائل اور طریق تربیت سے آگاہی ہوگی۔

حقیقت تصوف: شریعت کا وہ جز جو اعمال باطنی سے متعلق ہے تصوف وسلوک اور وہ جز جو اعمال ظاہری سے متعلق ہوتا ہے فقہ کہلاتا ہے اس کا موضوع تہذیب اخلاق اور غرض رضائے الٰہی ہے اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ گویا کہ یہ تصوف دین کی روح ومعنی یا کیف وکمال کا نام ہے۔ تصوف کے اصول صحیحہ قرآن اور حدیث میں سب موجود ہیں۔ خشک علماء تو یہ کہتے ہیں کہ تصوف کوئی چیز نہیں۔ خالی صوفی یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں تو ظاہری احکام ہیں۔ تصوف علم باطن ہے ان کے نزدیک نعوذ باللہ قرآن وحدیث ہی کی ضرورت نہیں غرض دونوں فرقے قرآن وحدیث کو تصوف سے خالی سمجھتے ہیں۔ سلامتی قلب کے بغیر مال واولاد سب کو غیر نافع فرمایا ہے۔ ایمان وعقائد جن پر سارے اعمال کی مقبولیت منحصر ہے۔ قلب ہی کا فعل ہے مقصود دل کی اصلاح ہے۔ سبحان اللہ نبوی درس گاہ میں ایک اقامتی شعبہ ایسا بھی موجود تھا جس میں محبوب خدا وعاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیہ نفس واصلاح باطن کی عملی تعلیم وتربیت کے لئے ہر وقت موجود رہتے تھے اور اصحاب صفہ کہلاتے تھے۔ جو فقہ کا کام کرنے میں منہمک ہو گئے۔ وہ فقیہ بن گئے اور جنہوں نے تزکیہ نفس واصلاح باطن کا شعبہ سنبھالا وہ مشائخ وصوفیاء مشہور ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعریف معرفۃ النفس مالھا وما علیھا منقول ہے یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہچاننا قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ متعلقہ اعیان واعراض منکشف ہوتے ہیں ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔ بس اصل مقصود حق تعالیٰ کی رضا ہے۔ حضرت عوف ابن مالک اشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ نو آدمی تھے یا آٹھ یا سات ارشاد فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت نہیں کرتے؟ ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور عرض کیا کہ کس امر پر آپ کی بیعت کریں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ نے فرمایا ان امور پر کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور پانچوں نمازیں پڑھو اور احکام سنو اور مانو اس کو مسلم ابوداؤد ونسائی نے روایت کیا جس طرح فقہ میں چار سلسلہ ہیں فن تصوف میں بھی سلسلہ ہیں۔ جو شخص شیخ کی خدمت میں نہ پہنچ سکے وہ وہیں سے بذریعہ خط وکتابت یا بواسطہ شخص معتبر بیعت ہوسکتا ہے اور اس کو بیعت عثانی کہا جاتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع بیعت رضوان بعدم موجودگی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے بائیں ہاتھ پر داہنے دست مبارک کو رکھ کر فرمایا کہ میں نے عثمان کو بیعت کرلیا۔

گر ہوا ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر وپس بیا
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہ عشق

چنانچہ حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں۔ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔

مراقبہ موت:

نزع کی حالت اور قبر میں سوال وجواب میدان حشر میں حساب وکتاب، حق تعالیٰ کے سامنے پیشی اور جواب دہ ہونا اور پل صراط پر سے گزرنا ان سب چیزوں کو سوچنا اور عہد کرنا کہ آئندہ کسی معصیت کے پاس نہ جاؤں گا۔ سلوک میں اول قدم ہے۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اونشیند در حضور اولیاء
گلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری کہ از بوئے دل آویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

کسی شیخ کامل سے تعلق اغلاط پر مطلع کرتا ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

حصول وازالہ کی تدبیر پر مہارت تامہ رکھتا ہو اگر طریقہ کو محض کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے۔ (۱) دین انبیاء کا سا (۲) تدبیر اطباء کی سی (۳) سیاست بادشاہوں کی سی (۴) اہل علم وفہم اس کی طرف رجوع کرتے ہوں (۵) اس کی صحبت سے آخرت کی رغبت دنیا سے نفرت محسوس ہوتی ہو (۶) اس کے مریدین میں سے اکثر کی حالت شریعت کے مطابق ہو (۷) اس میں حرص وطمع نہ ہو (۸) خود بھی ذاکر وشاغل ہو (۹) مریدین کو آزاد نہ چھوڑے ان کی زیارت وخدمت کو کبریت احمر جانے۔ یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی شیخ سے حاصل ہوگا جو ورد اور وظیفہ مرشد تعلیم کرے اس کو پڑھے مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہنا چاہئے اس کی طرف پیر نہ پھیلائے اگرچہ سامنے نہ ہو اگر کوئی شبہ ہو تو فوراً عرض کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ (مشکوٰۃ شریف)

مجاہدہ کی حقیقت:

مجاہدہ کی حقیقت نفس کی مخالفت کی مشق وعادت ایک حقوق جس سے قوام بدن اور بقائے حیات ہے دوسرے حقوق جو اس سے زائد ہیں سو مجاہدہ و ریاضت میں حقوق کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے۔ حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلاف سنت ہے حدیث شریف میں ہے ان لنفسک علیک حقا یعنی بے شک تمہارے نفس کا تم پر حق ہے۔ کیونکہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے اور صحت میں خلل پڑتا ہے پھر ضروری اشغال و عبادات سے بھی عاجز ہو جاتا ہے۔ منتہی کو معاصی کا تقاضا ہوتا ہے۔ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر مبتدی اور منتہی کے مجاہدہ میں بڑا فرق ہے۔ نیا گھوڑا بہت شرارت کرتا ہے۔ اور قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔ منتہی وہ شخص ہے جو ایسے گھوڑے پر سوار ہے جو سواری میں شائستہ ہو چکا ہے اس کو زیادہ مشقت کا تو سامنا نہیں مگر ہوشیار بیٹھنے کی اس کو بھی ضرورت ہے۔ راحت و تنعم کی عادت نکالنا ہے اور اس کے لئے اتنا مجاہدہ کافی ہے جس سے نفس پر کسی قدر مشقت پڑے بہت زیادہ نفس کو پریشان کرنا اچھا نہیں۔ مجاہدہ جسمانیہ کے چار ارکان۔ (۱) قلت طعام (۲) قلت کلام (۳) قلت منام (۴) قلت اختلاط مع الانام۔ مثلاً کسی لذیذ چیز کو جی چاہتا تو فوراً اس کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے بلکہ اسکی درخواست کو رد کر دیا جائے اور کبھی کبھی سخت تقاضے کے بعد اس کی جائز خواہش پوری کر دی جائے۔ کہ مزدور خوش دل کند کار بیش۔

مجاہدہ اجمالی

قلت کلام:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید یعنی وہ کچھ بات نہیں بولتا مگر اس کے نزدیک نگہبان تیار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا یعنی جو چپ رہا اس نے نجات پائی۔ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے سوا تم بہت کلام نہ کیا کرو اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے۔ پس گناہ ایک بلا ہے اس پر تحقیر یا طعن مت کرو ترحم کے ساتھ نصیحت یا دعا کرو اور گناہ سے محفوظ رہنا ایک عافیت ہے اس پر عجب اور ناز مت کرو۔ یہ تقلیل کلام کا مجاہدہ تقلیل طعام و تقلیل منام دونوں مجاہدوں سے زیادہ مشکل ہے۔ ضروری کلام سوا اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔ خریدار سے باتیں کرنا ضرورت میں داخل ہے۔

طریق علاج:

سوچیں کہ اس بات سے اللہ تعالیٰ ناخوش تو نہ ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی بات منہ سے گناہ کی نہ نکلے گی

بطبعم ہیچ مضمون بہ زیر لب بستن نمی آید
خموشی معنی دارد۔ کہ در گفتن نمی آید
سینہ ہارا خامشی گنجینۂ گوہر کند

یاد دارم از صدف ایں نکتۂ سر بستہ را

یعنی خاموشی سینوں کو حکمت کے موتیوں کا خزانہ بناتی ہے اور اس پوشیدہ نکتے کو میں نے سیپی سے سمجھا ہے۔ مسلمانوں کو غذا کی جگہ وہ چیز کافی ہو جائے گی جو اہل آسمان کو کافی ہو جاتی ہے۔ یعنی تسبیح و تقدیس بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا۔ بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں اور بھوک کی جو فضیلت وارد ہے اس سے اختیاری بھوک مراد نہیں بلکہ غیر اختیاری مراد ہے۔ جو رات کو نماز زیادہ پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہو جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے پھر غلبہ نوم سے قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور کچھ خبر نہ ہو کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہئے۔ ایسا وقت نزدیک آنے والا ہے کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کے لئے پہاڑیوں کی چوٹیوں اور بارش کے جمع ہونے کی جگہوں یعنی نالوں میں جب کہ وہ خشک ہو جائیں۔ اپنے دین کو لئے ہوئے فتنوں سے بھاگا بھاگا پھرے گا۔ انسان روح اور نفس سے ترکیب دیا گیا ہے اور اس کا ادراک بصیرت یعنی دل کی آنکھ کرتی ہیں۔ روح سے مراد وہ شے ہے جو حق تعالیٰ کے الہام اور القاء سے اپنی اپنی استعداد کے موافق اشیاء کی معرفت اور ادراک حاصل کرتی ہے۔ اول قوت علم اس کا اعتدال یہ ہے کہ انسان کے ذریعے سے اقوال کے اندر سچ جھوٹ میں امتیاز اور اعتقادات کے متعلق حق اور باطن میں فرق کر سکے اور اعمال میں اچھا اور برا پہچان سکے پس جس وقت یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو اس وقت حکمت کا ثمرہ پیدا ہوگا۔ قوت غضب اور قوت شہوت ان کا اعتدال اور حسن یہ ہے کہ دونوں قوتیں حکمت و شریعت کے اشارے پر چلنے لگیں اور مہذب اور مطیع شکاری کتے کی طرح شریعت کے فرماں بردار بن جائیں۔ کہ جس طرف بھی شریعت انکو چلائیگی بلا عذر بلا تامل اس جانب چلنے لگیں۔ اور جس طرف سے روکے فوراً رک جائیں۔ چہارم قوت عدل اس کا اعتدال یہ ہے کہ قوت غضب اور شہوت دونوں کی باگ اپنے ہاتھ میں لے اور ان کو دین اور عقل کے اشارے کے ماتحت بنائے رکھے۔ گویا شکاری مرد کے مہذب کتے ہیں یا فرماں بردار گھوڑے کی طرح ہیں کہ ان میں حاکم کا حکم اور ناصح کی نصیحت کا نفاذ اور اجراء ہوتا ہے۔ پس جس وقت یہ حالت قابل اطمینان اور لائق تعریف ہو جائے گی اس وقت انسان صاحب حسن خلق اور خوب سیرت کہلائے گا۔ اس قوت کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور یہی عنداللہ پسندیدہ ہے۔

قوت غضب:

اگر اس میں زیادتی ہوگی تو اس کا نام تہوار اور بے باکی ہوگا اور اگر کمی ہوگی تو بزدلی و جنبیت کہلائے گی حالت اعتدال یعنی شجاعت ضبط کا مادہ نیز ہر کام میں دور اندیشی اور وقار۔

قوت شہوت:

قوت شہوت کی حالت اعتدال کا نام پارسائی ہے پس اگر شہوت اپنے حد اعتدال سے بڑھ جائے گی تو حرص و ہوا کہلائے گی حالت معتدل یعنی پارسائی اللہ پاک کو پسند ہے۔

قوت عقل: قوت عقل میں اگر اعتدال ہوتا ہے تو انسان مدبر اور منتظم اور ذکی اور سمجھ دار ہوتا ہے اس کی رائے (درست) ہوتی ہے۔

اخلاق حمیدہ

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے بندے وہ ہیں کہ نہ وہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل بلکہ اس کے بین بین حالت پر رہتے ہیں۔ جس طرح حسن ظاہری میں کمی و بیشی ہوتی ہے کوئی زیادہ خوبصورت ہے اور کوئی کم اسی طرح حسن باطنی میں بھی لوگ متفاوت ہوتے ہیں پس سب سے زیادہ حسین سیرت تو سرور عالم رسول مقبول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کی شان میں یہ آیت کریمہ انک لعلیٰ خلقٍ عظیم نازل ہوئی ہے آپ کے بعد جس مسلمان کو آپ کے اخلاق کے

ساتھ جتنی مناسب ہوگی اسی قدر اس کو حسین سیرت کہیں گے۔

اخلاق سب فطری ہیں:

من اعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان

یعنی جس نے اللہ ہی کی رضا کے لئے دیا اور اللہ ہی کی رضا کے لئے روکا تو اس کا ایمان مکمل ہوا، اس میں اعطی اور منع دونوں کے ساتھ للہ کی قید ہے جس سے معلوم ہوا کہ سخاوت مطلقاً محمود نہیں نہ بخل مطلقاً مذموم ہے۔ انسان کو حسن اخلاق اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ اس کی تمام باطنی حالتیں قابل تعریف اور پسندیدہ ہوں۔

خواہی کہ شوی بمنزل قرب مقیم

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ مقام قرب خداوندی میں مقیم ہو۔

نہ چیز بنفس خویش فرما تعلیم
صبر و شکر و قناعت و علم و یقین
تفویض و توکل و رضاء و تسلیم
خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ
دۂ چیز بروں کن از درون سینہ

تو دس چیزوں کو اپنے سینے سے نکال دے۔

حرص امل و غضب و دروغ وغیبت
حسد و بخل و ریا و کبر و کینہ

جان تو کہ اگر سب متفق ہو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچا دیں ہرگز نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اگر سب متفق ہو جائیں کہ تم کو ضرر پہنچائیں ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔

ماہیت توحید:

یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادہ خداوندی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

طریق تحصیل:

مخلوق کے عجز اور خالق کی قدرت کو یاد کرنا اور سوچنا۔

اخلاص

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء** یعنی اور ان کو حکم نہیں ہوا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کی خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین اور ہر طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہوں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم واموالکم ولکن ینظر الیٰ نیاتکم و اعمالکم** یعنی حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نظر نہیں فرماتے لیکن تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں۔

ماہیت اخلاص:

اپنی طاعت میں صرف اللہ کے تقرب اور رضا کا قصد رکھنا۔

اخلاص کے فائدے

حدیث میں آیا ہے کہ میرا صحابی اگر آدھا سیر جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ دوسروں کے احد کے پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

توبہ کی حقیقت:

خطا کو یاد کر کے دل کا دکھ جانا اور اس کے لئے لازم ہے اس گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ کرنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا اور گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا۔ توبہ کے وقت یہ عزم پختہ ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے۔ اس طرح توبہ کر کے اگر سو مرتبہ بھی توبہ ٹوٹے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مقبول اور اہل طاعت میں سے شمار ہوں گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

سچی توبہ کے بعد اگر از خود پرانے گناہ یاد آ جائیں تو پھر تجدید توبہ کر کے کام میں لگ جاوے اس سے زیادہ کاوش کرنا غلو ہے۔

طریق تحصیل توبہ:

قرآن وحدیث میں جو وعید گناہوں پر آئی ہے ان کو یاد کرے اور سوچے اس سے گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی یہی توبہ ہے۔

حقیقت محبت:

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو محبت کہتے ہیں یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔ محبت عقلی مامور بہ ہے یہی افضل ہے۔

اسباب محبت:

حسن و جمال فضل و کمال یہ سب علیٰ وجہ الکمال خدا تعالیٰ ہی میں پائے جاتے ہیں تو جب تک یہ کمالات باقی ہیں اس وقت تک محبت بھی رہے گی اور محبوب حقیقی کے کمالات ختم نہیں ہو سکتے تو ان کی محبت بھی ختم نہ ہوگی۔

طریق تحصیل محبت الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف وانعامات کو یاد کرے اور سوچے احکام شرعیہ کی بجا آوری اور کثرت ذکر اللہ سے غیر اللہ کی محبت دل سے نکالے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اسئلک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک (رواہ نسائی) یعنی تجھ سے تیرے وجہ مبارک کی زیارت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔

حقیقت شوق ابتدا میں محبت عشق کے رنگ میں ہوتی ہے اور بعد میں انس کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ ادب اور طاعات اور محبت کے جامع ہیں۔ یہ تو شرط ایمان ہے اور اس کا نام خوف عقلی ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے یہ درجہ فرض ہے۔ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرنے لگتی ہے۔ فرمایا کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روتی ہوگی بجز اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کے دیکھنے سے رو کی رہی اور وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اور وہ آنکھ جس میں خوف الٰہی کی وجہ سے مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آیا نیز مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ فضل و مغفرت اور نعمت وجنت کے انتظار میں قلب کو راحت پیدا ہونا حاصل کرنے کی تدبیر رجاء ہے۔

طریق تحصیل رجاء:

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عنایت کو یاد کرے اور سوچا کرے۔

زہد کی حقیقت:

مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا زہد ہے۔

تشریح:

زہد کی اصل وہ نور اور علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے قلب میں ڈالا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سینہ کھل جاتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کا ساز وسامان مکھی کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ زہد کا ثمرہ یہ ہے کہ بقدر کفایت دنیا پر قناعت حاصل ہو۔ نفس کو خوب آرام سے رکھے اور اس سے کام بھی لے کہ مزدور خوش دل کند کار بیش رکن اول معرفت ہے۔ کہ حق تعالیٰ قدرت اور وجود اور حکمت میں وہ کمال رکھتا ہے، جس کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے۔ دوسرا رکن حال توکل ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اپنا کام خدا کے حوالے کر دے اور قلب کو مطمئن رکھے کہ غیر اللہ کی طرف التفات بھی نہ کرے۔ تیسرا رکن اعمال ہیں۔ جاہلوں کا خیال ہے کہ توکل تو محنت ومزدوری اور کسب کو چھوڑ دینے کا نام ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ

رکھ کر بے کار بن کر بیٹھ جائے۔ اگر بیمار ہو تو علاج نہ کرے۔ بے سوچے سمجھے اپنے آپ کو خطرات اور ہلاکت میں ڈال دیا کرے کہ کہیں آگ میں گھس جائے اور کہیں شیر کے منہ میں ہاتھ دے دے، تب متوکل کہلایا جائے۔

طریق تحصیل توکل:

اس کی عنایتوں اور وعدوں اور اپنی گزشتہ کامیابیوں کا یاد کرنا اور سوچنا۔

حقیقت قناعت:

ترک کرنا شہوات کا طریق تحصیل قناعت مراقبۂ فنائے عالم۔

حقیقت حلم:

نفس کا ناگوار بات پر بھڑ کنے سے رکنا۔

طریق تحصیل حلم:

غصہ کا زائل کرنا اور غصہ کے علاج کو بار بار سوچنا۔

صبر

یعنی اے ایمان والو! صبر کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی مؤمن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات بہتر ہے۔

حقیقت صبر:

ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا، آپ سے باہر نہ ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصائب کو دیکھ کر اہل نعمت کہیں گے، کاش! ہماری کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کاٹی گئی ہوتیں تا کہ آج ہم کو بھی یہ درجات ملتے جو اہل مصائب کو عطاء کئے گئے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا انتقام خود لے لیتا ہے، تو حق تعالیٰ معاملہ اسی کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور جو صبر کرتا ہے، اس کی طرف سے حق تعالیٰ انتقام لے لیتے ہیں۔ مصیبت اور غم کے وقت زبان کو ''انـا لـلـه'' کے ورد میں مشغول کیا جائے اور دل کو اس کے معنی کے تصور میں۔

شکر کی حقیقت:

نعمت کو منعم حقیقی کی طرف سے سمجھنا جس کا اثر منعم سے خوش ہونا اور تعمیل حکم میں سرگرمی کرنا ہے۔ مثلاً آنکھ اللہ کی ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور علم دین کی کتابوں کو پڑھے اور آسمان و زمین جیسی بڑی مخلوقات کا اس غرض سے مشاہدہ کہ عبرت حاصل ہو۔ کان ایک نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ اس کو ذکر الٰہی اور ان باتوں کے سننے میں استعمال کرے جو آخرت میں نفع دیں۔ اگر کوئی حال بھی پوچھے تو شکایت کا کلمہ زبان سے نہ نکلنے پائے۔

صدق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یعنی مؤمن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پھر کچھ تردد نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ پورے سچے ہیں۔

تشریح:

ولی کامل کو صدیق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام احوال وافعال میں مرتبہ رسوخ حاصل کر چکا ہے اور جس شخص کے احوال و کیفیات سنت کے مطابق ہوتے ہیں، اس کو صادق الاحوال کہتے ہیں۔

تفویض

تفویض کا مطلب یہ ہے کہ جب صبح کرو تو شام کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ اور جب شام کرو تو صبح کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ۔

حقیقت تفویض:

اپنے کو خدا کے سپرد کر دینا کہ جو وہ چاہیں تصرف کریں۔ اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرنا۔ تفویض کے معنی ترک تدبیر نہیں۔ جن امور میں تدبیر کا کچھ تعلق و دخل نہیں ان

میں تو ابتداء ہی سے تفویض و تسلیم اختیار کرے۔

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

یعنی زندہ کریں تو آپ کی عطاء ہے اور اگر موت دیں تو بھی آپ پر فدا۔ چونکہ جب دل ہی آپ پر آ گیا تو اب جو بھی آپ کی مرضی ہو تسلیم ہے۔

طریق تحصیل تفویض۔ جب کوئی خلاف طبع ناگوار واقعہ پیش آوے تو فوراً یہ سوچے کہ یہ حق تعالیٰ کا تصرف ہے، جس میں حکمت ضرور ہے اور مصلحت ہے۔ یہ حالت اہل اللہ کے لئے طبعی بن جاتی ہے۔

رضاء

یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

رضاء کی حقیقت۔ قضاء پر اعتراض نہ کرنا۔ نہ زبان سے نہ دل سے۔

تشریح۔ پس اگر الم کا احساس ہی نہ ہوتا تو رضائے طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضائے عقلی ہے۔ اہل اللہ محض حکم کی وجہ سے اظہار عبدیت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

حقیقت فناء:

معاصی کا ترک اور قلب سے حب غیر اللہ حرص طول امل کبر و عجب ریاء وغیرہ کا نکل جانا۔

تحصیل فناء:

مجاہدہ و کثرت ذکر حقیقت فناء الفناء اس فناء کا علم بعض اوقات نہیں ہوتا۔ یہ فناء الفناء ہے۔ افعال حسنہ کا طبعی بن جانا اور اخلاق حمیدہ میں ملکہ ورسوخ ہو جانا اور اسی کو بقاء بھی کہتے ہیں۔

حرص

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یعنی آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو چیزیں بڑھتی رہتی ہیں۔ مال پر حرص کرنا اور عمر پر حرص کرنا۔ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ اگر اس کے پاس مال کے دو جنگل بھی ہوں، جن میں سونا چاندی پانی کی طرح بہتے ہوں، پھر بھی وہ تیسرے کا طالب ہوگا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، ام للانسان ما تمنٰی، یعنی بھلا انسان کی ہر آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ یعنی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی حریص کو راحت نہیں مل سکتی۔

طریق علاج خرچ کو گھٹائے تا کہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو، اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، یعنی اور نفسانی خواہشات کی پیروی مت کرنا، اگر ایسا کرو گے تو خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔

علاج طمع:

اس کی جانی و مالی خواہشات و مرغوبات کو حق تعالیٰ کے مقابلے میں مغلوب رکھا جا سکے اور مجاہدہ نام ہے نفس کے تقاضوں کو روکنا۔ بتکلف ہو یا بلا تکلف۔

حقیقت غصہ خون قلب کا بدلہ لینے کے لئے جوش مارنا غصہ ہے۔

تشریح:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑے، بلکہ قوی اور پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حاکم کو چاہئے کہ غصہ کی حالت میں فیصلہ کبھی نہ کرے۔ بلکہ اس وقت مقدمہ کو ملتوی کر دے اور تاریخ بڑھا دے۔ ماتحتوں اور کمزوروں کو کسی جرم پر بھی سزا دینے میں جلدی نہ کریں۔ حدود شرعیہ سے تجاوز ہو گیا ہو تو اس سے معاف کرائیں۔ زبان سے اعوذ باللہ پڑھیں۔ اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں۔ اور اگر بیٹھے ہوں تو لیٹ جائیں اور ٹھنڈے پانی سے وضو کر ڈالیں یا ٹھنڈا پانی پی لیں۔ اس شخص سے علیحدہ ہو جائیں۔

حقیقت حسد:

کسی شخص کی اچھی حالت ناگوار گزرنا۔ اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت اس کی نہ رہے، یہ حسد ہے۔ یہ چاہنا کہ اس کے پاس بھی یہ نعمت رہے اور مجھے بھی ایسی ہی نعمت حاصل ہو جائے، تو یہ غبطہ اور رشک کہلاتا ہے۔ اور غبطہ شرعاً جائز ہے۔ حسد قلبی مرض ہے۔ حسد نیکیوں کو اس طرح جلا دیتا ہے، جس طرح آگ سوکھی لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ اور دنیا کا نقصان یہ ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلاء رہتا ہے۔

بخل

یعنی کنجوس اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، دوزخ سے قریب ہے۔

حقیقت بخل:

جس چیز کا خرچ کرنا شرعاً یا مروتاً ضروری ہو، اس میں تنگ دلی کرنا بخل ہے (رواہ ترمذی)۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مال کے ذریعے سے آدمی اپنی آبرو کو بچائے وہ بھی صدقہ ہے۔ مثلاً کسی مال دار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر یا ڈوم یا ہیجڑا یا بہروپیا، تیری ہجو کرے گا۔ اور اگر اس کو کچھ میں دے دوں گا، تو اس کا منہ بند ہو جائے گا۔ کچھ دے دینا بہتر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص مرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔

طریق علاج:

مال کی محبت کو دل سے نکالنا بذریعہ کثرت یاد موت۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بندوں کو جزاء وسزا اور انعامات فرمائے گا، تو ریاء کاروں کو حکم دے گا کہ انہیں کے پاس جاؤ جن کے دکھلانے کو تم نمازیں پڑھتے تھے اور عبادتیں کیا کرتے تھے۔

طریق علاج: جس عبادت میں ریاء ہو اس کو کثرت سے کریں۔ پھر نہ کوئی التفات کرے گا نہ اس کو یہ خیال رہے گا۔ وہ چند روز میں ریاء سے عادت، پھر عادت سے عبادت اور اخلاص بن جائے گی۔

حقیقت عجب:

اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید سلب ہو جائے، یہ عجب ہے۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اتراتا ہوا چلتا ہے، وہ قیامت کے روز خدا تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک ہوگا۔ (مسند احمد)

طریق علاج:

غور سے اپنی لغزش اور کوتاہی، ظاہری و باطنی دیکھے تا کہ اپنی بزرگی اور کمال کا گمان پیدا نہ ہو۔

تکبر

ارشاد خداوندی ہے، **انه لا یحب المستکبرین**. یعنی تحقیق اپنی بڑائی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **خر دل من کبر**. جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

حقیقت کبر:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کبریائی میری چادر ہے۔ پس جو شخص اس میں شریک ہونا چاہے گا، میں اس کو قتل کر دوں گا۔ دوزخ میں اس قسم کے آتشیں صندوق ہیں جن میں متکبروں کو بند کر دیا جائے گا۔

علاج کبر:

اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے تا کہ اپنے کمالات ہیچ نظر آویں۔

طریق علاج اکبر

حدیث شریف میں **الحب لله و البغض لله** کا امر ہے۔ جس شخص سے کینہ ہو اس شخص کا قصور معاف کر دینا اور اس سے میل جول شروع کر دینا گو بتکلف ہی ہو۔

حب جاہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یعنی، وہ جو دار الآخرت ہے۔ ہم اس کو انہیں لوگوں کے لئے کریں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔ اور نہ اودھم مچانا اور انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یعنی دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں، تو وہ اس گلہ کو اتنا تباہ نہیں کرتے جتنا آدمی کی حرص مال پر اور جاہ پر اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔

حقیقت حب جاہ:

لوگوں کے دلوں کے مسخر ہونے کی خواہش کرنا تاکہ اس کی تعظیم اور اطاعت کریں۔ مشہور آدمی کے حاسد بہت پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہاں جب حق تعالیٰ کی طرف سے بدون طلب کے جاہ حاصل ہو وہ نعمت ہے۔

طریق علاج:

یوں سوچے کہ نہ تعظیم واطاعت کرنے والے رہیں گے اور نہ میں رہوں گا۔

حب دنیا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وما الحیوٰة الدنیا الا متاع الغرور . یعنی! اور نہیں ہے زندگانی دنیا، مگر دھوکے کی ٹٹی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر. یعنی دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حب الدنیا راس کل خطیئة. یعنی دنیا کی محبت تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ اور جڑ یعنی اصل مرض ہی بقیہ امراض کا سبب ہوا کرتی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

پانی کشتی سے باہر اور نیچے رہے تو معین اور مددگار ہوتا ہے۔ اور اگر کہیں پانی کشتی کے اندر آجائے تو کشتی کو ڈبو دیتا ہے۔ اسی طرح مال ہے کہ اگر قلب سے باہر صرف ہاتھ میں ہے تو معین ہے، اور اگر قلب کے اندر اس کی محبت ہے تو مہلک ہے۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ سانپ جس قدر خوبصورت ہوتا ہے، اسی قدر زہریلا ہوتا ہے۔ اسی لئے حقیقت شناس اس کی طرف رغبت نہیں کرتے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو ایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیتے۔ مثال زندگی جیسے کوئی سوار راستے میں جا رہا ہو...... اور کسی درخت کے سائے میں ستانے کے لئے ٹھہر جائے اور ستا کر اپنی راہ لے۔

طریق علاج:

موت کو کثرت سے یاد کرتے رہنا مرنے سے پہلے اپنے اندر مرنے والوں کے اوصاف پیدا کرو۔

وصول الی اللہ کے تین طریقے ہیں

اول اطول ہے۔ یہ ہے کہ کثرت صوم وصلوٰۃ قرأت قرآن پاک وحج وجہاد وغیرہ کرنا۔ یہ طریق اخیار کا ہے۔ دوم اوسط۔ مجاہدہ اور ریاضت اخلاق ذمیمہ کے ازالہ اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل میں مشغول ہونا اور اکثر اسی طریق سے واصل ہوتے ہیں۔ یہ طریق ابرار کا ہے۔ سوم اقل واقرب۔ صرف ذکر، فکر، شکر اور درد وشوق واشتیاق ان کا کام ہوتا ہے۔

باب الخواطر یعنی خیال وسوسہ

بندہ کے دل پر جو خطاب گزرتا ہے، اسے خاطر کہتے ہیں۔ وہ کبھی خیر ہوتا ہے، کبھی شر ہوتا ہے۔ خیر کا دل میں واقع ہونا کبھی من جانب اللہ ہوتا ہے، کبھی من جانب فرشتہ، جس کا نام ملہم ہے۔ اور کبھی من جانب الشیطان، کبھی نفس کی طرف سے۔ جو شر اس طرح وارد ہو کہ نہایت مضبوط ہو اور ایک حالت میں جما رہے، نفس نہایت شدت سے اس کے کرنے پر بے قرار ہوتا ہو، تدابیر کرتا ہو، مگر کسی طرح دفعہ نہیں ہوتا، وہ شر من جانب اللہ ہے۔ گریہ وزاری رکھے اور اس قدر شدت نہ ہو، مگر ایک حالت پر رہے، وہ نفس کی جانب سے اور اگر کسی

گناہ کے بعد خطرۂ شر قوت کے ساتھ پیدا ہو، تو وہ من جانب اللہ عاصی کی اس گناہ کی ظلمت کی سزا میں ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان آدم کی اولاد کے قلب پر ٹیک جما کر بیٹھتا ہے۔ جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اور جب اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے۔ جس طرح کہ شیطان کو خطرہ یعنی آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ نفس کی جانب سے اس کا سبب عبدیت اور عجز کا نہ ہونا تھا۔ قلبی مشاہدہ نہ تھا، کیونکہ بعد مشاہدہ حجت کا پیش کرنا نہیں ہوتا، بلکہ تعمیل میں تسلیم و رضاء ہوتی ہے۔ یہ کیف والم مشاہدے سے قبل ہی ہوا کرتے ہیں۔ علامات فرق درمیان خیر من جانب اللہ تعالیٰ و ملک ملہم قوت اور صمیم قلب کے ساتھ وارد ہو کہ اس پر بلا عمل کئے چین نہیں آتا، وہ من جانب اللہ ہے۔ جو خطرۂ خیر اس طرح وارد ہو کہ اس سے نشاط بلا خود ہو اور عجلت بلا رکاوٹ ہو اور عمل بلا نظر انجام ہو، وہ من جانب الشیطان ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ عجلت من جانب الشیطان ہے، مگر پانچ مواقع میں نکاح باکرہ، ادائے قرض، تجہیز میت، اطعام مہمان، توبہ از گناہ، حدیث شریف میں ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے قلب کی بائیں جانب بیٹھ جاتا ہے اور فرشتہ اس کے قلب کی داہنی جانب پر۔ اور وہ دونوں اس کو اپنی اپنی طرف بلاتے ہیں۔

تنبیہ:

توجہ اور ذکر اور لاحول کا ورد کفایت کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے جب وساوس کے آنے پر اپنا حال ذکر کیا کہ یا رسول اللہؐ! ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اس سے تو ہمارا جل کر کوئلہ ہو جانا اچھا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ذلک صریح الایمان۔ یہ کھلی ہوئی ایمان کی دلیل ہے۔ چور وہیں آتا ہے جہاں کچھ ہوتا ہے۔ البتہ ہوائے نفس اس پر غیظ و قہر کی ضرورت ہے۔ اول شہوت سے روکنا۔ جیسے کہ چوپایۂ شہ زور کا جب چارہ روک دیا جاتا ہے، یا کم کر دیا جاتا ہے تو نرم پڑ جاتا۔

دوم عبادت کا بوجھ اس پر لادنا۔ جس طرح گدھا، کہ جب اس کو چارہ کی کمی کے ساتھ بوجھ زیادہ لادا جاتا ہے تو پست و تابع اور منقاد ہو جاتا ہے، دولتی نہیں پھینکتا۔ اسی طرح نفس پر عبادات نافعہ کا بوجھ ڈالا جائے تو وہ رام ہو جاتا ہے۔

تنبیہ:

حقیقت نفس انسان کے اندر ایک قوت ہے، جس سے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے۔ اسی کا نام نفس ہے، خواہ وہ خواہش خیر ہو یا شر۔ اور یہ نفس تین طرح پر ہے۔

نفس امارہ یہ ہے کہ اکثر شر کی خواہش کرے اور نادم بھی نہ ہو۔

لوامہ:

شر کی طرف خواہش کرے اور نادم ہو۔

مطمئنہ:

بیش از بیش خواہش خیر کی کرے۔ اس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔

تنبیہ

خیال کی قسمیں اور ان کا حکم۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے ان کے خیالات سے تجاوز فرمادیا ہے۔ خیال کے مراتب پانچ ہیں۔ ایک ہاجس، دوسرا خاطر، تیسرا حدیث النفس، چوتھا ہم، پانچواں عزم۔ پس جب کوئی بات قلب میں ابتداء ہوئی اور اس نے نفس میں کوئی حرکت نہیں کی، اس کو ہاجس کہتے ہیں۔ پھر اگر اس شخص کو توفیق ہوئی اور اول ہی سے اس کو دفع کر دیا، تو وہ مابعد کے مراتب کی تحقیق کا محتاج نہ ہوگا۔ اور اگر وہ نفس میں دورہ کرنے لگے، یعنی وقوع ابتدائی کے بعد اس کے نفس میں اس کی آمد و رفت ہونے لگے، مگر اس کے کرنے نہ کرنے کا کوئی منصوبہ نفس نے نہیں باندھا، اس کو خاطر کہا جاتا ہے۔ اور جب نفس کرنے نہ کرنے کا برابر درجے میں منصوبہ باندھنے لگا، اور کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہوئی، اس کو حدیث نفس کہتے ہیں۔ سو یہ

تین درجے ایسے ہیں کہ ان پر نہ عتاب ہے اور نہ ثواب ہے۔ اگر خیر میں ہے، پھر جب اس فعل کو کرلیا، تب اس فعل پر عتاب یا ثواب ہوگا۔ اور ہاجس اور خاطر اور حدیث نفس جب فعل کا رجحان قوی ہوگیا، یہاں تک کہ جازم مصمم بن گیا، اس کو عزم کہتے ہیں۔ اس پر ثواب ہوتا ہے اگر خیر میں ہے، اور عتاب ہوتا ہے اگر شر میں ہے۔

علامات حصول نسبت مع اللہ

معنی تعلق کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق بندے کے ساتھ رضا کا ہو۔ اور بندے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ دوامِ طاعتِ کثرتِ ذکر، مع ملکۂ یادداشت۔ جس کی علامت یہ ہے کہ طاعات وعبادات کی طرف ایک اضطرابی رغبت ہوتی ہے اور معصیت ظاہری و باطنی سے ایسی نفرت ہو جیسے پیشاب پاخانہ سے ہوتی ہے۔ اور اتباعِ سنت کا بکمال اہتمام ہو۔

تنبیہ

عبادات میں نماز ایسی عظیم عبادت ہے کہ اگر اس کو پورے اہتمام آداب وشرائط کے ساتھ ادا کیا جائے تو کسی دوسری مستقل ریاضت کی ضرورت نہیں۔ اس میں ذکر، شغلِ مراقبہ اور مثل تسبیحات، استغفار، درود شریف وغیرہ سب جمع ہے۔ اس میں ذکر کا ہونا کلام پاک کی تلاوت ہے، جو جامع اذکار ہے۔ اور شغل بحالتِ قیام سجدہ کی جگہ نظر کا جمانا، بحالتِ رکوع قدم پر نگاہ رکھنا، بحالتِ سجدہ بینی پر نگاہ رکھنا، بحالتِ جلسہ وقعدہ گود پر نگاہ جمانا، بحالت سلام دائیں بائیں کندھے پر نگاہ رکھنا۔ مراقبہ بحالت تحریمہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں، احسان کہلایا۔ غرض نماز کو اس کے آداب ومستحبات اور شروط کے ساتھ ادا کرنے سے راہ سلوک اور اس کا انتہائی درجہ مقام احسان حاصل ہوسکتا ہے، اور لطائف ستہ کے آثار ظہور کرسکتے ہیں۔ نفس مطمئنہ کی غذا معاصی سے قرار نہ پکڑنا ہے۔ قلب کی غذا ذکر ہے، روح کی غذا حضوری ہے۔ سر کی غذا انکشاف حقائق ہے، خفی کی غذا شہود وفناء ہے، اخفی کی غذا فناء الفناء ہے۔

سیر الی اللہ

یہ ہے کہ امراض نفسانیہ جو کہ اخلاق رذیلہ ہیں ان سے نفس کا پاک ہونا جس کو تزکیۂ نفس کہتے ہیں، جس کا ذکر آیت **قد افلح من زکّٰها.**

سیر فی اللہ

تنبیہ: شیخ مرید کو سیر الی اللہ کے مرتبے پر پہنچنے کے بعد ہی مجاز بیعت کر دیتا ہے اور کبھی سیر فی اللہ کے حصول کا انتظار کرتا ہے۔ یہ مرید کے حال اور شیخ کے ذوق پر منحصر ہے۔

ایک شخص طواف کرتا جاتا تھا اور کہتا تھا، اے اللہ! میں تجھ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ کسی نے دریافت کیا، کہنے لگا ایک بار کسی حسین امرد کو نظر شہوت سے دیکھا۔ اسی وقت غیب سے ایک طمانچہ لگا، جس سے آنکھ جاتی رہی۔ سات قسم کے گناہوں پر ساتوں آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ یہ لعنت بھی اس کثرت سے ہوتی ہے کہ ملعون کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔ (ان میں سے اول) اغلام کرنے والا ملعون ہے۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا (الحدیث طبرانی)۔ طالب سے جب تک پوری طرح مناسبت نہ ہو، بیعت نہ کرنا چاہئے۔

لطائف ستہ کا بیان

غیر مادی قوتیں جن کو انسانی اعضاء سے تعلق ہوتا ہے، ان کی تعداد چھ ہے۔ لطیفۂ نفس، لطیفۂ قلب، لطیفۂ روح، لطیفۂ سر، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفی۔ محققین اہلِ فنِ تصوف نے ان کے محل اور ان کے رنگ والوان بھی بیان فرمائے ہیں۔ حدیث شریف **خلق الله اٰدم علیٰ صورته،** کے معنی سمجھ لیجئے! کہ صورت کے معنی یہی مثال ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ **خلق الله آدم علیٰ مثاله**، اس لئے سمع وبصر وجہ وغیرہ آدم مخلوق ممکن اور واجب تعالیٰ میں مشترک ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔ لطائف کی تجلیات مثالیہ کے الوان گویا لطائف کے الوان ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ میدان قیامت میں حق تعالیٰ تجلی فرمائیں

گئے) لیکن اہلِ محشر پہچان سے عاجز رہ جائیں گے، کیونکہ ان کو اس تجلی کا تجلی مثالی ہونا معلوم نہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ حق تعالیٰ متجلی ہوں گے تو پہچان لیں گے، اور پہچانتے ہی سجدہ میں گر پڑیں گے۔ یہ دونوں تجلیاں قیامت میں باتفاق امت مثالی ہوں گی۔ جنت میں جو تجلی ہوگی، وہ تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک ذاتی ہوگی، بے کیف ہوگی۔

ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، معائنہ مثلاً نمبر۱: ایک شخص کا محبوب غیر موجود ہو، اس کو یاد کیا جائے۔ نمبر۲: وہ محبوب سامنے مسافت بعیدہ پر ہو، جس سے خط وخال اچھی طرح نظر نہ آئیں۔ نمبر۳: وہ سامنے مسافت قریبہ پر ہو، جس سے خط وخال اچھی طرح نظر آسکیں، اس کا تصور کیا جائے۔ نمبر۴: وہ شخص بالکل قریب موجود ہو، اس کے تصور و دیدار میں اس قدر محویت ہو جائے کہ فرط عشق ومحبت کی وجہ سے اپنی بھی خبر نہ رہے۔

تو درد گم شو، وصال این است و بس
گم شدن گم کن، کمال این است و بس

تو تصور مقصود حقیقی کے یہ پانچ درجات ہیں۔ ذکر، حضور، مکاشفہ، شہود، ومشاہدہ وفناء، معائنہ وفناء الفناء۔ حضرات صوفیہ کے نزدیک حدیث شریف میں جس قلب کا ذکر ہے، گو اس سے لطیفۂ قلب مراد نہیں مضغہ ہی مراد ہے، لیکن یہ حکم اصل میں اس لطیفہ کا ہے، جب لطیفۂ قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے تو قلب صنوبری کی جانب توجہ کی جاتی ہے۔ اسی طرح دوسرے لطائف کے ذاکر بنانے میں بھی ان کے محل ومقام کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ تجربے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حبس دم کو دفع خطرات اور مطلوب کی جانب توجۂ قوی ہونے میں زیادہ دخل ہے۔ چنانچہ شکار میں ہدف کو سامنے رکھنے کے لئے حبس دم ضروری سمجھا جاتا ہے۔ الفاظ متخیلہ سے قلب کو ذاکر بنایا جاتا ہے۔ جیسے آیت و اذکر ربک فی نفسک تضرعاً و خیفۃً میں ذکر قلبی مراد ہے اور حدیث شریف، کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علیٰ کل احیانہ سے علی الاطلاق ذکر اللہ سے ذکر ہی مستنبط ہوتا ہے کہ بول وغائطہ وجماع کی حالت میں ذکر لسانی منفی ومنہی عنہ ہے۔ شریعت نے بہت سے مواقع پر ذکر قلبی کو معتبر مانا ہے۔ چنانچہ باتفاق امت، اخرس (گونگا) کے ایمان کے لئے اقرار باللسان ضروری نہیں۔ صرف توحید ورسالت کا تخیل جازم واعتقاد کامل و تصدیق تام کافی ہے۔ اسی طرح جو شخص بالقصد و الاختیار مضامین کفریہ کو الفاظِ متخیلہ سے قلب میں جاگزیں و مستقر کرے، وہ شریعت میں کافر ہے۔ قرآن شریف میں ہے، و ان من شیء الا یسبح بحمدہ، کہ ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح کرتی ہے اور ذکر کرتی ہے۔ چونکہ لطائف کے محل بھی اشیاء ہیں، اس لئے وہ بھی آیت شریفہ کے منطوقت کے موافق تسبیح میں مشغول ہوں گے۔ اور یہ تسبیحات ہی وہ الفاظ ہیں جو ذاکر کو اب محل لطائف میں محسوس ومسموع ہو رہے ہیں۔ اور کبھی یہ آثار و کوائف، الوانِ مختلفہ کے رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اہل طریق کبھی لفظ اللہ کاغذ پر لکھ کر اس پر نظر جماتے ہیں اور کبھی عمل استکتاب تجویز کرتے ہیں۔ یعنی لفظ اللہ برابر لکھتے چلے جائیں، حتیٰ کہ یہ اسم اعظم قلب و ذہن میں کما حقہ مستقر و متمکن ہو جائے۔ کھانے کے تقاضہ کے وقت نماز سے قبل کھانے سے فراغت حاصل کرنے کا حکم ہے تاکہ یکسوئی ہو جائے۔

سلطان الاذکار:

ایسا بھی ہے کہ ذاکر تمام اعضاء وجوارح کے متعلق عین ذکر کے وقت یہ اجمالی تصور کرتا ہے کہ یہ سب ذکر کر رہے ہیں۔

انتباہ: چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ اجعل بصرک حیث تسجد کہ حالت قیام صلوٰۃ میں اپنی نظر کو جائے سجدہ پر جمائے رکھو تو یہ حکم جیسے ادب وتعظیم کی رعایت کے لئے ہے اسی طرح یہ حکم جمعیت خاطر واطمینان قلب اور یکسوئی حاصل کرنے کے لئے بھی ہے۔ حضرات مجتہدین فقہاء بدون نصوص صریحہ کے بعض احتمالات پر محض ذوق سے احکام ظنیہ ظاہری کا استنباط فرماتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی احکام ظنیہ ظاہرہ کا استخراج کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ارشاد ہے اذکروا اللہ حتیٰ یقولوا انہ لمجنون اسی کثرت ذکر کو

حضرات صوفیا دوام ذکر سے تعبیر فرماتے ہیں۔ جوں جوں خیر القرون سے بعد ہوتا گیا حل مشکلات اور فتح مغلقات کے لئے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ بعض حضرات نے امانت باطنی کو سنبھالا اور اس خاص شعبہ شریعت کو مخصوص توجہات کا مرکز بنایا سالکین کو سلوک کے مراحل طے کرنے اور اصلاح نفس وتزکیہ اخلاق میں شیخ کامل کی سخت ضرورت ہے بغیر تعلیمات وتنبیہات شیخ کے وسوسہ شیطانی سے محفوظ رہنا اور صحیح سالم منزل مقصود پر پہنچنا کارے دارد اور عادۃً محال ہے۔ شیخ کامل اس راہ سلوک کے اطراف و جوانب کو بعلم الیقین وعین الیقین وحق الیقین طے کر چکا ہوتا ہے۔ تو اب وہ ہر سالک کے مزاج اور خصوصیات کے موافق ذکر وشغل وغیرہ تجویز کرتا ہے۔ طبیب حاذق مختلف اصحاب کے لئے مناسبت کی بناء پر علیحدہ علیحدہ دواء تجویز کرتا ہے۔ امراض شدیدہ میں تو خود اطباء بھی اپنے معالجات میں اکثر دوسرے اطباء سے مشورہ لیتے ہیں۔ پس جو نسبت مرض جسمانی اور کتب طبیبہ اور اطباء میں ہے وہی نسبت سالکین کے امراض روحانیہ ونفسانیہ اور کتب تصوف و مشائخ میں ہے۔ حضرات صوفیاء کا مقصود بیعت سے صرف اتنا تھا کہ شیخ و مرید میں ایک طرح کی مناسبت پیدا ہو جائے۔ اطلاع احوال وکیفیات کو فطری طور پر شیخ کو مرید کی جانب متوجہ کرنے میں کافی دخل ہے۔ صاحب نسبت کو طبعاً دین حق کی مخالفت گراں اور مکروہ ہوتی ہے۔ عقلاً جیسا کہ حدیث میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت والے کو کفر کی طرف لوٹنے سے ایسی گھراہٹ ہوتی ہے جیسے آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے۔

قدم باید اندر طریقت نہ دم
کہ اصلے ندارد دم بے قدم
قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

حدیث قدسی ہے کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں، میں اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں۔ اور جو مجھ کو یاد کرتا ہے، میں اس کا ہم جلیس ہمنشیں ہوں۔ ذکر وذاکر دونوں فناء ہو کر صرف مذکور ہی رہ جائے گا اور جو شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو میں اقرار کیا تھا اس کا مصداق ہو کر عین الیقین بلکہ حق الیقین تک ہو جائے گا۔ تاخیر وصل سے آتش شوق میں التہاب پیدا ہوتا ہے۔

شغل سلطاناً نصیراً: کا طریقہ یہ ہے کہ صبح شام رو بہ قبلہ دو زانو بیٹھے اور اطمینان خاطر سے دونوں آنکھیں یا ایک آنکھ بند کر کے دوسری آنکھ سے ناک کے نتھنے پر نظر ڈالے اور بغیر پلک جھپکائے، جس طرح چراغ یا ستارہ کی روشنی کو دیکھتا ہے غیر معین نور کا تصور کرے اور استغراق ایسا ہو کہ وہ محو ہو جائے۔

انتباہ: ابتداء میں تو آنکھوں میں ضرور تکلیف ہوگی اور پانی بہے گا، لیکن چند دن کے بعد جب عادت ہو جائے گی تو یہ تکلیف جاتی رہے گی، اور اس کو اپنی صورت جس طرح آئینہ میں نظر آتی ہے، نظر آنے لگے گی اور نور الٰہ سے منور ہو جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا کہ اس شغل کے فوائد بہت ہیں۔ خصوصاً خطرات کے انسداد میں عجیب وغریب تاثیر رکھتا ہے۔

شغل سلطاناً محموداً: اس کا طریقہ ہے کہ جس طرح سلطاناً نصیراً کے ذکر میں نتھنوں پر نظر رکھتے ہیں، اسی طرح اس شغل میں دونوں بھوؤں کے بیچ نظر رکھتے ہیں۔

انتباہ: اس شغل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کو اپنا سر نظر آنے لگتا ہے اور جب سر نظر آنے لگتا ہے تو عالم بالا کے حالات سے مطلع ہو جاتا ہے۔

ہمہ شہر پرز خوباں منم خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں بکند بکس نگاہے

مراقبہ خاص یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں اس قدر فکر کرے کہ اپنے سے بے فکر اور بے خبر ہو جاوے، کبھی یاد دل سے نہ اترے۔

مراقبہ کی کئی قسمیں ہیں

مراقبہ رؤیت:

خدا کی رؤیت کا تصور کرے الم یعلم بان اللہ یریٰ (کیا نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے)۔ اس میں غور کرے اور اس پر مواظبت کرے اور یہاں تک مشغول ہو کہ اس صورت کے دیکھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

مراقبہ معیت:

وھو معکم اینما کنتم۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

مراقبہ فناء:

کل من علیھا فان (دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور اللہ بزرگ تر باقی رہے گا) اس کے معنی کا تصور کرے۔

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے
تری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
تو دریں گم شو کہ توحید ایں بود
گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

علامات انوار کا بیان

جب ذاکر باہتمام تقویٰ خدا کا ذکر کرے تو انوار الٰہی کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ تفصیل یہ کہ اگر کسی رنگ کا نور داہنے شانے کے برابر ظاہر ہو تو وہ فرشتوں کا نور ہے۔

۱۔ اگر سفید رنگ کا ظاہر ہو تو کراماً کاتبین کا ہے۔

۲۔ اگر سبز پوش خوبصورت آدمی یا کوئی اچھی صورت ظاہر ہو تو فرشتہ ہے جو ذاکر کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔

۳۔ اگر داہنے شانے سے کچھ ہٹا ہو یا آنکھ کے برابر ہے تو مرشد کا نور ہے۔

۴۔ اور سامنے ہے تو وہ نور محمدی ہے جو راہ مستقیم کی تعلیم فرماتا ہے۔

۵۔ اگر بائیں شانے کے متصل ظاہر ہو تو کاتب فرشتوں کا سینہ ہے۔

۶۔ اگر بائیں شانے سے دور ظاہر ہو خواہ کسی رنگ کا ہو، شیطان کا نور ہے یا دنیا کا نور ہے۔

۷۔ اگر پیچھے یا بائیں طرف آواز ہو یا صورت ہو وہ شیطان کا دھوکا ہے۔ لاحول الخ پڑھنا چاہئے، توجہ نہ کرے۔

۸۔ اگر نور اوپر سے پیچھے آوے تو وہ نور ان فرشتوں کا ہے جو حفاظت کے لئے مقرر ہیں۔

۹۔ اگر بلا کسی جہت کے نور ظاہر ہو اور دل میں خوف پیدا کرے اور اس کے رفع ہو جانے کے بعد باطنی حضور نہ رہے تو وہ نور شیطان کا ہے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا چاہئے۔

۱۰۔ اگر بلا کسی جہت نور ظاہر ہو اور اس کے زوال کے بعد حضور باطنی کی لذت نہ جائے اور اشتیاق وطلب اسی طرح غالب رہے تو وہی مطلوب نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عطاء فرمائے۔ آمین! ثم آمین!

۱۱۔ اگر دھوئیں یا آگ کے رنگ کا نور سینہ یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو وہ خناس کا نور ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا چاہئے۔

۱۲۔ اگر سینہ کے اندر یا دل پر ظاہر ہو تو وہ صفائی قلب کا نور ہے۔

۱۳۔ اگر سرخ یا سفید زردی مائل نور دل سے ظاہر ہو تو دل کا نور ہے۔

۱۴۔ اگر خاص سفید ہے تو روح کا نور ہے جس نے طالب کے دل میں تجلی کر کے اپنی ہستی کو ظاہر کیا ہے۔

۱۵۔ اگر سر کی جانب سے ہے تو وہ نور بھی روح کا ہے۔

۱۶۔ اگر آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو وہ بھی روح کا نور ہے، اگر سامنے سے ہو۔

۱۷۔ اگر اوپر سے آفتاب کے رنگ کا نور ہے تو نور ذات ہے۔

۱۸۔ اگر چاند جیسا نور ہے تو دل کا ہے۔

۱۹۔ اگر چاند جیسا نور ہے اور سامنے سے ہے تو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۰۔ اگر کاجل کی سیاہی کی طرح تاریک اور اس کے گرد باریک اور مکسر نورانی خطوط ہوتو وہ نور نفی کا ہے۔ اس طرف توجہ کرنے سے نفی حاصل ہوگی اور ماسواء اللہ سے قلب کا صاف ہونا اور تجلی افعالی انوار میں سوائے مطلوب کے کسی طرف نہ متوجہ ہو۔

ذکر کے ساتھ جامع اذکار

سلوک الی اللہ کے تین طریقے تعلیم ہوتے ہیں۔ اول کلمہ طیبہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کا ذکر۔ دوسرے قرآن پاک کی تلاوت۔ تیسرے نماز **اتل ما اوحی الیک من الکتاب و اقم الصلوۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء و المنکر و لذکر اللہ اکبر.** حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہی تین طریقے وصول الی اللہ کے رائج تھے۔ جو شخص پیغمبرؑ کے خلاف راستہ چلے گا، ہرگز منزل کو نہ پہنچ سکے گا۔ نماز بندہ اور خدا کے درمیان ایک سیر ہے کہ مسلمان اس میں مشغول ہونے سے غیر خدا سے دور اور خدا سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرے کہ میں خدا سے باتیں کر رہا ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو یہ جانے کہ خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے اور امر و نہی کا حکم دے رہا ہے۔ اور بشارت کی آیت پر سرور ہو اور وعید کی آیت پر ڈر ہو اور روئے اور ذرا آواز کے ساتھ خوش آوازی کے ساتھ پڑھے کہ اس سے لطف آتا ہے اور غفلت دور ہوتی ہے۔ خاص طریقہ تلاوت کا یہ ہے کہ جب طریق مذکور سے تلاوت میں ملکہ ہو جاوے تو اب اس کیفیت کے ساتھ تلاوت ہو کہ خلوت میں دو نفلیں ادب سے پڑھ کر بحضور قلب قبلہ رو بیٹھے کلام الٰہی کی حقیقت (کہ وہ کلام نفسی ہے خدا کی خاص اور ذاتی صفت ہے) اور اس کی عظمت کا اور اپنی ذلت کا تصور کرے اور اسی مراقبہ میں تھوڑی دیر رہے۔ تاکہ اطمینان حاصل ہو اور حضور حق حاصل ہو جاوے۔ پھر **اعوذ و بسم اللہ** کے ساتھ ترتیل و تجوید کے ساتھ قرأت کرے اور یہ خیال کرے کہ منہ کی زبان اور دل کی زبان برابر تلاوت میں مشغول ہیں، اس خیال سے غافل نہ ہو۔

تلاوت کا خاص طریقہ

اور اگر غفلت ہو جاوے تو ضروری ہے کہ قلب کو **اعوذ و بسم اللہ** پڑھ کر حاضر کرے۔ جب اس طرح اطمینان خاطر اور حضوریٔ حق حاصل ہو جاوے تو اب ترقی کرے اور خیال کرے کہ ہر ہر رونگٹا جسم کا قرآن شریف پڑھ رہا ہے۔ جسم کے ہر حصہ سے الفاظ نکل رہے ہیں۔ تمام جسم درخت موسوی کا حکم رکھتا ہے۔ عین تلاوت کے وقت اس حالت میں خیال میں مستغرق ہو۔ جب یہ کیفیت راسخ ہو جاوے تو اس کے بعد اور ترقی کرے خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ میری زبان سے پڑھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ جب اس میں ملکہ پیدا ہو جاوے تو اپنے پڑھنے میں خیال کرے کہ خود خدا تعالیٰ پڑھتا ہے اور خود ہی سنتا ہے۔ نہ سالک کا وجود ہے اور نہ دنیا کے دوسرے موجودات کا۔ بلکہ ایک آواز ہے جو ہر طرف سے آتی ہے اور سالک اس میں محو ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

ہر مسلمان کو عموماً اور سالک کو خصوصاً لازم ہے کہ خیال کریں کہ غور طلب رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ و قعدہ ہیں اور اس کے اعضائے رئیسہ ارکان اور حواس ترتیل قرأت کی درستی ہے اور نماز کے لئے پوری پاکی بھی شرط ہے۔ بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی اور وہ دل کی پاکی ہے۔ یعنی غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر اور قبولیت دل پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے، **ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم و اموالکم ولکن ینظر الیٰ قلوبکم و نیاتکم.** جب تکبیر کے لئے

ہاتھ اٹھائے تو خیال کرے کہ میرا دل دونوں جہاں سے دست بردار ہو گیا، اور پورا پورا اللہ کی طرف جھک گیا۔ اور یہ تصور کرے کہ اللہ اکبر کہہ کر میں نے اپنے نفس کو تکبیر سے ذبح کر کے فناء کر دیا۔ اور دونوں ہاتھ کو زیر ناف سختی کے ساتھ دبا کر باندھے کہ وہ مقام لطیفہ نفس کا ہے۔ تو اس طرح گویا نفس کو دبا دیا اور نگاہ سجدہ گاہ پر رکھے اور مستغرق ہو جائے۔ رکوع میں نگاہ پاؤں کی پشت پر ہو اور خدا کی بڑائی، کبریائی اور اپنی ذات کا تصور کرے اور سجدہ میں ناک کے نتھنے پر نظر کرے اور اس کی بلندی اور اپنی حقارت و خاکساری کا اور اپنے فناء کا تصور کرے۔ اور بیٹھنے میں سینہ پر نظر رکھے اور اپنی محویت کے خیال میں مستغرق ہو جاوے۔ اور التحیات کے معنی کا خیال کرے۔ یہ خیال کرے میں خدا کے سامنے مجلس میں داخل ہو گیا ہوں اور ہر نماز میں مقام احسان **ان تعبد الله کانک تراه** کا تصور کرے۔ اس قدر آواز سے پڑھے کہ خود خوب سن سکے۔ جب اس طرح نماز میں مشق کریگا، تو خدا کی مدد سے نماز حقیقی حاصل ہو جائے گی۔ بندہ جب **الحمد لله رب العالمین** کہتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی، یعنی تعریف کی۔ اور جب **الرحمٰن الرحیم** کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بڑائی کی اور جب **ایاک نعبد و ایاک نستعین** کہتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے۔ اور جو اس نے مانگا خاص اسی کے واسطے ہے۔ اور جب **اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین** کہتا ہے تو فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور جو کچھ اس نے مانگا وہ سب اس کے لئے ہے۔ بس اس وقت جواب کے تصور میں محو ہو جاوے اور قبولیت کا تصور کرے۔

سلوک نبوت اور سلوک ولایت اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔ اور کوئی کسی نبی کے تحت اور کوئی کسی نبی کے تحت۔

آثار سلوک ولایت: ۱- کھانے پینے میں تکلفا کمی کرتے ہیں۔

آثار سلوک نبوت: ۱- جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۲- خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

آثار سلوک نبوت: ۲- خلق کی طرف اللہ کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

آثار سلوک ولایت: ۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے مگر طالب کو۔

آثار سلوک نبوت: ۳- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۴- ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلاف شرع نہ ہو۔

آثار سلوک نبوت: ۴- ان پر ادب غالب ہوتا ہے جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے، اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے اگر چہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔

آثار سلوک ولایت: ۵- ان کا انتہائی مقام رضاء ہے۔

آثار سلوک نبوت: ۵- ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔

آثار سلوک ولایت: ۶- ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے۔

آثار سلوک نبوت: ۶- ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا، محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت: ۷- اہتمام سے دعاء نہیں مانگتے۔

آثار سلوک نبوت: ۷- بمقتضائے **ادعونی استجب لکم**۔ دعاء مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

آثار سلوک ولایت۔ ۸- اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں الا اسباب عادیہ

آثار سلوک نبوت: ۸- اوروں سے زائد اسباب سے

متمسک ہوتے ہیں۔

آثارسلوک ولایت: ۹-حضرت علیؓ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں۔

آثارسلوک نبوت: ۹-ابوبکرؓ وعمرؓ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

آثارسلوک ولایت: ۱۰- شیخ کو سارے جہاں سے افضل سمجھتے ہیں۔

آثارسلوک نبوت: ۱۰-افضلیت کا یقین نہیں کرتے محبت کرتے ہیں۔

آثارسلوک ولایت: ۱۱-ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہوجاتا ہے اور وہ معذور ہیں۔

آثارسلوک نبوت: ۱۱-یہ شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔

آثارسلوک ولایت: ۱۲-ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

آثارسلوک نبوت: ۱۲- ان پر صحو (یعنی ہوشیاری) غالب ہوتا ہے۔

آثارسلوک ولایت: ۱۳-بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں۔

آثارسلوک نبوت: ۱۳- جماعت کی پابندی کرتے ہیں۔ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہوچکتی ہے۔

آثارسلوک ولایت: ۱۴-اگر ظاہر شریعت کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے۔کسی تاویل سے کرلیتے ہیں مگر قطعیات میں نہیں۔

آثارسلوک نبوت: ۱۴-یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہوتو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔

آثارسلوک ولایت: ۱۵- ان پر حب عشقی غالب ہوتی ہے۔

آثارسلوک نبوت: ۱۵-ان پر حب ایمانی غالب ہوتی ہے۔

آثارسلوک ولایت: ۱۶-کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔

آثارسلوک نبوت: ۱۶-کبھی تنزیہ غالب رہتی ہے۔

آثارسلوک ولایت: ۱۷-انتہائی مقام رضا یا فناءالفناء ہے۔

آثارسلوک نبوت: ۱۷-سلوک نبوت کی انتہا مقام عبودیت ہے۔

فرق نمبر۱: مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کی۔

جمع نمبر۲: مشاہدہ وغلبہ توجہ بحق سے مشرف ہونا متوجہ نہیں۔

جمع الجمع نمبر۳: حق اور خلق پر نظر رکھنا۔

ربط القلب بالشیخ -اس کی حقیقت شیخ سے زیادہ محبت ہے۔

فناء فی الشیخ -مرید وشیخ میں غایت تناسب ومناسبت ہونا۔

جذب -بلا ذریعہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔

اتصال و اتحاد - اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال ہے اس پر اعتقاد کرنا۔الحاد وزندقہ وکفر ہے۔ایک شئے کا متبوع ومحتاج الیہ اور موقوف علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج وتابع اور موقوف ہونا۔علاقہ خاص مقبلان الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔

ابن الوقت -ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اس پر وارد ہو،اس کے آثار میں مغلوب ہوجاوے،وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو کہ جس کیفیت کی طرف توجہ وقصد کرے اس کے آثار اس میں پیدا ہوجائیں۔نفس میں ایک ملکۂ راسخہ حق تعالیٰ کی مرضیات سے محبت کا اور حق تعالیٰ کی نامرضیات سے بغض کا پیدا ہوجاتا ہے،جس سے بلا تکلف اعمال حسنہ وافعال محمودہ صادر ہوتے ہیں،اور اعمال قبیحہ وافعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہوجاتے ہیں۔ایسے شخص کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے، **فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا**۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کا کان،آنکھ،ہاتھ،پاؤں بن جاتا ہوں۔سو یہ کلام ارشاد ربانی تشبیہ وتمثیل کے طور پر ہے۔

تجرید: یہ ہے کہ اغراض دنیوی اور اخروی کو ترک کردینا۔

تلوین: یہ ہے کہ سالک کے قلب کے حالات کا مختلف ہونا۔ کبھی قبض، کبھی بسط، کبھی سکر، کبھی صحو۔ مبتدی کو یہ تغیرات کافی پیش آتے ہیں۔

انتباہ: تلوین والا پہچانا جاتا ہے اور صاحب تمکین کی حالت عوام جیسی ہو جاتی ہے۔

تجلی

تجلی ذاتی: سالک کے وجود عنصری کے صفات و آثار کچھ باقی ہیں تو اس تجلی کے وقت بے ہوش ہو جاتا ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام طور پر بے ہوش ہو گئے۔

تجلی صفاتی: اس کی علامت یہ ہے کہ صفات جلالی تجلی کریں تو سالک پر خشوع و خضوع کا غلبہ ہوتا ہے اور اگر صفات جمالی تجلی کریں تو سالک کو سرور وانس ہوتا ہے۔

تیسری تجلی افعالی: اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کی نظر میں مدح وذم کا برابر ہونا۔

تزکیہ: پس نفس کو امراض باطنیہ سے پاک وصاف کرنا یہ تزکیہ ہے۔

حال: سالک کے قلب پر جو کیفیات غیب سے نازل ہوں، جس میں اس کا کچھ اختیار نہیں، اس کو حال کہتے ہیں۔

مقام: سالک نے مرتبۂ سلوک میں جو استقامت یعنی پختگی حاصل کی ہے وہ مقام کہلاتا ہے۔

حجابات:

حجاب کے معنی پردہ، رکاوٹ ہونا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا آج زیادہ سے زیادہ قرب ہوا۔ لیکن پھر بھی میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار حجابات تھے۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے، جب وہ روشن ہو جاتا ہے تو معشوق کے سواء سب کو نذر آتش کر دیتا ہے۔ غیر اللہ پر ''لا'' کی تلوار چلا اور پھر دیکھ کہ ''لا'' کے بعد کیا رہتا ہے۔ بس ''الا اللہ'' رہ جائے گا، باقی سب ختم ہو جائے گا۔ معالجہ امراض سے واقف ہو کر نفس کی اصلاح ہو گئی کہ اعمال صالحہ کی رغبت طبیعت ثانیہ بن گئی۔ یعنی عشق کا سمندر ایک ایسا سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں۔ یہاں سوائے جان سونپ دینے کے کوئی چارہ نہیں۔

صوفی خیر القرون میں:

صحابی، تابعی، تبع تابعی، امتیاز حق کے لئے کافی القاب تھے۔ پھر خواص کو زہاد عباد کہنے لگے۔ پھر جب فتن وبدعات کا شیوع ہوا۔ اس وقت اہل حق نے امتیاز کے لئے صوفی کا لقب اختیار کیا اور دوسری ہی صدی میں اس لقب کی شہرت ہو گئی۔ لفظ صوفی، صوف، صفاء صفہ سے مشتق (بنایا گیا) ہے۔

مدارات ومداہنت:

اہل جہل کے ساتھ نرمی کرنا ہے تاکہ وہ دین کی طرف آجائیں اور اہل شر کے ساتھ نرمی کرنا ہے تاکہ ان کے شر سے حفاظت رہے۔ اور یہ دونوں صورتیں محمود و مطلوب ہیں۔ مداہنت یہ ہے کہ بددینوں کے ساتھ نرمی کرنا تاکہ ان سے مال وجاہ کا نفع حاصل ہو۔ یہ ناجائز وحرام ہے۔

طریق حصول نسبت:

قلب وروح کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک مخصوص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو نسبت سے تعبیر کرتے ہیں، اور اسی نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام وصول ہے۔

بسط:

یعنی آثار لطف وفضل کے ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی کوشش ہو۔ اور یہ اتباع عادت ہو جاوے کہ بے تکلف سنت کے موافق افعال صادر ہونے لگیں۔

سکر وصحو:

سکر یہ ہے کہ واردِ غیبی سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جاوے۔ صحو؟ اس امتیاز کا عود کرآنا صحو ہے۔

سکر کا واقعہ اور مثال:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دریا کی کیچڑ فرعون کے منہ میں ٹھونسنا ہے۔ اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الٰہیہ نہ پائے، باوجودیکہ مدار قبول ایمان کا قلب پر۔ بعد اجتماع شرائط، پھر بھی اس کے منہ میں کیچڑ دینا، یہ غلبۂ سکر ہی کے سبب سے تھا۔ اور اس کا غلبہ کا سبب غایت درجہ بغض فی اللہ تھا۔ دوسری مثال! جب عبداللہ بن ابی منافق کے جنازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، منع نہیں فرمایا۔ ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور رکھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت صحو میں آئے تو حدیث شریف میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو بعد میں اپنی اس جرأت پر تعجب اور ندامت ہوئی۔

بعض اوقات غلبۂ حال:

ہو جاتا ہے۔ چنانچہ واقعۂ بدر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح کی دعاء فرمارہے تھے۔ اس میں یہ بھی فرمادیا، ان **تهلک هذه العصابة لم تعبد بعد اليوم** ۔ یعنی اے اللہ (یہ مختصر جماعت ہلاک ہوگئی تو پھر آج کے بعد سے کوئی آپ کی عبادت نہ کرے گا) بایزید بسطامی کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے حالت سکر میں **سبحانی ما اعظم شانی** کہا تھا۔ جب حالت صحو میں آئے اور معلوم ہوا کہ میں نے حالت سکر میں **سبحانی ما اعظم شانی** کہا تھا، تو اس کا تدارک فرمایا۔ جیسا کہ ان کے ملفوظات میں یہ نقل ہے کہ **ان قلت سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی فاقطع زناری و اقول اشهد ان لا اله الا الله** ۔ یعنی اگر میں نے سبحانی الخ کہا ہے تو میں مجوسی ہو گیا۔ اس لئے میں زنار توڑتا ہوں اور اشہد الخ پڑھتا ہوں۔

قبض:

قلب کا گرفتہ ہونا، گھٹن، بجھاوٹ، روکھی روکھی سی کیفیت ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا اور وہ وقت ادائے نماز کے وقت تھا۔ **الصلوٰة معراج المؤمنين** (نماز مؤمنوں کی معراج ہے)۔ آپ نے سنا ہوگا، **ارحنی یا بلال** (اے بلال مجھے غم سے آزاد کر)۔ اس مطلب کے ثبوت کے لئے عادل گواہ ہے اور ابوذر غفاری بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوا ہوگا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد

اور یہ جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، **قدمی هذه علیٰ رقبة کل ولی الله او جمیع الاولیاء** (میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے)۔

عوارف المعارف : والا جو شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے)، کا مرید اور تربیت یافتہ ہے۔ اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب اور خود بینی پر مشتمل ہیں۔ جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے باعث مشائخ سے سرزد ہو گئے ہیں۔ اور یہ حکم کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں اصحاب کرامؓ بھی شامل ہیں، جو یقیناً حضرت شیخ سے افضل ہیں۔ اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں حضرت مہدیؓ شامل ہیں جن کے آنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے اور امت کو ان کے وجود کی خوشخبری دی ہے۔ غرض حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مرید شیخ کے حق میں غلو کرتے ہیں اور محبت کی جانب میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے محب ان کی محبت

میں افراط کرتے ہیں۔ان لوگوں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ کوتمام اگلے پچھلے اولیاء سے افضل جانتے ہیں۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو افضلیت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بکثرت فضائل ومناقب کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ان کے افضل ہونے کی دلیل بنائیں کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل ومناقب ظہور میں نہیں آئے جس قدر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے۔

اہل معرفت کی فراست یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ تمیز کر لیتے ہیں کہ کونسا شخص حق تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق ہے اور کونسا نہیں اور ان اہل استعداد کو پہچان لیتے ہیں اہل ریاضت کی فراست بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ہوتی ہے بغیر اس امر کے کہ جناب حق تعالیٰ تک واصل ہوں۔ یہ لوگ مخلوقات کی صورتوں کا کشف کرتے اور پوشیدہ امور کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے محجوب ہوتے ہیں اور چونکہ اہل عالم اکثر حق تعالیٰ سے الگ اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں اس لئے ان کے دل ان لوگوں کی طرف جلد مائل ہوتے ہیں جو مخلوق کی صورتوں کو ظاہر کریں اور مخلوقات کے غائبانہ احوال کی خبر دیں۔ یہ لوگ ان کو بڑا بزرگ جانتے ہیں اور ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ کشف صور کی طرف ادنیٰ توجہ کرتے تھے تو اس فراست کے ساتھ جس کو اہل معرفت ثابت کرتے ہیں اور یہ وہ فراست ہے جو حق تعالیٰ اور اس کے قرب سے تعلق رکھتی ہے جھٹ ایسے ایسے امور معلوم کر لیا کرتے تھے جن کے ادراک پر ان کے غیر طاقت نہ رکھتے تھے۔نظر ہمیشہ قدم سے بلند کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا رویف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آجاتی ہے۔

جو کچھ دوسروں کے لئے ادھار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حصہ حاصل ہے۔اگر چہ رویت نہیں ہے۔

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصہ غریب و حدیث عجیب ہست

کلمہ ہوش دردم:

غرض کلمہ اول اس تفرقہ کے دفعہ کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا نفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے اور کلمہ تیسرا جو ان دونوں کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ نفس میں سیر کرنے سے مراد ہے۔خلوت اور انجمن انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ نفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا یہ بھی اس صورت میں حجرہ نفس کے دروازوں اور روزنوں کو بند کرلیں پس چاہئے کہ انجمن تفرقہ میں متکلم ومخاطب نہ ہو اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ **واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً** اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس کے ساتھ جوڑ۔

باطن خالص حق تعالیٰ کے لئے پس عباد یعنی بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلم ہونگے باطن سب کا سب۔ اور ظاہر کا نصف حصہ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ پر زمانے کے احکام جاری نہیں ہوسکتے۔ **وللہ المثل الاعلیٰ** (مثال اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) میں کیوں تعجب کرتے ہیں اور کیوں توقف کرتے ہیں اور اس کو دور از عقل کیوں سمجھتے ہیں۔اگر یہ کہیں کہ اس قسم کی بات کسی نے نہیں کہی۔تو پھر کیا ہوا جبکہ دوسروں کے کلام کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی مرتبہ وجوب کے نامناسب ہے۔

خربوزہ بخور ترا بفا لیز چہ کار

ذکر جناب ماخوذ از پیر راہ مداومت برآں بازگشت

بفضل حضرت رحمٰن وصل عربان باقی ہمہ حسبان!

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری

کہ خود بود زعزیزاں تحمل و خواری

طاعون اس وبا میں ہمارے اعمال کی شومی سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے تھے اور پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے مردوں کی نسبت زیادہ مرگئیں اور جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا۔ اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مرگیا اس کو موت شہادت کی مبارک بادی اور خوشخبری ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے قبر میں کوئی سوال نہیں ہوتا۔

جو شخص کہ نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں اور بلاکشوں میں سے ہے کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے پس نہ ہی بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھیرنا۔

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن و جمال منعکس ہوتا ہے اگر بالفرض وہ آئینہ علم و حیات پیدا کر لے تو بالضرور اس حسن و جمال کے ظہور سے متلذذ ہوگا اور حظ وافر حاصل کر لے گا۔

یہ کمالات ظاہری جنہوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیت حاصل کی ہے بعینہ ایسی ہے جیسے انسان کے عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ نسبت ہے اس مقام میں مـــن عـرف نفسه فقد عرف ربه (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سر حاصل ہوتا ہے۔

قلم اینجا رسید و سر بشکست

اگر پاشاہ بردر پیر زن

بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمان اود ہمان است

جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں محبت و بخشش کا حاصل ہونا بے توسط و بے وسیلہ ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے۔

فیض گر روح القدس کا دے مدد تو اور بھی

کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہوگئی حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے الف ثانی تک نوبت آگئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت اور وراثت کے طور پر ظاہر ہوگئی اور آخر کو اول سے مشابہ کر دیا۔

اگر بادشاہ بر در پیر زن

بیاید تو اے خواجہ سلبت مکن

اصل کیمیا نہایت آسان عمل سے میسر ہے اور نہایت ہی اقرب طریق سے حاصل ہے اور وہ شخص جو اس کے اصل سے جدا ہے وہ محنت میں رہتا ہے اور تمام عمر اس کے حاصل کرنے میں فانی کر دیتا ہے پھر بھی حرمان و مایوسی اس کو حاصل ہوتی ہے اور وہ چیز جو اس کو بڑی کوشش کے بعد حاصل ہوتی ہے اس اصل کے مشابہ اور مانند ہوتی ہے۔

اس راہ کے بعض سالک جو سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں کے ساتھ ظلال میں سے کسی ظل تک پہنچ جاتے ہیں۔

گمان کرتے ہیں کہ مطلب تک پہنچنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں پر منحصر ہے اور نہیں جانتے کہ اس راہ کے سوا ایک اور پسندیدہ کرنے) کا راستہ ہے جو محض فضل وکرم پر وابستہ ہے اور وہ راستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے وہ انابت (توبہ ورجوع کا راستہ ہے جو مجاہدوں پر موقوف ہے۔

امام داؤد طائی رحمتہ اللہ علیہ نے باوجود اس بزرگی کے کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے ترک آخرت کو کرامت کہا مگر نہ جانا کہ اصحاب کرام سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

ایک دن حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے ایک کوچہ میں گزر رہے تھے کہ کسی قاری نے اس آیت کو پڑھا۔**ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع** (بیشک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں) اس کو سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور اونٹ سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے وہاں سے اٹھا کر ان کو گھر لے گئے اور مدت تک اسی درد سے بیمار رہے اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے رہے۔

حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے اس میں خود درخت لگاؤ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں فرمایا کہ تسبیح اور تحمید اور تمجید اور تہلیل کے ساتھ یعنی سبحان اللہ کہوتا کہ بہشت میں ایک درخت لئے لگ جائے پس بہشت کا درخت تسبیح کا نتیجہ ہے اور جس طرح اس کلمہ میں حروف واصوات کے لباس میں کمالات تنزیہ مندرج ہے اسی طرح ان کمالات کو بہشت میں درخت کے لباس میں پوشیدہ فرمایا ہے علیٰ ہذا القیاس جو کچھ بہشت میں ہے عمل صالح کا نتیجہ ہے۔

رابعہ بیچاریؒ اگر اس سر سے آگاہ ہوتی۔ ہرگز بہشت کے جلانے کا فکر نہ کرتی اور اس کی گرفتاری کو حق تعالیٰ کی گرفتاری کے ماسوا نہ جانتی۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد جاننا چاہئے۔ کہ اذان نماز کے کلمات سات ہیں۔ اللہ اکبر اللہ یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں ہے انہی مہتم بالشان معنے کے لئے یہ کلمہ چار بار دوہرایا گیا ہے۔ **اشھد ان لا اله الا الله** یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنی کبریائی اور مستغنیٰ از عبادت ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق بھی وہی حق سبحانہ تعالیٰ ہے اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ **اشھد ان محمدا رسول الله** یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کی طرف سے طریق عبادت پہنچانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی جہت سے حاصل ہوئی ہے۔ **حی علی الصلوٰۃ حتیٰ حی علی الفلاح** یہ دو کلمے وہ ہیں جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے جس کا ادا کرنا فلاح ونجات کا باعث ہے **اللّٰه اکبر** یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں **لا اله الا اللّٰه** یعنی وہی حق تعالیٰ عبادت کا مستحق ہے۔ اگرچہ کسی سے اس کی جناب پاک کے لائق عبادت ہو نہیں سکتی۔ شان نماز کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے جو نماز کے اظہار کے لئے موضوع ہیں۔ سمجھنی چاہئے۔

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات وفلاح حاصل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ فی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں۔ **الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر** (نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے) اس مطلب پر شاہد ہے اور جب اسلام کے ان پنجگانہ ارکان کا بجالانا میسر ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی۔ **ما یفعل الله بعذابکم ان شکرتم وامنتم** (اگر تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا)

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجا لانے میں جان سے

کوشش کرنی چاہئے، خاص کر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے حتیٰ المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کرلیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا اور خلاصی کے واسطے حبل متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔ واللہ سبحانہ الموفق اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہئے کہ نماز میں تکبیر اولیٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ عابدوں کی عبادت اور نمازیوں کی نماز سے مستغنیٰ اور برتر ہے اور تکبیریں جو ارکان کے بعد ہیں وہ اس امر کی رموز واشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ رکوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر کے معنے ملحوظ ہیں اس لئے آخر رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول وآخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے۔ تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت وانکسار ہے، حق عبادت ادا ہو جاتا ہے اور کسی وہم کے دور کرنے کے لئے سجود کی تسبیح میں لفظ اعلیٰ کو اختیار کیا اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا اور چونکہ نماز مومن کی معراج ہے اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں مشرف ہوئے تھے۔ پس نمازی کو چاہئے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ** سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور نماز کے ادا کرتے وقت حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کا مشاہدہ کر کے حق تعالیٰ کا رعب وہیبت اس پر چھا جاتا ہے اس لئے اس کی تسلی کے واسطے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل کا حکم ہے۔ فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور وکوتاہی واقع ہوئی ہے اس کی تلافی تسبیح وتکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالیٰ کی توفیق سے عبادت کا ادا کرنا میسر ہو جائے۔ تو اس نعمت کی حمد وشکر بجالانا چاہئے اور حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہئے۔

جب نماز اس طرح شرائط وآداب کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد ازاں تہ دل سے ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر وکوتاہی کی تلافی کی جائے اور توفیق عبادت کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے۔ تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالیٰ کے نزدیک قبول کے لائق ہوگی اور نمازی عذاب سے نجات پائے گا۔

خدا تجھے ہدایت دے! تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت ومستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام وکامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہیں چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی سے وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں۔ کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ **لا صلوٰۃ الا بحضور**

القلب نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تا کہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ اور اس حضور کے سواء اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا ہے۔ یا لیتنی کنت سہو محمدٍ کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہی ہو جاتا، گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو ہو جائیں۔ پس اپنے تمام احوال و اعمال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں اور آرزو کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنی تمام نیکیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو ہی کے برابر ہو جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سہو اُعمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارگانہ فرض نماز دو رکعتوں پر بھول کر سلام دیدی جیسے کہ مروی ہے:

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں ان سے قیاس کرلیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے اور تسبیحات وتکبیرات کے کہنے کے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے اور اپنے قویٰ اور اعضا کو آلات اور وسائل جانتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرتے وقت باطن وحقیقت ظاہر وصورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں۔ اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ اس نے اول باقی ماندہ کو صبر کی قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت وبلا کو نازل فرمایا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:

منٗ از تو روئے نمی پیچم گرم بیازاری
کہ خوش بود زعزیزاں تحمل و خواری

ستائے لاکھ تو مجھ کو پھروں گا میں نہ کبھی
پیارے یاروں کی سختی بہت ہے لگتی بھلی

میرا فرزند مرحوم حق تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا جو بیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کے نصیب ہو۔

ولایت علیہ کے عجائب وغرائب بیان کیا کرتا تھا اور ہمیشہ خاضع اور خاشع اور ملتجی اور متضرع اور متذلل اور منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے ایک نہ ایک چیز طلب کی ہے میں نے التجا اور تضرع طلب کی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت لکھا جائے گا گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور کافیہ خواں ہو گیا تھا۔ اور سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ بچپن میں ہی دنیائے کمینی کو چھوڑ جائے تا کہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے۔ مرض موت میں جو یار اس کی بیمار پرسی کو آتے تھے بہت عجائب وغرائب حالات سے مشاہدہ کرتے تھے اور محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق وکرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کئے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر واکراہ امانت والوں کی امانت ادا کر دی گئی۔

انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع جو کچھ عالم خلق اور عالم امر ہے انسان میں شے زائد کے ساتھ موجود ہے۔

پس وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آئے گا۔ تمام خلائق کے حمد سے کئی گناہ زیادہ ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزا معلوم کرتا ہے افراد انسان کو بھی اسی طرح اپنے اجزاء معلوم کرتا ہے اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہان کی حمد سے کئی گنا زیادہ معلوم کرتا ہے اور نیز تمام افراد انسانی کے حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گنا

زیادہ پائے گا۔

خدا تجھے ہدایت دے جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم** ہیں۔

پس پہلے کلمہ کے دو جزؤں کا حاصل ہے کہ تمام تقدیسات وتنزیہات حق تعالیٰ کی طرف راجع ہیں اور تمام صفات کمال وجمال اس کے لئے ثابت ہیں۔

اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت وکبریائی حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات وتقدیسات اس کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریائی کے باعث مسلوب ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ تو امید ہے کہ وہ کریم وہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں۔ پاک کرے گا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اس لحاظ سے بھی یہ دو کلمے میزان میں بھاری ہوں گے کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعہ اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔

فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سوبار تسبیح وتحمید وتکبیر کا کہنا جس طرح کہ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام دیتا ہے گویا تسبیح کرنے والا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی کنجی ہے اپنی برائیوں اور تقصیروں سے عذر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان باتوں سے جن کے باعث ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ منزہ اور مبرا ظاہر کرتا ہے کیونکہ برائیوں کے مرتکب کو حضرت آمر و ناہی یعنی حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی عظمت وکبریائی ملحوظ اور مدنظر ہوتی تو حق تعالیٰ کے امر کے خلاف کرنے میں ہرگز دلیری نہ کرتا۔

جاننا چاہئے کہ استغفار میں گناہ کے ڈھانپنے کی طلب پائی جاتی ہے اور کلمہ تنزیہ کے تکرار میں گناہوں کی بیخ کنی کی طلب ہے۔ سبحان اللہ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ نہایت کم ہیں لیکن اس کے معانی اور منافع بکثرت ہیں۔

یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کی آیات متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل سے علماء راسخین کو اطلاع دی ہے۔



باب ۸

شجرہ ہائے سلاسل طریقت

اس باب میں تصوف کے مختلف سلاسل سلسلۂ نقشبندیہ' سلسلہ چشتیہ' سلسلۂ سہروردیہ اور اس کی مختلف شاخوں کے مشائخ کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ دراصل تصوف میں تعلیم و تربیت کے مختلف طریقے رہے ہیں اور ہر طریق تربیت ایک مستقل سلسلہ ہے اور اس میں یہ خوبی ہے کہ ہر سلسلہ کے موجودہ بزرگ کے پاس اس کے اپنے استاد و شیخ سے لیکر حضور اکرم ﷺ تک تمام مشائخ کا تعارف موجود ہوتا ہے اسی کا نام شجرۂ طریقت ہے۔

سلسلۂ حضرات نقشبندیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ ﷺ امیر المومنین حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ بحرمت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد انجیر فغنوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزی علی رامیتنی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمہ اللہ بحرمت سید السادات حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد زاہد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا درویش محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ محمد باقی باللہ بیرنگ رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امام ربانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عروۃ الوثقیٰ حضرت ایشان خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سلطان اولیا حضرت شیخ سیف الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا حافظ محمد محسن دہلوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت سید نور محمد صاحب بدایونی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شہید مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت وسیدنا شاہ ابوسعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ الشریفین مظہر الرحمان محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ۔

سلسلۂ حضرات قادریہ

الٰہی بحرمت رحمتہ للعالمین حضرت محمد المصطفیٰ ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت سبط رسول اللہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرمت سبط رسول اللہ ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ الٰہی بحرمت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سری سقطی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید جنید بغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ ابوبکر شبلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی رحمہ اللہ بحرمت ابوالفرح طرطوسی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ ابوالحسن علی الہنکاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عبدالرزاق رحمہ اللہ بحرمت سید شرف الدین قتال رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عبدالوہاب رحمہ اللہ بحرمت سید بہاؤالدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید عقیل رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید گدائی رحمٰن اول رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید شمس الدین عارف رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید گدائی رحمٰن ثانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ فضیل صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ کمال کتھیلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ سکندر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی شیخ احمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ بحرمت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حبیب اللہ مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت الحرمین الشریفین حاجی دوست محمد صاحب قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مظہر الرحمان مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات چشتیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفۃ رسول اللہ امیرالمومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سلطان ابراہیم ادھم رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ حذیفہ المرعشی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ امین الدین ابہر البصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوابراہیم اسحاق دینوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابواسحاق چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ احمد چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابومحمد چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابویوسف چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ مودود چشتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمانی ہارونی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ مخدوم علی صابر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد عبدالحق رودلوی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد عارف ۔ بحرمت شیخ محمد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمہ اللہ بحرمت شیخ عبدالواحد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی احمد فاروقی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ خازن رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ محمد سعید رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حبیب اللہ مرزا جان جاناں رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ المعروف بغلام علی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی الحرمین محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات خواجہ سہروردیہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
الٰہی بحرمت امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ
الٰہی بحرمت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حبیب عجمی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت داؤد طائی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت معروف کرخی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سری سقطی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ احمد دینوری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ بحرمت سید یار محمد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت وحید الدین عبدالقادر سہروردی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ صدرالدین رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت مخدوم جہاں گشت رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سید اجمل پراچی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سید بدھن پراچی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت درویش محمد بن قاسم اودھی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ بحرمت رکن الدین رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت عبدالواحد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت محبوب ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت خواجہ محمد سعید رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ شیخ محمد عابد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ معروف بشاہ غلام علی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت شاہ ابوسعید رحمہ اللہ بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین وسیلنا الی اللہ الصمد
حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین
مظہر فیض الرحمٰن حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ۔

سلسلہ حضرات کبرویہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بحرمت
امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الٰہی

الٰہی بحرمت شیخ حسن بصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ حبیب عجمی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت داؤد طائی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ معروف کرخی رحمہ اللہ بحرمت شیخ سری سقطی رحمہ اللہ

بحرمت جنید بغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوعلی رود باری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوعلی کاتب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ عثمان مغربی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوالقاسم گرگانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ابوبکر نساج رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ احمد غزالی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت ضیاء الدین ابونجیب سہروردی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عمار یاسر رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ روزبھان بقلی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ نجم الدین کبروی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ مجد الدین البغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ علی اللاہوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد جوریانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبداللہ سفرائے رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ علاؤالدولہ سمنانے رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمود المردفانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امیر علی ہمدانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ خواجہ اسحاق جیلانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امیر عبداللہ برزارش آبادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ رشید الدین بیدواری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت کمال الدین حسین خلدی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد یعقوب صرفی کشمیری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ احمد فاروقی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالاحد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبداللہ شاہ معروف بغلام علی شاہ صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حافظ القرآن المجید شاہ ابوسعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حافظ القرآن شاہ احمد سعید صاحب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین الشریفین دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام العارفین حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات مداریہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین وخاتم النبیین محمد ﷺ

الٰہی بحرمت خلیفۂ رسول اللہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت عبداللہ علم برادر رسول اللہ ﷺ بحرمت شیخ یمین الدین شامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ طیفور شامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت امام طریقہ حضرت بدیع الدین شاہ مدار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید اجمل براچی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سید پدھن پراچی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد بن قاسم اودہی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ بحرمت محمد عابد سنامی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین حضرت دوست محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب رحمہ اللہ

سلسلہ حضرات قلندریہ

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سید خضر رومی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت نجم الدین قلندر رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شاہ قطب الدین سیناول رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالسلام عرف شاہ علی جونپوری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مخدوم (عبید) الاحد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

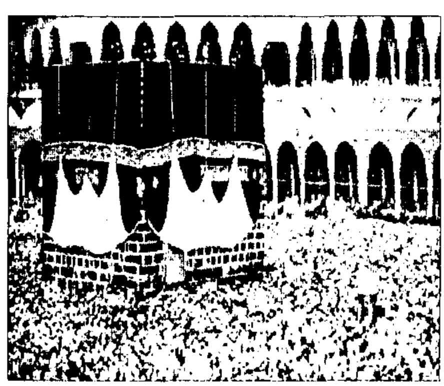
الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس اللہ سرہ الاقدس

الٰہی بحرمت حاجی الحرمین حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت خواجہ امام العارفین حضرت مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ

(اقتباس از فوائد عثمانی خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ)





باب ۹



مشائخ نقشبندیہ
اور
طریق تعلیم و تزکیہ

اس باب میں سلسلۂ نقشبند کے حالات اور اس سلسلہ کے مشائخ تزکیہ وتعلیم وتربیت کے لئے جو طریقہ اختیار کیا اس کی وضاحت ہے اس کے علاوہ تصوف سے تعلق اسباق واصطلاحات وغیرہ کی بھی مکمل وضاحت ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ

حلیہ:

آپ سفید رنگ نحیف العارض بلند پیشانی اور غائر العینین تھے۔ ہمیشہ چہرہ مبارک غمناک رہتا تھا۔ آپ کی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکتی رہتی تھی اور آپ اس کے وعید سے مستثنیٰ تھے۔ حنا اور کتم ایک قسم کا گھاس ہے اس کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ آپ نے تمام عمر یعنی ایام جاہلیت سے لے کر نہ کبھی شعر کہا اور نہ کبھی شراب پی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام:

ایک بار حضرت ابوبکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس صرف ایک عبا پہنے ہوئے کہ اس میں بجائے تکمہ کے ایک کانٹا لگا ہوا تھا۔ حاضر ہوئے آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا ابوبکر! یہ کیا وضع ہے۔ انہوں نے ابھی کچھ جواب نہ دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اسی ہیئت سے تشریف لائے۔ اس سے آپ ﷺ کو اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم صادر فرمایا ہے کہ جس طرح ابوبکرؓ نے زمین پر اپنی وضع بنائی ہے تم آسمان پر بناؤ۔ اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے کہ ابوبکرؓ سے میرا اسلام کہو اور دریافت کرو کہ اس حال میں تم مجھ سے راضی ہو۔ یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ نے تین مرتبہ زور سے نعرہ مارا کہ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایمان:

پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم پر ابوبکرؓ کو کثرت نماز روزہ کے سبب سے فضیلت نہیں دیتا۔ بلکہ اس چیز کے سبب سے فضیلت دیتا ہوں جو اس کے سینہ میں ہے۔ فرمایا کہ ابوبکرؓ کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کے ایمان کا پلہ جھکتا رہے گا۔

امتیوں میں سے بہتر:

جابرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک شخص آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر کسی کو پیدا نہیں کیا اور اس کی شفاعت قیامت کے دن پیغمبروں کی مانند ہوگی۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ دیر نہ گزری تھی کہ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ اٹھے ان سے بغل گیر ہوئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

جاں نثاری:

رسول اللہ ﷺ مع حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہجرت کو روانہ ہوئے اور غار میں آ کر قیام فرمایا۔ تو اس غار میں سوراخ تھے جو حضرت صدیقؓ نے اپنی چادر پھاڑ کر بند کر دیئے تھے لیکن ایک سوراخ کے بند کرنے کو کچھ موجود نہ تھا۔ آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی لگا دی۔ اس سوراخ میں سانپ تھا۔ اس نے آپ کے پاؤں میں کاٹ لیا۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ آپ کے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے سوتے تھے آپ نے جنبش نہ کی۔

بہادری:

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ ایک چھولداری میں مقیم تھے۔ ہم نے صلاح کی کہ کوئی شخص موجود رہے کہ مشرک اس طرف نہ آئیں۔ لیکن اس امر کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور اس طرح ان کے پاس کسی کو نہ آنے دیا۔

محسن اسلام:

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر کسی کا حق اس قدر نہیں جس قدر ابوبکرؓ کا ہے۔ اپنی بیٹی میرے نکاح میں دیدی اور مجھ سے مہر نہ لیا اور بلالؓ کو اپنے خالص مال سے مول لے کر آزاد کیا۔ اور مکہ سے مدینہ کی ہجرت کے سفر میں سب اسباب زاد اور راحلہ کا درست کر کے مجھ کو پہنچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غم خواری کرتا رہا۔ سو اب سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو۔ سوائے ابوبکرؓ کے دروازہ کے اس کو کھلا رہنے دو۔

خلافت:

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو مرض موت لاحق ہوا اور مرض کی زیادتی ہوئی تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا۔ ابوبکرؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذر فرمایا کہ میرا باپ رقیق القلب ہے۔ آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہونے کی تاب نہ لائیں گے لیکن آپ ﷺ نے بمبالغہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے واسطے حکم فرمایا۔ چنانچہ حسب الامر حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو پانچ دن تک نماز پڑھائی۔

حیاء: حضرت امیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ خدا سے حیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جنگل میں جس وقت پاخانہ پھرتا ہوں بوجہ حیا کے اپنے سر کو ڈھکتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اپنی کمر کو دیوار سے لگاتا ہوں۔

وصیت:

حضرت سلمان فارسیؓ آپ کے پاس عیادت کو تشریف لائے اور کہا اے ابوبکرؓ کچھ مجھے وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے دنیا فتح کرنے کو ہے۔ اس میں بقدر ضرورت بسر اوقات لینا اور یاد رکھو جو کوئی صبح کی نماز ادا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد میں آ جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی کرو۔ اور یہ عہد شکنی تم کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گی۔

جب حضرت صدیق اکبرؓ بوجہ زیادہ مرض گھر سے باہر نہ نکل سکے تو آپ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنا کوئی نائب مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ایسے تند مزاج اور سخت دل کو نائب مقرر کرتے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر تھا اس کو نائب کیا پھر حضرت عمرؓ کو بلوایا اور فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دن کے حقوق ہیں کہ ان کو رات میں قبول نہیں کرتا۔ اور کچھ رات کے ہیں کہ ان کو دن میں نہیں قبول کرتا اور نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک فرض ادا نہ کرو۔ اور قیامت کے دن جو بھاری پلہ والوں کے پلے بھاری ہوں گے تو یہی وجہ ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اسی کو بھاری سمجھا ہوگا۔

نقل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کسی نے گالی دی فرمایا جو میرا حال تجھ پر پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

وفات:

۲۲ جمادی سنہ ۱۳ھ تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین:

آپ کی وصیت کے موافق حضرت کی زوجہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو نہلایا اور عبدالرحمان بن ابوبکرؓ نے پانی ڈالا اور آپ کی وصیت کے موافق جو کپڑے آپ پہنے ہوئے تھے ان میں آپ کو کفنایا اور حضرت عمرؓ نے درمیان قبر اور منبر کے چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے وصیت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن کریں چنانچہ وہیں آپ کی قبر کھودی گئی اور رسول اللہ ﷺ کے کتف مبارک کے پاس آپ کا سر مبارک رکھا۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

حضرت سلمان فارسیؓ

اسلام تک کا سفر:

آپ کو انتساب علم باطن میں باوجود محبت حضرت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات کے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے۔ آپ اصل میں مجوسی تھے۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ علماء یہود و نصاریٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال صبر و استقامت اس راہ میں شدید تکالیف برداشت کیں اور قریب قریب دس مرتبہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے اور آخر جناب سرور کائنات ﷺ نے کچھ سونا دلوا کر آپ کو ایک یہودی سے آزاد کرایا۔

فضیلت:

حضرت ﷺ نے فرمایا۔ سلمان منا اهل البیت (یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے) آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔

ذمہ داری:

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو اپنے ایام خلافت میں حاکم مداین مقرر کردیا تھا اور پانچ ہزار درہم بیت المال سے مقرر کردیئے تھے۔

پرہیز گاری:

آپ تمام روپیہ فقیروں میں تقسیم کردیتے اور خود زنبیل بافی سے اپنی بسر اوقات کرتے۔ آپ کے پاس ایک کملی اونٹ کے بالوں کی تھی۔ دن کو اپنے اوپر اس کو لپیٹ لیا کرتے اور رات کو اوڑھ لیا کرتے تھے۔ بکری کے بالوں کی آپ رسیاں اور جھول بنایا کرتے تھے اور لڑائی میں کسی کو جھول اور کسی کو رسی دے دیتے تھے۔

خدمت خلق:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ اپنے ایام حکومت میں آپ شہر مداین کے بازار میں جاتے تھے اور کسی شخص کو اسباب لے جانے کے واسطے ایک مزدور کی تلاش تھی۔ آپ کو کمبل پہنے ہوئے دیکھا اور آپ پر اسباب اٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میں کون ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور کہا اے امیر آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھایا۔ اس شخص نے تب معلوم کیا کہ آپ امیر شہر ہیں اس نے اپنا سر قدم پر رکھ دیا اور بہت سی معذرت کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کرلیا تھا اب وہاں پہنچا کر ہی واپس ہوں گا۔

وفات:

دس رجب ۳۲ھ کو شہر مداین میں وفات پائی وہیں مزار مبارک ہے عمر ڈھائی سو سال سے کم نہیں تھی۔

حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ

نسبت باطنی:

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ سے انتساب ہے اور اپنے جد بزرگوار کی نعمت ان کے وسیلہ سے حاصل کی اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شانہ فیض نشانہ میں تربیت پائی۔ امام زین العابدینؒ کی صحبت سے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل کی تھی۔ آپ کبار تابعین وفقہاء سبعہ مشہورین سے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ

نسبت باطنی:

حضرت امام جعفر صادقؒ کو علم باطن میں اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نیز اپنے والد امام زین العابدین سے انتساب ہے آپ کا قول ہے کہ ولدنی ابوبکر مرتین یعنی ابوبکرؓ سے میں دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں۔ ایک ولادت ظاہر کہ میری والدہ کے باپ قاسم محمد بن ابی بکرؓ تھے۔ دوم ولادت باطنی کہ علم باطن بھی انہیں سے میں نے پایا۔

لقب:

حضرت امام کو صادق بوجہ آپ کے صدق مقال کے کہتے تھے۔ آپ سادات اہل بیت سے تھے۔

نسب:

جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن سید الشہداء حسین بن علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔

شاگرد:

آپ کے تلامذہ میں امام ابوحنیفہ، یحیٰ بن سعید انصاری و ابن جریج و امام مالک و محمد بن اسحاق و موسیٰ بن جعفر وسفیان۔

ولادت ووفات:

ولادت مدینہ طیبہ میں آٹھ رمضان المبارک ۸۰ھ کو اور وفات وہیں ۱۴۸ھ کو ہوئی۔

انکساری:

ایک روز آپ مع اپنے خادموں کے درمیان بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے آؤ آپس میں بیعت واقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا

اے فرزند رسول ﷺ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا احتیاج ہے کہ آپ کے جد شفیع الخلائق ہیں۔ فرمایا کہ مجھ کو اپنے اعمال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر ان کے روبرو ہوں۔

اقوال زریں:

ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔

فرمایا اے سفیان جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستے جاتا ہے اس کو اتہام لگتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کو قابو نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے فرمایا بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادات ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مطیع مغرور اور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔

کرامت:

نقل ہے کہ آپ ایک مرتبہ تشریف لائے ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا اور مسند پر ان کو بٹھا کر آپ باادب تمام آگے بیٹھا اور عرض کیا کیا حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پھر مجھے اپنے پاس نہ بلانا اور آپ تشریف لے گئے۔ فی الفور خلیفہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور کئی وقت اور کئی روز تک ہوش نہ آیا۔ جب افاقہ ہوا تو وزیر نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس وقت حضرت امام اندر آئے۔ ایک اژدھا ان کے ساتھ منہ پھیلائے ہوئے تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر مین نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو وہ مجھ کو کھا جائے گا۔ اس خوف سے میں نے عذر کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ

پیدائش:

۱۳۶ھ کو پیدا ہوئے۔

نسبت باطنی:

آپ کو حضرت امام جعفر صادق سے انتساب تھا اور آپ کی تربیت روحانیت امام سے ہوئی۔

کرامات:

آپ کی والدہ ماجدہ سے نقل ہے کہ ایام حمل میں جب میں شبہ کا لقمہ کھا لیتی تو اندر بے قراری شروع ہو جاتی تاوقتیکہ قے نہ کر دیتیں آرام نہ آتا۔ جب آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا اور سورۂ لقمان کی آیت پر پہنچے

ان الشکرلی والوالدیک آپ نے استاد سے اجازت چاہی اور اپنے والدین کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ مجھ سے دو کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ یا تو اللہ تعالیٰ سے اس شکر کو معاف کرا دو یا اپنا شکر بخش دو۔ ان کی والدہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنا حق بخشا اور تجھ کو بالکل اللہ تعالیٰ کا کر دیا۔

ریاضت: حضرت بایزیدؒ یہ سن کر بسطام سے روانہ ہوئے اور تیس سال تک ملک شام کے جنگلوں میں مصروف ریاضت و مجاہدات رہے۔ جس وقت نماز پڑھتے ان کے سینے کی ہڈیوں سے ہیبت حق و تعظیم شریعت سے ایسی زور سے آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی۔

سفر حرم:

نقل ہے کہ آپ نے سفر مکہ کیا اور ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بارہ برس میں مکہ شریف پہنچے۔

خدمت خلق:

نقل ہے کہ حضرت خواجہ کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہا کرتا تھا وہ سفر کو گیا اس کا بچہ اندھیری رات کی وجہ سے روتا۔ حضرت خواجہ اپنا چراغ اس کے گھر لے جاتے اس نے کہا جب خواجہ کی روشنی ہمارے گھر میں آ گئی تو اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

نجات کی تعلیم:

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی تعلیم کیجئے کہ جس سے نجات ہو۔ فرمایا اول یہ کہ اللہ تیرے ہر حال سے آگاہ ہے اور جو تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

عمل اصل ہے:

ایک روز کسی نے عرض کیا کہ اپنے پوستین کا ایک ٹکڑا مجھ کو دیجئے کہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمایا اگر میرا پوست بھی پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک کہ میرا عمل نہ کرے۔

سچا عابد:

فرمایا کہ سچا عابد اور سچا عالم وہ ہے کہ تیغ سے جہد سے تمام مرادات کا سر کاٹ لے اور اس کی تمام شہوات وتمنا محبت حق میں فنا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا جو دوست ہو وہی اس کا بھی دوست ہو۔

اقوال زریں:

کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھوک کی اس قدر کیوں تعریف کرتے ہیں فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا انا ربکم الاعلی نہ کہتا۔ کسی نے دریافت کیا کہ متکبر کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ جو شخص تمام عالم میں اپنے سے زیادہ کوئی خبیث چیز دیکھے۔ فرمایا کہ مردوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔ راہ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزید کی ابتداء کے برابر ہے۔

حضرت ابوالخیر کا ارشاد:

حضرت ابوسعید الخیرؒ فرماتے تھے کہ ''اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں مگر بایزید ہم میں نہیں ہے (یعنی وہ حق میں محو ہیں)

وفات:

بعمر ۷۳ سال بسطام میں ۱۵ شعبان ۲۶۱ ہجری کو وفات پائی۔

حاصل تصوف:

نقل ہے کہ شیخ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ تصوف کس کو کہتے ہیں فرمایا آرائش ترک کرنا اور محنت اختیار کرنا۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

نسبت باطنی:

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو تصوف میں بطریق باویسیت ہونا چاہیے۔ حضرت سلطان بایزید بسطامی سے انتساب ہے کیونکہ آپ کی ولادت بعد وفات حضرت بایزید بسطامیؒ ہوئی۔

فضیلت:

نقل ہے کہ شیخ بایزید بسطامی ہر سال دھستان قبور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ جب راہ میں خرقان پہنچتے اس جگہ کھڑے ہوتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسے کوئی کچھ سونگھتا ہے۔ مرید عرض کرتے کہ ہم کو تو کچھ خوشبو نہیں آتی آپ کیا سونگھتے ہیں۔ جواب دیتے کہ مجھے اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اور اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔ اسپر بار عیال ہوگا۔ کھیتی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔

ریاضت:

نقل ہے کہ چالیس سال تک آپ نے سر تکیہ پر نہیں رکھا اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

مردانگی:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت خواجہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ مجھ کو اپنا خرقہ پہنائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے ایک مسئلہ کا جواب دے کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو وہ مرد ہو جاتا ہے۔ اس نے کہا نہیں فرمایا پھر خرقہ سے کیا فائدہ اگر تو مرد نہیں ہے تو خرقہ سے مرد نہیں ہو سکتا۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کے واسطے آیا اور آپ کے گھر پر آ کر آواز دی کہ شیخ کہاں ہے۔ آپ کی بیوی نے جواب دیا کہ اس زندیق کذاب کو تو کیا کرے گا اس کے سوا خدا جانے اور کیا کیا کہا۔ اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس کی بیوی ایسی منکر ہے اس میں کیا رکھا ہوگا۔ خیر یہ جنگل کو شیخ کی تلاش میں گئے۔ کیا دیکھا کہ آپ ایک شیر پر لکڑیوں کا بوجھ رکھ کر چلے آتے ہیں۔ یہ شخص سامنے گیا اور عرض کیا کہ کیا معاملہ ہے گھر کا وہ حال، باہر کا یہ حال۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ جب تک ایسے بھیڑیئے کا یعنی (بیوی کا) بوجھ نہ کھینچے گا ایسا شیر اس کا بار نہ اٹھائے گا۔

حضرت خرقانی اور محمود غزنوی

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی کا خرقان پر گذر ہوا اور کہا کہ مجھ کو نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ چند باتوں کا خیال رکھنا منہیات سے پرہیز، نماز باجماعت اور خلق خدا پر سخاوت وشفقت کرنا۔ محمود نے کہا میرے واسطے دعائے خیر فرمائیے۔ فرمایا میں تو ہر روز دعا کرتا ہوں۔

اللھم اغفر للمومنين والمومنات کہا دعا خاص کیجئے فرمایا اے محمود تیری عاقبت محمود ہو اس کے بعد محمود نے ایک اشرفی کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے جو کی روٹی محمود کے آگے پیش کی اور کہا کہ کھا۔ محمود چباتا تھا اور گلے سے نہیں اترتی تھی۔ شیخ نے فرمایا کہ شاید گلا پکڑتی ہے کہا جی ہاں گلا پکڑتی ہے۔ فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرا اسی طرح گلہ پکڑتی ہے اس کو لے جاؤ کہ میں نے اس کو طلاق دے دی ہے۔ محمود نے کہا کچھ تو قبول فرمائیے۔ فرمایا کہ نہیں پھر محمود نے عرض کیا مجھ کو نشانی دیجئے۔ آپ نے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ محمود جب واپس ہونے لگا کہا صومعہ تو خوب ہے۔ شیخ نے فرمایا جہاں سب کچھ ہے یہ بھی رکھنا چاہیے۔ چلنے میں شیخ محمود کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ محمود نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا اس وقت آپ نے التفات بھی نہیں کیا تھا اور اب تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ اول تو امتحان کو رعونت شاہی سے آیا تھا۔ اب فقر کے انکسار میں جاتا ہے۔ خیر سلطان وہاں سے چلا آیا اور جب سومنات پر چڑھائی کی اور عین حالت جنگ میں کہ جس وقت مخالف کا پلہ غالب ہونے کو تھا گھوڑے پر سے کود کر اور حضرت شیخ کے پیراہن کو ہاتھ میں لے کر دعا مانگی کہ الٰہی بطفیل اس پیراہن کے فتح نصیب کر۔ کہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح دی۔ لکھا ہے کہ اسی شب محمود نے خواب میں حضرت شیخ کو دیکھا فرماتے ہیں کہ محمود تو نے ہمارے خرقہ کی کچھ عظمت نہ کی۔ اگر اللہ تعالیٰ سے چاہتا کہ تمام کافر مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔ فرمایا یہ مجھ کو گوارا ہے کہ دنیا سے قرضدار جاؤں اور قیامت کے روز قرض خواہ وہاں دامن گیر ہوں مگر یہ گوارا نہیں کہ کوئی سائل مجھ سے سوال کرے اور اس کی حاجت رد کروں۔

وفات:

خرقان میں ۱۵ رمضان سنہ ۴۲۵ ہجری کو رحلت فرمائی

آپ کی ایک رباعی:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبرو بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ

ولادت ووفات:

ولادت ۴۳۴ھ میں اور وفات ۴ ربیع الاول ۵۱۱ھ ۴۷۷ھ کو طوس میں ہوئی وہیں مدفون ہیں۔

نسبت باطنی:

آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی سے بیعت تھے لیکن بطور اویسیت کے حضرت ابوالحسن سے مستفید تھے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی آپ ہی سے بیعت اور تربیت یافتہ تھے۔

غیر معلوم انتہا:

فرمایا تین چیزوں کی انتہا مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ انتہائے درجات مصطفےٰ ﷺ معلوم نہیں ہوئیں۔ انتہائے کید نفس معلوم نہیں ہوئی اور انتہائے معرفت معلوم نہیں ہوئی۔

شیخ کی خدمت میں:

ایک روز گھر میں بیٹھا تھا کہ یکایک میرے دل میں شیخ ابو سعید کی زیارت کا شوق بشدت پیدا ہوا اور وہ وقت شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا۔ ارادہ کیا کہ ابھی نہ جاؤں مگر صبر نہ ہوسکا ناچار اٹھ کر باہر گیا جب چوراہے پر پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ مع مریدوں کے چلے جاتے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ہولیا۔ جب وہ ایک جگہ پر پہنچے میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا اور ایک گوشہ میں جا کر اس طرح بیٹھ گیا کہ شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔ وہاں سماع شروع ہو گیا اور شیخ کو وجد عظیم پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے۔ کپڑے اتارے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ ایک آستین علیحدہ رکھی اور آواز دی۔ ابا

علی طوسی کہاں ہے میں نے اپنے دل میں کہا وہ تو مجھ کو جانتے بھی نہیں اور دیکھتے بھی نہیں۔ کوئی اباعلی ان کا مرید ہوگا جس کو پکارتے ہیں یہ سوچ کر خاموش ہوگیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ شیخ نے پھر پکارا مگر میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ جب پکارا تب کسی نے کہا کہ تم ہی کو شیخ پکارتے ہیں۔

جب میں اٹھ کر ان کے پاس گیا تو شیخ نے وہ تریز اور آستین مجھ کو دی اور فرمایا کہ جاؤ اس کو اچھی طرح سے بحفاظت رکھنا۔ کہ تو مجھ کو مثل اس آستین اور تریز کے ہے۔ یعنی جو تعلق کہ آستین اور تریز میں ہے وہی مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ میں وہ کپڑا لے کر آداب بجالایا اور بہت حفاظت سے رکھا۔ اور مجھ کو ان کی خدمت میں بہت فائدہ اور حال وارد ہوئے اور جو احوال وواردات گزرتی تھی وہ بیان کیں۔

تحصیل علم:

انہوں نے فرمایا کہ اے فرزند ابھی علم پڑھو چنانچہ میں علم پڑھتا رہا لیکن ہر روز روشنائی بڑھتی جاتی تھی کہ تین سال تک میں تحصیل علم میں مشغول رہا۔ ایک روز قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں نے امام ابی قاسم سے یہ حال بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اب علم نے تجھ سے منہ پھیرلیا اب تو بھی اس سے منہ پھیر لے۔

حصول مقصد:

چنانچہ میں مدرسے سے خانقاہ میں گیا اور امام کے استاد کی خدمت میں مشغول ہوا۔ ایک روز استاد امام تنہا غسل خانے میں گئے میں نے چند ڈول غسل خانے میں ڈال دیئے۔ جب استاد باہر آئے۔ نماز پڑھی فرمایا کہ یہ کس نے غسل خانے میں پانی ڈالا۔ میں نے خوف کے مارے کچھ نہ کہا کہ شاید مرضی کے خلاف ہو۔ پھر دریافت کیا پھر بھی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا تب میں نے عرض کیا کہ میں تھا۔ فرمایا اے اباعلی! جو کچھ کہ ابوالقاسم کو ستر سال میں ملا تجھ کو ایک ڈول پانی میں مل گیا۔ اس کے بعد مدتوں تک ان کی خدمت میں مجاہدہ کیا۔

شیخ گرگانی رحمہ اللہ کی خدمت میں:

ایک روز میں بیٹھا تھا کچھ ایسا حال وارد ہوا کہ میں اس میں گم ہوگیا۔ یہ حال میں نے اپنے استاد سے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا اے ابی علی! اس سے زیادہ میرا سلوک نہیں ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ مجھ کو ابھی اور پیر کی ضرورت ہے کہ اس مقام سے نکالے۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سنا تھا۔ ان کے پاس طوس کی جانب روانہ ہوا۔ جب ان کی خدمت میں پہنچا وہ اس وقت اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی اور ان کے سامنے آیا وہ مراقبہ میں بیٹھے تھے سر اٹھایا اور فرمایا کہ آؤ! کیا بات ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اور تمام واقعات بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا ہاں! ابتداء تمہاری اچھی ہے اگر تمہاری تربیت ہو تو مرتبہ بلند پر پہنچ جاؤ۔ میں نے اپنے دل میں جان لیا کہ میرے پیر یہیں ہیں اور وہیں قیام کیا۔

اجازت وعظ:

ابوعلی فارمدی کا قول ہے کہ اس بات کو بہت دن نہیں گزرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے مجھ سے وعظ کرنے کو فرمایا۔

خواجہ یوسف ہمدانیؒ

اجمالی تعارف:

کنیت ابویعقوب، نام مبارک یوسف، علوم شرعیہ میں، خصوصاً علم حدیث میں، کامل دستگاہ تھی، واعظ اور مفتی تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اکثر آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ بھی آپ کے یہاں چھ ماہ رہے۔ آپ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ بغداد، اصفہان، سمرقند، بخارا وغیرہ کے لوگ بہت مستفید ہوئے۔

نسبت باطنی:

حضرت کو حضرت خواجہ ابوعلی فارمدیؒ قدس سرہ سے انتساب ہے۔ لیکن شرح وصایا خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے لکھا ہے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بے واسطہ شیخ ابوالحسن خرقانی کے مرید ہیں اور خرقہ شیخ عبداللہ جوینی قدس سرہ سے پہنا اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں حاضر رہے۔

علمی مقام:

آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی کہ بغداد، اصفہان، عراق،

خراسان، سمرقند، بخارا وغیرہ میں استفادہ افادہ کیا۔ حدیث شریف پڑھی، وعظ فرمایا لوگوں کو ان سے نفع پہنچا۔ فتاویٰ واحکام شرعیہ پر دست قدرت کامل حاصل تھی۔ علوم و تعارف میں قدم راسخ تھا۔ جم غفیر علماء فقہاء کا آپ کی خانقاہ ومجلس میں حاضر رہتا۔ آذربائیجان، عراق اور خراسان کے لوگوں کی تربیت فرمائی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی حاضری:

خواجہ ہمدانی ان مشائخ سے ہیں کہ جن کی صحبت میں حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاضر رہے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے جب کہ ابھی آپ جوان تھے فرمایا کہ تم وعظ کہو۔ انہوں نے فرمایا کہ میں عجمی ہوں فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح وعظ کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، تم کو فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب ولغت وتفسیر قرآن یاد ہے تم سب طرح سے اس کی صلاحیت رکھتے ہو کہ منبر پر آؤ اور وعظ کہو کہ میں تم میں وہ چیز پاتا ہوں کہ جس کی اصل وفرع زمین وآسمان میں پہنچے۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت روتی پیٹتی ہوئی آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ فرنگی میرے لڑکے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ دعا فرمائیے کہ وہ آ جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تو صبر کر اور مکان کو جا۔ تیرا لڑکا تجھ کو گھر پر ملے گا۔ وہ عورت واپس آئی تو دیکھا کہ فی الواقع لڑکا موجود تھا۔

۲۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ وعظ فرماتے تھے دو فقیہ بھی اس جگہ موجود تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو کہا کہ چپ رہو تم بدعتی ہو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو تم کو موت آئی۔ چنانچہ اسی جگہ اسی وقت دونوں فقیہ مر گئے۔

سن ولادت ووفات:

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کی ۴۴۰ ہجری میں ولادت ہوئی اور ۵۳۵ ہجری میں وفات ہوئی اور آپ کی قبر مرو کے راستہ میں تھی۔

خواجہ عبدالخالق غجدوانی

نام ونسب:

لقب خواجہ جہان ہے حضرت امام مالکؒ کی اولاد میں ہیں۔ حضرت خضرؑ آپ کے پیر تعلیم ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ پیر صحبت وخرقہ ہیں۔

خصائل:

کمال درجہ متبع سنت تھے اور بدعت سے سخت متنفر، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے وصیت فرمائی ہے وہ آٹھ کلمات جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ یعنی ہوش دردم نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت درانجمن، یادکرد، بازگشت، نگاہ داشت، اور یاد داشت۔

ولادت باکرامت:

۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو غجدوان (بکسر غین) میں وفات ہوئی جو بخارا کے قریب ہے۔ آپ کی والدہ سلطان روم کی نسل سے تھیں۔ آپ کے والد بزرگوار عبدالجمیل کبار اولیاء عظماء اتقیاء سے تھے اور حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے۔

نقل ہے کہ خضرؑ نے امام شیخ عبدالجمیل کو بشارت دی تھی کہ تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ اس کو ہم اپنی فرزندی میں لیں گے، اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کریں گے۔ اس کے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ امام شیخ عبدالجمیل بسبب حوادث زمانہ، روم سے ماوراء النہر آ گئے اور ایک قصبہ غجدوان میں متصل بخارا ہے، اقامت پذیر ہوئے اور وہاں حضرت خواجہ عبدالخالق متولد ہوئے۔

حضرت خضرؑ کی فرزندی میں:

حضرت خواجہ ہمیشہ ایسے شخص کے انتظار میں رہتے تھے۔ اتفاقاً جمعہ کے روز اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ضعیف العمر آئے۔ حضرت خواجہ نے ان کی بہت تعظیم وتکریم کی۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ اے جوان میں تجھ میں آثار بزرگی دیکھتا ہوں۔ کہیں تو بیعت ہوا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا مدت گزری اس بات کی تلاش میں ہوں۔ پیر مرد نے فرمایا اے جوان میں خضر ہوں۔ تجھ کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ ایک سبق تجھ کو بتلاتا ہوں، اس پر ملازمت رکھنا تیری کشائش کام ہوگی۔ پھر فرمایا کہ حوض میں غوطہ مار اور دل سے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ! حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور

سبق لیکر اپنے کام میں مشغول ہو گئے اور کشائش عظیم ہوئی۔

ارشادات:

فرماتے تھے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کو خیال کرتا ہوں نزدیک ہو جاتا ہے کہ جان قلب سے باہر ہو جائے اور اس سے یہ خوف آتا ہے کہ شاید بے قصد اور بے اطلاع مجھ سے ایسا کام سرزد ہو گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔

فرمایا کہ میری بائیس سال کی عمر تھی کہ حضرت خضرؑ نے میری تربیت کے واسطے حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کو وصیت فرمائی۔ ایک درویش نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ تسلیم کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ تسلیم یہ ہے کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کرے۔ فرمایا! فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔

طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد:

حضرت کے کلمات قدسیہ سے چند کلمے یہ ہیں کہ بناء طریقہ حضرات خوجگان اسی پر مبنی ہے۔

ہوش دردم:

یعنی ہوشیار ہونا سالک کا ہر نفس میں کہ بیدار ہے یا غافل

نظر برقدم:

یعنی سالک کو چاہیے کہ راہ چلنے میں نظر اپنے قدم گاہ سے تجاوز نہ کرے۔ اور بوقت نشست نظر کو روبرو رکھے۔ راست و چپ نہ دیکھے کہ موج فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔

سفر دروطن:

انتقال کرنا۔ سالک کا صفات بشریہ خبیثہ سے بجانب صفات ملکیہ

خلوت درانجمن:

اس سے مراد ہے کہ سالک جمیع اوقات خلوت و جلوت کھانے پینے چلنے پھرنے بات چیت میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔

یاد کرد:

اس سے مراد ذکر اللہ سے ہے کہ ہر وقت اس میں مشغول رہے

باز گشت:

سے مراد یہ ہے کہ چند بار ذکر کر کے بکمال تضرع یہ دعا کرے کہ الٰہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری اپنی محبت اور معرفت مجھ کو عطا کر۔

نگہداشت:

سے مراد خطرات اور حدیث نفس کا قلب سے دور کرنا ہے۔

یادداشت:

سے مراد توجہ سالک طرف ذات بیچوں و بے چگوں حق سبحانہ وتعالیٰ بغیر الفاظ وخیال کے۔

وقوف زمانی و ہوش دردم:

ایک ہی چیز ہے۔

وقوف عددی:

ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا

وقوف قلبی:

سے مراد توجہ سالک بجانب قلب ہے کہ زیر پستان چپ واقع ہے

وصیت:

نقل ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے فرزند خواجہ اولیاء کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر یہ وصیت فرمائی

''اے فرزند! تجھ کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنانا اور وظائف و عبادت کی ملازمت رکھنا۔ اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا حق ادا کرنا۔ والدین کے حق کا بھی خیال رکھنا کہ ان خصلتوں سے اللہ تعالیٰ تک مشرف ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا کہ وہ تیرا محافظ رہے۔ قرآن شریف خواہ یاد ہو یا نہ دیکھ کر پڑھنا لازم رکھنا۔ قرآن شریف کو بہ تفکر وتدبر و حزن و گریہ سے پڑھنا۔ طلب علم سے ایک قدم نہ ہٹنا۔ علم فقہ اور حدیث پڑھنا۔ جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا۔ عوام الناس سے دور رہنا کہ یہ راہ دین کے چور ہیں اور مسلمانوں

کے راہزن۔ ملازمت سنت و جماعت کرنا۔ ائمہ سلف کے مذہب پر رہنا کہ جو کچھ محدث ہے گمراہی ہے۔ جوانوں اور عورتوں اور مردوں اور اہل بدعت سے صحبت مت رکھنا کہ یہ تیرا دین برباد کریں گے۔ دو ٹکڑہ روٹی پر راضی رہنا اگر کسی سے صحبت رکھے تو فقیروں سے رکھنا۔ حرام سے بچنا حلال پہننا۔ جماعت ترک نہ کرنا' امام ومؤذن نہ ہونا' دستاویزوں پر اپنا نام نہ لکھنا' قاضیوں کی کچہریوں میں حاضر نہ ہونا' لوگوں کی وصیت کے درمیان نہ گزرنا۔ آدمیوں سے اس طرح بھاگنا جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ کوشش کرنا کہ گمنام رہے تاکہ دین خراب نہ ہو۔ جو طالب ریاست ہو اس کو سالک طریقت نہیں کہنا۔ مشائخ کی مال وتن وجان سے خدمت کرنا اور ان کے دل کا خیال رکھنا۔ کسی مشائخ کا انکار مت کرنا البتہ جو امر خلاف شرع ہو۔ اگر مشائخ کا انکار کرے گا' نجات نہیں ہو گی۔ لوگوں سے کچھ مت مانگ۔ اپنے واسطے کچھ جمع نہ کرنا۔ حق تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد ویقین کر کہ رزق قسمت کا ہے۔ آرائش ظاہری سبب خرابی باطن ہوتی ہے۔ خاموش رہنا' ہمیشہ خلق کو نصیحت کرنا' کھانا پینا کم کرنا تاوقتیکہ احتیاجی طعام نہ ہو کچھ نہ کھانا' سوائے ضرورت کلام نہ کرنا' جب تک کہ نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سونا اور پھر جلد اٹھ بیٹھنا۔ سماع میں بہت نہ بیٹھنا کہ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ بہت سماع دل کو مردہ کرتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرنا کہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع اس شخص کو روا ہے کہ جس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ۔ اور جس میں یہ بات نہ ہو' اس کو نماز روزہ میں مشغول ہونا اولیٰ ہے۔

چاہیے کہ تیرا دل ہمیشہ فکر مند ہو تن نماز میں ہو عمل خالص ہوں۔ دعاء تیری مجاہدہ' تیرے کپڑے پرانے' تیرے ساتھی درویش' تیرا گھر مسجد' تیرا مال مسئلہ کی کتابیں' تیری آرائش ترک دنیا' دوست تیرا خدا تعالیٰ۔ جب تک کسی شخص میں یہ پانچ باتیں نہ ہوں اس سے برادری نہ کرنا اور فقیری کو امیری پر ترجیح دے۔ دوسرے علم کو دنیا کے کاموں پر ترجیح دے۔ تیسرے ذلت کو عزت سے بہتر جانے' چوتھے علم ظاہر و باطن کا بینا ہو' پانچویں موت کے واسطے مستعد ہو۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ مع مریدوں کے حج بیت اللہ کو جاتے تھے۔ راہ میں سب پر تشنگی نے غلبہ پایا۔ ناگاہ ایک کنویں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول نہ تھا۔ نہایت مایوسی ہوئی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں تو نماز پڑھتا ہوں تم پانی پیو اور وضو کرو۔ مریدوں نے جو یہ سنا سمجھ گئے کہ اس میں کچھ بھید ہے اور کچھ پانی کی امید پڑی۔ پھر کنویں پر گئے۔ دیکھا تو حضرت خواجہ کی برکت سے کنواں منہ تک بھر گیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن پانی سے بھر لیا۔ فی الفور پانی کنویں کی تہہ پر پہنچ گیا۔ یہ بات کسی نے حضرت خواجہ سے عرض کی۔ فرمایا کہ یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی تہہ پر پہنچتا۔

آخری نصیحت:

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ کا آخری وقت آیا مرید و فرزند وہاں موجود تھے۔ حضرت نے آنکھ کھول کر فرمایا کہ عزیزو! خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور بشارت رضا دی ہے۔ تمام اصحاب رونے لگے اور عرض کی کہ ہمارے واسطے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو بھی بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریقہ پر تاقیامت استقامت رکھے گا میں اس پر رحمت کروں گا اور اس کو بخش دوں گا۔ کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علیحدہ نہ ہو اور قائم رہو۔

وفات:

تھوڑی دیر کے بعد ایک آواز آئی **یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ** اصحاب نے جو خیال کیا تو حضرت خواجہ کا انتقال ہو گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون.** آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی بعد وفات آپ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ زیر عرش ایک تخت نورانی پر بیٹھے ہیں اور ملائکہ آپ کے گرد جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت عارف ریوگریؒ

نسبت باطنی:

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ اعظم خلفاء

حضرت عبدالخالق غجدوانی سے تھے۔ تاحیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور فائدہ باطنی حاصل کیا۔ بعد وفات حضرت خواجہ مسند ارشاد پر بیٹھ کر ہدایت خلق میں مصروف رہے۔

مقام:

علم وحلم اور زہد وتقویٰ وریاضت وعبادت ومتابعت سنت میں شان عالی رکھتے تھے۔ علم وحلم اور زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تصوف میں عارف نامہ آپ کا رسالہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) میں موجود ہے۔

وفات:

یکم شوال ۶۲۶ھ کو وفات ہوئی۔ آپ کا مدفن ریوگر بفاصلہ اٹھارہ میل شہر بخارا سے ہے۔

خواجہ محمد انجیر فغنوی

انجیر فغنہ (جو شہر بخارا سے نو میل پر ہے) وطن ہے پیشہ گلکاری تھا۔ آپ کا فیض عام تھا۔

ذکر جہر:

کسی وقتی مصلحت سے آپ نے ذکر جہر کی تعلیم دی تھی چنانچہ اس سلسلہ میں ذکر جہر کا رواج ہوگیا۔ لیکن جب حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبندیہ حضرت سید امیر کلال سے بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کلال سے رجوع کرایا اور جب علماء نے ذکر جہر کو بدعت قرار دیا تو حضرت خواجہ نقشبندیہ قدس سرہ علماء بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں لائے تا کہ وہ ان کو ذکر جہر سے منع کر دیں۔ چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ سے عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے آپ ایسا نہ کیا کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے۔ اس کے بعد سے بدستور قدیم ذکر خفی کی تعلیم ہونے لگی۔ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ کو وفات ہوئی ایک روایت کے مطابق سال وفات ۷۱۷ھ ہے۔

نوٹ:

نقشبندی حضرات ذکر خفی کو ذکر جہری پر ترجیح دیتے ہیں اور چشتی حضرات جہری ذکر کو علاج قرار دیتے ہیں۔ فلا تنافشر

نسبت باطنی:

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی افضل واکمل خلفاء حضرت خواجہ عارف سے ہیں۔ جب حضرت خواجہ عارف کا آخری وقت آیا تو آپ نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور دعوت خلق کی اجازت دی۔ آپ کا مولد ایک موضع انجیری فغنی متصل بخارا واقع ہے۔ آپ واہ کند میں مقیم تھے اور وہیں تربیت وہدایت خلق فرمایا کرتے تھے۔

کرامات:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رامتینی مع اصحاب حضرت خواجہ محمود انجیر بغنوی مشغول ذکر تھے کہ یکا یک ایک مرغ سفید رنگ کا ہوا میں اڑتا ہوا اوپر کو گزرا اور بزبان فصیح کہا کہ اے علی مردانہ ہو اور اپنے کام میں مشغول رہ۔ اس مرغ کے دیکھنے اور اس کلمہ کے سننے سے تمام اہل مجلس غایت فیض ظہور اسرار سے بے ہوش ہوگئے۔ جس وقت افاقہ ہوا حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ مرغ روح پرفتوح حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت دی ہے کہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں اس وقت خواجہ دہقان قلبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ خواجہ اولیاء کبیر کے اول خلیفہ سے ہیں۔ وقت اخیر تھا انہوں نے دعا کی تھی کہ یااللہ میرے آخری وقت میں میری مدد کو کوئی اپنا دوست بھیجنا کہ اس کی برکت سے ایمان سلامت لے جاؤں۔ چنانچہ باشارہ ربانی حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کی روح مبارک حضرت خواجہ دہقان کے وقت پر پہنچی تھی چونکہ ان کا خاتمہ بخیر ہوگیا اب واپس جاتے ہیں چونکہ تیرے حال پر فرط محبت وعنایت تھی اس راہ سے گزرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

انتقال:

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کا انتقال ۷۱۵ھ میں ہوا اور آپ کا مدفن موضع انجیر فغنی میں ہے۔

حضرت خواجہ علی رامتینی

نسبت وخلافت:

حضرت خواجہ علی رامتینی حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے کبار خلفاء سے ہیں۔ جس وقت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کا وقت قریب پہنچا' تب آپ نے حضرت خواجہ علی کو اپنی خلافت سپرد کی اور اپنے جمیع اصحاب بھی تفویض کئے۔ آپ حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے اور انہیں کے اشارے سے حضرت خواجہ کے مرید ہوئے تھے۔

مسکن:

آپ کا مسکن قصبہ رامتین میں تھا لیکن بسبب بعض حوادث شہر باورد میں آ گئے اور وہاں مدت تک ارشاد خلق میں مشغول رہے مگر وہاں بھی چین نہ ملا شہر خوارزم آ گئے اور وہاں بھی ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔

ارشادات:

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کندن و پیوستن یعنی توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔

فرمایا کہ اگر کوئی عبدالخالق غجدوانی کا فرزند موجود ہوتا تو منصور حلاج کو سولی سے بچا جاتے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اس کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ فرمایا اگر نیکوں کے پاس بیٹھو گے نیک ہو گے۔ اگر بدوں کے پاس بیٹھو گے بد ہو گے۔ فرمایا! اگر کسی آدمی کے پاس بیٹھے اور خدا تعالیٰ کو بھولے تو اس کو شیطان سمجھ۔ اگر چہ آدمی کی صورت ہو۔ بلکہ ابلیس آدمی بدتر ہے۔ ابلیس جن سے کہ وہ پوشیدہ وسوسہ ڈالتا ہے اور ابلیس آدمی ظاہر طور سے۔

فرمایا! یار نیک کار نیک سے بہتر ہے کیونکہ ممکن ہے کار نیک سے تجھ کو عجب و پندار ہو لیکن یار نیکی ہی کی صلاح دے گا۔

اگر در یمنے کہ بامنی پیش منی
در پیش منی کہ بے منی در یمنی

کسی درویش نے حضرت عزیز قدس سرہ سے دریافت کیا کہ بالغ کس کو کہتے ہیں۔ فرمایا! بالغ شریعت وہ ہے جس سے منی نکلے اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے۔ یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔ اس درویش نے یہ سن کر سر زمین پر رکھ دیا۔ خواجہ نے فرمایا سر کے زمین پر رکھنے کی حاجت نہیں بلکہ جو کچھ سر میں ہے (یعنی نخوت وغرور و پندار) وہ زمین پر رکھو۔ آپ کے فرزند اور جانشین حضرت خواجہ ابراہیم قدس سرہ نے دریافت کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ **الفقیر لا یحتاج الی اللہ** یعنی فقیر نہیں حاجت رکھتا طرف اللہ کی خواجہ نے جواب دیا **لا یحتاج بالسوال الی اللہ** ۔یعنی فقیر سوال نہیں کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے۔ اس سے سوال کی کیا حاجت ہے۔ وہ سب کی حاجتیں جانتا ہے۔ (یہ ایک حال ہے) فرمایا کہ غناء بے پرواہی کو کہتے ہیں۔ آپ اپنے نفس مبارک کو عزیزان کہا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا یہی لقب مشہور ہوا۔

تصوف پر آپ کا ایک رسالہ بھی ملتا ہے۔ سالک آپ کی صحبت سے ایک روز میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضور قلب لے کر واپس جاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کر کے اس کو نہ کیا ہوا خیال کرنا چاہیے اور خود کو قصور وار خیال کر کے از سر نو اپنا عمل شروع کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت خدائے تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے۔ آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہو مگر وہ صرف اسی پر قناعت کرے یعنی جب تک ذکر کرے لذت حاصل ہو اور جب چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو۔ یعنی ذکر کرے مگر خدا کے لئے نہ کرے۔

اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھے مگر دل میں خواہاں ہو وہ گدائے محلہ ہے نہ تابع رسول ﷺ فرمایا کہ اگر بندہ کو خطاب پہنچے کہ اے بندہ ہم سے کوئی حاجت چاہ۔ شرط بندگی یہ ہے کہ بندہ خدا کے سوا اور کچھ نہ چاہیے اس کو۔ اور اگر کسی شخص کے پاس سب کچھ ہو مگر اس کے دل میں محبت نہ ہو تو اس کو تجرید معنوی حاصل ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھول نہ جائیے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بازار جا کر ایک کوزہ خرید اور ہم کو لا کر تحفہ دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

فرمایا کہ اب جس وقت اس کو دیکھا کروں گا' تجھ کو یاد کروں گا۔
نقل ہے کہ کسی شخص نے از روئے انکار کہا حضرت عزیزاں بازاری ہیں' یعنی سوت کی خرید وفروخت کے واسطے آپ بازار جایا کرتے تھے۔ حضرت عزیزاں نے یہ سن کر فرمایا کہ یار عزیزان زاری چاہتا ہے تو کیوں نہ بازاری ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں زاری وتضرع و درد وسوز و نیاز و مسکنت چاہیے۔

کرامت:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک مہمان حضرت عزیزان کے گھر آیا۔ اس وقت آپ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ ناگاہ ایک غلام کہ آپ کا مخلص تھا' روٹیاں فروخت کیا کرتا تھا ایک ٹوکری روٹیوں کی بھری لایا اور آپ کے سامنے پیش کی۔ اس وقت بہت خوش ہوئے اور اس سے کہا کہ تو نے اس وقت بہت پسندیدہ خدمت کی' جو تیری مراد ہو مانگ۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں تم ہو جاؤں۔ یعنی تمہاری مانند ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہایت سخت بات ہے اور تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کہ میرا تو یہی مقصود ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح سہی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشہ میں لے گئے اور اس کے حال پر متوجہ ہوئے۔ جب باہر تشریف لائے تو وہ باورچی ظاہر وباطن میں بالکل آپ کے مشابہ تھا۔ مگر اس کے بعد چالیس روز زندہ رہا اس بوجھ کو زیادہ نہ اٹھا سکا اور مر گیا۔

بادشاہ کا مرید ہونا:

نقل ہے کہ ایک مرتبہ باشارہ غیبی حضرت عزیزان بخارہ سے خوارزم آئے اور شہر کے دروازہ کے باہر قیام کر کے ایک درویش کو وہاں کے بادشاہ کے پاس بھیجا کہ فقیر تمہارے شہر کے دروازہ پر آیا ہے۔ اگر تمہاری مصلحت کے خلاف نہ ہو تو شہر میں آ جائے ورنہ اس جگہ سے واپس ہو جائے۔ اور درویش سے کہہ دیا اگر بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ مہر د دستخطی بادشاہ لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے پاس گیا' حضرت کا مدعا بیان کیا تو بادشاہ مع اہل دربار ہنسنے لگا اور کہنے لگا کہ یہ بھی کیسے نادان اور سادہ طبیعت کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور مذاق کے طور پر ایک اجازت نامہ مہری و دستخطی بادشاہ نے اس درویش کو دے دیا۔ وہ درویش لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ شہر کے اندر داخل ہوئے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر بطریقہ حضرات خواجگان مشغول ہوئے۔ صبح کے وقت مزدور خانہ جاتے۔ اور ایک دو مزدور لے آتے اور ان سے فرماتے کہ وضو کرو اور نماز پڑھو اور عصر کے وقت تک ہمارے پاس بیٹھو اور ذکر کرو۔ بعد از اں مزدوری دے کر ان کو رخصت کرتے۔ وہ لوگ بہت خوشی سے یہ کام کرتے اور چونکہ ایک دن اس طرح ان کی صحبت رہتی اگلے دن صحبت کے اثر سے اور حضرت کے تصرف سے آئے بغیر چین نہ پڑتی۔ آخر کار رفتہ رفتہ اس قدر اژدھام خلائق ہوا۔ وہاں کے بادشاہ کو خبر ہوئی کہ کوئی شخص اس جگہ آیا ہوا ہے اس کی خلقت مرید ہوتی چلی جاتی ہے۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لوگ بڑھ نہ جائیں اور ملک میں کچھ فتنہ وفساد قائم نہ ہو جائے چنانچہ بادشاہ کو اس بات کا وہم ہو گیا اور اس نے آپ کے اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس درویش کو بادشاہ کے پاس بھیجا کہ ہم تو تمہاری اجازت سے ٹھہرے ہوئے ہیں اگر بدعہدی ہے تو ہم چلے جائیں۔ بادشاہ یہ سن کر نہایت شرمندہ ہوا اور آپ کی دور بینی کا بہت معتقد ہوا اور مع مصاحبین آ کر مرید ہوا۔

جانشین:

آپ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ محمد' ایک خواجہ ابراہیم۔ جب حضرت کی وفات قریب ہوئی تو چھوٹے فرزند خواجہ ابراہیم کو اپنا جانشین مقرر کیا لوگوں کے دلوں میں خیال آیا کہ بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے چھوٹے کو آپ نے اپنا قائم مقام کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑے کی عمر میرے بعد جلد ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے انتقال کے انیس روز بعد ہی وہ فوت ہو گئے۔

وفات:

حضرت عزیزان کا انتقال بروز دوشنبہ ۲۸ ذیقعد ۷۲۱ ہجری کو ایک سو تیس برس کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مدفن خوارزم میں ہے۔

خواجہ محمد بابا سماسیؒ

مولد:

علاقہ رامتین میں قریہ سماس آپ کا مولد و مدفن ہے۔ جو بخارا سے ۹ میل پر ہے۔

خلافت:

حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ اکمل اصحاب خلفاء حضرت عزیزان سے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت عزیزان کا وقت آخر پہنچا آپ نے اپنے اصحاب میں حضرت بابا کو اپنا خلیفہ مقرر کیا اور جملہ مریدین کوفرمایا کہ ان کی ملازمت ومتابعت کرو۔

بے خودی:

استغراق و بے خودی آپ کو بدرجہ غایت تھی۔ سماسی میں آپ کا ایک باغ تھا۔ گاہ گاہ آپ اس کی تاک کے شاخ کاٹا کرتے تھے۔ شاخ کاٹتے کاٹتے آپ کو بے خودی ہو جاتی اور وہ اندازہ سے زیادہ کٹ جاتی تھی۔

خواجہء نقشبند:

نقل ہے کہ جب آپ کا گذر کوشک ہندوان پر ہوتا فرماتے کہ اس خاک سے ایک مرد کی بو آتی ہے اور قریب ہے کہ کوشک ہندوان قصر عارفاں ہو حتیٰ کہ ایک مرتبہ جب اس جگہ پھر آپ تشریف لے گئے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد پیدا ہوگیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبند کو تولد ہوئے صرف تین دن گزرے تھے چنانچہ حضرت کے جدامجد آپ کو لے کر حضرت باباؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت باباؒ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور اس کو میں نے اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اصحاب سے متوجہ ہوکر فرمایا کہ یہ وہی مرد ہے جس کی خوشبو مجھ کو آیا کرتی تھی اور اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلالؒ سے فرمایا کہ میرے اس فرزند کے حق میں تربیت سے دریغ نہ رکھنا ورنہ تجھ کو معاف نہیں کرنے کا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس میں قصور کروں تو مرد نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھا کر ایک قرص نان مجھ کو عطاء کی کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے اور آپ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستہ میں اگر کچھ فتور اور خطور میرے دل میں گزرتا' فرماتے کہ باطن کو نگاہ رکھو۔

وفات:

وفات سنہ ۷۵۵ ہجری میں ہوئی۔

سید شمس الدین امیر کلالؒ

حضرت سید شمس الدین امیر کلالؒ اجل خلفاء حضرت باباسماسی سے ہیں آپ سید صحیح النسب تھے۔ پیشہ کلالی کیا کرتے تھے۔

ولادت باکرامت:

آپ کی والدہ شریفہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس وقت امیر کلال میرے شکم میں تھے اس وقت اگر میں شبہ کا لقمہ کھاتی تھی تو مجھ کو درد شکم ہوجاتا تھا۔ تاوقتیکہ قے نہ کرتی تھی آرام نہ آتا تھا۔ جب چند مرتبہ یہ معاملہ وقوع میں آیا تب میں سمجھ گئی کہ اس کی وجہ یہ طفل ہے۔ اس کے بعد پھر میں نے لقمہ میں احتیاط رکھی۔

حضرت باباکاشعار:

حضرت امیر کلال کو ایام جوانی میں کشتی کا نہایت شوق تھا۔ ایک روز حضرت محمد باباسماسی رحمۃ اللہ علیہ کا معرکہ کشتی پر گزر ہوا اور آپ وہاں تماشہ دیکھنے لگے کہا اس معرکہ میں ایک مرد ہے کہ اس سے بہت آدمی درجہ کمال کو پہنچیں گے۔ میں اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوں۔ کہ اسی اثناء میں حضرت امیر نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہوگئے۔ چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان تک پہنچے تو حضرت امیر کو خلوت میں طلب کر کے طریقہ تلقین فرمایا اور اپنی فرزندی میں قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر پھر کبھی کشتی و بازار میں نہیں گئے اور تیس سال حضرت بابا کی خدمت میں حاضر باش رہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اپنے مسکن سوخمار سے سماس کو جاتے اور واپس آ جاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ بدولت صحبت تکمیل اور ارشاد کو پہنچے۔

وفات:

آپ کی وفات صبح کی نماز کے وقت بروز پنج شنبہ بتاریخ آٹھویں جمادی الاولیٰ ۷۷۲ ہجری ہوئی۔ مولد ومدفن آپ کا قریہ سوخار ہے۔ جو بخارا سے چھ میل کے قریب ہے۔

سید بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ

آپ اس طریقہ کے امام ہیں آپ ہی کی وجہ سے اس طریقہ کونقشبندیہ کہتے ہیں۔کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے یا اللہ کانقش دلوں پر بٹھانے کی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہوئے۔

نسبت باطنی:

بظاہر حضرت امیر کلالؒ سے فیض پایا' لیکن بطریق اویسیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے مستفید ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے کے مطابق نقشبندیہ طریقہ جوسہل بھی ہے آپ پر فائز ہوا۔

مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

از خط آں سکہ نہ شد بہرہ مند جز دل بے نقش شہ نقشبند

آپ کا ارشاد:

آپ کے کلمات میں سے ہے کہ ''مامرادنیم مافضلیا نیم' مانہایت رادر بدایت مندرج ساختیم' درطریق ما محرومی نیست'' تصوف کے مقصود اصلی کے متعلق فرمایا کہ ''اجمالی تفصیلی گردو استدلالی کشفی شود'' بخارا سے تین میل کے قریب قصبہ قصر ہندوان میں آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ھ میں ہوئی اور وہیں شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کے گوش مبارک میں ایک آواز آئی کہ اے بہاوالدین کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا۔کہ تو سب کی جانب سے منہ پھیر ہماری درگاہ میں متوجہ ہو۔ یہ سن کر حضرت خواجہ متغیر و بے قرار ہو گئے اور وہاں سے نکل آئے۔اسی وقت اندھیری رات میں ایک نہر پر گئے۔ کپڑے دھوئے غسل کیا اور بکمال شکستگی دو رکعت نماز پڑھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مدت گزر گئی اس آرزو میں ہوں کہ پھر ویسی ہی نماز پڑھوں۔مگر میسر نہیں ہوتی۔فرمایا کہ ابتداء جذبہ میں مجھ کوالہام ہوا۔کہ تو نے جو اس راستہ میں قدم رکھا ہے۔کس طرح رکھا ہے۔میں نے کہا کہ جو کچھ میں چاہوں وہ ہو۔خطاب آیا کہ نہیں جو کچھ ہم کہیں وہ کرنا چاہیے فرمایا کہ جب میں حج سے واپس طوس میں پہنچا۔تو شاہ معزالدین حسینی والی ہرات کا قاصد مکتوب لے کر آیا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوں لیکن حاضر ہونا نہایت مشکل ہے۔

اس پر میں بموجب **واما السائل فلاتنهر واذا رايت لی طالبا فكن له خادما** ہرات کی جانب روانہ ہوا۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچا اور اداء مراسم توقیر فقراء صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ آپ کو مشیخت اباؤ اجداد سے بطریق ارث پہنچی ہے۔میں نے کہا کہ جذبہ عنایت الٰہی مجھ پر پہنچا اور بلا مسابقت ریاضت قبول فرمایا۔اور باشارہ حقانی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے خلفاء سے بیعت ہوا۔ان کے وہاں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔بادشاہ نے دریافت کیا کہ پھر ان کے یہاں کیا ہے۔میں نے کہا کہ ظاہر باخلق' باطن' باحق' بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہو جاتا ہے میں نے کہا ہاں ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله.**

نقل ہے کہ جب حضرت خواجہ بادشاہ کی استدعا سے ہرات میں بادشاہی مکان میں داخل ہوئے۔خدم وحشم امیر وزیر جس پر نگاہ کرتے سب بیتاب ہو جاتے۔ دوسری مرتبہ جب حضرت حج کو جانے لگے تو صرف مولانا زین الدین قدس سرہ سے ملاقات کے واسطے ہرات گئے اور تین روز تک ان سے صحبت گرم رہی۔ایک روز بعد نماز صبح مولانا نے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا برائے ما ہم اے خواجہ نقشبند۔یعنی توجہ فرما۔حضرت خواجہ نے برسبیل تواضع فرمایا۔آمدیم تانقش برین۔غالباً اسی روز سے حضرت خواجہ کا لقب نقشبند ہوا۔اس حج سے واپس آ کر باقی مدت العمر حضرت خواجہ بخارا میں رہے۔اور کہیں نہیں گئے۔امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے بیٹھے دیکھا۔فرمایا کہ **ابا العنق ارفع عنقك** ۔ذکر اس طرح کرنا چاہیے کہ اہل مجلس میں کوئی نہ معلوم کرے کہ حقیقت اخلاص بعد فنا ہوتی ہے۔جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں۔رباعی ہے

ساقی قدے کہ نیم مستیم مخمور صباحے الستیم

مارا تو بما مماں کہ تاما باخویشتنم بت پرستیم

فرمایا ذکر رفع غفلت کا نام ہے۔ جس وقت غفلت رفع ہو گئی تو ذاکر ہے اگر چہ ساکت ہی ہو۔ فرمایا سالکان طریقت دو نوع کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ ریاضت ومحنت ومجاہدہ کرتے ہیں اور ان کے ثمرات پاتے ہیں اور مقصود کو پہنچتے ہیں اور ایک فضلی ہے۔ کہ سوا فضل خدا کچھ نہیں جانتے۔ ترجمہ۔ یعنی اے لوگو اپنے نفسوں پر نرمی کرو کہ تحقیق تم غائب اور بہرے کو نہیں پکارتے ہو بلکہ سمیع اور قریب کو پکارتے ہو اور اتفاق علماء و مشائخ ہے کہ ذکر خفیہ افضل واولیٰ ہے۔

شرائط طلب سے یہ ہے کہ جس وقت کسی خدا کے دوست کی صحبت میں داخل ہو اپنے حال کو معلوم کرے کہ کیسا ہے اور پھر بعد کچھ مدت کے اس کا گزشتہ احوال سے موازنہ کرے۔ اگر اپنے میں کچھ ترقی دیکھے تو اس کی صحبت فرض سمجھے۔ فرمایا مراقبہ نسیان رویت مخلوق بدوام نظر الی الخالق ہے۔ فرمایا کہ دوام مراقبہ نادر ہے اور ہم نے اس کے حاصل کرنے کا طریقہ مخالف نفس پایا ہے۔ فرمایا مشاہدہ سالک کے دل پر وارد غیبی کے نزول کے ملاحظہ کو کہتے ہیں اگر وہ جلد گزرتا ہے تو ادراک میں نہیں آتا۔

فرمایا یہ ضرور نہیں کہ جو دوڑے اس کو گیند مل جائے مگر ملتی اس کو ہے جو دوڑتا ہے۔ اس سے اشارہ دوام کوشش وسعی کا ہے۔ فرمایا کہ اولیاء کو اسرار پر اطلاع دیتے ہیں مگر بے اجازت اظہار نہیں کرتے۔ فرمایا کہ جو رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ چلاتا ہے۔ فرمایا کہ بہ برکت رسول اللہ صلی علیہ واصحابہ وسلم مسخ صورت اس امت کا مرتفع ہو گیا لیکن مسخ دل ہو جاتا ہے۔

اندریں امت نبا شد مسخ تن
لیک مسخ دل بودائے ذوالفطن

فرمایا گاہ گاہ کی زیارت مع حضور قلب اس سے بہتر ہے کہ دوام ہو اور بلا حضور ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا ''زرنی غبا تزد دحبا'' ستون حنانہ کی آڑ میں ہو کر فی الفور مشرف بملازمت ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ طاقت مفارقت نہیں رکھتا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھیں کہ بے ادبی ہے۔ بلکہ یہ رباعی پڑھیں۔

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بردست و بربازوئے تو

خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نقشبندیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں اور آپ کے خلیفہ اول اور داماد ہیں۔ لڑکپن سے حضرت خواجہ کی نظر عنایت ان پر تھی اپنے سامنے ہی طالبان حق کی تعلیم آپ کے متعلق کر دی تھی۔ علم شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباع سنت اور عمل پر عزیمت میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔

مدرسہ میں جہاں حضرت علاؤ الدین عطار طالب علم تھے گئے۔ دیکھا کہ ایک حجرہ میں ٹوٹے ہوئے بوریہ پر اینٹ سرانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی صورت دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی جگہ بٹھا لیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میری لڑکی آج بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری عین سعادت ہے۔ مگر میرے پاس کچھ سامان نہیں ہے۔ فرمایا کہ میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے خزانہ غیب سے پہنچتا رہے گا۔ تم اس کا فکر مت کرو۔

جب حضرت کو مرض موت ہوا۔ تو آخر کو فرمانے لگے کہ مجھ کو کوئی آرزو دل میں سوا اس کے نہیں رہی کہ دوست آئیں اور مجھ کو نہ پائیں اور شکستہ خاطر ہو کر واپس ہو جائیں۔ اور فرمایا کہ رسم عادت کو چھوڑو۔ جو کچھ کہ رسم عادت خلق کی ہے اس کے خلاف کرو۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم عادت و بشریت کے توڑنے کے واسطے تھی۔

فرمایا۔ تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ اور سنت موکدہ پر مداومت کرنا۔ اور اسی اثناء میں کلمہ توحید پڑھا اور انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات ۲۰ رجب سنہ ۸۰۲ ہجری کو ہوئی۔

خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

طریقہ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے طریقے

کی اشاعت بہت ہوئی آپ کو بیعت واجازت حضرت شاہ نقشبندؒ سے ہے۔ مگر تکمیل آپ کی حضرت عطارؒ سے ہوئی۔ آپ سے فیوض باطنی کے علاوہ فیوض علمی بھی لوگوں کو حاصل ہوئے۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔

بعد تحصیل علوم بجذب محبت الٰہی بارادہ ارادت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا جس وقت میں نے حضرت خواجہ سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم مامور ہیں۔ خود کوئی کام نہیں کرتے آج رات کو معلوم کرینگے۔ جو کچھ اشارہ ہوگا ویسا ہی کیا جاوے گا۔ فرمایا کہ جیسی وہ شب میرے اوپر سختی سے گزری ہے۔ ایسی کوئی شب نہیں گزری۔ ڈرتا تھا کہ دیکھئے قبول کرتے ہیں یا نہیں۔ صبح کی نماز جب میں نے حضرت خواجہ کے ساتھ پڑھی اور انہوں نے فرمایا کہ مبارک ہو۔

آپ کی ایک فارسی تفسیر (سورۃ الفاتحہ اور آخری دو پاروں کی) مشہور ہے جس میں جگہ جگہ بزرگان دین کے اقوال بھی ہیں بلتغور (علاقہ ماوراء النہر) میں ۸۳۸ھ یا ۸۵۱ میں انتقال ہوا۔

یہ تفسیر عرصہ ہوا بمبئی سے شائع ہوئی تھی۔ قلمی نسخہ موجود ہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ

ماہ رمضان ۸۰۶ ہجری تاشقند میں پیدا ہوئے۔ بعد تولد چالیس روز تک یہ نفاس میں اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش نہ فرمایا۔ آپ کے جد امجد خواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قطب وقت تھے۔ اخیر میں جب اپنے پوتوں کو الوداع کرنے کو بلایا۔ اور خواجہ عبیداللہ احرار کہ اس وقت کمسن تھے۔ ان کے پاس گئے۔ وہ ان کو دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور گود میں لے لیا اور فرمایا۔ کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ یہ پیر عالمگیر ہوگا اور اس سے طریقت وشریعت کو رونق ہوگی۔

حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہ وقت آپ کا مرید تھا۔ حضرت مولانا جامیؒ جو آپ کے خلفاء میں ہیں اسی مضمون کی طرف اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد
بہ تدبیر عبید اللٰہی آمد

ہمیشہ کاشتکاری کے پیشہ پر گزر بسر رکھی۔ کرامات وخرق عادات بیشمار ہیں۔ نقشبندیہ کے اماموں میں سے ہیں۔ آپ کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے متبعین اپنے کو احراری کہتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ مرا برائے ترویج شریعت وتوہین بدعت مامور ساختہ اند فرمایا کہ بعض اکابر کی صحبت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ جدید ہوگا قدیم نہ ہوگا اور جو کچھ کہوں گا قبول ہوگا مردود نہ ہوگا۔ آپ کے پاس دنیاوی مال واسباب بہت تھے چنانچہ گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے چاندی کی تھیں لیکن ان سے تعلق بال برابر بھی نہ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک سمرقند میں ہے۔ آپ کے کئی فارسی رسالے مشہور ہیں۔

فرمایا کہ کوشش کرو کہ کوئی آرزو اللہ تعالیٰ کے سوا تیرے دل میں نہ رہے۔ کشف وکرامت ظاہر ہوں یا نہ ہوں کچھ غم نہیں ہے۔ کاتب شمال کے لکھنے سے پہلے اس کا تدارک واستغفار کرے کہ لکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔

فرمایا کہ حضرت مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہ شریعت وطریقت وحقیقت میں اس طرح مثال دیتے تھے کہ جھوٹ منع ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس طرح کوشش کرے کہ اس کی زبان پر جھوٹ نہ جاری ہو لیکن دل میں داعیہ ہو۔ یہ شریعت ہے اور دل سے بھی داعیہ جاتا رہے تو طریقت ہے۔ اور اگر باختیار وبے اختیار زبان ودل سے یہ بات بالکل جاتی رہے وہ حقیقت ہے۔

فرمایا کہ کشف قبور یہ ہے کہ میت کی روح صورت مناسب میں صاحب کشف پر قبر میں ظاہر ہوتی ہے لیکن چونکہ شیطان کو تمثل اور تشکل میں قوت بہت ہے اس سبب سے خواجگان قدس سرہم نے اس کشف کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اور ان کا طریقہ ہے کہ جب کسی قبر پر گئے۔ اپنے تئیں نسبت وکیفیت سے خالی کر کے انتظار کرتے ہیں۔ کہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جو کچھ معلوم ہو وہ صاحب قبر کا حال ہے۔ اور یہی

طریقہ اور نسبت دریافت کرنے کا ہے۔ فرمایا۔ ارباب تحقیق کی نسبت ثابت ہے کہ ترقی بعد موت واقع ہے۔ فرمایا باوجود ترک ادب اگر کسی کا حال باطنی قائم رہے تو وہ مکر الٰہی ہے۔ فرمایا کہ یہ نسبت خواجگان مجمع وتفرقہ میں جو زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ نسبت محبوبی ہے۔ محبوب کو اگر خلوت میں بلاؤ تو شرماتا ہے۔ فرمایا کہ یہ نسبت ایسی لطیف ہے کہ اس کی جانب توجہ مانع ظہور ہے۔ جیسے مظاہر جمیلہ کی طرف اگر غور سے دیکھو تو شرما جاتے ہیں۔

حضرات خواجگان کا طریقہ عمل بر عزیمت ہے تا کہ ما دون حق تعالیٰ سے منقطع وآزاد ہو کہ یہی درویشی ہے جس کو لوگ بہت لمبی بنائے ہوئے ہیں۔ فرمایا وصل یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت بطریقہ ذوق جمع پائے۔

فرمایا ہمت اسے کہتے ہیں کہ کسی کام کے واسطے اس طرح دل کو جمع کرے کہ اس کے خلاف خیال دل میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی کافر بھی کسی کام کے واسطے ہمیشہ دل کو جمع رکھے تو وہ کام ہوجاتا ہے۔ اس میں ایمان وعمل صالح کی شرط نہیں ہے۔ فرمایا کہ جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ توبہ عطا کرے اس راہ میں قدم رکھنا چاہئے۔ کہ ہمت اس امر کی مصروف رکھے کہ کوئی لحہ اور ساعت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو اور صحبت ناجنس سے پرہیز کرے۔

نخست موعظت پیر طریقت ایں حرف است
کہ از صحبت ناجنس احتراز کنی

ناجنس سے مراد دنیادار اور مخالفان طریق ہیں۔ فرمایا بعد نماز عشا جب نیند غلبہ کرے تو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد۔ تین مرتبہ قل اعوذ برب الفلق اور تین مرتبہ قل اعوذ برب الناس پڑھے اور اس کا ثواب جمیع اہل قبور کو کہ منتظر زندوں کے رہتے ہیں۔ پہنچائے تا کہ ان کو آسائش پہنچے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر بخشش ورحمت کرے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ارحم ترحم شعر

خدارا برآں بندہ بخشائش ست
کہ خلق از وجودش در آسائش ست

فرمایا کہ قبل سونے کے اپنی گذشتہ اوقات کا خیال کرے کہ کس طرح گزرے ہیں اگر غیر طاعت میں گزرے ہیں تو بہ واستغفار کرے۔ فرمایا منجملہ آداب طریق سے یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہے۔ فرمایا کہ دوام وضو سے فراخی رزق ہوتی ہے۔

انتقال ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ میں ہوا۔

نقل ہے کہ جس وقت آپ کا انتقال قریب ہوا۔ بہت سی شمعیں روشن تھیں کہ دفعتہً آپ کے دونوں ابرو کے درمیان سے ایک نور ظاہر ہوا۔ اور تمام شمعوں کی روشنی پر غالب آگیا۔ آپ کا ایک رسالہ انفاس نفیسہ بھی ملتا ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد زاہد چراغ بتی درست کر کے لائے تھے۔ میں نے صرف اس کو روشن کر دیا۔ اور رخصت کر دیا۔

آپ کی وفات غرہ ربیع الاول سنہ ۹۳۶ ہجری کو ہوئی۔ وخش میں کہ متصل حصار ہے آپ کا مدفن ہے۔

حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد زاہد کے بھانجے یعنی ہمشیر زادے ہیں اور ان کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی وفات ۹، محرم سنہ ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع اسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔

خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا درویش محمد کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ ہیں۔ اصل طریقہ نقشبندیہ کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور کچھ نئی باتیں جو اس وقت بعض نقشبندیوں میں پیدا ہوگئی تھیں مثل ذکر بالجہر اور جماعت نماز تہجد، ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے حضرت شاہ نقشبند کے بالکل قدم بقدم تھے۔ ولادت ۹۱۸ھ اور وفات ۱۰۰۸ھ میں ہوئی۔

علماء وفضلاء وامراء وفقراء ان کی خدمت میں استفادہ واستفاضہ کو حاضر ہوا کرتے تھے۔ بلکہ ملوک وسلاطین خاک آستانہ عالیہ کو سرمہ بناتے تھے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ ۹۱۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰۰۸ھ میں رحلت کی۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن سمرقند تھا۔

آپ کا شیوہ ستر حال تھا۔ انکسار و دید قصور کا آپ پر کمال غلبہ تھا۔ اگر کوئی شخص اخذ طریقہ کو خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو عذر کر کے اس کو ٹال دیتے البتہ جب اس کی طلب نہایت گرم دیکھتے۔ تب قبول فرماتے۔

تو خواہی آستین افشان و خواہی دامن اندر کش
مگس ہر گز نہ خواہد رفت از دکان حلوائی

اگر کوئی شخص محفل اقدس میں کسی مسلمان کی خفت بیان کرتا۔ آپ اس کی تعریف شروع کر دیتے۔ ہمیشہ اپنے اصحاب کو نیستی و دید قصور پر دلالت فرماتے تھے۔ اگر کپڑے میلے ہو جاتے تو یہ نہ فرماتے کہ اور حاضر کرو۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کھانا بلا احتیاط پکتا ہے۔ اس کے کھانے سے ایک دھواں اٹھتا ہے کہ وہ مجاری فیض کو بند کر دیتا ہے۔ اور ارواح طیبہ کہ وسائل فیض ہیں قلب کے مقابل نہیں ہوتیں۔ ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں ایک درویش نے اللہ بجہر کہا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کہدو کہ ہماری مجلس میں اگر آئے تو آداب مجلس کا لحاظ رکھے۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود
تاجاں باقیست در طلب باید بودد

ایام مرض میں ایک روز آپ کو استغراق و استلاک اس قدر ہو گیا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ اور ایسے حال سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔

۲۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۰۱۲ھ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے جان جاناں تسلیم کی انا للہ وانا الیہ راجعون بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ۔

امیر تیمور آپ کو ولایت بخارا بھی پیش کرنا چاہتا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

لا تخافوا مژدہ ترسندہ است
ہر کہ می ترسد مبارک بندہ است
ہر کہ درد آرد عوض درباں بود
از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ باش
یک لحظہ حضور دل بہ درگاہ تو
از پادشہی تمام عالم بہتر
تو تیائے چشم سازم خاک پائے نقشبند
تابیابم سر حق از لطف سائے نقشبند

روز بیکاری و شب آسائی
کے رسی بر سریر سلطانی
تاج و تخت ملوک بینم میغ
دستۂ گرزدان و قبضہ تیغ
نام ایشاں چو روح باقی ماند
ورچہ گردوں فنائی ایشاں ماند

تیموری خاندان کے حکمرانوں اور بعض اکابر نقشبندیہ کے باہمی تعلقات کے کچھ واقعات

تذکرہ بابر (علی گڑھ ۱۹۳۷ء) صفحہ ۴ میں لکھا ہے کہ تیمور، علامہ تفتازانی اور میر سید شریف جرجانی سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تیمور خاندان کے حکمرانوں کی تفصیل دیدی جائے۔

(۱) تیمور سنہ ۷۷۱ھ تا سنہ ۸۰۷ھ

(۲) خلیل سلطان بن جلال الدین میران شاہ بن تیمور سنہ ۸۰۷ھ تا ۸۱۲ھ

(۳) شاہ رخ بن تیمور سنہ ۸۰۷ھ تا ۸۵۰ھ

(۴) الغ بیگ بن شاہ رخ سنہ ۸۵۳ھ

(۵) عبداللطیف بن الغ بیگ سنہ ۸۵۴ھ (عبدالعزیز بن الغ بیگ کے زمانے میں حضرت جلال ہراتی تھے)

(۶) عبداللہ بن ابراہیم سلطان بن شاہ رخ سنہ ۸۵۵ھ

(۷) ابوسعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ بن تیمور سنہ ۸۷۶ھ

(۸) سلطان احمد بن ابی سعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ سنہ ۸۹۹ھ

(۹) سلطان محمود بن ابی سعید بن محمد بن جلال الدین میران شاہ سنہ ۹۰۰ھ

بابر کا باپ عمر شیخ مرزا اسی سلطان محمود بن ابی سعید کا بھائی تھا۔ وہ حاکم فرغانہ تھا۔ اس کی وفات ۸۹۹ کے بعد بابر حاکم فرغانہ ہوا۔ سنہ ۹۰۹ھ میں اس نے بدخشاں لے لیا۔ دوسرے سال کابل فتح کر لیا۔ سنہ ۹۳۱ھ میں قندھار بھی لے لیا۔ پھر سنہ ۹۳۲ھ میں لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی سال چند ماہ کے بعد دہلی اور آگرہ تک قابض ہو گیا اور جلد ہی شمالی ہندوستان کو (دریائے سندھ سے بنگالہ کی سرحد تک) فتح کر لیا۔

۹۳۷ھ میں فوت ہوا۔ اس کے بعد ہمایوں جانشین ہوا۔

لیکن شیر شاہ سوری نے بتدریج اس کو دھکیل کر قنوج کی لڑائی میں شکست دی۔ ہمایوں نے پہلے سندھ میں، پھر ایران میں پناہ لی۔ پندرہ سال تک بھٹکتا رہا۔ پھر ایران کی مدد سے شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد ۹۶۲ھ میں دہلی پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔

خواجہ خورد (عبداللہ) کی والدہ ترک کشمیری تھیں۔ ان کے متعلق حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ لکھتے ہیں۔

گل شکرے بوالعجبے دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفران
شد شکر آلودہ ہندوستان
شاخ گل از باغ ولایت شتافت
از قدح ہند شکر آب یافت
مرا از زلف تو موئے پسند است
فضولی می کم بوے پسند است
اے آبشار نوحہ گر از بہر چیستی
چیں برجبین فگندہ زاندوہ کیستی؟
شکر کہ از صدق دل بادہ نوش
شد سرمن خاک رہ مے فروش

امام ربانی محرم اسرار سبع الثانی محبوب صمدانی

آپ کی ذات گرامی علم شریعت اور علم احسان دونوں کی جامع تھی اور آپ کی مجددیت بھی دونوں شعبوں پر حاوی ہے۔

ایک روز فیروز خلجی کے عہد میں ایک شخص عارف وصاحب دل تھا۔ اس نے وہاں چشم باطن سے نور تحت الثریٰ سے فوق العرش تک محیط ملاحظہ کیا۔ یہ صاحب دل دہلی پہنچے۔ تو بادشاہ کے پیر مخدوم جہانیاں سے جو وہاں آئے ہوئے تھے اس کا تذکرہ کیا۔ ان پر ان کا بہت بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے سلسلہ میں سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آتی ہے۔ کہ ہندوستان میں زمانہ رسالت سے ایک ہزار سال بعد ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ اس کے ظہور کا مقام آج طان جنگل میں معلوم ہوا ہے۔ وہاں کچھ آبادی بھی ہو جائے تو بہتر ہے بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ فتح اللہ کو بطور خاص اس کام کی سربراہی کی خدمت سپرد فرمائی۔ وہ فی الفور کئی ہزار آدمی ہمراہ لے کر اس جنگل میں تشریف لے گئے اور ایک مرتفع مقام پسند کر کے قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اور تعمیر میں مصروف ہوئے۔ سنہ ۷۶۰ھ میں بسم اللہ کہہ کر قلعہ کی بنیاد رکھ دی۔ جو چند مدت میں تیار ہوگیا شہر آباد اور پر رونق ہوا۔

سرہند مگو کہ رشک چین است
خلدیست بریں کہ بر زمین است

ہر سال ۲۶ صفر سے ۲۸ صفر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا دینی اجتماع ہوتا ہے۔ یہ شہر دہلی کے شمال مغرب میں ۳۷ فرسنگ اور لاہور سے بجانب مشرق ۴۳ فرسنگ اور کابل سے ۱۲۵ فرسنگ واقع ہے۔

چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوا جو زمانہ شیخ سے پورے چار سو سال بعد ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں۔

حضرت خلیل اللہ بدخشی کا الہام

سلسلہ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاء امت ملک ہند میں پیدا ہونیوالے ہیں۔ ان سے شرف ملاقات نہ ہوسکنے کا مجھ کو افسوس ہوگا۔ انہوں نے ایک خط بطور عرضداشت آپ کے نام تحریر کیا اور آپ نے خلیفہ خواجہ عبد الرحمان بدخشی کو دیا۔ جو سنہ ۱۰۲۲ھ المقدس میں آپ کے حضور میں پیش کیا گیا اسمیں آپ سے دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی۔

از فروغ علم تفسیر و حدیث
ہو گیا محبوس شیطان خبیث
ہے بہار سنت نبوی کو جوش
ہے جہاں میں نغمہ دین کا خروش

بموجب عدد سنین عمر شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ۶۳ خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے پس باستثنائے حضرت خواجہ محمد عیسیٰ اور خواجہ محمد اشرف علیہ الرحمۃ آپ کے پانچوں صاحبزادگان ممدوح خلیفہ ہیں (۶) مولانا میر محمد نعمان اکبر آبادی (۷) شیخ بنگالی (۸) شیخ عبدالحی حصاری (۹) شیخ نور محمد قفنی (۱۰) شیخ مزمل پوربی (۱۱) شیخ نور بہاری (۱۲) شیخ حامد بہاری (۱۳) مولانا فرخ حسین (۱۴) سید باقر ساپوری (۱۵)

سید محب اللہ مانک پوری (۱۶) سید حسین مانک پوری (۱۷) مولانا شیخ عبد الہادی بدایونی (۱۸) مولانا شیخ طاہر لاہوری (۱۹) مولانا امان اللہ لاہوری (۲۰) شیخ طاہر اللہ چشتی (۲۱) حاجی فخر افغانی (۲۲) مولانا صادق کابلی (۲۳) مولانا محمد ہاشم خادم (۲۴) خواجہ محمد ہاشم برہانپوری (۲۵) شیخ فضل اللہ برہانپوری (۲۶) مولانا حمید الدین احمد آباری (۲۷) حاجی حسین (۲۸) شیخ داؤد ساکی (۲۹) مولانا غازی گجراتی (۳۰) خواجہ محمد صدیق الکشمی الدہلوی (۳۱) شیخ بدیع الدین سہارنپوری (۳۲) شیخ احمد دیوبند (۳۳) شیخ عبد القادر انبالوی (۳۴) شیخ محمد حری (۳۵) شیخ سلیم البنوری (۳۶) شیخ آدم البنوری (۳۷) مولانا بدر الدین السرہندی (۳۸) شیخ خضر الہلول پوری (۳۹) مولانا محمد یوسف سمرقندی (۴۰) مولانا عبد الغفور سمرقندی (۴۱) مولانا محمد صالح الکولابی (۴۲) صوفی قربان القدیم (۴۳) حاجی محمد دکنی (۴۴) مولانا یار محمد قدیم طالقانی (۴۵) مولانا یار محمد جدید طالقانی (۴۶) صوفی قربان القیوم (۴۷) صوفی قربان الجدید دار گنجی (۴۸) مولانا قاسم علی (۴۹) شیخ حسن البرکی (۵۰) شیخ یوسف البرکی (۵۱) شیخ عبد الرحیم البرکی (۵۲) مولانا صغیر احمد الرومی (۵۳) شیخ عبد العزیز المغربی (۵۴) شیخ علی المحقق المالکی (۵۵) شیخ زین العابدین (۵۶) شیخ علی الطبری الشافعی المکی (۵۷) شیخ احمد استنبول (۵۸) فقیہ عثمان الیمنی الشافعی (۵۹) سی مبارک شاہ بخاری (۶۰) مولانا حسن بخاری (۶۱) قاضی تو لک بخاری (۶۲) شیخ المحدث عیسیٰ المغربی (۶۳) شیخ محمد مدنی۔

خواب: فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں ایک قصیدہ کہا تھا۔ براہ تواضع فرمایا کہ میں اس تعریف کے لائق نہیں تھا۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کہا تھا۔ نہایت نوازش سے پیش آئے۔ میرے پاس کوئی عمل بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نہیں ہے اور یہ شعر فرمایا۔

نکرد مظہر طاعتے و رفت بخاک
نجات خود تبولائے بوتراب گذاشت

فرماتے ہیں کہ بعد حمد وصلوٰۃ وسلام از فقیر جان جاناں، فرزند برخوردار ملا محمد نسیم جیو۔ ابقاہ الرحمان مطالعہ فرمایند کہ فقیر تا روز تحریر در محروسہ شاہ جہان آباد مع علائق و توابع بعافیت است و یاران حلقہ جابجا و شہر بشہر بخیر اند و مشتاق شما ہستند۔

حضرت مرزا جانجاناںؒ:

نقل ہے کہ ایک صالحہ حضرت سے اپنے مکان پر روز غائبانہ توجہ لیا کرتی تھی۔ اس کا معمول تھا کہ جس وقت متوجہ ہو کر بیٹھا کرتی۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں اطلاع کو بھیج دیتی۔ آپ توجہ فرما دیا کرتے۔

۱۱۹۵ ہجری کو کچھ رات گئے چند آدمیوں نے آکر دروازہ پر دستک دی خادم نے عرض کی کہ کئی آدمی آپ کی زیارت کے واسطے آئے ہیں۔

پوچھا کہ مرزا جانجاناں تم ہی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں دونوں ہمراہیوں نے بھی کہا کہ مرزا جانجاناں یہی ہیں۔ یہ سن کر اس بد بخت نے طمنچہ سے گولی ماری۔ کہ وہ دل کے قریب پڑی۔ اور آپ زمین پر گر پڑے فرمایا اگر ارادہ الٰہی میں شفا ہے بہر صورت ہو جائے گی ڈاکٹر کے علاج کی کوئی ضرورت نہیں اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اگر معلوم ہو جائے میں نے بھی اس کو معاف کیا تم بھی معاف کرنا اس کے بعد تین روز تک آپ زندہ رہے اس حالت میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۱۹۵ھ دسویں شب محرم کو اس کو شب شہادت بھی کہتے ہیں تین بار زور سے سانس لے کر روح مبارک عالم جاودانی کو راہی ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون. آپ کا مزار دہلی میں متصل چتلی قبر واقع ہے۔

نگیرد باطن اہل صفا رنگ از نظر بازی
تصرف نیست ہرگز در دل آئینہ صورت را
دماغ دل درینجا گاہے گاہے چاک می گردد
خدا آباد ترساز و خرابات محبت را
واشدہ گلہائے باغ از رشک و غم میکند
جوشش یاران رنگیں یاد می آید مرا
بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

حضرت قاضی ثناالله پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مظہر جان جاناں قدس سرہٗ کے بزرگ ترین خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کی تفسیر مظہری، رسالہ احقاق، ارشاد الطالبین، مالا بدمنہ السیف المسلول وصیت نامہ وغیرہ ۳۲ کتابیں مولانا ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ (دہلی) کو حاصل ہوئی ہیں۔

حضرت شہید فرمایا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے قیامت کے روز دریافت کیا کہ میری درگاہ میں کیا تحفہ لایا۔ تو قاضی ثناء اللہ کو پیش کروں گا۔

علاج ارشادالمستر شدین میں لکھا ہے۔ حضرت میرے تسلیم قبول ہو۔ اگر ممکن ہوتو ہر بیمار کے واسطے استخارہ مسنونہ کرکے علاج شروع کردیں۔ اور دعا کرکے بیٹھیں اور دعا پر ختم کریں۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ بیمار کو مردہ کی طرح لٹادے اور بیچ میں گاؤ تکیہ رکھ کر اول انگوٹھے پکڑ کر چہرہ پر ٹکٹکی باندھ کر دس پندرہ بیس منٹ تک جس قدر ہوسکے دیکھے مگر دس منٹ سے کم نہ بعدہٗ انگوٹھے چھوڑ کر دو چار پانچ منٹ ہاتھوں کو سر پر رکھے پھر ہاتھ ایک دو منٹ شانوں پر رکھ کر ایک منٹ میں ہاتھوں کو انگلیوں تک پہنچا دیوے۔ پھر پشت پر ایک منٹ میں ناف تک پھر دو تین منٹ معدہ اور ناف پر ایسا کرنے سے تمام جسم میں نور بھر جاوے گا اور شاید مابین اس کے درد اٹھے وہ علامت صحت ہے اس سے ڈرنا نہ چاہئے یہ دیر پا نہیں ہر نشست میں اس کی امید رکھنی چاہئے یہ بہت مبارک ہے۔

حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ

فرزند اکبر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ ہجری میں واقع ہوئی۔ جب حضرت مجدد الف ثانیؒ بدولت بیعت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مشرف ہوئے حضرت خواجہ سے اخذ طریقہ کیا اور آپ پر واردات عجیبہ وغریبہ وارد ہوئے استغراق اس قدر غالب ہوا کہ حضرت خواجہ نے اس کا علاج طعام بازاری سے کیا اکثر حضرت خواجہ ان سے حالت دریافت فرمایا کرتے تھے بلکہ اپنے ہمراہ قبروں پر لے جایا کرتے تھے اور اموات کے حالات استفسار فرماتے اور وہ بلا توقف جو کچھ معلوم ہوتا بتلا دیا کرتے۔

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

حضرت محمد علیﷺ حسن عرب حضرت مرزا صاحب قبلہ کے قدیم اصحاب سے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔ بڑے ریاضت کش تھے۔ ہر روز چالیس ہزار مرتبہ ذکر کلمہ طیبہ لسانا کیا کرتے تھے اور دس ہزار نفی اثبات حبس نفس دم اور ہزار مرتبہ سورہ اخلاص اور ہزار مرتبہ استغفار ہزار مرتبہ درود شریف کا معمول تھا۔ صائم الدہر بھی تھے۔ رات کو عبادت میں گزارا کرتے تھے اور دن کو حضرت مرزا صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت گاری کیا کرتے تھے تین سال میں مقامات مجددیہ تا انتہا حاصل کی۔ ببرکت صیام وذکر کثیر کشف صحیح ووجدان سلیم رکھتے تھے۔ حضرت مرزا صاحب قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے کہ تمام عرب میں ایک آدمی طالب مولیٰ ومجاہدہ راہ خدا میرے پاس آیا اور وہ محمد حسن عرب تھے۔

مجدد ثالث عشر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی ولادت ۱۱۵۸ ہجری میں بمقام بٹالہ پنجاب میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے آپ کے والد شریف شاہ عبد اللطیف نہایت مرتاض ومجاہد تھے کریلہ جوش دے کر کھایا کرتے اور جنگل میں جا کر ذکر جہر کیا کرتے اور حضرت ناصر الدین قادری سے بیعت تھے۔

فرمایا کہ ہمارا فیض دور دور تک پہنچ گیا ہے مکہ معظمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے بغداد شریف روم ومغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے اور بطریق ہنسی فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔

ایک ٹوٹے بوریے کا بچھونا اور اینٹ سرہانے ہوتی تھی ایک مرتبہ شدت ضعف بھوک میں میں نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور دل میں عہد کر لیا کہ بس یہی میری قبر ہے کہ اسی اثنا میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا دروازہ کھولو میں نے نہ کھولا پھر اس نے کہا کہ دروازہ کھولو مجھ کو تجھ سے کچھ کام ہے۔ پھر بھی میں نے نہ کھولا۔ آخر کار وہ کواڑوں کی شگاف کی راہ سے پانچ روپیہ ڈال گیا اس کے بعد فتوح جاری ہوگئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں سے اور نیز اپنے مرشد سے حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

بعد نماز مغرب خاص خاص مریدوں کو توجہ فرماتے اور پھر کھانا کھا کر اور نماز عشاء پڑھ کر اکثر شب ذکر ومراقبہ میں بیٹھ کر بسر کرتے۔ اگر نیند کا بہت غلبہ ہوتا مصلے ہی پر داہنی کروٹ کچھ

لیٹ جاتے بہت کم چارپائی پر سوئے ہیں لیکن پاؤں کبھی نہ پھیلائے۔حتیٰ کہ وفات بھی آپ کی اسی طرح ہوئی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے بادشاہ وقت کی غیبت کی آپ کا روزہ تھا آپ نے فرمایا کہ افسوس روزہ جاتا رہا۔کسی نے عرض کیا کہ حضرت نے کسی کا ذکر بد نہیں کیا۔آپ نے فرمایا اگر کیا نہیں سنا تو ہے غیبت میں ذاکر اور سامع دونوں برابر ہیں۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور دریافت کیا کہ لعن یزید کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا کہ میں مستحق لعن ہوں جس قدر تیرا دل چاہے دوسرے کا حال معلوم نہیں زیادہ تحقیق منظور ہو تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے کرلو وہ اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ واقف ہیں امر معروف اور نہی منکر آپ کا شیوہ تھا۔

شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خالد رومی جو اس وقت کے اعلم العلما تھے نو مہینے آپ کی خدمت میں رہ کر امام طریقہ بن کر واپس گئے اور بلاد اسلامیہ میں علماء فضلاء کا آپ کی طرف اس قدر رجوع ہوا کہ آپ کے نام سے طریقت خالدیہ مشہور ہوگیا۔قصیدہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں ساری دنیا چھان ڈالی مگر آپ کا مثل نہ پایا فرماتے ہیں۔

زاقصائے خطا تا غایت مغرب زمیں امروز
نیا شد ہیچ کس مانند اواز نوع انسانی
نہ شد باطول صحبت زاولیائے یثرب و بطحا
میسر آنچہ ازوے شد مرانا دیدہ ارزانی

ایک شخص سید اسمٰعیل مدنی مدینے سے بحکم آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی خدمت میں کسب نسبت کے واسطے آئے تھے۔آپ کے حکم سے ایک روز وہ جامع مسجد میں آثار نبویہ کی زیارت کو گئے۔وہاں سے واپس آکر انہوں نے عرض کیا۔کہ اگرچہ وہاں برکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔لیکن عظمت کفر بھی معلوم ہوتی ہے۔تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ بعض اکابرین کی وہاں تصویریں بھی رکھی ہیں۔آپ نے اسی وقت بادشاہ کو ایک نہایت پرزور خط لکھا کہ وہ تصویریں نکلوادیں۔

خط حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سلامت السلام علیکم ورحمۃ اللہ سبحان اللہ از عجائب قدرت او سبحانہ چہ نوشتہ شود ایں سید محمد اسماعیل مدنی کہ از مدینہ منورہ برائے کسب نسبت مجددیہ رضی اللہ عنہم نزد ایں لاشئے تشریف آوردہ امشب شب جمعہ در مسجد جامع وآثار شریف رفت گفت کہ اینجا ظلمت اصنام معلوم میشود وایں گفتن او محض از نور ایمان است او چہ داند دریں آثار چیست تحقیق شد کہ تصویر ہا در اینجا نہادہ اند تصویر پیغمبر خدا علیہ السلام وائمہ اہل بیت واولیاء رضی اللہ عنہم ساختن وپیش خود داشتن در شرع محمدی جائز نیست۔ تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام خود حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بدست مبارک شکستہ اند تصویر پیر خود تصویر پیغمبر خدا و تصویر جناب امیر المومنین علیہ السلام بت اند و ترک تعظیم آں بہ و اہتمام کنندہ صنم پرستے است تاب اللہ علیہ وسنگے براں نقش قدم ساختہ گویند کہ نقش قدم پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم بت است ہائے مسلمانی و توحید وائے بادشاہی و متابعت اسلام کجا شد۔ پیروی نمایند وایں بت پرستی موقوف نمایند چہ نالم وچہ گریہ کنم بر خرابی ومسلمانی و مداہنت وسستی مسلمانان غلبہ کفر از آنست بہ تاں کافراں محتاج اند اللہ تعالیٰ ہدایت فرماید و مسجد جامع و قلعہ بادشاہی کہ ہردو جائے مسلمانان است اصنام داشتن چہ معنی واللہ اگر مرا قوتے عود نماید از شہر بت پرستاں ہجرت نمایم۔

نقل ہے کہ ایک سید آپ کے پاس آئے۔وہ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔آپ نے دیکھ کر نرمی سے فرمایا۔تعجب ہے ابھی میر صاحب کے داڑھی نہیں نکلی بعدہٗ بانبساط تمام فرمایا کہ ہم سب آپ ہی کے خاندان سے ہیں ہم لوگ تو آپ کے گماشتہ ہیں وہ بہت شرمندہ ہوئے اور اس کے بعد پھر انہوں نے داڑھی نہ منڈوائی۔

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روئے تو کر دم جواں شدم

اٹھ بیٹھتے اور بقوت تمام توجہ فرماتے تھے۔آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ نام شریف لے کر بے تاب ہو جایا کرتے تھے اور آہ آہ کر کے ہاتھ اوپر کو اٹھا دیا کرتے تھے۔اور کبھی دونوں ہاتھ پھیلا کر اس طرح سمیٹ لیا

کرتے تھے جیسے کسی کو آغوش میں لیتے ہیں۔ اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

موسیا اداب داناں دیگرند
سوختہ جاں ودرد ماناں دیگرند

مرض موت میں ترمذی شریف سینہ مبارک پر ہوتی تھی۔ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نکل آتا تھا۔ اس پر عمل کرتے تھے۔ بکری کے شانہ کا گوشت پکوا کر کھاتے تھے کہ مسنون ہے۔

گاہ گاہ خود بخود خوشبو آپ کے مکان میں آنے لگتی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامان لشکر نماز میں کر لیتے تھے فرمایا کھانے میں ایک رضائے نفس ہے۔ اور ایک حق نفس رضائے نفس غذا بہت لطیف اور بمقدار توانائی ادائے فرض وسنت۔

فرمایا مرد چار قسم کے ہیں۔ نامرد۔ مرد۔ جوان مرد۔ اور مرد طالب نامرد طالب عقبی کا طالب مرد۔ طالب عقبی ومولی جوان مرد طالب مولی مرد طالب فرمایا خطرے کی چار قسمیں ہیں۔ شیطانی نفسانی ملکی حقانی شیطانی بائیں جانب سے آتا ہے۔ نفسانی اوپر سے یعنی دماغ سے ملکی داہنی جانب سے حقانی فوق الفوق سے۔

فرمایا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسیت حاصل کرنا چاہے تو بعد نماز عشاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک خیال میں اپنے ہاتھ میں لے اور یہ کہے کہ بیعت کی میں نے آپ سے اوپر گواہی پانچ چیز کے کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور قائم رکھے نماز ادا کرے زکوٰۃ اور روزہ ماہ رمضان اور حج خانہ کعبہ بشرط استطاعت کے اور چند شب اسی طرح کرے۔

بایک دو آشنا کہ نیرزد بہ نیم جو
درپیش چشم ہمت شاں ملک سنجری
ایں آں سعادتیست کہ حسرت برو برآں
جو پایئے تخت قیصر و ملک سکندری
مرا پیر دانائے مرشد شہاب
دو اندوز فرمود برروئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش
دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش
ما برائے استقامت آمدیم
نے پئے کشف و کرامت آمدیم

پھر فرمایا کہ میں اپنا حال بیان کروں۔

بہ زمین چو سجدہ کر دم ززمین ندا بر آمد
کہ مرا خراب کر دی تو بسجدہ ریائی
بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند
کہ بروں درجہ کر دی کہ دردن خانہ آئی
نہ حسنش غایتے داردنہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستقی ودریا ہمچناں باقی

فرمایا کہ حضرت جان جاناںؒ سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ مجددیہ کیوں اختیار کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں چنداں ریاضت مجاہدہ نہیں ہے اور میں نازک مزاج تھا مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکے۔ فرمایا کہ اہل محبت کو حاجت اعمال کی نہیں ہے ان کو عمل قلیل کافی ہوتا ہے بلکہ قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔

فرمایا کہ ایک روز ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھ کو یاد رب کی سکھا دیں میں نے کہا اللہ اللہ دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کرو اس نے کہا اس لفظ سے تو نہیں یاد کروں گا۔ میں نے کہا کہ اچھا قلب کی جانب متوجہ ہو کر دل سے تو ہی تو ہی کرو۔ اس پر وہ راضی ہو گیا چند روز کے بعد اس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور مشرف با سلام ہوا۔

فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ اپنے طور پر پچاس ہزار مرتبہ خدا کا نام لیتا ہوں۔ اس کی برکت سے ماسواء سے اعراض ہو گیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس کے دل کی کیفیت دیکھی ہے لیکن کفر کی وجہ سے کیفیت مکدرہ تھی کیفیت نورانی سواد کرایمانی کے نہیں پیدا ہوتی۔

فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار اسم ذات کرنا ضروری ہے فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ ہاتھ کے خالی ہونے کو فرمایا کہ لوگ عمدہ عمدہ کھانا پکا کر لاتے ہیں۔ اور کھانے کے واسطے اصرار کرتے ہیں۔ اور اگر نہ کھاؤں تو ان کی دل شکنی ہوتی ہے اور کھاتا ہوں تو اپنی بدمزگی ہوتی ہے۔ ہمارا کھانا یعنی جنس بازار سے خرید ہو کر آتی ہے مگر چونکہ سامنے پکتی ہے توجہ کی تاثیر سے ظلمت دور ہوتی ہے۔ اور دوسری کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا

مفلسا نیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں بردست و بر بازوئے تو

پس میرے جنازے کے آگے بھی یہی شعر پڑھنا بلکہ یہ شعر عربی میں بھی پڑھنا۔

وفدت علی الکریم بغیر زادٍ
من الحسنات والقلبُ السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شیئٍ
اذا کان الوفود علی الکریم

بتاریخ ۲۲ صفر یوم شنبہ ۱۲۴۰ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت شاہ ابوسعید معصومی مجددی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۱۹۶ ہجری کو بمقام رام پور میں ہوئی۔ توجہ میں اس قدر گرمی تھی کہ اگر سو آدمیوں کی جانب متوجہ ہوتے تھے تو سب بیہوش ہو جاتے تھے۔ آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو خدا طلبی میں خط لکھا۔ انہوں نے بکمال تعظیم جواب دیا اور تحریر فرمایا کہ اس معاملہ میں حضرت شاہ غلام علی صاحب سے کوئی بہتر نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بادب پیرزادگی نہایت تعظیم وتکریم کی اور اپنی مسند خالی کردی اور کہا کہ آپ کی جگہ یہاں ہے فقیر آپ کے خاندان کے ایک کمترین منتسبان سے ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میں بجہت استفادہ اور نفش برداری برادری حاضر ہوا ہوں حضرت شاہ صاحب نے قبول فرمایا۔

شاہ ابوسعید مجددی

۱۱۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۵۰ھ میں حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ٹونک میں رحلت فرمائی سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح وجہاد میں بھی آپ نے عملاً حصہ لیا۔

حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرزند دوم حضرت شاہ ابو سعید صاحب کے ہیں۔ ۱۸۵۸ء کے بعد حرمین شریفین کی ہجرت فرمائی۔ اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی وہاں بھی بہت لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث پڑھتے۔

ایک مرتبہ جل وعلا کو خواب میں دیکھا۔ بکمال تمنا عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں سکونت اور موت کا نہایت اشتیاق ہے اور ارشاد ہوا کہ دعا قبول ہوئی ۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۲ ہجری کو انتقال فرمایا اور قریب قبہ عثمان رضی اللہ مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شاہ احمد سعید:

فرزند اکبر حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۷ رام پور میں ہوئی حضرت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ سے اخذ طریقہ کیا مسند کے قریب بٹھاتے۔ اور بقوت تمام توجہ فرماتے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

فرمایا کہ صحبت اغنیاء وارباب تنعم طالب خدا کے واسطے سم قاتل وسد سکندری ہے اور اس سے جاری فیض بند ہو جاتا ہے فرمایا کہ مرید کسی کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ غیر سے متنفر ہوتا ہے طالبین سے جو شخص حجرہ بند کر کے ملتزم ذکر وفکر ہوتا اس کو بہت پسند فرماتے فرمایا کہ طالب اس وقت اللہ تعالیٰ کا مرید ہوتا ہے کہ اپنے سینہ سے جمیع مقاصد ومرادات دفع کر کے اور سوائے رضاء حق سبحانہٗ کے کوئی مراد اس کی نہ ہو اور مردہ بدست زندہ ہو رہے اور بارگاہ الٰہی میں ہر وقت بہ تضرع وزاری دعا کرتا رہے۔ کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا ہو اس پر قائم رکھ ایک لحظہ مجھ کو اپنے سے دور مت کر فرمایا کہ آرزوئے فقیر یہی ہے کہ انفاس مستعار حیات اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گزریں۔ اور گوشہ نامرادی میں بیٹھ کر زبان بتکرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تازہ رہے۔

علماء ومشائخ زمان ترک تدریس ومنصب شیخی کر کے خاکروبی استانہ کو اپنا فخر سمجھتے اور آپ بھی ہمہ تین مصروف اشاعت طریقت ہو گئے اور قریب دس سال تک مسند ارشاد کو زینت فرمایا کہ بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۲۸۶ ہجری کو مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا اور بائیں جانب قریب روضہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ دفن ہوئے۔

حضرت شاہ محمد معصوم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند خلیفہ حضرت شاہ عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں آپ کی ولادت ۱۲۶۳ ہجری بمقام دہلی میں ہوئی۔

اجازت مطلقہ سے مشرف ہوئے تحریک آزادی کے دوران آپ بھی جدامجد کے ہمراہ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔

ختم حضرت محبوب سبحانی

حسبنا الله و نعم الوکیل

ترجمہ: کافی ہے ہمارے لئے اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فضائل: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کلمات اس وقت پڑھے تھے جب آگ میں ڈالے گئے۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود منجنیق میں بٹھا کر آگ میں ڈال رہا تھا تو جبرائیل امین آکر عرض کرنے لگے "یا خلیل الله الک حاجة" کہ اے اللہ کے خلیل کیا تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے؟ تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اما الیک فلا" کہ آپ کی مدد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تو جبرائیل نے کہا پھر اللہ سے سوال کرو تو فرمایا علمه بحالی حسبی عن سوالی کہ اللہ کا علم میرے اس حال پر سوال کرنے سے مجھے بے نیاز کر دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم پر بہت بڑا کام (یعنی مشکل) آپڑے تو یہ مبارک کلمات پڑھا کرو۔ حسبنا الله ونعم الوکیل.

حضرت زینبؓ باقی ازواج مطہرات پر فخر کرتی تھیں کہ میرا نکاح حق تعالیٰ نے خود کیا ہے جب کہ باقی ازواج مطہرات کا نکاح ان کے اولیاء نے کر رکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میری برات و پاکدامنی کی آیتیں اللہ پاک نے قرآن حکیم میں نازل فرمائی ہیں جو رہتی دنیا تک پڑھی جاتی رہیں گی۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی فضیلت مان گئیں، پھر حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ صفوان بن معطل کے اونٹ پر سوار ہوتے وقت آپ نے کیا پڑھا تھا؟ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا حسبنا الله ونعم الوکیل حضرت زینبؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ نے ایمان والوں کا کلمہ پڑھا تھا۔ تفسیر ابن کثیرؒ

حسبی الله پڑھے یا حسبنا الله پڑھے مقصد ایک ہے

یا خفی اللطف ادرکنا بلطفک الخفی۔ ترجمہ اے وہ ذات جو مخفی مہربانیوں کی مالک ہے ڈھانپ لیجئے ہمیں اپنی پوشیدہ مہربانیوں میں ارشاد خداوندی ہے۔ لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر ترجمہ کسی کی آنکھ اللہ کو دیکھ نہیں سکتی (یعنی دنیا میں) اور وہی ذات دیکھتی ہے کسی کی آنکھ کی حرکت اور بہت باریک بین اور باخبر ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند نے اپنے ختم میں وہ کلمات دعائیہ کے لئے جن کے ساتھ اذکار و اشغال کی پوری مناسبت ہے یعنی ان کے سلسلہ کے اذکار و اشغال بھی خفی ہیں اور کلمات دعائیہ میں وہ لفظ پسند کیا جس کے معنی میں نہایت پوشیدگی ہے۔

یا باقی انت الباقی۔ ترجمہ: اے ذات جو ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والی ہے اور فنا تیرے لئے محال ہے چونکہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس مقام رفیع پر اللہ کے فضل سے پہنچ گئے تھے اور باقی باللہ مشہور ہوئے تھے تو اپنی بقائیت کو جو امر حادث تھا اس کی نفی فرمائی اور بقاء حقیقی جو ذات واجب الوجود کے لئے تھی اس کا اقرار کیا اور وہی کلمات جو اس مقام کی طرف اشارہ کر رہے ہیں ارشاد فرمائے لہٰذا فرمایا یا باقی انت الباقی لا حول ولا قوة الا بالله ترجمہ نہیں ہے طاقت کسی بشر کو گناہ سے بچنے کی اور نہیں ہے طاقت کسی بشر کو اچھے کام کی مگر صرف اللہ پاک کے فضل سے بعض روایت میں لا ملجا ولا منجا من الله الا الیه کے الفاظ ہیں نہیں کوئی پناہ کی جگہ اور نجات کی اللہ سے سوائے اللہ کے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لا حول ولا قوة الا بالله ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جس میں سب سے ہلکی بیماری تکلیف اور پریشانی ہے۔

لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین.

ترجمہ: کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہے میں تھا گناہگاروں سے جس مقصد کے لئے کوئی مسلمان اس کو پڑھے اللہ پاک اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

حضرت یونس بن متی کو اللہ تعالیٰ نے اہل نینوی کی طرف

نبی بنا کر بھیجا۔ دعوت دی مگر قوم نے قبول نہیں کی آپ نے ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ یہ کہہ کر یونس علیہ السلام بے خیالی میں ان نافرمانوں کی بستی سے بغیر اللہ کے حکم کے نکل گئے اور تین دن تک ان پر عذاب کا انتظار کیا ادھر جب قوم پر آثار عذاب کے ظاہر ہوئے تو تمام چھوٹے اور بڑے یہاں تک کہ جانوروں کو بھی ساتھ لے کر بستی سے باہر نکل گئے اور آہ وزاری وعاجزی وانکساری کے ساتھ خالص توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کیا اور عذاب ٹال دیا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم پر عذاب ٹل گیا تو ان کو احساس ہوا کہ اب تو وہ ان کی نظروں سے جھوٹے ہو جائیں گے تو اپنے اجتہاد کی بناء پر بغیر اللہ کی اجازت کے آگے چلے گئے راستہ میں دریا تھا کشتی میں سوار ہو گئے بوجہ زیادتی بوجھ کے کشتی ڈوبنے لگی چنانچہ ملاح نے آواز دی کہ وزن کم کرنے کے لئے ایک آدمی کو دریا میں پھینکنا چاہئے ورنہ تو سب لوگ ڈوب جائیں گے۔

الغرض قرعہ ڈالا گیا یونس علیہ السلام کا نام نکلا ان کی صلاحیت اور زہد وتقویٰ کو دیکھ کر کشتی والے ان کو دریا میں پھینکنے پر راضی نہیں ہوتے تھے چنانچہ دوسری مرتبہ اور پھر تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا گیا لیکن ہر بار انہیں کے نام پر قرعہ نکلتا رہا، چنانچہ وہ خود دریا میں کود گئے ادھر اللہ کے حکم سے ایک بہت بڑی مچھلی نے منہ کھول کر یونس علیہ السلام کو اپنا لقمہ بنایا اور فرمان خداوندی پہنچ گیا کہ اے مچھلی یہ میرا نبی ہے یہ تیرا لقمہ نہیں ہے بلکہ تیرا پیٹ اس کے لئے جیل خانہ ہے چنانچہ مچھلی آپ کو لے کر سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی۔

چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کی دعا قبول ہوگئی چنانچہ مچھلی نے آپ کو اللہ کے حکم سے دریا کے کنارے خشکی میں اگل دیا۔

یہی خدا کا وہ اسم اعظم ہے جب اس کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔

صرف اسم اللہ کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔ **یا حی یا قیوم** کو **اسم اعظم یا ذوالجلال والاکرام** کو اسم اعظم کہا گیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نے پانچ سو کی تعداد کو اختیار کیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے لئے آسانی ہو۔

یا حی یا قیوم برحمتک استغیث اے زندہ، اے تھامنے والے ہر چیز کو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ، تیری رحمتوں کے سہارے اپنی فریاد پیش کر رہا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی بات میں پریشانی ہو جاتی تو کلمات مبارک مذکورہ پڑھا کرتے تھے۔

ختم حضرت شاہ غلام علی دہلوی باللہ

یا رحمن یا رحیم یا ارحم الراحمین صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمدٍ

ترجمہ: اے معبود برحق اے ہر رزق کھانے والے کو رزق پہنچانے والے دنیا میں، اے مومنوں کو بخشنے والے عقبیٰ میں، اے زیادہ رحم کرنے والی ذات ہر رحم کرنے والے سے، رحمت نازل فرما ساری مخلوق سے بہتر جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے **یارحیم کل صریخ و مکروب و غیاثه و معاذه یا رحیم**۔

اے رحم کرنے والے ہر پریشان حال پر، مصیبت زدہ پر، اور اس کی فریاد سننے والے، اور اس کو پناہ دینے والے اے رحم کرنے والے، یعنی رحم کر ہمارے اوپر اور ہمارے سارے مصائب دور فرما تمام مشکلات ومصائب جو انسان پر وقتاً فوقتاً آتے ہیں ان کا رفع کرنے والا سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں، تو ختم کے ان الفاظ مبارکہ میں اسی رحیم ذات کی طرف توجہ کی گئی ہے۔

رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین۔ ترجمہ: اے میرے رب مجھے تنہا نہ چھوڑیئے اور تیری ذات بہترین وارث ہے حضرت خواجہ دوست محمد آپ کے اولاد نہیں تھی تو اس آیت مبارکہ کو اپنا ختم مقرر کیا۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ پاکی اللہ بزرگ کے لئے ساری تعریفوں کے ساتھ یہ ایسے مبارک

کلمات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو کلموں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم دو کلمے ہیں جو پڑھنے میں بہت آسان ہیں وزن میں بھاری ہیں۔ اللہ کو بڑے پیارے ہیں وہی ہیں جو اوپر لکھے گئے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

تمام پاکی اللہ کے لئے ہے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے نہ اس کا مثل ہے نہ مثال ہے گناہوں سے بچنا اور عبادت کی طاقت اللہ کی مدد سے ہی ہو سکتی ہے جو برتر اور عظمت کا مالک ہے۔

فضیلت:۔ شب معراج حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مبارک بیٹے آپ امت کو میرا اسلام کہیں اور کہیں کہ جنت کی زمین پر چٹیل میدان ہے **وغراسھا ھذہ الکلمات** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کلام یہ چار کلمے ہیں سبحان اللہ سے اللہ اکبر تک **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے حضرت مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسم مبارک کو اس آیت کے ساتھ ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ آیت **واللہ ذو الفضل العظیم** اور حضرت کا نام بھی فضل علی ہے جو عظیم کے قریب المعنی ہے چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ جیسا کہ کپڑے میں تانے اور بانے کے علاوہ تیسری کوئی چیز نہیں ہے اسی طرح میرے سلسلے میں سوائے قرآن وسنت کی پیروی کے اور کوئی چیز نہیں یعنی ہمارا سلسلہ کمال اتباع شریعت مطہرہ پر مبنی ہے اس میں بدعات ورسومات کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یالطیفاً بخلقہ یا علیما بخلقہ یا خبیراً بخلقہ الطف بنایا لطیف یا علیم یا خبیر۔

ترجمہ: اے وہ ذات جو بڑی مہربان ہے اپنی مخلوق پر اے وہ ذات جو بہت علم رکھتی ہے اپنی مخلوق پر اے وہ ذات جو باخبر ہے اپنی مخلوق کے تمام حالات پر، مہربانی فرما ہمارے اوپر یالطیف اے بڑی مہربان ذات یاعلیم اے بڑی علم والی ذات یا خبیر اے بڑی خبر رکھنے والی ذات۔

درود شریف صلوٰۃ تنجینا ۳۱۳ بار

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمدٍ صلوٰۃ تنجینا بھا من جمیع الاھوال والافات وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا من جمیع السیئات وترفعنا بھا عندک اعلیٰ الدرجات وتبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیٰوۃ وبعد الممات انک علی کل شئی قدیر

گر ہمی خواہی کہ گردی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلام خاندان نقشبند

طریقۂ ختمات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمدٍ والہ وصحبہ اجمعین اللھم یا مفتح الابواب ویا مسبب الاسباب ویا مقلب القلوب والابصار ویا خالق اللیل والنھار ویا دلیل المتحیرین ویا غیاث المستغیثین اغثنا ویاغیاث المستغیثین اغثنا ویا غیاث المستغیثین اغثنا توکلنا علیک نفوض امور نا الیک بالف الف لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہاتھ پر دم کر کے منہ پر پھیرے اس کے بعد حسب ذیل دعا پڑھے۔ **استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ توبۃ عبدٍ ظالمٍ لا یملک لنفسہ نفعاً ولا ضراولا موتاً ولاحیاۃ ولا نشوراً۔**

ابتداء ختم خواجگان

سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف بسم اللہ سے لے کر آمین تک ساٹھ بار درود شریف ایک سو بار سورہ الم نشرح

اعوذ باللہ وبسم اللہ اول میں بسم اللہ پڑھ کرانا سی بار پڑھے۔اول سورۂ اخلاص یعنی قل ھو اللہ ایک ہزار بار پڑھے سورہ فاتحہ سات بار درود شریف ایک سو بار اللھم یا قاضی الحاجات سو بار اللھم یا کافی المھمات سو بار للھم یا دافع البلیات سو بار اللھم یا حل المشکلات سو بار اللھم یا منزل البرکات سو بار اللھم یا رفیع الدرجات سو بار اللھم یا خیر الناصرین سو بار اللھم یا شافی الامراض سو بار اللھم یا مجیب الدعوات سو بار برحمتک یا ارحم الراحمین سو بار اللھم امین سو بار ختم کے بعد بطور دعا کے یہ آیت شریف پڑھے۔ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدراً۔

ختمات پڑھنے کے بعد ایصال ثواب کا طریقہ

اللھم اوصل وبلغ ثواب ما قرأناہ ونور ما تلوناہ بعد القبول عنا ھدیة واصلة منا الیٰ طبیب قلوبنا وشفیع ذنوبنا وقرة اعیننا سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم الیٰ ارواح جمیع اخوانہ من النبین والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین والیٰ آل کل وصحب کل رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھم اجمعین ثم الیٰ ارواح خلفاء الراشدین والصحابة والتابعین وتبع التابعین رضی اللہ تعالیٰ عنا و عنھم اجمعین ثم الیٰ ارواح ازواج نبینا محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم الطاھرات امھات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھن اجمعین ثم الیٰ ارواح بنات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم المکرمات رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنھن اجمعین ثم الیٰ ارواح سید شباب اھل الجنة سیدنا الامام الحسن وسیدنا الامام الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھا وعنھما اجمعین ثم الیٰ ارواہ اصحاب المذاھب الا ربعة رحمة اللہ تعالیٰ علینا وعلیھم اجمعین ثم الیٰ ارواح اصحاب الطرق الاربعة العلیة خصوصاً اصحاب الطریقة النقشبندیة والقادریة رحمة اللہ علینا وعلیھم اجمعین ثم الیٰ روح سیدی ومولائی مولانا رحمة اللہ تعالیٰ علینا وعلیہ ثم الیٰ روح سیدنا و مولانا الحضرت المحترم۔

حضرت مولانا رحمة اللہ علینا و علیہ ثم الیٰ روح سیدنا و مولانا ووالدنا الحضرت المحترم۔

حضرت مولانا رحمة اللہ تعالیٰ علینا و علیہ ثم الیٰ ارواح ابائنا وامھاتنا واجداد نا وجد اتنا و اخواننا واخواتنا وازواجنا واولادنا واحبابنا والیٰ ارواح جمیع من لھم حق علینا من المسلمین ثم الیٰ ارواح جمیع امة سیدنا محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کافة وعامة ، امین یا رب العلمین۔

اس کے علاوہ اگر اردو زبان میں کوئی دعا مانگنا چاہے تو مانگ سکتا ہے۔

مراقبہ فرمالے اور مراقبہ کے بعد یہ دعا مانگے۔

اللھم الطف بنافانک بنا بصیر ولا تعذبنا فانک علینا قدیر ودبرلنا فانا لا نحسن التدبیر وخذبیدنا الیک ودلنا بک الیک ولا تقطعنا عنک بقواطع الذنوب ولا تحجبنا عنک بقبائح العیوب یا من علیہ العسیر یسیر یا غنیا عن التفسیر نشکو الیک ما لا یخفی علیک ونسئلک ما لا یعسر علیک یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا دآئم یا حی یا قیوم یا ذالجلال والاکرام برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللھم لا تفرق جمعنا ھذا الا بذنب مغفورٍ و سعی مشکورٍ وعمل صالح مقبول وتجارة لن تبور یا عزیز یا غفور یا عالم مافی الصدور اخرجنا من الظلمت الیٰ النور بجاہ سید الوجود علیہ الف الف صلوٰة وسلام وبسر اسرار الفاتحة الشریفة

بسم اللہ سے لے کر آمین تک پڑھے۔

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلامٌ علی المرسلین. والحمد للہ رب العلمین پر دعا کو ختم۔

گر ہمی خواہی کہ گردی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلام خاندان نقشبند

اسباق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

(دن میں ایک بار اور رات میں ایک بار پڑھیں)

استغفار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

استغفر الله تعالیٰ ربی من کل ذنب واتوب الیه

درود شریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمدٍ وبارک وسلم

کلمہ تمجید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سومرتبہ

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر

آخر میں صرف ایک مرتبہ

ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم

تہلیل لسانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بارہ سومرتبہ

لا اله الا الله

یادداشت:۔ تاریخ وفات حضرت فضل علی قریشی مسکین پوری رحمۃ اللہ علیہ

یکم رمضان المبارک۱۳۵۴ھ

کرد از دنیائے فانی گوشۂ عزلت قبول
پیر برحق، مرشد ما واقف راز خفی!
بندہ واعظ چنیں بنوشت تاریخ وصال
بود قطب پاکداماں مولوی فضل علی!

حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامیہ امینیہ دہلی سے فارغ التحصیل ہوکر اسی مدرسہ میں بڑی کتابوں کا درس دیتے رہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ آپ سے بہت متاثر تھے۔ جب آپ دہلی سے بارادہ بیعت فقیر پور شریف روانہ ہوئے تو احمد پور شرقیہ سے حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی نور اللہ مرقدہ کو ساتھ لیا۔

پھر آپ کو وہ مقام نصیب ہوا جو اس شعر کا مصداق ہے۔

کانک شمس والملوک کواکب
اذا ظھر الشمس لم یبد منھن کوکب

(گویا آپ آسمان کا سورج ہیں اور باقی سلاطین آسمان کے تارے ہیں جب سورج نکلتا ہے تو تارے غائب یعنی ان کا نور مدھم ہوجاتا ہے) تو حضرت غریب نواز کے سارے خلفاء رشد وہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے تھے لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شان ممتاز تھی آپ کے متعلق حضرت غریب نواز قدس سرہ فرماتے تھے مجھے بتایا گیا ہے کہ اے قریشی تیرے سلسلے کی اشاعت تمام عالم اسلام میں تیرے خلیفہ عبد الغفور کے وجود سے ہوگی جو کہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دہلی کے دوران قیام کئی سال تک سلسلہ عالی کی تبلیغ کرتے رہے اور اس زمانہ میں بھی آپ سے بہت مخلوق فیضیاب ہوئی۔ پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۵ء میں اپنا مکان خریدا پہلی رات میں خواب دیکھا کہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر تشریف لائے اور انگشت شہادت کے اشارے سے محراب دروازہ پر یہ کلمات تحریر فرمائے۔ منزل اصحاب طریقۃ النقشبندیۃ مورد انوار المحمدیۃ اور حروف نور کی شکل میں چمکتے ہیں۔ آپ کا فیض عام تمام اطراف عالم میں پھیلا اور آپ شیخ العرب والعجم کہلائے۔ آپ کے حالات رسالہ خدام الدین لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ کوئی صاحب آپ کی سوانح حیات کتاب کی صورت میں شائع کریں گے۔ آپ کی نرینہ اولاد چار ہیں سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق صاحب عباسی ہیں جو حضرت مرحوم کے سجادہ نشین ہیں اور بحمد اللہ اسی طرح ختمات ومراقبات اور بیعت کا سلسلہ جاری ہے اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اس خانقاہ کو آباد رکھے۔ آمین۔ (از مقامات فضلیہ)

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۹۴۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۹۶۹

از تعارف مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آپ دارالعلوم (دیوبند) کے فیض یافتہ اور آخری دور طالب علمی میں خصوصیت کے ساتھ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے مستفید ہیں۔ نقشبندیہ سلسلہ کے ممتاز مشائخ میں سے ہیں۔ اصل سے صوبہ سرحد کے باشندے ہیں۔ لیکن عرصہ دراز سے مدینہ طیبہ میں مہاجر کی حیثیت سے مقیم ہیں اور حجازی قومیت اختیار فرمائی ہے۔ آپ

پر غلبہ باطنی ارشاد و ہدایت کا ہے۔ سرحدی و پاکستانی لوگ بکثرت آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں۔ مدینہ منورہ میں آپ کا مقام سکونت ایک مستقل خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۸ مئی ۱۹۶۹ء حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مہاجر مدنی مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین میں اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کا آبائی وطن موضع جدبا علاقہ چکیسر ریاست سوات تھا۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں پائی۔ اور آخر تعلیم مدرسہ امینیہ دہلی میں ہوئی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ مدرسہ امینیہ (دہلی) میں مدرس بھی رہے۔ پھر ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں ''مسکین پور'' میں حضرت مولانا فضل علی صاحب قریشی نقشبندی سے بیعت کی جہاں ذکر و شغل کے ساتھ ساتھ حضرت قریشی کے مہمانوں کی خدمت میں کنویں سے پانی نکالنے اور جنگل سے لکڑیاں لانے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ خوب مجاہدہ نصیب ہوا۔ اور آخر اپنے شیخ کامل کی توجہ سے وہ مقام حاصل کیا۔ جو غالباً شیخ کے مریدین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ ان مخلصانہ خدمات اور مجاہدات و ریاضات نے انہیں اپنے شیخ کا صحیح جانشین بنا دیا۔ ہجرت کی نیت سے مدینہ طیبہ پہنچے اور حج وزیارت کے بعد وطن آ کر اپنی تمام جائیداد فروخت کر دی اور مدینہ طیبہ میں سید محمود صاحب سے (جو حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں)

ایک مکان خریدا، غالباً آدھی رقم تو اسی وقت ادا کر دی تھی اور باقی بعد میں ادا کی گئی۔

مدینہ طیبہ میں دوران قیام ہر سال حج کی توفیق ہمیشہ نصیب ہوتی رہی اور عمرے بھی ادا کرتے رہے۔ آپ کو عمرہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہر سال ماہ رمضان میں عمرہ کے لئے جاتے رہے اور مسجد نبوی میں اعتکاف بھی کرتے رہے۔ یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ وفات تک نہ تو حج ترک ہوا تھا اور نہ رمضان المبارک کا عمرہ اور مسجد نبوی کا اعتکاف چھوٹا۔ اس سال بے حد کمزور تھے لیکن پھر بھی اعتکاف کی سعادت نصیب ہوئی۔ اعتکاف میں تمام رات تراویح، قیام لیل اور ختمات قرآن میں ان کی فوق العادۃ استقامت قابل رشک تھی۔ اس دفعہ موسم حج میں غلبہ امراض کی وجہ سے طبیعت انتہائی کمزور تھی۔ لیکن پھر عشق عبادت سے سرشار طبیعت کہاں صبر کر سکتی تھی چنانچہ سفر عشق کے لئے مدینۃ الرسول سے بلد اللہ الامین کو روانہ ہو گئے۔ منیٰ پہنچتے ہی طبیعت خراب ہو گئی کسی نہ کسی طرح میدان عرفات میں پہنچ گئے۔ لیکن وہاں بے ہوشی کا سا عالم طاری رہا۔ عرفات میں سرکاری ہسپتال میں داخل کئے گئے وہاں سے سرکاری ایمبولینس کار میں مزدلفہ سے منیٰ اور وہاں سے مکہ پہنچے۔ شبری پر طواف زیارت اور طواف وداع فرمایا اور وقوف مزدلفہ اور رمی جمرات کے لئے باوجود توکیل کے دو دم دیئے اور اسی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچے کچھ عرصہ کے بعد کراچی کے مخلصین کے اصرار پر بغرض علاج کراچی تشریف لے آئے لیکن جب معلوم ہوا کہ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو ایک ہفتہ کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ۷۷ سال کی عمر میں جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ مرحوم طبعاً انتہائی متواضع باوفا اور مہمان نواز تھے۔ صدق وصفا اور اخلاص کے پیکر اور تقویٰ وطہارت و استقامت اور کثرت عبادت میں یکتا تھے۔ بیعت و ارشاد کے اونچے مقام نے ان طبعی مکارم اخلاق کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اصلاحی مواعظ و بیان پر اچھی قدرت تھی۔ وعظ نہایت موثر ہوتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو توبہ واصلاح کی بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ ان کی بیعت سے نہ صرف افراد بلکہ خاندانوں کی اصلاح ہو گئی۔ سیرتیں اور صورتیں بدل گئیں۔ ان کی صحبت وتوجہ بھی نہایت مفید وموثر تھی۔ سلسلہ بیعت و ارشاد پاکستان و ہندوستان کے علاوہ مصر و شام اور ترکی تک پہنچ گیا تھا سب سے بڑی کرامت اتباع سنت اور استقامت تھی جو فوق الکرامۃ تھی۔ انتہائی افسوس ہے کہ مدینہ طیبہ میں اپنے رنگ کے دونوں بزرگ تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی اور حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو گئے اور اس طرح مدینہ طیبہ میں سلوک و ارشاد کے یہ دونوں مسندیں خالی ہو گئیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رحمت و رضوان کی آغوش میں درجات رفیعہ عالیہ نصیب فرمائے۔

فرحمۃ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین والعلماء الربانین والعباد المقربین (بینات جولائی ۱۹۶۹ء)

یہ تھے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاثرات۔

آپ نے فرمایا! میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہادی مطلق اللہ تعالیٰ ہیں اور وہی رہبری فرماتے ہیں میں تو صرف بیعت تو بہ کراتا ہوں کہ اس وقت کے لئے تو وہ شخص تائب ہوگیا، اب خواہ مجھ سے نہ ملے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے کسی اور کو ہدایت کا سبب بنا دیں گے غنیمت ہے کہ یہ لوگ فرائض کے پابند ہو جاتے ہیں، ڈاڑھیاں چھوڑ لیتے ہیں۔

حضور اقدس مسکین اور فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے ترمذی شریف ما احسن الدین والدنیا اذا اجتمعا واقبح الکفر والا فلاس بالرجل کیا ہی اچھا ہے کہ انسان دیندار بھی اور دنیا دار بھی ہو اور کیا ہی برا ہے کہ کافر بھی ہو اور مفلس بھی ہو (یہاں بھی مفلس وہاں بھی مفلس) آج مسلمانوں نے اللہ کے دشمنوں جیسی شکلیں بنائیں، روزانہ ڈاڑھی استرے سے صاف کرتے ہیں۔ (تفرقہ میں موت ہے۔ آج عالم عالم کے ساتھ اور پیر پیر کے ساتھ عداوت رکھتا ہے۔ مسلمانو! اتفاق پیدا کرو۔ ہم تو ہر چیز خلاف شریعت مطہرہ کرتے ہیں۔ اب تو کھانا کھڑے ہو کر کھاتے ہیں اور چھری کانٹوں سے کھاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں ہمیں حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوتی۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس بات میں نسبت ہے اگر ہمیں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت ہو جائے تو زہے قسمت، لہٰذا اپنی خورد و نوش کو شریعت کے احکام کے مطابق رکھو۔ یہ دنیا فانی ہے، حیات مستعار ہے چند لحظات ہے اس کی قدر کرو، صالحین کی صحبت میں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اگر وقت گزر گیا تو یہ شکر کے لائق ہے۔ جس نے شریعت پر عمل کر کے لطف نہ اٹھایا اس نے طریقت کا کوئی لطف نہ اٹھایا، اور جس نے طریقت پر چل کر حظ نہ اٹھایا اس کا حقیقت میں کچھ حصہ نہیں، جس نے حقیقت حاصل کر کے کوئی لطف نہ اٹھایا اسے معرفت کا حظ نصیب نہیں ہوتا، پس معرفت حقیقت کا ثمرہ ہے اور حقیقت طریقت کا ثمرہ اور طریقت شریعت کا پھل ہے اور شریعت ان سب کی اصل اور بنیاد (جان) یعنی۔ اصل چیز شریعت ہے باقی سب اس کا نتیجہ ہیں۔ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا نام ہے دنیاوی غلام اپنے آقا کے سامنے آداب سے پیش آتا ہے آقا جس کام سے منع کرتا ہے اسے نہیں کرتا اور جس کام کے کرنے کا حکم کرتا وہ کرتا ہے۔

بزم جنت یافت از راہ بقیع

یک شنبہ یکم ربیع الاول ۸۹ ـــــــــ ۱۳ھ

رہنمائے رہ دیں عبد الغفور ۷ امئی ۱۹۶۹ء

آپ کے خلفاء کرام رحمہم اللہ

از مولانا لطف اللہ عباسی مدنی مدظلہٗ

(۱) مولانا عبد الحق عباسی المدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا عبد الغفور عباسی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند علوم شرعیہ سے فارغ التحصیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اسباق کی تکمیل اپنے والد صاحب سے کی اور خلافت سے مشرف کئے گئے۔ اب اپنے والد صاحب کی جگہ طالبین کی اصلاح میں لگے ہوئے عصر اور مغرب کی جگہ طالبین سلاسل کا سلسلہ جاری رہتا ہے بیعت کے ذریعہ سلسلہ کی اشاعت وترویج کرتے رہے۔ نہایت خلیق، متواضع فیاض اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔

(۲) حضرت مولانا لطف اللہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت کے بھتیجے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل ہیں، سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تکمیل حضرت مولانا عبد الغفور صاحب عباسی رحمۃ اللہ علیہ سے کر کے خلافت سے نوازے گئے ہیں۔ مدینۃ الرسول میں تعلیم دین پہ مامور ہیں۔

۳۔ حضرت مولانا عبد اللہ فارسی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب اور منابہ بحرین کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔

۴۔ حضرت کلیم اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسکین پوری، آپ شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل علی قریشی کے نواسہ تھے۔

۵۔ حضرت مولانا عبد الرشید رحمۃ اللہ علیہ پھلن شریف

۶۔ حضرت مولانا فضل الرحمان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ حضرت مولانا سر بلند خان رحمۃ اللہ علیہ صوابی ضلع مردان

۸۔حضرت مولانا عبدرب الرسول رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۹۔حضرت مولانا خان ملاالملقب بہ سیف اللہ رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۱۰۔حضرت مولانا محمد ادریس انصاری رحمۃ اللہ علیہ
۱۱۔حضرت مولانا عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ مضافات چٹا گانگ
۱۲۔حضرت سید علاء الدین شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳۔حضرت مولانا عبداللہ شاہ عرف خان ملا رحمۃ اللہ علیہ بنیر سوات
۱۴۔حضرت قاضی عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ چارسدہ ضلع پشاور
۱۵۔فخر کشمیر حضرت محمد امین پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۶۔حضرت مولانا الحاج قاضی فضل دیان عمرزئی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷۔مولانا عبدالعلیم چغرزوئی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔مولانا عتیق اللہ رحمۃ اللہ علیہ بنیر ضلع سوات
۱۹۔مولانا الحاج قاضی فضل منان رحمۃ اللہ علیہ عمرزئی میں پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی رحمۃ اللہ علیہ نہایت کریم النفس فیاض دل، کشادہ دست، ایثار پیشہ انسان تھے، ان کا دسترخوان نہایت وسیع تھا حج کے زمانہ میں دیکھا تھا کہ زائرین مدینہ طیبہ کی ضیافت وہ اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔

مگر سب کچھ مہمانوں کی خاطر تھا اپنی اور اہل خانہ کے لئے نہایت فقیرانہ زندگی پسند فرما رکھی تھی مدینہ طیبہ کے پودینہ سے روٹی کا ٹکڑا کھالیا تو ناشتہ ہوگیا۔ معمولی سے شوربے یا دال کے ساتھ روٹی کھالی ہجرت مدینہ کے ابتدائی زمانہ میں بڑی تنگدستی رہی یہاں تک کہ فاقہ کشی کا وقت آگیا۔ بہت سوچا کہ کیا کیا جائے آخر میں خیال آیا کہ جو کچھ تھوڑا بہت اسباب ہے وہ بھی فقرائے مدینہ پاک میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ سب تقسیم کر دیا وہ دن تھا کہ پھر آخر حیات تک تنگی محسوس نہیں ہوئی بلکہ روپیہ دریائے رواں کی طرح آتا اور جاتا رہا۔

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ لکھتے ہیں۔

حجاز مقدس اور حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاء وتعظیما اسلام کا مبدء ومعاد، ہر مسلمان کا ملجا اور ماوی اور ہر دینی ودنیاوی نعمت کا مخزن ہے۔ یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیء اس لئے کسی دور میں وہ باکمال شخصیتوں، اہل قلوب اور اصحاب دعوت وارشاد سے خالی نہیں رہے..... ایسا بھی بہت ہوا ہے کہ اہل قلوب اور مشائخ کبار نے زندگی کا بیشتر حصہ دیار عجم میں صرف کیا پھر اسی بلد امین یا جوار رسول میں آ کر پناہ لی وہ اپنی زندگی کے آخری دن یہیں بسر کئے دور قدیم میں شیخ تاج الدین سنبھلی، شاہ صبغت اللہ بھڑوچی، سید آدم بنوری اور اس صدی کی ابتداء میں حضرت شاہ عبدالغنی مجددی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ رحمھم اللہ

اشارہ غیبی یا تقاضائے قلبی سے حرمین شریفین ہی کو اپنی خدمت دعوت کا مرکز بنایا اور انہوں نے وہاں بیٹھ کر عالم اسلام کے دور دراز گوشوں سے آنے والوں کی روحانی وباطنی اصلاح و رہنمائی کا فرض انجام دیا اور اس طرح ان کا فیض دور دور پہنچا، انہی خوش قسمت اور عالی ہمت افراد میں حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مجددی مدنی بھی تھے۔ مولانا عبدالغفور صاحب نے اپنا کام شروع کیا اور بہت جلد ان کی ذات اور ان کی قیام گاہ طالبین اصلاح کا مرکز بن گئی اور رفتہ رفتہ یہ فیض ہندوستان و پاکستان کے حجاج وزائرین سے تجاوز کر کے مصر وشام وترکی و ترکستان تک عام ہوگیا۔ لوگ حج کے زمانے میں اور اس کے بعد آپ کے حلقے میں شریک ہوتے تھے اور اجازت سے مشرف ہو کر ان ملکوں میں خلق خدا کی خدمت اور طریقے کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ تصوف کی روح اتباع سنت اور درستگی اخلاق وعبادت ہے۔ تصوف خشک کھانے اور تر کھانے کا نام نہیں بلکہ حسن المعاملہ مع الخلق والخالق کا نام ہے۔ کہ مخلوق کو بھی دھوکہ نہ دے اور خالق کو بھی دھوکہ نہ دے۔ سالک کو ہر وقت حضور کے قدم پر نظر رکھنی چاہئے عادات، اطوار عبادات اور معاملات میں۔

۱۔علماء کی محبت اس لئے کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے ذرات ہیں۔
۲۔اہل بیت کی محبت! کہ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کے قطرات ہیں۔
۳۔حافظ قرآن کی محبت! کہ اس کے سینہ میں اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے

خلفاء کرام

۲۰۔حضرت قاری محمد ابراہم ہشیارپوری ملتان

۲۱۔حضرت حافظ عبدالرحمٰن میاں جنوبی افریقہ
۲۲۔حضرت الشیخ احمد کفنارو رحمۃ اللہ علیہ مفتی شام
۲۳۔حضرت الشیخ حسن محمد المشاط مکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴۔حضرت الشیخ جواد نیال ترکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۵۔حضرت سعید الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۶۔حضرت قاری محمد اسماعیل مردانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸۔حضرت محمد صفی اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
۲۹۔الشیخ محمد ظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملتان تحصیلدار موڑ
۳۰۔حضرت کلیم اللہ شاہ ناظم خانقاہ مسکین پور شریف
۳۱۔ماسٹر اختر حسین رحمۃ اللہ علیہ ملتان چھاؤنی

حضرت کے خدام واحباب

۱۔جناب حشمت علی الخادم الموجب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۲۔جناب محمد اسلم طباخ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۳۔مستری محمد رفیع غوری رحمۃ اللہ علیہ ملتان
۴۔خواجہ محمد حبیب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
۵۔نور محمد صاحب خادم خیاط رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ
۶۔قاضی اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ جھنگ، ملتان
۷۔عبدالقیوم ملتانی مدینہ منورہ مؤلف کتاب ہذا
۸۔عبدالمالک بنگالی مدینہ منورہ
۹۔میر عالم لغاری صاحب مدینہ منورہ

خاندان حضرت عباسی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت کے متعلقین رحمہم اللہ تعالیٰ
حضرت عبدالرحمٰن عباسی رحمۃ اللہ
سراج عطاء اللہ، عبداللطیف
حضرت مولانا عبدالحق عباسی رحمۃ اللہ علیہ
احمد عبدالحق عباسی
سعید عباسی رحمۃ اللہ علیہ لاولد
المحترم شریف عباسی مکہ مکرمہ میں
مع والدہ ماجدہ وہمشیرگان کے نور نظر سلامت باش
حضرت کے داماد حضرت محمد عبدالوہاب عباسی رحمۃ اللہ مع اولاد
حضرت مولانا محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ برادر کلاں حضرت

مولانا مدنی مرحوم آپ نہایت حسین متواضع اور مہمان نواز تھے۔ بہت مقبول تھے آپ نے پٹھانوں میں قتل وغارت جنگ وجدال ختم کرادیا تھا پرانی عداوتیں ختم کرادی تھیں، اصلاح قوم میں لگے رہتے تھے، شرعی اصلاحات کے نفاذ کی وجہ سے تزکیہ نفوس کے لئے وقت کم ملتا تھا۔ پانچ اولاد نرینہ آپ کی یادگار ہیں۔ جو بفضلہ تعالیٰ عالم باعمل ہیں، فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

حضرت مولانا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ: آپ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی ہیں، علم معقول ومنقول میں بے نظیر تھے خصوصاً فن حدیث میں یکتا، بوقت درس آپ کے دونوں برادران کلاں دیگر تلامذہ کے ساتھ بیٹھ کر درس سنتے تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے احترام کی وجہ سے سلسلہ بیعت میں ہاتھ نہیں بڑھایا اور عالم شباب ہی میں موت کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے، ایک فرزند ارجمند مولانا لطف اللہ صاحب عباسی آپ کی یادگار ہے جس کی تربیت مدینہ منورہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کی، علوم مروجہ جامع سعودیہ عربیہ مدینہ منورہ میں حاصل کئے اور اسباق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ غفوریہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کر کے سند خلافت سے سرفراز ہیں۔ داماد صاحب اولاد بھی۔

محمد عارف کے سمیت چار پھول ہیں۔

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی: آپ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲۸۴ھ) کے خلیفہ خاص ہیں۔

۱۲۴۴ھ میں لوئی ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ کو خلافت اور جانشینی حاصل ہوئی۔ ۱۲۸۷ھ میں حج کیا اور مدینہ منورہ میں معدہ کو خالی رکھنے کے لئے خورد ونوش ترک کیا۔ مسترشدین کی تربیت بنفس نفیس فرماتے اور تہجد کے لئے بیدار فرمادیتے۔

تو ایک دن اپنے ماموں مولانا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا سلام و پیام پہنچانے کے لئے حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

آپ کے آخری ایام کے حالات و کیفیات، آپ کے اشعار (عربی اور فارسی) اور آپ کے صاحبزادے خواجہ سراج

الدین رحمۃ اللہ علیہ (م۱۳۴۲ھ) کی دستار بندی ہفت سلاسل کے شجرے اور خاندان مجددیہ کے اسباق وغیرہ بھی مذکور ہیں۔

جناب من برائے ترقی کار بالطفے، صدق مقام وخوردن حلال و اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم قولا وفعلا ونشتن و برخاستن یعنی درجمیع احوال، شرط طریقہ نقشبندیہ احمدیہ اند، رحمۃ اللہ تعالی اعلی اہالیھا۔ واگر اتباع شرع شریف نباشد واحوال مواجیدی باشند نزد بزرگان دین متین از حیز اعتبار ساقط است کار این است وغیر ازیں ہمہ ہیچ۔

دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے صاحبزادے حافظ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ اور ان کے صاحبزادوں میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ سجادہ نشین خواجہ محمد نعمان خان خانقاہ شریف دامت برکاتہم ہیں اپنے اسم شریف کو لکھوایا۔

حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری

از علامۃ العصر فرید الدہر محدث وقت
شیخ الحدیث مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ

اے آں کہ ہمہ رحمت مہداۃ قدیری!
باراں صفت و بحر سمت ابر مطیری
معراج تو کرسی شدہ سبع سماوات
فرش قدمت عرش بریں سدرہ سریری
برفرق جہاں پایہ پائے تو شدہ ثبت
ہم صدر کبیری و ہمہ بدر منیری
ختم رسل، مجمل سبل، صبح ہدایت
حقا کہ نذیری تو والحق کہ بشیری
آدم بصف محشر و ذریت آدمؑ
در ظل لوایت کہ امامی و امیری
یکتا کہ بود مرکز ہر دائرہ یکتا
تا مرکز عالم توئی بے مثل و نظیری
ادراک نجم است و کمال است بخاتم
عبرت بخواتیم کہ در دور خبیری
امت لقب و ماہ عرب مرکز ایماں
ہر علم و عمل راتو مداری و مدیری
عالم ہمہ یک شخص کبیر است کہ اجمال
تفصیل نمودند دریں دیر سدیری
ترتیب کہ ربطے است چووا کردہ نمودند
در عرصہ و اسراء تو نطیعی و سفیری
حق ہست و حقے ہست چو ممتاز زباطل
آں دین نبی ہست اگر پاک ضمیری
آیات رسل بودہ ہمہ بہتر و برتر
آیات تو قرآن ہمہ دانی ہمہ گیری
آں عقدہ تقدیر کہ از کسب نہ شد حل
حرف تو کشودہ کہ خبیری و بصیری
کا نرا کہ جزا خواندہ آں عین عمل ہست
بگذر زحفاف و نگراں راچہ پذیری
اے ختم رسل امت تو خیر امم بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فضل نصیری
کس نیست ازیں امت تو آنکہ چو انور
باروئے سیہ آمدہ و موئے زریری

حالات نقشبندیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جس رات کی صبح کو آپ کا انتقال ہوا۔ خدام سے فرمایا کہ تم نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ خیر آج کی رات اور پھر ثلث شب کو تہجد کے واسطے اُٹھے وضو کر کے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ آخری تہجد ہے۔ صبح کو اشراق کے بعد بول کے واسطے طشت منگوایا۔ لیکن اس میں ریت نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ریت ڈال لاؤ اور اسی طرح بلا پیشاب کیئے۔ آپ نے فرمایا کہ لٹا دو۔ چنانچہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ سے آپ لیٹ کر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں سو تنفس شروع ہو گیا۔ صاحبزادوں نے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو دو رکعت پڑھی ہیں وہی کافی ہیں۔ اکثر آخری کلام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا حرف نماز تھا۔ اور اسم ذات میں مشغول رہے۔ اور بعد ایک لحظہ کے جاں بجاناں تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کو بعد انتقال خواب میں دیکھا پوچھا کہ سوال منکر نکیر کی کیونکر گذری۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکمال اول الہام کیا۔ کہ اگر تو کہے تو یہ دو فرشتہ یعنی منکر نکیر تیرے پاس آئیں میں نے عرض کیا۔ کہ اس بندہ مسکین کے پاس نہ آئیں۔

فرمایا کہ میں اس قدر رعایت مستحب کی کرتا ہوں کہ منہ دھوتے وقت خیال رہتا ہے کہ پہلے پانی داہنے رخسار پر پڑے کیونکہ داہنے سے شروع کرنا مستحب سے ہے۔

اورنگ زیب جب داراشکوہ سے لڑتا تھا۔ اور حضرت خازن الرحمت کا بتقریب سفر حج کے اس طرح گزر ہوا تو اورنگ زیب نے دعا فتح کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا کہ فتح اس کی ہے جو ترویج شریعت کرے۔ اس نے کہا کہ یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا تو ان شاء اللہ فتح ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حلیہ وعادات مبارکہ

حضرت تمام قد نازک اندام گندم گون مائل سفیدی کشادہ پیشانی تھے۔ ناصیہ اور رخسار مبارک سے ایسا نور چمکتا تھا کہ دیکھنے والے کی آنکھ کام نہ کرتی تھی۔ آپ کی ابرو سیاہ دراز باریک وکشادہ تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی ان کی سیاہی نہایت سیاہ اور سفیدی نہایت سفید سر مبارک بلند اور باریک تھا۔ لب سرخ دہن مبارک نہ بڑا نہ چھوٹا دانت متصل چمکتے ہوئے ڈاڑھی مبارک بانبوہ وشکوہ مربع تھی رخسار مبارک پر بال متجاوز نہ تھے۔ آپ کے باشنہ نہایت صاف رہتے تھے۔ بدن پر میل نہ بیٹھتا تھا۔ پسینہ میں خواہ گرمی ہو خواہ برسات کبھی بو نہ آتی تھی۔

تحصیل علوم کو سلوک صوفیہ پر مقدم رکھتے۔ کہ صوفی جاہل مسخرہ شیطان ہے سفر دوشنبہ وپنج شنبہ کو شروع کرتے۔ اور باقی ایام کو سفر کے واسطے مبارک جانتے۔

کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانو کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹا دیتے اور گاہ گاہ دونوں کھڑے کر لیتے۔ اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے کافر کی کبھی تعظیم نہ کرتے۔ حتیٰ کہ

ایک دفعہ حضرت سلطان کے ہمراہ تھے۔ لشکر سلطانی گنگا پر خیمہ زن ہوا۔ حضرت نے جمیع توابعین کو منع کر دیا کہ اس دریا کا کوئی پانی نہ پیئے۔ کہ ہندوؤں کا معبد ہے۔

کسی مخلص نے دریائے جمنا کا پانی وہاں سے تین چار کوس پر تھا حضرت کے استعمال کے واسطے منگوایا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ اس پانی کے پینے میں تعظیم پائی جاتی ہے۔ فرمایا اس سے فقط استنجا کریں گے۔

نقل ہے کہ آپ کے ایام طفولیت میں ایک درویش صاحب وجد وحال آپ کی ملاقات کو آیا۔ آپ کے والد بھی اس جگہ موجود تھے۔ چلتے وقت اس نے عرض کی۔ کہ آپ اپنے سر کی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمائیے۔ آپ مراقب ہوئے اور فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمۃ منع فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور ان کے خلیفہ میں نہایت قوی التوجہ صاحب تصرف تھے۔ اورنگ زیب بادشاہ دہلی کے شاہزادے آپ کے مرید تھے آپ کا قیام دہلی میں رہتا تھا کوئی امر خلاف شریعت بادشاہ کے یہاں دیکھتے تو ذرا رعایت نہ کرتے اور اس بات سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ سے دونوں وقت ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو کھانا ملتا تھا۔

سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا استغراق بہت بڑھا ہوا تھا۔ پندرہ برس تک یہ حال رہا کہ سوائے نماز کے اوقات کے آپ کو ہوش نہیں آتا تھا۔ اکل حلال میں بڑا اہتمام فرماتے تھے اور دنیا داروں سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔

خواجہ محمد سعید المشہور بخازن الرحمۃ فرزند ثانی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ولادت باسعادت ۱۰۰۵ہجری میں بمقام سرہند ہوئی۔ بچپن ہی سے آثار ولایت وشرافت ہویدا تھے۔

غلبہ مرض میں آپ سے دریافت کیا۔ کہ کسی چیز کو دل چاہتا ہے۔ جواب دیا کہ ہاں حضرت خواجہ کو یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو چاہتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ محمد سعید نے حریفی اور رندی کی اور غم سے غائبانہ بازی لے گیا۔

سرہند سے بمقام دہلی ایک عریضہ

حضرت سلامت دل را ہیچ متوجہ بجائے نمی باید بلکہ دل

رانمی بایدا کثر حیراں مے باشد اگر قرآن می شنود چوں سائرمرد نشستہ می ماندگاہ بغیر توجہ بذکر رفتگیہا دردل مفہوم مے شود در قصبہ شاہ آباد مشغول بود روح راازبدن تمام جدا دید۔

فرمایا کہ محمد سعید کو مقام شفاعت سے بحظ وافر ہے فرمایا کہ ہر قطب کے واسطے دو امام درکار ہیں۔ محمد سعید و محمد معصوم دونوں میرے امام ہیں۔ جب آپ کو قبر میں رکھا آنکھیں کھول دیں اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو دیکھتے رہے جب حضرت خواجہ محمد معصوم نے بہ اشارہ چشم فرمایا کہ آنکھیں بند کر لیجئے تب بند کر لیں۔

حضرت خازن الرحمۃ ایام طفلی ہی میں ان کو سب فرزندوں سے عزیز سمجھتے تھے اور ان کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے ان کو گل کہا کرتے تھے۔ صلوٰۃ خمسہ و نوافل کی اس قدر کوشش تھی کہ معلوم نہیں ان کی کوئی نماز قضا ہوئی ہو۔ اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی صحبت کے ملتزم اور اخذ فیوض میں سرگرم تھے۔ پندرہ بیس سال کی عمر کے درمیان میں حضرت خازن الرحمۃ کے ہمراہ حج کو گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر وکشوف حرمین شریفین میں ایک رسالہ بزبان عربی ایسی فصاحت وبلاغت سے تحریر کیا تھا کہ دیکھنے والے حیران ہوتے تھے۔

حضرت شاہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۶۴ھ میں ہوئی آپ کی ولادت سے قبل حضرت مجدد الف ثانی کو الہام ہوا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ اور اس وجہ سے ان کا نام محمد یحییٰ رکھا تھا۔

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ

حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اجل خلفاء سے ہیں۔ زبدۃ المقامات جو انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تحریر کی ہے۔

حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ سادات صحیح النسب سے تھے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز ان سے لے کر میرے والد کو دی۔ اور فرمایا کہ اس کو کھالے۔ چنانچہ انہوں نے کھالی۔ بعد ازاں میری والدہ حاملہ ہوئی۔ اور میں پیدا ہوا۔

جب آپ نے مدینہ منورہ سے معاودت کا ارادہ کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ ولدی انت فی جواری چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا۔ اور ۱۰۵۳ھ میں وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکؓ کے پاس مدفون ہیں۔

شیخ محمد طاہر لاہوری حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ صاحب ریاضت شاقہ و مجاہدات شدیدہ ہوئے ہیں۔ حافظ قرآن حاوی معقول ومنقول تھے۔ جب شوق راہ خدا پیدا ہوا۔ درویشوں سے کہا کرتے کہ کناس موقوف کر دو۔ میں خلا صاف کر دیا کروں گا۔ آپ کے سپرد تعلیم صاحبزادگان یعنی خواجہ محمد سعید و محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہم کی تھی۔ باوجود وفور علم و حفظ قرآن حضرت کی ہیبت اس قدر ان پر غالب تھی۔ کہ ایک روز حضرت نے حضرت شیخ کو امام جماعت بنایا۔ مگر غلبہ دہشت سے باوجود حفظ قرآن قرأت کا لفظ لفظ گلے میں اٹکتا تھا۔ آخر کار برکت انکسار و عاجزی و ادب پایا جو کچھ پایا۔

نقل ہے کہ ایک روز حضرت نے شیخ سے فرمایا کہ تم کو لاہور کا قطب کیا ہے آپ کی وفات وقبر لاہور میں ہے۔

شیخ بدیع الدین سہارنپور رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء سے ہیں۔ آپ جامع معقول ومنقول و صاحب کشف و کرامات تھے۔ حضرت نے ان کو خلوت میں لے جا کر تعلیم ذکر قلبی فرمائی اور توجہ کی فی الفور مست و بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اسی طرح گھر پہنچایا دوسرے روز جب ہوش آیا تو قلب کو تمام تعلقات سے پاک پایا۔ اس کے بعد سے حضرت کی صحبت بالالتزام اختیار کی۔ اور سالہا خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر کسب فیوض کیا جب بمرتبہ کمال وتکمیل کو پہنچے حضرت نے خلافت سے مشرف فرما کر ان کے وطن کو روانہ کیا۔

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی قدس سرہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خلفاء جلیل میں سے تھے۔

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہ حضرت عروۃ الوثقی کو آپ کے حال پر نہایت شفقت تھی۔ اور فرمایا کرتے کہ اگر باپ کو بیٹے کی تعظیم کرنی ہوا کرتی تو میں اپنے لڑکے صبغۃ اللہ کی کیا کرتا۔ حضرت نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرما کر کابل روانہ فرمایا۔

محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

خواب: فرمایا کہ ایک روز نانی حویلی میں ایک کوٹھری میں بیٹھا تھا کہ ناگہاں ایک فرشتہ بشکل انسان کوٹھری کے اندر آیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ تجھ کو سلام کہتا ہے میں نے یہ سن کر تواضع سے سر جھکا دیا۔ جس وقت سر اٹھایا دیکھا کہ وہ فرشتہ واپس جاتا تھا۔

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ وخلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبندیہ علیہ الرحمۃ ہیں آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ۵ ذی قعد ۱۰۹۳ھ میں ہوئی۔

بچپن ہی سے آثار ہدایت وانوار ولایت چہرہ مبارک سے آشکارا تھے۔ اور اسی کم سنی میں آپ پر اس قدر استغراق غالب تھا کہ سبق پڑھنے میں آپ کو غیبت ہو جایا کرتی تھی۔

حضرت محمد عبید اللہ مروج الشریعت فرزند سوم حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت یکم شعبان ۱۰۳۷ ہجری کو بمقام سرہند ہوئی۔ جس روز آپ پیدا ہوئے اس روز حضرت عروۃ الوثقی کو الہام ہوا۔ سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا،

ایام طفولیت ہی سے اثر ولایت وہدایت ناصیہ مبارک سے ظاہر تھے۔

حضرت خواجہ محمد اشرف فرزند چہارم حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۸ ہجری میں ہوئی حضرت ان سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگرچہ مدت عمر تھوڑی باقی رہی ہے۔ لیکن بعنایت الٰہی تمہارا کام ایک توجہ میں کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبت مجددیہ یعنی ولایت ثلثہ وکمالات ثلثہ وحقائق سبعہ القاء فرمائیں۔ اور نسبت عالیہ با جمیع احوال واسرار باطن میں متحقق ہوگئی۔

حضرت شیخ محمد صدیق فرزند ششم خواجہ محمد معصوم کے ہیں رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۵۷ھ میں بمقام سرہند ہوئی۔

حضرت کو بوجہ کبرسن ان کی تربیت کا نہایت فکر وخیال تھا کہ مبادا معاملہ خام ونا تمام رہ جائے۔

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ پانچویں صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم کے ہیں۔ نقل ہے کہ آپ کے عم مکرم خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے واقع میں دیکھا کہ آپ کی پیدائش کے وقت کوئی فرشتہ یہ آیت شریف پڑھتا ہے۔ سلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا. آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فناء قلب کی بشارت عطا فرمائی۔ اور آپ کی علو استعداد دیکھ کر ہر دم وہر لحظہ آپ کی ترقی کا خیال تھا۔ آپ کے ظرف کو نہایت عمیق خیال فرمایا کرتے تھے۔

ہر خوش پسرے راحرکات دگراست

غرضیکہ چند مدت تک آپ دار الخلافت میں مصروف امر معروف ونہی منکر وارشاد خلق میں رہے۔

حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نقل ہے کہ ایک مرتبہ خلاف سنت پہلے داہنا پاؤں بروقت داخل ہونے بیت الخلاء میں رکھا گیا۔ تین روز تک احوال باطنی میں قبض ہو گیا۔ جب نہایت التجا وتضرع کی تب کھلا۔ لقمہ میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے چند روز کا کھانا پکا لیا کرتے۔ دو صاحبزادے تھے ایک کو گھی اور ایک کو شکر دیا کرتے تھے۔ اغنیا کا کھانا کبھی نہیں کھایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ یہ شبہ سے خالی نہیں ہوتا۔

نقل ہے کہ دو عورتیں امتحاناً حضرت سے اخذ طریقہ کے واسطہ حاضر ہوئیں۔ دراصل وہ رافضی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے اپنے عقاید بد سے توبہ کرلو پھر اخذ طریقہ کرنا۔ چنانچہ ایک آپ کے کمال کی قائل ہو کر داخل طریق ہوگئی اور دوسری کو توفیق نہ ہوئی۔

حضرت مرزا مظہر جانجاناں آپ کے والد بزرگوار امراء

شاہی سے تھے اور اسم شریف مرزا جان تھا۔ اور اسی مناسبت سے شاہ اورنگ زیب نے آپ کا نام جانجاں رکھا۔ کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بنتے بنتے جان جاناں ہوگیا۔ آپ کا نسب بواسطہ محمد بن حنفیہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آثار رشد و ہدایت ناصیہ مبارک سے ظاہر تھے عشق آپ کی خمیر طینت میں تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یاد ہے کہ میری چھ ماہ کی عمر تھی کہ ایک حسین عورت نے مجھ کو دایا کی گود سے اپنی گود میں لے لیا اس کے جلوہ جمال سے میرا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اس کے ساتھ محبت پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد بلا دیدار قرار نہ آتا تھا۔ اور اس کے فراق میں رویا کرتا تھا پانچ سال کی عمر میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی۔ کہ یہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی آپ کے بے نظیر کمالات کے معترف تھے اور آپ کو نفسی زکیہ قیم طریقہ احمدیہ لکھا کرتے تھے بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

حضرت خالد کردی:

خلیفہ اجل حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہما بڑے عالم نامدار تھے۔ ہر فن میں استعداد عجب رکھتے تھے۔ پچاس کتب احادیث کی سند حاصل کی تھی۔ ایک روز مسجد مدینہ میں مجمع صلحاء میں بیٹھے تھے۔ کسی شخص نے ذکر کیا کہ جس شخص کا طریقہ اہل سنت و جماعت کا ہو اور علم حدیث کی سند ہو۔ اور نقشبندیہ طریقہ میں استفادہ کیا ہو وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ مولانا نے کہا کہ میرا طریقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ اور سند حدیث حاصل کی ہے۔ سب دعا کرو کہ بواسطہ روح مبارک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ نقشبندیہ کا فیض حاصل ہو۔ سب نے دعا کی۔ شب کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی میں شاہ غلام علی کے پاس جاؤ۔

نو مہینے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے۔ آب کشی کی خدمت اپنے ذمہ کر لی تھی۔ حجرہ بند کر کے بیٹھا کرتے بجز حاجت ضروری باہر تشریف نہ لاتے تھے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ بہت سے علماء آپ سے ملنے کے واسطے آئے۔ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ سے سفارش چاہی کہ تم چل کر ملاقات کرا دو۔ چنانچہ حضرت نے جا کر کہا کہ دروازہ کھول دیجئے۔ یہ علماء آپ کی ملاقات کو آئے ہیں۔ حضرت مولانا خالد نے جواب دیا کہ صاحبزادہ صاحب مجھ کو معذور رکھئے میں یہاں کسی کی ملاقات کو نہیں آیا۔ اور دروازہ نہ کھولا۔ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں سب سے پیچھے صف نعال میں گردن جھکائے بیٹھے رہتے۔ تاثیرات عجیبہ و خوارق عادت بکثرت آپ سے ظاہر ہونے لگے۔ اور اس قدر ہجوم خلائق ہوا کہ وہاں کی سلطنت ہی آپ کے متعلق ہوگئی۔ ان کے خلفاء بلکہ خلفاء کے خلفاء ہزارہا ہوگئے۔

ایک مرتبہ حاکم بغداد کو ناراض ہو کر اپنی مجلس سے نکلوا دیا۔ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے نام مولانا نے ایک خط لکھا تھا اس میں اپنی کثرت ارشاد کا حسب الارشاد اس طرح ذکر کیا تھا۔ کہ یک قلم تمامی مملکت روس وعربستان و دیار حجاز و عراق و بعضے از ممالک قلمرو عجم وجمیع کروبستان از جذبات و تاثیرات طریقہ علیہ سرشار و ذکر محامد حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی اناء الیل والنہار در محافل و مجالس و مساجد و مدارس زبان زو صغار و کبار ست، بنحو یکہ ہرگز در ہیچ قرنے از قرون و ہیچ اقلیمے از اقالیم منظنہ نیست۔

حضرت مرزا عبد الغفور بیگ صاحب خرجوی اجل خلفاء حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے تھے قدس سرہما۔ سلب امراض میں آپ کی توجہ حکم اکسیر رکھتی تھی۔ اکثر حضرت شاہ صاحب قبلہ مریضوں کو آپ کی خدمت میں سلب مرض کے واسطے بھیجا کرتے تھے۔ اور آپ ایک ہی توجہ میں اس کا مرض سلب فرما لیتے تھے اور ایسے ہی آپ کی توجہ القاء ذکر میں قوی الاثر تھی۔

نقل ہے کہ ایک شخص داخل طریق ہوا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مرزا عبد الغفور بیگ کے پاس لے جاؤ۔ وہ اس کے لطائف جاری کردیں۔ ایک توجہ میں تمام لطائف جاری کر کے حضرت شاہ صاحب کے پاس واپس بھیج دیا۔

حضرت مولانا محمد جان علیہ الرحمۃ بعد تحصیل علم حضرت شاہ

غلام علی صاحب قدس سرہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور ریاضات شاقہ کیں۔ ہر روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاتے۔ اور شب کو اس جگہ مشغول رہتے۔ صبح کے وقت ایک گھڑا پانی کا بھر کر وہاں کا پانی بہت گوارا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کے واسطے لاتے۔

آپ پر فتوح کھل گئے اور سلطانیوں کو آپ کی جانب رجوع ہو گیا۔ حتی کہ والدہ سلطان آخر ۱۲۶۶ھ عین مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

حضرت شاہ احمد سعید

آپ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ایام جہاد کے وقت آپ کی مقبولیت کی وجہ سے حکومت کو شبہات پیدا ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ و تسبیح خانہ وغیرہ کو حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر کے عازم حرمین شریفین ہو گئے۔ ماہ صفر ۱۲۷۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ وہاں قیام کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور روزانہ تین مرتبہ حلقہ، مراقبہ اور ختم شریف کا سلسلہ جاری کیا۔ ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

حکومت (برطانیہ) کو شبہات ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ وغیرہ کو اپنے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر کے اپنے بھائی شاہ عبدالغنی محدث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عازم حرمین شریفین ہوئے۔ آپ اپنے ساتھ بہت بڑا علمی ذخیرہ لے کر گئے تھے مدینہ منورہ میں رباط مظہریہ میں یہ نوادر اب بھی موجود ہیں۔

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوندی ہے تو لوح و قلم کا
بحمد للہ کہ بر رغم زمانہ
بپایاں آمداین دلکش فسانہ

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری

آپ حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۷ھ کے سب سے بڑے خلیفہ تھے۔ قندھار میں ۱۲۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ شروع ہی سے اہل اللہ حضرات کی زیارت کا شوق تھا۔ علوم باطنی کا شوق غالب تھا۔ شورش عشق سے ایک مرتبہ کابل میں تیرہ دن تک بے ہوش رہے۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے حد محبت تھی کہ ان کی نعلین مبارکہ اپنے منہ میں رکھ کر رویا کرتے تھے۔

از فقیر حقیر لاشے دوست محمد عفی عنہ۔ بعد از سلام مسنون اشتیاق مشحون آنکہ نصیحتے کہ بہ یاران نمودہ می شود ملحوظ می باید داشت کہ شرط اجازت وترویج الطریقۃ الصوفیہ استقامت است ظاہر و باطنا براحکام شریعت محمد علیہ السلام کہ یک ذرہ حتیٰ المقدور از حدود شرعیہ تجاوز نہ فرمایند،

آپ پر فقراء کی محبت غالب تھی۔

مولانا عبدالحیٰ رحمۃ اللہ علیہ (بڑھانہ، ضلع مظفر نگر یو۔ پی) حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۶ھ) سے بیعت تھے۔ خیبر میں ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی نقشبندی سلسلے سے تھا۔

ملا عبدالکریم سنامی بن درویزہ الحقی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ یوسف زئی (یاغستان) میں ۱۰۷۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت مجدد قدس سرہ کا ایک مکتوب نمبر ۲۷۸ (دفتر اول) آپ کے نام ہے۔

ہر گل کو باغ دہر میں کھٹکا ہے خار کا
الجھا ہوا خزاں سے ہے دامن بہار کا

حضرت مجدد قدس سرہ سے بھی مستفیض محمد یوسف گردیزی ملتانی۔ محمد علی ملتانی، محب علی ملتانی،

مولانا غلام محی الدین قصوری

آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ) کے اکابر خلفاء میں سے ہیں۔ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے اور حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بعض حدیث کی کتابوں کی سند حاصل کی۔ ۱۲۷۰ھ میں قصور میں وفات پائی۔

اولیائے لواری شریف:

لواری شریف (ضلع بدین) کو شہرت حضرت مخدوم محمد زمان (اول) نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی۔ آدم

رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ابوالمساکین حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے صاحبزدے گل محمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۸ھ۔

شاہ عبدالرحیم دہلوی:

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ م ۱۱۷۶، کے والد تھے ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ مشائخ زادوں کو بھی اس طرح خطاب فرماتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو اپنے آباؤ اجداد کے رسوم کو بغیر کسی حق کے پکڑے ہوئے ہیں۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی:

آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ ۱۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ گوید بندہ مسکین محمد رفیع الدین، بیعت کہ پیش صوفیہ معتبر ومقبول است چہار قسم یافتہ می شود وہر قسم را شروط علیحدہ است وثمرات دیگر بیعت وسلیت وبیعت شریعت وبیعت طریقت وبیعت حقیقت۔

حضرت خواجہ عبدالرحمان فاروقی مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان

آپ کی ولادت قندھار میں ۱۲۴۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے آباؤ اجداد آپ کے والد عبدالقیوم بن خواجہ فضل اللہ بن خواجہ غلام نبی بن خواجہ شاہ غلام حسن بن شاہ غلام محمد بن شاہ غلام محمد معصوم بن شاہ محمد اسمٰعیل بن خواجہ شاہ صبغۃ اللہ بن عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سکھوں کے عہد میں جب سرہند شریف ویران ہوا۔ تو حضرت شاہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ پشاور تشریف لے گئے۔ وہیں ۱۱۷۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ وہاں ریلوے اسٹیشن کے قریب اور خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ) کے مزار کے تھوڑے سے فاصلے پر آپ کے اور آپ کے صاحبزادے شاہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات ہیں خواجہ غلام حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۰۴ھ) کے صاحبزادے خواجہ غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۲ھ) اور پوتے خواجہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۸ھ) بھی بڑے عالم ہوئے ہیں۔ موخر الذکر کی مشہور کتاب عمدۃ المقامات ہے۔

مخفی نماند کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رادر اولیائے ایں امت شان عظیم است ومراتب ولایت کہ خاں رابہ آں ممتاز کردہ باشند ہر چند زبان کتابت از تبیان آن عاجز وحوصلہ کاتب از تعداد آں قاصر، اما بحکم من لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بیان بعضے آن معاملات بزرگ ومراتب شگرف می نماید۔ بگوش ہوش استماع باید کرد۔

عمدۃ المقامات (لاہور ۱۳۵۵ھ) صفحہ ۵۷ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان شکار پور اور حیدر آباد وغیرہ مقامات میں سکونت پذیر خاندان مجددیہ کی تفصیل دی ہے۔

خواجہ عبدالرحمان مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے خواجہ محمد حسین جان بھی قندھار میں ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۳۶۲ھ سنہ ۱۹۴۸ء میں ہوا۔ والد ماجد کے قریب دفن ہوئے۔

فخر دہور، قطب زماں، شاعر جلیل
در خلد آرمید محمد حسین جان

آپ کے صاحبزادے محمد اسمٰعیل جان روشن رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ زہد وتقویٰ میں کمال حاصل تھا۔ سندھی میں شاعری تحریک خلافت کیا سنہ ۱۹۲۱ء میں برطانوی شہزادہ قید کر دیا گیا۔ ۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود کی دعوت پر مولانا سید سلیمان ندوی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ آپ بھی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے حجاز گئے تھے۔ ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

بیا سوئے مدینہ تابیابی صد قرار ایں جا
گل ایں جا، سبزہ ایں، جا، گلشن ایں جا جوئبار ایں جا
چہ خوش باشد کہ سازش فرش راہ سید الکونین
دل ایں جا، دیدہ ایں جا، سینہ، ایں جا، جسم زار ایں جا
نماید بے نیاز از باغ جنت، نزہت طیبہ
گل ایں جا، سنبل ایں جا، سوسن ایں جا، لالہ زار ایں جا الکونین

جد امجد مولوی کاظم حسین صاحب صدیقی اپنے زمانے کے علوم عربی میں بڑے متند عالم تھے اور موصوف کو سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی

مخصوص وابستگان میں سے تھے۔ لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون کی سند وکالت ترک کر دی ہومیو پیتھی طریقہ علاج کو اختیار کیا ۱۹۵۰ء میں کراچی ۱۹۲۷ء میں حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اخذ فیوض کا روحانی طویل مصاحبت کا اثر۔ حضرت علامہ مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی رحمۃ اللہ کی تقریظ ماثر حکیم الامت پر۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کہئے یا ایک دکان معرفت، حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی مجلس کو بحمد اللہ آنکھوں سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔

توحید

توحید کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک گروہ فقط زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل سے رسالت وتوحید وحق کا منکر ہے۔ ایسے لوگ زبان شرع سے منافق کہے جاتے ہیں۔ ایک گروہ زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور دل میں بھی تقلیداً اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ جیسا کہ ماں باپ وغیرہ سے اس نے سنا ہے اسی پر ثابت قدم ہے۔ اس جماعت کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں۔ دوسرا گروہ زبان سے بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اور دل میں اعتقاد صحیح رکھتا ہے علاوہ اس کے علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سینکڑوں دلیلیں بھی رکھتا ہے اس جماعت کے لوگ متکلمین یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔

عامیانہ کی مثال ہے

دوسرے نے عمرو سے دریافت کیا۔ اجی حضرت آپ کو اس سوداگر کا حال معلوم ہے۔ عمرو نے کہا خوب ابھی ابھی میں اسی طرف سے آ رہا ہوں۔ سوداگر سے ملاقات تو نہ ہوئی مگر اس کے نوکروں کو دیکھا' اس کے گھوڑے دیکھے۔ اسباب وغیرہ دیکھنے میں آئے۔ ذرا شبہ اس کے آنے میں نہیں ہے۔ یہ توحید متکلمانہ ہے۔ تیسرے آدمی نے خالد سے استفسار کیا۔ جناب اس کی خبر رکھتے ہیں کہ سوداگر صاحب سرائے میں تشریف رکھتے ہیں۔ خالد نے جواب دیا بے شک میں تو ابھی ابھی انہی کے پاس آ رہا ہوں۔ مجھ سے اچھی طرح ملاقات ہو گئی ہے۔ یہ توحید عارفانہ ہے۔

دیکھو زید نے سنی سنائی پر اعتقاد کیا۔ عمرو نے اس پر اسباب وغیرہ دیکھ کر دلیل قائم کی خالد نے خود سوداگر کو دیکھ کر یقین کر لیا' تینوں میں جو فرق مراتب ہے اس کے بیان کی اب حاجت نہ رہی۔ جس توحید میں مشاہدہ نہ ہو وہ توحید کی صورت اور توحید کا قالب ہے۔ مشاہدہ ہر بند کو کھول دیتا ہے۔

(۱) منافقوں کی توحید پہلے چھلکے کے درجہ میں۔

(۲) عام مسلمانوں اور متکلموں کی توحید دوسرے چھلکے کے درجہ میں ہے۔

(۳) عارفانہ توحید مغز کے درجہ میں ہے۔

(۴) موحدانہ توحید روغن کے درجہ میں ہے۔

تم چیونٹی کی طرح خاکسار سہی' مگر دل حضرت سلیمان علیہ السلام کے جیسا پیدا کرو۔ فرض کیا کہ مچھر کی طرح منحنی ہو' لیکن جگر شیر کا بنا ڈالو۔ سات سات لاکھ برس کی طاعت وعبادت کو باد بے نیازی نے اس طرح اڑا پھینکا ہے کہ ہباء منثورا ہو کر رہ گئی۔ اپنی خرابیوں کو تم نہ دیکھو۔

نقل ہے کہ ایک زناردار اپنے زنار کو آراستہ کر رہا تھا۔ غیب سے ایک بھید ظاہر ہوا جس سے زنار کی حقیقت اس پر کھل گئی۔ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ حالت یہ تھی کہ دوڑتا جاتا تھا اور نعرہ مارتا تھا۔

این اللہ اللہ کہاں ہے؟ اس انکشاف راز کے باعث ایسا سوز دروں پیدا تھا کہ اس کو ذرا قرار نہ تھا۔ جبل لبنان پر پہنچا کیا دیکھتا ہے کہ چھ آدمی کھڑے ہیں۔ اور ایک جنازہ سامنے رکھا ہے۔ نماز جنازہ کی امامت تو کیجئے۔ خدا کی شان وہ بے تکلف آگے بڑھ گیا۔ اور نماز پڑھا دی۔

توبہ

پہلی منزل اس راہ کی توبہ نصوح ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمہ تن تائب تھے۔ کفر نے سخت بیزار' ایمان سے نہایت رغبت ودلچسپی رکھنے والے گناہ پر ان حضرات نے لات ماردی تھی۔ توبہ' ادنیٰ اعلیٰ سب پر فرض ہے۔ ہر آن وہر ساعت کا فر

پر کفر سے توبہ کرنا اور ایمان لانا فرض ہے۔ عاصیوں پر معصیت سے توبہ کرنا اور عبادت میں مشغول ہونا فرض ہے۔ محسنوں پر فرض ہے کہ افعال حسن سے احسن کا قصد کریں' واقفان راہ پر فرض ہے کہ وہ ایک مقام پر ٹھہرے نہ رہ جائیں۔ روش سالکانہ اختیار کریں۔ مقیمان آب وخاک پر فرض ہے کہ صرف عالم اجسام کی سیر کافی نہ سمجھیں طیر کی قوت حاصل کریں اور حضیض سفلی سے اڑ کر اوج علوی پر پہنچیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سالک کا کسی مقام پر ٹھہرنا گناہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تجلی ربانی ہوئی۔ عالم بے خودی کے بعد جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا تبت الیک بظاہر توبہ کا محل نہ تھا۔ عاشق صاحب اختیار نہیں ہوتا۔ آپ نے توبہ کی اور کار حسن سے کار احسن کی طرف رجوع کیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ہر روز ستر بار استغفار کرتا ہوں۔

حسنات الابرار سیئات المقربین ابرار کے حسنات مقربین کے سیئات ہیں۔ ایک بزرگ معصیت میں گرفتار ہو گئے۔ نہایت ان کو ندامت ہوئی دل ہی دل میں کہنے لگے کیا حال ہمارا ممکن ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے ہاتف نے آواز دی

اطعتنا فشکرناک ثم ترکتنا فامھلناک فان عدت الینا قبلناک میری طاعت تو نے کی میں نے تیرا شکر کیا (یعنی تجھ کو جزا دی) پھر بے وفائی تو نے کی اور مجھ کو چھوڑ دیا۔ میں نے تجھ کو مہلت دی۔ اب اگر تیرے جی میں ہے کہ رجوع کرے تو میں تجھے اب صلح کے ساتھ قبول کرلوں گا۔ سبحان اللہ۔

عوام کی توبہ گناہ سے باز آنا ہے۔ خواص کی توبہ غفلت سے باز آنا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی توبہ اس مقام سے ہے جس مقام میں وہ فی الحال موجود ہیں۔ تائب کا درجہ محب کا درجہ ہے۔ دوست سے سابق بے عنوانیوں کو دہرانا ہرگز جفا سے کم نہیں۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (جب میں نے پوچھا ہم نے کیا گناہ کیا' تو اس کی محبت نے جواب دیا کہ تیرا وجود ہی اتنا بڑا گناہ ہے جس کے مقابلے میں سارے گناہ ہیچ ہیں۔)

ساحران فرعون سے تم زیادہ آلودہ تو نہیں جب ملائکہ نے کہا۔ ندا آئی۔ شاید تم کو اس کا خوف ہے کہ معصیت ان کی میری رحمت سے بڑھ جائے گی۔ یا آلودگی ان کی ہماری قدوسیت پر دھبہ لگادے گی۔ یہ وہ مشت خاک ہیں کہ ہماری درگاہ میں مقبول ہیں۔ (میں سر سے پاؤں تک عیب ہی عیب ہوں تو نے ٹھوک بجا کر مجھ کو خریدا ہے واہ کیا اچھی یہ عیب دار جنس ہے اور کیا خوب مہربان خریدار ہے۔)

دشمن کا خوش کرنا

توبہ کرنے کے بعد مرید کا کام دشمنوں کا خوش کرنا رہ جاتا ہے۔ اور یہ بڑا کھڑاگ ہے۔ تم نے مال کا گناہ کیا ادائیگی سے مجبور ہو تو معافی چاہو۔ صدقہ کر ڈالو اگر یہ بھی نہ ہو تو نیکیاں کرو اور الحاح وزاری سے معافی مانگو۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کرم سے قیامت کے دن تمہارے دشمنوں کو تم سے خوش کر دے۔ اگر تم نے کسی کی جان ماری ہے تو اس کے اقربا سے کہہ دو قصاص لیں یا معاف کر دیں۔ اور اگر تم نے ذاتیات کے نقصان پہنچائے ہیں کسی کی غیبت کی' تہمت جوڑی گالیاں بکیں تو یہ لازم ہے کہ اس سے جا کر کہو" بھئی ہم نے تمہاری طرف جھوٹی باتیں لگائیں ہیں معاف کرو" مگر ذرا سوچ سمجھ کر ایسا نہ ہو کہ اس کا غصہ بھڑک اٹھے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ کسی کی بیوی یا شرعی لونڈی کے ساتھ بدنیتی کی ہے یا اس سے بھی تجاوز کر گئے ہو تو یہ موقع نہ معافی کا ہے اور نہ ظاہر کرنے کا اشتعال غضب کا خوف نہ ہو تو معافی مانگ لو۔ کسی کی بے جا تکفیر کی یا کسی کو گمراہ کر ڈالا ہو۔ اظہار کر کے معافی چاہو اگر نا ممکن ہو تو نادم ہو کر درگاہ خداوندی میں سر ٹیک دو۔ بندے کی صداقت دیکھے گا تو اپنی رحمت سے اس کے دشمنوں کو خوش کر دے گا۔ سنو خواجہ ابو اسحاق اسفرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" میں تیس برس تک خدا سے توبہ نصوح چاہتا رہا ایک دفعہ میں نے متعجب ہو کر کہا تیس برسوں میں بھی ایک حاجت پوری نہ ہوئی۔ چنانچہ میں

نے دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے تمہیں تعجب ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ تم کیا مانگ رہے ہو۔ چاہتے ہو کہ خداتعالیٰ تم کو اپنا دوست بنالے۔ کیا یہ کوئی معمولی مراد مانگی ہے۔'' ابلیس اور بلعم باعور دیکھو۔ اول اول دونوں سے گناہ ہی سرزد ہوئے آخر کفر کی نوبت آ پہنچی۔ صلحا کہتے ہیں گناہ سے دل سیاہ ہوتا ہے۔ مانا کہ تم توبہ کے بعد پھر بھی گناہ کرو گے۔ پھر توبہ کر لینا کہ جتنی طاقت گناہ کرنے میں خرچ کرتے ہو۔ اتنی ہمت توبہ کرنے میں صرف کرو۔ آخر اس کے کیا معنی کہ توبہ کرنے میں عاجز اور گناہ کرنے میں مستعد' توبہ سے رکنا شیطانی اغوا ہے۔ پہلے گناہ بخش دیئے گئے تم بالکل پاک وصاف ہو گئے۔ اب اگر تمہارے سر پر بوجھ رہا تو صرف اسی نئے گناہ کا۔ گناہ ہوں تو ہوں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تم لوگوں میں بہترین شخص وہی ہے کہ اگر گناہ زیادہ کرے تو توبہ بھی بہت کرے۔ باقاعدہ غسل کرو اور پاک وصاف کپڑے پہن کر چار رکعت نماز نہایت حضور دل سے ادا کرو اس کے بعد سجدے میں جاؤ اور ایسی جگہ ہو کہ محض تخلیہ ہو خدا کے سوا تم کو کوئی نہ دیکھتا ہو اور سر وریش کو خاک آلودہ کرو۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوں دل میں سوز وقلق ہو۔ یہ آواز اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہو اے نفس وہ وقت آ گیا ہے کہ تو توبہ نصوح کرے اور تو خدا کی طرف سچائی سے رجوع ہو کیونکہ تجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ عذاب خداوندی برداشت کر سکے اور تیرے پاس وہ سرمایہ بھی نہیں جو تجھ کو خدا کے عذاب سے بچا سکے۔ (اگر گناہ کے چند قطرے ظاہر بھی ہوئے تو اتنے بڑے سمندر میں کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں۔ اے وہ ذات کہ اس کو نہیں روکتا ہے ایک شخص کی بات سننا۔ دوسرے شخص کی بات کے سننے سے۔ اے وہ ذات کہ غلطی نہیں کرتی ہے سوال کے سمجھنے میں۔ اے وہ ذات کہ اس کو مجبور نہیں کرتا الحاح کرنے والوں کا الحاح۔ چکھا دے ہمیں اپنی معافی کا مزا اور اپنی رحمت کی مٹھاس۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے) پھر پڑھو درود اور اپنے اور جملہ مسلمانوں کے لئے مغفرت چاہو اور طاعت وعبادت میں مشغول ہو جاؤ۔ کیونکہ تم نے توبہ نصوح کی اور سب گناہوں سے پاک ہو گئے۔

بہرحال جہاں تک ممکن ہو سجدے کئے جاؤ اور نیازمندانہ اور سائلانہ اس درگاہ میں حاضری دو۔ بندہ جب ایاک نعبد کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ جو کچھ لایا ہے اس کو قبول کرو۔ اور جب ایاک نستعین (ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو ارشاد خداوندی ہوتا ہے جو کچھ مانگتا ہے اس کو دو۔ بادشاہوں کے خزانے کو سائلوں سے رونق ہوتی ہے۔

تجدید توبہ

ایک ساعت بھی تجدید توبہ سے غافل نہ رہو۔ ایمان جو عمل کے لئے ایک بڑا سرمایہ ہے اس میں حلاوت پیدا نہیں ہوتی۔ تم جانتے ہو۔ اس راہ طلب میں قدم کون رکھتا ہے' ایمان رکھتا ہے اور ان احکام کے بوجھ کو کون اٹھاتا ہے' ایمان اٹھاتا ہے اور اس خونخوار جنگل کو قطع کون کرتا ہے' ایمان کرتا ہے ایمان ہوتا ہے ہر دل میں آفتاب۔ ایمان اسی قدر دکھائی دے گا جتنی جلا توبہ سے حاصل ہو گی۔ جس درجہ میں درگاہ توبہ وسیع ہو گی اسی قدر آفتاب ایمان کی روشنی ہو گی اب یہ بھی سن لو کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہی ہے کہ طالب کے صفات ذمیمہ صفات حمیدہ سے بدل جائیں۔ چلے کا حکم دیتے ہیں۔ ایک مرید ایک حال سے دوسرے حال میں ہو جائے۔ جب صفت بدل گئی تو وہ شخص بھی بدل گیا۔ اگرچہ صورتا وہی شخصیت قائم ہے ایسی ہی گردش کے بعد جو نور ایمان پیدا ہوتا ہے اس کا نام حقیقت ایمان ہے۔ ہاں بھائی! ذرا دل کو مضبوط کرو ایسا نہ ہو کہ گھبرا اٹھو۔ اور یہاں تک کہ تم حیلہ شرعی ڈھونڈ کر اور **الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین** (یعنی جس چیز کی طاقت نہیں اس سے الگ رہنا پیغمبروں کی سنت ہے) پڑھ کر بھاگ کھڑے ہو۔

فعال لما یرید میں چاہتا ہوں کرتا ہوں اور جو چاہوں گا کروں گا۔ کسی کو ابا یزید کا خطاب دیا جاتا ہے' کسی کو ابوجہل کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ایک کو اعلیٰ علیین پہنچا دیتا ہے اور ایک کو اسفل السافلین میں گرا دیتا ہے۔ اگر سبب پوچھو تو کچھ پتہ

نہیں۔ مردوں کی ہمت کا باز جس وقت پرواز کرتا ہے تو بے خس و خاشاک اور پاک صاف صحرا تلاش کرتا ہے واہ رے ہمت مردانہ کہ یہ بات آب و خاک (انسان) ہی کو نصیب ہوئی اور سب اس سے محروم رہے۔ تصوف ایک ایسی حرکت ہے جس کو ذرا قرار نہیں۔ صورۃ انسان ایک گوشے میں بیٹھا ہو اور اسرار اس کے ملکوت و جبروت میں سیر کرتے ہوں کیونکہ متحرک چیز جب تیزی کے ساتھ حرکت کرتی ہے تو جیسے کمہار کا چاک جس وقت حرکت میں ہوتا ہے ساکن دکھائی دیتا ہے۔

طلب پیر

مشائخ طریقت رحمھم اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ تکمیل توبہ کے بعد مبتدی پر فرض ہے کہ ایسا پیر پختہ تلاش کرے جو نشیب وفراز راہ سے آگاہ صاحب حال و مقام ہو۔ عوارض باطن کا علاج جانتا ہو۔ اللہ کا حکم ہے۔ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہ مرتبہ اول درجے میں پیغمبروں کو حاصل ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم بعد ان کے ان کے خلفاء کا درجہ ہے۔ یعنی مشائخ کرام کا عالم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرو اور پھر فرمایا

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

(میرے بعد اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ تم نے جس کی بھی پیروی کی راستہ پالیا)

مشائخ تین سال کی مدت میں تین کام طالب صادق سے لیتے ہیں اگر اس پر اس نے استقامت کی اور اچھی طرح انجام دیا تو مرید کو تقلیداً نہیں بلکہ تحقیقاً خرقہ پہنچاتے ہیں۔ ایک سال خلق اللہ کی خدمت کرنا ایک سال اللہ تعالیٰ کی بکثرت بندگی کرنا ایک سال دل کی پاسبانی کرنا اور ضمناً یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ ہاتھ دعا کے لئے اٹھا رہے۔ جو دل چاہے وہی مانگنا بہتر ہے۔ بلکہ جو چیز مانگی جائے ذلیل وحقیر نہ طلب کی جائے۔ اور جب تک حاجت پوری نہ ہو طالب درگاہ سے ٹالے نہ ٹلیں۔ نقل ہے ایک کافر نے عرض کی اے علی رضی اللہ عنہ اپنی تلوار تم مجھے دے دو۔ آپ نے تلوار اس کو دے دی۔ اے علی رضی اللہ عنہ یا تو آپ بہت ہی بڑے شجاع ہیں یا سخت نادان ہیں کہ اپنی تلوار دشمن کو دے دی۔ فرمایا سائل کو محروم رکھنا کریموں کا دستور نہیں ہے۔

اہلیت شیخ

خدا کی عنایت بندے پر مٹی اور پانی کا خمیر بننے سے پہلے ہو چکی ہے۔ شیخ کو سالک ہونا چاہئے۔ مجذوب نہیں۔ کیونکہ مجذوب پیر بنانے کے لائق نہیں ہوتے۔ ان کے مقامات بے ہوشی میں طے ہوتے ہیں اور سالک ہر ہر مقام سے آگاہ ہو کر منزل مقصود کو پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ (اے دل اگر تجھ کو محبوب کی رضامندی حاصل کرنا ہے تو وہی کام کر جو وہ کہے۔ اگر وہ کہے تو لہو روتا رہ تو نہ پوچھ کیوں اور اگر کہے کہ جان نچھاور کر دے تو نہ پوچھ کس لئے) بزرگوں کا قول ہے کہ کوئی بقعہ و مقام ایسا نہیں ہے جہاں ایک صاحب ولایت نہیں ہے۔ تین سو چھپن ولی موجود رہتے ہیں۔ انہی کے دم قدم کی بدولت عالم قائم رہتا ہے راحت و رحمت اہل زمین پر انہی کی برکت سے نازل ہوا کرتی ہے۔ وہ لوگ دنیا سے کنارا کش ہیں اور عقبیٰ کی طرف متوجہ ہیں اور خدا کی قدرت و مشیت کے ساتھ راضی ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار گوہر نبوت اس جہاں میں اس لئے تشریف لائے تھے کہ تمہارے دل کی آگ بھڑکا دیں اور تمہارے نصیب کا فیصلہ کر دیں۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ واہ رے شان کی بے نیازی کہ صدیقوں کے دل کو تیغ قہر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ان کے جگر کو ایک قطرے کے انتظار میں پانی پانی کر دیا مگر کسی کو شربت دیدار نصیب نہ ہوا۔ اللہ اللہ ناز معشوقانہ کی کوئی حد بھی ہے۔

ارادات

ارادات دل کے اس میلان کا نام ہے جو خیال کو ایک خاص چیز کی طرف جما دے۔ وہ آدمی جس نے ارادات کی جلوہ گری ہوئی ہے۔ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف حضرت الٰہیت کی جانب متوجہ ہو جائے اور جب تک منزل مقصود تک نہ پہنچے ہرگز ہرگز دم نہ لے۔ ریا و عجب صاحب ارادت کا پیچھا

نہیں چھوڑتے۔ ادھر مریدی کی شان اس میں آئی اور اس نے گردن جھکائی فوراً ہی سر اٹھا کر کہنے لگا واہ رہے میں۔ پھر کیا تھا' یہ تمنا بھی پیدا ہونے لگی کہ ساری دنیا مجھے غوث قطب ولی کہے اور سمجھے۔ اب سنو طریقت میں ارادت کا وہی درجہ ہے جو درجہ نیت کا شریعت میں ہے۔

(۲) ارادت آخرت۔ یعنی آدمی دنیا کو ہیچ سمجھ کر درجات آخرت وسعادت ابدی کا خواہاں ہو۔ قرآن مجید نے یہ خبر دی ہے کہ **منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الأخرة** (تم میں سے جو دنیا کی نعمتیں چاہتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ عقبی کے طالب ہیں سچ پوچھو تو مرید کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مہم نہیں ہے کہ پیر مشفق کو یہ ڈھونڈ کر نکالیں۔ بغیر پیر کے کام نہیں چلتا۔ اگر بیمار نے اپنے علاج سے استغناء کیا تو سمجھ لو کہ گیا گزرا۔ جس طرح امت کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے اور طفل شیر خوارہ کے لئے دایہ اور تعلیم کی حاجت ہے۔ مرید کے لئے پیر مشفق کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہ پیر واصل ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ جو شخص ازلی سرکش ہو اور مرید بنے اس کو پیر مرید صادق بنادے۔

ولی

معصوم اسے کہتے ہیں جس سے کبھی کسی قسم کا گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ محفوظ اسے کہتے ہیں کہ شاذ و نادر کبھی اس سے گناہ ہو جائے۔ مگر اس گناہ پر اس کو اصرار نہ ہو۔ ولی مستور ہوتا ہے مشہور نہیں ہوتا۔ یعنی اپنی شہرت سے گریز کرتا ہے۔ چار ہزار ولی ایسے مستور و پوشیدہ ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی بلکہ اپنے احوال و جمال کی بھی خبر نہیں رکھتے۔ تین سو ولی اہل خدمت ہیں ان کا لقب اخیار ہے اور چالیس وہ ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں اور ان کے علاوہ چار وہ ہیں جن کو اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین وہ ہیں جن کو نقبا کہتے ہیں اور دنیا کے کاروبار میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ احادیث میں ان کا ذکر ہے اور اجماع اہل سنت اس پر ہے۔ ولی کو اپنی ولایت کی اطلاع ہے جیسا کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کو اطلاع تھی۔ دنیا میں بت بکثرت ہیں ان میں سے ایک کرامت بھی ہے۔ ان آلودگان

معاصی کو بھی آگاہ کر دیجئے تاکہ دل میں ان کی قوت ایمان باقی رہے اور شرمساری گناہ ہمارے ڈر سے ان کو بھگا کر نہ لے جائے بلکہ امیدواری کی ڈوری کو یہ خوب مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ بے شک ہم ان کے سب قصور معاف کرنے کو تیار ہیں اگر آپ اپنی زبان معجز بیان سے یہ فرمادیں کہ اے اللہ تو ان کو بخش دے۔ یعنی **فاعف عنهم واستغفر لهم** جہاں آپ ﷺ کی توجہ ان کی جانب ہوگئی پھر دیکھئے ہم کیا سے کیا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ فقرہ بھی داؤد علیہ السلام کی زبور میں آیا ہے۔

یاداؤد انذر الصدیقین فانی غیور و بشر المذنبین فانی غفور

(اے داؤد صدیقوں کو تنبیہ کردو کہ ہم بڑی غیرت والے ہیں اور گنہگاروں کو خوشخبری سنادو کہ ہم گناہ بخشنے والے ہیں)

ولایت

جو شخص ایمان لایا وہ اولیاء اللہ سے ہوا۔ لیکن یہ ولایت عام ہے۔ تیسرا درجہ خاص الخاص کا ہے۔ یعنی ولی مومن اوامر کی تعمیل کر' نواہی سے دور رہے۔ اس کے علاوہ اپنی جملہ مراد سے منہ پھیر لے۔ اس کی نگاہ اس پر نہ ہو کہ ہم کیا کریں بلکہ وہ اس تاک میں رہے کہ دوست کیا چاہتا ہے۔

افرایت من اتخذ الهه هواه (کیا تم نے دیکھا' جنہوں نے اپنی خواہش کو خدا بنا رکھا ہے) اگر باپ کمسنی میں اپنے لڑکے کا عقد کر دیتا ہے تو بعد بلوغ وہ لڑکا اس عقد سے انکار نہیں کر سکتا۔ جس وقت ایک اعرابی نے رمضان شریف کا روزہ افطار کر دیا تھا (تو اس کا فدیہ حسب لیاقت اس کے طلب کیا گیا) اس نے معذوری ظاہر کی تو آپ ﷺ نے خود سامان فرمادیا اور فقراء کو دینا چاہا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم خود ہی سخت حاجت مند ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا **فاکله و اطعم عیالک** (تو خود کھا اور اپنے بال بچوں کو کھلا دے) اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا (تیرے لئے جائز ہے اور تیرے بعد کسی کے لئے جائز نہیں)۔ آپ ﷺ نے رفع شریعت فرمایا لیکن تصحیح شریعت کے لئے عوام کو امر و نہی کی حدود میں بھی رکھا۔

جو چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں سب کا سب ہمارا فعل جائز و درست ہی ہوتا ہے۔

آدمی کو طاعت میں ثواب اور معصیت میں عذاب کا سبب یہی ہے کہ دونوں آلے اور قوت اس کے پاس موجود ہیں۔ برخلاف فرشتوں کے کہ وہ آلہ معصیت نہیں رکھتے۔ جب اپنے فضل کی نگاہ ہمارے عجز پر ڈالتا ہے سارے عیب ہنر ہو جاتے ہیں۔ (اگرچہ گنہگار بے شرم ہوتا ہے تیرے رہتے کیوں غمگین رہے گا)

کرامت

فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے۔ کرامت اولیاء کی مانند کسی کافر کے ہاتھ سے بھی ظاہر ہو جائے۔ جیسا کہ فرعون نے چار سو برس کی عمر پائی اور اتنی مدت میں کوئی مرض اسے لاحق نہ ہوا۔ پانی اس کے پیچھے پیچھے قد آدم بلند ہوتا تھا اور جہاں وہ کھڑا ہو جاتا تھا پانی بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب وہ چلتا تو پانی بھی چلنے لگتا۔ خداوند جسم یا جوہر یا کھانے والا یا سونے والا آمد و رفت کرنے والا یا گوشت پوست رکھنے والے نہیں ہے۔ بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ ایسی راہ سے گزرے کہ کشتی موجود نہ تھی۔ آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ اس دریا سے پار اب کس طرح ہوں۔ یکایک پانی دو حصے ہو گیا اور راہ نمودار ہو گئی۔ آپ چیخ اٹھے المکر المکر اور واپس چلے آئے۔

اسایش است رنج کشیدن بگوئے دوست
روز طبیب بردر بیمار بگذرد

محبوب کے ملنے کی امید میں رنج ومصیبت اٹھانا اچھا ہے کیونکہ بیمار ہی کے گھر طبیب آتا ہے۔ یہ خطاب ہو کہ اے مشتاقو! ذرا میری طرف دیکھو۔ (واللہ یہ سبھوں کو کہنا پڑے کہ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم میں اپنی آنکھ سے بھی رشک کھاتا ہوں اسے تیرا جلوہ دیکھنے نہ دوں گا)۔

اے بھائی، جس دن بساط محبت بچھائی گئی تھی کل مراد جلا کر خاسیاہ کر دی گئی۔ اسی وجہ سے سالک اول آدم صفی اللہ صلوۃ اللہ علیہ تین سو برس تک خون جگر روتے رہے کیونکہ جتنی مرادیں تھیں سب محبوب کے حصے میں آئیں اور ساری نامرادیاں محب کو دی گئیں۔ محبوں پر کامگار و سلطان کا رنگ ہے۔

صدیقوں کے حالات

خواجہ جنیدؒ نے دیکھا کہ ایک شخص نہایت ہولناک کریہہ منظر کھڑا ہے اس سے آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ آپ نے فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر بھی دسترس ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا جب میں چاہتا ہوں۔ ولیوں کو دنیا میں پھنساؤں تو وہ آخرت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں اور جب چاہتا ہوں کہ انہیں آخرت میں الجھا رکھوں تو وہ حضرت خداوند کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو اس عالم میں چرواہے کے لباس میں چھپا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ سوائے محمد مصطفیٰ ﷺ کے انہیں کسی نے نہ پہچانا۔ آپ ﷺ کی شان میں یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں کہ

انی لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن

البتہ میں پاتا ہوں خدا کی خوشبو یمن کی طرف سے۔ اکثر پراگندہ بال اور گرد آلود چیتھڑوں والے اگر قسم کھالیں اللہ کے اوپر تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔ یقین جانو کہ نفس کافر دین کا دشمن ہے۔ تم نے اگر اسے دشمن سمجھا تو نجات پاؤ گے اور دین کی وفاداری دیکھو گے۔ خلق اللہ کو اپنے شان وشوکت نہ دکھلاؤ۔ فرشتے اس سے شرماتے ہیں اور غیرت کرتے ہیں۔

(ایک حسین کے عشق میں جب میرے لبوں پر جان آنے لگی، تو میں نے کہا کیا تم مجھ کو اپنا مہمان نہ بناؤ گے؟ اس نے کہا اگر میرے وصال کے خواہاں ہو تو اپنی خودی کھو ڈالو تاکہ میں ہی میں باقی رہ جاؤں)۔

نماز قضائے حاجات اور کفایت مہمات کے لئے یہ چار رکعتیں نماز جس وقت چاہو پڑھو۔ مگر آدھی شب اس کے لئے بہتر ہے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو۔

لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فا ستجبنا له و نجیناه من الغم و کذالک ننجی المؤمنین اور دوسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو بار یہ آیت پڑھو۔

انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین

تیسری رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو

وافوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد

اور چوتھی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سو مرتبہ یہ آیت پڑھو۔

حسبی الله و نعم الوکیل نعم المولٰی و نعم النصیر

اور سلام کے بعد اس آیت کو سو مرتبہ پڑھو۔

رب انی مغلوب فانتصر

اس نماز کو بہتر سمجھو اور جملہ مہم اور حاجات میں پڑھو کیونکہ اس نماز میں فتوح بہت ہیں۔

انوار

بشریت کی سیاہیاں دور ہو جاتی ہیں تو یہی دل ظہور انوار غیبی کے لائق ہو جاتا ہے۔ جتنا اچھا صیقل ہوگا یہ انوار اپنا رنگ و روغن زیادہ دکھائیں گے۔ ابوالخیر قدس اللہ روحہ کے ایک مرید صاحب وضو کر کے حجرے میں داخل ہوئے۔ ناگاہ ایک نور دیکھا۔ دیکھنا تھا کہ چیخ اٹھے۔ حضرت شیخ قدس نے فرمایا اے ناتجربہ کار تو کہاں ہے۔ یہ نور تیرے وضو کا ہے۔ تیری بساط اور وہ درگاہ چھوٹا منہ اور بڑی بات۔ دیکھو اس وقت اس مرید کے سر پر اگر پیر کا سایہ نہ ہوتا تو بیچارہ ہلاک ہو چکا تھا۔ ستارہ ماہتاب آفتاب کی مانند تو وہ انوار روحانی ہیں۔ اگر ماہ کامل دیکھو تو سمجھو کہ دل پورا پورا صاف ہو گیا۔ کمال درجہ کی صفائی اسی قدر وہ آفتاب زیادہ درخشاں ہوگا۔ نور روح کی نہ تو کوئی صورت ہے نہ شکل۔ انوار صفات خداوند عزوجل کا پرتو بھی بمقتضائے۔ جو کوئی ہم سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے ہم اس سے ایک گز قریب ہو جاتے ہیں۔ پیش قدمی کرتا ہے۔ (من آیم بجان گرتو آئی بہ تن) انوار صفات حق کا مشاہدہ جب ہوتا ہے تو وہی نور اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔ دل کی صفائی جب کمال درجہ پر پہنچتی ہے تو

سنریهم ایاتنا فی الأفاق و فی انفسهم

(ہم ان کو اپنی نشانیاں جہاں اور ان کی ذات میں دکھا دیں گے) کی جلوہ گری ہونے لگتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے عہد دولت میں ایک شخص ناعاقبت اندیش تھا۔ جس نے اپنے کو دیکھا ہر چند کہ فرشتوں کا استاد اور سردار تھا مگر جب اپنی خودی ظاہر کی اسے مخنث و مونث بنا کر دنیا کی خانہ آرائی اس کے سپرد کر دی گئی تا کہ ذلیل ہمت والوں کی نظر میں اس کا نکھار دکھاتا رہے۔ ابلیس کو ایسا مردود کیا کہ پھر قبول نہ کرے گا۔ آدم علیہ السلام کو ایسا مقبول بنایا کہ پھر رد نہ کرے گا۔ یہ جانتے ہو ایسا کیوں ہوا۔ سنو جہاں کہیں حسین اور صاحب جمال ہوتے ہیں، کوئی بدصورت وسیاہ رو کا ہونا بھی ضروری ہے، تا کہ حسن کا جوہر کھلے۔ طاؤس جب اپنے پروں کو دیکھتا ہے تو ایک ایک پر دیکھ کر اسے نئی مسرت و مستی ہوتی ہے مگر پاؤں پر جب نگاہ پڑ جاتی ہے تو ساری خوشی کافور ہو جاتی ہے اور مرجھا جاتا ہے۔

کشف

حجاب کا اٹھ جانا کشف کی حقیقت ہے۔ ہر ہر عالم کے لحاظ سے آدمی کو آنکھیں ملی ہیں تا کہ اس عالم کا مشاہدہ کر سکے۔ وہ اسی ہزار عالم فرداً فرداً دو ہی عالم میں موجود ہیں جب مرید سالک کشف معقولات (کشف نظری سے گزرتا ہے اور ترقی کر جاتا ہے تو اس کو مکاشفات ولی حاصل ہوتے ہیں اور اسی کو کشف شہودی کہتے ہیں)

اے کردہ غمت غارت ہوش دل ما
درد تو شدہ خانہ بدوش دل ما

(وہ بھید جس سے فرشتے بھی بے خبر ہیں۔ تیرے عشق نے ہمارے دل کے کان میں بتا دیا) بعدہٗ مکاشفات روحی پیدا ہوتے ہیں اسی کو کشف روحانی کہتے ہیں۔ اس مقام میں بہشت و دوزخ اور ملائکہ کا دیکھنا ان لوگوں کی باتیں سننا ان سے باتیں کرنا حجاب و زمان و مکان کا اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ

حارثہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر جواب دیا

انی انظر الیٰ اھل الجنۃ یتزاو دون والیٰ اھل النار یتغاو دون (میں دیکھتا ہوں جنت والوں کی طرف تو وہ بڑھ رہے ہیں اور جب دوزخ والوں کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ چیخیں مارتے نظر آتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ میں جس طرح سامنے کی چیز دیکھتا ہوں اسی طرح پشت کی چیز بھی دیکھتا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا۔ وماتریٰ تو کیا دیکھتا ہے؟۔ ابن صیاد نے کہا

اری العرش علی الماء پانی پر عرش کو دیکھ رہا ہوں۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا

(فقال النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ذاک عرش ابلیس) وہ ابلیس کا عرش ہے۔

تجلی

دراصل تجلی اسی کا نام ہے جس کا تعلق ظہور ذات وصفات خداوندی سے ہے۔ روح کی بھی تجلی ہوتی ہے۔ (جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی تجلی دکھاتا ہے تو اس کے لئے ہر چیز تابع ہو جاتی ہے جب انسان کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے جس دن انسان کو خلعت وجود عنایت ہوا تھا حکم ہوا تھا کہ راہ طلب میں لگ جاؤ اور یافت کا خیال اٹھا دو (سبحان اللہ) جہاں کہیں جمال ہوگا غمزہ اور ناز کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں کہیں حسن ہوگا وہاں کوئی ذلیل وگرفتار بھی ہوگا۔ بدراہ چلا تو ہزار کچھ مانگے گا نہ پائے گا۔

وصول کے بیان میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کے دور جذبات میں سلام کا جواب نہ دے سکے جب آپ سے شکایت کی گئی تو آپ نے جواب دیا

کنانری اللہ فی ذلک المکان یعنی میں خداوند تعالیٰ کے دیدار میں یہاں مشغول تھا۔ (اللہ نے مخلوق کو تاریکیوں میں پیدا کیا' پھر اپنے نور سے اس پر چھڑکاؤ کیا) انسان کو روز ازل وہ شراب پلا دی گئی ہے کہ ہرگز سرور اور اثر اس کا کام جان سے جانے والا نہیں۔ بکمال شفقت فرمان ہوتا ہے کہ اے بندہ ضعیف اس کمزور پروبال سے میرے سراپردہ جمال کے گرداگرد کب تک اڑتا رہے گا۔ ان پروبال کی اونچی اڑان ہمارے ہوائے ہویت تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان پروبال سے والذین جاھدوا فینا کے میدان میں کام لے تاکہ حسب دستور لنھدینھم سبلنا (البتہ ہم ان کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔) جن لوگوں نے ہمارے لئے محنت اٹھائی۔ ایک دوسرا پروبال شعاع انوار سے میں تجھے عنایت کروں۔ جس وقت بہشت میں داخل ہوا تھا تاج وخلعت کے ساتھ مقربوں کی صف میں تھا اور جب راہ طلب میں آیا تو ستر پوش تک میسر نہ تھا۔

سالک ومجذوب

مجذوب وہ لوگ ہیں کہ کمند جذبہ نے انہیں مرتبہ ولایت تک پہنچا دیا مگر غلبہ شوق میں اس طرح محو ہوتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ ہر مقام سے گزر چکے ہیں ان کو اس کی خبر نہیں کہ راہ کا کیا حال ہے۔ کبھی کبھی راہ پر چلتے چلتے بے راہ بھی ہو جاتے ہیں۔ تاکہ راہ اور بے راہی سے پورا وقوف حاصل ہو جائے عالم ہزاروں ہیں۔ ہر ہر عالم سے سالک کو گزرنا ہے۔ ایک عالم خاک ویرانوں' کھنڈروں' پانی کے جل تھل سے پہاڑوں کی طرف جارہا ہے۔ نتیجہ اس سیر سے لطافت پیدا ہو جاتی ہے عالم آب ہے درختان سرسبز کشت زار آب رواں چشمے دریا وغیرہ نظر آتے ہیں۔ عالم آباد ہے' وادیوں میں پرواز کرتا نظر آتا ہے۔ عالم آتش ہے' چراغ' شعلے' آتش کدے عالم افلاک ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ فرشتے بھی نظر آتے ہیں۔ عالم ملکوت ستارے ماہ' خورشید عالم حیوان ہے' مختلف حیوانات کی شکل کو دیکھتا ہے جتنے عالم ہیں تمام کی سالک سیر کرتا ہے۔ مشاہدات ہوتے ہیں۔

غلط گاہ سالک کے بیان

ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ ریاضت شاقہ کر چکی ہے اور خواہشات نفسانی سے کوسوں دور ہے۔ کوئی خطرہ دل پر نہیں گزرنے پاتا۔ اسرار ملکوت کھلتے رہتے ہیں۔ بیمار کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ تو اس کو شفا ہو جاتی ہے۔ دشمن کی طرف اگر ہمت باندھتے ہیں تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے جن حالتوں کو دیکھ کر ابلیس کو رشک وحسد پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو حضرت سلامت کو شیطان مجسم بنا کر چھوڑیں۔ وہ ایک پٹی تو یہ پڑھاتا

ہے کہ مقصود ترک معصیت سے یہی ہے کہ خواہشات نفسانی دور ہو جائیں اور صفات بشریت مغلوب ہو کر رہے تا کہ سالک کو خدا سے تقرب حاصل ہو۔

قوم کو یہ خلل دماغ پیدا ہو جاتا ہے کہ نماز ادا کرنے کو حجاب سمجھنے لگتی ہے خیال یہ ہوتا ہے کہ ہم تو خود ہر وقت مشاہدے میں ہیں۔ مقصود نماز رکوع وسجود سے تو دل کی غفلت دور ہونا حضور دل پیدا ہونا ہے جب ایک ساعت بھی غفلت نہیں ہوتی اور عالم ملکوت پیش نظر ہے ارواح انبیاء بہترین صورت دکھائی جا رہی ہیں۔ اب ہم کو ان بیگاریوں کی کیا حاجت باقی رہی۔ معاذ اللہ یہی بعینہ ابلیس کا واقعہ ہے کمال قرب میں وہ ایسا بھولا کہ سجدہ آدم کی اس نے پرواہ نہ کی۔ پانچ وقت کی نمازیں گویا دریچہ کمال کے لئے پانچ مسمار ہیں۔ اگر اس مسمار کا سہارا نہ ہوگا تو سالک اس مقام سے گر جائے گا۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ اے فرزند میرے بعد جس قسم کا تغیر تبدل اس مکان میں تم کرنا چاہو تمہیں ہم اجازت دیتے ہیں۔ مگر وہ کئی مٹھے جو خوشبو گھاس کے ہیں اگر وہ سوکھ بھی جائیں تو انہیں اس مکان سے باہر نہ پھینک دینا۔ خدا کی شان وہ غریب چل بسا۔ صاحبزادے عمر دراز نے تر و تازہ گلدستوں سے مکان سجا ڈالا ادھر اس پرانی گھاس کا دور کرنا تھا کہ ایک سیاہ سانپ سوراخ سے نکلا اور نور نظر سلمہ کو ڈس کر چلتا ہوا۔ پھر کیا تھا فوراً حضرت ختم ہو گئے۔ دیکھو اس گھاس میں دو فائدے تھے ایک تو خوشبودار گھاس کی خوشبو بھی تھی دوسرے ایک خاصیت اس میں یہ بھی تھی کہ جہاں کہیں وہ رہے سانپ اس کے گرد کہیں پھٹکنے نہ پائے۔

وما اوتیتم من العلم الاقلیلا (ہم نے تم کو بہت تھوڑا علم دیا ہے) بے نماز صوفی موت کے وقت جب اپنی حالت خراب دیکھتے ہیں خدا پناہ۔ جو خوش نصیب اور حق رسیدہ ہیں ان کو دو آنکھیں ملتی ہیں۔

ملاحظہ کرتے رہتے ہیں۔ جس وقت اس کی نوازش واکرام کا مشاہدہ کرتے ہیں ناز کرتے ہیں اور جب عجز وآفات خاک پر نظر پڑتی ہے پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ (اللہ اکبر)

گہے برطارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

غلط گاہ عوام

بعض بعض عوام الناس محض شبہوں اور خیالات فاسد کی بدولت گمراہ ہو رہے ہیں۔ ایک بیمار کو طبیب پرہیز کا حکم دے بیمار پرہیز نہ کرے اور یوں کہے کہ ہماری بد پرہیزی سے طبیب کا بگڑتا کیا ہے۔ پھر خوب اطمینان سے ہر طرح کی چیز کھانا شروع کر دے۔ اس میں شک نہیں کہ طبیب کا نقصان کچھ نہ ہوگا دیکھو کسان جب تک دانہ نہیں کاشت کرتا' ایک گیہوں اس کو ہاتھ نہیں آتا۔ زیادہ تر دل کی بیماری کا تعلق خواہشات نفسانی سے ہے۔ نفسانی خواہشات پر چلا' مگر گناہ کو اس نے گناہ سمجھا کہ قریب ہے اس لئے خوف ہلاکت ہے۔ جس نے گناہ کیا اور گناہ کو گناہ نہ سمجھا وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ تیسرے گروہ کی یہ حالت ہے کچھ دنوں تک تو محنت وشاقہ اور ریاضت چلتی ہے تھوڑے عرصے کے بعد حضرت سلامت جو غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں نہ غصہ غائب ہوا نہ شہوتیں ناپید ہوئیں۔ سخت گھبرائے کہنے لگے کہ ایسی ریاضت کا حاصل ہی کیا ہوا بس ہمارا سلام لیجئے۔ کیونکہ سیاہ کمبل نہ اجلا ہوا ہے نہ ہوگا۔ شریعت نے کہاں اور کب یہ حکم دیا ہے کہ شہوت وصفات بشریت کو بالکل نکال ڈالو۔ بلکہ حضرت ﷺ نے یوں فرمایا کہ میں بشر ہوں مجھ کو بھی غصہ آتا ہے چنانچہ غصہ کا اثر چہرہ انور پر ظاہر ہوتا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غصہ پینے والوں کی قرآن شریف میں تعریف کی ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس

چوتھے گروہ پر یہ حماقت سوار ہوتی ہے کہ سب کام تقدیر پر موقوف ہیں۔ جو سعید ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے۔ جو شقی ہوتا ہے وہ ماں کے پیٹ سے۔ ازل ہی میں سب کچھ ہو چکا۔ اس میں تغیر وتبدل نہیں ہو سکتا۔ عمل کی حاجت نہیں۔ جو ہونا ہے خود سے ہو رہے گا۔ سعادت کا ظہور طاعت سے ہوتا ہے اور شقاوت کا ظہور معصیت سے۔

حکایت: ایک دفعہ ملک الموت حضرت سلیمان ابن داؤد پیغمبرؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے یکایک حاضرین میں سے

ایک کی طرف ذرا تیز نظروں سے انہوں نے دیکھا۔ دیکھتے ہی وہ آدمی ڈر گیا بعدہ ملک الموت رخصت ہو کر چلے گئے۔ آخر اس شخص کے دل میں ایسا ڈر سمایا کہ بصد آرزو و منت حضرت سلیمانؑ سے اس نے درخواست کی کہ یا حضرت (ہوا کو) حکم دیا جائے کہ فوراً مجھے زمین مغرب میں پہنچا دے۔ جب وہ جا چکا اور اس کی روح وہ قبض کر چکے تو پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ اس وقت اس شخص کو تم نے اس تیزی سے کیوں دیکھا تھا۔ ملک الموت نے کہا مجھے حکم خداوندی تھا کہ دوسرے گھنٹے میں فلاں سرزمین مغرب میں اس کی روح قبض کی جائے مگر میں حیران تھا کہ اس حکم کی تعمیل ہو تو کیونکر ہو آخر مجبور ہو کر کڑی نظر سے اس کو میں نے دیکھا چونکہ اس کی تقدیر میں وہاں مرنا تھا۔ حضرت عیسیٰ پیغمبرؑ نے واقعی بہت صحیح فرمایا کہ مادرزاد نابینا کے علاج سے یا مردہ کے زندہ کرنے سے کبھی عاجز نہ آئے۔ مگر کسی احمق نے اگر انکار کیا تو اس کا علاج ہم سے نہ ہو سکا۔

امراض ظاہر و باطن

یقین جانو کو انسان دو جوہر مختلف سے پیدا ہوا ہے۔ ایک علوی دوسرا سفلی امراض علوی کے لئے بھی اطبا ہیں جن کے علاج سے جملہ امراض باطنی اگرچہ وہ محسوس نہیں ہوتے۔ جوہر سفلی کے امراض وعلل کے طبیب تو حکماء ہیں اور جوہر علوی کے امراض وعلت کے طبیب انبیاء ہیں ان کے بعد مشائخ ہیں کیونکہ یہی لوگ انبیاء کے خلیفہ ہیں۔ صحبت رسول برحق ناپید ہوگئی اور خلیفہ پیغمبر کا ملنا بھی دشوار ہوگیا۔

در مجلس وصالت دریا کشند مستاں
چون دور خسرو آمدے در سبو نماند

(تیرے وصال کی مجلس میں مست لوگ خم کے خم لنڈھا رہے ہیں جب خسرو کی باری آئی تو مٹکے میں شراب ہی ختم ہوگئی)

اچھی طرح شور وفریاد سے کام لو۔ دیکھو تو سہی کہ کس طرح لطف کی ہوا افتدگان خاک کو اڑا لیتی ہے اور گلشن تقرب میں پہنچا دیتی ہے۔ دیکھو سات لاکھ برس سے طاعت وعبادت کے ملک میں کیسے کیسے سالکان سجادہ نشین تھے۔ اور خانقاہ عصمت میں کیسے کیسے حضرات عزت وحرمت کے مصلے پر تکیہ لگائے بیٹھے اور دل ہی دل میں سمجھ رہے تھے کہ خلافت حقہ اس دائرے سے باہر جاتی کہاں ہے۔ ناگاہ نسیم لطف کے ایک جھونکے نے آب وخاک پامال کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ندا ہوئی انی جاعل فی الارض خلیفة جماعت ساحران فرعون کی طرف نظر کرو جادوگری میں مشغول اور تمام نجاستوں سے مملو تھے موحد حقیقی بنا کر تخت توحید پر بٹھا دیا اور تاج معرفت سر پر رکھ دیا۔ اولیاء پر انبیاء کی فضیلت دیکھو اگر فضیلت طاعت وعبادت پر موقوف ہوتی تو اس کے مستحق امتان پیشین کے لوگ ہوتے مگر وہ اس امت سے افضل نہیں ہیں۔ ان کی انتہا نہ تھی اور ملائکہ کی طاعت ومعرفت گویا اضطراری ہے' کیونکہ نہ اس قسم کی بھوک نہ قوت مردانگی نہ دل میں حرص وطمع ہے نہ طبیعت میں مکاری و غداری ہے نہ حصول رزق کے لئے حیلہ وتدبیر کی ضرورت ہے۔ غذا ان کی طاعت وعبادت ہے۔ مشرب ان کا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے انسان کو دیکھو اس کی سرشت میں کھانے کی رغبت عورت کی خواہش ہے گناہ اس سے ہوتے ہیں۔ (غور کر لاکھوں برس تک سوائے تسبیح پڑھنے کے شیطان کا کوئی کام نہ تھا اس کی ساری عبادتیں توڑ مروڑ کر رکھ دیں خدا کی استغنائیت نے سب کو برباد کر دیا۔ اس کا دل خون ہو گیا اس کے سر پر لعنت کی پگڑی باندھ دی گئی۔ یہاں صدیقوں کی جان دہشت سے خون ہو رہی ہے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ کس سرکار سے پالا پڑا ہے۔ مرضی خداوندی نے اس موتی (ولایت) کو صدف خواری میں عام خلق سے چھپا رکھا ہے اور امتحان گوناگوں کے درمیان میں ڈال دیا۔ حدیث شریف میں آ گیا ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک دوسری قوم پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ سے بخشش چاہتی اور وہ ان کو بخشتا۔ انبیاء کی لغزشوں اور آداب قبور کے بیان میں حدیث شریف میں ہے جو کوئی آیۃ الکرسی پڑھ کر مردوں کو بخشے گا خداوند کریم اس کی برکت سے ہر مردے کی گور میں پورب سے پچھم تک نور کا چالیس کا طبقہ کھول دے گا اور قبر کو کشادہ کر دے گا اور ہر مردے کا درجہ اونچا کر دے

گا۔ مردے پر کوئی رات پہلی رات سے زیادہ سخت نہیں۔

اصل تصوف

تصوف تو دین ایمان کی جان ہے۔ اہل طریقت کے یہاں تصوف کی تین قسمیں ہیں۔ صوفی متصوف اور مشتبہ۔ صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی فنا کر چکا اور اللہ کے ساتھ باقی ہے۔ خواہشات نفسانی کی قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے۔ اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدمؑ ہیں۔ ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا۔ پھر اجتباء اور اصطفاء کے مقام پر پہنچایا۔ خلافت عطا فرمائی اول اول طائف ومکہ کے درمیان چلہ کیا۔

خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحاً میں نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو چالیس دنوں میں خمیر کیا۔ جب یہ تجرید کا چلہ ختم ہو چکا تو حق سبحانہ نے اس میں روح عنایت فرمائی تین پتے آپ کو ملے۔ ان کو سی کر گدڑی بنالی۔ اسے پہن کر خود کو چھپالیا۔ اور اس خاکدان دنیا میں تشریف لائے مگر تین سو برس تک روتے رہے۔ پھر دریائے رحمت خداوندی جوش میں آیا اور درجہ اصطفاء عطا کیا۔ آخر عمر میں وہ مرقع حضرت شیثؑ کو آپ نے پہنا دیا اور خلافت بھی سپرد کی۔ چنانچہ نسلاً بعد نسل اسی طریقہ پر عمل ہوتا رہا۔ خلوت در انجمن کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمبل پر اکتفا کیا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہمیشہ وہی کمبل رکھا جو پہلی ملاقات میں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو عنایت فرمایا تھا۔ طریقت میں پیر کے لئے بہت بڑی شرط یہ ہے کہ مرید کو اپنا خرقہ پہنانے کے لائق بنا دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ جامہ صوف پہنا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس کو خانقاہ بنایا۔ چنانچہ اور ملکوں میں بھی خانقاہیں بنائی گئیں۔ حضور ﷺ نے اسی طرح کمبل اختیار کیا۔ جب کسی صحابہ کی عزت وتکریم فرماتے تو ان کے ردائے مبارک یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا خاک ناچیز سے ایک قوم بے باک پیدا کی گئی اور سب عابد ومطیع پر اس کو افضلیت حاصل ہو گئی۔ اور اس بات کو دیکھو تو سہی کہ خطاب الست بربکم (اے مشت خاک کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) یہ کون سی خدمت کا صلہ اور کون سی شفاعت کے بدولت ہوا۔ قدیم مناجاتی کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ آنکھوں پر حجابات کی پٹی بندھی اور گردن میں دھتکار پھٹکار کی ڈوری پڑی ہے۔ حسرت واندوہ کا سامنا ہے۔ دمبدم خون جگر کا پینا ہے۔

طلب طریقت

جس بے علم نے شریعت ہی کو نہیں سمجھا ہے وہ طریقت کو کیا پہچانے گا اور جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہے تو حقیقت تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا۔ جہالت سے بڑھ کر کوئی چیز ذلیل نہیں ہے۔ ارادت کا یہ رنگ ہو کہ اسی کے دیدار کا طالب ہو مل جائے تو ایثار کر دے نہ ہو تو اس پر شکر کرے کہ عافیت وبلا منع وعطا اور رد وقبول اس کی نظر میں سب برابر ہوں۔ توکل میں اس قدر پختہ مزاج ہو کہ نہ مخلوق کے آگے دست سوال پھیلائے نہ خالق سے کسی چیز کی درخواست کرے۔ اپنی گدڑی میں اتنا مگن اور درست رہے جس طرح اور دوسرے لوگ بادشاہت میں نفس کو مجاہدے کی بھٹی میں اکسیر کی طرح پھونک کر کشتہ بنانا چاہیے تاکہ مستغنی ہو جائے۔ جو شخص راہ طریقت میں آنا چاہے اور درد طلب اس کا دامن پکڑے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک پیر بنالے۔ مگر پیر ایسا ہو کہ پیروں اور مشائخوں کے نزدیک مشار الیہ اور ممتاز ہو۔ اس کی پیشوائی اور مقتدائی پر پیروں کا اتفاق ہو۔ کتنے دہکتے ہوئے آگ کے پہاڑ راہ میں ہیں۔ اس سے پار اتارنا ہر شخص کا کام نہیں۔ مگر مرید کے لئے ضرور شرط یہ ہے کہ جو کسی پیر سے مرید ہو جائے تو اپنی خواہش اور مراد کو تہ کر کے رکھ دے۔ اشارے پر جان ومال ودولت دینی ودنیوی کل لٹا دے۔ امیدوار رہو اور اپنی بدبختی کو روتے رہو۔ ہر چند مال ودولت واسباب عیب دار ہے اور اس درگاہ کے لائق نہیں مگر ہمیں امید ہے کہ یہ ناچیز تحفہ قبول ہو گا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا جس طاعت کی ابتداء میں امن ہو اور آخر میں عجب ایسی طاعت عابد ومعبود میں جدائی ڈال دے گی اور جو معصیت ایسی ہے کہ اس کے اول میں خوف ہے اور آخر میں عذر وہ مخلوق کو خالق سے نزدیک کر دیتی ہے۔ ابلیس لعین نے اپنی طاعت پر نظر کی عجب پیدا ہوا ڈینگ مارنے لگا ایسا ویسا بکنے لگا حکم ہوا خاموش لعنتی مردود۔

ارکان طریقت

انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ محفوظ ہوتے ہیں ان بزرگوں کے دل کے صحرا سے باد راحت چلتی ہے اور خلق خدا کے دل ودماغ کو تازہ کرتی ہے ان کی شفقت کی مثال آفتاب سے ہے۔ دوست دشمن سب اس کی روشنی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں تواضع میں وہ لوگ گویا زمین ہو رہے ہیں ساری دنیا ان کو روندے بھی تو وہ اف نہ کریں گے۔ خلق اللہ سے بدلہ لینا ان کا کام نہیں یہاں پر وہ بالکل کوتاہ دست ہو جاتے ہیں۔ تمام عالم کی عیال داری کرنے کو تیار ہو جائیں گے مگر اپنے کھانے' کپڑے کا بار کسی پر نہ ڈالیں گے۔ اگر یہ صفتیں اہل طریقت میں نہ پائی جائیں تو یوں سمجھو کہ یہ مدعی کذاب ہیں۔ ان کی یہ خواہش ہے کہ سارا عالم ہمارا غلام بن جائے۔ اور غلامی کا اقرار کرے اور ہمارا کلمہ پڑھے۔ صوفی کا دل زبان کے آگے ہوتا ہے اور عالم ظاہر کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے۔

شریعت وطریقت

کپڑے کو دھو کر ایسا پاک بنا لینا کہ اس کو پہن کر نماز پڑھ سکیں' یہ فعل شریعت ہے۔ اور دل کو پاک رکھنا کدورت بشری سے یہ فعل طریقت ہے۔ ہر نماز کے لئے وضو کرنے کو شریعت کا ایک کام سمجھو اور ہمیشہ باوضو رہنے کو طریقت کا دستور عمل تصور کرو۔ نماز میں قبلہ رو کھڑے ہونا شریعت ہے اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جانا طریقت ہے۔ جس امر کے لئے امت کو مکلف بنایا جائے وہ شریعت ہے اور جو کام ایسا ہے کہ تخفیف امت کے لئے انبیاء علیہم السلام اپنی ذات کو اس کا پابند کر لیں اور لازمہ احوال بنا لیں وہ طریقت ہے۔ ارباب طریقت قوت وہمت وجد وجہد ومبالغت سے کام لیتے ہیں۔ اگر مرید اپنے کو مباحات کی اجازت دے گا تو اس کا نفس دلیر ہو جائے گا۔ وہ تم کو اس عنایت کی نظر سے دیکھتا ہے جو تم پر ازل میں ہو چکی ہے۔ آب وخاک ہونے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا۔ اگر تمہاری آلودگی پر اس کی نظر ہوتی تو سمجھ لو کہ رہی سہی پونجی بھی غائب تھی۔

شریعت اور حقیقت

جس طرح شریعت میں اعمال ظاہر جب درست ہو جاتے ہیں تو انسان حقیقت طلب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انکشاف احوال باطن کے بعد آدمی اہل حقیقت کہلاتا ہے۔ شریعت کو بندے کے افعال سے تعلق ہے۔ حقیقت خدا کی ذات پاک سے وابستہ ہے۔ مجاہدہ اصل شریعت ہے اور ہدایت حقیقت ہے۔ بندہ نے جب احکام ظاہر کی محافظت کی تو اللہ تعالیٰ نے احوال باطن کی محافظت فرمائی۔ شریعت کو تعلق کسب سے ہوا۔ حقیقت سے وہبی شان ظاہر ہوئی اور طریقت کی روش پر ٹھیک ٹھیک چلنا مفقود ہو گیا ہاں شاذ ونادر اہل معرفت کا قول ہے کہ ملائکہ مقربین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہماری اطاعت وفرمانبرداری اکرام ونوازش خاص کا سبب ضرور ٹھہرے گی۔ خلاف ورزی ایسی شے ہے جس سے عزت وقدر جاتی رہتی ہے۔ اس لئے خدائے قدوس کے حضور میں بے محابا یہ بول اٹھے کہ ہم مطیع ہیں۔ آدم کو سجدہ کریں۔

رسول علیہ السلام

غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقام صدق میں پہنچ کر اللہ اکبر عیش وآرام سیر وتفریح حوران جنت کے حسن دل افروز کا نظارہ اب کیا پوچھنا ہے۔ (چکھا جس نے چکھا) سبحان اللہ! (خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں) سنو! حضرت خواجہ کونین ﷺ فرماتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ

ساری مخلوق پر تجلی فرماتا ہے عام طور سے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خاص طور سے) اس خصوصیت کا آخر سبب' وجہ' باعث؟ اللہ اللہ! وہ ہر صبح کو ساکنان ملاء اعلیٰ کا متعجب ہو ہو کر یہ کہنا کہ کون سا دل جلا ہے جس کے جگر سوختہ کی بو آتی رہتی ہے۔ حضرت حق کی طرف سے جواب دیا گیا کہ تم نہیں جانتے کہ یہ دولت اس دور میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے کی ہے۔ عالم غیب سے یکا یک ایک بجلی ظاہر ہو کر چمکی عشاق کی جانیں جل بھن کر خاکستر ہو گئیں۔

نماز کی مشغولی اور تعلیم

بے وضو نہ رہے۔ نماز باجماعت ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے۔ ذکر و طہارت کے ساتھ سو رہے۔ آخری حصہ رات کا استغفار کے لئے نہایت موزوں ہے۔ اعضاء و جوارح آلودہ معصیت ہیں۔ خیر ہیں تو ہوا کریں اس سے تم اپنی راہ کھوٹی کیوں کرتے ہو؟ چلے چلو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں اور تمہارے کاموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ سال لاکھ برس کی چیخ چلاہٹ کے بعد دوزخیوں پر یہ خاص جھڑکی ہوگی کہ دور ہو جاؤ چپ رہو۔ حضرت شبلی نے خاص مزہ لیا اور فرمایا۔ اس معشوق حقیقی نے آخران کو دردرایا تو سہی۔ وہ فرحت بخش آواز انہوں نے اپنے کانوں سے سن تو لی۔ وہ بے واسطہ خطاب ان پر ہو تو گیا۔ ہر طرح کی سعادت کا زینہ یہی طہارت و پاکی ہے اور آلائش و آلودگی بری شے ہے۔ (بنائے اسلام ہی پاکی پر ہے) وہ کسی قسم کی آلودگی کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس مقام میں پہنچ کر مرید کے آسمان دل پر ایمان آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اسلام اپنا جمال دکھاتا ہے۔ تجدید وضو کی عادت کر لو اور بعض آسمانی کتابوں میں یوں آیا ہے "اے میرے بندے تو نے لباس حیا پہن لیا ہے جتنے عیوب تجھ میں ہیں سبھوں کو خلق اللہ سے چھپاؤں گا اور جس جس مقام میں تجھ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں وہاں کے باشندوں کے دل سے میں نے اس کو بھلا دیا۔ غرض اس سے یہ ہے کہ قیامت میں تیرے گناہوں پر گواہی نہ گزرے۔ اور لوح محفوظ سے بھی تیری برائیاں دھو دی گئیں۔ تاکہ حشر کے دن نہایت آسانی کے ساتھ تیرے حساب کتاب میں اختصار کروں تاکہ تجھ پر جواب دینا سہل ہو۔

طہارت

(اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ بہترین قسم کا مجاہدہ طہارت ظاہر کے آداب کی نگہداشت ہے۔ حضرت ابراہیم خواصؒ جب آپ کا وصال ہوا ایک دن رات میں ساٹھ غسل فرمائے۔ یہاں تک کہ وفات آپ کی غسل ہی کے وقت ہوئی۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ کی نقل ہے کہ مرض الموت میں آپ نے ساٹھ بار غسل کیا۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ مشائخ رحمہم اللہ نے طہارت ظاہر و باطن کی مداومت پر تاکید فرمائی ہے کہ فضیل بن عیاض اگرچہ راہزن ہیں حکم ہوتا ہے کہ اس کو لاؤ یہ میرا مقبول بندہ ہے اور بلعم باعور جس نے چار سو سال تک ریاضت ومجاہدہ کیا اور سجادہ نشین رہا حکم ہوا کہ اس کو دور کرو کہ راندہ درگاہ ہے عزازیل اگرچہ سات لاکھ برس تک عبادت کر چکا ہے ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں وہ مردود بارگاہ ہے۔

نیت

نیت کا درجہ اعمال و افعال کے لئے ایسا ہے جیسے جان قالب کے واسطے ضروری ہے اور نور آنکھ کی بینائی کے لئے صدق نیت کی کلی اخلاص کی شاخ سے پھوٹتی ہے۔ جس طرح شعاع آفتاب سے۔ ایک شخص ہے کہ دل میں اس کی خواہشات ومحبت دنیا غالب ہے۔ اس صورت میں جو فعل جو عمل اس سے صادر ہوگا دنیاوی ہوگا۔ درستگی نیت کے باعث اس کا کھانا پینا اس کا سونا بیٹھنا بھی عبادت سے خالی نہ ہوگا۔ دیکھو قرآن شریف اس کے لئے کیا جلوہ ریزی کرتا ہے۔

یریدون وجھہ (اور وہ اسی کا مشاہدہ چاہتے ہیں) جان لو کہ نیت کا سرچشمہ اخلاص کے دریا سے ہے۔ جب کسی شیخ کے جوتوں کی خدمت کرے گا اہل دل کی صحبت ہی مفقود ہے تو مریدوں کو کیا کرنا چاہیے۔

و ان لم یصبھا و ابل فطل اگر اس کو بارش کا پانی نہ پہنچ سکے تو شبنم ہی سہی

(میری بدنصیبی سے اگر سورج ڈوب چکا تو اے محبوب تیرے رخ ہی سے میں کوئی چراغ روشن کروں۔ حضرت ابوبکر وراقؒ سے نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جس وقت دو رکعت نماز ہم ادا کرتے ہیں جب سلام پھیرتے ہیں تو اپنی طاعت سے ایسے شرمگین ومجل ہو کر واپس آتے ہیں کہ اگر کوئی دیکھے تو یہ مجھے کہ ہم کہیں سے چوری کر کے آرہے ہیں۔

نماز

نماز کی بات ہی کچھ اور ہے اس میں اسرار در اسرار معاملات در معاملات ہیں۔ جس نے اس مزے کو چکھا نہیں جانا نہیں۔ پہلے تم نے طہارت کی پاک وصاف کپڑا پہنا۔ اس کے بعد خراماں خراماں مسجد آسمان رفعت میں داخل ہوئے وہاں اول اول مومنان ملک صفت کے ساتھ بندگانہ و عاجزانہ کھڑے ہو گئے پھر اس وقت تک واپس نہ ہوئے جب تک اچھی طرح خلوت راز میں نشست کی نہ ٹھہری۔ سبحان اللہ وبحمدہ

نماز میں جو شخص کھڑا ہوا اس نے روزہ بھی رکھا اور روزہ پر کچھ اضافہ بھی کیا۔ جس طرح روزہ میں آدمی نہیں کھاتا پیتا نماز میں بھی نہیں کھاتا پیتا مگر روزے میں سونے کی اجازت ہے چلنے پھرنے کی اجازت ہے نماز میں جو روزہ ہے اس میں ان باتوں کی اجازت نہیں...... نمازی جس وقت کہے کہ اے اللہ تو مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور میری نسل کو اور سارے مسلمانوں کی بخشش فرما۔ پڑھتا ہے تو سب کے سب کو آسودہ کرتا ہے۔ دیکھو کہ نمازی نے جب وضو کیا تو گویا اس نے زرہ پہن لی۔ اور جماعت جب کھڑی ہوئی تو امام کی حالت سپہ سالار کی ہوگئی۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تھے تو آپ ﷺ کی قلب سے دیگ کے جوش مارنے کی آواز آتی تھی) سنو عاشقوں کا قبلہ جمال با کمال دوست ہے۔ دیکھو حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نماز میں مشغول تھے۔ تیر آپ کی ران سے کھینچ لیا گیا آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مشاہدہ محبوب میں ایسا استغراق حاصل تھا کہ اپنے اوصاف سے فانی تھے اور عزیز اب تک دروازہ کرم بند نہیں ہوا ہے۔ دوڑو اور جلدی اپنی خبر لو۔

روزہ

غلبات شوق میں طالب کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نفس مطمئنہ کے گھوڑے پر سوار بے آب و دانہ جا رہا ہے۔ نہ خود کھاتا ہے نہ مرکب کو کھانے دیتا ہے کیونکہ دیدار کی طلب ہے اور اس طلب میں شرط گرسنگی ہے۔

صوموا الرؤیتہ (اس کے دیدار کے لئے روزہ رکھو) جانے کی منزل دور ہے۔

و ان الی ربک المنتھیٰ (منزل کی انتہا تیرے پروردگار تک ہے) دیکھو ستر ہزار پردوں کے بعد آفتاب دیدار ہے۔ اس پر پردے دو قسم کے ہیں۔ نور اور ظلمت کے ان میں سے ایک پردہ بھی اگر ہٹتا ہے تو برق جمال دیکھنے والے کی بصرت کو جلا دیتی ہے۔ صاحب شریعت علیہ السلام نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شکم گرسنہ، جگر تشنہ، بدن برہنہ رکھو تو امید ہے کہ اپنے پروردگار کو کھلم کھلا دیکھو گے۔ یعنی اس عالم میں دل کی آنکھ سے ایسا دیکھو گے کہ شاید و باید۔ مثلاً جس کو اس عالم میں لقا ہوئی وہ پہنچ گیا اور جو پہنچا اپنا شناسا ہو گیا۔

من قتلتہ محبتی فدیتہ رؤیتی (شہیدان محبت کا خون بہا میری رویت ہے) سبحان اللہ مرید میں تین صفت لازمی ہے جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سوئے جب تک ضرورت نہ ہو بات نہ کرے جب تک فاقہ نہ ہو کھانا نہ کھائے) غور سے دیکھا جائے تو دوست بھی اور بندہ بھی۔ تم ایسا نہ سمجھنا کہ یہ سوال و جواب اوامر ونواہی کے معاملات تمہارے درمیان آج نئے ہیں۔ نہیں نہیں قدیم وازلی ہیں۔ ابوبکر شبلی قدس سرہ نے فرمایا فقہاء کا مذہب تو یہ ہے کہ دو سو درہم پر جب ایک سال گزر جائے تو پانچ درہم نکال دے۔ اور فقراء کا مذہب یہ ہے کہ جو کچھ مال دولت ہو سب خدا کی راہ میں لٹا دے اس کے بعد جان عزیز شکرانہ میں پیش کرے۔

برادر عزیز! انسان جب ایمان لایا' دل کو اس نے بذل کیا اور جب نماز ادا کی بدن کو بذل کیا اور جب اس نے زکوۃ دی مال کو بذل کیا یہ تینوں صفتیں دوستوں کی ہیں۔ برادر عزیز پہلے قدم میں جو شخص جان پر کھیل گیا اس کے نزدیک مال کی کیا حقیقت ہے؟ مگر یہ کام ہمارا تمہارا نہیں جو کسی گروہ کے مشابہ ہو گیا اس کا شمار اسی گروہ سے ہوگا۔ جس طرح معصیت کو مغفرت کی حاجت ہے اسی طرح طاعت کو بھی ضرورت ہے اس کی عظمت وجلال کی جلوہ گاہ میں جس کو سب سے زیادہ ناامیدی ہوتی ہے اسی کو زیادہ امیدوار بنایا جاتا ہے۔ حج کے بیان میں درحقیقت زیارت کعبہ معظمہ زیارت خداوندی جل وعلا ہے' بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کیا فرماتے ہیں' میں پہلی دفعہ جب حرم محترم گیا صرف جمال کعبہ کی بہار لوٹی۔ دوسرے سال پھر گیا' حرم میں پہنچا' دل کی آنکھ کھولی' مکان ومکین دونوں پر نظر پڑی اور تیسرے سال پھر گیا حرم میں پہنچا لطف محبوب نے مجھ کو آغوش میں لے لیا۔ اور سارے حجابات میرے دل کی آنکھ سے دور کر دیے۔ شمع معرفت میرے قلب میں روشن کی اور میری ہستی کو انوار تجلیات سے جلا ڈالا۔ بعدہ میرے لطیفہ سر میں یہ خطاب ہوا کہ ان لزائری حقا جو شخص محبوب کا جمال دیکھنے سے مجبور ہے لامحالہ اس کی نشانی سے دل بہلاتا ہے۔ تم نے مجنوں کا حال سنا ہوگا کہ صبح وشام خانہ لیلیٰ کی چاروں طرف چکر لگاتا اور در و دیوار کو چومتا پھرتا اور ان اشعار کو پڑھتا تھا۔

ترجمہ: (میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کے چاروں طرف گھومتا پھرتا ہوں میں چومتا ہوں اس گھر کے رہنے والوں کو۔ گھر کی محبت نے میرا دل نہیں لبھایا ہے۔ مگر اس نے جو اس گھر میں مقیم ہے۔ جب محب جان لیتا ہے کہ اس کا مقصد اس در سے پورا ہوگا تو پھر وہاں سے ٹالے نہیں ٹلتا۔ بہشت گویا کہ ایک سیپ ہے جس میں محبوب کی رضامندی کا موتی ہے۔ سمندر میں ہوشیار ڈبکی مارنے والا جب غوطہ لگاتا ہے تو گوہر شاہوار کے سوا کچھ باہر نہیں لاتا۔ جب تک چڑیا اڑتی ہے اس کو دانے پانی کی پروا نہیں ہوتی۔

دعا کرنے' قرآن شریف پڑھنے کے بیان میں

(جس شخص کو ہمارا ذکر سوا کرنے سے باز رکھے ہم اس کو سوال کرنے والوں سے کہیں زیادہ دیتے ہیں) اگر طالب اپنے دل میں اشارہ دعا کی طرف پائے تو دعا کرنا بہتر ہے اور اگر چپ رہنے کی رغبت ہو تو سکوت افضل ہے۔ بزرگوں کا خیال ہے کہ رعایت احوال کی بہت ضروری ہے۔ حدیث میں فرمایا کہ بندہ اپنے خداوند کو یاد کرتا اور پکارتا ہے۔ اگر اس بندے کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو فرماتا ہے اے جبرئیل اس بندے کی حاجت برآری میں تاخیر کرو اس لئے کہ ہمیں یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اس کی آواز سنتے رہیں۔ اور اگر بندہ اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور خدا اس کو دشمن رکھتا ہے تو یہ حکم دیتا ہے کہ اے جبرئیل اس بندے کی حاجت پوری کر کہ اس کی آواز سننا ہم کو ناپسند ہے۔ اے اللہ ہم نے گو بموافقت رسول اللہ ﷺ فاقہ سے پتھر پیٹ پر نہ باندھا تو مقام مخالفت میں بھی رسول ﷺ کے پتھر نہ پھینکا۔ طاعت ہماری اگرچہ تھوڑی ہے اس کو قبول کر لے کہ تیرے یہاں سودا سلف خرید وفروخت کا معاملہ نہیں ہوتا۔ گناہ ہمارے اگرچہ بہت ہیں اس کو تو بخش دے کہ غصہ تجھ پر غالب نہیں ہو سکتا۔ اے جبار بڑے بڑے گردن کش موجود ہیں جن کو تجھ سے جنگ ہے۔ مومنان صلح جو کہ اپنے در سے نہ نکال تو بڑا بے نیاز ہے۔ اس لئے ہم کو سخت خوف ہے اور تو بڑا بندہ نواز ہے اس واسطے ہمیں بے انتہا امید ہے۔ مطیع لوگ نہایت شرمندہ ہو رہے ہیں ان کو دلاسا دے۔

مناجات

خداوند امید ما وفا کن — دلم را از کرم حاجت روا کن
منور دار جانم را بنورے — دلم را زندہ گردان از حضورے

جس خدا نے امام کفر شیطان کی دعا قبول فرمائی ہے۔ مومن عاصی اگر اس کے دربار میں گڑگڑائے گا تو کیا وہ محروم

رکھے گا۔ تقدیر وقضا وقدر پر اعتقاد کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان تیغ وتبر کے وار کو روکے نہیں اور دانہ چھینٹ کر پانی نہ دے۔ سنو بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا ہو یا سوال کرنا ہو بعضوں کے نزدیک تین بار بعضوں کے نزدیک پانچ بار بعضوں کے نزدیک سات بار اگر کسی شخص کو کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ صبح کے سنت وفرض کے درمیان اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھے اگر کوئی دشمن کے شر سے بچنا چاہے تو ایک ہزار مرتبہ سورۃ تبت یدا پڑھے اور قضائے حاجت کے لئے اکتالیس مرتبہ سورۃ انعام پڑھنا بھی بہت مفید ہے اور سات ہزار بار سورہ اخلاص پڑھنا بھی بہت بہتر ہے دشمن کے دفع کرنے کے لئے ایک ہزار مرتبہ سورہ نوح پڑھنا اکسیر ہے۔ دشواری مہمات کے لئے اکتالیس بار سورہ یاسین پڑھنا بہت مفید ہے اور جو شخص بعد نماز جمعہ بات کرنے سے قبل سات بار سورہ فاتحہ سات بار سورہ اخلاص سات سات بار معوذتین پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک غم سے مشقت سے بلاؤں سے محفوظ رکھے گا۔

عبادت

اہل بصیرت کا طریقہ نیک بختی کا جادہ اور جنت کی راہ ہیں چنانچہ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا حفت الجنة بالمکارہ و حفت النار باالشھوات بہشت کو مکروہات اور دشواریوں سے اور دوزخ کو آسانی اور خواہشوں سے گھیر ڈالا ہے۔ جب مرید زہد وعبادت پر کمر بستہ ہوا حجاب دنیا سے باہر نکلا۔ جب عزلت وگوشہ نشینی اختیار کی۔ حجاب خلق اس سے دور ہوا اس گروہ کی صفت یوں بیان کی گئی ہے۔ (ان کے جسم دنیا میں اور ان کے دل عقبیٰ میں خداوند باقی کی درگاہ میں بندہ مقبول کی رسائی ہوئی اور ریاض ورضوان میں اس کو جگہ ملی۔ اس وقت وہ فقیر وحقیر وناچیز وضعیف اپنے کو ایک ملک کبیر کا مالک پاتا ہے سن لو صحبت میں رہنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پیر کو دیکھے کہ رات دن افعال خلاف شریعت میں مبتلا ہے۔ ایسے شخص کا ساتھ درد وسوز کی آگ کو بجھاتا ہے۔ اور ایمان کا قلع قمع کر دیتا ہے۔ علم امام ہے عمل کا اور عمل اس کا تابع ہے۔ عالم کا سونا بہتر ہے جاہل کے نماز پڑھنے سے۔

بندگی کرنے اور بندہ ہونے کے بیان میں

طوق عبودیت جس کی گردن میں ہے اس کو کیا سمجھتے ہو؟ وہ سردار عالم ہے۔ محققوں کا قول ہے کہ اگر خداوند ذوالجلال والا کرام کے خزانے میں عبودیت سے بہتر کوئی خلعت ہوتا تو وہ ضرور بالضرور وقاب قوسین او ادنی کے مقام میں حضرت عالمﷺ کو پہنایا جاتا۔ آپﷺ ہرگز یہ نہ فرماتے (میں نہیں چاہتا کہ میں بادشاہ اور نبی بنوں) بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک بندہ اور نبی بنوں) (آنکھ نہیں جھپکی اور نہ بھٹکی) کی شان ظاہر ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ سے خلعت خانہ میں بلائے گئے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ آسمان ہماری معرفت کے لائق نہ ٹھہرا زمین بھی اس کام کی نہ تھی۔ یہ بندہ مومن کا دل تھا کہ ہماری جلوہ گاہ بن گیا۔ رب العزت نے جب چاہا کہ اس نقطہ خاک کو لباس وجود پہنائیں اور تخت خلافت پر بٹھائیں تو ملائکہ بے ساختہ بول اٹھے کیا تو وہاں اپنا خلیفہ بناتا ہے جو وہاں فساد مچائے گا۔ لطف قدیم نے جواب دیا لیس فی الحب مشورة (محبت کے معاملے میں مشورے کی حاجت نہیں)۔ (اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے) اے ملائکہ مقربین اس سے بھی اور واضح سنو۔ تم میں راست روی ہے تو ہوا کرے اور یہ کج رو ہیں تو تمہاری بلا سے ہم ان کو چاہتے ہیں ہم نے ان کے لئے بساط رحمت بچھادی ہے۔ وہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ ہر چیز پر محبت ہی غالب رہی۔ آسمان والوں نے کہا یہ لقمہ ہمارے حلق سے نہیں اتر سکتا۔ زمین والوں نے جواب دیا کہ یہ بوجھ ہم سے نہیں اٹھ سکتا۔ جب اس ذرہ بے مقدار کے سامنے پیش کرنے کی نوبت آئی تو سمندر کو یہ ایک گھونٹ سمجھ کر پی گیا۔ مشاہدہ ومجاہدہ کا ترکہ ہے۔ مجاہدہ وریاضت میں ایک قسم کی تاثیر ہے۔ جن حیوانوں میں اس کی صلاحیت ہے کہ وہ ریاضت قبول کریں تو بعد ریاضت کے ان کی حالت ہی دوسری ہو جاتی ہے اور ان کی قیمت بڑھ

جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک روپیہ کی چیز ہے تو بعد تعلیم وہی شے ہزار روپے کی ہو جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں آب وخاک کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔

و ان الیٰ ربک المنتھیٰ (تمہارا منتہا حضرت رب تک ہے) مردان راہ خود اپنے کو اپنی نظر میں ذلیل وخوار سمجھتے ہیں۔

خلق اللہ کی آنکھ سے اپنے کو گرانا آسان ہے مردوہ ہے جو اپنے کو اپنی آنکھ سے گرادے۔ کچھ مشکل نہیں۔ پہلے قدم میں دنیا دوسرے قدم میں آخرت طے ہوتی ہے۔ تیسرے قدم میں

في مقعد صدق عند مليک مقتدر

تو مرا دل وہ و دلیری بیں
روبہ خویش خوان و شیری بین

بندگی کرنے کے بیان میں

بندگی کس کو کہتے ہیں ۔ اعتراض سے منہ موڑ لینا اور خواہش خداوندی پر راضی رہنا۔ اور اگر زہر دیں تو شربت سمجھ کر نوش جان کر لینا۔ پیشانی پر ہرگز بل نہ آنے دینا۔ (بندہ اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہے اس کے آقا کی ملک ہے) جب یہ رنگ ہے تو یوں ہونا چاہیے کہ قبول ہے تو سرآنکھوں پر رد ہے تو سرآنکھوں پر۔ نواخت ہے تو سرآنکھوں پر گداخت ہے تو سرآنکھوں پر۔

میں تیرا نام اپنی ہتھیلی پر لکھوں۔ پھر آنکھیں اس نام پر رکھوں اور خوب روؤں۔ برابر میری دونوں آنکھیں تیرے خیال میں محو ہیں۔ پیغمبر وقت کے پاس وحی آئی کہ اس عابد سے کہہ دیجئے اس قدر تکلیف عبادت وزحمت ریاضت اٹھانا فضول ہے تیرا مادی تو جہنم ہے۔ پیغمبر وقت نے جب یہ حکم خداوندی اس کو سنایا تو اس شخص نے طاعت وعبادت اور بڑھا دی اور خوشی سے پھولا نہ سمایا۔ لوگوں کو یہ حال دیکھ کر بڑا تعجب ہوا فردائے قیامت جس وقت حضرت آدم علیہ السلام وصلوٰۃ اللہ علیہ اپنے فرزندوں کے ساتھ بہشت میں جائیں گے اس وقت ملائکہ کا عجب حال ہوگا۔ نہایت تعجب سے وہ دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ وہی شخص ہے جو ننگا مادرزاد بہشت سے باہر کر دیا گیا تھا۔ دیکھو فرعون مدبر چار سو سال تک صحیح وتندرست بعافیت زندہ رکھا گیا۔ اس کو کبھی بخار تک نہ آیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے سر مبارک پر آرا چل رہا تھا اگر کوئی شخص اس وقت ان سے پوچھتا کہ واقعی کہئے تو اس موقع میں آپ کی دلی خواہش یہی آواز نکلتی کہ ابدالا دتک آرہ سر پر چلتا رہے۔

کلمہ طیبہ

آپ فرماتے ہیں کہ پروردگار جل وعلا نے یوں فرمایا لا الٰہ الا اللہ میرا حصار ہے۔ جو شخص میرے حصار میں آ گیا عذاب و عتاب سے محفوظ رہا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت کی قیمت یہ کلمۂ طیبہ ہے۔ کبھی کبھی آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے۔ کلمینی یا حمیراء یعنی اس وقت ایسی ایسی باتیں اپنے مصلحت وقت کے متعلق مجھ سے کیجئے جس نے سمجھا سمجھا عرصہ حشر میں ایک شخص لایا جائے گا۔ سیاہ نامہ اعمال اس کے ننانوے دفتر ہوں گے۔ خزانہ غیب سے ایک کاغذ برآمد ہوگا ایک انگل کے برابر اس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوگا۔ باغ فردوس میں اس کو جگہ ملے گی۔ درجات وکرامات کے ساتھ وہاں اس کو اتارا جائے گا۔

ایمان

الایمان عریان و لباسه التقوىٰ (ایمان ننگا اور برہنہ ہے اور اس کا لباس تقویٰ اور پرہیزگاری ہے) ایمان کا دروازہ بند نہیں ہے ایمان تو بندشوں کا کھولنے والا ہے اپنی ہی ہستی کے عاشق اور فریفتہ ہو۔ بھلا تم کو یہ توفیق کہاں کہ سرداری اور برتری کی ٹوپی سر سے اتار سکو اور نیک نامی اور شہرت کو برائی اور بدنامی سے بدل سکو۔

سنو! باریکی سوز وگداز میں پیدا ہونی چاہئے نہ کہ گفتگو میں گدھ بہت اونچا اڑتا ہے لیکن مردار پر اتر آتا ہے۔ باز اونچا نہیں اڑتا لیکن جو شکار کرتا ہے زندہ کرتا ہے کیونکہ اسے زندہ شکار میں ہی لذت اور مزہ ملتا ہے۔ جو خدا کے ساتھ جیتا ہے سارے اسباب اس کے غلام ہوتے ہیں۔ جس نے اپنے کو

دیکھا اس نے شرک کیا۔

ایمان کی صداقت

جب باطن میں تعظیم ہو گی تو ظاہر بھی اس کی متابعت کرے گا۔ اس کے خلاف کرنے سے شرم آئے گی۔ کم سے کم ایمان میں اتنا صدق تو ہو کہ اگر ہم خدا کو نہیں دیکھتے تو خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔ اس وقت کم سے کم اس کی تعظیم تو کرے جتنی مخلوق کی کرتا ہے۔

چون مرد دین نبودم کیش مغان گذیدم
دین رفت ازمیانہ زنار می نہ بینم

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام ایک نے نعمت اور دولت پائی اور ایک نے بلا اور مصیبت انہوں نے نعمت کے باوجود نعمت کی لذت نہیں اٹھائی۔ وہ نعمت دینے والے کی طرف دھیان لگائے رہے اور شکرانے میں نعم العبد کا خطاب پایا۔ اور دوسرے نے بلا کی حالت میں بلا دینے والے کو دیکھا۔ صبر وشکر کے ساتھ اس کی طرف رجوع کیا اور بلا سے فریاد نہیں کی نعم العبد کہہ کر سراہے گئے۔ اس کی نزدیکی سے مومن کا دل جلا جاتا ہے اور اس کی دوری سے فریاد کرتا ہے۔

بندہ رابا تو چہ نسبت کہ بہ گنج خوبی
پاشا ہے توئی و من مفلس مادر زادم

نہ مجھ کو خوشی کے دن ہی نصیب ہیں نہ فریاد کرنے کا کوئی موقع ہے نہ کبھی اپنے وصال کے پیغام سے میرے دل کو خوش کرتا ہے۔

اسلام کے لشکر اور رابعہ بصری اور ابراہیم ادھم

قاصد نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشخبری ان کو دی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کس دین و مذہب پر تو نے پایا۔ قاصد نے کہا دین اسلام پر۔ آپ نے فرمایا ہاں! اب نعمت ختم ہوئی جو شخص اسلام کے نقصان سے بے پرواہ ہو اس کے دل سے اسلام بالکل زائل ہو جائے گا۔ اس قدر بزرگی اور علم کے باوجود کہ جب سر اٹھاتا تھا تو عرش معلی کو دیکھتا تھا اس کی مجلس میں بارہ ہزار علماء سبق پڑھتے تھے۔ جب خدا کا فرمان پہنچا اس کو علم کی دولت عطا فرمائی تو شکر بجا نہیں لایا۔ اصحاب کہف کو پل بھر سے زیادہ نہیں گزرا کہ جب دقیانوس کے ملک میں گڑ بڑ دیکھی کہا ہمارا پروردگار زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور دیکھ لیا اس راستہ میں جو جو حقائق ہیں۔ متوکلوں کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ فرعون کے جادوگروں کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ان کی مدت بھی ایک لحظہ سے زیادہ نہ تھی۔ کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھا تو پکار اٹھے ہم خدائے دو جہاں پر ایمان لائے اور راستہ دیکھا اور طے کر لیا۔

حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے کام دھندوں میں لگے رہتے تھے۔ جو دنیا سے منہ پھیر کر آپ نے سلوک کا راستہ اختیار کیا ان پر ایک نماز کے وقت سے زیادہ کی مدت راہ کے طے کرنے میں نہیں لگی۔ رابعہ نے جب سلوک کا راستہ اختیار کیا عبادت کرنے لگیں۔ ابھی سال ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ بصرہ کے عابد اور علماء ان کے مرتبے کی عظمت اور بڑائی کی وجہ سے زیارت کو آنے لگے۔

ذلک تقدیر العزیز العلیم

کوئی شخص ایسا بھی ہو گا کہ بجلی کی طرح وہ پل صراط کو عبور کر لے اور کوئی ایسا ہو گا جو ہوا کی طرح پل پر سے گزر جائے گا اور کوئی ایسا ہو گا جو پرندوں کی طرح طے کر لے گا اور کوئی ایسا ہو گا جو گھوڑے کی طرح دوڑ لگا کر چلا جائے گا اور کوئی ایسا ہو گا کہ جب دوزخ کی آواز اس کے کان میں پہنچے گی اس کی ہیبت سے گر پڑے گا اور کوئی ایسا بھی ہو گا کہ دوزخ کے سپاہی اس کو پکڑ لیں گے اور دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے۔

(کبھی تمہارے وصل کی شراب ہم کو مست بنا دیتی ہے کبھی تمہاری جدائی کی مار ہم کو بے سدھ کر دیتی ہے)

شرک خفی

(میری امت میں شرک اس چیونٹی کی چال سے زیادہ

چھپا ہوا ہے جو اندھیری رات میں کالے پتھر پر چل رہی ہو) تو جانو کہ اگرچہ یہ شرک ایمان کو نقصان نہیں پہنچاتا مگر ایمان کی حقیقت اور ایمان کے فائدوں میں نقصان ضرور لاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خالص سونا بھی سونا ہے اور وہ سونا جس میں ملاوٹ ہو اس خالص سونے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی قیمت کم ہوگی۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب انہوں نے ایمان کی حقیقت کا دعویٰ کیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک سونا چاندی اور جواہرات ٹھیکری کے برابر ہیں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا

لاراحة للمومن دون لقاء الله الموت دون لقاء الله

(مومن کے لئے آرام نہیں ہے سوائے خدا کے دیدار کے۔ اور خدا کا دیدار نہ ہونا موت ہے) ہمیشہ بے چین رہے اور ظاہری بناؤ سنگار سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اگر کشف وکرامت اس کے بدن کا ایک ایک جوڑ ہو جائے تو چاہیے کہ اس کشف کو پاؤں کا جوتا بنا کر اپنے سر پر مارے۔ پست ہمت والا کتا ہر جگہ ہڈی تلاش کرتا ہے مگر شیر کا پنجہ زندہ مغز ڈھونڈتا ہے۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ (دنیا کے بندے ہلاک ہوگئے اور روپیہ پیسے کے بندے ہلاک ہوگئے اور پیٹ کے بندے ہلاک ہوگئے اور شہوت کے بندے ہلاک ہوگئے اور پوشاک کے بندے ہلاک ہوگئے۔

(تیرے دیدار کے لئے آنکھوں کا راستہ اور سر میں ایک خیال بنایا) پھر اس خیال کو دیکھنے کے لئے ایک عمر گزار دی۔ لیکن جب آفتاب کی چمک بلند ہوئی تو ظاہر ہوا کہ آنکھوں کا راستہ غلط اور خیال محض دھوکہ تھا۔ جس شخص کو غسل واجب ہے اگر اس کے بدن پر ایک بال بھی سوکھا رہ گیا پاک نہیں ہوسکتا۔

الحمد لله على التوفيق و استغفر الله على التقصير میں کون ہوں اور کس قابل ہوں کہ تیرا کہلاؤں۔ یہی غنیمت ہے کہ تو مجھ کو کچھ بھی نہ سمجھے۔ اپنے غم میں مبتلا اور تیرے لئے حیران ہوں۔ برا یا بھلا ہوں بہر حال تیرا ہی ہوں۔

معرفت

معرفت کا پہلا جز یہ ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات کو مجبور عاجز اور خدا کا قیدی سمجھے اور سب چیزوں سے اپنے لگاؤ اور نسبت کو توڑ دے۔ دوسرا راستہ صانع اور خالق تک پہنچنے کیلئے اپنے نفس کی پہچان ہے جیسا کہ کہا ہے

من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ کل موجودات اور مخلوقات کی حقیقت انسان کے اندر رکھی اور کہا

انفسكم افلا تبصرون اور اپنی معرفت کی ایک سیڑھی بنائی ہے اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو پہچانے گا خدا کو پہچان لے گا۔ خدا کی معرفت کی دریافت سے عقل کو عاجز سمجھنا بھی ایک ادراک ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ دوستوں کے حجرے پر جاتے تھے اور فرماتے تھے (اے لوگو! آؤ تاکہ ہم اس وقت اللہ پر ایمان لائیں اصل میں یہی پیاس ہے عرش کرسی سے پوچھتا ہے **هل لك خبر** (کیا تجھ کو کوئی خبر ہے) اور کرسی بھی عرش سے کہتی ہے کیا تجھ کو کوئی خبر ہے؟ اور آسمان زمین سے کہتا ہے۔

هل مربك طالب (کیا تیری طرف کوئی طالب گزرا ہے) اور زمین آسمان سے پوچھتی ہے

هل سافر اليك عاشق (کیا کسی عاشق نے تیری طرف سفر کیا ہے)؟ اس راہ میں اس کے ہزاروں مقتول اور شہید ہیں۔

اس کی مہربانی کی ہوا کا ایک جھونکا جب ایک شتربان پر پہنچا تو فرشتے بیہوش ہوگئے۔ جب ان کو ہوش آیا تو حضرت جبرئیلؑ سے کہا ہم نے سات لاکھ برسوں میں ایسی خوشبو نہیں سونگھی جیسی حضرت محمد ﷺ کے زمانہ میں آئی ہے۔ جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ **انی لاجد نفس الرحمان من قبل اليمن**

محبت

جو سیدھے طریقہ پر چل رہا ہے وہ اس لئے ہے کہ ان تک محبت کا گزر نہیں ہوا ہے اور یہ اونچ نیچ جو انسان کے ساتھ پیش آیا کرتی ہے اس لئے ہے کہ اس کو محبت سے سروکار ہے۔

يحبهم و يحبونه (وہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست

رکھتے ہیں اس کو) جب وہ کسی پر کرم فرماتا ہے تو پہلے ٹوپی اور اس کا عبا اتر لیتا ہے اور ننگا بھوکا بنا کر بٹھا دیتا ہے۔' (اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو رنج وغم میں اپنے کو جھونک دے۔ دیوانوں کی طرح دنیا کی خاک چھانتا رہ دل کو خون بنا کر آنکھوں کے سپرد کر دے۔ پھر دونوں آنکھیں کھولنے کے بعد جان بھی گنوا دے)

(وہ دل جو معشوقوں کے ہاتھ سے میں لے آیا تھا میں نے کبھی نہ کسی کو دیا نہ کسی کو دکھایا۔ اے میرے محبوب جب تو نے ایک نگاہ میں میرا دل چھین لیا تو ایسا لگتا ہے کہ ہزاروں برس سے میرے سینے میں دل تھا ہی نہیں) فرشتے سب جانتے تھے کہ کوئی بڑا کام سپرد ہونے والا ہے۔ اور ہماری جماعت میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنا جائے گا قیامت کے بعد ہر ایک شریعت مٹا دی جائے گی لیکن یہ دو چیزیں ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی۔

الحب للہ و الحمد للہ حدیث میں آیا ہے جب خدائے بزرگ و برتر کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اگر اس نے صبر کیا اجتباء کے لقب سے سرفراز فرماتا ہے جب خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو موت سے پہلے اسے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ محبت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ خلوتوں میں مناجات کے وقت حد درجہ کی موانست ہو۔ معشوق کی طلب میں عاشق پر دوڑ دھوپ اور حیرانی وسرگردانی کچھ جبر نہیں کرتی۔ اپنے مکاشفہ میں فرشتوں کی صف میں پہنچا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم خدا کے دوستوں میں ہیں۔ بیس لاکھ برس گزر گئے کہ ہم اسی جگہ پر اس کی عبادت کرتے ہیں اس اثناء میں ہمارے دلوں کے کسی گوشہ میں ایک لحہ کے لئے بھی اس کے تصور کے سوا کسی دوسرے کا خیال تک نہیں گزرا۔ اور اس کے سوا ہم نے کسی کو یاد نہیں کیا۔ اس کے بعد مجھے اپنے اعمال پر شرم آئی اور وہ تیس برس کی عبادت میں نے ایک ایسی جماعت کو بخش دی جو عذاب کی مستحق ہو چکی تھی۔

محبت اور عشق

تم کو اللہ اپنی محبت کا کمال نصیب کرے۔ جانو کہ خدا کی دوستی بندے کے لئے اور بندے کی دوستی خدا کے لئے درست ہے اور قرآن وحدیث میں اس کے متعلق ذکر ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات میں ایسی صفت موجود ہے کہ محبت کرنے والے اس کو دوست بنائیں اور وہ اپنے دوستوں کو دوست رکھے۔ جب محبت دل میں گھر بنالیتی ہے تو محبوب کی موجودگی اور جدائی سے اور بلا ومشقت سے اور لذت وآرام سے وہ بدلتی نہیں۔ بندے کی محبت کو خدا کی بندگی اور اطاعت کہتے ہیں۔ اور بندے کے ساتھ خدا کی محبت کو ہدایت اس کی نوازش بیان کرتے ہیں۔ اور بندے خدا کے ساتھ اس کے دیدار کی طلب میں بے چین رہے اور دوستی کے حکم پر گردن ڈال دے۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک محبت ہم جنس کی اپنے ہم جنس سے خواہشات نفسانی کی لذتیں اور محبوب کی جستجو وصال حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے اور دوسری محبت جنس کی جنس کے ساتھ نہیں ہوتی اس طلب کا لگاؤ محبوب کے اوصاف کے ساتھ ہے۔ اور طالب کو انہیں سے آرام ملتا ہے اور محبت کرتا ہے جیسے کسی کی بات سننے کی تمنا کسی کے دیدار کی خواہش بندہ کا عشق خدائے تعالیٰ کے ساتھ جائز ہو اور خدا کا عشق بندے کے ساتھ روا نہیں۔ محبت کا حال بھی اسی طرح ہے پہلے پہل محبوب کا حسن و جمال دیکھنا نظر سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا اشتیاق ہر وقت بڑھتا جاتا ہے اور انتہائے محبت میں وصل اور ہجر اور رنج و راحت اور نزدیکی ودوری سے بے پراہ ہو جاتی ہے۔ اور انوار الٰہی کی طرف سے اس کا نام عشق رکھا جاتا ہے۔ جب تک اس کو پوجتا ہے اس کا نام عابد اور جب اس کو جانتا ہے عاقل جب پہچانتا ہے تو عارف جب ماسوائے سے پرہیز کرتا ہے تو زاہد جب سچائی کے ساتھ اس کا ارادہ کرتا ہے تو مخلص جب دوستی کی راہ میں قدم رکھتا ہے تو مشتاق۔ جب اس کی رضا کے لئے ساری مخلوق کو نظر سے گرا دیتا ہے تو خلیل اور جب اس کے مشاہدہ پر اپنی ہستی تصدق کر دیتا ہے تو حبیب ہو جاتا ہے۔ جب یہاں تک پہنچ جائے کہ اپنی فنا اور بقا کو دوست کی ذات میں کلیۃً گم کر دے اس کا نام عاشق پڑ جاتا ہے۔

(میں وہ عشق ہوں جو کون مکان میں ظاہر نہیں۔ میں وہ عنقائے مغرب ہوں جس کا کہیں نشان نہیں ملتا میں نے اپنے

تاز اور ادا سے دونوں جہانوں کو شکار کرلیا ہے یہ نہ دیکھ کہ میرے تیر وکمان کہیں نظر نہیں آتے۔

طالب کے بیان میں

السکون حرام علی قلوب اولیائہ خدا کے دوستوں کے دلوں پر آرام حرام ہے۔ دنیا فراق کی جگہ ہے اور آخرت دیدار کا مقام ہے تو فراق میں طالب کے دل کو آرام کرنا جائز نہیں اور دیدار کی جگہ میں چین نہیں اگر مجنوں پتھر کی مار سے زخمی اور لہولہان ہونے سے ڈرتا تو لیلیٰ لیلیٰ کی بڑ نہ لگاتا جب امانت کا آفتاب آسمان پر چمکا تو عالم ملکوت کے وہ فرشتے جو سات لاکھ برس اس کی تہلیل وتصدیق کے باغ میں گلگشت میں مشغول تھے نعرہ

نحن نسبح بحمدک (ہم تیری حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں) لگا کر ایک بے کس غریب کی طرح بوریا بستر باندھ کر چلتے ہوئے اپنی عاجزی مان لی فابین ان یحملنھا (اور اس بوجھ کے اٹھانے سے انکار کیا) اسی طرح آسمان نے کہا مجھ میں بلندی کی صفت ہے اور زمین نے کہا کہ مجھ میں پھیلاؤ اور کشادگی کی صفت ہے۔ پہاڑ نے کہا مجھ میں ثابت قدم رہنے کی صفت ہے اور جواہرات کی کان نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جواہرات برباد ہو جائیں تب اس خاک کے ذرے نے نیاز مندی کا ہاتھ فقر وفاقہ کی آستین سے باہر نکالا اور اس امانت کا بوجھ اپنی جان پر سنبھالا اور ذرہ برابر دونوں عالم کا خیال نہیں کیا۔ اس نے کہا میرے پاس کیا ہے کہ چھین لیں گے۔

حق کی طلب

اے محبوب اگر چہ تجھ کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے لیکن تیرے تلوؤں کی خاک میرے سر کا تاج ضرور ہے۔ ایسی چالاکی اور چستی چاہیے جو ریاضت کی تلوار سے بد دماغی کا گلا کاٹ دے اور مجاہدے کے زور سے نفس پرستی کو نیست ونابود کر دے۔ اور دونوں جہان سے باہر نکل آئے اگر معراج کی رات حضورﷺ کسی چیز کی طرف نظر فرماتے تو وہیں روک لیے جاتے اور قاب قوسین کی خلوت تک نہ پہنچائے جاتے جلا ہوا دل مرغ کے کباب کی لذت نہیں لیتا جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ آب خاک ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسری مخلوقات دیوار کی تصویریں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ جب محبت کا شہباز غرت کے گھونسلہ سے اڑا تو عرش پر پہنچا۔ وہاں بزرگی دیکھی۔ اس کو چھوڑا اور کرسی کے مقام میں پہنچا یہاں وسعت دیکھی اس کو بھی چھوڑا آسمان پر پہنچا بلندی دیکھی اس کو بھی چھوڑا اور زمین پر پہنچا یہاں محنت ومشقت دیکھی یہیں ٹھہر گیا۔ جس قدر تمہاری ذات میں آلودگی اور شوریدگی ہے اس سے آگے بڑھو اور چند قدم چل کر شریعت کی سرکار سے سواری اور زاد سفر اور حقیقت کی بارگاہ سے راستے کے لئے بدرقہ لو دوسری باتیں اور قصے چھوڑو۔

اللہ کی طرف جانے کے راستے کے بیان میں

محسوسات کے عالم میں وہ روحیں جو استغراق میں محو ہیں۔ ان کی مثال یوں ہے کہ کوئی چڑیا جال میں پھنس گئی کسی دوسرے شخص کی حاجت ہے کہ وہ ان پھندوں کو کھولے۔ حدیث میں ہے کہ جب ملک الموت اس امت کے کسی شخص کی روح نکالنے کا قصد کرتا ہے تو اس وقت اس کو خدا کا حکم پہنچتا ہے کہ پہلے میرا اسلام تحیت اس کو کہہ اس کے بعد جان نکالنے کے لئے ہاتھ بڑھا۔

گفتار اور رفتار کے بیان میں

علم وہ ہے جو تم کو صدارت کی مسند سے اٹھا کر پائکتی بٹھا دے۔ اور گفتگو کرنے سے زبان گونگی کر دے۔ اور تم کو لڑائی جھگڑوں سے چھڑا دے۔ نہ وہ کہ سرداری کی پگڑی تمہارے سر پر باندھے اور غرور اور تکبر کا پٹکا تمہاری کمر پر کس دے۔ علم وہ ہے جو تمہاری ذلت ورسوائی کا آئینہ لا کر تمہارے سامنے رکھ دے۔ خواجہ ذوالنون مصریؒ عقلمندوں کی محفل میں گئے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے سوال کیجئے۔ ان لوگوں نے آپ سے پوچھا سب سے زیادہ عقلمند کون ہے؟ آپ نے فرمایا میں ہوں۔ پھر دوسرا سوال کیا۔ سب سے زیادہ احمق اور جاہل کون ہے؟ آپ نے کہا وہ بھی میں ہی ہوں۔ ان لوگوں نے کہا اس بات کا مطلب بیان فرمائیے۔ آپ نے کہا سب سے زیادہ اپنے

عیب کا جاننے والا میں ہوں۔ لہذا عقلمند ہوں اور دوسروں کے عیب کو بالکل نہ جاننے والا بھی ہوں اس لئے جاہل ہوں۔ عارف کو گویائی اور قلم اور آنکھیں نہیں ہوتیں۔ ہم لوگ جو آدمی کہے جاتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے ہیں۔ مصیبت کے دن پیدا ہوئے جو بچہ بلا و مصیبت میں پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں پہلی آواز رونے دھونے اور نوحہ کی پڑتی ہے۔ وہ سلطان الانبیاء تاج الاصفیا

لولاک لما خلقت الا فلاک (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) کا تاج تھا۔ انہوں نے کیا فرمایا۔

یا لیت رب محمد لم یخلق محمداً (اے کاش محمد کا خدا محمد کو پیدا نہ کرتا اور حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اس عظمت اور رفعت کے باوجود جیسا کہ تم نے سنا ہے۔

لو کان بعدی نبیا لکان عمر (اگر میرے بعد کوئی پیغمبر ہوتا تو یقینی عمر ہی ہوتے) آپ کہیں جا رہے تھے۔ ہاتھ میں ایک گھانس کی پتی اٹھائی اور کہا

یا لیتنی کنت ھذا (اے کاش عمر یہ گھانس کی پتی ہوتا)

ہمت کا بیان

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (جو شخص دنیا میں مشغول ہے اسے ہماری مجلس میں آنا حرام ہے) (ہر چیز کی قیمت ہی اس کا محبوب ہے) اس سے ہر شخص آج اپنی قیمت پہچان سکتا ہے۔ جس کی ہمت وہ ہو کہ کیا کھاتا ہے اور اس کے پیٹ میں کیا چیز جاتی ہے تو اس کی قیمت وہی ہوگی جو اس کے پیٹ سے نکلے گی۔

خداوند تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالموں میں آدمی سے بڑھ کر ہمت والا کسی کو پیدا نہیں کیا۔ یہ بات یہاں سے نکلتی ہے جو آدمی کے سوا کسی دوسرے گروہ کی شان میں نہیں کہی گئی۔

نفخت فیہ من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) اور کسی گروہ میں پیغمبر اور آسمانی کتابیں سوائے انسان کے نہیں بھیجی گئیں۔ اور روز ازل میں سوائے آدمیوں کے کسی پر سلام نہیں کیا گیا۔

الا اے مرغ حکمت دان زمانے
چہ خواہی یافت بہ زیں آشیانے
بہ پرواز معنی باز کن پر
سرائے ہفت در را باز کن در

انبیاء علیہم السلام پیغمبری ملنے پر فخر کیا کرتے تھے۔ یہ کمبخت اپنے طوق لعنت پر فخر کرتا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ جب آپ نے انتقال فرمایا تو عرش کانپنے لگا۔ اے بھائی حقیقت کے عالم میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت ان ہی لوگوں سے زندہ ہے۔ اور صداقت کی منزل انہی اصحاب کے قدم سے آباد ہے۔

(نیستی کی بارگاہ میں جان بیچنے والے۔ قدامت کی خانقاہ کی گدڑی پہننے والے۔ خدا کی درگاہ کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں۔ ماسوا پر لات ماری ہے۔ ان کا عقیدہ اجتہاد یہ ہے کہ خدا کی پرستش جیسی چاہیے تھی ہم نے نہیں کی۔ اور اس کے پہچاننے کا جو حق تھا وہ ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ جو خدا چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ اس پر سر ڈالے ہوئے ہیں ہر مراد سے ان لوگوں کے دل پاک ہیں۔ کسی صدیق کا قارورہ ایک کافر کے پاس لے گئے۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ مذہب اسلام میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا کلیجہ خدا کی راہ میں خون ہو گیا ہو۔ زنار اتار پھینکی اور ایمان لایا۔

اگر تو نے مجھ کو قبول کر لیا تو میں ایک مقبول غلام ہوں اور اگر تو نے قبول نہ کیا تو تیرا نکالا ہوا ایک نوکر ہوں تیرے رد و قبول سے مجھے کوئی کام نہیں میں بندہ ہوں اور دونوں حالتوں میں صرف تیرے ہی ساتھ وابستہ ہوں۔

مرید کو رغبت دلانے کے بیان میں

وہ ایک جو سات لاکھ برس تک تقدیس و تسبیح کا سرمایہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا اور تمام ملائکہ کا استاد تھا۔ اس نے ایک ہی دفعہ انا کا لفظ نکالا تھا۔ پھر دیکھ لیا جو دیکھنا تھا۔ اور اس کا نتیجہ پا لیا جو پانا تھا۔ ایک دن جبرئیل پیغمبر ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا مقام مقدس میں تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا جب سے ہم میں سے ایک کو باہر نکال پھینکا گیا ہے اپنے اپنے مقام پر کوئی فرشتہ مطمئن نہیں۔ ہزاروں طالبوں کی زبانیں اس کی بے نیازی نے گونگی کر دی ہیں مبتدیوں کو صرف زبان ہوتی ہے اور منتہیوں کو نہ زبان نہ گویائی جس طرح بلبل ہزار داستان دن رات چہکتی اور نغمے سناتی ہے اس کی قیمت ایک روپیہ ہوتی ہے اور باز جو زندگی بھر کچھ نہیں بولتا۔ ایک ہزار

روپے دام لگائے جاتے ہیں۔ وہ کارنامہ انجام دیتا ہے اور یہ صرف بات کرتا ہے۔ ایک شخص حاتم اصم قدس اللہ سرہ کے پاس آیا اور پوچھا وجہ معاش آپ کی۔ آپ نے فرمایا خدا کے خزانے سے۔ اس نے کہا کیا آپ کے لئے آسمان سے روٹیاں ٹپک پڑتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر زمین اس کی ملکیت نہ ہوتی تو آسمان سے بھیجتا۔

صحبت اور علم کی رغبت

جس طرح نماز کے لئے پاک وصاف رہنے اور طہارت کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ریاضت اور مجاہدے کے لئے علم کی حاجت ہے۔ کوئی معاملہ اور ریاضت بغیر علم کے ممکن نہیں۔ جس طرح کوئی نماز بغیر طہارت کے نہیں ہوسکتی۔ (علم کی حیثیت نر اور عمل کی حیثیت مادہ کی ہے۔ بغیر علم کے عمل کرنا پھول پھل نہیں دیتا۔ عقلمند میرا دوست اور بے وقوف میرا دشمن ہے۔ یہ شریعت کا فتویٰ ہے۔ چیونٹی کو بھی ہوا میں اڑنے کی طاقت نہیں۔ مگر جب کبوتر کی صحبت اختیار کی تو کبوتر کے ساتھ یہ بھی اڑنے لگی۔ لوہا بھی اگر ذرہ کے برابر پانی میں ڈالا جائے تو ڈوب جائے گا۔ جب اس کو لکڑی کی صحبت ہوئی اور کسی کشتی میں جڑ دیا گیا تو دو چار من بھی پانی پر ٹھہرا رہے گا اور ڈوب نہیں سکتا۔

جب مرید شریعت کے احکام کی شرطوں پر قائم ہو کر چلتا رہا طریقت کی شرطیں کما حقہ ادا کر چکا اور ہر طرح بجالایا تو اپنی ہمت اور بھی بلند کرے۔ ہمت کی برکت سے حقیقت کے معانی جو سالکوں طالبوں اور صادقوں کے اعلیٰ مقاصد تنہائی بے تعلقی اور مفلسی یہ صفتیں مردے کی ہیں۔ خواہشات کے مارنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ دوسرا معشوق تلاش کر تو اپنے جیسا معشوق ومحبوب دکھادے۔ تو میں ادھر چلا جاؤں۔ کسی تجربہ کار اور پختہ پیر کے سائے میں رہے گا۔ تو وہ طبیب حاذق کی طرح ہر مرض اور عرض کا علاج مختلف طریقوں سے کرے گا۔ اور ہر شورش اور سودا کے لئے دوسرا معجون بنائے گا۔ یہ سب باتیں تو آسان ہیں لیکن اگر اپنی خودرائی سے چلے گا تو بڑے خطرے میں پڑ جائے گا۔ مٹی اور کوڑے کرکٹ سے اس نے ایک شخص کو پیدا کیا اور حسرت وافلاس کی پوشاک پہنائی۔ اور اس کا ظلوم وجہول نام رکھ کر سارے جہاں میں ڈھنڈورا پیٹ دیا۔ اس کے بعد سات لاکھ برسوں کی عبادت کرنے والے کو اس کے استقبال کا حکم دیا۔ اور فرمان ہوا کہ وہ سجدے جو کل اعمال کا نچوڑ ہیں اور تمہارے حالات واحوال کے اسرار ہیں اس کے سر پر نچھاور کردو۔ یک بیک فتوح غیبی سے اس کے مقبول ہونے کا ایک قاصد ظاہر ہوا اور اس نے کہا۔

الحبیب یقرئک السلام و یقول لی معک کلام

(حبیب تجھ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے مجھ کو تجھ سے کچھ باتیں کرنی ہیں)

دیگر

اور کوئی شخص خواہشات نفسانی کی قید سے باہر نہیں نکل سکتا مگر وہی جس کو اس نے چاہا۔ جب تک کسی پیر تجربہ کار اور راستے سے خبردار کی پیروی اختیار نہ کرے گا اس کا کام نہیں بنے گا۔ مرید میں جتنی استعداد اور جس قدر علم ہوگا۔ اسی کے موافق پیر اس پر حکم لگائے گا۔ بیماری اور بیماری کے اسباب کا مختلف علاج بتائے گا۔ یہاں تک کہ

لا الٰہ الا اللہ مرید کی ذات میں اپنا ڈیرہ ڈال دے۔ اور شیطان کا آنا جانا اس کے دل میں بند ہو جائے۔ جب مسجد نبوی میں منبر بنایا گیا تو حنانہ جو کھجور کا ایک ستون تھا اور حضور سرکار دوعالم ﷺ اس پر خطبے کے وقت ٹیک لگاتے تھے۔ آپ ﷺ کی جدائی کے غم میں رونے لگا۔ غیب سے فرمان ہوا کہ حنانہ کو تسکین دو۔ کیونکہ مجبوروں اور بیماروں کا رونا خدا کے نزدیک قابل قدر ہے۔ تم کو چاہیے کہ ملک الموت کے آنے سے پہلے اسی کی طرف توجہ کرو اور اس سے پہلے کہ تم کو پکڑ دھکڑ کرلے جائیں۔

مسلمانی

تم نے نفس امارہ کا نام سنا ہوگا۔ وہ یہی تو بدن اور اس کے جوڑ بند سانچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان سے کسی آفت کا ڈر

نہیں۔ یہ تو ایک سواری ہے جو دین کے احکام کا بوجھ لاد کر لے جاتی ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی قدرت کی بارگاہ سے تم کو ایک سواری دی ہے اس پر سوار ہو کر دین کی راہ میں چلو۔ جب تک وہ ٹھیک راستے پر چلتا رہے کچھ چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو احکام کی بار برداری کے لئے ہیں۔ ان کو کچھ تکلیف نہ دو مگر جب وہ دین کے راستے سے بھٹکنے کا ارادہ کریں اس وقت اپنی ریاضت کے کوڑے سے ان کو مارو تا کہ ٹھیک راستے پر آ جائیں۔ یہ ایک بڑی اچھی سواری ہے۔ اور خدا کی امانت کا بوجھ سنبھالنے کے قابل ہے۔ خدا کے عہد و پیمان کا بار اس کے سوا کوئی نہیں کھینچ سکتا۔ اور اس کے سوائے عبودیت کے مقام تک کسی اور کے پہنچنے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا دانا و بینا ہے۔ دوست اور دشمن کو خوب پہچانتا ہے۔ جہان کا لشکر دو قطاروں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک خدا کا لشکر اور ایک شیطان کا لشکر۔ اب تم غور سے اچھی طرح دیکھو کہ تم کس گروہ میں شامل ہو۔ اسی جہان سے دو راستے نکلے ہیں۔ قیامت کے دن کو بہشت یا دوزخ میں جانے کا حکم سنانے کی ایک کچہری سمجھو۔ لیکن راستہ چلنے کا تعلق اسی عالم سے ہے۔ جو شخص دنیا میں دوزخ کے راستے پر چلا ہے وہ اگر قیامت میں چاہے کہ بہشت کا راستہ اختیار کرے۔ تو اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کو ہمیشہ کے لئے جہنم کے قید خانے میں بند کر دیا جائے گا۔ (ایک قیدی کو بری ذلت اور مصیبت کے ساتھ قیامت کے دن دوزخ میں لے جائیں گے تو وہ انگلی سے اپنی آنکھیں نکال کر نفرت کے ساتھ راستے میں پھینک دے گا اور کہے گا کہ ایسی آنکھوں سے کیا فائدہ جب معبود کا دیدار ہی نہیں۔ تو میں ان کو نہیں رکھنا چاہتا) بارگاہ خداوندی سے یہ خطاب آ رہا ہے کہ اس عالم میں دل نہ لگاؤ۔ یہ اتنی بڑی دولت ہے کہ **قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین نصفها لی و نصفها لعبدی** (نماز دو حصوں میں بانٹ دی گئی ہے آدھی ہمارے لئے اور آدھی ہمارے بندے کے لئے) عقل کی تمام بزرگیوں کو آگ میں جھونک دینا چاہیے سمجھ اور انسانی احساس کے ٹکڑے کر ڈالو جب کہیں اس حدیث کے مطلب تک پہنچ سکو گے۔

ربه بینه و بین القبلة اس کا رب اس کے اور اس کے قبلہ کے بیچ میں ہے) یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے جو شخص مسجد میں داخل ہوا وہ خدا کی زیارت کرنے والا ہے اور جس کی زیارت کی جاتی ہے اس پر یہ ضروری ہے کہ زیارت کرنے والے پر بخشش اور کرم فرمائے۔ جس شخص کو تم نماز کے وقتوں میں بازار میں چلتے پھرتے دیکھو اس کی ذلت اور بدنصیبی پر ماتم کرو۔ اس کو اجازت ہی نہیں دی گئی ہے اور وہ نمازیوں کی صف سے نکال دیا گیا ہے۔ ہمارے دین و مذہب کا ماتم ہے اور ہم لوگوں کو دن رات اسی کی فکر ہے کہ کیا کھائیں اور کیا پہنیں۔ اس پر فریب دنیا میں یونہی غفلت میں مر جاؤ گے اور قیامت میں یہی حسرتیں لئے قبر سے اٹھو گے۔

ازیں کافر کہ مارا در نہا دست
مسلمان در جہان کمتر فتا دست

اے بھائی جس نے تم کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اس نے ایک بہت بڑا کام تمہارے سپرد کیا ہے۔ یقیناً اس گندی اور کثیف مٹی کے اندر کوئی پاک اور روشن مقصد چھپا ہوا ہے کہ فرشتوں کی عقلیں اور انسان کی سمجھ ان اسرار کے دریافت کرنے سے عاجز ہیں۔

اچھے اخلاق

جانو کہ اخلاق آغاز فطرت میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو دیا گیا ہے۔ اور آدم علیہ السلام سے انبیاء علیہم السلام اور رسولوں نے ترکہ میں پایا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت سید عالم ﷺ تک پہنچا۔ اور آپ سے آپ کی امت کو ملا ہے۔ اسی طرح تمام برے اخلاق تقسیم کے وقت شیطان کو دیئے گئے اور اس سے متکبروں اور نافرمانی کرنے والوں تک پہنچے اور یہی شیطان کی امت کہلائے۔ ہر وقت ہنس مکھ اور کم بولنے والا رہے۔ جس سے ملے پہلے خود سلام کرے۔ کیونکہ حضرت ﷺ کی ملاقات اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ اگر ایک دن میں سو مرتبہ بھی ہوتی تو آپ ﷺ ہر بار خود پہلے سبھوں کو سلام

کرتے تھے اور جو کچھ اس کو میسر ہے اسی میں سخاوت کرے۔ کسی لالچ کے ساتھ اپنے کو آلودہ نہ کرے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا تو ان سے کہا گیا **فقولا لہٗ قولاً لینا** (اس سے نرم گفتگو میں باتیں کرنا) آپ ﷺ اپنے گھوڑے کا دانہ گھاس خود دیتے۔ اپنے ہاتھ سے کپڑے سیتے اور پیوند لگاتے۔ گھر کے کاموں میں خادموں کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اگر بچوں کی منڈلی کی طرف سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے اور مسلمانوں کا عیب ہمیشہ چھپایا کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک چور کو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اسرقت قل لا (تو نے چوری کی کہہ دے نہیں) پریشانی اور بیماری کی حالت میں اپنے دوستوں کی مدد کرتے اگر کسی وقت ان کو نہ دیکھتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ کوئی آپ ﷺ کے پاس آتا تھا اس کی تعظیم فرماتے تھے اور اس کے بیٹھنے کو اپنی چادر مبارک بچھا دیتے تھے اور اپنا تکیہ اس کو دے دیتے تھے اور اگر وہ آپ ﷺ کے ادب و احترام کا لحاظ کر کے انکار کرتا تو آپ ﷺ اس کو قسمیں دیتے اور لے لینے پر مجبور کرتے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے لئے آپ ﷺ سواری بن جاتے اور وہ دونوں لاڈلے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور کہتے کہ اے گھوڑے ادھر آ۔ ادھر جا۔ جس جس طرح وہ کہتے ویسا ہی کرتے تھے۔ ان سب باتوں کی روایت حضرت ابو سعید خدری نے کی ہے۔ عزت و بزرگی کا تاج ہر ایک کے سر پر نہیں رکھا۔ خداوند تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے مگر انسان کے سوا ان باتوں سے وہ سب نا آشنا ہیں۔ ان میں سے کسی اور کو کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ ایسی بزرگی موجودات عالم میں سے کسی دوسرے کو نہیں دی گئی۔ اہل دل لوگوں کی آنکھیں بھی بصیرت میں مختلف درجہ رکھتی ہیں۔ بعض آسمان تک، بعض عرش تک اور بعض لوح و قلم تک اور بعض جن کی بصیرت کامل ہوتی ہے وہ ساری مخلوقات سے گزر کر خالق کو دیکھتی ہے۔ تفکر کا پھل بے انتہا علم و احوال ہے۔ جس کا حساب و شمار نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی مرید تفکر کے راستوں اور طریقوں کو گننا اور جاننا چاہے کہ کن کن طریقوں سے تفکر ہوتا ہے تو شمار نہ کر سکے گا۔ کیونکہ فکر کرنے کے طریقے بے انتہا ہیں اور اس کے پھل بھی بہت ہیں۔ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے سہیل بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تفکر کی حالت میں چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہئے کہاں تک پہنچے انہوں نے کہا صراط تک۔ خواجہ شریح رضی اللہ عنہ راستہ چل رہے تھے درمیان میں کہیں بیٹھ گئے اور سر پر کمبل تان لیا اور زار زار رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ آپ نے کہا میں اپنی عمر کے بیکار گزر جانے پر غور کر رہا ہوں۔ خواجہ داؤد طائیؒ نے ایک دن چاندنی رات میں ملکوت آسمان کے متعلق تفکر کیا اور روئے یہاں تک کہ روتے روتے پڑوسی کے گھر میں جا گرے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں سے پوچھا گیا کہ آج آپ جیسا روئے زمین پر کوئی شخص ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں ہے۔ وہ شخص جس کی باتیں ذکر اور جس کا چپ رہنا فکر ہے۔

اور اس کی نگاہیں عبرت ہیں۔ وہ ہماری طرح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر دو رکعت نماز تفکر کے ساتھ ادا کی جائے تو وہ رات بھر کی اس نماز سے جو بے دلی کے ساتھ پڑھی گئی ہو کہیں بہتر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شوق سے بڑھ کر کسی کا شوق نہیں اس پر لن ترانی۔

تجرید و تفرید

تجرید جو کچھ تم کو آج ملے اس سے دامن جھاڑ کر صاف نکل آؤ۔ تفرید دل میں کل کی کوئی فکر نہ ہو۔ مخلوقات سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ تصویر کی طرح حیران و خاموش اغیار کا خیال ذرا بھی دل میں نہ آنے پائے۔ ایک ہی کا دھیان دل میں رہے۔ کم بولنے اور کم سونے کی عادت ڈالو۔ ہمیشہ باوضو رہنا۔ طہارت باطنی کی بھی ہمیشہ حاجت ہے۔

واللہ لن یصل الی الکل الامن انقطع عن الکل محبان صادق عشق و محبت کے بندے ہیں ایسا ہی درد چاہتے ہیں۔ جس کی کوئی دوا نہ ہو۔ محبوب ان سے کہتا ہے کہ مجھ سے

الگ رہو ورنہ مر جاؤ گے مٹ جاؤ گے۔ مگر یہ پرواہ نہیں کرتے اور جواب دیتے ہیں کہ ہم تو روز ازل ہی سے جان ہار چکے ہیں۔ اور اپنے آپ کو فنا کے سپرد کر دیا ہے۔ (تیری گلی میں مر مٹنا تیری دوری اور جدائی سے کہیں بہتر ہے) تم کو عشق پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ایسے سر کے خیال سے جو خاک ہو جانے والا ہے الگ ہو جاؤ تا کہ میں تم کو وصل کی عزت کے تخت پر بٹھاؤں۔ اگر حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تم کو آب حیات کی جستجو ہے تو سمجھ لو عشق ہی آب حیات کا سرچشمہ ہے۔

جو شخص غفلت میں رات بھر سویا کرتا ہے۔ وہ منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔

لاوحشة مع الله ولا راحة مع غير الله پھٹی پرانی گدڑی پہننے والا قلاش اور فاقہ کش فقیر اگر خدا کی حضوری اسے حاصل ہے تو یہ بادشاہ دو جہان ہے۔ حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ اگر تو مجھے عذاب دینا چاہے تو ہر طرح کا عذاب کر لیکن اپنے حجاب کی ذلت کا عذاب نہ فرما۔ فرمایا ہے۔

کلا انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون اگر کل وصال کی محفل دوزخ میں آراستہ کی جائے تو یہ طالبان دوزخ کے دھکتے انگارے کا آنکھوں میں سرمہ لگائیں۔ جنت الفردوس حجاب میں مبتلا کئے جائیں تو چیخیں چلائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی۔

انا بدك اللازم (ہم تیرے لئے ضروری ہیں۔)

سب سے چارہ ہو سکتا ہے لیکن ہمارے بغیر چارہ ممکن نہیں۔ وہ غوطہ خور جس کی ہمت بلند ہے اپنی جاں بازی کے صلے میں سمندر کی تہہ سے گوہر شب چراغ نکال لاتا ہے۔ یہ کسی غریب بڑھیا کی جھونپڑی کے ٹمٹماتے دیے پر کیوں آنکھ اٹھائے گا۔

لوزاحمني العرش لحقته ولواقبلني الكون لهدمته اے داؤد جب تو میرے طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔ میں تیرے آسمان کی چکی کی گردش میں جان و دل وجگر کے سوا کوئی چیز پستے نہیں دیکھتا۔ تیری عزت و کبریائی کے عالم میں دنیا بھر کے عشاق حیران و درماندہ ہیں۔

دین کی راہ پاک صاف رکھنے کے بیان میں

خس و خاشاک کو اکھاڑ پھینکو۔ وحشت دور کرو جس نے مراد کی راہ میں قدم رکھا مگر اس کا نفس اس کے نزدیک حق سے زیادہ عزیز ہے تو وہ مومن ہی نہیں۔ اگر پل بھر بھی نفس سرکش کو موقع دیا جائے تو یہ ہزاروں زنار گلے میں ڈال دے گا اور لاکھوں بت سامنے لا کر رکھ دے گا۔ شیطان پر جو اتنی بلائیں نازل ہوئیں محض نفس پر نظر رکھنے سے ہوئیں۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جنت الفردوس کی جس قدر نعمتیں اور نوازشیں تھیں حضرت آدمؑ پر فریفتہ ہو گئیں۔ ہر ایک کو ان سے عشق ہو گیا۔

لقد تاب الله على النبي

(اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو معافی دے دی ہے)

تو می خفا ہی بہ تسبیح و نمازے
کہ تا خوشنود گردد بے نیازے
نمازت توشہ راہ دراست
ولے اواز نمازت بے نیاز است

(اے محبوب اگر میں اپنا دل تجھ سے پھیر لوں تو کہاں لے جاؤں کہ کوئی دوسرا محبوب نہیں ہے اور اگر تیرے دروازے سے لوٹ جاؤں تو پھر کون مجھے قبول کرے گا؟) دنیا میں جس نے اپنے آپ کو توبہ کی آگ میں نہ جھونک دیا یقیناً اسے آتش دوزخ میں جلنا پڑے گا۔ (اے خداوند کریم ہم گناہوں میں آلودہ ہیں اور اپنے دل و جگر کے خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ تو ہمارے کھوٹے ہی سکے کو چلا دے کہ ہم اپنی چاندی میں سیسہ ملائے بیٹھے ہیں۔ ہمارے حال پر بخشش کی ایک نظر ڈال کہ ہم خود اپنے آپ سے رنجیدہ اور شرمندہ ہو رہے ہیں۔) ہمارے روزے اور نماز پر تف ہے کہ خدا کے دربار میں کیا مقبول ہوگی جب کہ کسی کتے کے آگے رکھ دیں تو وہ بھی سونگھ کر چھوڑ دے۔

تقویٰ

دولت دو جہانی کا دروازہ تقویٰ ہے جتنے درجے جنت الفردوس میں بنائے گئے ہیں سب کے سب متقیوں کے لئے سجائے گئے ہیں۔ اور انہیں کے ناموں سے وہ نامزد ہیں۔ یہ حضرات متقی دوزخ کے ساتوں طبقات سے اس آسانی سے گزر جائیں گے جس طرح پانی میں مچھلی تیرا کرتی ہے ان کی ہیبت وشکوہ سے دوزخ خود لرزہ براندام ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہمت کے بادشاہ ہیں۔ انہی لوگوں کا طرہ امتیاز ہے

ان الله یحب المتقین (اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے) گو بظاہر مفلس قلاش ہیں۔ مگر حقیقتاً بادشاہ ہیں اگر چہ صورتۃً کوڑی کوڑی کے لئے محتاج ہیں مگر باطن میں ہم جواہرات کی کان ہیں۔) کیا تم نے قرآن شریف میں یہ آیت نہیں پڑھی۔

یوم نحشر المتقین الی الرحمن و فداً متقی لوگ شاہی وفد کی صورت میں خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے) یہ حدیث قدسی بلاواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے خداوند تعالیٰ سے سنی (ہم نے اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی ایسی نعمتیں مقرر کی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال گزرا) سنو دین کے راستے میں کوئی ہجرت اس سے بڑھ کر نہیں کہ کوئی شخص اپنے آپ سے ہجرت کر جائے تاکہ ساری کائنات عالم سے علیحدہ ہو بیٹھے۔ (اگر تیرا محبوب تیرا ہاتھ تھام لے تو اپنی ہستی قربان کر دے۔ جو شخص اسی سنگ راہ کے اردگرد ہر پھر کر راہ گیا وہ خواہ خرقہ پوش ہو جبہ و دستار باندھ کر مصلے پر بیٹھا رہتا ہو یا تلوار باندھنے والا کوئی مسلح سپاہی ہو دونوں کے درجے برابر ہیں۔ بدبختی کا یہ بھاری پتھر کسی پختہ پیر کی مدد کے بغیر پاش پاش ہو کر اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتا۔ ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک چیونٹی پر آپ کا پاؤں پڑ گیا اور وہ زخمی ہوگئی اس کی تکلیف کا اثر آپ کے قلب پر ہوا انہوں نے دیکھا کہ وہ درد کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ٹیک رہی ہے آپ غمگین ہوگئے اور اس کے پاس بیٹھ کر رونے لگے۔

نگہ کن ذرہ ذرہ گشتہ پویاں
بہ حمدش نکتہ توحید گویاں

جب حضور سرور کائنات ﷺ ان اسرار سے باخبر ہوئے تو ہمیشہ آپ یہی چاہتے تھے اور دعا کرتے تھے

ارنا الاشیاء کما ھی (اے اللہ مجھے ہر شے کو اسی طرح دکھا جیسی حقیقت میں وہ ہیں) تاکہ بغیر کسی وقت کے میں اسرار کے موتی پالوں۔ جب خدا کسی بندے کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو اس کے عیب اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ (اگر چہ تیری آنکھوں پر ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہیں۔ لیکن کبر و نخوت و خود بینی سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں اس خود بینی کو جلا دے۔

نمی خواہیم جز زلف تو زنجیر
زہے دیوانہ عاقل کے مائیم

حضرت داؤدؑ پر وحی نازل ہوئی کہ اے داؤد میرا ذکر ذکر کرنے والوں کے لئے میری بہشت بندگی بجالانے والوں کے لئے میری زیارت میرے مشتاقوں کے لئے اور میں خاص عاشقوں کے لئے ہوں۔ اس شربت کی مٹھاس ہر کام و دہن کے لائق نہیں۔

صدق کے بیان میں

حضرت خواجہ ذوالنون مصری نے فرمایا ہے **الصدق سیف الله فی ارضه ما وضع علی شئی الا قطعه**، جس نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو صدق ایمان حاصل ہے اس نے مان لیا کہ بجز خدا اسے کسی سے کوئی تعلق اور سروکار نہیں۔ (ہمت جس جگہ سے بھی نظر کرتی ہے اس کو معمولی نہ سمجھو وہ اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے اگر ساری دنیا حضرت ابوبکر صدیق کی صداقت برتنے لگے تو اسی کی بہبودی و سعادت ہے اور اگر تمام جہان والے فرعون کے کذب کی پیروی کریں تو اس میں انہیں کا نقصان ہے۔ اس خوان پر نعمت پر صدق خالص کی جگہ مقرر ہو چکی ہے کہ **اھل القرآن اھل الله خاصة** (اہل قران والے خاص اللہ والے ہیں) جب حضرت

رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا۔

رق عظمی واشتد شوقی الیٰ لقاء ربی دردمحبت سے میری ہڈیاں گھل گئیں اور میرے پروردگار کے دیدار کا شوق بھڑک اٹھا حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے "سرکار ذرا اپنا شوق ابھی کچھ روز دبائے رکھئے مجھے اس کام کے لئے ربیع الاول میں حکم دیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کے اضطراب وشوق کی وجہ سے میں عدول حکمی کیسے کرسکتا ہوں۔

طرفہ سرور کا ریست کہ بر وعدہ معشوق

صابر نتوان بود و تقاضا نتوان کرد

استاد ابوعلی دقاقؒ نے فرمایا کہ میں نے بوڑھے شخص کو دیکھا کہ خون کے آنسو رورہا ہے مسجد کی زمین اس کے لہو سے بھیگ گئی ہے۔ میں نے کہا اے شیخ اپنے آپ پر رحم کیجئے وہ بولے خدا کی طلب وتمنا میں زندگی بھی ختم ہوگئی۔ جس دل میں عشق اور موت کی دھن سمائی اس پر سعادت کے دروازے کھل گئے۔ (ابھی تو تجھے اپنے کفر کی کاف کی بھی خبر نہیں ہے تو ایمان کی حقیقتوں کو کیا جان سکتا ہے) اے بھائی اس سے بڑھ کر اور کوئی خوش نصیبی ہوسکتی ہے کہ وہ کہے "اے مٹی کے پتلے تو دل کی صفائی کے ساتھ میرا ہو جا۔ اے پانی کے ناچیز قطرے سوا میرے کسی سے دل نہ لگا۔ اے خاک کے ٹھیکرے میرے وصال کے محل میں پاؤں رکھ" اس پیکر آب وگل کو اتنی بڑی دولت ملتی ہے موسیٰؑ جو دربار کے کلیم تھے۔ چالیس دنوں تک انہیں سخت انتظار میں رکھا گیا۔ مگر تمہاری (امت محمدیہ کی) باری آئی تو ساقی لطف وکرم نے یہ کہہ کر ساغر وصل پلا دیا کہ

الصلوٰۃ معراج القلوب (نماز دلوں کی معراج ہے)

جوزیادہ عاجز ناتوان ہے اس پر خدا زیادہ مہربان ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام

تم کو معلوم ہو کہ اس راہ کے آدمی کو حضرت آدمؑ کی اولاد کہلانے کا اس وقت حق پہنچتا ہے جب وہ عالم دل میں پہنچ جائے۔ ایک دن حضور ﷺ کے پاس کسی جوان نے آ کر پوچھا کہ رمضان کے دنوں میں بیوی کو بوسہ لیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جائز نہیں ہے اس کے کچھ دیر کے بعد ایک بوڑھا شخص آیا اور اس نے یہی دریافت کیا۔ حضرت ﷺ نے جواب دیا ہاں جائز ہے۔ جب حضور ﷺ سر مبارک جھاڑتے تھے تو اصحاب موئے مبارک آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ اور جو کپڑا زیب تن فرماتے تھے حضور ﷺ کے جسم مطہر کا اثر اس میں آجاتا تھا۔ پیروں کے خرقے تبرک سمجھ کر آپس میں بانٹ لیتے ہیں اگر سرکار دو عالم کے حق میں فرمایا۔

انک لتهدی الیٰ صراط مستقیم (بے شک تو ہی سیدھی راہ دکھا سکتا ہے) پیروں کے حق میں یہ نوازش ہوئی۔

ممن خلقنآ امة یهدون بالحق (ہم نے بعض امتیں ایسی پیدا کی ہیں جو حق کی طرف راستہ دکھاتی ہیں مرید یہ سمجھے کہ وہ مردہ ہے اس کا پیر غسل دیتا ہے تاکہ وہ آلودگیوں سے پاک وصاف ہوجائے اب جب پاک ہو چکا تو اس کی گردش ختم ہوگئی۔ پھر یہاں سے سلوک کی راہ شروع ہوتی ہے جس کا نام روش ہے۔

ان الله طيب لا يقبل الا الطيب (اللہ پاک ہے اور پاک لوگوں کو قبول کرتا ہے) اگر ایک رکعت نماز کسی صاحب دل کے حکم سے پڑھی جائے کہیں بہتر ہے وہ جانے کہ "میں مست ہوں اور دوسرے لوگ ہوش میں ہیں۔" وہ مستی کے کمال مدارج تک نہیں پہنچا ہے کیونکہ کمال مستی کی شان یہ ہے کہ یہ اس شخص کی ہستی اور تمیز بالکل کھو جائے۔ جب طلب کی حقیقت دکھائی دینے لگتی ہے تو طالب باقی نہیں رہتا۔

من طلب وجد (جس نے ڈھونڈا اس نے پالیا) اس طلب کی ضرورت ہے۔ یحبونہ کا دعویٰ اس وقت صادق ہوگا جب ہر طرف سے ساری توجہ ہٹا کر یحبھم کی لذت میں تو محو ہو جائے گا۔ میں لیلیٰ کی محبت میں نجد کے میدانوں اور ٹیلوں سے پیار کرتا ہوں اگر اس کی محبت نہ ہوتی تو مجھے ان سے کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ تیرے عشق میں لوگوں کی ملامتیں مزا دیتی ہیں۔ مجنوں خود کہتا ہے کہ لیلیٰ کی محبت کی وجہ سے کالے رنگ کو پسند کرتا ہوں۔

حضور ﷺ سے جب پوچھا گیا من احب النساء بیویوں میں آپ کی چہیتی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا

عائشہ۔ جب پوچھا گیا اور مردوں میں؟ فرمایا ابوبکر

حدیث قدسی بیان فرمائی ہے "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان کرتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے یعنی میں اپنے بندے کے گمان کو جانتا ہوں اور معلوم کی موافقت پر میں نے اس کو اجازت دے دی ہے۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبرو ترسا وظیفہ خرداری
دوستان راکجا کنی محروم
تو کہ بادشمنان نظر داری

آپ ﷺ نے فرمایا "عاقل وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کرتا ہے اور مرنے کے لئے درستی اعمال اختیار کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس اور خواہشات کے پیچھے دوڑتا رہے اس پر بھی خدا سے مغفرت کی امید رکھے۔ مومن کا نفس دشمن اور خداوند بزرگ و برتر اس کا دوست ہے۔ دشمن کے ساتھ بدگمانی کی ضرورت ہے اور دوستوں کے ساتھ نیک ہی گمان ہوا کرتا ہے۔ فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی معیت میں میرے لئے ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے جہاں کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی نبی مرسل دم نہیں مار سکتا۔ (اگر تیرے دل کا آئینہ روشن ہو جائے تو سینے میں ایک دروازہ کھل جائے گا جب ایسا دروازہ دل پر کھول دیا جائے تو ساتوں آسمان بھی اس پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ عارف کی یہی صفت ہے سب اسے دیوانہ کہتے ہیں بہت سے رنج وغم ملا کر تیرا خمیر گوندھا گیا ہے اور اس آب وگل میں بہت سے خزانے رکھ دیئے۔

عالم آخرت

حدیث صحیح میں وارد ہے ایک گروہ کو دوزخ سے باہر نکالیں گے وہ کوئلے کی طرح جلے ہوئے ہوں گے۔ ان کو نہر حیات میں غوطہ دیا جائے گا تو ان کے بدن پر گوشت پوست پیدا ہو جائے گا۔ جب وہاں سے لائیں گے تو ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوئے ہوں گے۔ ان کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔

ھٰؤلاء عتقاء الله من النار اشقیاء ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کیونکہ ان میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے نور کا کوئی نشان واثر نہ ہوگا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ جس طرح محقق کے ایمان کو مقلد کے ایمان پر فضیلت ہے۔ اس طرح محقق کافر کا عذاب مقلد کافر کے عذاب سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ کفر تقلیدی وہ ہے جو ماں باپ سے ملا ایسے لوگ دوزخ کے طبقہ اول میں رکھے جائیں گے۔ خواجہ یحییٰ معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

لو لا ان العفو من احب الاشیآء الیه ماابتلی ادم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ شمشیر برہنہ چلے آ رہے ہیں اور غیب سے آواز آتی ہے۔

طرقوا عبد رب العلمین (خداوند دو جہاں کے بندے کو آنے کا راستہ دو) کبھی اپنے غصے میں زلف مشکیں سے تلواریں نکالتا ہے کبھی از راہ عنایت اپنے میٹھے لبوں سے شمعیں روشن کرتا ہے۔

اسباب

گروہ صوفیہ کا حال اسباب کے ساتھ تعلق رکھنے اور اسباب سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں مختلف ہے۔ بعض ان میں ایسے ہیں جن کا دل فتوحات غیبی پر مطمئن ہے۔ کسب وہنر کی اصلیت حضرت آدم علیہ السلام سے منسوب ہے۔ آپ نے کھیتی باڑی خود کی اور اپنی اولاد کو سکھائی کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت شعیب علیہ السلام سوداگر تھے اور مویشیوں کے مالک تھے۔ موسیٰ علیہ السلام آپ کے یہاں غلہ بانی کا کام کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام چھوارے کی پتیوں سے تھیلا بنتے تھے۔ اور جو کی دو روٹیوں میں بیچ دیتے تھے۔ ایک روٹی فقیروں کو خیرات کرتے اور ایک سے خود روزہ افطار کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں اتنے مویشی تھے کہ چار ہزار زرخرید غلام ان کی چرواہی اور رکھوالی کرتے تھے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تجارت بھی معروف ومشہور ہے۔ جیسے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ اگر ایسا ہوتا کہ کسب معشیت سے توکل کو نقصان پہنچتا تو انبیاء

علیہم السلام اس سے کوسوں دور رہتے۔ چونکہ یہ لوگ بہ اعتبار دوسروں کے توکل کے مقام میں کہیں بلند و برتر ہیں ورنہ حضرت سرکار دو عالم ﷺ اپنے یاران واصحاب کو کسب کرنے سے روک دیتے تا کہ ان کے توکل کو نقصان نہ پہنچے اور ایسے لوگوں پر تو کسب کرنا فرض ہے جن پر کسی کا کھانا کپڑا واجب ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کا اناج رکھ دیا کرتے تھے لیکن کہا گیا ہے کہ کسب اس طرح اختیار کرے کہ خدا سے اس کی نظر نہ ہٹنے پائے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس کو اس حال میں دیکھے کہ اگر میں کسب نہ کروں گا تو میرا نفس خدا سے پھر جائے گا اور مخلوق کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تو اس پر نماز کی طرح کسب کرنا فرض ہے۔ خدا کے سوا بندہ کسی دوسری چیز سے اپنی نجات وابستہ کرے تو شرک ہے۔

لو کان حبک صادقا لا طعته

ان المحب لمن یحب مطیع

خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شفیق بلخیؒ کے ایک مرید سے جو آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے ان کے پیر کا حال پوچھا انہوں نے کہا وہ تو خلق اللہ سے کنارہ کش ہو کر طریق توکل اختیار کئے بیٹھے ہیں۔ خواجہ بایزیدؒ نے سن کر فرمایا تم جب یہاں سے واپس جاؤ تو ان سے کہنا کہ بھائی تم دو روٹیوں سے اللہ تعالیٰ کا امتحان نہ لو۔ بلکہ جب بھوک لگے تو اپنے ہم جنسوں سے دو روٹیاں مانگ لیا کرو اور توکل کا پلندہ بالائے طاق رکھ دو تا کہ یہ ملک اور یہ شہر اس کارنامہ کی نحوست سے زمین میں نہ دھنسا دیا جائے۔

صاحبزادی نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ ماں نے کہا خدا سے مانگ۔ اس نے کہا اے مادر مہربان مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نفس کی ضرورت خدا سے طلب کروں۔ جو کچھ آپ عنایت کریں گی وہ بھی تو اسی کا ہے۔

صحبت

مرید کے لئے صحبت بھی ایک بڑی اہم چیز ہے یہاں تک کہ باز جو ایک پرندہ ہے آدمی کی صحبت میں دانا ہو جاتا ہے اور طوطا بولنے لگتا ہے۔ تربیت سے گھوڑے انسان کی صحبت میں رہ کر حیوانیات چھوڑ دیتے اور آدمی کی عادتیں اختیار کر لیتے ہیں۔ نفس سرکش عادات کا تابع ہوتا ہے یہ جس گروہ کی صحبت اختیار کرے گا انہیں کے افعال کو اپنائے گا۔ آدمی وہی دین اور راستہ اختیار کرتا ہے جو اس کے دوست کا ہوتا ہے بس دیکھو کہ وہ کس کے ساتھ صحبت اور دوستی کرتا ہے۔ ایک شخص کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور کہتا جاتا تھا۔

اللھم اصلح اخوانی (اے اللہ میرے بھائیوں کو صالح بنا دے) لوگوں نے اس سے پوچھا تو اس کا کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ اگر ان کو نیک احوال میں پاؤں گا تو میں بھی ان کی نیکیوں کی برکت سے صالح ہو جاؤں گا۔ جس بھائی اور دوست کی صحبت سے تجھے اس جہان کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کے ساتھ نہ رہا کر ایسے شخص کی صحبت ہمیشہ تجھ پر حرام ہے۔ فرمایا ہے بہت زیادہ بھائی بناؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ کریم ہے وہ اپنے کرم کی وجہ سے پسند نہیں فرماتا کہ قیامت کے دن بھائیوں کے سامنے اس کو عذاب دیا جائے۔ نقل ہے کہ خواجہ جنیدؒ کے ایک مرید کو وسواس سا گیا کہ میں کمال کے درجے تک پہنچ گیا ہوں اب ترک صحبت سے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ خلوت میں تنہا بیٹھ گئے جب رات ہوئی تو ایک جماعت نے آ کر ان سے کہا کہ یہ گھوڑا حاضر ہے اس پر بیٹھیے اور بہشت کی سیر کو چلئے وہ سوار ہو کر روانہ ہوئے اور ایک سرسبز وشاداب مقام میں پہنچے یہاں حسین وجمیل آدمی لذیذ کھانے کے لئے کھڑے تھے اور نہریں جاری تھیں صبح تک یہ وہاں رہے پھر نیند آ گئی جب سو کے اٹھے تو خود کو اپنے عبادت خانے میں پایا۔ تکبر نے اثر کیا روزانہ بہشت کی سیر ہوا کرتی ہے۔ مرشد تشریف لائے اور حالت پوچھی سن کر فرمایا آج جب تم وہاں پہنچو تو تین مرتبہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** کہنا انہوں نے لاحول پڑھی پھر کیا تھا وہ جماعت چیختی چلاتی تتر بتر ہو گئی اور انہوں نے خود کو ایک گھوڑے پر بیٹھا پایا اور مردار کی ہڈیاں اپنے قریب پڑی ہوئی دیکھیں اپنی خطاؤں کا اعتراف کر کے توبہ کی اور پھر سے صحبت میں داخل ہو گئے۔ جوانوں کو بوڑھوں پر کوئی اعتراض نہ کرنا چاہیے اور ان کے مقابلہ پر آنا اور باز پرس نہ کرنا چاہیے

کیونکہ جب بوڑھوں کو کسی پر جلال آتا ہے تو اس کا دین دنیا رخصت ہو جاتی ہے لیکن ان سے درخواست کرنا جائز ہے اس طرح جوانوں و بوڑھوں کے سامنے مسند پر نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ ان کی خدمت میں مشغول رہنا چاہیے اور بھائی چارے کی صحبت کی شرط یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایثار وقربانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔ اور دوسروں کو اپنے اعمال میں تصرف کا حق دیں۔ اور اس گروہ کے لوگ اپنی چیزیں کسی کو عاریۃً (ادھار) نہیں دیتے اور نہ لیتے ہیں۔ بلکہ جو چیز کسی کو دیتے ہیں وہ واپس نہیں لیتے جو شخص مذہب کا مخالف یا ناجنس ہو اگر چہ وہ رشتہ دار اور قرابت پیشہ ہی کیوں نہ ہوں اس کی صحبت میں نہ بیٹھا کرے۔ نوجوان امردوں کے ساتھ رہنے کو منع کیا گیا ہے۔ بچوں میں بزرگوں کی صحبت کی رغبت علم کی توفیق اور ذکاوت پیدا کرتی ہے اور بزرگوں میں لڑکوں کے ساتھ رہنے کی خواہش بے شرمی اور حماقت لاتی ہے۔ جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں تو کبھی نہیں کہتے یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ کاش ایسا ہوتا کاش ایسا نہ ہوتا اگر تو ایسا کرتا اور تو نے ایسا کیوں نہیں کیا کیونکہ یہ سب طور طریقے عوام کے ہیں۔ کوئی شخص نحن (ہم) و انا (میں) و انی (بیشک میں) ولی (میرے لئے) و عندی (اور میرے پاس) کہیں نہیں کہتے کہ جس وقت ملائکہ نے نحن نسبح (ہم تیری ہی تسبیح کرتے ہیں) کہا ادھر سے حکم ہوا ہمیں تمہاری تسبیح کی حاجت نہیں آدم کو سجدہ کرو اگر تم چاہتے ہو کہ گلستان غیب کے درختوں پر بیٹھو بیابان فانی میں مشاہدہ دار بقا کی خاطر ان پانچوں حواس کی کھڑکیاں بند کر دو۔ صدف بحری کی طرح معرفت کے موتی کے لئے غیر اللہ سے اندھے بہرے بن کر بیٹھے رہو۔ یہاں تو ایسے پاک باز کی ضرورت ہے جو اس عالم کون وفساد میں شیطان کے پھندے سے رنج ومحنت کے ساتھ عالم پاک کی طرف روانہ ہو جائے۔

خدمت کے بیان میں

مرید کا ایک بڑا کام خدمت کرنا ہے۔ نفس سرکش ہو جاتا ہے۔ عاجزی اور تواضع آ جاتی ہے مگر کوئی عبادت افضل اور مفید تر خدمت خلق سے نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا (کون سا صدق زیادہ افضل ہے؟ فرمایا بندے کی خدمت کرنا خدا کی راہ میں سائے کی غرض سے خدا کے راستے میں شامیانے لگانا خیمے نصب کرنا یا خدا کی راہ میں اونٹ یا کشتی دینا لوگوں کا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی ذات مال مراد اپنی خواہشات کو ان کے لئے لٹا دیں۔ ان سے کوئی چیز دریغ نہ رکھے۔ البتہ جو جو چیزیں کہ خدا نے حرام کر دی ہیں۔ مزدوری کرنے سے جان نہ چرائے ایسا ہو جیسا ایک غلام اپنے مالک کے ساتھ کرتا ہے۔ اگر وہ سختی بھی کرے تو اس کی برداشت واجب سمجھے اور ہمیشہ ان کے رمز واشارے کی باتوں کا لحاظ رکھے۔ جو کچھ اس سے ممکن ہو جماعتؐ وملت کے لئے نیکیاں کرتا جائے۔ نسب آدمی کا دین اور پرہیزگاری اس کا مشرب ہے کہ زکوٰۃ نکال کر فقراء کو دے اور علماء کے لئے لازم ہے کہ طلباء کو پڑھائیں علم سکھائیں اور اپنے علم کی زکوٰۃ دیں۔ اسی طرح راہ طریقت میں مبتدی مرید پر واجب ہے کہ اپنی خدمت کے ذریعہ غیروں کو راحت وآرام پہنچائے۔ جو مرید خود خدمت نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے خدمت لینے کی آرزو کرتا ہے وہ کاہل ہو جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں پر گراں گزرتا ہے۔ لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ ایک کٹورا دودھ کا حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اٹھ کر اپنے دست مبارک میں لیا۔ اور فقراء وصحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیا اور جو کچھ بچ رہا خود پی لیا۔ جو زیادہ خدمت کرتا ہے وہ زیادہ بزرگ اور پیارا ہوتا ہے۔ قوم کا سردار وہی ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جو منصب خلافت پایا اور اتنی بڑی دولت ملی وہ ہمیشہ خدمت میں کمربستہ رہنے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ ابتداء میں ہر ایک بزرگ کے ساتھ یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ ہر وقت خدمت کے لئے ایک پاؤں پر کھڑے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں خود مخدوم ہو گئے۔ خدمت کے ثمرات اتنے ہیں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ سب لوگ حشر کے میدان میں بلائے جائیں گے۔ غیب سے ایک آواز سنائی دے گی کہ سب خاک ہو جاؤ۔ فرشتوں کو حکم ہو

گا کہ تم عرش کے گرد جمع ہو جاؤ۔ تمہیں حلہ بہشتی سے کوئی کام نہیں۔ اور نہ دوزخ کی بیڑیوں سے کوئی سروکار۔ تم مقام معلوم سے دیکھتے رہو کہ اس مشت خاک کے ساتھ ہمارے کیا کیا معاملے ہیں۔

بری عادتیں

دنیا میں جتنے درندے وحشی جانور اور حیوانات ہیں ان کی ہر صفت انسان میں موجود ہے۔ جو صفت غالب ہوگی قیامت میں اسی صفت کی بناء پر اس کا معاملہ ہوگا۔ یعنی اس کی شکل و صورت اسی طرح کی بنادی جائے گی۔ اگر کسی شخص میں غصہ کی صفت غالب ہے تو قیامت کے دن اس کا حشر کتوں کی صورت میں ہوگا۔ اگر کسی میں بری شہوت اور ہوس بد کا غلبہ ہے تو اس کا حشر سور کی شکل میں کیا جائے گا اگر کسی کے سر میں تکبر ونخوت کا عنصر غالب ہے تو قیامت کے دن اس کا حشر چیتے کی صورت ہوگا۔ چاپلوسی اور مکر کی صفت والا لومڑی کی صورت میں محشور ہوگا۔ ہر صفت کو اسی پر قیاس کرلو۔ اے بھائی یوں جنہیں آج تم انسانی شکل وصورت میں دیکھ رہے ہو کل قیامت کے دن انہی کو درندے اور وحشی جانوروں کی صورت میں کھڑا دیکھو گے اور سگ اصحاب کہف کو صفت وسیرت کے لحاظ سے اس کی قلبی ہیئت بدل کر آدمیوں کی صف میں کھڑا کردیں گے۔

بزرگوں نے فرمایا کہ کوہ احد کو حضرت رسالت ﷺ نے فرمایا تھا

احد جبل یحبنا و نحبھم

(احد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اسے چاہتے ہیں)۔ عرصہ حشر میں اس کا سنگی چولا اتار کر انسان کی صورت میں صدیقوں کی صف کے درمیان کھڑا کریں گے۔ چونکہ اس میں صدیقوں کی صفت کا غلبہ تھا اس لئے انہی کی صورت دی گئی۔ عصمت الانبیاء میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ کل عالم اپنے سارے متعلقات کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے پر فریفتہ اور اسی کا طالب وعاشق ہے۔ اگر کوئی معلوم کرنا چاہتا ہو کہ قیامت کے دن کس صفت وصورت پر اس کا حشر ہوگا تو اسے اپنی ذات کے اندر خود ہی غور وخوض کرنا چاہیے کہ اس میں کس صفت کا غلبہ پایا جاتا ہے۔ آج کے علاوہ ہمیں دوسرا دن نصیب نہ ہوگا۔ اس عالم میں کون سا کام ہو سکے گا۔

بہ غفلت می گزاری روزگارے
مگر درگور خواہی کرد کارے

صفات خبیثہ رہ گئے اور صفات محمودہ میں تبدیل نہ ہو سکے۔ بہشت میں بھی وہ صفات نہ بدلیں گے کیونکہ جو صفت وہاں ہوگی وہ تبدیل ہونے والی نہ ہوگی۔ چونکہ صفات مذمومہ اب تک باقی ہیں اس لئے وہ ہمیشہ عاجز ہی رہے گا۔ بہشت کی نعمتیں اس پر مباح ہوں گی۔ حور وقصور دلوں کا مطلوب جانوں کا مقصود جس نے یہ دولت پائی اس نے کچھ نہیں کھویا۔ دیکھو ایام بیض کے روزے اور سفر وحضر میں سستی اور نیند کا غلبہ کے وقت کثرت سے نہانا اور وضو کرنا اس کا علاج ہے۔ قیامت میں دیدار عطاؤ بخشش کی وجہ سے ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ کوئی آنکھ اس کے دیدار کے لائق نہیں ہے۔ میری آنکھیں تجھے دیکھنا چاہتی ہیں کانوں کو تیری باتیں سننے کی ہوس ہے۔ حوصلے کی بلند پروازی تو دیکھو اگرچہ یہ اس قابل ہی نہیں ہیں۔

منصب کی لالچ

اس راہ میں کمال کا خیال دل سے نکال دو۔ کسی شخص کے لئے خدا پر کوئی چیز واجب نہیں آدمی جو کچھ اپنی محنت مزدوری کی کمائی کھاتا ہے اس کو اس میں زیادہ مزا ملتا ہے۔ (اگر کوئی محروم القسمت دریا کے کنارے بھی چلا جائے تو ساحل دریا کی طرح پیاسا ہی رہے گا) یہ حضرات انبیاء اور اولیاء کا شیوہ ہے ہمارا تمہارا نصیب سوائے ایمان کے اور کچھ نہیں

النیۃ عمل القلب (نیت ہی دل کا عمل ہے) جب تک اعمال کو نیت کی سند نہیں ملتی انسان اس وقت تک عادت کے عالم سے عبادت کے خزانے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور طاعت مقبول نہیں ہوتی اپنے جان ودل کو ہر معنی کے ساتھ آشنا کر تاکہ بادشاہ کے دائیں بازو میں قریب بیٹھنے کے لائق ہو جائے۔ اے بھائی! جو چیز خلوص نیت سے نہ کی جائے گی اس سے قیامت تک خسارا ہی خسارا ہوگا۔

وما امروا الا لیعبدو اللہ مخلصین لہ' الدین

(اور کوئی حکم ان کو نہیں دیا گیا سوائے اس کے کہ اللہ کی بندگی خلوص دل سے کریں۔ اگر کوئی شخص کلمہ لا الٰہ الا اللہ جو آستانہ توحید کا داروغہ ہے۔ ایسے ادا کرے جیسے بازاری زبان میں خرید و فروخت کرتے ہیں یا اہل غفلت سے گفتگو کرتے ہیں تو اس سے مقصد توحید حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو شخص محض باتوں سے بغیر باطنی توجہ کے خدا کی بندگی کا دعویٰ کرے تو اس کو قیامت کے دن دشمنانِ دین کی صف میں ڈال دیا جائے گا۔ اور دوزخ کے طبقہ اسفل میں اس کی جگہ ہوگی۔ ارے کسی کی جوتیاں اٹھایا کر۔ تاکہ اس خدمت کی برکت سے عادت کفر تیری گردن سے ٹوٹ جائے۔ اگر ایک چڑیا کی طرح کسی باز کی غذا ہو جائے تو ایک ایسا باز ہو جائے گا جسے بادشاہ اپنے ہاتھوں پر بٹھاتا ہے۔ آسمان کی طرف اڑتا چلا جاتا کہ کسی کنویں میں نہ گر پڑے۔ جب تو میرا ہو گیا تو ساری چیزیں تیری ہوگئیں خواجہ احمد خضرویہؒ نے خدا کو خواب میں دیکھا اللہ نے فرمایا۔ اے احمد سب لوگ مجھ سے مانگتے ہیں مگر بایزید مجھ سے مجھ کو مانگتا ہے۔ اور جائز ہے کہ خدا اپنے کسی دوست کو خواب دکھائے اور اس خواب میں اس کو اس سے چھین لے اور دنیا اور آخرت سے باہر لے جائے اور وہ دولت اس پر کھول دے۔ دشمنوں کے خوش کرنے کے لئے عاشورہ محرم کے دن چار رکعتیں ادا کریں۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ دوسری رکعت میں الحمد کے بعد قل یا ایھا الکفرون تین مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ تیسری رکعت میں الحمد کے بعد الھکم التکاثر تین مرتبہ اور سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ چوتھی رکعت میں الحمد کے بعد آیۃ الکرسی تین بار اور سورہ اخلاص پچیس مرتبہ۔ جس نے یہ نماز پڑھی اس کو خدا تعالیٰ قبر کی سختیوں سے بچائے گا اور اس کے دشمن اس سے خوش رہیں گے۔

دنیا کی مذمت اور قضاء نماز

معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مردود و ملعون ہے۔ بجز اس کے کہ جو کچھ خدا کے لئے ہو۔ اس منزل کے میر کارواں اور امام حضرت خواجہ اویس قرنیؒ ہیں۔ آپ نے دنیاوی ضرورتیں اتنی کم کر دی تھیں کہ انہیں لوگ دیوانہ کہتے تھے۔ اور ایسا بھی ہوتا تھا کہ برس برس دو دو برس ان پر لوگوں کی نظر بھی نہ پڑتی تھی اور ان کا لباس کوڑے کرکٹ سے اٹھائے ہوئے چیتھڑے تھے۔ جنہیں دھو کر پاک کر لیا کرتے تھے۔ اگر ان کی برابری نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ ضرورت کی مقدار بہت مختصر کر دو کہ عیش و تنعم کی حد تک نہ پہنچے تاکہ خطرہ عظیم میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے بانس کے چھلکوں کی ایک جھونپڑی بنائی تھی اس لئے کہ جب بارش ہوتی تھی تو کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں پناہ مل سکے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو حضور ﷺ کے لئے مٹی کی ایک کوٹھڑی بنا دی جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا **دعنی یا ابن ابی قحافة عریشی کعریش عیسیٰ الامر اھون مما تظنون** (اے ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ان باتوں سے رنجیدہ نہ کرو کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئے اور چلے گئے وہ جہاں رہے ان کے پاس اس سے زیادہ کچھ نہ تھا جو میرے پاس ہے)۔ حضرت ﷺ ایک دن گھر میں تشریف لائے اور پوچھا **ھل عندکم من غذاء** (تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے کہ افطار کروں؟) جواب ملا کہ گھر کے مالک آپ ﷺ ہیں۔ اگر آپ ﷺ نے کچھ لا کر دیا ہے تو مانگئے۔ آپ ﷺ ہنسے اور فرمایا **مرحبا بشعار الصالحین** (واہ واہ صالحین کی روش کے کیا کہنے! خدا کرے محمد ﷺ کا گھر ہمیشہ یونہی رہے) (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ چند دن گزر چکے تھے اور حضور ﷺ نے کچھ بھی نہ کھایا تھا۔ آپ ﷺ مسجد میں آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ بھی آئے اور بیٹھ گئے۔ جب رسول ﷺ نے معلوم کیا کہ یہ لوگ بھی اسی حالات میں گھر سے نکل کر آئے ہیں تو فرمایا **قوموا بنا الیه** (تم سب میرے ساتھ اس کے گھر چلو) چنانچہ سب کے سب حضرت ابوالہیثم انصاری

کے گھر پہنچے اور فرمایا اے ابوالہیثم! تم کو خبر ہے کہ ہم یہاں کس لئے آئے ہیں؟ انہوں نے کہا فرمائیے یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے کھجوروں کا خوشہ رکھا ہے تو لاؤ ہم سب کھائیں۔ یہ سن کر ابوالہیثم مارے خوشی کے حضور ﷺ کے قدموں میں بچھ گئے اور فوراً خوشہ خرما لا کر پیش کیا۔ جب سب لوگ کھجوریں کھا چکے۔ حضرت رسالت ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر وعمر! تم نے جو کچھ کھایا وہ تمہیں پسند آیا۔ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ **والذی نفسی بیدہ اللہ یسالکما عما اکلتما و شربتما** (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو کچھ تم کھاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق تم سے سوال کرے گا) تم جب تک اس کا جواب نہ دے دو گے میدان قیامت سے تمہارا گزر نہ ہوگا۔ وہ گھر جو موت کے ہاتھوں خراب اور برباد ہونے والا اس میں مال و دولت ہو یا سانپ اور بچھو دونوں برابر ہیں۔ جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہو اور آخرت کے رنج وفکر میں جلتے رہو تا کہ جب موت آئے تو نقصان میں نہ پڑ جاؤ۔ اور اپنے کو درماندہ نہ پاؤ۔ ولید مسلم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ میں خدا کا دین اور آپ ﷺ کی سنت کس سے سیکھوں اور کس کا طریقہ اختیار کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **علیکم بسفیان الثوری فانہ علی الجادۃ** (تمہارے لئے سفیان ثوری کافی ہے کیونکہ وہ صحیح راستے پر ہے) حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام اہل و آسمان اور ساکنان زمین کی طاعتوں کے برابر عبادت کرے اور دنیا کی محبت اس کے دل میں ہو اس کو آفتاب قیامت کی جھلسا دینے والی دھوپ میں ایک ہیبت ناک برج پر لے جائیں گے اور منادی پکار کر کہیں گے۔

یا اھل القیامۃ ھذا رجل یحب ما ابغض اللہ

(اے قیامت والو! یہ وہ آدمی ہے کہ خدا نے جس چیز کو مردود کیا تھا یہ اس کو دوست رکھتا تھا) اے بھائی! آخرت کے غم سے صدیقوں کا پتا پانی ہوا جاتا ہے۔ (دنیا بھر کے خردمندوں کی جانیں زخمی ہو رہی ہیں) اس ایک منزل سے جو سب کے سامنے آنے والی ہے۔ اس غم میں موت کی تلوار سے فنا کے طشت میں ہزاروں عقل مندوں کے سر کٹ کر تڑپ رہے ہیں۔

ترک دنیا

جب تمہارا ظاہر دنیا طلبی میں مشغول اور تمہارا باطن ارادت کی طرف مائل ہو تو کوئی عبادت کیونکر بجالا سکتے ہو۔ دل تو خدا نے ایک ہی دیا ہے جب ایک کام میں مشغول ہو تو دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ دنیا اور آخرت۔ جب ایک سے قریب ہو گے تو یقیناً دوسرے سے دور ہو جاؤ گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر دنیا اور عقبیٰ کسی ایک میں جمع ہو سکتی تو وہ شخص میں ہی ہو سکتا تھا۔ کیونکہ خدا نے مجھے اتنی طاقت دی تھی۔ اگر کوئی شخص ساری دنیا کے ملکیت سے ہاتھ اٹھالے تو بھی زہد کے مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک اس کی طلب سے اپنے دل کو خالی نہ کر دے۔ سنو زہد حرام میں فرض ہوتا ہے اور حلال میں نفلی جو چیز عبادت میں مددگار ہو وہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ حرام چیزوں کا چھوڑ دینا یہ عوام کا زہد ہے۔ دوسرے وہ حلال جو فضولیات میں داخل ہیں ان کا ترک کرنا یہ خواص کا زہد ہے۔ تیسرے ان چیزوں کا ترک کرنا جو بندے کے دھیان کو خدا سے ہٹا کر دوسری طرف مشغول کر دے یہ عارفوں کا زہد ہے۔ ریشم کا کیڑا جب اپنے چاروں طرف گھوم کر جب ریشم کا کویا بناتا ہے اور سانس بند کر کے اس کے اندر قید ہو جاتا ہے اور جان کی بازی لگا دیتا ہے تب کہیں جا کر ریشم پیدا ہوتا ہے۔ ذرا تم بھی تو اپنے نفس کی اندھیری کوٹھڑی سے باہر آؤ۔ امید وخوف کے کعبہ کا طواف کرو اور زہد وترک جاہ کی منزل میں بیٹھ جاؤ تا کہ کل جب قیامت کے دن میں معرفت کے انوار لے کر سامنے آؤ تو دوزخ کو بھی برداشت کی طاقت نہ ہو اور تم سے فریاد کرنے لگے

جزیا مومن فان نورک اطفآء لھبی (اے مومن جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرا نور میرے شعلوں کی لپک کو ٹھنڈا کر رہا ہے)۔
دیکھو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اگر تیرا پیشہ معصیت کرنا ہے تو میری صفت بخشش اور مغفرت ہے۔
جانتے ہو کہ معصیت کیا ہے؟ تمہارے خوبصورت چہرے کا تل ہے تا کہ نگاہ بد بیناں اسی تل پر پڑے اور تمہارے حسن رخسار کو نظر نہ لگے۔ پس یقین جانو کو ہم لوگ اس کے لطف وکرم کے نوازے اور سرفراز کئے ہوئے ہیں۔

قضاوقدر

سنو اصحاب صدق لیسئل الصادقین عن صدقھم صدیقوں سے ان کے صدق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مخلصین بڑے خطرے میں ہیں۔ تیرے زخمی عابد وزاہد اور عارف وعالم اس کی تیغ بے نیازی کی ہیبت سے سرگرداں اور پریشان ہیں۔ بے شک اللہ دونوں جہانوں سے بے پرواہ ہے۔ یہ کام اور بھی سخت مشکل اس لئے ہوگیا ہے کہ معشوق بے نیاز اور ہم مفلس اور فقیر ہیں۔
اے بھائی دنیا قرار وآرام کی جگہ نہیں۔ آب وگل کی ایک مورتی بنا کر مشیت کے سامنے اندوہ وبلا کے میدان میں ڈال دی گئی ہے۔ اگر اس نے پیٹ بھر کر کھایا تو مست ہے بھوکا رہا تو دیوانہ سورہا تو مردار ہے اور جاگتا ہے تو حیران عاجزی اور ناتوانی اس کی صفت لازم بن گئی ہے۔ رسالت مآب ﷺ جب ایک رات آرام فرما کر بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے سترہ موئے مبارک سفید ہوگئے تھے فرمایا رات سورہ ہود نازل ہوئی ہے اور یہ اس خطاب کی وجہ سے ہے کہ فرمایا فاستقم کمآ امرت (جو کچھ کہا گیا ہے اس پر قائم ہو جاؤ) اے بھائی! راہ خطرناک منزل بہت دور محبوب ومطلوب کے مقام کی کوئی حد ونہایت نہیں۔ انسان کا جسم کمزور دل بے سہارا جان عاشق اور سرشوریدہ ومشتاق کیا کرے۔ شکستہ دل اور خراب حال رہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے گفتگو کرتے وقت کہا۔ اے پروردگار میں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔ جواب ملا اس دل میں جو میری قضا کی چوٹ سے ٹوٹا ہوا ہے۔ آپ نے کہا خداوند مجھ سے زیادہ شکستہ دل اور ناامید کوئی اور نہ ہوگا۔ ارشاد ہوا میں بھی وہیں ہوں جہاں تو ہے۔ (جو کوئی معشوق کی محبت میں اس کے جور وجفا پر صبر نہیں کرتا وہ محبت میں سچا نہیں ہے۔ حقیقتاً عارف وہی ہے جو اپنی مرادیں اللہ کی مراد پر قربان کر دے۔ اس بلعم باعور کو جو یگانہ روزگار تھا اور اسم اعظم کی خلعت رکھتا تھا مسجد سے باہر نکال کر کتوں کے طویلے میں باندھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس کی مثال ایک کتے کی ہے کہ جب اس پر بوجھ لادا جاتا ہے تو ہانپتا ہے۔ اور نہیں لادا جاتا تو بھی ہانپتا ہے۔ مشائخ کی کتابوں میں ہے کہ رجاء اتنی ہونی چاہئے کہ اگر دنیا بھر کے گناہ اور نافرمانی تنہا ایک شخص میں ہوں اور وہ یہ آواز سنے کہ بہشت میں ایک شخص کے سوا دوسرا نہ جائے گا تو وہ یقین کر لے کہ وہ میں ہی ہوں اور خوف بھی اتنا ہو کہ اگر سارے جہان والوں کی طاعت وعبادت کسی ایک شخص میں ہوں اور وہ یہ آواز سنے کہ "دوزخ میں بجز ایک آدمی کے دوسرا نہ جائے گا" تو وہ یقین کر لے کہ وہ آدمی میں ہی ہوں۔ اصحاب کہف کی کہانی ہر عقلمند کے لئے اس پر گواہ ہے۔ وہ محض ایک کتا تھا جو مردان حق کی خدمت میں رہ کر چند قدم چلا۔ انسانی شرف نصیب ہوا۔ ایک بجلی کی کوند نظر آئے گی جس کی چمک دیکھ کر جملہ ساکنان خلد بریں سجدے میں گر جائیں گے اور پکار اٹھیں گے۔
الجبار اطلع علینا (ہم پر خداوند تعالیٰ نے تجلی فرمائی ہے) کہا جائے گا افسوس اے ناواقفو ایسا نہیں ہے بلکہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ابھی ابھی ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ چمک آپ کی چادر کے ایک کونے کی تھی۔ اسی سے سمجھ لو کہ اس گروہ کی صحبت اور خدمت کیا چیز ہے۔

شرف خواہی بہ گرد مقبلان گرد
کہ زود از مقبلان مقبل شود مرد

برگزیدہ لوگوں کے آستانے کا چکر کاٹ' صداقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو بھی بھلا دو۔ یہ خونخوار بیابان طے کر چکے تو تمہارے ساتھ ریا اور عجب کا کوئی واسطہ اور سروکار نہ رہا۔ جب

تم محرم ہو گئے تو حجاب اٹھ گیا۔ قرب کا ادنیٰ اور معمولی نشان مراقبہ اور محافظت ہے۔

روح

روح ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں چھپالیا ہے۔ صاحب تعرفؒ نے روح نفس، قلب اور دنیا کی ایک تعریف کی ہے جس پر اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔ خواجہ عطارؒ (جان بلند و برتر تھی اور جسم مٹی کی وجہ سے پستی کی طرف مائل تھا۔ پھر جسم کے ساتھ جان ملائی گئی اور جب یہ دونوں بلندی وپستی کی آمیزش سے باہم یار ہو گئے تو انسان اسرار خداوندی کا ایک عجوبہ بے مثال ہو گیا۔ بزرگوں نے کہا ہے اگر روح کی ماہیت کے متعلق عقل دوڑانا جائز ہوتا تو اس کے لئے سب سے افضل واولیٰ شخصیت پیغمبر علیہ السلام کی تھی۔ بعض بزرگوں نے روح کو دیکھا ہے اور ہر ایک نے جداگانہ صورت میں اس کا مشاہدہ کیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ وہ موجود ہے تو دیکھنے کے قابل بھی ہو سکتا ہے۔ (جب تو نے عشق بازی کی ہے تو دیدہ ودل سے ہاتھ دھوڈال) بیان کرتے ہیں کہ جب مہتر موسیٰ علیہ السلام اس مقام پر پہنچے اور ان کے ساتھ وہ واقعات پیش آچکے تو چاہا کہ اپنے بال بچوں کے پاس لوٹ آئیں۔ خطاب ہوا

وقعت فاستمسک جب جامیں پھنس چکے اور ہمارے نام پر دل تصدق کر دیا اور ہمارے راستے میں سر رکھ دیا تو دل کو غم واندوہ کے سپرد کر دو اور جان کو خطرے میں ڈال دو۔

دل

سنو دل ایک شاہی خزانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر غور سے دیکھو کہ اس خزانے میں تم کیا رکھتے ہو؟ اگر اس میں جواہرات بھرے ہیں تو بے شک یہ خزانہ کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر اس میں کوڑا کرکٹ ہے تو یہ گھاس پھوس کا انبار ہے۔ سگ اصحاب کہف مطلوب حق تھا اور بلعم باعور کا مطلوب چونکہ بجز حرص و ہوا کے اور کچھ نہ تھا اس لئے اس کی قیمت بھی وہی لگی۔

مرد کا ظاہر اس کے باطن کی تلوار ہے۔ اگر اس کا باطن گرفتار حق ہے تو اس مرد کو مرد حق کہتے ہیں۔

نفس

معاصی افعال ظاہر ہیں اور توبہ اوصاف باطن سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگر دم بھر یہ نفس تیرے حکم کے تابع ہو جائے تو یقین جان کہ بہشت تیری ملکیت ہے۔ جس نے اپنے نفس کو بندگی کے ذریعہ پہچانا اس نے اپنے پروردگار کی صفت ربوبیت کو پہچانا تو جس نے اپنے آپ کو نہ پہچانا وہ ہر شے کی شناخت سے محجوب ومحروم رہ گیا آخر ایک دن جسم کے خزانے کا جادو ٹوٹ جائے گا جب یہ جسم نہ ہوگا تو خود جان ظاہر ہو جائے گی۔ سمجھو کہ انسان کامل کی ترکیب روح نفس اور جسم وانسان کل عالم کا نمونہ ہے۔ یہ عالم آب وخاک وباد وآتش جس کی ترکیب بلغم خون صفراء اور سودا سے ہے۔ تو مومن کی روح دنیا میں بہشت کی خواہش کرتی ہے کیونکہ دنیا میں یہی اس کا نمونہ ہے اور نفس دوزخ چاہتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں دوزخ کا نمونہ ہے۔ خواجہ محمد نوریؒ نے نفس کو لومڑی کے بچے کی شکل میں دیکھا۔ پاؤں کے نیچے کچلنے لگے وہ اور بھی مضبوط اور قوی ہو گیا وہ بولا میری پیدائش الٹی ہے دوسروں کو جس بات سے تکلیف اور رنج پہنچتا ہے مجھے اس سے راحت وآرام ملتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس سرہ نے کہا کہ میں نے اس کو ایک سانپ کی شکل میں دیکھا ہے۔ ایک دوسرے درویش نے کہا کہ میں نے چوہے کی صورت میں دیکھا اور پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں غافلوں کے لئے موت ہوں اور دوستوں کے نجات کا سبب ہوں۔ میرا وجود سراسر آفت ہے اگر میں ان کے ساتھ نہ رہوں تو یہ اپنی پاکیوں پر مغرور اور اعمال پر نازاں ہو جائیں کیونکہ جب وہ طہارت و صفائی اسرار نور ولایت اور طاعت میں استقامت دیکھتے ہیں تو ان میں فخر وغرور اور سر بلندی ظاہر ہوتی ہے پھر جب مجھ پر نظر پڑتی ہے کہ دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک یہ چیز بھی ہے تو ایک ایک کر کے ساری ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ نفس بذاتہ ایک وجود ہے۔ صفت نہیں۔

(روشن دلوں کی خدمت سے منہ نہ پھیر۔ اقبال مندوں کے دامن سے ہاتھ نہ چھڑا جو کانٹا پھولوں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ بھی سنبل کی طرح مہکتا ہے)

خواہش نفس

سنو خواہش نفس کی ایک صفت ہے جس نے خواہشات کی پیروی کی ہلاک ہو گیا۔ جب تیری طبیعت کا گھوڑا تیرا فرمانبردار ہو جائے تو اخلاص کا سکہ تیرے نام ہو جائے گا۔ جس کو لذت وشہوت کی خواہش ہو وہ میخانے میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے فتنہ وشر سے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر جس کو ریاست و منصب کی خواہش ہوتی ہے وہ عبادت گاہوں خانقاہوں اور دائروں میں رہتا ہے اور مخلوق کے لئے فتنہ ہوتا ہے خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور مخلوق کو گمراہ کرتا ہے۔

جس نے اپنی بہادری سے اس کتے کو قید کر لیا وہ دونوں جہان میں شیر کا شکار کر سکتا ہے۔ شیطان کو مجال نہیں کہ بندوں کے دل میں کوئی فتنہ وشر پیدا کر سکے۔ جب تک خود اسے معصیت وشہوت کی خواہش نہ ہو۔ مگر جب خواہش ظاہر ہونے لگتی ہے تو شیطان اس کو پکڑ لیتا سراہتا اور اس کے دل میں جلوہ گری کرتا ہے۔ اسلام کیا ہے مخالفت کی تلواروں سے نفسوں کو ذبح کر دینا۔ عبادتوں کی کنجی فکر ہے) اور مقام رسیدہ ہونے کی علامت نفس اور خواہش کی مخالفت۔ نفس کی مرادوں پر قائم رہنا کفر کی بنیاد ہے۔ سوز و دل کے ساتھ دست نیاز اٹھاؤ۔ نفس کا برباد کر دینا بندے کے اختیار میں نہیں کیونکہ وہ ایک سواری کی مانند ہے۔ جو شریعت کا بوجھ اٹھاتی ہے لیکن اس کی صفات کا بدل دینا توفیق خداوندی سے کسی بندے کے لئے ممکن ہوتا ہے۔

چون راست آید آخر باتو طریق خسرو
او نامراد مسکین تو شوخ خود مرادی

تقدیر الٰہی کسی کی کوشش سے نہیں بدلتی کہ سلطان محمود غازی نے ایک قیمتی موتی وزیر کو دیا اور کہا اسے توڑ ڈال۔ وزیر نے کہا اس کی قیمت تو شاہی خزانے کے برابر ہے اسے نہ توڑنا چاہیے۔ پھر بادشاہ نے ایاز کو توڑنے کے لئے دیا اس نے فوراً ہی پتھر سے چکنا چور کر دیا۔ شاہ نے کہا اسے کیوں توڑ دیا؟ اس نے کہا میں نے خطا کی برا کیا اچھا نہیں کیا۔ سلطان نے وزیر سے کہا دربار شاہی کے آداب ایاز سے سیکھو کہ نہ فرمان شاہی میں اعتراض نہ کلام میں کوئی چون وچرا۔

نفس کی ریاضت

نفس امارہ دل کا دشمن اور دین کا مخالف ہے۔ احکام شرع کی بجا آوری اور اس کی پیروی سے سرکشی کرتا ہے۔ شیطان کی شرارت ومکر سے بھی اور جب گھر کے اندر ہی چور ہوتا ہے تو اس کو دفع کرنا آسان نہیں ہوتا اور جب اتنا بڑا دشمن بغل میں ہو تو عقلمند کے لئے ضروری ہے کہ اسے دبا کر زیر کرے۔ دفعتاً اس کو زیر کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ نفس طالب کی سواری اور آلہ ہے۔ مرید کو میانہ روی اختیار کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اس طرح کہ اس کی پرورش کرو اور قوت دیتے ہوئے اس پر کاموں کا بوجھ ڈالو۔ کہ وہ متحمل ہو سکے۔ اور اس حد تک کمزور کرو اور سختی سے کام لو کہ تمہارے حکم سے گریز نہ کرے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما مجاہدہ شاقہ کی وجہ سے ہاتھ پاؤں ہلانے سے بھی عاجز تھے۔ آنکھیں حلقے میں دھنس گئی تھیں فرمایا اے عبداللہ تمہارے اوپر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ اس سختی سے ہاتھ کھینچ لو نفس ہلاک بھی نہ ہو نہ تم پر غالب ہو سکے۔ اور نہ تمہاری نافرمانی کر سکے۔ پس میانہ روی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے منہ میں تقویٰ کی لگام ڈالو۔ اور پرہیز گاری اختیار کرو جب چوپائے دانہ گھاس نہیں کھاتے تو نرم ہو جاتے ہیں۔ عبادت کا بھاری بوجھ اس پر لاد دو۔ کیونکہ جب خچر پر زیادہ بھاری بوجھ لاد دیا جاتا ہے تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ دانہ پانی کی مار اس پر پڑ چکی ہو۔ تیسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ سے امداد مانگو۔ اور اس کی بارگاہ میں پناہ ڈھونڈو۔ توریت میں ہے کہ اے نبی آدم تقویٰ اختیار کر اور جہاں چاہے آرام کی نیند سو رہ۔ پس جامع و مانع تقویٰ ان چیزوں سے پرہیز کرنا ہے جو معصیت ہیں اور دین کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔ اور فضول حلال سے بھی دامن بچانا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اسامہ دراز امید ہے کہ ایک مہینے کے وعدے پر لونڈی خریدی ہے۔ خدا کی قسم میں زمین پر قدم رکھنے کے بعد گمان نہیں کرتا کہ قدم اٹھاؤں گا یا نہ اٹھاؤں گا۔ لقمہ منہ میں لے کر یقین نہیں کرتا کہ اسے حلق سے اتار سکوں گا۔ پس مرید

کو چاہیے کہ اس پر قائم ہو جائے اور رات دن اسی کو یاد کرتا رہے۔ پھر ضرور اس کی امیدیں مختصر ہو جائیں گی۔

نفس کی سیاست اور مجاہدے

نفس کی محنت اور مشقت اور اس کی سرزنش ہر مذہب اور ہر دین میں پسندیدہ سمجھی گئی ہے۔ مشاہدات مجاہدات کی میراث ہیں۔ ناسمجھ عجمی بچوں کو محنت و ریاضت سے عربی زبان بنا دیتے ہیں بعض وحشی جانوروں اور پرندوں کو ایسا رام کر لیتے ہیں بلاتے ہیں چلا آتا ہے ایک ناپاک کتے کو تعلیم دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہوا شکار حلال اور پاک ہوتا ہے۔

نفس کا مجاہدہ نفس کے صفات ذمیمہ کو فنا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ نفس کو فنا کرنے کے لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس کی انانیت کی اصل فنا نہیں ہوسکتی۔ ظاہر ہے کہ بھوکے کی طبیعت تیز تر اور اس کی سمجھ صاف تر اور صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوالعباس سے روایت ہے کہ جب میں سیر ہو کر کھا لیتا ہوں تو تمام گناہوں کو اپنے اندر پاتا ہوں اور جب نہیں کھاتا تو تمام عبادات کی اصل اپنی ذات میں محسوس کرتا ہوں۔ ضرورت سے زیادہ حلال سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ حرام اور مشتبہ چیزوں کا کھانے والا مردود بارگاہ ہوتا ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کا خزانہ ہے۔ اس کی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال روزی ہے۔ زیادہ کھانا تمام اعضاء کے لئے فتنہ وفساد کا باغ ہے۔ پیٹ ایسا عضو ہے کہ اگر وہ خالی ہے تو تمام اعضاء گناہوں سے سیر ہوں گے۔ اور اگر وہ سیر ہوگا تو تمام اعضاء گناہوں کے بھوکے ہوں گے۔ سکرات موت کی سختی زندگی کی لذتوں کے برابر ہوتی ہے شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی ایسا آدمی جس کا ظاہر نیک ہے تمہیں کوئی چیز دے تو لے لو اور یہ نہ پوچھو کہ تم نے کیسے اور کہاں سے حاصل کی اور حکم تقویٰ یہ ہے کہ جب تک پوچھ نہ لو مت لو۔ جائز کو حکم شریعت اور افضل کو حکم تقویٰ کہتے ہیں۔ جو شخص جتنا کمزور اور ضعیف ہوتا ہے خدا اتنا ہی اس پر زیادہ مہربان ہوتا ہے۔

نفس کو جدا کرنے کے بیان میں

یعنی خدائے عزوجل کی پہچان اپنی ذات سے بیزاری ہے۔ کہ مردان راہ حق سارا غصہ اپنے اوپر اتارتے ہیں۔ اور جو تلوار اٹھاتے ہیں اپنے اوپر اٹھاتے ہیں۔ میں نے ہر مقام پر حضرت رب العزۃ سے مناجات کی۔ آخر مجھ سے پوچھا گیا اے بایزید تیری مراد کیا ہے۔ میں نے کہا

ارید ان لا ارید

(میری مراد یہ ہے کہ میری کوئی مراد نہ ہو)

چون می کشی رہا کن تا پائے تو بوسم
بارے بہ سینہ من این آرزو نماند

اگر آنحضرت ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص روتا ہے اضطرار کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ اس کے رونے کی وجہ سے ساری امت پر رحم فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کے دل میں حزن وملال ڈال دیتا ہے۔

اپنے ساتھ موافقت

جس کی زندگی خدا کے ساتھ ہے وہ اگرچہ صورۃ مردہ ہی کیوں نہ ہو حقیقۃً زندہ ہے۔ کیونکہ موت جسم کی موت اور عدم جسم کا عدم نہیں ہے۔ اگرچہ اپنی خلقت اور صورت میں سب آدمی برابر ہیں مگر شریعت کا فتویٰ یہ ہے۔

الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ

(آدمی کان ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں) وہ لوگ جو آسمان ارادت کے آفتاب درگاہ حق کے مقبول ازلی اور مملکت اسلام کے سالار ہیں۔ ان کے مرکب دولت کی گرد جس کے سر پر پڑ گئی وہ ہمیشہ کے لئے عزیز ہو گیا۔

جس کا رہنما کوئی چاندسی شکل والا نہیں ہے تو خود بخود منزل پر پہنچ جانا بہت دشوار ہے۔ اور راستہ بہت طویل ہو جاتا ہے۔ ہزاروں پاک جانیں طلب کی بھٹی میں پگھلائی جاتی ہیں جب کسی صدیق کو چن لیتے ہیں (راتوں کو تیری گلی میں کتے چکر لگاتے ہیں لیکن خسرو کے لئے کوئی راہ نہیں۔ اپنی گلی کے کتوں کے صدقے میں کسی دن مجھے بھی آنے کی اجازت

دے۔ دیکھتے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب حضرت ہلال کو (جو حضرت مغیرہ کے غلام تھے) دیکھتے تو تپاک کے ساتھ تشریف لاتے اور کہتے کہ میرے لئے دعا کرو۔ وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور آپ ﷺ آمین فرماتے۔ ایک دن صبح کے وقت آپ ﷺ حضرت مغیرہ کے گھر پہنچے۔ حضرت مغیرہ کو خبر نہ تھی کہ حضرت ہلال کو فرمان قضا پہنچ چکا ہے۔ جب مغیرہ باہر آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ما حدث فی دارک

(آج تمہارے گھر میں کیا حادثہ ہوگیا ہے) انہوں نے کہا

ماحدث فی داری الاخیر یا رسول الله

(یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں کوئی واقعہ نہیں ہوا سب خیریت ہے۔) پیغمبر ﷺ نے فرمایا تیرے گھر کے لوگوں میں سے ایک عزیز ترین ہستی نے انتقال کیا اور تجھے اس کی خبر نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ سات آسمانوں میں ہلال کی عظمت کا یہ مرتبہ کہ سعادت اور نیک بختی کا تاج ان کے سر پر رکھا جاتا ہے اور زمین میں سوائے مصطفی ﷺ کو اور کوئی ان کو نہیں پہچانتا۔ بادشاہ حقیقی کی سنت یہی ہے۔

آپ ﷺ نے ہلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ حضور ﷺ آگے تشریف لائے اور ان کے سر مبارک کو اٹھا کر اپنے زانوے مبارک پر رکھ لیا۔

واغرقت عینا.

(اور آپ ﷺ کی آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں)

اور فرمایا اے ہلال بظاہر تم اس فرش خاک پر پڑے ہوئے ہو مگر تمہاری حقیقت کا جوہر دربار خداوندی میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی اور کی تعزیت میں رسول اللہ ﷺ کو اتنا غمگین نہ دیکھا تھا۔ فرمایا۔ (ہر زمانے میں خدا کے سات بندے ہوتے ہیں کہ ان کی دعاؤں سے مخلوق کی مدد کی جاتی ہے۔ ان کے طفیل آسمان سے بارش ہوتی ہے انہیں کی برکتوں سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور یہ مرتبہ انہیں نماز روزہ کی کثرت اور زیادہ صدقہ دینے کی وجہ سے نہیں بلکہ دل کی سلامتی اور نفس کی سخاوت کی وجہ سے ملتا ہے۔ اور حضرت ہلال رضی اللہ عنہ ان سے افضل تھے) پھر فرمایا

والذی نفسی بیده لو تالی علی الله بزوال الدنیا لا زالها من مکانها (اس خدائے پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ ہلال رضی اللہ عنہ خدا کو قسم دیتے کہ یہ دنیا نیست و نابود کردے تو یہ دنیا اپنی جگہ معدوم ہو جاتی۔

غفلت کے بیان میں

جب کوئی شخص بہ نیت گناہ زمین پر قدم رکھتا ہے تو زمین کے تمام ذرے روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بدعہد و بے وفا ہم کو خدا نے اس لئے پیدا کیا کہ ہم بندگی کا بوجھ اٹھائیں گناہوں کا بوجھ اٹھانے کے لئے نہیں ہم وہ ہیں کہ ہم سے آدم صفی اللہ نوح نجی اللہ موسیٰ کلیم اللہ عیسی روح اللہ ابراہیم خلیل اللہ اور محمد رسول اللہ و حبیب اللہ علیہم الصلوۃ و السلام جیسی عظیم الشان ہستیاں پیدا ہوئیں۔

میرے سینے پر اپنے گناہ آلودہ پاؤں رکھتا ہے یاد رکھ مرنے کے بعد میرے اندر ہی تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ آج میرے اوپر اتنا ہی بوجھ ڈال جتنا مرنے کے بعد تو اٹھا سکے۔ جو غفلتیں تو میرے ساتھ برتے گا ان کا بدلہ تجھ سے اس وقت لوں گی جب تو میرے پیٹ میں رکھا جائے گا۔ بھائی ازل سے ابد تک گناہوں سے پاک ہونا تو فرشتوں کا کام ہے اور تمام عمر گناہوں میں اور مخالفت میں غرق رہنا شیطان کا شیوہ ہے۔ جب شہوت نے غالب ہو کر دل کے قلعہ کو گھیر لیا اور نفس اس کا مطیع ہو کر اس سے الفت کرنے لگا تو عقل ضرورۃ پیدا کی گئی۔ اور توبہ و مجاہدے کی طرف رجوع ہوئی۔ تاکہ قلعہ دل کو فتح کرے اور شہوات نفسانی و وساوس شیطانی کے تصرف سے بچالے۔

تو این دم در دہان شیر اسیری
چہ دانی زانکہ این دم شیر گیری

توبہ انسان کے لئے ضروری اور مریدوں کا پہلا قدم ہے اور یہ قدم بغیر کسی پیر پختہ اور راہ رفتہ کی مدد کے حاصل نہیں ہوتا۔ مگر

شاذونادر گنہگاروں میں بہتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے توبہ کرلی۔

(مغرور اور خود بیں انسان شاہی دربار کے لائق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کے غمخوار کو پسند فرماتا ہے اس راستے میں خود بینی اچھی نہیں ہے یہاں تو لاغر جسم اور ٹوٹا ہوا دل چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء اور انتہا کو مغفرت کے عنوان پر قائم کر دیا۔ آپ ﷺ کے دل مبارک سے پل بھر کے لئے خوف وہراس کم نہ ہوتا۔ فرماتے

الٰھی ذنبی عظیم ولا یغفر الذنب العظیم الا الرب العظیم اللھم اجعلنی من عتقائک وطلقائک و محرریک من النار

جس وقت آپ ﷺ یہ دعا فرماتے آپ ﷺ کے دلی اندوہ کی چوٹیں سوائے بارگاہ عزت لا الہ الا اللہ کے کوئی برداشت نہ کرسکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی ایسی حالت ہوتی تھی تو تمام درختوں سے غم کی کونپلیں نکلتی تھیں۔

نہ پانے کی حسرت

معلوم ہو کہ اگر پچاس بار ننگے سر اور ننگے پاؤں شوق ولولے کے ساتھ اپنے وطن سے مکہ اور مدینہ جاؤ اتنا مفید نہیں جتنا نہ پانے کی حسرت مفید ہے۔ برسوں خاک پر پڑے ہوئے خون جگر پیتے رہے۔ بہت کچھ جالا تنا اور مکھیوں کی طرح بھنبھناتے اور افسانہ کہتے رہے۔ ہم نے بہت کچھ اس درد کا علاج ڈھونڈا دل کو آرام نصیب نہ ہوا۔ جس کے سینے میں نہ پانے کا درد ڈال دیا ہے ہزار قیامتیں اس کے دل پر ٹوٹا کرتی ہیں۔ ان بزرگوں کے سروں پر چڑیا بیٹھ جاتیں تو ان چڑیوں کو خبر نہ ہوتی کہ کسی جاندار پر بیٹھی ہیں یا کسی بے جان پتھر پر۔ جانتے ہو ایسا کیوں تھا۔ یہ آخرت والے کشتہ ہو چکے تھے۔ محض جسم کے اعتبار سے اس دنیا میں تھے ان کا دل آخرت میں لگا ہوا تھا۔ وہ وقت آئے سید عالم جہاد میں تشریف لے جائیں اور ہم اپنی جانیں دشمنان دین کی تلواروں کے ساتھ رکھ دیں۔ زمین پر لوٹتے اور گریہ وزاری کے ساتھ کہتے الٰہی میں خلق سے ناامید ہوں میری جان لے لیں تاکہ میں اپنی قید اور اپنے عہد سے چھوٹ جاؤں۔ اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت اور بہادری پر اسلام کی ناموری کو فخر وناز تھا مناجات کے درمیان اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرتے اور بصد شوق دعا کرتے خدایا کسی بدبخت کو میرے اوپر کیوں مسلط نہیں کر دیتا۔ کہ میری داڑھی کو میرے ہی خون میں رنگ دے تاکہ میں اپنی شجاعت و جواں مردی کے نام ونمود سے چھوٹ جاؤں۔ دردمندوں کے

درد کی دوا کیا ہے؟ لا الہ الا اللہ کی ایک نظر (دوسری جگہ تو کتنا ہی عزیز کیوں نہ رہا ہو اب واپس لوٹ آ کیونکہ چاند آسمان پر ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کی مہربانیوں کا مشاہدہ کرنا زمانہ خلوت کا ہے اور یہ وقت مصالحت کا وقت ہے۔ پیچھے رہ جانا اچھا نہیں۔

راضیة مرضیة ہم تجھ سے خوش اور تو ہم سے خوش۔ اس بارگاہ کے اکثر جواں مرد حسرت نایافت سے جو درد جگر ان کو حاصل ہوتا ہے اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ایک آدمی ایک بکری کے بچے کا کان پکڑ کر کھینچے لا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میری امت میں ایسے آزاد مرد بھی ہوں گے جو میدان قیامت میں آئیں گے اور ان کے مضبوط ہاتھوں میں دوزخ کی ساتوں طبقے اس بکری کے بچے سے کہیں زیادہ مجبور ومقید ہوں گے۔ اگر تو اس راستے کا مرد ہے تو اسی راستے میں گم ہو اور قدم رکھا ہے تو اس کے راستے میں اپنی جان فدا کر دے۔ خوشی کا مقام ہے فوراً اپنی دستار سر سے اتار کر پھینک دے اس راستے کے کسی مرد کا دامن تھام لے اور اس کا ہو جا۔ بادشاہ ایک ہی ہوتا ہے باقی سب لوگ اس کے سایہ عاطفت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

علاج دل

بسم اللہ الرحمان الرحیم

وہ خواہشیں جن پر نبوت کا فتویٰ نہیں محض باطل ہیں۔

خلوص کا مقام درد بھرا دل ہے اور جہاں کہیں اخلاص کی خوشبو پائی جاتی ہے قرآن کریم خوشخبری دینا شروع کرتا ہے خواہ وہ

جنات کے حق میں ہو یا انسان کے۔ شریعت کے راستے پر ہر چلنے والے کے سر پر قبولیت کا تاج پہنا دیا جاتا ہے۔ اور ان کے حزن و ملال کی ہمت پر عالم کا قرار و قیام موقوف ہوتا ہے۔ خواجہ عطار فرماتے ہیں۔

دل پر نور را دریائے دین کن
حدیث وحی رب العالمین کن
دم در عالم قدسی قدم زن
بگیر آن حلقہ را بردر حرم زن
چو عیسیٰ در سخن شیریں زبان شو
صدف راہ بشکن و گہر فشاں شو

(اگر روز ازل کا عہد واقرار تجھے یاد ہے تو ہر وہ ریاضت ومجاہدہ جو فتویٰ شریعت کے خلاف ہے ضلالت وگمراہی ہے) بارگاہ خداوندی میں صفت جہالت سے بڑھ کر کوئی ذلیل اور دشمن نہیں۔ اپنی خواہشوں کو مجاہدے کی بساط پر علم کی تلوار سے ذبح کر دیں اور نفس پر فضول کا سر حکم شریعت کے مطابق ریاضت کی چھری سے کاٹ ڈال۔ جمعے کے دن چاشت کے وقت چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک مرتبہ آیۃ الکرسی دس مرتبہ قل یا یھا الکفرون دس مرتبہ قل ھواللہ احد دس مرتبہ قل اعوذ برب الفلق دس مرتبہ اور قل اعوذ برب الناس دس مرتبہ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ استغفر اللہ اور ستر مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی اس نماز کو پڑھتا رہے گا وہ کبھی مفلس اور بدنصیب نہ ہوگا۔

لباس

مشائخ نے خود بھی خرقہ پہنا ہے اور مریدوں کو بھی خرقہ سے آراستہ فرمایا ہے تاکہ عام لوگوں سے ان کی شناخت ہو سکے اور تمام مخلوق ان کی نگہبان ہو جائے۔ کوئی گناہ کریں تو شرما جائیں۔ اللہ تعالیٰ تونگر صورت فقیر کو دوست رکھتا ہے۔ خاکی اور نیلا لباس غمگین اور شکستہ دل رکھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اپنا لباس سیاہ وسفید رنگ برنگ کے ٹکڑوں کو دھو کر سی رہی تھیں کہ حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پیوندی لباس سی رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت خوب عائشہ رضی اللہ عنہا ہر رنگ کا ٹکڑا جوڑنا کوئی رنگ چھوڑ نہ دینا۔ جیب لگانا بھی سنت ہے۔ دستار کے نیچے ٹوپی پہننا سنت ہے۔ شملہ سر کے پیچھے گردن پر لٹکائیں۔ مشائخ دلوں کے طبیب ہوتے ہیں۔ جب تک معالج بیمار کے مرض سے واقف نہ ہوگا علاج نہ کر سکے گا۔ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسا نبی اپنی امت میں۔ ایک جماعت نے لباس کے متعلق کوئی تکلف نہیں رکھا۔

ملامت

اہل حق خاص کر مخلوق کی لعن طعن سنا کرتے ہیں۔ دینداری کی راہ میں مستقیم اور معاملوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ دوسری ملامت قصدی ہے۔ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے کھجوروں کے باغ سے لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے ہوئے آرہے تھے۔ یہ آپ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ اس وقت آپ کے پاس چار سو زرخرید غلام تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اجرب نفسی (میں اپنے نفس کا تجربہ کر رہا ہوں) تیری قسم جیسا کہ سارا زمانہ قبولیت خلق سے خوش وخرم ہوتا ہے یہ گروہ لوگوں میں مردود ہونے اور دھتکارے جانے سے مسرور وشادمان ہوتا ہے جو کوئی دو دو مرتبہ پیشاب کے راستے سے گزرا ہو اس کو غرور کرنا ہرگز روا نہیں ہے۔ اور نہ غفلت کے نشے میں اپنی ہستی کا ثابت کرنا جائز ہے۔ شیروں کے جنگل میں لومڑی ہی بن کر رہنا بہتر ہے۔ ابھی آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی بھی نہ تھی کہ خیاط لطف وکرم ان کے جسم کے لئے توبہ کی خلعت اور صفوت کا لباس سی چکا تھا۔

سماع

دل اور دماغ اسرار خداوندی کے خزانے اور جواہر معانی

کی کانیں ہیں۔ جس دل میں خداوند عزوجل کی محبت زیادہ ہو گی تو وہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوگا۔

میں نے چاہا اس کی زلف کے گھونگر کا ایک سرا شمار کروں۔ تا کہ اس کے اجمال سے تفصیل کا مشاہدہ کر سکوں۔ میرے اس ارادے پر اس کی زلف مشکیں کا ایک ایک بال ہنسنے لگا۔ اور ایک ایسا پیچ ڈال دیا کہ میں گننا سب بھول گیا۔ تیرے رخسار کی چمک نے اندھیری رات کو روشن کر کے دن بنا دیا ہے۔ ایک محدث جو مشہور ومعروف تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں نے سماع کے مباح ہونے کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے کہا دین میں ایک بڑی مصیبت واقعہ ہوگئی ہے۔ خواجہ کیا لہو ولعب اور تمام فسق وفجور کو حلال کر دیا ہے۔ فرمایا یہاں کوئی ہے کہ شعر سنائے ایک بدوی نے یہ شعر پڑھے

لقد لسعت حیۃ الھویٰ کبدی
فلا طبیب لھا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ
فعندہ' رقیتی و تریاقی

(میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ ہاں مگر وہ محبوب جو مہربانی فرمائے اسی کے پاس اس کا منتر اور تریاق ہے۔ تو وجد فرمایا حضرت عتبۃ الغلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے کسی سے کوئی شعر سنا اور ہاتھ پر ہاتھ اتنا مارا کہ انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔

مخلوق سے کنارکشی

مخلوق سے علیحدہ رہنا ایک مہم ہے۔ ایک شخص تنہا بیٹھا ہوا تھا میں نے چاہا کہ اس سے باتیں کروں اس نے کہا میرے نزدیک باتیں کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر اچھا ہے۔ میں نے کہا تم تنہا کیوں بیٹھے ہو اس نے کہا میرے ساتھ میرا پروردگار ہے اور دو فرشتے اور اٹھ کر چلا گیا۔ ہرم ابن حبان نے حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے کہا اے اویس آ ؤ ہم دونوں ایک ہی جگہ رہا کریں۔ تا کہ ایک سے دوسرے کو فائدہ پہنچے۔ حضرت خواجہ اویس قرنیؒ نے جواب دیا کہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے لئے دعا کرنا ملاقات کرنے سے بہتر ہے۔ ایک لحظہ اپنی مصیبت سے فارغ نہ بیٹھو۔ رسول اللہ ﷺ جو کونین کے مقصود تھے اپنے وجود کی دردناکی سے یہ فریاد کرتے تھے۔

یا لیت رب محمد الم یخلق محمدا (اے کاش محمد ﷺ کا پروردگار محمد کو پیدا نہ کرتا) منافق کی پہچان یہ ہے کہ اپنی جھوٹی تعریف سے خوش ہو اور سچی مذمت سے ناراض ہو جائے۔

خلق سے جدا ہونے کے بیان میں

لوگوں سے علیحدگی دو قسم کی ہے۔ ایک وہ آدمی جس کی لوگوں کو کوئی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ جمعہ جماعت اور نیک کاموں میں لوگوں سے میل جول کرے اور اس کے علاوہ سب سے الگ تھلگ رہے۔ ایک ایسا آدمی جو علم میں مقتداء ہو اور دین کے کاموں میں لوگ اس کے محتاج ہوں اور حقوق کے بیان یا بدعتوں کو رد کرنے یا دین کی طرف اپنے قول وفعل کے ذریعے دعوت مقصود ہو تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان میں رہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب بدعتیں ظاہر ہوں اور عالم خاموش رہے تو ایسے عالم پر خدا کی لعنت ہے۔ اس کے لئے گوشہ نشینی جائز نہیں بلکہ لوگوں کے درمیان مل جل کر رہنا لازم ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا اگر میں راتوں کو سویا کروں تو گویا میں نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا اور اگر دن کے وقت سو جاؤں تو گویا میں نے رعایا کو ضائع کر دیا تمام نیکیوں میں لوگوں کے ساتھ شریک ہو ان کی آفتوں سے بچنے کے لئے پرہیز اختیار کرے کمزور طبیعت انسان کو تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ جس رات تمہارے سر میں درد ہو اس درد کی جان و دل سے خدمت کرو کیونکہ جو درد سر اس کی طرف سے ہو وہ درد سر ہی نہیں ہوتا عزیرؑ کو وحی بھیجی گئی اے عزیر اگر میری قدرت ومشیت سے تم کو زرد آلو ملے تو تم اس کی طرف حقارت سے نہ دیکھو یہ دیکھو کہ روزی تقسیم کرنے کے وقت تم مجھے یاد تھے۔

چلہ کا بیان

جیسا کہ شریعت کا فتویٰ ہے جو شخص چالیس رات دن اللہ

تعالیٰ کے لئے مخصوص کر دے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آدم کی مٹی کو بغیر واسطہ اپنے دست قدرت سے چالیس دنوں تک خمیر کیا یہاں تک کہ آدمؑ میں دونوں جہان کے تعمیر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ جو لوگ اپنی عقل خام سے اس راستے میں قدم رکھتے ہیں اس لئے نقصان اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ تجھ سے استقامت چاہتا ہے اور تو خدا سے کرامت مانگتا ہے صدیق لوگ صغیرہ گناہوں سے بھی پرہیز کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ نادان واحمق لوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ شیطان کے قابو سے باہر ہیں عارف کا پہلا درجہ حیرت سے شروع ہوتا ہے اور آخری درجہ بھی حیرت پر تمام ہوتا ہے۔

بہ ثواب اہل جنت بعقاب اہل دوزخ
من ازیں میاں ندانم کہ کیا نم از کدامان

موت کے بیان میں

حریص لالچی موت کو یاد نہیں کرتا تائب مبتدی موت کو اس لئے یاد کرتا ہے کہ خوف۔ خشیت پیدا ہو اور نفرت کرتا ہے تمام توبہ اصلاح اعمال اور توشہ آخرت جمع کرنے سے پہلے ہی موت آ جائے۔ جس نے خدا کے دیدار سے کراہت کی اللہ تعالیٰ اس کو دیکھنا پسند نہیں فرماتا لیکن عارف منتہی ہمیشہ ہر آن موت کو یاد کرتا ہے۔ حذیفہؓ سے نقل ہے کہ انہوں نے خدا سے دعا کی ''خداوند تو جانتا ہے مجھے امیری سے غریبی زیادہ پسند ہے اور تندرستی سے بیماری زیادہ عزیز ہے اور زندگی سے موت کو زیادہ دوست رکھتا ہوں تو میرے لئے موت کو آسان کر دے تاکہ تیرے دیدار کی دولت حاصل کر سکوں۔'' صدیقہؓ نے پوچھا ''یارسول اللہ ﷺ شہداء کے ساتھ کس کا حشر ہوگا''۔ آپ نے فرمایا (ہاں جو شخص دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے) امام نوویؒ کوفہ کی مسجد میں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا وہ کہتا تھا کہ میں اس مسجد میں تیس برس سے موت کا انتظار کر رہا ہوں کہ کب آتی ہے۔ اگر آ جائے تو پھر کسی چیز کا انتظار نہ کروں گا ذرا بھی دیر نہ ہونے دوں موت اور سکرات موت کا خیال دنیا کی ساری لذتیں بے مزہ اور تمام خوشیاں بے لطف ہو جاتی ہیں۔ فرمایا ہے

اللھم ھون علیٰ محمد سکرات الموت خداوندا محمد پر سکرات الموت کی سختیاں آسان فرما دے۔ اسی طرح حضرت پیغمبر عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے فرمایا اے لوگو! خدا سے دعا کرو کہ مجھ پر موت کو آسان کر دے کیونکہ میں موت سے اس قدر ڈرتا ہوں کہ اس کا خوف مجھے موت کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایک مرد اپنی قبر سے باہر آیا اس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا اس نے کہا اے لوگو! تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو پچاس برس گزر چکے ہیں کہ میں نے موت کا مزا چکھا تھا مگر ابھی تک موت کی کڑواہٹ میرے دل سے نہیں گئی ایک شخص بیماروں سے موت کی تکلیف پوچھا کرتے تھے کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ جب خود بیمار ہوئے اور نزع کی حالت میں لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم موت کو کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین پر پھٹ پڑا ہے اور مجھے سوئی کے ناکے سے نکالا جا رہا ہے۔ حدیث میں ہے (اگر موت کی تکلیف ایک قطرہ زمین کے پہاڑوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب کے سب پگھل جائیں) حدیث میں آیا ہے مرنے والوں میں تین باتوں کا خیال رکھو۔ اس کی پیشانی بشاش ہو آنکھوں سے آنسو جاری ہوں اور ہونٹ خشک ہو جائیں تو یہ رحمت خداوندی ہے جو اس پر نازل ہو رہی ہے۔ اور اگر گلا گھٹنے کی آواز پیدا ہو رہی ہے رنگ سرخ ہو گیا اور ہونٹ سیاہ خاکستری ہو گئے تو یہ عذاب الٰہی ہے جو اس پر اتر رہا ہے پھر بھی اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہونا اچھی علامت ہے۔ جو شخص مر رہا ہے اور یہ جانتا ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔

وعدہ اور وعید کے بیان میں

اجر وثواب کا وعدہ مومنوں کے حق میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو مومن اس جہان

سے گنہگار رہ جاتا ہے تو اس کیساتھ ان تین باتوں میں سے ایک کی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے بخش دیتا ہے یا پیغمبران علیھم السلام کی شفاعت سے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں یا جتنا گناہ ہے اتنا عذاب کیا جاتا ہے اور پھر آزاد کردیا جاتا ہے۔

(اگر تو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب تک یہ دروازہ بند نہیں ہوتا توبہ کیئے جا۔ اگر تو پل بھر کے لئے بھی اس دروازے میں داخل ہو جائے گا تو فتح وکامرانی ضرور تجھے حاصل ہوجائے گی۔ تو واپس لوٹ آ کیونکہ ہم نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے تو پشیمانی میں مبتلا ہے تو ہم تیرے گناہ معاف کرنے کو تیار ہیں خداوند عزو جل نے بغیر کسی شرط کے مشرک کی مغفرت کی نفی کر دی اور شرک کے علاوہ جو گناہ ہے اس کی مغفرت کو مشیئت سے متعلق کر دیا بندے کا ایمان حقیقۃً اس وقت کامل ہوتا ہے کہ اگر آسمان سے کوئی بلا نازل ہو تو سمجھے کہ یہ میرے شومی اعمال کی وجہ سے ہے اور اگر اس کو کوئی نیکی اور بھلائی حاصل ہوتی ہے تو اسے کسی دوسرے کے طفیل سمجھتا ہے حضرت موسیٰ پر وحی نازل ہوئی کہ اپنی قول میں ڈھونڈو کہ جو سب سے بہتر خدا کا فرمانبردار ہو کہ اس شخص سے کہو کہ بنی اسرائیل میں بدترین شخص کو وہ تلاش کرے وہ اپنی گردن میں رسی باندھ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ میں بنی اسرائیل کے بدترین آدمی کو تلاش کر کے لایا ہوں۔ فرمایا بنی اسرائیل میں وہ ہی سب سے بہتر ہے اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو بدترین خلق جانتا ہے اور خواجہ سری سقطیؒ نے فرمایا میں روزانہ چندبار آئینہ دیکھتا ہوں اس خوف سے کہیں میرا منہ سیاہ تو نہیں ہوگیا۔ اخلاص کا نور اور نفاق کی ظلمت بندے کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس
توز خود گم شو وصال این ست و بس

دوزخ کے بیان میں

حضور ﷺ نے فرمایا۔ دوزخ میں ایک وادی ہے جس سے دوزخ بھی ستر بار پناہ مانگتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے دکھادے کہ عالموں اور قاریوں کے لئے بنائی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ہم سب نے ایک آواز سنی حضور ﷺ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیسی آواز ہے میں نے کہا خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں ارشاد فرمایا۔

هٰذا حجر ارسل فی جهنم منذ سبعين عاماً الأن انتهیٰ الیٰ قعرها یہ ایک پتھر ہے جسے ستر برس پہلے جہنم میں ڈالا گیا تھا آج اس وقت وہ اس کی تہہ تک پہنچا ہے۔ دوزخ والوں کے لئے کم ترین عذاب آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ (آگ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ اے میرے پروردگار میرے بعض حصے نے میرے بعض حصے کو کھا لیا ہے تو اس کو دو سانسوں کے چھوڑنے کی اجازت دی گئی ایک جاڑے میں اور دوسری گرمی میں تم گرمیوں میں جو حدت و حرارت پاتے ہو وہ جہنم کی ایک گرم سانس ہے اور جاڑے میں جو سردی پاتے ہو وہ زمہریر کی ایک ٹھنڈی سانس ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا خیال ڈرنے والوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔

بہشت کے بیان میں

ساکنان بہشت یقیناً اپنے اوپر جھروکوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرق ومغرب سے پچھلی رات کے ستاروں کو دیکھتے ہو اور یہ ان کی فضیلت کی وجہ سے ہوگا جو انہوں نے ایک دوسرے کے درمیان حاصل کی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ منزلیں پیغمبروں کے لئے خاص ہیں یا اور کسی کو بھی ملیں گی۔ فرمایا ہاں

والذی نفسی بیده رجال امنوا بالله و صدقوا المرسلین (اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی بہشت میں ساکنان بہشت کھائیں گے اور پہنیں گے۔ ان

میں سے ایک ایک مرد کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی۔ کھانے پینے میں اور جماع میں۔ ان کی رفع حاجت اس طرح ہوگی کہ پسینہ ان کے بدن سے خارج ہوگا جو مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کا پیٹ ہلکا ہوجایا کرے گا۔ تفسیر میں ہے کہ اگر کوئی حور دریا میں اپنا تھوک ڈال دے تو کسی دریا میں کھارا پانی نہ رہ جائے بلکہ سارا سمندر میٹھا ہو جائے اور اگر اندھیری راتوں میں بہشت کے باہر ایک انگلی نکال دے تو رات بھی دن کی طرح روشن ہو جائے ان کے جسم پر ستر کپڑوں کا لباس ہوگا پھر بھی ان سے نگاہیں پار ہو جائیں گی یہاں تک کہ پنڈلیوں کی ہڈی کا گودا نظر آئے گا۔ آواز آئی السلام علیک یارسول اللہ ﷺ! میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے کہا یہ مقصورات خیام ہیں۔ انہوں نے اپنے پروردگار سے اجازت چاہی کہ آپ کو سلام کریں تو رب العالمین نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر وہ کہنے لگیں کہ ہم ایسی خوش رہنے والیاں ہیں کہ ہمیں کبھی غصہ نہیں آتا اور ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں۔ ہم کبھی رحلت نہ کریں گی۔ اہل بہشت میں سے ہر ایک مرد کو پانچ سو حوریں چار ہزار باکرائیں اور آٹھ ہزار ثیبائیں (عورتیں) دی جائیں گی اور وہ ان میں سے ہر ایک کو اپنی دنیاوی عمر کے برابر وقفہ تک اپنی بغل میں رکھے گا۔

اہل بہشت کے بدن اور چہروں پر بال نہ ہوں گے ان کا رنگ سفید اور سر کے بال گھنگھریالے اور آنکھیں سرمہ آلود ہوں گی اور ان کا سن تینتیس برس کا ہوگا۔ وہ آدم علیہ السلام کی خلقت پر قد وقامت میں ساٹھ گز کے لمبے اور سات گز چوڑے ہوں گے اور تفسیر میں آیا ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین وجمیل ہوں گے اور اخلاق محمدی سے آراستہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز ہوں گے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور بہشت میں ایک یاقوت اتنا بڑا ہے کہ اس میں ستر ہزار سرائیں ہیں اور سرائے میں ستر ہزار مکان ہیں جن کی دیواروں میں کہیں رخنہ یا سوراخ نہیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہشت میں ایک حور ہے جس کا نام عینا ہے۔ اس کے دائیں بائیں ستر ہزار باندیاں ہیں۔ وہ کہیں گی کہاں ہیں وہ لوگ جو امر معروف (نیکی کا حکم) اور نہی منکر (بدی سے ممانعت) کرتے تھے۔ فرمائے گا (آؤ میں تمہارا پروردگار ہوں مجھے دیکھو تم پر سلامتی ہو تم پاک وصاف کئے گئے ہو اب اس جگہ ہمیشہ ہمیشہ رہو) اور اس آیت **وسقهم ربهم شرابا طهورا** (اور ان کا پروردگار ان کو اپنے ہاتھ سے شراب طہور پلائے گا) یہ تھے اقتباس مکتوبات صدی سے۔

سیرت النبیؐ بعد وصال النبیؐ کے اقتباسات

حضرت استاذ مولانا عبدالعلی نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے زمانہ میں یہ خواب دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں آپ اونٹ پر سوار ہیں اور اونٹ کی نکیل حضرت مولانا نانوتوی کے مونڈھے پر پڑی ہوئی ہے۔

ابوالحسن شافعی نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا بدلہ دیا گیا امام شافعی کو آپ کی جانب سے کہ انہوں نے لکھا ہے

صلى الله علىٰ محمد كلما ذكره الذاكرون وغفل عن ذكره الغافلون

آپ نے فرمایا ہماری طرف سے اس کو یہ بدلہ دیا گیا کہ حساب کے واسطے نہ کھڑا کیا جائے گا۔

(فضائل درود شریف صفحہ ۱۶۹)

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت محمد ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ اس نوجوان ابوعبداللہ بن حنبل کو بشارت دو کہ اللہ تعالیٰ دین کے بارے میں اس کو آزمائش میں ڈالے گا اور اس کو مجبور کیا جائے کہ قرآن کو مخلوق تسلیم کرے مگر اس کو چاہیے کہ ایسا نہ کرے جس پر اس کے تازیانے لگائے جائیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ اس کا علم ایسا بلند کرے گا جو قیامت تک نہ لپیٹا جائے گا۔

نابینا کو آنکھیں مل گئیں

مرواح بن مقبول ایک سید حسنی قارہ میں رہتے تھے بیچارے اندھے ہو گئے تھے آپ کا جانا مدینہ منورہ ہوا جب سوئے تو خواب میں حضرت تشریف لائے اور ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک پھیرا بیدار ہوئے تو آنکھیں بالکل درست تھیں تمام مدینہ طیبہ میں اس بات کا شہرہ ہو گیا۔ (الصواعق)

حضرت امام بخاری نے خواب میں دیکھا حضرت ﷺ تشریف فرما ہیں اور میں پنکھے سے ہوا کر رہا ہوں۔

بڑھاپے میں شادی

حضرت بایزید بسطامی جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اب تک شادی نہ کی تھی خواب میں دیکھا نہایت عالی شان عمارت ہے جس میں اولیاء آتے جاتے ہیں مگر جب وہ خود اندر جانے کا قصد کرتے تو دروازہ بند پاتے ہیں عمارت سے ایک حصے سے حضور ﷺ نے سر مبارک نکال کر فرمایا یہاں صرف اس کو باریابی ہو سکتی ہے جو میری سنت ادا کرے آنکھ کھلی تو حضرت بایزید آبدیدہ ہو گئے۔ فرمایا حکم نبوی ﷺ سے چارہ نہیں اور ضعیف العمری کے باوجود شادی کی۔

(مکتوبات شیخ الاسلام مولانا حسین احمد)

قاری ابوبکر بن مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ۔ ابو العباس نحوی کو میرا سلام کہو اور اس کو بشارت دو کہ قیامت کے دن بڑے بلند جھنڈے والا ہو گا اس لئے کہ علوم عربیہ علم نحو کے محتاج ہیں۔ (روضۃ الادباء)

سید زادی کا احترام

ابراہیم ابن اسحاق کوتوال بغداد کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرما رہے ہیں کہ قاتل کو قید خانے سے رہا کر دے؟ سعادت مند قاتل نے کہا کہ میں اس گروہ سے ہوں جو ہر رات حرام کاری کیا کرتے ہیں ایک بڑھیا ہم نے مقرر کر رکھی تھی ایک روز ایک نہایت خوبصورت حسینہ کو لائی جس نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میری عصمت کو داغ دار نہ بناؤ میں سیدانی ہوں خدا کے واسطے مجھے پناہ دو۔ میرے ساتھی بگڑ گئے گو میں نے ان کا مقابلہ کیا چھری میرے ہاتھ میں تھی اور میں زخمی ہو گیا لیکن اس شیطان کو جو اس کی عصمت دری کرنا چاہتا تھا قتل کر ڈالا میں نے عورت کو اشارہ کیا وہ ہمیں لڑتا دیکھ کر چپ چاپ غائب ہوئی۔ غل غپاڑہ سن کر لوگ جمع ہو گئے۔ خون آلودہ چھری میرے ہاتھ میں اور ایک لاش دیکھ کر سپاہی مجھے گرفتار کر کے لے گئے۔ کوتوال نے یہ واقعہ سن کر ملزم سے کہا کہ خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی راہ میں میں نے تجھ کو رہا کیا۔ اس کے بعد وہ ملزم جملہ افعال قبیحہ سے تائب بھی ہو گیا۔ (بغیۃ ذوی الاحلام)

رحمدلی کے بدلے بادشاہی

امیر ناصر الدین سبکتگین جنگلوں میں شکار کی تلاش میں گھوما کرتا تھا۔ دور سے ایک ہرنی نظر آئی جو بچے کو ساتھ پکڑ کر شہر کی طرف چل پڑا ہرنی اپنے بچے کے پیچھے چلی آ رہی تھی آزاد کر دیا اس رات سبکتگین نے خواب دیکھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ فرماتے ہیں سبکتگین اس کمزور ہرنی پر رحم کر کے تو نے ہمارا دل خوش کیا تو ایک دن بہت بڑا بادشاہ بنے گا۔ جب بادشاہ بنے تو خدا تعالیٰ کے بندوں پر ایسی ہی شفقت کر تاکہ تیری سلطنت کو قیام و دوام حاصل ہو اس دن کے بعد سے سبکتگین اس خواب کو سچا کر دکھانے کی کوشش کرنے لگا اور آخر کار ایک دن وہ بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔ (جوامع الحکایات)

وفات بعمر ۵۶ برس ۳۸۷ھ ان کی اولاد میں چودہ بادشاہ ہوئے اور نواح لاہور تک حکمران رہے۔ تاریخ عالم اسلام حصہ پنجم فاتح سومنات سلطان محمود غزنوی کی تین باتوں کے متعلق شکوک تھے۔ ایک تو اس حدیث شریف کی بابت (علماء پیغمبروں کے وارث ہیں) دوسرے قیامت سبکتگین کیساتھ اپنی نسبت محمود غزنوی نے دیکھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں اپنا سبق یاد کر رہا

ہے۔ مدرسہ کے اندر تاریکی ہے کتاب کی عبارت دیکھنے کے لئے روشنی کی حاجت ہوتی ہے شمع دان اس طالب علم کو دے دیا۔ محمد ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں۔

یا ابن امیر سبکتگین اعزک اللہ فی الدارین کما اعززت و رثتی

اے امیر سبکتگین کے بیٹے خدا تجھ کو دو جہان میں عزت دے جیسی تو نے میرے وارث کو عزت دی اور اس طرح اس خواب کے ذریعے سلطان محمود کے تینوں شکوک رفع ہو گئے۔ (تاریخ محمد قاسم فرشتہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کسی نے دریافت کیا کہ ایک تو کہتا ہے کہ اے خدا حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور دوسرا کہتا ہے کہ ہزار در ہزار بار درود بھیج۔ دونوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے جواب دیا کہ پہلے کا ایک اور دوسرے کا ہزار در ہزار بار درود لکھا جائے گا۔ (فتاویٰ عزیزی)

حضرت سید علی ہجویریؒ

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا احبس حواسک (اپنے حواس کو قابو میں رکھ) اور حقیقت میں حواس خمسہ (یعنی دیکھنا' سننا' چھونا' بولنا' سونگھنا) احکام الٰہی کے تابع رکھنا ہی سب سے بڑا اور مکمل مجاہدہ ہے۔ جس سے انسان صحیح معنوں میں مومن اور متقی بنتا ہے۔

مختلف خواب

محمد بن احسن التمیمی اکابر عارفین سے ہیں انہوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ان کو ایک روٹی عنایت فرمائی انہوں نے کچھ تو آپ کے سامنے کھالی اور باقی اپنی کروٹ کی طرف رکھ لی آنکھ کھلی تو روٹی کو اسی طرح رکھا ہوا پایا۔ (انوار الحسنین در مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون صفحہ ۶۰)

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو خواب میں بشارت دی اور فرمایا حمید الدین چھوڑ اس قصے کو اور میری طرف آ کر تیرے لئے دوسرا امیدان خالی ہے۔ صبح جو اٹھے تو دل دنیا کی طرف سے سرد ہو چکا تھا۔ اسی وقت حرمین شریف کی راہ لی۔

حضرت شیخ رضی الدین حضور ﷺ کو خواب میں دیکھتے اور جو حدیث لکھتے تو اس حدیث کو آپ کے روبرو پیش کرتے اور آپ ﷺ اپنے سامنے اس کی تصحیح فرما دیتے۔ (تذکرۃ الواصلین صفحہ ۹۷)

حضرت نظام الدین اولیاء نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرمارہے ہیں نظام! جلد آ تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لئے بے چین ہو گئے وصال کے چالیس روز قبل کھانا پینا بالکل ترک کر دیا آنسو جاری رہتے تھے۔

ایک ولی اللہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ میں سفیدی پڑ گئی تھی میں نے حضرت محمد ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ شہد میں مشک ملا کر آنکھ میں سرمہ کی طرح لگا۔ (خیر الموانس صفحہ ۳۳۷)

ایک بوڑھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں شریک تھا۔ دفعتاً نابینا ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے ہوئے ہیں ہاتھ میں تلوار ہے مجھے ڈانٹا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون کی ایک سلائی میری آنکھوں پر پھیر دی میں صبح اٹھا تو اندھا تھا۔ (اسعاف الصواعق)

خواجہ سید اشرف جہانگیر مدینہ منورہ میں جب حاضر ہوئے تو سخت بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی بشارت سے سرفراز فرمایا اور آخر میں ارشاد فرمایا فرزند اشرف ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے غم نہ کرو بہت سے مسلمان تمہارے وسیلے سے درواز ہ وصول تک پہنچیں گے۔

شیخ محمد ابو المواہب شاذلی فرماتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے میرے خواب میں آنا بند کر دیا فرمایا کہ تو مجھے دیکھنے کا اہل نہیں کیونکہ تو لوگوں کو ہمارے اسرار ظاہر کر دیتا ہے اور واقعہ یہ تھا کہ

میں نے اپنے بھائی سے کچھ ظاہر کر دیا تھا۔

شیخ ابوالمواہب شاذلی نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا اور ان دو حدیثوں کی بابت دریافت کیا۔ حدیث اللہ تعالیٰ کا ذکر یہاں تک کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے آپ نے فرمایا کہ دونوں میرے ہی قول ہیں۔

شرح کافیہ پر صدرالصدور دہلی نے رد لکھا۔ حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے آپ نے فرمایا کہ ہمارے سعد کو آرزدہ خاطر نہ کر۔ فوراً خواب سے بیدار ہوا اور ان اوراق کو ضائع کر دیا۔ (اردو ترجمہ فوائد سعدیہ)

مولانا شمس الدین محمد رومی کی آرزو تھی کہ زیارت نصیب ہو۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے گرد ایک اچھا خاصا مجمع ہے میری والدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ لڑکا جس کی آپ نے بشارت دی تھی کہ وہ عمر دراز دولت مند اور بزرگ صفات ہوگا کیا یہی ہے آپ ﷺ نے میری جانب ایک نظر ڈالی اور تبسم فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ (تاریخ الاولیاء حصہ دوم)

جلال خان ۹۴۲ھ آپ نے ایک نعت لکھی

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توی صفات

تو عین ذات می نگری و در تبسمی

جس روز یہ نعت لکھی اسی شب خواب میں حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے جمال یہ بیت تیرے قصیدے کے میں پسند کرتا ہوں۔

ابوعلی حسن بن علی عطار نے فرمایا میں اپنی نوعمری میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور حضرت محمد ﷺ کے اسم پاک پر درود نہیں لکھتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے سلام عرض کیا آپ نے منہ پھیر لیا میں نے دوسری جانب ہو کر سلام عرض کیا آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ (فضائل درود شریف صفحہ ۱۷۱)

مولانا عبدالباقی فرنگی محلی لکھنوی کو درس حدیث کی پابندی میں فرق آ گیا تھا۔ حکیم نابینا سوئے ہوئے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حکیم کی دواؤں کا صندوقچہ ملاحظہ فرما رہے ہیں حکیم صاحب نے عرض کیا آپ کیا ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا روح الذہب کی تلاش ہے عرض کیا وہ تو ختم ہوگئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نئی تیار کر کے عبدالباقی کو بھیج دو۔

عبدالرحمان الشعالبی الجزائری صاحب کہتے ہیں میں نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس شخص کو بشارت دو جو علم طب پڑھاتا ہے کہ قیامت کے دن وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (تذکرہ مسیح الملکؒ)

علامہ ابن جوزیؒ سے ایک شخص نے کہا ہمارا خدا اس وقت کس شان میں ہے؟ کیا کر رہا ہے جواب میں زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن جوزی یہ سائل خضر ہیں تم ان کو یہ جواب دے دینا کہ ہمارا خدا اپنی ازلی اور قدیمی شانوں کو وقتاً فوقتاً ظاہر کرتا ہے۔ حضرت خضر نے یہ سن کر فرمایا۔ اے ابن جوزی ان پر درود بھیجئے جنہوں نے خواب میں آپ کو تعلیم دی۔ (خیر الموانس جلد دوم صفحہ ۴۴۳)

شیخ احمد بن ارسلان کو حضرت محمد رسول ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی اور آپؐ کی خدمت میں قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع (علامہ سخاوی کی یہ مشہور تالیف ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر درود شریف ہی کے بیان میں ہے پیش کی گئی آپ نے اس کو قبول فرمایا۔

ابومحمد الارزق انباری کا بیان ہے۔ قزاقوں نے قافلہ لوٹ لیا بھوک سے نڈھال نہایت پریشان حال چلے جاتے تھے۔ میرے مزبان نے کہا کہ میں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن صابونی! ابومحمد بن الارزق کے ساتھ سلوک کر اور اس کو منزل مقصود تک پہنچا جب میں بیدار ہوا تو تمہاری تلاش کی۔ (بغیۃ ذوی الاحلام)

شیخ ابن الثابت ایک سال کسی مجبوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے غنودگی کی حالت میں اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے اور آپ ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن ثابت تم ہماری ملاقات کو نہ آئے اس لئے ہم تم سے ملنے آئے ہیں۔(الحادی)(تجلیات مدینہ ص۱۱۲)

ایک بزرگ بیمار تھے حضرت محمد رسول ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھو۔

اللهم انی اسئلک العفو والعافية والمعافاة الدائمة فی الدنیا والآخرة

تندرست ہو جاؤ گے۔(بغیۃ ذوی الاحلام)

حضرت قاری ہشیم نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ "تم وہی ہشیم ہو جو اپنی آواز سے قرآن کو زینت دیتے ہو" میں نے عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تم کو جزائے خیر دے۔(تنویر اللمعان ص۹۱)

محمد بن سعید بن مطرف درود شریف پڑھنے کے بہت دلدادہ تھے۔شب کو ہمیشہ ایک خاص تعداد درود شریف پڑھ کر سوتے تھے۔ایک رات حضرت محمد ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے کہ سارا گھر نور علی نور ہے اور درو دیوار مشک کی خوشبو سے مہک رہے ہیں اور گھر میں رونق افروز ہیں۔آپ ﷺ نے محمد بن سعید کو قریب بلایا اور فرمایا کہ میرے قریب اپنا منہ لا کہ میں اس کا بوسہ لوں اس لئے کہ تو مجھ پر بکثرت درود بھیجتا ہے۔

خواب میں سعید حامد نے حضرت ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تاجر کو مایوس مت کرو اور یہ مقدس تبرک اسے دے دو۔شہنشاہ اورنگ زیب نے خواجہ صاحب کو دربار میں طلب کیا اور تحقیق کے لئے موئے مبارک کو آگ پر رکھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔دھوپ پر رکھا تو غیب سے ابر کے ٹکڑے نے ظاہر ہو کر اس پر سایہ کر لیا۔درود شریف کے ورد کے ساتھ موئے مبارک میں جنبش شروع ہوگئی۔غرض شہنشاہ کو موئے مبارک کے اصلی ہونے کا جب اطمینان ہو گیا تو کہا کہ اس مقدس بال کے سامنے میری ساری سلطنت تاج و تخت اور جان و مال سب کچھ ہیچ ہے۔یہ موئے مبارک باغ صادق خان (سری نگر) کی مسجد میں رکھ دیا گیا اور خواجہ صاحب کو مسجد کے باغ میں دفن کر دیا گیا۔جلد ہی مسجد کا نام "حضرت بل" پڑ گیا۔(دوسرا مدینہ از محمد حسان الدین جوہر)

سید نصر اللہ علوی نے حضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ چہرہ پر عطر مل رہے ہیں صبح ہوئی تو اس کا اثر ظاہر تھا۔زمانہ رحلت تک آپ کا چہرہ عطر کی خوشبو سے معطر رہا۔

شیخ عبدالجلیل بن محمد لکھتے ہیں کہ ایک بار شیر شاہ سوری نے خواب میں دیکھا حضرت ﷺ نے ہمایوں کے سر سے تاج شاہی اتار کر شیر شاہ کے سر پر رکھ دیا اور فرمایا عدل و انصاف سے حکومت کرنا پھر شیر شاہ کی آنکھ کھل گئی۔(سیارہ ڈائجسٹ کا رسول نمبر۔لاہور۱۲)

حضرت سید عبدالقادر ثانی فرزند بزرگ سید محمد غوث حلبی گیلانی سے غیاث الدین لنگاہ کو بہت عقیدت تھی اور وہ خود بھی نہایت متقی اور پرہیزگار تھے اور ہر شب حضرت رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ایک رات آپ ﷺ نے ایک بانس کا ٹکڑا ایک ہاتھ لمبا ان کو دیا کہ ہمارے فرزند عبدالقادر کو دے دو اور یہ بشارت دو کہ جس جگہ درد ہو اس جگہ اس کو رکھ کر (۱۰ بار سورہ اخلاص (قل ھواللہ احد) پڑھو تو اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا۔(تذکرہ اولیائے ہند جلد سوم تالیف مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ۲۰)

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی جب مدینہ منورہ میں تکمیل حج کر چکے تو حضرت محمد ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان جا کر علم حدیث کی اشاعت کرو تا کہ لوگ فیض یاب ہوں۔آپ نے عرض کی کہ میری زندگی کیسے کٹے گی۔حکم ہوا پریشان مت ہو۔رات کو مراقب ہو کے بیٹھا کرو ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے۔تم کو ہر روز زیارت ہوا کرے گی۔ارشاد ہوا کہ خاکساران ہند پر نظر عنایت رکھنا۔جب ہندوستان تشریف لائے تو شیخ نے اپنا یہ معمول بنا لیا کہ جب سنتے کہ فلاں مقام پر کوئی باخدا درویش ہے۔تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اس سے ملاقات کرتے ایک مرتبہ دکن کے ایک شہر میں جانے کا اتفاق ہوا۔شہر کے قاضی نے فرمایا کہ ایک شخص اہل باطن سے مشہور ہے۔میں فجر کے وقت درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔دیکھتے ہی فقیر بولا۔مولوی عبدالحق آپ کا بڑا انتظار تھا۔جب میں بیٹھ گیا تو بعد مزاج پرسی فقیر نے صراحی سے شراب

نکال کر ایک جام خود نوش کیا اور دوسرا جام بھر کر مجھے دیا میں نے کہا کہ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن میرے واسطے حرام ہے۔ تین بار انکار کیا۔ اس نے کہا پی لے ورنہ پچھتائے گا۔ چوتھی شب جو مراقب ہوا تو فقیر کو سدراہ پایا اور وہ لٹھ لے کر میری طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم بڑھایا۔ اس وقت حالت اضطراب میں میری زبان سے نکلا ''یارسول اللہ الغیاث) اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا۔ دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے بلاؤ۔ انہوں نے ہم دونوں کو حاضر کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''عبدالحق تو چار راتوں سے کہاں تھا'' میں نے سارا قصہ بیان فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ نے اس فقیر کی نسبت فرمایا ''اخرج کلب'' صبح کے وقت میں پھر فقیر کے پاس جانے کے لئے روانہ ہوا تو اس کا حجرہ بند ہے۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھلا۔ فرمایا دیکھو تو ہیں بھی یا نہیں۔ دروازہ کھولا تو پیر ندارد حیران ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدیث دہلوی نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا تھا تو وہ بولے ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتے دیکھا تھا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اب چاہے تو تم بیعت رکھو یا فسخ کر دو تمہارا پیر کتا بن چکا ہے۔ رات کا تمام واقعہ سن کر لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور اس درویش کے تمام خدام نے توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے۔ (تذکرہ غوثیہ صفحہ ۳۸۹)

شہنشاہ جہانگیر نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ فرما رہے ہیں تو نے مجدد اسلام اور امام الوقت کو تکلیف دے رکھی ہے یہ بیماری اسی وجہ سے ہے۔ اگر خیر چاہتا ہے تو ان سے دعا کرا۔ شہنشاہ نے بیدار ہوتے ہی حضرت مجدد الف ثانی کی رہائی کا حکم جاری کر دیا اور ایک عرضداشت جو خطا کی معافی اور ملاقات سے مشرف ہونے کی استدعا پر مشتمل تھی اپنے ندیموں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں پیش کی۔

جب ہوا دبدبہ شان مجدد کا ظہور
تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں

پھر آپ حضرت مجدد الف ثانی نے ایک بار خوش ہو کر فرمایا کہ انشاء اللہ جہانگیر کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ (سیرت امام ربانی صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)

حضرت شاہ عبدالغنی نقشبندی ایک مرتبہ حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ تم میرے دین کی خدمت کرتے ہو اور خدا کے بندوں کو ذکر الٰہی کے نور سے منور کرتے ہو لہٰذا تمہارا نام عبدالمومن رکھا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر زنان مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکارا ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ زنان مصر نے حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ اگر وہ ہمارے حبیب کو دیکھ لیتیں تو اپنے دلوں کے ٹکڑے کر ڈالتیں۔

فداہ ابی و امی علیہ حبیبنا و حبیبہ الف الصلوٰۃ والسلام حضرت معاذ رازی کو خواب میں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلک حنفی سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے جس کو نواب صدیق حسن خان نے ''اقتصاد'' میں نقل کیا ہے۔ (خیرات الحسان)

(فیوض الحرمین ترجمۂ اردو) حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رات کو کچھ نہ ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص میرے لئے دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں مجھے حضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دودھ کا پیالہ میں نے ہی بھیجا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ فکر کیوں کرتے ہو جیسی تمہاری اولاد ویسی ہی میری اولاد۔ یہ سن کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ (حکایت اولیاء از حکیم الامت)

ایک مرتبہ خانقاہ میں لوگوں کے درمیان نزاع کی صورت پیدا ہوگئی۔ رات کے وقت ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ کا دربار لگا ہے اور خانقاہ مجددیہ کا جھگڑا آپ ﷺ کے سامنے پیش ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ فلاں فلاں شخص کو خانقاہ سے نکال دیا جائے۔ حضرت ابوسعید نے ان تمام درویشوں کو خانقاہ سے نکل جانے کا حکم دیا جن کے نام حضرت ﷺ نے گنائے تھے۔ (انوار اصفیاء صفحہ ۵۰۵)

بہ مکتب رفتم و آموختم اسرار یزدانی
زفیض نقش بند وقت جان جان جانانی

ایک روز مولانا محمد سعید گوہانوی نے حضرت محمد سعید قریشی ہاشمی نقش بندی مجددی فضلی احمد پوری قدس سرہ سے عرض کیا کہ مدت ہوگئی مجھے حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ فرمایا یہ اشعار پڑھو۔

کجائی یا رسول اللہ کجائی چرا در دیدہ تادم نیائی
منم مشتاق با صد آرزوہا چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بہ بویت زندہ ام ہرجا کہ ہستم بہ رویت آرزو مندم کجائی

سوگئے تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکی کا اصل نام امداد حسین تھا۔ جسے حضرت مولانا شاہ اسحاق محدث دہلوی نے بدل کر امداد اللہ کر دیا تھا۔ جمال کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھ کر دل میں جوش پیدا ہوا اور خواہش زیارت مدینہ شریف دل میں زیادہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بلا فکر زاد راہ آپ نے عزم مدینہ منورہ کر لیا۔

حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ حضرت محمد رسول ﷺ تشریف لاتے ہیں اور اپنی ردائے مبارک میں ڈھانپ کر مجھے کبھی اندر لاتے ہیں اور کبھی باہر لے جاتے ہیں اور سوتے جاگتے اکثر اوقات یہی منظر میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت نانوتوی اس واقعہ کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہے۔ (حکایات اولیاء جمع کردہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۲۵۱)

حاجی امیر شاہ خان خورجوی نے فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپ کے پاس اکیلا بیٹھا پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ زمانہ تھا جس میں "براہین قاطعہ" شائع ہوئی تھی اور لوگوں میں اس پر شورش ہو رہی تھی۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ﷺ تخت پر جلوہ افروز ہیں اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے دریافت کئے اور سو کے سو کا میں نے جواب دے دیا ہے اور آپ ﷺ نے سب کی تصویب فرمائی ہے اور نہایت مسرور ہوئے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہوں گے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ حق میری جانب ہوگا۔

(حکایات اولیاء حاشیہ از مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۳۰۴)

مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے وصال کے سلسلہ میں ایک خواب جو کہ نہایت فائق ہے جو ایک خادم خاص نے عین آپ کے وصال کے موقع پر دیکھا تھا دیکھا کہ ایک عظیم الشان مکان تیار ہے جس کی خوبصورتی زینت اور نورانیت کا بیان محال ہے۔ خدام و حاضرین ہر طرف خوشی و اہتمام سے دوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ تشریف رکھتے ہیں اور نئے مہمان حضرت مولانا محمود الحسن کا انتظار ہے۔ (حیات شیخ الہند)

خواجہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی فرماتے ہیں کہ ہمیں ابتداء میں سیر و سیاحت اور آزادی بہت پسند تھی۔ حجاز مقدس کے سفر میں مکہ مکرمہ میں ہماری ملاقات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ہوئی۔ فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے لہٰذا تم ضرور اپنے ملک ہندوستان واپس چلے جاؤ۔ بالفرض اگر ہندوستان میں خاموش ہو کر بھی بیٹھ گئے تو وہ فتنہ زیادہ ترقی نہ کر سکے گا۔ پس ہم عرب میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ ترک کر کے ہندوستان واپس چلے آئے۔ ہم حضرت حاجی صاحب کے اس کشف کو اپنے یقین کی رو سے مرزا قادیانی کے فتنہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ یہ مرزا قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ کی مقراض سے میری احادیث کو ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ (مقالات مرضیہ ملفوظ ۶۱)

حیات النبی ﷺ

تلامذہ میں سے ایک کو "حیات النبیؐ" کے متعلق کافی شکوک تھے۔ دوران درس ایک بار انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا

تو سامنے نہ قبا خضر تھا نہ جالیاں بلکہ خود سید البشر حضرت رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کچھ کہنا چاہا (شاید دوسرے طلباء کو متوجہ کرنا چاہتے ہوں) کہ حضرت مدنی نے انہیں اشارہ سے منع فرما دیا۔ اب جو دیکھتے ہیں تو پھر تمام چیزیں اپنی پہلی حالت پر موجود تھیں۔ (شیخ الاسلام نمبر ۴۰)

فرماتے ہیں کہ میں کئی روز سے بخار میں مبتلا تھا۔ میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور دوسری صف مقتدیوں کے ہمراہ میں کھڑا ہوں دعا مانگی گئی میں آگے بڑھا آپ نے مصافحہ کا شرف بخشا اور ذرہ نوازی فرمائی۔ میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور استفسار کیا کہ بعض لوگ اس طرح بوسہ لینے کو نا جائز سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا "جائز ہے" اظہار محبت ہے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

مشہور مستشرق ڈاکٹر گستاؤلیبان کہتا ہے۔ اس پیغمبر اسلام (ﷺ) اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگزشت ہے جس کی آواز نے ایک ایسی قوم ناہنجار کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کی محکوم نہیں ہوئی تھی اسے رام کیا اور اس درجہ تک پہنچا دیا کہ اس نے دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں کو زیروزبر کر ڈالا اور آج بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم کئے ہوئے ہے۔

(اعجاز القرآن از شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صفحہ ۸۲)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے لئے تو روضہ اطہر (علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً) آپ کا دست مبارک برآمد ہوا جس کو حضرت رفاعی نے بوسہ دیا۔ یہ ۵۵۵ھ ۱۱۶۰ کا مشہور واقعہ ہے جو بیسیوں نہایت مستند کتب میں موجود ہے۔

حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ دور سے کسی نے کنکری ماری۔ مڑ کر دیکھا تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے اشارہ سے مجھے بلایا (اور بوجہ حسن ادب آواز نہ دی) پھر فرمایا کہ یہ دو آدمی جو باتیں کر رہے ہیں انہیں بلاؤ۔ دریافت فرمایا کہ کہاں کے ہو۔ بولے طائف کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس شہر کے ہوتے تو تمہیں مزہ چکھاتا۔ تم سید الانبیاء حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مسجد میں بلند آواز سے بول رہے ہو۔ (بخاری شریف)

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سید المرسلین ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب کہیں قریب میں میخ وغیرہ ٹھوکنے کے آواز سنتیں تو آدمی بھیج کر ان کو منع کراتیں کہ زور سے نہ ٹھوکو اور حضرت سید الرسل ﷺ کی اذیت اور تکلیف کا خیال کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مکان کے کواڑ بنوانے کی ضرورت پیش آئی تو حکم دیا کہ شہر سے باہر بقیع میں جا کر بنالاؤ۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدیث دہلوی نے شاہی مسجد دہلی میں پہلے سال تراویح میں جب قرآن پاک ختم کیا تو اچانک ایک شخص زرہ بکتر پہنے ہاتھ میں علم لئے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ پیغمبر ﷺ کس جگہ تشریف فرما ہیں۔ حاضرین یہ سن کر دم بخود رہ گئے اور عالم حیرانی میں دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے۔ نام دریافت کیا تو فرمایا کہ میرا نام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے حضرت سرور کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج عبدالعزیز قرآن مجید ختم کر رہا ہے۔ ہم اسے سننے کے لئے جائیں گے۔ مجھے آپ ﷺ نے کسی کام کے لئے بھیج دیا تھا اسی لئے دیر ہوگئی پھر نظروں سے غائب ہو گئے۔ (فتاویٰ عزیزی حصہ اول صفحہ ۸)

حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو محصور کر لیا تو میں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی بہت اچھا کیا آ گئے میں نے اس کھڑکی میں سے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عثمان! تمہیں ان لوگوں نے محصور کر رکھا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے ایک ڈول پانی کا لٹکایا جس میں سے میں نے پانی پیا اس پانی کی ٹھنڈک اب تک میرے دونوں شانوں اور چھاتیوں کے درمیان محسوس ہو رہی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کی جائے اور اگر تمہارا دل چاہے تو یہاں سے ہمارے پاس آ کر افطار کرو میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری چاہتا ہوں اسی دن شہید کر دیئے گئے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ جمعہ کا دن عصر کا وقت تھا۔ ۳۵ھ کا واقعہ ہے باغی دیوار پھاند کر محل سرا میں داخل ہو گئے۔ قرآن آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔ اس خون ناحق نے جس آیت شریفہ کو رنگین بنایا وہ یہ تھی۔

فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم

(خدا کی ذات تم کو کافی ہے وہ سننے والا اور جاننے والا ہے) (سورہ بقرہ)

پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ کی پنجابی نعت

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں
مکھ چند بدر لاثانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن
چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
سبحان اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

حاجی سید عابد دیوبند تشریف لائے تو حاجی سید محمد انور نے خلوت میں ان سے فرمایا کہ آپ سے ایک بات کہتا ہوں جو میں نے اب تک کسی پر ظاہر نہیں کی ہے۔ آپ بھی میری زندگی میں یہ بات کسی پر ظاہر نہ کریں۔ بات یہ ہے کہ میں نے حرم شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں زیارت کی ہے۔ میری جو موجودہ حالت ہے یہ انہی انبیاء علیہم السلام کی نظر کا اثر ہے۔

(الاشرف السوانح صفحہ ۱۴۹)

انگریزی حکومت نے اس جرم میں مولانا محمد علی جوہر کو سزا دی تھی کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اور حکومت وقت کی نگاہ میں بے حد خطرناک تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کو بیجا پوری جیل میں ایک روز دوپہر کے وقت بحالت نیم بیداری ایک دھندلا سا پرتو جمال تاجدار مدینہ ﷺ نظر آیا تھا اللہ اکبر۔

اس وقت حسب ذیل اشعار موزوں فرمائے۔

ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مدارتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہیں ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجیں ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

''مولانا محمد علی جوہر کی ذاتی ڈائری کے چند اوراق از مولانا عبدالماجد دریابادی صفحہ ۳۵'' گول میز کانفرنس لندن اور فرمایا میں یہاں قوم کی آزادی طلب کرنے آیا ہوں۔ اور آزادی لے کر ہی جاؤں گا ورنہ غلام ملک میں واپس نہ جاؤں گا۔ رئیس حریت مولانا محمد علی جوہر نے اپنا قول سچ کر دکھایا اور ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو لندن میں رحلت فرمائی اور ۲۳ جنوری کو جامع مسجد عمر (بیت المقدس) میں آغوش لحد کے سپرد کر دیئے گئے۔ (رحمہم اللہ)

جب سید صاحب دہلی سے بیعت کے لئے دورے پر نکلے تو شاہ صاحب نے اپنا سیاہ عمامہ اور سفید قبا دست مبارک سے پہنا کر رخصت کیا آپ چھ سال تک متواتر جہاد کرتے رہے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کیں مگر بعد میں اپنوں ہی کی غداری اور انگریزوں، سکھوں کی مسلسل سازشوں کی بناء پر کامیابیاں ست پڑ گئیں اور اپنوں کی غداریوں کی بناء پر ۲۴ ذیلقعدہ ۱۲۴۶ء بروز جمعہ عین نماز جمعہ کے وقت بمقام بالا

کوٹ (ضلع ہزارہ) مع حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید و دیگر رفقاء شہید ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سید صاحب کی شہادت کے بعد آپ کی نعش کو چھپانے کے لئے آپ کے ڈیڑھ دوسو ساتھی اس مقام پر آپ پر پروانہ وار نثار ہو گئے تھے۔ (غالباً ساتھیوں کو خدشہ تھا کہ اگر سکھ سید صاحب کی نعش کو پالیں گے تو بے حرمتی کریں گے لاشیں جو ہٹائی گئیں تو سب سے نیچے ایک نعش ملی جس میں سر نہ تھا۔ سید صاحب کا ایک معتقد آپ کا سر کاٹ کر بغل میں چھپائے چلا جا رہا تھا۔ اس کے بھی ایک گولی لگی اور برابر کے کھیت میں اس نے یہ سر پھینک دیا۔ شیر سنگھ نے بغیر سر کی اس نعش کی شناخت کرائی تو کچھ پتہ نہ چل سکا البتہ ایک شخص جس نے سید صاحب کو بہت قریب سے دیکھا تھا اس نے کہا کہ ان کے پیروں کی تمام انگلیوں کے ناخن بہت نمایاں اور ٹیڑھے میڑھے تھے۔ اس نعش میں بھی ناخنوں کا یہی حال تھا پھر سر لانے والے کے لئے انعام کا اعلان کیا ایک شخص نے سر لا کر دیا اور انعام حاصل کیا۔ سر اسی دھڑ کا تھا جس سے ملاتے ہی سید صاحب کی نعش مکمل ہو گئی جس کو سب نے دیکھا اور تصدیق کی شیر سنگھ نے اپنا قیمتی دوشالہ اس پر ڈال دیا اور نہایت احترام کے ساتھ اسی جگہ اس کو دفن کر کے چلا گیا۔

شمع نبوت کا پروانہ

شیفتہ رسول کریم ﷺ غازی علم الدین شہید ۳ دسمبر ۱۹۰۸ء ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ بروز جمعرات لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام طالع محمد تھا جو نجاری (بڑھئی کا کام کرتے تھے لاہور میں راجپال نامی ایک کتب فروش تھا جس کی دوکان پر بالعموم آریہ سماج کی مذہبی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ اس کی دوکان آج کی پان گلی انارکلی سے ملحق تھی۔ اس نے ایک دل آزار کتاب رنگیلا رسول (نعوذ باللہ) شائع کی جس کو ڈی اے وی کالج لاہور کے پروفیسر چھپاوتی نے لکھا تھا مگر کتاب پر مصنف کا نام تحریر نہیں کیا پھر عدالت عالیہ نے بھی ظالموں کا ساتھ دیا تو ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کی ایک غیور شیر فروش خدا بخش نے راجپال پر قاتلانہ حملہ کیا مگر حملہ ناکام رہا اور اسے سات سال کی سزا ہو گئی کوہاٹ سے عبدالعزیز آیا اور اس نے راجپال کو فنافی النار کرنے کے لئے اپنی دانست میں اس پر ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو حملہ کر کے اس کا سرتن سے جدا کر دیا مگر راجپال ملعون کا دوست جغندر داس نکلا عدالت نے عبدالعزیز کو ۱۴ سال کی سزا سنائی۔ آخر کار اپریل ۱۹۲۹ء کو یہ سعادت علم الدین شہید کے حصہ میں آئی۔ علم الدین شہید نے راجپال ملعون کی دوکان میں گھس کر اس کے دو ملازمین ہندو سپاہیوں اور ایک سکھ حوالدار جو اس کی دوکان میں حکومت کی جانب سے تعینات تھے کے سامنے دن دہاڑے اپنا خنجر اس کے سینے میں پیوست کر کے اس کو جہنم رسید کر دیا۔ ۳۱ اکتوبر صبح میانوالی جیل میں غازی علم الدین کو پھانسی دے دی گئی اور نو بجے جیل کے حکام نے شہید کے جسد خاکی کو بغیر نماز جنازہ خاموشی کے ساتھ جیل ہی میں دفن کر کے پہرہ لگا دیا حکومت کی اس حرکت پر بالخصوص مسلمانان پنجاب بپھر گئے اور نہ رکنے والا ایجی ٹیشن شروع ہو گیا۔ مجبور ہو کر شہادت کے ۱۳ دن بعد میت قبر سے نکالی گئی جو بالکل صحیح سالم اور تروتازہ تھی۔ نعش کو جست کے صندوق میں رکھ کر اسپیشل ٹرین کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات ڈھائی بجے دن رسالت کے اس پروانہ کا جنازہ اس شان سے اٹھایا گیا کہ لاہور نے اس سے پہلے ایسا جنازہ نہ دیکھا تھا۔ جنازہ کا جلوس پانچ میل لمبا تھا چھ لاکھ انسانوں نے شرکت کی۔

جا کھڑے ہیں تیرے استقبال میں سارے نبی
تو عشق مصطفیٰ میں سرو پاء ہے بے دھڑک
مرحبا صد مرحبا کس صبر و استقلال سے
تونے ناموس محمد پر فدا کی جان تلک
خون کی ہولی کھیل کر تونے یہ ثابت کر دیا
چرخ نیلی کے تلے زندہ ہیں مسلم اب تلک

علی بن صالح کا انتقال ہوا نزع کی حالت شروع ہوئی پانی مانگا۔ لے کر آیا تو کہنے لگا میں نے پانی پی لیا۔ حضرت ﷺ فرشتوں کی بہت سی صفوں کے ساتھ تشریف لائے تھے انہوں

نے پانی مجھے پلا دیا۔ پوچھا کہ فرشتوں کی صفیں کس طرح تھیں بولے اس طرح اوپر نیچے تھیں ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کے اوپر کر کے بتلایا۔ (فضائل صدقات)

مولانا محمد اسماعیل نے بعمر ۶۰ سال ۱۴شوال ۱۳۱۵ھ م ۱۸۹۸ء میں وصال فرمایا۔ استجاب الدعوات بزرگ تھے۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ کاندھے کی سہولت کے لئے بانس باندھے گئے اس کے باوجود دہلی سے نظام الدین تک تقریباً ساڑھے تین میل بہت سوں کو کاندھے کا موقع نہ ملا۔ مختلف العقیدہ اور مختلف الخیال لوگ جنازہ میں شریک تھے۔ جو آپ کی مقبولیت کی علامت تھی لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بار بار نماز جنازہ پڑھائی گئی جس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگئی۔ اس عرصہ میں ایک صاحب اور اک بزرگ نے دیکھا کہ مولانا محمد اسماعیل فرما رہے ہیں کہ مجھے جلدی رخصت کرو میں بہت شرمندہ ہوں کہ حضرت رسول ﷺ بمعہ صحابہ میرے منتظر ہیں۔ پھول کی طرف اشارہ کر کے فرمایا حضرت شیخ ہمارے گلدستہ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول ہیں۔ (بہجۃ القلوب ص۲۶)

امداد السلوک میں ہے' اگر سالک سونے اور جاگنے کے بین بین حالت میں ہو اس کشف کو واقعہ کہتے ہیں اور عین بیداری اور حضور میں ہو تو مکاشفہ اور اگر سویا ہوا ہو تو رویائے صالحہ خواب جھوٹ بھی ہو سکتا ہے لیکن مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ اکثریوں تو کاندھلہ میں بے شمار عظیم المرتبت انسان پیدا ہوئے مگر مفتی صاحب کا جواب نہیں۔ آپ ہر فن میں کامل تھے۔ مولانا حکیم محمد اشرف مفتی الٰہی بخش مولانا احمد ظفر حسین' مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد یوسف تبلیغی جماعت' شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی' مولانا محمد مالک جامعہ اشرفیہ وغیرہ سب ایک ہی صدیقی خاندان کے بزرگ ہیں۔ ایک درویش کی دعا کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان سے قیامت تک جید علمائے حق پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس خاندان کی خواتین بھی دینی علوم کی ماہر وتہجد گزار ہیں۔ اس خاندان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ خاندانی معاملات میں کبھی کچہری عدالت کی نوبت نہیں آئی۔

آپ بحالت بیداری حضور سید الوجود ﷺ کی زیارت بابرکت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ کی صاحبزادی کا عقد نکاح تھا۔ تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ تاریخ سے چند روز قبل رسول اعظم واکبر ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھتے ہی نکاح کا ولی دوسرے شخص کو مقرر کیا اور خود مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۱۲۲۰ء میں وصال فرمایا۔

مفتی صاحب کے وصال کے بعد بھی اکثر کاندھلہ آتے تو اس ادب سے برہنہ پا رہتے۔ وہاں آ کر سیدھے قبرستان جاتے اور دیر تک مفتی صاحب کی قبر مبارک پر مراقب رہنے کے بعد قصبہ میں آ کر متعلقین سے ملاقات کرتے۔ بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس جب بھی کاندھلہ تشریف لاتے تو اس قبرستان میں ضرور جاتے اور فرمایا کہ قبرستان کے بزرگ اب بھی مخلوق خدا کی وہ خدمت انجام دے رہے ہیں جو موجودہ زندہ بزرگوں سے بھی نہیں ہو رہی۔ آپ کی دو بیٹیاں اور بیٹے مولانا نور الحسن تھے۔ ایک روز عالم محویت میں گھر کے باہر دروازہ پر نعت پڑھ رہے تھے۔ دروازہ کے سامنے مسجد میں حضرت مولانا سید محمد قلندر شاہ تشریف فرما تھے۔ وہ مسجد سے آئے اور باادب دروازہ کے چبوترہ پر کھڑے ہو گئے۔ مولانا ابوالحسن کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ صاحب مسجد میں لوٹ گئے۔ مولانا نے پھر وہی نعت شروع کر دی۔ شاہ صاحب پھر مؤدب دروازہ کے باہر آ کر کھڑے ہو گئے۔ چند بار جب اسی طرح ہوا تو مولانا نے شاہ صاحب سے سبب دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ جب تم نعت پڑھنی شروع کرتے ہو تو میں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کو دروازے کے پاس جلوہ افروز دیکھتا ہوں۔ اس بارگاہ نبوی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) میں دست بستہ آ کر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ (حالات مشائخ کاندھلہ)

نور الحسن کے صاحبزادے تھے جن کا یہ عالم تھا کہ بے اختیار زبان پر درود شریف جاری رہتا تھا۔ یہاں تک کہ بیت الخلاء میں زبان کو دانتوں سے دبائے رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ درود شریف منہ سے نکل جائے۔ (حالات مشائخ کاندھلہ صفحہ۱۷۹تا۱۸۰)

خواجہ عفور احمد صاحب ''دربار حبیب میں'' کی آخری قسط میں فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے دوران قیام چھ روز مجھے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی کی صحبت حاصل رہی۔ مولانا نے ان ملاقاتوں کے درمیان ایک دن فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں مگر آپ ﷺ کی اس زندگی کا ہمیں شعور اور ادراک نہیں پھر فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے مہمانوں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے خاص امتیوں کے قیام وآسائش کی آپ ﷺ کو فکر ہوتی ہے۔

مولانا سید احمد حسین مدنی دوران قیام مدینہ طیبہ (ہاں اے حبیب رخ سے ہٹا دو نقاب کو) مواجہہ شریف پر انہی الفاظ کو پڑھنا اور شوق دیدار میں رونا شروع کر دیا۔ دیر تک یہی حالت رہی جس پر یہ محسوس ہونے لگا کہ مجھ میں اور جناب رسالت مآب ﷺ میں کچھ حجاب دیواروں اور جالیوں وغیرہ کا نہیں اور آپ ﷺ کرسی پر سامنے جلوہ افروز ہیں۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور سامنے ہے اور بہت چمک رہا ہے۔ (نقش حیات حصہ اول صفحہ۹۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا (بعض حیثیات سے) میرے ساتھ شدت سے محبت رکھنے والے وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے کہ ان میں سے ہر شخص یہ تمنا کرے گا کہ تمام اہل ومال کے عوض مجھ کو دیکھ لے روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

ابن سیرین نے فرمایا کہ معبر کو چاہیے کہ سب سے پہلے سائل کا نام رتبہ مذہب سیرت وخصلت اور عقل وفہم اور وقت خواب دیکھنے کا معلوم کرے۔ قبرستان میں خواب کی تعبیر نہ بتائی جائے بے دینوں بدصورتوں جاہلوں دشمنوں اور عورتوں سے خواب نہ پوچھنا چاہئے۔

حضرت مولانا رفیع الدین دیوبندی قدس سرہ، مہتمم ثانی دارالعلوم دیوبند ایک دن دارالعلوم دیوبند کے صحن میں کھڑے تھے کہ دورہ حدیث کا ایک طالب علم مطبخ سے کھانا لے کر آیا اور شوربے کا پیالہ مولانا کے سامنے زمین پر دے مارا اور نہایت گستاخانہ انداز میں کہا یہ ہے آپ کا اہتمام وانتظام کہ شوربے میں نہ مصالحہ ہے اور نہ گھی اور بھی سخت سست الفاظ کہے۔ اس گستاخی پر طلباء جوش میں آ گئے مگر مولانا پوری متانت کے ساتھ خاموش رہے اور گستاخ طالب علم پر تین مرتبہ سر سے پیر تک نگاہ ڈالی جب وہ چلا گیا تو آپ نے طلباء سے فرمایا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم ہے؟ طلبہ نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے اس پر فرمایا نہیں یہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے۔ تحقیق پر ثابت ہوا کہ وہ مدرسہ کا طالب علم نہیں ہے اس کا ہم نام ایک دوسرا طالب علم ہے۔ طلباء نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اس وثوق سے کس بناء پر اس کے طالب علم ہونے کی نفی فرمائی۔ فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ احاطہ مولسری میں دارالعلوم کا کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی من پر حضرت رسول کریم ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرما رہے ہیں لینے والے آ رہے ہیں اور دودھ لے جا رہے ہیں۔ خواب میں بعد مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں صورت مثال دارالعلوم کی ہے۔ دودھ صورت مثالی علم کی ہے اور قاسم العلوم یعنی تقسیم کنندہ حضرت ﷺ ہیں اور یہ آ کر لے جانے والے طلباء ہیں جو حسب ظرف علم لے لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے اور طلباء آتے ہیں تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ بھی اس مجمع میں تھا اور یہ بھی لیکن اس گستاخ طالب علم پر میں نے سر سے پاؤں تک تین بار نظر ڈالی یہ اس مجمع میں تھا ہی نہیں۔ اس لئے میں نے وثوق سے کہہ دیا کہ یہ مدرسہ دیوبند کا طالب علم نہیں۔ آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

یہ تھے نیک خواب واللہ اعلم

ابومنصور ماتریدی کی حکایت:

امام الہدیٰ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے ہمارے زمانے کے کسی قاری کو (جو کلمات قرآن میں گانے کی طرز پڑھنے کی وجہ سے تغیر پیدا کرتا ہے) قرأت کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت کو طلاق ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تمام نیکیوں کو ضائع کر دیتا ہے۔

غنا و سرود کی حرمت میں آیات و احادیث و روایت فقیہہ اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

ہمارے پیروں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے متبعین کا امود مبتدعہ کے بجالانے کی ہدایت نہیں کی اور اپنی تقلید سے ہلاک کرنے والی تاریکیوں میں نہیں ڈالا اور سنت کی متابعت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں بتایا۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے سماع و رقص کو ٹھکرا دیا ہے اور وجد و تواجد کو انگشت شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا ہے۔ جو شخص شریعت کو لازم پکڑتا ہے وہ صاحب معرفت ہے جس قدر شریعت کا التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی اور جو شخص شریعت میں سست ہے۔ وہ معرفت سے بے بہرہ ہے اور بالفرض جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے۔ اگرچہ (درحقیقت) وہ کچھ نہیں رکھتا تو یہ استدراج کی قسم سے ہے جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی کا فرمان:

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا فرمایا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پالیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا، اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی محرومی کا باعث ہے۔

حدیث قدسی میں آیا ہے **عاد نفسک فانها انتصبت بمعاداتی**، یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے، پس نفس کی مرادوں یعنی جاہ و ریاست و بلندی و تکبر وغیرہ کے حاصل کرنے کے ذریعہ نفس کی تربیت کرنا حقیقت میں اس کو خدائے تعالیٰ کی دشمنی میں مدد اور تقویت دینا ہے۔

سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور بدعت ناپسندیدہ سے بچیں، جو شخص سنتوں میں سے کسی سنت کو جو متروک العمل ہو چکی ہو زندہ کرے اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے تو پھر معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی فرض یا واجب کو زندہ کرے گا اس کو کس قدر ثواب ملے گا۔

''اے فرزند! دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے دیکھنے میں شیریں و تروتازہ نظر آتی ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور زہر کی مانند شکر ہے۔

(دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں اگر ان میں سے ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض ہوگی) فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے مگر ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہو اور کسی کو تہمت لگائی ہو اور کسی کا مال کھایا ہو اور کسی کا خون گرایا ہو اور کسی کو مارا ہو تو اس کی نیکیوں میں سے ہر حقدار کو اس کی حق کے برابر دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کے برابر نہیں ہوئیں بلکہ پہلے ہی ختم ہوگئیں تو ان حقداروں کے گناہ لیکر اس کی برائیوں میں شامل کر دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا

توبہ سے متعلق حدیث:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو صادق ہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کسی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو وضو کرے، نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ جب آدمی نے کہا میں بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں پھر اس نے گناہ کیا پھر اسی طرح کیا پھر گناہ کیا، تین بار، چوتھی بار کبیرہ گناہ لکھا جائے گا۔

باطنی ترقی کا طریقہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے! جو کچھ میں نے تجھ پر فرض کیا ہے ادا کر، تو سب لوگوں میں سے زیادہ عابد ہو جائے گا اور جن باتوں سے میں نے تجھ کو منع کیا ہے ہٹ جا تو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو جائے گا اور جو کچھ میں نے تجھے رزق دیا ہے اس پر قناعت کر تو سب سے زیادہ غنی ہو جائے گا۔ (اگر چہ ذاکر کو اس پاک ذات کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے)

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

لیکن ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب بن جاتا ہے اور جب محبت غالب ہو گئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں، جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت اس کو حاصل ہو گئی

ذکر گو ذکر تاترا جان است
پا کئی دل زذکر رحمٰن است

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب غیر صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں اگر چہ اویس قرنی اور عمر مروانی (عمر بن عبدالعزیز) ہی کیوں نہ ہوں حالانکہ یہ دونوں حضرات صحبت کے سوا تمام درجات کی انتہا اور تمام کمالات کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گزرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے ہیں اس قدر خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے، آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کر دیا اور معلوم کرا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

حسن بصریؒ کا ایک واقعہ:

منقول ہے کہ ایک دن حسن بصری دریا کے کنارے کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے تا کہ دریاء سے پار ہوں، اسی اثناء میں خواجہ حبیب عجمی بھی آنکلے، پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی نے فرمایا کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے؟ خواجہ حسن بصری نے کہا کیا آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی کشتی کی مدد کے بغیر دریا سے گزر کر چلے گئے اور خواجہ حسن بصری کشتی کی انتظار میں کھڑے رہے۔

خواجہ حسن بصری نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے سے معاملہ فرماتے تھے اور حبیب عجمی نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر انداز کر دیا تھا اس لئے (کارکنان قضا وقدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیلے کے بغیر معاملہ کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء جو صاحب علم وکشف میں جائز ہے کہ ان کو اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی مثالی صورتوں کو (کارکنان قضا و قدر) متعدد مکانوں میں ظاہر کریں اور ان صورتوں سے دور دراز جگہوں میں عجیب وغریب کام ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صورتوں کے صاحب کو ہرگز اطلاع نہیں ہے۔

آداب مریدی:

پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب ونقص منسوب نہ کرے اور جو واقع بھی ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اسے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی عرض کر دے اور اصول وخطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشفوں پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔

حیرانی سے اپنے بزرگوں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع ورقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں اور چونکہ ان کو خلوت در انجمن حاصل نہیں ہے اس لئے خلوت کا چلہ اختیار کرتے ہیں

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
ایں رہ کہ تومی روی بترکستان است

جب کسی مرید کے آنے میں کچھ خوشی و سرور پیدا ہوتا ہو تو چاہئے کہ اس بارہ میں التجاو تضرع کا طریق اختیار کر کے کئی استخارے کریں تا کہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہئے۔ استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے لیکن یہ ضروری نہیں (خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ استخارہ کی تکرار کی حد سات مرتبہ تک ہے۔ اگر استخارہ ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں کمی مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے۔

بعض مریدوں کو مقام شیخی تک پہنچنے سے پہلے کسی مصلحت کے پیش نظر ایک قسم کی اجازت دیدیتے ہیں۔ اور ایک لحاظ سے تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ سکھائیں اور احوال و واقعات پر اطلاع پائیں۔ اس قسم کی تجویز و اجازت میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس قسم کے مجاز مریدوں کو اس کام میں بڑی احتیاط برتنے کا امر کرے اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواقع کو ظاہر کر دیا کرے اور بار باران کے نقص پر اطلاع دیتا رہے اور مبالغہ کے ساتھ ان کے ناقص ہونے کو ظاہر کر دے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق بات کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو وہ خائن ہے اور اگر مرید کو وہ باتیں بری معلوم ہوں تو وہ بدقسمت ہے۔ یہ کہ شیخ طریقت کی محبت و اخلاص پر اس طرح راسخ و ثابت قدم ہونا کہ اس پر کسی قسم کے اعتراض کی ہرگز گنجائش نہ رہے۔ مربیوں کے احوال و مقامات کو شیر ببر کی طرح جاننا چاہئے اور ان پر فخر و ناز نہیں کرنا چاہئے۔

ذکر و تسبیح کی ملازمت:

اور فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح و تحمید و تکبیر کا کہنا جس طرح پر کہ مخبر صادق (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام دیتا ہے۔ گویا کہ وہ کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو کہ توبہ کی کنجی ہے اپنی تقصیرات اور برائیوں سے عذر خواہی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کو ان امور سے جن کے باعث وہ ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے منزہ و مبرا ظاہر کرتا ہے۔ خوف اور دشمنوں کے غلبہ کے وقت امن و امان کے لئے سورہ لایلاف کا پڑھنا مجرب ہے ہر دن اور ہر رات کو کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں۔

ان بزرگوں کا طریق بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے کیونکہ اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کے طریق پر وہ کمال حاصل ہو جاتا تھا جو امت کے کامل اولیاء کو انتہا میں بھی شاذ و نادر حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی (رضی اللہ عنہ) جو کہ ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں پہنچا ہے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ تابعین میں سب سے بہتر ہیں افضل ہو گیا۔ اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں، اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ تمام طریقوں سے اقرب ہے یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں مندرج ہو گئی

قیاس کن زگلستاں من بہار مرا

لطائف سبعہ کا بیان

میرے مخدوم! یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں انسان کے سات لطیفوں کے مطابق سب سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جن کا تعلق قالب (بدن عنصری) اور نفس کے ساتھ ہے اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو کہ (لطائف) قلب و روح و سر و خفی و اخفی کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے طے کرنے پڑتے ہیں خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی، ان للّٰہ سبعین الف حجابٍ من نورٍ وظلمةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار پردے ہیں)

ترقی کا درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ہونا:

درجات کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے جیسا کہ اس راستہ کے سالکوں پر مخفی نہیں ہے اور ان ساتوں قدموں میں سے ہر ایک قدم میں اپنے آپ سے دور اور حق تعالیٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ ان قدموں کے پورا ہونے تک قرب بھی پورا ہو جاتا ہے پھر اس وقت فنا اور بقا سے مشرف ہوتے اور ولایت خاصہ کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

اس مرتبہ مقدسہ میں جس کو ہم نے حقیقت قرآن مجید

کہا ہے نور کے اطلاق کی بھی گنجائش نہیں ہے اور تمام کمالات ذاتیہ کی طرح نور بھی راہ ہی میں رہ جاتا ہے اوپر ایک اور بہت بلند مرتبہ ہے جس کو حقیقت صلوٰۃ کہتے ہیں جس کی صورت عالم شہادت میں منتہی نمازیوں کے ساتھ قائم ہے۔

لطائف عشرہ ولایت سہ گانہ کی تشریح قلب وروح وسر وخفی واخفی جوانسانی عالم صغیر کے اجزا ہیں ان کے اصول عالم کبیر میں ہیں لطائف کے اصول کاظہور عرش کے اوپر ہے جولا مکانیت سے موصوف ہے یہی وجہ ہے کہ عالم امر کولا مکانی کہتے ہیں۔

عالم امر کے پنجگانہ لطائف ومراتب کا عروج اس دائرہ اسماوشیونات کی انتہا تک ہے اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جل شانہ سے زیادہ ترقی واقع ہو جائے تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگی بعد دائرہ فوق کی ایک قوس (قطعہ دائرہ) ظاہر ہوگی اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے قوس کے سوا ظاہر نہیں ہو یہاں کوئی راز ہوگا یہ اصول محض اعتبارات ہیں ان اصول کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اطمینان شرح صدر اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ صدارت کے تخت پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا پر ترقی کرتا ہے یہ مقام ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی انتہا کا مقام ہے۔

جب اس فقیر کی سیر یہاں تک ہو چکی تو وہم وخیال میں آیا کہ شاید سب کام ختم ہو چکا ہے۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی جو کہ پرواز کے لئے ایک بازو ہے اور اسم باطن جو کہ عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کے لئے دوسرا بازو ہے ابھی درپیش ہے اور جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کرے گا تو پرواز کے لئے دو بازو تجھے حاصل ہوں گے جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسم باطن کی سیر بھی انجام پا چکی تو دو بازو میسر ہو گئے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول میں سیر کرے تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے جذب عنایت کے لئے بعید نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کر دے

برکریماں کار ہا دشوار نیست

وصول کی منازل کی انتہا نہیں:

(وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں) اور مشائخ نے ان مراتب کی سیر کے پورا ہونے کو ناممکن سمجھا ہے۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اس سیر میں اور بڑھائے تو عدم محض میں پڑے گا تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا اور سیمرغ جال میں پھنس گیا

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کا ینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

کیونکہ اس کے بعد وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے

ہنوز ایوان استغنا بلند ست
مرا فکر رسیدن ناپسند ست

بعض کامل مرادمندوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل عظمت وکبریائی کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں اور بارگاہ کا محرم بناتے ہیں وہ بیان سے باہر ہے)

نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتداء میں انتہا مندرج ہے اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا وسمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند (سرہند) میں بویا جس کا خمیر مدینہ طیبہ ومکہ معظمہ کی خاک سے ہے اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی پرورش کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی تو ان علوم ومعارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

بندہ ہمیشہ بندہ ہے اور خدا ہمیشہ خدا ہے۔ وہ لوگ زندیق ہیں جو فنا وبقا کو وجودی تصور کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! بعض لوگ کج بینی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں

اور شریعت کو جو لب لباب ہے پوست سمجھتے ہیں بیچارے کیا کریں ان کی نظر شریعت کی صورت تک ہی محدود ہے مغز کا کچھ بھی حصہ انکے ہاتھ نہیں آیا۔

کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالات ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا بچپن:

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ بچپن میں عام بچوں کی طرح نہیں رویا کرتے تھے اور بول و براز کا کپڑوں پر کہیں نشان نہیں ہوتا تھا۔ اگر اتفاقاً ننگے ہو جاتے تو فوراً اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے، آپ دایہ سے بھی دودھ نہ مانگتے وہ خود ہی آپ کے دہن مبارک میں پستان رکھتی تو آپ دودھ پی لیتے۔ ماہ رمضان میں دن کے وقت ہرگز ہرگز دودھ نہ پیتے تھے۔ ہر چند دایہ دودھ پلانا چاہتی لیکن آپ منہ پھیر لیتے، نماز مغرب کے بعد پیٹ بھر کر دودھ پیا کرتے ایک دفعہ ماہ رمضان المبارک کے چاند کے متعلق لوگوں کو شبہ ہوا کہ نکلا ہے یا نہیں، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ دریافت کرو کہ آج محمد معصوم نے دودھ پیا ہے یا نہیں، معلوم ہوا کہ نہیں پیا، حضرت نے فرمایا آج سے ماہ رمضان المبارک شروع ہے۔

حضرت آدم بنوری امی تھے شروع میں علوم ظاہری حاصل نہ تھے کہ ایک روز ہاتف غیب نے ندا کی اے شیخ آدم قرآن کیوں نہیں پڑھتے'' عرض کیا کہ بارالٰہا تو قادر مطلق ہے اب بھی تعلیم فرما سکتا ہے۔ اسی وقت ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے آپ کے سینہ بے کینہ کو مس کیا۔ قرآن شریف حفظ ہو گیا اور ظاہری علوم بھی حاصل ہو گئے۔

آپ کی خانقاہ میں ہزار سے زائد طلبائے معرفت روزانہ جمع رہتے تھے اور ان کو لنگر سے کھانا تقسیم کیا جاتا تھا آپ کے خلفاء کی تعداد ایک سو اور مریدین کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے۔

بیعت کے مسنون ہونے کا بیان

زمانہ رسالتؐ میں بیعت کتنے ہی امور کے واسطے تھی اب ایک مقصد میں منحصر ہے اور یہ امر اصل غرض کو مضر نہیں حق تعالٰی نے فرمایا۔ مقرر جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے محمد ﷺ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے سو جو عہد شکنی کرتا ہے تو اپنی ذات کے مضرت پر عہد توڑتا ہے اور جس نے پورا کیا اس کو جس پر اللہ سے عہد کیا تھا سو عنقریب ان کو اجر عظیم عنایت کرے گا چنانچہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بیعت کی انصاریوں کی عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر

اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے چند محتاج مہاجرین سے بیعت لی اس پر کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں سو ان میں سے کسی شخص کا یہ حال تھا کہ اس کا کوڑا گر جاتا تھا اور کسی سے کوڑا اٹھا دینے کا بھی سوال نہ کرتا تھا اور جس میں شک وشبہ نہیں وہ یہ ہے کہ جب ثابت ہو رسول اللہ ﷺ سے کوئی فعل بطریق عبادت اور اہتمام کے نہ بر سبیل عادت تو وہ فعل سنت دینی سے کمتر تو نہیں۔

ف: اور چونکہ بیعت لینا امور مذکورہ کا بطریق عبادت بکمال اہتمام تھا تو بیعت کے مسنون ہونے میں اب کچھ شک اور شبہ باقی نہیں رہا۔ یہ بیان کہ رسول کریم ﷺ خلیفۃ اللہ تھے اس کی زمین میں اور عالم تھے اس کے جو اللہ تعالٰی نے ان پر قرآن اور حکمت کو اتارا اور معلم تھے قرآن و حدیث کے اور امت کے پاک کرنے والے تھے سو جو فعل آنحضرت ﷺ نے بنا بر خلافت کے کیا وہ خلفاء کے واسطے سنت ہو گیا اور جو فعل کہ بجہت تعلیم کتاب اور حکمت اور تزکیہ امت کے کیا وہ علماء راسخین کے واسطے سنت ہوا۔

نبی کریم ﷺ گاہے بیعت لیتے تھے اقامت ارکان اسلام پر اور گاہے تمسک بالسنۃ پر اور صحیح بخاری گواہی دے رہی ہے اس پر کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابیؓ پر شرط کی ان کی بیعت سو فرمایا کہ خیر خواہی لازم ہے ہر مسلمان کے واسطے اور حضرت ﷺ نے بیعت لی قوم انصار سے سو یہ شرط کر لی کہ نہ ڈریں امر خدا میں کسی ملامت گر کی ملامت سے اور حق بات ہی بولیں جہاں ہیں سو ان میں بعضے لوگ امراء اور سلاطین پر کھل کر بلا خوف رد انکار کرتے تھے۔

عورتوں کی بیعت کا ثبوت:

حضور ﷺ نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کر

لی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں ان کے سوائے بہت امور میں بیعت ثابت ہے اور وہ امور از قسم تزکیہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہیں۔

بیعت اسلام تو اس واسطے متروک تھی۔ کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں ان کے ایام میں بسبب شوکت وتلوار کے تھا نہ تالیف قلوب اور اظہار دلیل اسلام پر اور نہ دخول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا اور خلفائے راشدین کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفائے کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ خلفائے مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں اس واسطے بیعت اسلام متروک تھی کہ ان میں اقامت سنن دین میں کوشش بلیغ نہ کرتے تھے اور اسی طرح تقویٰ کی رسی تھامنے کی بیعت زمانہ خلفاء میں متروک ہوگئی تھی خلفائے راشدین کے زمانہ میں تو بسبب کثرت اصحاب کے متروک تھی جو نورانی ہو چکے تھے۔

اور خلفاء کے سوا اور زمانہ میں بسبب خوف پھوٹ پڑنے کے اور اس خوف سے کہ بیعت کرنے والوں کے ساتھ بیعت خلافت کا گمان کیا جاوے تو فساد اٹھے بیعت مذکور متروک تھی اور اس وقت میں اہل تصوف خرقہ دینے کو قائم مقام بیعت کے کرتے تھے پھر بعد مدت یہ رسم بیعت کی ملوک اور سلاطین میں معدوم ہوگئی تو حضرات صوفیہ نے فرصت کو غنیمت جان کر سنت بیعت اختیار کی (واللہ علم)

بیعت سنت ہے واجب نہیں:

یوں سمجھ لے کہ بیعت سنت ہے واجب نہیں اس واسطے کہ اصحابؓ نے رسول کریم ﷺ سے بیعت کی اور اس کے سبب حق کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی سے تارک بیعت کے گنہگار ہونے پر دلالت نہ کی اور آئمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ وہ واجب نہیں تصدیق اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت کی امر مخفی ہے تو اقرار ایمان کا بجائے تصدیق قلبی کے قائم مقام کیا گیا سو اسی طرح توبہ اور عزم کرنا ترک معاصی کا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا امر مخفی اور پوشیدہ ہے۔

مرشد کے لئے شرائط:

تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا بیعت لینے والے میں یعنی پیر اور مرشد میں چند امور ہیں جن کا بحیثیت شرط پایا جانا ضروری ہے۔

قرآن کا علم:

شرط اول علم قرآن وحدیث کا اور میری یہ مراد نہیں کہ پلے سرے کا مرتبہ علم کا مشروط ہے بلکہ قرآن میں اتنا علم ہونا کافی ہے کہ تفسیر مدارک یا جلالین کو یا سوان کے مانند تفسیر وسیط یا وجیز واحدی کے محفوظ کر چکا ہے اور کسی عالم سے اس کو تحقیق کر لیا ہو اور اس کے معنی اور ترجمہ لغات مشکلہ کو اور شان نزول اور اعراب قرآنی اور قصص اور جواس کے قریب ہے اس کو جان چکا ہو۔

حدیث کا علم:

اور حدیث کا علم اتنا کافی ہے کہ ضبط اور تحقیق کر چکا ہو مانند کتاب مصابیح یا مشارق کے اور اس کے معانی دریافت کر چکا ہو اور اس کی شرح غریب یعنی لغات مشکلہ کا ترجمہ اور اعراب مشکل اور تاویل معضل کے برابر رائے فقہائے دین کی معلوم کر چکا ہو اور بیعت لینے والا مکلّف نہیں علم قرآن میں اختلاف قرات کے یاد رکھنے کا اور نہ علم حدیث میں حال اسانید کے تجسس کا اور بیعت لینے والا علم اصول فقہ اور اصول حدیث اور جزئیات فقہ اور احکام حوادث کے یاد رکھنے کا مکلف نہیں غرض بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا ہے اس کو خلاف شرع سے اور اس کی رہنمائی طرف تسکین باطنی کے اور دور کرنا بدخوؤں کا اور حاصل کرنا صفات حمیدہ کا پھر مرید کا عمل میں لانا اس کو جمیع امور مذکورہ میں اور متفق ہے مشائخ کا قول اس پر کہ وعظ نہ کرے لوگوں کو مگر وہ شخص جس نے روایت کی ہو استاد سے اور جس نے قرآن کو پڑھا ہو کچھ نہیں بنتی بار خدایا مگر یہ کہ ایسا مرد ہو جس نے متقی علماء کی بہت مدت تک صحبت حاصل کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور حلال وحرام کا متفحص قرآن وحدیث سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے افعال اور اقوال اور حالات کو کتاب وسنت کے موافق کر لیتا ہو۔

پرہیز گاری

واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑ نہ جاتا ہو دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب ہو

محافظ ہو طاعات موکدہ اور اذکار منقولہ کا جو صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں مدام تعلق دل کا اللہ پاک سے رکھتا ہو اور یادداشت کی مشق کامل اس کو حاصل ہو مستقل ہو اپنی رائے پر نہ کو مرد ہرجائی ہر دم خیالی۔ اور صاحب عقل کامل کا تاکہ اس پر اعتماد کیا جاوے بیعت لینے والا مرشد ان کامل کی صحبت میں رہا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو زمانہ دراز تک اور ان سے باطن کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو مراد نہیں ملتی جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے اور شرط نہیں ظہور کرامت اور خوارق عادات کا اور نہ ترک پیشہ وری کا دھوکہ نہ کھاؤ اس سے جو درویش مغلوب الاحوال کرتے ہیں۔ یعنی جو صاحب حال بسبب غلبہ اپنے حال کے کسب حلال کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کے فعل کو دلیل نہ پکڑنا ترک کسب پر منقول تو یہی ہے کہ تھوڑے پر قناعت کرنا اور شبہات سے پرہیز کرنا نبی ﷺ کے سامنے ایک لڑکا گیا تاکہ آپ ﷺ سے بیعت کرے تو حضرت ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی اور بیعت نہ لی اور بعضے مشائخ لڑکوں کی بیعت کو جائز رکھتے ہیں بنا بر برکت اور نیک فالی کے واللہ اعلم

اقسام بیعت صوفیہ:

پہلا طریقہ بیعت توبہ ہے معاصی سے اور دوسرے طریقہ پر بیعت تبرک ہے یعنی بمقصد برکت صالحین کے سلسلہ میں داخل ہونا بمنزلہ سلسلہ اسناد حدیث کے کہ اس میں البتہ برکت ہے اور تیسرا طریقہ بیعت تاکد عزیمت یعنی عزم مصمم کرنا واسطے خلوص امر الٰہی اور ترک مناہی کے ظاہر اور باطن سے اور تعلیق دل کی اللہ جل شانہ سے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے اور پہلے دونوں قسم کے طریقوں میں بیعت کا پورا کرنا عبارت ہے ترک کبائر سے نہ اڑ جانا صغائر پر اور طاعات مذکورہ کو اختیار کرنا از قسم واجبات اور موکدہ سنتوں کے اور تیسرے طریقے میں پورا کرنا بیعت کا عبارت ہے مدام ثابت رہنے اس ہجرت اور مجاہدہ اور ریاضت پر یہاں تک کہ روشن ہو جاوے اطمینان کے نور سے۔

حکمت تکرار بیعت:

تکرار بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیہ سے لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا سوا گر بسبب ظہور خلل کے ہو اس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطعہ کے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے مرشد خطبہ مسنونہ پڑھے اور خطبہ مسنونہ یہ ہے کہ یعنی الحمد للہ سے آخر تک پھر مرشد کہے مرید سے ' کہ میں نے بیعت کی رسول اللہ ﷺ کی بواسطہ خلفاء کے کہ شریک نہ کروں گا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو اور چوری نہ کروں گا اور زنا نہ کروں گا اور بہتان کو نہ لاؤں گا اپنے دونوں ہاتھ اور پاؤں کے درمیان سے اس کو افترا کر کے اور نافرمانی رسول کریم ﷺ کی نہ کروں گا امر مشروع میں بھی پھر مرشد ان دو آیتوں کو پڑھے یایھا الذین سے آخر تک یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اللہ کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ مقرر جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے اے نبی ﷺ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ اللہ سبحانہ کا دست قدرت اور رحمت ان کے ہاتھوں پر ہے سو جس نے بیعت کو توڑا یہی بات ہے کہ اس نے اپنی ذات کی مضرت کے واسطے بیعت کو توڑا اور جس نے پورا کیا اس کو جو اللہ سے عہد کیا سو قریب اس کو اجر عظیم عنایت کرے گا پھر مرشد دعا کرے گا۔

مرید کو تلقین:

مرید کو یوں تلقین کرے سو کہے کہ تو کہہ کہ میں نے اختیار کیا طریقہ نقشبندیہ جو منسوب ہے طرف شیخ اعظم اور قطب اعظم خواجہ نقشبند کے یا طریقہ قادریہ اختیار کیا جو منسوب ہے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف یا طریقہ چشتیہ اختیار کیا جو منسوب ہے شیخ معین الدین سنجری یعنی سیستانی کی طرف خداوند تعالیٰ ہم کو فتوح اس طریقے کے عنایت کر اور ہم کو اس طریقے کے دوستوں کے گروہ میں محشور کر اپنی رحمت سے یاارحم الرحمین! حضرت شاہ ولی اللہ کے والدؒ فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا رسول ﷺ کو خواب میں سو میں نے آپ ﷺ سے بیعت کی سو حضرت ﷺ نے میرے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں دست مبارک میں کر لیا سو میں تو اسی طرح جیسے خواب

میں دیکھا مصافحہ کرتا ہوں بیعت لینے کے وقت اور عورتوں کی بیعت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد کپڑے کا ایک کنارہ پکڑے اور بیعت کرنیوالی دوسرا کنارہ اس کا پکڑے اللہ اعلم

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نبا ید داد دست

اول جس کا سنورنا واجب ہے وہ عقیدہ ہے کہ جب کوئی شخص راہ خدا کے چلنے میں راغب ہو تو حکم کر اس کو اول عقائد کے صحیح کرنے کا موافق عقائد سلف صالح کے یعنی ثابت کرنا واجب الوجود کا جو واحد ہے کوئی معبود برحق نہیں سوائے اس کے موصوف ہے وہ جمیع صفات کمال سے حیات میں علم اور قدرت اور ارادے میں ایسا واحد ہے جو پاک ہے نقصان اور زوال کی سب نشانیوں سے مجسم ہونے سے اور احتیاج مکانی اور عرض ہونے اور جہت میں ہونے اور الوان اور اشکال سے یعنی جسم اور لوازم جسمیت سے منزہ ہے اور وہ جو وارد ہوا استواء علی العرش اور ضحک اور اثبات یدین کا سو ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں مجمل بلا تفصیل پھر اس کی تفصیل کو خدا کے علم پر تفویض کرتے ہیں اور اتنا تو ہم بالیقین جانتے ہیں کہ خدا کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سمیع اور بصیر ہے۔ استواء علی العرش ایک چیز ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ...... حضور ﷺ کی اتباع کا واجب ہونا جس میں کہ آپ ﷺ نے امر کیا اور نہی کی اور تصدیق آپ ﷺ کی جمیع اخبار میں یعنی منجملہ صفات ربانی اور معاد جسمانی اور جنت اور نار اور حشر اور حساب اور رویت الٰہی اور قیامت اور عذاب قبر اور سوائے ان کے اور امور میں چنانچہ حوض کوثر اور صراط اور میزان جس کی نقل حضرت ﷺ سے ثابت ہے اور روایت اس کی صحیح ہے اور منجملہ اکبر الکبائر کے پیغمبر اور قرآن اور فرشتوں کو برا کہنا اور انکار کرنا اور اسی طرح ضروریات دین کا انکار کرنا نماز اور زکوٰۃ اور صوم اور حج کا چھوڑنا ہے اور منجملہ کبائر ہے جان ناحق قتل کرنا اور قتل ناحق میں اولاد کا قتل کرنا اور انسان کو اپنی جان کا قتل کرنا داخل ہے۔

منجملہ کبائر:

اور منجملہ کبائر زنا ہے اور اغلام اور نشے والی چیز کا پینا اور چوری اور رہزنی اور غصب اور غنیمت کا مال چرانا اور جھوٹی قسم کھانا اور پاک دامن عورت کو زنا کا عیب لگانا اور یتیم کا مال کھانا اور والدین کی نافرمانی' ان کی خدمت نہ کرنی اور حق برادری ادا نہ کرنا اور ناپ اور تول میں کمی کرنا اور بیاج کھانا اور جہاد میں کفار کی صف جنگ سے بھاگنا اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا اور معاملات فیصل کرنے میں رشوت لینا اور محارم سے نکاح کرنا اور مردوں عورتوں کے درمیان کینہ پن کرنا اور حاکم سے چغلخوری کرنا تا کہ وہ قتل کرے یا لوٹ لے اور دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا اور کافروں سے دوستی کرنا انکا خیر خواہ ہونا اور جواء کھیلنا اور جادو کرنا تو یہ سب کبائر میں داخل ہے پھر اجتناب کبائر اور ندامت صغائر کے بعد نظر کرنا چاہئے ارکان اسلام میں از قسم طہارت اور صلوۃ اور صوم زکوٰۃ اور حج کے تو ان امور کو بموجب ارشاد نبوی ﷺ کے قائم کرے مع آداب اور ہیئات اور اذکار کے اور ضروریات معاش میں منجملہ اکل وشرب اور لباس اور کلام اور صحبت خلق وغیرہ ذالک اور نظر کرنا چاہئے امور خانگی میں منجملہ نکاح اور حقوق ممالیک اور حقوق اولاد کے اور نظر کرنا چاہئے امور خانگی میں از قسم بیع اور ہبہ اور اجارے کے تو ان کو صحیح اور ٹھیک کرے بروجہ سنت بدوں سستی اور بے کجروی کے نظر کرنا چاہئے ان کا اذکار میں جو اوقات مخصوصہ یعنی صبح اور شام اور وقت خواب وغیرہ ذالک میں مامور ہیں پھر نظر کرنا چاہئے آراستگی اخلاق میں از قسم ریا اور پندار اور حسد اور کینہ وغیرہ کے اور مواظبت اور دوام کرنا چاہئے تلاوت قرآن اور آخرت کی یاد پر اور مجالس علم اور ذکر اللہ کے حلقوں پر اور مساجد پر پھر جب کہ سالک ان آداب مذکورہ کے ساتھ متادب ہو گیا تو اب وقت آیا اشغال باطنی کا اور ہمیشہ عزوجل کے ساتھ دل لگائے رہنے کی کوشش کرنے کا اور اس کو تاکتے رہنے کا دل کی بینائی سے جو طالب کہ قرآن اور حدیث اور فقہ اور کتب متوسط سلوک کا مثل ریاض الصالحین اور کتب مختصر وعقائد مانند عقیدہ صحیحہ کا واقف اور متجسس ہے اور جس کو تتبع اور علم ان کتابوں کا میسر نہ ہو وہ کسی عالم سے دریافت کرے۔ (واللہ علم)

مشائخ جیلانیہ:

یہ فعل مشائخ جیلانیہ یعنی قادریہ کے اشغال میں ہے کہ

قادر یہ امام طریقت شیخ ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی کے مرید ہیں خدا راضی رہے ان سے اور ان کے سب تابعین سے سو پہلا شغل ذکر اللہ ہے جہر سے یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا اور مراد اس جہر سے یہ ہے کہ افراط سے نہ ہو تو اسی تقریر سے کچھ مخالفت نہ رہی اس کے جواز میں طریقہ یک ضربی کا یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ کو سختی اور درازی اور بلندی سے دل اور حلق دونوں کی قوت کے ساتھ کہے پھر ٹھہر جاوے یہاں تک کہ ذاکر کا سانس اپنے ٹھکانے پر آجاوے پھر اسی طرح بار بار ذکر کرے۔

طریقہ ذکر:

خواہ ذکر دوضربی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی نشست پر بیٹھے اور اسم ذات کو ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار دل میں ضرب کرے اور اس کو بار بار بلا فصل کرے اور مناسب یہ ہے کہ ضرب خصوصاً قلبی قوت اور سختی کے ساتھ ہوتا کہ دل پر اثر ہو اور خاطر یکسو ہو جاوے پریشان خاطری اور وسواس مندفع ہو خواہ ذکر سہ ضربی ہو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چارزانو بیٹھے اور ایک بار داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں ضرب کرے اور چاہیے کہ تیسری ضرب سخت تر اور بلند ہو خواہ ذکر چہار ضربی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ چارزانو بیٹھے اور ایک باز داہنے زانو میں اور دوسری بار بائیں زانو میں اور تیسری بار دل میں اور چوتھی بار اپنے سامنے ضرب کرے اور چاہے کہ چوتھی ضرب سخت اور بلند تر ہو اور منجملہ ذکر جہری کے نفی اور اثبات ہے اور وہ لاالـہ الا اللـہ کا کلمہ ہے اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ بطور نماز روقبلہ بیٹھے اور اپنی آنکھ بند کرلے اور لا کہے گویا اپنے ناف سے اس کو نکالتا ہے پھر اس کو کھینچے یہاں تک کہ داہنے مونڈھے تک پہنچے پھر الہ کہے گویا اس کو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے پھر الا اللہ کو دل پر شدت اور قوت سے ضرب کرے اور محبوبیت یا مقصودیت یا وجود کی نفی غیر حق سے ملاحظہ کرے اور اثبات اس کا ذکر مقدس میں دھیان کرے میں کہتا ہوں کہ انسان مخلوق ہے جہات مختلفہ کی طرف متوجہ ہونے پر اور آوازوں کی طرف کان لگانے پر کہ اس کے دل میں باتیں اور خطرات گھوما کریں تو علمائے طریقت نے یہ طریقہ نکالا اپنے غیر کی طرف متوجہ ہونے کے روک دینے کا اور خطرات بیرونی کے آنے سے باز رکھنے کا تاکہ آہستہ آہستہ اپنی ذات سے بھی توجہ ٹوٹ کر اس کا دھیان فقط اللہ پاک سے لگ جاوے اور لائق ہے کہ اہل سلوک مجتمع ہوں حلقہ کر کے بعد نماز فجر اور عصر کے ذکر الٰہی کرنے کے واسطے بطریق جمعیت کے کہ اس اجتماع میں فوائد ہیں جو تنہائی میں حاصل نہیں ہوتے۔ پھر جب طالب پر اس ذکر جلی کا اثر ظاہر ہو اور اس کا نور اس کے دل میں دکھائی دے تو اس کو ذکر خفی کا حکم کیا جاوے اور ذکر جلی کے اثر سے شوق کا ابھرنا اور نام خدا سے دل میں چین آنا اور وساوس کا دور ہونا اور حق تعالیٰ کو اسکے ماسوا پر مقدم رکھنا اور جو شخص مواظبت کرے اسم ذات پر ہر دن میں چار ہزار بار ساتھ تقدیم ان شرطوں کے جن کو ہم اول مذکور کر چکے ہیں اور دو مہینے یا مانند اس کے اس ذکر پر مداومت کرے تو اس میں یہ اثر البتہ مشاہدہ کرے گا۔

ذکر خفی اسم ذات:

اپنی دونوں آنکھوں اور دونوں لبوں کو بند کرے اور دل کی زبان سے کہے اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم گویا ان کو اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینے تک اور اپنے سینے سے نکالتا ہے اور اپنے دماغ تک اور دماغ سے نکالتا ہے عرش تک پھر یوں کہے اللہ سمیع اللہ بصیر گویا ان کو اپنی ناف سے نکالتا ہے اپنے سینے تک اور اپنے سینے سے نکالتا ہے اپنے دماغ تک اور دماغ سے نکالتا ہے عرش تک پھر یوں اترتا ہوا ان ہی منزلوں پر جیسا کہ ان پر چڑھا تھا درجہ بدرجہ تو یہ ایک دورہ ہوا پھر اسی طرح بار بار کیا کرے اور اس طریقے کے بعض لوگ اللہ قدیر کو بھی زیادہ کرتے ہیں اور منجملہ خفی نفی اور اثبات ہے اور طریقہ اس کا یا اس طرح ہے جو ذکر جلی میں مذکور ہو چکا یا اس طرح ہے کہ ذاکر بیدار اور ہوشیار ہو جاوے اپنے دموں پر آگاہ رہے پھر جب دم باہر نکلے خود بخود بدن اپنے ارادے اور قصد کے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے لاالہ پھر جب سانس اندر کو جاوے خود بخود تو اندر جانے کے ساتھ ہی الا اللہ کہے جب ذکر خفی کا اثر ظاہر ہو اور طالب میں اس کا نور

معلوم ہو تو اس کو مراقبہ کرنے کا امر کیا جاوے اور ذکر خفی کے اثر سے شوق مراد ہے اور غالب ہونا محبت الٰہی کا اور عزیمت کی باگ کا پھیرنا فکر کی جانب اور تقدیم اللہ عزوجل کی اور ہمت کا جم جانا اسی کی طلب پر اور حلاوت پانا چپ رہنے میں اور اشغال امر دنیاوی سے نفرت کا ہونا اور اصل مراقبہ کی وہ حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے سو اگر تو اس کو نہ دیکھ سکے تو یہ دھیان کر کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے تو اپنی زبان سے کہے اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی یا اس کو دل میں خیال کرے بدون تلفظ کے پھر اللہ تعالیٰ کی حضوری اور نظر اور اس کی معیت یعنی اس کے ساتھ ہونے کو خوب مضبوط تصور کرے باوجود پاک ہونے اس ذات مقدس کے جہت اور مکان سے یہاں تک تصور کو جماوے کہ اس میں ڈوب جاوے یا اس آیت کا تصور کرے **وھو معکم اینما کنتم** یعنی حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اس کے ساتھ ہونے کو دھیان کرے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے تنہائی اور لوگوں کی ملاقات میں اور مشغولی اور بیکاری میں یا یہ آیت پڑھے **اینما تولو فثم وجہ اللہ** یعنی جدھر تم متوجہ ہو تو وہاں اللہ کی ذات ہے یا یہ آیت پڑھے **الم یعلم بان اللہ یری** یعنی کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے یا اس آیت کو مراقبہ کرے **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** یعنی ہم قریب تر ہیں انسان کی گردن سے یا اس آیت کا تصور کرے **ان معی رب سیھدین** یعنی البتہ میرا رب میرے ساتھ ہے وہ اب مجھ کو ہدایت کرے گا یا یہ مراقبات اللہ عزوجل کے ساتھ دل متعلق ہونے کے واسطے مفید ہیں اور وہ مراقبہ جو قطع علائق اور پورے مجرد ہو جانے اور بے ہوشی اور فنا کے لئے مفید ہے وہ مراقبہ اس آیت کا ہے **کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام** یعنی جو زمین پر ہے وہ نیست و نابود ہونے والا ہے اور باقی رہے گی تیرے رب کی ذات جو بڑائی اور بزرگی والا ہے اور اس کے مراقبے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو تصور کرے کہ مر گیا اور ایسی راکھ ہو گیا جس کو ہوائیں اڑاتی ہیں اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور ہر چیز کی ترکیب اور شکل مٹ گئی اور اللہ کو باقی اور موجود دھیان کرے سوا اس تصور پر دیر تک قائم رہے تو یہ نیستی اور نابودی کو مفید ہوگا اور اسی طریقہ کی رو سے اس آیت کا مراقبہ نیستی کا باعث ہے۔ **ان الموت الذی** آخر آیت تک یعنی مقرر جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ملنے والی ہے جہاں کہیں کہ تم ہو گے موت تم کو پالیوے گی اگرچہ تم اونچے یا مضبوط برجوں میں ہو پھر جب اثر مراقبہ کا طالب میں ظاہر ہو اور اس کا نور مشاہدہ تو اس کو توحید افعالی کا امر کیا جاوے اور جان رکھا اے مخاطب کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو چیز پر ترغیب اور آمادگی دلائی ایک ذکر پر اور مراد ذکر سے وہ ہے جو زبان سے بولا جاوے اور دوسرے فکر پر اور مراد اس سے مراقبہ ہے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جس کا ہم نے تجربہ کیا ہے۔

وقائع آئندہ کے کشف کے لئے:

وقائع آئندہ کے کشف ہونے پر ٹھیک وہ یہ ہے کہ طالب خلوت میں اعتکاف کرے اور غسل کرے اور اپنا عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگاوے اور مصلیٰ پر بیٹھے اور کھلا ایک مصحف اپنے داہنے رکھے اور کھلا ایک مصحف اپنے بائیں رکھے اور اسی طرح ایک مصحف اپنے پیچھے رکھے پھر حق تعالیٰ سے بکوشش تمام یہ دعا کرے کہ فلانے واقعے کو اس پر ظاہر کرے پھر اس ذات کا ذکر شروع کرے بدون آنکھ بند کرنے کے ایک بار داہنے مصحف پر ضرب لگاوے اور ایک بار بائیں پر اور ایک بار پیچھے اور ایک بار آگے ضرب لگادے یہاں تک کہ اپنے دل میں کشائش اور نور کو پاوے اور سات دن مانند اس کے اس پر مداومت کرے خلوت کے ساتھ تو البتہ اس پر کشف حال ہوگا اس میں بے ادبی ہے اور کشف واقعہ آئندہ میں جو طریقہ ہمارے والد مرشد نے پسند کیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے ان اسمائے ثلاثہ سے یا علیم یا مبین یا خبیر شروط مذکور کی مراعاۃ کے ساتھ یا اس طرح جیسا کہ ہم نے ذکر یک ضربی میں بیان کیا ہے یا اس طرح جیسا کہ سہ ضربی میں واللہ اعلم اور مشائخ قادریہ نے کہا ہے کہ جو طریقہ کشف ارواح کے واسطے ہمارا مجرب ہے شروط مذکورہ کے ساتھ وہ یہ ہے کہ داہنے طرف **سبوح** کی ضرب لگاوے اور بائیں طرف **قدوس** کی اور

آسمان میں رب الملائکۃ کی ضرب لگاوے اور دل میں والروح کی اور امور مہمہ مشکلہ کے حاصل کرنے کے واسطے ان ہی شروط مذکورہ کے ساتھ یہ طریقہ ہے کہ تہجد کی نماز پڑھے جس قدر اس کے واسطے مقدر ہو پھر داہنی طرف یاحی کی ضرب لگادے اور بائیں طرف یاوھاب کی اس طرح ہزار بار کرے اور انشراح خاطر اور دور کرنے بلیات کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی ضرب دل میں لگاوے اور لاالہ الا ھو کی اس طرح ضرب لگاوے جیسا ہم نے نفی اور اثبات میں بیان کیا۔ الحی کی ضرب داہنی طرف اور القیوم کی ضرب بائیں طرف لگاوے۔

دعا کیلئے عمل:

اور جب اللہ عزوجل سے دعا کرنے کا ارادہ کرے بیماری کی شفا یا دفعہ گرسنگی یا کشائش رزق کا یا مغلوبی دشمن کا تو چاہیے کہ کوئی اسم الٰہی موافق اپنی حاجت کے اسمائے حسنٰی سے طلب کرے سو اس نام کو دوضرب یا تین ضرب یا چار ضرب کے ساتھ ذکر کرے تو یوں کہے شفاء بیمار میں یا شافی یا دفعہ گرسنگی میں یاصمد یا کشائش رزق میں یا رزاق یا دفع دشمن میں یامذل اور سوائے اس کے اور اسمائے الٰہی کو موافق اپنے مطلب کے بطریق مذکور ذکر کرے۔ (واللہ اعلم)

مشائخ چشتیہ کے اشغال:

فصل ہے مشائخ چشتیہ کے اشغال میں اور وہ امام طریقہ خواجہ معین الدین حسن چشتی کے مرید ہیں چشت خواجہ معین کے پیروں کے گاؤں کا نام ہے خدا راضی رہے ان سے اور ان کے سب پیروں سے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا حضرت علیؓ سے کہ اپنے اوپر لازم کرلے مداومت ذکر کی خلوت میں سو علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیونکر ذکر کروں یا رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ اپنی آنکھوں کو بند کرو اور مجھ سے سن تین بار، سو حضور ﷺ نے تین بار فرمایا لا الہ الا اللہ اور علی مرتضیٰؓ سنتے تھے پھر حضرت علی مرتضیٰؓ نے تین بار لا الہ الا اللہ کہا۔ حضور ﷺ اس کو سنتے تھے پھر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے یہ طریقہ حسن بصریؒ کو تعلیم کیا۔

طریقہ اشغال:

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو تو ہم نے فقط ان مشائخ چشتیہ کے پاس پایا پھر جب مرشد ارادہ کرے اپنے مرید کی تلقین کرنے کا تو اس کو امر کرے روزہ رکھنے کا سو اگر پنجشنبہ کے دن ہو تو بہتر ہے پھر اس شخص کو امر کرے دس بار استغفار کرنے کا اور دس بار درود بڑھنے کو پھر مرشد کہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنی مضبوط کتاب میں

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا و علیٰ جنوبکم

یعنی اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے سو تو اس پر کوشش کر کہ کوئی زمانہ بدون ذکر کے تجھ کو نہ گزرے اور معلوم کرائے طالب کہ تیرا اول رکھا ہے تیری بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر بصورت شگوفہ چلغوزہ کے اور اس کے دروازے ہیں ایک دروازہ اوپر کا ہے اور دوسرا نیچے کا دل کے اوپر کے دروازے کی کشائش تو ذکر جلی سے ہوتی ہے اور نیچے کے دروازے کی کشادگی ذکر خفی سے ہوتی ہے پھر جب تو ذکر جلی کا ارادہ کرے تو چار زانو بیٹھ کر پکڑ اس رگ کو جس کا کیماس نام ہے اپنے داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کو داب کر یہ بھی فرمایا کیماس وہ رگ ہے زانو کے تلے ران کی جانب سے اتری ہے اور اس کا اس طرح سے پکڑنا نفی وساوس اور جمعیت ہمت کو مفید اور دل کو گرم کرتا ہے عجیب گرمی کے ساتھ اور بطریق مذکور بیٹھ بطور نشست نماز کے روبقبلہ حضور دل سے ہمت کو مجتمع کرکے پھر کہے لاالہ الا اللہ سختی اور کشیدگی کے ساتھ اور قوت کو دل کے اندر سے نکال کر اور لفظ لا کا ناف سے نکال اور اس کو کھینچ داہنے مونڈھے تک اور لفظ الہ کا دماغ کی جھلی سے اشارہ کرے تو اس تصور سے گویا تو نے غیر خدا کی محبت کو اپنے اندر سے نکالا اور اس کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈالا پھر دوسرا دم لے سو الا اللہ کو دل میں سختی اور قوت کے ساتھ ضرب کر اور اس نفی اور اثبات سے مبتدی ملاحظہ کرے نفی معبودیت کا غیر خدا سے اور متوسط نفی مقصودیت کا اور منتہی نفی وجود کا اور شرط اعظم اس ذکر میں ہمت کا جمع کرنا اور معنی کو بوجھنا ہے اور ذکر جلی کرنے والے کو لائق یہ ہے کہ چوتھائی پیٹ خالی رکھے کچھ

چکنائی کھایا کرے تا کہ اس کا دماغ نہ پریشان ہو خشکی کے سبب سے اور جبکہ تو اسے سالک پاس انفاس کا ارادہ کرے تو بیدار اور اپنے دموں پر وقف ہو جا پھر جب دم باہر کو نکلے تو اس کے نکلنے کے ساتھ لا الہ کہہ گویا ہر چیز کی محبت تو سوائے خدا کے اپنے باطن سے نکالتا ہے اور جب دم اندر کی طرف آئے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ الا اللہ کہہ گویا تو داخل کرتا ہے اور محبت الٰہی کو ثابت کرتا ہے اپنے دل میں مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ رکن اعظم دل کا لگانا ہے اور گانٹھنا ہے مرشد کے ساتھ محبت اور تعظیم کی صفت پر اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا میں کہتا ہوں حق تعالیٰ کے مظاہر کثیرہ ہیں سو نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے درمیان اور اس کے قبلہ کے درمیان میں اور حضور ﷺ نے ایک کالی لونڈی سے پوچھا تو فرمایا کہ اللہ کہاں ہے؟ لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کیا پھر حضور ﷺ نے پوچھا کہ میں کون ہوں تو اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا مراد اس کی یہ کہ خدا نے تجھ کو بھیجا ہے پس فرمایا آپ ﷺ نے کہ یہ ایماندار ہے تو اے سالک تجھ پر کچھ مضائقہ نہیں ہے اس میں کہ تو متوجہ نہ ہو مگر اللہ ہی کی طرف اور اپنا دل لگا دے مگر اسی سے اگرچہ عرش کی طرف متوجہ ہو کر اور اس کا نور تصور کر کے جس کو حق تعالیٰ نے عرش پر رکھا ہے اور وہ نہایت روشن رنگ ہے چاند کے رنگ کی مانند یا قبلے کی طرف متوجہ ہو کر پھر جب طالب رنگین ہو جاوے ذکر کے نور سے تو مرشد اس کو مراقبہ کرنے کا امر کرے اور مراقبہ رقیب بمعنی محافظ اور نگہبان سے مشتق ہے اس کا نام مراقبہ اس واسطے رکھا گیا کہ سالک بعضی مراقبات میں اپنے دل کی نگہبانی کرتا ہے یا بعضے مراقبات میں اللہ تعالیٰ کا مراقب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے تو مراقبہ کرنے کے وقت زبان سے کہے یا اپنے دل سے خیال کرے کہ اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ شاہدی اللہ معی یا اس کا مراقبہ کرے **الا انہ بکل شیء محیط** یعنی آگاہ ہو جا کہ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یا اس کا مراقبہ کرے کہ گویا اللہ حاضر ہے تیرے درمیان اور تیرے قبلے کے درمیان اور تو اس کو مشاہدہ کرتا ہے۔

چلہ کا طریقہ:

مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جو چلے میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کو چند امور کی رعایت کرنا لازم ہے ہمیشہ روزہ رکھنا اور سدا قیام شب کرنا اور بولنے اور کھانے اور سونے اور صحبت خلق کو کم کر دینا اور ہمیشہ باوضو رہنا جاگنے اور سونے کے حالات میں اور مرشد کے ساتھ ہمیشہ دل کو لگائے رکھنا اور غفلت کو بالکل ترک کرنا یہاں تک کہ اس کے نزدیک غفلت از قسم حرام کے ہو جاوے پھر جب حجرے میں داہنا پاؤں داخل کرے تو **آعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** اور **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کہے اور **قل آعوذ برب الناس** کو تین بار پڑھے اور جب بایاں پاؤں داخل کرے تو **اللھم** سے آخر تک دعا کرے یعنی خداوند تو میرا کارساز ہے اور دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہو جا جیسا تو محمد ﷺ کا مددگار و کارساز تھا اور مجھ کو اپنی حب نصیب کر اور اپنے جمال کے ساتھ مشغول کر لے اور مجھ کو عباد مخلصین میں ڈال کر اپنی ذات کی کششوں سے اے انیس اس کے جس کا کوئی انیس نہیں اے رب مجھ کو نہ چھوڑ یو تنہا اور تو بہتر وارثین سے ہے پھر مصلیٰ پر کھڑا ہو اور **انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین** کو اکیس بار پڑھے یعنی میں نے اپنا منہ متوجہ کیا یکسو ہو کر اس کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں داخل نہیں پھر دو رکعت پڑھے پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں **امن الرسول** پھر لمبا سجدہ کرے اور دعا میں خوب کوشش کرے پھر پانچ سو بار یافتاح کہے پھر ان اذکار میں مشغول ہو جن کو ہم ذکر کر چکے یعنی ذکر جلی اور مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو **انا فتحنا** دو رکعت میں پڑھے پھر میت کی طرف سامنے ہو کر کعبہ معظمہ کو پشت دے کر بیٹھے پھر سورہ ملک پڑھے اور **اللہ اکبر** اور **لا الہ الا اللہ** کہے اور گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو جاوے پھر کہے **یا رب یا رب** اکیس بار پھر کہے یا روح اور اس کو آسمان میں ضرب کرے اور **یا روح الروح** کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش و نور پاوے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو سکے دل پر۔

صلوٰۃ کن فیکون:

مشائخ چشتیہ نے صلوٰۃ کن فیکون کے بیان میں کہا ہے کہ جس کو سخت حاجت پیش آوے تو چاہے کہ ہر رات کو لیال ثلاثہ یعنی چہار شنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ کی راتوں میں دو رکعتیں ادا کرے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سو بار اور سورۂ قل ھو اللہ ایک بار اور سو بار یوں کہے کہ اے آسان کنندہ دشوار یہا واے روشن کنندہ تاریکیہا سو بار اور استغفار کہے سو بار اور درود پڑھے سو بار اور حق تعالیٰ سے دعا کرے بحضور قلب پھر جب تیسری رات ہو تو بھی یہی کرے جو مذکور ہوا پھر پگڑی یا ٹوپی کو سر سے اتارے اور اپنی آستین کو اپنی گردن میں ڈالے اور روئے اور حق تعالیٰ سے دعا کرے پچاس بار تو بالضرور انشاء اللہ تعالیٰ دعا اس کی مستجاب ہوگی۔ (واللہ علم)

مشائخ نقشبندیہ:

یہ فصل ہے مشائخ نقشبندیہ کے اشغال میں نقشبندیہ امام طریقت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری کے مرید ہیں اللہ راضی ہوان سے اور ان کے سب مریدوں سے نقشبندیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی تین راہیں ہیں ایک ذکر ہے سو منجملہ ذکر کے نفی اور اثبات ہے اور وہی منقول ہے متقدمین نقشبندیہ سے اور طریقہ نفی اثبات کا ذکر کا یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جانے تشویشات بیرونی سے چنانچہ لوگوں کی گفتگو سننا اور تشویشات اندرونی سے چنانچہ گرسنگی زائد اور غضب اور درد اور سری بہت پھر موت کو یاد کرے اور تصور میں اس کو اپنے سامنے کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے ان گناہوں کی جو اس سے صادر ہوئے پھر دونوں لبوں اور دونوں آنکھوں کو بند کرے اور دم کو اپنے پیٹ میں حبس کرے اور دل سے کہے لا اس کو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے اور کھینچے یہاں تک کہ اپنے مونڈھے تک پہنچے پھر مونڈھے کو سر کی طرف جھکاوے اور ہلاوے اور کہے الہ پھر ضرب لگاوے اپنے دل میں سختی سے الا اللہ کی۔

طریقہ ذکر:

نقشبندیہ نے فرمایا کہ حبس نفس یعنی دم کو روکنے کی عجیب خاصیت ہے باطن کے گرم کر دینے اور جمعیت عزیمت اور عشق کے ابھارنے اور وساوس کے قطع کرنے میں اور بتدریج اندک اندک حبس دم کی مشق کرے تاکہ اس پر گراں نہ ہو جاوے اور خشکی کی بیماری نہ پیدا ہو جاوے اور حبس دم سے حبس غیر مفرط مراد ہے جس کی نوبت حصر نفس تک اور حبس دم کے مانند شمار طاق کی بھی عجیب خاصیت ہے تو اول اسی کلمہ توحید کو ایک بار ایک دم میں کہے پھر تین بار ایک دم میں کہے اسی طرح درجہ بدرجہ چند روز کی مشق میں اکیس بار تک پہنچے طاق عدد کی مراعات کے ساتھ یعنی اول بار ایک بار اور دوسری بار تین بار اور تیسری بار پانچ بار اور چوتھی بار سات بار علی ہذا القیاس۔

اور شرط اعظم نفی و اثبات کے ذکر میں ملاحظہ کرنا ہے نفی معبودیت یا نفی مقصودیت یا نفی وجود کا غیر اللہ سے اور اثبات معبودیت وغیرہ کا حق تعالیٰ کے واسطے دل میں خطرات اور باطل خیالات گھومتے پھرتے ہیں او جو شخص کہ اکیس بار تک پہنچا اور اس کے واسطے جذب یعنی کشش ربانی اور خدا کی طرف گردش باطن کا دروازہ نہ کھولا تو اس کو اس کے اسم کی مشغولی واجب ہوئی اور نفرت اشغال دیگر سے لازم آئی تو چاہیے کہ وہ معلوم کرے کہ اس کا عمل مقبول نہ ہوا تو بشروط مذکورہ اس کو پھر از سرنو تین سے شروع کرنا چاہیے اکیس بار تک اور منجملہ ذکر کے اثبات مجرد ہیں یعنی فقط اللہ کا ذکر کرے بدون نفی اور اثبات وغیرہ کے اور گویا کہ یہ ذکر متقدمین نقشبندیہ کے نزدیک نہ تھا اس کو خواجہ محمد باقی نے یا ان کے کسی قریب العصر نے نکالا ہے۔ (اللہ اعلم)

نفی اور اثبات سلوک کے واسطے مفید تر ہے اور اثات مجرد جذب اور کشش کے واسطے زیادہ تر مفید ہے اور طریقہ اثبات مجرد کا یہ ہے کہ اللہ کے لفظ کو اپنی ناف سے بشدت تمام نکالے اور اس کو کھینچے یہاں تک کہ اس کے دماغ کی جھلی تک پہنچے حبس دم کے ساتھ اندک اندک زیادہ کرتا جاوے یہاں تک کہ بعض نقشبندی ایک دم میں اس کو ہزار بار کہتے ہیں اور البتہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ اسم ذات کو ایک دم میں ایک ہزار بار کہتی تھی اور اس سے اکثر بھی حضرت شاہ عبدالرحیمؒ ابتدائے سلوک میں نفی اور اثبات کو ایک دم میں دو سو بار کہتے تھے۔ (واللہ اعلم)

وصول الی اللہ کے مراقبے کا طریقہ:

اور دوسرا طریقہ وصول الی اللہ کا مراقبہ ہے اور طریقہ مراقبہ بسیط کا یہ ہے کہ دم کو بند کرے ناف کے نیچے تھوڑا سا پھر اپنے جمیع حواس مدرکہ سے متوجہ ہو مجرد بسیط کی طرف جس کو ہر شخص اللہ کا نام بولنے کے وقت تصور کرتا ہے ولیکن ایسے لوگ کمتر ہیں جو اس معنی بسیط کو لفظ سے خالی کر سکیں تو طالب کوشش کرے اس معنی بسیط کو الفاظ سے جدا کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو بلا مزاحمت خطرات اور التفات ماسوائے اللہ کے اور بعض لوگوں سے اس قسم کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے سو بعضے مشائخ تو ایسے شخص کو اس طرح کی دعا بتاتے ہیں اور طریقہ اس دعا کا یہ ہے کہ ہمیشہ دل سے کیا کرے یوں کہے کہ اے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں بیزار ہوآیا تیری طرف تیرے ماسوا سے اور مانند اس کے کوئی اور مناجات کرے اور بعضے مشائخ شخص مذکورہ کو خلائے مجرد یا نور بسیط کے خیال کرنے کو فرماتے ہیں تو طالب اس تخیل سے توجہ مذکور کی طرف بتدریج پہنچ جاتا ہے اور رابطہ مرشد کی شرط یہ ہے کہ مرشد قوی التوجہ ہو یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو پھر جب ایسے مرشد کی صحبت کرے تو اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے سوا اس کی محبت کے اور اس کا منتظر رہے جس کا اس کی طرف سے فیض آوے اور دونوں آنکھیں بند کرے یا ان کو کھول دے اور مرشد کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں تکی لگاوے پھر جب کسی چیز کا فیض آوے تو اس کے پیچھے پڑھاوے اپنے دل کی جمعیت سے اور چاہیے کہ اس فیض کی محافظت کرے۔

تنبیہ:

سالک پر واجب ہے کہ جب کسی شکل اور ہیئت پر ہو اور اس کو اس بات سی کوئی حال حاصل ہو تو اس شکل کو نہ بدل ڈالے پس اگر کھڑا ہو تو نہ بیٹھے اور اگر بیٹھا ہو تو کھڑا نہ ہو جائے اور بعضے وہ مشائخ ہیں جو سالک کو بتاتے ہیں دل میں اسم اللہ کو سونے سے لکھا ہوا خیال کرنے کا خواجہ محمد باقی اپنے انگوٹھے سے اپنی چاروں انگلیوں پر جو کچھ لکھتے تھے اپنی نشست اور بات کرنے اور سب کاموں میں فرمایا کہ میں نے اسم ذات ابتدائے سلوک میں لکھا تھا اور اب مجھ کو ایسی عادت ہو گئی ہے میں اس کے چھوڑنے پر قادر نہیں ہوں۔ (واللہ اعلم)

اصطلاحات نقشبندیہ:

اصطلاحات نقشبندیہ یہ ہیں (۱) ہوش در دم، (۲) نظر برقدم، (۳) سفر در وطن، (۴) خلوت در انجمن، (۵) یاد کرد، (۶) بازگشت، (۷) نگہداشت، (۸) یادداشت۔

تو یہ آٹھ کلمات خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں خواجہ نقشبند سے مروی ہیں۔

(۱) وقوف زمانی، (۲) وقوف قلبی، (۳) وقوف عددی۔

ہوش در دم:

تو ہوش در دم کے معنی ہیں ہوشیاری اور بیداری ہے ہر دم کے ساتھ تو ہمیشہ بیدار اور متجسس رہے اپنی ذات سے ہر سانس میں کہ وہ غافل ہے یا ذاکر اور وہ یہ طریقہ ہے بتدریج دوام حضور کے حاصل کرنے کا اور اس طرح کی ہوشیاری مبتدی کے واسطے مخصوص ہے پھر جب آگے بڑھے اور سلوک کے درمیان میں آوے تو چاہیے کھوج کرتا رہے اپنی ذات کا تھوڑی تھوڑی مدت میں اس طرح کہ تامل کرے ہر ساعت کے بعد کہ اس ساعت میں غفلت آئی یا نہیں سو اگر آ گئی ہو تو استغفار کرے اور آئندہ کو اس کے چھوڑنے کا ارادہ کرے یہاں تک کہ دوام حضور کو پہنچ جاوے اور یہ پچھلے طریق کی ہوشیاری مسمی بوقوف زمانی ہے اس کو خواجہ نقشبندؒ نے استخراج کیا اس واسطے کہ انہوں نے معلوم کیا کہ متوجہ ہونا علم العلم کی طرف یعنی دانست کو دریافت کرنا ہر دم میں سالک متوسط کے حال کو پریشان کرتا ہے اس کے مناسب تو استغراق ہے توجہ الی اللہ میں اس طرح پر کہ اس کو اپنے متوجہ ہونے کی دانست میں مزاحم حال نہ ہو۔

نظر برقدم:

نظر برقدم سے تو یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت کسی چیز پر نظر نہ ڈالے سوائے اپنے قدم کے اور نہ اپنے بیٹھنے کی حالت میں دیکھے مگر اپنے آگے

اس واسطے کہ نقوش مختلف کا دیکھنا اور تعجب انگیز رنگوں کا نظر کرنا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور اس سے روکتا ہے جس کی وہ طلب میں ہے اور حکم نظر میں ہے لوگوں کی آوازوں اور ان کی باتوں کی طرف کان لگانا اپنے والد مرشد سے میں نے سنا فرماتے تھے کہ یہ یعنی نظر کو نیچے رکھنا بہ نسبت مبتدی کے ہے اور منتہیٰ پر تو واجب ہے کہ تامل کرے اپنے حال میں کہ وہ کس نبی کے قدم پر ہے اس واسطے کہ بعضے اولیاء سید المرسلین ﷺ کے قدم پر ہوتے ہیں اور ان کو پوری جامعیت کمالات کی حاصل ہوتی ہے اور بعض ولی موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے وعلی ھذا القیاس پھر جب منتہی اپنے پیشوا کو پہچان لے تو چاہیے کہ اس کے حالات و واقعات اپنے پیشوا کے واقعات کے مناسب ہوں۔(واللہ اعلم)

سفر در وطن:

اور سفر در وطن کا تو مطلب نقل کرنا ہے صفات بشریہ حسیہ سے صفات ملکیہ فاضلہ کی طرف تو سالک پر واجب ہے کہ اپنے نفس کا متفحص رہے کہ آیا اس میں کچھ حب خلق باقی ہے پھر جب ان کو جان جاوے تو از سر نو توبہ کرے اور جانے کہ یہ میرا بت ہے اس واسطے کہ جو تجھ کو خدا سے باز رکھے وہ فی الواقع تیرا بت ہے پھر کہے لا الٰہ الا اللہ سے ارادہ کرے کہ میں نے فلانی چیز کی محبت کو نفی کر دیا اور الا اللہ اس سے قصد کرے کہ اللہ کی محبت میں نے اس کے مقام پر ثابت کر دی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت کی رگیں دل کے اندر بہت چھپی ہوئیں ہیں ان کا نکالنا ممکن نہیں مگر کمال تفحص اور تلاش سے اور سالک پر واجب ہے کہ تلاش کرے کہ آیا اس کے دل میں کسی کا حسد یا کسی کا کینہ یا اعتراض موجود ہے تو اس کو توڑا کرے اس کلمے کی مداومت سے۔

خلوت در انجمن:

خلوت در انجمن کا یہ مطلب ہے کہ دل سے خدا کے ساتھ مشغول رہے اپنے جمیع حالات میں پڑنے میں اور کلام کرنے اور کھانے پینے اور چلنے میں تو سالک کو واجب ہے کہ خدا کی طرف متوجہ رہنے کا ملکہ یعنی قوت راسخہ بہم پہنچاوے ان اشغال مذکورہ کی مشغولی کے وقت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ اسی طرح اشارہ ہے حق تعالیٰ کے قول میں کہ مرد وہ لوگ ہیں کہ ان کو سوداگری اور خرید و فروخت ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتی۔ یاد سے مراد ذکر اللہ ہے یا بہ نفی اثبات یا با ثبات مجرد چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی۔

بازگشت:

بازگشت یعنی رجوع کرنا اور پھر اس سے عبارت ہے کہ قدرے ذکر کے بعد تین بار پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرے سو یوں دعا کرے اللہ عزوجل سے بحضور دل کہ اے میرے رب تو ہی میرا مقصود ہے میں نے دنیا اور آخرت کو چھوڑا تیرے ہی واسطے۔ اپنی نعمت کو مجھ پر پورا کر اور پورا وصال اپنا مجھ کو نصیب فرما والد قدس سرہ سے میں نے سنا فرماتے تھے یہ شرط عظیم ہے ذکر میں تو لائق نہیں کہ سالک اس سے غافل ہو اس واسطے کہ جو ہم نے پایا اس کی برکت سے پایا۔

نگاہداشت:

نگاہداشت تو عبارت ہے خطرات اور احادیث نفس کے ہانکنے اور دور کرنے سے تو سالک کو لائق ہے کہ بیدار اور ہوشیار رہے سو کسی خیال اور خطرے کو اپنے دل میں نہ چھوڑے کہ خطور کر سکے۔ خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا کہ سالک کو لائق ہے کہ خطرے کو اس کے ابتدائے ظہور میں روک دے اس واسطے کہ جب ظاہر ہو چکے گا تو نفس اس کی طرف مائل ہو جاوے گا اور وہ نفس میں اثر کرے گا پھر اس کو دور کرنا مشکل ہو گا تو یہ یعنی نگاہداشت طریقہ ہے حاصل کرنے ملکہ خلوتیہ ذہن کا خطرات اور وساوس کے خطور کرنے سے اور یادداشت تو عبارت ہے توجہ صرف سے جو خالی ہے الفاظ اور تخیلات سے واجب الوجود کی حقیقت کی طرف اور حق بات یہ ہے کہ ایسا متوجہ رہنا باستقامت حاصل نہیں ہو گا مگر فنائے تام اور بقائے کامل کے بعد (واللہ اعلم)

اور وقوف زمانی کی تفسیر کو تو ہم نے ہوش در دم کی تفسیر میں بیان کیا یعنی بعد ہر ساعت کے تامل کرنا اور وقوف عددی تو عدد طاق کی محافظت کرنے کا نام ہے اور وقوف قلبی عبارت ہے

اس توجہ قلب کی طرف جو بائیں طرف چھاتی کے نیچے موضوع ہے اور حکمت اس توجہ کی ویسی ہے جیسے ضروریات کی رعایت میں حکمت ہے مشائخ قادریہ کے نزدیک (یعنی تا اپنے غیر کے سوا توجہ نہ باقی رہے اور خطرات بیرونی کا دل میں دخل نہ ہونا بتدریج تا کہ خدا ہی میں توجہ منحصر ہو جاوے اور نقشبندیوں کے عجائب تصرفات میں ہمت باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے اور وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تا کہ وہ محبوب اور معظم ہو جاویں یا ان خیالات میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مشکوف ہونا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔

بعض تصرفات:

اور ہم تجھ کو اسے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے اور اس قسم کے تصرفات کا نقشبندیوں کے نزدیک جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے لوگ ہیں تو ان کی تو اور ہی عظیم شان ہے اور اکابر کے سوا باقی متوسطین کے نزدیک طالب میں تاثیر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مرشد طالب کے نفس ناطقہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی پوری قوت ہمت سے ٹکرائے پھر ڈوب جائے اپنی نسبت میں جمعیت خاطر سے اور یہ تصرف اس کے بعد ہوگا کہ نفس مرشد کی نسبت کا حامل ہو ان بزرگوں کی نسبتوں میں سے اور اس نسبت کا اس کو ملکہ راسخہ ہو کہ ہر دم اس کے قابو میں ہو پھر مرشد کی نسبت طالب کی طرف منتقل ہو گی اس کی لیاقت اور استعداد کے موافق اور بعضے نقشبندی اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے دل پر ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں اور جب کہ طالب غائب ہو تو اس کی صورت کو خیال کرتے ہیں اور اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غائب کو توجہ دیتے ہیں اس کی صورت کو خیال کر کے اور ہمت تو عبارت ہے اجتماع خاطر اور قصد کے مضبوط ہو جانے سے بصورت آرزو اور طلب کے اس طرح پر کہ دل میں کوئی خطرہ نہ سماوے سوائے اس مراد کے جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اور مجھ کو خبر دی اس نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے کہ بعضے شیوخ نفی اور اثبات میں مشغول ہوتے ہیں اور **لا الہ الا اللہ** سے یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کوئی اس آفت کا ٹالنے والا نہیں اور کوئی روزی دینے والا نہیں یا اس کے مناسب جو مدعا ہو سوائے اللہ کے۔

بیماری دور کرنے کا عجیب عمل:

بیماری کا دور کرنا اس سے عبارت ہے کہ مرد صاحب نسبت اپنی ذات کو بیمار خیال کرے اور یہ جانے کہ یہ بیماری مجھ میں ہے اور اس پر ہمت کو جمع کرے اس طرح پر کہ اس کے دل میں کوئی خطرہ نہ آوے سوائے اس تصور کے تو مریض کی بیماری اس شخص کی طرف منتقل ہو جاوے گی اور یہ امر عجائبات قدرت اور صنعت ایزدی سے ہے اس کے خلق میں اور افاضہ توبہ کی صورت یہ ہے کہ صاحب نسبت اپنی ذات کو عاصی خیال کرے بعد اس کے کچھ اس میں تاثیر کرے اس طرح پر کہ گویا اس کی ذات اس کی ذات سے مل گئی اور دونوں ذاتوں میں اتصال ہو گیا اور از سر نو شروع کرے سو اس معصیت پر نادم اور شرمندہ ہو اور حق تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ عاصی جلد توبہ کرے گا اور تصرف کرنا لوگوں کے دلوں میں تا کہ ان میں محبت آ جاوے یا ان کے محل ادراک میں تصرف کرنا تا کہ ان میں واقعات متمثل ہو جائیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ بقوت ہمت طالب کے نفس سے بھڑ جاوے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا واقعہ کی صورت کو خیال کرے اور ان کی طرف متوجہ ہو اپنی دل کی جمعیت سے تو اس میں اثر ہوگا جس کی طرف توجہ ہو اور اس میں محبت ظاہر ہو جاوے گی اور واقعہ اس کے ذہن میں صورت پکڑ جاوے گا اور اہل اللہ کی نسبت سے مطلع ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے سامنے بیٹھے اگر وہ زندہ ہو یا اس کی قبر کے پاس بیٹھے اگر وہ مردہ ہو اور اپنی ذات کو ہر نسبت سے خالی کر ڈالے اور اپنی روح کو اس کی روح تک پہنچا دے چند ساعت یہاں تک کہ اس کی روح سے

متصل ہو اور مل جاوے پھر اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پاوے تو البتہ وہی شخص اس کی نسبت ہے اور اشرف خواطر یعنی دل کی باتوں کے دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی ذات کو ہر خطرے اور ہر بات سے خالی کرے اور اپنے نفس تک پہنچاوے پھر اگر اس کے دل میں کچھ کھٹکے یا کوئی بات معلوم ہو بطریق پر تو پڑنے کے تو وہی بات اس کے دل کی ہے۔

وقائع آئندہ کے کشف کا طریقہ:

وقائع آئندہ کے کشف کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دل کو خالی کرے ہر چیز سے سوائے اس واقعے کے دریافت کے انتظار کے پھر جب اس کے دل سے ہر خطرہ منقطع ہو جاوے اور انتظار اس مرتبہ پر ہو جیسے پیاسے کو پانی کی طلب ہوتی ہے اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرنا شروع کرے بقدر اپنی استعداد کے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو جلد اس پر حال کھل جاوے خواہ ہاتف کی آواز سے یا جاگتے میں اس واقعہ کو دیکھ کر یا خواب میں۔ اور بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورت مثالی کے ساتھ خیال کرے اور اس کی مقاومت اور دفع کرنے کو بقوت تمام خیال کرے پھر اپنی ہمت کو اس پر مجتمع کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا ملا سافل کے مکان کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جاوے تو عنقریب وہ دفع ہو جاوے گی۔ (واللہ اعلم)

تعرفات کی شرط:

اور ایسے تصرفات کی شرط جو ان کے قائم مقام ہیں متصل کرنا ہے اثر دینے والے کے نفس کو اس نفس سے جس میں تاثیر کرنا منظور ہے اور ملا دینا اس کے ساتھ اور اس تک پہنچا دینا اور جو لوگ بدن کے حجابوں سے پاک ہو گئے ہیں وہ اس اتصال کو پہچانتے ہیں اور اس کے واصل کرنے پر قادر ہیں (واللہ اعلم) اور شیخ احمد مجدد الف ثانیؒ کے طریقے میں اور اشتغال ہیں تو چاہیے کہ ہم ان کو مجمل ذکر کریں۔

حق تعالیٰ نے انسان میں چھ لطیفے پیدا کئے:

معلوم کر کہ حق تعالیٰ نے انسان میں چھ لطیفے پیدا کئے ہیں جن کے حقائق جدا جدا ہیں بذات خود چنانچہ یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ موصوف کے اور ان کے تابعین کے کلام سے یا لطائف ستہ جہات اور اعتبارات ہیں نفس ناطقہ کے تو وہی نفس ناطقہ ایک اعتبار سے مسمی بقلب ہے اور دوسرے اعتبار سے اس کا رح نام ہے وعلیٰ ہذا القیاس باقی لطائف اور خلاصہ یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندی کی غرض یہ ہے کہ ان لطائف میں سے ہر لطیفے کو تعلق اور ارتباط ہے بدن کے بعض اعضاء سے تو قلب کا تعلق بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل پر ہے اور روح کا ارتباط داہنی چھاتی کے نیچے بمقابلہ دل ہے اور سر کا تعلق داہنی چھاتی کے اوپر وسط کی طرف جھکتے ہوئے اور خفی بائیں چھاتی کے اوپر وسط کی طرف مائل ہے اور اخفیٰ کا مقام خفی کے اوپر ہے اور سر وسط میں ہے اور نفس کا مقام دماغ کے بطن اول میں ہے اور ہر ایک عضو میں اعضائے مذکورہ سے نبض کی مانند حرکت ہے تو شیخ ممدوح اس حرکت کی محافظت کا اور اس ......حرکت کو اسم ذات خیال کرنے کا فرماتے ہیں پھر نفی اور اثبات کا ارادہ کرتے ہیں لا کے لفظ پھیلاتے ہوئے جمیع لطائف مذکورہ پر اور الا اللہ کے لفظ کو دل پر ضرب لگا کرو۔ (واللہ اعلم)

حقیقت نسبت اور اس کی تحصیل کا بیان:

نسبت اللہ عزوجل کی انتساب اور ارتباط سے عبارت ہے اور تحصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بندے نے جب طاعات اور طہارت اور اذکار پر مداوت کی تو اس کو ایک صفت حاصل ہو جاتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ میں ہے اور اس توجہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے صفت قائمہ ہے تشبیہ ملکوت مراد ہے اور ملکہ توجہ سے تطلع جبروت مقصود ہے تو نسبت کی یہ دونوں جنسیں ہیں ہر جنس کے نیچے انواع کثیرہ داخل ہیں سو منجملہ انواع مذکورہ کے محبت اور عشق کی نسبت ہے تو اس میں محبت کی صفت محکم ہو جاتی ہے قلب کے اندر اور منجملہ انواع مذکورہ نفس شکنی اور بیزاری لذت کی نسبت ہے ذات مقدس کی طرف متوجہ رہنا اسی کا نام نسبت مشاہدہ ہے حاصل کلام بالا اجمال یہ ہے کہ حضور

مع اللہ رنگ برنگ ہے بحسب اتصال معنی محبت یا نفس شکنی یا ان کے غیر یادداشت کے ساتھ اور نفس انسانی میں اس رنگ مخصوص کا ملکہ راسخہ یعنی کیفیت تو یہ قائم ہو جاتی ہے اور یہی ملکہ اور کیفیت مسمی بہ نسبت ہے اور یہ گمان نہ کیجیو کہ نسبت مذکورہ حاصل نہیں ہوتی مگر ان ہی اشغال سے مگر حق یہ ہے کہ یہ اشغال بھی اس کی تحصیل کا ایک طریق ہے ظن غالب یہ ہے کہ یہ حضرات صحابہ اور تابعین سکینہ یعنی نسبت کو اور ہی طریقوں سے حاصل کرتے تھے اور منجملہ اس کے طہارت پر اور موت کی یاد پر جو لذات کی کاٹنے والی ہے محافظت کرنا اور جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے ثواب مہیا کیا ہے اور جو گنہگاروں کے واسطے عذاب معین فرمایا اس کو ہمیشہ یاد رکھنا تو اس مواظبت اور یاد کے سبب لذات حسیہ سے انفکاک اور انقطاع حاصل ہو جاتا ہے اور منجملہ اس کے مواظبت ہے قرآن مجید کی تلاوت پر اور اس کے معانی غور کرنے پر اور نصیحت کرنے والے کی بات سننے پر اور ان احادیث کے تامل کرنے پر جن سے دل نرم ہو جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اشیائے مذکورہ پر مدت کثیرہ مواظبت اور دوام کرتے تھے تو ان کو تقرب الی اللہ کا ملکہ راسخہ اور ہیئات نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی اور اسی پر محافظت کیا کرتے تھے بقیہ عمر میں اور یہی مقصود و متوارث ہے شارع سے یعنی رسول ﷺ سے بوراثت چلا آیا ہمارے مرشدوں کے طریق میں اس میں کچھ شک نہیں اگرچہ الوان مختلف ہیں اور تحصیل نسبت کے طریقے رنگ برنگ ہیں۔

صاحب نسبت کے حالات:

پھر معلوم کرنا چاہیے کہ نسبت پر مداومت کرنے والے کے حالات رفیع الشان نبوت ہوتے ہیں گاہے کوئی اور کبھی کوئی سالک ان حالات رفیعہ کو غنیمت جانے اور معلوم کرے کہ حالات مذکورہ طاعات قبول ہونے اور باطن نفس اور دل کے اندر اثر کرنے کے علامات ہیں منجملہ احوال رفیعہ کے مقدم رکھنا ہے۔ طاعات الٰہی کا اس کے جمیع ماسوا پر اور اس پر غیرت کرنا۔ ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھتے تھے تو ایک چڑیا خوش رنگ اڑی سو ادھر ادھر جھانکتی پھرتی تھی اور نکل جانے کی راہ تلاش کرتی تھی درخت ایسے پیچاں اور زمین پر جھکے تھے کہ اس کا نکلنا دشوار ہوا تو ان کو یہ امر خوش معلوم ہوا تو ایک ساعت اپنی نظر کو اس کے ساتھ دوڑایا پھر اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ معلوم نہ رہا کہ کتنی پڑھی تھی تو کہا کہ یہ میرا مال یعنی میرا باغ میرے حق میں فتنہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ باغ خیرات ہے اللہ کی راہ میں اس کو رکھیے اور دیجئے جہاں کہیں آپ ﷺ چاہیں اور سلیمانؑ کا قصہ جس کا اس آیت میں اشارہ ہے **فطفق مسحا بالسوق والاعناق** مشہور اور معلوم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خوف:

منجملہ حالات رفیعہ مذکورہ کے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اس طرح پر کہ اس کا اثر بدن اور جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سات شخصوں کو حق تعالیٰ اپنے سایہ رحمت میں رکھے گا یہاں تک کہ پانچواں شخص فرمایا کہ وہ مرد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کو خالی مکان میں یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگیں اور حدیث میں وارد ہے کہ عثمانؓ ایک قبر پر کھڑے ہوئے تو اتنا روئے کہ داڑھی تر ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کا یہ حال تھا کہ جب تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو سینہ مبارک سے جوش کی آواز آتی تھی دیگ کے جوش کرنے کی طرح یعنی رونے کی ایسی آواز آتی تھی سینہ مبارک سے جیسے ہانڈی سن سن بولتی ہے۔

نیک خواب:

ایک خواب جس کو نیک مرد دیکھے یا اس کے واسطے دوسرا نیک مرد سچا خواب دیکھے وہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور رویائے صالحہ سے مراد نبی ﷺ کی رویت ہے خواب میں' دیکھنا جنت اور نار کا دیکھنا صالحین اور انبیاء علیہم السلام کا اس کے بعد مکانات متبرکہ کا خواب میں دیکھنا جیسے بیت اللہ محترم یا مسجد رسول ﷺ کا دیکھنا یا بیعت المقدس یا انوار اور طیبات کو دیکھنا جیسے دودھ اور شہد اور گھی کا پینا' چنانچہ کتب حدیث کی کتاب الرویا میں مذکور ہے اور اسی طرح فرشتوں کا دیکھنا جاگنے کی حالت میں حدیث میں آیا ہے کہ

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ بواسطہ نور الٰہی کے نظر کرتا ہے اور منجملہ حالات رفیعہ کے دعا کا قبول ہونا اور ظاہر ہونا اس کا جس کا اللہ سے طالب ہے اپنی ہمت کی کوشش سے اور اسی طرف اشارہ حدیث میں ہے کہ بعض شخص غبار آلود پریشان حال پھٹے کپڑوں والا جس کو کوئی خیال میں نہیں لاتا اگر وہ قسم کھا بیٹھے اللہ کے بھروسے پر تو حق تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے۔ پھر بعد حاصل ہونے نسبت کے دوسرا عروج اور ترقی ہے اور وہ عبارت ہے فنافی اللہ اور بقاباللہ سے اور نزدیک واقعی یہ امر ہے کہ مرتبہ فنا اور بقا رسول اللہ ﷺ سے بواسطہ مشائخ سند متصل سے متوارث نہیں بلکہ یہ تو خدا کی دین ہے جس کو اپنے بندوں میں سے چاہے عنایت کرے بدوں توارث کے اور اس مدعا کا شاہد وہ امر ہے جو خواجہ نقشبند سے منقول ہے کہ کسی نے ان کے پیروں کا سلسلہ پوچھا تو فرمایا کہ کوئی شخص اللہ تک اپنے سلسلے کے واسطے سے نہیں پہنچا بلکہ مجھ کو تو کشش ربانی پہنچ گئی سو اس نے مجھ کو اللہ تک پہنچا دیا۔ یہ کلام مطابق ہے اس حدیث مروی کے کہ ربانی کششوں میں سے ایک کشش جن اور انسان کے عمل کے مقابل ہے اس کو یاد رکھنا با ایں ہمہ خواجہ نقشبند کے مرشدوں کا سلسلہ معروف اور مشہور ہے۔

خاندان ولی اللہ کے اعمال مجربہ:

یــا مـغـنـی کی مواظبت ہر دن گیارہ سو بار اور سورہ مزمل پڑھنے کی چالیس بار سو اگر نہ ہو سکے تو گیارہ بار یہ دونوں عمل غنائے دلی اور ظاہری کے واسطے مجرب ہیں۔ جب کوئی اپنے دانت کے درد یا سر کے درد سے نالاں آوے یا اس کو ریاح ستائے ہو تو ایک تختی یا پٹری پاک لے اور اس پر پاک ریت ڈال اور ایک کیل یا کھونٹی سے اس پر ابجد ہوز حطی لکھ اور کیل کو الف پر زور سے داب اور ایک بار سورہ فاتحہ پڑھ اور درد والا آدمی اپنی انگلی کو درد کے مقام پر زور سے رکھے رہے پھر اس سے پوچھ کہ تجھ کو آرام ہو گیا اگر درد جاتا رہا تو خوب ہے اور نہیں تو کیل کو دوسرے حرف یعنی بے کی طرف نقل کرے اور دوبارہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور پوچھے پہلی بار کی طرح صحت ہوئی یا نہیں اگر صحت ہو گئی تو فہو المراد اور اگر نہیں تو جیم کی طرف کیل کو نقل کرے اور تین بار الحمد پڑھے اور اسی طرح ہر حرف پر کیل سے دابتا جاوے اور سورہ فاتحہ کو ہر بار بڑھاتا جاوے تو آخر حرف تک نہ پہنچے گا مگر یہ کہ خدا اس کے اندر ہی شفا عنایت کرے گا۔

جب تجھ کو کوئی حاجت پیش آوے یا کوئی شخص تیرا غائب ہو اور چاہے کہ حق تعالیٰ اس کو سالم اور غانم پھیر لاوے یا کوئی تیرا بیمار ہو سو تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحت بخشے تو سورہ فاتحہ کو اکتالیس بار فجر کی سنت اور فرض کے درمیان پڑھ۔

جس کو باؤلا کتا کاٹے اور اس کے دیوانہ ہو جانے کا خوف ہو تو اس آیت کو روٹی کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ **انھم یکیدون کیدا** لفظ رویدا تک اور اس کو کہہ دے کہ ہر دن ایک ٹکڑا کھایا کرے۔

فاقہ سے بچنے کا عمل:

جو شخص سورۃ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

مقررہ وقت پر جاگنے کے لئے:

جو شخص اپنے سونے کے وقت **ان الذین امنوا و عملوا الصلحت** سورہ کہف کے آخر تک پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کو جگا دے جس وقت کہ ارادہ کرے تو حق تعالیٰ اس کو جگاوے گا اسی وقت

ڈر سے بچاؤ کا عمل:

جو شخص کسی صاحب حکومت سے ڈرے اس کو چاہیے کہ یوں کہے **کھیعص حمعسق** اور چاہئے کہ داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے لفظ اول کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو قبض کرے لفظ ثانی ہر حرف کے نزدیک پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے چلا جاوے پھر دونوں کو کھول دے اس کے سامنے جس سے ڈرتا ہے۔ القیاس لفظ ثانی کے ہر حرف کے ساتھ ایک ایک انگلی بائیں ہاتھ کی بند کرے اور میں نے حضرت والد سے سنا فرماتے تھے تینتیس آیتیں ہیں کہ جادو کے اثر کو دفع کرتیں ہیں اور شیطان اور چوروں اور درندے جانوروں سے پناہ ہو جاتی ہے چار آیتیں سورہ بقرہ کے اول سے اور آیۃ الکرسی دو آیتیں اس کے بعد کی **خالدون** تک اور تین آیتیں آخر سورہ بقرہ کی یعنی **للہ ما**

فی السموت سے آخر تک اور تین آیتیں سورہ اعراف کی ان ربکم سے محسنین تک اور سورہ بنی اسرائیل کی پچھلی آیت یعنی قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن سے آخر تک اور دس آیتیں صافات کے اول سے لازب تک اور دو آیتیں سورہ رحمٰن کی یامعشر الجن سے تنتصران تک اور آخر سورہ حشر کی لو انزلنا سے آخر تک اور دو آیتیں سورہ جن کی یعنی قل او حی کی وانہ تعالیٰ جدربنا سے شططا تک تو یہی آیات مذکورہ تینتیس آیات سے مسمی ہیں اور ہمارے والد مرشد آیات مذکورہ پر سورہ فاتحہ اور قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ اور قل آعوذ برب الفلق اور قل آعوذ برب الناس زیادہ کرتے تھے اور سورہ جن سے اول آیت یعنی قل اوحی سے شططا تک لیتے تھے۔

چیچک کیلئے عمل:

چیچک کی بیماری ظاہر ہو تو نیلا تاگا لے اور اس پر سورہ رحمٰن پڑھ اور جب تو فبای الاء ربکما تکذبان پر پہنچے تو ایک گرہ دے اور اس پر پھونک ڈال اور دھاگے کو لڑکے کی گردن میں باندھ دے حق تعالیٰ اس کو اس بیماری سے آرام دے گا۔

امن وامان کے لئے:

اصحاب کہف کے نام امان ہیں ڈوبنے اور جلنے اور غارت گری اور چوری سے الٰہی سے آخر تک دعا کرے۔

الھی بحرمة یملیخا مکسلمینا کشفو طط اذز فطیونس کشا فطیونس تیبونس بوانس بوس وکلبھم قطمیر و علی اللہ قصد السبیل و منھا جائر

حاجت کے لئے:

جب تجھ کو کوئی حاجت درپیش آوے تو یابدیع العجائب بالخیر یا بدیع کو بارہ سو بارہ پڑھ بارہ دن تک کہ حق تعالیٰ تیری حاجت برلاوے گا اور ان اعمال مذکورہ کو اول فصل سے یہاں تک تجھ کو میرے والد مرشد نے اجازت دی ہے۔ منجملہ اور اعمال کے جن میں مجھ کو اجازت فرمائی۔ حاجات مشکلہ کے برآنے کے واسطے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لاالہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم و کذالک ننجی المومنین کو سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

رب انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین

سو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

والفوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

سو بار پڑھے اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے

قالو احسبنا اللہ و نعم الوکیل

سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کے

رب انی مغلوب فانتصر سو بار۔

آسیب کے لئے:

جس کو شیطان باؤلا کر ڈالے یعنی جس پر آسیب کا خلل ہو تو اس کے بائیں کان میں یہ آیت سات بار پڑھے ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب اور دفع آسیب کا یہ عمل بھی ہے کہ اس کے کان میں سات بار اذان دے اور سورہ فاتحہ سورہ قل آعوذ برب الفلق اور قل آعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی اور سورہ طارق یعنی والسماء والطارق اور سورہ حشر کی آیتیں یعنی ھو اللہ الذی سے آخر تک اور صورہ صافات ساری پڑھے آسیب جل جاوے۔

اور آسیب زدہ کے واسطہ یہ بھی عمل ہے کہ اس کے کان میں آخر سورۂ مومنون کی یہ آیتیں پڑھے افحسبتم انما خلقنا کم الی و انت خیر الراحمین اور دفع آیت کا یہ بھی عمل ہے کہ پانی پر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور پانچ آیتیں اول سورۂ جن کی پڑھے اور اس پانی کا اس کے منہ پر چھینٹا مارے کہ ہوش میں آجاوے گا اور جب کسی مکان میں جن معلوم ہوتا ہو تو اسی پانی سے اس مکان کے نواحی میں چھینٹے مارے تو وہاں پھر نہ آوے گا۔ اور واسطے قریب ہونے شیطان کے گھر سے اور ان کے پتھر پھینکنے کے لئے یہ آیت پڑھے انھم یکیدون واکید کیداً فمھل الکفرین امھلھم رویدا چار لوہے کی کیلوں پر ہر کیل پر پچیس پچیس بار پھر ان کو گھر کے چاروں کونوں میں ٹھونک دے اور یہ بھی دفع جن کا عمل ہے کہ اصحاب کہف کے نام گھر کی دیواروں میں لکھے۔

بانجھ عورت کے لئے:

اور عقیمہ یعنی بانجھ عورت کے واسطے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھے

ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل لله الامر جمیعا

پھر اس تعویذ کو اس کی گردن میں باندھے اور یہ بھی عقیمہ کے واسطے ہے کہ چالیس لونگوں کو ہر دن کھلا وے اور شروع کرے حیض کے غسل کے ہونے سے اور ان دنوں میں اس کا زوج اس سے صحبت کرتا رہے اور جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تا گا کسم کا رنگا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہیں لگاوے اور ہر گرہ پر

واصبر وما صبرک الا بالله ولا تحزن علیهم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون

اور **قل یایها الکفرون** پڑھے اور پھونکے اور جس عورت کو دُرزہ یعنی لڑکا پیدا ہونے کا درد تکلیف دے تو پرچہ کاغذ میں یہ آیت لکھے

والقت ما فیها و تخلت و اذنت لربها وحقت اهیا اشراهیا

اور اس پرچے کو ایک کپڑے میں لپیٹے اور اس کی بائیں ران پر باندھے تو وہ جلد جنے گی میں کہتا ہوں کہ مجھ کو یاد ہے جلال الدین سیوطی کی کتاب درمنثور سے بروایت اعمش کے یہ کلمہ **اهیا اشر اهیا** جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے معنی اس کے یہ ہیں کہ اے زندہ قبل ہر چیز کے اور اے زندہ بعد ہر چیز کے۔

لڑکا پیدا ہونے کے لئے:

اور جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو حمل پر تین مہینے گزرنے سے پہلے ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے اس آیت کو لکھے **الله یعلم ما تحمل کل انثی وما تغیض الارحام وما تزدادو کل شیئ عنده بمقدار عالم الغیب والشهادة الکبیر المتعال**

اور اس آیت کو لکھے

یازکریا انا نبشرک بغلم اسمه یحیی لم نجعل له من قبل سمیا پھر یہ لکھے **بحق مریم و عیسی ابنا صالحا طویل العمر بحق محمد واله**

پھر اس تعویز کو حاملہ باندھے رہے۔ اور اس شخص نے جس پر مجھ کو اعتماد ہے خبر دی کہ جس عورت کا لڑکا نہ زندہ رہتا ہو تو اجوائن اور کالی مرچ لے دونوں چیزوں پر دوشنبے کے دن دوپہر کو چالیس بار سورۂ والشمس پڑھے سو بار درود شریف پڑھ کر شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اس کو ہر روز عورت کھایا کرے تحقیق کے دن سے لڑکے کے دودھ چھڑانے تک اور یہ بھی اسی شخص معتمد نے مجھ کو خبر دی کہ جو عورت سوائے لڑکی کے لڑکا نہ جنتی ہو تو اس کے پیٹ پر گول لکیر کھینچے ستر بار ہر بار انگلی کے پھیرنے کے ساتھ یامتین کہے۔

نظر بد ڈائن:

یہ عمل ہے اس لڑکے کے واسطے جس کو نظر لگانے والی عورت کی نظر لگ گئی۔ اس عورت کو ڈائن بڑھیا بھی کہتے ہیں ایک گول لکیر چھری سے کھینچے آیۃ الکرسی اور ان آیتوں کو پڑھتے ہوئے۔

و قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا و یحق الله الحق بکلماته ولو کره المجرمون ویرید الله ان یحق الحق بکلماته ویقطع دابر الکافرین لیحق الحق و یبطل الباطل ولو کره المجرمون ویمحوا الله الباطل و یحق الحق بکلماته انه علیم بذات القدور

پھر یہ دعا پڑھے

آعوذ بکلمات الله التامات من شر کل شیطان هامة و عین لامة یا حفیظ یا رقیب یا وکیل یا کفیل فسیکفیکم الله وهو السمیع العلیم

پھر چھری کو کنڈل کے اندر گاڑے اور کہے کہ یا فلانے اور اسکا نام لے کر پکارے نظر لگانے کے وقت یا اس وقت جب

خود اس کا ذکر کرے تو اس کا اثر باطل ہو جاویگا۔ اور یہ بھی ہے کہ جب نظر لگانا اور نظر کا لگانے والا ثابت ہو جاوے تو اس کے منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور اس کے شرمگاہ کو دھونے کو کہے ایک برتن میں اور اس پانی کو اس پر چھڑکے جس کو نظر لگی تو اسی دم اچھا ہو جاوے۔

نظر بد کے لئے:

او یہ بھی چشم زخم کا عمل ہے کہ ایک پاک دھاگہ تین ہاتھ ناپ کا لیوے اور اسکے پاس رکھ جو نظر زدہ ہے پھر یہ عزیمت یعنی عزمت علیک سے آخر تک پڑھے جس پر نظر لگی ہے پھر اس تاگے کو دوسری بار ناپ، سو اگر تین ہاتھ سے بڑھ جائے یا کم ہو جائے تو معلوم کر کہ اس کو نظر لگی ہے تو اس عمل کو تین بار مکرر کرے نظر کا اثر دور کرنے کا طریقہ عزیمت کا یہ ہے کہ **بسم الله ولا قوة الا بالله** کو تین بار پڑھے اور سورۃ فاتحہ کو تین بار پڑھ کر عزیمت مذکورہ شروع کرے۔ اور بجائے فلان بن فلانۃ کے اس کا اور اس کی ماں کا نام لے نکہ کالا ٹیکا لڑکوں کے واسطے دفع نظر کے اثر سے ترمذی میں ثابت ہے۔

برائے مسحور و مریض مایوس العلاج:

اور جس پر جادو کا اثر ہو اور اس بیمار کے واسطے جس کی بیماری نے طبیبوں کو عاجز کر دیا ہو چینی کے سفید برتن میں یہ اسم اعظم لکھے

یاحی حین لاحی فی دیمومة ملکه و بقائه یاحی

پھر اس کو پانی سے دھو کر چالیس دن پیئے اور جس کی کوئی چیز کھوئی جاوے پھر کہے **یـا حـفـیـظ** ایک سو انیس بار بدون زیادتی اور کمی کے پھر یہ آیت

یبنی انها ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة او فی السموت او فی الارض یات بها الله

ایک سو انیس بار پڑھے تو حق تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز کو اس کے پاس پھیر لا دے گا اور چور کے پہچاننے کے واسطے دو شخص آمنے سامنے بیٹھیں اور بندھنی کو اپنے درمیان تھامیں رہیں اور اس کو کلمے کی دو انگلیوں سے اٹھائے رہیں اور جس پر چوری کی تہمت ہو اس کا نام بندھنی میں لکھے اور سورہ یس کو **مـن المـکـرمین** تک پڑھے سو اگر وہی شخص چور ہوگا تو بدھنی گھوم جاوے گی پھر اگر نہ گھومے تو اس کا نام مٹا کر دوسرے شخص کا نام لکھے اور وہیں تک پڑھے اور اسی طرح ہر شخص مبتہم کا نام لکھتا جاوے یہاں تک کہ گھومے۔ میں کہتا ہوں کہ جو شخص یہ عمل یا ایسا کوئی عمل کر کے چور پر مطلع ہو تو اس پر واجب ہے کہ اس کے چرانے پر یقین نہ کرے اور اس کو بدنام نہ کرے بلکہ قرائن کی پیروی کرے اور جب تو چاہے کہ حق تعالیٰ تیری مراد بر لاوے تو سورۂ فاتحہ کو پڑھ اس طرح کہ **بسم الله الرحمن الرحیم** کی میم کو **الحمد الله** کے لام سے ملا دے یکشنبہ کے دن سے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان شروع کرے ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار اور اسی طرح ہر روز دس دس بار کم کرتا جاوے یہاں تک کہ ہفتے کے دن دس بار پڑھے اور جب تو چاہے کہ خواب میں وہ حال دیکھے کہ جس میں تیری خلاصی ہے۔ اس تنگی سے جس میں تو مبتلا ہے تو وضو کر اور پاک کپڑے پہن اور قبلہ رو داہنی کروٹ پر لیٹ اور سورۃ الشمس کو سات بار اور سورۃ الیل کو سات بار اور **قـل هـو الله** کے عوض سورۂ والتین کا سات بار پڑھنا آیا ہے پھر یوں کہے کہ خداوند مجھ کو میرے خواب میں ایسا دکھلا دے اور میرے اس حال میں کشادگی اور خلاصی کر دے اور میرے خواب میں وہ چیز دکھلا دے جس سے میں اپنی دعا کے قبول ہو جانے کو دریافت کر جاؤں تو اگر اس رات وہ چیز خواب میں دیکھے جس کو تو چاہتا ہے تو خواب ہوا۔ اور نہیں تو اسی طرح دوسری رات کو سو اگر مطلب حاصل ہو تو فهو المراد اور نہیں تو تیسری رات بھی اسی طرح کر ساتویں رات تک ان شاء اللہ تعالیٰ ساتویں کے آگے نہ بڑھے گا۔ کہ حال کھل جائے گا۔ اس عمل کا ہمارے صحبت والوں نے تجربہ کیا ہے۔

برائے ضعف بصر:

بعد ہر فرض نماز کے **فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید** اور جو مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لئے سو اس میں یکشنبہ کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدا وے **یاقهار انت الذی لایطاق انتقامه**

یاقھار ۔اور دوسری طرف یہ کھدوا وے۔ یا مذل کل جبار عنید بقھر عزیز سلطانه یامذل اور اللہ توفیق دینے والا ہے اور مددگار یعنی اعمال کا اثر توفیق اور اعانت ربانی پر منحصر ہے۔

دینی علوم کی اہمیت:

حق تعالیٰ نے فرمایا سو کیوں نہیں نکلتے ہر قوم سے چند لوگ تا کہ وہ دین کا فہم حاصل کریں اور تا کہ اپنی قوم کو خدا کی نافرمانی سے ڈراویں جب ان کی طرف پلٹ کر آجائیں شاید وہ پرہیز کریں نافرمانی سے۔ عالم ربانی اور فقیہ حقانی جو انبیاء مرسلین کا وارث ہے وہ ہے جو محافظت کرے چند امور پر منجملہ امور کے جن کی محافظت عالم ربانی پر ضرور ہے یہ ہے کہ پڑھاوے علم کو از قسم تفسیر اور حدیث اور فقہ سلوک اور عقائد نحو اور صرف کے اور اس کو لازم نہیں کہ علم کلام اور اصول اور منطق میں مشغول رہے حق تعالیٰ نے سورۃ جمعہ میں فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے بن پڑھوں میں رسول بھیجا ان ہی میں سے یعنی وہ بھی اُمی ہے خواندہ نہیں تلاوت کرتا ہے ان پر آیات خدا کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب یعنی قرآن مجید اور حکمت یعنی حدیث اور منجملہ ان امور کے جن کی محافظت عالم ربانی پر لازم ہے یہ ہے کہ اشغال طریقت کی تلقین کرے اور ہم نے ان کو بتفصیل تمام فصول سابقہ میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے ایک وقت مقرر کرنا چاہیے جس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھے ان کی طرف متوجہ ہو کر ان پر نسبت ڈالنے کو اس واسطے کہ محبت الٰہی تمام نہیں ہوتی مگر استطاعت ممکنہ سے اور بعد اس کے استطاعت میسرہ سے اور قسم ثانی یعنی استطاعت میسرہ سے صحبت ہے اور رغبت دلانا اشغال پر قول سے اور فعل سے دل کے تصرف سے واللہ اعلم اور اسی کی طرف یعنی صفائی دل ببرکت صحبت کے اشارہ ہے حق تعالیٰ کے اس قول میں ویزکیھم اور منجملہ امور مذکورہ کے یہ ہے کہ لوگوں کا خبر گیر رہے وعظ اور نصیحت سے حق تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ نصیحت کیا کہ اگر نصیحت کرنا فائدہ دے اور وعظ کہنے والے کو چاہیے کہ قصہ گوئی سے پرہیز کرے کہ مقرر ہم کو روایت پہنچی ہے کتب حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب ان کے بعد خبر گیری کیا کرتے تھے مسلمین کی وعظ اور نصیحت سے۔ قصہ گوئی شرع میں مذموم اور معیوب ہے کہ زمانہ صحابہ میں نہ تھی اور وہ قصہ خوانوں کو نکال دیتے تھے اور وعظ اور نصیحت محمود اور پسندیدہ ہے۔ سو قصہ گوئی سے مراد یہ ہے کہ حکایات عجیبہ نادرہ کو مذکور کرے اور اس گفتار سے اس کو یہ مقصود نہیں کہ لوگوں کو اتباع سنت کا خوگر کردے بلکہ مقصود اظہار زبان آوری اور اعجوبہ گفتاری اور لوگوں میں ممتاز ہونا فصاحت بیانی سے اور حسن ایراد حکایات اور برمحل مثل گوئی سے اور منجملہ امور مذکورہ کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

وضو اور نماز میں:

کہ اگر دیکھے کسی کو پاؤں کو پورا نہیں دھوتا تو پکار کر کہے کہ عذاب ہے ایڑیوں کو دوزخ کا یا کوئی تعدیل ارکان بہ طمانیت نہیں کرتا تو کہے کہ پھر پڑھ کہ البتہ تو نے نماز نہیں پڑھی ہکذا فی الحدیث اور پوشاک اور گفتگو اور ان کے سوا اور امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے حق تعالیٰ فرماتا ہے اور چاہیے کہ تم میں سے بعضے لوگ دعوت الخیر کریں اچھے کام کا امر کریں اور برے کام خلاف شرع سے روکیں اور وہی لوگ رستگار فلاح یاب ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تلطف اور نرم کلامی آداب سے ہے اور سختی اور جھڑکنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں امراء اور سلاطین کا طریقہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے نبی کریم ﷺ سے کہ مجادلہ کر ان سے اس طریقہ پر جو نیک تر ہے۔

خبر گیری اور حسن سلوک:

اور منجملہ امور مذکورہ کی خبر گیری اور حسن سلوک ہے فقراء اور طالبعلموں سے بقدر امکان کے اور اگر مقدور نہ ہو اور اس کے برادران دینی موافق مزاج مقدور والے ہوں تو ان کو تحریص اور ترغیب دلاوے ان کے ساتھ سلوک کرنے کی تو اگر یہ صفات جو مفصل مذکور ہو چکے ایک شخص میں مجتمع ہوں تو ہرگز شک نہیں کرنا اس کے وارث الانبیاء والمرسلین ہونے میں اور یہی شخص ملکوت آسمانی میں عظیم الشان مشہور ہے اور ایسے ہی

شخص کو خلق اللہ دعا دیتی ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر دعا کرتی ہیں۔

تو اے مخاطب اس کا ساتھ نہ چھوڑیو۔ کہیں ایسے شخص کی صحبت نہ فوت ہو جاوے اس واسطے کہ بلا شک یہ تو کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہے واللہ اعلم امراء سے صحبت نہ رکھے مگر یہ نیت دفع کرنے ظلم کے خلق پر سے یا ان کو مستعد کرنے کے واسطے خیر پر اور یہ وہی وجہ جس سے ان احادیث کے درمیان میں جو صحبت ملوک کی مذمت پر دلالت کرتی ہیں اور درمیان اس کے اکثر علماء صالحین نے ان کی صحبت اختیار کی ہے اتفاق ہو کر تعارض دفع ہوتا ہے۔ صحبت نہ اختیار کرے صوفیان جاہل کی اور نہ جاہلان عبادت شعار کی اور نہ فقیہوں کی جو زاہد خشک ہیں اور نہ محدثین ظاہری کی جو فقہ سے عداوت رکھتے ہیں بلکہ طالب حق کو چاہیے کہ عالم صوفی ہو دنیا کا تارک ہر دم اللہ کے دھیان میں حالات بلند ذو با سنت مصطفویہ میں راغب حدیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا متجسس حدیث اور آثار کی شرح اور بیان کا طلب کرنے والا ان فقیہان محققین کے کلام سے جو حدیث کی طرف مائل ہیں نظر سے اور ان اصحاب عقائد کے کلام سے جن کے عقائد ماخوذ ہیں سنت سے جو ناظر ہیں دلیل عقلی میں بطریق تبرع اور عدم لزوم کے ان اصحاب سلوک کے کلام سے جو جامع ہیں علم اور تصوف کے تشدد کرنے والے نہیں اپنے نفوس پر اور نہ دقت کرنے والے سنت نبویہ ﷺ پر بڑھ کر اور نہ صحبت اختیار کرے مگر اس شخص کی جو متصف بصفات مذکورہ ہے اور ازاں جملہ یہ ہے کہ گفتگو نہ کرے فقہائے کبار کے مذاہب میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دے بلکہ جمیع مذاہب حقہ کو بالاجمال مقبول جانے اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کو ایک مذہب جانے بدون تعصب کے اور ازاں جملہ یہ ہے کہ گفتگو نہ کرے صوفیوں کے طریقے میں بعض کو بعض پر ترجیح دے کر اور ان پر انکار نہ کرے اور نہ ان پر جو سماع وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں اور خود پیروی نہ کرے مگر اس کی جو سنت سے ثابت ہے اور جس پر وہ اہل علم چلے ہیں۔

آداب ذکر اور وعظ گوئی کا بیان:

حق تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ سمجھایا بجھایا کر تو ہی مذکر اور واعظ ہے اور اپنے ہم کلام موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ان کو یاد دلایا کر وقائع سابقہ کو اور واعظ مسلمان عاقل بالغ ہو اور عادل یعنی متقی ہو جیسا کہ راوی حدیث وشاہد میں علماء نے تکلیف اور عدالت شرط کی ہے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے اخبار اور سیرت سے فی الجملہ بقدر کفایت کے واقف ہو صحاح ستہ وغیرہا سے شغل رکھتا ہو اس طرح پر کہ حدیث کے الفاظ کو استاد سے پڑھ کر سند حاصل کر چکا ہے۔ قرآن کی شرح غریب میں مشغول ہو اور آیات مشکلہ کی توجیہ اور تاویل فصیح یعنی صاف بیان ہو نہ گفتگو کرتا ہو لوگوں کے ساتھ مگر بقدر ان کے فہم کے اور یہ کہ مہربان صاحب وجاہت اور مروت ہو وعظ ہر روز یا ہر وقت نہ کہا کرے۔ اور یہ کہ وعظ کہنے کو پاک مکان میں بیٹھے چنانچہ مسجد میں اور یہ حمد اور درود سے کلام کو شروع کرے اور ان ہی پر ختم بھی کرے اور دعا کرے اہل ایمان کے واسطے عموماً اور حاضر لوگوں کے واسطے خصوصاً اور یہ کہ مخصوص نہ کرے کلام کو فقط خوشخبری سنانے اور شوق دلانے میں یا فقط خوف دلانے اور ڈرانے میں بلکہ کلام کو ملاتا چلا تا رہے۔ اور واعظ کو لازم ہے کہ آسانی کرنے والا ہو نہ سختی کرنے والا اور یہ کہ خطاب کو عام کرے اور خاص نہ کرے اور کسی قوم مخصوص کی مذمت یا کسی شخص معین پر انکار بالمشافہ نہ کرے چنانچہ یوں کہے کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسا ایسا کرتے ہیں۔ اور وعظ میں بے ہودہ نہ بولے اور خوبی بیان کرے نیک بات کی اور مرد ہر جائی رکابی مذہب نہ ہو کہ جس محفل میں جاوے ان کی خواہش نفسانی کے موافق وعظ شروع کرے مناسب یوں ہے کہ اپنے دل میں تصور کرے مسلمان کی صفت کو اس کے اعمال میں اور اس کے حفظ لسان اور اخلاق میں اور اس کے حالات قلبی میں اور اس کے اذکار کی مداومت میں پھر چاہیے کہ اسی صفت متخیلہ کو علی وجہ الکمال سامعین میں ثابت کرے پہلے حسنات کی خوشبوں اور سیئات کی برائیوں کا امر کرے لباس اور شکل اور نماز وغیرہ میں اذکار کی تلقین کرے پھر جب ان میں ذکر کا اثر معلوم ہو تو ان کو رغبت اور شوق دلا دے زبان اور دل کے روکنے پر اقوال قبیحہ اور اخلاق ذمیمہ سے اور ان کے دلوں میں ان امور کی تاثیر کرنے

میں اعانت چاہیے ایام سابقہ اور وقائع گزشتہ کے ذکر کرنے سے جو اگلی امتوں پر دنیا میں ہو چکی ہے پھر استعانت چاہیے موت کی دہشت اور قبر کے عذاب اور شدت یوم الحساب اور دوزخ کے عذاب ذکر کرنے سے اور اسی طرح ذکر ترغیبات سے استعانت چاہیے۔ تفسیر کے موافق اور حدیث نبوی ﷺ سے جو محدثین کے نزدیک معروف ہے اور صحابہ اور تابعین اور ان کے سوا اور مومنین صالحین کے اقوال سے اور سیرت نبوی ﷺ کے بیان کرنے سے اور واعظ کو چاہیے کہ بیہودہ قصوں کو جو بروایت صحیح ثابت نہیں ہیں ذکر نہ کرے اس واسطے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصہ خوانی پر سخت انکار کیا ہے اور قصہ خوانوں کو مساجد سے نکال دیا اور ان کو مارا ہے اور وعظ کے ارکان تو ترغیب وترہیب ہے اور مثال گزارنا کھلی مثالوں سے اور صحیح قصے دل کے نرم کرنے والے اور نکات منفعت بخش سو یہ طریقہ ہے تذکیر اور شرح کا۔ اور جس مسئلے کو واعظ ذکر کرے چاہیے کہ وہ قسم حلال سے ہو یا حرام سے ہو یا آداب صوفیہ سے یا دعوات کے باب سے یا عقائد اسلام سے پس ظاہر قول یہ ہے کہ بیان کرے واعظ وہ مسئلہ جس کو جانتا ہو اور اس کے سکھانے کا طریق معلوم ہو۔ اور وعظ کی سماعت کرنے والوں کے آداب سو یہ ہیں کہ مذکر کے سامنے ہوں اور لہو ولعب نہ کریں اور شور نہ مچائیں۔ اور آپس میں وعظ کے اندر باتیں نہ کرے اور ہر امر میں وعظ سے سوال نہ کریں۔ بلکہ اگر سامع کو کوئی خطرہ عارض ہو تو اگر اس کو مسئلہ مذکورہ کے ساتھ کوئی تعلق قوی نہ ہو یا تعلق ہو مگر مسئلہ دقیق ہو جس کو عوام کی فہم نہیں اٹھا سکتی تو اس سوال سے سکوت اختیار کرے حاضرین مجلس میں پھر اگر چاہے تو اس کو خلوت میں پوچھ لے اور اگر اس کو مسئلے کے ساتھ قوی تعلق ہو جیسے مفصل کرنا مجمل کا اور مشکل لغت کا دریافت کرنا تو منتظر رہے تا اینکہ اس کا کلام آخر ہو تو دریافت کرلے اور چاہیے کہ وعظ کا کہنے والا اپنے کلام کو تین بار اعادہ کرے۔ سو اگر مجلس میں کئی قسم کی بولی والے لوگ ہوں اور واعظ ان کی زبان پر قادر ہو تو اس کو یہ کرنا چاہیے یعنی ہر زبان میں کلام کرے اور پرہیز کرنا چاہیے دقیق اور مجمل کلام سے یعنی اس واسطے کہ کلام باریک اور مجمل سے علی العموم فائدہ حاصل نہیں۔ ہماری صحبت اور طریقت اور سلوک کے آداب کو سیکھنا متصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک صحیح مشہور متصل سند کے ساتھ ہے یعنی مصنف سے تا مبداء رسالت بیچ میں کوئی واسطہ منقطع نہیں اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں۔ یعنی باعتبار آداب معینہ اور اشغال مخصوصہ کے اتصال تفصیلی نہیں بلکہ اجمالی ہیں۔ تو بندہ ضعیف ولی اللہ نے حق تعالیٰ اس سے عفو کرے اور اس کو اس کے سلف صالحین سے ملاوے زمانہ دراز صحبت رکھی اپنے والد شیخ اجل عبدالرحیم خدا راضی ہو ان سے اور ان کو راضی کرے۔ اور مجھ کو اجازت دی مشکوۃ المصابیح اور صحیح بخاری وغیرہ صحاح ستہ کی معتمد ثابت القولی حاجی محمد افضل نے شیخ عبدالاحد سے انہوں نے اپنے والد شیخ محمد سعید سے انہوں نے اپنے دادا شیخ طریقت شیخ سرہندی سے ان کی سند طویل مذکور ہے ان کے مقامات اور تصانیف میں اور یہ تمامی ہے اس مضمون کی جس کے لانے کا ہم نے اس رسالے میں ارادہ کیا تھا اور شکر ہے حق تعالیٰ کا ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی اور ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی۔

ایک اللہ والے کی آخری وصیت کے اقتباسات وصیۃ

میرے پیارے بیٹو! اللہ تعالیٰ کی ہم پر رحمت وفضل ہو کرم ہو ہمیں بخشش فرما کر جنت الفردوس میں داخل فرماویں اور ہر وقت اپنا غلام رکھیں۔ نماز پنجوقتہ اول وقت میں پڑھتے رہیں۔ ۱- حیات المسلمین' ۲- تسہیل قصد السبیل' ۳- رسالہ الابقاء بزرگوں سے محبت رکھیں' ان کا ادب رکھیں۔ تمہاری والدہ ماجدہ کی چار پانچ نمازیں ادا نہیں ہوسکیں' ان کا فدیہ دے دیں اگر کوئی اشکال درپیش ہو تو میرے مربی حضرت حافظ شاہ صاحب سے ہی حل کروا لیا کریں۔ اگر کسی چیز کی تقسیم میں تنازعہ ہو تو قرعے سے کام لے لیا کریں۔ ۱- کلمہ طیبہ' ۲- استغفار' ۳- درود شریف' اگر بطور ورد (وظیفہ) ان تینوں کی ایک ایک تسبیح کرلیا کریں تو بہت ہی مناسب ہو۔ ریاء' تکبر' بدمزاجی' خودغرضی سے پرہیز کریں۔

نصیحت:

جانثار! بہادر! ہمت نہ ہارو۔ قدم بڑھائے جاؤ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ حوریں شہادتگاہ میں تمہاری منتظر ہیں تمہارا خدا تم پیاروں کو اپنا دیدار کرانے کو ہے۔ وعدہ حق ہے۔ ہمت نہ ہارو۔ غمگین نہ ہو۔ تم ہی بلند و غالب ہو کر رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اور مومن ہونا تمہارا تم کو معلوم' پھر تم بلند و غالب کیوں نہ ہو گے ضرور ہو گے۔ موت کو اپنا زیور سمجھو اور خدا سے ملنے کا وسیلہ جان کر الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ کہ موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب کی طرف پہنچاتا ہے تو موت بھی محبوب ہوئی اور جہاد بھی محبوب ہوا۔ بڑی نافع تجارت اور رضا ولقاء وصل محبوب کا اعظم وسیلہ ہے پھر موت کیوں نہ لذیذ ہو۔

اصلاحات ویاقوت مجددیہ

لوگوں نے سلطان شیخ ابوسعید ابوالخیر سے کہا کہ فلاں شخص پانی کے اوپر چلتا ہے۔ انہوں نے کہا آسان ہے۔ خس و خاشاک (گھاس پھونس) بھی پانی پر چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا فلاں شخص ہوا میں اڑتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتی ہے۔ لوگوں نے کہا فلاں شخص ایک ساعت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا ہے۔ انہوں نے کہا شیطان ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک جاتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کی کوئی زیادہ قیمت نہیں ہے مرد وہ ہے کہ مخلوق کے درمیان بیٹھے اور لین دین کرے اور شادی کرے اور مخلوق کے ساتھ مل جل کر رہے اور ایک لحظہ حق سبحانہ سے غافل نہ رہے۔

لوگوں نے قدوہ اہل اللہ بوعلی رودباری سے پوچھا جو شخص کہ لہو ولعب کی چیزیں سنتا اور کہتا ہو کہ یہ میرے لئے حلال ہیں کیونکہ میں ایک ایسے درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ اختلاف ماحول میرے اندر اثر نہیں کرتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ بے شک پہنچ گیا ہے وہ لیکن جہنم میں پہنچ گیا ہے۔

مخدوم! اگر ذکر قلبی سے دل کی حرکت وجنبش مراد لی جائے تو اس کی ہمیشگی قطعی ضروری نہیں ہے نہ فنا کی حالت میں اور نہ حالت فنا کے بغیر' جو چیز کہ دائمی اور لازمی ہے وہ دل کی توجہ اور حضور قلبی ہے خواہ حرکت ہو یا نہ ہو۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا صفت کم می بود اندر جہاں

(جو شخص اپنی آنکھ کا مالک نہیں ہوا تو اس کے پاس دل نہیں ہے)

جب صاحب دل شخص اپنے دل کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو گویا اس توجہ سے ایک قلعہ اس کے دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے اور عالم (دنیا) کی خبروں کو دل تک پہنچنے نہیں دیتا۔

مطوب کے انتظار میں ظاہری و باطنی حواس کو جمع کرنا مراقبہ ہے۔

ہمہ چشمیم تابروں آئی ہمہ گوشیم تاچہ فرمائی

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ بلی سے سیکھا ہے اور مراقبہ کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ حق سبحانہ کی دائمی اطلاع کے ساتھ بندہ کا آگاہ و باخبر ہونا اور اس کو اس تعالیٰ شانہ کا حضور ہے خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مراقبہ کا طریقہ (راستہ) نفی و اثبات کے طریق سے اعلیٰ ہے اور جذبہ کے زیادہ قریب ہے' مراقبہ کے طریق سے وزارت اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔

سلطان ذکر:

یہ ہے کہ ذکر تمام بدن کو محیط ہو جاتا ہے اور ہر عضو دل کی طرح ذاکر اور مطلوب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اگر ابوبکرؓ کے ایمان کو میری امت کے ایمان سے وزن کیا جائے تو ابوبکرؓ کا ایمان بڑھ جائے گا (الحدیث) جو شخص زمین پر چلتی پھرتی لاش کو دیکھنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیقؓ) کو دیکھ لے۔

مشاہدہ ارواح آپ جان لیں کہ ارواح کا مشاہدہ کبھی مثالی صورتوں کے لباس میں ہوتا ہے کیونکہ عالم مثال میں ہر چیز کی ایک صورت (کائن) موجود ہے حتیٰ کہ معانی کی بھی وہاں صورتیں ہیں کہ جن کے ساتھ وہ منکشف ہوتے ہیں۔ یہ دید مشاہدہ وہم وخیال سے باہر ہے کیونکہ عالم مثال علم شہادت

کی طرح موجودات میں سے ہے۔ یا ارواح اجسام کے ساتھ متجسم ہو کر صورتوں کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہیں کبھی ان (ارواح) کا مشاہدہ صورتوں کے بغیر ہوتا ہے اور وہ روحانی ملاقات کی قسم سے ہوتا ہے۔ بزرگوں نے روح کے نور کو سرخ قرار دیا ہے۔ اس کی سرخی اسی لحاظ سے ہے اور اس کی چمک اس کی نورانیت کی وجہ سے ہے۔ اس کا پھیلنا اور سمٹنا اس کے تمثل کی رو سے ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ روح نہ بدن میں داخل ہے اور نہ اس سے خارج ہے اور نہ متصل نہ منفعل۔ اس کو بدن کے ساتھ تدبیر وتصرف کا تعلق ہے۔

میرے مخدوم! مشاہدہ ارواح خواہ چشم ظاہر سے ہو یا چشم باطن سے، کسی کمال میں داخل نہیں ہے اور منازل قرب میں سے کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں۔

تو دراو گم شو وصال این است و بس
تو مباش اصلا کمال این است و بس
دل اندر زلف لیلیٰ بندو کار ازعقل مجنوں کن
کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

(دل کو لیلیٰ کی زلف میں قید کر دے اور مجنوں کی عقل سے کام کر، کیونکہ عقلمندی کی باتیں کرنا عاشق کے لئے نقصان دہ ہے)

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خوش است
عاقلاں دیوانہ گرد انداز پے زنجیر پا

(اگر عقل جانتی کہ دل اس کی زلف کی قید میں کتنا خوش ہے تو عقلمند لوگ پاؤں کی زنجیر کے لئے دیوان ہو جاتے ہیں)

شب بیداریوں کو غنیمت جاننا:

شب بیداریوں کو غنیمت جانیں اور اندھیری راتوں کو اذکار وافکار گریہ وزاری، گناہوں کو یاد کرنے اور قبر وقیامت کی فکر کے ساتھ منور رکھیں اور جہاں تک ہو سکے سنت پر عمل کرنے کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ بدعت اور بدعتی سے بچتے رہیں کوشش کرتے رہیں کہ ماسوی اللہ کی مزاحمت کے بغیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ دائمی حضور حاصل کرلیں۔ طالبوں کے حالات میں اچھی طرح مشغول رہیں اور ان کے حالات کی تفتیش اور احوال پرسی جیسی کہ ہونی چاہیے کرتے رہیں اور اہل خانہ کے شرعی حقوق بھی بجالائیں اور ان کیساتھ زیادہ میل جول نہ رکھیں کیونکہ عورتوں کی مصاحبت دنیا کے حقیر وقلیل مال کی طرف رغبت دلاتی ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ سے غافل کرتی اور دور پھینکتی ہے عیش کا وقت آگے (آخرت میں) آنے والا ہے اللھم ان العیش عیش الاخرۃ (اے اللہ! بے شک آخرت کا عیش ہی (اصل میں) عیش ہے)

تقویٰ سے متعلق حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے پھر فرمایا "اے معاذ! میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنے (ڈرنے) سچ بولنے، عہد کو پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، یتیم پر رحم کرنے، ہمسایہ کی خبر گیری کرنے، غصہ کو ضبط کرنے، نرمی سے بات کرنے، سلام کی کثرت، امام کو لازم پکڑنے، قرآن مجید میں غور وفکر کرنے، آخرت کی محبت، حساب آخرت سے ڈرنے، آرزو میں کمی کرنے اور حسن عمل کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تو کسی مسلمان کو برا بھلا کہے، یا کسی جھوٹے کی تصدیق کرے، یا کسی سچے کی تکذیب کرے، یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور یہ کہ زمین میں فساد پھیلائے، اے معاذ! ہر شجر وحجر کے قریب اللہ تعالیٰ کا ذکر کر، ہر گناہ کے لئے توبہ کر، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ طور پر اور علانیہ گناہ کے لئے علانیہ طور پر (توبہ کر)

(بیہقی کتاب الزہد)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو خوف کسی آدمی میں جمع نہیں ہوتے۔ ایک خوف دنیا اور ایک آخرت میں یعنی اگر آخرت کا خوف دنیا میں نصیب ہو جائے تو آخرت سے بے خوف کر دیتا ہے۔ یہ دیوانگیاں، یہ شورشیں، یہ چیخ و پکار، یہ نعرے یہ رونا اور یہ ذوق وشوق جو کہ اس وقت آپ کو نصیب ہے اور بلا طلب آپ سے ظاہر ہو رہا ہے لوگ تمنا کرتے ہیں کہ اس قسم کے وقت کا ایک لمحہ ہی حاصل ہو جائے اور جذب کی قوت سے شوق وجنون غالب آ جائے اور ایک ساعت ظاہر و باطن کو ماسوی اللہ سے بیگانہ و بے تعلق کر دے۔ پس سب سے افضل

طاعت (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ) کے دوستوں سے محبت کرنا اور (ان کے) دشمنوں سے دشمنی کرنا ہے کیونکہ یہ معنی فرط محبت ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ دوست کو دوست رکھنے والوں کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرنے میں یہ شخص بے اختیار ہے اور اس بارے میں جنون (دیوانگی) رکھتا ہے۔ **لن یومن احدکم حتی یقال انہ مجنون** (تم میں سے کوئی شخص ہرگز (کامل) ایماندار نہیں ہوگا جب تک کہ لوگ اسے مجنون نہ کہنے لگیں) اور جو شخص ایسا نہ ہو جائے محبت سے بے بہرہ ہے۔

ایک بزرگ نے کہا کہ وجود بشریت کی نفی کرنے میں ایک ساعت کوشش کرنا ظاہری عبادت گزاروں کی کئی سال عبادت سے بہتر ہے۔

آدمی دو چیزوں کو ناپسند کرتا ہے جب کہ وہ دونوں اس کے لئے بہتر ہیں

پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ دو چیزیں ہیں جن کو ابن آدم (انسان) ناپسند کرتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے آزمائش سے بہتر ہے اور وہ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ مال کی قلت حساب کی سہولت کا سبب ہے۔ دنیا کی مصیبتیں مراتب آخرت کا وسیلہ ہیں اور اس دنیا کی نعمتیں اس (آخرت) کے نقصان کا سبب ہیں۔

سونے چاندی کے لئے ہلاکت:

اور نیز حدیث شریف میں ہے کہ سونے چاندی کے لئے ہلاکت ہے آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو پھر ہم کیا چیز ذخیرہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل اور ایسی بیوی جو آخرت کے لئے تیری مددگار ہو۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حکمت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے گوشہ نشینی میں ہیں اور ان میں ایک خاموشی میں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین ہو جائے اور قلب اس کی طرف مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس کو تسکین نہ ہو اور قلب اس کی طرف مطمئن نہ ہو اگر چہ مفتی صاحبان تجھ کو فتویٰ دیدیں۔

حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے عمر بن الخطابؓ سے کہا کہ میرا ایک کاتب نصرانی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے کیا تو نے کسی مسلمان کو (کاتب) نہیں بنایا' کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا **یایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیھود والنصری اولیاء** (اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ' میں نے کہا اس کا دین اس کے لئے ہے اور اس کی کتابت میرے لئے ہے تو انہیں حضرت عمرؓ نے کہا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اہانت کی ہے تو میں ان کا اکرام نہیں کروں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے تو میں ان کو عزت نہیں دوں گا اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دور کر دیا تو میں ان کو قریب نہیں کروں گا۔ میں نے کہا کہ دانائی کا کام اس کے بغیر پورا نہیں ہوتا تو انہیں (حضرت عمرؓ) نے کہا کہ اگر نصرانی مر جائے تو اس کے بعد تو کیا کرے گا پس جو عمل تو اس کے مرنے کے بعد کرے گا وہی عمل اب بھی کر اور اس سے اس کے غیر کے ساتھ مستغنی ہو جا۔

تمت اقتباسات حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ

تعلیم وتشریح اسباق

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم وتشریح اسباق درج کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ لوگ تعلیم شیخ کے بغیر ان اسباق کی ترکیب واثرات پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر کے اپنی رائے سے ان کی تکمیل تجویز کرتے جائیں۔ بلکہ طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مجاز سلسلہ شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلہ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دیتا رہے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے اور اپنے احوال اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے تا کہ شر نفس وشر شیطان سے محفوظ رہے۔ اسباق کی تشریح درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو وہ اس کی نیت وطریقہ وغیرہ اس سے سمجھ سکے اور صرف اپنے متعلقہ اسباق کے اثرات کو اس میں پڑھ کر اطمینان کر سکے کہ اس کے عمل کے اثرات صحیح انداز پر مرتب ہو

رہے ہیں یا نہیں، اگر اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جس قدم کی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا تدارک کر سکے اور اپنے شیخ سے رجوع کر کے اس کی دعا و توجہات و تعلیمات سے مستفیض ہو سکے، اگر کوئی طالب اپنے نفس کے تابع ہو کر اپنی مرضی سے ان اسباق کو کرے گا تو بجائے فائدہ کے نقصان کا خطرہ ہے۔

واضح ہو کہ مشائخ کرامؒ نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کئے ہیں۔ پہلا طریقہ۔ ذکر ہے خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا نفی اثبات کا، دوسرا طریقہ۔ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، جس قدر ان امور میں کمی ہوگی اسی قدر راستہ کے طے کرنے میں دیر لگے گی۔ ان تینوں طریقوں کا بیان یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطائف میں اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

سبق اول لطیفہ قلب

انسان کے جسم میں دل کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے، پیر کو چاہئے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سر ان انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر (یا صرف اندازہ سے دو انگشت کے فاصلہ پر رکھ کر) بتائے کہ یہ قلب (دل) کا منہ ہے، پیر اس جگہ پر انگشت شہادت کا دباؤ دے کر اسم ذات اللہ تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے، پھر انگلی اٹھا لے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو باوضو تنہائی میں قبلہ رو بیٹھ کر زبان تالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشان خیالات وخطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ کی طرف رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص وعیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ نیز خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے۔ وہاں قلب کے منہ میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضان الٰہی کا نور آ رہا ہے اور دل کے زنگ وظلمات و کدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکریہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے۔ اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

ذکر کرتے وقت خواہ دو زانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے۔ آنکھیں بند کر لے ناک سے سانس حسب معمول آتا جاتا رہے کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر اللہ اللہ کا خیال گذارتا جائے، زبان یا حلق وغیرہ سے نہ کہے بلکہ زبان تالو سے لگی رہے، آنکھیں بند رہیں۔ دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو، اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رومال وغیرہ ڈال لیں تاکہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ اس طرح کم از کم دس تسبیح یعنی ایک ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرے اور جس قدر زیادہ ہو سکے یا جس قدر شیخ ارشاد فرمائے ذکر کرے، پھر تسبیح رکھ کر اندازاً اتنی ہی دیر تک ذکر اور حصول فیض کے خیال میں بیٹھا رہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ فراغت کے بعد دعا مانگے۔ روزانہ ایک مخصوص وقت میں اس وظیفہ پر عمل کرتا رہے۔

نیز چلتے پھرتے، سوئے لیٹے، اٹھتے بیٹھتے غرضکہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تاکہ ہاتھ کار اور دل یار میں کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے، دل کے ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے، ''ہدایت الطالبین'' میں ہے کہ ''حرکت ذکر از دل بسمع خیال برسد، مشائخ کرام اس حرکت پر اسم ذات کا تصور کرنے کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں) کا مصداق ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ مبارک اللہ خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے محض لطیفہ کی حرکت مراد نہیں ہے۔ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں بھی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے۔

؎ کس ندانست کہ منزل گہ آن یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

(یعنی کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے اتنا ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آرہی ہے) اس ذکر پر اس قدر مداومت کرے کہ لطیفہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوی اللہ سے غفلت اور ذات حق کے ساتھ محویت ہو جائے اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہو، جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ کشف نہ ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا کیفیات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو غفلت دور ہو کر ہر کام کرتے وقت شریعت کی پابندی کا خیال رہنا، روز بروز عملی اصلاح حالات میں تبدیلی، شریعت کی محبت میں ترقی وغیرہ امور حاصل ہو جاتے ہیں اور شہوت جو اس لطیفہ سے تعلق رکھتی ہے اور سالک کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کرتی ہے اس کی اصلاح ہو کر محبوب حقیقی کی محبت اور اس کی رضا جوئی کی طرف رغبت بڑھنے لگتی ہے حصول فیض کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے۔

نیز طالب کو چاہئے کہ دن رات میں کسی وقت حسب فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔

(تنبیہ) مرشد کو چاہئے کہ عورت کو ذکر اس کے دل کی جگہ پر انگلی رکھ کر نہ بتائے بلکہ پردے کے اندر زبانی تقریر یا محرم یا ذاکرہ عورت کے ذریعہ بتائے تاکہ شر سے محفوظ رہے۔

جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مرید طالب صادق کا لطیفہ قلب ذکر الٰہی سے جاری ہو گیا ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبق دوم، لطیفہ روح

اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اس جگہ پر انگشت شہادت سے دباؤ دے کر اسم ذات اللہ اللہ کی تلقین کرے جس طرح کہ لطیفہ قلب میں مذکور ہے اس لطیفہ کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصہ وغضب جو پہلے سے طبیعت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ شریعت کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کے بعد لطیفۂ سر کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبق سوم لطیفہ سر

اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے اس میں بھی لطیفہ قلب و روح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے، یہ مقام مشاہدہ اور دیدار کا ہے اور اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں آتی ہیں اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لطیفہ کے اظہار کے بعد لطیفہ خفی کا ذکر بتائے۔

سبق چہارم، لطیفہ خفی

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس میں ذکر یا لطیف ادر کنی بلطفک الخفی کا پڑھنا مفید ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور صفات رذیلہ حسد و بخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفہ کے عجیب وغریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، اس کے بعد لطیفہ اخفی کا ذکر بتائے۔

سبق پنجم، لطیفہ اخفی

اس کا مقام وسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایت محمدیہ خاصہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مقام ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفہ میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اور

تکبر وفخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہوکر قرب وحضور وجمعیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اگر چہ ہر لطیفہ کے ذکر میں قرب وحضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفہ اخفی کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے (طوبى لمن له هذا المقام ولمن راه) اس کے بعد لطیفہ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبق ششم، لطیفہ نفس

اس کے مقام میں صوفیائے کرامؒ نے اختلاف کیا ہے بعض کے نزدیک ناف سے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر ہے لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے، اس میں بھی بطریق سابق ذکر کی تلقین کرے۔ اگر چہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی۔ پھر بھی جذب وشوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہوجاتا ہے اور ذکر میں ذوق وشوق و محویت بڑھ جاتی ہے، بعد ازاں لطیفہ قالبیہ کا ذکر سکھائے۔

سبق ہفتم، لطیفہ قالبیہ

اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔ اس کا مقام و محل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہوجاتا ہے کبھی سلطان الاذکار کی جگہ وسط سر (بالائے دماغ میں مقرر کرتے ہیں اور انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے کبھی بازو میں کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصہ میں اور کبھی کسی حصہ میں حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک ایک عجیب کیفیت وذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سبق ہشتم، ذکر نفی اثبات

قبل ازیں لطائف سبعہ کا بیان ہوا، ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات (لا الہ الا اللہ) کا ذکر حبس دم کے ساتھ یعنی سانس روک کر کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے۔ یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمہ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظ الہ کو دائیں کندھے پر لے جائے اور لفظ الا اللہ کو عالم امر کے لطائف میں سے گذار کر قوت خیال سے دل پر اس شد و مد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے پھر سانس چھوڑتے وقت محمد رسول اللہ خیال کی زبان سے کہے، ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے۔ کہ سوائے ذات حق کے کوئی مقصود نہیں ہے، اور لا کے ادا کرتے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذات حق سبحانہٗ کا اثبات کرے، ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتدا میں تین بار پھر پانچ بار علیٰ ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھاتا جائے حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہو سکے تو مفید ہے شرط نہیں ہے چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرے یا الٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں اپنی محبت ومعرفت مجھے عنایت فرما۔ اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر شروع سے یعنی تین بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لیجائے، بازگشت، نگہداشت، وقوف قلبی، وقوف عددی وغیرہ کی رعایت کرے۔

اثرات: اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارت قلب، ذوق وشوق، رقت قلب، نفی خواطر، زیادتی محبت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہوجائے، چونکہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مرشد کو چاہئے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے بلکہ سردیوں میں بھی سالک کی طبیعت کا اندازہ کر کے کمی بیشی کا حکم کرے حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہوکر کیا ہے۔ اگر سانس کا روکنا کسی کو تکلیف دے تو اس کو نیز گرمیوں میں ہر شخص کو بغیر سانس روکے بلا رعایت وقوف عددی اس ذکر کو کرنا چاہئے۔ واضح ہو کہ یہ ذکر تمام سلوک کا مکھن ہے اس لئے طالب صادق کو اس کے حصول میں پوری

کوشش کرنی چاہئے۔

سبق نہم، ذکر تہلیل لسانی

اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو او پر نفی اثبات کے ذکر میں بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا جاتا اور کلمہ شریفہ **لا الہ الا اللہ** کا ذکر شرائط مذکورہ بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے خیال سے نہیں اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے، اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے متفرق وقتوں میں پورا کر لے، اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا، اس ذکر کو چلتے، پھرتے لیٹے، بیٹھے، وضو سے ہو یا بے وضو ہر وقت کر سکتا ہے البتہ باوضو ہونا افضل اور معنی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔۔۔۔۔۔ اثرات: اس کے اثرات بھی حسب سابق ہیں، ہر دو طریقہ کے ذکر نفی اثبات میں خطرات کی نفی، حضور قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا نزول ہونا حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نیات مراقبات

صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے، دل کو وساوس و خطرات سے خالی کر کے فیض خداوندی اور رحمت الٰہی کا انتظار کرنا اور اس فیض کا اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ کہلاتا ہے جس لطیفہ پر فیض الٰہی وارد ہوتا ہے اس لطیفہ کو مورد فیض کہتے ہیں۔ اب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم کے مراقبات کی نیات و کیفیات اور اثرات درج کئے جاتے ہیں۔

سبق دہم مراقبہ احدیت:

نیت: میرے لطیفہ قلب پر اس ذات والا صفات سے فیض آرہا ہے جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے اور اس مبارک اللہ کا مسمی ہے۔ زبان خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضان الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبہ میں جمعیت اور حضور قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور تنزیہ و تقدیس ذات حق سبحانہ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔

اثرات: خطرات قلبی کے بالکلیہ زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ قلب کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ مراقبہ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسوی سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے و وسوسے کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس مراقبہ کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں (مراقبہ احدیت کے بعد مراقبات مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ، ان مراقبات کے ذریعہ سالک مقام فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لئے ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالم امر کے ہر لطیفہ کا اصل عرش کے اوپر ہے چنانچہ لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعال الٰہی ہے، لطیفہ روح کی اصل تجلی صفات ثبوتیہ ہے، لطیفہ سر کی اصل تجلی شیونات ذاتیہ ہے، لطیفہ خفی کی اصل تجلی، صفات سلبیہ ہے، لطیفہ اخفی کی اصل تجلی شان جامع ہے، جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبہ کا اثر سالک کے لطیفہ پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبہ کی تلقین نہ کی جائے۔ ورنہ ماسویٰ کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقام فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم، مراقبہ لطیفہ قلب

نیت: سالک اپنے لطیفہ، قلب کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب مبارک کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے جناب الٰہی میں التجا کرے کہ ''یا الٰہی! تجلیات افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ قلب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ قلب میں القا فرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ قلب میں بھی القا فرمادے۔

اثرات: اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعل حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات و

صفات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسوی کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا۔ اور دنیا کے غم وخوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا۔ اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

سبق دوازدہم، مراقبہ لطیفہ روح

نیت: سالک اپنے لطیفہ روح کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے یا الٰہی! تجلیات صفات ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ روح میں القافرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ روح میں بھی القافرمادے۔

صفات ثبوتیہ، حیوۃ، علم قدرت، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ ہیں۔۔۔۔۔۔ اثرات: لطیفہ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہو جائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحید وجودی کا قائل ہو جاتا ہے۔

سبق سیزدہم، مراقبہ سر

نیت: سالک اپنے لطیفہ سر کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے کہ یا الٰہی تجلیات شیون ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ سر سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ سر میں القافرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ سر میں القافرمادے۔ شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شان ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفات ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے قولہ تعالیٰ **کل یوم هو فی شان** (یعنی ہر روز وہ (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے۔)۔۔۔۔۔۔ اثرات: فنائے سر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں مٹا ہوا پاتا ہے اور اسے ذات حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ جب سالک ذات وصفات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے تو طعن وملامت کی پروا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف وتوصیف کا خواہشمند رہتا ہے، صرف ذات حق میں مستغرق رہتا ہے۔

سبق چہاردہم، مراقبہ لطیفہ خفی

نیت: سالک اپنے لطیفہ خفی کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے، کہ یا الٰہی تجلیات صفات سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفہ خفی میں القافرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ خفی میں بھی القافرمادے۔''

۔۔۔۔۔۔ صفات سلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، وہ جسم و جسمانی، عرض و جوہر، مکانی و زمانی حال ومحل، محدود ومتناہی ہونے سے بھی پاک ہے، بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے اس کی ضد وند، ہمسر ومثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے، ماں باپ، زن واولاد سے پاک ہے، کیونکہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے، تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لئے ثابت ہیں اس لئے امکان وحدوث کی صفات جو سراسر نقص و شرات ہیں اس کی جناب پاک سے سب مسلوب سمجھنی چاہئیں۔۔۔۔۔۔۔ اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز و منفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد و یگانہ دیکھتا ہے۔

سبق پانزدہم، مراقبہ لطیفہ اخفی

نیت: سالک اپنے لطیفہ اخفی کو آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی کے مقابل تصور کر کے زبان خیال سے بارگاہ الٰہی میں التجا کرے۔ یا الٰہی! تجلیات شان جامع کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ اخفی مبارک میں القافرمایا ہے پیران کبار کے طفیل میرے لطیفہ اخفی میں القافرمادے۔۔۔۔۔ صفات وشیونات کی اصل کو شان

جامع کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔اثرات: اس لطیفہ کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاق حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اور اخلاق نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق و اتصاف و آراستگی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کرنا مفید ہوتا ہے۔

(تنبیہ) ان پانچوں مراقبات مشارب میں ہر مراقبہ کی نیت کر کے جب اس لطیفہ کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفہ کو جس میں مراقبہ کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں فرض کر کے خیال کرے کہ اس لطیفہ کا خاص فیض جناب باری تعالیٰ سے آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفہ میں آرہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے اس لطیفہ میں آرہا ہے تاکہ حدیث قدسی **انا عند ظن عبدی بی** (یعنی میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں) کے بموجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ **وما ذلک علی الله بعزیز۔**

نیز یہ جاننا چاہئے کہ عالم امر کے ان پانچوں لطائف کے فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے اس سیر میں جمعیت، حضور، جذب لطائف بسوئے اصول خود اور حالات وواردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں۔ اور سالک ان کو برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔) کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

سبق شانزدہم، مراقبہ معیت

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ **وھو معکم اینما کنتم** (یعنی وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے) کے معنی کا خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ زبان خیال سے یہ تصور کرے کہ "اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ جسکی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ قلب پر فیض آرہا ہے فیض کا منشا و مبداء ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء وصفات مقدسہ الٰہی کا ظل ہے۔" ۔۔۔۔اثرات: اس مرتبہ میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے، اس مقام میں تجلیات افعالیہ الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، توحید وجودی و ذوق و شوق واہ و نالہ و استغراق و بیخودی و دوام حضور و نسیان ماسواء جس کو فناء قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجہ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشتا ہے، اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب لوح دل سے ماسویٰ کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت و استغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔

(فائدہ) حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرامؒ سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں۔ اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا پیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر و تبدل، جذب تام اور کمال جمعیت وحضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ اس سے طریق عالیہ کی بدنامی ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا ہے۔ اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

ولایت کبریٰ

جاننا چاہئے کہ کمال فنا ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتا

ہے، ولایت کبریٰ سے مراد فنائے نفس اور رذائل سے اس کا تزکیہ اور انانیت وسرکشی کا زائل ہو جانا ہے اور اس کو دائرہ سماء و صفات شیونات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں تجلیات خمسہ افعالیہ، ثبوتیہ، شیون ذاتیہ، سلبیہ، شان جامع) کے اصول میں سیر واقع ہوتی ہے۔ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس نصف دائرہ پر مشتمل ہے۔ ھذا:۔

سبق ہفدہم، دائرہ اولیٰ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (یعنی ہم بندہ کی رگن جان (شہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو میری رگ جان سے بھی زیادہ میرے قریب ہے اور اس قرب کی حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف پر فیض آرہا ہے۔ فیض کا منشاء و مبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ اولیٰ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور ولایت صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے۔ اس دائرہ اولیٰ کا نصف اسفل اسماء و صفات زائدہ پر اور نصف عالی شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ انسان کی جان صفات الٰہیہ کا ظل ہے اور ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لئے اصل ظل سے وجود مخلوق کے زیادہ قریب ہے اقربیت ومعیت کا معاملہ عقل کی حدود سے باہر اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

سبق ہفدہم، دائرہ ثانیہ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ یحبهم ویحبونه (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔) کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے۔ اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء و مبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ ثانیہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ اولیٰ کی اصل ہے۔

سبق نوزدہم، دائرہ ثالثہ:

نیت سالک اس مراقبہ میں آیت کریمہ یحبهم ویحبونه کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اُسے دوست رکھتا ہوں میرا لطیفہ نفس پر فیض آ رہا ہے۔ فیض کا منشاء و مبداء ولایت کبریٰ کا دائرہ ثالثہ ہے جو انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرۂ ثانیہ کی اصل ہے۔

سبق بستم، قوس

نیت: سالک اس مراقبہ میں بھی آیہ کریمہ یحبهم ویحبونه کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہیں اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آرہا ہے، فیض کا منشاء و مبداء ولایت کبریٰ کی قوس ہے انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثالثہ کی اصل ہے۔ پس دوسرے دائرہ میں پہلے دائرہ کی اصل میں سیر واقع ہوگی اور تیسرے دائرہ میں اس اصل کی اصل میں اور قوس میں اصل اصل کی اصل میں سیر واقع ہوگی، یہ اصول ثلاثہ حضرت ذات میں اعتبارات ہیں جو کہ صفات وشیونات کے مبادی ہیں۔

ہر سہ دائرہ اور قوس کے اثرات: نظر کشفی میں ان تینوں دائروں اور قسم کے حصول میں امتیاز وفرق ضعف وقوت میں کثرت وقلت انوار ہے اور نسبت فوق نیچے والی نسبت سے زیادہ بے رنگ ہوتی ہے یعنی اس طرح پر کہ پہلے دئرہ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور انوار کی کثرت ہے، دوسرے دائرے میں اس سے کم اور ضعیف اور تیسرے میں دوسرے سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف بعض کشف عالی طبیعتوں پر ہر دائرہ سورج کی ٹکیہ کی مانند منور ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر یہ دائرہ منکشف ہوتا ہے۔

اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے اور جتنا دائرہ طے ہونے سے باقی رہتا ہے آفتاب کے کسوف (گرہن) کی مانند نظر آتا ہے اور اس مقام میں نفس کو استہلاک و اضمحلال (ہلاک ہونا اور گھٹنا) ہوتا ہے۔ ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس طرح کہ دھوپ میں برف پگھلتا ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور عین اور اثر زائل ہو جاتے ہیں اور وجود کا نام ونشان باقی نہیں رہتا یعنی سالک

اپنے وجود کو حضرت حق جل مجدہ کے وجود کا پرتو اور اپنے وجود کے توابع کو حق جل مجدہ کے وجود کے پرتو کے توابع جانتا ہے (اور یہ محو اضمحلال نظری ہے یعنی سالک کا وجود تعین اس کی نظر سے جاتا رہتا ہے حقیقت اور نفس الامر میں محو نہیں ہوتا) نفس کی انانیت اور سرکشی ٹوٹ جاتی ہے اور صفات رذیلہ حسد، بخل، حرص، کینہ، تکبر، بڑائی، حب جاہ وغیرہ سے اس کا تزکیہ (صفائی) ہو جاتا ہے شرح صدر صبر وشکر، رضا بر حکم قضا، ورع تقویٰ وزہد وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں، فیض باطن کا معاملہ جو پہلے دماغ سے تعلق رکھتا تھا اب سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اس وقت شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اور حسب استعداد سینہ میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ پیر قلبی میں بھی وسعت قلب بہت ہوتی ہے لیکن وہ فقط قلب تک ہی محدود ہوتی ہے اور وسعت صدر تمام سینے میں خصوصاً لطیفہ اخفی میں ہوتی ہے، احکام الٰہی کے ادا کرنے میں بلا چون وچرا مشغول ہو جاتا ہے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے مواعید الٰہی پر کامل یقین ہو جاتا ہے نفس مطمئنہ ہے، توحید شہودی جلوہ گر ہو کر حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے یعنی حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وکبریائی سالک کے سامنے جلوہ گر ہو کر باطن پر ہیبت الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی برضائے الٰہی رہتا ہے اور اپنی نیتوں کو قصور وار دیکھتا ہے اور اپنے عملوں کو ناقص جانتا ہے۔ ان دائرون اور قوس کے مراقبات کے زمانے میں ذکر تہلیل لسانی معنی ودیگر شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے کرنا ترقی بخشتا ہے۔۔۔۔۔ اسماء وصفات کے ظلال (جو کہ انبیاء وملائکہ کرام علیہم السلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادی تعینات ہیں) کہ سیر کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس میں توحید وجودی وذوق وشوق ودوام حضور ونسیان ما سوا وغیرہ کی صورت حاصل ہوتی ہے۔ جس کو فنائے قلب کہتے ہیں، ولایت کبریٰ میں اسماء وصفات وشیونات الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادی تعینات ہیں۔ اور اس میں فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کی سیر اسم الظاہر میں ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ مراقبہ اسم الظاہر پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست ویکم، مراقبہ اسم الظاہر

نیت: اس ذات سے جو اسم الظاہر کا مسمّی ہے میرے لطیفہ نفس اور غلام امر کے پانچوں لطیفوں پر فیض آرہا ہے۔" یہ نیت کر کے بدستور فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں زیادت فیض لطیفہ نفس پر وارد ہوتا ہے اور اس میں انوار سفید مائل بہ سبزی معلوم ہوتے ہیں ایک قسم کی خنکی وآرام اور استغراق کامل کے ساتھ اسرار ومظاہر ہویدا ہوتے ہیں، ولایت کبریٰ کی نسبت باطن میں فراخی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح ہر اوپر کے دائرے میں نیچے والے کی نسبت تقویت اور تکمیل ہوتی رہتی ہے۔

ولایت کبریٰ کے محاذات ومقابل میں دائرہ سیف قاطع ہے جب سالک اس دائرہ میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند کاٹ ڈالتا ہے اور اس کا نام ونشان نہیں چھوڑتا۔ یہ دائرہ داخل سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں۔ ولایت کبریٰ کے دائروں اور مراقبہ اسم الظاہر میں تہلیل لسانی معنی کا خیال رکھتے ہوئے بطریق مذکور کرنا بہت فائدہ دیتا ہے۔

ولایت کبریٰ کی تکمیل یعنی مراقبہ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادی تعینات میں سیر واقع ہوتی ہے جو ولایت علیا کہلاتی ہے اور اس سیر کو اسم الباطن کی سیر کہتے ہیں۔ اس کے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست ودوم، مراقبہ اسم الباطن

نیت: اس ذات سے جو اسم الباطن کا مسمّی ہے میرے عناصر ثلاثہ (علاوہ عنصر خاک) یعنی آگ، پانی ہوا پر فیض آرہا ہے۔ فیض کا منشا دائرہ ولایت علیا ہے جو ملائکہ عظام کی ولایت ہے۔ یہ نیت کر کے عناصر ثلاثہ پر فیض حاصل کرنے کا خیال کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں عناصر ثلاثہ کو توجہ وحضور وعروج ونزول حاصل ہوتا ہے، باطن کے اندر عجیب وسعت اور ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں کی دنیا) کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ فرشتے ظاہر ہونے لگیں۔ اس مقام میں

ذکر تہلیل لسانی ونفل طول قرائت کے ساتھ بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے جس قدر فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی، کبھی یہ دائرہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسماء وصفات حق سبحانہ وتعالیٰ اس دائرہ کو سورج کی شعاعوں کی مانند احاطہ کرلیتی ہیں اور کبھی شعاعوں کے خطوط کے بغیر بھی یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اسماء وصفات الٰہی اپنے مسمی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسم الظاہر واسم الباطن کی سیر میں فرق یہ ہے کہ اسم الظاہر کی سیر میں ذات کے ملاحظہ کے بغیر محض تجلیات صفاتی ظاہر ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں اگرچہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالت وتقدست بھی مشہود ہوجاتی ہے کہ اس کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔

جب اسم ظاہر وباطن کے دو پر سالک کو حاصل ہوگئے تو اب بات آسان ہوگئی۔ اس مقام تک سالک کی سیر ظلال یا صفات میں تھی اس کے بعد سالک کا معاملہ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شروع ہوگا اور اس کی سیر تجلی ذات دائمی میں واقع ہوگئی۔ تجلی ذاتی دائمی کے تین درجے ثابت کئے گئے ہیں۔ مرتبہ اول کو کمالات نبوت مرتبہ دوم کو کمالات رسالت مرتبہ سوم کو کمالات اولوالعزم کہتے ہیں۔ تفصیل آگے درج ہے۔

سبق بست وسوم، مراقبہ کمالات نبوت

نیت: اس ذات محض سے جو منشاء کمالات نبوت ہے میرے لطیفہ عنصر خاک پر فیض آرہا ہے۔ یہ نیت کرے تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل کرے۔ اثرات: اس مقام پر پہلے والے معارف سب مفقود ہوجاتے ہیں اور تمام سابقہ باطنی حالات بیکار اور برے معلوم ہونے لگتے ہیں، نسبت باطن میں کمال وسعت و بے رنگی و بے کیفی اور یاس وحرمان حاصل ہوتے ہیں، اور ایمانیات وعقائد حقہ میں یقین قوی ہو جاتا ہے اور استدلالی علم بدیہی ہوجاتا ہے **لا تدرکہ الا ابصار** کے مصداق یافت اور ادراک یہاں پر نارسائی کی علامت ہے۔ اس مقام کے معارف وحقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اسرار مقطعات قرآن حاصل ہوتے ہیں اور باطن میں اس قدر وسعت ہوجاتی ہے کہ ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا اس کے سامنے بالکل لاشئی اور محض تنگ معلوم ہوتی ہیں۔ ان مذکورہ تینوں ولایتوں میں البتہ ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ صورت وحقیقت کی مناسبت ہوتی ہے لیکن اس مقام میں یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ سابقہ حالت باطن کے مفقود ہوجانے یا اس وناامیدی پیدا ہونے اور اپنے آپ کو قصوروار دیکھنے حتیٰ کہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر جاننے کے باوجود اس کو وصل عریانی کی حقیقت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے پہلے جو وصل حاصل تھا وہ دائرہ وہم وخیال میں داخل تھا، اس جگہ وصول ہے حصول نہیں ہے، اور اس مقام میں رویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے اگرچہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔۔ صفائی وقت وحقیقت اطمینان واتباع آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوا کرے گا شرعیہ، اخبار غیب، وجود حق وصفات حق سبحانہ معاملہ قبر وحشر ونشر وما فیہا وبہشت ودوزخ وغیرہ جن کی مخبر صادقؐ نے خبر دی ہے اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجہ پر حاصل ہوجاتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی اور **ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** کا بھید اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس معاملے کی ایسی حقیقت سالک پر ظاہر ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آسکتی۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے اور متبعین کو انبیاء علیہم السلام کی متابعت ووراثت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوتُ آداب وترتیل کے ساتھ اور نماز نوافل کی کثرت آراء کی رعایت کے ساتھ اور حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے کا شغل اور اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اذکار جو احادیث سے ثابت ہیں بہت فائدہ ہے اور ترقی بخشتے ہیں، بلکہ یہ چیزیں حقائق سبعہ میں بھی جو آگے آئیں گے مفید اور موجب ترقی ہیں۔

سبق بست وچہارم، مراقبہ کمالات رسالت ہیں

نیت: اس ذات بحت سے جو کمالات خاص رسالت کا

منشا ہے میری ہیئت وحدانی مجموعہ لطائف عالم امر وخلق پر فیض آرہا ہے۔'' یہ نیت کرکے تجلی ذاتی دائمی کا فیض حاصل کرے۔
اثرات: اس مراقبہ میں بھی وہی کیفیات مراقبہ نبوت یعنی بے رنگی و بےکیفی ولطافت وغیرہ مزید ترقی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ سالک کو حصول فنا وتصفیہ وتزکیہ لطائف عشر کے بعد عالم امر وخلق کے دسوں لطیفوں میں جو اعتدال پیدا ہوتا ہے اس ہیئت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں۔ اس مقام میں اور بعد کے تمام مراقبات میں عروج ونزول وانجذاب تمام بدن کا حصہ ہے یعنی یہاں سے آخری سبق تک مورد فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہے ان سب مقامات میں تلاوت قرآن مجید اور نماز بطول قرات ترقی بخشتی ہے۔

سبق بست وپنجم، مراقبہ کمالات اولوالعزم

نیت: اس ذات سے جو کمالات اولوالعزم کا منشاء ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔''

اس نیت سے بطریق مذکور تجلیات ذاتی دائمی کا فیض اخذ کرے۔ اثرات: اس مراقبہ میں ہر دو کمالات سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتب ہوتے ہیں پس ہر سہ کمالات میں تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل ہوتا ہے، نفس کے اندر کمال اضمحلال اور وسعت باطن ووصل عریاں وحضور بے جہت واتباع شریعت ومعارف وحقائق کا فیضان ہوتا ہے اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت و بے رنگی پیدا ہوجاتی ہے اور اسرار مقطعات قرآنی اور متشابہات فرقانی کا انکشاف ہوتا ہے۔ جو کسی طرح بیان وتحریر میں نہیں آسکتے اور عاشق (محب) ومعشوق (محبوب) کے رموز کہ جن کے کہنے اور سننے کی محال نہیں ہے اس جگہ حاصل ہوتے ہیں، اس جگہ تلاوت قرآن مجید خاص کر نماز نوافل میں ترقی بخشتی ہے۔

(تنبیہ) اس دائرہ سے دائرہ منصب قیومت نکلتا ہے۔ اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں۔ اس مرتبہ منصب قیومت سے خاص انبیاء علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاءؒ مشرف ہوئے ہیں، اس بندہ خاص پر اسم یا حی یا قیوم کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام زمین وآسمان کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد دو راستے ہیں، مرشد کامل کو اختیار ہے جس راستے سے چاہے آگے چلائے۔ ایک راستہ حقائق الٰہیہ کا ہے اور یہ تین دائرے ہیں (۱) حقیقت کعبہ ربانی (۲) حقیقت قرآن مجید (۳) حقیقت صلوٰۃ۔ اور دوسرا حقائق انبیاء کا ہے اور یہ چار دائرے ہیں۔ (۱) حقیقت ابراہیمی (۲) حقیقت موسوی (۳) حقیقت محمدیؐ (۴) حقیقت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان دونوں کو ملا کر حقائق سبعہ کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:۔

سبق بست وششم، مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی

نیت: اس ذات واجب الوجود سے جس کو تمام ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقت کعبہ ربانی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔ یہ نیت کرکے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور تمام ممکنات کا مسجودلہ ہونے کا مراقبہ کرے۔ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی مشہود ہوتی ہے، سالک کے باطن پر ایک قسم کی ہیبت غالب ہوجاتی ہے وہ اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب جانتا ہے جب اس مرتبہ پاک کی فنا وبقاء حاصل ہوجائے تو مراقبہ حقیقت قرآن مجید تلقین کرے۔

سبق بست وہفتم، مراقبہ حقیقت قرآن مجید

نیت: اس کمال وسعت والی بےمثل و بےچون ذات سے جو منشاء حقیقت قرآن مجید ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔ بعض اکابر نے اس مقام میں اس طرح دیکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر آگیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے میں اوپر چڑھ کر حقیقت قرآن مجید میں داخل ہوا ہوں۔ اس مقام میں شرح صدر ہوجاتا ہے۔ وسعت و بےچونی میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کلام الٰہی کے بطون واسرار اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی یا ایک بے پایاں دریا نظر آتا ہے، پند ونصائح وقصص وحکایات اور اوامر ونواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرہ موسوی کا حکم حاصل کرلیتا ہے اور قاری کا تمام قالب جسم زبان بن جاتا ہے۔ قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل بوجھ کا وارد ہونا ہے

بموجب آیۃ کریمہ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا (یعنی بے شک عنقریب ہم تجھ پر ایک بھاری قول ڈالیں گے) نسبت حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اس سب عظمت وکبریائی کے حقیقت قرآن مجید سے نیچے دکھائی دیتی ہے۔

(تنبیہہ) اس دائرہ کے محاذات میں دائرہ حقیقت صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار واسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخل سلوک نہیں ہے۔

سبق بست وہشتم، مراقبہ حقیقت صلوٰۃ

نیت: اس کمال وسعت والی بے مثل وبے چون ذات سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات۔ اس مقام میں حضرت ذات بیچون کی کمال درجہ کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے (نماز کے مدارج پہلے بیان ہو چکے ہیں) یہ مقام نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومنین (ترجمہ:۔ نماز مومنوں کے لئے معراج ہے) اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ (ترجمہ:۔ بندہ نماز میں رب کے زیادہ نزدیک ہے) کا راز ظاہر ہوتا ہے اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حقیقت قرآن مجید اس کا ایک جزو اور حقیقت کعبہ اس کا دوسرا جزو ہے سالک جب اس حقیقت مقدسہ سے بہرہ ور ہوتا ہے تو نماز ادا کرتے وقت اس دار فانی سے باہر ہو کر دار آخرت میں داخل ہو جاتا ہے اور حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ بطریق کمال جلوہ گر ہو جاتی ہے' سالک کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی میں تمام سنن وآداب کی کماینبغی رعایت کرے تاکہ حقیقت صلوٰۃ جلوہ گر ہو جائے' لوگ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کا ایک جم غفیر اپنے اضطراب اور قبض کی تسکین وعلاج راگ ونغموں کے پردے میں دیکھتے ہیں اور اپنے مطلوب کو سماع ووجد وتواجد میں تلاش کرتے ہیں اسی لئے وہ رقص ورقاصی کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں۔ اگر نماز کے کمالات کا ایک شمہ بھی ان پر ظاہر ہوتا تو کبھی سماع ونغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد وتواجد کو یاد نہ کرے ان ہر سہ حقائق الٰہیہ میں سالک کے تمام وجود میں اضمحلال سرایت کر جاتا ہے اور وسعت باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

سبق بست ونہم، مراقبہ معبودیت صرفہ

نیت: ''اس ذات محض سے جو معبودیت صرفہ کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے'' اسی کو لاتعین بھی کہتے ہیں۔

اثرات:۔ اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں پہنچ سکتا بلکہ سیر نظری ہے نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے کیونکہ نظر ہر جگہ پہنچ سکتی ہے۔ قدم صرف مقامات عابدیت میں پہنچتا ہے اور یہ مقام معبودیت صرفہ ہے۔ اس جگہ عابدیت اور معبودیت میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس بات کا یقین کامل بھی اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے کہ معبود حقیقی یعنی احدیت مجردہ کے سوا کوئی اور کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں'' گویا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی اصل حقیقت اس جگہ منکشف ہوتی ہے کہ منتہیوں کے لئے اس کلمہ کے معنی لامعبود الا اللہ اور عابد معبود سے کماینبغی جدا ہو جاتا ہے اور شرک یہاں جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے اس مقام مقدسہ میں نماز کی عبادت پر ترقی منحصر ہے۔

(فائدہ) حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی' اب حقائق انبیا کا بیان ہوتا اور یہ حقائق انبیاء جو کہ تعین جبی میں واقع ہیں اصل میں ولایت کبریٰ میں داخل ہیں چونکہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لئے سیر وسلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائق الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک وتعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائق انبیاء میں ترقی سید الابرار ﷺ کی محبت پر موقوف جانیں جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات وافعال کو بھی دوست رکھتا ہے۔ پس محبت کی دو قسمیں ہوئیں (۱) محبیت (۲) محبوبیت۔ محبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوا اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) محبوبیت ذاتی اور (۲) محبوبیت صفاتی واسمائی۔ محبوبیت صفاتی واسمائی کا ظہور حضرت

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام میں متحقق ہوا اور محبوبیت ذاتی کا ظہور حقیقت محمدی و احمدی ﷺ میں متحقق ہوا۔ پس اول کمالات صفاتی و حقیقت ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقت موسوی میں پھر حقیقت محمدی واحمدیؐ میں سیر واقع ہوگی۔

حقائق انبیاء میں مراقبات کی تفصیل یہ ہے۔

سبق سی ام ٗمراقبہ ٗحقیقت ابراہیمی

نیت:۔ اس ذات سے جو حقیقت ابراہیمی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس بلند مقام میں سالک کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ خاص انسیت اور محبوبیت ظاہر ہو کر کمالات صفاتی و محبوبیت اسماء کا ظہور ہوتا ہے۔ مقام خلت اسی سے کنایہ ہے اور اس دائرہ کو دائرہ خلت بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت عجیب و کثیر البرکات مقام ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت خلیل علیہ السلام کے تابع ہیں اور سید الابرار حبیب خدا ﷺ کو بھی حکم اتباع ملت ابراہیم حنیفؑ سے مامور فرمایا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے اپنے درود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود سے تشبیہ فرمائی جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں، پس اس مقام میں درود ابراہیمی (نماز والا درود) پڑھنا بہت خیر و برکت کا باعث ہے۔ اور سالک کو ذات حق سبحانہ کے ساتھ خاص انس و خلت و بے خودی پیدا ہو جاتی ہے اور محبویت صفاتی جو کہ عالم مجاز میں خط و خال اور قد و عارض وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے بطور عکس جلوہ گر ہوتی ہے اسی لئے سالک سوائے ذات کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اگر چہ وہ اسماء و صفات ہوں یا ظلال اور مزارت مشائخ کرام ہوں یا ارواح طیبہ و ملائکہ اس کو غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں لگتا۔ ربی اعلم بحالی من سوالی (ترجمہ میرا رب میرے حال کو میرے سوال سے زیادہ جانتا ہے) اس پر وارد رہتا ہے لیکن اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں ہے جتنی کہ محبوبیت ذاتی میں ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت معلوم ہوتی ہے لیکن چاہئے کہ سوائے حبیب خدا ﷺ کے ایسی خصوصیت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا طفیل سمجھے۔

سبق سی و یکم نیت مراقبہ ٗحقیقت موسوی

نیت:۔ اس ذات سے جو خود اپنا محبّ اور حقیقت موسوی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس مقام کو دائرہ محبت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو کمالات محبیت یعنی محبت ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے حالانکہ یہ اجتماع ضدین ہے اور بعض طبیعتوں سے بعض وقت بے ساختہ رب ارنی انظر الیک (ترجمہ اے میرے رب تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) نکلنے لگتا ہے، بعض متحمل ہوتے ہیں اور برداشت کر لیتے ہیں اور اس عالی مقام میں ایسے کلمات کا ظہور کم ہی ہوتا ہے اور کم ہونا ہی مناسب ہے اس مقام میں درود شریف اللھم صلی علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ و علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصاً علیٰ کلیمک موسیٰ علیہ السلام بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی و دوم ٗمراقبہ ٗحقیقت محمدیؐ

نیت:۔ اس ذات سے جو خود اپنا ہی محبّ اور اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقت محمدی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔

اثرات:۔ اس مقام میں محبوبیت ذاتیہ کا محبیت ذاتیہ کے ساتھ مل کر ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ ممتزجہ کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق اور تعین اول بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے انبیاء و ملائکہ کے حقائق کی اصل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے لئے ظل کی مانند ہیں اس مقدس مقام میں خاص طرز فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اور سرور دین و دنیا ﷺ کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتحاد میسر ہو جاتا ہے اور رفع توسط جس کے اکابر اولیا قائل ہوئے ہیں کے معنی اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور تابع (سالک) متبوع (آنحضرت ﷺ) کے رنگ میں ایسی مشابہت پیدا کر لیتا ہے گویا کہ ہر دو ایک ہی چشمے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی محبوب کے

ہم آغوش وہمکنار وہم بستر ہیں اور دونوں شیر وشکر کی مانند ہیں اوران سب امور کے باوجود اس کو آں سرور عالم ﷺ سے اس درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس قول کے معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ "میں خدائے عزوجل کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے"۔ یہ مقام حقائق انبیاء اور آسمانی کتابوں کے اسرار کا جامع ہے سالک اس مقام میں تمام جزوی وکلی دینی ودنیوی امور میں حبیب خدا ﷺ کے ساتھ مناسبت ومشابہت ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے۔ اس مقام کے اسرار بے حد ہیں جو نہ زبان پر لائے جا سکتے ہیں اور نہ ظاہری علم والوں کے لئے ان میں سے کوئی حصہ ہے۔ اس مقام میں علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں درود شریف **اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد و اصحاب سیدنا محمد افضل صلواتک عدد معلوماتک وبارک وسلم** بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی وسوم، مراقبہ حقیقت احمدیؐ

نیت:۔ اس ذات سے جو اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقت احمدی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے"۔

اثرات:۔ یہ مقام محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں، اسی لئے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے اور اس مراقبہ میں نسبت سابقہ غلبہ انوار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور عجیب وغریب کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ بیان وتحریر میں نہیں آ سکتی۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن (اللہ تعالیٰ کے سامنے) دیکھتے ہیں اور اسی خاصہ محبوبیت کی وجہ سے حقیقت کعبہ بعینہ حقیقت احمدی ہے کیونکہ محبوبیت و مسجودیت دونوں حق تعالیٰ کے شیونات میں سے ہیں اور اس مقام میں محبوبیت ذاتی منکشف ہوتی ہے یعنی سالک ذات حق سبحانہ کو بلا لحاظ صفات دوست رکھتا ہے کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی ہے جو اس کے تمام نقش ونگار کی موجب ہے۔ سبحان اللہ: احمد عجب اسم سامی ہے جو کلمہ مقدسہ احد سے حلقہ میم کے ساتھ مرکب ہے جو خدائے تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں میں سے ہے پس احد لاشریک لہ ہے اور حلقہ میم عبودیت کا طوق ہے جو کہ بندہ کو مولیٰ سے متمیز کرتا ہے پس بندہ وہی حلقہ میم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے

چونام این است نام آور چہ باشد
مکرم تر بود از ہرچہ باشد

ترجمہ: جب ایسا نام ہے تو صاحب نام مکرم اور معزز سب سے ہوگا۔

اس جگہ بھی درود شریف مذکورہ حقیقت محمدیؐ کا ورد مفید ہے، غرض حقائق انبیاء میں الفت وانسیت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اور خصوصاً سردار دو جہاں فخر انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ وہ فنا وبقا جس پر ولایت موقوف ہے شہودی فنا وباقی ہے جو کہ نظر کے اعتبار سے ہے صفات بشری اس فنا وبقا میں صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ زائل اور فانی نہیں ہوتیں لیکن فنائے تعین محمدیؐ میں صفات بشری کے لئے زوال وجودی متحقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور باقی کی جانب میں بھی اگر چہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ تر پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور تر ہو کر احکام بشری اس سے مسلوب ہو جاتے ہیں۔

سبق سی وچہارم، مراقبہ حب صرف

نیت: اس ذات سے جو حب صرف کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آرہا ہے۔" اس جگہ حب صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کرے۔

اثرات: اس مقام میں نسبت باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرت ذات مطلق واللاتعین کے بہت قریب ہے اس لئے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حب ہے جو منشاء ظہور ومبدا خلق ہے اصل میں حقیقت محمدیؐ یہی ہے اور جو پہلے بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے۔ یہ مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس مقام میں ثابت نہیں

ہوتے اور اس میں سیر قدمی نہیں ہے بلکہ سیر نظری ہے اور نظر بھی عاجز درماندہ وسرگرداں ہے

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چینِ بہار تو زداماں گلہ دارد

(ترجمہ: ہماری نگاہ کا دامن تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول بے شمار ہیں، آپ کے حسن کی بہار کے پھول چننے والے کو دامن کی تنگی کی شکایت ہے) اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ حقیقت محمدی کا پیدا ترقی بخشتا ہے۔

سبق سی و پنجم، مراقبہ لاتعین

نیت: اس ذات بحت سے جو دائرہ لاتعین کے فیض کا منشا ہے میری ہیئت وحدانیت پر فیض آرہا ہے۔ اثرات: اس مقام میں حضرت ذات کا اطلاق ہے اور تعین اول یعنی جبی سے پہلے ہے اسی لئے لاتعین کہتے ہیں اس مقام میں اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے۔ جو تعینات سے پاک ومبرا ہے۔ یہ مقام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں بھی سیر نظری بعجز درماندگی ہے ۔

العجز عن درک الذات ادراک
والقول بدرک الذات اشراک

(یعنی ذات حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہے ادراک ہے اور ادراک ذات حق کا دعوی شرک ہے۔)

خلاصہ اسباق نقشبندیہ مجددیہ

یہ بیان مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کا اختصار وایجاز کے طور پر ہے، اور اس تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ اول استغراق و جذبات جو قلب میں حاصل ہوتے ہیں اس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اس کے بعد استہلاک واضمحلال نفس میں پیدا ہوتا اور توحید وجودی حاصل ہوتی ہے اس کو ولایت کبری کہتے ہیں پھر توحید شہودی اور کمال استہلاک واضمحلال اور فنائے انانیت حاصل ہوتی ہے اس کو کمالات انبیاء کہتے ہیں۔ اس کے بعد تمام وجود میں اضمحلال حاصل ہوتا ہے۔ اور بتدریج وسعت باطن وکمال وسعت حاصل ہوتا ہے اس کو حقائق الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے ساتھ انس ومحبت و الفت خصوصاً سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور ایمانیات وعقائد حقہ میں بھی قوت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کو حقائق انبیاء کہتے ہیں جو شخص ان مقامات عالیہ کے مراقبات میں کثرت کرتا ہے وہی ان مقامات کی ترقی و بساطت اور بیرنگی میں فرق کرسکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وعلیٰ جمیع الانبیاء واصحابهم والهم اجمعين.

جاننا چاہئے کہ اس طریق کا ہر شخص ان تمام مقامات کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے قرب کے اس درجے تک امتیاز حاصل کرتا ہے۔ نیز جاننا چاہئے کہ ان مقامات قرب کا ہر دائرہ بے نہایت ہے اور دائرہ میں مقدر تھا پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ قرب کے مقامات کے دائرہ کا پورا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ سالک کا جو کچھ حصہ اس وقت اس دائرہ کا پورا ہونا جو کہ بے نہایت ہے کوئی معنی نہیں رکھتا اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنی سیر کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے وجدان سے اپنے احوال میں تبدیلی کے ذریعے دیکھتا ہے اور اس وجدان کو بنظر کشف جہل کہتے ہیں اور ان مقامات کا حصول مرشد کی توجہ سے سہل ہوتا ہے ۔

بے عنایات حق و خاصان حق
گر تلک باشد سیہ ہستش ورق

تصفیہ باطن کا تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے۔ اگر مرشد کامل شہود ذاتی کا واصل ہو، قوی التوجہ ہو اور یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو تو اس کی توجہ سے تھوڑے زمانے میں وہ کچھ حاصل ہوجاتا ہے جو سالہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس طالب جب اپنے مرشد کی صحبت میں رہے تو اپنی ذات کو مرشد کی محبت کے سوا ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کردے، اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے، دل کی جمعیت سے اس فیض کی حفاظت کرے، آداب صحبت شیخ کی پوری پوری رعایت کرے۔ شیخ کی رضا جوئی کا طالب رہے۔ شیخ کامل کی صحبت میں اس کی توجہ اور اخلاص کی برکت سے دل کی غفلت دور ہوجاتی ہے اور اس کی محبت کے اثرات سے مشاہدۂ الٰہی کے انوار سے دل روشن ہوجاتا ہے، اور جب شیخ کی صحبت سے دور ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں محبت وتعظیم کے ساتھ تصور کرکے استفادہ کیا کرے اس کو رابطہ شیخ یا تصور شیخ کہتے ہیں، اس سے دل کے وساوس و

خطرات وخیالات دور ہو جاتے ہیں لیکن اس میں افراط سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ صورت پرستی تک نوبت پہنچے اور شریعت کی مخالفت ہو جائے صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ خیال کرے کہ جس طرح ذکر سیکھتے وقت شیخ کی صحبت میں بیٹھا تھا اب بھی تصور میں گویا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو فیض الٰہی شیخ کے قلب میں آرہا ہے اس کے قلب سے میرے قلب میں آرہا ہے۔عدم صحبت کے زمانہ میں بھی آداب کی رعایت اور خط وکتابت جاری رکھے۔

مرشد کو چاہئے کہ ہر سبق کے لئے توجہ خاص کے ذریعے مرید کے مورد فیض پر فیض القا کرے۔اور توجہ کا طریقہ جو مشائخ میں معمول ہے یہ ہے:۔

طریق توجہ

شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیالوں سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجہ ہو، اور دل کی توجہ صرف مرید[1] کے حال پر کرے اور اپنی پوری اور قوی ہمت کے ساتھ تصور کرے۔ کہ مجھ میں کیفیت و جذب و انوار و فیوض مرید میں سرایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوار و برکات حاصل ہوں گے۔

[1] شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب پر سمجھے یا جس لطیفہ یا مقام کی توجہ دے اپنے اس لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر غیر کے خطرہ کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل کو اپنی طرف کھینچے تا کہ توجہ کے اثر سے مرید کے اس لطیفہ میں جنبش آئے اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور قوت پکڑے۔اسی طرح ایک ساعت یا کم زیادہ متوجہ رہے اور اس سلسلہ کے بزرگوں کی ارواح متبرکہ کو اپنے شامل حال سمجھ کر اس تصرف کو ان کی امداد سمجھے۔)

اور جس مقام کے فیض کو منتقل کرے گا اس کے انوار و ترقیات بفضلہ تعالیٰ ظاہر ہوں گے۔اگر مرید حاضر نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرتے ہیں اور اس کے کام کو انجام تک پہنچاتے ہیں۔بعض مشائخ اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے دل پر اسم ذات وغیرہ کی ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں کیونکہ اس سے حرارت قلب اور نفی خواطر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔اسی طرح جو دشوار کام پیش آئے ہمت تصرف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل طلب کرے انشاء اللہ تعالیٰ حسب تمنا ظاہر ہوگا اور ہمت سے مراد آرزو اور طلب کی صورت میں دل کا جمع اور ارادہ کا مضبوط ہونا ہے اس طرح پر کہ دل میں سوائے اس مراد کے اور کوئی خطرہ نہ آنے پائے اور یہ فنا و بقا کی نسبت حاصل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ تصرفات اکثر اوسط درجے کے سالکوں سے واقع ہوتے ہیں اور منتھیوں سے امور کونیہ میں التفات نہ ہونے کی وجہ سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اب چند تصرفات امور کونیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سلب امراض

اپنے نفس کو تمام خطروں سے خالی کر کے اپنے آپ کو اس بیماری میں مبتلا خیال کرے جو مریض کو ہے پس مریض کی بیماری اس شخص صاحب تصرف کی طرف منتقل ہو جائے گی۔ اور یہ بات عجائبات قدرت اور اس کی مخلوق میں صنعت الٰہی سے ہے۔دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سامنے بٹھا کر پانچ سو سانس کی مقدار اس کے مرض کو سلب کریں اس طرح پر کہ تصور کریں کہ جو سانس اندر جاتا ہے شخص مقابل کی جسمانی بیماریاں اس کے جسم سے نکلتی اور کھنچتی ہیں اور جو سانس کہ باہر آتا ہے تصور کرے کہ وہ بیماریاں روئے زمین پر گر رہی ہیں اور سلب کرنے والے کے اندر سے باہر آرہی ہیں تاکہ سلب کرنے والا متاثر و متاذی نہ ہو اور تضرع وزاری و مناجات **یا من یجیب المضطر اذا دعاه ویکشف السوء** وغیرہ جناب کبریا میں کرنا لازمی ہے اور بعض اکابر استخارہ کے بغیر سلب تجویز نہیں فرماتے تاکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی و نامرضی معلوم ہو جائے۔اور یہی طریقہ امراض روحانی کے سلب کا بھی ہے اور سلب نسبت وقبض وبسط کا طریق بھی اسی طرح ہے لیکن تصور سلب نسبت وقبض وبسط میں ہر سانس جو کہ باہر آتا ہے روئے زمین پر ڈالنا لازمی نہیں ہے کیونکہ اس سے خود سلب کرنے والے کو ایذا نہیں ہوگی۔

طریقہ دفع بلا

بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورت مثالیہ کے ساتھ خیال کر کے ہمت اور قوت سے

اس کے دفع کرنے کی طرف توجہ کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاءاعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جائے تو انشاءاللہ عنقریب وہ بلا دفع ہو جائے گی۔

طریقہ تصرف قلوب

بطریقہ مذکورہ قوت اور ہمت کے ساتھ طالب کے نفس سے جڑ جائے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کر لے پھر محبت یا جس قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے اس کی صورت کو خیال کر کے اپنے دل کی جمعیت سے ان کی طرف متوجہ ہو تو اس میں اثر ہوگا اور محبت ظاہر ہو جائے گی۔ یا وہ واقعہ اس کے ذہن میں جم جائے گا۔

دریافتن نسبت اہل اللہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر زندہ ہے اس کے سامنے اور اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے نفس کو ہر نسبت سے خالی کر کے درگاہ علام الغیوب میں التجا کرے کہ **یا علیم یا خبیر یا مبین** مجھ کو خبر دے اور اس شخص کی کیفیت باطن سے آگاہ کر اور اپنی روح کو اس کی روح سے ملا دے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پائے وہی اس کی نسبت ہے اور خطرہ معلوم کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔

طریق کشف حالات آئندہ

بطریقہ معہود اپنے دل کو تمام خطروں سے پاک کر کے اور دعائے مذکور کر کے اس واقع کے کشف کا انتظار اس درجہ پر کرے جیسے پیاسا پانی طلب کرتا ہے جب اس کے دل سے ہر خطرہ دور ہو جائے تو اپنی روح کو ملاءاعلیٰ یا اسفل ملائکہ مقربین یا ان سے نیچے درجے کی طرف حسب استعداد نہایت ہمت سے متوجہ کرے پس وہ واقعہ آواز ہاتف سے یا خود دیکھنے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

نزول سلوک

جب سالک سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے دوسروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے پھر وہی سبق جو قلب میں تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ذکر سے خواہ اسم ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیل لسانی یا درود شریف، تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ گردان بھی کرتا رہے یعنی مغرب کے بعد یا جس وقت فرصت ہو تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا رہے خصوصاً ولایت صغریٰ سے جہاں تک ہو سکے روز مرہ بلا ناغہ کیا کرے اور جو مقام رہ جائیں پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔

نسبت یا ولایت:

نسبت یا ولایت مقبولیت وقرب اور حضور مع اللہ کو کہتے ہیں تمام سلسلوں میں نسبت ایک ہی ہے لیکن اس کے الوان و اوصاف مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت ہوتی ہے کسی کو محبت، کسی کو حضور مع اللہ اور اس کا ظہور سالک کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر خاندان چشتیہ میں حرارت وشوق، قادریہ میں صفا ولمعان اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیخودی واطمینان کا ادراک ہوتا ہے اور احمدیہ مجددیہ میں تمام لطائف میں اللہ پاک کے لئے دوامی توجہ اور حضور پیدا ہوتا ہے۔ سلوک کے ہر مقام کی کیفیت کو بھی اس مقام کی نسبت کہتے ہیں۔

اصل نسبت جو حضور مع اللہ سے عبارت ہے کسی کے سلب کرنے سے سلب نہیں ہو سکتی ہاں گناہ سے سلب ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے، البتہ کیفیات والوان کی نسبت سلب ہو سکتی ہے جو لوگ اس کی مشق کرتے ہیں وہ سلب کر سکتے ہیں جس طرح خوشی کے وقت اگر طبیعت میں کوئی غم پیدا ہو جائے تو خوشی کی کیفیت جاتی رہتی ہے اسی طرح تصرف سلب سے وہ کیفیت شوق جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی افسردگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر ذکر کی برکت سے وہ عود کر آتی ہے۔

عام مومنین میں بھی بعض تصفیہ قلب وتزکیہ نفس میں مشغول نہ ہونے کے باوجود صاحب نسبت ہوتے ہیں بلکہ بعض ان مجاہدین سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سالہا سال ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں اور پھر بھی ناقص رہتے ہیں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اہل ریاضت کو اس نسبت کا علم وحضور ہو جاتا ہے اور دوسرے کو اپنے صاحب نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا حالانکہ وہ بھی مقبول بندہ ہوتا ہے۔ نیز عادت اللہ اسی

طرح جاری ہے کہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے تعلق پیدا کر کے ہی اس نسبت کا حاصل کرنا اقرب واسہل ہے۔

اقسام اولیاء اللہؒ

اس باب میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں، انوار العارفین میں اس باب میں جو تقریر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہؒ کے بارہ گروہ ہیں۔ اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجباعمد، مکتومان، مفردان، جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ا مکتوب ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ غوث اس کے روزگار کا ممدومعاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان وانصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان میں انصار حکمی قطب ہیں۔

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب وقطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے، اس کے وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیر یمین (داہنے) کا نام عبدالملک ہے یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے۔ (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام قطب ہوتا ہے) اور وزیر یسار (بائیں کا نام عبدالرب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک میں رہتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد پرہیز گاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق اخلاص حیاء اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ فرماتے ہیں۔

اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں۔ ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں، ان کو قطب ولایت کہتے ہیں، یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر قریہ اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں غوث ایک ہوتا ہے۔ غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لیکر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرمادیتے ہیں جیسا کہ سیدنا اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ صحیح یہی ہے کہ وہ قطب مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس قول میں بھی اختلاف ہے۔

اوتار چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں، ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں، کثرت صیام، قیام لیل، کثرت ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار، اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکل، تفویض، (سپردگی بخدا) ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ ان میں سے بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔

ابدال چالیس ہوتے ہیں، بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط وتفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس وخطرات سے پاک ہو چکے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیاء علیہم السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواح طیبہ آسمانوں پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے۔ ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔ علاوہ بریں انہیں سیارگان سے متعلقہ امور واسرار نیز ان کی حرکات اور مختلف منازل میں داخلہ کا علم رہتا ہے۔ ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہمشکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے امتیاز ممکن نہیں رہتا انہیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہے۔ یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے۔ یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت اور

باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید، ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ ان کا قطب کہلاتا ہے۔

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بلکہ وہ سیاح ہوتے ہیں اور ان کا نام حسین ہوتا۔ ابرار ہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نقبا تین سو ہوتے ہیں جو ملک مغرب میں رہتے ہیں سب کا نام علی ہوتا ہے، یہ حقائق اشیاء اور اسرار نفوس کو آشکارا کرتے ہیں ان سے دس کام وابستہ ہیں چار ظاہر سے متعلق ہیں یعنی کثرت عبادت تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترک ارادہ) مع قوت مجاہدہ، اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضت، ان تین سو کا انہی میں سے ایک امام ہے یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہے۔ نجباء باختلاف اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ ان سب کا نام حسن ہوتا ہے۔ یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے وہ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں، چار ظاہری یعنی جواں ہمت، متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیاء، اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں ان سب کا نام محمد ہوتا ہے۔ اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔

(ف) قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اولیائے کرام کی خصوصیات یکجا جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقات کے تحت اوپر ہو چکا۔ اور یہ منصب وہبی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** (مزید تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں)

(ف ۱) یہ نقشہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا ہے یعنی اس طریقہ میں بعض بزرگوں کو بعض کی ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا اور اجازت ہوئی ہے اور شیخ عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اویسی وہ ہے جس کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ اس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے میں بغیر کسی واسطے کے پرورش کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنیؓ کو کیا اور یہ بہت بڑا مقام ہے۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.** اور اس کے لئے ارواح مقدسہ بزرگان وصول فیض ربانی وتجلیات رحمانی کا وسیلہ ہوتی ہیں اور طریق جذبہ میں کوئی واسطہ اس کے درمیان نہیں ہوتا۔

قاصرے گرکند ایں طائفہ راطعن و قصور
حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

(یعنی: اگر کوئی کم عقل اس گروہ کے بزرگوں پر طعن کرے اور نقص نکالے تو میں ہرگز اس کی شکایت زبان پر نہیں لاؤں گا (کیونکہ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے معذور ہے)

چونکہ نسبت اویسیہ میں واسطے کم ہوتے ہیں اور نسبت کے قوی اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اس لئے مشائخ کرامؒ عموماً اس نسبت اویسیت کی سند کو بیان کرتے ہیں اور اسی کا عام رواج ہو گیا ہے۔ (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قول الجمیل میں نسبت اویسیت کو صحیح اور قوی کہا ہے اور سلسلہ اویسیہ اور اس کی صحت کو حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے رسالہ قدسیہ میں اور دوسرے مشائخ نے بھی اپنی تصانیف [illegible] ہے) لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان حضرات کی صحبت جسمانی کا سلسلہ منقطع ہے، چنانچہ تمام بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ کو باوجود بہت سے مشائخ کی صحبت میں رہنے کے (مثل ابوالقاسم قشیریؒ و ابوالقاسم گورگانیؒ) حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانیؒ سے روحی فیض حاصل ہے اور ان کو حضرت بایزید بسطامیؒ کی روحانیت شیخ ابوالحسنؒ کی ولادت شیخ بایزیدؒ کی وفات کے مدت بعد ہوئی ہے اسی طرح شیخ بایزیدؒ کو حضرت امام جعفر صادقؒ کی روحانیت سے تربیت سلوک حاصل ہے حالانکہ صحیح نقل سے ثابت ہے کہ حضرت بایزیدؒ کی ولادت حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہے۔

خواجہ مولانا ابن روز بھان اصفہانی نے حضرت شیخ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ کے وصیت نامہ کی شرح میں حضرت خواجہ ابوالحسنؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ

سے اس طرح بھی ملایا ہے خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ابن مظفر مولانا ترک طوسی اور وہ مرید خواجہ اعرابی یزید عشقی اور وہ مرید خواجہ محمد مغربی اور وہ مرید سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہم ہیں۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ)

اب اس سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کی عالم شہادت میں جو ملاقات بسند صحیح و متواتر ثابت ہے وہ بھی درج کی جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ خواجہ ابوعلی فارمدیؒ کو خواجہ ابوالقاسم قشیری سے ان کو خواجہ ابوعلی دقاقؒ سے ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ اور ابوالحسین حضریؒ سے ان دونوں کو خواجہ ابوبکر شبلیؒ سے ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے ان کو شیخ سری سقطیؒ سے ان کو شیخ معروف کرخیؒ سے ان کو شیخ داؤد طائی سے ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے ان کو امام الاولیاء حسن بصریؒ سے ان کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

نیز ابوعلی فارمدیؒ کو ابوالقاسم گورگانیؒ سے ان کو ابوعثمان مغربیؒ سے ان کو ابوعلی کاتبؒ سے ان کو ابوعلیؒ رود باری سے ان کو حضرت جنید بغدادیؒ سے اجازت حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی اور شیخ ابوعلی فارمدیؒ کے درمیان شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ کا بھی ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ شیخ ابوعلی فارمدیؒ کو شیخ ابوالقاسم گورگانی سے اجازت حاصل ہے اور ان کو شیخ ابوالحسنؒ سے فیض حاصل ہے حضرت علیؓ کو حضور اکرم ﷺ سے براہ راست بھی اجازت حاصل ہے۔ جسکا فیض۔

دوسرے سلسلوں میں جاری ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بھی بیعت اور اجازت ہے، اس نسبت کا فیض سلسلہ نقشبندیہ میں جاری ہے جیسا کہ الہ آباد میں دریائے گنگا و جمنا کے سنگھم پر دور تک دونوں پانی الگ ممتاز معلوم ہوتے ہیں اور ایک کنارے کے لوگ گنگا کا اور دوسرے جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

(ف ۲) حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام زین العابدینؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور اس کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں دوسرا طریقہ وہی ہے جو نقشہ میں مذکور ہوا یعنی اپنے نانا حضرت محمد قاسمؒ سے۔

(ف ۳) بعض شجروں میں حضرت خواجہ نور محمدؒ بدایونی اور خواجہ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان خواجہ میر محمد محسن دہلویؒ کا اسم شریف بھی درج ہے کیونکہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ باوجود بیعت حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے اور ان سے اجازت نامہ ہونے کے حضرت میر محمد محسن دہلویؒ سے جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ ہیں بہت فیض حاصل کیا ہے۔ پس طریقوں کا متعدد اور کثیر ہونا راجح اور صحیح بلکہ مستند اور قوی ہے۔ فافہم

(نکتہ) جبکہ ان بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا جاتا ہے اور وہ روح کی اصلاح زندگی میں بھی اپنی روحانی برکات سے کرتے ہیں تو بعد وصال ان کی ارواح سے فیض حاصل کرنا اور ان کی ارواح سے اپنے سلسلہ کا انتساب کیونکر صحیح قوی اور مستند ہوگا۔ (احقر مؤلف)

اقسام اولیاء

اصحاب تکوین۔ اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، عمد مکتومان، مفردان۔ قطب العالم ایک ہوتا ہے، عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں۔ یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر شہر اور قریہ میں ایک ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے۔ اوتاد چار ہوتے ہیں۔ عالم کے چار کونوں میں رہتے ہیں۔ ابدال چالیس ہوتے ہیں۔ اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں۔ سیاح ہوتے ہیں ان کا نام حسین ہوتا ہے۔ اور ابرار اکثر نے ان ہی کو ابدال کہا ہے۔ نقباء تین سو ہوتے ہیں، ملک مغرب میں رہتے ہیں۔ سب کا نام علی ہوتا ہے۔ نجباء ستر ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ہیں۔ سب کا نام حسین ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں۔ سب کا نام محمد ہوتا ہے۔

روح کا بیان

صحیح بخاری کی حدیث شریف میں وارد ہے، الارواح جنود مجندۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابدان سے قبل تمام ارواح مجتمع تھیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ ابدان سے تعلق کے قبل ارواح موجود ہو چکی تھیں۔ ثم سوّاہ و نفخ فیہ من روحی۔ اس

سے معلوم ہوا کہ روح جسم میں منفوخ یعنی پھونکی گئی ہے۔ اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے۔ اور وہ جسم مسوی کا غیر ہے اور مسوی جسم عنصری ہے۔ بس روح جسم عنصری کا غیر ہوا تو روح کا جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ دوسری مخلوقات کے متعلق خالق برتر نے فرمایا کہ واللہ خلق کل دابۃ من ماء۔ اور انسان کے بارے میں ارشاد ہے ولقد خلقنا الانسان من سلا لۃ من طین۔ اور جنات کے بارے میں ارشاد فرمایا، خلق الجان من مارج من نار اور ملائکہ کے متعلق حدیث مسلم شریف میں ہے باوجود سوال نہ کئے جانے کے خود خدائے تعالیٰ نے مخلوقات کا مادہ بیان فرمادیا، لیکن روح کے بارے میں باوجود سوال کئے جانے کے، قل الروح من امر ربی، ارشاد فرمایا۔ کوئی مادہ بیان نہیں فرمایا۔ بس روح کا قوام کسی لطیف مادہ سے ہے جیسے نور یا اس سے بھی زیادہ لطیف والطف ہے۔ بہرحال روح کا جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ باوجود سوال کئے جانے کے جواب میں حقیقت بیان نہیں فرمائی۔ تو یہ نفی علم بالکنہ کی ہے کہ تم تھوڑا علم دیئے گئے ہو۔ روح کی حقیقت سمجھنے کے لئے وہ کافی نہیں ہے۔ جواب من امر ربی فرمانا اسی بناء پر ہے کہ اس جسم کی حقیقت واضح اور مبین نہیں، چونکہ یہ نور سے بھی الطف ہے۔ کہا جائے گا کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں۔ اس طرح کہ روح جو کہ جوہر مجرد ہے اس کا تعلق بدن انسانی سے بواسطہ روح طبی کے بمعنی جسم عنصری کے ہے۔ یعنی اول کا تعلق بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہے۔ موت کے وقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے اور وہ بدن سے نکل جاتی ہے تو ثانی بھی نکل جاتی ہے۔ اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی جدا اور منقطع ہو جاتا ہے اور بدن سے خروج کے بعد ثالث عناصر میں مل جاتی ہے۔ چونکہ وہ اصل میں جزء عناصر ہے اور یہ قاعدہ ہے ہر شئے اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ حضرات صوفیائے کرام نے لطائف کی بحث میں روح کے بارے میں فرمایا کہ وہ فوق العرش ہے غیر مکانی ہونے سے کنایہ ہے۔ جب آپ ﷺ سے دریافت کیا این مکان ربنا۔ آپؐ نے فرمایا فی عماء اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے۔ پس عماء لامکان ہی کو فرمایا۔ اب معنی ہوئے کہ وہ قبل خلق الخلق بھی مکان سے منزہ تھا جیسا اب منزہ ہے۔ اخص صفات باری تعالیٰ وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے۔ اب یہ بتلانا باقی ہے کہ ثواب وعقاب کس روح کو ہوگا قبر میں بھی اور آخرت میں بھی؟ سو روح طبی تو بعد وفات عناصر میں مل گئی۔ اس پر عذاب وثواب ہونا کہیں مذکور نہیں۔ روح شرعی کو ملائکہ لے جاتے ہیں، جیسا کہ نصوص سے اس کا بقاء (باقی رہنا) معلوم ہے اس پر ثواب وعذاب کا ذکر نصوص قرآن وحدیث میں آتا ہے۔ غیر عنصری کو ثواب وعقاب حسی ہوتا ہے اور مجرد کو ثواب وعقاب معنوی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ سو نصوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے روح جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اور وہ بدن دوسرا بدن ہے۔ غالب یہی ہے اور اس کو جسم مثالی کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے پیدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھول کر دکھائی فاذا فیھا آدم و ذریتہ (ترمذی شریف)۔ اور ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عالم حس میں موجود تھے، پھر مٹھی میں کون سے آدم تھے۔ معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے جس کو آدم کہا۔ حدیث معراج میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہ دیکھا تو ظاہر ہے کہ وہ ابدان مختلف تھے اور ایک ہی روح سب کی مربی تھی۔ اس لئے دوسرے بدن کو بھی اسی نام سے موسوم کیا گیا۔ چنانچہ بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا میں بھی پیش آئے ہیں۔ پس جب بدن کا متعدد ہونا ثابت ہوگیا تو بدن مثالی کا وجود ثابت ہوگیا۔ کیا عجب ہے کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہوں اور بعد موت سوال کے وقت روح بدن مثالی کے اندر ہوکر زمین کی طرف بھیجی جاتی ہو۔ حدیث رسول پاک ﷺ میں تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جاوے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، کما بدء نا اول خلق نعیدہ۔ اب روح مجرد اس کا تعلق قبر اور آخرت دونوں میں مثل تعلق دنیوی کے ہوگا دلیل وہی کما بدء نا اول خلقٍ نعیدہ۔ کیونکہ یہاں تشبیہ ہے اور

تشبیہ کا تام ہونا اسی کو چاہتا ہے کہ روح کا تعلق قبر یعنی برزخ اور آخرت دونوں سے ہو پھر جنت اور دوزخ میں بھی یہی بدن جائے گا اور اسی کے واسطے سے روح کو الم دکھ اور لذت و راحت ہوگی جیسا کہ بیان کیا گیا کہ روح مجرد کو ثواب وعقاب عقلی ومعنوی ہوگا اور روح مادی کو ثواب وعذاب حسی ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

طرق سلاسل اربعہ مشائخ کرام

اصل مطلوب تصحیح اخلاق فاضلہ اور تکمیل تہذیب اخلاق حمیدہ بطلب رضاء الٰہی ہے۔ تحصیل کے طرق ومعالجات متعدد ہیں، البتہ ترتیب تحصیل میں کسی قدر فرق ہے۔ چشتیہ۔ تہذیب اخلاق کو مقدم اور خاص الخاص توجہ اس پر مرتکز فرماتے ہیں۔ نقشبندیہ۔ ذکر کی طرف زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے سلاسل قادریہ سہروردیہ بھی ذکر پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں، لیکن اب طریق مرکب ہے تصحیح اخلاق کے ساتھ ساتھ اذکار بھی تعلیم کئے جاتے ہیں۔ مطلوب ایک ہی ہے۔ یعنی انقطاع عن الخلق، توجہ الی الخالق تصور حق ذات بحث ملکہ یادداشت بمعرفت الٰہی بحیثیت الٰہی باشوق وذوق وانس ومحبت۔

طریق ذکر نقشبندیہ

جب طالب صادق کو استخارہ کرنے کو فرماتے ہیں نفی و اثبات میں جو تعلیم نقشبندیہ کے طریق کی اوپر بیان کی گئی طاقتور آدمی کو اس کی آنکھ اور سوراخ کان کے بند کرنے کے ساتھ الحمدللہ تعالیٰ باطن کے لئے بیحد نافع ہے۔

طریق قادریہ

سلسلہ قادریہ میں ذکر نفی واثبات معمولی آواز کے ساتھ تعلیم کیا جاتا ہے، جس کا طریق یہ ہے کہ لا الٰہ کو پوری طاقت سے بدن کے اندر سے کھینچ کر الا اللہ کی دل پر ضرب لگاتے ہیں۔ اسی طرح خلوت میں روز وشب مشق کرتا ہے اور بار بار حسب ضرورت جس قدر بھی ہو سکے کرتا رہے۔ اور ہر سو کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ ﷺ کہے اور ایک ہی نشست میں ایک ہزار ایک سو گیارہ بار ورد کرے۔ یہ بہتر ہے اس طرح کرنے سے ذاکر کو ایک خاص محویت اور جذب بالطف ہوگا۔

شغل قادریہ اسم ذات خفیہ

کی تعلیم کرتے ہیں اس طرح پر کہ زبان کو تالو سے ملائے اور جس قدر ہو سکے قلب اللہ اللہ کہے اور رات دن یہی تصور رکھے تا کہ پختگی پیدا ہو اور ذکر میں کوئی زحمت نہ ہو بلکہ ذکر کی ایک کیفیت اضطراری ہو جاوے۔

شغل اسم ذات

اس کا طریقہ یہ ہے کہ کاغذ پر قلب صنوبری کی سرخ یا نیلی تصویر کھینچ کر اس میں اللہ سنہری یا روپہلی صورت سے لکھ کر اس پر نظر رکھے یہاں تک کہ یہ نام دل پر منقوش ہو جاوے یا لفظ اللہ کی صورت میں دل پر لکھے اور اس کی طرف متوجہ رہے۔ تصویر یہ ہے۔(اللہ)

بیان مراقبات قادریہ

مراقبہ احسان

مراقبہ فناء، مراقبہ نور، مراقبہ موت۔ ان مراقبات کے بعد مراقبہ توحید افعالی مراقبہ توحید صفاتی، مراقبہ توحید ذاتی ہیں۔

طریق مراقبہ

دل کو ماسوائے اللہ تعالیٰ کی یاد سے محفوظ رکھنا کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اس کو زبان سے کہے اور اپنے کو ذلیل وحقیر کمترین سمجھ کر باادب قبلہ رو دوزانو بیٹھے اور غیر خدا سے دل صاف کر کے اس کے معنی کے تصور میں منہمک ہو جاوے۔ اسی کے متعلق حدیث شریف میں ما الاحسان ہے۔

مراقبہ فناء **کل من علیها فان و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام**۔ یہ آیت گویا مراقبوں کا اصل ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے کو بالکل مردہ اور خاک خیال کرے اور آسمان کو شگاف دار اور تمام دنیا کو نیست ونابود مثل قیامت کے دن کے تصور کرے اور خدا کی ذات کو موجود و باقی تصور کرے محویت پیدا ہو جاوے۔

دوسرا مراقبہ نور

الله نور السمٰوٰت والارض خیال کرے کہ جس

طرح اللہ کا وجود ہر جگہ ہے اسی طرح اس کا نور تمام عالم میں ہے اور اس میں مستغرق ہو جاوے۔ اسی طرح۔

تیسرا مراقبہ موت

قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملا قیکم اور این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة. جب ان مراقبات سے فائدہ حاصل ہو اور انوار و کیفیات ظاہر ہوں تو پھر مراقبہ توحید کیا جاتا ہے اور یہ مراقبہ توحید چند طریق پر ہے۔

اول توحید افعالی

اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمام دنیا کے حرکات وسکنات کو خدائے تعالیٰ کے افعال کا مظہر جانے۔ ظاہری کام کرنے والوں کو آلہ اور اللہ تعالیٰ کو فاعل حقیقی خیال کرے تو غیر کی فاعلیت کا خیال جاتا رہے گا۔

دوسرا مراقبہ توحید صفاتی:

اپنے اور تمام دنیا کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس سمجھے اور اسی خیال میں مستغرق ہو جاوے یہاں تک حدیث شریف، کنت له سمعه و بصره کا مصداق ہو جاوے۔ حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ انا جلیس من ذکرنی کہ جو مجھ کو یاد کرتا ہے تو میں اس کا ہم نشین وجلیس ہوتا ہوں۔ اس پر انوار الٰہیہ کی اس قدر تجلیاں ہوں گی کہ اس کے حواس خمسہ مغلوب ومستور ہو جائیں گے۔ اور ذکر وذاکر دونوں فناء ہو جائیں گے اور صرف مذکور یعنی اللہ رہ جائے گا، بس مصداق ہوگا، شهد الله انه لا اله الا هو.

توجہ کا آسان طریقہ

مرید کو با وضو دو زانو مؤدب بٹھائے اور پہلے اس کی طرف توجہ کرے تا کہ اس کا ذہن با آسانی اذکار و اشغال کو قبول کر سکے۔ وہ اس طرح کہ مرشد پہلے خود تمام خیالات سے خالی ہو جائے، پھر اپنے دل کو اس کے دل کے مقابل کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسم ذات اللہ کی ضرب لگائے۔ اور خیال کرے کہ اس ذکر کی کیفیت میرے واسطے سے اس کو حاصل ہو رہی ہے۔ اور یہ ذکر اس کے دل میں سرایت کر رہا ہے۔ اور یہ ضربیں ایک سو ایک بار ہوں تا کہ شوق اور ذکر کی حرارت اس کے قلب پر اثر کرے اور اس کا قلب ذاکر ہو جائے اور قلب ذکر سے حرکت کرنے لگے، تو اس طرف کچھ التفات نہ کرے، حتیٰ کہ کثرت ذکر سے بلا اختیار جسم کا کوئی حصہ کوئی عضو ہاتھ پاؤں سر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ جو کچھ ظہور میں آتا ہے، صورتیں ہو یا صوتیں ہو انوار ہوں یا واقعات، ظلمات ہوں یا انکشافات وغیرہ سب مخلوق ہیں اور سالک کا وطیرہ خالق برتر اور ہمہ تن توجہ ذات بحت پر ہے۔ خواہشات نفسانی تابع مرضیات الٰہی ہو جائیں، صبغة اللہ کے رنگ میں رنگ جائے کہ اپنی ہستی کی رنگ و بو نہ رہے۔

معمولات سالک

تہجد چار، آٹھ، بارہ رکعت حسب گنجائش بہ مجبوری وقت عشاء کم از کم چار رکعت۔

دوازدہ تسبیح

خواہ تہجد کے وقت یا بعد عشاء یا نماز فجر یعنی دو تسبیح لا اله الا الله کی اس کو نفی اثبات بھی کہتے ہیں۔ چار تسبیح الا الله کی چھ تسبیح اللہ اللہ کی۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان اکتالیس بار سورہ فاتحہ مع بسم اللہ ہر بار۔

دینی زندگی سیکھنے کے طریقہ کار کا خلاصہ:

ارشادات حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

چھ نمبروں کی ترتیب

اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ (اور ماحول) کی تعلیم (وتربیت) کی ابتداء میں جو خامی رہ گئی ہے، اس کو دور کرنے کے لئے کلمہ، نماز چھوٹوں بڑوں کے آداب، باہمی حقوق اور درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے کے لئے علم وعمل کے سیکھنے کے لئے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تا کہ ان کی خامی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت ہو جائے۔

عہد نبوی ﷺ میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنے والے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب۔ یوں سمجھئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ الحمدللہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے۔ اب جو ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں، بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی جہاں اللہ کے بندوں نے دین کی محنت شروع کر دی ہے، اتنی ہی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے۔ اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے، وہاں کچھ نمازی ہو گئے۔ جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا، وہاں کچھ حج قائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا، وہاں تعلیم ہونے لگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دلوائی ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضورؐ والی قربانیاں پیدا ہوں گی، محنت کی سطح بلند ہو گی۔ اب میں حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں، جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں، لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا۔ تو ہر کام کرنے والے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانے میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا۔ کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے۔ تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں کھجور، انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں تھی کہ اس ملک پر حکومت کریں۔ حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے، اس وقت نہ پٹرول تھا نہ سونا۔ عرب کے کنارے پر قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت چڑھائی نہ کر دیں، ورنہ کوئی نظام حکومت چلانے کے لئے پورے عرب بھر میں نہ تھا۔ تو جس ملک میں نظام چلانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو، اس ملک میں حضرت محمد ﷺ نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت و زراعت کے مراکز تھے، وہ سب ہی حضور ﷺ کے مقابلے میں آئے۔ سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے، سارے ملک کے خوش حال قبائل مخالف تھے۔ جہاں بھی کوئی ایمان لاتا اسے مدینہ بلا لیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گیا جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو، اپنا مال بھی لے کر نہیں آ سکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے، کچھ کے اموال مقام والوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپؐ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والے کو کاروبار کرنے سے روکا نہیں گیا۔ جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں نہ آئیں، مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں۔ مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے۔ الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا، لیکن حضرت محمد ﷺ نے مدینہ والوں کو کمائی کی چھٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش (دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرامؓ کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کا کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے، سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔ یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا، انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا۔ جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لئے

کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح مدینے والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی، یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دکان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے، یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے، نکاح ہونے کے وقت لگے، یا رخصتی ہونے کے وقت لگے، عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے، اس کی مشق کرلی تھی کہ جس وقت آواز سنیں، سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں، جو پاس ہو لے لیں۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں۔ جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں، جو جان پر بیتے اسے جھیلیں۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں، جن میں سے ۲۵ سفروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار نکلے، کسی میں پچاس نکلے، کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے، کسی میں تین سو تیرہ نکلے، کسی میں دس کسی میں پندرہ کسی میں سات یا آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے، کسی میں تین ماہ، کسی میں بیس دن، کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکلیں ان میں بھی ہزار نکلے، پانچ سو اور چھ سو بھی، کم وبیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ، سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کئے۔ اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے، تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصے میں آئیں گے۔ اب اس نقل وحرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آکر سیکھو، چونکہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی۔ اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا، تو باہر نکلنے والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا انتظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جاسکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت

شروع کی تو باری لگالی ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کوئی کما کر پہنچ جاتا۔ کوئی شام کو پہنچتا اور رات کو رہتا، عشاء کے بعد سے عبادت میں لگا رہتا، پھر سو جاتا۔ کچھ عشاء پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے، آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے۔ کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے، نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں، ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل و حرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ، جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ، جو مدینہ کے غرباء باہر نکل رہے ہیں، ان کا سفر خرچ، سواری لباس کھانا، باہر والے خوش حال آئیں، ان کی بھی دعوتیں کرنا۔ پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے، ان کی بھی مدد کرنا۔ غرضیکہ خرچ تو نقل وحرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانے میں بھی بہت بڑھ گیا۔ اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہوگئی جن کی تربیت کی حکومت کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے، جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا۔ پھر حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی ﷺ اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے، حضور ﷺ کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا، بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں ایسی گزریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا خالی تھا۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آگیا۔ ایک عرب گھرانہ اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک ماہ لگا۔ صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے

بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔ یہ سمجھیں کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے، پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصری زندگی ہے، اس میں تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اندرون سے نکلی ہے، اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں۔ لہٰذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی، اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے آئے گی۔

وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں، وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنالے گا، اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور ﷺ حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپؐ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے، بشرطیکہ یہ طے کرلو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا، وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔ ایسا کرنے میں حضورؐ کی جھلک پائی جائے گی، کیونکہ آپ قربانیوں کے دور میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھے۔ اور جب نعمتیں ملنے کا وقت آیا تو آپ تشریف لے گئے۔ اس طرح جو حضرات اپنے جان و مال کی قربانی کریں گے اور دنیا میں کچھ لینا نہیں چاہیں گے اور صرف آخرت پر نگاہ رکھیں گے، وہی حضرات آخرت میں حضور ﷺ سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

تمت

دلیل ثبوت قبض:

یہی وہ حالت تھی جو حضرت کعبؓ پر غزوہ تبوک میں عدم شرکت کے باعث ہوئی تھی، جس کو ضیق ارض اور ضیق نفس سے تعبیر فرمایا ہے۔

اسباب قبض:

یہ سالک حق کا طالب یا لذت کا تو منجانب اللہ یہ حالت طاری اور وارد کی جاتی ہے، جس سے امتحان مقصود ہوتا ہے یا سنبھالنے کے لئے بسط کو سلب کرلیا جاتا ہے، تاکہ عجب و کبر میں مبتلاء نہ ہو۔ قبض حقیقۃً بصورت قہر لطف الٰہی ہے۔

قبض منافع میں بسط سے بھی زیادہ ہے۔ حدیث قدسی ہے، انا عند المنکسرۃ قلوبھم کہ میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوں، انکسار والے دلوں کے پاس ہوں۔ قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے، عبدیت کی حقیقت کا اس میں انکشاف ومشاہدہ ہوتا ہے، فناء، تہ دستی کھلی آنکھوں نظر آتی ہے۔

بسط:

قبض کے مقابل حالت بسط ہے۔ یعنی آثار لطف وفضل کے ورود سے قلب کو سرور وفرحت ہونا بسط ہے۔

مشاہدہ:

کسی امر کے استحضار اور خیال کا قلب پر غالب اور قوی ہو جانا مشاہدہ کہلاتا ہے۔

دلیل:

جیسے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں، اور آپؐ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو اس وقت ہم ایسے ہوتے ہیں گویا کھلی آنکھوں جنت و دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو حضرت حنظلہ کے اس ارشاد سے مراد یہی غلبۂ استحضار ہے۔ مثال میں سمجھو کہ محبوب معشوق نے دیکھا کہ عاشق بڑے غور سے اور بڑی دیر سے مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اب محبوب کو اندیشہ ہوا کہ زیادہ نظر جما کر دیکھنے سے مر نہ جائے۔ اب اگر دیدار سے منع کرے تو یہ بہت سخت ثابت ہوگا۔ اس میں بے چینی ہوگی اور اس میں بھی وہی اندیشہ ہے کہ مر نہ جائے۔ اس لئے بجائے روکنے کے یہ کیا کہ خدمت میں لگا دیا کہ عاشق کو بازار میں بھیج دیا کہ جاؤ مٹھائی لے آؤ! اس طرح اس کو محبوب سے کچھ استتار ہو گیا۔ مگر کیفیت شوق میں اعتدال ہو جائے گا اور تعمیل حکم محبوب کی بھی ایک خاص لذت ہے جو کہ قریب لذت دیدار ہی کے ہے۔

طریق حصول:

اگر کسی کو شوق ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اتباع میں مداومت سے لگ جاوے تو خود ہی حقائق اور

معارف منکشف ہو جاویں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں،

بنی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید و اوستا

مثال:

مثال میں یوں سمجھو! موٹی بات ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کا پورا مطیع ہو کر محبوب ہو گیا تو بادشاہ اسے خود ہی کبھی اپنے محل کی سیر بھی کرادے گا کہ دیکھو یہ خزانہ ہے اور یہ چور دروازہ ہے، یہ ہماری بیگمات کی قیام گاہ ہے، یہ آرام گاہ ہے۔

تنزلات ستہ:

یہ ظاہر ہے کہ مصنوعات سے صانع کا ظہور ہوتا ہے مصنوع سے ہی صانع پہچانا جاتا ہے۔ صانع میں ایک مرتبہ ذات کا ہے اور ایک صفات کا۔ پھر صفات میں بھی ایک مرتبہ جامعیت اور اجمال کا ہوتا ہے اور ایک مرتبہ تفصیل کا۔ جب یہ باتیں سمجھ میں آگئیں تو اب سمجھئے کہ مخلوقات سے برتر اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہم کو علم ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات تفصیلیہ سے صفات اجمالیہ کا مخلوقات میں ایک عالم ارواح ہے ایک عالم اجسام۔ عالم ارواح لطیف ہے عالم اجسام کثیف ہے کوئی مناسبت نہیں ہے اس لئے ان میں تعلق کے لئے ایک ایسی چیز پیدا کی جس کو دونوں سے مناسبت ہے اور اس کو عالم مثال کہتے ہیں اسی طرح مخلوقات کی ترتیب میں روح پہلے پیدا ہوئی پھر عالم مثال پھر عالم اجسام میں سب سے آخر میں انسان پیدا ہوا اور اس انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی صفتیں پیدا فرمائیں اس لئے اس انسان کو جامع کہتے ہیں۔ مخلوقات اپنے وجود میں ہر وقت فیضان الٰہی کی محتاج ہے اگر ادھر سے وجود کی حفاظت نہ ہو تو فوراً نیست و نابود ہو جائے۔

مثال:

جیسے کہ چراغ ہے کہ اس میں بتی ہے اس بتی کے سرے پر جو آگ کا شعلہ (لو) ہے اس میں چراغ سے ہر وقت نیا تیل آتا ہے اور وہ فنا ہو کر دوسرا آتا۔ جگنو سے کسی نے پوچھا کہ تو رات کو مانند چراغ کے چمکتا ہے دن کو کیوں نہیں نکلتا۔ کہاں گم ہو جاتا ہے؟ تو جگنو نے بہت اچھا جواب دیا۔

کہ من روز و شب جز بصحرا نیم
ولے پیش خورشید پیدا نیم

کہ میں رات دن صحرا میں ہی رہتا ہوں لیکن سورج کے سامنے ایسا ہو جاتا ہوں کہ پیدا ہی نہیں ہوا اس کی روشنی کے سامنے میری روشنی ظاہر نہیں ہوتی۔

دلیل نقلی:۔

اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ کل شئ هالک الا وجهه .

حقیقت احوال و کیفیات

دین میں مقصود مطلوب وہ امور ہوتے ہیں جو بدون تحصیل حاصل نہ ہوں بلکہ انکا حصول صرف اختیار پر موقوف ہو۔ حالات کا غلبہ دائم نہیں ہوتا بالخصوص مبتدی کے لئے کہ مبتدی کو بہت تغیر و تبدل پیش آتا ہے جس کو تلوین کہتے ہیں۔ کمال یہی ہے کہ بدون غلبہ احوال کے استقامت حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کے خیال سے دل پر رقت طاری ہوئی رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور منتہا اس کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رک گئے یہی مقصود ہے۔ دل میں عشق کی دھن پیدا ہوئی اور محبوب کے خیال میں محویت ہوئی محبوب کی رضا جوئی کی طلب میں لگ گئے یہی مطلوب ہے۔ معاصی سے پوری طرح بچتا ہے اور طاعات کو بجالاتا ہے۔ یہ شخص متخلق باخلاق اللہ ہے یہی مقصود ہے۔ بعض اوقات معاصی کے ساتھ بھی بعضے احوال نفسانیہ باقی رہتے ہیں۔ جیسے وجد واستغراق، شوق و شگفتگی اور حیرت وغیرہ پس ان کے بقاء سے دھوکہ میں نہ آئے کہ میں ایسا مقبول ہوں کہ معصیت سے بھی مقبولیت میں خلل نہیں پڑتا۔ رضا و مقبولیت کی دلیل نہیں۔ بخلاف کیفیات نورانیہ کے کہ وہ طاعات کی ترقی کے موجب ہوتے ہیں اس لئے سالک ان سے متلذذ ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو حجب نورانیہ کہتے ہیں اور حجب نورانیہ حجب ظلمانیہ سے اشد ہیں۔ اپنے کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کریں تفویض تام ہو کر جو ہوگا بہتر ہوگا۔

الہام:

کسی حقیقت کا بلا نظر واکتساب قلب میں القاء ہو جانا الہام ہے۔ یا کسی ہاتف غیبی کی آواز کا آجانا۔

دلیل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں عمر ہوں اور مجھے تو حاکم بننے کا شوق نہ تھا لیکن مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وصیت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اس کا القاء فرمایا تھا۔

دلیل:

کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے نور اللہ سے مراد یہی صفاء قلب ہے جس کا سبب ذکر اور تقویٰ ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص نظر بد کر کے حاضر ہوا۔ تو فرمایا ما بال اقوام یترشح الزنا من اعینهم عام عنوان میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کی آنکھوں سے زنا ٹپکتا ہے۔ حضرت مولانا رومی فرماتے ہیں۔

پیش اہل دل نگہدارید دل
تانباشی پیش آں خوار و خجل

کشف:

عالم غیب کی اشیاء کا منکشف ہونا کشف کہلاتا ہے۔

دلیل:

بخاری ومسلم وترمذی شریف میں حضرت انس بن نضرؓ کا قول مروی ہے فرمایا کہ میں جبل اُحد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو شخص دیکھے جن پر سفید کپڑے تھے اور سخت لڑائی لڑ رہے تھے میں نے ان کو نہ پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا یعنی وہ دونوں فرشتے جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام تھے (بخاری ومسلم) ان کا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نظر آ جانا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے تو مدلول حدیث کشف ملائکہ ہے۔

کشف:

کشف کونی یہ کہ باوجود بعد مکانی یا زمانی کے کسی کسی چیز کا حال معلوم ہو جائے کشف الٰہی یہ کہ علوم واسرار معارف متعلق سلوک کے یا متعلق ذات وصفات کے اس کے قلب پر وارد ہوں یا عالم مثال میں یہ چیزیں متمثل ہو کر مکشوف ہوں۔

انتباہ:

بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے ان کے اختیار میں نہیں یہاں تک کہ نبیوں کا کشف بھی ان نبیوں کے اختیار میں نہیں دیکھ لیجئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی اور جب خبر آنے کا وقت آیا تو میلوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آنے لگی۔

انتباہ:

کرامت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ علم بھی ہو قصد بھی ہو۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا۔ دوسری یہ کہ علم ہو قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل بے موسم میوؤں پھلوں کا آ جانا۔ تیسری قسم یہ ہے کہ علم ہو نہ قصد ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چندسہ چند ہو جانا اسی لئے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر تعجب ہوا جس سے ان کے علم وقصد کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوا۔ ولایت کے لئے کرامت کا ظہور یا وجود ضروری نہیں۔ چنانچہ بعض صحابہؓ سے عمر بھر ایک بھی خرق عادت کا صدور وقوع نہیں ہوا۔ بعض اولیاء ایسے بھی ہوئے ہیں کہ انتقال کے بعد بھی ان سے خوارق و تصرفات سرزد ہوتے رہے اور یہ بات حد تواتر کو پہنچ گئی۔

کرامت معنوی:

اہل بصیرت اہل نظر کے نزدیک بڑا کمال یہی کرامت معنوی ہے جس کا خاص شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہونا۔ اعمال صالحہ، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے صادر ہونا اخلاق رذیلہ مذموم سے پاک ہونا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔ اتباع سنت ہر کام میں بے ارادہ ہونا۔

دلیل ثبوت کرامت:۔

ارشاد ہے قال یمریم انی لک هذا قالت هو

من عند الله کہ زکریا علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اے مریم یہ چیزیں (بے موسم) تمہارے پاس کہاں سے آئیں مریم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں۔

دوسری دلیل:

بخاری شریف میں حارث کی ایک بیٹی سے منقول ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں اور اس وقت مکہ میں پھل ومیوہ کا کہیں پتہ ونشان تک نہ تھا اور وہ خود لوہے میں مقید تھے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیرؓ، عبادؓ بن بشیر رسول اللہ ﷺ کے پاس تاریک رات میں حاضر تھے۔ جب یہ دونوں آپؐ کے پاس سے چلے تو ان دونوں کے آگے دو نور ظاہر ہوئے۔ جب دونوں جدا ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک نور ہوگیا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر عرش ہل گیا۔ اور فرمایا کہ ملائکہ بھی ان کے جنازہ کو اٹھاتے ہوئے تھے۔

استغراق

کسی کیفیت کے غلبہ سے ایسا ہوجانا کہ دوسری جانب کی خبر نہ رہے۔

دلیل

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی صاحبزادی جارہی تھیں۔ کسی نے پوچھا یہ لڑکی جو آپؓ کے ساتھ ہے، آپؓ کی ہے؟ آپؓ نے غور سے دیکھ کر فرمایا کہ ہاں! گھر والے کہتے تو تھے کہ یہ میری لڑکی ہے۔

وجد

کسی حالت محمودہ غریبہ کا غلبہ ہونا اور اصلی حالت سے نکال ڈالنا (جیسے دل کا سرور) وجد کہلاتا ہے۔ (صحابیؓ کا بیان ہے) آپ ﷺ نے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے قرآن مجید سنوں! سو میں نے آپ کو سنایا۔ دیکھا تو آپؐ کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری ومسلم)۔ کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کے وقت رویا کرتے اور ان کے بدن رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے۔ پھر خدا تعالیٰ کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہوجاتے۔ بعض ناواقف یوں سمجھتے ہیں کہ فیض پہنچانا شیوخ کے قبضہ واختیار میں ہے یہ محض غلط اور باطل خیال ہے۔

دلیل وثبوت تصرف

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک لمبی حدیث میں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہے، آپؐ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور خوف سے میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

مخالفت شیخ

حدیث قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، من عادیٰ لی ولیاً فقد اذنته بالحرب، کہ جو میرے ولی سے عداوت کرے میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ شیخ کی ناراضگی سے دنیا میں چین نصیب نہیں ہوتا۔

دلیل

بخاری ومسلم شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اعمال میں سے اتنا اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا، جب تک تم نہ اکتاؤ۔ بیعت میں جلدی نہ کرو، خوب پرکھ لو پرکھا لو! بے شرع پیر سے بیعت نہ کرے اور بیعت ہوگیا تو اس پیر کو چھوڑ دے۔ اگر شیخ سے محبت کامل ہو تو ظاہری دوری فیض سے مانع نہیں ہے۔

تجلی حق در خلق

(ترمذی شریف) کہ میرا رب میرے پاس ایک اچھی صورت میں آیا۔ یہی وہ چیزیں ہیں صوفیاء کی اصطلاح میں بایں عنوان تعبیر پائی جاتی ہیں، جن سے ظاہر بیں کسی قدر متوحش ہوجاتا ہے۔

الصوفی لا مذہب لہ

ہر مسئلہ میں حتی الامکان احتیاط کی جانب کو اختیار کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے، استفت قلبک.

اکثر مشائخ کسی کو اپنا خلیفہ وجانشین کردیتے۔ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی امر میں

گفتگو کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو تشریف فرما نہ پاؤں؟ مراد یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو جاوے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس چلی جانا (بخاری ومسلم وترمذی)۔

دلیل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت ایسے شخص کے لئے تجویز کرتا ہوں جس کی رغبت اہل اسلام مسلمانوں کی توقیر کی طرف ہو۔ ایسے شخص کے حوالہ نہیں کرتا جو اس کا اہل نہ ہو۔ اس حدیث شریف سے نااہل کو خلیفہ بنانے کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔

اخراج مرید

دلیل

حضور ﷺ نے حضرت کعبؓ اور دوسرے دو صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے غزوۂ تبوک سے رہ جانے پر مسلمانوں کو ان تینوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمایا۔

تیز مزاجی

بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوئے ہیں۔ لطافت کی وجہ سے ان کو نامناسب امور زیادہ ناگوار ہوتے ہیں۔ اور یہ ناگواری ان کے بشرہ سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ تغیر مزاج کا حد غضب تک پہنچ جاتا ہے جس سے بعض تنگ نظروں کو ان حضرات اہل اللہ پر بد خلقی کا شبہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ تیزی جو کہ لطائف طبیعت کے سبب سے ہو وہ صرف میری امت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے۔ بزرگوں پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرنا چاہئے۔

رنگین لباس پہننا

بعض بزرگوں کی عادت ہے کہ سر سے پاؤں تک رنگین کپڑے پہنتے ہیں۔ اگر یہ ریاء نہ ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

دلیل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ حدیث شریف رنگین لباس پہننے کی دلیل ہے۔

صوف پہننا

دلیل

مسلم وترمذی ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کمبل بہت دبیز اور ایک لنگی موٹے کپڑے کی نکال کر دکھلائی اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ہی دو کپڑوں میں وفات پائی۔

چلہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے لئے خلوص کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو علم کے چشمے اس کے قلب سے جوش زن ہو کر اس کی زبان سے ظاہر ہوں گے۔

دربان کا مقرر کرنا

دلیل

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس آنے کے لئے تمہارے لئے یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کروں۔ (ابن ماجہ)

دلیل

آنحضرت ﷺ جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لاتے تو اپنے اوقات کے تین حصے فرماتے اور آپ کی عادت شریفہ امت کے حصۂ وقت میں جو باہر صرف ہوتا تھا، یہ تھی کہ اہل فضیلت کو ترجیح دیتے تھے (شمائل ترمذی)۔

دلیل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا۔ ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا۔ آپؐ نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دے دو! میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے ان کو

رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی خوشخبری دے دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اسی طرح حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تشریف لانا بھی حدیث میں مذکور ہے۔ بخاری ومسلم نے اس کو روایت کیا ہے۔ ان احادیث شریفہ میں ان سب باتوں کا صاف صاف فیصلہ ہے۔ حدیث اول میں خادم کے لئے اجازت ہونے، حدیث دوم اہتمام خلوت، حدیث ثالث میں دربان کا بٹھلانا۔ واذا قیل لکم ارجعوا فارجعوا. یعنی اگر تم سے کہا جاوے کہ واپس ہو جاؤ تو واپس ہو جایا کرو۔ معلوم ہوا کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح حدیث شریف، انزلوا الناس منازلھم۔

شیطان سے عدم امن

دلیل

حضرت رسول مقبول ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دشمن خدائے تعالیٰ یعنی ابلیس آگ کا ایک شعلہ لایا، تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا (مسلم شریف)۔

فکر اصلاح خود

غافل ہو کر مت چل کہ بڑے بڑے شہسواروں کے گھوڑوں کے پاؤں سنگلاخ وادیوں میں قلم کر دیئے گئے۔ اور ناامید بھی نہ ہو جاؤ، رند بادہ نوش، شرابی لوگ ایک ہی نالۂ آہِ توبہ میں منزل پر پہنچ گئے۔ اور عبادت پر ناز نہ کرو۔ بڑے بڑے عابدین اس ناز کے باعث راندۂ درگاہ ہو گئے ہیں۔ فضیل بن عیاض جو کہ شیخ تھے حضرت ابراہیم بن ادھم کے، پہلے ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ پھر آہ توبہ وندامت سے کیا ہو گئے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہوئے اور مجلس فقہ کے بیس افراد میں سے یہ بھی ایک فرد ہوئے۔ بڑے اولیاء کرامؒ میں سے ہوئے۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

اولیائے کرام کے اقسام

ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد وہدایت اصلاح قلوب تربیت نفوس اور تعلیم طرق قرب وقبول عند اللہ ہوتی ہے۔ یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے عصر وزمانہ میں جو اکمل وافضل ہو، اور اس کا فیض اتم واعم ہو، اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں۔ اور یہ سب حضرات انبیاء علیہم السلام کے حقیقی نائب ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار وبرکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ البتہ ان کے برکات سے متمتع ہونے کی شرط اعتقاد ہے۔ ان کا طرز طرزِ نبوت ہوتا ہے۔ دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت واصلاح معاش اور امور دنیویہ کا انتظام اور بلیات کا دفع ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں۔ یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں اور ان سب کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے، جن کو مدبرات امر کہا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں۔

انتباہ

یہ اصحاب تکوین اکثر شریعت کے غیر مکلف ہوتے ہیں۔ صحیح الحواس تو ہوتے ہیں، لیکن فاتر العقل جیسے حیوانات اور جیسے بچے کہ ان کے حواس درست ہوتے ہیں، مگر ناقص العقل اور مکلف ہونا شریعت کا یہ عقل پر ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب تم کسی قوم سے ایسی بات کرو گے کہ وہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہ ہو تو وہ ضرور بعضوں کے لئے خرابی کا باعث ہوگی۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص۳۱۹)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے سنتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ مجھ کو قریش نے منع کیا اور کہا کہ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو اور رسول اللہ ﷺ (آخر) بشر ہیں، خوشی اور ناخوشی ہر حالت میں کلام فرماتے ہیں (اور ناخوشی میں احتمال ہوتا ہے کلام میں کمی وبیشی ہو جانے کا) میں لکھنے سے رک گیا، یہاں تک کہ میں نے اس کا رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے اپنی انگشت مبارک سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس

منہ سے بجز حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتا (نہ حالت رضا میں نہ حالت غضب میں۔یعنی ہم دوسرے لوگوں کی طرح مغلوب الغضب نہیں ہوتے کہ غصہ میں جو چاہے منہ سے نکل گیا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسیر ص۳۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا۔ پھر راوی نے حدیث میں ایک مضمون ذکر کیا ہے (خطبہ سن کر) ابوشاہ نے عرض کیا کہ یہ مضمون مجھ کو لکھ دیجئے یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوشاہ کو لکھ دو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور صحیح کہا اس کو (تیسیر ص۳۱۹)۔

فرسم کتاب ارشاد زبانی یا شجرہ وسند برائے مرید۔ مرید اس حدیث سے زبانی تلقین وارشاد کئے ہوئے امر کے مقید بالکتابۃ کردینے کا موافق سنت ہونا ثابت ہوا۔ اہل طریقت کی یہ سب عادتیں اس میں داخل ہوگئیں۔ ذکر وشغل کا طریقہ یاد کے لئے لکھ کر دے دینا شجرہ لکھ کر دینا سند خلافت لکھ دینا۔

الکشف

واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت بڑی افتراء کی چیزیں یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنے باپ کے سواء دوسرے کی طرف اپنے کو منسوب کرے (یعنی اولاد میں کسی کے ہو اور بتلاوے دوسرے کی اولاد میں جیسے کہ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ ہوئے شیخ بتلا دیا سید ونحو ذٰلک یا اپنی آنکھ کی طرف ایسی چیز کے دیکھنے کی نسبت کرے جو اس نے نہیں دیکھی (اس میں جھوٹا خواب اور جھوٹا دعویٰ کشف کا سب آگیا)۔ یا رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسا قول منسوب کرے جو آپؐ نے نہیں فرمایا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (تیسیر ص۴۸۸)

بہترین چیز

احنف بن قیسؒ نے فرمایا ہے کہ بہترین چیز جو کسی بندے کو دی جاتی ہے،

۱ وہ عقل دور اندیش ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر

۲ بہترین ادب واخلاق کا سرمایہ ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو پھر

۳ رفیق ہم نوا ودم ساز ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو پھر

۴ یادِ الٰہی میں ہمیشہ لگا رہنے والا دلِ یکسو ہے۔ اس سے محرومی ہو تو پھر

۵ سکوتِ مسلسل اور خموشیٔ پیہم ہے۔ اور اگر بدقسمتی سے کسی کو مندرجہ بالا فضائل میں سے کوئی فضیلت، حتیٰ کہ برسبیل تنزل چپ رہ کر اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی بھی عادت نہ ہو تو ایسے بدنصیب کا زندہ رہنے سے مرجانا ہی افضل واولیٰ ہے۔

(المنبهات علی الاستعداد لیوم المعاد)

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (وضو کر کے) ارشاد فرمایا کہ جو شخص میرا سا وضو کرے پھر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ ان میں اپنے دل سے کسی قسم کی باتیں نہ کرے، تو اس کے سب ذنوب سابقہ (جو صغائر میں سے ہوں)، معاف ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

معلوم ہوا کہ جو خیال بقصد لایا جاوے وہ مضر حضور ہے۔

ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اس کی طرف متوجہ رہے، مگر اس کے لئے جنت واجب ہو جاوے گی۔ (مشکوٰۃ ص۳۱)

ف: پس حاصل طریق کا یہ ہوا کہ جو قول وفعل نماز میں صادر ہو وہ توجہ اور قصد سے ہونا چاہئے محض مشق اور یاد سے نہ ہو۔ مثلاً زبان سے سبحٰنک اللّٰھم کہا تو اس کی طرف مستقل توجہ اور قصد ہو اسی طرح آخر نماز تک۔ پس اس طرح کرنے سے برابر ساعات نماز میں توجہ الی الطاعۃ رہے اور ایک طرف جب توجہ ہوتی ہے تو دوسری طرف نہیں ہوتی۔ پس لامحالہ اس سے غیر صلوٰۃ کی طرف توجہ نہ ہوگی۔ پس حضور کامل میسر ہوگا اور وجہ میں اشارہ اس طرف ہے کہ جوارح کے مشغول کر دینے کو بھی اشتغال قلب میں دخل ہوتا ہے۔ پس تکمیل حضور کے لئے کف جوارح بھی ضرور ہے، ورنہ چہرہ پھیرنے سے بواسطہ نگاہ کے خیالات منتشر ہوں گے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انسؓ! اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھو۔ (مشکوٰۃ ۸۳)

شغل، حبس بصر۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے اس عمل سے یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔

مطرف بن عبداللہ الشخیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سینہ میں ایک ایسی آواز تھی جیسی (پکنے کے وقت) ہانڈی کی آواز ہوتی ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جیسے چکی کی اواز ہوتی ہے اور یہ آواز رونے کے سبب تھی، آپ رو رہے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۵)

ف: حال، وجد کسی حالت غریبہ محمودہ کا غلبہ وجد کہلاتا ہے۔

ام الدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالدرداءؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں۔ (مراد اس سے امت محمدیہؐ ہے)۔ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کو (یعنی امت محمدیہ کو) اپنے حکم اور اپنے علم سے عطاء کردوں گا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۶)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے مدفون ہونے تک تو) اپنے (اس) حجرہ میں (جس میں یہ حضرات مدفون ہیں بے تکلف) چلی جایا کرتی تھی۔ جب حضرت عمرؓ دفن کئے گئے، پھر میں وہاں بدوں اس کے کہ میرے کپڑے مجھ پر خوب لپٹے ہوئے ہوں۔ حضرت عمرؓ سے شرم آنے کی وجہ سے کبھی نہیں گئی۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۶)

ف: قبر پر حاضر ہو کر اس کا اتنا ادب کرے کہ جتنا حالت حیات میں کرتا تھا۔ کسی صحابیؓ نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگالیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے۔ سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو **تبارک الذی بیدہ الملک** پڑھ رہا تھا یہاں تک کہ اس کو ختم کیا۔ وہ صحابیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کی آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورۃ حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورۃ نجات دینے والی ہے۔ یہی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے (مشکوٰۃ ص ۴۸)

حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔

فائدہ فیض باطنی از اہل قبور۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان اصحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔

طاؤس سے بحذف نام صحابی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قرآن مجید میں اور اس کے پڑھنے میں سب آدمیوں میں زیادہ اچھا اور خوش آواز کون شخص ہے فرمایا وہ شخص ہے کہ جب اس کو پڑھتا ہوا سنو تو تم کو ایسا معلوم ہو کہ وہ خداتعالیٰ سے ڈر رہا ہے طاؤس کہتے ہیں کہ علق ایسے ہی تھے۔

فائدہ اشارہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے وقت یہ تصور رکھے کہ میں خداتعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور فرمایا اے بھیا ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک رکھنا اور ہم کو بھولنا نہیں۔ سو آپ نے یہ ایسی بات فرمائی کہ مجھ کو اس کے عوض میں ساری دنیا کا ملنا بھی مسرور نہیں کرسکتا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ میں ص ۱۸۷

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر شے کا ایک صیقل ہے اور قلوب کا صیقل ذکر اللہ ہے روایت کیا اس کو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۱۹۱

فائدہ۔ تصفیہ قلب کا عنوان پایا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فمن یرد اللہ الخ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت فرمانا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کردیتے ہیں) اور فرمایا کہ نور جب قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہوجاتا ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا اس کی کوئی علامت (اور پہچان) بھی ہے فرمایا ہاں اس دھوکہ کے گھر (یعنی دنیا) سے (دل کی) علیحدگی اور دارالخلود کی طرف توجہ اور موت کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے مشکوٰۃ ص ۴۴۸

حضرت ابی ہریرۃؓ اور ابی خلادؓ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیکھو کہ زہد فی الدنیا اور قلت کلام اس کو عنایت ہوا ہے، تو اس سے نزدیک رہا کرو، کیونکہ اس کو حکمت (حکم اسرار وہبیہ) کی تعلیم (وتلقین منجانب اللہ) کی جایا کرتی ہے۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں مشکوٰۃ ص ۴۳۸۔

ف: اس کو علم لدنی اور علم وہبی بھی کہتے ہیں۔ جس کا عطاء ہونا اہل اللہ کو بکثرت وتواتر ہے۔

مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی

ترک نکاح وگوشہ نشینی

بعض بزرگوں نے اس کو بمصلحت فتن اختیار کیا ہے اور سنہ کی قید اشارہ اسی مصلحت کی طرف ہے، کیونکہ یہ زمانہ تھا کہ کثرت فتن کا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں عرض کیا کہ میں اپنی اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا رکھوں اور توکل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ باندھ کر توکل کرو! روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص ۴۹۵)

ابن کثیر سے روایت ہے کہ ابوسہم نے کہا کہ میرے سامنے سے ایک عورت گزری۔ میں نے (غلبۂ شہوت سے) اس کی کمر پکڑ لی۔ پھر اس کو (خوف خدا سے) چھوڑ دیا۔ اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ ﷺ کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے۔ میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا تم وہی نہیں جس نے کل کے روز اس کو کھینچا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک! اور میں اب ایسا نہ کروں گا یا رسول اللہؐ! پس آپ ﷺ نے مجھ کو بیعت فرمالیا۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۴۶۴)

کوئی بات بے جا مرید کی معلوم ہوتی ہے تو مصلحت اجر کے لئے اس کو تنبیہ فرمادیتے ہیں اور اگر مجمع میں متنبہ کرتے ہیں تو مبہم طور پر تاکہ دوسروں کے روبرو رسوائی نہ ہو۔

حضرت عمرؓ سے اس حدیث میں جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے کچھ سوالات کئے ہیں یہ بھی جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ بتلایئے کہ احسان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو (یعنی اگر خدا تعالیٰ نظر آئے گا تو جس طرح کی عبادت اس وقت کرتے ایسی کرو۔ اور لامحالہ ایسے وقت میں عبادت اخلاص وحضور کے ساتھ ضرور ہوگی۔ پس اسی طرح کی عبادت کرنا چاہئے۔ اور گو تم اس کو دیکھتے نہیں ہو مگر ایسی طرح کی عبادت کا داعی پھر بھی موجود ہے۔ اس لئے کہ اگر تم اس کو نہیں دیکھتے وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔ اور یہ بھی داعی کافی ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (مشکوٰۃ ص ۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے (بیہقی)۔ جہاد کامل جہاد نفس ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان بعض کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ (یعنی نعوذ باللہ) تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔ سو جب اس کی نوبت پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگے (اعوذ باللہ پڑھ لے) اور سوچنے سے باز رہے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

جب حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا تو یہ توجہ دفع ہو جاوے گی توجہ الی الوسوسہ کی۔ کیونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ قاسم بن محمد سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ کو نماز میں وہم اور شبہ بہت ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ (کچھ پرواہ نہیں) اپنی نماز (اسی حالت سے) ختم کرلیا کرو۔ کیونکہ یہ (کوشش کرنے سے) ہرگز دفع نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ بھی ہو جاؤ گے اور یوں ہی کہتے رہو گے کہ میں نے نماز پوری نہیں پڑھی (ضرور کچھ رہ گیا ہے اس لئے پھر پڑھو گے۔ مگر پھر بھی فارغ ہو کر یہی وسوسہ رہے گا تو کہاں تک اعادہ کرو گے۔ اسی لئے بہتر یہی ہے کہ کچھ پرواہ نہ کرو) (مشکوٰۃ ۱۱۔)

ف۔ یہ علاج ہے کہ اس کی پرواہ نہ کی جاوے۔ یہ علاج تجربہ سے اکسیر اعظم ثابت ہوا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں

گویا رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۴۶

ف: شغل تصور شیخ۔ کچھ مفاسد مرتب ہوتے دیکھ کر محققین اکثر اس سے منع کرنے لگے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ظاہر ہوں گے جو دنیا کے مکر وفریب سے دین کے عوض حاصل کریں گے لوگوں کے دکھلانے کو نرم بننے کے لئے بھیڑ کی کھال پہنیں گے (یا تو مراد اس سے حقیقی معنی ہیں کہ پوستین نہیں پہنیں گے کہ لباس ہے تارکان دنیا کا اور یا کنایہ ہے اس سے کہ ظاہر میں بڑے نرم خو اور منکسر ومتواضع ہوں گے) زبانیں ان کی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہونگی اور دل ان کے بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکہ کھائے ہوئے ہیں یا مجھ پر جرات کرتے ہیں سو مجھ کو اپنی ہی قسم ہے کہ میں ان لوگوں پر ان ہی میں سے ایک ایسا فتنہ برپا کروں گا جو ان کے عاقلوں کو بھی حیرت میں ڈال دے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷۔

ف: مکار پیروں کی مذمت اس حدیث میں ظاہر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر شے کا ایک جوش ہوتا ہے اور ہر جوش کے بعد ڈھیلا پن ہوتا ہے سو اگر صاحب عمل اپنے عمل میں راستی اور توسط پر چلے تو اس کے نباہ کی امید رکھو اور اگر (اتنا مبالغہ کرے کہ) اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ ہونے لگے تو اس کو کچھ شمار میں نہ لاؤ۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ ص ۴۴۷۔

ف: تعلیم۔ محققین مجاہدہ میں غلو کرنے سے منع کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وانذر الخ یعنی اپنے قریب والے خاندان کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ تو نبی ﷺ نے قریش کو پکارا (اور جمع کیا) اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے (حضرت فاطمہ کو) فرمایا اے فاطمہؓ اپنے کو دوزخ سے بچاؤ کیونکہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

(مشکوٰۃ ص ۴۵۲)

ف: بعضوں کو یہ ناز ہوتا ہے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد میں ہیں اصلاح عقائد واعمال سے بالکل بے فکر ہو جاتے ہیں۔

صالح بن درہم سے روایت ہے کہ ہم حج کرنے چلے تو ایک شخص ملے کہنے لگے تمہارے قرب میں کوئی گاؤں ہے جس کو ایلہ کہتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں ہے کہنے لگے کوئی شخص تم میں اس بات کی ذمہ داری کر سکتا ہے کہ میری طرف سے مسجد عشار میں (کہ اس گاؤں میں ہے) دو رکعت یا چار رکعت پڑھے اور کہہ دے کہ یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہے میں نے اپنے محبوب قلبی ﷺ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن کچھ شہداء کو اٹھا دے گا شہداء بدر کے ساتھ بجز ان کے کوئی نہ اٹھے گا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۰ ف

جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح عبادت بدنیہ کا بھی پہونچتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہونچتا ہے کیونکہ یہ شخص ابو ہریرہ تھے اور اس وقت زندہ تھے۔ ف: مقام متبرک میں عبادت کا اہتمام۔

ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابن صیاد سے (کہ منجملہ دجالین کے ایک دجال تھا) مدینہ کے کسی راستہ میں ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کیا آپ میری رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ پر اور اس کے سب فرشتوں اور اس کی کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ (پس جو رسول نہیں اس کی رسالت کی شہادت نہیں دیتا مگر آپ نے دفع فتنہ کی مصلحت سے مبہما فرمایا) اچھا یہ بتلا تجھ کو کیا نظر آتا ہے کہنے لگا کہ ایک تخت پانی پر نظر آتا ہے آپ نے فرمایا تجھ کو شیطان کا تخت نظر آتا ہے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۷۰ ف۔

توریہ در خوف فتنہ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان جا رہے تھے ہمارا ایک وادی پر گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا یہ کون وادی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ وادی ارزق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں گویا اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں اور آپ نے ان کے رنگ اور بالوں کی کچھ کیفیت بیان فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ ان کی یہ حالت ہے کہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں اور لبیک سے اللہ تعالیٰ کو پکار رہے ہیں اور اس وادی میں گزرے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر ہم آگے چلے یہاں تک کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون گھاٹی ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہرشی ہے یا لفت ہے فرمایا میں گویا (اس وقت) یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ ایک سرخ اونٹنی پر سوار ہیں ان پر صوف کا ایک کرتبہ ہے ان کی اونٹنی کی نکیل پوست خرما کی ہے اور اس وادی میں گزر رہے ہیں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۰۰

ف: مسئلہ ظہور روح در مکانی بعد موت

حیثیت کی دلالت اس پر ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام آپ کو نظر آئے یہ تمثل روحی تھا کیونکہ جسد تو ان حضرات کا قبور میں تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ جانیں مصیبت میں پڑ گئیں اور اہل وعیال بھوکے مرنے لگے اور کھیت وغیرہ برباد ہو گئے اور چار پائے تلف ہونے لگے سو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے ہم آپ کو اللہ کے سامنے سفارشی لاتے ہیں اور سفارشی لاتے ہیں اللہ کو آپ کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کلمہ سے گھبرا گئے اور) سبحان اللہ سبحان اللہ فرمانے لگے اور اس کا اس قدر تکرار کیا کہ اس کا اثر آپ کے اصحاب کے چہرہ میں نمایاں ہونے لگا پھر فرمایا کمبختی مارے اللہ تعالیٰ کو کسی کے سامنے سفارشی نہیں ٹھیراتے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی شان ہے۔ یعنی سفارش میں نیازمندی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا نیازمند نہیں۔ مشکوٰۃ ص ۵۰۱

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ جان محمد کی اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر تم ایک رسی سب سے نیچے کی زمین تک لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ پر جا کراترے۔ روایت کیا اس کو احمد ترمذی نے۔

یعنی وہاں بھی خدا موجود ہے۔ توجیہ حکم بموجودیت حق در ہر مکان۔ بہت سے صوفیہ کے کلام میں حق تعالیٰ کے احاطہ کے بیان میں ایسے عنوانات پائے جاتے ہیں جن سے احاطہ ذاتی متکیف معلوم ہوتا ہے اور علماء کو اولاً احاطہ ذاتیہ میں کلام ہوا ہے۔ پھر تکیف سے تو تنزہ یقینی ہے۔ ذات کا عرش پر بلا کیف ہونا اور صفات علم وغیرہ کا متعلق بالکل ہونا منصوص ہے اس لئے صوفیہ کے کلام میں مخالفت نص وقول جمہور کا شبہ ہوتا ہے۔ مگر اس حدیث کا عنوان بالکل صوفیہ کے موافق ہے جو حدیث کی توجیہ ہوگی وہی قول صوفیہ کی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث طویل میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتداء نبوت میں جب کہ وحی میں توقف ہوا اس درجہ مغموم ہوئے کہ غم کے سبب کئی بار اس ارادہ سے تشریف لے گئے کہ پہاڑوں کی بلندی پر سے گر کر جان دیدیں۔ سو جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے جبرئیل علیہ السلام آپ کو نظر آتے اور فرماتے اے محمد ﷺ (مغموم مت ہو) آپ اللہ کے رسول ہیں سچ مچ اس سے آپ ﷺ کے قلب کو سکون ہوجاتا اور جی ٹھہر جاتا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے مشکوٰۃ ص ۵۱۴۔

ف: بعض اہل قبض نے تنگ ہوکر خودکشی کر لی ہے۔ حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عجب نہیں وہ عنداللہ معذور ہوں۔ تعلیم۔ تسلی از شیخ در قبض۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعض اوقات مثل آواز جرس کے آتی ہے۔ ف: مسئلہ تحقیق صوت غیبی بکثرت بزرگوں کے مکاشفات میں صوت غیبی کا ذکر پایا جاتا ہے ہر صوت کو صوت غیبی سمجھنا یہ غلطی عظیم ہے۔ ہمارے صوفیہ اہل حق کا اعتقاد یہ ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قصہ میں جس میں حضرت ابوبکرؓ نے حضرت سلمان اور صہیب اور بلالؓ کو کچھ نصیحت کی تھی جس سے ایک رئیس کی طرفداری کا شبہ ہوتا تھا ابوبکر سے فرمایا کہ اے ابو بکر کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا اگر ان کو ناراض کر دیا تو بس اپنے رب کو ناراض کر دیا حضرت ابو بکر ان صاحبوں کے پاس آئے اور کہا کہ اے میرے بھائیو میں نے تم کو (شاید) ناراض کر دیا ہو) انہوں نے کہا نہیں اے بھائی اللہ تعالیٰ تم کو بخشے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۶۸

ف: قول۔من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف۔ مقبولان الٰہی کے ساتھ مجالست ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجالست۔

شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے روبرو اہل شام کا ذکر آیا۔ کسی نے کہا اے امیر المومنین ان پر لعنت کیجئے فرمایا نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال (جو ایک قسم ہے اولیاء اللہ کی) شام میں رہتے ہیں اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا شخص بدل دیتا ہے ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے اعداء پر غلبہ ہوتا ہے اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب (دنیوی ہٹ جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو احمد نے مشکوٰۃ ص ۵۷۵

ف: مسئلہ وجود ابدال وغیرہم۔ جب ایک قسم کا اثبات ہے تو دوسرے اقسام بھی مستبعد نہ رہے۔

شفی اصبحی سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا ہو اور پوچھا ہو ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ذکر کروں گا۔ میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا ہوگا اور پوچھا ہوگا۔ پھر ابو ہریرہؓ نے ایک چیخ ماری (یہ کیفیت بیتابی کی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کسی کمی بیشی کے بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست آنکھوں میں پھر گئی) ہم بڑی دیر تک منتظر رہے پھر ان کو افاقہ ہوا اور فرمایا کہ میں تم سے ضرور ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان میں بیان فرمائی ہے کہ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابو ہریرہ نے بڑی زور سے ایک چیخ ماری پھر ان کو افاقہ ہوا اور پسینہ منہ پر سے پونچھا اور فرمایا کہ میں یہ کام کروں گا یعنی تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں گا۔ میں اور آپ اس مکان میں تھے۔ ہمارے پاس اس وقت کوئی نہ تھا بجز میرے اور بجز آپ کے پھر ابو ہریرہؓ نے بڑی زور سے چیخ ماری پھر آگے کو جھک کر منہ کے بل گر پڑے میں ان کو بڑی دیر تک اپنے سہارے لگائے رہا۔ پھر افاقہ ہوا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے جلد ثانی ص ۶۸۔

ف: حال۔ وجد۔ حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور سلف کو بوجہ قوت تحمل کے اس درجہ کا وجد کم ہوتا تھا لیکن احیاناً ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی (قیامت میں) اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہو اور ثواب اس چیز کا ملے گا جو عمل کیا ہوگا۔

ف: عادۃ عذر از بیعت صغر۔ اب بھی بزرگوں کا اصل معمول یہی ہے اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ بیعت التزام ہے احکام لازمہ کا اور صغیر پر احکام التزام سے بھی لازمہ نہیں ہوتے تو بیعت کی حقیقت متحقق نہیں ہوسکتی اور بعض اوقات جو ایسا کر لیتے ہیں وہ محض صورت بیعت ہے برکت کے لئے حضرت علی بن الحسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) معتکف تھے۔ میں آپ کے پاس شب کے وقت زیارت کے لئے حاضر ہوئی اور باتیں کرتی رہی پھر واپس جانے کے لئے اٹھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (مشایعت کے لئے باب مسجد تک) چلے یہاں تک کہ جب آپ مسجد کے دروازہ تک پہنچے (یہ دروازہ مسجد کے اندر تھا خارج نہ تھا) اس وقت دو شخص انصاری گزرے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز چلنے لگے (تا کہ جلدی محاذاۃ مسجد سے نکل جاویں کیونکہ آپ کے پاس حضرت صفیہ کو بھی دیکھا تھا تو ایسے

وقت میں یہی ادب تھا) آپ نے فرمایا کہ اطمینان سے چلو) کچھ جلدی کی ضرورت نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ) یہ صفیہ بنت حیی (میری بی بی) ہیں (کچھ اور وسوسہ نہ لانا) ان دونوں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ یا رسول اللہ (کیا نعوذ باللہ آپ پر یہ وسوسہ ہوگا کہ کوئی اجنبی عورت خلوت میں آگئی ہے) آپ نے فرمایا کہ شیطان ابن آدم کے بدن میں بجائے خون کے چلتا ہے اور میں اس بات سے ڈرا کہ تمہارے دل میں کوئی بری بات یا یہ فرمایا کہ کوئی چیز (یعنی کوئی خیال) نہ ڈال دے (جو تمہارے اختیار سے باہر ہو اور پھر خدانخواستہ بڑھتے بڑھتے مرتبہ گمان تک پہنچ جاوے اور تمہارے دین کا ضرر ہو) روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے تیسیر ص ۱۷۔

ف: غور کرنا چاہئے رسول اللہ ﷺ نے اس باب میں کس قدر مبالغہ کے ساتھ احتیاط فرمائی اور جو واقع میں اتباع شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے ان کا تو کیا پوچھنا جیسا کہ آج کل اکثر مرید بھی ایسے ہی ہیں اور پیر بھی ایسے ہی ہیں۔

حضرت صفیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھیں کہ ان سے (شمار کر کر کے) سبحان اللہ کا ورد کر رہی تھیں۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد و حاکم نے حصن حصین ص ۱۹۴

ف: رسم تسبیح اکثر ذاکرین کا معمول ہے تسبیح پر اور اد اذکار پڑھنے کا یہ حدیث اس کی اصل ہے کیونکہ گٹھلیوں میں اور دانوں میں کوئی فرق نہیں اور تاگا محض اجتماع کی غرض سے ہے۔

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دنیا میں نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے اللہ ان کو جنات عالیہ میں داخل فرماویں گے۔ روایت کیا اس کو ابویعلی نے حصن حصین ۲۱

ف: مسئلہ عدم منافات تنعم مر ولایت را۔ اکثر عوام یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگی کے لئے خستہ حال ہونا ضروری ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سامان امارت کے ساتھ ذکر و طاعت میں استقامت ہو تو ثمرات جب بھی مرتب ہوتے ہیں البتہ بعض اوقات بعض اسباب تنعم یا بعض تعلقات کو تجویز شیخ کامل بمصلحت مجاہدہ برائے چندے یا کبھی دواما ترک کردینا ضروری ہوتا ہے سو یہ امر عارض مصلحت سے ہے فی نفسہ شرائط میں سے نہیں۔

ابویعلی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر خفی جس کو حافظان اعمال ملائکہ بھی نہیں سنتے (ذکر جلی پر) ستر حصے فضیلت رکھتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ خلق کو ان کے حساب کے لئے جمع فرماویں گے اور حافظان اعمال اپنی یادداشت اور نقشہ اعمال کو لاویں گے کہ دیکھو (علاوہ اعمال مکتوبہ فی الصحائف کے) اس شخص کا کوئی عمل تو باقی نہیں رہ گیا وہ عرض کریں گے کہ ہم نے اپنے معلومات اور محفوظات میں سے کوئی چیز بے ضبط کئے ہوئے اور لکھے ہوئے چھوڑی نہیں اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرماویں گے کہ میرے پاس تیرا ایک نیک عمل ہے کہ تجھ کو بھی اس کا (اس وقت) علم نہیں گو اس کے صدور کے وقت اطلاع تھی کیونکہ وہ عمل قصدی ہے اور قصد مستلزم ہے علم کو اور میں تجھ کو اس کی جزا (نیک دوں گا) اور وہ ذکر خفی ہے۔ روایت کیا اس کو سیوطی نے بدور سافرہ میں مرقاۃ برحاشیہ حصص۔ ص ۲۷

ف: مسئلہ صحت ذکر فکری بزرگوں کے یہاں کبھی ذکر لسانی کی کبھی ذکر قلبی کی بلاحرکت لسان تعلیم ہوتی ہے بعض اہل ظاہر سمجھتے ہیں کہ جب تک زبان سے حرف ادا نہ ہوں وہ ذکر معتبر نہیں۔ حدیث میں اس ذکر کے معتدبہ اور معتبر ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کیونکہ تلفظ کے لئے سماع حفظہ لازم ہے اور وہ منتفی پس تلفظ بھی منتفی ہے۔ البتہ بعض احکام میں تلفظ بالاجماع شرط ہے مثال قراۃ فی الصلوٰۃ و نکاح و طلاق و امثالہا رہا یہ کہ گو سماع نہ تھا مگر اعمال قلبیہ کا علم تو ہوتا ہے تو اس وجہ سے لکھنا ضرور تھا چنانچہ عزم حسنہ کا لکھا جانا احادیث میں موجود ہے جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اعمال قلب میں سے گو اکثر کی اطلاع ہوتی ہے مگر بعض اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر بدون ورود استثناء کے بقیہ اعمال کو اسی اکثر میں داخل سمجھا جاوے گا۔

ابوالطفیل سے روایت ہے کہ ایک شخص کا ایک مجمع پر گذر ہوا اور ان کو سلام کیا۔ ان لوگوں نے اس کے سلام کا جواب دیا جب وہ شخص آگے بڑھ گیا تو اس مجمع میں سے ایک شخص نے کہا کہ واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ واسطے بغض ہے۔ اہل مجلس نے کہا کہ تم نے بہت بری بات کہی واللہ ہم اس کا

اظہار کریں گے۔ ایک شخص کو اپنے میں سے کہا کہ فلانے اٹھ اور اس (گزرنے والے) شخص کو اس کی خبر دے دے پس یہ فرستادہ اس شخص سے ملا اور اس قول کی خبر دی وہ شخص اپنے راستہ سے لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں مسلمانوں کی ایک مجلس پر گزرا جس میں فلانا شخص بھی تھا۔ میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا۔ جب میں ان سے آگے بڑھ آیا تو ان میں سے ایک شخص میرے پاس پہنچا اور مجھ کو یہ خبر دی کہ فلانے شخص نے یوں کہا کہ واللہ مجھ کو اس شخص سے اللہ کے واسطے بغض ہے۔ تو اس کو ذرا بلا کر پوچھ لیجئے۔ مجھ سے کس بات پر اس کو بغض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو بلا کر اس خبر کی تحقیق کی (کہ تو نے کہا ہے یا نہیں)۔ اس نے اس کا اقرار کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! واقعی میں نے کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر اس سے تجھ کو بغض کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ میں اس کا پڑوسی ہوں اور مجھ کو اس کے حال کی پوری خبر ہے۔ واللہ میں نے اس کو بجز اس فرض نماز کے (مع توابع) جس کو سب نیک و بد پڑھا کرتے ہیں، اور کوئی نماز (نفل وغیرہ) پڑھتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ اس نے مجھ کو کبھی اس کے وقت سے تاخیر کرتے ہوئے یا اس کا وضو یا اس میں رکوع سجدہ ناقص کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ مجھ کو کبھی اس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اس کا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اس کو بجز اس زکوٰۃ کے جس کو سب نیک و بد ادا کرتے ہیں، کسی سائل کو دیتے، یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کہ مجھ کو کبھی اس میں کوتاہی کرتے ہوئے یا اس کا کچھ حق کم کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ آپؐ نے اس سے پوچھا۔ وہ بولا نہیں! پھر کہنے لگا واللہ میں نے کبھی اس کو بجز اس زکوٰۃ کے جس کو سب نیک و بد اداء کرتے ہیں، کسی سائل کو دیتے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرتے نہیں دیکھا۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس سے پوچھئے کبھی میں نے مال زکوٰۃ کو پوشیدہ کیا ہے؟ (یعنی عامل سے چھپا لیا ہو یا یہ معنی کہ پوری زکوٰۃ علانیہ نہ دے دی ہو)۔ وہ بولا نہیں رسول اللہ ﷺ نے اس معترض سے فرمایا کہ بس جا! مجھ کو معلوم نہیں شاید یہ تجھ سے بہتر ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے رحمۃ مہداۃ ص ۶۴

ف: عادۃ اکتفاء بر ضروریات اصطلاح فن میں ایسے شخص کو جو عبادات جوارح میں سے محض ضروریات پر کفایت کرے باقی اوقات ذکر و فکر میں مشغول رکھے، قلندر کہتے ہیں۔ اس حدیث سے اس مشرب کا اثبات ہوتا ہے۔

مسند دیلمی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیزی (جو لطافت طبیعت کی وجہ سے ہو) صرف میری امت کے صلحاء و ابرار میں ہوتی ہے اور اسی سند سے بایں لفظ بھی روایت ہے کہ کوئی شخص (ایسی مذکورہ) تیزی کا صاحب قرآن سے زیادہ شایاں نہیں بسبب عزت قرآن کے جو اس کے جوف میں ہے۔ مقاصد حسنہ ص ۸۹

ف: عادۃ بعض تیز مزاجی بعض بزرگ زیادہ لطیف المزاج ہوتے ہیں اور اس لطافت کے سبب ان کو نامناسب امور ناگوار ہوتے ہیں۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ بے موقع بات پوچھنے تک پر غضب ناک ہوئے ہیں۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے آنے کی یہی اجازت ہے کہ تم پردہ اٹھا دیا کرو اور میری مخفی بات سن لیا کرو جب تک میں منع نہ کردوں۔ ابن ماجہ ص ۱۳

حضرت امام حسینؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لے جانے کی حالت کے متعلق پوچھا (کہ آپ جب گھر میں تشریف لاتے تو کیا کرتے تھے) انہوں نے فرمایا کہ اپنے گھر میں تشریف لاتے تو اپنے اندر آنے کے حصہ کو تین حصے فرماتے ایک حصہ وقت کا اللہ کے کام کے لئے (مثل نوافل وغیرہ) اور ایک حصہ اپنے گھر والوں (سے بولنے چالنے) کیلئے اور ایک حصہ اپنے نفس کے آرام کے لئے اور پھر اپنے حصہ کو اپنے (ضروری کاموں اور لوگوں کے (نفع پہنچانے کے) درمیان میں تقسیم فرما دیتے (یعنی کچھ وقت اپنے لئے صرف کرتے اور کچھ لوگوں کے کام

میں) سو اس حصہ کو (جو کہ اپنے وقت میں سے لوگوں کے لئے نکالتے تھے) خواص کے ذریعہ سے عام لوگوں پر صرف فرماتے اور لوگوں سے کوئی چیز (کام کی) اٹھا نہ رکھتے اور آپ ﷺ کی عادت شریف امت کے حصہ میں (جو باہر صرف ہوتا تھا یہ تھی اہل فضیلت کو ترجیح دینا وغیرہ وغیرہ جو حدیث میں مذکور ہے۔ شمائل ص ۲۶

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور دروازہ کھلوایا آپ ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اس شخص کو جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو ابو بکرؓ تھے میں نے ان کو رسول اللہ ﷺ کی فرمائی ہوئی خوشخبری دے دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اسی طرح حدیث میں حضرت عمر حضرت عثمان کا تشریف لانا مذکور ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے مشکوٰۃ ص ۵۵۵

بزرگوں کا عموماً معمول ہے کہ اپنے اوقات منضبط رکھتے ہیں جن میں کچھ وقت خلوت کا بھی ہوتا ہے جس میں عوام سے نہیں ملتے اور کبھی کسی خادم کو بھی بٹھلا دیتے ہیں۔ البتہ کسی کی ضرورت شدیدہ فوریہ کے وقت پھر ملاقات سے عذر کرنا برا ہے ورنہ علاوہ احادیث کے خود قرآن مجید کی آیت وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا اس کی اجازت دیتی ہے کہ کسی وقت ملاقات سے عذر کر دینا بھی جائز ہے۔ اسی طرح انزلوا الناس منازلھم خواص کی ترجیح کو عوام پر جائز بتلاتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جب کہ لوگ فرضوں سے فارغ ہو جاتے تھے نبی ﷺ کے زمانہ میں تھا بخاری ص ۱۱۶ ف عادۃ جہر بالذکر چشتیہ پر بعضے شبہ عدم ثبوت جہر بالذکر کا کرتے ہیں حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے البتہ حاشیہ میں امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ مراد حدیث میں اس کا التزام بعد الصلوٰۃ نہیں ہے۔

اسماء بنت یزید سے دجال کے قصہ میں (جس میں حضور ﷺ نے اس کے فتنہ کا اور اس زمانہ میں قحط پڑنے کا ذکر فرمایا تھا) مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ کبھی ہم آٹا گوندھ کر رکھتے ہیں اور اس کو پکانے نہیں پاتے کہ بھوک لگ جاتی ہے (جس سے بیتاب ہو جاتے ہیں) سو اس روز مسلمانوں کا کیا حال ہوگا (جب کہ اس کے مخالفین پر قحط شدید ہوگا) آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو (غذا کی جگہ) وہ چیز کافی ہو جاوے گی جو اہل آسمان کو کافی ہوتی ہے یعنی تسبیح و تقدیس روایت کیا اس کو احمد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۹

ف: بعض لوگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے خلوت میں مدتوں کھانا نہیں کھایا۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص دجال کی خبر سنے اس کو چاہئے کہ دور چلا جائے۔ واللہ بعض شخص اپنے کو مسلمان سمجھ کر اس کے پاس آوے گا (کہ اس کا تماشا دیکھے یا اس سے مناظرہ کرے) پھر بہت سے شبہات پیدا ہو کر اس کا تابع ہو جاوے گا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۴۶۹۔

بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی مدعی تصوف مبطل ہو تو غیر کامل کو اس کے پاس بغرض رد بھی نہ جانا چاہئے۔ بعض اوقات اس کے تصرفات و عجائب سے فتنہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ اسماء بنت یزید بن السکن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال زمین میں چالیس برس رہے گا۔ برس تو مہینہ کے برابر ہوگا اور مہینہ ہفتہ کے برابر ہوگا اور ہفتہ دن کی برابر ہوگا۔ اور دن ایسا ہوگا جیسے آگ سے لکڑیاں جل اٹھتی ہیں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں مشکوٰۃ ص ۴۶۹۔

ف: مسئلہ بسط وطی زمان وجوہ رفع تعارض کے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی کو وہ زمانہ طویل معلوم ہوگا اور کسی کو قصیر اور واقع میں اس کی ایک مقدار معین ہوگی۔ تو حدیث سے بسط وطی زمان دونوں ثابت ہو جاویں گے اور اول حدیث میں روایات میں یہ بھی ہے کہ جو دن سال کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کی نمازیں واجب ہیں۔

ابو سعید خدریؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس دن کی نسبت جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی (مراد قیامت کا دن ہے براہ تعجب) پوچھا کہ اس دن کا کس قدر طول ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ وہ دن اہل ایمان پر ایسا ہوگا کہ فرض نماز جو

دنیا میں پڑھتا ہے، اس سے بھی ہلکا ہوگا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں مشکوٰۃ ص ۴۷۹

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مؤذن کی آواز سنے اور اس کو اس مؤذن کے اتباع سے (یعنی جماعت میں آنے سے کوئی عذر مانع نہ ہو تو اس کی وہ نماز جو اس نے پڑھی ہے، مقبول نہیں ہوتی۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف ہو یا کوئی مرض ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد دار قطنی نے مشکوٰۃ ص ۸۸

ف: رسمی درویش جماعت کی مطلق پرواہ نہیں کرتے جس کی نماز ہی مردود ہو وہ پیر ہونے کے قابل کب ہو سکتا ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر سے پہلے میدان میں استنجاء کے لئے چلے۔ میں پانی کا ظرف چرمی لے کر آپؐ کے ساتھ ہولیا۔ جب آپؐ لوٹے تو میں (وضو کرانے کے واسطے) آپؐ کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا۔ پس آپؐ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنی تک دھوئے۔ پھر سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا (اسی روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ عمامہ کا یعنی عمامہ جتنے حصہ میں ہوتا ہے یعنی بقیہ سر کا مسح کیا۔ پھر میں آپؐ کے موزے اتارنے کے لئے جھکا۔ یہ حدیث مختصر ہے روایت کیا اس کو مسلم نے مشکوٰۃ ص ۴۵

ف: بعض بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات خادم ان کو وضو کراتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وضو اس پر واجب ہے جو لیٹ کر سو جاوے۔ کیونکہ جب لیٹے گا تو اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاویں گے (اور ایسے میں ریح کا خروج مستبعد نہیں ہے)۔ روایت کیا اس کو ترمذی وابوداؤد نے مشکوٰۃ ص ۳۳

ف: وجد میں بے ہوش ہو کر گر پڑیں یا گر کر بے ہوش ہو جاویں تو وضو کا اعادہ واجب ہے۔

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

☆-------------☆

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆-------------☆

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا

☆-------------☆

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

☆-------------☆

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

☆-------------☆

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

☆-------------☆

یہ عالم یہ ہنگامۂ رنگ و صوت
یہ عالم کہ ہے زیر فرمان موت

☆-------------☆

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

☆-------------☆

خون دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

☆-------------☆

فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

☆-------------☆

شوکت سنجرد سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

☆------------☆

نہ تخت و تاج میں، نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے خلیل
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے

☆------------☆

خبر ملی ہے خدایا بحروبر سے مجھے
فرنگ رہگور سیل بے پناہ میں ہے

☆------------☆

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہ سنجرو فقر جنید و بسطامی

☆------------☆

معنی ذکر فکر وتصور شیخ ورابطہ وفنا وثمرات آنہا

رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہے جس میں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر اور خیال کو سادھ کر دیکھا جاتا ہے۔صرف عموم وخصوص ہی کا فرق ہے فنا عام ہے گم شدن خاص کیونکہ مثلاً ہم کو زید کا خیال نہ آیا تو واقع میں زید معدوم تو نہیں ہوا۔فنا کی اس دوسری قسم کا نام گمشدنی ہے۔

جس طرح مرض ظاہری کے علاج کے لئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح وتندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا علاج بھی کر سکے۔(کیونکہ اگر مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے۔رائے العلیل علیل میں گو وہ طبیب ہو مگر اس کی رائے قابل اعتماد نہیں اور اگر وہ صحیح وتندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود اچھا ہے)اسی طرح مرض باطنی کے علاج کے لئے ایسے شخص ومرشد کی حاجت ہے خود بھی متقی وصالح ہو مبتدع وفاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے۔کہ نماز میں بجز خدائے تعالیٰ کے قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو پھر اس میں بھی دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ باختیار خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لاوے اسی کو خشوع کہتے ہیں۔دوسرا مرتبہ یہ کہ بلاقصد بھی کسی کا خیال نہ آوے یہ بدون فناء نفس وقلب کے نصیب نہیں ہوتا اور اس کی تحصیل مستحب ہے۔

تحقیق عالم مثال

بعد مرگ قیامت اسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں وہی منکشف ہوتا ہے مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں یہی محشور ہوگا اور اسی پر سب ثواب وعذاب ہوگا۔دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثل میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے اور روح حقیقی جو من امر رب ہے (نہ طبی کہ اس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے)دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔اور سونے کی حالت میں اس کی توجہ جسم مثالی کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہو کر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔

افضلیت مجاہدہ از استغراق

استغراق کا غلبہ ہوتا ہے بیداری کی حالت میں خیال غیر کے آنے اور اس کو قصداً ہٹانے سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

وصول الی اللہ

معرفت و وصول حق سبحانہ وتعالیٰ کا مکتب نہیں ہے۔مثلاً پانی پینا سیرابی کے لئے علاج کرنا صحت کے لئے غور وفکر

کرنارائے صحیح سمجھنے کے لئے ان سب کے ثمرات محض منجانب اللہ ہیں مگر عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد ثمرات عطا فرمادیتے ہیں۔ کہ روح ایک شے حادث ہے اور عالم امر سے ہے۔یعنی مادی نہیں اصل روح ایک ہے اس کو تعلق بطور دل کے روح اعظم کہتے ہیں۔ بطور تصرف وتدبیر کے ہے۔ ادنیٰ درجہ کا فیض جمادات پر ہے۔ ان میں نشوونما بھی ہوتا ہے۔اس سے زیادہ حیوانات ان میں حس وحرکت بھی ہے۔ اس سے زیادہ جن وانسان پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب ونشوونما وحس وحرکت کے ان میں عقل مدرک کلیات بھی ہے اور پھر انسان پر اور بھی زیادہ کہ اس میں قابلیت عشق ومعرفت الٰہی کی سب سے زیادہ ہے۔ یہ سب فیوض اسی روح اعظم کے ہیں۔ روح اعظم کو تجلی حق بھی کہتے ہیں کیونکہ تجلی کہتے ہیں ظہور کو اور ہر مصنوع اپنے صانع کا ظہور ہوتا ہے۔ یہی معنی ہیں حدیث **ان اللہ خلق آدم علی صورتہ** کے۔

آثاروتبرکات

حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام کے آثاروتبرکات کی تعظیم موجب تنویر قلب ہے مگر اس شرط سے کہ حدود شرعیہ سے اعتقاداً یا عملاً تجاوز نہ ہونے پاوے۔ مقبولین کی تعظیم سے منع کرنا انکار اور غلو دونوں سے نجات پاکر اعتدال پر رہو۔

علوم نجوم

پس جو تاثیرات کواکب کے مشاہدہ سے ثابت ہیں مثلاً آفتاب میں حرارت ہونا مہتاب میں برودت ہونا اور سب کواکب میں نور کا ہونا آفتاب کے طلوع سے دن کا ہونا اس کے غروب سے رات کا ہونا ان تاثیرات کا اعتقاد جائز ہے۔ کواکب کو رجوم شیاطین ہونا اس کا اعتقاد بھی واجب ہے۔

نجومیوں کے حسابات محض وہمی وتخمینی ہیں ہزاروں خبریں غلط نکلتی ہیں۔ قطعی دلیل کے معارض کب ہوسکتی ہیں پس اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان کی تاثیرات کا قائل ہو اس میں تفصیل یہ ہوگی کہ اگر شارع کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ بعض نصوص میں کچھ تاویل کرتا ہے۔اس شخص کو صرف کذب کا گناہ ہوگا۔ اگر شارع علیہ السلام کی تکذیب کرتا ہے یا کواکب میں مستقل تاثیر مانتا ہے تو وہ شخص کافر ومشرک ہے۔

حیات جمادات

جمادات میں کسی قدر حیات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ مسئلہ بالکل محسوسات میں سے ہے۔ **قولہ تعالیٰ ان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ قولہ علیہ السلام ھذا جبل یحبنا ونحبہ** ممکن ہے کہ وہ حیات ایسی ہو جس سے قطع وبرید کا الم ان چیزوں کو مدرک نہ ہوتا ہو۔ لوح محفوظ میں بھی قیامت تک کے احوال ہیں اور اجمالاً کی قید اس لئے لگائی کہ ان اشیاء کا علم مفصل گو ممکن ہے مگر واقع نہ تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مثلاً علم نہ تھا کہ ابلیس مجھ کو دھوکہ دے گا۔ یہ یاد نہیں رہا کہ میں اتنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دے چکا ہوں پس اس سے کسی کا یہ استدلال واستنباط کرنا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا علم محیط تھا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو علم آپ سے زیادہ ہی ہے ضرور محیط ہوگا محض بے بنیاد ہوگیا حق یہ ہے کہ علم محیط بامور غیر متناہیہ خاصہ حق جل وعلا شانہ کا ہے۔

اتصال واتحاد

دو چیزوں کی ذات کا ذاتاً، بجاناً ایک ہوجانا یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال عقلی ونقلی ہے قائل ہونا اس کا الحاد زندقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ مع ذات وصفات کے جمیل ہیں اور جمال مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے۔

فضیلت حب عقلی بر عشق

کمالات ولایت کے مستفاد ہوتے ہیں کمالات نبوت سے اس لئے جو کمال ولایت کا جس قدر کمال نبوت کے ساتھ مشابہ ہوگا وہ دوسرے کمال سے جو مشابہت میں کم ہے افضل ہوگا۔ سوم عشق ایک خاص درجہ ہے محبت کا جس میں ہیجان وغلیان ہوتا ہے حضرات انبیاء علیہم السلام میں جو صفت محبت الٰہی کی ہوتی ہے اس میں ہیجان نفسانی نہیں ہوتا۔ اس لئے

بالیقین یہی نوع محبت کی فی نفسہ افضل ہوگی جیسے کہ گوشت فی نفسہ افضل الاغذیہ ہے لیکن کسی خاص طبیعت کے اعتبار سے آش جوکو اصلح کہا جاتا ہے۔ ربط القلب بالشیخ احیاناً سبب محبت کا ہوتا ہے اور فائدہ اس کی حقیقت کا اضافہ برکات وانوار ہے دفع خطرات ہے مگر حقیقت وصورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ حدود شرعیہ سے علماً وعملاً متجاوز نہ ہو۔ بلا واسطہ اکتساب ومجاہدہ جو احوال باطنیہ حاصل ہوجاتے ہیں اس کو جذب کہتے ہیں۔ ذکر قلبی کو خفی اور لسانی کو جلی کہتے ہیں۔

غزل قال

صبا بلطف بگو آں غزال رعنا را
کہ سر بکوہ و بیابان تو دادۂ مارا
شکر فروش کہ عمرش دراز باد چرا
تفقدی نہ کند طوطی شکر خارا
غرور حسن اجازت مگر نداداے گل
کہ پرسشے نہ کنی عندلیب شیدا را
بحسن خلق تواں کرد صید اہل نظر
بہ بندو دام نگیرند مرغ دانارا
چوبا حبیب نشینی بادہ پیمائی
بیاد آر حریفاں بادہ پیمارا
نہ دانم ازچہ سبب رنگ آشنائی نیست
سہی قدان سیہ چشم ماہ سیمارا
جزایں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب
کہ خال مہر ووفا نیست روئے زیبارا
در آسماں چہ عجب گرز گفتہ حافظ
سماع زہرہ برقص آورد مسیحارا

اے پیغام رساں نرمی وعاجزی سے یوں کہنا کہ آپ نے تمام کوہ وبیابان میں مجھ کو پریشان کررکھا ہے۔ شیریں ادائی اور تقسیم فیوض کے قابلیت میں شکر فروش کے مشابہ ہیں۔ کہ خبر گیری کیوں نہیں کرتے طالبین کہ ناز کمال اس کا باعث ہوگیا ہے کہ عشاق کی بات نہیں پوچھتے بلکہ خوش اخلاقی وعنایت ضرور ہے کہ طالبین مستفید ہونے سے آپ کو بھی ثواب ہوگا۔ جس طرح ہمت کی آپ سے درخواست ہے اسی طرح دعا کی بھی یہ کہ اس سے زیادہ نافع ہے اور معلوم نہیں فضائل ہوتے ہیں بے توجہی کی عادت کیوں ہوجاتی ہے ساری خوبیاں ہیں مگر اتنی کسر ہے کہ توجہ وعنایت:

ساقیا بر خیز و دردہ جام را
خاک بر سر کن غم ایام را

اے مرشد مجھ کو جام عشق الٰہی دے دیجئے جس سے دنیوی غم واندیشہ کے سر پر خاک ڈال دو۔ عاشقی موجب بدنامی ہے کیونکہ جاہ ودفع داری بھی اس میں برباد ہوجاتی ہے۔ تعلیم انبیاء واولیاء کی مطلب یہ کہ اگر حیات ابدیہ مطلوب ہوتو حسب ارشاد ہادیان طریقہ ذکر وطاعت اختیار کرو۔

ہرگز نمیرد آنکہ و دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام
حافظا غم مخور کہ شاہد بخت
عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب

حصول ثمرات مطلوبہ میں توقف ہونے سے دلگیر اور مایوس نہ ہونا چاہئے۔

گفتم ای سلطان خوباں رحم کن برایں غریب
گفت در دنبال دل رہ گم کند مسکیں غریب
گفتمش بگذر زمانے گفت معذورم بدار
خانہ پرور دے چہ تاب آرد غم چندیں غریب
خفتہ بر سنجاب شاہی نازنینے راچہ غم
گرز خار و خارہ سازود بستر و بالیں غریب
گفت حافظ آشیاناں در مقام حیرت اند
دور نبود گر نشیند خستہ و مسکین و غریب

طلاب حریص کی مثال:

جاننا چاہئے کہ طلاب حریص بوجہ صاحب غرض ہونے کے مثل مجنوں کے ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدار مرشد کی کم

توجہی کا تعلیم وہمت ودعا سب اسی توجہ کے فروع ہیں۔ وہ ایک ہی کو کس طرح لے کر بیٹھ جاوے اختلاف استعداد کی وجہ سے بعض ثمرات میں ضعف یا توقف بھی ہوتا ہے بعض تغیرات عادۃ لازمہ طریق ہوتے ہیں اور مسترشدان امور میں محض ناتجربہ کار ہوتا ہے۔ ادنی ادنی تبدل اور تخیل سے وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ مرشد اس کو معمولی بات سمجھتا ہے اس لئے وہ بقدر ضرورت توجہ کو کافی سمجھتا ہے۔ بے توجہی سے اس کو وساوس آتے ہیں۔ مصنوعات میں عموماً اور اپنی ذات میں خصوصاً غور وتفکر کرو۔

تا لشکر غمے تکند ملک دل خراب
جان عزیز خود بفدامی فرستمت

منظوم:

میں نے اپنی جان عزیز فدیہ میں اس لئے پیش کر دی ہے کہ تاکہ پھر آپ کا لشکر غم میرے دل ملک پر تاخت وتاراج کر کے ویران نہ کرے۔ صعوبات مثل قبض وغیرہ سے دلگیر اور تنگ نہ ہونا چاہئے۔ غائب از نظر ہونا محبوب حقیقی کا ظاہر ہے۔ محبوب حقیقی کے اشتیاق اور مدح میں جو کلام منظوم کہا جاوے ظاہر ہے کہ وہ منظوم ہی کے لباس میں وہاں پیش ہوگا کیونکہ اقوم بعینہا پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً مجالس ذکر سے جب ملائکہ لوٹ کر لے جاتے ہیں تو حق تعالی پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ میرے بندے کیا کر رہے ہیں اور پھر وہ عرض کرتے ہیں الخ اس میں بھی تعلیم وترغیب سے ذکر الٰہی کی اور بشارت ہے۔

ساقی بیا کہ ہاتف غیبم بمودہ گفت
باورد صبر کن کہ دوامی فرستمت

قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت ساقی کو بلاتے ہیں اور بادہ نوشی کیا کرتے ہیں۔

حافظ سرود مجلس باذکر خیر تست
تعجیل کن کہ اسپ وقبا میفرستمت

جس کو بلاتے ہیں درباری لباس پہننے کے لئے اور اسپ قطع مسافت کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ در خطاب مرشد کہ وہم بے توجہی۔

ای غائب از نظر بخدا می سپارمت
جانم بسوختی و بدل دوست دارمت
گرما بدم شدن سوے ہاروت بابلی
صد گونہ ساحری بکنم تابیارمت
خواہم کہ پیش میرت بیوفا طبیب
بیمار باز پرس کی در انتظارمت
خونم بریز و ازغم ہجرم خلاص کن
منت پذیر غمزہ خنجر گدازمت
ازیں مرض بحقیقت کجا شفا یابم
کہ از تو درد دل من نہ رسد بعلاج
آنانکہ خاک رابنظر کیمیا کنند
آیا بودکہ گوشۂ چشمے بما کنند
بے معرفت مباش کہ درمن یزید عشق
اہل نظر معاملہ با آشنا کنند
حافظ مدام وصل میسر نمی شود
شاہان کم التفات بحال گدا کنند

حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کچھ مسائل دین پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں نازل ہوئے۔ اس دوسری صورت کو صورت مثالی کہتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے روبرو ایک صحیح سالم بشری شکل میں متمثل ہوگئے۔

صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے بعض بعض اپنے دل میں ایسے وساوس پاتا ہے کہ اگر جل کر کوئلہ ہو جائے یا آسمان سے زمین پر گر جاوے یہ زیادہ گوارا ہے۔ اس سے کہ وسوسہ کو زبان پر لاوے فرمایا خالص ایمان کی علامت ہے۔ خطرات وساوس کا غیر مضر ہونا سمجھا کہ اس کو بے فکر کر دیتے ہیں۔ (تیسیر کلکتہ ص ۱۱)

عورت کی بیعت:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرماتی

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عورت کے ہاتھ کو کبھی چھوا نہیں۔ البتہ صرف زبانی بیعت لے لیتے تھے۔ جب زبانی عہد لینے پر وہ عہد دے دیتی فرماتے کہ جاؤ میں نے تم کو بیعت کرلیا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وابوداؤد نے۔

بزرگوں کے کلام میں خود کو کافر کہنا وغیرہ:

ترجمہ: ارشاد گرامی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے تھے جن کا گھر مدینہ میں بہت دور تھا پھر بھی کوئی نماز ان کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فوت نہ ہوتی۔ بعض بزرگوں کے کلام میں اپنے کو کافر کہہ دیتا یا نفس کو کہ اس کی حقیقت بھی عین اس شخص کی ذات ہے۔ حضرت حنظلہ نے عدم دوام غلبہ حال کے اعتبار سے اپنے کو منافق کہہ دیا جو یقیناً معنی حقیقی شرعی میں مستعمل نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے ہیں اس میں انکشاف سے بھی زیادہ ملاقات ومماستہ کا اثبات ہے۔

نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھو:

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان میں تنی ہوئی بندھ رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے حاضرین نے عرض کیا کہ یہ حضرت زینب کی رسی ہے جب وہ (عبادت سے) ماندہ وخستہ ہو جاتی ہیں تو اس سے لگ جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نہیں اس کو کھول ڈالو (نفل) نماز طبیعت کی تازگی تک پڑھنا۔

انسانی آرزو اور موت کی مثال:

ترجمہ: ارشاد گرامی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اس کو نسبت فرمایا کہ یہ انسان ہے اور ایک خط اس کے قریب کھینچ کر فرمایا کہ یہ اس کی موت ہے اور ایک خط اس سے دور کھینچ کر فرمایا کہ یہ انسان کی آرزو اور امنگ ہے پس انسان اسی حالت میں رہتا ہے کہ آرزو پوری کروں۔ دفعتہً یہ پاس آنے والی چیز یعنی موت آ پہنچتی ہے روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو:

فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے بلکہ گویا راہ میں گزر رہا ہے روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے اپنے کو اہل قبور میں سے شمار کر۔ تصور رکھنا مراقبہ کہلاتا ہے۔ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھمسار یعنی دلال کہلاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے اچھے نام سے نامزد فرمایا کہ اے جماعت تاجروں کی

بعد بیعت کے مرید کو ایک نیا نام

عطا فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے لقب تھمسار کے حالت موجودہ کے مناسب تاجر لقب عطا فرمایا۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ جامع مسجد دمشق کی سیڑھیوں پر (کہ وہ جگہ زیادہ اجتماع کی ہے) میری تجارت ہو جس میں مجھ کو پچاس دینار روزانہ مل جاویں اور ان کو (روزانہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات بھی کردوں اور جماعت کی کوئی نماز بھی فوت نہ ہو۔ اکثر اصحاب طریقت نے اپنے لئے تکثیر تعلقات کو پسند نہیں کیا۔

نشانی کی حفاظت:

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ان کو (یعنی جابر رضی اللہ عنہ کو) ایک اوقیہ سونا (قیمت شتر) دیدو اور (اوپر سے) کچھ زیادہ دیدو پس انہوں نے مجھ کو ایک قیراط زیادہ دیا میں نے (دل میں کہا) کہ یہ زیادہ جو حضور نے (علاوہ) دیا ہے یہ میری جان سے علیحدہ نہ ہوگی (یعنی اس کو اہتمام وحفاظت سے رکھوں گا) پس وہ میری تھیلی میں موجود رہی۔ یہاں تک کہ اس کو اہل شام نے واقعہ حرہ میں لے لیا۔ (مسلم)

اہل محبت اپنے بزرگوں کی چیزیں اہتمام وذوق سے رکھتے ہیں۔ (تیسیر ص ۳۶)

موت قریب تر ہے:

ترجمہ: احنف بن قیس سے ایک حدیث مروی ہے کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کہ آپ اس عطا کے باب میں (جو کہ سلاطین وامراء سے ماہانہ یا سالانہ ملتی ہے) کیا فرماتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ لے لیا کرو کیونکہ اس سے اس زمانہ میں (فراغ قلب کے لئے) مدد ملتی ہے لیکن جب وہ تمہارے دین کا معاوضہ ہو جاوے تو چھوڑ دینا روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ عام طور پر بزرگوں کی عادت ہے کہ تحائف وغیرہا کورد نہیں کرتے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اے عبداللہ یہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک دیوار ہے جس کو درست کر رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (موت کا قصہ) اس سے بھی بے تکلف آجانے والا ہے۔

تلاوت پر رحمت کا نازل ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس پر پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکین قلبی کی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ان ارواح و ملائکہ میں۔

اٹک اٹک کر تلاوت کرنے والا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن میں ماہر ہے تو (درجہ میں) اُن ملائکہ کے ساتھ ہے جو پیغام الٰہی کے سفیر اور مکرم اور نیک ہیں اور جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے اور کہتا ہے اور اس کو وہ دشوار ہے (یعنی چونکہ اس میں وہ ماہر نہیں) اس کو دو ثواب ملیں گے۔ (بخاری)

ذکر مقصود ہے لذت مقصود نہیں بلکہ لذت نہونے پر برابر مشغول رہنا اس میں۔ (تیسیر کلکتہ ص ۳۹)

فرشتوں کا تلاوت سننا:

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک شب کو سورۃ البقرہ پڑھ رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے پاس بندھا ہوا تھا۔ دفعۃً گھوڑا اچھلنے لگا یہ پڑھتے پڑھتے خاموش ہو گئے وہ گھوڑا بھی ٹھہر گیا یہ پھر پڑھنے لگے وہ پھر اچھلنے لگا یہ پھر خاموش ہو گئے وہ پھر ٹھہر گیا انہوں نے پھر پڑھنا شروع کیا وہ پھر اچھلنے لگا اور ان کا لڑکا یحییٰ اس سے قریب تھا یہ وہاں سے چلے اور اس لڑکے کو ہٹا لیا پھر سر اٹھا کر جو آسمان کی طرف دیکھا تو اس میں ایک سائبان نظر پڑا جس میں چراغ سے معلوم ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ذکر کیا آپ نے فرمایا جانتے ہو کہ یہ کیا تھا انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فرشتے تھے کہ تمہاری آواز کے نزدیک آ گئے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح کے وقت وہ فرشتے یہاں ہی رہتے کہ سب لوگ ان کو دیکھتے وہ ان کی نظروں سے غائب نہ رہتے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اولیاء اللہ ملائکہ کو دیکھ سکتے ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین کو سلام کرنا فرشتوں کا مروی ہے۔ بعض اوقات اہل کشف کو خود اپنے کشف کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوتا۔

آیت الکرسی کی فضیلت:

ترجمہ: حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابو المنذر تم جانتے ہو کہ ساری کتاب اللہ میں سب سے بڑی کون سی آیت تمہارے پاس ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آیت الکرسی پس آپ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تم کو یہ علم مبارک ہوا۔ اے ابو المنذر روایت کیا اس کو مسلم و ابوداؤد نے۔

شیطان کو پکڑنے کی کرامت:

شیطان انسانی شکل میں متمثل ہو کر نظر آیا حضرت ابو ہریرہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا کرامت واقع ہوئی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما۔ ہم لوگ تھے بنو حارثہ اور بنو سلمہ اور مجھ کو یہ امر خوش نہیں آتا کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی یعنی باوجودیکہ ظاہر اس میں ہماری برائی مذکور ہے اور اس پر ہم کو ملامت کی گئی ہے۔

پھر بھی نازل ہونا ہی زیادہ خوش آتا ہے کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ اللّٰہ ولیھما کو بخاری ومسلم۔

جیسا بوستان میں ایک عابد کی حکایت مذکور ہے کہ ان کو غیب سے آواز آئی تھی کہ تیری کوئی عبادت مقبول نہیں اور انہوں نے یہ کہا کہ جب دوسرا در ہی کوئی نہیں تو خواہ قبول ہو یا نہ ہو کہاں جاؤں جس کے بعد ندا آئی۔

قبول ست گرچہ ہنر نیست
کہ جزما پنا ہے دگر نیست

حضرت جابرؓ کا واقعہ:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا۔ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے پیادہ تشریف لائے اور مجھ کو بیہوش پایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈال دیا میں ہوش میں آ گیا۔ بخاری

مستعمل اشیاء سے برکت

پہرہ سے متعلق ایک حدیث:

ترجمہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا جایا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں (کے شر) سے بچالیں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک خیمہ سے نکال کر فرمایا کہ اے لوگو جاؤ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ (ترمذی)

حلال چیز کو اپنے پر حرام مت کرو:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو میری طبیعت عورتوں کی طرف ابھرتی ہے اور میری خواہش مجھ پر غالب ہوتی اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کرلیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال فرمایا ہے ان کو حرام مت کرو۔ (ترمذی)

منافق کی موت سے متعلق روایت:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول (منافق) مر گیا (تو ایسا ہوا) کہ حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے (بوجہ منافق ہونے کے اس آیت استغفر لھم او لا تستغفر لھم الایہ میں) میں منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس (اسی آیت میں) اختیار دیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

غزوہ سے رہ جانے والوں کا معاملہ:

حضور علیہ السلام نے معذور رکھا ہے صحو میں آئے نام ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ان تینوں آدمیوں کے ساتھ کلام کرنے سے منع فرمادیا (جو کہ غزوہ سے رہ گئے تھے) اور اس حدیث میں یہ بھی ہے حضرت کعب کہتے ہیں کہ جس وقت میرے پاس وہ شخص آیا جس کی میں نے آواز سنی تھی کہ وہ مجھ کو بشارت (قبول توبہ کی) دیتا تھا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کے صلہ میں اس کو دیدیئے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے حتیٰ کہ ان تینوں پر زمین باوجود اپنی اتنی بڑی فراخی کے تنگ ہوگئی۔ (بوجہ غم کے الخ)

فرعون کے غرق ہونے کی حالت:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس پر کہ کوئی معبود برحق نہیں بجز اس ذات کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے محمد اگر آپ مجھ کو (اس وقت) دیکھتے (تو تعجب فرماتے) کہ میں دریا کی کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا اس اندیشہ سے کہ اس کو رحمت الٰہیہ نہ پالیوے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

غلبہ سکر غایت درجہ کا بغض فی اللہ تھا۔

سورہ ہود وواقعہ:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو بوڑھے ہوگئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو سورۃ ہود اور سورۃ واقعہ نے بوڑھا کردیا۔

حال ہیئت قبض وبسط

خلق مراقبہ ذات وصفات حق تعالیٰ تدبر تام سے متوجہ ہوجانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراستہ سے ڈرو کیونکہ وہ نورالٰہی سے دیکھتا ہے روایت کی اس کو ترمذی نے۔ ذکر اللہ وملازمت تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے متعلق روایت:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قرآن مجید میں جن لوگوں کے بارہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ) ایسے لوگ جو جود دیتے ہیں ان اعمال کو کہ وجود دیتے ہیں اور قلوب ان کے ڈرتے ہیں (یہ فضیلت کے موقع میں فرمایا گیا ہے۔)

حضرت صدیقہؓ نے عرض کیا ان سے ایسے لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اے بیٹی صدیق کی بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو روزہ رکھتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں اور خائف رہتے ہیں کہ ان کا عمل مقبول نہ ہو۔ (یعنی اپنی مذلت پر اور حق تعالیٰ کی عظمت پر نظر کرنے سے اپنے اعمال قابل قبول نہیں دیکھتے) یہ وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں ڈرتے ہیں۔

ہلال بن امیہ کا قصہ:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے ہلال بن امیہ کے قصہ میں مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنی بیوی پر دعویٰ زنا کا کیا اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یا تو گواہ لاؤ ورنہ تم پر حد قذف کہ اسی تازیانے میں جاری ہوگی) انہوں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا کہ بے شک میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسا حکم نازل فرمادیں گے جو میری کمر کو حد (قذف سے بری کردے گا پس حضرت جبرئیل علیہ السلام لعان کی آیت لے کر) نازل ہوئے (جس میں میاں بی بی کی قسموں سے فیصلہ ہوجاتا ہے) پیشین گوئی کی کرامت ہے۔

آیات برأت کا نازل ہونا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے اس قصہ میں جب ان کی برأت قرآن مجید میں نازل ہوئی تو ان کی والدہ نے کہا کہ اٹھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ (یعنی بطریق ادائے شکریہ وسلام کے یہ اس وقت جوش میں تھیں کہنے لگیں کہ واللہ میں اٹھ کر آپ کے پاس نہ جاؤں گی اور میں بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی اسی نے میری برأت نازل فرمائی ہے (اور سب کو تو شبہ ہی ہوگیا تھا) بخاری۔

شدت غم ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی بمقتضائے بشریت وعدم علم غیب اہل شطح داولال معذور ہونا ثابت ہوگیا۔

ترجمہ: عباس رضی اللہ عنہ سے آیت ما جعل اللہ لرجل الخ کی شان نزول میں مروی ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور نماز میں آپ کو کچھ خطرہ ہوا الحدیث۔ ترمذی۔

عدم خطرہ ایک قسم کا استغراق ہے جو فی نفسہ حالت محمودہ ہے مگر مقصودہ نہیں۔

گناہ پر قلب میں دھبے کا پڑنا:

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام فرماتا ہے تو اہل آسمان ایک آواز سنتے ہیں جیسے پتھر کی چٹان پر زنجیر گھسیٹی جاوے پھر اس سے بیہوش ہو جاتے ہیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک دھبہ پیدا ہوجاتا ہے پھر جب وہ باز آتا ہے اور توبہ واستغفار کرلیتا ہے تو اس کا قلب صاف ہوجاتا ہے اور اگر دوبارہ پھر کرتا ہے تو اس دھبہ میں ترقی ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے قلب کو محیط ہوجاتا ہے اور یہ وہی

زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (اسی آیت میں) فرمایا ہے۔

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر میں لترکبن طبقا عن طبق منقول ہے کہ انہوں نے اس کی یہ معنی کہے ہیں حالاً بعد حال اور کہا ہے اس کے مخاطب تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی آپ یکے بعد دیگرے حالت کو طے فرماویں گے) عارف کامل کی ترقی کبھی منتہی نہیں ہوتی۔

بعض صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ صحابہ میں سے بعضوں کو خواب میں شب قدر دکھلائی گئی کہ اخیر کی سات تاریخوں میں ہے کشف حجت شرعیہ نہیں لیکن اقناع وطمانیت سمجھا جاوے گا۔ ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی کے قلب پر جما ہوا بیٹھا ہے جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ بخاری۔

علاج ہے وسوسہ کا کثرت ذکر سے۔

آہستہ آواز میں تلاوت کی جائے:

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اعتکاف فرمایا اور لوگوں کو قرآن پکار کر پڑھتے ہوئے سنا پس پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ سن لو تم میں ہر شخص اپنے رب سے عرض معروض کر رہا ہے۔ (اور وہ آہستہ اور پکار کے ہر طرح سن لیتا ہے) پس ایک دوسرے کو پریشان مت کرو یعنی قرآن پڑھنے میں یا نماز میں ایک دوسرے پر آواز مت بلند کرو۔ ابوداؤد۔

ایک صحابیؓ کا بلند آواز سے قرآن پڑھنا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص (صحابہ میں سے) رات کو اٹھے اور قرآن پڑھا اور بلند آواز سے پڑھا جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلانے شخص کا بھلا کرے کہ اس نے بعضی آیتیں رات کو مجھ کو یاد دلا دیں جن کو میں بھول گیا تھا۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم۔ شیخ بھی اپنے کو مستغنی نہ سمجھے۔

صحابیؓ کا حضور علیہ السلام کو قرآن سنانا:

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ خود آپ پر نازل ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ دوسرے کی زبان سے سنوں سو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو چلنے لگے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی نے۔ (تیسیر کلکتہ ص ۸۶)

خاصیت سماع

تقویت حال یا تجدید شوق۔ حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ سلف (یعنی صحابہ وتابعین) میں سے تلاوت قرآن کے وقت نہ کسی پر بے ہوشی ہوئی تھی اور نہ کوئی چیختا تھا صرف رویا کرتے تھے اور ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر خدا کی یاد کی طرف ان کے پوست اور قلوب نرم ہو جاتے تھے روایت کیا اس کو رزین نے۔

نیند کے غلبہ کے وقت قرآن نہ پڑھا جائے:

ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص رات کو اٹھے پھر (غلبہ نوم سے) قرآن اس کی زبان سے صاف نہ نکلے اور (نوم کے غلبہ سے) کچھ خبر نہ ہے کہ کیا زبان سے نکل رہا ہے تو اس کو لیٹ جانا چاہئے۔

وظیفہ رہ جائے تو:

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنے معمولی وظیفہ سے یا اس کے کسی جزو سے سو رہے (یعنی آنکھ نہ کھلنے سے ناغہ ہو جاوے پھر اس کو فجر اور ظہر کے درمیان پڑھ لے تو ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رات ہی پڑھ لیا۔ روایت کیا اس کو مسلم ومالک وابوداؤد وترمذی نسائی۔ ناغہ کی بے برکتی اس قول میں مذکور ہے۔

مومن کی توبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے:

ترجمہ: حارث بن سوید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندہ کے توبہ کرنے پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی چٹیل میدان میں پہنچ کر مقام کرے اور سو کر جو اٹھے تو اپنی سواری کا اونٹ نہ پاوے اور نہایت پریشان ہو یہاں تک کہ بعد تلاش کے مایوس ہو کر مرنے کے لئے آمادہ ہو کر اپنے مقام پر آلیٹے اور اس میں آنکھ لگ جاوے پھر آنکھ کھلنے کے بعد اچانک دیکھتا ہے کہ اس کی سواری کا جانور اس کے پاس کھڑا ہے اور اس پر اس کا سامان خورد و نوش موجود ہے۔ پس (جوش خوشی میں) اس کے منہ سے یہ نکلا کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں مارے خوشی کے بھل گیا روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ایک خواب اور تعبیر:

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ بال عورت کو (خواب میں) دیکھا کہ مدینہ سے نکل کر جعفہ میں جا کر ٹھیری سو میں نے یہ تعبیر کی کہ مدینہ کی وبا جعفہ میں چلی گئی۔ (بخاری)

تکلیف پر موت کی تمنا نہ کرنی چاہئے:

ترجمہ: علاء انصاریہ فرماتی ہیں جب مہاجرین (مدینہ میں آئے ہمارے حصہ میں عثمان بن مطعونؓ آئے پھر وہ بیمار ہو گئے سو ہم نے ان کی تیمارداری کی۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان کا ایک چشمہ بہتے دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خبر دی آپ نے فرمایا یہ ان کا عمل ہے کہ اس کا ثواب جاری ہے۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص تم میں کسی تکلیف کی وجہ سے جو کہ اس کو پہنچی ہے موت کی تمنا نہ کرے۔ (بخاری)

ان حضرات کی تمنی محض شوقاً الی لقاء اللہ ہوتی ہے۔ جس شخص کے ساتھ کوئی احسان کیا جاوے اور وہ اس کے کرنے والے کو کہے جزاک اللہ خیرا۔ محسن کی تطییب قلب بھی ہے۔

افضل کون شخص:

ترجمہ: حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ کسی نے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ سب سے افضل کون شخص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو سوال کیا گیا کہ پھر کون شخص افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (پہاڑ) کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو اللہ سے ڈرتا ہو اور خلق کو اپنے شر سے فارغ کر رکھا ہو روایت کیا اس کو بخاری۔ جس شخص سے مسلمانوں کو نفع پہنچتا ہو اس کے لئے جلوت بہتر ہے۔

شہادت کی تمنا رکھنے والے ایک صحابیؓ کا قصہ:

ترجمہ: حضرت شداد بن الہاد سے روایت ہے کہ ایک شخص دیہاتی حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اسی حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص نے عرض کیا کہ میں نے اس امید پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے کہ (جہاد) میں میری اس جگہ یعنی حلق میں تیر لگ جاوے۔ میں مر جاؤں اور جنت میں چلا جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اللہ کے ساتھ (اپنی نیت میں) سچا ہے تو خدا تعالیٰ بھی (اس امید میں) سچا کردے گا غرض تھوڑی سی مدت گزری تھی پھر ایک جہاد کے لئے لوگ تیار ہوئے۔ (اور یہ شخص بھی چلا) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کی لاش اٹھا کر لائی گئی اور اس کے خاص حلق میں ہی تیر لگا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہی شخص ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں وہی شخص ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کے ساتھ سچا تھا اللہ نے اس کو سچا کردیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیض مبارک میں اس کو کفن دیا روایت کیا اس کو نسائی نے۔ (تیسیر ص ۹۶)

ایک گونہ کرامت ہے۔

حضرت عثمانؓ کا مقام:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم یوم بدر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ و رسول کے کام میں گئے ہوئے ہیں ان کے لئے میں بیعت کرتا ہوں۔روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔(تیسیر ص ۱۰۲)

اور یہ غائب ہونا بوجہ علالت مزاج صاحبزادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بضرورت ان کی تیمارداری کے تھا جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں۔

مال غنیمت چرانے والے کا حال:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب پر ایک شخص کو کرہ نام متعین تھا وہ مر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے لوگ اس کو دیکھنے چلے (کہ دیکھیں اس میں کونسی بات دوزخی ہونے کی ہے) سو (اس کے اسباب میں) ایک کملی ملی جس کو اس نے (مال غنیمت سے) چرایا تھا روایت کیا اس کو بخاری نے۔فساد عمل کا خمیازہ اس کو بھگتنا پڑا۔

بحث مباحثہ سے احتراز کرنا:

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق پر ہو اور بحث ومباحثہ چھوڑ دے (اور حق کو قبول کرے) اس کے لئے جنت کے کنارے پر ایک گھر بنایا جاوے گا اور جو شخص حق پر ہو اور پھر بھی بحث ومباحثہ چھوڑ دے (یہ سمجھ کر مخاطب مانتا نہیں فضول وقت برباد ہوتا ہے اور احتمال ہے کہ شاید اپنے اندر کوئی نفسانیت پیدا ہو جاوے) اس کے لئے اوسط جنت میں گھر بنایا جاوے گا (جو کہ کنارہ جنت سے افضل ہے) اور جس کے اخلاق اچھے ہوں گے اس کے لئے اعلیٰ جنت میں گھر بنایا جاوے گا (جو کہ وسط جنت سے افضل یہی ہے) روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

مسلمان کی لبیک:

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان لبیک کہتا ہے اس کے داہنے اور بائیں جتنے پتھر یا درخت یا ڈھیلے ہیں سب لبیک کہتے ہیں یہاں تک کہ زمین ادھر سے بھی ادھر سے بھی ختم ہو جاتی ہے۔روایت کیا اس کا ترمذی نے۔

مقتدا کا رنگین کپڑے پہننا:

حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہؓ کے بدن پر رنگین کپڑے حالت احرام میں دیکھے پوچھا کہ یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو گیرو ہے مٹی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ (دین کے) پیشوا (سمجھے جاتے ہو) لوگ تمہارا اقتداء کرتے ہیں اگر کوئی جاہل آدمی اس (لباس) کو دیکھے یوں کہے کہ طلحہ بن عبید اللہ احرام میں رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے سو تم لوگ ایسے رنگین کپڑے مت پہنا کرو روایت کیا اس کو مالک نے۔

بعض لوگ طریق تصوف داخل ہوکر اور آزاد ہو جاتے ہیں۔

گورخر کا واپس کرنا:

ترجمہ: صعب بن جثامہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک گورخر بطور ہدیہ کے بھیجا اور آپ اس وقت ابواء یا ودان میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس فرما دیا جب ان کے چہرے پر آثار رنج کے دیکھے تو ہم نے کہا اور کسی وجہ سے اس کو واپس نہیں کیا مگر صرف بات یہ ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔بخاری۔

لبیک میں اضافہ کرنا:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لبیک میں کلمات مخصوص سے زائد نہ فرماتے تھے۔مگر حضرت عمر **لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والرغباء الیک والعمل** اور بڑھا دیتے تھے۔اور ایک روایت میں ہے کہ بعضے لوگ ذا المعارج وغیرہ الفاظ بڑھا دیتے تھے۔اور حضور ﷺ سن کر کچھ نہ فرماتے تھے۔(تیسیر ص ۱۱۳)

فائدہ: رسم ادخال عوام در سلسلہ برائے برکت اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے یا اپنی حالت کو پورے طور سے درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی۔

ہر وقت ہر چیز معلوم نہیں ہوتی:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جب کہ بعض صحابہ احرام کھولنے میں اس بنا پر متردد ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ ہدی کے احرام نہ کھولا تھا) ارشاد فرمایا کہ جو بات پیچھے سے میری سمجھ میں آئی اگر پہلے سے سمجھ میں آتی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔ بعضے سمجھتے ہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت واقعہ معلوم رہتا ہے۔

مجنوں مرفوع القلم ہے:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک مجنوں عورت لائی گئی جس نے زنا کیا تھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں۔ ایک نابالغ جب تک بالغ نہ ہو دوسرے سوتا ہوا جب تک جاگ نہ اٹھے تیسرے مختل الحواس جب تک کہ صحت یاب نہ ہو اور یہ فلاں قبیلہ کی مختل الحواس عورت ہے ممکن ہے کہ جس وقت اس شخص نے اس سے صحبت کی ہو یہ اپنے اس مرض میں مبتلا ہو غرض اس کو رہا کر دیا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۱۳۲)

جن حضرات کے کلام میں تاویل عذر کی جاوے ان میں ایک قرینہ منقول ہونا ان کے سکر کا ہے اور قرینہ منقول ہونا ان کے فضائل و کمالات و اتباع سنت کا غالب احوال میں ہے جو مضطر کرے گا تاویل کی طرف ورنہ جسکا غالب حال فسق و معصیت و ابتاع و بطالت ہو وہاں کوئی حاجت تاویل کی نہ ہوگی۔

سامنے والا زیادہ دیکھنے والا ہوتا ہے:

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد (یعنی کنیز صاحب اولاد از مولے) کے ساتھ لوگ متہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو (مطلب یہ تھا کہ باقاعدہ تحقیق کر کے باضابطہ سزا دو) چنانچہ حضرت علیؓ اس کے پاس پہنچے وہ ایک کنویں میں (جو بطور باولی کے تھا) ٹھنڈک کے لئے غسل کر رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا باہر نکل اس نے اپنا ہاتھ آپ کو دیدیا۔ آپ نے اس کو نکالا اچانک جو اس پر نظر پڑی تو وہ مقطوع الذکر تھا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی آپ نے ان کے اس فعل کی تحسین فرمائی اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سامنے والا ایسی چیز کو دیکھ سکتا ہے جس کو دور والا نہیں دیکھ سکتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۳۶)

دوسرے شیوخ جو کہ معصوم عن الخطا بھی نہیں ان کے احکام تو کیونکہ مقید بقید مذکور نہ ہوں گے۔ شریعت میں زوال عقل جنون ہی منحصر نہیں بلکہ پیر و فرتوت کو بھی بعض ہی احکام میں سہی حکم مجنون ٹھہرایا ہے پس عدم انحصار کے بعد کسی وارد قوی کا غلبہ بھی اسی حکم میں ہوگا۔

گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے:

ترجمہ: حضرت نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ فرمایا کہ (بڑی) نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو ناگوار سمجھو روایت کیا اس کو مسلم و ترمذی نے۔

غیر منصوصہ عملیہ میں مسلم کامل کے قلب کا حکم معتبر اور جائز العمل ہے۔ اکثر بزرگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی طالب آتا ہے اگر ان کا قلب قبول کرتا ہے تو اس کو سلسلہ میں داخل کرتے ہیں ورنہ جواب دے دیتے ہیں۔

کسی معاملے میں فیصل بننا اور مال یتیم کی نگرانی

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر میں تجھ کو ضعیف پاتا ہوں (کہ تعلقات کا تحمل نہیں کر سکتے) اور میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اپنے لئے پسند کرتا ہوں (پس جو کچھ میں کہوں گا خیر خواہی سے کہوں گا سو میں تم کو دو باتیں کہتا ہوں یعنی) کبھی دو شخصوں ان کے کسی معاملہ کے

فیصلہ کرنے کے لئے) حکم مت چلانا (یعنی کسی کے معاملہ کا فیصلہ مت کرنا) اور مال یتیم کے متولی (و نگرانی) مت بننا روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۱۴۷)

نسبت کی وجاہت:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ (بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) حضرت فاطمہؓ کی حیات تک حضرت علیؓ کی وجاہت لوگوں کی نظر میں زیادہ رہی جب ان کا انتقال ہوگیا تو لوگوں کا رخ ذرا بدل گیا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

منتسبین بمشائخ

اہل طریق کی عادت طبعیہ ہے کہ بزرگوں کے منتسبین کو محض اس انتساب کی وجہ سے معظم سمجھتے ہیں۔

خلیفہ مقرر کرنا:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت فرماویں گے اور میں اگر کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو (یہ بھی جائز ہے کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو (صراحۃً) خلیفہ نہیں بنایا اور اگر خلیفہ بنادو تو یہ (بھی جائز ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے (مجھ کو) خلیفہ بنایا تھا۔ (بخاری ومسلم)

تادیباً اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھنا:

حقیقی علامت شہادت قلب سلیم ہے حضرت عمرؓ کے قصہ شہادت میں منقول ہے کہ (حالت مرض الموت) حضرت عائشہؓ نے فرمایا یہ موقع میں نے تجویز تو اپنے لئے کر رکھا تھا مگر میں حضرت عمرؓ کو اپنے نفس پر ترجیح دیتی ہوں اور دفن کی اجازت دیتی ہوں۔ فضائل اکثر اہل ادب کی یہ بھی عادت مشاہدہ کی جاتی ہے کہ فضائل کے مواقع پر تادیباً اپنے سے بڑوں کو مقدم رکھتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کے ایثار سے اس کا استحسان معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سمیع بصیر ہیں:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں تھے لوگ اللہ اکبر اللہ اکبر پکار کر کہنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم ایک سمیع بصیر کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے ناقہ کی گردن سے بھی نزدیک تر ہے۔ (بخاری ومسلم)

دم کرنا:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ میں تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں میں کچھ دم کرتے اور پڑھتے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۶۱)

فائدہ: رسم جھاڑ پھونک گو اہل طریق کے نزدیک یہ مقصود نہیں مگر بنظر نفع رسانی خلق جو شخص اس کی درخواست کرتا ہے اس کی دل شکنی نہیں کرتے۔

خانہ کعبہ سے بتوں کا صفایا کرانا:

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانا گوارا نہ کیا کیونکہ اس کے اندر (مشرکین کے رکھے ہوئے) بہت سے بت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت حکم فرمایا وہ سب باہر کر دیئے گئے اور ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کے تصویر کو بھی باہر لائے۔ ان دونوں (تصویروں) کے ہاتھ میں قمار کے تیر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا ان (مشرکین) کو غارت کرے واللہ ان کو خوب معلوم ہے کہ ان دونوں حضرات نے کبھی ان تیروں سے قمار نہیں کھیلا (اور پھر بھی ان کے ہاتھ میں تیر دے دیئے) اس کے بعد آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور سب گوشوں میں اللہ اکبر فرمایا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے (تیسیر ص ۱۴۳)

ف: اصلاً عدم تعظیم تصور بزرگان بعض اہل غلو بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کیا کرتے ہیں اور ان کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اس حدیث سے اس عقیدہ وعمل کا بالکلیہ قلع قمع ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جانے سے دونوں پیغمبروں کی تصویروں کی موجودگی کا مانع ہونا واضح دلیل

اس مدعا کی ہے۔

ترجمہ: اسلمیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن طلحہ (کلید برادر کعبہ شریفہ) سے پوچھا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ فرمایا تھا کہ میں تم سے یہ کہنا بھول گیا تھا کہ تم دونوں سینگوں کو (جو کہ کعبہ کے اندر اس دلبر کے لگ رہے تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح کیا گیا تھا) ڈھانک دینا کیونکہ بیت اللہ کے اندر کسی ایسی شے کا رہنا اچھا نہیں جس سے نماز پڑھنے والے کا دل بٹے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

حمس والوں کا طریقہ:

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قریش اور بھی جو لوگ ان کے طریقہ پر تھے یہ سب حمس کہلاتے تھے (عرفہ کے دن جب کہ سب عرفات میں جاتے تھے یہ لوگ) مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے تھے اور کہا کرتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خواص ہیں۔ اس لئے ہم اس کے حرم سے باہر نہیں جاتے (اور عرفات حرم سے خارج ہے اور مزدلفہ داخل ہے) روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۱۲۳)

معلوم ہوا کہ قبور اولیاء کے مجاورین نے بھی جو رسمیں خلاف شرع تراش رکھی ہیں سب باطل ہیں۔

نبی علیہ ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عمل

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع میں) جمرہ کے پاس (منی کے دن) تشریف لائے اور اس پر کنکریاں ماریں اور (سر مبارک منڈوا کر) ابوطلحہ سے فرمایا کہ یہ بال لوگوں میں (تبرکاً) تقسیم کر دو روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد نے (تیسیر ص ۱۲۵)

ترجمہ: امام مالک سے دعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں منقول ہے اے اللہ ہمارے لئے زمین کو لپیٹ دے۔ (تیسیر ص ۱۲۶)

ف: قول امکان طی ارض بہت حکایات میں اولیاء اللہ کی یہ کرامت منقول ہے کہ زمانہ قلیل میں مسافت طویل قطع کر لی۔ پس مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا اور علی الاطلاق طی ارض ممکن رہے گا۔

ہلال دیکھتے وقت منہ پھیر لینا:

ترجمہ: حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہلال دیکھتے تو اس کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیتے تھے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ۱۵۶)

ف: تعلیم عدم التفات الی الانوار ائمہ فن کی تعلیم ہے کہ اگر مراقبات میں کچھ انوار منکشف ہوں تو ان کی طرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ خوب سمجھ لو۔

قرض لینا:

ترجمہ: حضرت عمر ابن حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ قرض لیتیں اور کثرت سے لیتیں ان کے گھر والوں نے اس بارہ میں ان سے گفتگو کی اور ان کو ملامت کی۔ انہوں نے فرمایا میں دین لینا نہ چھوڑوں گی میں نے اپنے محبوب اور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کچھ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کر دے گا روایت کیا اس کو نسائی نے (تیسیر ص ۱۷۲)

اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ مہمانوں اور مسکینوں کی خدمت کے لئے بے تکلف قرض لے لیتے ہیں۔

نیکوں کی صحبت کا اثر:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث فضیلت ذکر میں روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں بندہ نہایت خطاوار ہے وہ ان میں سے نہیں محض ایک کام کے لئے آنکلا تھا سو (وہاں) بیٹھ گئے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ (تیسیر ص ۱۷۳)

ف: رسم ادخال عوام در سلسلہ برای برکت اکثر بزرگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ سلسلہ میں ایسوں کو بھی داخل کر لیتے ہیں جن سے کچھ بھی ذکر وغیرہ کرنے کی یا اپنی حالت کو پورے طور سے

درست کرنے کی توقع نہیں ہوتی۔

حقیقی تقویٰ:

ترجمہ: عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ حقیقۃ تقویٰ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ ایسی چیز کے اندیشہ سے جس میں کوئی خرابی ہو ایسی چیز کو نہ چھوڑ دے جس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اونٹ کے گلے میں گلوبند چھوڑنا:

ترجمہ: عبادہ بن تمیم سے روایت ہے کہ ابو بشر انصاریؓ نے ان کو خبر دی کہ وہ ایک سفر میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ سو آپ نے حضرت معاویہؓ کو حکم فرمایا کہ کسی اونٹ کی گردن میں کوئی گلوبند تانت کا یا مطلق گلوبند فرمایا چھوڑا نہ جاوے مگر کہ اس کو کاٹ دیا جاوے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم و مالک وابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۱۹۲)

ف: اصلاح ترک تمائم غیر مشروعیہ اکثر شراح حدیث نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جانور کی حفاظت کے واسطے گنڈے سے بنوا کر ان کے گلے میں باندھ دیتے تھے۔

برکت حاصل کرنے کا ثبوت:

ترجمہ: حضرت کبشہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پیا پس میں اٹھی اور اُتنا چمڑہ کاٹ لیا (کہ برکت کے لئے اپنے پاس رکھوں گی) روایت کیا اس کو ترمذی نے اور رزین نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ میں نے اس چمڑے کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ بنالیا کہ اس میں برکت کے لئے پانی پیا کرتی تھی۔

انصاری کے باغ سے پانی پینا:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لائے اور وہ اپنے باغ میں پانی پھیر رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے پاس ایسا پانی ہو جو اس شب کو مشک میں رہا ہو (یعنی باسی پانی ہو تو لاؤ) ورنہ (میں پانی جو باغ میں جاری ہے) منہ لگا کر پی لیں گے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے۔

اصلاح حرمت سجدہ قبور:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ کو کہ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا یعنی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی نے۔ (تیسیر ص ۲۲۷)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دشمن خدا یعنی ابلیس ایک شعلہ آگ کا لایا تاکہ اس کو میرے منہ میں لگائے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص ۲۲۸)

تنبیهه اکابر با عدم الامن امن الشیطان

کوئی کتنا ہی بڑا کامل کیوں نہ ہو جاوے مگر اس کو شیطان سے بےفکر نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ ہوشیار و بیدار رہے کہ کسی موقع پر اس کو لغزش میں نہ ڈال دے اس خبیث کی جرأت دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی تک پہنچنے کا اس کو حوصلہ ہوا۔

حضرت عتبان بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (برسات کے دنوں میں) میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان میں (پانی کا) سیلاب حائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں مسجد میں حاضر نہیں ہو سکتا اور نگاہ ان کی ماؤف تھی اس لئے کچھ نظر نہ آتا تھا کہ کہاں پانی ہے کہاں خشک ہے) سو میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیے اور میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیجئے کہ میں (ایسی ضرورت کے موقع پر) اس کو نماز کی جگہ بنالوں (یعنی وہاں نماز پڑھ لیا کروں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ ہم ایسا کر دیں گے روایت کیا اس کو بخاری ومسلم و مالک ونسائی نے۔ (تیسیر ص ۲۳۳)

معمولات میں اکثر جگہ کو معین رکھتے ہیں۔ تکلیف

دینے سے محض یہ غرض تھی کہ وہ جگہ متبرک ہو جاوے گی تو وہاں نماز پڑھنے میں زیادہ برکت ہوگی۔ غلو نہ ہو ورنہ شرک وبدعت کی حد میں داخل ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صفوں کو سیدھا کیا کرو اور کندھوں کو برابر رکھا کرو اور درمیان فصل کو بند کر دیا کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جایا کرو اور شیطان کے فاصلے بیچ میں مت چھوڑا کرو روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص۲۳۴)

اصلاح ترک رسوم ملتزمہ عامہ:

ترجمہ: عبد اللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھنے کو فرمایا پھر دوسری یا تیسری بار میں یہ بھی فرما دیا کہ جس کا جی چاہے اس لئے کہ یہ امر ناپسند ہوا کہ لوگ اس کو معمول لازمی قرار نہ دے لیں۔ (لٰکن شاء سے اس کا انسداد مقصود تھا) روایت کیا اس کو ابوداؤد و بخاری اور مسلم نے۔

تعلیم اراحۃ نفس:

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد ترک نہیں فرماتے تھے البتہ جب بیمار کسلمند ہوتے تو (بجائے کھڑے ہونے کے) بیٹھ کر پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسر ص۲۴۴)

متفرقات علاج وسوسہ:

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیطان میرے اور میری نماز امور قرأت کے درمیان حائل ہو گیا ہے کہ اس میں شبہے ڈال دیتا ہے (یعنی عدد رکعات اور قرأت و عدم قرأت میں شک پیدا ہو جاتا ہے) آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے جس کا لقب خنزب ہے جب تم کو اس کا اثر معلوم ہو تو اعوذ باللہ اور بائیں طرف تین بار تھتکار دو وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھ سے دفع کر دیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص۳۵)

تقویٰ دل میں ہے:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہاری صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے (کہ حسین وجسیم ہے یا نہیں) لیکن تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں اور دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ تقویٰ اس جگہ ہے یعنی سینہ میں۔

رسول اللہ ﷺ کا راز کسی سے مت کہنا

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کو بھیجا مجھ کو ماں کے پاس پہنچنے میں دیر ہوئی جب میں آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں رہ گیا تھا میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کام کو بھیجا تھا کہنے لگیں وہ کیا کام تھا میں نے کہا وہ راز کی بات ہے کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی سے مت کہنا۔

آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے:

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے اور ان کے برابر عمل وعبادت نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابو ذر تم اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہوگے۔ کہ اولیاء اللہ۔

عالم ارواح کی جان پہچان:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارواح لشکر کے لشکر ہیں جو (عالم ارواح میں) مجتمع تھیں۔ جن میں (وہاں) باہم جان پہچان ہوئی ہے ان میں (یہاں بھی) باہم الفت ہے اور جن میں جان پہچان نہ ہوئی ان میں اختلاف مزاج ہے۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو بخاری نے۔

مومن کی حرمت:

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے

ایک دن کعبہ شریف کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تیری بڑی حرمت ہے اور مومن اللہ کے نزدیک حرمت میں تجھ سے بھی زیادہ ہے روایت کیا اس کو ترمذی نے (تیسیر ص۲۷۲)

ف: قول از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است تو افضل من الکعبہ کو بدرجہ اولی تجلی گاہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور:

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ مضمون بیان فرمائے ان میں یہ بھی مضمون تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حجاب نور ہے اگر وہ اس حجاب کو اٹھادے تو اس کے انوار جلال ذاتی تمام مخلوق کو جہاں تک اللہ تعالیٰ کی نگاہ پہنچے سب کو جلا دے (اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر تمامی مخلوق کو محیط ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوق اس کے نور ذات سے سوختہ ہو جاوے) روایت کیا اس کو مسلم نے (تیسیر ص۲۷۶)

ف: مسئلہ امتناع رویت در دنیا۔ اکثر جہلا صوفیہ کا اعتقاد ہے کہ سالک کو دنیا ہی میں مثل آخرت کے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوسکتا ہے۔

مورچہ بندی:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اعمال کی فضیلت ذکر کر کے ان اعمال کی نسبت فرمایا کہ یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے یہ مورچہ بندی ہے (یعنی شیطان کے ساتھ جو مسلمان کا محاربہ رہتا ہے ان اعمال کو کرنا گویا اپنی سرحد کی حفاظت ہے) روایت کیا اس کو مسلم اور مالک اور ترمذی اور نسائی نے۔ (تیسیر ص۲۸۷)

حال لذت در حالت قرأت:

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے ایک قصہ میں روایت ہے کہ جب دونوں شخص (کہ صحابہ تھے) کھائی کے منہ پر پہنچے تو مہاجری تو لیٹ گئے اور انصاری (جن کی باری پہرہ دینے کی تھی) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اتنے میں ایک شخص (جو جاسوس کفار تھا) آیا جب اس نے انسان کا جثہ دیکھا سمجھ گیا کہ یہ نگران ہیں پس ان کے ایک ایسا تیر مارا کہ ان کے بدن میں پرو دیا انہوں نے نکال کر پھینک دیا یہاں تک کہ تین تیر مارے پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر (نماز سے فارغ ہو کر) اپنے ساتھ (مہاجری) کو جگایا جب اس جاسوس کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو میری خبر ہوگئی تو وہ بھاگ گیا اور جب مہاجری نے انصاری کو خونا خون دیکھا تو (تعجب سے) کہا سبحان اللہ تم نے مجھ کو اول ہی تیر مارنے پر کیوں نہ جگایا کہنے لگے میں ایک سورت پڑھنے میں مشغول تھا مجھ کو اس کا قطع کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص۲۸۸)

عادۃ حلق موی سر اکثر مشائخ کی عادۃ ہے:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بے دھوئے چھوڑ دے دوزخ میں اس کا ایسا حال ہوگا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بس اسی وقت سے میں اپنے سر کا دشمن ہوگیا اور حضرت علیؓ کی عادت تھی کہ اپنے سر کے بال قطع کرا دیتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص۲۶۴)

ترجمہ: کلیبؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے اسلام قبول کیا آپ نے فرمایا کہ حالت کفر کے بال اتروا ڈالو یعنی سر منڈوا دو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (تیسیر ص۲۹۸)

ف: رسم حلق الشعر وقت بیعت بعض مشائخ کا معمول منقول ہے کہ مرید کرنے کے وقت اس کی موتراشی کرتے تھے۔

عادۃ خدمت اہل الشیخ بعدہٗ:

ترجمہ: اسلم سے حدیث طویل میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس نو طباق تھے سو کوئی میوہ یا اور کوئی عمدہ چیز نہیں ہوتی تھی مگر حضرت عمرؓ اس کو ان طباقوں میں لگا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے پاس (کہ نو تھیں بھیجا کرتے روایت کیا اس کو مالک نے (تیسیر ص۳۱۵)

عادۃ بعض ترک اللحم:

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ گوشت

(کی کثرت) سے احتیاط رکھا کرو کیونکہ اسکی خواہش بھی ایسی ہی ہو جاتی ہے جیسے شراب کی طلب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گھر والوں کو پسند نہیں کرتے جن کو گوشت کھانے کی (لازمی) عادت ہو جاوے روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص ۳۰۵)

عادۂ تقلیل لذات یہ ایک شعبہ ہے مجاہدہ کا

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضرت عمرؓ ملے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب کسی چیز کی تم کو رغبت ہوتی ہے تو اس کو خرید لیتے ہو آدمی کے مُسرف ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہا کرے وہی کھا لیا کرے روایت کیا اس کو مالک نے۔ (تیسیر ص ۳۰۵)

رسم نذرانہ تعویذ بعضے:

ترجمہ: حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے اور اسی حدیث میں مار گزیدہ کا قصہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے (اس کو مار گزیدہ کو) صرف سورہ فاتحہ سے جھاڑا تھا (وہ اچھا ہو گیا اور جو معاوضہ میں سو بکریاں ٹھہری تھیں وہ وصول کر لیں پھر) ہم نے (باہم) کہا کہ ابھی (ان بکریوں کے بارہ میں) کوئی نئی بات (تصرف وغیرہ) مت کرنا یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (حکم شرعی) دریافت کر لیں سو ہم جب حاضر ہوئے ہم نے آپ سے ذکر کیا آپ نے (تعجب سے) فرمایا کہ تم کو کیسے خبر ہوگئی کہ سورہ فاتحہ جھاڑ بھی ہے (پھر ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ) ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی لگانا (یہ اس لئے فرمادیا کہ اس کے حلال ہونے میں شبہ نہ رہے) روایت کیا اس کو بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد نے۔ (تیسیر ص ۳۱۲)

رسم تفاؤل از قرآن یا کتب بزرگان:

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری لگنا (اس طرح کہ تخلف ہی نہ ہو) کوئی چیز نہیں اور بدشگونی کوئی چیز نہیں اور مجھ کو فال نیک اچھی معلوم ہوتی ہے لوگوں نے پوچھا کہ فال نیک کیا چیز ہے فرمایا کہ کوئی دل خوش کن کلمہ ہے (کہ کان میں پڑ جاوے اور اس کو مطلب سے کچھ مناسب ہو جیسے کوئی شخص گم شدہ چیز کو تلاش کرتا تھا۔ اتفاق سے کسی شخص نے دوسرے کو واجد علی نام لے کر پکارا جس کے معنی ہی پالینے والا تو وہ شخص اس کو سن کر خوش ہو گیا) روایت کیا اس بخاری ومسلم وترمذی و ابوداؤد نے (تیسیر ص ۳۱۶)

بعض اہل عقیدت کو دیکھا گیا ہے کہ کسی ظاہری یا باطنی حاجت کے بارہ میں قرآن مجید یا دیوان حافظ یا مثنوی مولوی رومی سے فال لیتے ہیں۔ اس حدیث میں اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے اگر اسی حد تک ہو مضائقہ نہیں۔

عالم کی شان:

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کا عالم بھی خوب ہوتا ہے اگر کوئی اس کے پاس (دینی) احتیاج پیش کرے تو نفع پہنچا دے (یعنی دین کی تعلیم کرے) اور اگر کوئی اس کے پاس احتیاج نہ پیش کرے وہ بھی اپنے آپ کو بے پرواہ کر کے رکھے۔ روایت کیا اس کو رزین نے (تیسیر ص ۳۱۷)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علماء وارث ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (تیسیر ص ۳۱۷)

خواب کی تعبیر:

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک دفعہ جبکہ میں سو رہا تھا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ میرے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے جسموں پر کُرتے ہیں بعض کے کُرتے سینے تک پہنچے ہیں اور بعض کے اس سے کم وبیش اور (حضرت) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس حال میں پیش کئے گئے کہ ان کے جسم پر جو کُرتہ تھا وہ اتنا بڑا تھا کہ وہ اس کو لمبا ہونے کی وجہ سے زمین پر کھینچتے تھے۔ بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے عمر کے اس

کرنے کو کھینچنے کی کیا تعبیر فرمائی؟ آپؐ نے فرمایا ''دین''
(متفق علیہ منقول از مشکوٰۃ شریف)

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں:

ذات حق کے لئے اس تمثیل کا جواز قرآن شریف سے بھی ثابت ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ روشن ہو چراغ ایک شیشے میں ہو شیشہ ایسا صاف ہو گویا چمکتا ہوا موتی جیسا تارا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکایت سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوا اور حجابات اٹھا دیئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بیہوش ہو گئے (خوب سمجھ لیجئے) اور یہ جو بعض بزرگوں مثل امام احمد بن حنبل و امام ابوحنیفہ وغیرہم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب یا حال و مکاشفہ میں دیکھا ہے یہ البتہ ممکن اور واقع ہے کیونکہ یہ دیکھنا عالم مثال میں ہے نہ کہ عالم اجساد میں ظاہر کی (حسی) آنکھوں سے۔

حمد ونعت وعقیدہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الحمد لمن قدر خیراً و خبالاً
والشکر لمن صور حسنا وجمالاً

اس خدا کی ہزار ہزار تعریف جس نے خیر وشر کو پیدا کیا۔ اور اس خدا کا لاکھ لاکھ شکر جس نے حسن اور خوبصورتی پیدا کی

فرد صمد عن صفۃ الخلق بریٔ
رب ازلی خلق الخلق کمالاً

وہ ایک ہے بے نیاز ہے مخلوقات کی صفتوں سے بری ہے۔ پروردگار ہے ازل سے ہے اس نے مخلوقات کو اپنے کمال سے پیدا کیا۔

لا ضد ولا ند ولا حد لمولیٰ
الان کما کان ولم یلق زوالاً

اس کا کوئی مقابل نہیں کوئی مثل نہیں اس کی کوئی حد نہیں۔ وہ جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔

لا مثل ولا صوّر مثلاً و نظیراً
من قال سوی ذالک قد قال محالاً

اس کا کوئی مثل نہیں ہے اس نے اپنی مثال اور نظیر پیدا ہی نہیں کی۔ جو لوگ اس کی نظیر کے قائل ہوئے وہ ایک محال چیز کے قائل ہوئے۔

لا شبہ ولا مثل ولا کفو لمولی
لا ولد ولا والد لا عم و خالاً

کوئی اس کے مانند نہیں اور مثل نہیں اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اس کے نہ چچا ہے نہ ماموں۔

لا قبل ولا بعد ولا وقت زمانا
لا مانع لا حاجب للہ تعالیٰ

نہ اس سے پہلے کوئی ہے اور نہ اس کے بعد اور نہ اس کے زمانے کے لئے کوئی وقت معین ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے ٹوکنے والا نہیں ہے۔

اشھد باللہ ھو الواحد حقا
ثم اشھد بالاحمد فضلاً وجلالا

خدا کی الوہیت کی شہادت دو، درحقیقت وہی ایک ہے۔ پھر احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو۔

صل علی افضل رسل ونبی
فی کل صباح و مساءٍ و زوالاً

تمام نبیوں سے افضل اور تمام رسولوں سے بہتر رسول پر صبح شام دن رات درود بھیجو۔

مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

فرمایالا اله الا الله کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہرچہ گیرید مختصر گیرید

اللہ تعالیٰ کا دوست کون:

ایک دن حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں کہا، اے خداوندا مجھے کیونکر معلوم ہو کہ کون تیرا دوست ہے اور کون دشمن؟ حکم ہوا کہ میرا ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور مجھ سے غافل میرا دشمن۔ خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کلہاڑے کی طرح ہے جو خطروں کے تمام کانٹوں کو دل کے جنگل سے تراش دیتا ہے اور دل میں غیر کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ جب دل خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے پاک ہو جائے اور ماسوا کی پکڑ سے چھٹکارا پا جائے اور ذکر کرنے والے کا مطلوب ومعشوق غیر نہ رہے تو ظاہر وباطن میں اس کا مطلوب رونق افروز ہوتا ہے۔

خداوند تعالیٰ کی یاد ایسی چیز ہے کہ ہر دم ایک تازہ درد اور بے اندازہ شوق بڑھاتی ہے اور ذاکر کے باطن کو صاف ومصفی کرتی ہے۔ اس پاک ذات کو اپنے دل میں حاضر رکھنے کی خبر دیتی ہے اور فنا اور مستی کا مزہ چکھاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا:

حدیث شریف میں ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے کہ اگر جبرئیل اور میکائیل کو بھی عطا کرتا تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کرتا وہ یہ ہے **قولہ تعالیٰ فاذکرونی اذکرکم** (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا)

یہی ذکر ہے جو مفلسوں کی پونجی ہے اور عاشقوں کے جھونپڑوں کا چراغ ہے۔

بروایت عائشہؓ پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد خدائے تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظر سے اس کو چھپا کر رکھے اور خدائے تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے اس جیسا کوئی نیک بخت نہیں ہے۔

کلمہ طیبہ کی برکات:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی
جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

انسان استاد کی شاگردی حاصل کئے بغیر کوئی فن آسانی اور صحیح طریقے کے ساتھ نہیں سیکھ سکتا برخلاف اور حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور سیکھنے کے طور پر بہت کم حاصل کرتے ہیں۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد ناگاہ رسید

طریق تلاش مرشد کامل:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کی جائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بھی ابھی بیعت نہ کرے بلکہ خوب اچھی طرح سوچ بچار کرے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

(وہی شخص اپنی ہتھیلی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔)

اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا اور عمل کرنے والا عالم سمجھے اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے۔

فیض حاصل ہونے کی صورتیں

مثلاً کسی کو نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بیخود اور بیہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بیخودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ

آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو یارا پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد میں سے آتی ہے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے اور اپنے تمام بدن سے سنی تھی اور ان پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیائے کرام بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز سے خدائے تعالیٰ کو پایا ہے اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی ہے اور کبھی گھنٹے جیسی آواز آنے لگتی ہے۔

جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کھو دیتا ہے:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جانوں کو سخت نہ پکڑو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو سخت پکڑے گا اسلام میں ترک دینا نہیں تیرے (نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے)

ایک اعرابی کا قصہ:

حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (پاس رہنے کی) بیعت کی۔ اس کے بعد اعرابی کو مدینہ طیبہ میں شدت کا بخار ہوا (اور وہاں سے نکلنا چاہا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا وہ پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے آپ نے پھر انکار فرمایا پس اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر چلا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کر دیتا ہے۔

شیخ سے مقصد:

اگر مرید شریعت کے مطابق عمل کرے اور شیخ سے محبت اور اس کے طریقہ پر دل سے کاربند رہے تو شیخ کی ناراضگی مضر نہیں ورنہ حصول مقصد کے لئے شیخ کی مرضی کو بہت دخل ہے۔

(۱) نہ اس میں کشف وکرامات ضروری ہیں۔ (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔ (۳) نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی کا وعدہ ہے کہ مثلاً تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتا دی جایا کرے۔ (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی اصلاح خود بخود ہو جائے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین وقرآن میں ذہن وحافظہ بڑھ جائے۔ (۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا کم از کم عبادت کے وقت لذت سے سرشار اور مست رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں خوب رونا آئے ایسی محویت ہو جائے کہ اپنے پرائے کی خبر ہی نہ رہے۔ (۶) نہ ذکر وشغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔ (۷) نہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔

حقوق طریقت

خصوصاً لازمی ہے کہ حدیث اور فقہ مثلاً تعلیم الاسلام وغیرہ مسائل کی کتابیں پڑھیں اور جوان پڑھ ہیں وہ پڑھے ہوئے لوگوں سے سنیں اور ان سے فرائض واجبات محرمات، مکروہات اور مشتبہات کی واقفیت حاصل کریں بدن کپڑے اور جائے نماز کی پاکی اور نماز کی شرطوں کا اچھی طرح خیال رکھیں لیکن ظاہری پاکیزگیوں کو وسوسہ اور وہم کے درجے تک نہ پہنچائیں۔ جو سب سے زیادہ بہتر ہو اس کو امام بنائیں۔

مسئلہ: معصوم بے گناہ ہونا نبیوں ہی کی خصوصیت ہے اور اولیاء کو معصوم سمجھنا کفر ہے۔

کرامت کی اقسام:

کرامت کی تین قسمیں ہیں جہاں علم بھی ہو اور ارادہ

بھی جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان سے دریائے نیل کا جاری ہونا جہاں علم ہو اور ارادہ نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوہ کا آ جانا جہاں نہ علم ہو نہ ارادہ جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چند سہ چند ہو جانا چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم وارادہ کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کاملوں کے نزدیک شریعت پر قائم رہنا اچھے اخلاق کی عادت ہونا نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ہونا حسد و کینہ اور دوسری بری عادتوں سے دل کا پاک ہو جانا کوئی سانس غفلت میں نہ گزارنا وغیرہ

کرامت کو چھپانا واجب ہے کسی طالب کے یقین کو پختہ کرنا مقصود ہو تو وہاں اظہار جائز ہے۔

بعض اولیاء اللہ سے مرنے کے بعد بھی تصرفات وخوراق ظاہر ہوتے ہیں آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں مثلاً مسمریزم فرہمیسن حاضرات ہمزاد کا عمل علمیات ونقوش طلسمات وشعبدات تاثیرات عجیبہ ادویات سحر چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں اور بعض قوت خیالیہ کا کرشمہ ہیں اور بعض کو واقعی کرامت اور قوت قدسیہ سے تعلق رکھتے ہیں تو عام لوگ ان کو اسباب طبعیہ سے سمجھ کر سب کو ایک لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔

بالیقین فرہمیسن حرام اور مصیبت ہے سحر یعنی جادو اور چشم بندی جو مداری کا تماشا کرنے والے عام طور پر اس کے اثرات دکھاتے ہیں۔

فائدہ: اگر اتفاقاً دو شخصوں کے کشف ایک ہی نکل آئیں تو ظن غالب کا درجہ ہوگا جیسا اذان کی ابتداء کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غسل کپڑوں سمیت دینے کا کشف حدیث شریف سے ثابت ہے۔

پھر اس شخص کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو خدائے تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوگا یعنی زیادہ متقی ہوگا اور ایک ہی کشف دس آدمیوں پر ظاہر ہوا اور دوسرا کشف صرف ایک ہی آدمی پر ہو تو دس آدمیوں والے کشف کو ترجیح دی جائے گی اور اگر وہ آدمی ان تمام آدمیوں سے زیادہ قوی ہو تو اس کا کشف اس جماعت کے کشف سے زیادہ بہتر ہوگا ان تمام امور میں الہام کا بھی وہ حکم ہے جو کہ کشف کا ہے۔

حرام سے پلنے والا جسم:

جو جسم حرام غذا سے پلتا ہے جنت اس پر حرام ہو جاتی ہے پیٹ حد سے زیادہ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمہ کی بھوک رکھ کر کھاؤ خدائے تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے گناہوں کی رغبت کم ہو جاتی ہے طبیعت ہلکی رہتی ہے نیند کم آتی ہے تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں ہوتی۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

زبان سے سرزد ہونے والے گناہ:

جو کلمہ نہ خیر نہ شر تو وہ لغو ہوا اور لغویات سے احتراز عقلاً بھی واجب ہے، نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزا آتا ہے امیروں کی خوشامد کرنا ایسی ہنسی کرنا جس سے کسی کا دل دکھے بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو،

بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی کہہ کر چپ ہو جاؤ کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو، جب تنہائی ہوگی خود ہی زبان خاموش ہوگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے کیونکہ زنا سے توبہ قبول کر لی جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہے معاف نہ کرے۔ اگر خدانخواستہ کسی کی غیبت سرزد ہو جائے تو شرمندگی کے ساتھ توبہ کرے تاکہ خدائے تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ رہے اور اس شخص سے معافی مانگے جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے روبرو سے ہٹا دے اگر وہ نہ ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصور وار ہے اس سے زیادہ میں خدا کا قصوروار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرا دہی چاہتا ہے اعوذ باللہ کئی بار پڑھے اور

پانی پی لے یا وضو کر لے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس سے غصہ جاتا رہتا ہے۔

حسد کرنے والا:

حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہ تھا اس کو نعمت کیوں دی تو یوں سمجھو کہ توبہ توبہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہو، یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا اگر اس شخص سے ملنا ہو جائے تو اس کی تعظیم کرے اور اس کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے، پہلے پہلے ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی مگر رفتہ رفتہ آسان ہو جائے گی۔

کاروبار، روزگار، تجارت ضرورت سے زیادہ نہ پھیلائے غرض سب سامان مختصر رکھے فضول خرچی نہ کرے موٹا کھانے پہننے کی عادت رکھے غریبوں میں زیادہ بیٹھے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑ دی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔

کنجوسی کی برائی

زکوٰۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا وغیرہ کنجوسی میں یہ حقوق ادا نہیں ہوتے اس کا گناہ ہوتا ہے یہ تو دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل اور بے قدر رہتا ہے یہ دنیاوی نقصان ہے اس سے زیادہ کیا برائی ہوگی اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے دوسرے یہ کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کسی کو دے ڈالے اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کرے اور جب تک کہ کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے یونہی کیا کرے۔

کبر کا علاج:

حدیث شریف میں ہے کہ جس آدمی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (بخاری) اور دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے دل میں بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہوتے ہیں اگرچہ ڈر کے مارے ظاہر میں آؤ بھگت کرتے ہیں اور اس میں یہ برائی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا بلکہ برا مانتا ہے اور اس نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے علاج اس کا یہ ہے کہ اپنی حقیقت پر غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں۔

مثلاً آئینہ دیکھتے وقت پڑھے **اللھم انت حسنت خلقی فحسن خلقی**

اللہ کے لئے دوستی و محبت رکھنا:

اللہ کے واسطے دوستی اور محبت رکھنا چاہئے جس سے محبت ہو اس کو خبر کر دینا چاہئے تا کہ اس کو بھی محبت ہو جائے اس کا نام و پتہ اور نسب بھی دریافت کر لینا چاہئے۔ رنجش ہو جائے تو تین دن تک غصہ ختم کر دینا چاہئے۔

کفایت سے خرچ کرنا:

کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے توبہ کی ہر وقت ضرورت ہے گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ فی الفور توبہ کرنا فرض ہے حق تعالیٰ سے پکا عہد کر لے کہ پھر کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا کہ زبانی استغفار جس کو دل میں دخل نہ ہو بہت مفید نہیں ہوتا۔

کسی نامحرم پر نظر ڈالی ہے تو نظر بالکل بند رکھ کر نفس کو عقوبت دی جائے۔

تفکر اور اس کا طریقہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **تفکر ساعةٍ خیر من عبادة سنة .**

تفکر دراصل کسی علم کی طلب اور وہ علم اللہ پاک کے افعال اور مصنوعات کے متعلق چاہئے کیونکہ ایسے علم کے تفکر سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور عبودیت کا جوہر چمک اٹھتا ہے عجائبات عالم یا اپنی ذات کے متعلق تفکر کرنا بھی ایسے علم میں داخل ہے۔

کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے نہ کسی سے زیادہ ڈرے۔

اللہ کو اور مخلوق کے ناچیز محض ہونے کو خوب سوچا اور یاد کیا کرے اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھچنا اور اس کے کلام اور اس کی حمد وثناء کو سن کر اور اس کے کمالات اور انعامات کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔

سچی نیت

جیسے کسی کے پیٹ میں گرانی ہے اس نے کہالاؤ روزہ رکھ لیں اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا یا نماز کے وقت اس نیت سے تازہ وضو کر لیا وضو بھی تازہ ہو جائے اور ہاتھ پاؤں میں ٹھنڈک ہو جائے یہ سب باتیں بھی نیت کے خلاف ہیں۔

یہ سوچ لو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ سناؤ کیسا پڑھتے ہو اور یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ خود سن رہا ہے، اور یوں خیال کرو کہ جب آدمی کے کہنے سے بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جو پڑھتے ہیں اس کو تو خوب ہی سنبھال سنبھال کر پڑھنا چاہئے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ورتل القران ترتیلاً (یعنی قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر سنوار کر پڑھا کرو)

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

اتنی بات یاد رکھو کہ نماز میں کوئی کام اور کوئی پڑھنا بے ارادہ نہ ہو بلکہ ہر بات ارادے اور خیال سے ہو، مثلاً اللہ اکبر کہہ کر جب کھڑا ہو تو یوں سوچے کہ میں اب سبحانک اللھم پڑھ رہا ہوں پھر سوچے کہ اب وبحمدک کہہ رہا ہوں پھر دھیان کرے کہ اب تبارک اسمک منہ سے نکل رہا ہے اسی طرح ہر لفظ پر الگ الگ دھیان اور ارادہ کرے پھر الحمد اور سورۃ رکوع اور سجدے اور ان کی تسبیحوں میں غرض یہ کہ ساری نمازوں میں یہی طریقہ رکھے۔

وسوسہ اور اس کا علاج

نفس کی کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا وسوسہ کہلاتا ہے خواہ وہ بات کفر کی ہو یا گناہ کی، اور اچھی فکر کو الہام کہتے ہیں۔

جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس میں نہ اس کے اسباب میں غور کرے کیونکہ اس طرح وسوسہ زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال لگائے اس سے وہ برا خیال خود بخود دور ہو جائے گا۔

اگر خطرات اور وسوسوں سے پریشان ہو کر دل کی کمزوری یا خفقان یا جسم کی کمزوری یا کسی اور جسمانی بیماری کی نوبت آ گئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ دل کی طاقت اور فرحت دینے والی دوائیں اور غذائیں اور دوسرے امراض کے لئے دواؤں کا استعمال کیا جانا بھی ضروری ہے۔

شیخ کو یاد رکھنا:

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے روایت کیا اسکو بخاری ومسلم مشکوٰۃ۔

مرید اپنے شیخ کی خدمت میں اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے اور شیخ کی محبت کو خدائے تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے باقی رکھے اپنے شیخ کے لئے لکھتے ہیں۔

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ
تن مورا من پیو کا دونوں ایک ہی انگ

بدوں محبت رسولؐ کے مومن کامل نہیں بن سکتا:

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البتہ آپ مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے عزیز ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تو مومن کامل نہیں ہوگا جب تک کہ میں تجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں پس حضرت کی توجہ کی برکت سے اس وقت ان کے دل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی ایسی تاثیر ہوئی کہ حضرت عمر نے کہا قسم ہے اللہ پاک کی اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تو پورا مومن ہے۔ البخاری۔

تصوف کی بعض اصلاحات

توجہ وتصرف کی اقسام انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آئے اور اس عطر کی خوشبو، اہل مجلس

کے دماغوں کو معطر کردے پس اس قسم کا اثر ضعیف ہے اور صحبت کے باقی رہنے تک باقی رہتا ہے اور پھر کچھ بھی نہیں۔

القائی:

القائی جیسے کوئی شخص بتی اور تیل ایک برتن میں ڈال کر لایا اور دوسرے کے پاس آگ تھی، اس نے روشن کر دیا بس چراغ تیار ہو گیا یہ تاثیر البتہ کچھ طاقت رکھتی ہے کہ صحبت کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے۔

اصلاحی:

اصلاحی اور وہ اس طرح کے جیسے پانی کو دریا سے یا کنویں سے لا کر کسی حوض میں جمع کر دیں حوض کے راستے کو بالکل صاف کر دیں اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی خوب صاف کر دیں اور پانی کو چھوڑ دیں پہلی تاثیروں سے بہت طاقتور ہے۔

تاثیر اتحادی:

تاثیر اتحادی وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی کمال والی روح کو طالب کی روح سے پوری قوت کے ساتھ ملا دے تا کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے۔

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء وحی کے وقت سینے سے چمٹا کر دبانے سے تاثیر اتحادی تھی۔

وما للتراب ورب الارباب
چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

موسیٰ علیہ السلام کا خدائے تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بے ہوش ہو جانا کمال جذبہ و وجد کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ بندہ کے گمان کے مطابق معاملہ کرتے ہیں

فضیلت ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں جو معصوم اور بے گناہ ہیں اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ تا ہوں۔

ذکر کے فضائل:

ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے نجات دینے والا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں گذرو تو خوب میوے کھاؤ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست و صالے دارد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

آپ فرماتے تھے ہر چیز کا صیقل صفائی ہے اور دلوں کا صیقل صفائی ذکر الٰہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بے شک ان دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح کہ لوہے کو جب کہ اس کو پانی پہنچ جاتا ہے زنگ لگ جاتا ہے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جلا کس چیز سے ہوتی ہے فرمایا موت کی بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے۔

حضرت انسؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو

آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں میں بدل دی گئیں ذکر کی برکت سے برائیاں بھی نیکیوں میں بدل جاتی ہیں۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے اس پر ایسا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص خواب گاہ میں لیٹے اور اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس ونقصان ہوگا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم کسی مجلس میں نہیں بیٹھتی کہ نہ اس میں اللہ کا ذکر کیا ہو اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہو مگر وہ مجلس ان پر افسوس ہوگی پھر اگر خدا چاہے ان کو عذاب کرے اور اگر چاہے ان کو بخش دے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی ایسی مجلس میں کھڑے ہوں جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو وہ گویا ایک گدھے کی لاش پر سے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ امر ان کے لئے موجب ندامت ہوگا۔

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی لمحہ کے جو ان سے بغیر ذکر اللہ کے گذری ہوگی۔

ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر کلام وبال ہے اس پر مگر نیکی کا امر کرنا یا برائی سے منع کرنا یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل شانہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں ان دونوں کے درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ذکر جس کو حفظہ حفاظت کرنے والا فرشتے نہیں سنتے یعنی ذکر خفی اس ذکر پر جس کو حفظہ سنتے ہیں ذکر جلی پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جماعت ذکر الٰہی میں مشغول نہیں ہوتی مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر تفاخر کے طور پر کرتا ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی یاد آ جائے۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی اس نے حقیقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد کیا اگر چہ اس کی نمازیں اور روزے اور تلاوت قرآن کم ہوں یعنی اگر چہ نفلی عبادات کم ہوں اور جس نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تو اس نے حقیقت میں خدائے تعالیٰ کو یاد نہیں کیا اگر چہ اس کی نمازیں اور روزے تلاوت قرآن زیادہ ہوں۔

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ کا ذکر ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر نعمت کرتا ہے اور جب تو مجھ کو بھول جاتا ہے تو میری نعمت کا کفران کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے گا یعنی میرے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی میں اس کو مانگنے والوں سے افضل وبہتر دوں گا۔

فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ زمین میں دنیا

ایسی ہو جائے گی کہ اس میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا اور ایک روایت ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہے گا اس پر قیامت نہیں آئے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ **لا الٰہ الا اللہ** کہنے والوں کو میرے پاس لاؤ کہ ان کو دوست رکھتا ہوں نیز فرمایا **لا الٰہ الا اللہ** اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا میں نے دریافت کیا کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب دیا گیا نہیں میں نے دریافت کیا کیا یہ کوئی نبی ہے جواب دیا گیا نہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا وہ شخص ہے جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور جس نے والدین کو برا بھلا نہیں کہا۔ (مقامات فضلیہ سے اقتباسات ختم شد)

شہنشاہ ظفر

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی
نہ دیا منزل عقبی کا مجھے راستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کے یہ ہرزہ سرائی
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم من بجزآں کہ تو آں رہ بنمائی
نہ پھروں عہد سے جب تک کہ میرے دم میں رہے دم
رہوں پیمان محبت پہ ترے میں یوں ہی محکم
طلب وصل تری دل سے مرے ہو نہ کبھی کم
ہمہ درگاہ تو جریم ہمہ درگاہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بہ توحید سزائی
نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری
جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی
ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ راغیب تو دانی
نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن
نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون
نہ تجھے چاہئے ماویٰ نہ تجھے چاہئے مسکن
برتراز خوردن و خفتن بری از تہمت مردن
بری ازبیم وامیدی بری از رنج وبلائی
نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری
غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہے گی یہ اسیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری وحقیری
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزا وار خدائی
دم تقریر ہے گونگی دم تحریر ہے لونجی
مری گو نوک زبان گنج معانی کی ہے کنجی
نتواں وصف تو گفتن کہ تو دروصف نہ گنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی
نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی
ظفر اس وقت میں خاموش ہوں کیا غنچہ کی مانند

کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زبان بند
لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر آزائش دوزخ بودش زود رہائی

نعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشی مسکین پوریؒ

یا محمدؐ مصطفیٰ قربان تیرے نام پر
پاک سچا دین تیرا، ہوں فدا اسلام پر
بہت شیریں و لذیذ و پاک تیرا نام ہے
جو ادب سے نام لیوے لائق انعام ہے
کوئی پیدا نہ ہوا تجھ سا نہ ہووے گا کبھی
جو نبی پیدا ہوئے خادم ہوئے تیرے سبھی
تو ہے محبوب خدا رب چاہتا ہے تیری رضا
نفس و شیطان سے بچالو، ہے یہ میری دعا
بہت ہی مظلوم عاجز غرق ہے تقصیر میں
جاویگا ملک عرب میں ہے اگر تقدیر میں
کشش اپنی دو زیادہ ومبدم پاوے کمال
پاس بلواؤ، دکھاؤ یا رسول اللہؐ جمال
کب ہووے مقبول دل کی اس جناب پاک میں
آرزو دیدار کی آگے نہ جاؤں خاک میں
عربی و مکی و مدنی نازنین کبریا
وطن تیرا پاک دیکھوں خوب عیداں جا کروں
جب تلک روضہ نہ دیکھوں آگے ہرگز نہ مروں
یہ قریشی خاک تیرے قدموں کی ہے شوق مند
جا کے تیرے قدموں میں پاوے وہاں قدر بلند

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

عزیزو! دوستو! یارو یہ دنیا دار فانی ہے
دل اپنا مت لگاؤ تم نے لحد میں جگہ بنانی ہے
تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری تیری کیسی جوانی ہے
گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ
کہاں ہیں باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے
نہ کر بل اپنی دولت پر نہ طاقت پر نہ حشمت پر
کہ اس دنیا کی ہر اک چیز تجھ کو چھوڑ جانی ہے
خدا یاد آئے جس کو دیکھ کر وہ پیر کامل ہے
سوا مرشد کے دنیا کی محبت کس مثانی ہے
کجائی یا رسول اللہؐ . کجائی
چرا در دیدہ ام تارم نیائی
منم مشتاق باصد آرزو ہا
چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بہ بویت زندہ ام ہر جا کہ ہستم
بہ رویت آرزو مندم کجائی

سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

کس زبان سے میں کروں نعت مصطفیٰ
میری گویائی ہے عاجز اور تخیل نارسا
آپکے مدحت سرا توریت و انجیل و زبور
آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان فرقان نور
ذرہ ذرہ آپؐ کی ختم رسالت پر شہید
قطرہ قطرہ آپؐ کے دست سخاوت کی چکید

میں تو اپنے پاؤں کا کانٹا نکالنے میں لگا رہا کہ اتنے میں قافلہ نظر ہی سے غائب ہوگیا میری ایک لحظہ کی غفلت نے پورے ایک برس کا راستہ مجھ سے دور کر دیا وہ گروہ جوحق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور کی تجلیات میں مستغرق ہے اس کا کہنا ہے کہ جس طرح عام لوگوں کو گناہوں سے بچنا واجب ہے اسی طرح خواص کو غفلت سے ڈرنا لازم ہے۔

باب ۱۰

معارفِ مجدّدیہ

اس باب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات اور اس کے بعد آپ کے ارشادات وملفوظات جو کہ آپ کی مکاتیب سے منتخب کئے گئے ہیں انہیں عنوانات سے مزین کر کے پیش کیا گیا ہے' حضرت مجدد صاحبؒ کی شخصیت علم وتصوف کی جامع ہے آپ نے بہت سارے ان نظری مسائل میں محاکمہ کیا ہے کہ جن میں ایک مدت سے اہل علم اور اہل تصوف میں اختلاف چلا آ رہا تھا۔ جو بھی آدمی غور وتدبر سے ان علمی جواہر پاروں کا مطالعہ کرے گا۔ وہ اپنے اندر ضرور روشنی پائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

نسب شریف:

امام الاعادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے آپ صاحبزادے ہیں شیخ عبد الاحد کے اور وہ فرزند تھے شیخ زین العابدین کے (یعنی زین العابدین) بن شیخ عبد الحی بن شیخ محمد بن، شیخ حبیب اللہ بن، امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحٰق بن شیخ عبد اللہ بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین المعروف فرح شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمد بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ واعظ (اصغر) بن شیخ عبد اللہ واعظ (اکبر) بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبد اللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

شجرہ منظوم

رسید فیض بہ صدیق؄ ز احمد مختار
ازو رسید بہ سلمان؄ مخزن اسرار
از وبہ قاسم و جعفر ابو یزید ازو
بہ بوالحسن وازو بو علی سر ابرار
از وست یوسف وز وغجد وانی و عارف
ز فغنوی ست بہ رامیتنی گوہر بار
از وست حضرت بابا پس از ست امیر کلال
بہاء ملت ودیں نقشبند فخر کبار
عقیب ایں ہمہ یعقوب چرخی است دگر
از وبہ خواجہ عبید اللہ واقف اسرار
از دست زاہد و درویش خواجہ املنکی
از وبہ خواجہ باقی ست معدن انوار
از وماما زماں قطب وقت شیخ احمد
کہ ہست بانی ایں راہ منبع اسرار

آپ نے قلم اٹھایا اور بے نقط عبارت میں (قلم برداشتہ) ایسی عبارت لکھ دی جو شرح وبسط، وشانِ نزول وغیرہ پر حاوی تھی کہ عقلاء و علماء کی عقل حیرت کرتی ہے چنانچہ ابوالفیض (فیضی) اور سبھی علماء حیران رہ گئے اور آپ کی علمیت کے معترف ہوئے پھر تو اس تفسیر کا اکثر حصہ آپ ہی کی معاونت سے انجام پذیر ہوا۔

آپ کا طریقہ بالکل صحابہ کرام؄ کے طریقے کے مطابق تھا اور آپ کا لباس بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار؄ کے لباس کی طرح تھا یعنی سر پر عمامہ، مسواک گوشہ دستار سے بندھی ہوئی، عمامہ کا کنارہ دونوں کندھوں کے بیچ میں پڑا ہوا، قمیض کا گریبان دونوں کندھوں کی طرف کھلا ہوا پاجامہ ٹخنوں سے اوپر بلکہ پنڈلی کے وسط تک، پاؤں میں جوتی اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا۔ کندھے پر سجادہ ہوتا تھا اور پیشانی پر کثرت سجود کے نشانات، پیشانی اور رخساروں پر باطنی نورانیت کے انوار رہتے تھے۔ پوری رات آپ نماز میں یا مراقبہ میں بسر کرتے تھے اور دن میں صبح کی، ظہر کی اور عصر کی نمازوں کے بعد حلقہ ذکر کراتے تھے جس میں استغراق رہتا تھا، نماز اشراق اور چاشت بھی ادا فرماتے تھے اور رات دن وضو، نماز، مراقبہ یا تلاوت میں مصروف رہتے تھے، نماز کے وقت جگہ اور لباس کی پاکیزگی اور صفائی کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے، گویا یہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ لا یدری اولھم خیر او اخرھم (نہیں معلوم کہ میری امت کا اول بہتر ہے یا آخر) آپ اور آپ کے احباب واصحاب کے متعلق ہوگی۔

نمبر۱: علامہ سیوطی نے کتاب جمع الجوامع میں ایک حدیث لکھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے ایک کثیر تعداد جنت میں داخل ہوگی۔'' یہ حدیث

گویا کہ حضرت مجدد کے متعلق اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ ہی علماء اور صوفیہ کے درمیان صلہ تھے۔

آپ کے معمولات

حضرت مجدد قدس سرہ کا معمول موسم گرما و سرما اور سفر و حضر میں یہ تھا کہ نصف شب کے بعد بیدار ہو جاتے تھے اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے تھے اس کے بعد استنجا کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے پہلے بایاں قدم رکھتے پھر دایاں رکھتے اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے۔ پھر وہاں بیٹھتے اور بائیں پیر پر زور دے کر بیٹھتے۔ اس کے بعد طاق عدد ڈھیلے استعمال فرماتے پھر پانی سے طہارت فرماتے اس کے بعد آپ وضو کے لئے جاتے اور قبلہ رو بیٹھتے اور وضو میں کسی کی مدد نہ لیتے۔ بائیں ہاتھ میں آفتابہ لیتے اور پہلے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر ڈالتے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ ملا کر دھوتے اور ہاتھ کی انگلیوں میں ہتھیلی کی طرف سے خلال فرماتے اور کلی کے وقت مسواک استعمال فرماتے تین بار داہنی جانب، تین بار بائیں جانب، اور تین بار زبان پر پھراتے اور اگر اس سے زیادہ کرتے تو طاق عدد کی رعایت ضرور رکھتے۔ اور ابتدا داہنی جانب کے اوپر کے دانتوں سے کرتے پھر اسی طرف کے نیچے کے دانتوں پر پھیرتے۔ اس کے بعد بائیں جانب کے اوپر کے دانتوں پر پھیرتے پھر اس طرف کے نیچے کے دانتوں پر پھیرتے۔ اور ہر وضو میں لازمی طور پر مسواک استعمال فرماتے اور فراغت کے بعد مسواک کو کاتب قلم کی طرح کبھی کان کے اوپر لگا دیتے اور کبھی خادم کے سپرد کر دیتے۔ اور آپ کے اصحاب مسواک کو پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتے اور کلی کا پانی آپ دور پھینکتے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں نیا پانی لیتے۔ پھر چہرہ مبارک پر کمال آہستگی اور نرمی سے پانی پیشانی کے اوپر سے گراتے اور سیدھے ہاتھ کو سیدھی طرف کے رخسار پر کسی قدر پہلے اور بائیں ہاتھ کو بائیں رخسار پر کسی قدر بعد پھیرتے تھے تا کہ داہنے ہاتھ سے ابتداء ہو سکے اور چہرہ مبارک کو دھوتے وقت اپنی دستار کو ٹیڑھا رکھتے تا کہ سر کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور وہاں سے دھویا جائے اور آپ چہرہ مبارک پر پانی اس طرح ڈالتے کہ کپڑا یا بدن پر ایک قطرہ بھی نہ گرنے پاتا اور ہر مرتبہ پانی ٹپکنا بند ہونے تک چہرے پر ہاتھ پھیرتے تا کہ کوئی قطرہ نہ رہ جائے جو کپڑے پر ٹپکے۔ اس کے بعد سیدھا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ مکرر ہاتھ کہنی پر پھیرتے تا کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے اسی طرح بائیں ہاتھ کو کرتے۔ اور پانی کو انگلیوں کی طرف سے ڈالتے اور وہ پانی جو مسح کے لئے سیدھے ہاتھ میں لیتے اس کو بائیں ہاتھ تک پہنچا کر دور ڈال دیتے اور تمام سر کا مسح شروع سر سے پیچھے تک کرتے اور وسط سر پر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے باطن سے مسح کرتے اور سر کے کناروں میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کرتے اور ان کو پیچھے سے آگے تک واپس لاتے اس کے بعد اسی پانی سے کانوں کے اندر کا مسح سبابہ سے اور کانوں کے باہر کا مسح انگوٹھہ کے باطن سے کرتے پھر ہتھیلی کی پشت سے گردن کا مسح کرتے اور داہنے اور بائیں پاؤں کو تین تین مرتبہ دھوتے ٹخنوں اور پنڈلیوں کے کچھ حصے کے ساتھ اور ہر مرتبہ ہاتھ کو ان پر اتنا پھیرتے کہ وہ خشک ہونے کے قریب ہو جاتے اور ادعیہ مسنونہ جو اعضا کے دھونے کے وقت مروی ہیں ہمیشہ تلاوت فرماتے اور وضو سے فراغت کے بعد بھی مسنون دعائیں پڑھتے اور وضو کے اعضا کو کپڑے سے نہ پونچھتے۔ اس کے بعد لطیف اور نفیس کپڑے زیب تن فرماتے اور پورے تجمل اور وقار کے ساتھ نماز کے لئے تیار ہوتے۔ اور پہلے دو رکعت مختصر پڑھتے۔ پھر تہجد کی نماز کو طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے غالباً دو تین جز قرآن کے پڑھتے۔ کبھی محویت کے عالم میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت ہوتی تھی جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہو رہی ہے تو دوسری رکعت مختصراً فرماتے اور سلام پھیر دیتے۔ اور اکثر اوقات بارہ رکعتیں کم وبیش بلحاظ وقت ادا فرماتے اور ہر دوگانہ کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ مراقبہ اور استغراق میں مشغول ہوتے اور فراغت کے بعد ایک سو مرتبہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود شریف پڑھتے اور صبح تک مراقبہ فرماتے یا کلمہ طیبہ میں مشغول ہوتے اور صبح سے پہلے سنت مبارکہ کے مطابق تھوڑی

دیر کے لئے خواب فرماتے تاکہ تہجد دو نیندوں کے درمیان واقع ہو جائے اور صبح سے قبل بیدار ہو کر تازہ وضو فرماتے اور گھر میں سنت ادا فرماتے۔ اور معاً اٹھ کر مسجد کی طرف متوجہ ہوتے۔ (آخر زمانے میں اس طرح پہلو پر دراز ہونا ترک فرما دیا تھا فجر کے فرض کو مسجد میں جماعت کثیر کے ساتھ اول روشنی اور تاریکی کے آخر میں ادا فرماتے تھے اور امامت خود فرماتے تھے۔ اور طویل سورتیں (طوال مفصل) پڑھا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد بعض مسنون دعائیں پڑھتے تھے اور بجانب جماعت داہنی یا بائیں طرف مڑ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تھے اور دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لیتے تھے۔ پھر اپنے احباب کے ساتھ حلقہ ذکر بنا کر بیٹھتے اور شغل باطنی میں مصروف رہتے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ برابر اونچا ہو جاتا۔ حلقے کے ضمن میں کبھی حافظ سے بھی قرآن سنتے تھے۔ نماز اشراق طویل قرأت کے ساتھ دو رکعت اور خفیف کے ساتھ دو رکعت ادا فرماتے تھے اس سے فراغت کے بعد دعائے استخارہ اور تمہ ادعیہ موقنہ پڑھتے تھے پھر اندر جاتے اور مقتضائے حال کے مطابق کبھی تلاوت قرآن مجید اور کبھی ختم کلمہ طیبہ میں مشغول ہو جاتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ طالبوں کو الگ الگ طلب فرما کر ہر ایک سے اس کے باطنی احوال دریافت فرما کر اس کے مطابق ہدایت فرماتے تھے اور اکثر ایسا ہوتا کہ ان کے باطنی احوال کا موجودہ اور آئندہ بیان فرماتے تھے۔ پھر مقامات و کیفیات اور واردات کے اسماء سے آگاہ فرماتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ زیادہ قریبی اصحاب کو طلب کر کے خاص اسرار اور خود اپنے مکشوفات کے معارف بیان فرماتے تھے (لیکن اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ) ایسے اسرار کے چھپانے میں پوری طرح کوشش فرماتے تھے لیکن معارف کے بیان کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اپنا القا اور اپنے حال کا اعطاء بیان کر رہے ہیں۔ معارف علیہ سنتے تو آپ کی توجہ سے اسی وقت خود کو اس معرفت سے متصف پاتے اور اکثر آپ کی صحبت خاموشی سے ہوتی تھی اور احباب کو رعب اور خوف کی وجہ سے دم مارنے کی جرات نہ ہوتی تھی تو اردو تکاثر مختلفہ کے باوجود جوش و خروش اور نعرہ و فریاد آپ سے کبھی دیکھے نہ گئے مگر اتفاق سے اور بعض اوقات آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے اور کبھی حقائق بیان کرتے وقت رخساروں کا رنگ متغیر دیکھا گیا۔

چاشت کی نماز:

چاشت کی آٹھ رکعتیں اور کبھی چار رکعتیں بھی پڑھ لیتے پھر کھانا کھاتے اکثر وقت کھانا تقسیم کرنے میں گزر جاتا اور اس اثناء میں کبھی تین انگلیوں سے کوئی نوالہ لے لیتے اور کبھی طبق پر ہاتھ پہنچا کر منہ پر رکھ لیتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کو کھانے کی حاجت نہیں ہے محض اس لئے کچھ کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے آپ سنت کے مطابق بیٹھتے یعنی کبھی دو زانو اٹھا لیتے اور کبھی داہنا پاؤں بائیں پاؤں پر اور داہنے زانو کو بائیں زانو پر رکھتے۔ پھر کھانے سے فراغت پر اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے کھانے کے بعد فاتحہ پڑھنا آپ سے نہیں دیکھا گیا۔

مؤذن کے لفظ اللہ اکبر کے ساتھ ہی آپ بے اختیاری عجلت قوت کے ساتھ زمین پر آجاتے اذان سنتے وقت اس کے ہر کلمہ کا اعادہ فرماتے مگر حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے۔ اذان سننے کے بعد دعا پڑھتے اور وضو فرماتے اور نفیس لباس پہن کر مسجد میں تشریف لاتے اور پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے اس کے بعد چار رکعت سنت زوال طویل قرأت کے ساتھ ادا فرماتے پھر چار رکعت سنت موکدہ ظہر کی ادا فرماتے پھر جب مکبر اقامت کہتا تو آپ خود امامت فرماتے اور قرأت طویل سورتوں کی فرماتے اور فرض پڑھنے کے بعد صرف اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام پڑھ کر کھڑے ہو جاتے اور دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ کی پڑھتے۔ اس کے بعد چار رکعت جو سنت زوائد کی ہیں پڑھتے پھر سب کی طرف رخ کر کے بیٹھ جاتے اور اصحاب حلقہ بنا لیتے اور حافظ قرآن کی تلاوت کرتا اور احباب پر توجہ دیتے اور مراقبہ فرماتے۔ فراغت کے بعد ایک دو سبق کا درس دیتے اتنے میں عصر کا وقت دو مثل اور سایہ اصلی کے گزر جانے کے

بعد عصر کے اول وقت میں آپ مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت پھر امامت فرماتے پھر بھی جماعت کی طرف رخ کر کے بیٹھتے حلقہ کرتے مغرب کی نماز اول وقت میں ادا فرماتے فرض کے بعد دو رکعت سنت موکدہ پھر چھ رکعتیں تین سلام اور طویل قرأت کے ساتھ ادا فرماتے اور اس اوابین کی نماز میں سورۃ واقعہ اور سورۃ اخلاص مکرراً نماز عشاء کے لئے افق کی سفیدی دور ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لاتے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے پھر چار رکعت سنت ادا فرماتے۔ اس کے بعد چار فرض ادا فرما کر صرف دعاء اللھم انت السلام پڑھتے اور کھڑے ہو جاتے اور دو رکعت سنت موکدہ ادا کر کے چار رکعت مستحب ادا فرماتے تسبیحات اور ماثورہ دعائیں پڑھ کر سائبان میں لیٹ جاتے اس طرح کہ روئے مبارک قبلہ کی طرف اور سیدھا ہاتھ سیدھے رخسار کے نیچے ہوتا تھا۔

نیند کی حالت:

النوم اخ الموت حالت جو موت کے وقت ظاہر ہوتی ہے نیند کی حالت سے بہتر ہے اور وہ حالت جو قبر میں ظاہر ہوتی ہے وہ موت کی حالت سے بہتر ہے اور وہ حالت جو برزخ کبریٰ میں ظاہر ہوتی ہے ان تمام حالات سے بہتر ہے اور وہ حالت جو بہشت میں ظاہر ہوگی وہ ان سب سے بلند و بالا ہوگی۔

عید الاضحیٰ پر معمول:

اور عید اضحیٰ کے دن آپ راستے میں تکبیر بالجہر پڑھتے تھے۔ اور ذی الحجہ کے عشرہ میں خلوت اور خضوع، انقطاع روزہ اور قیام شب اختیار فرماتے تھے اور حجاج کی طرح اس عرصے میں بال اور ناخن نہیں کٹواتے تھے۔

آپ سورج گرہن اور چاند گرہن کی نمازیں بھی پڑھتے تھے اور نماز تراویح بیس رکعت سفر اور حضر میں پوری جماعت کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور ماہ رمضان میں تین قرآن پاک ختم کرتے تھے اور ہر چار رکعت تراویح کے بعد تین مرتبہ سبحان ذی الملک والملکوت پڑھتے تھے قرآن پاک اس طرح پڑھتے تھے کہ گویا الفاظ کے ضمن میں معنی ادا فرما رہے ہیں۔

فرمایا کہ اسرار قرآنی کے سمندر میں شناوری مجھے موقع نہیں دیتی کہ میں آنکھ بند کر سکوں۔ آپ سفر میں منزل تک پہنچنے میں بھی تلاوت فرماتے رہتے تھے اور جب آیت سجدہ آتی تو فوراً گھوڑے سے اتر کر زمین میں سجدہ کرتے۔ انفرادی نماز میں رکوع اور سجدے میں تسبیحات پانچ سے سات تک بلکہ نو یا گیارہ مرتبہ تک پڑھتے۔

امراض باطنی کے دفعیہ کا اہتمام:

امراض کے دفعیہ کے لئے آپ باطنی توجہ فرماتے تھے جس کے آثار بھی ظاہر ہوتے تھے آپ زیارت قبور کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور استغفار اور مسنون دعائیں پڑھ کر ان کی مدد فرماتے تھے اور باطنی توجہ بھی فرماتے تھے تاکہ ان کا عذاب دور ہو اور ان کے درجات بلند ہوں۔

(فرماتے تھے) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کی برکت سے دنوں کی نحوست ختم ہو چکی ہے۔

اسی طرح منزل پر پہنچتے نکلنے کی بھی مسنون دعائیں اور کپڑا پہننے، پانی پینے، کھانا کھانے، چاند اور آئینہ دیکھنے کی دعائیں پڑھتے تھے۔

زکوٰۃ کی جب کوئی آمدنی آتی فوراً حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر دیتے تھے۔

حج کے مشتاق رہتے تھے۔ آپ کے عزیزوں کو ظالم حاکموں سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں۔

لباس:

آپ کا لباس یہ تھا کہ قمیض کے دونوں کاندھوں میں گریبان ہوتا تھا اور اس کے اوپر عبا پہنتے تھے۔ مگر گرمی میں صرف پیرہن پر اکتفا فرماتے تھے اور دستار باندھنے میں سر پر اسے پیچ دیتے تھے جیسا کہ سنت ہے اور شملہ کو دونوں کاندھوں کے درمیان اپنی پشت پر لٹکاتے تھے لیکن استنجا اور پیشاب کے وقت نہیں اور آپ کمر بند بھی باندھتے تھے اور دونوں ٹخنوں سے اوپر پاجامہ رکھتے تھے۔ جمعہ اور عیدین میں زیادہ اچھا لباس پہنتے تھے تو پہلے والا لباس کسی کو دیدیتے تھے۔ آپ کی خدمت میں لوگ علماء عرفاء، مشائخ، حفاظ، اشراف وسادات میں سے

ہوتے تھے جن کو آپ کے لنگر سے کھانا ملتا تھا۔

مکاشفات

آپ اپنے والد ماجد کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ الہام ہوا کہ تمہارے آنے سے قیامت تک کے لئے اس مقبرے والوں سے ہم نے عذاب اٹھالیا۔

صبح کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے اور استغراق توجہ اور مراقبے میں تھے کہ یکا یک شاہ سکندر تشریف لے آئے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا خرقہ مبارکہ آپ کے کندھے پر ڈال دیا۔ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کو دیکھا کہ مراقبہ میں اپنے خلفائے سلسلہ (تا شاہ کمال) کے ساتھ تشریف لے آئے اور میرے معاملہ میں تصرف فرمایا۔ اسی خواب میں فرمایا مجھے خیال آیا کہ تم تو اکابر نقشبندیہ کے تربیت یافتہ ہو، ایسی صورت اب کیوں پیدا ہوئی ہے؟۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے دیکھا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے لے کر حضرت خواجہ باقی باللہ (قدس اللہ اسرارہم) تک سب کے سب تشریف لے آئے اور حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ تو حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے پہلو میں بیٹھ گئے بیٹھنے کے بعد اکابر نقشبندیہ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے تربیت یافتہ ہیں۔

ذکر و یاد الٰہی:

آپ نے فرمایا کہ ہزار دانے کی تسبیح تیار کریں کلمہ طیبہ کا ذکر زبان سے لیکن دل کی موافقت کے ساتھ کیا کرتے تھے اور جمعہ والی راتوں میں حلقہ میں یہ تسبیح حاضر کی جاتی تھی اور اجتماعی طور پر ایک ہزار بار درود شریف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھی جاتی تھی آپ فرماتے تھے کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے اس مقام میں اتری ہے جس طرح کہ کوئی قافلہ کسی جگہ اترتا ہے پھر آپ نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا لیٹنے کی ابتداء داہنے پہلو سے کی۔ سنت کے ادا کرتے ہی مجھ پر انوار کا ظہور ہونے لگا اور آواز آئی کہ تمہاری اس قدر سنت کی رعایت کی وجہ سے آخرت میں تم پر کسی طرح کا کوئی عذاب نہ ہوگا اور تمہارا خادم جو اس وقت تمہارے پیر مل رہا تھا وہ بھی بخشا گیا۔ (بارگاہ الٰہی میں) متوجہ ہوا بہت کچھ توجہ اور الحاح وزاری کے بعد میں نے دیکھا کہ بہت بڑا پرندہ میرے سینے سے باہر نکلا اور اڑ کر چلا گیا پھر متوجہ ہوا کہ یہ کیا تھا؟ آواز آئی کہ یہ خناس تھا جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

(مکاشفہ) آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں صبح کے حلقے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکا یک ایک قسم کی فنائے خاص ظاہر ہوئی اور میرے یقین کو لے اڑی۔ اور یہ دید ایک عرصے تک قائم رہی اسی روز نماز عصر کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ اپنے تمام شاگردوں اور اپنے طریق کے تمام مجتہدوں اور بعض استادوں مثلاً ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے ساتھ میرے گرد جمع ہیں اور مجھے گھیر لیا ہے۔

مکاشفہ:

آپ فرماتے تھے کہ جو شخص بھی ہمارے طریقے میں داخل ہوا اور داخل ہوگا قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ مردوں میں سے یا عورتوں میں سے وہ سب میری نظر میں لائے گئے اور ان کا نام، نسب مولد اور مسکن بھی مجھے بتایا گیا۔ اگر چاہوں تو سب کو بیان کر سکتا ہوں۔ (ان شاء اللہ)

استغراق:

ایک دن صبح کے حلقے میں آپ مراقب تھے اور آپ پر اپنے اعمال کی خامی کا تصور غالب تھا اور انکسار وتضرع کا غلبہ تھا حدیث من تواضع للہ رفعہ اللہ (جو خدا کے لئے تواضع کرتا ہے خدا اسے بلند کرتا ہے) بشارت کے اظہار کا حکم بھی دیا گیا۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی برکت اور عظمت اس کے کمال کے درجات کے مطابق حاصل ہوتی ہے یعنی جس قدر اس کا قائل عظیم ہوگا اس کی برکت اور عظمت بھی زیادہ ہوگی۔

انسان ایک گوشے میں بیٹھ کر اس کلمہ طیبہ کی تکرار کی لذت حاصل کرتا رہے لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں۔

آپ نے فرمایا کہ ماہ رمضان میں دن کے وقت استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تھا تو اس خیال سے کہ پانی استعمال کرنا پڑا تھا تو احتیاط کے طور پر قضا روزے رکھ رہا ہوں۔

(حقیقت یہ ہے کہ) کھانے میں توسط (اور توازن

رکھنا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے جب لذیذ کھانا سامنے رکھا ہوا تو آدھی بھوک تک کھانا اور پھر کھانے سے ہاتھ کھینچ لینا بہتر اور بڑی ریاضت ہے۔

منقّی کی دعا:

حضرت مجدد کو کمزوری لاحق ہوگئی تھی آپ نے دس پندرہ دانے منقی کے طلب فرمائے حضرت نے متوجہ ہوکر مراقبہ فرمایا کہ ان دانوں کا کھانا مفید ہے یا نہیں؟ کچھ دیر کے بعد مراقبے سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ عجیب بات ظاہر ہوئی ہے کہ ان دانوں نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی اور دعا مانگی کہ اے اللہ چونکہ تیرے دوست نے اپنے استعمال کے لئے ہم کو طلب کیا ہے تو ہمارے اندر نفع اور صحت کا اثر پیدا فرمادے دعا منظور فرما لی اور یہ بات محسوس بھی ہوئی۔

ایک مخلص:

مرض قولنج میں زندگی سے مایوس ہوکر پریشان تھا تو حضرت کے ایک مخلص کے توسط سے اس نے عرض کرایا۔ آپ نے فجر کے وقت اس کے حال پر توجہ فرمائی اور صبح کو اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اور اس عزیز کو خوش خبری سناؤ۔ کہ حضرت نے تمہاری صحت کے لئے دعا فرمائی ہے۔ (یہ بات سن کر) وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے اندر بیماری کا مطلق اثر نہ پایا۔

خود پسند درویش:

ایک درویش کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مشائخ کی خلافت نے اسے خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اس کی کیفیت سلب کر لی جائے۔ کیفیت سلب کر دی گئی۔ اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس کا غرور اور خود پسندی دور ہوگئی۔ آپ نے خلوت میں طلب فرما کر معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا۔

خواجہ جمال الدین حسین کہتے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے ذکر کی تلقین فرمائی اور میرے حال پر توجہ فرمائی تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تیرے دل پر کسی عورت کا نقش قدم جما ہوا ہے جیسے مٹی کے اندر پتھر گڑ گیا ہو سچ بتا کہ کیا معاملہ ہے؟ اور جب تک وہ اثر دور نہ ہوگا تو مستفید نہ ہو سکے گا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا دل اپنی پوپھی کی ایک کنیز پر آ گیا ہے اور اس کا شیفتہ ہوگیا ہوں۔ پھر آپ نے توجہ فرمائی اور میرے دل سے اس تعلق کو دور کر دیا اور میرا دل اس کی محبت سے اس قدر سرد ہو گیا کہ گویا کبھی اس کی طرف میرا رجحان ہی نہ تھا۔

وفات کے بعد کی کرامتیں

آپ تبسم فرما رہے ہیں جیسا کہ زندگی میں آپ کا طریقہ مسکرانے کا تھا اور جب تک آپ تختہ غسل پر تھے مسکراتے ہی رہے۔ حاضرین بہت ہی تعجب کر رہے تھے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ

ہر روز وصل چاہوں لیکن ہو نا امیدی
محرومیوں کی شب کی کوئی سحر نہیں ہے

درد مند عاشق کے لئے آرام نہیں اور اسے کسی طرح قرار نہیں ہجر کی آگ سے اس کا سینہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے اور فراق کے کانٹوں سے اس کا جگر ہمیشہ سلا ہوا رہتا ہے جب حبیبوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمیشہ حزن وفکر میں مبتلا رہتے تھے تو دوسروں کا کیا ذکر؟ ظلال و اعتبارات کا آرام، آرام نہیں ہے ذات کو چاہنے والا اس بات سے خوش نہیں ہوتا۔

چلا بھی جاؤں چمن میں جو غم سے گھبرا کر
کوئی بھی سرو مرے دوست کی طرح تو نہیں
کس لئے ہے بال بال آزار میں
توڑ ڈالے آبگینے بے شمار
کس کو ہے سینے میں اتنا اختیار
کس کے دامن سے چلی ہے یہ ہوا
اور دھواں یہ کس کے خرمن سے اٹھا
عشق جانے کس جگہ سے ہے اٹھا

☆☆☆☆

جال پھینکا ایک بت نے زلف کا
کون ہے وہ میں نہیں پہچانتا

مجھے اس مہ کی یاد اب مت دلانا
کہ میں مہوش سے اپنے ہوں یگانہ
رلاتا تھا تو آنسو خشک تھے جب
ہنساتا ہے تو غائب نیند ہے اب

☆☆☆☆

عاشقوں سے عشق کیوں ہوگا عجب
جاننا معشوق کا کب ہے ادب
ہے مبارک عشق! یوں آنا ترا
دل میں آکر بیٹھ، ہے خانہ ترا

☆☆☆☆

جان بطور تحفہ لے اور بیٹھ جا
پٹکا اپنا کھول دے اور بیٹھ جا

☆☆☆☆

میں ادھر گلنار خون چشم سے
اور گلشن میں ہیں تیرے قہقہے
خون آلودہ مرا دامن ادھر
اور خراماں تو گلوں کے فرش پر
میں ادھر پامال خاک رنج پر
رقص اور پازیب کی جھنکار ادھر

میر محمد نعمان (قدس سرہٗ)

میر محمد نعمان حضرت مجدد کے باکمال خلفاء میں سے ہیں۔

چونکہ میر صاحب کو حضرت مجدد کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ عشق و محبت کا امتیاز حاصل تھا اسلئے ان کی شہرت اور مقبولیت نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ربع مسکون میں سورج کی طرح ہوگئی تھی مریدوں کی کثرت اس درجہ تھی کہ بعض دشمنوں نے سلطان وقت جہانگیر تک یہ بات پہنچائی کہ آپ کے ملک کی سرحد میں برہان پور کے شہر میں ایک درویش ہے جو خود کو حضرت میر کہلاتا ہے اور اس کے مرید ایک لاکھ از بکی سوار ہیں اس دغدغہ کے وہم سے کہیں فتنہ اور بغاوت برپا نہ ہو بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کے ایک لاکھ مرید ہیں حضرت کو بات پر ہنسی آگئی۔

مہابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت، یہ درویش پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں رکھتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا اسے ہم چھوڑتے ہیں لیکن وہ برہان پور نہ رہے اور دارالخلافہ اکبرآباد آگرہ کو اپنا وطن بنالے میر صاحب نے یہ بات منظور فرمائی اور اکبرآباد میں توطن اختیار کر کے طالبوں کے رشد و ہدایت میں مصروف ہوگئے۔

شیخ نور محمد پٹنی قدس سرہ

جو حضرت مجدد کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔

میرے سعادت مند بھائی آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں اسی طرح خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غم خواری کئے بغیر چارہ نہیں۔ عارفوں کا قول ہے۔ **التعظیم لا مر الله الشفقة علی خلق الله.**

شیخ حمید بنگالی قدس سرہ

قدیم خلفاء میں سے تھے حضرت مجدد سے ایک جوتی بطور تبرک کے طلب کی حضرت نے دے دی شیخ نے اسے لے کر پھر اس جوتی کو انہوں نے اپنی پگڑی میں باندھ لیا اور سر پر تاج کی طرح رکھے وطن کو گئے۔

اور اپنے منہ میں رکھ کر بصد گریہ وزاری و بے قراری الٹے پاؤں روانہ ہوئے جو لوگ ان کو پہنچانے کے لئے گئے تھے شیخ اسی ہیبت سے جا رہے تھے۔

خلافت نامہ کی نقل یہ ہے

اما بعد الحمد والصلوٰة فیقول العبد المفتقر الی رحمة الله الملک الولی احمد بن الشیخ عبد الاحد الفاروقی النقشبندی رحمهما الله تعالیٰ رحمة واسعة ان الاخ العالم والصدیق الصالح جامع علوم الشریعة والطریقة والحقیقة الشیخ حمید البنگالی وفقه الله سبحانه لما یحبه ویرضاه لما قطع منازل السلوک و عرج معارج الجذبة و وصل الیٰ درجة الولایة بعد ان حصل له الاندراج

النهاية في البداية اجزته لتعليم طريقة المشائخ النقشبندية قدس الله تعالىٰ اسرارهم للطالبين المسترشدين المريدين المخلصين بعد استخاره وحصول الاذن من الله سبحانه المسؤل من الله سبحانه ان يعصمه عمالا يليق ويحفظه عمالا ينبغي والاستقامة على متابعة سيد المرسلين عليه وعليهم الصلوٰة والتسليمات.

موت سے پہلے مرد، ہر دم جیو
ورنہ ہر دم کے لئے موت آئے گی

شیخ بدیع الدین سہانپوری قدس سرہ

آپ حضرت مجدد کے بڑے خلفاء میں سے تھے آپ فرماتے تھے کہ جب میں شاہ جہاں پور پہنچا تو میں اجید روپ جوگی کو دیکھنے گیا صاحب کشف واستدراج تھا بادشاہ اور امراء بھی اس سے عقیدت رکھتے تھے مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگا کہ اے شخص تم اپنے پیر کو جو اس وقت سب سے زیادہ کامل ہیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہو۔ میں نے کہا تم کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا مجھے معلوم مکشوف ہوا ہے کہ اس زمانے میں تمہارے پیر کی طرح کوئی نہیں ہے۔

حاجی خضر خان افغان قدس سرہٗ

آپ حضرت مجدد کے خاص اصحاب قدیم احباب اور مقبول منظور مریدوں میں سے تھے خلفاء اور مجازوں میں سے تھے آپ کا مسکن اور مدفن بہلول پور ہے جو سرہند کے مضافات میں سے ہے ایک دن حضرت مجدد نے شیطان کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے وہ کون ہے جس پر تیرا قابو نہیں چلتا؟ اس نے کہا کہ حاجی خضر میں نے بہت کچھ اس کو قابو کرنے کی جدو جہد کی لیکن وہ میرے دام میں نہیں پھنستے۔

حضرت مجدد کبھی کبھی آپ سے خوش طبعی فرماتے تھے اور مذاق میں آپ کو خضرا کہتے تھے اور آپ حضرت کے دیدار کے عاشق تھے اور حضرت کے ہر لطف وکرم پر اپنی جان چھڑکتے تھے حاجی صاحب بڑی خوش الحانی سے بہت بلند آواز سے اذان دیتے تھے۔

شیخ حسن برکی قدس سرہ

شیخ حسن برکی اس راہ تصوف کے جواں مردوں میں سے تھے صاحب استقامت تھے شریعت وحقیقت کے جامع تھے مقامات عالیہ واردات سنیہ اور علوم لدنیہ والے تھے علوم ظاہری میں کامل تھے۔

شیخ احمد برکی نے سفر آخرت اختیار کیا جب یہ خبر حضرت مجدد تک پہنچی تو آپ نے شیخ احمد کے تعلق والوں کو تحریر فرمایا کہ:

مولانا مرحوم کے اطوار اور اوضاع کو ملحوظ رکھیں اور ذکر ومراقبے کے حلقے میں فتور نہ آنے دیں سب احباب جمع ہو کر بیٹھیں ایک دوسرے میں خود کو گم کر دیں تا کہ صاحب کا اثر پیدا ہو اس فقیر نے اس سے قبل محض اتفاق سے تحریر کیا تھا کہ اگر مولانا کوئی سفر اختیار کریں تو چاہیے کہ وہ اپنی جگہ شیخ حسن کو مقرر کر دیں قسمت سے یہی سفر آخرت مراد ہوا اب بار بار یہی دیکھتا ہوں کہ شیخ حسن ہی اس کام کے لئے ہیں اور یہ بات بعض احباب کو گراں نہ گزرے۔

شیخ عبدالحی سلمہ ربہ

شیخ نور محمد کو شیخ عبدالحی کے ذریعے دستی مکتوب میں اس طرح لکھا تھا کہ شیخ عبدالحی آپ کا ہم شہری ہے اور آپ کے قرب وجوار میں آیا ہے علوم ومعارف غریبہ کا مجموعہ ہے اور اس راہ کی ضروری چیزیں اس کے پاس امانت ہیں اس کی ملاقات دور افتادہ احباب کے لئے بہت غنیمت ہے کیونکہ وہ نیا نیا آیا ہوا ہے۔ اور نئی چیز لایا ہے فنا وبقا کا اور جذب وسلوک کا تعلق رکھتا ہے۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی قدس سرہٗ

کے خاص مقبول ومنظور احباب میں سے تھے۔

عریضہ: بندہ مہجور آوارہ دیار برہان پور محمد ہاشم درگاہ اقطاب پناہ میں عرض پرواز ہے کہ اس آستانہ عالیہ کے خادموں کی توجہ سے صحت وعافیت کے ساتھ شہر مذکور میں پہنچ گئے اور حضرت سیدی ومرشدی میر محمد نعمان سلمہ اللہ کی ملازمت

سے مشرف ہوا۔

اے جان جہاں، آئینہ لے کر تو ذرا دیکھ
کیونکہ ہے مری زندگی زار کی حالت
ہست ناز دلبرم با جان مجنوں آشنا
تار جان من بود با تار قانون آشنا
کنوں چوں ذکر ہندوستاں در افتاد
مراعود جگر در مجمسہ افتاد
کہ آں قندے کہ شیریں ترز جانست
کنوں درخطہ ہندوستان ست

شیخ آدم بنوری قدس سرہ

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور خلفاء میں سے تھے۔

۱۰۵۳ھ میں شیخ ایک مخلص کی التماس پر اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کے ایفاء کے لئے دارالسلطنت لاہور تشریف لے گئے بادشاہ وقت شاہجہان کو خبر ہوئی چونکہ شیخ کے ساتھ افغان وغیرہ کی ایک کثیر جماعت تھی اور اس لئے بعض لوگوں نے بادشاہ کے کان تک ان کی آمد کی اطلاع دوسرے طریقے سے یعنی بدگوئی سے پہنچائی جو بادشاہ کو ناگوار ہوئی شیخ لاہور سے واپس اپنے وطن آکر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوگئے حج ادا کرنے کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں چالیس روز حرم مسجد میں قیام کی اجازت حاصل ہوئی اور وہاں بھی آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی پھر آپ نے وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اے میرے فرزند تم میرے پڑوس میں رہو اس لئے آپ وہیں رہ گئے یہاں تک کہ ماں شوال ۱۰۵۴ میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے روضہ اقدس سے تھوڑے فاصلے پر آپ دفن ہوئے کہ روضہ کا سایہ آپ کی قبر پر پڑتا تھا۔

مولف حضرات القدس، شیخ بدرالدین

صحبت یہ فقیر پندرہ سال کا تھا کہ حضرت مجدد نے مجھے مرید فرمانے کی سعادت سے مشرف فرمایا تھا اور جس وقت آپ نے اس اسم ذات کا ذکر بتایا تو آپ متوجہ و مراقب ہوئے اور بندہ بھی ذکر میں مشغول ہوا اس مجلس میں ہی میرا ذکر جاری ہوگیا۔

اقتباسات از مکتوبات امام ربانی

جوانی میں توبہ کی نعمت:

یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے تمام دنیا کی نعمتیں اس نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں۔ جیسے دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم کا قطرہ۔

مشائخ کی صورتیں:

کئی دفعہ آپ کو لکھا گیا ہے کہ مشائخ کی روحانیات کے وسیلے اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں۔ کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو ان صورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ توجہ کے قبلہ کے لئے ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کا پراگندہ کرنا خسارے کا موجب ہو۔ نعوذ باللہ منہا۔

لوگوں کے طعن کی پرواہ نہ کرو:

کام کا سررشتہ مختصر پکڑیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے۔ کہ لوگ کسی کو برا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو طفیل دوست باشد ہر چہ باشد اپنا مقصود حق تعالیٰ کو جاننا چاہئے۔ کچھ جمع ہو جائے بہتر ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ جمع نہ ہو تو پرواہ نہیں۔

"رخسار من انجاؤ تو در گل نگری"
میرا اس جا ہے رخسارہ تو گل میں جا کے دیکھے ہے

اولیاء کے پاس حاضری کا ادب:

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہئے تا کہ بھرے ہوئے واپس جائیں۔ اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہئے تا کہ ان کو شفقت آئے اور استفادہ کا راستہ کھل جائے۔ سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا کچھ مزہ نہیں دیتا۔

عمر کو فقراء کی خدمت میں بسر کرنا چاہئے۔

خاک شو خاک تا بروید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

کھجور کیساتھ سحری وافطاری کرنے کی حکمت

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ہے۔ کہ جب کوئی شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہے تو اس کو تمر سے افطار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ تمر سے افطار کیا ہے اور تمر میں برکت کا موجب ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیت اور عدلیت کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نخل کو بنی آدم کی پھوپھی فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ آدم کی مٹی سے پیدا ہوا ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اکرموا عمتکم :اپنی پھوپھی یعنی درخت خرما کی تعظیم کرو۔ کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو۔

پس اس کے پھل جو تمر ہے افطار کرنا صاحب افطار کی جزو بن جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کی جز ہو جاتی ہے۔ اور یہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ **سحور المؤمن التمر** مومن کی بہتر سحور تمر ہے اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کی جز ہو جاتی ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے۔

گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اس کی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے۔

کفار کے ساتھ سختی:

حق تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم

. اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرنے کا حکم فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان پر سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو خوار کیا اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور ان کی ہمنشینی کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو کرنا سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دور کرنا چاہئے۔

کفار کی ہمنشینی کا نقصان:

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے پس ان خدا اور رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے کم سے کم ضرر ان کی ہمنشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور دوستی کا حیا اس کا مانع ہو جاتا ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے کفار ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو مسلمانوں کو ہلاک کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہئے کہ **الحیاء من الایمان** حیاء ایمان سے ہے اور مسلمانی کی دمار ضروری ہے ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہئے ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہمنشین ہیں ان سے جزیہ لینے کا اصلی مقصود ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں اور شان وشوکت سے نہ رہ سکیں اور مال لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کے لئے وضع کیا ہے اس سے مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

مداہنت وچاپلوسی روا نہیں ہے۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔

اہل کفر سے بغض وعناد رکھنا:

اہل کفر کے ساتھ بغض وعناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے ہم راضی ہو گئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی اور رسول ہیں یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اول وآخر اسی عقیدہ پر رکھ

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہیے چاندی سونے کے برتن جو شان و شوکت کے لئے بناتے ہیں البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ حرام ہے۔

گرمی کا سورج دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور اس کا کپڑا اسفید ہوجاتا ہے۔

پس دنیا کا ناز ونعمت جو اعراض وروگردانی کے باوجود حاصل ہو۔عین خرابی ہے کمال متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔

محمد عربی کا بروے ہر دوسرا ست
کسیکہ خاک درش نیست خاک ہر دوسراست

ضرر دور کرنے کا علاج:

پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے۔اگرچہ ترک کلی افضل ہے۔لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اس کا کام کرجاتا ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ:۔عرش کے نیچے ہے اگرچہ آسمان لیک اونچا ہے زمین سے اے جواں۔

ہندوؤں کے معبود:

رام وکرشن وغیرہ جو ہندوؤں کے معبود ہیں مخلوقات میں سے ہیں۔اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔رام جس رتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی۔اور سیتا کا خاوند ہے۔جب رام اپنی بیوی کو نگاہ نہ رکھا سکا۔تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کرسکتا ہے۔عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہئے۔بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاک روب کے نام سے یاد کرلے۔رام ورحمان کو ایک جاننا بڑی بیوقوفی ہے۔خالق مخلوق کے ساتھ نہیں ہوتا۔رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے پروردگار عالم کو رام وکرشن کوئی نہیں کہتا تھا ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہوگیا کہ رام وکرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام وکرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں۔ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔

طریقہ نقشبندیہ علیہ کی عظمت کی وجہ:

اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمائی ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے۔اپنے بزرگواروں کے طریقہ کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں۔اور کبھی سماع ورقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں۔اور خلوت درانجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے۔

نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں۔اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں۔اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں۔پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے۔اور ان کے ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔بد دماغی اور لاپرواہی اچھی نہیں۔

دنیا کی محبت:

رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ جاننا چاہئے کہ شرعی تکلیفات قالب اور قلب پر مخصوص ہیں۔کیونکہ تزکیہ نفس انہی پر موقوف ہے۔سلوک سے پہلے لطائف ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں اور قلب سے جدائی نہیں رکھتے۔جب سیر وسلوک نے ایک دوسرے سے جدا کیا۔اور اپنے اصلی مقام میں پہنچایا تو معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور غیر مکلف کون۔

ملا دلبر سے جب کہ دل کو آرام
اسے پھر وصل سے اور کئے کیا کام
رکھے سو دستہ ریحاں گر تو لا کر
سوا گل کے نہیں بلبل کو خوشتر

گھڑی بھر کے لئے اپنے حال میں غور کریں۔اگر دین

خالص ہے تو آپ کو بشارت ومبارک ہو۔اور اگر نہیں تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے پہلے کرنا چاہئے بیتاب ومحن اگر چہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک جو کچھ جمیل مطلب کی طرف سے آئے ان کی لذت و نعمت کا اسباب ہے۔

حضور علیہ ﷺ کی مشقت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرادوں اور محبوبوں کے رئیس ہیں فرمایا ہے کہ ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (کسی نبی کو اتنی ایذا نہیں پہنچی جتنی مجھے پہنچی ہے) گویا بلا دلالۃ اور رہنما ہے۔ جو اپنی حسن دلالت سے ایک دوست کو دوسرے دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کے ماسوی کی التفات سے پاک کر دیتی ہے۔عجب معاملہ ہے کہ دوست کروڑ ہا دیکر بلا کو خریدتے ہیں۔اور دوسرے لوگ کروڑ ہا دیکر بلا کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔

خداوند یہ کیسا فضل وکرامت ہے۔ کہ ایسی پوشیدہ دولت اور خوشگوار نعمت اغیار کی نظر بد سے چھپا کر اپنے دوستوں کو تو نے عطا فرمائی ہے۔

طریقہ نقشبندیہ:

طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نا مسلوک راستہ کو اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقرر رستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقرر راہ بن گیا ہے۔ اور بیشمار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ وتصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔اسی طریقہ کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریقہ میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں بلکہ مردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریقہ مانگا ہے جو بیشک موصل ہے۔

اگر نہ ٹوٹتا دل راز داں کا
جہاں کے قفل میں سب کھول دیتا ہے

اس طریقہ کے بزرگ واروں نے ان اسما کے مسما میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔اور ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔اور اسم صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔

قیاس کن گلستاں من بہار مرا۔ ترجمہ: میری بہار کا کر لے قیاس بستاں سے۔

آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔اور نہ ہی آپ کی نا آشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ ومنظور تھی لیکن الراضی بالضرر لا یستحق النظر جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت ومہربانی کا مستحق نہیں ہوتا)

وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے اہل سنت وجماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے۔ جو اپنے آپ کو افضل جانے اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے۔ کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع:

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

فرشتوں کا ذاکرین کو تلاش کرنا:

اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدا تعالیٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راہ گزروں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں۔تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں پس حق تعالیٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد وثناء کرتے تھے اور تجھ کو بزرگیوں سے یاد کرتے تھے

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔فرشتے کہتے کہ نہیں دیکھا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کسی چیز سے ڈرتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے کہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں پھر حق تعالیٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا۔اور ان میں بیٹھ گیا تھا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ انا جلیس من ذکر نی (میں ان کا ہمنشین ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے بموجب میرے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔

پاس جامستوں کے گر دینگے نہ مے تو بو سہی
بو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے پھر دیدار ہی

دروغ سے اجتناب:

دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے ان کی متناقض باتیں ہیں ان کے بازار کی رونق کو کم کردیں گے من لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نورٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اس کے لئے کوئی نور نہیں انسان کے پیدا کرنے سے مقصود اس کی ذلت وانکسار اور عجز ومحتاجی ہے جو بندگی کی حقیقت ہے شاید جناب نے اس دور افتادہ کو بھلا دیا ہوگا۔ ہاں بدنوں کے قرب کے قرب کو دلوں کے قرب میں بڑی تاثیر ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ولی صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔

صوفیوں کی بیہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

آیت کریمہ ان اللہ لغنی عن العلمین تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے شان العلیم ہے اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدا ہے جیسے کہ گزر چکا اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے اور حقیقت کعبہ سبحانی بھی اسی معنے سے مراد ہے اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشر ہونا:

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا تا کہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے لفظ مثلکم کا لانا تاکید بشریت کے لئے ہے اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت کم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہو گیا۔

وقت گذرنے سے ایمان میں تفاوت:

بعض اصحاب کرام نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت معلوم کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا اور معاملہ آغوش سے گوش تک آ پہنچا اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آ گئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے

جب ہزار سال گزرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم خلق سے جس چیز نے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تابعدار بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو ترقی بخشی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی مانند ہیں اگر چہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت و بزرگی صحابہ کرامؓ کے لئے ہے لیکن یہ مناسب نہیں کہ کمال مشابہت سے ایک دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

اور ہوسکتا ہے کہ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ **لا یدری اولھم خیر ام اٰخرھم** نہیں معلوم ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا اس لئے لایدری فرمایا۔

فیض روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا سے ہوا

☆☆☆

زمین زادہ بر آسماں تاختہ
زمین و زماں پس انداختہ

اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان وشوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھول دے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے اور حکایت وگفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام۔

مقام افسوس:

عمر کا بہتر اور قیمتی حصہ ہوا وہوس میں گزر گیا۔ اور خدائے تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں۔ اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا منہ لے کر ہم خدائے تعالیٰ کے سامنے جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کریں گے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہے گی۔ موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنالینا چاہئے۔ اور واشوقا کہتے ہوئے مرنا چاہئے۔

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے مقصد:

طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہوجائے۔ اور وہ مشکل دور ہو جائے۔ جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریقہ صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لئے تمام طریقوں میں طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اگر تمام حال و مواجید ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے اعتقاد سے نوازش نہ فرمائیں۔ تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے اور اگر اہل سنت وجماعت کا اعتقاد ہم کو دیدیں اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔

طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں۔ جو دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے یہ سب فتنہ وفساد جو دین میں پیدا ہوا ہے۔ انہی لوگوں کی کمبختی سے ہے۔ کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کردیا ہے۔

حق تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے جو سب کے سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے۔ اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے اور اس دن کے لئے بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ علماء نے فرمایا

ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے جو دنیا سے بے رغبت ہے آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ حدیث قدسی انا عند ظن عبدی بی اس مطلب کی گواہ ہے۔ بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیاء بہت گذرے ہیں مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوتے ہیں ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے آخر کار حق تعالیٰ نے اس معمہ کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے۔

ایک بزرگ کا قول:

ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے۔ اور ہم نے آپ سے ملکر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے کتنی بڑی تہمت ہے۔

لکھا ہے کہ ایک دن جبرئیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مرجائے گا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں ایک کنواری بیوی دوسرے حلوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزوں کو مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔

مصیبت دور کرنے سے متعلق عجیب قصہ:

ایک دن ایک بلیّہ کے دفعہ کرنے کے درپے ہوا جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز خشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے اس فقیر پر ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدائے تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے اس آفت ومصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

غرض کہ کچھ قطعی اعتبار کے تجلیات و مشاہدات کو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی وشہود کی کھسوٹی پر رکھنا چاہئے۔

خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس واقع سے پاک ہیں آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر موا پنی جگہ سے نہ ہلے۔

مصیبت پر صبر و احتیاط:

ایسے سعادت شرافت کے نشان والے آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگ جاتی ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض رفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کردے۔ اس کے دور کرنے کا ذکر نہیں کرتا۔ اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پورے درجے کا احمق ہے اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی بلید ہے۔ عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس کی گھات میں لگے ہوئے ہیں تو بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مکر وحیلہ سے پھسلا دیں۔

عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالیٰ عظیم فرماتا ہے عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو کیونکہ رویت اخروی فرش کے ظہور پر متحقق ہوگی۔ یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گزرے گی لیکن

آخر کار ایک دن ان کی سمجھ میں آ جائے گی اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزاء دیکھتا ہے اور جب یہ دید غالب آ جائے تو کچھ دور نہیں کہ اگر وہ بات کہہ دے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں اور آسمانوں سے فراخ تر ہوں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دعا کرتا تھا کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مو منکشف نہ ہو ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں۔

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمت عالمیان میں ان کی روح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان کا باعث طریقہ صوفیہ میں داخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا اور گمراہ ہو گئے۔

سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں اور اسی طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے۔

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے وصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے ناامیدی کا حاصل ہونا ہے پس اس سے سمجھ لے کیونکہ ہمارے کلام میں اشارے ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔

ہمارا مطلب حضرت تعالیٰ و تقدس ہے اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے، وہ بحث سے خارج ہے اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے اور جاننا چاہئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو، یعنی انجمن تفرقہ میں کسی طرف متوجہ نہ ہو اور متکلم و مخاطب نہ ہو۔ نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریقہ کے منافی ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جائے۔

احکام شریعہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے اور صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری و تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کے لئے دائمی ہے اور حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ وہ زراق اور ہر رقاص یعنی مکر کرنے والے اور ناچنے والے کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کارخانہ اس سے بلند تر ہے اور اس مقام میں پیری و مریدی طریقہ کے تعلیم و تعلم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر پیر کی حین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے۔

من عرف الله كل لسانه (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہو گئی۔)

وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں۔ ایک ہی وقت میں کمالات ولایت سے بھی مشرف ہے۔ اور دید قصور سے بھی متصف ہے۔ جس قدر بلند جاتا ہے اس قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔ اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف۔ عالم امر کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں اس قدر خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے اسی قدر سالک کو زیادہ نیچے کرتا ہے اور عیوب و قصور کی زیادتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت و حلاوت کی آرزو

کرتے ہیں۔ جو ابتداء میں ان کو حاصل ہوتی ہے۔

دادیم تر از گنج مقصود نشان
بتایا تجھے گنج مقصود ہم نے

فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ہے حضرت حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ دار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردد سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہونگے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے متوجہ ہوں اور متعلقین کا غم حق تعالیٰ کے کرم کے حوالے کر دیں۔

جو حق کہنے کا کہتا ہوں تجھ سے اے میری شفیق
نصیحت تجھ کو آئے اس سے یا تجھ کو ملال آئے

آپ نے سنا ہوگا الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہر بے سرو سامان کو بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے۔

جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے۔ انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قوم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے ابھی بہت کام در پیش ہے۔ اس قسم کے احوال جو ابتداء میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔

زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج و الم خرید لے۔

رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا اس کی قضا کی نیت پر اس ذی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھئے تا کہ نیت سے سنت کے مرتکب ہوں۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں اس سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کرے گا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گزرے اسی کو پورا کرنے کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔

کئی ایسی باتیں دل میں گزرتی ہیں جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ نفس بڑا ضدی ہے۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئیں گے۔

تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے یا شاید میں حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔

الغرض اگر گفت و شنود پر ہی مدار ہے تو پھر چغل خوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگزر کریں۔ اور گزشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں تا کہ اخلاص متصور ہو اور پرانی کلفت رفع ہو جائے۔

فقیر جب اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجالانا مقصود ہے ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت ان کے لئے کافی ہے۔ کسی اور کی حاجت نہیں۔

بید ماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا ہو تو معاف فرمائیں۔ آپ کو چاہئے کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا حرارت ہر کام میں درکار ہے پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو۔

اے بھائی! حصول باوجود بُعد کے متصور ہے عنقاء ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے ایک عبادات کے طریقہ پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادات کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں۔ اور اس کے منع کرنے پر میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے۔

جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں، لعب و لہو کم ہونے لگتا ہے جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہے نہ کہ حسب و نسب سے، تو فخر کرنے سے باز آجاتے ہیں۔

دادیم تراز گنج مقصود نشان
ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

آپ کی خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ ان کی

دلبری کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نااہلوں کو نہ رہنے دے۔

دکھتا ہے نازک بدن دلبر ہوا کے بوجھ سے
برگ گل کی طرح مرجھائے صبا کے بوجھ سے

☆☆☆

ضحافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ شنید یا شنید

میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے اور وہ وجود تعالیٰ ہر خیر و کمال کی منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدا ہے اور وہ وجود جزء حقیقی اور بسیط ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کو علیم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام حضرت ذات کا عین ہے اور ایسے ہی قدرت اور نیز اس مقام میں حضرت ذات بتمامہ علم ہے اور ایسے ہی بتمامہ قدرت ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے اور ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے منتزع اور الگ ہیں حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے۔

عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے۔ اور اس کا نفس امارہ مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ اسلم شیطانی میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

اگر بادشاہ بردز پیر زن
بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

یہ دید عاریت غلبہ پا جاتی ہے۔ کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہد نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے طریق پر ہو اس شخص کی طرح جو ننگا ہو اور اس نے عاریت کا لباس پہنا ہو اور یہ دید عاریت اس پر اس قدر غالب آ جائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے تو بالضرورۃ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت کا لباس پہنا ہوا ہو۔ ایسی دید والا شخص مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

اس بیان سے **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا) کے معنے بھی ظاہر ہو گئے کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا اور جان لیا کہ خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضروری حق سبحانہ کو خیر و کمال وحسن و جمال سے پہچان لے گا۔

تفسیری معنی نقل و سماع پر مشروط ہیں **من فسر القرآن برایہ فقد کفر** (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا۔) تم نے سنا ہوگا۔

شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف رغبت و خواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔

پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے وہ اس ذات تعالیٰ کے حسن کے ظلال سے نہیں ہے، بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے جس طرح زہر کے شکر سے غلافی کریں اور نجاست کو زر سے منڈھیں۔ اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل باقی رکھنے کے لئے ہے۔

دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اول کا منشاء عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔

یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا اور دولت مندی سے الگ رہا اور اس پر اور اس کی آل پر اتم واکمل صلوۃ وسلام ہو۔ بڑے اعلیٰ معارف اور اکمل علوم میں جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں اور واجب تعالیٰ و ممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے۔

بیان فرمایا ہے۔ پہلی امتوں میں ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے۔

اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس امت کے علما میں سے ایک مدد مقرر کرتے ہیں۔ تا کہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاص کر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور جس طرح ہو پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک امام المعرفت و عارف درکار ہے جو گزشتہ امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

اے فرزند! یہ معارف جو لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہوں گے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہیں اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ لکھنے کے در پے ہوا اور اللہ تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ ملائکہ کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ اس مقام کے گرد ونواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں اور مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے منسوب ہیں۔

آپ کے خط سے مفہوم ہوا تھا کہ ولایت خاصہ محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت پیدا ہوگئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امیدوار ہو کر اس طرف متوجہ ہوا کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اور جب تم کو قہر و جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں اس لئے بیس روز سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے۔

من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از من صدنہ بانم
چو مردن شکر لطفش کے توانم

فرزندی محمد صلی اللہ علیہ وسلم معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے حضرت حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے قول سے فعل لائے۔

اول اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔

دوسرے فرض و سنت وواجب و حلال وحرام و مکروہ ومشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے جب تک وہ دو درست نہ کرلیں عالم قدس میں اڑنا محال ہے اور اگر ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہئے اور ایسے احوال ومواجید سے پناہ مانگنی چاہئے۔

کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ

خوشی پر خوشی حاصل ہوئی کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں بہت بہت امیدیں ہیں اور آیت کریمہ سنشد عضدک باخیک (تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کریں گے بھی اسی مضمون کی موید ہے۔ مریدوں کی گرمجوشی مرشدوں کے کارخانے میں سردی ڈال دے۔ اس امر سے بہت ڈرتے رہنا چاہئے۔ اور مریدوں کے احوال و مقامات شیر ببر کی طرح جاننا چاہئے۔ اور ان پر فخر ومباہات نہ کرنا چاہئے۔

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ مقبولوں میں سے ہیں۔

استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہئے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے اور اگر توجہ اس قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی تب بھی منع نہیں ہے۔ اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے، تا کہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو تو منع پر دلالت ہے۔ اس صورت میں بھی استخارہ کو مکرر کرنا بہتر اور مناسب ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق

تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔

عشق میں ایسی بہت ہوتی ہیں باتیں بوالعجب احوال سے گزر کر محول یعنی اور حال کے پلٹانے والے تک پہنچنا چاہئے۔ اگر معرفت سے مشرف فرمائیں۔ تو زہے دولت وسعادت۔

آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ** کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ ودید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے۔ اور حیرت و جہالت میں ڈال دے۔ اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل و حیرت میں پہنچیں۔ فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آپ فنا جانتے ہیں۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا سے۔ اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی تب پہلا قدم اس راہ میں لگایا ہوگا۔

لائے جاؤں کس طرح میں یار تک
راہ میں ہیں پر خطر کوہ اور غار

ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے۔ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے۔ اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
دردن دیدہ اگر نیم موست بسیار است

اور فتوحات مدینہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوائے اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوائے کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے۔ **رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ** (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی) ان کے مال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریقہ سب طریقہ سے قرب اور البتہ موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے جریر
کہ بیان مجلس میں تو بھی بات دادوں کی صفت

ایک دن صبح کی نماز کے بعد یاروں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ ہوئی اور بقایا آثار جو نظر آتے تھے۔ ان کے دور کرنے کے درپے ہوا۔ اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں۔ ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بن گیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا۔ سب اس بدر میں منعکس ہوا۔ **الحمد للہ سبحانہ علی ذالک** اس طرف کے دشت وصحرا آپ کے وجود شریعت سے منور ہوں گے۔

نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو اس قدر اصیل ہے اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔

حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیرؓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بوجھ اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والے فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرت شیخین رضی اللہ عنہم بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

اس فقیر کو جب تک اپنے پیغمبر کی متابعت کے باعث مقام نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور کمالات سے کامل حصہ نہ دیا۔ تب تک شیخینؓ کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ

بخشی تھی۔اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا۔

بہشت میں اس امت کا داخل ہونا۔ان دو بزرگواروں کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں۔اور حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے نور کے بھرا ہوا ہے۔

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخینؓ کے لئے صحابہ کے درمیان علیحدہ شان اور الگ درجہ ہے۔گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔حضرت صدیقؓ حضرت پیغمبر کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔اگر فرق ہے تو صرف علو وسفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔اور تمام صحابہؓ کرام آنحضرت کے ساتھ ہمسائیگی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔پھر اولیائے امت کا وہاں کیا دخل ہے۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ حضرت فاروقؓ کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کی مجلس میں کہا کہ **مات الیوم تسع اعشار** آج نو حصے علم فوت ہوگیا۔

جب بعض میں اس معنے کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض ونفاس اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابوبکرؓ ہیں۔پھر عمرؓ پھر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں۔جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ان شرار امتی اجرء ھم علی اصحابی** میری امت میں سے برے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں۔

اول لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی بیخطاراؤں کے موافق درست کریں۔دوسرے احکام شرعیہ فقہیہ کے موافق عمل کریں۔اور تیسرے صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک کریں۔

میرے فرزند! موسم جوانی کو غنیمت جان کر علوم شرعی کے حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنے میں مشغول رہیں۔اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہوجائے اور کھیل وکود میں برباد نہ جائے۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کا اطمینان طلب فرمایا اور یقین کے حاصل ہونے میں عوام الناس کی طرح رویت بصری کے محتاج ہوئے۔اور حضرت عزیر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا **انی یحی ھذہ اللہ بعد موتھا** اللہ تعالیٰ ان کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا اور جس نے رجوع نہیں کیا اس نے اپنے یقین سے کہا ہے۔**لو کشف الغطاء لما از ددت یقینا** اگر پردہ دور کیا جاوے تو پھر بھی میرا یقین زیادہ نہ ہوگا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے برے خطرات کی شکایت کی۔آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ **ذلک من کمال الایمان** یہ کمال ایمان سے ہے۔

کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے اور کمال یقین کمال قرب پر مترتب ہے قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوگا۔اسی قدر کمال ویقین بھی زیادہ ہوگا۔اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہوگی۔اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہوں گے اور وسوسے بہت نامناسب ظاہر ہوں گے۔پس ناچار برے خطروں کا سبب کمال ایمان ہوگا۔برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لئے زہر قاتل ہیں۔اور باطن کو نقصان دینے والے ہیں۔

دنیا **وما فیھا** اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کرکے اس کو حاصل کریں۔اطلاع دینا شرط ہے یہ خواب خرگوش کب تک رہے گا۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان کا حال پوچھا انہوں نے جواب میں کہا کہ سب عبارتیں اڑ گئیں اور سب اشارتیں فنا ہو گئیں۔ اور ہم کو دو رکعتوں کے سوا جو رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہ دیا۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا۔ اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔

حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد** جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے۔ تو وہ مردود ہے۔

اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو۔ کیونکہ تم میں سے کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس کے ساتھ پنجہ مارو۔ اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور نئے پیدائے ہوئے کاموں سے بچو۔ کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔

نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بس ہر بدعت سیئہ ہے۔

جب کوئی قوم بدعت پیدا کرتی ہے تو اس جیسی ایک سنت اٹھائی جاتی ہے پس سنت سے پنجہ مارنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے۔

اے فرزند! دنیائے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا اور اس کے بے فائدہ شان وشوکت پر مفتون نہ ہونا کہ یہ بے مقدار اور بے اعتبار ہے۔

چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیں جس قدر چلیں مباح فرمائی ہیں طلاق کو عورتوں کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں میں سے بہتوں کو مباح اور تھوڑوں کو حرام کیا ہے۔ اور وہ بھی بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے۔

وہ فرق جو حلال وحرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے وہ جدا ہے اور وہ تمیز جو خدائے تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ الگ ہے۔

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جب کہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے باوجود اس کے ریشمی لباس کو عورتوں پر مباح فرمایا ہے۔ اس کے نفع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں۔ اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے فائدے کے لئے بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مشرکوں پر یہ بات ہی بہت بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اس گروہ میں یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا رہے خواہ صحیح ہو یا غلط بے تحاشا اپنے پیر کی طرف ظاہر کرتے رہیں۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل وتعبیر کا احتمال ہے پس اس کے ظاہر کرنے سے چارہ نہیں۔ شہداء کے بارہ میں ایسی ایسی زیادہ باتیں واقع ہوئی ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں۔ لیکن باوجود اس امر کے کلی فضیلت نبی کے لئے ہے علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔

اسلام غریب ہوتا جاتا ہے اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے ہو کہ اگر اوامر ونواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ اوامر ونواہی سے دسویں حصہ کو بجا

لائیں گے۔ تو اخلاصی پائیں گے اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں۔

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند
کس میداں درنے آید سواراں راچہ شد
پڑا میدان میں ہے گیند توفیق و سعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اس کو ہلاک کیا ہو بہرحال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سرخیمہ وسائبان توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا خذلھم اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فسانہ پیدا ہوا تھا۔ وہ علماہی کی کم بختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیش دستی کریں گے علماء بددین کے چور ہیں۔ سب لوگوں میں برے برے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں۔

ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیماں سے وہ گم ہوتا
سلیماں بھی پری بھی دیو بھی ہر ایک خون روتا

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

تواضع اور حسن خلق جو فقرا کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں کہ تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقراء استغناء اور لاپروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغناء بھی لوازم سے ہے

راہ سلوک سے مراد علم طریق سلوک اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے اس طریقہ میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے اور اس میں انابت وتوبہ ہدایت کی شرط ہے اور راہ نا مسلوک سے مراد جذبہ اور محبت کا طریقہ ہے اور اس میں تصفی قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے اور یہ اجتہاد کا راستہ ہے جس میں انابت وتوبہ کی شرط نہیں اور یہ طریق محبوبوں اور مرادوں کا طریق ہے۔

یہ مقام کچھ بیان کا طالب ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے کہ جسد کا تربیت کرنے والا روح ہے اور قالب کا تربیت کرنے والا قلب ہے قوائے جسدی قوت روحانی سے حاصل کئے ہوئے ہیں اور حواس قلبی کی نورانیت سے مستفاد ہیں پس ناچار حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف قلب و روح کی توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے ابتدائے حال میں کہ نقص کا وقت جس کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو اس کے بیکار ہونے اور شعور سے بے خبر ہونے کا باعث ہوجاتا ہے اور قوی اور اعضاء کی سستی تک پہنچا دیتا ہے اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے وہ واجب القتل ہے۔

اور حضرت مولانا جامی نے خطائے منکر کہا ہے اس نے زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے۔ اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا۔ لیکن حضرت معاویہ کے حق میں کہنا برا ہے اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ کے حق میں دعا کی ہے۔

اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے جیسے

کہ اوپر گزر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے پس معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔

یزید بد بخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے اس کی لعنت میں توقف کرنا اہل سنت کے مقرر اصل کے باعث ہے کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگر چہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جائیں تو عالم کو چاہئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض ونفل قبول نہ کرے گا۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنایا ہوگا اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے۔ اور ہمارے مذہب وملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے۔ حضرت مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال کریں گے۔

صحیح حدیث اس بارہ میں الا یام ایام اللہ والعباد عباد اللہ (دن اللہ کے دن ہیں۔ اور بندے بھی اللہ کے بندے ہیں) ہے

منحوس دن گذشتہ امتوں کی نسبت تھے عالم صغیر سے مراد انسان ہے اور عالم کبیر سے مراد مجموعہ کائنات۔ اور ان پنجگانہ کے اصول میں سیر کا آغاز عرش مجید سے ہے۔ جو انسان کے قلب کا اصل ہے اور اس کے اوپر روح انسانی کا اصل ہے۔ اور اس کے اوپر سر انسانی کا اصل ہے اور اصل سر کے خفی کا اصل ہے اور اصل خفی کے اوپر اخفی کا اصل ہے۔

جب عالم کبیر کے ان پنجگانہ مراتب کو مفصل طور پر طے کئے اس کے اخیر نقطہ تک پہنچتے ہیں اس وقت دائرہ امکان تمام طے ہو کر فناء کی منزلوں میں سے اول منزل میں قدم رکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں اگر ترقی واقع ہو تو اسماء وصفات واجب تعالیٰ کے ظلال میں سیر واقع ہوگا اگر اللہ جل شانہ کے فضل سے ان ظلال کی بہت سی منزلوں کو بھی طے کر کے ان کے اخیری نقطہ تک پہنچ جائیں۔ تو پھر اسماء وصفات واجب تعالیٰ میں سیر شروع ہوگا اور اسماء وصفات کی تجلیات ظاہر ہوں گی۔ اور شیون واعتبارات کا ظہور جلوہ فرمائے گا اس وقت عالم امر کے پنجگانہ لطائف کا معاملہ سب کا سب طے ہو جائے گا اور ان کا حق ادا ہو چکے گا عجب معاملہ ہے کہ حق تعالیٰ کی اقربیت زیادہ قریب ہونا ہماری ابدیت زیادہ دور ہونے کا سبب ہوئی۔

یونان کے قدیم فلسفیوں نے باوجود اعلیٰ دانا ہونے کے صانع کے وجود کی طرف ہدایت نہ پائی اور کائنات کے وجود کو دھر یعنی زمانہ کی طرف منسوب کیا لیکن جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کا دن چڑھا تو متاخرین فلسفیوں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار کی برکت سے اپنے متقدمین کے مذہب کو رد کیا اور صانع جل شانہ کے وجود کے قائل ہوئے۔

سوال: اگر شاہق جبل جو بت پرست ہے

منکشف فرمایا کہ یہ لوگ نہ بہشت میں ہمیشہ رہیں گے نہ دوزخ میں بلکہ آخرت کے بعث واحیا کے بعد ان کو مقام حساب میں کھڑا رکھ کر گناہوں کے انداز کے موافق ان کو عتاب وعذاب دیں گے اور حقوق پورے کر کے غیر مکلف حیوانوں کی طرح ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشے محض کر دیں گے۔

اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر وسیع کرتا ہے کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا۔ جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور پہنچا ہے حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کی دیوار حائل ہے پہنچا ہوا ہے۔ اور گذشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو حتیٰ کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے معلوم کرتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔

زمین ہند میں گاؤں اور شہروں کی ہلاکت کے آثار بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اگر چہ ہلاک ہو گئے لیکن وہ دعوت کا کلمہ ان کے ہمسروں کے درمیان باقی رہا۔ کفار سب

کے سب انکار کے درپے تھے۔ ہم اس میں بعض سرکش مردودوں کو دوزخ کے وسط میں دیکھتے ہیں۔

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے اس سیر کا حال استتار و تبطن (در پردہ رہنے) کے مناسب ہے البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کا سیر صفات میں ہے بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو۔ اور اس باطن کا سیر بھی اگرچہ اسما میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے اور یہ اسما ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات کے روپوش ہیں۔

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے۔ لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کا سیر اس ظاہر کا سیر ہے اور علیم کا سیر اسم باطن کا سیر۔ باقی تمام صفات و اسما کا حال اسی پر قیاس ہے۔

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کر کے ان کے اصول کا سیر کرے تا کہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبادت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آ چکا ہے۔ اس کے سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔

آیت کریمہ **تعرج الملئکه والروح الیه فی یومٍ کان مقداره خمسین الف سنةٍ** (فرشتے اور روح چڑھتے ہیں ان دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے)

من عرف الله کل لسانه جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے اس لئے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔

بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں اور ان کی تسبیح **سبحان الذین من جمع بین النار والثلج** ہے (پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا)

ایک شہر کی فنا (گردونواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فنا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ شہر تعین اول سے مراد ہے جو تمام مراتب اسماء اور صفات و شیون و اعتبار ذاتیہ کا جامع ہے۔

تعین اول جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایات علیا کا منتہا ہے۔ جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو وہ کمالات نبوت کا شروع ہے ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے۔

سبحان اللہ! اس سرے سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے **کبرت کلمة تخرج من افواههم** چھوٹا منہ بڑی بات اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا تو مشہود ہوا کہ اگر بالفرض ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرے تو عدم محض میں پڑے گا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا۔ اور سیمرغ جال میں پڑ گیا کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم الوراء ہے۔

ابھی اونچا ہے استغنا کا دیوان
وہاں چڑھنے کا مت کر فکر نادان

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر ائے مجموعہ پیدا ہوئی ہے باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیں عنصر خاک ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر

خلق کی طرف توجہ ہے۔ اور ولایت کے مرتبہ ہبوط کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باطن روبحق ہے اور اس کا ظاہر روبخلق اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامن گیر ہے اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے یہ معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں پہلے کسی نے بیان نہیں کئے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتداء قلب سے ہے۔ جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتداء بھی عالم امر سے کی گئی برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیہ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں۔ اور بعد ازاں عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں۔

پس جو کچھ دوسروں کے لئے وصول کا مانع ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لئے مدد ومعاون ہے۔

وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کیا ہے۔ اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے۔ نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ادنے سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہئے۔ نہ کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لیکن کیا کیا جائے۔ یہ معما سب پر نہیں کھلا۔ کہ مستحق کرامت گنہگار انند حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیاء کے لئے جن سیر انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر کے موافق ہو۔ ابتداء میں شریعت کی صورت ہے۔ اور وسط میں طریقت وحقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہے اور عالم امر کے مناسب ہیں اور آخر میں شریعت کی حقیقت جو نبوت کا ثمرہ ہے۔ وہ منصف جو انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے۔ اور شریعت کی عظمت اس پر غالب ہو۔ امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کرلے گا۔ اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادتی کا وسیلہ بنائے۔

ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے دوسرے وہ عمل جو فرض و واجب وسنت ہیں۔ ان کا بجالانا قالب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے۔ عالم خلق کا نصیب ہے نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے اگرچہ سنت وفرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے۔

صوفیہ خام ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ وجماعت کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مد نظر رکھ کر ذکر وفکر میں مشغول ہونا ہی بہتر اور ضروری ہے نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں لیکن ان میں سے افضل واکمل نماز ہے۔

تنبیہ: جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی اس کا قدم کمالات نبوت میں بڑھ کر ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت کر کے رویت بصر طلب فرمائی۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لئے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ کلی طور پر اپنے مطلوب کی متوجہ ہے۔ اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کے سوائے اس کا کچھ مطلب نہیں۔ سبحان اللہ! وہ امارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے

لطائف کا رئیس ہو گیا۔ اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے **خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا** (جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا)

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

جس طریقہ کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس ابتدا میں دوسروں کی انتہاء مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی، معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، بویا، اور فضل کے پانی کے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی ترتیب سے اس کی ترتیب کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔ جاننا چاہئے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی اس راہ کو طے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دور کرتی ہے ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ اور اوتاد و نجباء اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت و ارشاد کا نور اس کے ارادہ و خواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے۔ وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طریق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بیشک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور فنا و بقاء سے مشرف کرتے ہیں۔

خاص کندہ بندہ مصلحت عام را

خربزہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے۔ اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے۔ اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو۔ یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں اختیاری سلوک و تسلیک کے لئے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے۔ علم کا ہونا ضروری ہے لیکن ہمارے طریق میں جو اصحاب علیہم الرضوان کا طریق ہے۔ سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے اگر شیخ مقتداء جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہے کمال علم اور نور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہوں گے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم** یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہزار نکتہ باریک تر زمواینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اور بہت سے قرنوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے اور اس کی ہدایت و ارشاد کا نور محیط عرش سے لے کر مرکز فرش تک تمام جہان کو شامل ہوتا ہے اور جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہونا ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے مستفاد ہوتا ہے اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے اور وہ دریا گویا منجمد ہے۔ اور ہرگز حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے تو توجہ کے وقت گویا طالب کے دل میں ایک روزن کھل جاتا ہے۔ اور اس راہ سے توجہ اخلاص کے موافق اس دریا سے سیراب ہوتا ہے ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی یہ افادہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر

ہے یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگر چہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔

اس قدر کہنا ہے کافی واسطے داناؤں کے
کر دیا اعلان میں نے کوئی شاید سنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

الصلوٰۃ معراج المؤمنین نماز مومنوں کی معراج ہے۔

نیز فرمایا **اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ** سب سے زیادہ اعلیٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے۔ وہ نماز میں ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کا اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے اگر چہ رویت میسر نہیں۔ کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا، چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا۔ اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگساری ہے۔ اور نماز ہی بیماروں کے لئے راحت بخش ہے۔ **ارحنی یا بلال** (راحت دے مجھے اے بلال) اسی ماجرا کی رمزہ ہے اور **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔

نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ کر لیتا ہے، اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل فائدہ پا لیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالیٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئی۔ اور اس سعادت سے فیض یاب ہوئی۔

بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجد و تواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالبہ کیا۔ اسی واسطے رقص اور رقاصی کو اپنی عادت بنا لیا حالانکہ انہوں نے سنا ہوگا کہ **ما جعل الله فی الحرام شفاء** اللہ نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں **الغریق یتعلق بکل حشیش وحب الشیٔ یعمی ویصم** (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے)

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے ہوئے کمالات ہے۔ **العاقل تکفیہ الاشارۃ**.

یہ وہ کمالات ہیں جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں اور آخریت ہے، جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے۔

دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں یا آخر اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے **الاسلام بدء غریباً و سیعود کما بدء فطوبی للغرباء** اسلام غریب شروع ہوا پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غربا کو خوشخبری ہے۔

ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک
سزد گر بگذرانم سر زافلاک
من آن خاکم کہ ابر نو بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید ازتن صد زبانم
چوسوسن شکر لطفش کے توانم

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں۔ کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں اور بیت اللہ کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ یہ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا ملک کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی طرح کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الٰہی جل شانہ

کے ظہورات کا مقام ہے۔ نماز کا توجہ کرتا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک عجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے۔ لیکن حقیقت میں آخرۃ سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کر لی ہے اور صورت وحقیقت میں دنیا وآخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے۔ ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں، برتر ہے۔ کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے پس جس قدر اصل اور ظل کے درمیان فرق ہے اسی قدر ان حالات کے درمیان فرق ہے اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ وہ نماز کی حالت سے برتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے۔ اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم واکمل ہے۔ کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور پس دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جل شانہ کے کرم وفضل سے برزخ صغرا یعنی قبر میں میسر ہوگی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **ان لله جنة ليس فيها حور ولا قصور يتجلى فيها ربنا ضاحكاً** اللہ تعالیٰ کا جنت ہے جس میں نہ کوئی حور ہے نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تجلی فرمائے گا۔

فقیر جب دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے۔ اور مطلوب کی کچھ بو اس کے دماغ میں پہنچتی۔

اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں اور اسماء وصفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پا جائے۔

آپ عزلت وگوشہ نشینی اختیار کریں۔ لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت سے ہاتھ نہ دیں۔

مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ کیونکہ ایک دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسے کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں کہا ہے۔

اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف وبے کا سبق انہی سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں۔ اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی برکت سے حاصل کی ہے اور سفر ووطن کی سعادت کو ان کے خدمت کے طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس نا قابل کو دواڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا۔ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا۔ غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا ظہور خاص ہے وہاں ان معارف کا زباں پر لانا اور اس شہود ومشاہد کا نشان بتانا نادانی ہے۔

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے۔ اور ہر زراق اور رقاص (مکار اور ناچنے والے کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کی حضور سے اس فقیر کو ملی ہو۔ تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لئے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہوں تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا اظہار کرے۔

اگر ہر بال میں میرے زباں ہو
تو شکر اس کا نہ پھر بھی کچھ بیاں ہو

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا۔ اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی

طرف توجہ کرو فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتی کہ اس توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہونگے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں۔ کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اشارہ اور اذن کا منتظر ہے۔

(۱) اول فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کرے۔ بعض ان عقائد اعتقادیہ کا بیان کیا جاتا ہے جن میں کسی قسم کی پوشیدگی ہے۔

جائز ہے کہ ایک شخص یوں کہہ دے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور دیکھتا ہوں۔ تو بھی جائز ہے جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وللہ المثل الاعلیٰ کے علم میں یہ بات کس طرح بعید ہوتی ہے

حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہے لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ ہے اگر امر ہے تو وہیں سے پیدا ہے اور اگر نہی ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر اعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے۔ اور اگر استعلام ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے اور اگر تمنی یا ترجی ہے تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے اور اسی ایک فعل کے ذریعے اولین و آخرین مصنوعات وجود میں آرہے ہیں آیت کریمہ **وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر** (آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا ہے اور امانت ہے۔ تو اسی فعل سے وابستہ ہے اور اگر انعام یا ایلام ہے۔ تو اسی فعل سے متعلق ہے اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے پس حق تعالیٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا کے بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اولین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ وقتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں یہ تعلق بھی حق تعالیٰ کے فعل کی طرح بیچوں و بچگونہ ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں **لایحمل عطایا الملک الا مطایاہ** (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں)

صورت کی تنگ جا میں معنے نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطان ہرگز نہیں ہیں آتے

افعال وصفات کی تجلی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلی کے سوا متصور نہیں ہے کیونکہ افعال وصفات حق تعالیٰ و تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں تا کہ ان کی تجلی کے سوا متصور ہو سکے اور وہ چیز جو حق تعالیٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالیٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں جن کی تجلی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلی کہنا چاہئے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے اور حق تعالیٰ تمام اشیاء کو محیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب اور معیت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آسکے۔ سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہئے۔

ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیاء کو محیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے۔

(۳) اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے۔

(۴) پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات وصفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا۔

(۵) اور حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات و افعال میں بھی غنی مطلق ہے اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے یہ بیچارہ کمینہ خاکروب جو ذاتی نقص و خبث سے لتھڑا ہوا ہے کیا

مجال رکھتا ہے کہ اپنے آپ کو اس عظیم الشان بادشاہ کا عین تصور کرے۔ جو تمام خیرات وکمال کا مبداء ہے۔

نیا در دم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

پس عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی قسم کی مناسبت نہیں۔
ان اللہ لغنی عن العالمین (اللہ تعالیٰ تمام اہل جہاں سے غنی ہے) حق تعالیٰ کو عالم کا عین کہنا اور اس کے ساتھ متحد جاننا۔ بلکہ نسبت دینا بھی اس فقیر پر بہت گراں اور دشوار ہے۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ بذات خود موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ خواہ وہ وجود عین ہو یا زائد۔ اور حق تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کے ساتھ موجود ہیں نہ کہ وجود کے ساتھ۔ کیونکہ اس مقام میں وجود کی گنجائش نہیں۔

نقشبندیہ نسبت دحضور جب کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو ولایت کبری سے جاملتے ہیں اور اس ولایت کے کمالات سے حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔

مقام رضا کے اوپر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں شاید جو اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل** (اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں اس مقام کی خبر دی ہے۔

اور اس حدیث قدسی (اے محمد! میں اور تو اور تیرے سوا جو کچھ ہے۔ سب تیرے لئے پیدا کیا ہے۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یا اللہ تو ہے اور میں نہیں۔ اور میں نے تیرے سواسب کچھ تیرے لئے ترک کر دیا)

اس فقیر کے نزدیک جو جذبات الٰہی سے تربیت یافتہ ہے۔ یہ ہے۔ کہ عارف کا قلب جب اپنی خاص استعداد کے موافق نہایت النہایت تک پہنچ جاتا ہے اور وہ کمال حاصل کر لیتا ہے جس سے بڑھ کر اور کمال متصور نہیں۔ تو اس بات کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے کہ انوار عرشی کے ظہور کے لئے نہایت لمعات میں سے ایک ایک لمعہ اس پر فائض ہو۔ عرش وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ عظیم فرماتا ہے قلب عارف کو تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہتے ہیں۔

اللہ نور السموت والارض (اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) نور وہ ہے جس سے چیزیں روشن ہوتی ہے۔ آسمان اور زمین حق تعالیٰ کے نور کے ساتھ روشن ہوئے ہیں مشکوۃ کی طرح تصور کرنا چاہے اور اس نور کو چراغ کی مانند جاننا چاہئے۔ جو اس مشکوۃ میں رکھا ہوا ہے مشکوۃ پر کاف تمثیل کا آنا مصباح پر مشکوۃ کے شامل ہونے کے لئے ہے اور زجاجہ سے اسماء وصفات کا پردہ ملاحظہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ نور اسماء و صفات کے ساتھ ملا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کی صفات کا زجاجہ حسن و جواب اور جمال قدم میں ستارہ روشن کی طرح ہے۔ اور وہ مصباح جو اس مشکوۃ میں رکھا ہے۔ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے جو عرش کے اس ظہور جامع سے مراد ہے۔ جس ظہور کے رمزوں میں سے استواء ایک رمز ہے۔ کیونکہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمینوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ظہور جامع کے اجزاء کی طرح ہیں۔ وہ ظہور جامع چونکہ لا مکانی اور بے جہت ہے اس واسطے اس کو **لا شـــرقیة ولا غـربیة** کہہ سکتے ہیں۔ **یکـاد زیتهـا یضـی ولو لم تمسسـه نـار** میں ایک مبارک درخت کی تعریف۔ اور اس درخت کے تیل کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے جس کے ساتھ اس کو تمثیل دی گئی ہے۔ نور علی نور یعنی اس پردہ زجاجہ نے اپنی صفائی اور چمک دمک کے باعث اس نور کو زیادہ کر دیا ہے اور اس کے حسن و جمال کو بڑھا دیا ہے۔

(جس کو اللہ تعالیٰ نے نور نہیں دیا، اس کے لئے کوئی نور نہیں)

ترجمہ:

دل مجھے دے کے پھر دلیری دیکھ
اپنی روبہ بنا کے شیری دیکھ

آگاہ ہو کہ فوق العرش کا ظہور تجھے وہم میں نہ ڈالے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا مقام وقرار عرش کے اوپر ہے (اللہ تعالیٰ کی پاک جناب اس بات سے برتر اور بلند ہے)

مثال: آئینہ میں زید کی صورت ظاہر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید آئینے میں ٹھہرا ہوا ہے (اعلیٰ مثال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)

مومن آخرت میں حق تعالیٰ کو بہشت میں دیکھیں

گے۔ وہ تجلی جو کوہ پر واقع ہوئی تھی۔ حالیت ومحلیت کی آمیزش سے پاک تھی۔

بعض جگہیں ظہور کی قابلیت رکھتی ہیں آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور گھوڑوں کی نعل میں یہ قابلیت نہیں۔

چونکہ قلب عالم صغیر کا عرش ہے اور عالم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔

بقدر آئینہ حسن تو مے نماید او

پس ظلیت کی آمیزش سے خالی تجلی عرش مجید کے بعد کاملین کے قلب کا حصہ ہے۔ دوسروں کے لئے ظلیت دامن گیر ہے۔

لیکن دید ودانش میں مشارکت اور محبت وگرفتاری میں برابر شریک ہیں۔ احدیت مجردہ کی محبت کے گرفتار کسی امر کی شرکت پر راضی نہیں ہیں۔ الا لله الدین الخالص (دین خالص اللہ تعالیٰ کے ہے) موافق دین خالص کو چاہت ہیں۔

انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں جو عرش میں نہیں ہیں۔ اور نہ ہی عالم کبیر کو ان کا کچھ حصہ ملا ہے انسان میں ایک جز ارضی ہے۔ جو عرش میں نہیں۔ اور دوسری ہیت وحدانی ہے جو عالم کبیر میں نہیں۔ پس انسان ایک عجوبہ ہے جس نے خلافت کی لیاقت پیدا کر لی ہے۔ اور بار امانت کو اٹھالیا ہے۔

انسان کی عجیب وغریب خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے حضرت احدیت مجردہ کے آئینہ بننے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔

جب انسان کامل ذات احد سے گرفتاری حاصل کر لیتا ہے۔ تو المرء مع من احب کے موافق اس کو حضرت احدیت مجردہ کے ساتھ ایک قسم کا مجہول الکیفیت اتصال پیدا ہو جاتا ہے اور وہ گرفتاری جو ذات احد کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ ذاتی بیچون کے ساتھ قرب چون کی نسبت اس میں ثابت کر دیتی ہے۔ اس وقت انسان کامل ذات احد کا اس قسم کا آئینہ ہے کہ اس میں صفات وشیون کچھ احادیث مجردہ اس میں ظاہر اور جلوہ گر ہوتی ہے۔ سبحان اللہ العظیم وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہ تھی۔ اس انسان کامل کے آئینہ میں مجرد اور تنہا طور پر ظاہر اور متجلی ہوگئی اور حسن ذاتی حسن صفاتی سے الگ ہو گیا۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کامل کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ اور حضرت ذات وصفات وشیون کی آمیزش کے بغیر انسان کے سوا اور کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوئی۔ عالم کبیر میں عرش مجید حضرت ذات مجمع الصفات کا مظہر ہے اور عالم صغیر میں انسان کامل ذات احد کا مظہر ہے۔ جو اعتبارات سے مجرد ہے۔ اس قسم کا آئینہ اور مظہر بننا انسان کی نہایت عجوبہ باتوں میں سے ہے۔ واللہ سبحانہ المعطی (اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ (موت) ایک پل ہے جو یار کو یار سے ملاتا ہے)

جاننا چاہئے کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہد ہے اور انسان کا شہود النفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت کو انسان میں جز کی طرح بنایا ہوا ہے اور اس کے ساتھ اس کو بقا بخشا ہے۔ اور اس کے ساتھ متحقق ہوا ہے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ اس دولت کو اس میں جز کی طرح نہیں بنایا۔ باہر ہی میں نظارہ کرتا ہے۔ اور بقاء وتحقق اس کے ساتھ حاصل نہیں کرتا۔ یہ جو انسان کو اصلی رنگ سے میسر ہوا ہے فرشتہ نہیں رکھتا ہے اور وہ خصوصیت جو خاکیوں کو حاصل ہوئی ہے۔ قدسیوں کو حاصل نہیں۔ کیونکہ اندر سے باہر تک بہت فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزو کی طرح ہوتی ہے۔ اور بیرونی دولت کل کی طرح۔ لیکن اندر اندر ہے۔ اور باہر باہر۔ کلامنا اشارة وبشارة (ہماری کلام اشارہ اور بشارت ہوتی ہے) اسی واسطے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہو گئے اور انکے ہوتے خلافت کے مستحق بن گئے۔ والله یختص برحمته من یشاء والله ذو الفضل العظیم. (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔)

زمین زادہ بر آسمان تاختہ
زمین و زماں راپس انداختہ

یہ دولت انسان کو جزء ارضی کے باعث میسر ہوئی ہے۔ اور قلب کو جو عرش اللہ کہتے ہیں عنصر خاک ہی کی بدولت ہے۔ جو کل کا جامع اور دائرہ امکان کا مرکز ہے فروتنی نے اس کو بلند کر دیا ہے۔ من تواضع لله تعالیٰ رفعه الله تعالیٰ (جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔)

جب انسان رجوع اور دعوت کی مدت کے تمام ہونے اور اصل رنگ میں رنگے جانے کے بعد اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سید المرسلین کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علم کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں۔ احوال ومواجید اور علوم ومعارف ہیں۔ اور علمائے راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے کہ جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں وہ اسرار ودقائق ہیں۔ جن کی نسبت متشابہات قرآن میں رمز واشارہ ہو چکا ہے۔ اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں یہ لوگ وراثت وتبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔

اسی واسطے **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (میری امت کے علماء **بنی اسرائیل** کے پیغمبروں کی طرح ہیں) کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور میرے بعد میرے اصحاب کو نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری دوستی کے سبب ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اور اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا جس نے ان کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی وہ ضروری اس کا مواخذہ کرے گا۔ اس قسم کا بدبو دار پھول ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کھلا ہو۔ عجب نہیں کہ اس معاملہ سے تمام شہر متہم ہو جائے۔ بلکہ تمام ہندوستان سے اعتماد دور ہو جائے۔ سلطان وقت کہ خدا اس کو اسلام کے دشمنوں پر مدد اور غلبہ دے اہل سنت اور حنفی مذہب ہے۔ اس کے زمانہ میں اس قسم کی بدعت کا ظاہر کرنا بڑی جرأت اور دلیری کا کام ہے۔ بلکہ درحقیقت بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ اس مقام کے بزرگ اور رئیس لوگ اس مواقعہ پر خاموش رہیں۔ اور سستی اختیار کریں۔ اس قسم کے واقعات میں تغافل اور سستی کرنا گویا بدعتوں کو دلیر کرنا۔ اور دین میں رخنہ ڈالنا ہے۔ اس وحشت انگیز خبر کو سن کر مجھ میں ایک شورش پیدا ہو گئی۔ اور میری فاروقی رگ بھڑک اٹھی۔

برزخ صغریٰ چونکہ ایک جہت سے دنیاوی وطنوں میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کی گنجائش رکھتا ہے **الانبیاء یصلون فی قبورھم** (انبیاء قبر میں نماز پڑھتے ہیں) آپ نے سنا ہوگا۔ جب حضورﷺ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گزرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

گروہ کہے کہ مرجا مرجاؤ میں خوشی سے
پیک اجل کو کہہ دوں آجا میں تیرے صدقے

چند روز سے بلغم وکھانسی نے تنگ کیا ہوا ہے۔ اور بدن کمزور ہو رہا ہے۔

میرے مخدوم مکرم! طریقہ علیہ نقشبندی میں پیری و مریدی طریقہ سیکھنے اور سکھانے پر موقوف ہے۔ نہ کہ کلاہ وشجرہ پر۔ جیسے کہ دوسرے سلسلوں میں متعارف اور مشہور ہے۔ ان بزرگواروں کا طریقہ صحبت ہی صحبت ہے۔ اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اسی واسطے ان کی ابتداء میں دوسروں کی نہایت مندرج ہے اور راستوں سے زیادہ قریب راستہ یہی ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی توجہ باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار انند
کہ برندازرہ پنہاں بحرم قافلہ را

اسلام دن بدن غربت پیدا کرتا جاتا ہے اور مسلمان غریب ہوتے جاتے ہیں اور جوں جوں مرتے جائیں گے زیادہ تر غریب ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ **وتقوم القیامۃ علی شرار الناس** (اور قیامت بڑے لوگوں پر قائم ہوگی) سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت میں متروکہ سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے۔ اور مستعملہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔

بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔

اے نجابت وشرافت کے نشان والے! ان بزرگوں کا طریقہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ میسر

ہو جاتا ہے تھا۔ جو دوسروں کو انتہاء میں بھی جا کر بمشکل حاصل ہو سکے۔ اور یہ فیوض و برکات وہی فیوض و برکات ہیں۔ جو قرن اول میں ظاہر ہوتے تھے۔

ہمیشہ اور ہر حال پر اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کا احسان ہے اور دوزخیوں کے حال سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ ایلام انعام کی نسبت زیادہ محبت بخش ہے اس دولت عظمیٰ کا مقدمہ محبوب پر حسن ظن ہے حتیٰ کہ اگر محبوب محب کے حلقوم پر خنجر چلادے اور اس کے اعضاء کو ایک دوسرے سے الگ کر دے۔ تو محبّ اس کو اپنی عین صلاح جانے اور اپنی بہتری تصور کرے۔ جب اس حسن ظن کے حاصل ہونے سے محبوب کے فعل کی کراہت محبت کی نظر سے دور ہو جائے۔ تو محبت ذاتی کی دولت سے جو حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، سے نصیب پاتی ہے۔

عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال نہ دیکھی۔ تو بے اختیار شیخین ؓ کی فضیلت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی ؓ شیخین ؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں۔ تو میں بھی حضرت علی ؓ کے فرمانے کے بموجب شیخین ؓ کو حضرت علی ؓ پر فضیلت دیتا ہوں۔ اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علی ؓ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں چونکہ حضرت حسنین ؓ کی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان بہت فتنہ اور فساد برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہو گئی تھی۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں عداوت و کینہ غالب آ گیا تھا اس لئے حسنین ؓ کی محبت کو بھی اہلسنت و جماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا تا کہ کوئی جاہل اس سبب سے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب پر بدظنی نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت حاصل نہ کرے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت اہل سنت و جماعت کی شرط ہے۔ اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا۔ اہل سنت سے خارج ہے اس کا نام خارجی ہے۔ اور جس شخص نے حضرت امیر ؓ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے۔ اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو سب وطعن کرتا ہے۔ اور صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت ہی نے قتل کیا ہے اور اہل بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اکھیڑا ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام ونشان تک نہ تھا اگر تھا بھی تو عدم کا حکم رکھتا تھا۔ شاید اپنے گمان فاسد میں اہل بیت کے محبوں کو راضی تصور کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کبھی اہل سنت کو خارجیوں سے گنتے ہیں اس لئے افراط محبت نہیں رکھتے کبھی نفس محبت کو ان سے محسوس کر کے ان کو رافضی جانتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ اپنی جہالت کے باعث اہل سنت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم مارتے ہیں۔ اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حب کا اظہار کرتے ہیں۔ رافضی خیال کرتے ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کے بہت سے علماء کو اس محبت کی افراط سے منع کرتے ہیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہ کی تعظیم وتوقیر میں کوشش کرتے ہیں۔ خارجی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان نامناسب جرأتوں پر ہزار ہا افسوس ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ رفض کے معنے سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے تبرے اختیار نہ کرتے۔

ہندوستان کے ہندو بھی اپنے آپ کو ہندو کہلواتے ہیں۔ اور لفظ کفر کے اطلاق سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے بلکہ دارالحرب کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دونوں کافر ہیں اور کفر کی حقیقت سے متحقق ہیں ان لوگوں نے شاید پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کو اپنی طرح تصور کیا ہے۔ اور ان کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دشمن خیال کیا ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کے باعث جو وہ کیا کرتے ہیں اہل بیت کے بزرگواروں کو منافق اور مکار خیال کیا ہے۔ اور حکم کیا ہے۔ کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تیس سال تک منافقانہ صحبت رکھتے رہے۔ اور ناحق ان کی تعظیم وتکریم کرتے رہے۔

عجب معاملہ ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا باعث ہے۔ تو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بھی دشمن جانیں۔ اور اہل بیت کے دشمنوں کی نسبت ان کو زیادہ سب ولعن کریں۔ ابو جہل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ جس نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائیں۔ کبھی نہیں سنا کہ اس گروہ میں سے کسی نے اس کو سب ولعن کیا ہو۔ یا اس کو برا کہا ہو۔

کیا اچھا ہوتا۔ اگر یہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کو سب کرتے اور اصحاب کرام کے نام مقرر نہ کرتے۔ اور بزرگان دین پر بدظن نہ ہوتے تا کہ ان کی مخالفت جو اہل سنت کے ساتھ ہے۔ دور ہو جاتی کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کو دشمن جانتے ہیں۔ اور ان کی طعن و تشنیع کے قائل ہیں یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو۔ اسلام وتوبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے۔ اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ عام طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں لیکن کفار معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے جب تک اس کے خاتمہ کی برائی قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو۔ لیکن رافضی بے تحاشا حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعنت اور اکابر صحابہ کو سب و طعن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھا راستہ کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام ہیں۔ جن میں اہل سنت اور مخالفوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ کہ اہل سنت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں اور چاروں کو برحق خلیفے جانتے ہیں۔ کیونکہ حدیث صحیح میں جن امور غائبانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ آیا ہے کہ **الخلافة من بعدی ثلثون سنة خلافت** میرے بعد تیس برس تک ہے اور یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے۔ پس اس حدیث کے مصداق چاروں خلیفے ہیں۔ اور خلافت کی ترتیب برحق ہے۔ اور مخالف لوگ خلفاء کی حقیقت سے انکار کرتے ہیں۔ اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک امت میں سے بدترین اصحاب کرام ہیں۔ اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو۔ حالانکہ حق تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ان کو **رحماء بینهم** فرماتا ہے۔

دانا لوگ جانتے ہیں۔ کہ تقیہ بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دو دن کے لئے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہوسکتا ہے اسد اللہ میں تیس سال تک ایسی بزدلی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے۔ اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے۔ تو پھر دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا۔ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔

(فقیر نے احمد تبتی کی نسبت جو اکابر شیعہ میں سے تھا۔ سنا ہے۔ کہ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح کتاب ہے) اس میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں۔ اور مخالفوں کی بھی۔ اور موافقت اور مخالفت کے باعث کسی کو راجح و مرجوح نہیں جانا۔ جس طرح حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی روایت میں کسی قسم کا طعن ہوتا۔ تو ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ تھیں۔ اور لب گور تک حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولہ ومنظورہ رہیں۔ اور مرض موت کے ایام بھی انہی کے حجرے میں بسر کئے۔ اور انہی کی گود میں جان دی۔ اور انہی کے پاک حجرے میں مدفون ہوئے۔ اس شرف وفضیلت کے علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ بھی تھیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آدھا دین ان کے حوالے کیا تھا۔ اور اصحاب کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اور ان سے مشکلات کا حل طلب کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صدیقہ مجتہدہؓ کو امیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے باعث طعن کرنا۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے لئے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے

لئے بہتری اپنی رائے کی تقلید میں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کسی اصحابی کے قول کو خواہ صدیق رضی اللہ عنہ خواہ امیر رضی اللہ عنہ ہوں اپنی رائے پر مقدم نہیں کرتا۔ اور اپنی رائے کے موافق اگر چہ قول اصحابی کے مخالف ہو۔ عمل کرنا بہتر جانتا ہے۔

جب امت کے مجتہد اصحاب کی آراء کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ تو اگر اصحاب ایک دوسرے کی آراء کی مخالفت کریں تو کیوں مطعون ہوں۔ حالانکہ اصحاب کرامؓ نے امور اجتہادیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے برخلاف حکم کیا ہے۔ اور باوجود نزول وحی کے ان کے خلاف پر مذمت نہیں آئی اور ان کے اختلاف پر منع وارد نہیں ہوا۔ جیسے کہ گزر چکا اگر یہ اختلاف حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور نامقبول ہوتا تو البتہ منع ہوتا۔ اور اختلاف کرنے والوں پر وعید نازل ہوتی۔

کیا نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کرنے میں بلند آواز کیا کرتے تھے ان کی اس بلند آواز کو کس طرح منع کیا گیا اور اس پر کیسی وعید مترتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھرو اله بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون.

(اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔ اور اس کو بلند آواز سے اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ورنہ تمہارے اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اور تم کو معلوم نہ ہوگا۔)

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف عظیم پڑ گیا تھا حضرت فاروق رضی اللہ عنہم اور سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہم نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم کیا تھا۔ اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کا حکم دیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اور فدیہ لے لیا جائے۔ اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اسی قسم کا تھا۔ جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا۔ تاکہ ان کے لئے کچھ لکھیں۔ بعض نے کہا کاغذ لانا چاہئے۔ اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو کاغذ کے لانے میں راضی نہ تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروقؓ پر عیب لگایا ہے۔ اور طعن و تشنیع کی زبان دراز کی ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ کوئی محل طعن نہیں کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور آسمانی احکام تمام ہو چکے ہیں۔ اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لکھیں گے۔ امور اجتہادیہ میں سے ہوگا۔

پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کی اور نہ دوات اور کاغذ کو یاد کیا جاننا چاہئے کہ وہ اختلاف جو اصحاب کرامؓ امور اجتہادیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کرتے تھے اگر اس میں نعوذ باللہ ہوا و تعصب کی بو ہوتی۔ تو یہ اختلاف سب کو مرتدوں میں داخل کر دیتا۔ اور اسلام کے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور بد معاملگی کرنا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ سبحانہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من احب علیا فقد احبنی ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن اذی علیا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله** (جس نے علیؓ کو دوست رکھا۔ اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے اس سے بغض رکھا۔ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اور جس نے علیؓ کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔)

بریدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان الله امرنی بحب اربعة واخبرنی انه یحبھم قیل یا رسول الله سمھم لنا قال علی منھم یقول ذالک ثلثا وابوذر و المقداد وسلمان** (اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت کرنے کا امر کیا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا کہ

اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ان کے نام کیا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ان میں علیؓ ہے۔ اس بات کو تین بار کہا۔ دوسرے ابوذر، تیسرے مقداد اور چوتھے سلمان ہیں)

اور ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے نکالا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما آپ کی ران پر ہیں۔ اور فرمارہے ہیں **ھذان ابنائی وبنتی اللھم انی احبھما واحب من یحبھما** (یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ تو ان کو دوست رکھ۔ اور جو لوگ ان سے محبت رکھیں۔ ان کو بھی دوست رکھ۔)

اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نکالا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ **فاطمۃ احب الی منک وانت اعذ علی منھا** (فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے۔ اور تو میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہے۔)

فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی۔ کہ جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا نہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اور جب کبھی میں کہتی۔ کہ کیا خدیجہ جیسی عورت دنیا میں نہیں ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ کہ وہ تھی جیسی کہ تھی۔ اور اسی سے میری اولاد تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **العباس منی وانا منہ** (عباس میرا ہے، اور میں عباس کا ہوں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **اثبتکم علی الصراط ازدکم حبالا ھل بیتی ولا صحابی** (تم میں سے صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کو میرے اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی)

خدایا بحق بنی فاطمہؓ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست ودامان آل رسول

لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ کے غضب کو دور کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں ہے جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین دیتا ہے۔

جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہو۔ اور ذرہ ایمان حاصل کرلیا ہو اور پھر کفر وشرک کی رسموں میں مبتلا ہو۔ تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائے گا۔ اور دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پا جائے گا۔ جس طرح کہ اس امت کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہے۔

اس فقیر کو محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں تو تو بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ اگر اس کلمہ پاک کی برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں۔ تو ہمیشہ کے لئے سب کو کفایت کرے۔ اور سب کو سیراب کردے۔

یہ دولت تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بزرگوار اصحاب میں زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اور اصحاب کے سوا دوسرے لوگوں میں بھی شاذ و نادر طور پر متحقق وثابت ہے۔ حقیقت میں یہ شخص بھی زمرہ اصحاب میں سے ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات سے ملنے والا ہے۔ اس شخص کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **لا یدری اولھم خیر ام اخرھم** (نہیں معلوم ان میں سے اول اچھا ہے یا اخیر کا) اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ **خیر القرون قرنی** (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے) لیکن اس کو باعتبار قرون کے فرمایا ہے۔

عشق آن شعلہ است کوچوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لادر قتل غیر حق براند
درنگر زاں پس کہ بعد از لاچہ بماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز و رفت

ترجمہ:

عشق وہ شعلہ ہے جب روشن ہوا
ماسواء معشوق کے سب جل گیا
تیغ سے قتل غیر حق کیا
دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہ گیا اللہ باقی سب گیا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس مقام اطمینان میں آجاتا ہے۔اور حکم الٰہی کے تابع ہوجاتا ہے تو اسلام حقیقی میسر ہوتا ہے۔اور ایمان کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ بعدازاں جو کچھ عمل میں آئے گا۔شریعت کی حقیقت ہوگی۔ اگر نماز ادا کرے گا۔تو نماز کی حقیقت ہوگی۔

اور اگر روزہ یا حج ہے۔تو روزہ و حج کی حقیقت ہوگی دوسرے احکام شرعیہ کا بجا لانا بھی اسی قیاس پر ہوگا۔ پس طریقت وحقیقت دونوں شریعت کی صورت اور اس کی حقیقت کے درمیان متوسط ہیں۔ جب تک ولایت خاصہ سے مشرف نہ ہوں۔ اسلام مجازی سے اسلام حقیقی تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب سالک محض فضل خداوندی سے شریعت کی حقیقت کے ساتھ آراستہ ہوجاتا ہے۔ اور اس کو اسلام حقیقی میسر ہوجاتا ہے۔تو اس بات کے لائق ہوجاتا ہے کہ کمالات نبوت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر کامل حصہ پائے۔ جس طرح شریعت کی صورت کمالات ولایت کے لئے شجرہ طیبہ یعنی پاک درخت کی طرح ہے۔گویا کمالات ولایت صورت شریعت کے ثمرات ہیں۔اس طرح شریعت کی حقیقت بھی کمالات نبوت کے لئے شجرہ طیبہ کی روح ہے۔اور کمالات نبوت گویا حقیقت شریعت کے ثمرات ہیں۔ جب ولایت کے کمالات صورت کا ثمرہ ہیں۔ اور کمالات نبوت حقیقت کا ثمرہ۔تو اس لحاظ سے کمالات نبوت حقائق کی طرح ہونگے۔اور کمالات ولایت ان کی صورتوں کی طرح۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔اسلم شیطانی یعنی میرا شیطان بھی مسلمان ہوگیا ہے۔

محبت کی نوبت آجائے تو اس سے آگے اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصلی طور پر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔اور وراثت و بیعت کے طور پر دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔اس بلند محل میں جو نہایت بلندی کے باعث نظر میں تنگ دکھائی دیتا ہے۔ یہ فقیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو وراثت کے طور پر ناف تک داخل ہوا معلوم کرتا ہے۔اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسی دولت سے سرفراز ہے۔اور امہات المومنین میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی ازواج کے علاقہ کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھتا ہے۔والامر الی اللہ سبحانہ اہل اللہ کا وجود جہاں کہیں ہوں غنیمت ہے۔اور وہاں کے رہنے والوں کے لئے موجب بشارت ہے۔فطوبی لمن عرفھم مبارک ہیں وہ لوگ جوان کو پہچان لیں واضح ہو۔کہ حق تعالیٰ کا کلام بندے کے ساتھ کبھی روبرو بلاواسطہ ہوتی ہے۔اس قسم کی کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے بعض افراد کے لئے ثابت ہے اور کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لئے بھی ہوتی ہے۔جو وراثت و تبعیت کے طور پر ان کے کمالات سے مشرف ہوتے ہیں جب اس قسم کی کلام ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بکثرت ہو۔تو ایسے شخص کو محدث کہتے ہیں۔جیسے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔یہ کلام الہام اور القاء روحانی اور قلبی اور اس کلام سے جو فرشتہ کے ساتھ ہوتی ہے۔الگ ہے۔اس قسم کی کلام کے ساتھ انسان کامل مخاطب ہوتا ہے۔جو عالم امر و عالم خلق اور روح نفس و عقل وخیال کا جامع ہو۔روبرو کلام کرنے سے یہ لازم نہیں آتا۔کہ کلام کرنے والا سننے والے کو دکھائی دیتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سننے والے کی آنکھیں کمزور وضعیف ہوں۔ نیز کلام کے روبرو ہونے کے وقت تمام شہودی پردے دور ہوجاتے ہیں۔نہ کہ وجودی فافہم یہ معرفت شریفہ اس قسم کی ہے۔کہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس گروہ کی محبت پر استقامت عطا فرمائے اور قیامت میں انہیں کے ساتھ اٹھائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بد بخت نہیں ہوتا۔اور ان کا انیس وحبیب محروم نہیں ہوتا۔ھم جلساء اللہ اذا رؤ واذکر اللہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا

یاد آجاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کو پہنچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پالیا۔ ان کی نظر دوا ہے۔ اور ان کی کلام شفاء اور ان کی صحبت سراپا نور مرضیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا۔ وہ محروم و ناامید ہوا۔ اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا۔ بزرگ ہو گیا اور نجات و خلاصی پا گیا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے پالیا۔ اور جب تک تجھے نہ پایا۔ ان کو نہ پہچانا خلاف شرع کر چکنے کے بعد ندامت بھی جو توبہ کی شاخ ہے پیدا نہ ہو۔ اور گناہ کے کر لینے سے متلذذ و محفوظ ہو۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کرنا ہے۔ اور گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر کی دہلیز ہے اعمال صالحہ کے بجالانے سے عجب تکبر کا حاصل ہونا ہے یہ ایسا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو عمل صالحہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے جیسے کہ آگ ایندھن کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ اپنی نیکیوں کو متہم یعنی تہمت زدہ معلوم کرتے اور نیکیوں کو پوشیدہ قباحتوں کو نظر میں لائے تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر و کوتاہ جانے بلکہ لعنت اور رد ہونے کے لائق خیال کرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **رب قارِ للقران والقران یلعنه و کم من صائم لیس له من صیامه الا الظلماء والجوع** بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ روزہ سے سوائے بھوک پیاس کے ان کو کچھ حاصل نہیں بعض لوگ جن کو یہ دید قصور کامل طور پر حاصل ہو جاتی ہے ایسا خیال کرتے ہیں کہ دائیں ہاتھ یعنی نیکیوں کا لکھنے والا معطل اور بیکار ہے اور کوئی نیکی نہیں جو اس کو لکھنے کے لائق ہو اور بائیں ہاتھ یعنی برائیوں کا لکھنے والا ہمیشہ اپنے کام میں ہے کیونکہ جو کچھ اس سے سرزد ہوتا ہے اس کی نظر میں برا ہی برا دکھائی دیتا ہے جب عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہوتا ہے جو ہوتا ہے۔

منافق و مسلم دونوں نماز کو ادا کرتے ہیں منافق چونکہ باطن کا انکار رکھتا ہے۔ اس لئے نماز کی صورت بجالاتا ہے اور مسلمان باطنی اتباع کے باعث نماز کی حقیقت سے آراستہ ہے پس صورت وحقیقت باعتبار اقراء اور انکار باطن کے ہے۔ علماء راسخین نفس کے کمال اطمینان کے باعث شریعت کی حقیقت سے جو اتباع کی حقیقت ہے متحقق ہوتے ہیں اس فقیر کے خیال میں سنت سنیہ کی متابعت اور بدعت کے اسم و رسم سے اجتناب کرتا ہے۔ جب تک بدعت حسنہ سے بدعت سیئہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب تک اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا دم مارنے اور سنت کے زندہ کرنے کا دعویٰ کرے۔

جس قافلہ میں یار ہے جا سکتا نہیں میں
بس دور سے آواز جرس سنتا ہوں یہیں میں

قرآن مجید تمام شریعہ بلکہ تمام گذشتہ شریعت کا جامع ہے۔ اس شریعت کے بعض احکام اس قسم کے ہیں جو نص کی عبارت اور اشارات اور دلالت اور اقتضاء سے مفہوم ہوتے ہیں۔ اس قسم کے احکام میں تمام خاص و عام اہل لغت برابر ہیں۔ دوسری قسم کے احکام وہ ہیں جو اجتہاد اور استنباط سے مفہوم ہوتے ہیں۔ یہ فہم آئمہ مجتہدین کے ساتھ مخصوص ہے جن میں سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقول جمہور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے تمام مجتہد ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو وحی کا زمانہ تھا احکام اجتہادیہ خطاو صواب کے درمیان متردد نہ تھے بلکہ وحی قطعی کے ساتھ حق باطل سے اور صواب خطا سے الگ اور متمیز ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید کی تیسری قسم کے احکام اس قسم کے ہیں جن کے سمجھنے سے انسان کی طاقت عاجز ہے جب تک احکام کے نازل کرنے والے جل شانہ کی طرف سے اطلاع نہ ملے ان احکام کو سمجھ نہیں سکتے۔ اس اعلام و اطلاع کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ پیغمبرؑ کے سوا کسی اور کو یہ اطلاع نہیں دیتے۔ یہ احکام اگرچہ کتاب ہی سے ماخوذ ہیں لیکن چونکہ ان کا مظہر پیغمبر ہے اس لئے یہ احکام سنت کی طرف منسوب ہوئے ہیں کیونکہ ان کا مظہر سنت ہے جس طرح احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے کہ قیاس ان احکام کا مظہر ہے پس سنت و قیاس دونوں احکام کے مظہر ہیں۔

ہر وقت وہ ہر گروہ کے مناسب جدا جدا احکام ہیں کبھی

حلت مناسب ہوئی ہے کبھی حرمت اولوالعزم پیغمبر کو ایک امر کے حلال ہونے کا حکم ہوا تھا اور غیر الوالعزم پیغمبر کو اسی امر کے حرام ہونے کا اعلام یہ حل وحرمت دونوں صحیفہ منزلہ سے ماخوذ ہیں جس طرح کہ دو مجتہد ایک ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کر لیتے ہیں ایک حل سمجھ لیتا ہے۔ دوسرا اسی سے حرمت نکال لیتا ہے۔

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پچھلی سنت پہلی سنت کی ناسخ ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول کے بعد اس شریعت کی متابعت کریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع بھی کریں گے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں عجب نہیں کہ علماء ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات سے ان کے ماخذ کے کمال دقیق اور پوشیدہ ہونے کے باعث انکار کر جائیں اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف جانیں حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مثال حضرت امام اعظم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی سی ہے جنہوں نے ورع وتقوے کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط میں وہ درجہ بلند حاصل کیا ہے۔ جس کو دوسرے لوگ سمجھ نہیں سکتے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا الفقهاء کلهم عيال ابی حنيفة فقہا سب ابوحنیفہ کے عیال ہیں ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس ہے۔ کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمہ لگاتے ہیں بیت:

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور
حاش للہ کہ برارم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیراں جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر توبہ توبہ گر زبان پر لاؤں میں اس کا گلہ شیریں باندھے ہوئے اس سلسلہ میں سب کے سب لومڑی حیلہ سے توڑے کس طرح یہ سلسلہ حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ۔ حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔ بلا تکلف وتعصب کہا جاتا ہے۔ کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو اہل اسلام سے سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے تابعدار ہیں۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے اور اپنی راء پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور ویسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی اراء پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب الراء کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب وسنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں ان چار دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے الہام حل وحرمت کو ثابت نہیں کرتا۔

جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے۔ وہ صاحب معرفت تھے جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی جو شخص شریعت میں ست ہے۔ معرفت سے بے نصیب ہے۔ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان حقائق واسرار کا مظہر ہے۔ اس درویش نے تمام قسم کی عظمت وکبریائی کو اپنے سے مسلوب کر کے حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کیا ہے اور تمام قسم کے حسن وجمال اور خیر وکمال کو اپنے آپ سے دور کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اپنے آپ کو شر ونقص کے سوا کچھ نہیں جانتا اور اپنے آپ میں سوائے ذلت ومحتاج اور عجز وانکسار کے کچھ نہیں دیکھتا۔ اور اگر بالفرض عظمت وکبریائی کا کوئی حصہ بظاہر اس کی طرف متوجہ ہو تو اس کو زینہ معلوم کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ اور اس ذات پاک تک جو عظمت وکبریائی کے لائق ہے۔ پہنچ جاتا ہے۔ ایک ہی رات میں ہزار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں۔ اور فائدہ حاصل کرتے ہیں یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ولطائف کی مثالی صورتیں ہیں اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے مستفید ہوتے ہیں۔

ہر جلاہا اور حجام خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھتے ہیں لیکن کچھ حاصل نہیں اور سوائے خسارہ کے ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ پس واقعات پر اعتبار کرنا چاہے عالم شہادت میں جو کچھ حاصل ہو جائے اس کو اپنا سمجھنا چاہیے۔

بیان سورج کا کرتا ہوں کہ ہوں میں بس غلام اس کا
نہیں بندہ میں شب کا تا کروں خوابونکا کچھ چرچا

یہی وجہ ہے کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم واقعات کا اعتبار نہیں کرتے۔ معتبر وہی ہے جو آفاقہ اور بیداری میں حاصل ہو۔ اور دائمی حضور کو اعلیٰ دولت سمجھتے ہیں۔ کسی وقت بھی ان کے دل پر غیر کا گزر نہیں ہوتا۔

من عرف الله کل لسانه جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ اس کا نشان ہے اور جہاں علم ہے وہاں گفتگو بھی ہے۔ من عرف الله طال لسانه (جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اس کی زبان دراز ہوگئی۔

بندہ کا بیہودہ باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کے منہ پھیرنے کی علامت ہے۔

اگر امامت کی بحث دین کی ضروریات اور شریعت کے اصول سے ہوتی جیسے کہ شیعہ نے گمان کیا ہے۔ تو چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں استخلاف کا تعین فرما کر خلیفہ کی تشخیص فرماتا۔ اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک کی خلافت کا امر فرما جاتے اور تخصیص اور تصریح کے طور پر ایک کو خلیفہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ما من عبد اذنب ذنبا فقال فتوضاء وصلی واستغفر الله من ذنبه الا کان حقا علی الله ان یعفی له (جب کسی بندہ سے گناہ سرزد ہو تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اے بیٹا! توبہ میں کل تک تاخیر نہ کر کیونکہ موت ناگاہ آجاتی ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح شام توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے۔

بعض بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک رتی چاندی کا پھیر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ سوحج قبول سے افضل ہے بد اعتقادی جو اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے زہر قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب وعتاب تک پہنچا دیتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس بات پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب۔ اور وہ ایک فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت کو لازم پکڑا ہے۔ عقائد کے درست ہونے کے بعد شرع کے اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا جو عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت ضروری ہے پنج وقتی نماز کو بلا فتور تعدیل ارکان اور جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔

شرعی ممنوعات سے بچنا چاہئے اور حق تعالیٰ کی نامرضیات کو زہر قاتل سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے قصوروں کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہئے اور اپنی کارگذاریوں پر نادم اور شرمندہ ہونا چاہئے اور ندامت وحسرت اٹھانی چاہئے بندگی کا طریق یہی ہے۔ بادشاہ وقت سات پشت سے مسلمان چلا آتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے ہے اور حنیف مذہب پر ہے چند سال ہوئے ہیں کہ اس زمانہ میں جو قرب قیامت اور عہد نبوت کے بعد کا زمانہ ہے بعض طالب علموں نے اپنی طمع کی کم بختی سے جو باطن کی پلیدی سے پیدا ہوئی ہے امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ تقرب حاصل کیا ہے اور خوشامد کر کے دین متین میں تشکیکات اور اعتراض کئے ہیں جب ایسا عظیم الشان بادشاہ آپ کی باتوں کو اچھی طرح سن سکتا اور قبول کر سکتا ہے تو یہ کس قدر بھاری دولت ہے کہ آپ تفریح یا اشارہ کے طور پر کلمہ حق یعنی کلمہ اسلام کو جو اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے موافق ہو اس کے گوش گذار کر دیں اور جہاں تک گنجائش ہو سکے اہل حق کی باتوں کو تحقیق کریں بلکہ ہمیشہ امیدوار اور منتظر رہیں کہ کوئی ایسا موقع مل جائے جس میں مذہب وملت کی نسبت گفتگو شروع ہو جائے تا کہ اسلام کی حقیقت ظاہر کی

جائے اور کفر و کافری کا بطلان کیا جائے کفر خود ظاہر البطلان ہے کوئی عقلمند اس کو پسند نہیں کرتا بے تحاشا اس کے بطلان کو ظاہر کرنا چاہیئے۔

ان بے عقلوں نے کہاں سے جانا ہے کہ ان جمادات کو شفاعت کی کیا مجال ہوگی اور حق تعالیٰ اپنے شریکوں کی شفاعت کو جو در حقیقت اس کے دشمن ہیں اپنے دشمن بندوں کے حق میں قبول کرے گا ان کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کہ باغی بادشاہ پر حملہ کریں اور چند بے وقوف ان باغیوں کی مدد کریں اس خیال فاسد سے کہ تنگ وقت میں یہ باغی بادشاہ کے نزدیک ہماری سفارش کریں گے اور ان کے ذریعے ہم بادشاہ کا تقرب حاصل کریں گے۔ یہ عجب بے وقوف ہیں کہ باغیوں کی خدمت کریں اور باغیوں کی شفاعت سے بادشاہ سے معافی مانگیں اور اس کا قرب حاصل کریں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کتاب غنیۃ میں فرماتے ہیں کہ بدعتیوں کے گروہ جن کے اصول یہ نو گروہ ہیں خوارج شیعہ معتزلہ مرجیہ مشبہ جہمیہ ضراریہ بخاریہ کلابیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی خلافت کے زمانہ میں نہ تھے یہ گروہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے انتقال فرمانے سے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ پس جو مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہے اعتبار و اعتماد کے لائق نہیں فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ بادشاہ روح کی مانند ہے اور تمام انسان جسد یعنی جسم کی طرح اگر روح درست ہے تو بدن بھی درست ہے اگر روح بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے پس بادشاہ کی بہتری میں کوشش کرنا گویا تمام بنی آدم کی اصلاح میں کوشش کرنا ہے اور بادشاہ کی اصلاح اس امر میں ہے کہ بلحاظ وقت جس طرح ہو سکے کلمہ اسلام کا اظہار کیا جائے کلمہ اسلام کے بعد اہل سنت و جماعت کے معتقدات بھی کبھی کبھی بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دینے چاہئیں اور مذہب مخالف کی تردید کرنی چاہیئے اگر یہ دولت میسر ہو جائے تو گویا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت عظمیٰ ہاتھ آ گئی آپ کو یہ دولت مفت حاصل ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب سیدنا عبداللہ کے نطفہ نے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا مادہ تھا سیدہ آمنہ کے رحم میں قرار پکڑا تمام روئے زمین کے بت سرنگون ہو گئے اور تمام شیطان اپنے کام سے بند ہو گئے فرشتوں نے ابلیس کے تخت کو اوندھا کر کے دریا میں ڈال دیا اور چالیس دن تک عذاب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی رات کو کسرائے کے محل کو زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کی آگ جو ہزار سال سے روشن تھی اور کبھی نہ بجھی تھی یکدم بجھ گئی۔

انسان میں جس طرح اس کا دل عرش رحمان کا نمونہ ہے۔ اور اس کا ظہور قلبی ظہور عرشی کا نمونہ ہے۔ اسی طرح انسان میں بیت اللہ کا بھی نمونہ اور نشان ہے۔

جو شخص صراط مستقیم سے ایک دانہ رائی کے برابر بھی جدا ہو گیا جوں جوں جائے دور ہوتا جائے گا اور مطلوب تک پہنچنے سے زیادہ بعید ہوتا جائے گا۔

ترسی نرسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تو میری بترکستان است

کشفی صورت میں کلمہ مثبت نقطہ کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ اور کلمہ محمد رسول اللہ ﷺ جو دعوت خلق کی خبر دیتا ہے۔ جو اجسام و جواہر کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور وہاں طول و بسط کا قدم راسخ ہے اس واسطے اس مقام کی صورت مثالی کشفی نظر میں لمبی چوڑی دکھائی دیتی ہے۔

ظہور عرشی اگرچہ تمام تجلیات و ظہورات سے برتر ہے لیکن وہ معاملہ جو بیت اللہ مقدس کے ساتھ وابستہ ہے تمام ظہورات و تجلیات سے برتر ہے وہاں ظہور و تجلی کا نام لینا ننگ و عار ہے تجلیات و ظہورات محیط دائرہ کا حکم رکھتے ہیں۔

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ
کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم
ز مرغ من بود آن نام ہم گم

انبیاء بنی اسرائیل کا کعبہ جو بیت المقدس کا پتھر ہے۔ اس کے ظہورات کے کمالات آخر کار اس کعبہ معظمہ کے کمالات کی طرف راجع ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ مل جاتے

ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ ملنے سے چارہ نہیں۔ راستے جب تک مرکز تک جو صراط مستقیم ہے نہ پہنچیں۔ تب تک مطلوب کی طرف نہیں جاسکتے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کعبہ کی حقیقت کے ساتھ الحاق یعنی ملنا میسر ہو چکا ہے اور اس کے بعد بیشمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں مگر صورت کو صورت کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے حج فرض اکبر ہو چکا ہے اور راستہ کا امن بھی غلبہ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کامل ہے لیکن دیر پر دیر ہوتی چلی آتی ہے۔ سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہئے اگر پہنچ گئے تو نعمت عظمے ہے۔ اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بڑی بھاری امیدواری ہے۔ اور وہ شخص جس کی ایک توجہ خلق کی طرف ہے اور دوسری توجہ خالق کی طرف۔ وہ سیر کے وسط میں ہے۔ لیکن یہ شخص اس سالک سے بلند تر ہے۔ جس کی توجہ کامل طور پر حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ یہ شخص بندوں کے حقوق ادا کرنے میں ناقص ہے۔ اور وہ شخص حتی المقدور خالق کے حق بھی اور مخلوق کے حق بھی بجالاتا ہے۔ اور خلق کو خالق کی طرف بلاتا ہے۔ پس اس کی نسبت اکمل ہوگی۔ خلیل اپنے آرام کے لئے ہے۔ اور وزیر دوسروں کے کاروبار کے لئے شتان ما بینهما (ان دونوں میں بہت فرق ہے)

اس مقام عالی یعنی خلعت کے سر حلقہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا وہ لوگ جن کو اس مقام اعلیٰ سے مشرف فرمائیں۔ مقام خلف کے اوپر مقام محبت ہے۔ جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں۔ مشرف ہوئے ہیں۔ یار وندیم اور ہوتا ہے۔ اور محب و محبوب اور۔ عاجزی اور زاری اور التجا و انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عفو و عافیت طلب کرنی چاہئے حتی کہ قبولیت کا اثر مفہوم ہو جائے اور فتنہ کا فرو ہونا معلوم ہو جائے اگرچہ دوست اور خیر خواہ سب اس کام میں لگے ہیں۔ مگر صاحب معاملہ اس کام کا زیادہ مستحق ہے دوا کھانا اور پرہیز کرنا بیمار کا کام۔ دوسرے لوگ مرض کے دور کرنے میں صرف اس کے مددگار ہیں۔

معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے جو کچھ آئے۔ کشادہ پیشانی اور فراغ دلی سے احسان کے ساتھ اس کو قبول کر لینا چاہئے۔

اس فقیر کے علم پر مخصوص ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن** میں نہ اپنی زمین میں سما سکتا ہوں۔ نہ آسمان میں۔ لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کامل ظہور مومن آدمی کے قلب پر مخصوص ہے۔

عرش مجید اگرچہ زیادہ وسیع اور مظہر اتم ہے۔ لیکن اس اپنی دولت کے حاصل ہونے کا علم نہیں رکھتا۔ اور ان کمالات کا شعور اس کو حاصل نہیں۔ برخلاف قلب انسانی کے کہ صاحب شعور ہے اور اپنے علم و معرفت سے معمور ہے۔ قلب کے لئے ایک اور بھی زیادتی ہو جس کو ہم بیان کرتے ہیں غور سے سنیں۔ مجموعہ انسان جس کو عالم صغیر کہتے ہیں اگرچہ عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہے لیکن اس کو ہیئت وحدانی حقیقی حاصل ہے۔ عرش اور قلب کی مثال اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ گویا ایک وسیع آگ ہے۔ جس نے دشت و صحرا کو منور کر دیا ہے۔ اور اس آگ سے ایک مشعل بنالیں۔ جس میں بعض امور کے لاحق ہونے سے اس قسم کی اور نورانیت پیدا ہو جائے جو اس آگ میں نہیں تو کچھ شک نہیں۔ کہ یہ زیادتی صرف فضل جزئی ہی ثابت کرتی ہے۔ یعنی کامل کا باطن ہر وقت خداوند تعالیٰ کی طرف لگا رہتا ہے۔ اور اس کا ظاہر اہل و عیال کی تدبیر میں۔

نصیحت ہے تجھ سے یہی سر بسر
کہ لڑکا ہے تو اور رنگین ہے گھر

یا اگرچہ پر تکلف کھانے کھاتے ہیں اور نفیس لباس پہنتے ہیں لیکن لذت کا پانا۔ اور نفع حاصل کرنا فقراء کے طعام و لباس میں ہے۔

پہلی برکت جو صحبت اول میں اس طریقہ علیہ کے مبتدی رشید کو حاصل ہوتی ہے مطلوب حقیقی کی طرف قلب کی دائمی توجہ ہے۔ یہ دوام توجہ تھوڑی مدت میں نسیان ماسوا تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر طالب بالفرض ہزار سال تک جیئے۔ حق تعالیٰ کا غیر اس نسیان کے باعث جو اس کو ماسوا سے حاصل ہو چکا ہے۔ کبھی اس کے دل سے گزرنے نہ پائے۔ عبادات نافلہ کو

عبادات فرائض کے مقابلہ میں راستہ پھینکے ہوئے کوڑے کی طرح بے اعتبار جاننا چاہئے۔

نیم دانگ اس شخص کو واپس دے دینا جس سے خلاف شرع ظلم سے لیا ہو۔ دوسو درہم صدق کرنے سے بہتر ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کے نیک عمل پیغمبر کے نیک عملوں کی طرح ہوں اور اس پر نیم دانگ جتنا کسی کا حق باقی رہا ہو۔ تو اس شخص کو بہشت میں نہ لے جائیں گے۔ جب تک اس نیم دانگ کو ادا نہ کرے گا۔

غرض ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کر کے باطن کی طرف متوجہ ہونا چاہئے تا کہ غفلت کے ساتھ آلودہ نہ رہے کیونکہ باطن کی امداد کے بغیر احکام شرعیہ سے آراستہ ہونا مشکل ہے۔ علماء صرف فتوے دیتے ہیں۔ اور اہل اللہ کام کرتے ہیں باطن میں کوشش کرنا ظاہری کوشش کو مستلزم ہے۔ اور جو کوئی باطن ہی کی درستی میں لگا رہے اور ظاہر کی پرواہ نہ کرے وہ ملحد ہے اور اس کے وہ باطنی احوال استدراج ہیں۔

بندہ مقبول وہ ہے جو اپنے مولے کے فعل پر راضی ہو۔ اور جو شخص اپنی رضا کا تابع ہو۔ وہ اپنا بندہ ہے اگر مولے بندہ کی گردن پر چھری چلاوے تو بندہ کو چاہئے کہ اس وقت شاداں اور خنداں ہو۔ اور اسی میں اپنے مولے کی رضامندی سمجھے بلکہ اس فعل سے لذت حاصل کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخلق عیال الله واحب الخلق الى الله من احسن الى عياله. خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے اور مخلوقات میں سے زیادہ پیارا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان کرے اب عمل کا وقت ہے عیش و آرام کا وقت ابھی آگے ہے۔ جب اس عمل کا پھل ملے گا۔ عمل کے وقت آرام کرنا گویا اپنی کھیتی کو کچا کھا جانا۔ اور اس کے پھل سے محروم رہنا ہے۔

مقام قاب قوسین او ادنیٰ میں سر عظیم یہ ہے کہ جب انسان کامل سیر الی اللہ کے تمام ہونے کے بعد سیر فی اللہ کے ساتھ وابستہ متحقق ہو جاتا ہے تو اخلاق اللہ سے متخلق ہو جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے عاشق صادق کا تعلق و گرفتاری معشوق کی ذات کے ساتھ یہاں تک ہو جائے کہ اسم وصفت سے گزر جائے تو اس وقت اسم وصفت بالکل اس کی نظر سے دور ہو جاتے ہیں اور ذات کے سوا اس کو کچھ ملحوظ و مشہود نہیں ہوتا۔ اگر چہ صفات موجود ہوں۔ لیکن اس کو مشہود نہیں ہوتا۔ تب اَوْ اَدْنٰی کا سر ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کو واضح ہو۔ کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں ہیں۔ بعض اولیاء جن سے خوارق و کرامات ظاہر ہوئی آخر دم میں ان کرامات کے ظہور سے نادم ہوئے ہیں۔ اور یہ خواہش کرتے رہے ہیں کہ کاش ہم سے یہ خوارق و کرامات ظاہر نہ ہوتے۔ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔

مرید رشید اور طالب مستعد ہر گھڑی سلوک طریق میں اپنے پیر سے خوارق و کرامات محسوس کرتا ہے اور معاملہ غیبی میں ہر دم اس سے مدد لیتا ہے دوسرے لوگوں کی نسبت خوارق کا ظاہر ہونا ضروری نہیں لیکن مریدوں کی نسبت کرامات ہی کرامات اور خوارق ہی خوارق ہیں۔ مرید کس طرح پیر کے خوارق کو محسوس نہ کرے جبکہ پیر نے مردہ دل کو زندہ کر دیا ہے۔ اور مشاہدہ و مکاشفہ تک پہنچا دیا ہے عوام کے نزدیک بدنوں کا زندہ کرنا عظیم الشان ہے اور خواہش کے نزدیک قلب و روح کا زندہ کرنا اعلیٰ درکا برہان ہے۔

درحقیقت اہل اللہ کا وجود ہی کرامت ہے۔

عارف صاحب تکمیل کی یہ ظاہری و باطنی توجہ جو اس کو خلق کی طرف پیدا ہوئی ہے۔ موت کے وقت تک ہے جو مقام دعوت کا منتہا ہے جب موت آجائے گی موت کے پل سے گزر کر محبوب کے کوچہ میں قدم رکھ لے گا اور اغیار کی مزاحمت کے بغیر وصل و اتصال کی دولت سے مشرف ہو جائے گا۔

ترجمہ:

مبارک منعموں کو اپنی دولت
مبارک عاشقوں کو دردو کلفت

جب سالک اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذکر مراقبہ کے ساتھ حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دم بدم ماسوی سے منہ پھرتا جاتا ہے۔ تو حق تعالیٰ اسماء وصفات کی علمیہ صورتوں کے عکوس ہر آن میں قوت وغلبہ پاتے جاتے ہیں۔

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض موت میں کاغذ طلب کیا اور فرمایا کہ **اکتب لکم کتا بالن تضلو ابعدی** (کاغذ لاؤ۔ کہ میں کچھ لکھوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو) اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور چند اور اصحاب نے منع کیا اور کہا کہ **حسبنا کتاب اللہ** (ہمیں کتاب اللہ کافی ہے) اور کہا **استفھموہ** (کیا غشی سے ایسی کلام کرتے ہیں اچھی طرح پوچھو۔ یہی وہ فاروق رضی اللہ عنہ میں جن کی شان میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فرماتا ہے **یا یھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین** (اے نبی تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تیرے تابعدار مومن کافی ہیں۔)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں **عفا اللہ عنک لم اذنت لھم** (اللہ تعالیٰ نے تجھ سے معاف کیا۔ تو نے ان کو کیوں اذن دیا)

اور آیت کریمہ **و شاورھم فی الامر** (کام میں ان سے مشورہ کر لیا کرو (کے بموجب اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کی گنجائش اور ردو بدل کی مجال تھی۔ کیونکہ اعتبار و مشورہ کا امر کرنا ردو بدل کے حاصل ہونے کے بغیر متصور نہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کے قتل اور فدیہ کے بارہ میں جب اختلاف واقع ہوا تھا تو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے قتل کا حکم دیا تھا اور وحی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے موافق آئی۔

مقدمہ سوم۔ یہ کہ سہو و نسیان پیغمبر پر جائز بلکہ واقع ہے حدیث ذی الیدین میں آیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتی نماز میں دو رکعت کے بعد سلام دیدی۔ ذی الیدین نے عرض کی۔ **اقصرت الصلوٰۃ ام نسیت** کیا آپ نے نماز کو قصر کیا ہے یا آپ بھول گئے ذوالیدین کی صداقت ثابت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر دو رکعت اور ادا کیں۔ اور سجدہ سہو ادا کیا۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ بلکہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے لئے کتاب وسنت میں جنت کی خوشخبری ہے اور وہ احادیث جن میں خاص طور پر ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ ثقہ راویوں کی کثرت سے شہرت بلکہ تواتر معنی کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ جن کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا بغض و عناد۔ ان صحیح و حسن حدیثوں کے راوی اہل سنت ہیں جنہوں نے اپنے استادوں سے جو سب کے سب صحابہ و تابعین ہیں۔ اخذ کی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں اگر تمام مخالف فرقوں کے راویوں کو جمع کریں تو اہل سنت کے سویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **والسابقون الاولون** مہاجرین اور انصار میں سابقین اور اول وہ لوگ جنہوں نے احسان سے ان کی تابعداری کی ان سب پر اللہ تعالیٰ راضی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور ان کے لئے جنات تیار کی ہیں جن میں نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور فرماتا ہے **لا یستوی منکم من انفق** نہیں برابر تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی یہ زیادہ درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا۔ اور لڑائی کی اور سب کو اللہ تعالیٰ نے حسنے یعنی بہشت کا وعدہ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ** بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مومنین سے جب انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔

حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا مطلب استفہام اور استفسار یعنی **استفھموہ** سے یہ تھا کہ اگر آپ کوشش و اہتمام کے ساتھ کاغذ طلب فرمائیں تو لایا جائے۔ اگر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی استفسار و استفہام کے لئے کاغذ لانے میں توقف کیا ہو۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی خریدار مل جائے۔ تو اس خلافت کو ایک دینار کے بدلے بیچ ڈالوں اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی خواہش کے لئے معاویہؓ کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کیا بلکہ باغیوں کے ساتھ لڑائی کرنا فرض سمجھ کر ان کا مقابلہ کیا ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفت آید در حدیث دیگراں

ابلیس لعین جو ہر فساد و گمراہی کا مبدا ہے۔ عدم سے بھی زیادہ شریر ہے اور وہ بد بخت ان ہنروں سے بھی جو عدم میں پائے جاتے ہیں بے نصیب ہے۔ **انا خیر منہ** جو اس سے صادر ہوا۔ اس نے تمام خیریت و بہتری کا مادہ اس سے دور کر دیا ہے۔

اور محض شرارت پر دلالت کی ہے۔عدم نے چونکہ اپنے نیست ولاشے ہونے سے وجود کا مقابلہ کیا اس لئے وجود کے حسن و جمال کا آئینہ بن گیا اور لعین نے چونکہ اپنی ہستی و خیریت کے باعث وجود کا معارضہ کیا۔اس لئے مردود و مطرود ہو گیا تقابل کی خوبی عدم سے سیکھنی چاہئے۔اور معلوم ہوا کہ ابلیس اس کارخانہ عالی میں کام کرتا رہا ہے۔جس نے کناسی و خاکروبی کر کے سب کا کوڑا کرکٹ اپنے سر پر اٹھا لیا اور اوروں کو پاک و صاف کر دیا ہے لیکن چونکہ وہ بد بخت تکبر و لڑائی سے پیش آیا اور اپنی بہتری و خیریت کو مدنظر میں لایا۔اس لئے اس نے اپنے عمل کو ضائع کر دیا اور اجر سے محروم ہو گیا درحقیقت خسر الدنیا اسی کے حال کا نشان ہے پس اس کے شرارت نما وجود کے مالیخولیات نے اس کو نیست ولاشے ہونے سے جو عدم کی نیک صفتوں میں سے ہے محروم رکھا۔ایسے جو شخص دنیا میں زیادہ تر رنج والم میں مبتلا ہوگا آخرت میں اسی قدر زیادہ ناز و نعمت میں ہوگا کاش دنیا کی بقا کو آخرت کی بقا کے ساتھ وہی نسبت ہوتی۔جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے۔

کافر خدا کا دشمن اور دائمی عذاب کا مستحق ہے دنیا میں اس سے عذاب کا دور رکھنا۔اور اس کو اپنی وضع پر چھوڑ دینا اس کے حق میں عین ناز و نعمت و لذت ہے اسی واسطے کافر کے حق میں دنیا پر جنت کا اطلاع کیا گیا ہے۔

من آں خاکم کہ ابر نور بہاری
کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر از تن بروید صد زبانم
چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ

از حضرات القدس

ایک ماہ میں حفظ قرآن مجید فرمایا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔گیارہ سال کی عمر میں ذکر و مراقبہ کا طریقہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھ کر اس پر مواظبت شروع کی۔اور طریقت میں وہ کمال حاصل کیا۔

نو لاکھ کی تعداد آپ کے مریدوں کی بتائی جاتی ہے۔ جن میں سے تقریباً سات ہزار مرتبہ خلافت پر پہنچے۔

آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔مزار مبارک سرہند میں زیارت گاہ عالم ہے۔

چوں زلیخا کز سپند آں تا بعدو
نام جملہ چیز یوسف کردہ بود

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی

کی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز ابھی نہ ہوا تھا اور آپ اس دور کی خرابیوں کو دور کرنے اور کافرانہ و مشرکانہ رسوم و معتقدات کی بیخ کنی کے لئے سخت متردد اور بے چین تھے۔

جب شاہجہان کو ممالک محروسہ پر پوری طرح استحکام حاصل ہو گیا تو حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوا۔

بہت کچھ تحفے اور ہدیے آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے سات روز تک فقیروں کو کھانا تقسیم کیا۔چونکہ شاہجہان کو حضرت عروۃ الوثقی کی خدمت میں بڑا رسوخ و اعتقاد تھا اس لئے دوبارہ حضرت سے بیعت ہو کر صبح و شام حضرت کے حلقہ میں شامل ہوتا تھا۔آپ بھی اس پر بدرجہ غایت مہربان تھے۔

شاہجہاں نے اپنے زمانے میں اکثر بدعتوں کو جو جہانگیری دور میں باقی رہ گئی تھیں دور کیا اور حکم دیا کہ اشرفی اور روپے کے سکوں پر کلمہ طیبہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی کندہ کئے جائیں اور تمام شہروں قصبوں اور دیہات میں مسجدیں اور مدرسے بنائے جائیں۔چنانچہ بکثرت مساجد و مدارس تعمیر کئے گئے اور علماء و فقراء اور حفاظ کے وظائف مقرر کئے گئے۔اور دین اسلام کی ترویج میں بے حد کوشش کی گئی۔

جب شہزادہ اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقی سے بیعت کی تو اس نے روشن آرا سے حضرت کا مرید ہونے کے لئے کہا۔آخر روشن آرا نے ایک رات استخارہ کیا خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محل ہے جو طرح طرح کے نقش و نگار سے منقش ہے۔اس محل میں حضرت عروۃ الوثقی تشریف فرما ہیں۔نیچے کے حصہ میں بکثرت اولیائے کرام موجود ہیں۔

حضرت اس وقت خربزہ کھا کر چھلکے نیچے پھینک رہے ہیں۔ جو اولیائے امت وہاں موجود ہیں وہ ان چھلکوں کو بڑی جدو جہد سے حاصل کرتے اور بڑی خوشی ورغبت سے کھاتے ہیں۔

صبح کو یہ خواب اپنے بھائی اورنگ زیب سے بیان کیا، وہ اس کو حضرت کی خدمت میں لے گیا اور مرید کرا دیا۔

گوہر آرا بیگم، عقل وفہم علم وعمل میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھیں۔ خوف خدا سے روتی اور سنت نبوی سے سرمو تجاوز نہ کرتی، ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک باغ ہے جس کی دیواریں سرخ یاقوت کی ہیں درخت زمرد کے ہیں اور زمین سنہری ہے۔ اس باغ کے اندر ایک محل مروارید کا ہے جس میں حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ایک شخص ارشاد کے مطابق جملہ مہمات سرانجام دیتا ہے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت خواجہ محمد معصوم ہیں۔

نقل ہے کہ جب حضرت حج کو جاتے تھے راہ میں شہزادہ اورنگ زیب قدم بوس ہوا۔ اور بارہ ہزار روپیہ نذرانہ حاضر کیا۔ اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اس کو بشارت دی۔ اس نے عرض کی۔ کہ آپ مجھ کو یہ لکھ بھی دیں۔ چنانچہ حضرت نے اس کو لکھ دیا فوقع کما قال۔ گوہر آراء اس کی ہمشیرہ کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگ زیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص کسی عورت پر عاشق ہو گیا ہے۔ حضرت اس کو سمجھانے لگے تو اس نے کہا

در کوئے نیک نامی مارا گذر ندا دند
گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضارا

تائب ہوا۔ اور خیال عشق جاتا رہا۔

حضرت کا حلیہ

حضرت تمام قد پر اندام گندم رنگ وکشادہ ابرو بلند بینی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی ڈاڑھی سفید تھی۔ تمام اعضاء نہایت خوبصورت اور خوش شکل تھے لباس میں چوغہ حضرت خازن علیہ الرحمتہ پالکی میں سوار ہو کر ایک تیر کے فاصلے سے اپنی محل سرائے کو تشریف لے جاتے۔

شاہجہاں بادشاہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زیارت کے لئے سرہند آیا۔ کافی دن قیام کیا اور اپنے ارکان سلطنت سے کہا کہ چونکہ یہ شہر میرے دونوں دارالخلافوں (لاہور ودہلی) کے درمیان ہے نیز یہ کہ میں حضرت کی زیارت کے لئے آتا رہتا ہوں اس لئے بھی اس شہر میں میرے عالی شان محلات بنوائے جائیں چنانچہ بنوائے گئے۔

الا سودائیاں شہرے ہست درہند
کہ اندر پائے او بنہاد سر ہند

شاہجہاں نے حضرت سے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں مملکت کو اولاد میں تقسیم کر دوں فرمایا کہ ولی عہد اورنگ زیب کو بنانا کیونکہ وہ سب شہزادوں میں زیادہ لائق ہے۔ شاہجہاں نے بھی اس بات کو منظور کر لیا۔ دہلی پہنچ کر جب شاہجہاں نے اورنگ زیب کو ولی عہد بنانا چاہا۔ داراشکوہ نے دکن لینے سے انکار کر دیا۔ اورنگ زیب نے کہا مجھے سلطنت درکار نہیں میں تو ایک فقیر آدمی ہوں میں حضرت کی خدمت میں رہوں گا آخر بادشاہ نے عرض کیا۔ چونکہ اورنگ زیب آنجناب کا مرید ہے اس لئے آپ اسے دکن لینے پر راضی کریں۔ حضرت نے اورنگ زیب کو بلا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو آخر تم ہی دکن اور ہندوستان کے بادشاہ ہو گے۔ دکن لینے پر راضی ہو جاؤ۔ رضا مند ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت نے بادشاہ سے فرمایا کہ ہم نے اورنگ زیب کو دکن لینے پر رضا مند تو کر لیا ہے لیکن داراشکوہ کو سمجھا دینا کہ شریعت کو رواج دینے کی کماحقہ کوشش کرے اور شریعت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے ذرا بھی غفلت برتی تو نہ وہ رہے گا نہ اس کی سلطنت بلکہ شامت اعمال کا خمیازہ تم کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

امارت وریاست کے باوجود یہ دونوں صاحبزادے محبت واحترام کے جذبہ میں حضرت عروۃ الوثقیٰ کی پالکی کندھوں پر اٹھا کر شاہجہاں آباد (دہلی) تک لے جاتے تھے۔

حضرت بھی ان دونوں صاحبزادوں پر بہت مہربان تھے۔

جب حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حج کا عزم بالجزم کر لیا تو پہلے حضرت مجدد الف ثانی کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے پھر اپنے دونوں بھائیوں مخدوم زادوں اور تقریبا سات ہزار مریدوں وخلفاء کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے

روانہ ہوگئے۔ جب شاہجہاں آباد پہنچے تو شاہجہاں بادشاہ اور داراشکوہ حضرت کو رخصت کرنے کے لئے آئے اور بہت بڑی رقم بطور نذرانہ پیش کی حضرت نے اس میں سے تھوڑی سی رقم لے لی۔ اورنگ زیب بھی نربدہ کے قریب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ازراہ لطف وکرم اپنی خاص ٹوپی اورنگ زیب کو عنایت کی۔ تاج شاہی اپنے دست مبارک سے اس کے سر پر رکھا۔ اور بہت دعائیں دیکر رخصت کیا۔ نیز اورنگ زیب کی درخواست پر حصول برکت کے لئے مخدوم زادگان شیخ محمد اشرف وشیخ سعدالدین کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔

وہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ) دامت فرماتے تھے حلقہ ذکر میں بیٹھا تھا مشاہدہ ہوا کہ مخلوق اور فرشتوں کی بہت سی جماعتیں میرا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ فرماتے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت طواف میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس جماعت کا طواف نہایت اشتیاق واتصال کے ساتھ ہے (ان کا طواف) اس دنیا کے لوگوں کی مانند نہیں ہے۔ وہ ہر ساعت میں بیت عتیق (خانہ کعبہ) کو بوسہ دیتے ہیں اور ہر لحظہ (کعبہ معظمہ سے) معانقہ کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ اس جماعت کے قدم زمین سے اونچے ہیں (یعنی زمین پر ٹکے ہوئے نہیں ہیں) اور ان کے سر آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں ظاہر ہوا کہ مذکورہ مرد فرشتے ہیں اور مذکورہ عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔

حضرت (عروۃ الوثقیٰ) فرماتے ہیں کہ جب ہم عرفات کے قصد سے نکلے اور منیٰ میں قیام کیا تو ہم نماز کے لئے مسجد خیف گئے تھے اور اس مسجد میں ایک قبہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبہ کے نزدیک خیمہ لگا کر قیام فرمایا تھا اور یہ پیغمبروں کا مقام بھی ہے منجملہ ان کے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام ہیں اور نیز اس مسجد میں ایک منارہ ہے جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر ہے جیسا کہ آپ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر پہنچے جو کہ وہاں پر جنت المعلیٰ میں ہے تو ٹھہرے اور فرمایا کہ انوار کا سمندر موجزن ہے اور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے کمالات (اس سے) روشن ومنور ہیں اس کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کے روضہ منورہ پر پہنچ کر دوستوں کے ساتھ طویل مراقبہ کیا اور فرمایا کہ امہات المومنین میں جو سب سے بڑی ہیں ان کی جانب سے اس قدر الطاف وعنایات اور تھے۔

جو شخص بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہے اور کلمہ توحید کہتا ہے یہ کہنے والا اگر شرک کے کوچہ سے نکلا نہیں اس کے حق میں کلمہ طیبہ کا حاصل لا الہ الا انا ہو جاتا ہے۔

کشف قبور کے واقعات

اور جب وادی بدر سے صفرا تک پہنچے راستہ سے ہٹ کر حضرت عبیدہ ابن الحارث کی زیارت کے لئے متوجہ ہوئے جو کہ شہدائے بدر میں سے ہیں اور بدر میں زخمی ہو کر صفرا میں آرام فرما ہیں کچھ دیر ان کی قبر پر دوستوں کے ہمراہ مراقبہ میں مشغول ہوئے اس کے بعد قافلہ میں پہنچ کر فرمایا کہ ہم ان رضی اللہ عنہ کی قبر پر متوجہ ہوئے ہم نے (ان کو) نہیں پایا، کچھ دیر کے بعد نہایت عالی شان مرتبہ کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ہماری جانب آکر بڑی کشادہ روئی کے ساتھ ملاقات کی اور کچھ دیر بیٹھ کر جلدی سے واپس ہوگئے۔

اہل مدینہ منورہ میں سے بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت (عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ) کے طریقہ میں داخل ہو جانا، اس جلیل القدر امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے نہایت ادب کے ساتھ اجازت چاہی اور مواجہ شریفہ میں کھڑے ہو کر مراقبہ کیا۔ اس امر جلیل القدر میں مشغول ہونے کے بارے میں کامل رضامندی اور اس کا نہایت اہتمام ظاہر ہوا۔

فرماتے تھے کہ اکثر اوقات روحانیوں اور آسمان والوں اور ان کے علاوہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے لشکروں کی حاضری روضہ منورہ مقدسہ کی بارگاہ میں مشاہدہ ہوتی ہے خاص طور پر قبہ مبارک کے اوپر جو کہ مسجد شریف سے خارج ہے لشکروں کا اس قدر اجتماع ظاہر ہوتا ہے کہ اندر کی طرف اس کی مانند دیکھنے میں نہیں آتا اور ہو سکتا ہے کہ اس حقیقت میں یہ راز ہو کہ اندرونی انوار کے تلاطم کی وجہ سے درک وادراک (محسوس کرنے) کی طاقت نہیں رہتی بخلاف باہر کے کہ (وہاں) اندرونی انوار کمتر ظاہر ہوتے ہیں۔ اہل بقیع کی

زیارت کے بعد فرماتے تھے کہ میں متبرک قبروں میں سے جس قبر پر بیٹھتا تھا تو جس طرح کہ صاحب قبر کی عنایات اپنے حال پر مشاہدہ کرتا تھا اسی طرح دوسرے اہل قبور کا انتظار کہ جن کی زیارت کا ارادہ رکھتا تھا مشاہدہ کرتا تھا اور میں اپنی ملاقات کے لئے ان کے اجتماع اس طرح پاتا تھا جیسا کہ کسی عزیز اور نہایت پسندیدہ مہمان کی غیر متوقع آمد پر اجتماع ہو۔ جب حضرت ابراہیم (ابن رسول اللہ) علی آبیہ و علیہ الصلوات والسلام کے روضہ منورہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ہماری جانب باہر نکل آئے ہیں اور خود کو میرے ساتھ متصل کر دیا ہے کبھی میری گود میں آتے تھے اور کبھی کبھی وہ ہماری جانب آ کر خود کو میرے ساتھ لپٹا کر کمال مہربانی سے معانقہ کرتے تھے اس کے بعد ہم امام اجل انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر پہنچے ہم نے دیکھا کہ نہایت سرعت کے ساتھ ہماری جانب باہر آ کر نہایت خندہ روئی و شادمانی کے ساتھ اور اہل عرب کی ملاقات کے طریقہ پر ملاقات کی اس کے بعد میں نے ازواج مطہرات کے الطاف حد سے زیادہ پائے جیسا کہ ماں کی شفقت۔

دعا کمال عبدیت میں سے ہے

عجیب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلا و مصیبت واقع ہوتی تھی فرحت و خوشی کا باعث ہوتی تھی اور ھل من مزید کہتا تھا اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا اچھا معلوم ہوتا تھا اور اسی قسم کی خواہش کرتا تھا۔ اب جبکہ عالم اسباب میں لائے ہیں اور اپنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے اگر تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہو جاتا ہے اگر چہ جلدی دور ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے اور ایسے ہی پہلے اگر بلا و مصیبت کے دفع کرنے کے لئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا بلکہ امر ادعونی کی تابعداری مقصود ہوتی تھی لیکن اب دعا سے مقصود بلاء و مصیبت کا رفع کرنا ہے اور وہ خوف و حزن جو زائل ہو گئے تھے اب پھر رجوع کر رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ حال سکر کی وجہ سے تھا۔ صحو کی حالت میں عجز اور محتاجی اور خوف و حزن اور غم و شادی جیسے عام لوگوں کو لاحق ہے۔ ویسے ہی اس خاکسار کو بھی لاحق ہے۔ ابتدا میں بھی جب کہ دعا سے بلا کا رفع کرنا مقصود نہ تھا یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گزرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو۔

اب جبکہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا اور حقیقت کار ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز اور حاجتمندی اور خوف و حزن کے سبب سے تھیں نہ مطلق امر کی تابعداری کے لئے۔

علم دین اور علماء و طلبا کی فضیلت

اپنے آپ کو اور ایسے ہی تمام جہان کو بندۂ مخلوق اور غیر قادر جانتا ہے اور خالق و قادر حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ایک دوسرے کا عین اور آئینہ ہونا کجا

ع در کدام آئینہ در آید او

ترجمہ:۔ کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

اور اہل سنت و جماعت کے علمائے ظاہر اگر چہ بعض اعمال میں قاصر ہیں۔ لیکن ذات و صفات الٰہی میں ان کی درستی عقائد کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی اور کمی اس کے مقابلہ میں ہیچ و ناچیز دکھائی دیتی ہے اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات و صفات میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے۔ وہ جمال ان میں پایا نہیں جاتا اور علماء و طالب علموں سے بہت محبت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہو۔

مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے

پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں اور محب شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ انس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبوں کا انس محبوب کے مشاہدہ میں ہے محبوبوں کا انس محبوب کی

بندگی میں۔ اس انس میں ان کو اس (دید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس میدان کے تیز رفتار شہسوار دین و دنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حبیب رب العالمین ﷺ ہیں اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں اس کو آنحضرت ﷺ کی کمال متابعت عنایت فرماتے ہیں اور اس وسیلہ سے اس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم** (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے)۔

کمال شر اور نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہے اور یہ علم بھی اسی تخلق کے ثمروں میں سے ہے۔ شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر اتر آنے کے بعد ہے۔

پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچائے اپنے مولیٰ جل شانہ کے کمال سے بے نصیب ہے۔

سلوک کا حاصل

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ سرہ العزیز سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے؟ فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی کشفی ہو جائے۔ اور یہ نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں راستہ میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے اور جب تک سالک نہایت کے نہایت درجے تک جو صدیقیت کا مقام ہے نہ پہنچے۔ ان علوم سے حصہ حاصل نہیں کرتا۔

سلوک کا پہلا قدم

میرے بھائی! جان لو جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں، ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی کمال ایمان میسر ہوتا ہے۔ بھلا پھر خدا کے بندوں کے گروہ میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں؟ اور اوتاد کے درجے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو درجات ولایت میں رکھا جاتا ہے اور بڑا بھاری کمال ہے جو ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے۔ پس یہی بہتر ہے کہ اس ولایت کے اول سے آخر کا حال اور اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کا درجہ قیاس کیا جائے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ:۔ قیاس کرلو مرے باغ سے بہار مری

شیخ کامل اور ناقص شیخ میں فرق

جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں نہ بویا اور اپنی استعداد کی زمین کو بے کار رہنے دیا اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا۔

اور جاننا چاہئے کہ زمین کا ضائع اور بے کار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں بہت ضرر اور زیادہ فساد ہے جیسے کہ پوشیدہ نہیں ہے اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں اور اس کی راہ پر چلیں کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی تو اس کی حرص کو ہی زیادہ کرے گی۔ پس اس سے سیاہی پر سیاہی حاصل ہو گی۔

پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہے اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اول اس سے اس چیز کو دور کرے جو ناقص شیخ سے اس کو پہنچی ہے اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے۔ پھر اس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی

استعداد کی زمین میں ڈالے پس اس طرح اچھا سبزہ اگے گا۔

مثل کلمة خبیثة کشجرة خبیثة ن اجتثت من فوق الارض مالها من قرار ط ومثلا کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السمآء

''ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں''

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اس کی نظر دوا اور اس کی بات شفا ہے۔ وبدونها خرط القتاد (اور اس کے سوا بے فائدہ رنج و تکلیف ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفیٰ علیہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے کیونکہ یہی مقصود ہے اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔

تصوف اور فقہ کا تعلق

اور نیز اس گروہ (صوفیاء) کے علوم احوال کے علوم ہیں اور احوال اعمال کے نتیجے اور ثمرے ہیں اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ورثہ ملتی ہے جس نے اعمال کو درست کیا ہو اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر قائم ہو اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جبکہ اعمال کو پہنچانے اور ہر عمل کی کیفیت کو جانے اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز روزہ و باقی فرائض اور معاملات اور نکاح و طلاق و بیع و شرئی اور ہر ایک اس چیز کا علم ہے جو حق تعالیٰ نے اس پر واجب کیا ہے اور اس کی طرف اس کو دعوت فرمایا ہے اور یہ علوم کسبی ہیں ان کے سیکھنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہد جو علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ مجاہد جو علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

علماء کے لئے دنیا پرستی کا نقصان

علماء کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تکذیب اور مذہب کی تقویت ان پر مترتب ہے مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فاجر فاسق سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ سید الانبیاء علیہ نے فاجر آدمی کی تائید کی نسبت خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان اللہ لیؤیدھذا الدین بالرجل الفاجر۔

یہ علماء پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے۔ جہان کو اس آگ سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہیں لیکن وہ پتھر اور بانس اس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب ہیں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم ان کے اپنے نفس کے حق میں مضر ہے کہ حجت کو ان پر پورا کر دیا۔

سلوک کا مقصد

سیر وسلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور ناپاک کرنا ہے تاکہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہشوں کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں نجات حاصل ہو جائے اور حقیقت میں خدائے واحد برحق کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے اور دینی یا دنیاوی مقصودوں اور مطلوبوں سے کوئی مقصود و مطلب اختیار نہ کریں۔

شریعت کا مقصود

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل و اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں شریعت متحقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے۔

پس شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا اور کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں۔ تیسرے جزو

یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا۔

دل کی اصلاح ظاہری اعمال کے بغیر ممکن نہیں

کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر سے گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کے لئے حکم کیا ہے دونوں درکار ہیں۔

بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ کرنا باطل ہے جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے۔ ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک عملوں کے بغیر محال ہیں۔ اس زمانے میں اکثر ملحد اس قسم کے دعویٰ کئے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ان کے ایسے برے عقائد سے نجات بخشے۔

باطنی ہجرت

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ خلقت کے درمیان رہ کر ان سے الگ رہنا چاہئے۔

شریعت کا طریقت سے افضل ہونا

طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اٹھانے والے یہی لوگ ہیں اور مصطفوی مذہب ﷺ انہی کے ساتھ قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھیں گے اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھیں گے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجالانے پر منحصر ہے۔

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں۔ شرائع کی طرف دعوت کی ہے اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر رہے ہیں اور ان بزرگواروں کی پیدائش سے مقصود ہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔

پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہی ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کی جائے۔ خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ اسلام کے نشان بالکل مٹ گئے ہوں۔ کروڑ ہا روپیہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلے کو رواج دیا جائے کیونکہ اس فعل میں انبیائے علیہم السلام کی اقتداء ہے جو بزرگ ترین مخلوقات اور اس فعل میں ان بزرگواروں کے ساتھ شریک ہونا ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہی لوگوں کو عطا ہوئی ہیں اور کروڑ ہا روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسر ہے اور نیز شریعت کے بجالانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے کیونکہ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے اور مالوں کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے۔ ہاں ان مالوں کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کے لئے ہوں بہت درجہ ہے اور اس نیت پر ایک پیتل کا خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

ظاہری اور باطنی سعادت

حقیقت میں ظاہری دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفوی ﷺ کے احکام سے آراستہ کیا جائے اور سعادت باطنی یہ ہے کہ باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے خلاص اور آزاد کیا جائے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو ان دونوں کرامتوں سے مشرف کرتے ہیں

ع کار ایں است و غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ:۔ کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

سب سے افضل اور برتر انسان

سنا گیا ہے کہ بادشاہ اسلام نے مسلمانی کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتا ہے۔ آپ کو فرمایا ہے کہ چار آدمی علمائے دیندار پیدا کریں تا کہ دربار میں ملازم رہیں اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں تا کہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو۔

الحمدللہ! مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کونسی خوشی ہوگی اور ماتم زدوں کو اس سے زیادہ کیا خوشخبری ہوگی لیکن چونکہ یہ حقیر بھی اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت بلند کی طرف متوجہ ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھ سکے گا۔ امید ہے کہ معذور فرمائیں گے۔ **صاحب الغرض مجنون** معروض کرتا ہے کہ ایسے علمائے دیندار بہت تھوڑے ہیں جو حب جاہ وریاست سے خالی ہوں اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں اور حب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک عالم اپنی طرف کھینچے گا اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہے گا اور اختلافی باتیں درمیان لاکر ان کو بادشاہ کے قریب کا وسیلہ بنائے گا تو ناچار معاملہ بگڑ جائے گا۔

گزشتہ زمانے میں ایسے علماء کے اختلافوں نے جہان کو بلا میں ڈال دیا اور اب بھی وہی صحبت درپیش ہے۔ ترویج کیا ہوگی بلکہ یہ تو خرابی کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برے علماء کے فتنہ سے بچائے۔ اگر اس غرض کے لئے ایک علم مل جائے تو بہتر ہے اور اگر علمائے آخرت میں سے کوئی دستیاب ہو جائے تو نہایت ہی سعادت ہے کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہے اور اگر ایسا آدمی نہ ملے تو صحیح غور وفکر کے بعد اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کریں۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں؟ جس طرح مخلوقات کی خلاصی علماء کے وجود پر وابستہ ہے جہان کا خسارہ بھی انہی پر منحصر ہے۔ علماء میں سے بہتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدتر عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کیونکہ تمام جہان کی ہدایت وگمراہی انہی پر موقوف ہے۔

عاجزی وانکساری مقصود ہے

اور جب اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں درد والم ومصیبت نہ ہوتے تو جو کے برابر اس کی قدر نہ ہوتی۔ اس کی ظلمتوں کو واقعات اور حادثے دور کر دیتے ہیں۔ حادثوں کی تلخی دار وئے تلخ کی طرح نافع ہے جس سے مرض کو دور کرتے ہیں۔

فقیر کو تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ عام دعوتوں میں جو کھانا پکاتے ہیں اور خالص نیت نہیں کر سکتے اور بعض لوگ اس کھانے کی نسبت گلہ وشکایت کرتے ہیں اور طعام اور صاحب طعام کا عیب اور نقصان ظاہر کرتے ہیں اور صاحب طعام کو اس بات سے دل کی شکستگی حاصل ہو جاتی ہے تو صاحب طعام کی یہی شکستگی اس ظلمت کو جو خالص نیت کے نہ ہونے سے کھانے میں آ گئی تھی دور کر دیتی ہے اور معرض قبول میں لے آتی ہے اگر وہ لوگ شکایت نہ کرتے اور صاحب طعام کا دل شکستہ نہ ہوتا تو طعام سراسر ظلمت اور کدورت سے بھرا رہتا اور اس صورت میں قبولیت کا احتمال نہ ہوتا۔

پس کام کا مدار شکستگی اور آوارگی پر ہے لیکن ہم ناز سے پلے ہوئے عیش و آرام کے طالبوں کو یہ کام مشکل ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ نص قاطع ہے اور عبادت سے مقصود عجز وانکسار ہے۔ پس انسان اور خاص کر مسلمانوں اور دینداروں کے پیدا کرنے سے مقصود ذلت وخواری ہے کیونکہ دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے۔ قید خانہ میں عیش وآرام کا ڈھونڈنا عقل سے دور ہے۔ پس آدمی کو محنت کشی اور اس بوجھ کے اٹھانے سے کوئی چارہ نہیں ہے۔

حصول سعادت کا طریقہ

اپنی چندروزہ زندگانی کو صاحب شریعت علیہ ﷺ کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے۔ کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔ پس بڑھنے والے مالوں اور چرنے والوں چارپاؤں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے اور اس کو مالوں اور چارپاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونے کا وسیلہ بنانا چاہئے۔ اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مدنظر نہ رکھنا چاہیے بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہیے کہ طاعت کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔ نفیس کپڑوں کو **خذوا زینتکم عند کل مسجد (عند کل صلوٰۃ)** کے موافق مذکورہ بالا زینت کی نیت پر پہننا چاہئے اور کسی اور نیت کو اس میں

نہ ملانا چاہئے اور اگر حقیقی طور پر نیت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہئے فان لم تبکوا فتباکوا. اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو"۔ اور ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرنی چاہئے کہ حقیقی نیت حاصل ہو جائے اور تکلف دور ہو جائے۔

ے تو اند کہ دہد اشک مرا حسن قبول
آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

ترجمہ:۔ عجب نہیں کہ وہ کر لے قبول گر یہ مرا
دیا ہے قطرہ باراں کو جس نے موتی بنا

علیٰ ہذا القیاس تمام امور میں علمائے دیندار کے فتویٰ کے موافق جنہوں نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور رخصت سے تجاوز کیا ہے زندگانی بسر کرنی چاہئے اور اس کو ہمیشہ کی نجات کا وسیلہ بنانا چاہئے۔

مایفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم و امنتم.

"اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا"۔

مذموم دنیا کا مطلب

سرور کائنات حبیب رب العالمین ﷺ نے فرمایا ہے:

ماالدنیا و الاخرۃ الاضرتان ان رضیت احدھما سخطت الاخری

"دُنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہو گی تو دوسری ناراض۔ پس جس نے دُنیا کو راضی کیا آخرت اُس سے ناراض ہو گئی" پس آخرت سے بے نصیب ہو گیا۔

حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے۔

اے فرزند! کیا تُو جانتا ہے کہ دُنیا کیا ہے؟ دُنیا وہی ہے جو تجھے حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا رکھے۔ پس زن اور مال و جاہ و ریاست و لہو و لعب اور بے ہودہ کاروبار میں مشغول ہونا سب دُنیا میں داخل ہے اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں۔ سب دُنیا ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ بے فائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ

علامۃ اعراضہ تعالیٰ عن العبد اشتغالہ بمالا یعنیہ

"بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا اللہ تعالےٰ کی روگردانی کی علامت ہے"۔

نجات یافتہ جماعت

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ **کل حزب بمالدھم فرحون** ان کے حال کے شامل ہے لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے یہ ہے:۔

الذین ھم علیٰ ماانا علیہ و اصحابی یعنی وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔

اصحاب کا ذکر صاحب الشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہوسکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق کی اتباع سے وابستہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ** پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق ہے اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جن لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے برخلاف کیا ہے حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً اولئک ھم الکافرون حقاً.

''ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کرلیں یہی لوگ پکے کافر ہیں''۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ ﷺ کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ **ویحسبون انھم علیٰ شئی الا انھم ھم الکاذبون** (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں، خبردار رہو تحقیق وہی ہیں جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت و جماعت ہی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

آدمی کے لئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا ضروری ہے اور سب عبادتوں سے جامع اور سب طاعتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامھا فقد اقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین۔ (متفق علیہ)

''نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اس کو ترک کیا اس نے دین کو گرادیا اور جس کسی کو ہمیشہ کے لئے نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو برائیوں اور بے حیائیوں سے ہٹا رکھتے ہیں''۔

ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ۔اسی بات کی مؤید ہے اور جو نماز ایسی نہیں ہے وہ صرف صورت نماز کی ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ **ما لا یدرک کلہ لایترک کلہ** وہ اکرم الاکرمین اگر صورت حقیقت کے ساتھ اعتبار کرے تو اس سے کچھ دور نہیں ہے۔

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمیشہ نماز کو جماعت کے ساتھ خشوع اور خضوع سے ادا کریں کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون.

''تحقیق خلاصی پائی ان لوگوں نے جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں''۔

بہادری وہی ہے جو خطرے کے وقت کی جائے۔ سپاہی دشمن کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا بھی تردد کرتے ہیں تو بڑا اعتبار پیدا کرتا ہے جوانوں کی نیکی بھی اسی واسطے زیادہ اعتبار رکھتی ہے کہ باوجود غلبہ شہوت نفسانی کے اپنے آپ کو نیک کام میں لگایا ہے۔ اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی صرف ایک ہی عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کرنے کے باعث حاصل کی اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وارد ہے۔ **عبادۃ فی الھرج کھجرۃ الی.** ہرج میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ پس منافی حقیقت میں عین باعث (ابھارنے والا) ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔

جوانی اور بڑھاپے کا دستور العمل

یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کرلے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔

من شاب شیبۃ فی الاسلام غفرلہ

''جو اسلام میں بوڑھا ہوا وہ بخشا جائے گا''۔

امید کی جانب کو ترجیح دیں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں کہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے اور پیری میں رجا زیادہ غالب چاہئے۔

نقشبندیہ کے فضائل

وہ نصیحت جو محبوں اور دوستوں کو کی جاتی ہے، سب یہی ہے کہ پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میسر ہو جائے اور ماسوائے حق سے روگردانی حاصل ہو جائے۔

ع کار ایں است غیر ازیں ہمہ ہیچ

آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاق پر وابستہ ہے۔ بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں نہایت ابتدا میں درج ہے۔ پہلی صحبت میں وہ کچھ بخش دیتے ہیں جو دوسرے طریقہ کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے اور ان بزرگواروں کا طریق اصحابؓ کرام کا طریق ہے۔ ان کو خیر البشر ﷺ کی پہلی ہی صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں اور یہی ابتدا میں انتہا کے درج ہونے کا طریق ہے۔ پس آپ پر ان بزرگواروں کی محبت واجب ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

دل کی طمانینت ذکر اللہ میں ہے

الابذکر اللہ تطمئن القلوب خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے۔ دل کے اطمینان کا طریقہ اللہ کا ذکر ہے نہ نظر و استدلال۔

ے پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ: چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے
ایسے پاؤں کب ہیں استقلال کے

کیونکہ ذکر میں حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ ذاکر اس پاک جناب کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن ذاکر مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے اور جب محبت غالب ہو گئی تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں۔ جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی۔

نرمی، حیاء، حلم اور حقوق العباد سے متعلق بعض اہم احادیث اور کلمات نصیحت

نبی ﷺ کی چند حدیثیں جو وعظ و نصیحت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے موافق عمل نصیب کرے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف و مالا یعطی علیٰ ماسواہ (رواہ مسلم)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ نرمی والا ہے نرمی کو دوست رکھتا ہے اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے جو سختی اور اس کے سوا اور چیز پر نہیں دیتا"۔

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے:۔

قال لعائشۃ علیک بالرفق وایاک والعنف والفحش ان الرفق لایکون فی شئی الا زانہ ولاینزع من شئی الا شانہ.

"آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا نرمی کو لازمی پکڑ اور درشت خوئی اور بدزبانی سے بچ، کیونکہ نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکل جائے اس کو عیب ناک کر دیتی ہے"۔

وقال ایضاً علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام من یحرم الرفق یحرم الخیر.

"جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا"۔

وقال ایضاً علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام ان من احبکم الی احسنکم اخلاقاً.

"تم میں سے زیادہ اچھا میرے نزدیک وہ شخص ہے جس

کے اخلاق اچھے ہیں''۔

اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

من اعطی حظه من الرفق اعطی حظه من الدنیا والآخرة.

''جس کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا''۔

اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار ان الله یبغض الفاحش البذی الا اخبر کم بمن یحرم علی النار و یحرم النار علیه علیٰ کل هین لین قریب سهل المومنون هینون لینون کالجمل الأنف ان قید انقادوان استنخ علیٰ صخرة استناخ من کظم غیظا وهوا یقدر علیٰ ان ینفذه دعاه الله تعالیٰ علیٰ رؤس الخلائق یوم القیمة حتیٰ یخیره فی ای الحوار اء شاء.

''حیا ایمان سے ہے اور اہل ایمان جنت میں ہے اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے اور اللہ تعالیٰ بے حیا بکواسی کو دشمن جانتا ہے۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے؟ ہر ایک نرم اور متواضع قریب سہل پر' مومن سب نرم اور تواضع کرنے والے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جائے تو چل پڑے اور اگر اس کو پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے۔ جس نے غصہ کو پی لیا اور حالانکہ وہ اس کے جاری کرنے پر قابو رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سب خلقت کے سامنے بلائے گا تاکہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہتا ہے پسند کر لے''۔

و ان رجلاً قال للنبی صلی الله علیه وسلم اوصنی قال لاتغضب فردد مرارًاقال لاتغضب الا اخبر کم باهل الجنة کل ضعیف متضعف لو اقسم علی الله لابره الا اخبر کم باهل النار کل عتل جواظ مستکبر اذاغضب احدکم وهو قائم فلیجلس فان ذهب عنه الغضب و الا فلیضطجع' ان الغضب لیفسد الایمان کما یفسد الصبر العسل من تواضع لله رفعه الله فهو فی نفسه صیغر وفی اعین الناس عظیم ومن تکبر وضعه الله فهو فی اعین الناس صغیر و فی نفسه کبیر حتیٰ لهو اهون علیهم من کلب او خنزیر.

''ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں۔ آپؐ نے فرمایا غصہ مت کر۔ اس نے پھر عرض کی۔ پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر کیا میں آپ کو اہل جنت کی نسبت خبر نہ دوں' وہ ضعیف اور عاجز ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو سچا کر دے اور میں کیا تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں' وہ سرکش' اکڑنے والا متکبر ہے؟ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے' اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے۔ پس اگر اس کا غصہ دور ہو گیا تو بہتر ورنہ اسے چاہئے کہ لیٹ جائے کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسے صبر شہد کو بگاڑ دیتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع کی' اس کو اللہ پاک بلند کرتا ہے۔ پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے اور جس نے تکبر کیا' اللہ اس کو پست کرتا ہے' پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ خفیف ہو جاتا ہے''۔

حضرت موسیٰ بن عمران علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی یارب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے؟ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کر دے۔

وقال ایضاً علیه الصلوٰة والسلام والتحیة من خزن لسانه ستر الله عورته ومن کف غضبه کف الله عنه عذابه یوم القیمة و من اعتذر قبل الله تعالیٰ عذره.

''جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالیٰ اس کی شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے اور جس نے غصہ کو روکا اللہ تعالیٰ قیامت کا عذاب اس سے روک لے گا اور جس نے عذر قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ اس

کے عذر کو قبول کرے گا"۔

وقال ایضاً علیه الصلوٰة والسلام من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه اوشئی فلیتحلل منه الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درهم ان کان له عمل صالح اخذ بقدر مظلمته و ان لم یکن له حسنات اخذ من سیات صاحبه فحمل علیه.

"جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مالی یا اور کوئی حق ہے تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرا لے۔ پیشتر اس سے کہ اس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس کے حق کے موافق لیا جائے گا اور اگر کوئی نیکی نہ ہوگی تو صاحب حق کی برائیاں لے کر اس کی برائیوں میں اور زیادہ کی جائیں گی"۔

وقال ایضاً علیه الصلوٰة والسلام اتدرون ماالمفلس قالو المفلس فینا من لادرهم له ولامتاع فقال المفلس من امتی من یاتی یوم القیمٰة بصلوٰة وصیام وزکوٰة ویاتی قدشتم هٰذا واکل مال هذا وقذف هٰذا وسفک دم هذا وضرب هٰذا فیعطیٰ هٰذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضیٰ ماعلیه اخذمن خطایا هم فطرحت علیه ثم طرح فی النار.

نبی علیہ السلام نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ یاروں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و اسباب کچھ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزہ' زکوٰۃ سب کچھ کر کے آئے اور ساتھ ہی اس کے اس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے اور کسی کا خون گرایا ہے اور کسی کو مارا ہے۔ پس اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک کو دی جائیں گی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو حق داروں کے قصور لے کر اس کے گناہوں میں اور زیادہ کئے جائیں گے اور پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا"۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی طرف لکھا کہ میری طرف کچھ لکھ کر جس میں تو مجھے وصیت کرے لیکن بہت نہ ہو مختصر ہو پس انہوں نے یہ لکھا:۔

سلام علیکم' اما بعد! فانی سمعت رسول الله تعالیٰ علیه وسلم یقول من التمس رضی الله بسخط الناس کفاه الله مؤنه الناس ومن التمس رضی الناس بسخط الله وکله الله الیٰ الناس والسلام علیک (صدق رسول الله صلی الله علیه وسلم).

"آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہے' اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں لوگوں کی رضامندی چاہی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے اور تجھ پر سلام ہو (سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے")۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے جو مخبر صادق ﷺ نے فرمایا ہے۔

عافیت کا مطلب

ایک بزرگ ہمیشہ دعا کرتا تھا اور ایک دن کی عافیت کی آرزو کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ یہ سب کچھ جو تو گزارتا ہے کیا عافیت نہیں ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن صبح سے لے کر شام تک حق تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوں۔

پہلے دل کے امراض کا علاج ضروری ہے

جب حکماء کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگرچہ مرغ بریاں ہو بلکہ غذا اس صورت میں مریض کو بڑھا دیتی ہے۔

ع: ہر چہ گیرد علتی علت شود

ترجمہ:۔ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دور کرنے کا فکر کرتے ہیں بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے **فی قلوبهم مرض** کوئی عبادت وطاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔**رب تال للقرآن والقران يلعنه**.بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔حدیث مشہور ہے۔

ورب صائم ليس له من صيامه الا الجوع والضماء.

''بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ ان کے نصیب نہیں ہوتے''۔خبر صحیح ہے۔

دلی امراض کا علاج کرنے والے یعنی مشائخ بھی اول مرض کے دور کرنے کا حکم فرماتے ہیں اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال وریاست وحب جاہ ہے تو اپنے لئے۔

پس درحقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔

پس دانش مند علماء اور صاحب بصیرت حکماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے

ع در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ:۔اگر کوئی سنے میری تو بس اک حرف کافی ہے

کرامات کا ظہور ولایت کے ارکان سے نہیں

خرق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کے ارکان میں سے نہیں اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے' برخلاف معجزہ نبی ﷺ کے کہ مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے لیکن خوارق کا ظہور جو اولیاء اللہ سے شائع وظاہر ہے بہت کم ہے جو خلاف واقع ہو لیکن خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا' افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں قرب الٰہیٰ کے درجات کے اعتبار سے فضیلت ہے۔ممکن ہے کہ ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں اور ولی بعید سے بہت۔

وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیا سے ظاہر ہوئے ہیں۔اصحاب کرامؓ سے ان کا سواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا حالانکہ اولیاء میں سے افضل ولی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلیدی استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔نبوت وولایت کے فیض قبول کرنے کے لائق وہ لوگ ہیں جن میں تقلیدی استعداد ان کی قوت نظری پر غالب ہو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کے باعث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہ ہوئے اور ابوجہل لعین اسی استعداد کے کم ہونے کے باعث اس قدر کثرت سے آیات ظاہرہ اور معجزات غالبہ ظاہر ہونے کے باوجود نبوت کی دولت کے اقرار سے مشرف نہ ہوا۔

حضرت جنیدؒ جو سید الطائفہ ہیں معلوم نہیں ۔ ن سے دس خوارق بھی سرزد ہوئے ہوں اور حق تعالیٰ اپ کلیم عا۔ الصلوۃ والسلام کے حال سے ایسی خبر دیتا ہے۔

ولقد اٰتينا موسىٰ تسع اٰيات بينات.

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نوروشن معجزے دیئے''۔

کشف غلط بھی ہوسکتا ہے اور شیطانی بھی

کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے جبکہ انبیاءؑ میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولیٰ ہوگا تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیائے علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اس القاء پر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا کر دکھاتے ہیں۔

فينسخ الله ما يلقى الشيطان ثم يحكم الله اٰياته

اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے اور اولیاء میں یہ بات لازم نہیں کیونکہ وہ نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے مخالف پائے گا اس کو

رد کر دے گا اور باطل جائیگا۔ لیکن جس صورت میں کہ نبی کی شریعت اس سے خاموش ہے اور اس کے اثبات اور نفی پر حکم نہیں کرتی قطعی طور سے حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ الہام ظنی ہے لیکن اس امتیاز کے نہ ہونے میں کوئی قصور ولایت میں نہیں پایا جاتا کیونکہ احکام شریعت کا بجالانا اور نبیؑ کی تابعداری دونوں جہان کی نجات کو متکفل ہے اور وہ امور جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے وہ شریعت پر زائد ہیں اور ہم اُن زائد امور کے مکلف نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ کشف کا غلط ہو جانا القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا۔

تخلقوا باخلاق اللہ کا مطلب

جاننا چاہئے کہ **تخلقوا باخلاق اللہ** کے معنی جس سے ولایت اخذ کی گئی ہے یہ ہیں کہ اولیاء اللہ کو وہ صفات حاصل ہو جاتی ہیں جو واجب تعالیٰ کی صفات کے مناسب ہیں لیکن یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کہ محال ہے۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ تحقیقات میں جس مقام پر **تخلقوا باخلاق اللہ** کے معنی بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اور صفت مالک ہے اور مالک کے معنی سب پر متصرف کے ہیں جب سالک طریقت اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت بصیر ہے اور بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک طریقت کی بینائی کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے اور نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے۔ یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے اور نیز حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کے منظور ہو جاتی ہے تاکہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق تعالیٰ کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت سمیع ہے اور سمیع کے معنی سننے والا۔ جب سالک طریقت حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو جان کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت محی ہے اور محی کے معنی زندہ کرنے والا ہے جب سالک طریقت متروکہ سنت کے زندہ کرنے میں قیام کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفت ممیت ہے اور ممیت کے معنی مارنے والا ہے جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کے بجائے ظاہر ہوئی ہوتی ہیں' دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

اور عوام نے **تخلقوا** کے معنی اور طرح سمجھے ہیں۔ اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا درکار ہے اور اشیائے غیبی کا اس پر منکشف ہونا ضروری ہے اور اس قسم کے کئی بیہودہ اور فاسد ظن ان کے دلوں میں جمے ہیں۔ **ان بعض الظن اثم**۔ بعض ظن گناہ ہیں اور نیز خوارق صرف زندہ کرنے اور مارنے پر ہی منحصر نہیں ہیں۔

بزرگی اتباع شریعت میں منحصر ہے

بزرگی' سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور زیادتی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو' کروڑ ہا کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہو اولیٰ و افضل ہے اور ایسے ہی عید فطر کے دن کا کھانا' جس کا شریعت نے حکم دیا ہے خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم پر پیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگ تر ہے۔

اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں ثواب کی کیا امید ہے بلکہ وہاں تو عذاب کی

توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے۔ تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہوجاتی ہے۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ:۔ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے
کفر گر کامل کرے ملت ہی ہے

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

صحبت اکابر بہت بڑی دولت ہے

فرصت بہت تھوڑی ہے اور اس کا صرف کرنا ایک بڑے بھاری کام میں نہایت ضروری ہے اور وہ کام ارباب جمعیت کی صحبت ہے۔ کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ صحبتؓ ہی کے باعث انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب پر اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی ہی ہو فضیلت لے گئے حالانکہ صحبت کے سوا یہ دونوں بڑے درجوں تک پہنچے ہوئے تھے اور بڑے بڑے کمالات حاصل کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہؓ کی خطا صحبت کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے اور عمرو بن العاصؓ کا سہو ان دونوں کے صواب سے افضل ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کا ایمان رسول اللہ ﷺ کے دیکھنے اور فرشتہ کے حاضر ہونے اور وحی کے مشاہدے اور معجزات کے دیکھنے سے شہودی ہو چکا تھا اور ان کے سوا کسی اور کو اس قسم کے کمالات جو درحقیقت تمام کمالات کا اصل اصول ہیں نصیب نہیں ہوئے اور اگر اویس قرنی کو معلوم ہوتا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو اس کو صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی اور اس فضیلت پر کوئی چیز اختیار نہ کرتا۔

اہل دنیا سے میل جول زہر ہے

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے۔ اس زہر سے مرا ہوا ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے۔ عقلمند کو ایک اشارہ ہی کافی ہے تو مبالغہ اور تاکید کے ساتھ تصریح کیونکر کافی نہ ہو گی۔ بادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے ہیں تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے امید ہے۔ الحذر الحذر الحذر

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گویم
تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ:۔ جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے شفیق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

ان کی صحبت سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب ہے اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دے جاتی ہے اور بادشاہوں سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارے کا موجب ہے۔ پس ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ان کی ملاقات سے بچنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:۔

''جس نے کسی دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گئے''۔

تو سوچنا چاہئے کہ یہ سب تواضع و چاپلوسی ان کی دولت مندی کے باعث ہے یا کسی اور باعث سے؟ کچھ شک نہیں کہ ان کی دولت مندی کے باعث ہے اور اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہوجانا ہے تو اسلام کہاں کا اور نجات کہاں کی؟

کفر سے نفرت اسلام کی علامت ہے

دونوں جہان کی سعادت فقط سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے وابستہ ہے اور آنحضرت ﷺ کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجا لائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹا دی جائیں کیونکہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے کے دور ہو جانے کا باعث ہے اور ان دو ضدوں کے جمع ہونے کا احتمال محال ہے۔

حق تعالیٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان اللہ و رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کم سے کم ضرر ان کی ہمنشینی اور

ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے اور دوستی کی حیاء اس کی مانع ہو جاتی ہے اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی والفت کرنا خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔

اہل کفر کے ساتھ بغض وعنا درکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ رجس فرمایا ہے۔ پس چاہئے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس و پلید دکھائی دیں جب ایسا دیکھیں اور جانیں گے تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز کریں گے اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنے کو برا سمجھیں گے۔ ان سے کچھ پوچھنے اور اس کے موافق عمل کرنے میں ان دشمنوں کی کمال عزت ہے۔ بھلا جو کوئی ان سے ہمت طلب کرے اور ان کے ذریعے دعا مانگے وہ کیا فائدہ دے گی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

و مادعاء الكافرين الا في ضلال

"ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے"۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا۔ اس دیوانہ پن سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اسلام کے بلند کرنے کے لئے اپنے نفع ضرر سے درگزر کیا جائے۔ مسلمانی کے ساتھ جو کچھ ہو جائے ہونے دو اگر اس کے ساتھ کچھ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مسلمانی اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا مندی ہے اور رضائے مولیٰ سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔

ترک دنیا کا مفہوم

دنیا کا ترک دو قسم پر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام اور مشتبہ امور سے پرہیز کی جائے اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خاص کر ان دنوں میں نہایت ہی کمیاب اور عزیز الوجود ہے۔

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک اونچا ہے زمین سے ایجواں

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور حریر یعنی ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہئے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان وشوکت کے لئے بناتے ہیں البتہ گنجائش رکھتے ہیں لیکن ان کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبوڈ النا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے امور مباحہ کا دائرہ بہت وسیع کیا ہے اور ان کے ساتھ عیش وعشرت حاصل کرنے میں امور محرمہ کی نسبت زیادہ لذت وخوشی ہے۔ کیونکہ مباحات میں حق تعالیٰ کی رضا مندی ہے اور محرمات میں اس کی نارضامندی۔

عقل سلیم ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس لذت کے لئے جو بقا بھی نہیں رکھتی اپنے مولیٰ کی نارضامندی اختیار کرے۔ حالانکہ اس محرمہ لذت کے عوض مباح لذت بھی تجویز فرمائی ہے۔

رزقنا الله سبحانه وایاکم علیٰ متابعة صاحب الشريعة عليه الصلوة والسلام ۔ "اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت ﷺ کی متابعت پر استقامت عطا فرمائے۔

بدعتی کی تعظیم ناجائز ہے

اہل شریعت علماء وصلحاء کی تعظیم وعزت بجالانی چاہئے اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے اور اہل ہوا وبدعتیوں کو خوار رکھنا چاہئے جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی اور کفار کے ساتھ جو اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن ہیں دشمن ہونا چاہئے اور ان کی ذلت وخواری میں کوشش کرنی چاہئے اور کسی وجہ سے ان کو عزت نہ دینی چاہئے اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں داخل نہ ہونے دینا چاہئے اور ان سے انس ومحبت نہ کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ شدت وسختی کا طریق برتنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے کسی امر میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے

اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح چاروناچار اپنی ضرورت ان سے پوری کرنی چاہئے۔

حقوق العباد کی اہمیت

میرے سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے' ویسے ہی خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔

التعظیم لامر اللہ و الشفقة علیٰ خلق اللہ.

''اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا''۔

انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور دونوں طرف کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔

پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر انحصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفایت کرنا کمالیت سے دور ہے۔ پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بددماغی اور لاپروائی اچھی نہیں۔

اہل سلسلہ کی نمایاں صفات

جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل ومحتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجا لائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں' اگرچہ بہت ہوں اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں اور خلقت کی قبولیت اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

بحسب امرء من الشر ان یشار الیه بالاصابع فی دین او دنیا الا من عصمه اللہ.

''آدمی کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو' مگر جس کو اللہ بچائے''۔

اور اپنے فعلوں اور نیتوں کو تہمت زیادہ خیال کریں اگرچہ وہ صبح کی سفیدی کی طرح ہوں اور احوال ومواجید کی پرواہ نہ کریں اگرچہ صحیح ومطابق ہوں۔ صرف دین کی تائید اور مذہب کی تقویت اور شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے ہی سے کسی پر اعتبار نہ کر لینا چاہئے اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کر لیں کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر وفاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

وقت کی حفاظت

من حسن اسلام المرء اشتغاله بمایعنیه و اعراضه عما لایعنیه.

''فائدے کے کام میں مشغول ہونا اور بے ہودہ کاموں سے منہ پھیرنا آدمی کے حسن اسلام کا نشان ہے''۔

پس اپنے وقتوں کی محافظت ضروری ہے تاکہ بے ہودہ کاموں میں برباد نہ ہو جائیں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی کو دشمنوں کا نصیب جان کر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہئے۔ اس طریق میں یاروں کا باہم جمع ہونا باطن کی جمعیت کے لئے ہے نہ کہ دل کی پراگندگی کے لئے یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر اختیار کیا ہے اور جمعیت کو اجتماع سے حاصل کیا ہے۔

وہ اجتماع جو تفرقہ کا باعث ہو اس سے الگ رہنا لازم ہے۔ باطنی جمعیت کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جائے مبارک ہے اور جو کچھ جمع نہ ہو منحوس ونامبارک ہے۔ اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ انسان کی صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو۔ نہ اس طرح کہ تفرقہ میں ڈال دے۔ اپنے ورق کو الٹانا چاہئے اور گفتار کو چھوڑ کر خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ اب شعر گوئی' بحث وجھگڑے اور باہم گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے

بدعت

جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر

البشرؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھا اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو۔ اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے اور مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے۔ بحرمت سید المختار و آلہ الابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ۔

حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور وہ سنت کو رفع نہ کرے۔

اور بدعت سیئہ وہ جو سنت کی رافع ہو۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھتے ہیں لیکن کل جبکہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت خیر البشر ﷺ فرماتے ہیں:۔

من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد.

''جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔

بھلا جو چیز مردود ہو وہ حسن کہاں پیدا کر سکتی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ و خیر الھدی ھدی محمد و شر الامور محدثا تھا و کل بدعة ضلالة.

''اس کے بعد واضح ہو کہ اچھی کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور تمام امور سے بدتر محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے''۔

پس جب ہر محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے۔

نیز جو کچھ حدیث سے مفہوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے۔ بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پس ہر بدعت سئیہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے سنت سمجھا ہے جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت کی رفع کرنے والی ہیں۔ مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے حالانکہ سنت شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے اور ایسے ہی وہ امر ہے جو علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود ارادہ دلی کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے حالانکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام اور تابعین عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو بلکہ جب اقامت کہتے تھے فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا۔ فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ تمام مبتدعات و محدثات کا یہی حال ہے کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں۔ خواہ کسی طرح کی ہوں اور زیادتی نسخ ہے اور نسخ رفع ہے۔

پس آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی متابعت پر کمر بستہ رہیں اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء پر کفایت کریں کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔ پس داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه و علیٰ اله الصلوٰة والتسلیمات.

دولت مندوں کے ساتھ تعلق

میرے مخدوم! فقیروں کو دولت مندوں کے ساتھ محبت لگانی، اس زمانے میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقراء کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حسن خلق جو فقراء کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا وآخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقراء استغناء اور لا پروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتاہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغنا بھی لوازم فقر سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔

خلاف شریعت کشف والہام کی کوئی حیثیت نہیں

صوفیوں کی بے ہودہ باتوں سے کیا حاصل ہوتا ہے اور ان کے احوال سے کیا بڑھتا ہے۔ وہاں وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں نیم چیتل سے نہیں خریدتے اور کشف اور الہاموں کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم جو کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔

طریق صوفیہ پر سلوک کرنے سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کا جو ایمان کی حقیقت ہیں زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور فقہیہ احکام کے ادا کرنے میں آسانی میسر ہو نہ کہ اس کے سوا کچھ اور امر۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور دنیا میں البتہ واقع نہیں ہے۔ وہ مشاہدات اور تجلیات جن کے ساتھ صوفیا خوش ہیں وہ صرف ظلال سے آرام پانا اور شبہ ومثال سے تسلی حاصل کرنا ہے۔

عجب کاروبار ہے کہ اگر ان کے مشاہدات اور تجلیات کی حقیقت پوری پوری بیان کی جائے تو یہ ڈر لگتا ہے کہ اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور اور ان کے شوق میں قصور پڑ جائے گا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر باوجود علم کے کچھ بھی نہ کہے تو حق باطل کے ساتھ ملا رہے گا۔

یا دلیل المتحیرین دلنی بحرمة من جعلته رحمة للعالمین علیه وعلیٰ اٰله الصلوات والتسلیمات.

''اے سرگشتہ اور حیرانوں کے راہ دکھانے والے ہم کو اس وجود پاک کی حرمت سے سیدھے راہ کی ہدایت کر جس کو تو نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دنیا پرستی کا انجام

دنیا دار اور دولت مند بڑی بلا میں گرفتار ہیں اور ابتلائے عظیم میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا کو جو حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے جس طرح کہ نجاست کو سونے سے ملمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی برائی سے آگاہ کر دیا ہے اور اس ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت ودلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔

اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی، نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہیں، اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے اور اس فاحشہ مکار کی محبت وتعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔

ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھالے اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کر لے۔ تو وہ شخص بڑا ہی بے وقوف اور احمق بالطبع ہے بلکہ انبیاءؑ کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے کہ اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دے گا اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئے ورنہ کل حسرت وندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔

قضائے مبرم اور قضائے معلق

اے میرے سعادت مند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہئے

کہ قضا دو قسم پر ہے(۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر وتبدل کا احتمال ہے اور قضائے مبرم میں تغیر وتبدل کی مجال نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مایبدل القول لدی ''میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا''۔

یہ قضائے مبرم کے بارے میں ہے اور قضائے معلق کے بارے میں فرماتا ہے۔

یمحو االله مایشآء ویثبت وعنده ام الکتاب.

''جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے''۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانیؒ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیہ کے دفع کرنے کے در پے ہوا۔ جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز وخشوع کی تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی اور حضرت سید محی الدین قدس سرہ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے کیونکہ اس میں تصرف وتبدیل عقلی اور شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرمادیا ہے۔

سنن عبادت اور سنن عادت کا فرق

میرے مخدوم! آنحضرت ﷺ کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر اور دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ذکر کا مقصد

جاننا چاہئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے خواہ ابتداء میں ہو خواہ انتہا میں اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا، وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دور نہ ہو جائے۔ تب تک ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔

ہاں اس قدر ہے کہ ابتدا میں ذکر متعین ہیں اور توسط وانتہا

میں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہوسکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

نوافل سے پہلے فرائض واجبات کا اہتمام ضروری ہے

صوفیاء خام ذکر وفکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا ان کے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مدنظر رکھ کر ذکر وفکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علماء بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں اور فرائض کو خراب وابتر کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عاشورا کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی' جماعت اور جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔

جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے۔

تجدید شریعت اور ترقی ملت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔

الاسلام بدأ غريباً وسيعود كما بدء وطوبىٰ للغرباء.

''اسلام غریب شروع ہوا اور پھر ویسا ہی غریب ہو جائے گا پس غرباء کو خوشخبری ہے''۔

اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے اور چونکہ اس امت میں نسخ وتبدیل نہیں ہے اس لئے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں ازسرنو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔

گوشہ نشینی کے آداب

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بے شک گوشہ نشینی صدیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت و گوشہ نشینی اختیار کریں لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ دیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

حق المسلم على المسلم خمس ردالسلام وعيادة المريض و اتباع الجنائز و اجابت الدعوة وتشميت العاطس.

''مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں۔ سلام کا جواب دینا' بیمار پرسی کرنا' جنازہ کے پیچھے چلنا' دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا''۔

اور نیز جان لیں کہ

ع عزلت از اغیار باید نہ زیار

ترجمہ:۔''غیر سے عزلت ہے بہتر ہے یار سے اچھی نہیں۔

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی صحبت۔ کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا اور

مریض کی عیادت سنت ہے اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے جیسا کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے۔

اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کے لئے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے تا کہ میت کا حق ادا ہو جائے اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہے ان سے چارہ نہیں اور باقی اوقات کو تبتل وانقطاع میں بسر کریں لیکن چاہئے کہ اول نیت کو درست کریں اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں۔ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو۔

اصل عالم

اخبار میں آیا ہے کہ العلماء ورثة الانبیآء۔"علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں"۔وہ علم جو انبیائے علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے باقی رہا ہے' دو قسم کا ہے۔ایک علم احکام' دوسرے علم اسرار۔اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔وہ غرماء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: علماء امتی کانبیآء بنی اسرائیل۔"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں"۔

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرماء کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے کیونکہ وارث کو قرب وجنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔

پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کے دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔

سب سے بڑی نعمت

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت ﷺ کی محافظت۔ دوسرے شیخ مقتداء کی محبت واخلاص۔ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دے دیں' سب نعمت ہی نعمت ہے اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں۔آخر ایک دن دے دیں گے اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے اور احوال واذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جاننا چاہئے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنی چاہئے۔استقامت کا طریق یہی ہے۔

واللہ سبحانہ الموفق۔(اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے)

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تفصیل

یار مدت سے حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی' اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس وحضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات وسکنات اور جسدی طاعات وعبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

اس اثناء میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے

سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی اطاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے؟ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال کیا اور حضرت الیاس علیٰ نبینا والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔

سلوک کی شرط اول

شرائط راہ میں سے اعلیٰ اور اعظم شرط نفس کی مخالفت ہے اور وہ مقام ورع وتقویٰ کی رعایت پر موقوف ہے جو محارم یعنی حرام سے ہٹ جانے سے مراد ہے اور محرمات وحرام سے نہیں بچ سکتے جب تک فضول مباحات سے پرہیز نہ کریں کیونکہ مباحات کے ارتکاب میں نفس کی باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہات تک پہنچا دیتا ہے اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے اور حرام میں گر پڑنے کا احتمال قوی ہے۔ من حام حول الحمیٰ یوشک ان یقع فیہ۔ ''جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا وہ بے شک اس میں جا پڑے گا''۔

پس محرمات سے بچنا فضول مباحات سے بچنے پر موقوف ہوا۔ پس ورع میں فضول مباحات سے بچنا بھی ضروری ہوا اور ترقی وعروج ورع پر وابستہ ہے۔

شیخ کامل اختیار نہ کرنے کے نقصانات

دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب اپنی کم ہمتی اور پست فطرتی اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نہ پانے کے باعث دراز راستہ اور بلند مطلب کو چھوٹے راستہ اور ادنیٰ مطلب پر لے آئے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو راستہ میں حقیر وفقیر یعنی ہیچ پوچ حاصل ہوا ہے اسی پر کفایت کرکے اسی کو اصل مقصد خیال کئے بیٹھے ہیں اور اس کے حاصل ہونے سے اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھے بیٹھے ہیں اور وہ احوال جو راہ کے منتہیوں اور درگاہ کے واصلوں نے اپنے کام کے انجام اور اپنے روزگار کے نہایت کی نسبت بیان فرمائے ہیں یہ پست فطرت لوگ اپنی قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ کے مطابق کرتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص کعبہ کا طالب ہوا اور شوق سے اس کی طرف پہنچنے کے لئے متوجہ ہوا۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں خانہ کعبہ جیسا ایک اور خانہ اس کے سامنے آیا۔ صورت کی مشابہت کے باعث اس شخص نے خیال کیا کہ یہی کعبہ ہے اور وہیں معتکف ہو کر بیٹھ گیا اور دوسرے شخص نے کعبہ کے خواص کو کعبہ کے واصلوں سے معلوم کرکے کعبہ کی تصدیق کی۔ اس شخص نے اگرچہ طلب سے کعبہ کی راہ میں قدم نہیں رکھا لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں جانا ہے۔ یہ شخص اپنی تصدیق میں محق یعنی سچا ہے اور اس کا حال طالب خطا کار مذکور سے بہتر ہے۔

شیطانی فریب

جاننا چاہئے کہ اکثر خاص وعام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور مکتوبات یعنی فرضی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور ان میں سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں اور فرائض کو ذلیل وخوار فرائض کو اوقات مستحبہ میں بمشکل ادا کرتے ہیں اور جماعت

مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں کوئی تقید نہیں رکھتے۔ نفس فرائض کو غفلت وسستی سے ادا کرنا غنیمت سمجھتے ہیں اور روز عاشورہ اور شب برات اور ماہ رجب کی ۲۷ویں رات اور ماہ رجب کے اول جمعہ کی رات کو جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے بڑا اہتمام کرتے ہیں اور نوافل کو بڑی جمعیت کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اس کو نیک ومستحسن خیال کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات یعنی مکروفریب ہیں جو سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورہ اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے زیادہ آدمی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں ایسے لوگ فقہاء کے اتفاق سے امر مکروہ کے مرتکب ہیں اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے اور مکروہ کو احسن سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہئے۔

اور کراہیت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے۔ ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کو دفع کرتی ہے لیکن ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو۔ ودونھا خرط القتاد۔ اس کے علاوہ بے فائدہ رنج ہے۔

شیخ کے پاس رہنے کے آداب

جاننا چاہئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تا کہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بعض ضروری آداب وشرائط لکھے جاتے ہیں گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے۔ حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور اس کے حضور میں نماز فرض وسنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑتا ہو اور اس کے مصلیٰ پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے۔ کھانا نہ کھائے اور کسی سے گفتگو نہ کرے بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے اس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔

اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اس کو صواب و بہتر جانے۔ اگر چہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کام کرتا ہے۔ اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر چہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اور ملامت واعتراض اس پر جائز نہیں اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے۔

اور اس کے حرکات وسکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگر چہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے اور اپنے پیر سے خوارق وکرامات طلب نہ کرے اگر چہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو بے توقف عرض کر دے۔ اگر حل نہ ہو اپنی تقصیر سمجھے اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے اور جو واقع ظاہر ہو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات تعبیر اسی سے دریافت کرے اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو وہ بھی

عرض کر دے اور صواب و خطا کو اسی سے طلب کرے اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے اور بے ضرورت و بے اذن اس سے جدا نہ ہو کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے اور جو فیض و فتوح اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر کے ذریعے سمجھے اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور مشائخ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے۔

غرض الطریق کلہ ادب۔ مثل مشہور ہے کہ کوئی بے ادب اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا''۔

کشف کی دو قسمیں

اے برادر! غور سے سن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں۔

نوع اول:...... وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور وہ عقل کے ماسوا اور معارف و معتاد کے برخلاف ہیں جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے۔

نوع دوم:...... مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

نوع اول:۔ اہل حق اور باب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے۔

نوع اول، حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔

نظر بر قدم، ہوش در دم
سفر در وطن، خلوت در انجمن

جاننا چاہئے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر بر قدم ہے۔ نظر بر قدم سے مراد یہ نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے اور قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ردیف بنائے کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے۔ اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آ جاتی ہے اور قدم بھی اس کی تبعیت میں اس زینہ پر چڑھ آتا ہے۔ بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس

غرض اول اس تفرقہ کے دفع کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمہ دوسرا نفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے۔

اور کلمہ تیسرا جو ان دو کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے اور وہ انفس میں سیر کرنے سے مراد ہے جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے جو اس طریقہ علیہ کے سات مخصوص ہے۔ اگرچہ سیر انفسی تمام طریقوں میں ہے لیکن سیر آفاقی کے وصول کے بعد ہے۔ اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے اگر اس اعتبار سے بھی کہہ دیں کہ اس طریقہ علیہ میں نہایت بدایت میں مندرج ہے تو ہو سکتا ہے۔

اور چوتھا کلمہ جو ان تینوں کلموں کے ساتھ ہے خلوت در انجمن ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ کے دروازوں اور روزنوں کو بند کریں۔

پس چاہئے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کا تفرقہ نہ ہو۔ اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتداء اور وسط ہی میں ہیں اور انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ عین تفرقہ میں جمعیت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔

اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جمعیت میں تفرقہ و

عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اسکی باطن کی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے۔

و اذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا.

''اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اُس کے ساتھ جوڑ''۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تا کہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی اچھا نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لئے ہے۔

پس عبادت سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلّم ہوں گے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ۔ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا۔ چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

الیہ یرجع الامر کلہٗ فاعبدہ.

''تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر''۔

نماز میں خشوع حاصل کرنے کا طریقہ

خدا تجھے ہدایت دے تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی انہی چار امور میں مندرج ہے اور دل کا خشوع اور خضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے۔

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ **لاصلوٰۃ الا بحضور القلب**۔ ''نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی''۔

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تا کہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو اور اس حضور کے سوا اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا۔

کلمتان خفیفتان کی تشریح

خدا تجھے ہدایت دے۔ جاننا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

''دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ وہ **سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ العظیم** ہیں۔

زبان پر ان کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حروف کم ہیں اور میزان میں بھاری ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمہ کا پہلا جز و ظاہر کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان تمام باتوں سے جو اس کی پاک بارگاہ کے لائق نہیں ہے منزہ ہے اور اس کی جناب کبریا نقص کے صفات اور حدوث و زوال کے تمام نشانات سے برتر اور پاک ہے۔

اور اسی کلمہ کا دوسرا جز و ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال اور شیونات جمال حق تعالیٰ ہی کے لئے ہیں خواہ وہ صفات و شیونات فضائل سے ہوں یا فواضل سے اور دونوں جزوؤں میں اضافت استغراق کے لئے ہے تا کہ تمام تقدیسات و تنزیہات اور تمام صفات کمال و جمال حق تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہونے کا افادہ دے۔

اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریا حق تعالیٰ

ہی کے لئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات وتقدیسات اسی کی طرف راجع ہیں اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالیٰ سے اس کی عظمت و کبریائی کے باعث مسلوب ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھاری اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں۔

تو امید ہے کہ وہ کریم و وہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں پاک کرے گا اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ ''احسان کا بدلہ احسان ہے''۔

اس لحاظ سے بھی یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہوں گے کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعے اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔

کھانے پینے میں اعتدال

فقیر کے نزدیک ماکولات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی نسبت دور دراز بھوک کا برداشت کرنا آسان ہے لیکن حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی ریاضت کثرت بھوک کی ریاضت سے زیادہ مفید ہے۔

حضرت والد بزرگوار قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ ماکولات میں اعتدال اور حد اوسط کو نگاہ رکھنا مطلب تک پہنچنے کے لئے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے زیادہ ذکر وفکر کی حاجت نہیں۔ واقعی کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی بہت ہی زیبا اور عمدہ ہے۔

نہ چنداں بخور کزد ہانت برآید
نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

ترجمہ:۔ نہ کھا اتنا کہ نکلے منہ سے باہر
نہ کم اتنا کہ تن سے جان نکلے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی تھی جس کے سبب سخت بھوک برداشت کر لیا کرتے تھے اور اصحاب کرامؓ بھی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتے تھے اور ان کے اعمال وافعال میں کسی قسم کا فتور اور خلل نہ آتا تھا۔ بغیر طاقت کے اس امر میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا گویا فرائض وسنن کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو عاجز کرتا ہے۔

اور نیز اصحابؓ کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت جوع کی پوشیدہ تکلیفوں سے محفوظ اور مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ وامن میسر نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زیادہ بھوک البتہ صفائی بخشتی ہے۔ بعض کے دل کو اور بعض کے نفس کو صفائی بخشتی ہے قلب کی صفائی سے ہدایت بڑھتی اور نور زیادہ ہوتا ہے اور نفس کی صفائی سے گمراہی زیادہ ہوتی اور سیاہی بڑھتی ہے۔ یونان کے فلاسفر اور برہمنوں اور جوگیوں کو بھوک کی ریاضت نے صفائی بخش کر گمراہی اور خسارہ میں ڈال دیا۔ افلاطون بے وقوف نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کیا اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتدا بنا کر مغرور رہا اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس زمانے میں مبعوث ہوئے تھے ایمان نہ لایا اور یوں کہا۔

نحن قوم مھدیون لاحاجة بنا الیٰ من یھدینا.

''ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی حاجت نہیں''۔

جب اس قسم کے خطرے بھوک میں پائے جاتے تھے اس واسطے اس طریق کے بزرگوں نے بھوک کی ریاضت کو ترک کیا اور کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدہ کی طرف رہنمائی کی اور بھوک کے نفعوں اور فائدوں کو اس بڑے ضرر کے احتمال پر ترک کر دیا۔

اہل اللہ پر اعتراض کرنا زہر قاتل ہے

اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے اقوال وافعال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی

ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خاص کر جبکہ یہ اعتراض و انکار پیر کی طرف عائد ہو اور پیر کی ایذا کا سبب ہو۔

اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ ناامید اور زیانکار رہتا ہے جب تک پیر کے تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں زیبا اور مجرب نہ ہوں تب تک پیر کے کمالات سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کر لے تو یہ استدراج ہے جس کا انجام خرابی و رسوائی ہے۔ مرید اپنے پیر کی کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال بھر بھی اعتراض کی گنجائش دیکھے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس میں اس کی خرابی ہے اور وہ پیر کے کمالات سے بے نصیب ہے۔

اگر بالفرض پیر کے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو سکے تو اس کو اس طرح دریافت کرے کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے صاف ہو کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

مجدد الف ثانی ہونے کی تصریح

جاننا چاہئے کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد گزرا ہے لیکن سو سال کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ دونوں مجددوں کے درمیان فرق ہے اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جو فیض اس مدت میں امتوں کو پہنچنا ہوتا ہے اس کے ذریعے پہنچتا ہے۔ خواہ اس وقت کے اقطاب واوتاد ہوں اور خواہ ابدال ونجباء

؎ خاص کند بندہ مصلحت عام را

میں سمجھتا ہوں کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایت محمدی ﷺ ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کا حسن ملاحت اس ولایت کے جمال صباحت کے ساتھ مل جائے۔ حدیث پاک میں آیا ہے۔

اخی یوسف اصبح و انا املح.

''میرا بھائی یوسف صبیح تھا اور میں ملیح ہوں''۔

اور اس انصباغ اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ بلند تک پہنچ جائے۔

صوفیاء اور علمائے راسخین کا مرتبہ

سید المرسلین کے دین اور متابعت سے علماء ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع واحکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علیہ کا نصیب بمعہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں احوال ومواجید اور علوم ومعارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں بمعہ اس چیز کے جو عالم رکھتے ہیں اور بمعہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ ممتاز ہیں وہ اسرار و دقائق ہیں جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز واشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر درج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت وتبعیت کے طور پر انبیاء علیہم السلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں۔

اسی واسطے **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** ''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں'') کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدینؓ کے ناموں کو ترک کرنے پر نکیر

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہلسنت کا شعار تو ضرور ہے۔ عمداً اور ہیکڑ پن سے سوائے اس شخص کے کہ جس کا دل مریض اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر **من تشبہ بقوم فھو منھم** ''(جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے ہے) کا کیا جواب دے گا اور **اتقوا مواضع التھم** (تہمت کی جگہوں سے بچو) کے موافق تہمت کے ظن سے کس طرح خلاصی پائے گا؟

اگر شیخینؓ کی تقدیم وتفضیل میں متوقف ہے تو طریق اہل سنت کے مخالف ہے اور اگر حضرات ختنینؓ کی محبت میں متردد ہے تو بھی اہل حق سے خارج ہے۔

سب سے اعلیٰ نصیحت

سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور متابعت اختیار کریں، سنت سنیہ کو بجا لائیں اور بدعت نا مرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی روشنی اور نور نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کسی بیماری کی دوا اور بیمار کی شفا ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر زائد ہوگی۔ جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔

نماز کے سنن و آداب کا پورا اہتمام رکھنا

یہ دار یعنی دنیا دار عمل ہے اور دار جزا دار آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالح کے بجالانے میں بڑی کوشش کرنی چاہئے۔ سب اعمال سے بہترین اور سب عبادات سے فاضل ترین نماز کا قائم کرنا ہے جو دین کا ستون اور مومن کا معراج ہے۔ پس اس کے ادا کرنے میں بڑی کوشش بجالانی چاہئے۔ اور احتیاط کرنی چاہئے۔

تعدیل اور طمانینت کے بارے میں بار بار مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اکثر لوگ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں اور طمانینت اور تعدیل ارکان کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں بہت سے وعید آئے ہیں۔ جب نماز درست ہو جائے۔ نجات کی بڑی بھاری امید ہے کیونکہ نماز کے قائم ہونے سے دین قائم ہو جاتا ہے اور مراتب کی بلندی کا معراج پورا ہو جاتا ہے۔

قلب کی حقیقت

اب ہم اس مضغہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ ذرا غور سے سنیں۔ عوام کا وہ مضغہ ہے جو اربعہ عناصر کی ترکیب سے حاصل ہے اور خواص اور اخص خواص کا مضغہ اس قسم کا ہے جس نے سلوک و جذبہ اور تصفیہ و تزکیہ اور قلب کے تمکین اور نفس کے اطمینان کے بعد بلکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم سے اجزاء عشرہ کی ترکیب سے صورت حاصل کی ہے۔ یعنی چار جزو عناصر کے ہیں اور ایک جزو نفس مطمئنہ کا اور پانچ جزو عالم امر کے۔ دونوں طرفوں کے اجزاء حالانکہ ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ لیکن حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ان کی ضدیت اور مخالفت دور ہو گئی ہے اور باہم جمع ہو گئے ہیں اور ہیئت وحدانی پیدا کر کے اس اعجوبہ کو حاصل کیا ہے جزو اعظم اس معاملہ میں عنصر خاک ہے۔

اس ہیئت وحدانی نے بھی جزو ارضی کا رنگ اختیار کر کے خاک کے ساتھ قرار پکڑا ہے۔

وہ قلب جس کے اطمینان کے لئے حضرت خلیل الرحمان علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کیا تھا۔ یہی مضغہ ہے کیونکہ ان کی حقیقت جامعہ تمکین تک پہنچ چکی تھی اور نفس مطمئنہ ہو چکا تھا اور یہ تمکین و اطمینان مرتبہ ولایت میں متصور ہے جو نبوت کا زینہ ہے۔ شان نبوت کے مناسب مضغہ کی بے قراری اور اضطراب ہے۔ نہ حقیقت جامعہ کی بے قراری و بے آرامی کہ یہ عوام کو بھی نصیب ہے اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قلب کی ثابتی طلب فرمائی ہے اور کہا ہے۔

اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ طاعتک.

''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر ثابت رکھ''۔ اس سے مقصود مضغہ کا ثبات ہے۔

دوام ذکر

جو عمل شریعت غرا کے موافق کیا جائے ذکر ہی میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو۔ پس تمام حرکات و سکون میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے۔ جب تمام افعال میں اوامر و نواہی کو مد نظر رکھا جائے تو اس صورت میں بھی امر و نواہی کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور دوام ذکر الٰہی حاصل ہو جاتا ہے۔

غم اور مصائب دینی ترقی کے اسباب میں سے ہیں

مصائب میں اگرچہ بڑی تکلیف و ایذا برداشت کرنی

پڑتی ہے۔لیکن ان پر بڑی کرامت اور مہربانی کا امید ہے۔ اس جہان کا بہتر اسباب حزن واندوہ ہے اور اس دسترخوان کی خوشگوار نعمت الم ومصیبت ہے۔ان شکر پاروں پر داروے تلخ کا رقیق غلاف چڑھایا ہوا ہے اور اس حیلہ سے ابتلا وآزمائش کا راستہ کھولا ہے۔سعادت مند لوگ ان کی شیرینی پر نظر کر کے تلخی کو شکر کی طرح چبا جاتے ہیں اور کڑواہٹ کو صفرا کے برعکس شیریں معلوم کرتے ہیں کیونکہ شیریں معلوم نہ کریں جبکہ محبوب کے افعال سب شیریں ہوتے ہیں۔علتی اور بیمار شاید ان کو کڑوا معلوم کرے تو کرے۔

مختصر اور جامع نصیحت

میرے فرزند عزیز! فرصت کو غنیمت جانیں اور خیال رکھیں کہ عمر بیہودہ امور میں صرف نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں بسر ہو۔نماز پنجگانہ کو جمعیت و جماعت اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔نماز تہجد کو ترک نہ کریں اور صبح کے استغفار کو رایگاں نہ چھوڑیں اور خواب خرگوش پر محظوظ نہ ہوں اور دنیا کی فانی لذتوں پر فریفتہ و حریص نہ ہوں۔موت کو یاد رکھیں اور آخرت کے احوال کو مدنظر رکھیں۔غرض دنیا کی طرف سے منہ پھیر لیں اور آخرت کی طرف متوجہ ہو جائیں۔بقدر ضرورت دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں اور باقی اوقات کو امور آخرت کی اشتغال میں بسر کریں۔

اہل سنت والجماعت اور فرقہ شیعہ کے اختلافات سے متعلق تفصیلی مکتوب

تمام صحابہ ﷺ اور اہل بیت رضی اللہ عنہن کی محبت وعظمت کا مفصل بیان

چونکہ اس زمانہ میں امامت کی بحث بہت ہو رہی ہے اور ہر ایک اس بارہ میں اپنے ظن وتخمین کے بموجب گفتگو کرتا ہے۔اس لئے اس بحث کے متعلق چند سطریں لکھی جاتی ہیں اور اہلسنت و جماعت اور مخالفوں کے مذہب کی حقیقت بیان کی جاتی ہے۔

اے شرافت ونجابت کے نشان والے! شیخینؓ کی فضیلت وختنینؓ کی محبت اہل سنت و جماعت کی علامتوں میں سے ہے۔ یعنی شیخین کی فضیلت جب ختنین کی محبت کے ساتھ جمع ہو جائے تو یہ امر اہل سنت والجماعت کے خاصوں میں سے ہے۔ یہ شیخین کی فضیلت صحابہؓ اور تابعینؒ کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔چنانچہ اس کو اکابر ائمہ نے کہ ان میں سے ایک امام شافعیؒ ہیں نقل کیا ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اپنی خلافت اور مملکت کے زمانہ میں جم غفیر یعنی بڑی بھاری جماعت کے سامنے فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس امت میں سب سے بہتر ہیں۔

جیسے کہ امام ذہبیؒ نے کہا ہے اور امام بخاریؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پھر ایک اور آدمی۔پس ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر آپ؟ فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان آدمی ہوں۔

غرض شیخین کی فضیلت ثقہ اور معتبر راویوں کی کثرت کے باعث شہرت اور تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے اس کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے یا تعصب۔

عبدالرزاق نے جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال نہ دیکھی تو بے اختیار شیخین کی فضیلت کا قائل ہو گیا اور کہنے لگا کہ جب حضرت علی شیخینؓ کو اپنے اوپر فضیلت دیتے ہیں تو میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمانے کے بموجب شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت دیتا ہوں اگر وہ فضیلت نہ دیتے تو میں بھی نہ دیتا۔یہ بڑا گناہ ہے کہ میں حضرت علیؓ کی محبت کا دعویٰ کروں اور پھر ان کی مخالفت کروں۔چونکہ حضرات ختنینؓ کی خلافت کے زمانے میں لوگوں کے درمیان

بہت فتنہ اور فساد برپا ہو گیا تھا اور لوگوں کے دلوں میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اور مسلمانوں کے دلوں میں عداوت وکینہ غالب آ گیا تھا اس لئے ختنین رضی اللہ عنہما کی محبت کو بھی اہلسنت والجماعت کے شرائط میں سے شمار کیا گیا تا کہ کوئی جاہل اس سبب سے حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر بدظنی نہ کرے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کے ساتھ بغض و عداوت حاصل نہ کرے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اہل سنت والجماعت کی شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا اہلسنت سے خارج ہے اس کا نام خارجی ہے اور جس شخص نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط کی طرف کو اختیار کیا ہے اور جس قدر کہ محبت مناسب ہے اس سے زیادہ اس سے وقوع میں آتی ہے اور محبت میں غلو کرتا ہے اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احباب کو سب وطعن کرتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریق کے برخلاف چلتا ہے وہ رافضی ہے۔

پس حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں افراط وتفریط کے درمیان جن کو رافضیوں اور خارجیوں نے اختیار کیا ہے اہل سنت والجماعت متوسط ہیں اور شک نہیں کہ حق وسط میں ہے اور افراط وتفریط دونوں مذموم ہیں۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ نے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے۔ جس کو یہودیوں نے یہاں تک دشمن سمجھا کہ اس کی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اس قدر دوست رکھا اور اس کو اس مرتبہ تک لے گئے جس کے وہ لائق نہیں تھا، یعنی ابن اللہ کہا۔

پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو شخص میرے حق میں ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میری محبت میں افراط کرے گا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لئے ثابت کرے گا اور دوسرا وہ شخص جو میرے ساتھ دشمنی کرے گا اور عداوت سے مجھ پر بہتان لگائے گا۔

پس خارجیوں کا حال یہودیوں کے حال کے موافق ہے اور رافضیوں کا حال نصاریٰ کے حال کے موافق کہ دونوں حق وسط سے برطرف جا پڑے ہیں وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت والجماعت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوں سے نہیں جانتا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو رافضیوں کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت رفض نہیں ہے بلکہ خلفاء ثلاثہ سے تبرا اور بے زاری رفض ہے۔ اور اصحاب کرام سے بیزار ہونا مذموم اور ملامت کے لائق ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

لوکان رفضاً حب ال محمد
فلیشھد الثقلین انی رافض

ترجمہ: اگر محبت آل محمدی ہے رفض
تو جن و انس گواہ ہیں کہ رافضی ہوں میں

یعنی آل محمد ﷺ کی محبت رفض نہیں ہے جیسے کہ جاہل لوگ گمان کرتے ہیں اگر اس محبت کو رفض کہتے تو پھر رفض مذموم نہیں کیونکہ رفض کی مذمت دوسروں کے تبریٰ کے باعث ہوتی ہے، نہ کہ ان کی محبت کے باعث۔

پس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کے محب اہل سنت والجماعت ہیں اور حقیقت میں اہل بیت کا گروہ بھی یہی لوگ ہیں نہ کہ شیعہ جو اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو گروہ اہل بیت کا خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ یعنی شیعہ اہل بیت کی محبت پر کفایت کریں اور دوسروں سے تبریٰ نہ کریں اور پیغمبر ﷺ کے تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کی عزت وتوقیر بجالائیں اور ان کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کریں تو اہل سنت والجماعت میں داخل ہوں گے اور خارجیوں اور رافضیوں سے باہر ہو جائیں گے کیونکہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خروج ہے اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے تبریٰ کرنا رفض ہے اور اہل بیت کی محبت اور تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم وتوقیر تسنن یعنی اہلسنت والجماعت بننا ہے۔

غرض خروج و رفض کی بنا پیغمبر ﷺ کے اصحابؓ کے بغض پر ہے اور تسنن کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اصحاب کی محبت پر ہے۔ عاقل منصف ہرگز اصحاب کے بغض کو ان کی محبت پر اختیار نہیں کرے گا بلکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم.

''جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا''۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا اہل سنت کے حق میں کس طرح گمان کیا جاتا ہے جبکہ یہ محبت ان بزرگواروں کے نزدیک ایمان کا جزو ہے اور خاتمہ کی سلامتی اس محبت کے راسخ ہونے پر وابستہ ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری باطنی عالم تھے اکثر اوقات اہل بیت کی محبت پر ترغیب فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو خاتمہ کی سلامتی میں بڑا دخل ہے۔ اس کی بڑی رعایت کرنی چاہئے۔ ان کے مرض موت میں فقیر حاضر تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر تک پہنچا اور اس جہان کا شعور کم ہوگیا تو اس وقت فقیر نے ان کی بات کو انہیں یاد دلایا اور محبت کی نسبت پوچھا تو اس بےخودی میں آپ نے فرمایا کہ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اہل بیت کی محبت اہل سنت والجماعت کا سرمایہ ہے۔ مخالف لوگ اس معنی سے غافل اور ان کی محبت متوسط سے جاہل ہیں۔ مخالفوں نے اپنی افراط کی جانب کو اختیار کیا ہے اور افراط کے ماسوا کو تفریط خیال کر کے خروج کا حکم کیا ہے اور خوارج کا مذہب سمجھا ہے، نہیں جانتے کہ افراط و تفریط کے درمیان حد وسط ہے جو حق کا مرکز اور صدق کا متوطن ہے جو اہل سنت والجماعت (شکر اللہ تعالیٰ سعیھم) کو نصیب ہوا ہے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت ہی نے قتل کیا ہے اور اہل بیت کے دشمنوں کو جڑ سے اکھیڑا ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام ونشان تک نہ تھا اگر تھا بھی تو عدم کا حکم رکھتا تھا شاید اپنے گمان فاسد میں، اہل بیت کے محبوں کو رافضی تصور کرتے ہیں اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔

عجب معاملہ ہے کبھی اہل سنت کو خارجیوں سے گنتے ہیں اس لئے کہ افراط محبت نہیں رکھتے۔ کبھی نفس محبت کو ان سے محسوس کر کے ان کو رافضی جانتے ہیں اسی واسطے یہ لوگ اپنی جہالت کے باعث اہل سنت کے اولیاء عظام کو اہل بیت کی محبت کا دم مارتے ہیں اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حب کا اظہار کرتے ہیں۔ رافضی خیال کرتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کے بہت سے علماء کو جو اس محبت کی افراط سے منع کرتے ہیں اور حضرت خلفاء ثلاثہ کی تعظیم وتوقیر میں کوشش کرتے ہیں، خارجی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کی ان نامناسب جرأتوں پر ہزار ہا افسوس ہے۔

اعاذ نا اللہ سبحانہ من افراط تلک المحبة وتفریطھا.

''اللہ تعالیٰ اس محبت کی افراط وتفریط سے ہم کو بچائے''۔

یہ افراط محبت ہی کا باعث ہے کہ اصحاب ثلاثہؓ وغیرہ کے تبریٰ کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کی شرط جانتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہئے کہ یہ کون سی محبت ہے کہ جس کا حاصل ہونا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کی بیزاری اور حضرت خیر البشر ﷺ کے اصحاب کے سب وطعن پر موقوف ہو۔ اہل سنت کا گناہ یہی ہے کہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے تمام اصحابؓ کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں اور باوجود لڑائی جھگڑوں کے جو ان کے درمیان واقع ہوئے ان میں سے کسی کو برائی سے یاد نہیں کرتے اور پیغمبر ﷺ کی صحبت کی تعظیم اور اس عزت وتکریم کے باعث جو نبی ﷺ اپنے اصحابؓ کی کیا کرتے تھے سب کو ہوا وتعصب سے دور جانتے ہیں اور اس کے علاوہ اہل حق کو حق پر اور اہل باطل کو باطل پر

کہتے ہیں لیکن اس کے بطلان کو ہوا و ہوس سے دور سمجھتے ہیں اور رائے و اجتہاد کے حوالے کرتے ہیں۔

رافضی اس وقت اہل سنت سے خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے اصحابؓ کرام سے تبرئ کریں اور ان دین کے بزرگواروں کے حق میں بدظن ہو جائیں جس طرح خارجیوں کی خوشنودی اہل بیت کی عداوت اور آل نبی ﷺ کے بغض پر وابستہ ہے۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب.

''یا اللہ! تو ہدایت دے کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم پر رحمت نازل فرما تو بڑا ہی بخشنے والا ہے''۔

اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے بزرگواروں کے نزدیک پیغمبر ﷺ کے اصحابؓ ایک دوسرے کی لڑائی جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک گروہ نے دلیل و اجتہاد کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کی حقیقت کو معلوم کر لیا تھا اور دوسرے گروہ نے بھی دلیل و اجتہاد کے ساتھ دوسری طرف حقیقت کو دریافت کر لیا تھا۔ اور تیسرا گروہ متوقف رہا اور کسی طرف کو دلیل کے ساتھ ترجیح نہ دی۔ پس پہلے گروہ نے اپنے اجتہاد کے موافق حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی اور دوسرے گروہ نے اپنے اجتہاد کی جانب مخالف کی امداد کی اور تیسرا گروہ توقف میں رہا۔ اس نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا خطا سمجھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کیا اور جو کچھ ان پر واجب و لازم تھا بجا لائے پھر ملامت کی کیا گنجائش ہے اور طعن کی کیا مناسبت ہے؟

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔

تلك دماء طهر الله عنها ايدينا فلنطهر عنها السنتنا.

''یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں''۔

اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کو حق پر اور دوسرے کو خطا پر بھی نہ کہنا چاہئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہئے۔

اسی طرح حدیث نبوی ﷺ میں آیا ہے۔

اذا ذكروا صحابي فامسكوا. ''کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو اور ان کی لڑائی جھگڑوں کا تذکرہ آ جائے تو تم اپنے آپ کو سنبھال رکھو اور ایک کو دوسرے پر اختیار نہ کرو''۔

لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل سے جو ان پر ظاہر ہوئی ہو گی اس بات پر ہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر۔ لیکن یہ خطا خطا اجتہادی کی طرح طعن و ملامت سے دور اور تشنیع و تحقیر سے مبرا و پاک ہے۔

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے بھائی ہمارے باغی ہو گئے۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر و فسق سے روکتی ہے۔ اہل سنت و رافضی دونوں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیت کے قائل ہیں لیکن اہل سنت حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے حق میں لفظ خطا سے جو تاویل سے پیدا ہے زیادہ اور کچھ اطلاق پسند نہیں کرتے اور زبان کو ان کی طعن و تشنیع سے نگاہ رکھتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق صحبت کی محافظت کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الله الله في اصحابي لاتتخذو هم غرضاً.

''یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو'' تاکید کے واسطے اس کلمہ کو دو بار فرمایا ہے ''اور میرے اصحاب کو اپنی ملامت کے تیر کا نشان نہ بناؤ''۔

اور نیز فرمایا ہے:۔

اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم.

''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

اور بھی بہت حدیثیں تمام اصحابؓ کی تعظیم و توقیر کے

بارے میں آئی ہیں پس سب کو معزز و مکرم جاننا چاہئے اور ان کی لغزشوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے۔ اس مسئلہ میں اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔ رافضی اس بارے میں غلو کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربوں کی تکفیر کرتے ہیں اور ہر طرح کے طعن اور ہر قسم کی گالیوں سے اپنی زبان کو آلودہ کرتے ہیں اگر ان کا مقصود حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کی حقیت اور ان کے محاربوں کی خطا کا اظہار ہے تو جو کچھ اہل سنت نے اختیار کیا ہے کافی اور حد اعتدال پر ہے اور دین کے بزرگواروں پر طعن لگانا جو رافضیوں نے اختیار کیا ہے اور پیغمبر ﷺ کے اصحاب کو گالی نکالنا اپنا دین و ایمان تصور کیا ہے۔ دیانت و دینداری سے دور ہے۔

یہ عجب دین ہے جس کا جزو اعظم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشینوں کو گالیاں نکالنا ہے۔ تمام بدعتی گروہوں میں سے جو بدعتیں اختیار کر کے اہل سنت سے جدا ہو گئے ہیں رافضیوں اور خارجیوں کے فرقے اصل معاملہ اور حق سے دور جا پڑے ہیں۔ بھلا وہ لوگ جو دین کے بزرگواروں کے سب و طعن کو اپنے دین کا جزو اعظم تصور کرتے ہیں حق ان کے نصیب کیا ہو گا؟ رافضیوں کے بارہ فرقے ہیں سب کے سب اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہتے ہیں اور خلفائے راشدینؓ کو گالیاں نکالنا عبادت جانتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اوپر لفظ رفض کے اطلاق کرنے سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے سوا اور لوگوں کو رافضی جانتے ہیں کیونکہ حدیث میں رافضیوں کے حق میں بہت وعید آئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب کرامؓ سے تبریٰ اختیار نہ کرتے۔

ہندوستان کے ہندو بھی اپنے آپ کو ہندو کہلواتے ہیں اور لفظ کفر کے اطلاق سے کنارہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے بلکہ دار حرب کے رہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ دونوں کافر ہیں اور کفر کی حقیقت سے متحقق ہیں۔ ان لوگوں نے شاید پیغمبر ﷺ کی اہل بیت کو اپنی طرح تصور کیا ہے اور ان کو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن خیال کیا ہے۔ ان لوگوں نے تقیہ کے باعث جو خود کیا کرتے ہیں اہل بیت کے بزرگواروں کو منافق اور مکار خیال کیا ہے اور حکم کیا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ کے ساتھ تیس سال تک منافقانہ صحبت رکھتے رہے اور ناحق ان کی تعظیم و تکریم کرتے رہے۔

عجب معاملہ ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت کی محبت رسول اللہ کی محبت کے باعث ہے تو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کو بھی دشمن جانیں اور اہل بیت کے دشمنوں کی نسبت ان کو زیادہ سب و لعن کریں۔ ابوجہل جو رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے جس نے طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں رسول اللہ ﷺ کو پہنچائی ہیں کبھی نہیں سنا کہ اس گروہ میں سے کسی نے اس کو سب و لعن کیا ہو یا اس کو برا کہا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب مردوں سے پیارے ہیں اپنے خیال فاسد میں اہل بیت کا دشمن تصور کر کے ان کے سب و طعن میں زبان دراز کرتے ہیں اور نامناسب امور کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کون سی دیانت اور دینداری ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے دشمنی کریں اور نبی ﷺ کی آل کے ساتھ بغض عداوت رکھیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر یہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کو سب کرتے اور اصحاب کرامؓ کے نام مقرر نہ کرتے اور بزرگان دین پر بدظن نہ ہوتے تا کہ ان کی مخالفت جو اہل سنت کے ساتھ ہے دور ہو جاتی۔ کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کو دشمن جانتے ہیں اور ان کی طعن و تشنیع کے قائل ہیں۔ یہ اہل سنت کی خوبی ہے کہ شخص معین کو جو طرح طرح کے کفر میں مبتلا ہو اسلام و توبہ کے احتمال پر جہنمی نہیں کہتے اور لعن کا اطلاق اس پر پسند نہیں کرتے۔ عام طور پر کافروں پر لعنت کرتے ہیں لیکن کافر معین پر بھی لعنت پسند نہیں کرتے جب تک اس کے خاتمہ کی برائی

قطعی دلیل سے معلوم نہ ہو لیکن رافضی بے تحاشا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لعنت اور اکابر صحابہؓ کو سب وطعن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام ہیں جن میں اہل سنت اور مخالفوں کے درمیان بڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ کہ اہل سنت خلفاء اربعہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں اور چاروں کو برحق خلفاء جانتے ہیں کیونکہ حدیث صحیح میں جن میں مغیبات یعنی امور غائبانہ کی نسبت خبر دی گئی ہے آیا ہے کہ:۔

الخلافة من بعدی ثلثون سنة.

''خلافت میرے بعد تیس برس تک ہے''۔

اور یہ مدت حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر تمام ہو جاتی ہے۔ پس اس حدیث کے مصداق چاروں خلفاء ہیں اور خلافت کی ترتیب برحق ہے اور مخالف لوگ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی حقیت کا انکار کرتے ہیں اور ان کی خلافت کو تعصب اور تغلب کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا امام برحق کسی کو نہیں جانتے اور اس بیعت کو جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ پر واقع ہوئی تھی تقیہ پر حمل کرتے ہیں اور اصحابؓ کرام کے درمیان منافقانہ صحبت خیال کرتے ہیں اور مدارات میں ایک دوسرے کو مکار تصور کرتے ہیں کیونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق لوگ ان کے مخالفوں کے ساتھ تقیہ کے طور پر منافقانہ صحبت رکھتے تھے اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا تھا اس کے برخلاف اپنی زبان پر ظاہر کرتے تھے اور مخالف بھی چونکہ ان کے زعم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دوستوں کے دشمن تھے اس لئے ان کے ساتھ منافقانہ محبت کرتے تھے اور دشمنی کو دوستی کے لباس میں ظاہر کرتے تھے۔ پس ان کے خیال میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام اصحاب منافق اور مکار تھے اور جو ان کے باطن میں ہوتا تھا اس کے برخلاف ظاہر کرتے تھے۔

پس چاہئے کہ ان کے نزدیک اس امت میں سے بدترین اصحابؓ کرام ہوں اور تمام صحبتوں میں سے بدتر صحبت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت ہو جہاں سے یہ اخلاق ذمیمہ پیدا ہوئے ہیں اور تمام قرنوں میں سے برا اصحابؓ کا قرن ہو جو نفاق و عداوت وبغض و کینہ سے پر تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ان کو **رحماء بینھم** فرماتا ہے۔ **اعاذ نااللہ سبحانہ عن معتقداتھم السوء** (اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برے عقائد سے بچائے)۔

یہ لوگ جب اس امت کے سابقین کو اس قسم کے اخلاق ذمیمہ سے موصوف کرتے ہیں تو لواحقین میں کیا خیریت پائیں گے۔ ان لوگوں نے شاید ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی فضیلت اور اصحابؓ کرام کی افضلیت اور اس امت کے خیریت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں' نہیں دیکھا' یا دیکھا ہے مگر ان کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے۔ قرآن واحادیث اصحابؓ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچا ہے جب اصحاب مطعون ہوں گے تو وہ دین جو ان کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے بھی مطعون ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

ان لوگوں کا مقصود دین کا ابطال اور شریعت غرا کا انکار ہے۔ ظاہر میں اہل بیت رسولؐ کی محبت کا اظہار کرتے ہیں مگر حقیقت میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا انکار کرتے ہیں۔ کاش کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے دوستوں کو مسلم رکھتے اور تقیہ کے ساتھ جو اہل مکہ اور نفاق کی صفت ہے متصف نہ کرتے۔ وہ لوگ جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست ہوں یا دشمن' جب تیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ نفاق و مکروفریب کے ساتھ زندگانی بسر کرتے رہے ہوں تو ان میں کیا خیرت ہوگی اور وہ کس طرح اعتماد کے لائق ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو طعن کرتے ہیں' نہیں جانتے کہ اس کے طعن میں نصف احکام شرعیہ پر طعن آتا ہے۔ کیونکہ علماء مجتہدین نے فرمایا ہے کہ احکام میں تین ہزار حدیث وارد ہوئی ہے یعنی تین ہزار احکام شرعیہ ان

احادیث سے ثابت ہوئے ہیں جن میں سے ایک ہزار پانچ سو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوئی ہیں۔ پس اس کا طعن نصف احکام شرعیہ کا طعن ہے۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راوی آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین سے زیادہ ہیں جن میں سے ایک ابن عباسؓ ہے اور ابن عمرؓ بھی اسی سے روایت کرتے ہیں اور جابر بن عبداللہ اور انس بن مالکؓ بھی انہی کے راویوں میں سے ہیں اور وہ حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طعن میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ جھوٹی حدیث ہے جیسے کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اور وہ حدیث کہ جس میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فہم کے لئے دعا کی ہے علماء میں مشہور و معروف ہے۔

قال ابوهريرةؓ حضرت مجلساً لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال من يبسط منكم ردائه حتىٰ افيض فيه مقالتي فيضمها اليه ثم لاينساها فبسطت بردة كانت على فافاض رسول الله صلى الله عليه وسلم مقالته فضممتها الىٰ صدرى فما نسيت بعدذالك شيئاً.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی چادر بچھائے تا کہ میں اس میں اپنا کلام گراؤں اور پھر وہ اس کو اپنے بدن سے لگائے تو اس کو کوئی چیز نہ بھولے گی۔ پس میں نے اپنی چادر کو پھیلا دیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی کلام اس میں گرائی اور میں نے چادر کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اس کے بعد مجھے کچھ نہ بھولا''۔

پس صرف اپنے ظن ہی سے دین کے ایک بزرگ شخص کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کے حق میں سب وطعن ولعن جائز رکھنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب افراط محبت کی باتیں ہیں جن سے ایمان کے دور ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

اگر بالفرض حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھا جائے تو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان اقوال میں کیا کہیں گے جو بطریق تواتر شیخینؓ کی افضلیت میں منقول ہیں اور ایسے ہی حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات قدسیہ میں کیا جواب دیں گے جو ان کی خلافت و مملکت کے وقت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے میں صادر ہوئے ہیں کیونکہ تقیہ اسی قدر ہے کہ اپنی خلافت کی حقیت کو چھپالے اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا باطل ہونا ظاہر نہ کرے لیکن خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا اظہار کرنا اور شیخینؓ کی افضلیت کا بیان کرنا اس تقیہ کے سوا ایک علیحدہ امر ہے جو صدق صواب کے سوا کوئی تاویل نہیں رکھتا اور تقیہ کے ساتھ اس کا دور کرنا ناممکن ہے۔

نیز وہ صحیح حدیثیں حد شہرت کو پہنچ چکی ہیں بلکہ متواتر المعنیٰ ہوگئی ہیں، جو حضرات خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں اکثر کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان حدیثوں کا جواب کیا کہیں گے کیونکہ تقیہ پیغمبر ﷺ کے حق میں جائز نہیں اس لئے کہ تبلیغ پیغمبروں پر لازم ہے۔

نیز وہ آیات قرآنی جو اس بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں بھی تقیہ متصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو انصاف دے۔

دانا لوگ جانتے ہیں کہ تقیہ جبانت یعنی بزدلی اور نامردی کی صفت ہے۔ اسد اللہ کے ساتھ اس کو نسبت دینا نامناسب ہے۔ بشریت کی رو سے ایک ساعت یا دو ساعت یا ایک دو دن کے لئے اگر تقیہ جائز سمجھا جائے تو ہو سکتا ہے۔ اسد اللہ میں تیس سال تک اس بزرگی کی صفت کا ثابت کرنا اور تقیہ پر مصر سمجھنا بہت برا ہے۔ اور جب صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ ہے تو پھر بھلا دشمنوں اور منافقوں کی صفات میں سے کسی صفت پر اصرار کرنا کیسا ہوگا؟ کاش کہ یہ لوگ اس امر کی برائی سمجھتے۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقدیم و تعظیم سے اس لئے بھاگے ہیں کہ اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہانت ہے اور تقیہ اختیار کرلیا ہے۔ اگر تقیہ کی

برائی جو ارباب نفاق کی صفت ہے سمجھتے تو ہرگز تقیہ کو جائز قرار نہ دیتے اور دو بلاؤں میں سے آسان کو اختیار کرتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ شیخین کی تقدیم و تعظیم میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کچھ اہانت نہیں۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حقیت بھی بجائے خود ہے اور ان کی ولایت کا درجہ اور ہدایت وارشاد کا رتبہ بھی اپنے حال پر ہے اور تقیہ کے ثابت کرنے میں نقص و توہین لازم ہے کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خاصوں اور مکاروں اور فریبیوں کے لوازم سے ہے۔

مقام دوم:۔ یہ کہ اہل سنت والجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرتے ہیں اور ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس حضرت خیر البشر ﷺ کی صحبت میں پاک ہو چکے تھے اور ان کے روشن سینے عداوت و کینہ سے صاف ہو گئے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ جب ہر ایک صاحب رائے اور صاحب اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا واجب ہے۔ اس لئے بعض امور میں راؤں کے اختلاف کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت و منازعت واقع ہوئی اور ہر ایک کے لئے اپنی رائے کی تقلید بہتر تھی۔ پس ان کی مخالفت موافقت کی طرح حق کے لئے تھی نہ کہ نفس امارہ کی ہوا و ہوس کے لئے۔

اہل سنت کے مخالف لوگ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں اور طرح طرح کے طعن و تشنیع ان کے حق میں جائز سمجھتے ہیں۔ جب اصحاب کرام بعض امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخالفت کر لیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا کرتے تھے اور ان کا یہ اختلاف مذموم اور قابل ملامت نہ ہوتا تھا اور باوجود نزول وحی کے ممنوع نہ سمجھا جاتا تھا تو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بعض امور اجتہادیہ میں مخالفت کرنا کیوں کفر ہو اور ان کے مخالف کیوں اسلام اور مطعون ہوں۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے مسلمان ایک جم غفیر ہیں جو سب کے سب اصحاب کبار ہیں۔ جن میں سے بعض کو جنت کی بشارت دی گئی ہے ان کو کافر اور برا کہنا آسان نہیں۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔ (چھوٹا منہ بڑی بات)

قریباً نصف دین اور شریعت کو انہی نے تبلیغ کیا ہے۔ اگر ان پر طعن آئے تو نصف دین سے اعتماد دور ہو جاتا ہے۔ یہ بزرگوار کس طرح قابل طعن ہو سکتے ہیں جبکہ ان میں سے کسی کی روایت کو کسی امیر اور وزیر نے رد نہیں کیا۔

صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد تمام کتابوں سے صحیح ہے اور شیعہ بھی اس کو مانتے ہیں۔ (فقیر نے احمد تبتی کی نسبت جو اکابر شیعہ میں سے تھا' سنا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ کتاب بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح کتاب ہے) اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوستوں کی بھی روایتیں ہیں اور مخالفوں کی بھی اور موافقت و مخالفت کے باعث کسی کو راجح و مرجوح نہیں جانا۔ جس طرح حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی روایت میں کسی قسم کا طعن ہوتا تو ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتا۔ اسی طرح سلف میں جو حدیث کے نقاد اور صراف گزرے ہیں کسی نے اس وجہ سے حدیث کی روایت میں فرق نہیں کیا اور حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کو طعن کا باعث نہیں بنایا۔

جاننا چاہئے کہ یہ بات ضروری نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امور خلافیہ میں حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔ اگرچہ محاربہ میں حق بجانب امیر تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ صدر اول کے احکام خلافیہ میں علماء و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے اور ان کے مذہب پر حکم نہیں کیا۔ اگر حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ہی حق مقرر ہوتا تو ان کے خلاف حکم نہ کرتے۔

قاضی شریح نے جو تابعین میں سے ہیں اور صاحب اجتہاد ہوئے ہیں' حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر

حکم نہیں کیا اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی شہادت کو نسبت نبوت یعنی فرزندی نسبت کے باعث منظور نہیں کیا۔ اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول پر عمل کیا ہے اور باپ کے واسطے بیٹے کی شہادت جائز نہیں سمجھتے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برخلاف اقوال جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مخالف ہیں اختیار کئے گئے ہیں۔ جو منصف تابعدار پر مخفی نہیں ہیں ان کی تفصیل دراز ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور ان کے مخالف طعن وملامت کے لائق نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ تھیں اور لب گور تک حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبولہ ومنظورہ رہیں۔ اور مرض موت کے ایام بھی انہی کے حجرے میں بسر کئے اور انہی کی گود میں جان دی اور انہی کے پاک حجرے میں مدفون ہوئے۔ اس شرف وفضیلت کے علاوہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجتہدہ بھی تھیں۔

پیغمبر ﷺ نے آدھا دین ان کے حوالے کیا تھا اور اصحاب کرام مشکلات میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان سے مشکلات کا حل طلب کیا کرتے تھے۔ اس قسم کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت کے باعث طعن کرنا اور ناشائستہ حرکات کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے سے دور ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر پیغمبر علیہ السلام کے داماد اور چچا کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ آنحضرت کی زوجہ مطہرہ اور محبوبہ مقبولہ ہیں۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر طعام پکاتا تھا تو اہل عبا کی ارواح پاک کو بخش دیا کرتا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت امامین رضی اللہ عنہما کو ملا لیتا تھا۔

ایک رات فقیر نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ حاضر ہیں۔ فقیر نے سلام عرض کیا۔ مگر آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر فقیر کو فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں کھانا کھاتا ہوں جس کسی نے مجھے طعام بھیجنا ہو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بھیج دیا کرے۔ اس وقت فقیر نے معلوم کیا کہ حضور ﷺ کی توجہ شریف نہ فرمانے کا باعث یہ ہے کہ فقیر اس طعام میں حضرت صدیقہ کو شریک نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلکہ تمام ازواج مطہرات کو جو سب اہل بیت ہیں شریک کر لیا کرتا تھا اور تمام اہل بیت کو اپنا وسیلہ بناتا تھا۔

پس وہ آزار وایذاء جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سبب سے پہنچتی ہے وہ اس آزار وایذا سے زیادہ ہے جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے پہنچتی ہے۔ منصف عقلمندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہ بات اس صورت میں ہے جبکہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور تعظیم پیغمبر علیہ السلام کی محبت وتعظیم اور قرابت کے باعث ہو اور اگر کوئی حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو مستقل طور پر اختیار کرے اور حضرت پیغمبر علیہ السلام کی محبت کو اس میں دخل نہ دے تو ایسا شخص محبت سے خارج ہے اور گفتگو کے لائق نہیں۔ اس کی غرض دین کا باطل کرنا اور شریعت کا گرانا ہے۔

ایسا شخص چاہتا ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ کے واسطہ کے بغیر کوئی اور راستہ اختیار کرے اور حضرت محمد ﷺ کو چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آ جائے یہ سراسر کفر اور زندقہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بیزار اور اس کے کردار سے آزار میں ہیں۔ پیغمبر ﷺ کے اصحاب اور اصہار (سسر) اور ختنین (دامادوں) کی دوستی بعینہ حضرت پیغمبر ﷺ کی دوستی ہے اور ان کی عزت وتکریم پیغمبر ﷺ کی تعظیم وتکریم کے باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

فمن احبھم فبحبی احبھم.

''جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا''۔

ایسے ہی جو شخص ان کا دشمن ہے وہ پیغمبر ﷺ کی دشمنی کے باعث ان کو دشمن جانتا ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

فمن ابغضهم فببغضى ابغضهم.

''جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا''۔

یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب سے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اصحاب کبار اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان پر طعن وتشنیع کرنا نامناسب ہے اور ان کی لعن وطر دلعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہ صحابہ ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کو چھ شخصوں کے مشورہ پر چھوڑا اور ان میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو داخل کیا اور ایک دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے کوئی دلیل واضح نہ پائی تو طلحہؓ وزبیرؓ نے اپنے اختیار سے خلافت کا حصہ چھوڑ دیا اور ہر ایک نے ترکت حظی (میں نے اپنا حصہ ترک کیا) کہہ دیا۔

اور یہ وہی طلحہؓ ہے جس نے اپنے باپ کو اس بے ادبی کے باعث جو آنحضرت ﷺ کی نسبت اس سے صادر ہوئی تھی قتل کر کے اس کے سر کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے تھے۔ قرآن مجید میں اس فعل پر اس کی تعریف وثناء بیان کی گئی ہے۔

اور یہ وہی زبیرؓ ہیں جس کے قاتل کے لئے مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوزخ کی وعید فرمائی ہے اور یوں فرمایا ہے۔

قاتل زبير فى النار ''کہ زبیر کا قاتل دوزخ میں ہے''۔

حضرت زبیرؓ پر لعن وطعن کرنے والے قاتل سے کم نہیں ہیں۔ پس اکابر دین اور بزرگواران اسلام کی طعن و مذمت سے ڈرنا چاہئے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کا بول بالا کرنے اور حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امداد میں سرتوڑ کوششیں کی ہیں اور رات دن ظاہر و باطن میں دین کی تائید میں مال و جان کی پرواہ نہیں کی اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے خویش واقارب اور مال واولاد' گھر بار' وطن' کھیتی باڑی' باغ و درخت اور نہروں کو چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کی جان کو اپنی جانوں کی محبت پر اختیار کیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرف صحبت حاصل کیا اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں برکات نبوت سے مالا مال ہوئے۔ وحی کا مشاہدہ کیا اور فرشتہ کے حضور سے مشرف ہوئے اور خوارق ومعجزات کو دیکھا۔ حتیٰ کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین ہو گیا اور ان کو اس قسم کا یقین نصیب ہوا جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ دوسروں کا احد جتنا سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے ایک آدھ مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بایں الفاظ تعریف کرتا ہے۔ **رضى الله عنهم ورضوا عنه.**

'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے''۔

ذالک مثلهم فى التورات ومثلهم فى الانجيل كزرع اخرج شطأه فآذره فاستغلظ فاستوىٰ علىٰ سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار.

''توریت اور انجیل میں ان کی مثال اس بیج کی طرح ہے جس کی بیشمار شاخیں نکل کر مضبوط ہو جائیں اور اس کے تنے خوب موٹے تکڑے مضبوط ہو جائیں' جن کو دیکھ کر زراعت کرنے والے خوش ہوں اور کفار غیظ وغضب میں آئیں''۔

ان پر غصہ اور غضب کرنے والوں کو کفار فرمایا ہے۔ پس جس طرح کفر سے ڈرتے ہیں اس طرح ان کے غیظ وغضب سے بھی ڈرنا چاہئے۔ **والله سبحانه الموفق.**

وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس قسم کی نسبت درست کی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے منظور اور مقبول ہوں تو اگر بعض امور میں ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت اور لڑائی جھگڑا کریں اور اپنی اپنی رائے واجتہاد کے موافق عمل کریں تو طعن واعتراض کی مجال نہیں بلکہ اس وقت اختلاف اور اپنی رائے

کے سواغیر کی تقلید نہ کرنا ہی حق وصواب ہے۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے لئے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری اپنی رائے کی تقلید میں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کسی صحابی کے قول کو خواہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواہ امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رائے پر مقدم نہیں کرتا اور اپنی رائے کے موافق اگر چہ قول صحابی کے مخالف ہو عمل کرنا بہتر جانتا ہے۔

جب امت کے مجتہد اصحابؓ کے آراء کی مخالفت کر سکتے ہیں تو اگر اصحابؓ ایک دوسرے کی مخالفت کریں تو کیوں مطعون ہوں۔ حالانکہ اصحاب کرامؓ نے امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ خلاف کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کی رائے کے برخلاف حکم کیا ہے اور باوجود نزول وحی کے ان کے خلاف پر مذمت نہیں آئی اور ان کے اختلاف پر منع وارد نہیں ہوا جیسے کہ گزر چکا۔ اگر یہ اختلاف حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسند اور نامقبول ہوتا تو البتہ منع ہوتا اور اختلاف کرنے والوں پر وعید نازل ہوتی۔

کیا نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ گفتگو کرنے میں بلند آواز کیا کرتے تھے ان کے اس بلند آوازے کو کس طرح منع کیا گیا اور اس پر کیسی وعید مترتب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یآیھاالذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون.

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو اور اس کو بلند آواز سے اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو ورنہ تمہارے اعمال نیست ونابود ہو جائیں گے اور تم کو معلوم نہ ہوگا''۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں اختلاف عظیم پڑ گیا تھا۔ حضرت فاروقؓ اور سعد ابن معاذؓ نے ان قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم کیا تھا اور دوسروں نے ان کو چھوڑ دینے اور فدیہ لینے کا حکم دیا تھا اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک بھی یہی رائے مقبول تھی کہ ان کو چھوڑ دیا جائے اور فدیہ لے لیا جائے۔

اس قسم کے اختلاف کے مقام اور بھی بہت سے ہیں اور وہ اختلاف بھی اس قسم کا تھا جو کاغذ کے لانے میں کیا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے مرض موت میں کاغذ طلب فرمایا تھا تاکہ ان کے لئے کچھ لکھیں۔ بعض نے کہا کہ کاغذ لانا چاہئے اور بعض نے کاغذ لانے سے منع کیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو کاغذ کے لانے میں راضی نہ تھے۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **حسبنا کتاب اللہ** ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ اس سبب سے طعن لگانے والوں نے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عیب لگایا ہے اور طعن وتشنیع کی زبان درازی کی ہے۔

حالانکہ درحقیقت کوئی محل طعن نہیں' کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معلوم کر لیا تھا کہ وحی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اور آسمانی احکام تمام ہو چکے ہیں اور احکام کے ثبوت میں رائے و اجتہاد کے سوا کسی امر کی گنجائش نہیں رہی۔ اب آنحضرت ﷺ جو کچھ لکھیں گے امور اجتہادیہ میں سے ہوگا جس میں دوسرے بھی شریک ہیں بحکم **فاعتبروا یااولی الابصار** ۔ داناؤں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

پس بہتری اسی بات میں دیکھی کہ اس قسم کے سخت درد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف نہ دینی چاہئے اور دوسروں کی رائے واجتہاد پر کفایت کرنی چاہئے۔ **حسبنا کتاب اللہ**۔

یعنی قرآن مجید جو قیاس و اجتہاد کا ماخذ ہے۔ احکام کے نکالنے والوں کے لئے کافی ہے احکام وہاں سے نکال لیں گے۔ کتاب اللہ کے ذکر کی خصوصیت اسی واسطے ہو سکتی ہے جب کہ قرائن سے معلوم کیا ہو کہ یہ احکام جن کے لکھنے کے درپے ہیں' ان کا ماخذ کتاب میں ہے نہ سنت میں تاکہ سنت کا ذکر کیا جاتا۔

پس حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منع کرنا شفقت ومہربانی کے باعث تھا تاکہ آنحضرت ﷺ شدت درد میں کسی

امر کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا کاغذ لانے کے لئے فرمانا بھی استحسان کے لئے تھا نہ کہ وجوب کے لئے تا کہ دوسرے لوگ استنباط کے رنج سے آسودہ ہو جائیں اور اگر امر ایتونی وجوب کے لئے ہوتا تو اس کی تبلیغ میں مبالغہ فرماتے اور صرف اختلاف ہی سے اس سے روگردانی نہ کرتے۔

سوال:۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس وقت کہا تھا: اهجر استفهموه اس سے کیا مراد ہے۔

جواب:۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاید اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کلام آپؐ سے درد کے باعث بلا قصد واختیار نکل گیا ہے جیسے کہ لفظ اکتب سے مفہوم ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کچھ نہیں لکھا تھا اور نیز آپؐ نے فرمایا لن تضلوا بعدی۔ (تم میرے بعد گمراہ نہ ہو گے)۔

جب دین کامل ہو چکا تھا اور نعمت پوری ہو گئی تھی اور رضا مولیٰ حاصل ہو چکی تھی تو پھر گمراہی کے کیا معنی؟ اور ایک ساعت میں کیا لکھیں گے جو گمراہی کو دور کرے گا۔ کیا جو کچھ ۲۳ سال کے عرصہ میں لکھا گیا ہے کافی نہیں اور وہ گمراہی کو دور نہیں کر سکتا اور جو ایک ساعت میں باوجود شدت درد کے لکھیں گے۔ وہ گمراہی کو دور کرے گا۔ اسی سبب سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جان لیا ہوگا کہ یہ کلام آپؐ سے بشریت کے لحاظ سے بلا قصد نکل گیا ہے۔ اس بات کی تحقیق کرو اور از سر نو دریافت کرو۔ اسی اثناء میں مختلف باتیں شروع ہو گئیں۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اٹھ جاؤ اور مخالفت نہ کرو۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ کے حضور میں نزاع و جھگڑا اچھا نہیں۔ پھر اس امر کی نسبت کوئی کلام نہ کیا اور نہ دوات و کاغذ کو یاد کیا۔

جاننا چاہئے کہ وہ اختلاف جو اصحاب کرامؓ امور اجتہادیہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیا کرتے تھے اگر اس میں نعوذ باللہ ہوا و تعصب کی بو ہوتی تو یہ اختلاف سب کو مرتدوں میں داخل کر دیتا اور اسلام سے باہر نکال دیتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بے ادبی اور بدمعاملگی کرنا کفر ہے۔ اعاذنا اللہ سبحانه منه (اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بچائے) بلکہ یہ اختلاف امر فاعتبروا کے بجالانے کے باعث ہوا ہے کیونکہ وہ شخص جو اجتہاد کا درجہ حاصل کر چکا ہو احکام اجتہادیہ میں اس کے لئے دوسرے کی رائے واجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور منہی عنہ ہے۔ ہاں احکام منزلہ میں کہ جن میں اجتہاد کو دخل نہیں ہے تقلید کے سوا کچھ گنجائش نہیں۔ ان پر ایمان لانا اور ان کی فرمانبرداری کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ کہ قرن اول کے اصحابؓ تکلفات سے بری اور عبادتوں کی آرائش سے مستغنی تھے۔ ان کی کوشش ہمہ تن باطن کے درست کرنے میں ہوتی تھی اور ظاہر کی طرف سے نظر ہٹا رکھی تھی۔ اس زمانہ میں حقیقت و معنی کے طور آداب بجا لاتے تھے۔ نہ صرف لفظ وصورت کے اعتبار پر رسول اللہ ﷺ کے امر کا بجالانا ان کا کام اور آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے بچنا ان کا معاملہ تھا۔

ان لوگوں نے اپنے ماں باپ اور اولاد و ازواج کو رسول اللہ ﷺ پر فدا کر دیا تھا اور کمال اعتقاد و اخلاص کے باعث آنحضرت ﷺ کے لعاب مبارک کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ آب حیات کی طرح اس کو پی جاتے تھے اور فصد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے پی جانے کا ارادہ کرنا مشہور و معروف ہے۔ اگر اس قسم کی عبارت جو اس زمانہ کے لوگوں کے نزدیک کہ کذب و مکر سے پر ہے بے ادبی کا موجب ہو۔ ان بزرگواروں سے آنحضرت ﷺ کی نسبت صادر ہوئی ہو تو اس پر نیک ظن کرنا چاہئے اور عبارت کے مطلب کو دیکھنا چاہئے اور الفاظ خواہ کسی قسم کے ہوں ان سے قطع نظر کرنا چاہئے۔ سلامتی کا طریقہ یہی ہے۔

سوال:۔ جب احکام اجتہادیہ میں خطا کا احتمال ہے تو ان تمام احکام شرعیہ میں جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں۔ کس طرح وثوق واعتبار کیا جائے؟

جواب:۔ احکام اجتہادیہ ثانی الحال میں احکام منزلہ آسمانی کی طرح ہو گئے ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدوں

کے اجتہاد اور ان کی راؤں کے اختلاف کے ثابت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جاتا ہے جو صواب کو خطا سے اور حق کو باطل سے جدا کر دیتا ہے۔ پس احکام اجتہادیہ بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد کہ صواب و خطا میں تمیز ہو چکی تھی قطعی الثبوت ہو گئی تھی اور ان میں خطا کا احتمال نہ رہ گیا تھا۔

پس تمام احکام جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ثابت ہو چکے ہیں قطعی ہیں اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ ابتدا و انتہا میں وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے اجتہاد اور استنباط سے مقصود یہ تھا کہ مجتہدین اور مستنبطین کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جو صواب کو خطا سے جدا کر دے اور درجات کرامت کی امتیاز حاصل ہو اور مخطی (خطا کرنے والا) اور مصیب (صواب کو پہنچنے والا) اپنے اپنے درجوں کے موافق ثواب پائیں۔ پس احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجے میں بلند ہو گئے اور نزول وحی کے بعد ان کی قطعیت بھی ثابت ہو گئی۔

ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد احکام اجتہادیہ ظنی ہیں جو مفید عمل ہیں نہ مثبت اعتقاد کہ ان کا منکر کافر ہو مگر جب ان احکام پر مجتہدوں کا اجماع منعقد ہو جائے تو اس صورت میں وہ احکام مثبت اعتقاد بھی ہوں گے۔

ہم اس مکتوب کو ایک عمدہ خاتمہ پر ختم کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے فضائل درج ہیں۔ ابن عبداللہ المعروف بابن عبید اللہؒ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احب علیاً فقد اذانی و من ابغض علیاً فقد ابغضنی و من اذیٰ علیاً فقد اذانی و من اذنی فقد اذی اللہ.

''جس نے علیؓ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علیؓ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی''۔

اور ترمذیؒ اور حاکمؒ نے نکالا ہے اور بریدہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ بریدہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

ان اللہ امرنی بحب اربعة و اخبر نی انه یحبھم قیل یا رسول اللہ سمھم لنا قال علی منھم یقول ذٰلک ثلثا و ابو ذر و المقداد و سلمان.

''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں کے ساتھ محبت کرنے کا امر کیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ تعالیٰ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک ان میں سے علیؓ ہے۔ اس بات کو تین بار کہا۔ دوسرے ابوذرؓ تیسرے مقدادؓ اور چوتھے سلمانؓ ہیں''۔

اور طبرانی اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

النظر الیٰ علی عبادة۔ ''علی کی طرف نظر کرنا عبادت ہے''۔

اور شیخین نے براءؓ سے نکالا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسنؓ آپؐ کے کندھوں پر ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں۔

اللھم انی احبه فاحبه۔ ''یا اللہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ''۔

اور بخاری نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تھے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے پہلو میں تھے اور کبھی آپؐ لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی اس کی طرف اور فرماتے۔

ان ابنی ھذ سید و لعل اللہ ان یصلح به بین فئتین من المسلمین.

''یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب مسلمانوں کے دونوں گروہوں کے درمیان صلح کر دے گا''۔

اور ترمذی نے اسامہ بن زیدؓ سے نکالا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ امام حسن و حسین

رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کی ران پر ہیں اور آپ فرما رہے ہیں۔

"هذان ابنا ئى وابنابنتى اللهم انى احبهما فاحبهما واحب من يحبهما.

"یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو ان کو دوست رکھ اور جو لوگ ان سے محبت رکھیں ان کو بھی دوست رکھ"۔

اور ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اہل بیت میں سے کون کون آپ کو زیادہ عزیز ہیں تو آپ نے فرمایا کہ **الحسن و الحسین رضی الله تعالیٰ عنهما۔**

اور مسور بن مخرمہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الفاطمة بضعة منى فمن ابغضها ابغضنى و فى رواية يريبنى ماارابها ويؤ ذينى ماآذاها.

"فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (اور ایک روایت میں ہے کہ) جو چیز اس کو متردد کرے وہ مجھے بھی متردد کرتی ہے اور جس چیز سے اس کو ایذا پہنچے مجھے بھی پہنچتی ہے"۔

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ نبی صلی اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:۔

فاطمة احب الى منك و انت اعز على منها.

"فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تو میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہے"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہے کہ لوگ حضرت عائشہؓ کے دن اپنے تحائف وہدایہ لے آتے تھے اور اس سبب سے رسول اللہ ﷺ کی رضامندی طلب کرتے تھے۔۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ازواج دو گروہ تھیں۔ ایک وہ گروہ تھا جس میں حضرت عائشہؓ وحفصہؓ وسودہؓ وصفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن تھیں۔ اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہؓ اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن تو ام سلمہؓ والے گروہ نے ام سلمہؓ کو کہا کہ تو رسول اللہ ﷺ کو کہہ دے کہ وہ لوگوں کو کہہ دیں کہ جہاں میں ہوا کروں وہیں تحائف لایا کریں۔

پس ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کہہ دی تو رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ام سلمہؓ اس بارے میں مجھے ایذا نہ دے کیونکہ عائشہؓ کے کپڑے کے سوا اور کسی عورت کے کپڑے میں میرے پاس وحی نہیں آئی۔

ام سلمہؓ نے اس بات کو سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں اس بات سے توبہ کرتی ہوں پھر ام سلمہؓ کے گروہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ یہی بات رسول اللہ ﷺ کو کہیں جب حضرت فاطمہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے میری بیٹی! کیا تو اس چیز کو دوست نہیں رکھتی جس کو میں دوست رکھتا ہوں؟ عرض کیا کہ کیوں نہیں پھر فرمایا کہ اس کو یعنی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوست رکھ"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی عورتوں میں سے کسی پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کی۔ حالانکہ میں نے اس کو دیکھا نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ اس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے اور بسا اوقات بکری ذبح کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کو بھیج دیا کرتے تھے اور جب کبھی میں کہتی کہ کیا خدیجہ جیسی عورت دنیا میں نہیں ہوئی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ وہ تھی جیسی کہ تھی اور اسی سے میری اولاد تھی۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

العباس منى وانا منه۔ "عباس میرا ہے اور میں عباس کا ہوں"۔

اور دیلمیؒ نے ابوسعیدؓ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اشتد غضب اللہ علیٰ من اذانی فی عترتی۔

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب فرماتا ہے جس نے مجھے میری اولاد کے حق میں ایذا دی''۔

اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

خیرکم خیرکم لاھلی من بعدی۔

''تم میں سے اچھا وہ شخص ہے جو میرے بعد میری اہل بیت کے ساتھ بھلائی کرے۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من صنع لاھل بیتی برًا کافانہ یوم القیامۃ علیھا۔

''جس نے میری اہل بیت کے ساتھ احسان کیا میں اس کو قیامت کے دن اس کا بدلہ دوں گا''۔

اور ابن عدی اور دیلمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکالا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اثبتکم علی الصراط اشد کم حباً لاھل بیتی ولاصحابی۔

''تم میں سے صراط پر وہ شخص زیادہ ثابت قدم ہوگا جس کی میری اہل بیت اور اصحاب کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی''۔

دنیا پرست پر معرفت الٰہی حرام ہے

خدا کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جس کے باطن میں دنیا کی محبت رائی کے دانہ جتنی بھی ہو یا اس کے باطن کو دنیا کے ساتھ اس قدر تعلق ہو یا دنیا کی اتنا مقدار اس کے باطن میں گزرتی ہو۔ باقی رہا ظاہر اس کا ظاہر جو باطن سے کئی منزلیں دور پڑا ہے اور آخرت سے دنیا میں آیا ہے اور اس کے لوگوں کے ساتھ اختلاط پیدا کیا ہے تاکہ وہ مناسبت حاصل ہو جو افادہ اور استفادہ میں مشروط ہے۔ اگر دنیا کا کلام کرے اور دنیاوی اسباب میں مشغول رہے تو گنجائش رکھتا ہے اور کچھ مذموم نہیں بلکہ محمود ہوتا ہے تاکہ بندوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور استفادہ وافادہ کا طریق بند نہ ہو جائے۔

حضرت مجددؒ کا طریق تخلیہ وتجلیہ کو جمع کرنا

وہ طریق کہ جس کے سلوک سے اس فقیر کو مشرف فرمایا ہے ایسا طریق ہے جو جذب وسلوک کا جامع ہے۔ وہاں تخلیہ اور تجلیہ باہم جمع ہیں اور تصفیہ وتزکیہ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں سیر انفسی سیر آفاقی کو شامل ہے۔ عین تصفیہ میں تزکیہ ہے اور عین تجلیہ میں تخلیہ۔ جذب سے سلوک حاصل ہوتا ہے اور انفس کو آفاق شامل ہے لیکن تقدم ذاتی تجلیہ اور جذب کے لئے ہے اور تزکیہ پر تصفیہ کو ذاتی سبقت ہے اور مدنظر وملحوظ انفس ہے نہ کہ آفاق۔

یہی وجہ ہے کہ یہ راستہ سب راستوں سے اقرب اور وصول کے نزدیک تر ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ طریقہ البتہ موصل ہے۔ یہاں عدم وصول کا احتمال مفقود ہے۔

سلوک وجذب کا مقصد

سلوک وجذب کے سیر سے مقصود یہ ہے کہ انفس ان اخلاق ردیہ اور اوصاف رذیلہ سے جن کا رئیس انفس کی گرفتاری اور انفس کی مرادوں اور خواہشوں کا حاصل ہونا ہے پاک وصاف ہو جائے۔ پس سیر انفسی بڑا ضروری ہے کیونکہ اس کے سوا صفات رذیلہ سے صفات حمیدہ تک جانے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

اور سیر آفاقی مقصود سے خارج ہے کوئی غرض معتد بہ اس کے متعلق نہیں کیونکہ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے باعث ہے کیونکہ جس چیز کو کوئی شخص دوست رکھتا ہے اپنی دوستی کے باعث دوست رکھتا ہے۔ اگر مال وفرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے نفع اور فائدے کے لئے دوست رکھتا ہے۔

جب سیر انفسی میں حق تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کے باعث اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے تو اس کے ضمن میں مال واولاد کی محبت بھی دور ہو جاتی ہے۔

اولیاء اللہ کا گناہوں سے محفوظ ہونا

اذا احب اللہ عبداً لایضرہ ذنب۔ ''جب اللہ تعالیٰ

کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کو کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا"۔

جاننا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو کوئی گناہ اس سے صادر نہیں ہوتا کیونکہ اولیاء اللہ گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ ہیں۔ اگر چہ ان سے گناہ کا صادر ہونا جائز ہے۔ برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو گناہوں سے معصوم ہیں۔ ان کے حق میں گناہ کے صادر ہونے کا جواز بھی مسلوب ہے اور جب اولیاء اللہ سے گناہ صادر نہ ہوں تو یقین ہے کہ گناہ کا ضرر بھی نہ ہوگا۔

کلمہ طیبہ طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ یہ کلمہ طیبہ طریقت وحقیقت وشریعت کا جامع ہے۔ جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے، طریقت میں ہے اور جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اس کی نظر سے منتفی ہو جاتا ہے، تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذب کی طرف رغبت کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقاء کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی واثبات اور اس طریقت وحقیقت اور اس فنا وبقا اور اس سلوک وجذب سے اس پر ولایت کا اسم صادق آتا ہے اور نفس امارہ پن کو چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے اور پاک وصاف بن جاتا ہے پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جزو اول کے ساتھ جو نفی واثبات ہے وابستہ ہیں۔

اس کلمہ مقدسہ کا دوسرا جزو شریعت کو کامل اور تمام کرنے والا ہے جو کچھ ابتدا اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا وہ شریعت کی صورت تھی اور اس کا اسم ورسم تھا۔ شریعت کی اصل حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور کمالات نبوت جو کامل تابعداروں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور تبعیت کے طور پر حاصل ہوتے ہیں وہ بھی اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔

اوامر ونواہی کا بجالانا بھی ذکر میں داخل ہے

ایک شخص ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اسی اثناء میں ایک نابینا آ گیا جس کے آگے کنواں ہے کہ اگر ایک قدم وہ اور اٹھائے تو کنوئیں میں جا پڑے تو اس صورت میں ذکر کرنا بہتر ہے یا نابینا کو کنوئیں سے بچانا۔ شک نہیں کہ اس صورت میں نابینا کو کنوئیں سے بچانا ذکر کرنے سے بہتر ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے اور اس کے ذکر سے غنی ہے اور نابینا ایک محتاج بندہ ہے جس کے ضرر کا دفع کرنا ضروری ہے۔ خاص کر جب کہ اس خلاص کرنے پر مامور ہو۔ اس وقت اس کی یہ تخلیص بھی ذکر ہے کیونکہ امر کی بجا آوری ہے۔ ذکر میں ایک ہی حق کا ادا کرنا ہے، جو مولا کا حق ہے اور تخلیص میں جوامر کے ساتھ واقع ہو دو حق ادا ہوتے ہیں بندہ کا حق بھی اور مولا کا حق بھی بلکہ نزدیک ہے کہ اس وقت ذکر کرنا گناہ میں داخل ہو کیونکہ تمام وقت ذکر کرنا پسندیدہ نہیں۔ بعض اوقات ذکر نہ کرنا بھی مستحسن اور پسندیدہ ہے۔

ایام منہی عنہا اور اوقات مکروہہ میں روزہ نہ رکھنا اور نماز کا ادا نہ کرنا روزہ رکھنے اور نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

جہاد اکبر

جہاد اکبر جو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **رجعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر**۔

ہم جہاد اصغر کو چھوڑ کر جہاد اکبر کی طرف آتے ہیں۔ اس سے مراد نفس کا جہاد ہے مگر جو کچھ فقیر کے کشف میں آیا ہے اور اپنے وجدان سے معلوم کیا ہے اس حکم متعارف ومشہور کے برخلاف ہے۔ اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد یہ فقیر نفس میں کسی قسم کی سرکشی اور نافرمانی معلوم نہیں کرتا بلکہ اس کو تابعداری کے مقام میں برقرار دیکھتا ہے۔ اطمینان کے حاصل ہونے کے بعد مخالفت وسرکشی کی مجال نہیں۔

اور جہاد اکبر سے مراد فقیر کے نزدیک **واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال** ہوسکتا ہے کہ قالب کا جہاد ہو جو مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے اور اس کی ہر ایک طبیعت ایک امر کو چاہتی ہے اور دوسرے سے بھاگتی ہے۔ اگر قوت شہوی ہے تو وہ بھی قالب سے پیدا ہے اور اگر غضبی ہے تو وہ بھی وہیں سے ظاہر ہے کیا نہیں دیکھتے کہ تمام حیوانات جن میں نفس ناطقہ نہیں ہے ان میں یہ تمام صفات رذیلہ موجود ہیں اور شہوت وغضب وشر وحرص سے متصف ہیں۔ یہ جہاد ہمیشہ تک قائم ہے نفس کا اطمینان اس جہاد کو کم نہیں کرسکتا اور قلب کی تمکین اس لڑائی کو رفع نہیں کرسکتی۔ اس جہاد کے باقی رکھنے میں بہت سے

فائدے ہیں جو قالب کے پاک وصاف کرنے میں کام آتے ہیں حتیٰ کہ اس جہان کے کمالات اور آخرت کا معاملہ اصل میں اسی پر وابستہ ہے کیونکہ اس جہان کے کمالات میں قالب تابع ہے اور قلب متبوع، وہاں کام برعکس ہے۔ قلب تابع ہے اور قالب متبوع۔ جب یہ جہان درہم برہم ہو جائے گا اور وہ جہان پرتو ڈالے گا یہ جہاد وقتال بھی ختم ہو جائے گا۔

ہر حال میں شریعت کی پابندی ضروری ہے

شریعت ہی اس کام کا اصل اور اس معاملہ کی بنیاد ہے۔ درخت جس قدر بلند اور سرفراز ہوتا جائے اور دیوار جس قدر بلند ہوتی جائے اور اس پر بلند مکان بنتے جائیں اصل و بنیاد سے مستغنی نہیں ہوتے اور ذاتی احتیاج ان سے زائل نہیں ہوتی۔ مثلاً خانہ بلند خواہ کس قدر اونچا ہو جائے اور پستی سے بہت دور تک بلند ہو جائے۔ نیچے کے گھر کے سوا اس کا چارہ نہیں اور نیچے کے گھر سے اس کی احتیاج دور نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض نچلے گھر میں کسی قسم کا خلل پڑ جائے تو اوپر کے خانہ میں بھی وہ خلل اثر کر جائے گا اور نچلے گھر کا زوال اوپر کے گھر کو زائل کر دے گا۔

پس شریعت ہر وقت و ہر حال میں درکار ہے اور ہر شخص اس کے احکام بجالانے کا محتاج ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معاملہ اس مقام سے بھی بلند ہو جائے اور تفضل سے محبت کی نوبت آ جائے تو اس سے آگے ایک اور نہایت بلند مقام آتا ہے جو اصل طور پر حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور وراثت و تبعیت کے طور پر دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس بلند محل میں جو نہایت بلندی کے باعث اچھی طرح نظر نہیں آ سکتا۔

نیکی پر تکبر ہونے کا علاج

اعمال صالحہ کے بجالانے سے عجب وتکبر کا حاصل ہونا ہے یہ ایسا زہر قاتل اور مرض مہلک ہے جو عمل صالح کو نیست ونابود کر دیتا ہے۔ جیسے کہ آگ ایندھن کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ عجب وتکبر کا باعث یہ ہے کہ اعمال صالحہ عامل کی نظر میں زیبا و پسندیدہ دکھائی دیتے ہیں۔ فالمعالجة بالاضداد۔ (علاج ضد کے ساتھ ہوتا ہے) یعنی اپنی نیکیوں کو متہم یعنی تہمت زدہ معلوم کرے اور نیکیوں کی پوشیدہ قباحتوں کو نظر میں لائے تا کہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو قاصر و کوتاہ جانے بلکہ لعنت اور رد ہونے کے لائق خیال کرے۔

یہ خیال نہ کریں کہ آپ کی نیکیوں کی کوئی برائی نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ سے بھی کام لیں گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی عنایات سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی تمام نیکیاں برائیاں ہی برائیاں ہیں اور ان میں کسی قسم کی حسن وخوبی نہیں پھر عجب واستغنا کہاں؟ بلکہ اپنے اعمال کو قاصر دیکھنا اس قدر غالب آئے گا کہ آپ نیکیوں کے بجالانے سے شرمندہ اور نادم ہوں گے نہ کہ متکبر و غرور۔

جب اعمال میں دید قصور پیدا ہو جائے گا۔ اعمال کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور قبولیت کے لائق ہو جاتے ہیں۔ کوشش کریں کہ یہ دید پیدا ہو جائے تا کہ عجب وتکبر دور ہو جائے۔ **وبدونه خرط القتاد الا ان یشاء ربی شیئاً** ورنہ بے فائدہ رنج ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مشکل نہیں"۔

آنحضرت ﷺ کی متابعت کے سات درجات

آنحضرت ﷺ کی متابعت جو دینی اور دنیاوی سعادتوں کا سرمایہ ہے کئی درجے اور مرتبے رکھتی ہے۔

پہلا درجہ: عوام اہل اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمینان نفس سے پہلے جو درجہ ولایت سے وابستہ ہے احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے۔ متابعت کی یہ صورت متابعت کی حقیقت کی طرح آخرت کی نجات اور خلاصی کا موجب ہے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے والی اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری دینے والی ہے۔

متابعت کا دوسرا درجہ: آنحضرت ﷺ کے اقوال واعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً تہذیب اخلاق اور بری صفتوں کا دور کرنا اور باطنی امراض اور اندرونی بیماریوں کا رفع کرنا وغیرہ وغیرہ جو مقام طریقت کے متعلق ہیں۔

متابعت کا تیسرا درجہ: آنحضرت ﷺ کے ان احوال و اذواق و مواجید کی اتباع ہے جو مقام ولایت خاصہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔

متابعت کا چوتھا درجہ: مذکورہ بالا درجہ یعنی کمالات ولایت

خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد (جو اتباع کا تیسرا مرتبہ ہوتا ہے) نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالحہ کی حقیقت کے بجا لانے کا درجہ، متابعت کا چوتھا درجہ ہے۔ پہلے درجہ میں اس متابعت کی صورت تھی اور یہاں اتباع کی حقیقت ہے۔ اتباع کا یہ چوتھا درجہ علمائے راسخین شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ مخصوص ہے جو اطمینان نفس کے بعد متابعت کی حقیقت کی دولت سے متحقق ہیں۔ اگرچہ اولیاء اللہ کو بھی قلب کی تمکین کے بعد تھوڑا سا اطمینان نفس حاصل ہوتا ہے لیکن کمال اطمینان نفس کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جن کمالات سے علماء راسخین کو وراثت کے طور پر حصہ حاصل ہوتا ہے۔

متابعت کا پانچواں درجہ:...... متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔ اس درجہ کے مقابلہ میں پہلے درجوں کی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ کمالات اصل میں اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان لوگوں کیساتھ جن کو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف فرمائیں۔

متابعت کا چھٹا درجہ:...... متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح پانچویں درجہ میں کمالات کا فیضان محض فضل و احسان پر تھا۔ اس چھٹے درجہ میں ان کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے جو تفضل و احسان سے برتر ہے۔ متابعت کا یہ درجہ بھی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

متابعت کا ساتواں درجہ:...... متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے کیونکہ اس مقام نزول میں تصدیق قلبی بھی ہے اور نفس کا اطمینان بھی اور اجزاء قالب کا اعتدال بھی جو طغیان و سرکشی سے باز آ گئے ہوتے ہیں۔ پہلے درجے گویا اس متابعت کے اجزاء ہیں اور یہ درجہ ان اجزاء کا کل ہے۔ اس مقام میں تابع اپنی متبوع کے ساتھ اس قسم کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تبعیت کا نام ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور تابع و متبوع کی تمیز دور ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا تابع متبوع کی طرح جو کچھ لیتا ہے اصل سے لیتا ہے۔ گویا دونوں ایک چشمہ سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ہم آغوش و ہمکنار اور ایک بستر پر ہیں اور شیر و شکر کی طرح ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ تابع کون ہے اور متبوع کون اور تبعیت کس کے لئے ہے نسبت کے اتحاد میں تغائر کی نسبت کچھ گنجائش نہیں۔

کامل تابعدار

کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ان ساتوں درجوں سے آراستہ ہو اور وہ شخص جس میں متابعت کے بعض درجے ہیں اور بعض نہیں ہیں، درجوں کے اختلاف کے بموجب مجمل طور پر تابع ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا مقام

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے ان کی فقاہت کی باریکی سے تھوڑا سا حصہ حاصل کیا ہے۔ فرمایا ہے کہ **الفقهاء كلهم عيال ابي حنيفة**۔ (فقہاء سب ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں) ان کم ہمتوں کی جرات پر افسوس ہے کہ اپنا قصور دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔

اور یہ جو خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ ممکن ہے کہ اسی مناسبت کے باعث جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے لکھا ہو۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔ نہ یہ کہ ان کے مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ حضرت روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اس سے برتر ہے کہ علماء امت کی تقلید کریں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی صحابہؓ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں اور بہت بے ادبی کے لفظ ان کی

طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم و ورع وتقویٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بیزار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ دیں۔

یریدون ان یطفؤا نور اللہ

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں''۔

فقہ کا بانی حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہے اور فقہ کے تین حصے اس کو مسلم ہیں اور باقی چوتھے حصہ میں سب شریک ہیں۔ فقہ میں صاحب خانہ وہی ہے اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجود اس مذہب کے التزام کے مجھے امام شافعیؒ سے محبت ذاتی ہے اور میں ان کو بزرگ جانتا ہوں اسی واسطے بعض اعمال نافلہ میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں لیکن کیا کروں کہ دوسرے لوگ باوجود کمال علم وتقویٰ کے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

''پوری پوری حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''۔

معرفت الٰہیہ احکام شرعیہ کے اتباع کا ثمرہ ہے

شریعت کو لازم پکڑنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ جو شخص شریعت کا التزام رکھتا ہے وہ صاحب معرفت ہے۔ جس قدر یہ التزام زیادہ ہوگا اسی قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ جو شخص شریعت میں سست ہے معرفت میں بے نصیب ہے اور جو کچھ وہ اپنے خیال فاسد میں رکھتا ہے اگر چہ ہیچ ہے استدراج کی قسم سے ہے جس میں جوگی اور برہمن اس کے ساتھ شریک ہیں۔ **کل حقیقة ردته الشریعة فهو زندقةٌ وَالْحَادٌ** ''جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ اور الحاد ہے''۔

الہام کی ضرورت

سوال:۔ جب دین کتاب وسنت سے کامل ہو گیا۔ پھر کمال کے بعد الہام کی کیا حاجت ہے اور وہ کون سی کمی ہے جو الہام سے پوری ہوتی ہے۔

جواب:۔ الہام دین کے پوشیدہ کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے نہ کہ دین میں زیادہ کمالات کا ثابت کرنے والا۔ جس طرح اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام ان دقائق واسرار کا مظہر ہے جو اکثر لوگوں کو سمجھ میں نہ آتے اگر چہ اجتہاد اور الہام میں واضح فرق ہے کہ وہ رائے کی طرف منسوب ہے اور یہ رائے کے پیدا کرنے والے جل شانہ کی طرف۔

پس الہام میں ایک قسم کی اصالت پیدا ہوگئی جو اجتہاد میں نہیں۔ الہام نبیؐ کے اس اعلام کی مانند ہے جو سنت کا ماخذ ہے جیسے کہ او پر گزر چکا۔ اگر چہ الہام ظنی ہے اور وہ اعلام قطعی۔

ربنا اٰتنا من لدنک رحمة وهیئ لنا من امرنا رشدا.

''یا اللہ! تو اپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاموں میں ہماری بہتری اور بھلائی نصیب کر''۔

درود شریف کے علاوہ بھی ہر ذکر کا ثواب رسول اللہ ﷺ کو پہنچتا ہے

کچھ مدت تک میں حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ میں مشغول رہا اور قسم قسم کے درود وصلوٰۃ بھیجتا رہا اور بہت سے دنیاوی فائدے اور نتیجے پاتا رہا اور ولایتُ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اسرار و دقائق کا مجھ پر فیضان ہوتا رہا۔ کچھ مدت تک اسی طرح کرتا رہا۔ اتفاقاً اس التزام میں فرق آ گیا اور اس اشتغال کی توفیق نہ رہی۔ صرف صلوٰۃ موقتہ پر کفایت کی۔ اس وقت بھی یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ صلوٰۃ کی بجائے تسبیح وتہلیل وتقدیس میں مشغول رہوں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے؟

پس اللہ تعالیٰ کی عنایت سے معلوم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا صلوٰۃ و درود بھیجنے سے بہتر ہے۔ درود بھیجنے والے کے لئے بھی اور جس کی طرف درود بھیجا جاتا ہے اس کے لئے بھی دو وجہ سے۔

وجہ اول:۔ یہ ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:۔

من شغله ذکری عن مسئلتی اعطیته افضل مااعطی السائلین.

''جس کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے روک رکھا تو میں اس کو تمام سائلین سے بڑھ کر دیتا ہوں''۔

دوسری وجہ:۔ یہ ہے کہ جب ذکر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہے تو اس کا ثواب جس قدر ذاکر کو پہنچتا ہے اسی قدر

ثواب آنحضرت ﷺ کو بھی پہنچتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

من سن سنة فله اجرها و اجر من عمل بها.

''جس شخص نے کسی نیک سنت کو جاری کیا اس کو اس کا اپنا اجر بھی ملے گا اور اس شخص کا بھی جو اس پر عمل کرے گا''۔

اسی طرح جو نیک عمل امتوں سے وجود میں آتا ہے اس عمل کا اجر جس طرح عامل کو پہنچتا ہے اسی طرح پیغمبر کو بھی جو اس عمل کا واضع ہے پہنچتا ہے' بغیر اس کے کہ عامل کے اجر کو کچھ کم کریں' اس بات کی ضرورت نہیں کہ عمل کرنے والا پیغمبر علیہ السلام کی نیت پر عمل کرے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کا عطیہ ہے' عامل کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ ہاں اگر عامل سے پیغمبرؑ کی نیت بھی ظاہر ہو جائے تو عامل کے زیادہ اجر کا باعث ہے اور یہ زیادتی بھی پیغمبر کی طرف عائد ہوگی۔

ذالک فضل الله یوتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم.

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے''۔

عالم صوفی کبریت احمر ہے

آپ نے سنا ہوگا کہ خبر میں آیا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ وزن کریں گے اور اس سیاہی والا پلہ اس خون والے پلے پر راجح اور غالب آ جائے گا۔ باقی امت کے لوگوں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی جو کچھ رکھتے ہیں طفیلی اور ضمنی ہے۔ اصل اصل سے ہے اور فرع اصل سے مستنبط ہے۔

اس بیان سے اس امت کے داعیان اور مبلغین کی فضیلت معلوم کرنی چاہئے۔ اگرچہ دعوت وتبلیغ میں بہت سے درجات ہیں اور اعیان و مبلغین اپنے اپنے درجات میں متفاوت ہیں۔ علماء تبلیغ ظاہری کے ساتھ مخصوص ہیں اور صوفیہ باطن کے ساتھ اہتمام رکھتے ہیں اور جو کوئی عالم صوفی ہے وہ کبریت احمر یعنی اکسیر ہے اور ظاہری و باطنی دعوت وتبلیغ کے لائق ہے اور پیغمبر ﷺ کا نائب و وارث ہے۔

پہلے شیخ سے مناسبت یا فائدہ نہ ہونے کی بنا پر اسے چھوڑ کر دوسرے شیخ کے پاس جانا

جاننا چاہئے کہ مقصود حق تعالیٰ ہے اور پیر حق تعالیٰ کی جناب تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ اگر طالب رشید اپنے آپ کو کسی اور شیخ کے پاس لے جائے اور اس کی صحبت میں اپنے دل کو جمع پائے تو جائز ہے کہ پیر کی زندگی میں پیر کے اذن کے بغیر طالب اس شیخ کے پاس جائے اور اس سے رشد وہدایت طلب کرے لیکن چاہئے کہ پیر اول کا انکار نہ کرے اور نیکی کے ساتھ اس کو یاد رکھے۔ خاص کر اس وقت کی پیری مریدی جو محض رسم وعادات کے طور پر ہے۔ جب اس وقت کے پیروں کو اپنی خبر نہیں اور کفر وایمان کا پتہ نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی کیا خبر بتلائیں گے اور مریدوں کو کون سا راستہ دکھلائیں گے۔

ایسے مرید پر ہزار ہا افسوس ہے کہ اس طرح کے پیر پر اعتقاد کر کے بیٹھ رہے اور دوسرے کی طرف رجوع نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ تلاش نہ کرے۔ یہ شیطانی خطرات ہیں جو پیر ناقص کی زندگی کے باعث طالب کو حق تعالیٰ سے ہٹا رکھتے ہیں۔ جہاں دل کی جمعیت اور ہدایت ہو بے توقف ادھر رجوع کرنا چاہئے۔ اور شیطانی وسوسہ سے پناہ مانگنی چاہئے۔

نماز کو صحیح طریقہ سے پڑھنے کی تاکید

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ چوروں میں سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ نماز سے کس طرح چراتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے دیکھا کہ رکوع سجود پورا نہیں کرتا تو فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمدؐ پر تیری موت نہ ہوگی۔ یعنی تو دین محمدؐ کے برخلاف کریگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوگی جب تک رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو اور اپنی

پیٹھ کو ثابت نہ رکھے اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پشت کو درست نہیں رکھتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز تمام نہیں ہوتی۔

حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گزرے دیکھا کہ احکام وارکان وقومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا' تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن تو میری امت میں نہ اٹھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا اس مرد کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا کہ چالیس سال سے۔ فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی اگر تو مر گیا تو نبی ﷺ کی سنت پر نہ مرے گا۔

پس نماز کو پوری طرح ادا کرنا چاہئے۔ تعدیل ارکان رکوع وسجود اور قوم وجلسہ اچھی طرح بجالانا چاہئے۔ دوسروں کو بھی فرمانا چاہئے کہ نماز کو کامل طور پر ادا کریں اور طمانیت اور تعدیل ارکان میں کوشش کریں کیونکہ اکثر لوگ اس دولت سے محروم ہیں اور یہ عمل متروک ہو رہا ہے۔

دشمنوں کے غلبہ اور خوف کے وقت کا ایک عمل

دشمنوں کے غلبہ اور خوف کے وقت امن وامان کے لئے سورۃ **لایلف** کا پڑھنا خوب ہے۔ ہر دن اور رات کو کم از کم گیارہ گیارہ بار پڑھا کریں۔

حدیث نبوی میں آیا ہے کہ

من نزل منزلاً ثم قال اعوذ بكلمات الله التامات كلها من شر ما خلق لايضره شئ حتیٰ ارتحل من منزله.

''جو شخص کسی جگہ اترے اور اعوذ بکلمات اللہ الخ پڑھے۔ وہاں سے کوچ کرنے تک اس کو کوئی چیز ضرر نہ دے گی''۔

دین کی اصل پرہیز گاری ہے

حق تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدبخت ہے جو اپنی تنگدلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کر کے اس دائرہ وسیع کے باہر قدم رکھے اور حدود شرعیہ سے نکل کر مشتبہ اور محرم میں جا پڑے حدود شرعیہ کو لازم پکڑنا چاہئے اور ان حدود سے سرمو تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ رسم و عادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں لیکن پرہیز گار جو حدود شرعیہ کی محافظت کریں بہت کم ہیں۔ وہ فارق یعنی فرق کرنے والی شے جو حق کو باطل سے اور جھوٹے کو سچے سے جدا کرے یہی پرہیز گاری ہے کیونکہ نماز و روزہ تو جھوٹا اور سچا دونوں ادا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **ملاک دينكم الورع** (دین کا اصل پرہیز گاری) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **لاتعدل بالرعة شيئا**۔ ''پرہیز گاری کے برابر اور کوئی شے نہیں''۔

زندگی کی قیمت پہچانیں ورنہ محرومی ہوگی

وقت گزرتا چلا جا رہا ہے اور جوں جوں گزرتا ہے عمر کم ہوتی جاتی ہے اور موت نزدیک آتی جاتی ہے۔ اگر آپ نے آج فکر نہ کی تو کل ندامت وحسرت اٹھانی پڑے گی۔ کوشش کرنی چاہئے کہ یہ چند روزہ زندگی شریعت غرا کے موافق بسر ہو جائے تاکہ نجات کی امید ہو۔ اب عمل کا وقت ہے عیش وآرام کا وقت ابھی آگے ہے۔ جب اس عمل کا پھل ملے گا۔ عمل کے وقت آرام کرنا گویا اپنی کھیتی کو کچا کھا جانا اور اس کے پھل سے محروم رہنا ہے۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ظاہری باطنی دولت آپ کے نصیب ہو۔

مخلوق کے ساتھ احسان کرنا بڑی نیکی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

الخلق عيال الله واحب الخلق الى الله من احسن الىٰ عياله

''خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے اور مخلوقات میں سے زیادہ پیارا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اس کے عیال کے ساتھ احسان کرے''۔

حق تعالیٰ بندوں کے رزق کا متکفل ہے اور مخلوقات اس کے عیال کی طرح ہے۔ جو شخص کسی کے عیال کے ساتھ غمخواری کرے اور اس کے بوجھ کو اٹھائے تو وہ شخص اس عیال والے شخص کے نزدیک بہت محبوب ہوگا کیونکہ اس نے اس کو سبکسار کر دیا ہے۔ اور اس کا بار مؤنت اپنے ذمے لے لیا ہے۔

کشف وکرامت کی پوری تحقیق پر مبنی ایک اہم مکتوب

خوارق وکرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لئے مکلف نہیں ہیں اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں ہیں کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے جو ماسوااللہ کے نسیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے اور بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں اور غائبانہ اشیاء کی اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں۔

یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔

صاحب عوارف جو شیخ الشیوخ ہیں اور تمام گروہوں میں مقبول ہیں اپنی کتاب عوارف میں اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر کسی کو میری بات کا یقین نہ ہو تو اس کتاب میں دیکھ لے۔ وہاں کرامات خوارق کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ کرامات وخوارق اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض کو کشف وکرامات کے ساتھ مشرف فرماتے ہیں اور یہ دولت عطا فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک شخص زیادہ اعلیٰ رتبہ رکھتا ہے۔ لیکن خوارق وکرامات اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ کیونکہ کرامات یقین کی زیادہ تقویت کے لئے عطا فرماتے ہیں اور جب کسی کو صرف یقین حاصل ہو چکا ہو تو اس کو کرامات کی کیا حاجت ہے۔ یہ سب کرامات ذکر ذات اور اس میں قلب کے فانی ہونے کے ماسوا ہیں جو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ولی اور غیر ولی کی پہچان کیسے ہو؟

سوال:...... جب خوارق کا ظاہر ہونا ولایت میں شرط نہیں تو پھر ولی غیر ولی سے کس طرح متمیز ہو سکتا ہے؟ اور سچا جھوٹے سے کس طرح جدا ہو سکتا ہے؟

جواب:...... گو تمیز نہ ہو اور جھوٹا سچے کے ساتھ ملا رہے۔ کیونکہ حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا اس جہان کے لوازم میں سے ہے۔ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ اپنی ولایت کا علم نہیں رکھتے تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ہوگا؟ ہاں نبیؑ کے لئے خوارق کا ہونا ضروری ہے تا کہ نبی اور غیر نبی میں تمیز ہو سکے۔ کیونکہ نبی کے لئے اپنی نبوت کا علم ہونا ضروری ہے اور ولی چونکہ اپنے نبی کی شریعت کے موافق دعوت کرتا ہے نبیؑ کا معجزہ اس کے لئے کافی ہے اور اگر ولی اپنے پیغمبر کی شریعت کے سوا دعوت کرتا تو اس کے لئے خوارق کا ہونا ضروری تھا لیکن جب اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت پر مخصوص ہے تو پھر اس کے لئے خوارق کی حاجت نہیں۔ علماء صرف ظاہر شریعت کے موافق دعوت کرتے ہیں اور اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت کرتے ہیں۔ اول مریدوں اور طالبوں کو توبہ وانابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شرعیہ کے بجا لانے کی ترغیب دیتے ہیں پھر ذکر الٰہی بتاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ تمام اوقات ذکر میں مشغول رہیں تا کہ ذکر غالب آ جائے اور مذکور کے سوا دل میں کچھ نہ رہے اور مذکور کے ماسوا کا نسیان یہاں تک ہو جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔

ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جو شریعت کے ظاہر وباطن سے تعلق رکھتی ہے خوارق کی کیا ضرورت ہے۔ پیری ومریدی اس دعوت سے مراد ہے جس کا خوارق وکرامات سے تعلق واسطہ نہیں۔

سبحان اللہ

باب ۱۱

مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ

اس باب میں مثنوی مولانا رومؒ سے حکایات کا انتخاب پیش ہے۔
حضرت مولانا روم کی مثنویؒ اپنے اسلامی روح کے تحفظ کی صلاحیت والے مضامین اور حکیمانہ اسلوب کی وجہ سے صدیوں سے اہل علم وعرفان اور عوام وخواص کے ہاں مقبول عام چلی آ رہی ہے۔
اگر اس ''دینی دستر خوان'' میں یہ نعمت نہ ہوتی تو یقیناً یہ بہت بڑی کمی رہ جاتی۔

ذکر
حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ

رو بہے کہ ہست او اشیر پشت
بشکند کلہ پلنگاں رامشت

مولانا رومیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ لومڑی کی بزدلی ضرب المثل ہے لیکن جس لومڑی کی کمر پر شیر کا ہاتھ ہو کہ گھبرانا مت۔ میں تیرے ساتھ ہوں تو باوجود ضعیف الہمت ہونے کے اس پشت پناہی کے فیض سے اس قدر باہمت ہو جائے گی کہ چیتوں کا کلہ ایک گھونسے میں توڑ ڈالے گی اور شیر پر نظر ہونے کے سبب چیتوں سے ہرگز خائف نہ ہوگی۔ یہی حال حق تعالیٰ کے خاص بندوں کا ہوتا ہے کہ وہ باوجود خستہ حال، شکستہ تن، فاقہ زدہ زرد چہروں کے باطل کی اکثریت سے خائف نہیں ہوتے۔ (یعنی عقلاً ورنہ طبعی خوف کاملین کو بھی ہوتا ہے جو منافی کمال نہیں)

ایک صاحب حال بزرگ اسی قوت کو فرماتے ہیں کہ

رخ زرین من منگر کہ پائے آہنیں دارم
چہ می دانی کہ در باطن چہ شاہے ہمنشیں دارم

اے لوگو! میرے زرد چہرے کو مت دیکھو کیونکہ میں لوہے کے پیر رکھتا ہوں۔ تم کو کیا خبر کہ میں اپنے باطن یعنی قلب میں شہنشاہ حقیقی سے تعلق رکھتا ہوں۔ اسی مضمون کے تحت حضرت مولانا رومیؒ نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ نظم فرمایا ہے کہ ایک بار حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ایک قلعہ کو فتح کرنے کے لئے تنہا اس قوت سے حملہ آور ہوئے کہ معلوم ہوتا تھا گویا وہ قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ کے برابر ہے۔ یہاں تک کہ قلعہ والوں نے خوف سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور کسی کی تاب نہ ہوئی کہ مقابلہ کے لئے ان کے سامنے آوے۔

بادشاہ نے وزیر سے مشورہ کیا کہ اس وقت کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ وزیر نے کہا کہ تدبیر صرف یہی ہے کہ آپ جنگ کے تمام منصوبوں اور ارادوں کو ختم کر کے اس باہمت شخص کے سامنے شمشیر اور کفن لے کر حاضر ہو جائیے اور ہتھیار ڈال دیجئے۔ بادشاہ نے کہا کہ آخر وہ تنہا ایک شخص ہی تو ہے پھر ایسی رائے مجھے کیوں دی جاتی ہے! وزیر نے کہا کہ آپ اس شخص کی تنہائی کو بے وقعتی کی نگاہ سے نہ دیکھئے ذرا آنکھیں کھولئے اور قلعہ کو دیکھئے کہ سیماب (پارہ) کی طرح لرزاں ہے اور اہل قلعہ کو دیکھئے کہ بھیڑوں کی طرح گردنیں نیچی کئے کیسے سہمے ہوئے ہیں۔ یہ شخص اگرچہ تنہا ہے لیکن اس کے سینہ میں جو دل ہے وہ عام انسانوں جیسا نہیں ہے۔ اس کی عالی ہمتی دیکھئے کہ اتنی بڑی مسلح اکثریت کے سامنے تنہا شمشیر برہنہ لئے کس ثابت قدمی اور فاتحانہ انداز سے اعلان جنگ کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشرق و مغرب کی تمام فوجیں اس کے ساتھ ہیں۔ وہ تنہا بمنزلہ لاکھوں انسانوں کے ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قلعہ سے جو سپاہی بھی اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا جاتا ہے وہ اس کے گھوڑے کی ٹاپ کے نیچے پڑا نظر آتا ہے۔ جب میں نے ایسی عظیم الشان انفرادیت دیکھ لی تو پھر اے بادشاہ آپ کی اس اکثریت سے کچھ بھی نہ بن پڑے گا۔ آپ کثرت اعداد کا اعتبار نہ کریں اصل چیز جمعیت قلب ہے اور یہ قوت اس شخص کے قلب میں بے پناہ ہے اور یہ نعمت بعد مجاہدات حصول تعلق مع اللہ کی برکت سے عطا ہوتی ہے اور اس عطاء حق کو تم اس حالت کفر میں ہرگز حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فی الحال تمہارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس جاں باز مرد مومن کے سامنے ہتھیار ڈال دو اور قلعہ کا دروازہ کھول دو کیونکہ یہ اکثریت بالکل بے کار ہے۔

قصہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک رات حضرت سلطان محمودؒ شاہی لباس اتار کر عام لباس میں رعیت کی نگرانی کے لئے تنہا گشت فرما رہے تھے کہ اچانک چوروں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ آپس میں کچھ مشورہ کر رہا ہے۔ چوروں نے سلطان محمود کو دیکھ کر دریافت کیا کہ

اے شخص تو کون ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں سے ایک ہوں۔ وہ لوگ سمجھے کہ یہ بھی کوئی چور ہے اس لئے ساتھ لے لیا۔ پھر آپس میں باتیں کرنے لگے اور یہ مشورہ ہوا کہ ہر ایک اپنا اپنا ہنر بیان کرے تاکہ وہی کام اس کے سپرد کر دیا جاوے۔ ایک نے کہا صاحبو! میں اپنے کانوں میں ایسی خاصیت رکھتا ہوں کہ کتا جو کچھ اپنی آواز میں کہتا ہے میں سب سمجھ لیتا ہوں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

دوسرے نے کہا کہ میری آنکھوں میں ایسی خاصیت ہے کہ جس شخص کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں اس کو دن میں بلاشک وشبہ پہچان لیتا ہوں۔

تیسرے نے کہا کہ میرے بازوؤں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں یعنی گھر میں داخل ہونے کے لئے مضبوط دیوار میں بھی ہاتھ سے سوراخ کر دیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میری ناک میں ایسی خاصیت ہے کہ مٹی سونگھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اس جگہ خزانہ مدفون ہے یا نہیں۔ جیسے مجنوں نے بغیر بتلائے ہوئے خاک سونگھ کر معلوم کر لیا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کی قبر ہے۔

ہمچو مجنوں بوکنم ہر خاک را
خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا

پانچویں شخص نے کہا کہ میرے پنجہ میں ایسی قوت ہے کہ محل خواہ کتنا ہی بلند ہو لیکن میں اپنے پنجہ کے زور سے کمند کو اس محل کے کنگرہ میں مضبوط لگا دیتا ہوں اور اس طرح مکان میں آسانی سے داخل ہو جاتا ہوں۔

پھر سب نے مل کر بادشاہ سے دریافت کیا کہ اے شخص تیرے اندر کیا ہنر ہے جس سے چوری کرنے میں مدد مل سکے۔ بادشاہ نے جواب دیا

مجرماں راچوں بجلا داں دہند
چوں بجنبد ریشمن ایشاں رہند

(رومی)

ترجمہ:۔ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ پھانسی کے مجرموں کو جب جلادوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو سب اسی وقت رہائی پا جاتے ہیں یعنی جب میں ترحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں تو مجرمین کو قتل کی سزا سے فی الفور نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی چوروں نے کہا۔

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی
روز محنت ہا خلاص ماتوئی

ترجمہ: اے ہمارے قطب! چونکہ یوم مشقت میں خلاصی کا ذریعہ آپ ہی ہیں یعنی اگر ہم پکڑے جاویں تو آپ کی برکت سے چھوٹ جاویں گے اس لئے اب ہم سب کو بے فکری ہوگئی کیونکہ اوروں کے پاس تو صرف ایسے ہنر تھے جن سے چوری کی تکمیل ہوتی تھی لیکن سزا کے خطرہ سے بچانے کا ہنر کسی کے پاس نہ تھا۔ یہی کسر باقی تھی جو آپ کی وجہ سے پوری ہوگئی اور سزا کا خطرہ بھی ختم ہو گیا بس اب کام میں لگ جانا چاہئے۔ اس مشورہ کے بعد سب نے قصر شاہ محمود کی طرف رخ کیا اور شاہ خود بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز سمجھنے والے نے کہا کہ کتے نے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ بھی ہے۔ لیکن اس کی بات کی طرف چوروں نے دھیان نہ دیا کیونکہ لالچ ہنر کو پوشیدہ کر دیتا ہے

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد، ہنر پوشیدہ شد

ایک نے خاک سونگھی اور بتا دیا کہ شاہی خزانہ یہاں ہے ایک نے کمند پھینکی اور شاہی محل میں داخل ہو گیا۔ نقب زن نے نقب لگا دی اور آپس میں خزانہ تقسیم کر لیا اور جلدی جلدی ہر ایک نے مال مسروقہ پوشیدہ کر لیا۔ بادشاہ نے ہر ایک کا حلیہ پہچان لیا اور ہر ایک کی قیام گاہ کے راستوں کو محفوظ کر لیا۔ اور اپنے کو ان سے مخفی کر کے محل شاہی کی طرف واپس ہو گیا۔

بادشاہ نے دن کو عدالت میں شب کا تمام ماجرا بیان کر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ سب کو گرفتار کر لو اور سزاء قتل سنا دو۔ جب وہ سب کے سب مشکیں کسی ہوئی عدالت میں حاضر ہوئے تو تخت شاہی کے سامنے ہر ایک خوف سے کانپنے لگا لیکن وہ چور جس کے اندر یہ خاصیت تھی کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا دن میں بھی اس کو بے شبہ پہچان لیتا وہ مطمئن تھا۔ اس پر خوف کے ساتھ رجاء کے آثار بھی نمایاں تھے۔ یعنی ہیبت سلطانی اور قہر انتقامی سے ترساں اور لطف

سلطانی کا امیدوار تھا کہ حسب وعدہ جب مراحم خسروانہ سے داڑھی ہل جائے گی تو فی الفور خلاصی ہو جاوے گی اور حسب وعدہ میں اپنے تمام گروہ کو بھی چھڑالوں گا کیونکہ غایت مروت سے بادشاہ اپنے جان پہچان والے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ عرض قبول کر کے سب کو چھوڑ دے گا۔

اس شخص کا چہرہ خوف اور امید سے کبھی زرد کبھی سرخ ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے محمود جلالت خسروانہ کے ساتھ حکم نافذ فرمایا کہ ان سب کو جلادوں کے سپرد کر کے دار پر لٹکا دو اور چونکہ اس مقدمہ میں سلطان خود شاہد ہے اس لئے کسی اور کی گواہی ضروری نہیں۔ یہ سنتے ہی اس شخص نے دل کو سنبھال کر ادب سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت حاصل کر کے اس نے کہا حضور! ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مجرمانہ ہنر کی تکمیل کر دی۔ اب خسروانہ ہنر کا ظہور حسب وعدہ فرما دیا جائے۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ میری داڑھی میں ایسی خاصیت ہے کہ اگر کرم سے ہل جاوے تو مجرم خلاصی پا جاوے۔ لہٰذا اے بادشاہ! اب اپنی داڑھی ہلا دیجئے تاکہ آپ کے لطف کے صدقہ میں ہم سب اپنے جرائم کی عقوبت و سزا سے نجات پا جائیں۔ ہمارے ہنروں نے تو ہمیں دار تک پہنچا دیا اب صرف آپ ہی کا ہنر ہمیں اس عقوبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ آپ کے ہنر کے ظہور کا یہی وقت ہے۔ ہاں کرم سے جلد داڑھی ہلائیے کہ خوف سے ہمارے کلیجے منہ کو آ رہے ہیں۔ اپنی داڑھی کی خاصیت سے ہم سب کو جلد مسرور فرما دیجئے۔

سلطان محمود اس گفتگو سے مسکرایا اور اس کا دریائے کرم مجرمین کی فریاد و نالہ اضطرار سے جوش میں آ گیا ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی خاصیت دکھا دی۔ حتیٰ کہ تمہارے کمال اور ہنر نے تمہاری گردنوں کو مبتلا قہر کر دیا بجز اس شخص کے کہ یہ سلطان کا عارف تھا اور اس کی نظر نے رات کی ظلمت میں ہمیں دیکھ لیا تھا اور ہمیں پہچان لیا تھا پس اس شخص کی اس نگاہ سلطان شناس کے صدقہ میں تم سب کو رہا کرتا ہوں۔ مجھے اس پہچاننے والی آنکھ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنی داڑھی کا ہنر ظاہر نہ کروں۔

حضرت سلطان شاہ ابراہیم بن ادھم

عشق حقیقی نے ان سے سلطنت بلخ چھڑا کر دس برس تک بحالت جذب غار نیشاپور میں مشغول عبادت رکھا اور باطنی سلطنت سے نوازا۔

ع سن لے اے دوست جب ایام بھلے آتے ہیں
گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ رات کو بالا خانے پر سو رہے تھے کہ اچانک پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ گھبرائے کہ رات کے وقت شاہی بالا خانہ پر کون لوگ ایسی جرأت کر سکتے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اے واردین کرام آپ کون لوگ ہیں؟ یہ فرشتے تھے جو حق تعالیٰ کی طرف سے غفلت زدہ دل پر چوٹ لگانے آئے تھے۔ فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم یہاں اپنا اونٹ تلاش کر رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ حیرت ہے کہ شاہی بالا خانہ پر اونٹ تلاش کیا جا رہا ہے۔ ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں اس سے زیادہ حیرت آپ پر ہے کہ اس ناز پروری اور عیش میں خدا کو تلاش کیا جا رہا ہے۔

یہ کہہ کر وہ رجال غیب تو غائب ہو گئے لیکن بادشاہ کے دل پر ایسی چوٹ لگ گئی کہ ملک و سلطنت سے دل سرد ہو گیا۔

الغرض عشق حقیقی نے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کو ترک سلطنت پر مجبور کر دیا اور عشق کائنات کی تمام لذتوں سے دل کو بےزار کر دیتا ہے۔

آخر کار آدھی رات کو بادشاہ اٹھا کمبل اوڑھا اور اپنی سلطنت سے نکل پڑا۔ سوز عشق کی ایک آہ نے زندان سلطنت کو پھونک دیا اور دست جنوں کی ایک ضرب نے گریبان ہوش کے پرزے اڑا دئے۔

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا
مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

سلطنت بلخ ترک کر کے حضرت ابراہیم بن ادھم نیشاپور کے صحرا میں ذکر حق اور نعرہ عاشقانہ بلند کرنے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالیٰ کی محبت میں اگر تاج و تخت چھوڑ دیا تو کیا نادانی کی؟ ہرگز

نہیں! ایک سلطنت بلخ کیا ایسی صدہا سلطنتیں حق تعالیٰ کی راہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ عاشق صادق تو یہی کہتا ہے

قیمت خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ترجمہ:۔ اے اللہ آپ نے اپنی قیمت دونوں عالم بتائی ہے۔ دونوں عالم کے بدلہ میں اگر آپ مل جاویں تو یہ قیمت تو آپ کی ذات پاک کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ نرخ اور بڑھائیے کہ ابھی بہت ارزانی ہے۔ اور جان دے کر بھی وہ یہی کہتا ہے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جان بھی انہیں کی چیز تھی اگر ان پر نثار کردی تو کیا کمال کیا۔

حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے باطن کو ترک سلطنت سے حق تعالیٰ کے قرب کی جو سلطنت لازوال حاصل ہوئی اس کو محسوس کر کے ان کی جان پاک بزبان حال کہہ رہی تھی۔

ملک دنیا تن پرستاں را حلال
ما غلام عشق و ملک لازوال

ترجمہ: دنیا کا ملک تن پرستوں کو مبارک ہو کہ ایک دن یہ ملک اور ملک والے دونوں فنا ہو جائیں گے اور ہمیں عشق کا ملک لازوال مبارک ہو کہ جس پر کبھی فنا نہیں آتی اور جان اس سلطنت عشق کو ساتھ لے کر اللہ کے پاس جاتی ہے۔ اگر چھوٹی سی سلطنت ترک کرنے سے سلطنت لازوال حاصل ہو جاوے تو کیا اس ترک سے کسی عاقل کو تکلیف ہوسکتی ہے یا اگر کسی مکان کی بنیاد میں عظیم خزانہ مدفون ہو تو کیا اس مکان کے انہدام سے کسی عاقل کو غم ہوسکتا ہے۔

حضرت سلطان ابراہیمؒ کو ترک سلطنت سے جو نعمت ملی اور صحرا میں دریا کے کنارے ذکر وعبادت کی جو حلاوت ان کے باطن کو عطا ہوئی اس کا لطف انہیں سے پوچھنا چاہیے۔

حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ نے جب اپنے باطن میں نسبت وتعلق مع اللہ کا بدر کامل روشن دیکھ لیا تو

تمام خواہشات نفسانیہ اور ظاہری آرائشوں سے مستغنی ہو گئے۔ تاج وتخت شاہی اور کہاں اب دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے گدڑی سی رہے ہیں۔ ایک دن سلطنت بلخ کا وزیر اس طرف سے گزرا۔

دلق خود می دوخت آں سلطان جاں
یک امیرے آمد آنجا ناگہاں

ترجمہ: وہ سلطان جاں اپنی گدڑی سیتا تھا کہ اچانک اس جگہ ایک امیر آ پہنچا۔ بادشاہ کو اس حال میں دیکھ کر اس کور باطن نے انہیں حقارت کی نظر سے دیکھا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیا حماقت ہے۔

ترک کردہ ملک ہفت اقلیم را
میزند بردلق سوزن چوگدا

ترجمہ: ہفت اقلیم کی سلطنت ترک کر کے مثل گداگروں کے گدڑی سی رہے ہیں۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ کو بذریعہ کشف علم ہوا کہ یہ شخص میری اس گدائی پر خندہ زن ہے۔ اس وقت آپ نے اپنی کرامت اور باطنی سلطنت کی شوکت کا اظہار فرمایا تاکہ امیر کو اپنے گمان فاسد پر ندامت ہو اور معلوم ہو جاوے کہ حق تعالیٰ سے تعلق کے بعد کیا نعمت حاصل ہوتی ہے۔ پس فوراً اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور بآواز بلند دعا فرمائی کہ اے اللہ میری سوئی عطا فرما دی جاوے۔ سطح دریا پر فوراً ایک لاکھ مچھلیاں نمودار ہو گئیں۔ جن کے لبوں میں ایک ایک سونے کی سوئی تھی۔

جب اس امیر نے یہ کرامت دیکھی تو اپنے فاسد خیالات پر اور اپنی بے خبری پر سخت نادم ہوا اور شرمندگی وندامت سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگا ؎

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
ما شقی از دولت و ایشاں سعید

ترجمہ:۔ افسوس کہ مچھلیاں اس شیخ کامل کے مقام سے آگاہ ہیں اور میں انسان ہو کر ناواقف ہوں۔ میں بدبخت اور اس دولت سے محروم ہوں اور مچھلیاں اس معرفت سے سعید ونیک بخت ہیں۔ یہ خیال کر کے اس امیر پر گریہ طاری ہو گیا۔ دیر تک روتا رہا اور اس گریہ ندامت اور شیخ کامل کی تھوڑی سی دیر کی صحبت کی برکت سے اس امیر کی کایا پلٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو گئی۔

شاہ بلخ کی صحبت سے جب اس وزیر کو باطنی سلطنت حاصل ہوگئی تو اسی لمحہ وزارت سے دستبردار ہوگیا اور سلطان کے ساتھ صحرا نشینی اختیار کرلی۔ عمر بھر عقل کی غلامی کی تھی لیکن کام دیوانگی سے ہی بنا۔

فائدہ:۔ اس حکایت میں حق تعالیٰ کی محبت اور آخرت کی نعمت کا دنیا و مافیہا کی تمام نعمتوں سے افضل واحسن واکبر ہونا بتلایا گیا ہے اور دنیائے فانی سے بے رغبتی کی تعلیم دی گئی ہے۔

خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص خوش الحان چنگ بجایا کرتا تھا اس کی آواز پر مرد عورت بچے بھی قربان تھے۔ اگر کبھی مست ہو کر گاتا ہوا جنگل سے گزر جاتا تو چرند پرند اس کی آواز سننے کیلئے جمع ہو جاتے۔ رفتہ رفتہ جب بوڑھا ہوا اور آواز پیری کے سبب بھدی ہوگئی تو عشاق آواز بھی رفتہ رفتہ کنارہ کش ہو گئے۔ اب جدھر سے گزرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ نام و شہرت سب رخصت ہو گئے اور ویرانہ گمنامی میں مثل بوم ٹکرانے لگا اور فاقے پر فاقے گزرنے لگے۔ خلق کی اس خود غرضی کو سوچ کر ایک دن بہت مغموم ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اے خدا جب میں خوش آواز تھا تو مخلوق مجھ پر پروانہ وار گرتی تھی اور ہر طرف میری خاطر تواضع ہوتی تھی۔ اب بڑھاپے سے آواز خراب ہوگئی تو یہ ہوا پرست اور خود غرض لوگ میرے سایہ سے بھی گریزاں ہو گئے۔ ہائے ایسی بے وفا مخلوق سے میں نے دل لگایا۔ یہ تعلق کس درجہ پرفریب تھا۔ کاش میں آپ کی طرف رجوع ہوا ہوتا اور اپنے شب و روز آپ ہی کی یاد میں گزارتا اور آپ ہی سے امیدیں رکھتا تو آج یہ دن نہ دیکھتا۔ پیر چنگی دل ہی دل میں نادم ہو رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ اچانک جذب غیبی نے اس کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

جو گرے ادھر زمین پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا
(اختر راقم الحروف)

پیر چنگی نے ایک آہ کھینچی اور خلق سے منہ موڑ کر دیوانہ وار مدینہ منورہ کے قبرستان میں طرف روانہ ہوگیا اور ایک پرانی وشکستہ قبر کے غار میں جا بیٹھا۔ روتے ہوئے اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ آج میں تیرا مہمان ہوں۔ جب ساری مخلوق نے مجھے چھوڑ دیا تو اب بجز تیری بارگاہ کے میرے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں بجز تیرے کوئی میری اس آواز کا خریدار نہیں ہے اے اللہ آشنا بے گانے ہو چکے اپنے پرائے ہو چکے اب سوائے آپ کے میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے اللہ میں بڑی امیدیں لے کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اپنی رحمت سے آپ مجھے نہ ٹھکرایئے۔

پرانی قبر کے اس غار میں پیر چنگی اس طرح آہ وزاری میں مشغول تھا اور آنکھوں سے خون دل بہار ہا تھا کہ حق تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الہام ہوا کہ اے عمر! میرا فلاں بندہ جو اپنی خوش آوازی کے سبب زندگی بھر مخلوق میں مقبول و محبوب رہا ہے اور اب بوجہ پیری آواز خراب ہو جانے سے ساری خلقت نے اسے چھوڑ دیا ہے اور یہ قطع سلسلہ اسباب اور غم ناکامی اس کی ہدایت کا اور میری طرف رجوع کا سبب بن گیا ہے تو اب میری رحمت واسعہ اس کی خریدار ہے۔

اگرچہ زندگی بھر وہ نافرمان و غافل رہا ہے لیکن میں اس کی آہ وزاری کو قبول کرتا ہوں کیونکہ میری بارگاہ کے علاوہ میرے بندوں کے لئے کوئی اور جائے پناہ نہیں۔ پس اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپ بیت المال سے کچھ معتدبہ رقم لے کر اس قبرستان میں جایئے اور میرے بندہ عاجز و مضطر کو میرا سلام پیش کیجئے پھر یہ رقم پیش کر کے کہہ دیجئے کہ آج سے حق تعالیٰ نے تجھے اپنا مقرب بنالیا ہے۔ اور اپنے فضل کو تیرے لئے خاص کر دیا ہے۔ اب تجھے ملول خاطر ہونے کی ضرورت نہیں نہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اے عمرؓ! میرے اس بندے سے کہہ دو کہ حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے غیب سے تیری روزی کا انتظام کر دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت ہاتف غیبی سے یہ آواز سنی تو بے چین ہو گئے۔ فوراً اٹھے اور بیت المال سے کچھ رقم لے کر قبرستان کی طرف چل دیے وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک فرسودہ وشکستہ قبر کے غار میں ایک بڈھا چنگ لئے ہوئے سو گیا ہے اور اس کا چہرہ و داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔

اوراسی اشک ندامت سے اس کو یہ مقام ملا۔

خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قبر کہنہ کے سامنے باادب کھڑے ہوئے انتظار فرما رہے تھے کہ پیر چنگی بیدار ہوں تو ان سے حق تعالیٰ کا سلام و پیام عرض کروں۔ اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آ گئی جس سے پیر چنگی کی آنکھ کھل گئی۔ خلیفۃ المسلمین کو دیکھ کر غلبہ ہیبت سے وہ کانپنے لگے کہ اس چنگ کی وجہ سے نہ جانے مجھ پر کتنے درے پڑیں گے کیونکہ عہد خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں درہ فاروقی کی شہرت تھی۔ حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ پیر چنگی لرزہ براندام ہیں تو ارشاد فرمایا کہ خوف مت کرو میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے بہت بڑی خوش خبری لایا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے پیر چنگی کو جب حق تعالیٰ کے الطاف وعنایات اور افضال کا علم ہوا تو اس مشاہدہ رحمت ذخار سے اس پر شکر وندامت کا حال طاری ہوگیا۔

اس مرد پیر کی گریہ وزاری اور آہ وبکا سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص تیری یہ گریہ وزاری تیری باطنی ہوشیاری کی دلیل ہے۔ تیری جان حق تعالیٰ کے قرب سے زندہ اور روشن ہے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گنہ گار کے آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت مبارکہ کے فیض سے پیر چنگی پیر طریقت ہوگئے اور اکابر اولیاء اللہ کی صف میں داخل ہوگئے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی کسی بدحالی کی وجہ سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رحمت سے امید وار رہنا چاہیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک مجذوب خدا تعالیٰ کا عاشق صادق بکریاں چرایا کرتا تھا اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخلوق سے دور عشق الٰہی میں چاک گریباں روتا پھرتا تھا اور حق تعالیٰ سے درخواست کرتا تھا کہ اے خدا! اے میرے اللہ آپ مجھ کو کہاں ملیں گے اگر آپ مجھ کو مل جاتے تو میں آپ کا نوکر ہو جاتا اور آپ کی گدڑی سیا کرتا اور آپ کے سر میں کنگھی کیا کرتا اور آپ کو کبھی بیماری پیش آتی تو میں آپ کی خوب غمخواری کرتا۔ اے اللہ اگر میں آپ کا گھر دیکھ لیتا تو صبح وشام آپ کے لئے گھی دودھ لایا کرتا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا اور آپ کے پیروں کی مالش کیا کرتا اور جب آپ کے سونے کا وقت ہو جاتا تو آپ کے سونے کی جگہ کو جھاڑو سے خوب صاف کرتا اے اللہ آپ کے اوپر میری تمام بکریاں قربان ہوں اے اللہ بکریوں کے بہانے سے میں جو الفاظ ہائے ہائے کرتا ہوں وہ دراصل آپ کی محبت کی تڑپ میں کرتا ہوں۔ بکریاں تو صرف بہانہ ہیں۔

اس طرح وہ چرواہا محبت کی باتیں اپنے رب سے کر رہا تھا کہ اچانک موسیٰ علیہ السلام کا اس طرف سے گزر ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ اے چرواہے! کیا حق تعالیٰ کو نوکروں کی ضرورت ہے یا ان کے سر ہے کہ تو بالوں میں کنگھا کرے گا یا ان کو بھوک لگتی ہے کہ تو ان کو بکریوں کا دودھ پلائے گا۔ حق تعالیٰ کیا بیمار ہوتے ہیں جو تو ان کی غمخواری کرے گا اے جاہل حق تعالیٰ کی ذات نقصان واحتیاج کی تمام باتوں سے پاک اور منزہ ہے۔ تو جلد توبہ کر تیری ان باتوں سے کفر لازم آتا ہے۔ بے عقل کی دوستی عین دشمنی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ تیری ان خدمات سے بے نیاز ہیں۔

اس چرواہے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ باتیں سنیں تو بہت شرمندہ ہوا اور غلبہ خوف و یاس اور شدت حزن و اضطراب سے گریبان پھاڑ ڈالا اور روتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

(رومی)

ترجمہ: اے موسیٰ تم نے میرے بندے کو مجھ سے کیوں جدا کردیا۔ تم کو میں نے بندوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ جدا کرنے کے لئے تمہارا کام وصل کا تھا نہ کہ فصل کا۔

قصہ حضرت لقمان علیہ السلام

حضرت لقمان علیہ السلام کسی رئیس کے یہاں نوکری

کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی محبت اور معیت سے ان کے اندر ایسے پاکیزہ اور عالی اخلاق و عادات موجود تھے جو انسانیت کی رفعت وشرافت ومقبولیت عنداللہ کے صحیح مصداق تھے اور جن کی تفصیل وتشریح حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ لقمان میں بیان فرمائی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام کے ان اخلاق عالیہ کا ان کے آقا پر گہرا اثر ہوا یہاں تک کہ اس رئیس نے ان کو اپنا مقرب ومحبوب بنالیا اور خود ان کا محب اور باطناً غلام بن گیا۔

پھر اس رئیس کا یہ معمول ہوگیا کہ ہر نعمت کھانے سے پہلے حضرت لقمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتا اور جب حضرت لقمان علیہ السلام آسودہ ہو کر کھالیتے تو بچا ہوا یہ رئیس کھاتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام اس رئیس کی محبت و عادت کی رعایت سے کھالینے کے بعد بقیہ اس کے لئے بھیجدیا کرتے۔ ایک دن خربوزہ کی فصل میں کہیں سے خربوزہ آیا اس وقت حضرت لقمان علیہ السلام موجود نہ تھے رئیس نے ایک غلام کو بھیجا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کو بلالاؤ۔ جب حضرت لقمان علیہ السلام تشریف لائے تو رئیس نے اپنے ہاتھ سے اس خربوزہ کی قاشیں بنائیں اور ایک ایک قاش محبت سے کھلاتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں مسرور ہورہا تھا کہ میری اس محبت کا ان پر کیا اثر ہورہا ہوگا۔

حضرت لقمان علیہ السلام خوشی خوشی ہر قاش کھاتے اور شکر بجالاتے یہاں تک کہ ستر قاشیں کھالیں اور ایک قاش باقی رہ گئی تو اس رئیس نے کہا کہ اس کو میں کھاؤں گا تا کہ دیکھوں کہ یہ خربوزہ کتنا شیریں تھا۔ یہ کہہ کر اس نے قاش کو منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس کی تلخی سے نوک زبان سے حلق تک آبلے پڑ گئے اور ایک گھنٹہ تک بے ہوش رہا۔ جب افاقہ ہوا تو حضرت لقمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے جان جاں آپ نے کس طرح اس خربوزہ کو حلق سے فرو کیا اور اس قہر کو کس طرح لطف سمجھا۔ جب ایک قاش کھانے سے مجھ پر یہ بلا آئی تو ستر قاشوں کو آپ نے کس طرح برداشت کیا؟

حضرت لقمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے خواجہ! آپ کے دست نعمت سے صدہا نعمتیں کھائی ہیں جن کے شکر کے بوجھ سے میری کمر خمیدہ ہورہی ہے۔ پس مجھے اس بات سے شرم آئی کہ جس ہاتھ سے اس قدر نعمتیں ملی ہوں اسی ہاتھ سے آج اگر ایک تلخی عطا ہورہی ہے تو اس سے انحراف و روگردانی کروں۔ اے خواجہ! شکر عطا فرمانے والے آپ کے ہاتھ کی لذت نے اس خربوزہ کی تلخی کو شیرینی سے مبدل کردیا۔

حکایت زاہدے کوہی

ایک درویش پہاڑ کی گھاٹی میں گیا اور حق تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں تمام علائق دنیویہ سے رخ پھیر کر اب آپ کی عبادت میں یہاں مقیم رہوں گا اور بھوک سے جب تنگ حال ہوں گا تو آپ ہی کی طرف سے عطا کا منتظر رہوں گا خود نہ کسی مخلوق سے سوال کروں گا نہ اس کوہ وبیابان کے درختوں سے کوئی پھل یا پتہ توڑ کر کھاؤں گا البتہ جو پھل خود بخود ہوا سے زمین پر گریں گے۔ صرف ان کو کھا کر زندگی بسر کروں گا۔ ایک مدت تک یہ فقیر اپنے عہد پر قائم رہا یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے امتحانات شروع ہوگئے اور اس امتحان کی وجہ یہ تھی کہ اس فقیر نے استثناء نہ کیا تھا یعنی یہ نہ کہا تھا کہ انشاء اللہ میں اس عہد پر قائم رہوں گا اس ترک انشاء اللہ سے چونکہ اس درویش کا دعویٰ وتکبر اور اپنی قوت و ہمت پر ناز صادر ہوا اس لئے اس کی شامت عمل نے اسے سخت امتحان میں گھیر لیا اور اس کے قلب سے وہ نور جاتا رہا جس کی وجہ سے اس کے قلب میں بھوک کی تکلیف برداشت کرنے کی قوت وہمت اچانک بالکلیہ مفقود ہوگئی۔ ادھر حق تعالیٰ نے ہوا کو حکم فرما دیا کہ اس وادی کوہ کی طرف ہو کر نہ گزرے چنانچہ پانچ روز تک ہوا مطلقاً بند ہوجانے سے درخت سے کوئی پھل زمین پر نہ گرا۔ پس بھوک کی شدت سے وہ درویش بے چین ہوگیا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور ضعف ونقاہت نے اس کو خود اپنے عہد کی بے وفائی پر مجبور کردیا اور وہ درویش کوہ استقامت سے چاہ ضلالت میں آگرا۔ جب اپنا عہد و نذر فسخ کر کے وہ درختوں سے پھل توڑ کر کھانے لگا تو غیرت حق کو جوش آگیا اور اس فقیر کو سزا دی گئی کیونکہ امرالٰہی **اوفوا بالعهود** ہے (ترجمہ:۔ پورا کرو جو کچھ کہ تم نے عہد کیا ہے)

اب اس فقیر کی سزا کا قصہ سنئے کہ چوروں کا ایک گروہ رات کو اس پہاڑ کے دامن میں ٹھہر گیا۔ ایک مخبر نے کوتوال شہر

کو اطلاع دی کہ آج چوروں کا گروہ فلاں پہاڑ کے دامن میں ٹھہرا ہوا ہے۔ قبل اس کے کہ کوتوال ان چوروں کو گرفتار کرتا اس نے دامن کوہ میں اس درویش کو دیکھا اور سمجھا کہ یہ کوئی چور ہے فوراً گرفتار کر لیا۔ فقیر نے بہت شور مچایا کہ میں چور نہیں ہوں لیکن کوتوال اور سپاہیوں نے ایک نہ سنی اور اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ ڈالا اسی اثناء میں ایک سوار ادھر سے گزرا اس نے جب یہ قصہ دیکھا تو کوتوال اور اس کے ساتھیوں کو بہت ڈانٹا کہ اے کتے تو نے ایسے نیک اور بزرگ فقیر کے ساتھ یہ کیا سلوک کیا یہ تو فلاں شیخ کامل اور ابدال وقت ہے جس نے دنیا سے کنارہ کش ہو کر اس جگہ خلوت اختیار کی تھی۔ یہ سنتے ہی کوتوال پر لرزہ طاری ہو گیا اور خوف وندامت سے ننگے پیر ننگے سر اس فقیر کی طرف دوڑا اور اپنی غلطی پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور قسم کھا کر عرض کیا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ ایک بزرگ شخص ہیں۔ میں نے غلط فہمی سے آپ کو چوروں کے گروہ کا ایک فرد سمجھ کر یہ معاملہ کیا۔ خدا کے لئے آپ مجھے معاف فرما دیں ورنہ میں ابھی قہر الٰہی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاؤں گا۔ درویش نے کہا کہ بھائی تیرا کچھ قصور نہیں ہے میں خود قصوروار ہوں میں نے اپنے مالک سے بدعہدی کی تھی جس کی مجھے یہ سزا ملی ہے۔

فائدہ: اولاً تو ایسی غیر شرعی نذر ہی نہ ماننی چاہیے جیسے کوئی کہدے کہ میں کھانا ہی نہ کھاؤں گا یا پانی ہی نہ پیوں گا وغیرہ درویش کی یہ نذر بھی اسی قسم کی تھی۔ دوسرے یہ کہ کبھی اپنی ہمت و طاقت پر نظر نہ کرے تمام امور میں حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور انہیں سے نصرت طلب کرے اور جس کام کو کرنے کا ارادہ ظاہر کرتو انشاء اللہ کہنا اپنے اوپر لازم کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبش کے رہنے والے تھے اور امیہ بن خلف نام کے ایک یہودی کے غلام تھے۔ فضل الٰہی سے جب ان کو ایمان نصیب ہوا تو اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ دشمنان اسلام مسلمانوں کو چین سے دیکھنا نہ چاہتے تھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چاہتے تو اپنا ایمان مخفی رکھ سکتے تھے اور اس اخفاء کی بدولت کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ رہ سکتے تھے لیکن حق تعالیٰ کی محبت نے کلمہ توحید ظاہر کرنے پر انہیں مجبور کر دیا اور نعرہ احد لگانے پر عشق حقیقی نے ان کو مضطر کر دیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نعرہ احد لگانا تھا کہ اس یہودی کا غیظ و غضب ان پر ظلم اور زدوکوب کی صورت میں برس پڑا۔ آپ کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا اور اسی زخم کی حالت میں گرم گرم ریت پر گھسیٹتا اور کہتا کہ اب آئندہ وحدانیت کا نعرہ لگانے کی جرات نہ کرنا۔

بجرم عشق تو ام میکشند و غوغائیست
تو نیز برسر بام آ کہ خوش تماشائیست

ترجمہ:۔ آپ کی محبت کے جرم میں یہ کفار مجھ کو قتل کر رہے ہیں اور شور برپا کر رہے ہیں۔ اے محبوب حقیقی! آپ بھی آسمان دنیا پر تشریف لائیے اور اپنے عاشق کے اس تماشا کو دیکھئے کہ کیا اچھا تماشا ہے۔

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے اور حضرت بلالؓ اسی خستہ و خراب لہولہان حالت میں احد احد کا نعرہ لگا رہے تھے۔ یہ آواز سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے اس آواز میں حضرت صدیق اکبرؓ کی جان پاک کو بوئے محبوب حقیقی محسوس ہوئی۔ جس سے آپ محو لذت ہو گئے

بوئے جاناں سوئے جانم می رسد

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس مظلومیت کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل تڑپ گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو الگ بلا کر سمجھایا کہ تنہائی میں اللہ کا نام لیا کرو۔ اس موذی کے سامنے ظاہر مت کرو ورنہ یہ ملعون ناحق تم کو ستائے گا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ اے محترم! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدیق ہیں آپ کی نصیحت قبول کرتا ہوں۔

دوسرے دن پھر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا دیکھتے ہیں کہ پھر وہی ماجرا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد احد پکار رہے ہیں اور وہ یہودی ان کو بری طرح زدوکوب کر رہا ہے یہاں تک کہ جسم خون سے لہولہان ہو گیا ہے۔ اس دردناک منظر کو دیکھ کر آپ تڑپ گئے اور

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پھر نصیحت فرمائی کہ بھائی کیوں اس موذی کے سامنے احد کہتے ہو۔ دل ہی دل میں خاموشی کے ساتھ احد احد کہتے رہا کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ اچھا پھر توبہ کرتا ہوں اب آپ کے مشورہ کے خلاف نہ کروں گا۔ لیکن

عشق کا مزاج تو لاابالی ہوتا ہے
عشق کب ڈرتا ہے رسن و دار سے

الغرض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود ہزار مصائب و آلام کے راز عشق کو مخفی نہ رکھ سکے اور نعرہ احد ظاہر ہوتا رہا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے متعدد بار نصیحت فرمانے کے باوجود جب ہر بار یہی تماشا دیکھا کہ وہ یہودی ظلم کر رہا ہے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد احد کا نعرہ لگا رہے ہیں تو اس ماجرے کو محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصائب سن کر رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں درد سے اشکبار ہوگئیں۔

ارشاد فرمایا کہ اے صدیق! پھر کیا تدبیر ہے کہ بلال کو اس بلاء سے نجات ملے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ لعیہ وسلم! میں انہیں خرید لیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو بلال رضی اللہ عنہ کی خریداری میں میری بھی شرکت ہوگی۔ اللہ اکبر! کیا نصیبہ تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو خرید رہے ہیں اس کالے جسم میں اللہ کی محبت سے ایسا نورانی دل تھا کہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی خریدار ہوگئی۔

الغرض حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس یہودی کے پاس گئے اس وقت بھی وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زدوکوب کر رہا تھا۔ فرمایا کہ اس ولی اللہ کو کیوں مارتا ہے۔

یہودی نے کہا کہ اگر تمہیں ایسی ہی ہمدردی ہے تو پیسہ لاؤ اور اس کو لے جاؤ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سفید جسم اور کالے دل والا میرا یہودی غلام تو لے لے اس کے بدلہ میں کالے جسم اور روشن دل والا یہ حبشی غلام مجھے دیدے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے کر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کیسا سودا کیا ہے۔ سفید جسم اور کالا دل دے آیا ہوں اور کالا جسم اور نورانی دل لے آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت اچھا سودا کیا تم نے اے صدیق! اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا۔

قصہ سلطان محمود اور ایاز

ایک روز صبح کے وقت سلطان محمود نے اراکین سلطنت کی عقل و فہم کا امتحان کرنے کے لئے خزانہ شاہی سے ایک موتی نکلوایا اور سب سے پہلے وزیر کے ہاتھ میں دے کر اس سے دریافت کیا کہ یہ موتی کتنے دام میں فروخت ہوگا۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور! یہ موتی تو بہت ہی بیش قیمت ہے۔ سونے سے لدے ہوئے دو سو گدھوں سے بھی اس کی قیمت زیادہ ہے۔

سلطان نے کہا کہ اچھا تو میرے حکم سے اس بیش بہا موتی کو ریزہ ریزہ کر دو وزیر نے عرض کیا حضور میں اس موتی کو ضائع نہ کروں گا میں آپ کے خزانہ دولت کا خیر خواہ ہوں اور اس گوہر کو توڑنا بدخواہی ہوگی۔ بادشاہ نے اس کو شاباشی دی اور ایک شاہی خلعت عطا فرمائی اور اس موتی کو وزیر کے ہاتھ سے لے کر سلطنت کے ایک دوسرے مقرب عہدیدار کو دیا اور اس سے بھی اس کی قیمت دریافت کی۔ اس نے کہا حضور اس بیش بہا موتی کی قیمت آپ کی آدھی سلطنت ہے خدا اس موتی کو محفوظ رکھے۔ بادشاہ نے اس کو بھی حکم دیا کہ اس موتی کو ریزہ ریزہ کر دو۔ اس نے عرض کیا۔ حضور ایسے قیمتی موتی کو توڑنے کے لئے میرا ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا۔ اس موتی کو توڑنا خزانہ سلطنت سے دشمنی کے مترادف ہوگا۔

سلطان محمود نے اس کو بھی شاہی خلعت عطا فرمائی اور دیر تک اس کی تعریف کرتا رہا۔

غرض بادشاہ نے ۶۵ اراکین سلطنت کو باری باری طلب کر کے یہی معاملہ فرمایا اور ہر ایک نے وزیر کی تقلید کی اور شاہی

خلعت حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان سے شرف مدح بھی حاصل کیا۔ بادشاہ جب سب کا امتحان کر چکا اور انعامات دے چکا تو آخر میں اس نے ایاز کو طلب کیا اور موتی کو اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا کہ اے ایاز! ہر ایک نے اس موتی کو دیکھا تو بھی اس کی شعاعوں کو دیکھ لے اور غور کر کے بتا کہ اس کی کیا قیمت ہوگی۔

ایاز نے عرض کیا کہ حضور! جس قدر قیمت اس موتی کی عرض کروں گا یہ موتی اس سے بھی کہیں زیادہ گراں اور بیش قیمت ہوگا۔ شاہ نے حکم دیا کہ اچھا تو فوراً اس گوہر کو توڑ دے اور بالکل ریزہ ریزہ کر دے ایاز سلطان کا مزاج شناس تھا اور سمجھ رہا تھا کہ بادشاہ اس وقت امتحان کر رہا ہے۔ سلطان کا حکم سنتے ہی اس نے گوہر بیش بہا کو چکنا چور کر دیا اور خلعت وانعامات کی ذرا بھی طمع نہ کی۔ جیسے ہی ایاز نے وہ بیش بہا موتی توڑا تمام اراکین سلطنت نے شور برپا کر دیا اور دیوان خاص میں ایک ہنگامہ مچ گیا تمام وزراء سلطنت نے کہا کہ واللہ یہ شخص کافر ہے یعنی ناسپاس نعمت ہے۔ جس نے اس پر نور ومحترم موتی کو توڑ دیا۔ ایاز نے کہا اے محترم بزرگو! حکم شاہ کی قیمت زیادہ ہے یا اس موتی کی۔ اے لوگو! تمہاری نظر موتی پر ہے بادشاہ پر نہیں۔ میں اپنی نظر کو بادشاہ سے نہ ہٹاؤں گا اور مشرک کی طرح موتی کی طرف رخ نہ کروں گا۔ کیونکہ بادشاہ سے نظر ہٹا کر موتی کی طرف متوجہ ہونا بادشاہ کی محبت واطاعت میں شرک ہے۔

جس وقت ایاز نے اس راز کو اراکین سلطنت پر ظاہر کیا تمام اراکین جو ایاز کے مقرب بادشاہ ہونے کی وجہ سے حسد رکھتے تھے اس کی فتح وکامیابی سے ذلیل وخوار ہوگئے۔

اس حکایت میں نصیحت ہے کہ الامر فوق الادب یعنی حکم حاکم کے بعد اصل ادب یہی ہے کہ اس حکم پر عمل کیا جاوے۔

حکایت مذکورہ میں امر الٰہی کی عظمت اور بے چون و چرا تعمیل کا عبرت انگیز درس موجود ہے۔

کیا مبارک وقت تھا کہ جب حضرت ذوالنون مصریؒ کو حق تعالیٰ نے اپنی محبت کا درد عطا فرمایا۔

حق تعالیٰ کی محبت میں حضرت ذوالنون مصریؒ پر عجیب حالت طاری ہوگئی۔ حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایسی شورش و دیوانگی طاری تھی کہ آپ کی آہوں سے لوگوں کے کلیجے منہ کو آ جاتے تھے۔ محبت میں بجز نالہ وفریاد کے کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

جب حضرت ذوالنون مصریؒ کا جوش عشق حد سے گزر گیا اور آپ کی آہ وزاری سے مخلوق عاجز ہوگئی تو رندوں کی ایک جماعت نے آپ کو قید خانہ میں بند کر دیا۔

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لے چلا

حضرت ذوالنون مصریؒ جب قید خانہ کی طرف خوش خوش جانے لگے تو آپ کے دوست بھی بطور ہمدردی ساتھ چل دیئے۔ جب آپ کو قید خانہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا گیا تو دوستوں نے غور وفکر شروع کیا کہ آخر کیا ماجرا ہے کہ کتنا بڑا شیخ باطن قید خانے میں محصور کر دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مہتاب باطن کو ابر جنون سے چھپانا چاہتے ہیں اور عوام کے شر سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کیا ہے۔ یا عاقلوں کی صحبت سے متوحش ہو کر خود کو دیوانہ بنالیا ہے۔ آخر کار ان سب نے زنداں کی سلاخوں کیقریب آ کر عرض کیا کہ حضور! ہم سب آپ کے مخلص دوست ہیں اور آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے ہیں اور حیران ہیں کہ کس نے آپ پر جنون کا الزام لگا دیا۔ آپ تو دریائے عقل ہیں۔ یہ اہل ظاہر آپ کے مقام قرب اور رفعت باطنی سے ناواقف ہیں اور آپ کو مجنون ودیوانہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آپ عاشق حق ہیں ہم لوگ آپ کے سچے محب اور دوست ہیں۔ اور دونوں عالم میں آپ کو عزیز رکھتے ہیں۔ براہ کرم ہم پر اس راز کا انکشاف فرما دیجئے کہ آپ اس قید خانہ میں اپنی جان کو کیوں ضائع فرمار ہے ہیں۔ راز کو اپنے دوستوں سے نہیں چھپایا کرتے۔

حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ نے ان کی گفتگو میں بوئے اخلاص محسوس نہ کی پس امتحان اخلاص کے لئے ان کی طرف پتھر اٹھا کر دوڑے جیسے کہ پاگل وحشت میں لوگوں کو مارنے کے لئے دوڑتا ہے۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی وہ لوگ چوٹ کے ڈر سے بھاگ کھڑے ہوئے ان کا یہ گریز دیکھ کر شیخ نے ان کے اعتقاد ومحبت پر قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ اس درویش کے دوستوں کو تو دیکھو ارے نادانو! تم محبت ودوستی کو کیا جانو۔

ایک طالب علم حق اصلاح نفس کے لئے ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کے تجویز کردہ ذکر اور شغل کو اہتمام سے کرنے لگے لیکن جو خادمہ شیخ کے گھر سے ان کے لئے کھانا لایا کرتی تھی اس پر بار بار نگاہ ڈالنے سے ان کے دل میں اس خادمہ کا عشق پیدا ہوگیا۔ چنانچہ جب وہ کھانا لے کر آتی یہ کھانے کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اس کو عاشقانہ نظروں سے گھورتے رہتے وہ خادمہ بھی اللہ والی تھی۔ اس کو شبہ ہوا کہ یہ شخص مجھے بری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بدنگاہی کی ظلمت کا اس خادمہ کے نورانی قلب نے ادراک کرلیا۔ اور اس نے شیخؒ سے عرض کیا کہ حضور آپ کا فلاں مرید میرے عشق میں مبتلا ہوگیا ہے اس کو ذکر اور شغل سے اب کیا نفع ہوگا۔ پہلے آپ اس کو عشق مجازی سے چھڑایئے۔

اللہ والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے احباب ومتعلقین وخدام کو حتی الامکان رسوانہیں فرماتے۔

چنانچہ شیخ نے باوجود علم کے نہ اس مرید کو ڈانٹا اور نہ اپنے اس علم کا اظہار کیا البتہ دل کو فکر لاحق ہوگئی کہ اس کو عشق مجازی سے کس طرح نجات حاصل ہو۔

حق تعالیٰ کی طرف سے ایک تدبیر الہام ہوئی جس پر آپ نے عمل فرمایا اور اس خادمہ کو اسہال کی دوا دے دی اور ارشاد فرمایا کہ تجھ کو جتنے دست آئیں سب کو ایک طشت میں جمع کرتی رہنا۔ یہاں تک کہ اس کو بیس دست ہوئے جس سے وہ انتہائی کمزور اور لاغر ہوگئی۔ چہرہ پیلا ہوگیا آنکھیں دھنس گئیں رخسار اندر کو بیٹھ گئے۔ ہیضہ کے مریض کا چہرہ جس طرح خوفناک ہوجاتا ہے خادمہ کا چہرہ بھی ویسا ہی پرخوف ومکروہ ہو گیا اور تمام حسن جاتا رہا۔ شیخ نے خادمہ سے ارشاد فرمایا کہ آج اس کا کھانا لے کر جا اور خود بھی آڑ میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ مرید نے جیسے ہی خادمہ کو دیکھا تو کھانا لینے کے بجائے اس کی طرف سے چہرہ پھیر لیا اور کہا کہ کھانا رکھ دو۔ شیخ فوراً آڑ سے نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ اے بے وقوف آج تو نے اس خادمہ سے رخ کیوں پھیر لیا اس کنیز میں کیا چیز کم ہوگئی جو تیرا عشق آج رخصت ہوگیا۔ پھر شیخ نے خادمہ کو حکم دیا کہ وہ پاخانے کا طشت اٹھالا۔ جب اس نے سامنے رکھ دیا تو شیخ نے مرید کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے بیوقوف اس خادمہ کے جسم سے سوائے اتنی مقدار پاخانہ کے اور کوئی چیز خارج نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ تیرا معشوق درحقیقت یہی پاخانہ تھا جس کے نکلتے ہی تیرا عشق غائب ہوگیا۔

عشق مجازی کا پلید ہونا شیخ کی اس تدبیر سے اچھی طرح اس شخص پر واضح ہوگیا اور اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوا اور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بصد گریہ وزاری صدق دل سے توبہ کی اور عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔

حضرت عارف رومیؒ اس حکایت سے یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اے لوگو! جس گھونگر والی زلف مشکبار پر آج تم فریفتہ ہو یہی زلف ایک دن تم کو بڈھے گدھے کی دم کی طرح بری معلوم ہوگی۔

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی صدی کے بہت بڑے آدمی گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی معرفت کا بڑا حصہ عطا فرمایا تھا۔ ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ محمد خوارزم شاہ کے حقیقی نواسے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی۔ آپ کے والد آپ کو حضرت بابا فرید الدین عطار کی خدمت میں لے گئے تو حضرت خواجہ عطارؒ نے اپنی مثنوی اسرار نامہ آپ کو بطور ہدیہ دی اور آپ کے والد صاحب سے فرمایا کہ یہ لڑکا ایک دن غلغلہ بلند کرے گا۔

چند سال بعد مولانا تکمیل علوم کے لئے شام تشریف لے گئے اور دمشق میں سات سال تک تحصیل علوم وفنون کرتے رہے۔ تمام مذاہب سے واقف تھے۔ علم کلام، علم فقہ اور اختلافیات میں خاص ملکہ رکھتے تھے۔ فلسفہ وحکمت وتصوف میں اس وقت ان کی نظیر نہ تھی تحصیل علوم کے بعد مولانا روم درس وتدریس میں مشغول ہو گئے لیکن مولانا کو درس عشق ومعرفت کے لئے پیدا کیا گیا تھا ان کے قلب میں آتش عشق ودیعت فرمائی گئی تھی اور عاشقوں کا درس ذکر محبوب اور ان کا مدرس حسن دوست ہوتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جس درس کے لئے پیدا کئے گئے تھے اس کا غیب سے سامان شروع ہوگیا۔ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے سینہ میں عشق و معرفت کا جو سمندر موجزن تھا وہ اپنے جواہرات باہر بکھیرنے کے لئے زبان عشق کا متلاشی ہوا۔ دعا کی کہ اے اللہ اپنی محبت کا جو خزانہ آپ نے میرے سینہ میں رکھا ہے اپنا کوئی ایسا خاص بندہ عطا فرمایئے جس کے سینہ میں اس امانت کو منتقل کردوں اور وہ بندہ زبان عشق سے میرے اسرار مخفیہ کو قرآن و حدیث کے انوار میں بیان کرے۔ دعا قبول ہوگئی حکم ہوا کہ روم جاؤ وہاں تمہیں جلال الدین رومی ملیں گے ہم نے انہیں اس کام کے لئے منتخب کرلیا ہے۔

اس آواز غیبی کو سنتے ہی حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ روم کی طرف روانہ ہوگئے اور قونیہ تشریف لائے جہاں برنج فروشوں کی سرا میں قیام فرمایا سرائے کے دروازہ پر ایک چبوترہ تھا جس پر اکثر عمائد آکر بیٹھتے تھے۔ اسی جگہ مولانا رومیؒ اور حضرت شمس تبریزیؒ کی ملاقات ہوئی اور اکثر صحبت رہنے لگی۔ حضرت تبریزیؒ کی صحبت سے مولانا رومی کی حالت میں تغیر پیدا ہوگیا اور جب عشق حقیقی نے اپنا پورا اثر کردیا تو مولانا پر مستی و وارفتگی غالب رہنے لگی۔ درس و تدریس وعظ و پند کے اشغال چھوٹ گئے حضرت شمس الدین تبریزی کی صحبت سے ایک لمحہ کو جدا نہ ہوتے تھے۔ تمام شہر میں ایک شورش مچ گئی۔

جب مولانا رومیؒ پر عشق الٰہی کا یہ اثر ظاہر ہوا تو شہر میں یہ فتنہ اٹھا کہ شمس تبریزیؒ نے ان پر جادو کردیا ہے۔ فتنہ کے ڈر سے حضرت تبریزیؒ چپکے سے دمشق چل دیئے۔ آپ کی مفارقت سے مولانا کو بے حد صدمہ ہوا۔ ان کی بے چینی دیکھ کر کچھ لوگ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کو واپس بلا لائے لیکن تھوڑے دن رہ کر وہ پھر کہیں غائب ہوگئے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شمس الدین تبریزیؒ کو کسی نے شہید کرڈالا۔

پیر کی اس مفارقت سے مولانا رومیؒ انتہائی بے چین ہو گئے زندگی تلخ ہوگئی۔

مولانا جلال الدین رومیؒ پر ان کے پیر حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے فیض صحبت نے کیا اثر کیا تھا اس کا پتہ مثنوی سے چلتا ہے۔ مثنوی معنوی میں مولانا رومیؒ کی زبان مبارک سے جو ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار نکلے ہیں وہ آگ دراصل حضرت تبریزیؒ کی تھی جو زبان کی محتاج تھی۔ اور مولانا روم کو حق تعالیٰ نے شمس الدین تبریزیؒ کی زبان بنادیا

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں
(خواجہ صاحبؒ)

مولانا رومیؒ بادشاہ کے نواسے اور اپنے وقت کے زبردست محدث و مفسر تھے۔ جس وقت پالکی پر چلتے تو مولانا کی محبت میں سینکڑوں شاگرد پا پیادہ پیچھے پیچھے چلتے تھے اب وہی مولانا رومیؒ ہیں کہ اللہ کی محبت میں اپنے پیر کا سب سامان گدڑی، چکی، پیالہ، غلہ اور بستر سر پر رکھے ہوئے گلی در گلی پھر رہے ہیں۔

عشق تبریزیؒ نے مولانا رومؒ کو اس طرح دیوانہ کردیا کہ نہ پالکی رہی نہ جبہ و دستار نہ تلامذہ کا ہجوم۔ شان علم پر شان فقر غالب ہوگئی اور علم کی صحیح حقیقت سے آگاہ ہوگئے۔

مولانا رومی پر حضرت تبریزیؒ کی نظر نے کیمیا کا اثر کیا اور وہ فیض بخشا جو بڑے بڑے مجاہدات سے مدۃ العمر میں بھی حاصل نہ ہوسکتا تھا یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنے پیر کی ایک ایک بات سے محبت ہوگئی حتیٰ کہ پیر کے شہر تبریز سے بھی ان کو بڑی محبت تھی مثنوی شریف میں جہاں تبریز کا نام آگیا ہے وہاں کئی کئی شعر شہر تبریز کی تعریف میں فرما گئے ہیں۔

مولانا رومی نے کئی کئی گھنٹے تنہائی میں اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر اپنے سینہ میں اس آتش عشق کو جذب کرلیا۔ جس کے متعلق حضرت تبریزیؒ نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ مجھے کوئی ایسا بندہ عطا فرمایئے جو میری آتش محبت کا تحمل کر سکے۔ شیخ کامل کے فیض صحبت سے مولانا رومیؒ پر ایمان تحقیقی کا انکشاف ذوقاً و حالاً محسوس ہونے لگا اور عشق حقیقی کے فیض سے مولانا رومیؒ کے سینہ میں علم و معرفت کا سمندر موجیں مارنے لگا۔ اور علم کا یہ سمندر ایسا وسیع ہے کہ آج تک اولیاء امت اس سے فیض یاب ہورہے ہیں اور مثنوی آج بھی دلوں میں عشق حق کی آگ لگا رہی ہے۔

مولانا کے علوم و معارف کا پتہ مثنوی معنوی کے مطالعہ سے چلتا ہے۔

حضرت شمس الدین تبریزیؒ کے فیض صحبت سے حضرت عارف رومیؒ کو جو شورش و دیوانگی نصیب ہوئی اور منازل سلوک کو جذب و عشق کے راستہ جس تیزی سے انہوں نے طے کیا اس وجہ سے مولانا کو اس امر کا یقین ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کا راستہ عشق و دیوانگی کا راستہ ہے۔

حضرت مولانا رومیؒ عشق کے بحر بے کراں تھے اور عاشق کو ذکر محبوب کے علاوہ کچھ اچھا نہیں لگتا اس لئے کبھی عاشق پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ہماری طرح کوئی اور بھی اللہ کا دیوانہ ملے جس سے محبوب حقیقی کی باتیں کر کے قلب مضطر کو تسلی و سکون حاصل ہو۔

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

حضرت تبریزیؒ کے انتقال کے بعد مولانا کسی ایسے ہی دیوانے کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک دن اسی اضطراب میں صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے پاس سے گزرے وہ ورق کوٹ رہے تھے۔ ورق کوٹنے کا ہتھوڑا کچھ اس انداز سے آواز پیدا کرتا ہے کہ اہل دل اس آواز سے اپنے قلب میں ایک کیفیت عشق محسوس کرتے ہیں۔ پھر مولانا تو سراپا عشق اور سوختہ جان تھے یہ آواز سن کر بے ہوش ہو گئے۔ صلاح الدین زرکوبؒ نے ہاتھ نہیں روکا اور بہت سے ورق ضائع کر دیئے۔ بالآخر صلاح الدینؒ کے دل میں مولانا کے فیض باطن سے اسی وقت عشق الٰہی کی آگ لگ گئی اور غلبہ عشق میں دوکان کھڑے کھڑے لٹا دی اور مولانا کے ہمراہ ہو لئے۔

اے سوختہ جاں پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں
ہم طور عشق سے تو واقف نہیں ہیں لیکن
سینہ میں جیسے کوئی دل کو ملا کرے ہے
شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

نو سال تک صلاح الدینؒ مولانا کی خدمت میں رہے ان کی صحبت سے مولانا کو بہت سکون ملا۔ بالآخر ۶۶۴ھ میں صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال فرمایا ان کی وفات کے بعد مولانا نے اپنے مریدین میں سے مولانا حسام الدین چلپیؒ کو اپنا ہمراز بنالیا اور پھر جب تک زندہ رہے ان کی صحبت سے محبوب حقیقی کا غم فراق ہلکا کرتے رہے۔ انہیں مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ترغیب پر مولانا نے اپنی مشہور تصنیف مثنوی شریف لکھی۔

ایک بار مثنوی بیان کرتے کرتے مولانا اچانک خاموش ہوئے اور فرمایا کہ اس وقت غیب سے مضامین کی آمد نہیں ہو رہی ہے۔ اس وجہ سے مضامین میں کیف نہیں لہذا خاموش ہو جانا ہی مناسب ہے۔

مثنوی کے مضامین کا الہامی ہونا تو مثنوی کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوتا ہے لیکن خود مولانا رومیؒ نے ایک شعر میں اس کو واضح بھی فرما دیا ہے۔

قافیہ اندیشم و دلدار من
گویدم مندیش جز دیدار من

(رومی)

ترجمہ:۔ جب میں قافیہ سوچنے لگتا ہوں تو میرا محبوب مجھ سے کہتا ہے کہ قافیہ مت سوچ صرف میرے دیدار میں مشغول رہ یعنی صرف میری طرف متوجہ رہو۔ قوافی ہم الہام فرمائیں گے تم اپنے قلب کو قافیہ اندیشی میں مشغول نہ کرو۔

قیصر روم کا سفیر جب ہدایا و تحائف لے کر مدینہ پہنچا تو لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہارے بادشاہ کا محل کہاں ہے۔ قوم نے کہا کہ ہمارے بادشاہ کا کوئی محل نہیں البتہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل تو ان کی جان پاک ہے۔ جو اللہ کے تعلق خاص اور تجلیات قرب سے منور ہو رہی ہے جس نے انہیں سارے جہان کے شاہی محلات سے مستغنی کر دیا ہے۔ اور کہا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے قبرستان میں ملیں گے۔ قبرستان جا کر قاصد روم نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قمیض اتارے ہوئے صرف تہبند پہنے ہوئے زمین پر سو رہے ہیں۔ نہ تخت و تاج نہ فوج

ولشکر نہ حفاظتی دستہ مگر ان کے چہرہ پر نظر پڑتے ہی قاصد روم رعب و ہیبت سے کانپنے لگا اور اپنے دل میں کہنے لگا۔

میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے اور ایک عمر بڑے بڑے سلطانوں کا جلیس و ہمنشین رہا ہوں۔

بادشاہوں سے مجھے کبھی خوف نہ محسوس ہوا لیکن اس مرد گدڑی پوش کی ہیبت تو میرے ہوش اڑائے دیتی ہے۔

یہ رعب و ہیبت اس گدڑی پوش کی نہیں ہے دراصل یہ اللہ کی ہیبت ہے کیونکہ اس گدڑی پوش بادشاہ کا قلب اللہ کے قرب اور معیت خاصہ سے مشرف ہے پس یہ اسی معیت حق کا رعب و جلال ہے جو اس مرد حق کے چہرہ سے نمایاں ہو رہا ہے۔ پھر یہ قاصد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کے فیض سے مشرف باسلام ہوگیا۔

ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

مولانا فرماتے ہیں جو خدا سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اس سے جن اور انسان سب ڈرتے ہیں اور جو بھی دیکھے گا اس پر ہیبت اس مرد حق کی غالب ہوگی۔

ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام نے آئینہ کے سامنے اپنا تاج سر پر رکھا اور وہ تاج ٹیڑھا ہوگیا آپ نے سیدھا کیا اور وہ پھر ٹیڑھا ہوگیا اس طرح تین بار سیدھا کیا اور تاج تینوں بار ٹیڑھا ہوگیا بس آپ غلبہ خوف الٰہی سے سجدہ میں رونے لگے اور استغفار کرنے لگے اس کے بعد پھر تاج رکھا تو وہ ٹیڑھا نہ ہوا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے تھے کہ میری کوئی بات حق تعالیٰ کو پسند نہ آئی ہوگی اور میاں کی نگاہ پھر گئی ہے اس لئے یہ تاج بے جان ہونے کے باوجود مجھ سے پھر گیا۔

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا
(مجذوبؒ)

حضرت سلیمان علیہ السلام پیغمبر تھے اور نبی معصوم ہوتا ہے اس لئے سوال دل میں آتا ہے کہ کیا ان سے کوئی خطا سرزد ہوئی تھی۔

جواب یہ ہے کہ خطا سرزد نہ ہوئی تھی لیکن انبیاء علیہم السلام اگر اجتہادی طور پر افضل کو چھوڑ کر فاضل اختیار کرتے ہیں تو اس پر بھی ان سے مواخذہ ہوتا ہے حالانکہ وہ فعل فی نفسہ جائز ہوتا ہے پس اسی قبیل سے کوئی بات ہوئی ہوگی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکریاں چرانے کا قصہ قرآن شریف میں منصوص ہے۔ اسی زمانے میں ایک دن ایک بکری حضرت کلیم اللہ علیہ السلام سے بھاگ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاؤں اس کی تلاش میں دوڑنے سے پرآبلہ ہوگئے اور آپ اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ وہ بکری آخر کار تھک کر سست ہوگئی اور کسی جگہ کھڑی ہوگئی تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملی۔

آپ نے اس پر بجائے غضب اور غصہ اور ضرب و کوب کے اس کی گرد جھاڑی اور اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ماں کی طرح اس پر نوازش کرتے تھے اور باوجود اس قدر اذیت برداشت کرنے کے آدھا ذرہ بھی اس پر کدورت اور غیظ نہ کیا اور کی تکلیف کو دیکھ کر آپ کا دل رقیق ہوگیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور بکری سے فرمایا کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا۔ اس لئے تو نے مجھ کو تھکایا لیکن تجھے اپنے اوپر رحم کیوں نہ آیا۔ میرے پاؤں کے آبلوں اور کانٹوں پر تجھے رحم نہ آیا تھا تو تجھے اپنے اوپر تو رحم آنا چاہیے تھا۔

اسی وقت ملائکہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ نبوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام زیبا ہیں (اس وقت تک آپ کو نبوت نہ عطا ہوئی تھی) یعنی امت کا غم کھانے اور ان کی طرف سے ایذاء رسانی کے تحمل کے لئے جس حوصلہ اور جس دل و جگر کی ضرورت ہوتی ہے وہ خوبی ان میں موجود ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر تجلی طور کے بعد ایسی قوی تجلی رہتی تھی کہ بدون نقاب آپ کے چہرہ کو جو دیکھتا اس کی آنکھ کی روشنی چکا چوند ہو کر ختم ہو جاتی۔ انہوں نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ایسا نقاب عطا فرمایئے جو اس قوی نور کا ستر بن جائے اور آپ کی مخلوق کی آنکھوں کو نقصان نہ

پہنچے۔ ارشاد ہوا کہ اپنے اس کمل کا نقاب بنالو جو کوہ طور پر آپ کے جسم پر تھا اور جس نے طور کی تجلی کا تحمل کیا ہوا ہے اور بالیقین یہ عارف کا لباس ہے اور اس کمبل کے علاوہ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر کوہ قاف پر بھی آپ کے چہرہ کی تجلی بند کرنے کو آجاوے تو وہ بھی مثل کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا کمال قدرۃ الہیہ سے مردان خدا کے ابدان نے نور بے کیف کا تحمل پایا۔ جس چیز کو کوہ طور نہ برداشت کر سکا قدرت حق اس کی جگہ ایک آبگینہ کو (قلب عارف) بنا دیتی ہے۔ اسی مضمون کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی میں بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا

کہ نگنجیدم در افلاک و خلا
در عقول و در نفوس باعلا

کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں اور نہ عقول اور نفوس میں جو علوی ہیں۔

دردل مومن بگنجیدم چو ضیف
بے زچون و بے چگونہ و بے کیف

مگر مومن کے دل میں مہمان کی طرح سما جاتا ہوں بلا چوں و بلا چگوں اور بلا کیف تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں ہے جیسا کہ مہمان محبوب پورا دخیل اور حاکم ہوتا ہے اور سمانا ظرفیت اور مظروفیت کے طور پر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ و پاک ہیں یہ بلا چوں بلا چگونہ بلا کیف ہے۔

بے چنیں آئینہ ایں خوبی من
برنتا بدنے زمین ونے زمن

بدون ایسے آئینہ کے میرے جمال کو کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین نہ آسمان۔

حاصل قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کمبل کا نقاب بنالیا اور بدون نقاب خلائق کو اپنا چہرہ دیکھنے سے منع فرمادیا۔

اب حضرت صفورہ علیہا السلام جو آپ کی اہلیہ تھیں اور آپ کے حسن نبوت پر عاشق تھیں اس نقاب سے بے چین ہوگئیں اور جب صبر کے مقام پر عشق نے آگ رکھدی تو آپ نے اسی شوق اور بے تابی سے پہلے ایک آنکھ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور اس سے ان کی وہ آنکھ غائب ہوگئی اس کے بعد بھی ان کو صبر نہ آیا اور دوسری آنکھ بھی کھولدی اور اس دوسری آنکھ سے جب نظارہ تجلیات طور کا پس منظر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر دیکھنا چاہا تو وہ بھی بے نور ہوگئی۔

اس وقت حضرت صفورا علیہا السلام سے ایک عورت نے پوچھا کہ کیا تمہیں اپنی آنکھوں کے بے نور ہو جانے پر کچھ حسرت وغم ہے۔

فرمایا کہ مجھے تو یہ حسرت ہے کہ ایسی سو ہزار آنکھیں اور بھی عطا ہو جاتیں تو میں ان سب کو اس محبوب (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے چہرہ تاباں کے دیکھنے میں قربان کردیتی۔

حق تعالیٰ کو حضرت صفورا علیہا السلام کے عشق کا یہ مقام اور یہ کلام بہت پسند آیا اور خزانہ غیب سے پھر ان کی دونوں آنکھوں کو ایسی بینائی کا نور بخش دیا جس سے وہ ہمیشہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کرتی تھیں اور اس میں ایسا تحمل اللہ تعالیٰ نے دیا تھا کہ وہ پھر کبھی اس نور خاص سے ضائع نہ ہوئیں۔

ایک دریا کے کنارے ایک چوہے سے ایک مینڈک کی دوستی ہوگئی اور یہ محبت درجہ عشق و آشنائی تک پہنچی یہاں تک دونوں ایک وقت معین پر ہر صبح کو ملاقات کے پابند ہو گئے اور دیر تک دونوں تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ دونوں کا دل باہم ملاقات سے مسرور اور کشادہ ہوتا۔ ایک دوسرے سے قصے کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔ راز گو تھے بے زبان بھی تھے اور بازبان بھی تھے۔ جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے کو پانچ پانچ سال کے قصے یاد آتے مولنا فرماتے ہیں جب مناسبت ہوتی ہے تو۔

گویائی اور گفتگو کا جوش دل سے اٹھنا علامت محبت ہے اور گویائی میں رکاوٹ اور بستگی علامت بے الفتی ہے۔

جس دل نے دلبر کو دیکھ لیا تو ترش رو کب رہ سکتا ہے اور جب بلبل پھول کو دیکھ لیتا ہے تو خاموش کیسے رہ سکتا ہے

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح ستاروں سے دنیا

کے راستے کی ہدایت کے لئے شرط ہے کہ گردوغبار نہ اڑائے تا کہ فضا صاف رہے اور تمہارے اور ستاروں کے درمیان اگر فضا گردآلود ہو جاوے تو پھر ہدایت نہیں ہوگی اسی طرح اللہ والوں کے پاس جب حاضری ہو تو ان کی زیارت وصحبت اور تعلیم و ارشاد کا انتظار کرو اور کان بن کر خاموشی سے ان کی بات سنو۔ مباحثہ اور مکالمہ کے طریقہ سے غبار نہ اٹھاؤ کہ رد وقدح اور اعتراض واشکال ان کی باتوں پر شروع کر دو۔ ایسی حرکت سے شیخ کا قلب مکدر ہو جاوے گا جس سے فیض بند ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شیخ کے سامنے بالکل بولو ہی مت۔ کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی فیض کو بند کر دیتا ہے ہر ضرورت کا علم شیخ کو نہیں ہوتا پس اپنے حالات ضروریہ باطنیہ کی اطلاع کرو اور مشاورۃ کا سلسلہ کرو مراد نہ بولنے سے قیل وقال اور اعتراض ہے بالکل نہ بولنے سے تو دل ہی نہ ملے گا اور انس آپس میں نہ پیدا ہونے سے دل ایک دوسرے سے دور ہوں گے جو مضر ہے۔

مینڈک سے ایک دن چوہے نے کہا کہ آپ تو پانی کے اندر دوڑ لگاتے رہتے ہیں اور ہم خشکی میں جدائی کا غم کھاتے ہیں۔ میں ندی کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز سنتا نہیں۔ میں صرف معین تھوڑے وقت پر گفتگو سے سیر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نماز کو پانچ وقت تو فرض قرار دیا ہے لیکن عاشقوں کے لئے صلوٰۃ دائمون ہے کہ وہ نوافل پڑھنے کا لطف بھی لیتے ہیں۔

چوہے نے کہا اے یار مینڈک میں بدون تیرا چہرہ حسین دیکھے ایک دم کو بھی چین نہیں پاتا۔ دن کو میری معاش تیرا دیدار ہے، رات کو میری تسلی اور قرار اور نیند تو ہی ہے تیرا احسان ہوگا کہ تو مجھے مسرور کر دیا کرے اور وقت بے وقت ملاقات کا لطف چکھا دیا کرے۔

۱

اس چوہے نے کہا مینڈک سے کہ اے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے یعنی پانی کا رہنے والا ہے۔ میں پانی میں آ نہیں سکتا مجبور ہوں اور تو خشکی میں آ سکتا ہے لیکن تم کو اطلاع کیسے ہو کہ میں تم سے ملاقات کا مشتاق ہوں۔ دیر تک اس پر مشورہ ہوتا رہا اور انجام کار چوہے نے یہ رائے پیش کی کہ ایک لانبی ڈوری (رسی) لائی جاوے اور ایک کنارہ اس کا تمہارے پاؤں میں بندھا ہوا ہو اور دوسرا سرا میرے پاؤں میں بندھا ہو۔ پس جب مجھ کو ملاقات کرنی ہوگی ڈوری کو ہلا دوں گا تو اس طرح تمہیں پانی کے اندر ڈوری کی حرکت محسوس ہوگی اور تم ندی کے کنارے آ جایا کرنا۔ اس طرح ہم دونوں کی ملاقات ہو جایا کرے گی۔

مینڈک کو چوہے کی یہ بات بری معلوم ہوئی اور دل میں کہا کہ یہ خبیث مجھے اپنے قید وبند میں لانا چاہتا ہے۔

اس خیال کے باوجود مینڈک نے اپنے قلب میں میلان پایا کہ چوہے کی درخواست قبول کر لے۔

یہ دونوں ڈوری ہلا کر بار بار ملاقات کی لذت کے عادی ہو گئے تھے کہ ایک دن اس بری صحبت کا انجام سامنے آیا۔ یعنی اس خبیث چوہے کو ایک چیل اپنے چنگل میں لے اڑی اور ساتھ ہی ساتھ چونکہ ڈوری کا دوسرا سرا مینڈک کے پاؤں میں باندھا ہوا تھا اس وجہ سے مینڈک بھی پانی کے اندر سے (کہ مسکن عافیت وراحت اس کا تھا) لٹکا ہوا چیل کے ساتھ ساتھ اوپر فضا میں معلق ہوا۔ چوہے خبیث کا جو حشر ہوا وہی اس مینڈک کا بھی حشر ہوا یعنی دونوں کو ہلاک کر کے چیل نے اپنا لقمہ بنا لیا۔ اگر مینڈک پانی کے اندر رہتا اور چوہے خبیث سے دوستی کا یہ رابطہ قائم نہ کرتا تو پانی کے اندر چیل کی دشمنی اس کا کچھ بال بیکا نہ کر سکتی اور نہ ہی وہ اس چیل کا لقمہ تر بنتا۔

اس واقعہ میں مولانا نے بری صحبت سے بچنے کی کس انداز لطیف سے ہدایت کی ہے۔

ایک دوکاندار نے ایک طوطا پال رکھا تھا اور اس خوش آواز سبز رنگ کے طوطے سے اس دوکاندار کو بہت محبت تھی اور یہ طوطا خوب باتیں کرتا اور خریداروں کو خوش کرتا اور جب دکاندار نہ ہوتا تو دوکان کی بھی وہ حفاظت کرتا۔

ایک دن دوکاندار نہ تھا اور اچانک ایک بلی نے کسی چوہے کو پکڑنے کے لئے حملہ کیا۔ اس طوطے نے سمجھا کہ شاید مجھے پکڑنا چاہتی ہے یہ اپنی جان بچانے کے لئے ایک طرف کو بھاگا اسی طرف بادام کے تیل کی بوتل رکھی تھی۔ سارا تیل گر گیا۔ جب

دوکاندار آیا تو اس نے اپنی گدی پر تیل کی چکناہٹ محسوس کی اور دیکھا کہ بوتل سے تیل گر گیا ہے۔ اس نے غصہ میں اس طوطے کے سر پر ایسی چوٹ لگائی جس سے اس کا سر گنجا ہو گیا۔ یہ طوطا اس دوکاندار سے ناراض ہو گیا اور بولنا چھوڑ دیا۔

طوطے کے اس فعل سے دوکاندار کو سخت پریشانی ہوئی اور بہت ندامت ہوئی کہ میں اب کیا کروں کیونکہ دوکاندار کو اس کی باتوں سے بڑا لطف ملتا تھا۔ کئی روز تک اس طوطے کی خوشامد کی۔ طرح طرح کے پھل دیئے کہ خوش ہو جاوے۔ لیکن طوطا بالکل خاموش تھا۔ اس دوکان پر جو خریدار آتے وہ بھی اس کے خاموش رہنے سے تعجب اور افسوس کرتے۔ ایک دن اس دوکان کے سامنے سے ایک کمبل پوش فقیر سر منڈائے ہوئے گزرے تو یہ طوطا فوراً بلند آواز سے بولا کہ اے گنجے تو کس سبب سے گنجا ہوا تو نے بھی بوتل سے تیل گرا دیا ہوگا۔

طوطے کے اس قیاس سے لوگوں کو ہنسی آ گئی کہ اس نے کمبل پوش فقیر کو بھی اپنے اوپر قیاس کیا۔

اب مولانا اس واقعہ سے رجوع کرتے ہوئے نصیحت فرماتے ہیں کہ

اے عزیز: پاک لوگوں کے معاملہ کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگر چہ لکھنے میں شیر (یعنی دودھ) اور شیر (جانور) ایک طرح کا ہوتا ہے۔

لیکن شیر (دودھ) کو آدمی کھاتا ہے اور شیر (جانور) آدمی کو کھاتا ہے۔

ظاہری صورت ایک ہونے سے حقیقت کا اتحاد لازم نہیں آتا اور اس دعویٰ کو چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔

(۱) بھڑ اور شہد کی مکھیوں نے پھولوں کا رس چوسا دونوں کی غذا میں اتحاد ہے لیکن بھڑ میں اس رس نے زہریلا اثر اس کے ڈنک میں جمع کیا اور شہد کی مکھیوں میں پھولوں کے رس نے شہد بنایا۔

(۲) دو قسم کے ہرنوں نے ایک ہی قسم کی گھاس کھائی ایک کے اندر اسی گھاس نے مینگنیاں بنائیں اور دوسرے ہرن کے اندر اس نے کستوری (مشک خالص وغیرہ)

حق تعالیٰ شانہ نے عزرائیل علیہ السلام (فرشتہ موت) سے کہا کہ تم نے اب تک جتنے لوگوں کی روحیں قبض کی ہیں تم کو ان سب میں کس پر زیادہ رحم آیا۔

کہا اے ہمارے رب ایک واقعہ نے میرے دل کو سب سے زیادہ رقیق کیا تھا اور وہ یہ کہ ایک دن موج تیز پر ہم نے آپ کے حکم سے ایک کشتی توڑ دی یہاں تک کہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے سوائے ایک عورت اور اس کے بچے کے۔ اس گروہ سے سب ہلاک ہو گئے بجز اس عورت اور اسکے بچے کے کہ دونوں ایک تختے پر رہ گئے۔ تختے کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختے کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ اب ماں کی جان قبض کرو اور بچے کو تنہا چھوڑ دو۔ آپ کے حکم سے جب میں نے ماں کی جان قبض کی اور بچے کو تنہا چھوڑا اور بچہ ماں سے جدا ہو گیا اس وقت آپ خود جانتے ہیں کہ کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا اور ہمارے دل پر کیا گزر گئی۔ مگر ہم آپ کے حکم کی تعمیل میں مجبور تھے آپ کے قضا و فیصلے سے کون سرتابی اور سرکشی کا پتہ رکھتا ہے۔

اے رب میں نے ماں کی روح قبض کرتے ہوئے اپنے دل میں صدمہ عظیم دیکھا اور اس بچے کی یاد اور اس کی بے کسی اب تک میرے تصور و خیال سے نہ گئی۔

حق تعالیٰ نے فرمایا اب تم اس بچے کا ماجرا سنو کہ میں نے کس طرح اس کی پرورش کی اس طفل کے لئے میں نے موجوں کو حکم دیا کہ اس کو ایک جنگل میں ڈال دو اور ایسے جنگل میں جہاں سوسن اور ریحان اور خوشبودار پھول ہوں اور میوہ دار درخت ہوں اور اس میں آب شیریں کے چشمے ہوں۔ میں نے اس بچے کو سو ناز سے پالا۔ لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں اور میں نے برگ نسرین سے اس کا بستر بنایا تا کہ فتن اور آفات سے وہ بچہ مامون رہے۔ میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کی طرف شعائیں تیز نہ کر اور اپنی رفتار میں اس کا خیال رکھ۔ ہوا کو حکم دیا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو حکم دیا کہ اس پر بارش مت برسا۔

برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی سے میل مت کر موسم خزاں کو حکم دیا کہ اس چمن سے اعتدال کو سلب مت کر۔ حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے صرصر اور سموم سے محفوظ رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا کہ اس طفل کو دودھ پلایا کر یہاں تک کہ وہ بچہ فربہ شیر مرد ہو گیا۔ جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ اس کو بولنا اور حکومت کرنا سکھاؤ اس کی میں نے اس طرح پرورش کی جو تمام خلائق کے لئے عجیب اور حیرت خیز ہے اور میرے تصرفات اسی طرح عجیب وغریب ہوتے ہیں۔

غرض اس بچے پر میں نے صدہا عنایات اور صدہا علاقے کرم کے کئے تا کہ وہ میرا لطف وکرم بے واسطہ اسباب دیکھ لے اور تا کہ وہ اسباب سے کشمکش میں مبتلا نہ ہو کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور تا کہ اس بچے کی ہر استعانت مجھ سے ہی ہو کیونکہ اسباب کے حجابات اس کے سامنے نہ تھے۔ یعنی بدون اسباب پرورش کا مقتضا یہی ہے کہ وہ کسی اور پر نظر نہ کرے تا کہ خود ہماری طرف اس کو عذر نہ رہے گمراہ ہونے میں کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کے انعامات وآیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ ہو کہ فلاں نے مجھ کو گمراہ کر دیا سوا ب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی۔

مگر اے عزرائیل اس بچے نے میرا کیا شکر ادا کیا؟ یہی بچہ نمرود ہو گیا اور میرے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو جلانے والا (سوزندہ خلیل) نکلا۔ یعنی اس کا ارادہ یہی تھا مگر حق تعالیٰ نے اپنے خلیل پر آتش نمرود کو گلزار امن بنا دیا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کو جب ان کے آقا نے خریدا تو اور غلاموں نے ان کو حقیر سمجھا ایک دن آقا نے سب غلاموں کو باغ بھیجا کہ باغ کے پھلوں کو توڑ لاویں۔ تمام غلاموں نے باغ میں پھل توڑ کر خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور آقا سے کہا کہ باغ کے پھلوں کو (حضرت) لقمان نے کھالیا ہے۔ آقا لقمان علیہ السلام پر بہت ناراض ہوا۔

حضرت لقمان علیہ السلام نے آقا سے کہا کہ آپ اس الزام کی تحقیق کر لیں۔ میں نے نہیں کھایا۔ میں آپ کو ایک تدبیر بتاتا ہوں اس کے ذریعہ یہ حقیقت آپ پر منکشف ہو جاوے گی کہ میوہ کس نے کھایا ہے۔

آقا نے کہا وہ کیا تدبیر ہے

فرمایا آپ شکار کی تیاری کریں۔ اصطبل سے کھوڑا منگایا گیا۔ آقا گھوڑے پر بیٹھا اور حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ شکار کے لئے صحرا کی طرف تیز چلیں اور چلنے سے قبل سب کو گرم پانی پلا دیں اور سب کو شکم سیر پانی پلایا جائے تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوگا کہ مجرم کون ہے۔

الغرض جب غلاموں کو دوڑنا پڑا تو جن لوگوں نے میوہ کھایا تھا سب کو تیز حرکت کرنے سے قے ہو گئی کیونکہ گرم پانی پی کر دوڑنے سے معدہ اور گرم ہو گیا اور راستہ بھی صحرا کا ناہموار نشیب وفراز والا تھا جس سے قے ہونا لابدی تھا پس قے میں میوہ صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ تازہ تازہ کھایا تھا یعنی اتنا عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ معدہ میں ہضم ہو کر آنتوں میں اتر جاتا اور حضرت لقمان علیہ السلام کو قے نہ ہوئی کیونکہ ان کے پیٹ میں میوہ نہ تھا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اس حکمت سے سب غلاموں کو شرمندگی اور ندامت ہوئی اور ان کی حکمت سے آقا بہت خوش ہوا اور یہ آقا کے مقرب ہو گئے۔

ایک بزرگ جو نماز ہمیشہ باجماعت پڑھا کرتے تھے ایک دن کسی نماز کے لئے مسجد کے دروازے تک پہنچے ہی تھے کہ امام مسجد سے بآواز بلند السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی آواز سنی جماعت کی نماز ختم ہو جانے سے ان بزرگ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اس صدمہ سے آہ نکل گئی اور اس آہ سے ان کے دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔

مسجد میں ایک اہل دل بزرگ نے دیکھا کہ ایک روشنی مسجد کے باہر سے آئی اور عرش تک چلی گئی یہ اٹھ کر باہر آئے تو دریافت کیا کہ یہ کس کا نور تھا۔ معلوم ہوا کہ کوئی صاحب ہیں جن کی جماعت فوت ہو جانے سے آہ نکل گئی۔ یہ سمجھ گئے کہ بس اسی آہ کا یہ نور تھا ان بزرگ نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنی یہ آہ دید یجئے اور میری نماز باجماعت اس کے بدلہ میں لے

لیجئے۔ انہوں نے اپنی آہ کا نور اور اس کا مقام نہ سمجھا اور نماز باجماعت سے تبادلہ کرلیا۔ رات کو ان بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف غیبی کہہ رہا ہے کہ اے شخص تو نے آب حیواں اور آب شفا خریدا ہے اور تو نے اس آہ کا بہت اچھا تبادلہ کیا کیونکہ یہ آہ اس بندے کی نہایت پرخلوص تھی۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آہ کی مقبولیت اور تیرے اس تبادلہ اور اختیار کی برکت سے اس وقت کی تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی نماز قبول فرمالی۔

اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب کوتاہی اعمال میں ہو حزن اور صدمہ اور خون جگر والی مناجات اور گریہ وزاری سے استغفار اور توبہ کرنی چاہیے کہ ایک آہ میں یہ سب کچھ شامل ہے۔

ایک ملک میں ہاتھی کو کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہاں ہاتھی ہندوستان سے درآمد کیا گیا اور اس کو کسی تاریک گھر میں رکھا گیا۔ جہاں آنکھوں سے نظر نہ آتا تھا۔ تاریک گھر اور ہاتھی بھی سیاہ فام اور دیکھنے والوں کا ہجوم تھا ہر شخص کو جب آنکھوں سے کچھ نہ دکھائی دیتا تو ہاتھ سے ٹٹول کر قیاس کرتا جس شخص کے ہاتھ میں جو حصہ ہوتا وہ عقل سے اسی پر دلیل اور قیاس کرتا۔ چنانچہ جس شخص کے ہاتھ میں اس کا کان تھا اس نے کہا یہ تو ایک بڑا سا پنکھا معلوم ہوتا ہے اور جس شخص کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا اس نے کہا یہ تو مثل تخت ہے اور جس شخص کا ہاتھ اسکے پاؤں پر تھا اس نے ٹٹولکر کہا نہیں آپ لوگ غلط کہتے ہیں یہ تو مثل ستون ہے۔ جس شخص کا ہاتھ اس کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا یہ میری تحقیق میں مثل ناودان ہے۔

حاصل قصہ یہ کہ جملہ اہل عقل اختلاف کثیر میں مبتلا ہو گئے حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر ان ہاتھوں میں کوئی شمع ہوتی تو اس روشنی میں یہ سب اختلاف سے محفوظ رہتے۔

ایک جگہ ایک گدھے نے پیشاب کیا اس کی مقدار اس قدر تھی کہ گھاس کے تنکے اس کے بہاؤ کی زد میں بہنے لگے ایک مکھی ایک تنکے پر بیٹھ گئی اور گدھے کے بہتے ہوئے پیشاب پر اس نے محسوس کیا کہ میں دریا میں سفر کررہی ہوں اور یہ بہتا ہوا تنکا ایک عجیب کشتی ہے دوسری مکھیوں کے مقابلہ میں اسے اپنی برتری کا احساس ہوا اور یہ لطف اس نے کبھی نہ پایا تھا۔ پس اس کے خیال میں یہ بات آئی کہ میں دوسری مکھیوں پر اپنی فوقیت اور بلندی کا اعلان کروں چنانچہ اس نے کہا۔

میں نے دریا اور کشتی رانی کا فن پڑھا ہے اور اس فکر میں ایک مدت صرف کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ مکھی جس حماقت میں گرفتار تھی اسی طرح ہمارے عقلائے زمانہ نے اپنے اوہام اور افکار باطلہ کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے اور وحی الٰہی کے آفتاب سے استفادہ کرنے میں اپنی توہین سمجھ کر مثل خفاش (چمگادڑ) روکشی از آفتاب کرتے ہیں اور خیالات فاسدہ کی تاریکیوں میں الٹے لٹکنے کو کمال انسانیت سمجھتے ہیں۔ مولانا ایسے ہی حمقائے زمانہ کو نصیحت فرماتے ہیں۔

ایک دباغ ایک دن بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک عطاروں کے بازار میں پہنچ گیا۔ اور یہ عطر فروشوں کی دوکان کی خوشبو کا تحمل نہ کرسکا کیونکہ بدبودار ماحول میں رہتے رہتے بدبو اس کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ پس عطر کی خوشبو سے یہ شخص بے ہوش ہوکر سڑک پر گر پڑا۔ ایک خلق کا ہجوم ہوگیا کوئی وظیفہ پڑھ کر دم کررہا ہے کوئی اس پر گلاب کا پانی چھڑک رہا ہے کوئی ہاتھ پاؤں کے ہتھیلی اور تلوؤں کی مالش کررہا ہے لیکن ان تدابیر سے بجائے افاقہ ہونے کے بیہوشی اور بڑھتی جارہی تھی۔ اس کے بھائی کو جب خبر ہوئی تو دوڑ کر آیا اور فوراً خوشبو سونگھ کر سمجھ گیا کہ یہ اسی خوشبو سے بے ہوش ہوا ہے اس نے اعلان کیا کہ خبردار اب اس پر نہ تو گلاب پاشی کی جاوے اور نہ کوئی اور خوشبو قریب لائی جاوے۔ یہ فوراً وہاں سے غائب ہوا اور کتے کا پائخانہ آستین میں چھپا کر ہجوم کو چیرتا ہوا بھائی کے پاس پہنچا اور اس کی ناک میں داخل کردیا اور اس کی بدبو سے فوراً اسے ہوش آ گیا۔ خلق حیران رہ گئی کہ اس کے بھائی نے کونسا قیمتی لخلخہ سونگھا دیا جو یہاں عطاروں کے پاس بھی نہ مل سکا تھا۔

ایک بادشاہ کا ایک ہی لڑکا تھا۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں ہی سے آراستہ تھا بادشاہ نے اس لڑکے کا ایک حسین شاہزادی سے عقد کرنا چاہا اور کسی زاہد و پرہیز گار صالح خاندان میں رشتہ طے کرنا شروع کیا۔ اس سلسلہ جنبانی کی خبر

شاہزادہ کی ماں کو ہوئی اس نے شاہ سے کہا کہ آپ صالحیت اورتقویٰ وزہدتو دیکھ رہے ہیں لیکن آپ کے مقابلہ میں باعتبار عزت ومال کے وہ خاندان کمتر ہے۔

شاہ نے جواب دیا دور ہو بیوقوف! جوشخص دین کاغم اختیار کرتا ہے خدااس کے تمام دنیاوی غموں کودور کر دیتا ہے۔

بالآخر شاہ اپنی زوجہ پر اپنی رائے کو غالب رکھنے میں کامیاب ہوگیا اور شاہزادہ کی شادی کردی۔طویل عرصہ تک انتظار کیا مگر اس شاہزادہ سے کوئی لڑکا نہ پیدا ہوا۔شاہ کوفکر ہوئی کہ کیابات ہے شاہزادے کی بیوی تو بہت خوبرو حسین اور بے نظیر ہے لیکن اولاد کیوں نہیں ہوتی۔اپنے مخصوص مشیروں کو اور علماء وصلحاء کو جمع کیا اور خفیہ طور پر اس مسئلہ کے بارے میں مشاورت اور مفاہمت کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس شاہزادہ پر ایک بڈھی عورت کابلی نے جادو کرا دیا ہے جس سے یہ اپنی حسین اور رشک قمر بیوی سے نفرت کرتا ہے اور اس کریہہ الصورت بڈھی عورت کے پاس جایا کرتا ہے اور اس کے عشق میں بسبب جادو عرصہ سے اسیر ہے۔شاہ کو اس اطلاع سے بے حد غم اور صدمہ ہوا اور اس نے بہت صدقہ وخیرات کیا اور سجدہ میں بہت رویا ابھی رونے سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ایک مرد غیبی نمودار ہوئے اور کہا کہ آپ میرے ساتھ ابھی قبرستان چلیں شاہ ان کے ہمراہ قبرستان گیا انہوں نے ایک پرانی قبر کھودی اور اس میں شاہ کو دکھایا کہ ایک بال میں سوگرہ جادو سے دی ہوئی دفن تھی پھر اس مرد غیبی نے ایک ایک گرہ کو کچھ دم کر کے کھولا اور ادھر وہ شاہزادہ صحت یاب ہوتا گیا حتیٰ کہ آخری گرہ کھلتے ہی شاہزادہ اس خبیث بڈھی کے عشق سے نجات پا گیا اور اس کی آنکھوں کی وہ نظر بندی جاتی رہی جس سے حسین بیوی خراب اور بری اور وہ مکروہ خبیث بڈھی عورت خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔

پھر اس بڈھی کو شاہزادہ نے جب دیکھا تو اس کو نفرت وکراہت شدیدہ محسوس ہوئی اور اپنی عقل پر حیرت کر رہا تھا اور اپنی حسین بیوی کو جب اس نے دیکھا تو اس کے حسین چہرہ مثل چاند سے بے ہوش ہوگیا۔کچھ آہستہ آہستہ ہوش آیا اور آہستہ آہستہ اس کے حسن کا تحمل بھی ہونے لگا۔

اے لوگو! آپ مثل شہزادے ہیں اور یہ دنیا بڈھی عورت ہے اس نے عاشقان دنیا پر جادو کر رکھا ہے جس سے وہ اس دنیا کے فانی رنگ و بو کے عشق میں مبتلا ہو کر آخرت اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وتجلیات سے روکش اور سرگرداں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اخلاص کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار آپ نے ایک کافر کو مقابلہ کے وقت زیر کیا اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے اور اس کافر کو قتل کرنے کے لئے اپنی تلوار نکالی کہ ناگاہ اس کافر نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا اور اس کافر کی اس گستاخی کے سبب آپ کے نفس کو ناگواری ہوئی اور آپ نے تلوار کو میان میں کیا اور اس کے سینہ سے علیحدہ ہو گئے اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔

اس کافر نے کہا اے امیر المومنین یہ کیا بات ہے میری تھوکنے والی گستاخی کے بعد تو آپ کو فوراً مجھے قتل کرنا چاہیے تھا اور آپ مجھ پر ہر طرح غالب تھے وہ کونسی بات تھی جو آپ کو قتل سے مانع ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اے کافر! صرف خدا کی رضا جوئی کے لئے قتل کرنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ تو نے میرے چہرہ پر تھوک کر میرے نفس کو غضبناک کر دیا اب اگر میں تجھے قتل کرتا تو یہ فعل میرے نفس کے غضب اور غصہ سے ہوتا اور اخلاص سے نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اخلاص کے بغیر کسی عمل کو قبول نہیں فرماتے۔پس تیرا قتل کرنا مجھے منافی اخلاص معلوم ہوا اس لئے میں اس فعل سے باز رہا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات کو سن کر وہ کافر محو حیرت ہوگیا اور اس کے دل میں ایمان کی شمع روشن ہوگئی اور اس نے کہا کہ اے امیر المومنین میں ایسے دین کو قبول کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں جس میں اخلاص کی ایسی تعلیم دی جاتی ہے اور بے شک یہ دین سچا ہے۔

تیغ حلم اوز آہن تیز تر بل صد لشکر ظفر انگیز تر

ترجمہ: حلم کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے اثر میں بلکہ فتح حاصل کرنے میں حلم زیادہ موثر ہے سینکڑوں لشکر سے۔

ایک تاجر کے پاس ایک طوطی تھی جو خوش آواز اور بہت خوبصورت تھی تاجر نے اپنے سفر ہندوستان کا آغاز کیا اور از راہ کرم اپنے غلاموں اور کنیزوں سے دریافت کیا کہ تمہارے لئے ہندوستان سے کیا لاویں۔ اسی طرح طوطی سے دریافت کیا کہ خطہ ہندوستان سے تیرے لئے کیا لاویں اور تیرا کیا پیام ہے۔

طوطی نے کہا ہندوستان میں جب کسی باغ و سبزہ زار سے گزرنا اور طوطیوں کا کوئی گروہ نظر آئے تو میرا اسلام کہنا اور یہ پیام کہہ دینا۔

کہ فلاں طوطی تم لوگوں کی مشتاق ہے اور قضا الٰہی سے میری قید میں ہے۔

کیا تم لوگوں کے لئے یہ بات مناسب ہے کہ میں تمہارے لئے تڑپتی رہوں اور تمہارے شوق ملاقات میں اسی طرح تڑپ تڑپ کر جاں بحق ہو جاؤں۔

یہ کب تمہارے لئے روا ہے کہ میں سخت قید میں رہوں اور تم سب کبھی سبزہ اور کبھی درخت پر لطف آزادی اڑاؤ۔

کیا دوستوں کی وفاداری اسی طرح ہوتی ہے کہ میں قید میں رہوں اور تم سب باغوں میں رہو۔

دوستوں کی یاد دوستوں کے لئے نہایت مبارک ہوتی ہے بالخصوص جب دونوں میں تعلقات لیلٰی اور مجنوں جیسے ہوں تاجر نے اپنی مقید طوطی کی طرف سے جب ہندوستان کے ایک گروہ طوطیاں کو یہ پیغامات سنائے تو طوطیوں نے بھی اپنا سلام اس کو پیش کیا مگر ایک طوطی نے اس چمن میں جب یہ پیغام سنا تو اس کے جسم میں لرزہ ہوا اور شاخ سے کانپتی ہوئی زمین پر گر گئی اور بالکل مردہ سی ہو گئی۔

تاجر اس پیغام رسانی سے پشیمان ہوا کہ خوامخواہ اس غریب کی جان گئی نہ کہتا تو اچھا تھا۔ جب تاجر تجارت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اپنے غلاموں اور کنیزوں کو انعامات تقسیم کئے۔ طوطی نے اس سے کہا کہ طوطیان بیابان ہند نے مجھے کیا پیغام بھیجا ہے جو کچھ سنا ہو یا دیکھا ہو مجھے بتاؤ۔

تاجر نے کہا میں نے تیری شکایات تیری شریک غم طوطیوں سے کہہ دیں۔

ان طوطیوں میں سے ایک طوطی پر تیرے پیغام کا بہت شدید اثر ہوا حتیٰ کہ تاب ضبط نہ لا سکنے سے اس کا پتا پھٹ گیا اور وہ کانپتی ہوئی مر گئی۔

جب اس طوطی نے اس طوطی کا یہ فعل سنا کہ اس نے کیا کیا یہ بھی اسی طرح کانپتی ہوئی گر گئی اور ٹھنڈی ہو گئی۔

تاجر نے کہا ہائے افسوس اے خوش آواز مرغ ہائے افسوس میری ساتھی اور میری ہمراز۔

اس کے بعد جب تاجر نے سمجھ لیا کہ طوطی صدمہ سے مر گئی تو پنجرے سے نکال کر باہر ڈال دیا اور وہ طوطی فوراً اڑ کر شاخ بلند پر جا بیٹھی۔ تاجر نے او پر منہ کیا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کچھ مجھ سے بھی تو بیان کر

طوطی نے کہا کہ اس طوطی نے مجھے اپنے عمل سے خود کو مردہ بنا کر یہ سبق دیا تھا کہ تیری آزادی اور رہائی کی یہی صورت ہے کہ تو مردہ ہو جا۔ اس کے بعد طوطی نے سلام کیا اور تاجر کو الفراق کہا۔

طوطی نے کہا اے خواجہ میں نے اپنے وطن کا رخ کیا اور اب تجھ سے رخصت ہوتی ہوں اور خدا کرے تو بھی نفس کی زنجیر اور قید و بند سے آزاد ہو جائے میری طرح (تا کہ تو بھی باغ قرب الٰہی میں سیر کرے)

تاجر نے کہا فی امان اللہ اے طوطی جا اپنے وطن مگر تو نے مجھے بھی آزادی کی راہ تو دکھا دی۔

تاجر نے کہا کہ میری جان کیا طوطی سے بھی کمتر ہے کہ دنیا کے قید خانے اور خواہشات نفس کی غلامی کی زنجیر میں گرفتار رہے اور اللہ تعالیٰ کے باغ قرب سے محروم۔ پس جان تو ایسی ہی ہونی چاہیے جو اپنے اصل چمن کی طرف اڑ جائے اور قید سے رہا ہو جائے۔

چینیوں نے کہا کہ تعمیرات میں نقش و نگار کے ہم ماہر ہیں۔ رومیوں نے کہا کہ ہم زیادہ شان و شوکت والا نقش بناتے ہیں۔ سلطان وقت نے کہا اچھا ہم تم دونوں کا امتحان کرتے ہیں۔

اہل چین نے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو ایک گھر نقش و نگار بنانے کے لئے دیدیا جاوے اور اس کو پردوں سے مخفی کر دیا جائے

تا کہ اہل روم ہماری نقل نہ کرسکیں ان شرائط پر انہوں نے پردے کے اندر نقاشی کا بہترین اور بے نظیر کام دکھایا۔ اہل روم نے کہا کہ ہم ٹھیک اسی منقش گھر کے سامنے جو اہل چین بنا رہے ہیں دوسرا گھر نقش ونگار والا تیار کرتے ہیں تا کہ آپ اس تقابل سے فیصلہ کرسکیں کہ کون بہتر ہے۔ اہلروم نے بھی پردہ کے اندر مخفی کام شروع کیا۔ مگر انہوں نے کوئی نقش نہ بنایا بس خوب صیقل اور صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ پورا گھر مثل آئینہ چمکنے لگا۔ بوقت امتحان اور مقابلہ جب درمیان سے پردہ ہٹایا گیا تو اہل چین کے تمام نقش و ونگار کا عکس رومیوں کے بنائے ہوئے گھر پر اس طرح پڑا کہ وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہورہا تھا۔

بادشاہ آیا اور اس نے ان نقوش کو دیکھا جو اہل چین نے بنائے تھے ایسے خوبصورت نقوش تھے جو عقل وفہم کو اڑا رہے تھے۔

اس کے بعد شاہ نے رومیوں کے تعمیر کردہ نقش ونگار کو دیکھا تو محو حیرت ہوگیا۔

شاہ نے وہاں جو دیکھا تھا یہاں اس سے بہتر نظر آیا حتیٰ کہ کمال حسن نقاشی کی کشش سے آنکھیں حلقۂ چشم سے نکلی پڑی تھیں۔

مولانا نے رومیوں کی مثال سے صوفیوں کا مقام بیان فرمایا ہے کہ یہ حضرات بھی دل کی صفائی کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور اسی کی برکت سے بدون تکرار و کتاب اور ہنر کے اخلاق حمیدہ سے منقش ہوجاتے ہیں۔

لیکن صوفیائے کرام اپنے سینے کی صیقل اور صفائی بہت کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے سینے حرص اور بخل اور کینے سے پاک ہوتے ہیں۔

ایک شخص تھے جن کا نام نصوح تھا۔ تھے مرد مگر شکل اور آواز بالکل عورتوں کی سی تھی اور شاہی محلات میں بیگمات اور دختران خسرواں کو نہلانے اور میل نکالنے کی خدمت پر مامور تھا اور عورت کے لباس میں یہ شخص ملازمہ اور خادمہ بنا ہوا تھا۔ چونکہ یہ مرد شہوت کاملہ رکھتا تھا اس لئے مالش زنان خسروان سے نفسانی لذت بھی خوب پاتا اور جب بھی یہ توبہ کرتا اس کا نفس ظالم اس کی توبہ کو توڑ دیتا۔ ایک دن اس عاجز نے سنا کہ کوئی بڑے عارف بزرگ تشریف لائے ہیں یہ بھی حاضر ہوا اور کہا۔

کہ ہم کو دعا میں یاد رکھیئے)

ان بزرگ کی دعا سات آسمانوں سے اوپر گزر گئی یعنی اس عاجز مسکین کا کام بن گیا۔

اس خدائے ذوالجلال نے اپنی قدرۃ خاص سے ایک سبب اس کی خلاصی کا یہ پیدا فرمایا وہ سبب یہ غیب سے ظاہر ہوا کہ نصوح اور اس کے ہمراہ جملہ خادمات کی تلاشی کی ضرورت واقع ہوئی کیونکہ زنان خانہ میں ایک بیش بہا موتی گم ہوگیا۔ حمام خانے کے دروازہ کو بند کرکے تلاشی شروع ہوئی جب کسی سامان میں وہ موتی نہ ملا۔

آواز دی گئی کہ سب خادمات عریاں ہو جائیں خواہ وہ جوان ہوں یا بڈھی ہوں۔

اس آواز سے نصوح پر لرزہ طاری ہوگیا کیونکہ یہ دراصل مرد تھا مگر عورت کے بھیس میں عرصے سے خادمہ بنا ہوا تھا اس نے سوچا کہ آج میں رسوا ہو جاؤں گا اور شاہ غیرت کے سبب اپنی عزت وناموس کا مجھ سے انتقام لے گا اور مجھے قتل سے کم سزا نہیں ہوسکتی کہ جرم نہایت سنگین ہے۔

نصوح موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور مثل برگ لرزہ براندام ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں یہ سجدہ میں گر گیا اور رو رو کر کہنے لگا۔

اے رب بارہا میں نے راستہ غلط کر دیا اور توبہ اور عہد کو بارہا توڑ دیا۔

اے خدا اب وہ معاملہ کیجئے جو آپ کے لائق ہے کیونکہ میرے ہر سوراخ سے میرا سانپ مجھے ڈس رہا ہے۔

اگر موتی کی تلاشی کی نوبت خادمات سے گزر کر مجھ تک پہنچی تو اف میری جان کس قدر سختی اور بلا کا عذاب چکھے گی۔

اگر آپ اس مرتبہ میری پردہ پوشی فرمادیں تو میں نے توبہ کی ہر نالائق فعل سے نصوح یہ مناجات کرتے کرتے کہنے لگا کہ

اے میرے رب میرے جگر میں سینکڑوں شعلۂ غم کے بھڑک رہے ہیں اور آپ میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیں کہ میں کس طرح حالت بیکسی اور درد سے فریاد کر رہا ہوں۔

نصوح اپنے رب سے گریہ وزاری کر ہی رہا تھا کہ آواز آئی۔
کہ سب کی تلاشی ہو چکی اب اے نصوح! تو سامنے آ اور عریاں ہو جا۔ یہ سننا تھا کہ نصوح اس خوف سے کہ ننگے ہونے سے میرا پردہ فاش ہوگا بے ہوش ہو گیا۔ اور اس کی روح عالم بالا کی سیر میں مشغول ہوئی۔
اس کی روح بیہوشی کے وقت حق سے قریب ہوئی اور بحر رحمت کو اس وقت جوش آیا اور حق تعالیٰ کی قدرت سے نصوح کی پردہ پوشی کے بلا تاخیر فوراً موتی مل گیا۔
اچانک آواز آئی کہ خوف ختم ہوا اور وہ موتی گم شدہ مل گیا۔
وہ بے ہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا اور اس کی آنکھیں سینکڑوں دن سے زیادہ روشن تھیں۔ یعنی عالم بیہوشی میں نصوح کی روح کو حق تعالیٰ کی رحمت نے تجلیات قرب کا مشاہدہ کرا دیا تھا جس کے انوار اس کی آنکھوں میں بعد ہوش کے بھی تاباں تھے۔
شاہی خاندان کی عورتوں نے نصوح سے معذرت کی اور شفقت سے کہا کہ ہماری بدگمانی کو معاف کر دو ہم نے تم کو بہت تکلیف دی۔
ہم بدگمان تھے ہم کو معاف کر ہم نے قیل وقال سے تیرا گوشت کھایا یعنی غیبت یا تلاشی کے خوف سے
نصوح نے کہا کہ یہ خدا کا فضل ہو گیا مجھ پر اے مہربانو ورنہ جو کچھ میرے بارے میں کہا گیا ہے ہم اس سے بھی برے اور خراب ہیں۔
اس کے بعد سلطان کی ایک دختر نے اس کو مالش اور نہلانے کو کہا مگر نصوح اللہ والا ہو چکا تھا اور بے ہوشی میں اس کی روح قرب کے خاص مقام پر فائز ہو چکی تھی اتنے قوی تعلق مع اللہ اور یقین کی نعمت کے بعد گناہ کی ظلمت کی طرف کس طرح رخ کرتا کہ روشنی کے بعد ظلمت سے کراہت محسوس ہونا فطری امر ہے۔ نصوح نے دختر شاہ سے کہا
میرے ہاتھ کی طاقت اب بیکار ہو چکی ہے اور تمہارا نصوح اب بیمار ہو گیا ہے یعنی اس حیلہ سے اس نے اپنے کو گناہ سے بچایا

اس واقعہ سے حسب ذیل نصائح ملتے ہیں۔
اپنی گندی حالت سے کبھی ناامیدی نہ ہونی چاہیے حق تعالیٰ کی رحمت ہر حالت کی اصلاح پر قادر ہے)
ایک نحوی صاحب دریا عبور کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے تو ملاح نے دریافت کیا کہ حضور آپ کس فن کے ماہر ہیں فرمایا کہ میں فن نحو کا امام ہوں اور کہا کہ افسوس تو نے اپنی زندگی کشتی چلانے میں گنوا دی نحو جیسا فن نہ سیکھا۔
ملاح بے چارہ خاموش ہو رہا۔ قضاالٰہی سے کشتی بیچ دریا میں طوفان میں پھنس گئی۔ ملاح نے اس وقت اس نحوی سے کہا کہ حضور اب اپنے فن سے کچھ کام لیجئے کشتی غرق ہوا چاہتی ہے۔
حضور خاموش رہے کہ اس وقت نحو کیا کام دیتا۔
پھر ملاح نے کہا کہ اس وقت نحو کا کام نہیں محو کا کام ہے۔
محض نحوی بننے سے کام نہیں چلتا محوی بننے کی ضرورت ہے۔
یہاں تو محو چاہیے نہ کہ نحو اگر تو محوی ہے تو بے خطر پانی میں راستہ طے کر۔
دریا کا پانی مردہ کو اپنے سر پر رکھتا ہے اور زندہ غرق ہو جاتا ہے یعنی اپنے کو مٹانے اور فنا کرنے سے اللہ کا راستہ طے ہوتا ہے تکبر والے محروم اور غرق آب ہلاکت ہوتے ہیں۔
پس حق تعالیٰ کے راستہ میں محویت کام دیتی ہے محض قیل وقال سے کام نہیں چلتا بلکہ بعض اوقات اس قیل وقال سے ناز و پندار پیدا ہو جاتا ہے جو اہل اللہ سے تعلق پیدا کرنے میں عار کا سبب ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ ایسی محرومی سے محفوظ فرمائیں۔ آمین اور ہم سب کو فنائیت کاملہ عطا فرمائیں۔

آیت ان اصبح ماؤکم غوراً سے

ایک قاری نے قرآن پاک سے جب اس آیت کی تلاوت کی۔ ان اصبح ماؤکم غوراً الخ اگر تمہارے چشموں کے پانی گہرائی میں چلے جاویں تو کون قدرۃ رکھتا ہے کہ وہ اس پانی کو اوپر لا سکے۔ یہ میری ہی قدرت ہے۔
میں پانی کو زمین کی گہرائی میں مخفی کر دیتا ہوں اور چشموں کو خشک کر دیتا ہوں جس سے پانی کا قحط ہو جاتا ہے۔ پھر میرے سوا کون ہے جو دوبارہ پانی چشموں میں لا سکتا ہے۔

اس آیت کو سن کر ایک فلسفی منطقی نے کہا کہ میں لا سکتا ہوں۔ بس رات کو جب سویا تو دیکھا ایک شیر مرد کو اور اس نے ایک طمانچہ اس کو مارا جس سے دونوں آنکھیں اس کی اندھی ہو گئیں اور اس نے خواب ہی میں کہا

اے بد بخت! اپنی آنکھ کے دونوں چشموں سے اس نور کو واپس لا اگر تو اپنے دعویٰ میں صادق ہے جب خواب سے اٹھا تو اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو بے نور پایا۔ اور اندھا ہو گیا۔

اگر یہ بد بخت نالہ کرتا اور استغفار میں مشغول ہو جاتا تو حق تعالیٰ کی رحمت و مہربانی سے اس کو دوبارہ آنکھوں میں روشنی عطا ہو جاتی۔

لیکن استغفار اور توبہ کی توفیق اپنے ہاتھ میں نہیں ہے اور توبہ کا ذوق اور داعیہ ہر سرمست کی غذا نہیں ہے۔

حسب ذیل نصائح اس حکایت سے ملتے ہیں۔

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں شبہ کرنا یا بے ادبی کرنا کبھی دنیاوی عذاب کا باعث بھی ہو جاتا ہے۔ بہت ڈرنے کا مقام ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ دوا خانہ سے مجھے فلاں نام کی دوا لا دو۔ دوستوں نے کہا کہ یہ دواء تو آپ پاگلوں کو کھلایا کرتے ہیں۔ آپ کو کیا ہو گیا کہ جنون کی دواء طلب کر رہے ہیں۔ جالینوس نے کہا

میری طرف ایک دیوانہ دیکھ رہا تھا۔ ایک گھنٹہ تک وہ پاگل مجھے دیکھ کر مسرور ہوتا رہا اور پھر آنکھ سے اشارہ بازی کی اور آستین کو پھاڑ ڈالا۔

اگر وہ میرا ہم جنس نہ ہوتا یعنی میرے اندر بھی جنون کا مادہ اگر نہ ہوتا تو کب وہ بدصورت میری طرف اس طرح سے رخ کرتا۔

خلاصہ یہ کہ جالینوس نے کہا کہ کوئی وصف جب دو آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے تو یہی قدر مشترک سبب ہوتا ہے دونوں کی دوستی اور مناسبت کا۔

ساتھیوں نے کہا ہم تعجب میں ہوئے اور ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیا کہ وہ قدر مشترک کیا ہے۔

ساتھیوں نے کہا جب ہم اس پاگل کے قریب گئے تو حیران رہ گئے کہ یہ دونوں لنگڑے تھے۔ یعنی قدر مشترک یہ وصف تھا جس سے دونوں میں مناسبت ہو رہی تھی۔

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب انسان نیک آدمی سے مل کر خوش ہو یا نیک آدمی اس سے مل کر خوش ہو تو خدا کا شکر کرے کہ یہ علامت اچھی ہے۔ یعنی طبیعت کی نیکی دونوں میں قدر مشترک ہے خواہ اعمال ابھی اچھے نہ ہوں لیکن ایسا شخص نیکی میں ترقی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حضرات صحابہؓ سے ایک صحابی بیمار ہوئے اور لاغر ہو گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ بہت نقاہت ہے اور حالت نزع طاری ہے آپ نے اس حالت کو دیکھ کر بہت ہی نوازش اور اظہار لطف فرمایا۔

بیمار صحابیؓ نے جب آپ کو دیکھا تو خوشی سے نئی زندگی محسوس کی اور ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کوئی مردہ اچانک زندہ ہو جاوے اور انہوں نے کہا۔

اس بیماری نے تو مجھ کو خوش نصیب اور خوش قسمت کر دیا کہ جس کی بدولت ہمارے سلطان المومنین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری امداد کے لئے تشریف لائے اور عیادت فرما رہے ہیں اور انہوں نے کہا

اے میری بیماری اور بخار اور رنج اور اے درد اور بیداری شب تجھے مبارک ہو کہ تو ہی سبب ہے اس وقت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو میرے پاس تشریف لائے اسکے بعد جب آپ ﷺ ان کی عیادت سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کچھ یاد ہے کہ تم نے ایک بار حالت صحت میں کیا دعا کی تھی۔

انہوں نے کہا مجھے تو یاد نہیں آتا کہ کیا دعا کی تھی اس کے تھوڑے ہی وقفہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو وہ دعا یاد آ گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ دعا یاد آ گئی۔ وہ دعا یہ تھی کہ میں نے اپنے اعمال کی کوتاہیوں اور خطاؤں کے پیش نظر یہ دعا کی تھی اے اللہ وہ عذاب جو آخرت میں آپ دیں گے وہ اسی عالم میں یعنی دنیا ہی میں مجھ

پر جلد دے دیجئے۔ تاکہ عالم آخرت کے عذاب سے فارغ ہو جاؤں اور یہ درخواست اب تک میں کرتا رہا۔

یہاں تک کہ یہ نوبت آ گئی کہ مجھ کو ایسی شدید بیماری نے گھیر لیا اور میری جان اس تکلیف سے بے آرام ہوگئی۔ اور اس بیماری کے سبب میں اپنے ذکر اور ان وظیفوں سے جو حالت صحت میں میرے معمولات تھے عاجز اور مجبور ہوگیا ہوں اور اپنے اقربا اور ہر نیک و بد سے بے خبر پڑا ہوں۔

اس مضمون دعا کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور منع فرمایا کہ آئندہ ایسی دعا کبھی مت کرنا اور آپ نے ایسی دعا کو منافی عبدیت قرار دیا۔ یعنی یہ آداب بندگی کے خلاف ہے کہ اپنے مولیٰ سے بلا و عذاب طلب کرے کیونکہ ایسی دعا کرنا گویا دعویٰ کرنا ہے خداوند تعالیٰ کے سامنے کہ ہم آپ کی بلا و عذاب کو برداشت کر سکتے ہیں چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ اے مخاطب تو کیا طاقت رکھتا ہے کہ تجھ جیسی بیمار چیونٹی پر خدائے پاک ایسا بڑا پہاڑ اپنی بلا کا رکھ دیں اور آپ نے ارشاد فرمایا۔

اب اس طرح سے دعا کرو کہ اے اللہ میری دشواری کو آسان کر دیجئے تاکہ خدا تمہاری مصیبت کے کانٹے کو گلشن راحت سے تبدیل فرمادے۔

اور اللہ سے کہو کہ اے اللہ دنیا میں بھی مجھے بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی ہم کو بھلائیاں عطا فرما۔

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ سے بلا نہ مانگے ہمیشہ دونوں جہان کی عافیت مانگتا رہے اور اپنے رب کے سامنے اپنے ضعف اور عاجزی کا اقرار کرتا رہے۔

ذکر ہے کہ ایک بار ایک باز شاہی شاہ سے اڑ گیا اور پڑوس میں ایک بوڑھی عورت کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے اس کے بڑے بڑے ناخنوں کو اور اس کے بڑے بڑے پروں کو کاٹ دیا اور کہا کہ افسوس کہ تو کس نااہل کے یہاں پڑا تھا جس نے تجھے مثل یتیم بنا رکھا تھا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان کی محبت اسی طرح کی ہوتی ہے کہ باز کے لئے ناخن اور پر و بازو ہی تو اس کے کمالات تھے جن سے وہ شکار کرتا ہے اور اس نادان کو وہی کمالات معائب نظر آئے اور باز کو اس ظالم نے بالکل ہی بیکار کر دیا۔

ایک دن شاہ تلاش کرتے کرتے اس عورت کے گھر آ پہنچا اور اچانک اپنے باز کو اس حالت میں دیکھ کر رونے لگا۔ اور وہ باز اپنے پروں کو شاہ کے ہاتھ پر ملتا تھا اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ میں نے آپ سے علیحدگی کا انجام دیکھ لیا اور یہ سخت خطا مجھ سے ہوئی۔

زبان حال سے پھر کہا کہ اے شاہ میں شرمندہ ہوں اور توبہ کرتا ہوں اور نیا عہد و پیمان کرتا ہوں۔

مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اسی جاہل بوڑھی عورت کے مانند ہے جو شخص اس دنیا پر مائل ہوتا ہے وہ بھی اسی طرح ذلیل اور غبی بےوقوف ہے۔

جو شخص کسی جاہل سے دوستی کرتا ہے اس کا وہی حشر وانجام ہوتا ہے جو اس باز شاہی کا اس بوڑھی نادان عورت کے ہاتھ سے ہوا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ بعض نادان اسی طرح خادم اسلام ہونے کے مدعی ہیں اور اپنی جہالت اور نادانی سے اسلام کو اپنے نظریات احمقانہ کے تابع کر کے اس کی حقیقی صورت کو مسخ کر رہے ہیں اور عموماً یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے ذاتی مطالعہ سے اہل قلم بن بیٹھے اور کسی کامل استاد سے دین کو نہیں سیکھا۔ ایسے لوگوں کی تصنیف کے مطالعہ سے احتیاط واجب ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ

انظروا عمن تاخذوا دینکم والاسناد من الدین

جس شخص سے دین سیکھو پہلے اس کے بارے میں اس وقت کے کاملین کی رائے معلوم کرلو۔ یعنی جس لوٹے سے پانی پینا ہے اس کے اندر دیکھ لو کہ پانی صاف ہے یا کچھ اور ملا ہوا ہے ورنہ جو اس میں ہے وہی منہ میں داخل ہوگا اور دین صحیح کے لئے اسناد ضروری ہے۔

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کا باز اڑتے اڑتے ایک ایسے ویرانے میں پہنچ گیا جہاں بہت سے الو رہتے تھے۔ جتنے الو تھے انہوں نے شور وفتنہ اور الزام تراشی شروع کر دی کہ یہ باز

ہمارے ویرانے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے
باز ان بیوقوفوں کے اندر بہت گھبرایا اور کہا کہ
میں یہاں نہ ٹھہروں گا میں بادشاہ کی طرف واپس جاتا ہوں۔ اور یہ ویرانہ تمہیں مبارک ہو میرا مقام تو بادشاہ کے پنجے اور کلائی پر ہوتا ہے۔
الوؤں نے کہا کہ یہ باز حیلہ و مکر کر رہا ہے اور اس طرح ہمارا استحصال کرنا چاہتا ہے۔
اور یہ باز ہمارے گھروں پر اپنے مکر سے قبضہ کرلے گا اور اس خوشامد و سیاست سے ہمارا آشیانہ اکھاڑ پھینکے گا۔ باز نے محسوس کیا کہ یہ نادان احمق الو مجھ پر حملہ نہ کردیں اس لئے اس نے کہا۔
اگر تم لوگوں کی شرارت سے میرا ایک پر بھی ٹوٹ گیا تو میں جس شاہ کا پروردہ ہوں وہ تمہارے الوستان ہی کو جڑ سے تباہ کرادے گا۔
میں باز شاہی ہوں مجھ پر تو ھما بھی رشک کرتا ہے یہ الو بیوقوف ہمارے اسرار کو کیا جانیں گے۔
ایک مور اپنے خوبصورت پروں کو نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا۔ ایک حکیم کا گزر ہوا۔ اس نے معلوم کیا کہ اے طاؤس! ایسے خوبصورت پروں کو اکھاڑ کر کیوں ناشکری کرتا ہے
طاؤس نے کہا
کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہر طرف سے سینکڑوں بلائیں انہیں بازوؤں کے لئے میری طرف آتی ہیں۔
اے شخص! اکثر اوقات ظالم شکاری انہیں پروں کے لئے ہر طرف جال بچھاتا ہے۔
جب میں دن کو ان قضاؤں اور بلاؤں اور فتنوں سے اپنے کو محفوظ رکھنے پر قادر نہیں ہوں تو
اس سے یہ بہتر ہے کہ میں اپنے پروں کو دور کردوں اور اپنی صورت کو مکروہ بنالوں تا کہ پہاڑوں اور میدانوں میں بے فکر ہو جاؤں۔
میرے نزدیک جان کی حفاظت بال و پر کی حفاظت سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ جان تو محفوظ رہے جسم کی ابتری کا جان کے مقابلے میں کیا غم۔

اللہ والے اسی لئے اپنے کو شہرت اور جاہ سے دور رکھتے ہیں کیونکہ شہرت سے گوشہ عافیت چھن جاتا ہے اور شہرت بہت سی بلائیں اپنے ساتھ لاتی ہے۔
واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں چند مہمان آئے بعد ضیافت دستر خوان زرد فام ہو گیا۔ دستر خوان میں شوربا لگ جانے کے بعد اس کی صفائی کے لئے حضرت انس بن مالکؓ نے خادمہ کو حکم دیا کہ اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دو۔ خادمہ نے حسب حکم ایسا ہی کیا۔ جملہ مہمانوں کو حیرت ہوئی اور دستر خوان کے جلنے اور اس سے دھواں اٹھنے کا انتظار ہونے لگا لیکن اس کو جب تنور سے نکالا گیا تو بالکل محفوظ تھا اور صاف ہو گیا تھا۔
قوم نے کہا اے صحابی! یہ دستر خوان آگ میں کیوں نہ جلا اور بجائے جلنے کے اور صاف وستھرا ہو گیا۔
حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستر خوان سے بارہا اپنے دست مبارک اور لب مبارک کو صاف کیا تھا۔
اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں۔
اے وہ شخص جس کا دل جہنم کی آگ اور عذاب سے خوفزدہ ہو اس کو چاہئے کہ ایسے مبارک ہاتھوں اور لبوں سے قریب ہو جاوے جس کا طریقہ صرف اتباع سنت ہے۔
جب جمادات کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لبوں نے یہ شرافت عطا فرمائی تو اپنی عاشق جانوں کو تو نہ جانے کیا کچھ عطا فرمایا ہوگا۔
ایک چور زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلادوں کے سپرد کیا گیا۔ اس نے فریاد کی کہ مجھے معاف کر دیا جائے یہ پہلی بار کا جرم ہے آئندہ نہ کروں گا۔
حضرت عمرؓ نے کہا حاشا للہ اللہ تعالیٰ پہلی خطا پر قہر نازل نہیں فرماتے۔ اکثر مرتبہ اظہار فضل کیلئے جرائم عباد کی ستاری فرماتے ہیں پھر جب کوئی حد سے گزر جاتا ہے تو پھر اظہار عدل کے لئے اسے گرفتار بلا رسوائی کرتے ہیں۔ تا کہ حق تعالیٰ کی دونوں ہی صفات کا ظہور ہو جاوے اور ایک صفت بشارت

دہندہ ہو اور دوسری ترسانندہ (ڈرانیوالی ہو)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حق تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے موسیٰ! تم نے میری بیماری میں میری عیادت نہیں کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا

اے رب آپ پاک ہیں نقصان اور بیماری سے اور آپ کے اس ارشاد میں کیا راز ہے ظاہر فرما دیجئے

غیب سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میرا ایک خاص بندہ جو میرا منتخب ہے بیمار ہو گیا پس آپ اس کو بنگاہ استحسان دیکھئے۔

اس مقرب بارگاہ حق کی معذوری میری معذوری ہے اور اس کی بیماری میری بیماری ہے۔

تمہارا اس کی عیادت کے لئے جانا تمہارا ہی فائدہ ہے اور اس کا فائدہ ثواب اور قرب اور ثمرہ دعائے خاص اس بیمار کا تمہیں کو لوٹ کر سب کچھ ملے گا۔

اور اگر کوئی بیمار دشمن بھی ہو تو بھی اس کی عیادت بہتر ہے کیونکہ احسان سے دشمن بھی بسا اوقات دوست ہو جاتا ہے۔

اور اگر اس عمل سے دوست نہ بھی ہوا تو کم از کم اس کی عداوت اور کینہ میں کمی ہو جاوے گی اس واسطے کہ احسان زخم کینہ کے لئے مرہم ہوتا ہے۔

ایک دانا نے برائے امتحان کسی سے کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ایسا ہے کہ جو اس کا میوہ کھا لیتا ہے کبھی نہیں مرتا۔ اس خبر کو جب بادشاہ نے سنا تو وہ اس کے لئے عاشق اور دیوانہ ہو گیا اور فوراً ایک قاصد اس درخت کی تلاش کے لئے ہندوستان بھیجا۔ یہ قاصد سالہا سال ہندوستان کے اطراف و جوانب میں سرگرداں پھرتا رہا اور کہیں ایسا درخت نہ ملا جس سے بھی دریافت کرتا لوگ اس کو جواب دیتے کہ ایسے درخت کو صرف پاگل دیوانے تلاش کرتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے۔ جب غریب الوطنی اور سیاحت کی مشقتوں سے عاجز اور درماندہ ہوا تو نامراد مایوس ہو کر واپسی کا عزم کیا۔ بوقت واپسی راستے میں ایک قطب شیخ ملے۔

یہ شخص شیخ کے پاس باچشم تر حاضر ہوا اور مثل بادل کے بہت رویا اور عرض کیا۔

اے شیخ! یہ وقت رحم و مہربانی کا ہے کہ میں ناامید ہو گیا ہوں اپنے مقصد و مراد میں یہ آپ کی مہربانی کا وقت ہے۔

شیخ نے کہا کیا نامرادی ہے اور کیا مراد ہے تیری اس نے عرض کیا کہ میرے بادشاہ نے مجھے یہ کام سپرد کیا تھا کہ میں ایسے درخت کو معلوم کرلوں۔

جس کا میوہ کھا کر آدمی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

میں نے سالہا سال ڈھونڈا مگر اس کا نشان و پتہ نہ ملا سوائے اس کے کہ میرا مذاق اڑایا گیا اور مجھے پاگل سمجھا گیا۔

شیخ یہ گفتگو سن کر ہنسا اور اس سے کہا اے سلیم یہ درخت صرف علم کی نعمت ہے۔ علم سے انسان دائمی زندگی پاتا ہے اور بے علم آدمی مردہ ہوتا ہے۔

تو علم کی صورت ڈھونڈ رہا تھا اس وجہ سے گم گشتہ راہ ہوا اور صورت سے محروم اس لئے ہوا کہ معنی سے محروم و نامراد رہا۔

ایک سادہ انسان حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت کیا کہ تم کیوں خوفزدہ ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے غضب ناک نظر سے دیکھا۔ اس وجہ سے مجھے بے حد تشویش ہے۔

ارشاد فرمایا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو۔

اس نے کہا مجھے یہاں سے ہندوستان پہنچا دیجئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کو ہندوستان میں اس مقام پر پہنچا دو جہاں یہ جانا چاہتا ہے۔

دوسرے دن عزرائیل علیہ السلام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بوقت ملاقات دریافت کیا کہ آپ نے ایک مسلمان کو اس طرح غور سے کیوں دیکھا جس سے وہ تشویش میں مبتلا ہے کیا تمہارا ارادہ اس کی روح کو قبض کرنا تھا اور بیچارہ کو اسی غریب الوطنی میں لاوارث کرنا تھا۔

انہوں نے عرض کیا میں نے اس کو تعجب سے دیکھا تھا کیونکہ اس کی روح کے قبض کا حکم مجھے ہندوستان میں ملا تھا۔

اور میں نے اس کو یہاں دیکھا تو بس حیران رہ گیا اور فکر میں سرگرداں ہو گیا۔

باب ۱۲

انوارات مجددیہ

اس باب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے حالات وافادات اور ان کے خلفاء واولاد و مستفیدین کے حالات وغیرہ مذکور ہیں۔ اور اس باب میں خصوصیت کے ساتھ جو چیز سامنے آتی ہے وہ یہ کہ برصغیر میں علم وعرفان کے جہاں جس نوعیت کے چشمے رہے ہیں وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہی کا فیض ہے۔

اورنگ زیب نے حضرت عروۃ الوثقٰی کے فرزند محمد اشرف کی خدمت میں (جنہیں حضرت عروۃ الوثقٰی تسلی کے لئے اس کے پاس چھوڑ گئے تھے) دعاء و توجہ کی درخواست کی۔

آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ آپ کی فتح ہو گی۔ اورنگ زیب نے فتح کے بعد باپ سے ملاقات کرنے کے بارے میں ایک عریضہ لکھا اور مراسلت کے بعد ملاقات کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ اسی اثناء میں ایک جاسوس شاہجہاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط اورنگ زیب کے پاس لایا جو اس نے دارشکوہ کی طرف اس مضمون کا لکھا تھا کہ تو ''شاہجہاں آباد کے گردونواح میں رہ۔ فلاں روز اورنگ زیب میری ملاقات کو آئے گا تو اسے پکڑ کر قید کرلوں گا اور تجھے تخت پر بٹھا دوں گا''۔ اورنگ زیب کو یہ خط دیکھ کر بہت ملال ہوا اور اس نے باپ کی ملاقات کے لئے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ جب مقررہ دن آیا تو شاہجہاں نے تمام شہر سجانے کا حکم دیا اور قلعہ کی آرائش کرائی جب اورنگ زیب نہ آیا تو شاہجہاں کو بڑا تعجب ہوا۔ دوسرے دن اپنی بڑی بیٹی جہاں آراء بیگم کو اس کے پاس بھیج کر نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ اورنگ زیب نے جواب میں شاہجہاں کا وہی خط پیش کر دیا۔ بعد ازاں اورنگ زیب نے اپنے لڑکے محمد سلطان کو شاہجہاں کے پاس بھیجا۔ چنانچہ وہ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا۔ بعد ازاں اورنگ زیب نے تخت شاہی پر بیٹھ کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

عالمگیر بادشاہ نے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں امور سلطنت کی مصروفیات کی بناء پر حاضر خدمت نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مخدوم زادوں یا خلفاء میں سے کسی کو یہاں بھیج دیں، تاکہ میں اس سے مستفیض ہوسکوں۔ حضرت نے اس اہم کام کے لئے حضرت خواجہ سیف الدین کا انتخاب کیا اور آپ کو شاہجہاں آباد روانہ کر دیا۔ بادشاہ کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا تو مع ارکان سلطنت آپ کا استقبال کیا اور بہت عزت و احترام کے ساتھ آپ کو قلعۂ معلی میں اپنے قریب ٹھہرایا۔ جب قلعہ میں داخل ہونے لگے تو قلعہ کے دروازے پر پتھر کی تراشی ہوئی ہاتھی کی مورتیاں نصب دیکھیں۔ آپ فوراً رک گئے اور فرمایا کہ جب تک ان مورتیوں کو نہ ہٹایا جائے گا، میں قلعہ میں داخل نہیں ہونگا۔ لہٰذا بادشاہ نے ان مورتیوں کے فوراً ہٹانے کا حکم دیا۔ تب آپ قلعہ میں تشریف لے گئے اور حلقہ و مراقبہ کی مجالس شروع کر دیں۔ عالمگیر بادشاہ آپ سے اسقدر متاثر ہوا کہ آپ کے دست حق پرست پر حضرت عروۃ الوثقٰی کی بیعت کر کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہو گیا۔

دوشنبہ ۱۰۲۶ھ کو شاہجہاں کے انتقال کے وقت جہاں آرا بیگم نے شاہجہاں سے کہا کہ میری سفارش سے اورنگ زیب کا قصور معاف کر دیں تاکہ میرا احسان اس پر ثابت ہو جائے چنانچہ شاہجہاں نے کاغذ قلم دوات منگا کر اپنے ہاتھ سے لکھدیا کہ میں نے جہاں آراء بیگم کے کہنے سے اورنگ زیب کی تمام تقصیرات معاف کیں اور اب میں راضی ہوں۔ بعد ازاں اس کا انتقال ہو گیا۔ تو جہاں آراء بیگم نے وہ دستاویز اورنگ زیب کو پیش کیں، ممنون و احسان مند ہوا اور اپنے ساتھ دہلی لاکر بڑی عزت سے رکھا۔

اسی طرح حضرت عروۃ الوثقٰی نے اپنے مریدوں اور خلفاء کو اپنے صاحبزادوں کے سپرد کیا۔ حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ کو کابل اور اس کے گردونواح کے تمام پٹھان اور مغل اور علاقے سپرد کئے۔ حضرت خواجہ محمد نقشبندیہ حجۃ اللہ کو بدخشاں، ترکستان، دشت، قپچاق، کاشغر، روم، شام اور یمن کے تمام مرید اور خلفاء سپرد کئے۔ نیز خواجہ محمد حنیف کابلی، خواجہ محمد صدیق پشاوری، خواجہ عبدالصمد، اخون موسیٰ ننگر ہاری، شیخ مراد شامی، خواجہ ارغون خطائی وغیرہ آپ کے سپرد ہوئے۔ خواجہ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ کو خراسان، ماوراء النہر، توراں، دارنج، غورسد، اندراب، قہستان، طبرستان، سجستان کے علاقے سپرد کئے۔ اور شیخ ابوالمظفر برہان پوری، شیخ حبیب اللہ بخاری، صوفی پائندہ طلاء، شیخ ابوالقاسم بلخی وغیرہ اور ہند کے اکثر امراء اور شہزادہ معظم بھی آپ کے سپرد کئے گئے۔ حضرات خواجہ محمد اشرف کو دکن اور پنجاب کے خلفاء اور مرید سپرد کئے گئے۔ حضرت خواجہ محمد سیف الدین کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ اعظم شاہ، جعفر خان وزیر، شائستہ خان، نواب مکرم خان، محتشم خان، سلطان عبدالرحمان سپرد کئے۔ نیز حسب ذیل خلفاء بھی حوالے کئے گئے۔ اخون میر محسن سیالکوٹی، صوفی پائندہ، شیخ آدم بھکری وغیرہ۔ حضرت محمد صدیق کو عرب، بحرین اور مشرقی ہند کے اکثر علاقے سپرد کئے گئے۔

بعد ازاں حضرت عروۃ الوثقٰی نے اپنے تمام خلفاء کو دنیا

کے مختلف حصوں میں بھیجا۔ ایک ہزار سات سو خلفاء ترکستان اور دست قپچاق میں بھیجے جن کا سردار خواجہ محمد امین اور خواجہ عبدالرحمان کو مقرر فرمایا۔ پانچ سو خلفاء کاشغر اور خطہ کی طرف بھیجے جن کا سردار خواجہ ارغون کو بنایا۔ چار سو خلفاء شام اور روم کی طرف بھیج کر ان کا سردار مراد کو بنایا۔ سات سو خلفاء خراسان، بدخشان اور توران میں بھیجے جو شیخ حبیب اللہ کے ماتحت تھے۔ ایک سو خلفاء کابل میں اور ایک سو خلفاء نواح پشاور میں بھیجے۔ بیس خلفاء ننگر ہار میں، ان کا سردار خواجہ محمد حنیف، خواجہ محمد صدیق اور اخون موسیٰ کو مقرر فرمایا۔ باقی خلفاء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں بھیجا۔

فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن و حدیث، اجماع امت اور اقوال مجتہدین پر عمل کرنا۔ خلاف شرع فقراء سے بچنا۔ لوگ بہت غمگین ہوئے کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ کی زبان مبارک آخری وقت میں بڑی تیزی سے حرکت کرتی تھی۔ کان لگا کر سنا تو حضرت سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وصال کے وقت حضرت کے چہرۂ مبارک سے مسکراہٹ بہت نمایاں تھی۔

شمائل

حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کا قد خاصہ تھا۔ بدن مبارک پر گوشت، رنگ گندمی، ابرو کشادہ، ناک اونچی، آنکھیں بڑی بڑی، ڈاڑھی سفید اور تمام اعضاء نہایت متناسب اور خوش وضع تھے۔ حضرت کا لباس نہایت لطیف بلکہ لطف ہوتا۔ سر پر عمامہ باندھتے اور کبھی ہندی لباس زیب تن فرماتے۔

حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ کی آواز مبارک میں یہ کمال تھا کہ نماز میں قرأت پڑھتے وقت جس قدر بلند آواز میں پہلی صف والوں کو معلوم ہوتی تھی، اسی قدر آخری صف والوں کو سنائی دیتی تھی۔ اگرچہ بعض اوقات حضرت کے پیچھے سو سو صفیں بھی ہوتیں، لیکن آواز سب کو یکساں سنائی دیتی۔

(۱) حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند اکبر ہیں۔ مجدد الف ثانی سرہند شریف تشریف لائے تو حضرت نے ان نومولود کو دیکھ کر فرمایا، ''السلام علیکم یا صبغۃ اللہ''! اور فرمایا کہ اس لڑکے سے بوئے اصالت آتی ہے۔ اس لئے ان کا نام صبغۃ اللہ رکھنا چاہئے۔ ابھی شیر خوار ہی تھے کہ سخت بیمار ہوگئے۔ مرض کا اس قدر غلبہ ہوا کہ امید زیست باقی نہ رہی۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے اس فرزند کی صحت کے لئے درخواست کی۔ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا ''اس فرزند کے بارے میں کچھ فکر نہ کرو، اس کی عمر بہت ہوگی اور بڑا صاحب کمال ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے ہے اور بکثرت مخلوق اس کے گرد حلقہ باندھے استفادہ کے لئے کھڑی ہے''۔ چنانچہ واقعی حضرت مجدد الف ثانی کا یہ ارشاد پورا ہوا اور آپ کی عمر بانوے سال ہوئی اور کمالات باطنی کو پہنچ کر مرجع خلائق ہوئے۔

تکمیل سلوک کے بعد حضرت عروۃ الوثقیٰ نے آپ کو اجازت دی۔

حضرت خواجہ محمد نقشبند قدس سرہ

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ کے فرزند دوم ہیں۔ حضرت خواجہ محمد سعید فرمایا کرتے تھے، یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بوجہ علّو استعداد تھوڑی مدت میں ایسے حالات وواقعات پر پہنچے کہ عقل وفکر سے باہر ہیں۔

عرب کے بہت سے علماء ومشائخ مثلاً شیخ عبدالوہاب رئیس المشائخ، شیخ فخر الدین خطیب اور مولانا شمس الدین ملک العلماء عرب وغیرہ حاضر ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

ہر صبح وشام حضرت کے حلقہ میں ہزار ہا آدمی شریک ہوتے۔ کابل کے دوران قیام رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ تراویح میں لوگوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ کابل کی جامع مسجد وسیع وعریض ہونے کے باوجود سب نمازیوں کے لئے کافی نہ ہوتی۔ اس لئے حضرت شہر کے باہر باغ میں نماز تراویح ادا فرماتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد دیر تک مراقبہ کیا، پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ سفر حجاز کی تاکید فرما رہے ہیں۔

خصوصاً شیخ المشائخ عبدالوہاب، شیخ فخر الدین خطیب اور ملک العلماء مولانا شمس الدین وغیرہ نے آپ کا استقبال کیا۔ شیخ مراد شامی مع دیگر خلفاء کے حاضر خدمت ہوئے۔ مکہ معظمہ کے دوران قیام میں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے۔ مسجد الحرام میں لوگ پانچوں وقت حضرت کے انتظار میں رہتے۔ جب حضرت تشریف لاتے تو

آپ کی امامت میں نماز جماعت ادا کرتے۔ جب حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے تو آپ ہی تمام حجاج کے سالار قافلہ تھے۔آپ فرماتے تھے کہ عرفات میں مجھ پر اس قدر عنایات الٰہی ہوئی کہ بیان سے باہر ہیں۔خیال ہے کہ ۱۰۹۰ھ میں آپ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔حضرت ابوالعلی مناقب نقشبندیہ میں لکھتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت کے ۱۶۸۰ء،۱۰۹۱ھ میں جب حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سورت پہنچے تو آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالعلی نے جونقاب اپنے چہرہ پرڈالا ہوا تھا اتار دیا۔حضرت حجۃ اللہ بندرگاہ سے وطن کی جانب روانہ ہوئے تو جس گاؤں یا شہر سے آپ کا گزر ہوتا وہاں کے لوگ آپ کا استقبال کرتے۔

حضرت مروج الشریعہ کے فرزند خواجہ محمد پارسا اور علماء و مشائخ کی بڑی جماعت بھی حج کے ارادے سے آپ کے ہمراہ روانہ ہوئی۔آپ نے دکن کی راہ سمندر کے کنارے پہنچنا چاہا۔ ان دنوں بادشاہ عالمگیر بھی دکن میں تھا۔ ہمراہ شاہی لشکر میں ٹھہرایا۔ صبح و شام حلقہ ومراقبہ کی مجلسیں گرم ہونے لگیں۔حجاز مقدس میں روانہ ہونا چاہا تو معلوم ہوا کہ عالمگیر کو آپ کی دعاء کی برکت سے دکن میں بڑی فتوحات ہوئیں۔ ۱۶۸۵ء ۱۰۹۶ھ میں حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ نے وفات پائی۔

حضرت حجۃ اللہ صبح کی نماز کے بعد اپنے احباب کے ساتھ حلقہ مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ عالمگیر بادشاہ حاضر ہوا اور ایک گوشہ میں مراقب ہوکر بیٹھ گیا۔اس وقت کسی نے یہ بھی نہ جانا کہ کون آیا ہے۔ جب حضرت مراقبہ سے فارغ ہوئے تو بادشاہ حاضر خدمت ہوکر آداب بجالایا۔حضرت نے بھی اس پر بہت شفقت فرمائی۔صرف حضرت ہی سوار تھے اور سب پیدل چل رہے تھے صوفی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ عالمگیر جیسا بادشاہ جس کا نظیر وثانی دنیا بھر میں موجود نہیں۔اس وقت حضرت کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہا ہے حضرت کے دل میں بھی یہ خیال ضرور آیا ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی حضرت نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ عبد الوہاب! اگر عالمگیر جیسے لاکھوں بادشاہ میرے ساتھ پیدل چلیں تو بھی میرے دل میں کوئی خیال نہیں آئے گا

چونکہ بحری جہاز بہت دیر میں پہنچا اور حج کا وقت گزر چکا تھا نیز امام یمن نے آپ کا شایان شان استقبال کیا یمن میں قیام فرمایا۔عمرہ ادا فرما کر مدینہ منورہ حاضر ہو گئے۔ حضرت حجۃ اللہ نے حسب وعدہ بادشاہ عالمگیر کی جانب سے حضور اکرم ﷺ کے حضور میں صلوۃ وسلام پیش کیا اور بارگاہ رب العزت میں دعا کی

۷شعبان ۱۱۰۸ھ کو مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت کے دوران قیام نماز تراویح میں مسجد الحرام کے اندر اس قدر ہجوم ہوتا کہ لوگ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرتے تھے

حضرت شیخ محمد عبیداللہ مروج الشریعۃ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے تیسرے فرزند ہیں۔اولاد میں سب سے زیادہ لاڈلے اور پیارے تھے۔ پلنگ کے قریب آپ کی چارپائی بچھاتے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا جب تک میں تمہیں دیکھ نہیں لیتا مجھے چین نہیں آتا۔

آپ سات سال کے تھے کہ آپ سے سوال کیا کہ دل ایک پارچہ گوشت ہے۔ وہ کس طرح ذکر کرتا ہے گویائی کی صفت تو زبان کی ہے۔آپ نے فی الفور جواب دیا کہ زبان بھی پارچہ گوشت ہے جس قادر مطلق نے اس کو صفت گویائی عطا کی ہے کیا وہ دل کو یہ صفت نہیں دے سکتا۔

رمضان شریف میں دن کو ایک پارہ یاد کرلیا کرتے تھے اور رات کو سنا دیا کرتے تھے۔نقل ہے کہ ایک روز عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں بیٹھے تھے عرض کیا کہ شاید میری پیٹھ میں کوئی جانور کاٹ رہا ہے۔ جب کرتہ ہٹا کر دیکھا تو بچھو نے کاٹ کاٹ کر ساری پیٹھ چھلنی کر دی تھی۔

ایک شخص نے آپ کو اس قدر برا بھلا کہا کہ غصہ سے اس کا منہ جھاگ سے بھر گیا لیکن آپ خاموش سنتے رہے فرمایا کہ اب تو غصہ کو تھوک دو چونکہ غصہ سے تمہارا دماغ خالی ہو گیا ہے یہ روپیہ لو اور بادام کھاؤ تا کہ تمہارے دماغ کی کمزوری دور ہو۔بادشاہ نے آپ سے اخذ فیض کیا اور آپ کی القائے نسبت اور توجہ باطنی سے مشرف ہوکر بہت خوش ہوا۔ ہزاروں آدمی آپ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے

جب مرض کا زیادہ غلبہ ہوگیا تو آپ نے بادشاہ سے سرہند جانے کی اجازت چاہی اور بادشاہ کو بعض نصیحتیں اور دعائیں دیکر وطن روانہ ہو گئے جب سنبھالکہ کے مقام پر پہنچے تو صبح کی نماز کے بعد اشراق کے وقت بروز جمعہ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۸۳ھ کو دریافت کیا کہ کیا اشراق کا وقت ہو گیا نیت باندھی

اور سجدے میں جاں بحق ہوئے۔

حضرت شیخ محمد اشرف محبوب اللہ قدس سرہ

حضرت عروۃ الوثقیٰ کے چوتھے فرزند ہیں۔ چنانچہ ایک ہی توجہ میں تمام نسبت مجددیہ، ولایت صغری و کبری و علیا اور کمالات نبوت وغیرہ طے فرمائے۔ آپ باستقامت طریقت وشریعت وورع وتقوی موصوف اور طالبان خدا کی ہدایت میں مشغول رہتے تھے۔ پچھتر سال کی عمر میں ۲۷ صفر ۱۱۱۸ھ کو بوقت سحر وفات پائی اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مرقد کی مغربی جانب مدفون ہوئے۔ روضۃ القیومیہ میں آپ کی ولادت ۱۰۴۸ھ میں اور وفات ۱۱۱۷ھ میں ہونا درج ہے

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

پانچویں فرزند ہیں۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو فنائے قلب کی بشارت دی اور آپ کی علو استعداد ملاحظہ فرما کر آپ کی ترقی کا بہت خیال رکھا۔ آپ عنفوانِ شباب ہی میں جملہ کمالات حاصل کر کے مقبولِ بارگاہِ ذوالجلال ہو گئے۔

حضرت خواجہ سیف الدین شاہجہاں آباد پہنچے تو اس وقت اتفاقاً بادشاہ عالمگیر دہلی میں نہیں تھا کیونکہ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت عروۃ الوثقیٰ کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں۔

''بادشاہ واہل عسکر دریں شہر نیستند''۔ اہل شہر نے آپ کا پر جوش استقبال کیا بعض گوشہ نشین اور شکستہ دل طالب علموں نے جو کہ لشکریوں سمیت کئی درجہ بہتر ہیں، اخلاص حاصل کر لیا ہے خاص کر حافظ عبدالجلیل لنگ جو کہ اس نواح کے مشائخ میں سے ہیں اور اہل ثروت کی ایک جماعت ان کے ساتھ سرِ نیاز رکھتی ہے اور ملتفت خاں وغیرہ ارادات کا خیال اور کامل نیاز مندی رکھتے ہیں اور فقیر کے ساتھ عجب حسن ظن پیدا کیا چند بار صحبت سکوت رکھ کر مسافتِ بعیدہ سے کامل اخلاص وطلب کے ساتھ آتے ہیں۔

زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا، شاہجہاں بادشاہ کا آگرہ میں انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کے مدارج سلوک کا حال بادشاہِ دین پناہ (عالمگیر) کو حضرت (آنجناب) کی خدمت میں ایک دوسری قسم کا اخلاص ہے۔ لطائف کے ذکر اور ذکر سلطانی (سلطان الذکر) سے گزر کر نفی واثبات کے ذکر کے ساتھ پابند ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ بعض اوقات خطرہ مطلقاً نہیں آتا اور کبھی آتا بھی ہے تو قرار نہیں پاتا۔ اس وجہ سے بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے پہلے وساوس کے ہجوم سے دل تنگ تھا اور اس نعمت کا شکر بجالاتے ہیں۔ اور طریقہ عالیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت بیان کرتے ہیں اور فقیر کو رخصت کرنے پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ حضرت کی غائبانہ توجہ کے امیدوار ہیں۔ امید ہے کہ مہربانی فرما کر کوئی نگاہ ان کی جانب فرمائیں گے اور کوئی امر معلوم ہو تو فقیر کے عنایت نامہ میں تحریر فرمائیں گے۔ گوشہ نشینی کا اور میل جول نہ رکھنے کا عادی ہے، چند آدمیوں سے بھی میل جول کا شوق نہیں رکھتا۔ لیکن محض خیر خواہی نے اس کو اس بات پر (یعنی آپ کے پاس آنے پر) آمادہ کیا''۔

بادشاہ دین پناہ نے شنبہ (ہفتہ) کی شب کو جو اس مہینہ کی تیسری شب ہوگی، فقراء کی منزل میں آ کر کھانوں کی قسم سے جو کچھ حاضر تھا، بے تکلف تناول فرمایا، مجلس سکوت (مراقبہ) بھی واقع ہوئی۔

شاہجہاں آباد کے دوران قیام میں ایک مرتبہ بادشاہ عالمگیر نے حضرت خواجہ سیف الدین کی باغ حیات بخش کی سیر کی تکلیف دی۔ وہاں آپ نے حوض میں سونے کی مچھلیاں دیکھیں، جن کی آنکھوں میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تک یہ مچھلیاں نہ توڑ دی جائیں گی، میں اس جگہ نہ بیٹھوں گا۔ باغ کے محافظوں نے تامل کیا لیکن بادشاہ نے کہا کہ ''خاطر داری شیخ میں بہت نفع ہے''، اور اسی وقت تڑوا دیں۔ حضرت خواجہ سیف الدین کا سینتالیس سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۶۸۵ء/۱۰۵۶ھ کو انتقال ہوا۔

آپ کی اولاد در اولاد میں حضرت عبدالغنی مجددی بھی ہیں جو دار العلوم دیو بند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما جیسے عظیم شخصیتوں کے استاد حدیث ہیں۔ اور حضرت مولانا شاہ محمد رفیع الدین دیو بند ثم المدنی مہتمم دار العلوم دیو بند بھی حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرہ کے خلیفہ کبار میں سے تھے۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس سرہ ''تذکرۃ الرشید'' شاہ (عبدالغنی) صاحب کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا (رشید احمد) گنگوہی اور حضرت مولانا (محمد قاسم) نانوتوی کے ساتھ تھی اور مریدوں میں شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب مدرس مدرسہ عالیہ اسلامیہ (دیو بند) تھے۔

اسی طرح حضرت مولانا خلیل احمد مظاہر العلوم سہارنپور (جن کے خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاء صاحبؒ ہیں) کو بھی حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ سے سند حدیث کا شرف حاصل ہوا۔ تذکرہ الخلیل میں حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہ کا حضرت مولانا خلیل احمد قدس سرہ کو عطاء کردہ اجازت نامہ اور دعاء عند الملتزم کی سند کی نقل بھی درج فرمائی ہے۔

اور حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہ کی اولاد در اولاد میں حضرت خواجہ محمد آفاق بھی تھے جن کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی قدس سرہ تھے اور ان کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے بانی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور حضرت مولانا سید عبد الحی قدس سرہما ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی تھے جن کے چشم و چراغ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی ہیں۔ غرضیکہ ہندوستان کے یہ بڑے بڑے دار العلوم علمی اور روحانی طور پر امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے بالواسطہ فیضیاب ہیں۔ اور ان ہی بزرگوں کے نخلستان کے خوشہ چین و رہین منت ہیں۔

نیز سلسلہ طریقت کی بھی بے شمار شاخیں ہیں جو حضرت خواجہ سیف الدین کے واسطہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں۔ خود حضرت خواجہ سیف الدین کے خلیفہ مخدوم ابو القاسم بنوری نے سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت تبلیغ و اشاعت کی۔ اگرچہ اس سے قبل مخدوم آدم بنوری بھی جو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے خلفاء میں سے تھے جنہوں نے سندھ میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اور آپ ہی کے سلسلہ عالیہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہما بھی تھے جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومی قدس سرہ کے ذریعہ بلاد عرب، روم اور شام وغیرہ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ مکتوبات سیفیہ کے نام سے شائع کیا ہے۔

صاحب در المختار شرح در المختار علامہ شامی جیسی عظیم شخصیت بھی حضرت مولانا خالد رومی کے مرید ہیں۔ نیز حال کے بزرگوں میں حضرت مولانا عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہ کی وجہ سے عرب وعجم میں اس سلسلہ عالیہ کو مزید عروج حاصل ہوا جو مدرسہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل جید عالم و استاد اور حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی نقشبندی مجددی سراجی مسکین پوری قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

شیخ محمد یوسف

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے پیرزادہ اور حضرت عروۃ الوثقیٰ کے مخصوص خلفاء میں سے تھے، حضرت آپ پر بہت مہربان تھے اور بعد تکمیل سلوک خلافت عطاء فرما کر آپ کو ملتان بھیج دیا جہاں آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہاں کے گردونواح میں آپ کے ذریعہ نقشبندیہ مجددیہ کا بہت رواج ہوا۔ (روضۃ القیومیہ رکن دوم ص ۲۴۰)

شیخ معروف بھکری نے اپنی تالیف ''ذخیرۃ الخوانین'' میں (جو سنہ ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ میرک معین الدین ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں کی طرف سے خدمت دیوانی و بخشی گری اور واقعہ نویسی صوبہ ملتان سے ممتاز ہوئے۔ پنجاب کی پبلک آپ کے صلاح وتقویٰ کو دیکھ کر مریدوں کی طرح پیش آتی تھی۔ اس علاقہ میں آپ میرک جیو کے نام سے مشہور تھے۔ ملتان سے دو کوس کے فاصلہ پر ایک باغ اور ایک حویلی بنائی جو کوٹلہ میرک جیو کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ مغل فرمانرواؤں میں ایک عظیم فرمانروا۔ آپ نے مولانا سید محمد قنوجی اور علامہ سعد اللہ خان اور دیگر فضلائے عصر سے عربی وفارسی کی تعلیم حاصل کی، ترکی بھی جانتے تھے۔ پھر ۳۹ سال گیارہ ماہ بیس یوم کی عمر میں یکم ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو تخت سلطنت پر متمکن ہوئے۔ تو بادشاہ رعیت نواز نے کبھی کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جو رفاہ عامہ کے منافی اور مخلوق کی پریشانی کا باعث ہوا ہو۔ ہاں آپ نے تخت نشین ہوتے ہی بھنگ وغیرہ کاشت کرنے کی ممانعت کردی، شراب نوشی ممنوع قرار دے دی، جوا بند کردیا، بازاری عورتوں کو حکم دیا کہ یا تو شادی کرلیں یا ملک سے نکل جائیں۔ بچوں کو غلام یا خواجہ سراء بنا کر بیچنے کے خلاف احکام جاری کئے، ستی ہونے کی ممانعت کردی، گانے والوں اور گانے والیوں کو دربار سے ہٹا دیا اور تقریباً اسی ٹیکس معاف کردیئے۔ نیز تمام ممالک محروسہ میں سلطنت کی وسعت کے باوصف احکام شرعی جاری و نافذ کئے۔ غرضیکہ آپ کے عہدِ معدلت میں دینِ متین کا آوازہ جس قدر بلند ہوا اور

ہندوستان میں شریعتِ اسلامی کا جس طرح لحاظ رکھا گیا، اس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی۔

شہنشاہ عالمگیر نے سلوک وطریقت کی تعلیم بھی حاصل کی۔ جس میں آپ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے۔ اسی لئے ان کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ معصوم قدس سرہ کی بیعت اور ان کے پوتے حضرت خواجہ سیف الدین کی صحبت آپ کے حق میں دو آتشہ بن گئی۔ نیز حضرت خواجہ محمد نقشبند اور محمد زبیر سے بھی مستفیض ہوئے۔ آپ عالم دین اور حافظ قرآن تو پہلے ہی سے تھے، پھر محی دین اور پابند شرع متین بننے میں کیا دیر لگ سکتی تھی۔ آپ نے کتاب وسنت کے احکام کے احیاء وترویج کے لئے فتاوٰی عالمگیری کی تدوین کرائی جس کو آپ کے حربی فتوحات کی طرح ایک عظیم الشان کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ درحقیقت شہنشاہ عالمگیر ہمدرد خلائق خدا پرست اور انسان نواز مؤمن کامل تھے۔ آپ کے اخلاق عالیہ کی ہمہ گیری اور عالمگیری منصف مزاج مؤرخین کے نزدیک مسلم ومحقق ہے۔ آپ بظاہر ایک تخت نشین تاجدار تھے لیکن مزاج درویشانہ رکھتے تھے۔ آپ نظر آتے تھے شاہی محل میں لیکن آپ کی روح پرواز کرتی تھی حقیقت ومعرفت کی فضاؤں میں آپ حنفی المذہب سنی تھے اور اسلامی فرائض کی پابندی اور ان کے اجراء میں بے حد کوشاں رہتے تھے۔ ہمیشہ باوضوء رہتے اور کلمہ طیبہ اور دیگر وظائف ہر وقت زبان پر جاری رہتے تھے، نماز اول وقت میں مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔

حرمین شریفین کے زائرین ومجاورین کے لئے کثیر رقم ارسال فرماتے۔ آپ نے قرآن مجید کے دو نسخے خود کتابت فرما کر نہایت قیمتی جلدیں بندھوا کر حرمین شریفین کو بھجوائیں۔ فن خوشنویسی کے علاوہ آپ کو فن انشاء اور نثر نگاری میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔ چنانچہ رقعات عالمگیری جو آپ کے خطوط کا مجموعہ ہے، فارسی طرز انشاء کا بہترین نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک شعر ملاحظہ ہو،

غمِ عالم فراواں است و من یک غنچہ دل دارم
چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

(اس جہان کا غم بہت زیادہ ہے اور میرے پاس ایک غنچہ جیسا دل ہے۔ گھڑی کے شیشہ میں اس جہان کی ریت کے غم کو کیسے گزاروں)۔

صاحبزادے حضرت ابو العلی نے ظاہری تعلیم سے فارغ ہو کر مجاہدہ شروع کیا۔ اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا اور لوگوں کی ہم نشینی کو ترک کر دیا۔ جب حضرت حجۃ اللہ نے حضرت ابو العلی سے چہرہ پر نقاب ڈالنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے عرض کیا کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات و التسلیمات میرے سامنے تشریف فرما ہیں، اس لئے اب میں نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں۔ آٹھ سال تک نقاب پوش رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے نہ کبھی آرام کیا اور نہ تکیہ لگا کر بیٹھے۔ ہر وقت قبلہ رو بیٹھے رہتے، صرف نماز کے لئے اٹھتے۔ عالمگیر بادشاہ نے ہر چند آپ سے ہمکلام ہونا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ صرف اپنی والدہ یا والد بزرگوار سے بعض ضروری امور کے لئے ۱۱۰۶ھ کو تینتالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چار سال چار ماہ ہوئی تو آپ کو ایک سعادت مند ادیب اور طالع مند معلم کے سپرد کیا گیا۔ تیرہ سال کی عمر میں اپنے دادا حضرت حجۃ اللہ کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو جس سال تجدید الف ثانی کا منصب عطاء ہوا تھا اس کے پورے سو سال بعد ۱۶۹۹ء/ ۱۱۱۱ھ میں حضرت حجۃ اللہ نے حضرت خواجہ محمد زبیر کو اپنا قائم مقام بنا کر قطب الاقطابی اور قیومیت کی خلعت پہنا کر۔

حضرت شاہ محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرزند حضرت شاہ احمد سعید کے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کی ولادت باسعادت بتاریخ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ۔

جدِ امجد نے آپ کو چوم کر سونگھ کر فرمایا کہ اس لڑکے میں اولوالعزمیت کی بو آتی ہے۔ آپ نے حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، جبرائیل علیہ السلام و حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔

آپ نے ایک خانقاہ، بکمال اہتمام و انتظام بہت بڑے طبقات کے مدینہ شریفہ میں بجانب باب الجمعہ بنوائی، جس میں زائرین اور مقیمین رہ کر راحت پاتے ہیں۔ نسبت کمالِ محبتِ حضرت سید عالم ﷺ، وشوقِ دفنِ بقیع شریف، سالہا سال سے مدینہ منورہ سے باہر قدم نہ رکھا حتیٰ کہ ۱۱ محرم ۱۳۰۱ھ کو انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ بقیع شریف میں متصل دیوار جانب قبلہ قبہ مبارک حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حضرت مولانا ارشاد حسین رحمۃ اللہ علیہ اکابر اصحاب واجل خلفاء حضرت شاہ احمد سعید سے تھے، رحمۃ اللہ علیہما۔ آپ کا نسب انسب بواسطہ حضرت محمد یحییٰ حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے، قدس سرہما۔ آپ عالم وفاضل جید تھے۔ وعظ اس روانی سے فرماتے اور اس میں ایسے ایسے شریعت وطریقت کے نکات بیان کرتے کہ سکتہ کا عالم ہو جاتا تھا۔ آپ کی مجلس نہایت پر فیض بابرکت تھی۔ آپ کا وصال ۱۳۱۱ھ بمقام رامپور ہوا۔

حضرت شاہ رؤف احمد رحمۃ اللہ علیہ اجل خلفاء حضرت شاہ غلام علی صاحب سے تھے۔ حضرت نے فرمایا میں ابتداءِ قلب سے تمہارا کام شروع کرتا ہوں۔

شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ بھوپال میں آپ نے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا، آخر میں حج کا ارادہ کیا۔ اثنائے سفر میں یلملم میں ۱۲۵۳ھ کو انتقال فرمایا۔

به زمین چوں سجده کردم ز زمین ندا بر آمد
که مرا خراب کرده تو بسجده ریائی
به طواف کعبه رفتم به حرم رہم نه دادند
کر برون درچه کر دی که درون خانه آئی

اپنا ولی عہد بنایا اور اپنے تمام مریدوں اور خلفاء کو تربیت باطنی کے لئے آپ کے حوالہ کر دیا۔ بعد ازاں ۲۹ محرم ۱۷۰۳ء/۱۱۱۴ھ کو حضرت حجۃ اللہ کا وصال ہو گیا اور بروز ہفتہ جمعہ ۲۸ ذیقعد ۱۷۰۷ء/۱۱۱۸ھ کو بادشاہ عالمگیر کا انتقال ہو گیا۔ لیکن تقریباً ایک ماہ بعد شاہزادہ محمد معظم کو بادشاہ کے انتقال کی خبر ملی۔ شہزادہ نے اسی وقت حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے حق میں دعاء وتوجہ فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ میری عزت وآبرو سلامت رکھے اور دشمن پر فتحیاب ہو کر ہندوستان کی سلطنت میرے ہاتھ آئے۔ حضرت نے دیر تک دعائے خیر کی اور شہزادہ کو سلطنت ہند کی خوشخبری دی۔ جب شہزادہ لاہور پہنچ کر تخت شاہی پر بیٹھا تو حضرت خواجہ محمد زبیر ہی نے اپنے دست مبارک سے شہزادہ کے سر پر تاج شاہی رکھا۔ اتنے میں محمد معظم کا بڑا لڑکا معز الدین حاکم ملتان بھی ایک جرار لشکر لے کر باپ سے آملا۔ حضرت خود لاہور ٹھہر گئے اور شہزادہ کو فتح ونصرت کی خوشخبری عطاء فرما کر رخصت کیا۔

محمد معظم لاہور سے سرہند آیا تو حضرت عروۃ الوثقیٰ کے بڑے صاحبزادے حضرت محمد صبغۃ اللہ نے حضرت عروۃ الوثقیٰ کی دستار مبارک شہزادہ کے سر پر باندھی۔ شہزادہ اسے نعمت عظمیٰ خیال کر کے پھولا نہ سمایا۔ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہ کافی عرصہ لاہور میں قیام پذیر رہے۔ اور حضرت کے حلقہ میں مجمع عظیم ہونے لگا، ہزاروں آدمی آپ کے مرید ہوئے اور کثیر جماعت نے خلافت پائی۔ بعد ازاں آپ اپنے خلیفہ شیخ عبد الرحیم کو خلافت عنایت فرما کر اور لاہور کے تمام مریدین وخلفاء ان کے سپرد کر کے سرہند تشریف لے آئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت خلوت نشین ہو گئے، صرف نمازوں کے لئے مسجد تشریف لے جاتے۔

"الحمد وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الوریٰ صاحب قاب قوسین او ادنیٰ و علیٰ آله و اصحابه نجوم الهدیٰ، اما بعد مخفی نہ رہے کہ چونکہ برادر عزیز محمد احسان مدت تک خداطلبی کے لئے اس فقیر کے ہمراہ رہا اور اس راہ کی ضروریات حاصل کیں بلکہ اپنے بزرگوں کی نسبت بطور ورثہ ملیں۔ اس لئے اس فقیر نے برادر مذکور کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ اور قادریہ کی تعلیم طریقہ کی اجازت دی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جو کوئی برادرِ مذکور کا ہم نشین ہوگا، دونوں طریقوں کی برکات سے بہرہ مند ہوگا۔ اجازت اس شرط پر مشروط ہے کہ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی کتبہ فقیر محمد زبیر" "روضۃ القیومیہ"

شاہان مغلیہ ایک نظر میں

حق سبحانہ وتعالیٰ نے خانوادۂ تیموریہ کو جس قدر نوازا تھا، اس کی مثال پوری تاریخ میں مشکل ہی سے ملے گی۔ برصغیر سلطنت مغلیہ کا بانی شہنشاہ ظہیر الدین بابر تھا۔ ہندوستان آنے سے پہلے اس کی حکومت افغانستان میں تھی اور اس سے قبل فرغانہ میں وہ امیر تیمور صاحب قران یعنی امیر تیمور گورگان کی پانچویں پشت میں تھا۔ تیمور تک اس کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ بابر بن عمر شیخ مرزا بن ابوسعید مرزا بن سلطان محمد مرزا بن میران شاہ بن امیر تیمور۔

(۱) امیر تیمور ۱۳۳۵ء/۷۳۶ھ میں سمرقند کے نواح میں

پیدا ہوا۔ چنگیز خاں اس کے اجداد میں تھا۔ تیمور اپنے باپ کے مرنے کے بعد ۱۳۶۰ء ۷۶۱ھ میں ایک قبیلہ کا سردار بنا۔ ۱۳۷۰ء ۷۷۱ھ میں ترکستان اس کے زیرنگین آگیا اور سمرقند اس کا پایہ تخت قرار پایا۔ اس کے بعد وہ دوسرے ملکوں کی فتوحات کے لئے روانہ ہوا۔ ایران اور وسط ایشیا کے مختلف حصوں پر قبضہ کرتا ہوا ۱۳۷۱ء ۷۸۲ھ میں روس کے دار الحکومت ماسکو تک جا پہنچا۔ ۱۳۷۵ء ۷۸۶ھ میں مازندران اور آذربائیجان پر قبضہ کرلیا۔ ۱۳۹۸ء ۸۰۱ھ میں وہ شمال مغربی دروں کی راہ سے برصغیر پر حملہ آور ہوا۔ اور آخری تغلق بادشاہ محمود شاہ بن محمد شاہ کو شکست دیکر اور دہلی پر قبضہ کر کے اسے تخت و تاراج کیا، پھر ایشیائے کوچک اور شام کا رخ کیا اور انگورہ کی جنگ میں ترکوں کو شکست دیکر سلطان بایزید یلدرم کو قید کرلیا۔ ۱۴۰۵ء ۸۰۷ھ میں چین پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہا تھا کہ بہادر اسلام رحمتہ اللہ علیہ کو دست اجل نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ امیر تیمور کی قبر حضرت امیر کلال کے گنبد میں ہے۔ تیمور کے چار لڑکے اور ایک لڑکی تھی لڑکوں کے نام جہانگیر مرزا، عمر شیخ مرزا، میران شاہ اور شاہ رخ مرزا۔ اول الذکر دو صاحبزادے باپ کی زندگی میں ہی فوت ہوگئے تھے۔

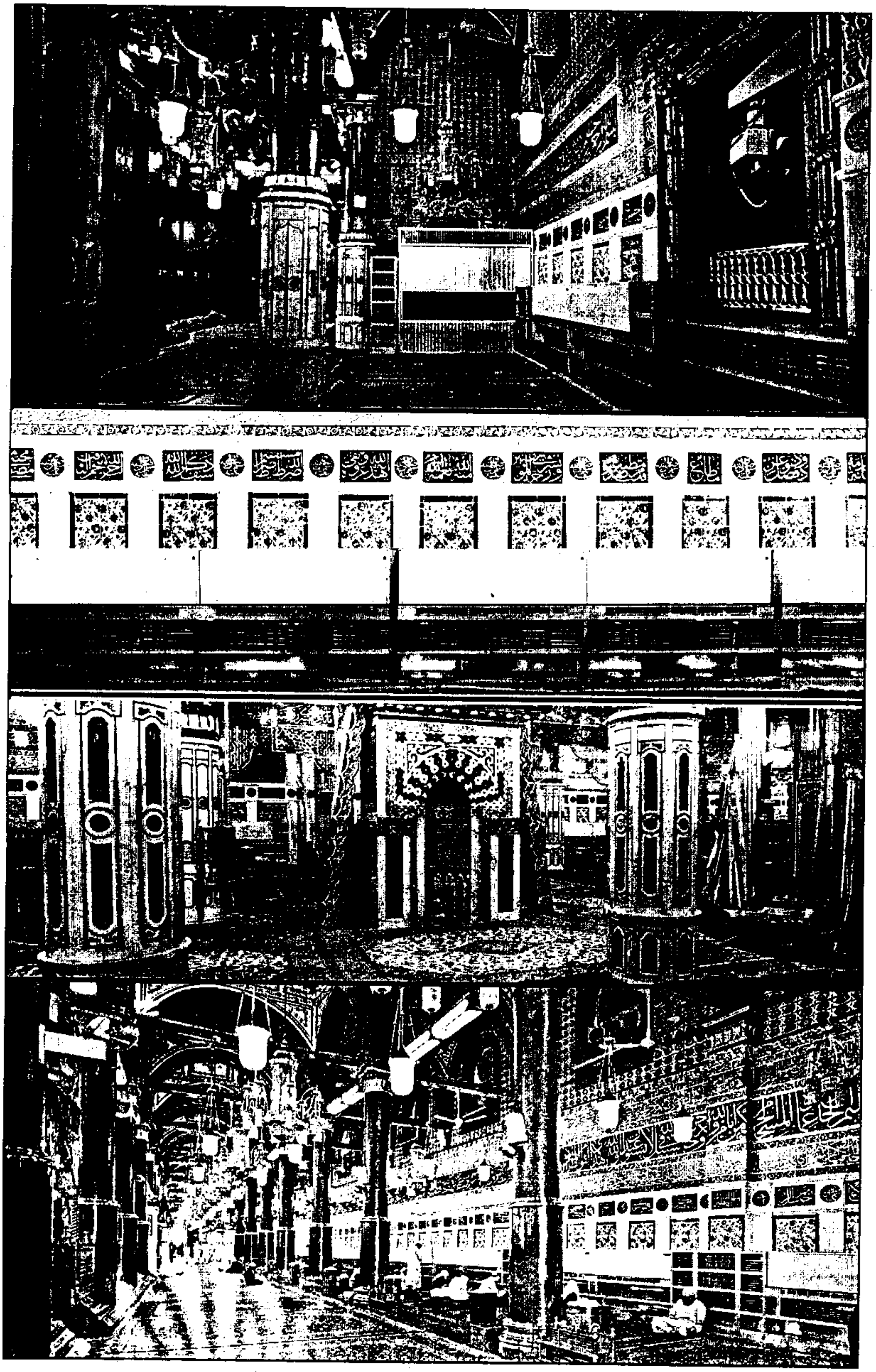
(۲) میران شاہ بن امیر تیمور جو بابر کے دادا کا دادا تھا۔ بابر بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کا انسان تھا۔ خطاء بخشی اور جرم پوشی اس کی سرشت میں داخل تھی۔ وہ ایک طرف نہایت بہادر، جری، فن سپہ گری کا ماہر تھا تو دوسری جانب علم و ادب کا دلدادہ، عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا متبحر عالم ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا

نوروز و نوبہاروے و دلربا خوش است
بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نماز روزہ کا بڑا پابند تھا، بچپن ہی میں خواجہ عبید اللہ احرار کا مرید ہوگیا اور مشائخ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ تاریخ فرشتہ کا بیان ہے کہ بابر حنفی المذہب تھا۔ نماز کبھی قضا نہیں کی اور ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا تھا۔

بادشاہ ظفر نے مجبور ہو کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کردیا اور بے سرو سامانی کی حالت میں تیرہ ہفتے تک جنگ جاری رکھی، آخر شکست کھائی اور ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کا دلی پر قبضہ ہوگیا۔ بادشاہ مقبرہ ہمایوں سے گرفتار کیا گیا اور انگریزوں نے اس کے نو بیٹوں کو گولی مار کر ان شہزادوں کے سر خوان میں رکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کردیئے۔ بادشاہ نے جگر گوشوں کے سر دیکھ کر نہایت صبر و تحمل سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ''الحمد للہ! تیموری شاہزادے میدان جنگ سے باپ کے سامنے سرخرو ہو کر لوٹے۔ خداوند کریم ان کی مغفرت فرمائے!'' بعد ازاں انگریزوں نے قتل و غارت گری کی، پھر بادشاہ پر مقدمہ چلایا گیا اور اکتوبر ۱۸۵۸ء میں وہ بطور شاہی قیدی رنگون بھیج دیئے گئے، جہاں چار برس کے بعد نومبر ۱۸۶۲ء/ ۲۱ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ اس طرح سلطنت مغلیہ سوا تین سو سال برصغیر پر قائم رہ کر بادشاہ ظفر پر ختم ہوگئی۔

پس بندگی اس چیز کے ساتھ ہے جو کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ہو اور نفس کو اس میں کوئی دخل نہ ہو اور سخت ریاضتیں جو کہ شریعت منورہ کے موافق نہ ہوں اور پیغمبر ﷺ کی سنت کے طریقے کے خلاف ہوں وہ مقبول نہیں ہوتیں اور اس ذات اقدس (تعالیٰ شانہ) کی طرف کوئی راستہ نہیں کھولتیں۔ اس سلطنت شریعت میں جو کہ نفس راہزن کی امارگی کے مادہ کو کاٹتی اور اس کی انانیت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیتی ہے۔ جب تو اچھی طرح غور کرے تو نفس پر سنت و شریعت کی متابعت سے زیادہ سخت و گراں کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ریاضت سنت پر عمل کرنے سے زیادہ افضل نہیں ہے۔ اس لئے فنائے نفس ایسی مربوط ہوئی۔ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہدہ میں کوشش کی ہے، میں نے شریعت کی متابعت پر عمل کرنے سے زیادہ سخت کوئی عمل نہیں پایا۔ لوگوں نے عمر بن نجیب سے پوچھا تصوف کیا ہے؟ انہوں نے کہا شریعت کے امر و نہی پر صبر کرنا (قائم رہنا)۔



باب ۱۳

مکتوبات معصومیہ

اس باب میں حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات سے منتخب مضامین کو مرتب کیا گیا ہے جن میں اسلامی زندگی سے متعلق عام اہم موضوعات کی تفصیل وتشریح آ گئی ہے۔

بےادبی کا نقصان

کوئی بےادب خدا تک نہیں پہنچا ہے......
"عدم رعایت آداب" میں ضرر کا پلہ غالب رہتا ہے' اور نفع موقوف ہو جاتا ہے۔

افسوس وشرمندگی

ہائے عمر کا حصہ (شباب) ہوا و ہوس میں بسر ہو گیا اور اس وقت کے عمل کا کیا اعتبار ہوگا' خجالت کی وجہ سے پانی پانی ہوا جاتا ہوں' اور (آخرت کے لئے کوئی عذر سمجھ میں نہیں آتا) کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

کنوں چہ عذر گناہان خویشتن خواہم
کہ شرم' خون چکدم از بدن بجائے عرق

تصوف اضطراب و بےچینی کا نام ہے

"تصوف اضطراب و بےچینی کا نام ہے" جب سکون آ گیا' تصوف نہ رہا...... طالب بے اضطراب اور بے سوزش نہیں ہوتا...... کوئی عارف بغیر درد و حزن کے نہیں ہے...... جب فخر کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ "دوام فکر" اور "تواصل حزن" کے ساتھ موصوف تھے' تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

مخدوما! "وقت کار" ہے۔ گفتار کا زمانہ نہیں ہے...... کالی کالی راتوں کو گریہ واستغفار سے روشن کر دو اور کلمہ طیبہ کی کثرت سے برابر رطب اللسان رہو۔ موافق فرصت و حال' تلاوت قرآن مجید سے "حظ وافر" جمع کر لو طول قرأت کے ساتھ (نوافل) پڑھو۔ اور تعلیم و تعلم پر حریص رہو۔ کمر ہمت "احیائے سنت" کے لئے باندھو۔ ایسے وقت میں جب کہ ظلماتِ "بدعات" نے عالم کو گھیر رکھا ہے۔ خاص طور پر احیائے سنت عظیم الشان کام ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس کسی نے میری کسی سنت کو اس کے مردہ ہو جانے پر زندہ کیا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا"...... یہ حدیث تم نے بھی سنی ہو گی...... اغنیاء کی صحبت پر راغب نہ ہونا...... فقر کو عزیز جاننا اور ورع و تقوی کے بجان و دل طالب بنے رہنا...... کسی گناہ کو چھوٹا نہ جانو...... اس دور افتادہ (کاتب تحریر) کو دعائے خیر میں یاد رکھو۔ تم درجہ مبتدی سے بہت کچھ ترقی کر گئے ہو...... بدرجہ اولیٰ اجازت ہے کہ اوراد عیاء مسنونہ علاوہ ذکر کے پڑھا کرو' نماز تہجد و چاشت' اوابین اور اس کے علاوہ سنن زوائد بھی ادا کرو...... نماز تہجد اور قیام لیل تو کہنا چاہیے کہ "ضروریات طریقہ صوفیاء" سے ہے۔ تعلیم و تعلم طریقت کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ کام نیت صالحہ کے ساتھ ہو تو نسبت باطنیہ کے مؤید ہے۔

نشان آشنا داری بیا نزدیک من بنشین

عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی حیات میں قبر بنالی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں' جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں' اگر اتنے پر صبر نہیں کر سکتا تو پھر پیٹ کا تیسرا حصہ کھانے کے لئے ہو ایک تہائی پانی کے لئے' اور ایک تہائی سانس لینے کے لئے ہو"۔ امام احمد بن حنبل اسی معرفت کے طالب تھے کہ علم و اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتے ہوئے مشہور بزرگ حضرت بشر حافیؒ کی رکاب کے ساتھ خادمانہ طریقہ پر چلتے تھے' لوگوں نے اس ادب و احترام کا سبب دریافت کیا تو امام احمد نے فرمایا کہ: بشر کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ حاصل ہے۔

امام اعظمؒ نے اپنی عمر کے اخیر دو سال میں اسی مقصد اعلیٰ کی تکمیل کی' اور ان کا مشہور مقولہ ہے۔

لولا السنتان لهلك النعمان

(اگر تکمیل مقصد کے یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا) دیکھو اعمال میں وہ کتنا اونچا درجہ پہلے ہی سے رکھتے تھے۔ اجتہاد و استنباط کے برابر کونسا عمل' کونسی طاعت پہنچ سکتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جو شخص اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت بنالے گا' اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں کو دور کر دے گا" جس کے دو دن مساوی گزریں وہ گھاٹے میں ہے۔ اس فرصت قلیلہ کو "تعمیر باطن" اور "تنویر قلب" میں لگا دو "تعمیر

ظاہر'' ''تخریب باطن'' کا سبب ہے۔ اور ''تخریب ظاہر'' ''تعمیر باطن'' کا...... حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے ''مراتب تعینات'' کے اوپر ایک اور مرتبہ بھی بیان کیا ہے اور اس کو ''نور صرف'' سے تعبیر کیا ہے' نیز اس کو ''حقیقت کعبہ'' قرار دیا ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے

مخدوما!...... نماز معراج ہے اور نمونہ ''حالت معراجیہ'' ہے...... ساجد اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے' تم نے یہ حدیث سنی ہوگی...... نیز حدیث میں آیا ہے بندہ جب کہ نماز میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے...... پھر فرائض کی خصوصیت جداگانہ ہے...... اور جماعت نور علی نور ہے...... رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نور سے روشن ومنور کردے گا جو اندھیروں میں مسجد کی طرف جاتے ہیں۔

اگر محض جاننا عشق کے لئے کافی ہوتا تو تمام مسلمان عاشق وشیدا ہونے چاہیے تھے۔ اور وہ اپنے وجود اور اپنے غیر سے کلیۃ آزاد ہوتے۔ کیونکہ یہ چیز لازمہ عشق ہے در حقیقت عشق و ''گرفتاری دل'' عطیہ ربانی ہے۔ اگرچہ اس عشق کا ترتب ''داشتن'' پر ہی ہوتا ہے۔ مگر عالم اسباب میں یہ عشق سلوک وریاضت سے وابستہ ہے' اور (ساتھ ہی ساتھ) ایسے شیخ کامل کی صحبت کی بھی ضرورت ہے' جو مقامات ''سلوک وجذبہ'' طے کئے ہوئے ہوں...... وہ معرفت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں اسی عشق وولولہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عشق حقیقی کا اثر فنافی المحبوب ہونا' اور ماسوائے آزادی ہے۔ یہ حقیقت عشق ہے اور عشق مجازی صورت عشق ہے' عشق حقیقی فنا وبقاء تک پہنچتا ہے جو مقامات باطن سے ہیں۔ ''کمالات نبوت'' کے مقام پر محبت بمعنی ارادہ طاعت رہ جاتی ہے اور بس' بے آرامی وبے چینی اس میں نہیں ہوتی' یہ محبت اس طرح کی ہوتی ہے جیسا کہ ہر کسی کو اپنی ذات کے ساتھ ہو' بلکہ اس سے بھی زیادہ نازک ولطیف۔

اتباع سنت میں جان ودل سے کوشش کرو

مخدوما! اتباع سنت میں جان ودل سے کوشش کرو۔ سرور دین ودنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات وعبادات کے جز وکل میں تشبہ کو سعادت عظمیٰ سمجھو' یہی چیز ''برکات'' کا ثمرہ دیتی ہے اور یہی ''درجات عالیہ'' کا نتیجہ بخشتی ہے۔ محبوب کی شکل اختیار کرنے والے بھی محبوب ومرغوب بن جاتے ہیں۔ اپنے اوقات کو معمور رکھو...... نماز کو طول قنوت کے ساتھ ادا کرو' اور کالی کالی راتوں کو گریہ واستغفار سے روشن کردو...... کلمہ طیبہ کی اتنی تکرار کرو کہ سوائے مراد حق کے تمام مرادوں سے دل خالی ہوجائے۔

دل اندر زلف لیلیٰ بندو کا راز عقل مجنون کن
کہ عاشق رازیاں دار و مقالات خرد مندی

اوقات کو یاد حق سے معمور رکھو' اور گزرے ہوؤں کو دعا وایصال وثواب میں یاد رکھو...... آج یا کل ہم بھی اس جماعت رفتگاں سے ملحق ہوں گے' اور اپنے خانماں سے جدا ہوجائیں گے' اور ''فرزندان وخویشاں'' کو الوداع کہیں گے...... توشہ آخرت کو مہیا کرو...... قبر وقیامت کو نصب العین بناؤ۔

اللہ تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا فرمائے' اور جمعیت ظاہر وباطن عنایت کرے۔ ایک مستعد طالب اپنی استعداد ومحبت کے مطابق اسی شیخ کامل کے باطن سے فیضیاب ہوتا ہے' اور رفتہ رفتہ وہ ''رذائل اوصاف'' سے خالی ہوکر ''برنگ شیخ کامل'' ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ امید ہے کہ فقراء کے باطن سے بہرہ کامل حاصل کروگے' اور ''فیض مند'' ہوگے...... یہ فقیر اپنے اندر اتنی لیاقت نہیں دیکھتا کہ تم کسی ''امر عظیم'' کی درخواست مجھ سے کرو...... لیکن چونکہ از راہ حسن ظن لکھا ہے' اس لئے امید ہے کہ تمہارے اس ظن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ معاملہ ہو' اور ویرانے سے خزانہ برآمد ہوجائے۔

اپنے اوقات کو طاعات میں مشغول رکھو۔ لہو لعب سے بچتے رہو۔ ''بے وفائی دنیا'' ''احوال گور'' اور ''ہول قیامت'' کو پیش نظر رکھو...... اور نجات کو اتباع سنت واجتناب از بدعت میں یقین کرو۔ اہل بدعت اور ملاحدہ سے تعلق صحبت نہ رکھنا' اس لئے کہ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ جو فقیر شرعی وضع پر نہیں اور سنت نبوی ﷺ سے آراستہ نہیں اس کو اپنی مجلس میں راہ نہ دینا۔ دنیا مزرعہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جتنا عمل میں اخلاص ہوگا'

ثمرات و نتائج اخروی اور درجات قرب کی بھی زیادہ امید ہو گی...... عمل کتب شرعیہ سے لیا جاتا ہے اور ''حقیقت اخلاص عمل'' ''اسلام حقیقی'' اور ''اطمینان نفس'' سے متعلق ہے اور اسلام حقیقی و اطمینان نفس صحبت صوفیائے کرام سے وابستہ ہے...... ''عمل بے اخلاص'' جسم بے روح کی مانند ہے۔ سلسلہ خط و کتابت توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

بندگی گردن جھکا دینے کا نام ہے

مخدوما!...... بندگی نام ہے ''گردن نہادن'' کا اور اپنے ارادے سے باہر آ جانے اور مرضی خدا کے ساتھ وابستہ ہو جانے کا...... جو کچھ محبوب کی طرف سے پہنچتا ہے۔ محبوب ہو جاتا ہے' انعام ہو یا تکلیف...... محب' فدائے محبوب ہوتا ہے' اس کی نظر میں محبوب کے تمام افعال و کردار'' رعنا و زیبا'' ہوتے ہیں۔ ہر تلخی جو اس طرف سے پہنچتی ہے' عاشق اس کو شکر کی طرح استعمال کرتا ہے۔

مومن کے حق میں اس فیصلہ خداوندی سے متعجب ہوں کہ جب مومن کو خیر پہنچتی ہے تو اپنے رب کی حمد کرتا ہے' اور شکر کرتا ہے اور جب اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو بھی حمد کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کے ہر عمل پر اجر ملتا ہے۔ حتیٰ کہ اس لقمے میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں دے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

اتباع سنت میں کوشش کرو۔ بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو۔ صحبت مسلمانوں اصلحاء پابند شرع کی طرف راغب ہو۔ جس جگہ خلاف شرع دیکھو وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

باعاشقاں نشیں و ہمہ عاشقی گزیں
باہر کہ نیست عاشق ہرگز مشو قریں

اور عاشق صادق وہ ہے جو متابعت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام پر راسخ ہے۔

حضرت ایشان کی محبوبیت حضرت خواجہ صاحب کے نزدیک بھی مسلم تھی' حضرت خواجہ ہمارے حضرت کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

عشق معشوقاں نہاں است دستیر
عشق عاشق بادو صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند
عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترقی اکثر و بیشتر صحبت تعلیم شیخ ہی سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آتش طلب کو مشتعل کرے' شعلہ شوق کو بھڑکائے' اور ماسوائے سے کلیۃ رہائی دے کر قرب و معرفت کی بارگاہ تک پہنچائے' کلمہ طیبہ ''تطہیر باطن'' میں تاثیر عظیم رکھتا ہے۔

سنن و آداب کو چھوڑنے والا عارف نہیں

آداب نبوی ﷺ کا خیال نہ رکھنے والے اور سنن مصطفوی ﷺ کو چھوڑنے والے کو ہرگز ہرگز ''عارف'' خیال نہ کرنا۔ اس کے (ظاہری) تبتل و انقطاع' خوارق عادات' زہد و توکل اور (زبانی) معارف توحیدی پر فریفتہ و شیفتہ نہ ہو جانا۔ مراد کار' اتباع شریعت پر ہے اور ''معاملہ نجات'' پیروی نقش قدم رسول اللہ ﷺ سے مربوط ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے جس نے آداب سے سستی برتی' وہ سنن سے محروم ہو گا۔ جس نے سنن سے غفلت اختیار کی وہ فرائض سے محروم ہوا اور جس نے فرائض سے تہاون کیا وہ معرفت سے محروم ہو گیا۔

''ہر انسان کا حسن و کمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً' اصولاً یا فروعاً' عقلاً و فعلاً' عادۃً و عبادۃً کامل اتباع رسول ﷺ میں مضمر ہے۔''

توبہ کرنا

گناہ پوشیدہ کی توبہ پوشیدہ طریقہ پر اور گناہ آشکارا کی علانیہ طریقہ پر توبہ ہو۔ توبہ میں دیر نہ کی جائے...... منقول یہ ہے کہ کراماً کاتبین تین ساعت تک گناہ لکھنے میں توقف کرتے ہیں۔ اگر اس درمیان میں توبہ کر لی' تو اس گناہ کو نہیں لکھتے' ورنہ اپنے رجسٹر میں اس گناہ کا اندراج کر لیتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ رات کو اپنا دست نوازش دراز کرتا ہے' تاکہ دن کا گنہگار توبہ کر لے اور دن کو بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کر لے۔ معاصی سے بچنے کا (اہتمام) ''صدیق'' کا کام ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند کا ارشاد ہے کہ لقمہ تر کھاؤ لیکن (دینی)

کام خوب کرو...... ''طاعت'' میں جس قدر رکھانا ممد و معاون ہو' وہ خوب اور مبارک ہے' اور اس ''کارخانے'' میں جتنی زیادتی طعام خلل انداز ہو جائے وہ البتہ ممنوع ہے۔

ہر نیک و بد کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے' خواہ وہ اس کے باطن میں انبساط پیدا ہو یا انقباض' جو شخص عذر خواہی کرے اس کے عذر کو قبول کرنا چاہیے۔

شیخ عبداللہ نے فرمایا ہے کہ ''درویشی نہ فقط نماز روزے کا نام ہے اور نہ صرف احیائے شب کا' یہ تو اسباب بندگی ہے' درویشی یہ ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ کی جائے' اس خوبی کو حاصل کرے گا تو واصل ہوگا''۔

اولیاء کی پہچان کیا ہے

محمد بن سالم سے لوگوں نے دریافت کیا ''اولیاء کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا اولیاء کی علامات یہ ہیں...... لطف لسان' حسن اخلاق' بشاشت چہرہ' سخاوت نفس' قلت اعتراض' عذر خواہ کے عذر کو قبول کرنا' تمام مخلوق خدا پر شفقت کرنا خواہ نیکو کار ہوں یا بدکار''۔

ابو عبداللہ احمد مقری قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جواں مردی یہ ہے کہ تو جس شخص سے کدورت رکھتا ہو اس سے حسن خلق سے پیش آئے اور جس آدمی سے کراہت کرتا ہو اس پر مال خرچ کرے اور جس سے نفرت ہو اس سے اچھا سلوک کرے''۔

دنیا کی تمام حاجتوں میں کامیابی کا راز ان حاجتوں کو ترک کر دینے میں پوشیدہ ہے۔ حدیث میں ہے ''جو شخص اپنے تمام غموں کا ایک غم (غم آخرت) بنا دے گا' اللہ تعالیٰ اس کے دنیا اور آخرت کے تمام کام بنا دے گا''۔ اہل و عیال کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے اور بقدر ضرورت ان سے اختلاط ہو' تا کہ ان کا حق ادا ہو جائے۔ ''موانست تام'' ان سے نہ ہو۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے اعراض کا اندیشہ ہے...... ''احوال باطن'' نااہل سے نہ بیان کئے جائیں...... مالداروں سے حتی المقدور میل جول نہ رکھا جائے...... جمیع حالات میں سنت نبوی ﷺ کو اختیار کیا جائے' بدعت سے حتی الوسع اجتناب ہونا چاہیے...... سالک کو چاہیے کہ حوادث میں متذبذب نہ ہو۔ عیوب مردم پر نظر نہ کرے' اور اپنے عیوب ہمیشہ پیش نظر رکھے...... اپنے آپ کو کسی مسلمان پر ترجیح نہ دے' سب کو اپنے سے بہتر سمجھے...... ہر مسلمان کے متعلق یہ اعتقاد رکھے' کہ اس کی برکت اور دعا سے مجھے کشود کار میسر ہو سکتا ہے۔ سلف صالحین کے حالات کے پیش نظر رکھے...... مساکین کی ہمنشینی پسند کرے...... کسی کی غیبت کی جانب خود بھی مائل نہ ہو' اور جہاں تک ہو سکے دوسروں کو بھی اس سے روکے...... امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اپنا شیوہ بنائے اللہ کے راستے میں انفاق مال پر حریص ہو...... حسنات کے صدور سے خوشی محسوس کرے' اور سیئات کے ارتکاب سے دور دور رہے...... حدیث شریف میں آیا ہے کہ: جو شخص ایسا ہو کہ اپنا گناہ اس کو ناگوار گزرے اور نیکی اس کو خوش کرے' بس وہ مومن (کامل) ہے۔

مفلسی سے ڈر کر بخیلی اختیار نہ کرے۔ احرار کی کوشش اپنے بھائیوں کے فائدے کے لئے ہوتی ہے' نہ کہ اپنے نفس کے لئے' ابو عبداللہ خفیف فرماتے ہیں کہ: ایک درویش میرا مہمان ہوا' اتفاقاً اس کو پیٹ کا مرض لاحق ہو گیا' میں نے اس کی خدمت و تیمارداری اپنے اوپر لازم کر لی۔ تمام رات طشت اس کے لئے رکھتا اور اٹھاتا تھا' اتفاق سے تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگ گئی' تو اس درویش نے مجھے لعنت و ملامت کرنی شروع کی' اور غصے میں آ کر لعنک اللہ کہا...... لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا جب اس نے تم کو لعنک اللہ کہا تو تم نے اپنے نفس کو کس حال میں پایا؟ میں نے کہا مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا' گویا اس نے مجھے دعا دی' اور رحمک اللہ کہا۔

محب کو بغیر محبوب کے چین میسر نہیں ہوتا۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نر سیدم تو شاید برسی

اس مسکین کا التماس تم جیسے دوستوں سے یہ ہے کہ اس مہجور و عاصی کو دعاؤں سے فراموش نہ کرو گے' اور اللہ تعالیٰ کے کرم عمیم سے درخواست کرو گے کہ یہ گناہ گار تباہ کار کل قیامت کے دن (کم از کم) ''زمرہ عاصیان مرحوم'' میں داخل و شامل ہو

جائے۔

کجا مادد کجا زنجیر زلفش　　عجب دیوانگی اندر سرافتاد

واللہ لا ادری..... ابہام خاتمہ کے طور پر نہیں ہے کیونکہ آپ کا اطمینان نفس اور حسن خاتمہ قطعی امر ہے..... بلکہ (آپ کا ارشاد) اس معنی کا اظہار ہے کہ وہ تفصیلات جو میرے اور دوسروں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں پیش آئیں گی میں ان کو نہیں جانتا' اس لئے کہ ''علم غیب'' حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

سعادت آثار! نماز پڑھنے والے کے لئے جو چیز ضروری اور مامور بہ ہے وہ یہ ہے کہ ارکان نماز کی طرف دھیان رکھے۔ قومہ جلسہ وغیرہ میں طمانیت اور خشوع وخضوع ہو۔ دوستوں کی بے پروائی اور عدم توجہ سے ملول نہ ہوں۔ ان سب باتوں کو حق تعالیٰ کی طرف سے جانیں۔ بندوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو گھماتا ہے۔

از خداداں خلاف دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

جو شخص تم سے دوستی رکھتا ہے وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہٹا کر اپنی جانب مشغول کرنا چاہتا ہے۔ اور جو تم سے دوستی نہیں رکھتا وہ (درحقیقت) تم کو حق تعالیٰ کی جانب مشغول ہونے کا موقع دے رہا ہے..... اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنا بہتر ہے یا مخلوق کے ساتھ؟

یا رب ہمہ خلق زمن بدخو کن
وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن

''آتش فتنہ'' جس قدر بجھے اتنا ہی اچھا ہے..... دوستوں سے بمقتضائے بشریت کوئی قصور ہو ہی جاتا ہے۔ درگزر کرنا چاہیے اور دوستوں کی خوبیاں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

اگر مردی احسن الی من اساء

(سنو) جو شخص چغل خور ہے اس کا قول ہرگز قابل قبول نہیں۔ چغل خوری کو قبول کر لینا چغل خوری سے بھی زیادہ برا ہے۔

حق تعالیٰ نے آدمی کو بے مقصد پیدا نہیں کیا

مخدوما! حق تعالیٰ نے آدمی کو مہمل پیدا نہیں کیا ہے اور اس کو اسی کی مرضی پر نہیں چھوڑ دیا ہے کہ جو کچھ سمجھ میں آئے کرے اور جس طرح جی چاہے اس کے مطابق زندگی گزارے وائے برجان آدمی نامراد ایک شاہی ''رپورٹر'' ایک علاقے میں جاتا ہے اس سے تو وہاں کے تمام باشندے لرزاں اور ترساں ہو جاتے ہیں۔ ''مؤکلان امین'' دن کی رپورٹ شام کے وقت اور رات کی رپورٹ صبح کے وقت حضرت ذوالجلال کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور ہم جیسے غافل بالکل متنبہ نہیں ہوتے...... کسب معاصی میں اور زیادہ دلیر ہوتے چلے جاتے ہیں...... مخدوما! یہ عمر چند روزہ بہت عزیز چیز ہے یہ فرصت غنیمت ہے چاہیے کہ اہم کاموں میں صرف ہو..... افسوس کی بات ہے اگر عمر عزیز بیہودہ اور لایعنی امور میں گزرے۔ تھوڑی سی کوشش سے ''ملک ابدی'' ہاتھ لگ سکتا ہے۔

دادیم ترا زگنج مقصود نشان
گرما نرسیدیم تو شاید برسی

نماز کو طول قرات کے ساتھ پڑھو۔ رکوع وسجود بھی دراز کرو۔ کبھی کبھی بغیر کسی بوریے اور فرش کے خالی زمین پر بھی نماز پڑھا کرو۔ اور اپنی پیشانی کو براہ راست خاک پر چسپاں کر دیا کرو' کبھی کبھی جنگل میں جا کر جہاں کوئی شخص نہ دیکھے' طول وخشوع اور رغبت کے ساتھ (نماز نفل) پڑھا کرو..... تکرار کلمہ طیبہ پر حریص رہو۔ اور اپنی مرادات اور مثتبات کی نفی کرو۔ اور ''ظلال'' سے ''اصول'' کی جانب مائل ہو جاؤ۔ تمہاری طرف توجہ کی گئی..... تم ''خلعت بیش بہا'' میں ظاہر ہوئے اور تمہارے انوار عالم پر چھائے ہوئے نظر آئے..... تم نے جو غبطہ (خانقاہ کے) حاضر باشوں..... پر کیا ہے' یہ غبطہ محمود ہے..... لیکن تم بھی کم درجہ نہیں ہو اپنے ہم جیسوں میں ممتاز ہو..... ہاں بعضوں کو جو خصوصیت از راہ استعداد حاصل ہے۔

ہر خوش پسرے را حرکاتے دگراست

''تمہیں جو دولت حاصل ہے' اکثر کے ہاتھ اس سے خالی ہیں'' نقد سعادت دارین متابعت سید الکونین ﷺ سے وابستہ ہے' دوزخ سے نجات اور دارالقرار (جنت) کا داخلہ سید ابرار وقدوہ اخیار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ہی موقوف ہے۔ نیز

رضائے پروردگار پیروی رسول مختار کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ زہدو توکل اور تبتل آنحضرت ﷺ کی تابعداری کے بغیر نامقبول اور اذکار و افکار اشواق و ازواق بے توسل سرکار دو عالم ﷺ غیر معمول ہیں۔ اولیاء آقائے نامدار ﷺ کے بحر بے پایاں فیض کے ایک جرعے سے مستفیض اور انبیاء ان کے سرچشمہ آب حیات کے ایک قدح سے سیراب ہیں۔ فرشتہ ان کا طفیلی ہے فلک ان کی حویلی ہے۔ رشتہ وجود انہی کے وجود سے متصل سلسلہ ایجاد انہیں سے مربوط ہے۔ جملہ کائنات ان کی تابعدار اور تمام عالم کے بادشاہ ان کی رضا کے طلب گار ہیں۔

نماند بہ عصیاں کسے در گرو	کہ دارد چنیں سید پیشرو

پس جوانان سعادت مند اور طالبان ہوشمند پر لازم ہے کہ ظاہراً و باطناً ان کی اتباع میں کوشاں رہیں اور جو بات متابعت رسول ﷺ کے منافی ہو اس سے روگرداں ہوں۔ اور یقین رکھیں کہ اگر کوئی شخص ہزاراں ہزار فضائل وخوارق رکھتا ہو۔ اور متابعت رسول ﷺ میں سست ہو اس شخص کی صحبت و محبت سم قاتل ہے اور جو شخص کوئی بھی فضیلت و کرامت نہ رکھتا ہو لیکن اتباع رسول ﷺ میں اس کا قدم راسخ ہو اس کی صحبت و محبت ''تریاق نافع'' ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز درپے مصطفیٰ

مخدوما...... اللہ کے واسطے کھانا کھلانا بغیر کسی ''رسم وریا'' کے اور اس کے ثواب میت کو پہنچانا بہت اچھی بات ہے اور نیک کام ہے لیکن وقت کے متعین کرنے کی کوئی ''معتمد علیہ'' اصل ظاہر نہیں ہوتی۔ ہنگام قرب قیامت ہے اور وقت زیادتی ظلمات ہر ایک عالم ظلمات کے اندر غرق ہے اور غرق ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی جواں مرد درکار ہے جو اس خطرناک زمانہ میں احیائے سنت کرے اور بدعت کو مٹائے۔ ''بے انوار سنت نبوی ﷺ'' راہ راست محال ہے اور ''بے التزام اطوار نبوت'' نجات ڈھونڈنی محض خیال ہے طریقہ صوفیاء کا سلوک اور آیہ

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

ہمارے اس قول کی گواہ ہے...... اپنی سعادت اس میں سمجھنی چاہیے۔ کہ عادات عبادات اور معاملات میں آنحضرت ﷺ سے نسبت پیدا ہو...... عالم مجاز میں دیکھو کہ جو شخص محبوب سے مشابہت اختیار کرتا ہے محب کی نظر میں وہ کتنا محبوب وزیبا اور مرغوب ورعنا معلوم ہوتا ہے......

جب کہ یہ بات ثابت ہوئی کہ نہی عن المنکر عدم قدرت قوت کے واجب نہیں تو کیا نہی عن المنکر ایسے وقت میں جب کہ اپنی جان پر بن آنے کا گمان غالب ہو جائز بھی ہے یا نہیں پس ہمارے نزدیک ایسے وقت میں جائز ہے اور افضل ہے بشرطیکہ نہی کرنے والا اہل عزیمت وصبر میں سے ہو پس یہ نہی عن المنکر جہاد فی سبیل اللہ مع الکفار کی مانند ہوگی...... اللہ تعالیٰ قصہ لقمان میں فرماتا ہے معروف کا حکم کر منکر سے منع کر اور جو مصیبت (نتیجے میں) پڑے اس پر صبر کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

''صاحب بدعت'' سے محبت رکھنے سے اللہ تعالیٰ اسکے اعمال ضبط کردیتے ہیں

جو شخص ''صاحب بدعت'' سے محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل ضبط کردے گا اور اس کے قلب سے ایمان کی نورانیت سلب کرلے گا۔ اے مخاطب! تو جب کسی بدعتی کو ایک راستہ پر چلتا دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کرلے۔ خود حضور ﷺ نے ان الفاظ میں اہل بدعت پر لعنت فرمائی ہے۔ جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا دے اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت پڑتی ہے نہ ایسے شخص کا فرض قبول نہ نفل......

حدیث میں آیا ہے...... حضور ﷺ فرماتے ہیں: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہ در گروہ ہوئے وہ اصحاب بدعت اور ارباب ہوا وہوس ہیں ان کو توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی...... میں ان سے بری ہوں وہ مجھ سے'' وہ لوگ جو تعرض نہ کرنے اور امر بالمعروف نہ کرنے کے قائل ہیں ذرا سوچیں کہ وہ عذاب وثواب اخروی کے اور ان مواعید شدیدہ کے (جو اعمال بد کے بارے میں قرآن وحدیث میں ہیں) قائل ہیں یا نہیں؟ اگر قائل ہیں تو پھر کیوں کسی نامراد انسان کو ''مہلکہ عظیمہ'' سے نہیں نکالتے۔

افسوس کہ مصیبت اخروی پر جو کہ ''اشد وابقیٰ'' ہے لوگوں کو متنبہ نہیں کرتے اور راہ نجات نہیں دکھاتے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرے سے قیامت وحشر ونشر اور میدان حشر میں جو ہوگا اس کے قائل ہی نہیں ہیں۔ اگر فساق و کفار مبغوض خدا نہ ہوتے تو بغض فی اللہ واجبات دین سے نہ ہوتا۔

اللہ کی راہ میں محبت ونفرت

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''بندہ صریح ایمان نہیں پاسکتا' تاوقتیکہ اللہ کے لئے بغض نہ کرے جس کسی میں یہ صفت پیدا ہوگئی کہ وہ اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے' اور اللہ کے لئے بغض رکھتا ہے' تو وہ مستحق ولایت ہوگیا'' (رواہ احمد)

جو شخص دعویٰ دوستی کرے اس کا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہوگا' جب تک (محبوب کے) دشمنوں سے اظہار بیزاری نہ کرے۔

سلطان العارفین سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی) جو سرتا پا شریعت سے آراستہ و پیراستہ تھے..... اگر ترک امر معروف وحدت وجود والوں کا مشرب و مسلک ہوتا' تو مولانا عبدالرحمٰن جامی جو محققین ارباب وحدت وجود میں سے ہیں' کیوں اپنی مثنوی ''سلسلۃ الذہب'' میں ایسے لوگوں کی تردید کرتے جو ترک امر کے قائل ہیں۔ عجب تماشے کی بات ہے کہ جو لوگ مشرف ''کم آزاری'' ''اور مسلک'' ''صلح کل'' اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہود' جوگیہ براہمہ' اور زنادقہ وغیرہم کے ساتھ اچھے تو ہیں' ان سے صلح' صحبت' انبساط' محبت رکھتے ہیں لیکن اہل سنت وجماعت سے' جو کہ فرقہ ناجیہ ہے' غلظت وعداوت کا معاملہ کرتے ہیں..... ان کی صلح دوسروں سے ہے' اس جماعت حقہ کو ایذا وآزار پہنچاتے ہیں اور اس کو بیخ وبن سے اکھاڑنا چاہتے ہیں..... اچھی ''صلح کل'' پالیسی ہے کہ محمدیوں سے عداوت اور۔ ''غیر محمدیان'' سے محبت و مودت..... خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر ترک تعرض محمود ہوتا تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجبات دین سے نہ ہوتے..... اور اللہ تعالیٰ امر ونہی کرنے والوں کو خیر امت کا لقب نہ دیتا۔ اگر ترک تعرض مستحسن فعل ہوتا تو منکر شرعی کو دیکھ کر انکار قلبی کرنے کو کیوں اضعف ایمان قرار دیا جاتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو

(یا یہاالذین امنوا علیکم انفسکم الایہ)

اور میں نے آنحضرت ﷺ کی زبانی سنا ہے فرماتے تھے کہ ''لوگ جب منکر کو ہوتا دیکھیں اور اس کو نہ مٹائیں' تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب سب پر عام کردے۔ (رواہ ابن ماجہ)

اگر کہا جائے کہ امر معروف (تبلیغ) اور جہاد فی سبیل اللہ طریقہ انبیاء ہے اور طریقہ اولیاء ترک تعرض اور ترک امر ہے۔ جیسا کہ اس وقت بعض اشخاص کہہ دیتے ہیں مگر حصول نجات اور ''وصول بدرجات کمال' متابعت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وابستہ ہے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پے مصطفیٰ

حضرت جنید بغدادی جو کہ رئیس صوفیاء ہیں فرماتے ہیں کہ:
''جس نے قرآن حفظ نہیں کیا' اور کتاب حدیث نہیں کی' وہ ہمارے مسلک میں مقتدیٰ بننے کے قابل نہیں۔ اس لئے ہمارا طریقہ سراسر مقید بالکتاب والسنۃ ہے۔

جب خدا سے واسطہ پڑے گا اور گور وقیامت کی منزلیں درپیش ہوں گی۔ اس وقت متابعت انبیاء کے سوا کوئی چیز سود مند دستگیر نہ ہوگی۔

کسی بندہ کی چاپلوسی کرنا

مخدوم من!..... بندہ عاجز جب اپنے جیسے عاجز بندے سے چاپلوسی التجا اور لجاحت کرے تو اس کا یہی حشر ہونا چاہیے کہ ذلت وخواری میں مبتلا ہو کیوں نہیں درگاہ غنی مطلق میں تضرع وزاری کرتا۔

وہ حیات جو دنیا سے تعلق رکھتی ہے دو چیزوں کو چاہتی ہے حس اور حرکت۔ اور وہ حیات جس کا تعلق برزخ سے ہے محض حس ہے بغیر حرکت کے..... اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اس نے ہر محل کے مطابق حیات عطاء فرمائی ہے۔ برزخ میں جس کے

بغیر چارہ نہیں' تاکہ تالم وتلذذ ہو سکے۔ حرکت کی وہاں ضرورت ہی نہیں بخلاف نشاء دنیوی اور اخروی کے کہ وہاں دونوں چیزیں (حس وحرکت) درکار ہیں۔ خط وکتابت توجہ غائبانہ کا سبب ہے...... فقر وفاقہ سے دل تنگ نہ ہوں' اور تنگی معیشت سے جی تھوڑا نہ کریں...... طالبان حق کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر فعل سے شاد وخرم رہیں' بلکہ ''لذت گیر'' ہوں۔ (یاد رکھو) ''قلت تمتعات دینویہ'' سبب سہولت ہے۔ چاہیے کہ جو بلا اور مصیبت آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے شمار کرے اور اس کا شکر ادا کرے...... جب عارف کامل اس ''کرامت علیا'' اور ''سعادت عظمیٰ'' سے بہرہ یاب ہو جاتا ہے...... ہدایت الٰہی سے اہتداء حاصل کرتا ہے۔ ''صراط مستقیم'' اور ''شرح صدر'' اسی اہتداء کا نام ہے۔

دل محل نظر مولی جل شانہ ہے...... دل کو پاکیزہ رکھنا چاہیے حق تعالیٰ کی جائے نظر (دل) کو مخلوق کے منظر سے زیب وزینت میں کمتر نہیں کرنا چاہیے۔ دل کی پاکیزگی ذکر سے وابستہ ہے لہذا ''ذکر وفکر'' میں مداومت کریں اور سبق باطن کو عزیز رکھیں۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

کشف وکرامات مقصود نہیں

بعض کاملین کو خوارق بھی حاصل ہوتے ہیں لیکن فضیلت اہل اللہ معارف الٰہی کی بنیاد پر ہے۔ نہ کہ کشف وکرامات کے ذریعے سے۔

زابلیس لعین بے سعادت
شود پیدا ہزاراں خرق عادت
گہے ازدر درآید گاہ ازبام
گہے در دل نشیند گہ دراندام

جس وقت کوئی چاہے گا کہ اظہار کرامت کرے' عوام کو اپنا معتقد بنائے اور خود کو اس ذریعہ سے سب میں ممتاز کرے۔ یقیناً یہ بات ''کبر وعجب'' ہوگی۔ اکثر پڑھے لکھے بھی چونکہ ''جناب قدس سے بیگانہ ہیں' اس لئے مائل بہ دنیا ہیں۔ ''کشف صور'' و ''اخبار از مغیبات' ان کے نزدیک بہت عزیز ہیں۔ ''کشف صور'' والوں کو اہل اللہ اور ''مقربان خاص'' تصور کرتے ہیں۔ اور ''اہل حقیقت'' کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔

یہ چنانچہ مائل بہ دنیا اور کشف کو عزیز رکھنے والے نادان ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ جو اہتمام اور غیرت ان ''حضرات اہل حق'' کے بارے میں رکھتا ہے' اس کے باعث ان کو اس بات کا موقع نہیں ملتا کہ کشف احوال خلق کے پیچھے پڑیں۔ اور ماسوائے حق ان کا ملحوظ خاطر ہو۔ احوال خلق کے کشف میں پڑ جائیں۔ تو مرتبہ علیا کے مستحق نہیں ہو سکتے...... پس اہل حق ''شایان خلق'' نہیں ہیں۔ جس طرح اہل خلق ''شایان حق'' نہیں ہیں اگر اہل حقیقت ''کشف صور'' کی طرف ادنیٰ توجہ بھی کریں تو دوسروں سے بڑھ سکتے ہیں۔ کوئی کیا سمجھے کہ شیطان کن کن راستوں سے اپنے آدمیوں پر آتا ہے۔ اور ''اباطیل'' کو ''عنوان حقانیت'' کے ساتھ پیش کرتا ہے اور غیر حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا

حصول معنی کے بعد حروف میں مشغولیت کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

ہرچہ خوباں کند خوب آید

خالی گفت وشنود سے کام نہیں چلتا ہے۔ جو کچھ ''جمیل مطلق'' سے پہنچتا ہے گوارا اور مرغوب ہے۔ بلا...... کمند محبوب ہے' جو محب کے ہر رگ وریشہ میں لٹکی ہوئی ہے اور کشاں کشاں اسی کی طرف لئے جا رہی ہے۔

اے حق محبت عنایتے است زدوست
وگرنہ عاشق مسکیں بہ ہیچ خورسنداست

ناز محبوب ہرچند مقتضی استغناء اور بے پرواہی ہے لیکن اگر غور سے دیکھو! تو عشق طرفین سے ہے اور محبوب بھی ''محب مشتاق'' کی مانند ہے۔

عاشقان ہرچند مشتاق جمال دلبرند
دلبراں برعاشقاں از عاشقاں عاشق ترند

پری رو از بروں آلودہ شرم
دروں از شعلہائے دوستی گرم

عشق عاشقاں بے پردہ اور با "جوش وخروش" ہوتا ہے۔

عشق معشوقاں نہانست دستیر
عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زد کند
عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
"از ہرچہ میر و سخن دوست خوشترست"

کمالات ولایت

مخدوما! "کمالات ولایت" صورت شریعت کا نتیجہ ہیں۔ اور "کمالات نبوت" حقیقت شریعت کا ثمرہ...... پس کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں سے کوئی کمال بھی ایسا نہیں ہے، جو دائرہ شریعت سے باہر اور شریعت سے مستغنی ہو۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "جنت میں سو درجے ہیں اور ان میں سب سے اونچا درجہ مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے ہے اور ایک درجے کا دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان"۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا مکہ مکرمہ میں حجر اسود کے قریب لیلۃ القدر کے اندر قیام کرنے سے بہتر ہے۔ (رواہ البیہقی وابن حبان فی صحیحہ)

(اس حدیث کے پیش نظر) علماء نے فرمایا ہے کہ اس حساب سے اللہ کی راہ میں ایک ساعت قیام کرنا دس کروڑ مہینوں کے قیام سے بہتر ہے۔ اس لئے مکہ مکرمہ میں لیلۃ القدر میں قیام کرنا (کم از کم) دس کروڑ مہینوں کے قیام کے برابر ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "جس کسی نے کسی رات اللہ کے راستے میں چوکیداری کی۔

من ورآء المسلمین

اس کو ان تمام لوگوں کا اجر ملے گا جو (محفوظ علاقوں میں اطمینان سے روزے رکھ رہے ہیں، اور نمازیں پڑھ رہے ہیں"۔ (رواہ الطبرانی باسناد جید)

ہم فقراء کا سرمایہ اور راس المال یہی دعا اور توجہ ہے۔ اگر گوشہ نشین فقراء سالہا سال ریاضت کریں اور چلے کھینچیں اس عمل کو نہیں پہنچ سکتے (جو آپ کر رہے ہیں) اس راہ کے صدقات ونفقات درجہ بزرگ رکھتے ہیں۔ سرحد کی چوکیداری کی حالت میں ایک نماز بیس لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ اور فرمایا کہ: جو اللہ کے راستے میں ایک دن یا ایک دن سے کم یا ایک ساعت بھی بیمار ہوا اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے ایک لاکھ ایسے غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے، جن میں سے ہر ایک کی قیمت لاکھ درہم ہو۔ نفس امارہ اپنے کفر وانکار پر مصر ہے، احکام سماوی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اوامر خداوندی کی تابعداری نہیں کرتا۔

چشم دارم کہ دہدا شک مرا حسن قبول
آنکہ در ساختہ است قطرہ بارانی را

ہاں افراد انسانی میں بعض وہ کاملین بھی ہوتے ہیں جن کا نفس "آمارگی" سے نکل کر اطمینان کی منزل میں آجاتا ہے۔ احکام الٰہیہ کا مطیع ہوجاتا ہے اور اس میں مجال مخالفت باقی نہیں رہتی۔ راضی ومرضی ہوجاتا ہے۔ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے ماتحت نہ ہوجائے)

پس عقلائے اولی الابصار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے "حاصل کار" اور "نقد روزگار" میں خوب تعامل کریں اور جو کوئی یہ دولت مطلوب رکھتا ہے

فطوبیٰ لہ وبشرے

جو کچھ اس کی پیدائش کا مقصد تھا اس کو حاصل کرلیا اور نعمت حق اس کے حق میں پوری ہوئی......

ترسم کہ یار باما ناآشنا بماند
تا دامن قیامت ایں غم بما بماند

☆☆☆

ہرچ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

طاعات میں چست رہو تکالیف امراض پر صبر کرو اور عافیت کو کرم خداوندی سے طلب کرتے رہو۔ خلائق میں سے کسی پر نظر نہ رکھو۔

طریقت کو شریعت کے مطابق رکھنا

طریقت کی یہ مجال نہیں کہ وہ شریعت کے احکام کو اٹھادے۔ اور اہل طریقت کو ''تکالیف شرعیہ'' سے آزاد کردے اہل سنت و جماعت کہ ''عقائد قطعیہ'' میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ بندہ (بحالت ہوش وحواس ہرگز ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جائیں' جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ جرگہ اسلام سے باہر ہے جس جماعت کو اللہ تعالیٰ اپنا دشمن قرار دے اور غلظت وشدت کا حکم دے اس سے آشتی ودوستی رکھنا قاعدہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات اور دعوائے محبت خدا اور رسول...... دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے بیزاری ''لوازم محبت'' سے ہے...... ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض سالکین پر کچھ ایسے امور جو بظاہر مخالف کتاب وسنت ہوتے ہیں وارد ہو جاتے ہیں...... سالک ایسے وقت میں سررشتہ شریعت کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ دانتوں سے مضبوط پکڑ لے اور اپنے کشف و وجدان کے برخلاف اہل سنت و جماعت کی تقلید کرتے ہوئے ان کا ''اعتقاد وعمل'' اختیار کرے...... (بعض اوقات) راہ سلوک کے خس خاشاک انی انا اللّٰہ کا نعرہ لگا کر سالک بیچارہ کو مطالب اعلیٰ سے ہٹا کر اپنی پرستش کی دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ذکر کے وقت...... ''خلوسینہ'' و''خلوص نیت'' کے ساتھ متوجہ و حاضر رہے۔ بلکہ ایسا حضور ہو کہ نفس بھی درمیان میں حاضر نہ ہو۔ اور وہ بھی اپنا سامان صحرائے عدم میں اٹھا کر لے جائے۔

''ایں کار دولت ست کنوں تا کرا دہند''

''قبلہ توجہ'' اور مرجع حقیقی سوائے بارگاہ صمدیت کے اور کوئی نہ ہو۔ ہوائے نفسانی سے گزر کر تمام امور اسی لم یزل ولا یزال کے سپرد کر دیئے جائیں۔ پیر استاد اور مادر و پدر سے بموافق شریعت جو رجوع وتواضع کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ یہ لوگ بحکم الٰہی مربی ہیں۔ فقیر کو اس جماعت کے افراد سے جو حضرت ''قطب المحققین'' قدوہ خدا طلبان حضرت ایشان (حضرت مجدد الف ثانی) کے شرف صحبت سے مشرف ہوئی ہے' کچھ علیحدہ ہی قسم کی محبت ہے۔ یہ حضرات مجھے بالکل منفرد حیثیت میں نظر آتے ہیں' یہ سب سے ممتاز ہیں اس لئے یہ لوگ آئینہ ہائے محبوب ہیں اور ان مرحوم کی جو آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ نشانی ہیں۔

طاعات وعبادات کا اشتغال

ادائے طاعات وعبادات میں خوب مشغول رہو۔ خدمت مولیٰ میں کمر ہمت کو اچھی طرح باندھ لو۔ آج کا دن کام کا دن ہے کل کا دن اجرت کا دن ہے...... وقت کار میں منتظر اجرت ہو بیٹھنا دراصل اپنے آپ کو اجرت سے باز رکھنا ہے...... تحصیل طاعات میں جان و دل سے کوشش کریں اور امید نجات' رحمت الٰہی سے وابستہ کریں۔ طاعات کو بھی اسی کی رحمت کا اثر ونتیجہ سمجھیں۔ اور اسی کی توفیق کی جانب اس کو منسوب کریں۔ ''حول وقوۃ'' کو اس معاملہ میں بالکل دخیل نہ قرار دیں۔ تکبر وعجب سے برطرف رہیں۔ (نیک) ''عمل کر اور استفادہ کر'' طریقہ بندگی یہی ہے۔

وادیم ترا زگنج مقصود نشان گر ما نہ سیدیم تو شاید برسی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے

ایاک والتنعم فان عباد الله لیسوا بالمتنعمین

یعنی عیش وعشرت کی زندگی سے بچو اس لئے کہ اللہ کے خاص بندے عیش وعشرت کے متوالے نہیں ہوا کرتے۔ کمال خجالت کی بات ہے کہ انسان اس مہلت قلیلہ میں مطلوب اصلی کو...... اس کی دعوت کے باوجود...... آغوش میں نہیں لاتا' اس کو لبیک نہیں کہتا۔ اور عذاب ''بعد وحجاب'' میں جو بدتر از عذاب جحیم ہے اپنے آپ کو ڈالتا ہے۔ اور لذات قرب و وصال سے بھاگتا ہے۔ اللہ والوں اور درویشوں سے محبت رکھنا اس محبت حقیقی کا اثر ہے اور ان سے محبت رکھنا محبت حق کی

بین دلیل ہے۔ پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: اے اللہ تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ عجیب معاملہ کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا، تجھ کو پایا، اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہیں پہچانا۔ اس گروہ سے محبت رکھنے والا بھی اس گروہ کے ہمراہ ہے۔ حدیث المرء من احب کو سنا ہوگا۔

اے سعادت آثار! اس ''موسم جوانی'' اور فراغت حال کو غنیمت جانو۔ اور قوائے شباب کو مولائے حقیقی کی اطاعت میں صرف کرو..... کام کا یہی زمانہ ہے..... ''برتقدیر حیات وفراغ'' ''وقت پیری وسستی قویٰ'' میں کیا کام ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: سات قسم کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں ایسے وقت میں رکھے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ وہ سات قسم کے اشخاص یہ ہیں۔ (۱) امام عادل۔ (۲) وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت ہی میں نشوونما پائی ہو۔ (۳) ایسا شخص جس کا دل مساجد میں اٹکا رہتا ہو۔ (۴) ایسے دو آدمی جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں اسی ہی محبت پر مجتمع ہوتے ہوں، اور اسی پر اپنے اپنے گھر جانے کے لئے علیحدہ ہوتے ہوں۔ (۵) ایک وہ شخص جس کو صاحب منصب و جمال عورت دعوت بدکاری دے اور یہ شخص انکار کر کے کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) وہ شخص جو زیادہ تر صدقہ پوشیدہ طریقہ پر کرے۔ حتیٰ کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا اس کا علم بائیں ہاتھ کو بھی نہ ہونے دے۔ (۷) وہ شخص جو اللہ کو خلوت میں یاد کرے اور اس کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔ (رواہ البخاری)

کوشش کرو کہ اخیر کے چھ اعمال خیر پر قائم رہو۔ اور یہ ''نیابت امام'' عدالت پر بھی مستقیم رہو۔ یہ بات اچھی طرح جان لو کہ ہمارے بزرگوں کے طریقے کا حاصل اتباع سنت، اجتناب از بدعت اور جناب قدس سبحانی میں ''وصف عجز ونیستی'' کے ساتھ ''دوام توجہ ونگرانی'' ہے..... حتیٰ کہ ماسوائے سے انقطاع تام حاصل ہو جائے۔ نیز تمام اشیاء سے تعلق علمی وحبی ختم ہو اور ماسوا کی غلامی سے آزادی مل جائے..... نہ ماسوا کی خوشی سے خوش ہو اور نہ اس کی غمی سے غمگین..... نیز دل کو مطلوب حقیقی کے ساتھ ''حضور وآگاہی'' اس قدر ہو کہ ''غیبت'' اس کے بعد نہ ہو۔

ہیچ کس راتا نگرد داد فنا　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

پس یاران ہوشمند کے لئے ضروری ہے کہ ''حاصل کار اور ''نقد روزگار'' میں اچھی طرح غور وتامل فرمائیں جس کسی کو معرفت مذکورہ حاصل ہے۔

فطوبیٰ لہ وبشریٰ

(اس کے لئے خوشخبری ہے) اسے چاہیے کہ اس ''حاصل'' کو امور غیر حاصلہ میں صرف کرے۔ جس کسی کے لئے معرفت کا راستہ نہیں کھولا گیا اور اس ''دولت'' کی طلب کا در نہیں دیا گیا۔

فالويل له كل الويل

(اس کے لئے بڑی خرابی ہے کیونکہ جو کچھ اس کی خلقت و پیدائش کا مقصود تھا اس نے ادا نہیں کیا۔ اور اس دنیا میں جو چیز اس سے طلب کی گئی تھی اس کو انجام نہیں دیا۔ خواہشات ولایعنی امور میں سرمایہ عمر گرامی کو صرف کر دیا اور اپنی استعداد کی زمین کو باوجود اسباب حاصل ہونے کے بیکار چھوڑ دیا۔

استاد ابوالقاسم قشیری نے بوعلی دقاق قدس سرہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ کہ بہت بیقرار ہیں اور رو رہے ہیں دریافت کیا ''جناب عالی! بیقراری کا کیا سبب ہے؟ شاید آپ دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں۔'' انہوں نے فرمایا: ''ہاں! چاہتا ہوں مگر برائے مصلحت دنیا نہیں اور نہ اس لئے کہ وہاں مجلس آرائی کروں بلکہ اس لئے کہ وہاں پہنچ کر کمر باندھوں اور عصا ہاتھ میں لوں۔ اور تمام دن ایک ایک دروازے پر جا کر عصا اور کنڈیوں سے دروازے کو کھٹکھٹا کر لوگوں کو بلا کر کہوں کہ: اے لوگو! ایسی غفلت اختیار نہ کرو، تم نہیں سمجھتے کہ کس ذات سے غافل ہوئے بیٹھے ہو''۔

صاحب خانہ را دہم آواز　　کز پئے ہیچ ماندا ز ہمہ باز
عمر بگوشت در پریشانی　　بنگر کز چہ باز میمانی

پس ہم جیسے ''مہجوروں'' پر لازم ہے کہ عمر گرامی کو ایسے معانی میں صرف کریں، اور اس زندگی فانی میں ''حکمت وصول

الی اللہ" کو چاہیں۔ سیرت صالحین ونعت عارفین سے اس معمہ کا بیان اور اس حدیث کی تفسیر کریں۔ اس حکمت عملی کی طلب میں جان ودل سے کوشش کریں اور جہاں کہیں سے اس کی کوئی خوشبو مشام جان میں پہنچے وہاں جائیں...... چاہے "دست طمع" اس گنجینہ کے نقد سے خالی ہی رہے۔ لیکن اس کی طلب سے اور اس کی گمشدگی کے درد سے فارغ نہ رہیں اور متمردین کے جرگہ سے باہر رہیں کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

بچہ مشغول کنم دیدہ و دل را کہ مدام
دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

ناجنس' اہل تفرقہ اور اہل بدعت کی صحبت سے بچتے رہو۔ اپنے باطن کو "نسبت ماخوذہ" کے ساتھ معمور رکھو۔ اس کے دوام کی کوشش کرو۔ اور جو چیز منافی دوام ہو اس سے اعراض کرو۔ کیا اچھی نعمت ہے یہ کہ ظاہر احکام شرعیہ سے آراستہ اور باطن "نسبت" سے آباد ہو۔ اپنے برادر کلاں کی صحبت کو غنیمت سمجھنا' ان کی مجلس میں اپنی مشغولیت رکھنا اور جس طریقہ پر وہ رہنمائی کریں' حتی الامکان اس کا لحاظ رکھنا...... اپنے حالات برابر لکھتے رہنا اور نسبت فقراء پر قائم رہنا۔ والسلام

ظاہر و باطن کا آپس میں تعلق

"نسبت باطن" بمنزلہ محبوب ہے اور "ظاہر" محب کی مانند ہے اور محبوب قید محبت میں مشکل ہی سے آتا ہے۔ کرشمہ وناز لازمہ محبوب ہے۔ عاشق بیچارہ جس قدر محبوب کا شائق وشیفتہ ہوتا ہے۔ محبوب اسی قدر ناز بڑھاتا ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ ظاہر باطن کی جتنی خدمت کرتا ہے اور اس کی ترقی کی جتنی سعی' جمیل ملحوظ رکھتا ہے باطن اتنا ہی زیادہ اس سے بیگانہ ہوتا رہتا ہے۔ اور آغوش ظاہر سے دور ہوتا جاتا ہے...... نسبت باطن جتنی بھی مجہول ہو زیبا تر ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ ہے (ادراک کی دریافت سے عاجز رہنا بھی ادراک ہے)...... جب ظاہر میں خلل واقع ہوگا اور اس کے کوچ کی ندا بلند ہوگی باطن میدان خالی پا کر بصد آب وتاب بے پردہ جلوہ گستر ہو جائے گا۔ بعضے خوش نصیبوں کو نیند کے عالم میں ایسی حالت رونما ہوتی ہے جو حالت موت کے مشابہ ہوتی ہے اور حالت بیداری پر تفوق رکھتی ہے۔ "زہے مراتب خوابے کہ بہ ز بیداری است"

نرید ان نمن علی الذین استضعفوا

(ہم چاہتے ہیں کہ نعمت فراواں دیں ان لوگوں کو جو ضعیف کر دیئے گئے ہیں زمین میں اور پیشوا کریں ہم ان کو اور وارث بنائیں)

اس "بدن نامراد" کو جس نے دنیاوی شدائد جھیلے تھے ایذائے خلق برداشت کی تھی جو اوامر ونہی کے بوجھ کے نیچے دبا رہا تھا اور پھر تلخی مرگ چکھی تھی بعدہ "خاکساری گور" سے واسطہ رکھا تھا' آتش فراق اور سوزش اشتیاق سے جلا تھا...... بصد خوبی و ناز' خلائق کے بھرے مجمع میں سریر سلطنت پر بٹھا دیں گے۔

نسبت باطن کی بلندی

مخدوما!...... نسبت باطن جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے۔ زیادہ مجہول ہوتی جاتی ہے۔ ظاہر کو "بے حلاوت" رکھتی ہے۔ اس لئے کہ ظاہر باطن سے "بعید و بیگانہ" ہو جاتا ہے۔ عارف جتنا معرفت کے اندر اعلیٰ ہوگا یہ کیفیت (بے حلاوتی) زیادہ ہوگی اور جتنا بھی نزدیک ہوگا دور تر ہوتا جائے گا...... وہی ایک رسی بٹنے والے شاگرد کا قصہ ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے استاد سے کہتا تھا کہ:

"میں جتنا زیادہ ہٹتا جاتا ہوں' آپ سے دور ہوتا جاتا ہوں۔"

جو شخص تیرے مرشد کو رنجیدہ کرے اور تو اس شخص سے اپنے تعلقات اچھے رکھے تو تجھ سے کتا اچھا ہے...... چہ جائیکہ مرید خود اپنے پیر کو رنجیدہ کرے...... تم نے جو کچھ سوچا ہے غلط سوچا ہے جلدی تدارک کرو' اور مولانا کو راضی کرو۔ جس طرح بھی ہو سکے...... اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اگر مولانا راضی ہیں ہم بھی راضی ہیں ورنہ ہم بھی ناراض ہیں۔ ہماری رضا مولانا کی رضامندی کی فرع ہے۔ تم نے لکھا تھا کہ حسب الحکم طالبین کے کام کو سرگرمی سے انجام دے رہا ہوں۔ کوئی طالب تاثیر سے خالی نہیں رہتا۔ اکثر طالبین پہلی توجہ ہی میں متاثر ہو جاتے ہیں...... الحمدللہ...... تم اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالاؤ' البتہ تکبر اور گھمنڈ سے بچتے رہنا...... اس امر کو جو کہ "مقام دعوت" ہے عظیم الشان سمجھنا...... اور ہمیشہ اس بات کا اقرار کرتے رہنا

کہ کماحقہ اس کو انجام نہ دے سکا۔ طالبین کے حالات کی جانچ پڑتال رکھنا اور ان پر توجہات مبذول کرنا ایک بڑی عبادت ہے۔ (اللہ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اللہ کے بندوں میں اللہ کو محبوب بنائے۔ اور اللہ کی عبادت پیدا کرائے)

مصائب پیش آنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ فرمایا: ''جس کسی مسلم کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے حتیٰ کہ کانٹا لگے یا جوتی کا تسمہ ٹوٹے' یہ اس کے گناہ کی سزا ہوتی ہے۔ اور اللہ جو معاف کر دیتا ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے''۔ پس ''خلق بلا'' اور ''ایصال بلا'' کے لحاظ سے

قل کل من عنداللہ

فرمایا گیا اور بندے نے گناہوں کے ذریعہ جو اس بلا ومصیبت کو کھینچ بلایا ہے اس کے لحاظ سے ''فمن نفسک'' فرمایا پس اب کوئی تعارض باقی نہ رہا...... بخلاف ''حسنہ'' کے کہ وہ محض فضل رب ہے۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے (جنت میں نہیں داخل ہو گا کوئی بھی' مگر اللہ کی رحمت سے...... عرض کیا گیا: اور آپ بھی؟ فرمایا: ہاں! میں بھی اللہ کی رحمت ہی سے داخل جنت ہوں گا)

مقصود حصول نسبت ہے...... اس کا علم ہونا یہ ایک علیحدہ امر ہے' اگر یہ علم دے دیا گیا ہے تو فبہا' ورنہ مضائقہ نہیں ہے۔ ...... نسبت جب دشواری سے حاصل ہوتی ہے تو اس کی قدر و عزت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ اور سہولت وجلدی سے ہاتھ لگ جاتی ہے تو اس کی چنداں قدر وعزت نہیں ہوتی...... جو بھی اس سلسلہ میں جلدی کرتا ہے' بوالہوس ہے...... طالب نہیں...... ایسا شخص قابل ہم نشینی بھی نہیں...... لوگ طلب دنیا میں کیا کیا پاپڑ نہیں بیلتے؟...... طلب حق تعالیٰ تو بہت زیادہ مشقت کی مستحق ہے...... بزرگان دین نے تو بڑی بڑی ریاضتیں برداشت کی ہیں اور عمریں گزار دی ہیں۔

''خوارق وکرامات''' 'مواہب الٰہی' ہیں' کبھی کسی جماعت کو ان سے مشرف کر دیتے ہیں' اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس جماعت سے اعلیٰ ایک جماعت ہے اس کے پاس خوارق وکرامات میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ پس جو احوال وکیفیات کا طلب ہے وہ ماسوا میں گرفتار ہے...... ہاں فنا وبقا مقاصد میں سے ہیں' ان کی تحصیل میں کوشش کرنا اور ان کی دریوزہ گری کرنا اہم شے ہے۔ کیونکہ ولایت ''فنا وبقا'' سے ہی مربوط ہے' اور معرفت جو کہ تخلیق انسانی کا مقصود ہے اسی مقام سے وابستہ ہے' بعض اوقات محبت کی نفی محسوس ہوتی ہو اور فی الحقیقۃ محبت درجہ کمال پر ہو۔ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لئے اس کے نفس اور اس کے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب وعزیز نہ بن جاؤں)

اتباع سنت

مخدوما!...... ہمارے بزرگوں نے عمل سنت کو اختیار اور بدعت سے اجتناب کیا ہے۔ وہ امور جو دین میں غلط طریقہ سے داخل کر لئے گئے ہیں۔ ہر چند باطن کے لئے نافع معلوم ہوں وہ ان پر عمل نہیں کرتے اور اتباع سنت کو اگرچہ صورتاً باطن کے لئے سودمند نہ دکھائی دے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ''تنویر باطن'' کے لئے اس کلمہ مبارکہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں ہے۔ اس کے جزو اول سے ''سالک مستعد'' مطلوب حقیقی کے ماسوا کی نفی' اور جزو دوم سے معبود برحق کا اثبات کرتا ہے اور یہی تمام سلوک کا خلاصہ ہے۔

تا جاروب لا نروبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

سنن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام امور میں پیشوا قرار دو۔ نجات اخروی اور درجات قرب الٰہی کا وصول اسی سے وابستہ ہے۔ تعمیر اوقات میں انتہائی سعی کرو۔ کیونکہ وقت بہت ہی زیادہ عزیز شے ہے۔ یہ لایعنی امور میں صرف نہیں ہونا چاہیے مخلوق سے میل جول بقدر ضرورت ہو' قدر حاجت سے زائد ملنا جلنا اس راہ میں ''درندہ مہلک'' ہے۔ شب زندہ داری اور گریہ سحری کو غنیمت شمار کرو...... لذات فانیہ میں کھپ جانے سے بچتے رہو' یہ امر باطن کو بے رونق اور مکدر کر دیتا ہے' ہر کسی سے خندہ روئی اور کشادہ پیشانی سے پیش آؤ۔ ''امر معروف'' اور ''نہی منکر'' کو اچھی طرح انجام دو' اس میں کوتاہی نہ ہونا چاہیے۔ طعام' منام اور کلام میں حد اوسط کی رعایت کرنا چاہیے۔

پخنداں بخور کز دہانت برآید

پخند آنکہ از ضعف جانت برآید

چیں بہ جبیں ہونے اور بے صبری کرنے کی کہاں گنجائش ہے؟ وجود فرزند سے کس طرح متمتع ہوتے ہیں۔ اور اس کو ''ظہور نعمت حق'' تصور کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح اس کے گم ہو جانے (مرجانے) سے بھی خوش وقت رہو۔ اور اپنے حق میں ''تربیت جلالی'' جانو۔ نیز اس درد والم میں جو کہ ''دریچہ رضامندی محبوب حقیقی'' ہے...... اپنی سعادت کو مضمر سمجھو۔ اس دنیا کی مصیبتیں ہر چند بظاہر جگر کو چھیل دینے والی اور مستقل زخم ہے' لیکن بہ نظیر حقیقت مرہم اور رحمت ہیں' قرب و ترقیات کا سبب ہیں۔

مخلوق کی خدمت

تم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک بڑی جماعت کا مرجع بنایا ہے...... اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے حاجات خلق اللہ کو پورا کرنے کے لئے کمر ہمت کو خوب اچھی طرح باندھ لو۔ مخلوق' اللہ تعالیٰ کی عیال ہے لہٰذا اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے' وہ اپنے بھائی پر نہ خود ظلم کرتا ہے اور نہ کسی کو اس پر ظلم کرنے دیتا ہے' جو شخص بھی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس شخص کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو شخص کسی مسلم بھائی کا غم دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں قیامت کے دن اس کے غم کو دور کرے گا...... اور جو شخص مسلمانوں کو خوش کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو خوش کرے گا۔'' (بخاری و مسلم)

مسلم کی روایت یوں ہے:

''اللہ بندے کی مدد پر رہتا ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد پر رہتا ہے''۔

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''اللہ کی مخلوق میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو اس نے پیدا ہی اسی لئے کیا ہے۔ کہ وہ لوگوں کی حاجتیں پوری کریں۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں لے کر ان کے پاس آتے ہیں''۔

یہ بھی حدیث ہے کہ:

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے دوڑ دھوپ کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھے گا' اور ستر خطائیں مٹا دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقام پر لوٹ کر آئے۔ پس اگر اس بھائی کی حاجت پوری ہو گئی' تو وہ کوشش کرنے والا' گناہوں سے ایسا صاف ہو جائے گویا کہ آج ہی اس کی پیدائش ہوئی ہے۔ اور اگر وہ اثنائے کوشش میں مر گیا تو جنت میں بلا حساب داخل ہوگا''۔ (ابن ابی الدنیا)

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

''جو شخص اپنے مسلم بھائی کے لئے ذریعہ بن جائے کسی ذی مقدرت تک پہنچنے کا اور عسرت دور کرنے کا تو اللہ تعالیٰ پل صراط پر گزرنے کے وقت اس کی اعانت فرمائیں گے۔ جبکہ لوگوں کے قدم پل صراط پر لغزش میں ہوں گے''۔ (رواہ الطبرانی)

''آنحضرت ﷺ سے اس چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کے ذریعہ لوگ زیادہ تر جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ''وہ چیز تقویٰ اللہ اور حسن اخلاق ہے''۔ اور آپ سے سوال کیا گیا اس چیز کے متعلق جس کی وجہ سے اکثر لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''دہن اور شرمگاہ ہے'' (رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''ایمان میں زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مہربانی کا سلوک کرنے والا ہو''۔ (رواہ الترمذی)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:

''میں اس شخص کے لئے جنت کے احاطے کے پاس گھر دلانے کا ضامن ہوں جو جھگڑا کرنا ترک کر دے۔ اگرچہ حق پر ہی کیوں نہ ہو' اور وسط جنت میں گھر دلانے کا اس شخص کے لئے ضامن ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ بولتا ہو...... اور جنت کے بالائی حصہ میں گھر دلانے کا اس شخص کے لئے ضامن ہوں جو اپنے اخلاق کو اچھا کرے''۔

(رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ والترمذی)

''بے شک اللہ نرمی کرنے والا ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے''(رواہ البخاری ومسلم)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

''کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتلا دوں جس سے اللہ تعالیٰ بلندی عطا کرے اور درجات کو اونچا کر دے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا' ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔''جو شخص تم سے جہالت کا معاملہ کرے تم اس سے بردباری کا معاملہ کرو اور جو ظلم کرے اس کو معاف کردو اور جس نے تم کو محروم کیا ہو اس کو عطا کرو' اور جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو۔ اور صلہ رحمی کرو''۔ (رواہ الطبرانی والبزاز)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:۔

''طاقتور وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے' درحقیقت طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے' (تحمل کرے)''

(رواہ البخاری ومسلم)

یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ:۔

''تیرا تبسم کرنا اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر صدقہ ہے' تیرا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا صدقہ ہے۔ کسی بھٹکے ہوئے کو سیدھا راستہ بتا دینا صدقہ ہے۔ راستے سے پتھر' کانٹا' یا ہڈی کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ اپنے ڈول میں پانی بھر کر اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے''۔ (رواہ الترمذی)

محاسبہ کرنا

(بر و بحر میں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا)

ہمارے شامت اعمال کے باعث دوسرا سال ہے کہ مخلوق قحط کی مصیبت میں گرفتار ہے۔ لوگ نماز استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلے تھے' اور یہ ''دورازکار'' (میں) بھی سب کے ساتھ تھا۔ میں اپنے بار گناہ کو لئے ہوئے یقینی طور پر سمجھ رہا تھا کہ اس بلائے قحط کا ورود میرے ہی اعمال سوء کے نتائج میں سے ہے۔ لوگ خوامخواہ میرے وجود سے برکت ڈھونڈتے تھے اور مجھے دفاع بلا کا ذریعہ بنا رہے تھے۔ عجب معاملہ ہے کہ جس قدر نسبت باطن عارف پر غالب آتی ہے احکام شرعیہ کے ازدیاد تجلی کا سبب بنتی ہے۔ اس لئے کہ...... نفس امارہ جو بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے اس وقت مطیع ہو جاتا ہے' اور کمال تجلی' کمال' ''اطمینان نفس'' کے ساتھ وابستہ ہے۔ علامت ''اطمینان'' یہ ہے کہ ''احکام منزلہ'' کا پورا پورا اتباع ہو۔ اتباع نہیں تو اطمینان بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں کمال متابعت صاحب شریعت ﷺ پر ثابت قدم رکھے۔

جو جماعت حضرت مجدد الف ثانی کے حلقہ خدام میں رہ کر سعادت پابوسی سے مشرف ہوئی ہے وہ میری نظروں میں بغایت عزیز ومحبوب اور شریف ومرغوب ہے..... اس لئے کہ یہ لوگ کمالات محبوب کا آئینہ ہے۔ اور اس جمال دل آراء کی یادگار..... جس وقت اس جماعت کو دیکھتا ہوں میری عجب حالت ہو جاتی ہے۔ گویا کہ حضرت گرامی قدر رحمۃ اللہ علیہ کا جمال مبارک مشاہدہ کر رہا ہوں...... وہ اجتماع للہ فی اللہ کہ جس کی نظیر آج نہیں ملتی' جب میرے دل میں گھومنے لگتا ہے تو اس کی یاد سے ''دیدہ برآب'' اور ''جگر کباب'' ہو جاتا ہے۔

نہ ہجر دوستاں خوں شد درون سینہ جان من
فراق ہمنشیناں سوخت' مغز استخوان من

اگرچہ کوئی نشان اس دیار کا اب تک ظاہر نہیں ہوا اور سوائے ہجر و دوری اور سوز وگداز کے کچھ بھی پلے میں نہیں۔ تم بھی اس دیار کو عبور کرنا چاہو۔ نیز ہم ''ماتم زدگان ہجراں'' کے درد شریک اور ''تلخ نوشان بزم سوزش فقدان'' کے ساتھ جرعہ کش بننا چاہو تو کیا مضائقہ ہے۔ یہاں آ جاؤ۔ بھائی یہ بھی مستقل عنایت ہی ہے کہ اس در سے مانوس کر رکھا ہے اور اس سوز سے موافقت وسازگاری کی ہمت دی ہے۔ اس قرب قیامت کے زمانہ میں اس قسم کا دینی اجتماع اور للہ فی اللہ ہمنشینی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔

آسماں سجدہ کند بہتر زمنے کہ درو
یک دو کس یک دو نفس بہر خدا نشیند

آزمائشی ڈھیل سے لرزاں اور کید شیطانی سے ترساں بھی رہنا نیز نفسانی وساوس اور شرک خفی کے دقائق سے بھی خبردار رہنا۔ نیند جو کہ سراسر غفلت ہے اگر اس نیت سے ہو کہ سونے کے بعد عبادت میں سستی نمودار نہیں ہو گی تو یہی نیند ذکر بن

جائے گی...... ''علماء کی نیند عبادت ہے'' یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا (یہ نیت ہی کی بناء پر ہے)......لوگوں کے ساتھ اس نیت سے ملنا جلنا کہ ان کے حقوق ادا کر دیئے جائیں۔ یہ بھی عبادت ہے۔ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اس قسم کے عارفوں کی شان میں جو گستاخی اور ایذاء دہی ہوتی ہے وہ (براہ راست) اللہ کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے۔

بھائی کیا کیا جائے دنیا سراسر محل فراق واندوہ ہے۔ جائے ملاقات تو آخرت ہے۔ حق تعالیٰ اعمال آخرت میں سرگرم رکھے تا کہ ''وہاں'' کی ملاقات کی شکل نکل آئے' جبکہ مطلوب حقیقی کی ملاقات وہاں کے لئے ''موعود'' ہے۔ پھر دوسروں کی ملاقات تو اس ملاقات کی فرع ہے۔ دنیاوی زندگی ملاقات حق تعالیٰ کی تاب برداشت علی وجہ الکمال نہیں رکھتی۔ طالب اس عالم میں ہمیشہ ''جگر کباب'' دیدہ پر آب' ہمہ وقت سوگوار' سوز وگداز میں بے قرار' ہر رات طلوع آفتاب حقیقی کے انتظار میں بیدار اور ہر دن ماہتاب حقیقی کی چاہت میں مضطرب دکھائی دیتے ہیں۔

متاعے کزیں رہ گزرمی برند
لب خشک و مژگان ترمی برند

(طالب) بغیر مطلوب حقیقی کے آرام نہیں پاتے ماسواء سے انس والفت نہیں رکھتے۔ اور اس ترانے کے ساتھ مترنم رہتے ہیں۔

بچہ مشغول کنم دیدہ دل را کہ مدام
دل ترامی طلبد دیدہ ترامی خواہد

یہ بندگان خدا ''شوریدگان'' اور آشفتہ حال ہیں...... جہان میں ہیں لیکن ''بے جہان'' ہیں۔ عالم میں ہیں مگر ''بے عالم'' ہیں۔ اس کے باوجود عالم میں درحقیقت یہی لوگ ہیں اور تمام افراد عالم انہی کے وجود سے قائم ہیں۔ حقیقی دولت مند یہی لوگ ہیں' آزاد بھی یہی ہیں' نہ یہ کسی شخص سے پیوند لگاتے ہیں نہ اپنے نفس سے۔

غلام نرگس مست تو تاجدار انند
خراب بادہ لعل تو ہوشیار انند

اگر کوئی ''سرمایہ وحاصل'' رکھتے ہیں تو اسی ذات مقدس کو رکھتے ہیں' اور اگر ''تکلم خطاب'' کرتے ہیں تو اسی سے کرتے ہیں۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

''جوانان مستعد'' سے افسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنی ''فطرت ہائے عالی'' کو اس دنیائے دوں میں مصروف کئے ہوئے ہیں۔ جس قدر اپنے اعمال سے مایوسی زیادہ ہوگی' فضل خدا پر بھروسہ زیادہ ہوگا۔ بندے پر لازم ہے کہ یک لحہ اور ''یک چشم زدن'' بھی اس ذات اقدس سے غافل نہ رہے' اور ''دوام حضور'' کے ساتھ موصوف ہو...... ''خسران وخجالت'' کی بات ہے کہ منعم حقیقی' درپے انعام ہو اور جس پر انعام ہو رہا ہے وہ روگرداں ہو۔

کسے کو غافل از حق یکزماں نست
درآں دم کافرست اما نہانست

چاہیے کہ کمر ہمت کو احکام شرعیہ کی انجام دہی کے لئے چست باندھیں۔ ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کو اپنا شیوہ وطریقہ بنائیں۔ ''سنن متروکہ'' کے زندہ کرنے کو زبردست کام سمجھیں......

''ہر وارد'' جو قلب پر گزرے' اس کے چھپانے میں کوشش کریں ''وقائع'' اور ''منامات'' پر اعتماد نہ کریں...... اگر کوئی خواب میں ''بادشاہ'' یا ''قطب وقت'' ہو جائے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ اور قطب وہ ہے جو خارج میں منصب بادشاہت اور منصب قطبیت پر فائز ہو...... اگر (بالفرض) خارج میں بھی کوئی بادشاہ ہو گیا اور کائنات اس کی مسخر ہو گئی تو کوئی سی بزرگی اس کو حاصل ہو گئی اور کونسا ''عذاب گور'' اور ''عذاب قیامت'' اس سے رفع ہو جائے گا؟ ''فناء ونیستی'' اور ''ستر واردات'' میں کوشش کیا کرتے ہیں......

اے بھائی! چونکہ یہ زمانہ آخری زمانہ ہے' اور اس وقت دین میں سستی آ گئی ہے۔ سنت متروک اور بدعت شائع ہے (بنابریں) تحصیل علوم اور نشر واشاعت علوم' ایسے ''دور ظلمات'' میں اہم کام ہے۔ نماز اس صورت ظاہری میں محدود نہیں ہے بلکہ عالم الغیب میں اپنی ایک حقیقت رکھتی ہے جو تمام حقیقتوں سے بالاتر حقیقت ہے۔ جبتک کوئی اس حقیقت تک نہ پہنچے گا

اس کے (نماز کے) کمال کو کیا پا سکے گا...... اور وہ حقیقت صورت نماز کے ساتھ ہی وابستہ ہے...... نماز ایک محبوب و دلبر ہے' اس کی صورت و زیبا کو گویا اس عالم مجاز میں ''ارکان مخصوصہ'' کے ساتھ اور ان کی اداؤں اور ''رعنائیوں'' کو اس ''قیام و قعود'' اور ''آداب و خشوع'' کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ آگ کو روشن کرے لیکن آگ کی تاثیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے...... کھانا کھائے اور شکم سیری کو اللہ کی طرف سے سمجھے...... اگر کوئی شخص اس قسم کے اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی کرے' اور اس بناء پر اس کو کوئی مضرت پہنچ جائے تو وہ شخص گنہگار ہوگا۔

مخدوما!...... مصافحہ فی نفسہا تو مسنون اور ''عمل بزرگ'' ہے اور یہ وقت کا تعین بدعت ہے۔ یہ جو چند اشخاص کو ذکر کرانے کی تم کو اجازت دے دی تھی اس لئے تھی کہ اچھا ہے چند آدمی جمع ہو کر مشغول ہوں تا کہ ایک کا فیض دوسرے پر منعکس ہو۔

مخدوما!...... اجازت تعلیم طریقت اہم معاملہ ہے' خواب سے کام نہیں چلتا' تاوقتیکہ بیداری میں اجازت نہ ملے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ زآفتاب گویم

اس عمر چند روزہ کو اہم امور میں صرف کریں۔ ''احیائے لیالی'' اور ''گریہ سحری'' کو مغتنمات میں سے سمجھیں۔ شبہائے ناز کو ''انوار اذکار'' سے روشن کریں...... تجارت میں ''صدق و امانت'' کو ملحوظ رکھیں۔

ان الله يحب التاجر الصدوق

(سچے تاجر کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے) یہ حدیث تم نے سنی ہو گی ''عقود فاسدہ و ربویہ'' سے بچتے رہیں۔ جس کسی نے ''کمالات عاریتی'' کو اس کے مالک کے سپرد کیا اور اپنے ذاتی فقر و نیستی کو دیکھا وہ ''دولت قرب و وصال'' سے بہرہ یاب ہوا۔ اس نے ''دام نیستی'' سے ''صید ہستی'' کا حاصل کر لیا۔ اور ''راہ ذلت'' سے مقام عزت پر پہنچ گیا۔

فطوبى له و بشرى یاد الٰہی سے غافل نہ رہو

دوستوں سے امید ہے کہ وہ اتباع ہوا و شیطان کے باعث ''لقاء رحمان'' کو فراموش نہ کریں گے' زمانہ صحت و فراغ کو غنیمت جانیں گے۔ تلاوت قرآن کریم کریں گے۔ نفس برائیوں کا حکم کرنے والا ہے اور دنیا (درحقیقت) ایک بڑی زبردست جادوگرنی ہے۔ جس کا ظاہر پسندیدہ اور جس کی لذتیں مرغوب ہیں۔ (اے انسان) تو نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر ترجیح دے رکھی ہے۔ یعنی تعب نفس' شغل قلب اور ثقل حساب کو راحت نفس' فراغ قلب اور خفت حساب پر ترجیح دے دی۔ ''تو بدن فانی کی تعمیر میں مشغول ہے' نفس ظالم کا پیٹ بھر رہا ہے' اور جناب سبحانی کی جانب توجہ کرنے کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ (کیا انسان نہیں جانتا اس وقت کو جبکہ قبروں سے مردوں کو اٹھایا جائے گا) اور ان بھیدوں کو جو سینوں میں چھپے ہوئے ہیں' ظاہر کیا جائے گا' بیشک رب الناس اس دن انسانوں کے احوال سے باخبر ہے۔ ترجمہ آیۃ ہے۔

سرور کائنات فخر دو عالم ﷺ باوجود محبوبیت ذاتیہ ''دوام حزن'' اور ''تواصل فکر'' کے ساتھ موصوف تھے' جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور جو شخص بھی اس درد سے بے نصیب ہے' وہ چوپائے کے حکم میں ہے بلکہ اس سے بھی کم درجہ اور گمراہ تر ہے۔

بدعت کی ظلمتیں عالم پر محیط ہیں۔ سنت غریب و نادر ہو گئی ہے۔ اور اس کے انوار مستور ہو رہے ہیں ''سنن متروکہ'' کے زندہ کرنے اور علوم شرعیہ کے پھیلانے کے لئے کمر ہمت خوب مضبوط باندھو اور اس امر کو وسیلہ کمال رضامندی حق تعالیٰ بناؤ' نیز ''قرب بارگاہ محمدی'' کو بھی اسی عمل سے ڈھونڈو...... یہ مضمون حدیث ہے کہ: جو شخص میری ایسی سنت کو جو ''متروک العمل'' ہو گئی ہے زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو بڑھاپے اور زمانہ ضعف میں آثار قبولیت کے ساتھ مزین فرما دے' اور اس کے نور جبین کو اس کا شاہد عادل بنا دے۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک فاسق کو خواب میں اس کے مرنے کے بعد دیکھا اور اس کے حالات دریافت کئے' اس نے کہا کہ مجھے بخش دیا گیا' سائل نے از راہ تعجب پوچھا: کس عمل کی وجہ سے؟ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی نے بعد نماز عصر دعا کے لئے

ہاتھ اٹھائے تھے میں بھی اس دعا میں شریک تھا' اور ہاتھ اٹھا کر آمین کہتا جاتا تھا' اس دعا کے طفیل میں مجھے بخش دیا۔ پس آپ جیسے درویشوں پر رشک وغبطہ کرنا چاہیے۔ کہ دوستان خدا کی دوستی میں اپنے ''موئے سیاہ'' کو سفید کرلیا۔ اوران کے دل میں اپنی جگہ بنائی۔ اس 'امرعظیم القدر'' کو تھوڑا خیال نہ کرنا۔

فقرو مسکینی کو محبوب رکھنا

فقرو مسکینی کو جان ودل سے دوست رکھیں' نامرادوں اور دردمندوں کی ہمنشینی اختیار کریں۔ ''صلحا درویشان'' کو بدل و جان عزیز اوران سے مجالست رکھیں۔ اہل دنیا اور دنیا کے ٹھاٹھ پر ہرگز ''گوشہ چشم'' نہ ڈالیں اور دنیا کے ٹھاٹھ کو حقیر و ناچیز اور سم قاتل تصور کریں۔ طلباء کی خدمت حتیٰ الامکان خود کریں اور جہاں تک ہوسکے دوسروں پر ان کو نہ چھوڑیں۔

مکتوب میں ازراہ تلطف ومخلص پروری' مقدمات شوق آمیز'' اور ''فقرہ ہائے عشق انگیز'' مندرج تھے' اس کے مطالعہ نے ''آتش مشتاقان'' کو دوچند اور ''شعلہ فراق'' کو سربلند کردیا۔

''چونے کی سی کانکری جب چھڑکوں تب آگ''

(یعنی دل عاشق چونے کی ڈلی کی طرح ہے کہ جب اس پر پانی چھڑکا جاتا ہے مثل آگ کے ہوجاتی ہے......

عاشق مسکین کو نا تاب عتاب ہے' نہ طاقت عنایت' نہ برداشت قہر ہے نہ یارائے مہر

''کہ وصل از ہجر باشد جانستاں تر''

گیرم کہ بغم خانہ ما یار خرامد

گو حوصلہ و طاقت دیدار کہ درد

بخششہائے شاہ کو اس کے شتران بار بردار ہی اٹھایا کرتے ہیں۔ ہستی عاشق جب تک درمیان میں ہے مورد صد بلا ہے۔ اس کی درستی نیستی میں اوراس کی فلاح ترک ہستی میں ہے۔

(برادرم شیخ محمد سعید کے اندر) بچپن ہی سے آثار وقبول و کرامت ظاہر اور اطوار ولایت ونجابت ہویدا تھے۔

حضرت قلب الولایہ خواجہ محمد باقی کے زمانہ حیات میں آپ چونکہ خوردسال تھے' اس لئے ان کی خدمت میں نہیں پہنچ سکے تھے' لیکن خواجہ نے ان کے حق میں فرمایا تھا کہ محمد سعید ہمارا ہم پیشہ ہمکار ہے۔ اس نے غائبانہ ہم سے نسبت حاصل کرلی ہے۔

فی المهد ینطق عن سعادۃ جدہ

آپ نے ظاہری و باطنی کمالات اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاصل کئے ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہرہ' معقولہ ومنقولہ کی تحصیل کو درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا...... والد بزرگوار کی طرح کمال تقویٰ سے آراستہ' متابعت سنت اور ''عمل عزیمت'' سے پیراستہ ہیں۔ نرمی کلام' تواضع تمام' مہمانوں کی خبرگیری کا اہتمام۔

حضرت ایشاں (مجدد صاحب) کو اکثر اوقات جب کسی فقہی مسئلے کی تحقیق کرنی ہوتی تھی تو ان سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کرتے تھے جب یہ ''حل مشکلات مسائل'' کر دیتے تھے اور بعض پیچیدہ مسئلوں پر راہ خلاصی نکال دیتے تھے' تو حضرت والا بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اوران کے حق میں یہ دعائیں کیا کرتے تھے۔ حضرت والا کی زندگی ہی میں یہ مراتب کمال وتکمیل کو پہنچ گئے تھے اوران کی موجودگی ہی میں خلافت حاصل کر کے تعلیم طریقہ اور ارشاد طلبہ کا کام انجام دینے لگے تھے...... کمال ''عقل معاد'' کے ساتھ ساتھ ''عقل معاش'' میں بھی درجہ کامل رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت ایشان اکثر امور میں ان سے مشورہ لیا کرتے تھے' اوران کی رائے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ امور باطن میں بھی یہ حضرت والا کے رازدار تھے۔ حضرت مجدد جو اسراران کے درمیان رکھتے تھے ان اسرار میں دوسرا کم شریک ہوتا تھا' ان کو حضرت مجدد کے اسرار غامضہ اور معاملات خاصہ کے ذریعہ بشارت دی گئی ہے۔ امراض ظاہری والے ان کی توجہ سے شفا پاتے ہیں۔ اور امراض باطنی والے ان کے تصرف سے جمعیت قلب کی راہ اختیار کرتے ہیں...... والسلام

تقویٰ کی اہمیت

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کچھ دور چلے۔ اور یوں فرمایا کہ اے معاذ! میں تجھے تقویٰ اللہ' صدق کلام' وفائے عہد'

ادائے امانت، ترک خیانت، رحم یتیم، حفاظت ہمسایہ، ضبط غصہ، نرمی کلام، بذل سلام، لزوم امام، تفقہ فی القرآن، حب آخرت، خوف حساب آخرت، کوتاہی آرزو، اور حسن عمل کی وصیت کرتا ہوں اور منع کرتا ہوں اس بات سے کہ کسی مسلم کو برا بھلا کہے یا کسی کاذب کی تصدیق اور صادق کی تکذیب کرے، یا امام عادل کی نافرمانی کرے اور فساد الارض میں حصہ لے...... اے معاذ! اللہ کا ذکر کر، ہر شجر و حجر کے قریب اور ہر گناہ کی توبہ کر...... پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ طور پر، اعلانیہ کی اعلانیہ طور پر...... (رواہ البیہقی فی الکتاب الزھد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: یارسول اللہ! میں خادم کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟...... پس سکوت فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا کہ کتنی مرتبہ معاف کروں، تو فرمایا کہ ایک دن میں ستر مرتبہ...... (رواہ مسلم فی صحیحہ)

کمترین دعا گویان نیاز مند...... حضرت سلطان الاسلام ظل اللہ تعالیٰ علی الانام باسط مہار العدل والانصاف)

امیر المومنین انار اللہ برہانہ کی خدمت میں لکھتا ہے اور اظہار نیازمندی و خاکساری کرتے ہوئے نعمت امن و امان رونق اسلام اور قوت شعائر اسلام کے ظہور پر شکر و ثناء کرتا ہے۔ نیز آپ کے لئے درازی عمر، شوکت وظفر اور نصرت کی دعا اپنے زاویہ نامرادی اور گوشہ شکستگی میں درویشوں کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔ چونکہ یہ دعا خلوص دل سے ہے اور پس پشت ہے اس لئے امید ہے کہ قریب قبولیت ہوگی۔ ماسوای اللہ میں گرفتار ہونا امراض قلبیہ میں سے شدید ترین مرض ہے اس کے ازالہ کی فکر کرنا بہت ضروری ہے۔ تم نے اظہار شوق کیا تھا اور اپنے درد دل کی خبر دی تھی۔ اس شوق کو نعمت عظمیٰ اور اس درد کو سرمایہ سعادت تصور کرو۔ اللہ تعالیٰ آتش شوق کو مشتعل اور شعلہ طلب کو سربلند کردے۔ یہاں تک کہ اپنے ماسوا سے بیگانہ بنادے اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخشے...... بزرگوں کا مقولہ ہے "دست بکار دل بیار"...... حضرت حق کا محل نظر دل ہے...... دل کو پاک صاف رکھا جائے اور اسے ماسوائے حق کے التفات سے یکسو کردینا چاہیے۔

ذکر گو ذکر تاترا جان ست
پاکی دل ز ذکر رحمان ست

اپنے حالات لکھتے رہا کرو کہ یہ توجہ غائبانہ کا ذریعہ ہے۔

بوصلش تا رسم صد باراز پا افگند شوقم
کہ نو پروازم واز و شاخ بلند آشیاں دارم

جب تم اس راستے میں آئے ہو تو مردانہ وار آؤ۔ اور طلب گاری کے جو جو لوازم ہیں ان کو پورا کرو۔ شریعت غرا کے "عروہ وثقی" کو ہاتھ سے نہ دو...... سنن نبویہ کو دانتوں سے مضبوط پکڑو...... بدعت سے اور صحبت بدعتی سے بچتے رہو...... کمر ہمت کو خدمت مولائے حقیقی جل سلطانہ میں کس کر باندھ لو...... درگاہ قدس کی جانب کمال توجہ کو بڑی نعمت سمجھو اور جو چیز بھی اس دولت معنوی کی مانع اور منافع ہو اس سے سینکڑوں کوس دور بھاگو۔ محبت و اطاعت شیوخ پر مستقیم رہو کہ اس راہ کا مدار، ان کی محبت و اطاعت پر ہے۔

مکرما!...... فقیر اس معاملے میں بہت کاہل واقع ہوا ہے...... علاوہ ازیں اس طرف کے جانے والے بھی کم ملتے ہیں...... امید ہے کہ مجھے معذور رکھو گے...... خدا نہ کرے کہ تمہاری نسبت میں کوئی فتور اور محبت میں کوئی قصور آئے بلکہ امید ہے کہ جتنا زمانہ بڑھتا جائے گا۔ نسبت معنوی بڑھتی جائے گی اور جتنے ایام گزریں گے آتش شوق مشتعل ہوتی جائے گی اور بادہ محبت جوش میں آجائے گا۔

"شراب کہنہ مالذت دگر دارد"

تقویٰ وخلوص

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یاایھاالذین امنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ماقدمت لغد

پس ضروری ہے کہ انسان اپنے حاصل کار اور نقد روزگار میں تامل کرے اور خوب اچھی طرح دیکھے کہ روز موجود (قیامت) کے لئے جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ اس نے کیا مہیا کیا ہے؟ اور یہ بھی دیکھے کہ اس کی حسنات میں

سے کون سا عمل قابل قبول ہے اور کونسا لائق رد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عبث اور مہمل پیدا نہیں کیا ہے' اور نہ اس کو بے نکیل چھوڑ دیا ہے کہ جو جی چاہے کرلے اور جس طرح چاہے زندگی گزارے...... انسان کی تخلیق کا مقصد وظائف بندگی کی ادائیگی اور تحصیل فنا ونیستی ہے جو کہ حاصل معرفت ہے حق تعالیٰ دین خالص چاہتے ہیں' شرکت پر راضی نہیں ہیں۔ وہ مخالف نفس کا بھی مطالبہ کرتے ہیں اور ہم بوالہوس ہیں کہ مراد نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور لذت عاجلہ کی تحصیل میں کوشاں ہیں دوستوں سے دعائے سلامتی خاتمہ کی امید فرمایا ہے۔

(اے بلال! مجھے راحت دو' اذان دے کر)...... (نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ ہے) جو قرب ادائے نماز کے وقت ہوتا ہے وہ نماز کے باہر نہیں۔ حدیث میں آیا ہے۔

"اقرب ما یکون العبد الی الرب فی الصلوٰة"

(بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے)

اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ: "درمیان بندہ وخدا جو حجاب ہے وہ نماز میں اٹھا دیا جاتا ہے۔"

نیز وارد ہوا ہے

"الساجد یسجد علیٰ قدمی الله فلیسجد ولیرغب"

(سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ پس چاہیے کہ سجدہ کرے اور رغبت کے ساتھ سجدہ کرے)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے (ایک دن ہمارے سمجھانے کے لئے) ایک خط کھینچا اور فرمایا: "یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے' پھر کئی خط اس کے دائیں بائیں کھینچے اور یوں فرمایا کہ یہ شیاطین کے راستے ہیں ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے" اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"و ان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه الأیة"

جیسا کہ قرآن میں ید اور وجہ (اللہ تعالیٰ کے لئے) آیا ہے۔ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ اللہ تعالیٰ محیط ہے' اور ہمارے ساتھ ہے اور اس احاطے کی کیفیت معلوم کرنے میں ہرگز مشغول نہ ہوں اور جو کچھ معلوم ومکشوف ہو اللہ تعالیٰ کو اس سے منزہ ومبرا جانے۔ متشابہات میں یہی طریقہ اسلم ہے۔

جس کے دین وایمان میں کلام ہو' وہ دوسرے کی تربیت کیا خاک کرے گا۔

"او خویشتن گم صد کرا رہبری کند"

ابھی کچھ نہیں گیا ہے جب تک موت کے غرغرے کا وقت نہ آئے۔ در ہائے توبہ کھلے ہوئے ہیں...... اس راہ غیب الغیب میں مرشد کامل کی دستگیری کے بغیر راستہ چلنا اور سلوک طے کرنا بہت مشکل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ کا دارومدار شیخ مقتدی کی صحبت اور رابطہ محبت پر ہے۔ کشودگی کار اور ترقی اسی سے متعلق ہے...... ہمارے بزرگوں کا طریقہ اتباع سنت واجتناب از بدعت ہے...... لہٰذا صحبت شیخ کامل میسر آنے تک متابعت سنت پر مستقیم رہو۔ اور سنن متروکہ کو زندہ کرتے رہو۔

سنت متروکہ کا احیاء

حدیث میں آیا ہے۔

من احییٰ سنتی بعد ما امیتت فله' اجر مائة شهید"

(یعنی جو میری مردہ سنت کو زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا)

سنت متروکہ کا احیاء یہ ہے کہ خود عمل میں لائے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی دلالت کرے تاکہ دوسرے لوگ بھی اس پر عمل کریں۔ بدعت سے دور رہو' بدعتی کی صحبت میں نہ بیٹھو بلکہ اپنی مجلس میں بھی اس کو جگہ نہ دو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"اهل البدعة کلاب اهل النار"

الطریقة کلها ادب اس میں ادب سے مراد ادب شریعت ہے اور آداب طریقت جو کہ رعایت ومتابعت شیوخ کا دوسرا نام ہے۔

مشاہدہ ارواح

مخدوما!...... مشاہدہ ارواح خواہ بچشم سر ہو خواہ بچشم باطن کوئی کمال کی بات نہیں ہے اور منازل قرب کی کوئی منزل اس سے وابستہ نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ باطن ماسوا کی "دید ودانش" سے آزاد ہو جائے۔ غیر کا نام ونشان دیدہ باطن میں باقی نہ رہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس

ارواح کا مشاہدہ محسنات سے بھی کم درجہ رکھتا ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس قسم کے مشاہدات طلب سے باز رکھتے ہیں۔ اور (سالک کے اندر) کمال کا وہم پیدا کردیتے ہیں۔ مخدوما! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا وہ خط فقیر کی علالت کے زمانہ میں آیا تھا اس وقت جواب لکھنے کی طاقت نہ تھی بلکہ پڑھنے اور غور کرنے کی بھی ہمت نہ تھی اب وہ خط ملا نہیں۔ معذور رکھیں۔ والسلام

گردش زمانہ اور انقلاب اہل زمانہ سے رنجیدہ وملول نہ ہوں اور زمانہ کے پست وبلند کرنے سے متغیر نہ ہوں بلکہ عبرت حاصل کریں، ترساں ولرزاں رہیں۔ تمام قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں وہی جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گھماتا ہے۔

چو بید برسرایماں خویش می لرزم

ذکر وفکر

اوقات کو ذکر وفکر میں معمور رکھو۔ ''تنویر باطن'' میں کوشش کرو اس لئے کہ باطن محل نظر مولیٰ ہے تنویر باطن دوام ذکر ومراقبہ سے متعلق ہے۔ نیز وظائف بندگی کی بجا آوری فرائض سنن اور واجبات کی ادائیگی اور بدعت ومحرمات ومکروہات سے بچنے کے ساتھ مربوط ہے جس قدر بھی اتباع شریعت اور اجتناب از بدعت میں کوشش ہوگی۔ اسی قدر نور باطن بڑھے گا اور جناب اقدس کی طرف راستہ کشادہ ہوگا۔ اتباع سنت یقینی طور پر نجات دہندہ نتیجہ بخش اور رافع درجات ہے۔ احتمال تخلف نہیں رکھتی اور اس کے ماورا خطر درخطر ہے اور راہ شیطان ہے۔ مخدوما!...... نماز معراج مومن ہے جو حالت اس کی ادائیگی کے وقت رونما ہوگی وہ حالت معراجیہ کے ساتھ مناسبت رکھے گی اور تمام دیگر حالات سے ممتاز ہوگی۔ تمام احوال کو نماز کے مقابلے میں وہ نسبت حاصل ہے جو صورت کو حقیقت کے مقابلے میں۔ مثال کے طور پر دیکھو جو صورت آئینے میں نظر آرہی ہے اس کو اپنی اصل سے کیا مساوات حاصل ہے۔ سوائے مماثلت صوری ومشارکت رسمی کے اور کچھ بھی نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

گر مصور صورت آن دلستاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش راچساں خواہد کشید

جس قدر بھی تکمیل نماز میں کوشش رعایت سنن وآداب سنن میں جدوجہد اور تطویل قرات ورکوع وسجود میں سنت کی موافقت کرو گے۔ فیوض وبرکات نماز اس قدر وارد ہوں گے۔ نماز کا حسن وجمال اور کمال زیادہ سے زیادہ ظہور پذیر ہوگا۔

مخدوما!...... فقرائے دور افتادہ ودور از کار امیدوار ہیں کہ روضہ مقدسہ (گنبد خضرا) کے مجاور اور اس آستانہ عالیہ کے جاروب کش نیز اس دیار پرانوار کے معتکف اور **اذھما فی الغار** کے زائرین اس شکستہ دل افگار کو بھی اس بارگاہ سراسر اسرار میں یاد رکھیں گے اور انتہائی عجز وانکسار کے ساتھ اس کا سلام فقیرانہ پیش کریں گے۔ گاہے گاہے ایک نگاہ کرم کی درخواست بھی اس مشتاق سرگذشتہ کے لئے کردیا کریں۔ اس لئے کہ اس عاجز کے تمام کاموں کی درستگی موقوف بانیم نگاہ ہے۔ کسی نے ''اپنے محبوب سے مخاطب ہوکر) خوب کہا ہے۔

از درد سر و خمار ہستی رستن
موقوف بیک نگاہ مستانہ تست

بس ضبط اوقات میں کوشش کرو۔ موافق وقت وحال اعمال وطاعات میں مشغول رہو اور طالب ترقی رہتے ہوئے اس بات کی کوشش ہو کہ آگے کو جو دن آئے وہ بہتر حالت میں آئے۔

من استویٰ یوماہ و ھو مغبون

(جس کے دو دن یکساں گزرے اور آگے کو ترقی نہ کی وہ ٹوٹے میں ہے)

مخدوما!...... جس شخص میں نشہ محبت موجود ہے وہ (خود) معانی مکنونہ جذب کرلیتا ہے اور باطن فیض دہندہ سے باندانہ محبت اخذ فیوض کرتا ہے اور موقع توجہ کا خیال رکھتا ہے۔ اگر (مرشد کی) توجہ بھی اس محبت کے ساتھ جمع ہوجائے تو نور علی نور ہے۔ اس کام (سلوک) میں سب سے اعلیٰ محبت ہے توجہ محبت کے بغیر کارگر نہیں اور محبت بے توجہ بھی کام کرجاتی ہے۔

المرء مع من احب

حدیث نبوی ﷺ ہے محبت سلسلہ وجود وایجاد کو جنبش میں لائی ہے اسی محبت نے گنج پنہاں کو ظاہر کیا ہے اسی نے حسن پوشیدہ کو بے پردہ کردیا ہے بے شک حسن بے پردگی کا خواہاں ہے اور جمال تاب مستور نہیں رکھتا۔

پری رو تاب مستوری ندارد

یہ محبت' صفت محبوب کا مظہر ہے جو کہ حسن نظارگی چاہتا ہے۔محبوب کو ایک محبّ چاہیے تا کہ اس کی صفت محبوبی آشکارا ہو جائے۔کسی نے خوب کہا ہے۔

منم کاستاد را استاد کردم
غلام خواجہ راہ آزاد کردم

جو محبت عاشق کی صفت ہے وہ اسی محبت کا عکس ہے جو معشوق کے ساتھ قائم ہے۔ کیونکہ عاشق کا جو کمال ہے وہ کمالات معشوق کا سایہ ہے۔ پس یہ اسی محبت کا ظہور ہے جو اس آئینے کے اندر اس لباس میں جلوہ گر ہے۔

یک نشہ دو جا ظہور کردہ

عاشق ''دقائق حسن'' کو جتنا زیادہ سمجھے گا اور جمال وکمال معشوق کی معرفت میں جتنی زیادہ ''چشم دور بیں'' رکھتا ہو گا صفت عشق اس میں اتنی ہی زیادہ بڑھی ہوئی ہو گی اور وہ اتنا ہی زیادہ فریفتہ وشیفتہ ہو جائے گا۔

آنرا کہ بہ حسن دید تیزست
ایں عشق' بلائے خانہ خیزست

شوق زیارت بیت اللہ

مخدوما!.....تم نے شوق زیارت بیت اللہ کا اظہار کیا ہے اس کے مطالعہ نے لذت اندوز کیا اور شوق کو برانگیختہ کر دیا.....ہاں !کسی مسلمان کو سفر کا ارادہ ہو تو وہ ایسا ہی (متبرک) سفر اختیار کرے اور کوئی شوق دامن گیر ہو تو اسی دیار کا شوق ہو اس لئے کہ یہ بہترین جگہ ہے اور مطلوب بے نشان کا نشان رکھتا ہے۔

گفت معشوقے بعاشق کاے فتا
تو بغربت دیدہ بس شہر ہا
پس کدا میں شہر از انہا خوشترست؟
گفت ان شہرے کہ دردے دلبرست

جس راہ پیغمبر خدا ﷺ چلے ہیں وہی راہ اجتبا ہے جو محبوبیت ذاتیہ سے نکلی ہے۔ اس راہ پر چلنا ہی راہ شریعت پر چلنا ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے راستے پر چلے وہ راہ شریعت کو پورے طریقے سے اختیار کرے۔ اتباع سنت واجتناب از بدعت پر راسخ ہو اور کتاب سنت کی دو شمعوں کے درمیان چلے تا کہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین کی راہوں میں مبتلا نہ ہونے پائے۔

اللهم اکفنی بحلالک عن حرامک و اغننی بفضلک عمن سواک

اس دعا کو قرض سے نجات پانے کے لئے تضرع وزاری کے ساتھ اکثر پڑھتے رہا کرو۔ اپنے اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھو۔ طاعات وعبادات کی طرف راغب رہو۔ اخیر شب کی بیداری کو عزائم امور میں سے سمجھو۔ کلمہ طیبہ کی تکرار کر کے اپنے مرادات ومقاصد کی نفی کرو تا کہ صحن سینہ میں کوئی مراد ومقصود سوائے حق جل مجدہ کے باقی نہ رہے......

ایں کار دولت ست کنوں تا کرادہند

سوائے رضا وتسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہے بلکہ چونکہ وہ فعل محبوب ہے اس لئے محبّ کو چاہیے کہ اس سے لذت اندوز ہو اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کرے اور اس ضمن میں الطاف ربانی کا منتظر رہے فقیر کو دعا وتوجہ سے فارغ نہ جانے اور لوازم دوستی سے بیکار تصور نہ فرمائیں۔ کشود کار کے منتظر رہیں اور رحیم کارساز کی رحمت کے امیدوار اوقات کو ذکر وفکر سے معمور رکھیں توشہ گور وقیامت کو مہیا کریں۔ جو گھڑی گزر رہی ہے اتنی ہی عمر میں کمی آ رہی ہے اور اجل مسمی نزدیک ہوتی جا رہی ہے اس فرصت قلیل میں ذکر کثیر کے ساتھ مشغول رہنا چاہیے اور مولائے حقیقی کو راضی کر لینا چاہیے۔ خالق خیر وشر بے واسطہ حق تعالیٰ ہے اور تمام حوادث اس کی قضاء قدرت سے تعلق رکھتے ہیں......فلک اور غیر فلک کو ان حوادث میں کوئی دخل نہیں ہے فلک بیچارہ...... جو خود اپنے کام میں حیران وسرگرداں ہے کوشش کرو کہ تمام غفلت باطن سے چلی جائے اور ایسی حضوری تام حاصل ہو جس کے بعد غیبت نہ ہو۔ چند سطریں سوزش سینہ اور غم دیرینہ سے متعلق صفحہ قرطاس پر لکھی ہیں۔ وارث المرسلین (حضرت مجدد الف ثانی) رحمۃ اللہ علیہ کے فراق کا غم جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے اور زیادہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ اور جتنا زیادہ پرانا ہو رہا ہے تازہ ہو رہا ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں اس مشتاق پر اس یگانہ آفاق کے فراق سے عجیب انتشار رونما ہو گیا ہے۔ اس مجلس بہشت آئین کی یاد سے جگر

کباب اور دیدہ پرآب ہوا جاتا ہے۔ اگر تمام عالم میں گشت لگائیں تو اس للہ فی اللہ کے اجتماع کو کہاں دیکھیں؟ وہ فیوض وبرکات کہاں پائیں گے؟ بہت مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ کوئی درویش حضرت والا کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے یا حاصل باطنی بیان کرنے آیا ہے اور ان کی حضوری میں پہنچ کر تمام استفسارات ان کے صحن سینہ سے چلے گئے۔ اور احوال مواجید سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔ جس طرح طلوع آفتاب ظلمت شب کو ختم کر دیتا ہے۔ اسی طریقے سے حضرت والا کا دیدار تمام امور مذکورہ کو ختم کر دیتا تھا۔ اس اثناء میں بعض اوقات حضرت والا اس درویش سے فرماتے تھے کہ ہاں میاں بیان کرو کیا حال ہے؟ یا کوئی بات دریافت کرو؟ لیکن وہ بیچارہ خود رفتہ ہو جاتا تھا۔ اس کی زبان بند ہو جاتی تھی اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہے۔

خرد از دید نش تسبیح خواناں
گریزد ہمو فرتوت از جواناں

حق اللہ، تمام حقوق پر غالب ہے اور معرفتہ اللہ اہم مقاصد میں سے ہے۔ ایمان حقیقی معرفت ہی سے متعلق ہے یہ وہ ایمان ہے جو کہ خلل سے محفوظ ہوتا ہے۔

مخدوما!...... عذر آمیز باتیں اسی وقت تک ہیں جب تک آتش شوق اور جنون طلب دل میں پیدا نہ ہو۔ جب یہ آگ بھڑکتی ہے اور جنون طلب شعلہ زن ہوتا ہے سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور زبان عذر بند ہو جاتی ہے پھر جذب الٰہی پیشانی کے بال پکڑ کر بسوئے معشوق لے جاتا ہے اور کوئے محبوب میں پہنچا دیتا ہے۔ بیشک راہ عشق میں کچھ جنون بھی درکار ہے اور قید عقل سے کچھ رہائی بھی ضروری ہے۔

دل اندر زلف لیلیٰ بندو کار از عقل مجنوں کن
کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خرد مندی

عبادت میں بے خودی پیش آنا

تم نے لکھا تھا کہ بعض دفعہ نماز میں ایسی حالت نمودار ہوتی ہے کہ گویا میں حضرت صمدیت سے تکلم کر رہا ہوں اور کوئی حجاب و پردہ درمیان میں نہیں رہا ہے اور ایسا مست و بے خود ہو جاتا ہوں کہ نماز بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ پھر اپنے آپ کو قابو میں لا کر ہوش میں آتا ہوں۔ ناگاہ رقت و عجز کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ یہی حالت تلاوت قرآن وغیرہ میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ جو کچھ بھی وارد ہوتا ہے بلند و مبارک حالت ہے۔ نماز معراج مومن ہے جو کیفیت نماز میں پیدا ہوتی ہے وہ تمام اذواق و کیفیات سے ممتاز ہے اور چونکہ نماز میں تلاوت قرآن مجید بھی ہے اور حدیث میں آیا ہے۔

من اراد ان یحدث ربہ' فلیقرأ القرآن

اس لئے تلاوت قرآن گویا کہ اپنے پروردگار سے کلام کرنا ہوا۔ وہ تلاوت جو نماز میں واقع ہو وہ تو خصوصیت کے ساتھ بڑا درجہ اور بہتر نتیجہ رکھتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

قرآن فی صلوٰۃ خیر من قرآن فی غیر صلوٰۃ

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نماز میں وہ حجاب جو بندہ اور پروردگار کے درمیان ہے اٹھالیا جاتا ہے۔ نماز ایک محبوب دلربا ہے۔ جب باطن مصلی پر اس کے جمال باکمال کا پرتو پڑتا ہے اور اس کے حسن خوبی کا ظہور ہوتا ہے تو مصلی کو مست و بے شعور اور از خود رفتہ کر دیتی ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ نماز میں تھے کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو ان سے دریافت کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ ایک آیت قرآنی کی تکرار کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے متکلم سے میں نے سنا۔ تم نے لکھا تھا کہ...... میں رمضان میں معتکف تھا۔ ۲۷ کی شب میں چیز ہائے گونا گوں میں نے مشاہدہ کیں وہ رات بڑی روشن و پرنور تھی۔ ناگاہ مجھ پر ایک حالت و کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا محسوس ہوا کہ گویا یہ شب شب قدر ہے۔ مخدوما!...... اس فقیر نے بھی اور یاران دیگر نے بھی اسی ۲۷ رمضان المبارک کی شب میں ''انوار و برکات بیحد'' مشاہدہ کئے۔ اور شب قدر کا گمان کیا۔ والغیب عنداللہ خوابیں جو لکھیں ہیں اور آنحضرت ﷺ نے عالم رویا میں جو تم کو پیرہن مبارک عطا فرمایا ہے یہ سب خوابیں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مراتب کمال و اکمال میں ترقی عنایت فرمائے۔ اوقات کو اطاعت و عبادات اور ذکر و فکر میں صرف کرو۔ سفر طویل کے لئے زاد راہ مہیا کرو۔ آیۃ کریمہ

ولتنظر نفس ما قدمت لغد

کے مضمون پر خوب غور کرو۔ گوشہ نامرادی اور زاویہ مسجد کو

نہ چھوڑو۔ مساکین اور اہل جمعیت کے ساتھ رہو۔ اہل تفرقہ اور امراء سے دور رہو اور بے ضرورت ان کے پاس نہ بیٹھو۔

الہام کشف

تم نے لکھا تھا کہ اگر جناب قدس میں متوجہ ہو کر بعض حالات کا استکشاف کرتا ہوں تو بطور الہام کشف ہو جاتا ہے۔ اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ خطاء و غلطی سے محفوظ رکھے۔ اس لئے کہ کشف میں خطا و غلطی کا واقع ہونا ثابت ہے۔ (حوادث یومیہ دنیاویہ) کے کشف میں اگر خطا ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اسرار الہیہ اور اعتقادات وعبادات کے کشف کی کسوٹی شریعت حقہ ہے۔ انسان کی قدر و قیمت محبت کی وجہ سے ہے۔ اس کی بزرگی اور اس کا امتیاز تمام موجودات کے مقابلے میں اسی درد کی بناء پر ہے۔

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست
درد راجز آدمی در خود نیست

دردو محبت کے مراتب

لیکن درد و محبت کے مراتب و درجات مختلف ہیں۔ ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق درد و محبت کے انوار و برکات کا امیدوار ہے۔ **شیبتنی سورۃ ھود**۔ حدیث معروف ہے کہ جب سید انبیاء سرور اتقیا ﷺ یوں فرمائیں اور امر استقامت آنحضرت ﷺ کو بوڑھا کر دے تو ہم جیسے بوالہوس اگر ہوس استقامت کریں اور استقامت کا دم بھریں۔ تو محض ہوس و خیال ہے۔ بہر کیف ہاتھ پاؤں مارنے چاہئیں اور سعی کرنا چاہیے۔ ممکن ہے اس بحر بیکراں سے کوئی چلو مل جائے۔ اور حلق جاں تک پہنچ جائے۔

ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

شیخ عبدالاحد فقیر کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور اپنے کام میں بہت سرگرم ہیں۔ شب و روز خدمت میں حاضر ہیں۔ خانقاہ میں ایک حجرہ لے کر بسر اوقات کرتے ہیں۔ نشہ عجیب رکھتے ہیں۔ بہتر ترقی کر لی ہے۔ سردی و گرفتاری تو اس بے حاصل کے حصہ میں آئی ہے اور قرعہ ہجر و دوری اس فقیر کے نام نکلا ہے۔ شرم آتی ہے کہ اس گرفتاری کے باوجود آزاد لوگوں کے ساتھ مصاحبت رکھتا ہوں۔

اگر فتاریم بنا ناوک بیداد ریز
سنبل و گل درکنار مردم آزاد ریز

قدرت خدا کا مطالعہ و مشاہدہ کرو۔ کہ میری اس سردی وافسردگی کے باوجود وہ جماعت جو میرے ساتھ نشست وبرخاست رکھتی ہے۔ اس میں شعلہ شوق پیدا ہو رہا ہے اور ان کی آتش محبت ترقی پر ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ماسوا سے رہائی حاصل کر رہے ہیں اور ترقیات کے میدان میں گامزن ہیں۔ مخدوما!...... چونکہ تمہارے ساتھ ایک پورا کنبہ وابستہ ہے تم ان کے کفیل ہو اور تمہارے اوپر قرض بھی ہے لہذا ترک ملازمت میں توقف و تامل درکار ہے۔ ترک حقیقی کے حصول تک ترک حکمی پر قائم رہو۔ اور ترک صوری کے مقابلہ میں ترک معنوی پر اکتفا کرو۔ الصوفی کائن بائن مکاتیب شریفہ یکے بعد دیگرے پہنچے۔ چونکہ فقیر کو درد کا عارضہ لاحق تھا اور قلم پکڑنے اور لکھنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ اس لئے جواب میں توقف واقع ہوا۔ اس ماہ مبارک (رمضان) میں مسجد کی حاضری تراویح اور ختم قرآن سے محروم رہا۔ الحمدللہ کہ ماہ شوال میں ماہ سابق کی نسبت تخفیف ہو گئی۔ کل کو ۶ ذیقعدہ ہے چند روز سے پالکی میں بیٹھ کر مہمان خانہ میں آتا ہوں اور چند گھڑی درویشوں کے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ ابھی مسجد تک نہیں گیا ہوں۔ کیونکہ وہ فاصلہ رکھتی ہے اور دوزانو یا چہارزانو بیٹھنے کی طاقت بھی ابھی نہیں آئی ہے۔ ایلام محبوب اس کے مقابلہ میں زیادہ لذت بخش ہے۔ اس لئے کہ انعام میں تو مراد محبوب اپنی مراد نفس کے ساتھ مخلوط ہے اور ایلام میں خالص مراد محبوب ہی ہے۔ اور مراد نفس کی مخالفت ہے۔ دونوں میں بڑا فرق ہو گیا۔ یہ شعر منجملہ غرائب ہے۔

اگر مراد تو اے دوست نامرادی ماست
مراد خویش دگر بار من نخواہم خواست

یہ مسکین باوجود بے بضاعتی دورازکاری آنجناب کیلئے دعائے سلامتی جان وایمان سے فارغ اور طلب ترقی درجات واستقامت صوری ومعنوی سے غافل نہیں ہے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

یہ تعلق روز بروز زیادہ ہوگا اور آتش شوق قوت پذیر ہو

گی۔حتیٰ کہ ذکر سے مذکور تک معاملہ پہنچ جائے گا۔

تو از خوبی نمی گنجی بعالم مرا ہر گز کجا گنجی در آغوش

سیر وسلوک سے مقصود رفع حجابات ہے خواہ حجابات وجوبی ہوں یا حجابات امکانی یہ بات نہیں ہے کہ مطلوب کو دام میں لے آئیں گے اور عنقا کا شکار کرلیں گے۔

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں

کا نیجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

یہ کمال مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے اور یہ دید نتیجہ ولایت انبیاء ہے۔علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔ وہ اکابر جو کمالات وراثت انبیاء کیساتھ آراستہ ہوئے ہیں وہ تجلیات وظہرات سے بالا ہو کر اور شہود و مشاہدہ سے آگے بڑھ کر تمام حجابوں (ظلمانی ونورانی) سے باہر آ گئے ہیں۔ اور یقین کے ساتھ جان گئے ہیں کہ یہ شہود حضرت حق سبحانہ کا شہود نہیں ہے۔اور یہ تجلی ذات مقدس کی تجلی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے صفات وکمالات میں سے ایک صفت کا ظہور ہے۔ جو کہ حجاب ذات ہے۔ طالب ذات اقدس شہود صفات وکمالات سے خوش اور آرام گیر نہیں ہوتا۔ وہ تو حضرت خلیل اللہ کی طرح

لااحب الافلین اور انی وجهت وجهی

پڑھتا ہوا اس شہود کے وراء کی طرف دوڑتا ہے۔اسم وصفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتا۔تعالیٰ وتبارک وتقدس

بوصلش تارسم صد باراز پا افگند شوقم

کہ نوپروازم و شاخ بلندے آشیاں دارم

حلاوت ذکر وتلاوت اور نماز میں بڑھائے اور حقیقت قرآنی اور حقیقت صلوٰۃ سے بہرہ کامل عطا فرمائے۔نماز فقط اسی صورت ظاہری ہی میں محدود نہیں ہے (بلکہ عالم غیب میں ایک ایسی حقیقت رکھتی ہے کہ تمام حقائق سے اونچی ہے) حضرت مجدد الف ثانیؒ سے میں نے سنا ہے کہ مثل علم کلام کو بھی متکلم سے ایک ایسا اتحاد ہے کہ کسی دوسری صفت کو اتنا نہیں ہے۔ پس اس راہ سے قرب ومنزلت کو حاصل کرو۔

فهم من فهم اسرار نماز کہاں تک بیان کروں

قلم انیجا رسید و سرشکست

نماز میں حجابات کا اٹھ جانا

مکتوب شریف پہنچا مسرت بخش ہوا۔لکھا تھا کہ نماز میں ایک ایسی حالت رونما ہوتی ہے کہ حجاب درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور خطرہ غیر بالکل دل میں نہیں گزرتا۔ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ یہ رفع حجاب منتہی کی نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔شکر خدائے عزوجل اسی نعمت عظمیٰ پر بجا لاؤ اور اسی کیفیت کے بڑھانے میں کوشش کرو۔ نیز نماز کو آداب شرائط اور طول وقنوط کے ساتھ پڑھا کرو۔جو قرب نماز کی ادائیگی کے وقت ہوتا ہے وہ اس سے باہر میسر نہیں۔

وامر اهلک بالصلوٰة و اصطبر عليها

بعض احباب تنگی روزگار اور قرض داری کی بناء پر اظہار گلہ کیا کرتے ہیں شکایت کا کوئی موقع نہیں۔رزق مقرر میں کسی کمی بیشی کا احتمال نہیں ہے۔طریقہ پسندیدہ یہ ہے کہ بندہ چہرہ دل کو تمام سمتوں سے ہٹا کر ذکر وعبادت الٰہی کی طرف متوجہ کردے اور کلیۃ تعمیر آخرت میں کوشش کرے۔ بندے کا مطمع نظر مرضیات الٰہیہ کے سوا اور کچھ نہ ہونا چاہیے۔حالات میں لکھا ہے کہ وہ پہلے جو کچھ آنکھ بند کرکے دیکھتے تھے اب کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

مخدوما!...... یہ بات ترقی باطن پر دلالت نہیں کرتی۔کمال اس بات کے ساتھ بھی وابستہ نہیں ہے۔

تو مباش اصلا کمال این ست و بس

محبت الٰہیہ

حلقہ صبح وپیشین کی پابندی بعد مغرب طریقہ توجہ بیاراں گرمی مجلس تاثیر توجیہات اور ظہور آثار وترقیات عظیما کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اس سے بے انتہا مسرت ہوئی۔حدیث شریف میں آیا ہے۔بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ وہ شخص ہے جو بندوں کو اللہ کا محبت بنائے اور اللہ کی محبت اور اس کے بندوں کی طرف متوجہ کرے۔قرب فرائض میں چونکہ محض امر الٰہی کی تکمیل ہے۔ وجود عابد درمیان میں نہیں ہوتا۔چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

الحق ينطق علىٰ لسان عمر

ناطق حق ہے اور زبان عمر آلہ سے زیادہ نہیں ہے۔مزید وارد ہوا ہے۔

اتقوا غضب عمر فان الله يغضب

پس قرب فرائض فنا کنندہ وجود سالک ہے اور قرب نوافل ایسا نہیں ہے۔ طالبین کے اوضاع واطوار اور استقامت وعدم استقامت کو ملاحظہ کر کے اجازت دینا چاہیے۔

ہم نے بھی صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ اور اللہ کے فضل کے ساتھ راضی وشاکر رہو۔ دوستوں کو چاہیے کہ خواجہ مرحوم کی جگہ کو آباد رکھیں اور طریقہ خواجہ کا اچھی طرح لحاظ رکھیں۔ حلقہ ذکر ومشغولی بھی قائم رکھیں آنے جانے والوں کی خدمت کریں اور فرزندان خواجہ کی رضامندی وخدمتگاری میں دل وجان سے کوشاں ہوں۔ ان کے بچوں کی اچھی تربیت کریں اور تعلیم آداب دیں۔ ان کے بچے پانچوں وقت نماز باجماعت میں حاضر ہوں اور بلاناغہ سبق پڑھیں۔ کیا کیا جائے ہم ان سے دور ہیں دل کڑھتا ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو رائیگاں نہ کرے گا۔ درجہ کمال تک پہنچائے گا۔

انہ قریب مجیب

زہجر دوستاں خوں شد درون سینہ جان من
فراق ہمنشیناں سوکت مغز استخوان من

یہ کون سا ایمان ہے اور کونسی مسلمانی ہے کہ نہ تو کتاب وسنت سے پند پذیری ہے اور نہ مشاہدہ آیات بینات سے عبرت حاصل ہو رہی ہے۔ پس ہم پر اور ہمارے پسماندوں پر لازم ہے کہ عمر دوروزہ کو غفلت میں نہ گزاریں۔ خواب خرگوش میں مبتلا نہ ہوں۔ اس سرائے فانی سے دل نہ لگائیں۔

چل خسرو گھر اپنے سانجھ پڑی سب دیش
اے خسرو اپنے گھر میں چل سب جگہ شام ہوگئی

مکتوب (۱۲۶) شیخ محمد یوسف گردیزی پیرزادہ ملتان کے نام

یہ ذرہ بے مقدار نہ اس خطاب کا سزاوار ہے اور نہ اس مضمون مکتوب کا مستحق وہ مقدمات جو اپنی تواضع کی بناء پر اپنے نامہ نامی میں مجھ دوراز کار کے حق میں لکھے ہیں۔ وہ بھی صحیح و واقعی نہیں۔ فقیر اپنے اندر کوئی مناسبت اس طائفہ علیہ سے نہیں دیکھتا۔ اور کوئی مشارکت اس طبقہ سنیہ کے اسرار میں نہیں پاتا۔ یہ سب برکات بزرگوں کے انفاس نفیسہ سے ہیں۔ یہ مسکین درمیان میں کچھ نہیں۔

ماخوذ بینم ایں ہمہ الحاں زمطرب ست

شیخ محمد یوسف

آپ ملتان کے مشہور گردیزی خاندان کے ایک فرد اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے ایک مخصوص مرید وخلیفہ تھے۔ حضرت والا آپ پر بہت مہربان تھے۔ خلافت دے کر آپ کو ملتان بھیجا وہاں کے گردونواح میں آپ ہی کے ذریعہ طریقہ نقشبندیہ کا رواج ہوا۔ نہایت مستقیم الاحوال تھے۔ (روضۃ القیومیہ۲ رکن دوم)

ارشادات ونصیحتیں

بلاشک نیستی وعدمیت ممکن کے اندر ذاتی ہے باقی تمام کمالات جو توابع وجود ہیں۔ سب اس کے اندر مرتبہ وجوب سے مستعار ومستفاد ہیں۔ ممکن بیچارہ اپنی ذات کو فراموش کر کے اپنے عاریتی کمال کو خیر وکمال تصور کیے ہوئے ہے۔ اپنے مولا کے مخصوص ترین اوصاف میں شراکت ڈھونڈ رہا ہے اور رعونت وانانیت ظاہر کر رہا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ اس کی ذات عدم ہے۔ وہ عدم جو ہر شر وفساد کا منبع ہے۔ بات کہیں سے کہیں چلی گئی۔ یہ درویش دلریش توجہ غائبانہ سے اور دعائے ظہر الغیب سے فارغ نہیں ہے۔ امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس محبت کی بدولت جو اس طبقہ علیہ سے رکھتے ہو۔ بزرگوں کے فیوض وبرکات سے فیض منداور ان کے انوار واسرار سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔ اس محبت کو سرمایہ سعادت تصور کرو۔ حق تعالیٰ اس محبت کی آگ کو سربلند کرے اور شعلہ شوق کو مشتعل کردے۔

معاملہ افادہ واستفادہ وابستہ صحبت ہے۔ خصوصاً ہمارے طریقے میں کہ اس کا دارومدار صحبت پر ہے۔ کسی کامل ومکمل کی صحبت میسر آنے تک اوضاع شرعیہ اور سنن مرضیہ پر مستقیم رہو۔ لہو لعب اور صحبت ناجنس سے بچتے رہو۔ اور وظائف اذکار ماثورہ کے ساتھ اوقات کو معمور رکھو۔ علوم دینیہ میں مشغول ہونا بھی اعظم عبادات سے ہے۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ حال
در دل زتو آرزو در دیدہ خیال

کوشش کرو کہ خطرہ ماسوا اس طرح دل سے چلا جائے۔ کہ اگر سالہا سال قصد اور تکلیف کیا جائے خطرہ غیر دل میں نہ گزرے۔ سبب اس نسیان کے جو دل کو ماسوا سے حاصل ہو چکا

ہے یہ حالت فنائے قلب سے تعبیر کی جاتی ہے اور اطوار ولایت میں قدم اول ہے۔ محبت چہرہ کار سے پردہ اٹھاتی ہے اور برسوں کا معاملہ گھڑیوں میں طے کر دیتی ہے۔ گرفتاران قید عقل اس محبت کی قدر نہیں جانتے۔ وہ اس جنون کو عیب و مرض سمجھتے ہیں۔

عقل گرداند کہ دل در بند زلفش چوں خواست؟
عاقلاں دیوانہ گروند از پے زنجیر پا

یہ جنون سرمایہ سعادت ہے اور مثمر قرب و معرفت حدیث شریف میں ہے۔ا۔حصن حصین (وجزدی) میں اس طرح سے ہے۔

اکثر واذکر اللہ حتیٰ یقولوا مجنون (رواہ احمد وغیرہ)

یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ دنیا والے مجنوں کہنے لگیں۔

فلک بامن خستہ بیداد کردہ

یہ بات بہت ہی غیر مناسب ہے بیچارہ فلک اور روزگار بے بنیاد بھلا کیا حیثیت رکھتے ہیں کہ حوادث ان کی طرف منسوب ہوں جو کچھ بھی ہے بارادہ تقدیر الٰہی ہے زمان و آسمان کو اللہ تعالیٰ کے فعل میں کوئی دخل نہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے انصاف و عدل ہے۔ ظلم و بیداد کی وہاں گنجائش ہی نہیں۔

اندر سخن دوست نہاں خواہم گشتن
تا برلب او بوسہ زنم چونش بخواند

حالت نماز

جو حالت نماز میں رونما ہوتی ہے وہ تمام حالات سے اونچی ہوتی ہے۔ اور اصل کا نشان دیتی ہے۔ بے شائبہ ظلیت نیز چہرہ کار سے پردہ ہٹا دیتی ہے۔ نماز چونکہ معراج مومن ہے اور مصلی کامل چونکہ ادائے نماز کے وقت دنیا سے باہر اور عالم آخرت سے پیوستہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر ادائیگی نماز کے وقت میں اس دولت کا نمونہ جو کہ آخرت کے ساتھ موعود ہے رونما ہو تو گنجائش ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اس جگہ جس قدر بھی زراعت میں افزونی کی جائے گی اس کا اجرا تنا ہی بھرپور ملے گا۔

رزق کی تنگی و کشادگی

مخدوما!......رزق کا تنگ کرنا اور کشادہ کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے کسی کو اس میں دخل نہیں ہے۔

اللہ یبسط الرزق لمن یشآء من عبادہ و یقدر لہ

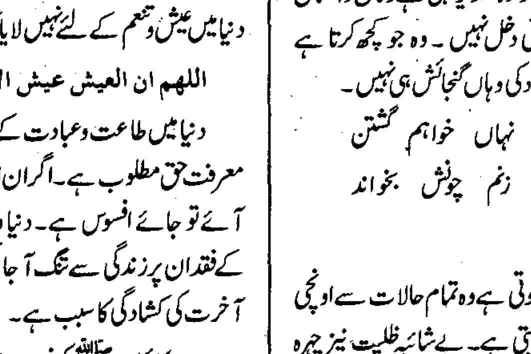
بندہ مقبول وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فعل ارادے اور تقدیر سے راضی ہو۔ ماتھے پر بل نہ ڈالے۔ کشادہ پیشانی اور خوش و خرم رہے۔ یہ فقر و فاقہ اور تنگی معیشت (کبھی) اپنے ایسے خاص بندوں کو عنایت کرتا ہے جو مقصود آفرینش دنیا ہوتے ہیں۔ انسان کی سعادت ہے کہ وہ کسی امر میں ان برگزیدہ بندوں کے ساتھ شریک ہو جائے اگر بندہ اس نعمت کی قدر جانے اور راہ صبر و رضا اختیار کرے تو امید ہے کل روز قیامت کو بھی ان بزرگوں کے انوار و برکات میں شریک ہوگا اور ان کے دسترخوان کا بچا ہوا اٹھائے گا۔ غمگین پریشان اور اپنی زندگی سے بیزار نہ ہوں۔ وہ زندگی جو غفلت میں گزرے البتہ قابل بیزاری ہے۔ دنیا میں عیش و تنعم کے لئے نہیں لایا گیا۔ محل عیش تو آگے ہے۔

اللھم ان العیش عیش الأخرۃ

دنیا میں طاعت و عبادت کے لئے لائے ہیں۔ اور یہاں معرفت حق مطلوب ہے۔ اگر ان امور مطلوبہ میں خلل و نقصان آئے تو جائے افسوس ہے۔ دنیا و مافیہا اس قابل نہیں کہ اس کے فقدان پر زندگی سے تنگ آ جائیں۔ اس لئے کہ دنیا کی تنگی آخرت کی کشادگی کا سبب ہے۔

سرور کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھنا اس امر کے ساتھ مشروط نہیں ہے کہ آپ کو اسی صورت کے ساتھ دیکھا جائے۔ جس صورت میں مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔

تمت اقتباسات از مکتوبات خواجہ محمد معصوم قدس سرہ



باب ۱۴

دعوت اسلام کے اصول

اس باب میں دعوت اسلام کے اصول کے عنوان سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے افادات پیش کئے گئے ہیں۔ حضرت قاری صاحب بڑی جامع اور عمیق نظر وفکر کے مالک تھے۔ آپ کے افادات میں عموماً جامعیت وتعمق کا یہ رنگ ازخود جھلکتا ہے اور ان کے مطالعہ سے پڑھنے والے کو شرح صدر کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمتہ اللہ علیہ واجدادہ ومن معہم

اسلامی نقطہ نظر سے انسانی سعادت کا دارومدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح یعنی خود صالح بننا اور پھر دوسروں کو صالح بنانا، یا خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال کر دینا۔

اگر علم نہ ہو تو راہ حق نہیں کھل سکتی کہ چلنے کی نوبت آئے اور اگر اخلاق میں اعتدال نہ پیدا ہو تو جو عمل کی مخفی طاقت ہے تو اس کھلی راہ پر چلنے کی صورت نہیں ہو سکتی علم پہنچانے کی تعلیم اور تعدیل اخلاق کی تربیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے دین اس لئے اصلاح کی تمام حقیقت تعلیم و تربیت نکل آتی ہے۔

صلاح واصلاح کی اہمیت

پھر اصلاح نفس کے حصول کا ذریعہ تو راہ علم و اخلاق میں مجاہدہ و ریاضت ہے اور اصلاح غیر کا ذریعہ دعوت وارشاد اور تبلیغ و موعظت ہے اس لئے تکمیل سعادت کے معنی بھی واضح ہو گئے کہ خود عالم باعمل بن کر دوسروں کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے عالم و عامل بنایا جائے۔

تبلیغ نہ حسیات کی ہو سکتی ہے نہ طبعیات کی ہو سکتی ہے نہ عقلیات کی بلکہ صرف شرعیات کی ہو سکتی ہے جو خالق سے منقول ہو کر انسان تک پہنچیں کہ شرعیات کے سوا تمام چیزیں انسان میں قبل از تبلیغ خود بھی بقضائے طبع موجود ہوتی ہیں۔ بہرصورت تبلیغی چیز صرف علم الٰہی نکلا جسے علم شرعی کہا جاتا ہے اور اس لئے یہ واضح ہو گیا کہ دعوتی پروگرام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ وہ خدا کی طرف سے ہو مخلوقاتی دائرہ کی چیز نہ ہو۔

پس داعی اور مبلغ کو ہر مسئلہ کی تبلیغ سے پہلے اس پر غور کر لینا چاہئے کہ جس مسئلہ کی وہ تبلیغ کر رہا ہے آیا وہ شرعی ہے یا نہیں؟ اور آیا شریعت کے معتبر اور مستند کتابوں میں اس کا وجود ہے یا نہیں کہانیاں ہنسی اور ٹھٹے کی باتیں جو عموماً پیشہ ور واعظوں کا پیشہ بن گئی ہیں سبیل رب کے لفظ سے سب ممنوع ٹھہر جاتی ہیں جن سے مبلغ کو احتراز کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وہ اسلام کی نہیں بلکہ اسلام میں سنت جاہلیت کی اشاعت کا مرتکب ہوگا جو مبلغ حقیقتاً خدا کا راستہ دکھائے گا اس کے مقاصد اور بیانات میں سادگی اور بے تکلفی ہوگی۔

تبلیغی مسائل میں ایک گونہ بے تکلفی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے کیونکہ سبیل رب کی تبلیغ میں تو صرف نقل کی ضرورت ہو سکتی ہے جس میں کسی تکلف کی اصلاً حاجت نہیں اور جو لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اسے اپنے بیانات میں یقیناً طرح طرح کے تکلفات اور بناوٹوں کو دخل دینا پڑے گا۔

عیسائی مذہب

مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسرائیلی بھیڑوں کو جمع کرنے آیا ہوں ظاہر ہے کہ اس دعویٰ کے بعد انجیلی پروگرام غیر اسرائیلی دنیا کے لئے پیغام ہو ہی نہیں سکتا یہ پھیکی اور بے روح عیسائیت آج محض قومیت کی شیرازہ بندی کے لئے رہ گئی ہے کسی دینی دستور العمل یا پروگرام کی حیثیت سے قائم نہیں رہی۔

لازمی مذہب

یعنی تبت کے لوگ ساری خیر و برکت کا وجود تبت ہی کے پہاڑوں میں سمجھی جاتی ہے چنانچہ اس قول کے لانے جب کہ بلطائف الحیل اسے یورپ کے سفر پر مجبور کیا گیا۔ واپس آ کر یہی بیان دیا تھا کہ تبت سے نکلتے ہی اسے فضاء آسمانی شیاطین سے بھری ہوئی نظر آنے لگی اور شیطانی ارواح اس میں اور اس کے سارے استعمال شدہ سامانوں میں سرایت کرنے پر تلی ہوئی دکھائی دینے لگیں جنہیں بمشکل تمام اس کی روحانیت نے باز رکھا تب کہیں وہ تبت کے پہاڑوں کی برکت محفوظ رہ سکی۔ ظاہر ہے کہ ایسا تنگ مذہب جو چند پہاڑوں کے غاروں میں محبوس ہو ساری دنیا کے جبال و بحار تک اپنی تبلیغی گونج کیسے پہنچا سکتا ہے۔

یہودی مذہب

یا مثلاً اسی بناء پر یہود کی اپنے مذہب کی دعوت عام دینے کی کبھی جرات نہ ہوئی کہ وہ صرف اسرائیل ہی کی افتاد طبع کے مناسب حال تھا ہندو مذہب ملک کی طرف یہودی مذہب قوم کی طرف اور بدھ مت یا عیسائیت شخصیتوں کی طرف منسوب ہے اس لئے ان کے اسماء ہی ان کی عمومیت اور ہمہ

گیری سے انکاری ہیں۔

اسلام کا لفظ کسی وطن یا شخص کی طرف منسوب نہیں ایسے ہی اس کے دوسرے صفاتی نام مثلاً سبیل رب، صراط مستقیم، صراط اللہ،

ابن ماجہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے ساری زمین کو مسجد اور ذریعہ پاکی بنایا گیا ہے دوسری جگہ سارے عالم کی فتوحات کی بشارت اور ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

عنقریب تم پر زمینیں فتح ہوں گی اور خدا تمہارے لیے کافی ہے (مگر) پھر بھی تم میں سے کوئی شخص تیراندازی (فنون جنگ) سے تھکنے نہ پائے انواع سفر کے تاکیدی اور ترغیبی احکام صادر فرمائے تاکہ مسلمان مارا کد کی طرح کسی ایک ہی خطہ زمین میں پڑے رہنے کے عادی نہ ہو جائیں۔

تبلیغی سفر

ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تبلیغی سفر کئے اور جگہ جگہ اقطار عالم میں تبلیغی وفود روانہ فرمائے تاکہ عالم کلمہ حق کے آب حیات سے سیراب ہو سکے۔

خود ایک سفر ہی کو مستقل عبادت قرار دیا جیسا کہ سفر حج کہ اس میں چلنا اور پھرنا گھومنا دوڑنا اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا ہی عبادت ہے حتیٰ کہ خاص مکہ کا باشندہ بھی حج کو بلا سفر اختیار کئے ادا نہیں کر سکتا کہ یہ عبادت ہی عین سفر ہے اور جب تم سفر میں ہو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے کہ تمام نمازیں قصر کرو۔

یہ وہی خدا ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ذلیل کر دیا اب تم اس کے کاندھوں پر سوار ہو کر چلو پھر و اللہ کا رزق کھاؤ۔

صوفیاء نے اخلاقی سفر کئے مبلغین اور واعظوں نے تبلیغی سفر کئے مجاہدین نے جہادی سفر کئے اور تاجروں نے تجارتی سفر کر کے ہر نہج سے ہر ایک طبقہ نے اسلامی خدمات سرانجام دیں، اسلام اور مسلمان جغرافیائی وطنیت کا قائل نہیں ہے اگر وہ وطن پرور ہے تو بایں معنی کہ ساری دنیا اس کا وطن ہے۔

ارشاد ربانی ہے

قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آپ فرما دیجئے کہ اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے

بعثت الی الناس کافة بعثت الی الاسود والاحمر میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں میں کالے اور گورے سب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں

مجادلہ عملی

مجادلہ عملی کے سلسلہ میں حضرت شبلی کے زمانہ میں دہریوں نے قرآن کی اس آیت کو رد کرتے ہوئے کہ روح امر الٰہی کا نام ہے یہ دعویٰ کیا کہ روح خون کی حرارت اور بخار لطیف کا نام ہے جس سے آدمی زندہ ہے، زندگی اور روح کا امر الٰہی سے کیا تعلق؟ شیخ نے بجائے علمی مناظروں کے اسی وقت برسر مجمع اپنی شہ رگیں کٹوا کر خون نکلوا دیا اور پھر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب میں کیوں زندہ ہوں جب کہ مجھ میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں ہے؟ کیا اب بھی اس میں کوئی شبہ ہے کہ **قل الروح من امر ربی** زندگی محض امر الٰہی سے قائم ہوتی ہے خون سے نہیں یہ مجادلہ تھا مگر عملی شیخ کے اس عملی مجادلہ سے دہریوں کی شہ رگ کٹ گئیں اور شبہات زدہ لوگ سب کے سب ہدایت پر آ گئے۔

مخاطب کا مزاج و ذہنیت

تمام داعیان دین کا فرض ہے کہ وہ رعایت طبع کے ماتحت مخاطبوں کی ذہنیتوں کا اندازہ کر کے تبلیغ کا آغاز کریں ورنہ بلا رعایت طبائع ان کے دعوت و تبلیغ موثر نہیں ہوگی تھی **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الاغلوطات** (مشکوٰۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے پیچیدہ اور مغالطہ انگیز کلام سے شہروں میں ادبی زبان، دیہات میں معمولی اور سادہ زبان، علمی طبقوں میں اصطلاحی زبان اور اہل فنون کے طبقہ میں فلسفیانہ زبان ہی مفید اور موثر ہو سکتی ہے۔

مثلاً نوعیت بیان یہ ہونی چاہئے کہ اولاً اس میں نیکی کے فضائل اور بدی کی مذمت بیان ہو جب مخاطبین جھک جائیں تو پھر ذکر اللہ اور اطاعت کی مثالیں پیش کی جائیں پھر اس مقصد پر مخاطبوں کو ابھارنے کے لئے سلف کی پاکباز انہ

زندگیوں کے واقعات ذکر کئے جائیں اور تاریخی حوالے پیش کئے جائیں۔

احوال موت کا ذکر کیا جائے فنا کی ساعت قریب ہے مہلت کم ہے، ہر عمل کا انجام سامنے آنے والا ہے پھر نزع اور قبض روح کے وہ حسی حالات جو سب کی نگاہوں سے گزرتے ہیں سنائے جائیں۔

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

پھر قبر کی ہولنا کی اس کی وحشت وتنہائی اور بے مونسی کا منظر پیش کیا جائے اور یہ کہ اس کی ہر مصیبت کا تدارک عمل صالح ہے پھر یوم حساب اور اس کی شدت اور غضب الٰہی کا ظہور تام حشر کے ہولناک حوادث ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کا لرزہ براندام ہونا اور ہر ایک نفس کا اپنی فکر میں غرق ہونا وغیرہ سامنے لایا جائے پھر جنت و نار، نعیم وجحیم اور رحمت وقہر کے نمونے دکھائے جائیں۔

ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا صحابہؓ نے اسے ڈانٹا دھمکانا چاہا آپ نے سب کو روک دیا فراغت کے بعد صحن مسجد کو تو پاک کردیا اور اسے بلا کر بہت پیار محبت اور نرمی سے فرمایا اے عزیز مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بولا کہ آنحضرت نے نہ مجھ کو مارا اور نہ برا بھلا کہا میں نے آپ سے اچھا تو کوئی معلم کبھی دیکھا ہی نہیں۔

واضح ہوگیا کہ جب تک مبلغ کو اپنے مخاطبوں کے ساتھ شفقت نہ ہو اس کی تبلیغ دلوں میں گھر نہیں کرسکتی جب کوئی ہدایت قبول نہ کرتا تو آپ رنجیدہ ہوتے دل میں کڑھتے اور غمزدہ ہوجاتے۔

آپ اللہ کی رحمت سے ان لوگوں کے لئے نرم ہوگئے ہیں اگر آپ تندزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے آپ ان کو معاف کردیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے۔قرآن کریم۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شان وشوکت:

فاروق اعظمؓ کے اسلام لاتے ہی اسلام مخفی گھروں سے نکل کر میدان میں آگیا اور اس کی تبلیغ میں آثار شوکت وقوت پیدا ہوگئے تبلیغ کو منظم بنانے کی صورت پیدا کی جائیں اس کی شاخیں ہوں وہ کسی مرکز کی طرف سمٹی ہوئی ہوں اس کا سرمایہ ایک بیت المال کی صورت میں منظم ہو اس کا ایک امیر ہو جس کے احکام کے ماتحت مبلغین نقل حرکت کریں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ قرن اول میں مسجد نبوی مرکز تبلیغ تھی اور وہیں سے جماعتیں اور افراد منتخب ہوکر تبلیغ کے لئے خدا کے ملک میں پھیلتے تھے۔

فہم وفراست

مبلغ میں مخاطبوں کے ان طبقات کی تشخیص کا فہم اور تدبر بھی ہونا چاہئے تبلیغ کو بھی حسنہ بنانے میں عقل و دانش کا مضمون ایسے پاکیزہ عنوان اور ڈھنگ سے بیان کیا جائے کہ سادہ لوح کے دل روشن ہوجائیں اور حقیقت کا اعتراف کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

ارشاد نبوی ہے

کلموا الناس علی قدر عقو لهم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کرو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا **لا تعلقوا الجواهر باعناق الخناز یر** جواہرات خنزیروں کی گردنوں میں نہ باندھو،

دانش وخلق

مثلاً ایک شخص اپنی اعلیٰ حکمت سے فلسفیوں کو تبلیغ کرسکتا ہے اور دوسرا اپنی ادنیٰ حکمت سے معمولی پڑھے لکھوں کو سمجھا سکتا ہے اور تیسرا اپنی کمتر حکمت سے ان پڑھوں کو ہی راہ راست پر لاسکتا ہے تو ان میں سے ہر ایک پر اپنے مناسب طبقہ کو تبلیغ کرنا فرض ہوگا ہر مسلم جو ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ایمان کے مطابق علم ومعرفت بھی رکھتا ہے اور اسی کے اندر دل میں یہ مقصد ٹھہرائے کہ کسی نہ کسی طرح وہ مخاطب کو ہدایت پر لاکر ہی مطمئن ہوگا۔

سیرت وکردار

حضرات صحابہؓ اور ورود ہند کے وقت جب سندھ میں پہنچے اور سندھ کے بازاروں سے ان کا گزر ہوا تو ہزار ہا انسان محض ان کے چہرے مہرے دیکھ کر ایمان لے آئے جو کچھ دوسروں کو بتلائیں پہلے خود بھی اس پر عمل کریں اور جو کچھ کہیں

وہ کر کے بھی دکھائیں۔

علم عمل کو پکارتا ہے اگر اس نے جواب دیا تو خیر ورنہ پھر علم کوچ کر جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام جو سرچشمہ تبلیغ ہیں اس وصف خشیت الٰہی اور عدم خشیۃ خلائق میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور راسخ القدم ہوتے۔

اور مبلغ کے قلب میں جب اپنے مستفیدوں سے طمع پیدا ہوگئی تو یقیناً وہ ان کا محتاج ہو گیا اور محتاج انسان کمزور ہوتا ہے ابن عباس ربانی کے بارے میں فرماتے ہیں جو لوگوں کی تربیت پہلے چھوٹے علم سے اور پھر بعد میں بڑے علم سے کرے۔

مثلاً کسی غضبناک کو جو غیظ وغضب میں بھڑک رہا ہو یوں تنبیہ کی جائے کہ بندہ رحمٰن کیا کر رہا ہے۔

مثلاً حضور نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجا تو تبلیغی سلسلہ میں اسی تجزیہ پروگرام اور ترتیب طبعی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں وہاں نصاریٰ کی قوم ملے گی انہیں دین کی دعوت اس طرح دینا کہ اول ان کے سامنے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیش کرنا جب وہ اسے قبول کرلیں تو پھر کہنا کہ نماز کا بھی ایک فریضہ تم پر عائد ہوتا ہے جب اسے بھی مان لیں تو کہنا کہ تمہارے مالوں میں تم پر زکوٰۃ کا بھی ایک فریضہ آتا ہے جب وہ اسے بھی تسلیم کرلیں تو پھر روزہ کی تلقین کرنا علیٰ ہذا القیاس

احکام الٰہی کا تجزیہ

حق تعالیٰ نے شراب سے روکنا چاہا جو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی تو یکدم شراب کو حرام نہیں فرمایا بلکہ حکم میں شراب کی کچھ برائی بیان کی گئی اور وہ بھی لوگوں کے سوال کرنے پر اے ایمان والو! تم جب نشہ میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ تم اسے جانو جسے تم کہو اور جب اس حکم ثانی سے وہ عملاً شراب سے رکنے پر قادر ہونے لگے تو پھر دوسرا قدم اور آگے بڑھا کر صفائی سے شراب کی حرمت اور نجاست عین ہونے کا حکم دے دیا۔

قرن اول کی فتوحات ممالک کا منتہائے مقصود اشاعت اسلام اور تعلیم وتبلیغ دین ہی تھا یہ حضرات ممالک و اقالیم ہی نہیں دلوں اور روحوں حتیٰ کہ عام تہذیبوں اور کلچروں کے بھی فاتح ہو جاتے تھے یہ ناممکن تھا کہ دنیا کی زمینوں میں تو کاشت ان کی ہو اور خود ان کے دلوں کی زمینوں میں تخم ریزی وہاں کے رسم ورواج کی ہوتی رہے اور وہ نہ بدلیں۔

نماز کی وہ مہذب صورت جو نکھر کر آج امت کے زیر عمل ہے کتنی تدریجی رفتار سے یہاں تک پہنچی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابتداء نماز میں سلام وکلام بات چیت دیکھنا اور سننا، گردن پھیرنا اور منہ موڑنا چلنا پھرنا سبھی کچھ کرنا جائز تھا۔

آج امت کا سب سے شدید مرض اور عظیم فتنہ یہی ترک تبلیغ اور ترک امر بالمعروف ہے

مسلم ممالک بیجا رواداری

مثلاً کسی مسلم دولت کا یہ اعلان کہ سلطنت کا بحیثیت حکومت کوئی مذہب نہیں بادشاہ کا بھی بحیثیت حکمران ہونے کے اسلام مذہب نہیں ہے۔ اسلام کی جڑوں کے لئے پانی ثابت ہوسکتا ہے یا تیشہ اس قسم کے اعلانات کی بڑی وجہ غیر مسلم رعایا سے رواداری اور اپنی بے تعصبی بتلائی جاتی ہے۔

غرض اعلان ہے غیر جانبداری کا اور عمل ہے کفر کی جانبداری کا اسلامی طبقات کی غربت اور امارت دونوں ہی نے مل کر اسلام کی تخریب کے وہ سامان بہم پہنچائے کہ دشمنان اسلام کو ہاتھ پیر ہلانے کی بھی زیادہ ضرورت نہ رہی۔

غرباء سے خطاب

یہ ممکن ہے کہ ان ممالک کے غریب اور بے سروسامان مسلمانوں نے شخصی یا اجتماعی طور پر تبلیغی مقاصد پر کوئی توجہ کی ہو

امراء نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضاء غرباء کے دم سے

تبلیغ میں اختلافی مسائل ہرگز نہ چھیڑے جائیں صرف بنیادی امور پر لوگوں کو لگایا جائے مثلاً بے خبر اور ان پڑھ مسلمانوں کو سب سے پہلے کلمہ توحید اور اس کی حقیقت سے آشنا کیا جائے۔ پھر ان کو نماز پر آمادہ کیا جائے بار بار کلمہ پڑھوا کر اس کی حقیقت سنائی جائے نمازیں یاد کرا کر انہیں نگرانی میں ادا

کرایا جائے پھر ان کی معاشرت کا جائزہ لے کر بتدریج اس کی اصلاح کی جائے شرکیہ رسوم مٹادی جائیں۔

تبلیغی جماعتیں ہفتہ ہفتہ بھر کے وقفہ سے محلہ وار گشت کر کے سابقہ تبلیغ کے اثرات کا جائزہ لیں اور آئندہ تبلیغ کا پرواز ڈالتی رہیں کوشش کی جائے کہ محلوں کی مساجد میں اسی محلہ کی کسی بااثر اور بااقتدار شخص کو امام بنایا جائے۔

پھر مبلغین انہی مساجد میں آئمہ مساجد کی نگرانی میں ایسے مختصر مکاتب قائم کر دیں جو مسلمان بچوں کو ابتدائی مذہبی اور دینی معلومات کے کفیل ہوں۔ قرآن حکیم کی تعلیم کے ذمہ دار ہوں اور ان کی نمازوں کی نگرانی اور شوخی و شرارت کی اصلاح کی کفالت کریں اس سے بچوں کا ابتدائی پرداز اسلامی اور دینی طور پر پڑ جائے گا جو بڑھاپے تک ان کے کام آئے گا

دینی زندگی سیکھنے کے طریقہ کار کا خلاصہ

ارشادات حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

چھ نمبروں کی ترتیب

اس کام کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ (اور ماحول) کی تعلیم وتربیت کی ابتداء میں جو خامی رہ گئی ہے اس کو دور کرنے کے لئے کلمہ، نماز، چھوٹوں بڑوں کے آداب، باہمی حقوق اور درستی نیت اور لغزش کے موقعوں سے بچنے اور علم وعمل کے سیکھنے کے لئے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو اس سے بالکل محروم ہیں تا کہ ان کی خامی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت حاصل ہو جائے۔

عہد نبوی میں دینی محنت کا نقشہ

دینی محنت کرنیوالے رفقاء سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خطاب یوں سمجھ لیجئے کہ ایک دینی محنت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ایک خاص نقشے کے ساتھ کی ہے۔ الحمد للہ احباب نے چند مقامات میں تھوڑا تھوڑا اس محنت کو سیکھنا شروع کیا ہے۔ اب جو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ دین پر نہیں چل رہے ہیں بلکہ اس سے نکل کر بے دینی میں داخل ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ محنت نکل چکی ہے۔ اب جتنی جہاں اللہ کے بندوں میں دین کی محنت شروع کر دی ہے۔ اتنی ہی خدائے پاک نے ہدایت دینی شروع کر دی ہے اور بقدر ہدایت کے دین زندہ ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جہاں نمازی نہیں تھے وہاں کچھ نمازی ہو گئے جہاں روزے نہیں تھے وہاں کچھ روزے زندہ ہو گئے۔ جہاں حج نہیں تھا وہاں کچھ حج قائم ہو گیا۔ جہاں تعلیم کا رواج نہ تھا وہاں تعلیم ہونے لگی۔ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں سے دین کے لئے قربانیاں دلوائی ہیں تو اب محنت کرنے والوں میں جتنی حضور والی قربانیاں پیدا ہوں گی۔ محنت کی سطح بلند ہوگی۔ اب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ساتھیوں کی محنت بتلانا چاہتا ہوں جس سے ابھی ہم بہت دور ہیں لیکن اگر اس محنت کو سامنے رکھ کر چلتے رہیں گے تو خدا وہاں تک پہنچا دے گا۔ تو ہر کام کرنیوالے کو محنت کے اس انتہائی نقشہ کو سامنے رکھ کر وہاں تک پہنچنے کی نیت کرنی چاہئے۔ یہ بات تو آپ لوگ جانتے ہیں کہ سارے عرب میں مدینہ والوں کی محنت سے دین پھیلا ہے۔

اہل مدینہ کی قربانی:

اس زمانے میں بیت اللہ پر آنے والے حجاج سے بھی وہاں کچھ وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ حجاج کی مدارات میں ہر ایک کچھ خرچ کرتا تھا۔ لہٰذا حج کا شعبہ بھی اس زمانہ میں کمائی کا شعبہ نہیں تھا کھیت اور باغات بھی گویا نہیں تھے تجارتی نظام بھی مکہ معظمہ وغیرہ کے علاوہ نہ تھا۔ کہیں کہیں، کھجور، انگور اور انار کے کچھ باغات تھے۔ چند مقامات تھے جہاں چھوٹے پیمانے پر تجارت ہوتی تھی۔ بادشاہوں تک کی ہمت نہیں کہ اس ملک پر حکومت کریں حکومت کرنے کے لئے بھی اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس وقت نہ پٹرول تھا نہ سونا۔ عرب کے کنارے پر قیصر وکسریٰ کی حکومتیں فوجی نظام رکھتی تھیں کہ عرب ان پر کسی وقت بھی چڑھائی نہ کر دیں ورنہ کوئی نظام حکومت پورے عرب بھر میں نہ تھا تو جس ملک میں نظام چلانے کے لئے حکومتوں تک کی ہمت نہ پڑتی ہو اس ملک میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی۔ یہ جو مقامات تجارت وزراعت کے مراکز تھے وہ سب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے۔ سوائے مدینہ پاک کے آدمیوں کے سارے ملک

کے خوش حال قبائل مخالف تھے۔ جہاں بھی کوئی ایمان لاتا اسے مدینہ بلالیا جاتا۔ تو مدینہ ایسی بستی بن گئی جہاں لوگ خاندان اور برادریاں چھوڑ چھوڑ کر آ کر بستے رہے۔ اور جب قوم سے نکل کر آتے تھے تو اپنا مال بھی لیکر نہیں آسکتے تھے۔ مدینہ والوں کو ان کے رہنے کھانے اور پینے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ ایسی بستی بن گئی جہاں مہاجر اور مقامی برابر ہو گئے۔

مہاجرین کی حالت:

آنے والوں میں کچھ تو تھے ہی فقیر، کچھ کے روزگار ٹوٹ گئے۔ کچھ کے اموال مقامی لوگوں نے چھین لئے۔ غرضیکہ مدینہ میں آنے والے سب ہی فقیر بن کر آئے۔ ان فقیروں اور مدینہ کے انصار کو لے کر آپ نے دین کی محنت کا کام شروع کیا۔ باہر سے آنے والوں کو کاروبار کرنے سے روکا نہیں گیا۔ جب تک کمائی کی شکلیں وجود میں نہ آئیں مقامیوں نے سب کی ضروریات مہیا کیں، مدینہ کے انصار کے بہت سے گھروں پر کئی کئی خاندان ٹھہرے ہوئے تھے الغرض ان ضرورتوں کے اعتبار سے باہر نکلنے کا بالکل موقع نہیں تھا۔ لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کی کمائی کو چھٹی دینے کی بجائے دین کی پوری محنت اسی دس سال میں کی اور کرائی اور دین کی محنت کا ایک ایسا نقشہ قائم کیا کہ انسانی زندگی میں جو تقاضے ہیں گھر والوں کی پرورش (دیکھ بھال، مال و دولت کمانے کا عمل، ان دونوں عملوں کو بار بار چھڑا کر دین کی محنت کے عمل کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کو ایسی تربیت دی کہ جس وقت اللہ کے راستے میں نکلنے کو کہا جائے اور جتنوں کو کہا جائے اور جہاں کے لئے کہا جائے سب تقاضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔

انصار کی تابعداری:

یہاں تک کہ جن کو مغرب کے وقت نکلنے کو کہا انہیں مدینہ میں سونے نہیں دیا جس طرح پکے نمازی اذان کی آواز سن کر تمام کام چھوڑ کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اسی طرح مدینے والے خدا کے راستے میں نکلنے کی آواز پر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جس وقت اللہ کے راستے میں ایمان و دین کے تقاضوں پر آواز لگتی۔ یہ آواز سودے خریدتے وقت سنیں یا دکھان کھولتے وقت کان میں آئے یا خرید و فروخت کے انتہائی انہماک کے وقت سنی جائے۔ یہ آواز کھجور کے باغوں میں کھجوروں کے توڑنے کے وقت لگے۔ نکاح ہونے کے وقت لگے۔ یا رخصتی ہونے کے وقت لگے۔ عورتوں کے بچہ پیدا ہونے کے وقت لگے یا عزیزوں اور گھر والوں کی موت کے وقت لگے۔ اس کی مشق کر لی تھی کہ جس وقت آواز سنیں سب چھوڑ چھاڑ کر نکل جائیں جو پاس ہو لے لیں۔ جہاں ضرورت ہو چلے جائیں جتنے وقت کا تقاضا ہو وہاں گزاریں جو جان پر بیتے اسے جھیلیں۔ یہ مزاج بن گیا تھا خدا کے راستے میں نکلنے والوں کا۔ مدینہ پاک کے دس سال کے قیام میں ڈیڑھ سو جماعتیں نکالیں جن میں سے ۲۵ سفروں میں آپ خود تشریف لے گئے۔ کسی میں دس ہزار آدمی نکلے۔ کسی میں پچاس نکلے۔ کسی میں تیس یا چالیس ہزار نکلے۔ کسی میں تین سو تیرہ نکلے۔ کسی میں دس کسی میں پندرہ کسی میں سات یا آٹھ نکلے۔ مدت کے اعتبار سے کسی میں دو ماہ خرچ ہوئے۔ کسی میں تین ماہ، کسی میں بیس دن کسی میں پندرہ دن خرچ ہوئے۔ بقیہ جو سوا سو جماعتیں نکلیں ان میں بھی ہزار نکلے۔ پانچ سو اور چھ سو بھی کم و بیش سب طرح کے نکلتے رہے۔ مدت بھی چھ ماہ چار ماہ، سب طرح کا وقت لگا۔ اب حساب لگاؤ کہ ہر آدمی کے حصے میں باہر گزارنے کا کتنا وقت پڑا اور سال میں کتنے سفر کئے اگر سب سفروں کو جوڑ کر تخمینہ کرو گے تو سال میں چھ ماہ یا سات ماہ ہر آدمی کے حصے میں آئیں گے۔ اب اس نقل و حرکت کی کوشش سے مختلف مقامات کے انسانوں کو مدینہ آنے کی دعوتیں ملیں کہ اسلام مدینہ میں آ کر سیکھو چونکہ اسلامی زندگی ماحول سے آئے گی اس زندگی کا ماحول صرف مدینہ میں تھا تو باہر نکلنے والوں کو اپنے لئے بھی علم حاصل کرنے کے لئے وقت نکالنا پڑتا تھا۔ مدینہ کے قیام کے زمانہ میں مسجدوں کے لئے وقت مانگا جاتا تھا۔ تاکہ سیکھنے سکھانے کا انتظام مسجدوں میں قائم رہے اور آنے والوں کو سنبھالا جا سکے۔ جب ان لوگوں نے روزانہ کی زندگی ایسی بنالی کہ اگر دو آدمیوں نے مل کر تجارت شروع کی تو باری لگالی ایک ایک دن کی، کوئی کسی وقت کوئی کسی وقت، کوئی کسی وقت کما کر پہنچ جاتا، کوئی شام کو پہنچتا اور رات کو رہتا، عشاء کے بعد سے عبادت میں لگا رہتا پھر سوتا، کچھ عشاء

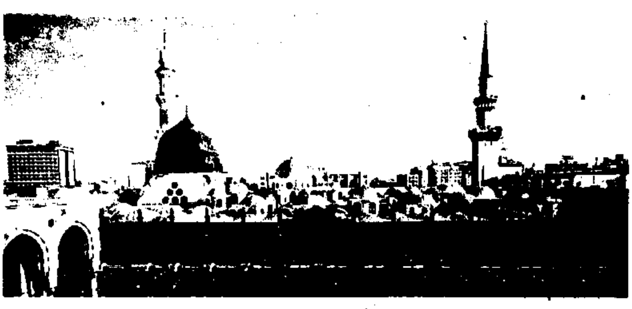
پڑھتے ہی سو جاتے اور پچھلے وقت میں تہجد ادا کرتے۔ اس طرح چوبیس گھنٹے مسجد میں مقامی مسلمان موجود رہتے۔ اب جو باہر سے جس وقت پہنچتے آدمی مسجد میں ان کو سنبھالنے کو موجود ملتے، کبھی تعلیم کے حلقے ہو رہے ہیں تو آنے والوں کو اس میں بٹھاتے۔ نماز ہو رہی ہے تو اس میں شامل کر رہے ہیں ذکر اذکار جس وقت ہو رہا ہے اس میں جوڑ رہے ہیں۔ اس طرح آنے والے بھی اپنے کو خالی کسی وقت نہیں سمجھیں گے۔ ذرائع آمدنی تو عام حالات سے بھی کم ہو گئے اور اخراجات کئی گنا زیادہ بڑھ گئے۔ باہر کی نقل وحرکت کا خرچ، اپنا اور گھر والوں کا خرچ جو دوسرے باہر سے مدینہ میں آئیں تو ان کا خرچ، جو مدینہ کے غربا باہر نکل رہے ہیں ان کا سفر خرچ، سواری لباس کھانا، باہر والے خوش حال آئیں ان کی بھی دعوتیں کرنا، پھر جن علاقوں میں قحط ہوتا وہ بھی مدینہ پاک آتے۔ ان کی بھی مدد کرنا۔ غرضیکہ خرچ تو نقل وحرکت کے زمانے میں بھی اور قیام کے زمانے میں بھی بہت بڑھ گیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی قربانی کی برکت سے ان تمام انسانوں کی تربیت ہوگئی جن کی تربیت کی حکومت کو بھی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ آپ ایسی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ جب سارا عرب اسلام سے منور ہو چکا تھا اور مدینہ کا ہر ایک گھر مال سے خالی ہو چکا تھا پھر حق تعالیٰ شانہ نے قیامت تک آنے والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ اسلام ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محنت سے پھیلا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوتے ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو بیٹھنے نہیں دیا۔ بلکہ ایک دم سب کو خدا کے راستے میں نکال دیا۔ اسی بھوک اور پیاس میں اسی غم کی حالت میں نکالا۔ یہاں تک کہ تین دن اور تین راتیں ایسی گزریں کہ ہر وقت حملے کا خطرہ تھا اور مدینہ پاک بالغ مردوں سے گویا بالکل خالی تھا۔ اللہ رب العزت نے اس محنت کی پوری دنیا کو قیمت دکھائی۔ ایک قلیل عرصہ میں سارا عرب اسی نقشہ پر آ گیا۔ ایک عرب گھرانہ بھی اسلام سے باہر نہیں رہا اور اس میں صرف ایک ماہ لگا۔ صرف یہی نہیں کہ مسلمان بن گئے بلکہ ایمان کی پوری محنت پر لوٹ آئے۔ یہ سمجھیں کہ ہماری والی محنتیں ابتدائی ہیں اور ہمیں ان جیسی محنت کرنے والا بننا ہے۔ پوری پوری جان لگانے والا بننا ہے۔

مختصر سی زندگی:

اس میں تھوڑا سا وقت ضروریات کے لئے کمانے پر لگائیں گے اور بقیہ تمام وقت دین کی محنت پر صرف کریں گے۔ اب ذہن میں یہ رکھیں کہ چونکہ یہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اندرون سے نکلی ہے اس لئے ان کے بدن اور روح کے انوار اس قربانی میں موجود ہیں لہٰذا جتنی یہ قربانیاں کام کرنے والوں میں بڑھیں گی اتنی ہی ہدایت حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے آئے گی۔

وہ مسلمان جو زندگی کے کسی شعبے میں اسلام کی بات سننے کو تیار نہیں وہ اپنے تمام کاموں کو اسلام کے احکامات کے موافق بنا لے گا۔ اور آپ حضرات کی قربانیوں کا بدلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر کھڑے ہو کر دلوائیں گے۔ جہاں آپ نے انصار سے ملنے اور ان کی قربانیوں کا صلہ دلوانے کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ یہ طے کر لو کہ خدا جو کچھ ان محنتوں کے بعد دے گا وہ حاصل کر کے دوسروں کو دیں گے اور خود نہ لیں گے۔



باب ۱۵

دوائے دل

اس باب میں تصوف کی معروف ومقبول کتاب ''قوت القلوب'' کے اقتباسات مرتب کئے گئے ہیں۔ کتاب کے سیاق وسباق کے پیش نظر اس باب کے منتخبات ایک منفرد افادیت کے حامل ہیں، پچھلے ابواب کے مندرجات کی افادیت کچھ اور ہے اور اس باب کی افادیت کچھ اور ہے۔ یونہی سرسری نظر ڈال کر یہ نہ سمجھا جائے یہ تو مکررات ہیں بلکہ توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلے گا کہ اس کی افادیت کیا ہے۔

تصوف کی بنیاد

تمام رشد و ہدایت کا مرکز اللہ احد الصمد تبارک تعالیٰ ہے۔اس لئے باطنی ہدایات یعنی تصوف کا آغاز وانجام ہمیشہ توحید ہی رہا، کہ انسان کو ایسی تربیت کی کہ وہ سب موجودات سے کٹ کر اللہ والا بن جائے۔اسی کے ساتھ باقی اور اسی کے ساتھ موجود قائم ہو۔یہی زندگی باعث رشک ونجات ہے۔

ہم تو اسی تصوف کے حامی ہیں، جس کا ماٗ خذ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صوفی یا عالمٗ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا، ہم تو اسی کے پیچھے دوڑیں گے۔

اسلام کا پیش کردہ تصوف کسی زمانہ کے دوسرے دین کے پاس نہ تھا اور نہ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، وقت پر نماز پڑھنا۔

نیز روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ پہلا وقت اللہ تعالیٰ کا رضوان (راضی ہونا) ہے اور آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کی عفو معافی ہے۔محسنین کو رضوان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔اور کوتاہی کرنے والوں کے لئے عفو الٰہی ہوتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم سنو کسی علاقہ میں وباء ہے تو اس علاقہ میں نہ جاؤ۔اور جب کسی علاقہ میں تم ہو اور وہاں وباء ہو، تو اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو۔

رضاء کا انعام

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے جو آسمان سے زمین پر نازل ہونے والی چیز پر راضی رہا اسے بخش دیا گیا۔حبیب کی ضرب، درد نہیں کرتی۔ہر ابتلاء آنے پر تکلیف کا احساس کم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قلب پر محبت کا غلبہ ہے، جو عالم بھی اپنی قوم کے سامنے ایسا علم رکھے جو ان کی عقلوں سے بالاتر ہو اور ان کی عقلوں میں نہ آسکے، تو وہ علم ان پر فتنہ وابتلاء بن جاتا ہے۔

قضائے حاجت کے وقت بیٹھنے کا طریقہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے دور نکل جاتے، آپ ﷺ ایسے بیٹھتے جیسے آدمی اپنے گھر میں بیٹھتا ہے۔اپنے پیچھے کوئی آڑ لگا لیتے، اس جگہ جاتے جہاں پر وہ ہوسکتا ہو۔قبلہ رخ نہ ہوتے اور زمین کے قریب ہونے سے پہلے کپڑا نہ اٹھاتے۔فداہ امی وابی۔

حضرت سلمانؓ کی حدیث میں ہے، آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہڈی اور گوبر کے ساتھ نجاست دور نہ کریں۔حکم دیا پاخانہ کرتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔اور پیشاب کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی آہستہ آہستہ اطمینان سے پیشاب کرے اور قضیب کو حرکت نہ دے۔جب پیشاب ختم ہو جائے تو قضیب کو جڑ سے حشفہ کی طرف تین بار نرمی کے ساتھ ملے تا کہ پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔پھر تین بار ہلکا سا کھینچے اور تین بار کھانسے۔اور اگر سات سات بار یہ کام کیا تو خوب مبالغہ کیا۔پھر دائیں ہاتھ میں ڈھیلا لے اور قضیب کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس پر ملے۔یہاں تک کہ اس کا سرا خشک ہو جائے۔زمین پر رگڑ دیا یا کسی دیوار پر۔مستحب یہ ہے کہ نرم زمین پر یا بودی مٹی پر پیشاب کرے۔ہوا کی جانب رخ کر کے یا سخت زمین پر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

جس نے وضوء کیا اور کامل وضوء کیا (پھر) دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آیا تو اس سے اس طرح گناہ نکل گئے جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا۔

غسل جنابت

برتن کو داہنی جانب رکھے، پھر بسم اللہ پڑھے ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالے، پھر شرمگاہ کو دھوئے، پھر نماز کا کامل وضوء کرے۔پھر برتن میں دونوں ہاتھ ڈالے اور سینہ اور پیٹ سے لے کر رانوں اور پنڈلیوں تک دائیں حصہ پر تین بار پانی

بہائے، پھر اسی طرح بائیں جانب تین بار پانی بہائے اور دونوں ہاتھوں سے ایک ساتھ سامنے اور پچھلے حصہ بدن کو ملے۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر سر پر تین بار مزید پانی ہوتو اسے سارے بدن پر بہالے اور بدن پر ہاتھ ملتا رہے اور غسل کے بعد نیا وضوء لازم نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، جو آدمی رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ رکھے اس کی نماز درست نہیں۔ آدمی کی بزرگی اس میں ہے کہ سفر حج میں عمدہ زادراہ ہو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے

اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہؓ کو تمام جہانوں پر پسند فرمایا اور میرے صحابہؓ سے چار کو پسند فرمایا۔ اور میرے ہر صحابیؓ میں بھلائی ہے۔ اور میری امت کو تمام امتوں پر پسند کیا اور میری امت سے چار قرون پسند کئے اور ہر قرن میں ستر سال ہیں۔ چنانچہ ہم ایسی قوم ہیں جس کا اتباع کیا جاتا ہے،

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر پختہ رہو۔ دانتوں سے اس کو مضبوطی سے پکڑلو اور جو جدا رہا وہ آگ میں ہے۔ علم الٰہی میں طے تھا کہ یہ چاروں صحابہؓ نبوت کے خلفاء ہوں گے۔ چنانچہ ان کی ترتیب خلافت اور عمر کا فیصلہ ازل میں ہو چکا تھا۔ جو آخر میں خلیفہ ہونا تھا وہی آخر میں بنا، اس کی وفات آخر میں ہوئی۔

احوال برزخ

بندے پر لازم ہے کہ منکر نکیر کے سوال کا عقیدہ رکھے۔ وہ بندے کو قبر میں بدن بمع روح کے سیدھا بٹھاتے ہیں اور اس سے توحید و رسالت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ یہ مؤمن پر آخری آزمائش ہے اور یہ دونوں قبر میں ابتلاء ڈالنے والے ہیں۔

وقد خاب من حمل ظلما۔ اور خراب ہوا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا۔ اور یہ عقیدہ رکھے کہ پل صراط حق ہے۔ مؤمنوں کے قدم اس پر قدرت الٰہی سے مضبوط رہیں گے، منافقین کے قدم پھسل جائیں گے۔ یہ جہنم کے ٹھیک اوپر ہے اور بغیر حساب دوزخ میں جانیوالے کافر ہونگے۔ بدعتیوں سے سنت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اللہ جل جلالہ کا کھلم کھلا آنکھ کے ساتھ سامنے دیدار ہوگا اہل ایمان کو انتقام وسزا کے بعد آگ سے نکال دیا جائے گا۔ صدیقین شفاعت کریں گے، علماء وشہداء اور عام اہل ایمان بھی سفارش کریں گے۔ اہل توحید کے آگے سے آخر کار نکل آنے پر بھی اجماع ہے۔

سواد اعظم کیا ہے؟

بدعتی سواد اعظم سے نہیں ہیں۔ صرف اہل سنت والجماعت ہی سواد اعظم اہل اسلام کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے تین فرشتے ہیں، ایک فرشتہ بیت اللہ شریف کی چھت پر ہے، ایک مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ایک فرشتہ بیت المقدس کی چھت پر ہے۔ وہ ہر روز آواز دیتے ہیں بیت اللہ شریف کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے،

”جس نے اللہ کے فرائض کو ضائع کیا وہ اللہ کی امان سے نکل گیا“۔

مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے، جس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کی، اسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

بیت المقدس کی چھت والا فرشتہ کہتا ہے، جس نے حرام کھایا اللہ تعالیٰ اس سے کچھ صرف وعدل (معاوضہ) قبول نہ کرے گا۔

حضرت سری سقطیؒ نے فرمایا، اگر ایک آدمی کسی ایسے باغ میں جائے جہاں سب قسم کے درخت ہوں اور ان پر سب طرح کے پرندے ہوں اور ہر پرندہ جدا زبان میں اس سے کلام کرے اور ہر پرندہ یہ کہے، اے اللہ کے ولی السلام علیکم! (تجھ پر خدا کی سلامتی ہو)۔ پھر اس کا نفس اس کی طرف سکون حاصل کرے تو وہ آدمی دراصل ان کے پنجوں میں گرفتار ہے۔

حضرت سہلؒ فرماتے ہیں۔ حقوق العباد سے زیادہ سخت چیز میں نہیں پاتا۔ فرمایا کرتے، جو مخلوق سے ایذاء روک لے وہ پانی پر چلتا ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا وہ آرام پا گیا۔ اور جس نے لوگوں کو پہچانا، وہ مشقت میں پڑ گیا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے،

''جس کو نرمی والا حصہ ملا اسے دنیا وآخرت کی بہترین چیز ملی اور جس سے نرمی کا حصہ روک دیا گیا اس سے دنیا و آخرت کا حصہ روک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو قسم کھاتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے آدم کو داڑھی کے ذریعے زینت بخشی اور کہا کرتے ہیں داڑھی آدمی کے اخلاق کا کمال ہے۔ اسی کے ذریعے ظاہری طور پر مرد اور عورت میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی خوب تھی۔ اسی طرح حضرت ابوبکرؓ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی داڑھی طویل اور پتلی تھی۔ حضرت علیؓ کی داڑھی اس قدر چوڑی تھی کہ دونوں کاندھے بھر گئے تھے۔ قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں، جس کی داڑھی بڑھی ہوئی ہو اس کی معرفت بڑھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس فرمان وقفوھم انھم مسئولون (اور کھڑا رکھو ان کو ان سے پوچھنا ہے) میں لا الٰہ الا اللہ کی پرسش مراد ہے۔

لوگوں کے طبقات

ایک گروہ معمولی سے حساب کے بعد جنت میں جائے گا۔ یہ خواص اہل ایمان وصالحین ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو طویل اور پرمشقت حساب کے بعد جنت میں جائے گا۔ اور یہ اصحاب یمین اور عام اہل ایمان ہیں۔ اسی طرح دوزخیوں کے تین طبقات ہیں۔ ایک گروہ بغیر حساب کے دوزخ میں جائے گا۔ یہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو بت پرست عالم ہیں۔

ایک گروہ طویل اور پرمشقت حساب کے بعد دوزخ میں جائے گا۔ یہ کبائر کا ارتکاب کرنے والے اور منافقین ہیں۔ ایک گروہ اعمال پر محاسبہ ہوئے بغیر، پرسش اور توقف کے بعد دوزخ میں جائے گا۔ یہ انبیاء کی امتیں ہیں، جن کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا۔ فرمایا، حضرت کرز سے کسی نے عرض کیا، آپ نے اپنے آپ کو عبادت میں تھکا دیا۔ فرمایا دنیا کی عمر کتنی ہے۔ عرض کیا گیا، سات ہزار سال۔ فرمایا کہ بندہ اس پر راضی نہیں ہوتا کہ وہ سات ہزار سال عمل کرے اور ایک دن ہی عذاب سے بچ جانے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

حضرت ابوجحیفہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید اور گوشت کھا کر ڈکار لیا اور بتایا کہ میں نے یہ کھایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنا ڈکار ہم سے روک رکھو! تم میں دنیا کے اندر زیادہ میسر ہونے والا قیامت کے روز تم میں زیادہ بھوکا ہوگا۔

ہمدان کے ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم حضرت حسن جس جس قدر وہ چاہیں ہم ان سے نکاح کرتے رہیں گے۔ جس کو پسند کریں روک رکھیں اور جس کو ناپسند کریں جدا کر دیں۔ حضرت علیؓ یہ سن کر خوش ہوئے اور یہ شعر کہا

ولو كنت بواباً على باب الجنة
لقلت لهمدان ادخلي بسلام

اگر میں جنت کے دروازوں پر دربان ہوا تو میں ہمدان سے کہوں گا جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت حسینؓ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت پائی جاتی تھی۔ خلق وخلق میں وہ آپ ﷺ سے مشابہ تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا، تمہیں میرے خلق میرے خلق کی مشابہت عطاء ہوئی اور فرمایا حسنؓ مجھ سے اور حسین علیؓ سے ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن نے اپنی بیٹی کی منگنی کرنے کی پیشکش کی اور کہنے لگا آپؓ مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ اگر آپ ضمانت دیں کہ اس کو نہیں چھوڑیں گے، تو میں نکاح کر دوں۔ وہ خاموش ہو گئے اور ایک ساتھی کی طرف توجہ کر کے فرمایا عبد الرحمٰن کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا ہار بنا دے۔

حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ نے اسی عورتوں سے نکاح کیا اور کثرت سے صحابہؓ کی تین تین چار چار بیویاں ہوتیں اور جن کی دو بیویاں تھیں ان کا شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔

ایک بزرگ نے رخصتی کے وقت بیٹی کو نصیحت فرمائی، اے بیٹی! تو جس گھونسلے میں داخل تھی، آج اس سے نکل کر ایک بستر پر جا رہی ہے، جس سے تو واقف نہیں۔ ایسے دوست کے پاس جا رہی ہے، جس سے تو مانوس نہیں۔ تو اس کے لئے

زمین بن جا، وہ تیرے لئے آسمان ہو جائے گا تو اس کے لئے بستر بن جا وہ تیرے لئے ستون بن جائے گا۔ تو اس کی لونڈی بن جا، وہ تیرا غلام ہو جائے گا۔ اس سے چپک کر نہ رہ جانا، ورنہ تجھے دور کر دے گا۔ اس سے دور نہ ہو جانا، ورنہ وہ تجھے فراموش کر دے گا۔ جب وہ قریب ہو تو اس کے قریب ہو جا، جب وہ دور ہو تو بھی اس سے دور ہٹ جا۔ اس کی ناک آنکھ کی حفاظت کر، وہ تجھ سے خوشبو سونگھے، اور صرف اچھی بات ہی سنے۔ اور وہ صرف خوب صورت ہی دیکھے۔

چھ عورتوں سے نکاح نہ کرو

(۱) انانہ (رونے دھونے والی)۔ (۲) منانہ (احسان جتانے والی)۔ (۳) حنانہ (سابق خاوند کی یاد میں رہنے والی)۔ (۴) حداقہ (طرح طرح کی اشیاء چاہنے والی)۔ (۵) براقہ (ہر وقت سنگھار کرنے والی)۔ (۶) شداقہ (تیز زبان)۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے

سیاہ زیادہ بچے جننے والی عورت خوب صورت بچہ نہ جننے والی سے بہتر ہے۔ اور بچہ نہ جننے والی عورت سے کمرے میں چٹائی بہتر ہے۔ عورت کی برکت یہ ہے کہ جب اس کا رحم حیض سے پاک ہو تو وہ جماع کی ضرورت مند ہو۔ اور عام طور پر اس وقت عورت کو حمل ہوا کرتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے طہر کے بعد جماع کا حکم دیا۔

جماع کے آداب

قبلہ رخ ہو کر جماع کرنا مکروہ ہے۔ اہلیہ سے جماع کرے تو دونوں دو گدھوں کی طرح برہنہ نہ ہو جائیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جماع کرتے تو سر ڈھانپ لیتے۔ آواز پست کر لیتے اور عورت کو فرماتے سکون رکھو۔ جو آدمی ایک بار جماع کرے اور پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے تو اس کام سے پہلے ہاتھ دھو لے اور اگر احتلام ہو جائے تو شرمگاہ کو دھوئے بغیر یا پیشاب کے بغیر جماع نہ کرے۔

پہلی رات اور آخری رات میں، اور مہینے کی نصف (پندرھویں) شب میں جماع کرنا مکروہ ہے۔

بعض سلف کا فرمان ہے، تجارت کر (خرید اور فروخت چاہے نفع کے بغیر ہی ہو)، تیرے لئے وہ برکت ہوگی جو کاشت کار کیلئے نہیں۔

فرمایا اہل وعیال کی خاطر کاروبار کرنے والے کو سلف اللہ کی راہ میں مجاہد شمار کرتے اور دوسروں پر اس کی افضلیت سمجھتے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بازار جاتے اور بعض تاجروں کو درہ سے بھی مارتے اور فرماتے سود کھانے والے کو اور تجارت کے احکام سے ناواقف کو ہمارے اس بازار میں کاروبار نہیں کرنا چاہئے، اس کا دل چاہے یا نہ چاہے۔

حلال کی اہمیت

روایت میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا۔ فرمایا، تمہیں یہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ عرض کیا، فلاں بکری سے۔ فرمایا، تمہیں یہ بکری کہاں سے ملی؟ عرض کیا، فلاں جگہ سے۔ پھر آپ ﷺ نے دودھ پی لیا۔ پھر فرمایا، ہم انبیاء کی جماعتوں کو یہ حکم ہے کہ صرف حلال و طیب ہی کھائیں اور نیک کام کریں۔

ایک حدیث میں ہے

اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے۔

شیخ کا ادب واحترام

شیخ کی مجلس میں جاتا تو اس روز روزہ رکھتا، پھر غسل کرتا، تب ابوعلی دقاق کی مجلس میں جاتا۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ مدرسہ کے دروازہ تک پہنچ گیا، مگر شرم وحیاء کے مارے دروازہ سے ہی لوٹ آتا۔ اگر کبھی جرأت کر کے اندر داخل ہو جاتا اور مدرسہ کے وسط تک پہنچ چکا ہوتا کہ تمام بدن میں سنسنی ہوتی۔ ایسی حالت میں اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید میں اسے محسوس نہ کرتا۔

پھر جب مجلس میں بیٹھ جاتا تو مجھے خود کسی قسم کا سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی۔

ابھی بیٹھا ہی ہوتا کہ وہ از خود میرا واقعہ بیان کرنا شروع

کر دیتے۔ یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا۔

قشیری نے ۴۳۷ھ میں املاءِ حدیث کی ابتداء کی، اپنی وفات تک جاری رکھا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

امام حسنؓ ابن علیؓ نے عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ میں انگوٹھی بنوانا چاہتا ہوں، لہٰذا میں اس پر کیا نقش کندہ کراؤں؟ حضرت عیسیٰ نے فرمایا، انگوٹھی پر یہ حروف کندہ کراؤ؟ لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین۔ اس لئے کہ انجیل کے خاتمے کے یہی الفاظ ہیں۔

اپنے شیخ سے اپنے اسرار کو چھپا کر نہیں رکھنا چاہئے۔ اور اگر اپنے شیخ سے ایک سانس چھپائے بھی رکھا تو اس نے اس کے حق صحبت میں خیانت کی۔ اگر بالفرض اس سے شیخ کے حکم کے خلاف کوئی بات سرزد ہوگئی تو اسے فوراً شیخ کے سامنے تسلیم کر لینا چاہیے۔ شیخ کو چاہئے کہ پہلے مرید کو آزمائے اور جب اس کا دل گواہی دے کہ مرید میں صحیح عزم پایا جاتا ہے۔ تو اس کو مرید بنائے۔

جب نوجوان کو آرام اور تن آسانی میسر آجائے تو وہ فتنہ میں مبتلاء ہو جائے گا۔ مرید کی ساری پونجی یہی ہے کہ وہ ہر کسی کی بات کو بطیب خاطر برداشت کرے اور جو کچھ پیش آئے اسے رضامندی کے ساتھ قبول کرے۔ دکھ اور فاقہ پر صبر کرے، کسی سے سوال نہ کرے۔ اپنی ذات کی خاطر کسی سے نہ جھگڑے، خواہ بات چھوٹی ہو یا بڑی۔ جو مرید ان باتوں پر صبر نہ کر سکتا ہو اسے بازار میں بیٹھنا چاہئے۔ خواہ بیداری میں یہ سنے کہ کوئی شخص اسے خطاب کر رہا ہے یا کوئی او رخارق عادت مشاہدہ کرے تو اسے اس کے ساتھ قطعاً مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ اپنے شیخ کے سامنے بیان کرے تا کہ اس کا دل اس سے خالی ہو جائے۔ شیخ کو بھی چاہئے کہ اس کے راز کو محفوظ رکھے اور دوسروں سے اسے چھپائے رکھے۔ مگر اس کی اپنی نگاہ میں ان باتوں کو اس کے سامنے حقیر اور معمولی بتائے۔ سب سے زیادہ ضرر رساں امر یہ ہے کہ وہ ان امور پر جو اس کے باطن میں حق تعالیٰ کی طرف سے ڈالے جاتے ہیں، انس محسوس کرے۔ تلاش کامل میں ہجرت کر کے ایسے شخص کے پاس چلا جائے جو مریدوں کی رہنمائی کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اور اس کے پاس رہے اور اس کے در کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک کہ وہ خود اجازت نہ دے۔

فقراء کی خدمت کرنا اپنا طریقہ بنائے، تو پھر ان کی سختی پر صبر کرے اور عہد کرے کہ وہ ان کی خدمت میں اپنی روح تک خرچ کر دے گا۔ اور پھر کبھی اگر اس کی باتوں کو پسند نہ کریں، تو وہ اپنی کوتاہی کا عذر پیش کرے گا۔

مثال ہے جب تو ہتھوڑے کی چوٹوں پر صبر نہیں کر سکتا تو آہرن کیوں بنتا ہے۔

متواضع صحیح کی چند علامات یہ ہیں

تمام مخلوق کی اذیت کو برداشت کرتا ہے۔ تکلیف کا بدلہ انتقام سے نہیں لیتا، سمجھتا ہے کہ میں اس کے لائق تھا۔ اور کسی کو اپنے لئے تعظیم کے لے کھڑا ہونا پسند نہیں کرتا، کیونکہ وہ اپنے کو قیام کا مستحق نہیں سمجھتا۔ اور کسی کی مذمت سے دل گرفتہ نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ یہ مذمت اور اہتمام بجا ہے، میں ایسا ہی ہوں۔ ہاں شرعی مصلحت کی بناء پر کبھی اپنی برأت ظاہر کی جاتی ہے تا کہ آئندہ تبلیغ میں مانع نہ ہو۔

مبتدی سالک کو صف اول میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوتی، کیونکہ قرب بادشاہ کے لئے خالص جماعت ہوتی ہے۔ وہ مارے ہیبت کے کانپتا ہے مگر کسی کو کیا خبر کہ اس جیسے کے لئے دوسری ہزار صف اول سے بڑھ کر ہے۔ اور جو ایک مجلس میں بیٹھتے ہیں یا اس کے سلام کا جواب دیں یا خود اس کو سلام کریں۔ اس کا احسان مانتا ہے تو گویا سمجھتا ہے کہ میرے اتنے عیوب ہیں کہ سب پر کھلم کھلا ہیں، سب کے نزدیک برا ہوں، پھر کسی کا سلام کرنا یا بیٹھنے دینا ان کا احسان ہے۔ اور یہ بھی علامت ہے کہ اس کے سامنے لوگ جس قدر مراتب کمال کا دعویٰ کریں اکثر کو تسلیم کرتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں حقیر ان بڑے درجہ والوں کے کمال کا کیسے احاطہ کرسکوں۔ وغیرہ ذلک

اور اگر یہ دنیا کو حاصل کرنا چاہے، مگر دنیا اس کے ہاتھ نہ آئے تو اس کو زہد نہیں کہتے بلکہ اس کا نام فقر ہے۔

صبر کا بیان

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، صبر کیا کرو! اللہ تعالیٰ صبر

کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صبر نصف ایمان ہے۔ صبر کے حقیقی معنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے حکم پر مستقل اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔ سرور اس بناء پر ہوا کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے عمل نیک کا اظہار فرمایا اور ہمارے فعل قبیح کو پوشیدہ فرمایا۔ کیونکہ گناہ پر ستاری اور نیکی کا اظہار کرانا قیامت کی رسوائی سے بچاؤ کی نشانی ہے، تو اس قسم کی خوشی میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نفس پر جبر کرو اور خرچ کرنے کی بے تکلف عادت ڈالو۔ موت کے یاد کرنے کی صورت یہ ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال کر توبہ کے ساتھ موت کو یاد کرو کہ ایک دن آئے گا جب مال اولاد خویش واقرباء کو چھوڑ کر قبر میں جانا ہے۔

طلب حلال

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ پاک چیز کھایا کرو اور نیک کام کیا کرو۔ یاد رکھو کہ رزق حلال کو قلب کی نورانیت میں بڑا اثر ہے، لہٰذا مال حرام سے بچنا اور تقویٰ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

غیبت کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے اور اس کے متعلق کوئی واقعی بات ایسی ذکر کرنی کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار گزرے، مثلاً کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب نسب میں نقص نکالنا۔ ضرورت سے زیادہ مال نہ رکھے۔ پس محنت و مزدوری ایسی مقدار کے موافق اپنا اور اپنے بال بچوں کا نفقہ روزانہ حاصل کرو اور خرچ کر ڈالو۔ باقی سارا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں خرچ کرو۔

غصہ کا بیان

غصہ بری بلا ہے۔ یہی مار پیٹ، گالی اور زبان درازی کے گناہ کراتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ عقلمند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع بنالیا اور مرنے کے بعد کام آنے والا ذخیرہ جمع کر لیا۔ اور احمق ہے وہ شخص جس نے خواہشات کا اتباع کیا اور پھر خدا سے عفو و کرم کا آرزومند رہا۔ اس لئے توبہ کر کے رجوع کرنا بہت ضروری ہے۔

ریشمی لباس یا سونے کی انگوٹھی پہننے والے جس قدر گناہ گار ہیں، اسی قدر اس کے وہ یار دوست یعنی اس کے پاس بیٹھنے والے مسلمان بھی گناہ گار ہیں جو اس کو منع نہیں کرتے۔ ظالمین اور فاسقین کے ہدایا قبول نہ کریں اور نہ کھاویں۔

دنیا کی محبت

دنیا کی محبت صرف مال و جاہ ہی کی محبت کا نام نہیں ہے، بلکہ موت سے پہلے جس حالت میں بھی ہو وہ سب دنیا ہے۔ اور دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ دنیا کے تمام جھگڑوں، بکھیڑوں اور مخلوقات اور موجودہ چیزوں کے ساتھ تعلق رکھنے کا نام دنیا کی محبت ہے۔

فائدے

متوکل کو اپنے لئے ذخیرہ بنا کر رکھنا خلاف توکل ہے۔ اور بال بچوں کے لئے ذخیرہ بنانا خلاف توکل نہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے لئے سال بھر کا نفقہ مرحمت فرما دیتے تھے۔

محبت کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نیک بندوں سے محبت کرتا ہے اور نیک بندے اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک تمہارے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوگا، اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا (کذا فی البخاری ومسلم)۔

یاد رکھو کہ محبت کا مدار حسن پر ہے۔ حسن کا ادراک بھی حواس خمسہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً آنکھ کو خوب صورت حسین دیکھنے سے لذت آتی ہے اور کان کو موزوں اشعار اور خوش الحانی سے مزہ آتا ہے۔ اور زبان کو چکھنے سے اور ناک کو سونگھنے سے اور تمام بدن کو نرم چیز کے چھونے سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور حواس خمسہ کے لذائذ میں انسان کے ساتھ حیوان بھی شریک ہیں۔

اور حسن معنوی یعنی خوب سیرتی کی وجہ سے محبت کا ہونا اعلیٰ درجہ ہے، کیونکہ اس حسن کا مدرک قلب ہی ہے۔ اور قلب جس کو عقل اور نور بھی کہتے ہیں، انسان کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ اس کا ادراک بصیرت پر ہے، بشرطیکہ بصیرت کے آنکھ کان روشن ہوں۔

مثلاً اعتقاد کرے کہ شیخ میں تواضع کم ہے تو مرید میں عبدیت و تواضع کم آئے گی۔ اور اگر یہ اعتقاد ہے کہ شیخ جملہ

مقامات عالیہ پر پہنچا ہوا ہے، تو مرید کو بھی جملہ مقامات عالیہ سے حصہ ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ باطن کو ظاہر سے زیادہ سنواریں تا کہ صفت نفاق سے پاک صاف ہو۔ حقیقت توجہ کی یہ ہے کہ دل سے دعاء اور آرزو کرنا کہ فلاں شخص کی حالت درست ہو جاوے یا اس کی نسبت مع اللہ حاصل ہو جاوے یا اپنے دل کو اس کی طرف متوجہ کر دینا تا کہ شیخ کے دل کے انوار مرید کے دل تک پہنچ جاویں۔

مناسب ہے کہ مدیون کو معاف کریں اور غنی سے مطالبہ میں سختی نہ کریں۔ کروفر، شوکت وغیرہ کی طرف بے رغبتی سے نگاہ کریں۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے منقول ہے کہ کیمیاء اور عملیات پر اعتقاد و رسوخ رکھنے والا ولی نہیں بن سکتا جب تک اس سے توبہ نہ کرے۔ دوستی ہے تو اللہ کے لئے اور دشمنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ دنیا ابلیس کی بیٹی ہے، پس جو کوئی ضرورت سے زیادہ لے گا، ابلیس کا داماد بن جائے گا۔

لوگوں سے آمد و رفت بڑھانا وغیرہ سے کنارہ کش رہیں۔ جب مقدمات سلوک میں ترقی ہونے لگے تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے اور بچے رہیں، کیونکہ انسان کی ترقی سے شیطان کی دشمنی بڑھ جاتی ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ قطب کی شان ہوتی ہے۔ ان کو تمام مصالح عباد کے خیال رکھنے کا حکم ہوتا ہے۔ اپنے منہ کو حرام و مکروہ کھانے سے گندہ نہ کریں۔

حصول نسبت کے بعد مباحات پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے۔

بعض اولیاء باطنی گندگیوں کو ظاہری گندگیوں سے اپنے مشاہدہ میں زیادہ پلید دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

متواضع مسجد میں تنہا داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتا، اس لئے کہ شاہی دربار میں اکیلے جانے کی کیسے ہمت ہو۔ دوسروں کے ساتھ لگا لپٹا چلا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جب تک اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے، کوچۂ تصوف تک نہیں پہنچ سکتا۔

ہر کہ او بر عیب خود بینا شود روح او را قوتے پیدا شود

زہد کا بیان

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دیتا ہے اس کا شرح صدر کر دیتا ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی شناخت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے بے رغبتی اور دین کی جانب توجہ اور موت سے پہلے موت کا انتظام کرنا شرح صدر ہے۔ کذافی ابن ابی شیبہ وغیرہ۔

فائدہ:

گناہوں کے مخفی رہنے پر خوش ہونا حرام نہیں۔ البتہ عبادت پر اس نیت سے خوش ہونا کہ لوگ تعریف کریں گے اور متقی اور عابد سمجھیں گے، بے شک حرام ہے، کیونکہ مخلوق کی مدح گویا اپنی طاعت کا معاوضہ لینا ہے۔ ہاں ریاء کے خوف سے طاعت اور عبادت کا چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ اپنے معمول کو ترک نہ کریں بلکہ عادتوں کے موافق اپنا کام کیا کرے۔ حتیٰ الوسع اس وسواس کو علیحدہ کرتا رہے۔ علاج ریاء کا گزر چکا ہے۔

جتنا زیادہ ہے اسی قدر اس کا خوف وخشیت بڑھتا ہے۔

علاج

یہ ہے کہ اگر غیر اختیاری نعمتوں پر مثلاً قوت و زور یا حسن و جمال پر عجب ہو تو یوں سوچو کہ ان چیزوں کو حاصل ہونے میں میرا دخل ہی کیا ہے کہ ناز کرو۔ یہ اس کا فضل و احسان ہے کہ اس نے بلا استحقاق یہ خوبیاں مجھ کو عطاء کی ہوئی ہیں۔

آدمی ہزاروں مصیبتوں اور امراض بھوک پیاس اور سردی گرمی میں مقید ہے اور ہر لحظہ موت کا نشانہ ہے۔

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بکریوں کے گلے میں دو بھیڑیے آپڑیں تو وہ اتنا نقصان نہ کریں گے، جتنا مال و جاہ کی محبت دین دار مسلمان کے دین کا نقصان کرتی ہے۔

نخوت تکبر

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تکبر کرنے والے کا بہت برا ٹھکانا

ہے۔ کبریائی خاص میری چادر ہے۔ پس جو شخص بھی اس میں شریک ہونا چاہے گا اس کو ہلاک کر دوں گا۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا (رواہ المسلم)۔ غیبت کرنا گناہ ہے اور علماء کا گوشت زہر ہے۔

مشہور مہمان نواز کے ہاں قیام نہ کریں، کیونکہ اس کے پاس اور بہت مہمان ہوں گے، آپ کا بھی بار بڑھ جائے گا۔ اگر سواری ہاتھ ہو اس کا انتظام خود کریں، اس پر بار نہ ڈالیں۔ اگر کسی شیخ و عالم کے ہاں مہمان ہوویں، ایسی بات ہرگز نہ کریں کہ اس کے مرید طالب ملازم وغیرہ آپ کی طرف ملتفت وراغب ہوں۔

جس کسی کو ایسا شیخ مل جاوے جو اس کو نصیحت اور روک ٹوک کرتا ہے اور برا بھلا بھی کہتا ہے تو ضرور ہے اس کو چپٹ جاوے اور اس کے پاس رہ پڑے۔ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا میں بے رغبت اور منصب لینے سے علیحدہ ہیں۔ منصب لینے سے ضرور حب ریاست کی بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ الا من ماشاء اللہ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص قرآن کا عالم ہو، پھر دنیا سے محبت کرے، اس کو قرآن مجید اندر سے آواز دیتا ہے کہ مواعظ نصائح میرے کہاں کھوئے؟ میرا تو کوئی حرف نہیں کہتا کہ دنیا سے رغبت کر۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جو شخص تمام احوال میں اپنے نفس کو متہم نہ سمجھے، اس کا نام مردان طریقت میں نہیں لکھا جا سکتا۔ علماء اور صوفیاء کی برائی کرنے والے کو خوب جواب دے۔ ہر مسلمان عموماً اور سالکین کو خصوصاً تزکیۂ اخلاق و درستی معاملات و معاشرت و پاس آداب و انتظام امور مصالح عباد کا تمام تر اہتمام کریں۔

طعن و تشنیع و استہزاء وغیرہ کو برداشت کرے، کیونکہ ہر ایک دربار الٰہی میں داخل ہونے کی تمناء کرتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا اس شخص کے لئے حرام ہے جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہے۔

جنابت کی حالت میں سو جانا شرعاً حرام نہیں مگر روحانیت کی ترقی کے خلاف ہے۔ پچھلی تہائی رات نہ سویا کرو۔ اسی طرح جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر کی راتوں اور عید الفطر وضحیٰ کی راتیں کم سویا کریں۔ ہاں معذوری ہو تو اور بات ہے، کیونکہ یہ اوقات جلوس شاہی اور دربار سلطانی کے ہیں۔

قرآن پڑھنے والوں کو حکم کریں کہ کلام وطعام حرام نہ کھائیں۔

حجاج بن یوسف باوجودیکہ نہایت سخت تھا، اس پر بھی ایسے شخص کا خون نہ کرتا تھا، جس نے صبح کی نماز با جماعت پڑھی ہو۔ اس پر کہتا ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی پناہ نہیں توڑتا۔

جس کو مصیبت سے پریشانی اور دل کو بے چینی ہو اس کے حق میں وہ سزا ہے۔ اور اگر دل پریشان نہ ہو تو اس کے لئے مصیبت نعمت اور درجے بلند کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے۔

جب کسی کو تنگی اور پریشانی میں مبتلاء دیکھو، تو جلدی سے یہ مت کہو کہ یہ بے چارہ اس سزا کا مستحق نہ تھا، یا یوں کہوں کہ ایسی سزا کا مستحق تھا۔

اپنے نفس سے اس قدر مجاہدہ کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ بسا اوقات تمہارے بیوی بچوں میں مصیبت اس لئے آتی ہے کہ تمہارے دل میں ان کی محبت جم گئی ہے۔

جو مطلب تمہیں قرآن مجید وحدیث شریف سے سمجھ میں آوے، اس میں یوں کہو کہ اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا ہے۔ اور یوں نہ کہو کہ بس یہی مطلب ہے جو ہم نے سمجھا ہے۔ قرآن مجید میں ہر مطلب میں اس سے ترقی بھی ہو سکتی ہے۔

دوست وہ ہے کہ تمہارے عیبوں کو ظاہر کرے۔ مثلاً یہ ریاء کار ہے، متکبر ہے۔ اور دشمن وہ ہے کہ تمہاری تعریف کرے کہ تمہیں عجب و کبر تفاخر شیخی بازی میں لانا چاہتا ہے۔

جس کی حالت درست ہے اس کو تو آپ کی ضرورت نہیں اور جس کی حالت خراب ہے، آپ ان سے اعراض کرتے ہیں۔

اور کم کھانے میں یہ فوائد ہیں کہ قلب میں صفائی ہوتی ہے، دل رقیق ہو جاتا ہے اور مناجات میں مزہ آتا ہے۔ نفس

سرکش ذلیل مغلوب ہوجاتا ہے۔تمام شہوتیں کمزور پڑجاتی ہیں۔ زیادہ نیندنہیں آتی اورعبادت گراں نہیں گزرتی وغیرہ ذلک

اپنے بھائیوں سے کسی خصلت محمودہ میں ممتاز ہوکرنہ رہیں۔

تعمیرالباطن

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے اپنا قلب پاک بنالیا، وہی فلاح کو پہنچا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ طہارت نصف ایمان ہے، کیونکہ ایمان کے دو جزو ہیں۔یعنی قلب کا ان کونجاست سے پاک کرنا جوحق تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔اور ان خوبیوں سے آراستہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہیں۔گویا نجاست سے پاک کرنا ایمان کا ایک جزو ہے۔اور اطاعت سے زینت اور آسائش اس کا دوسرا ٹکڑا ہے۔لہٰذا اول اخلاق ذمیمہ معلوم ہونے چاہئیں جس سے قلب کو پاک رکھنا ضروری ہے۔

جس پرحسد ہے اس کی بہ تکلف تعریفیں بیان کیا کرے اور اس کے سامنے تواضع اور اس نعمت پر مسرت کا اظہار کرے۔ جب چند روز بہ تکلف ایسے کرے گا تو محسود کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے گی اور حسد جاتا رہے گا اور رنج سے نجات مل جاوے گی۔

تمام حقوق کواداء کرنے جواس کے اوپر کسی مال یا آبرو کے متعلق ہیں۔اول گناہوں سے توبہ کرلے اوراگر کچھ عبادت واجبہ نماز وغیرہ اس کی فوت ہوئی ہو، ان کو قضاء کرنا شروع کرے اور حقوق العباد کی اداء کا بندوبست کرے۔اور اگر یہ چیزیں نہیں کرتا، تواگر تمام عمر بھی ریاضت کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک نہ پہنچے گا۔اور علم بقدر ضرورت حاصل کرے، پھر شیخ کامل سے کچھ حاصل کرے۔

اگر اس راستہ میں قدم رکھنا چاہتے ہیں تو سب سے اول کبر اور حب جاہ کوفناء کردینا چاہئے۔اگر برسرراہ بھی جوتیاں مار دی جاویں تو دل میں تغیر اور ابروں پر بل نہ پڑے۔

ناز پروردہ نہ برد راہ بہ دوست
عاشقی شیوۂ رندانِ بلا کش باشد
در رہ لیلیٰ خطرہ ہا است بجاں
شرط اول آنست کہ مجنوں باشی

عشاق کوتنبیہ:

عاشق کواس راہ میں قدم ڈالنے سے پہلے سرمد کی یہ رباعی پیش نظر ہونی چاہئے۔

سرمد گلہ اختصارے باید کرد — یک کارازیں دوکارے باید کرد
یاتن بہ رضائے دوست می بایدداد — یا قطع نظر زیار می باید کرد

نصوص صرف اس کا نام نہیں کہ اوراد واشغال کی کثرت کی جائے۔تسبیحیں نوافل زیادہ پڑھ لیں۔پاس انفاس کی مشق بڑھالیں۔انوار وانکشافات ہونے لگیں، دل جاری ہوجاوے توبس مدعاء تصوف حاصل ہوگیا۔حالانکہ تصوف کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔تمام معاملات معاشرات میں ہر چیز کا حق اداء ہو اور وہ آداب بھی جن کے بعد کسی کو زبان و ہاتھ وغیرہ سے ایذاء نہ پہنچے۔اور تمام امور کا ایسا انتظام ہو کہ تمام الجھنوں سے یکسوء ہو کر جمعیت و یکسوئی کے ساتھ مشاہدۂ جمال حقیقی نصیب ہو۔ اور ایسا تزکیہ نصیب ہو کہ دربار الٰہی کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی قابلیت پیدا ہو۔کیونکہ مرتبۂ احسان جس کو حصول نسبت کہتے ہیں، خاص صدیقین واولیاء صالحین کا مقام ہے۔بغیر تزکیہ کے ایسی منزہ مجلس میں کیسے باریابی ہو، ایسے اعلیٰ و برتر مقصد کے لئے جس کے سامنے سلطنت ہفتم اقلیم گرد ہے۔

کسی عالم یا عابد میں یہ بات دیکھو کہ وہ اغنیاء کی مجلس میں اپنے علم وتقویٰ کا ذکر کرنا پسند کرتا ہے، تو سمجھ جاؤ کہ وہ ریاء کار ہے۔جو عابد زاہد اپنے فن کے ذریعے سے کماتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ نیند سے اٹھتے ہیں تو مدہوش کی طرح دیر تک اسے ہوش نہیں آتا۔اور دین فروشی نہ کر کے کھانے والے کی علامت یہ ہے کہ اگر وہ تمام اعمال صالحہ سے خالی بھی ہوجائے، جب بھی لوگ اس کی خدمت اور اس کے ساتھ احسان وسلوک کریں گے۔

اپنے منہ کو تلاوت قرآن مجید کے لئے پاک وصاف رکھا کرو، کیونکہ اس کی مثال جو منہ کو حرام بات یا حرام کھانے سے گندہ کر کے، بدون توبہ کے قرآن مجید پڑھنے لگے، ایسے ہے جیسے کوئی قرآن کو ناپاکی پر رکھے۔ایسے آدمی کا جو حکم ہونا چاہئے وہ سب کو معلوم ہے۔

مثلاً عزیمت سفر میں اگر مشقت نہ ہو، روزہ رکھنا ہے، اور افطار بھی جائز ہے۔ اور ذکر اللہ اکثر اوقات میں عزیمت ہے اور اگر آرام کرنا بھی وقت فرائض کے علاوہ جائز ہے۔ یہ رخصت ہے۔

شیخ عبدالعزیز دیرینی سے عرض کیا گیا کہ کوئی کرامت ظاہر فرمایئے! کہ جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو اور آپ سے سلوک سیکھنے کا شوق زیادہ ہو۔ آپ ذرا خاموش رہ گئے، پھر فرمایا کہ میرے عزیزو! کیا ہم جیسوں کے لئے آج روئے زمین پر اس سے زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر صحیح وسالم چھوڑ رکھا ہے اور اندر زمین کے نہیں دھنسایا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن نصیحت میں فرمایا کہ تین کاموں سے بچو! بادشاہوں کے بچھونوں پر مت بیٹھو۔ کسی کو راز کی بات نہ کہو اور مزامیر کی طرف کان نہ لگاؤ اگر چہ جوانمردی رکھتا ہے، کیونکہ آفت سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، جس شخص کو لوگوں سے باتیں کرنا زیادہ پسند ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر یاد سے اس کا علم تھوڑا اور دل اس کا نابینا ہے اور عمر اس کی ضائع ہے اور سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

سبق اول

ذکر قلبی زبان سے ''اللہ'' اللہ کہنا اور اس کی ضرب دل پر لگانا ایک ہزار یا بارہ سو۔

تصور بوقت ذکر حق تعالیٰ کا لیکن اگر یہ خیال جمے تو پھر ذکر کا خیال اس طرح سے اداء کرے کہ یہ قلب سے اداء ہو رہا ہے۔

تصور الی السماء کا حکم ذکر شغل تلاوت میں تصور حق تعالیٰ کی طرف بلا تکلف آسمان کی طرف باندھے تو اس کے دفع کرنے کا قصد نہ کریں۔ یہ تصور فطری ہے، دفع نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بھی اس سے خالی نہیں، لیکن بالقصد ایسا نہ کرے۔ ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے، اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے جس کا نام مجاہدہ ہے۔

سلطان الاذکار ناف سے لفظ ''اللہ'' کو خیال سے اوپر عرش معلّٰی تک لے جانا اور خیال کرنا کہ ملائکۂ عظام اس میں مشغول ہیں اور چار ملائکہ جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل کی آواز کانوں سے سن رہا ہوں، اور پھر عرش معلّٰی سے، ''ہو'' خیال سے کہتے ہوئے نیچے تحت الثریٰ تک پہنچا دے۔

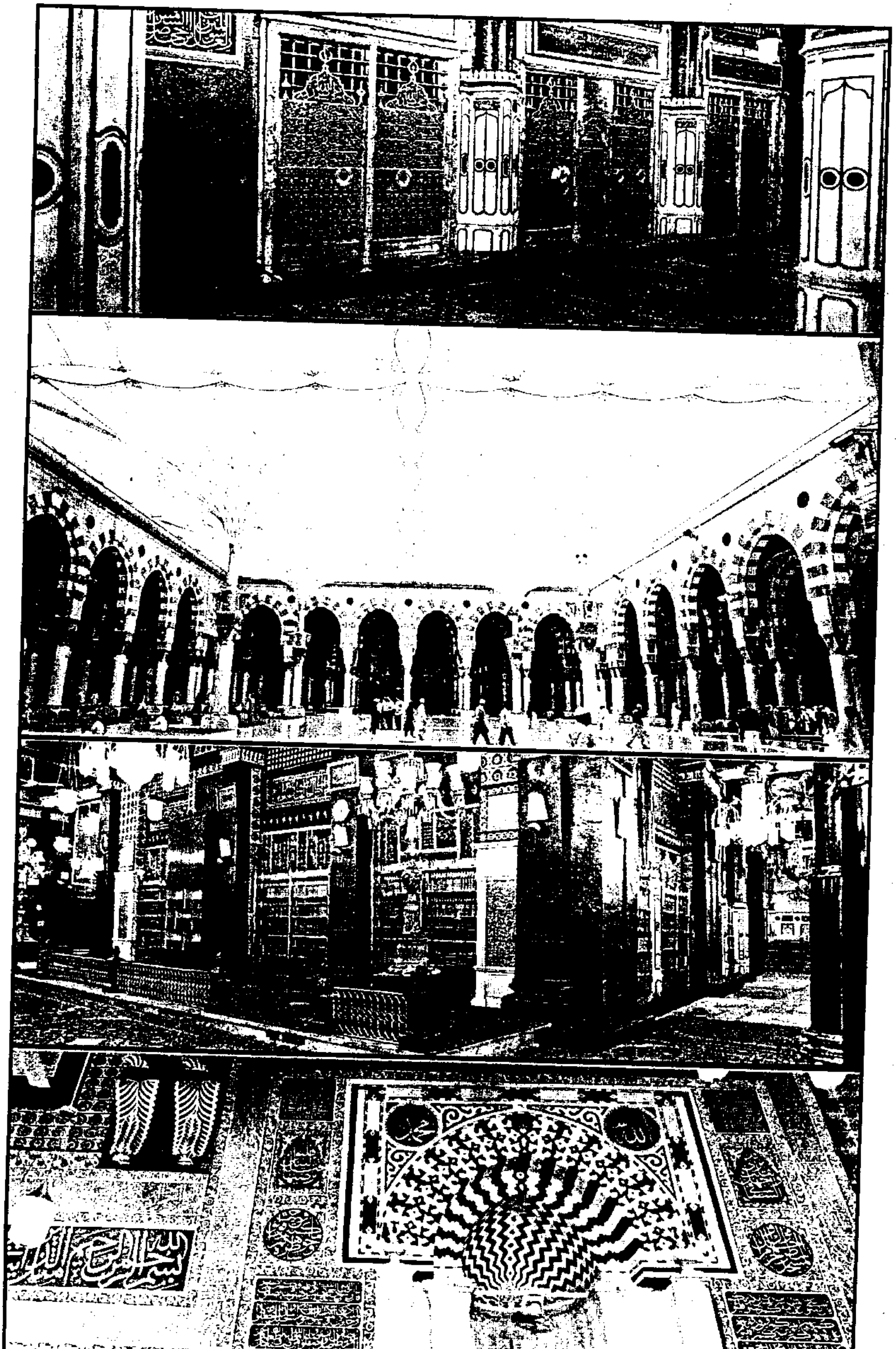
ذکر میں وضوء

اگر کسی کا وضوء نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضوء کرنے سے تکلیف ہو تو تیمّم کر لے، لیکن اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں اور اذان کے وقت ذکر سے رک جانا اولیٰ ہے۔

نماز میں ذکر کا حکم

نماز میں نہ ذکر لسانی چاہئے، نہ قلبی۔ بلکہ توجہ الی الصلوٰۃ ہونی چاہئے۔ اگر خود بخود ذکر قلبی جاری ہو جاوے تو پھر حتی الوسع نماز کی طرف توجہ کرے۔ اور ذکر قلبی تحرک کا نام نہیں، بلکہ یادداشت کا نام ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اول ضروری ہے کہ کسی صحیح مرشد مجاز از شیخ، صاحب سنت و تارک بدعت کی خدمت میں جا کر تعلیم و تربیت حاصل کرے۔ اگر مرشد دنیا سے رحلت فرما گیا ہے تو دوسرے مرشد سے رجوع کرے۔ اگر اس کے خاندان یا خلفاء سے ہو بہتر ہے۔ مقصد خدا تعالیٰ ہے۔ اسی کی محبت کے لئے اور اصلاح النفس کے لئے تمام عمر صرف کرے۔ اگر ایک دنیا سے رخصت ہو گیا تو دوسرے سے مقصد حاصل کرے۔ اخلاق رذیلہ کے ازالہ اور تحصیل اخلاق حمیدہ کے لئے ہمہ تن و دھن و وطن قربان کرے۔ اگر یہ قسمت میں نہیں تو ذکر کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ کا کرے۔ ہر نماز کے بعد یک صد بار اول و آخر درود شریف ۳۳ بار۔ اگر کسی نماز میں فرصت نہیں ملی تو عشاء کے وقت پانچوں وقت کے پانچ صد بار پڑھ لے۔ اور چلتے پھرتے بھی اس کی عادت کرے۔ اور پانچ سات بار کے بعد کلمہ محمد رسول اللہ ملا کر دعاء کرے کہ اے اللہ! مجھے اپنی محبت و معرفت عطاء فرما! اور ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر چونتیس بار اور سوتے وقت بھی اس کو اگر پڑھتا رہے تو بے نماز نمازی بن جاوے گا۔

اور ہو سکے تو یکصد بار شام درود شریف پڑھتا رہے۔ اور اگر معنی کے لحاظ سے ہزار بار بعد عشاء کے پڑھتا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوگا۔ مجرب ہے۔



باب ۱٦

کشف حقیقت

یہ باب.........حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف
"کشف المحجوب" کے اقتباسات پر مشتمل ہے۔
حضرت کے افادات کا رنگ انوکھا رنگ ہے اس کے مطالعہ سے ایک
منفرد روحانیت ونورانیت کا احساس ہوتا ہے اور تزکیہ و اصلاح کے
لئے عجیب نسخے اس باب میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو ہم
سب کے لئے اصلاح اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

(جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اے جبرئیلؑ! میں فلاں بندہ کو دوست رکھتا ہوں، پس تو بھی اس کو دوست رکھ! سو جبرئیلؑ اس کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جبرئیلؑ اہل آسمان سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کو دوست بنالیا ہے، پس تم بھی اسے دوست بنالو! پس اہل آسمان اسے دوست بنا لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اہل زمین میں بھی مقبول بنا دیتا ہے، تو اہل زمین بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور بعض روایات میں اھل الارض کی جگہ مثل ذلک ہے، یعنی اہل سماء کی طرح اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ساری امت اس پر متفق ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے اوصاف سے متصف ہے کہ اولیاء اللہ اس کو دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی ان کو دوست رکھتا ہے۔

حقیقی عشق:

(اے وہ شخص کہ جس کی پلکوں کی بیماریاں اس کے عاشق کی بیماریوں کے لئے طبیب ہیں، اس نے میرے دل میں محبت کا بیج بو دیا۔ پس میرے نزدیک تیرا حاضر ہونا اور غائب ہونا برابر ہے)۔ ایسی ہی محبت ہے کہ جب وہ طالب کے دل میں جمع ہو کر اس کے دل کو لبریز کر دیتی ہے تو دوست کی بات کے سوا دل میں کسی اور چیز کی جگہ نہیں رہتی۔

(اے محبوبہ! تو چاہے تو سخاوت کر اور چاہے تو نہ کر۔ تیری یہ دونوں باتیں کرم سے ہی منسوب ہیں)۔ (جب لوگ آرام وراحت کی آرزو کرتے ہیں تو میں اس بات کی آرزو کرتا ہوں کہ تجھ سے ملوں، تا کہ کم سے کم تو میرا حال ہی معلوم کرے)

القلب یحسد عینی لذت النظر
والعین تحسد قلبی لذت الفکر

(میرا دل میری آنکھ سے محبوب کے دیکھنے کی لذت پانے کے بارہ میں حسد کرتا ہے اور میری آنکھ میرے دل سے محبوب کے متعلق غور وفکر کرنے میں حسد کرتی ہے۔ اور حضرت عمر بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''محبت'' میں فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے روحوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کیا اور مقام قرب میں رکھا اور روحوں کو دلوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا فرما کر انس کے درجہ میں رکھا اور باطنوں کو روحوں سے سات ہزار سال پہلے پیدا کر کے وصل کے مقام میں رکھا اور ہر روز تین سو ساٹھ بار اپنے جمال کے ظاہر کرنے سے باطن پر تجلی فرمائی اور تین سو ساٹھ بار نظر عنایت فرمائی اور محبت کا کلمہ روحوں کو سنایا۔ اور اپنے تین سو ساٹھ لطیفے دل پر ظاہر کئے، یہاں تک کہ سب نے عالم میں نگاہ کی تو اپنے سے بڑھ کر باعزت اور کسی کو نہ دیکھا، جس کے باعث ان میں غرور وفخر پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے ان کا امتحان فرمایا کہ بھید کو جان میں قید کر دیا اور جان کو دل میں اور دل کو جسم میں بند کر دیا۔ پھر عقل کو ان میں ترکیب دی اور انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر ان کو احکام دیئے تب ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا طالب ہوا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا تو جسم نماز میں لگ گیا اور دل محبت سے وابستہ ہو گیا۔ جان قرب حق میں پہنچ گئی اور سر باطن نے وصل حق سے قرار پکڑا۔ الغرض محبت کا لطیف مفہوم الفاظ وعبارات میں کبھی اداء نہیں ہو سکتا، کیونکہ محبت ایک حال ہے اور حال کبھی قال نہیں ہو سکتا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جب یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی محبت نے مستغرق کر دیا اور فراق کی حالت میں جب آپ نے پیراہن کی بو ہی پائی تو آپؑ کی آنکھیں بینا اور روشن ہو گئیں اور جب زلیخا کو یوسف علیہ السلام کے عشق میں فناء کا درجہ حاصل ہو گیا تو جب تک اس نے وصل نہیں پایا دوبارہ بینائی نہیں پائی۔ اور یہ روا نہیں کہ محب اپنی صفت کے ساتھ قائم ہو، کیونکہ اگر وہ اپنی صفت کے ساتھ قائم ہوتا تو محبوب کے جمال سے بے نیاز ہوتا۔ جب وہ جانتا ہے کہ اس کی حیات محبوب کے جمال سے ہے تو ضرور وہ اپنے اوصاف کی نفی کا طالب ہوتا ہے، کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اپنی صفت کے ہوتے ہوئے وہ محبوب سے حجاب میں رہتا ہے۔ پس حق کی محبت کی وجہ سے وہ اپنا دشمن ہو گیا ہے۔ اور یہ مشہور ہے کہ جب حسین بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کو سولی پر چڑھایا گیا تو ان کا آخری کلام یہ تھا۔ حب الواجد اقرار الواحد. صاحب حال کی محبت اللہ واحد کو یکتا سمجھنا ہے۔ محبت یہ ہے کہ تو محبوب کی عبادات سے بغلگیر ہو اور اس کی مخالفت سے علیحدہ ہو) کیونکہ جب محبت دل میں قوی ہو جاتی ہے تو دوست کا فرمان

بجالانا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ ﷺ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ ﷺ اس کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف اٹھائیں۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو دیوانہ پن کی تہمت لگا کر شفاء خانہ میں لے گئے اور وہاں بند رکھا، تو کچھ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ آپ نے ان سے فرمایامن انتم قالوا احباء فرما هم بالحجارة ففروا (تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ نے ان کو پتھر مارنے شروع کئے تو وہ سب بھاگ گئے)۔ تب آپ نے فرمایا لو کنتم احبائی لما فررتم من بلائی فاصبروا من بلائی۔ (اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری اس بلا سے کیوں بھاگتے؟ پس تم کو میری بلا پر صبر کرنا چاہئے) کیونکہ دوست دوست کی بلا سے نہیں بھاگا کرتے۔ روایت ہے کہ

سخاوت سے متعلق واقعہ:

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازہ پر آ گیا اور کہنے لگا اے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میرے ذمے چار سو درہم چاندی کے واجب الاداء قرض ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین حسن رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس کو چار سو درہم چاندی کے دے دینے کا حکم دیا اور روتے ہوئے گھر کے اندر چلے گئے۔ لوگوں نے پوچھا، اے پیغمبر خدا کے بیٹے! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا اس لئے کہ پہلے سے اس شخص کا حال دریافت کرنے میں میں نے کوتاہی کی اور آخر کار اس کو سوال کرنے کی ذلت اٹھانا پڑی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ شاہ حبش نے آپ ﷺ کو دو سیر مشک بھیجا۔ تو آپ ﷺ نے ایک ہی بار اس کو پانی میں ڈال دیا۔ اور اپنے اور دوستوں کے جسموں پر مل دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان ایک وادی جو بھیڑ بکریوں سے پر تھی، بخش دی۔ جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹ کر گیا تو کہنے لگا اے قوم! مسلمان ہو جاؤ! کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بخشش فرماتے ہیں کہ اپنی مفلسی سے بھی نہیں ڈرتے۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ اسی ہزار درہم آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک گدڑی پر ڈال دیا اور جب تک ان سب کو راہ مولیٰ میں نہ دے ڈالا حضور ﷺ اس جگہ سے نہ اٹھے۔

حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا، ہم نے آپ کے لئے کھجور کا حلوہ پکایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا تو روزہ رکھنے کا ارادہ تھا، لیکن تم اسے لے آؤ۔ میں اس کے بدلے کسی اور دن کا روزہ رکھ لوں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اور اپنے جگروں کو پیاسا اور اپنے جسموں کو ننگا، تاکہ تمہارے دل دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں) اگرچہ جسم کو بھوک کی وجہ سے مصیبت ہوگی، لیکن دل کو اس سے نور حاصل ہوگا اور روح کو صفائی اور باطن کو لقائے حق میسر ہوگا، اور جب باطن کو لقائے حق روح کی صفائی اور دل کو روشنی حاصل ہو تو اگرچہ جسم مصیبت بھی دیکھے تو کیا نقصان ہے، کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے کی کچھ وقعت نہیں۔

مرید کے لئے شرط:

اور کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (مرید کے لئے شرط یہ ہے کہ اس میں تین باتیں موجود ہوں۔ اس کا سونا غلبہ کی وجہ سے اور اس کا کلام ضرورت کے سبب سے اور اس کا کھانا فاقہ کی وجہ سے ہو) اور فاقہ بعض کے نزدیک دو رات دن بھوکا رہنا ہے اور بعض کے نزدیک تین رات دن، اور بعض کے نزدیک ایک ہفتہ اور بعض کے نزدیک چالیس روز اس لئے کہ اہل تحقیق اس بات پر متفق ہیں کہ سچی بھوک چالیس رات دن میں صرف ایک دفعہ ہوتی ہے، اور جو صرف جان کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، الحاج وفد الله يعطيهم ماسالوا و يستجيب لهم ما دعوا (حاجی لوگ اللہ تعالیٰ کا قافلہ ہیں جو کچھ وہ مانگیں انہیں عطاء کرتا ہے اور ان کی دعاء کو قبول فرماتا ہے اور کچھ عام لوگ تو پناہ مانگتے ہیں اور کچھ لوگ نہ پناہ مانگتے ہیں اور نہ دعاء کرتے ہیں، سوائے تسلیم کے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

کیا۔ اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العالمین (جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جاؤ تو آپ نے کہا میں پروردگار عالم کا فرمانبردار ہوں اور وہ خلت کے مقام پر پہنچ گئے اور تعلقات دنیا سے الگ ہو گئے۔

قربانی سے متعلق واقعہ:

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا جو منیٰ میں آرام سے بیٹھا تھا، حالانکہ سب لوگ قربانیوں میں مشغول تھے۔ میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے اور کون ہے؟ وہ کہنے لگا، خدایا! سب لوگ قربانیوں میں مشغول ہیں، میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنے نفس کو تیری بارگاہ میں قربان کروں، مجھے تو قبول فرما! یہ بات کہی اور انگشت شہادت سے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا اور نیچے گر پڑا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو روح اس سے پرواز کر گئی تھی۔ اللہ اس پر رحم کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، یا داؤد اتدری ما معرفتی قال لا قال حیاۃ القلب فی مشاهدتی (اے داؤدؑ! کیا آپ کو معلوم ہے میری معرفت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو فرمایا وہ میرے مشاہدہ میں دل کا زندہ ہونا ہے، جو مجاہدہ میں زیادہ مخلص ہو وہ مشاہدہ میں زیادہ سچا ہوتا ہے۔ پس باطن کا مشاہدہ ظاہر کے مجاہدہ سے وابستہ ہوتا ہے۔

صحبت کے حقوق

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اللہ تعالیٰ ان کے لئے دوستی پیدا کر دے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (اپنے بھائی زیادہ بناؤ، کیونکہ تمہارا پروردگار باحیا کریم ہے وہ قیامت کے روز اپنے کسی بندہ کو اس کے بھائیوں کے درمیان عذاب دینے سے حیا کرے گا۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے داماد مغیرہ بن شعبہ سے فرمایا، اے مغیرہ! جس بھائی اور دوست سے تو اپنے دین کا کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے، اس کی صحبت ترک کر دے، تاکہ تو سلامت رہے)، کیونکہ ایسے شخص کی صحبت تجھ پر حرام ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (بلاشبہ جو شخص نہیں جانتا اس کو سکھانا پوری پرہیزگاری ہے) چونکہ میرا مقصود اس کتاب سے یہ ہے کہ جس کے پاس بھی یہ کتاب موجود ہو، اسے دوسری کتابوں کی حاجت نہ ہو۔ اور حکایات میں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک کے دل میں خیال آیا کہ وہ اب کمال کے درجہ پر پہنچ گیا ہے اور اس کے لئے تنہائی صحبت سے بہتر ہے۔ چنانچہ وہ گوشہ میں چلا گیا اور جماعت کی صحبت سے منہ موڑ لیا۔ جب رات ہوتی تو اس کے پاس ایک اونٹ لاتے اور اس سے کہتے کہ تمہیں بہشت میں جانا چاہئے۔ اس پر وہ اس اونٹ پر بیٹھ کر چلے جاتے یہاں تک کہ ایک مقام نہایت اچھا ظاہر ہوتا۔ اور ایک خوبصورت جماعت اور عمدہ عمدہ کھانے اور جاری پانی صبح تک اس کے لئے وہاں مہیا رکھتے۔ پھر وہ سو جاتا، جب بیدار ہوتا تو اپنے آپ کو اپنے تکیہ میں موجود پاتا۔ یہاں تک کہ انسانیت کا غرور اس کے اندر بھر گیا اور تکبر نے اس کے دل میں پوری تاثیر کی اور اس نے دعویٰ کی زبان کھولی، اور کہنے لگا کہ مجھے ایسی حالت ہوتی ہے۔ یہ خبر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچی۔ آپ اٹھے اور اس تکیے کے دروازے پر تشریف لے جا کر معلوم کیا کہ غرور اور تکبر اس کے سر میں جگہ پکڑے ہوئے ہے۔ اس سے حال دریافت کیا تو اس نے سارا ماجرا حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آج رات جب تو اس مقام پر پہنچے تو یاد رکھ تین بار لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (بلند اور عظمت والے اللہ کی مدد کے بغیر نہ نیکی کر سکتے ہیں نہ بدی سے بچ سکتے ہیں)، کہیو! جب رات ہوئی تو اس کو وہاں لے گئے اور وہ دل میں جنید رحمۃ اللہ علیہ کا انکار کر رہا تھا۔ اور جب کچھ وقت گزرا تو اس نے تجربہ کے لئے تین بار لاحول پڑھی۔ وہ سب چلانے لگے اور وہاں سے چلے گئے، اور اس نے اپنے آپ کو ایک کوڑے میں بیٹھا ہوا پایا، اور کچھ ہڈیاں مردار کی اپنے چاروں طرف رکھی ہوئی دیکھیں۔ چنانچہ اپنی غلطی پر آگاہ ہوا اور توبہ کر کے صحبت اختیار کر لی۔ اور مرید کے لئے تنہائی جیسی اور کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ اپنے اصحاب کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کے

لئے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مہمان آ گیا۔ اس کے واسطے بہت تکلف کیا اور کھانا اس کے سامنے لا کر رکھا۔ وہ کہنے لگا مجھے تو فلاں چیز چاہئے۔ آپ نے فرمایا تب تو تجھے بازار جانا چاہئے، کیونکہ تو بازاری آدمی ہے، اہل مساجد سے نہیں۔

زیادہ کھانے کے نقصانات:

جس شخص کے پیش نظر ہمیشہ وہ چیز ہو جو اس کے پیٹ میں داخل ہوتی ہے تو اس کی قیمت وہ ہے جو اس کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے۔ راہ حق تعالیٰ کے مرید کے لئے بہت کھانے سے بڑھ کر کوئی چیز مضر نہیں۔ اور خداوند تعالیٰ نے کفار کی صفت میں فرمایا، (انہیں چھوڑ دیجئے کہ کھائیں تمتع حاصل کریں اور آرزو ان کو غافل کئے رہے۔ پس وہ سب کچھ جان لیں گے اور اللہ کا یہ قول کہ جو کافر ہیں وہ دنیا میں تمتع حاصل کرتے اور کھاتے ہیں جس طرح کہ چوپائے کھاتے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

کم سونے کے فوائد:

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ **النوم اخ الموت** (نیند موت کا بھائی ہے)۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جو باوضو سو جائے اس کی جان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ عرش کا طواف کرے اور خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرے)۔ اور حکایات میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک مسلسل بیدار رہے۔ جب ایک رات سو گئے تو حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا کہ اس کے بعد آپ ہمیشہ اسی کی امید پر سویا کرتے۔ اور اہل لطائف کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام بہشت میں سو گئے تو حضرت حواء علیہا السلام آپ کے بائیں پہلو سے پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کر دیا اور اعلیٰ درجہ پر پہنچایا، تو آپ ﷺ نے، نہ سونے میں تکلف کیا نہ بیداری میں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حکم الٰہی ہوا۔ **قم اللیل الا قلیلاً نصفه او انقص منه قلیلاً**۔ (آپ رات کو عبادت میں قیام کیجئے مگر تھوڑا حصہ رات کا یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم)۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو برگزیدہ کر لیا اور اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا اور کفر کا لباس ان کی گردن سے اتار لیا تو انہوں نے نہ سونے میں تکلف کیا نہ بیداری میں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کی اور ان کے اختیار کے بغیر ان کی پرورش فرمائی۔ چنانچہ ان کی نسبت فرمایا و **تحسبهم ایقاظاً وهم رقود و نقلبهم ذات الیمین و ذات الشمال** (اور تم ان کو بیدار سمجھو گے، حالانکہ وہ سو رہے ہیں اور ہم ان کو دائیں اور بائیں پہلو پر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ سونے کی شرط یہ ہے کہ اپنی نیند کی ابتداء کو اپنی عمر کے آخری وقت کی طرح سمجھے اور گناہوں سے توبہ کرے اور اپنے سے مخالف اور ناراض لوگوں کو خوش کرے، اچھی طرح طہارت کرے اور داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سوئے۔ دنیا کے کام ٹھیک کر کے اسلام کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اور یہ عہد کرلے کہ اگر بیدار ہوں گا تو گناہوں کا ارتکاب نہ کروں گا۔ پس جس شخص نے بیداری میں اپنا کام کر لیا ہو اس کو نیند یا موت سے کوئی خوف نہیں ہے۔

آداب کلام و خاموشی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **ومن احسن قولاً ممن دعیٰ الی اللہ و عمل صالحاً**. اچھی بات میں اس شخص سے بڑھ کر کون اچھا ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی اور نیک عمل کیا۔ نیز فرمایا ہے **قول معروف** (نیک بات کہنی چاہئے)۔ نیز فرمایا **قولوا آمنا** (زبان سے کہو کہ ہم ایمان لائے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **ولقد کرمنا بنی آدم** (ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بزرگی عطاء فرمائی ہے۔ مفسرین کے قول کے مطابق لفظ ''کرمنا'' کا مطلب گویائی عطاء کرنا ہے۔ فرمایا ہے ''کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور رازدارانہ گفتگو کو نہیں سنتے، کیوں نہیں ہم سنتے ہیں۔ ہمارے (فرشتے) لکھتے بھی ہیں۔ جس نے خدا کو دل سے پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی، کیونکہ مشاہدہ میں بیان کرنا حجاب معلوم ہوتا ہے۔ مجھے پکارو! میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا، میں پکارنے والے کی دعوت کا جولب دیتا ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے''۔

بابرکت عورت:

آپ نے فرمایا (سب عورتوں سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جو ان سب میں کم خرچ کرنے والی اور زیادہ

خوبصورت اور زیادہ پاک دامن ہو)۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کی بیٹی ام کلثومؓ کی نسبت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اپنے لئے درخواست کی، تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت ہی چھوٹی عمر کی ہے اور تم بوڑھے ہو، اور میرا ارادہ ہے کہ میں اس کو اپنے بھتیجے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا کہ اے ابوالحسن! جہاں میں بڑی عمروں والی عورتیں بہت ہیں اور میرا مقصد ام کلثوم سے نکاح کرنے سے شہوت کا دفع کرنا نہیں ہے بلکہ نسل کا ثابت رکھنا ہے، کیونکہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، **کل نسب و حسب ینقطع باالموت الا نسبی و حسبی** (ہر حسب اور نسب موت سے منقطع ہو جائے گا، مگر میرا حسب ونسب منقطع نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ام کلثومؓ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیا اور زید بن عمر رضی اللہ عنہ ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت مشاہدہ حاصل ہوتا ہے کہ اس وقت میں میرے ساتھ نہ کسی فرشتہ مقرب کو گنجائش ہوتی ہے نہ کسی نبی مرسل کو''۔

قرآن کی برکت:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ایک سورۃ پڑھ رہے تھے تو عتبہ بے ہوش ہو گیا اور اس نے ابوجہل سے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ جب عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام سے پہلے یہ سنا کہ بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو انہوں نے تلوار سونتے ہوئے ان کے قتل کی تیاری کی اور دل کو ان کی محبت سے خالی کرتے ہوئے ان کے قتل کا قصد کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف کا ایک لشکر سورۃ طٰہ کے گوشوں میں گھات میں بٹھا دیا۔ جب اپنی بہن کے گھر کے دروازہ پر آئے تو اس وقت ان کی بہن سورۃ طٰہ کی یہ ابتدائی آیتیں پڑھ رہی تھیں، **طٰہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی الا تذکرۃ لمن یخشیٰ** (یارسول اللہ ﷺ! ہم نے قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ ﷺ اس کی وجہ سے تکلیف اٹھائیں مگر اس لئے اتارا ہے کہ یہ ڈرنے والوں کے لئے یاددہانی ہو)۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کی جان اس کی باریکیوں کا شکار ہو گئی اور آپ کا دل اس کے لطیف حقائق میں بندھ گیا۔ آپ صلح کا طریق ڈھونڈھنے لگے، جنگ کا لباس اتار دیا۔ مخالفت چھوڑ کر موافقت پر اتر آئے۔ اور یہ بات مشہور ہے کہ جب صحابہؓ نے رسول علیہ السلام کے سامنے یہ آیت پڑھی **ان لدینا انکالا وجحیماً و طعاماً ذاغصۃ و عذاباً الیماً.** (بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں اور آتش دوزخ اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے، تو حضور ﷺ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یہ آیت پڑھی، **ان عذاب ربک لواقع ما له من دافع** (بلاشبہ تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں)۔ تو آپ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ لوگ آپ کو اٹھا کر گھر لے گئے اور ایک ماہ تک اللہ تعالیٰ کے خوف سے بیمار رہے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی، **لھم من جھنم مھاد .ومن فوقھم غواش** (ان کفار کے لئے آتش دوزخ کے بچھونے اور اسی کے ان کے اوپر بالا پوش ہوں گے) تو وہ رونے لگ گئے، یہاں تک کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ آپؓ کی جان نکل گئی۔ پھر آپؓ پاؤں پر اٹھ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے کہا اے استاد! بیٹھ جایئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس آیت کی ہیبت مجھے بیٹھنے سے روکتی ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے اس دل پر تعجب ہے کہ وہ کلام حق کو سنے اور جگہ پر قائم رہے، اور اس جان پر تعجب ہے کہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور بدن سے نہ نکل جائے۔ ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا یہ کلام پڑھ رہا تھا، **واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله** (اور اس دن سے جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے)، تو ایک ہاتف غیب نے آواز دی کہ آہستہ پڑھو کہ اس آیت کی ہیبت سے چار پریاں مر گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا، ''مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناؤں؟

حالانکہ وہ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سننے والا پڑھنے والے سے زیادہ کامل حال ہوتا ہے۔ ایک روز اپنے گھر میں کھڑے ہونے لگے تو ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھنے کے لئے زور لگایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! یہ کیا حال ہے؟ آپ ﷺ تو ماشاء اللہ ابھی جوان اور تندرست ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے، یعنی اس حکم کے سننے سے میرے دل پر اتنا خوف غالب ہوا کہ میری قوت جاتی رہی۔

قرآن پاک کا جاہ جلال:

روایت ہے کہ زرارہ ابن ابی اوفیٰؓ جو آنحضرت ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے، ایک مرتبہ لوگوں کی امامت فرمارہے تھے کہ آپؓ نے ایک آیت پڑھی جس کے جلال وہیبت کی تاب نہ لاکر نعرہ مارا اور جان دے دی۔ اسی طرح ابوجہینی، جو بزرگ تابعین میں شمار ہوتے ہیں، حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے ایک آیت پڑھی تو انہوں نے ایک چیخ ماری اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں کوفہ کے دیہات میں ایک گاؤں میں سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو نماز میں کھڑے دیکھا، جس پر نیکی کے آثار نظر آتے تھے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے تبرک کے طور پر سلام کیا، تو اس نے کہا کہ کیا تم قرآن پڑھنا جانتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہاں! اس نے کہا ایک آیت پڑھو! میں نے پڑھی۔ وہ نعرہ مار کر بے ہوش ہوئی اور جان دے دی۔ دونوں پر اللہ رحم فرمائے۔ احمد ابن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جنگل میں جارہا تھا کہ میں نے ایک جوان کو موٹی اور کھردری گدڑی پہنے ہوئے ایک کنوئیں کے پاس کھڑا دیکھا۔ اس نے مجھے کہا اے احمد! آپ وقت پر آ گئے، مجھے اس وقت سماع کی ضرورت ہے تاکہ میں جان دے دوں، آپ ایک آیت پڑھئے! آپ نے فرمایا اللہ نے میرے دل میں الہام کیا تو میں نے یہ آیت پڑھی، **ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا** (بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ ثابت قدم رہے۔ اس جوان نے کہا کہ اے احمد! آسمان وزمین کے مالک کی قسم ہے کہ آپ نے وہی آیت پڑھی جو اس وقت فرشتے میرے سامنے پڑھ رہے تھے، یہ کہہ کر اسی وقت اس نے جان دے دی۔

شعر کے سماع میں

جاننا چاہئے کہ شعر کا سننا مباح ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اشعار کہے اور سنے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **ان من الشعر لحکمۃ**. بلاشبہ بعض شعر حکمت ہے۔ اور نیز فرمایا **الحکمۃ ضالۃ المؤمن من حیث وجدھا وھو احق بھا** (حکمت مؤمن کی کھوئی ہوئی چیز ہے جہاں پائے وہ اس کا حق دار ہے۔ اس روایت میں مراد شعر سے وہ شعر ہے جو حکمت ہو اور حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے۔ جہاں پائے وہ اس کا حقدار ہے۔

اور نیز پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ **اصدق کلمۃ قالھا العرب قول لبید** ۔سب سے زیادہ سچا کلام جو اہل عرب نے کہا ہے وہ لبید شاعر کا قول ہے۔

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم، لا محالۃ زائل

سنو! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور ہر ایک نعمت ضرور زوال پذیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تو امیہ ابن ابی الصلت کے اشعار میں سے کچھ سنا سکتا ہے؟ تو میں نے آپ ﷺ کو سو شعر سنائے اور جب میں ایک شعر ختم کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کچھ اور سناؤ! آپ ﷺ نے فرمایا، ''شعر ایک کلام ہے جس کا اچھا اچھا ہے اور برا برا''۔ ملک خراسان وعراق میں تو یہ عادت ہے کہ شکاری جب رات کے وقت ہرن پکڑتے ہیں تو وہ ایک طشت بجاتے ہیں۔ ہرن اس کی آواز سن کر اپنی جگہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کو پکڑ لیتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو باہر جنگل میں جا کر گاتے اور سریلی آوازیں نکالتے ہیں۔ ہرن جب ان سریلی آوازوں کو سنتے ہیں تو ان کی طرف دوڑ آتے ہیں اور لوگ ان کے گرد گھومتے ہیں اور گاتے ہیں

یہاں تک کہ راگ کی لذت کی وجہ سے ہرن آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں اور پھر وہ شکاری ان کو پکڑ لیتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز:

آثار میں آیا ہے کہ جس جنگل میں حضرت داؤد علیہ السلام نغمہ سرائی کرتے تو ایک ماہ تک اس جنگل کے جانور کچھ نہ کھاتے اور بچے نہ روتے اور نہ دودھ مانگتے۔ اور جب لوگ ان کی آواز سن کر واپس لوٹتے، تو بہت سے لوگ آپؑ کے کلام اور سریلی آواز اور لحن کی لذت سے مردہ پائے جاتے، یہاں تک کہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سات سو جوان لونڈیاں شمار میں آئیں جو مرگئی تھیں اور بارہ ہزار بوڑھے بھی مرگئے تھے۔

سماع سے متعلق واقعہ:

ابوالحارث بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سماع کے متعلق بہت زور دیا کرتا تھا کہ ایک رات کوئی شخص میرے عبادت خانے کے دروازے پر آیا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے دربار کے طالبوں کی ایک جماعت جمع ہوئی ہے، اور شیخ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اگر مہربانی کر کے قدم رنجہ فرمائیں تو بہت بہتر ہوگا۔ میں نے کہا تو چل میں آتا ہوں۔ اور میں باہر نکلا اور اس کے پیچھے ہولیا۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری کہ میں ایک گروہ کے پاس جا پہنچا، جنہوں نے حلقہ باندھا ہوا تھا، اور ایک بوڑھا ان کے درمیان میں تھا۔ میری انہوں نے حد سے زیادہ تعظیم کی اور اس بوڑھے نے کہا اگر آپ فرمائش کریں تو کچھ شعر پڑھوں۔ میں نے قبول کیا۔ وہ آدمی نہایت خوش آوازی سے اشعار پڑھنے لگا۔ ایسے اشعار جو شاعر لوگ فراق اور ہجر میں پڑھا کرتے ہیں، جن کو سن کر وہ سب لوگ وجد کی حالت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اچھی طرح سے نعرے مارنے اور لطیف اشارے کرنے لگے۔ میں ان کے حال سے بڑا متعجب ہوا اور ان کی خوش وقتی بدستور رہی، یہاں تک کہ صبح قریب ہوگئی۔ اس وقت اس بوڑھے نے مجھ سے کہا اے شیخ! آپ نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور یہ گروہ کون لوگ ہیں؟ میں نے کہا تیرے دبدبے نے مجھے سوال کرنے سے روک دیا۔ اس نے کہا میں خود تو عزازیل ہوں، جو خدا کی رحمت سے دور ہوں، اور اب ابلیس کے نام سے موسوم ہوں۔ اور یہ سب لوگ میرے فرزند ہیں اور اس طرح بیٹھنے اور گانے میں مجھے دو فائدے ہیں۔ ایک تو میں اپنے فراق کی مصیبت رکھتا ہوں، اور اقبال کے دنوں کو یاد کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ عابد لوگوں کو راہ حق سے بھٹکاتا اور غلط راستے پر ڈالتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سماع کا ارادہ اس وقت سے میرے دل سے دور ہو گیا۔ اور میں، علی بن عثمان جلابی (رحمۃ اللہ علیہ) نے شیخ ابوالعباس اشقانی سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن میں ایک مجمع میں تھا، کچھ لوگ سماع کر رہے تھے۔ میں نے ان کے جنوں کو برہنہ دیکھا جو ناچ رہے تھے، اور تمام لوگ ان کی طرف دیکھ رہے تھے، اور ان کی وجہ سے گرم ہو رہے تھے۔ (آدمی کا اچھا اسلام یہ ہے جو ان باتوں کو چھوڑ دے، جن کی اس کو ضرورت نہیں)۔ یعنی اس چیز سے ہم ہاتھ اٹھالیں، جس سے بھاگنا لازم ہے، کیونکہ غیر ضروری (بے فائدہ) باتوں میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ اور دوستوں کا وقت عزیز دوستوں کے ساتھ مل کر ضائع نہ کرنا چاہئے۔

حضرت جنیدؒ کا ایک واقعہ:

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، الشبلی سکران **ولو افاق من سکرہ لجاء منہ امام ینتفع بہ** (شبلی رحمۃ اللہ علیہ مست ہے اور اگر اس کو ہوش آجائے تو وہ ایک ایسا امام ہو جس سے نفع اٹھایا جائے)۔ اور حکایات میں مشہور ہے کہ حضرت جنید و محمد بن مسروق و ابوالعباس بن عطار رحمہم اللہ ایک جگہ جمع تھے۔ قوال ایک شعر پڑھ رہا تھا اور وہ سب حضرات تو وجد کر رہے تھے، لیکن جنید رحمۃ اللہ علیہ بالکل مطمئن تھے۔ سب حضرات نے پوچھا اے شیخ! آپ کو اس سماع سے کچھ وجد نہیں آیا۔ آپ نے کلام اللہ کی یہ آیت تلاوت کی، **وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب** (اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا تو خیال کرے گا کہ وہ منجمد ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ نیز آپ نے فرمایا، ''جب تم قرآن پڑھو تو روؤ! اور اگر خود بخود رونا نہ آئے تو تکلف سے روؤ''۔ اور یہ خبر تو وجد کے مباح ہونے پر ناطق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ آپ ائمۂ اہل

بیت رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اور طریقت کی زیبائش معرفت کو بیان کرنے والے اور صفوت کو زینت دینے والے۔ حضرت امام ابومحمد جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ نہایت بلند حال نیک سیرت اور ظاہر و باطن میں آراستہ پیراستہ تھے۔ ایک روز آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آؤ آپس میں یہ بیعت و عہد کر لیں کہ جو کوئی ہم میں سے نجات پا جائے، قیامت کے روز وہ سب کی شفاعت کرے۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے؟ کہ آپ کے نانا پاک ﷺ ساری خلقت کے شفیع ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے افعال کی وجہ سے شرم آتی ہے کہ میں اپنے نانا پاک ﷺ کے روئے مبارک کو دیکھوں، اور یہ سب باتیں نفس کے عیوب دیکھنے کی وجہ سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان کی مفلسی اور مجاہدہ اور ان کے دلوں کا، اس حالت میں خوش ہونا دیکھا تو فرمایا، اے اصحاب صفہ! تمہیں بشارت ہے۔ پس جو شخص میری امت میں سے اس صفت پر باقی رہے گا، جس پر تم ہو بشرطیکہ تم اس حالت پر راضی ہو وہ جنت میں میرے رفیقوں میں سے ہوگا۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تابعین میں سے ہیں۔ امت کے آفتاب اور دین و مذہب کی شمع! آپ اہل تصوف کے نزدیک مشائخ کبار میں سے تھے، اور زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے، مگر دو وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شرف حاصل نہ کر سکے۔

(اول) حال (جذب) کے غلبہ کی وجہ سے (دوم) اپنی والدہ کا حق ادا کرنے کی وجہ سے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ قرن کا ایک مرد ہے جس کا نام اویس ہے۔ وہ قیامت کے روز ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے برابر میری امت میں شفاعت کرے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ اور علیؓ رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اس کو دیکھو گے۔ وہ چھوٹے اور درمیانہ قد کا لمبے بالوں والا آدمی ہے۔ اور اس کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے برابر سفید داغ ہے جو چنبل کے سوا کسی اور چیز کا داغ نہیں۔ اور ہاتھ کی ہتھیلی پر بھی ویسا ہی داغ ہے۔ اور میری امت میں ربیعہ و مضر کی بکریوں کی تعداد کے برابر شفاعت کرے گا۔ جب تم دیکھو تو اس کو میرا سلام پہنچا دو، اور اس سے کہو! کہ میری امت کے لئے دعا کرے۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مکہ میں تشریف لائے اور امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے خطبہ میں فرمایا، یا اھل نجد قوموا. ترجمہ: (اہل نجد اٹھو!) اہل نجد اٹھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے درمیان قبیلہ قرن کا بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! چنانچہ کچھ لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اویس نامی دیوانہ ہے کہ آبادی میں نہیں آتا، اور نہ کسی شخص کے پاس بیٹھتا ہے۔ اور جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا۔ غم اور خوشی نہیں جانتا۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے، جب لوگ روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارے اونٹوں کے ساتھ جنگل میں ہے۔ ہر دو امیر (عمر و علی رضی اللہ عنہما) اٹھے اور ان کے پاس چلے گئے۔ آپ اس وقت نماز میں تھے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو انہیں سلام کیا اور اپنے پہلو اور ہتھیلی کا نشان دکھایا، تب ان کو درست پایا۔ پھر انہوں نے ان سے دعا کی درخواست کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام ان کو پہنچایا اور امت کے لئے دعا کرنے کے لئے فرمائش کی۔ یہ حضرات کچھ دیر ان کے پاس ٹھہرے۔ تب انہوں نے کہا، آپ کو تکلیف ہوئی، اب واپس لوٹ جائیے کہ قیامت نزدیک ہے۔ تب ہمیں وہاں ایسی ملاقات ہوگی کہ کبھی اس سے محروم نہ ہوں گے، کیونکہ میں سفر قیامت کا سامان کرنے میں مشغول ہوں۔ جب قبیلہ قرن کے لوگ واپس گئے تو ان کے دلوں میں اویس رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ اور عزت بڑھ گئی۔ چنانچہ وہ وہاں سے کوفہ چلے آئے۔

اور ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ نے ایک روز ان کو دیکھا اور

اس کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔ اور جب حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں فتنہ برپا ہوا، تب وہ وہاں آئے اور حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ حرب صفین کے روز آپ کے دشمنوں کے ساتھ لڑ کر شہادت پائی۔ عاش حمیداً ومات شهيداً رضي الله عنه. ترجمہ: (اے اللہ ان سے راضی ہو۔ زندہ رہا تو حمد کے لائق اور وفات پائی تو شہید)۔ آپ سے ہی روایت ہے السلامة في الوحدة (سلامتی تنہائی میں ہے)۔ خدا کی رضا اس دل میں ہے، جس میں نفاق کا غبار نہیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ آپ کشتی پر سوار تھے کہ کسی سوداگر کا ایک قیمتی موتی کشتی میں غائب ہو گیا۔ چونکہ آپ سب لوگوں سے اجنبی تھے، اس لئے لوگوں نے موتی کے چرانے کی تہمت آپ پر لگائی۔ آپ نے اسی وقت آسمان کی طرف سر اٹھایا تو فوراً جتنی مچھلیاں پانی میں تھیں، باہر نکل آئیں اور ہر ایک نے ایک ایک موتی اپنے منہ میں لے رکھا تھا۔ آپ نے ان میں سے ایک مچھلی کے منہ سے ایک موتی لے کر اس شخص کو دے دیا اور اسی وقت کشتی سے اترے اور پانی کی سطح پر قدم رکھ کر دریا پر چلنے لگے، یہاں تک کہ کنارے پر پہنچ گئے۔ عمل اخلاص کے بغیر فضول ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے، اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ حوض کے کنارے بالکل تیار کھڑے ہیں اور آپ ﷺ کے دائیں بائیں مشائخ کھڑے ہیں، اور ان میں ایک بوڑھے کو دیکھا جن کی صورت نہایت نیک تھی۔ انہوں نے سر کے بال چھوڑ رکھے تھے اور اپنا رخسار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر رکھا ہوا تھا۔ ان کے برابر میں نے نوفل کو کھڑے دیکھا۔ مجھے دیکھ کر وہ میری طرف آئے اور سلام کیا۔ میں نے کہا مجھے پانی دیجئے۔ انہوں نے کہا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا پلا دو! تو انہوں نے مجھے پانی دیا۔ میں نے اس میں سے خود بھی پیا اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلایا، تو میں نے دیکھا کہ اس پیالہ میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ میں نے پوچھا اے نوفل! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف وہ بوڑھا کون ہے؟ اس نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ اور آپ کی بائیں جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح میں پوچھتا جاتا تھا اور وہ انگلی پر شمار کرتا جاتا تھا، یہاں تک کہ یہ سترہ آدمیوں کی بابت میں نے دریافت کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو ہاتھ پر سترہ کا عدد گرہ کیا ہوا تھا۔

اور حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اين اطلبك. ترجمہ: ''میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا، عند علم ابی حنيفة. ترجمہ: ''حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں''۔ اور اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو، طریقت اور پرہیز گاری میں آپ کے بہت سے بے شمار مناقب مشہور ہیں جن کے بیان کو یہ کتاب برداشت نہیں کر سکتی۔

اور میں علی بن عثمان جلابی (رحمۃ اللہ علیہ) صاحب کشف المحجوب ملک شام میں حضرت بلالؓ مؤذن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، کے روضۂ مبارک پر سو رہا تھا۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ اور دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ مبارک سے اندر تشریف لائے اور ایک بوڑھے شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جس طرح بچوں کو شفقت سے بغل میں لیتے ہیں۔ میں فرط محبت سے دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گیا اور آپ کو بوسہ دیا۔ اور تعجب سے سوچ رہا تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ میرے دلی اندیشہ پر اطلاع پا کر فرمایا کہ یہ شخص تیرا اور تیرے اہل ملک کا امام یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ مجھے اور میرے اہل شہر کو اس خواب سے بڑی بھاری امید ہوئی۔

حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعین

آپ نے بہت لمبی عمر پائی اور حضرت ذوالنون مصری

رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ یاد رکھو! کہ دنیا کی حرص و آز درویش کو دونوں جہانوں میں رسواء اور ذلیل بنا دیتی ہے۔ پس باعزت غناء، رسواء کن فقر سے بدرجہ بہتر ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعاء کی۔ ''اے اللہ! مجھے ایسا عمل بتادے جس کے کرنے سے تو مجھ سے راضی ہو جائے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ! تو اس بات کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر کر گریہ وزاری کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ عمران کے بیٹے! ''میری رضاء میری قضاء پر تیرے راضی ہونے میں ہے'' سے مطلب یہ کہ جب بندہ قضائے الٰہی پر راضی ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دعاء میں سوال کیا۔ **اسئلک الرضا بعدا لقضا** (اے اللہ! میں قضاء کے آجانے پر تجھ سے تیری رضاء کی درخواست کرتا ہو۔ یعنی مجھے وہ حالت عطاء کر جب تیری طرف سے کوئی قضاء آئے تو وہ مجھے راضی برضاء پائے۔

ایک درویش کا قصہ:

حکایات میں مشہور ہے کہ ایک درویش دریائے دجلہ میں گر پڑا جو تیرنا نہیں جانتا تھا۔ کنارے پر سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں کسی شخص کو آگاہ کر دوں تاکہ وہ تجھے باہر نکال دے؟ درویش نے کہا نہیں۔ اس آدمی نے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ غرق ہو جائے؟ درویش نے کہا نہیں۔ اس آدمی نے کہا پھر تو کیا چاہتا ہے؟ درویش نے کہا جو خدا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کر کے فرمایا، ''اے داؤدؑ! اپنے نفس سے عداوت رکھ، کیونکہ میری محبت اس کی عداوت میں ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من عرف نفسه فقد عرف ربه**۔ '' جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔ حضرت ابوسلیمان دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، '' نفس امانت میں خیانت کرنے والا اور حق کی رضاء جوئی سے منع کرنے والا ہے اور سب سے افضل عمل اس کی مخالفت ہے''۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، '' ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے''۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہاد اکبر کیا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''سنو! وہ مجاہدۂ نفس ہے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدۂ نفس کو جہاد پر فضیلت دی ہے، اس لئے کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جہاد خواہش نفس کا ہٹانا ہے اور مجاہدہ اس کا مغلوب کرنا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سرکش گھوڑے کو ریاضت سے حیوانی صفت سے نکال کر انسانی صفت میں لے آتے ہیں اور حیوانی اوصاف کو اس میں بدل دیتے ہیں، یہاں تک وہ چابک کو زمین سے اٹھا کر دے دیتا ہے اور گیند کو ہاتھ سے پھیر دیتا ہے۔ ایک ناپاک کتے کو مجاہدہ سے اس محل پر پہنچا دیتے ہیں کہ اس کا مارا ہوا جانور حلال ہو جاتا ہے، حالانکہ بے مجاہدہ اور ریاضت نہ پائے ہوئے آدمی کا مارا ہوا حرام ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت خود اینٹیں اٹھاتے تھے اور میں دیکھتا تھا آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اینٹ مجھے دیجئے کہ میں آپ کی جگہ کام کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ،'' **یا یابا هريرة خذغير ها فانه لا عيش الا عيش الأخرة** (اے ابوہریرہؓ! تو دوسری اینٹ لے لے، کیونکہ اچھی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے)۔ یعنی آخرت ہی عیش کا مکان ہے اور دنیا تو رنج و مصیبت کا گھر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے، ''پس جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہے اس کا سینہ اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ رکھنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ اور سخت کر دیتا ہے''۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے، ''لیکن جو شخص اپنے رب کے حضور میں مجرمانہ حیثیت سے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روک دیا، بلاشبہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے''۔ جو شخص لذت و شہوت کا خواہش مند ہو، وہ میخانوں میں ہوتا ہے، اور لوگ اس کے فتنہ سے امن میں رہتے ہیں۔ اور جو شخص مرتبے اور جاہ کا طالب ہے وہ عبادت خانوں اور خانقاہوں میں رہا کرتا ہے اور خلقت کے لئے باعث فتنہ ہوتا ہے، کہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں جب کافروں نے سولی پر چڑھا دیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر بیٹھے ہوئے اس کو دیکھ رہے تھے۔ اور کافران سے جو سلوک کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے اصحاب سے بیان فرما رہے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خبیبؓ کی آنکھ پر سے حجاب ہٹا دیا، یہاں تک کہ انہوں نے بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا، اور خداوند تعالیٰ نے ان کا سلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک تک پہنچا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ان کو سنوا دیا اور آپ ﷺ نے خبیبؓ کے لئے دعاء کی۔

مدعی الوہیت کے ہاتھ پر خرق عادت کا اظہار

فرعون نے چار سو سال عمر پائی۔ اتنے عرصہ میں اسے کوئی بیماری نہ ہوئی اور پانی اس کے پیچھے اوپر کو چڑھتا تھا۔ جب وہ کھڑا ہو جاتا تو پانی بھی ٹھہر جاتا اور جب وہ چلتا تو پانی بھی چلنے لگتا تھا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اس نے خدائی کا جو دعویٰ کیا عقلمندوں کو اس دعویٰ کے جھوٹ ہونے میں کوئی شبہ وشک نہیں ہوا، کیونکہ عقل منداس بات کو مان لینے پر مجبور ہیں کہ خداوند عز اسمہ مرکب اور مجسم نہیں۔ اور اگر ایسے افعال اور بھی بہت سے اس سے ظاہر ہوتے تو بھی عاقل کو اس کے دعویٰ کے جھوٹ ہونے پر شک نہ ہوتا۔ اور وہ خلاف عادت امور، جو باغ ارم کے مالک شداد اور بادشاہ نمرود کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں ان کو اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا، ''تو ہمیشہ باوضوء رہ! تا کہ تجھے دونوں محافظ فرشتے دوست رکھیں اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور خوب پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ پس جو شخص ظاہر میں طہارت پر مداومت کرتا ہے، ملائکہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ پس توبہ بوجہ خوف جلال الٰہی کے کشف سے ہوتی ہے، اور توبہ بوجہ حیاء اللہ تعالیٰ کے جمال کے مشاہدہ سے ہوتا ہے۔ پس ایک تو جلال الٰہی میں خوف کی آگ سے جل رہا ہے اور دوسرا جمال حق میں حیاء کے نور سے روشن ہو رہا ہے۔ گویا ایک مست اور دوسرا بے ہوش ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے تو آپ ﷺ کے دل میں ایسا جوش ہوتا تھا جیسا کہ کانسی کی اس دیگ میں جس کے نیچے آگ جلتی ہو۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کا قصد کیا کرتے تو آپؓ کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے اور کپڑے سے باہر سر نکال دیتے اور آپؓ پر کپکپی طاری ہو جاتی۔ اور فرماتے کہ اس امانت کے اداء کرنے کا وقت آ گیا جس کے اٹھانے سے آسمان اور زمین عاجز آ گئے تھے۔

محبت کا ثبوت

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے، سو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم پیدا کرے گا جسے وہ خود دوست رکھے گا اور وہ لوگ بھی اسے دوست رکھیں گے۔ بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے۔ (جس نے میرے دوست کی اہانت کی، اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور مجھے کسی چیز کے متعلق اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کہ ایک مؤمن کی روح قبض کرنے میں ہوتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف دینا ناپسند کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کو موت سے چارہ نہیں۔ اور میرا بندہ کسی ایسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا جو مجھے ان احکام کے ادا کرنے سے زیادہ محبوب ہو، جو میں نے اس پر فرض کئے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل ادا کرنے سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ پس جس کے دل میں کوئی درد ہے وہ ایسی چیز تلاش کرتا ہے جو اس کے درد کے موافق ہو۔ بلا شبہ جب شاہی باز کسی بڑھیا کے مکان کی دیوار پر جا بیٹھتا ہے تو اس کے پر اور بازو کاٹ ڈالتے ہیں۔ ابو بکر واسطی نے فرمایا، ''ہم ایسے زمانے میں ابتلاء کے اندر ڈالے گئے ہیں کہ جس میں نہ آداب اسلام ہیں، نہ اخلاق جاہلیت۔ اور نہ ہی اس میں مروت ومحبت کی باتیں ہیں۔ اور اسی طرح شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر میں فرماتے ہیں،

جعل الله هٰذا الدنیا مناخاً لراکب

فکل بعید الهم فیها معذب و مغلب

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو صرف ایک شتر سوار کی اونٹنی بٹھانے کی جگہ (عارضی فرودگاہ) بنادیا ہے۔ پس ہر وہ شخص جس کا قصد دور دراز (آخرت) پہنچنے کا ہے وہ اس دنیا میں عذاب پاتا ہے اور مغلوب رہتا ہے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ''عابد علم دین کے جانے بغیر خراس کے گدھے جیسا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ترجمہ: ''جس مکان کی بنیاد مصیبت پر رکھی گئی ہو، اس کا مصیبت سے خالی ہونا محال ہے''۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک ہیں۔ حیاء کا خزانہ، اہل صفا میں سے زیادہ عبادت گزار، درگاہ رضائے الٰہی سے تعلق رکھنے والے اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے آراستہ حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔ جن کی فضیلتیں تمام امور میں بالکل آشکارا اور صاف ظاہر ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

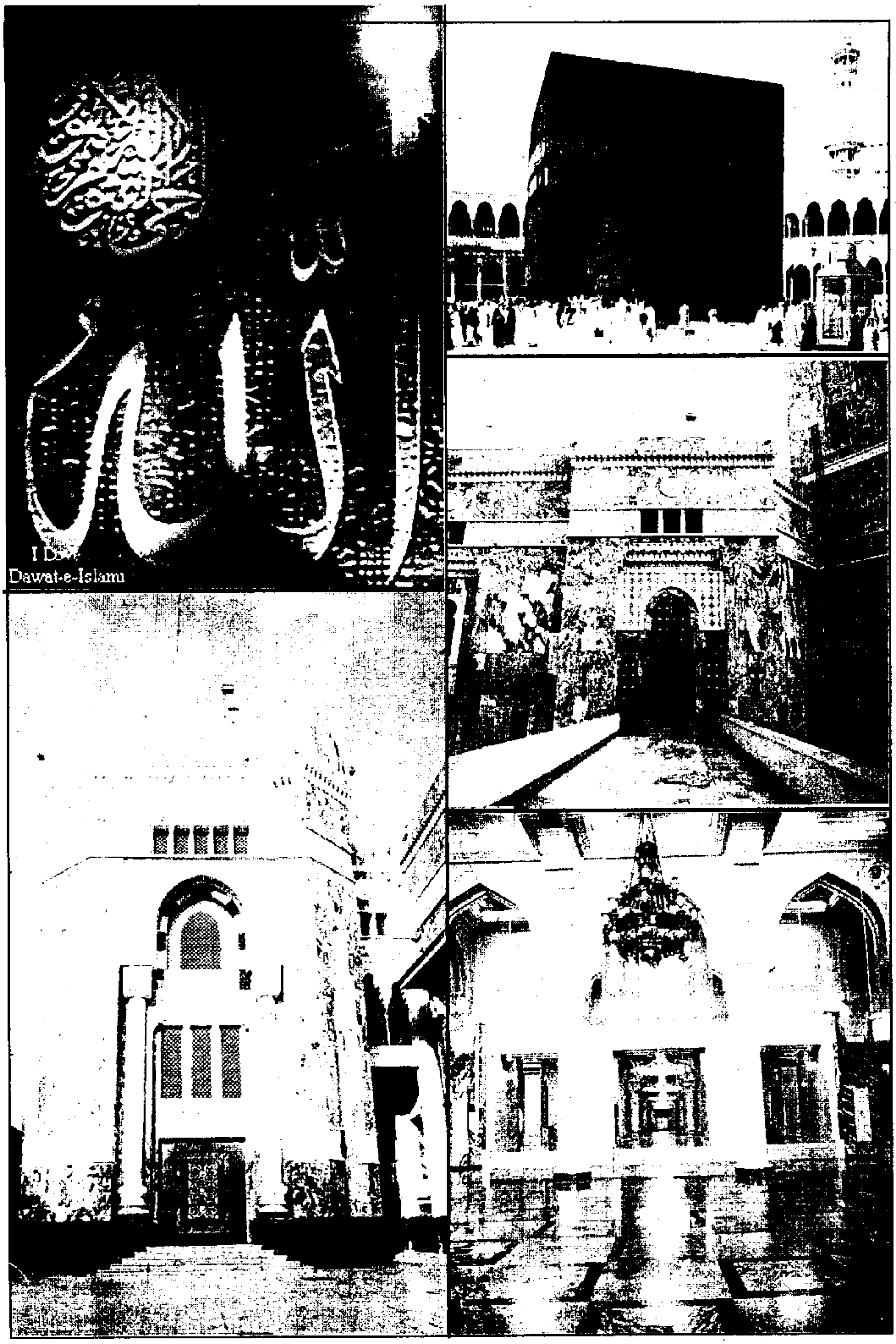
ترجمہ: ''تو اپنے بیوی بچوں میں مشغول ہونے کو اپنا سب سے بڑا شغل نہ بنانا''۔ کیونکہ اگر تیرے بیوی بچے اللہ کے دوستوں میں سے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ اور اگر وہ اللہ کے دشمن ہیں تو تیرا اللہ کے دشمنوں کے لئے غم کھانا اور ان میں مشغول ہونا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

حضرت امام حسینؓ ابن علیؓ

آپؓ ائمۂ اہل بیت رضوان اللہ علیہم میں سے ہیں۔ شمع آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام تعلقات دنیا سے مجرد، اپنے زمانہ کے سردار۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے، میں ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت مبارک پر بٹھا کر ایک رسہ اپنے دہن مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اس کے دونوں سرے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھما رکھے تھے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چلا رہے تھے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ جب میں نے یہ بات دیکھی تو میں نے کہا۔ **نعم الجمل جملک یا ابا عبد الله**۔ ترجمہ: ''اے حسینؓ! آپ کا اونٹ بہت ہی اچھا ہے''۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **نعم الراکب هو یا عمر**۔ ترجمہ: ''اے عمرؓ! سوار بھی تو بہت ہی اچھا ہے''۔

ایک روز آپؓ کی خدمت میں کوئی شخص آیا اور عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میں ایک درویش آدمی ہوں اور عیال دار ہوں۔ ہمیں آج اپنی طرف سے کھانے پینے کے لئے کچھ عنایت فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ''بیٹھ جا! ہمارا روزینہ راستہ میں آرہا ہے''۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ لوگ امیر معاویہؓ کی طرف سے دینار کی پانچ تھیلیاں لے آئے، کہ ہر ایک تھیلی میں ایک ہزار دینار تھا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ امیر معاویہؓ آپؓ سے معافی مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس رقم کو حاجت مندوں کے مصرف میں صرف کیجئے اور اس کے بعد اس سے بہتر امداد کی جائے گی۔ امام رضی اللہ عنہ نے وہ پانچوں تھیلیاں اس درویش کو دے دیں اور اس سے معافی مانگی کہ تجھے یہاں دیر تک بیٹھنا پڑا۔ اور یہ بہت ہی بے قدر عطیہ ہے جو تجھے ملا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رقم اتنی قلیل ہو گی، تو میں تجھے کبھی انتظار کے لئے نہ کہتا۔ ہمیں معذور سمجھو کہ ہم لوگ اہل مصیبت ہیں اور دنیا کی تمام راحتوں سے دست بردار اور اپنی مرادیں کھوئے ہوئے ہیں۔ قدس سرہٗ۔

الله أكبر


Dawat-e-Islami

باب ۱۷

کشکول اصلاحی

اس باب میں.... حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ، حضرت جامی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے افادات کو جمع کیا گیا ہے "دینی دسترخوان" کا یہ گوشہ بہت ہی پُرلطف ہے کہ جس کے فقط چند صفحات میں اتنے عظیم حضرات کے عظیم افادات جمع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد عثمان رحمہ اللہ

خواجہ محمد عثمان صاحب حضرت حاجی صاحب قندھار موسیٰ زئی اور خانقاہ شاہ احمد سعید صاحب دہلی کے سربراہ تھے۔

خاک شو خاک تا بردید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

فرمایا "صاحبزادگی کو طاق میں رکھو اور شکستگی و عجز کی ٹوپی سر پر اوڑھو تب کام چلے گا" یہ عاجزی جو اپنے صاحبزادہ والا تبار میں پیدا کرنا چاہتے ہیں خود اپنے اندر بھی موجود تھی اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جو لوگ آپ سے دعا طلب ہوتے تھے ان سے آپ اپنے لئے اور اپنے صاحبزادے کے لئے دعا طلب فرماتے تھے نورالحق شاہ پوری نے ایک قصیدہ مدحیہ بھیجا۔

"فرمایا قصیدہ دیکھ کر خوشی ہوئی اور رنج ہوا خوشی آپ کے اشتیاق پر ہوئی اور رنج اس پر ہوا کہ آپ نے میری مدح لکھ کر وقت ضائع کیا اور ایک ممنوع معاملے میں کوشاں رہے ایسی مدح مادح اور ممدوح دونوں کے لئے مضر ہے۔ مادح کے لئے اس لئے کہ ایک نااہل اور غیر مستحق مدح کی تعریف کی اور ممدوح کے لئے اس لئے اس میں مدح سن کر طبعی طور پر حظ اور استکبار کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی مدح کے لئے حدیث میں لفظ وارد ہوتے ہیں قطعت عنق اخیک تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔

اگر درویش بریک حال ماندی
سر دست از دو عالم برفشاندی
دمی برطارم اعلیٰ شیئیم
گہی برپشت پائے خود نہ بینیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی امابعد برخوردار سعادت اطوار عزیز جان محمد سراج الدین طال عمرہٗ مع علمہ وصلاحہ وفلاحہ از فقیر حقیر لاشی عثمان عفی عنہ پس از تسلیمات و دیدہ بوسیہا آنکہ مکاتیب متعددہ کہ فرستادد ہمہ رسیدم زندکوائف باءمندرجہ آنہا واضح گردید ندای جگر گوشہ بگوش ہوش اصغا سازند کہ فرزند بالطبع محبوب والد میباشند و جمیع خیرات کسبی باشند یا وہبی والدش برای او میخواہند دہندہ حقیقی او تعالیٰ شانہ است و از کثرت حرص فقیر نصیحت بطور ترغیب و ترہیب نوشتہ اند نہ از ناراضی و خفگی ازیں باب مطمئن القلب بکار و بار خویش سرگرم باشند و ازیں آن زمان چشم پوشی ساز بزوکوری وکری طریقہ خود نمایند ہر فاعل وقائل راپاداش قول و فعل خود رسد نہ غیر را لہذا بار بار مینوبسم کہ بقدر وسع خود بجد و جہد تمام مطالعہ کتب از دل بغور میکدید بعد ازاں نتیجہ بخش او تعالیٰ شانہ ست فقط نہ غیران سعیکم لشتی نص قطعی است

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

برائے محافظت زراعت:

بر کاغذ نوشتہ در سفالہ آب نارسید بن کردہ درمیان آن تختہ دفن کند بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رزاق العباد یا خلاق الخلائق یا فاطر السموات ویا منبت الزرع فی الارض النبات ویا مجیب الدعوات ادفع من ہذا الزرع شر الہوام والوحوش و شر الفارۃ والخنا زیر المفسدۃ وارزقنا رزقاً حسناً وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین.

تعویز برائے دفع تپ ہر قسم

کہیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریا اذ نادی ربہ نداً خفیاً قال رب انی وہن العظم منی واشتعل الراس شیباً ولم اکن بدعائک رب شقیا وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشتہ در گلو بندد۔ و بر سہ پرچہ کاغذ طشت یا اللہ نوشتہ سہ روز یک یک بخوردان شاء اللہ تعالیٰ تپ دفعہ خواہد شد ہذ برائی تپ سویم اول شروع شدن تپ بروز نوبت اول و آخر درود شریف و یک بار سورۃ رعد خواندہ دم کند ان شاء اللہ صحت خواہد شا پس باید کہ ہر سہ نوبت دم تمام کند اگر چہ تپ اول یا دوم نوبت

دفعہ شود و اگر سہ نوبت دم نکند چندروز بعد باز تپ عود خواہد کرد۔

تعویذ برائی دفعہ بواسیر ہرقسم یا رحیم کل صریخ ومکروب و غیاثہ و معاذہ یا رحیم وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشہ در کمر بندند

ایضاً اگر صبح وشام فاتحۃ الکتاب معہ تسمیہ ہفت بار خواندہ شود بہتر و اگر ایں نشود محض تسمیہ صبح وشام خواندہ براندام خود از ناف تا زانو پیش وپس دست بگردانید ودم کنند

تعویذ برائی دفعہ درد باد اللھم انت الباعث وانا المبعوث ومن یدع المبعوث الاالباعث یا رب وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشتہ بر موضع درد بہ بندند۔

تعویذ برائی زود فروشی مال

بسم اللہ الرحمن الرحیم فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذلک ھو الفوز العظیم وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین نوشتہ در متاع بنہید۔

برائے تیزی داہن نگیارہ وکشائش مطالعہ اللھم نور قلبی بعلمک واستعمل بدنی

معمول برائی بریدن یرقان بروز یکشنبہ چند برگ کلا نگیارہ سبز آوردہ یک جانب در دست مریض یرقان بدہند کہ بگیر دو جانب دیگر خود از دست چپ بگیرند و در دست راست خود چاقو گرفتہ یک بار سورۃ القریش باتسمیہ خواندہ از چاقو آن گیاہ ببرند و ہمیں طور ہفت بار کنند ولکن اول وآخر بار درود شریف زیادہ کند و ایں معمول راسہ شنبہ در عمل آرند ان شاء اللہ تعالیٰ یرقان بریدہ شود۔ تمت از فوائد عثمانی۔

تذکرہ جامی

عشق ومحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مولانا جامی نوراللہ مرقدہ کا ایک ہی واقعہ کافی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ سفر حج شروع فرما کر صرف مکہ مکرمہ سے حج کر کے واپس ہو گئے۔ مدینہ منورہ نہیں تشریف لے گئے دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت بغیر مدینہ منورہ کے آپ واپس کیوں تشریف لے آئے۔ فرمایا بھئی ہمارا یہ فرض حج تھا اس واسطے مدینہ منورہ نہیں گیا کہ حضور فرمائیں گے کہ اپنا فرض ادا کرنے آیا۔ اور ہماری حاضری بھی دے گیا۔ لہٰذا پھر زیارت روضہ اطہر کی نیت کر کے روانہ ہوئے اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ تو امیر مکہ کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ جامی کو مدینہ منورہ نہ آنے دیں امیر مکہ نے ممانعت کر دی۔ پھر امیر مکہ کو تیسری مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں ہے بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے واسطے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز اکرام کیا گیا۔ امیر مکہ نے کہا کہ اگر آپ وہ اشعار جو آپ نے کہے ہیں پڑھیں تو مدینہ منورہ جانے کی حضور کی طرف سے ممانعت ہے اگر وہ نہ پڑھیں تو جا سکتے ہیں اور انہوں نے اقرار کیا وہ اشعار نہیں پڑھوں گا، تو مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اپنے مرشد مولانا سعد الدین کاشغری کے جانشین بن کر مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے۔

۱۔ زمہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

۲۔ نہ آخر رحمۃ اللعالمینی
از محروماں چرا غافل نشینی

۳۔ زخاک اے لالۂ سیراب بر خیز
چونرگس خواب چند از خواب بر خیز

۴۔ بروں آور سر آز بردیمانی
کہ روئے تست صبح زندگانی

۵۔ شب اندوہ مارا روز گرداں
زرویت روز مافیروز گرداں

۶۔ بہ تن درپوش عنبر بوئے جامہ
بسر بربند کافوری عمامہ

۷۔ فرود آویز از سر گیسواں را
فگن سایہ بپا سروراں را

۸۔ ادیم طائفے نعلین پا کن
شراک از رشتہ جانہائے ما کن

۹۔ جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند
چو فرش اقبال پا بوس تو خواہند
۱۰۔ زحجرہ پائے در صحن حرم نہ
بفرق خاک رہ بوساں قدم نہ
۱۱۔ بدہ دستی زپا افتاد گان را
بکن دلداریئے دل داد گان را
۱۲۔ اگرچہ غرق دریائے گناہم
فتادہ خشک لب برخاک راہم
۱۳۔ تو ابر رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہے
۱۴۔ خوشاکز گرفتہ زرہ سویت رسیدیم
بدیدہ گرد از کویت کشیدیم
۱۵۔ بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم
چراغت راز جاں پروانہ کردیم
۱۶۔ بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ
دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ
۱۷۔ زدیم از اشک ابر چشم بے خواب
حریم آستان روضہ ات آب
۱۸۔ گہے رفتیم زاں ساحت غبارے
گہے چیدیم زد خاشاک و خارے
۱۹۔ ازاں نور سواد دیدہ دادیم
وزیں بر ریش دل مرہم نہادیم
۲۰۔ بسوئے منبرت رہ برگر فتیم
زچہرہ پایہ در زرگر فتیم
۲۱۔ زمحرابت بسجدہ کام جستیم
قدم گاہت بخون دیدہ شستیم
۲۲۔ بپائے ہر ستون قد راست کردیم
مقام راستان درخواست کردیم
۲۳۔ زداغ آرزدیت بادل خوش
زدیم از دل بہر قندیل آتش
۲۴۔ کنوں گرتن نہ خاک آں حریم ست
بحمد اللہ کہ جاں آں جامقیم ست
۲۵۔ بخود درماندہ ام از نفس خود رائے
ببیں در ماندۂ چندیں بخشائے
۲۶۔ اگر نبود چوں لطفت دست یارے
زدست ما نیاید ہیچ کارے
۲۷۔ قضامی افگند از راہ مارا
خدا را از خدا در خواہ مارا
۲۸۔ کہ بخشد از یقین اول حیاتے
دہد آنگہ بکار دیں ثباتے
۲۹۔ چو ہول روز رستا خیز خیزد
باتش آبروئے مانہ ریزد
۳۰۔ کند با ایں ہمہ گمراہی ما
ترا اذن شفاعت خواہی ما
۳۱۔ بو چوگاں سرفگندہ آوری روئے
بمیدان شفاعت امتی گوئے
۳۲۔ بحسن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگراں باید تمامی

ترجمہ اشعار

۱۔ آپ کے فراق سے کائنات عالم کا ذرہ ذرہ جاں بلب ہے اور دم توڑ رہا ہے اے رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین فرمایئے۔
۲۔ آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم حرماں نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔
۳۔ اے لالہ خوش رنگ اپنی شادابی و سیرابی سے عالم کو مستفید فرمایئے اور خواب نرگسیں سے بیدار ہو کر ہم محتاجان ہدایت کے قلوب کو منور فرمایئے۔
۴۔ اپنے سر مبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالئے کیونکہ آپ کا روئے انور صبح زندگانی ہے۔
۵۔ ہماری غم ناک رات کو دن بنا دیجئے اور اپنے جمال جہاں آرا سے ہمارے دن کو فیروزمندی و کامیابی عطا کر دیجئے۔
۶۔ جسم اطہر پر حسب عادت عنبر بیز لباس آراستہ فرمایئے اور سفید کافوری عمامہ زیب سر فرمایئے۔

۷۔ اپنی عنبر بار ومشکین زلفوں کو سر مبارک سے لٹکا دیجئے تا کہ ان کا سایہ آپ کے بابرکت قدموں پر پڑے۔

۸۔ حسب دستور طائف کے مشہور چمڑے کی مبارک نعلین (جوتی) پہنئے اور ان کے تسمے اور پٹیاں ہمارے رشتہ جاں سے بنایئے۔

۹۔ تمام عالم اپنے دیدہ ودل کو فرش راہ کئے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اور فرش زمین کی طرح آپ کی قدم بوسی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۱۰۔ حجرہ شریف یعنی گنبد خضراء سے باہر آ کر صحن حرم میں تشریف رکھئے۔ راہ مبارک کے خاک بوسوں کے سر پر قدم رکھئے۔

۱۱۔ عاجزوں کی دست گیری سے بے کسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی ودلداری کیجئے۔

۱۲۔ اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں از سرتا پا غرق ہیں۔ لیکن آپ کی راہ مبارک پر تشنہ وخشک لب پڑے ہیں۔

۱۳۔ آپ ابر رحمت ہیں شایان شان گرامی ہے کہ پیاسوں اور تشنہ لبوں پر ایک نگاہ کرم بار ڈالی جائے۔

۱۴۔ ہمارے لئے کیسا اچھا وقت ہوتا کہ ہم گرد راہ سے آپ کی خدمت گرامی میں پہنچ جاتے اور آنکھوں میں آپ کے کوچہ مبارک کی خاک کا سرمہ لگاتے۔

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

۱۵۔ مسجد نبوی میں دوگانہ شکر ادا کرتے۔ سجدہ شکر بجا لاتے۔ روضہ اقدس کی شمع روشن کا اپنی جان حزیں پروانہ بناتے۔

۱۶۔ آپ کے روضہ اطہر اور گنبد خضراء کے اس حال میں مستانہ اور بے تابانہ چکر لگاتے کہ دل صد مہائے عشق اور وفور شوق سے پاش پاش اور چھلنی ہوتا۔

۱۷۔ حریم قدس اور روضۂ پرنور کے آستانہ محترم پر اپنی بے خواب آنکھوں کے بادلوں سے آنسو برساتے اور چھڑکاؤ کرتے۔

۱۸۔ کبھی صحن حرم میں جھاڑو دے کر گرد وغبار کو صاف کرنے کا فخر کرتے۔ اور کبھی وہاں کے خس وخاشاک کو دور کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔

۱۹۔ گو گرد وغبار سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ مگر ہم اس سے مردمک چشم کے لئے سامان روشنی مہیا کرتے اور گو خس وخاشاک زخموں کے لئے مضر ہے مگر ہم اس کو جراحت دل کے لئے مرہم بناتے۔

۲۰۔ آپ کے منبر شریف کے پاس جاتے اور اس کے پائے مبارک کو اپنے عاشقانہ زرد چہرہ سے مل مل کر زریں و طلائی بناتے۔

۲۱۔ آپ کے مصلائے مبارک ومحراب شریف میں نماز پڑھ پڑھ کر تمنائیں پوری کرتے اور حقیقی مقاصد میں کامیاب ہوتے اور مصلے میں جس جائے مقدس پر آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے اس کو شوق کے اشک سے دھوتے۔

۲۲۔ آپ کی مسجد اطہر کے ہر ستون کے پاس ادب سے سیدھے کھڑے ہوتے اور صدیقین کے مرتبہ کی درخواست ودعا کرتے۔

۲۳۔ آپ کی دل آویز تمناؤں کے زخموں اور دل نشین آرزوؤں کے داغوں سے (جو ہمارے دل میں) انتہائی مسرت کے ساتھ ہر قندیل کو روشن کرتے۔

۲۴۔ اب اگرچہ میرا جسم اس حرم انور وشبستان اطہر میں نہیں ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ روح وہیں ہے۔

۲۵۔ میں اپنے خود بین وخود رائے نفس امارہ سے سخت عاجز آ چکا ہوں۔ ایسے عاجز وبے کس کی جانب التفات فرمایئے اور بخشش کی نظر ڈالئے۔

۲۶۔ اگر آپ کے الطاف کریمانہ کی مدد شامل حال نہ ہوگی تو ہم عضو معطل ومفلوج ہو جائیں گے اور ہم سے کوئی کام انجام نہ پا سکے گا۔

۲۷۔ ہماری بدبختی ہمیں صراط مستقیم وراہ خدا سے بھٹکا رہی ہے خدارا ہمارے لئے خداوند قدوس سے دعا فرمایئے۔

۲۸۔ (دعا فرمایئے) خداوند قدوس اولا ہم کو پختہ یقین اور کامل اعتقاد کی عظیم الشان زندگی بخشے اور پھر احکام دین میں مکمل استقلال اور پوری ثابت قدمی عطا فرمائے۔

۲۹۔ جب قیامت کی حشر خیزیاں اور اس کی زبردست ہولناکیاں پیش آئیں تو مالک یوم الدین رحمان و رحیم ہم کو دوزخ سے بچا کر ہماری عزت بچائے۔

۳۰۔ اور ہماری غلط روی اور صغیرہ کبیرہ گناہوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت کے لئے اجازت مرحمت فرمائے کیونکہ بغیر اس کی اجازت شفاعت نہیں ہو سکتی۔

۳۱۔ ہمارے گناہوں کی شرم سے آپ سرخمیدہ چوگاں کی طرح میدان شفاعت میں سر جھکا کر (نفسی نفسی نہیں بلکہ) یارب امتی امتی فرماتے ہوئے تشریف لائیں۔

۳۲۔ آپ کے حسن اہتمام اور سعی جمیل سے دوسرے مقبول بندگان خدا کے صدقہ میں غریب جامی کا بھی کام بن جائے گا۔ تمت

بسم الله الرحمان الرحيم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ:

حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۳۹۵ھ میں سفر ہند کے موقع پر ایک نئی بات پیش آئی ہر موقعہ پر مقطوع اللحیہ کو دیکھ کر طبیعت میں جوش پیدا ہوتا تھا اور ہر مجمع میں اس پر نکیر کرتا اور بیعت میں بھی قطع لحیہ سے بچنے کی تاکید کرتا تھا۔

یہ خیال ہوتا تھا کہ موت کا وقت مقرر کسی کو معلوم نہیں اور اس حالت میں اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرہ انور کا سامنا کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مومن** الحدیث یعنی زنا کار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ مطلب اس حدیث کا مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی پھر مسلمان کے پاس آ جاتا ہے۔ مگر قطع لحیہ ایسا گناہ ہے جس کا اثر اور ظہور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس مبارک سنت کو ختم کیا جا رہا ہے اس ناکارہ کو خوب یاد ہے کہ میرے بچپن میں ہندوؤں میں بھی جو بڑے لوگ ہوتے تھے وہ ڈاڑھی رکھا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ وہ میرے دشمنوں کا کھانا (یعنی جوان کے ساتھ مخصوص ہو جیسے نصاری کا کھانا سور) نہ کھاویں اور میرے دشمنوں کا پانی نہ پئیں جیسے (شراب) اور میرے دشمنوں کی شکل نہ بنائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ بھی میرے دشمن ہوں گے۔ جیسا کہ وہ لوگ حقیقی دشمن ہیں (دلائل الاثر)۔

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے روایت کیا امام ابوحنیفہؒ نے اور وہ روایت کرتے ہیں ہیثم سے اور وہ ابن عمر سے کہ وہ یعنی ابن عمر اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیکر مٹھی بھر سے زائد کو یعنی جو مٹھی سے نیچے لٹکی ہوئی باقی رہ جاتی ہے کتر دیتے تھے۔ ڈاڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں بلکہ ڈاڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا از بس دشوار ہے۔ ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ ورسول بناویں۔

مدرسین مہتممین مدارس اسلامیہ پر واجب ہے کہ جو طالب علم ایسی حرکت کرے یا کوئی امر خلاف وضع شرعی کرے اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ مدرسہ سے خارج کر دینا چاہئے۔ ایسے شخص کو مقتدائے قوم بنانا تمام مخلوق کو تباہ کرنا ہے۔

بے ادب را علم و فن آموختن دادن تیغ بدست راہزن

ہر قوم اور ملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانات کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے۔

انگریز سولہویں صدی عیسوی کے اخیر میں آیا۔ تقریباً ڈھائی سو برس گزر گئے۔ نہایت سرد ملک کا رہنے والا ہے مگر اس نے اپنا یونیفارم کوٹ پتلون ہیٹ ٹائی نکٹائی اس گرم ملک میں بھی نہیں چھوڑا یہی وجہ ہے کہ اس کو ۳۵ کروڑ افراد والا ملک اپنے میں ہضم نہ کر سکا۔ اس کی قوم اور ملت علیحدہ ملت ہے۔ مسلمانوں نے نہ صرف یہی کیا کہ اپنا یونیفارم محفوظ رکھا بلکہ مذہب، اسماء رجال ونساء، تہذیب وکلچر، رسم ورواج زبان وغیرہ جملہ اشیاء کو محفوظ رکھا۔ اس لئے ان کی ایک مستقل ہستی ہندوستان میں قائم رہی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعداروں کے لئے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمائے کہیں فرمایا جا تا فرق

مـا بیـنـنـا وبین المشر کین العمائم علی القلانس کہیں اہل کتاب سے مانگ نکالنے میں مخالفت اختیار کی گئی۔ اسی بنا پر ازار اور پاجامہ میں ٹخنہ کھولنے کا حکم کیا گیا کہ اہل تکبر سے تمیز ہو جائے ایک محمدی کو حسب اقتضاء فطرت وعقل لازم ہونا چاہئے کہ اپنے آقا کا سارنگ ڈھنگ چال چلن صورت سیرت فیشن کلچر وغیرہ بنائے اور اپنے محبوب آقا کے دشمنوں کے فیشن اور کلچر سے پرہیز کرے ڈاڑھی منڈانے کی حرمت پر ساری امت کا اجماع ہے ایک فرد بھی امت میں اس کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ ہم غلامان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدائی بنیں نہ غلامان کرزن و ہارڈنگ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حلق لحیہ کے حرام ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ جو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اسی پر مر جائے تو ان ہی کے ساتھ حشر ہوگا۔ خسرو پرویز شاہ ایران کے پاس حضرت عبداللہ بن حذافہ کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ پہنچا تو اس نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصہ میں اس کو چاک کر دیا اور زبان سے کہا کہ ہماری رعایا کا ادنیٰ شخص ہمیں خط لکھتا ہے اور اپنا نام ہمارے نام سے پہلے لکھتا ہے اس کے بعد خسرو (کسری) نے باذان کو جو یمن میں اس کا گورنر تھا اور عرب کا تمام ملک اس کے زیر اقتدار سمجھا جاتا تھا یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے ہمارے پاس روانہ کر دو۔ باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا جس کے افسر کا نام خرخسرو تھا۔ نیز حالات محمد یہ پر گہری نظر ڈالنے کے لئے ایک ملکی افسر بھی اس کے ساتھ کیا جس کا نام بانویہ تھا یہ دونوں افسر جس وقت بارگاہ رسالت میں پیش کئے گئے تو رعب نبوت کی وجہ سے ان کی رگہائے گردن تھرتھرا رہی تھی یہ لوگ چونکہ آتش پرست پارسی تھے اس لئے ان کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں اور اپنے بادشاہ کسری کو رب کہا کرتے تھے۔ ان کے چہرے پر نظر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی اور پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کو تم سے کس نے کہا ہے مرزا قتیل کا قصہ ان کے صوفیانہ کلام سے متاثر ہو کر ایک ایرانی شخص ان کا زیارت کے شوق میں پہنچا۔ مرزا ڈاڑھی کا صفایا کر رہے تھے۔ ایرانی نے بیساختہ عرض کیا ارے دل رسول می خراشی کسی کا دل دکھانا چہ معنی تم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل چھیل رہے ہو یہ سن کر مرزا کو وجد آ گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو یہ شعر زبان پر تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی
مرا باجان جاں ہمراز کردی

پس اگر محبوب خدا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تو خدا کے واسطے آپ کا دل تو نہ دکھاؤ۔

ایک ڈاکٹر لکھتا ہے کہ ڈاڑھی پر بار بار استرا چلانے سے آنکھوں کی رگوں پر اثر پڑتا ہے اور ان کی بینائی کمزور ہوتی جاتی ہے دوسرا ڈاکٹر لکھتا ہے کہ نیچی ڈاڑھی مضر صحت جراثیم کو اپنے اندر الجھا کر حلق اور سینہ تک پہنچنے سے روک لیتی ہے اور ایک ڈاکٹر یہاں تک لکھتا ہے کہ اگر سات نسلوں تک مردوں میں ڈاڑھی منڈانے کی عادت قائم رہی تو آٹھویں نسل بے ڈاڑھی کے پیدا ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نسل میں مادہ منویہ کم ہوتے ہوتے آٹھویں نسل مفقود ہو جائے گا۔ عورتیں اپنے دلوں میں بے ریش مردوں کی بہ نسبت باریش مردوں کی زیادہ دلدادہ ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام ڈاڑھی رکھتے تھے۔

دن رات

بچوں کا تحفظ:

حدیث شریف میں ہے کہ جب شام کا وقت ہو تو بچوں کو باہر گھومنے پھرنے سے روکو، شیاطین پھیل جاتے ہیں اور بچوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ دعا کرے کہ یا اللہ اس آنے والی شب میں جو شر ہے، فتنہ ہے، اس سے بچا لے اور جو خیر ہے وہ عطا فرما دے۔

باوضو رہنے کے فوائد:

باوضو رہنے کی عادت رکھے اس کے کئی فائدے ہیں۔
باوضو رہنے والا مقبول الدعوات ہو جاتا ہے۔
اس کی موت آ گئی تو شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔
شیاطین کا تسلط اس پر نہیں ہوگا۔
نماز اس کو تکبیر اولیٰ کے ساتھ مل جاتی ہے۔
اس کی وجہ سے حکام مسخر ہو جاتے ہیں۔

بات میں اثر ہوتا ہے چہرہ کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔
ابتداء لیٹنے کی داہنی طرف سے کرو یہ سنت ہے چاہے ساری رات داہنی کروٹ پر نہ لیٹ سکو، مگر ابتداء داہنی طرف سے کرو۔ ایک اور بات یاد رکھو چاہے آدمی چت لیٹے یا بائیں کروٹ لیٹے اس کی اجازت ہے۔ لیکن الٹا نہ لیٹے۔ الٹا لیٹنا منع ہے۔ اسلام میں ناپسندیدہ عمل ہے۔
اس سے انسان بزدل ہو جاتا ہے۔
برائیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔
صحت اس کی برباد ہو جاتی ہے۔
شیاطین اس پر مسلط ہو جاتے ہیں۔
حافظہ اس کا خراب ہو جاتا ہے۔
کوئی غلطی یاد آئے اس پر استغفار کرلو ایمان کی تجدید کر کے سویا کرو۔ ایمان مفصل پڑھ کر سویا کرو۔

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ .

مراقبہ:

مرنا یاد کرو مر رہا ہوں، جان کھنچ رہی ہے، روح نکالی جا رہی ہے،

نیند کی عجیب نیت:

سونے میں بھی ارادہ کرلو کہ معاصی سے بچا رہوں۔ ایک دفعہ بستر سے اٹھ کر بیٹھ جائے۔ چاہے تین دفعہ سبحان اللہ کہہ لے یہ ایک معمول بھی ہمارے اکابر کا رہا ہے۔

مسنون بیداری:

اب آدمی اخیر شب میں ہمت کر کے اٹھ جائے کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے۔ جس وقت نیند سے بیداری ہو تو تین مرتبہ چہرے پر ہاتھ پھیر لینا سنت ہے۔ اس سے جمائی نہیں آتی غفلت آدمی کی دور ہو جاتی ہیں۔ (ہتھیلیوں کو آنکھ پر رکھ کر فرمایا (ان حصوں کو آدمی آنکھوں پر لگائے اٹھ کر کلمہ پڑھے اور پھر دعا پڑھے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

ورزش:

اب اٹھنے کے ساتھ ہی گیارہ دفعہ ڈنڈ بیٹھک لگائے۔ یہ بھی ہمارے اکابر کا معمول رہا ہے۔ یہ ایک ورزش ہوگئی ہم نے اپنے حضرت والا (حضرت مسیح الامتہ) کو بھی دیکھا ہے کہ چارپائی سے اتر کر جلدی جلدی گیارہ ڈنڈ بیٹھک لگایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس سے آدمی جلد بوڑھا نہیں ہوتا چوبیس گھنٹے چاق وچوبند رہتا ہے۔
تکبیر اولیٰ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھے۔

آداب طلب رزق حلال:

اگر کسی کا ملازم ہے تو کام پوری امانت و دیانت سے کرے، جو اوقات متعین ہیں ان میں غفلت نہ برتے، دفتر کی کسی چیز مثلاً پنسل کاغذ وغیرہ کو اپنی ذاتی استعمال میں نہ لائے۔
اگر اپنا کاروبار ہے، دکان ہے تو پوری محنت سے کام کرے۔ دکان پر اخبار بینی، سیاسی گفتگو، تفرقہ بازی، دوستوں کے ساتھ گپ شپ کا بالکل استعفیٰ دے دے۔ اور خالص کاروبار پر توجہ دے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت ہوگی ترقی ہوگی۔
دل اللہ کے ذکر میں لگائے
فجر کے بعد سورہ یٰسین
ظہر کے بعد سورہ فتح
عصر کے بعد سورہ نباء
مغرب کے سورہ واقعہ
عشاء کے بعد سورہ ملک
حدیث میں آتا ہے کہ جو پانچ نمازوں کے بعد یہ پانچ سورتیں پڑھے گا وہ قیامت کے دن ساقیان کوثر میں سے ہوگا۔
مراقبۂ احسانی: میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، میرا اللہ میرے پاس موجود ہے، میرا اللہ میرے ساتھ ہے، میرا اللہ میری جان سے زیادہ قریب ہے، وہ جانتا ہے میرے چلنے کو میرے رہنے کے ٹھکانے کو میری نیت سے واقف ہے۔

کلید کامیابی:

اتباع سنت اور تقویٰ یہ لازم کرلو، بغیر اس کے کامیابی نہیں ہوسکتی۔ لاکھ وظیفے پڑھ لو۔ زبان تمہاری قابو میں نہیں ہے۔ نامحرم عورتوں سے نہیں بچتے، حلال وحرام کی تمیز تمہارے اندر نہیں ہے تو پھر یہ اوراد وظائف اتنے کارآمد نہیں ہیں۔

باب ۱۸

قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین
شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ قریشی
عباسی مجددی رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک حالات

چہ عجب گر بدہی اشک مرا حسن قبول — اے کہ درساختہ قطرۂ بارانی را

الٰہی مقصود ما توئی ورضائے تو، مارا محبت ومعرفت خود بدہٗ
الٰہی مارا آں بدہ کہ بدوستان خود دادہٗ
الٰہی از تو ترا میخواہم

احب الصالحین ولست منهم — لعل الله یرزقنی الصلاح

خاندانی حالات

حضرت غریب نواز خواجہ فضل علی شاہ قریشی قدس سرہٗ کے آباؤ اجداد عباسی یلغار کے ساتھ عرب سے سندھ میں اور وہاں سے میانوالی کے ضلع میں آکر آباد ہو گئے تھے، داؤد پوترے ہونے کی وجہ سے اس بستی کا نام داؤد خیل مشہور ہو گیا، آپ کے کچھ اعزہ و اقارب کالا باغ میں بھی سکونت پذیر تھے، ہاشمی عباسی ہونے کی وجہ سے آپ کا خاندان عوام میں قریشی کے نام سے مشہور تھا۔ آپکا خط (تحریر) مبارک نہایت خوشخط تھا اور عمل کتابت کی وجہ سے منشی صاحب کہلاتے تھے (تجلیات صفحہ ۱۵)۔

ولادت

آپکی ولادت باسعادت داؤد خیل میں ۱۲۷۰ء میں ہوئی۔

فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی، عالم شباب ہی میں آپ کی آمد و رفت حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہٗ کی خدمت میں شروع ہوگئی۔ حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمۃ نے اس متبرک مقام پر آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ماحول ذکر حق سے منور ہو گیا۔

ادھر علاقہ میں شہرت ہوگئی کہ کچھ مسافر گھرانے جو جنگل میں جھلار پر مقیم ہیں بڑے دیندار نیک لوگ ہیں۔ قرب و جوار کے لوگ ان کو دیکھنے کے لئے آتے تھے دیندار لوگوں نے درخواست کی کہ ہماری بستیوں میں چلیں وہاں ہمیں دین سکھائیں۔ ایک ایک گھرانہ ایک ایک بستی میں جا کر دین کی خدمت کرے۔

مجاہدہ:

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ مسکین پور شریف کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر اندر اور باہر ہجوم ہونے کی وجہ سے کئی کئی وقت بھوکے رہتے۔ کسی سے کھانا نہ مانگتے ایک مرید نے دعوت کی آپ نے قبول فرمائی محض روٹی پانی کے ساتھ تناول فرمائی۔ باہر سے کوئی مہمان آجاتا بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ایسی صورت میں حضرت شیخ اپنا کھانا باہر لے آتے اور اپنا وقت بھوکا رہ کر گزار لیتے۔

اثناء سفر میں جماعت کے تھکنے کی وجہ سے آرام کرتے اور کمزور لوگوں کے ہاتھ پاؤں دباتے۔ بعض اوقات وہ منع کرتے تو آپ فرماتے کہ اگر تجھے اس سے تکلیف ہے تو یہ کرنا کہ میں تجھے چاپی کرتا ہوں تو مجھے چاپی کرنا۔

فرماتے کہ بلا طلب جو کچھ کوئی شخص دے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے اور انعام الٰہی پر شکر لازم ہے۔ نئی جگہ بہر صورت اپنے خرچ پر جانے کی تاکید فرماتے تھے سلسلہ کی بدنامی کے کاموں سے گریز کرنے اور شریعت مقدسہ پر چلنے، بیعت کے وقت خلوص نیت رکھنے اور اتباع سنت کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ خصوصاً عورتوں کو بیعت اور وعظ و نصیحت کرتے وقت پردہ کا خاص اہتمام کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔

تبلیغی اسفار

حضرت مخدوم العالم اکثر و بیشتر تبلیغی سفر پر رہتے آپ کے تبلیغی سفر کا زمانہ قیام وطن کے زمانہ سے زیادہ ہے۔ پنجاب و سندھ، دہلی و یوپی کے اکثر و بیشتر مقامات کے دورے فرمائے، پیرانہ سالی میں تبلیغی سفر کو ترک نہیں فرمایا۔

جب آپ دیوبند پہنچے تو کچھ پنجابی طلبہ نے عرض کیا کہ حضرت ہمیں کچھ نصائح فرمائیں تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کی ضرورت پر جن کے ثبوت قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ شریفہ سے دیئے، اتنا پر زور وعظ تھا کہ ان بدظنوں کو کوئی چارہ نہ بنا اپنی بدظنی قائم کرنے کا۔ اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ اکثر طلباء وصلحا طریقہ بیعت میں داخل ہوئے۔

حضرت شیخ کی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ پہلی ملاقات تھی۔ بیٹھنے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے ان الفاظ میں اپنا مقصود پیش کیا کہ ''حضرت اگر میں آپ کی نظر مبارک میں غلامان غلام کی حیثیت سے جچا دیا جاؤں تو میری ایک عرض ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ منظوری دیدیں'' حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ ظاہر تو فرمائیں تین دن دارالعلوم کی فیاضی کے لئے عطا فرمائیں اور جب تک آپ اس عرض کو منظور نہیں فرمائیں گے

میں بیٹھا رہوں گا۔ یہ میرا درس حدیث کا وقت ہے۔

ایک مراقبے کا ذکر:

آپ نے فرمایا کہ میں نے آج مراقبہ میں ایک واقعہ دیکھا کہ ایک نہایت سرسبز میدان ہے۔ جس میں محدثین دیو بند دہلی اور گنگوہ موجود ہیں یہ سب حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے لئے جمع تھے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے ان سب حضرات نے مصافحہ کیا۔ بطور اظہار خوشنودی فرمایا کہ یہ لوگ میری سنت کے زندہ کرنے والے ''محی السنّت'' ہیں۔

مولانا عبدالغفور کے ساتھ رفاقت:

حضرت شیخ کا قیام مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کے مکان پر تھا مکان میں داخل ہوتے ہی مولانا عبدالغفور صاحب مدنی کو دیکھا کہ ہاتھ میں تشتری، آم اور چاقو لئے جا رہے ہیں مفتی اعظم نے مولانا مدنی سے کہا کہ مجھے خدمت کا موقع دیں، مولانا نے وہ چیزیں مفتی صاحب کو دیدیں۔ مفتی صاحب آم لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ کھڑے ہو گئے معانقہ و مصافحہ فرمایا اور بیٹھ گئے مفتی صاحب آم تراشتے رہے اور حضرت شیخ کھاتے رہے۔ (رحمہم اللہ)

غیر شرعی رسومات کے خلاف جہاد:

ایک مرتبہ اجمیر شریف میں عرس کے موقع پر تشریف لے گئے وہاں رنڈیوں کا شغل اور دیگر رسومات غیر شرعیہ انداز حضرت شیخ نے دیکھا تو سجادہ صاحب سے ملاقات کر کے تنہائی میں سمجھایا کہ قیامت کا تمام بوجھ آپ پر لدرہا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ان رسومات سے مخلوق کو منع کریں اور اپنا بوجھ ہلکا کریں جیسا کہ رنڈیوں کا آنا، سجدہ کرنا وغیرہ، حضرت سجادہ صاحب نے بڑی فرحت کے ساتھ اس کلام کو سن کر قبول فرمایا اس پر حضرت شیخ بہت خوش ہوئے۔ عرس کے ختم پر دہلی روانگی فرمائی۔ (تجلیات ص ۵۵)

مقام ارشاد پر فائز ہونے کی وجہ سے رشد و ہدایت کا انتہائی شغف تھا، باوجود پیرانہ سالی اور دائم المرض رہنے کے مخلوق کی ہدایت اور ذکر کی عام اشاعت کے لئے دور دراز ملکوں کا سفر فرماتے اور لوگوں کی درخواست کبھی رد نہ فرماتے۔ آخر زمانہ میں اگرچہ بیماری اور ضعف کی وجہ سے چلنا دشوار تھا۔ مگر سفر کو ملتوی نہ فرمایا۔ چارپائی پر لیٹ کر مسکین پور سے شہر سلطان تک آکر لاری پر سوار ہوئے اور باقی سفر میں جہاں ریلی یا بس نہ جاتی تھی اسی طرح یہ تبلیغی سفر طے کیا، یہی وجہ تھی کہ آپ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ بہت وسیع اور دور دراز ملکوں میں پھیلا۔

کوئی بیعت ہونے کے لئے آتا تو پہلے آپ کی وضع قطع پر نظر ڈالتے، اگر شریعت کے خلاف ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے اور آئندہ کے لئے شریعت کی پابندی کا حکم فرماتے۔ ہر کام میں رفیقوں سے مشورہ فرماتے کسی کا نام شریعت کے خلاف ہوتا بدل ڈالتے اور اس کا شرعی نام رکھتے۔

فرمایا: میں اپنی جماعت سے کہا کرتا ہوں کہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں تصوف احتیاط ہی کا نام ہے۔

ارشادات:

☆ بہت سے مباہات اور جائز باتوں کو مکروہات کے خوف سے ترک کر دینا۔

☆ علم بے عمل اور عمل بے اخلاص غیر مفید ہے۔

☆ دو رکعتیں جو اخلاص کے ساتھ پڑھی جائیں ایسی بہت سی رکعتوں سے بہتر ہیں جو اخلاص سے خالی ہوں۔

☆ خدمت خلق کیا کرو۔

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تصوف کے لئے چار چیزیں
یعنی کم گفتن، کم خفتن، کم خوردن، کم اختلاط نمودن،

☆ ابتداء میں ذاکر کو بہ نسبت درود شریف کے اسم ذات کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ درود شریف کا مزاج سرد اور اسم ذات کا گرم ہے اور مبتدی کے لئے اسم ذات کے عشق کی گرمی ہی مطلوب ہے۔

مکھیاں گُڑ پر اکٹھی ہوتی ہیں اور چیونٹیاں گھی پر، اور شیطان جب دیکھتا ہے کہ میرا شکار ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اس کو اپنی قید میں رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔

☆ جس قدر پیر کی عزت سالک کے دل میں ہوگی اسی قدر اس کو فائدہ ہوگا الطریق کلہ ادب، ادب ہی سے سب کچھ ملتا ہے، میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کتے کی طرح مجلس کے کنارے پر بیٹھا کرتا تھا۔

فروتنی است نشان رسید گان کمال

کہ چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شد

☆ طالبان مولیٰ میں سے بعض پر حالات و واردات اور جذبہ وغیرہ طاری ہوتے ہیں اور بعض پر نہیں ہوتے لیکن انعام الٰہی میں سب برابر ہوتے ہیں۔ ریل گاڑی میں سفر کرنے والے دو آدمیوں میں سے ایک جاگتا ہوا راستہ کی سیر کرتا جارہا ہے اور دوسرا سوتا ہوا سفر طے کر رہا ہے۔ منزل مقصود پر پہنچنے میں یہ دونوں برابر ہیں۔

☆ ایک کپڑا انبلا رکھا کرو، خوہ پٹکا ہو یا تہبند مگر تہبند رکھنا افضل ہے۔

☆ میری جماعت کے ہر آدمی کو تین چیزیں مسواک، عصا، تسبیح ساتھ رکھنی چاہئیں۔

☆ ذکر قلبی زیادہ کیا کرو۔ ہاتھ کار ول، دل یار ول (طرف) یہ جہان فانی ہے اللہ کا نام ہی کام آئے گا اور بس۔

صاحبو! پیر ہو تو صاحب شریعت ہو ورنہ شیطان سے بھی بدتر ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

☆ مولوی صاحبان! طلباء کی خدمت کیا کرو اور اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرو،

☆ ہر وقت ذکر ہونا چاہئے کوئی لحظہ غفلت میں نہ گزرے۔

☆ آیت **لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله** ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں اتری ہے۔ دل بیار دست بکار۔ ظاہر با خلق باطن با خدا ہونا چاہئے۔

از دروں شو آشنا واز بیروں بیگانہ شو

ایں چنیں زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

☆ پیر کا حق ماں باپ کے حق سے زیادہ سمجھو یہ جسم کی پرورش کرتے ہیں اور وہ روح اور ایمان کی اور یہ دونوں چیزیں بڑی نعمت ہیں۔ ماں باپ کی خدمت کی طمع رکھتے ہیں اور پیر بے طمع خدا کے لئے خدمت کرتا ہے۔

☆ نظر کو بچایا کرو، بہت سے گناہ اسی سے سرزد ہوتے ہیں۔

☆ نفس اور شیطان انسان کے بڑے دشمن ہیں ان پر غالب آنا ہی بڑا کمال ہے۔

نفس و شیطاں مے بر ندازرہ ترا

تا بیندا زند اندر چہ ترا

☆ **شیخ کے بغیر خدا کا راستہ نہیں ملتا:** کلام اللہ خدا کا کلام ہے۔ مگر استاد سے پڑھنا پڑتا ہے۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صدیق تو کس کو دوست رکھتا ہے؟ عرض کہا آپ کو۔ آپ نے فرمایا اور اللہ کو۔ عرض کیا اگر آپ نہ ہوتے تو ہم کو کیا خبر تھی کہ اللہ کون ہے اور شریعت کیا شے ہے۔ سبحان اللہ سچ ہے۔

گر تو سنگ خاراو مر مر شوی

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

☆ پیشوا کی پیروی بڑی ضروری چیز ہے دیکھو امام مقیم کے پیچھے مسافر مقتدی کی فرض نماز دو رکعت سے چار رکعت ہو جاتی ہے۔

☆ اگر پیر سے محبت سچی و پکی ہو تو ہزار کوس دور بیٹھے ہوئے بھی فائدہ پہنچے گا، بشرطیکہ وہ پیر کامل ہو لوٹنے والا رسمی پیر نہ ہو۔

☆ مستعد طالب اگر چہ دور بیٹھا ہو شیخ کی توجہ اس کی طرف بجلی کی طرح ہوتی ہے۔ بشرطیکہ طالب کے دل میں شیخ کی محبت ہو۔ کیمیا کا نسخہ صرف سیکھنے سے کیمیا گر نہیں بنتا۔

☆ ایک روزہ سفر میں سب کی روٹیاں تیار ہو گئیں اور خواجہ صاحب کی کچی رہی، فرمایا سبحان اللہ، ایک مرتبہ صحابہ کی روٹیاں پک گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کچی رہ گئی۔

☆ نیک مسلمان کے سانس اور پسینہ سے بدبو نہیں آتی اور کافر خواہ کیسا ہی صاف رہے بدبودار ہوا کرتا ہے اور خاصان خدا میں سے خوشبو آیا کرتی ہے۔

کتنا ہی قحط ہو بلبل کبھی گندگی نہیں کھائے گی مسلمانو! تمہیں بھی بلبل کی طرح ناجائز گندگیوں سے بچنا چاہئے، کوے جیسا سیانا بن کر گندگی میں منہ نہ ڈالا کرو۔ فرمایا شیر کا بچہ بھی شیر ہی ہوتا ہے۔

بچہ بط اگر شبینہ بود

آب دریاش تابسینہ بود

☆ لڑکی پر پیسہ لینے والا ہمیشہ مفلس ہی رہتا ہے کبھی آسودہ نہیں ہوتا۔

☆ اگر کوئی چاہے کہ میری روزی میں برکت ہو تو طعام کا ادب کرے اور مشکل کا حل چاہے تو مسجد کی خدمت کرے۔

☆ اگر لوگ شریعت پر چلیں اور ہندوؤں سے لین دین نہ رکھیں تو وہ چند دن میں دولت مند بن جائیں۔

☆ ایک مرتبہ میرے پاس کیمیا دریافت کرنے والا آیا میں نے کہا کہ میری کیمیا تو اسم ذات ہے اگر سیکھنا چاہتا ہے تو سیکھ لے۔

☆ مولوی صاحبان گھر کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں یاد رکھو ہر وقت گھر کا طواف کرنا عمر کو گھٹاتا ہے اس کام میں اعتدال اور میانہ روی اچھی شے ہے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب غسل فرماتے تھے تو اندر دروازہ بند کر کے کپڑا باندھ کر غسل فرماتے آج مسلمان باہر ننگے ہو کر نہاتے ہیں اور ستر نہیں چھپاتے۔

کھانے کے آداب سے متعلق نصیحت:

☆ ایک گاؤں میں پہنچے اردگرد کے لوگ کافی جمع ہو گئے حضرت نے فرمایا ادھر ادھر کے جو لوگ ملاقات کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ صاحب دعوت کے مہمان نہیں ان کو اپنا کھانا خود مہیا کرنا چاہئے یا چلا جانا چاہئے، میزبان پر میری وجہ سے بوجھ ڈالنا اچھا نہیں ہے۔

ایک شخص کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا اس نے انگلی سے بوٹیاں اپنی طرف اور ہڈیاں میری طرف کر دیں۔ صاحبو! کھانے میں جو بری عادتیں پیدا ہو گئیں ہیں ان کو دور کرو، کھانا کھاتے ہوئے چپ رہنا بھی برا ہے۔

☆ قرض لے کر شادی رچانا پیر وغیرہ کی دعوت دھوم دھام سے کرنا اچھا نہیں اگر دس آدمی کا کھانا میسر آئے اور آدمی چالیس ہوں تو طعام سب پر تقسیم کر دیا جائے۔ فقیروں کو بھی چاہئے کہ وہ تھوڑے پر قناعت کریں جو ملے اس پر شکر کریں جو نہ ملے اس پر صبر کیا کریں۔ پس قرض ہرگز نہ لیں۔ نہ قرض اٹھانے پر کسی کو مجبور کریں۔

☆ حضرت بابا فرید گنج رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر میں ڈیلے (کریر کا پھل) بے نمک پکایا جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! یہ جہان فانی ہے اگلے جہان کے لئے کچھ کما لو وقت ضائع نہ کرو مسجدیں آباد کرو، بیاہ شادی شریعت کے مطابق کیا کرو، نٹ، کنجر، مراسی وغیرہ نہ بلایا کرو، بیٹی پر حق مہر شرعی کے علاوہ کوئی اور رقم لینی دینی جائز نہیں۔

فرمایا کہ جلدی سے کسی کو کافر نہ کہا جائے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کے قول و فعل کی توجیہہ نکالا کرو، کفر بواح یعنی کھلم کھلا ثابت ہونے پر شریعت کا حکم سنایا کرو، جھگڑے فساد میں نہ پڑا کرو، میں نہ دیوبندیوں کا شاگرد ہوں اور نہ مرید، مگر تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میرے وہی عقیدے ہیں جو دیوبندیوں کے ہیں، اہل دیوبند حق پر ہیں اور تم مجھے اس معاملہ میں دیوبندی سمجھو۔

فیض باطنی کا اثر:

☆ فیض باطنی کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں آہستہ سے اللہ اللہ اللہ تین بار کہا جس کے اثر سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ بھر گیا اور جب ضبط کی تاب نہ لا سکے تو کنوئیں پر جا کر اللہ اللہ کا نعرہ مارا تب کہیں جوش ٹھنڈا ہوا۔ مگر کنوئیں کا پانی اس کے اثر سے ابلنے اور باہر نکلنے لگا۔

کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

☆ ہماری جماعت پر ذکر قلبی کی وجہ سے پاک ارواح کا بروز ہوتا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ پاک روحیں اپنی غذا پر آتی ہیں ان کی غذا اللہ کا ذکر ہے جب گڑ پر مکھیاں اور گھی پر چیونٹیاں جمع ہو جاتی ہیں تو روحوں کا اپنی غذا پر آنا کیا بعید ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کی درخواست کو رد نہیں کرتا۔

''آنچہ بہاؤالدین گوید خدا آں می کند''

☆ جو شیخ اہل جذبہ کی دل سے مخالفت کرتا ہے نقصان اٹھاتا ہے۔

☆ جس طرح انڈے مرغی کے نیچے چوزے بن جاتے ہیں اور اس کے پروں سے علیحدہ رہنے والے گندے ہو کر پھینکے جاتے ہیں اسی طرح جو مرید پیر سے تعلق رکھے گا وہ فائدہ میں رہے گا اور علیحدہ رہنے والا ہمیشہ خراب اور خستہ رہے گا۔

☆ وہ علم جو حق کی طرف رہبری نہ کرے وہ سراسر جہالت ہے۔

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

☆ میں تو ذکر ہر ایک کو بتا دیتا ہوں ہندوؤں کو بتانے سے بھی دریغ نہیں کرتا تا کہ ان کو اسلام کی قدر معلوم ہو، دراصل ہادی تو اللہ ہی ہے اور بس۔

☆ ارشاد دنیا میں اسی ابدال ہیں، چالیس ملک شام میں ہیں اور چالیس دیگر ممالک میں اسلیئے ملک شام کو برکت والا کہا جاتا ہے۔

لولا الصالحون لهلك الطالحون بهم
يرزقون وبهم يمطرون.

''(واقعی انہی لوگوں کی برکت سے دنیا قائم ہے)''

شعر کہنے کی اجازت:

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں راگ (گانا رائج) نہ تھا۔ اور جن لڑکیوں کا گانا ثابت ہے وہ غیر مکلّف اور نابالغہ تھیں البتہ اللہ اور اس کے رسول کی تعریف میں اس قسم کے اشعار پڑھے جاتے۔

انت شمس انت قمر انت نور فوق نور
انت لاشك محمد انت مفتاح الصدور

☆ گانے بجانے سے شہوت کا غلبہ اور نفس پرستی کا خیال آتا ہو جو شرعاً گناہ ہے۔ فرمایا شطرنج کھیلنا اور دیکھنا دونوں گناہ ہیں۔

☆ فقیری، شعبدے دکھانے کا نام نہیں ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت پر لگانا اور شریعت کا پابند بنا دینا کمال ہے انبیاء علیہم السلام یہی تو کیا کرتے تھے۔

☆ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ وہ کفریہ کلمات بکنے سے کافر ہوتا ہے تو غلبہ حال اور جذبہ کے وقت اہل جذبہ کی سطحیات پر کیونکر پکڑ ہو سکتی ہے۔

☆ دنیا میں رہ کر پھر اس سے بے تعلق رہنا کمال ہے۔ مرغابی دریا میں تیرنے اور غوطے مارنے کے باوجود جب اڑتی ہے تو اس کے پر خشک ہوتے ہیں۔

میں نے دین الٰہی کی خدمت کے لئے کمر ہمت باندی، میرے مولیٰ نے اس جنگل و بیابان کی طرف لوگوں کے قلوب متوجہ کر دیئے اور وہ دور دراز جگہ سے چل کر بلا کسی اشارے اور بغیر طلب کے میری خدمت کرتے ہیں سچ ہے لينصرن الله من ينصره.

کارساز ما بفکر کار ما
فکر ما در کار ما آزار ما

حضرت خواجہ ابوالحسن کا الہام:

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ اے ابوالحسن اگر تیری صلاح ہو تو میں تیرے عیب ظاہر کر دوں پھر تجھے کوئی سلام کرنے والا بھی نہ رہے۔ حضرت پر اس کلام سے جذبہ طاری ہو گیا کہنے لگے کہ یہ تو تیری مرضی ہے لیکن اگر میں تیرا فضل اور مہربانیاں ننگی (صاف صاف بیان) کر دوں تو کوئی تجھے سجدہ کرنے والا بھی نہ رہے۔

شیخ سعدی بوستاں میں فرماتے ہیں:

مکن عیب درویش نادان مست
غریق است ازاں مے زند پاؤ دست
کسانیکہ ایزد پرستی کنند
با آواز دلاب مستی کنند
نہ بم داند آشفتہ ساماں نہ زیر
بر آواز مرغے بنا لد فقیر

فقیر کو مستی اور جذبہ آنے کے لئے طبلہ اور سارنگی کی ضرورت نہیں وہ رہٹ کی چرخچوں (آواز) اور مرغ کی آواز پر روتا اور شور مچاتا ہے الحمد للہ میری جماعت میں ایسے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

ایک مجذوبہ کا قصہ:

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجذوبہ عورت کو سر برہنہ دیکھ کر فرمایا ''سر برہنہ میردی'' مجذوبہ نے جواب دیا ''گل برہنہ مے باشد'' حضرت نے فرمایا: خلق را مے فریبی'' اس نے کہا ''دل را مے فریبم'' مجذوبہ کا یہ عاشقانہ اور مستانہ کلام سن کر حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے بے اختیار لفظ اللہ نکلا۔ وہ مجذوبہ اسم ذات کو سنتے ہی جل کر خاک ہو گئی۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا۔ اور اپنے نفس کو ملامت کی کہ کمبخت تو عشق الٰہی میں اس عورت جیسا بھی نہ بنا۔ پھر جناب الٰہی میں مناجات کی کہ خدایا اس نعمت سے مجھے کیوں محروم رکھا۔ فرمان ہوا کہ شبلی ہم نے تجھے رہبر خلق بنایا ہے اگر تو مخلوق تجھ سے کس طرح فیضیاب ہوتی۔ یہ عورت جب سے پیدا ہوئی ہے اس نے ایک دفعہ میرے

ایک بندے سے اللہ کا نام سنا تو حسن و جمال دیدیا اور دوسری دفعہ تجھ سے میرا نام سنا تو جان دیدی۔

حکایت: حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ایک بزرگ تشریف لائے گھر والوں سے پوچھا کیا حال ہے؟ صاحبزادے نے عرض کیا یوں تو حال اچھا ہے مگر لوگوں کا رجوع شاہ گردیز رحمتہ اللہ علیہ کی طرف بہت ہے۔ کیونکہ ان کے کنوئیں کا رہٹ خود بخود چلتا ہے اور شاہ صاحب کا ہاتھ قبر سے باہر نکلتا ہے۔ لوگ اس کو کرامت سمجھ کر ان کی طرف سے رجوع زیادہ کرتے ہیں بزرگ یہ سن کر وہاں پہنچے اور رہٹ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تو حکم الٰہی سے چل رہا ہے تو چلتا رہ اور اگر کوئی اور چلاتا ہے تو رک جا، یہ کہتے ہی وہ رک گیا اور ہاتھ جو باہر آتا تھا اس پر آفتابہ سے تین مرتبہ پانی ڈالا پھر ہاتھ کبھی باہر نہ آیا۔ فرمایا کہ کنواں چلانے والا ہمزاد تھا جو شاہ صاحب نے تابع کر رکھا تھا مرنے کے وقت شاہ صاحب نے اس کو منع نہیں کیا تھا اس لئے وہ چلاتا رہا، اور ہاتھ کے باہر نکلنے کی وجہ یہ تھی کہ غسل دینے کے وقت ہاتھ کا کچھ حصہ خشک رہ گیا تھا۔ اب اس کو دھو دیا ہے لہٰذا پھر کبھی نہ نکلے گا۔ بات یہ ہے کہ جس کو کسی استاد کامل یا شیخ کامل کا ہاتھ لگ گیا وہ کوئی چیز بن گیا اور جس کو کوئی کامل نہ ملا وہ ویسے کا ویسا ہی رہا۔ اور انسانیت حاصل نہ کر سکا۔

ایک مسجد اور کچھ جھونپڑیاں چھپر ڈال کر تیار کیں اس مقام کا نام فقیر پور شریف تجویز کیا گیا۔

خانقاہ یعنی مدرسہ سلوک

بظاہر تو یہ کاشتکاری یا زمینداری کی صورت تھی لیکن حقیقت میں تزکیہ نفس کا واحد ذریعہ اور تعلیم سلوک کا مدرسہ تھا جس میں سالکین کو مسکنت اور علو ہمتی سکھائی جاتی اور ریاضت و نفس کشی کی تعلیم دی جاتی تھی حضرت خود بنفس نفیس سب سے پہلے اس میں شریک ہوتے، لنگر کے لئے لکڑیوں کا گٹھا اپنے سر پر اٹھا کر لاتے اور کاشتکاری کے لئے اپنے ہاتھ سے ہل چلاتے، زمین کی آمدنی سے بحصہ رسدی اہل و عیال کا خرچ نکالتے اور فرمایا کرتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں درویشوں کا خادم بنایا ہے ان کی خدمت کرتے ہیں۔ مسکین پور میں خانقاہ اور آخر دم تک اس خانقاہ میں اپنے مریدین و منتسبین کی اصلاح و تربیت فرماتے رہے۔ امیر و غریب، عالم و بے علم، ہر طبقہ اور ہر علاقہ کے لوگ اس خانقاہ میں حاضر ہو کر اپنے نفوس کی اصلاح اور اپنے قلوب کی جلا کراتے تھے۔ اصحاب صفہ کی خانقاہ کا صحیح نقشہ یہاں نظر آتا تھا۔ خود کچی اینٹیں تیار کر کے ہی صدر اول کی طرز کے کچے اور چھوٹے چھوٹے حجرے و مکانات تعمیر کئے گئے اور ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی۔ عام لنگر جاری فرمایا کسی سے اس کے لئے کوئی رقم نہ لی۔

جذبہ تبلیغ کے اثرات:

بیرون ہند تمام ممالک اسلامیہ میں اس کثرت اور تیزی سے پھیلے کہ کوئی گوشہ آپ کے فیض سے خالی نہ رہا۔ اور آپ کے بعد بھی آپ کے خلفاء کے خلفاء اور خلفاء سے یہ سلسلہ بحمد اللہ تا امروز بدستور جاری ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی مدنی قدس سرہٗ رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے یہاں پر مسجد کی اصلاح و مرمت اور حجروں اور کمروں کی جدید پختہ تعمیرات اور دیگر اصلاحات سے خانقاہ کا نظام بہتر ہوتا جا رہا ہے اور اس کے ماتحت ایک دینی مدرسہ بھی اچھے نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے جس میں قرآن مجید کی حفظ و ناظرہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی کتب درسیہ کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید توفیق و ترقی و استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

دہلی کے تبلیغی سفر میں درد نے فالج کی صورت اختیار کر لی، بیماری کی حالت میں حضرت مسکین پور شریف پہنایا گیا تقریباً نصف ماہ بیمار رہ کر چوراسی سال کی عمر میں جمعرات کے دن رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ کی چاند رات مطابق ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

شکل و شمائل

آپ کا رنگ گندمی، قد مبارک درمیانہ، سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو مہندی لگاتے تھے، پیشانی مبارک سے انوار تجلیات ہر وقت عیاں تھے، بدن گداز تھا، کاشتکاری اور مشقت کے کام کرنے کی وجہ سے بدن نہایت مضبوط ٹھوس اور گٹھا ہوا، تھا، پیرانہ سالی کے باوجود آپ کے بدن میں ذرا

بھی ڈھیلا پن نہیں تھا۔

لباس وطعام

لباس سادہ اور موٹا پہنتے تھے عام طور پر سفید لٹھے وغیرہ کا کرتہ اور سفید یا نیلا تہبند پہنتے اور سر پر سفید لٹھے وغیرہ کی ٹوپی کے اوپر سفید ململ کا عمامہ باندھتے تھے۔ ایک بڑے سائز کا رومال رکھتے جو عام طور پر نیلے رنگ کا ہوتا۔ سخت سردیوں میں ایک سفید کرتہ اور معمولی چادر زیب تن ہوتی تھی کمبل وغیرہ بہت کم استعمال فرمایا کرتے تھے۔ عمامہ خود بھی باندھتے اور نماز کے وقت امام کو بالخصوص عمامہ باندھنے کی ہدایت فرماتے۔

کھانے میں ''ازکی طعاماً'' بازار کی کوئی چیز کبھی نہ کھاتے فضول مباحات سے پرہیز کرتے شاید بقاء حیات کے لئے ایک چپاتی کھا لیتے ہوں۔

خلافت کے بعد ابتداء میں سخت افلاس اور تنگدستی تھی۔

کثرت ذکر

حضرت خواجہ غریب النواز قدس سرہٗ کھیت میں ہل چلاتے ہوئے اسم ذات کا ذکر بھی کرتے تھے اور تسبیح پر اس کو شمار کرتے جاتے تھے ایک مرتبہ کام کے ختم ہونے پر ذکر کا شمار اسی ہزار مرتبہ ہوا۔

مجاہدہ

ایک روز موجودہ زمانہ کی بے ذوقی اور کم ہمتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا یہ عاجز پیر کی خدمت میں حاضری کے لئے دو اڑھائی سو میل کا سفر پیدل طے کرتا تھا اور ایک ایک مہینہ دو چار سیر دانوں پر قناعت کرتا تھا ایک دفعہ صرف دو آنے ہی پاس تھے۔ تو گاجروں اور چنوں پر گزارہ کیا۔

ایک روز اپنی بستی میں آپ ذکر بتا رہے تھے کہ نمبردار پر جو اس کا منکر تھا جذبہ ہوگیا اور کچھ دن کے بعد اس کے بھائی کو بھی جذبہ ہوگیا پھر تو ہر طرف چرچا ہونے لگا اور اتنا بڑھا کہ دور دور کے علاقوں تک پہنچ گیا۔ حق غالب ہے۔

عشق پیالہ پیر پلایا ہونیاں مست دیوانیاں میں
عشق رسالہ پیر پڑھایا پڑھن پڑھاون سب کچھ کھوایا
عشق رسالہ جین من پڑھیا پڑھن پڑھاون سب کچھ کھڑیا
چھاتی بھن کے اندر وڑیا واہ واہ شور مچایا میں
کامل پیر عشق رسالہ مینوں خوب پڑھایا ویں

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھائی عمر مجھ سے ناراض ہوگیا ہے میرا قصور ہے ان سے میری خطا معاف کرا دیجئے، پھر حضرت عمر حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا قصور تھا مجھ سے میرے بھائی ابوبکر کو راضی کرو بعض اہل جذبہ غلبہ حال کی وجہ سے کوٹھے کے اوپر سے زمین پر گر جاتے تھے مگر کوئی ضرب نہ آتی تھی۔

آپ کی مجلس ذکر ومراقبہ

وہ تجھ کو دیکھا ہے جس نے اس کو خدا کا ملنا محال کیا ہے
دکھا دے مجھ کو جمال اپنا جاں بلب ہوں یہ ٹال کیا ہے

فرمایا: جس کو یہ انگلی ایک مرتبہ لگ گئی وہ ان شاء اللہ جذبہ یا ذکر الٰہی میں مرے گا۔

ایک روز حلقہ فرمایا اور مراقبہ کرتے ہوئے تسبیح گھمائی اور یہ اشعار پڑھے۔

اے طالب راہ خدا مشغول شودر ذکر ہو
وے سالک راہ ہدیٰ مشغول شودر ذکر ہو
اے خفتہ دل بیدار شو غفلت مکن ہشیار شو
دریاد او ہشدار شو مشغول شودر ذکر ہو
ہر دم خدارا یاد کن دل رازغم آزاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شودر ذکر ہو
مومنا ذکر خدا بسیار گو
تا بیابی دردو عالم آبرو
ذکر کن ذکر تا ترا جان است
پاکی دل زذکر رحمٰن است
عام رانہ بود بجز ذکر زباں
ذکر خاصاں باشد از دل بے گماں

حضرت شیخ نے صاف کر کے گندم کا ڈھیر لگایا ہوا تھا اندازے میں تیرہ من یا پندرہ من ہوتا تھا۔ تقریباً پچاس ساٹھ آدمی تھے اشراق کے وقت سے وہ گندم اٹھانا شروع کیا حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی پھر بعد نماز ظہر حضرت شیخ اور سب لوگ عصر اور عصر سے مغرب ہوگئی حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! مخلوق

خدا کو تکلیف دینے والی جو برکت باہر ظاہر ہو رہی ہے کیا وہ اندر نہیں ہو سکتی۔ فرمایا ہاں ہو سکتی ہے۔ پھر سب چل پڑے اور ایک ہی پھیرے میں گندم ختم ہو گئی۔ سال بھر تک مخلوق خدا کھاتی رہی حالانکہ تقریباً تین چار سو مہمان روز کھانا کھاتے تھے۔

مسلمانوں جب کسی کے گھر بچہ پیدا ہو تو اس کو سفید پاک کپڑے میں لپیٹا جائے۔ نیک آدمی سے چھوارہ چبوا کر اس کے تالو پر لگائیں اور ماں بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر بچہ کو دودھ دے اور سلانے کے وقت یہ لوری دیا کرے۔

حسبی ربی جل اللہ ما فی قلبی غیر اللہ
نور محمد صلی اللہ لا الہ الا اللہ

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

حضرت خواجہ معین الدین کا اجمیر پہنچنا:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر پہنچے تو ہندوستان میں راگ و رنگ کا چرچا پایا، لوگوں کو جمع کرنے کے لئے آپ نے یہی طریقہ اختیار کیا۔ جب لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو آپ نے وعظ اور تبلیغ کا سلسلہ جاری کر دیا کچھ عرصہ میں لوگ کافی تعداد میں مسلمان ہو گئے راجہ کو یہ بات پسند نہ آئی اس لئے راجہ نے چڑھائی کر دی خواجہ صاحب نے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے راجہ کو شکست دی اور اسلام کا جھنڈا خواجہ صاحب کے ہاتھ سے ہندوستان میں گڑھ گیا۔ ہم نے زور زور سے اللہ کرنا شروع کر دیا تا کہ حق کی منادی ہو اور لوگ جمع ہو جائیں۔ ورنہ فقیری جتانی مقصود نہیں ہے اور نہ خدا تعالیٰ کو سنانا مطلوب ہے۔ **انما الاعمال بالنیات** ۔

الہامات ومنامات صادقہ

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک روز الہام ہوا **من لم یعرف الولی فکیف یعرف النبی** (ترجمہ: جس نے خدا کے ولی کو نہ پہچانا وہ نبی کو کیا پہچانے گا۔)

فرمایا: ایک دن یہ مصرع دل میں القا ہوا **طعام اغنیاء ظلمت فزاللہ** (ترجمہ: مالداروں کا کھانا ظلمت کو بڑھاتا ہے)

فرمایا: ایک روز ختم کے لئے کھجور کی گٹھلیاں اچھی اچھی جمع کر رہا تھا۔ ایک گٹھلی جو کس قدر پیچدار تھی اور صاف نہ تھی اس کو علیحدہ کرنے کا ارادہ کیا تو وہ گٹھلی مجھ سے اس طرح گویا ہوئی کہ اے خوبصورت اگر میں بدصورت ہوں تو میرے خالق نے مجھے ایسا بنایا ہے تو اس میں عیب کیوں نکالتا ہے اگر کر سکتا ہے تو مجھے خوبصورت بنا دے۔ اسے بوسہ دیکر ختم کی گٹھلیوں میں شامل کر لیا۔ جب کسی ختم کے وقت وہ گٹھلی سامنے آجاتی تو اس کو چومتا اور بوسہ دے کر رکھ دیتا۔

فرمایا: میری عادت تھی کہ جب میں قضائے حاجت کے لئے باہر جاتا تو فراغت کے بعد لنگر کے لئے لکڑیاں اکٹھی کر کے سر پر لاتا۔ ایک دن ایسی چھوٹی سی لکڑی پر نظر پڑی جس کو چھوٹی ہونے کی وجہ سے اٹھانا نہ چاہا۔ وہ لکڑی کہنے لگی کہ تو نے مجھے چھوڑنے میں اللہ کے کلام کی بھی پرواہ نہ کی اللہ تعالیٰ نے تو **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہٗ** فرما کر ذرہ کا اعتبار کیا اور تو نے مجھے ذرہ کے برابر بھی نہ رکھا باوجودیکہ مجھ میں بہت زیادہ ذرات موجود ہیں۔ لکڑی کا یہ کلام سن کر مجھے بہت شرم آئی اور اسے اٹھا لیا۔ (حیات فضلیہ)

فرمایا: ایک روز بہت لوگوں کو ذکر بتایا اور توبہ کرائی تو رات کو شیطان خواب میں کہنے لگا کہ تجھے مجھ سے ایسی کیا دشمنی ہے کہ جو تو نے میرے برسوں کے مرید چھین لئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں ان شاء اللہ تیرے پھندے سے اور بہت سے آدمی نکالوں گا۔

فرمایا: ایک روز غلطی سے سفر کے اندر کھانے میں بے احتیاطی ہو گئی رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ خنزیر کے بچے میرے ہاتھ کو چاٹ رہے ہیں، گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر نہ سویا۔ صبح کو صاحب دعوت سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے بازار کا گھی استعمال کیا جو ہندو کے گھر کا تھا۔

فرمایا: ایک روز میں قرآن کریم تلاوت کر رہا تھا اور ہاتھ پاؤں پر رکھے ہوئے تھے ارشاد باری ہوا کہ تلاوت کے وقت ایسی جگہ ہاتھ نہ رکھو اس روز سے جب تلاوت کرتا ہوں تو پاؤں پر کپڑا ڈال لیتا ہوں۔

فرمایا: ایک دن ملکہ کا روپیہ پگڑی کے پلے میں باندھ کر سر پر رکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ اس کی جگہ کمر بند میں باندھ کر نیچے لٹکانے کی ہے۔ سر پر رکھنے کی نہیں۔

ایک واقعہ:

حضرت مولانا عبدالغفور العباسی المدنی قدس سرہ نے اپنی مجلس میں وعظ ونصائح کے دوران یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص حضرت غریب نواز قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عشاء کے وقت عرض کیا کہ حضرت مجھے بیعت فرمالیجئے۔ حضرت نے فرمایا فقیرا! اب تو تم سفر سے تھکے ہوئے آئے ہو آرام کرو کل ان شاء اللہ العزیز تمہیں بیعت کروں گا۔ وہ شخص رات کو سویا اور صبح کو اس نے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے وہ یہ کہ میں نے خواب میں آپ سے بیعت کی ہے اور بیعت کے لئے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ہے آپ نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے شیخ خواجہ محمد عثمان دامانی قدس سرہ کے ہاتھوں میں دیدیئے علی ہذا القیاس ہر بزرگ اپنے شیخ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ دیتا رہا یہاں تک کہ جب میرے ہاتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں پہنچے تو آپ نے میرے دونوں ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں دیدیئے اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواب میں تو مجھے بیعت کا شرف حاصل ہو چکا ہے اب آپ جلدی فرمائیں فقیر کو بیعت فرمایا اور اس کے اس خواب کی تصدیق فرمائی۔

میاں محمد عمر جھنگی کا واقعہ:

میاں محمد عمر صاحب جھنگی دو سالہ لڑکی کو گود میں لئے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مراقبہ میں بیٹھ گئے اس لڑکی پر حضرت کی توجہ پڑ گئی اور دل جاری ہو گیا رات کو والد کے ساتھ تہجد کے وقت اٹھتی اور اللہ اللہ کرتی، قضائے الٰہی سے کچھ عرصہ بعد فوت ہو گئی تمام بدن ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن دل گرم اور متحرک تھا۔ کفن کا کپڑا دل کی جگہ سے اٹھتا ہوا نظر آتا تھا بہت سے بدعقیدہ دنیادار اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ (حیات فضلیہ)

حضرت بخاریؒ کے واقعات:

ایک مرتبہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ کا گزر حضرت شیخ کے قریہ سے ہوا۔ حضرت کی تلاش میں وہ کھیت پر پہنچے، حضرت شیخ اس وقت ہل چلا رہے تھے حضرت شیخ سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے ان کے قلب پر انگلی رکھ کر قلبی ذکر کی تعلیم دی۔ انگلی رکھنے کے ساتھ ہی قلب جاری ہو گیا اور وہ اسی وقت سے عقیدت مند ہو گئے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے قادیان جا کر وہاں تقریر کرنے کی تیاری کی تو بوجہ عقیدت حضرت شیخ نے پاس حاضر ہو کر اپنے ہمراہ بذریعہ اسپیشل ٹرین قادیان چلنے کی درخواست کی تا کہ حضرت کے فیض سے اس مہم میں کامیاب ہوں۔ حضرت شیخ قادیان تشریف لے گئے حضرت شاہ صاحب نے حضرت شیخ قبلہ کی صدارت میں جلسہ سے خطاب کیا۔ دوران تقریر میں حضرت شیخ اٹھنے لگے معاً حضرت شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میری مثال پستول کی سی ہے آپ اس میں روحانیت کا بارود ڈالتے رہیں گے میں چلاتا رہوں گا۔ حضرت قبلہ شیخ آخیر وقت تک تشریف فرما رہے اور شاہ صاحب نے نہایت پر اثر بصیرت افروز اور مدلل تقریر فرمائی۔ (تجلیات)

مخدوم جندوڈا صاحب حضرت غریب نواز قدس سرہ کی نعتیں سن کر اشک ریزی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آج میں نے روئے زمین پر ولی کا چہرہ دیکھا اور اپنے تمام شہر والوں کو بیعت کرا دیا۔

حدیث شریف:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مومن نکیل پکڑے اونٹ کی طرح نرم طبیعت ہوتا ہے۔ جس طرف اس کو لے جانا چاہا چلا گیا اور جہاں ٹھیرانا چاہا ٹھیر گیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مسلمان لوگوں کے ملنے سے ان کی ایذا رسانی پر صبر کرے وہ اس مسلمان سے بدرجہا افضل ہے جو کسی سے نہیں ملتا اور نہ لوگوں کی تکلیف دہی کو برداشت کرتا ہے۔ (حیات فضلیہ)

سفر کا سامان

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ سفر میں مندرجہ ذیل اشیاء اپنے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ چاقو، استرا، مقراض، کٹورہ، لوٹا، عصا، سرمہ دانی، کنگھا، مسواک، سوئی دھاگا، رومال، عطر،

موچنہ، دیا سلائی، توا، چمٹا، پنسل، کاغذ، ضروری کپڑے، جب لیٹتے تو دائیں کروٹ پر بشکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیٹا کرتے۔ سفر اور حضر دونوں حالتوں میں سالک کی تربیت کا خیال رکھتے۔ سفر میں آداب سفر اور اقامت میں عام طور پر نفس کشی کی تعلیم دیتے۔ زمین پر سونے اور سادہ زندگی گزارنے کی عملاً تربیت فرمایا کرتے تھے۔ (حیات فضلیہ)

مشقت:

ابتدائی زمانہ میں حضرت خود اپنے ہاتھ سے چکی میں آٹا پیس کر مہمانوں کے لئے لاتے بیوی صاحبہ روٹیاں پکاتیں اور حضرت سر پر رکھ کر لاتے، اپنی زمین کی پیداوار سے لنگر چلاتے اور فرماتے کہ ہم درویشوں کے نوکر ہیں مزدوری کرتے ہیں اور کھاتے ہیں ورنہ سب کچھ انہی کا ہے اور کبھی یہ شعر پڑھتے

تصوف بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ ودلق نیست

آپ کی جماعت کے لوگوں کو بھی حقہ سگریٹ وغیرہ سے اسی طرح نفرت ہوجاتی تھی آپ فرماتے تھے کہ اس سے ذکر کی کیفیات بند ہوجاتی ہیں، آپ بیعت کرتے وقت جن چیزوں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے ان میں حقہ سگریٹ اور سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے کی بھی سخت تاکید فرماتے تھے بے نمازی اور غیر مسلموں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں کھانے پینے سے پرہیز فرماتے۔

خلفاء حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کے،

(۱) حضرت مولانا کریم بخش مرحوم ساکن بہاولپور گھلوان
(۲) حضرت مولانا عبداللہ بہلوی مرحوم شجاع آباد (ملتان)
(۳) حضرت مولانا حافظ محمد موسیٰ مرحوم جلال پور پیروالہ
(۴) حضرت مولانا نور بخش مرحوم پھلن ضلع مظفر گڑھ
(۵) حضرت مولانا حاجی کریم بخش جنڈ مرحوم فضل پور
(۶) حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی مرحوم احمد پور وخانیوال
(۷) حضرت مولانا محمد عبدالغفار مرحوم لاڑکانہ
(۸) حضرت مولانا محمد سعید قریشی مرحوم احمد پور شرقیہ
(۹) حضرت جناب مولانا خواجہ محمد عبدالغفور عباسی جودبائی مرحوم مہاجر مدینہ طیبہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۰) حضرت مولانا خواجہ محمد معصوم جودبائی
(۱۱) حضرت مولانا خواجہ عبدالقیوم چغرزئی جعدبائی
(۱۲) حضرت مولانا خواجہ عبدالرشید کے خیل چغرزئی
(۱۳) حضرت مولانا خواجہ اللہ دتہ مرحوم بیٹ داہی پرگنہ جلال پور
(۱۴) حضرت مولانا خواجہ حافظ عبدالعزیز حیدرواہن ڈیرہ غازی خان
(۱۵) حضرت مولانا خواجہ حافظ اللہ بچایا مرحوم عبداللہ پور بہاولپور
(۱۶) حضرت مولانا خواجہ محمد یوسف مرحوم چنی گوٹھ
(۱۷) حضرت مولانا خواجہ عتیق اللہ والئی علاقہ بنیر سرحد
(۱۸) حضرت مولانا خواجہ محمد مسلم مرحوم لائلپور
(۱۹) حضرت مولانا خواجہ بخش شاہ مرحوم بہاولپور
(۲۰) حضرت مولانا خواجہ فقیر محمد بخش مرحوم حاجی پور ڈیرہ غازیخان
(۲۱) حضرت مولانا خواجہ نور محمد مرحوم جلال پور پیروالہ
(۲۲) حضرت مولانا خواجہ بشیر احمد مرحوم احمد پور شرقیہ
(۲۳) حضرت مولانا خواجہ علی محمد پہاڑی
(۲۴) حضرت مولانا خواجہ ظہیر الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ
(۲۵) حضرت مولانا خواجہ کمال محمد جلال پور پیروالہ
(۲۶) حضرت مولانا خواجہ لطف اللہ شاہ ڈیرہ غازی خان
(۲۷) حضرت مولانا خواجہ غلام محمد شاہ مرحوم ترنڈہ بہاولپور
(۲۸) حضرت مولانا خواجہ عبدالواحد مرحوم باگا پٹہ سندھ
(۲۹) حضرت مولانا خواجہ سید حسن علی شاہ مسکین پور
(۳۰) حضرت مولانا خواجہ احمد اللہ اخونذادہ لنگر سرائے علاقہ سرحد آزاد
(۳۱) حضرت مولانا خواجہ سید کرم حسین شاہ بخاری مرحوم لسوڑی تحصیل شجاعباد
(۳۲) حضرت مولانا خواجہ خدا بخش لیل مرحوم ساکن بیٹ کچ جلال پور پیروالہ
(۳۳) حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمان مرحوم حویلی لانگ
(۳۴) حضرت مولانا خواجہ نور احمد مرحوم ہٹاڑی مظفر گڑھ
(۳۵) حضرت مولانا خواجہ احمد دین اوچ شریف
(۳۶) حضرت مولانا خواجہ نذیر احمد مرحوم احمد پور شرقیہ
(۳۷) حضرت مولانا خواجہ حاجی واحد بخش مرحوم ٹانوری
(۳۸) حضرت مولانا خواجہ عبدالستار لنگر پرگنہ جلال پور پیروالہ
(۳۹) حضرت مولانا خواجہ اللہ دتہ مرحوم عمر پور پرگنہ جلال پور پیروالہ

(۴۰) حضرت مولانا خواجہ عبدالخالق جلال پور کھاکھی
(۴۱) حضرت مولانا خواجہ حافظ غلام حیدر احمد پور شرقیہ
(۴۲) حضرت مولانا خواجہ نورالحسن رحمۃ اللہ چنی گوٹھ بہاولپور
(۴۳) حضرت مولانا خواجہ مستجاب خاں چترال
(۴۴) حضرت مولانا خواجہ علی مرتضیٰ ڈیرہ غازی خان (گدائی)
(۴۵) حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمان مرحوم مدیجی سندھ
(۴۶) حضرت مولانا خواجہ اختر محمد شاہ مرحوم مدیجی علاقہ سندھ
(۴۷) حضرت مولانا خواجہ سید غلام دستگیر ہالانی سندھ رحمۃ اللہ علیہ
(۴۸) حضرت مولانا خواجہ حاجی نور محمد مرحوم خیر پور ڈاھا
(۴۹) حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک مظفر گڑھ رحمۃ اللہ علیہ
(۵۰) حضرت مولانا خواجہ نبی بخش مرحوم باگڑچی سکھر
(۵۱) حضرت مولانا خواجہ سعد اللہ قنبر لاڑکانہ
(۵۲) حضرت مولانا خواجہ محمد صالح گجرات
(۵۳) حضرت مولانا خواجہ محمد یار رانا طھن پرگنہ لودھراں
(۵۴) حضرت خواجہ محمد منیر مرحوم احمد پور شرقیہ
(۵۵) حضرت خواجہ غلام حسن مرحوم ساکن بٹیلی ڈیرہ غازی خان
(۵۶) حضرت خواجہ محمد رمضان کوٹ چھٹہ ڈیرہ غازی خان
(۵۷) حضرت مولانا خواجہ عطاء اللہ شاہ ڈیرہ غازی خان
(۵۸) حضرت مولانا خواجہ حسن جھگی والے مظفر گڑھ
(۵۹) حضرت خواجہ سید عبداللہ شاہ بنیری رحمۃ اللہ علیہ کراچی
(۶۰) حضرت خواجہ غلام محی الدین رنگ پور
(۶۱) حضرت مولانا خواجہ فیروز شاہ صاحب جہلم
(۶۲) حضرت خواجہ محمد عبداللہ رام پور نینی تال رحمۃ اللہ
(۶۳) حضرت خواجہ خدا بخش سندھ
(۶۴) حضرت خواجہ علی محمد نمرو۔ قلات
(۶۵) حضرت مولانا خواجہ علی محمد بیٹ والا
(۶۶) حضرت مولانا خواجہ محمد یونس مراد آباد

اب چند مشہور خلفاء کا مختصر تعارف کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

(۶۷) حضرت مولانا عبدالغفور مدنی قدس سرہٗ سے قرابت رکھتے تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ سے بیعت ہوگئے اور سلوک طے کرنے کے بعد صاحب اجازت ہوکر تبلیغ سلسلہ میں مشغول ہوگئے۔

حضرت مولانا خواجہ عبدالمالک صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

(۶۸) احمد پور شرقیہ اور خانیوال میں آپ کی رہائش گاہ ہے۔ حضرت شیخ کے بڑے خلفاء میں سے تھے آپ علم دین بھی اور سلوک میں بھی کامل تھے۔ اکثر حضرت شیخ کے ہمسفر رہے بالخصوص دہلی دیوبند و دیگر مقامات ہندوستان کے سفر میں آپ کا بہت ساتھ رہا ہے اور آپ کی زیادہ عمر دہلی و ہندوستان کے اکثر مقامات اور پنجاب و سرحد کے تبلیغی سفروں میں گزری ہے۔ مخلوق خدا کو بہت فائدہ پہنچا۔ تجلیات کا مطالعہ فرمائیں۔ جامع مسجد و مدرسہ و قبر شریف و صاحبزادہ آپ کے جانشین خواجہ عبدالماجد صاحب خانیوال میں رونق افروز ہیں۔

حضرت مولانا مستجاب خان رحمۃ اللہ علیہ

(۶۹) ساکن چترال آپ حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کی وفات کے وقت مسکین پور شریف میں موجود تھے۔ کم گو، بڑے پائے کے عابد و زاہد بزرگ ہیں، سلسلہ عالیہ کی خدمت علاقہ چترال میں بہت کی کثیر تعداد میں مریدین موجود ہیں۔ چترال اور روس کی سرحد پر تشریف لے جاتے اور تبلیغ کرتے۔ بہت سے کافروں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ بہت سے شیعوں کو اہل سنت والجماعت بنادیا۔

حضرت مولانا سید غلام دستگیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۰) ساکن ہالانی سندھ آپ کے فیض سے ہالانی سندھ اور اس کے گردونواح کی بہت مخلوق فیضیاب ہے۔ بہت ہمت کے ساتھ تبلیغ دین و ترویج سلسلہ میں مشغول اور بدعات ورسومات باطلہ کا قلع قمع کیا۔

حافظ عطاء اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۱) ساکن چرٹہ ضلع ڈیرہ غازی خان، آپ خوش بیان واعظ تھے قرآن مجید کی تفسیر کا وعظ بہت کیا کرتے تھے حضرت شیخ آپ کو وعظ کے لئے اجتماع میں بلایا کرتے تھے آپ بڑے ذوق سے وعظ بیان فرماتے۔ آپ نے بھی سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی۔

حضرت مولانا عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ

(۷۲) مظفر گڑھ بستی کے رہنے والے تھے اور حضرت خواجہ

غریب نواز قدس سرہ کی خدمت میں بہت عرصہ رہ کر فیضیاب ہوئے اور صاحب اجازت ہوئے۔ آپ کا وعظ بہت مؤثر و مدلل و آسان اور واضح ہوتا ہے۔ مسکین پور شریف کے جلسہ میں آپ کی وجہ سے بہت نظم ونسق اور کامیاب رہتی۔ سندھ و پنجاب کے اکثر مقامات کا سفر فرماتے اور تبلیغ کرتے رہتے۔ تنظیم اہل سنت و جماعت کے سرگرم مبلغ حضرت مولانا دوست محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ تھے۔ مخلوق آپ سے فیضیاب ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

(۷۳) ساکن جلال پور پیروالہ ضلع ملتان۔ آپ (کپڑوں کی رنگائی وچھپائی کا کام) کرتے تھے حضرت شیخ قدس سرہ کسی سفر میں تھے۔ صاحب موصوف کپڑا بیچتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں حضرت شیخ تشریف فرما تھے۔ تکمیل اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ خوشنویس بھی تھے حضرت شیخ ان سے خلفاء کی اسناد و دیگر چیزوں کی کتابت کراتے تھے آپ نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی ہے۔ آپ کی جماعت کثیر تعداد میں ہے اور آپ کے خلفاء بھی موجود ہیں۔ آپ نے تعلیم القرآن کے دینی مدرسے جاری کئے، ایک جلال پور پیروالہ میں اور دوسرا ملتان میں ہے، آپ رحلت فرما چکے ہیں اور جلال پور پیروالہ میں مدفون ہیں۔ آپ کے صاحبزادے قاری محمد اسمٰعیل صاحب رحمہ اللہ ملتان اور قاری محمد یعقوب صاحب جلال پور، قاری حسین علی صاحب مدینہ منورہ اور قاری رشید صاحب طائف۔ ان میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی

(۷۴) ساکن بہلی ضلع ملتان آپ بہت بڑے عالم، مفسر قرآن اور تصوف میں پورے محقق تھے آپ نے دینی مدرسے قائم کئے ہوئے ہیں اور مستقل طور پر علماء کو ترجمہ تفسیر قرآن سے مستفیض کرتے رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تبلیغ میں بھی پوری طرح سرگرم تھے۔ کافی تعداد میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔ جو مختلف علاقوں میں خدمات دین تبلیغ سلسلہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تین صاحبزادے ہین جو دینی خدمات میں مشغول ہیں۔

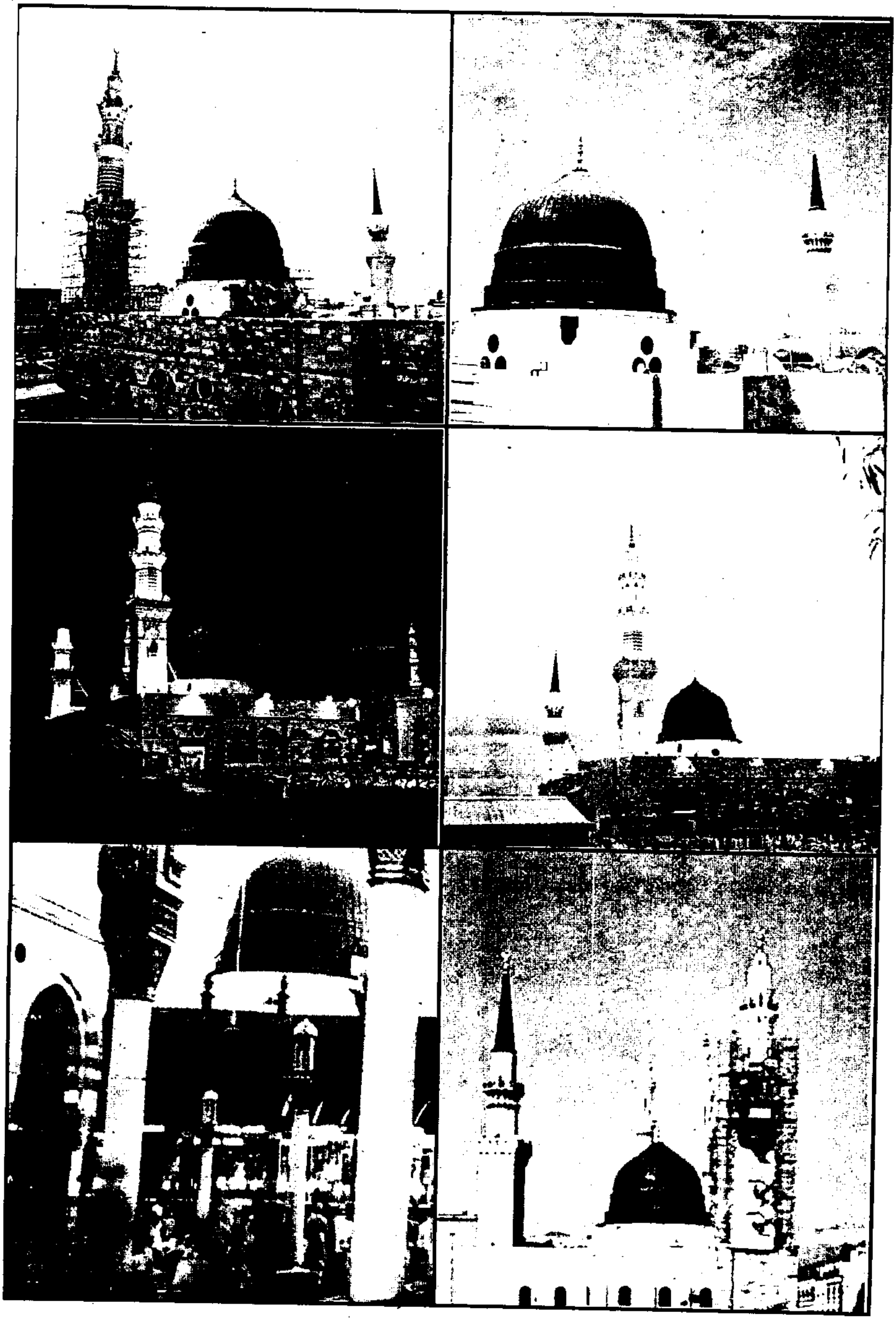
حضرت مولانا حاجی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ

(۷۵) ساکن بستی فضل پور ضلع بہاولپور۔ آپ حضرت شیخ قدس سرہ کے خاص خدام میں سے تھے۔ لنگر کی دیکھ بھال بہت کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات حضرت کے ہمسفر رہتے تھے آپ کی توجہ میں بڑا اثر تھا آپ کے حلقہ ارادت میں بہت سے فاسق تائب ہوئے آپ کے دو خلفاء ہیں اور ایک صاحبزادے مولوی حبیب اللہ صاحب ہیں جو اس وقت آپ کے جانشین ہیں۔

تمت از مقامات فضلیہ

نوٹ: شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی القریشی ہندوستان کے اکابر اولیاء اور مشائخ سہروردیہ میں سے ہیں۔ ۶۶۱ھ میں ملتان میں وفات پائی۔





باب ۱۹

اصلاح المسلمین

یہ باب حضرت الشیخ عبداللہ شاہ بنیری قدس اللہ سرہٗ کی تصنیف اصلاح المسلمین سے اقتباس ہے جس میں ایک مومن کی گھریلو اور معاشرتی زندگی کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے کہ اسلام ایک مومن سے اس کے اپنے ہمسایوں' والدین' اہل وعیال سے کس طرح کے رویے چاہتا ہے اور اس کے معاشرتی معاملات میں اس سے کس کلیہ پر کام کرانا چاہتا ہے' نیز خواتین کے بارے میں اسلام کے احساسات کیا ہیں؟ اور اس کے ساتھ ہی برصغیر کے مجاہدین اور یہاں کے بعض تاریخی گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہر نوع کی حمد وثناء ہر جنس کا شکر وسپاس اور ہر قسم کی تعریف وتوصیف اس خداوند بزرگ و برتر ہی کے لائق وسزاوار ہے جس نے مردوں کے چہروں کو ریش یعنی داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کی گردنوں کو زلفوں اور چوٹیوں سے مزین کیا اور رحمت اکمل اور اسلام اتم ہو اس ذات عالی صفات پر جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعت عظمیٰ کے لئے مخصوص ومنتخب فرمایا اور اعلیٰ مراتب سے مشرف فرمایا اور ان کے آل واصحاب پر بھی رحمت وسلامتی ہو جو آسمان ہدایت کے ستارے ہیں اور بڑی خوبیوں اور صفات عالیہ کے مالک ہیں۔

فی زمانناا اولاد کی طرف سے والدین کی، چھوٹوں کی طرف سے بزرگوں کی، بیباکانہ نافرمانی، بیویوں کی جانب سے اپنے شوہروں کی بلاتکلف دل آزاری، عمومی طور پر عورتوں کی حجاب و پردہ شرعی سے لاپرواہی نے ایک تباہ کن سیل بے پایاں اور مہلک سیلاب کی شکل اختیار کر لی ہے جس نے عوام ہی نہیں بلکہ خواص کو بھی اپنی زد اور لپیٹ میں لے لیا ہے الا ماشاء اللہ اور سب اس کی تیز روانی اور طوفانی بہاؤ میں خس وخاشاک کی طرح بہے چلے جا رہے ہیں اور ان کے تباہ کن، ہلاکت خیز عواقب ونتائج سے یکسر چشم پوشی کی جا رہی ہے۔

گر تو میخواہی مسلماں زیستن

نیست ممکن جز بقرآں زیستن

سورہ فاطر آیت ۳۴ یعنی اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم و انعام ہے کہ اس نے دائمی جنت اور ہمیشہ قیام کے مقام پر پہنچا دیا ورنہ تو ہمارا اس پر کوئی حق واجب نہ تھا کہ اس کا استحقاق جتاتے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں نہ ہمیں کوئی محنت ومشقت ہے نہ تکلیف وکلفت اور نہ بے آرامی وتکان۔

نیک اعمال کا انجام:

برادران عزیز! اگر یہاں اچھا اور نیک عمل کرو گے تو اللہ کے فضل سے جنت کے مالک بن جاؤ گے، دائمی زندگی عیش و عشرت میں بسر کرو گے برادران یہ دنیا ومتاع دنیا عارضی اور فانی ہے موت سر پر کھڑی ہے، نہ معلوم کب حملہ آور ہو اور اس زندگی کو ختم کر دے قبر کا دو گز کا گڑھا ہمارا مقام ہو گا جہاں صرف عمل ہی کام آئے گا اگر عمل اچھا ہے تو قبر سرسبز وشاداب باغیچہ ہوگی ورنہ آگ کا گڑھا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

ماں باپ کی خدمت:

جب ماں باپ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے گھن نہ کرو اور جس طرح تمہارے بہت چھوٹے ہونے کے زمانے میں تمہارا بول و براز وہ صاف کرتے تھے اسی طرح ایام پیری میں ان کا بول و براز صاف کرنے سے تم بھی نفرت نہ کرو اور ان کو اف بھی نہ کہو واخفض لهما جناح الذل اور دونوں کے لئے اپنی عاجزی کے بازو بچھا دو یعنی ان کے سامنے زمین بن جاؤ۔ عاجزی اور تواضع کا اظہار کرو حضرت عروہ بن زبیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان سے نرمی کرو جس چیز کو وہ چاہتے ہوں ان کو دیا کرو ممانعت مت کرو من الرحمة انتہائی رحم کی وجہ سے یعنی یہ خیال کرو کہ کل تم ان کے انتہائی محتاج تھے آج وہ تمہارے انتہائی محتاج ہو گئے اس بات کا خیال کرو اور ان پر ترس کھاؤ ان کے لئے دعا کرو اور کہو اے میرے رب ان پر رحمت فرما جیسے انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا، پرورش کیا تھا، والدین مومن ہو یا کافر سب کے لئے دعا کافر کے لئے دعا رحمت کا مطلب مسلمان ہونے کی توفیق دے۔

والدین کی فرمانبرداری:

والدین کی فرمانبرداری کے معاملے میں تمہارے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے اگر ثواب کی امید پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں فرمانبرداری اور خدمت کرو گے تو اس کا نتیجہ نیت کے موافق ہوگا۔

تمہارے وہ خطائیں بھی معاف فرما دے گا جو بلا ارادہ ان کی فرمانبرداری اور خدمت کے تعلق سے ہوئی بلا ارادہ اچانک کوئی بے ادبی یا بدسلوکی ہو گئی اور نیت ان کی ٹھیک ہی ہو تو اس کی پکڑ نہ ہوگی صوفیہ فرماتے ہیں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ بندہ زندہ متحرک بالارادہ اور فعل وعمل میں کسی درجہ مختار ہونے کے باوجود ایسا ہو جائے جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے جدھر پلٹا دے ادھر پلٹ جاتی ہے اسی طریقہ سے انسان اپنے خالق کے احکام کے سامنے اپنا سر جھکا دے بالوالدین احساناً اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (اور ان کی نافرمانی نہ کرو) حضرت معاذ کا بیان ہے مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی نصیحت فرمائی تھی منجملہ ان کے دو باتیں یہ ہیں کہ اللہ کا ساجھی قرار نہ دینا خواہ تجھے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے اور ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا خواہ وہ بیوی اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔

جس نے نمازوں کے بعد ماں باپ کے لئے دعا خیر کی اس نے ماں باپ کا شکر ادا کیا۔

ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہوں تو ان کی مالی مدد کرنا اور قرابتداری کو نہ توڑنا واجب ہے حضرت ابوبکر کی صاحبزادی اسماء کا بیان ہے میرے پاس میری ماں آئیں اس زمانہ میں وہ مشرکہ تھیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں آئی ہیں اور مدد کی خواہش مند ہیں کیا میں ان کے ساتھ قرابتداری کا سلوک کر سکتی ہوں فرمایا ہاں ان سے قرابت کا تعلق جوڑے رکھو (متفق علیہ)۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے معاملہ میں صبح کو اللہ کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جو ماں باپ کا فرمانبردار اپنے والدین کی طرف سے رحم و الفت کی نظر سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بار نظر کرنے کے عوض اس کے لئے حج مقبول کا ثواب ضرور لکھ دیتا ہے خواہ ہر روز سو بار دیکھے۔

والدین کی اطاعت کے بارے میں حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تھی مجھے اس سے محبت تھی اور میرے والد حضرت عمرؓ اس سے ناراض تھے مجھ سے فرمایا بیٹا اس کو طلاق دے دو میں نے ان کی بات نہ مانی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور رزق میں فراخی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ والدین کو خوش رکھے۔ (رواہ احمد)

ایک نیک لڑکے کا قصہ:

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کا نیک فرزند تھا والد نے حالت حیات میں ایک گائے کا بچھڑا جنگل میں چھوڑ دیا اور اللہ کے پاس امانت رکھوایا، اس کے حوالہ کیا کچھ عرصے کے بعد وہ فوت ہو گیا بچھڑا جنگل میں چرا کرتا تھا جو اسے دیکھتا تو اس سے دور بھاگتا تھا جب وہ لڑکا جوان ہوا (نیک نکلا) والدہ کا بہت تابعدار تھا رات کے تین حصے کرتا تھا ایک حصہ خواب آرام اور استراحت کے لئے ایک حصہ عبادت کے لئے ایک حصہ ماں کی خدمت کے لئے وقت تھا۔ سویرے جنگل میں جا کر لکڑیاں لا کر بازار میں فروخت کرتا تھا جس کا ایک حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا تھا ایک حصہ والدہ کو دے دیتا تھا اور ایک حصہ سے اپنا گزارہ کرتا تھا ایک دن اس کی والدہ نے کہا بیٹا تیرا باپ تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک گائے میراث چھوڑ گیا ہے جو سپرد خدا ہے تو جا اور یہ کہہ کر آواز دے کہ اے ابراہیم واسماعیل کے معبود وہ گائے عنایت فرمادے جو جنگل میں گیا تو اسے چرتے دیکھ کر ماں کے فرمان کے مطابق اس کو آواز دی ہے اور گائے بحکم الٰہی دوڑ کر سامنے آگئی جوان گردن پکڑ کر کھینچنے لگا، گائے بولی اے ماں کے خدمت گزار مجھ پر سوار ہولے تجھے آرام ملے گا جواب دیا ماں کا یہ حکم ہے سوار ہونے کا نہیں گائے بولی اے جوان اگر تو میرے کہنے سے سوار ہو جاتا تو میں ہرگز تیرے قابو میں نہ آتی۔

تیری ماں کی اطاعت کے سبب تیرا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اگر تو پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ بھی تیرے کہنے سے چلنے لگے گا۔

ماں نے کہا تین دینار (تین اشرفی) میں فروخت کرنا جب بیچنے لگے تو پھر بھی مجھ سے پوچھ لینا مہربان اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا آتے ہی اس نے قیمت پوچھی جوان نے کہا تین دینار مگر شرط یہ ہے کہ میں ماں سے پوچھ لوں فرشتہ نے کہا مجھ سے چھ دینار لے اور گائے مجھے دے دے ماں کے پوچھنے کی ضرورت نہیں جوان نے کہا تو اگر مجھے اس کے برابر سونا بھی تول دے تو تب بھی میں اپنی والدہ کی رضامندی کے بغیر نہ دوں گا یہ کہہ کر اپنی والدہ کے پاس آیا اور یہ کیفیت بیان کی ماں نے کہا جاؤ چھ دینار میں فروخت کردو مگر پھر خریدار سے میری رضامندی کی شرط لینا اس خریدار غیبی نے کہا تو اپنی ماں سے نہ پوچھ اور مجھ سے بارہ دینار لے لے جوان نے انکار کیا اور ماں کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا، ماں نے کہا وہ فرشتہ ہے تیرا امتحان لیتا ہے اب اگر اس سے ملاقات ہو تو یہ پوچھنا کہ ہم اس کو فروخت

کریں یا نہ کریں، جب وہ بازار گیا اور اس سے ملاقات ہوئی تو جوان نے فروخت کرنے یا نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اسے فروخت نہ کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تم سے ایک مقتول کے بدلہ کے معاوضے میں اسے خریدیں گے تم اسے کھال بھر دینار سے کم میں فروخت نہ کرنا۔ بنی اسرائیل نے اس کو کھال بھر سونے کے عوض خریدا۔

حقوق زوجین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا اچھی عورت کون سی ہے فرمایا جس کے دیکھنے سے اس کا شوہر خوش ہو، شوہر کے حکم کی اطاعت کرے اور اپنے مال وجان میں شوہر کی ایسی مخالفت نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو دوسری روایت میں ہے کہ اپنی آبرو اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے (ترمذی)۔

فرمایا اور جن عورتوں کی بددماغی کا تم کو اندیشہ ہو اللہ کے عذاب سے ان کو ڈراؤ اور خواب گاہوں میں انہیں تنہا چھوڑ دینے اور مارنے کی دھمکی دو اگر یہ کارگر ثابت نہ ہو تو عورتوں کو اپنے لحافوں اور چادروں کے اندر نہ آنے دو اور ان سے منہ پھیر کر لیٹ جاؤ اگر یہ علاج بھی کارگر نہ ہو تو اضر بو ھن ان کو مارو شوہر بیوی کو ہلکا مارے اور خوش طبعی کا کلام نہ کرے تا کہ بے ادب نہ ہو جائے۔

فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو، عورتوں کو تم نے اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال بنایا ہے (یعنی نکاح کے ذریعہ سے) ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں کہ تم کو ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو ان کو اس طرح مارو کہ زخم نہ ہو جائے اور ان کا بھی تمہارے اوپر حق ہے نان نفقہ اور لباس دستور کے مطابق۔

عبداللہ بن زمعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے یعنی یہ حرکت بڑی نازیبا ہے کہ صبح کو تو بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارو اور پچھلے دن میں اس سے زن وشوہر کے تعلقات قائم کرنے پر تیار ہو جاؤ۔

زوجیت سے متعلق حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایسے لوگ تم میں اچھے آدمی نہیں جو عورتوں کو دکھ پہنچاتے اور شکایات کا موقع دیتے ہیں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔

زن بد در سرائے مرد نکو
ہمدریں عالم است دوزخ او

حضرت عمرؓ کا فرمان:

حضرت عمرؓ نے فرمایا عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو پاک دامن نرم گو خوش اخلاق شوہر سے محبت کرنے والی اور بکثرت اولاد پیدا کرنے والی ہوتی ہے، مصیبت کے وقت شوہر کی مدد کرتی ہے اور مصیبت میں مزید اضافہ کا سبب نہیں بنتی اور ایسی عورتیں بہت کم ہیں (یہ دنیا کی جنت ہے) دوسری وہ عورت ہے جو صرف اولاد پیدا کرتی ہے اس سے آگے کچھ نہیں یہ گزارہ کے لئے کافی ہے تیسری وہ عورت ہے جو کینہ پرور، بددماغ ہوتی ہے اور اسے جس کے گلے میں اللہ چاہتا ہے باندھ دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گلے سے اتار دیتا ہے ورنہ وہ کم بخت گلے کا ہار بنی رہتی ہے۔

ہندوستان میں شوہر مر جائے تو عورت کو اس کے ساتھ زندہ جلا کر ستی کر دیا جاتا ہے۔

اسلام میں عورتوں کی دی گئی سہولیات:

رحمت عالم سید الاولین والآخرین دنیا میں تشریف لائے ضابطہ حیات جس کا نام اسلام ہے دنیا کے سامنے رکھا عورتوں کو انسانیت کے مقام پر بٹھایا عورت اپنے نفس کی مالکہ بن گئی میراث میں حق دار بنا دی گئی اور عورتوں کا حق مثلاً نکاح کا حق ادا کرنا حسن سلوک سے رہنا ایک دوسرے کو نہ ستانا بلکہ آپس میں ایک دوسرے کی خوشی کا لحاظ رکھنا چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے ویسی ہی زینت کروں جیسے وہ مجھے خوش کرنے کے لئے زینت کرتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کھاؤ ان کو بھی

کھلاؤ اور جب تم پہنو ان کو بھی پہناؤ اور کبھی منہ پر نہ مارو، انہیں برا مت کہو اور کبھی ان سے کشیدگی روا نہ رکھو اچھے لوگ تم میں سے وہی ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھی طرح رہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو اسے اس کے پاس آجانا چاہئے اگرچہ تندور پر روٹی پکا رہی ہو ان حقوق کی نگہداشت کریں۔

شوہر کا حق بیوی پر بہت زیادہ ہے کہ سوائے خدا وحدہٗ لاشریک لہ کے کسی اور کے لئے کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں بالفرض اگر جائز ہوتا تو بیوی کے لئے ہوتا کہ وہ شوہر کو تعظیماً سجدہ کرے۔

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث ہے اگر شوہر اپنی بیوی کو اپنی خوابگاہ میں بلائے اور وہ انکار کردے اس کے پاس آنے سے اور شوہر رات بھر ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں اور شوہر کی خوشی رب کی خوشی کا سبب ہے قیامت کے روز عورت کا پہلا سوال نماز کے بارے میں ہوگا اس کے بعد شوہر کے حقوق کا۔

شوہر کو چاہئے کہ گھر کا دروازہ مقفل رکھے اور والدین کے علاوہ ہر کس و ناکس کی آمد و رفت پر پابندی لگادے۔

عورت جو خاوند کے لئے دعائے خیر کرے

ہر وہ عورت جو گھر کے اندر رہ کر مرد کے لئے دعا خیر کرے تو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب دے گا ضروری دینی مسائل خود جانتا ہے تو بتادے ورنہ کسی عالم سے دریافت کر کے بتادے (اگر شوہر یہ کام نہ کرے تو بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ شرعی ضرورت ہے) اور یہ بھی بیوی کا شوہر پر حق ہے کہ اس کو حلال رزق کھلائے اس کے لئے حلال رزق اس کے باطن میں نور پیدا کرے گا۔ اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس پر ظلم نہ کرے، اس کو نہ ستائے اور بیوی کا شوہر پر یہ بھی حق ہے کہ اس کی قولی یا فعلی زیادتی کو حتی الامکان برداشت کرتا رہے تاوقت کہ خلاف شریعت نہ ہو۔

اذیت والی باتوں کو برداشت کرے اور ان کی اصلاح کی کوشش کرتا رہے اور دین کی طرف ہر وقت ترغیب دیتا رہے اور کسب حلال سے ان کو نفقہ پورا کرتا رہے۔

عیال پر خرچ کرنے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خرچ مرد اپنے اہل وعیال پر کرتا ہے یہ اس کا صدقہ ہے اللہ پاک اس پر اجر دیتا ہے اس آدمی کو جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ رکھتا ہے اور جو کچھ اپنی بیوی بچوں اور خادموں پر خرچ کرتا ہے یہ سب اس کا صدقہ ہے اور اپنی بیوی بچوں پر صدقہ کرنے والا، زکوٰۃ دینے والے سے زیادہ بہتر ہے۔

فرمایا نامحرم کو دیکھنے والے پر اللہ کی لعنت ہے اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر بھی۔ (رواہ البیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی اجنبی عورت کی خوبصورتی کو اچانک دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کرتا ہے۔ (رواہ احمد)

فرمایا برہنگی سے بچے رہو کہ تمہارے ساتھ ہر وقت ایسی (پاکباز اور مقدس) ہستیاں رہتی ہیں ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا لیکن میرے والد اتنے بوڑھے ہیں کہ وہ سواری پر بھی فریضہ حج ادا کرنے سے قاصر ہیں اگر میں ان کی طرف سے حج کرلوں تو ان کا فریضہ حج ادا ہو جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہو جائے گا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فضل بن عباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، وہ یعنی فضل بن عباسؓ اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی ان کو دیکھنے لگی، اس صورت حال کو ملاحظہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباسؓ کا رخ، دوسری جانب کردیا (تاکہ عورت اس کو نہ دیکھ سکے)۔

پردہ کے بارے میں ایک حدیث:

ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں اتنے میں حضرت ابن ام مکتومؓ (نابینا) آگئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔

بدن پر جو کپڑا ہے وہ زینت کا باعث ہے اس لئے اس کا

ظاہر کرنا بھی جائز نہیں، البتہ اوپر کا برقعہ لمبی چادر کوئی دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ دوپٹہ کے دونوں پلے ایک دوسرے سے الٹ دیں تا کہ یہ تمام اعضاء چھپ جائیں اور سینے کا ابھار بھی نظر نہ آئے جس طرح چہرہ محل زینت ہے اسی طرح سینہ کا ابھار بھی عورت کے جسم اور سینہ کی رونق ہے اس لئے اس کا چھپانا بھی ضروری ہے۔

اسی بناء پر نماز میں حنفی مذہب میں عورت کے لئے حکم ہے کہ قیام میں دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر رکھے تا کہ سینہ مستور اور چھپا رہے اس زمانہ میں عورتیں حقیقتاً برہنہ ہوتی ہیں کہ لباس میں رہنے کے بعد بھی ان کے جسم کا ہر حصہ اور ابھار نمایاں نظر آتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اصلی مقصد زینت سے شوہروں کو خوش کرنا ہے عورت مرد کو ضرورتاً ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے۔

عورت دوسری عورت کے سامنے اپنی زیب و زینت اور بناؤ سنگار کا اظہار کر سکتی ہے خواہ وہ مومنہ ہو یا غیر مومنہ ناف سے زانو تک بدن کا حصہ باہم منکشف اور عریاں کرنا ان میں بھی جائز نہیں۔

ان کے علاوہ اسلام میں ہر مرد سے پردہ فرض ہے، بہت سی عورتیں کہتی ہیں کہ پیر صاحب سے کیا پردہ، یہ میرے رشتہ دار ہیں ان سے پردہ کی کیا ضرورت ہے اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں تا کہ ان کی چھپی ہوئی زینت کا اظہار نہ ہو اور ان کا چھپا ہوا زیور لوگوں کو معلوم ہو جائے عورت کی آواز بھی عورت ہے عورت کا عورت ہی سے قرآن سیکھنا افضل ہے امام کو کسی سہو پر لقمہ دیتے وقت عورتوں کے لئے تالی بجانا ہے عورت نماز میں جہر سے قراءت کرے گی تو نماز فاسد ہو جائے گی کسی شدید ضرورت سے گھر سے باہر نکلے کوئی خوشبو وغیرہ نہ لگائے مہک کا پہنچنا بھی ناجائز ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ہم گنتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سو بار فرماتے تھے کہ رب اغفرلی وتب علی انک انت التواب الغفور (رواہ الترمذی)

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا ایں آفت از گفتار خیزد

یعنی عشق صرف دیکھنے ہی سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ بسا اوقات یہ آفت گفتار اور ہم کلامی سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

مسئلہ: اجنبی مردوں سے کلام کے وقت عورت کو حکم ہے کہ لہجہ میں درشتی اختیار کرے تا کہ میلان و لالچ کا احتمال ہی باقی نہ رہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر آدمی سے گفتگو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (طبرانی)

اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

اجماع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے، جیسے حج یا عمرہ کی غرض سے محرم کے ساتھ سفر کرنا، والدین کی عیادت کے لئے جانا، اور ایسی صورت میں جب کہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو تو ضرورت زندگی کی تکمیل اور خرید و فروخت کے لئے نکلنا اور بشرط مجبور و اضطرار محنت مزدوری اور ملازمت وغیرہ سے کسب معاش کرنا لیکن ان تمام ضرورتوں اور مجبوریوں کی وجہ سے باہر نکلنے کی حالت میں اظہار زیب و زینت اور آرائش و زیبائش کی حرمت اپنی جگہ برقرار ہے کسی حالت میں بھی اس کے جواز و حلت کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

حضرت ام سلمہؓ کی روایت ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن، حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا اور انہیں اپنی کملی میں چھپا لیا، پھر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گندگی دور فرما دے اور انہیں خوب اچھی طرح پاک فرما۔

ازواج مطہرات تو نص قرآنی سے اہل بیت ہیں کیونکہ آیت کا نزول ہی ان کے حق میں ہوا ہے اور ان کے علاوہ مذکورہ چاروں حضرات بھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ارشاد کے مطابق اہل بیت نبی میں شامل و داخل ہوئے نزول آیت کے اعتبار سے صحابہ کرام کو یہ حکم ازواج مطہرات نبی کے تعلق سے دیا گیا ہے لیکن امت اجابت کے تمام مردوں کے لئے عام مومن عورتوں کے تعلق سے بھی یہی حکم ہے جس میں کسی قسم کا استثناء نہیں ہے چنانچہ ازواج مطہرات کے دلوں کی پاکی و پاکیزگی کا ذمہ خود خدا نے لے لیا ہے جو لیذھب عنکم الرجس میں پوری تفصیل سے بیان ہوا ہے و نیز اس کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں جو اس قسم کے وساوس و خطرات اور

ارادوں سے پاک ہیں اس لئے کہ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جن کی پاکبازی فرشتوں کی پاکبازی سے افضل واعلیٰ ہے۔

عورتوں کے لئے بہتر چیز:

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ، عورت کے لئے کیا چیز بہتر ہے، سب خاموش رہے کسی نے کچھ جواب نہیں دیا اور میں نے فاطمۃ الزہراؓ سے وہی دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ **لا یرین الرجال و لا یرونھن** یعنی عورتوں کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد بھی ان کو نہ دیکھیں میں نے یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو نقل کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا **صدقت انھا بضعۃ منی** انہوں نے درست کہا ہے بے شک وہ میرا ٹکڑا ہیں یعنی میری دختر اور میرا جگر گوشہ ہیں۔

شیطان کا حضرت آدم وحواؑ کو دھوکہ دینا:

باوجود ان کے سمجھانے کے نوشتہ ازل راچہ علاج شیطان نے آدم وحواء کو اللہ پاک کی ذات پر جھوٹی قسم سے دھوکے میں ڈالا اور کہا کہ دیکھو میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے تمہیں ترکیب بتاتا ہوں۔ آدم علیہ السلام نے سمجھا کہ اللہ پاک کے نام پر کون جھوٹی قسم کھائے گا، واقعی یہ میری خیر خواہی کرتا ہے تو ابلیس سے کہا، بتاؤ کیا ترکیب ہے تو ملعون نے شجرۂ ممنوعہ کو اشارہ کیا اور کہا کہ شجرۃ الخلد ہے اس کی یہ تاثیر ہے کہ اس کے کھانے کے بعد ہمیشہ جنت میں رہو گے اور بادشاہی کی زندگی بسر کرو گے آدم علیہ السلام کے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی کہ اللہ پاک نے اس درخت کے کھانے سے منع کیا تھا چنانچہ میاں بیوی نے کھالیا کھاتے ہی فوراً دونوں کا لباس جو زیب تن تھا بدن سے اتر گیا، دونوں برہنہ ہو گئے شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے لے کر اپنے بدن سے چپکانے لگے ادھر سے حکم آیا نکل جاؤ جنت سے میں نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا چنانچہ آدم وحوا دنیا میں آگئے تو شیطان کی آدم علیہ السلام سے پہلی دشمنی انؑ کو سجدہ نہ کرنے کی دوسری دشمنی ان کو جنت سے ننگا کرنے کی اور تیسری جنت سے نکالنے کی تدبیر۔ تو کیا ایسا پکا دشمن آدم کی اولاد کو دنیا میں اللہ کے احکام کی بجا آوری کے لئے چھوڑے گا؟ گناہوں کی ترغیبیں اور ترغیب قسم قسم کے حیلوں سے ان کی نظروں میں پیش نہیں کرے گا؟ ضرور کرے گا ضرور کرے گا اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے **فاتخذوہ عدواً**۔

ارشاد فرمایا میں نے آدم علیہ السلام کو پہلے سے بتایا تھا کہ اس درخت کے قریب مت جاؤ سو اس سے بھول ہو گئی اس نے کھالیا اور ہم نے اس کو دل میں کھانے کا عزم یعنی پختہ ارادہ نہیں پایا۔

ابلیس کی فطرت وسوچ:

ابلیس آگ سے پیدا ہوا تھا آگ کی طبیعت میں اونچائی ہے اوپر جاتی ہے۔

خاک شو خاک تا بردید گل
کہ بجز خاک نیست مظہر گل

ابلیس نے سوچا کہ ایک جماعت معاونین کی بنانی چاہئے اولاد آدم سے بھی اس کو مددگار مل گئے جن کو قرآن پاک نے شیاطین الانس سے تعبیر فرمایا ہے۔

مار بد تنہا ہمیں برجاں زند
یار بد برجان و بر ایماں زند

برے دوست کی صحبت سے دور رہو برا دوست سانپ سے زیادہ برا ہے اس لئے کہ سانپ جو ڈستا ہے تو صرف جان جاتی ہے اور برا دوست جان اور ایمان دونوں لیتا ہے۔

فضیلت علم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم کا غیر اہل کے پاس ہونا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر اور موتیوں کا ہار ڈال دیا گیا ہو۔

تین عمل ایسے ہیں کہ ان پر اجر وثواب کی عطا مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ جس سے لوگ اس کے موجود رہنے تک فائدہ اٹھاتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔

(۲) علم جس سے لوگ ہر دور میں مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔

(۳) صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد ان کے لئے دعاء خیر و مغفرت کا سلسلہ جاری رکھے۔

حضرت امامہؓ سے روایت ہے کہ عالم اور عابد دونوں اللہ کے روبرو پیش کئے جائیں گے عابد کو حکم دیا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ اور عالم سے فرمایا جائے گا کہ کھڑے رہو اور لوگوں کی شفاعت کرو۔ (ترغیب بحوالہ اصبہانی وغیرہ)

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا عذاب کے فرشتے بے عمل و فاسق قراء و علماء کو بت پرستوں سے پہلے پکڑیں گے وہ فاسق قراء و علماء فرشتوں سے کہیں گے کہ تم نے بت پرستوں اور غیر اللہ کے پجاریوں کو تو چھوڑ دیا اور ان سے پہلے ہم کو گرفتار کر لیا عذاب کے فرشتے جواب یوں کہیں گے عالم و قاری جاننے بوجھنے والا سمجھ دار بے علم اور بے سمجھ جیسا نہیں ہوتا دونوں ایک سے نہیں ہو سکتے علماء و قراء اور دانا و بینا سمجھ دار لوگوں پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ (طبرانی ابونعیم)

کبار و رذائل اخلاق

مظلوم جب ظالم سے پریشان ہو کر مجبوراً بد دعاء کرتا ہے تو آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی قسم میں ضرور تیری مدد کروں گا چاہے بدیر ہی سہی۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے پاس سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ مقرب و نزدیک تر عادل حاکم ہوگا جس نے اپنے دور حکومت میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو اور سب سے زیادہ مبغوض اور اس سے بعید تر اور نہایت دور ظالم ہوگا جس نے اپنی رعایا اور ماتحت لوگوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ کا ہونا یا لنگی اور تہبند کا اس سے نیچے لٹکانا بھی سخت گناہ ہے۔

رشوت اور مال حرام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے کھانے کو پاک کرو یعنی حلال کھاؤ خدا کی قسم جب کوئی شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس دن کے اعمال قبول نہیں کرتا رد کر دیتا ہے جس بندہ کے جسم نے حرام مال سے نشو و نما پائی، بڑھا اور طاقتور ہوا ہو، اس کا بدلہ بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں۔ (طبرانی)

اگر کسی شخص نے دس درہم میں لباس خریدا، جس میں سے نو درہم حلال کے تھے اور ایک درہم حرام کا یعنی حرام سے کمایا تھا تو جب تک یہ لباس اس شخص کے بدن پر رہے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی (بزار، ترغیب و ترہیب)

منہ میں خاک ڈالنا اس سے بہتر ہے کہ کوئی حرام مال کا لقمہ اپنے منہ میں ڈالے۔

سود کی لعنت

سود خوری کو اگر تہتر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کے ادنیٰ ترین حصہ کا اتنا بڑا گناہ ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے عبداللہ بن حنظلہ کی روایت ہے کہ سود سے ایک روپیہ حاصل کرنے کا گناہ چھتیس مرتبہ زنا سے بھی زیادہ ہے۔

قیامت کی آمد سے پہلے، سود، شراب اور زنا بکثرت رائج ہو جائیں گے۔

حقوق ہمسایہ:

ایک شخص نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ فلاں عورت کثرت سے نماز پڑھتی، بہت زیادہ صدقہ دیتی (خیرات کرتی) اور اکثر روزہ رکھتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کے ساتھ زبان درازی کرتی ہے اور انہیں ایذا پہنچاتی ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی عورت دوزخی ہے۔

تین اشخاص ایسے ہیں جو کبھی جنت میں داخلہ نہ پائیں گے دیوث شراب کا عادی وہ مرد جو عورتوں کی نقل اتارنے والا ہے دیوث وہ بے غیرت انسان ہے جسے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس کی بیوی کے پاس کون شخص آتا جاتا ہے۔

خودکشی

ایک زخمی آدمی نے اپنے گلے میں تیر (قوت و شدت) سے پیوست کر کے خودکشی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جنازہ پڑھنے سے انکار فرمایا۔ ابن حبان

ایک زخمی (آدمی نے زخموں کی تاب نہ لاکر) اپنے آپ کو قتل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے تونے اپنی جان دینے میں جلدی اور عجلت کی میں نے بھی تجھ پر جنت حرام کر دی۔ (بخاری)

عمامہ کی فضیلت سے لاپرواہی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شملے چھوڑا کرو اسلئے کہ شیطان شملہ نہیں چھوڑتا عمامہ کی فضیلت ہی کے سلسلہ میں ارشاد ہے وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتان مع الذنب افضل من سبعین رکعة بلا ذنب یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعت پڑھنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت پڑھنے سے زیادہ افضلیت کا باعث ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ عمامے باندھا کرو کہ عمامہ باندھنا علماء وصلحاء اور مشائخ کے شعار میں سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اپنی نوع کے سوا کسی اور کا لباس پہنا تو اس کو ادب سکھاؤ اور اس سے کہو کہ اپنی نوع ہی کا لباس پہنا کرے۔

داڑھی کی سنت

فرمایا داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ یہ دونوں صیغے امر کے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں ایک جماعت ہے جن کی تسبیح کے یہ الفاظ ہیں سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب یعنی پاکی ہے اس ذات کے لئے جس نے مردوں کی زینت ڈاڑھیوں سے کی اور عورتوں کی سر کے بالوں سے دینی مدارس میں علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ یہ ڈاڑھی نہیں رکھتے بعض اساتذہ اور بعض علماء بھی۔

جو حافظ ڈاڑھی کٹواتا ہو اور شرع کے مطابق نہ رکھتا ہو، اس کو نماز تراویح کے لئے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو حافظ چار انگل سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسے حافظ سے وہ امام بہتر ہے جو متشرع ہو، اور تراویح میں چھوٹی سورتیں پڑھے (بندہ محمد اسحاق نائب مفتی خیر المدارس)

جامع مدینہ لاہور نماز مکروہ تحریمی ہے دار العلوم کراچی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ بنیری غفوری قدس سرہٗ کی کتاب کے اقتباسات یہاں ختم ہوئے

جہاد کا طریقہ اور فضائل

حیثیت:

جہاد بھی مثل صلوٰۃ جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اگرچہ جہاد کرنے والا امام عادل ہو یا فاسق، جہاد دریا کا افضل ہے۔ صحرا کے جہاد سے جس بندہ کے دونوں قدم جہاد کے دھوڑ دھوپ میں غبار آلود ہوں اور پھر وہ دوزخ میں جائے ایسا نہ ہوگا اپنے مقدور کے موافق سامان جہاد مہیا کردے وہ بھی مجاہدین میں شمار ہوتا ہے۔ فرمایا کہ آدھے لوگ جاویں ہر ہر قبیلہ میں سے ایک ایک اور نصف یہیں رہیں اور ثواب جہاد کا مشترک ہوگا۔ جانیوالوں کے لئے بھی اور رہ جانے والوں کے لئے بھی۔ کہ یہ رہنے والے مجاہدین کے گھر والوں کے خبر گیراں ہوں گے۔ جہاد میں سامان بہت کچھ جمع کرنا اور اپنے بچاؤ کی تدابیر اور پورے تحفظ کی صورت کو اختیار کرنا نہ بزدلی ہے نہ توکل کے خلاف ہے۔ احد کی لڑائی میں دو زرہ تھیں ایک کو دوسری پر پہن لیا تھا۔

طریقہ

اسباب جہاد میں مبالغہ کرنا جائز ہے۔ نصرت وفتح من جانب اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت سے نہ کہ تمہاری قوت سے اور نہ تمہارے ساز وسامان کی قوت سے خوب سمجھ لو۔ اپنی جمعیت ومرکز کا ہونا۔ مسلمانوں میں اتحاد کا ہونا جنگ کے لئے سامان کا اس قدر ہونا اور ایسا ہونا کہ جس سے عادتاً موافق زمانہ جنگ کی جاتی ہے۔ امام کا ہونا، مسلمانوں کا نماز روزہ اور اسلامی صورت وشکل میں پختہ ہونا۔ البتہ زمانہ جنگ میں موچھوں کا بڑھانا جائز ہے۔ حضور اکرم ﷺ بوڑھیوں کو جہاد میں لے جاتے تھے اور مباشرت وحمیت کی مصلحت سے لونڈیاں لے جانا بہتر ہے۔ نہ کہ حرہ آزاد عورتیں۔ جہاد میں عورتیں، بوڑھوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے ہاں وہ بوڑھا جو جنگ کی تدبیر بتلا دے۔ اسی طرح لڑکا اور عورت جب کہ یہ

بادشاہ اور ملکہ ہوں تو قتل کئے جاویں اگر چہ یہ قتال نہ کریں۔ اس لئے کہ بادشاہ کے قتل میں ان کی شوکت ٹوٹتی ہے۔ اسی طرح شبخون میں کفار کے شہر میں عورتیں اور لڑکے مارے جاویں تو کچھ گناہ نہیں۔ قصداً نہ مارنا چاہیے۔ کفار کے شہر دارالحرب پر حملہ کے وقت جلانا ان کے باغات کا اور گھروں کا اور کھیتوں کا جائز ہے جہاد میں مویشی اور اموال کا لوٹنا جائز ہے اور عورتیں اور بچوں کو پکڑ لینا درست ہے اور جس کے قبضہ میں جو چیز آ جاوے وہ اس کی ہے۔ البتہ میدان جنگ کا مال بعد جنگ تمام مال غنیمت ہے۔ اور پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مجاہدین میں برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے کوئی خاص آواز مقرر کر لی جاوے اس آواز سے اپنا آدمی پہچانا جاوے۔ میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے البتہ ضعف اپنا کافی ہو تو اس مقصد کے لئے اپنے وطن دارالسلام کی طرف بھاگنا درست ہے۔ ایک لشکر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مقابلہ کے روانہ فرمایا۔ وہاں سے بھاگ کر صحابہ مدینہ طیبہ آئے اور شرماتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم بھاگنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکی خجالت دفع فرماتے ہوئے فرمایا نہیں بلکہ تم حملہ پر حملہ کرنے والے ہو اور میں تمہارا مددگار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے قریب ہوئے اور بوسہ لیا آپ ﷺ کے دست مبارک کا۔

شہید کے خواص

مٹی ان کے اجسام کو نہیں کھاتی خاص قوت کے ساتھ زندہ رہتے ہیں۔ جہاں چاہیں بسر کریں اور جو چاہیں کھائیں۔ دنیا میں مومنین کی مدد اور تقویت کے لئے مشرکین کے مقابل نزول کرتے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو مزے اور ٹھاٹھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مہیا فرمائے ہیں کاش اس کی اطلاع ہمارے بھائیوں کو ہوتی تا کہ وہ جہاد میں شرکت کی رغبت کرتے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایسی تجارت ہم کو معلوم ہو جائے۔ ہم اسے اپنی جانوں مالوں اور بیوی بچوں کے عوض خریدنے کو تیار ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ تجارت یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور راہ خدا میں جہاد کرو۔ نفس کے ساتھ اس کی خواہشات میں مخالفت کر کے یہ ہے وہ تجارت بعد فتح کفار کے جانوں پر ہمارا قبضہ اور ان کے بڑے اور چھوٹے عورتیں اور لڑکے غلام اور باندیاں۔ ان کے اموال ہماری ملک ان کا شہر و ملک ہمارے مملوک جہاد کے وقت غنیمت کا خیال دل میں نہ لاوے۔ شہادت سے مومن کا کیا دل چرانا۔ جس نے اپنے کو مومن بنایا مگر نہ جہاد کا قصد کیا اور نہ کسی جہاد کی تمنا ہی ہوئی وہ منافق ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے دلی عقیدت مندی کیساتھ شہادت کا طالب ہو خدا اسے شہات کے درجہ کو پہنچائیں گے اگر چہ وہ اپنے گھر کے بچھونے پر مرے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز کے پابند ہوں اور جہاد کا قصد کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے دوزخ سے نجات پانے کا میراث نامہ لکھ دیتے ہیں۔ اور جب وہ جہاد کے اسباب مہیا اور تیار کرنے میں مشغول ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کی وجہ سے اپنے فرشتوں پر مباہات کا جھنڈا بلند کرتے ہیں اور جس وقت وہ اپنے بچوں اور بیویوں کو رخصت کرتے ہیں تو ان کے فراق میں گھر اور اس کے در و دیوار آنسو روتے ہیں۔ اور یہ گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو کر نکلتے ہیں جیسے سانپ کینچلی میں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔ اور جب یہ گھر سے نکلتے ہیں تو خداوند تعالیٰ ہر ہر شخص پر چالیس چالیس ہزار فرشتے مقرر فرماتے ہیں جو ان کے دائیں بائیں آگے پیچھے حفاظت کے لئے چلتے ہیں اور جب مجاہد دشمن کی خونخوار تلوار کی ضرب اور جانگزا نیزے کے کچوکے سے گھوڑے سے زمین پر گرتا ہے تو ابھی زمین تک پہنچنے نہیں پاتا کہ خداوند تعالیٰ اس کی بی بی حور عین کو اس کے پاس بھیجتا ہے جو اسے ان عطیات و انعامات اور درجات الٰہی کی خوشخبری دیتی ہے جو خدا تعالیٰ نے اس کے لئے تیار کی ہیں کہ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کبھی کانوں نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں ان کا کھٹکا گزرا۔ جب یہ شہید ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی اہل و اولاد کا وارث و قائم مقام ہوں۔ جس نے ان کی امداد و خوشی کی اس نے مجھے راضی کیا۔ ہر ایک ایک قالین پر ایک ایک حور بڑے جاہ و جلال و حشمت و شوکت کے ساتھ بیٹھی ہوگی جو کہ اپنے شوہروں کی منتظر اور عاشق اور ان کی ہم عمر ہوں گی۔ اور ہر ہر حور کی خدمت میں ستر ستر ہزار

غلام اور ستر ستر ہزار لونڈیاں ہوں گی جو زیوروں میں پیلی اور رنگ میں سفید ہوں گی۔ ان کے سروں پر بیش قیمت موتیوں کا تاج۔ گردنوں میں ریشمی رومال ہاتھوں میں چاندی سونے کے آفتابے آبخورے ہوں گے۔ یہ خدا کے مقبول و پیارے بندے میدان حشر میں سے آ کر جوہر کے دستر خوان پر بیٹھا جاویں گے اور ان کا ایک آدمی اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں کے ستر ستر ہزار آدمیوں کو سفارش کر کے بخشوائے گا اور شہداء کی جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خلد کے دستر خوان پر بیٹھیں گے۔

صدقہ جاریہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرنے والے کے عمل مرنے سے ختم ہو جاتے ہیں اور مہر لگادی جاتی ہے مگر اس شخص کے عمل پر مہر نہیں لگائی جاتی جو راہ خدا میں گھوڑا باندھتا ہے۔ بلکہ اس کے عمل قیامت کے دن تک بڑھتے رہتے ہیں اور وہ قبر کے فتنہ وعذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

سب سے پہلے جو ہتھیار آسمان سے اترا وہ کمان ہے جو کھیتی سے کوؤں کو اڑانے کے لئے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی کوؤں کی شکایت کرنے پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بھیجی تھی۔ پچکلیان گھوڑے کی بھی حدیث شریف میں تعریف آتی ہے۔ ایسے گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد میں جائے گا تو کامیاب ہو کر صحیح وسالم گھر واپس آئے گا۔

ایک نیک عورت کا قصہ

ابوقدامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سردار مقرر کیا گیا اور جہاد کا ارادہ ہوا میں نے لوگوں کو جہاد کی طرف بلایا اور لوگ جہاد کے لئے بھرتی ہونے لگے۔ اتنے میں ایک عورت آئی جس کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا اور ایک تھیلی تھی کاغذ میں لکھا ہوا تھا کہ تم نے ہم کو جہاد کی طرف بلایا۔ ہم کو جہاد میں جانے کی قدرت نہ تھی یہ تھیلی ہمارے پاس ہے جس میں حضور ﷺ کے بال ہیں تم اس کو لے کر اپنے گھوڑے کے باندھو۔ شاید خدا تعالیٰ ہم پر اس کی وجہ سے رحم کرے وہ تو بال دے کر چلی گئی ہم جہاد کے لئے تیار ہوئے روانہ ہو گئے اور دشمنوں سے مڈ بھیڑ ہوئی تو میں نے ایک کم سن نابالغ لڑکے کو لڑتے ہوئے دیکھا نزع کی حالت میں مجھ سے کہا کہ میری یہ چیزیں میری ماں کو پہنچانا۔ اور میری ماں وہی عورت ہے جس نے آپ کو بالوں کی تھیلی دی تھی۔ قبر نے اس کو قبول نہ کیا اتنے میں آسمان سے سبز پرندے نہایت خوبصورت آئے اور اس کو کھا کر چلے گئے۔ عورت نے کہا ہاں تم سچ کہتے ہو کیونکہ وہ دعا کیا کرتا تھا کہ الٰہی میرا حشر پرندوں کے پوٹوں میں کیجیو۔ خدا تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والے شخص کا قصہ

ایک مرتبہ ہم جہاد کے لئے گئے ہم میں سے ایک شخص نے یہ آیت پڑھی۔ ترجمہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ کہنے لگا میں نے اپنی جان ومال کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ ڈالا مجھے وہ جنت عطا فرمائے یہ کہا اور چلا گیا۔ ہم جہاد کرتے ہوئے روم کے شہروں میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی غلام مستانوں کی طرح پکار پکار کر کہہ رہا ہے ہائے ہائے میری پیاری عینا۔ کہا کہ میں ایک دن پڑا ہوتا تھا مجھ سے کسی نے کہا کہ عینا کے پاس چل میں چل دیا تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک سبز باغ نظر آیا تھوڑی دور جا کر دیکھا کہ ایک سفید خیمہ ہے اس کے دروازہ پر ایک نوجوان لڑکی کھڑی ہے۔ میں نے اس سے زیادہ حسین اور خوبصورت لڑکی کوئی نہیں دیکھی جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی تو ہنس کر کہنے لگی کہ عینا! آپ کے خاوند آ گئے میں اس خیمہ میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ عینا ایک سونے کے تخت پر بڑی نازک ادا کے ساتھ بیٹھی ہے جو موتیوں اور یاقوت سے بسا ہوا ہے۔ عینا نے کہا کہ اے خدا کے دوست مرحبا تجھے خوشی ہو کہ آج شب کو تو ہمارے پاس روزہ افطار کرے گا۔ بس اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ جاگ اٹھا اس کا نقشہ اور سماں اب تک

میرے آنکھوں میں سمایا ہوا ہے یہ سنا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹ گیا اور دل کھول کر لڑا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا اسی رات اس کی ماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ سفید خیمہ میں عینا کے پاس بیٹھا ہے۔ بیٹے نے ماں کو دیکھ کر کہا اماں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ودیعت وامانت قبول کی۔

ایک محروم شخص کا قصہ

ایک شخص کو طواف کرتے ہوئے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اے میرے مالک تو نے اس محروم کے ساتھ کیا کیا۔ میں نے اس سے پوچھا تو یہ کیا کہتا ہے۔ کہنے لگا کہ ہم دس آدمی تھے کفار سے مڈھ بھیڑ ہوئی۔ ہم گھیرے میں آ گئے اور دشمنوں نے ہمیں باندھ لیا ان کے بادشاہ نے ہمارے قتل کا حکم دیا۔ جلاد نے جب گردن مارنا شروع کی تو ایک حور اتری جس کے ہاتھ میں جنت کا رومال تھا وہ اس کی روح کو رومال میں لپیٹ کر آسمان پر چڑھ گئی اسی طرح نو آدمیوں کے ساتھ ایک ایک حور نے یہی معاملہ کیا مگر جب میری باری آئی اور جلاد میری طرف جھکا اور حور میرے قریب ہوئی تو لوگوں نے میری سفارش کر دی۔ بادشاہ نے میری معافی کا پروانہ دیا۔ حور آسمان پر چڑھ گئی اور چڑھتی ہوئی یوں کہتی جاتی تھی کہ اے بےنصیب اے محروم اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اے میرے مالک تو نے اس کے ساتھ کیا کیا۔

ایک حبشی غلام کا قصہ

جب حضرت نبی کریم ﷺ نے خیبر کا محاصرہ کیا تو آپ کے پاس ایک حبشی غلام مسلمانوں کے ساتھ ہو کر کفار کے ساتھ یہاں تک لڑا کہ شہید ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی لاش اٹھا کر جناب رسول ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا لوگوں نے عرض کیا۔ اے رسول خدا ﷺ آپ نے اس وقت منہ کیوں پھیر لیا آپ نے فرمایا اس کے ساتھ اس کی بیوی حور موجود ہے جو اس کے چہرے سے مٹی جھاڑتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا اس کا چہرہ خاک آلودہ کرے جس نے تیرا پیارا چہرہ خاک آلودہ کیا اور اللہ تعالیٰ اس کو قتل کروائے جس نے تجھے شہید کیا۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

ابلیس کی خواہش

ایک شخص دیوار کے نیچے سو رہا تھا کہ دفعتہً ایک شخص نے اس کے کندھے کو جھنجھوڑا اور کہا کہ جلدی اٹھ دیوار گری جاتی ہے وہ جلد اٹھا اور دیوار گر گئی۔ کہا تو کون؟ میں ہوں ابلیس اس واسطے کیا ہے کہ تو شہید نہ مرے۔

شہید زندہ رہتے ہیں

مسلمانوں کی ایک جماعت ایک دفعہ جہاد کے لئے نکلی انہیں بادشاہ نے کہا تم ہمارے دین میں داخل ہو جاؤ۔ مسلمانوں نے اس سے انکار کر دیا بادشاہ نے ایک شخص کو چھوڑ کر سب کو قتل کر دیا اس سے کہا تو اپنے دین کو چھوڑ اتنا مال دوں گا انکار کر دیا۔ حسینہ جمیلہ لونڈی تھی اس کو اس مسلمان کے پاس اپنے محل میں بھیج دیا کہ اس مسلمان کو اپنی طرف مائل کرے مگر اس مومن بندہ نے سورہ فتح پڑھنا شروع کر دی۔ جب محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچا تو اس عورت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور بے تحاشا رونے لگی دونوں وہاں سے نکل کر چل دیئے صبح ہوتے ہی عورت نے کہا کہ یہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ کی آواز کیسی؟ وہی ساتھی جہاد کے شریک چلے آ رہے ہیں جو ظالم بادشاہ کے بے رحم ہاتھوں سے قتل کئے گئے تھے۔ ان لوگوں نے قریب ہو کر کہا کہ ہم تیرے وہی شہید دوست ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے پاس زندہ رکھ چھوڑا ہے اور تخمینہ چالیس دن کے بعد وہ ہم سے ملاقات کرے گا یہ کہا اور غائب ہو گئے۔

مجاہد کی اقسام

تنبیہ: مجاہد دو قسم پر ہیں ایک وقتی دوسرا دائمی۔ وقتی مجاہد وہ ہوتا ہے جو کفار کے مقابل ایک خاص وقت پر قدم جما کر لڑتا ہے تا کہ کفار جو کہ اشاعت وتبلیغ دین اسلام میں مانع وحارج ہوتے ہیں ان سے میدان صاف ہو۔ دوسروں کو اسلام اور راہ حق پر آنے کا راستہ صاف ہو اس شرط کے ساتھ کہ پہلے ان کو

دعوت قبول اسلام کی کی جاوے اس کو تسلیم نہ کرنے پر خراج جزیہ کے لئے کہا جاوے اس کو بھی نہ مانیں تب جہاد تا نکہ ان کا غرور ٹوٹے اور دوسروں کو اسلام کی طرف آنے کا راستہ ہاتھ آوے۔

دائمی مجاہد وہ ہے جو نفس سے اس کے شہوات و خواہشات میں ہر وقت قدم جما کر لڑتا ہے۔ اسی کو حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ مجاہد کسے کہتے ہیں؟ یوں فرمایا

المجاهد من جاهد نفسه' و المهاجر من هاجر نفسه الذنوب کہ مجاہد حقیقی وہ ہے کہ جو نفس سے اس کی خواہشات میں جہاد کرتا ہے۔ ارے تمہارا تو یہ رنگ ہونا چاہیے۔

زندہ کنی عطائے تو در بکشی فدائے تو
دل شدہ مبتلائی تو ہر چہ کنی رضائے تو

فرمایا کہ تو اگر کوئی گھر بنالیتا تو دھوپ کی گرمی اور جاڑے کے ٹھٹھرنے سے بچتا۔

احمد شاہ ابدالی کے نام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ایک تاریخی مکتوب کے اقتباسات

یہی وہ تاریخی خط ہے جس کے نتیجہ میں احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان آکر یہاں کی فسطائی طاقتوں کا زور توڑا تھا۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوش مبارک تک پہنچادے۔

بادشاہان اسلام

بادشاہان اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے۔ جاننا چاہیے کہ ملک ہندوستان ایک وسیع ملک ہے قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جدوجہد کے بعد کئی دفعہ میں جا کر اس ولایت کو فتح کیا ہے۔ علاوہ دہلی کے جو صاحب اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے ہر علاقے میں علیحدہ علیحدہ فرمانروا تھے۔ مثلاً گجرات' احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمراں سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھہ کا دوسرا بادشاہ تھا' بنگالہ ایک اور حاکم کے زیر حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار تھا۔ جس کو سلطان الشرق یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے۔ ملک دکھن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

(۱) برہان پور (۲) برار (۳) اورنگ آباد (۴) حیدرآباد (۵) بیجاپور

ان پانچوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا مالوہ کا بھی حکمران علیحدہ تھا اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقے کا بادشاہ مستقل طور پر صاحب فوج اور صاحب خزانہ ہوتا تھا۔ ہر ایک بادشاہ نے اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں مدرسے قائم کئے' عرب و عجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہو کر ان علاقوں میں آ گئے اور یہاں اسلام کی ترویج و اشاعت کا باعث بنے۔ اس وقت تک ان لوگوں کی اولاد اسلام کے طور وطریقہ پر قائم ہے۔ ایک اور ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا ملک ہے۔ اس ملک کا طول حدود ٹھٹھہ سے لے کر حدود بنگالہ و بہار تک چالیس منزل ہے اور عرض دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اجین کی حد تک بیس منزل ہے۔ وہ باوسعت ملک ہے جو کبھی ملوک اسلامیہ کی نشست گاہ نہیں بنا۔ قصہ مختصر۔ بادشاہان مغلیہ نے رفتہ رفتہ اتنا کر لیا کہ اپنی طرف سے ان کو ریاست پر متعین کرتے تھے۔ اور انہوں نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر ان کی مخالفت سے مامون و محفوظ ہو گئے اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی۔ واقفان فن تاریخ تفصیلی طور پر ان واقعات کو بیان کریں گے۔

مرہٹہ قوم

غیر مسلموں میں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ ان کا سردار ایک ہے۔ اس قوم نے کچھ عرصے سے اطراف دکن میں سر اٹھایا ہے اور تمام ملک ہندوستان پر اثر انداز ہے۔ شاہان مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں نے عدم دور اندیشی غفلت و اختلاف فکر کی بناء پر ملک گجرات مرہٹوں کو دے دیا پھر اسی ست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے ملک مالوہ بھی ان کے سپرد کر دیا اور ان کو وہاں کا صوبہ دار بنادیا رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر

ہوگئی اور اکثر بلاد اسلام ان کے قبضہ میں آ گئے۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ رکھا)

المختصر سوائے دہلی و دکن کے خالص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قوم مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے بشرطیکہ غازیان اسلام کمر ہمت باندھ لیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم مرہٹہ خود قلیل ہیں لیکن ایک گروہ کثیر ان کے ساتھ ملا ہوا ہے اس گروہ میں سے ایک صف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی۔ اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو۔ دلاوری اور سامان حرب کی بہتات ان کے یہاں نہیں ہے۔ الغرض قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے حق تعالیٰ بھلا کرے اس شخص کا جو اس فتنہ کو دبائے۔

جاٹ قوم

غیر مسلمانوں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے۔ یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ ان کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ ان کی شوکت و ہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے۔

دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے۔ زمانہ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی نہ بنائیں۔ بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ ان کے حالات سے غفلت اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لئے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر بٹ ماری کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اس وقت دکھن میں قلعہ بیجاپور اور حیدرآباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا۔ دکھن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لئے اس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا۔ رئیسان راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کر لی۔ لشکر میں اختلاف واقع ہوا جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج بادشاہی واپس ہوگئی۔

جاٹ قوم کی فتنہ انگیزیاں

محمد فرخ سیر کے زمانہ میں جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی۔ قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں چورامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہوگیا اس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی۔ یہ کام بھی خلاف مصلحت عمل میں آیا۔ پسر محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ ایرانی نے خروج کیا اور سورج سے ملکر سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا۔ اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ لیا۔

میوات کے حدود سے فیروز آباد شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہوگیا کسی کو طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔

ایک سال ہوا کہ قلعہ الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کے لئے ایک جائے بلند تھی سورج مل اس کو بھی اپنے قبضے میں لے آیا۔ ارکان سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ اس کام سے روک دیتا۔ ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے۔ جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے۔ جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے۔ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے اطمینانی ہے اور وہاں ایک بے وقوف ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا مسلط ہے پھر بھی وہ نوجوان خزائن بے شمار کا مالک ہے سعادت خان ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے دو کروڑ اس صوبہ سے وصول کرتے تھے ایک کروڑ خرچ کرتے تھے اور ایک کروڑ جمع کرتے تھے۔ اسی مالداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے۔

انہوں نے جو علاقے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں وہ ان کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں۔ ان مواضع کے مالک ابھی تک زندہ موجود ہیں۔ اگر کوئی صاحب شوکت وعدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ ان مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل ودخل نہیں پاتے۔ کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے۔ جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا۔ نقدی بھی موقوف ہوگئی اور آخر کار سب ملازمین تتر بتر ہو گئے اور کاسہ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ علاوہ اس تنگی اور مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا یہ غریب سب کے سب بے خانماں پریشان اور بے مایہ ہو گئے۔ پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا۔ غرضیکہ جماعت مسلمین قابل رحم ہے اس وقت جو عمل ودخل سرکاری بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی اور کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے۔ ہمہ قسم کی دولت وثروت ان کے گھروں میں جمع ہے۔ افلاس ومصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے۔ بات طویل ہوگئی اور اختصار کے حدود سے باہر نکل گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے غلبے کی نوعیت یہ ہے کہ جو معرض بیان میں آئی اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا جو لکھا گیا۔ اس زمانہ میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار وشوکت ہو اور لشکر مخالفین کو شکست دے سکتا ہو دور اندیش اور جنگ آزما ہو سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے۔ یقینی طور پر جناب عالی پر فرض عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرانا۔ اگر غلبہ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے۔ اور تھوڑا زمانہ نہ گزرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے۔ اس بلائے عظیم کے دفع کرنے کی قدرت بفضل خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔

مسلمانان عالم کو پیغام

ہم بندگان الٰہی حضرت رسول خدا ﷺ کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عز وجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمت مبارک کو اس طرف متوجہ فرما کر مخالفین کا مقابلہ کریں۔ تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامہ اعمال میں لکھا اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں درج ہو جائے۔ دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دست کفار سے خلاصی پا جائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات کی کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو۔ کہ وہ مسلمانوں کو زیروزبر کر گیا اور مرہٹہ وجٹ کو سالم وغانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکر اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قوم کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔

فتح اسلام اس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں ان کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلہ میں شیر نر کی مانند ہو

پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویت اسلام کی نیت کر لی جائے۔ جب افواج قاہرہ ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں چاہئے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور ان کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں ان کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کئے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کا زوال قتل مسلم کے مقابلے میں ہیچ ہے۔ حضرت سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے۔ اور کفار قریش مکہ کے داخلہ سے مانع آئے۔ آخر الامر کفار مکہ سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہ ؓ میں سے ایسے تھے

جن کی حمیت دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوتے تھے لیکن حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کے قول پر التفات نہیں فرمایا اور صلح کر لی۔

اس واقعہ صلح حدیبیہ و فتح مکہ میں بادشاہان دور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم وغیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہئے پہلے مخالفین اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہوں متفرق کریں بعد ازاں مسلمان خود بخود بادشاہ عادل و دور اندیش کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں گے۔

ترجمہ شعر عربی: (اللہ کی کتنی پوشیدہ پوشیدہ مہربانیاں ہیں جن کی پوشیدگی سے ایک ذکی وفہیم بھی بے خبر ہے)

جیسا کہ دوائے تلخ ہر چند فائدہ مند ہو لیکن مریض کی طبیعت اس کی طرف رغبت نہیں کرتی۔ طبیب حاذق اس کڑوی دوا کو شہد کے ساتھ ملاتا ہے اسی طرح بادشاہان عادل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی طرف جس جگہ متوجہ ہوتے ہیں اور وہاں پر جو مسلمان متفرق طور پر ہوتے ہیں اور اپنی جان و آبرو کا خوف کرتے ہیں اور اپنی طبیعت سے اس گیرودار کو نہیں چاہتے۔ وہاں پر فقیروں، غریبوں اور سادات علماء کو اپنے الطاف خسروانہ اور انعام بادشاہانہ سے اور طرح طرح کے دلاسوں اور تسلیوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ تاکہ ان کی مہربانی کا شہرہ دور و نزدیک شہروں تک پہنچ جائے اور سب کے سب ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ عادل کی فتح و نصرت کی دعائیں کریں اور خدائے عزوجل سے شب و روز یہی درخواست کریں کہ اللہ یہ رحمت کی نشانی بادشاہ عادل، ہمارے شہر میں فروکش ہو۔

سب سے پہلے اہم اس کے بعد بالترتیب اس کے نیچے درجے کے اہم امور انجام دیئے جائیں جس جگہ کسی مسلمان کی شکست کا احتمال ہو، وہاں توقف کرنا چاہیے۔ جماعت منکر کے گرداگرد جہاد مقدم رکھنا چاہیے تاکہ بغیر احتمال قتل مسلم مدعا حاصل ہو جائے۔ آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت بادشاہان اسلام کے حق میں لکھی جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں۔ ایک ان میں سے اس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ دوسرا اس کو شر کا حکم کرتا ہے اور اس کی رغبت دلاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

حال ہی میں حضرت مرشدنا و مولانا مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصیت نامہ نظر سے گزرا۔ خیال پیدا ہوا کہ اس نعمت بے بہا میں آپ کے ساتھ مشارکت کی جائے اس لئے وصیت نامہ کا نسخہ تصویر حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے باعث نفع اور موصی مولف اعلیٰ اللہ درجاتہ فی الفردوس کے لئے صدقہ جاریہ بنا دیں۔ آمین!

والسلام

خادم محمد عبدالواحد عفی عنہ

وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۹ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء بروز شنبہ

ارشاد فرمایا کہ زبان کو حرکت دینے کی بھی ہمت نہیں، ضعف بے حد ہے۔ بتکلف بول رہا ہوں، پھر بھی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

غور سے سنئے! تمام اعمال حسنہ استقامت کے ساتھ بالدوام مع حسن خلق و حسن کلام، نماز روزہ، سنن مستحبات کا التزام بلحاظ صحت و سہولت کے ساتھ رہے، ذکر و تلاوت بقدر فرصت و سہولت جاری رہے۔ مطالعہ کا اہتمام رہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی شریعت و طریقت اور امام غزالی کی عربی کتاب کا ترجمہ "تبلیغ دین" مطالعہ رہے۔ حضرت اس کتاب کو بڑے بڑے علماء کو بھی تاکید سے پڑھواتے تھے۔ (اس کتاب کے مطالعہ کا تاکیدی حکم فرماتے تھے)

نیز حضرت والا انور اللہ مرقدہ کی تفسیر بیان القرآن کا بھی مطالعہ رہے۔ تمام عمل سیئہ سے حتیٰ کہ مشتبہات سے بھی اجتناب رہے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے

الحلال بین و الحرام بین و بینهما مشبهات

حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں۔ لہذا (مشتبہ سے بچو)

جہاں کہیں ایسی بات پیش آئے اعراض کر جاؤ' ٹال جاؤ' ایسی جگہ مت بیٹھو اور ایسا عمل مت کرو جو تہمت کا سبب بنے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اتقوا مواضع التھم تہمت سے بچنے کو نہیں فرمایا' بلکہ ان جگہوں اور طریقوں سے بچنے کو فرمایا' جو تہمت کا سبب بنیں (پھر ارشاد فرمایا) مرشدی مولائی حضرت حکیم الامت مجدد الملت نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ دو لفظ ہیں ایک دھیان دوسرا دھن

ذکر باری تعالیٰ

دھیان تو یہ کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے' چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے اور دھن یہ کہ تزکیہ نفس کی ہر وقت دھن رہے۔ یہ دونوں باتیں بڑی عجیب ہیں۔ ان پر عمل کرتے رہو۔ کسی کے معاملہ میں مت پڑو۔ دوسروں کے معاملات سے علیحدہ رہو یہ شان مشیخت کے خلاف ہے۔

کثرت ذکر اس طرح رہے کہ زبان ہر دم ذاکر اور قلب توفیق ذکر وطاعت پر شاکر۔ لیکن دین اور معاملات کو بالکل صاف رکھو بس یہی باتیں ہیں جو بطور وصیت عرض کر رہا ہوں۔ اگرچہ ہمت نہیں پھر بھی بفضلہ تعالیٰ یہ وصیت کر دی۔ دوسرے روز بعد نماز فجر فرمایا' اعمال حسنہ پر استقامت بالدوام' اخلاق حمیدہ کا حصول برغبت' اور اخلاق رذیلہ کا زوال بنفرت رہے۔ ان باتوں کا اثر یہ ہوگا کہ حسن کلام وحسن خلق حاصل ہوگا اور ہوتا رہے گا۔

حسن خلق کے ساتھ احسن کلام نرم شائستہ الفاظ کے ساتھ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے

قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن

حسن کلام خلق کے ساتھ جب کبھی کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو نا گوار گزرے' حسن کلام سے نرم الفاظ کے ساتھ حسن خلق کے ساتھ ٹال جاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی احسن

یا حلم کے سات خاموشی سے اعراض کر جاؤ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے' **وذا سمعوا اللغوا عرضو اعنه'**

(پھر فرمایا) حسن خلق بڑی چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتا دوں جو اگر کوئی رات بھر عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے ایک سال تک وہ چیز اس سے بھی افضل ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن خلق یہ بہت بڑی چیز ہے۔ پھر فرمایا اس سے بھی افضل چیز بتا دوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوچا اس سے افضل چیز کون سی ہوگی۔ پھر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حسن خلق نرمی کا برتاؤ۔ (اس لئے کہ بیوی کے ساتھ ہر وقت خلاف طبع باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ارشادات

انگریز نے ہمارا تاج چھینا، تخت چھینا، ہمارا دین چھینا، ہمارا ایمان چھینا اور ہم کو اسلام کا معترض بنا کر چھوڑ گیا۔ اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو دنیا کے بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔

یا اللہ اپنے فضل سے بخش:

ضلع جہلم کا ایک واقعہ ہے قاتل جیل میں خدا سے دعا مانگتا۔ کہ اے اللہ تو مجھے اپنے فضل سے رہا کر دے۔ اور بے گناہ خدا سے کہتا کہ اے اللہ انصاف کر جج نے اصل قاتل کو رہا کر دیا اور بے گناہ کو پھانسی کی سزا دی۔ ایک ولی اللہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ تو تو سب کچھ جانتا ہے سارے فیصلے تو تیرے ہاں سے ہو کر آتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی سے اطلاع آئی کہ یہ بے گناہ کہتا تھا کہ اے اللہ میرے ساتھ انصاف کر۔ ایک دفعہ اس نے ایک چیونٹی کو تنکے پر بٹھا کر تنکے کو بہتے پانی میں گاڑ دیا تھا جس سے وہ گر کر مر گئی۔ وہ بدلہ اس سے لینا تھا، مجرم کہتا تھا کہ مجھے اپنے فضل سے بخش دے ہم نے اسے اپنے فضل سے بخش دیا۔

صدقہ جاریہ:

دہلی میں شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ کی بنائی ہوئی جامع مسجد ہے اور قیامت تک جتنے مسلمان اس میں نمازیں پڑھیں گے اور ذکر الٰہی کریں گے اس وقت تک شاہجہان رحمۃ اللہ علیہ کی اس نیکی کا ثواب ختم نہیں ہو سکتا۔

دین دار بنانے کی کوشش کرنا ماں باپ کا فرض ہے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو راضی رکھنے کا سلیقہ آ جائے۔

غیر شرعی رسمیں:

مسلمانوں کی ناداری کا باعث برادری کی رسمیں مثلاً شادی اور غمی میں باوجودیکہ توفیق نہیں ہوتی پھر قرض لے کر رسمیں پوری کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اگر نہیں کرتے تو ناک کٹتی ہے۔

باسی روٹی کی طاقت:

غریب مسلمان کپڑے اگرچہ پھٹے پرانے ہوں گے بدن پاک اور کپڑے پاک بڑا مالدار انگریز یا انگریز کا تمدن رانیں پلید ہوں گی۔ سب عقلمندوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ باسی روٹی اور مکھن سے کھانے میں جو نوجوانوں میں طاقت آتی ہے کہ بڑے قوی ہیکل تنومند لمبے قد اور چوڑی چھاتی والے نوجوان پیدا ہوتے تھے اب وہ طاقت چاہ اور توش سے ہرگز پیدا نہیں ہوتی۔

اب تو بقول عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ آج کل کے نوجوان کوہ قاف کی پریاں ہیں۔ کمر پتلی، نازک اندام، ہونٹوں پر پان کی سرخی۔ منہ میں پتلا سا سگریٹ۔ پرانے زمانے میں ہماری بہنیں اور بیٹیاں محلوں میں جو استانیاں ہوتی تھیں ان سے دین کی کتابیں پڑھتی تھیں اور انہی سے نماز روزہ سیکھ لیتی تھیں۔ عام طور پر اس وقت کا نصاب تعلیم پکی روٹی نجات المومنین اور احوال الآخرۃ ہوتا تھا۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضراز آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اپنے گریبان جھانکو:

مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ اولیائے کرام نے یہ تونہیں سکھایا تھا کہ ہماری قبروں پر آ کر سجدے کرنا منتیں ماننا۔ چڑھاوے چڑھانا اور ہماری قبروں پر ریشمی غلاف چڑھانا عرس کرنا۔ طبلے بجانا۔ بازاری عورتوں کو عرس کے موقع پر سلام کے لئے بلانا۔

قرآن کے منکر:

مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی ہے جو سرے سے قرآن مجید پر عمل کرنے کے مخالف ہے ان کا یہ مقولہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبی کریم کو ملک میں نافذ نہیں ہونے دیں گے۔

شادی مقدر کی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں جس لڑکے کے لئے جولڑکی اور جس لڑکی کے لئے جولڑکا لکھا ہوا ہے نہ اس لڑکے کی شادی کسی دوسری لڑکی سے ہوگی اور نہ اس لڑکی کی شادی کسی دوسرے لڑکے سے ہوگی۔ فیصلہ تو یہی ہے جوعرض کر چکا ہوں۔

وفاشعار بیوی:

تمہاری بیوی رنگ وروپ کی سادہ ہے مگر انتہا درجہ کی وفا شعار خدمت گزار اور خاوند کے ماں باپ کی تابعدار دن رات لونڈیوں کی طرح ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتی ہو وہ ہزار درجہ خوبصورت بیوی سے بہتر ہے۔

بیٹا اللہ تعالیٰ کی دین ہے:

جاہل مسلمان بزرگوں کی قبروں پر جا کر منت مان آتے کہ اے بزرگ اگر تو مجھے ایک بیٹا دے دے تو میں تیری قبر پر ایک بکرا چڑھاوا چڑھاؤں گا۔ جب اللہ تعالیٰ اس آدمی کو بیٹا دیتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا دیا ہے۔

ذکر الٰہی ہر طرح نافع:

تربوز کی رنگت دلکش اور جاذب ہوتی ہے اس کا ذائقہ میٹھا اس کا شربت تشنگی کا دافع اور اسکا کھانا اشتہا انگیز ہے بعینہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر خفی ہو یا ذکر جلی۔ ذاکر ہر طرح سے اس سے مستفید ہوتا ہے۔

ادب واطاعت:

اخذ فیض کے لئے عقیدت ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے ظاہری علوم کے لئے ۵۰ فیصد استاد کا ادب اور ۵۰ فیصد طالب علم کی محبت ہوتو ترقی ہوتی ہے فیض باطنی کے لئے ۱۰۰ فیصد ادب کی ضرورت ہے۔ ذکر الٰہی میں وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر اور تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی۔

بے دینی کا سبب:

اللہ کا ذکر علاج ہے مشتبہ اور حرام مال سے بچنا پرہیز ہے۔ بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہو جاتی ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ بے دینی کا ۸۰ فیصد سبب اکل وشرب حرام ومشتبہ مال ہے۔ دس فیصد بے نمازوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے اور باقی دس فیصد بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔ قبر آخر کی ڈیوڑھی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کسی کی قبر بہشت کا باغ اور کسی کی جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔ شیخ کامل اس کو بہشت کا باغ بنانے والے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اگر بندگی کا حق ادا نہ کیا۔ تو یاد رکھ اے انسان تو کتے سور اور گدھے سے بدتر ہے۔ وہ مالک حقیقی اور مالک مجازی دونوں کے وفادار ہیں۔ اور تو مالک حقیقی کا غدار ہے۔

شیخ کا طریقہ بیعت:

بیعت کے بعد شیخ پوچھے گا کہ بیٹا تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے وہ عرض کرتا ہے کہ میں پولیس کا سپاہی ہوں۔ اس کے بعد شیخ دریافت فرمائے گا۔ کہ تنخواہ کیا ملتی ہے اور بالائی آمدنی کتنی ہے شیخ ایک طرف استغفار پڑھوائے گا۔ اور دوسری طرف حرام چھڑا دے گا۔ اس کے علاوہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے گا۔ کہ اے اللہ تیرے ایک بھولے بھٹکے بندے کو میں نے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ تو اس کو اپنی رحمت سے نواز۔ ان شاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پہلے حرام کھاتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کو بو آتی تھی۔ اب حرام چھوڑ کر استغفار پڑھنے لگا ہے تو اللہ تعالیٰ نے

قبول فرمالیا ہے۔ جیسے عطر فروش کی دکان ہو۔ جو شخص اس دکان میں جائے گا تو وہ عطر نہ بھی خریدے گا تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دی ہے۔

گناہوں کا بورڈ:

آپ گناہوں کا ایک بورڈ بنا لیجئے میں نے بھی بنایا ہوا ہے۔ جو گناہ بھی ہو اس پر لکھ لیا جائے۔ اس سے ہم اپنے نفس کو ڈانٹ سکیں گے۔ کہ اگر یہ تیرے گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو کوئی تیرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرے گا۔ اگر مسجد خواہ کچی ہو اس کے اندر کوئی اللہ کا بندہ ہے جس کی نظر کیمیا اثر ہے تو اس کی ایک نظر پڑ جانے سے بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اس کی جوتیوں میں بیٹھنا دنیا دار کے لئے باعث فخر ہے۔ نماز کے بعد سنت طریقہ یہ ہے کہ استغفار۔ آیۃ الکرسی ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۴ دفعہ اللہ اکبر۔

ایصال ثواب:

نیک کام کر کے اگر میت کی روح کو ثواب پہنچایا جائے تو جائز ہے اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ مگر اس کے لئے تین شرطیں ہیں۔

(۱) صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔ غیر اللہ کی رضا کا شائبہ بھی نہ ہو۔

(۲) مال حلال کا ہو اگر حرام کا مال ہوگا تو میت کو ایک دانہ کا بھی ثواب نہ پہنچے گا۔ (۳) مستحقین کو کھلایا جائے۔

بعض عفت مآب عورتیں:

کیا اللہ تعالیٰ کو بندے کھرے چاہئیں؟ کیا اس نے جنت خبیثوں کے لئے بنائی ہے۔ وہ تو بہت نازک مزاج محبوب ہے۔ ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی عفت ماب ہوتی ہیں کہ وہ اپنے سایہ کو بھی غیر مرد سے چھپاتی ہیں۔ چنانچہ دہلی میں پرانے زمانے کے شرفاء کے ہاں یہی تمدن تھا۔ کہ عورتیں ڈولی میں گھر سے باہر جاتی تھیں۔ کہار ڈولی کو ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر چلے جاتے تھے۔ عورت جب اندر بیٹھ جاتی تو وہ اندر آجاتے اور ڈولی اٹھاتے جس گھر میں جانا ہوتا تھا۔ وہاں بھی لے جا کر اسی طرح ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر چلے جاتے تھے۔ تو عورت ڈولی سے نکل کر اندر چلی جاتی۔ اب تو جس نے ایمان بچانا ہو وہ آنکھیں نیچی کر لے۔ نوجوان لڑکیاں ہار سنگار کر کے بے پردہ ہر جگہ لوگوں کے ایمان کو خراب کرتی پھر رہی ہیں۔ قرآن ایک مشین ہے جس سے انسان کو زندگی کا کانٹا بدل جاتا ہے کانٹا بدلنے والے اللہ والے ہوتے ہیں۔

بعض اولیاء اللہ:

میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں جو پبلک پلیٹ فارم پر آکر اصلاح خلق خدا کا کام نہیں کرتے۔ ان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتا ہے۔ گدڑی میں لعل ہوتے ہیں۔ لاہور میں نہ ہوں تو کوئٹہ کی طرح لاہور ایک منٹ سے پہلے پہلے غرق ہو جائے وہ اللہ کے عذاب کو روکے رہتے ہیں۔

عقل:

عقل فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے جتنا تعلق ہوگا۔ تمہارے سلاطین امراء۔ وزراء۔ بیرسٹرایٹ لاء۔ سب احمق ہیں۔ بدمعاشیاں کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ چوروں اور ڈاکوؤں کی سی زندگی ہے۔ وارنٹ گرفتاری (یعنی موت) آیا تو سب شوخی اور شیخی کرکری ہو جائے گی۔ ان کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کا غلام ہے جس کی جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ وہ عقل مند ہے۔

ہدایت کی منڈیاں:

ہر چیز کی ایک منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈیاں مساجد ہیں۔ یہ بدبخت مسجد میں آنے اور ٹوٹی چٹائیوں پر سر بسجود ہونے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اگر مسجد میں آنا ان کی کسر شان ہے تو اللہ والوں کے جوتے کی کسر شان ہے ان کی کوٹھیوں پر جانا۔

قبر میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کی کوئی قیمت نہیں۔ بادشاہ مومن نہیں تو اس کے تاج پر خدا کی لعنت ہے مومن کی گودڑی پر خدا کی رحمت ہے۔ انسان کو فقط خوف خدا انسان بناتا ہے۔ شیر اپنے ہم جنس شیر کو نہیں پھاڑتا۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درحق بہر استقبال می آید

اس کے دو آنسو ظالم کی بربادی کے لئے کافی ہیں۔

جنت کے دروازے:

جنت میں داخلہ کے لئے بھی کئی دروازے ہیں۔ مثلاً ایک دروازہ پر نوح داخلہ کا ٹکٹ عطا فرمانے کے لئے رونق افروز تھے۔ دوسرے پر ابراہیمؑ۔ تیسرے پر موسیٰؑ اور باقی دروازوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام۔ صدر دروازہ پر رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ اب باقی سب دروازے بند چکے ہیں صرف صدر دروازہ کھلا ہے اب حضور کی دامنگیری کے بغیر کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اہل اللہ کی نظر:

ہندوؤں کے سادھو بہت ریاضتیں کرتے ہیں۔ کوئی جسم پر بھبوت مل کر بیٹھتا ہے کوئی ہاتھوں کو اوپر کر کے ان کو سکھا لیتا ہے۔ لیکن اہل اللہ کو نظر آتا ہے کہ ان کے سینوں میں نور نہیں ہے۔

حیثیت کا پاس رکھنا:

سکندر رومی سے ایک سائل نے پیسہ مانگا۔ اس نے کہا میری شان کے مطابق مانگو۔ سائل نے کہا اچھا بادشاہی دے دو۔ سکندر نے جواب دیا کہ اپنی حیثیت کا بھی خیال رکھو۔ آج کل کے دنیا داروں نے اگر کسی مزدور کا ایک روپیہ دینا ہوتو ساڑھے تیرہ آنے ہی دینے کی کوشش کریں گے۔

جز ابقدر محنت:

ایک ہی زمین ہے لیکن اس میں سے گلاب کی جڑ سرخ رنگ اور گیندے کی زرد رنگ اور موتیے کی سفید رنگ کھینچ کر لاتی ہے پھر اور کمال دیکھئے کہ ہر ایک جڑ علیحدہ علیحدہ خوشبو زمین سے حاصل کرتی ہے۔ بیوی خوبصورت ہو اور نئی شادی ہوئی ہوتو دفتر میں بیٹھے بھی بیوی یاد رہتی ہے۔ اس طرح اگر اللہ کا ذکر بکثرت کیا جائے تو پھر خود بخود قلب چل نکلتا ہے۔ اگر کھرا دین چاہئے تو مدینہ سے لایئے۔ جن کی زندگی کی گاڑی جہنم کی لائن پر سرپٹ جاری ہوتی ہے۔ وہ جب قرآن مجید کی صحبت میں پہنچ جاتے ہیں تو یہ کانٹا بدل جاتا ہے۔ اور وہ جنت کی لائن پر چل نکلتے ہیں۔ گھڑا جب آوے میں ڈالا جاتا ہے تو پکتا ہے اسی طرح طالب صادق صحبت میں پکتا ہے لیکن کامل لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے۔

باطن کی بینائی:

اللہ والوں کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے تو باطن کی بینائی حاصل ہوتی ہے۔ پھر انسانوں میں سے کوئی سور کوئی کتا اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔

اہل اللہ امراض روحانی کے معالج:

اہل اللہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ وہ امراض روحانی کے معالج ہوتے ہیں۔ وہ برتن کی طرح دلوں کو مانجھ کر رکھ دیتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی کھرا مل جائے ورنہ لٹوں والے طبلہ سارنگی والے حضرت صاحب اور صاحبزادہ صاحب تو بہت ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں اگر انسان کے منہ میں خوف خدا کی لگام نہ ہوتو اس جیسا موذی کمینہ اور درندہ صفت اللہ تعالیٰ نے کوئی جانور پیدا نہیں کیا رات کو اس کمرہ میں یاد خدا کیجئے جس میں بیوی بچے نہ سو رہے ہوں بیویاں اللہ تعالیٰ نے ہم کو فقط اس لئے نہیں دیں کہ ان سے جھاڑو دلوائیں۔ برتن منجوائیں کھانا پکوائیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ہم سے سوال کریں گے کہ میرا دین بھی ان کو سکھلایا تھا یا نہیں اسی طرح اولاد کے متعلق بھی باز پرس ہوگی۔

ذکر کے عجائبات:

اللہ ہو کا پاک نام لینے والے کے لئے عجائبات کے ایسے دروازے کھلتے ہیں۔ کہ اس کے مقابلہ میں ساری دنیا کے خزانے ہیچ نظر آتے ہیں جس کو اس کی لذت حاصل ہو جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ اس سے کہیں کہ اے میرے بندے تو ساری دنیا کے خزانے لے لے اور یہ لذت واپس دے دے تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ یہ نعمت میرے پاس ہی رہنے دے اور دنیا کے خزانے کسی اور کو عطا فرما دے۔ قرآن کا خلاصہ یہ ہے۔

''اللہ کو عبادت سے رسول کو اطاعت سے مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو'' یہ جامع بیان ہے یہ شان قرآن ہے اور اس پر چلنے والا مسلمان ہے۔ ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائے گا۔ نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔

عمل کا کھوٹا:

نام گنگا رام ہو اندر ایمان ہو۔ اور ارکان اسلام کا پابند ہوتو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ یہ پکا مسلمان ہے۔ یونیورسٹیوں کی

ڈگریاں تو حاصل کرلیں۔ لیکن قرآن نہیں جانتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں آپ جاہل ہیں۔
اگر عالم اپنے دماغ کی الماری میں علم کے انبار لگا کر رکھ لے لیکن عمل میں کھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے علم کی کوئی قیمت نہیں۔ جو لوگ مجھے اور میرے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں میں تو ان کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔
سنو! غور سے سنو علماء کرام تم کو تعلیم ربانی دیتے ہیں۔ اور انگریز تم کو بے حیائی سکھاتا ہے۔

میت کے مال سے خرچ:

میت کے مال سے صرف قبر تک پہنچانے کی ضروریات پر جو خرچ آئے۔ ان کا خرچ کرنا صرف جائز ہے مثلاً کفن گورکن کی مزدوری وغیرہ باقی اور کسی کام کے لئے خرچ کرنا بالکل حرام ہے۔

ایک واقعہ:

ایک دفعہ نواب بہاولپور نے کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ تو کئی مقامات سے دعوت نامے آئے۔ میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق صاحب کی طرف سے دعوت نامہ تو نہ آیا مگر وزیر صاحب خود ان کے ہاں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ وزیر صاحب فقیر خود بہاولپور چلے گا۔ اونٹ پر اپنی دیگ لاد کر لے جائے گا۔ جو رزق اللہ دے گا اس میں سے سب کھائیں گے۔ نواب صاحب کی دعوت نہ کھائیں گے پھر فقیر نواب صاحب سے جو کہے گا وہ کانوں سے گزر کر نواب صاحب کے دل پر پڑے گا۔ نواب صاحب کی آنکھیں کھلیں گے۔ پھر وہ آپ سے ریاست کا حساب لیں گے۔ وزیر نے کہا کہ ایسا پیر ہمیں نہیں چاہئے۔

پولیس انسپکٹر کو جواب:

حضرت امروٹیؒ کی نظیر نہ تب تھی۔ نہ اب ہے ایک دفعہ ایک انسپکٹر پولیس آپ کے ہاں آیا۔ اور عرض کی کہ حضرت کپتان پولیس نے مجھے بھیجا ہے کہ آپ اپنی سواری کا گھوڑا قیمتاً مجھے دے دیں فرمانے لگے کہ تمہیں خدا کی قسم ہے جس طرح ان کا پیغام مجھ کو دیا ہے اسی طرح میرا پیغام بھی ان کو پہنچا دینا۔ میں نے گھوڑے جہاد کے لئے رکھے ہیں اور جہاد انگریزوں سے کروں گا تم تو گھوڑا مانگتے ہو۔ میں تو تم کو اپنا اور گھوڑوں کا پیشاب بھی آنکھ میں ڈالنے کے لئے نہیں دے سکتا۔

دیوبند کے ایک بزرگ اور میرا معمول:

دیوبند میں ایک بزرگ تھے۔ جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا تو فوراً قے ہو جاتی۔
میری شادی کو چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر میں کبھی اپنی بیوی سے نہیں لڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ کھانا پسند آئے تو کھاؤ اور نہ آئے تو مت کھایئے۔ نقص نہ نکالئے۔

حضرت دین پوری کی حالت:

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بعینہ یہی حالت تھی بات بات پر آہ سرد بھرنا اور رونا عام تھا۔ یہ اللہ کے نام کی برکت ہے اس سے دل موم ہو جاتا ہے اس قسم کے حضرات کی باتوں میں اثر بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کی قربانی:

حضرت ابراہیم بن ادھم بہت بڑے اولیاء کرام میں سے تھے انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر اللہ کے دروازے کی غلامی قبول کرلی تھی۔ مکہ معظمہ میں قیام تھا جنگل سے لکڑیاں لاتے تھے بازار میں فروخت کرتے ہروقت یہ آواز لگایا کرتے تھے۔ الطیب بالطیب کون ہے جو حلال مال سے مال خریدتا ہے ایک دفعہ انہوں نے بازار سے کچھ کھجوریں خریدیں۔ ان کو کھانے کے بعد ذکر کی لذت سلب ہوگئی۔ اللہ سے کنکشن ٹوٹ گیا۔ بہت پریشانی ہوئی اللہ کی بارگاہ میں گریہ زاری کی تو القاء ہوا کہ فلاں دن جو کھجوریں تم نے خریدی تھیں کچھ کھجوریں دکاندار کی تھیں۔

غیر محرم پر نظر ڈالنے کی نحوست:

ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دن میں پانی والے تالاب کی طرف سے آرہا تھا سنہری مسجد کے قریب ایک ہندو نوجوان لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا کہ چراغ بجھ گیا پھر آج تک روشن نہیں ہوا۔

حضرت دین پوری کا معمول:

حضرت دین پوریؒ نے جب کسی صاحب زادی کا

نکاح کرنا ہوتا تو ہماری اماں سے فرمادیتے کہ بچی کو نہلا کر نئے کپڑے پہنا دینا۔ نماز عشاء کے بعد داماد کو بلا کر نکاح پڑھا دیتے کسی کو پتہ بھی نہ ہوتا تھا کہ کوئی شادی ہونے والی ہے اب ان کے صاحبزادے مولوی میاں عبد الهادی صاحب گدی نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔

الحمدللہ کہنا:

حضرت زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کاملین میں سے تھے ایک دفعہ لنگر کا مال کشتی میں آرہا تھا۔ تو آپکو کسی خادم نے آکر اطلاع دی کہ حضرت کشتی بھنور میں پھنس گئی ہے اور قریب الغرق ہے فرمایا الحمدللہ تھوڑی دیر بعد پھر کسی خادم نے عرض کی کہ کشتی بھنور سے نکل کر صحیح سلامت کنارے پر پہنچ گئی آپ نے پھر فرمایا الحمدللہ۔

شیطان کا دھوکہ دینا:

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ فضائے آسمان میں ایک نورانی تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک نورانی شکل جلوہ افروز ہوئی جس نے مجھے آواز دی کہ اے عبد القادر ہم نے تمہیں نمازیں معاف کر دیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اخساء بالعین (اے لعین ذلیل ہو) میرا یہ کہنا تھا کہ نہ تخت رہا اور نہ تخت نشین۔ اس میں سے آواز آئی کہ اے عبد القادر تو اپنے علم کے زور سے بچ گیا ورنہ میں نے اس مقام پر اتنے اولیاء کو گمراہ کیا ہے۔ یہ ہیں لاہوری حضرت

خموشی معنی ہادارد کہ در گفتن نمی آید
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

اشعار

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

دلا تو رسم تعلق زمرغ آبی جو
اگرچہ غرق بد ریاست خشک پر برخاست

نفس مارا کم تراز فرعون نیست
لیک اورا عون مارا عون نیست

خاکساران راہبقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر باکبوتر باز با باز

نہ تھی حال اپنے کی جب خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب ہنر
پڑی حال پہ اپنے جب نظر
تو زمانے میں کوئی برا نہ رہا

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہئے
اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا

درمیان قعر دریا تختہ بند کردہٗ
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

عاشقاں راسہ علامت اے پسر
آہ سرود رنگ زرد و چشم تر
رنگی کو نارنگی کہیں دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی ہوئی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

قال راگبذار مرد حال شو
پیش مردے کا ملے پامال شو
یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے

مشکلے نیست کہ آساں نشود
مرد باید کہ ہراساں نشود

در دور لبت معاشراں را از سرھوس شراب رفتہ
آنجا کہ سمند ناز راندی خوباں ہمہ در رکاب رفتہ

علوم القرآن:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے زمانوں میں قرآن کریم کی حفاظت کس طرح کی گئی؟ اسے کس طرح لکھا گیا؟ اور یہ کوششیں کتنے مراحل سے گزری ہیں۔

حافظہ کی مدد سے:

ومنزل علیک کتابا لا یغسلہ الماء

"یعنی میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں جسے پانی نہیں دھو سکے گا۔" ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا، شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ اس کے الفاظ کو اس وقت دہرانے لگتے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائے، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ارشاد خداوندی "آپ قرآن کریم کو جلدی سے یاد کر لینے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے، (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔"

قرآن پاک کا دور کرنا:

اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک قرآن کریم کا سب سے زیادہ محفوظ گنجینہ تھا، جس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم و تغیر کا امکان نہیں تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مزید احتیاط کے طور پر ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا۔

صحابہؓ کی محنت:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو قرآن کریم کے صرف معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ سینکڑوں صحابہ نے اپنے آپ کو ہر غم ماسوائے آزاد کر کے اپنی زندگی اس کام کے لئے وقف کر دی تھی، وہ قرآن کریم کو نہ صرف یاد کرتے بلکہ راتوں کو نماز میں اسے دہراتے رہتے تھے۔ تھوڑی ہی مدت میں صحابہ کرام کی ایک ایسی بڑی تعداد تیار ہو گئی جسے قرآن کریم از بر یاد تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظ قرآن کی اس جماعت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحلیمہ معاذ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ، حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ، جیسے حضرات شامل تھے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو قراء صحابہ شہید ہوئے تھے۔ (عمدۃ القاری ص۱۶ و ۱۷، ج ۲۰ مطبوعہ دمشق)

عربوں کی قوت حافظہ

اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو حافظہ کی ایسی قوت عطا فرمادی تھی، کہ ایک ایک شخص ہزاروں اشعار کا حافظ ہوتا تھا اور معمولی معمولی دیہاتیوں کو اپنے اور اپنے خاندان ہی کے نہیں، ان کے گھوڑوں کے نسب نامے یاد ہوتے تھے، اس لئے قرآن کریم کی حفاظت میں اس قوت حافظہ سے کام لیا گیا، اور اسی کے ذریعے قرآن کریم کی آیات اور سورتیں عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئیں۔

پہلا مرحلہ:

حفاظت قرآن کا اصل مدار تو اگرچہ حافظہ پر تھا، لیکن

اس کے ساتھ ہی ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ

کتابت سے متعلق حدیث:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت گرمی لگتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی (یا کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا، یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے، اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا، بہر حال! جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ کر سناتا، اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح فرما دیتے، اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

کتابت وحی انجام دینے والے صحابہ:

کتابت وحی کا کام صرف زید بن حارثؓ ہی کے سپرد نہ تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہؓ کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا، جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے، کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے، لیکن ان سے زیادہ مشہور حضرات یہ ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ ابن الربیع رضی اللہ عنہ، حضرت معقیب بن ابی فاطمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن ارقم الزہری رضی اللہ عنہ، حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت بن قیس شماس رضی اللہ عنہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ،

حضرت عثمان غنیؓ کا فرمان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ چنانچہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا، اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا، اسلئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کے سلوں، اور چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔

ایک حدیث:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا''

دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب:

کوئی شخص قرآن کریم کے نسخہ میں دیکھے بغیر تلاوت کرے تو اس کا ثواب ایک ہزار درجہ ہے، اور اگر قرآن کے نسخہ میں دیکھ کر تلاوت کرے تو دو ہزار درجہ ہے۔

خلاصہ کلام:

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس عہد رسالت ہی میں قرآن کریم کے لکھے ہوئے صحیفے موجود تھے، ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرنے یا اسے لے کر دشمن کے علاقہ میں جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابو بکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا، تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ''عمر نے ابھی آ کر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک

بڑی جماعت شہید ہوگئی، اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونڈنے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کے حکم کا ہوا۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا اور جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمر دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔ لہٰذا حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کی محنت واحتیاط:

بہر حال! حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس زبردست احتیاط کے ساتھ آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا، لیکن ہر سورۃ علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی، اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں میں مشتمل تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ نسخہ چمڑے کے پارچوں میں لکھا گیا تھا۔

(۱) اس نسخہ میں آیات قرآنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں، لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں، ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔

(۲) اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے۔

(۳) یہ نسخہ خط حیری میں لکھا گیا تھا۔

(۴) اس میں صرف وہ آیتیں درج کی گئی تھیں جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

(۵) اس کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتب نسخہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار ہو جائے، تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لکھوائے ہو یہ صحیفے آپ کی حیات میں آپ کے پاس رہے، پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہے، حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق انہیں ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل کر دیا گیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر روم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقہ کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدین اسلام یا ان تاجروں سے قرآن سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی۔

(فتح الباری ص ۱۲، ۱۳ ج ۹)

حضرت عثمان غنیؓ کا خطبہ اور ایک نسخہ تیار کرنے کی ہدایت

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ مدینہ طیبہ میں میرے قریب ہوتے ہوئے قرآن کریم کی قراءتوں کے بارے میں ایک دوسرے کی تکذیب اور ایک دوسرے سے اختلاف کرتے ہو، اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور اختلاف کرتے ہوں گے، لہٰذا تمام لوگ مل کر قرآن کریم کا ایسا نسخہ تیار کریں جو سب کے لئے واجب الاقتداء ہو۔

اس غرض کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس (حضرت ابوبکرؓ کے زمانے کے) جو صحیفے موجود ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم ان کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی اس جماعت کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ لیکن پھر دوسرے صحابہ کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگا دیا گیا۔ یہاں تک کہ ابن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ان حضرات کی تعداد بارہ تک پہنچ گئی جن میں حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت کثیر بن افلحؓ، حضرت مالک بن ابی عامرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ، شامل تھے، ان حضرات نے کتابت قرآن کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کام انجام دیے،

(۱) حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو نسخہ تیار ہوا تھا اس میں سورتیں مرتب نہیں تھیں۔ بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

(۲) قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراتیں سما جائیں، اسی لئے ان پر نہ نقطے لگائے گئے اور نہ (زیر، زبر، پیش (تا کہ اسے تمام قراتوں کے مطابق پڑھا جا سکے،

ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کل سات نسخے تیار کئے گئے تھے، جن میں سے ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا، اور ایک مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔

مذکورہ بالا کام کرنے کے لئے ان حضرات نے بنیادی طور پر تو انہیں صحیفوں کو سامنے رکھا جو حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں لکھے گئے تھے، صحیح بخاری فتح الباری، ص ۱۷ ج ۹۔

قرآن کریم کے یہ متعدد معیاری نسخے تیار فرمانے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ تمام انفرادی نسخے نذر آتش کر دیئے جو مختلف صحابہؓ کے پاس موجود تھے، تا کہ رسم الخط، مسلمہ قراءتوں کے اجتماع اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار سے تمام مصاحف یکساں ہو جائیں، اور ان میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ کو پوری امت نے بہ نظر استحسان دیکھا، اور تمام صحابہؓ نے تائید اور حمایت فرمائی، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''عثمانؓ کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں اور ہمارے مشورے سے کیا۔

امت کا اجماع:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کی رسم عثمانی کے خلاف کسی اور طریقے سے لکھنا جائز نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد تمام مصاحف اسی طریقہ کے مطابق لکھے گئے، اور صحابہؓ و تابعین نے مصاحف عثمانی کی نقول تیار کر کر کے قرآن کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ اہل عرب میں ابتداء حروف پر نقطے لگانے کا رواج نہیں تھا چنانچہ مصاحف عثمانی بھی نقطوں سے خالی تھے لیکن بعد میں عجمی اور کم پڑھے لکھے مسلمانوں کی سہولت کے لئے قرآن کریم پر نقطے ڈالے گئے، یہ کارنامہ سب سے پہلے ابوالاسود دولی نے انجام دیا۔ ایک روایت کے مطابق عربی رسم الخط کے موجد قبیلہ بولان کے مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ ہیں، مرامر نے حروف کی صورتیں ایجاد کیں، اسلم نے فصل و وصل کے طریقے وضع کئے اور عامر نے نقطے بنائے، ۲۲ صبح الاعشیٰ ص ۱۲ ج ۳،

قرآن کریم پر زبر، زیر، پیش:

شروع میں قرآن کریم پر حرکات (زیر، زبر، پیش) بھی نہیں تھیں، حرکات سب سے پہلے ابوالاسود دوئیؒ نے وضع کیں۔ لیکن یہ حرکات اس طرح نہ تھیں، جیسی آج کل معروف ہیں۔ بلکہ زبر کے لئے حروف کے اوپر ایک نقطہ زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ، پیش کے لئے حرف کے سامنے ایک نقطہ، اور تنوین کے لئے دو نقطے، مقرر کئے گئے (صبح الاعشیٰ ص ۱۲۰ ج ۳) بعد میں خلیل بن احمد نے ہمزہ اور تشدید کی علامتیں وضع کیں (الاتقان ص ۱۷ ج دوسری صبح الاعشیٰ ص ۱۲۱ ج ۳) اس کے بعد حجاج بن یوسف نے یحییٰ بن یعمر، نصر بن عاصم اور حسن بصری رحمہم اللہ سے بیک وقت قرآن کریم پر نقطے اور حرکات دونوں لگانے کی فرمائش کی۔ حرکات کے اظہار کے لئے نقطوں کی بجائے زیر زبر پیش کی موجودہ صورتیں (َ ِ ُ) مقرر کی گئیں تا کہ حروف کے ذاتی نقطوں سے ان کا التباس پیش نہ آئے، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تقسیم عہد صحابہؓ کے بعد تعلیم کی سہولت کیلئے کی گئی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کو رکوعات کی تعیین بھی حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہو چکی تھی۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

''مشائخ نے قرآن کریم کو پانچ سو چالیس رکوعوں پر تقسیم کیا ہے اور مصاحف میں اس کی علامتیں بنا دی ہیں، تا کہ (تراویح میں) قرآن کا ختم ستائیسویں شب میں ہو سکے۔

رموز

اکثر رموز سب سے پہلے علامہ ابو عبداللہ محمد بن طیفور سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع فرمائے (النشر فی القرآت العشر لابن الجزری ص ۲۲۵ ج ۱) میں ہیں ان رموز کی تفصیل یہ ہے۔

ط: یہاں وقف کرنا بہتر ہے۔

ج: یہاں وقف کرنا جائز ہے۔

ز: بہتر یہ ہے کہ وقف نہ کیا جائے۔

ص: یہاں وقف کرنا چاہئے۔
م: اس جگہ وقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔
لا: یہاں نہ ٹھہرو۔
مع: یہ ''معانقہ'' کا مخفف ہے۔
سکتہ: اس جگہ رکنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوٹنے پائے، یہ عموماً اس جگہ لایا جاتا ہے جہاں ملا کر پڑھنے سے معنی میں غلط فہمی کا اندیشہ ہو۔
وقفہ: اس جگہ ''سکتہ'' سے قدرے زیادہ دیر تک رکنا چاہئے۔ لیکن سانس یہاں بھی نہ ٹوٹے۔
ق: یہ ''قیل علیہ الوقف'' کا مخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک یہاں وقف ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔
قف: معنی ٹھہر جاؤ۔
صلے: ''الوصل اولیٰ'' کا مخفف ہے جس کے معنی ہیں کہ ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
صل: قد یوصل''، یعنی یہاں بعض لوگ ٹھہرتے اور بعض ملا کر پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔

سب سے پہلے ہیمبرگ کے مقام پر ۱۱۱۳ء میں قرآن کریم طبع ہوا، جس کا ایک نسخہ اب تک دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ مولائے عثمان نے روس کے شہر سینٹ پیٹرس برگ میں ۱۷۸۷ء میں قرآن کریم کا ایک نسخہ طبع کرایا، اسی طرح قازان میں بھی ایک نسخہ چھاپا گیا، ۱۸۲۸ء میں ایران کے شہر تہران میں قرآن کریم کو پتھر پر چھاپا گیا، پھر اس کے مطبوعہ نسخے دنیا بھر میں عام ہوگئے۔

امت مسلمہ نے قرآن کریم کی ان قراتوں کو ہر دور میں محفوظ رکھا ہے، جب عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مصاحف عالم اسلام کے مختلف خطوں میں روانہ کئے تو ان کے ساتھ ایسے قراء کو بھی بھیجا جو ان کو تلاوت سکھائیں، چنانچہ یہ قاری حضرت جب مختلف علاقوں میں پہنچے تو انہوں نے اپنی اپنی قرات کے مطابق لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی، اور یہ مختلف قراتیں لوگوں میں پھیل گئیں، جو سات قاری سب سے زیادہ مشہور ہوئے وہ یہ ہیں:۔

(۱) عبداللہ بن کثیر الداری (متوفی ۱۲۰ھ)

آپ نے صحابہؓ میں سے حضرت انس بن مالکؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ اور ابوایوب انصاریؓ کی زیارت کی تھی، اور آپ کی قرات مکہ مکرمہ میں زیادہ مشہور ہوئی، اور آپ کی قرات کے راویوں میں بزی اور قنبل زیادہ مشہور ہیں۔

(۲) نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم (متوفی ۱۶۹ھ)

آپ نے ستر ایسے تابعین سے استفادہ کیا تھا جو براہ راست حضرت ابی بن کعبؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے، آپ کی قرات مدینہ طیبہ میں زیادہ مشہور ہوئی، اور آپ کے راویوں میں ابوموسیٰ قالون (متوفی ۲۲۰ھ) اور ابوسعید ورش (م ۱۹۷ھ) مشہور ہوئے۔

(۳) عبداللہ الیحصبی

جو ابن عامر کے نام سے معروف ہیں (متوفی ۱۱۸ھ)

آپ نے صحابہؓ میں سے حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت واثلہ بن اسقعؓ کی زیارت کی تھی، اور قرات کا فن حضرت مغیرہ بن شہاب مخزومی سے حاصل کیا، جو حضرت عثمانؓ کے شاگرد تھے، آپ کی قرات کا زیادہ رواج شام میں رہا اور ان کی قرات کے راویوں میں ہشام اور ذکوان زیادہ مشہور ہیں۔

(۴) ابوعمرو زبان بن العلاء عمار (متوفی ۱۵۴ھ)

آپ نے حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر کے واسطہ سے حضرت ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے، اور آپ کی قرات بصرہ میں کافی مشہور ہوئی آپ کی قرات کے راویوں میں ابوعمر الدوری (متوفی ۲۴۶ھ) اور ابوشعیب سوسی (متوفی ۲۶۱ھ) زیادہ مشہور ہیں۔

(۵) حمزہ بن حبیب الزیات مولیٰ عکرمۃ بن ربیع التیمی (متوفی ۱۸۸)

آپ سلیمان اعمش کے شاگرد ہیں۔ وہ یحییٰ بن وثاب کے وہ زر بن حبیش کے، اور انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے استفادہ کیا تھا، آپ کے راویوں میں خلف بن ہشام (م ۱۸۸) اور خلاد بن خالد (م ۲۲۰) زیادہ مشہور ہیں۔

(۶) عاصم بن ابی النجود الاسدی (متوفی ۱۲۷ھ)

آپ حضرت زر بن حبیش کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور ابوعبدالرحمٰن سلمی کے واسطہ سے حضرت علیؓ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی قرات کے راویوں میں شعبہ ابن عیاش

(متوفی ۱۹۳ھ) اور حفص بن سلیمان (متوفی ۱۸۰) زیادہ مشہور ہیں، آج کل عموماً تلاوت حفص کی روایت کے مطابق ہوتی ہے۔

(۷) ابوالحسن علی بن حمزۃ الکسائی النحوی (متوفی ۱۸۹ھ)

ان کے راویوں میں ابوالحارث مروزی (متوفی ۲۴۰ھ) اور ابوعمر الدوری (جو ابوعمرو کے بھی راوی ہیں) زیادہ مشہور ہیں، موخرالذکر تینوں حضرات کی قراتیں زیادہ تر کوفہ میں رائج ہوئیں۔

ان سات کے علاوہ اور بھی کئی قراتیں متواتر اور صحیح ہیں۔ مندرجہ بالا سات قراء کے علاوہ ان تین حضرات کی قراتیں بھی شامل کی گئیں۔

(۱) یعقوب بن اسحاق حضرمی (متوفی ۲۲۵ھ)
(۲) خلف بن ہشام (متوفی ۲۰۵ھ)
(۳) ابوجعفر یزید بن القعقاع (متوفی ۱۳۰ھ)

بعض بے علم لوگ صرف انہیں سات قراتوں کو صحیح سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد صرف یہی سات قراتیں ہیں۔

قرآن کی حقانیت پر دلائل پیش کرنے کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے سورج کے روشن ہونے پر دلائل قائم کرنا۔

کتب مقدسہ میں بشارتیں

بائبل میں بشارت:

مثلاً بائبل کی کتاب استثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہے۔

''اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لئے انہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا، اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جوں ہی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے، اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ خداوند کے نام سے کچھ کہے، اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔''

حضرت شعیاءؑ سے خطاب:

حضرت شعیاء علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد موجودہ بائبل میں منقول ہے کہ:

''دیکھو! میرا خادم جس کو میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے، میں نے اپنی روح اس پر ڈالی، وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا، وہ نہ چلائے گا اور نہ شور کرے گا، اور نہ بازاروں میں اس کی آواز سنائی دے گی، وہ مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑے گا، اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا، وہ راستی سے عدالت کرے گا، اور ماندہ نہ ہوگا، اور ہمت نہ ہارے گا، جب تک عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے جزیری ہے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، اور تیری حفاظت کروں گا، اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا، کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے، اور ان کے جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانے سے چھڑالے، یہوداہ میں ہی ہوں، یہی میرا نام ہے، میں اپنا جلال کسی دوسرے کے لئے اور اپنی حمد کھودی ہوئی مورتوں کے لئے روانہ رکھوں گا۔۔۔۔۔۔ قیدار کے آباد گاؤں اپنی آوازیں بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں، اور جزیروں میں اس کی ثناء خوانی کریں، خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔۔۔۔۔۔ جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو وہ پیچھے ہٹیں گے، اور بہت شرمندہ ہوں گے۔'' (سعیاہ ۴۲: ۱ تا ۱۷)

اس عبارت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی جارہی ہے وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا، (کیونکہ قیدار انہی کے صاحبزادے کا نام ہے اور سلع (مدینہ طیبہ کے مشہور پہاڑ) کے بسنے والے اس کی آمد پر خوشیاں منائیں گے۔

زمانہ جاہلیت کے اہل عرب کا تصور:

اب ذرا زمانہ جاہلیت کے اہل عرب کا تصور کیجئے، خطابت اور شاعری ان کے معاشرے کی روح رواں تھی، عربی

شعر و ادب کا فطری ذوق ان کے بچے بچے میں سمایا ہوا تھا، فصاحت و بلاغت ان کی رگوں میں خون حیات بن کر دوڑتی تھی، ان کی مجلسوں کی رونق، ان کے میلوں کی رنگینی، ان کے فخر و ناز کا سرمایہ اور ان کی نشر و اشاعت کا ذریعہ سب کچھ شعر و ادب تھا، اور انہیں اس پر اتنا غرور تھا کہ وہ اپنے سوا تمام قوموں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔

چیلنج:

ایسے ماحول میں ایک امی (جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک کلام پیش کیا اور اعلان فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔

''اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس قرآن جیسا (کلام) پیش کرنا چاہیں تو اس جیسا پیش نہ کرسکیں گے، خواہ وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کیوں نہ کریں۔''

یہ اعلان کوئی معمولی بات نہ تھی، کچھ عرصہ بعد قرآن کریم نے پھر اعلان فرمایا کہ

''اور گر تم کو اس کتاب کے بارے میں ذرا بھی شک وشبہ ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو اس جیسی ایک (ہی) سورت بنالاؤ، اگر سچے ہو، اور اللہ کے سوا تمہارے جتنے حمایتی ہیں سب کو بلالو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرسکے، اور یقین ہے کہ ہرگز نہ کرسکو گے، تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں ولید بن مغیرہ کے یہ الفاظ

''خدا کی قسم! جو یہ کلام بولتے ہیں اس میں بلا کی شیرینی اور رونق ہے یہ کلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔''

یہ ولید بن مغیرہ ابوجہل کا بھتیجا تھا، ابوجہل کو جب پتہ چلا کہ میرا بھتیجا اس کلام سے متاثر ہو رہا ہے تو وہ اسے تنبیہ کرنے کے لئے اس کے پاس آیا، اس پر ولید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم! تم میں کوئی شخص شعر کے حسن و قبح کو مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں شعر کو اس کے ساتھ بھی کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں ہے۔

ولید کا جواب:

ولید نے کہا، خدا کی قسم! ان کا کلام کاہنوں جیسا نہیں ہے، قریش نے کہا کہ پھر ہم انہیں مجنوں کہیں گے، ولید بولا کہ ان میں جنون کا شائبہ تک نہیں، قریش کہنے لگے کہ پھر ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہیں، ولید نے کہا کہ شعر کی تمام اصناف سے میں واقف ہوں، یہ کلام شعر ہرگز نہیں ہے۔ قریش نے کہا کہ ''پھر ہم انہیں جادوگر کہدیں؟'' ولید نے پہلے اس کا بھی انکار کیا، مگر عاجز آکر اس پر فیصلہ ہوا کہ جادوگر کہا جائے، کیونکہ یہ ایسا جادو ہے جو باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں تفریق کرادیتا ہے۔

عتبہ بن ربیعہ کا جواب:

عتبہ بن ربیعہ قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مصالحت کی گفتگو کرنے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ حم کی ابتدائی آیات اس کے سامنے تلاوت فرمائیں، وہ ہمہ تن گوش سنتا رہا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا، تو وہ بدحواسی کے عالم میں اٹھ کر سیدھا گھر چلا گیا، لوگ اس کے پاس گفتگو کا نتیجہ معلوم کرنے آئے تو اس نے کہا ''خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایسا کلام سنایا کہ میرے کانوں نے تمام عمر ایسا کلام نہیں سنا، میری سمجھ میں نہ آسکا کہ میں کیا جواب دوں؟'' (الخصائص الکبری، ص۱۱۵ ج۱)

لا السماء تکدرین ولا الوارد تنفرین پھر نزول قرآن کے کافی عرصے کے بعد عربی کے مشہور ادیب اور انشاء پرداز عبداللہ بن المقفع مترجم کلیلہ دومنہ (متوفی ۱۴۲ھ) نے قرآن کریم کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا، لیکن اسی دوران کسی بچے کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ ''**وقیل یارض ابلعی ماء ک ویاسماء اقلعی**'' تو پکار اٹھا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کلام کا معارضہ ناممکن ہے، اور یہ ہرگز انسانی کلام نہیں (اعجاز القرآن للباقلانی ح ص۵۰ ج۱)

''اور فرعون نے کہا کہ اے سرداران قوم! مجھے اپنے سوا تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں، پس اے ہامان! گیلی مٹی پر آگ روشن کر کے میرے لئے ایک محل تعمیر کرو۔''

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور زمین میں سے بھی اتنی ہی'' دیکھئے! یہاں سماء (آسمان) کی جمع تو لائی گئی، لیکن قرآن نے ارض کی جمع لانے کے بجائے اس کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے **ومن الارض مثلھن** کی تعبیر اختیار فرمائی جس کے اسرار و نکات پر جس قدر غور کیجئے معجزانہ بلاغت کا دریا موجزن نظر آتا ہے۔

قرآن کریم کی نثر:

قرآن کریم ایک ایسی نثر پر مشتمل ہے جس میں شعر کے قواعد وضوابط ملحوظ نہ ہونے کے باوجود ایک ایسا لذیذ اور شیریں آہنگ پایا جاتا ہے، جو شعر سے کہیں زیادہ حلاوت اور لطافت کا حامل ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کا جمالیاتی ذوق نظم اور شعر میں ایک ایسی لذت اور حلاوت محسوس کرتا ہے جو نثر میں محسوس نہیں ہوتی، اگر آپ اس لذت اور حلاوت کے سبب پر غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کا راز درحقیقت لفظوں کی اس ترتیب میں مضمر ہے جو ایک خاص صوتی آہنگ پیدا کرتی ہے، عربی فارسی اور اردو کی قدیم شاعری میں اس آہنگ کی لذت شعر کے خاص اوزان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اعجاز قرآن پاک:

یہ صرف قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ اس نے دنیا کے مختلف خطوں میں مقرر کئے ہوئے شعری قواعد میں سے کسی قاعدے کی پابندی نہیں کی، بلکہ صرف متوازن صوتی آہنگ کی اس قدر مشترک کو اختیار کر لیا ہے جو ان سارے قواعد کا اصل مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نثر ہونے کے باوجود شعر کے زیادہ لطافت اور حلاوت کا حامل ہے، اور صرف اہل عرب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر زبان کے لوگ اسے سن کر غیر معمولی لذت اور تاثیر محسوس کرتے ہیں۔

یہیں سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ بعض کفار عرب نے قرآن کریم کو کس بناء پر شعر قرار دیا تھا؟ ظاہر ہے کہ شعر کی معروف تعریف کسی بھی طرح قرآن کریم پر صادق نہیں آتی، اور کفار عرب اپنی ہزار گمراہوں کے باوجود اتنی حس ضرور رکھتے تھے کہ نثر اور نظم میں تمیز کر سکیں، وہ اس بات سے بے خبر نہیں تھے کہ شعر کے وزن اور قافیہ کی پابندی ضروری ہے جو قرآن کریم میں مفقود ہے اسکے باوجود انہوں نے قرآن کریم کو شعر اس بناء پر قرار دیا کہ اس کے اسلوب اور آہنگ میں انہوں نے شعر سے زیادہ حلاوت اور تاثیر محسوس کی تھی، اور وہ سمجھ رہے تھے کہ وزن اور قافیہ کی پابندی کے بغیر اس کلام میں شعری ذوق اور وجدان کے لئے وہ جمالیاتی لذت بدرجہ اتم موجود ہے، جو اوزان وقوافی کی جکڑ بندیوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ تمت از علوم القرآن

مدارس کی موجودہ صورت حال

۱۳۹۴ھ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ تشریف لائے انٹرویو ٹیپ کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے اور جملہ اکابرین دیوبند کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے مزاج اور مذاق کے امین بھی تھے، اور تقریباً ساٹھ سال تک وہ دارالعلوم دیوبند جیسی نامور دینی درسگاہ کے مہتمم اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے ہیں۔ اس لئے مدارس کی صورتحال اور ان سے اصلاحی تدابیر پر حضرت قاری صاحب کی رائے گرامی انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

حضرت قاری صاحب کی رائے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس کا نصاب قابل اطمینان ہے طریقہ تعلیم، وہ تھوڑا سا بدل گیا ہے قدیم زمانہ کے حضرات اساتذہ ایجاز اور اختصار نفس مطلب عبارت پر منطبق کر کے دلوں میں ایسا ڈال دیتے تھے کہ کتاب ذہن نشین ہو جاتی تھی اور جب طالب علم نے کتاب دیکھی مطلب سامنے آ گیا لمبی لمبی تقریریں جس سے استعدادیں کمزور ہو رہی ہیں جمہوریت چلی آزاد ہو گئے بنیادی چیز یہ ہے کہ خود کا یا تلمیذ کا تعلق استاذ سے قوی ہو، اس میں ادب بھی ہو، تعظیم بھی، اعتماد کامل بھی ہو، اس میں جتنی کمی پڑے گی استعداد میں اتنی ہی کمی پڑے گی۔

جدید علوم وفنون کا اثر:

جدید قسم کے جو علوم وفنون جن سے عقائد کے اوپر اثر پڑتا ہے خواہ وہ غلط فہمیوں کی وجہ سے پڑے مگر پڑ رہا ہے جیسے مبادیات سائنس ہیں، فلسفہ جدید ہے، ہیئت جدیدہ ہے اس کو لوگ ذریعہ بناتے ہیں دینیات کی تردید کا، حالانکہ وہ ذریعہ ہیں تقویت دین کا، سائنس جتنی بڑھے گی میں سمجھتا ہوں کہ اسلام کو اتنی تقویت ملے گی اس لئے کہ اسلام نے عقائد و نظریات کے لحاظ سے جو دعوے کئے ہیں ان کے دلائل سائنس مہیا کر رہی ہے تو دعویٰ ہم کرتے ہیں مگر دلائل وہ لوگ مہیا کرتے ہیں جو اس کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ انہی کے ہاتھ

سے دلائل مہیا کرتے ہیں۔اس لئے سائنس منافی تو کیا ہوئی بلکہ معین و مددگار ہے پڑھانے والے وہ ہیں جو غلط نظریات اور غلط فکر لئے ہوئے ہیں۔دین ان میں پہلے سے راسخ نہیں ہوتا ہے اس لئے عقائد پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑتا۔لوگ سمجھتے ہیں کہ علم کا اثر ہے حالانکہ وہ دراصل عالم کا اثر ہے جو برا پڑھا رہا ہے اسلام نے تو ہر علم وفن کی تحقیق کی اجازت دی ہے جن سے روکا ہے وہ نافع نہیں علم بہرحال جہل سے بہتر ہے۔

صاحب حال معلم اگر صاحب قال اخلاق پیدا کردے گا بدفکر ہے بدفکری ذہن میں ڈالے گا نئے علوم میں سے وہ علم لئے جائیں کہ جس حد تک وہ متعین بنتے ہیں دین کے حق میں۔

مدرسہ ہی خانقاہ:

قدیم زمانہ میں مدرسہ ہی خانقاہ ہوتا تھا جس کے اوپر تعلیم کا پردہ تھا، نام تو نہیں آتا تھا کہ ہم تصوف سکھلا رہے ہیں یا طریقت سکھلا رہے ہیں، لیکن ان بزرگوں کا طرز عمل، ان کا کردار، کیریکٹر وہ تھا کہ ان کی مجلسوں میں بیٹھ کر خود بخود اخلاق درست ہوجاتے اساتذہ کی تکمیل اور تزکیہ اخلاق کی طرف توجہ نہیں اساتذہ اور طلباء کے درمیان اب ربط نہیں رہا؟ مثل مشہور ہے کچھ لوہا کھوٹا کچھ لوہار کھوٹا کمی تھوڑی بہت اساتذہ میں بھی آئی ہم لوگوں نے تعلیم پائی اس وقت اساتذہ علمی اعتبار سے بھی معیاری تھے اور تقوی میں طہارت کے لحاظ سے بھی معیاری تھے مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اتباع سنت کا اتنا غلبہ تھا کہ ان کے طرز عمل کو دیکھ کر ہم مسئلہ معلوم کرلیتے تھے۔

اکابر کی بعض باتیں:

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دوپہر کو چھوٹی مسجد میں آکے قیلولہ کرتے تھے تو عموماً گھٹنے پیٹ میں دیکے لیٹا کرتے تھے یعنی سکڑ کر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیر پھیلا کر لیٹے ہوں فرمایا کہ بھائی پیر پھیلا کے سونے کی جگہ قبر ہے دنیا نہیں جلالین شریف میں ہم نے ان کی یہاں پڑھی آیت یہ آئی کہ **لیس للانسان الا ما سعی** آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے سعی کی ہے یہ نہیں کہ کسی غیر سعی اس کے کام آجائے ادھر تو یہ آیت اور ادھر روایت میں ایصال ثواب ثابت، جس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کا سعی کام آگئی اور پیدل سفر شروع کردیا گنگوہ کا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے پاس جا کر تحقیق کروں گا تو پہلا جذبہ تو اس سے معلوم ہوا، فکر آخر شب میں گنگوہ پہنچے، صبح کی نماز کا وقت تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وضوء فرمارہے تھے انہوں نے سلام کیا۔فرمایا کون؟ عرض کیا کہ عزیز الرحمٰن فرمایا کہ اس وقت کیا رات آئے تھے کہا کہ رات سفر کیا بس ابھی پہنچا ہوں فرمایا ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی جو ساری رات سفر کیا حضرت گنگوہی نے وہیں کھڑے کھڑے فرمایا کہ **لیس للانسان الا ما سعی** میں سعی ایمانی مراد ہے یعنی ایک کا ایمان دوسرے کے لئے نجات کا ذریعہ نہیں بنے گا عمل کی نفی نہیں تو حدیث ثابت کررہی ہے عمل کو کہ عمل کا فائدہ پہنچے گا اور آیت نفی کررہی ہے سعی ایمانی کی کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ایک واقعہ:

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں کوئی عرب ہندوستان پہنچ گئے تو ہندوستان میں عربوں کی آمدورفت اس زمانہ میں تھی نہیں کوئی عرب آگیا تو لوگ چیلوں کی طرح سے اس کے پیچھے دوڑتے تھے کہ عرب صاحب عرب صاحب اور عقیدت محبت سے ہرممکن مدارات کرتے تھے ان عرب صاحب کا بھی خیر مقدم ہوا شافعی تھے اتفاق سے کسی مسجد میں جہاں سارے جہلا ہی جمع تھے تو نماز کے بعد تو تو میں میں شروع ہوئی حتیٰ کہ ان عرب پر ہاتھ ڈالا اب وہ مہمان تھے مولانا شہید کو خبر ہوئی غصہ آیا فرمایا کہ اول تو زدوکوب پھر عرب سے آیا مہمان جو واجب التعظیم ہے حکم دیا کہ آج سے ہماری ساری مسجدوں میں رفع یدین ہوا کرے گا ترک رفع یدین ختم اب صاحب تمام مسجدوں میں رفع یدین شروع ہوگیا غرض بہت فتنہ ہوا تو لوگ گئے حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس کہ حضرت وہ آپ کے بھتیجے نے بڑا فتنہ برپا کردیا اور حکم دے دیا ہے کہ ہر مسجد میں رفع یدین ہوگا تو بڑی مصیبت ہوگئی ہے اور فتنہ پھیل گیا ہے آپ انہیں سمجھائیں شاہ عبدالقادر صاحب کی عظمت سب کرتے تھے چھوٹے اور بڑے حالانکہ وہ سب سے چھوٹے بھائی تھے مگر بڑے بھائی بھی ان کی تقوی اور طہارت کی وجہ سے ان کی عظمت کرتے تھے چالیس برس اعتکاف کیا ہے اکبری مسجد میں اور سوائے قرآن کے اور کوئی شغل نہیں تھا اور جس دن ان کی وفات

ہوئی ہے تو شاہ عبد العزیز صاحب پر منکشف ہوا کہ دلی کے سارے قبرستانوں سے آج عذاب قبر اٹھالیا گیا ہے ان کی آمد کے احترام میں تو اس درجہ کے تھے کہ شاہ عبد القادر صاحب کے سامنے لوگوں نے کہا کہ آپ کے بھتیجے نے فتنہ برپا کر دیا ہے کہا بلاؤ اسماعیل کو خیر مولانا شہید حاضر ہوئے فرمایا میاں اسماعیل تم نے حکم دیا ہے کہ رفع یدین ہوا کرے کہا حضرت یہ سنت اتنی مردہ ہو چکی ہے کہ اس کے عمل درآمد کرنے پر لوگ پیٹے جانے لگے۔ میں نے احیائے سنت کیا ہے فرمایا کہ احیاء سنت کا مطلب یہ ہے کہ سنت ختم ہو کر بدعت اس کی جگہ لے لے وہ احیاء سنت ہے جو مائۃ شہید کے برابر ہے اور یہاں تو سنت کے مقابلہ میں خود سنت موجود ہے رفع یدین اگر سنت ہے تو عدم رفع بھی سنت ہے ایک امام ادھر گیا ہوا ہے ایک ادھر احیاء سنت کا یہ موقع کون سا ہے احیاء سنت وہاں ہے کہ سنت ختم ہو اور بدعت اس کی جگہ آجائے یہاں کون سی بدعت ہے؟ عرض کیا کہ حضرت مجھ سے غلطی ہوئی پھر ساری مسجدوں میں خود کہتے پھر رہے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، لوگ اس طرح ترک رفع یدین کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔

اکابر کا معمول:

ان اکابر کے یہاں لمبی تقریریں نہیں ہوتی استعداد نہایت قوی اور استحضار ہوتا تھا علوم کا اب محنتیں تو ہیں نہیں قوی بھی ویسے نہیں استحضار وہ نہیں ہے علوم کا جو کچھ کتاب میں دیکھا صبح کو بیان کر دیا، وہ نقل اور سرد روایت ہوتا ہے وہ جو قلبی کیفیت ہے وہ شامل نہیں ہوتی اس لئے استعدادوں پر برا اثر پڑا ہے تو نہ نصاب میں خرابی ہے اور نہ کسی اور چیز میں بلکہ کچھ طرز تعلیم کی اور کچھ اساتذہ کے ترقی نہ کرنے کی وہ پڑھ رہے ہیں کہ بس پڑھا رہے ہیں پیشہ سا سمجھ لیا ہے یہ وجہ ہو رہی ہے استعدادوں کی کمی کی۔

یکسوئی لازم ہے:

ادھر طلبہ کی ملک کے حالات جمہوریت کے نام پر ایسے ہو گئے ہیں یکسوئی باطل ہو گئی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ علم اپنا بعض اس وقت تک نہیں دے سکے گا جب تک تم اپنا کل اسے نہ دے ڈالو اب تم جز دو اور اس کا کل لینا چاہو تو یہ ہوگا کیسے تو طالب علم کہیں ادھر متوجہ کہیں ادھر کہیں معاش اور کیا کیا، اسی میں ضمناً اس نے علم کی طرف بھی توجہ کر لی تو استعداد بنے گی کہاں سے؟

حالت زار:

اساتذہ کی جماعت تو ہے بڑوں کی جماعت، چھڑی ہاتھ میں کوئی بولے تو اسی وقت گردن زنی قرار پائے اور طلباء اس زمانے کے بھائی وہ بھڑوں کے چھتے ہیں کہ انہیں کوئی چھیڑے تو وہ آکے لپٹ جائیں گے، آدمی ڈرتا ہے، بس صاحب اب بے چارہ بے زبان نصاب رہ گیا ہے اسی میں کتر بیونت کرتے رہو فارغ ہوتے ہیں ان میں کام کرنے کا وہ جذبہ نہیں جو پہلے موجود ہوتا تھا سو اونٹوں کی ایک جماعت ہے تو سواری کے قابل ایک ہی نکلتا ہے یہ تو ممکن ہے کہ کوئی جوہر قابل نہ ہو اپنی استعداد پر کام کرتے ہیں جو کام کرنے والے ہیں، مگر ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس وقت دین کا یہ کام کیسے چل رہا ہے بحثیں بھی موجود ہیں مناظرے بھی ہیں، باطل پرستوں کا مقابلہ بھی ہے لوگ کام کر رہے ہیں اور اس میں نوجوان بھی کرنے والے ہیں مگر بہت کم ہیں گنے چنے ان مدارس میں آنے والے بلند فکر کم ہیں آٹھ نو برس یہاں کچھ مل جائے گا وہ نصاب پر عبور تو کر لیتے ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں بتلاؤں کہ اس علم کی ذلت کا کونسا وقت ہوگا؟ عرض کیا گیا فرمائیے فرمایا کہ جب اراذل ناس اس کو حاصل کرنے لگیں جو خود پست ہیں اور پست فکر ہیں وہ جب عمل کی طرف متوجہ ہوں گے تو اس کی پستی علم میں بھی نمایاں ہوگی اور علم بھی پست نظر آئے گا ورنہ بلند فکر اور اونچے طبقہ کے لوگ اگر علم حاصل کریں تو وہ آج بھی وہ کام کریں گے جو پچھلے کرتے تھے۔

سلف کا پرکھنے کا معمول:

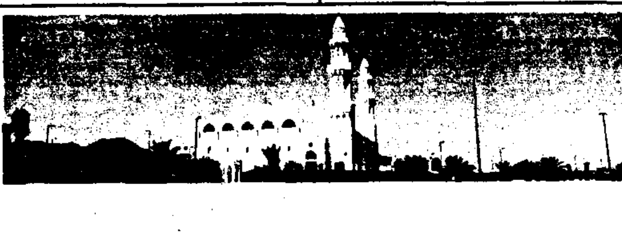
بلند فکر ہیں اور اچھی سمجھ والے ہیں اونچے گھرانوں کے طلباء کے حاصل کرنے کی کیا صورت ہے بات یہ ہے کہ دنیا غالب آچکی ہے پہلے فکر آخرت غالب تھی حکومت میں کرسی ملے ملازمت ملے عہدہ ملے ادھر وہ لوگ آتے ہیں جو ادھر کی استعداد نہیں رکھتے انہوں نے سوچا کہ چلو دین ہی کی استعداد بناؤ، مدارس میں تو بھائی دین ہے جو آئے گا سکھا دیں گے جس درجہ کا

بھی ہو لیکن سلف کے زمانے میں پرکھتے تھے کہ اسے کس علم سے مناسبت ہے جس فن سے مناسبت ہوتی تھی اسی میں ترقی دیتے تھے اور وہ طبعی رفتار ہوتی تھی اس لئے اس علم وفن کے اندر وہ ماہر ہوتے جاتے تھے میں جب افغانستان گیا تو سردار نعیم وزیر معارف تعلیم تھے نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کسی عالم دین کو وزیر خارجہ بنائیں وزیر داخلہ بنائیں وہ چلتا نہیں میں نے کہا شاہی خاندان اور شاہی کنبہ کے افراد بھیجتے تو ہم آپ کو دکھاتے کہ علم کیا چیز ہے؟ مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا حسین احمد صاحب مولانا شبیر احمد صاحب دس بیس نام گنوادیے یہ لوگ بلند فکر تھے تو علم نے ان کی فکر کو اور زیادہ بلند کر دیا اب اگر کسی میں پستیاں ہی بھری ہوئی ہوں وہ اجاگر ہو جائیں گی صدر عالم نے کہا بالکل حق بات ہے شاہی خاندان کے آئیں گے کوئی وزیر کا بیٹا ہوگا کوئی بادشاہ کا بیٹا حکومت خرچ برداشت کرے گی میں نے کہا نہایت مبارک اب ہماری درخواست ہے گیارہ لڑکے ہم آپ کے یہاں بھیجتے ہیں مختلف کالج ہیں افغانستان میں جرمنی زبان کا فرانسیسی زبان کا کالج ہے طب یہ خالص ترکی زبان کا انگریزی زبان کا مستقل کالج ہے گیارہ لڑکے ہم بھیجیں گے کہ آپ انہیں زبان سکھائیں حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام سے پہلے اونچا تھا وہ اسلام میں بھی آکر اونچا رہے گا جو وہاں نیچا تو وہ یہاں بھی پست رہے گا۔

ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ وہ مجبور ہو کر علم دین سیکھنے کے لئے آئیں اور جھکیں جیسے عالمگیر نے کیا تھا حکم دیا کہ ہم وضو کریں گے فلاں والی ملک ہمیں وضو کرائے تو ان صاحب نے ساتھ سلام کئے کہ بڑے عزت افزائی ہوئی بادشاہ کو وضو کرائیں گے وہ آفتابہ لے کر پہنچے عالمگیر نے پوچھا وضوء میں سنتیں کتنی ہیں؟ واجبات کتنے ہیں؟ اب انہوں نے کبھی وضوء کیا ہو تو بتائیں عالمگیر نے فرمایا حیرت ہے آپ ایک بڑے والی ملک ہیں ہزاروں پر حکمرانی کر رہے ہیں اور مسلمان ہیں آپ کو یہ پتہ نہیں کہ وضوء میں فرائض کتنے ہیں؟ بس اتنا ان سے کہہ دیا اگلے دن کہا کہ فلاں امیر ہمارے ساتھ روزہ افطار کریں وہ افطار شریک ہوئے تو اورنگ زیب نے کہا روزہ میں مفسدات کتنے ہیں؟ مکروہات کتنے ہیں انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں تو کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کے والی ہو اور تمہیں یہ پتہ نہیں؟ کسی سے کچھ اور پوچھا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مولویوں کی تلاش شروع ہوگئی کہ مسئلے معلوم کرو، اگر بادشاہ سلامت یوں ہی پوچھتے رہے تو بڑی تذلیل ہو جائے گی ہماری، صاحب مولوی کسی قیمت پر نہیں ملتے، مولویوں نے نخرے شروع کر دیئے کہ صاحب ہم پانچ سو سے کم تنخواہ نہیں لیں گے ایک نے کہا ہزار سے کم نہیں لیں گے انہوں نے کہا بھائی دو ہزار دیں گے مگر تم آؤ تو سارے مولوی لگ گئے محض وعظ نصیحت سے نہیں چلے گی جو طلباء نکلیں وہ ایک خاص نظام کے تحت اجتماعی طور پر کام کریں اور مدرسہ کی طرف سے انہیں وقتاً فوقتاً ہدایات ملتی رہیں۔

جراتمندانہ اقدام:

بہت زیادہ سراہا گیا وہاں کے علماء کو بھی اور حکومت کو بھی جرات مندانہ اقدام ہے یہ تو ہمارے ہی بزرگوں کا خواب تھا جس کی تعبیر ملی ہے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب آکر یہ ادھر تو مڈل ایسٹ کی ۳۲ انجمنوں نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ داخل ہی نہیں ہو سکتے اور ادھر پاکستان نے اس کے اوپر مہر کر دی تو یہ عالمگیر مسئلہ بن گیا میں نے پاکستان اسمبلی کی قرارداد کی تائید میں بیان دیا، پھر کلکتہ اور متعدد جگہوں سے خطوط آئے کہ اس کا یہ اثر ہوا کہ بہت جگہوں میں مسلمانوں میں یہ چیز پیدا ہو رہی ہے کہ پھر قادیانی ہمارے قبرستانوں میں دفن نہیں ہو سکتے سو کے قریب قادیانی تائب ہو گئے پاکستان اسمبلی کی قرارداد کا بہت ہی اچھا اثر پڑا ہے ہندوستان پر بمقام مدینہ منورہ۔



باب ۲۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موت کے احکام

جب موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں:

فرمایا کہ مرنے والوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کریں۔ سورۃ یسین پڑھا کرو۔

سکرات الموت: مرنے والے کا منہ مرتے وقت قبلہ کی طرف کردیں اور خود وہ یہ دعا مانگے۔ ”اے اللہ! میری مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے اوپر والے ساتھیوں پر پہنچا دے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ موت کی سختیوں (کے اس موقع) میں میری مدد فرمایا“ (ترمذی)

مسئلہ: جب کسی پر موت کا اثر ظاہر ہو تو اس کو چت لٹا دو اس طرح کہ قبلہ اس کے داہنی طرف ہو اور سر کو ذرا قبلہ کی طرف جھکا دو۔ کلمہ شہادت کوئی اس کے پاس بلند آواز سے کہے۔ اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو۔

مسئلہ: جب وہ ایک کلمہ پڑھ لے تو چپ ہو رہو۔ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہوسکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت کا وقت آ گیا، اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کردو (بہشتی زیور)

مسئلہ: سورہ یٰسین پڑھنے سے موت کی سخت کم ہو جاتی ہے۔ اس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھ دو یا کسی سے پڑھوا دو۔

مسئلہ: اس وقت کوئی بات ایسی نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو۔

مسئلہ: مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کفر کی کوئی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو، نہ اس کا چرچا کرو۔ عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے۔ جب موت واقع ہو جائے تو اہل متعلق یہ دعا پڑھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ”اے اللہ! میری مصیبت میں اجر دے اور اس کے عوض مجھے اچھا بدلہ عنایت فرما۔“

مسئلہ: جب موت واقع ہو جائے تو کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر میت کی ٹھوڑی کے نیچے نکال کر، سر پر لا کر گرہ لگا دیں اور نرمی سے آنکھیں بند کر دیں، اور اس وقت یہ دعا پڑھیں: ”شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر، اے اللہ اس میت پر اس کا کام آسان فرما اور اس پر وہ حالات آسان فرما جو اب اس کے بعد آئیں گے اور اس کو اپنے دیدار مبارک سے مشرف فرما اور جہاں گیا ہے اس کو بہتر کر دے، اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے۔ (درمختار)

مسئلہ: پھر اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں، اور پیروں کے انگوٹھے ملا کر کپڑے کی کترن وغیرہ سے اسے باندھ دیں، پھر اسے ایک چادر اڑھا کر چارپائی یا چوکی پر رکھیں، زمین پر نہ چھوڑیں اور پیٹ پر کوئی لمبا لوہا یا بھاری چیز رکھ دیں، تاکہ پیٹ نہ پھولے، غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض یا نفاس والی عورت کو اس کے پاس نہ آنے دو۔ پھر اس کے دوست احباب کو خبر دو۔ (اگر بتی وغیرہ) جلا کر میت کے قریب رکھ دو۔ غسل سے پہلے میت کے پاس قرآن پڑھنا درست نہیں۔ قبر کا بندوبست کرو اور غسل، کفن جنازہ اور دفن کا سامان فراہم کرلو۔

مسئلہ: مرنے والا اگر مرتد ہو یعنی پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو گیا اور کافر یا مرزائی یا رافضی ہی مرا تو اس کا غسل و کفن اور نماز جنازہ کچھ نہ ہوگی۔ کسی گڑھے میں کتے کی لاش کی طرح ڈال دیا جائے۔

مسئلہ: شروع ہی سے کافر تھا۔ اسے ناپاک کپڑے کی طرح دھوکر کسی کپڑے میں لپیٹ کر کسی گڑھے میں دبادیں۔

میت پر نوحہ و ماتم نہیں کرنا چاہئے

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مریض ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے ہوئے ان کی عیادت کے لئے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اندر تشریف لائے تو ان کو بڑی سخت حالت میں پایا۔ یہ حالت دیکھ کر رونا آگیا، جب اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ کے آثار دیکھے تو وہ بھی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو! کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا، کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار اور قابو نہیں ہے۔''

ابوسلمہؓ کی وفات کے وقت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعا فرمائی: اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں ان کا درجہ بلند فرما اور اس کے بجائے تو ہی نگرانی فرما ان کے پسماندگان کی، اور رب العالمین! بخشدے ہم کو اور اس کو اور اس کی قبر کو وسیع اور منور فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے انا لله وانا الیه راجعون کہنا اور اللہ کی قضا پر راضی رہنا مسنون قرار دیا ہے اور یہ باتیں گریہ چشم اور غم دل کے منافی نہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ راضی بمقتضاء الٰہی اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے تھے اور اس کے باوجود اپنے صاحبزادے ابراہیم پر فرط محبت و شفقت سے رقت کے باعث رو دیئے۔

غسل دینے کے بعد میت کو فرط محبت یا عقیدت سے بوسہ دینا جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تمہارا کوئی آدمی انتقال کر جائے تو اس کو دیر تک گھر میں مت رکھو اور قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے میں سرعت سے کام لو۔

زکوٰۃ کی رقم کسی کی تجہیز و تکفین میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اگرچہ میت فقیر ہی ہو۔

غسل کا سامان

(۱) نہلانے کے لئے پانی کے برتن

(۲) لوٹا

(۳) غسل کا تختہ

(۴) استنجے کے ڈھیلے ۳یا۵عدد

(۵) بیری کے پتے ۲ مٹھی (اگر نہ ملیں تو مضائقہ نہیں)

(۶) لوبان ایک تولہ

(۷) عطر ۳ماشہ

(۸) روئی نصف چھٹانک

(۹) گل خیرو ایک چھٹانک، یہ نہ ہو تو نہانے کا صابن بھی کافی ہے۔

(۱۰) کافور ۲ماشہ

(۱۱) تہبند ۲عدد

دو تہبند کے لئے ۱۴ گرہ عرض کا ڈھائی گز کپڑا منگالیں۔

(۱۲) دستانے ۲ عدد کسی پاک صاف موٹے کپڑے کی دو تھیلیاں سی کر اتنی بڑی بنالیں کہ نہلانے والے کا ہاتھ اس میں پہنچے سے کچھ اوپر تک آسانی سے آجائے یہی تھیلیاں دستانوں کے طور پر استعمال ہوں گی۔

(۱۳) کفن کا کپڑا: مرد کے پورے کفن کے لئے ایک گز عرض کا تقریباً دس گز کپڑا سفید عورت کے لئے (مع چادر گہوارہ) (ساڑھے اکیس) گز کپڑا سفید اس میں جنازہ کے اوپر ڈالنے کے لئے ۲ گز چوڑی ساڑھے تین گز لمبی چادر شامل ہے۔ بچوں کے لئے کفن کے کپڑے بھی بڑوں کی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں کپڑا کم خرچ ہوگا، ان کے حسب حال کمی کرلی جائے۔

(۱۴) جنازہ کی چارپائی ایک

(۱۵) گہوارہ عورت کے جنازہ پر ایک چیز قبر کی طرح ابھری ہوئی رکھی جاتی ہے جس پر چادر ڈالی جاتی ہے، تاکہ پردہ رہے، اسے گہوارہ کہتے ہیں، یہ بھی عموماً مسجدوں یا میت گاڑی والوں سے مل جاتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو بانس کی تیلیاں یا درخت کی شاخ

جنازہ پر رکھ کر اس پر چادر ڈال دی جائے۔ (مسافر آخرت)
جو چادر جنازہ کے اوپر اڑھا دیتے ہیں۔
(۱۶) جنازہ کی چادر ایک
(۱۷) تختے یا لمبے چوڑے پتھر، یا سیمنٹ کے بنے ہوئے سلیب قبر کی پیائش کے مطابق یہ قبر کو پاٹنے کے لئے

مؤلف کی رائے:

مؤلف کی رائے نیک لوگوں کی ہمسائیگی میں اچھی کھلی قبر بنوانے کو تجربہ کار دیندار شخص فکر سے کام لے۔ میت کو اتارنے سے پہلے تحقیق پیائش کر لیں۔ یا اتنے جسم کا آدمی لیٹ کر بھی دیکھ سکتا ہے۔ بھاری جسم والے کو کمر میں لمبا کپڑا اوپر والے پکڑ کر آہستہ اتر وائیں۔ عورت کو اتارتے وقت محرم ہی اتاریں خوب ہمدردی سے سلا دیں کروٹ قبلہ رخ کر لیں محرم۔ قرابت والے دل تھام کر غسل کفن دفن کریں یہ وقت خوب خدمت کا حصہ بہادری سے پکڑنے کا ہے سنت کام کی فہرست ہاتھ میں رکھیں بدعات سے دوری ہو واللہ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کا ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص میت کو غسل دے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور جو میت پر کفن ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا جوڑا پہنائیں گے۔ میت کو نہلانے کا حق سب سے پہلے اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو ہے۔ بہتر ہے کہ وہ خود نہلائیں، اور عورت کی میت کو قریبی رشتہ دار عورت نہلائے، کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے۔ (درمختار)

اجرت پر میت کو غسل دلانا:

کسی کو اجرت دے کر بھی میت کو غسل دلایا جا سکتا ہے۔ کسی کا خاوند مر گیا تو بیوی کو اسکا چہرہ دیکھنا، نہلانا، اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مر جائے تو شوہر کو اسے نہلانا، اس کا بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی جائز ہے۔ غسل دینے والا باوضو ہو تو بہتر ہے۔ جو شخص حالت جنابت میں ہو یا جو عورت حیض یا نفاس میں ہو وہ میت کو غسل نہ دے، کیونکہ اس کا غسل دینا مکروہ ہے۔ (شامی بہشتی زیور)

پردہ کا اہتمام:

جس جگہ غسل دیا جائے وہاں پردہ ہونا چاہئے۔ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کرو، ناخن نہ کاٹو، نہ کہیں کے بال کاٹو، میت کو تیمم کرایا گیا ہو، اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہئے۔ (بہشتی زیور)

دھونی دینا وغیرہ:

جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کو تین دفعہ یا پانچ یا سات دفعہ لوبان کی دھونی دے لو، اور میت کو اس پر اس طرح لٹاؤ کہ قبلہ اس کے دائیں طرف ہو، اگر موقع نہ ہو اور کچھ مشکل ہو تو جس طرح چاہو لٹا دو۔ پھر میت کے بدن کے کپڑے (کرتہ، شیروانی، بنیان وغیرہ) چاک کر لو اور ایک تہبند اس کے ستر پر ڈال کر اندر ہی اندر وہ کپڑے اتار لو، یہ تہبند موٹے کپڑے کا ناف سے پنڈلی تک ہونا چاہئے تاکہ بھیگنے کے بعد اندر کا بدن نظر نہ آئے۔ میت کو استنجاء کرانے کے لئے دستانہ پہننا چاہئے یا کپڑا ہاتھ پر لپیٹ لیں۔

طریقہ غسل میت:

غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں دستانہ پہن کر مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے استنجا کراؤ، پھر پانی سے پاک کرو۔ پھر وضو، اس طرح کراؤ کہ نہ کلی کراؤ، نہ ناک میں پانی ڈالو۔ نہ گٹے (پہنچے) تک ہاتھ دھلاؤ، بلکہ روئی کا پھایا تر کر کے ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دو، اس طرح تین دفعہ کرو، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے صاف کرو لیکن اگر غسل کی ضرورت (جنابت) کی حالت میں ہوا ہو تو منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے پانی ڈال کر کپڑے سے نکال لو۔ پھر ناک اور منہ اور کانوں میں روئی رکھ دو، تاکہ وضو اور غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جائے، پھر منہ دھلاؤ پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھلاؤ پھر سر کا مسح کراؤ، پھر تین دفعہ دونوں پیر دھوؤ۔

جب وضو کرا چکو تو سر کو (اور اگر مرد ہے تو داڑھی کو بھی) گل خیرو سے یا خطمی یا کھلی یا بیسن یا صابن وغیرہ سے کہ جس سے صاف ہو جائے۔ مل کر دھودو۔

پھر اسے بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر تین دفعہ سر سے پیر تک اتنا ڈالو کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ غفرانک یا رحمن پڑھتے رہو، پھر دائیں کروٹ لٹا کر اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالو کہ نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔

اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھلانے کے قریب کرو اور اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ، اگر کچھ فضلہ (پیشاب یا پاخانہ وغیرہ) خارج ہو تو صرف اسی کو پونچھ کو دھودو، وضو اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس ناپاکی کے نکلنے سے میت کے وضو اور غسل میں کوئی نقص نہیں آتا۔ پھر اسکو بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ خوب بہادو، کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے، پھر دوسرا دستانہ پہن کر سارا بدن کسی کپڑے سے خشک کر کے تہ بند دوسرا بدل دو۔

سب سے اچھا کفن سفید کپڑے کا ہے اور نیا اور پرانا یکساں ہے۔

مرد کا کفن

۱۔ ازار سر سے پاؤں تک

۲۔ لفافہ (اسے چادر بھی کہتے ہیں) ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ

۳۔ کرتہ بغیر آستین اور بغیر کلّے کا (اسے قمیض یا کفنی بھی کہتے ہیں۔ گردن سے پاؤں تک

عورت کا کفن

عورت کے کفن کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں۔

۱۔ ازار سر سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۲۔ لفافہ ازار سے لمبائی میں ۴ گرہ زیادہ (مرد کی طرح)

۳۔ کرتہ، بغیر آستین اور کلّے کا گردن سے پاؤں تک (مرد کی طرح)

۴۔ سینہ بند بغل سے رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے اور چوڑائی میں اتنا ہوں کہ بندھ جائے۔

۵۔ سر بند اسے اوڑھنی یا خمار بھی کہتے ہیں۔ تین ہاتھ لمبا

اگر مرد کو دو کپڑوں (ازار اور لفافہ) میں اور عورت کو تین کپڑوں (ازار، لفافہ و سر بند) میں کفنا دیا تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے۔

مسئلہ: جو لڑکا یا لڑکی بہت کم عمری میں فوت ہو جائیں کہ جوانی کے قریب بھی نہ ہوئے ہوں۔ لڑکے کو صرف ایک اور لڑکی کو صرف دو کپڑے کفن میں دیدیئے جائیں تو بھی درست ہے اور نماز جنازہ اور تدفین حسب دستور کی جائے۔ (بہشتی زیور، عالمگیری)

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا، یا فوراً پیدا ہونے کے بعد ہی مر گیا، تو وہ بھی اسی قاعدے سے نہلا دیا جائے، اور کفنا کر نماز پڑھی جائے پھر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام بھی کچھ رکھا جائے۔ (بہشتی زیور)

جو بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہی پیدا ہو زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی، ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو البتہ نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہئے۔

کفن کی پیمائش اور تیاری کا طریقہ

کفن کی پیمائش اور اس کی تیاری کا طریقہ مرد کے لئے یہ ہے کہ میت کے قد کے برابر ایک لکڑی لو اور اس میں ایک نشان کندھے کے مقابل لگالو اور ایک دھاگا سینہ کے مقابل رکھ کر جسم کی گولائی میں نکالو، کہ دونوں سرے اس دھاگے کے دونوں پسلیوں پر پہنچ جائیں، اور اس کو توڑ کر اپنے پاس رکھ لو، پھر ایک کپڑا لو، جس کا عرض اس دھاگے کے برابر یا قریب برابر کے ہو، اگر عرض اس قدر نہ ہو تو اس میں جوڑ لگا کر پورا کر لو، اور اس پوری لکڑی کے برابر لمبی ایک چادر پھاڑ لو اس کو ازار کہتے ہیں۔

اسی طرح دوسری چادر پھاڑو، جو عرض میں تو اس قدر ہو البتہ طول میں ازار سے چار گرہ زیادہ ہو اس کو لفافہ کہتے ہیں۔ پھر ایک کپڑا لو جس کا عرض بقدر چوڑائی جسم مردے کے ہو اور کپڑی

کے نشان سے آخر تک جس قدر طول ہے اس کا دگنا پھاڑ لو اور دونوں سرے کپڑے کے ملا کر بیچ میں سے اتنا چاک کھول لو کہ سر کی طرف سے گلے میں آجائے، اس کو قمیض یا کفنی کہتے ہیں۔

مستورات کا کفن

عورت کے لئے مردوں کے سب کپڑے تو ہیں ہی اور انہیں تیار کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر بیان ہوا اس کے علاوہ عورتوں کے لئے دو کپڑے اور ہیں۔

(۱) سینہ بند۔

(۲) سر بند جسے اوڑھنی کہتے ہیں۔

سینہ بند زیر بغل سے رانوں تک اور دھاگہ مذکور کے بقدر چوڑا۔ سر بند نصف ازار سے تین گرہ زیادہ لمبا اور بارہ گرہ چوڑا۔

کفن کے متعلقات

اوپر تو کفن بیان ہوا اور کہ اسی قدر مسنون ہے اور بعض کپڑے کفن سے متعلقات سے ہیں۔

یعنی غسل کے لئے تہبند دو عدد

اور عورت کے جنازے کے لئے گہوارہ کی چادر

ان کپڑوں کی تفصیل تجہیز و تکفین کے سامان کی فہرست میں بیان ہو چکی ہے۔

جب میت کو غسل دے چکو تو چار پائی بچھا کر کفن کو لوبان وغیرہ کی دھونی دو۔

مرد کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے لفافہ بچھا کر اس پر ازار بچھا دو۔ پھر کرتہ (قمیض) کا نچلا نصف حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سر ہانے کی طرف رکھ دو۔ پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیض کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیض کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرف قمیض (کرتہ) پہنا چکو تو غسل کے بعد جو تہ بند میت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو اور اس کے سر اور داڑھی پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، یاد رہے کہ مرد کو زعفران گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر (کہ جن اعضاء پر آدمی سجدہ کرتا ہے) کافور مل دو۔

اس کے بعد ازار کا بایاں پلہ (کنارہ) میت کے اوپر لپیٹ دو، پھر دایاں لپیٹو، یعنی بایاں پلہ نیچے رہے اور دایاں اوپر، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے اور دایاں اوپر رہے۔ پھر کپڑے کی دھجی (کتر) لے کر کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو اور بیچ میں سے کمر کے نیچے کو بھی ایک دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہوا سے یا ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کے لئے پہلے لفافہ بچھا کر اس پر سینہ بند اور اس پر ازار بچھاؤ پھر قمیض کا نچلہ حصہ بچھاؤ اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، پھر میت کو غسل کے تختے سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لٹا دو اور قمیض کا جو نصف حصہ سرہانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دو کہ قمیض کا سراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دو، جب اس طرح قمیض پہنا چکو تو جو تہ بند غسل کے بعد عورت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دو، اور اس کے سر پر عطر وغیرہ کوئی خوشبو لگا دو، عورت کو زعفران بھی لگا سکتے ہیں پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور پاؤں پر کافور مل دو، پھر سر کے بالوں کو دو حصے کر کے قمیض کے اوپر سینہ پر ڈال دو، ایک حصہ داہنی طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند یعنی اوڑھنی سر پر اور بالوں پر ڈال دو، ان کو باندھنا نہیں چاہئے۔

اس کے بعد میت کے اوپر ازار اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ (کنارہ) نیچے اور دایاں اوپر رہے، سر بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھو، پھر لفافہ اسی طرح لپیٹو کہ بایاں پلہ نیچے دایاں اوپر رہے اس کے بعد دھجی (کتر) سے کفن کو سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دو۔ اور بیچ میں کمر کے نیچے کو ایک بڑی دھجی نکال کر باندھ دو تا کہ ہلنے جلنے سے کھل نہ جائے۔ (بہشتی زیور)

جنازہ کے اوپر جو چادر اڑھا دیتے ہیں یہ کفن میں داخل نہیں۔

حدیث میں ہے کہ جو شخص (جنازہ کی) چارپائی چاروں طرف سے اٹھالے (یعنی چاروں طرف سے کندھا دے) تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ یعنی صغائر میں جو بڑے صغائر ہیں) بخش دیئے جائیں گے۔ جنازہ اجرت دے کر بھی اٹھوایا جاسکتا ہے عورتوں کا نماز جنازہ کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر میت شیر خوار بچہ ہو یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے دست بدست لے جائیں۔ میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں جنازہ کو کم از کم چالیس قدم تک کندھا دینے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ (بہشتی گوہر، درمختار، شامی)

مسئلہ: جو لوگ جنازہ کے ہمراہ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اُسے بغیر نماز جنازہ پڑھے واپس نہیں آنا چاہئے۔ البتہ نماز پڑھ کر میت والوں سے اجازت لے کر آسکتا ہے اور دفن کے بعد اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ (عالمگیری)

حدیث: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کے ساتھ چلتے تو خاموش رہتے، اور اپنے دل میں موت کے متعلق گفتگو فرماتے (ابن سعد)

نماز جنازہ کا بیان:

ایک شخص نے بھی نماز پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہو گیا۔

مسئلہ: اگر جنازہ اس وقت آیا جب کہ فرض نماز کی جماعت (جمعہ یا غیر جمعہ کی) تیار ہو تو پہلے فرض اور سنتیں پڑھ لیں، پھر جنازہ کی نماز پڑھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز جنازہ ان تین اوقات (طلوع، زوال، غروب) کے علاوہ ہر وقت بلا کراہت جائز ہے اور تین اوقات میں بھی اس صورت میں جائز ہے، جبکہ جنازہ خاص انہی اوقات میں آیا ہو۔ نماز جنازہ کے لئے تیمم، نماز نہ ملنے کے خوف سے جائز ہے۔

پہلی شرط: نماز جنازہ میت کا مسلمان ہونا

دوسری شرط: میت کے بدن اور کفن کا نجاست حقیقہ اور حکمیہ سے طاہر ہونا۔ اگر کسی میت پر بے غسل یا تیمم کے نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن بھی کر دیا گیا ہو اور بعد دفن کے معلوم ہو کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا، تو جب تک نعش پھٹی نہ ہو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے۔

مسئلہ: میت اگر کسی پاک پلنگ یا تخت یا کسی پاک گدے یا لحاف پر رکھی ہو تو اس پلنگ وغیرہ کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں ایسی صورت میں بلاشک وشبہ نماز جنازہ درست ہے۔

چوتھی شرط: میت کا نماز پڑھنے والوں سے آگے ہونا، اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں (بہشتی زیور)

پانچویں شرط: میت کا یا جس چیز پر میت ہو تو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔

چھٹی شرط: میت کا وہاں موجود ہونا اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔

چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا، ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے، یعنی جیسے دوسری نمازوں میں رکعت ضروری ہے ویسے ہی نماز جنازہ میں تکبیر ضروری ہے (بہشتی گوہر)

نماز جنازہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتی۔ (بہشتی گوہر)

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں

۱۔ اللہ کی حمد کرنا
۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا
۳۔ میت کے لئے دعا کرنا (بهشتی گوهر)

جماعت اس نماز میں شرط نہیں، پس اگر ایک شخص بھی جنازہ کی نماز پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا، خواہ وہ نماز پڑھنے والا عورت ہو یا مرد بالغ ہو یا نابالغ، اور اگر کسی نے بھی نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہوں گے۔

نماز جنازہ کی جماعت میں جتنے زیادہ لوگ ہوں اتنا ہی

بہتر ہے۔نماز جنازہ میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہوجائے مکروہ ہے۔(بہشتی گوھر)

نماز جنازہ کا طریقہ

طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی کھڑا ہوجائے اور سب لوگ یہ نیت کریں۔

نویت ان اصلی صلوٰۃ الجنازۃ للہ تعالیٰ و دعاء للمیت ''یعنی میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں، جوخدا کی نماز ہے اور میت کے لئے دعا ہے۔

یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں۔پھر سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں، اس کے بعد پھر ایک باراللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں، بعداس کے درود شریف پڑھیں۔اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جونماز میں پڑھا جاتا ہے پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں، اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لئے یہ دعا کریں، اگر وہ بالغ ہوخواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعاء پڑھیں۔

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییته منا فاحیه علی الاسلام ومن توفیته منا فتوفه علی الایمان.

اور اگر میت نابالغ لڑکا ہوتو یہ دعا پڑھیں۔

الھم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا اجراً وذخراً واجعله لنا شافعاً و مشفعاً.

اور اگر میت نابالغ لڑکی ہوتو یہی دعا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تینوں ''اجعله'' کی جگہ ''اجعلھا'' اور شافعاً و مشفعاً'' کی جگہ ''شافعۃ و مشفعۃ پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اوراس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں اس نماز میں التحیات اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعاء یاد نہ ہوتو صرف اللھم اغفر للمومنین والمومنات پڑھ لے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف چار تکبیریں کہہ دینے سے بھی نماز ہوجائے گی۔ اس لئے کہ دعاء اور درود شریف فرض نہیں ہے۔(بہشتی گوہر)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد وہیں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا مکروہ ہے سنت سے ثابت نہیں کیونکہ نماز جنازہ خوددعا ہے۔

مسئلہ: نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی بھی آہستہ آواز سے پڑھیں گے اور امام بھی آہستہ آواز سے پڑھے گا۔(بہشتی گوہر)

مسئلہ: جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ نہ ہوتو مجبوراً مسجد میں پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو یہ بہتر ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اوراس وقت چاہئے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازہ کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہنچا کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہوں امام کی اگلی تکبیر کا انتظار کرے، جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہے اور یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی، پھر جب امام سلام پھیر دے تو یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرے اوراس میں کچھ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔(بہشتی گوہر)

یعنی جنازہ کی نماز کا مسبوق جب اپنی فوت شدہ تکبیریں (امام کے سلام کے بعد) پڑھے اور یہ خوف ہو کہ اگر دعا پڑھے گا تو دیر ہوجائے گی یعنی جنازہ اس کے سامنے سے اٹھا لیا جائے گا تو دعاء نہ پڑھے بلکہ صرف فوت شدہ تکبیریں پے در پے پڑھ کر سلام پھیر دے۔(شامی)

امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہوتو فوراً تکبیر کہہ کر امام کے

سلام سے پہلے شریک ہو جائے اور ختم نماز کے بعد اپنی گئی ہوئی تین تکبیروں کا اعادہ کرے۔ (بہشتی گوہر و شامی)

اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہو جانے کے بعد اس کی کوئی ایک زائد تکبیریں چھوٹ جائیں تو اس پر لازم ہے کہ پہلے فوت شدہ تکبیریں پڑھے پھر امام کے ساتھ شریک ہوں امامت کے استحقاق سب سے زیادہ حاکم وقت کو ہے، گو تقویٰ اور ورع میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ نہ ہوں تو اس کا نائب قاضی شہر وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب انہی کا امام بنانا واجب ہے۔ میت کے وہ اعزا جن کو حق ولایت حاصل ہے یا وہ شخص جس کو وہ اجازت دیں۔ اگر بے اجازت ولی میت کے کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی جس کو امامت کا استحقاق نہیں اور ولی اس نماز میں شریک نہ ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ اس میت پر بعد میں نماز پڑھ لے۔ حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ کو امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ مطلقاً منع کرتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

جنازہ میں کثرت تعداد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے اور وہ سب اللہ کے حضور میں اس میت کے لئے سفارش کریں (یعنی مغفرت و رحمت کی دعا کریں) تو ان کی سفارش اور دعا ضرور ہی قبول ہوگی۔ (صحیح مسلم شریف، معارف الحدیث)

مالک بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو اسی حدیث کی وجہ سے ان لوگوں کو تین صفوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد)

دفن کا بیان

میت کے غسل، کفن اور نماز جنازہ کی طرح دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے، اگر کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنا ہگار ہوں گے۔ (بہشتی گوہر و عالمگیری)

قبر کی نوعیت

قبر کم از کم میت کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور پورے قد کے برابر ہو تو زیادہ بہتر ہے، قد سے زیادہ نہ ہونی چاہئے اور موافق اس کے قد کے لمبی اور چوڑائی نصف قد کے برابر، بغلی قبر بہ نسبت صندوقی (شق) کے بہتر ہے، ہاں اگر زمین بہت نرم ہو اور بغلی کھودنے سے قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی قبر نہ کھودی جائے۔ (شامی مدارج النبوۃ)

یہ بھی جائز ہے کہ اگر زمین نرم یا سیلاب زدہ ہو اور بغلی قبر نہ کھودی جا سکے تو میت کو کسی صندوق (تابوت) میں رکھ کر دفن کر دیں، صندوق خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر یا لوہے کا، بہتر یہ ہے کہ صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔ (شامی و بحر و بہشتی گوہر)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں صحابہ کی قبریں بھی زمین کے (تقریباً) برابر ہیں سنگریزے سرخ ان پر چسپاں ہیں۔ (مدارج النبوۃ سفر السعادۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی ہیئت اور شکل اونٹ کے کوہان کے مشابہ ہے۔ (شامی بحوالہ بخاری شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ یہ تھی کہ لحد (بغلی قبر) بنواتے اور قبر گہری کرواتے اور میت کے سر اور پاؤں کی جگہ کو فراخ کرواتے۔ (زاد المعاد)

دوسرے شہر میں دفن کیلئے لے جانا اور دفن کے بعد نعش کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر میں اتارنا

جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے کے پاس اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو، پھر اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ: قبر میں رکھتے وقت بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ (بہشتی گوہر زاد المعاد)

اتارتے وقت یا دفن کے بعد اذان کہنا بدعت ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر میں صرف منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں بلکہ پورے بدن کو اچھی طرح کروٹ دے دینا چاہئے۔ وہ گرہ جو

کفن کھل جانے کے خوف سے دی تھی کھول دی جائے۔

مسئلہ: عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو واجب ہے۔ میت کو قبر میں رکھ کر بند کر دیا جائے درمیان جو سوراخ اور جھریاں رہ جائیں ان کو کچے ڈھیلوں پتھروں یا گارے سے بند کر دیں اس کے بعد مٹی ڈالنا شروع کر دیں۔

مسئلہ: مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے اور پہلی مرتبہ ڈالتے وقت کہے "منها خلقناكم" اور دوسری مرتبہ کہے "وفيها نعيدكم" اور تیسری مرتبہ کہے "ومنها نخرجكم تارة أخرىٰ".

مسئلہ: جسقدر مٹی اسکی قبر سے نکلی ہو وہ سب اس پر ڈالیں۔

مسئلہ: قبر کا مربع (چوکور) بنانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ اٹھی ہوئی مثل کوہان شتر (اونٹ کے کوہان) کے بنائی جائے، اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یاد نہ رہے مٹی ڈالی گئی ہو تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہئے۔

مسئلہ: جب قبر میں مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں، ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہے تو البتہ نکالنا جائز ہے۔

مثال:

(۱) جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن ہونے پر راضی نہ ہو۔

(۲) کسی شخص کا مال قبر میں رہ گیا ہو۔ (بہشتی گوہر)

مسئلہ: اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کا پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔

مسئلہ: ایک قبر میں ایک سے زیادہ لاشوں کو دفن شدید ضرورت کے وقت جائز ہے۔ دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ (شامی و بہشتی گوہر)

دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات "مفلحون" تک اور پائنتی کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیات "امن الرسول" سے ختم سورۃ تک پڑھنا مستحب ہے۔ (بیہقی)

دفن کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں تو بہتر ہے۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هديتها للاسلام.

وانت قبضت روحها وانت اعلم بسرها وعلانيتها جئنا شافعا فاغفرلها (معارف الحديث)

مسئلہ: نماز جنازہ کے بعد اہل میت کی اجازت کے بغیر دفن سے پہلے واپس نہ ہونا چاہئے۔

مسئلہ: قبر پر کوئی چیز (نام وغیرہ) بطور یادداشت لکھنا بعض علماء کے نزدیک جائز نہیں اور بعض علماء نے ضرورت ہو تو اس کی اجازت دی ہے لیکن قبر پر یا اس کے کتبہ پر قرآن شریف کی آیت لکھنا یا شعر یا مبالغہ آمیز تعریف لکھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبہ بنانا بغرض زینت حرام ہے اور مضبوطی کی نیت سے بنانا مکروہ ہے۔ (بہشتی گوہر)

قبر پر چلنے اور بیٹھنے کی ممانعت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ بھی ہے کہ قبروں پر چلنے، بیٹھنے اور ٹیک لگانے سے پرہیز کیا جائے۔ (زاد المعاد)

قبروں کو نہ اونچا کیا جائے، نہ پکی اینٹوں اور پتھروں سے نہ کچی اینٹوں سے اور نہ قبروں کو پختہ کرنا قبروں پر چراغ جلانے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

موت پر صبر اور اس کا اجر وثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میں کسی ایمان والے بندے (یا بندی) کے کسی پیارے کو اٹھالوں، پھر وہ ثواب کی امید میں صبر کرے تو میرے پاس اس کے لئے جنت کے سوا کوئی معاوضہ نہیں۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے سوائے بیوہ کے شوہر (کی موت پر) اس کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے۔ سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہیں، اللہ کی حمد وثناء کریں اور (جب بھی غم یاد آئے) انا للہ وانا الیہ راجعون. پڑھا کریں۔

تعزیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت (تسلی) کی اس کے لئے ایسا ہی اجر ثواب ہے جیسا کہ اس مصیبت زدہ کے لئے (جامع ترمذی، ابن ماجہ، معارف الحدیث)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات پر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعزیت نامہ لکھوایا جس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے اللہ کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام، تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد وثناء کے بعد (دعا کرتا ہوں کہ) اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لئے بیشک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال (سب اللہ بزرگ وبرتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں (اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ کی امانت تھا) اللہ تعالیٰ نے خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا، اور اب تم سے اس کو اجر عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے، اللہ کی خاص نوازش اور رحمت وہدایت (کہ تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، پس تم صبر وشکر کے ساتھ رہو، دیکھو تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اٹھانی پڑے اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میت کو لوٹا کر نہیں لاتا، اور نہ ہی غم واندوہ کو دور کرتا ہے اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا، والسلام" ترمذی، حصن حصین، معارف الحدیث)

میت کے اہل خانہ تعزیت کے لئے آنے والوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام نہ کریں۔

مسئلہ: جو لوگ میت کی تجہیز وتکفین اور دفن کے کاموں میں مصروف ہوں ان کو بھی یہ کھانا کھلانا جائز ہے۔ (مدارج النبوۃ ص۱۰۷، ج۱)

جو شخص بھی اپنے کسی جاننے والے (مسلمان) کی قبر پر گزرتا اور اس کو سلام کرتا ہے وہ میت اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کو سلام کا جواب دیتا ہے (اگرچہ اس جواب کو سلام کرنے والا نہیں سنتا)، (بہشتی گوہر، بحوالہ کنز العمال)

مسئلہ: سلام کے بعد قبلہ کی طرف پشت کر کے اور میت (قبر) کی جانب منہ کر کے جتنا ہو سکے قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچادیں مثلاً **سورۃ فاتحہ، سورۃ یٰسین، سورۃ تبارک الذی، سورۃ الھکم التکاثر، یا سورۃ قل ھو اللہ احد،** گیارہ بار یا سات بار جس قدر آسانی سے پڑھا جاسکے، پڑھ کر دعا کریں کہ یا اللہ اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچادے۔

عورتوں کا قبرستان جانا:

جوان عورت کو تو جائز ہی نہیں اور بوڑھی عورت کو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ پردہ کے ساتھ جائے بن سنور کر یا خوشبو لگا کر نہ جائے اور اس بات کا یقین ہو کہ کوئی کام خلاف شریعت نہ کرے گی۔

فرض عبادات کا ایصال ثواب:

زندہ کو بھی بخشا جا سکتا ہے میت کو بھی بعض فقہاء نے اسے بھی جائز کہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ایسے وقت ہوا کہ خود سعد موجود نہیں تھے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، جب واپس آئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری عدم موجودگی میں میری والدہ کا انتقال ہو گیا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ ان کے لئے فائدہ مند ہوگا؟ (اور ان کو ثواب پہنچے گا؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پہنچ جائے گا، انہوں نے عرض کیا، میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناتا ہوں کہ اپنا باغ میں نے اپنی والدہ کے ثواب کے لئے صدقہ کر دیا۔ (صحیح بخاری، معارف الحدیث)

شہید کے احکام

غسل وکفن کے اعتبار سے شہید کی دو قسمیں ہیں۔

شہید کی پہلی قسم:

قسم اول کا شہید (یعنی جس کو غسل وکفن نہیں دیا جاتا) وہ مقتول ہے جس میں مندرجہ ذیل سات، شرطیں پائی جائیں۔

شرط (۱): مسلمان ہونا

شرط (۲): عاقل بالغ ہونا

شرط (۳): حدث اکبر سے پاک ہونا

شرط (۴): بے گناہ مقتول ہونا

شرط (۵): اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا لوہے یا کسی دھاردار آلہ سے مارا گیا ہو۔

شرط (۶): اس قتل کی سزا میں ابتداء شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض نہ مقرر ہو بلکہ قصاص واجب ہوتا ہو۔

شرط (۷): بعد زخم لگنے کے پھر کوئی امر راحت وتمتع زندگی کا مثل کھانے نہ آئیں اور نہ مقدار وقت ایک نماز کے اس کی زندگی حالت ہوش وحواس میں گزرے۔

مسئلہ: جس شہید میں یہ سب شرطیں پائی جائیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے صاف نہ کیا جائے۔

مسئلہ: ٹوپی، جوتا، ہتھیار، زرہ وغیرہ ہر حالت میں اتار لیا جائے گا باقی سب احکام جو دوسرے مسلمانوں کے لئے ہیں مثلاً نماز جنازہ اور دفن وغیرہ سب اس کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔

شہید کی دوسری قسم:

شہیدوں کی دوسری قسم وہ ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں تو درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ ثواب اور اعزاز واکرام کا ان کے ساتھ کیا جائے گا۔ لیکن دنیا میں ان پر شہیدوں کے احکام جاری نہیں ہوتے یعنی ان کا غسل وکفن عام مسلمانوں کی طرح کیا جاتا ہے، شہیدوں کی طرح نہیں۔

اس قسم میں مندرجہ ذیل مسلمان داخل ہیں:۔

۱۔ وہ بے گناہ مقتول جو شہید کی قسم اول میں اس لئے داخل نہ ہو کہ جو شرطیں قسم اول میں بیان کی گئی ہیں ان میں کوئی شرط اس میں مفقود تھی۔

۲۔ جس نے کسی کافر، باغی یا ڈاکو پر حملہ کیا مگر وار خطا ہو کر خود کو لگ گیا، جس سے موت واقع ہوگئی۔ (درمختار)

۳۔ مسلم ممالک کی سرحد کا پہرہ دینے والا جو وہاں طبعی موت مر جائے۔

۴۔ جس نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں جان دینے کی دعا کی ہو، پھر طبعی موت مر جائے۔

۵۔ جو ظالموں سے یا اپنی یا اپنے گھر والوں کی جان بچانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۶۔ جو اپنا مال ظالموں سے بچانے یا چھڑانے کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے۔

۷۔ حکومت کا مظلوم قیدی جو قید کی وجہ سے مرجائے۔
۸۔ جو (ظلم سے بچنے کے لئے) روپوش ہو، اور اسی حالت میں مرجائے۔
۹۔ طاعون سے مرنے والا، اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو طاعون کے زمانے میں طاعون کے بغیر ہی وفات پا جائے۔ بشرطیکہ جس بستی میں ہو وہیں ثواب کی نیت اور صبر کے ساتھ ٹھہرا رہے، راہ فرار اختیار نہ کرے۔
۱۰۔ پیٹ کی بیماری (استسقاء یا اسہال) میں وفات پانے والا۔
۱۱۔ نمونیہ کا مریض
۱۲۔ سل کا مریض
۱۳۔ مرگی کے مرض سے یا کسی سواری سے گر کر ہلاک ہونے والا۔
۱۴۔ بخار میں مرنے والا۔
۱۵۔ جس کی موت سمندر میں الٹیاں (متلی، قے) لگنے سے واقع ہوئی ہو۔
۱۶۔ جو شخص اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ لا الـــہ الا انـت سبحانک انی کنت من الظلمین ۔ کہے اور اسی بیماری میں وفات پا جائے۔
۱۷۔ جس کی موت اُچھو لگنے سے ہوئی ہو۔
۱۸۔ جس کی موت زہریلے جانور کے ڈسنے سے ہوئی ہو۔
۱۹۔ جسے کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو۔
۲۰۔ آگ میں جل کر مرنے والا۔
۲۱۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔
۲۲۔ جس پر کوئی عمارت یا دیوار وغیرہ گر پڑی ہو۔
۲۳۔ جس عورت کی موت حالت حمل میں ہوجائے۔
۲۴۔ نفاس والی عورت، جس کی موت ولادت کے وقت ہوئی ہو یا ولادت کے بعد مدت نفاس ختم ہونے سے پہلے۔
۲۵۔ جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔
۲۶۔ جو عورت اپنے شوہر کے کسی اور عورت سے تعلق (زوجیت وغیرہ) کے غم پر صبر کرے، اور اسی حالت میں مرجائے۔
۲۷۔ وہ پاکباز عاشق جو اپنا عشق چھپائے رکھے اور غم عشق سے مرجائے۔
۲۸۔ جسے غریب الوطنی میں موت آجائے۔
۲۹۔ دین کا طالب علم
۳۰۔ وہ موذن جو محض ثواب کے لئے اذان دیتا ہو (تنخواہ اجرت مقصود نہ ہو۔)
۳۱۔ اپنے بیوی بچوں کی خبر گیری کرنے والا جوان کے متعلق اللہ کے احکام بجالائے اور ان کو حلال کھلائے۔
۳۲۔ سچا دیانتدار تاجر
۳۳۔ جو تاجر مسلمانوں کے کسی شہر میں کھانے کی چیزیں (طعام) پہنچائے۔
۳۴۔ جس نے اپنی زندگی مدارات اچھے سلوک میں گزاری ہو، یعنی برے لوگوں کے ساتھ بھی شرعی حکم کے بغیر برا سلوک نہ کرتا ہو۔)
۳۵۔ امت کے بگاڑ کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔
۳۶۔ جو رات کو باوضو سوئے اور اسی حالت میں انتقال ہوجائے۔
۳۷۔ جمعہ کے دن وفات پانے والا۔
۳۸۔ جو شخص روزانہ پچیس بار یہ دعا کرے کہ اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت (اے اللہ! میرے لئے موت میں بھی برکت دے۔ اور موت کے بعد کے حالات میں بھی۔)
۳۹۔ جو چاشت کی نماز (صلوٰۃ ضحیٰ) پڑھے اور ہر مہینے تین روزے رکھے، اور وتر نہ سفر میں چھوڑے نہ اقامت میں۔
۴۰۔ ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔
۴۱۔ جو شخص آنحضرت ﷺ پر سو مرتبہ درود شریف پڑھے۔

یہاں تک شہید کی دو قسموں کا بیان ہوا جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلی قسم تو دنیا کے احکام (غسل و کفن) کے اعتبار سے بھی شہید ہے اور ثواب آخرت کے اعتبار سے بھی اور دوسری قسم صرف ثواب آخرت کے اعتبار سے شہید ہے، احکام دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں۔

جو لاش پھول گئی ہو:

کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے، یا تجہیز و تکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے قابل نہ رہے یعنی غسل کے لئے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا

اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے، کیونکہ غسل میں ملنا وغیرہ ضروری نہیں ہے، پھر باقاعدہ کفنا کر نماز جنازہ کے بعد دفن کرنا چاہئے لیکن اگر نماز سے قبل لاش پھٹ جائے تو نماز پڑھے بغیر ہی دفن کر دیا جائے۔
(عالمگیری، بحرامدادالاحکام)

جس لاش میں بدبو پیدا ہوگئی ہو:

مگر پھٹی نہ ہو اس کی نماز پڑھی جائے۔ (فتاوی دارالعلوم مدلل ص۳۳۵ ج۵)

صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ برآمد ہوا:

جس لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہوگیا ہو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردیا جائے۔(امدادالاحکام ص۲۸۷)

جو شخص آگ یا بجلی وغیرہ سے جل کر مر جائے اسے باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر سنت کے مطابق دفن کیا جائے۔

جل کر کوئلہ ہو جانے کا حکم:

بدن کا اکثر حصہ جل کر خاکستر ہوگیا یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردینا چاہئے (عالمگیری وفتاوی دارالعلوم ص۳۴۵ ج۱)

اور جہاں لاش ڈوبی یا دبی رہ گئی ہے اسی جگہ کو اس کی قبر سمجھا جائے گا اور اسی حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔(شامی ص۸۲۷ جلد اول)

کسی حادثہ میں اگر مسلمانوں اور کافروں کی لاشیں خلط ملط ہو جائیں تو اگر مسلمان کسی بھی علامت (ختنہ وغیرہ) سے پہچانے جاسکیں تو ان کو الگ کر لیا جائے اور اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کسی طرح امتیاز نہ ہو سکے اور کسی علامت سے پتہ نہ چلے کہ کونسی لاشیں مسلمانوں کی اور کونسی کافروں کی ہیں؟ تو اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

۱۔اگر مرنے والوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو تو سب لاشوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی سب کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر نماز جنازہ کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے لیکن جنازہ کی نماز میں صرف مسلمانوں پر نماز پڑھنے کی نیت کی جائے، کافروں پر نماز جنازہ کی نیت کرنا جائز نہیں۔

(شامی ص۸۰۵ ج۱، عالمگیری ص۱۵۹ ج۱)

خودکشی کرنے والے کا حکم:

غسل وکفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے۔

اور اگر میت کے جسم کا آدھا حصہ مع سر کے ملے تو اس کو باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے باقی حصہ اگر بعد میں ملا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کیا جائے گا (شامی وبہشتی گوہر)

اکثر حصہ مل جائے اگرچہ بغیر سر کے ملے تو بھی باقاعدہ غسل وکفن دے کر اور جنازہ کی نماز پڑھ کر دفن کیا جائے (شامی وبہشتی گوہر)

اگر ڈاکو یا باغی لڑائی کے دوران قتل ہو جائیں تو ان کی اہانت اور دوسروں کی عبرت کے لئے حکم یہ ہے کہ ان کو نہ غسل دیا جائے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ یونہی دفنا دیا جائے۔

مسئلہ: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت میں رہے، شوہر کے انتقال کے وقت جس گھر میں رہا کرتی تھی اسی گھر میں رہنا چاہئے، باہر نکلنا درست نہیں۔(بہشتی زیور)

البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی، اس حالت میں شوہر کا انتقال ہوا۔ تو بچہ پیدا ہونے تک عدت رہے گی، اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں، اگر شوہر کے مرنے کے تھوڑی دیر بعد ہی بچہ پیدا ہوگیا تب بھی عدت ختم ہوگئی۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں چلی گئی یا اپنی پڑوسن میکے یا رشتہ داروں وغیرہ کے گھر چند روز کے لئے گئی تھی، شوہر ساتھ ہو یا نہ ہو اتنے میں اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو اب فوراً وہاں سے چلی آئے اور جس گھر میں رہتی تھی اسی میں رہے، شوہر کا انتقال خواہ کسی بھی جگہ ہوا ہو۔(بہشتی زیور)

مسئلہ: عدت شوہر کی وفات سے شروع ہو جاتی ہے اگرچہ عورت کو وفات کی خبر نہ ہو، اور اس نے عدت کی نیت بھی نہ کی ہو۔

مسئلہ: عدت وفات میں عورت کا نان نفقہ (کھانا کپڑا) اور رہائش کا مکان اس کی سسرال کے ذمہ نہیں، شوہر کے

ترکہ میں سے بھی بعد وفات کا نان نفقہ لینے کا حق نہیں، البتہ ترکہ میں جو حصہ میراث شریعت نے مقرر کیا ہے وہ اس کو ملے گا (بہشتی زیور)

ا۔ اگر شوہر نے طلاق رجعی دی تھی، خواہ اپنی بیماری میں دی ہو یا تندرستی میں، تو اب عورت عدت طلاق کو وہیں چھوڑ کر انتقال کے وقت سے از سر نو عدت وفات گزارے گی اور شوہر کی وارث بھی ہوگی۔ (شامی ص۸۳۳ ج۲)

عدت میں سوگ واجب ہے:

مسئلہ: سوگ کرنا اسی عورت پر واجب ہے جو مسلمان اور عاقل وبالغ ہو، کافر یا مجنون عورت یا نابالغ لڑکی پر واجب نہیں، ان کی بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے۔ البتہ گھر سے نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا ان کو بھی درست نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم)

مسئلہ: جو عورت عدت وفات میں ہو اسے صاف لفظوں میں پیغام نکاح دینا یا اس سے منگنی کرنا بھی حرام ہے، البتہ پیغام نکاح دینے میں کوئی بات اشارۃ کہہ دینا (مثلاً یہ کہ مجھ کو ایک نیک عورت سے نکاح کی ضرورت ہے۔) جائز ہے۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو اس وقت تک خوشبو لگانا، کپڑے یا بدن میں خوشبو بسانا، زیور، گہنا پہننا، پھول پہننا، چوڑیاں پہننا (اگرچہ کانچ کی ہوں) سرمہ لگانا، پان کھا کر منہ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، ریشمی اور رنگے ہوئے بہار دار (نئے) کپڑے پہننا، یہ سب باتیں حرام ہیں، البتہ اگر رنگے ہوئے کپڑے بہار دار نہ ہوں (پرانے ہوں) تو درست ہے چاہے جیسا رنگ ہو مطلب یہ ہے کہ زینت کا کپڑا نہ ہو۔ سر دھونا اور نہانا عدت میں جائز ہے۔ موٹے دندانے والی کنگھی کرے بغیر خوشبو کا تیل درد کے خوف سے ڈالی سکتی ہے۔ ریشم کا کپڑا اگرچہ خارش وغیرہ کے علاج کے طور پر پہننے غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے موافق خرچ نہیں تو اسے ملازمت یا مزدوری کے لئے پردے کے ساتھ باہر جانا دن میں جائز ہے لیکن رات کو اپنے ہی گھر میں رہا کرے۔ سفر بھی جائز نہیں، خواہ حج کا سفر ہو یا غیر حج کا۔

عدت میں مجبوراً سفر کرنا پڑے۔

جس عورت کی کوئی زرعی زمین، باغ، جائیداد یا تجارت ایسی ہو کہ انتظام اور درستگی کے لئے خاص اسی کا جانا ضروری ہو اگر وہ زمین شہر سے دور ہے اور وہاں جانے کے لئے سفر کرنا پڑتا ہے تو محرم کے ساتھ وہاں بھی جتنے دن کے لئے ضرورۃ ہو جا سکتی ہے۔ (امداد الفتاوی ۴۲۹ ج۲)

مسئلہ: عدت کا مکان اگر منہدم ہو جائے یا منہدم ہو جانے کا خوف ہو یا وہاں آبرو جان مال یا صحت کے تلف ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو جن لوگوں سے شرعاً پردہ ہونا چاہئے وہاں ان سے پردہ ممکن نہ ہو منتقل ہو سکتی ہے۔ عدت کے مکان میں عورت اگر تنہا ڈرتی ہے اگر عدت کا مکان آسیب زدہ ہو دوسرے مکان میں سکونت کا منتقل کرنا جائز ہے۔

(امداد الفتاوی ۴۴۳ ج۲)

اگر بیوہ عدت میں بغیر کسی عذر کے گھر سے باہر آجائے تو از سر نو عدت واجب نہ ہوگی البتہ بلا عذر شرعی عدت میں گھر سے نکلنا جائز نہیں 'بڑا گناہ ہے۔ بعض عورتیں عدت کے بعد نکاح ثانی کو عیب سمجھتی ہیں حالانکہ قرآن کریم نے عدت کے بعد نکاح ثانی کی ترغیب دلائی ہے۔ حتی الامکان بیوہ کا نکاح عدت کے بعد کر دینا ہی مناسب ہے بلکہ اس کا نکاح تو کنواری کے نکاح سے بھی زیادہ اہم ہے' کیونکہ پہلے تو وہ خالی الذہن تھی کہ نکاح کے فوائد کا تجربہ نہ تھا' اب تو وہ فوائد اس کے تجربہ میں آچکے ہیں اس حالت میں اگر اس کا نکاح نہ کیا جائے گا تو پراگندہ خیالات اور حسرتوں کا اس پر ہجوم ہو جائے گا جس سے کبھی صحت' کبھی آبرو' کبھی دین اور کبھی سب کچھ برباد ہو جاتا ہے (اصلاح انقلاب امت ص۴۱ '۴۲ ج۲)

مسئلہ: جو بیوہ اس خوف سے کہ بچے ضائع ہو جائیں گے' یا اس وجہ سے کہ کوئی اسے قبول نہیں کرتا نکاح ثانی نہیں کرتی، وہ معذور ہے بلکہ بچوں کے ضائع ہو جانے کے خوف سے نکاح نہ کرنا باعث اجر وثواب بھی ہے۔

(اصلاح انقلاب امت ص۴۲ ج۲)

مسئلہ: اگر طبیعت میں نکاح کا تقاضا ہے اور نکاح کی قدرت بھی ہے، اور شوہر کے حقوق بھی ادا کرسکتی ہے، تو نکاح کرنا واجب ہے، نہ کرنے سے گناہ ہوگا اگر اولیاء غفلت اور لاپرواہی برتیں، اس کی مرضی کی جگہ نکاح نہ کریں تو عورت کو اپنا نکاح خود کرلینا مذموم نہیں، بشرطیکہ کفو میں ہو، غیر کفو میں کیا تو (فتوی اس پر ہے کہ) نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

میت کے ترکہ میں حقوق

میت کے کل ترکہ میں ترتیب وار چار حقوق واجب ہیں۔

۱۔۔۔۔تجہیز و تکفین

۲۔۔۔۔دین اور قرض، اگر میت کے ذمہ کسی کا رہ گیا ہو

۳۔۔۔۔جائز وصیت اگر میت نے کی ہو

۴۔۔۔۔وارثوں میں میراث کی تقسیم

(۱) جو چیزیں میت نے کسی سے عاریت (عارضی طور پر مانگی ہوئی) لی تھی، یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں وہ ترکہ میں داخل نہ ہوں گی ایسی سب چیزیں ان کے مالکوں کو واپس کی جائیں۔ (مفید الوارثین ص ۲۷)

(۲) اگر میت نے کسی کی کوئی چیز زبردستی یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لی تھی تو وہ بھی ترکہ میں داخل نہیں، اس کے مالک کو واپس کی جائے۔ (مفید الوارثین ۲۸)

(۳) اگر میت نے مرض الموت سے پہلے اپنی کوئی چیز ہبہ کردی یعنی کسی کو تحفہ یا ہدیہ میں دے دی تھی اور اس پر لینے والے کا قبضہ بھی کرادیا تھا، تو وہ چیز میت کی ملک سے نکل گئی اور لینے والا اس کا مالک ہوگیا۔ اور اگر مرض الموت میں دی تھی اور اس کا قبضہ بھی کرادیا تھا تو یہ دینا وصیت کے حکم میں ہے، لہٰذا یہ چیز ترکہ میں شمار ہوگی اور تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد جن شرائط کے ساتھ دوسری وصیتوں پر عمل ہوتا ہے اس پر بھی ہوگا۔ میت کی پنشن کی جتنی رقم اس کی موت کے بعد وصول ہو وہ ترکہ میں شمار نہ ہوگی کیونکہ ترکہ وہ ہوتا ہے جو میت کے وفات کے وقت اس کی ملکیت ہو۔

(۴) اسی طرح جو چیز میت نے قرض کے بدلے میں رہن (گروی) کردی تھی اور اس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ بھی اگرچہ میت کی ملک تھی مگر اس کے ترکہ میں داخل نہ ہوگی۔ (مرتہن) جس کا قرض ابھی وصول نہیں ہوا ان چیزوں کو جب ان کے قبضہ میں موجود ہیں فروخت کرا کے سب سے پہلے اپنا حق لے سکتے ہیں۔ ان کا حق ادا ہو جانے کے بعد فروخت شدہ کی قیمت میں سے اگر کچھ باقی رہے تو وہ ترکہ سمجھا جائے گا۔ اگر ان سے ملتی جلتی کوئی اور صورت پیش آئے محقق عالم دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

زندگی میں کسی کے لئے نیت کی تو:

اگر کسی نے زندگی میں اپنی اولاد کی شادی کے لئے نقد روپیہ یا کپڑا اور زیورات وغیرہ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے یا بیٹی کی شادی میں خرچ کروں گا، یا بیٹی کے جہیز میں دوں گا، مگر تقدیر سے اس شخص کا انتقال ہوگیا، اور وہ چیزیں اس اولاد کو مالکانہ طور پر قبضہ میں نہیں دی تھیں، تو یہ سب مال و اسباب ترکہ میں داخل ہوگا، اور اس بیٹے یا بیٹی کا کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا، بلکہ تجہیز و تکفین، اداء قرض اور وصیتوں کی تعمیل کے بعد میراث کے قاعدے کے مطابق اس کا جتنا حصہ بنتا ہے وہی ملے گا۔ (مفید الوارثین)

مصارف ادا کرنے کے بعد:

تجہیز و تکفین اور تدفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد سب سے اہم کام لوگوں کے ان قرضوں کی ادائیگی ہے جو میت کے ذمہ رہ گئے ہیں، اگر میت نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا وہ بھی قرض ہے۔ پہلے میت کے تمام قرضے اداء کرنا فرض ہے، چاہے اس نے قرضے ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ ہو۔ اور چاہے اس کا یہ باقی ماندہ سارا ترکہ قرضوں ہی کی ادائیگی میں ختم ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کے متعلق نہایت سخت تاکید اور تنبیہ فرمائی ہے، جو لوگ اپنے ذمہ قرض چھوڑ جاتے ہیں اور اس کی ادائیگی کے لئے ترکہ میں مال بھی نہ چھوڑتے، تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کی نماز جنازہ خود نہ

پڑھاتے تھے، بلکہ صحابہ کرام سے فرمادیتے کہ تم لوگ نماز پڑھ دو اور اپنی دعا و نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو محروم رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے قرضوں کی ادائیگی:

یہاں تک سب بیان ان قرضوں کا ہے جو میت کے ذمہ بندوں کے رہ گئے ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کے قرضے یعنی حقوق (فرائض وواجبات) رہ گئے ہوں، مثلاً نمازوں، روزوں کا فدیہ، زکوٰۃ، حج، صدقۃ الفطر، نذر یا کفارہ وغیرہ ایسا رہ گیا تھا جو میت نے ادا نہیں کیا تھا ان حقوق کو ادا کرنے کی وصیت بھی کی ہو تو ایک تہائی (۱/۳) میں سے ان حقوق کو ادا کیا جائے۔

فلاں چیز میری فلاں شخص کو دے دو، یا فلاں کام میں لگا دو، تو یہ وصیت نہیں اور اس پر وصیت کے احکام جاری نہ ہوں گے کیونکہ وصیت شریعت میں وہی ہے جس میں اپنی موت کے بعد کے لئے کوئی ہدایت دی گئی ہو۔ (درمختار ص ۵۶۸، ج۵)

مرض الموت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام مثلاً وقف وغیرہ میں لگانے کا بھی یہی حکم ہے، غرض یہ کہ تہائی سے زیادہ مال بلا معاوضہ دینا کسی طرح درست نہیں۔ (بہشتی زیور درمختار)

مسئلہ: مرض الموت میں اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے بیوی اپنی موت کے وقت مہر معاف کر دیتی ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں۔

تنبیہ: جن امراض میں مبتلا ہو کر مریض صحت یاب ہو گیا وہ بالکل مثل صحت کے شمار ہوں گے اور ان امراض میں جتنے تصرفات کئے تھے وہ سب نافذ اور جاری ہوں گے۔

مرض الموت کب سے شمار ہوگا؟

پس اگر کوئی شخص سال دو سال سے تپ دق (ٹی بی) میں یا فالج یا مرگی یا بواسیر وغیرہ امراض مزمنہ میں مبتلا تھا، اس کے بعد ایک ہفتہ کے لئے مرض شدید ہو کر اسی میں انتقال ہو گیا، تو مرض الموت صرف ایک ہفتہ شمار ہوگا، اس سے پہلے کہ سب معاملات ہبہ، صدقہ وغیرہ جائز اور مثل حالت صحت کے سمجھے جائیں گے۔ (شامی درمختار ص ۵۷۹ ج ومفید الوارثین)

مسئلہ: عورت اگر ولادت کی تکلیف میں مرگئی تو جس وقت سے دردزہ شروع ہوا تھا اسی وقت سے مرض الموت شمار ہوگا (مفید الوارثین وبہشتی زیور)

البتہ جس وقت قیدی کو قید سے نکال کر قتل کرنے کی جگہ کی طرف لے چلیں، اور قتل کر ڈالیں تو قید سے نکل کر قتل ہونے تک جتنی دیر لگی ہے یہ مرض الموت کے حکم میں ہے۔

وصی یعنی میت کا وکیل اور نائب:

وصیت کرنے والا جس شخص کو اپنی موت کے بعد ترکہ سے قرضوں کی ادائیگی یا وصیت کی تعمیل، میراث کی تقسیم اور اپنے بچوں کے معاملات کا انتظام وغیرہ کرنے کے لئے اپنا نائب اور وکیل مقرر کر دے اس کو "وصی" کہتے ہیں جس کو وصی بنایا تھا اگر اس نے زبان سے قبول کر لیا تب بھی اس پر لازم ہو گیا، یا کوئی کام ایسا کیا جس سے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص وصی بننے پر راضی ہے تب بھی وصی بن گیا۔

لیکن جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے وصی کو اختیار ہے کہ وصی بننے سے انکار کر دے، البتہ اس کی موت کے بعد اختیار نہ رہے گا۔ (مفید الوارثین ص ۲۵)

وصی بننا اور پھر دیانتداری سے کام کرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل ہے، لہٰذا اس سے حتی الامکان بچنا چاہئے اگر اس کے انتظامی کام اتنے زیادہ ہوں کہ ان میں لگ کر اپنے فکر معاش کی فرصت نہ ملتی ہو تو بقدر ضرورت لے لینا جائز ہے، معتبر علماء سے پوچھ لیا جائے۔

جب کسی کا انتقال ہو تو اس کے ماں باپ لڑکے لڑکیاں اور بیوی یا شوہر میں سے جو جو زندہ ہو (خواہ وہ مختلف ملکوں میں ہوں) ان کی مکمل فہرست، تعداد اور رشتہ لکھ کر کسی معتبر عالم و مفتی سے جو میراث کے مسائل میں مہارت رکھتا ہو، وارثوں کے حصے دریافت کر لیں اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ اور حساب کے مطابق میراث تقسیم کر دیں۔ میت کے انتقال کے بعد اگر اس کا کوئی وارث تقسیم میراث سے پہلے فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگا، لہٰذا اس فوت ہونے والے

کو بھی فہرست میں شامل کرنا ضروری ہے۔

جو وارث میت کے انتقال سے پہلے کہیں لاپتہ ہوگیا ہو اور تلاش کے باوجود یہ معلوم نہ ہوسکے کہ زندہ ہے یا مرگیا؟ تو ایسے شخص کو مفقود کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اس کا حصہ میراث بطور امانت محفوظ رکھا جائے، اگر آگیا تو لے لے گا نہ آیا کسی صاحب فتویٰ عالم دین سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

اگر میت کے انتقال کے وقت اس کا کوئی وارث ماں کے پیٹ میں ہے، ابھی اس کی ولادت نہیں ہوئی، تو میراث میں شرعاً وہ بھی حصہ دار ہے، مگر چونکہ معلوم نہیں کہ لڑکا ہے یا لڑکی، اس لئے جب تک اس کی ولادت نہ ہو جائے میراث تقسیم نہ کی جائے، اگر لڑکا فرض کرکے میراث تقسیم کردی جائے تو درست ہے۔

مسئلہ: قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوتا۔

مسئلہ: مسلمان اور کافر کے درمیان بھی میراث جاری نہیں ہوتی خواہ باپ بیٹے ہی ہوں۔ (شریفیہ شرح سراجی ص۱۴)

زیادہ تاخیر سے تقسیم میراث میں سخت الجھنیں اور مشکلات پیدا ہوجاتی ہیں، اور حق تلفی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

میت پر اگر قرض ہو تو ورثاء کو سمجھنا چاہئے کہ مرحوم کی روح جنت میں جانے سے معلق رہے گی۔

فدیہ کی ادائیگی کے لئے ''حیلہ اسقاط'':

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''حیلہ اسقاط'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

کسی خاص شخص سے نماز پڑھوانے یا خاص جگہ دفن کرنے کی وصیت:

کر جاتے ہیں، پھر وارث اس کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ بعض اوقات شرعی واجبات کی بھی خلاف ورزی ہوجاتی ہے اگر کوئی بات خلاف شرع لازم نہ آئے تو اس پر عمل جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ دوسرے ورثاء یا ماتحت ہونے کے باعث شرماشرمی سے کچھ نہیں کہتے مگر دل سے کوئی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے ان کی یہ ظاہری اجازت خوش دلی سے نہیں ہوتی، جس کی بناء پر ایک وارث تمام ترکہ پر قبضہ کرلینا بالکل حرام اور ناجائز ہوتا ہے۔

ترکہ پر قبضہ کرکے تجارت کرنا:

ورثاء کی بلا اجازت اس نفع میں بڑی الجھنیں ہیں، اس لئے پہلے تقسیم کریں۔

لڑکیوں کو میراث نہ دینا ظلم ہے:

ان کی شادی کے موقع پر تحفے تحائف دینے سے سمجھتے ہیں کہ ان کا جو حق تھا وہ ادا ہوگیا حرام اور ظلم ہے۔ یاد رکھیں کہ رسمی طور پر بہنوں کے معاف کرنے سے آپ ہرگز بری الذمہ نہیں ہوسکتے۔

بیوہ کو نکاح ثانی کرنے پر میراث سے محروم کرنا:

نکاح ثانی کرنے کے باوجود از روئے شرعی بیوہ بدستور اپنے حصہ کی میراث کی مالک رہتی ہے۔ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اسے شوہر کے مال سے حصہ میراث نہیں دیتے، یہ بھی بہت بڑا ظلم اور جہالت ہے۔

بیوہ کا نام حق تمام ترکہ پر قبضہ کرنا

یہ بھی ظلم ہے جو چیز وارث کے قبضے میں آجاتی ہے وہ اس کو چھپا لیتا ہے یاد رکھئے قیامت کے دن سب اگلنا پڑے گا اگر دلہن اپنے میکا میں مرجائے تو اس کے تمام ساز و سامان جہیز وغیرہ پر سسرال لوگ قبضہ کرلیتے ہیں اور اگر سسرال میں مرجائے تو شوہر اور اس کے اولیاء قبضہ کرلیتے ہیں یہ بھی سراسر ناجائز ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''جس کے ذمہ کسی (مسلمان یا انسان) بھائی کا کچھ حق ہو اس کی آبرو کے متعلق یا اور کسی قسم کا، وہ آج اس سے معاف کرالے، ایسے وقت (یوم حساب) سے پہلے کہ جب اس کے پاس نہ دینار ہوگا نہ درہم۔'' (مشکوٰۃ باب الظلم)

اگر کسی وجہ سے حقداروں سے معاف کرانا ممکن نہیں رہا، مثلاً وہ لوگ مرچکے ہیں تو ان کے لئے ہمیشہ مغفرت کی دعا کرتا

رہے اور ایصال ثواب بھی کرے۔عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ان لوگوں کو راضی کر کے معاف کرادے۔(بہشتی زیور)

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''جس شخص سے اس کا بھائی معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے۔وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں آنے پائے گا''

غلط رسمیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے ہی لخت جگر اور عزیز و اقارب فوت ہوئے اور کتنے ہی جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ داغ مفارقت دے گئے، کوئی میدان کارزار میں شہید ہوا، کسی نے بستر علالت پر جان دی کوئی لاوارث رخصت ہوا۔کسی نے اہل وعیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا کسی کا ترکہ تجہیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا اور کسی کا مال و دولت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوا، ان طرح طرح کے حالات میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ان سب کی رہبر و رہنما تھی، جس طرح کا واقعہ پیش آیا اس کے مناسب شرعی احکام و آداب اسی ذات اقدس نے بتائے اور سکھلائے، زبانی تعلیم بھی دی اور عملی تربیت بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ایمان اور زہد و عبادت سے لے کر جہاں بانی تک کے ضابطے اور آئین سکھلائے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ.

(سورۃ احزاب:۲۱) ''تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب میری امت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔'' (سنت و بدعت ص۲۶ بحوالہ کتاب الاعتصام)

اور حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

''جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں اس کی مدد کی۔(سنت و بدعت بحوالہ اعتصام للشاطبی ص۸۴ ج۱)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں جاؤ تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی نیا طریقہ نہ پیدا کرو۔''

ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''صاحب بدعت کو توبہ نصیب نہیں ہوتی (کیونکہ وہ تو اپنے گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتا، توبہ کس سے کرے؟

(سنت و بدعت ص۲۷)

ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض مریض نماز کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ممکن ہے یہ زندگی کا آخری مرض ہو، کیونکہ ہر بیماری موت کی یاد دہانی کراتی ہے۔بعض مریض زمانہ تندرستی میں تو نماز کے پابند ہوتے ہیں، مگر بیماری میں نماز کا خیال نہیں رکھتے اور خیال نہ رکھنے کی عمومی وجہ یہ ہوتی ہے۔تیمم کو دل گوارا نہیں کرتا۔نماز قضاء کر دیتے ہیں۔ان وجوہات کی بناء پر نماز قضا کرنا جائز نہیں۔

جس میں نماز معاف ہوتی ہے وہ بے ہوشی ہے جس میں خبردار کرنے سے بھی آگاہ نہ ہو اور متصل چھ نمازیں بے ہوشی میں گزر جائیں۔جب تک کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کی قدرت ہو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں۔

عذر شرعی کے باوجود تیمم نہ کرنا:

مر جائیں گے مگر وضو ہی کریں گے۔بے دھڑک معالج اور غیر معالج سب کے سامنے بدن کھول دیا جاتا ہے حالانکہ غیر متعلقہ حضرات کو مریض کے ستر کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔علاج معالجہ میں پاک و ناپاک اور حلال و حرام دوا کا کچھ خیال ہی نہیں کیا جاتا، بلا تحقیق اور بلا شدید ضرورت کے حرام و نجس دوائیں پلا دی جاتی ہیں۔(اصلاح انقلاب امت ۲۲۹ ج۱)

دعاء کی طرف توجہ نہ دینا:

ایک کوتاہی یہ ہے کہ مریض کی دوا دارو، علاج معالجہ اور

دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن دعاء کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ اس کا خیال ہی نہیں آتا، حالانکہ یہ دعاء منصوص عظیم ترین تدبیر ہے اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے مریض کو اگر ہو سکے تو خود دعا کرنی چاہئے، کیونکہ حالت مرض میں دعا قبول ہوتی ہے۔

دعا کا غلط طریقہ:

ایک کوتاہی یہ ہے کہ شکایت کے انداز میں دعا کرنے لگتے ہیں، مثلاً یوں دعا کرتے ہیں۔"اے اللہ کیا ہوگا؟ بس میں تو بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا یا تباہ ہو جاؤں گی، یہ بچے کس پر ڈالوں گی، میرے بعد ان کا کون ہوگا، خدایا ایسا نہ کیجیو، بس جی میرا تو کہیں بھی ٹھکانہ ہی نہ رہے گا، وغیرہ گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے، استغفر اللہ! کیا حق تعالیٰ کا یہی ادب ہے۔

بعض اوقات مریض کے بچوں کو اس کے سامنے لاتی ہیں اور پوچھتی ہیں کہ ان کا کون ہوگا؟ انہیں پیار کر لو اور اگر وہ بہت ہی یاد کرے تو سرسری طور پر سامنے کر دیں تاکہ اس کا دل ان میں اٹکا نہ رہے۔ بعض لوگ مریض کے پاس اس بناء پر نہیں بیٹھتے کہ انہیں بیماری لگ جانے کا خوف رہتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی بیماری کسی کو نہیں لگ سکتی۔

اظہار غم میں گناہوں کا ارتکاب:

بہت سی جگہ رونے پیٹنے میں عورتیں بے پردہ ہو جاتی ہیں اور پردہ کا مطلق خیال نہیں رکھتیں۔

بعض جگہ اس سے بڑھ کر یہ غضب ہوتا ہے کہ نوحہ کرنے والوں اور والیوں کی تصویریں کھینچی جاتی ہیں اور اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

بعض جگہ عورتیں فرط غم سے اپنے نامحرم عزیزوں مثلاً دیور، چچازاد تایازاد اور خالہ زاد بھائی سے لپٹ لپٹ کر روتی ہیں، یہ بھی حرام ہے کیونکہ رنج و غم میں شریعت کے احکام ختم نہیں ہو جاتے۔

پوسٹ مارٹم:

کسی دوسرے شخص کی جان بچانے کے لئے پوسٹ مارٹم ناگریز ہو تو احترام میت وغیرہ کا لحاظ رکھنا بعد اس کے تمام اعضاء کو دفن کر دینا ضروری ہے۔ بعض جگہ یہ رسم ہے کہ میت کی تجہیز و تکفین سے پہلے گھٹلیوں پر ایک لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھوانا ضروری سمجھتے ہیں۔

میت کو سلا ہوا پائجامہ اور ٹوپی دینا:

یہ ناجائز ہے۔

میت کے سینہ اور کفن پر کلمہ لکھنا اور شجرہ و عہد نامہ رکھنا:

میت کے پھٹنے سے بے حرمتی ہوگی جس چیز کا ادب شریعت میں اس درجہ کا نہیں اس کا قبر میں رکھ دینا درست ہے، جیسے کسی بزرگ کا کپڑا وغیرہ (اصلاح انقلاب امت ص ۲۴۱ ج ۱)

کفنانے کے بعد امام کا خط میت کو دینا:

بعض لوگ میت کو کفن پہنانے کے بعد امام مسجد کا لکھا ہوا خط میت کے دونوں ہاتھوں میں دے دیتے ہیں، سو یہ بھی بے اصل اور لغو ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند)

قبر پر اور جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کا بھی ایک رواج چل نکلا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین کے اعمال میں سے ایک عمل سمجھا جاتا ہے اور قبر پر اگر بتیاں جلائیں جاتی ہیں یہ بدعت اور ناجائز ہیں۔

غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا:

فقہ حنفی میں نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے۔ میت کا فوٹو لینا بھی حرام ہے۔

اگر امام نماز جنازہ کی نیت بتلا دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، درست ہے، میت کو کندھا دیتے وقت اور دوران راہ ایک یا کئی آدمی بلند آواز سے "کلمہ شہادت" پکارتے ہیں اور سب حاضرین بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نہیں۔

قبرستان میں داخل ہونے کا معروف راستہ چھوڑ کر قبروں کے اوپر سے پھلانگ کر میت کی قبر تک پہنچنے کی کوشش

کرتے ہیں بسا اوقات قبروں پر بھی چڑھ جاتے ہیں یاد رکھئے ایسا کرنا منع ہے۔ بعض لوگ قبرستان پہنچ کر میت کے ارد گرد جم کر بیٹھ جاتے ہیں مقصد میت کی تدفین کی کاروائی دیکھنا ہوتا ہے لیکن ان کے اس اجتماع سے اہل میت اور قبر بنانے والوں کو بہت کلفت ہوتی ہے اور ہجوم کی بناء پر آپس میں بھی ایک دوسرے کو اذیت ہوتی ہے دوسروں کو اپنے اس طرز عمل سے تکلیف دینا حرام ہے اور قبروں کو روندنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان گناہوں سے اجتناب کیجئے، قبر کے پاس صرف کام کرنے والوں کو رہنے دیجئے، تاکہ سہولت سے وہ اپنا کام کر سکیں، اور جب مٹی دینے کا وقت آئے مٹی دے دیجئے۔

میت کے تمام بدن کو اچھی طرح کروٹ دے کر قبلہ رخ کرنا چاہئے۔ دفن کرنے کے بعد خواہ امانۃً دفن کیا ہو یا بغیر اس کے دوبارہ نکالنا جائز نہیں امانۃً دفن کرنا بھی شرعاً بے اصل ہے۔ (عزیز الفتاوی ص۳۴۲ ج۱)

قل پڑھی ہوئی کنکریاں سرہانے رکھا کرتے ہیں بعض لوگ قبر میں میت کے نیچے گدا بچھاتے ہیں یہ دونوں باتیں بے اصل۔ دفن کے بعد حلقہ بنا کر سورۃ مزمل پڑھنے کو یا اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو لازم سمجھا جاتا ہے اور دفن کے بعد قبر پر اذان بھی دیتے ہیں۔

قبر کو پختہ بنانے کا رواج ہے سنگ مرمر سے پختہ کرواتے ہیں، یہ سب ناجائز ہے قبر کا بالائی حصہ تو کچا رکھتے ہیں لیکن قبر کا باقی تعویذ یعنی دائیں بائیں اور آگے پیچھے کا حصہ پختہ بنواتے ہیں، اور قبر کے چاروں طرف سنگ مرمر کے اوپر قبہ بنواتے ہیں، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

قبر پر چراغ جلانا:

ناجائز اور بدعت ہے۔

قبرستان سے واپسی پر اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن جمع ہو کر قرآن کریم یا آیت کریمہ یا کلمہ طیبہ کا ختم ہو جاتا ہے۔

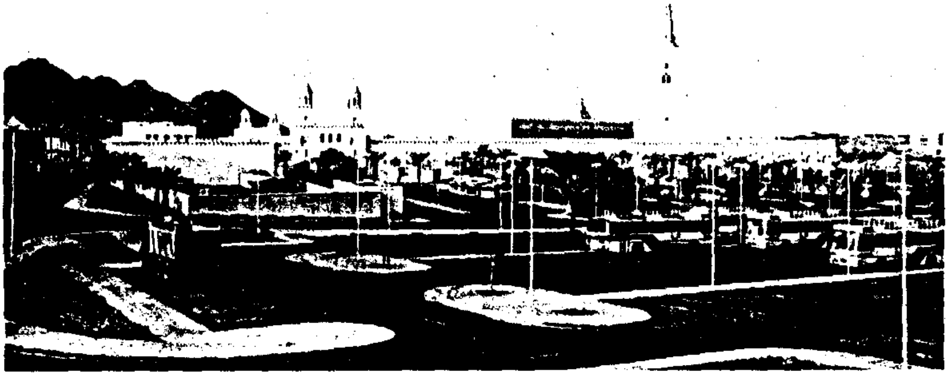
اہل میت کی طرف سے دعوت طعام:

یہ دعوت اور اس کا قبول کرنا دونوں ممنوع ہیں ایک بار تعزیت کر لینے کے بعد دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔ الٹا ان کو غم یاد دلا کر رونا پیٹنا شروع کر دیتی ہیں۔ (اصلاح الرسوم ۱۷۴)

شعبان کی چودھویں تاریخ کو عید منانا:

بدعت ہے۔

ایصال ثواب کے لئے اجرت پر ایک آدمی رکھ لیتے ہیں۔ جو روزانہ مرحوم کی قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے زعم کے مطابق مرحوم کو ثواب پہنچاتا ہے، سو واضح ہو کہ اجرت پر ایصال ثواب کیلئے قرآن کریم پڑھنا یا پڑھوانا حرام ہے۔



باب ۲۲

علم و دانش

اس باب میں علامہ ابن جوزیؒ کی مشہور زمانہ کتاب "کتاب الاذکیاء"
کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ اس کے دو جزو ہیں پہلا حصہ مختلف
موضوعات پر حیرت انگیز ذہانت کے مظہر واقعات پر مشتمل ہے۔
اور دوسرا جزو عقلمندی کے عنوان سے متعدد واقعات سے مرکب ہے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے ہم کو فہم کا محل بننے کی صلاحیت بخشی اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا اور ہم کو قوت گویائی سے مزین کیا۔ اور پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ سے صفاء فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہو جانے سے۔ اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات ؐ پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ جو دوسری امتوں سے زیادہ عقلمند ہے اور آپ ؐ کے تمام پیروکار اور آپ کے اتباع کے واضح راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجے۔ امابعد! عقل سب سے بڑی بخشش ہے، کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کئے جاتے ہیں۔

مامون الرشید کا مقولہ "لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے"۔

فضیلت عقل

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عائشہؓ سے ملے اور سوال کیا کہ اے ام المؤمنینؓ! ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے۔ دوسرا قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے۔ ان دونوں میں سے آپ کس کو پسند کریں گے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ ؐ نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ؐ! میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارہ میں ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا، اے عائشہؓ! دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا۔ جو زیادہ عقل مند ہے۔

فرمایا کہ "کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو"۔

سب سے پہلی شئے:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شئے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے۔ پھر حکم کیا کہ لکھ! قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا کہ لکھ! جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دونگا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

عقل سے زیادہ اچھی کوئی شئے نہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ! تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو! تو آگے بڑھی۔ تو فرمایا میری عزت کی قسم! میں نے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی۔ تیرے ہی اعتبار سے ہم عطاء کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مؤاخذہ کریں گے۔

عاقل مومن:

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مؤمن سے زیادہ شاق نہیں، حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر لیتا ہے۔ چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور ان کی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح لے جانا چاہتا ہے وہ اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ اور عقلمند مؤمن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے، یہاں تک کہ اپنے مطلب کی کوئی شئے اس سے حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحت:

(۲) وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا، کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے اچھے ہوتے ہیں۔ اور شیطان صاحب عقل سے بھاگتا ہے اور اس میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے! جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی۔ مطرفؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی۔ حضرت معاویہ بن قرہؒ فرماتے ہیں

کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں (مگر اجر میں سب برابر نہیں ہیں)۔ لیکن قیامت کے دن ان کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا جائے گا۔ عقل (انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو اس کی ماہیت کے ساتھ) گڑی ہوئی شئے ہے۔

فصل عقل کے مقام کے بارہ میں:

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ ہے۔ اور یہی امام حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں، **فتکون لھم قلوب یعقلون بھا**۔ اور اس آیت سے بھی، **لمن کان لہ قلب**۔ یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لئے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کر لیا۔ اور جائے تبسم یعنی لبوں سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو گویا وہ اولا ہے اور ایسا میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور زنجبیل اور بارش کا پانی اور شہد اس میں ملے ہوئے ہیں۔

معتدل مزاج اور مناسب اعضاء:

(۳) حکماء کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر۔ اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی ہو اور اس میں تیزی ہو وہ مکار، حیلہ باز چور ہے۔ اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب یہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو، اور اس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا۔ اور جس کا چہرہ ستا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا۔ اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

عاقل کی علامات:

(۴) حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں عاقل کی علامتیں بتاؤں! وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔ اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے۔ لوگوں کے ساتھ معاشرت میں ان کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے۔ اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقلمند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا چلتا پھرتا ہے وہ۔ وہب بن منبہؒ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے! انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی، جب تک اس میں دس صفات نہ پیدا ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت وغرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقاء حیات پر اکتفاء کرے اور زائد کو خرچ کر دے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سربلندی پر ترجیح دے۔ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لئے تحکم اور بدمزاجی نہ اختیار کرے۔ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے۔ اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپ کو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے سے اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہشمند ہو کر اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم کو کیا خبر! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہوگئی۔

غیرت سے متعلق واقعہ:

(۵) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت منقول ہے، حضرت ابن عباسؓ سے کہ جب حضرت سارہ سلام اللہ علیہا نے دیکھا کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ (ہاجرہؑ) سے حضرت ابراہیمؑ محبت کرنے لگے تو ان کے دل میں شدید

غیرت پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ قسم کھا بیٹھیں کہ جب یہ اطلاع حضرت ہاجرہؑ کو پہنچی تو انہوں نے ذرہ پہننا شروع کر دی کہ سارہ ان کے آنے جانے کو نہ پہچان سکیں۔

دلچسپ مکالمہ:

(۶) ایک دانا سے کسی نے پوچھا۔ عرض کیا میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں جو میرے بطخ چراتے ہیں۔ پھر آپ نے خطبہ دیا۔ تم میں ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چوری کرتا ہے اور ایسی حالت میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے۔

آزمائش کا طریقہ:

(۷) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ بیٹا! جب تم کسی شخص سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلا دو۔ اگر اس نے بحالت غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنالو، ورنہ اس سے بچو۔

دانائی سے تعداد کا اندازہ:

(۸) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے لئے کوچ کیا تو ہم نے آپؐ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا (جو دشمن کیمپ کے تھے)۔ ایک شخص قریش میں کا تھا اور ایک غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا۔ (جب ہم نے ان کا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا اور غلام کو ہم نے گرفتار کرلیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد پوچھنا شروع کی تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا کہ واللہ! ان کی شمار بہت ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ پھر آپؐ نے سوال کیا کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ روزانہ دس اونٹ۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا، کہ (معلوم ہوگیا) قوم کی تعداد ایک ہزار کیونکہ ایک اونٹ سو آدمی کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی دانائی:

(۹) ایک شخص نے کہا اے حذیفہؓ! ہم اللہ سے شکایت کریں گے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی، تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے۔ اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کرسکے۔ حذیفہؓ نے فرمایا، اور ہم اللہ سے یہ شکایت کریں گے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا کہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھنے کے تم ان پر ایمان لے آئے۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر ہے! اگر تو آپ کا زمانہ پالیتا تو اس وقت تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم خندق کی رات میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ یہ ایک بڑی ٹھنڈی، اندھیری، خطرناک رات تھی اور ابو سفیان اور اس کے ساتھی میدان میں موجود تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے؟ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ عطاء فرمائے گا۔ یہ سن کر ہم میں سے کوئی نہیں اٹھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے؟ اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ابراہیمؑ کا رفیق بنائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حذیفہؓ کو بھیج دیجئے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ اے حذیفہؓ! میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں یارسول اللہؐ! آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپؐ نے پوچھا کیا تم جانے کے لئے آمادہ ہو؟ میں نے عرض کیا، خدا کی قسم یارسول اللہؐ! مجھے اس کی تو پرواہ نہیں کہ میں قتل ہو جاؤں، لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! اب جو حکم آپؐ چاہیں مجھے دیں! آپؐ نے فرمایا کہ تم جا کر قوم میں داخل ہو جاؤ، پھر قریش کے پاس پہنچو اور یہ کہو کہ اے جماعت قریش! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش کہاں ہیں قوم کے رہنما، کہاں ہیں قوم کے سردار؟ پھر وہ تم کو سب سے آگے کریں گے تاکہ تم سے ہی جنگ کی ابتداء ہو اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور یہ کہو گے کہ اے جماعت قیس! لوگوں کا یہ ارادہ ہے کہ کل تم سے یہ کہیں گے، کہاں ہیں گھوڑوں کی پشت کے مالک، کہاں ہیں شہسوار؟ پھر وہ تمہیں کو آگے کریں گے، تاکہ تم ہی سے جنگ شروع ہو، اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں۔ یہ سن کر میں روانہ ہوگیا اور قوم میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر آگ سے گرمی

لینے لگا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا جس کا مجھے حضورؐ نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابوسفیان اٹھا اور لات وعزیٰ بتوں کا نام لے کر اور شرک کر کے بولا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے پاس کون بیٹھا ہے؟ اور میرے پاس ایک شخص ان ہی میں کا (یعنی مسلمانوں) بیٹھا ہوا تاپ رہا ہے۔ اس کے بعد (اندھیرے میں) میں نے جھپٹ کر اپنے پاس والے شخص کا ہاتھ پکڑ لیا، کیونکہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے پکڑے گا۔ اور پوچھا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے۔ جب صبح ہوگئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش، لوگوں کے سردار؟ تو انہوں نے کہا رات جو ہم کو خبر ملی تھی یہ تو وہی بات ہے۔ جب یہ آواز لگی کہاں ہیں ابو کنانہ، کہاں ہیں تیر انداز لوگ؟ تو انہوں نے کہا، وہ اطلاع ٹھیک تھی جو رات ہمیں دی گئی تھی۔ اب انہوں نے ایک دوسرے کو ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر اس رات میں آندھی کو بھی مسلط کر دیا، جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر نہ چھوڑا اور نہ کوئی برتن جس کو نہ الٹ دیا ہو۔ یہاں تک کہ میں نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ اپنی اونٹنی کے پاس جو بندھی ہوئی تھی، جھپٹ کر پہنچا اور اس کو کھینچنا شروع کر دیا اور وہ کھڑا رہنے پر قادر نہ تھا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور میں نے ابوسفیان کا یہ حال بیان کرنا شروع کیا۔ سن کر آپؐ اس درجہ ہنستے رہے کہ آپؐ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے اور میں آپؐ کی ڈاڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

حضرت عمرؓ کی دانائی:

(۱۰) جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کے لئے فارس کی حکومت سے جنگ ہو رہی تھی، جریر سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ جن غنائم پر تم غالب آؤ گے اس میں چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب (مسلمان فتحیاب ہوئے اور) غنائم کثیر مقدار میں جمع ہو گئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان کل میں سے ایک چوتھائی میرا حق ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا۔ میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لئے جنگ کی تو اس کو اس کا معاوضہ دے دو، اگر اس نے اللہ کے لئے اور اس کے حبیبؐ کے دین کے لئے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائے گا عام مسلمانوں میں۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہوگا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس پر ہونگے۔ جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میں صرف ایک مسلمان ہی رہنے پر خوش ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ میں بھی صاحب فراست تھا اور میری رائے ناقابل اعتبار ہوگی اگر یہ شخص ستارہ شناس اور کہانت میں کچھ دخل نہ رکھتا ہو۔ اس کو میرے پاس بلاؤ! چنانچہ اس کو بلایا گیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام اور کہانت میں کچھ کرتے تھے؟ اس نے اعتراف کیا۔

حضرت علیؓ کی دانائی:

(۱۱) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے حاضر کیا گیا، جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں۔ آپؓ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جا اور دوران سفر میں روزہ فرض نہیں، اس لئے نہ رکھنا اور دن میں جماع کر لینا۔

حضرت حسن بن علیؓ کی دانائی:

(۱۲) حضرت حسنؓ بن علیؓ جب ابن ملجم کو (جو حضرت علیؓ کا قاتل تھا) حضرت حسنؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپؓ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا اور اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبا دینے کا ہے۔ پھر ابن ملجم نے بھی کہا واللہ! اگر حسنؓ کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان کو سوراخ کے پاس سے پکڑ لیتا۔ اس سیدؓ کی حسن رائے دیکھو! ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی، دقیقہ رس تھی۔

حضرت حسینؓ کی دانائی:

(۱۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپؓ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعویٰ کی سچائی پر حلف کرلے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا۔ واللہ الذی لا الہ الا ھو (یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں)۔ آپؓ نے فرمایا، ان الفاظ سے حلف کرو، واللہ، واللہ، واللہ، جس مال کا دعویٰ کرتا ہوں وہ حسینؓ کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف کرلیا۔ ذرا کھڑا ہی ہوا تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مرکر گر پڑا۔ آپؓ سے پوچھا (کہ آپؓ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے؟) آپؓ نے فرمایا، مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کررہا ہے، اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہوجائے گا۔

حضرت عباسؓ کی دانائی:

(۱۴) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی دانائی:

(۱۵) عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی لونڈی موجود تھی) اس سے مشغول ہوگئے۔ جب ان کی بیوی نے بیدار ہوکر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لئے نکلی اور دیکھا وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں، تو اس نے واپس ہوکر چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔ عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کیا بات کیسی؟ سمجھ لو میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اس کی خبر لیتی۔ عبداللہ نے کہا اور میں کہاں تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا)۔ اس نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگی اچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہو تو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو! (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے)۔ ترجمہ: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے ہیں، جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہم کو جبکہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے واقع ہونے کی انہوں نے خبر دی اس کا پورا یقین کرتے ہیں۔ اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹ کہتی ہیں۔ کہ میں صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔

محمد بن مسلمہؓ کی دانائی:

(۱۶) محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے یکسو کرنے کے لئے کون ہمت کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو بہت اذیت دینے کی کوشش کی ہے۔ محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! کیا یہ آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کروں؟ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دیدیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو میں چاہوں کرلوں۔ فرمایا جو چاہو کرلو! اب محمد بن مسلمہؓ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کردیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں۔ اس خبیث یہودی نے جب یہ سنا تو کہا واللہ! تمہیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے تکلیف اٹھاتے ہو اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ اس کی اطاعت کئے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے۔ اور یہ ایک مجبوری یہ آپڑی کہ اس کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ اب ہم یہ انتظار کررہے ہیں کہ اس کا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کچھ مقدار کھجور قرض دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کردو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا، کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں؟ کیونکہ تم عرب

کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے ان کو چند من کھجوروں کے بدلے میں رہن رکھ دیا تھا اور ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے کہ یہ ایک دو وسق کھجور پر رہن رکھے گئے تھے۔ اس نے کہا پھر کیا چیز رہن رکھو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دینگے۔ اس نے قبول کر لیا۔ یہ ہتھیار لانے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ پھر (حسب وعدہ) جب اس یہودی کے پاس گئے تو ان کے ساتھ ابو نائلہؓ بھی تھے جو اس یہودی یعنی کعب کے رضاعی برادر تھے۔ اور ان کے ساتھ دو آدمی اور آ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میں اس کے لمبے بالوں کی لٹوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا۔ جب تم دیکھو کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں دے دیا ہے تو پھر تم لوگ اس شخص کو ٹھکانے لگا دیجیو۔ اب یہ سب لوگ اس کے پاس رات کو پہنچے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کھجور کے درختوں کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کر دی اور محمد بن مسلمہؓ نے آ کر اس کو آواز دی۔ جب یہ نکلنے کے لئے آمادہ ہوا تو بیوی نے کہا ایسے بے وقت کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کوئی اندیشہ نہیں۔ وہ تو محمد بن مسلمہؓ ہے اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ وہ باہر اس حالت میں آیا کہ ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا اور اس کے بدن سے اچھی خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے کہا میرے پاس فلاں کی بیٹی ہے اور وہ عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی شوقین ہے۔ انہوں نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے سونگھ لوں؟ اس نے کہا ہاں۔ تو محمد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر سونگھا۔ پھر کہا کیا اجازت ہے کہ میں یہ عجب خوشبو اپنے ساتھیوں کو بھی جا کر سنگھا دوں؟ اس نے اجازت دے دی۔ اب انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں اچھی طرح پہنچا کر بالوں کو لپیٹ لیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اور کہا کہ اس دشمن خدا کو ختم کر دو۔ تو ان سب نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرت سویبطؓ کی دانائی:

(۱۷) سویبط بن سعد بن حرملہؓ کے متعلق ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ تجارت کے لئے بصرہ گئے اور ان کے ساتھ نعمانؓ اور سویبطؓ گئے۔ اور یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اس سفر میں نعمانؓ زاد راہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبطؓ بہت ظریف الطبع تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے نعمانؓ سے کہا کچھ کھلاؤ۔ نعمانؓ نے کہا ابو بکرؓ کے آنے پر۔ انہوں نے کہا اچھا مجھے تمہاری خبر لینی ہے۔ ایک قوم پر ان کا گزر ہوا تو ان سے سویبطؓ نے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے، کیا تم خریدتے ہو؟ انہوں نے منظور کر لیا۔ انہوں نے کہا (یہ بتائے دیتا ہوں کہ) میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے۔ وہ تم سے یہ کہے گا کہ میں آزاد ہوں۔ جب یہ گفتگو سنو تو ہٹ مت جانا، کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا نہیں، ہم تم سے ضرور خریدیں گے۔ چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ آئے اور انہوں نے نعمانؓ کی گردن میں دوپٹہ ڈال دیا۔ نعمانؓ نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے، میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہمیں تیری سب عادت یہ بتا چکا ہے۔ یہ لوگ نعمانؓ کو کھینچ کر لے گئے۔ پھر جب ابو بکرؓ آئے تو آپؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپؓ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم کا پیچھا کیا۔ وہ ان کو واپس کئے اور نعمانؓ کو چھڑا کر لائے۔ جب یہ قافلہ واپس ہوا اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابؓ اس قصہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے ہنسا کرتے تھے۔

حضرت مغیرہؓ کی دانائی:

(۱۸) زید بن اسلمؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمرؓ مغیرہؓ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں۔ تو بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہؓ کبھی واپس نہ آ سکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو اور میں یہ رقم لے کر عمرؓ کے پاس جاؤنگا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہؓ نے

خیانت کر کے میرے پاس جمع کی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے اس کے پاس ایک لاکھ درہم جمع کر دیئے اور اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہؓ نے خیانت کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مغیرہؓ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے سن کر عرض کیا، اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ تو دو لاکھ درہم تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش وحواس ٹھکانے آ چکے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں۔ (اب) میں آپ سے ضرور سچ کہونگا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم مغیرہؓ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ کثیر۔ حضرت عمرؓ نے مغیرہؓ سے فرمایا، تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہؓ نے کہا، اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔ میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور) اس کو رسواء کر دوں۔ سچائی کو سطح پر لانے کے لئے محض ایک حیلہ کیا تھا، جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

ذہانت کا ایک اور واقعہ:

(۱۹) صبیح الکوفیؒ سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہؓ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لئے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا اور میں تم دونوں میں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کرونگی، جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اور اس کی گفتگو نہ سن لوں۔ تو اگر تم چاہو تو یہاں آ جاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہؓ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دیگی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو۔ کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہؓ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے۔ اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہؓ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں عورت نے کہا واللہ یہ شیخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اس نے مغیرہؓ سے نکاح کر لیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی دانائی:

(۲۰) حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق ابن الکلبیؒ کہتے ہیں کہ فتح قیساریہ کے لئے جب عمرو بن العاصؓ نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔ قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نے سوچا کہ میرے سوا اس کی ٹکر کا کوئی شخص موجود نہیں ہے اس لئے خود ہی سفیر بن کر اس کے پاس جا پہنچے اور گفتگو شروع کر دی۔ اس نے ایسی پر شوکت اور دور انداز گفتگو سنی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی تو اس نے کہا کیا آپ جیسا آپ کے ساتھیوں میں کوئی اور بھی ہے آپ نے جواب دیا میری قدر و منزلت کے بارے میں جو وہاں ہے کچھ نہ پوچھئے۔ انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا اور مجھے پیش کرنے میں جو مصلحت ہے وہ ہے۔ (در اصل بڑوں کو) یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہوگا (مدعا یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ایک کم مرتبہ کا شخص ہوں ابھی جو بڑے سردار ہیں وہ اس لئے نہیں ملے کہ انہیں آپ کے معاملات کا اندازہ نہیں ہے۔ میرے ساتھ اگر شریفانہ برتاؤ ہوگا تو وہ بھی ملاقات کر سکیں گے اس نے ان کو انعام اور جوڑے دینے کا حکم دیا اور (خفیہ طور پر) دروازہ شہر کے دربان کے دربار کے پاس حکم بھیج دیا کہ جب یہ شخص دروازہ سے گزرے تو اس کی گردن مار دی جائے اور جو سامان اس کے ساتھ ہے وہ لے لے۔ جب آپ (اس حاکم کے پاس سے رخصت ہو کر) چلے تو آپ کو غسان کا ایک عیسائی ملا۔ آپ کو اس نے پہچان لیا اور کہا اے عمروؓ! جس خوبی کے ساتھ داخل ہوئے ہو۔ اسی خوبی کے

ساتھ نکل بھی جانا۔ یہ سن کر پھر واپس اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کہ کیسے واپس آئے آپ نے کہا میں نے ان عطیات پر غور کیا جو آپ نے مجھے عطا فرمائے۔ میں نے ان میں اتنی گنجائش نہیں پائی جو میرے چچا کے بیٹوں کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کیا کہ (یہ عطیات یہاں چھوڑ کر) ان میں سے دس کو اپنے ساتھ لے کر آ جاؤں تو آپ اسی کو دس پر تقسیم کر دیں۔ اس صورت میں آپ کا احسان دس پر ہوگا اور یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف ایک شخص پر ہو۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ ان کو جلد لے آیئے اور دربان کے پاس خفیہ پیغام بھیج دیا کہ اب اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ اور جانے دیا جائے تو عمرو شہر سے نکل آئے اور بہت چوکنے رہے جب خطرہ سے باہر ہو گئے تو کہنے لگے اب کبھی اس طرح نہ پھنسوں گا۔ جب اس سردار سے صلح ہو گئی اور وہ (امیر لشکر) سے ملاقات کے لئے آیا تو (دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہیں) کہنے لگا آپ وہی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں آپ میرے ہی ساتھ غداری کر رہے تھے۔

سفاح کی دانائی:

(۲۱) ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاح نے دیا وہ اس قریہ میں جس کا نام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ) تو آل ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو۔ اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابوبکرؓ نے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابوبکرؓ کے بعد کوئی اور بھی ہوا اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمرؓ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا قائم رہے اس نے کہا ہاں عمر کے بعد کوئی اور بھی ہوا کہا ہاں پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا عثمان سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا ہاں سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا ہاں، پوچھا کون اس نے کہا ''علیؓ'' سفاح نے پوچھا، اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے، اب وہ شخص چپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سن۔

معتصم باللہ کی دانائی:

(۲۲) ابوبکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتصم باللہ ایک مکان میں جوان کے لئے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر سچ نہ بیان کیا تو اس کی گردن ماردی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگالیا گیا تو اس وقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دے دیجئے (تو میں سچی بات کہہ دوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹہ پر کام کرتا تھا۔ چند مہینے گزرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص میرے پاس سے گزرا جس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹہ کے ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ شہر میں اس نام کی منادی کرائی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی۔ (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہ اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے وہ اب تک غائب ہے۔

دانائی کا دوسرا واقعہ:

(۲۳) محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتصم باللہ اپنی کسی

ضرورت سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ لڑکا ایک دوسرے لڑکے کی پشت سے اتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے سرکتا ہوا دوسرے لڑکوں میں شامل ہو گیا۔ معتصم نے آ کر یکے بعد دیگرے ہر ایک لڑکے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کے دل میں حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ رکھتے ہی اور بڑھ گئی) اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کر لیا تو اس کو قتل کر دیا۔

دانائی کا تیسرا واقعہ:

(۲۴) محسن ایک اور واقعہ معتصم باللہ کا بیان کرتے ہیں کہ ان کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارہ کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا جب وہ بھاری محسوس ہوا تو اس کو کھینچا جب اس کو لے کر اس کا منہ کھولا تو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا جو مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ معتصم باللہ کے حکم سے وہ تھیلا مع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا خلیفہ پر اس کا سخت اثر ہوا۔ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے (جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک شخص کو بلا کر ایک خالی تھیلا دیا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کر بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کہ یہ اس کا بنا ہوا ہے ایک شخص نے کہا مجھ سے دس تھیلے ایک شخص نے خریدے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی کا ہے۔ بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لئے ایک فساد عظیمی ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا بیان کیا کہ وہ فلاں باندی پر کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ تین دن گزر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا۔ مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتصم نے یہ واقع سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدہ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس کو جکڑ کر لے آئے۔ مالکہ کو بیت المال سے جاریہ کی قیمت دی۔ قاتل کو قتل کرا دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

مقولہ:

(۲۵) فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی مقتضی نہ ہو اگر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب نہ ہوگا اور انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہوگا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہوگا۔

فتح بن خاقان کی دانائی:

(۲۶) فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی ڈاڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اس کو ہاتھ لگایا اور نہ ان سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المومنین کا آئینہ لاؤ جب وہ لایا گیا تو اس سے کہا کہ امیر المومنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شے کو نکال دیا۔

دانائی کا ایک قصہ:

(۲۷) حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھیں اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہا کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اور ان پر ان کا اظہار کئے بغیر چارہ بھی نہیں مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہئے۔ اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق کچھ خبریں (الگ الگ) تحریر کریں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دیکر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو تخلیہ میں بلا کر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اس کو

تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔ اس طرح ہر ایک کو جدا جدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔ اس پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ جو جو خبریں مشہور ہوئی ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا۔

عضد الدولہ کی دانائی:

(۲۸) محمد بن عبدالملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی شکایت کی گئی تو اس نے ایک تاجر کو بلایا۔ اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی اور اس حلے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکوؤں نے جب صندوق کھولا تو اس میں سے حلوا ملا۔ جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جا سکتا۔ تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی ان سب نے آکر ایسی نفیس چیز دیکھی بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

دانائی کا دوسرا واقعہ:

(۲۹) ایک شخص حج کے لئے چلا۔ اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے۔ ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ حج کے لئے روانہ ہو گیا جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا۔ اپنا تمام قصہ سنایا یہ سن کر عضد الدولہ نے اطباء کو جمع کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سال میں کسی کا ارنڈ کی کونپلوں سے علاج کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا۔ حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لیجا کر وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔ اس درخت کے پاس لے گیا اس شخص نے کہا اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ عضد الدولہ نے حکم دیا کہ مال حاضر کرو۔ اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر جب عضد الدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

دانائی کا تیسرا قصہ:

(۳۰) ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو شخص دوسرے ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا کہ اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کر کے قتل کر دوں۔ باپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دے دو۔ تو جب بھی وہ میان کے منہ پر لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو نہ داخل کر سکا۔ اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ اپنی بیٹی کا سمجھ پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا۔ اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

علاء بن المغیرہؒ کی دانائی:

(۳۱) ہلال بن ابی بردہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا گیا اس نے آکر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا۔ عمر بن عبد العزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ عمر نے علاء بن المغیرہ سے کہا اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی سیرت کے مطابق ہے بڑائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریاکاری) نہیں سمجھا جائے گا۔ علاء بن المغیرہ نے کہا اے امیر المومنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اب علاء اس کے پاس پہنچے۔ اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجئے۔ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب اس نے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہوگا کہ میری رسائی اور تقرب امیر المومنین کی بارگاہ میں کس قدر ہے میں نے امیر المومنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنا دیں۔ بولو ایسا کرا دینے پر مجھے کیا دو گے اس نے کہا ایک سال کی پوری تنخواہ علاء نے کہا کہ اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔ اس شخص نے فوراً اٹھ کر تحریر کر دیا۔ علاء اس تحریر کو لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔

ابن طولون کی دانائی:

(۳۲) ابن طولون نے ایک دن ایک حمال کو دیکھا جو

صندوق سر پر اٹھائے جارہا تھا مگر اس کے نیچے اس میں بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ ابن طولون نے کہا اگر یہ بے چینی بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے تو اس حمال کی گردن پھولتی اور میں گردن کو اصل حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ تو اس اضطراب کیوجہ صرف اس خبر کا خوف ہوسکتا ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہے یہ سوچ کر صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ تو اس میں ایک لڑکی کی لاش ملی جس کو قتل کر کے ٹکڑے کر دیئے گئے تھے امیر نے مزدور کو دھمکایا کہ تمام حال سچ سچ بیان کر۔ اس نے بیان کیا کہ چار آدمی فلاں مکان میں ہیں انہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور اس لاش کو لے جانے کے لئے کہا۔ اس پر اس حمال کے (اخفاء جرم کی سزا میں) دوسو ڈنڈے مارے گئے اور ان چاروں کو قتل کر دیا گیا۔

احمد بن یحییٰ کی دانائی:

(۳۳) احمد بن یحیٰ مکتفی باللہ کے زمانہ میں بغداد کے پولیس افسر تھے۔ ایک مرتبہ ان کے زمانہ میں چوروں نے بڑا اودھم مچا دیا تھا۔ تمام تاجر جمع ہو کر خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں فریاد لے گئے۔ خلیفہ نے احمد بن یحیٰ کے لئے حکم دیا کہ تمام چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کریں ورنہ لوگوں کے تمام مال کا تاوان ان سے وصول کیا جائے گا۔ اس حکم سے وہ بہت پریشان ہو گئے۔ اور رات میں اور دن میں تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت ان کا گزر ایسی سڑک پر ہوا جو بغداد کی بیرونی بستی میں تھی گندگی دیکھی کچھ دور جا کر ایک کوچہ سربستہ نظر آیا تو اس میں داخل ہو گئے اس گلی میں جو مکانات واقع تھے اس کے دروازے کے سامنے انہوں نے مچھلی کے بڑے بڑے کانٹے اور پشت کی بڑی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔ کانٹوں اور ہڈی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ اس مچھلی کا وزن ایک سوبیس رطل یعنی ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔ برابر والے مکان کی عورت کا دروازہ کھٹ کھٹا کر پانی مانگا۔ بڑھیا ضعیفہ نکلی۔ رہنے والوں کے حالات پوچھتے رہے اور بغیر نتیجہ کا اندازہ کئے بتاتی رہی۔ آخر میں انہوں نے پوچھا کہ اس گھر میں جس پر مچھلی کے کانٹے پڑے تھے کون رہتا ہے تو اس نے کہا واللہ تقریباً ایک مہینہ سے اس میں پانچ گرانڈیل جوان آ کر رہے ہیں جو سوداگر معلوم ہوتے ہیں ہم ان کو دن میں آتے جاتے نہیں دیکھتے۔ کبھی طویل مدت میں کوئی نظر آ جاتا ہے ان میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کے لئے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آ جاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں رات باقی رہے اندھیر میں آ جاتے ہیں اب احمد بن یحیٰ نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا۔ اور بڑھیا بھی واپس ہوگئی۔ فوراً دس آدمی بلوا کر ان کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروزاہ کھٹکھٹایا۔ تو لڑکے نے آ کر دروازہ کھول دیا۔ اور یہ کافی جمعیت کے ساتھ مکان میں پہنچ گیا اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا اقرار کرالیا واقعی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

ابن السوی کی دانائی:

(۳۴) ابن السوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تھا انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا پھر ملازموں سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ جب پانی آ گیا تو اس کو پینا شروع کیا پھر قصداً اپنے ہاتھ سے گلاس چھوڑ دیا۔ جو گر کر ٹوٹ گیا ان میں ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کر۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا۔

حاضر جوابی:

(۳۵) ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ’’رائے ٹھیک کرنے کے لئے۔‘‘

کعب بن اسود کی دانائی:

(۳۶) شعبیؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس ہی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد) پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثناء اور تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا۔ جب وہ چلی گئی تو کعب بن اسود نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے۔ عرض کیا شوہر کی شکایت کی۔ دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا تھا انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ اور اس (بیوی) کے ساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ ان کو بصرہ کا قاضی بنایا۔

شریح کی دانائی:

(۳۷) شریح (قاضی) نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آ کر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور ان کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گزر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستینیں باہر کو کر دی اور اپنی ٹوپی اڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آ کر کھڑی ہو گئی تو شریح نے پیچھے سے آ کر دفعتہً اس کو پکڑ لیا۔

ایاس بن معاویہ کی دانائی:

(۳۸) مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانے والی ہے اور دوسری کنواری ہے اور تیسری بیوہ ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ داہنے بائیں اپنی نگاہ پھراتی رہی۔

یحییٰ بن اکثم کی حاضر دماغی:

(۳۹) مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی ان کو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اسیدؓ سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبلؓ سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن بسور سے زیادہ ہے جن کو عمر بن الخطابؓ نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

مطلب بن محمد الحنطبی کی حاضر جوابی:

(۴۰) بدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الحنطبی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایک ایسی عورت تھی جس کے چار شوہر مر چکے تھے جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھے کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو تو قاضی صاحب نے جواب دیا چھٹے بدنصیب کے پاس۔

اعمش کی حاضر جوابی:

(۴۱) ایک دن اعمش ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو بارش کے پانی سے بھر گئی تھی جب اس نے اعمش کو دیکھا اور ان کے بدن پر ایک پرانا اونی جبہ خراب سا تھا تو (ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادہ سے) کہا اٹھ مجھ اس خلیج سے پار کر دے اور ان کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کر لیا اور ان پر سوار ہو گیا اور یہ کلمات بھی پڑھے (جو گھوڑے وغیرہ پر سواری کے وقت مسنون ہیں) اعمش اس کو لادے ہوئے چل دیئے یہاں تک

کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اسے وہاں چھینک مارا اور کہنے لگے اب سواری سے اترنے کی دعا پڑھ۔

امام ابوحنیفہؒ کی دانائی:

(۴۲) امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ امت مسلمہ کے عظیم محسن جبکہ لوگوں نے ایک جوان اونٹ کا گوشت بھون لیا تھا مگر ایسا کوئی برتن موجود نہ تھا۔ جس میں سرکہ ڈال کر دسترخوان پر رکھ لیا جائے اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر چمڑے کا دسترخوان بچھایا اور (گڑھے پر دسترخوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس موقع پر سرکہ الٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کرلی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے اس نے تو تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القا کردیا (یہ ہوتی ہیں اللہ کے خاص بندوں کی باتیں۔)

دانائی کا ایک اور واقعہ:

(۴۳) ابوالعباس طوسی کثیر مجمع تھا حضرت امام کی خدمت میں عرض کیا اے ابوحنیفہ امیر المومنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔ ابوحنیفہؒ نے فرمایا اے ابوالعباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المومنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جارہا) ہو، فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا۔ مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔ رحمتہ اللہ علیہ

دانائی کا تیسرا واقعہ:

(۴۴) ایک شخص آیا اور شکایت کی کہ اس نے کسی جگہ مال دفن کیا تھا اب وہ موقع یاد نہیں آتا۔ ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نفلیں پڑھتے رہو صبح تک ان شاء اللہ تعالیٰ تمہیں یاد آجائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا ابھی چوتھائی رات سے بھی کچھ کم ہی گزرا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آگئی (تو اس نے نوافل کو ختم کردیا) پھر اس نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عزوجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھنے میں گزاری۔

عبداللہ بن مبارک کی دانائی:

(۴۵) ایک شخص نے عبداللہ بن المبارک رحمتہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے چھینک لی اور الحمدللہ نہ کہا۔ ان سے آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمدللہ۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ۔

امام شافعیؒ کی دانائی:

(۴۶) ایک شخص امام شافعی رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعا کا رہنے والا ہے اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا شاید تو لوہار ہے اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

شیخ سری مسقطی کی دانائی:

(۴۷) شیخ سری مسقطی بیمار ہو گئے تو قاری صاحبان عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور بھی نہیں۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھادیجئے۔

انتہائی اعلیٰ دانائی کا ایک قصہ:

(۴۸) ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں پر تقسیم کردیا اور وہ چار تھے۔ پھر اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو تم کو چاہئے کہ افعی بن الافعی جرہمی سے فیصلہ کرالو۔ جب نزار کا انتقال ہو گیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا افعی نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہو گئے تھوڑا ہی راستہ قطع کیا تھا کہ ان کو ایک شخص ملا جس کی سواری کا اونٹ کھویا گیا تھا۔ اس نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ربعیہ نے کہا کیا وہ ٹیڑھا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا کیا ابتر یعنی بغیر دم کا ہے اس نے کہا ہاں انمار نے کہا کیا

وہ بدکا ہوا ہے اس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ یہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تو ان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ ان کو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور ان کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعی جرہمی کے یہاں جا کر اترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا بھی نہیں۔ افعی نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف گھاس کو نہیں چھیڑا میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل نشان پایا اور دوسرا نشان خراب اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہوا اٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے اور ایاد نے کہا کہ میں نے اس کی مینگنیوں کو مجتمع اور اکٹھی دیکھا اس سے میں سمجھا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دم والا ہوتا تو اس کے دم ہلانے سے مینگنیاں متفرق ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی۔ پھر دوسری ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے جہاں کم گھاس ہے میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعی نے ان لوگوں کا بیان سن کر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور جا کر تلاش کر۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم کون ہو تو ان لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اس نے ان کو مرحبا کہا پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم و ذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی؟ پھر ان کے لئے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام و شراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور

کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کتیا کے دودھ سے نہ پرورش کی جاتی اور ایاد نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت و شرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور انمار نے کہا میں نے آج تک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی اور افعی نے ایک شخص کو ان پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو منا دی بادشاہ نے اس کے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کر کے اس سے پوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے اس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی۔ اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم اس کو کتیا کا دودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اس سے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لئے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جا کر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس نے بتا دیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کے اولاد نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دیدی جو ہمارے یہاں مہمان ہوا تھا۔ اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وارث پیدا ہوا اس تحقیق کے بعد بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہو گیا۔ اور پھر ان کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سنی تھیں کہ ان سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے۔ چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا کہ یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو (سرور لاتی ہے) اور غم زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہو گیا۔ ربیعہ نے کہا کہ یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو

کتیا کے دودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اوپر ہوتی ہے بجز کتے کے کہ اس کا گوشت اوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کی اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے اس باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا میں نے اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اس کے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے میں اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لئے چڑیلی ہوگئی) اس شخص نے افعی کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا اس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہئے) پھر ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنی روداد سناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

ایک حاضر دماغ کا قصہ:

(۴۹) شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن (مسلح اور سوار ہو کر) ایک قبیلہ میں پہنچے (جس سے عداوت تھی) تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ اور نیزہ زمین میں گڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضا حاجت میں مشغول ہے انہوں نے اس کو للکارا کہ اپنے ہتھیار سنبھال میں تجھے قتل کر دوں گا۔ عمرو بن معدیکرب ہوں اس نے کہا (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو گھوڑے کی پشت پر سوار اور میں کنویں کے اندر ہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کرے گا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دیدیا وہ شخص اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے اس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہوں گا۔ اور نہ تجھ سے قتال کروں گا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان اور (تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرنا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ باز نہیں دیکھا۔

کاروبار بتانے میں دانائی:

(۵۰) ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ دواب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

دلچسپ کنایہ:

(۵۱) دوسری شادی کے لئے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دیدو گے اس نے ان سے کہا کہ گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں۔ اب اس سے نکاح کر دیا۔ اور وہ اپنی پہلی بیوی کی زوجیت پر بدستور قائم رہا اس پر قوم نے طلاق کا دعویٰ کیا۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ میں نے کیا کہا تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے کہا تھا کہ ہم اس وقت تک نکاح نہیں کریں گے جب تک تو تین طلاق نہیں دیدیگا۔ تو نے کہا گواہ رہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلا فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے۔

زمزم والی حدیث سے متعلق واقعہ:

(۵۲) حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے ہم سب سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو پورا کردے گا یہ سن کر ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر

واپس آیا اور سفیان سے کہنے لگا کہ اے ابومحمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنادیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں۔ سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سنائیں۔

ایک دھوکے باز کی ذہانت کا واقعہ:

(۵۳) محسن نے کہا کہ مجھ سے ابو الطیب بن عبد المومن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کے لئے ایک اسکیم بنائی ہے۔ اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر۔ (اور میں فلاں مسجد میں ٹھیا جماؤں گا) اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گزرنا اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لئے دو تہائی رطل کشمش (ایک رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے) اور دو تہائی رطل بادام تازے لاکر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھ دینا تاکہ میں پہچان سکوں۔ یہ اینٹ فلاں بیت الخلا میں جو جامع مسجد کے قریب ہے رکھ دیا کرنا ان اشیاء میں کبھی اضافہ نہ کرنا اور کبھی میرے پاس نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ اب اس نے یہ بہروپ بھرا کہ ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا۔ اور رومال سر پر باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمد ورفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کر دی۔ بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اور ان اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں اور مشہور ہو گیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں۔ تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہو گئے یہ مکار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلا میں جاکر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جاکر جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس پر وہ کشمش

بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ یہ اس کو کھا کر توانائی حاصل کر لیتا تھا اور واپس آجاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا۔ او اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہ صاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں اور اس کی شان ان کی نگاہوں میں کافی بلند ہو گئی لوگ اس کی زیارت کیلئے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا لوگوں کا ایک ہجوم اس کے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالت شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشست گاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لئے چھونا شروع کر دیا اس جگہ کی مٹی لیجانے لگے۔ اس کے پاس بیماریوں اور بچوں کو اٹھا اٹھا کر لانے لگے۔ یہ ان پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا۔ جب اس عیار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اس کا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ بلند ہو چکا ہے اور اس بہروپ میں ایک سال گزر چکا تھا تو بیت الخلاء میں اپنی بیوی کے ساتھ (دوسری کانفرنس کی اور) مل کر اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آکر مجھ لپٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں میرے بیٹے کو قتل کر کے بھاگ کر یہاں آگیا اور عبادت گزار بن گیا تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو مجھے چمٹ کر چھوڑیو مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرانا چاہتی ہے لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں ان کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کروں گا۔ کہ بیشک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آگیا۔ اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے کھینچ کر سلطان کے سامنے لیجانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت یعنی خون بہا پیش کریں گے مگر تو قبول مت کرنا یہاں تک کہ

بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یہ یقین کرلے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر توان کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لینا اور لیکراسی دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤں گا اور تجھ سے مل جاؤں گا (یہ اسکیم طے ہوگئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آگیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اس کو سمجھایا گیا تو وہ سب کچھ عمل میں لائی تو شہر والے کھڑے ہوگئے کہ وہ اسے قتل کرڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کی دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تم نے کبھی کوئی کلمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لئے ایک دوسرے کو بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہوگیا کہ نہیں (ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی بات نہیں سنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جس کا یہ عورت ذکر کررہی ہے اور یہ سچ ہے کہ میں بری حالت میں گرفتار اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔ بیشک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آگیا اور اپنی عمر عبادت میں گزار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اس پر آمادہ کرتا رہوں ہوں کہ پھر واپس جاکر اپنے کو اس عورت کے سپرد کردوں تاکہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کردے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دعا کرتا رہاں ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کردے یہاں تک کہ میری دعا قبول ہوگئی کہ یہ میرے پاس آگئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لئے قابو پا لیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کردے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہوگئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تاکہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اسے قتل کردے۔ اب سربر آوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت

سے چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہئے کہ اس عورت کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کرلے جس کو ہم سب مل کر ادا کردیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اس نے انکار کردیا لوگوں نے کہا دو دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کیساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا تم میرے سامنے مال جمع کر کے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان اس کے قبول کرنے کی طرف ہوگیا تو قبول کرلوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہوں گی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کر کے اس سے کہا کہ یہ لے لے اس نے کہا نہیں جی میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کرواؤں۔ اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کر دیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لے کر چلتی بنی اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا یہاں تک کہ اس نے اندازہ کرلیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔

اپنی فرمائش پوری کرنے کا عجیب واقعہ:

(۵۴) ابو دلامہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو قصیدہ سنایا۔ مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو۔ ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک کتا عطا فرما دیجئے۔ مہدی کو غصہ آگیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے ایک کتا دیجئے ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین حاجت میری ہے یا آپ کی مہدی نے کہا تیری ہے ابو دلامہ نے کہا بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتا عطا فرما دیا جائے مہدی نے حکم دیدیا کہ اسے کتا دیدیا جائے ابو دلامہ نے پھر کہا اے امیر المومنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑوں گا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دیدیا جائے (جب گھوڑا بھی آگیا) تو پھر کہنے

لگا اے امیر المومنین اس کی خدمت کون کرے گا تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا۔ تو پھر کہنے لگا اے امیر المومنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لے کر گھر آؤں گا تو اس کو کون پکائے گا۔ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیر المومنین یہ سب کہاں رہیں گے تو ایک مکان کی منظوری بھی دیدی گئی پھر بولا کہ اے امیر المومنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آ پڑا یہ سب کہاں سے کھائیں گے امیر المومنین نے ایک ہزار جریب قطعہ زمین عامر (آباد سر سبز) اور ایک ہزار جریب غامر عطا کیا۔ ابو دلامہ نے کہا حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب زمین جس میں کچھ نہ ہوا ابو دلامہ نے کہا تو میں امیر المومنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیر المومنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں مہدی نے پوچھا کہاں سے ابو دلامہ نے کہا بیت المال سے مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دیدو ابو دلامہ نے کہا امرالمومنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا تو غامر بن جائے گا اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اس کو عطیات) سے خوش کر دیا۔

ضحاک بن مزاحم کی ذہانت:

(۵۵) ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا اس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا پھر اس سے ضحاک نے کہا اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

ایک نقلی حکیم کی ذہانت کا قصہ:

(۵۶) ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولا ہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی عرق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا زلال) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لئے تمر ہندی (املی کے کتارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے وہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنا دے اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا جب تو لوگوں کو جان سے مارے گا تو لوگ تجھے سنگوا دیں گے اس نے کہا یہ اٹل ارادہ ہے (آخر کار بڑا پگڑ باندھ کر مطب شروع کر دیا) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کما لئے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آ کر بیوی سے کہا میں روزانہ ایک گولی بنا لیتا ہوں اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا (اس گفتگو سے) دوسری دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گزر حکیم جی (کے مطب) کی طرف ہوا اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے اس نے کہا اس کو بلا لے چنانچہ آپ تشریف لے آئے۔ اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا۔ اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو خوب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہہ دی جو اس کو موافق آ گئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس جولا ہے کو پہچانتی تھی انہوں نے سلطان سے کہا یہ شخص ایک جولاہا ہے یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے چند مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کر لو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کر کے اس سے کئے اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کر دوں گا۔ تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کر لو) کیا تمہارے یہاں بڑا شفا خانہ نہیں ہے لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کیا اس میں ایسے بیمار نہیں ہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہیں لوگوں نے کہا ہیں۔ اس نے کہا بس میں ان کا علاج کئے دیتا ہوں تم دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کھڑے ہونگے۔ کیا

میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوسکتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر یہ شفا خانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو۔ میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف افسر سے شفا خانہ تھا۔ اس نے افسر سے کہا جو کچھ عمل میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی دلا دوں گا اور اگر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دوں گا۔ اس نے کہا میں نہیں بولوں گا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا پھر اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس شفا خانہ میں تیل موجود ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ لے آ۔ وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیگ میں ڈالا۔ اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی ان میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہوسکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے حکیم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی سا درد تھا سر میں۔ حکیم جی نے کہا۔ پھر شفا خانہ میں تو کیوں پڑا رہا۔ جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا بس یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں حکیم جی نے کہا۔ تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہوسکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے اس نے کہا اللہ اللہ جی میں تندرست ہو چکا ہوں حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں وہ بھی نکل کر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے (اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے یہی حالت سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ (بناداں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندر آں حیراں بماند)۔

ایک فوجی ملازم کا قصہ:

(۵۷) ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ اس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا۔ میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادراہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آچکی تھی۔ دفعۃً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔ وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گزارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں۔ میں اس پر تیار ہو گیا۔ جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سواء مجھے کوئی اور نظر نہیں آیا۔ اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جو ڈالے اور میرے سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلا کا راستہ معلوم کیا۔ اس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلا بالا خانہ پر تھا، جب میں قضائے حاجت کے لئے اوپر گیا اور بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آگرا۔ (کلیسا سے باہر) میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصے پر اٹکایا ہوا تھا۔ اور اس رات میں بہت برف گر رہا تھا۔ میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضاء سالم تھے۔ میں برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازے میں تھی۔ دفعۃً ایک اتنا بڑا پتھر آگرا کہ وہ میرے سر پر آلگتا تو اس کو پیس دیتا۔ میں وہاں سے بھاگتا اور چلاتا ہوا نکلا تو اس نے مجھے گالیاں دیں۔ تو میں سمجھا یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے لئے کی ہے۔ جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتا رہا، جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے۔ اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑا جا رہا ہے۔ سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً تیس رطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں

بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا۔ اتنا تھک گیا اور بدن گرم ہوگیا تو اس کو کندھے سے ڈال کر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہوگیا اور مجھے سردی نے دبایا تو پھر وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کردیا۔ رات بھر یہ عمل جاری رہا۔ طلوع آفتاب سے پہلے جب میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعۃً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا، جہاں میں گرا تھا۔ جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا: ''اے میری قوم اس نے کیا کیا''۔ اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں یہ دیکھنے کے لئے جائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا شروع کیا تو میں دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈ ھنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ اور میری کمر میں ایک خنجر تھا، جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی۔ جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس وقت جب کہ مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھنا ہی چاہتا ہے، میں نے اس پر حملہ کردیا اور اس کو خنجر سے زخمی کر کے پچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کردیا اور بالا خانہ پر چڑھ کر آگ روشن کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی۔ اور اپنے اوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لے کر اس میں سو گیا۔ مجھے (رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہوسکا۔ اب میں بیدار ہوا اور قلعہ میں گھوما، یہاں تک کہ میں کھانے کی چیزوں تک پہنچ گیا۔ وہاں کھانا کھا کر سکون حاصل کیا اور مجھ کو اس قلعہ کے کمروں کے تالوں کی چابیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے۔ سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیاء اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان بہت ہی کچھ تھا۔ کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گزرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا۔ اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا۔ میرے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مال کو کیسے لے جاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ روز تک جب کہ گزرنے والے اس مقام سے گزرنے لگے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تاکہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں۔ اور جب کچھ قریب ہوئے ان کی طرف پشت کر لیتا تاکہ اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا۔ پھر چند روز کے بعد میں نے وہ کپڑے اتار ڈالے۔ اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر لیا۔ اور ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا۔ اور برابر وہاں سے ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں۔ اور پھر ایسی اشیاء کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی۔ میں نے وہاں صرف وہی اشیاء چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ پر لئے اور جس قدر بھی قدرت ہوسکی، وہ سب اشیاء لاد لاد کر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چل پڑا۔ اور زبردست اموال غنیمت لے کر اپنے وطن میں آ گیا۔ مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا۔ میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ چھوڑا۔ کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہوسکی۔ (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ''اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ اور ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی کیا ہے۔

شاعر کی ذہانت کا قصہ:

(۵۸) ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کار خاص پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا۔ اس کے متعلق آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا:

اسقنی شربةً الذعليها
واسق بالله مثله ابن هشام

ترجمہ:۔ مجھ ایسی شراب پلا دے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا (چونکہ لفظ

شربت سے متبادر معنی شراب کے ہی ہوتے ہیں، اس لئے شکایت کرنے والے نے آپ سے اس کی شکایت کی)۔ اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بناء پر کی گئی ہے۔ تو اس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملا لیا۔ (حضرت عمرؓ نے اس کو طلب کیا)۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپؓ نے فرمایا کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا اسقنی شربۃ۔ اس نے عرض کیا ہاں اے امیر المؤمنین! (اس کے بعد یہ ہے)

عسلاً بارداً بماء سحاب

انی لا احب شرب المداھر

ترجمہ:۔ یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی میں ملایا گیا ہو۔ کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس نے کہا خدا کی قسم فرمایا کہ اپنے کام پر واپس جاؤ۔

(۵۹) حجاج نے حکم بن ایوب کو جبر بن حبیب سے مانگا۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر حوالہ کر دیا گیا تو یہ حکم کو تکلیف پہنچائے گا۔ جبر نے کہا کہ میں حکم کو ایسے حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ اس کا سر ہل رہا ہے، اس کے حلق میں پانی ڈالا جا رہا ہے۔ واللہ اگر اس کو تخت پر ڈال کر لایا گیا تو تمہاری ذات اس کی وجہ سے (لوگوں کی نگاہوں میں) عار بن جائے گی (یہ حیلہ کارگر ہوگیا) اور ان سے کہہ دیا گیا کہ واپس جائے۔

جان بچانے کے لئے حاضر دماغی:

(۶۰) اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبد الملک بن مروان کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا، جنہوں نے عبد الملک سے بغاوت کی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کی طرف سے مجھے یہ جزا ملنی چاہیے۔ اس شخص نے کہا واللہ میں فلاں شخص کے ساتھ صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور یہ اس بناء پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں۔ میں نے اب تک جس کسی کا بھی ساتھ دیا وہ مغلوب ہوا اور دشمن کے مقابلہ میں بھاگا۔ اور جو دعویٰ میں کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پر واضح بھی ہوگئی۔ میں آپ کے حق میں ان ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا تھا جو آپ کے ساتھ تھے۔ عبد الملک ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

ذہانت کا ایک عجیب قصہ:

(۶۱) شبیب بن شبہ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابو العباس (سفاح) کے پاس پہنچا جو اس وقت تنہا تھا۔ کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین! جب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں اس تلاش میں تھا کہ مجھے ایسا تنہائی کا وقت ملے جیسا آج کی مجلس ہے۔ اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیں، جب تک میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کر لیں۔ سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور وخوض کرتا رہا ہوں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو عورتوں سے لطف اندوز ہونے میں۔ اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیش بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کا دنیا کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو مالک بنا دیا اور اسی پر اکتفاء کر رکھا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار، اور اگر وہ غائب اور مکدر ہو تو آپ بھی غائب اور تنگ دل، اگر وہ منہ چلائے تو آپ بھی منہ چلائیں۔ اور اے امیر المؤمنین! آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے دنیا کی لڑکیوں اور ان کے مختلف حالت کی شناخت کو اور اس خاص لذت کے طریقوں کو جوان سے شہوت کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اے امیر المؤمنین! ان میں بعض طویل قد وقامت کی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے جسم کو ٹھیک رکھنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ کچھ ایسی سفید رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگھار کو بہت پسند کرتی ہیں۔ اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے لبوں پر سیاہی ہوتی ہے۔ بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سرین والی ہوتی ہیں۔ اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں جو بہت شیریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں۔ اور نہ آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف۔ اور اس سے کہ زیبائش ولطافت کے لئے ان کی کیا ضروریات ہیں (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے)۔ اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابو العباس کو ان کی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب جب فارغ ہو گیا تو ابو العباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سنا تھا۔ وہ سب باتیں پھر بیان

کر! میرا سننے کو دل چاہتا ہے۔ تو خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع اور دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابو العباس بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔ اب اس کے پاس ام سلمہ آ پہنچی اور ابو العباس یہ حلف کئے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا، اور اسکو پورا کر دیا۔ جب ام سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آپ سے کہتی ہوں کہ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہوگئی یا کوئی ایسی خبر آئی ہے جس سے آپ تشویش میں پڑے ہوئے ہیں؟ ابو العباس نے کہا نہیں۔ جب وہ برابر پوچھتی رہی تو ابو العباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی۔ ام سلمہ نے کہا پھر آپ نے اس مادر بخطاء کو کیا جواب دیا؟ ابو العباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم اسے گالیاں دیتی ہو۔ وہ وہاں سے اٹھ کر (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں (ابو العباس) کے محل سے بہت خوش نکلا تھا۔ اس گفتگو کے اچھے تاثرات کی بناء پر جو امیر المؤمنین سے ہوئی تھی، اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا۔ تو اس دوران میں کہ میں (اپنے گھوڑے پر) بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے۔ اب تو مجھے انعام کا یقین ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لئے ہوئے میرے طرف بڑھا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ (اس نے تعاقب کیا) اور مجھ سے مل گیا۔ اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پر پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدا دیا۔ پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا۔ اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعتاً کچھ اور لوگوں نے مجھے آ گھیرا اور کہا امیر المؤمنین کے پاس چلو۔ میرے دل میں تصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے کسی شیخ کا خون اپنے خون کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا۔ میں امیر المؤمنین کے محل کی طرف جانے کے لئے سوار ہو گیا۔ اور وہاں پہنچ کر ایسے حال میں امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہاء تھا۔ اور نشست گاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کو ایک حصہ باریک پردوں سے محدود ہو رہا تھا، اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسکھساہٹ بھی محسوس کی۔ ابو العباس نے کہا ارے تم نے امیر المؤمنین کے سامنے جو صفات (عورتوں کی) بیان کی تھیں، ان کو پھر بیان کرو! میں نے کہا بہت اچھا اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے تلفظ "ضرتین" (سوتین) "ضرر" (نقصان) سے بنایا ہے۔ اور کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہوں گی، مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے گا اور مکدر رہے گا۔ ابو العباس نے کہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی۔ میں نے کہا ضرور آئی تھی اے امیر المؤمنین! اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہیں) ابو العباس نے کہا نہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے (فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات بھی سنی ہو۔ یا اس کا اس وقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو۔ میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر المومنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لئے (چار) شر کا مجموعہ ہیں اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی ابو العباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔ میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابو العباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں ہاں واللہ اے امیر المومنین کنواری باندیاں تو مدہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں کوئی خصی نہیں ہوتا (اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں) خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز محسوس کی۔ پھر میں نے کہاں ہاں واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستان) قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اس کے ہوتے ہوئے) آپ دوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر ڈال رہے ہیں خالد کہتے ہیں کہ اس پر پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا کہ اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا تو نے اس یہی گفتگو کی تھی مگر اس نے تیری بات کو بدل دیا اور ان ہونی باتیں تیری طرف کہہ دیں۔ ابو العباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا تجھے (ایک بات بھی سچ نہ بولا پس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔ پھر میرے پاس ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

اصمعی کی دانائی:

(۶۱) اصمعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا بھیجا جب میں پہنچا تو میں نے ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے میں نے کہا میں نہیں

جانتا تو کہا یہ مواسہ ہے امیر المومنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المومنین کو دعائیں دیں رشید نے کہا ہاں اس کے سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کرلیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر مجھے قتل کرڈالے گا اور اگر میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بنا پر نہ چھوڑے گا تو میں نے اپنی آستین کو اس لڑکی کے سر پر رکھا اور پھر آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اس وقت خطا کرجاتا تو مجھ سے قتل ہوجاتا حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

حاضر دماغی کا ایک واقعہ:

(۶۲) ابوالحسن بن ہلال الصابی سے یہ حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہوگیا وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائیداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا۔ حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہاری کیا حال ہے۔ اس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے اس نے کہا نہیں۔ بولا کہ میں ہی حجاج ہوں تو اس نے دیکھا کہ اس کا خون خشک ہونے لگا پھر اس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے حجاج نے انکار کیا۔ بولا کہ میں ابوثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا حجاج نے یہ حرکات دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

مزید نامی شخص کی دانائی:

(۶۳) بیان کیا گیا کہ مزید ایک شخص والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہوسکا اور اس پر میں نے قابو پا لیا۔ یہ سن کر والی غضب ناک ہوگیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے۔ جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو رنجیدہ ہے (اور یہ ضرور ہی ماخوذ کرے گا) تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے۔ اب تک میں کامیاب نہ ہوسکا۔ والی نے پوچھا کہ کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں۔ اس نے کہا ہاں تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

دانائی کی ایک بات:

(۶۴) حرث بن نوفل سے مروی ہے کہ عباس بن عبد المطلب نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ آپ کو ابو طالب کے بارے میں کیا امید ہے آپ نے فرمایا میں اپنے خدا سے ہر خیر کی امید رکھتا ہوں۔

حضور ﷺ کا مزاق:

(۶۵) انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سواری کے لئے جانور کی درخواست کی۔ فرمایا ہاں ہم تجھ کو اونٹنی کے بچے پر بٹھائیں گے اس نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اونٹنی کے بچہ کو کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اونٹ کو ناقہ یعنی اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔

سکندر کی دانائی:

(۶۶) سکندر کے زمانہ میں دو آدمیوں نے ایک بادشاہ پر حملہ کرکے مار ڈالا۔ سکندر نے کہا جس نے [illegible] وہ بڑے کارنامے انجام دینے والا شخص ہے اور اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس کو وہ جزا دیں جس کا وہ مستحق ہے اور لوگوں پر اس کو بلند کریں۔ جب اس کی خبر ان دونوں کو ہوئی تو وہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے قتل کا اقرار کرلیا۔ سکندر نے کہا ہم تم کو وہ جزا دیں گے جس کے تم مستحق ہو تو جس شخص نے اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کا مرتبہ بلند کیا۔ مگر اس نے پھر بھی اپنے آقا سے غداری کی وہ صرف قتل ہی کا مستحق ہے اور لوگوں پر تمہارا بلند کرنا اس طرح ہوگا کہ میں تم کو اتنی بلند لکڑی پر پھانسی دوں گا جس قدر زیادہ سے زیادہ بلند فراہم ہونا ممکن ہے۔

ایک مومن کی دانائی:

(۶۷) روایت ہے کہ فرعون کے سامنے اس کے دو

پرستاروں نے ایک مرد مومن کی چغلی کھائی (کہ یہ اپنا رب خدا کو سمجھتا ہے فرعون کو نہیں سمجھتا) فرعون نے اس کو بلایا اور ان دونوں کو بھی اور ان دونوں سے پوچھا کہ تم دونوں کا رب کون ہے انہوں نے کہا تو۔ پھر مومن سے کہا تیرا رب کون ہے؟ اس نے کہا میرا رب وہی ہے جو ان کا رب ہے (یعنی اللہ جو حقیقتہ سب کا رب ہے) فرعون نے کہا تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کے لئے شکایت کی جو میرے ہی دین پر ہے اس پر ان دونوں کو قتل کر دیا۔

(۶۸) اسحاق بنہانی کہتے ہیں ہمارے ساتھ مروزیادہ مہنی بن یحیی شامی بھی تھے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کیا مروزی یہاں ہیں اور مروزی یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کو یہاں کی موجودگی کا علم ہوتو مہنی بن یحیی نے اپنی انگلیاں (دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھیں اور (اپنی ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا مروزی یہاں نہیں ہیں اور مروزی کا یہاں کیا کام۔

خارجی کی ذہانت کا قصہ:

(۶۹) عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے کہ زیاد نے خارجیوں کے ایک شخص کو پکڑ لیا پھر وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تو اس نے اس کے بھائی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ اپنے بھائی کو لاؤ ورنہ تیری گردن اڑا دی جائے گی۔ اس نے کہا اگر میں آپکے پاس امیر المومنین کا مکتوب لے آؤں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟ اس نے کہا ہاں اس نے کہا میں آپکے پاس اللہ عزیز ورحیم کا مکتوب لایا ہوں اور اس پر دو گواہ ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کی شہادت پیش کرتا ہوں (ترجمہ) کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا) زیاد نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو یہ ایسا شخص ہے جو قوی دلیل پیش کر رہا ہے۔

خدمت کرانے کی تدبیر:

(آزاد کردہ غلام بیمار ہو گیا کہا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے اور یہاں تیس ہزار درہم مدفون ہیں جب میں مر جاؤں تو ان کو تم نکال لینا۔ اللہ کے بندہ نے اس کو خوب اچھی طرح خبر گیری کی اور مستقلاً ایک شخص کو اس کی خدمت پر متعین کر دیا۔ پھر جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر تین سو درہم کا کفن ڈالا گھر کھود ڈالا مگر وہاں کچھ بھی نہ ملا۔ (کیونکہ یہ تو مرنیوالے نے اپنی خدمت کرانے کی ترکیب کی تھی)

جان بچانے کی تدبیر:

(۷۰) حجاج کے سامنے ایک شخص قتل کے لئے پیش کیا گیا اس وقت اس کے ہاتھ میں لقمہ تھا کہنے لگا خدا کی قسم میں اس لقمہ کو نہیں کھاؤں گا جب تک تجھ کو قتل نہ کر دوں اس نے کہا یا اس سے بہتر طورت اختیار کر لیجئے یعنی یہ کہ یہ لقمہ مجھے کھلا دیجئے اور قتل نہ کیجئے آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اور مجھ پر احسان بھی ہو جائے گا تو بولا کہ میرے نزدیک آ (جب وہ قریب آ گیا) تو اس کو وہ لقمہ کھلا دیا۔ اور چھوڑ دیا۔

ایک خادم کی ذہانت:

(۷۱) یحیی مروزی سے منقول ہے کہ میں ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو انہوں نے خادم کی طرف متوجہ ہو کر اس سے فارسی میں گفتگو کی میں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اس سے کوئی راز کی بات کہنا چاہیں تو (یہ خیال رکھیں کہ) میں فارسی سمجھتا ہوں میرے اس اظہار کی ہارون نے بہت تعریف کی اور کہا کہ ہم کوئی راز آپ سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔

وفد کے ایک شخص کی ذہانت:

(۷۲) سلیمان بن عبدالملک کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین ہم آپ کی خدمت میں نہ (عطیات کی) رغبت سے آئے اور نہ (کسی نقصان) کے خوف سے سلیمان نے کہا پھر کیوں آئے ہو اس نے کہا ہمارا شکر گزاری کا وفد ہے آپ کے عدل کی وجہ سے امن میں ہیں اور ہمارے لئے زندگی محبوب بن گئی اور مرنا بھی آسان ہو گیا زندگی کو محبوب تو آپ نے اس طرح بنا دیا ہے کہ آپ کا عدل مشہور ہو چکا ہے اور موت میں آسانی آپ نے اس طرح کر دی کہ ہم کو اپنے پسماندہ بچوں وغیرہ کا آپ کی پرورش عام کے وثوق کی بنا پر فکر نہیں رہا سلیمان نے خوش ہو کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو اچھے عطیات دیئے۔

ذہانت کا ایک واقعہ:

(۷۳) ہم سے ابو محمد المقر نے بیان کیا کہ ایک شخص نے ایک جگہ مال دفن کیا اور اوپر ڈھکن رکھ کر بہت مٹی دے دی۔ پھر اس پر ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیس دینار رکھے اور ان پر بہت سی مٹی ڈال کر جمادی اور چلا گیا جب اس کو سونے کی ضرورت ہوئی تو اس نے اس مقام کو کھودا تو وہ مل گئے تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کرنے کا قصہ:

(۷۴) کسریٰ کے منجموں نے اس کو خبر دی کہ تجھ کو قتل کیا جائے گا تو اس نے کہا کہ میں بھی اپنے قاتل کو ضرور قتل کردوں گا تو اس کے حکم سے ایک سخت زہر کو بعض ادویہ میں ملا دیا گیا اور اس کو مرتبان میں رکھ دیا گیا پھر اس پر تحریر کر دیا گیا، جماع کی دوا جس کا تجربہ کیا گیا جو شخص اتنے وزن میں کھائے گا وہ ایک دن میں اتنی مرتبہ جماع کرسکتا ہے۔ جب اس کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کیا اور اس کے خزانوں کی تفتیش کی تو اس پر بھی نظر پڑی تو اپنے دل میں کہا کہ یہی وہ دوا ہے جس کی وجہ سے وہ اتنی لونڈیوں سے ہمبستر ہوتا تھا اور کچھ دوا اس میں سے کھا گیا اور مر گیا۔ تو کسریٰ نے مر کر بھی اپنے قاتل کو قتل کر دیا۔

بادشاہوں کی ذہانت کے واقعات:

(۷۵) ایک بادشاہ مغلوب ہو کر بھاگا تو جو لوگ اس کے تعاقب میں تھے ان کے سامنے شیشے کے نگینے بکھیرتا گیا جن کو اس طرح رنگ دیئے گئے تھے کہ وہ سرخ اور سبز جواہر معلوم ہوتے تھے اور پیتل کے دینار جس پر سونے کا ملمع تھا تو تعاقب کرنے والے ان چیزوں کو چگنے میں مشغول ہوگئے اور وہ ان سے بچ کر نکل گیا۔

(۷۶) ایک بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک لشکر اس پر چڑھائی کرنے والا ہے اس نے بہت سے جو لے کر انہیں پانی میں پکوایا کنیر کی شاخوں کے ساتھ پھر ان کو سکھالیا۔ پھر ایک چوپایہ پر اس کا تجربہ کیا جب چوپایہ نے جو کھائے تو اسی دن مر گیا۔ (جب دشمنوں کے قریب آنے کی اطلاع ہوئی) تو اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹ گیا اور جو اور غلہ (کے ڈھیر) ویسے ہی بکھیرے ہوئے چھوڑ گیا۔ جب وہ لشکر یہاں پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے جانوروں کو جو کے ڈھیروں پر چھوڑ دیا تو سب کے سب مر گئے۔

عقلمندی

(۷۶) پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا اور وہ بہت موٹا تھا۔ اس کے بدن پر بہت چربی چڑھی ہوئی تھی اور اپنے کاموں سے معذور ہو گیا تھا۔ اس نے اطباء کو جمع کیا اور کہا کہ کوئی مناسب تدبیر کرو کہ میرے اس گوشت میں کچھ کمی ہو کر بدن ہلکا ہو جائے۔ لیکن وہ کچھ نہ کرسکے۔ پھر ایک ایسے شخص کو اس کے لئے تجویز کیا گیا جو صاحب عقل وادب اور طبیب حاذق تھا۔ تو بادشاہ نے اس کو بلا کر حالت سے باخبر کیا اور کہا کہ میرا علاج کر دو، میں تم کو مالا مال کردوں گا۔ اس نے کہا کہ اللہ بادشاہ کا بھلا کرے میں ستارہ شناس طبیب ہوں، مجھے مہلت دیجئے کہ میں آج کی رات آپ کے طالع پر غور کر کے دیکھوں کہ کونسی دوا آپ کے ستارے کے موافق ہے، وہ ہی آپ کو پلائی جائے گی۔ پھر وہ اگلے دن حاضر ہوا اور بولا کہ اے بادشاہ مجھے امن دیا جائے۔ بادشاہ نے کہا امن دیا گیا۔ حکیم نے کہا میں نے آپ کے طالع کو دیکھا وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کی عمر میں صرف ایک ماہ باقی رہ گیا ہے۔ اب اگر آپ چاہیں تو میں علاج شروع کروں، اور اگر آپ اس کی وضاحت چاہیں تو مجھے اپنے یہاں قید کر لیجئے۔ اگر میرے قول کی حقیقت قابل قبول ہو تو مجھے چھوڑ دیجئے ورنہ قتل کر دیجئے۔ بادشاہ نے اس کو قید کرلیا اور سب تفریحات بالائے طاق رکھیں اور لوگوں سے الگ رہنا اختیار کرلیا، گوشہ نشین بن گیا۔ تنہا رہنے کا اہتمام کرنے لگا، جو دن گزرتا گیا اس کا غم زیادہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ اس کا جسم گھٹ گیا اور گوشت کم ہو گیا۔ جب اس طرح اٹھائیس دن گزر گئے تو طبیب کے پاس آدمی بھیج کر اس کو نکالا۔ بادشاہ نے کہا اب تمہاری کیا رائے ہے؟ طبیب نے کہا اللہ بادشاہ کی عزت زیادہ کرے، میرا اللہ کے یہاں یہ مرتبہ نہیں ہے کہ وہ مجھے غیب کے علم پر مطلع کر دیتا۔ واللہ میں تو اپنی عمر بھی نہیں جانتا تو آپ کی عمر کا کیا حال جان سکتا تھا؟ میرے پاس آپ کے لئے بجز غم کے کوئی دوا نہیں تھی اور میرے اختیار میں آپ کے اوپر غم کو مسلط کرنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں تھی۔ تو اس تدبیر سے آپ کے گردوں اور دیگر اعضاء کی چربی گھل گئی۔ بادشاہ نے اس کو بہت انعام دے کر رخصت کیا۔

(۷۷) ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رئیس کے نوجوان لڑکے کو سکتہ ہوگیا۔ تو اس کو دیکھنے کے لئے تمام اطباء کو جمع کیا گیا۔ ان میں قطیعی بھی تھا۔ تمام اطباء کی رائے اس کی موت پر متفق ہوگئی سوائے قطیعی کے۔ اور اہل میت نے اس کو نہلانے اور دفن کا انتظام بھی شروع کر دیا تھا۔ قطیعی نے کہا اس کا علاج کرتا ہوں جس پر لوگوں نے اتفاق کر لیا۔ موت تو نقصان کی آخری حد ہے۔ اہل میت نے اس کو قطیعی کے سپرد کر دیا۔ اس نے کہا ایک غلام کہ جو قوت کے ساتھ کوڑے مار سکے اور کوڑے منگاؤ۔ چنانچہ یہ بھی لے آئے گئے۔ قطیعی نے مارنے کا حکم دیا۔ اس نے کھینچ کر دس کوڑے پوری طاقت سے مارے۔ پھر اس نے کہا اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا اور دس اور لگوائے۔ پھر تجسس کیا اور اطباء سے پوچھا کہ کیا مردے کی نبض حرکت کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ قطیعی نے ان سے کہا کہ اسکی نبض پر غور کرو تو سب نے اتفاق کیا کہ نبض میں حرکت موجود ہے۔ پھر دس کوڑے اور مارے، پھر کہا کہ اب پھر دیکھو۔ اطباء نے دیکھ کر کہا اب پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ پھر دس کوڑے اور مارے تو اور بڑھ گئی۔ پھر دس کوڑے مارے تو مریض نے بیٹھ کر آہ آہ کرنا شروع کی۔ قطیعی نے پوچھا تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے؟ مریض نے کہا مجھے بھوک معلوم ہو رہی ہے۔ قطیعی نے کھانا کھلانے کی ہدایت کی۔ مریض کو مناسب کھانا کھلایا گیا تو اس کی قوت عود کر آئی اور اچھا ہو کر کھڑا ہوگیا۔ اس سے اطباء نے پوچھا کہ یہ طریق علاج آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ قطیعی نے کہا کہ میں ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا جس کے ساتھ اعراب کے گھوڑے سوار ہماری حفاظت کے لئے چل رہے تھے۔ ان میں ایک سوار اپنے گھوڑے سے گر گیا اور اس کو سکتہ پڑ گیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ یہ شخص مر گیا۔ تو ان میں سے ایک نے اس کو بہت ہی شدت اور سختی سے مارنا شروع کیا۔ جب تک اس کو ہوش نہ آ گیا، اس وقت تک برابر مارتا ہی رہا۔ میں اس سے سمجھا کہ چوٹ اپنی طرف حرارت کو کھینچتی ہے جس نے اس کے سکتہ کو زائل کر دیا۔ اس قیاس پر میں نے اس بیمار کا علاج کیا۔

(۷۸) جبریل بن بختیشوع نے بیان کیا جب رقہ میں ہارون الرشید گئے تھے میں ان کے ساتھ تھا۔ امین الرشید اور مامون الرشید اور ہارون ایک کھانے پینے والا شخص تھا۔ ایک دن بہت سی مختلف اشیاء کھالیں جن میں باہم متضاد کیفیات تھیں، تو ان پر غشی طاری ہوگئی اور نازک حالت یہاں تک کہ لوگوں کو ان کی موت کا یقین ہوگیا۔ مجھے بلایا گیا، میں نے نبض دیکھی تو نبض خفی پائی۔ اور اس سے چند دن قبل ان کو متلی اور خون کی حرکت بڑھ جانے کی شکایت ہو چکی تھی۔ میں نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ ابھی سینگیں کھچوائی جائیں۔ تو کوثر خادم نے کہا اے بدکار کے بچے تو ایک مرے ہوئے شخص کو سینگیاں کھچوانا چاہتا ہے۔ تیری تجویز قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس کی قدر کی جائے گی۔ یہ اس لئے کہا کہ وہ ہارون کی موت سے اپنے دل میں خوش تھا۔ امر خلافت کو اپنے آقا محمد امین الرشید تک پہنچنے کے منصوبے قائم کر رہا تھا۔ مامون الرشید نے کہا بظاہر تو جو ہونا تھا واقع ہو چکا ہے۔ اب سینگیاں کھچوانے میں نقصان ہی کیا ہے حجام یعنی سینگی والے کو حاضر کیا گیا اور میرے پاس غلاموں کی ایک جماعت اس کے جسم کو سنبھالنے کے لئے آ گئی اور حجام نے سینگیاں کھینچنی شروع کر دی تو وہ مقام سرخ ہو گیا۔ اس سے میں خوش ہوا۔ پھر میں نے کہا پچھنے لگاؤں تو پچھنے لگائے گئے۔ اس سے خون نکلتا رہا، جسم کا رنگ کھلتا رہا۔ یہاں تک کہ ہارون باتیں کرنے لگے اور پوچھنے لگے کہ میں کہاں ہوں؟ مجھ کو بھوک معلوم ہو رہی ہے۔ ہم نے ان کو کھانا پیش کیا اور بالکل تندرست ہو گئے۔ پھر افسر حفاظت سے جو بادشاہ کا ذمہ دار افسر تھا، پوچھا کہ اس کو سالانہ کیا ملتا ہے؟ اس نے بتایا کہ دس لاکھ درہم ہر سال، اور اس کے نائب نے کہا پچاس ہزار۔ تو کہنے لگے ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ان لوگوں کے مشاہرات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ بھی ہمارے محافظ ہیں تمہاری طرح اور تمہارا مشاہرہ ان سے اتنا کم۔ پھر حکم دیا کہ آئندہ دس لاکھ درہم دیا جایا کرے۔

میرے متعلقین کو میری موت میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ انہوں نے مجھے غسل دیا اور کفن پہنا کر میرا جنازہ اٹھا کر لے چلے اور میرے پیچھے کچھ عورتیں بھی روتی پیٹتی جا رہی تھیں۔ جب جنازہ ایک طبیب کے سامنے سے گزرا جو ہمارے یہاں مطب کرتا تھا، اس کو ابن نوح کہا جاتا تھا۔ تو اس نے لوگوں

سے کہا کہ یہ تمہارا عزیز زندہ ہے۔ مجھے موقع دو کہ میں اس کا علاج کروں۔اس پر شور مچ گیا۔ان سے لوگوں نے کہا اس کو علاج کا موقع دینا چاہئے۔ کیا عجب کہ زندہ ہو جائے، ورنہ تمہارا نقصان ہی کیا ہوگا۔عزیزوں نے کہا ہم کو فضیحت کا ڈر ہے کہ حکومت کو نعش کے دفن نہ کرنے پر اعتراض ہوسکتا ہے۔ حکیم نے کہا اس کا ذمہ دار میں ہوں کہ فضیحت نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم پھنس گئے؟ حکیم نے کہا پھر سلطان کا حکم میری ذات پر نافذ ہوگا۔لیکن اگر اچھا ہو گیا تو مجھے کیا ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ جو آپ چاہیں۔حکیم نے کہا اس کی دیت کے برابر۔ انہوں نے کہا کہ اس قدر مال تو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ بالآخر ایک مقدار مال جو ورثاء نے دینا منظور کی، طبیب بھی اس پر راضی ہو گیا۔اور مجھ کو اٹھا کر حمام میں داخل کیا اور میرا علاج شروع کر دیا۔ میں اس وقت سے چوبیس گھنٹے تک کے بعد ہوش میں آ گیا اور اس کو طے کردہ رقم دی گئی۔ میں نے اس کے بعد طبیب سے پوچھا کہ تم نے کیسے پہچان لیا تھا کہ میں زندہ ہوں؟ اس نے کہا میں نے تمہارے دونوں پاؤں کو کفن سے سیدھے کھڑے ہوئے دیکھ لئے تھے اور مردے کے پاؤں بچھے ہوئے ہوتے ہیں کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اس سے میں سمجھا کہ تم زندہ ہو۔اور میں نے قیاس کیا کہ اس کو سکتہ پڑا ہے۔اور تم پر تجربہ کیا تو میرا تجربہ صحیح ثابت ہوا۔

(۷۹) اسی طرح کی ایک روایت ہم کو یہ پہنچی کہ ایک شخص نے ایک گدھا چرایا، پھر اس کو بیچنے کے لئے بازار پہنچا۔ وہاں اس سے کوئی اور شخص چرا لے گیا۔ پھر جب یہ اپنے گھر واپس ہوا تو بیوی نے پوچھا کتنے میں فروخت کیا؟ کہا بس رأس المال پر ہی دے دیا (یعنی قیمت خرید پر ہی بیچ دیا)۔

(۸۰) ابوالفتح بصری نے بیان کیا کہ چوروں کی ایک جماعت بیٹھتی تھی، ان کے پاس سے ایک شیخ تھیلی لئے ہوئے گزرا جو صراف تھا۔ان میں سے ایک چور بولا کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں؟ جو اس سے تھیلی اڑا لائے۔انہوں نے کہا تو کیسے یہ کام کرے گا؟ اس نے کہا دیکھو۔ پھر اس نے اس کے مکان تک اس کا پیچھا کیا اور وہ تھیلی کو چبوترے پر رکھ کر اپنی لونڈی سے بولا کہ مجھ کو پیشاب کی ضرورت ہے، پانی لے کر بالا خانہ آ جا اور اوپر چڑھ کر جب لونڈی اوپر چڑھ گئی تو چور گھر میں گھس کر تھیلی اٹھا لایا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ پہنچا اور ان کو قصہ سنایا۔انہوں نے سن کر کہا تو نے کچھ نہ کیا اس کو اس طرح چھوڑ دیا کہ غریب لونڈی کو پیٹتا رہے اور عذاب دیتا رہے یہ اچھی بات نہیں۔اس نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا لونڈی مار پیٹ سے بچ جائے اور تھیلی وصول ہو جائے۔ اس نے کہا اچھی بات ہے۔تو پھر پہنچ گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔تو درحقیقت لونڈی کو مار رہا تھا۔شیخ نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا آپ کے ہمسایہ دکان دار کا غلام۔اس نے باہر آ کر کہا کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کا حافظہ خراب ہو گیا، آپ تھیلی دوکان میں پھینک جاتے ہیں اور چل دیتے ہیں۔اور اگر ہم اس کو نہ دیکھ لیتے تو کوئی لے جاتا۔اور تھیلی نکال کر دکھاتے ہوئے کہا وہ یہی ہے نا؟ اس نے کہا ہاں واللہ! اس نے سچ کہا۔صراف نے اس کو لے لیا تو چور بولا کہ یہ تو مجھے دے دیجئے اور گھر جا کر ایک رقعہ پر لکھ لائیے کہ مجھے تھیلی سپرد کر دی گئی ہے تا کہ میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں اور آپ کا مال آپ کو واپس مل جائے۔تو اس نے تھیلی اس کو واپس کر دی، اور گھر میں رقعہ لکھنے کے لئے گیا۔اس نے تھیلی لے لی اور نو دو گیارہ ہوا۔

(۸۱) اور ایک مرتبہ جب کہ بچپن میں عبداللہ بن الزبیر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو وہاں حضرت عمرؓ بن الخطاب کا گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے اور یہ کھڑے رہے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا بات ہے اپنے دوستوں کے ساتھ تو نہیں بھاگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے امیر المؤمنین! میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگتا۔اور راستہ میں کوئی تنگی نہیں تھی کہ آپ کے لئے مجھے گنجائش نکالنے کی ضرورت ہوتی۔

(۸۲) سنان بن مسلمہ سے جو بحرین کے امیر تھے، مروی ہے کہ ہم جب مدینہ میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے تو کھجور کی جڑ کے پاس سے چھوٹی کچی کھجوروں کو جن کو خلاں کہا جاتا ہے جمع کر رہے تھے تو سب بچے ادھر ادھر بھاگ گئے اور میں اپنی جگہ جما رہا۔ جب وہ مجھ پر آ کر جھک گئے تو میں نے کہا اے امیر

المؤمنین! یہ تو وہ ہیں جو ہوا سے جھڑ جاتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا مجھے دکھا میں دیکھوں گا۔ (ہوا سے جھڑا ہوا ہونا) مجھ سے چھپا تو نہیں رہے گا۔ تو انہوں نے میری گود میں نظر ڈالی اور فرمایا تو نے سچ کہا۔ پھر میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ دیکھتے ہیں ان لڑکوں کو واللہ جب آپ چلے جائیں گے تو یہ مجھے آکر لپٹ جائیں گے۔ اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب چھین لیں گے۔ تو آپ میرے ساتھ چلے اور مجھے ٹھکانے تک پہنچادیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں آپ کا غلام ہوں۔ اپنے فرض کی بناء پر اور آپ کو اعتراف ہونا چاہئے کہ میں آپ کا بھائی ہوں فضل کی بناء پر جو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمایا ہے۔ اور غلام خطاء کرتا ہے تو آقا معاف کردیتے ہیں۔

(۸۳) اللہ بن المامون سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ماموں الرشید میری والدہ ام موسیٰ سے سخت ناراض ہوگئے۔ پھر اسی بناء پر مجھ سے بھی اسی درجہ برہم ہوگئے کہ قریب تھا کہ اس کا نتیجہ میرے تلف ہوجانے کی صورت میں بر آمد ہو۔ میں نے ایک دن ان سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر آپ چچا کی بیٹی پر ناراض ہیں تو ان پر مجھ کو الگ کرکے عتاب کریں، کیونکہ میں تو آپ کی طرف سے ان کے پاس گیا ہوا ہوں اور آپ کا ہوں نہ کہ ان کا۔ مامون الرشید نے سن کر کہا تو نے سچ کہا اے ابوعبیداللہ! تو میری طرف سے اس کے پاس گیا ہوا ہے اور میرا ہی ہے اس کا نہیں۔ اور میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے مجھ کو اس حقیقت پر متنبہ کیا تیرے ذریعہ سے اور تیرے اس فضل یعنی فراست کو جو تجھ میں موجود ہے مجھ پر عیاں کردیا۔ واللہ آج کے بعد تو میری طرف سے کوئی برائی نہ دیکھے گا اور پسندیدہ عمل ہی دیکھے گا۔ پھر یہ گفتگو ہی میری والدہ سے خوش ہوجانے کا سبب بن گئی۔

(۸۴) صولی نے کہا کہ جاحظ سے منقول ہے کہ ثمامہ نے بیان کیا کہ میں اپنے دوست کے یہاں اس کے مزاج پرسی کے لئے گھر میں داخل ہوا اور اپنے گدھے کو دروازے پر چھوڑ دیا اور اس پر ایک لڑکا بیٹھا ہے۔ میں نے کہا تم بغیر اجازت لئے گدھے پر سوار ہو بیٹھے؟ اس نے اپنی شرارت کی تاویل کے طور پر جواب دیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ بھاگ جائے گا، تو میں نے آپ کی خاطر اس کی حفاظت کی۔ میں نے غصہ سے کہا اچھا بتاؤ نہ ٹھہرتا اور بھاگ جاتا۔ آپ کو اس کی فکر کی کیا حاجت تھی؟ کہنے لگا کہ آپ کی گدھے کے لئے یہ رائے ہے تو اس پر عمل کیجئے اور سمجھ لیجئے کہ وہ بھاگ ہی گیا اور مجھے ہبہ کردیجئے اور اس پر میری طرف سے مزید شکریہ قبول کیجئے۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اسے کیا جواب دوں۔

(۸۵) منقول ہے کہ ایاس بن معاویہ جب لڑکے تھے تو ایک بوڑھے کے ساتھ قاضیٔ دمشق کے سامنے گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ نیکی کرے۔ اس بوڑھے نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھ پر زیادتی کی اور میرا مال لے لیا۔ تو قاضی نے کہا کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کر اور اس قسم کی گفتگو سے بوڑھے کا مقابلہ مت کر۔ تو اس نے کہا قاضی کے ساتھ اللہ نیکی کرے، حق میرے ساتھ ہے جو مجھ سے اور آپ سے بھی بڑا ہے۔ قاضی نے کہا چپ ہوجا! تو ایاس نے کہا اگر میں چپ ہوگیا تو میری حجت کون پیش کرے گا؟ قاضی نے کہا کہ بول اور خدا کی قسم تیرے کلام میں خیر نہیں ہوگی۔ تو ایاس نے کہا **لاالٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ**۔ ترجمہ (اس کلمہ کی خیر ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے، اس لئے قاضی صاحب حانث ہوگئے یعنی قسم ٹوٹ گئی۔ شاہی وقائع نگار نے یہ قصہ خلیفہ کو لکھ بھیجا تو خلیفہ نے قاضی کو معزول کردیا اور اس کو اس کی بجائے قاضی بنادیا۔

(۸۶) مامون الرشید نے اپنے ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جس کے ہاتھ میں حساب کا رجسٹر تھا۔ پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ایک ایسی چیز ہے جس سے ذہانت قوی ہوتی ہے اور غفلت سے بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اور وحشت سے انس۔ تو مامون نے کہا میں اللہ کا شکر کرتا ہوں جس نے مجھ کو ایسے بچے عطاء کئے جو اپنی عمر کے مناسب اپنے جسم کی آنکھ سے زیادہ اپنی عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔

(۸۷) فرزدق نے ایک نوعمر لڑکے سے کہا کیا تو اس سے خوش ہوگا کہ میں تیرا باپ ہوجاؤں؟ اس نے کہا نہیں، مگر ماں بن جانے سے خوش ہوں گا تا کہ میرے والد آپ کی مزید باتوں سے محفوظ ہوتے رہیں۔

(۸۸) ایک لڑکا چند لوگوں کے ساتھ کھانے بیٹھا، پھر رونے لگا۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے کیوں روتا ہے؟ تو اس نے کہا کھانا بہت گرم ہے۔ لوگوں نے کہا تو ٹھہر جاؤ تا کہ ٹھنڈا ہو جائے۔ تو اس نے کہا پھر تم اسے نہیں چھوڑو گے۔

(۸۹) اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے سے جو اولادِ عرب میں سے تھا کہا کیا تم اس بات سے خوش ہو سکتے ہو کہ تمہارے پاس ایک لاکھ درہم ہوں اور ان کے ساتھ حماقت بھی ہو اس نے کہا خدا کی قسم نہیں! میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میری حماقت مجھ سے ایسی حرکت کرادے کہ مال تو جاتا رہے اور میرے پاس صرف حماقت باقی رہ جائے۔

(۹۰) ہارون الرشید کے پاس ایک بچہ لایا گیا جس کی عمر چار سال تھی تو انہوں نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے جو تم کو دی جائے تو اس نے کہا آپ کی حسن تدبیر۔

(۹۱) علی بن الحسین الرازی نے بیان کیا کہ دس آدمی ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے انہوں نے بہلول کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا آؤ آج بہلول کو چھیڑیں گے بہلول نے ان کی گفتگو سن لی تو ان کے پاس آگیا تو انہوں نے کہا اے بہلول اگر تم اس درخت کی چوٹی تک چڑھ جاؤ تو ہم تمہیں دس درہم دیں۔ کہا اچھی بات لاؤ! انہوں نے دس درہم دے دیئے اس نے ان کی آستین میں ڈال لئے پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا لاؤ سیڑھی تو انہوں نے کہا یہ شرط میں داخل نہیں بہلول نے کہا میری شرط میں تھا تمہاری شرط میں نہیں تھا۔

(۹۲) بہلول سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ اس نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑی اور مال کچھ نہیں چھوڑا تو ترکہ کی تقسیم کیسے ہوگی؟ بہلول نے جواب دیا اس طرح کر کے بیٹے کے حصے میں یتیمی بیٹی کے حصہ میں رونا پیٹنا اور بیوہ کے حصہ میں گھر کی ویرانی اور جو باقی بچے وہ عصبات کا حق ہوگا۔

(۹۳) قبیلہ بنی اسد میں ایک مجنون تھا ایک مرتبہ اس کا گزر قبیلہ بنی تمیم میں ہوا تو لوگوں نے وہاں اس کے ساتھ بہت چھیڑ چھاڑ کی اور اذیت پہنچائی تو اس نے کہا اے بنی تمیم واللہ میرے علم میں تم سے زیادہ خوش قسمت دنیا میں کوئی نہیں ان لوگوں نے کہا کیسے تو کہا کہ بنی اسد میں میرے سوا کوئی مجنون نہیں اور ان لوگوں نے میرے بیڑیاں ڈال دیں اور مجھے زنجیروں سے جکڑ دیا اور تم لوگ سب کے سب مجنون ہو مگر تم میں کوئی جکڑا ہوا نہیں۔

تیز فہم نیک بیبیاں

(۹۴) ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ یہ بتایئے کہ آپ کسی وادی میں اتریں جس میں کچھ درخت تو ایسے ہوں جن کا ایک حصہ چر لیا گیا اور ایک درخت آپ کو ایسا ملا جس میں سے کچھ نہیں چرا گیا۔ وہ اس طرف اشارہ کر رہی تھیں کہ نبی ﷺ نے سوائے ان کے اور کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی۔

قاسم بن محمد حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر پر جایا کرتے تھے تو اپنی بیبیوں کے درمیان قرعہ ڈال لیا کرتے تھے تو ایک مرتبہ قرعہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ کے نام نکلا وہ دونوں آپ کے ساتھ روانہ ہو گئیں اور نبی ﷺ جب رات کو سفر میں چلتے تھے عائشہؓ کے ساتھ چلتے تھے ان سے باتیں کرتے رہتے تھے تو ایک دن حفصہ نے عائشہؓ سے کہا تو میرے اونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اونٹ پر بیٹھ جاؤں گی اس طرح تو بھی دیکھتی رہے گی اور میں بھی دیکھتی رہوں گی انہوں نے اس کو منظور کر لیا اور عائشہؓ حفصہؓ کے اونٹ پر بیٹھ گئیں اور حفصہ عائشہؓ کے اونٹ پر پھر رسول اللہ ﷺ عائشہؓ کے اونٹ کی طرف آئے جس پر حفصہ بیٹھی تھیں تو آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ سفر شروع کر دیا پڑاؤ کرنے تک نبی ﷺ حضرت عائشہ کو نظر آئے تو ان میں جوش غیرت پیدا ہوا جب اتریں تو اپنے پاؤں اذخر میں داخل کرتی اور یہ کہتی جاتی تھیں اے اللہ مجھ پر کوئی بچھو مسلط کر دے جو میرے کاٹ لے تیرے رسول سے تو کچھ کہنے کی مجھ کو طاقت نہیں حضور ﷺ کی مفارقت سے بیتاب ہو کر حضرت عائشہؓ سے غلبہ حال کا نتیجہ تھا۔

آپ ایثار و کرم کا مجسمہ بن گئیں آپ کا دولت کدہ مسلمانوں کی تہذیب اخلاق کا ایک مستقل مدرسہ تھا جس میں آپ پس پردہ بیٹھ کر تمام عمر اصلاح امت میں مشغول رہیں۔

(۹۵) عبد اللہ بن مصعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن الخطاب نے ایک عام اجتماع سے جس میں پس

پردہ عورتیں بھی جمع تھیں فرمایا کہ عورتوں کے مہر کو چالیس اوقیہ سے آگے نہ بڑھاؤ اگرچہ ذی الفصہ کی بیٹی ہو ذی الفصہ سے یزید بن الحصین صحابی حارثی مراد ہیں اگر کسی نے اس سے بڑھایا تو جتنا چالیس اوقیہ سے زیادہ ہوگا میں وہ لے کر بیت المال میں داخل کر دوں گا تو ایک دراز قد عورت نے جس کی ناک دبی ہوئی تھی عورتوں کی صف میں سے کہا اس کا تمہیں اختیار نہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں اس نے جواب دیا اس لئے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **واتیتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئاً اتا خذونه بهتاناً و اثماً مبيناً.**

ترجمہ اور تم ان بیویوں میں سے کسی کو ایک انبار مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو کیا تم اس سے کوئی بہتان لگا کر واپس لو گے اور کھلا ہوا گناہ کر کے یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورت حق پر پہنچ گئی اور مرد خطا کر گیا۔

(۹۶) عبداللہ بن الزبیرؓ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ جانے کا قصد کیا اور ابوبکر آپ کے ساتھ تھے تو وہ اپنے ساتھ تمام مال جو پانچ چھ ہزار درہم تھا اٹھا لے گئے تو میرے پاس میرے دادا ابوقحافہ آئے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور کہنے لگے کہ میں اس کو یعنی ابوبکر کو دیکھتا ہوں کہ واللہ اس نے اپنی جان کے ساتھ اپنے مال کو لے جا کر تم کو دکھ پہنچایا ہے میں نے کہا اے ابا ہرگز نہیں انہوں نے ہمارے لئے بہت مال چھوڑا ہے اور اسماء نے کچھ پتھر کے ٹکڑے اٹھا کر گھر کے اس طاق میں رکھ دیا جس میں ابوبکر اپنا مال رکھتے تھے اور ان پتھروں کے ٹکڑوں پر ایک کپڑا ڈھک دیا تھا اسماء کہتی ہیں پھر میں ابوقحافہ کے پاس گئی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر کپڑے پر رکھ دیا اور ان سے میں نے کہا ابوبکرؓ نے ہمارے لئے یہ چھوڑا تو انہوں کے کپڑے کے اوپر سے ہی پتھروں کو دیکھا پھر بولے جب وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ گئے تو بہتر ہے اور واللہ انہوں نے ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا تھا نہ کم اور نہ زیادہ۔

(۹۷) اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ نے بیان کیا کہ میرے سامنے اس عورت کے مانند کوئی نہیں آیا جو ایک صاحب مرتبہ تھی اور اس نے کہا کہ اے قاضی میرے چچا کے بیٹے نے میرا نکاح اس شخص سے کر دیا اور میں نہیں جانتی تھی جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس کو رد کر دیا میں نے کہا تو نے کب رد کیا جواب دیا جس وقت مجھے علم ہوا میں نے کہا کب علم ہوا تو بولی کہ جس وقت میں نے اس کو رد کیا میں نے کوئی عورت اس جیسی نہیں دیکھی۔

(۹۸) اصمعی نے بیان کیا کہ امیر المومنین ہارون الرشید کے یہاں حاضر تھا کہ ایک شخص ایک کنیز کو ساتھ لے کر آیا فروخت کے لئے اس کو رشید نے غور سے دیکھا۔ پھر کہا اپنی کنیز کو لے جاؤ۔ اگر اس کے منہ پر چھائیاں نہ ہوتیں اور ناک دبی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو خرید لیتا تو وہ شخص اس کو ساتھ لے کر چلا جب وہ کنیز پردہ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے اپنے پاس واپس بلا لیجئے میں آپ کو دو بیت سنانا چاہتی ہوں تو بلا لیا اس نے یہ شعر سنائے ا

الظب فيه خنس بين
والبدر فيه كلف يعرف

ترجمہ: کیونکہ ہرنی میں ناک بیٹھی ہونا کھلی بات ہے اور چاند میں جو چھائیاں ہیں وہ بھی صاف نظر آتی ہیں اس کی بلاغت نے رشید کو حیران کر دیا اس کو خرید لیا اور اس کو مرتبہ تقرب بخشا اور وہ تمام کنیزوں سے زیادہ اس کے مجالس میں حصہ لیتی تھی۔

(۹۹) ہارون بن عبداللہ بن المامون نے ذکر کیا کہ جب خیزان مہدی کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے خیزان سے کہا واللہ اے لڑکی تو ہماری پسند کے حد درجہ تک مطابق ہے لیکن تیری پنڈلیاں کھردری ہیں خیزان نے کہا اے امیر المومنین آپ کو سب سے زیادہ ضرورت اس شے کی ہے جو ان کی جانب ہے آپ ان کو نہ دیکھئے تو حکم دیا کہ اس کو خرید لیا جائے اور یہ مہدی کی بلند مرتبہ حرم بن گئی اس سے موسیٰ اور ہارون پیدا ہوئے۔

(۱۰۰) ابوبکر صولی سے منقول ہے کہ مہدی نے ایک کنیز خریدی اور اس کے ساتھ مہدی کو تعلق خاطر بہت زیادہ ہو گیا اور وہ بھی مہدی سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اکثر مہدی سے کھچی کھچی رہتی تھی تو مہدی نے ایک ذریعہ اس پر مامور کیا جو پھسلا کر اس کے دل کی بات معلوم کرے تو اس نے بتایا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ کسی وقت مجھ سے خفا نہ ہو جائیں اور چھوڑ دیں تو میں ہجر میں مر جاؤں گی تو میں اپنی ذات کو اس سے پورے طور

پرلطف اندوز ہونے سے روک لیتی ہوں تا کہ زندگی گزار سکوں تو مہدی نے یہ اشعار کہے۔

طفرت بالقلب منی ادرة مثل الھلال

ترجمہ: میرا دل مجھ سے چھین لے گئی ایک نازک بدن جوچاند کی مانند ہے۔

کلما صبح لھاودی جاءت باعتلال

ترجمہ: جب اس کے ساتھ میری محبت کامل ہوگئی تو اس نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔

(۱۰۱) قبیلہ تغلب کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص تھا جس کی بیٹی جوان تھی اور اس کا بھتیجا تھا جو اس کی لڑکی پر فریفتہ تھا وہ لڑکی اس پر فریفتہ تھی اس طرح ایک زمانہ گزرتا رہا۔ پھر اس لڑکی سے ایک شریف آدمی نے پیغام دیا اور اس نے اچھے مہر سے رغبت دلائی تو اس لڑکی کے باپ نے نعم کہہ دیا یعنی اس کو منظور کر لیا اور قوم نکاح کے لئے جمع ہوگئی تو لڑکی نے اپنی ماں سے کہا کہ اے ماں ابا کو اس بات سے کیا امر مانع ہے کہ میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیں اماں نے کہا کہ یہ تو ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اس نے کہا واللہ کس عمدگی سے اس چھوٹے سے کو پالا، پرورش کیا پھر جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کو تم چھوڑ رہے ہو پھر اس نے ماں سے کہا اے ماں ہائے واللہ مجھے حمل ہے اگر تم چاہو تو چھپالو اور چاہو تو مشہور کر دو۔ یہ سن کر اس کی والدہ نے اس کے باپ کو بلایا سب حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا اس بات کو چھپالو پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا جو نکاح کے لئے جمع ہو گئے تھے اور ان سے کہا کہ اے لوگوں میں نے آپ کا پیغام قبول کر لیا تھا اب ایک ایسی چیز پیش آ گئی کہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ کو اجر عطا فرمائے گا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کا جس کا نام یہ ہے فلاں بھتیجے سے نکاح کر دیا جب نکاح سے فراغت ہو گئی تو شیخ نے کہا کہ لڑکی کو اس کے پاس بھیج دیا جائے اس پر لڑکی نے کہا وہ اللہ کے ساتھ کافر ہو جائے اگر ایک سال سے پہلے شوہر سے تخلیہ کرے یا اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ ایک سال گزرنے سے پہلے شوہر کے پاس نہ گئی اور باپ کو معلوم ہو گیا کہ اس نے نکاح کے لئے اس کے ساتھ ایک حیلہ کیا تھا۔

(۱۰۲) عتبی نے ذکر کیا کہ میں نے فضل بن ابراہیم سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک شاعر کا کچھ عورتوں پر گزر رہا تو اس کو ان کی شان عجیب معلوم ہوئی اس نے کہنا شروع کیا۔

ان النساء شیاطین خلقن لنا

نعوذ باللہ من شر الشیاطین

ترجمہ: عورتیں ہمارے لئے شیاطین پیدا کی گئی ہیں ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیاطین کے شر سے تو ان عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا اور یہ کہنا شروع کیا

ان النساء ریاحین خلقن لکم

وکلکم یشھی شم الریاحین

(۱۰۳) محسن سے منقول ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے لڑ کر طلاق طلب کی اس نے کہا تو حاملہ ہے جب تو بچہ جن لے گی تو میں تجھ کو طلاق دے دوں گا اس نے کہا تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوگی کہ تجھ سے حق پرورش کا کوئی معاوضہ طلب کیا جا سکے شوہر نے کہا پھر تو اس سلسلہ میں کیا کرے گی اس نے کہا کہ میں اس کو جنت کے دروازے پر کبوتر بنا کر بٹھا دوں گی اسقاط کرنے والی دوائیں تا کہ حمل ساقط ہو جائے اور بچہ کی روح اڑ کر کبوتر کی جنت میں پہنچ جائے۔

(۱۰۴) علی بن الجہم نے بیان کیا کہ میں نے ایک کنیز خریدی میں نے اس سے کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ تو کنواری ہے تو اس نے کہا اے میرے سردار واثق کے زمانہ میں بہت فتوحات حاصل ہوئی ہیں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ کنواری نہیں ہے میں نے ایک مرتبہ اس سے کہا کہ صبح میں کتنی دیر ہے تو اس نے جواب دیا مشتاق کی گردن کے برابر جو ابھرتی ہی رہتی ہے یعنی زیادہ دیر ہے اور ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگتے ہوئے دیکھا تو بولی میرے حسن سے شرما کر منہ پر نقاب ڈال لی میں نے اس سے ایک رات میں یہ کہا کہ آج ہم اپنی مجلس چاندنی کریں گے تو جواب دیا کہ کیا حرج ہے یہ جمع بین الضرائر نہیں ہے یعنی دو سوکنوں کو ایک جگہ جمع کرنا نہیں یہ بات شرعاً مکروہ ہے کہ ایک بیوی سے ہم بستری ہو اور دوسری بھی موجود ہو اس نے چاند کو اپنی سوکن متخیل کر کے یہ جواب دیا اور وہ زیور سے نفرت کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ محاسن کا چھپانا

قبائح برائیوں کے چھپانے جیسا ہے۔

(۱۰۵) ایک دلالہ نے ایک مرد سے کہا کہ میرے پاس ایک عورت ہے گویا وہ نرگس کی طاق ہے اس نے نکاح کر لیا جب دیکھا تو بدصورت بڑھیا نکلی اس شخص نے دلالہ سے کہا کہ تم نے ہم سے جھوٹ بولا اور دھوکہ کر دیا اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے اس کو نرگس کی طاق سے تشبیہ دی تھی کیونکہ اس کے بال سفید اور چہرہ زرد اور پنڈلیاں سبز ہیں اور یہ سب باتیں نرگس میں موجود ہیں۔

(۱۰۶) ایک کنیز تھی اور پاک دامن تھی مگر مذاق میں فحش بات بھی کہہ جاتی تھی ایک مرتبہ حاضرین میں سے ایک شخص نے جو بوڑھا تھا اس سے کہا اے سب سے زیادہ خوبصورت ایک بوسہ دے کر مجھ پر احسان کر اس نے فوراً جواب دیا:

یا اقبح الناس وجھا واسخن الخلق مقلةً

ترجمہ: اے سب سے زیادہ قبیح صورت والے اور سب سے زیادہ سڑے ہوئے گوشہ چشم والے جس سے گندہ پانی بہہ رہا ہے انا سمحت الماء مسته فانی بذله اگر میں سخاوت کروں اس امر میں جس کا تو نے قصد کیا تو میں گری پڑی ہوں گی وکیف یوجد بین الحمار والحشف وصله اور گدھے اور ہرنی کے بچے میں ملاپ کیسے پایا جاسکتا ہے۔

(۱۰۷) مبرد نے بیان کیا کہ یسار الکواعب نبی حر بن سعد بن قضاعہ کے لوگوں کا غلام تھا اور یہ ان کے اونٹوں کا چرواہا تھا اس نے قبیلے کی بعض عورتوں سے کچھ چھیڑ کی اور یہ غلام سیاہ رنگ تھا تو اس میں سے ایک عورت نے اس کو دھوکہ دیا اور ایسا انداز دکھایا کہ گویا اس نے اس کو قبول کر لیا اس نے ایک دن وعدہ کر لیا اس نے بعض چرواہے دوستوں سے اس کا اظہار کیا تو انہوں نے اس حرکت سے منع کیا اور اس سے کہا یسار کل من لحم الحوار و اشرب من لبن العشار ودع عنک بنات الاحرار.

ترجمہ: اے یسار اونٹنی کے بچے کا گوشت کھا تازہ اور قریب الولادت اونٹنی کا دودھ پی تارہ آزاد عورتوں کا خیال چھوڑ اس پر یسار نے کہا اذا اجتھاز حکت الی ضحک کہنا چاہا یعنی جب میں اس کے پاس پہنچا تو بہک گیا اس نے کہا ٹھہر جا پہلے میں تجھے سنوار دوں اس کے بعد اس کو پکڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ ڈالے پھر یسار اپنے اس ساتھی کے پاس آیا جس نے اس کو منع کیا تھا اس نے اس کو نہ پہچانا اور کہا کم بخت تو کون ہے۔

(۱۰۸) ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ میرے پاس ایک کنیز ہدیہ لے کر آئی میں نے کہا تیرے آقا کو معلوم ہے کہ میں کوئی ہدیہ قبول نہیں کرتا اس نے کہا کیوں قبول نہیں کرتے؟ میں نے کہا میں اس سے ڈرتا ہوں کہ اس ہدیہ کی بنا پر پھر ہدیہ لانے والے مجھ سے پڑھنے کے لئے مدد مانگنے آجائیں گے اس نے کہا جس قدر امداد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے لی ہے وہ کہیں زیادہ ہے اور آپ ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے۔ تو میں نے قبول کر لیا اور وہ کنیز مجھ سے زیادہ دین میں سمجھدار نکلی۔

(۱۰۹) ایک نیک مرد تھے مقام نہر طابق میں رہتے تھے کہ وہ ایک رات بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے انہوں نے بیان کیا کہ میں اس وقت تنگدست تھا تو ایک بڑا چوہا نکلا اور اس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا پھر دوسرا نکل آیا اور دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا اور میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے ان میں سے ایک پر الٹا کر دیا تو دوسرا چوہا اس طشت کے گرد پھرنے لگا اور میں خاموش دیکھتا پھر وہ اپنے بل میں گھسا اور منہ میں ایک کھرا دینار لے کر نکلا اور اس کو میرے سامنے ڈال دیا میں لکھنے میں مشغول رہا وہ ایک گھڑی تک بیٹھا ہوا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا۔ یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے کر آیا اور اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کے خالی تھیلی کھینچ کر لایا جس میں دینار رکھے ہوئے اور اس کو دیناروں کے اوپر رکھ دیا تو میں سمجھ گیا کہ اب اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا تو میں نے طشت اٹھا دیا تو دونوں بھاگ کر بل میں گھس گئے اور میں نے دینار لے لئے۔

لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بھیڑیا اس حد تک اپنا بچاؤ کرتا ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں کو بھی بچاؤں میں اپنا ساتھی بنالیتا ہے جب سوتا ہے تو ان میں سے ایک کھولے رکھتا ہے تاکہ وہ اس کی نگہبان رہے حمید بن ہلال نے بھیڑیئے کے بارے میں کہا ہے

ینام باحدی مقلتیه ویتقی

باخری الاعادی فھم یقظان ھاجع

بھیڑیا اپنی آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری آنکھ دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرتا ہے تو وہ بیک وقت جاگتا بھی ہے اور سوتا بھی ہے۔

(۱۱۰) ابن الاعرابی نے ہشام بن سالم سے نقل کیا ہے کہ ایک سانپ نے مکاء کا انڈا کھالیا مکاء ایک سفید رنگ کا خوش آواز پرند ہے مکاء نے اس کے سر پر پھڑ پھڑانا شروع کیا اور اس سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ جب سانپ نے اس پر اپنا ہاتھ منہ کھولا اور اس کو پکڑنے کی کوشش کی تو اس نے اس کے منہ میں ایک چھوٹی سی ہڈی ڈال دی جو اس کے حلق میں اٹک گئی یہاں تک کہ سانپ اس سے مرگیا۔

(۱۱۱) اور لومڑی کی ہوشیاری یہ ہے کہ جب اس کی غذا کی دشواری پیش آتی ہے تو مردہ بن جاتی ہے اور اپنا پیٹ پھلالیتی ہے تو کوئی پرندہ اس کو مردہ سمجھ کر اس پر آپڑتا ہے تو اس پر حملہ کردیتی ہے۔

(۱۱۲) اور سانپوں میں سے ایک قسم یہ ہوشیاری کرتا ہے اپنی دم ریت میں ٹھونس دیتا ہے تا کہ وہ نظر نہ آئے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے یہ کام دوپہر کے وقت شدت کی گرمی میں کرتا ہے تو کوئی پرندہ جو اڑتا ہوا نیچے اترنا چاہتا ہے وہ ریت کی گرمی کی وجہ سے ریت پر بیٹھنے سے اعراض کر کے اس درخت کا ٹھنٹھ سمجھ کر سر پر آکر بیٹھتا ہے اور یہ اس کو دبوچ لیتا ہے۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ ان کے شہروں میں سانپ گائے کے پاس آکر ان کی ٹانگوں پر لپٹ جاتا ہے اور تھن کو منہ میں دبالیتا ہے تو گائے ایسی بے حس وحرکت ہو جاتی ہے کہ آواز نکالنے پر بھی قادر نہیں رہتی اور یہ دودھ چوس جاتا ہے۔

(۱۱۳) اور ہرن ہمیشہ اپنی کھودی میں پچھلے پاؤں داخل ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں کو باہر کی طرف رکھتا ہے تا کہ اپنی ذات کو اور بچہ کو اگر کوئی خطرہ واقع ہوسکتا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔

(۱۱۴) مادہ بجو ساٹھ انڈے دیتی ہے پھر جس سوراخ میں انڈے دیتی ہے اس سوراخ کا دروازہ بالکل بند کردیتی ہے اور اس کو چالیس دن بند چھوڑے رکھتی ہے پھر کھود کر راستہ کھول دیتی ہے تو بیضے پھٹ چکے ہوتے ہیں۔

(۱۱۵) اور گدھ بہت حریص ہے اور جب مردار گوشت سے خوب ڈٹ جاتا ہے تو اڑنے کی قوت نہیں رہتی تو جب اڑنا چاہتا ہے تو متعدد بار کودتا رہتا ہے اور اس میدان کے گرد جہاں مردار پر گرا تھا چند بار کودتا ہوا گھومتا ہے پھر آہستہ آہستہ چکر باندھ کر اپنے کو ہوا میں اٹھاتا ہے یہاں تک کہ ہوا کی بڑی مقدار اس کے جسم میں نیچے آجائے پھر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۱۱۶) اور بلی چوہے کو چھت میں دیکھتی ہے تو اپنے ہاتھ کو اسی طرح حرکت دیتی ہے گویا اس کو نیچے اترنے کا اشارہ کررہی ہے بار بار ایسا ہی کرتی ہے تو وہ واپس آجاتا ہے اور وہ ایسا اپنی نگاہ کا اثر ڈالنے کے لئے کرتی ہے اور اس وقت تک کرتی رہتی ہے کہ وہ گر پڑے۔

(۱۱۷) اور شہباز شکار کی جستجو کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ کسی اونچے مقام پر ٹھہر جاتا ہے جب کوئی شکار کرتا ہے تو اس پر دفعتہً ٹوٹ پڑتا ہے جب وہ اس کو دیکھتا ہے تو اس کی ہمت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ بھاگ نکلے اور شکار کو اس کے ہاتھ میں چھوڑ جائے۔

(۱۱۸) اور شہباز کو جب جگر کی تکلیف ہوتی ہے تو وہ خرگوش اور لومڑی کا جگر کھاتا ہے اس طرح حاصل کرتا ہے کہ ان کو اٹھا کر لے جاتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے چند بار ایسا کر کے صرف جگر نکال کر کھاتا ہے اور اس سے تندرست ہو جاتا ہے۔

(۱۱۹) معانی بن زکریا کہتے ہیں کہ ایک شیر اور بھیڑیا اور لومڑی ساتھی بن گئے اور شکار کے لئے نکلے تو انہوں نے گدھے ہرن اور خرگوش کا شکار کیا تو شیر نے کہا کہ شکار کی تقسیم تو کردے تو اس نے کہا یہ تو بالکل کھلی ہوئی بات ہے گدھا تیرا اور خرگوش لومڑی کا اور ہرن میرا تو شیر نے پنجہ مار کر اس کی کھوپڑی جدا کردی پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا خدا اسے ہلاک کرے تقسیم کے بارے میں یہ کس قدر جاہل واقع ہوا پھر کہا کہ یہ کام تو کر لومڑی نے کہا اے ابوالحارث یعنی شیر بالکل واضح بات ہے گدھا آپ کے ناشتے کے لئے ہے اور ہرن رات کے کھانے کے لئے خرگوش کا نقل درمیان میں کر لیجئے شیر نے کہا ارے کم بخت کتنا اچھا فیصلہ تو نے کیا یہ فیصلہ تجھے کس نے سکھایا؟ لومڑی نے کہا بے انصاف بھیڑیے کا سر میرے سامنے ہے (اسی نے سکھایا)۔

(اقتباسات لطائف علمیہ)

باب ۲۳

گلہائے رنگا رنگ

اس باب میں ....اولاً بزرگوں کی کرامات ہیں، پھر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب اور فقہ کے بارے میں وضاحتیں ہیں۔

پھر حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کے مکتوب سے اقتباس ہے

اس کے بعد کتاب ''عمدۃ السلوک'' سے سلوک کے بارے میں چند اقتباسات ہیں۔

تمباکو نوشی اور پردہ کے بارے میں امام حرم نبوی کا خطبہ ہے۔

اور آخر میں تفسیر ابن کثیر سے اہل کتاب سے ملنے والے صداقت اسلام کے شواہد پر مشتمل مضامین ہیں۔

کرامات اولیاء

حضرت شیخ حنفی رحمہ اللہ:

ایک دفعہ بادشاہ وقت نے حضرت شیخ حنفی رحمہ اللہ کی کچھ بے ادبی کی پھر سخت وست کہا اور اللہ نے اسے بیمار کر دیا لاعلاج ہو کر بادشاہ نے کہا ان کی خدمت میں کسی کو بھیجو کہ ان کا دل خوش کرے امراء دربار پیامات پہنچاتے رہے حتیٰ کہ آپ کو رحم آ گیا ایک روٹی زیتون کے تیل میں مالیدہ کی ہوئی بھیج دی اور ان لوگوں سے فرمایا کہ بادشاہ سے کہہ دو کہ یہ کھالے اچھا ہو جائے گا اور پھر بے ادبی نہ کرنا ورنہ تمہاری گوشمالی کی جائے گی ایک بار ان کے پاس امیر بیق نے روپوں کا ڈھیر بھیج دیا۔ آپ کرسی پر بیٹھے تھے اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی طرف پھینکنے لگے اور اسے کل کو قاصد کے سامنے ہی ختم کر دیا یا اس کو دکھلا دیا کہ فقراء اس سے مستغنی ہیں اور یہ کہ اگر یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے تو تمام لوگوں سے بڑھ کر ان کو یہ درجہ حاصل نہ ہوتا جب امیر کو یہ واقعہ پہنچا وہ حاضر ہوا اور دست بوسی کی شیخ نے فرمایا اس کنویں پر جاؤ اور یہ حوض پانی سے بھرو اس کا ثواب قیامت تک تمہارے اعمال نامہ میں درج ہو گا امیر نے اچکن وغیرہ اتار دی اور ڈول بہت بھاری تھی بڑی مشقت سے اوپر تک لایا تو اشرفیوں سے لبریز پایا حضرت شیخ سے ماجرا عرض کیا تو فرمایا اس کو کنویں میں الٹ دو پھر بھروا سے دوبارہ بھرو تو ایسے ہی ہوا فرمایا کنوئیں سے کہہ دو کہ ہم کو پانی ہی کی ضرورت ہے۔

مالکی قاضی کا امتحان کے واسطے آنا:

آپ کے پاس ایک مالکی قاضی امتحان کے واسطے آئے فرمایا اگر مجھ سے پوچھ سکا تو میں سجادہ فقراء پر بیٹھنا چھوڑ دوں گا جب قاضی صاحب آ گئے تو پوچھنے لگے کیا فرماتے ہیں اس میں اور خاموش ہو گئے شیخ نے فرمایا جی پھر کہا کیا فرماتے ہیں اس میں خاموش ہو گئے پھر قاضی صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں مگر اب بھول گیا پھر اپنا سر کھوا استغفار کیا اور عہد کیا کہ فقراء پر اعتراض نہ کیا کریں گے۔

عجیب کرامات:

کسی مرید کو جو ریف کے منتہا پر ہوتا پکارتے تھے وہ جواب دیتا تھا اگر فرماتے آؤ تو آ جاتا تھا یا فرماتے تھے کہ یہ کرو تو وہ کر لیتا تھا ایک روز آپ نے غربی علاقہ کے قطور کے شہروں میں سے کسی شہر میں ابو طاقیہ کو آواز دی اس نے آپ کی آواز سن لی اور قاہرہ حاضر ہو گیا آپ کی خدمت میں اڑنے والے بزرگ حاضر ہوا کرتے تھے آپ ان کو ادب سکھلاتے تھے اور پھر ہوا میں اڑ جاتے تھے اور لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو جاتے تھے اور دریائی لوگوں سے بھی ملاقات کرتے تھے کپڑوں سمیت سمندر میں گھس جاتے تھے بہت دیر تک وہاں رہتے اور نکل آتے تھے مگر کپڑے نہ بھیگتے تھے آپ کی خانقاہ کے امام کو یہ واقعہ پیش آیا کہ جب وہ نماز کو چلے راستہ میں ایک حسین عورت پر نظر پڑی انہوں نے اسے دیکھ لیا جب خانقاہ میں پہنچے تو شیخ نے دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

ان کے پاس ایک تو مبا تھا جس وقت جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی وہ اس میں ہاتھ ڈالتے اور وہی چیز اس میں سے نکال لیا کرتے تھے۔

برا کہنے اور زہر دینے کا واقعہ:

ابن تماؔ وغیرہ نے شیخ کو کسی سفارش کے قصہ میں برا کہا اور یہ ایک شیخ سے وابستہ تھے جو بڑے اولیاء میں سے تھے اور بسطامی کہلاتے تھے شیخ محمد حنفی نے فرمایا ہم نے ابن التمار کو تباہ کر ڈالا ہے اس کے ساتھ ایک ہزار بسطامی کیوں نہ ہوں پھر بادشاہ نے آدمی بھیجے اور ابن التمار کا گھر گروا دیا جو اس وقت تک ویران پڑا ہوا ہے ایک امیر نے حضرت شیخ کے ساتھ برائی کا قصد کیا کہ آپ کے سامنے ایک زہریلے برتن میں کھانا رکھا اور پیش کر دیا اور آپ کے برتن میں کسی کو ساتھ کھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی آپ نے اس میں سے کچھ تھوڑا سا تناول کیا

پھر اٹھ کر خانقاہ تشریف لے گئے برتن مل جل گئے ان امیر کے دولڑکے آئے انہوں نے شیخ والے برتن کو صاف کیا تو یہ دونوں مرگئے اور شیخ کو زہر نے کچھ نہ نقصان پہنچایا۔

ایک ٹکر مارنے والے کا واقعہ:

ایک امیر جو اس شخص سے ٹکر لڑتا تھا یہ اس کا سر توڑ دیتا تھا غلاموں سے ٹکر لڑتا تھا اس نے قاصد سے یہ کہا کہ اپنے شیخ سے کہہ دینا کہ خانقاہ میں بیٹھے رہیں اور اس سے مڈبھیر نہ کریں ورنہ آپ کا سر توڑ دے گا قاصد نے آ کر شیخ سے عرض کر دیا آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا جب رات ہوئی تو اس نے سر کھولا اور دیواروں میں ٹکریں مارتا مارتا مر گیا بادشاہ کو خبر پہنچی تو کہنے لگا اس کو شیخ حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کر ڈالا اولیاء کو برا کہنے سے غیرت وغضب حق جوش میں آ جاتا ہے بددعا کرتے ہیں تاکہ آخرت کی سزائے عظیم اس سے ٹل جائے۔

جنوں کو درس دینا اور گائے چوری کا واقعہ:

آپ جنوں کو حنفی مذہب کا درس دیا کرتے تھے ایک روز کسی کام کی وجہ سے مشغولی ہوگئی تو آپ نے اپنے داماد سید عمر کو بھیج دیا اس دن سید عمر نے ان کو شیخ کے گھر میں پڑھایا یہ سید عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عورت جن نے شادی کرنا چاہی میں نے سید محمد رحمہ اللہ علیہ سے مشورہ کیا آپ نے فرمایا ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے میں اس کے ساتھ زمین کے نیچے گیا تو اس نے اپنے بادشاہ کے سامنے یہ قصہ پیش کیا کہ بادشاہ نے کہا جو سید محمد نے کہا ہے میں اس پر اعتراض نہیں کر سکتا پھر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ شیخ کے داماد سے اس ہاتھ سے مصافحہ کر جس ہاتھ سے تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا تھا تاکہ یہ اس ہاتھ سے سید محمد سے مصافحہ کر لیں اور ان کے اور حضور ﷺ کے مصافحہ کے وقت درمیان آٹھ سو سال کا فصل ہو جائے پھر اس جن عورت سے کہا کہ ان کو اس جگہ پہنچا آؤ جہاں سے لائی ہو آپ کا (پرائیویٹ سیکرٹری) ابن البارزی نے ایک دن دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں اور امراء کی ایک جماعت جلو میں ہے اس نے اس پر انکار کیا اور کہا یہ اولیاء کا طریقہ نہیں ناظر خاص نے اس سے کہا اعتراض نہ کرو کیونکہ اولیاء کے حالات مختلف ہوتے ہیں ابن البارزی نے کہا کہ میں ضرور کسی کو بھیج کر یہ کہلاؤں گا کہ جب قافلہ حاضر ہوا اور حضرت کو یہ پیام پہنچایا فرمایا اپنے آقا سے کہہ دینا کہ تم ہمیشہ کے لئے معزول کر دیئے گئے شاہ موید باللہ نے اس کے پاس قاصد بھیجا اور فرمان دیا کہ تم اپنے گھر بیٹھو اور پھر وہ معزول ہی رہا یہاں تک کہ اسی بادشاہ نے اس کو قتل کر دیا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں بزرگوں کے انکار سے سفارش بھیجی آپ کی ایک نیل گئے چوری چلی گئی اور چھے ماہ غائب رہی ایک دن شیخ نے خدمت گار لڑکے سے فرمایا کہ روضہ میں جاؤ اور فلاں دروازہ کھٹکھٹاؤ جب گھر والا باہر آئے اسی سے کہنا کہ وہ ہماری نیل گائے جو چھ ماہ سے تمہارے پاس ہے دیدو۔ اس نے وہ دیدی تو فرمایا ھذہ بضاعتنا ردت یہ ہمارا مال ہمیں لوٹا دیا گیا۔

قرض کا غائب سے ادا ہو جانا:

شیخ کے پاس جب خرچ کے لئے کچھ نہ رہتا اپنے لوگوں سے قرض لے لیا کرتے تھے جب کچھ آتا ادا فرما دیتے تھے اس طرح آپ پر ساٹھ ہزار قرض ہوگیا تو شیخ کو بڑا فکر ہوا ایک دن ایک شخص ایک بڑی سی تھیلی لئے ہوئے حاضر ہوا اور یہ کہا کہ جس جس کا قرض شیخ کے ذمہ ہو وہ آئے اور لے جائے اور سب قرض ادا کر دیا حاضرین میں سے کسی نے اس شخص کو نہ پہچانا آخر شیخ سے پوچھا فرمایا یہ قدرت کا صراف ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارا قرض ادا کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

دسترخوان اور مسائل بتانے سے متعلق کرامات

کسی کو دسترخوان پر یاد فرماتے تھے تو ان کی جانب سے ایک دو لقمے کھا لیتے تھے اور وہ ان کے پیٹ میں پہنچ جاتا تھا وہ چاہے جہاں ہوں اور پھر جب وہ آتے تو اس کو بیان کرتے۔

کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھتا آپ جواب دیتے یہاں تک کہ وہ سوال کرنا چھوڑ دیتا تو آپ فرماتے میرے پاس نہ ہوتا تو میں لوح محفوظ سے جواب دیتا۔

علم کیمیا اور نماز سے متعلق کرامت:

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ

حضرت میں عیالدار ضرورت مند ہوں مجھے کیمیا بتا دیجئے فرمایا پورے ایک سال ہمارے پاس رہو اور شرط یہ ہے کہ جب وضو ٹوٹ جائے فوراً وضو کرو دو رکعت پڑھا کرو وہ رہ پڑا اور ایسے ہی کرتا رہا جب مقررہ مدت میں ایک دن باقی رہ گیا تو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کل تمہاری حاجت پوری کریں گے پھر جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا اٹھو اور کنویں سے وضو کے لئے پانی بھر لاؤ اس نے کنویں سے ایک ڈول بھرا تو وہ اشرفیوں سے لبریز تھا عرض کیا، حضرت اب تو ایک بال بھی اس کا خواہاں نہیں رہا فرمایا اس کو اسی کی جگہ گرادو اور تم اپنے شہر چلے جاؤ کیونکہ اب سب کے سب کیمیا ہی ہو گئے وہ اپنے وطن لوٹ گیا اور لوگوں کو اللہ کے راستہ کی دعوت دی اور بڑا نفع پہنچا۔

شیخ شمس الدین بن کیتلہ کہتے ہیں کہ جب نماز پڑھتے تھے ان کی داہنی جانب چار روحانی اور چار جسمانی نماز پڑھتے تھے جن کو سوائے شیخ اور چند خواص کے اور کوئی نہیں دیکھتا تھا۔

دریائی لوگوں اور نمازوں کی منادی سے متعلق واقعہ

نیل کے دریائی آدمی آپ کی زیارت کے لئے روضہ میں آپ کے مکان پر آیا کرتے تھے اور آپ لوگ ان کو دیکھتے تھے آپ کی صاحبزادی ام المحاسن کہتی ہیں کہ ایک بار یہ لوگ زیارت کو آئے سبز چادریں اور نہایت پاکیزہ لباس پہنے ہوئے تھے مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور کپڑوں سمیت دریا میں گھس گئے میں نے عرض کیا کہ حضرت پانی میں ان کے کپڑے نہیں بھیگتے آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا یہ لوگ دریا ہی میں رہنے والے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ قاہرہ کے گلی کوچوں میں اور بازاروں میں بلند آواز سے ندا دوائے مسلمانو تم کو شیخ محمد حنفی حکم دیتے ہیں کہ پانچوں اور خصوصاً عصر کی نماز کی پابندی کیا کرو آپ کا یہ اعلان تمام شہروں میں مشہور ہو گیا کہ شیخ نے اس کا حکم دیا ہے سننے والوں میں سے کسی نے منادی کرنے والے پر اعتراض کیا کہ یہ شیخ حنفی کا حکم نہیں ہے یہ تو حق تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہے وہ درویش شیخ کی خدمت میں واپس آیا اور واقعہ عرض کیا شیخ خاموش ہو گئے وہ تیسرے روز مر گیا۔

شاہی لباس اور اہل قبور کو سلام کرنے سے متعلق واقعہ:

ایک درویش نے آپ کا لباس دیکھا جو بادشاہوں کے مناسب حال تھا۔

عرض کیا کہ آپ یہ لباس جو بدن مبارک پر ہے اتار دیں اور یہ جبہ جو اس کے پاس تھا پہن لیں پھر ہم دونوں قرافہ چلیں شیخ نے قبول فرمایا اور دونوں چل دیئے راہ میں ایک امیر نے شیخ کو دیکھا پہچان لیا اور گھوڑے پر سے اتر پڑا اور خود اپنا لباس پہنے ہوئے کو اتار کر پیش کیا اور شیخ کو خدا کی قسم دی کہ اسے قبول فرمائیں اور پھر اس کے خدام شیخ کے ساتھ ہوئے اور خانقاہ تک پہنچا گئے شیخ نے اس درویش سے فرمایا بیٹا دیکھا ہم کیا چیز ہیں (کہ اپنی رائے سے کوئی لباس اختیار کریں۔)

ان درویش نے توبہ کی پھر تا وفات شیخ کی خدمت میں رہے قبرستان کی زیارت کو تشریف لے جاتے اہل قبور کو سلام کرتے اور اہل قبور ایسی آواز سے جواب دیتے تھے کہ ساتھ کے لوگ سن لیتے تھے۔

محمد بن حسن اخمینی

آپ کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے تمام چیزوں کے ذکر کی کیفیتیں دکھا دی یہاں تک کہ درختوں اور پتھروں کو مختلف الاذکار دیکھا ہے۔

ابوعبداللہ الواسطی

آپ قندیلوں کو گل کر کے سوئے تھے پھر ان کو اشارہ کیا تو سب روشن ہو گئے اور آپ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ احمد نخال آپ کے پاس آئے تو آپ کی سات آنکھیں دیکھیں ان کو غش آ گیا ہوش میں آئے تو شیخ نے فرمایا جب آدمی کامل ہو جاتا ہے تو دنیا کی اقلیموں کی تعداد کے موافق اس کی سات آنکھیں ہو جاتی ہیں۔

ابن عمر کو چھڑانے سے متعلق واقعہ:

شیخ نے تین گدھے طلب فرمائے اور فرمایا سوار ہو لو ہم شیخ کے ہمراہ سوار ہو لئے اور قاہرہ چل دیئے شیخ بادشاہ کے محل

کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور خوب غور سے دیکھنے لگے لوگ ابن عمر کو بیڑیاں پہنائے قلعہ کی طرف لے جا رہے تھے آپ نے ابن النخال سے فرمایا تم اس شخص کے پیچھے پیچھے جاؤ جب تم بادشاہ کو دیکھو کہ وہ ناراض ہونے لگے اور اس کے قتل کا حکم دے دیں تو تم شہادت کی انگلی کو انگوٹھے کے اوپر رکھ کر اس پر حملہ کر دو تو جس قدر لوگ اس مجمع میں ہونگے سب کے سانس رکنے اور گلے گھٹنے لگیں گے یہاں تک کہ بادشاہ کا بھی ابن النخال اس کے پیچھے پیچھے ہوئے جب بادشاہ ناراض ہوا تو انہوں نے جو کچھ شیخ نے فرمایا تھا کیا بادشاہ چلایا چھوڑ دو چھوڑ دو اور اس کو انعام دو پھر اس کی تمام جماعت نے زعفران لگائی اور ابن النخال چلے آئے اور شیخ سے عرض کیا۔

شیخ احمد زاہد کسی کو اس وقت تک سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے جب تک اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو جاتی تھی۔

محمد بن احمد فرغل

آپ کے پاس ایک پادری آیا اور زرد رنگ کے خربوزہ کا اشتیاق ظاہر کیا موسم اس کا نہ تھا مگر آپ نے لا دیا اور فرمایا اپنے پروردگار کی عزت کی قسم کوہ قاف کے پیچھے مل سکا ہے۔

آپ بار بار بیان فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حق جل وعلاشانہ کے سامنے عرش کے نیچے چل رہا تھا حق تعالیٰ نے مجھے یہ فرمایا اور میں نے یہ عرض کیا قاضیوں میں سے ایک شخص نے اس کی تکذیب کی آپنے اس کو گونگا ہونے کی بددعا دی تو وہ وفات تک گونگا ہی رہا۔

ایک نصرانی عورت کا قصہ:

ایک نصرانی عورت آپ کی معتقد تھی جو بلاد فرنگ میں رہتی تھی اس نے نذر کی تھی اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے لڑکے کو صحت دیدی تو وہ شیخ فرغل صاحب کے واسطے ایک فرش بنائے گی آپ بیاں فرمایا کرتے تھے کہ لو اب ان لوگوں نے فرش کی اون کات لی اور اب ان لوگوں نے کتی ہوئی اون کو کیلوں پر لپیٹ لیا۔

اور وہ فرش لے لے کیونکہ وہ اب دروازہ تک پہنچ گیا ہے اور سب باتیں ایسی ہی نکلیں تو آپ نے ایک سبز خوشہ لیا اور خرمن کے اوپر ڈال دیا اور جلا دیا لوگوں نے شور مچایا کہ اس مجنون نے خرمن کو جلا دیا ان کو پکڑا اور مارا تو انہوں نے کہا کہ میں نے آگ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے خوشہ کو ہی جلانا اور بس اب تم لوگ دیکھ لو دیکھا تو ماسوائے خوشہ کے اور کچھ نہ جلا تھا۔

آپ نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو اس نے جواب دیا اس کا مہر تمہارے لئے بہت زیادہ ہوگا فرمایا کیا مہر چاہتے ہو اس نے کہا چار سو اشرفیاں فرمایا فلاں فلاں صراف عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ فرغل نے کہا ہے کہ ایک تھیلی اشرفیوں کی اور ایک روپوں کی بھر دو اس نے دو تھیلیاں بھر کر دیں ابن الزرازیری حاضر ہوا تو فرمایا ہم نے تم کو فلاں مقام سے فلاں تک کا والی بنا دیا تو بادشاہ نے ان کو صعید کے چار صوبوں کا ولی مقرر کر دیا۔

محمد بن حمزہ

جو آق شمس الدین آپ جس طرح روح کے طبیب تھے جسم کے بھی طبیب تھے طب ظاہری میں آپ کی تصانیف بھی ہیں روایت میں ہے کہ جڑی بوٹیاں آپ کو پکار پکار کر کہا کرتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں جب سلطان محمد خان نے فتح قسطنطنیہ کا قصد کیا۔

فرمایا کہ عنقریب فلاں روز ضحوۃ الکبریٰ کے وقت مسلمان قلعہ کے فلاں حصہ میں داخل ہو جائیں گے۔

اندیشہ ہوا کہ نہ معلوم شیخ کی پیش گوئی پورا نہ ہونے کی وجہ سے شیخ پر کیا ظلم کر گزرے خیمہ کی رسی ذرا اٹھائی اور دیکھا کہ شیخ زمین پر سجدہ میں ہیں سر کھلا ہوا ہے گریہ وزاری جاری ہیں میں نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ شیخ اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے قلعہ کے فتح کا ہم پر احسان فرمایا سارا لشکر قلعہ میں داخل ہو چکا تھا شیخ کی دعاء ساتوں آسمانوں کو چیر کر جاتی تھی۔

قبر کی تعیین کرنا:

کتب تاریخ میں روایت تھی کہ حضرت ابوایوب انصاری کی قبر مبارک قسطنطنیہ کی طار دیواری کے قریب کسی جگہ ہے حضرت شیخ سے درخواست کی گئی کہ آپ وہ جگہ معین فرمائیں آپ تشریف لے گئے اور دیر تک مراقب رہے پھر فرمایا کہ ان

کی روح میری روح کی طرف متوجہ ہوئی اور اس فتح کی مبارک باد دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی کوشش کو قبول فرمالیا ہے تم نے ظالم کفار کے قبضہ سے مجھے چھڑا دیا یہ خبر سلطان محمد خان کو پہنچی تو وہ اس جگہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کے باب میں حضرت والا کی تصدیق تو کرتا ہوں لیکن ایک فرمائش ہے کہ میرے واسطے قبر مبارک کی کوئی ایسی علامت مقرر فرمادیں جسے میں خود اپنی آنکھ سے دیکھ لوں اور اس میں سے میرے دل کو اطمینان ہو جائے۔ پھر شیخ کچھ دیر اور مراقب رہے اور فرمایا اس جگہ کو قبر کے سرہانے کی طرف سے دو ہاتھ کھودو۔ ایک سفید پتھر نکلے گا جس پر عبرانی زبان میں کچھ لکھا ہوگا جس کا ترجمہ یہ ہے اور آپ نے کچھ مضمون فرمایا جب لوگوں نے دو ہاتھ کھودلیا تو ایک سفید پتھر نمودار ہوا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا جو شخص اس کو پڑھ سکا اس نے پڑھا اور ترجمہ کیا اس کا مضمون وہی تھا جو شیخ نے بیان فرمایا تھا سلطان حیران رہ گیا اور اس پر ایک عجیب حال طاری ہوگیا اگر لوگ سنبھال نہ لیتے تو وہ گر پڑتا پھر سلطان نے اس جگہ ایک قبہ اور ایک جامع مسجد اور حجرے بنانے کا حکم دیا اور شیخ سے درخواست کی کہ آپ مع مریدوں کے یہاں قیام فرمائیں مگر شیخ نے قبول نہیں فرمایا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی کہ اپنے وطن لوٹ جائیں سلطان نے آپ کی دلداری کے لئے اجازت دے دی جب آپ اپنے وطن قصبہ کونیک پہنچے وہاں ایک زمانہ تک قیام فرمایا اور وہیں دفن ہوئے اس کو شقائق نعمانیہ میں بیان کیا ہے۔

محمد بن علی باعلوی

علم وعمل وولایت کے آئمہ میں سے ہیں بعض دفعہ بغیر بارش وبادل کے سیلاب فرماتے کہ پی لو غسل کرلو مگر کسی کو خبر نہ کرنا غسل کیا تو اس میں زعفران کی خوشبو زعفران کا رنگ پایا کپڑوں سے ایک مدت تک خوشبو وفات ۸۶۲ھ مقبرہ زنبل میں دفن۔

سملالی سید حسینی شاذلی...صاحب دلائل الخیرات

آپ کے ہاتھ پر بہت بڑی مخلوق نے توبہ کی اور آپ کا ذکر آفاق عالم میں شہرت بڑے خرق عادات اور بڑی بڑی کرامتیں ظاہر ہوئیں نعش مبارک کو مراکش نقل کیا گیا تو آپ کو ایسا ہی پایا جیسے دفن کئے گئے بنوانیکا نشان ایسا ہی تازہ تھا چہرہ پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا جب انگلی اٹھائی تو خون لوٹ آیا جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ اور یہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھتے رہنے کی وجہ سے ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے آپ کی وفات ۸۷۰ھ میں ہوئی ہے نماز کا جو وقت آیا ایک بچی نے ایک بالا خانہ سے کہا کہ آپ تو وہ ہیں کہ آپ کی نیکی کے تذکرے ہیں اس نے کنویں میں تھوک دیا تو کنویں کا پانی زمین کے اوپر ابل پڑا شیخ نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد اس سے فرمایا تم کو خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کیسے حاصل کیا اس نے عرض کیا اس ذات پر کثرت سے درود شریف پڑھنے سے آپ نے قسم کھائی کہ حضور کے درود شریف کے باب میں ایک کتاب تصنیف کریں گے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو کیمیا سکھلا دوں گا فرمایا حجرہ میں جاؤ اور عمل کرو اور مجھے دکھاؤ اگر مجھے پسند آگیا تو سیکھ لوں گا پھر وہاں دیا سلائی بھڑک گئی اور اس کی ڈاڑھی وچہرہ جلا ڈالا اور یہ اسی حال میں باہر آیا تو فرمایا ہمیں ایسی چیز کی ضرورت نہیں جو ڈاڑھی اور چہروں کو جلائے۔

ابوعبداللہ محمد بن مہنا القرشی المینی

صاحب کشف وکرامات ہیں قدم میں صدہا کی میل مسافت قطع کر لیتے تھے جونا شریہ سے قریب آپ کی قبر مشہور ہے قبر کی زیارت کی تو اس پر ایک نور میں مشعلوں کی طرح دیکھا ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عثمان نزیلی فقیہ علم وتقویٰ میں مشہور تھے کوئی بڑا حاکم زبردست لشکر لے کر لوٹنے کے لئے پہنچا زیدی فرقہ کا تھا شیخ کو بہت شاق گزرا اور آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ کہا اور آپ کے وسیلہ سے نجات چاہی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھ سے کھانے اور عورت اور نیند کی خواہش زائل فرمادیں زائل ہو چکی تھیں۔

محمد ابوالمواہب شاذلی

بڑے عارفین اور ائمہ علمائے عالمین میں سے ہیں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کی زیارت بہت ہی کثرت سے کیا کرتے تھے عرض معروض کرتے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرما دیتے تھے بیداری میں بھی زیارت اقدس سے مشرف ہوتے تھے۔

محمد الحضرمی مجذوب

مناقب والے آپ ابدال میں سے تھے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے ایک بار ڈاکوؤں نے ان کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے ہاتھوں کو ان کے پہلوؤں میں گاڑ دیا وفات ۹۰۷ھ میں ہوئی ہے اور بھنسا کے ٹیلے پر دفن ہیں آپ کا مزار وہیں ہے۔

محمد مغربی

شیخ و امام اور اکابر عارفین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں اس بوریئے کا کنارہ اٹھاؤ جو کچھ اس کے نیچے ہے لے لو تو اکثر بوریئے کے نیچے اپنے قرض سے زیادہ پاتا آپ فرماتے قرض ادا کر دو اور باقی کو اپنے خرچ میں لاؤ اور مصر کے تمام علماء علوم عقلیہ اور وھبیہ میں آپ کے معتقد تھے قاہرہ کے پل سفقر پر قیام رکھتے تھے وفات ۹۱۱ میں ہوئی ہے۔

محمد بن زرعہ مصری

شیخ بزرگ صاحب احوال و مکاشفات ہیں قدار پل کے قریب نشست رکھتے تھے اور جو کچھ انسان کے دل میں ہوتا تھا اس کو بیان فرما دیتے تھے تین روز بولا کرتے تھے اور تین روز خاموش رہتے تھے ۹۱۴ھ میں وفات۔

محمد صدر الدین البکری

امام بزرگ عالم عامل متقی زاہد بہت خاموش بزرگ تھے سوائے جواب کے خود کوئی بات نہ کرتے تھے غلبہ خشوع کیوجہ سے دن رات میں کبھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے جب حج کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو لوگوں نے سنا کہ حضور نے ان کے سلام کے جواب عطا فرمایا آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۹۱۸ھ میں ہوئی اس کو غزی نے بیان کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی جواب سلام کی کرامت اور وفات کو ذکر فرمایا ہے۔

محمد شمس الدین ویروطی

شیخ امام عالم فقیہ واعظ والی تھے نظروں سے غائب بھی ہو جاتے تھے ایک کشتی کی طرف جس میں چور تھے اشارہ کیا تو وہ رک گئی پھر اشارہ کیا تو چلنے لگی اور سب چوروں نے آپ کے ہاتھ سے توبہ کر لی آپ نے اپنی اہلیہ سے کہہ دیا تھا کہ ان کا لڑکا حمزہ تو توپ سے شہید کیا جائے گا اور اس کا سر ہوا میں اڑے گا پھر ایسا ہی ہوا آپ بیمار ہوئے تو اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کر دیا کہ اس مرض میں مرجائیں گے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ منکر و نکیر کے ساتھ کیا معاملہ رہا فرمایا انہوں نے بہت نفیس گفتگو کی اور میں نے بھی عمدہ جوابات دیئے۔

محمد بن عنان

یہ امام شعرانی کے شیخ ہیں بڑی بڑی کرامتیں ہیں آپ نے تقریباً پانچ سو آدمیوں کو چھ پیالہ آٹے سے شکم سیر کر دیا تھا شیخ محمد بن عنان کی وفات ایک سو سال کی عمر میں ۹۲۲ھ میں ہوئی۔

محمد رتجل

شیخ بزرگ مجذوب تھے مصر میں ننگے رہتے تھے ایک بٹھیارے کی بھٹی میں سویا کرتے تھے ان میں انگارے ہوتے مگر آپ کو جلاتے نہ تھے

محمد بدخشی یا بلخشی

شیخ بزرگ امام عارف صوفی حنفی تھے دمشق میں قیام رکھتے تھے۔ مولانا اسمٰعیل صاحب نے فرمایا کہ شیخ محمد اللہ ختشی کے ساتھ میرا حال عجیب ہے جب میں ان کی صحبت پسند کرتا ہوں تو اپنے کو ان کی نظر میں اعلیٰ علیین دکھا دیتا ہوں غزی فرماتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل شروانی اور مولانا محمد اللہ بدخشی دونوں نے خواجہ محمد قاسم کو خیر خواہانہ نصیحت کی اور اس راستہ کی رہنمائی فرمائی جس میں ان پر معرفت کی راہیں کھولی گئی تھیں مولانا اسمٰعیل صاحب طریق مطالعہ و عادت اہل علم کی ہدایت کی اور شیخ بدخشی نے حق تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہونے اور اسباب میں سے ہر سبب سے قطع نظر لینے کی ہدایت فرمائی اس قصہ نے دونوں کی کمال کشف کو کھول کر رکھ دیا گیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شروانی علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام حنفی المذہب بڑے اولیاء میں تھے شیخ عارف باللہ خواجہ عبید اللہ سمر قندی کی خدمت میں رہے انہی سے تربیت حاصل کی اور اصحاب تکمیل ہو گئے مکہ مکرمہ چلے گئے وہیں وطن بنا لیا اور ۹۴۲ھ میں وفات پائی۔ تمت جمال اولیاء

حضرت امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی رحمہ اللہ کے فضائل

بعد از الحمد والصلوات فقیر حقیر لاشئ دوست محمد جو کہ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ کریم اس کی سب لغزشیں معاف فرمائیں، کہ جانب سے میرے عزیز اور شریف بھائی ملا میر واعظ صاحب ملاحظہ فرمائیں اللہ کریم آپ کو جملہ مصائب زمان اور جو حوادث دوران سے محفوظ اور سلامت رکھتے ہوئے عرض ہے کہ یہاں کے احوال بفضل قادر متعال جل شانہ، بالخیر والسلامت قرین ہیں۔

اور بارگاہ الٰہی سے آں عزیز کی مدام سلامتی اور عافیت اور استقامت شرعی اور طریقت وحقیقت کے نصیب ہونے کے لئے ہر دم دعا گو ہوں، کیونکہ استقامت شریعت وطریقت وحقیقت اگر بندہ کو صحیح معنوں میں نصیب ہو جائے، تو یہ لاکھ کرامتوں کے ظہور سے بالاتر ہے آں عزیز نے سنا ہوگا یہ مقولہ کہ **الاستقامة فوق الكرامة**۔

بھائی جان! آج کل کے زمانہ میں ایک فرقہ ظاہر ہوا ہے۔ اور انہوں نے اپنے اوپر نام محدثین رکھا ہوا ہے۔ ہمارے حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی جو کہ امام المفسرین ومقدام المحدثین پر زبان درازی کرتے ہیں۔

اور ائمہ مجتہدین متقدمین اور متاخیرین کے اجتہاد اور تقلید مذاہب اربعہ یعنی چاروں مذاہب کی تقلید کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ سب علمائے سلف صالحین نے مذاہب اربعہ کی تقلید پر اتفاق کیا ہے اور مذاہب اربعہ کی تقلید کو ازروئے اجماع ثابت کیا ہے۔

بھائی جان! مسند امام اعظم جس کو امام خوارزمی نے لکھا ہے۔ تو اس میں وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم صاحب کے کمالات اور فضائل اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے مگر وہ فضائل اور کمالات کہ جس میں وہ منفرد ہیں۔ اور کوئی دوسرا امام ان فضائل وکمالات میں ان کا شریک نہیں اور وہ دس قسم کے ہیں۔

پہلی قسم

وہ فضائل ہیں کہ بے حساب اخبار اور آثار جو ان کی مدح میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ دوسرے امام کی مدح میں نہیں ہوئے۔

دوسری قسم

یہ ہے کہ وہ اصحاب کرام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ اور اس قرن میں پیدا ہوئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی خیریت کی بشارت دی ہے۔

تیسری قسم

یہ بڑی فضیلت ہے کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام سے روایت کی ہے اس فضیلت میں حضرت امام اعظم صاحب کے سوا دوسرے امام شریک نہیں۔

چوتھی قسم

یہ فضیلت ہے کہ وہ تابعین کے زمانہ میں فتوی دینے لگے جو دوسرے اماموں کے حصہ میں نہیں آئی۔

پانچواں قسم

ان کی یہ فضیلت ہے کہ انہوں نے چار ہزار تابعین سے روایت بھی کی ہے اور ان کو اس قدر کثیر تعداد تابعین سے شرف تلمذ اور شاگردی حاصل ہوئی جو دوسرے اماموں کے حصے میں نہیں آئی۔

چھٹی قسم

یہ فضیلت ہے کہ امام صاحب موصوف نے کبار تابعین اور علماء مسلمین سے روایت کی ہے جو دوسرے اماموں کے حصہ میں نہیں آئی۔

ساتویں قسم

ان کی فضیلت ہے کہ ان کے شاگردوں اور اصحاب میں وہ صاحبان شامل ہوئے۔ جو خود بڑے مجتہدین سے

تھے۔اور یہ شرف دوسرے اماموں کو حاصل نہیں ہوا۔

آٹھویں قسم

یہ فضیلت ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے احکام مستنبط کئے اور اجتہاد کے قواعد کی بنیاد رکھی۔

نویں قسم

ان کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ انہوں نے حکام وقت کے خلیفوں کے تحفے تحائف اور عطیے منظور نہیں فرمائے۔ بلکہ اپنے کسب اپنا معاش چلاتے رہے بخلاف ان کے بعد کے امام۔

دسویں قسم

ان کی فضیلت یہ ہے کہ کمال ورع اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی وفات شہادت کے ذریعے ہوئی اور وہ شہید فوت ہوئے۔ بخلاف دوسرے اماموں کے۔

پس پہلی فضیلت کے متعلق امام خوارزمی اپنے مسند میں اپنے معتعن روایت کے ذریعے حضرت ابی سلمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک شخص ہوں گے۔ ان کا نام ابوحنیفہ ہوگا۔ جو قیامت کے دن میری امت کے چراغ ہوں گے۔

عبداللہ بن مبارکؒ کا قول:

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حضرت امام شافعی صاحب سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت امام اعظم ابی حنیفہ کے مزار مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو میں ان کی قبر شریف پر اللہ پاک کی جناب سے ان کے وسیلے سوال کرتا ہوں۔ اور میری حاجت فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

امام شافعیؒ کا عمل

حضرت امام شافعی جب کبھی حضرت امام اعظم صاحب کی زیارت کے لئے جاتے۔ تو دو رکعت نفل برائے ایصال ثواب حضرت امام اعظم کے لئے ادا فرماتے۔ اور ان رکعت میں رفع یدین نہ کرتے۔ کسی نے پوچھا کہ حضور! آپ نے جواب دیا کہ بے شک میرے مذہب میں رفع یدین ہے اور میں اس کا قائل بھی ہوں اور عامل بھی۔ مگر ادباً صاحب ھذا القبر الشفریف میں نے اس قبر شریف کی بزرگ ہستی جو اس میں سو رہی ہے اس کا ادب کیا ہے، کیونکہ ان کے مذہب میں رفع یدین نماز میں جائز نہیں اس لئے میں نے نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

رسول الله قال سراج دینی.

یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ میرے دین کے چراغ ہیں۔

وامتی الهداة ابو حنیفة

اور میری امت کو ہدایت کرنے والے ابوحنیفہ ہیں۔

عذابعد الصحابة فی الفتاویٰ

انہوں نے صحابہ کرام کے بعد فتوے دیئے

لاحمد فی شریعته خلیفه

اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں خلیفہ ہیں

سبدی دیباج فتیاه اجتهاد

ان کے فتووں کا ریشمی طرۂ امتیاز ان کا اجتہاد ہے

و نحمته من الرحمٰن خیفه

اور ان کا دل اللہ پاک کے ڈر سے بھرا ہوا ہے۔

اور ابی سعید سے ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے واقدی سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، میں نے حماد بن ابی حنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے ابا جان ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایسے ہی حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الصفار نے اپنی مسند میں فرمایا ہے۔

فقہ حنفی کی شان:

اور حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میرے زمانے میں حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور ابوامامہ الباہلی اور واثلہ بن اسقع اور عمر بن حریث اور عبداللہ بن ابی اوفی صحابیوں نے وفات پائی۔

عذا مذهب النعمان خیر المذاهب
هکذا القمر الوضاح خیر الکواکب
تفقه فی خیر القرون مع التقی
فمذهبه لاشک خیر المذاهب

حضرت امام کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے

جیسے چاند ستارے ہیں۔ انہوں نے خیر القرون میں فقہ کی بنیاد رکھی۔ پس بے شک وشبہ ان کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے۔

علماء اس بات پر متفق ہیں۔ اگر چہ انہوں نے اصحاب کرام کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعضوں نے کہا کہ انہوں نے چھ صحابہ اور ایک صحابیہ عورت سے روایت کی ہے۔ اور بعضوں نے پانچ صحابیوں اور ایک عورت صحابیہ کو مانا ہے۔ اور بعضوں نے سات صحابہ کرام اور ایک صحابیہ عورت کی تصدیق کی ہے۔

علم فقہ کی کاشت

الفقه زرع مسعود و علقمة
حاصده ثم ابراهيم داس
نعمان طاحنه يعقوب عاجنه
محمد خابز والا كل الناس

ترجمہ یہ ہے:

علم فقہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا۔ اور علقمہ نے اس کو کاٹا۔ اور ابراہیم نخعی نے اس کو روندھا اور حضرت امام اعظم نعمان نے اس کو پیسا اور امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا۔ اور امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اور سارے لوگ ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔

اور امام اعظم کا علم حضرت امام محمد کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو ابو محمد کی مایہ ناز تصانیف ہیں جن کے نام جامعین زیادات اور نو ادر ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انہوں نے علوم دینیہ میں نوسو ننانوے کتابیں لکھیں ہیں۔

جب امام محمد فوت ہوئے تو ان کی ساری دولت اور مال اور سارا کتب خانہ امام شافعی کے ورثہ میں آئے جن کے ذریعے امام شافعی فقیہہ بنے۔ سبحان اللہ۔

اور اسی بات کو حضرت امام شافی نے دہرایا کہ مجھے میرے رب کی قسم! کہ میں امام محمد صاحب کی کتابوں ہی سے فقیہہ بنا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ امام کی کتابیں نہ لگتیں تو میں فقیہہ نہ بنتا۔

خانہ کعبہ کے اندر دو رکعت پڑھنا:

اور آخری حج میں انہوں نے بوابوں سے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ تو انہیں مل گئی تو آپ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعات نماز پڑھی اس طرح سے کہ ایک پاؤں پر ٹھہر کر قرآن کریم کے پندرہ سیپارے ختم کئے اور پہلی رکعت اس طرح سے ادا کی۔ اور پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو دوسرے پاؤں پر ٹھہر کر باقی پندرہ سیپارے ختم کئے اور جب دوگانہ ادا کیا۔ تو روتے ہوئے دعا مانگی الہٰی! تیرے اس ضعیف بندے نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا۔ مگر تجھے پہچانا پورا پورا ہے۔ اور تیری حق معرفت اس کو نصیب ہے۔ پس مہربانی فرما کر اس کی عبادت میں جو قصور واقع ہوا ہے وہ اس کی معرفت کے بدلے میں معاف فرما۔ تو بیت اللہ شریف کی ایک جانب سے ہاتف نے آواز دی۔ اے ابی حنیفہ! بے شک تو نے ہم کو خوب پہچانا اور تو نے عبادت کا حق ادا کیا ہے پس اس کے بدلے میں ہم تجھے بھی بخشتے ہیں۔ اور جنہوں نے تمہاری اتباع کی۔ اور جنہوں نے آپ کے مذہب کو اختیار کیا قیامت تک میں نے ان سب کو بخشا ہے۔

مسافر بن قدام کا قول:

مسافر بن قدام فرماتے ہیں کہ جس نے امام ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ پاک کے درمیان وسیلہ پکڑا وہ جیت گیا۔

حسبى من الخيرات ما اعددته
يوم القيامة فى رضى الرحمان
دين النبى محمدٍ خير الورى
ثم اعتقادى مذهب النعمان

ترجمہ: قیامت کے دن میں اللہ پاک کو راضی کرنے کے لئے جس قدر نیک کاموں کا ذخیرہ تیار کروں۔ اس دن کے واسطے میرے واسطے یہ دو چیزیں کفایت کر جائیں (۱) حضور پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر موت (۲) اور دوسری یہ کہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب لے کر مروں۔

ان کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر کسی بڑے امام کا عمل نہ ہو۔ ساتھ ہی ان کے مذہب کو بڑے بڑے علماء اور صوفیاء

کرام نے چنا ہے اور وہ ان کے مذہب پر تھے۔ ابراہیم ابن ادہم اور شفیق بلخی، ومعروف کرخی ابی یزید، بسطامی اور فضیل بن عیاض، داؤ دطائی، ابی حامد اللفاف، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح اور ابی الوراق جیسی بزرگ ہستیاں اور امام ان کے مذہب پر تھے،

اور استاذ ابوالقاسم قشیری باوجود ان کے مذہب پر پختگی کے بھی انہوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاد ابا علی دقاق کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے یہ طریقہ ابوالقاسم نصیر آبادی سے لیا ہے اور انہوں نے امام شبلی سے لیا ہے اور انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور طریقت دونوں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے اور یہ سب ان کی ثناء وصفت اور ان کی فضیلت اور بزرگی کے قائل تھے۔

اقتباس از مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد

مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری مکتوب نمبر ۲۲ ملاحظہ فرمائی جس کو نصر اللہ خان خاکوانی ملتان نے چھپوایا ہے۔ رحمہ اللہ علیہ وعلیٰ ابویہ

ابتدائے سلوک میں ذکر اسم ذات ہر لطیفے کے اندر اس وقت جریان کرتا ہے کہ جب سالک کامل توجہ سے ذکر کرتا رہے۔ اور اس پر مداومت اختیار کرلے، تو اس کو حضور دائمی حاصل ہوجاتا ہے۔

آں حضرت قدس سرہ کو اپنی نسبتی اولاد نہ تھی۔ آپ کے خویش اقربا میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ مگر لاکھوں کی تعداد میں روحانی اولاد چھوڑی تھی۔ خصوصاً ان میں سے جناب مولانا محمد عثمان جی قدس سرہ آپ کے بہت پیارہ اور معتمد خلیفہ اجل تھے۔

آپ کا وصال پرملال بمقام موسیٰ زئی شریف وقوع پذیر ہوا۔ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کو آنجناب کے گل بدن نافنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد خاکی کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

جس کی بدولت علاقہ دامان کے گوہ و دامن صدرشک چمن بن گئے۔

یخلق مایشاء ویختار   وھو العزیز الغفار

محمود شیرازی نے (جو کہ ایران کے شہر شیراز کے رہنے والے تھے۔ اور شیراز (ایران) چھوڑ کر محض دولت فقر کے حصول کے لئے حضرت مولانا خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب دامانی خانقاہ احمدیہ سعیدیہ میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کے پاس مقیم تھے۔

ایک قطعہ شعر میں سال ولادت اور سال اور سال وصال دونوں ہی بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

جستم از پیر خرد دوش بفرخندہ بیانے
گہرے کش نتواں یافت قرین دردل کانے
بہان آمدو آراست اقالیم جہاں راں
(ولادت شریف ۱۲۱۶ھ)
وز جہان رفت بفرسود دل ودید جہانے
(رحلت شریف ۱۲۸۴ھ)

اشعار......درمحبت شیخ

۱۔ اگر آن سلطان یوسف زئی نماید یک نظر مارا
شوم آزاد بگزارم ہمہ دیناؤ عقبارہ
۲۔ بسوز سینہ وصل آں شہ خوبان بود ہر دم
زلیخا وار قربانش شوم خاک کف پارا
۳۔ براہ نفع خدمت اوسر شوریدہ ار بازم
سر موئے نہ پردازم زاحسانہائی اخفارا
۴۔ بسا منصورہ سان وبایزید آں شاہ بسطامی
دواں پیشش بدوش افگندہ اعصا ومصلے را
۵۔ اگر شاہے فرود آید زتخت خود بہ پیش او
بیک مجلس بیندازد سمر قند و بخارا را
۶۔ کلامش مرہم جان و ظلالش رحمت رحمان
بیک دیدش کند چوں موم دل آں سنگ خارا را
۷۔ خلیفہ خالق کونین ونائب سید الثقلین
مروج دین شہ کونین و ہادی راہ اعمیٰ را
۸۔ براحت داریاب، از برائے نفع خلق خویش
بطول عمر و فیض عام آں محبوب رعنا را

سلام

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

السلام اے نور چشم یار غار مصطفےٰ
السلام اے باعث تسکین ختم الانبیاء
السلام اے وجہ تنزیل پیام کبریا
السلام اے ظل لیس عکس نور والضحیٰ
السلام اے رونق شمع شبستان وفا
السلام اے منبع صدق و صفا فضل و عطا
السلام اے ام عبد اللہ ام المومنینؓ
السلام اے طاہرہ اے جان صدیق عائشہؓ
السلام اے شان مریمؑ آبروئے ہاجرہؓ
السلام اے روح عفت آرزوئے آسیہؓ
السلام اے شفقت بہتر زماد درد جہاں
السلام اے فضل تو برتر ز حاتم و سخا

اے مسلمانوں کی مادر تجھ پہ ہوں لاکھوں سلام
تو نے پہنچایا رسول اللہ کا ہم تک پیام
تو نے سکھلائے زمانے کو وہ آداب حیات
جن سے تھے نا آشنا سب کیا مقلد کیا امام
تو نے بتلائے رموز دین و اسرار کتاب
ہو گیا تجھ سے منور چہرۂ علم کلام
ردو استیصال بدعت میں ہے تو اپنی مثال
نشر و ترویج ہدایت میں تو حرف اختتام
تیرا طرز زندگی دنیا کو اب تک یاد ہے
سوکھی روٹی تین کپڑے اور ذکر صبح و شام
یہ نفیس طرز زندگی دنیا کو اب تک یاد ہے
دیر سے موجود ہے در پر ترے بہر سلام

عمدۃ السلوک سے چند اقتباسات

اعلیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل ہو بمصداق **وما رميت اذرميت ولكن الله رمى الايه** (اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا) فنائے اتم اور بقائے کام کے حصول کے بعد سیر الی اللہ جو انقطاع ماسوی اللہ سے عبارت ہے اس جگہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد سیر فی اللہ جو دوام توجہ الی اللہ سے تعبیر ہے شروع ہوتی ہے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

ہیچ کس راتا نہ او گردو فنا
نیست رہ در بارگاہ کبریا

ماسوائے حق کو بھول جانا:

ماسوائے حق کو بھول جانا فنا کہلاتا ہے اور ماسوائے حق کی دو قسمیں ہیں (۱) آفاق (اپنے سوا تمام موجودات) (۲) نفس (اپنے آپ) آفاق کے علم کو علم حصولی کہتے ہیں اور اس علم حصولی کی زائل ہونے کا نام آفاق کو بھول جانا ہے اور اسی صوفیائے کرام فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔

نفع مند علم:

جنہوں نے اپنے ظاہر اور باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے آراستہ کیا ہوا اور جو خدا تعالیٰ اور رسول کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو تو اس کا پھل سب کا سب نورانی اور ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا (ترجمہ) اے بندے! علم وہی نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے اور جدائی سے ملاپ تک لائے اور دوری سے حضور تک راستہ دکھائے جس چیز کو تو دیکھے مجھ کو جانے اور مجھ کو ہی پڑھے۔"

پس اصل علم وہی ہے کہ آخرت کی سمجھ کو روشن کرے اور آخرت کی سمجھ وہ ہے کہ آدمی کو خدائے تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے اور آخرت کے کاموں اور خدا تعالیٰ کی تلاش میں مدد دینے والی ہو، طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے طالبوں کے لئے ظاہر اور باطن کی پونجی اور سجاوٹ ہو۔

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مردرا باقی و پائندہ کند

(یعنی علم وہی ہے جو جان کر زندہ کرے اور آدمی کو باقی اور قائم رہنے والا بنائے۔)

امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا، جاہل کے تمام رات نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرے گا۔ وہ منزل پر ہرگز نہیں پہنچے گا۔)

آنحضرت ﷺ کا عمل:

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔ اور اول ظاہری عبادت، جس کا جسم کے اعضا کے ساتھ تعلق ہے اور ظاہری لوگوں کو پہنچی ہے۔ دوم باطنی عبادت یعنی اپنے نفس کو بری عادتوں اور دل کو غیر حق سبحانہ وتعالیٰ سے پاک کرنا کہ خاص الخاص لوگوں کو عطاء ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے پرہیز گار علم حاصل کرنے کو دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص علم کے بغیر فقیر بنے وہ پاگل ہوتا ہے کافر ہو کر مرتا ہے۔

میری امت کے علماء:

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں پس جو شخص دونوں قسم کے علوم نہ رکھتا ہو وہ وارث نہیں اور جو وارث نہیں ہوگا حقیقی معنوں میں عالم بھی نہ ہوگا اور عالم کامل وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ ایسے ہی عالموں کو علماء ربانی اور علمائے راسخین کہتے ہیں۔ انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہیں حضرات کی صحبت انسان کے لئے کیمیا بنانے والی سرخ گندھک ہے۔ اچھا عالم تمام جہان کے انسانوں سے بہتر ہے اور برا عالم جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے کسی نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے تو اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں۔

شریعت، طریقت، حقیقت:

معرفت تمام احکام کا مجموعہ فقہ کا لفظ، امام اعظم ابوحنیفہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے یعنی نفس کا اپنے متعلق ان احکامات کو پہچاننا جو اس کے ظاہر و باطن سے متعلق ہیں اور ثواب وعذاب کو لازم کرنے والے ہیں۔ باطنی اعمال کے ٹھیک طور پر ادا ہونے سے دل میں جو صفائی اور روشنی پیدا ہوتی ہے اس سے دل کے اوپر موجودات کی بعض حقیقتیں خواہ آنکھ سے نظر آنے والی ہوں یا نظر نہ آنے والی خاص طور پر اچھے برے عملوں کے حقیقتیں اور اللہ پاک کی ذات وصفات و افعال وغیرہ کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان کے معاملات کا اظہار ہوتا ہے ان اظہارات کو حقیقت کہتے ہیں اور ظاہر ہونے کو جس بزرگ پر یہ باتیں ظاہر ہوں اس کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

کلمہ طیبہ:

جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (جس پر ایمان کا دارومدار ہے اور جس کی برکت سے بڑے سے بڑا کافر بخشا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت کا وارث ہو جاتا ہے) طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے اس کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں پہلے جز یعنی لا الہ الا اللہ میں تمام آفاقی معنی اور انفسی معنی خداؤں کی نفی کر کے خدائے واحد کے موجود و مقصود اور معبود ہونے کو ثابت کرنا ہے۔ پس جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے۔ تمام ماسوا اس کی نظر سے ہٹ جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے جب نفی کے بعد مقام اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبہ کی طرف ترقی کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ تحقق اور بقاء کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ وہ شخص ولی اللہ کہلاتا ہے اور اس کا نفس امارہ پن چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے۔ شریعت کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور نبوت کے کمالات جو کامل تابعداروں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور پیروی کے طور پر حاصل ہو جاتے ہیں طریقت اور حقیقت جن سے ولایت حاصل ہوتی ہے۔

شریعت کی حقیقت

''اللہ والوں نے اس راستہ کو چار سیروں میں تقسیم کیا ہے۔''

(۱) سیر الی اللہ: اے بھائی جاننا چاہئے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفتیں اور اللہ تعالیٰ کے نام وہ ہی نہیں ہیں جو احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں یعنی اگر تمام زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی اور اسی طرح کے سات اور دریا سیاہی ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔)

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ارشاد باری تعالیٰ ہے (یعنی کہ جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے) جب سالک علم اسفل یعنی اسماء وصفات الٰہی کے ظلال (موجودات) سے علم اعلیٰ یعنی اس اسماء وصفات الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے اور رنگ میں اصلیت پاتا ہے اور وجود میں اصل ہی دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس میں فانی اور مٹا ہوا پاتا ہے حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے پس دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ اور اولیاء کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے۔

(۲) سیر فی اللہ: اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے ساتھ شامل ہو جائے تو اس جگہ سے ترقی کر جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اسماء وصفات کے دائرہ میں جو کہ دائروں کی اصل ہے داخلہ میسر ہو یہ ولایت انبیاء علیہم السلام کی تابعداری ہی سے نصیب ہوتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے کہ جو عروج کی انتہا تک پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه (یعنی پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے ایمان کی روشنی رکھتا ہے (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آ گیا ہے۔) یہ صفاتی نام حضرت ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت علم کی سیر میں ذات کا کوئی لحاظ اور خیال نہیں ہوتا لیکن اس کے اسم علیم میں علم کی صفت کے پردے میں وہ ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر ہے باقی تمام صفاتی ناموں کو بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اسم ظاہر اور اس باطن کے بیان میں علم اسم علیم کے درمیان جو فرق ظاہر کیا گیا ہے اس کو تھوڑا نہ خیال کرنا چاہئے۔ اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان سیروں کا طے کرنا کہنے کی طرح آسان کام ہے اور تھوڑی سی مدت میں ہو جاتا ہے بلکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں کامل طور پر کبھی طے نہیں ہوتیں اور آیہ کریمہ ترجمہ (یعنی فرشتے اور روح چڑھتے ہیں (خدائے تعالیٰ) کی طرف اس دن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ سالک عالم قدس میں پرواز کرتا ہے جب سالک اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفت ملک سے موصوف ہو جاتا ہے۔

سالک کے دل کی آنکھ:

جب سالک کی دل کی آنکھ دیکھنے والی ہو جاتی ہے اور اس سے تمام عیب دیکھ لیتا ہے سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے یہاں تک کہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفت بصیر سے موصوف ہو جاتا ہے جب سالک حق تعالیٰ کی بات بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور چھپے ہوئے بھیدوں کو دل کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے اور صفت محی زندہ کرنے والا ہے جب سالک سنتوں کو زندہ کرنے اور رواج دینے میں کوشش کرتا ہے مشغول رہتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

ممیت کے معنی:

ممیت کے معنی مارنے والا ہے۔ جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوتی ہوں دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا

کئے گئے ہیں اوران کی تسبیح سبحان الله من جمع بین النارء والثلج (یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کردیا) لیکن کمالات نبوت کا مزہ، عنصر خاک کے نصیب ہے۔

کمالات نبوت کا دائرہ:

جب سالک کمالات نبوت کے دائرہ کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے تو یہ مرکز دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اس کا نام دائرہ کمالات رسالت ہو جاتا ہے جو کہ انبیاء ورسل کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر یہ رتبہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتا ہے تو رسولوں کی کامل تابعداری سے حاصل ہوتا ہے اور جب دوسرے دائرہ کے مرکز پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ مرکز بھی دائرہ کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور یہ دائرہ کمالات اولوالعزم کا دائرہ ہے جو کہ مثالیت سے اونچا ہے انبیاء اولوالعزم کو جب یہ رتبہ دیتے ہیں تو چیزوں کا قیام ان سے ہوتا ہے بعض صاحب نصیب اولیاء بھی انبیاء کی تابعداری سے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد عدم محض ہے اور بس۔ یعنی وجود کا معاملہ یہاں ختم ہے۔

(۳) سیر عن اللہ باللہ: سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ (۱) مستہلکین یعنی وہ لوگ ذات باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمال الٰہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے۔ (۲) راجعین الی الدعوۃ ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو۔ تمہارا مشاہدہ اب بند نہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ معشوق۔ اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے سالک تعلیم وتلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحب دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں سیر عن اللہ باللہ کے طریقے پر جہان کی طرف لے جاتے ہیں۔

قرب کی حقیقت:

بادشاہ کا وزیر بادشاہ کا قرب بھی رکھتا ہے اس طرح یہ کہ کوئی ظاہری اور باطنی پردہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود اس کو ضرورت مند لوگوں کی خدمت اور سلطنت کے کاموں کو انجام دینے میں مشغول کیا جاتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس مشغولی کے ہوتے ہوئے بادشاہ کے جمال سے اس کو کوئی پردہ ہے۔ پس اس سیر میں سالک علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(۴) سیر فی الاشیاء باللہ: یہ سالک کی چوتھی سیر ہے جو رجوع کے بعد اشیاء میں ہے اور سیر اول میں جن اشیاء کے علوم بالکل مٹ گئے تھے اب پھر یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کلی طور پر مخلوق کے ساتھ ملا جلا رہتا ہے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم بود اندر جہاں

(یعنی اپنے باطن میں ذات حق سے واقف ہو جا اور ظاہر میں بیگانوں کی طرح رہ، اور اس قسم کے طریقے والے لوگ دنیا میں کم ہوتے ہیں) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پانی بھر کر لانے والی عورتیں کئی کئی مٹکے اوپر نیچے سر پر رکھ کر بظاہر بے تکلف ایک دوسری سے باتیں کرتی ہوئی چلی جاتی ہیں کیا مجال جوان کی رفاقت میں فرق آجائے یا مٹکوں میں کسی قسم کی جنبش ہو اور چھلکیں۔ کیونکہ دل کی توجہ پورے طور پر مٹکوں پر لگی رہتی ہے۔ اور یہ توجہ ان میں راسخ ہو کر طبیعت بن جاتی ہے یہی حال سالک کامل کی توجہ کا حق کی طرف ہے۔

خلاصۂ بیان:

(۱) سیر الی اللہ: اس میں سالک اپنے آپ کو اور تمام موجودات کو مٹاتا ہے اور ایک ذات حق کو ثابت کرتا ہے اس مقام کو مقام فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس کے صاحب پر ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۲) اب ولایت صغریٰ میں وہ سیر شروع ہوتی ہے جو اولیاء اللہ کی ولایت ہے اس سیر میں سالک اسماء وصفات الٰہی کے

سایوں میں سیر کرتا ہے۔ کمالات کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقام بقا کہتے ہیں۔

(۳) مستہلکین مشاہدہ جمال الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں۔

(۴) راجعین عام مخلوق کے ساتھ ان کے ظاہر کو خلط ملط کر کے احکام شرعیہ ان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں اس سیر کو سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔ شرافت مستہلکین کے لئے فضیلت راجعین کے لئے۔ پہلی اور دوسری سیر نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو فنا و بقاء سے مراد ہے اور تیسری اور چوتھی سیر مقام دعوت کے حاصل ہونے کے واسطے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱) علم الیقین: اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کرنے سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان کی نشانیوں کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ سالک اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے۔ (۱) سیر مستطیل اور وہ یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرے کے باہر تلاش کریں۔ (سیر آفاقی) اور وہ یہ ہے کہ دور در دور ہے (۲) سیر مستدیر یعنی اپنے دل کے گرد پھیریں اور اپنا مقصود اپنے ہی اندر تلاش کریں۔

عین الیقین: علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ پس عین الیقین کا مشاہدہ سالک کے فنا کو لازم کرتا ہے اور اس مشاہدہ کے غلبہ میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اپنے محبوب کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اس کو معرفت کہتے ہیں۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

(۳) حق الیقین: جب سالک فنا کے بعد سیر فی اللہ کے مقام میں بقا باللہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس کا یہ مشاہدہ حق، حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے ساتھ اور بی یسمع (مجھ ہی سے سنتا ہے) اور بی یبصر (مجھ ہی سے دیکھتا ہے) کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔

یقین کے ان تینوں مرتبوں کو آپ اس مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً کوئی شخص بزرگوں کے اقوال سے یہ جان لے کہ آگ کی تاثیر جلانا اور زہر کی تاثیر مارنا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ اگر کسی شخص کو آگ میں جلتا یا زہر کھا کر مرتا دیکھے تو یہ عین الیقین ہے۔ اور اگر خود آگ میں جلے یا زہر کھا کر حالت موت میں مبتلا ہو جائے تو یہ حق الیقین ہے۔ القصہ سیر الی اللہ کا پھل علم الیقین ہے۔ اور سیر فی اللہ میں مقام فنا فی اللہ کا نتیجہ عین الیقین اور بقا باللہ کا ثمرہ حق الیقین ہے فقط واللہ اعلم۔

فنا اور بقا: اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں منصور رحمۃ اللہ باوجود انا الحق کہنے کے قید خانہ میں زنجیروں کے اندر جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو ان ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال سے ہوتا نہ کھاتا تھا اور جو شخص جھوٹا مدعی ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجا لانا کوہ قات کی طرح بھاری ہوتا ہے۔

جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے الحدیث القدسی۔

یعنی بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

مبادی تعینات وحقیقت ظلال:

کائنات کی ہر چیز کو اسی ذات سے فیض پہنچتا ہے۔

مبداء تعین:

فیض کی مختلف صورتوں اور قسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ

کومختلف صفتوں اور ناموں سے بیان کیا اور پکارا جاتا ہے ان میں سے ہر نام اور ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق سے خاص مناسبت ہے اور وہ مخلوق اسی کے فیض سے دوسرے اسماء وصفات کا فیض اخذ کرتی ہے بس یہی اس اصول کا مبداء تعین ہے۔

ظلال مخلوقات الٰہی میں سے وہ لطیفے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور اس مناسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور نسبتوں کو سمجھنے کی آسانی کے لئے ظلال کہا جاتا ہے حدیث شریف بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نور وظلمت کے ستر ہزار حجاب ہیں اگر وہ حجاب دور ہو جائیں تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے)

حجاب کی تفصیل:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اتنا نزدیک ہو گیا تھا کہ کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا کیفیت تھی؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ میرے اور ذات حق کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے)

نیز مسلم نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حجابه النور لو كشفه لا حرقت سبحات وجهه ما انتهى اليه بصره من خلقه

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ اسے کھول دے تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے)

بہت ممکن ہے کہ ان پردوں سے مراد ظلال ہی ہوں یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو دنیا اپنی ضعف استعداد اور پستی مرتبہ کے باعث صفات ذات حق سے بغیر واسطہ ظلال اقتباس فیض کے لئے غیر صالح ہونے کی وجہ سے مٹ جاتی بلکہ سرے سے ہی مٹ جاتی۔

عالم ارواح کی ترتیب میں آپکو مقدم بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی باعتبار پیدائش کے میں سب سے اول اور باعتبار بعثت کے سب سے آخری نبی ہوں) سے ہوا۔

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

(زاہد کی سیر ہر روز ایک دن کی راہ ہے اور عارف کی سیر ہر وقت بادشاہ کے تخت تک ہے)

مادیات تمام آسمانی جسم (مثل ستارے، سیارے، سورج، چاند، ہوا، پانی، مٹی، آگ وغیرہ) مادیات کہلاتے ہیں انسانی روحیں اور دیگر لطیفے یعنی قلب، سر، خفی و اخفی، مجردات ہیں۔ اور جو صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ یہ لطائف فوق العرش ہیں مادیات کو عالم خلق یا اجسام کہتے ہیں مجردات کو عالم ارواح کہتے ہیں عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے۔ عالم مثال کو برزخ بھی کہتے ہیں خواب میں عالم مثال کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔

عالم امر غیر محدود ہے۔ عالم امر کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔

تمام کائنات کے مجموعہ کو عالم کبیر کہتے ہیں۔

عالم صغیر:

سے مراد انسان ہے (دسوں لطیفوں) سے مرکب ہے لطیفوں کی اصل عالم کبیر میں ہے۔

جسم مثالی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں اسی جسم کے ساتھ اٹھایا جائے اور اسی پر ثواب وعذاب ہوگا اور دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے روح جو امر رب سے ہے دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے یا بیہوشی واستغراق وغیرہ کی حالت میں یہ جسم مثالی کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔

لطائف عشرہ:

ان میں پانچ یعنی قلب، روح، سر، خفی، اور اخفی، عالم امر سے ہیں اور پانچ یعنی نفس، (ناطقہ) آگ، پانی، ہوا اور مٹی عالم خلق سے۔ جو دنیا کن کے کہتے ہی بن گئی وہ عالم امر ہے عالم خلق

وقفہ کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوئے ہیں۔ (یعنی بیشک تمہارا رب وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین وآسمان کو چھ دن میں)

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل کو بنایا تو اس کے بدن میں عالم خلق کے ساتھ عالم امر کے لطائف کا بھی چند جگہوں میں تعلق پیدا کیا وہ تعلق جو عالم امر کا عالم خلق یعنی بدن انسان کے ساتھ ہے یہ ہے۔

پہلا لطیفہ قلب:

یہ ایک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہوا (قلب) اس شکل کا ہے اور اس کا نور زرد ہے زمین کی رنگت کا یا سرسوں کے پھول جیسا۔

دوسرا لطیفہ روح:

اس کا مضغہ یا مقام جسم انسانی میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلہ پر پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے اس کا رنگ سرخ سنہری مائل یعنی جیسا کہ سونے کا رنگ ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفہ سر:

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو جھکا ہوا دو انگشت کے فاصلہ پر ہے اس کا نور سفید ہے۔

چوتھا لطیفہ خفی:

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینہ کی طرف کو جھکا ہوا دو انگشت کے فاصلہ پر ہے اس کا نور سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفہ اخفی:

اس کا مقام سینہ کے وسط میں ہے اس شکل کا اخفی اس کا نور سبز ہے۔

یہ تمام لطائف اپنے اصول کے ساتھ مجرد نور اور صاف چمک اور روشنی سے بھرپور تھے اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدہ حق میں لگے رہتے تھے لیکن اس عالم خلق میں اپنی پڑوسنوں یعنی بری صفتوں کے میل سے خراب ہو کر اپنے اصلی وطن کو بھول گئے۔

بری صفتیں یہ ہیں۔ شہوت جو قلب سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کو اپنی طرف کھینچ کر محبوب حقیقی سے غافل کر دیتی ہے۔ روح کے ساتھ غصہ وغضب ہے اس کی نورانیت کو ضائع کر کے درندوں جیسی عادت پیدا کر دی ہے۔ لطیفہ سر کے ساتھ حرص ہے جس نے اس کو اپنا متوالا بنا کر ذات الٰہی کے مشاہدے سے محروم کر دیا لطیفہ خفی کے ساتھ حسد اور بخل ہے اس لطیفہ کی سیاہی کو جو ملاء اعلیٰ کے مقامات دکھانے والی اور پردوں میں آنکھ کی سیاہ پتلی کی مانند دیکھنے والی ہے بے نور کر دیتی ہے اور لطیفہ اخفی کے ساتھ تکبر اور فخر ہے جس نے اس لطیفے کو مکدر اور میلا کر کے سرکشی اور نافرمانی کی طرف دھکیل دیا اور راندہ درگاہ بنا دیا ہے۔

پہلا درجہ

(۱) پہلا درجہ جو مرتبہ قلب ہے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور درجے والے کو آدمی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب (تربیت کرنے والا) صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ پس آدمی المشرب صفات افعالیہ کی تجلی کا فیض اخذ کرتا اور اپنے اسم قیوم کی سیر اسی کی متابعت میں نقطہ تک پہنچاتا ہے اور دوسرے اسماء وصفات کی تجلیات بھی اسی کے ضمن میں حاصل کرتا ہے۔

دوسرا درجہ:

(۲) ولایت کا دوسرا درجہ جو مقام روح ہے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اور حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں ان کا رب صفت العلم ہے اور ابراہیمی المشرب صفات ذاتیہ ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض حاصل کرتا ہے۔

تیسرا درجہ:

ولایت کا تیسرا درجہ جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس درجہ والے کو موسوی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے اس مقام کا سالک موسوی المشرب شیون واعتبارات ذاتیہ کا فیض حاصل کرتا ہے۔

چوتھا درجہ:

ولایت کا چوتھا درجہ مقام خفی ہے جو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ان کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ کہ صفات ثبوتیہ سے اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شان عظیم

حاصل ہے اس مقام والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں جو صفات سلبیہ کا فیض حاصل کرتا ہے جو تقدیس و تنزیہ کا مقام ہے۔

پانچواں درجہ:

ولایت کا پانچواں درجہ جو مقام اخفی ہے حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس درجے والے کو محمد المشرب کہتے ہیں ان کا رب رب الارباب محمدی المشرب شان جامع کا فیض اخذ کرتا ہے۔ جب سالک شیخ کامل کی صحبت اور توجہات کے فیض سے سلوک کا راستہ طے کرتا اور لطائف خمسہ میں ذکر کرتا ہے تو ان بری خصلتوں کی اصلاح ہو کر عالم امر کے لطائف نورانی ہو کر اپنے اصول میں جا پہنچتے ہیں۔

حقیقت نفس:

انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش بھلائی کی ہو یا برائی کی، اس کو نفس کہتے ہیں پس اگر نفس اکثر برائی کی طرف خواہش کرے اور اس پر شرمندہ بھی نہ ہو تو اس وقت نفس امارہ کہلاتا ہے۔ اور اگر نفس اپنے کئے پر شرمندہ بھی ہونے لگے تو اس وقت لوامہ کہلاتا ہے اکثر بھلائی کی خواہش کرتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے۔

غرض بھلائی اور برائی کی دونوں خواہشیں نفس ہی سے متعلق ہیں۔

توحید وجودی، توحید شہودی:

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کو اس مقام میں خطائے اجتہادی واقع ہوئی ہے۔ پس جہان کو اپنے صانع (خدائے تعالیٰ) کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں کہ وہ اس کی مخلوق ہے مثلاً کوئی شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے تو کشتی متحرک ہے نہ کہ کشتی میں بیٹھنے والا پس حرکت میں کشتی واسطہ ہے کشتی میں بیٹھنے والے کے لئے اور در اصل حرکت کے ساتھ موصوف ہے اور کشتی میں بیٹھنے والا ذی واسطہ ہے جو مجازاً حرکت کے ساتھ موصوف ہے۔

تنزلات ستہ کا بیان: تعین اول۔ جیسا کہ درخت کے بیج کے دانے میں پھل، پھول، پتے، اور شاخیں مجمل طور پر پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن سب نظری ہیں نہ کہ ظاہری معنی کے مطابق یعنی وہ سبحانہ وتعالیٰ خود اپنی ذات سے قائم ہے اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہے اب تک ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں

منجملہ ان کے یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے عدالت کا منصف (جج) یوں پوچھے کہ تم نے اس معاملہ کی پولیس میں رپٹ لکھوائی وکیل سے مشورہ کیا؟ وہ شخص جواب میں کہے کہ جناب پولیس وکیل سب کچھ آپ ہی ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے کہنے والے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب سب معاملہ ظاہر تو پولیس اور وکیل کی کیا ضرورت ہے۔ توحید وجودی کی تمام تقریریں اسی طرف راجع ہیں کہ سالک تمام وجودوں کو نا قابل التفات سمجھتا اور ایک وجود حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا اور سب کو فنا کے قابل جان کر ایک ذات کو باقی اور پائندہ جانتا ہے۔

ایک کیڑا (جگنو) چراغ کی مانند چمکتا ہے کسی نے اس سے پوچھا کہ اے رات کو روشنی کرنے والے کیڑے کیا وجہ ہے کہ تو دن میں تو نظر نہیں آتا؟ دیکھئے اس خاک زاد آتشیں کیڑے نے کس عقلمندی سے جواب دیا کہ میں دن رات رہتا تو اسی جنگل میں ہوں لیکن سورج کے سامنے میری روشنی بے نور ہو جاتی ہے اور میرا وجود کالعدم ہو جاتا ہے۔ ایک قطرہ بارش کا کسی بادل سے سمندر کی سطح پر ٹپکا اور سمندر کی وسعت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جس جگہ دریا اور سمندر ہو وہاں میری کیا حقیقت میری ہستی تو اس کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

ذات حق کو بعض چیزوں کے ساتھ تشبیہ

چہ نسبت خاک رابا عالم پاک

جو چیز بے مثل اور غیر مادی ہو اس کی مثال دی جا سکتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر نے خواب میں قحط کے سالوں کو دبلی اور لاغر گایوں اور گیہوں کے خشک خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا۔

(از حضرت زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ)

تمباکونوشی کے نقصانات

از خطبہ امام حرم نبوی

اقتباس وترجمہ:

تحلیلی تجربات اور طبی تحقیق جملہ اطباء اس پر متفق الرائے ہیں کہ تمباکونوشی مضر صحت ہے۔ جو بدن میں مدافعت امراض کی قوت کو کافی حد تک نقصان پہنچاتی اور کمزور کردیتی ہے کیونکہ زہریلے مادوں پر مشتمل ہے جن میں نیکوٹین (زہر) کا مہلک مادہ بھی شامل ہے بعض اطباء کا قول ہے کہ اگر نکوٹین ایک نقطہ بھی خرگوش کی جلد پر رکھ دیا جائے تو وہ بھی اس کو ہلاک کرڈالے۔ اگر دو نقطوں کے بقدر کتے یا بلاؤ (گربہ نر) کی زبان پر رکھ دیں تو فی الفور ان کی ہلاکت واقع ہو جائے۔ اگر پانچ نقطوں کی مساوی نیکوٹین اونٹ کے منہ میں رکھدی جائے تو اس کی ہلاکت کا باعث ہوجائے اندازہ کریں کہ اس سے کس قدر صحتی نقصان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں تمباکو میں گندھک (سوختنی عنصر) اور ہڑتال (زہریلی دھات) کا مادہ بھی شامل ہے جو حشرات الارض کے خاتمہ اور ہلاکت کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہ تمام زہریلے مواد ہیں جو دونوں پھیپھڑوں کے ساتھ جاکر متعلق ہوجاتے ہیں اور انہیں سخت متاثر کرتے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ تمباکو کا دھواں بھی کاربن (اصلی زہر) کے کیمیاوی عنصر کی مہلک وگلوگیر گیس پر مشتمل ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر چڑیا یا مینڈک یا ان کے ہم جسامت کوئی اور جانور کسی بند مقام میں مقید کر کے اس پر تمباکو کا دھواں مسلط کردیا جائے تو اس کی ہلاکت واقع ہوجائے۔

مزید نقصانات

تمباکو نظام توالد وتناسل کے لئے مضر ونقصان دہ ہے۔ قوۃ مباشرت میں کافی ضعف پیدا کرتا ہے۔ نظام تنفس میں ہیجان و بھڑک (سانس پھولنے) کا باعث ہوتا ہے۔ پھیپھڑے میں سرطان (خاص قسم کے زخم) کا سبب بنتا ہے۔

اس لئے کہ پھیپھڑے کے مثال تارکول سے لت پت اسپنج (سمندری جوفدار گھونسلے) کی طرح ہے۔ جس کی بناوٹ ایسی ہوتی ہے کہ پانی میں رکھ دیا جائے تو بہت سا پانی سما جائے اور نچوڑ دو تو فوراً خشک ہو جائے۔ اس بناء پر تمباکو کے زہریلے مواد کے جوذرات دھوئیں میں شامل ہوجاتے ہیں۔ وہ بذریعہ سانس پھیپھڑے کے ساتھ لگ جاتے اور چمٹ جاتے ہیں۔ تمباکو دل کی دھڑکنوں میں حدت وتیزی کا سبب بنتا ہے نیز اس کی وجہ سے آدمی خون کی تنگی و دباؤ کے حملے کا اور دیگر امراض قلب کا شکار ہوجاتا ہے۔ (مثلاً ہارٹ اٹیک وغیرہ) تمباکونوش کے منہ کے اثرات بد اس کے معدے تک پہنچ کر نظر ہضم طعام کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جس کی بنا پر کھانے کی اشتہاؤ طلب کم ہوجاتی ہے۔ اور دقت ہضم کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور معدے کے جو چھوٹے چھوٹے بال ومسامات غذا کے چوسنے کا کام کرتے ہیں۔ تمباکو کے اثرات سے وہ بال متاثر ہوکر کمزور ہو جاتے ہیں تمباکونوشی اپنی تمام شکلوں سمیت اعصاب کی مرکزی قوت دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے کہ قوت حافظہ اور ذہانت میں کمی واقع ہوجاتی ہے جس کی بنا پر طالب علم کثرت سے غیر تمباکونوش طلباء نے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ اس کی نسبت سے تمباکونوش کامیابی حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد کہیں کم ہے تمباکونوشی مسوڑھوں کو اور دانتوں کے مرکزی گوشت کو کمزور کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے دانت جلدی گرجاتے ہیں۔ تمباکو اپنے کاربن کے کیمیاوی عنصر کے سبب نیز نیکوٹین کے زہریلے مادہ کے سبب آنکھوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے بصارت و بینائی متاثر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر عورت تمباکونوشی کرتی ہے تو یہ چیز جس طرح خود اس کی جسمانی صحت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کے بچہ دانی والے بچے پر بھی اپنا اثر بد ڈالے بغیر نہیں رہتی۔

اگر کوئی انسان نقدی روپیوں کو لے کر جلا ڈالے تو لوگ کہیں گے کہ یہ نادان ہے جس پر خرید وفروخت کی پابندی عائد ہونی چاہئے نقدی روپیوں کی سوخت تو فقط مالی ضرر ہے مگر تمباکو کی خرید وعملداری تو مالی صحتی اجتماعی ہر طرح کا ضرر ہے۔ آتشزدگی کے متعدد افسوسناک واقعات کی موجب یہودی مرکزوں اور کارخانوں اور کمپنیوں کی تقویت ہر منصف مزاج آدمی معترف ہے کہ دھواں ایک خبیث اور گندی چیز ہے۔ اے بار الہا تو ہمیں ہماری فلاح القا فرما۔

خطبہ (۲) متعلقہ زنا کاری:

یہ فطری طبائع جوانسان کی جبلت میں داخل ہیں ان کی تخلیق میں متعدد مصالح وحکم ملحوظ ہیں۔ مرد وعورت میں جنسی خواہش اور جذبہ ترحم کی تخلیق کا مقصد توالد وتناسل، خاندانی و نسبی شرافت اور معزز گھرانوں کے ذریعہ ایک ایسے پاکیزہ شریفانہ معاشرہ کی بنیاد ڈالنا ہے جس کے اندر مناجات خداوندی کی اور اس کے تشریعی احکام کی بجا آوری کی۔ اور اس کے حق عبدیت کی عملداری کی اہلیت بدرجہ اتم موجود ہو اور جس کی نشوونما عمدہ فضائل اخلاق اور حسن سلوک کی بنیادوں پر استوار ہو۔ ان فطری قوی کی تخلیق کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ انسان بیہمانہ طور پر بے سود محض مستی اتار کر بداخلاقی و بدکرداری کی انتہائی پستیوں کے کھڈ میں جاگے۔ مرد وعورت میں توالد وتناسل کے اسباب وعوامل اور انسانی طاقت ایک ایسی فطری امانت ہے۔ وہ رشتہ زوجیت جو اس خوبی کا حامل ہے کہ اس کے ذریعہ شریفانہ گھرانہ اور معزز خاندان کی بنیاد پڑتی ہے اور انسانی طاقت میں شرافت وعزت کی خوبی پیدا ہوتی ہے۔

کسی حرام رحم میں نطفہ ڈالنا، خداوندی حدود سے صریح تجاوز ہے۔ تنگدستی اور ذلت خواری پیدا کرتی ہے باہمی بغض و کینہ کا باعث ہوجاتی ہے۔ سازش وشورش کا دروازہ وا کردیت ہے، زنا کار کو چوپایوں جیسی پست اور نچلی سطح پر لا کھڑا کرتی ہے۔ نسبوں کو خلط ملط کردیتی ہے۔ اور اولاد کو اپنے حقیقی باپ کے غیر سے وارث بنادیتی ہے۔ اور کبھی ولد الحرام کو خود اپنے زانی باپ کی بیٹی سے شادی رچانے کا اتفاق پیش آجاتا ہے۔ بالخصوص عورت کو جرم کی جوابدہی کا بار اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ تیز شہوت مادہ خلقت بن کر وضع حمل کا سبب بن جاتی ہے۔ گلو خلاصی (اور سقوط حمل) حقیقی زندگی درگوری کی نوبت پیش آتی ہے۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی۔

اسلام تو ایک تربیت وتعلیم، شفقت ورحمت، درمان وچارگی اور تحفظ وصیانت عزت کا حامل نظام و مذہب ہے۔ پست نگاہی ونگرانی شرمگاہ اور غیر محرم کے ساتھ عورت کا تخلیہ حرام قرار دیا ہے۔ پردہ کا حکم دیا ہے۔ بغیر اجازت مالکین گھروں کے داخلہ پر پابندی ونزاکت کلامی سے منع کیا ہے۔ اسلام نے وجاہت ونیک کرداری اور عفت وپاک دامنی کا حکم دیا ہے۔ اور اظہار زیبائش اور مشکوک ومشتبہ رویہ وطریقہ سے منع کیا ہے۔ حیا سوز فاحشانہ کلام وقول سے منع کیا ہے اور عزت وآبرو کو پائمال و برباد ہونے سے بچانے کی خاطر مذہب اسلام نے حد بہتان مقرر فرمائی ہے۔ جیسا کہ ستر پوشی اور عفو ودرگزر اور حدود متعلقہ زنا کاری کی معافی کی ترغیب دی ہے۔ بشرطیکہ بدکاری کا معاملہ ابھی سلطان اسلام تک نہ پہنچا ہو علاوہ ازیں شریعت اسلامیہ نے شکوک وشبہات کی صورت میں سقوط حدود کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن جب یہ تمام رعایتیں اور جملہ اسباب تحفظ وپاکباری مفید وسودمند ثابت نہ ہوں اور ایک شخص خود اپنی پردہ داری و اقدام ہلاکت کرتا ہوا آئے اور علی الاعلان کم از کم چار عادل و معتبر وثقہ آدمیوں کے سامنے بدکرداری کا مرتکب ہو تو اس صورت میں یقیناً اس پر حد قائم کی جائے۔

حد زنا:

غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے، یکسالہ جلاوطنی۔

شادی شدہ کے لئے۔ جس نے بعد نکاح صحیح ہمبستری بھی کی ہو۔ سنگساری ہے یہاں تک کہ وہ موت کے گھاٹ اتر جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تاخذكم بهما رافة في دين الله ان كنتم تومنون بالله واليوم الاخر وليشهد عذابهما طائفة من المومنين.**

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سو ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے۔ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔

اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مزدور کے قصہ میں مروی ہے جس نے اپنے مستاجر کی بیوی سے بدکاری کی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ بکریاں اور

لونڈی تم پر واپس ہیں اور تیرے بیٹے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے اور اے انیس! تم صبح کو اس کی بیوی کے پاس جانا اگر اقبال جرم کر لے تو اسے سنگسار کر دینا۔ شادی شدہ زنا کار مرد و عورت پر سنگساری کا حکم قطعاً برحق و صواب ہے۔ بشرطیکہ گواہ موجود ہو یا حمل یا اقرار کی صورت ثابت ہو۔ باقی حدود قائم کرنے کا حق امام یا اس کے خلیفہ کو ہے۔ کسی سرزمین میں ایک حد کا قائم کرنا اس کے باشندگان کے حق میں چالیس رات کی بارش سے کہیں بہتر و انفع ہے۔ اور درے مارنے سے مقصود باز داری و سرزنش و تنبیہ ہے لہٰذا ضروری ہے کہ یہ ضرب اذیت ناک ہو۔ مگر زخم تک نوبت نہ پہنچے۔ مثلاً پشت، سرین کی دونوں جانبیں، دونوں رانیں، مگر سر، چہرہ، شرمگاہ اور جنگ و قتل میں زخم خوردہ عضو پر مارنے سے احتراز کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو حق بات بیان کرنے سے حیا قطعاً مانع نہیں۔ مقعد نہ مقام توالد ہے نہ محل شہوت رانی، بلکہ وہ تو ایک انتہائی گھناؤنی سڑی ہوئی گندی جگہ ہے لواطت، قوت مردی کے لئے سراسر نقصان دہ ہے۔ جو فاعل اور مفعول ہر دو میں متعدد امراض کا باعث ہوتی ہے۔ اغلام بازی ایک معاشرتی جرم اور ناسور ہے جس کا مرتکب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ارشاد ملعون ہے۔ اور لعنت کے معنی رحمت خداوندی سے دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ جس کو تم قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، جو شخص عورت کی دبر میں آتا ہے، انتہائی ناپاک پلید اور بحکم حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون و ظالم اور از حد ذلیل و کمینہ ہے۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرے اللہ ان لوگوں پر جو عورتوں سے ان کی دبروں، گندگی کی جگہوں۔ میں بدکاری کریں۔ جو چوپایہ سے بدفعلی کرے اس کو بھی قتل کر ڈالو۔ اور اس کے ساتھ اس چوپایہ کو بھی مار ڈالو۔ بعض علماء کا قول ہے کہ ایسے شخص کا حکم زانی کے حکم کی طرح ہے عورتوں کی باہمی بدکرداری اور بذریعہ ہاتھ اخراج منی یہ دونوں قطعی حرام ہیں اور ان میں سزا دینے کا حکم ہے۔

متعلقہ پردہ شرعی

سعودی شہروں میں تو بحمدہ تعالیٰ عورتیں اپنے منہ پر نقاب ڈال کر رکھتی ہیں۔ جس سے نہ ان کا چہرہ نظر آتا ہے نہ ہاتھ۔

میرے مسلمان بھائیوں پر لازم ہے کہ عورتوں کی بابت خوف خداوندی بروئے کار لاکر ان کے شرعی پردہ اور عفت و حیاء کی بقا کا بطور خاص فکر کریں تاکہ ہماری عورتوں کو امہات المومنین کی اقتداء و پیروی کا موقع میسر آسکے۔ حاکم نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ ہم مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کرتی تھیں۔

تو اے اہل اسلام اللہ کا خوف پیدا کر کے اعتقاد و یقین رکھو کہ عورت کے لئے پردہ کا حکم بعینہٖ نماز وغیرہ فرائض کی طرح ہے۔ مسلمان عورت پر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کا پردہ کرنا واجب ہے جو کتب علمائے حق کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

میں آپ لوگوں کو اور خود اپنے کو خوف خداوندی اختیار کرنے کی تاکیدی نصیحت کرتا ہوں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند بعض مسلمان عورتیں جو اپنے رب کی تابع فرمان اور پردہ کی خوب پابند ہیں ان کا بیان ہے کہ بعض خاوند اپنی بیوی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کے بھائیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھول دے ورنہ بصورت دیگر وہ اسے طلاق کی دھمکی دیتے ہیں باوجودیکہ یہ لوگ تہذیب یافتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اور بعض خاوند اپنی بیوی کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس کے قریبی اعزہ اور چچازاد ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ مل بیٹھے اور سب لوگ برابر ایک ہی دستر خوان پر کھانا تناول کریں۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث مرفوع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گوش ہوش سے سن لو۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

تم عورتوں کے پاس اندر جانے سے پرہیز کرو۔ ایک انصار مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیٹھ اور دیور کے متعلق مسئلہ بتلایئے، فرمایا وہ تو موت کی طرح اور بھی زیادہ مہلک و سخت خطرناک ہے۔ ترجمہ حضرت قاری محمد طاہر رحیمی مدظلہٗ

تفسیر ابن کثیر

جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں انہیں اس پیشین گوئی کا علم ہے جو ان کی کتابوں توریت وانجیل وغیرہ میں نبی امی سے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ کتب انبیاء میں نبی ﷺ کی صفت مذکور ہے جنہوں نے اپنی اپنی امت کو اپنی بعثت کی خوشخبری دی ہے اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان کے علماء اور راہب اس چیز کو جانتے ہیں مسند احمد امام میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا بیع سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو ان سے بھی (محمد ﷺ) سے مل لوں اور ان سے کچھ باتیں سنوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے ہیں، میں بھی پیچھے ہولیا۔ یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریب الموت تھا نوجوان اور خوبصورت۔ وہ اسکے پاس بیٹھا تعزیت نفس کی خاطر توریت پڑھ رہا تھا۔ حضرت ﷺ اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ تمہیں توریت نازل کرنے والے کی قسم ہے سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔ اس نے سر ہلا کر کہا "نہیں" تو اس کا قریب الموت نوجوان لڑکا بول اٹھا کہ توراۃ نازل کرنے والے کی قسم کہ ہم اپنی کتابوں میں آپکی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے کہا کہ یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو۔ پھر آپ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا یہ حدیث جید اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں انسؓ سے مروی ہے۔

ہشام بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ہرقل شاہ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم چلے اور غوطہ دمشق تک پہنچے، جبلہ بن ایہم الغسانی کے محل کو گئے۔ وہ صاحب تخت تھا۔ ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کرے کہ کیا کہنا ہے۔ ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کریں گے۔ ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر اس نے بلا لیا تو اسی سے بات کریں گے۔ ہمیں تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس نے جا کر بادشاہ کو خبر کی۔ اس نے بلا لیا اور کہنے لگا، کہو کیا کہنا چاہتے ہو، ہشام بن العاصؓ نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے تھے۔ ہشامؓ نے کہا یہ کپڑے کیوں ہیں؟ جبلہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اتاروں گا جب تک کہ تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور ملک اعظم کا ملک بھی ان شاء اللہ ہمارے قبضہ میں آ جائے گا۔ ہمارے نبیؐ نے اس کی پیش گوئی فرما دی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہے۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں، راتوں کو نماز پڑھتے ہیں۔ تم بتاؤ تمہارا روزہ کیسا ہے۔ ہم نے پوری طرح بتا دیا۔ تو گویا اسی کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے ملو، اور ہمارے ساتھ ایک رہبر کر دیا۔ ہم اس کی راہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے راہبر نے ہم سے کہا کہ تم ان سواریوں اور اونٹنیوں کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو ہم تمہارے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کر دیں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم تو انہیں پر سوار رہیں گے۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ انہیں دوسری سواریوں پر بیٹھنے سے انکار ہے۔ بادشاہ نے اونٹنیوں پر ہی سوار آنے کی اجازت دیدی۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھا دیں۔ بادشاہ اپنے محل کے بالا خانے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اترتے ہی کہا کہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ خدا جانتا ہے کہ ہماری آواز تکبیر سے سارا محل لرز اٹھا گویا آندھیوں نے اس کو ہلا دیا ہو۔ بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم کو اپنے دین کا اس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے پھر ہمیں بلا بھیجا۔ ہم داخل دربار ہوئے، وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور پوپ، پادری اور عمائد سلطنت اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس کی ہر چیز سرخ تھی، سارا ماحول سرخ، اس کے کپڑے بھی سرخ۔ ہم اس کے قریب گئے، وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم آپس میں جس طرح سلام کر لیا کرتے ہو، مجھے کیوں نہیں کیا؟ اس کے پاس ایک فصیح الکلام عربی جاننے والا ترجمان موجود تھا۔ ہم نے اس کے ذریعہ یہ کہا کہ ہم باہم جو سلام کہہ لیا کرتے ہیں وہ آپکے سزاوار نہیں اور آپ کا جو طریقہ ادب وسلام ہے وہ ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ وہ طریقہ تعظیم شیوہ سلام وکلام ہم آپ کے لئے برتیں اس نے کہا تمہارا باہمی سلام کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے

کہا ''السلام علیک'' اس نے پوچھا، تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا انہیں بھی اسی طرح۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارا امتیازی نعرہ کیا ہے؟ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے بہ آواز بلند یہ کہا تو سارا محل لرز گیا۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ چھت تو نہیں گرے گی۔ وہ کہنے لگا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے مکان ہل گیا تو جب کبھی تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو کیا تمہارے گھر بھی کانپ اٹھتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں، ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا بجز آپ کے محل کے۔ کہا کیا اچھا ہوتا کہ جب کبھی تم لوگ یہ نعرہ لگاتے تو تمہاری ہر چیز بھی لرز اٹھتی اور اس نعرہ کی زد سے میرا آدھا ملک مارا جاتا، اور آدھا رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو کہا یہ آسان ہے اس بات سے کہ امر نبوت مستحکم اور قائم ہو جائے پھر ہم سے آنے کی غرض پوچھی، ہم نے مقصد تبلیغ بتادیا۔ پوچھا تمہارا نماز روز کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے معلوم کرادیا۔ اس نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے ٹھہرایا، ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا، پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی، اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی ڈاڑھی، سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اس کو جانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں، کہنے لگا یہ آدمؑ ہیں ان کے جسم پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی گھونگر والے بال، سرخ آنکھیں، بڑا سا سر، خوبصورت ڈاڑھی، کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ خوبصورت سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ، سفید ڈاڑھی، ہنس مکھ صورت، کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو، ہم نے کہا ہاں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا، یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتادیا تاکہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر ایک اور تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگریالے بال، گڑی ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلا چہرہ، جڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ، کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے، اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل وصورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا کنگھی کی ہوئی، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی، کہنے لگا یہ ہارون بن عمران ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ، میانہ قامت، سیدھے بالوں والا چہرہ، چہرے سے رنج وغضب آشکارا کہنے لگا یہ لوط علیہ السلام ہیں، پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا۔ رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اس میں سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس کی شکل اسحاق علیہ السلام کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تل تھا۔ کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سیاہ کپڑے پر کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ بہت خوبصورت چہرہ، چہرے پر نور اور اخلاص وخشوع کے آثار نمایاں، رنگ سرخی مائل، کہا یہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سفید ریشمی کپڑا نکالا۔ جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی، چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور تصویر نکالی۔ سرخ رنگ، بھری پنڈلیاں، بڑی آنکھیں، بڑا پیٹ، ٹھنگنا قد، شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں۔ لمبے پاؤں، گھوڑے پر سوار، کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی، جوان، سیاہ ڈاڑھی، گھنے بال، خوبصورت آنکھیں، خوبصورت چہرہ، کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملیں ہم

جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاء علیہ السلام کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا تھا کہ میری انبیاء علیہ السلام اولاد کو مجھے بتا تو اللہ نے ان انبیاء علیہ السلام کی تصویریں حضرت آدم علیہ السلام کو دیں، اس کو آدم علیہ السلام نے مغربی ملک میں محفوظ رکھ دیا تھا۔ ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں، حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔

اب ہمیں رخصت کردیا۔ انعام واکرام دیا، جانے کے انتظامات کردیئے، جب ہم ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا حضرت ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ یہود اپنی کتاب میں نبی ﷺ کی صفات پاتے ہیں۔ عطار بن یسارؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمروؓ سے میں نے ملاقات کی اور توریت میں حضرت ﷺ سے متعلق پیش گوئی کو دریافت کیا، تو کہا ہاں خدا کی قسم توریت میں بھی آپ ﷺ کا ایسا ہی ذکر ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو امت کا گواہ بنادیا اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور عوام کا پشت پناہ بنایا ہے۔ تم میرے بندے اور رسول ہو تمہارا نام متوکل ہے، تم نہ سخت گیر ہو نہ سنگ دل۔ تم کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نہ بلائے گا جب تک کہ اس غلط راہ چلنے والی قوم کو تم سیدھا نہ کرلو۔ اور جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور ان کے دلوں سے پردے نہ اٹھ جائیں اور کان سننے اور آنکھیں دیکھنے نہ لگیں۔ پھر عطاءؒ کی ملاقات حضرت کعبؒ سے ہوئی تو یہی سوال ان سے کیا تو بیان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہ پایا سوا اس کے کہ وہ اپنی زبان میں غلفاً کو غلوفیاً اور صما کو صمومیا اور عمیا کو عمومیا کہتے تھے۔ لیکن یہ جملے بڑھا دیئے کہ وہ بازاروں میں شور وغوغا نہ کریں گے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، درگزر کردیتے ہیں۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ کی حدیث میں ذکر کیا، پھر کہا کہ سلف کے کلام میں لفظ توراۃ کا اطلاق عموماً کتب اہل کتاب پر ہوتا ہے اور کتب احادیث میں بھی کچھ ایسا ہی وارد ہے، واللہ اعلم جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ میں شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلا۔ جب میں ملک شام کے قریب پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے ملک میں کوئی شخص نبی آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تم اس کی تصویر پہچان سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ تو وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں تصویریں تھیں۔ مگر میں نے نبی ﷺ کی کوئی تصویر نہیں دیکھی ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور شخص آیا اس نے کہا کیا بات ہے؟ ہم نے خبر دے دی تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے نبی ﷺ کی تصویر دیکھی اور یہ بھی کہ تصویر میں ایک شخص نبی ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا ہے میں نے کہا یہ کون ہے جو ان کے پیچھے انہیں تھامے کھڑا ہے؟ اس نے کہا یہ نبی تو نہیں ہے لیکن اگر ان کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتا، ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ان کا جانشین ہوگا۔

اقرع مؤذن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے ایک پادری کو بلالانے کے لئے بھیجا میں بلالایا۔ اس سے حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم کتاب میں میرا بھی ذکر پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کتاب میں آپ کو قرن کہا گیا ہے۔ آپ نے اپنا درہ اٹھا کر کہا قرن کیا بات؟ اس نے کہا اس سے مراد ہے "مرد آہنی" "امیر شدید"، پھر عمرؓ نے پوچھا اچھا میرے بعد؟ کہا ہاں تمہارا جانشین ایک مرد صالح ہوگا، لیکن وہ اپنے اہل قرابت کو بہت ترجیح دے گا، تو عمرؓ کہنے لگا، خدا عثمان پر رحمت کرے۔ تین بار کہا۔ پھر کہا، اس کے بعد کون؟ کہا پارہ آہن کی طرح ایک شخص عمرؓ سمجھ گئے کہ علیؓ مراد ہیں۔ آپ نے اپنا سر پکڑ لیا اور افسوس کرنے لگے۔ اس نے کہا یا امیر المومنین وہ خلیفہ صالح ہیں۔ لیکن وہ اس وقت خلیفہ ہوگا جب کہ تلوار میان سے نکال لی گئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے جو کتب مقدسہ میں درج ہے اور واقعی حضرت ﷺ کا یہی حال تھا کہ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور اسی بات سے روکتے جو شر کی ہوتی۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب تم قرآن میں یہ پڑھو۔ یایھا الذین امنوا۔ تو کان لگا دو کہ شاید کوئی خیر کا حکم دیا جانے والا ہے، یا کسی شر سے روکا جانے والا ہے، اور سب سے اہم چیز جس کا اللہ نے حکم دیا ہے یہ کہ خدا کی بلا شرکت غیرے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ تمام انبیاء اسی مقصد کے تحت بھیجے گئے تھے۔

باب ۲۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم چہرہ خوانی

(ایک نادر عربی کتاب کا اُردو ترجمہ)

فنِ چہرہ خوانی کے ثبوت:

فنِ چہرہ خوانی زمانہ قدیم سے اعضاء شناسی کے ضمن میں معروف چلا آرہا ہے۔ مشرق جن میں ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی طالب انصاری متوفی ۷۲۷ھ کی کتاب السیاسۃ فی الفراسۃ بھی ہے۔ علم فراسۃ میں منظوم قلمی کتاب محمد غرس الدین خطیب حرم نبوی کی ہے ایک قلمی کتاب البہجۃ الانسیہ فی الفراسۃ الانسانیہ عارف باللہ زین العابدین محمد عمری المرصفی کی ہے۔ ایک رسالہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ اہم تریں رسالۃ الکشف ہے، شیخ بولی نے تصنیف فرمایا۔ قرأۃ الوجہ کے سلسلہ میں کافی استفادہ کیا۔

قرآن پاک میں ہے یعنی آپ ان کو چہرے کی علامات سے پہچان لیں گے۔ اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے، نضرۃ النعیم) وقال اللہ علیہا غبرۃ ترھقھا قترۃ لیزلقونک بابصارھم. یہ وہ حالت ہے، آنکھوں سے غیظ۔

بقراط نے چار مزاج ذکر کئے ہیں۔ امتیاز کسی ایک طبیعت کے غلبہ کے باعث ہوگا۔ مزاج کے نام الدموی، لمفاوی، المفراوی، السوداوی۔

مزاجِ دموی:

اس مزاج کا مالک تابناک چہرے والا سرخ چمڑے والا، چمکدار آنکھوں والا، بھرپور اعضاء والا، چمکیلے بالوں والا، تیز مزاج، سرعۃِ فیصلہ کا مالک، جلد بدلنے والا، بھرپور اور تیز نبض والا ہوتا ہے۔

مزاجِ لمفاوی:

اس مزاج کا مالک پیچھے رہنے والا، سست رفتار، ڈھیلے عضلات کا مالک، بھری ہوئی مگر نرم اور کمزور چمڑی والا ہوتا ہے۔ ماتھا گول، سفید چمڑا، موٹے جوڑ والا، بڑا جسم، کمزور عزم والا، دیر سے اثر قبول کرنے والے، کمزور نبض والا، زیادہ کھانے والا، زیادہ سونے والا، کمزور اعصاب کا مالک ہوتا ہے۔

مزاجِ صفراوی:

اس مزاج کا مالک سڈول جسم والا، سخت اعضاء والا، پیلی رنگت، طاقتور مگر سست نبض والا محتاط اور چالاک، پختہ عزم والا۔

عصبی مزاج:

اس مزاج کا مالک خفیف عضلات کا مالک، پتلے ہونٹوں والا، چمکدار، آنکھیں، تیز نبض مگر بھرپور نہیں، بیدار مغز، تیز حرکت، ملائم بالوں والا، کمزور جسم، جلد متاثر ہونے والا اور معاف کردینے والا، جلد غصہ میں آجانے والا، دستِ کرم کا مالک، راضی ہونے میں بہت ہی نرم، بہت غصیل ہونے کی وجہ سے ہٹ دھرم۔

سوداوی مزاج:

سوداوی مزاج انسان زیادہ خوش نہیں رہتا، کمزور جسم، کمزور عقل، انقباض کی طرف مائل، تنہائی اور حزن وملال پسند۔

مزاجوں کا مدار اور مرجع چار اعضاء رئیسہ ہیں۔

۱۔معدہ: ۲۔جگر: ۳۔دل: ۴۔دماغ:

مزاجِ حیوی:

انسان اپنے غذائی اعضاء کی طاقت کے بل بوتے پر ممتاز ہیں، جن کا مرکز اندرونی حصہ ہے۔

ان کے چہرے گول، نتھنے فراخ، گردنیں چھوٹی،

کندھے چوڑے اور گول، سینے چوڑے چکلے، بازو سڈول، ہتھیلیاں چھوٹی، چمڑا اغلب طور پر سرخی مائل، چہرے چمکتے مسکراتے، بال ملائم ریشمی گھنے سیاہ یا مائلِ سیاہی، آنکھیں نوکیلی سخت سیاہ یا نیلگوں، ناک پھیلے ہوئے، بیکاری کو قبول نہ کرنے والے، مشغول و مصروف دیکھے، تسلی بخش کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خوش مزاج تسلی بخش، کاموں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خوش مزاج، صاحب ہمت و صاحب دفاع و حفاظت، اور تیز فہمی، سریع القلب، تغیر و تبدل کو جلد قبول کرنے والا ہو، بہت جلد یاد رکھنے والے اور جلد بھول جانے ذکاوت، ان کے صبر و ثبات سے زیادہ مہربانیوں والے لیکن یہ چلنے میں بھی جلد باز، ان پر لہو و لعب اور عیش پرستی اور کھانے پینے کا میلان غالب، زندگی کی لذتوں سے لطف اندوز ہونا، طویل زندگی کو اسبابِ سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دموی مزاج لوگوں کے زیادہ قریب ہیں۔

مزاجِ عصبی

اس مزاج کا مالک پتلے جسم والا، بڑے سر والا، سفید چہرے والا، کھلے اور چوڑے ماتھے والا، چمکدار آنکھوں والا، پتلی گردن، درمیانہ سینہ، جب جب اس پر تو اجمالی نظر ڈالے تو اسے لطف اور بوسیدگی کے قریب پائے گا۔ سیاہ اور نرم و نازک بالوں والا، ملائم چمڑے والا، تیز اور متنوع آواز والا۔ یہ مزاج زیادہ تر عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ عصبی مزاج عورت میں حسن و جمال کا غلبہ تیزی سریع الغضب ہوتی ہے۔ کلائیوں کی گولائی پسند کرتی ہے۔ رخسار کا پھولا ہوا ہونا جسم کا گداز ہونا اسے مرغوب ہوتا ہے۔

حساس، سلیم الذوق، فطرتی اور مصنوعی جمال کو پسند کرتا ہے۔ تیز دماغ لطیف شعور کا مالک ہوتا ہے، خصوصاً شعراء کرام میں مزاج عصبی خوب ہے۔ مزاج دو قسم کے مزاجوں سے مرکب ہو جاتا ہے، جس ایک ثانوی درجہ وجود میں آتا ہے اور ایسی ترکیبیں مزاج کی تعداد بنیادی طور پر چھ ہے۔ اگرچہ ایسے مزاج لامتناہی ہیں۔

۱: مزاجِ عضلی حیوی۔ ۲: مزاجِ عضلی غصبی۔ ۳: مزاجِ حیوی عضلی۔ ۴: مزاج حیوی عصبی۔ مزاجِ عصبی عضلی۔ ۶: مزاجِ عصبی حیوی۔

اچھی صحبت، تربیت اور گھریلو اور معاشرتی اختلاط کے باعث وہ مزاج بدل بھی سکتا ہے۔ میں نے ہر مزاج والے افراد کے مابین کچھ مشترک صفات دیکھے ہیں۔ ان صفات کا ظاہر ان کے باطن پر دلالت کرتا ہے۔ اخلاق و طبائع پر دلالت کے لحاظ سے یہی چیز علمِ فراستہ کی بنیاد ہے۔ البتہ کسی شخص میں آئندہ حادثات کی تقریر کے لئے ایک خاص علم درکار ہے۔ وہبی استعداد، طویل تجربہ، زیادہ غور و فکر، کثرتِ عبادت نشو و نماء پاتی ہے۔ اس کا تعلق فتح و کشف سے ہوتا ہے، جسے دوسرے لوگ الہام سے تعبیر کرتے ہیں، شکلوں کے بعض اسرار و رموز کی تدریس سے ہے جس کا استخراج انسان چہرے اور اعضاء کی جھریوں سے کرتا ہے۔ مثلاً ناک، کان، آنکھ، ماتھا، رخسار، منہ، ہونٹ، ٹھوڑی اور آواز۔ اس لئے کہ اس فن کا ماہر شکلوں اور حروف میں ان بعض اسرار کی تلاوت کرتا ہے جو چہرے میں ان خبروں کے ساتھ بولتے ہیں، جو باعثِ حیرت بھی ہوتے ہیں اور خطاء بھی نہیں جاتے۔ **سبحان اللہ الفتاح العلیم علم الانسان ما لم یعلم.**

چہرے کی شکل

ہر گروہ کے چہرے کی ایک خاص شکل ہے۔ عضلی مزاج والوں کی شکل لمبی ہوتی ہے اور حیوی مزاج کے حامل افراد کی شکل گول اور عصبی مزاج لوگوں کی شکل بیضوی ہوتی ہے۔ بناء بریں اگر ہم دقت نظری سے چہروں کا مطالعہ کریں تو کوئی بھی دو چہروں کے درمیان ہم کلی مشابہت نہیں دیکھیں گے۔ بہر حال اس فن کے ماہر لوگ چہروں کو تین شکلوں کی طرف تقسیم کرتے ہیں۔

۱: مستطیل۔ ۲: مستدیر۔ ۳: بیضوی اور سب میں کچھ فروعی مشترکات ہیں اور ان شکلوں کے مابین اخلاق اور عقل و ادراک کے اعتبار سے بہت برملا تعلق ہے۔ چنانچہ مستطیل مگر قدرے مربع چہرہ عقل، ذکاوت، قوتِ ارادہ پر دلالت کرتا ہے۔ بیضوی شکل کا چہرہ عقل کھلی پیشانی کو مستلزم ہے۔ یہ عصبی مزاج لوگوں کا چہرہ ہے۔ یہ لوگ رقیق القلب لطیف جلد متاثر ہونے والا۔ یہ حیوی مزاج کے لوگ ہیں۔ اس چہرے کو اہلِ عرب محبوب رکھتے تھے۔

ٹھوڑی کی علامات

تمام اعضاء کی نسبت ٹھوڑی کو انسانی اخلاق کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہے۔ ٹھوڑی کا تعلق نچلے جبڑا سے ہے جو مؤخر دماغ میں واقع مخیخ کے بالمقابل ہے۔ ٹھوڑی اور مخیخ کے مابین گہر ربط ہے۔ مخیخ کا اہم کام محبت، موازنہ، اور ارادہ کے سلسلہ یہ خصوصیات اولاً اسفل یعنی نچلے جبڑے کے ساتھ ملتی ہیں اور اس سے ٹھوڑی کو پہنچتی ہیں۔ ٹھوڑی جنسی میلان اور ارادہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ اے مخاطب! اگر تو اقسام حیوان کی ٹھوڑیوں کی جستجو کرے تو تو یہ بات واضح دیکھے گا کہ ٹھوڑی ظہور کے اعتبار سے اس حیوان کے ارتقاء کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ پرندوں میں ٹھوڑی رسمی سی ہے۔ اکثر حیوانوں کی ٹھوڑی ہے ہی نہیں۔ بعض کی بہت چھوٹی ان میں۔ اور ان میں جنسی میلان محض رسمی ہے۔ سوائے بندر کے ٹھوڑی کی وجہ سے اس میں ارادہ اور جنسی میلان جس قدر ہے سب کو معلوم ہے۔ مستوہ لوگ چھوٹی ٹھوڑی والے ہوتے ہیں۔ ٹھوڑی کے بڑے ہوتے مراد اس کا ابھار سامنے سے ہے، یا پھر نیچے کی طرف اور ٹھوڑی چھوٹی سے مراد اس کا پوشیدہ ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس کا ابھار سامنے یا حلق کی طرف بالکل ہے ہی نہیں۔ ٹھوڑی میں دو قسم کے ابھار واضح ہوتے ہیں۔ سامنے کا ظہور: یہ حقیقی ٹھوڑی کی دھنی ہوئی اور کوٹی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی پھیلی ہوئی اور ابھری ہوتی ہے۔ گلے کا نچلہ حصہ بھی کبھی ایسا ہوتا ہے اور ان حالات کی خاص رہنمائی ہوتی ہے۔ چنانچہ ٹھوڑی کا ابھرا ہونا نچلے جبڑے کی طوالت پر دلالت کرتی ہے اور نچلے گلے کا ظہور جبڑے کے فراخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ان سب کا تعلق مخیخ سے ہے۔ جب نچلا جبڑا طویل ہوگا تو مخیخ بھی طویل ہوگا اور اگر وہ عریض ہوگا تو مخیخ بطنی عریض اور ٹھوڑی جب سامنے کی طرف ظاہر ہوگی تو نچلے گلے کے اوپر سے پیدا ہونے والا خط ٹھوڑی کے سرے تک لمبا ہوگا، جو کہ محبت کی شدت پر دلالت کرے گا۔ اور جب ٹھوڑی کا سرا عریض ہوگا تو یہ صبر وثبات پر دال ہوگا۔ اس کے برعکس ٹھوڑی کا دبلا پتلا ہونا یا کم ہونا اہلِ عرب کے ہوں صفاتِ مذمومہ پر دلالت کرے گا۔

ٹھوڑی اور محبت:

سامنے کی طرف ظاہر ہونے کے لحاظ سے ٹھوڑی پانچ شکلوں کی طرف تقسیم ہوتی ہے۔

۱: ٹھوڑی نوکیلی، ظاہر اور گول ہو۔ ۲: مفروضہ ٹھوڑی۔ ۳: چوڑی اور تنگ ٹھوڑی۔ ۴: مربع اور وسیع ٹھوڑی۔ ۵: گول اور وسیع ٹھوڑی۔ تیز ٹھوڑی (نوکیلی): یہ ٹھوڑی گولائی مائل سامنے کی طرف ابھری ہوئی رہتی ہے۔ شدید جنسی میلان پر دلالت کرتی ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی بھولا پن پیدا کر دیتی ہے۔ یہ ٹھوڑی مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس ٹھوڑی کا مالک عورت ہو یا مرد، اپنے خاوند یا بیوی سے تکالیف اٹھاتا ہے۔ جو کچھ بھی ہو ہمیشہ یہی کہتا ہے کہ میں خطاء وار ہوں، اگر چہ درست ہی کیوں نہ ہو۔

فرضی ٹھوڑیاں:

یہ ٹھوڑیاں اپنے ظہور میں ملی جلی ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ایسے محسوس ہوتا ہے یہ دو ٹھوڑیاں ہیں، یا ایک ٹھوڑی ہے اور دو حصوں میں منقسم ہے۔ درمیان میں ایک طویل پرنالہ ہوتا ہے۔ گول گہرائی مائل نہیں ہوتی ہے، بلکہ گول گہرائی والی ٹھوڑیاں تو معروف قسم کی ٹھوڑیاں ہوتی ہیں (جن پر حسن کی مہر لگی ہوتی ہے)۔ ان کی خصوصیات اور ہیں۔ فرضی قسم کی ٹھوڑیاں عورتوں کی نسبت مردوں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ ان ٹھوڑیوں والے محبت سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور کسی محبت کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس ٹھوڑی کا مالک جب جوان ہوتا ہے تو دوشیزہ کا طلب گار ہوتا ہے، اگر چہ چین میں ہی کیوں نہ ہو اور اس کے طلب میں اور حصول میں ہلاک ہونے کو پسند کرتا ہے۔

اور اگر اس ٹھوڑی کی مالک عورت ہو اور یہ طویل شگاف اس پر گہرا ہو تا ایسی عورت مروت وشرافت کی تمام حدود

مربع اور تنگ ٹھوڑی:

جو سامنے ابھری ہوئی ہو خطِ مستقیم کی شکل میں، مگر چھوٹا اس ٹھوڑی کے مالک حضرات کثیر المحبت ہوتے ہیں اور عملِ خیر ان میں غالب ہوتا ہے، کیونکہ یہ لوگ صاحبِ مروت ومحبت ہوتے ہیں۔ ہر اک چیز سے محبت کرتے ہیں، اگر چہ فقیر اور ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔ اس ٹھوڑی کی مالک عورت مرتبے کے لحاظ سے اپنے کمتر مرد سے نکاح کو پسند کرتی ہے، کیونکہ وہ اس کی ذات سے محبت کرتی ہے۔ سو اس کے فقر وفاقہ کی طرف نہیں دیکھتی۔

مربع اور وسیع ٹھوڑی:

یہ مثل سابق ہوتی ہے، البتہ اس سے قدرے طویل ہوتی ہے، اور شدید محبت پر دلالت کرتی ہے۔ عبادت کے گریز ان ٹھوڑیوں کے مالک لوگ، جنون کی حد تک اصحاب عشق شدید ہوتے ہیں۔ شاید قیس ناصری مجنونِ لیلیٰ ایسی ہی ٹھوڑی کا مالک تھا۔

گول اور فراخ ٹھوڑیاں:

یہ بھی قسمِ اول کی طرح، البتہ ان کا ظہور زیادہ وسیع۔ ان ٹھوڑیوں والے جب محبت کرتے ہیں تو استقامت کے ساتھ، کیونکہ وسعت ہر شئے میں دلیلِ ثبات ہے۔ اس ٹھوڑی کی مالک عورت اپنے شوہر کی محبت پر سختی کے ساتھ قائم رہتی ہے، اگرچہ اس کا خاوند اس پر سختی ہی کیوں کرے۔

ٹھوڑی جنسی میلان پر دال ہے اور اس کی بنیاد قوتِ ارادہ پر دال ہے۔ ٹھوڑی کے ظہور کا ماتحت حصہ جو نیچے جبڑے کی ابتداء میں ہوتا ہے۔ لمبائی اور وسعتِ قوتِ ارادہ پر دال ہوتی ہے جو کچھ کہتا ہے، وہی کرتا ہے۔ وسیع و عریض جبڑے والا بھی اس کے مشابہ ہوتا ہے۔

احوال سرگزشت جامع المضامین دینی دسترخوان مسکینِ مدینہ منورہ، لاشئے عبدالقیوم ابن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ جٹ لنگاہ اور اس کے تربیت و پرورش و احسان کرنے والوں سے اللہ راضی ہو۔ نحمده و نصلی علی الختم المرسلین صلی الله علیه و علیٰ آله و اصحابه و سلم.

والد رحمۃ اللہ علیہ عالمِ باعمل، خوش اخلاق، خوشنویس اور جلد ساز تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم رحمۃ اللہ علیہ سے اور مولوی مفتی عبدالشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق تھا۔ محمد اکرم خان صاحب سے دوستی بھی تھی رحمہم اللہ۔ اولاد ہم بزرگانِ دین سے تعلق اجداد سے رگ و ریشہ میں بسا ہوا تھا۔ جہاں کہیں مشائخ یا علماء کی مجلس پاتے وہاں لے جاتے۔ محنت اور تجارت سے بھی فارغ نہ رہنے دیتے۔ والدہ رحمہا اللہ قاضی غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت یافتہ صاحبزادی تھیں۔ اس لا شئے کے دادا حضرت الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ عارف ربانی مولانا عبید اللہ ملتانی رحمۃ اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔ اور انہیں کے قدموں میں جگہ پائی۔ بچپن میں بواسطہ برادرانِ خورد محترم عبد الغنی، عبدالمنان سلمھم اللہ عالم عالم ربانی، محی السنۃ حضرت حافظ محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی جلال پوری سے تعلق رہا۔ حضرت نے جہاں اسباقِ طریقت تعلیم فرمائے، وہاں قرآن کریم کی حٰم والی سورتوں کا ترجمہ و تفسیر قاری عبدالرؤف رحمۃ اللہ اپنی جماعت کو اس لئے سکھایا تاکہ عقیدے کی کمزوری کا خطرہ نہ رہے۔ حضرت کی تربیت کمالِ شفقت کے طریقے پر تھی۔ مریدوں کو ساتھی کہہ کر یاد فرماتے۔ آپ کی خاموشی بھی وعظ کا کام کرتی۔ اکثر دوستوں کے سوالات کا بدونِ سوال، جواب فرما دیتے۔ فراست کا کمال تھا، تعلق داروں کی ظاہری باطنی حالت کا خوب فکر فرماتے۔ سلسلہ میں بھی کیس بدعۃ کو برداشت نہ فرماتے۔ آخری ایام علالت کی وجہ سے تڑپ رہے تھے کہ اذان شروع ہوئی، فوراً اٹھے اور نماز کی تیاری فرمانے لگے۔ خوش پوش طویل قامت صحت مند رہے تھے، ہنس کھ، طویل خاموشی۔ فرماتے، نقشبندیوں کو شاہانہ شان و شوکت سے رہنا چاہئے، تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بھکاری ہیں۔ سینہ کلاں تھا، چہرہ پر ایک تل ابھرا ہوا عجیب معلوم ہوتا۔ کبھی اس قدر ہنساتے کہ پیٹ میں درد ہونے لگتا تھا۔ بعض اوقات رلاتے بھی، عجیب راحت تھی۔ مثلاً گناہوں پر ندامت سے آدمی مرنے کو ہوتا ہے۔ تسبیح...... عصاء ہاتھ میں علماء کا احترام بہت فرماتے۔ مسجد مدرسہ ملتان جلالپور پیر والہ، آستانہ پر رونق ہے۔ یاقوتی اور مقوی معجونات استعمال فرماتے۔ جوانوں سے اچھا بڑھاپا گزارا۔ نئے آدمیوں کو پہلا سبق ذکرِ قلبی مرحمت فرماتے، جس کی وجہ سے اس کا اللہ سے تعلق جو اتباعِ سنت کی سہولت کا باعث بن جاتا۔ (صوفی خیر محمد)

آپ کے خاص تربیت یافتہ مجاز ماسٹر اختر حسین، قاضی اللہ بخش، مستری محمد رفیع، محمد عاشقین، جام شوق محمد، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو اور حضرت کے صاحب زادگان کی تربیت یوں ہوئی کہ حضرت کے طویل سفروں میں مع اپنی ہر قسم کی علوم کی کتابوں کے صحبت میں رہتے اور خاص تعلیم یافتہ احباب حضرت کے علاوہ ان کو پڑھاتے۔ صاحب زادگان قاری محمد

اسماعیل، قاری محمد یعقوب، قاری حسین علی، قاری رشید احمد، حضرت کی تربیت یافتہ نشانیاں چاند کی طرح چمکتی ہیں۔ عشاقِ مدینہ میں حضرت نے جماعت کو تجوید سے بھی محروم نہ رکھا۔ ان حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبد الغفور عباسی رحمۃ اللہ سے تعلق رہا دولت کدہ پر دربانی خدمت کا، جس پر والدین کی شفقت رشک کرے۔ حضرتِ والا کے گھریلو انتظامات اور مہمانوں کی خاطر مدارات، تعلیم و تربیت بھی عجیب تھی۔ حضرت کی مجلس میں بدعات، تواجد، بناوٹ یا غیبت کو کچھ راستہ نہ تھا۔ حضرت فرماتے، طریقت ہمارا جال ہے۔ لوگوں کو شریعت میں لانے کے لئے ہم دلوں کے شکاری ہیں، جیب کے نہیں۔ ہدیہ کے متعلق فرماتے، لا جمع ولا طمع ولا منع۔ حضرت کی نظرِ کیمیاء اثر ایک محبت کا پیمانہ ہوتی۔ حضرت نے جہاں جماعت کے لوگوں پر محنت و جاں نثاری فرمائی، وہاں اپنے انورِ چشم صاحب زادگان و عزیزان کو بھی ظاہری باطنی نوازشوں کے ساتھ مرصع فرمایا۔ لا یشقیٰ جلیسھم:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو!
یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ذکرِ خیر محبت کا تقاضاء ہے۔ مؤلف کی اہلیہ مرحومہ باپردہ، نہایت پارساء تھیں۔ اتنی کثیر اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں بڑی محنت اور محبت سے کی۔ اور میرے والدین کے ساتھ بھی نہایت جانفشانی اور احترام کا معاملہ کیا اور دعائیں لیں۔ پرورشِ اولاد کے بعد ذکر و عبادت کا غلبہ آخر عمر تک رہا۔ مرض الوفات میں روزہ اور اعتکاف میں تھیں۔ نمازِ جنازہ عید کے دن بعد نماز، امامِ محترم حضرت حذیفی مدظلہ العالی نے پڑھائی اور جنت البقیع میں جوارِ رحمت قربِ اہلِ بیت میں جگہ پائی (۱۴۱۶ھ)۔ قادری خاندان سے تعلق تھا ان کے والد حضرت مولوی احمد یار حضرت خواجہ عبید اللہ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ دار تھے۔ اللھم اغفرلھم و ارحمھم و ارضِ عنھم امین.





باب ۲۵

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حرمین شریفین کے بعض معاملات میں سلطان ابن سعود کی خدمت میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی شرعی تجاویز

انہدام تعمیرات قبور اور زیارات:

سلطان ابن سعود کے سامنے اہم مسائل میں سے صحابہ وغیرہم کے قبوں اور مزارات کی عمارتوں کے منہدم کرنے اور مآثر ومقامات مقدسہ کے آثار کو قائم رکھنے یا گرانے اور انکی زیارتوں سے برکت حاصل کرنے کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ بھی بہت اہم تھا۔ سلطان نے ان قبوں اور مزارات متبرکہ کی عمارتوں کو گرانے کی وجہ یہ خیال کی تھی کہ لوگ عقیدت میں آکر ایسے امور کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں شرک ہوتا ہے ان کے سامنے حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے حالات کے پیش نظر اس درخت کو کٹوا دیا جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افواہ پر اہل مکہ کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی بیعت لی تھی۔ اس خصوصی مسئلہ میں مولانا عثمانی نے جو تقریر ابن سعود کے سامنے کی ہے وہ قابل غور ہے۔ تقریر حسب ذیل ہے ملاحظہ فرمائیے۔

''ہم بنا علی القبر (قبر پر عمارت بنانے) کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ ہم نے فتوے دیئے ہیں بحثیں کی ہیں لیکن ہدم قباب (قبوں کے منہدم کرنے میں) ضرورت تھی کہ بہت تانی (ڈھیل) اور حکمت سے کام لیا جاتا۔

جب ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ حجرات ازواج النبی ﷺ کو ہدم کر کے مسجد کی توسیع کریں تو انہوں نے ہدم کا حکم دیا حتیٰ کہ تینوں قبریں کھل گئیں۔ اس وقت عمر بن عبدالعزیز اس قدر روئے تھے کہ کبھی اس قدر روتے ہوئے نہ دیکھے گئے حالانکہ خود ہی ہدم کا حکم دیا تھا پھر نہ صرف قبر نبی علیہ السلام پر بلکہ تینوں قبروں پر بنا کرائی (عمارت بنوائی) میری غرض اس وقت تجویز بنا (قبروں پر عمارات بنوانا) نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ قبور اعاظم و اکابر کے ساتھ ہدم وغیرہ کا معاملہ ایسا ہے جس کو قلوب میں ایک تاثیر اور دخل ہے مقابر (قبروں) کے معاملہ میں میں زائد نہیں کہنا چاہتا اور شیخ کفایت اللہ[1] مجھ سے پہلے کہہ چکے ہیں (البتہ) مآثر (مقامات مقدسہ) کے متعلق میں کہوں گا کہ حدیث اسراء میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ آپ کو جبریل نے چار جگہ اتارا اور نماز پڑھوائی اور بتلایا کہ یہ یثرب یا طیبہ ہے **والیہ المهاجرہ**' یہ طور سینا ہے **حیث کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا) یہ مدین ہے **حیث ورد موسیٰ و سکن شعیب** (جس جگہ موسیٰ علیہ السلام آئے اور شعیب علیہ السلام سکونت پذیر رہے) یہ بیت اللحم ہے **حیث ولد المسیح علیہ السلام** (جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے) پس اگر طور پر آپ سے اس لئے نماز پڑھوائی گئی کہ وہاں حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ تو جبل النور پر جانے اور نماز پڑھنے سے ہم کیوں روکے جائیں جہاں کہ اللہ کا کلام لیکر جبریل علیہ السلام محمد صلعم کے پاس آئے۔ سب سے پہلے جب مولد جائے پیدائش مسیح پر حضور سے دو رکعتیں

[1] حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ اس مؤتمر میں جمعیت العلمائے ہند کی طرف سے نمائندہ ہو کر گئے تھے۔

پڑھوائی گئیں تو کیا غضب ہے کہ امت محمد مولد النبی (نبی کریم کی جائے پیدائش) میں دو رکعت نہ پڑھ سکے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ عرصہ ٹھہرے تھے پھر مسکن خدیجہؓ جہاں حضور ۲۸ برس رہے اور جس کو طبرانی نے افضل البقاع بعد المسجد الحرام فی مکہ (مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے افضل جگہ) لکھا ہے کیوں اس قابل نہیں کہ وہاں دو رکعت پڑھ لی جائیں یا جبل ثور جہاں آپ تین روز مختفی (چھپے) رہے اس پر نماز کیوں نہ پڑھی جائے۔ یہ حدیث تبرک بآثار الصالحین (بزرگوں کے نشانات سے برکت حاصل کرنے) میں اصل اصیل ہے بہر قصہ (میں نے) عتبان بن مالک کا ذکر کیا اور حدیبیہ کا قصہ کیا ہے جس میں نخامہ (نخامہ اشعر کی تحقیقات) اور اشعر اور ماء وضو (وضو کا پانی) وغیرہ کا متبرک ہونا مذکور ہے پھر عبداللہ ابن عمر کی بخاری والی حدیث ذکر کی پھر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ ابن سعود نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے شجرۃ الرضوان کو کٹوا ڈالا تھا لیکن یہ صرف مصلحت تھی قطع ذرائع شرک اور حسم مادۂ شرک کیلئے اگرچہ یہ مصلحت اب بھی موجود ہے لیکن دوسری طرف آج مسلمانوں کے ائتلاف قلوب (دلوں کے جوڑنے) کی مصلحت ہے اور ان کو ان بلادِ مقدسہ کی طرف سے اور اس حکومت کی طرف سے جو یہاں حکومت کرے نفور ہونے سے بچانا ہے اور تشتت وتفرق (پھوٹ) کو کم کرنا ہے دونوں مصالح کا موازنہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ بہرحال کلام اب اصل مسئلہ میں نہیں بلکہ مصالح کے توازن میں ہے اس میں پوری احتیاط کرنی چاہئے۔ آپ بدعات ومنکرات سے لوگوں کو روکیں نصیحت کریں تادیب کریں لیکن اصل چیز کو محو نہ کریں۔

وایاکم والغلو فی الدین فان الغلوفی الدین قداھلک من کان قبلکم او کما قال– وقال اللہ تعالٰی یاھل الکتاب لا تغلحا فی دینکم ولا تقولو اعلی اللہ الاالحق. فیسروا ولا تعسر واوبشر واولا تنفروا وکونوا عباداللہ اخوانا

(ترجمہ) اور دین میں غلو (حد سے زیادہ نوک پلک) مت کرو کیونکہ دین میں غلو نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یا جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے اہل کتاب اپنے دین میں غلومت کرو اور اللہ پر سچ کے سوائے کچھ نہ کہو اس قول کے مطابق سہولت پیش کرو اور تنگی میں نہ ڈالو اور ان کو اپنی طرف ملاؤ متنفر نہ کرو اور بھائی بن کر اللہ کے بندے بنو۔ انوار (ڈائری عثمانی از صفحہ ۴۱ تا ۵۰)۔

غلاف کعبہ کے اسراف وعدم اسراف پر علامہ عثمانی کی تقریر

مؤتمر مکہ کی ایک مجلس ''لجنۃ الاقتراحات'' میں غلاف کعبہ یا کسوہ کعبہ کا مسئلہ پیش ہوا کہ آیا غلاف کعبہ ریشمی جائز ہے یا حرام ہے نیز اس میں اسراف ہے یا نہیں۔ بعض علماء کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھانے کو اسراف کہتے تھے اور یہ بھی کہ ریشم کا استعمال حرام ہے۔ مولانا عثمانی اپنی ڈائری میں اس مجلس اور مسئلہ کے متعلق حسب ذیل تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

''۴ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو لجنۃ الاقتراحات میں کسوہ کعبہ (غلاف کعبہ) کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس میں بہت اسراف ہوتا ہے۔ اس کے مصارف گھٹا کر دوسرے وجوہ خیر میں صرف کئے جائیں۔ حریر وذہب (ریشم اور سونا) وغیرہ کا استعمال بالاتفاق حرام ہے۔ اس پر محمد علی صاحب (جوہر) نے اور عبداللہ شیبی نے سختی سے مخالفت کی۔

پھر میں نے کہا کہ اس میں علما نے بہت کچھ کلام کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں دو ورق کے قریب اس پر لکھے ہیں۔ تاریخی بحثیں کی ہیں کہ سب سے پہلے کعبہ پر کسوہ (غلاف) کس نے ڈالا اور کس چیز کا ڈالا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً دیباج (ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے) وحریر کا کسوہ (لباس) حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی والدہ نے ڈالا اور بھی اقوال ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے عہد میں دیباج وحریر کا غلاف تھا پھر اس میں تکلفات ہوتے رہے۔ علماء نے کسی وقت منع نہیں کیا بلکہ جن لوگوں نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ان کو علماء نے دعائیں دیں۔ کما فی الفتح۔

کعبہ کا حکم دوسرے تمام بیوت (گھروں) اور مساجد سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے اس کو بدعت یا منکر قرار دینا صحیح نہیں''۔ (ڈائری از صفحہ ۵۸ تا ۶۱)

تطہیر جزیرۃ العرب

مؤتمر مکہ کی ''لجنتہ الاقتراحات'' میں تطہیر جزیرۃ العرب یعنی کفار کا جزیرہ عرب سے اخراج یا کم از کم اعلان اپنی جگہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اخرجوا الیھود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کرو) بدقسمتی سے سلطان ابن سعود کے نئے اقتدار و تسلط سے پہلے شریف حسین والی مکہ دشمنان اسلام برطانیہ کے ہاتھوں پر ناچ رہا تھا اور انگریزوں نے وہاں اپنا اچھا خاصہ تسلط جمار کھا تھا۔ یہی پالیسی شریف کی تباہی کا باعث ہوئی۔ ابن سعود نے حملہ کر کے شریف کو نکال باہر کیا۔

مؤتمر مکہ کی مجلس میں یہ سوال زیر بحث آیا کہ اگر چہ انگریز کے نکالنے کی سردست ہمیں استطاعت نہیں لیکن کم از کم دنیائے اسلام کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ ہمیں کسی غیر مسلم کا دخل یا وجود جزیرہ عرب میں منظور نہیں۔ اس تجویز پر روس کے وفد کے رئیس نے ایسے اعلان کو بھی مصلحت کے خلاف سمجھا اور اپنے فقہی نقطہ نگاہ سے ایسا اعلان مناسب خیال نہیں کیا اس سلسلہ میں مولانا شبیر احمد صاحب عثانی نے جو کچھ تقریر فرمائی وہ یہ ہے۔ مولانا عثانی لکھتے ہیں۔

۵ ذی الحجہ کو ''لجنتہ الاقتراحات'' میں بڑی رد و کد کے بعد جزیرۃ العرب کی تجویز پیش ہوئی۔ اس کی مخالفت میں رئیس وفد روسیہ نے طویل تقریر کی۔ اس میں زیادہ (زور) اس پر تھا کہ اس ریزولیشن کا نتیجہ حکومت حجازیہ اور مؤتمر کے حق میں برا ہوگا۔ یہ اعلان کر کے تمام دول اجنبیہ کو تشویش اور ہیجان میں ڈالنا ہے۔ ہم کو حکمت اور تدبیر کے ساتھ قدم اٹھانا چاہئے۔ ایسا کام نہ کریں جس سے یہ حکومت حدیثہ حجازیہ (حجاز کی نئی حکومت) جو چنداں قوی نہیں ہے فنا ہو جائے۔ وصیت رسول اللہ ﷺ کا کسی کو انکار نہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت اس کے اعلان کا موقع بھی ہے اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ یورپ مؤتمر اور اس نئی حکومت کی طرف تاک رہا ہے اور اس کے اعمال کا مراقبہ کر رہا ہے۔ ہم اس کو فوراً مشتعل نہ کریں۔ باقی جو مقصد تجویز کا ہے وہ سب مسلمانوں کے سینوں اور دلوں میں ہے دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں کس طرح صلح اور معاہدہ کیا۔ کیا اس میں ہمارے لئے اسوہ نہیں ہے۔ اس پر میں نے تقریر کی۔

میں نے کہا کہ وصیت کے ثبوت سے کسی کو انکار نہیں۔ صحیح احادیث میں مذکور ہے اور مقترح نے اسی وصیت پر اپنے اقتراح کی بنیاد رکھی ہے۔ آپ سب اس کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ہر مسلمان کا عزیز ترین مقصد اور محبوب ترین تمنا ہے لیکن آپ کہتے ہیں کہ حکومت حجاز کے لئے اس میں خطرہ ہے۔ وہ اپنے کو اس طرح کے خطرات میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نہ ہم اس کو ایسا مشورہ دے سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے ایک ایسی چیز پیش کرتے ہیں جس کو خود حکومت پیش نہیں کرتی۔ نہ غالباً وہ ہماری اس مصلحت اندیشی سے راضی ہوگی۔ ہمارے سامنے رسول کریم ﷺ کی دو وصیتیں ہیں جو اس دنیوی حیات کے آخری لحات میں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائی ہیں ایک اخرجوا الیھود و النصاریٰ من جزیرۃ العرب (یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دو) دوسری (وصیت) لعن اللہ الیھود و النصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد یحذرھم ما صنعوا (اللہ یہود اور نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا) یہ دونوں وصیتیں آپ نے ساتھ ساتھ فرمائیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلی وصیت بصیغہ امر ہے اور دوسری تحذیر (دھمکی) کے پیرایہ میں ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ حکومت حجاز نے دوسری وصیت کے نفاذ اور اجرا میں جو قبور سے متعلق تھی کس قدر اہتمام اور مسارعت (جلدی) سے کام لیا نہ عالم اسلامی سے مشورہ کیا' نہ ان کے اجتماع کا انتظار کیا نہ علماء و فضلا سے مبادلہ خیالات کی ضرورت سمجھی نہ اس کی قطعاً پروا کی کہ مسلمانوں میں اس فعل سے بجا یا بے جا طور پر کیسی تشویش اور ہیجان ہوگا۔ کتنی بڑی اہم تعداد مسلمانوں کی (اور ممالک اسلامیہ) اس عمل سے متوحش اور نفور ہوں گے۔ حکومت نے کہا کہ ہم کتاب و سنت سے تمسک کرتے ہیں۔ جب سنت صحیحہ ہمارے سامنے ہے پھر ہم کو کسی کا کوئی خوف نہیں۔ دنیا راضی ہو یا ناراض' کوئی ہمارا ساتھ دے یا نہ دے ہم

کو کچھ سروکار نہیں۔ کائناً ما کان۔ ایسی حکومت جس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک وصیت کے نفاذ میں کسی طرح کی مصلحت اندیشی اور اسلامی جماعتوں کی خوشی یا ناخوشی کی کوئی پروا نہیں کی۔ میں خیال نہیں کرتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دوسری وصیت کے صرف اعلان کرنے میں کفار کی تشویش اور اضطراب کی پروا کرے گی۔ ہم حکومت کی طرف سے اس خوف کو منسوب کرتے ہیں جسے خود حکومت اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتی میری غرض یہ ہے کہ مؤتمر کو یا حکومت حجاز کو جبکہ اس کا تعلق تمام عالم اسلام سے ہے ہر ہر کام میں تانی (ڈھیل) اور تدبیر و مصلحت اندیشی سے کام کرنا چاہئے ہم کو یہ مناسب نہیں کہ ہم ایک برائی کے دفع کرنے میں اس سے بھی بڑی برائی پیدا کر دیں۔ میرے نزدیک ریزولیشن کے اعلان میں کوئی ضرر نہیں۔ الفاظ میں توسط اور تعدیل کا مضائقہ نہیں لیکن اس ریزولیشن سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ تمام دنیا آگاہ ہو جائے کہ مسلمان عالم باوجود اپنے غایت تفرق و تشت احوال کے باوجود سخت اختلاف اجیال واقوام کے پھر بھی ایک متفقہ نصب العین رکھتے ہیں اور وہ جزیرۃ العرب خصوصاً حجاز کی حفاظت و صیانت ہے۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جو حاکم و محکوم ضعیف و قوی، مستقل اور غیر مستقل آزاد اور غلام ہر مسلمان کا مطمح نظر ہے جو ان کے سینوں اور دلوں میں نقش فی الحجر ہے جس کے لئے وہ اپنے تمام وسائل اور اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت حجازیہ کے متعلق بہت سے لوگ ظنون واوہام میں مبتلا ہیں۔ جن پر ہم ہندوستان میں مطلع ہو چکے ہیں۔ (یعنی انگریزوں سے تعلقات رکھنے کی نسبت) اس ریزولیشن سے مسلمانوں کے قلوب حکومت حجاز کی طرف سے مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو شفائے صدور حاصل ہوگی۔ صلح حدیبیہ کی سنت کا جو حوالہ دیا گیا ہے میں اس کو مانتا ہوں لیکن میں ایک دوسری سنت بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس وقت جس سے بڑھ کر اسلام کے حق میں سختی اور مصیبت کا کوئی وقت نہ تھا

اور جبکہ چند معدودے نفوس آپ کے ساتھ تھے۔ اسی بلد اللہ الحرام (مکہ معظمہ) میں جہاں ہم اور آپ مجتمع ہیں نبی کریم ﷺ کو لوگوں نے اعلان حق اور دعوت الٰہیہ سے روکنا چاہا لیکن آپ نے فرمایا کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر وہ لوگ آسمان سے اتار کر سورج کو میری ایک مٹھی میں اور چاند کو دوسری مٹھی میں رکھ دیں تب بھی محمد ﷺ اس چیز سے ہٹنے والا نہیں ہے جس کے لئے اس کے پروردگار نے اسے بھیجا ہے۔ پس میں کہتا ہوں مقترح کی تجویز دونوں سنتوں پر مشتمل ہے پہلے جز میں اعلان حق کیا جاتا ہے جس میں کوئی پروا نہیں کہ کون اس سے خوش اور کون ناخوش اور تجویز کے دوسرے جز میں سنت حدیبیہ کی رعایت ہے کہ ہم کوئی اعلان جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ جزیرۃ العرب کو ایک سلمی، صلحی اور حیادی مقام رکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری کوشش ہے۔ ھذا ما کنت ارید التکلم به والامر بیداللہ سبحانه و تعالیٰ (یہ ہے جس کے متعلق کلام کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا اور فیصلہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے)۔

شیخ قاضی ابوالعزائم نے اس کی بہت داد دی۔ ایک مصری نے کہا کہ ہم دونوں وصیتوں میں سے ایک کی استطاعت رکھتے ہیں دوسری کی نہیں اور حدیث میں آیا ہے اذا امرتکم بشیئ فاتوا منه ما استطعتم (جب میں کسی بات کا تمہیں حکم دوں تو اس میں سے جس کی تمہیں طاقت ہو اس کو بجالاؤ) میں نے کہا کہ اخراج یہود و نصاریٰ اگر ہماری استطاعت میں فی الحال نہیں لیکن اپنے فریضہ اور نصب العین کا اعلان ہماری استطاعت میں ہے اور اعلان میں جو فوائد ہیں وہ میں بیان کر چکا ہوں۔

عبداللہ الشیبی نے کہا اگر سلطان کو یہ معلوم ہوتا کہ قبور والی وصیت پر عمل کرنے سے اس قدر تشویش اور ہیجان مسلمانوں میں پیدا ہو جائے گا تو وہ ہرگز ایسا نہ کرتے''۔ (ڈائری عثمانی از صفحہ ۶۲ تا ۸۱) (تجلیات عثمانی)

باب ۲۶

کلام حکمت

اس باب میں مختلف موضوعات پر منظوم کلام پیش کیا گیا ہے۔

شعر بھی ہر زبان کے ادب کا ایک اہم حصہ ہے اور مافی الضمیر کے اظہار، نصیحت و اصلاح کا ایک مؤثر بھی ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بعض اشعار حکمت ہوتے۔ پڑھئے اور لطف اٹھائیے۔

اقبالیات

(علامہ اقبال رحمہ اللہ)

کافر ہے مسلماں، تو نہ شاہی، نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

☆☆-------------☆☆

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلماں
مؤمن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الٰہی

☆☆-------------☆☆

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

☆☆-------------☆☆

یہ ذکر نیم شبی، یہ مراقبے، یہ سرور!
تری خودی کے نگہباں نہیں تو کچھ بھی نہیں
یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

☆☆-------------☆☆

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مؤمن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

☆☆-------------☆☆

خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لئے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

☆☆-------------☆☆

قوم اپنی جو زرو مال جہاں پر مرتی
بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی
ٹل نہ سکتے تھے، اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

☆☆-------------☆☆

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

☆☆-------------☆☆

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

☆☆-------------☆☆

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز!
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

☆☆-------------☆☆

وہ چنگاری خس وخاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

☆☆-------------☆☆

محبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری
محبت داستان قیصر و کسریٰ سے بے پروا!

☆☆-------------☆☆

یہ خاموشی کہاں تک؟ لذت فریاد پیدا کر!
زمیں پر تو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں!

☆☆-------------☆☆

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ
کھولی ہیں ذوقِ دید نے آنکھیں تری اگر
ہر روز رہگزر میں نقشِ کفِ پائے یار دیکھ!

بلالؓ

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا
حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
وہ آستاں نہ چھوٹا تجھ سے ایک دم کے لئے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں
نظر تھی صورت سلماں اداء شناس تری
شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری
تجھے نظارے کا مثل کلیم سوداء تھا
اویس طاقت دیدار کو ترستا تھا
مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا
ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا
تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرت دید
خنک دلے کہ تپید دے نیا سائید
گری وہ برق تری جان ناشکیبا پر
کہ خندہ زن تیری ظلمت تھی دست موسیٰ پر
تپش ز شعلہ گر فتند و بر دل تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاک حاصل تو زدند
ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی
خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا اس کا
خوشا وہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

☆☆------------☆☆

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضی سوز صدیق دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر
دل بیدار فاروقی، دل بیدار گزاری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

☆☆------------☆☆

نگاہِ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزا وار شاہباز نہیں

☆☆------------☆☆

عشقِ بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگارِ دیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

☆☆------------☆☆

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزماء کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

☆☆------------☆☆

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے، تو رہ جاتی ہے چنگیزی

☆☆------------☆☆

پھرا کرتے نہیں مجروح الفت فکرِ درماں میں
یہ زخمی آپ کر لیتے ہیں پیدا اپنے مرہم کو
مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیمِ دیں
ترکِ دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لئے اپنی زباں
چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامۂ محشر یہاں
محفلِ نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ
تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صداء
ہے دلیری دستِ اربابِ سیاست کا عصاء
عرضِ مطلب سے جھجک جانا نہیں زیبا تجھے
نیک ہے نیت اگر تیری تو کیا پروا تجھے

☆☆------------☆☆

بندۂ مؤمن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے
قوتِ فرمانروا کے سامنے بیباک ہے

☆☆-------------☆☆

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں
مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کو
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
ترستی ہے نگاہِ نا رسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں
پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
تیرا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں
نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں
خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

☆☆-------------☆☆

ایک بھی پتی اگر کم ہو تو وہ گل ہی نہیں
جو خزاں نادیدہ ہو بلبل، وہ بلبل ہی نہیں
ہاتھ جس گلچیں کا ہے محفوظ نوکِ خار سے
عشق جس کا بے خبر ہے ہجر کے آزار سے

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز و شب سے دور ہے
زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

☆☆-------------☆☆

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی
میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حسن
دیکھے مجھے، کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

☆☆-------------☆☆

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر
آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا
کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے، دھندلا سا ستارا تو ہے
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے
کیوں ہراساں ہے سیلِ فرسِ اعداء سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعداء سے

☆☆-------------☆☆

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆☆-------------☆☆

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
نہ وہ عشق میں ہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں ہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

☆☆-------------☆☆

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہیدِ ذوقِ وفا ہوں میں، کہ نواء میری عربی رہی

☆☆-------------☆☆

جو موجِ دریا لگی یہ کہنے، سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو، سامان آبرو کا

نہ ہوطبیعت ہی جن کی قابل، وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سرور کنار جو کا
گر کوئی شئے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں
نگہ کو نظارے کی ہوس ہے دل کو سوداء ہے جستجو کا
شمع محفل ہو کے تو جب سوز سے خالی رہا
تیرے پروانے بھی اس لذت سے بیگانے رہے
رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے

☆☆------------☆☆

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

☆☆------------☆☆

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت ابراہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے

☆☆------------☆☆

ہر کوئی مستِ مے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟

☆☆------------☆☆

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو، زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشناء، تجھے کیا ملے گا نماز میں

☆☆------------☆☆

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے، پیرہن

☆☆------------☆☆

حسنِ بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے، تو شہر اچھے کہ بن
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن
من کی دنیا من کی دنیا، سوز و مستی، جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا، سود و سودا، مکر و فن
من کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
تن کی دولت چھاؤں ہے، آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن
من کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن
پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

☆☆------------☆☆

نہ فقر کے لئے موزوں، نہ سلطنت کے لئے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری

☆☆------------☆☆

تری آگ اس خاک داں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا، یہ کوہِ گراں توڑ کر
طلسمِ زمان و مکاں توڑ کر

☆☆------------☆☆

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے
فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہاء کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

☆☆------------☆☆

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

☆☆------------☆☆

خودی شیرِ مولا، جہاں اس کا صید
زمیں اس کی صید، آسماں اس کا صید
جہاں اور بھی ہیں، ابھی بے نمود
کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود

ہر اک منظر تیری یلغار کا
تیری شوخیٔ فکر و کردار کا
یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار
تو ہے فاتحِ عالمِ خوب و زشت
تجھے کیا بتاؤں تری سر نوشت
اگر یک سرِموئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

☆☆------------☆☆

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی، اور کافری کیا ہے.
فلک نے ان کو عطاء کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

☆☆------------☆☆

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

☆☆------------☆☆

نفسِ گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

☆☆------------☆☆

امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو، تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدریؓ تجھ میں، نہ استغنائے سلمانیؓ

☆☆------------☆☆

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

☆☆------------☆☆

از نفس در سینہ خون گشتہ نشتر داشتم
زیرِ خاموشی نہاں غوغائے محشر داشتم
یک نظر کردی، و آدابِ فناء آموختی
اے خنک روزے کہ خاشاک مرا وا سوختی

☆☆------------☆☆

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیانی کی
نصیحت بھی تیری صورت ہے اک افسانہ خوانی کی

☆☆------------☆☆

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

☆☆------------☆☆

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

☆☆------------☆☆

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ! ترا خام ابھی
اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

☆☆------------☆☆

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

☆☆------------☆☆

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہوکہ خزاں لا الہ الا اللہ
اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے حکم اذاں، لا الہ الا اللہ

☆☆------------☆☆

تجھے گُر فقر و شاہی کا بتادوں
غریبی میں نگہبانی خودی کی

☆☆------------☆☆

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

☆☆------------☆☆

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے
واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے
لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
بسمل نہیں ہے تو تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

☆☆-------------☆☆

یاد ایام سلف سے دل کو تڑپاتا ہوں میں
بہر تسکین تیری جانب دوڑتا آتا ہوں میں

☆☆-------------☆☆

شور لیلیٰ کو کہ باز آرائش سودا کند
خاک مجنوں راغبار خاطر صحرا کند

☆☆-------------☆☆

شراب بیخودی سے تا فلک پرواز ہے میری
شکست رنگ سے سیکھا ہے میں نے بن کے بو رہنا
بنائیں کیا سمجھ کر شاخ گل پر آشیاں اپنا
چمن میں آہ، کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

☆☆-------------☆☆

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

☆☆-------------☆☆

دوا ہر دکھ کی ہے مجروح تیغ آروز رہنا
علاج زخم ہے آزاد احسان رفو رہنا

☆☆-------------☆☆

تو اگر زحمت کش ہنگانہ عالم نہیں
یہ فضیلت کا نشاں اے نیز اعظم نہیں
اپنے حسن عالم آرا سے جو تو محرم نہیں
ہمسر یک ذرۂ خاک در آدم نہیں

☆☆-------------☆☆

تو شناسائے خراش عقدۂ مشکل نہیں
اے گل رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں
زیب محفل ہے شریک شورش محفل نہیں
یہ فراغت بزم ہستی میں مجھے حاصل نہیں

☆☆-------------☆☆

مطمئن ہے تو پریشاں مثل بو رہتا ہوں میں
زخمی شیشۂ ذوق جستجو رہتا ہوں میں
تب زباں کھولی ہماری لذت گفتار نے
پھونک ڈالا جب چمن کو آتش پیکار نے

☆☆-------------☆☆

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

☆☆-------------☆☆

مدتوں ڈھونڈا کیا نظارہ گل خار میں
آہ وہ یوسف نہ ہاتھ آیا ترے بازار میں

صدیقؓ

اک دن رسول پاکؑ نے اصحابؓ سے کہا
دیں مال راہ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کے فرط طرب سے عمرؓ اُٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

☆☆-------------☆☆

لائے غرض کہ مال رسول امیں کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
پوچھا حضور سرور عالمؑ نے اے عمرؓ
اے وہ کہ جوش حق سے ترے دل کو ہے قرار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذار
کی عرض نصف مال ہے فرزند زن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار

☆☆-------------☆☆

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغنا میں معراج مسلمانی

دینی دستر خوان کے بارے میں جذبات و تاثرات (منظوم)

دینی دستر خواں ہے کیا؟ الوان نعمت گوناگوں
مسلک علمائے حق کا ترجماں لاریب ہے
اعتقاد حق کا مرشد عمل صالح کا دلیل
نغمہ حمد خدا ہے، زمزمہ نعت نبیؐ
تذکرہ اصحاب کا اور سیرت و اخلاق کا
لائق صد آفریں ہے کاوش عبد القیوم
دینی دسترخواں ہے کیا؟ اصناف نعمت رنگ رنگ
معرفت کا ہے خزینہ کنز معلومات کا
سیر حاصل تذکرہ ہے مختلف ادوار کا
ذکر ہے اس میں مفصل ایسی شخصیات کا
جو پڑھے اس کو میسر ہو اسے قلبی سکوں
جن کی ہیبت سے ہوا باطل سدا خوار و زبوں
حکمت و دانش کی پاکٹ، ڈائری خیر القروں
جس سے حاصل روح مسلم کو غذائے اندروں
تبصرہ اہل باطل پر بانداز جنوں
دینی دستر خواں سے ظاہر جن کا ہے سوز دروں
علم و دانش کا مرقع جہل کا رنگیں فسوں
اطعمہ و اشربہ ہیں، اور فواکہ گوناگوں
درج ہیں دینی مسائل مندرج علم الفنوں
جن کے علم و فن کے آگے زعم باطل سرنگوں

(از مولانا سعید علی ضیاء)